جدید ایڈیشن

قرآن کریم کے معانی و مطالب سے واقف کرانے کیلئے
بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ آسان تعلیمی

درسِ قرآن

پارہ ۱ تا ۵

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلامِ پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے، اور اگر عمل کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے

تسہیل شدہ ترجمہ
حضرت حکیم الاُمّت مُجدّد المِلّت جامع الکمالات
مولانا محمد اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تفسیر ملخص از تفسیر ابنِ کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن و دیگر تفاسیر

اگر آپ روزانہ
پندرہ بیس منٹ "درسِ قرآن"
سے ایک درس پڑھیں تو ان شاء اللہ
آپ اس کے معانی و مطالب کو سمجھنے
میں کامیاب ہو جائیں گے

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان
(061-4540513-4519240

پہلا پانچ پارے

۱-۵

قرآن کریم کے معانی ومطالب سے واقف کرانے کیلئے

بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ آسان تعلیمی

درسِ قرآن

جدید ایڈیشن پانچ پارے

اگر آپ روزانہ پندرہ بیس منٹ قرآن پاک کو دیں اور اس ''درسِ قرآن'' سے ایک درس پڑھیں تو انشاءاللہ آپ قرآنِ کریم کے معانی ومطالب کو سمجھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلامِ پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے، اور اگر علم کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

آیئے! ہم بھی روزانہ ایک درسِ قرآن پڑھنے کا معمول بنائیں اور اجر وبرکات حاصل کریں۔

تسہیل شدہ ترجمہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات

مولانا محمد اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ

تفسیر ملخص از تفسیر ابنِ کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن ودیگر تفاسیر

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061-4540513-4519240)

درسِ قرآن

تاریخ اشاعت..............صفر المظفر ۱۴۳۰ھ
ناشر.....................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ... چوک فوارہ... ملتان — مکتبہ الفاروق، مصریال روڈ چوہڑ ہڑپال.. راولپنڈی
ادارہ اسلامیات.........انار کلی.........لاہور — دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.....لاہور — مکتبۃ القرآن.......نیوٹاؤن.............کراچی
مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار .... لاہور — مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم الله الرحمن الرحيم

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

كتبه نفيس الحسيني اللاهوري الباكستاني ارتجالاً في بغداد ، ١٣ رمضان المبارك سنة ١٤٠٨ھ

لأخي في الإسلام الشيخ حسن الجلبي التركي

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

القرآن الحكيم

نفيس ١٣٩٦

جدید ایڈیشن کی خصوصیات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَمَّابَعۡدُ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیتے جاگتے معجزات میں سے "قرآن کریم" وہ زندہ جاوید معجزہ ہے جو امت مسلمہ کی اصلاح اور دینی و دنیاوی ترقی کیلئے سب سے محکم پیغام خداوندی ہے۔ جو ایک مسلمان کی انفرادی زندگی کیلئے مصلح ہے اور زندگی کے تمام امور میں بھی مینارہ نور ہے۔

اسی طرح امت کے اجتماعی امور کے بارہ میں بھی فوز وفلاح کے ان اصولوں پر مشتمل ہے جو فطری اور ابدی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نزول قرآن کو چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود روز بروز اس کی حقانیت دوچند اور اس کی مبارک تعلیمات ہر ماحول و معاشرہ کیلئے لائق عمل دستور العمل کی صورت میں سامنے آتی ہیں۔

آج کی مادیت اور سائنس وٹیکنالوجی کی حیران کن حد تک ترقی وایجادات... قرآنی تعلیمات کو آشکارہ کر کے اسی آخری کتاب کے آغوش میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہیں۔ دین و دنیا کے وہ عقدے.... جو وحی کی زبانی چند سادہ جملوں میں حل کئے گئے... آج سائنس اپنی تمام تر ترقی اور انتہائی کاوشوں کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچتی ہے جو اہل اسلام کو قرآن کے ذریعے چودہ صدیوں قبل بتا دیا گیا۔

قرآن کریم کی ان محکم اور انقلاب آفریں تعلیمات کو ہر فرد تک پہنچانے کیلئے ادارہ نے "درس قرآن" کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جو بفضل خداوندی نہ صرف عوام میں مقبول ہوا بلکہ اہل علم نے بھی اس کی مدد سے مساجد.... مدارس اور مجالس احباب میں قرآنی پیغام کو عام کرنے کا ذریعہ بنایا اور یومیہ درس کیلئے اس عام فہم "درس قرآن" کو زیر مطالعہ رکھا۔ اسی طرح دینی ذوق کی حامل خواتین نے بھی اس کے ذریعے "درس قرآن" کی مجالس آراستہ کیں اور اس کے بے پناہ منافع کھلی آنکھوں سامنے آئے۔

درس قرآن کی افادیت ومقبولیت کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور ان اکابر مفسرین کے اخلاص کی برکت ہی کہا جاسکتا ہے جو "درس قرآن" کا مآخذ ہیں۔

زیر نظر "درس قرآن" کا جدید ایڈیشن ہے جسے قارئین کی سہولت کے پیش نظر پانچ پانچ پاروں میں شائع کیا گیا ہے اور ہر جگہ لفظی ترجمہ بھی علیحدہ دیا گیا ہے تاکہ متن اور ترجمہ پڑھتے وقت آسانی رہے اور جو حضرات لفظی ترجمہ پڑھنا اور یاد کرنا چاہیں ان کیلئے بھی سہل ہو۔

علاوہ ازیں اس جدید ایڈیشن میں تصحیح کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اور سابقہ تمام ایڈیشنوں میں رہ جانیوالی اغلاط کی درستگی کردی گئی ہے۔ تاہم اہل علم سے استدعا ہے کہ دوران مطالعہ جو اغلاط نظر سے گزریں۔ براہ کرم ادارہ کو مطلع فرمادیں۔ تاکہ قرآن کریم کی یہ خدمت ہم سب کی محنت اور توجہ سے بہتر انداز میں ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ خدمت قرآن کے اس جدید ایڈیشن کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ہم سب مسلمانوں کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کی توفیق سے نوازیں آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

والسلام..... محمد اسحٰق غفرلہ..... صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بمطابق فروری ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غرضِ اشاعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ پر مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرت کی جو بنیاد پڑی اس نے ایسی ترقی کی کہ پورے عالم انسانیت کو اپنے سایہ میں لے لیا اور پوری دنیا میں اسلام کا ڈنکا بج گیا۔

قرآنی تعلیمات کی راہنمائی نے انسانیت کو اپنی معراج تک پہنچایا، مثالی معاشروں کی بنیاد ڈالی، آج سائنس و ٹیکنالوجی کی ہوشربا ترقی کے باوجود انسانیت ان اعلیٰ اقدار کو ترس رہی ہے جن کا اسلام کے غلبہ کے دور میں غلغلہ رہا ہے۔

قرآن کی تعلیمات نے خلفائے راشدین، صحابہ کرام، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، امام ابوحنیفہ، امام بخاری، عمر بن عبدالعزیز، البیرونی و ابن بطوطہ، رومی و شیرازی، رازی و غزالی رحمہم اللہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات تخلیق کیں اور دیگر وہ خاندان جنھوں نے دورِ اسلامی میں خلافت و بادشاہت کے منصب پر آکر انسانیت کی بے مثال خدمت کی جس پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں جو کہ یقیناً تعلیماتِ قرآنی ہی کا معجزہ ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ہی برصغیر میں مسلمانوں کا زوال شروع ہوا اسی دور میں ملتِ اسلامیہ کے عظیم مفکر و مجدد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے زوال کے مرض کا علاج یہی تجویز کیا کہ مسلم عوام کو قرآنی تعلیمات کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ اس وقت کی مروج زبان فارسی میں کیا اور مختصر تشریح بھی لکھی، پھر آپ کے صاحبزادوں نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا اور اردو تراجم لکھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے درسِ قرآن مجید کے حلقے قائم کئے اور اس پر اتنی محنت کی کہ ایک وقت ایسا آیا جب برصغیر میں جہاں کہیں بھی تعلیم قرآن کا کوئی حلقہ قائم تھا وہاں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی شاگرد یا شاگرد کا شاگرد ہی اس کا روح رواں تھا۔ جنگِ عظیم دوم خلافت عثمانی کے خاتمہ اور ملتِ اسلامیہ کے شیرازہ بکھرنے کے بعد کے حالات میں بھی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ نے اپنی پوری زندگی کے غور و فکر اور تجربات کا نچوڑ مالٹا کی قید سے واپسی کے بعد یہی بیان فرمایا کہ مسلمانوں کی پسماندگی کے دو

اسباب ہیں قرآن کریم سے دُوری اور فرقہ پرستی، چنانچہ آپ نے بھی حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کی تجدید کی تاکہ عوام کو قرآنی مطالب تک رسائی میں آسانی ہو۔

اسلاف کی انہی کاوشوں نے ہمیں ''درس قرآن'' کے اس سلسلہ پر تیار کیا اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء عارف ربانی حضرت الحاج محمد شریف صاحب ملتانی رحمہ اللہ۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کی دعاؤں اور سرپرستی کی بدولت اور عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ (دارالعلوم کبیر والا) حضرت نواب عشرت علی خان صاحب قیصر مدظلہٗ اور والدمحترم حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہم کی توجہ اور تربیت کی بدولت ہم نے توکلاً علی اللہ کام شروع کردیا۔

الحمد للہ: درس قرآن کے اس سلسلہ کی تیاری ''ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان'' کے زیرانتظام ''مجلس تحقیقات اسلامیہ'' کے جید علماء کی نگرانی میں ہورہا ہے جس کے اراکین میں درج ذیل علماء کرام شامل ہیں۔

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار مدظلہم العالی (خیرالمدارس ملتان) - حضرت مولانا محمد ازہر مدظلہ العالی (مدیر ماہنامہ الخیر)

حضرت مولانا مفتی منظور احمد مدظلہٗ (مفتی جامعہ قاسم العلوم) - حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہٗ (فاضل خیرالمدارس ملتان)

حضرت مولانا زاہد محمود ملتانی (استاذ جامعہ قاسم العلوم)

اس درس کی تیاری کیلئے مستند تفاسیر سے استفادہ کے علاوہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کے ''درسِ قرآن'' کے اسلوب کو سامنے رکھا گیا ہے اور حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا ترجمہ منتخب کیا گیا ہے البتہ اس میں تسہیل کی غرض سے بعض بعض مقامات میں الفاظ کی نشست میں تبدیلی کی گئی ہے اور کہیں مشکل ومتروک الفاظ کو بھی بدلا گیا ہے۔ اس دفعہ لفظی ترجمہ علیحدہ دیا گیا ہے تاکہ سلیس ترجمہ کے پڑھنے میں کوئی الجھن نہ ہو۔

طباعت واشاعت میں ہر ہر مرحلہ پر ہم نے قارئین کی آسانیوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کام کیا ہے۔

قرآن مجید کے متن اور اس کے ترجمہ کو ممکنہ حد تک جلی خط میں رکھا ہے۔ اس لئے کوشش کی جاتی ہے کہ مزید جدت پیدا کی جائے جس سے استفادہ پہلے سے زیادہ آسان ہوجائے۔

تمام مسلمانوں سے گذارش ہے کہ وہ اس انقلاب انگیز دینی کام میں ہمارے دوش بدوش چلیں اور درس قرآن مجید کے سلسلہ کو اپنے حلقوں میں جاری کرکے دینی انقلاب کی طرف قدم بڑھائیں۔

اللہ پاک ہم سب کو قرآن پڑھنے' سمجھنے اور عمل کرکے اپنی دنیا وآخرت سنوارنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق عفی عنہ

صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بمطابق فروری 2009ء

مدرسین وسامعین حضرات کی خدمت میں
چند گذارشات

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم سب روزانہ درس قرآن کی مجلس میں بیٹھتے ہیں اس مبارک مجلس کا ثواب عظیم کسی بھی مسلمان سے مخفی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!..... ''اے ابوذر اگر تو صبح کو ایک آیت کلام پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے۔ اور اگر علم کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے''

اس حدیث کے پیش نظر ہم سب مسلمانوں کو ایسی مجالس درس میں شرکت کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر اپنی مسجد میں اس درس قرآن کا اہتمام ہو تو اس میں شرکت کو اپنے لیے سعادت سمجھنی چاہیے۔ کیا ہم مسلمان غفلت کی اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ کلام الٰہی کو سمجھنے کیلئے یومیہ دس پندرہ منٹ بھی نہیں دے سکتے؟ اس لیے جو لوگ درس قرآن میں بلاوجہ شرکت سے محروم رہتے ہیں ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ انہیں

درج بالا حدیث کی روشنی میں ترغیب دی جائے تاکہ وہ بھی اس گوہر بے بہا سے محروم نہ رہیں۔

اور جو حضرات بفضل اللہ اہتمام سے اس درس میں شریک ہوتے ہیں ان کیلئے مزید ایسی ہدایات درج کی جاتی ہیں جن پر عمل کرنے کی برکت سے ہر مسلمان قرآن کریم کے انوار و برکات کا مشاہدہ کرسکتا ہے اور ماحول میں خوشگوار اسلامی تبدیلی کیلئے زمین ہموار کرسکتا ہے۔

ا۔ ''درس قرآن'' کی مجلس میں تمام نمازی حضرات صفوں کی ترتیب کو چھوڑ کر درس دینے والے مدرس کے گرد حلقہ بنالیں تاکہ واضح معلوم ہو کہ عشاق قرآن کی جماعت ہمہ تن علوم قرآنی سے مستفید ہو رہی ہے۔

۲ - ''درس قرآن'' کی مجلس کو رسمی کارروائی سمجھ کر بوجھل دل کے ساتھ شریک ہونا بڑی محرومی کی بات ہے۔لہٰذا ہم میں سے ہر ایک خود کو پوری طرح مستعد کر کے بیٹھے اور اس نیت سے بیٹھے کہ اللہ پاک مجھے قرآن پاک سمجھنے اور پھر حسب توفیق عمل کرنے کی سعادت سے نوازے۔

۳ - پوری طرح دھیان سے درس قرآن سننے پر بھی اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو درس کے بعد علیحدگی میں صاحب درس سے پوچھ لیں۔اور اگر وہ بات عوام الناس کیلئے بھی مفید ہو تو صاحب درس اگلے دن بغیر کسی کا نام لیے اس بات کا اعادہ کر دیں۔

۴ - اگر سب نمازی حضرات درس قرآن کے وقت اپنے سامنے قرآن مجید بھی رکھ لیں تو ترجمہ یاد کرنے اور اسکی بیان کردہ تشریح کو ذہن نشین کرنے میں بہت آسانی ہو۔لیکن اس شق پر عمل کرنے کیلئے احباب کسی صاحب علم کے مشورہ سے کوئی نظم بنالیں۔تاکہ کوئی اجتماعی سہولت برقرار رہے۔

۶ - قرآن کو سمجھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کے بغیر ممکن نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کو احادیث مبارکہ سے یاد کیا جاتا ہے۔اس لیے درس قرآن کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بھی از حد ضروری ہیں۔اس سلسلہ میں بھی ادارہ کی طرف سے ''درس حدیث'' کی پہلی جلد منظر عام پر آ رہی ہے۔

اگر ہر مسجد میں صبح درس قرآن ہو اور شام کو درس حدیث کی مبارک مجلس کا انعقاد ہو۔تو معاشرہ میں خوشگوار اسلامی تبدیلی رونما ہو۔اور مسلمان دین کی برکت سے دنیا میں اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت حاصل کر سکیں اور آخرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بدولت جنت کی انمول نعمتوں سے مستفید ہو سکیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

یہ گذارشات درس دینے والے حضرات حلقہ احباب میں سنا دیں

والسلام

مجلس تحقیقات اسلامیہ ملتان

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے

مفسرین قرآن کریم کا عمومی طریقہ یہی ہے کہ سورۂ بَقَرَہ کی تفسیر سے پہلے اِسْتِعَاذَہ اور تَسْمِیَہ یعنی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کا بیان کرتے ہیں ہم بھی پہلے اَسْتِعَاذَہ کا بیان کرتے ہیں۔

قرآن کریم کو پڑھنے، سننے کے آداب اور استعاذہ کا حکم

قرآن کریم کو ہاتھ لگانے اور چھونے کیلئے خود قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (پارہ ۲۷ سورۃ واقعہ) یعنی اس قرآن کو نہیں چھوتے مگر پاک لوگ یعنی بدوں طہارت و پاکی کے بغیر اور وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگانا جائز نہیں اسی طرح جب یہ کلام پڑھا جائے تو اس کے سننے کا احترام یہ بتایا گیا وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (پارہ ۹ سورۃ اعراف) یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے اسی طرح تلاوت قرآن کے آداب میں سے ایک ادب قرآن کریم میں یہ فرمایا گیا فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (پارہ ۱۴ سورۃ نحل) یعنی جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں یعنی اس آیت میں "اِسْتِعَاذَہ" کا حکم دیا گیا ہے۔

استعاذہ کا معنی اور اس کے حکم کی حکمت

یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی پناہ چاہنا، پناہ مانگنا، پناہ میں آنا ہیں، اور قرآن کریم کی اصطلاح میں اِستعاذہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنے کو کہتے ہیں۔

اس میں نہ معلوم کتنی حکمتیں اور مصلحتیں ہوسکتی ہیں مگر ایک نہایت واضح مصلحت یہ ہے کہ شیطان کی ہمیشہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ انسان کو نیکی سے روکے، برائی اور بے حیائی کے کاموں پر آمادہ کرے، جھوٹ بولنے کی ترغیب دے، اُس کے دل میں وسوسہ پیدا کر کے اُسے یادِ الٰہی سے غافل کرے اور جو نیکی اپنی اہمیت اور عظمت کے لحاظ سے جتنی زیادہ موجب اجر و ثواب اور باعث قرب الٰہی ہوتی ہے اتنا ہی شیطان اس سے باز رکھنے پر زور لگاتا ہے اور اپنے وسوسوں کے ذریعہ سے رکاوٹ بن جاتا ہے تو تلاوت قرآن جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے اور سب سے زیادہ قرب الٰہی حاصل کرنے والی عبادت ہے اس کو شیطان کب ٹھنڈے دل سے گوارا کرسکتا ہے۔

اِسْتِعَاذَہ یعنی اَعُوْذُ پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوگا جو خود حق تعالیٰ نے اسی اِسْتِعَاذَہ کے حکم والی آیت سے آگے ارشاد فرمایا یعنی اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (پارہ ۱۴ سورۃ نحل) اُس کا یعنی شیطان مردود کا زور نہیں چلتا اُن پر جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی جس نے اللہ پر بھروسہ کیا اور اس کی پناہ ڈھونڈی اُس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہوسکتا، تو اِسْتِعَاذَہ یعنی اَعُوْذُ پڑھنے کی اہمیت سے معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن کے علاوہ بھی ہم جب کسی نیکی کا ارادہ یا ابتداء کریں تو شیطان کے وسوسوں سے بچنے کیلئے ہمیں استعاذہ کے الفاظ پڑھنے چاہئیں جیسا کہ قرآن پاک کی دو آخری سورتوں میں بھی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ جن کو مُعَوِّذَتَیْن بھی کہتے ہیں یہی تعلیم دی گئی ہے۔

استعاذہ کے الفاظ

احادیث میں استعاذہ کے الفاظ جو وارد ہوئے ہیں اُن میں سب

سے افضل ومختار سب کے نزدیک اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے، حسب ذیل دوسرے الفاظ کیساتھ بھی اَعُوْذُ پڑھنا جائز ہے۔

۱- اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

۲-اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

۳- اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. وغیرہ۔

استعاذہ کے پانچ فائدے

(۱) دین وہدایت پر استقامت۔ (۲) شیطان مردود کے شر اور تکلیف سے بچاؤ۔ (۳) اللہ کی حفاظت کے مضبوط قلعہ اور مقام قرب میں داخلہ۔ (۴) پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ مقام امن تک رسائی۔ (۵) مالک زمین وآسمان کی مدد کا حاصل ہونا۔

اسی لئے انبیاء اور اولیاء نے بھی ہمیشہ استعاذہ کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم شاہد ہے۔ جب زلیخا عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی نفسانی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اللہ کی پناہ عزیز مصر میرا مربی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بار بار استعاذہ کا حکم ہوا سورہ مومنون میں ارشاد ہے وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ، وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ. اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیاطین میرے پاس بھی آئیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استعاذہ کا حکم سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں بھی ہوا۔

فرشتوں اور شیطان کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی قدرتوں کو آشکارا کرنا چاہا تو اس نے سب سے پہلے نور کو پیدا کیا اور اس نور سے مستقل مخلوق فرشتوں کی تخلیق ہوئی نورانیت کے سبب سے یہ فرشتے طبعاً اطاعت شعار اور عبادت گزار پیدا ہوئے غرور اور تکبر کی بجائے ان پر خوف وخشیت کا غلبہ طاری رہا، اسی لئے یہ ہر وقت اللہ جل شانہٗ سے خائف رہتے ہیں۔ اور انہیں بارگاہ رب العزت سے جو حکم بھی ملتا ہے اُسے بلا تاخیر اور بلا چون وچرا فوراً بجالاتے ہیں اور دن رات اللہ کی تسبیح وعبادت میں لگے رہتے ہیں، فرشتوں کے بعد جو دوسری مستقل مخلوق پیدا کی گئی وہ "جن" ہیں اور ان کی تخلیق آگ سے ہوئی جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے گو فرشتوں کی طرح جنات بھی ہم کو عام انسانی آبادی کی طرح نظر نہیں آتے لیکن قرآن کریم اور احادیث نبوی میں جو تصریحات اس مخلوق کے متعلق موجود ہیں اس بناء پر ہمارا اعتقاد ویقین ہونا چاہئے کہ جنات بھی انسان کی طرح مستقل مخلوق ہیں، اور یہ بھی شریعت کے مکلف ہیں اور ان میں بھی موت وپیدائش کا سلسلہ ہے اور ان میں بھی نیک وبد، کافر ومسلم ہیں۔ چونکہ ان کی خلقت آگ سے ہے اس لئے ان کی طبیعت میں بڑی تیزی پائی جاتی ہے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے کئی ہزار برس پہلے جنات زمین میں آباد تھے اور آسمان پر بھی آتے جاتے تھے جب جنات نے آپس میں زمین پر فتنہ فساد اور خونریزی پھیلائی تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ جنات کو زمین کے اوپر سے دُور کیا جائے تا کہ زمین اُن کی آلودگی سے پاک ہو جائے چنانچہ فرشتوں نے زمین پر آ کر بہت سے جنات کو قتل کیا اور بہتوں کو پہاڑوں اور جزیروں اور سمندر میں دھکیل دیا۔ انہیں جنات میں سے ایک ابلیس بھی تھا جس کا نام عزازیل تھا اور یہ بڑا عالم فاضل اور عبادت گزار تھا۔

شیطان کا کام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابلیس کا تخت سمندر میں ہے وہ روزانہ اپنے لشکر کی ٹکڑیاں بھیجتا رہتا ہے تا کہ وہ لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کریں جو جتنا زیادہ لوگوں میں فتنہ پھیلاتا ہے اتنا ہی زیادہ ابلیس کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ (مسند احمد)

دُعاء کیجئے! اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے، شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ یا اللہ! ہم نے استعاذہ پڑھ کر آپ کے مقدس کلام کی تعلیم کا آغاز کیا ہے، آپ ہمیں کامیابی عطا فرمائیں صحیح اور نفع مند علم عطا فرمائیں اور مقبول عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿شروع اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں﴾

بِسْمِ اللّٰهِ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ ب کا معنی ساتھ اور اسم کا معنی، نام۔ یہاں ایک فعل محذوف ہے اشرع جس کا معنی ہے میں شروع کرتا ہوں۔

الرحمن: بڑا مہربان، یہ اسم مبالغہ ہے، یعنی اس کے معنی میں زیادتی کا مفہوم بھی ساتھ ہوتا ہے اور الرحیم بھی اسی طرح ہے۔

بسم اللہ پڑھنے کی حکمت اور اہمیت

تلاوت قرآن ہو یا اور کوئی نیکی کا عمل اعوذ باللہ پڑھ کر محض شیطانی وساوس اور اس کے رخنے اور رکاوٹ سے پناہ مانگنا کافی نہیں ہے جب تک کہ حق تعالیٰ کی رحمت و شفقت اور اس کی توفیق بھی شامل حال نہ ہو اسی غرض و غایت کیلئے تلاوتِ قرآن سے پہلے اور استعاذہ کے بعد بسم اللہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی گئی، اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کی اہمیت اور اس کی تاثیر کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر اہم کام جو اللہ تعالیٰ کے نام سے یعنی بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت رہتا ہے۔

دورِ جاہلیت کے طریقہ کا خاتمہ:

ایام جاہلیت میں یعنی اسلام سے پہلے عربوں کی عادت تھی کہ وہ اپنے کاموں کو بتوں کے نام سے شروع کیا کرتے تھے اس رسمِ جاہلیت کو اس طرح مٹایا گیا کہ قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت جو جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اس میں وحی الٰہی یعنی قرآن کریم کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ ارشاد ہوا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ آپ پڑھیے اپنے پروردگار کے نام کیساتھ جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں پارہ کی سورۂ نمل کی آیت اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ کے نزول سے پہلے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ پڑھا کرتے تھے یا لکھوایا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن کی آیت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا نازل ہوئی تو بِسْمِ اللّٰهِ لکھوانا شروع کیا پھر جب آیت قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوئی تو رَحْمٰن کا اضافہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ لکھوانے لگے اس کے بعد جب سورۂ نمل کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو آپ نے پوری بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے اور پڑھنے کا حکم دیا۔

ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھو

دین یا دُنیا کے ہر چھوٹے بڑے کام کے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا اور اس سے آغاز کرنا ضروری ہے تا کہ ہمارا ہر کام خیر و برکت کے ساتھ پورا ہو جائے چنانچہ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ کہو، چراغ گل کرو تو بسم اللہ کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ کہو، اسی طرح کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترنے اور بیت الخلاء میں جانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

پورے قرآن کا خلاصہ بسم اللہ میں ہے

امام المفسرین امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم تمام سابقہ آسمانی کتابوں کے علوم پر اس طرح حاوی اور جامع ہے کہ گویا وہ تمام کتب سماویہ کا نچوڑ و خلاصہ ہے اور کل قرآن کا خلاصہ سورۂ فاتحہ

میں ہے یعنی جتنے مضامین قرآن کریم میں تفصیل اور تشریح کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ان سب کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں موجود ہے اور سورۃ فاتحہ کا خلاصہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں موجود ہے اور اس سے بھی زیادہ کمال اعجازیہ ہے کہ پوری بِسْمِ اللّٰهِ کا خلاصہ بِسْمِ اللّٰهِ کے ابتدائی حرف یعنی ''ب'' میں موجود ہے اور وہ اس طرح کہ مفسرین کے ایک قول کے مطابق اس ''با'' کے معنی ہیں ملانا، قریب کرنا اور غور کیا جائے تو تمام قرآن کریم کا منشا اور غرض وغایت ایک ہی ہے اور وہ بھٹکے ہوئے اور گمراہ انسانوں کو اللہ سے ملانا اور انسانوں کو خدا سے قریب کرنا اور یہی حرف ''ب'' کے معنی ہیں یعنی ملانا۔

اللہ رحمٰن اور رحیم

اللہ اس ذات واجب الوجود کا نام ہے جو یکتا اور بے مثال ہے اور تمام صفات کمال کا جامع ہے اور ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ومنزہ ہے اور جو سب کا خالق اور رازق ہے، یہ نام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سب سے بڑا اور سب سے جامع نام ہے یہ نام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا حضرات صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ نے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی لفظ اللہ کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔

رحمٰن: یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کا مرتبہ اسم اللہ کے بعد تمام اسمائے حسنیٰ میں بلند معلوم ہوتا ہے اور یہ لفظ رحمٰن بھی اللہ جل شانہٗ کی ذات عالی کے ساتھ مخصوص ہے کسی مخلوق کو رحمٰن کہنا جائز نہیں۔ اگر عبد الرحمٰن جیسا مبارک نام رکھا جائے تو ہمیشہ پورا نام لیا جائے یعنی عبد الرحمٰن اور کبھی کسی حال میں تخفیف سے کام لے کر صرف رحمٰن کہہ کر نہ پکارا جائے اسی طرح رحمٰن اینڈ کو یا رحمٰن برادرز یا رحمٰن اینڈ سنز لکھنا، کہنا، سننا سب گناہ ہے۔

لفظ رحمٰن جو رحمت سے بنا ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی ہوئے ایسی رحمت کرنیوالا کہ کوئی اس جیسی رحمت نہ کر سکے بعض علماء نے صفت رحمٰن کا تعلق دُنیا اور اس کی ہر شے اور سب یعنی مؤمن وکافر ہر کسی کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہونا اور صفت رحیم کا (جس کا ذکر آگے آتا ہے) تعلق آخرت سے ہونا بیان کیا ہے تو یہاں ''بسم اللہ'' میں اسم رحمٰن کا ذکر فرما کر یاد دلایا گیا کہ رحمٰن ہی وہ شفیق ومہربان ذات ہے کہ جو ہمارے تمام کاموں کی تکمیل میں اپنی رحمت سے مدد فرمانے والی ہے اور جس کی رحمت ہی سے ہمارا کام یا عمل خاطر خواہ طریقہ سے انجام پا سکتا ہے۔

رحیم: یہ لفظ بھی لفظ رحمٰن کی طرح رحمت سے بنا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے اور اس کے معنیٰ بھی صاحب رحمت اور مہربان کے ہیں مگر لفظ رحمٰن اور رحیم میں ایک خاص فرق ہے کہ لفظ رحمٰن صرف اللہ تعالیٰ کیلئے بولا جا سکتا ہے اور لفظ رحیم انسان کیلئے بھی بولا جا سکتا ہے چنانچہ خود قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا گیا بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

رحمٰن کے بعد رحیم لانے کی حکمت

کسی عمل کی تکمیل یا کسی کام کی غرض وغایت اس کا صحیح نتیجہ اور ثمرہ میسر ہونے میں ہے جیسے کہ مکان کی تعمیر کہ اس کی غرض وغایت جبھی پوری ہوتی ہے کہ جب تکمیل کے بعد اس میں سکونت اور رہائش بھی نصیب ہو ورنہ شداد کی جنت کی طرح اگر تکمیل کے بعد داخلہ اور قدم رکھنا میسر نہ آئے تو وہ کام اب بھی نا تمام اور نامکمل ہے اس لئے صحیح نتائج اور اچھے ثمرات کے حصول کیلئے اللہ کی صفت رحیمی کا دروازہ کھٹکھٹانا بھی ضروری ہے تاکہ عمل اپنے مقصد اور منشاء کے لحاظ سے پورا اور مکمل ہو جائے۔

بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کا مطلب:

تلاوت کرنے والا تلاوت کے آغاز میں یا کسی اور نیک کام کی ابتداء میں جب بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے تو گویا وہ اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہے کہ اے ربِّ قدوس جس کام کا میں آغاز کر رہا ہوں اس کے ابتدائی اسباب اور سامان کا خالق بھی تو ہی ہے اور اسباب و سامان کو استعمال کرنے کی توفیق دینے والا بھی تو ہی ہے اور میرے اس کام پر اجر وثواب اور اچھے اور صحیح نتائج کا پیدا کرنا بھی تیرے ہی اختیار میں ہے، پس میرا یہ کام اللہ کی مدد اور رحمٰن کی توفیق و استعانت اور رحیم کی مشفقانہ شفقت ہی کے بھروسہ پر ممکن ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ کا احترام:

سورۂ نمل پارہ ۱۹ میں جو اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آیا ہے وہ سورۃ کا جزو ہے اس لئے بسم اللہ کا احترام قرآن کریم کی آیت ہی کی طرح واجب ہے اس کا بے وضو لکھنا، چھونا اور ہاتھ لگانا جائز نہیں اور جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں اس کو بطور تلاوت پڑھنا بھی جائز نہیں ہاں کسی کام کے شروع میں جیسے کھانے پینے سے پہلے بطور دُعاء پڑھنا یہ ہر حال میں جائز ہے۔

جب قرآن شریف کی تلاوت کی جائے اس وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ دونوں پڑھنا مشروع ہیں درمیان تلاوت میں جب ایک سورۃ ختم ہو کر دوسری سورۃ شروع ہو تو صرف بسم اللہ پڑھی جائے، سوائے دسویں پارہ کی سورۃ براءت جس کو سورۂ توبہ بھی کہتے ہیں وہاں بِسْمِ اللّٰہِ نہ لکھی ہوئی ہے نہ پڑھنی چاہئے البتہ اگر سورہ براءت (سورۂ توبہ) ہی سے تلاوتِ قرآن کا آغاز ہو تو عام طریقہ کے موافق اس سورۂ براءت کے شروع میں بھی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنی چاہئے۔

حاجت براری کا عمل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ جب ایک ہزار مرتبہ ہو جائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر اپنی حاجت کے لئے دُعاء کرے پھر پڑھنا شروع کرے ایک ہزار کے بعد پھر اسی طرح دو رکعت پڑھے اور دُعاء مانگے غرض اسی طرح بارہ ہزار بار ختم کرے ان شاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ (تفسیر عزیزی، اعمال قرآنی)

دُعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی اہمیت وعظمت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یا اللہ! ہمارا ہر کام آپ کی توفیق سے شروع ہوتا ہے اور آپ کی توفیق سے انجام کو پہنچتا ہے،

آپ ہمارے ہر کام میں برکت ڈال دیں اور ہر برائی سے ہمیں محفوظ رکھیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اٰیَاتُھَا ۷	(۱) سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۵)	رُکُوْعُھَا ۱
	سورۃ فاتحہ مکی ہے	

سُوْرَۃٌ: اصول یہی ہے کہ کتاب کو قارئین کی آسانی کیلئے مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، چنانچہ قرآن کریم کو بھی مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ہر حصہ کو سورۃ کہتے ہیں۔ سورۃ کا معنی "بلندی" بھی ہے۔ قرآنی سورتوں کی دو قسمیں ہیں مکی اور مدنی، مکی وہ ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور ہجرت کے بعد جو نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔ اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۷ آیات۔ ۲۵ کلمات اور ۱۲۶ حروف ہیں۔

سورۃ کے نام:

اس سورۃ کا مشہور نام سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ ہے فاتحہ کے معنی ہیں ابتدا کرنیوالی، شروع یا آغاز کرنیوالی اس سورۃ کے ۲۵ نام ذکر کئے ہیں۔

۱- فاتحۃ الکتاب ۲- فاتحۃ القرآن

۳- اُمُّ الکتاب ۴- اُمُّ القرآن

۵- القرآنُ العظیم ۶- السبع المثانی

۷- الوافیہ ۸- الکنز ۹- کافیۃ ۱۰- الاساس

خصوصیات وفضائل:

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ نماز اسی سے شروع کی جاتی ہے، اور ہر نماز میں خواہ وہ فرض ہو، واجب یا نفل اس سورۃ کی تلاوت کو واجب قرار دیا گیا ہے دوسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ جو مکمل طور پر نازل ہوئی یہی سورۃ ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ سورۃ ایک حیثیت سے پورے قرآن شریف کا متن ہے اور سارا قرآن کریم اس کی شرح ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ سورۃ فاتحہ کی نظیر نہ توراۃ میں نازل ہوئی، نہ انجیل و زبور میں اور نہ خود قرآن کریم میں کوئی دوسری سورۃ اس کی مثل ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم کی سب سورتوں میں عظیم ترین سورۃ فاتحہ ہے۔

شانِ نزول

حضرت امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں جنگل میں جاتا تھا ایک آواز میرے کان میں آتی تھی کہ کوئی شخص کہتا ہے یَا مُحَمَّدُ اور میں دیکھتا تھا کہ ایک تخت سنہرہ آسمان وزمین میں معلق ہے اور اس پر ایک شخص نورانی بیٹھا ہوا ہے میں اس آواز سے خوف زدہ ہوتا تھا جب یہ ماجرا کئی بار دیکھا تو ورقہ بن نوفل نے جو کہ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے اور توریت و انجیل کے بڑے عالم تھے اس حال کو بیان کیا انہوں نے کہا کہ آئندہ جب آپ وہ آواز سنیں تو خوف نہ کریں اور کان لگا کر سنیں کہ وہ کیا کہتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہی آواز آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا لبیک یعنی میں حاضر ہوں تب اُس نے کہا میں جبرئیل ہوں اور آپ اس امت کے نبی ہیں پھر مجھ سے کہا کہ کہو اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور پھر دوسری بار کہا کہ کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پوری سورۃ تک۔

اگرچہ اس سورۃ سے قرآن کریم کا آغاز ہوتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ قرآن کی سورتوں اور آیتوں میں یہ سورۃ نازل بھی سب سے پہلے ہوئی ہے بلکہ سب سے پہلے جن آیتوں سے نزولِ وحی کا آغاز ہوا وہ تیسویں پارہ سُوْرَۃُ الْعَلَق کی ابتدائی

پانچ آیات ہیں قرآن کریم کی ترتیب تلاوت اور ہے اور اُس کی ترتیب نزول اور ہے آیاتِ قرآنیہ کا نزول تو وقت وحالات کے مطابق تھا اور جمع وتلاوت کی ترتیب لوح محفوظ کے مطابق ہے۔

خلاصہ مضامین

یہ سورۃ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی تعلیم کیلئے نازل فرمائی کہ حق تعالیٰ سے اس طرح دُعاء کیا کریں۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث قدسی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں نے صلوٰۃ (یعنی سورۂ فاتحہ) کو اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا (یعنی حمد وثنا میرے لئے اور دُعاء ودرخواست بندہ کیلئے) جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری حمد بیان کی اور جب وہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نے میری خصوصی تعریف کی اور جب بندہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے واسطے وہ سب کچھ ہے جو اس نے طلب کیا اور جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لئے ہے اور جو کچھ اس نے مانگا اسے ملے گا۔

نماز میں فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ

اس سورۃ کا نماز میں پڑھا جانا تو ضروری ہے مگر ہر نمازی کیلئے نہیں بلکہ جو امام ہو یا منفرد ہو یعنی اپنی تنہا نماز پڑھتا ہو اس کے لئے نماز میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور مقتدی کیلئے امام کے پیچھے سننا اور خاموش رہنا فرض ولازم ہے مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا جائز نہیں، اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

''یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو نہایت غور اور توجہ کے ساتھ امام کی قراءت کی طرف کان لگا کر سنو اور بالکل خاموش رہو، امید ہے کہ اگر تم نے امام کی قرأت کو سنا اور خاموش کھڑے رہے اور امام کے ساتھ قرآن میں کوئی جھگڑا نہ کیا تو تم پر رحم کیا جائے گا یعنی مقتدیوں سے رحمت الٰہی کا وعدہ سننے اور چپ رہنے کے ساتھ مشروط ہے ورنہ پھر یہ وعدہ نہیں اور یہ آیت بالا جماع قراءت خلف الامام کے بارہ میں نازل ہوئی جیسا کہ امام بیہقیؒ اور زرقانی نے اس کی تصریح کی ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ہے کہ اِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا۔ جب امام پڑھے تو خاموش رہو اور جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ: لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَاب کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی سو امام احمد بن حنبلؒ اور سفیان بن عیینہؒ سے ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ یہ حکم امام اور منفرد کا ہے۔ احادیث دو قسم کی ہیں ایک وہ قسم ہے کہ جس میں امام اور منفرد کے احکام وارد ہوئے ہیں ان میں یہ آیا ہے کہ نماز میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور دوسری قسم احادیث کی وہ ہے کہ جس میں مقتدی کے احکام آئے ہیں ان تمام احادیث میں صرف یہی حکم آیا ہے کہ اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کہ جب امام پڑھے تو خاموش رہو۔ امام کے احکام الگ ہیں اور مقتدی کے احکام الگ اپنی اپنی جگہ دونوں ٹھیک ہیں امام پڑھے اور مقتدی خاموش رہے دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کے معانی ومطالب صحیح سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! اپنی مقدس کتاب سمجھنے کیلئے ہمارے سینے کھول دے۔ اس کے بیان کے لئے ہماری زبانوں کی گرہ کھول دیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❁❁

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ	مٰلِكِ	يَوْمِ	الدِّيْنِ
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	رب	تمام جہان	جو بہت مہربان	رحم کرنیوالا	مالک	دن	بدلہ

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں جو مالک ہیں روز جزا کے

آغازِ دُعاء اور اسکے آداب:

اَلْحَمْدُ: اس کا معنی ہے ثناء کرنا، تعریف کرنا، اللہ تعالیٰ کی فضیلت اور تعریف کو حمد کہتے ہیں۔ مدح کا معنی ہے کسی کی صفات پر اس کی تعریف کرنا، خواہ اس کو وہ صفات اختیاری ہوں یا غیر اختیاری۔ جیسے زید کی تعریف کی جائے اس کی سخاوت پر اور اس کے حُسنِ صورت پر۔ سخاوت اس کا اختیاری فعل ہے اور حسن غیر اختیاری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے شکر کا معنی ہے کسی کے احسان کی وجہ سے اس کی تعریف کرنا۔ لہٰذا حمد مدح کے مقابلہ میں خاص ہے کیونکہ حمد صرف صفاتِ اختیاریہ پر ہوتی ہے غیر اختیاریہ پر نہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات و کمالات اختیاری ہیں حمد شکر کے مقابلہ میں عام ہے کیونکہ خواہ احسان ہو یا نہ ہو پھر بھی حمد ہوتی ہے چنانچہ ہر شکر حمد ہے مگر ہر حمد شکر نہیں اور ہر حمد مدح ہے مگر ہر مدح حمد نہیں ہے۔

بندہ کی طرف سے نیاز مندانہ درخواست پیش کرنے کا جو کامل اور مکمل طریقہ تعلیم فرمایا گیا اس کی تفصیلات سنیے

پہلے ارشاد فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ساری تعریفیں اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں یعنی ہر قسم کی تعریف و ثنا ابتداء سے انتہاء تک، ازل سے ابد تک جہاں کہیں، جب کبھی اور جس طور پر ہو یا ہو سکتی ہو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے اور ہر حمد و ثناء کی مستحق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے ہر خوبی بدرجہ کمال اس کے اندر موجود ہے اس جیسا علم، اس جیسی قدرت کسی کو نہیں وہی ہر حمد و ستائش کا مستحق ہے، خواہ وہ ستائش زبان سے ہو یا دِل سے ہو یا دماغ سے ہو یا عبادتِ جسمانی سے ہو یا اعضاء و جوارح اور ارکان سے ہو بہر حال اُسی کو ہر حمد زیبا ہے۔

آگے اس بات کی دلیل میں کہ وہی ایک ذاتِ رب قدوس قابلِ حمد کیوں ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا، یعنی وہ تمام جہانوں کے مُربی ہیں، رَبّ کے معنی لغت کے اعتبار سے تربیت و پرورش کرنے والے کے ہیں اور تربیت اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو درجہ بدرجہ تمام مصلحتوں کی رعایت کے ساتھ آگے بڑھایا جائے یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کی حد کو پہنچ جائے، لفظ رب اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک مشہور اور نہایت اہم نام ہے اور لفظ اللہ اور رحمٰن کی طرح صرف ربِّ قدوس کی ذات کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ عالمین جمع ہے عالم کی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئی کو عالم کہتے ہیں جس میں دُنیا کی تمام جنس مثلاً انسان، فرشتے، جنات، حیوانات، جمادات، نباتات، چاند، سورج، ستارے سب شامل ہیں۔ اس طرح رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی تمام جنسوں کی تربیت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم میں عالمین کا مفرد لفظ عالم کہیں استعمال نہیں ہوا۔

آگے دوسری آیت میں فرمایا الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "رَحْمٰن"

اور "رَحِیْم" یہ دونوں لفظ حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں جن میں صفت رحمت کا ذکر کیا گیا اور یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں جن میں رحمتِ الٰہی کی وسعت و کثرت کا بیان ہے۔ علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ اگرچہ رحمٰن و رحیم دونوں رحمت سے بنے ہیں مگر معنی اور مفہوم کے لحاظ سے الگ الگ اور جدا ہیں۔ رحمٰن میں شان کرم و رحم کا عموم ہے اس لئے رحمٰن کی رحمت کا محل کافر بھی ہے، مؤمن بھی، نیک بھی ہے بد بھی، صالح بھی فاسق بھی، اچھا بھی بُرا بھی، اسی لئے اس کی رحمت کا ظہور اسی دُنیا میں ہو رہا ہے کہ رحمٰن سب کو رزق دے رہا ہے سب کو راحت کے سامان عطا فرمائے۔ نفع رسانی کے دروازے سب کے سب کھولے ہوئے ہیں اس کی ہوا، بارش، گرمی سردی، زمین و آسمان، چاند، سورج، دریا و سمندر، نباتات، جمادات حیوانات سے بلا تمیز ہر شخص فائدہ حاصل کرتا ہے اس طرح دار دنیا مؤمن، کافر سب کیلئے باعثِ رحمت ہے، کافر کیلئے دُنیا اس لئے بھی رحمت ہے کہ وہ اپنے کفر سے اس دنیا میں توبہ کر سکتا ہے اور اگر توبہ نہ بھی کرے تو فی الحال عذابِ جہنم سے بچا رہنا ہی بڑی رحمت ہے۔

آگے تیسری آیت میں فرمایا گیا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جو مالک ہیں روز جزا کے، یہاں دین کے معنیٰ جزا اور بدلہ کے ہیں، یعنی ایک دن اور زمانہ مقرر ہے جس میں اچھے بُرے بدعمل و نیکوکار، ظالم و مظلوم، سب کو ان کے دُنیا میں کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور اس دن یعنی یوم جزا میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہو گی اب یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت تمام کائنات پر آج بھی ہے تو روز جزا میں ملکیت کی خصوصیت جو آیت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں فرمائی گئی کیا ہے؟ علماء مفسرین نے اس کا جواب لکھا ہے کہ دُنیا میں بھی اگرچہ حقیقی اور مکمل ملکیت تمام کائنات پر صرف ربِ قدوس پروردگار عالم ہی کی ہے لیکن اُس نے اپنے کرم اور حکمتِ بالغہ سے ایک قسم کی ناقص ملکیت انسان کو بھی دُنیا میں عطا فرما دی ہے۔

سورۂ فاتحہ کی ان تین ابتدائی آیات یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ کہہ کر بندہ اپنی عرضی و درخواست جو احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے تو گویا وہ اپنی عرضی اور درخواست ربِّ قدوس اور آقائے حقیقی کے شاہانہ القاب و آداب سے شروع کرتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

یا اللہ! ہم آپ کے بندے ہیں ہم آپ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں ہماری اس حمد و ثناء کو قبول فرمایئے،

اے اللہ اس دُنیا میں آنے سے پہلے بھی اور آنے کے بعد بھی آپ نے ہم پر احسان و انعام فرمائے،

اے اللہ! اپنے کرم اور انعامات و احسانات کو ہمارے اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد عالم قبر اور عالم برزخ میں بھی ہمارے شامل حال رکھیے گا اور پھر عالم آخرت میں بھی اپنے خصوصی کرم و رحم سے ہم سب کو نوازیئے گا۔ اور اپنی رضا کے مقام یعنی جنت میں ہم سب کا دائمی ٹھکانہ بنایئے گا۔ آمین یَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ وَيَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

اِیَّاکَ	نَعْبُدُ	وَ	اِیَّاکَ	نَسْتَعِیْنُ	اِھْدِنَا	الصِّرَاطَ	الْمُسْتَقِیْمَ
صرف تیری ہی	عبادت کرتے ہیں	اور	صرف تجھ ہی سے	ہم مدد چاہتے ہیں	ہمیں ہدایت دے	راستہ	سیدھا

ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے اعانت کی درخواست کرتے ہیں بتا دیجئے ہم کو راستہ سیدھا

بندہ کی عاجزی کا اظہار

اِیَّاکَ نَعْبُدُ: نَعْبُدُ فعل ہے، اس میں نَحْنُ ضمیر پوشیدہ ہے جو فاعل ہے۔ اِیَّاکَ، مفعول ہے اگرچہ فعل مفعول پر مقدم ہوتا ہے مگر یہاں تخصیص کا مفہوم حاصل کرنے کی غرض سے مفعول کو مقدم کیا گیا ہے جب کہا جائے نَعْبُدُکَ تو معنی ہوگا ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور جب کہا جائے اِیَّاکَ نَعْبُدُکَ تو معنی ہے ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اِیَّاکَ: اِیَّا اور کَ ضمیر مفعول سے مرکب ہے۔ اِیَّا کا کلمہ فقط تلفظ کے لئے ساتھ لگایا گیا ہے اس اِیَّاکَ کو دوبارہ لانے سے مقصود ان دو جملوں کے مفہوم کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے۔

اس آیت میں دو جملے ہیں پہلا جملہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ جس میں بندگی اور عبادت کو خاص ذاتِ باری کے ساتھ مخصوص اور محدود کر دیا گیا ہے گویا کہ بندگانِ خدا اللہ تعالیٰ کے دربار میں عرض کر رہے ہیں کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہیں کرتے۔

کسی کی نہایت درجہ تعظیم کیلئے دل و جان سے انتہائی اور غایت درجہ کی عاجزی اپنے ارادہ سے اختیار کرنے کا نام عبادت ہے اور دین کی اصطلاح میں جناب شارع ﷺ کی فرمانبرداری کا نام عبادت ہے، قولاً اور عملاً، اوامر میں بھی نواہی میں بھی، اگر کوئی کام شریعتِ مطہرہ کے حکم کے بغیر کیا جائے اگرچہ وہ عبادت ہی کی شکل کا ہو تو وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے، دیکھئے نماز عبادات میں اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے مگر اوقاتِ مکروہ میں یا غصب کی ہوئی زمین میں اس کا پڑھنا گناہ ہے۔

بارگاہِ خداوندی میں بندہ کی طرف سے اپنی عبدیت اور غلامی کے تعارف کے سلسلہ میں دوسرا جملہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہے یہاں بھی اِیَّاکَ سے حق تعالیٰ کی ذاتِ گرامی مراد ہے تو ترجمہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا یہ ہوا کہ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور تیرے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتے۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہہ کر گویا بندہ اللہ کے حضور میں یہ اظہار کرتا ہے کہ ہماری حیثیت ایک عاجز اور درماندہ غلام کی سی ہے جس کا سب کچھ آقا ہی کے لئے ہے اور جس کا سر اطاعت ہر وقت آقا کیلئے جھکا ہوا ہے اور اطاعت و بندگی کا یہ کل سرمایہ بھی ہماری قوت اور کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ بھی آقا ہی کی دی ہوئی توفیق اور مدد کا صدقہ ہے الغرض جب بندہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ کہہ کر اپنے مالک، خالق، رازق اور مربی کو خطاب کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کہتا ہے کہ اے خدا ہم تیری ذات و صفات کا اقرار کر چکے اسلئے ہم تیری ہی عبادت، پرستش اور بندگی کرتے ہیں ہمارے ظاہری اعضاء باطنی قویٰ اور جان و مال سے جو پرستش ہو سکتی ہے وہ تیرے ہی لئے مخصوص ہے اس میں کوئی شریک نہیں ہم تجھ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی تسبیح و تقدیس تحمید و تمجید کرتے ہیں، تیرے ہی احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے جانی و مالی قربانی اور زکوٰۃ و خیرات و صدقات دیتے ہیں جو اس تمام عبادت و بندگی کا سرچشمہ ہیں اور تیری ہی اعانت کے طالب ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے پورے دین اور کامل اطاعت کا حاصل یہی دو چیزیں ہیں جو کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں بیان کی گئی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مقامِ خوف:

شیخ سفیان ثوری رحمہ اللہ جو ایک مشہور بزرگ اور ولی اللہ گزرے

ہیں ایک روز مغرب کی نماز کی امامت کر رہے تھے جس وقت کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ زبان سے نکلا تو بے ہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ اے شیخ کیا ہوا تھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جس وقت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں نے کہا خوف میرے دل پر غالب ہوا کہ کہیں میں اپنے اس کہنے میں جھوٹا نہ قرار دیا جاؤں۔ اسی واسطے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنے دل میں نادم اور شرمندہ ہونا چاہئے کہ وہ ہر مرتبہ نماز میں اپنے پروردگار کے روبرو کھڑا ہو کر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ کر جھوٹ تو نہیں بول رہا۔ (تفسیر فتح العزیز)

غیر اللہ سے مدد مانگنے کی ممنوع صورتیں

وہ مخصوص استعانت وامداد جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور غیر اللہ کے لئے شرک ہے کون سی ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی اور انسان کو خدا تعالیٰ کی طرح قادر مطلق اور مختار مطلق سمجھ کر اس سے اپنی حاجت مانگے، یہ تو ایسا کھلا ہوا کفر ہے کہ عام مشرکین بت پرست بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں، اپنے بتوں، دیوتاؤں کو بالکل خدا تعالیٰ کی مثل قادر مطلق اور مختار مطلق یہ کفار بھی نہیں کہتے۔

دوسری قسم وہ ہے جس کو کفار اختیار کرتے ہیں اور قرآن اور اسلام اس کو باطل و شرک قرار دیتا ہے، اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں یہی مراد ہے کہ ایسی استعانت و امداد ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں چاہتے وہ یہ ہے کہ اللہ کی کسی مخلوق فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی دیوتا کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اگرچہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کامل اختیارات اسی کے ہیں، لیکن اس نے اپنی قدرت واختیار کا کچھ حصہ فلاں شخص کو سونپ دیا ہے اور اس دائرے میں وہ خود مختار ہے یہی وہ استعانت واستمداد ہے جو مؤمن وکافر میں فرق اور اسلام وکفر میں امتیاز کرتی ہے، قرآن شریف اس کو شرک وحرام قرار دیتا ہے، بت پرست مشرکین اس کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔

ہدایت کے معنی اور درجات:...... ہدایت کے معنی ہیں کسی شخص کو منزلِ مقصود کی طرف مہربانی اور خیر خواہی کے ساتھ رہنمائی کرنا ہدایت کے مختلف درجات اور مختلف قسمیں ہیں: پہلی قسم ہدایت عامہ یا الہامی ہدایت ہے یعنی کوئی بات یا امر بطور القا کے دل میں ڈال دی جائے یا اس کی فطرت میں داخل کر دی جائے، ہدایت خداوندی کا یہ درجہ اور قسم تمام مخلوقات کو شامل ہے۔ دوسری قسم یا دوسرا درجہ ہدایت کا مخصوص ہے انسان اور جنات کے ساتھ جن کو جوہر عقل عطا فرمایا گیا ہے اور یہ ہدایت انبیاء، اولیاء، علماء، صلحاء اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہر انسان کو پہنچتی ہے۔ تیسری قسم یا ہدایت کا تیسرا درجہ وہ ہے جو صرف مؤمنین ومتقین کے ساتھ مخصوص ہے یہ ہدایت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاواسطہ فائض ہوتی ہے اور اسی ہدایت کا دوسرا نام توفیق الٰہی ہے۔

اب صراط مستقیم کو بھی جاننا چاہئے کہ اس سے کیا مراد ہے جس کی ہدایت اور جس پر ثبات واستقامت کی بندہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں دُعاء کرتا ہے۔ صراط کے معنی ہیں راستہ کے مگر علماء نے تصریح کی ہے کہ صراط اُس راستہ کو کہتے ہیں جس میں پانچ خصوصیات ہوں:

۱-وسیع وکشادہ ہو۔ ۲-مستقیم یعنی سیدھا ہو۔

۳-سب سے زیادہ نزدیک وقریبی ہو۔

۴-منزل مقصود پر پہنچانے والا ہو۔

۵-منزل مقصود کیلئے اس واحد راستہ کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔ مستقیم کے معنی توسط اور اعتدال کے ہیں جو افراط وتفریط کے درمیان ہو۔ یہاں آیت میں صراط مستقیم سے مراد دین حق ہے۔

الغرض اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وہ جامع اور اہم ترین دُعاء ہے جو بندوں کو تعلیم فرمائی گئی کہ جس دُعاء سے نوعِ انسانی کا کوئی فرد بے نیاز نہیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! آپ کی عبادت وبندگی آپ ہی کی توفیق سے ممکن ہے۔ اے اللہ! اپنی ہدایت سے ہم کو نواز دے۔ اپنی کامل عبدیت اور غلامی ہم کو نصیب فرما اور صراط مستقیم پر چلنا اور اس پر ہمیشہ قائم رہنا مقدر فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

صِرَاطَ	الَّذِيْنَ	اَنْعَمْتَ	عَلَيْهِمْ	غَيْرِ	الْمَغْضُوْبِ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	الضَّآلِّيْنَ
راستہ	اُن لوگوں کا	تو نے انعام کیا	اُن پر	نہ	غضب کیا گیا	ان پر	اور نہ	جو گمراہ ہوئے

راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ اُن لوگوں کا جو گمراہ ہوگئے

الَّذِيْنَ: یہ اسم موصول ہے جمع کیلئے آتا ہے اس کا معنیٰ ہے جو لوگ، وہ جو، اسم موصول ہمیشہ اپنے بعد والے جملہ سے مل کر اپنے پچھلے جملہ کا حصہ بنتا ہے۔ اَنْعَمْتَ: تو نے انعام کیا، یہ لفظ انعام سے بنا ہے اور انعام کا معنیٰ ہے وہ کیفیت جسے انسان لذیذ پاتا ہے پھر اس کا استعمال ان چیزوں میں ہونے لگا جو لذت کا سبب بنتی ہیں۔

سیدھے راستہ کی نشانی اور انعام یافتہ لوگ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں جب بندہ نے صراطِ مستقیم پر چلنے اور قائم رہنے کی دُعاء کی تو اب آگے اس صراطِ مستقیم کی نشانی اور پہچان بتلائی گئی تا کہ صراطِ مستقیم کا تعین ہو سکے محض انسانی عقل سے صراطِ مستقیم کا پتہ چلانا مشکل بلکہ ناممکن ہے اس لئے حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے صراطِ مستقیم کی علامت اور نشانی بتلا کر معین کر دیا کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی اُن لوگوں کا جن پر آپ نے انعام کیا ہے۔

اب یہاں آیت میں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے کون لوگ اور کون سے انعامات مراد ہیں، کیونکہ ویسے تو اللہ تعالیٰ کے بے شمار اور ان گنت انعامات تمام انسانوں پر ہیں، خواہ مؤمن ہوں یا کافر، مطیع ہوں یا نافرمان۔ حتیٰ کہ اللہ کے باغی اور سرکش بھی دُنیاوی نعمتوں سے محروم نہیں، پھر نعمتیں کچھ دُنیاوی ہیں کچھ اُخروی، کچھ جسمانی ہیں کچھ رُوحانی، کچھ ظاہری ہیں کچھ باطنی تو اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں یہاں وہ نعمتیں مراد ہیں جن کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا جیسے ایمان عمل صالح، توفیق الٰہی، تائید غیبی، نصرت خداوندی، تقویٰ و پرہیز گاری وغیرہ وغیرہ اور جن پر اللہ کے انعامات ہوئے اور ان نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے ان کی نشان دہی خود قرآن کریم میں پانچویں پارہ سورۂ نساء میں فرمائی گئی جہاں ارشاد ہے: اَلَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ یعنی وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا، انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں،

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہی مذکورہ بالا چار گروہ "اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کے مصداق ہیں، یا یوں کہیے کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے یہ چار درجات ہیں جن میں سب سے اعلیٰ اور افضل انبیاء علیہم السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے چن لیا اور جن کے پاس وحی الٰہی آئی اور جن کی تعلیم میں کسی غلطی کا امکان نہیں اور جو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہوئے۔

انبیاء کے بعد دوسرے درجہ پر صدیقین ہیں جو اپنے نبی کی اُمت میں سب سے زیادہ رتبہ کے لوگ ہوتے ہیں، صدیقین کے بعد شہداء ہیں جنہوں نے دین و ایمان کی محبت میں اپنی جان تک قربان کر دی اُن کے بعد صالحین ہیں جو احکام خداوندی کی ہر ممکن طریقہ سے پیروی کرتے ہیں اور جو اپنے نبی کی شریعت کے پورے متبع ہوتے ہیں تو اس مذکورہ بالا آیات سے صراطِ مستقیم کو اس طرح متعین کیا گیا کہ ان چار طبقوں کے حضرات جس راستہ پر چلے وہی صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ کے غضب میں آنے والے:

صراطِ مستقیم کے مزید تعین کیلئے یہ بھی ضروری تھا کہ ان لوگوں کی بھی نشاندہی کر دی جائے جو صراطِ مستقیم سے ہٹ کر نامقبول، ناپسندیدہ اور باغیوں اور سرکشوں کے گروہ میں شامل ہوگئے تو فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

مَغْضُوْبِ: غضب سے ہے یعنی وہ لوگ جو اللہ کے غضب کا شکار ہوئے جن پر اللہ تعالیٰ کا غصہ اور عذاب نازل ہوا، جنہوں نے اللہ کے احکام کی نافرمانی کی اس کے نبیوں کو جھٹلایا اور حق کو مٹانے کی کوشش کی اور جو اپنے اعمال و افعال کی وجہ سے اللہ کے غضب اور غصہ کا نشانہ بنے۔

ضَآلِّيْنَ جس کے معنی گمراہ کے ہیں اور اس سے مراد ایسے لوگ

ہیں جو غلط راہ پر پڑ گئے، عام طور سے مفسرین نے لکھا ہے اور قرآن کی دوسری آیات واحادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود ہیں اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے مراد نصاریٰ ہیں مگر محققین علماء نے لکھا ہے کہ آیت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں مراد یہود و نصاریٰ تک محدود کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو دین کے احکام کو جاننے پہچاننے کے باوجود شرارت اور نفسانی اغراض کیوجہ سے ان کی خلاف ورزی کرتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں احکامِ الٰہیہ کی تعمیل میں کوتاہی یعنی تفریط کرتے ہیں، جیسے عام طور پر یہود کا حال تھا کہ دُنیا کے ذلیل مفاد کی خاطر دین کو قربان کرتے اور انبیاء کی توہین کرتے۔ ضَآلِّيْن سے مراد وہ لوگ ہیں جو ناواقفیت اور جہالت کے سبب دین کے معاملہ میں غلط راستہ پر پڑ گئے اور دین کی مقررہ حدود سے نکل کر افراط اور غلو میں مبتلا ہو گئے جیسے نصاریٰ کہ نبی کی تعظیم میں اتنے بڑھے کہ خدائی درجہ تک پہنچا دیا، الغرض غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں بندہ اپنے خدا سے درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! ہم وہ راستہ نہیں چاہتے جو اغراض نفسانی کے تابع بدعمل اور دین میں افراط کرنیوالوں کا ہے اور نہ وہ راستہ چاہتے ہیں جو جاہل گمراہ اور دین میں غلو کرنے والوں کا ہے۔

سورۂ فاتحہ کا خلاصہ

سورۂ فاتحہ اپنے مفہوم اور اندازِ بیان کے اعتبار سے بارگاہِ الٰہی میں بندہ کی ایک درخواست ہے جس میں پہلے بندہ اپنے آقا کے القاب وآداب یعنی حمد وثناء بیان کرتا ہے پھر اس کے بعد اپنا نیاز مندانہ بندگی اور عبدیت کا تعارف پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد اپنا دلی مقصد اور مدعا عرض کرتا ہے اس کے بعد اطاعت شعار اور خاصانِ خدا کے ساتھ اپنی دوستی اور محبت کا اظہار کر کے ان کے ساتھ اپنی وابستگی اور نامقبول وناپسندیدہ اور لوگوں کے ساتھ اپنی بیزاری اور ان سے علیحدگی کا اعلان کرتا ہے۔

آمین کہنا: اس سورۃ کے ختم پر آمین کہنا مسنون ہے، آمین کے معنی ہیں "اے اللہ ایسا ہی کر، اے اللہ تو قبول فرما" پس سورۂ فاتحہ کے خاتمہ پر آمین کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ جو ہم نے تجھ سے مانگا ہے وہی کر دے یعنی ہم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما، اور اہلِ انعام کے راستہ پر چلا اور اہل غضب اور اہلِ ضلال کے راستہ سے الگ رکھ، لفظ آمین کے بارہ میں تمام مفسرین اور علمائے محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ لفظ نہ جزو قرآن ہے اور نہ جزو سورۂ فاتحہ ہے اسی لئے قرآن شریف میں اس سورۂ فاتحہ کے بعد آمین لکھی نہیں جاتی بلکہ جس طرح تمام دعاؤں کے بعد آمین کہنا مسنون ہے اور اجابتِ دُعاء کے لحاظ سے ضروری ہے اسی طرح سورۂ فاتحہ کے بعد بھی مسنون ہے اختلاف صرف اس میں ہے کہ نماز میں آمین آہستہ کہنا بہتر ہے یا آواز سے، جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے کہ آہستہ کہنا بہتر ہے اور یہی مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

ہر حاجت کیلئے اسم اعظم

سورۂ فاتحہ ہر مطلب کیلئے اسم اعظم ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ فجر کی سنت اور نماز فرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ چالیس روز تک اس طرح پڑھے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی میم کو اَلْحَمْدُ کے لام کے ساتھ ملائیں (یعنی اس طرح پڑھیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تاختم) جو مطلب ہو حاصل ہوگا، اور اگر شفا مریض کی یا تندرست ہو جانا جادو کئے ہوئے کا منظور ہو پانی پر دم کر کے اس مریض کو پلا دیں (یعنی وہی ۴۱ مرتبہ روزانہ فجر کی سنت وفرض کے درمیان بطریق مذکور بالا پڑھ کر ۴۰ یوم پانی پر دم کر کے پلائیں) اور لکھنا اس سورت کا چینی کی پلیٹ یا پیالہ پر گلاب، مشک اور زعفران سے، اور دھو کر چالیس روز تک پلانا بیماریوں کے لئے مجرب ہے، اور درد سر اور پیٹ کے درد اور دوسرے دردوں کے اوپر پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے۔

آخر شب میں ۴۱ بار سورۂ فاتحہ پڑھنے سے بے مشقت روزی ملتی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ اس سورۂ فاتحہ کے انوار وبرکات سے ہم سب کو نوازیں اور اس سورت کے ذریعہ ہماری درخواست ودُعاؤں کو اپنی بارگاہ میں قبولیت بخشیں، یا اللہ ہمیں اپنے مقبولین یعنی انبیاء صدیقین، شہداء صالحین کے نقش قدم پر چلنا نصیب فرما، اور گمراہ، باغی اور نافرمانوں کے راستہ سے ہم کو بچا کر اُن سے علیحدہ رکھنا اور صراطِ مستقیم کی ہم کو ہدایت نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❁❁

اٰيَاتُهَا ۲۸۶	(۲) سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ (۸۷)	رُكُوْعَاتُهَا ۴۰

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ	الٓمّٓ	ذٰلِكَ	الْكِتٰبُ	لَا رَيْبَ	فِيْهِ	هُدًى	لِّلْمُتَّقِيْنَ
جس میں کوئی شبہ نہیں راہ بتانیوالی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنیوالوں کو	الف لام میم	یہ	کتاب	نہیں شک	اس میں	ہدایت	پرہیزگاروں کیلئے

ذٰلِكَ: اسم اشارہ ہے، اس سے دور کی ایک چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں یہاں قریب کے لئے استعمال ہوا ہے۔ الْكِتٰبُ: اسم ہے، اس سے مراد قرآن ہے۔ لَا: حرف نفی ہے اور یہاں پوری جنس کی نفی کیلئے ہے۔ رَيْبَ: مصدر ہے اس کا معنی ہے وہ شک جس کی حقیقت بعد میں اس کے خلاف ثابت ہو جائے۔ فِيْهِ: اس میں فِیْ حرف ہے بمعنی میں اور ہٖ ضمیر ہے بمعنی وہ، اس۔ هُدًى: مصدر ہے اس کا معنی ہے لطف و کرم کے ساتھ راہنمائی کرنا۔ لِّلْمُتَّقِيْنَ: ڈرنے والوں کیلئے، اس پر لام حرف ہے بمعنی کیلئے اور متقین کا معنی ڈرنے والے، تقویٰ والے، یہ اسم فاعل ہے۔

اس سورۃ کا نام بقرہ رکھنے کی وجہ

بَقَرَہْ کے معنی گائے یا بیل کے ہیں، چونکہ اس سورۃ کے آٹھویں رکوع میں بنی اسرائیل کے زمانہ کے ایک واقعہ کا مفصل ذکر ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اس لئے بطور علامت سورۃ کا نام بقرہ مقرر ہوا۔

خصوصیات وفضائل اور شانِ نزول

یہ قرآن کریم کی سب سے بڑی سورۃ ہے اور بہت سے احکام پر مشتمل ہے صحیح احادیث میں سورۂ بقرہ کی بہت کچھ فضیلت ثابت ہے، ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کا ایک اعلیٰ حصہ ہوتا ہے اور قرآن مجید کا اعلیٰ اور برتر حصہ سورۂ بقرہ ہے، یوں تو قرآن کریم کی ساری سورتیں کلام اللہ ہونے کے لحاظ سے برابر و یکساں ہیں، البتہ مضامین کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہے، سورۂ بقرہ میں چونکہ تمام بنیادی عقائد مثلاً توحید، رسالت، آخرت، جزا وسزا وغیرہ اور مرکزی اعمال مثل جہاد، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اور بعض اہم معاملات مثل نکاح، طلاق، عدت، قصاص، وصیت، رہن، قرض، سود وغیرہ تفصیل سے مذکور ہیں اس لئے اسے اس لحاظ سے باقی سورتوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سورۂ بقرہ کو پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت و بدنصیبی ہے اور اہل باطل اس پر قابو نہیں پا سکتے، ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سورۂ بقرہ کو تفسیر کے ساتھ پڑھا اور اس کا علم حاصل کیا تو اس کی تعلیم میں بارہ سال خرچ ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سورۃ آٹھ سال میں پڑھی۔

مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد سب سے پہلے اس سورت کا نزول شروع ہوا اور مختلف اوقات میں مختلف آیتیں نازل ہوتی رہیں۔

یہود کا ایک پیشوا مالک بن صیف مسلمانوں کے دلوں میں بہت زیادہ شکوک ڈالا کرتا تھا اور کہتا کہ یہ کتاب وہ نہیں ہے جس کی خبر گزشتہ آسمانی کتابوں میں دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلے اُس کے شک کو رفع کیا پھر چار آیات مسلمانوں کی مدح اور صفات میں اور دو آیات کافروں کی مذمت میں اور تیرہ آیات منافقوں کے احوال میں نازل فرمائیں۔

موجودہ ترتیب قرآن کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی دوسری

سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۹۱ ہے یعنی نوے سورتیں اس سے قبل مکہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۲۳ سورتیں اس کے بعد مدینہ میں نازل ہوئیں اس سورۃ میں ۲۸۶ آیات ۴۰ رکوعات، ۶۲۱۲ کلمات اور ۲۶۷۹۲ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

پچھلی سورۃ سے ربط

سورۂ فاتحہ میں اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ سے راہِ ہدایت کی درخواست کی گئی تھی، سورۂ بقرہ کی ابتداء میں اس کی منظوری آ گئی کہ لو یہ کتاب سرچشمہ ہدایت ہے اور سیدھی راہ دکھاتی ہے اور پھر سورۂ بقرہ میں ہدایت کا جامع و مکمل پروگرام بیان فرمایا گیا ہے۔

سورۂ بقرہ میں ان تمام مضامین کی تشریح ہے جو سورۂ فاتحہ میں بیان کئے گئے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، رحمت، آخرت، عبادت و استعانت، صراط مستقیم اور یہودیوں و عیسائیوں کی مغضوبیت۔

حروف مقطعات

اس سورۂ بقرہ کی ابتدا الٓمّٓ سے ہوئی ہے اس قسم کے حروف جو قرآن مجید کی ۲۹ سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں کیونکہ ان میں کا ہر حرف جدا جدا پڑھا جاتا ہے۔

الٓمّٓ (وغیرہ) حروف تہجی بعض سورتوں کے شروع میں اللہ پاک اور اُس کے پیارے برگزیدہ رسول احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس قسم کے اسرار اور رموز ہیں جن کے یقینی معنی کسی تیسرے کو معلوم نہیں ہیں اگرچہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ الف سے اللہ لام سے جبریل علیہ السلام اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، یعنی یہ قرآن اللہ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے یا تینوں حرف تین کلموں کے مخفف حروف ہیں یعنی انا اللہ اعلم (میں معبود ہوں سب سے زیادہ جاننے والا) وغیرہ لیکن معتبر قول یہی ہے کہ ان حروف مقطعات کے معنی معلوم کرنیکی کوشش ناجائز اور عبث ہے۔ عموماً ان حروف کے بعد کلام پاک کی عظمت و عزت کا ذکر ہے جس سے یہ بات قوی معلوم ہوتی ہے کہ یہ حروف اس لئے لائے گئے ہیں کہ لوگ اس کے مقابلے سے عاجز ہیں واللہ اعلم۔

ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کے مطلب نہ بتلانے سے ضروریاتِ دین میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اس لئے آپ نے کچھ صراحت نہیں فرمائی۔

الغرض ان حروف کے متعلق یہی عقیدہ رکھے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں ہمیں ان پر ایمان لانا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور جس طرح آئے ہیں ان کی تلاوت کرنا چاہئے اور ان کے معنی کی تفتیش میں نہ پڑنا چاہئے واللہ اعلم بحقیقتہٖ۔

لاریب کتاب

اب سورۃ کی ابتدائی آیت ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ کی تفسیر سنیے۔ لفظی ترجمہ اس آیت کا یہ ہے ''یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں، راہ بتانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو۔''

کسی زمانہ میں یہود اپنی کتابوں کی بشارت و پیشینگوئی کے مطابق مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں آ کر آباد ہو گئے تھے نبی آخر الزماں کے انتظار میں، یہاں انہی کو خطاب ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جن کی خبر گزشتہ انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آئے ہیں، پھر یہود مدینہ میں سے مالک بن صیف یہودی مسلمانوں کے دل میں شک ڈالتا تھا کہ یہ وہ کتاب نہیں، کہ جس کی خبر اگلی کتابوں میں دی گئی ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں وہ علمائے یہود جو حقیقت میں اپنی کتابوں کے سچے عالم تھے وہ قرآن کو سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور جو بغض و عناد اور دُنیا کے لالچ میں گرفتار تھے وہ اس سعادت سے محروم رہے تو یہاں قرآن کریم کے متعلق بتایا گیا کہ اس کی حقانیت میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، یہ خصوصیت قرآنِ کریم ہی کی ہے کہ اس کے تمام مضامین عقلِ سلیم

کے مطابق اور سب کے سب یقینی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس کتاب کے مضامین اور مطالب اس درجہ قطعی اور یقینی ہوں کہ اس میں کہیں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو تو اس کتاب کے کتابِ الٰہی ہونے میں کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے جو شخص بھی خواہشاتِ نفسانی اور اتباعِ شیطانی کا خیال ترک کر کے خالص دل سے طالبِ حق بن کر اس کلام میں غور کرے گا اور جذباتِ صادقہ کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے گا تو وہ ضرور سمجھ لے گا کہ اس کتاب کے حق اور الہامی اور منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں، یوں اپنی کم فہمی اور کج فہمی سے کوئی شبہات و اعتراضات کرے تو یہ سمجھنے والے کی خود اپنی کم فہمی ہے اور اس کے باوجود یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کتاب میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

لاریب کتاب سے نفع اندوز ہونے کی شرط

آگے اس کتاب کی ایک صفت بتائی گئی ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ متقی اس کو کہتے ہیں جس میں تقویٰ ہو، بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ میں تقویٰ کے لغوی معنیٰ مراد ہیں یعنی ڈرنا، بچنا، خوف کھانا، اس طرح هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ کے معنیٰ ہوئے کہ یہ کتاب خدا سے ڈرنے والوں کیلئے مشعلِ ہدایت ہے یعنی اس قانون عام اور ہدایت تام سے فائدہ اٹھانے والے صرف وہ لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں خوفِ خدا موجود ہو۔

اس کی دُنیاوی مثال بالکل یوں سمجھئے کہ ایک شخص جو حاکم یا بادشاہ سے نہیں ڈرتا وہ حاکم کے حکم اور قانون کا کیا احترام کرے گا اور وہ قانون اس کے لئے کیا مفید ہوگا بس ایسے مجرم کی آنکھ تو جبھی کھلتی ہے جب وہ پکڑا جاتا ہے اور جیل کی کوٹھری میں بند رکھا جاتا ہے بعض مفسرین نے تقویٰ کے اصطلاحی اور شریعت میں عرفی معنیٰ لیتے ہوئے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ کی تشریح اس طرح کی ہے کہ اصطلاح میں تقویٰ نفس کو ان چیزوں سے بچانے کو کہتے ہیں جو آخرت کے لحاظ سے ضرر رساں ہوں، اب یہ چیزیں خواہ از قسم عقائد ہوں یا اعمال و افعال و اقوال و احوال ہوں، اب چونکہ ضرر کے درجات مختلف ہیں اسی لحاظ سے تقویٰ کے درجات بھی مختلف ہیں۔

پہلا اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کفر و شرک سے بچ کر اسلام میں داخل ہو اور اس عذاب دائمی سے اپنے کو بچا لے۔ حضرت معاذ بن جبل ﷺ فرماتے ہیں متقی وہ قوم ہے جو شرک و بُت پرستی سے بچتی ہے اور خالص خدا ہی کی عبادت کرتی ہے۔

دوسرا وہ درمیانی درجہ یہ ہے کہ ہر طرح کے گناہ اور معصیت سے بچنا خواہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور خواہ ظاہری ہو یا باطنی، حضرت عمر ﷺ نے حضرت اُبی بن کعب ﷺ سے تقویٰ کے متعلق دریافت کیا تو یہ جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ کبھی کانٹوں سے بھرے ہوئے راستہ پر بھی گزرے ہیں، فرمایا کیوں نہیں؟ حضرت اُبی بن کعب ﷺ نے دریافت کیا کہ پھر آپ نے اس وقت کیا کیا؟ فرمایا کہ میں نے دامن چڑھائے بچا بچا کر قدم رکھے اور کانٹوں سے بچنے کیلئے اپنی جد و جہد کو خرچ کر ڈالا، حضرت اُبی بن کعب ﷺ نے کہا کہ امیر المؤمنین بس یہی تقویٰ ہے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈر کر اور اس کی معصیت اور نافرمانی سے بچنے کیلئے اپنی پوری ہمت اور کوشش کو خرچ کر دینے کا نام تقویٰ ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی ذلت یا نقصان سے ڈر کر معصیت کو چھوڑا تو وہ تقویٰ نہیں صرف خدا کے ڈر سے گناہ چھوڑ دینے کا نام تقویٰ ہے۔

تیسرا اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنے کو بچائے اور ایسی مباح اور حلال چیزوں سے بھی کنارہ کش ہو جائے جو معرفتِ الٰہی سے حجاب ہونے کا ذریعہ ہو سکتی ہوں یعنی باطن کو ہر اس چیز سے محفوظ رکھا جائے جو ماسوئی اللہ میں مشغول کرے، یہ درجہ تقویٰ کا حقیقی اور کامل درجہ ہے اور اس مرتبہ کے متقی انبیاء مرسلین اور اولیاء کاملین ہوتے ہیں۔ اس طرح آیت کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ یہ کتابِ الٰہی کافروں کو توحید کا راستہ دکھانے والی، فاسقوں اور گناہگاروں کو صغائر و کبائر سے بچنے کی ہدایت کرنے والی اور صالحین کو اولیاء اور صدیقین کے مراتب تک پہنچنے کا طریقہ دکھانے والی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۞ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ 2

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

الذین	یؤمنون	بالغیب	ویقیمون	الصلوٰة	و	من	ما	رزقنٰھم	ینفقون	و	الذین	یؤمنون	بما	انزل	الیک
جولوگ	ایمان لاتے ہیں	غیب پر	اور قائم کرتے ہیں	نماز	اور	سے	جو	ہم نے انہیں دیا	وہ خرچ کرتے ہیں	اور	جولوگ	ایمان رکھتے ہیں	اس پر جو	نازل کیا گیا	آپکی طرف

وہ (خدا سے ڈرنے والے) لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۗ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

وما	انزل	من	قبلک	و	بالاٰخرة	ھم	یوقنون	اولٰٓئک	علیٰ	ھدًی	من	ربھم	و اولٰٓئک	ھم	المفلحون
اور جو	نازل کیا گیا	سے	آپ سے پہلے	اور	آخرت پر	وہ	یقین رکھتے ہیں	وہی لوگ	پر	ہدایت	سے	اپنا رب	اور وہی لوگ	وہ	کامیاب

طرف اُتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اُتاری جا چکی ہیں اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب

مؤمنین کی صفات

مؤمنین متقین کی پانچ صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔

پہلی صفت فرمائی يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ۔ کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، لغت میں ایمان کے معنی تسلیم اور تصدیق کرنے کے ہیں، لیکن اصطلاح شریعت میں ایمان اس کو کہتے ہیں کہ جو خبر یا بات اللہ کا نبی اللہ کی طرف سے لے کر آئے اس کو نبی کی سچائی کے اعتماد اور بھروسہ پر دل سے قبول کرنا اور اس کی تصدیق کرنا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا یہ تو ایمان ہے اور اس کی ضد انکار و کفر ہے یعنی دین کی کسی ایک بات یا خبر کو نہ ماننا اور انکار کرنا کفر ہے۔ اور غیب سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، ملائکہ، انبیاء متقدمین اور کتب سابقین، احوال برزخ علامات قیامت۔ احوال آخرت، حشر نشر، صراط ومیزان، جنت وجہنم وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اسلام میں ایمان بالغیب ہی کی فضیلت ہے اور یہی مطلوب ہے اور یہی وجہ ہے کہ نزع کے وقت جب کہ مرنے والے کو اس عالم کی غائب چیزیں مثل ملائکہ، عذاب وثواب، اور آثار جنت وجہنم دکھائی دینے لگیں تو پھر ایمان قبول نہیں، کیونکہ اس وقت ایمان بالغیب نہ ہوا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خوشحالی ہے اس کو کہ جو بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لایا تو معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب کی بڑی قدر و قیمت ہے، اسی لئے سب سے پہلے متقین کی صفات میں سے پہلی صفت يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ فرمائی جو عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ (ابوداؤد)

دوسری صفت فرمائی يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ نماز کے قائم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو اس کے تمام فرائض و واجبات سنن و مستحبات اور حقوق اور ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ ادا کرنا۔ نماز کو فریضہ خداوندی سمجھ کر محض رضائے الٰہی کی خاطر پورے حضور و اخلاص اور خشوع وخضوع اور سکون قلب کے ساتھ ادا کیا جائے۔ ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں فرمائی، اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دُنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت بھی خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اس

کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔

متقین کی تیسری صفت فرمائی وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ لغت عرب میں رزق کا لفظ بڑے وسیع معنیٰ رکھتا ہے اور اس کے اندر ہر قسم کی نعمتیں آ جاتی ہیں خواہ ظاہری و مادی ہوں جیسے مال و اولاد، دولت وثروت، قوت وصحت وغیرہ یا باطنی و روحانی ہوں جیسے علم وہنر، عقل وحکمت، فہم وفراست وغیرہ، لہٰذا اللہ کے دیئے ہوئے مال و دولت، قوت صحت کے ذریعہ دوسروں کی مدد کرنا یا علم وحکمت سکھانا، یا مفید ومخلصانہ مشورہ سے تعاون کرنا، یا باطنی و روحانی فیض پہنچانا یہ سب اس آیت کے تحت داخل ہیں۔ پھر مِمَّا فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ ہمارے دیئے ہوئے مال کو بھی سب کا سب اور پورے کا پورا خرچ کرنا نہیں بلکہ اس کا کچھ حصہ خرچ کرنا ہے، اب جہاں تک مال کے خرچ کرنے کا تعلق ہے۔ اللہ کی راہ میں اللہ کے لئے خرچ کرنے کی سات قسمیں ہیں:

(۱) زکوٰۃ مفروضہ کا ادا کرنا، خواہ وہ سونا چاندی حد نصاب تک ہونے کی وجہ سے فرض ہو یا مویشی یا مال تجارت یا زمین عشری کی وجہ سے فرض ہو۔ (۲) صدقۂ فطر ادا کرنا جس کے اوپر شرعاً واجب ہو۔ (۳) خیرات وصدقات جیسے فقراء ومساکین کو دینا اور اعانت ضعیفوں، محتاجوں اور یتیموں کی اور قرضداروں کو قرض دینا اور مہمانوں کی مہمانداری کرنا۔ (۴) اوقاف للہ پر خرچ کرنا جیسے مسجد اور مدرسوں کا بنانا، ان کو قائم رکھنا اور ان سے متعلقات پر خرچ کرنا، کنواں رفاہِ عام کے لئے کھدوانا، مسافر خانہ اور مہمان سرائے بنوانا۔ (۵) مصارف حج خواہ اپنے واسطے یا دوسرے کے واسطے۔ (۶) مصارف جہاد۔ (۷) مصارف نفقات واجبہ جیسے نفقہ عیال، نفقہ زوجہ، نفقہ محارم۔

الغرض متقین کی تیسری صفت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو بھی ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرمائیں ہیں، اس میں سے وہ اللہ کے لئے اللہ کے دین پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

آگے متقین کی چوتھی صفت فرمائی وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک تو اس کتاب پر ایمان رکھنے کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی یعنی قرآن کریم، اور دوسرے ان کتابوں پر ایمان رکھنے کا، جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر اُتریں، آج بھی ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآنِ کریم کے ساتھ دوسرے سابق انبیاء کرام کی کتابوں پر بھی ایمان رکھے اور اس کا مطلب یہ کہ گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کو اللہ کی طرف سے بھیجا مانا جائے اور انہیں سچا سمجھا جائے جب تک وہ غیر محرف رہیں کیونکہ ردوبدل اور تحریف ہونے کے بعد تو وہ دراصل کلام الٰہی ہی نہیں رہیں۔ اور اپنے اپنے زمانہ کے لئے واجب العمل مانا جائے مگر اب ان پر عمل کرنا واجب نہیں کیونکہ قرآن نازل ہونے کے بعد پچھلی کتابیں اور شریعتیں سب منسوخ ہو گئیں، اب عمل صرف قرآن ہی پر ہوگا۔

آیت کے اس طرز بیان سے ایک اہم اصولی مسئلہ بھی نکل آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ کی وحی آخری وحی کیونکہ اگر قرآن کے بعد کوئی اور کتاب یا وحی بھی نازل ہونے والی ہوتی تو جس طرح اس آیت میں پچھلی کتابوں اور وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اسی طرح آئندہ نازل ہونے والی کتاب اور وحی پر ایمان لانے کا ذکر بھی ضروری ہوتا۔ صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں یہ مضمون اول سے آخر تک مختلف مقامات میں چالیس پچاس آیتوں میں آیا سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء پہلی وحی، پہلی کتابوں کا ذکر ہے کسی ایک آیت میں اس کا اشارہ تک نہیں کہ آئندہ بھی کوئی وحی یا نبی آنے والا ہے۔ جس پر ایمان لانا ہے۔

پانچویں صفت فرمائی گئی وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ آخرت سے مراد عالمِ آخرت ہے یعنی وہ عالم جو موجودہ سلسلہ زندگی کے

بعد شروع ہوگا، قرآن کریم جن حقیقتوں کو ماننے، قبول کرنے اور ان پر ایمان لانے اور ان پر پورا پورا یقین کرنے کی پُر زور دعوت دیتا ہے اُن میں خدا کی ذات اور اس کی صفات یعنی توحید باری تعالیٰ کے بعد آخرت ہی کا مسئلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے سارے پیغمبروں اور اُس کی نازل کی ہوئی ساری کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اس پر ایمان و یقین رکھنے کی دعوت دی۔ قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ آخرت ہی کے بیان سے متعلق ہے، یہ عالم دنیا دارالعمل ہے اور یہاں کی زندگی کے بعد عمل کی مہلت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ایک دوسرا عالم دارالجزاء ہے جہاں انسان کے دنیا میں کئے ہوئے ایک ایک عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا یہاں یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ عالم آخرت کا اس عالم دنیا سے گہرا تعلق ہے آخرت کی زندگی ہمارے اس دنیا کے کاموں اور یہاں کی زندگی کا ہی نتیجہ ہوگی، تو متقین کی پانچویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ قیامت اور اس کے بعد حشر و نشر، حساب کتاب، جزا و سزا، جنت و جہنم کا ثواب و عذاب جو کچھ ہونے والا ہے اس کے وقوع پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں یُوْقِنُوْنَ میں اشارہ اس طرف ہے کہ آخرت کی زندگی کی محض تصدیق کرنا مقصد کو پورا نہیں کرتا بلکہ آخرت کا ایسا یقین ضروری ہے جیسے کوئی چیز آنکھوں کے سامنے ہو۔

مُتَّقِین کی کامیابی:

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ۔ یعنی ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ نعمت ملی کہ راہِ حق نصیب ہوئی اور آخرت میں یہ دولت نصیب ہوگی کہ ہر طرح کی کامیابی ان کے لئے ہے۔ یہاں **مفلحون** کا ترجمہ "پورے کامیاب" سے کیا گیا ہے۔ **مفلحون** لفظ فلاح سے بنا ہے، جو عربی زبان میں بڑے وسیع معنی میں آتا ہے۔ دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں لفظ فلاح میں جمع ہیں تو یہاں حق تعالیٰ نے صاف اور واضح طور پر فرمایا کہ کامل فلاح دنیا اور آخرت کی بس انہی لوگوں کیلئے ہے جو متقین کی ان مذکورہ صفات سے متصف ہوں، اسی سے اسکی ضد کو بھی سمجھ لیا جائے یعنی جو لوگ ان مذکورہ متقین کی صفات کو اختیار نہیں کرینگے وہ کبھی کامل فلاح کو نہیں پہنچ سکتے صحابہ کرام اور قرن اول کے اہل ایمان متقین کی صفات اور قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں جنہیں پوری پختگی حاصل تھی، دنیا نے ان کی کامیابیوں کو دیکھ لیا اور اللہ نے جو ان سے وعدے فرمائے تھے وہ سب پورے ہوئے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایمان کامل نصیب فرمائیں اور اپنے متقین بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں اور ہم کو اس دُنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی کا ذکر و فکر نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو دنیا اور آخرت دونوں جہان کی کامیابی نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	سَوَآءٌ	عَلَيْهِمْ	ءَ	أَنذَرْتَهُمْ	أَمْ	لَمْ	تُنذِرْهُمْ	لَا	يُؤْمِنُونَ	خَتَمَ	اللَّهُ	عَلَىٰ	قُلُوبِهِمْ
بیشک	جن لوگوں نے	کفر کیا	برابر	ان پر	خواہ	آپ انہیں ڈرائیں	یا	نہ	ڈرائیں	نہیں	ایمان لائیں گے	مُہر لگادی	اللہ	پر	انکے دل

بیشک جولوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ اُن کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے بند لگادیا ہے اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر

وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٧﴾

وَعَلَىٰ	سَمْعِهِمْ	وَعَلَىٰ	أَبْصَارِهِمْ	غِشَاوَةٌ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيمٌ
اور پر	انکے کان	اور پر	انکی آنکھیں	پردہ	اور	انکے لئے	عذاب	بڑا

اُنکے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کیلئے سزا بڑی ہے

ضدی کافروں کے بارے میں تین وضاحتیں

کفر کے لغوی معنیٰ چھپانے کے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں جن چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے اُن میں سے کسی چیز کے انکار وتکذیب کا نام کفر ہے۔ اس طرح جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات میں سے جن کا ثبوت قطعی ویقینی ہے کسی ایک بات کو بھی حق نہ سمجھے اور اس کی تصدیق نہ کرے وہ کافر کہلائے گا۔

ان آیات سے مطلق ہر کافر کا بیان نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ یہاں وہ خاص قسم کے کافر مراد ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا جن کے ضمیر ضد اور عناد کی وجہ سے مردہ اور دل سیاہ ہو چکے ہیں ایسے کافروں کے بارہ میں ان آیات میں پہلی بات تو یہ بتائی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے کافروں کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ یہاں یہ شبہ بھی ہو سکتا ہے کہ پھر ایسے ضدی اور معاند کفار کو احکام سنانا اور تبلیغ کرنا فضول کام ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بیکار اور بے فائدہ کام کیوں سپرد ہوا؟ اس کا جواب حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں یہ دیا ہے کہ فعلِ عَبَث تو اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھی فائدہ نہ ہو یہاں اگر چہ ان ضدی کافروں کو فائدہ نہ ہو گا لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو فائدہ ہو گا کہ تبلیغ کا ثواب ملے گا پھر یہ فضول فعل کیسے ہوا۔

دوسری بات یہاں ان آیات میں ایسے ضدی اور معاند کفار کے بارہ میں بتائی گئی کہ لَا يُؤْمِنُونَ یہ فرمانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی ڈاکٹر کسی خطرناک مریض کو دیکھ کر اس کے مرنے کی پیش گوئی کر دے اور وہ مریض اس ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق واقعی مر بھی جائے تو اس سے ڈاکٹر پر کوئی الزام نہیں آئے گا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ ڈاکٹر کے کہنے سے وہ مر گیا ہے اگر نہ کہتا تو نہ مرتا۔ بلکہ کہا یہی جائے گا کہ خود ڈاکٹر کا یہ کہنا مریض کی حالت کے پیش نظر تھا جو صحیح نکلا اسی طرح یہاں اللہ تعالیٰ کے علم وخبر کو اُن کفار کی بے ایمانی اور بدحالی کا سبب نہیں کہا جائے گا بلکہ خود ان کفار کی بدعملی اور بے ایمانی کو اللہ تعالیٰ کی خبر کا سبب قرار دیا جائے گا یعنی ان کی بدحالی کا اندازہ کر کے اللہ تعالیٰ نے لَا يُؤْمِنُونَ کی خبر دی جو صحیح نکلی۔

تیسری بات جو یہاں بیان فرمائی گئی وہ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ایک انسان کے علم ہدایت حاصل کرنے کے تین ہی ذریعہ ہیں۔ قلب یعنی دِل یہ تو علم وادراک کا اصل محل ہے۔ کان جس کے ذریعہ سے بات سنی جاتی ہے اور آنکھ جس سے انسان مشاہدات کرتا ہے لیکن جب کسی کے یہ تینوں ذرائع ماؤف ہو جائیں تو اس کی ہدایت کی کیا اُمید ہوسکتی ہے، اسی کو یہاں فرمایا گیا کہ ان کے دِلوں اور کانوں پر مہر لگ چکی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے قبولِ حق کی تمام راہیں ان پر بند ہو چکی ہیں اس لئے وہ اب ایمان نہیں لائیں گے اور اس دولت سے ہمیشہ محروم رہیں گے اور پھر اس کے نتیجہ میں عذابِ عظیم آخرت میں بھگتیں گے۔

اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہیں وہ کسی کو بلاقصد سزا نہیں دیتے۔ اس جگہ جو ضدی اور معاند کفار کا انجام ذکر کیا گیا ہے وہ خود ان کے اعمال بد کا نتیجہ ہے دیکھئے جہاں تک قدرتِ خداوندی کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، دیکھنے سننے کیلئے آنکھیں اور کان دیئے غور وفکر اور سوچنے سمجھنے کیلئے دل و دماغ اور عقل و شعور عطا فرمائے پھر واضح اور روشن دلائل کے دفتر اس کے سامنے کھول کر رکھ دیئے کائنات میں ایسے نشانات و دلائل بے شمار ہیں! پھر خود انسان کی اپنی جان میں ایسے واضح اور روشن دلائل موجود ہیں کہ انسان اگر غور کرے تو حق و باطل میں امتیاز کر سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر بس نہیں فرمایا بلکہ سیدھی راہ دکھانے اور عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ حق کو سمجھانے کے لئے پیغمبر بھی بھیجے جنہوں نے دن و رات اللہ کا پیغام لوگوں کو سنایا اور ان پر حجت قائم کر دی لیکن اس کے باوجود انہوں نے محض ضد وعناد کی وجہ سے حق کو نہ مانا اور کفر و انکار پر ڈٹے رہے۔ نہ آنکھوں سے کام لیا نہ کانوں سے۔ نہ عقل و شعور کو ہی استعمال کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ کفر و انکار ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا اور اُن پر گمراہی کی ظلمت و تاریکی ایسی چھا گئی کہ اب وہ اس سے باز نہیں آسکتے۔ گمراہی کی اس کیفیت کو مہر یا بند سے تعبیر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اُن کے دِل و حواس پر مُہر کا لگنا اور سعادتِ ایمان سے ان کی ابدی محرومی یہ اُن کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے ایسا نہیں ہے کہ اس مہر کی وجہ سے انہیں کفر پر مجبور کیا گیا ہو اس لئے وہ جو کفر پر اپنے اختیار سے مرتے دم تک قائم رہے اور انہوں نے اپنے ارادے سے ایمان پر کفر کو ترجیح دی اس کی سزا اُن کو آخرت میں عذاب عظیم کی شکل میں ملے گی۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفر اور ہر گناہ کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی مگر بعض گناہوں کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے جس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اصلاحِ حال کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور بُرائی کا احساس اس کے دِل سے جاتا رہتا ہے حدیث شریف میں بتایا گیا ہے کہ انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر مثل نقطہ کے ایک سیاہ نشان لگ جاتا ہے اگر اس نے توبہ نہیں کی یا برابر گناہ کرتا رہا تو وہ نشان بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ گناہوں کے اثر سے قلب بالکل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور اس میں اچھے بُرے کی تمیز اور احساس نہیں رہتا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام و ایمان پر استقامت نصیب فرمائے۔ یا اللہ! حق کو سمجھنے اور اس کو اپنانے کی ہر حال میں ہم کو توفیق عطا فرما اور ضد و عناد جو خالص کافرانہ خصلتیں ہیں ان سے ہمارے دلوں کو بالکل پاک فرما، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝٨ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ

وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّقُوْلُ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَ	بِالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَمَا	هُمْ	بِمُؤْمِنِيْنَ	يُخٰدِعُوْنَ	اللّٰهَ
اور سے	لوگ	جو	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور	دن پر	آخرت	اور نہیں	وہ	ایمان لانے والے	وہ دھوکہ دیتے ہیں	اللہ

اور لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں چالبازی کرتے ہیں اللہ سے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	مَا	يَخْدَعُوْنَ	اِلَّآ	اَنْفُسَهُمْ	وَمَا	يَشْعُرُوْنَ	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	مَرَضٌ
اور جو لوگ	ایمان لائے	اور	نہیں	دھوکہ دیتے	مگر	اپنے آپ	اور نہیں	سمجھتے ہیں	میں	انکے دل (جمع)	بیماری

اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں اور واقع میں کسی کے ساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے اور وہ اسکا شعور نہیں رکھتے انکے دلوں میں بڑا مرض ہے

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝١٠

فَزَادَهُمُ	اللّٰهُ	مَرَضًا	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	بِمَا	كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ
سو بڑھادی انکی	اللہ	بیماری	اور انکے لئے	عذاب	دردناک	کیونکہ	وہ جھوٹ بولتے ہیں

سو اور بھی بڑھا دیا اللہ تعالیٰ نے انکا مرض اور ان کیلئے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے

منافقوں کا بیان

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہاں پر اوس اور خزرج کے قبائل میں سے اکثر نے انصار مدینہ بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور دونوں قبیلوں میں سے اکثر خوش نصیب مشرف بہ اسلام ہو گئے لیکن یہود اب تک اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے محروم تھے۔ ان میں سے صرف ایک حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سچے دین کو قبول کیا تھا اور اس وقت تک منافقوں کا خبیث گروہ قائم نہ ہوا تھا۔ لیکن جب اسلام کو فتوحات ہونے لگیں تو بہت سارے یہودی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں داخل ہو گئے مال غنیمت، صدقات کے لالچ اور مسلمانوں کی فتح کے خوف سے انہوں نے ایسا کیا، لیکن وہ آخر کار رسوا ہوئے اور بری طرح ناکام ونامراد ہوئے۔ ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ظاہراً تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائے مگر دل سے وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ اپنی اس منافقت سے اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جبکہ دراصل وہ خود دھوکے میں مبتلا ہیں لیکن بے سمجھی کی وجہ سے آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

آگے ان منافقین کے حال پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے یہاں ان منافقین کی باطن کی خرابی اور عقائد کے فساد کو مرض اور بیماری سے تعبیر فرمایا اور یہ لفظ مَرَض ان کے نفاق، شک وتردد، کذب وانکار در پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایمان والوں سے عداوت، بغض، حسد وغیرہ سب کو شامل ہے۔ آگے بتایا گیا کہ شک ونفاق اور بغض وحسد کی یہ بیماری جو ان کے دلوں میں لگی ہوئی تھی کم ہونے کے بجائے

روز بروز بڑھتی ہی گئی جوں جوں اسلام اور مسلمانوں کو دشمنوں پر غلبہ اور اقتدار حاصل ہوتا گیا۔اور جوں جوں دین اسلام کی شان و شوکت میں ترقی ہوتی گئی، ان کے دلوں میں جلن اور تکلیف اور ان کے سینوں میں بغض وحسد کی آگ بڑھتی گئی، جوں جوں قرآن نازل ہوتا اُن کا کفر ونفاق بڑھتا جاتا کیونکہ ہر آیت کے ساتھ وہ منافقانہ سلوک کرتے بظاہر اُسے مانتے لیکن دِل میں اُس کا انکار کرتے تو ان کی یہ بیماری انہی کی بداعمالیوں اور بد پرہیزیوں کا نتیجہ تھی آخر کار یہ اپنے اس خطرناک مرض کی وجہ سے ہلاکت میں پڑیں گے اور دائمی عذاب اور دردناک سزا کے مستحق ہوں گے اور یہ سزا ان کو مسلسل ان کی کذب بیانی اور نفاق پر لگاتار اصرار کی وجہ سے ملے گی۔

دل کی بیماریاں:

آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دلوں میں بیماریاں ہوتی ہیں اسی لئے تمام صوفیاء کرام اور مشائخان طریقت قلب کی صفائی، باطن کی درستی اور قلب کو تمام اخلاق ذمیمہ سے پاک رکھنا ضروری فرماتے ہیں۔دل کی بیماریاں یہ ہیں: حسد، بغض، کینہ، عداوت، بیجا غصہ، بخل، مال کی محبت، حُبِ جاہ، حبِ شہرت، رعونت، دُنیا کی محبت، نخوت، تکبر، خود پسندی، ریا، ان تمام بیماریوں سے قلب کو پاک کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ جب بیماریوں سے دِل پاک ہوگا تو خوفِ خدا، زُہد، صبر، شکر، توکل، اخلاص، صدق، محبتِ الٰہی وغیرہ صفات سے دِل منور ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی ہر طرح کی روحانی بیماری سے محفوظ فرمائیں آمین۔

کیا اب بھی منافق ہیں؟

منافق کے نفاق کو پہچاننا اور اس کو منافق قرار دینا دو طریقوں سے ہوتا تھا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتا دیا کہ فلاں شخص دِل سے مسلمان نہیں، منافق ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے کسی قول وفعل سے کسی عقیدۂ اسلام کے خلاف کوئی بات یا اسلام کی مخالفت کا کوئی عمل ظاہر اور ثابت ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انقطاع وحی کے سبب اُن کے پہچاننے کی پہلی صورت تو باقی نہ رہی مگر دوسری صورت اب بھی موجود ہے جس شخص کے کسی قول وفعل سے اسلامی قطعی عقائد کی مخالفت یا اُن پر استہزاء یا تحریف ثابت ہو جائے وہ منافق سمجھا جائے گا ایسے منافق کا نام قرآن کی اصطلاح میں ملحد ہے اَلَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰيٰتِنَا اور حدیث میں اس کو زندیق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے عمدہ شرح بخاری میں نقل کیا گیا ہے کہ بعد زمانہ نبوت کے نفاق کی یہی صورت ہے جس کو پہچانا جاسکتا ہے اور ایسا کرنے والے کو منافق کہا جاسکتا ہے" تو معلوم ہوا کہ منافقوں کا وجود اسلام میں ہمیشہ رہا ہے اور اب بھی موجود ہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو ایمانِ کامل نصیب فرمائیں اور نفاق کی ہر چھوٹی بڑی خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اللہ تعالیٰ منافقین کی شرارت اور فتنوں سے اسلام اور خصوصاً اس ملک پاکستان کو پاک اور محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ! تمام دِلوں کی ظاہری و باطنی بیماریوں سے ہم کو نجات عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ قَالُوْا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ (۱۱) أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ

وَإِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	لَا تُفْسِدُوْا	فِي الْأَرْضِ	قَالُوْا	إِنَّمَا	نَحْنُ	مُصْلِحُوْنَ	أَلَا	إِنَّهُمْ	هُمُ	الْمُفْسِدُوْنَ
اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	نہ فساد پھیلاؤ	زمین میں	وہ کہتے ہیں	صرف	ہم	اصلاح کرنیوالے	سن رکھو	بیشک وہ	وہی	فساد کرنے والے

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں یاد رکھو بے شک یہی لوگ مفسد ہیں

وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (۱۲) وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا أَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ

وَلٰكِنْ	لَا يَشْعُرُوْنَ	وَإِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اٰمِنُوْا	كَمَا	اٰمَنَ	النَّاسُ	قَالُوْا	أَنُؤْمِنُ	كَمَا	اٰمَنَ
اور لیکن	وہ نہیں سمجھتے	اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	تم ایمان لاؤ	جیسے	ایمان لائے	لوگ	وہ کہتے ہیں	کیا ہم ایمان لائیں	جیسے	ایمان لائے

لیکن وہ اسکا شعور نہیں رکھتے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں گے جیسا ایمان

السُّفَهَآءُ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ (۱۳) وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا

السُّفَهَآءُ	أَلَا	إِنَّهُمْ	هُمُ	السُّفَهَآءُ	وَلٰكِنْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ	وَإِذَا لَقُوا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	قَالُوْا	اٰمَنَّا	وَإِذَا	خَلَوْا
بیوقوف	سن رکھو	خود وہ	وہی	بیوقوف	اور لیکن	نہیں	وہ جانتے	اور جب ملتے ہیں	جو لوگ	ایمان لائے	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اور جب	اکیلے ہوتے ہیں

لے آئے ہیں یہ بیوقوف یاد رکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن اسکا علم نہیں رکھتے اور جب ملتے ہیں وہ منافقین ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں

إِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (۱۴) اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ

إِلٰى	شَيٰطِيْنِهِمْ	قَالُوْا إِنَّا	مَعَكُمْ	إِنَّمَا	نَحْنُ	مُسْتَهْزِءُوْنَ	اَللّٰهُ	يَسْتَهْزِئُ	بِهِمْ	وَيَمُدُّ	هُمْ
پاس	اپنے شیطان	کہتے ہیں ہم	تمہارے ساتھ	محض	ہم	مذاق کرتے ہیں	اللہ	مذاق کرتا ہے	ان سے	اور بڑھاتا ہے	انکو

اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بے شک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی استہزا کر رہے ہیں انکے ساتھ

فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۱۵) أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ

فِيْ طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ	أُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الضَّلٰلَةَ	بِالْهُدٰى	فَمَا	رَبِحَتْ	تِجَارَتُهُمْ
انکی سرکشی میں	اندھے ہو رہے ہیں	یہی لوگ	جنہوں نے	مول لی	گمراہی	ہدایت کے بدلے	تو نہ	فائدہ دیا	انکی تجارت

اور ڈھیل دیتے جاتے ہیں انکو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران و سرگرداں ہو رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی بجائے ہدایت کے سو سودمند نہ ہوئی انکی یہ تجارت

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (۱۶)

وَمَا	كَانُوْا	مُهْتَدِيْنَ
اور نہ	تھے	وہ ہدایت پانے والے

اور نہ یہ ٹھیک طریقہ پر چلے۔

منافقین کی مزید خباثتیں

منافقین کئی طرح فساد پھیلاتے تھے کبھی مسلمانوں کے پوشیدہ راز فاش کرتے اور کافروں تک پہنچاتے کبھی کافروں کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتے اور مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ کرتے کبھی کافروں کے اعتراضات وشبہات ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے سامنے نقل کرتے تاکہ وہ مذبذب اور دین اسلام سے متزلزل ہو جائیں۔علاوہ ازیں نفاق خواہ دین کا ہو یا دُنیا کا خود ایک مستقل فساد ہے۔دورویہ ہونے سے بڑھ کر کوئی فساد نہیں۔جب ان منافقین سے کہا جاتا کہ تم یہ منافقانہ حرکات جن سے فساد پھیلتا ہے مت کرو تو جواب میں وہ کہتے کہ واہ،ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ہم نے جو مسلمانوں اور کافروں دونوں فریقوں سے میل جول کر رکھا ہے اس سے ہمارا مقصد دونوں فریقوں میں صلح اور آشتی کی فضا پیدا کرنا ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ نئے دین کی وجہ سے یہ جو آپس میں جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے یہ ختم ہو جائے اور ملک وملت میں امن وامان ہو کر سلسلہ معاش وتجارت حسب سابق جاری ہو جائے۔حق تعالیٰ منافقین کے اس قول اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ پر کہ ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں رَد فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۔یعنی یہ لوگ مصلح ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں،حالانکہ فتنہ وفساد کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں کہ کفر وایمان اور شرک وتوحید کو ایک کرنا چاہتے ہیں اور جس کفر وشرک کو مٹانے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا یہ فتنہ پرداز پھر اسی فتنہ وفساد کو اپنی جگہ دوبارہ لانا چاہتے ہیں۔ایک خباثت تو منافقین کی یہ بیان فرمائی گئی آگے ایک دوسری خباثت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لے آئے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں گے جیسا ایمان لے آئے ہیں یہ بیوقوف،منافقین ایسی بے باکانہ گفتگو غریب عوام مسلمانوں کے روبرو کرگزرتے تھے جن سے اُن کو کچھ اندیشہ نہ تھا لیکن باوجاہت اور صاحب اثر مسلمانوں کے سامنے تو وہی نفاق اور خوشامد اور چاپلوسی کی باتیں کرتے تھے۔ان منافقین نے لفظ سفھاء سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طنز کیا اور کہا کہ (معاذ اللہ) ہم ان بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں جو اپنے دُنیا کے نفع ونقصان کو بھی نہیں سوچتے۔

اور یہ اُس وقت کے منافقین ہی نہیں بلکہ ہر زمانہ کے گمراہوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جو ان کو صحیح دین کی راہ بتائے اس کو وہ بے وقوف وکم عقل قرار دیتے ہیں۔مگر قرآنی ارشاد جیسا کہ منافقین مدینہ کے متعلق صحیح اور اٹل تھا۔اسی طرح اب بھی اور آج بھی اٹل ہے اور وہ یہ ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ یاد رکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن اس کا علم نہیں رکھتے یہاں بھی حق تعالیٰ نے منافقین کا پُرزور اور تاکید کے ساتھ رَد فرمایا کہ اصل میں بیوقوف وکم عقل تو وہ خود ہیں کہ جو دین الٰہی اور دین حق کو سچی طرح قبول کرنے والوں پر کم عقلی کا الزام لگا رہے ہیں اور پھر ان منافقین کی جہالت اور نادانی کا یہ عالم کہ اپنی اس کھلی ہوئی حماقت کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔

یہ آیت واضح ثبوت ہے اس بات کا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان اس قدر کامل اور نفاق سے بالکل پاک اور خدا کے نزدیک ایسا مقبول اور پسندیدہ ہے کہ اُسے منافقین کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا گیا نیز اس مؤمن اور مخلص جماعت کو بیوقوف کہنے والوں کو پرلے درجے کا احمق وبیوقوف قرار دیا گیا۔

آگے ان منافقین کی تیسری خباثت ظاہر فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:
وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ اور جب منافقین ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔
وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ اور جب یہ منافقین اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم مسلمانوں سے تو استہزاء کرتے ہیں تو یہاں شیاطین سے مراد سردار و رؤسائے یہود اور منافقین اور کفر و شرک کے لیڈر ہیں۔ شیطان کا لفظ عربی زبان میں بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ہر سرکش اور بجڑ کانے اور گمراہ کرنے والے کو شیطان کہتے ہیں۔ انسان، جنات، حیوانات سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔
آگے منافقین کی اس احمقانہ بات کا جواب دیا جاتا ہے۔
اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ یعنی یہ منافقین بے شعور سمجھتے ہیں کہ ہم دورخی برت کر مسلمانوں سے استہزا کرتے ہیں اور ان کو بیوقوف بنا رہے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ خود بیوقوف بن رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو ڈھیل دیکر خود انہی کے ساتھ استہزا کا سامان کر دیا ہے کہ جب اپنی شرارت اور کفر میں خوب کامل ہو جائیں اور جرم سنگین ہو جائے اس وقت پھر دفعتاً پکڑ لئے جائیں چونکہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن منافقین کے استہزاء کے مقابلہ میں تھا اس لئے اس کو بھی استہزاء کہہ دیا گیا۔
اخیر میں ان منافقین کے بارہ میں فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۞ یعنی ان منافقین کو تجارت کا سلیقہ بھی نہ ہوا کہ ہدایت جیسی اچھی چیز چھوڑ دی اور گمراہی جیسی بُری چیز خرید لی، منافقین اکثر چونکہ کاروباری اور تجارتی لوگ تھے اس لئے ان کو تجارت کی تمثیل سے سمجھایا گیا کہ ان لوگوں کو تجارت اور سوداگری کا بھی سلیقہ نہ آیا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو دین کی صحیح فہم اور سمجھ عطا فرمادے تاکہ ہم حق و باطل اور نیک و بد میں تمیز کر سکیں، اور حق کو اختیار کر لیں اور باطل سے گریز کریں۔
یا اللہ! اس دنیا کی زندگی میں ہم کو آخرت کی تجارت اور کمائی کی توفیق عطا فرما، اور دین کو کھو کر دنیا کے کمانے سے کامل طور پر بچا۔
یا اللہ! آج بھی جو منافقین ہمارے ملک میں یا عالم اسلام میں گھسے ہوئے ہیں ان کی چالبازیوں سے مسلمانوں کی حفاظت فرما اور اُمتِ مسلمہ کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق دائمی عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ

مَثَلُهُمْ	كَمَثَلِ	الَّذِى	اسْتَوْقَدَ	نَارًا	فَلَمَّآ	اَضَآءَتْ	مَا حَوْلَهٗ	ذَهَبَ	اللّٰهُ	بِنُوْرِهِمْ	وَتَرَكَهُمْ
انکی مثال	جیسے مثال	وہ جس نے	آگ بھڑکائی	آگ	پھر جب	روشن کردیا	اسکا اردگرد	چھین لی	اللہ	انکی روشنی	اور انہیں چھوڑ دیا

انکی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو پھر جب روشن کردیا ہو اس آگ نے اس شخص کے گردا گرد کی سب چیزوں کو ایسی حالت میں سلب کرلیا ہو

فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ

فِىْ	ظُلُمٰتٍ	لَا يُبْصِرُوْنَ	صُمٌّ	بُكْمٌ	عُمْىٌ	فَهُمْ	لَا يَرْجِعُوْنَ	اَوْ	كَصَيِّبٍ	مِّنَ	السَّمَآءِ
میں	اندھیرے	وہ نہیں دیکھتے	بہرے	گونگے	اندھے	سو وہ	نہیں لوٹیں گے	یا	جیسے بارش	سے	آسمان

اللہ تعالیٰ نے انکی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہو انکو اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ ہوں گے یا اُن منافقوں کی ایسی مثال ہے

فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ

فِيْهِ	ظُلُمٰتٌ	وَرَعْدٌ	وَبَرْقٌ	يَجْعَلُوْنَ	اَصَابِعَهُمْ	فِىْ	اٰذَانِهِمْ	مِنَ	الصَّوَاعِقِ	حَذَرَ
اس میں	اندھیرے	اور گرج	اور بجلی کی چمک	وہ ٹھونس لیتے ہیں	اپنی انگلیاں	میں	اپنے کان	سبب	کڑک (بجلی)	ڈر

جیسے بارش ہو آسمان کی طرف سے اُسمیں اندھیری بھی ہو اور رعد و برق بھی ہو جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ ٹھونسے لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب

الْمَوْتِ ۗ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۗ كُلَّمَآ اَضَآءَ

الْمَوْتِ	وَاللّٰهُ	مُحِيْطٌ	بِالْكٰفِرِيْنَ	يَكَادُ	الْبَرْقُ	يَخْطَفُ	اَبْصَارَهُمْ	كُلَّمَا	اَضَآءَ
موت	اور اللہ	گھیرے ہوئے	کافروں کو	قریب ہے	بجلی	اُچک لے	انکی نگاہیں	جب بھی	وہ چمکی

اندیشہ موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لئے ہوئے ہیں کافروں کو برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اُنکی بینائی اُسنے لی جہاں ذرا انکو بجلی کی چمک ہوئی

لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ

لَهُمْ	مَشَوْا	فِيْهِ	وَاِذَا	اَظْلَمَ	عَلَيْهِمْ	قَامُوْا	وَلَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَذَهَبَ	بِسَمْعِهِمْ
ان پر	چل پڑے	اس میں	اور جب	اندھیرا ہوا	ان پر	وہ کھڑے ہوئے	اور اگر	چاہتا	اللہ	چھین لیتا	انکی شنوائی

تو انکی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب اُن پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے تو انکے گوش و چشم سلب کرلیتے

وَاَبْصَارِهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾

وَاَبْصَارِهِمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَىْءٍ	قَدِيْرٌ
اور انکی آنکھیں	بیشک	اللہ	پر	ہر	چیز	قادر

بلاشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔

منافقین کی دو قسمیں اور ان کی مثالیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین دو قسم کے تھے ایک تو وہ جو دل سے اسلام کے پکے دشمن تھے اور دل کھول کر کفر اختیار کئے ہوئے تھے مگر بظاہر زبان سے مسلمانوں کے ساتھ ہونے اور مسلمانوں کے ہمدرد و رفیق ہونے کا دعویٰ کرتے تھے دوسرے وہ جو طبیعت کے کمزور اور دِل کے کچے تھے اور اسلام کے حق ہونے میں کبھی کبھی تردّد ہوتا تھا اور کبھی اسلام کی خوبیاں دیکھ کر کچھ کچھ اُدھر میلان ہونے لگتا تھا مگر جب اغراضِ نفسانی کا غلبہ ہوتا اور ذاتی دُنیوی مفاد پیشِ نظر ہوتا تو پھر وہ دلی میلان مبدل بہ انکار ہو جاتا۔ قرآن کریم نے ان آیات میں ان دونوں قسم کے منافقین کی مثالیں دی ہیں۔

پہلی قسم کے منافقین کی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے سخت اندھیری رات میں کہیں آگ جلائی ہو اور اس آگ کی روشنی سے اِردگرد کی تمام چیزیں روشن ہو گئیں اور وہ اس قابل ہو گیا ہو کہ اردگرد میں نفع نقصان کی چیزوں میں فرق کر سکے مگر اچانک اس کی آنکھ کی روشنی اللہ تعالیٰ نے چھین لی ہو کہ اب اُسے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور وہ روشنی کے باوجود اندھوں کی طرح دیکھ بھال نہیں سکتا تو جس طرح یہ شخص روشنی ہونے کے بعد اندھیرے میں رہ گیا اسی طرح منافقین باوجود نورِ حق واضح ہونے کے ظلمت ضلالت میں جا پھنسے اور اس طرح جہالت و ضلالت کے اندھیرے میں پھنس کر اُن کی یہ حالت ہو گئی کہ گویا بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں اُن کے کان حق بات سننے کے قابل نہ رہے اور زبان ان کی حق بات کہنے کے لائق نہ رہی اور آنکھیں حق دیکھنے کے کام کی نہ رہیں تو ایسی حالت میں ان کے حق کی طرف رجوع ہونے کی کیا اُمید ہے۔

یعنی خدائے تعالیٰ نے ہدایت کی مشعل جلائی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر دین اسلام کو روشن کیا تو مخلوق کو اس روشنی میں منزل مقصود کا راستہ معلوم ہو گیا لیکن منافق اندھے بن گئے اور جب آنکھ میں روشنی اور نور ہی نہیں تو مشعل کی روشنی سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، نہیں لوٹیں گے۔ یہ منافقین اگرچہ ظاہری طور پر بہرے نہیں تھے لیکن بہرہ اس لئے کہا گیا کہ وہ دین حق کی باتیں سنتے نہ تھے یا سنتے تو ٹال دیتے گویا کہ بہرے ہیں کہ سنتے ہی نہیں۔

اگرچہ ان منافقین کی زبانیں موجود تھیں لیکن سچی بات کہنے اور پوچھنے سے گریز کرتے تھے اور حق بات کا اقرار نہ کرتے تھے اس طرح گویا وہ گونگے ہوئے کہ بول ہی نہیں سکتے منافقین آنکھیں رکھنے کے باوجود اللہ کی نشانیاں اور راہِ حق دیکھ کر قبول نہیں کرتے تھے اس لئے انہیں اندھا کہا گیا۔

دوسری قسم کے منافقین کہ جو دِل کے کچے تھے کہ کبھی اسلام کی خوبی دیکھ کر اُدھر میلان ہوتا اور پھر اغراض نفسانی اور ذاتی مفاد پیشِ نظر ہوتا تو یہ میلان پھر بدل جاتا ایسے منافقین کے متعلق فرمایا گیا کہ اُن کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے موسلا دھار بارش ہو رہی ہو اور سخت اندھیری رات ہو اور بادل کی آواز اور بجلی کی چمک بھی ہو تو جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ اپنے کانوں میں کڑک کے سبب اندیشہ موت سے انگلیوں کو ٹھونس لیتے ہیں اور بجلی کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان کی بینائی اس نے لی اور جہاں بجلی کی چمک اور روشنی ہوئی تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب اُن پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے تو یہاں مثال سے یہ سمجھایا گیا کہ جس طرح لوگ اندھیری طوفانی بارش میں کبھی چلنے سے رُک

جاتے ہیں کبھی موقع پا کر آگے چلنے لگتے ہیں اسی طرح تردد میں پڑے ہوئے منافقین ہیں، کہ کبھی آثار غلبہ اسلام میں نور اسلام کی جھلک دیکھ کر اُدھر کو بڑھنے لگتے ہیں اور کبھی خودغرضی کی ظلمت میں پڑ کر حق سے رُک جاتے ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت میں بھی ان منافقین کا یہی حال رہے گا جبکہ لوگوں کو ان کے ایمان کے اندازہ کے مطابق نور ملے گا بعض کو کئی کئی میلوں تک کا بعض کو اس سے بھی زیادہ، کسی کو اس سے کم یہاں تک کہ کسی کو اتنا نور ملے گا کہ کبھی وہ روشن ہوگا اور کبھی اندھیرا کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ذرا سی دور چل سکیں گے پھر ٹھہر جائیں گے پھر ذرا سی دور کا نور ملے گا پھر بجھ جائے گا اور بعض وہ بے نصیب بھی ہونگے کہ ان کا نور بالکل بجھ جائے گا یہ پورے منافق ہونگے۔

منافقین کو تنبیہ

الغرض منافقین کی یہ دونوں مثالیں بیان فرما کر آخر میں ان کو ایک دھمکی دی جاتی ہے اور تنبیہ کی جاتی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے احاطۂ قدرت سے باہر نہیں ان کی خباثتوں اور شرارتوں اور منافقانہ رویہ پر ہر وقت اور ہر حال میں وہ ہلاک وتباہ وبرباد کیے جا سکتے ہیں اور ان کی دیکھنے اور سننے کی طاقتیں بھی سلب کی جا سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس لئے حق کو چھوڑ کر ان کو مطمئن نہ ہو جانا چاہئے بلکہ اللہ کی قدرت سے ڈرنا اور خوف کھانا چاہئے کہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں سزا دے سکتا ہے۔

اس وقت کے مسلمانوں کو بھی غور کرنا چاہئے کہ خدانخواستہ ہماری حالت تو کسی درجہ میں منافقین سے مشابہت نہیں رکھتی؟

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو سچا اسلام اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی منافقانہ خصلتوں سے ہمارے نفوس کو پاک رکھیں اور اپنے نور ہدایت سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❁❁

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اعْبُدُوْا	رَبَّكُمُ	الَّذِىْ	خَلَقَكُمْ	وَالَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ
اے	لوگو	تم عبادت کرو	اپنا رب	جس نے	تمہیں پیدا کیا	اور وہ لوگ جو	سے	تم سے پہلے	تاکہ تم	پرہیزگار ہوجاؤ

اے لوگو! عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمکو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی کہ تم سے پہلے گذر چکے ہیں تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

الَّذِىْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَرْضَ	فِرَاشًا	وَ	السَّمَآءَ	بِنَآءً	وَ	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَخْرَجَ
جس نے	پیدا کیا	تمہارے لئے	زمین	فرش	اور	آسمان	چھت	اور	اس نے اتارا	سے	آسمان	پانی	پھر نکالا

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردۂ عدم سے نکالا

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

	بِهٖ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	رِزْقًا	لَكُمْ	فَلَا	تَجْعَلُوْا	لِلّٰهِ	اَنْدَادًا	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	
	اسکے ذریعہ	سے	پھل (جمع)	رزق	تمہارے لئے	سونہ	ٹھہراؤ	اللہ کیلئے	کوئی شریک	اور تم	جانتے ہو	

بذریعہ اس پانی کے پھلوں سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے اب تو مت ٹھراؤ اللہ پاک کے مقابل اور تم تو جانتے بوجھتے ہو

توحید کی دعوتِ عام اور اس کے دلائل:

تمام انسانوں کو خطاب کر کے اُن کے سامنے اصل تقویٰ حاصل کرنے کی راہ واضح کی جاتی ہے اور دعوتِ توحید دی جاتی ہے، کیونکہ توحید کی پابندی ہی سے تقویٰ حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کر کے حکم دیا جاتا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ

عبادت کے معنیٰ ہیں اپنی پوری طاقت مکمل فرمانبرداری میں صرف کرنا اور خوف وعظمت کے پیشِ نظر نافرمانی سے دُور رہنا یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو عاجزی وادب کے ساتھ ماننا، اب اس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ اعمال وعبادات بھی شامل ہیں اور صحیح عقائد وتصدیقات معاملات وسیاسیات آدابِ معاشرت و اخلاقیات وغیرہ بھی داخل ہیں۔ پھر یہاں یوں فرمایا کہ اپنے رب یعنی ہر وقت اور ہر حال میں پرورش کرنے والے کی عبادت کرو۔ یہاں لفظ "ربّ" کا انتخاب کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اس لفظ کے استعمال سے دعوٰی کے ساتھ دلیل بھی آگئی کہ عبادت کا مستحق وہی ہے جو تمہیں پالتا ہے چنانچہ آگے فرمایا:

الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

یعنی اُوپر جو "ربّ" کی عبادت کا حکم يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ میں دیا گیا تھا اس کی پہلی عقلی دلیل خَلَقَكُمْ میں دی گئی یعنی تمہیں پیدا کیا اور نعمت وجود سے سرفراز فرمایا اس لئے وہی عبادت کے لائق ہے۔

دوسری دلیل وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ میں دی گئی۔ یعنی تمہارے آباؤ اجداد اور دوسرے تمام انسانوں کا خالق بھی وہی ہے اور سب اپنے ایجاد و جود اور ہستی میں اس کے محتاج ہیں لہٰذا قابلِ

عبادت و پرستش وہی ہے پھر آگے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ میں یہ بتایا گیا کہ اس کی اطاعت گزاری اور عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں، بلکہ اس سے سراسر انسان ہی کا نفع ہے کہ اس کو عبادت سے تقویٰ کی صفت حاصل ہو جائے گی اور آتشِ جہنم سے بچ جائے گا۔

تیسری دلیل الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا میں دی گئی یعنی جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش کی طرح بنا دیا کہ تم اس پر چل پھر سکتے ہو بیٹھ سکتے ہو، لیٹ سکتے ہو اپنا گھر بار بنا سکتے ہو، اس پر اپنا کاروبار کر سکتے ہو یہ زمین نہ اتنی نرم ہے کہ جس پر قرار نہ ہو سکے، نہ لوہے کی طرح سخت ہے بلکہ نرمی اور سختی کے درمیان ایسا بنایا گیا جو عام انسانی ضروریات زندگی میں کام دے سکے۔

چوتھی دلیل فرمائی وَالسَّمَآءَ بِنَآءً یعنی آسمان کو اللہ تعالیٰ نے خیمہ کی چھت کی طرح بنا کر کھڑا کر دیا، گویا یوں سمجھو کہ یہ سارا عالم بمنزلہ ایک مکان کے ہے کہ آسمان اس کی چھت ہے اور زمین اس کا فرش ہے اور چاند سورج اور ستارے وسیارے اس گھر کے شمع و چراغ ہیں۔

پانچویں دلیل فرمائی وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ یعنی بارش کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر کے اس سے تمہارے لئے روزی پیدا کی، انسانوں کے روزمرہ کے کھانے پینے کی چیزیں مثلاً غلہ، اناج، سبزی، ترکاری، پھل، میوے ان سب کا زمین سے اُگنے اور پیدا ہونے کا انتظام اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا تو یہاں پانچ قسم کے دلائل اللہ تعالیٰ کے معبود اور اس کی ہی عبادت کرنے کیلئے دیئے گئے تاکہ ہر انسان غور کرلے کہ اس کو عدم سے وجود میں لانے والا، اور پھر انسانوں کی تربیت اور پرورش کے سارے سامان مہیا کرنے والا بجز حق تعالیٰ جل وعلیٰ کے کوئی نہیں، تو عبادت و بندگی کا حق دار بھی اس کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

اس لئے اخیر میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی اے انسانو! جب تم نے جان لیا کہ تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا، زمین و آسمان کا اور ساری کائنات کا خالق و مالک و رازق بجز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں، تو عبادت و بندگی کا دوسرا مستحق کون ہو سکتا ہے کہ اس کو خدا کا مقابل، ساجھی یا شریک ٹھہرایا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ سے مکہ والوں کو خطاب ہوتا ہے اور یاایھا الذین آمنوا سے اہل مدینہ مخاطب ہوتے ہیں چونکہ مکہ میں مسلمان کم اور کافر زیادہ تھے اس لئے (اے لوگو) جو دونوں فریق پر بولا جا سکتا ہے استعمال ہوتا ہے اور مدینہ میں مسلمان زیادہ اور کافر کم تھے اس لئے (مسلمانو) کہہ کر خطاب ہوتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اپنی ذاتِ عالی کی معرفت کاملہ عطا فرمائیں۔

یا اللہ اپنی عبادت و بندگی کی توفیق ہم کو نصیب فرما، اور جو کچھ ٹوٹی پھوٹی عبادت ہم سے ہو جاتی ہے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ

وَإِنْ	كُنْتُمْ	فِيْ	رَيْبٍ	مِّمَّا	نَزَّلْنَا	عَلٰى	عَبْدِنَا	فَأْتُوْا	بِسُوْرَةٍ	مِّنْ	مِّثْلِهٖ	وَ	ادْعُوْا	شُهَدَآءَكُمْ
اوراگر	تم ہو	میں	شک	سے جو	ہم نے اُتارا	پر	اپنا بندہ	تو لے آؤ	ایک سورۃ	سے	اس جیسی	اور	بلالو	اپنے مددگار

اوراگرتم لوگ کچھ خلجان میں ہواس کتاب کی نسبت جوہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پرتواچھا پھرتم بنالاؤ ایک سورت جواسکے ہم پلہ ہواور بلالواپنے حمایتیوں کو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ

مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	إِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	فَإِنْ	لَّمْ تَفْعَلُوْا	وَلَنْ تَفْعَلُوْا	فَاتَّقُوا	النَّارَ	الَّتِيْ
سے	سوا	اللہ	اگر	تم ہو	سچے	پھر اگر	تم نہ کرسکو	اور ہرگز نہ کرسکوگے	تو ڈرو	آگ	جسکا

جوخدا سے الگ ہیں اگر تم سچے ہو پھر اگر تم یہ کام نہ کرسکے اور قیامت تک بھی نہ کرسکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جس کا ایندھن

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

وَقُوْدُهَا	النَّاسُ	وَ	الْحِجَارَةُ	أُعِدَّتْ	لِلْكٰفِرِيْنَ
اسکا ایندھن	انسان	اور	پتھر	تیاری گئی	کافروں کیلئے

آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے واسطے

معجزۂ قرآن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت سے معجزات عطا ہوئے لیکن ان تمام معجزات میں سب سے بڑا علمی معجزہ قرآن پاک ہے جو آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے خود ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایسے معجزات دیئے گئے کہ جنہیں دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لائے اور میرا معجزہ خدا کی وحی یعنی قرآن پاک ہے، اس لئے مجھے اُمید ہے کہ میرے تابعدار بہ نسبت اور نبیوں کے بہت زیادہ ہوں گے۔ لیکن کفار مکہ اور مشرکین عرب کو قرآن پاک کے دلیل نبوت یعنی وحی الٰہی ہونے میں شک اور شبہ تھا اور ان کا یہ کہنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام مصنفین کی طرح اس کو خود ہی تھوڑا تھوڑا تصنیف کر لیتے ہیں اور لوگوں کو کلامِ الٰہی بتا کر سنا دیتے ہیں، منکرین و مشرکین کے اس الزام کو دلیل کے ساتھ رفع فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں پہلے فرمایا جاتا ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

یعنی اس کتاب کے کلامِ الٰہی ہونے میں تو ذرہ برابر کوئی شک و تردد نہیں جیسا کہ ابتدائے سورۃ ہی میں بتا دیا گیا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ یہ کتاب ایسی ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں، لیکن اگر تم قصور فہم یا عناد کی وجہ سے اس کتاب کے بارہ میں جس کو ہم نے اپنے بندہ پر بتدریج نازل کیا کسی شک اور شبہ و تردد میں مبتلا ہو گئے ہو تو تم بھی اُسی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ جو فصاحت و بلاغت اور ہدایت و ارشاد علوم و معارف، حُسنِ معانی اور لطائف اور احکام میں اس کتاب کے مشابہ ہو لے آؤ۔ کیونکہ تم بھی اہلِ زبان ہو اور تم بھی اسی قوم، اسی شہر اور اسی ملک کے افراد ہو بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اُمی ہیں یعنی پڑھنا لکھنا بھی نہیں

3 جانتے اور تم تو شعر و شاعری، سخن پروری اور قوتِ کلامیہ میں بڑھ چڑھ کر ہو اور تم تو ہر مجلس میں اور میلے میں شاعری اور خطابت کا مقابلہ کرنے جاتے ہو لیکن اس قوت کلامی کے باوجود پورا قرآن نہ سہی اس کا نصف یا ثلث بھی نہ سہی اس کی کسی ایک چھوٹی سی سورۃ ہی کے برابر تم تصنیف کر دیکھو۔ اور اگر تم تنہا نہیں بنا سکتے تو وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنی اپنے مددگاروں کو اپنے فصحا و بلغاء اور جن و انس کو جمع کر کے ان سے بھی امداد حاصل کر و اور اس کی مثل ایک سورۃ ہی بنا لاؤ۔

یہ ایک کھلا ہوا قرآنی چیلنج تھا کہ جو اپنے بے مثال اور بے مثل ہونے کے بارہ میں دیا گیا، اور صرف یہیں اس مدنی سورۃ میں نہیں بلکہ اس سے قبل کئی مکی سورتوں میں بھی دُنیا کے سامنے یہ چیلنج پیش کیا اگرچہ قرآن ساری دُنیا کیلئے آیا لیکن اس کے بلاواسطہ اور پہلے مخاطب عرب تھے جن کو اور کوئی علم و فن آتا تھا یا نہیں مگر زبان دانی اور فصاحت و بلاغت میں وہ اپنے کو اقوام دُنیا سے ممتاز جانتے تھے قرآن ان کو مخاطب کر کے چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمہیں میرے کلام الٰہی ہونے میں کچھ شبہ ہے تو تم میری جیسی ایک ہی سورۃ بنا کر دکھادو۔

اب غور کیجئے کہ کفار مکہ اور مشرکین عرب نے قرآن اور اسلام کے مٹانے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور مغلوب کرنے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا یا جان، مال، عزت، آبرو سب کچھ سردھڑ کی بازی لگائی اور سبھی کچھ کر گزرے مگر یہ کسی سے نہ ہو سکا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرتا اور چند سطریں اس کلامِ الٰہی کے مقابلہ میں پیش کر دیتا آج قریب چودہ سو برس کا طویل زمانہ گزر رہا ہے کوئی شخص قرآن کا مثل نہ لا سکا شام، دمشق، بیروت، مصر، فلسطین وغیرہ میں لاکھوں عیسائی اور یہودی موجود ہیں ان میں تو ایسے ایسے ادیب اور ماہر زبان موجود ہیں جنہوں نے لغاتِ عربیہ پر بڑی ضخیم کتابیں لکھ ڈالیں لیکن وہ قرآن کی ایک ہی سورۃ کے برابر لکھنے کی جرأت نہ کر سکے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ عربیت کا ماہر ہے اس پر اتنا ہی زیادہ رُعب کلامِ قرآنی کا غالب آجاتا ہے۔

ایک ایک لفظ فصاحت و بلاغت سے پُر ہے، پھر کلام کی ترتیب الفاظ کی بندش، عبارت کی روانی، معانی کی نورانیت، مضمون کی پاکیزگی، سونے پر سہاگہ ہے، بار بار پڑھو دل نہ اُکتائے، مضامین سمجھتے جاؤ اور ختم نہ ہوں یہ قرآن پاک ہی کا خاصہ ہے۔

آگے فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور بیشک ایسا نہ کر سکو گے یعنی ایک اعجاز تو قرآن کریم کا یہ بتایا گیا کہ کوئی اس کے مثل کبھی نہیں لاسکتا اور دوسرا اعجاز یہ ہے کہ پہلے ہی پیشگوئی فرما دی گئی اور غیب کی خبر دے دی گئی کہ قیامت تک کوئی شخص اس کے مثل کلام نہیں لا سکتا چنانچہ بحمد للہ چودہ سو برس گذر گئے اور ہر زمانہ میں قرآن کے مخالفین رہے ہیں مگر کوئی اب تک ایسا نہ کر سکا اور نہ قیامت تک ایسا ممکن ہے اب اسکا نتیجہ فرمایا جاتا ہے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ

یعنی جب یہ قطعاً معلوم ہو گیا کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر اُتارا گیا خدا کے سچے پیغمبر ہیں تو اے منکرین اگر اب بھی تم کفر وانکار پر اڑے رہے تو تمہارا ٹھکانا جہنم کی آگ ہوگی جس کا ایندھن خدا کے نافرمان بندے اور پتھر ہوگا اور جو تم جیسے منکرین و معاندین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ سے اور قرآن کریم کی دوسری آیات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جہنم پیدا شدہ اور اب موجود ہے۔ احادیث سے بھی یہی ظاہر ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ کو اس جگہ سے جہاں اس کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ ستر ہزار فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوگی اور وہ فرشتے اُسے کھینچتے ہوئے لائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ

وَ	بَشِّرِ	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	اَنَّ	لَھُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِیْ	مِنْ	تَحْتِھَا	الْاَنْھٰرُ
اور	خوشخبری دو	جو لوگ	ایمان لائے	اور	انہوں نے عمل کئے	نیک	کہ	انکے لئے	باغات	بہتی ہیں	سے	انکے نیچے	نہریں

اور خوشخبری سنا دیجئے آپ اے پیغمبر ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے اس بات کی کہ بیشک اُنکے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہوں گی انکے نیچے سے نہریں

کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْھَا مِنْ ثَمَرَۃٍ رِّزْقًا قَالُوْا ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِہٖ

كُلَّمَا	رُزِقُوْا	مِنْھَا	مِنْ	ثَمَرَۃٍ	رِّزْقًا	قَالُوْا	ھٰذَا	الَّذِیْ	رُزِقْنَا	مِنْ	قَبْلُ	وَاُتُوْا	بِہٖ
جب بھی	کھانے کو دیا جائیگا	اس سے	سے	کوئی پھل	رزق	وہ کہیں گے	یہ	وہ جو کہ	ہمیں کھانے کو دیا گیا	سے	پہلے	حالانکہ انہیں دیا گیا	اس سے

جب کبھی دیئے جائیں گے وہ لوگ اُن بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا تو ہر بار میں یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو ملا تھا اس سے پیشتر اور ملے گا بھی انکو

مُتَشَابِھًا ؕ وَلَھُمْ فِیْھَآ اَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ ۙ وَّھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

مُتَشَابِھًا	وَلَھُمْ	فِیْھَآ	اَزْوَاجٌ	مُّطَھَّرَۃٌ	وَّھُمْ	فِیْھَا	خٰلِدُوْنَ
ملتا جلتا	اور انکے لئے	اس میں	بیویاں	پاکیزہ	اور وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

دونوں بار کا پھل ملتا جلتا اور انکے واسطے ان بہشتوں میں بیویاں ہونگی پاک صاف کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں گے

بَشِّرِ : فعل امر واحد مذکر حاضر، بمعنی تو خوشخبری دے، تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ کے نیچے نہریں بہنے کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں

۱- باغوں کے نیچے زیر زمین بہتی ہوں۔

۲- نہریں باغات کے مالکوں کے حکم کے مطابق بہتی ہیں۔

۳- یہ نہریں صرف باغات کی آب پاشی کیلئے نہیں بلکہ اور بھی صفات ہیں کہ ان کا پانی عمدہ ترین ہوگا خالص و عمدہ دودھ، شہد اور شراب کی نہریں ہوں گی۔ جَنّٰتٍ : یہ جَنَّۃٌ کی جمع ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جنتیں سات ہیں

۱- جنت الفردوس، ۲- جنت عدن ۳- جنت النعیم

۴- دار الخلد ۵- جنت الماویٰ ۶- دار السلام

۷- علیین۔ اَزْوَاجٌ یہ زَوْجٌ کی جمع ہے بمعنی جوڑے اور ہم مثل چیزیں خواہ نر ہوں خواہ مادہ۔

مؤمنین کیلئے جنت کی خوشخبری:

گزشتہ آیت میں تصدیق رسالت محمدی کے سلسلہ میں قرآن کریم کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے تمام منکرین کو چیلنج دیا گیا تھا اور کہا تھا اب جو بھی اس قرآن کا منکر ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرے گا تو وہ آخرت میں عذاب جہنم میں مبتلا ہوگا اب ان کے مقابلہ میں اس آیت میں بشارت اور خوشخبری سنائی جاتی ہے ان کو جو اس قرآن پر ایمان رکھنے والے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ کلام نازل ہوا ان کو اللہ کا سچا رسول مانتے ہیں کہ آخرت میں ان کو جنت کے باغات نصیب ہوں گے اور وہاں طرح طرح کی لازوال نعمتیں اور راحتیں میسر ہوں گی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بشارت دے دیجئے اور خوشخبری سنادیجئے اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کی نازل کی ہوئی کتاب قرآن کریم پر ایمان لائے اور احکام الٰہیہ کے مطابق اعمالِ صالحہ کیے۔

اب وہ بشارت اور خوشخبری کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ ایسے لوگوں کے لئے جنت یعنی عجیب قسم کے باغات ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

جنت لغت میں باغ کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں اس خاص جگہ کا نام ہے جو مؤمنین ومسلمین اور نیکوں ومتقین کو آخرت میں عطا ہوگی اور جہاں خیر ہی خیر، انعام ہی انعام، راحت ہی راحت، چین ہی چین، نعمت ہی نعمت ہوگی اور وہ بھی ابدالآباد کے لئے کہ ان کو زوال اور فنا نہ ہوگا۔

اب آگے جنت کے بعض حالات اور وہاں کی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ

یعنی اہل جنت کو جنت کے پھل جب ایک مرتبہ دینے کے بعد دوسری مرتبہ دیئے جائیں گے تو وہ ان پھلوں کی ظاہری شکل وصورت پہلے دیئے گئے پھلوں کے مشابہ ہونے کی وجہ سے کہیں گے کہ یہ پھل تو وہی ہیں جو ہم کو پہلے دیئے گئے تھے۔ جو ہم کھا چکے ہیں لیکن جب ان کو کھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کا ذائقہ پہلے پھلوں سے بالکل مختلف اور جدا ہے یعنی جنت میں جو پھل جنتیوں کو دیا جائے گا وہ ظاہری شکل وصورت میں پہلے دیئے گئے پھلوں سے ملتا جلتا ہوگا مگر ذائقہ ہر ایک کا جداگانہ ہوگا۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ پھلوں کے متشابہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ جنت کے پھل صورت اور شکل میں دُنیا کے پھلوں کی طرح ہوں گے تو جب اہل جنت کو جنت میں پھل ملیں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہیں جو دُنیا میں ہمیں ملا کرتے تھے مگر جنت کے پھلوں کو دنیا کے پھلوں سے کیا نسبت؟۔

پھر یہ کہ جنت میں صرف اعلیٰ غذائیں اور مکانات ہی نہ ہوں گے بلکہ اعلیٰ درجہ کی مادی لذیذ غذاؤں کے ساتھ سکون وراحت قلب کے لئے حسب منشا رفیق بھی ملیں گے یعنی جنتیوں کو پاک وصاف بیویاں بھی نصیب ہونگی جو ہر قسم کی ظاہری وباطنی گندگیوں سے پاک صاف ہونگی ظاہری گندگیاں جیسے میل کچیل، غلاظت وکثافت، بول وبراز، حیض ونفاس وغیرہ اور باطنی گندگیاں جیسے ناشائستہ اخلاق، ناپسندیدہ عادات، کج خلقی، بیوفائی وغیرہ۔ اور پھر یہ تمام جنت کی نعمتیں عارضی اور وقتی نہ ہونگی کہ کچھ مدت کے بعد زائل ہو جائیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوں گی۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل سے ان بشارتوں کا مستحق بنائے اپنی رضا کے مقام جنت میں جگہ عطا فرمائے
نجات اور جنت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہے ہم کیا اور ہمارے اعمال کیا چیز ہیں۔
یا اللہ! اپنے فضل سے ہمیں دنیا و آخرت کی سرخروئی عطا فرما۔ آمین
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

إِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَسْتَحْيِي	أَنْ	يَضْرِبَ	مَثَلًا	مَا	بَعُوْضَةً	فَمَا	فَوْقَهَا	فَأَمَّا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
بیشک	اللہ	نہیں شرماتا	کہ	وہ بیان کرے	کوئی مثال	جو	مچھر	خواہ جو	اس سے اوپر	سو جو لوگ	ایمان لائے

ہاں واقعی اللہ تعالیٰ تو نہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کر دیں کوئی مثال خواہ مچھر ہو خواہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو سو جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں خواہ کچھ ہی ہو

فَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا

فَيَعْلَمُوْنَ	أَنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّهِمْ	وَأَمَّا الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَيَقُوْلُوْنَ	مَاذَا	أَرَادَ	اللّٰهُ	بِهٰذَا
وہ جانتے ہیں	کہ وہ	حق	سے	انکے رب	اور جن لوگوں نے	کفر کیا	وہ کہتے ہیں	کیا	ارادہ کیا	اللہ	اس سے

وہ تو یہی یقین کرینگے بیشک یہ مثال بہت ہی موقع کی ہے انکے رب کی جانب سے اور رہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سو چاہے کچھ ہی ہو جائے وہ یونہی کہتے رہیں گے

مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۗ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ إِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ الَّذِيْنَ

مَثَلًا	يُضِلُّ	بِهٖ	كَثِيْرًا	وَيَهْدِيْ	بِهٖ	كَثِيْرًا	وَمَا يُضِلُّ	بِهٖ	إِلَّا	الْفٰسِقِيْنَ	الَّذِيْنَ
مثال	وہ گمراہ کرتا ہے	اس سے	بہت لوگ	اور ہدایت دیتا ہے	اس سے	بہت لوگ	اور نہیں گمراہ کرتا	اس سے	مگر	نافرمان	جو لوگ

وہ کونسا مطلب ہوگا جسکا قصد کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اسکی وجہ سے بہتوں کو اور گمراہ نہیں کرتے ہیں

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوْصَلَ

يَنْقُضُوْنَ	عَهْدَ	اللّٰهِ	مِنْ بَعْدِ	مِيْثَاقِهٖ	وَيَقْطَعُوْنَ	مَا	أَمَرَ	اللّٰهُ	بِهٖ	أَنْ	يُوْصَلَ
توڑتے ہیں	وعدہ	اللہ	سے۔بعد	پختہ اقرار	اور کاٹتے ہیں	جس	حکم دیا	اللہ	اس سے	کہ	وہ جوڑے رکھیں

اللہ تعالیٰ اس مثال سے کسی کو گمراہ نہیں کرتے مگر صرف بے حکمی کرنے والوں کو جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اسکے استحکام کے بعد اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ ۗ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٢٧﴾

وَيُفْسِدُوْنَ	فِي	الْأَرْضِ	أُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ
اور وہ فساد پھیلاتے ہیں	میں	زمین	وہی لوگ	وہ	نقصان اٹھانے والے

اللہ تعالیٰ نے انکو وابستہ رکھنے کا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں بس یہ لوگ ہیں پورے خسارہ میں پڑنے والے

منکرین کے اعتراضات اور ان کا جواب:

گزشتہ آیات میں قرآن کریم کی حقانیت ثابت فرمانے کے لئے تمام منکرین قرآن کو چیلنج دیا گیا اب جب اُن سے اس چیلنج کا مقابلہ نہ ہوسکا تو انہوں نے قرآن کریم میں دوسرے اعتراضات وشبہات نکالنے شروع کئے کہ اس کلام میں کہیں مکھی اور کہیں مکڑی

اور مچھر کی مثالیں دی ہیں اور یہ قرآن اگر اللہ کا کلام ہے تو اس میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر نہ ہونا چاہئے۔ اور اس کتاب میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر ہے اس لئے یہ (نعوذ باللہ) اللہ کی کتاب نہیں معلوم ہوتی، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور جس عنوان سے اعتراض کیا گیا تھا اسی عنوان سے اعتراض کو رد فرمایا گیا منکرین نے اعتراض اس عنوان سے بیان کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو شرم نہیں آتی کہ وہ مکھی اور مکڑی و مچھر کی مثالیں بیان کرے تو اُسی عنوان سے ان کا اعتراض رد فرمایا گیا اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا

بے شک اللہ تعالیٰ کو اس بات سے کچھ شرم نہیں آتی کہ کوئی مثال بیان کرے کسی مچھر کی یا اس چیز کی جو حقارت میں مچھر سے بھی بڑھ کر ہو۔ کیونکہ مثال کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ وہ بات جس کے لئے مثال دی گئی ہے خوب واضح اور روشن کر کے ذہن نشین کر دی جائے اب یہ مقصد جس مثال سے بہترین طریقہ پر پورا ہو سکے وہی مثال بہترین کہلائے گی خواہ وہ چیز جو مثال میں پیش کی گئی ہے بجائے خود کیسی ہی معمولی اور حقیر ہو مثال کیلئے یہ ضروری نہیں کہ مثال دینے والے کے مطابق ہو اس لئے منکرین کا یہ اعتراض کرنا بیوقوفی اور نادانی کی دلیل ہے کہ مچھر مکھی مکڑی کا ذکر مثال میں کیا جائے۔

آگے بتایا گیا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا یعنی ایسے احمقانہ شبہات صرف ان لوگوں کو پیدا ہوا کرتے ہیں جن کے دل و دماغ میں کفر کیوجہ سے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو گئی ہے اور ایمان والوں کو ایسے شبہات، اعتراضات پیدا نہیں ہوتے۔ ایمان والے تو اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا رسول ہونے اور قرآن کریم کے اللہ کا کلام ہونے پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں اور اللہ و رسول کی باتوں پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اگر اپنے کلام میں کوئی مثال بیان فرماتے ہیں تو اہلِ ایمان کوشش کرتے ہیں کہ اس مثال کا اصلی مطلب سمجھ لیں اور مثال سے جو سبق دینا مقصود ہے اس پر غور کریں لیکن کفار و منکرین جو اللہ کی توحید، اور رسول کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اور جن کے دِل میں حق کی تلاش و جستجو نہیں ہوتی وہ صرف اسی ٹوہ اور فکر میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں کسی نہ کسی طرح کوئی عیب ڈھونڈیں اور خواہ مخواہ اس پر اعتراض کریں۔

نزولِ قرآن کا مومن و منکر پر اثر:

یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا مطلب یہ ہے کہ جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا ہے مومنین اس پر ایمان لاتے ہیں اور عمل کرتے ہیں اس سے ان کا نور ہدایت اور دوبالا ہو جاتا ہے اور جن کو گمراہ فرماتا ہے یا گمراہ چھوڑتا ہے وہ منکرین ہیں کہ کلام الٰہی کے انکار سے اور اُس پر نکتہ چینی سے اُن کی تاریکی ضلالت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کی گمراہی اور بڑھ جاتی ہے اور اس کی مثال بالکل ایسی۔ ہے جیسے کہ فاسد المزاج کو جس قدر بہتر اور مقوی غذا دی جائے اُسی قدر اس کے فساد اور مرض میں اضافہ ہوگا۔

آگے اسی مضمون کی مزید تشریح فرمائی جاتی ہے وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ یعنی ان مثالوں سے گمراہی صرف انہی لوگوں کا حصہ ہوتا ہے جو فاسق یعنی بے حکم اور نافرمان ہیں اور جن کو اس فسق کی نحوست سے حق طلبی کی عادت نہیں رہتی، ورنہ جن میں کچھ حق طلبی اور خوفِ خداوندی ہوتا ہے وہ تو ہدایت ہی حاصل کرتے ہیں یہاں آیت میں فاسق سے کافر ہی مراد ہے ورنہ ویسے تو قرآن کریم میں

فاسق کا لفظ کافر اور گنہگار مؤمن دونوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔

منکروں کی صفات:

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہاں فاسقین جن سے مراد کفار ومنافقین ہیں ان کی تین خصلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

اول یہ کہ وہ اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے توڑتے رہتے ہیں۔

ہر انسان چونکہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے اس کے معبود ہونے کا اقرار اور عہد کر چکا ہے اب اس زندگی میں جو آدمی باوجود پیغمبروں کی یاددہانی اور وحی کی راہنمائی کے اس کا انکار کرتا ہے تو وہ عہد توڑنے والا ہے اور عہد بھی جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا ہے چنانچہ کافر ومشرک سب اس عہد الست کو توڑنے والے ہیں۔

دوسری خصلت فاسقین کی یہ بیان فرمائی کہ وہ توڑتے ہیں اور قطع کرتے ہیں ان تعلقات کو کہ جن کو اللہ نے جوڑنے اور وابستہ رکھنے کا حکم دیا ہے اس میں وہ تمام تعلقات آگئے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہیں جن کو حقوق اللہ کہا جاتا ہے اور وہ تعلقات بھی آگئے جو باہم بندوں کے آپس میں ہیں جن کو حقوق العباد کہا جاتا ہے جس میں اپنے ماں باپ کے، عزیز واقربا کے، اپنے پڑوسیوں اور ساتھیوں کے عام مسلمانوں کے اور عام انسانوں کے حقوق سب آگئے۔ انہی حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرنے کا نام دین اسلام یا شریعتِ اسلام ہے اور ان کو توڑنا فسق ہے۔

تیسری خصلت یا نشانی فاسقین کی یہ فرمائی کہ وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اس میں ظاہری فساد بھی آگئے جیسے کسی پر ظلم کرنا کسی کی حق تلفی کرنا کسی کی بے آبروئی کرنا، کسی کا مال لے لینا وغیرہ اور باطنی فساد بھی آگئے جیسے کفر کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت یا حسد رکھنا انہی تین خصائل کو تیرھویں پارہ سورۂ رعد آیت ۲۵ میں بیان فرمایا گیا کہ ایسوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اُس جہان میں بڑی خرابی ہوگی اور یہاں فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو پورا خسارہ اور نقصان اُٹھانے والے ہیں کہ دُنیا کی راحت چین وسکون قلب اور آخرت کی نعمت سب ہاتھ سے دے بیٹھے کیونکہ عداوت وحسد میں ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ اپنے دشمن کو کس طرح گزند پہنچاؤں اس کی ترقی کس طرح روکوں یہ تو ہوا دنیا کا خسارہ اور نقصان اور آخرت کا نقصان ظاہر ہے کہ رشد وہدایت کے بدلہ گمراہی کو خریدا اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر اس سے تعلق قطع کیا اس سے بڑھ کر اور کیا آخرت کا نقصان ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام پر ایمانِ صادق اور یقین کامل نصیب فرمائیں، اور اس میں شک وتردد سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔ روزِ ازل عالم ارواح میں ہم نے جو عہد کیا تھا حق تعالیٰ ہم کو اس پر قائم رکھیں اور اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں دین دُنیا کی کامیابی وکامرانی نصیب فرمائیں اور ہر طرح کے خسارہ سے ہم کو بچائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٨﴾

كَيْفَ	تَكْفُرُونَ	بِاللّٰهِ	وَ	كُنْتُمْ	أَمْوَاتًا	فَأَحْيَاكُمْ	ثُمَّ	يُمِيتُكُمْ	ثُمَّ	يُحْيِيكُمْ	ثُمَّ	إِلَيْهِ	تُرْجَعُونَ
کسطرح	تم کفر کرتے ہو	اللہ کا	اور	تم تھے	بے جان	تو اُسنے تمہیں زندگی بخشی	پھر	تمہیں مارے گا	پھر	تمہیں جلائے گا	پھر	اُسکی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

بھلا کیونکر ناشکری کرتے ہو اللہ کیساتھ حالانکہ تھے تم محض بے جان سو تمکو جاندار کیا پھر تمکو موت دیں گے پھر زندہ کریں گے پھر انہی کے پاس لے جائے جاؤ گے

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٩﴾

هُوَ	الَّذِي	خَلَقَ	لَكُمْ	مَا	فِي	الْأَرْضِ	جَمِيعًا	ثُمَّ	اسْتَوَىٰ	إِلَى	السَّمَاءِ	فَسَوَّاهُنَّ	سَبْعَ
وہ	جس نے	پیدا کیا	تمہارے لئے	جو	میں	زمین	سب	پھر	قصد کیا	طرف	آسمان	پھر انکو ٹھیک بنا دیا	سات

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کیلئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف سو درست کر کے بنا دیئے

سَمٰوٰتٍ	وَهُوَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيمٌ
آسمان	اور وہ	ہر	چیز	جاننے والا

ان کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کے جاننے والے ہیں۔

انعاماتِ الٰہیہ کی یاد دہانی

ان آیات میں پہلے اس بات پر اظہار تعجب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اتنے احسانات کے ہوتے ہوئے اس کی وحدانیت، خالقیت اور دیگر کمالات وصفات کا یہ ظالم منکرین کس طرح کفر و انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ انسان اپنی اصل حقیقت پر غور کرے تو معلوم ہوگا کہ یہ پہلے معدوم اور نیست تھا اللہ ہی نے اُس کو نیست سے ہست اور معدوم سے موجود فرمایا اور اس کو زندگی عطا کی۔

چنانچہ فرمایا تم نطفہ میں جان پڑنے سے پہلے محض بے جان تھے سو تم کو جاندار کیا پھر اللہ ہی تم کو موت دے گا پھر زندہ کریگا یعنی قیامت کے دِن پھر اُس ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے یعنی میدانِ قیامت سے حساب کتاب کے لئے اجلاس پر حاضر کئے جاؤ گے وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف یعنی اس کی تکمیل وتخلیق کی طرف سو درست کر کے بنا دیئے اُن کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور اسلام اور ایمان سے نوازا۔

یا اللہ اپنی طاعت وبندگی کی ہم کو توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی سعادت نصیب فرما آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ

وَاِذْ	قَالَ	رَبُّكَ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اِنِّىْ	جَاعِلٌ	فِى	الْاَرْضِ	خَلِيْفَةً	قَالُوْٓا	اَتَجْعَلُ	فِيْهَا	مَنْ
اور جب	کہا	تمہارا رب	فرشتوں سے	کہ میں	بنانے والا	میں	زمین	ایک نائب	انہوں نے کہا	کیا تو بنائے گا	اسمیں	جو

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے

يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ

يُّفْسِدُ	فِيْهَا	وَيَسْفِكُ	الدِّمَآءَ	وَنَحْنُ	نُسَبِّحُ	بِحَمْدِكَ	وَنُقَدِّسُ	لَكَ	قَالَ	اِنِّىْ	اَعْلَمُ
فساد کرے گا	اسمیں	اور بہائے گا	خون	اور ہم	بے عیب کہتے ہیں	تیری تعریف کیساتھ	اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں	تیری	اسنے کہا	بیشک میں	جانتا ہوں

لوگوں کو جو فساد کریں گے اسمیں اور خون ریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپکی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۰ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ

مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ	وَعَلَّمَ	اٰدَمَ	الْاَسْمَآءَ	كُلَّهَا	ثُمَّ	عَرَضَهُمْ	عَلَى	الْمَلٰٓئِكَةِ	فَقَالَ	اَنْۢبِـُٔوْنِىْ
جو	تم نہیں جانتے	اور سکھائے	آدم	نام	سب چیزیں	پھر	انہیں سامنے کیا	پر	فرشتے	پھر کہا	مجھ کو بتاؤ

اس بات کو جسکو تم نہیں جانتے اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں پھر فرمایا کہ بتاؤ مجھ کو

بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۱ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

بِاَسْمَآءِ	هٰٓؤُلَآءِ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	قَالُوْا	سُبْحٰنَكَ	لَا عِلْمَ	لَنَا	اِلَّا	مَا	عَلَّمْتَنَا	اِنَّكَ	اَنْتَ
نام	ان	اگر	تم ہو	سچے	انہوں نے کہا	تو پاک ہے	علم نہیں	ہمیں	مگر	جو	تو نے ہمیں سکھایا	بیشک تو	تو

اسماء ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں ہمکو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ ہمکو آپ نے علم دیا بیشک آپ بڑے علم والے

الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۳۲ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ

الْعَلِيْمُ	الْحَكِيْمُ	قَالَ	يٰٓاٰدَمُ	اَنْۢبِئْهُمْ	بِاَسْمَآئِهِمْ	فَلَمَّآ	اَنْۢبَاَهُمْ	بِاَسْمَآئِهِمْ	قَالَ	اَلَمْ
جاننے والا	حکمت والا	اس نے فرمایا	اے آدم	انہیں بتا دے	انکے نام	سو جب	اس نے انہیں بتائے	انکے نام	اسنے فرمایا	کیا نہیں

حکمت والے ہیں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدمؑ تم بتا دو انکو ان چیزوں کے اسماء سو جب بتا دیے انکو آدمؑ نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا

اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝۳۳

اَقُلْ	لَّكُمْ	اِنِّىْ	اَعْلَمُ	غَيْبَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَاَعْلَمُ	مَا	تُبْدُوْنَ	وَمَا	كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ
میں نے کہا	تمہیں	کہ میں	جانتا ہوں	چھپی ہوئی باتیں	آسمان (جمع)	اور	زمین	اور میں جانتا ہوں	جو	تم ظاہر کرتے ہو	اور جو	تم چھپاتے ہو

میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو

باطنی نعمتوں کی یاد دہانی

اُوپر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں پر جو ظاہری انعامات فرمائے ہیں جیسے زمین اور آسمان بنانا اور زمین پر ہر قسم کے سامان انسانوں کی ضرورت اور فائدہ کے پیدا کرنا اُن کا ذکر فرمایا تھا جس سے مقصود اپنی توحید کی طرف دعوت دی تھی۔ اب نعمت کی دوسری قسم یعنی باطنی نعمتیں جو بنی نوع انسان کو عطا فرمائی گئیں ان کو یاد دلا کر انسانوں کو اللہ کا شکر گزار اور مطیع و فرمانبردار بندہ بننے کی دعوت دی جا رہی ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام جو تمام بنی نوع انسان کے جد امجد اور پہلے انسان ہیں ان کے شرف و فضیلت کو یاد دلایا جاتا ہے کہ اللہ نے ان کو کس طرح اپنی قدرت سے پیدا کیا، انکو کیسی علم کی دولت دی ان کو مسجود ملائکہ بنایا اور ان کو اپنا نائب اور خلیفہ ہونے کی عزت بخشی اور تمام انسانوں کو انہی کی اولاد ہونے کا فخر عطا فرمایا اور اسی غرض سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔

قرآن پاک کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کو مختلف سورتوں میں ان سورتوں کے مضامین کے مناسب بیان فرماتا ہے یہاں اس سورۃ میں ان آیات میں جو فرمایا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں فرشتوں نے یہ سنا تو حیرت میں رہ گئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اگر اس ہستی کی پیدائش کی حکمت یہ ہے کہ وہ دن رات تیری تسبیح و تہلیل کرے اور تقدیس و بزرگی بیان کرے تو اس کے لئے ہم حاضر ہیں جو ہر لمحہ تیری حمد و ثنا کرتے ہیں اور بے چون و چرا تیرا حکم بجالاتے ہیں اور یہ بنی نوع انسان جن کو آپ پیدا کرنے کا ارادہ فرما رہے ہیں، ان میں اچھے بُرے سب طرح کے ہوں گے ان میں کوئی مفسد اور سفاک بھی ہوگا (اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو کسی طرح معلوم کرادی ہوگی کہ بنی آدم میں بھلے بُرے سب طرح کے ہوں گے) تو آدم کی تخلیق اور اس کے خلیفہ بنانے میں کیا حکمت ہے یہ ملائکہ نے معلوم کرنا چاہا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اول تو اس کا ایک حاکمانہ طرز سے جواب دیا کہ تخلیق آدم اور خلافت ارضی کی حقیقت اور اُس کی ضرورت سے تم واقف نہیں اس کا علم مکمل طور پر مجھ ہی کو ہے دوسرا جواب حکیمانہ انداز سے دیا گیا تا کہ ملائکہ کو حضرت آدم کی برتری اور اپنے عجز اور درماندگی کا مشاہدہ ہو جائے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما کر اپنی عظیم المرتبت صفت "علم" سے نوازا اور ان کو علم اشیاء عطا فرمایا یعنی تمام موجودات روئے زمین کی چیزوں کے نام اور اُن کے خواص و آثار کا علم دے دیا اور پھر فرشتوں کے سامنے وہ چیزیں پیش کر کے ارشاد فرمایا کہ تم ان اشیاء کے متعلق کیا علم رکھتے ہو؟ وہ لاعلم تھے کیا جواب دیتے انہوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا اس پر آدم علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ فرشتوں کو ان کے اسماء بتائیں، چنانچہ آدم علیہ السلام نے فوراً سب بتا دیئے اور اس طرح آدم علیہ السلام کی فضیلت اور برتری کی ایک اہم صورت کا اظہار کیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو ایک طرح مُعلّم کا درجہ دیا گیا اور فرشتوں کو طالب علم کا۔ بہر حال یہ ثابت فرمادیا گیا کہ صلاحیت خلافت کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے وہ آدم علیہ السلام میں سب جمع ہیں۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو بنی نوع انسان میں پیدا کیا اور اس نے ہم کو دنیا میں اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی اور اشرف الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور اسلام و ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۤ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۴

وَاِذْ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ	اِبْلِيْسَ	اَبٰى	وَاسْتَكْبَرَ	وَكَانَ	مِنَ	الْكٰفِرِيْنَ
اور جب	ہم نے کہا	فرشتوں کو	تم سجدہ کرو	آدم کو	تو انہوں نے سجدہ کیا	سوائے	ابلیس	اس نے انکار کیا	اور تکبر کیا	اور وہ ہوگیا	سے	کافروں

اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ میں گر جاؤ آدم کے سامنے سو سب سجدہ میں گر پڑے بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہوگیا کافروں میں سے

انسانیت کی فضیلت:

گزشتہ آیات میں یہ ثابت ہوگیا کہ صلاحیت خلافت کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام میں موجود ہیں اور منصب خلافتِ الٰہیہ کے حضرت آدم علیہ السلام ہی مستحق ہیں تو اب اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یعنی اے بنی آدم تم خاص طور پر اس احسان کو بھی یاد کرو کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو تمہارے باپ حضرت آدم کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا کہ سب مل کر سجدۂ تعظیمی بجا لاؤ تا کہ تمہارے باپ کی فوقیت اور فضیلت اور شرف و برتری عملی طور پر ظاہر ہو جائے۔ انسانوں کو چاہئے وہ اس احسان کو یاد کریں اور اللہ کے شکر گزار بندے بن کر فرمانبرداری اختیار کریں۔

سجدہ کا معنیٰ اور قسمیں

لغت میں سجدہ کے معنی ہیں سر جھکا کر عاجزی اور فرمانبرداری ظاہر کرنا لیکن شرعی اصطلاح میں اُس کے خاص معنی زمین پر پیشانی رکھنا قرار دیئے ہیں، سجدۂ چونکہ انتہائی تعظیم کا نشان ہے اس لئے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سجدہ کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے جائز قرار نہیں دیا اور غیر اللہ کے لئے سجدہ قطعاً ممنوع فرما دیا۔ سجدہ کی دو قسمیں ہیں ایک سجدۂ عبادت یعنی کسی کو معبود سمجھ کر سجدہ کرنا اس قسم کا سجدہ تو تمام گزشتہ ملتوں میں بھی کفر وشرک رہا ہے اور کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں رہا دوسری قسم سجدہ کی سجدۂ تحیت وتکریم ہے یعنی بطور تعظیم کسی کے سامنے سر جھکانا جیسے ابتدائی ملاقات میں سلام مصافحہ اور معانقہ اور دست بوسی کی اس وقت اجازت ہے۔ گزشتہ اور سابقہ شریعتوں میں یہ سجدۂ تعظیم وتکریم بطور سلام کے مشروع تھا۔ لیکن چونکہ شریعت محمدیہ کو ہر طرح کے ظاہری و باطنی شائبۂ شرک سے بھی پاک رکھنا منظور تھا اس لئے اس شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بقصد تعظیم بھی سجدہ یا رکوع کرنا جائز نہیں رکھا گیا اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ موجود ہیں کہ جس سے سجدۂ تعظیمی کا ممنوع اور حرام ہونا ثابت ہے۔ تو جس سجدہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا تھا وہ سجدۂ تعظیم وتکریم اور احترام آدم کیلئے تھا جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا تھا تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سجدۂ عبادت نہ تھا اس لئے کہ سجدۂ عبادت سوائے خدا کے کسی کو کرنا کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کفر کا حکم نہیں دیتے۔

ابلیس کا غرور اور اس کا انجام

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ یعنی سب فرشتے حکم الٰہی بجا لائے اور سب نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے حکم ماننے سے انکار کیا اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۤ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کافروں میں سے ہوگیا۔

ابلیس کے لفظی معنی ہیں سخت نا اُمیدی کے باعث غمگین ہو کر

ششدر اور متحیر ہو جانے والا یہ شیطان کا لقب ہے جس کا مشہور نام عزازیل تھا، چونکہ شیطان رحمتِ حق سے نا اُمید ہے اس لئے اس کا لقب ابلیس ہوا۔

جب تمام ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا تو ابلیس بھی بسبب ملائکہ کے ساتھ ہونے کے اس حکم میں داخل تھا لیکن ابلیس نے اس حکم الٰہی ماننے سے انکار کیا اور تکبر کیا اور جیسا کہ قرآن پاک کی کئی سورتوں میں ذکر ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سوال کیا کہ جب تجھ کو میں نے سجدہ کا حکم دیا تھا تو پھر کس بات نے تجھ کو ایسا کرنے سے روکا؟ اس پر ابلیس لعین نے جواب دیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے، ابلیس کا مقصد یہ تھا کہ میں آدم سے افضل ہوں لہٰذا میں آدم کے آگے نہیں جھک سکتا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نافرمانی نے اسے راندۂ درگاہ بنا دیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا اور اس غرور و تکبر کی وجہ سے ابدی ہلاکت کا مستحق ہوا۔

ابلیس علم و معرفت میں ایسا مقام رکھتا تھا کہ اسے طاؤس الملائکہ کہا جاتا تھا مگر اس کے کبر و غرور کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشی ہوئی معرفت اور علم و فہم کی دولت اس سے سلب کر لی۔

درسِ عبرت

ابلیس کا یہ واقعہ عبرتناک واقعہ ہے اور اس کی ہزاروں سال کی عبادت گزاری کا جو حشر بارگاہِ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کی وجہ سے ہوا وہ بلاشبہ سرمایہ صد ہزار عبرت ہے چند عبرتیں مختصراً حسب ذیل ہیں:

۱- تکبر ایسا بڑا گناہ ہے کہ جس نے ابلیس کا ستیاناس کر دیا اور اس کو راندۂ بارگاہِ الٰہی بنا دیا کبر اور غرور خواہ سینہ کے اندر چھپا ہو مذموم اور ممنوع ہے اور کبر ہمیشہ ذلت کے غار میں گراتا ہے۔

۲- خدا کی مرضی پر راضی رہنا چاہئے، شیطان اس کی مرضی پر راضی نہ ہوا اس لئے اس کا نتیجہ خراب ہوا۔

۳- انسان اپنے علم، عبادت، ریاضت پر مغرور نہ ہو اور اپنے موجودہ ایمان و عمل اور علم و معرفت پر غرہ نہ ہو کیونکہ اعتبار انجام کا ہے اور معلوم نہیں کہ انجام کس کا کیسا ہو، شیطان کی ہزاروں برس کی عبادت انجام میں اس کے لئے مفید نہ ہوئی۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

۴- خدا تعالیٰ کے احکام سے سرتابی کرنا اور اس کی شان میں گستاخی کرنا سخت گناہ اور جرم عظیم ہے۔

۵- حکم الٰہی بجالانے میں جلدی اور مستعدی برتنی چاہئے ڈھیل اور سستی نہ کرنا چاہئے جیسا کہ ملائکہ کے عمل سے ظاہر ہوا کہ حکم ملتے ہی سب سجدہ میں فوراً چلے گئے۔

۶- انسان کو جو نعمتِ الٰہی خواہ وہ ظاہری نعمت ہو یا باطنی حاصل ہو اس پر ناز گھمنڈ اور مغرور ہو کر نافرمانی نہ کرنا چاہئے بلکہ ہر نعمت کو اللہ کا عطیہ سمجھ کر اس پر ادائے شکر کرنا چاہئے۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا مطیع و فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، یا اللہ کبر و غرور جیسی شیطانی خصلت سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ابلیس لعین کے انجام سے ہمیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقُلْنَا یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

وَ	قُلْنَا	یٰاٰدَمُ	اسْکُنْ	اَنْتَ	وَزَوْجُکَ	الْجَنَّۃَ	وَکُلَا	مِنْهَا	رَغَدًا	حَیْثُ	شِئْتُمَا	وَلَا	تَقْرَبَا	هٰذِهِ
اور	ہم نے کہا	اے آدم	تم رہو	تم	اور تمہاری بیوی	جنت	اور تم دونوں کھاؤ	اس سے	اطمینان سے	جہاں	تم چاہو	اور نہ	قریب جانا	اس

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بی بی بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اسمیں سے بافراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائیو اس

الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا کَانَا فِیْهِ وَقُلْنَا

الشَّجَرَۃَ	فَتَکُوْنَا	مِنَ	الظّٰلِمِیْنَ	فَاَزَلَّهُمَا	الشَّیْطٰنُ	عَنْهَا	فَاَخْرَجَهُمَا	مِمَّا	کَانَا	فِیْهِ	وَقُلْنَا
درخت	پھر تم ہوجاؤ گے	سے	ظالم (جمع)	پھر ان دونوں کو پھسلایا	شیطان	اس سے	پھر انہیں نکلوادیا	سے جو	وہ تھے	اسمیں	اور ہم نے کہا

درخت کے ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہوجاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں پس لغزش دے دی آدم و حوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے سو برطرف کر کے ہاں ان کو اس عیش سے جسمیں وہ تھے

اهْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۳۶﴾

اهْبِطُوْا	بَعْضُکُمْ	لِبَعْضٍ	عَدُوٌّ	وَلَکُمْ	فِی	الْاَرْضِ	مُسْتَقَرٌّ	وَمَتَاعٌ	اِلٰی	حِیْنٍ
تم اُتر جاؤ	تمہارے بعض	بعض کے	دشمن	اور تمہارے لئے	میں	زمین	ٹھکانہ	اور سامان	تک	وقت

اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو تم میں سے بعضے بعضوں کے دشمن رہیں گے اور تمکو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک میعاد معین تک

حضرت انسان کی جنت میں رہائش شیطان کی عداوت اور زمین کو روانگی

وَقُلْنَا یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ

یہاں وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ یعنی تمہاری بی بی سے مراد حضرت حواء ہیں جو اس وقت پیدا ہوچکی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم اور تمہاری زوجہ جنت میں سکونت اختیار کرو۔ علماء محققین نے لکھا ہے کہ یہ جنت وہی جنت تھی کہ جو بعد قیام قیامت اہل ایمان کا ٹھکانہ ہے الغرض حضرت آدم علیہ السلام پر انعامات ہو رہے ہیں چنانچہ آپ کے اُنس کیلئے بی بی حوا کو پیدا فرمایا پھر دونوں کو جنت میں ٹھہرنے کا حکم ہوا۔

پھر آگے ایک مزید انعام کا بیان ہے وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا یعنی حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو فرمایا کہ جنت کے پھل اور میوے بافراغت استعمال کرتے رہو، نہ اُن کے حاصل کرنے میں تمہیں کسی محنت کی ضرورت ہوگی اور نہ فکر کہ یہ غذا کم یا ختم ہوجائے گی۔

مگر اس انعام کے ساتھ ایک شرط لگا دی گئی اور وہ یہ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَۃَ یعنی کسی خاص درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمادیا گیا کہ اس کے قریب بھی نہ جانا اس حکم سے اصل مقصد تو یہ تھا کہ اس درخت کا پھل نہ کھانا مگر تاکید کے طور پر فرمایا گیا کہ اس کے پاس بھی نہ جانا مراد یہی ہے کہ اس کا پھل کھانے کے لئے اس کے پاس نہ جانا۔

آگے بطور تنبیہ و تاکید یہ بھی فرمادیا گیا کہ اگر ایسا کیا تو

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ یعنی اگر تم نے شجر ممنوعہ سے کھا لیا تو تم ظالمین میں سے ہو جاؤ گے یہاں آیت میں لفظ ظالمین استعمال ہوا ہے یعنی اگر ایسا کرو گے تو ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے اب یہاں کس مناسبت سے ظلم کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کو سمجھ لیجئے محاورہ میں ظلم بے انصافی، زبردستی، ستمگاری، شرک، گناہ، تقصیر کے لئے استعمال ہوتا ہے ظلم کے اصل معنٰی ہیں غیر کی مِلک میں تصرف کرنا اور حد سے گزر جانا۔

علماء نے لکھا ہے کہ ظلم تین طرح کا ہوتا ہے اول ظلم وہ جو انسان سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہوتا ہے، اس سلسلہ میں سب سے بڑا ظلم کفر و شرک اور نفاق ہے۔ دوسرا ظلم وہ جو انسان سے دوسرے انسانوں کے بارے میں ہوتا ہے۔ تیسرا ظلم وہ ہے جو انسان سے اپنے نفس کے بارہ میں سرزد ہوتا ہے یہاں فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ میں یہی ظلم مراد ہے، جس کے معنی ہوئے کہ کہیں تم بھی ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ کہ جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور درحقیقت یہ تینوں ظلم نفس ہی پر ظلم ہیں۔

آگے ارشاد ہوتا ہے فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ جب شیطان نے دیکھا کہ میں تو یوں مردود کیا گیا اور حضرت آدم کا یوں اعزاز و اکرام ہو رہا ہے تو اس فکر میں لگا کہ کسی نہ کسی طرح ان سے انتقام لینا چاہئے خیر خواہ اور ہمدرد و ناصح بن کر حضرت آدم اور حواء کے روبرو آیا اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ انجام کار تمہارا کیا ہوگا؟ آخر کار تمہارے واسطے موت ہے حضرت آدم نے پوچھا کہ موت کیا ہے؟ تو شیطان نے اپنے تئیں مُردہ جانور کی صورت بنا کر ان کے روبرو ڈال دیا اور جس طور سے کہ نزع کی اور رُوح نکلنے کی تکلیف ہوتی ہے ان کو دکھائی تو حضرت آدم کو خوف ہوا اور پوچھا کہ اس حالت سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیا ہے؟ شیطان نے کہا میں تم کو ایک درخت کا پتہ بتاتا ہوں جس کا پھل کھانے سے ہرگز موت نہ آئے گی اور تمہاری بادشاہی کبھی فنا نہ ہوگی تو انہوں نے کہا وہ درخت کون سا ہے تو شیطان نے اُسی درخت کو بتایا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو منع کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا ہے تو شیطان نے جواب دیا کہ تمہارے رب نے تم کو اس واسطے اس درخت سے منع نہیں فرمایا کہ اس کے پھل کھانے سے تم کو کچھ ضرر پہنچے گا بلکہ اس واسطے منع فرمایا ہے کہ تم اس درخت کے پھل کھانے سے فرشتوں کے مانند ہو جاؤ گے کہ وہ بالکل خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور کھانے پینے کی فکر نہیں رکھتے اور اگر تم کو یہ حالت حاصل ہو جائے گی تو زمین کی خلافت تم سے انجام نہ ہو سکے گی۔

یہ بات حضرت آدم علیہ السلام کے خیال میں پُر ہو گئی اور ایسے اسباب جمع ہو گئے کہ اس درخت کے کھانے کو اسوقت احاطہ ممانعت سے خارج سمجھ گئے اور کھا لیا۔

بس یہ لغزش ہوئی تھی اور اس کا کھانا تھا کہ سب عیش و آرام بہشت کا رخصت ہوا اور اس کے کھاتے ہی اس کی تاثیر یہ ظاہر ہوئی کہ جنتی لباس اُتر گیا اور حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا شرم کے مارے درختوں کے پتے بدن سے چپٹانے لگے اور عتاب الٰہی شروع ہوا چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ

یعنی حضرت آدم اور بی بی حوا کو بطور عتاب کے یہ جتایا گیا کہ ایک سزا تو ظاہری یہ ہے کہ یہاں یعنی جنت سے زمین پر جاؤ، دوسری سزائے باطنی اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ تمہاری اولاد کے

درمیان باہم عداوتیں ہوں گی جس سے لطفِ زندگی بہت کچھ کم ہو جائے گا اور اب تم کو زمین پر کچھ عرصہ ٹھہرنا ہے اور ایک میعاد معین تک کام چلانا ہے یعنی زمین پر جا کر بھی دوام نہ ملے گا کچھ مدت کے بعد اس گھر کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔

حضرت آدم وحواء کہاں اُترے:

اس میں مفسرین کے اقوال بہت مختلف ہیں کہ جنت سے دنیا میں کون کہاں پر اُترا اکثر مفسرین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت آدم جنت سے نکل کر سراندیپ یعنی سری لنکا یا سیلون میں اُترے اور حضرت حوا جدہ میں اُتریں اور وہیں سکونت پذیر ہوئیں اسی لئے جدہ کا نام جدہ ہوا۔ جدہ عربی زبان میں دادی کو کہتے ہیں لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کس سرزمین میں رہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ ایشیائی ملکوں میں رہتے تھے بعض کہتے ہیں کہ عرب بالخصوص حجاز میں رہتے تھے اور وہیں کہیں اُن کی قبر ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر منیٰ میں مسجد خیف میں ہے اور حضرت حوا کی قبر جدہ میں ہے فراق جنت کے بعد حضرت آدم اور حضرت حوا کی ملاقات مقام عرفات میں ہوئی اور وہیں ایک دوسرے کو پہچانا اسی لئے عرفات کو عرفات یعنی پہچان کی جگہ کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ۲۰۰ برس تک اپنی توبہ کی فکر میں گریہ وزاری کرتے رہے اور اس قدر گریہ وزاری کی کہ اگر تمام بنی آدم کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو زیادہ رہیں۔

آیات کا سبق

۱- ممنوع اور ناجائز امور سے بچنے کیلئے مشتبہ اور شک وشبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔

۲- خداوند تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے انسان خود اپنا نقصان کرتا ہے۔

۳- شیطان انسان کا دشمن ہے اور ہر طریقہ سے شیطان بہکاتا ہے۔

۴- متقی اور کامل بھی شیطان کے مکروفریب سے مامون نہیں کیونکہ آدم علیہ السلام کے اُس وقت کامل ہونے میں کوئی شک نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ شیطان کے مکروفریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ گزشتہ تقصیرات کو اپنی رحمتِ کاملہ سے معاف فرمائیں اور اپنے احکام کی ظاہراً و باطناً فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ہمیں صحیح معنوں میں انسان بنائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۞۞ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞۞

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اھْبِطُوْا مِنْھَا

فَتَلَقّٰی	اٰدَمُ	مِنْ	رَّبِّہٖ	کَلِمٰتٍ	فَتَابَ	عَلَیْہِ	اِنَّہٗ	ھُوَ	التَّوَّابُ	الرَّحِیْمُ	قُلْنَا	اھْبِطُوْا	مِنْھَا
پھر حاصل کرلئے	آدم	سے	اپنا رب	کچھ کلمے	پھر اُسنے توبہ قبول کی	اسکی	بیشک وہ	وہ	توبہ قبول کرنے والا	رحم کرنیوالے	ہم نے کہا	تم اتر جاؤ	یہاں سے

بعد ازاں حاصل کرلئے آدم نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کیساتھ توجہ فرمائی اُن پر بیشک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہم نے حکم فرمایا

جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

جَمِیْعًا	فَاِمَّا	یَاْتِیَنَّکُمْ	مِّنِّیْ	ھُدًی	فَمَنْ	تَبِعَ	ھُدَایَ	فَلَا	خَوْفٌ	عَلَیْھِمْ	وَلَا	ھُمْ	یَحْزَنُوْنَ
سب	پس جب	تمھیں پہنچے	میری طرف سے	کوئی ہدایت	سو جو	چلا	میری ہدایت	تو نہ	کوئی خوف	اُن پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے

نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب پھر اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کریگا میری اس ہدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ ہوگا اُس پر

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

	وَ	الَّذِیْنَ	کَفَرُوْا	وَکَذَّبُوْا	بِاٰیٰتِنَآ	اُولٰٓئِکَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	ھُمْ	فِیْھَا	خٰلِدُوْنَ	
	اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	اور جھٹلایا	ہماری آیت	وہی	دوزخ والے	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہیں گے	

اور نہ ایسے لوگ غمگین ہونگے اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کرینگے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہونگے دوزخ والے وہ اسمیں ہمیشہ کو رہیں گے

حضرت آدم علیہ السلام کی پشیمانی کلمات توبہ اور قبولیت:

جب آدم علیہ السلام جنت سے اُتارے گئے تو ان کو اپنی اس غلطی پر بہت ندامت اور پشیمانی تھی اور ایک مدت تک زمین پر پریشان حال اپنی خطا پر روتے اور گریہ وزاری کرتے رہے بالآخر حق تعالیٰ کو رحم آیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو خود ہی معافی طلب کرنے کے لئے کچھ کلمات سکھا دیئے اور ان پر توجہ فرمائی اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

ارشاد ہوتا ہے فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (پھر حاصل کرلئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند الفاظ یعنی معذرت کے کلمات تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر یعنی توبہ قبول کرلی، بے شک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان) یہاں اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ کا صراحت سے ذکر ہے لیکن آپ کی بی بی حضرت حوا بھی توبہ میں اور اس کے قبول ہونے میں آدم علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔

لکھا ہے کہ ایک روز کف دست اپنی پیشانی پر رکھ کر اور سر زانو میں ڈال کر رونے میں مشغول تھے جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ کی یہ حالت دیکھی تو واپس جا کر بارگاہِ الٰہی میں یہ حقیقت عرض کی حکم ہوا کہ آدم کے پاس پھر جاؤ اور کہو کہ میری نعمتوں کو یاد کریں حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا بیشک مجھ سے یہ تقصیر سرزد ہوئی تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ میری رحمت

میرے غصہ پر غالب ہے، تمہاری تضرع اور زاری پر میں نے رحم کیا اور تمہاری تقصیر سے درگزر کیا اور ارشاد ہوا کہ ان کلمات کو پڑھ کر دُعاء کرو وہ کلمات کیا تھے جن کی تلقین ہوئی اکثر کا قول یہی ہے کہ وہ کلمات رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ تھے جو کہ سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں آئے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کریگا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو یقیناً ہم نقصان اُٹھانے والوں میں ہو جائینگے بعض روایات میں دوسرے کلمات بھی آئے ہیں۔

دُنیا میں رہنے کا حکم اور مؤمن و کافر کا انجام:

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے کے بعد بھی چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں رکھنے میں ہزاروں حکمتیں و مصلحتیں مضمر تھیں اور دُنیا میں ہدایت اور حضرات انبیاء ومرسلین کی بعثت کا سلسلہ جاری کرنا تھا اور بنی نوع انسان کا دُنیا میں پھیلانا اور ان کو احکام شرعیہ کا مکلف بنانا اور ان میں خلافت الہیہ کا قائم کرنا منظور تھا اس لئے زمین پر اُترنے کا پہلا حکم منسوخ نہیں فرمایا گیا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم فی الحال اسی دنیا میں رہو اور اے اولادِ آدم خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ جب دُنیا میں تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت آئے یعنی احکام شرعیہ بذریعہ انبیاء کے پہنچیں تو جو میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے آخرت میں ان کو یہ ثمرہ ملے گا کہ نہ اُن پر کچھ اندیشہ ہوگا اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے یعنی آسمانی ہدایات کی پیروی کرنے والوں کے لئے دو انعام ہونگے ایک یہ کہ دُنیا سے گزر کر ان پر کوئی خوف نہ ہوگا دوسرے وہ غمگین نہ ہوں گے اور ان کے مقابل وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی جو لوگ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کی پیروی نہیں کریں گے اور کفر و انکار کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔

اب یہاں اس آیت میں بھی قرآن پاک کی دوسری متعدد آیات میں بھی کفر و تکذیب کی سزا دائمی عذاب جہنم بتائی گئی ہے اور اسی کے مقابل اسلام اور ایمان کی جزا ابد الآباد یعنی ہمیشہ جنت کی نعمتوں میں رہنا بتایا ہے۔

سوال: اگر کوئی غیر مسلم ۵۰ یا ۱۰۰ سال اپنی زندگی کے کفر پر رہا تو اس کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کیونکر مناسب ہوئی؟ اسی طرح اگر کوئی مسلم اپنی تمام زندگی کے ۵۰ یا ۱۰۰ سال اسلام پر رہ کر اپنی زندگی ختم کر کے مر گیا تو اس کی جزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت کس طرح مناسب ہوئی؟

جواب: یہ اصول تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ سزا جرم کے مناسب ہونی چاہئے مگر تناسب کے معنی یہ تو نہیں کہ جرم اور سزا دونوں کا زمانہ بھی یکساں ہو اگر یہی بات ہے تو چاہئے کہ جس جگہ دو گھنٹہ تک ڈکیتی پڑی ہو اور ڈاکو گرفتار ہو کر آئیں تو حاکم ڈاکوؤں کو صرف دو گھنٹہ کی سزا دے دے جتنا زمانہ اُن کے جرم کا ہے اگر حاکم ایسا کرے تو کیا آپ اس کو انصاف مانیں گے اور سزا کو جرم کے مناسب کہیں گے؟ ہرگز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ جرم اور سزا میں مناسبت کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں کا زمانہ مناسب اور مساوی ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سزا میں شدت بقدر شدت جرم ہو اب تم خود فیصلہ کر لو کہ قرآن نے کفر کی سزا میں جو شدت بیان کی ہے وہ شدت جرم کے مناسب ہے یا نہیں اور یہ جرم شدید ہے یا نہیں؟ شاید آپ

4 کہیں کہ جرم شدید تو ہے مگر نہ ایسا شدید کہ اس کی سزا ابدالآباد جہنم ہو تو جواب یہ ہوگا کہ یہ خیال آپ کو اس لئے پیدا ہوا کہ آپ نے صرف فعل کی ظاہری صورت پر نظر کی ہے حالانکہ سزا اور جزا کا مدار محض ظاہری صورت پر نہیں ہے بلکہ نیت کو بھی اس میں بڑا دخل ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اصل مدار نیت پر ہی ہے اور نیت تو کافر کی یہی ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو ابدالآباد تک اس حالت پر رہوں گا اس لئے اپنی نیت کے موافق اس کو ابدالآباد جہنم کا عذاب وسزا ہوگی اور اسی طرح مسلمان کا اسلام گو بظاہر متناہی ہے مگر اس کی نیت تو یہ ہے کہ اگر میں ہمیشہ زندہ رہوں تو ہمیشہ اسلام پر مستقیم رہوں گا اس لئے اُس کیلئے ابدالآباد ثواب جنت ہے۔ (بیان القرآن حضرت تھانویؒ)

حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی نصیحتیں:

اب یہاں اس سورۃ میں ان آیات پر حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ختم ہوا جس میں بنی نوع انسان کو متعدد وہ عظیم احسانات جتائے گئے جو انسانوں کے اول باپ یعنی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام پر حق تعالیٰ نے فرمائے اور اس قصہ کو بیان فرمانے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا مربی اور خالق اور رازق اور محسن ہونا بتایا تھا جس سے کفار کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ ان احسانات کے باوجود تم کیونکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناشکری کرتے ہو اور اس کے احسانوں کو بھلاتے ہو اور اس کی توحید کا انکار کرتے ہو اور غیروں کا دم بھرتے ہو۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ نے ہم پر جو انعامات واحسانات فرمائے ہیں ان پر ہم کو شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سے جو خطائیں اور تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق مرحمت فرمائیں اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو اپنے جملہ احکام کی پیروی اور فرمانبرداری نصیب فرما، اور ہر طرح کی کجی گمراہی اور نافرمانی سے ہماری حفاظت فرما۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ									
یٰبَنِیْٓ	اِسْرَآءِیْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِیَ	الَّتِیْٓ	اَنْعَمْتُ	عَلَیْكُمْ	وَاَوْفُوْا	بِعَهْدِیْٓ	اُوْفِ
اے اولاد	یعقوب	تم یاد کرو	میری نعمت	جو	میں نے بخشی	تمہیں	اور پورا کرو	میرا وعدہ	میں پورا کروں
اے بنی اسرائیل یاد کرو تم لوگ میرے ان احسانوں کو جو کئے ہیں میں نے تم پر اور پورا کرو تم میرے عہد کو پورا کروں گا میں									

	بِعَهْدِكُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ۝	بِعَهْدِكُمْ	وَاِیَّایَ	فَارْهَبُوْنِ	
	تمہارے عہد کو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔	تمہارا وعدہ	اور مجھ ہی سے	ڈرو	

یہودیوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں غور و فکر کی دعوت

آیت کی ابتداء یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ سے ہے یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل! اب جو کچھ اس آیت میں خطاب فرمایا گیا ہے اس کی تفسیر سے پہلے بنی اسرائیل کے متعلق کچھ ضروری تشریح لکھی جاتی ہے: بنی کے معنی ہیں اولاد اور اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ، اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور اسی اعتبار سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور بعد کی نسل کو بنی اسرائیل کا لقب ملا انہی کو یہود بھی کہتے ہیں اس طرح بنی اسرائیل کے جدِ امجد بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے یہ حجاز میں آباد ہوئے اور ان کی نسل میں نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے اُن کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے جن کا لقب اسرائیل تھا ان کی اولاد شام و فلسطین میں آباد ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام تھے جو اپنے بھائیوں کی بد خواہی کی وجہ سے غلام بن کر مصر میں فروخت ہوئے اور پھر مصر میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پیغمبری عنایت فرمائی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ اقتدار میں حضرت یعقوب علیہ السلام بمعہ اپنے خاندان سمیت مصر میں آگئے تھے اور یہیں آباد ہو گئے تھے یہاں ان کی نسلوں کو خوب ترقی ہوئی مگر کچھ زمانہ کے بعد اہل مصر نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا اور بنی اسرائیلیوں کو غلاموں کی طرح بنا لیا اور ان پر مصری طرح طرح کے ظلم و ستم کرتے رہے بالآخر بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جن کو اللہ نے پیغمبری عطا فرمائی اور جن کی مخالفت کے باعث اس وقت کے بادشاہ مصر کی جسکا لقب فرعون تھا تباہی ہوئی اور بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماتحت مصر سے نکل کر وادی سینا آگئے، پھر ملک شام میں ان کو حکومت و سلطنت عطا ہوئی اور اسی قوم بنی اسرائیل میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام جیسے نبی اور بادشاہ ہوئے اور یہ زمانہ بنی اسرائیل قوم کا بہترین زمانہ تھا پھر دین کی مخالفت اور انبیاء کی دشمنی کے باعث یہ قوم مصائب کا شکار ہوئی اور اس قوم پر زبردست تباہی آئی جس کی تفصیلات تاریخ میں موجود ہیں۔

یہاں یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ سے خطاب اُن یہود کو ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ اور اطرافِ مدینہ میں آباد تھے اور یہود کے مدینہ میں آباد ہونے کے متعلق لکھا ہے کہ ملک

شام سے ایک جماعت یہود کی خانہ کعبہ کی زیارت کیلئے آئی تو راستہ میں مقام یثرب میں (جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر مدینہ منورہ ہو گیا) وہ اُترے اور یہاں وہ آثار پائے گئے جو تورات میں خاتم الانبیاء کے ہجرت کر کے آنے کی جگہ بتائی گئی تھی۔ نیز وحی نبوت سے بھی ان کو اطلاع دی گئی کہ نبی آخرالزمان کے وطن سے ہجرت کے بعد قیام کی یہی جگہ ہے اس لئے یہود کی ایک جماعت نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ ہم لوگ یہیں رہنا چاہئے ہیں تا کہ پیغمبر آخرالزمان کی بعثت ونبوت پر ایمان لائیں چنانچہ وہ وہیں آباد ہو گئے اور انہیں خاتم الانبیاء کا اتنا شوق تھا کہ ان میں سے جب کوئی مرنے لگتا تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کر دیتا کہ اگر تیرے زمانہ میں خاتم الانبیاء کا ظہور ہو تو میرا اسلام عرض کر کے میرے اُن پر ایمان لانے کی کیفیت عرض کر دینا، اسی طرح ایک مدت دراز گزر گئی۔

ان کی آبادی کے بعد یمن کے دو باشندے اوس اور خزرج بھی یہاں آ کر آباد ہو گئے، یہودیوں کی نسل بھی رفتہ رفتہ بڑھ گئی اور یمنی قبائل بھی کثیر ہو گئے اور اوس وخزرج کی اولاد بعد میں یہودیوں پر غالب آ گئی جب یہود ان یمنی قبائل سے تنگ ہوتے تو اُن سے کہتے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ ہم پیغمبر آخرالزمان کی حمایت میں تم لوگوں سے جہاد کریں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مکہ میں ہوئی تو اس زمانہ میں کچھ یمنی مدینہ کے باشندے قریش مکہ سے معاہدہ کرنے کی غرض سے مکہ آئے اور چونکہ یہود سے خاتم النبیین کی شناخت اور علامت سن چکے تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فوراً ایمان لے آئے اور انصار مدینہ بن گئے یہودیوں کے دلوں میں اس بات سے عداوت کی آگ بھڑک اٹھی تھی اور انصار مدینہ کو بہکانے کے لئے توریت میں تحریف کر کے اور معنی بگاڑ کر کے بیان کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو یہود نے دانستہ انکار کیا پھر یہود مدینہ یعنی بنی اسرائیل کو یہ بھی شاق تھا کہ وہ غیر خاندان کے نبی پر ایمان لائیں کیونکہ انسان کا یہ ایک جبلی خاصہ ہے کہ وہ دوسرے خاندان کو بمشکل مانتا ہے جب کہ حُبّ جاہ وریاست دل میں پیوست ہو۔ اس لئے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ

یعنی اے یہود میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو تمہارے باپ دادا کو میں نے عنایت کی تھیں عذاب فرعون سے اُن کو نجات دی اُن کے دشمن فرعون کو غرق کیا، سمندر میں اُن کے واسطے راستے کھول دیئے بیابان جنگل میں مَنّ سَلْویٰ جیسی غذا بے محنت ان کو عطا کی سلطنت، بادشاہت عطا فرمائی ان کے علاوہ اور بہت سے احسان کئے جو تورات میں مذکور ہیں اور جو تم کو معلوم ہیں، لہٰذا ان انعامات کو یاد کرو اور اپنے اس عہد کو پورا کرو جو تم نے کیا تھا اور اس میں سب سے اہم معاہدہ یہ بھی شامل تھا کہ میرے تمام رسولوں پر ایمان لانا اور چونکہ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی رسولوں کے زمرہ میں شامل ہیں اس لئے ان پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا بھی تم پر واجب ہوا۔ اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو میں بھی اپنا وعدہ پورا کروں گا اور دُنیا وآخرت کی کامیابی عطا کروں گا۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے احسان مند اور شکر گزار بندوں میں شامل فرمائیں اے اللہ! ہم نے جو عہد عالمِ ارواح میں کیا تھا اور جو عہد کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر اس زندگی میں کیا ہے اے اللہ اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس عہد پر مستقیم رہنے کی دولت نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ

وَاٰمِنُوْا	بِمَآ	اَنْزَلْتُ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	مَعَكُمْ	وَلَا	تَكُوْنُوْٓا	اَوَّلَ	كَافِرٍ	بِهٖ	وَ	لَا تَشْتَرُوْا	بِاٰيٰتِىْ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا
اور تم ایمان لاؤ	اسپر جو	میں نے نازل کیا	تصدیق کرنے والا	اسکی جو	تمہارے پاس	اور نہ	ہو جاؤ	پہلے	کافر	اسکے	اور	عوض نہ لو	میری آیات	قیمت	تھوڑی

اور ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے ایسی حالت میں کہ وہ سچ بتانے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور مت بنو تم سب میں پہلے انکار کرنے والے

وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

وَاِيَّايَ	فَاتَّقُوْنِ	وَلَا	تَلْبِسُوا	الْحَقَّ	بِالْبَاطِلِ	وَتَكْتُمُوا	الْحَقَّ	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	وَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ
اور مجھ ہی سے	ڈرو	اور نہ	ملاؤ	حق	باطل سے	اور (نہ) چھپاؤ	حق	جبکہ تم	جانتے ہو	اور قائم کرو	نماز

اس قرآن کے اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو اور خلط ملط مت کرو حق کو ناحق کیساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ	وَ	ارْكَعُوْا	مَعَ	الرّٰكِعِيْنَ
اور ادا کرو	زکوٰۃ	اور	رکوع کرو	ساتھ	رکوع کرنے والے

تم جانتے بھی ہو اور قائم کرو تم لوگ نماز کو اور دو زکوٰۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ

یہودیوں کو ایمان واعمال صالحہ کی دعوت اور ان کی دین فروشی پر تنقید:

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ یعنی یہود کو خطاب کر کے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کتاب یعنی قرآن پر جو میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے ایمان لاؤ اول تو محض اس وجہ سے کہ قرآن کو بھی اللہ ہی نے نازل کیا ہے، جیسے تم تورات پر اس وجہ سے ایمان لائے کہ اللہ نے اس کو اُتارا ہے اسی طرح یہ بھی اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب ہے اس لئے اس پر بھی ایمان لاؤ۔ اس کے علاوہ یہ کتاب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے یہ اُس کتاب جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی یعنی تورات اس کے کتاب الٰہی ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ اور مت بنو تم سب سے پہلے انکار کرنے والے تو یہ اس بنا پر کہ پہلا فرقہ اہل کتاب میں یہود کا ہے جو مدینہ وخیبر وغیرہ میں آباد تھے اور دُوسرا فرقہ نصاریٰ کا شام ویمن وغیرہ میں آباد تھا پس یہود جو اہل علم بھی کہلاتے تھے اور خاندان نبوت سے تھے وہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا انکار کریں گے تو نصاریٰ بھی ان کا دیکھا دیکھی انکار کریں گے اس لئے فرمایا کہ اے یہود تم اہل کتاب میں سے اس قرآن کے پہلے منکر مت بنو کیونکہ اگر اہل کتاب کے لئے تم انکار میں بانی ہو گے تو بعد میں قیامت تک جتنے اہل کتب منکر ہوتے رہیں گے ان کا وبال بھی تمہارے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہے گا۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ اور مت لو میرے احکام کے بدلہ میں حقیر معاوضہ اور مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو۔

علماء یہود کی یہ عادت تھی کہ وہ کتب انبیاء میں کبھی عمداً کسی عقیدہ اور غرض کے ثابت کرنے کیلئے کچھ گھٹا بڑھا دیتے تھے۔

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کی حیثیت سے ظاہر نہ ہوئے تھے تو سابق کتب انبیاء میں آپ کی صفات، نشانیاں اور بشارتیں دیکھ کر علمائے یہود غائبانہ آپ کی تعریف اور صفات بیان کیا کرتے تھے اور جب آپ ظاہر ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو اکثر علمائے یہود خاندانی تعصب اور دیگر دنیاوی اغراض کی بناء پر آپ سے حسد کرنے لگے اور اپنی کتابوں کی بشارتوں کو جو خاتم الانبیاء کے متعلق تھیں الٹنے پلٹنے لگے اور کچھ کا کچھ کہنا شروع کر دیا اس لئے علمائے یہود کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ تم دُنیوی اغراض اور اتباع نفس کے لئے میری آیات واحکامات کو نہ بیچو یعنی میرے احکام چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام الناس سے دُنیائے ذلیل وقلیل کو وصول مت کرو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ یعنی جان بوجھ کر دانستہ نہ حق کو ناحق کے ساتھ گڈ مڈ کرو کہ دیکھنے والے کو حق بات کا پتہ نہ چلے اور نہ حق بات کو براہِ راست چھپانے کی کوشش کرو حالانکہ تم جانتے ہو کہ حق کو باطل کے ساتھ ملانا اور حق کو چھپانا کس قدر مذموم ہے۔

اعمال صالحہ کی دعوت

ایمان کے بعد یہودیوں کو اعمال صالحہ کی دعوت ہے وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ اعمالِ صالحہ دو قسم کے ہیں ایک اعمال ظاہری، دوسرے اعمال باطنی پھر اعمال ظاہری کی دو قسمیں ہیں۔ عبادت بدنی اور عبادت مالی یہاں ایک ایک جز کو ذکر کر دیا یعنی عبادت بدنی میں عظیم الشان عبادت نماز ہے اس لئے نماز کے قائم کرنے کا حکم دیا اور عبادت مالی میں عظیم الشان زکوٰۃ ہے اس لئے ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دیا اور اعمالِ باطنی میں عاجزی وخشوع وخضوع نہایت اہم ہے جو حاصل ہوتا ہے اہلِ تواضع کی معیت سے اس لئے وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ کی تخصیص فرمائی یعنی اہل کتاب میں سے یہود کو پہلے دعوت دی گئی ایمان اور قبول اسلام کی اور اس کے بعد شریعتِ اسلامیہ میں سے نماز، زکوٰۃ اور تواضع باطنی کا حکم دیا گیا، اور یہ تینوں عمل علاوہ عظیم الشان ہونے کے یہود کی حالت کے بہت مناسب تھے اس لئے اُن کی تخصیص فرمائی گئی نماز سے اُن کی حُبِّ جاہ کم ہوگی زکوٰۃ سے حُبِّ مال گھٹے گی اور تواضع باطنی سے حسد وغیرہ میں کمی آئے گی اور یہی مرض یہود میں زیادہ تھے مراد یہ ہے کہ ایمان لا کر پورے پورے امتِ محمدیہ میں شامل ہو جاؤ اور اسلام کے تمام احکام قبول کرلو۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو اپنی کتاب قرآن کریم پر حقیقی اور سچا ایمان نصیب فرمائیں اور اس کے احکام کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔

ہم دین کے مقابلہ میں دُنیا کے طلب گار نہ بنیں۔

یا اللہ! ہم کو اسلامی احکام کی ظاہراً و باطناً پوری پابندی نصیب فرما خصوصاً نماز باجماعت کی توفیق کاملہ عطا فرما آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا

اَتَاْمُرُوْنَ	النَّاسَ	بِالْبِرِّ	وَ	تَنْسَوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	وَاَنْتُمْ	تَتْلُوْنَ	الْكِتٰبَ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ	وَ	اسْتَعِيْنُوْا
کیاتم حکم دیتے ہو	لوگ	نیکی کا	اور	تم بھول جاتے ہو	اپنے آپ	حالانکہ تم	پڑھتے ہو	کتاب	کیا۔ پھر نہیں	تم سمجھتے	اور	تم مدد حاصل کرو

کیاغضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے اور مدد لو

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا

بِالصَّبْرِ	وَالصَّلٰوةِ	وَ	اِنَّهَا	لَكَبِيْرَةٌ	اِلَّا	عَلَى	الْخٰشِعِيْنَ	اَلَّذِيْنَ	يَظُنُّوْنَ	اَنَّهُمْ	مُلٰقُوْا
صبر سے	اور نماز	اور	وہ	بڑی (دشوار)	مگر	پر	عاجزی کرنیوالے	وہ جو	یقین رکھتے ہیں	کہ وہ	روبرو ہونیوالے

صبر اور نماز سے اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جنکے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھی دشوار نہیں وہ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اسکا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں

رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

رَبِّهِمْ	وَ	اَنَّهُمْ	اِلَيْهِ	رٰجِعُوْنَ
اپنا رب	اور	یہ کہ وہ	اسکی طرف	لوٹنے والے

اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔

یہود کی دولت پرستی کا علاج

مدینہ اور اطراف مدینہ میں رہنے والے بعض یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے اور اسلام کو قبول کر چکے تھے ان کی جب علمائے یہود سے دین کے معاملہ میں گفتگو ہوتی تو خفیہ طور پر علمائے یہود ان سے یہی کہتے کہ بے شک یہ پیغمبر برحق ہیں تم اس دین اسلام کو مت چھوڑنا اور تم اس پر قائم رہتے ہوئے اطاعتِ محمدیہ کئے جاؤ ہم کسی مصلحت سے اسلام قبول نہیں کر سکتے اس پر اللہ تعالیٰ ان علمائے یہود سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یعنی اس آیت میں علمائے یہود کو شرم دلائی گئی کہ تم یہ کیا کرتے ہو کہ دوسروں کو تو قبولِ اسلام کی ہدایت کرتے ہو اور خود اس کے قبولیت کے اظہار سے گریز کرتے ہو اور اپنی ہدایت و نجات سے غافل ہو یعنی ایسا نہ کرنا چاہئے اور تم کو بھی اسلام قبول کر لینا چاہئے۔

چنانچہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عالم بے عمل کی مثال شمع کی سی ہے کہ دوسروں کو روشنی پہنچاتی ہے اور اپنے کو جلاتی ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میرا گزر کچھ لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی قینچیوں سے کترے جا رہے تھے میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ آپ کی اُمت کے دنیا دار واعظ ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے مگر اپنی خبر نہ لیتے تھے۔

علمائے یہود خود بھی سمجھتے تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں مگر حُبِ مال اور حُبِ جاہ یہ دو خصلتیں ان کو ایمان نہ لانے دیتی تھیں اور وہ خیال کرتے تھے کہ اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو ہمارے ہدیے اور نذرانے بھی بند ہو جائیں گے اس لئے آگے اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج ارشاد فرمایا: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی اگر تم کو

حُبِّ مال اور حُبِّ جاہ کے غلبہ سے ایمان لانا دشوار معلوم ہو تو صبر اور نماز سے مدد لو یعنی ایمان لا کر صبر و نماز کا التزام کرو کیونکہ صبر سے حُبِّ مال گھٹ جائے گی اور نماز سے حُبِّ جاہ کم ہوگی کیونکہ نماز میں ہر طرح کی پستی، عاجزی اور خاکساری ہے۔

صبر کا مطلب یہ ہے کہ اپنی لذات و شہوات پر قابو حاصل کر لو اور نفس کو ترک لذات و شہوات کا عادی بناؤ، اور جب رفتہ رفتہ بدخواہشات اعتدال پر آ جائیں گی تو پھر مال کی فراوانی کی ضرورت نہ رہے گی نہ اس کی محبت ایسی غالب آئے گی کہ اپنا نفع ونقصان کچھ نہ سوجھے اس طرح حُبِّ مال سے نجات مل جائے گی۔

نماز کے آسان ہونے کی تدبیر اور خشوع والوں کی صفات

وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ گویا اس میں تدبیر بتا دی نماز کے آسان ہونے کی پھر آگے خشوع اور عاجزی کرنیوالوں کی علامت بتائی گئی اور ارشاد ہوا۔ اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں یعنی ان خیالات سے ان کے دلوں میں اُمید و خوف کے جذبات پیدا ہوں گے اُمید یہ کہ جب اپنے رب سے ملیں گے تو اس وقت کریم رب کی طرف سے خدمات کا خوب انعام ملے گا اور خوف یہ کہ جب رب کی طرف واپس جائیں گے تو اس وقت حساب کتاب بھی دینا ہوگا تو خاشعین جو خدا کے عذاب و عقاب سے بھی ڈرتے ہیں اور ثوابِ عظیم اور انعام و اکرام کی بھی اُمید رکھتے ہیں ان کے لئے نماز آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کی فرحت و مسرت کا باعث ہوگی۔

ہر مشکل کا حل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ ہر مشکل اور مہم میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لئے آپ نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اور امت کو بھی احادیثِ مبارکہ میں آپ نے یہی تعلیم فرمایا جس کو صَلوٰۃُ الْحَاجَۃ کہا جاتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے نفس کی اصلاح کی فکر نصیب فرمائیں، صبر اور نماز سے استعانت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو جتنا دین کا علم حاصل ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۴۷ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

يٰبَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ	اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَاَنِّيْ	فَضَّلْتُكُمْ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ	وَاتَّقُوْا	يَوْمًا
اے اولاد	یعقوب	تم یاد کرو	میری نعمت	جو	میں نے بخشی	تم پر	اور یہ کہ میں نے	تمہیں فضیلت دی	پر	زمانہ والے	اور ڈرو	اس دن

اے اولاد یعقوب کی تم لوگ میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمکو انعام میں دی تھی اور اس کو کہ میں نے تمکو تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی تھی اور ڈرو تم ایسے دن سے کہ

لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ

لَا تَجْزِيْ	نَفْسٌ	عَنْ	نَّفْسٍ	شَيْـًٔا	وَّلَا	يُقْبَلُ	مِنْهَا	شَفَاعَةٌ	وَّلَا	يُؤْخَذُ	مِنْهَا	عَدْلٌ
نہ بدلہ بنے گا	کوئی شخص	سے	کسی	کچھ	اور نہ	قبول کی جائیگی	اس سے	کوئی سفارش	اور نہ	لیا جائے گا	اس سے	کوئی معاوضہ

نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جا سکتا ہے

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۴۸

وَّلَا	هُمْ	يُنْصَرُوْنَ
اور نہ	اُن	مدد کی جائے گی

اور نہ اُن لوگوں کی طرف داری چل سکے گی۔

بنی اسرائیل پر انعامات الٰہیہ کا تفصیلی تذکرہ:

گزشتہ پورے رکوع میں بنی اسرائیل کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے اجمالی طور پر اپنی بعض نعمتیں یاد دلائی تھیں ان آیات سے اُن انعامات و احسانات کا تفصیلاً بیان فرمایا جاتا ہے اور مقصد اس سے یہی ہے کہ یہود مدینہ ایک طرف تو خداوند کریم کی اپنی قوم پر گزشتہ عنایتوں اور نوازشوں کو دیکھیں اور دوسری طرف اپنے قوم کی گزشتہ تقصیرات اور کوتاہیوں کو دیکھیں تو لامحالہ حق تعالیٰ سے شرمائیں اور گزشتہ سے سبق لیتے ہوئے اب حق تعالیٰ کے احکام کو قبول کرلیں اور اللہ کی آخری کتاب قرآن کو جو نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے اس پر ایمان لے آئیں۔

قبل از اسلام تمام اقوام عالم پر فضیلت

چنانچہ ان آیات میں پہلے ارشاد فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۴۷

تو یہاں سب سے پہلے نعمت تفضیل کو ذکر فرمایا دنیا میں ایسا بہت کم اتفاق ہوتا ہے کہ دین اور دنیا کی دونوں سعادتیں کسی ایک جگہ جمع ہو جائیں لیکن بنی اسرائیل کی صد ہا سالہ تاریخ ہے کہ خدا نے اس قوم کو عزو شرف بخشا چنانچہ اس قوم بنی اسرائیل کو دنیا کی بادشاہت کے ساتھ دین کی بادشاہت بھی عطا کی دنیوی بادشاہوں میں حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام جیسے اولوالعزم بادشاہ بھی ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو قریب دو ہزار سال کا زمانہ ہے اس میں قریباً ۷۰ ہزار انبیاء بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے اب جبکہ سید الانبیاء والمرسلین نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو بنی اسرائیل کو ان کی گزشتہ فضیلت یاد دلا کر اب جدید فضیلت کے حصول کی دعوت دی جا رہی ہے کہ اگر اپنی گزشتہ فضیلت اور شرف و عزت کو باقی رکھنا ہے تو نبی آخر الزمان احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور آپ

کی دعوت کو دل و جان سے قبول کرلو مگر افسوس کہ بنی اسرائیل نے من حیث القوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹھکرایا اور نتیجہ میں مغضوب علیہم اور ضآلین کے نام سے موسوم ہوئے اور جو لوگ ایمان لائے وہ خیر الامم کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

قیامت کے حساب سے ڈرنے کی دعوت:

آگے دوسری آیت میں ترہیب یعنی ڈراوا اور دھمکی دی جا رہی ہے اور ارشاد ہوتا ہے: وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا یعنی اگر تم اپنی سرکشی اور تعصب سے باز نہ آئے اور اسلام کو قبول نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر آپ کا اتباع نہ کیا تو خوب سمجھ رکھو اور ڈرتے رہو کہ ایک دن مرنا ضرور ہے اور مرنے کے بعد قیامت کے دن حساب کتاب کیلئے حاضر ہونا ہے اس روز وہاں عذابِ الٰہی کو کوئی شخص کسی طرح دفع نہ کر سکے گا نہ تو کوئی شخص تمہاری ذمہ داری لے سکے گا کہ تمہاری جانب سے تمام حقوق و محاسبہ اپنے سر پر لے لے اور نہ کوئی تمہاری سفارش کر کے عذاب معاف کرا سکے گا اور نہ کوئی مال و دولت یا اور کوئی معاوضہ دے کر تمہارے جرم کا عوض دے سکے گا اور نہ یہ ممکن ہیں اور رہائی کی کوئی شکل نہیں تو پھر تم کو عذابِ الٰہی کا خوف کرنا چاہئے اور اسلام کو قبول کر کے شریعتِ محمدیہ کا پیرو بن جانا چاہئے۔

یہود کے باطل عقیدہ کی تردید:

اس آیت میں یہود کے اس باطل عقیدہ کا بھی رد ہو گیا کہ جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کے قیامت کے دن اپنے آباء و اجداد کی شفاعت سے نجات پا جائیں گے تو یہاں بتا دیا گیا کہ منکرین اسلام کے حق میں کسی قسم کی شفاعت قبول نہ ہو گی یہاں یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ اس آیت میں مطلق شفاعت کی نفی نہیں کی گئی بلکہ کفار و منکرین اور اسلام سے انحراف کرنے والوں کی شفاعت کی نفی مقصود ہے گناہ گار مسلمانوں کی شفاعت جو قرآن پاک کی دوسری آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس کی نفی مقصود نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ نے جو ہم کو امتِ مسلمہ میں پیدا فرما کر شرف و فضیلت بخشا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس شرف و عزت کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا اُمتی ہونا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر طرح کی کجی و گمراہی سے محفوظ رکھئے اور قرآن پاک کا اتباع ہر حال میں نصیب فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ

وَاِذْ	نَجَّیْنٰکُمْ	مِّنْ	اٰلِ	فِرْعَوْنَ	یَسُوْمُوْنَکُمْ	سُوْٓءَ	الْعَذَابِ	یُذَبِّحُوْنَ	اَبْنَآءَکُمْ	وَیَسْتَحْیُوْنَ
اور جب	ہم نے تمہیں رہائی دی	سے	آل	فرعون	وہ تمہیں دکھ دیتے تھے	برا	عذاب	وہ ذبح کرتے تھے	تمہارے بیٹے	اور زندہ چھوڑ دیتے تھے

اور جب کہ رہائی دی ہم نے تمکو متعلقین فرعون سے جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری سخت آزاری کے گلے کاٹتے تھے تمہارے بیٹوں کے اور زندہ چھوڑ دیتے تھے

نِسَآءَکُمْ وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ

نِسَآءَکُمْ	وَفِیْ	ذٰلِکُمْ	بَلَآءٌ	مِّنْ	رَّبِّکُمْ	عَظِیْمٌ	وَاِذْ	فَرَقْنَا	بِکُمُ	الْبَحْرَ	فَاَنْجَیْنٰکُمْ
تمہاری عورتیں	اور میں	اس	آزمائش	سے	تمہارا رب	بڑی	اور جب	ہم نے پھاڑ دیا	تمہارے لئے	سمندر	پھر تمہیں بچالیا

تمہاری عورتوں کو اور اسمیں ایک امتحان تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری اور جب شق کر دیا ہم نے تمہاری وجہ سے سمندر کو پھر ہم نے بچالیا تمکو

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

وَاَغْرَقْنَا	اٰلَ فِرْعَوْنَ	وَ	اَنْتُمْ	تَنْظُرُوْنَ
اور ہم نے ڈبو دیا	آل فرعون	اور	تم	دیکھ رہے تھے

اور غرق کر دیا متعلقین فرعون کو اور تم معائنہ کر رہے تھے۔

یہود کو دو انعامات کی یاددہانی، آزادی اور بحر قلزم میں راستہ ملنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل مصر میں آ کر آباد ہو گئے تھے اور قریب ۴۰۰ برس کے اندر ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی مصر کے بادشاہوں کو جن کا لقب فرعون ہوتا تھا ان کو غیر ملکی بنی اسرائیلیوں کا مصر میں رہنا پسند نہ تھا اور خود برسر حکومت ہونے کیوجہ سے ان سے ٹیکس لیتے۔ ذلیل کام کراتے، عورتوں سے سوت کتواتے اور کپڑا بنواتے مردوں سے راج مزدوری کا کام لیتے اور کھیت جتواتے ایک رات فرعون مصر یعنی ولید بن مصعب نے خواب دیکھا کہ ایک آگ بیت المقدس کی طرف سے آئی ہے جس نے تمام مصر کو گھیر لیا اور چن چن کر ایک ایک قبطی یعنی مصری کے گھر میں گھس گئی اور اس کو جلا دیا اور بنی اسرائیل کے مکانات میں وہ نہیں گئی اور وہ محفوظ رہے فرعون مصر نے صبح کو تمام کاہنوں کو جمع کر کے اس خواب کی تعبیر پوچھی اس خواب کو سن کر کاہنوں نے بالاتفاق کہا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو وہ قتل کر دیا جائے البتہ لڑکی چھوڑ دی جائے چنانچہ جب بڑی تعداد بنی اسرائیل کے بچوں کی قتل ہو چکی تو سرداران قبط نے جمع ہو کر فرعون سے درخواست کی کہ ان بنی اسرائیلیوں سے ہمارے تمام محنت و مشقت کے اور ذلیل خدمات کے کام متعلق ہیں اگر یہ قتل عام یونہی جاری رہا تو انجام کار یہ ذلیل کام بھی ہم ہی کو کرنا پڑیں گے یہ سن کر فرعون نے ترمیم کی کہ ایک سال قتل جاری رہے اور دوسرے سال بند رہے جس سال یہ قتل موقوف تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور جس سال قتل جاری تھا اُس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی لطیف حکمت سے موسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا اور خود اُسی فرعون بادشاہ مصر کے محل میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرائی۔

دوسری آیت میں دوسرا خصوصی انعام واحسان کا ذکر فرمایا گیا یعنی اے یہود مدینہ وہ زمانہ اور اس وقت کو بھی یاد کرو جبکہ ہم نے محض تمہاری وجہ سے راستہ دینے کو سمندر کو شق کر دیا۔ یہ قصہ اس وقت ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام مصر میں بنی اسرائیلی گھرانے میں پیدا ہو کر فرعون کے محل میں پرورش پا کر جوان ہوئے اور پھر ایک مصری کے نادانستہ قتل ہو جانے کیوجہ سے فرعون کی گرفت سے بچ کر مدین چلے گئے اور وہاں سے کافی عرصہ بعد پھر اللہ کے پیغمبر بن کر مصر میں واپس آئے اور مدتوں فرعون کو سمجھاتے رہے جب کسی طرح نہ مانا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکمِ الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو خفیہ لے کر مصر سے راتوں رات چلے جاؤ۔ راستہ میں سمندر یعنی بحر قلزم پڑا اور پیچھے سے فرعون مع اپنے لشکر کے ان کے تعاقب میں آ پہنچا اس وقت حق تعالیٰ کے حکم سے سمندر شق ہو گیا اور اس میں خشک راستے ظاہر ہو گئے جن پر گزر کر بنی اسرائیل تو سمندر پار کر گئے اور جب فرعون تعاقب کی غرض سے انہی راستوں پر سے گزرنے کے لئے اندر سمندر میں گھسا اُس وقت سمندر کا پانی اپنے سابق حال پر ہو گیا اور فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے سب ڈوب کر ختم ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب بعد ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود مدینہ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ آج عاشورہ کا دن ہے اس مبارک دن میں بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھوں سے نجات حاصل ہوئی اور فرعون غرق ہو کر ہلاک ہوا تو موسیٰ علیہ السلام بطریق شکر کے اس دن کا روزہ رکھتے تھے تو ہم بھی ان کی پیروی میں روزہ رکھتے ہیں۔

مسئلہ:

عاشورہ کا روزہ نویں تاریخ کے روزہ کے ساتھ ملا کر رکھنا مسنون ہے صرف عاشورہ والے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

الغرض یہاں آیات میں دو خصوصی واقعات اور احسانات جو قوم بنی اسرائیل پر حق تعالیٰ نے فرمائے تھے یہود مدینہ کو یاد دلائے گئے مزید انعامات واحسانات کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ اپنے شب و روز کے احسانات اور انعامات کی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں، اور اپنے شکر گزار بندوں میں ہمیں شامل فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

وَاِذْ	وٰعَدْنَا	مُوْسٰى	اَرْبَعِيْنَ	لَيْلَةً	ثُمَّ	اتَّخَذْتُمُ	الْعِجْلَ	مِنْ بَعْدِهٖ	وَاَنْتُمْ	ظٰلِمُوْنَ
اور جب	ہم نے وعدہ کیا	موسیٰ	چالیس	رات	پھر	تم نے بنالیا	بچھڑا	اسکے بعد	اور تم	ظالم (جمع)

اور جبکہ وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم لوگوں نے تجویز کر لیا گوسالہ کو موسیٰ کے بعد اور تم نے ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ

ثُمَّ	عَفَوْنَا	عَنْكُمْ	مِنْ بَعْدِ	ذٰلِكَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	وَاِذْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَالْفُرْقَانَ
پھر	ہم نے معاف کردیا	تم سے	اسکے بعد	یہ	تاکہ تم	احسان مانو	اور جب	ہم نے دی	موسیٰ	کتاب	اور جدا جدا کرنیوالے احکام

پھر بھی ہم نے درگزر کیا تم سے اتنی بڑی بات ہوئے پیچھے اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے اور جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فیصلہ کی چیز

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ

لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ	وَاِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	يٰقَوْمِ	اِنَّكُمْ	ظَلَمْتُمْ	اَنْفُسَكُمْ	بِاتِّخَاذِكُمُ
تاکہ تم	ہدایت پالو	اور جب	کہا	موسیٰ	اپنی قوم سے	اے قوم	بیشک تم	تم نے ظلم کیا	اپنے اوپر	تم نے بنالیا

اس توقع پر کہ تم راہ پر چلتے رہو اور جب موسیٰ نے فرمایا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم بیشک تم نے اپنا بڑا نقصان کیا اپنے اس گوسالہ کی تجویز سے

الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

الْعِجْلَ	فَتُوْبُوْا	اِلٰى	بَارِئِكُمْ	فَاقْتُلُوْا	اَنْفُسَكُمْ	ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	عِنْدَ	بَارِئِكُمْ	فَتَابَ	عَلَيْكُمْ
بچھڑا	سوتم رجوع کرو	طرف	پیدا کرنیوالا	سوتم ہلاک کرو	اپنی جانیں	یہ	بہتر	تمہارے لئے	نزدیک	تمہارا پیدا کرنیوالا	اسنے توبہ قبول کی	تمہاری

سوتم اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو پھر بعض آدمی بعض آدمیوں کو قتل کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے خالق کے نزدیک پھر حق تعالیٰ تمہارے حال پر متوجہ ہوئے

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

اِنَّهٗ	هُوَ	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ
بیشک	وہ	توبہ قبول کرنیوالا	رحم کرنے والا

بیشک وہ تو ایسے ہی ہیں کہ توبہ قبول کرلیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں۔

بنی اسرائیل کا بچھڑے کو معبود بنالینا پھر بھی اللہ تعالیٰ کا ان کی توبہ کو قبول کر لینا اور یہود مدینہ کو تنبیہ

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ فرعون کے غرق ہوجانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے ساتھ بحرقلزم کو پار کرکے وادی تیہ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوہ طور پر ایک مہینہ ہماری عبادت میں مشغول رہو تو کتاب توریت عطا کی جائے گی۔ کیونکہ اول یہی حکم ہوا تھا، پھر دس رات وہاں رہنے کا اور حکم ہوا جب ایک ماہ بعد موسیٰ علیہ السلام واپس نہ آئے تو بنی اسرائیل میں کھلبلی مچ گئی اور سامری نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام تو انتقال کر گئے اور تمہارے لئے کسی معبود کا

ہونا ضروری ہے تو تم میرے پاس سونے کے زیورات جمع کرو میں تمہارے لئے ایک معبود بنا دوں، چونکہ مصر کے لوگ گائے بیل اور بلی پوجتے تھے بنی اسرائیل بھی ان کی طویل صحبت کی وجہ سے محسوس پرستی کی طرف مائل تھے۔ سامری نے تمام بنی اسرائیل سے حاصل کردہ زیورات کو ڈھال کر ایک گائے کا بچھڑا بنایا۔ غرق فرعون کے وقت حضرت جبریلؑ بشکل انسانی گھوڑے کے قدموں کے نیچے سے تھوڑی سی مٹی اُس نے اُٹھالی تھی وہ اس کے پاس محفوظ تھی اُس خاک کو اُس نے بچھڑے کے پیٹ میں ڈال دیا جس سے اس میں جان سی پڑ گئی اور وہ چلانے لگا سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمہارا معبود ہے اور بنی اسرائیل اس کو سجدہ کرنے لگے حضرت ہارون علیہ السلام جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں چھوڑ کر کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور ان کو گوسالہ پرستی سے روکنے پر مارنے اور قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام خاموش ہو گئے اور سوائے تھوڑے سے بنی اسرائیلیوں کے سب گوسالہ پرستی میں مشغول ہو گئے۔ چالیس رات کی مدت کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے احکام کی تختیاں لے کر واپس ہوئے تو بنی اسرائیل کی یہ حرکت دیکھ کر بڑے جوش وغضب میں آئے اور اپنے بھائی و جانشین حضرت ہارون پر بھی خفا ہوئے کہ میں تم کو اپنا نائب بنا کر گیا تھا تم نے ان کو منع کیوں نہ کیا انہوں نے اپنا عذر بیان کیا کہ میں نے منع ضرور کیا مگر یہ مانے نہیں، اور میں سختی کرتا تو یہ مجھے قتل کر ڈالتے پھر سامری سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تو نے یہ حرکت کیا کی؟ اس نے کل واقعہ بتا دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بددعا دی جس کی وجہ سے وہ کوڑھی ہو گیا اور کوئی اس کے پاس نہ آتا تھا نہ وہ کسی کو چھو سکتا تھا اور اسی حالت سے وہ مر گیا بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ اس بچھڑے کو دریا میں پھینک دو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اس گناہ سے توبہ کا حکم بنی اسرائیل کیلئے آیا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی......اِلٰی......التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۝

یعنی بنی اسرائیل کی توبہ کیلئے یہ صورت تجویز ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام پر حق تعالیٰ کا یہ حکم آیا کہ بنی اسرائیل آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی ان کو اپنے گھروں سے باہر دروازہ پر نہتے ہو کر بیٹھنے کا حکم ہوا اس طرح کہ اپنے سروں کو جھکا کر اپنے زانو پر رکھ لیں اور جنہوں نے کہ بچھڑے کی پرستش نہیں کی تھی ان کو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تلوار لے کر نکلنے کا حکم ہوا تا کہ یہ ان پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اب چونکہ قتل ہونے والوں میں قتل کرنے والوں کے باپ بھائی بھتیجے، بھانجے، عزیز دوست تھے۔ اس لئے قتل کرنے میں ان کو طبعی شفقت کے باعث تردد ہوا اور ہاتھ رُکا اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک سیاہ غبار بھیج دیا اور اس قدر تاریکی چھا گئی کہ کوئی کسی کو دیکھ نہ سکتا تھا اور اسی اندھیرے میں قتل شروع ہوا مفسرین نے لکھا ہے کہ صبح سے شام تک ستر ہزار آدمی قتل ہوئے، عورتیں اور بچے بنی اسرائیل کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی رحم آیا اور سر برہنہ کر کے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی تو اس پر حکم الٰہی ہوا کہ اچھا ہم نے مرے ہوئے اور زندوں کی سب کی توبہ قبول کی جو مارا گیا اس کو شہید کا اجر دیا اور جو زندہ رہا اس کی بھی توبہ قبول ہوئی اور اس کو جہاد کا ثواب دیا اس طرح آپس میں باپ بیٹوں اور بھائیوں میں قتل وخون موقوف ہوا اور خدائے تَوَّابُ الرَّحِیم نے ساری قوم کو اس گوسالہ پرستی کے جرم عظیم سے معاف فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں حق تعالیٰ نے یہود کو ان کی قوم بنی اسرائیل پر کیا ہوا ایک احسان اور جتایا تا کہ یہودِ مدینہ اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات اپنی قوم پر سن کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اسلام قبول کر لیں۔

پھر بنی اسرائیل کی قبولیت توبہ کا جو واقعہ ان آیات میں ذکر فرمایا گیا اس سے ظاہر ہوا کہ پچھلی امتوں میں توبہ کی قبولیت کیلئے کیسے کیسے سخت احکام ہوتے تھے اور وہ اُن کو بھی قبول کر لیتے تھے۔ اس اُمت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا کتنا انعام واحسان ہے کہ کتنا آسان طریق توبہ کا مقرر فرمایا کہ سوائے سچی ندامت کے اور کچھ طلب نہیں فرماتے۔

چالیس دن کی خصوصیت:

یہاں ان آیات میں اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً یعنی ۴۰ رات کی مدت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عبادت کیلئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تو علماء نے لکھا ہے کہ صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے ہاں چلہ کی اصل اسی سے ثابت ہے، اور جس چیز کی خاص طور پر تکمیل مقصود ہوتی ہے تو اس کیلئے ۴۰ کا عدد منتخب ہوتا ہے۔ چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کا خمیر ۴۰ دن تک کیا گیا اور حدیث شریف میں ہے کہ رحم مادر میں ۴۰ روز تک نطفہ رہتا ہے پھر ۴۰ روز تک عَلَقَۃٌ یعنی خون بستہ پھر ۴۰ روز تک مُضْغَۃٌ یعنی گوشت کا لوتھڑا، اس کے بعد رُوح پھونکی جاتی ہے، اسی طرح نبوت ورسالت کی بعثت کیلئے ۴۰ کا عدد خاص کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی عمر شریف کے ۴۰ سال پورے کرنے پر ہوئی۔

ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری مسجد میں ۴۰ نمازیں ادا کرے اور کوئی نماز اس کی فوت نہ ہو تو اس کیلئے دوزخ سے برأت لکھی جائے گی اور عذاب اور نفاق سے بھی برأت لکھی جائے گی تو معلوم ہوا کہ اس عدد ۴۰ کو عروج وترقی سے کوئی خاص مناسبت ہے۔

دُعاء کیجئے:

اے اللہ! آپ نے ہم کو سید الانبیاء والمرسلین کا اُمتی ہونا نصیب فرمایا۔

آپ نے ہم کو قرآن جیسی نعمت عطا فرمائی۔ آپ نے اپنے فضل سے ہم کو دین اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

اے اللہ! ہمیں ان انعامات واحسانات کی سچی قدردانی نصیب فرما۔ ہمیں ہدایت کے راستہ پر قائم رکھ اور استقامت نصیب فرما۔ اے اللہ! ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ

وَاِذْ	قُلْتُمْ	یٰمُوْسٰی	لَنْ نُّؤْمِنَ	لَکَ	حَتّٰی	نَرَی	اللّٰہَ	جَہْرَۃً	فَاَخَذَتْکُمُ	الصّٰعِقَۃُ
اور جب	تم نے کہا	اے موسیٰ	ہم ہرگز نہ مانیں گے	تجھے	جب تک	ہم دیکھ لیں	اللہ	کھلم کھلا	پھر تمہیں آلیا	بجلی کی کڑک

اور جب تم لوگوں نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ طور پر سو آپڑی تم پر کڑک بجلی

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۵۵ ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۵۶ وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ

وَاَنْتُمْ	تَنْظُرُوْنَ	ثُمَّ	بَعَثْنٰکُمْ	مِّنْ	بَعْدِ	مَوْتِکُمْ	لَعَلَّکُمْ	تَشْکُرُوْنَ	وَظَلَّلْنَا	عَلَیْکُمُ
اور تم	تم دیکھ رہے تھے	پھر	ہم نے تمہیں زندہ کیا	سے	بعد	تمہاری موت	تاکہ تم	احسان مانو	اور ہم نے سایہ کیا	تم پر

اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر ہم نے تمکو زندہ کر اُٹھایا تمہارے مرجانے کے بعد اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے اور سایہ فگن کیا ہم نے تم پر ابر کو

الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا

الْغَمَامَ	وَاَنْزَلْنَا	عَلَیْکُمُ	الْمَنَّ	وَ	السَّلْوٰی	کُلُوْا	مِنْ	طَیِّبٰتِ	مَا	رَزَقْنٰکُمْ	وَ	مَا ظَلَمُوْنَا
بادل	اور ہم نے اتارا	تم پر	من	اور	سلوا	تم کھاؤ	سے	پاک چیزیں	جو	ہم نے تمہیں دیں	اور	انہوں نے ظلم نہیں کیا ہم پر

اور پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترنجبین اور بٹیریں کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا

وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ۵۷	وَلٰکِنْ	کَانُوْا	اَنْفُسَھُمْ	یَظْلِمُوْنَ	
لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔	اور لیکن	تھے	اپنی جانیں	وہ ظلم کرتے تھے	

بنی اسرائیل کے ستر آدمیوں کا مرنا پھر زندہ ہونا اور بادلوں کا سایہ اور من وسلویٰ

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہْرَۃً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے توریت لاکر پیش کی کہ یہ کتاب ہے اللہ تعالیٰ کی تو بعض گستاخ بنی اسرائیلیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے کہہ دیں کہ یہ ہماری کتاب ہے تو بے شک ہم کو یقین آجائے گا موسیٰ علیہ السلام نے باذن الٰہی فرمایا کہ چلو کوہ طور پر یہ بات بھی ہو جائے گی۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے اپنی قوم سے ستر آدمی اس کام کے لئے منتخب کر کے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر روانہ کئے وہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا کلام ان لوگوں نے خود سنا تو اس

وقت اور رنگ لائے کہ ہم کو تو کلام سننے سے قناعت نہیں ہوتی نہ معلوم کون بول رہا ہوگا اگر خدا کو ہم دیکھ لیں تو بیشک مان لیں چونکہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتا اس لئے اس گستاخی پر اُن پر بجلی آپڑی اور سب ستر آدمی ہلاک ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا الٰہی میں ان کو بنی اسرائیل کے نمائندہ کی حیثیت سے لایا تھا کہ یہ واپس جا کر بنی اسرائیل کے سامنے گواہی دیں گے۔ اب یہ تو مر گئے میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا۔ وہ

یہی سمجھیں گے کہ کہیں لے جا کر غصہ میں خود میں نے کسی تدبیر سے ان کا کام تمام کرا دیا ہوگا تو مجھ کو بنی اسرائیل کی تہمت سے بچا لیجئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش اور دُعاء کے مطابق ان ستر اشخاص کو دوبارہ زندہ فرما دیا، اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر کے آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اے یہود میرے اس احسان کو یاد کرو کہ میں نے بنی اسرائیل کے ان ستر منتخب اشخاص کو موت کے بعد دوبارہ زندگی بخشی اور اس کا شکر ادا کرو اور شکر ادا کرنے کی صورت یہی ہے کہ میرے احکام کی فرمانبرداری قبول کرو۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور اس کی ذات عالی سے بیجا مطالبہ کرنا بہت بڑا جرم و گناہ ہے اور اس کی سخت سزا ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات اور ہر ارشاد کو شک وشبہ کے بغیر بلا چوں وچرا دل سے تسلیم کرلیا کریں۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى

بنی اسرائیل نے بحر قلزم پار کر کے میدان سینا جس کو وادی تیہ بھی کہتے ہیں قدم رکھا تو لق و دق بے آب وگیاہ میدان تھا جہاں شدید گرمی تھی اور دُور دُور تک سبزی اور پانی کا پتہ نہ تھا اس لئے بنی اسرائیل گھبرا اُٹھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے کہ ہم پانی کہاں سے پئیں۔ ہم تو پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے یہاں تو پینے کیلئے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہِ الٰہی میں التجا کی اور وحی الٰہی نے ان کو حکم دیا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کی تو فوراً بارہ سوت اس پتھر سے اُبل پڑے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کیلئے جُدا جُدا چشمے جاری ہو گئے۔ بنی اسرائیل کو جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اب کہنے لگے کہ پانی کا تو انتظام ہو گیا لیکن زندگی کیلئے صرف پانی تو کافی نہیں ہے ہم اب کھائیں کہاں سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر رب العٰلمین کی درگاہ میں دُعاء کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری دُعاء قبول ہوئی پریشان نہ ہو، ہم غیب سے اس کا انتظام بھی کئے دیتے ہیں چنانچہ رات کو شبنم کی صورت میں من گرتی تھی اور یہ نہایت شیریں حلوہ کی مانند تھی اس من کا ترجمہ اکثر مفسرین نے ترنجبین سے کیا ہے۔ اور دن میں بٹیروں کے غول کے غول زمین پر اُترتے اور پھیل جاتے بنی اسرائیل ان کو بآسانی ہاتھوں سے پکڑ لیتے اور بھون کر کھاتے اس طرح روزانہ بغیر زحمت و تکلیف کے ان کو یہ دونوں نعمتیں غیب سے مہیا ہو جاتیں اور یہ ان دونوں لطیف چیزوں سے پیٹ بھر لیا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو یہ تنبیہ کر دی تھی کہ وہ اپنی ضرورت کے موافق من و سلویٰ روزانہ کام میں لائیں اور دوسرے دن کیلئے ذخیرہ نہ کریں کچھ عرصہ تک تو بنی اسرائیل بے محنت یہ آسمانی کھانے کھاتے رہے آخر خلاف حکم الٰہی من وسلویٰ اکٹھا کرنا شروع کیا جس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے من وسلویٰ نازل ہونا بند ہو گیا اور جمع کیا کرایا بھی سڑ گیا، اسی وادی تیہ یا میدان سینا میں بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ گرمی کی شدت ہے اور سایہ دار درختوں اور مکانوں کی راحت میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہم بہت پریشان ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تپش اور گرمی ہماری زندگی کا خاتمہ کر دے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تشفی دی اور بارگاہِ قدس میں عرض کیا کہ جب آپ نے اس قوم پر بڑے انعامات اور فضل وکرم کی بارش کی ہے تو اس سخت تکلیف سے بھی ان کو نجات عطا فرمایئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعاء قبول ہوئی اور آسمان پر بادلوں کے پرے کے پرے بنی اسرائیل پر

5 سایہ فگن ہو گئے اور بنی اسرائیل جہاں بھی سفر کرتے ہوئے جاتے بادلوں کا سایہ اُن کے سروں پر رہتا انہی انعامات واحسانات کی طرف یہ آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اے بنی اسرائیل ہم نے وادی تیہ میں تم پر ابر کا سایہ کیا خزانہ غیب سے تم پر من وسلوٰی اُتارا۔ اور تم نے حکمِ الٰہی کے خلاف حرص ولالچ میں پڑ کر ان چیزوں کا ذخیرہ کرنا شروع کیا جو ذخیرہ کرتے وہ سڑ جاتا اور من وسلوٰی کا نازل ہونا بند ہو گیا تم نے ہمارا کچھ بھی نقصان نہیں کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کیا ایسا رزق کھویا جس میں نہ دُنیا کی مشقت تھی اور نہ آخرت کا حساب تھا۔

صحابہ کرام ﷺ کی فضیلت:

اس آیت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی فضیلت دوسرے حضرات انبیاء کے صحابہ پر ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے سخت دھوپ اور گرمی میں غزوات کئے اور جہاد کے سفر کئے مگر کبھی اس کے خواہشمند نہ ہوئے کہ بنی اسرائیل کی طرح ہم پر من وسلوٰی نازل کیا جائے اور دھوپ سے بچاؤ کیلئے بادل بھیج دیا جائے حالانکہ نبی اکرم سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اگر دُعاء فرماتے تو ضرور ایسا ہو جاتا۔ (تفسیر ابن کثیر)

خلاصۂ آیات:

الغرض اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی وہ خاص خاص رحمتیں اور انعامات جو قوم بنی اسرائیل پر ہوئے برابر بیان فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی اس قوم کی غلطیاں اور جرائم کو بھی ظاہر فرمایا جاتا ہے تاکہ وہ یہود جو نزولِ قرآن کے وقت موجود تھے وہ نصیحت پکڑیں اور گزشتہ کے تجربات سے سبق حاصل کر کے اب اس غلطی سے باز آجائیں جو وہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے اور اسلام قبول نہ کرنے میں کر رہے تھے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام سے نوازا اور افضل المرسلین پر ایمان لانا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ان انعامات واحسانات کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

وَاِذْ	قُلْنَا	ادْخُلُوْا	هٰذِهِ	الْقَرْيَةَ	فَكُلُوْا	مِنْهَا	حَيْثُ	شِئْتُمْ	رَغَدًا	وَّادْخُلُوا	الْبَابَ	سُجَّدًا
اور جب	ہم نے کہا	تم داخل ہو	اس	بستی	پھر کھاؤ	اس سے	جہاں	تم چاہو	بافراغت	اور تم داخل ہو	دروازہ	سجدہ کرتے ہوئے

اور جب ہم نے حکم کیا کہ تم لوگ اس آبادی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس سے جس جگہ رغبت کرو بے تکلفی سے اور دروازے میں داخل ہونا جھکے جھکے

وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۸ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا

وَّقُوْلُوْا	حِطَّةٌ	نَّغْفِرْ	لَكُمْ	خَطٰيٰكُمْ	وَسَنَزِيْدُ	الْمُحْسِنِيْنَ	فَبَدَّلَ	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	قَوْلًا
اور کہو	بخش دے	ہم بخش دیں گے	تمہیں	تمہاری خطائیں	اور عنقریب زیادہ دیں گے	نیکی کرنے والے	پھر بدل ڈالا	جن لوگوں نے ظلم کیا (ظالم)	بات

اور کہتے جانا کہ توبہ ہے ہم معاف کر دیں گے تمہاری خطائیں اور ابھی ابھی مزید برآں اور دیں گے دل سے نیک کام کرنے والوں کو سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ

غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۵۹

غَيْرَ	الَّذِيْ	قِيْلَ	لَهُمْ	فَاَنْزَلْنَا	عَلَى	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	رِجْزًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ
دوسری	وہ جو کہ	کہی گئی	انہیں	پھر ہم نے اتارا	پر	جن لوگوں نے ظلم کیا (ظالم)	عذاب	سے	آسمان	کیونکہ	وہ نافرمانی کرتے تھے

جو خلاف تھا اس کلمہ کے جسکی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے نازل کی ان ظالموں پر ایک آفت سماوی اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے

بنی اسرائیل کی سرکشی کا ایک اور واقعہ:

ایک قول تو یہ ہے کہ اس آیت میں قَرْيَة سے بَيْتُ الْمَقْدِس مراد ہے اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب بنی اسرائیل چالیس سال کے بعد میدان تیہ سے یوشع بن نون علیہ السلام کی معیت میں نکلے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات میدان تیہ میں ہو چکی تھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے عہد نبوت بنی اسرائیل نے جب ملک شام میں جہاد کر کے فتح حاصل کی اس وقت حضرت یوشع کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ تم اس شہر بیت المقدس کے دروازہ میں سجدۂ شکر کرتے ہوئے اور زبان سے استغفار اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے داخل ہو اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری گزشتہ خطاؤں کو معاف فرمادیں گے اور تم میں سے جو لوگ نیک ہیں ان کو ان کی نیکیوں کے عوض میں اور زیادہ عطا فرمائیں گے لیکن اس حکم کے خلاف بنی اسرائیل میں جو نافرمان اور غلط کار تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تلقین کردہ الفاظ کو چھوڑ کر تمسخر اور استہزاء کے طور پر کچھ اور ہی الفاظ شہر میں داخلے کے وقت کہے۔ روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے حِطَّةٌ کے بجائے جس کے معنیٰ توبہ کے ہیں حِنْطَة کی رٹ شروع کر دی جس کے معنیٰ گیہوں کے ہیں اور قولی مخالفت کے ساتھ ساتھ انہوں نے عملاً بھی اللہ کے حکم کی مخالفت کی چنانچہ دروازے سے جھک کر عاجزی سے گزرنے کے بجائے اکڑتے اور اتراتے ہوئے گزرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے خدا کی نافرمانی کی اور اس کے حکم کو تمسخر سے بدل دیا ان پر آسمانی عذاب نازل کیا گیا اور یہ عذاب طاعون کی بیماری کی صورت میں اُن پر مسلط کیا گیا اور لکھا ہے کہ اس طاعون سے ستر ہزار بنی اسرائیل مرے۔ دوسرا قول یہ

ہے کہ یہ قصہ بھی زمانہ وادی تیہ کا ہے کہ جب بنی اسرائیل من وسلوٰی کھاتے کھاتے اُکتا گئے اور اپنے معمولی کھانے ملنے کی موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تو ان کو ایک شہر میں جانے کا حکم ہوا تھا کہ وہاں کھانے پینے کی اور معمولی چیزیں ملیں گی اور اس شہر میں اندر جانے کے متعلق قولی اور فعلی ادب جو اوپر کی آیت میں تعلیم ہوا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل کو دیا گیا مگر بنی اسرائیل کے نافرمانوں نے اس حکمِ خداوندی کی نافرمانی کی جیسا کہ بیان فرمایا گیا: الغرض اس واقعہ کو یہود مدینہ کو سنانے سے یہی مقصود ہے کہ تم اپنی قوم بنی اسرائیل کی گزشتہ حالت کو سن کر عبرت حاصل کرو اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور وقتی تقاضہ کے مطابق اسلام کو قبول کر لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کر لو۔

فتح کے وقت اظہارِ عاجزی:

جب فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں داخل ہوئے تو انتہائی تواضع اور سکینی کے آثار آپ پر طاری تھے۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے جب ملک ایران فتح کیا اور کسریٰ کے شاہی محلات میں فاتحانہ داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق آٹھ رکعتیں نمازِ شکرانہ کی پڑھیں۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے فضل وکرم سے ہم پر بے شمار انعامات واحسانات فرما رکھے ہیں ان پر ہم کو شکرگزاری اور احسان مندی کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے شکرگزار بندوں میں شامل فرمائیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کا عزم وہمت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہر طرح کے عذاب وگرفت سے ہم کو محفوظ ومامون فرمایئے اور ہم سے جو کوتاہیاں اب تک سرزد ہوئی ہیں ان پر توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ

وَاِذِ	اسْتَسْقٰى	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	فَقُلْنَا	اضْرِبْ	بِّعَصَاكَ	الْحَجَرَ	فَانْفَجَرَتْ	مِنْهُ
اور جب	پانی مانگا	موسیٰ	اپنی قوم کیلئے	پھر ہم نے کہا	مارو	اپنا عصا	پتھر	تو پھوٹ پڑے	اس سے

اور جب موسیٰ نے پانی کی دُعاء مانگی اپنی قوم کے واسطے اس پر ہم نے حکم دیا کہ اپنے اس عصا کو فلاں چیز پر مارو بس فوراً اس سے پھوٹ نکلے

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ

اثْنَتَا عَشْرَةَ	عَيْنًا	قَدْ عَلِمَ	كُلُّ اُنَاسٍ	مَّشْرَبَهُمْ	كُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	مِنْ	رِّزْقِ	اللّٰهِ
بارہ	چشمے	جان لیا	ہر قوم	اپنا گھاٹ	تم کھاؤ	اور پیو	سے	رزق	اللہ

بارہ چشمے معلوم کر لیا ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع کھاؤ اور پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝۶۰

وَلَا تَعْثَوْا	فِي	الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ
اور نہ پھرو	میں	زمین	فساد مچاتے

اور حد سے مت نکلو فساد کرتے ہوئے سرزمین میں۔

بنی اسرائیل کیلئے پتھروں سے چشمے پھوٹنا

یہ قصہ بھی وادی تیہ یعنی جزیرہ نما سینا کے لق و دق بیابان اور ریگستان کا ہے تیہ میں بنی اسرائیل جب دھوپ گرمی اور کھانے پینے کی تکالیف میں مبتلا ہوئے اور پانی کیلئے موسیٰ علیہ السلام نے دُعاء کی تو ایک خاص پتھر کو صرف عصاء مارنے سے قدرت خداوندی سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور بارہ کی تعداد میں یہ حکمت و مصلحت تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے جن کا لقب اسرائیل تھا بارہ فرزند تھے اور ہر ایک اولاد کا ایک خاندان تھا اس طرح بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے اور ان کو انتظامی معاملات میں الگ الگ ہی رکھا جاتا تھا اور ہر قبیلہ کے جدا جدا سردار تھے اس لئے بارہ چشمے بہ نکلے اور ہر قبیلہ نے ایک ایک چشمہ لے لیا اور بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی معرفت حکم دیا گیا کہ اللہ کے اس خاص رزق سے جو اللہ نے خاص طور پر بغیر ظاہری اسباب کے عطا فرمایا کھاؤ پیو اور دل و جان سے اللہ کا شکر ادا کرو اور اللہ کا رزق کھا کر اس کی نافرمانی نہ کرو اور زمین پر فساد مچاتے نہ پھرو یعنی زمین پر اللہ کی معصیت نہ کرو۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایک چوگوشہ پتھر تھا بیل پر لاد دیا جاتا تھا جہاں اُترتے رکھ دیتے اور عصا مارتے ہی اس میں سے نہریں بہ نکلتیں اور جب کوچ کرتے اُٹھا لیتے نہریں بند ہو جاتیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ جنتی پتھر تھا اور ایک قول میں ہے کہ یہ پتھر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا تھا اور یونہی ہاتھوں ہاتھ پہنچتا ہوا حضرت شعیب علیہ السلام کو ملا تھا اور انہوں نے یہ لکڑی اور پتھر دونوں موسیٰ علیہ السلام کو دیئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چشمہ پھوٹنا

بخاری شریف کی ایک روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پانی کی کمی ہوگئی آپ نے فرمایا تلاش کرو کسی کے پاس کچھ پانی بچا ہو تو لے آؤ۔ صحابہ

ایک برتن لے آئے جس میں ذرا سا پانی تھا آپ نے برتن میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا چلو اور وضو کا پانی اور خدا کی برکت لو میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح پھوٹ رہا ہے۔

معجزہ کی حقیقت:

معجزہ درحقیقت نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتا اور معجزہ کہلاتا ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت وطاقت سے ہر ناممکن چیز بھی ممکن ہے اس لئے اگر قدرتِ خداوندی اپنے پیغمبر کے ہاتھ سے کوئی ایسا عمل دکھادے جو عام سلسلہ اسباب کے بغیر عالم وجود میں آجائے تو اس میں کون سی حیرت کی بات ہے جب خدائے تعالیٰ کے رسول دُنیا میں آئے تو ان کے ساتھ صدق ودیانت اور حسن خلق اور جملہ کمالات بشریہ کی نشانیوں کے ساتھ ایک قوتِ قاہرہ جس کا دوسرا نام تائید ایزدی ہے وہ بھی ساتھ ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے معاندین کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ اسی قوتِ قاہرہ کا نام معجزات ہے۔

یہودِ مدینہ کو تنبیہ:

الغرض اس آیت میں بھی قوم بنی اسرائیل پر ایک عظیم الشان احسان فرمایا گیا تھا، یہود مدینہ کو یاد دلایا گیا تا کہ وہ احسان مانیں اور خدا کی قدرت کے معترف ہو کر اس کی نافرمانی سے بچیں اور ان کے بڑوں کو جو نصیحت وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے) کی گئی اس کا یہ بھی خیال کریں۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائیں کہ اللہ کا دیا ہوا رزق کھا کر اُسی کی نافرمانی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں اپنی فرمانبرداری اور تابع داری نصیب فرمائیں اور اسی پر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

وَاِذْ	قُلْتُمْ	یٰمُوْسٰی	لَنْ نَّصْبِرَ	عَلٰی	طَعَامٍ	وَّاحِدٍ	فَادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	یُخْرِجْ لَنَا	مِمَّا	تُنْۢبِتُ
اور جب	تم نے کہا	اے موسیٰ	ہرگز نہ صبر کرینگے	پر	کھانا	ایک	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	نکالے ہمارے لئے	اس سے جو	اُگاتی ہے

اور جب تم لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر کبھی نہ رہیں گے آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کریں

الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ

الْاَرْضُ	مِنْۢ	بَقْلِهَا	وَقِثَّآئِهَا	وَفُوْمِهَا	وَعَدَسِهَا	وَبَصَلِهَا	قَالَ	اَتَسْتَبْدِلُوْنَ	الَّذِیْ
زمین	سے (کچھ)	ترکاری	اور ککڑی	اور گندم	اور مسور	اور پیاز	اس نے کہا	کیا تم بدلنا چاہتے ہو	جو کہ

کہ جو زمین میں اُگا کرتی ہیں ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں لینا چاہتے ہو ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں

هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ

هُوَ اَدْنٰی	بِالَّذِیْ	هُوَ	خَیْرٌ	اِهْبِطُوْا	مِصْرًا	فَاِنَّ	لَكُمْ	مَّا سَاَلْتُمْ	وَ	ضُرِبَتْ	عَلَیْهِمُ	الذِّلَّةُ
وہ ادنیٰ	اس سے جو	وہ	بہتر	تم اترو	شہر	پس بیشک	تمہارے لئے	جو تم مانگتے ہو	اور	ڈال دی گئی	ان پر	ذلت

جو اعلیٰ درجہ کی ہے کسی شہر میں اُترو البتہ تمکو وہ چیزیں ملیں گی جنکی تم درخواست کرتے ہو اور جم گئی اُن پر ذلت اور پستی اور مستحق ہو گئے

وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ

وَالْمَسْكَنَةُ	وَبَآءُوْ	بِغَضَبٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَانُوْا	یَكْفُرُوْنَ	بِاٰیٰتِ	اللّٰهِ	وَیَقْتُلُوْنَ
اور محتاجی	اور وہ لوٹے	غضب کیساتھ	سے	اللہ	یہ	اس لئے کہ وہ	وہ تھے	وہ انکار کرتے	آیتوں کا	اللہ	اور قتل کرتے تھے

غضب الٰہی کے یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ منکر ہوجاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے

النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۟

النَّبِیّٖنَ	بِغَیْرِ الْحَقِّ	ذٰلِكَ	بِمَا	عَصَوْا	وَّكَانُوْا	یَعْتَدُوْنَ	
نبیوں کو	ناحق	یہ	اس لئے کہ	انہوں نے نافرمانی کی	اور تھے	حد سے بڑھتے	

پیغمبروں کو ناحق یہ اس وجہ سے کہ اُن لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ سے نکل نکل جاتے تھے

بنی اسرائیل کی مغضوبیت اور اس کے اسباب

وادی تیہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بے محنت و مشقت کے لطیف غذا من وسلوٰی عطا فرما رکھی تھی۔ صاف ستھرا شیریں پانی پینے کو مرحمت کیا تھا لیکن بنی اسرائیل سے ایک ہی قسم کے کھانے یعنی من وسلوٰی پر صبر نہ ہوسکا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہر

روز ہم کو من وسلوٰی ہی ملتا ہے ہم کو یہ بات پسند نہیں ہماری طبیعت اور چیزوں کو بھی چاہتی ہے ایک قسم کا کھانا کھاتے کھاتے ہماری طبیعت اُکتا گئی۔ آپ ہمارے لئے خدا سے دُعا فرمائیں کہ زمین کی سبزی ترکاریاں، ککڑی، گیہوں، مسور پیاز ہم کو عطا کرے اس سے ہمارا ذائقہ بدلے گا اور کچھ لطف حاصل ہوگا بنی اسرائیل کی اس درخواست پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم کیسی سمجھ رکھتے ہو کہ افضل کو چھوڑ کر ادنیٰ کو اور بہتر وعمدہ کے بدلہ میں کمتر چیز کو چاہتے ہو وہ رزق الٰہی یعنی من وسلوٰی جو لطیف و بابرکت ہے، ایسی بیش بہا سہل الحصول لطیف غذا کو چھوڑ کر ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو مانگتے ہو جو صرف اس جسمانی زبان سے متعلق ہیں اور پھر بغیر مشقت ومحنت کے وہ تم کو حاصل بھی نہیں ہوسکتیں آخر کیوں اس کو پسند کرتے ہو لیکن بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو نہ مانا اور اپنی درخواست پر اصرار کیا، جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا اگر تم نہیں مانتے تو کسی شہر میں جا کر اُترو وہاں تم کو یہ چیزیں ملیں گی جو تم مانگتے ہو۔

یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار وجوہات ظاہر فرمائے کہ جن کے سبب سے اس قوم یہود پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا پہلی وجہ فرمائی یَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے) یعنی اللہ کی آیات اور احکام پر خوشی خوشی عمل نہیں کرتے تھے بلکہ خواہ مخواہ بال کی کھال اتارتے کٹ حجتی اور بے جا اعتراضات کرتے تھے۔ دوسری وجہ فرمائی وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ (اور نبیوں کا ناحق خون کرتے تھے) ابوداؤد میں حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے تین سو انبیاؤں کو قتل کیا ہے جن میں حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام بھی شامل ہیں۔ مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب والا قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جس کو کسی نبی نے قتل کیا یا اس نے کسی نبی کو قتل کیا یا کسی گمراہی کا پیشوا یا تصویر بنانے والا۔ تیسری وجہ یہ فرمائی ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا یعنی وہ حد سے بڑھ جاتے تھے اپنے اعمال واقوال اور عقائد میں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) یوسف نجار کا بیٹا اور جادوگر کہتے تھے اور حضرت مریم علیہا السلام پر (معاذ اللہ) بدکاری کا الزام لگاتے تھے یہ سب اُن کی بہتان بندی اور افترا پردازی تھی، انہی سب وجوہات کی بناء پر اللہ نے اس یہود قوم کو دُنیا میں ذلت اور اپنے غضب کی سزا دی۔

دُعاء کیجئے:

اے اللہ! ہم کو قرآن وسنت کا اتباع کامل نصیب فرما اور اپنے کرم سے ہم کو اپنے اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔

اے اللہ! ہم اتباع شریعت، اتباع قرآن اور اتباع سنت چھوڑ کر نفس اور شیطان کی گمراہیوں میں پھنس گئے ہیں۔ ہمیں پھر بھولا ہوا سبق یاد دلا دے اور ہمارے ملک قوم اور معاشرہ کی اصلاح فرما دے اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما دے اور اس ملک میں شریعت اسلامیہ کا بول بالا فرما دے۔

اے اللہ! حاکم ومحکوم، چھوٹے اور بڑے ہر ایک کو ہدایت سے نواز دے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

اِنَّ الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَالَّذِیْنَ	هَادُوْا	وَالنَّصٰرٰی	وَالصّٰبِئِیْنَ	مَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰہِ	وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
بیشک جولوگ	ایمان لائے	اور جولوگ	یہودی ہوئے	اور نصاریٰ	اور صابی	جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور روز آخرت

یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور فرقہ صابئین جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

	وَعَمِلَ	صَالِحًا	فَلَهُمْ	اَجْرُهُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَیْهِمْ	وَلَا	هُمْ	یَحْزَنُوْنَ	
	اور عمل کرے	نیک	تو انکے لئے	انکا اجر	پاس	انکا رب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	

اور کارگزاری اچھی کرے ایسوں کیلئے ان کا حق الخدمت بھی ہے انکے پروردگار کے پاس اور کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور نہ وہ مغموم ہونگے

نجات کا معیار ایمان اور عملِ صالح ہے:

یہود مدینہ جن کو یہ واقعات و حالات بسلسلہ تبلیغ اسلام سنائے جارہے ہیں، ان کو خیال گزر سکتا تھا کہ اب تو معذرت کر کے اگر ہم ایمان لانا بھی چاہیں تو حق تعالیٰ کے نزدیک غالباً قبول نہ ہو اور اب ہم کچھ بھی کریں ہمارے آباؤ اجداد کے جرائم کے سبب سے ہماری دینی و دنیوی ذلت دور نہیں ہوسکتی تو اس خیال کے رفع کے لئے اس آیت میں ایک قانون کلی بیان فرمایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محض نام ولقب کوئی چیز نہیں اور نہ اُن کے ہاں کسی مخصوص نسل یا قوم کی خاندانی عزت اور امتیاز قابلِ اعتبار ہے اللہ کے ہاں ایمان اور اعمال صالحہ پر دار و مدار ہے۔ پس کوئی مسلمان ہو یا یہودی، عیسائی ہو یا صابی ہو اللہ کے دربار میں کسی کی تخصیص نہیں، جو شخص عقائد و اعمال میں پوری اطاعت اختیار کرے گا خواہ وہ پہلے کیسا ہی ہو اللہ کے یہاں مقبول اور اس کی خدمت مشکور ہے اور ظاہر ہے کہ بعد نزول قرآن کے پوری اطاعت دین محمدی یعنی مسلمان ہونے میں منحصر ہے مطلب یہ ہوا کہ جو سچا مسلمان ہو جائے گا مستحق اجر و نجات اخروی ہوگا۔ گویا اس آیت میں لوگوں کی نجات کے لئے تین باتوں کا ہونا ضروری فرمایا۔ ایک تو اللہ کو ماننا اور جب اللہ کو مانیں گے تو اس کے احکام کو بھی مانیں گے اور اللہ کے احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے معلوم ہوئے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا بھی اللہ کے ماننے میں شامل ہو گیا دوسرے آخرت کو ماننا جب آخرت کو مانیں گے تو عذاب ثواب، جزا و سزا، جنت و جہنم کو بھی مانیں گے۔ تیسرے اعمال صالحہ یعنی نیک کام کرنا اور نیک کام وہی ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے نیک بتلایا ہے اور جس طریقہ سے بتلایا ہے گویا اللہ اور رسول کے احکامات کی اتباع کا نام عمل صالح ہے۔

فائدہ: مسلمان سے مراد امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے، یہود وہ جو اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کہتے ہیں اور نصاریٰ سے مراد دین عیسوی کے پیروکار اور صابی سے مراد وہ فرقہ ہے جو ستاروں کی یا فرشتوں کی عبادت کرتے تھے۔

تمام آیات، انبیاء، فرشتوں اور آسمانی کتب پر ایمان بھی ضروری ہے:

اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فقط اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانا نجات کیلئے کافی ہے انبیاء اور ملائکہ اور آسمانی کتب

وغیرہ پر ایمان لانا ضروری نہیں قرآن کریم کی صدہا آیات اور نصوص اس بات پر صراحۃً دلالت کر رہی ہیں کہ جو شخص انبیاء اور ملائکہ کا انکار کرے وہ قطعاً کافر ہے کیونکہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانا اس وقت تک ممکن نہیں کہ جب تک انبیاء اور ملائکہ اور آسمانی کتب پر ایمان نہ لائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور آخرت کے احوال کی معرفت کا ذریعہ انبیاء اور کتب آسمانی ہیں اور کتب آسمانی کا نزول فرشتہ کی وساطت سے ہوتا ہے تو حاصل یہ ہوا کہ ایمان باللہ اور ایمان بیوم الآخرۃ موقوف ہے ایمان بالانبیاء اور ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتب پر اس لئے یہاں ان تین چیزوں پر ایمان لانے کو علیحدہ نہیں بیان فرمایا گیا یہاں ایمان باللہ کا ذکر اجمالی ہے باقی تفصیلی ذکر قرآن مجید کی دوسری آیتوں میں موجود ہے۔ چنانچہ اسی سورۂ بقرہ دوسرے پارہ آیت نمبر ۱۷۷ اور ۲۵۸ میں تفصیل موجود ہے۔

اللہ کے رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لائیں سب کو اللہ کے سچے رسول مانیں یہ نہیں کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں جیسے یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا مگر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہ مانا جیسا کہ چھٹے پارہ سورۂ نساء میں وضاحت موجود ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ مطلب اس آیت کا اور اس قانون کا جو فرمایا گیا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی فرقہ کی تخصیص نہیں جو بھی صحیح معنی میں ایمان لے آئے اور عمل صالح اختیار کرے وہ عذابِ الٰہی سے نجات پا جائے گا خواہ وہ پہلے سے کیسا ہی ہو اور ایسوں کیلئے ان کا حق الخدمت بھی ہے اُن کے پروردگار کے پاس پہنچ کر اور وہاں جا کر بوجہ ایمان صالح کے کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں اُن پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے یعنی ان تمام شرارتوں کے بعد بھی اگر اسلام قبول کرلیں تو گزشتہ سب معاف ہو جائے گا اور ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی ذات اور اپنی صفات اور یومِ آخرت پر حقیقی اور سچا و پکا ایمان نصیب فرمائیں اور اس ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ بھی نصیب فرمائیں۔ اور اس کا اجر وثواب اپنی رحمت سے ہم کو آخرت میں عطا فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمالیجئے کہ جن کو آخرت میں پہنچ کر نہ خوف ہوگا نہ غم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ

وَ	اِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَكُمْ	وَرَفَعْنَا	فَوْقَكُمُ	الطُّوْرَ	خُذُوْا	مَآ اٰتَيْنٰكُمْ	بِقُوَّةٍ	وَّاذْكُرُوْا	مَا	فِيْهِ
اور	جب	ہم نے لیا	تم سے اقرار	اور ہم نے اٹھایا	تمہارے اوپر	کوہ طور	پکڑو	جو ہم نے تمہیں دیا	مضبوطی سے	اور یاد رکھو	جو	اسمیں

اور جب ہم نے تم سے قول وقرار لیا اور ہم نے طور پہاڑ کو اُٹھا کر تمہارے اوپر معلق کر دیا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے مضبوطی کیساتھ اور یاد رکھو جو احکام اسمیں ہیں جس سے توقع ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ	ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	مِّنْ بَعْدِ	ذٰلِكَ	فَلَوْلَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَرَحْمَتُهٗ
تاکہ تم	پرہیزگار ہو جاؤ	پھر	تم پھر گئے	بعد	اس	پس اگر نہ	فضل	اللہ	تم پر	اور اسکی رحمت

کہ تم متقی بن جاؤ پھر تم اس قول و قرار کے بعد بھی پھر گئے سو اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم نہ ہوتا

لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا

لَكُنْتُمْ	مِّنَ	الْخٰسِرِيْنَ	وَلَقَدْ	عَلِمْتُمُ	الَّذِيْنَ	اعْتَدَوْا	مِنْكُمْ	فِي السَّبْتِ	فَقُلْنَا	لَهُمْ	كُوْنُوْا
تو تم تھے	سے	نقصان اٹھانیوالے	اور البتہ	تم نے جان لیا	جنہوں نے	زیادتی کی	تم سے	ہفتہ کے دن میں	تب ہم نے کہا	ان سے	تم ہو جاؤ

تو ضرور تم تباہ ہو جاتے اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے تجاوز کیا تھا دوبارہ یوم ہفتہ کے سو ہم نے ان کو کہہ دیا

قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

قِرَدَةً	خٰسِئِيْنَ	فَجَعَلْنٰهَا	نَكَالًا	لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا	وَمَا	خَلْفَهَا	وَمَوْعِظَةً	لِّلْمُتَّقِيْنَ
بندر	ذلیل	پھر ہم نے اسے بنایا	عبرت	سامنے والوں کیلئے	اور جو	اسکے پیچھے	اور نصیحت	پرہیزگاروں کیلئے

کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ پھر ہم نے اسکو ایک عبرت بنا دیا اُن لوگوں کیلئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور اُن لوگوں کیلئے بھی جو مابعد زمانہ میں آتے رہے اور موجب نصیحت ڈرنے والوں کیلئے

پہاڑ معلق کر کے یہودیوں سے احکام تسلیم کرانا

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ بنی اسرائیل فرعونیوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار اصرار کرتے تھے کہ ہمارے لئے احکام کی ایک مستند آسمانی کتاب لا دیجئے تاکہ اس پر عمل کر سکیں جب موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر کتاب تورات عطا ہوئی اور آپ نے واپس تشریف لا کر قوم کو دکھلائی اور سنائی تو کہنے لگے کہ توریت کے حکم تو مشکل اور بھاری ہیں اس پر ہم سے عمل نہیں ہو سکتا حالانکہ وہ سب احکام ان کی حالت اور اُس وقت کے مناسب ہی تھے۔ اُن کی اس نافرمانی اور بغاوت پر حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ طور پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا اُٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دو کہ یا تو اس کتاب کے احکام کو قبول کرو ورنہ یہ پہاڑ تم پر ابھی گرا دیا جائے گا یہ دیکھ کر بنی اسرائیل ڈر کے مارے کانپنے لگے اور ان میں مخالفت کی جرأت باقی نہ رہی تو اب چار و ناچار توریت کے حکموں کو مجبوراً قبول کرنا پڑا۔

سوال: دین میں تو جبر و اکراہ نہیں تو پھر بنی اسرائیلیوں پر پہاڑ

لٹکا کر انہیں تورات کے احکام قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے پر کیوں مجبور کیا گیا؟

جواب: ابتداءً کسی کو قبولِ اسلام یا ایمان پر مجبور کرنے کی تو دین اجازت نہیں دیتا یعنی عام کافر پر یہ جبر نہیں کریں گے کہ تو ایمان لے آ اور مسلمان ہو جا ورنہ تجھ کو مار ڈالیں گے، اسی لئے جہاد میں جزیہ بھی ہے کہ اس کے قبول کرنے سے بھی جہاد ترک جاتا ہے البتہ بخوشی قبول ایمان واسلام کے بعد اگر کوئی شخص دین کے دستور سے بغاوت کرے گا تو اُسے ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا یہ بنی اسرائیل پہلے اپنی رضا اور رغبت سے ایمان لا چکے تھے اور اب اپنے دین کے دستور سے یعنی توراۃ سے جو اس وقت ان کا دستور تھا بغاوت کر رہے تھے اس لئے اُسے برداشت نہیں کیا گیا۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ یعنی تمہاری بدعہدی اور عہد شکنی کا اقتضا تو یہ تھا کہ تم کو فوراً عذاب سے ہلاک کر دیا جاتا مگر پھر اللہ نے اپنا فضل ومہربانی تم پر فرمائی اور اپنی رحمت سے حضرت شمویل علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو بھیج کر تمہاری ہدایت اور راہِ راست پر لانے کا سامان کیا، یہ خدا کا فضل تھا ورنہ یہود تو دنیا میں اپنی تباہی اور عذاب آخرت کا سامان کر ہی چکے تھے۔

ہفتہ کے دن کے بارہ میں حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنیوالوں کا انجام

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو سال بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں یہودیوں کی ملک شام کے غربی جانب سمندر کے کنارے ایک آبادی تھی جس کا نام ایلہ تھا اس میں تقریباً اسی ہزار یہودی آباد تھے اور ان کی تجارت کا مدار مچھلیوں پر تھا سنیچر کے روز جس کو سبت کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں شکار کھیلنے یا کاروبار دُنیوی کرنے کی سخت ممانعت تھی جیسا کہ توریت میں حکم تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا اور امتحاناً یہ صورت کر دی کہ سنیچر ہی کے دن بڑی کثرت سے مچھلیاں پانی کی سطح پر تیر کر آ جایا کرتی تھیں اور باقی دِنوں میں پانی کے اندر رہا کرتی تھیں یہ حالت ایک عرصہ تک قائم رہی تو اس بستی کے یہودیوں کو حیلہ سازی اور کوئی تدبیر نکالنے کی فکر ہوئی کہ اللہ کے حکم کی ظاہری صورت بھی برقرار رہے یعنی سنیچر کے دن شکار نہ کرنے کا حکم بھی پورا ہو جائے اور مچھلیاں جو اسی دن کثرت سے آتیں وہ بھی ہاتھ لگ جائیں پس پہلے تو ایک شخص نے یہ حرکت کی کہ سنیچر کے روز ایک مچھلی پکڑ کر ڈورے سے باندھ کر پانی میں چھوڑ دی اور پانی کے کنارے ایک کیل گاڑ کر ڈوری کا کنارہ اس کیل سے باندھ دیا تاکہ مچھلی جانہ سکے پھر اتوار کا دن ہوا تو اس کو پکڑ لایا اسی طرح اُس نے دوسرے سنیچر کو کیا رفتہ رفتہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اسی طرح خفیہ خفیہ یہ حرکت کرنی شروع کر دی اور اسی طرح کچھ عرصہ تک کرتے رہے پھر یہ لوگ دلیر ہو گئے اور علی الاعلان سمندر کے کنارے قریب قریب گہرے حوض اور تالاب کھود لئے اور سمندر سے نالیاں کاٹ کر حوضوں تک پہنچا دیں سنیچر کے دن حسبِ معمول مچھلیاں پانی کی سطح پر آتی تھیں اور نالیوں میں ہوتی ہوئی حوضوں میں آ جاتیں اور وہ نالیوں کو بند کر دیتے تاکہ واپس نہ جا سکیں اور اتوار کے دن یہ مچھلیاں پکڑ لیتے اور علانیہ بازاروں میں فروخت کرتے بنی اسرائیل کے پیغمبر وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے منع فرمایا کہ ایسی حرکت نہ کرو تو تقریباً بارہ سو یہودی تو حضرت داؤد علیہ السلام سے متفق

رہے بلکہ پہلے ہی سے یہ لوگ اس حیلہ سازی اور چالبازی میں شریک نہ تھے اور دوسروں کو بھی اس جرم سے منع کرتے تھے باقی یہود کے دو گروہ ہو گئے ایک علی الاعلان مچھلیاں پکڑ کر فروخت کرنے والا دوسرا گروہ خود تو شکار نہ کرتا لیکن دوسروں کو شکار کرنے سے منع بھی نہ کرتا تھا۔

بہر حال اس دن عبادت کی بے حرمتی حکمِ الٰہی کی نافرمانی اور تعدی اور گناہوں کی وجہ سے اس بیباک فرقہ کو بندروں کی صورت پر مسخ کر دیا گیا اور تین دن کے اندر یہ مجرم گروہ اپنے اپنے مکانوں کے اندر نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ مسخ شدہ قوم تین دن کے اندر سب ہلاک ہو گئی تھی اور ان کی کوئی نسل نہیں یہ بندر جواب موجود ہیں اور جو اس وقت بھی موجود تھے یہ تو جانور ہیں جو اسی طرح پیدا کئے گئے تھے۔

یہ واقعہ اگرچہ بنی اسرائیل کے ایک فرقہ کا ہوا تھا مگر اس واقعہ کو خود بنی اسرائیل کی تاریخ اور کتابوں میں کافی اہمیت حاصل تھی اور یہ عبرت انگیز واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود بھی خوب جانتے تھے اسی لئے یہاں آیت میں فرمایا وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ یعنی یقیناً تمہیں اُن لوگوں کا علم بھی ہے۔

آگے اس سزائے مسخ کی حکمت ارشاد فرمائی گئی کہ یہ سزا بندر بنا دیئے جانے کی اس لئے دی گئی کہ نافرمانوں کو عبرت اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہو۔ اس وقت کے لوگوں کے لئے بھی یہ واقعہ باعثِ عبرت ہوا اور بعد کے آنے والے لوگوں کے لئے بھی باعثِ نصیحت ٹھہرا تاکہ سب لوگ اللہ کے حکم کی نافرمانی کے انجام سے آگاہ اور خبردار رہیں اور زندگی کے ہر معاملہ میں محتاط اور خدا سے ڈرنے والے رہیں۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہمیں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا پابند بنا کر رکھیں اور شریعت کے احکام میں حیلہ سازی اور چالبازی سے کامل طور پر بچائیں۔

یا اللہ! ہمیں گزشتہ اقوام کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرنیوالا دل عطا فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ

وَ اِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖٓ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَاْمُرُكُمْ	اَنْ	تَذْبَحُوْا	بَقَرَةً	قَالُوْٓا	اَتَتَّخِذُنَا	هُزُوًا
اور جب	کہا	موسیٰ	اپنی قوم سے	بیشک	اللہ	تمہیں حکم دیتا ہے	کہ	تم ذبح کرو	ایک گائے	وہ کہنے لگے	کیا تم کرتے ہو ہم سے	مذاق

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تمکو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک گائے ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ آیا آپ ہم کو مسخرہ بناتے ہیں

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ

قَالَ	اَعُوْذُ	بِاللّٰهِ	اَنْ اَكُوْنَ	مِنَ الْجٰهِلِيْنَ	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَّنَا	مَا هِيَ
اسنے کہا	میں پناہ لیتا ہوں	اللہ کی	کہ ہو جاؤں	جاہلوں سے	انہوں نے کہا	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	بتلائے	ہمیں	کیسی ہے وہ

موسیٰ نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے بیان کردیں کہ

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا

قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	لَّا فَارِضٌ	وَّلَا	بِكْرٌ	عَوَانٌ	بَيْنَ	ذٰلِكَ	فَافْعَلُوْا	مَا
اسنے کہا	بیشک وہ	فرماتا ہے	کہ وہ	گائے	نہ بوڑھی	اور نہ	چھوٹی عمر	جوان	درمیان	اس	پس کرو	جو

اسکے کیا اوصاف ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسی گائے ہو کہ نہ بالکل بوڑھی ہو نہ بہت بچہ ہو بلکہ دونوں عمروں کے اوسط میں سو اب کر ڈالو

تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ

تُؤْمَرُوْنَ	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَّنَا	مَا	لَوْنُهَا	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	صَفْرَآءُ
تمہیں حکم دیا جاتا ہے	انہوں نے کہا	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	وہ بتادے	ہمیں	کیسا	اسکا رنگ	اسنے کہا	بیشک وہ	فرماتا ہے	کہ وہ	ایک گائے	زرد رنگ

جو کچھ تمکو حکم ملا ہے کہنے لگے کہ درخواست کر دیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے بیان کردیں کہ اسکا رنگ کیسا ہو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک زرد رنگ کی گائے ہو

فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ

فَاقِعٌ	لَّوْنُهَا	تَسُرُّ	النّٰظِرِيْنَ	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَّنَا	مَا هِيَ	اِنَّ	الْبَقَرَ
گہرا	اسکا رنگ	اچھی لگتی	دیکھنے والے	انہوں نے کہا	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	وہ بتادے	ہمیں	وہ کیسی	کیونکہ	گائے

جسکا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کو فرحت بخش ہو کہنے لگے کہ ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کر دیجئے کہ ہم سے بیان کردیں کہ اسکے اوصاف کیا ہوں کیونکہ ہمکو

تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ

تَشٰبَهَ	عَلَيْنَا	وَاِنَّآ	اِنْ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَمُهْتَدُوْنَ	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	لَّا ذَلُوْلٌ
اشتباہ ہو گیا	ہم پر	اور بیشک ہم	اگر	چاہا	اللہ	ضرور ہدایت پالیں گے	اسنے کہا	بیشک وہ	فرماتا ہے	کہ وہ	ایک گائے	نہ سدھی ہوئی

اس گائے میں اشتباہ ہے اور ہم ضرور ان شاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جائیں گے موسیٰ نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ وہ نہ تو ہل میں چلی ہوئی ہو

تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

تُثِيرُ	الْأَرْضَ	وَلَا	تَسْقِي	الْحَرْثَ	مُسَلَّمَةٌ	لَا	شِيَةَ	فِيهَا	قَالُوا	الْـٰٔنَ	جِئْتَ	بِالْحَقِّ
جوتی	زمین	اور نہ	پانی دیتی	کھیتی	بے عیب	نہیں	کوئی داغ	اسمیں	وہ بولے	اب	تم لائے	ٹھیک بات

جس سے زمین جوتی جائے اور نہ اس سے زراعت کی آبپاشی کی جائے سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو کہنے لگے اب آپ نے پوری بات فرمائی

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾

فَذَبَحُوهَا	وَمَا كَادُوا	يَفْعَلُونَ
پھر انہوں نے ذبح کیا اسکو	اور وہ لگتے نہ تھے	وہ کریں

پھر اسکو ذبح کیا اور کرتے ہوئے معلوم ہوتے نہ تھے۔

بنی اسرائیل کے مقتول کی تحقیق اور خداپرستی وماں کی فرمانبرداری کا انعام

بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت بڑا مالدار تھا اور اس کے صرف ایک لڑکی تھی اور ایک بھتیجا تھا ان کے علاوہ اور کوئی وارث نہ تھا بھتیجے کو خیال آیا کہ میں اسے کیوں نہ مار ڈالوں تاکہ اس کی لڑکی سے نکاح بھی کرلوں اور قتل کی تہمت دوسروں پر رکھ کر دیت بھی وصول کروں اور مقتول کے مال کا مالک بھی بن جاؤں۔ ایک دن موقع پاکر اپنے چچا کو قتل کر ڈالا اور لاش کو اپنے گاؤں سے باہر دوسرے گاؤں میں ڈال دیا اور صبح کو خود اس کے خون کا مدعی ہوا اور دوسرے گاؤں کے آدمیوں پر قتل کا الزام لگایا اس گاؤں کے آدمیوں نے انکار کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں گاؤں والے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے آخر کچھ سمجھدار لوگ بھی تھے انہوں نے کہا لڑائی کیوں کرتے ہو اللہ کے پیغمبر یعنی موسیٰ علیہ السلام ہم میں موجود ہیں اُن سے چل کر دریافت کرو وہ جس شخص کا نام بتادیں بس وہی قاتل ہے چنانچہ یہ سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی حکم الٰہی ہوا کہ ایک گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کی لاش پر رکھو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا دیا تو بنی اسرائیل نہایت بے باکی اور بدتمیزی سے کہنے لگے کہ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں ہم تو قاتل کا نام دریافت کرتے ہیں اور آپ گائے ذبح کرنے کو کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نعوذ باللہ جاہل نہیں ہوں مسائل شرعیہ کے موقع پر مذاق جاہلوں کا کام ہے اللہ عزوجل کا حکم یہی ہے تو بجائے اس کے کہ نبی کے حکم کی تعمیل کرتے اس میں حجت بازی کرنے لگے اور طرح طرح کے سوالات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گائے کے متعلق کرنے لگے کہ وہ کیسی گائے ہے اس کا رنگ کیسا ہے اس کی عمر کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بنی اسرائیل کسی گائے کو بھی ذبح کر دیتے تو کافی ہو جاتا لیکن انہوں نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن پر سختی کی۔

الغرض پہلا سوال بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے گائے کی عمر کے متعلق دریافت کیا جس کا جواب دیا گیا کہ نہ تو وہ بالکل بوڑھی ہو نہ بالکل بچہ ہو بلکہ درمیانی عمر کی ہو جس کو ادھیڑیا پٹھیا بھی کہتے ہیں لیکن بنی اسرائیل نے ایک دوسرا سوال پھر کیا کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہے؟ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کا زرد رنگ اور وہ بھی خوب گہرا ہونا بیان کر دیا بنی اسرائیل اب بھی مطمئن نہ ہوئے اور پھر ایک تیسرا سوال موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا کہ اُس گائے کے اوصاف کیا ہوں کیونکہ ہم کو ابھی شبہ باقی ہے اور اب کی بار ان شاء اللہ ہم

ٹھیک سمجھ جائیں گے موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ گائے عمدہ سالم اور بے عیب ہے نہ تو ہل میں چلی ہوئی نہ اس سے زمین جوتی گئی نہ کنوئیں میں جوڑی گئی کہ اس سے پانی کی کھینچائی ہوئی، غرض وہ ہر طرح سالم اور بے داغ ہے یہ سن کر کہنے لگے کہ اب آپ نے پوری اور صاف بات فرما دی اب ہم ان شاء اللہ اس گائے کو تلاش کر کے خرید لیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو کبھی بھی پتہ نہ چلتا اور قیامت تک وہ اس گائے کو حاصل نہ کر سکتے۔

اُدھر بنی اسرائیل میں ایک نیک اور خدا پرست آدمی تھا اور اس کی بیوی بھی ایسی ہی تھی اور ان کے پاس ایک بچھیا تھی اور اُن کے ایک ہی بچہ تھا اس خدا پرست آدمی کے انتقال کا وقت آ گیا مرتے وقت اس شخص نے اپنی بیوی کے مشورہ سے اس بچھیا کو جنگل میں چھڑوا دیا اور خدا تعالیٰ کی امانت میں دے دیا اور بارگاہِ الٰہی میں دُعاء کی کہ الٰہی اس بچھیا کو میں تیری امانت میں اپنے چھوٹے بچہ کیلئے دیتا ہوں اس کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا یتیم بچہ کو نیک والدہ پرورش کرتی رہی جب وہ لڑکا بڑا ہوا تو وہ بھی بڑا نیک سعید اور اپنی ماں کا فرمانبردار نکلا ایک روز اس کی والدہ نے کہا کہ بیٹا فلاں جنگل میں ایک بچھیا تمہارے باپ نے خدا کی امانت میں تیرے لئے سپرد کی تھی تو اس کو اب جا کر لے آ بیٹا جنگل میں گیا اور امانت الٰہی کا نام لے کر گائے کو آواز دی تو وہ گائے فوراً دوڑی ہوئی چلی آئی یہ لڑکا گائے کو لیکر اپنی والدہ کے پاس آیا اس کی والدہ نے کہا کہ اس کو بازار میں لے جا کر فروخت کر دو لیکن یہ ہدایت کر دی کہ جو دام لگیں بغیر میرے مشورہ کے نہ بیچنا یہ لڑکا گائے کو لے کر بازار میں گیا تو وہاں ایک شخص نے کچھ قیمت لگائی مگر لڑکے نے کہا کہ میں اپنی والدہ سے اجازت اور مشورہ کے بعد جواب دوں گا اس نے کہا کہ اگر تم بغیر مشورہ کے دے دو تو دو چند قیمت دیتا ہوں لیکن اس لڑکے نے گائے نہ دی اور والدہ سے آ کر تذکرہ کیا والدہ نے منع کر دیا دوسرے روز اسی خریدار نے دو چند قیمت لگائی لیکن پہلے روز کی طرح ماں ہمیشہ دینے سے انکار کرتی رہی اور اس طرح روز قیمت میں اضافہ ہوتا رہا ایک روز عورت نے لڑکے سے کہا کہ یہ خریدار یا تو کوئی فرشتہ ہے یا کوئی خدا رسیدہ بزرگ ہے تم میری طرف سے اُن سے مشورہ لینا کہ ہمیں اس گائے کا کیا کرنا چاہئے چنانچہ لڑکے نے ایسا ہی کیا تو اس شخص نے جواب دیا کہ تم اپنی والدہ سے میرا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ عنقریب بنی اسرائیل کو اس گائے کی ضرورت اور تلاش ہو گی اور وہ اس کی خریداری کے درپے ہوں گے اور تم سے اس کے ہم وزن سونا دے کر خریدیں گے تم اس وقت فروخت کرنا چنانچہ ایسا ہی ہوا اُدھر بنی اسرائیل مطلوبہ گائے کی تلاش میں تھے اور وہ اسی صالح یتیم لڑکے کی نکلی جس کی بنی اسرائیل نے منہ مانگی قیمت ادا کی اور اس کو خرید کر ذبح کیا۔

پھل کو میٹھا بنانے کا عمل

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ کو پڑھ کر اگر کوئی پھل کاٹا جائے تو وہ ان شاء اللہ میٹھا اور خوش ذائقہ نکلے گا۔ (اعمال قرآنی)

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو وہ اسلام اور ایمان نصیب فرمائیں کہ جو ہم مولائے کریم کا اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم سنیں اس پر دل و جان سے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہنے والے اور اپنے احکام کا ہم کو پورا پورا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! ظاہراً اور باطناً ہر حال میں ہم کو اپنی شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا

وَإِذْ	قَتَلْتُمْ	نَفْسًا	فَادّٰرَءْتُمْ	فِيهَا	وَاللّٰهُ	مُخْرِجٌ	مَا كُنْتُمْ	تَكْتُمُونَ	فَقُلْنَا
اور جب	تم نے قتل کیا	ایک آدمی	پھر تم جھگڑنے لگے	اسمیں	اور اللہ	ظاہر کرنیوالا	جو تم تھے	چھپاتے	پھر ہم نے کہا

اور جب تم لوگوں نے ایک آدمی کا خون کر دیا پھر ایک دوسرے پر اسکو ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جسکو تم مخفی رکھنا چاہتے تھے اس لئے ہم

اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيكُمْ آيٰتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾

اضْرِبُوهُ	بِبَعْضِهَا	كَذٰلِكَ	يُحْيِ	اللّٰهُ	الْمَوْتٰى	وَيُرِيكُمْ	آيٰتِهِ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُونَ
اسے مارو	اسکا ٹکڑا	اس طرح	زندہ کریگا	اللہ	مردے	اور تمہیں دکھاتا ہے	اپنے نشان	تا کہ تم	غور کرو

نے حکم دیا کہ اسکو اسکے کوئی سے ٹکڑے سے چھوا دو اسی طرح حق تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نظائر تم کو دکھاتے ہیں اس توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ

ثُمَّ	قَسَتْ	قُلُوبُكُمْ	مِنْ بَعْدِ	ذٰلِكَ	فَهِيَ	كَالْحِجَارَةِ	أَوْ	أَشَدُّ	قَسْوَةً	وَإِنَّ	مِنَ	الْحِجَارَةِ
پھر	سخت ہو گئے	تمہارے دل	بعد	اس	سو وہ	پتھر جیسے	یا	اس سے زیادہ	سخت	اور بیشک	سے	پتھر

ایسے ایسے واقعات کے بعد تمہارے دل پھر بھی سخت ہی رہے تو اُنکی مثال پتھر کی سی ہے یا سختی میں اُن سے زیادہ اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهٰرُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ

لَمَا	يَتَفَجَّرُ	مِنْهُ	الْأَنْهٰرُ	وَإِنَّ	مِنْهَا	لَمَا	يَشَّقَّقُ	فَيَخْرُجُ	مِنْهُ	الْمَاءُ	وَإِنَّ	مِنْهَا	لَمَا يَهْبِطُ
البتہ	پھوٹ نکلتی ہیں	اس سے	نہریں	اور بیشک	اس سے (بعض)	البتہ جو	پھٹ جاتے ہیں	تو نکلتا ہے	اس سے	پانی	اور بیشک	اس سے	البتہ گرتا ہے

جن سے نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور انہیں پتھروں میں بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکل آتا ہے اور انہیں پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٧٤﴾

مِنْ	خَشْيَةِ	اللّٰهِ	وَ	مَا اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُونَ
سے	ڈر	اللہ	اور	نہیں اللہ	بے خبر	سے جو	تم کرتے ہو

خوف سے اُوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور حق تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں

مردے کا زندہ ہونا اور بنی اسرائیل کی سنگ دلی

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيكُمْ آيٰتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ہم نے حکم دیا کہ اس مقتول کی لاش کو اس بقرہ کے کسی گوشت کے ٹکڑے سے چھوا دو۔ اس طرح چھوانے سے وہ زندہ ہو کر قاتل کا نام بتا دے گا چنانچہ جب گائے کا ٹکڑا مقتول

6 کی لاش پر رکھا گیا تو مقتول نے زندہ ہو کر اپنے بھتیجے کا نام بتادیا اور اس طرح جس بات کو وہ چھپانا چاہتے تھے ظاہر فرمادیا گیا اور مقتول قاتل کا نام بتا کر پھر گر پڑا اور مر گیا اس پر قاتل کو یعنی مقتول کے بھتیجے کو پکڑا گیا اور قصاص لیا گیا اور میراث سے بھی محروم رکھا گیا اور اسی وقت سے یہ حکم ہو گیا کہ قاتل ہمیشہ میراث سے محروم رہے گا اگرچہ قاتل مقتول کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً

یعنی اے بنی اسرائیل چاہئے تو تمہیں یہ تھا کہ ان تمام گزشتہ واقعات، انعامات، احسانات اور آیات و معجزات اور تخویفات اور تبشیرات کے بعد تمہارے دِل نرم ہو جاتے ان میں خوف پیدا ہو جاتا اور پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کے احکام کی پیروی کرتے اور سچی نیت سے اس کی اطاعت کرتے مگر اس کے باوجود تمہارے دِل سخت ہو گئے اور تم نے بڑھ چڑھ کر حدود اللہ کو توڑا اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کی اور سخت بھی کیسے پتھر کی طرح بلکہ پتھر سے بھی سخت تم سنگدل ہو بعضے تو پتھر بھی ایسے ہیں کہ ان سے تو کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ ان سے بڑی بڑی نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ جوشق ہو جاتے ہیں پھر ان سے اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے اُوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں گویا ہیبت الٰہی سے لرز کر سجدہ میں گرتے ہیں اور تمہارے دِلوں میں کسی قسم کا اثر ہی نہیں ہوتا۔

الغرض یہاں آیت میں بتایا گیا کہ بعض انسانوں کے دِل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں پھر کوئی نصیحت اور عبرت ان کے لئے مفید اور سودمند نہیں ہوتی دل کی سختی یعنی قساوت قلبی کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ خدا سے غافل بناتی ہے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْقَسْوَةِ وَالْغَفْلَةِ ''اے اللہ میں دل کی سختی اور غفلت سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' ایک حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ چار چیزیں بدبختی کی نشانی ہیں۔ ایک خوف خدا سے آنکھوں سے آنسو نہ بہنا۔ دوسرے دِل کا سخت ہونا۔ تیسرے امیدوں کا بڑھ جانا۔ چوتھے حرص، طمع اور لالچ کا پیدا ہو جانا۔

قیامت کے دن زندہ ہونے کی دلیل

جس طرح اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے عدل و قصاص جاری کرنے کے لئے عارضی طور پر تھوڑی دیر کیلئے ایک خاص ضرورت اور مصلحت کے لئے مردہ کو تمہارے روبرو زندہ فرمایا اور اس مردہ کا کلام تم نے اپنے کانوں سے سنا اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن محض جزا دینے اور عدل قائم کرنے کے لئے اور انصاف کیلئے دوبارہ اپنی قدرت کاملہ سے مُردوں کو محض اپنی قدرت سے زندہ فرمائے گا اور سب کا انصاف کرے گا اور مظلوم کا ظالم سے قصاص اور بدلہ لے گا۔

اخیر میں بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اے بنی اسرائیل اگرچہ تم اپنی قساوتِ قلبی کی وجہ سے خدا سے غافل ہو گئے مگر خوب سمجھ لو وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ کہ اللہ تمہارے اعمال و افعال سے بے خبر نہیں۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو قلب سلیم عطا فرمائیں اور قساوت قلبی کے مرض سے محفوظ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں سے بچائیں جو دل کو سخت کرنے والی ہیں اور اپنے ذکر و فکر کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو سعادت کی نشانی ہے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَکُمْ وَقَدْ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَسْمَعُوْنَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ

اَفَتَطْمَعُوْنَ	اَنْ	یُّؤْمِنُوْا	لَکُمْ	وَقَدْ کَانَ	فَرِیْقٌ	مِّنْھُمْ	یَسْمَعُوْنَ	کَلٰمَ اللّٰہِ	ثُمَّ	یُحَرِّفُوْنَهٗ
کیا پھر تم توقع رکھتے ہو	کہ	مان لیں گے	تمہارے لئے	اور تھا	ایک فریق	ان سے	وہ سنتے ہیں	اللہ کا کلام	پھر	وہ بدل ڈالتے ہیں اسکو

کیا اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر اسکو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا

مِنْۢ بَعْدِ	مَا عَقَلُوْهُ	وَھُمْ	یَعْلَمُوْنَ	وَاِذَا	لَقُوْا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	وَاِذَا	خَلَا
بعد	جوانہوں نے سمجھ لیا	اور وہ	جانتے ہیں	اور جب	وہ ملتے ہیں	جو لوگ	ایمان لائے	وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اور جب	اکیلے ہوتے ہیں

اسکو سمجھنے کے بعد اور جانتے تھے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے ہیں بعضے (منافق یہودی) دوسرے بعضے (علانیہ) یہودیوں

بَعْضُھُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَھُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ لِیُحَآجُّوْکُمْ بِهٖ عِنْدَ

بَعْضُھُمْ	اِلٰى	بَعْضٍ	قَالُوْٓا	اَتُحَدِّثُوْنَھُمْ	بِمَا	فَتَحَ	اللّٰہُ	عَلَیْکُمْ	لِیُحَآجُّوْکُمْ	بِهٖ	عِنْدَ
انکے بعض	پاس	بعض	کہتے ہیں	کیا بتاتے ہو انہیں	جو	ظاہر کیا	اللہ	تم پر	تاکہ وہ حجت لائیں تم پر	اسکے ذریعہ	سامنے

کے پاس تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کیا مسلمانوں کو وہ باتیں بتا دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر منکشف کر دی ہیں (توراۃ میں) نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تمکو حجت میں مغلوب کر دینگے کہ دیکھو یہ مضمون

رَبِّکُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

رَبِّکُمْ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	اَوَ	لَا یَعْلَمُوْنَ	اَنَّ	اللّٰہَ	یَعْلَمُ	مَا	یُسِرُّوْنَ	وَمَا	یُعْلِنُوْنَ
تمہارا رب	تو کیا تم نہیں سمجھتے	کیا	نہیں وہ جانتے	کہ	اللہ	جانتا ہے	جو	وہ چھپاتے ہیں	اور جو	وہ ظاہر کرتے ہیں

اللہ کے پاس (سے تمہاری کتاب میں آیا ہے) کیا تم (اتنی بات) نہیں سمجھتے کیا انکو اسکا علم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے ان چیزوں کی بھی جنکو وہ مخفی رکھتے ہیں اور ان کی بھی جنکا وہ اظہار کر دیتے ہیں

صحابہ کرامؓ سے خطاب ان سنگدلوں سے ایمان کی امید نہیں ہے
اور یہود کے مختلف گروہوں کی تفصیل

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَکُمْ اے مسلمانو! کیا یہ سارے قصے سن کر اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ یہودی تمہارے کہنے سے ایمان لے آویں گے یعنی جو لوگ ایسے بے باک اور اغراضِ نفسانیہ کے اسیر ہوں وہ کسی کے کہنے سے کب باز آنے والے اور کسی کی نصیحت کب سننے والے ہیں، ان کی شقاوت قلبی اور خباثت تو اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان سے ایمان و اسلام کی توقع بیکار ہے۔

یہود اپنی خباثت کے لحاظ سے پانچ گروہ تھے اس لئے ہر گروہ اور ان کی خباثت کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

پہلا گروہ......احبار ورہبان

اول پہلے گروہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے: وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ یہود کے احبار ورہبان یعنی دینی پیشوا یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے آخری رسول ہیں اور توراۃ میں جس آخری پیغمبر کا ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں مگر جان بوجھ کر وہ ان آیات میں تحریف کرتے جن میں آپ کے اوصاف مذکور تھے، اور ان کی یہ تحریف کسی غلط فہمی پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ دیدہ ودانستہ تھی۔

دوسرا گروہ......منافقین

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود کی منافقت کا ذکر فرما رہے ہیں، بعض یہود مسلمانوں کی خبریں اور حالات معلوم کرنے اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے دب کر رہنے پر جب مجبور ہوئے تو منافقانہ اسلام لائے یہ منافقین جب مسلمانوں سے ملتے جلتے تو مسلمانوں کی خوشامد میں اور اپنے ایمان واسلام کی سچائی جتانے کے لئے مسلمانوں سے جو تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت اور پیش گوئیاں اور علامات آئی تھیں بیان کرتے اس پر اُن کے علماء اور سرداران کو ملامت کرتے کہ بیوقوفو! تم اپنے علم اور اپنی کتاب میں سے مسلمانوں کو اسلام اور قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کے ثبوت اور سند کیوں دیتے ہو ایسی باتیں مسلمانوں سے کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تم کو حجت اور بحث میں مغلوب کردیں گے اور تم کو قائل کریں گے کہ ہمارے دین، مذہب، رسول اور کتاب کی حقانیت تو تمہاری کتاب میں بھی آئی ہے۔ پس اہل ایمان کو یہ بتایا گیا کہ جو لوگ ایسے عیار و چالاک اور بد باطن دھوکہ باز ہوں وہ تمہاری دعوت اسلام کیسے قبول کریں گے۔

آگے اللہ تعالیٰ ان منافقین اور ان ملامت گروں کی حماقت پر تنبیہ فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں:

أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ

یعنی اگر ان منافقین نے اپنا کفر مسلمانوں سے چھپایا تو کیا اور اگر ان ملامت گروں نے اللہ کے رسول کے متعلق بشارات وغیرہ کے مضامین چھپائے تو کیا۔ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے دونوں مضمونوں سے مسلمانوں کو جابجا اسی قرآن کے ذریعہ مطلع کردیا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو پکا اور سچا مسلمان بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام قرآن پاک کی سچی عظمت ہمارے قلوب میں عطا فرمائیں اور اس کا اتباع کامل ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ منافقوں کی خصلت وعادات سے ہم کو محفوظ رکھئے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ

وَمِنْهُمْ	أُمِّيُّوْنَ	لَا يَعْلَمُوْنَ	الْكِتٰبَ	إِلَّا	أَمَانِيَّ	وَإِنْ	هُمْ	إِلَّا	يَظُنُّوْنَ	فَوَيْلٌ
اوران میں	اَن پڑھ	وہ نہیں جانتے	کتاب	سوائے	آرزوئیں	اور نہیں	وہ	مگر	گمان سے کام لیتے ہیں	سو خرابی

اور اُن میں بہت سے ناخواندہ ہیں جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن دل خوش کن باتیں اور وہ لوگ اور کچھ نہیں خیالات پکا لیتے ہیں تو بڑی خرابی اُنکی ہوگی

لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ

لِلَّذِيْنَ	يَكْتُبُوْنَ	الْكِتٰبَ	بِأَيْدِيْهِمْ	ثُمَّ	يَقُوْلُوْنَ	هٰذَا	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	لِيَشْتَرُوْا	بِهٖ
ان کیلئے جو	لکھتے ہیں	کتاب	اپنے ہاتھوں سے	پھر	وہ کہتے ہیں	یہ	سے	پاس	اللہ	تاکہ وہ حاصل کریں	اس سے

جو لکھتے ہیں کتاب کو اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کرلیں

ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوْا

ثَمَنًا	قَلِيْلًا	فَوَيْلٌ	لَهُمْ	مِمَّا	كَتَبَتْ	أَيْدِيْهِمْ	وَوَيْلٌ	لَهُمْ	مِمَّا	يَكْسِبُوْنَ	وَقَالُوْا
قیمت	تھوڑی	سو خرابی	ان کیلئے	اس سے جو	لکھا	انکے ہاتھ	اور خرابی	ان کیلئے	اس سے جو	وہ کماتے ہیں	اور انہوں نے کہا

سو بڑی خرابی آویگی انکو اسکی بدولت جسکو انکے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی انکو اسکی بدولت جسکو وہ وصول کرلیا کرتے تھے اور یہودیوں نے کہا کہ ہرگز

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ

لَنْ تَمَسَّنَا	النَّارُ	إِلَّا	أَيَّامًا	مَعْدُوْدَةً	قُلْ	أَتَّخَذْتُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	عَهْدًا	فَلَنْ	يُخْلِفَ
ہرگز نہیں چھوئے گی	آگ	سوائے	دن	چند	کہہ دو	کیا تم نے لیا	پاس	اللہ	کوئی وعدہ	کہ ہرگز نہ	خلاف کرے گا

ہمکو آتش چھوئے گی نہیں مگر تھوڑے روز جو شمار کرلئے جاسکیں آپ یوں فرمادیجئے کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے کوئی معاہدہ لے لیا ہے جسمیں اللہ تعالیٰ اپنے

اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ أَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ

اللّٰهُ	عَهْدَهٗ	أَمْ	تَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ	بَلٰى	مَنْ	كَسَبَ	سَيِّئَةً	وَأَحَاطَتْ	بِهٖ
اللہ	اپنا وعدہ	کیا	تم کہتے ہو	پر	اللہ	جو	تم نہیں جانتے	کیوں نہیں	جس نے	کمائی	کوئی برائی	اور گھیر لیا	اسکو

معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جسکی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے کیوں نہیں جو شخص

خَطِيْٓئَتُهٗ فَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

خَطِيْئَتُهٗ	فَأُولٰئِكَ	أَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
اسکی خطائیں	پس یہی لوگ	آگ والے (دوزخی)	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہیں گے	اور جو لوگ	ایمان لائے

قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اُسکو اُسکی خطا احاطہ کرلے سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائیں

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
اور انہوں نے کیے	اچھے عمل	یہی لوگ	جنت والے	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہیں گے

اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے

یہود کا تیسرا گروہ......ان پڑھ عوام

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ
اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ

یہود چونکہ پیغمبروں کی اولاد میں سے تھے اس لئے خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنی خصوصیت ظاہر کرتے کبھی کہتے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور محبوب ہیں، کبھی کہتے کہ جنت ہمارے باپ دادا کی میراث ہے، ہمارے سوا اس میں کوئی اور نہیں جائے گا۔ کبھی کہتے کہ ہمارے بڑے ہمیں بخشوادیں گے اور ہمیں سزا نہیں ہو گی ان بے بنیاد باتوں اور دِل خوش کن خوشخبریوں پر ناخواندہ یہود کا طبقہ خوش تھا کیونکہ وہ خود تو کتابی علم رکھتے نہ تھے محض اپنے بڑوں سے سنی سنائی باتوں پر جھوٹی اُمیدیں اور توقع رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی جہالت اور حماقت کو ظاہر فرماتے ہیں کہ جو اَن پڑھ اور جاہل یہود نے بلاسند دِل خوش کن باتیں یاد کر رکھی ہیں یہ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ جھوٹے اور بے بنیاد خیالات ہیں جس کی وجہ کچھ تو ان کے فہم کی کمی کہ حقائق واقعیہ کی تحقیق کہاں نصیب اور کچھ ان کے علماء کی تعلیم ناقص اور خیانت۔

چوتھا گروہ......خائن علماء

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ......الیٰ......وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ

علمائے یہود اپنے عوام کی رضاجوئی کے واسطے غلط سلط مسائل اور احکام بتادیتے جس سے اُنہیں عوام سے کچھ نذرانہ و معاوضہ وصول بھی ہو جاتا اور انکی نظر میں وجاہت اور وقعت بھی رہتی اسی غرض سے لفظاً یا معناً تورات میں کچھ ردّ و بدل اور اُلٹ پھیر بھی کرتے رہتے تھے ان کی اس حرکت پر انہیں وعید سنائی گئی۔

پانچواں گروہ......آرزو پرست

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً

گویا ان یہود کا عقیدہ یہ تھا کہ ان کے اعمالِ بد کے بدلے اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی سزا دی بھی تو وہ گنتی کے صرف چند روز کے لئے ہوگی وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے۔ یہود کے اس دعوے کی تردید میں حق تعالیٰ اپنے آخری نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہود سے پوچھتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ
عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

یعنی جہنم سے محفوظ رہنے کے لئے تم نے کوئی اللہ سے عہد لیا ہوا ہے تو پھر وہ یقیناً اُسے پورا کرے گا مگر یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے تو اُن سے ایسا کوئی عہد نہیں کیا ہے۔

آگے اُن کی جھوٹی آرزوؤں کی مزید تردید ہے۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

''جو شخص قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اس کو اس کی خطا و قصور اس طرح احاطہ کرلے کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے سو ایسے لوگ اہل جہنم ہوتے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

یہود چونکہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتے تھے اور نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری پیغمبر تسلیم کرتے تھے اور اس طرح دونبیوں کا انکار کرتے تھے اور انکار نبوت کفر ہے پس یہودی کافر ٹھہرے، اس لئے اس آیت میں جو قانون اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اُس کی رُو سے یہودیوں کو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کی سزا ملے گی، اس کے بعد آگے اللہ تعالیٰ پر اور تمام انبیاء پر ایمان لانے اور اس کے ساتھ عمل صالح کرنے کی جزا بھی فرمادی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

"اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہلِ جنت ہوتے ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

یہاں ان آیات میں کافر اور مؤمن نیک عمل کا ضابطہ بیان ہوا ہے اور مؤمن بدعمل کا ضابطہ دوسری آیات اور احادیث میں ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے یہاں یہود کے غلط گمان اور ان کے باطل عقیدہ کی تردید فرمادی اور نجاتِ کامل کا دارومدار اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اعمال صالحہ کو بتایا گیا۔

امت مسلمہ کیلئے مقام فکر

اہلِ اسلام اپنی کتاب اور سنت پر سختی سے عمل پیرا رہیں ورنہ پچھلی قوموں کا جو حشر ہوا اور ان کے متعلق جو وعیدیں قرآن پاک نے بیان کی ہیں وہ کہیں اس امت پر بھی اللہ اور رسول پاک کی نافرمانیوں کی بدولت صادق نہ ٹھہریں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت نہ قائم ہوگی جب تک کہ نہ کرنے لگے میری امت اگلے زمانوں کے طریقوں کو بالشت بالشت بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر یعنی بے تفاوت جو اگلے زمانہ کے کافروں کی رسمیں تھیں سو میری اُمت بھی کرے گی اصحاب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا مجوسی اور نصاریٰ کی طرح لوگ ہو جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کون لوگ ہیں سوائے ان کے یعنی انہیں کے قدم بقدم چلیں گے۔

دُعاء کیجئے:

کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین سے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اپنی کتاب سے سچی اور پکی محبت نصیب فرمائیں، یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں سے اللہ تعالیٰ ہم کو سبق، عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	لَا تَعْبُدُوْنَ	اِلَّا	اللّٰهَ	وَ	بِالْوَالِدَيْنِ	اِحْسَانًا
اور جب	ہم نے لیا	پختہ عہد	بنی اسرائیل	تم عبادت نہ کرنا	سوائے	اللہ	اور	ماں باپ سے	حسن سلوک

اور جب لیا ہم نے قول و قرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت مت کرنا بجز اللہ تعالیٰ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گذاری کرنا

وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

وَّذِى الْقُرْبٰى	وَالْيَتٰمٰى	وَالْمَسٰكِيْنِ	وَقُوْلُوْا	لِلنَّاسِ	حُسْنًا	وَّاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا
اور قرابت دار	اور یتیم (جمع)	اور مسکین (جمع)	اور تم کہنا	لوگوں سے	اچھی بات	اور تم قائم کرنا	نماز	اور دینا

اور اہل قرابت کی بھی اور بے باپ کے بچوں کی بھی اور غریب محتاجوں کی بھی اور عام لوگوں سے بات اچھی طرح کہنا اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا

الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

الزَّكٰوةَ	ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْكُمْ	وَاَنْتُمْ	مُّعْرِضُوْنَ
زکوٰۃ	پھر	تم پھر گئے	سوائے	چند ایک	تم میں سے	اور تم	پھر جانے والے

زکوٰۃ پھر تم اس سے پھر گئے بجز معدودے چند کے اور تمہاری تو معمولی عادت ہے اقرار کرکے ہٹ جانا

یہودیوں سے لئے گئے عہد:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ”اور وہ زمانہ یاد کرو جب لیا ہم نے توریت میں قول و قرار بنی اسرائیل سے۔“

یہاں بتایا گیا کہ سب سے پہلا عہد جو بنی اسرائیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے توریت میں احکام کی پابندی کا لیا گیا تھا وہ یہ کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اسی کو کارساز مالک و مختار سمجھیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں توحید چونکہ حق اللہ ہے اور تمام اعمال کی روح و جان ہے اس لئے سب سے پہلے اس کا ذکر فرمایا پھر حق اللہ کے بعد حق العباد ہے اور بندوں میں والدین کے حقوق سب پر مقدم ہیں اس لئے حق اللہ کے بعد ماں باپ سے حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کماحقہٗ ادا کرنے کا حکم دیا والدین کے حقوق بہت ہیں مثلاً ان کا اکرام و احترام کرنا اُن کے جائز احکام کی تعمیل کرنا اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں اگر والدین مشرک ہوں اور شرک کرنے پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں اُن کی اطاعت جائز نہیں البتہ اُن سے حسنِ سلوک پھر بھی فرض ہے والدین کے بعد رشتہ داروں، یتیموں اور غریبوں سے حسنِ سلوک یعنی مالی امداد کا حکم دیا گیا اور بنی اسرائیل سے اِس امر کا بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ تمام لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آئیں اور ایسی باتیں کریں جو سراپا حسنِ اخلاق ہوں اور بنی اسرائیل سے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا بھی عہد لیا گیا تھا اور یہاں نماز و زکوٰۃ سے وہی نماز و زکوٰۃ مراد ہے جو بنی اسرائیل پر توراۃ کے حکم کے موافق فرض تھی۔

بنی اسرائیل کی عہد شکنی:

بنی اسرائیل نے اس عہد اور اقرار کے ساتھ کیا معاملہ کیا اس کے

متعلق ارشاد ہے: ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ
یعنی تم نے یہ عہد پورے نہ کئے اور اُن سے رُوگردانی کی توحید کو چھوڑ دیا اور شرک اختیار کرلیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام اور اپنے دوسرے بزرگوں کو خدا کے نائب اور کارساز مانا، انسانی حقوق بھی پامال کئے اور نماز روزہ سے بھی لاپروائی کی گویا اس طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد سب ہی سے منہ موڑا اور تم میں سے بہت تھوڑے اس عہد و اقرار پر قائم رہے تو جو یہ جرم کرے وہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہنے کے لائق ہے اور یہ اعراض اور عہد شکنی تو تمہاری خصلت اور عادت ہی ہو چکی ہے کہ اللہ سے عہد و پیمان کرتے ہو مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔

خلاصہ یہ کہ اس آیت میں یہ خبر دی گئی کہ بنی اسرائیل نے اس قول و قرار اور عہد و پیمان کو جو انہوں نے حق تعالیٰ سے کئے تھے توڑ دیئے اور اس عہد شکنی کی سزا چند روزہ عذاب نہیں جیسا کہ یہود نے اپنے زعم میں سمجھ رکھا تھا بلکہ دائمی شدید عذاب جہنم ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اس نافرمان قوم بنی اسرائیل کے واقعات و حالات سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! آپ کے احکام سے انحراف و اعراض جو یہود کی خصلت تھی اہلِ اسلام کو اس سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم میں سے جن کے والدین موجود ہوں ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق ہم کو نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ

وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَكُمْ	لَا تَسْفِكُوْنَ	دِمَآءَكُمْ	وَلَا	تُخْرِجُوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	مِّنْ	دِيَارِكُمْ	ثُمَّ
اور جب	ہم نے لیا	تم سے پختہ عہد	نہ تم بہاؤ گے	اپنوں کے خون	اور نہ	تم نکالو گے	اپنوں	سے	اپنی بستیاں	پھر

اور جب ہم نے تم سے یہ قول وقرار لیا کہ باہم خونریزی مت کرنا اور ایک دوسرے کو ترکِ وطن مت کرانا پھر تم نے اقرار بھی کرلیا اور اقرار بھی ایسا

اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝۸۴ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا

اَقْرَرْتُمْ	وَاَنْتُمْ	تَشْهَدُوْنَ	ثُمَّ	اَنْتُمْ	هٰٓؤُلَآءِ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	وَتُخْرِجُوْنَ	فَرِيْقًا
تم نے اقرار کیا	اور تم	گواہ ہو	پھر	تم	وہ لوگ	قتل کرتے ہو	اپنوں کو	اور تم نکالتے ہو	ایک فریق

جیسے تم شہادت دیتے ہو پھر تم یہ موجود ہو کہ باہم قتل وقتال بھی کرتے ہو اور ایک دوسرے کو ترکِ وطن بھی کراتے ہو اُن اپنوں کے مقابلے میں امداد کرتے ہو

مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ

مِّنْكُمْ	مِّنْ	دِيَارِهِمْ	تَظٰهَرُوْنَ	عَلَيْهِمْ	بِالْاِثْمِ	وَالْعُدْوَانِ	وَاِنْ	يَّاْتُوْكُمْ	اُسٰرٰى	تُفٰدُوْهُمْ
اپنے سے	سے	انکے وطن	تم چڑھائی کرتے ہو	ان پر	گناہ سے	اور سرکشی	اور اگر	وہ آئیں تمہارے پاس	قیدی	تم بدلہ دیکر چھڑاتے ہو انہیں

گناہ اور ظلم کیساتھ اور اگر اُن لوگوں میں سے کوئی گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کر کرا کر رہا کرا دیتے ہو حالانکہ یہ بات ہے کہ

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ

وَهُوَ	مُحَرَّمٌ	عَلَيْكُمْ	اِخْرَاجُهُمْ	اَفَتُؤْمِنُوْنَ	بِبَعْضِ	الْكِتٰبِ	وَتَكْفُرُوْنَ	بِبَعْضٍ	فَمَا	جَزَآءُ
حالانکہ وہ	حرام کیا گیا	تم پر	نکالنا انکا	تو کیا تم ایمان لاتے ہو	بعض حصہ	کتاب	اور انکار کرتے ہو	بعض حصہ	سو کیا	سزا

تمکو انکا ترکِ وطن کرا دینا بھی ممنوع ہے کیا تو کتاب کے بعض احکام پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض احکام پر ایمان نہیں رکھتے؟ سو اور کیا سزا ہو ایسے شخص کی

مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى

مَنْ	يَّفْعَلُ	ذٰلِكَ	مِنْكُمْ	اِلَّا	خِزْيٌ	فِى	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	يُرَدُّوْنَ	اِلٰى
جو	کرے	یہ	تم میں سے	سوائے	رسوائی	میں	زندگی	دنیا	اور قیامت کے دن	وہ لوٹائے جائیں گے	طرف

جو تم لوگوں میں سے ایسی حرکت کرے بجز رسوائی کے دنیاوی زندگانی میں اور روز قیامت کو بڑے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے

اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۸۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ

اَشَدِّ الْعَذَابِ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	بِالْاٰخِرَةِ
سخت عذاب	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	یہی لوگ	وہ جنہوں نے	خرید لی	زندگی	دنیا	آخرت کے بدلے

اور اللہ بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال سے یہ وہ لوگ ہیں کہ اُنہوں نے دنیوی زندگانی کو لے لیا ہے بعوض آخرت کے

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٨٦﴾

فَلَا يُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا	هُمْ	يُنْصَرُونَ
سو ہلکا نہ کیا جائے گا	ان سے	عذاب	اور نہ	وہ	مدد کئے جائیں گے

سو نہ تو انکی سزا میں تخفیف دی جائے گی اور نہ کوئی انکی طرف دار کرنے پائے گا

یہود کی کچھ اور عہد شکنیاں

یعنی بنی اسرائیل سے تورات میں یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ آپس میں اتفاق سے رہیں اور خانہ جنگی سے اجتناب کریں اپنے کسی بھائی کو گھر سے نہ نکالیں یا کسی کو آزار پہنچا کر ایسا تنگ نہ کریں کہ وہ ترک وطن پر مجبور ہو اور نہ ہی کسی کو قتل کریں مگر یہود نے ان دونوں مذکورہ عہدوں سے بھی عہد شکنی کی جیسا کہ آگے بتایا گیا: ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ ''پھر اس اقرار صحیح کے بعد تم جیسے ہو یہ آنکھوں کے سامنے موجود ہی ہو کہ باہم قتل وقتال بھی کرتے ہو۔''

یعنی ان پر تین حکم واجب تھے اول قتل نہ کرنا، دوم وطن سے خارج نہ کرنا، سوم اپنی قوم میں سے کسی کو گرفتار اور اسیر دیکھیں تو روپیہ خرچ کر کے چھڑا دینا سو ان لوگوں نے حکم اول و دوم کو تو ضائع کر دیا تھا اور سوم کا اہتمام کرتے تھے اور تفصیل اُن کی اس طرح ہے کہ ابتدائے اسلام میں اہلِ مدینہ میں دو قومیں آباد تھیں اوس اور خزرج اور ان میں باہم عداوت رہتی تھی اور کبھی کبھی جنگ وقتال کی بھی نوبت آتی تھی اور مدینہ کے گرد ونواح میں دو قومیں یہود کی آباد تھیں بنی قریظہ اور بنی نضیر۔ اوس اور بنی قریظہ باہم دوست اور حلیف تھے اور خزرج اور بنی نضیر باہم دوست اور حلیف تھے جب اوس اور خزرج کی باہم جنگ ہوتی تو دوستی اور حلیف ہونے کی وجہ سے یہود بنی قریظہ تو اوس کے مددگار ہوتے اور یہود بنی نضیر خزرج کے حامی بنتے تو جنگ وقتال میں جہاں اوس اور خزرج مارے جاتے اور بے گھر ہوتے ان کے دوستوں کو بھی یہ مصیبت پیش آتی اور اس طرح یہود بنی قریظہ کے آدمیوں کے قتل اور اخراج میں بنی نضیر کا ضرور اثر اور دخل ہوتا اور بنی نضیر کے بعض آدمیوں کے قتل و اخراج میں بنی قریظہ کا دخل واثر ہوتا البتہ یہود کی دونوں جماعتوں میں سے اگر کوئی جنگ میں اسیر وقیدی ہو جاتا تو ہر جماعت اپنے دوستوں کو مال سے راضی کر کے اسیر کو رہائی دلا دیتے اور جو کوئی پوچھتا تو کہتے کہ اسیر کو رہا کرا دینا ہم پر ازروئے مذہب واجب ہے اور اگر قتل و اخراج کے معین بننے پر کوئی اعتراض کرتا تو کہتے کیا کریں اپنے دوستوں کا ساتھ نہ دینے سے عار آتی ہے حق تعالیٰ نے اسی کی شکایت فرمائی ہے کہ اپنوں کے مقابلہ میں امداد کرتے ہو دوسروں کی ظلم وگناہ کے ساتھ دوسروں سے مراد اوس اور خزرج ہیں کہ اوس بنی قریظہ کی موافقت میں بنی نضیر کے مخالف تھے اور خزرج بنی نضیر کی موافقت میں بنی قریظہ کے مخالف تھے اور گناہ و ظلم دو لفظ لانے میں اشارہ ہوسکتا ہے کہ اس میں دو حق ضائع ہوتے ہیں حق اللہ بھی کہ حکم الٰہی کی تعمیل نہ کی اور حق العبد بھی کہ دوسرے کو تکلیف پہنچی۔ ایک طرف تو خدا کی نافرمانی کی کیونکہ اس نے اپنے بھائی بندوں کے قتل واخراج سے منع کیا ہے دوسری طرف قتل واخراج کے ذریعہ اپنے قومی بھائیوں پر ظلم کیا اور ان کی حق تلفی کی۔ چنانچہ یہود کی اسی عہد شکنی پر شکایت و ملامت کی جاتی ہے اور یہود کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

''تو کیا کتاب توریت کے بعض احکام پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض احکام پر ایمان نہیں رکھتے۔''

یعنی فدیہ دے کر بھائی بندوں کو قید سے چھڑا لینا توریت کے ایک حصہ کو مان لیا اور ایک حصہ کو ٹھکرا دیا کہ بھائی بندوں کے قتل و اخراج کی پروانہ کی۔

یہود کے جرم کی سزا:

خدا کے بعض حکموں کو ماننا اور بعض حکموں کو نہ ماننا یہ بڑا جرم ہے اور خدائی احکام کے ساتھ ایک قسم کا استہزا ہے اس لئے آگے اس جرم کی سزا کی تصریح فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۞

یعنی یہاں یہود کے لئے ان کی بدعہدیوں اور بداعمالیوں کے باعث دو سزاؤں کا ذکر فرمایا ایک دنیا کی سزا کہ ذلت اور رسوائی نصیب ہوگی اور دوسری آخرت کی سزا کہ اَشَدِّ الْعَذَابِ میں گرفتار کیا جائے گا اَشَدِّ الْعَذَابِ سے مراد جہنم کا ابدی عذاب ہے اور وہ نہایت سخت اس لحاظ سے ہوگا کہ وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ چونکہ دنیا کی سزا یعنی ذلت و رسوائی کا وقوع یہود مدینہ کے لئے اس طرح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت میں مسلمانوں کے ساتھ نقضِ عہد کرنے کے سبب یہود بنی نضیر کو ذلت و خواری کے ساتھ جلا وطن کیا گیا اور بنی قریظہ کے یہود مردوں کو قتل کیا گیا اور اُن کی عورتوں بچوں کو غلام بنایا گیا جیسا کہ ان واقعات کو سورۂ احزاب اور سورۂ حشر میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

یہود کی بداعمالیوں کی وجہ:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ...... الٰی ...... وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یعنی یہود کے تمام جرائم، تمام بداعمالیاں اور بدکرداریاں، خدائی احکام سے نافرمانی، اپنی کتاب پر نہ چلنا، اپنے رسولوں کا کہنا نہ ماننا وغیرہ وغیرہ اس سب کی خاص وجہ یہی تھی کہ وہ دُنیا کی زندگی کو سامنے رکھتے تھے اور آخرت کو پس پشت ڈال دیتے تھے، جہاں دین و دنیا کا مقابلہ پڑتا وہ دُنیا کو ترجیح دیتے اور دین و آخرت کی پروا نہ کرتے قوم بنی اسرائیل کا یہ مرض ایسا تھا گویا یہی جڑ اور بنیاد تھی ان کی تمام بداعمالیوں کی اور یہ مرض اتنا اہم ہے کہ اس کو قرآن پاک میں متعدد جگہ مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے تاکہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ یہ مرض یعنی دنیا کو آخرۃ پر ترجیح دینا نہایت مہلک ہے۔ اور اسی میں گرفتار ہو کر یہود نے دُنیا میں رسوائی و ذلت کی سزا اور آخرت میں ابدی عذاب جہنم کی سزا مول لی اور ان کے عذاب میں قطعاً کوئی تخفیف نہ ہوگی اور نہ مذکورہ عذاب سے بچانے کے لئے انہیں کسی طرف سے کسی قسم کی مدد پہنچے گی نہ دولت دنیا کے ذریعہ انہیں عذاب سے چھڑایا جا سکے گا، نہ اُن کے اسلاف کی وجاہت اور بزرگی ان کے کام آسکے گی اور نہ ہی انہیں اپنے بزرگوں کی سفارش اور کارسازی سے نجات مل سکے گی۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ یہود کی اس خصلت سے کہ بعض خدائی احکام کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا امت مسلمہ کو کامل طور پر بچائیں اور ہم نے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر جو عہد کر لیا ہے اس کے ایفاء اور ادائیگی حقوق کی توفیق عطا فرمائیں آپس کی خونریزی اور ایک دوسرے پر ظلم و ستم جس پر یہود کو آخرت و دنیا میں سزا کی وعید سنائی گئی اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو ان جرائم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَقَفَّيْنَا	مِنْ بَعْدِهٖ	بِالرُّسُلِ	وَاٰتَيْنَا	عِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	الْبَيِّنٰتِ
اور البتہ ہم نے دی	موسیٰ	کتاب	اور ہم نے پے در پے بھیجے	اسکے بعد	رسول	اور ہم نے دی	عیسیٰ	مریم کا بیٹا	کھلی نشانیاں

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور انکے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح دلائل عطا فرمائے

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ

وَاَيَّدْنٰهُ	بِرُوْحِ الْقُدُسِ	اَفَكُلَّمَا	جَآءَكُمْ	رَسُوْلٌ	بِمَا	لَا تَهْوٰٓى	اَنْفُسُكُمُ	اسْتَكْبَرْتُمْ
اور اسکی مدد کی	روح القدس (جبرئیل) کے ذریعہ	کیا پھر جب	آیا تمہارے پاس	کوئی رسول	اسکے ساتھ جو	نہ چاہتے	تمہارے نفس	تم نے تکبر کیا

اور ہم نے انکو روح القدس سے تائید دی کیا جب کبھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جنکو تمہارا دل نہ چاہتا تھا تم نے تکبر کرنا شروع کر دیا

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾	فَفَرِيْقًا	كَذَّبْتُمْ	وَفَرِيْقًا	تَقْتُلُوْنَ
سو بعضوں کو تم نے جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔	سو ایک گروہ	تم نے جھٹلایا	اور ایک گروہ	تم قتل کرنے لگے

یہود کی راہنمائی کیلئے ہزاروں انبیاء کی بعثت:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ یعنی تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شریعت کا ایک دستور دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا قطعی حکم دیا گیا اور اس کے علاوہ بہت سے احکام دیئے گئے اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے دُنیا سے چلے جانے کے بعد وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ یعنی موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں توریت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے اور اُن کی وفات کے بعد بھی انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری رکھا کہ اللہ کے عہدوں کو یاد دلاتے رہیں اور شریعت موسویہ کی پیروی اور اس پر استقامت کی تلقین کرتے رہیں حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہزاروں کی تعداد میں بنی اسرائیل میں پیغمبر آئے مثلاً حضرت یوشع، حضرت شمعون، حضرت داوٗد، حضرت سلیمان، حضرت عزیر، حضرت حزقیل، حضرت الیاس، حضرت یونس، حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام وغیرہ یہ سب حضرات موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے اور بنی اسرائیل کی اصلاح و تربیت کیلئے تلقین کرتے رہے۔

پھر خاندان بنی اسرائیل کے اخیر میں

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

یعنی حضرت عیسیٰ کو رشد و ہدایات کی واضح کتاب انجیل عطا فرمائی گئی تھی اور کھلے ہوئے روشن معجزات دیئے گئے تا کہ ان کی نبوت میں کسی کو شک و شبہ نہ رہے مثلاً مردوں کو باذن الٰہی زندہ کرنا، کوڑھی اور مادر زاد اندھے کو تندرست کرنا وغیرہ اور اللہ تعالیٰ نے روح القدس جن سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں سے تائید دی تھی جو ہر وقت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے اور دشمنوں سے اُن کی حفاظت کرتے تھے ولادت سے لے کر آسمان پر چڑھنے کے وقت تک آپ کے محافظ رہے۔

یہودیوں کی سنگدلی کی انتہاء:

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ ......الیٰ...... وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ

یعنی اے یہود ہم نے تمہارے اسلاف کو سمجھانے کے لئے ہزاروں پیغمبر بھیجے تورات وانجیل میں واضح دلائل کے ساتھ انہیں مسئلہ توحید سمجھایا ان کے اطمینانِ قلب کی خاطر پیغمبروں نے معجزات دکھائے مگر اس کے باوجود بھی جب کوئی پیغمبر دعوتِ توحید لے کر آیا اور خدا کی طرف سے دوسرے احکام پہنچائے جو ان کی خواہش اور منشاء کے مطابق نہ ہوئے تو فوراً ان کا انکار کیا اور غرور سے ان کو حقیر سمجھا اور اے یہود تمہارا یہ رویہ کسی ایک پیغمبر کے ساتھ نہ تھا بلکہ تم نے ہر پیغمبر کی آمد پر یہی کچھ کیا کہ ڈٹ کر اس کی مخالفت اور تکذیب کرتے اور یہ ان کی انتہائی خباثت اور سنگدلی تھی کہ جب موقع مل جاتا تو خدا کے پیغمبر کو قتل کرنے سے بھی نہ چوکتے چنانچہ یہود نے حضرت یحییٰ وزکریا علیہما السلام کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے ساتھ اپنی دانست میں یہود نے تو ان کو سولی پر چڑھا دیا مگر حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور ان کی شبیہ کا ایک دوسرا شخص بنادیا جس کو یہود نے دار پر چڑھا دیا پھر ان کا یہ ایذارسانی کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ختم نہ ہوا بلکہ نبی آخرالزمان سیدالانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تک جاری رہا یہود نے ایک بار آپ پر سحر کیا ایک بار بکری کے گوشت میں ملا کر زہر دیا ایک بار دیوار کے نیچے فریب سے بٹھا کر چاہا کہ ایک بھاری پتھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر گرا دیں جس سے آپ شہید ہو جائیں مگر حق تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا خیبر میں یہود کے زہر آلود کئے ہوئے بکری کے گوشت کا ایک لقمہ آپ نے چکھ لیا تھا جس کے متعلق صحیح حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الموت میں فرمایا کرتے تھے کہ میں اس زہر آلود لقمہ کا اثر ہمیشہ محسوس کرتا تھا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت ہے کہ زہر کے اثر نے میری رگِ جان کاٹ دی۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اس نافرمان قوم یہود کے واقعات سے ہم کو بھی عبرت ونصیحت عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ یہود کی اس خصلت سے کہ احکام الٰہیہ میں سے جس کو دل چاہا مانا اور جس کو دل نہ چاہا نہ مانا اُمتِ مسلمہ کو بچائیں اور ہمیں دین حنیف اور شریعتِ اسلامیہ کا اتباع کامل نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ

وَقَالُوْا	قُلُوْبُنَا	غُلْفٌ	بَلْ	لَّعَنَهُمُ	اللّٰهُ	بِكُفْرِهِمْ	فَقَلِيْلًا	مَّا يُؤْمِنُوْنَ	وَلَمَّا	جَآءَهُمْ	كِتٰبٌ
اور انہوں نے کہا	ہمارے دل	پردہ میں	بلکہ	ان پر لعنت	اللہ	انکے کفر کے سبب	سو تھوڑے	جو ایمان لاتے ہیں	اور جب	انکے پاس آئی	کتاب

اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں بلکہ انکے کفر کے سبب ان پر خدا کی مار ہے سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں اور جب انکو ایک ایسی کتاب پہنچی

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ

مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقٌ	لِّمَا	مَعَهُمْ	وَكَانُوْا	مِنْ قَبْلُ	يَسْتَفْتِحُوْنَ	عَلَى	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
سے	پاس	اللہ	تصدیق کرنے والی	اسکی جو	انکے پاس	اور وہ تھے	اس سے پہلے	فتح مانگتے	پر	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)

جو من جانب اللہ ہے اُسکی تصدیق کرنے والی ہے جو انکے پاس ہے حالانکہ اس سے پہلے بیان کرتے تھے کفار سے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ

فَلَمَّا	جَآءَهُمْ	مَّا	عَرَفُوْا	كَفَرُوْا بِهٖ	فَلَعْنَةُ	اللّٰهِ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ	بِئْسَمَا	اشْتَرَوْا	بِهٖ	اَنْفُسَهُمْ
سو جب	آیا انکے پاس	جو	وہ پہچانتے تھے	اسکے منکر ہوگئے	سو لعنت	اللہ	پر	کافر (جمع)	بُرا ہے جو	بیچ ڈالا انہوں نے	اسکے بدلے	اپنے آپ

پھر جب وہ چیز آ پہنچی جسکو وہ پہچانتے ہیں تو اُسکا انکار کر بیٹھے سو خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر وہ حالت بُری ہے جسکو اختیار کر کے وہ اپنی جانوں کو چھڑانا چاہتے ہیں

اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ

اَنْ	يَّكْفُرُوْا	بِمَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	بَغْيًا	اَنْ	يُّنَزِّلَ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ	عَلٰى	مَنْ يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ
کہ	وہ منکر ہوئے	اس سے جو	نازل کیا	اللہ	ضد	کہ	نازل کرتا ہے	اللہ	سے	اپنا فضل	پر	جو وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندے

یہ کہ انکار کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے نازل فرمائی محض ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر اسکو منظور ہو نازل فرما دے

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

	فَبَآءُوْ	بِغَضَبٍ	عَلٰى	غَضَبٍ	وَلِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ	
	سو وہ کما لائے	غضب	پر	غضب	اور کافروں کیلئے	عذاب	رسوا کرنے والا	

سو وہ لوگ غضب بالائے غضب کے مستحق ہوگئے اور ان کفر کرنے والوں کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کر کے یہود دوگنے غضب کے مستحق بنے

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ یعنی جب قرآن کریم میں یہود کے عقائد فاسدہ اور شبہاتِ باطلہ کا بالکل استیصال فرما دیا اور کوئی معقول جواب اور قابلِ قبول دلیل ان کے پاس نہ رہی تو جاہلانہ جواب پر اُتر آئے اور از راہِ غرور و تکبر خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور فخریہ

کہتے کہ ہمارے دِل غلاف میں محفوظ ہیں۔ ہمارے دل تو پہلے ہی علم و حکمت سے بھرے ہوئے ہیں ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن کی ضرورت نہیں اس کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ یعنی اسلام اور قرآن سے ان کی نفرت اور انکار کی وجہ وہ نہیں جو یہ یہود بیان کرتے ہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے مسلسل انکار اور ضد و عناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں راندۂ درگاہ کر دیا ہے انہیں اپنی رحمت سے دُور کر کے ان سے ایمان کی توفیق چھین لی ہے اس لئے حق بات اُن پر اثر نہیں کرتی یہ غلاف نہیں بلکہ اللہ کی لعنت کی نشانی ہے کفر اور لعنت کے زنگ نے ان کے دلوں کو سیاہ اور زنگ آلود کر دیا ہے اس لئے یہ لوگ بہت ہی قلیل ایمان لاتے ہیں۔

آگے انہی یہود کے متعلق ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ ...... الٰی ...... فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچانتے تھے کہ یہی نبی آخر الزماں ہیں مگر عناد اور حسد کی وجہ سے مِنْ خُبْثِ الْقَوْم آپ پر ایمان نہیں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جب کبھی یہود اور مشرکین عرب میں لڑائی ہوتی تو یہود کہا کرتے تھے کہ عنقریب خدا کی سچی کتاب لے کر خدا کے عظیم الشان پیغمبر تشریف لانے والے ہیں ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہیں ایسا تباہ و برباد کریں گے کہ تمہارا نام و نشان مٹا دیں گے۔

لیکن جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تمام نشانیاں آپ میں دیکھ لیں اور پہچان لیا مگر چونکہ آپ عرب میں سے تھے اور بنی اسرائیل کے خاندان سے نہ تھے حسد کیا اور اپنی ریاست و سیادت کھوئے جانے کے خیال سے باوجود آپ کو پہچان لیا پھر بھی آپ کی نبوت کا انکار کرنے لگے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ...... الٰی ...... وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

یعنی یہود نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بجائے تکذیب کی اور آپ پر ایمان لانے کی بجائے کفر کیا اور آپ کی نصرت و امداد کے بدلہ مخالفت اور دشمنی کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اوصاف کو ظاہر کرنے کا حکم ان کو تورات میں دیا گیا تھا ان اوصاف کو چھپایا اور خود غرضی اور نفس پرستی کی وجہ سے حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کیا اور ضد اور حسد کی وجہ سے کفر پر اڑے رہے تو اس وجہ سے اپنے آپ کو غضب الٰہی کا سزاوار بنایا، اسی کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا کہ بہت ہی بُری حالت ہے جس کو ان یہود نے اختیار کیا اور وہ حالت یہ ہے کہ یہ ایسی چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے پیغمبر پر نازل فرمائی یعنی قرآن مجید، اس کا انکار کرتے ہیں اور انکار بھی محض اس ضد پر کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نسلِ عربی سے پیدا فرما کر اپنی نبوت اور وحی سے کیوں سرفراز فرمایا گویا ان کے اندر یہ حسد کی آگ بھڑکی کہ نبوت ان کی قوم بنی اسرائیل سے نکل کر بنی اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی اور اس ضد میں آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ مالک و مختار ہے وہ نبوت و رسالت کے حقدار کو خوب جانتا ہے اور وہ اپنا فضل و کرم جس بندہ کو چاہے عطا فرماتا ہے تو یہود پر ایک تو توراۃ کے احکام کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ان پر غضب تھا ہی اب دوسرا غضب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرنے پر نازل ہوا۔

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ یعنی ایسا عذاب کہ جس میں ذلت و رسوائی ہو یہ قیامت میں کفار کیلئے مخصوص ہوگا جس سے علاوہ جسمانی تکلیف کے ذلت و خواری بھی ہوگی اور برخلاف کفار کے مؤمن گناہ گار کے لئے عذاب گناہوں کی نجاست کو دُور کرنے کے لئے ہوگا جلانے کیلئے نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ق

وَإِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اٰمِنُوْا	بِمَآ	اَنْزَلَ اللّٰهُ	قَالُوْا	نُؤْمِنُ	بِمَآ	اُنْزِلَ عَلَيْنَا	وَيَكْفُرُوْنَ	بِمَا	وَرَآءَهٗ
اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	تم ایمان لاؤ	اس پر جو	نازل کیا اللہ نے	وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لاتے ہیں	اسپر	جو نازل کیا گیا ہم پر	اور انکار کرتے ہیں	اس سے جو	اسکے علاوہ

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں تو کہتے ہیں ہم اس کتاب پر ایمان لائینگے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور جتنی اُسکے علاوہ ہیں

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ

وَهُوَ	الْحَقُّ	مُصَدِّقًا	لِمَا	مَعَهُمْ	قُلْ	فَلِمَ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ	مِنْ قَبْلُ	اِنْ	كُنْتُمْ
حالانکہ وہ	حق	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	انکے پاس	کہدیں	سو کیوں	تم قتل کرتے رہے	اللہ کے نبی (جمع)	اس سے پہلے	اگر	تم ہو

انکاو انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی حق ہیں اور تصدیق کرنے والی بھی ہیں اسکی جو اُنکے پاس ہے آپ کہیئے کہ پھر کیوں قتل کیا کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو اس سے قبل کے

مُّؤْمِنِيْنَ ۝٩١ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ

مُّؤْمِنِيْنَ	وَلَقَدْ	جَآءَكُمْ	مُوْسٰى	بِالْبَيِّنٰتِ	ثُمَّ	اتَّخَذْتُمُ	الْعِجْلَ	مِنْ بَعْدِهٖ	وَاَنْتُمْ
مومن (جمع)	اور البتہ	تمہارے پاس آئے	موسیٰ	کھلی نشانیوں کیساتھ	پھر	تم نے بنالیا	بچھڑا	اسکے بعد	اور تم

زمانے میں اگر تم ایمان رکھنے والے تھے اور موسیٰ تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں لائے اسپر بھی تم لوگوں نے گوسالہ کو تجویز کرلیا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور تم ستم

ظٰلِمُوْنَ ۝٩٢ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ط خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا

ظٰلِمُوْنَ	وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَكُمْ	وَرَفَعْنَا	فَوْقَكُمُ	الطُّوْرَ	خُذُوْا	مَآ اٰتَيْنٰكُمْ	بِقُوَّةٍ	وَّاسْمَعُوْا
ظالم (جمع)	اور جب	ہم نے لیا	تم سے پختہ عہد	اور ہم نے بلند کیا	تمہارے اوپر	کوہ طور	پکڑو	جو ہم نے دیا تمہیں	مضبوطی سے	اور سنو

ڈھارہے تھے اور جب ہم نے تمہارا قول وقرار لیا تھا اور طور کو تمہارے اوپر لا کھڑا کیا تھا اور جو کچھ ہم تمکو دیتے ہیں ہمت کیساتھ اور سنو اُنہوں نے کہہ دیا

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ق وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ط قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ

قَالُوْا	سَمِعْنَا	وَعَصَيْنَا	وَاُشْرِبُوْا	فِيْ	قُلُوْبِهِمُ	الْعِجْلَ	بِكُفْرِهِمْ	قُلْ	بِئْسَمَا	يَاْمُرُكُمْ	بِهٖٓ
وہ بولے	ہم نے سنا	اور نافرمانی کی	اور رچادیا گیا	میں	انکے دل	بچھڑا	بسبب انکے کفر	کہدیں	کیا ہی بُرا جو	تمہیں حکم دیتا ہے	اسکا

کہ ہم نے سن لیا اور ہم سے عمل نہ ہوگا اور انکے قلوب میں وہی گوسالہ پیوست ہوگیا تھا اُنکے کفر کی وجہ سے آپ فرمادیجئے کہ یہ افعال تو بہت بُرے ہیں

اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٩٣	اِيْمَانُكُمْ	اِنْ كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ
جن کی تعلیم تمہارا ایمان تم کو دے رہا ہے اگر تم اہل ایمان ہو۔	ایمان تمہارا	اگر تم ہو	مومن

یہود کے دعوائے ایمان کی حقیقت 7

وَاِذَا قِیۡلَ لَھُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ یعنی خواہ تورات ہو یا انجیل ہو یا قرآن ہو جو کتاب بھی اللہ نے نازل کی خواہ وہ کسی پیغمبر پر ہو اس پر ایمان لاؤ تو یہود اُس کے جواب میں کہتے ہیں:

قَالُوۡا نُؤۡمِنُ......الٰی......لِمَا مَعَھُمۡ

ہم تو فقط اسی کتاب پر ایمان لائیں گے جو خاص ہم پر ہمارے نبی کے واسطے سے نازل کی گئی ہے اس شرط اور قید لگانے سے ان کا حسد بھی علاوہ کفر کے صاف ظاہر ہے کہ جو کتاب بنی اسرائیل پر اُتری اس پر تو ایمان لائیں گے اور جو کتاب بنی اسمٰعیل پر اُتری اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہ محض حسد کی بنا پر اپنی کتاب کے سوا تمام کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ تورات کے سوا اور جو کتابیں خدا تعالیٰ نے نازل کیں وہ سب فی نفسہٖ حق ہیں یعنی سچی اور واقعہ کے مطابق ہیں اور اس کتاب کی تصدیق بھی کرنے والی ہیں جو ان یہود کے ہاتھ میں ہے یعنی توراۃ مثلاً قرآن مجید جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ اصولِ دین میں پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور وہی دعوتِ توحید پیش کرتا ہے جو اُن کی توراۃ میں موجود ہے تو قرآن کا انکار توراۃ کا بھی انکار ہے۔

آگے یہود کے توراۃ پر دعوئے ایمان کو ایک اور طرح رد فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِیَآءَ اللّٰہِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ

یعنی تم اللہ کے پیغمبروں کو قتل کرتے چلے آئے ہو حالانکہ وہ پیغمبر تو تورات ہی کے مطابق حکم دیتے تھے اور شریعتِ موسویہ کی تائید اور تجدید کے لئے مبعوث ہوئے تھے جیسے شعیا اور حضرت زکریا اور یحییٰ علیہم السلام تو توراۃ نے تو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ وہ تو انبیاء کی اطاعت کا حکم دیتی ہے۔ اس لئے تمہارا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تم اپنی قوم کے انبیاء کو مانتے ہو اور اس کتاب اور وحی کو مانتے ہو جو تم پر نازل ہوئی اگر تمہارا اپنی قوم کے انبیاء اور کتاب پر ایمان ہوتا تو تم اللہ کے پیغمبروں کو کیوں قتل کرتے تو معلوم ہوا کہ نہ توریت پر تمہارا ایمان ہے نہ شریعتِ موسویہ پر۔

یہاں آیت میں جو یہود کا یہ قول نقل کیا گیا کہ ہم صرف تورات پر ایمان لائیں گے اور دوسری کتاب پر ایمان نہ لائیں گے یہ صریح کفر ہے اور اس قول کے ساتھ ان کا یہ دعویٰ کہ ہم ایمان والے ہیں اپنی کتاب اور اپنے انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس دعوے کو تین طرح ردّ فرمایا ہے۔

اول یہ کہ جب دوسری کتاب کی حقانیت اور واقعیت بھی دلیل قطعی سے ثابت ہے اور ان کا بھی منجانب اللہ ہونا ثابت ہے تو پھر انکار کی کیا وجہ اور ایسا کرنے سے ایمان کہاں رہا۔

دوسرے یہ کہ ایک نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی کتاب قرآن کریم کی خبر اور اس پر ایمان لانے کا حکم خود توراۃ میں موجود ہے تو پھر قرآن کے انکار سے خود توراۃ کا انکار لازم آتا ہے تو اپنے ایمان کا دعویٰ کیسے کرتے ہو۔

تیسرے یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا قتل کرنا تمام کتب سماویہ میں کفر ہے تو تمہارے اسلاف نے جو بعض نبیوں کو قتل کیا اور قاتلین کو تم اپنا مقتدا اور پیشوا جانتے ہو گویا ان کے اس فعل سے تم راضی ہو تو اس طرح بھی تورات کے ساتھ تمہارا کفر ہوا۔ ان تین دلائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت فرمایا کہ یہود کا دعوئے ایمان بالکل غلط ہے اور وہ قرآن کا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے کفر میں مبتلا ہیں۔

یہود کے کفر کی اور دلیل

آگے یہود کے دعوئے ایمان میں جھوٹا ہونے کی اور دلیل

دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى ...... الی ...... وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ

یعنی تم تو خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کفر کر چکے ہو اور وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس توحید و رسالت کی نہایت واضح اور روشن دلیلیں لے کر آئے جو اس بات پر صاف طور پر دلالت کرتی تھیں کہ عبادت اور بندگی اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ پھر بھی تم نے یعنی تمہارے قوم یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد ہی ایک بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا تو اگرچہ بچھڑے کو معبود بنانے کا معاملہ ان یہود مدینہ کے ساتھ پیش نہیں آیا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نزولِ قرآن کے وقت موجود تھے اور جن سے آیات میں خطاب ہو رہا ہے مگر چونکہ یہ یہود مدینہ اپنے اجداد کے حامی اور طرف دار رہتے تھے اس لئے فی الجملہ یہ بھی ردّ میں شامل ہیں۔

آگے یہود کے دعویٰ ایمان میں جھوٹا ہونے کی ایک اور دلیل ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ ...... الی ...... فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ

یعنی تمہارے اسلاف نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی جیسی فرمانبرداری کی اور جیسا ایمان لائے وہ توان واقعات سے ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو انہوں نے گائے کے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی اور جب تورات کے احکام کی تعمیل سے تمہارے اسلاف نے انکار کیا اور ان کے سروں پر پہاڑ معلق کر دیا تو اس وقت ڈر کے مارے ظاہر میں تو کہہ دیا کہ ہم نے احکام سن لئے مگر باطن میں یہی کہا کہ ہم سے ان پر عمل نہ ہو گا تو یہ تھیں تمہارے اسلاف کے ایمان کی صفات۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اگر تم واقعی مومن ہو تو یہ خوب ایمان ہے جو تم سے ایسے ناشائستہ اور بُرے افعال کا ارتکاب کراتا رہا، یعنی قتل انبیاء، شرک، گوسالہ پرستی اور تورات کا انکار، یہ تمام امور قبیحہ اور افعالِ شنیعہ تو حقیقی ایمان کے بالکل خلاف ہیں لہٰذا تمہارا اپنے انبیاء اور اپنی کتاب پر بھی ایمان نہیں۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو ان قرآنی واقعات سے عبرت حاصل کرنے والا دل اور دماغ عطا فرما اور ہم کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچا۔

اے اللہ! ہم نے بھی کلمہ اسلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر ایک قول و قرار کر لیا ہے ہمیں اس قول و قرار پر استقامت اور اُس کی پابندی نصیب فرما اور اس اقرار کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

قُلْ	اِنْ كَانَتْ	لَكُمُ	الدَّارُ الْاٰخِرَةُ	عِنْدَ	اللّٰهِ	خَالِصَةً	مِنْ دُوْنِ	النَّاسِ	فَتَمَنَّوُا	الْمَوْتَ
کہدیں	اگر ہے	تمہارے لئے	آخرت کا گھر	پاس	اللہ	خاص طور پر	سوائے	لوگ	تو تم آرزو کرو	موت

آپ کہہ دیجئے کہ اگر عالم آخرت محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلا شرکت غیرے تو تم موت کی تمنا کر کے دکھا دو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ	اَبَدًا	بِمَا قَدَّمَتْ	اَيْدِيْهِمْ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِالظّٰلِمِيْنَ
اگر	تم ہو	سچے	اور وہ ہرگز اسکی آرزو نہ کرینگے	کبھی	بسبب جو آگے بھیجا	انکے ہاتھ	اور اللہ	جاننے والا	ظالموں کو

اگر تم سچے ہو اور وہ ہرگز کبھی اسکی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان کے اعمال کے جو اپنے ہاتھوں میں سمیٹے ہیں اور حق تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں کی

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ

وَلَتَجِدَنَّهُمْ	اَحْرَصَ	النَّاسِ	عَلٰى حَيٰوةٍ	وَمِنَ	الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا	يَوَدُّ	اَحَدُهُمْ	لَوْ يُعَمَّرُ	اَلْفَ
اور البتہ تم پاؤ گے انہیں	زیادہ حریص	لوگ	زندگی پر	اور سے	جن لوگوں نے شرک کیا (مشرک)	چاہتا ہے	انکا ہر ایک	کاش وہ عمر پائے	ہزار

اور آپ انکو حیات کا حریص اور آدمیوں سے بڑھ کر پائیں گے اور مشرکین سے بھی بڑھ کر ان میں کا ایک ایک اس ہوس میں ہے کہ اسکی عمر ہزار

سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

سَنَةٍ	وَمَا هُوَ	بِمُزَحْزِحِهٖ	مِنَ	الْعَذَابِ	اَنْ يُّعَمَّرَ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	
سال	اور وہ نہیں	اسے دور کرنیوالا	سے	عذاب	کہ وہ عمر دیا جائے	اور اللہ	دیکھنے والا	جو	وہ کرتے ہیں	

برس کی ہو جائے اور یہ امر عذاب سے تو نہیں بچا سکتا کہ کسی کی بڑی عمر ہو جائے اور حق تعالیٰ کے سب پیش نظر ہیں انکے اعمال

یہود کے اس دعویٰ کی تردید کہ جنت ہمارے لئے ہی ہے

قُلْ اِنْ كَانَتْ...... اِلٰی...... اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان یہود سے جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں جائے گا اور آخرت کی نعمتیں ہمارے لئے مخصوص ہیں یہ کہہ دیجئے کہ تم موت کی تمنا کر کے دکھاؤ کیونکہ جس کو یہ یقین ہو کہ مرنے کے بعد وہ لازمی طور پر جنت میں جائیگا تو اُسے موت کی تمنا کرنے میں کوئی ڈر نہ ہونا چاہئے۔ اُسے چاہئے کہ موت کی تمنا کرے تا کہ یہاں کے مصائب سے نجات پا کر ہمیشہ کیلئے راحت و آرام کی زندگی حاصل کر سکے جس تک پہنچنے کا راستہ سوائے موت کے اور کوئی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ دارِ آخرت

صرف تمہارے لئے ہے تو ایک بار زبان سے کہو اَللّٰھُمَّ اَمِتْنَا "اے اللہ ہم کو موت دے دے۔" اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جو یہودی بھی دُعاء کرے گا اس کے حلق کا لعاب مہلک ہو جائے گا اور اس کے گلے کو بند کر دے گا اور وہ فی الفور مر جائے گا چنانچہ یہودیوں نے اس کلمہ کے کہنے سے انکار کیا اور ڈر گئے۔

واضح رہے کہ یہ خطاب اور چیلنج اُن یہود کے لئے مخصوص تھا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور خوب جانتے تھے کہ یہی وہ نبی برحق ہیں جن کی پیشین گوئی توراۃ میں ہے اور چونکہ ان کو یقین تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے چیلنج کے بعد اگر ہم نے موت کی تمنا کی تو موت ضرور آئے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہو جائے گا اس لئے ڈر کے مارے موت کی تمنا نہ کی۔ جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ

یعنی اگرچہ وہ موت کی تمنا نہ کریں اور موت سے کتنا ہی بھاگیں لیکن ایک نہ ایک دن موت ضرور آئے گی اور ان سب اعمال کفریہ پر ان کو سزا ملے گی یعنی جو کفر اور بدکاریاں مثلاً تحریف تورات، اخفائے حق، انکار قرآن، عداوتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرہ افعال ذمیمہ ان سے سرزد ہوئے ہیں اور یہ اپنا باطل و کفر پر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کا حق اور ایمان پر ہونا خوب جانتے تھے اور آخرت میں سزا اور پکڑ سے ڈرتے ہیں اس وجہ سے یہ ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ...... الیٰ ...... بِمَا يَعْمَلُوْنَ

یعنی ان یہودیوں کو تمام لوگوں سے زیادہ اس دنیوی زندگی کی آرزو و چاہت ہے یہاں تک کہ جو لوگ مشرک ہیں جیسے عرب کے بت پرست اور فارس کے مجوس آتش پرست اُن سے بھی زیادہ ان کو دُنیا میں جینے کی حرص ہے مشرک تو آخرت کے قائل ہی نہیں اس لئے ان کے لئے جو کچھ ہے وہ یہی دُنیا کی زندگی ہے اور ساری سعادت و فلاح اسی حیاتِ فانی سے وہ وابستہ سمجھتے ہیں اسی بناء پر ان کو دُنیوی زندگی کی حرص زیادہ ہوتی ہے لیکن ان یہودیوں کا عجیب حال ہے کہ باوجود اقرار آخرت کے اور باوجود دعویٰ ان کو مشرکین سے بھی زیادہ دُنیا کی زندگی کی آرزو و خواہش ہے اور ہزاروں برس جینے کی حرص ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں، اور یہ طویل عمر کے اس لئے آرزومند ہیں کہ جہاں تک ہو سکے دنیوی لذائذ سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں اور جہاں تک ممکن ہو عذابِ آخرت سے بچے رہیں اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی کتنی ہی عمر ہو لیکن ان کی درازی عمر ان کو عذاب آخرت سے بچا نہیں سکتی۔ بالآخر ان کو مر کر عذابِ الٰہی میں گرفتار ہونا پڑے گا اور اپنی بد اعمالیوں کی سزا بھگتنی ہو گی کیونکہ اللہ اُنکے اعمال وافعال سے بخوبی واقف ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! آخرت میں اپنے مقبولین کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمایئے، اور آخرت کی سزا اور گرفت سے اپنی رحمت سے محفوظ فرمایئے۔ یا اللہ! ایمان اور اسلام کی موت کے ساتھ ہمیں اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف کوچ کرنا نصیب فرما، اور جب تک کی زندگی اِس دُنیا میں ہمارے لئے مقدر فرمائی ہے ہمیں ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں اس دُنیوی زندگی کی قدر کرنا نصیب فرما اور ایک ایک لمحہ اپنی مرضیات میں گذارنا نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

قُلْ	مَنْ	كَانَ	عَدُوًّا	لِّجِبْرِيْلَ	فَاِنَّهٗ	نَزَّلَهٗ	عَلٰى قَلْبِكَ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيْهِ
کہدیں	جو	ہو	دشمن	جبرئیل کا	تو بیشک اسنے	یہ نازل کیا	تیرے دل پر	حکم سے	اللہ	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	اس سے پہلے

آپ یہ کہئے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے (وہ جانے) سو انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے خداوندی حکم سے اسکی یعنی قرآن کی یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

وَهُدًى	وَّبُشْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	مَنْ	كَانَ	عَدُوًّا	لِّلّٰهِ	وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	وَرُسُلِهٖ	وَجِبْرِيْلَ
اور ہدایت	اور خوشخبری	ایمان والوں کیلئے	جو	ہو	دشمن	اللہ کا	اور اسکے فرشتے	اور اسکے رسول	اور جبرئیل

اپنے سے قبل والی کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور جبریل کا

وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ

وَمِيْكٰىلَ	فَاِنَّ اللّٰهَ	عَدُوٌّ	لِّلْكٰفِرِيْنَ	وَلَقَدْ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ	اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ	وَمَا يَكْفُرُ	بِهَآ
اور میکائیل	تو بیشک اللہ	دشمن	کافروں کا	اور البتہ	ہم نے اتاری	آپکی طرف	نشانیاں واضح	اور نہیں انکار کرتے	اس کا

اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا اور ہم نے تو آپکے پاس بہت سے دلائل واضحہ نازل کئے ہیں اور کوئی انکا انکار نہیں کرتا

اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾

اِلَّا	الْفٰسِقُوْنَ	اَوَ	كُلَّمَا	عٰهَدُوْا	عَهْدًا	نَّبَذَهٗ	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	بَلْ	اَكْثَرُھُمْ	لَا يُؤْمِنُوْنَ
مگر	نافرمان	کیا	جب بھی	انہوں نے عہد کیا	کوئی عہد	توڑ دیا اسکو	ایک فریق	ان سے	بلکہ	اکثر انکے	ایمان نہیں رکھتے

مگر صرف وہی لوگ جو عدول حکمی کے عادی ہیں اور جب کبھی بھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا ہوگا اسکو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز کر دیا ہوگا بلکہ ان میں زیادہ تو ایسے ہی نکلیں گے

وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ

وَلَمَّا	جَاۗءَھُمْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقٌ	لِّمَا	مَعَھُمْ	نَبَذَ	فَرِيْقٌ	مِّنَ	الَّذِيْنَ
اور جب	آیا ان	ایک رسول	سے	طرف	اللہ	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	انکے پاس	پھینک دیا	ایک فریق	سے	جنہیں

جو یقین نہیں رکھتے اور جب انکے پاس ایک پیغمبر آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تصدیق بھی کر رہے ہیں اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے ان اہل کتاب میں کے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ كَاَنَّھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾

اُوْتُوا الْكِتٰبَ	كِتٰبَ اللّٰهِ	وَرَاۗءَ	ظُهُوْرِھِمْ	كَاَنَّھُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ
کتاب دی گئی (اہل کتاب)	اللہ کی کتاب	پیچھے	اپنی پیٹھ	گویا کہ وہ	جانتے نہیں

ایک فریق نے خود اس کتاب اللہ ہی کو پس پشت ڈال دیا جیسے انکو گویا اصلاً علم ہی نہیں

یہود کی جبریل علیہ السلام سے دشمنی

ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مشہور روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور یہود کو ہدایت کرنی شروع فرمائی تو یہودیوں نے اپنے چند علماء آپ کے پاس بھیجے ان علمائے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم آپ سے چند وہ باتیں پوچھتے ہیں کہ جن کو سوائے انبیاء کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ نے صحیح جواب دے دیا تو آپ قطعی وہ نبی ہیں جن کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے چنانچہ انہوں نے چار سوال کئے۔

۱- سب سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کس چیز کو حرام کیا تھا؟

۲- نبی اُمی جن کا ذکر تورات میں ہے ان کی کیا علامت ہے؟

۳- پیٹ کے اندر بچہ لڑکا یا لڑکی کس طرح ہو جاتا ہے؟

۴- آپ کے پاس وحی یا خبر کون لاتا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک شدید مرض لاحق ہوا تھا اور جب مرض طویل ہو گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائیں تو میں اپنا بہترین کھانا پینا ترک کر دوں گا یعنی اونٹ کا گوشت اور دودھ، خدائے تعالیٰ نے انہیں صحت عطا فرمائی اور انہوں نے اپنی نذر پوری کی اور اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا وہ نبی اُمی جس کا تورات میں ذکر ہے اسکے صفات میں سے یہ بات ہو گی کہ اس کی آنکھیں سوئیں گی لیکن دل بیدار رہے گا تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تم لوگ جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی رقیق اور زرد ان دونوں پانیوں میں جو پانی اللہ کے حکم سے غالب آجاتا ہے بچہ ایسا ہی ہو جاتا ہے چوتھے سوال کا جواب آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس وحی لاتے ہیں اور ہر نبی کے پاس جبرئیل ہی وحی لے کر جاتے تھے یہود بولے کہ آپ نے سب کچھ صحیح بتایا لیکن جبرئیل ہمارا جانی دشمن ہے وہی عذاب لے کر آتے ہیں اور ہمارے باپ دادا کو انہی نے ہلاک کیا ہے۔ اگر میکائیل آپ کے پاس وحی لاتے تو بیشک ہم آپ پر ایمان لے آتے کیونکہ میکائیل خوب ہیں کہ بارش رحمت ان کے متعلق ہے تو اس بہانہ سے یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے انکار کر دیا چنانچہ اس قصہ کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ ...... الیٰ ...... وَبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ

نزولِ قرآن کا طریقہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ کسی کلام کے نازل ہونے کے دو طریقہ ہیں، ایک یہ کہ وہ کلام اول کان پر پہنچے اور پھر کان سے دل تک پہنچے، یہ طریقہ تو عام اور متعارف ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اول لفظ و معنیٰ سب سے پہلے دِل میں اُتریں اور پھر دل سے کان اور زبان تک پہنچیں یہ طریقہ اہل اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ قرآن کریم کا نزول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طریق پر ہوتا تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے یاد کرنے میں بار بار پڑھنے کی حاجت نہ ہوتی تھی اور قرآن آپ کے قلب میں ایسا محفوظ ہو جاتا کہ پھر آپ اس کو بھولتے نہیں اور ایک ہی مرتبہ نازل ہو کر آپ کو یاد ہو جاتا تھا اس لئے فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ فرمایا تو مطلب یہ ہے کہ قرآن لانے والے کی خصوصیت کیوں دیکھی جاتی ہے۔ البتہ خود قرآن کو دیکھو کہ کیسا ہے سو اس کی خود یہ حالت ہے کہ تصدیق کر

رہا ہے اپنے سے قبل والی آسمانی کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو پس قرآن ہر حال میں کتاب سماوی قابلِ اتباع ٹھہرا پھر جبریل علیہ السلام کی عداوت سے اس کو نہ ماننا پوری حماقت ہے۔

اب رہا خود مسئلہ عداوت جبریل کا سو اس کا فیصلہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک خود اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھنا یا اس کے دوسرے ملائکہ سے یا اُس کے رسولوں سے یا خود میکائیل سے جن کی دوستی کا یہ یہود دم بھرتے ہیں ان سب سے عداوت رکھنا اور جبرئیل علیہ السلام سے عداوت رکھنا یہ سب ہم پلہ شمار کئے جاتے ہیں اور ان سب عداوتوں کا قانون ارشاد ہوتا ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ یعنی صرف یہود ہی اللہ کی دشمنی کے مصداق نہیں اور نہ صرف حضرت جبرئیل کی عداوت ہی موجب کفر و بال ہے بلکہ جو شخص بھی خدا کا دشمن ہو اللہ کی ذات وصفات کا منکر ہو وہ کافر ہے اور اس کفر کا نتیجہ اس کو بھگتنا پڑے گا، کیونکہ اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ ......الیٰ...... بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے واضح دلائل اور کھلی نشانیاں دی ہیں کہ ان کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ضد و عناد کی وجہ سے فسق و فجور کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے اور یہ یہود تو ضد و عناد اور تمرد و سرکشی میں اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ ایسے واضح دلائل کا بے کھٹکے انکار کر دیتے ہیں اور ان کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے جب کبھی کوئی عہد دین کے معاملہ میں کیا اُسے پورا نہ کیا بلکہ ان میں ہمیشہ ایک جماعت عہد شکنی پر کمر بستہ رہی۔ گویا عہد شکنی غداری اور نافرمانی اُن کی قومی خصوصیت ہے تو جن کی خبثِ باطن کا یہ حال ہو کہ وہ اپنی کتاب اور اپنے رسول کو بھی مخلصانہ نہ مانیں تو بھلا دوسرے قوم کے نبی اور اس کی کتاب کو کیوں ماننے لگے اور یہاں جو آیت میں نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ فرمایا یعنی ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے اس عہد کو نظر انداز کر دیا ہوگا تو ایک جماعت اور فریق کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ ان یہود میں بعض نے تورات کے عہد کو پورا کیا حتی کہ اخیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بعض مخلصانہ اور صادقانہ ایمان لے آئے مگر چونکہ یہود قوم کی اکثریت بد عہد اور نافرمان تھی اس لئے پوری قوم ہی بدعہد اور نافرمان بتائی گئی۔ اگلی آیت میں بھی اسی وجہ سے ایک فریق کی تخصیص ہے۔

یہود نے خود تورات کو پس پشت ڈال دیا:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ ......الیٰ...... كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہود خود اپنی کتاب یعنی تورات کو بھی پس پشت ڈال رہے ہیں کیونکہ توراۃ میں آپ کی نبوت کی خبر موجود تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق بھی کر رہے ہیں تو اس حالت میں آپ پر ایمان لانا تو عین تورات پر بھی عمل تھا جس کو یہود بھی کتاب اللہ جانتے ہیں مگر باوجود اس کے بھی ان اہل کتاب کے ایک فریق نے خود اپنی کتاب اللہ یعنی تورات کو اس طرح پس پشت ڈال دیا یعنی ان تمام خبروں سے جو تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق تھیں ایسے انجان بن گئے جیسے کہ ان کو اس کا کوئی علم ہی نہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو سچائی اور وفاداری کے ساتھ اسلام سے وابستہ رکھیں۔ ہم نے جو عہد کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر کیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو سچائی کے ساتھ اس عہد پر قائم رکھیں اور تا زیست اس عہد کا حق پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ

وَاتَّبَعُوْا	مَا	تَتْلُوا	الشَّيٰطِيْنُ	عَلٰى	مُلْكِ	سُلَيْمٰنَ	وَمَا كَفَرَ	سُلَيْمٰنُ	وَلٰكِنَّ	الشَّيٰطِيْنَ
اورانہوں نے پیروی کی	جو	پڑھتے تھے	شیطان	میں	بادشاہت	سلیمانؑ	اور کفر نہ کیا	سلیمانؑ	لیکن	شیطان (جمع)

اورانہوں نے ایسی چیز کا اتباع کیا جسکا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں اور حضرت سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا مگر شیاطین کفر کیا کرتے تھے

كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ

كَفَرُوْا	يُعَلِّمُوْنَ	النَّاسَ	السِّحْرَ	وَمَآ اُنْزِلَ	عَلَى	الْمَلَكَيْنِ	بِبَابِلَ	هَارُوْتَ	وَمَارُوْتَ
کفر کیا	وہ سکھاتے	لوگ	جادو	اور جو نازل کیا گیا	پر	دو فرشتے	بابل میں	ہاروت	اور ماروت

اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے اور اس سحر کا بھی یہ لوگ اتباع کرتے ہیں کہ اُن دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا بابل میں جنکا نام ہاروت و ماروت تھا

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۗ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ

وَمَا يُعَلِّمٰنِ	مِنْ اَحَدٍ	حَتّٰى	يَقُوْلَآ	اِنَّمَا	نَحْنُ	فِتْنَةٌ	فَلَا تَكْفُرْ	فَيَتَعَلَّمُوْنَ	مِنْهُمَا	مَا يُفَرِّقُوْنَ
اور وہ نہ سکھاتے	کسی کو	یہاں تک	وہ کہہ دیتے	صرف	ہم	آزمائش	پس تو کفر نہ کر	سو وہ سیکھتے	ان دونوں سے	جس سے جدائی ڈالتے

اور وہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے سو تو کہیں کافر مت بن جانا سو لوگ ان دونوں سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے

بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ

بِهٖ	بَيْنَ	الْمَرْءِ	وَزَوْجِهٖ	وَمَا هُمْ	بِضَآرِّيْنَ	بِهٖ	مِنْ اَحَدٍ	اِلَّا	بِاِذْنِ	اللّٰهِ	وَيَتَعَلَّمُوْنَ
اس سے	درمیان	خاوند	اور اسکی بیوی	اور وہ نہیں	نقصان پہنچانے والے	اس سے	کسی کو	مگر	حکم سے	اللہ	اور وہ سیکھتے ہیں

جسکے ذریعہ سے کسی مرد اور اسکی بیوی میں تفریق پیدا کردیتے تھے اور یہ لوگ اسکے ذریعہ سے کسی کو بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا ہی کے حکم سے اور ایسی چیزیں سیکھ لیتے ہیں

مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۟ؕ

مَا يَضُرُّهُمْ	وَلَا	يَنْفَعُهُمْ	وَلَقَدْ	عَلِمُوْا	لَمَنِ	اشْتَرٰىهُ	مَا لَهٗ	فِى الْاٰخِرَةِ	مِنْ خَلَاقٍ
جو انہیں نقصان پہنچائے	اور نہ	انہیں نفع دے	اور البتہ	وہ جان چکے	جس نے	یہ خریدا	نہیں اس کیلئے	آخرت میں	کوئی حصہ

جو ان کو ضرر رساں ہیں اور انکو نافع نہیں ہیں اور ضرور یہ بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اسکو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ

وَ	لَبِئْسَ	مَا شَرَوْا	بِهٖ	اَنْفُسَهُمْ	لَوْ	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	اٰمَنُوْا	وَاتَّقَوْا	لَمَثُوْبَةٌ
اور	البتہ برا	جو انہوں نے بیچ دیا	اس سے	اپنے آپ کو	کاش	وہ جانتے ہوتے	اور اگر	وہ	وہ ایمان لاتے	اور پرہیزگار بن جاتے	تو ٹھکانہ پاتے

اور بیشک بُری ہے وہ چیز جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں کاش انکو عقل ہوتی اور اگر وہ لوگ ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے تو خدا تعالیٰ کے

کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ	لَوْ	خَیْرٌ	اللّٰهِ	عِنْدِ	مِنْ	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٣﴾
وہ جانتے ہوتے	کاش	بہتر	اللہ	پاس	سے	یہاں کا معاوضہ بہتر تھا کاش انکو عقل ہوتی۔

یہود کتاب اللہ کو چھوڑ کر جادو کے پیچھے لگ گئے

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا ...... الٰی ...... یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں شیاطین اور جنات حسبِ معمول آسمان تک چڑھ جاتے اور فرشتوں میں باہم احکامِ الٰہی کا تذکرہ جو ہوتا اس کو غور سے سنتے اور جب ان کو معلوم ہو جاتا کہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت میں یہ حادثہ یا واقعہ دُنیا میں پیش آئے گا تو نیچے واپس آکر کاہنوں کو ان تمام واقعات کی اطلاع کر دیتے یہ کاہن اس میں کچھ اور جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں سے بیان کرتے اور لوگ ان باتوں کو اپنی کتابوں میں لکھ لیتے رفتہ رفتہ بنی اسرائیل میں یہ اس بات نے اعتقادی شکل اختیار کر لی کہ جنات وشیاطین غیب داں ہوتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس قسم کی سب کتابوں کو جمع کرا کے ایک صندوق میں رکھ کے اپنے تخت کے نیچے دفن کرا دیا اور لوگوں میں اس قسم کی کفر آمیز باتیں کہنے کی ممانعت کرا دی حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جنات وشیاطین نے جاہلوں کو ورغلایا اور دفن شدہ کتابیں نکلوا کر کہا کہ انہی کتابوں کی بدولت سلیمان جن وانس پر حکومت کرتے تھے اور درحقیقت نبی نہ تھے بلکہ جادوگر تھے اور جادو سے ہی انہوں نے سب کو مسخر کر رکھا تھا۔ بنی اسرائیل نے اُن کتابوں کا مطالعہ کر کے کفریات کی پیروی کی اور برابر حضرت سلیمان علیہ السلام کو جادوگر جانتے رہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا نبی ہونا بیان فرمایا تو یہود مدینہ کہنے لگے کہ آپ سلیمان علیہ السلام کو بھی انبیاء کی فہرست میں شمار کرتے ہیں، حالانکہ وہ جادوگر تھے نبی نہ تھے، یہود کے اس خیال کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل نے اس سحر و کفر کی پیروی کی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہدِ حکومت میں شیاطین جن وانس پڑھا کرتے تھے معارف نبوت اور احکامِ الٰہیہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا صرف شیاطین کا شائع کردہ باطل خیال تھا کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے جادو کے زور سے انہوں نے سب کو مسخر کر رکھا تھا حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے نہ کفر کیا نہ سحر کے زور سے کسی کو مسخر کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا تھا کہ لوگوں کو سحر اور جادو کی تعلیم دیتے تھے اور لوگ ان کی پیروی کرتے تھے اور اسی طرح وہی سحر متوارث چلا آرہا ہے جس کا چرچا یہود مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا حتی کہ ان یہود نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کر دیا تھا جس کے اثر سے آپ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی تھی آپ نے حق تعالیٰ سے دُعاء کی اس پر آپ کو وحی سے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ورد کرنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ آپ کو بالکل شفا ہوگئی۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہود ایک دوسری قسم کے سحر کا بھی اتباع کرتے ہیں جو کہ ان دو فرشتوں کو ایک خاص حکمت کی بنا پر دیا گیا تھا جو شہر بابل میں رہتے تھے اور جن کا نام ہاروت و ماروت تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا اُنْزِلَ عَلَی ...... الٰی ...... اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

”اور یہ یہود اس سحر کا بھی اتباع کرتے ہیں جو کہ ان دونوں فرشتوں پر ایک خاص حکمت کے واسطے نازل کیا گیا جو شہر بابل

میں رہتے تھے جن کا نام ہاروت و ماروت تھا۔"

ایک زمانہ میں دُنیا میں بالخصوص بابل میں جادو کا بہت چرچا ہو گیا تھا اور اس کے عجیب و غریب اثرات کو دیکھ کر عوام کو اس کی حقیقت اور معجزات انبیاء علیہم السلام کی حقیقت میں خلط اور اشتباہ ہونے لگا اور بعضے ساحروں کو مقدس سمجھنے لگے اور بعضے اس کو نیک عمل سمجھ کر سیکھ سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غلطی کو دفع کرنے کے لئے بابل میں دو فرشتے انسانی جامہ میں ہاروت و ماروت نام کے اس کام کے لئے بھیجے کہ وہ لوگوں کو سحر کی حقیقت اور اس کے اصول و فروع سے مطلع کر دیں تاکہ نبی کے معجزے اور جادو گر کے جادو میں اشتباہ رفع ہو جاوے اور سحر پر عمل کرنے سے اور ساحروں کی اتباع کرنے سے لوگ بچیں۔ انہوں نے بابل میں آ کر اپنا کام شروع کیا اور سحر کے اصول فروع ظاہر کر کے اس عمل بد سے بچنے اور ساحرین سے نفرت اور دُوری رکھنے کی تنبیہ و تاکید کی اور بنظر اصلاح اور احتیاط یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ لوگوں کو سحر کے اصول و فروع بتانے سے قبل یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ دیکھو ہمارے یہ بتانے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی آزمائش بھی مقصود ہے کہ دیکھیں ان چیزوں پر مطلع ہو کر کون شخص اپنے دین کی حفاظت و اصلاح کرتا ہے کہ شر سے آگاہ ہو کر اس سے بچے اور کون اپنا دین خراب کرتا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم سے تو یہ کہہ کر سیکھ لو کہ میں بچنے کے لئے پوچھ رہا ہوں اور پھر اس کی خرابی میں خود ہی مبتلا ہو جاؤ اور ایمان برباد کر لو ان یہود نے اس سحر کا بھی اتباع کیا۔

لیکن ان فرشتوں کی تنبیہ کے باوجود لوگ اس جادو کو ناجائز طور پر استعمال کرنے لگے اور زیادہ تر خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے کے لئے اسے استعمال کرتے۔

ساحرین کی اس حرکت کو ظاہر فرمانے کے بعد اس حقیقت کو بھی بتلا دیا گیا کہ اس سحر اور جادو کے عمل سے جو بھی آثار ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ کے حکم اور اس کی قضا سے ہوتے ہیں اس سحر و جادو سے کسی کو کوئی ضرر و نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔

اخیر میں یہود کو ایمان و تقویٰ کی تعلیم فرماتے ہوئے مقصود کو ظاہر فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ ...... الی ...... لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

خلاصہ یہ کہ یہود جنہوں نے کتاب اللہ کا اتباع چھوڑ کر سحر کا اتباع اختیار کر رکھا تھا ان کو بتایا گیا کہ یہ سحر کا اتباع جس کے عوض انہوں نے اپنی آخرت کو بیچ ڈالا بہت ہی بُری چیز ہے اگر یہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے اور اللہ کے ڈر و خوف کی زندگی گزارتے تو انہیں اللہ کی طرف سے اجر و ثواب ملتا جو یقیناً اس کفر و سحر سے بہتر ہے کاش کہ ان یہود کو عقل ہوتی کہ وہ اس حقیقت کو سمجھتے۔

جادو کی حقیقت اور حکم

اصطلاح قرآن و سنت میں سحر ہر ایسے امر عجیب کو کہا جاتا ہے جس میں شیاطین کو خوش کر کے ان کی مدد حاصل کی گئی ہو مثلاً ایسے منتر جن میں کفر و شرک کے کلمات ہوں یا کواکب و نجوم کی عبادت ہو کسی کو ناحق قتل کر کے اس کا خون استعمال کرنا یا جنابت و نجاست کی حالت میں رہنا اور طہارت و پاکیزگی سے اجتناب کرنا اس لئے اس کا سیکھنا سکھانا بھی حرام ہوا اس پر عمل کرنا بھی حرام ہے، البتہ اگر مسلمانوں سے دفع ضرر کے لئے بقدر ضرورت سیکھا جائے تو بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنی کتاب قرآن کریم کا پورا پورا اتباع نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی گمراہی اور کفر و شرک کی باتوں سے کامل طور پر بچنا اور علیحدہ رہنا نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے باطل اور شیطانی خیالات سے ہماری حفاظت فرمائیں اور ہم کو ایمان و تقویٰ کی دولت عطا فرما کر اپنی رضا والی زندگی گزارنا نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۞۞ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞۞

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَقُوْلُوْا	رَاعِنَا	وَقُوْلُوا	انْظُرْنَا	وَاسْمَعُوْا	وَلِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	نہ کہو	راعنا	اور کہو	انظرنا	اور سنو	اور کافروں کیلئے	عذاب	دردناک

اے ایمان والو! تم "راعنا" مت کہا کرو اور "انظرنا" کہہ دیا کرو اور سن لیجیو اور کافروں کو سزا دردناک ہوگی

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

مَا يَوَدُّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	وَلَا	الْمُشْرِكِيْنَ	اَنْ	يُّنَزَّلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْ	خَيْرٍ	مِّنْ
نہیں چاہتے	جن لوگوں نے	کفر کیا	سے	اہل کتاب	اور نہ	مشرک (جمع)	کہ	نازل کی جائے	تم پر	سے	بھلائی	سے

ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ ان اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے اس امر کو کہ تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے کسی طرح کی بہتری نصیب ہو

رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

رَّبِّكُمْ	وَاللّٰهُ	يَخْتَصُّ	بِرَحْمَتِهٖ	مَنْ يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	ذُو الْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ
تمہارا رب	اور اللہ	خاص کر لیتا ہے	اپنی رحمت سے	جسے چاہتا ہے	اور اللہ	فضل والا	بڑا

اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کیساتھ جسکو منظور ہوتا ہے مخصوص فرما لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں

یہودِ مدینہ کی ایک شرارت کے متعلق مسلمانوں کو تنبیہ

یہود مدینہ نے ایک شرارت ایجاد کی تھی کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آ کر لفظ رَاعِنَا سے آپ کو خطاب کرتے۔ لفظ راعِنَا کے معنے یہود کی عبرانی زبان میں بیوقوف اور شیخی باز کے تھے مگر عربی زبان میں رَاعِنَا کا مطلب ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہو یا ہماری رعایت کیجئے یا ہمارے حال پر توجہ فرمایئے۔ اس لئے عربی داں اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے تھے اور شرارتاً یہود کبھی زبان دبا کر رَاعِیْنَا کہتے جس کے معنی ہوئے ہمارا چرواہا، مسلمانوں کو اس فاسد معنیٰ اور یہود کی اس گندی ذہنیت کا علم نہ تھا کہ جس نیت اور جس معنی میں وہ اس لفظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے تھے بلکہ مسلمان یہ سمجھ کر کہ علمائے اہل کتاب حضرات انبیاء کے آداب سے بخوبی واقف ہیں جب ان کے علماء یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں تو مسلمانوں نے سمجھا یہ لفظ تعظیم کا ہے اس لئے مسلمانوں نے بھی اس لفظ کا استعمال شروع کر دیا اس سے ان شریر یہود کو اور گنجائش ملی آپس میں بیٹھ کر ہنستے کہ اب تک تو ہم ان کو خفیہ ہی برا کہتے تھے اب علانیہ کہنے کی تدبیر ایسی ہاتھ آ گئی کہ مسلمان بھی اس میں شریک ہو گئے حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے قطع کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور اہل ایمان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ...... الیٰ ...... عَذَابٌ اَلِيْمٌ

یہاں ایمان والوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے لفظ رَاعِنَا کہنے سے منع فرما دیا اور اس کی جگہ اگر ضرورت ہو تو لفظ

اُنْظُرْنَا کہنے کی ہدایت فرمائی مقصد اس ممانعت سے یہی ہے کہ اگرچہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس لفظ رَاعِنَا کو اچھے معنی میں بولتے ہیں لیکن یہود کو اس لفظ کے دوسرے معنی میں استعمال کرنے کا موقع مل جاتا ہے لہٰذا حکم ہوا کہ مسلمان اس لفظ کا استعمال ہی چھوڑ دیں اور اس کے ہم مطلب اور مرادف دوسرا لفظ اُنْظُرْنَا استعمال کریں تا کہ کافروں کو بدتہذیبی کا حیلہ ہی نہ ملے۔

یہاں آیت میں اہلِ ایمان کو لفظ رَاعِنَا کے استعمال کی ممانعت فرما کر وَاسْمَعُوْا کا حکم فرمایا، جس کے لفظی معنی ہیں اور سن لو۔ اس سے مراد بعض مفسرین نے یہ لیا ہے کہ یہ حکم جو اس آیت میں دیا جا رہا ہے اس کو اچھی طرح سن لو اور یاد رکھو اور بعض مفسرین نے وَاسْمَعُوْا سے یہ مراد لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرمائیں اس کو نہایت غور و توجہ سے سنو کہ تم کو طلب سوال اور طلب رعایت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ آگے فرمایا:

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے یعنی یہ یہود جو دلوں میں کینہ اور دشمنی رکھتے ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں یہ اپنی اس حرکت کی وجہ سے کافر ہیں اور ان کی سزا کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

امت محمدیہ کی خصوصیت

قرآنِ کریم میں یہ پہلا موقع ہے کہ جہاں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سے براہِ راست مسلمانوں کو خطاب فرمایا گیا ہے

قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سے ۸۸ جگہ خطاب فرمایا ہے چنانچہ اس آیت میں یہ پہلا موقع ہے سابقہ آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا خطاب صرف انبیاء کرام سے ہوتا تھا کہ اپنی امت کو یہ احکام پہنچا دیں اللہ تعالیٰ نے اس امتِ مسلمہ کو یہ شرف عطا فرمایا کہ بلا واسطہ براہِ راست اس امت کو مخاطب فرمایا۔

یہود کا مسلمانوں سے حسد

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ...... الٰی ...... مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

یعنی مشرکین بت پرست یا دہریئے ہوں یا اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ ہوں ان میں کوئی نہیں چاہتا اور پسند نہیں کرتا کہ پروردگار کی طرف سے مسلمانوں پر کسی طرح کی خیر و بھلائی برکت و نعمت نازل ہو، مشرکین عرب تو جہالت سے حسد کرتے اور جلن سے کہتے کہ بنی ہاشم میں ایک پیغمبر ہوا اور تمام عرب کے ہاتھ اسکی طرف پھیلے ہوں ہم اس کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے اہل کتاب یہود اگرچہ بعثت رسول کے منتظر تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ بنی اسرائیل میں سے ہوگا کیونکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں برابر نبوت چلی آئی ہے۔ جب اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان کو حسد ہوا کہ غیر قوم میں سے نبی کیوں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے کیونکہ وہ بڑے فضل والا ہے یعنی خاندانی وجاہت اور نسلی امتیاز کو فضل الٰہی میں کیا دخل ہے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور حکیم ہے اس کی حکمت و مشیت میں کسی کو دخل نہیں جس کو چاہتا ہے اپنی رسالت سے سرفراز فرماتا ہے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ کا یہ بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا اور ہم کو اس پر ایمان رکھنے کی دولت عطا فرمائی کفار مشرکین جو مسلمانوں کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے حق تعالیٰ ہمیں ان کی مشابہت اور متابعت سے بچائیں اور ہمیں جو احکام قرآن و حدیث کے پہنچیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى

مَا نَنْسَخْ	مِنْ اٰيَةٍ	اَوْ نُنْسِهَا	نَاْتِ	بِخَيْرٍ	مِنْهَا	اَوْ مِثْلِهَا	اَلَمْ	تَعْلَمْ	اَنَّ اللّٰهَ	عَلٰى
جو ہم منسوخ کرتے ہیں	کوئی آیت	یا اسے بھلا دیتے ہیں	لے آتے ہیں	بہتر	اس سے	یا اس جیسا	کیا نہیں	تو جانتا	کہ اللہ	پر

ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لے آتے ہیں کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٦﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	اَلَمْ تَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَمَا	لَكُمْ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ
ہر شے	قادر	کیا تو نہیں جانتا	کہ	اللہ	اس کیلئے	بادشاہت	آسمانوں	اور زمین	اور نہیں	تمہارے لئے	سے	اللہ کے سوا

ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص انہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور تمہارا حق تعالیٰ کے سوا

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾

مِنْ	وَلِيٍّ	وَلَا نَصِيْرٍ
کوئی	حامی	اور نہ مددگار

کوئی یار و مددگار بھی نہیں۔

یہود کا قرآن کریم پر اعتراض

یہود مسلمانوں سے کہتے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے اور تمہاری شریعت الہامی ہے تو احکام تورات وغیرہ کو اس نے کیوں منسوخ کیا اور پھر خود ہی اپنی شریعت کے بعض احکام کو ایک وقت نافذ کیا اور پھر دوسرے وقت موقوف کیا جیسے پہلے تمہارا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا پھر مسجد الحرام کی طرف ہو گیا۔

یہود کے اعتراض کا جواب

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اعتراض کے جواب میں بتلایا کہ ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یعنی اس کے حکم یا حکم و تلاوت دونوں کو منسوخ و موقوف کرتے ہیں یا بالکل لوگوں کے ذہنوں سے اس کے الفاظ ہی فراموش کر دیتے ہیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص مصلحت و حکمت ہوتی ہے۔

اس آیت میں کسی آیت قرآنی کے منسوخ ہونے کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں سب کو جمع کر دیا ہے نسخ کے معنی لغت میں مٹانا، بدلنا، بے کار کرنا، زائل کرنا اور لکھنے کے آتے ہیں لیکن اصطلاح کتاب و سنت میں نسخ ایک حکم کی بجائے کوئی دوسرا حکم جاری کرنے کو کہا جاتا ہے خواہ وہ دوسرا حکم یہی ہو کہ سابق حکم بالکل ختم کر دیا جائے یا یہ ہو کہ اسکی جگہ دوسرا عمل بتلایا جائے اس پر امت کے جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں اس آیت میں نسخ سے مراد کسی حکم کا زائل کرنا یعنی منسوخ و موقوف کرنا ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ کہ حکم منسوخ کی جگہ دوسرا حکم نازل کیا جائے جیسے ایک سال کی عدت کا حکم منسوخ کر کے چار ماہ اور دس دن کا حکم نازل کر دیا دوسری قسم یہ ہے کہ پہلا حکم اٹھا لیا جائے اور کوئی جدید حکم اس کی جگہ نہ اُتارا جائے جیسے ابتداء میں مہاجر عورتوں کے امتحان کا حکم تھا بعد میں اُٹھا لیا گیا تو اس طرح نسخ احکام صرف اوامر و نواہی میں جاری ہوتا ہے اخبار یعنی جو باتیں

خبر سے متعلق ہیں ان میں نسخ جاری نہیں ہوتا اور اوامر ونواہی میں باقتضائے مصلحت تغییر وتبدیل تمام عقلائے عالم کے نزدیک مسلم ہے دنیا کی حکومتوں اور اداروں میں کسی حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم جاری کر دینا مشہور ومعروف ہے لیکن انسانوں کے احکام میں نسخ کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ پہلے کسی غلط فہمی سے ایک حکم جاری کر دیا بعد میں حقیقت معلوم ہوئی تو حکم بدل دیا کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ جس وقت یہ حکم جاری کیا گیا اُس وقت کے حالات کے مناسب تھا اور آگے آنے والے واقعات وحالات کا اندازہ نہ تھا جب حالات بدلیں گے اس وقت یہ حکم مناسب نہیں ہوگا دوسرا حکم دینا ہوگا یہ جانتے ہوئے آج ایک حکم دے دیا اور جب اپنے علم کے مطابق حالات بدلے تو اپنی قرارداد سابق کے مطابق حکم بھی بدل دیا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ مریض کے موجودہ حالات کو دیکھ کر حکیم یا ڈاکٹر ایک دوا تجویز کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ دو روز اس دوا کے استعمال کرنے کے بعد مریض کا حال بدلے گا اس وقت مجھے دوسری دوا تجویز کرنا ہوگی یہ سب کچھ جانتے ہوئے وہ پہلے دن اپنی دوا تجویز کرتا ہے جو اس دن کے مناسب ہے دو دن کے بعد حالات بدلنے پر دوسری دوا تجویز کرتا ہے اللہ جل شانہٗ کے احکام میں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں میں صرف یہی آخری صورت نسخ کی ہو سکتی ہے

اور ہوتی رہی ہے ہر آنے والی نبوت اور ہر جدید نازل ہونے والی کتاب نے پچھلی نبوت اور کتاب کے بہت سے احکام منسوخ کر کے نئے احکام جاری کئے اور اسی طرح ایک ہی نبوت و شریعت میں ایسا بھی ہوتا رہا کہ کچھ عرصہ تک ایک حکم جاری رہا پھر بتقاضائے حکم خداوندی اس کو بدل کر دوسرا حکم نافذ کر دیا گیا اس لئے ایسے نسخ میں کوئی اشکال یا اعتراض عقلی ونقلی نہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا گیا:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

یعنی اے معترض کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں بس ایسے قادر کو رعایت مصالح کیا مشکل ہے آگے ارشاد ہے:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ

اور اے معترض کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص انہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی یعنی جب ان کی قدرت و سلطنت میں کوئی شریک و سہیم نہیں ہے تو مصلحت کی رعایت کر کے ایک حکم بدل دینے اور دوسرا حکم دے دینے میں کون مزاحمت کر سکتا ہے اور اسے حکم جاری کر دینے سے بھی مانع نہیں اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار و مددگار بھی نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ اپنے احکام پر ہم کو ایمان صادق اور یقین کامل نصیب فرمائیں اور اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ان میں شکوک وشبہات کی باتوں سے بچائیں اے اللہ! آپ ہر حال میں ہمارے حامی ومددگار ہیں اور آپ کی نصرت وحمایت سے ہمارے دین ودنیا کے تمام معاملات درست وراست ہو جائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ

أَمْ تُرِيدُونَ	أَنْ	تَسْأَلُوا	رَسُولَكُمْ	كَمَا	سُئِلَ	مُوسَىٰ	مِنْ قَبْلُ	وَمَنْ	يَتَبَدَّلِ	الْكُفْرَ
کیا تم چاہتے ہو	کہ	سوال کرو	اپنا رسول	جیسے	سوال کئے گئے	موسیٰ	اس سے پہلے	اور جو	اختیار کرلے	کفر

ہاں کیا تم مسلمان یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے وہ خواہشیں کرو جیسا کہ اسکے قبل حضرت موسیٰ سے بھی درخواستیں کی جاچکی ہیں اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر کرے

بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١٠٨﴾ وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ

بِالْإِيمَانِ	فَقَدْ ضَلَّ	سَوَاءَ	السَّبِيلِ	وَدَّ	كَثِيرٌ	مِنْ	أَهْلِ الْكِتَابِ	لَوْ يَرُدُّونَكُمْ	مِنْ	بَعْدِ
ایمان کے بدلے	سو وہ بھٹک گیا	سیدھا	راستہ	چاہا	بہت	سے	اہل کتاب	کاش تمہیں لوٹا دیں	سے	بعد

بلاشک وہ شخص راہِ راست سے دور جا پڑا ان اہلِ کتاب میں سے بہتیرے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تمکو تمہارے ایمان لائے پیچھے

إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا

إِيمَانِكُمْ	كُفَّارًا	حَسَدًا	مِنْ عِنْدِ	أَنْفُسِهِمْ	مِنْ بَعْدِ	مَا	تَبَيَّنَ	لَهُمُ	الْحَقُّ	فَاعْفُوا
تمہارے ایمان	کفر میں	حسد	وجہ سے	اپنے دل	بعد	جبکہ	واضح ہوگیا	ان پر	حق	پس تم معاف کردو

پھر کافر کر ڈالیں محض حسد کی وجہ سے جو کہ خود انکے دلوں ہی سے ہے حق واضح ہوئے پیچھے خیر معاف کرو

وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا

وَاصْفَحُوا	حَتَّىٰ	يَأْتِيَ	اللَّهُ	بِأَمْرِهِ	إِنَّ	اللَّهَ	عَلَىٰ	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيرٌ	وَأَقِيمُوا	الصَّلَاةَ	وَآتُوا
اور درگزر کرو	یہاں تک	لائے	اللہ	اپنا حکم	بیشک	اللہ	پر	ہر	چیز	قادر	اور تم قائم کرو	نماز	اور دیتے رہو

اور درگزر کرو جب تک حق تعالیٰ اپنا حکم بھیجیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور

الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٠﴾

الزَّكَاةَ	وَمَا	تُقَدِّمُوا	لِأَنْفُسِكُمْ	مِنْ خَيْرٍ	تَجِدُوهُ	عِنْدَ اللَّهِ	إِنَّ	اللَّهَ	بِمَا تَعْمَلُونَ	بَصِيرٌ
زکوٰۃ	اور جو	آگے بھیجوگے	اپنے لئے	بھلائی	تم پالوگے اسے	اللہ کے پاس	بیشک	اللہ	جو کچھ تم کرتے ہو	دیکھنے والا

زکوٰۃ دیئے جاؤ اور جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے جمع کرتے رہو گے حق تعالیٰ کے پاس اسکو پالوگے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کئے ہوئے کاموں کو دیکھ بھال رہے ہیں

کثرتِ سوال کی ممانعت

یہودِ مدینہ کو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بشارات اور معجزات سے یقین ہو چکا تھا مگر حسد وعناد کی وجہ سے برابر ایسی حرکتیں کرتے رہتے کہ اہل اسلام کو طرح طرح کے شکوک اور شبہات دین میں پیدا ہوں یہود کے کہنے سننے سے بعض سیدھے سادے مسلمان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُلٹے سیدھے سوالات کرتے تھے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام کو فضول اور کثرت سوالات سے روک دیا جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے کیونکہ کثرت سوال کی عادت بہت بُری ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ

یعنی کیا تم بھی اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سوالات کرنا چاہتے ہو جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام سے ان یہود کے بڑوں نے سوالات کر کے غضب الٰہی اپنے اوپر بلایا تھا۔ مثلاً یہود نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ جب تک ہم اپنے رب کو ان آنکھوں سے اپنے سامنے نہ دیکھ لیں گے ایمان نہ لائیں گے جس گستاخی کی سزا میں ان پر بجلی گری اور ان کو ہلاک کر دیا الغرض غیر ضروری اور فضول سوال کی خصلت نہایت مذموم ہے۔ مسلم و بخاری کی ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضول کلام کثرتِ سوال اور اضاعتِ مال سے منع فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے کی ممانعت ایک اور مقصد سے بھی ہوئی ہے۔ بار بار سوال کرنے سے اپنے اوپر خود پابندی اور مشکلات کا اضافہ کرنا ہے آسان حکم مشکل ہو جاتا ہے جن باتوں میں آزادی ہوتی ہے حکم آنے سے ان باتوں میں پابندی لگ جاتی ہے جیسا کہ یہود کے ساتھ ہوا۔

تو جب اہلِ اسلام کو بھی غیر ضروری اور کثرت سوال سے منع فرمادیا گیا تو غیروں کا تکبر سرکشی اور عناد سے سوال کرنا گویا کفر کو ایمان کے بدلے مول لینا ہے اور سیدھی راہ سے ہٹ کر جہالت اور گمراہی میں گھر جانا ہے۔ اسی کو ارشاد فرمایا گیا:

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝

اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر کی باتیں کرے بلاشک وہ شخص راہِ راست سے دُور جا پڑا یعنی احکامِ خداوندی میں حجتیں نکالنا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اُلجھنا اور لایعنی سوالات کرنا۔ یا اللہ کے کسی حکم کو غیر مناسب سمجھنا یہ سب کفر کی بات ہے مؤمن اور مسلمان کا تو یہ فریضہ ہے کہ جو حکم اللہ اور اسکے رسول کا پہنچا اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اسکی اطاعت پر کمربستہ ہو گیا۔

یہود کی طرف سے مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کی کوششیں:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ ...... اِلٰى ...... عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

جب جنگِ احد میں مسلمانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے شکست اور نقصان اُٹھایا تو یہود جو شب و روز مختلف تدبیروں سے دوستی اور خیر خواہی کے پیرایہ میں مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ اور حضرت عمار بن یاسر کو بہکانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ اگر تم دین برحق پر ہوتے تو شکست کیوں کھاتے اب اگر تم ہمارے دین کی طرف رجوع کرو گے تو زیادہ ہدایت پاؤ گے حضرت عمارؓ نے جواب دیا کہ تم لوگ واقف ہو کہ عہد شکنی کا کیا حکم ہے یہود بولے کہ ہاں عہد توڑنے کا بڑا گناہ ہے اس پر حضرت عمارؓ نے فرمایا تو میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ جب تک زندہ ہوں دین اسلام پر قائم رہوں گا اور رسول برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پھروں گا لیکن تم لوگ بدعہد ہو کر معاہدہ توراۃ کو توڑ بیٹھے اس کے بعد حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کہ میں اس بات پر راضی ہو چکا کہ اللہ میرا رب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیغمبر ہیں۔ اسلام میرا دین ہے، قرآن میری کتاب ہے۔ کعبہ میرا قبلہ ہے مؤمنین میرے بھائی ہیں اور کفار میرے دشمن ہیں اس کے بعد ہر دو حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض

8 کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا کہ اے مسلمانو! یہ یہود قرآن اور دین میں طرح طرح کے شبہات نکالتے ہیں اور مسلمانوں کو بہکاتے ہیں جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اکثر اہل کتاب کی دلی خواہش اور تمنا یہ ہے کہ کسی طرح تم کو ایمان واسلام سے پھیر کر کافر بنا دیں اور اس غرض فاسد کا کوئی محرک اور باعث تمہاری جانب سے وقوع میں نہیں آیا بلکہ بلاوجہ محض حسد کی بنا پر کہ جو خود اُن کے ناپاک اور گندے نفسوں سے پیدا ہوا ہے اور پھر تعجب یہ ہے کہ اُن کی یہ کوشش اور حسد کسی شک وشبہ کی بناء پر نہیں بلکہ اس کے بعد کہ حق ان کو خوب واضح ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کا دین ان کی کتاب اور ان کا رسول سب سچے ہیں تورات اور دیگر کتب سابقہ میں خاتم النبیین کے جو فضائل اور صفات بیان کئے گئے ہیں وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں وہ دیکھ چکے ہیں لیکن اس کے باوجود جیسے خود کافر ہیں مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان ان یہود کے حسد وعناد کے مقابلہ میں حتی الامکان ان سے درگزر کریں اور انتقامی شکل نہ اختیار کریں یعنی نہ زبان سے فی الحال ان کو برا بھلا کہو اور نہ فی الحال ان سے کوئی جنگ وجدال اور قتل وقتال کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُن کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ اور حکم دے دے (مراد اس سے جہاد اور قتال اور جزیہ کا حکم ہے) اور فی الحال جو جہاد وقتال کے حکم میں تاخیر کی گئی ہے تو یہ کسی عجز اور کمزوری کی بناء پر نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے لیکن اس تاخیر میں کچھ حکمتیں ہیں چنانچہ بعد میں جب آیات جہاد نازل ہوئیں تو مسلمانوں نے کچھ یہود کو تو جنگ میں قتل کیا اور کچھ کو جلاوطن کر کے نکال بھگایا۔

دشمنانِ دین کے حملوں سے تحفظ

آگے اہل اسلام کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم دشمنانِ دین کے مقابلہ میں سر دست نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور جن پر زکوٰۃ فرض ہے زکوٰۃ دیئے جاؤ چنانچہ ارشاد ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ...... الٰی ...... اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

یہاں سے معلوم ہوا کہ دشمنانِ اسلام کی سازشوں اور ان کے حسد وعناد کی مضرتوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو دو چیزوں کی خاص طور پر تلقین فرمائی۔ ایک تو نماز کی پابندی دوسرے زکوٰۃ کی ادائیگی۔ اگر ان دونوں چیزوں کی پابندی اہل اسلام میں ہوگی تو دشمنانِ اسلام کی کوشش اہل اسلام کو دین سے ہٹانے کی کامیاب وکارگر نہ ہو سکیں گی۔ اسی سے اِس کی ضد بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر اہل اسلام میں ان دو چیزوں کی پابندی نہ ہوگی تو پھر دشمنوں کی سازشیں اور حملے کارگر ہو جائیں گے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ دین میں شک وشبہات سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے اہل اسلام کو محفوظ فرمائیں اور ان کے تمام حربے ناکام فرمائیں۔ اور اسلام وایمان کی برکت سے ہمارے تمام معاملات کو درست فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

وَقَالُوْا	لَنْ يَّدْخُلَ	الْجَنَّةَ	اِلَّا	مَنْ	كَانَ	هُوْدًا	اَوْ	نَصٰرٰى	تِلْكَ	اَمَانِيُّهُمْ	قُلْ	هَاتُوْا	بُرْهَانَكُمْ
اور انہوں نے کہا	ہرگز داخل نہ ہوگا	جنت	سوائے	جو	ہو	یہودی	یا	نصرانی	یہ	جھوٹی آرزوئیں	کہہ دیجئے	تم لاؤ	اپنی دلیل

اور یہود ونصاریٰ کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پائے گا علاوہ ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا ان لوگوں کے جو نصرانی ہوں یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں آپ کہیے کہ اپنی دلیل لاؤ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ

اِنْ كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	بَلٰى	مَنْ	اَسْلَمَ	وَجْهَهٗ	لِلّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	فَلَهٗٓ	اَجْرُهٗ	عِنْدَ
اگر تم ہو	سچے	کیوں نہیں	جس	جھکا دیا	اپنا چہرہ	اللہ کیلئے	اور وہ	نیکوکار	تو اسکے لئے	اسکا اجر	پاس

اگر تم سچے ہو ضرور دوسرے لوگ جاویں گے جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا عوض ملتا ہے

رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠

رَبِّهٖ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَاهُمْ	يَحْزَنُوْنَ	وَقَالَتِ	الْيَهُوْدُ	لَيْسَتِ	النَّصٰرٰى	عَلٰى	شَيْءٍ
اسکا رب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور	نہ وہ	غمگین ہوں گے	اور کہا	یہود	نہیں	نصاریٰ	پر	کسی چیز

پروردگار کے پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ مغموم ہونے والے ہیں اور یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں

وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ

وَقَالَتِ	النَّصٰرٰى	لَيْسَتِ	الْيَهُوْدُ	عَلٰى شَيْءٍ	وَّهُمْ	يَتْلُوْنَ	الْكِتٰبَ	كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
اور کہا	نصاریٰ	نہیں	یہود	کسی چیز پر	حالانکہ وہ	پڑھتے ہیں	کتاب	اسی طرح	کہا	جو لوگ

اور نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں حالانکہ یہ سب کتابیں پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ جو کہ

لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

لَا يَعْلَمُوْنَ	مِثْلَ	قَوْلِهِمْ	فَاللّٰهُ	يَحْكُمُ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	فِيْمَا	كَانُوْا	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ
علم نہیں رکھتے	جیسی	انکی بات	سو اللہ	فیصلہ کریگا	انکے درمیان	قیامت کے دن	جس میں	وہ تھے	اسمیں	اختلاف کرتے

بے علم ہیں انکا سا قول کہنے لگے سو اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان فیصلہ کردیں گے قیامت کے دن ان تمام مقدمات میں جن میں وہ باہم اختلاف کررہے تھے

یہود ونصاریٰ کے دعووں کی تردید

اہلِ کتاب کہتے ہیں کہ جنت ہمارا ہی حصہ ہے ہمارے سوا اور کسی کو سعادتِ اخروی اور نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس مضمون میں یہود کے ساتھ نصاریٰ بھی شریک تھے وہ بھی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ سچائی صرف اُن کے پاس ہے اور نجات حاصل کرکے وہی جنت میں جائیں گے اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کے اس دعوے کو رد فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ تو کہئے کہ اچھا اپنی دلیل لاؤ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو، آگے ارشاد ہوتا ہے:

بَلٰی یہ یہود ونصاریٰ تو کیا دلیل لائیں گے کیونکہ دلیل ہے ہی نہیں البتہ ہم اس کے خلاف کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ضرور دوسرے لوگ جنت میں جائیں گے پھر اس پر دلیل ارشاد ہے کہ ہمارا قانون یہ ہے کہ جو کوئی شخص اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی اور اس کے ساتھ وہ مخلص بھی ہو کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کی ہو محض کسی مصلحت سے ظاہرداری نہ ہو تو ایسے شخص کو اُس کی اس فرمانبرداری کا عوض ملتا ہے پروردگار کے پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر قیامت میں کوئی اندیشہ ناک واقعہ پڑنے والا ہے اور نہ ایسے لوگ اُس روز مغموم ہونے والے ہیں کیونکہ فرشتے اُن کو بشارتیں سنا کر بے فکر کر دیں گے حاصل اس دلیل کا یہ ہوا کہ جب یہ قانون بالا مسلم ہے تو اب صرف یہ دیکھ لو کہ یہ مضمون کس پر صادق آتا ہے سو یہ ظاہر ہے کہ کسی حکم کے منسوخ ہو جانے کے بعد اُس پر چلنے والا کسی طرح فرمانبردار نہیں کہا جا سکتا پس یہودی و نصرانی نزول قرآن کے بعد توراۃ اور انجیل کے حکم پر چل کر فرمانبردار نہیں ہو سکتے اور یہ شان صرف مسلمانوں کی ہے کہ نبوت اور شریعت محمدیہ کو قبول کر لیا پس یہی جنت میں داخل ہونے والے ثابت ہوئے اور مخلص کی شرط اس وجہ سے لگائی کہ منافقین نکل گئے کہ وہ شرعاً کفار ہی میں داخل ہیں اور مستحق نار ہیں، آگے ارشاد ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ ...... الٰی ...... فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ

نجران کے عیسائیوں کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور یہود کے بھی بڑے بڑے علماء حاضر ہوئے علمائے یہود میں سے ایک نے اللہ تعالیٰ کی کتاب انجیل کا انکار کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کے کلمات کہے اور صاف کہہ دیا کہ عیسائیو تمہارا کچھ بھی مذہب نہیں ہے۔ اس پر عیسائیوں میں سے ایک شخص نے توراۃ کے آسمانی کتاب ہونے سے انکار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کی اور یہود کے مذہب کو بیہودہ بتلایا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ یہودی تو عیسائیوں کو گمراہ اور بدراہ بتلاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے اور عیسائی یہودیوں کو بدراہ اور گمراہ کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ کو نہیں مانتے حالانکہ ہر ایک فرقہ اپنی اپنی کتاب پڑھتا ہے یہود توراۃ پڑھتے ہیں جس میں آئندہ آنے والے روح القدس کی تصدیق موجود ہے اور عیسائی انجیل پڑھتے ہیں جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے لیکن محض نفسانیت سے ایک دوسرے کو گمراہ بتلاتے ہیں اور اسی طرح عرب کے مشرکین اور بت پرست جن کو آسمانی کتاب کا کوئی علم نہیں وہ بھی اسی خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ یہود ونصاریٰ سب کا دین بے بنیاد ہے اور ہم ہی حق پر ہیں ان سب کے اقوال کا رد فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے روز عملی فیصلہ فرما دیں گے اور عملی فیصلہ یہ ہوگا کہ اہل حق کو جنت میں اور اہل باطل کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا کون ناحق پر۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو حقیقی ایمان اور اسلام نصیب فرمائیں اور اس کی برکات سے دین و دنیا میں متمتع فرمائیں۔
اللہ تعالیٰ ہم کو اسلامی تعلیمات اور شریعت اسلامیہ کا پورا پورا اتباع نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ

وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	مَّنَعَ	مَسٰجِدَ اللّٰهِ	اَنْ	يُّذْكَرَ	فِيْهَا	اسْمُهٗ	وَسَعٰى	فِيْ	خَرَابِهَا
اور کون	بڑا ظالم	سے۔جو	روکا	اللہ کی مسجدیں	کہ	ذکر کیا جائے	اسمیں	اسکا نام	اور کوشش کی	میں	اسکی ویرانی

اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور اُنکے ویران ہونے میں کوشش کرے

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ

اُولٰٓئِكَ	مَا كَانَ	لَهُمْ	اَنْ	يَّدْخُلُوْهَا	اِلَّا	خَآئِفِيْنَ	لَهُمْ	فِي الدُّنْيَا	خِزْيٌ	وَلَهُمْ
یہ لوگ	نہ تھا	ان کیلئے	کہ	وہاں داخل ہوتے	مگر	ڈرتے ہوئے	ان کیلئے	دنیا میں	رسوائی	اور ان کیلئے

ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا ان لوگوں کو دُنیا میں بھی رُسوائی ہوگی اور ان کو

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ

فِي الْاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ	وَلِلّٰهِ	الْمَشْرِقُ	وَالْمَغْرِبُ	فَاَيْنَمَا	تُوَلُّوْا	فَثَمَّ	وَجْهُ اللّٰهِ
آخرت میں	عذاب	بڑا	اور اللہ کیلئے	مشرق	اور مغرب	سو جس طرف	تم منہ کرو	تو اس طرف	اللہ کا سامنا

آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی اور اللہ ہی کی مملوک ہیں مشرق بھی اور مغرب بھی تو تم لوگ جس طرف بھی منہ کرو اُدھر اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اِنَّ	اللّٰهَ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ
بیشک	اللہ	وسعت والا	جاننے والا

کیونکہ اللہ تعالیٰ محیط ہیں کامل العلم ہیں۔

مشرکین کے دعوائے حق پرستی کی تردید

اہل عرب میں یہود و نصاریٰ کے علاوہ مشرکین بھی تھے یہ مشرکین بھی اہل کتاب کی طرح یہی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہمارے سوا سب بے دین و گمراہ ہیں۔

حق تعالیٰ ان کی مذمت فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ.....الیٰ..... عَذَابٌ عَظِيْمٌ

سنہ ۶ ہجری ماہ ذی قعدہ کے پہلے ہفتہ میں دوشنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمعہ صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ سے مکہ پہنچ کر عمرہ کرنا چاہا لیکن مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک دیا اور مکہ میں داخل نہ ہونے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے فرمایا کہ بَيْتُ الْعَتِيْقِ خانہ کعبہ سے تو کسی کو روکا نہیں جاتا پھر تم مجھے کیوں روکتے ہو؟ مشرکین کہنے لگے کہ ہم ایسے لوگوں کو نہیں آنے دیں گے جنہوں نے بدر کے روز ہمارے باپ، چچا اور بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ بہر حال مشرکین سے ایک صلح نامہ پر راضی نامہ ہوگیا اور اُس سال مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہؓ کو عمرہ نہ کرنے دیا۔ انہی کفار و مشرکین کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح یہ مشرکین عرب بھی مسلمانوں سے دِلی عداوت رکھتے ہیں اور ظلم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ مذہبی

فریضہ سے روکتے ہیں اور مسجد حرام جیسی مقدس جگہ میں مسلمانوں کو اللہ کا نام نہیں لینے دیتے اور اس طرح خانہ خدا کو بے رونق اور ویران کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ خود ان لوگوں کو ان مقامات مقدسہ میں انتہائی ادب اور خوف سے جانا چاہئے تھا نہ یہ کہ ایسے متبرک مقام میں گندگی اور مرے ہوئے جانوروں کی انتڑیاں وغیرہ ڈالتے تو یہ حق پر تو کیا ہوئے جیسا کہ دعویٰ کرتے ہیں بلکہ ایسے ظالم لوگوں کے لئے اس دُنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ہوگی اور آخرت میں تو عذاب عظیم ہوگا ہی۔

یہاں اس آیت میں مشرکین اور کفار مکہ کے متعلق جو دُنیوی ذلت اور رسوائی کی پیشینگوئی فرمائی گئی تھی وہ بحمد للہ ان کے حق میں پوری ہوئی اور وہ اس طرح کہ جب مکہ فتح ہوگیا تو ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ اس سال کے بعد حج میں کوئی مشرک نہ آنے پائے چنانچہ سرزمین عرب کفار و مشرکین سے پاک ہوگئی اور سب وہاں سے نکال دیئے گئے۔

جمہور مفسرین نے لکھا ہے کہ حکم اس آیت کا عام ہے ہر شخص جو مسجد میں ذکر اللہ سے منع کرے اور خانہ خدا کو ویران کرنے کی کوشش کرے اس آیت کے حکم میں داخل ہے اس لئے مسلمانوں کے لئے یہ آیت اور بھی زیادہ ڈرنے کی چیز ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی حقیقی آبادی اور رونق صرف ظاہری عمارت کی شان و شوکت اور زیب و زینت اور رنگ و روغن سے نہیں بلکہ حقیقی آبادی ذکر اللہ سے ہے۔

مسلمانوں کو تسلی:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ایسے مسلمان جنہیں مسجد الحرام میں جانے اور اللہ کے ذکر و عبادت سے روکا گیا تھا اُن کی تسلی و تسکین کیلئے ارشاد فرمایا گیا کہ بسبب روک دینے مسجد حرام سے ملول نہ ہوں کیونکہ تمام مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہے جس جگہ بھی اُس کی عبادت و بندگی کریں گے اللہ تعالیٰ وہیں حاضر و ناظر ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک بار مسلمان کسی سفر جہاد میں تھے شب کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ کیا لیکن تاریکی کی وجہ سے قبلہ کی سمت محسوس نہ ہوئی ہر چند کوشش کی مگر قبلہ کا صحیح رُخ معلوم نہ ہوسکا آخر کار سب نے اپنے اپنے گمان اور خیال کے اعتبار سے جدھر قبلہ سمجھا اُسی طرف کو رُخ کر کے نماز پڑھ لی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ قصہ عرض کیا اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس بنا پر حاصل مطلب آیت کا یہ ہوا کہ مشرق و مغرب سب اللہ کے لئے ہے ہر طرف اسی کا جلوہ ہے اگر تاریکی وغیرہ کے عذر سے سمتِ قبلہ معلوم نہ ہوسکے تو جدھر کو بھی منہ کر کے اللہ کو سجدہ کرلو گے سجدہ ہو جائے گا کیونکہ اللہ ہر طرف ہے کسی خاص سمت و جہت میں محدود نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو شرک و کفر کی گمراہیوں سے بچا کر ایمان و اسلام کی ہدایت و نعمت نصیب فرمائی۔

یا اللہ! ہمیں اپنی مساجد کی عزت و عظمت عطا فرما اور ہمیں ان کے آباد رکھنے والوں میں بنا آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

وَقَالُوا	اتَّخَذَ	اللّٰهُ	وَلَدًا	سُبْحٰنَهٗ	بَلْ لَّهٗ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	كُلٌّ	لَّهٗ	قٰنِتُوْنَ
اور انہوں نے کہا	بنالیا	اللہ	بیٹا	وہ پاک ہے	بلکہ اس کیلئے	جو	آسمانوں میں	اور زمین	سب	اس کیلئے	زیر فرمان

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ بلکہ خاص اللہ کے مملوک ہیں جو کچھ بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اُنکے محکوم ہیں

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

بَدِيْعُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاِذَا	قَضٰى	اَمْرًا	فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ
پیدا کرنے والا	آسمانوں	اور زمین	اور جب	وہ فیصلہ کرتا ہے	کوئی کام	تو یہی	کہتا ہے	اسے	"ہوجا"	تو وہ ہوجاتا ہے

موجد ہیں آسمانوں اور زمین کے اور جب کسی کام کا پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس اسکو فرمادیتے ہیں کہ ہوجا بس وہ ہوجاتا ہے

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ایک غلط عقیدے کا رد

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا "اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے"

بعض یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اسی طرح عیسائی یعنی نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا کہتے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیات میں اس کی خبر دی گئی ہے۔

پانچ دلیلیں، اس غلط قول اور باطل عقیدہ کے ردّ میں بیان فرمائی جاتی ہیں۔

پہلی دلیل لفظ سُبْحٰنَهٗ میں دی گئی یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین (معاذ اللہ) یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اولاد بنا رکھی ہے حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد کا ہونا عقلاً بھی ناممکن ہے اس لئے کہ بیٹا باپ کے مماثل اور مشابہ اور ہم جنس ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ بے مثل اور بیچون و چگون ہے ورنہ بیٹا اگر باپ کے ہم جنس نہ ہو تو پھر وہ بیٹا اُس باپ کا فرزند نہ ہوگا نیز بیٹے کا باپ کے ہم جنس نہ ہونا ایک عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے، نیز باپ اولاد کا محتاج ہوتا ہے اور اولاد سے پہلے بیوی کا محتاج ہوتا ہے کہ اولاد بغیر زوجہ کے عادۃً ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ صمد یعنی بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں۔

دوسری دلیل بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں فرمائی یعنی اُس کے لئے کوئی اولاد نہیں بلکہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں خاص اُسی کی مملوک ہیں یعنی تمام کائنات کا وہی مالک ہے اور جب وہ مالک و خالق ٹھہرا تو والد اور ولد کا تعلق کس طرح ہوسکتا ہے کیونکہ ملکیت اور ابنیت جمع نہیں ہوسکتی اس لئے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ مملوک و مخلوق مالک اور خالق کے ہم جنس نہیں اور فرزند باپ کے ہم جنس ہوتا ہے۔

تیسری دلیل كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ فرمائی یعنی آسمان و زمین کے رہنے والے تمام کے تمام جن میں فرشتے، جنات اور انسان سب ہی شامل ہیں اور جن میں حضرت عزیر اور حضرت مسیح بھی داخل ہیں سب اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں، بعضے برضا و رغبت

جیسے فرشتے اور انبیاء کرام اور مؤمنین صالحین اور بعضے جبراً و قہراً جیسے شیاطین الانس والجن اور کفار و فجار یہ کسی کی مجال نہیں کہ کوئی اس کے ارادہ اور مشیت کو ٹال سکے اور اس کے حکم سے سرتابی کر سکے اور کافر و فاجر جو ظاہراً حق تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کرتے ہیں وہ تکوینی اور باطنی طور پر اللہ ہی کی دی ہوئی قدرت سے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت و مصلحت سے اُن کو معصیت کی قدرت دی ہے ورنہ اگر وہ قدرت نہ دیتا تو کوئی معصیت نہ کر سکتا غرض یہ کہ تمام موجودات اُسی کے قبضہ و تصرف میں ہے جس کو چاہے مارے جس کو چاہے جلا دے کوئی اُس کے تصرف سے باہر نہیں نکل سکتا اور جس کی یہ شان ہو اس کا کوئی ہم جنس اور مماثل نہیں ہو سکتا اس سے معلوم ہوا کہ وہ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ ہے۔ نہ اُس کی نظیر ہے، نہ شبیہ، نہ مثل، نہ مانند۔

چوتھی دلیل یہ فرمائی کہ وہ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے یعنی اللہ نے تمام عالم کو عدم سے وجود کا جامہ پہنایا کوئی مادہ اور صورت پہلے سے موجود نہ تھا بغیر کسی تشبیہ اور تمثیل کے محض اپنی قدرت سے تمام کائنات کو پردہ عدم سے وجود میں لایا تو جس کی قدرت اتنی عظیم اور عجیب ہو اس کو کسی معاون و مددگار جس میں اولاد بھی داخل ہے کی کیا ضرورت؟

پانچویں دلیل یہ فرمائی وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنی اللہ تعالیٰ کو کائنات کی تخلیق اور ایجاد میں اسباب اور وسائل کی ضرورت نہیں صرف اُس کا حکم اور اشارہ کافی ہے ارادۂ الٰہی کے ساتھ ساتھ فوراً اس چیز کا وجود ہو جاتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے تو جو اللہ اتنا زبردست قادر ہو اور ایسی عظیم قدرت والا ہو اس کو نہ کسی شریک کار کی ضرورت ہے نہ کسی نائب نہ معاون نہ مددگار کی۔ لہٰذا نہ اُس کے کوئی وَلَدْ ہے نہ نائب۔

الغرض یہاں ان پانچ دلائل سے یہود کا عقیدہ کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کا عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور مشرکین عرب کا عقیدہ کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں سب کا رَدّ ہو گیا اور ان عقائد کی وجہ سے یہ تینوں فرقے باطل ٹھہرے نہ کہ حق پر جیسا کہ ان تینوں میں سے ہر فرقہ دعویٰ کرتا تھا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو توحید پر ایمان والا بنایا۔
یا اللہ! ہر حال میں ہم کو صحیح اسلامی اور ایمانی عقائد پر قائم رکھنا اور اپنی ذات عالی اور قدرت کا یقین کامل نصیب فرما اور ہر طرح کے کفر و شرک اور گمراہی کی باتوں سے ہماری حفاظت فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ أَوْ تَأْتِيْنَا اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	لَا يَعْلَمُوْنَ	لَوْلَا	يُكَلِّمُنَا	اللّٰهُ	أَوْ	تَأْتِيْنَا	اٰيَةٌ	كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
اور کہا	جو لوگ	علم نہیں رکھتے	کیوں نہیں	ہم سے کلام کرتا ہے	اللہ	یا	ہمارے پاس آتی	کوئی نشانی	اسی طرح	کہا	جو لوگ

اور جاہل یوں کہتے ہیں کہ ہم سے کیوں نہیں کلام فرماتے اللہ تعالیٰ یا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آجائے اسی طرح وہ لوگ بھی کہتے چلے آئے ہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ إِنَّآ

مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّثْلَ	قَوْلِهِمْ	تَشَابَهَتْ	قُلُوْبُهُمْ	قَدْ بَيَّنَّا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يُّوْقِنُوْنَ	إِنَّآ
ان سے پہلے	جیسی	انکی بات	ایک جیسے ہوگئے	انکے دل	ہم نے واضح کردیں	نشانیاں	لوگوں کیلئے	یقین رکھتے ہیں	بیشک ہم

جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان ہی کا سا قول ان سب کے قلوب باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ہم نے تو بہت سی دلیلیں صاف صاف بیان کردی ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین چاہتے ہیں

أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾

أَرْسَلْنٰكَ	بِالْحَقِّ	بَشِيْرًا	وَّنَذِيْرًا	وَّلَا تُسْـَٔلُ	عَنْ	أَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ
آپ کو بھیجا	حق کیساتھ	خوشخبری دینے والا	اور ڈرانے والا	اور نہ آپ سے پوچھا جائے گا	سے	دوزخ والے

ہم نے آپکو ایک سچا دین دے کر بھیجا ہے کہ خوشخبری سناتے رہیئے اور ڈراتے رہیئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی بازپرس نہ ہوگی۔

رسالت کے متعلق کافروں کے شبہات کا ازالہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ أَوْ تَأْتِيْنَا اٰيَةٌ ۭ

یعنی جاہل یہود و نصاریٰ اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کرتے کہ خود اللہ تعالیٰ ہم سے کلام کیوں نہیں فرماتے خواہ فرشتوں کے بغیر جیسے خود فرشتوں سے کلام فرماتے ہیں یا فرشتوں کے واسطے سے جیسے پیغمبروں سے بطور وحی بات کرتے ہیں اور اس کلام میں یا تو خود ہم کو احکام بتادیں کہ دوسرے رسول کی ہم کو ضرورت ہی نہ رہے یا کم از کم اتنا ہی کہہ دیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے رسول ہیں تو ہم آپ کی رسالت کے قائل ہو کر آپ کی اطاعت کرنے لگیں یا اگر کلام نہیں فرماتے تو ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل نبوت و رسالت کی آجائے۔

پس جو یہود و نصاریٰ اور مشرکین اپنے جہل سے یہ مطالبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے ان کے متعلق حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ ...... الی ...... لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ

یعنی یہ منکرین جیسی جہل و گمراہی کی باتیں نبوت و رسالت کے متعلق کہتے ہیں ایسی ہی جاہلانہ باتیں ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے پیغمبروں کے متعلق کہی تھیں اور یونہی سرکشی و کفر کیا تھا ہٹ دھرمی، عناد اور سرکشی ان سب ہی کا شیوہ تھا۔ ان کے قلوب ہی ٹیڑھے ہیں یہ حسب مطالبہ معجزہ اور نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے اور یہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تو کوئی ایک ہی دلیل یا نشانی رسالت محمدیہ کے ثبوت میں مانگتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے تو بہت سی دلیلیں اور نشانیاں رسالتِ محمدیہ کے ثبوت میں ظاہر فرمادی ہیں اور کھلے کھلے معجزات اپنے رسول کو عطا

فرمائے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچائی، امانت، پاکبازی اور عقل وفہم میں بے مثال ہونا۔ قرآن کریم کا ہر طرح سے بے مثال ہونا۔ مخالفین کا اُس کے مقابلہ میں عاجز رہنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج میں تشریف لے جانا۔ لکڑی کے ستون کا آپ کی جدائی سے رونا۔ آپ کے دست مبارک میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا' دست مبارک کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہہ نکلنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے پھیرنے سے سخت بیماریوں کا دور ہو جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاء سے بادل کا فوراً اُٹھ آنا اور بارش ہونا اور پھر آپ کے اشارہ سے بادل کا ہٹ جانا وغیرہ وغیرہ۔

پھر آیت کے اخیر میں حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ہماری بیان کی ہوئی نشانیاں اور دلائل اُن ہی لوگوں کے لئے مفید اور نافع ہو سکتی ہیں جو یقین اور اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں اور چونکہ ان معترضین کو محض ضد و عناد ہے۔ حق طلبی ان کو منظور ہی نہیں سوایسوں کو تسلی و تشفی نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے اور یہ معجزات اور نشانیاں دیکھتے بھی ہیں تو اُس کو سحر پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار و مشرکین جن میں یہود و نصاریٰ بھی شامل تھے کی جہالت اور عناد سے تنگی ہوتی اور ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کو غم ہوتا اس لئے آگے حق تعالیٰ آپ کی تسلی فرماتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو ایک سچا دین دے کر خلق کی طرف بھیجا ہے کہ ماننے والوں کو خوشخبری سناتے رہیے اور نہ ماننے والوں کو سزا سے ڈراتے رہیے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہیں ہوگی (کہ ان لوگوں نے کیوں دین حق قبول نہیں کیا اور کیوں جہنم میں گئے، اس لئے آپ اپنا کام کرتے رہیے آپ کو کسی کے ماننے نہ ماننے کی کیا فکر، آپ کا کام تو پیغامِ الٰہی پہنچا دینا ہے ماننا نہ ماننا بندوں کا کام ہے اس کا حساب اللہ تعالیٰ خود کرے گا۔)"

اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیات قرآن پاک میں آئی ہیں۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو اپنا سچا بندہ اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اُمتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہمارے قلوب میں یقین کی دولت عطا فرما۔ اور اپنی رضا کے مقام یعنی جنت میں ہمارا ٹھکانا بنا اور غصہ اور غضب کے مقام جہنم سے ہم کو بچنا نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ

وَلَنْ تَرْضٰى	عَنْكَ	الْيَهُوْدُ	وَلَا	النَّصٰرٰى	حَتّٰى	تَتَّبِعَ	مِلَّتَهُمْ	قُلْ	اِنَّ	هُدَى	اللّٰهِ
اور ہرگز راضی نہ ہونگے	آپ سے	یہودی	اور نہ	نصاریٰ	جب تک	آپ پیروی (نہ) کریں	انکا دین	کہدیں	بیشک	ہدایت	اللہ

اور کبھی خوش نہ ہوں گے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ انکے مذہب کے پیرو نہ ہو جائیں آپ کہہ دیجئے کہ حقیقت میں تو ہدایت کا وہی راستہ ہے

هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ

هُوَ	الْهُدٰى	وَلَىِٕنِ	اتَّبَعْتَ	اَهْوَاۗءَهُمْ	بَعْدَ	الَّذِيْ	جَاۗءَكَ	مِنَ	الْعِلْمِ	مَا لَكَ	مِنَ اللّٰهِ
وہی	ہدایت	اور اگر	آپ نے پیروی کی	اُن کی خواہشات	بعد	وہ جو کہ (جبکہ)	آپ کے پاس آگیا	سے	علم	نہیں آپ کیلئے	اللہ سے

جسکو خدا نے بتایا ہے اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں انکے غلط خیالات کا علم آچکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٢٠﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّلَا	نَصِيْرٍ	اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يَتْلُوْنَهٗ	حَقَّ	تِلَاوَتِهٖ	اُولٰۗىِٕكَ
کوئی	حمایت کرنیوالا	اور نہ	مددگار	جنہیں	ہم نے دی	کتاب	اسکی تلاوت کرتے ہیں	حق	اسکی تلاوت	وہی لوگ

نہ مددگار جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اسکی تلاوت کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٢١﴾

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ	وَمَنْ	يَّكْفُرْ بِهٖ	فَاُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ
ایمان رکھتے ہیں اس پر	اور جو	انکار کریں اسکا	وہی	وہ	خسارہ پانے والے

ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا خود ہی ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے

یہود و نصاریٰ کی ہٹ دھرمی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

قُلْ اِنَّ هُدَى یعنی ان یہود و نصاریٰ میں سے ضدی اور معاند اور متعصب لوگوں کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع کی تو ان کو کیا توفیق ہوتی وہ تو یہاں تک اپنے باطل خیالات میں بلند پروازی کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو اپنی راہ پر چلانے کی فکر میں ہیں شروع شروع میں بعض مباح امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت فرما لیتے تھے اس غرض سے کہ یہ کچھ نرم ہو کر اسلام لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ آپ اس خواہش کو چھوڑ دیجئے کہ جس سے یہ یہود و نصاریٰ راضی ہو کر موافق ہو جائیں ان کا آپ سے راضی ہونا محال اور ناممکن ہے وہ اس غرور میں ہیں کہ ہم کتب الٰہیہ کے علوم کے حامل اور علمبردار ہیں ہم کسی کا کیوں اتباع کریں۔ ہم تو سب کے مقتداع اور سردار ہیں لہٰذا جو شخص اپنے آپ کو مقتداع سمجھتا ہو وہ مقتدی بننے پر کب راضی ہو سکتا ہے یہود و نصاریٰ کے اس خیال

خام کے جواب میں تلقین فرمائی گئی کہ ان سے یہ کہہ دیا جائے کہ تحقیق اللہ کی ہدایت ہر زمانہ میں وہی ہدایت ہے جو اُس زمانہ کا نبی اور رسول لے کر آئے اور گزشتہ ہدایتیں اگرچہ اپنے اپنے وقت پر ہدایتیں تھیں مگر منسوخ ہو جانے کے بعد وہ ہُدیٰ ہُدیٰ نہیں رہتی بلکہ ہوائے نفس بن جاتی ہے اور نفسانی خواہشات کا اتباع بھی ہدایت نہیں ہو سکتا اسی سلسلہ میں آگے ارشاد ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ ...... الی ...... مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

"اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے اُن کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگیں تو آپ کے لئے اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار" یہاں یہ خطاب ظاہراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ مقصود سنانا معاندین کو ہے عناد کی بناء پر ان کو مخاطب بھی نہیں بنایا اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ گو یہاں خطاب لفظاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر مراد اُمت ہی ہے اور اصل حکم اسی کو ہے اور اس طرز مخاطبت سے مقصود مسئلہ کی اہمیت پر زور دینا ہے کہ منکروں کی طرف میلان پر ایسا معاملہ بفرض محال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے تو دوسروں کا تو کیا ذکر، یہاں تک تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے ایسے لوگوں کا ذکر تھا جو اسلام کی مخالفت کرتے تھے اور بوجہ تعصب و عناد و حسد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاتے تھے۔ آگے ان اہل کتاب کا ذکر ہے جو حق پرست تھے۔

یہود و نصاریٰ کے حق پرست لوگ

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ ...... الی ...... هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

یعنی وہ یہود و نصاریٰ جن کو اللہ تعالیٰ نے کتاب تورات وانجیل دی اور وہ اسکی تلاوت اس طرح کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے یعنی اُس کے احکامات کو دل سے مانا اور اس میں کسی قسم کی کوئی تحریف اور رد و بدل لفظی یا معنوی نہیں کی تو ایسے لوگ البتہ دین حق پر ایمان لے آتے ہیں یعنی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے ہیں اور جو لوگ نبی آخر الزماں پر ایمان نہیں لاتے وہ درحقیقت اپنی اپنی کتاب پر بھی ایمان نہیں رکھتے اور توریت وانجیل میں تحریف کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی جو بشارتیں اُن کی کتاب میں مذکور ہیں ان کا انکار کرتے ہیں پس یہی لوگ خسارہ والے ہیں کہ اپنی کتاب پر جو ایمان رکھتے تھے وہ بھی ہاتھ سے گیا اور جو ثمرات وانعامات الٰہیہ دین حق پر ایمان سے عطا ہوتے اُن سے بھی محروم رہے اور اس طرح اپنا ہی نقصان کیا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر اہل کتاب نیک نیتی اور اخلاص سے کام لیں اور ضد و نفسانیت اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ دیں اور قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل ہو جائیں تو ان کو دوگنا اجر ملے گا جس کی مثالیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر اب تک ظاہر ہوتی آئی ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ہوتی رہیں گی اللہ تعالیٰ اس دین محمدی کی حفاظت فرمائیں اور دُنیا میں اس کی شوکت اور غلبہ کو بلند فرمائیں آمین۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہمیں اور تمام اُمتِ مسلمہ کو ایمان واسلام پر مضبوطی سے جمے رہنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس دور میں امت مسلمہ میں یہود و نصاریٰ کی معاشرت، تہذیب وتمدن کی طرف جو میلان پیدا ہو گیا ہے اس سب سے اس امت کو بچا لیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ	اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَاَنِّيْ	فَضَّلْتُكُمْ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ
اے بنی اسرائیل	تم یاد کرو	میری نعمت	جو کہ	میں نے انعام کی	تم پر	اور یہ کہ میں نے	تمہیں فضیلت دی	پر	زمانے والے

اے اولاد یعقوبؑ میری اُن نعمتوں کو یاد کرو جنکا میں نے تم پر انعام کیا اور اسکو کہ میں نے تمکو بہت لوگوں پر فوقیت دی اور تم ڈرو ایسے دن سے جسمیں کوئی شخص کسی شخص کیطرف

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ

وَاتَّقُوْا	يَوْمًا	لَّا تَجْزِيْ	نَفْسٌ	عَنْ نَّفْسٍ	شَيْـًٔا	وَّلَا يُقْبَلُ	مِنْهَا	عَدْلٌ	وَّلَا	تَنْفَعُهَا	شَفَاعَةٌ
اور ڈرو	وہ دن	بدلہ نہ ہوگا	کوئی شخص	کسی شخص سے	کچھ	اور نہ قبول کیا جائے گا	اس سے	کوئی معاوضہ	اور نہ	اسے نفع دے گی	کوئی سفارش

سے نہ کوئی مطالبہ ادا کرنے پائے گا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائیگا اور نہ کسی کو کوئی سفارش مفید ہوگی

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٨﴾

وَّلَا	هُمْ	يُنْصَرُوْنَ
اور نہ	ان	مدد کی جائے گی

اور نہ ان لوگوں کو کوئی بچا سکے گا۔

بنی اسرائیل کو انعاماتِ الٰہیہ کی پھر یاددہانی

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

"اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے ان احسانوں کو جو میں نے تم پر کیے ہیں"

بنی اسرائیل کو اس سورت میں تین مرتبہ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ کے معزز خطاب سے مخاطب فرمایا اور اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہونے کی حیثیت سے ان کو اپنے خطاب سے شرف و سرفراز فرمایا اور اس نسبت کو یاد دلا کر شکر اور اطاعت کی دعوت دی اور ارشاد فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو اس حیثیت سے یاد کرو کہ وہ میرا عطیہ تھیں میری نسبت کے شرف و عزت کو دیکھو اور یاد کرو اور پھر اس حیثیت کو دیکھو کہ اس نعمت کا میں نے تم پر محض اپنی مہربانی سے انعام کیا تھا تمہارا کوئی استحقاق نہ تھا اور اس امر کو یاد کرو کہ میں نے تم کو محض اپنے فضل سے سارے جہان کے لوگوں پر فضیلت اور بزرگی دی تھی یہ بزرگی میرا عطیہ تھا تمہاری ذاتی شے نہ تھی کہ تم سے جدا نہ ہو سکے تم اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ یہ بزرگی تم سے چھینی نہیں جا سکتی اگر اس فضیلت اور بزرگی کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو ہمارے رسول کی اطاعت کرو اور قیامت کے دن سے ڈرو۔ گویا اس قوم کو آخرت کے نتائج سے پھر آگاہ کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں تو انسان کسی کی مدد سے بدلہ یا معاوضہ سے سفارش یا زور سے بچ سکتا ہے لیکن قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں سے کوئی چیز بھی کام نہ دے گی۔ وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کام آئیں گے۔

نعمتوں کی یاددہانی کا مقصد

مقصود وہی دعوتِ اسلام اور حقانیت اسلام کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کی شکر گزاری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ ورنہ پھر انکار کی صورت میں تم عذاب قیامت سے بچ نہیں سکتے۔

اہل ایمان کیلئے شفاعت ثابت ہے

یہاں جس سفارش اور شفاعت کا ذکر ہے کہ قیامت میں کارآمد اور مفید نہ ہوگی وہ ان کے لئے ہے جو صاحب ایمان نہ ہوں اہل ایمان کو انبیاء اولیاء وغیرہ کی شفاعت سے قیامت میں ضرور نفع ہوگا جیسا کہ قرآن کریم کے دوسرے مواقع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور جو اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ

وَاِذِ	ابْتَلٰی	اِبْرٰھٖمَ	رَبُّهٗ	بِكَلِمٰتٍ	فَاَتَمَّهُنَّ	قَالَ	اِنِّیْ	جَاعِلُكَ	لِلنَّاسِ	اِمَامًا	قَالَ	وَمِنْ	ذُرِّیَّتِیْ
اور جب	آزمایا	ابراہیم	انکا رب	چند باتوں سے	تو وہ پوری کردیں	اسنے فرمایا	بیشک میں	تمہیں بنانے والا ہوں	لوگوں کا	امام	اسنے کہا	اور سے	میری اولاد

اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انکے پروردگار نے چند باتوں میں اور وہ انکو پورے طور سے بجالائے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمکو لوگوں کا مقتدا بناؤں گا

قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

قَالَ	لَا یَنَالُ	عَھْدِی	الظّٰلِمِیْنَ
اس نے فرمایا	نہیں پہنچتا	میرا عہد	ظالم (جمع)

انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو ارشاد ہوا کہ میرا عہد خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا۔

ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ اور اسکے مقاصد

اول: یہ کہ امامت اور پیشوائی کا مرتبہ جب ہی ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے امتحان میں کامیاب اور درست نکلے ظالم اور فاسق ہو کر امامت اور دینی سرداری و پیشوائی کا خیال بالکل غلط ہے۔

دوم: یہ بتانا ہے کہ خانہ کعبہ جو اہل اسلام کا قبلہ ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا بنایا ہوا ہے۔اس کی فضیلت اور بزرگی میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا اور اہلِ اسلام کا قبلہ وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔

سوم: یہ ملت اسلام وہی ملت ابراہیمی ہے۔

چہارم: یہ کہ اُمتِ مسلمہ اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور بعثت کی دُعاء سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر وہی ہوسکتا ہے کہ جو ملتِ اسلام کو قبول کرے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

پنجم: یہ کہ بنی اسرائیل کا یہ خیال کرنا کہ نبی آخر الزماں ہمارے خاندان سے نہیں اس لئے ہم اُن پر ایمان نہیں لائیں گے یہ خیال بالکل غلط اور باطل ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادے تھے ایک اسحاق علیہ السلام جن کے بیٹے اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

ایک مدت تک نبوت و رسالت حضرت اسحٰق اور یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں رہی اب وہ فضیلت حضرت اسمٰعیل کی اولاد کو پہنچی یعنی نبوت و رسالت اب بنی اسرائیل سے بنی اسمٰعیل کی طرف منتقل ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دونوں ہی بیٹوں کے لئے برکت کی دُعاء مانگی تھی پس یہود کو چاہئے کہ اب نبی آخر الزماں پر ایمان لائیں کہ جو ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں اور جن کا ظہور دُعاء ابراہیمی کی برکت و ثمرہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشیں:

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختلف امتحانات اور ان میں اُن کی کامیابی اور پھر اس کے انعام وصلہ کا بیان فرمایا ہے پھر جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ازراہِ شفقت اپنی اولاد کے لئے بھی اسی انعام کی درخواست کی تو انعام پانے کا ایک ضابطہ ارشاد فرما دیا گیا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کی منظوری مشروط صورت میں دی گئی کہ یہ انعام آپ کی ذریت کو بھی ملے گا مگر جو لوگ ذریت میں

نافرمان فاسق اور ظالم ہوں گے وہ یہ انعام نہ پاسکیں گے۔

ان آزمائشوں کے ذریعے اپنے خلیل علیہ السلام کی تربیت کر کے آپ کے درجات و مقاماتِ عالیہ تک پہنچانا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جلالت شان کو نمایاں فرمانا مقصود تھا۔

پہلا امتحان تو یہی تھا کہ پوری قوم حتیٰ کہ اپنا خاندان اور گھرانہ سب بت پرستی میں مبتلا تھے سب کے عقائد ورسوم سے مختلف ایک دین حنیف اُن کو عطا کیا گیا اور اس کی تبلیغ اور قوم کو اس کی طرف دعوت دینے کا بارگراں آپ پر ڈالا گیا آپ نے پیغمبرانہ جرأت و ہمت کے ساتھ بے خوف وخطر قوم کو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف بلایا بت پرستی کی شرمناک رسم کی خرابیاں مختلف عنوانات سے بیان کیں۔ عملی طور پر بتوں کے خلاف جہاد کیا اور بادشاہِ وقت نمرود اور اس کی قوم نے آپ کو آگ میں ڈال کر زندہ جلا دینے کا فیصلہ کیا اللہ کے خلیل نے ان سب بلاؤں پر راضی ہو کر اپنے آپ کو آگ میں ڈال دینے کے لئے پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امتحان میں اپنے خلیل کو کامیاب پایا تو آگ کو حکم فرما دیا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ ۔ ''اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور ذریعۂ سلامتی بن جا۔''

دوسرا امتحان یہ لیا گیا کہ اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کر جائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے خداوندی کی تڑپ میں قوم و وطن کو بھی خیرباد کہہ دیا اور ملک شام میں چلے آئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد یہ حکم ملا جو تیسرا امتحان تھا کہ بی بی ہاجرہؓ اور ان کے شیرخوار بچہ اسمٰعیل کو ساتھ لے کر شام سے کوچ کر جائیں۔ آپ دونوں کو ساتھ لے کر چلے جب چٹیل میدان اور گرم ریگستان اور بے آب ودانہ سنسان بیابان جہاں نہ آدم نہ حیوان، نہ چرند پرند، آجاتا ہے جہاں اب بَیْتُ اللّٰہ کی تعمیر اور شہر مکہ معظمہ آباد ہے تو اس بے آب و گیاہ میدان میں آپ کو اُتار دیا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملتا ہے کہ بی بی اور بچہ کو یہیں چھوڑیں اور خود ملک شام کو واپس ہو جائیں۔ اللہ کے خلیل حکم پاتے ہی تعمیل ارشاد میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک تھیلی کھجوروں کی اور ایک مشکیزہ پانی کا دے کر بیوی بچہ کو چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں تعمیل حکم میں اتنی تاخیر بھی گوارا نہیں کہ بیوی کو یہ اطلاع ہی دے دیں۔ حضرت ہاجرہ جب آپ کو جاتے ہوئے دیکھتی ہیں تو پکارتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس لق و دق میدان میں چھوڑ کر ہم کو آپ کہاں جا رہے ہیں؟ مگر آپ کچھ جواب نہیں دیتے مگر وہ بی بی بھی حضرت خلیل اللہ کی بیوی تھیں سمجھ گئیں کہ یہ ماجرا کیا ہے اور کہنے لگیں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، حضرت ہاجرہؓ کو جب حکمِ خداوندی کا علم ہو گیا تو فرمایا کہ اچھا جایئے جس مالک نے آپ کو چلے جانے کا حکم فرمایا ہے وہ ہمیں بھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر رحمتِ خداوندی نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو پالا اور خشک زمین سے پانی کا ایک چشمہ جس کو آج تک زم زم کہتے ہیں نکال دیا پھر آبادی کا سامان ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی تشریف لاتے اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو دیکھ جاتے جب حضرت اسمٰعیل بڑے اور سمجھدار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ چوتھا امتحان لیتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم خداوندی ہوتا ہے کہ بچہ کو ہمارے نام پر قربان کر دو اور اپنے ہاتھ سے اپنے پیارے بچہ کو ذبح کر دو پھر اس خواب کی تعمیل میں جو واقعہ پیش آیا وہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل سے اپنا یہ خواب بیان فرمایا تو فرزند سعید نے بخوشی اپنی جان قربان کرنے کی آمادگی ظاہر فرمائی۔ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صاحبزادے کو منیٰ کے جنگل میں لے جانا اور اپنی طرف

سے حکم حق جل وعلا کی پوری تعمیل میں حضرت اسمٰعیل کے گلے پر پوری طاقت سے چھری پھیر دینا مگر چھری کا ایک بال بھی نہ کاٹنا اور پھر جنت سے ایک فدیہ کا آنا اور اُس کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذبح کرنا اور اس سنتِ ابراہیمی کا آنے والی دنیا کے لئے دائمی سنتِ قربانی بن جانا اور حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا سے ارشاد فرمانا کہ خواب میں جو کچھ آپ نے دیکھا تھا اس کو پورا کر دیا۔

ان امتحانات کی تکمیل اور کامیابی کا انعام اور صلہ یہ ملا اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آپ کو لوگوں کا امام و پیشوا بنانے والا ہوں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے متعلق یہ خوشخبری سنائی گئی تو اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے درخواست پیش فرمائی قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ (میری اولاد میں بھی) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ میری اولاد اور نسل سے بھی امام و نبی بنائیے۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ارشاد ہوا قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ یعنی آپ کی یہ درخواست منظور ہے مگر اس کا ضابطہ سن لیجئے کہ میرا یہ عہدہ ظالموں اور خلاف ورزی کرنے والوں کو نہیں ملے گا۔

چنانچہ ایک مدتِ دراز تک امامت و قیادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے اندر حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد یعنی بنی اسرائیل میں رہی لیکن جب وہ ظلم کے مرتکب ہوئے اور شرک اور تحریف تورات و انجیل اور قتل انبیاء اور نافرمانی احکام وغیرہ وغیرہ میں مبتلا ہوئے اور منصب امامت کے بالکل اہل نہ رہے تو یہ امامت بنی اسرائیل سے بدل کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہو گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہود جو دعویدار تھے کہ نبوت ہمارا ہی ورثہ ہے اور امامت و نبوت و رسالت بنی اسرائیل ہی میں ہوتی چلی آئی ہے اس لئے ہم اسمٰعیلی نبی کا اتباع نہیں کر سکتے تو اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا اور یہ ثابت فرمایا گیا کہ امامت اور پیشوائی کا منصب و مرتبہ جب ہی ملتا ہے کہ جب اللہ کی کامل اطاعت و فرمانبرداری ہو اور اللہ کے امتحان میں کامیاب نکلے ظالم اور فاسق ہو کر نہ امامت اور دینی پیشوائی کسی کو ملی ہے نہ آئندہ ملے گی خدا پرست انسانوں ہی کے لئے امامت و نبوت مخصوص رہی خواہ وہ اسرائیلی ہوں یا اسمٰعیلی۔ سلسلہ نسب کو کوئی دخل نہیں ہے پھر دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ظالمین و فاسقین کے گروہ میں شامل ہونے سے بچالیں۔ ہر حال میں ہمارے دین کی حفاظت فرمائیں اور اسلام پر ہم کو استقامت بخشیں۔ اے اللہ! ہماری حالتوں پر رحم و کرم فرما اور ہم کو اسلام سے سچی محبت عطا فرما اور اسلام کی بدولت دین و دنیا میں عزت، غلبہ اور شوکت نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَآ

وَاِذْ	جَعَلْنَا	الْبَیْتَ	مَثَابَةً	لِّلنَّاسِ	وَاَمْنًا	وَاتَّخِذُوْا	مِنْ	مَقَامِ اِبْرٰهٖمَ	مُصَلًّی	وَعَهِدْنَآ
اور جب	بنایا ہم نے	خانہ کعبہ	اجتماع کی جگہ	لوگوں کیلئے	اور امن کی جگہ	اور تم بناؤ	سے	"مقام ابراہیمؑ"	نماز کی جگہ	اور ہم نے حکم دیا

اور جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور امن مقرر رکھا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو اور ہم نے

اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِیْلَ	اَنْ	طَهِّرَا	بَیْتِیَ	لِلطَّآئِفِیْنَ	وَالْعٰكِفِیْنَ	وَالرُّكَّعِ	السُّجُوْدِ
ابراہیم کو	اور اسمٰعیل کو	کہ وہ	پاک رکھیں	میرا گھر	طواف کرنے والوں کیلئے	اور اعتکاف کرنے والے	اور رکوع کرنے والے	سجدہ کرنے والے

حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو بیرونی اور مقامی لوگوں کے واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے

خانہ کعبہ کی فضیلت

یہود خانہ کعبہ کی بزرگی اور فضیلت کے قائل نہ تھے اور حج بیت اللہ کو بھی ایک فضول حرکت جانتے تھے اور کہتے کہ یہ صرف عرب کے جاہلوں کا طریقہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ نہیں اور نہ اس کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور نہ حاجیوں اور طواف کرنے والوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود کے اس خیالِ باطل کا رد فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور مرجع خلائق اور مقام امن ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ

"اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور مقام امن ہمیشہ سے مقرر رکھا۔"

یہاں آیت کے اس جملہ میں اَلْبَیْتَ جس کے لفظی معنی گھر کے ہیں اس سے مراد بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے جو مکہ معظمہ میں مَسْجِدُ الْحَرَامُ میں واقع ہے۔

یہاں اس آیت میں بَیْتُ اللّٰہ یعنی خانہ کعبہ کی فضیلت کے سلسلہ میں دو باتیں فرمائی گئیں ایک تو مَثَابَةً لِّلنَّاسِ فرمایا دوسرے وَاَمْنًا۔

مَثَابَةً لِّلنَّاسِ کے معنی ہیں آدمیوں کے لئے بار بار لوٹنے یا رجوع کرنے کی جگہ۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو یہ خاص فضیلت بخشی ہے کہ وہ ہمیشہ مرجع خلائق بنا رہے گا اور لوگ بار بار اُس کی طرف جانے کے آرزومند رہیں گے چنانچہ اہلِ ایمان کبھی اس کی زیارت سے سیر نہیں ہوتے بلکہ ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ زیارت و طواف کا شوق لے کر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے دِل میں خانہ کعبہ کا شوق جذبِ مقناطیسی کی طرح ڈال دیا ہے اس لئے لاکھوں آدمی دور دراز سے وہاں آتے ہیں اور بیت اللہ ہی کا وصف ہے کہ بار بار حج کرتے ہیں اور دل نہیں بھرتا۔

دوسری صفت بیت اللہ کی وَاَمْنًا فرمائی یعنی امن کی جگہ، خانہ کعبہ کی عمارت اور اس کے اِردگرد کا علاقہ جو حرم میں داخل ہے اُس میں خونریزی یا جانوروں کا شکار قطعاً ممنوع ہے، زمانہ جاہلیت میں بھی عربوں میں دستور تھا کہ حرم میں اپنے باپ اور بھائی کا قاتل بھی کسی کو ملتا تو انتقام نہیں لیتے تھے اور عام جنگ و

9 قتال کو بھی حرم میں حرام سمجھتے تھے۔ شریعت اسلام میں بھی یہ حکم اسی طرح باقی رکھا گیا۔

فتح مکہ کے دن صرف چند گھنٹوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ارض حرم میں قتال کو جائز کیا گیا تھا مگر اسی وقت پھر ہمیشہ کیلئے حرام کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے خطبہ میں اس کا اعلان فرما دیا تھا الغرض اس درجہ خانہ کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے امن کی جگہ بنایا۔

مقامِ ابراہیم

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی "اور بناؤ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ" یہاں مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے کہ جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی دیواریں چنتے تھے اور جوں جوں دیواریں بلند ہوتی جاتی تھیں وہ پتھر بھی بلند ہوتا جاتا تھا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نیچے سے پتھر اور گارا دیتے اور دُعاء کرتے جاتے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ مبارک کا نشان بطور معجزہ پڑ گیا تھا۔ اب سعودی عرب کے شاہ فیصل کے زمانہ میں موٹے شیشے کے اندر یہ پتھر محفوظ کر دیا ہے خانہ کعبہ کے طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف اس مقامِ ابراہیم کے پیچھے ادا کی جاتی ہے۔ جسے طواف کے نفل کہتے ہیں۔

خانہ کعبہ کی پاکی کا حکم

وَعَھِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ یعنی یہود و نصاریٰ جو حج بیت اللہ کے منکر تھے اُن کو یہاں جتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ بَیْتُ الْعَتِیْق کو طواف کرنے والوں اور حج وعمرہ میں آنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھا کرو یعنی خانہ کعبہ ہر طرح کی نجاست و گندگی خواہ ظاہری ہو یا باطنی اس سے پاک صاف رہنا چاہئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کعبہ کی طہارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہے صرف شریعت محمدیہ ہی میں نہیں ہے۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ میں سوائے عبادت و بندگی اور خدا پرستی کے دنیوی مشاغل ناجائز ہیں نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کوئی مشرک اور کافر شرک و کفر کی نجاست باطنی کے ساتھ بیت اللہ میں داخل نہ ہو۔

دُعاء کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے گھر بیت اللہ شریف کی عزت و بزرگی کو اور بلند فرمائیں اور اپنے اس مقدس گھر کی حاضری کی توفیق ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے حرم محترم بیت اللہ کی سچی محبت و عظمت عطا فرما اور ہم میں سے ہر ایک کو مرنے سے پہلے اپنے بیت الحرام کی زیارت کا شرف نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ

وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّ	اجْعَلْ	هٰذَا بَلَدًا	اٰمِنًا	وَّارْزُقْ	اَهْلَهٗ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	مَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ	بِاللّٰهِ
اور جب	کہا	ابراہیم	اے میرے رب	بنا	یہ شہر	امن والا	اور روزی دے	اسکے رہنے والے	سے	پھل (جمع)	جو	ایمان لائے	ان سے	اللہ پر

اور جس وقت ابراہیم ؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اسکو ایک شہر بنا دیجئے امن والا اور اسکے بسنے والوں کو پھلوں سے عنایت کیجئے اُنکو جو کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۲۶

وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	قَالَ	وَمَنْ	كَفَرَ	فَاُمَتِّعُهٗ	قَلِيْلًا	ثُمَّ	اَضْطَرُّهٗٓ	اِلٰى	عَذَابِ النَّارِ	وَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ
اور	آخرت کا دن	اس نے فرمایا	اور جو	اس نے کفر کیا	اسے نفع دوں گا	تھوڑا	پھر	مجبور کرونگا اسکو	طرف	دوزخ کا عذاب	اور بری	لوٹنے کی جگہ

اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس شخص کو بھی جو کہ کافر رہے سو ایسے شخص کو تھوڑے روز تو خوب آرام برتا دونگا پھر اسکو کشاں کشاں عذاب دوزخ میں پہنچاؤں گا اور ایسے پہنچنے کی جگہ تو بہت بری ہے

شہر مکہ کیلئے ابراہیم علیہ السلام کی دُعائیں

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ ...... اِلٰى ...... وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے کئی دُعائیں مانگیں۔ سب سے پہلی دُعاء حق تعالیٰ سے یہ فرمائی کہ اس جنگل بیابان چٹیل میدان غیر آباد جگہ کو آپ ایک شہر بنا دیں تا کہ یہاں سکونت میں وحشت نہ ہو اور ضروریاتِ زندگی باسانی میسر ہو جائیں۔

دوسری دُعاء یہ فرمائی کہ اس شہر کو امن والا شہر بنا دیجئے یعنی جو قتل وغارت گری کی آفات سے مامون و محفوظ ہو۔

تیسری دُعاء یہ فرمائی کہ اس جگہ رہنے والوں کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دُعائیں قبول فرمائیں اور مکہ مکرمہ ایک ایسا شہر آباد ہو گیا کہ اپنی آبادی کے علاوہ ساری دُنیا کا مرجع بن گیا اطرافِ عالم سے مسلمان وہاں پہنچنے کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں اور مکہ کو ایسا دارالامن بنایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی کفارِ مکہ حرم کے اندر کشت وخون نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی پردیسی مکہ سے باہر کسی کو قتل کر کے شہر کے اندر آ جاتا تھا تو کوئی اس سے قصاص نہیں لے سکتا تھا اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت والے کتنی ہی خرابیوں اور کفر و شرک میں مبتلا ہونے کے باوجود بیت اللہ اور اس کے ماحول حرم کی تعظیم و تکریم کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔

شریعتِ اسلامیہ میں تو مکہ کے چوطرفہ کئی کئی میل تک کی سرزمین حرم میں داخل ہے کہ نہ اُس میں کوئی شکار کھیلے نہ کوئی کسی کو قتل کرے نہ وہاں کے درخت کاٹے نہ گھاس اُکھاڑے۔

تیسری دُعاء یعنی اہلِ مکہ کو رزق دینے والی دُعاء نے قبولیت کی عجیب شان اختیار کی کہ مکہ جیسے خشک ریگستانی مقام میں دُور دُور سے ہر قسم کی چیز اس شہر میں آتی ہے اور مکہ سے نزدیک طائف کا ایک ایسا خطہ بنا دیا کہ جس میں ہر طرح کے بہترین پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور ہر طرح کی سبزی ترکاریاں وغیرہ روز کے روز مکہ میں پہنچتی رہتی ہیں الغرض کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاؤں کی برکت کا ظہور آج تک ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عام رزاقیت

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دُعاء میں صرف اہلِ ایمان کی تخصیص فرمائی یعنی دُعاء یہ تھی کہ یہاں کے رہنے

والوں کو جو صاحب ایمان ہوں اُن کو پھلوں کی روزی عطا فرما۔ علمائے مفسرین نے وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ اس سے قبل جیسا کہ گذشتہ درس نمبر ۵۵ (آیت نمبر ۱۲۴) میں بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست پر ارشاد فرمایا تھا کہ میرا عہدۂ نبوت و امامت ظالموں یعنی کافروں اور نافرمانوں کو نہیں پہنچے گا یعنی یہ روحانی نعمت نبوت و رسالت اقتدار دینی و امامت صرف صاحب ایمان لوگوں کو دی جائے گی اور اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اَدَباً اپنی دُعاء میں قید لگادی اور کافروں کو شامل نہیں کیا لیکن چونکہ رزق مادی اور رزق روحانی میں فرق ہے نبوت اور جسمانی پرورش کا سامان جدا جدا چیزیں ہیں۔ روزی اللہ کی شان رزّاقیت کے طفیل سب نیک و بد، کافر و مؤمن کو ملتی ہے اس لئے آگے کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں رب العٰلمین ہوں سب کا رزاق ہوں اس لئے مؤمن کو بھی ثمرات سے رزق دوں گا اور کافر کو بھی جیتے جی رزق دوں گا لیکن پھر مرنے کے بعد کافر کو لاچار اور بے بس بنا کر کشاں کشاں عذاب نار تک پہنچایا جائے گا اور بیشک جہنم بہت بُری جگہ ہے یعنی دُنیا میں تو کوئی ٹھکانا اگر ایک طرح بُرا ہوتا ہے تو کسی دوسری طرح اچھا بھی ہوتا ہے مگر جہنم تو کفار کے لئے ایسا ٹھکانا ہوگا کہ جو کسی اعتبار سے بھی اچھا نہیں ہر طرح سے بُرا ہی بُرا ہے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اس مقدس شہر کی عظمت و بزرگی اور بڑھائیں اور وہاں کی برکتیں اور نعمتیں اور زیادہ فرمائیں۔

یا اللہ! اپنے اس مقدس و محترم سرزمین مکہ کی زیارت ہم سب کو زندگی میں نصیب فرما۔

یا اللہ! اس امن والے شہر کی روزی زندگی میں ہم سب کو نصیب فرما اور وہاں کی حاضری اور برکتوں اور نعمتوں سے ہم میں سے کسی کو محروم نہ فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ

وَاِذْ	يَرْفَعُ	اِبْرٰهٖمُ	الْقَوَاعِدَ	مِنَ	الْبَيْتِ	وَاِسْمٰعِيْلُ	رَبَّنَا	تَقَبَّلْ	مِنَّا	اِنَّكَ	اَنْتَ	السَّمِيْعُ
اور جب	اٹھاتے تھے	ابراہیم	بنیادیں	سے	خانہ کعبہ	اور اسمٰعیل	اے ہمارے رب	قبول فرمالے	ہم سے	بیشک تو	تو	سننے والا

اور جب کہ اٹھا رہے تھے ابراہیم ؑ دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل ؑ بھی (اور یہ کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرمائیے بلاشبہ آپ خوب سننے والے ہیں

الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا

الْعَلِيْمُ	رَبَّنَا	وَاجْعَلْنَا	مُسْلِمَيْنِ	لَكَ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّتِنَا	اُمَّةً	مُسْلِمَةً	لَكَ	وَاَرِنَا	مَنَاسِكَنَا
جاننے والا	اے ہمارے رب	اور ہمیں بنالے	فرماں بردار	اپنا	اور	سے	ہماری اولاد	اُمت	فرمانبردار	اپنی	اور ہمیں دکھا	حج کے طریقے

جاننے والے ہیں اے ہمارے پروردگار اور ہمکو اپنا اور زیادہ مطیع بنالیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی مطیع ہو اور ہمکو ہمارے حج کے احکام

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

وَتُبْ عَلَيْنَا	اِنَّكَ	اَنْتَ	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ	رَبَّنَا	وَابْعَثْ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا	مِّنْهُمْ
اور ہماری توبہ قبول فرما	بیشک	تو	توبہ قبول کرنیوالا	رحم کرنیوالے	اے ہمارے رب	اور بھیج	ان میں	ایک رسول	ان سے

بھی بتلا دیجئے اور ہمارے حال پر توجہ کیجئے اور فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر ان ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾

يَتْلُوْا	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِكَ	وَيُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَيُزَكِّيْهِمْ	اِنَّكَ	اَنْتَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ
وہ پڑھے	ان پر	تیری آیتیں	اور انہیں تعلیم دے	"کتاب"	اور حکمت (دانائی)	اور انہیں پاک کرے	بیشک	تو	غالب	حکمت والا

جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں اور انکو پاک کردیں بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرۃ کامل الانتظام

تعمیر کعبہ کے عمل کی قبولیت کیلئے دُعاء:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ ...... الٰی ...... اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

یعنی جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر اور گارا اُٹھا کر دیتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چنائی فرماتے۔ اور جیسا کہ نیک بندوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے اعمال کے غیر مقبول ہونے سے ڈرتے جاتے ہیں اسی طرح حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام بھی خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے نہایت عجز و انکسار سے دُعائیں کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے رب اپنے فضل سے ہماری اس خدمت اور کوشش کو قبول فرما کیونکہ تو ہماری دُعاؤں کا خوب سننے والا اور ہمارے دل کی حالت یعنی نیت کو خوب جاننے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بڑے سے بڑا عمل کرے تو اس پر ناز نہ کرے بلکہ الحاح و زاری کے ساتھ دُعاء کرے کہ میرا یہ عمل قبول ہوجائے۔

تین اور دُعائیں

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا ...... الٰی ...... اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

پہلی دُعاء یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا مسلم اور حکم بردار بندہ

یعنی ہم کو ہمیشہ اپنی فرمانبرداری پر قائم رکھنا اور ہمیشہ ہم کو اپنی اطاعت گزاری کی توفیق عطا فرمانا تا کہ آپ کی مرضی کے خلاف ہم سے کبھی کوئی فعل سرزد نہ ہو۔

دوسری دُعاء یہاں یہ فرمائی کہ اے اللہ ہماری ذریت میں ایک اُمتِ مسلمہ پیدا فرما یعنی ایسی اُمت اور ایسی قوم پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو اور نام بھی اس قوم کا مسلم اور مسلمان ہو یعنی صفت بھی اس کی اسلام یعنی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری ہو اور اسی نام یعنی اسلام سے پکاری جائے یہاں اِس دُعاء میں جس امت کا ذکر ہے وہ بنی اسمٰعیل ہی میں سے ہے جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

تیسری دُعاء یہ فرمائی کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے دربار کی حاضری یعنی حج وطواف وغیرہ کے احکام اور آداب بھی بتا دیجئے تا کہ آدابِ عبودیت اور آدابِ دربار میں ہم سے کوئی تقصیر نہ ہو جائے تاہم ہم انسان ہیں سہو ونسیان سے مرکب ہیں ہم سے اگر آداب دربار میں کوئی سہو اور تقصیر ہو جائے تو ہم پر توجہ وعنایت فرمانا اور ہماری تقصیر سے درگزر کرنا بے شک آپ ہی بڑی توجہ اور عنایت فرمانے اور مہربانی کرنے والے ہیں۔ چنانچہ مقاماتِ حج کو بذریعہ جبرئیل امین دکھا کر متعین کر دیا گیا اور احکام حج کی واضح تلقین وتعلیم فرما دی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دُعاء

یہاں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے جو دُعاء فرمائی اور جس اُمت مسلمہ کے لئے دُعاء کی وہ یہی امت اسلامیہ ہے اور اس امت مسلمہ میں جس پیغمبر کے مبعوث ہونے کی دُعاء کی وہ ذات گرامی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی نسل میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے رسول ہوئے ہیں اور بجز ذاتِ گرامی کے مکہ یا اس کے اطراف میں کوئی ایسا نہیں گزرا کہ جس کی بدولت لوگوں نے علم وحکمت وتزکیہ حاصل کیا ہو خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ اُن کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا اور میں اپنے معاملہ کی ابتداء بتاتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کا مظہر ہوں۔

خلاصہ یہ کہ اگر یہود ونصاریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معتقد ہیں اور آپ کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ رسالت محمدیہ کا اتباع اختیار کریں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ کا یہ بہت بڑا انعام واحسان ہے کہ ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نصیب فرما اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ

وَمَنْ	يَّرْغَبُ	عَنْ	مِّلَّةِ	اِبْرٰهٖمَ	اِلَّا	مَنْ	سَفِهَ	نَفْسَهٗ	وَلَقَدِ	اصْطَفَيْنٰهُ	فِي الدُّنْيَا
اور کون	منہ موڑے	سے	دین	ابراہیمؑ	سوائے	جس نے	بیوقوف بنایا	اپنے آپ	اور بیشک	ہم نے اسے چُن لیا	دنیا میں

اور ملتِ ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ہم نے اُن (ابراہیم) کو دُنیا میں منتخب کیا

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ

وَاِنَّهٗ	فِي الْاٰخِرَةِ	لَمِنَ	الصّٰلِحِيْنَ	اِذْ قَالَ	لَهٗ	رَبُّهٗٓ	اَسْلِمْ	قَالَ	اَسْلَمْتُ	لِرَبِّ
اور بیشک وہ	آخرت میں	سے	نیکوکار (جمع)	جب کہا	اسکو	اسکا رب	سر جھکا دے	اس نے کہا	میں نے سر جھکا دیا	رب کیلئے

اور وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں جبکہ اُن سے انکے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ

الْعٰلَمِيْنَ	وَوَصّٰى	بِهَا	اِبْرٰهٖمُ	بَنِيْهِ	وَيَعْقُوْبُ	يٰبَنِىَّ	اِنَّ اللّٰهَ	اصْطَفٰى	لَكُمُ	الدِّيْنَ
تمام جہان	اور وصیت کی	اسکی	ابراہیمؑ	اپنے بیٹے	اور یعقوبؑ	میرے بیٹو	بیشک اللہ	چُن لیا	تمہارے لئے	دین

اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ بھی میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ۭ

فَلَا تَمُوْتُنَّ	اِلَّا	وَاَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ
پس تم ہرگز نہ مرنا	مگر	اور تم	مسلمان (جمع)

سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

ملت ابراہیمی کی فضیلت

وَمَنْ يَّرْغَبُ ...... الٰی ...... لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ

حضرت عبد اللہ بن سلام نے جو کہ یہودی سے مسلمان ہوئے تھے اور اپنے دین کے بڑے عالم تھے اپنے دو بھتیجوں سے جن کا نام سلمہ اور مہاجر تھا یہ فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا ہے کہ میں بنی اسمٰعیل سے ایک نبی پیدا کروں گا جن کا نام احمد ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو اُن پر ایمان لائے گا وہ ہدایت پائے گا اور جو کفر کرے گا اس پر خدا کی پھٹکار ہوگی اور وہ ملعون ہوگا یہ سن کر سلمہ نے تو اسلام قبول کر لیا لیکن مہاجر نے انکار کیا اور وہ نہ مانا اُس کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ملتِ ابراہیمی سے صرف وہی شخص روگردانی کر سکتا ہے جس میں ذرا عقل نہ ہو اور جو دین کی سمجھ سے بالکل کورا ہو کیونکہ یہ ملت عین دینِ فطرت ہے کوئی سلیم الفطرۃ انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ آگے اس کی علت بیان فرمائی کہ اس ملت کا شرف و فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی ملت کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دُنیا میں بھی عزت و بزرگی عطا فرمائی اور عہدہ رسالت کیلئے منتخب کیا اور آخرت میں بھی اُن کو اپنی مخصوص نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اور چونکہ حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملتِ ابراہیمی کی تجدید کی لہٰذا جو شخص

ملتِ اسلامیہ کا منکر ہے وہ ملتِ ابراہیمی کا منکر ہے۔

ملتِ ابراہیمی کا بنیادی اصول:

اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ ملت ابراہیمی کا بنیادی اصول اور پوری حقیقت ایک لفظ اسلام میں مضمر ہے، جس کے معنی ہیں اطاعت حق اور یہی رُوح وخلاصہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب ومسلک کا اور اسلام یعنی اطاعت حق ہی وہ چیز ہے جس کے لئے یہ ساری کائنات پیدا کی گئی اور جس کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے اور آسمانی صحیفے اور کتابیں نازل کی گئیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کو وصیت:

وَوَصّٰى بِهَآ اِبۡرٰهٖمُ بَنِيۡهِ وَيَعۡقُوۡبُ

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تک زندہ رہے اسی ملت اسلام پر قائم رہے اور جب اس دنیا سے انتقال کا وقت آیا تو اپنے سب بیٹوں کو اسی ملتِ اسلام پر قائم رہنے کی وصیت کی ۔جن میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق بھی تھے اور پھر اسی طرح حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں سے کہا کہ اے میرے بیٹو! تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ دینِ اسلام پسند کیا ہے، اس کے سوا کوئی دین مقبول نہیں پس تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم اسلام پر پختہ اور قائم رہو یعنی بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا اس سے بھی ثابت ہوا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت یہودیت یا نصرانیت کی وصیت نہیں کی بلکہ حالتِ اسلام پر قائم رہنے اور اسی پر مرنے کی وصیت کی۔

مقصودِ آیات:

الغرض یہاں یہود ونصاریٰ کو بتایا گیا کہ جن بزرگوں کو تم مانتے ہو اور جن کے دین پر تم چلنے کا دعویٰ کرتے ہو وہ تو اپنی اولاد کو اپنے اُسی دین کی پیروی کا حکم دے گئے جس پر وہ خود کاربند تھے یعنی دین توحید اور ملتِ اسلام اس لئے اگر تم انہیں پیشوا مانتے ہو تو ان کے اصل دین کا اتباع کرو اور وہ اصل دین اب وہی ہے جس کی طرف نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے ذریعے دعوت دے رہے ہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دین اسلام عطا فرمایا۔
یا اللہ! ہم کو اسلام کی سچی محبت عطا فرما، اسلامی قوانین کی ہم کو پیروی نصیب فرما اسلامی شریعت کا ہم کو ظاہراً وباطناً اتباع نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۞۞ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞۞

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ

اَمْ كُنْتُمْ	شُهَدَآءَ	اِذْ	حَضَرَ	يَعْقُوْبَ	الْمَوْتُ	اِذْ قَالَ	لِبَنِيْهِ	مَا تَعْبُدُوْنَ	مِنْۢ بَعْدِيْ
کیا تم تھے	موجود	جب	آئی	یعقوب	موت	جب اس نے کہا	اپنے بیٹوں کو	کس کی تم عبادت کروگے؟	میرے بعد

کیا تم خود موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا جس وقت انہوں نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس کی پرستش کروگے

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ

قَالُوْا	نَعْبُدُ	اِلٰهَكَ	وَاِلٰهَ	اٰبَآئِكَ	اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ	وَاِسْحٰقَ	اِلٰهًا	وَّاحِدًا	وَّنَحْنُ
انہوں نے کہا	ہم عبادت کرینگے	تیرا معبود	اور معبود	تیرے باپ دادا	ابراہیم	اور اسمٰعیل	اور اسحٰق	معبود	واحد	اور ہم

انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جسکی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ

لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ	تِلْكَ	اُمَّةٌ	قَدْ خَلَتْ	لَهَا	مَا كَسَبَتْ	وَلَكُمْ	مَّا كَسَبْتُمْ	وَلَا تُسْئَلُوْنَ
اسی کے	فرمانبردار	یہ	ایک امت	گزر گئی	اس کیلئے	جو اس نے کمایا	اور تمہارے لئے	جو تم نے کمایا	اور تم سے نہ پوچھا جائے گا

اسی کی اطاعت پر رہیں گے یہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی اُنکے کام اُن کا کیا ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝	عَمَّا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
اُنکے کیے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی۔	اسکے بارہ میں	جو وہ کرتے تھے

یہود کے دعوے کی تردید

یہود دعویٰ کرتے تھے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنی ساری اولاد کو بلا کر کہا تھا کہ تم اپنے مذہب یہودیت کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ہمیشہ یہودی رہنا پھر ہم مسلمانوں کے کہنے میں آکر ان کی وصیت کی کس طرح مخالفت کرسکتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہود کے قول کی تردید فرمائی گئی اور یہود کو خطاب کرکے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ......اِلٰى...... وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے یہود کو خطاب کرکے ارشاد ہوا کہ تم کو کیا معلوم کہ یعقوب علیہ السلام نے مرتے وقت اپنی اولاد کو کیا وصیت کی تھی؟ کیا تم اُن کی وفات کے وقت وہاں موجود تھے؟ مراد یہ ہے کہ تم لوگ نہ اُس زمانہ میں موجود تھے نہ کوئی طریقہ صحیح علم کا تمہارے پاس ہے نہ توراۃ میں اس کا بیان ہے پھر تم کو یہ کہاں سے خبر ہوئی کہ یعقوب علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔ پھر حق تعالیٰ خود ہی حقیقت حال کا اظہار فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ بات یہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی پرستش کروگے؟ تو بیٹوں نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم اُس ذات پاک کی پرستش کریں گے جو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے اور جس کی بندگی حضرت

ابراہیم وحضرت اسمٰعیل وحضرت اسحٰق علیہم السلام کرتے آئے ہیں اور ہم اُسی ایک خدا کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو وصیت کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پڑی کہ اس زمانہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں تھے مصر کے بادشاہ کے علاوہ عام مصری یعنی قبطی کافر تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو خطرہ ہوا کہ کہیں مصریوں کی صحبت بد کی وجہ سے یہ بھی غیر اللہ کی پرستش نہ کرنے لگیں۔

آباء پر فخر کی تردید:

تِلْكَ اُمَّةٌ ......الیٰ...... كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

یعنی اے یہود اگر چہ تم ان بزرگوں کی اولاد ہو اور تم اس نسبت پر فخر و ناز کرتے ہو لیکن وہ خدا کے برگزیدہ بندوں کی ایک جماعت تھی جو گزر گئی اور دُنیا سے رخصت ہوتے وقت دین حق پر قائم رہنے کی وصیت کر گزری اس جماعت کے لئے وہ اعمال کام آئیں گے جو اُس نے کئے اور تمہارے لئے تمہارے اعمال کام آئیں گے تم کو ان سے کیا علاقہ ہے؟ بدون اتباع کے محض بزرگوں کا انتساب تم کو آخرت میں کوئی نفع نہیں دے گا تم کو کفر و شرک اور فسق و فجور میں مبتلا ہو کر اُن کی نیکیوں سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا اور نہ وہ تمہاری بدکاریوں کے ذمہ دار ہوں گے تم سے آخرت میں ان کے اعمال کے متعلق کوئی سوال نہ ہو گا ہر شخص سے اپنے اعمال کے متعلق باز پرس ہوگی۔

مسئلہ: خاندانی بزرگی یا مقبولین کا نافع نہ ہونا اس شخص کیلئے ہے کہ جو عقائد میں اپنے بزرگوں کا مخالف ہو یہود و نصاریٰ کا یہی حال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جو عقائد قطعیہ سے ہے یہ لوگ اُسی میں مخالف تھے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں مبتلا ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے عقیدہ سے مخالفت رکھتے ہوئے اس آیت قرآنی اور فیصلہ کے مطابق ان یہود و نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ یا دیگر انبیاء علیہم السلام کی بزرگی سے کوئی نفع نہ پہنچے گا اور نہ یہ انبیاء ان کی قیامت میں شفاعت کریں گے البتہ مؤمنین کیلئے قرآن کریم کی دوسری آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء و صلحاء کی شفاعت حق ہے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ ہم کو اسلام پر ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ! ایمان واسلام کی برکت سے میدانِ حشر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہم کو نصیب فرما۔ یا اللہ! اس دنیا میں اپنے محبوبین اور مقبولین کی محبت اور اُن سے تعلق ہم کو نصیب فرما۔ یا اللہ! یہودیت و نصرانیت کا جو فتنہ دُنیا میں پھیلتا جا رہا ہے اس فتنہ عظیمہ سے ہماری اور ہماری نسلوں اور تمام اہلِ اسلام کی حفاظت فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ

وَقَالُوْا	كُوْنُوْا	هُوْدًا	اَوْ	نَصٰرٰى	تَهْتَدُوْا	قُلْ	بَلْ مِلَّةَ	اِبْرٰهٖمَ	حَنِيْفًا	وَمَا كَانَ	مِنَ
اور انہوں نے کہا	ہو جاؤ	یہودی	یا	نصرانی	تم ہدایت پالوگے	کہہ دیجئے	بلکہ دین	ابراہیم	ایک اللہ کے ہو جانے والے	اور نہ تھے	سے

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تم بھی راہ پر پڑ جاؤ گے آپ کہہ دیجئے کہ ہم تو ملت ابراہیم پر رہیں گے جسمیں کجی کا نام نہیں اور ابراہیم علیہ السلام

الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

الْمُشْرِكِيْنَ	قُوْلُوْٓا	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلٰى	اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ
مشرکین	کہہ دو	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	ہماری طرف	اور جو	نازل کیا گیا	طرف	ابراہیم	اور اسمٰعیل

مشرک بھی نہ تھے کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ

وَاِسْحٰقَ	وَيَعْقُوْبَ	وَالْاَسْبَاطِ	وَمَا	اُوْتِيَ	مُوْسٰى	وَعِيْسٰى	وَمَا	اُوْتِيَ	النَّبِيُّوْنَ	مِنْ رَّبِّهِمْ
اور اسحٰق	اور یعقوبؑ	اور اولاد یعقوبؑ	اور جو	دیا گیا	موسیٰؑ	اور عیسیٰؑ	اور جو	دیا گیا	نبیوں	انکے رب سے

اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

لَا نُفَرِّقُ	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِنْهُمْ	وَنَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ
ہم فرق نہیں کرتے	درمیان	کسی ایک	ان سے	اور ہم	اسی کے	فرمانبردار

اور انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا اُنکے پروردگار کیطرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں

یہود و نصاریٰ کی ہٹ دھرمی اور اسکا جواب

گذشتہ آیات میں واضح و روشن دلائل کے ساتھ یہود ونصاریٰ کو دین حق قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی انہوں نے حسد وعناد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا اور اُلٹا مسلمانوں سے کہتے کہ ہمارا دین قبول کرلو تو تمہیں ہدایت حاصل ہو جائے گی اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان باطل مذاہب کی دعوت دینے والوں کو جواب دینے کی تلقین فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا ...... الٰی ...... وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

تو یہاں اس آیت میں یہود و نصاریٰ کی دعوت کے جواب میں مسلمانوں کو دو جواب تعلیم فرمائے گئے۔

ایک جواب تو یہ کہ یہود ونصاریٰ سے صاف کہہ دیا جائے کہ ہم ہرگز کبھی بھی یہودی یا نصرانی نہ ہونگے بلکہ ہم ملت ابراہیمی یعنی خالص توحید پر قائم رہتے ہوئے اسلام دین حق کے متبع رہیں گے۔

اور دوسرا جواب یہ تعلیم فرمایا گیا کہ ان سے کہہ دیا جائے کہ تمہارے دین میں شرک کی آمیزش ہو گئی ہے اور یہودیت و

نصرانیت علاوہ منسوخ ہونے کے شرک کی گندگی سے آلودہ ہے مثلاً یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں (نعوذ باللہ) اور شرک کو ہر نبی نے گمراہی بتایا۔

ملتِ ابراہیمی پر ایمان کی تفصیل:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ...... الٰی...... وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

گویا اس آیت میں ملتِ ابراہیمی کی تفصیل بیان کی گئی اور اہل اسلام کو یہ تعلیم دی گئی کہ تم یہود و نصاریٰ سے یہ کہہ دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں یعنی ہم نے اللہ کو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ مان لیا ہے۔ وہی ساری مخلوق کا خالق و رازق ہے وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے نہ اُس کا کوئی شریک اور ساجھی ہے نہ اُس کے کوئی اولاد اور بیٹا ہے وہی نفع اور نقصان کا مالک ہے وہی حساب کتاب لینے والا ہے۔ اور وہی جزا و سزا کا دینے والا ہے ہم نے دِل سے قرآن پاک اور ان تمام احکام کو جو بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے سچا مان لیا اور ہمارا ان صحیفوں پر بھی یقین ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل کئے گئے اور اس پر بھی جو حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب اور انبیاء اولاد یعقوب علیہم السلام پر نازل کیا گیا یعنی جو کچھ ان انبیاء پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہمارا سب پر ایمان و یقین ہے اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو جو توراۃ و انجیل عطا کی گئی تھی ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کتابیں آسمانی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو مخلوق کی ہدایت کے لئے اُتارا تھا اور یہ سب پیغمبر برحق تھے اور صرف انہی کو نہیں بلکہ اللہ کے تمام پیغمبروں کو ہم برحق جانتے ہیں اور جو کچھ ان کو دیا گیا اس کو بھی برحق مانتے ہیں خواہ ان کے نام اور حال ہمیں معلوم ہوں یا نہ ہوں لیکن ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پیغمبر معصوم اور مبلغین توحید تھے اور ہم کسی پیغمبر یا آسمانی کتاب کی تکذیب نہیں کرتے سب اپنے اپنے زمانہ میں حق پر تھے اور اُن کی شریعت اُس زمانہ میں واجب العمل تھی اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار ہیں یعنی ہمارا مقصودِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری اور خالص فرمانبرداری ہے اس نے جس زمانہ میں جس کو چاہا پیغمبر بنا کر بھیجا اور جیسا چاہا حکم دیا پس اخیر میں ہم کو دین محمدی عطا فرمایا تو ہم نے اس کو دل و جان سے اختیار کر لیا۔

پس یہ حاصل ہے اس ملت کا جس پر ہم قائم ہیں اور جس میں کسی کو انکار اور سرتابی کی گنجائش نہیں گویا حاصل مضمون آیت کا یہ ہوا کہ دیکھو ہمارا دین کیسا اِنصاف و حق کا ہے کہ ہم سب انبیاء کو مانتے ہیں سب کی کتابوں کو سچا منزل من اللہ مانتے ہیں اور سب کے معجزات کو برحق جانتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بے جا تعصب اور ہٹ دھرمی سے محفوظ رکھے اور صحیح معنوں مسلم بنائے۔

یا اللہ! ہم محتاج ہیں تیری مہربانی سے ہمارا کام بنے گا تو ہم پر مہربانی فرما، ہمیں دین پر استقامت عطا فرما، ہمیں ہر قسم کی گمراہی، تعصب اور گناہ سے محفوظ فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❁❁

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ											
فَاِنْ	اٰمَنُوْا	بِمِثْلِ	مَآ اٰمَنْتُمْ	بِهٖ	فَقَدِ اهْتَدَوْا	وَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا	هُمْ	فِيْ	شِقَاقٍ
پس اگر	وہ ایمان لائیں	جیسے	تم ایمان لائے	اس پر	تو وہ ہدایت پا گئے	اور اگر	انہوں نے منہ پھیرا	تو بیشک وہی	وہ	میں	ضد

سو اگر وہ (یہود ونصاریٰ) بھی اسی طریق سے ایمان لے آئیں جس طریق سے تم ایمان لائے ہو تب وہ بھی راہ پر لگ جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ تو برسر مخالفت ہیں ہی

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً										
فَسَيَكْفِيْكَهُمُ	اللّٰهُ	وَهُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ	صِبْغَةَ اللّٰهِ	وَمَنْ	اَحْسَنُ	مِنَ	اللّٰهِ	صِبْغَةً
پس عنقریب آپ کیلئے انکے مقابلہ میں کافی ہوگا	اللہ	اور وہ	سننے والا	جاننے والا	رنگ اللہ کا	اور کس	اچھا	سے	اللہ	رنگ

تو آپ کی طرف سے اُن سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں ہم اس حالت میں رہیں گے جسمیں اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا اور کون ہے جسکے رنگ دینے کی حالت

	وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾	وَّنَحْنُ	لَهٗ	عٰبِدُوْنَ	
	اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو اور ہم اُسی کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں۔	اور ہم	اسی کی	عبادت کرنے والے	

معیاری ایمان

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا یہاں آیت میں بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ یعنی جس طرح تم ایمان لانے کے مخاطب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں یعنی حضرات صحابہ کرام کے ایمان کو ایک مثالی نمونہ قرار دے کر بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور معتبر صرف اس طرح کا ایمان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے اختیار فرمایا اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ جو ایمان واعتقاد اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتے، انبیاء، آسمانی کتب، یوم قیامت، آخرت، جنت، جہنم وغیرہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور آپ کے صحابہ کرام نے اختیار فرمایا بس وہی ایمان واعتقاد اللہ کے نزدیک مقبول ہے جو اس کے خلاف ہے وہ اللہ کے نزدیک نامقبول اور مردود ہے۔ اس تصریح سے اُن تمام باطل فرقوں کا دعوائے ایمان کارد ہو گیا جو ایمان سے بے بہرہ ہونے کے باوجود دعوئے ایمان کرتے تھے مشرکین عرب میں سے تو بعض نے فرشتوں کے وجود ہی کا انکار کیا اور بعض نے ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا ان دونوں گروہوں کی بھی تردید بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ سے ہو گئی۔

ضدیوں سے اللہ نمٹ لیں گے

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ یہاں فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ فرما کر نہ صرف یہ واضح کر دیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے مخالفین کی زیادہ فکر نہ کریں خود اللہ تعالیٰ اُن سے نبٹ لیں گے بلکہ فتح ونصرت کا وعدہ فرمایا اور مخالفین کو مغلوب ہونے کی پیشین گوئی بھی فرمائی چنانچہ خدا کے فضل سے تھوڑی ہی مدت کے بعد یہ وعدہ پورا کر دیا گیا اور یہود ونصاریٰ اور کفار عرب کو مغلوب کر دیا گیا ہجرت کے تیسرے سال فرقہ یہود بنی نضیر کو جلا وطن کر دیا گیا اور ملک شام کی جانب نکال دیا گیا اور ہجرت کے پانچویں سال غزوۂ

احزاب سے فراغت پا کر یہود بنی قریظہ پر جہاد کا حکم ہوا اور اس قبیلہ کے تمام یہود سوائے عورتوں اور بچوں کے مارے گئے اور ان کا مال ضبط کیا گیا اور پھر بجز ان کے عیسائی بھی مطیع ہو گئے تو جہاں تک اس وعدہ کا تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے تھا وہ آپ کے زمانہ حیات ہی میں پورا ہو گیا۔

عیسائیوں کی رسم کی تردید اور حقیقت کا بیان

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ

یعنی اے مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ سے کہہ دو کہ ہم نے اللہ کا رنگ قبول کر لیا ہے یعنی اس مقدس دینِ اسلام کے رنگ میں رنگے گئے ہیں اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا؟ اور ہم اسی کی بندگی و عبادت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہاں اس آیت میں نصاریٰ کی ایک رسم کی تردید ہو گئی نصاریٰ میں قدیم دستور تھا اور اب بھی ہے کہ جب وہ کسی کو عیسائی بناتے ہیں یا ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس پر رنگین پانی چھڑکتے ہیں یا رنگ دار پانی میں بٹھاتے ہیں جس کو اب بھی عیسائیوں کے ہاں بپتسمہ کی رسم کہا جاتا ہے اور عیسائی اس فعل کو نجات اور حصولِ سعادت کا ذریعہ جانتے ہیں گویا ان کے نزدیک عیسائیت کا رنگ ظاہری رنگین پانی سے چڑھتا ہے اس آیت میں ان کے عقیدہ اور خیالات کی تردید فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ اس ظاہری رنگ سے کیا دل رنگین ہو سکتا ہے یہ پانی کا رنگ تو دھل کر ختم ہو جاتا ہے اس کا بعد میں کوئی اثر نہیں رہتا اصل رنگ تو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ہے جس کو اللہ کا رنگ کہنا چاہئے اور جو انسان کے دل اور رُوح کو رنگین کر دیتا ہے اور جو باطنی پاکی کی ضمانت بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ہے اور اللہ کے اس پاک رنگ سے بہتر اور کون سا رنگ ہو سکتا ہے اور یہ رنگ حقیقی ہے کہ جو نجات و سعادت کا کفیل ہو سکتا ہے نہ کہ ظاہری رنگین پانی میں غوطہ دینے سے نجات ہو سکتی ہے۔

اخیر میں وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ فرما کر کہ ہم اُسی کی بندگی و غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں مسلمان کی ایک صفت یہ ظاہر فرمائی گئی کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والا ہوتا ہے اور عبادت کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ کے حکم کی تابعداری کا نام عبادت ہے۔ خواہ وہ عبادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہو یا حقوق العباد ہوں یا معاملات ہوں یا تعلقات ہوں یا تجارت حرف و صنعت ہو یا حکومت و سلطنت ہو۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! دین و ایمان کے معاملہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو ایمان و اعتقاد اپنائے اور دنیا میں پھیلائے ہم کو اور تمام اُمت مسلمہ کو اُسی پر جمنا نصیب فرما۔

یا اللہ! دین اسلام کے حقیقی رنگ میں ہم کو ایسا رنگ دے کہ پھر ساری عمر یہ رنگ نہ چھٹے۔

یا اللہ! اس دورِ فتن میں اُمتِ مسلمہ میں جو افراط و تفریط کی گمراہی گھس رہی ہے اس سے ہماری اور تمام امت اسلامیہ کی حفاظت فرما اور ہدایت حق و صراطِ مستقیم پر ہم کو استقامت نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو شقاق و نفاق کی خصلتوں سے بچا اور ہر حال میں اتباعِ حق کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ ۚ وَنَحْنُ

قُلْ	اَتُحَآجُّوْنَنَا	فِی اللّٰہِ	وَھُوَ	رَبُّنَا	وَرَبُّکُمْ	وَلَنَا	اَعْمَالُنَا	وَلَکُمْ	اَعْمَالُکُمْ	وَنَحْنُ
کہہ دیجئے	کیاتم ہم سے جھگڑا کرتے ہو؟	اللہ کے بارہ میں	حالانکہ وہی	ہمارا رب	اور تمہارا رب	اور ہمارے لئے	ہمارے عمل	اور تمہارے لئے	تمہارے عمل	اور ہم

آپ فرمادیجئے کہ کیا تم لوگ ہم سے حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا رب ہے اور ہمکو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تمکو تمہارا کیا ہوا ملے گا

لَہٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ

لَہٗ	مُخْلِصُوْنَ	اَمْ	تَقُوْلُوْنَ	اِنَّ	اِبْرٰھٖمَ	وَاِسْمٰعِیْلَ	وَاِسْحٰقَ	وَیَعْقُوْبَ
اسی کے	خالص	کیا	تم کہتے ہو	کہ	ابراہیم	اور اسمٰعیل	اور اسحٰق	اور یعقوبؑ

اور ہم نے صرف حق تعالیٰ کیلئے اپنے کو خالص کر رکھا ہے یا کہے جاتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطَ کَانُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ۭ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ ۭ وَمَنْ اَظْلَمُ

وَالْاَسْبَاطَ	کَانُوْا	ھُوْدًا	اَوْنَصٰرٰی	قُلْ	ءَاَنْتُمْ	اَعْلَمُ	اَمِ اللّٰہُ	وَمَنْ	اَظْلَمُ
اور اولادِ یعقوبؑ	تھے	یہودی	یا نصرانی	کہہ دیجئے	کیا تم	زیادہ جاننے والے	یا اللہ	اور کون	بڑا ظالم

اور اولاد یعقوب یہود یا نصاریٰ تھے اے نبی (ﷺ) کہہ دیجئے کہ تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا

مِمَّنْ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ ۭ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْکَ اُمَّۃٌ

مِمَّنْ	کَتَمَ	شَھَادَۃً	عِنْدَہٗ	مِنَ اللّٰہِ	وَمَا	اللّٰہُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ	تِلْکَ	اُمَّۃٌ
سے۔جس	چھپائی	گواہی	اسکے پاس	اللہ سے	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	یہ	ایک امت

جو ایسی شہادت کا اخفا کرے جو اُسکے پاس منجانب اللہ پہنچی ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کیے ہوئے سے بے خبر نہیں ہیں یہ ایک جماعت تھی

قَدْ خَلَتْ ۚ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

قَدْخَلَتْ	لَھَا	مَا	کَسَبَتْ	وَلَکُمْ	مَاکَسَبْتُمْ	وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ	عَمَّا	کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ	
گزر چکی	اس کیلئے	جو	اس نے کمایا	اور تمہارے لئے	جو تم نے کمایا	اور تم سے نہ پوچھا جائے گا	اس سے جو	وہ کرتے تھے	

جو گزر گئی انکے کام اُنکا کیا ہوا آئے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آئے گا اور تم سے انکے کیے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی

یہود ونصاریٰ کے بے دلیل جھگڑوں کی تردید

یہود ونصاریٰ جن پر ہر طرح دلائل و براہین سے حجت پوری ہو چکی ضد و عناد ہی میں دعوے بلا دلیل برابر کئے جاتے تھے کہ مسلمان باطل پر ہیں اور یہود مدینہ اس معاملہ میں اہل اسلام سے حجت کرتے چنانچہ ان کے اس خیال باطل کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے ایک دوسرے طرز پر جواب کی تعلیم وتلقین فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا....الی.... قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان یہود ونصاریٰ سے فرما دیجئے کہ کیا تم لوگ اب بھی ہم سے حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں کہ وہ ہم کو آخرت میں نہ بخشیں گے حالانکہ وہ ہمارا تمہارا سب کا رب اور مالک ہے سو ربوبیت میں تو تمہارے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں اور ہم کو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تم کو تمہارا کیا ہوا ملے گا یہ تو تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے صرف حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنے دین کو شرک وغیرہ سے خالص کر رکھا ہے بخلاف تمہارے طریقہ موجودہ کے کہ علاوہ منسوخ ہونے کے خود شرک سے بھی مخلوط ہے اور اب بھی اپنے حق پر ہونے کے ثابت کرنے کو یہی کہے جاتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام میں جو انبیاء گزرے ہیں یہ سب یہود یا نصاریٰ تھے اور اس طرح اپنا حق پر ہونا ثابت کرتے ہو سو اس کے جواب میں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مختصر سی بات ان سے کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ۔

یہود ونصاریٰ کا حق کو چھپانا

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

یعنی جب تورات وانجیل میں بھی نبی آخر الزماں کی واضح بشارتیں بیان ہو چکیں تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو ایسی شہادت کو چھپالے اور اُس کا اظہار نہ کرے خصوصاً ایسے برگزیدہ نبی اور ایسے عظیم الشان رسول کے متعلق جس کے اتباع میں حصولِ نجات موقوف ہے جو سید الانبیاء اور ختم المرسلین ہیں جن کی رسالت تمام انسانوں اور جنات کی طرف ہے اور جن کی رسالت کے اقرار کا ہر ایک شخص مکلف ہے اور اے اہل کتاب اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے نبی آخر الزماں کے متعلق جو شہادتیں تم اپنی کتابوں کو چھپاتے ہو اور نصوص توریت وانجیل میں تحریف اور تغییر وتبدل کرتے ہو یہ سب اللہ کی نظروں کے سامنے ہے وہ خوب دیکھتا، سنتا اور جانتا ہے۔ تم کو تمہارے ان اعمال بد کی سزا ضرور دے گا۔

یہود ونصاریٰ اپنے آباء سے کٹ گئے

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی اے یہود ونصاریٰ تم کو اب ان انبیاء کی جماعت سے کوئی تعلق نہیں رہا وہ پاکبازوں کی ایک جماعت تھی سو گزر چکی ان کی توحید اور ان کے ایمان واعمال سے ان کو فائدہ ہوگا تم کو کفر وشرک اور فسق وفجور میں مبتلا ہو کر ان کی

نیکیوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تم کو تمہارے جو افعال و اعمال ہیں ان کا بدلہ ملے گا ایسی ہی آیت اوپر بھی قریب گزر چکی ہے لیکن	تاکید اور مبالغہ کیلئے اس کو پھر مکرر لائے کہ ایمان لاؤ اور اعمال کرو آباؤ اجداد کے بھروسہ پر نہ رہو۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا، اور قرآنِ کریم پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں، ہر حال میں ہمیں حق پر قائم رکھیں اور دُنیا اور آخرت میں اپنی خاص رحمتوں سے نوازیں۔

یا اللہ! ہمیں اسلام کی سچی محبت و عظمت عطا فرما اور اسلام پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ یہودیت و نصرانیت کا جو فتنہ دُنیا میں پھیل رہا ہے اس کے خاتمہ کا وقت قریب فرما اور دین اسلام کے دنیا میں غالب آنے کا وقت نزدیک فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پاره

سَيَقُولُ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا

سَيَقُولُ	السُّفَهَاءُ	مِنَ	النَّاسِ	مَا	وَلّٰهُمْ	عَنْ	قِبْلَتِهِمُ	الَّتِي	كَانُوا	عَلَيْهَا
اب کہیں گے	بیوقوف	سے	لوگ	کس	انہیں (مسلمانوں کو) پھیردیا	سے	ان کا قبلہ	وہ جس	وہ تھے	اس پر

اب تو یہ بیوقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ ان کو ان کے قبلہ سے جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے بدل دیا'

تحویل کعبہ پر یہود کا اعتراض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں رہے تو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو بحکم خداوندی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعی رغبت اور دلی خواہش یہی تھی کہ آپ کا قبلہ پھر وہی آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ قرار دیا جائے اور آپ کو امید بھی تھی کہ آپ کی تمنا پوری کی جائے گی اس لئے آپ تحویل قبلہ کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔

بہر حال ۱۶ یا ۱۷ ماہ تک آپ مدینہ منورہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے جس کے بعد خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آگیا تو یہود و مشرکین اور منافقین طرح طرح کے اعتراض اور طعن کرنے لگے یہود کہنے لگے کہ پہلے تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جو ہمارے انبیاءؑ کا قبلہ تھا اب اس کو کیوں چھوڑ دیا؟ یہود کی عداوت کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے بعض کہنے لگے کہ اللہ اپنے احکام کو کیوں منسوخ کرتا ہے؟ کیا اس کو پہلے سے مصلحت کا علم نہیں؟

یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں طعن کرنے والوں کے حال سے خبر دی اور بطور پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ عنقریب جب تحویل قبلہ کا حکم آپ کو ملے گا تو اس وقت احمق اور بے وقوف لوگ اس بات پر اعتراض کریں گے کہ یہ مسلمان بیت المقدس کی طرف سے کیوں پھر گئے تو گویا یہ آیت تحویل قبلہ کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے نازل ہوئی۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ''اب تو یہ بیوقوف لوگ ضرور ہی کہیں گے کہ ان مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے کہ بیت المقدس تھا جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے دوسری سمت کی طرف بدل دیا۔''

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق عطاء فرما اور یہود و نصاری جن علمی اور عملی بے راہ رویوں کی وجہ سے مردود ہوئے ہمیں ان سے محفوظ رکھ۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

قُلْ	لِلّٰهِ	الْمَشْرِقُ	وَالْمَغْرِبُ	يَهْدِيْ	مَنْ يَّشَآءُ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ
آپ کہدیں	اللہ کے لئے	مشرق	اور مغرب	وہ ہدایت دیتا ہے	جس کو چاہتا ہے	طرف	راستہ	سیدھا

آپ فرما دیجئے کہ سب مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملک ہیں جس کو خدا ہی چاہیں سیدھا راستہ بتلا دیتے ہیں۔

یہودیوں کے اعتراض کا جواب

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ معترضین تحویل قبلہ پر اعتراض کریں تو آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ سب سمتیں خواہ مشرق ہو یا مغرب سب اللہ ہی کی ملک ہیں، ہر سمت اسی کی ہے، وہ ہر طرف ہے اور اللہ تعالیٰ کو مالکانہ اختیار ہے وہ جس سمت کو چاہیں قبلہ مقرر فرمادیں اور جس سمت کو چاہیں منسوخ کردیں یعنی کسی خاص سمت و جہت میں کوئی تقدس نہیں رکھا اللہ تعالیٰ کیلئے برابر ہیں وہ جدھر اور جس چیز کو چاہے نماز کے لئے رُخ مقرر کردے اور اللہ تعالیٰ کا چاہنا ہمیشہ قانون حکمت کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ ہم نے کسی عداوت یا تعصب میں قبلہ کو نہیں بدلا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بدلا ہے اور ہم تو حکم کے بندے ہیں پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو اُدھر منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، اب کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ملا ہے تو اس حکم کی تعمیل کریں گے کیونکہ اس کے احکام کی تعمیل ہی اصل ہدایت وعبادت ہے، غلام اور بندہ کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ پہلے یہ حکم کیوں دیا تھا اور اب یہ حکم کیوں دیا اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتے ہیں سیدھی راہ چلنے کی توفیق عطا کرتے ہیں اور سیدھی راہ یہی ہے کہ انسان ہر حکم حق جل شانہٗ کی فرمانبرداری کیلئے ہمہ وقت تیار رہے جو حکم مل جائے بے چوں وچرا اس پر عمل کرے۔

تو اس آیت میں جہاں اللہ کے حکم اور دین اسلام پر اعتراض کرنے والوں کو سفیہ یعنی احمق کم عقل، بیوقوف ٹھہرایا ہے وہیں مؤمنوں کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ اُن کا کام صرف حکم کی بجا آوری ہے، جدھر انہیں متوجہ ہونے کا حکم دیا جائے یہ اُسی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو یہاں سے معلوم ہوا کہ سلامتی اور امن طریق میں ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بلا چوں وچرا اختیار کرلیا جائے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے بیت اللہ کو ہمارا قبلہ بنایا،
اللہ تعالیٰ ہمارے قبلہ کی افضلیت وبزرگی کو اور بلند فرمائیں اور ہمیں اپنے محترم قبلہ سے
صحیح تعلق نصیب فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ

وَكَذٰلِكَ	جَعَلْنٰكُمْ	اُمَّةً	وَّسَطًا	لِّتَكُوْنُوْا	شُهَدَآءَ	عَلَى	النَّاسِ	وَيَكُوْنَ	الرَّسُوْلُ
اور اسی طرح	ہم نے تمہیں بنایا	امت	معتدل	تا کہ تم ہو	گواہ	پر	لوگ	اور ہو	رسول

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تا کہ تم گواہ ہو لوگوں کے مقابلہ میں اور تمہارے لئے

عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

عَلَيْكُمْ	شَهِيْدًا
تم پر	گواہ

رسول اللہ گواہ ہوں۔

امتِ محمد یہ کی خصوصیت

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا یہاں آیت میں اُمت محمدیہ کی تعریف میں اُمت وسط کا لفظ استعمال فرمایا گیا، وسط کے معنی اوسط اور معتدل کے ہیں اور خیر الامور اور افضل اشیاء کو بھی وسط کہا جاتا ہے، حدیث شریف میں اس لفظ کی تفسیر عدل سے کی گئی ہے جو بہترین کے معنی میں آیا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اس آیت میں اُمت مسلمہ کی ایک امتیازی فضیلت اور خصوصیت کا ذکر ہے کہ اس کو ایک معتدل امت بنایا گیا ہے، جس کے نتیجہ میں اس امت کو میدان حشر میں یہ فضیلت و امتیاز حاصل ہوگا کہ سارے انبیاء علیہم السلام کی امتیں جب اپنے انبیاء کی ہدایت، پیغام رسانی اور تبلیغ دین سے مکر جائیں گی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا کر یہ کہیں گی کہ نہ ہمارے پاس کوئی کتاب آئی نہ کسی نبی نے ہمیں کوئی ہدایت کی اُس وقت امت محمد یہ انبیاء علیہم السلام کی طرف سے گواہی میں پیش ہوگی اور یہ شہادت دے گی کہ انبیاء علیہم السلام نے ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائی ہوئی ہدایات ان کو پہنچائیں اور تبلیغ دین کا حق ادا کیا اور اپنی اپنی قوم کو راہِ حق پر لانے کی پوری کوشش کی، اس پر دوسرے انبیاء کے کفار و منکرین جرح کریں گے کہ اس امت محمد یہ کا تو ہمارے زمانہ میں وجود بھی نہ تھا۔ اس امت کو ہمارے معاملات کی کیا خبر اس کی گواہی ہمارے معاملہ میں کیسے قبول کی جا سکتی ہے امت محمد یہ اس کا جواب دے گی کہ بیشک ہم تمہارے زمانہ میں موجود نہ تھے مگر تمہارے واقعات و حالات کی خبر ہمیں ایک صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی کتاب نے دی جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور اس کی خبروں کو اپنے معائنہ سے زیادہ صحیح اور سچا سمجھتے ہیں اس لئے ہم اپنی شہادت میں حق بجانب اور سچے ہیں اس وقت رسول اللہ علیہ الصلوۃ والتسلیم اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے کہ بیشک انہوں نے جو کہا وہ صحیح ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری تعلیم کے ذریعہ ان کو یہ صحیح حال معلوم ہوئے چنانچہ اس گواہی کے نتیجہ میں کفار و منکرین سب مجرم قرار دیئے جائیں گے، محشر کے ان واقعات کی تفصیل متعدد احادیث میں مجملاً اور مفصلاً مذکور ہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہمیں اس امت میں ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے اسی طرح ہمیں ایمان و اعمال و میں ثابت قدم رکھیں خاتمہ ایمان پر ہو اور میدان حشر میں گواہی کی یہ فضیلت ہمیں نصیب ہو۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ

وَمَا جَعَلْنَا	الْقِبْلَةَ	الَّتِي	كُنْتَ	عَلَيْهَا	إِلَّا	لِنَعْلَمَ	مَنْ	يَتَّبِعُ	الرَّسُولَ	مِمَّنْ
اور نہیں مقرر کیا ہم نے	قبلہ	وہ جس	آپ تھے	اس پر	مگر	تاکہ ہم معلوم کرلیں	کون	پیروی کرتا ہے	رسول	اس سے جو

اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس کیلئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ کون تو رسول اللہ کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو

يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۭ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ

يَنْقَلِبُ	عَلٰى	عَقِبَيْهِ	وَإِنْ	كَانَتْ	لَكَبِيْرَةً	إِلَّا	عَلَى	الَّذِيْنَ	هَدَى	اللّٰهُ
پھر جاتا ہے	پر	اپنی ایڑیاں	اور بیشک	یہ تھی	بھاری بات	مگر	پر	جنہیں	ہدایت دی	اللہ

ہٹا جاتا ہے اور یہ قبلہ کا بدلنا بڑا گراں ہوا مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ ۭ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

وَمَا كَانَ	اللّٰهُ	لِيُضِيْعَ	إِيْمَانَكُمْ	إِنَّ	اللّٰهَ	بِالنَّاسِ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ
اور نہیں	اللہ	کہ وہ ضائع کرے	تمہارا ایمان	بیشک	اللہ	لوگوں کے ساتھ	بڑا شفیق	رحم کرنے والا

اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دیں واقعی اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی شفیق مہربان ہیں۔

تحویل قبلہ کے حکم کی حکمت

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ .... هَدَى اللّٰهُ مفسرین نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کا قبلہ بننا بعض عرب پر گراں ہوا تھا کہ وہ کعبہ کو مانتے تھے اور اُس کا منسوخ ہونا یہود پر گراں ہوا کہ وہ کعبہ کو نہ مانتے تھے چنانچہ تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد بعض ضعیف الایمان یا وہ جن کے دلوں میں کچھ نفاق تھا اسلام سے بھی پھر گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگایا کہ یہ تو اپنی قوم کے دین کی طرف پھر گئے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں امتیاز ہو گیا کیونکہ جو لوگ صادق الیقین اور سچے معتقد اور جان نثار اور دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بلاخوف و تردد ق
اور جو لوگ تعصب قومی یا ملی میں گرفتار تھے وہ نکتہ چینی کرنے لگے
الغرض تحویل قبلہ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ راز یہاں ظاہر فرمایا کہ اس قبلہ کے بدلنے میں امتحان منظور تھا کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

یہود کی وسوسہ اندازی

بعض یہودیوں نے مسلمانوں کے دلوں میں شک ڈالنے کے لئے دریافت کیا کہ تم میں سے جو مسلمان اُس زمانہ میں مرے ہیں جبکہ تم لوگ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو وہ گمراہی پر مرے (نعوذ باللہ)

مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی طرف پھر جانے کا حکم دیا لیکن ہمارے اُن بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور اسی زمانہ میں اُن کا انتقال ہو گیا، اس وقت آیت کا یہ حصہ نازل ہوا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ ۭ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اصل چیز اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی فرمانبرداری ہے یہی ہدایت ہے اور اسی میں کامیابی ہے۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ									
قَدْ نَرٰى	تَقَلُّبَ	وَجْهِكَ	فِي	السَّمَآءِ	فَلَنُوَلِّيَنَّكَ	قِبْلَةً	تَرْضٰهَا	فَوَلِّ	وَجْهَكَ
ہم دیکھتے ہیں	بار بار پھرنا	آپ کا منہ	میں طرف	آسمان	تو ضرور ہم پھیر دیں گے آپ کو	قبلہ	اسے آپ پسند کرتے ہیں	پس آپ پھیر لیں	اپنا منہ
ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے									

	شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	شَطْرَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	
	پھر اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے۔	طرف	مسجد حرام (خانہ کعبہ)	

تحویل قبلہ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر تھوڑے عرصہ کیلئے بیت المقدس کو امتحان کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ کو قرار دیدیا جائے اور آپ اُس کی دُعاء فرما رہے تھے اور اُس کی قبولیت کے امیدوار تھے، اُس لئے وحی کے انتظار میں آپ کی نظر بار بار آسمان کی طرف اٹھ جاتی تھی کہ شاید فرشتہ تحویل قبلہ کا حکم لے کر آ جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو دِل سے کعبہ کے قبلہ ہونے کی خواہش رکھتے ہیں اور اُمید وحی میں بار بار آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر بھی دیکھتے ہیں اُس کو ہم دیکھ رہے ہیں اور چونکہ ہمیں آپ کی خوشی پورا کرنا منظور ہے اس لئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو اُسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جو آپ کو پسند ہے"

چنانچہ حق تعالیٰ نے آپ کی اس آرزو کو پورا فرمادیا۔ اور حکم فرمادیا کہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (لو پھر ہم حکم ہی دیئے دیتے ہیں کہ اب سے اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے)

مسجد قبلتین: احادیث میں آتا ہے کہ قبلہ بدلنے کا یہ حکم نماز کی حالت میں نازل ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت ادا فرما رہے تھے، دو رکعت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ چکے تھے کہ یہ حکم نازل ہوا تو نماز ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرامؓ نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پوری کیں، مدینہ منورہ کی اس مسجد کو "مسجد قبلتین" کہتے ہیں جو اب بھی موجود ہے اور حجاج و زائرین جو مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں وہ یہاں اس مسجد قبلتین میں بھی دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہاں کی حاضری نصیب فرمائیں اور بار بار نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ

لَیَعْلَمُوْنَ	اُوْتُوا الْکِتٰبَ	الَّذِیْنَ	وَاِنَّ	شَطْرَهٗ	وُجُوْهَکُمْ	فَوَلُّوْا	کُنْتُمْ	وَحَیْثُ مَا
وہ ضرور جانتے ہیں	دی گئی کتاب (اہل کتاب)	جنہیں	اور بیشک	اسکی طرف	اپنے منہ	سو پھیر لیا کرو	تم ہو	اور جہاں کہیں

اور تم سب لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی کی طرف کیا کرو اور یہ اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ بالکل ٹھیک ہے اُن کے

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

	یَعْمَلُوْنَ	عَمَّا	بِغَافِلٍ	اللّٰهُ	وَمَا	رَّبِّهِمْ	مِنْ	الْحَقُّ	اَنَّهُ
	وہ کرتے ہیں	اس سے جو	بے خبر	اللہ	اور نہیں	ان کا رب	سے	حق	کہ یہ

پروردگار ہی کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ اُن کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے۔

تحویل قبلہ کا عام حکم

فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت کے ساتھ تحویل قبلہ کا حکم تھا، آگے صراحت کے ساتھ اس حکم کو تمام اہلِ اسلام کیلئے اور تمام جگہوں کیلئے عام کردیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ شَطْرَهٗ (اور یہ حکم تحویل قبلہ کچھ تخصیص نہیں بلکہ قانون عام ہے کہ تم سب لوگ (یعنی اہلِ اسلام) جہاں کہیں موجود ہو خواہ مدینہ میں یا اور جگہ حتی کہ خود بیت المقدس کے اندر بھی ہو تو تب بھی نیز ہر جگہ نماز کے اندر اپنے چہروں کو اسی مسجد حرام کی طرف کیا کرو۔ گویا یہ تمام اُمت مسلمہ کو ہمیشہ کیلئے حکم ہو گیا کہ مسلمان جس جگہ بھی ہوں خواہ سفر میں خواہ گھر میں شہر میں یا جنگل میں، دشت میں یا صحراء میں غرض ہر حالت میں نماز پڑھتے وقت کعبہ شریف کی طرف رُخ کرنا فرض ہے۔

اہلِ کتاب کو تنبیہ

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ یعنی ان یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو علامات بیان کی گئی ہیں اور جو پیشینگوئیاں بیان کی گئی ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ آپ کے قبلہ کی جہت کیا ہوگی تو گویا یہ جانتے ہوئے بھی یہ یہود و نصاریٰ محض عناداً اس تحویل قبلہ کے حکم کو اللہ کا حکم نہیں مانتے، اس لئے اہلِ کتاب کو متنبہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے یعنی ان کو اس حق پوشی کی سزا دی جائے گی۔ اور ان الفاظ کے ضمن میں یہ حقیقت بھی آ گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کا احتساب کرتا رہتا ہے اور مجرموں کو سزا دینے پر بھی قادر ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالےٰ ہمارے دِلوں میں اپنے قبلہ کی سچی حرمت و عظمت عطاء فرمائیں اور زندگی میں ہم سب کو وہاں کی حاضری کا شرف و سعادت نصیب فرمائیں یہود و نصاریٰ جو ہمارے قبلہ کے دشمن ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و خوار فرمائیں، اور ان کی دشمنی سے اہلِ اسلام کی حفاظت فرمائیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ

وَلَئِنْ	اَتَيْتَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	بِكُلِّ	اٰيَةٍ	مَا تَبِعُوْا	قِبْلَتَكَ	وَمَا	اَنْتَ	بِتَابِعٍ
اور اگر	آپ لائیں	جنہیں	دی گئی کتاب (اہل کتاب)	تمام	نشانیاں	وہ پیروی نہ کریں گے	آپ کا قبلہ	اور نہ	آپ	پیروی کرنے والے

اور اگر آپ اہل کتاب کے سامنے تمام دلیلیں پیش کر دیں جب بھی یہ آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور آپ بھی اُن کے

قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ

قِبْلَتَهُمْ	وَمَا	بَعْضُهُمْ	بِتَابِعٍ	قِبْلَةَ	بَعْضٍ	وَلَئِنِ	اتَّبَعْتَ	اَهْوَآءَهُمْ	مِنْ
ان کا قبلہ	اور نہیں	ان سے کوئی	پیروی کرنے والا	قبلہ	کسی	اور اگر	آپ نے پیروی کی	انکی خواہشات	اسکے

قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے اور ان کا کوئی فریق بھی دوسرے کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا اور اگر آپ اُن کے نفسانی خیالات کو

بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

	بَعْدِ	مَا جَآءَكَ	مِنَ الْعِلْمِ	اِنَّكَ	اِذًا	لَمِنَ	الظّٰلِمِيْنَ	
	بعد	کہ آ چکا آپ کے پاس	علم	بیشک	آپ	اب سے	بے انصاف	

اختیار کرلیں آپ کے پاس علم آئے پیچھے تو آپ یقیناً ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔

یہود کی ضد اور عناد

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ .... وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ

یعنی اور باوجود اُن لوگوں کے سب کچھ سمجھنے کے اُن کی ضد کی یہ حالت ہے کہ اگر آپ ان اہل کتاب کے سامنے دنیا بھر کی دلیلیں جمع کر کے پیش کر دیں جب بھی یہ کبھی آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور ان کی موافقت کی اُمید اس لئے نہ رکھنا چاہیے کہ آپ کا قبلہ بھی منسوخ ہونیوالا نہیں اس لئے آپ بھی اُن کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے پس کوئی صورت موافقت کی نہ رہی۔ اور جیسا ان اہل کتاب کو آپ سے ضد ہے ان کی آپس میں بھی موافقت نہیں کیونکہ ان کا کوئی فریق بھی دوسرے فریق کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا، مثلاً یہود نے بیت المقدس لے رکھا تھا اور نصاریٰ نے مشرق کی سمت کو اپنا قبلہ بنا رکھا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت

آگے ارشاد ہوتا ہے: وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ گویا اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت بیان فرما رہے ہیں کہ جس طرح اہل کتاب ناحق پر اڑے ہوئے ہیں اور اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں چاہتے تو وہ بھی سمجھ لیں کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی ایسے نہیں کہ ان کی باتوں میں آجائیں وہ تو ہمارے تابع فرمان ہیں اور ہماری مرضی کے حامل ہیں وہ ان کی باطل خواہش کی پیروی ہرگز نہیں کریں گے نہ اُن سے یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا حکم آجانے کے بعد اُن کے قبلہ کی طرف توجہ کریں۔

کیونکہ اپنی یا دوسروں کی خواہش پرستی کرنا یہ صریح ظلم ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے تو بوجہ معصوم ہونے کے یہ امر محال اور قطعاً ناممکن تھا کہ آپ کسی معاملہ میں نعوذ باللہ باطل کا اتباع کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا

اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يَعْرِفُوْنَهٗ	كَمَا	يَعْرِفُوْنَ	اَبْنَآءَهُمْ	وَاِنَّ	فَرِيْقًا
اور جنہیں	ہم نے دی	کتاب	وہ اسے پہچانتے ہیں	جیسے	وہ پہچانتے ہیں	اپنے بیٹے	اور بیشک	ایک گروہ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول اللہ کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بعضے ان میں سے

مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

مِّنْهُمْ	لَيَكْتُمُوْنَ	الْحَقَّ	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ	اَلْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	فَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ
ان سے	وہ چھپاتے ہیں	حق	حالانکہ وہ	وہ جانتے ہیں	حق	سے	آپ کا رب	پس آپ نہ ہو جائیں	سے

امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں اخفا کرتے ہیں یہ امر واقعی من جانب اللہ ہے سو ہرگز شک و شبہ لانے

الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

الْمُمْتَرِيْنَ	الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾
شک کرنے والے	والوں میں شمار نہ ہونا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہود کا عناد

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ ... مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ یعنی یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں کے ذریعہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک نبی آخرالزمان آئیں گے اور ان کی صفات اور بشارتیں ان کتابوں میں صاف صاف بتلا دی گئیں تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق بنا کر بھیجے گئے تو ان اہل کتاب نے وہ تمام نشانیاں اور صفات آپ میں پائیں جو ان کی کتابوں میں درج تھیں اور وہ اچھی طرح پہچان گئے کہ یہ وہی نبی آخرالزمان ہیں لیکن محض ضد و عناد اور حسد و تعصب کیوجہ سے انہوں نے آپ کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کر دیا اور ان تمام پیشنگوئیوں کو جو ان کی کتابوں میں موجود تھیں چھپانے لگے اور یوں ظاہر کرنے لگے جیسے وہ پیشنگوئیاں انہوں نے پڑھی ہی نہیں اس طرح درحقیقت ان اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہچان تو لیا اور بعض اہل کتاب آپ پر ایمان بھی لے آئے مگر بعضے باوجود یہ کہ آپ کی رسالت کو خوب جانتے تھے مگر چھپاتے تھے حالانکہ یہ امر واقعی من جانب اللہ صاف ثابت ہو چکا۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو اسلام لانے سے پہلے یہود کے زبردست عالم تھے انہوں نے حضرت عمرؓ کو بتلایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹوں سے زیادہ پہچانتے ہیں بیٹے میں تو شک ہو سکتا ہے کہ شاید بیوی نے خیانت کی ہو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کوئی شک نہیں ہو سکتا آپ کی صفات اور علامات ہماری کتابوں میں موجود ہیں آپ کو دیکھتے ہی ہم نے پہچان لیا کہ آپ نبی برحق ہیں۔

دعا کیجیے: یا اللہ! ہم کو اور تمام امتِ مسلمہ کو اپنے دین وملت، اپنے قبلہ، اپنی شریعت، اپنی کتاب اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی عزت وعظمت اور محبت اور اتباع نصیب فرما اور اپنی یا دوسروں کی نفسانی خواہشات کے اتباع سے بچنا نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ

وَلِكُلٍّ	وِجْهَةٌ	هُوَ	مُوَلِّيْهَا	فَاسْتَبِقُوا	الْخَيْرٰتِ	أَيْنَ مَا	تَكُوْنُوْا	يَأْتِ بِكُمُ	اللّٰهُ
اور ہرایک کیلئے	ایک سمت	وہ	اس طرف رُخ کرتا ہے	پس تم سبقت لے جاؤ	نیکیاں	جہاں کہیں	تم ہوگے	لے آئیگا تمہیں	اللہ

اور ہر شخص کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا رہا ہے سو تم نیک کاموں میں لگا پو کرو تم خواہ کہیں ہو گے اللہ تعالیٰ تم

جَمِيْعًا ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

جَمِيْعًا	إِنَّ اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	وَ	مِنْ حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ	وَجْهَكَ
اکٹھا	بیشک اللہ	پر	ہر	چیز	قدرت رکھنے والا	اور	جہاں سے	آپ نکلیں	پس کرلیں	اپنا رُخ

سب کو حاضر کر دیں گے بالیقین اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور آپ جس جگہ سے بھی باہر جاویں اپنا چہرہ

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَإِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

شَطْرَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَإِنَّهٗ	لَلْحَقُّ	مِنْ رَّبِّكَ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ
طرف	مسجد حرام	اور بیشک یہی	حق	آپ کے رب سے	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو

مسجد حرام کی طرف رکھا کیجئے اور یہ بالکل حق ہے منجانب اللہ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کیے ہوئے کاموں سے اصلا بے خبر نہیں

ظاہر پرست نہ بنو حقیقت پسندی اختیار کرو

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا ... إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ قبلہ کا مقرر ہونا کوئی ایسا معاملہ نہیں کہ صرف اُسے ہی حق و باطل کا معیار سمجھ لیا جائے ہر اُمت کے لئے اپنا اپنا قبلہ رہا ہے اور وہ اُسی کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتی رہی، اس لئے مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم اس قبلہ کی بحث کو چھوڑ کر اپنے دین کے نیک کاموں میں لگو اور جو نیکیاں کہ مقصود بالذات ہیں مثلاً نماز، روزہ، ذکر الٰہی خلق خدا کے ساتھ نیکی وغیرہ اس میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو اور اسے ہی دینداری کی اصل بنیاد سمجھو۔

نیکی کی تعریف یہی ہے کہ جو کام شریعت کے مطابق ہو اور مقصد محض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہو اگر ظاہر میں تو کام شریعت کے مطابق کیا مگر باطن میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مقصود نہ ہو تو وہ نیکی نہ ہوگی یا اسی طرح باطن میں تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مقصود ہے مگر کام شریعت کے حکم کے موافق نہیں تو جب بھی وہ نیکی نہیں کہلائے گی اور اسی سے "نیکی" کی ضد یعنی "بدی" کو سمجھ لیا جائے کہ ہر وہ کام جو شریعت کے حکم کے خلاف ہو اور جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو وہ بدی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کرنے کیلئے آخرت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا عقیدہ اور خیال ضروری ہے جب کسی کو یہ کامل یقین ہوگا کہ اُس کو اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور وہاں جواب دہی کرنی ہے اور جزا و سزا کا ملنا لازمی ہے تو پھر اس کو ہر طرح کی نیکی کرنا آسان ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں نیکی و برائی کا صحیح فرق سمجھنے اور نیکیوں کو اپنانے اور برائیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ

وَمِنْ حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ	وَجْهَكَ	شَطْرَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَحَيْثُ	مَا كُنْتُمْ
اور جہاں سے	آپ نکلیں	پس کریں	اپنا رخ	طرف	مسجد حرام	اور جہاں کہیں	تم ہو

اور آپ جس جگہ سے بھی باہر جاویں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف رکھئے اور تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۤ

فَوَلُّوْا	وُجُوْهَكُمْ	شَطْرَهٗ	لِئَلَّا	يَكُوْنَ	لِلنَّاسِ	عَلَيْكُمْ	حُجَّةٌ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ
سو کرلو	اپنے رُخ	اس کی طرف	تا کہ نہ	رہے	لوگوں کیلئے	تم پر	کوئی دلیل	سوائے	وہ جو کہ	بے انصاف	ان سے

اپنا چہرہ اُسی کی طرف رکھا کرو تا کہ لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں گفتگو نہ رہے مگر اُن میں جو بے انصاف ہیں تو ایسے لوگوں سے

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۤ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ۱۵۰

فَلَا تَخْشَوْهُمْ	وَاخْشَوْنِيْ	وَلِاُتِمَّ	نِعْمَتِيْ	عَلَيْكُمْ	وَلَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ	
سو تم نہ ڈرو اُن سے	اور ڈرو مجھ سے	تا کہ میں پوری کردوں	اپنی نعمت	تم پر	اور تا کہ تم	ہدایت پاؤ	

اندیشہ نہ کرو اور مجھ سے ڈرتے رہو اور تا کہ تم پر جو میرا انعام ہے اس کی تکمیل کردوں اور تا کہ تم راہ پر رہو

بیت اللہ کے قبلہ ہونے کی تعمیم وتاکید

تحویل قبلہ کا حکم جس وقت نازل ہوا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت حضر میں تھے یعنی مدینہ منورہ میں قیام تھا اور چونکہ قبلہ کا حکم ایک مہتم بالشان حکم تھا اس لئے سفر کیلئے الگ حکم بھی ہوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَمِنْ حَيْثُ- الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ اب کسی کو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ کہیں یہ حکم خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہو اس لئے آگے تمام اہل اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا، وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ"

تحویل قبلہ کی ایک اور حکمت

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ...... وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ۱۵۰ اور یہ حکم تحویل قبلہ اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تا کہ ان مخالف لوگوں کو تمہارے مقابلے میں اس گفتگو کی مجال نہ رہے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی نبی موعود آخر الزمان ہوتے تو ان کی علامت تو یہ بھی ہے کہ ان کا اصلی قبلہ کعبہ ہوگا اور یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہیں اس حکمت کے واسطے بھی ہم نے تحویل قبلہ کیا ہے ہاں مگر جو ان میں بالکل ہی بے انصاف ہیں وہ اب بھی کٹ حجتی نکال لیں گے کہ یہ کیسے نبی ہیں جو اتنے نبیوں کے خلاف کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں، لیکن جب ایسے مہمل اعتراضوں سے دین حق کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا تو ایسے لوگوں سے اصلا اندیشہ مت کرو اور ان کے اعتراضوں کے جواب کی فکر میں مت پڑو اور مجھ سے ڈرتے رہو کہ میرے احکام کی مخالفت نہ ہونے پائے اور ہم نے ان سب احکام مذکورہ پر عمل کرنے کی توفیق بھی دی تا کہ تم پر جو کچھ میرا انعام واکرام متوجہ ہے تم کو آخرت میں داخل بہشت کر کے اس کی تکمیل کردوں اور تا کہ دنیا میں تم راہ حق پر کہ اسلام ہے قائم رہنے والوں میں رہو۔"

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ

كَمَا	اَرْسَلْنَا	فِيْكُمْ	رَسُوْلًا	مِنْكُمْ	يَتْلُوْا	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِنَا	وَ	يُزَكِّيْكُمْ	وَيُعَلِّمُكُمُ	الْكِتٰبَ
جیساکہ	ہم نے بھیجا	تم میں	ایک رسول	تم میں سے	وہ پڑھتے ہیں	تم پر	ہمارے حکم	اور	اور پاک کرتے ہیں تمھیں	اور سکھاتے ہیں تم کو	کتاب

جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک رسول کو بھیجا تم ہی میں سے ہماری آیات تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

	وَالْحِكْمَةَ	وَيُعَلِّمُكُمْ	مَا	لَمْ تَكُوْنُوْا	تَعْلَمُوْنَ	
	اور حکمت	اور سکھاتے ہیں تمھیں	جو	تم نہ تھے	جانتے	

اور فہم کی باتیں بتلاتے ہیں اور تم کو ایسی باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور مقاصد

حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد اُس کی مقبولیت کی دُعاء کی تھی اور ساتھ ہی ایک امت مسلمہ کے پیدا ہونے کی اور اس اُمت میں ایک ایسا پیغمبر مبعوث ہونے کی بھی دُعاء کی تھی، چنانچہ ان دُعاؤں کی قبولیت میں ایک نعمت کا ذکر تو اوپر فرمایا گیا کہ خانہ کعبہ کو مرجع خلائق اور قبلہ عالم بنایا۔

اب آگے دوسری نعمت یعنی ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارہ میں جو فرمائی گئی تھی اُس کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد بھی بیان فرمائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا ...... مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

اول تو یہ کہ آپ کتاب اللہ کی آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ لوگوں کا تزکیہ نفس فرماتے ہیں یعنی لوگوں کی رُوحانی تربیت فرما کر ان کے عقائد اعمال و اخلاق کا تزکیہ فرماتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ آپ لوگوں کو کتاب اللہ کے الفاظ کی کیفیت ادا، اُس کے مطالب و معانی اور اسرار و رموز سکھاتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ آپ لوگوں کو حکمت و دانائی کی باتیں بتلاتے ہیں اور اپنی سنت اور اسوۂ حسنہ کے ذریعہ کتاب اللہ کے احکام کی صحیح تعبیر و تصویر بتاتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ وہ تمام امور دین جن کا لوگوں کو علم نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی اور ذریعہ سے ان کا علم حاصل کر سکیں، ایسے تمام امور میں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تعلیمات پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ

فَاذْكُرُوْنِيْٓ	اَذْكُرْكُمْ	وَاشْكُرُوْا لِيْ	وَلَا	تَكْفُرُوْنِ	
سو یاد کرو مجھے	میں یاد رکھوں گا تمہیں	اور تم شکر کرو میرا	اور نہ	ناشکری کرو میری	

ان نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میری شکر گذاری کرو اور میری ناسپاسی مت کرو۔

ذکر و شکر کا حکم: یہاں تک حق تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتوں مثلاً کعبہ کا قبلہ مقرر ہونا اور اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خاص تعلق ہونا، پھر ایسے عظیم الشان رسول کی امت اور تابع ہونا، اس لئے ان نعمتوں کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کے یاد کرنے اور ان پر شکر گذار ہونے ناشکری نہ کرنے کا حکم فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ امت مسلمہ کو تین باتوں کا حکم دے رہے ہیں۔

پہلا حکم یہ دیا گیا کہ منعم حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہر دم یاد رکھو، اور اللہ کو یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اُس کی بتائی ہوئی راہ پر پوری ہمت اور شوق سے چلتا رہے، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، سوتے جاگتے کھاتے پیتے، غرض ہر وقت ہر کام میں، ہر حال میں ہر آن میں اللہ تعالیٰ کا حکم اس کی رضا اور پسند کو مقدم رکھے۔

دوسرا حکم امت مسلمہ کو یہ دیا جا رہا ہے کہ میری نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو اور شکر کی بہترین شکل یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اسی کے حکم کے مطابق اُس کے رضا کے کاموں میں لگایا جائے اور اللہ تعالےٰ نے انسانوں کے کام کرنے کی جو حدیں مقرر فرمائی ہیں ان کے اندر رہ کر کام کیا جائے اس سے نعمتوں میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے جیسا کہ تیرہویں پارہ سورۂ ابراہیم میں وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر گذاری کروگے تو تمہیں ضرور زیادہ دوں گا، اور اسی اضافہ اور زیادتی کو برکت بھی کہتے ہیں۔

شکر: اہل تحقیق کے نزدیک شکر کی حقیقت عاجزانہ طور پر نعمت منعم کا اعتراف کرنا ہے، بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی محسن کے احسان کو یاد کر کے اس کی تعریف کرنا لہٰذا بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اس کے احسان کی یاد کے ساتھ ساتھ کرنا اور اللہ کے انعام کا زبان سے ذکر اور دل سے اقرار کرنا۔

تیسرا حکم یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، اس کی بخشی ہوئی طاقتوں اور قوتوں کی ناقدری اور ناشکری نہ کرو، ناشکری سے نہ صرف نعمت چھن جاتی ہے بلکہ شدید عذاب اور سزا بھی ملتی ہے۔

کفران نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جس نعمت کو جس غرض کے لئے پیدا کیا ہے اُسے ہٹا کر کسی دوسرے کام یا دوسری غرض میں صرف کرنا مثلاً آنکھ کو اللہ تعالیٰ نے دو کاموں کیلئے پیدا کیا ہے ایک تو یہ کہ انسان اس سے اس جہاں میں اپنی حاجات کی راہ سے واقف ہو دوسرے یہ کہ وہ حق تعالیٰ کی عجیب وغریب مصنوعات کو دیکھے اور اللہ کی معرفت حاصل کرے اور اس کی عظمت سے واقف ہو اب ان کے علاوہ جب آنکھ کو کسی اور کام میں یعنی کسی گناہ معصیت یا ناجائز امر میں کام لائے گا تو یہ آنکھ کی نعمت کا کفران ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اپنے ذکر و فکر کی توفیق دائمی ہم کو عطا فرما اور اپنی ہر چھوٹی بڑی نعمت کا ہم کو قدردان اور شکر گذار بندہ بنا کر زندہ رکھ اور ہر طرح کے کفران نعمت سے ہم کو محفوظ فرما، اور گذشتہ میں ہم سے جو کفران نعمت کی معصیت سرزد ہوئی ہو تو اپنی رحمت سے اسے معاف فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾

یٰٓاَیُّھَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوا	اسْتَعِیْنُوْا	بِالصَّبْرِ	وَالصَّلٰوۃِ		اِنَّ	اللّٰہَ	مَعَ	الصّٰبِرِیْنَ
اے	جو کہ	ایمان لائے	تم مدد مانگو	صبر سے	اور نماز		بیشک	اللہ	ساتھ	صبر کرنے والے

اے ایمان والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

ذکر و شکر حاصل کرنے کا نسخہ: گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر اور شکر کرنے اور کفرانِ نعمت نہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اِس لئے اس آیت میں حق تعالیٰ مسلمانوں کو ذکر و شکر کے حاصل کرنے اور کفرانِ نعمت سے بچنے کیلئے ایک طریقہ تعلیم فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ یعنی اگر نفس پر احکامِ شرعیہ شاق اور گراں ہوں تو اُن کے آسان ہونے کا ایک علاج صبر ہے دوسرا علاج نماز ہے، گویا یہ نسخہ اکسیر قرآنی دو جزو سے مرکب ہے، ایک صبر دوسرے نماز۔ اور یہ بھی ہے کہ مشکلات و مصائب کے ہجوم کے وقت بھی مشکل کشائے حقیقی سے برابر تعلق جوڑے رہو۔ اس پر بھروسہ رکھو اور اسی کے آگے جھکتے رہو۔

صبر: صبر کے اصلی معنی اپنے نفس کو روکنے اور اس پر قابو پانے کے ہیں، قرآن اور سنت کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں:

ایک: اپنے نفس کو حرام اور ناجائز چیزوں سے روکنا۔

دوسرے: نفس کو طاعات و عباداتِ الٰہیہ اور احکامِ شرعیہ کی پابندی پر مجبور کرنا۔

تیسرے: مصائب اور آفات پر صبر کرنا یعنی جو مصیبت آگئی اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا اور اس کے ثواب کا امیدوار رہنا، یہ تینوں شعبے صبر کے فرائض میں داخل ہیں اور ہر مسلمان پر تینوں طرح کے صبر کا پابند ہونا لازم ہے، قرآن و حدیث کی اصطلاح میں صابرین انہی لوگوں کا لقب ہے جو تینوں طرح کے صبر میں ثابت قدم ہیں۔

صبر کے فضائل قرآن و حدیث میں بکثرت ہیں جس کسی نے ترقی حاصل کی ہے اس صبر ہی کی بدولت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے صابر بندوں میں شامل فرمادیں، آمین۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اللہ تعالیٰ کی عام معیت تو کافر و فاسق، مومن و صالح سب کو حاصل ہے لیکن یہاں خصوصی معیت مراد ہے اور اسی خصوصی معیت کا احساس تھا کہ جس نے صحابہ کرامؓ کو بے پناہ قوت و جرأت کا مالک بنادیا تھا۔

ابھی اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ میں صبر کی فضیلت آ چکی تھی مگر اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کہہ کر اسے اور زیادہ مؤکد کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو ہر وقت صبر کے اسلحہ سے مسلح رہنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں نماز، صبر کی اہمیت کو سمجھنے اور اس اسلحہ سے مسلح ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا

وَلَا	تَقُوْلُوْا	لِمَنْ	يُّقْتَلُ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اَمْوَاتٌ	بَلْ	اَحْيَآءٌ	وَ	لٰكِنْ	لَّا
اور نہ	کہو	اسے جو	مارے جائیں	میں	راستہ	اللہ	مُردہ	بلکہ	زندہ	اور	لیکن	نہیں

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں اُن کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے نہیں

تَشْعُرُوْنَ ۝

تَشْعُرُوْنَ
تم شعور رکھتے — ادراک کرسکتے۔

شہید کا مقام

یہ آیت شہدائے بدر کے بارہ میں نازل ہوئی تھی۔ شہدائے بدر میں چھ آدمی تو مہاجرین میں سے تھے اور آٹھ انصار سے۔ لوگ ان کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہائے فلاں شخص مرگیا اور دنیا کی نعمت اس سے چھوٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کے ازالہ اور ان کے درجات پر آگاہ کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

چنانچہ چوتھے پارہ سورۂ آل عمران میں بھی ارشاد ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا، بل احیآءٌ عند ربھم یرزقون۔ یعنی اے مخاطب جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی دین کے واسطے قتل کیے گئے ان کو اور مردوں کی طرح مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ ایک ممتاز حیات کے ساتھ ہیں اور اپنے پروردگار کے مقرب یعنی مقبول ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔

زندہ ہونے کا مطلب

شہداء کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جسم کی سی قوت عطا فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے وہ زمین آسمان جنت سب جگہ کی سیر کرتے ہیں اور اسی حیات کی وجہ سے زمین ان کے بدن اور کفن کو نہیں کھاتی۔ (تفسیر مظہری)

شہید کی خصوصیات

اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے اُسی طرح اس کو نماز پڑھ کر دفن کردیں دوسرا حکم یہ ہے کہ وہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہوان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں انہی خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جائے ہاں جو اشیاء کفن کی جنس سے نہیں جیسے ہتھیار، زرہ، پوستین وغیرہ وہ بدن سے نکال لی جائے۔ اس طرح دریا میں ڈوب کر مرنے والا دستوں کے مرض میں اور تپ دق میں ہلاک ہونے والا بچہ کی ولادت میں بحالت نفاس مرنے والی عورت بھی آخرت کے اجر وثواب کے لحاظ سے شہداء میں شامل ہیں جیسا کہ احادیث میں موجود ہے۔

دنیا والوں کے محدود حواس

آیت کے اخیر میں جو فرمایا گیا وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ یعنی اس عالم دنیا میں رہتے ہوئے ان حواس کے ساتھ عالم برزخ کی حیات شہداء کا تم ادراک نہیں کرسکتے کیونکہ اس عالم دنیا کی کیفیت اور احوال اور ہیں اور مرنے کے بعد عالم برزخ کی کیفیات اور احوال اور ہیں، تو اس عالم دنیا میں رہ کر انسان نہ تو پوری طرح عالم برزخ کی کیفیات اور احوال کا ادراک کرسکتا ہے اور نہ ان کو کماحقہ سمجھ سکتا ہے اور اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ ایک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے پیدائش سے پہلے اس عالم دنیا کی کیفیات اور احوال کو نہیں سمجھ سکتا، اس لئے کوئی بات خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے جب قرآن وحدیث اس کو بیان کردے تو مؤمن کا اس پر ایمان لانا اور یقین کرنا ضروری ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ	بِشَيْءٍ	مِنَ	الْخَوْفِ	وَالْجُوْعِ	وَنَقْصٍ	مِنَ	الْاَمْوَالِ
اور ضرور ہم آزمائیں گے تمہیں	کچھ	سے	خوف	اور بھوک	اور نقصان	سے	مال جمع

اور تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال و جان

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ

وَالْاَنْفُسِ	وَالثَّمَرٰتِ	وَبَشِّرِ	الصّٰبِرِيْنَ	الَّذِيْنَ	اِذَا	اَصَابَتْهُمْ	مُصِيْبَةٌ
اور جان جمع	اور پھل جمع	اور خوشخبری دیں آپ	صبر کرنے والے	وہ جو	جب	پہنچے انہیں	کوئی مصیبت

اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے کہ اُن پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ

قَالُوْا	اِنَّا لِلّٰهِ	وَاِنَّا	اِلَيْهِ	رٰجِعُوْنَ
وہ کہیں	ہم اللہ کیلئے	اور ہم	اس کی طرف	لوٹنے والے

تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔

صبر و امتحان کے اور مواقع

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ پہلے شہداء کا تذکرہ ہوا جنہوں نے صبر کا اعلیٰ مقام یعنی شہادت حاصل کی اب یہ فرمایا جا رہا ہے کہ تھوڑی تھوڑی تکلیف سے وقتاً فوقتاً تم سب کا امتحان لیا جائے گا اور تمہارے صبر کو دیکھا جائے گا۔ جان مال عزت وغیرہ ہر چیز کے متعلق خوف و اندیشہ حاجت کے ہوتے ہوئے حرام مال سے اجتناب روزہ کے ذریعہ بھوک برداشت کرنا مال کی کمی کے باوجود رشوت' سود اور خیانت وغیرہ سے بچتے رہنا اور مالی نقصان مثلاً چوری ہو جائے یا آگ لگ جائے تو بھی صبر سے کام لینا یہ سب امتحان کے مواقع ہیں۔ جو ان میں کامیاب ہو گئے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و ہدایت کا انعام ملے گا۔

صبر والوں کی نشانی

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ

یہاں تعلیم یہ دی گئی کہ مسلمان کو جب بھی کوئی مصیبت پیش آوے تو اس کو کہنا چاہئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اس کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ سے ہمیں تین باتیں معلوم ہوئیں۔

۱- یہ کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، انسان کے رنج و غم اور درد و حسرت کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی محبوب چیزوں کو اپنی سمجھتا ہے اور جب ذہن سے یہ خیال نکال دیا جائے کہ جو چیز بھی ہے سب اللہ کی ہے پھر رنج و ملال کا موقع ہی نہیں رہتا۔ ۲- یہ کہ دنیا کی رنج و تکلیف خواہ کتنی ہی بڑی ہو سب آنی جانی فانی اور عارضی ہیں یہ ختم ہو جائیں گی اور عنقریب انہیں چھوڑ کر مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضری دینی ہوگی۔ ۳- یہ معلوم ہوا کہ یہ مصیبتیں اور آزمائشیں یوں ہی بیکار نہیں، ان کا اجر و ثواب عالم آخرت میں ضرور ملے گا۔

یہاں لفظ مصیبت کا مفہوم بھی سمجھ لینا چاہئے جو بہت وسیع اور عام ہے جو شے بھی مسلمان کو ناگوار گذرے بس وہی اس کے حق میں مصیبت ہے اور اس پر اس کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کو پڑھنا چاہئے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں یہ کلمہ تمام مصیبتوں کا علاج ہے۔

11

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

الْمُهْتَدُوْنَ	هُمُ	وَ اُولٰٓئِكَ	وَرَحْمَةٌ	رَّبِّهِمْ	مِّنْ	صَلَوٰتٌ	عَلَيْهِمْ	اُولٰٓئِكَ
ہدایت یافتہ	وہ	اور یہی لوگ	اور رحمت	ان کا رب	سے	عنایتیں	ان پر	یہی لوگ

ان لوگوں پر خاص خاص رحمتیں بھی اُن کے پروردگار کی طرف سے ہونگی اور عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگی

صبر کرنے والے دنیا میں اس حقیقت تک پہنچنے والے کہ کوئی چیز اپنی نہیں حتیٰ کہ اپنی جان اور روح کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ چنانچہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گے تو وہاں بھی سب کچھ پالیں گے۔ اور جس نے رحمت عامہ اور خاصہ کو پالیا اُس سے دنیا و آخرت کی کونسی نعمت رہ سکتی ہے؟

صبر والوں کا انعام

اب اوپر جو بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ فرمایا گیا تھا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صابرین کو بشارت سنا دیجئے تو آگے اس بشارت کی تفصیل فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

یعنی صابرین کیلئے حق تعالیٰ نے یہاں تین باتوں کی بشارت دی ہے، ایک تو یہ کہ اللہ کی عنایات اور نوازشات ان پر ہونگی، دوسرے اللہ کی رحمت اُن پر ہوگی اور تیسرے یہ کہ انہیں ہدایت نصیب ہوگی، امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ ان صبر والوں کو دو برابر کی چیزیں یعنی صلوٰت اور رحمت اور ایک درمیان کی چیز یعنی ہدایت ملتی ہے، ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان والے پر پے در پے مصیبتیں پڑتی رہتی ہیں کبھی جان پر صدمہ ہے کبھی مال میں نقصان ہے اور یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پاس گناہوں سے پاک جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و رحمت ہی ہے کہ تکالیف گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا سبب ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دنیا کے نقصان کو آخرت کے دائمی اجر و نفع سے بدل دیتے ہیں۔ اور عوامی زبان میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ کا ترجمہ ہوگا "بس یہی لوگ تو پہنچے ہوئے ہیں"

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے صابر و شاکر بندوں میں شامل فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو صبر کی توفیق عطاء فرما کر اپنی خصوصی رحمتوں عنایتوں اور نوازشوں سے نوازیں اور اپنی ہدایات پر ہم کو قائم رکھیں، آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا

إِنَّ	الصَّفَا	وَالْمَرْوَةَ	مِنْ	شَعَآئِرِ	اللّٰهِ	فَمَنْ	حَجَّ	الْبَيْتَ	أَوِ	اعْتَمَرَ	فَلَا
بیشک	صفا	اور مروہ	سے	نشانات	اللہ	پس جو	حج کرے	خانہ کعبہ	یا	عمرہ کرے	تو نہیں

تحقیقاً صفا اور مروہ منجملہ یادگار خداوندی ہیں سو جو شخص حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ کرے اس پر

جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝

جُنَاحَ	عَلَيْهِ	أَنْ	يَطَّوَّفَ	بِهِمَا	وَمَنْ	تَطَوَّعَ	خَيْرًا	فَإِنَّ	اللّٰهَ	شَاكِرٌ	عَلِيْمٌ
کوئی حرج	اس پر	کہ	وہ طواف کرے	ان دونوں	اور جو	خوشی سے کرے	کوئی نیکی	تو بیشک	اللہ	قدردان	جاننے والے

ذرا بھی گناہ نہیں ان دونوں کے درمیان آمدورفت کرنے میں اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو حق تعالیٰ قدردانی کرتے ہیں خوب جانتے ہیں۔

حضرت ہاجرہ کے صبر کی یادگار صفا و مروہ:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور شیر خوار بچہ حضرت اسمٰعیل کو وادی فاران میں چھوڑ گئے تھے اور حضرت اسمٰعیل ابھی دودھ پیتے بچہ ہی تھے تو حضرت ہاجرہؓ کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا اور بچہ بھی پیاس کے مارے بے چین ہونے لگا تو حضرت ہاجرہ انتہائی بے چینی اور بے قراری کی حالت میں انہی دو پہاڑیوں پر اِدھر سے اُدھر گھبراتی ہوئی دوڑتی تھیں تاکہ کہیں پانی کا چشمہ دکھائی دے جائے حضرت ہاجرہؓ کا اِدھر سے اُدھر صفا و مروہ پہاڑیوں پر آنا جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس درجہ مقبول ہوا کہ حج و عمرہ میں اسی یادگار کو تازہ کرنے کیلئے صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان چلنا اور کچھ حصہ میں دوڑنا جس کو سعی کہتے ہیں ہر حج اور عمرہ کرنے والے پر لازم قرار دیا گیا۔

مشرکین نے صفا مروہ پر دو بت رکھے ہوئے تھے اور صفا مروہ کا طواف کرتے تھے جب زمانہ اسلام کا آیا اور مسلمانوں کو سعی بین الصفا والمروۃ کا حکم ہوا تو مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو ان بتوں کی تعظیم کیلئے ہوتا تھا اور بتوں کی تعظیم اسلام میں ممنوع ہے اس لئے صفا اور مروہ کا طواف بھی ممنوع ہونا چاہیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد فرمایا گیا۔

کہ بالتحقیق کوہ صفا اور کوہ مروہ اور پہاڑوں کی طرح معمولی پہاڑ تھے مگر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے رضا بالقضا کی برکت سے خدا کی یادگاروں میں سے ہو گئے اور ان کا طواف مناسک حج سے بنا دیا گیا سو جو شخص حج بیت اللہ کا یا عمرہ کا ارادہ کرے اس پر صفا اور مروہ کی سعی اور طواف میں ذرہ برابر گناہ نہیں یعنی مسلمانوں کو اس میں کافروں کی مشابہت سے شبہ میں نہ پڑنا چاہیے، یہ صفا اور مروہ دراصل شعائر الٰہیہ میں سے ہیں اور ان کا طواف و سعی سراسر خیر و عبادت ہے اور یہ حق تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ جو شخص کوئی خیر و نیکی شوق و رغبت سے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر دانی فرماتے ہیں اور اس خیر کرنے والے کی نیت اور خلوص کو خوب جانتے ہیں یعنی بقدر اخلاص کے اس کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم کو تمام شعائر الٰہیہ کی تعظیم کرنا نصیب فرما، اور صفا و مروہ کی پہاڑیاں جو شعائر اللہ میں سے ہیں اُن کی زیارت اور وہاں کی سعی حج و عمرہ میں نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی من بعد ما بینہ

ان	الذین	یکتمون	ما انزلنا	من	البینت	والھدی	من بعد	ما بینہ
بیشک	جو لوگ	چھپاتے ہیں	جو نازل کیا ہم نے	سے	کھلی نشانیاں	اور ہدایت	اس کے بعد	ہم نے واضح کر دیا

جو لوگ اُن مضامین کو چھپاتے ہیں جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ واضح ہیں اور ہادی ہیں اس حالت کے بعد کہ ہم اُن کو

للناس فی الکتب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون ﴿۱۵۹﴾ الا الذین

للناس	فی الکتب	اولئک	یلعنھم	اللہ	ویلعنھم	اللعنون	الا	الذین
لوگوں کیلئے	کتاب میں	یہی لوگ	لعنت کرتا ہے ان پر	اللہ	اور لعنت کرتے ہیں ان پر	لعنت کرنے والے	سوائے	وہ لوگ جو

کتاب میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں مگر جو لوگ

تابوا واصلحوا وبینوا فاولئک اتوب علیھم وانا التواب الرحیم ﴿۱۶۰﴾

تابوا	واصلحوا	وبینوا	فاولئک	اتوب	علیھم	وانا	التواب	الرحیم
انہوں نے توبہ کی	اور اصلاح کی	اور واضح کیا	پس یہی لوگ ہیں	میں معاف کرتا ہوں	انہیں	اور میں	معاف کرنے والا	رحم کرنیوالا

توبہ کر لیں اور اصلاح کر دیں اور ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا

اہلِ کتاب کی حق پوشی اور اس کی سزا

ان الذین یکتمون .... ویلعنھم اللعنون اہلِ کتاب یعنی یہودی وعیسائی دنیوی لالچ تعصب اور عناد کی وجہ سے اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو بدل دیا کرتے اور اصل حکم کو چھپاتے اور ان کے قدیم آسمانی کتابوں میں نبی آخر الزماں کے متعلق جو بشارتیں اور پیشینگوئیاں موجود تھیں ان کو ظاہر نہ کرتے تھے اور عرب کے ناخواندہ لوگوں کو اور اپنے حامیوں کو شبہات میں ڈال کر گمراہ کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں آگاہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی باتیں اور شرعی مسائل جان بوجھ کر چھپایا کرتے ہیں جس طرح کہ اس عالم کیلئے جو لوگوں میں اللہ کی باتیں پھیلائے ہر چیز اُس کیلئے دُعاء کرتی ہے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں اور ہوا کے پرند بھی اسی طرح ان لوگوں پر جو حق بات اللہ ورسول کی جانتے ہوئے چھپاتے ہیں اور دانستہ حق سے گونگے اور بہرے بن جاتے ہیں ان پر ہر چیز لعنت بھیجتی ہے صحیح

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے کسی شرعی امر کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ جانتے ہوئے اُسے چھپالے تو اُسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

توبہ کی دعوت اور شرط

الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا فاولئک اتوب علیھم وانا التواب الرحیم

یہاں اللہ تعالیٰ نے قبولیت توبہ کے تین شرائط بیان فرمائے ہیں: (۱) ایک توبہ یعنی گناہ اور غلطی کے احساس واعتراف کے ساتھ اُسے آئندہ ترک کرنے کا تہیہ کر لینا۔ (۲) دوسرے اصلاح یعنی گناہ اور خرابی سے پیدا شدہ برائیوں کی درستی کرنا۔ (۳) تیسرے جن امور حق کو چھپا کر وہ جرم کے مرتکب ہوئے تھے انہیں بیان کر دینا، ظاہر کر دینا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوا کہ اگر کافر بھی سچے دل سے رجوع کرے تو اس کی توبہ بھی قبول ہے اور یہی تین شرائط یعنی ماضی حال اور مستقبل کے متعلق علماء نے ہر گناہ سے توبہ کی تکمیل کیلئے بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَمَاتُوْا	وَهُمْ	كُفَّارٌ	اُولٰٓئِكَ	عَلَيْهِمْ	لَعْنَةُ	اللّٰهِ	وَالْمَلٰٓئِكَةِ
بیشک	جولوگ	کافر ہوئے	اور وہ مر گئے	اور وہ	کافر	یہی لوگ	ان پر	لعنت	اللہ	اور فرشتے

البتہ جو لوگ اسلام نہ لائیں وہ اسی حالت غیر اسلام پر مر جاویں ایسے لوگوں پر لعنت اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا

وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	لَا يُخَفَّفُ	عَنْهُمْ	الْعَذَابُ	وَلَا
اور لوگ	تمام	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	نہ ہلکا ہوگا	ان سے	عذاب	اور نہ

اور آدمیوں کی بھی سب کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اُسی لعنت میں رہیں گے اُن سے عذاب ہلکا نہ ہونے پاوے گا اور نہ

هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

هُمْ	يُنْظَرُوْنَ
انہیں	مہلت دی جائے گی

اُن کو مہلت دی جائے گی۔

کافروں کی سزا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا .... لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ

بالتحقیق ان میں سے جو لوگ اسلام نہ لائیں اور اسی حالت کفر یعنی غیر اسلام پر مر جائیں ایسے لوگوں پر وہ لعنت مذکورہ اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں اور آدمیوں کی بھی سب کی ایسے طور پر برسا کرے گی کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی لعنت میں رہیں گے یعنی وہ جہنم میں ہمیشہ کیلئے داخل ہوں گے اور ہمیشہ کا جہنم میں رہنے والا ہمیشہ ہی خدا کی خاص رحمت سے دُور بھی رہے گا اور ہمیشہ ملعون رہنا یہی ہے اور ہمیشگی لعنت کے ساتھ یہ بھی ہے کہ داخل ہونے کے بعد کسی وقت اُن پر سے جہنم کا عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ اُن کو کسی میعاد تک مہلت دی جائے گی۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے اور اسلام قبول نہ کرنے اور کفر کی موت مرنے کا انجام بتلایا گیا۔

مسئلہ: اہل سنت کے ہاں کسی متعین گنہگار پر لعنت جائز نہیں ہے البتہ کسی کو متعین کئے بغیر مبہم و مطلق صورت میں جائز ہے۔ مثلاً یہ کہ "چور پر لعنت ہو" صحیح حدیث میں مومن پر لعنت کرنے کو اُس کے قتل کے مشابہ بتایا گیا ہے اور بلکہ متعین کافر پر بھی اُس کی زندگی میں لعنت کرنا جائز نہیں۔ آیت میں مَاتُوْا کی قید نے واضح کر دیا کہ یہاں جن پر لعنت آئی ہے اُن کی موت ہی کفر پر ہو چکی تھی اور اصل مدار خاتمہ پر ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا، اور قرآن کریم پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں، ہر حال میں ہمیں حق پر قائم رکھیں اور دُنیا اور آخرت میں اپنی خاص رحمتوں سے نوازیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

وَإِلٰهُكُمْ	إِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	لَآ	إِلٰهَ	إِلَّا هُوَ	الرَّحْمٰنُ	الرَّحِيْمُ	إِنَّ	فِيْ	خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ
اور معبود تمہارا	معبود	ایک یکتا	نہیں	عبادت کے لائق	سوائے اسکے	نہایت مہربان	رحم کرنیوالا	بیشک	میں	پیدائش	آسمانوں

اور جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی رحمٰن ہے رحیم ہے بلاشبہ آسمانوں کے

وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

وَالْأَرْضِ	وَ	اخْتِلَافِ	الَّيْلِ	وَالنَّهَارِ
اور زمین	اور	بدلتے رہنا	رات	اور دن

اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں

مشرکین کے خیال کی تردید

بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ گذشتہ آیات میں جب کفر پر مرنے والوں کو دائمی عذاب جہنم کی سزا سنائی گئی تو بعض کفار کے دل میں شیطان یہ خیال پیدا کر سکتا تھا کہ اور بھی ہیں جن کو خدائی اختیارات حاصل ہیں یا وہ خدائی کے حصہ دار ہیں، اگر ایک نے عذاب میں ڈالا تو دوسرے کی طرف ملتجی ہو جاویں گے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس شیطانی خیال کو بھی باطل فرمادیا اور بتلا دیا وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔

اپنی صفت وحدانیت والوہیت کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنا الرَّحْمٰنُ اور الرَّحِيْمُ ہونا بیان فرمایا، الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ یعنی دنیا اور آخرت میں ہر چھوٹی بڑی نعمت، تربیتِ جسمانی و رُوحانی، صحت و دولت، علم و ہدایت اُسی نے مہیا کئے جسمانی و روحانی قوی مرحمت فرمائے، تو جب وہی ان تمام چیزوں کا عطاء کرنے والا ہے اور دین دُنیا میں سب اُسی کی رحمت کے محتاج ہیں تو اور کس کا منہ ہے کہ معبودیت والوہیت کا دعویٰ کر سکے۔

توحید ذات وصفات کی آٹھ دلیلیں

وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ...... وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

۱- پہلی چیز آسمانوں اور زمین کی پیدائش بیان کی گئی، آسمانوں کی بلندی، لطافت کشادگی پر غور کیجئے پھر ان میں ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے لاکھوں نہیں کروڑوں ستارے اور سیارے، اس طرح کہ ہر ایک کی شان جدا، ہر ایک کا رنگ جدا، ہر ایک کی حرکت جُدا، تو اس عجیب وغریب نظام کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کارخانہ کسی علیم، قدیر، مُدبر حکیم اور قادر مطلق کے قبضہ قدرت میں ہے۔ علیٰ ہذا زمین کی پیدائش میں بھی اس کی وحدانیت اور کمال قدرت ورحمت کی دلیل ہے تمام عالم کے بسنے والوں کیلئے زمین اُن کے قدموں کے تلے بچھی ہوئی ہے اسی زمین پر رہتے سہتے ہیں اور اپنی مرضی کے موافق آرام دہ مکانات بناتے ہیں اسی زمین سے پیدا شدہ غذاؤں اور پھلوں، چشموں اور نہروں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، سونا، چاندی، پیتل، تانبا، لوہا وغیرہ سب اسی زمین میں اللہ کی قدرت سے نکلتا ہے۔ ان سب سے اللہ کی قدرت وحکمت ظاہر ہے اور یہ سب اس قادر مطلق ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

۲- دوسری دلیل دن اور رات کا اختلاف ارشاد فرمائی، دن گذرتا ہے تو رات آتی ہے۔ رات جاتی ہے تو دن آتا ہے اگر دن نہ ہوتا فقط رات ہی ہوتی تو عالم ہمیشہ تاریکی اور ظلمت کی مصیبت میں گرفتار ہوتا اور چلنا، پھرنا کام کاج کرنا مشکل ہو جاتا اور اگر رات نہ ہوتی فقط دن ہی دن ہوتا تو اس راحت وآرام چین وسکون سے جو رات کی نیند اور سکون سے حاصل ہوتا ہے اس سے تمام جہان محروم ہو جاتا جس کے قبضۂ قدرت میں آسمان، زمین، چاند، سورج کی ڈور ہے وہی ذات باری تعالیٰ کی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

وَالْفُلْكِ	الَّتِيْ	تَجْرِيْ	فِي	الْبَحْرِ	بِمَا	يَنْفَعُ	النَّاسَ	وَمَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	مِنَ السَّمَآءِ
اور کشتی	جوکہ	بہتی ہے	میں	سمندر	ساتھ+جو	نفع دیتی ہے	لوگ	اور جوکہ	اتارا	اللہ	آسمانوں سے

اور جہازوں میں جوکہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر اور پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا

مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ

مِنْ	مَّآءٍ	فَاَحْيَا	بِهِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا	وَبَثَّ	فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ	دَآبَّةٍ
سے	پانی	پھر زندہ کیا	اس سے	زمین	اس کے مرنے کے بعد	اور پھیلائے	اس میں	سے	ہر قسم	جانور

پھر اس سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے

وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

وَتَصْرِيْفِ	الرِّيٰحِ	وَالسَّحَابِ	الْمُسَخَّرِ	بَيْنَ	السَّمَآءِ	وَالْاَرْضِ	لَاٰيٰتٍ	لِقَوْمٍ	يَعْقِلُوْنَ
اور بدلنا	ہوائیں	اور بادل	تابع	درمیان	آسمان	اور زمین	نشانیاں	لوگوں کیلئے	عقل والے

اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مقید رہتا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ ...... لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

۳۔ تیسری دلیل کشتی اور جہاز کے پانی پر چلنے کی دی گئی، ایک تولہ لوہا تانبا ایک منٹ کیلئے پانی پر نہیں ٹھہرتا مگر جہاز و کشتی جس میں منوں لوہا اور تانبا لگا ہوتا ہے ان جہاز اور کشتیوں کو پہاڑ جیسی موجوں سے بچانا اور ہوا موافق رکھنا سب اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

۴۔ چوتھی دلیل آسمان سے مینہ کا اُتارنا یعنی بادل سے بارش کا نازل کرنا ارشاد فرمائی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے وجود اور قدرت کاملہ کی پکی نشانی ہے۔ ہزارہا من پانی بادلوں میں بھرا ہوا ہوتا ہے جس کو فرشتے ہوا میں اِدھر اُدھر لئے پھرتے ہیں جہاں جس قدر ضرورت ہوتی ہے مشیت الٰہی کے حکم سے برساتے ہیں۔

۵۔ پانچویں دلیل اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کرنے میں دی گئی یعنی بارش اور پانی سے خشک اور تپتی ہوئی مُردہ زمین میں ازسرِنو جان پڑنا اور اس سے غلہ، اناج، گھاس پات، پھل پھول کے درخت اُگانا، یہ سب اُسی قدرت والے کا کام ہے۔

۶۔ چھٹی دلیل زمین پر ہر قسم کے حیوانات کے پھیلا دینے میں دی گئی، حیوانات کی ہزارہا انواع و اقسام ہیں، اُن کی گنتی اور شمار انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ پھر ان سب کی حفاظت کرنا انہیں ان کی غذا کے موافق روزیاں پہنچانا، یہ سب قدرتِ الٰہی کا کام ہے۔

۷۔ ساتویں دلیل ہواؤں کے بدلنے میں دی گئی کبھی ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور کبھی گرم لُو کا چلنا کہیں ہوا کم ہونا کہیں زیادہ ہونا، یہ سب قدرتِ خداوندی کا انتظام ہے اُس کے حکم سے یہی ہوا کہیں رحمت بن کر انسانوں کے زیست کا ذریعہ ہے۔ کہیں اس کے حکم سے قہر و جلال بن کر ہلاکت کا سبب ہو جاتی ہے۔

۸۔ آٹھویں دلیل ابر کا آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہونے میں دی گئی یہ بھی اس پروردگار عالم کے کمال قدرت کی دلیل ہے کہ باوجود ہزارہا ٹن پانی سے بھرا ہوا بادل فضا میں معلق رہتا ہے، وزن سے نیچے نہیں گرتا۔

ان دلائل اور نشانیوں کو بیان فرما کر کہ جو ایک قادرِ مطلق، مختارِ کل، حکیم و علیم واحد و یگانہ صانع کا پتہ دیتے ہیں ارشاد فرمایا: یعنی یہ عقلمندوں کیلئے قدرتِ خدا کی نشانیاں ہیں، جن سے عقلمند اور سمجھ رکھنے والے لوگ اپنے معبودِ حقیقی کے وجود کو پا لیتے ہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ

وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّتَّخِذُ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اَنْدَادًا	يُّحِبُّوْنَهُمْ	كَحُبِّ	اللّٰهِ	وَالَّذِيْنَ
اور سے	لوگ	جو	بناتے ہیں	سے	سوائے	اللہ	شریک	محبت کرتے ہیں ان سے	جیسے محبت	اللہ	اور جو لوگ

اور ایک آدمی وہ ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریک قرار دیتے ہیں اُن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ضروری ہے اور جو مؤمن ہیں

اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ

اٰمَنُوْٓا	اَشَدُّ	حُبًّا	لِّلّٰهِ
ایمان لائے	سب سے زیادہ	محبت	اللہ کیلئے

ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

مشرکین کی غیر اللہ سے محبت

گذشتہ آیات سے خدا کی ذات وصفات و وحدانیت اور خالق کائنات ہونا ثابت ہوگیا تو اہلِ عقل اور صاحب فہم انسان کیلئے عقل کا تقاضا یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی کو عبادت ومحبت کیلئے مخصوص کرے لیکن بعض بیوقوف اور نافہم لوگ باوجود کھلی ہوئی دلیلوں کے پھر شرک میں مبتلا ہیں اور خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بناتے ہیں، غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں جیسی خدائے پاک ذات کی کرنی چاہیے تھی اِسی کو یہاں ان آیات میں ارشاد فرمایا جاتا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ اور ایک آدمی وہ بھی ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریکِ خدائی قرار دیتے ہیں اور اُن کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنا ضروری ہے۔

اہلِ ایمان کی اللہ تعالیٰ سے محبت

اہل ایمان کی کیا حالت ہوتی ہے، اس کے متعلق ارشاد فرمایا گیا: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اور جو مؤمن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے ہی نفع وضرر کو وابستہ جانتے ہیں، ذات وصفات الٰہی میں کسی کو شریک نہیں کرتے اور سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو احکام الٰہی کی فرمانبرداری میں اپنا جان و مال فدا کرنے کو تیار ہوتے ہیں اُسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے حکم کے مقابل کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔

محبت الٰہی کی پہچان اور علامتیں تو بہت ہیں مگر تین خاص علامتیں جو علمائے محققین نے لکھی ہیں وہ یہ ہیں:

۱......انسان نفس کی خواہش پر حق تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دیتا ہو اور اس کے حکم کی تعمیل کو ہر کام پر مقدم سمجھتا ہو یعنی حدود شرعیہ کا ہر وقت لحاظ رکھتا ہو۔

۲......اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شائق ہو اور موت سے گھبراتا نہ ہو، اور اگر زندگی چاہتا بھی ہو تو محض اس لئے کہ معرفت حق جتنی زیادہ حاصل ہو اتنی ہی بہتر ہے۔

۳......حکم الٰہی اور قضا وقدر پر راضی رہتا ہو کہ اچھا بُرا جو کچھ بھی پیش آتا ہے اس پر زبان یا دل سے شکوہ نہیں کرتا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت سے نوازے، ہر نیک عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ سے ہماری محبت میں اضافہ ہو، ذکر اللہ کی پابندی نصیب ہو اور اللہ والوں کی محبت وصحبت نصیب ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ

وَلَوْ	يَرَى	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْٓا	اِذْ يَرَوْنَ	الْعَذَابَ	اَنَّ	الْقُوَّةَ	لِلّٰهِ	جَمِيْعًا	وَّاَنَّ
اور اگر	دیکھ لیں	وہ جنہوں نے	ظلم کیا	جب دیکھیں گے	عذاب	کہ	قوت	اللہ کیلئے	تمام	اور یہ کہ

اور اگر دیکھ لیں یہ ظالم اُس وقت کو جبکہ دیکھیں گے عذاب کہ قوت ساری اللہ ہی کیلئے ہے اور یہ کہ

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا

اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعَذَابِ	اِذْ تَبَرَّاَ	الَّذِيْنَ	اتُّبِعُوْا	مِنَ	الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْا	وَرَاَوُا
اللہ	سخت	عذاب	جب بیزار ہو جائیں گے	وہ لوگ جو	پیروی کی گئی	سے	جنہوں نے	پیروی کی	اور وہ دیکھیں گے

اللہ کا عذاب سخت ہے جبکہ وہ لوگ جن کے کہنے پر دوسرے چلتے تھے اُن لوگوں سے صاف الگ ہو جاویں گے جو انکے کہنے پر دوسرے چلتے تھے اور سب

الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾

الْعَذَابَ	وَتَقَطَّعَتْ	بِهِمُ	الْاَسْبَابُ
عذاب	اور کٹ جائیں گے	ان سے	وسائل

عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور باہم ان میں جو تعلقات تھے اسوقت سب قطع ہو جائیں گے۔

غیر اللہ سے عقیدت کا انجام:

وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ وہ کافر لوگ جو غیر اللہ سے محبت اور انکی پرستش کرتے ہیں اا رکھتے ہیں کہ اُن کے معبود مصیبت کے وقت اُن کے کام آئیں گے تو ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اگرچہ محبت کا تقاضا یہی ہے کہ مصیبت کے وقت محبوب محب کے کام آئے لیکن قیامت کے روز جب یہ باطل پرست عذاب الٰہی کو دیکھیں گے اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کامل قدرت و غلبہ خدا ہی کیلئے ہے اور عذاب الٰہی بہت سخت ہے اور خدا ہی کے قبضہ میں عذاب دینا ہے اور یہ باطل معبود عذاب الٰہی سے بچا نہیں سکتے تو اس وقت ان کی خواہش اور تمنا ہوگی کہ کاش دنیا میں ہم شرک و نافرمانی نہ کرتے۔

ہولناک منظر:

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ یعنی آخرت کا ایک ہولناک اور حسرت ناک منظر وہ ہوگا جبکہ ان مشرکین کے متبوعین یعنی وہ ذی اثر پیشوا اور سردار جن کے کہنے پر عوام مشرکین چلتے تھے ان عام مشرکین سے صاف الگ ہو جائیں گے جو اُن کے کہنے پر چلتے تھے اور سب خواص و عوام عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور باہم اُن میں جو تعلقات تھے کہ ایک تابع تھا دوسرا متبوع تھا وغیرہ وغیرہ اس وقت سب قطع ہو جاویں گے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں فقط اپنی ہی محبت عطاء فرمائے اور دنیا و آخرت کی سرفرازی سے کامیاب کرے، ہر قسم کے شرک، ریاء وغیرہ سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ط

وَقَالَ	الَّذِیْنَ	اتَّبَعُوْا	لَوْ اَنَّ	لَنَا	کَرَّۃً	فَنَتَبَرَّاَ	مِنْهُمْ	کَمَا	تَبَرَّءُوْا	مِنَّا
اور کہیں گے وہ	وہ جنہوں نے	پیروی کی	کاش کہ	ہمارے لئے	دوبارہ	تو ہم بیزاری کرتے	اس سے	جیسے	انہوں نے بیزاری کی	ہم سے

اور یہ تابع لوگ کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو ذرا ایک دفعہ جانا مل جائے تو ہم بھی ان سے صاف الگ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے صاف الگ ہو بیٹھے

کَذٰلِکَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ ط وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ع ۱۶۷

کَذٰلِکَ	یُرِیْهِمُ	اللّٰهُ	اَعْمَالَهُمْ	حَسَرٰتٍ	عَلَیْهِمْ	وَمَا هُمْ	بِخٰرِجِیْنَ	مِنَ النَّارِ
اسی طرح	انہیں دکھائے گا	اللہ	ان کے عمل	حسرتیں	ان پر	اور نہیں وہ	نکلنے والے	آگ سے

اللہ تعالیٰ یوں ہی اُن کی بداعمالیوں کو خالی ارمان کرکے اُن کو دکھلا دیں گے اور ان کو دوزخ سے نکلنا بھی نصیب نہ ہوگا۔

ناکام حسرت:

اور جب یہ تابع لوگ یعنی عام مشرکین اپنے پیشواؤں کی یہ طوطا چشمی دیکھیں گے تو بڑے جھنجھلاویں گے اور اپنے پیشواؤں سے صاف اور کورا جواب سُن کر بڑی حسرت اور نا اُمیدی کے عالم میں گرفتار ہوں گے مگر اُس وقت اور تو کچھ ہو نہ سکے گا۔ جھلا کر یوں کہیں گے:

وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا

اور یہ تابع لوگ کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو دُنیا میں بس ذرا ایک دفع جانا مل جاوے تو ہم بھی اُن سے اتنا بدلہ تو لے لیں کہ اگر یہ پھر ہم کو اپنا تابع ہونے کی ترغیب دیں تو ہم بھی انہیں صاف ٹکہ سا جواب دے کر علیحدہ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے اس وقت صاف الگ ہو بیٹھے مگر ان تجویزوں اور سوچ بچار سے اُس وقت کیا ہاتھ آوے گا ایسے مشرکین و باطل پرستوں کیلئے آگے ارشاد ہوتا ہے:

کَذٰلِکَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ

اللہ تعالیٰ یوں ہی ان کی بداعمالیوں کو خالی ارمان کر کے اُن کو دکھلاویں گے اور ان تابعین اور متبوعین سب کو جہنم سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا کیونکہ شرک کی سزا دائمی جہنم ہے۔ اور ان کی یہ حسرت کبھی پوری نہ ہوگی اور یہ خلش کانٹا بن کر کھٹکتی رہے گی۔

اس طرح کا دائمی عذاب کافروں ہی کیلئے ہوگا مگر مسلمانوں کو اس طرح کی آیات پڑھ کر غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہئے کہ دائمی عذاب تو کافروں کیلئے ہے الحمدللہ ہمیں تو نہیں ہوگا۔ مگر دوستو! ایک لمحہ کا عذاب بھی نہ جانے کس طرح کا ہوگا اس لئے کبھی بھی غفلت اور سستی کا شکار نہ ہونا چاہئے ایک ایک لمحہ کا عمل نہ جانے آخرت کی کتنی کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اس لئے کوئی لمحہ بھی غفلت میں یا گناہ میں ہرگز مشغول نہ ہونا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت کاملہ نصیب فرمائیں اور اپنی رضا والی زندگی گذارنا نصیب فرمائیں

یا اللہ! اپنے کرم سے ہمیں آخرت کی خیر و خوبی نصیب فرما اور میدانِ حشر میں حسرت و ندامت سے بچا، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	كُلُوْا	مِمَّا	فِى الْاَرْضِ	حَلٰلًا	طَيِّبًا	وَلَا	تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ
اے	لوگ	تم کھاؤ	اس سے جو	زمین میں	حلال	پاک	اور نہ	پیروی کرو	قدم جمع

اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں اُن میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور

الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

الشَّيْطٰنِ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ	
شیطان	بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلا	

شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

بندوں کے حرام کہنے سے کوئی چیز حرام نہیں بن جاتی

مشرکین عرب اپنے معبودوں کو خوش کرنے کیلئے سانڈ وغیرہ جانوروں کو اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیا کرتے تھے کہ وہ جہاں چاہیں گھومیں پھریں اور کھائیں پئیں ایسے جانوروں کے متعلق انہوں نے یہ عقیدہ بنایا ہوا تھا کہ اُن کا کھانا، ان کا دودھ پینا اور اُن سے کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں۔ اس طرح یہ مشرکین اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کر دیتے تھے ان آیات میں بتلایا گیا کہ جن حلال اور طیب چیزوں کو تم نے اپنی طرف سے حرام کر رکھا ہے وہ حرام نہیں شرعی حلال پاک چیزوں کی تحریم کا ارتکاب کر کے شیطان کے قدم بقدم مت چلو اور اُس کے جاری کیے ہوئے طریقوں سے پرہیز کرو۔

حلال اور طیب رزق:

حلال وہ ہے جس کی شریعتِ اسلامیہ نے ممانعت نہ کی ہو اور اسے جائز کہا ہو، حرام اور ناپسندیدہ نہ قرار دیا ہو۔ طیب وہ ہے جو حلال ہو ساتھ ہی نجاست و گندگی سے بالکل پاک صاف ہو، ظاہری نجاست سے بھی اور باطنی نجاست سے بھی یعنی کسی غیر کا حق اُس سے متعلق نہ ہو غصب، خیانت، رشوت، سود وغیرہ یا کسی اور ناجائز طریقہ سے اُسے حاصل نہ کیا گیا ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایمان لانے اور نماز پڑھنے کی فرضیت کے بعد رزق حلال کی تلاش فرض ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں اپنے حلال سے رزق عطاء فرما اور حرام سے بچا،

ہمیں حلال اور پاکیزہ رزق وافر عطاء فرما جسے کھا کر ہم تیرا شکر ادا کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ❁❁

اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

لَا تَعْلَمُوْنَ	مَا	عَلَی اللّٰہِ	تَقُوْلُوْا	وَاَنْ	وَالْفَحْشَآءِ	بِالسُّوْٓءِ	یَاْمُرُکُمْ	اِنَّمَا
تم نہیں جانتے	جو	اللہ پر	تم کہو	اور یہ کہ	اور بے حیائی	بُرائی	تمہیں حکم دیتا ہے	صرف

وہ تو تم کو اُن ہی باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ بری اور گندی ہیں اور یہ کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ کہ جس کی تم سند بھی نہیں رکھتے۔

شیطان کا کام

اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

یہاں اس آیت میں شیطان کی دو خصوصیتیں بیان کی گئیں۔

(۱) پہلی خصوصیت یہ کہ وہ ہمیشہ انسانوں کو برائی بدی اور بے حیائی ہی سکھاتا ہے اور کسی نہ کسی شرارت فتنہ وفساد ہی پر اُکساتا ہے۔

(۲) دوسری خصوصیت یہ کہ وہ انسان کو ترغیب دیتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ اپنی طرف سے من گھڑت عقیدے گھڑا کرے اور من گھڑت باتیں بنایا کرے اور ظاہر یہ کرے کہ یہ اللہ کا حکم ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان باتوں کا حکم نہیں دیتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ بدعت کی بھی یہی حقیقت ہے کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے موجب ثواب قرار نہیں دیا اُس کام کو بلا دلیل شرعی موجب ثواب قرار دے۔

شیطان برائی پر کیسے آمادہ کرتا ہے

اب یہاں اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ یعنی شیطان کے امر اور حکم کرنے سے کیا مراد ہے اور وہ کس طرح برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے؟ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ شیطان کے امر اور حکم کرنے سے مراد دل میں وسوسہ ڈالنا ہے جیسا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کے قلب میں ایک شیطانی الہام واثر ہوتا ہے اور دوسرا ملکوتی فرشتہ کی طرف سے شیطانی وسوسہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بُرے کام کرنے کے فوائد ومصالح سامنے آتے ہیں اور حق کو جھٹلانے کی راہیں کھلتی ہیں اور الہام فرشتہ کا اثر خیر ونیکی پر انعام و فلاح کا وعدہ اور حق کی تصدیق پر قلب کا مطمئن ہونا ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو رزق حلال عطا فرما اور اس کے برکات نصیب فرما اور ناجائز چیزوں سے بچا۔

یا اللہ! شیطان لعین جو ہمارا ازلی دشمن ہے اُس کے مکر وفریب سے ہماری حفاظت فرما اور اس کے وساوس وخطرات سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔

یا اللہ! تقویٰ وطہارت کی دولت سے ہم کو سرفراز فرما اور ظاہری وباطنی سُوْٓء و فَحْشَاء سے ہماری حفاظت فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمُ	اتَّبِعُوْا	مَآ اَنْزَلَ	اللّٰهُ	قَالُوْا	بَلْ نَتَّبِعُ	مَآ اَلْفَيْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا
اور	جب	کہا جاتا ہے	انہیں	پیروی کرو	جو اُتارا	اللہ	وہ کہتے ہیں	بلکہ ہم پیروی کریں گے	جو ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپ دادا

اور جب کوئی اُن لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم بھیجا ہے اُس پر چلو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اُسی پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

	اَوَلَوْ	كَانَ	اٰبَآؤُهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ	شَيْـًٔا	وَلَا يَهْتَدُوْنَ	
	بھلا اگرچہ	ہوں	انکے باپ دادا	نہ سمجھتے ہوں	کچھ	اور نہ ہدایت یافتہ ہوں	

کیا اگرچہ اُن کے باپ دادا نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں؟ اور نہ ہدایت رکھتے ہو؟

اپنے آباء کی بے بنیاد تقلید

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں سے ہمکلام ہوئے اور اسلام دینِ حق کی خوبی سمجھائی اور یہود کو اس قدر لاجواب کیا کہ اُن کے پاس ترکِ اسلام کا کوئی عذر نہ رہا، آخر میں انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر نہیں پایا ہم تو انہیں کے نقشِ قدم چلیں گے حق تعالیٰ اُن کی اس بات کا ردّ فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے: اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ گویا حق تعالیٰ نے اس آیت میں منکرینِ اسلام کی کم عقلی اور بدفہمی بیان فرمائی کہ یہ بھی کوئی عقل اور سمجھ کی بات ہے کہ ہر بات میں باپ دادا ہی کے رسم کی پیروی کی جائے ہاں اگر ان کے آباؤ واجداد صاحبِ علم ہوتے اور توحید کو جانتے ہوتے اور راہِ ہدایت پر ہوتے اور پھر یہ لوگ ان کا اتباع کرتے تو کوئی بات بھی تھی اور جبکہ وہ دین سے ناواقف، سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہوں پھر بھی یہ انہیں کا اتباع کریں گے اس طرح مشرکین کی باطل عقائد واعمال میں آباؤ واجداد میں اندھی تقلید اور پیروی کی مذمت اور ممانعت فرمائی گئی لیکن یہاں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اب بعض مسلمان بھی دین سے ایسے بیگانہ ہوگئے ہیں کہ جب اُن کے سامنے قرآن وحدیث اور اللہ اور رسول کا حکم اور قانون پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو اور شریعت کے حکم کے مطابق عمل کرو تو ان کا جواب بھی یہی ہوتا ہے کہ ہم تو اپنے باپ دادا اور بڑوں کی رسموں اور خاندانی روایات کا لحاظ کریں گے اور اسی طریقہ پر چلیں گے جن پر ہم نے اپنے بڑے بوڑھوں کو چلتے دیکھا ہے۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ آباء کی تقلید باطل میں حرام ہے حق میں جائز بلکہ مستحسن ہے، امام قرطبیؒ نے اسی آیت کے ذیل میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کے متعلق لکھا ہے: "کچھ لوگوں نے اس آیت کو تقلید کی مذمت میں پیش کیا ہے اور یہ باطل کے معاملہ میں تو صحیح ہے لیکن حق کے معاملہ میں تقلید کا اس سے کوئی تعلق نہیں، حق میں تقلید کرنا تو دین کے اصول میں سے ایک مستقل بنیاد ہے اور مسلمانوں کے دین کی حفاظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے کہ جو شخص اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ دین کے معاملہ میں تقلید ہی پر اعتماد کرتا ہے۔"

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہٹ دھرمی، ضد اور عناد سے محفوظ رکھے اور انعام یافتہ حضرات انبیاء کرام، صدیقین، صلحاء اور اولیاء اور شہداء کے راستہ پر قائم رکھے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ

وَمَثَلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	كَمَثَلِ	الَّذِيْ	يَنْعِقُ	بِمَا	لَا يَسْمَعُ	اِلَّا	دُعَآءً	وَّنِدَآءً
اور مثال	جن لوگوں نے	کفر کیا	مانند حالت	وہ جو	پکارتا ہے	اس کو جو	نہیں سنتا	سوائے	پکارنا	اور چلانا

اور ان کافروں کی کیفیت اُن کے مثل ہے کہ ایک شخص ہے وہ ایسے جانور کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز بلانے اور پکارے کے کوئی بات نہیں سنتا

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

صُمٌّ	بُكْمٌ	عُمْيٌ	فَهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ
بہرے	گونگے	اندھے	پس وہ	نہیں سمجھتے

یہ کفار بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں سو سمجھتے کچھ نہیں۔

منکرینِ حق کی مثال

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ.... لَا يَعْقِلُوْنَ "یعنی وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں وہ حق کی طرف نہیں لوٹیں گے۔"

کفار کے بارہ میں یہاں اس آیت میں بتلایا گیا کہ باوجود یہ کہ اُن کے پاس کان، زبان اور آنکھیں موجود ہیں مگر ان سے حق کے سننے، بولنے اور دیکھنے کا کام نہیں لیتے اس لئے یہ نہ ہونے کے برابر ہیں، اس معنی میں وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں اور چونکہ یہی تین چیزیں ذریعہ ہیں حق کو سمجھنے کی اور وہ انہی تین چیزوں سے کام نہیں لیتے اس لئے حق کو نہیں سمجھتے، اگرچہ اس آیت میں کفار و منکرین کی حالت اور مثال بیان کی گئی ہے مگر یہی حالت ہر دعوتِ حق کو قبول نہ کرنے والے کی ہے گویا کہ وہ بہرا ہے حق کی آواز سن کر دل پر اثر نہیں کرتی اور سنی بات کو اَن سنی کر دیتا ہے، اسی طرح وہ گویا گونگا ہے کہ زبان سے حق کا اعتراف اور اقرار نہیں کرتا اور اندھا ہے کہ راہِ حق کو نہیں دیکھتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر سننے، دیکھنے اور بولنے کی طاقتوں کا استعمال حق کیلئے نہ ہو اور حق کی راہ میں کام نہ آئیں تو ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ جس ہستی نے انسان کو یہ طاقتیں بخشی ہیں اگر یہ اُسی کے احکام کے مطابق کام نہ کریں انسان کو حقیقی مالک کا راستہ نہ بتائیں تو پھر ان کے ہونے کا کیا فائدہ؟ حق کی بات پر غور نہ کرنے والے اس جانور کی طرح ہیں جس کے کان میں پکارنے والے کی آواز اور الفاظ تو آ رہے ہیں مگر وہ معنی و مفہوم کچھ نہیں سمجھتا۔ دعوتِ حق کے منکرین کا معاملہ بھی یہی ہے کہ داعی کے الفاظ تو سن رہے ہیں لیکن اس کے مفہوم و معنی پر غور نہیں کرتے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر حال میں ہم کو حق کے ساتھ وابستہ رکھیں اور حق کی پیروی کی توفیق عطا فرمائیں، اور ناحق سے بچائیں۔

یا اللہ! ہم کو حق کا بولنے، سننے اور دیکھنے والا بنائیے اور حق میں اپنے اکابر سلف صالحین کی تقلید و اتباع نصیب فرمائیے، آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُلُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا رَزَقْنٰكُمْ	وَاشْكُرُوْا	لِلّٰهِ	اِنْ كُنْتُمْ	اِيَّاهُ
اے	جو لوگ	ایمان لائے	تم کھاؤ	سے	پاک	جو ہم نے تمھیں دیا	اور شکر کرو	اللہ کا	اگر تم ہو	صرف اسکی

اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے کھاؤ اور حق تعالیٰ کی شکر گذاری کرو اگر تم خاص اُن کے ساتھ

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾	تَعْبُدُوْنَ
غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔	بندگی کرتے ہو

اللہ تعالیٰ کے دیئے رزق کو کھاؤ اور شکر کرو

پاکیزہ اور حلال کھانے کا حکم پہلے گذر چکا ہے لیکن چونکہ مشرکین شیطان کی پیروی سے باز نہیں آتے اور حق بات سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھے ہیں اس لئے اب انہیں چھوڑ کر مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم پاکیزہ کھانے کھاؤ اور یہ پاکیزہ رزق ہمارا ہی دیا ہوا ہے اس لئے اسے کھا کر ہمارا ہی شکر ادا کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

اے ایمان والو ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے کہ جو شرع کی رُو سے پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے جو چاہو کھاؤ برتو اور اس اجازت کے ساتھ یہ حکم ہے کہ حق تعالیٰ کی شکر گذاری کرو زبان سے بھی، ہاتھ پاؤں سے خدمت و طاعت بجا لا کر بھی اور دِل سے ان نعمتوں کو منجانب اللہ سمجھ کر بھی اگر تم خاص اُسی کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو یعنی اگر واقعی تم دل و جان سے صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو اس بات کا عملی ثبوت بھی دو اور اللہ کی دی ہوئی حلال چیزوں کا ایک شکر یہ بھی ہے کہ انہیں عصیان و نافرمانی کا ذریعہ نہ بنائے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال اپنی طرف سے نہ بنایا جائے جیسا کہ مشرکین نے بنا رکھا تھا کہ بعض حلال جانوروں کو اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا۔

حرام مال کی نحوست

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی بندہ حرام کماتا ہے اور پھر اس سے صدقہ کرے تو اس کا صدقہ قبول نہیں ہے۔ اور اس میں سے خرچ کرے تو اس کیلئے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ اور اگر اس کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا تو یہ مال اس کیلئے دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہوگا...... ایک حدیث میں ہے کہ جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں کرے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال و پاکیزہ عطاء فرمائے، حرام سے محفوظ رکھے۔

یا اللہ ہمیں پاکیزہ اور حلال رزق عطاء فرما۔ ہمارا کھانا، پینا، پہننا، رہنا سب رزق حلال سے ہو، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❀❀ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❀❀

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ

إِنَّمَا	حَرَّمَ	عَلَيْكُمُ	الْمَيْتَةَ	وَالدَّمَ	وَلَحْمَ	الْخِنْزِيرِ	وَمَا	أُهِلَّ	بِهِ	لِغَيْرِ اللّٰهِ
درحقیقت	حرام کیا	تم پر	مُردار	اور خون	اور گوشت	سُوَر	اور جو	پکارا گیا	اس پر	اللہ کے سوا

اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو اور خون کو اور خنزیر کو اور ایسے جانور کو جو غیراللہ کے نامزد کردیا گیا ہو

حرام چیزیں:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ

اول مَیْتَہ یعنی مُردار جس جانور کا ذبح کرنا شرعاً ضروری ہو اور وہ بلا ذبح ہلاک ہو جائے تو وہ مُردار ہے اور حرام ہو جاتا ہے اسی طرح کوئی جانور پہاڑ پر سے گر کر مر گیا یا اُس کو کسی درندہ نے پھاڑ لیا یا اُس کا گلا گھونٹ کر مارا ہو ان سب کو شریعت کی رو سے مَیْتَہ یعنی مُردار کہیں گے۔ جس جانور کو ذبح کرنا ضروری نہیں وہ دو طرح کے ہیں ایک ٹڈی اور مچھلی دوسرے وحشی جیسے ہرن وغیرہ جبکہ اُس کے ذبح پر قدرت نہ ہو تو اسکو دُور ہی سے تیر یا کسی دوسرے دھاری دار ہتھیار سے اگر بسم اللہ کہہ کر زخمی کیا جائے تو حلال ہو جاتا ہے البتہ بندوق کا شکار ذبح کئے بغیر حلال نہیں کیونکہ بندوق کی گولی میں دھار نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہمارے لئے دو مُردار حلال کر دیئے گئے ایک مچھلی دوسرے ٹڈی اور دو خون حلال کر دیئے گئے ایک جگر دوسرے طحال پس ٹڈی اور مچھلی بغیر ذبح کے حلال ہیں خواہ وہ خود مر جائیں گے یا کسی کے مارنے سے مر جائیں، البتہ جو مچھلی سڑ جانے کی وجہ سے پانی کے اوپر آجائے وہ حرام ہے اسی طرح اگر زندہ جانور کے جسم سے کوئی گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا جائے تو وہ بھی مَیْتَہ یعنی مردار میں شمار کیا جائے گا۔ دوسری چیز جو یہاں آیت میں حرام قرار دی گئی وہ دَم یعنی خون ہے جو بہتا ہو جما ہوا خون یعنی گردہ، جگر یا کلیجی، تلی یہ بحکم حدیث حلال ہیں۔ تیسری چیز جو حرام فرمائی گئی وہ لَحم خنزیر ہے یعنی سور کا گوشت، تمام اُمتِ اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سُور کی کل چیزیں یعنی گوشت، پوست، چربی، ہڈی، بال وغیرہ سب حرام و نجس ہیں کیونکہ یہ جانور حرص، بے حیائی اور بے غیرتی اور نجاست خوری میں مشہور ہے، جو قومیں خنزیر کھاتی ہیں اُن سے حیا و غیرت، عزت و ناموس رخصت ہو جاتی ہے نیز یہ جانور انسان کے فضلہ کو بہت رغبت کے ساتھ کھاتا ہے اور فضلہ انسانی خنزیر کی خاص خوراک ہے اور اس کا گوشت پوست زیادہ تر فضلہ انسانی سے پیدا ہوتا ہے اس طرح خنزیر کا گوشت کھانا گویا کہ اپنا ہی فضلہ کھانا ہے اس لئے حق تعالیٰ نے آٹھویں پارہ سورہ انعام میں لحم خنزیر کے متعلق فرمایا فَإِنَّهُ رِجْسٌ کیونکہ وہ نجس العین ہے۔

چوتھی چیز جس کو آیت میں حرام قرار دیا گیا ہے وہ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی وہ جانور جو غیر اللہ کیلئے نامزد کر دیا گیا ہو، اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ کسی جانور کو غیر اللہ کے تقرب کیلئے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح اُسی غیر اللہ کا نام لیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی جانور کو تقرب الیٰ غیر اللہ کیلئے ذبح کیا جائے لیکن بوقت ذبح اُن پر نام اللہ ہی کا لیا جائے جب یہ جانور غیر اللہ کیلئے نامزد ہو گئے تو یہ بوجہ شرک کے حرام ہو جاتا ہے۔ احادیث میں اور بعض دوسرے جانوروں کے کھانے کی بھی ممانعت آئی ہے چنانچہ بحکم حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو جانور اور پرندے شکار کر کے کھاتے ہیں یا اُن کی غذا فقط گندگی ہے ان کا کھانا جائز نہیں جیسے شیر، بھیڑیا، گیدڑ، کتا، بلی، بندر، شکرا، باز، گدھ وغیرہ اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا، مینا، فاختہ، چڑیا، بٹیر، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، ہرن، بطخ، خرگوش وغیرہ سب جائز ہیں، اسی طرح بحکم حدیث بجو، گوہ، گدھا، خچر کا گوشت کھانا درست نہیں۔ دریائی جانوروں میں سے فقط مچھلی حلال ہے باقی سب حرام ہیں۔

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ❁❁

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ ۭ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۷۳﴾

فَمَنِ	اضْطُرَّ	غَیْرَ بَاغٍ	وَّلَا عَادٍ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَیْہِ	اِنَّ	اللّٰہَ	غَفُوْرٌ	رَّحِیْمٌ
پس جو	لاچار ہو جائے	نہ سرکشی کرنیوالا	اور نہ حد سے بڑھنے والا	تو نہیں	گناہ	اس پر	بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

پھر بھی جو شخص بیتاب ہو جاوے۔ بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا۔ واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم

حالتِ مجبوری کا حکم

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ ۭ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

پھر بھی اللہ نے اتنی آسانی رکھی ہے کہ جو شخص بھوک سے بہت ہی بیتاب ہو جائے، بشرطیکہ نہ تو کھانے میں طالب لذت ہو اور نہ قدر ضرورت و حاجت سے تجاوز کرنے والا ہو تو اس حالت میں ان حرام چیزوں کے کھانے میں بھی اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا، واقعی اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم کہ ایسے وقت میں یہ رحمت فرمائی کہ گناہ کی چیز میں سے بھی گناہ اٹھا دیا، یعنی اضطرار کی حالت میں دو شرطوں کے ساتھ حرام چیز کھانے کی اجازت ہے۔

اِضطرار کے معنی بے بسی، لاچاری اور بے اختیاری کے ہیں اور یہ مجبوری اور بے اختیاری کئی طرح پر ہوتی ہے۔

اوّل یہ کہ کوئی حلال چیز اس کے پاس نہ ہو اور نہ کہیں سے حاصل کرنا ممکن ہو اور بھوک کے مارے اس کی جان پر آ بنے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ کوئی ظالم، جابر حرام چیز کھانے پر مجبور کرے اور کہے کہ اگر تو نہیں کھاتا تو تجھ کو مار ڈالتا ہوں اور اُس شخص کو یقین کامل ہو جائے کہ اگر میں انکار کروں گا اور نہ کھاؤں گا تو یہ ظالم ایسا کرے گا پس اضطرار کی ان سب صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے بندہ کو حرام چیز کھانے کی اجازت دی ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ، ایک شرط غذا کھانے والے کی نیت اور ارادہ نافرمانی نہ ہو نہ اس کو لذت مطلوب ہو، صرف جان بچانا مقصود ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کھانے میں زیادتی نہ کرنے والا ہو صرف اتنا کھائے کہ جس سے جان بچ جائے اور زندہ رہ سکے،

اسے اضطرار کے وقت میں بھی حرام چیزوں کی حرمت بدستور ہے اور حرام چیزیں اپنی جگہ حرام ہی ہیں مگر اضطرار کی وجہ سے اجازت ہے اور کھانے والے پر مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ کچھ گناہ نہیں، اور اگر کھانے میں کسی قدر بے اعتدالی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ غفور رحیم ہے یعنی اُمید ہے کہ وہ اپنی مہربانی سے اس بے اعتدالی کو بخش دے گا۔

آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جس شخص کی جان خطرہ میں ہو وہ جان بچانے کیلئے بطور دوا کے حرام چیز کو استعمال کر سکتا ہے ان شرطوں کے ساتھ۔

۱- حالت اضطرار کی ہو یعنی جان کا خطرہ ہو۔
۲- دوسری کوئی حلال دوا کارگر نہ ہو یا موجود نہ ہو۔
۳- اس دواء سے مرض کا ازالہ عادۃً یقینی ہو۔
۴- اس کے استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔
۵- قدر ضرورت سے زائد اسے استعمال نہ کیا جائے۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ اپنے فضل سے ہم کو جو رزق ظاہری عطا فرمائیں اس پر شکر گذاری کی توفیق بھی نصیب فرمائیں، اور اس رزق کو کھا کر آپ کی مرضیات والی زندگی گذارنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! آپ کا دیا ہوا رزق کھا کر آپ ہی کی نافرمانی کرنا یہ حد درجہ کی بے غیرتی ہے۔ یا اللہ اس سے کامل طور پر بچایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ❁❁ 12

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

إِنَّ	الَّذِينَ	يَكْتُمُونَ	مَا أَنزَلَ	اللَّهُ	مِنَ	الْكِتَابِ	وَيَشْتَرُونَ	بِهِ	ثَمَنًا	قَلِيلًا
بیشک	جو لوگ	چھپاتے ہیں	جو اتارا	اللہ	سے	کتاب	اور وصول کرتے ہیں وہ	اس سے	قیمت	تھوڑی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اُن کے معاوضہ میں متاعِ قلیل وصول

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

أُولَٰئِكَ	مَا يَأْكُلُونَ	فِي	بُطُونِهِمْ	إِلَّا	النَّارَ	وَلَا	يُكَلِّمُهُمُ	اللَّهُ	يَوْمَ الْقِيَامَةِ
یہی لوگ	نہیں کھاتے	میں	اپنے پیٹ (جمع)	مگر صرف	آگ	اور نہ	بات کرے گا	اللہ	قیامت کے دن

کرتے ہیں ایسے لوگ اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن سے نہ تو قیامت میں کلام کریں گے

وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾	وَلَا	يُزَكِّيهِمْ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	أَلِيمٌ	
اور نہ اُن کی صفائی کریں گے اور ان کو سزائے دردناک ہوگی۔	اور نہ	پاک کرے گا انہیں	اور ان کیلئے	عذاب	دردناک	

یہودی علماء کی حرام خوری اور اس کی سزا

اللہ تعالیٰ نے جو کتابِ آسمانی میں حلال وحرام کا حکم بھیجا یہود نے اُس کو چھپایا اور اپنی طرف سے اُس میں بڑھایا یا گھٹایا اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو چھپاتے تھے اور آپ کا حلیہ اور تعریف جو توراۃ میں تھی اُسے محو کرتے یا تغیر وتبدل کرکے ظاہر کرتے اور اُس کے عوض کچھ دنیوی حقیر مال حاصل کرلیتے عوام یہود سے اس کتمانِ حق کے عوض ان کو کچھ روپیہ پیسہ مل جاتا جس کا نام ہدیہ، نذرانہ اور شکرانہ رکھ چھوڑا تھا حالانکہ اُن کی یہ حرام خوری مُردار اور خنزیر کے کھانے سے بھی بدتر تھی اسی کو فرمایا گیا کہ وہ اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں یعنی گو ظاہر نظر میں ان کو وہ مال لذیذ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ آگ ہے جس کو خوش ہوکر اپنے پیٹ میں بھر رہے ہیں ان کی یہ حرام کمائی اُن کے واسطے آتش دوزخ کا سبب ہے۔

دوسری سزا

اللہ تعالیٰ اُن سے نہ تو قیامت میں کلام کریں گے اور نہ گناہ معاف کرکے اُن کی صفائی کریں گے اور ان کو سزائے دردناک ہوگی۔ یہاں کلام نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لطف ورحمت کے ساتھ اُن سے کلام نہ کیا جائے گا اور بطور ڈرانے دھمکانے اور ان کی تہدید وتذلیل کیلئے حق تعالیٰ کلام فرمائیں گے جس سے اُن کو سخت صدمہ اور غم ہوگا۔ حق تعالیٰ کی یہ بے التفاتی قیامت کے دن اُن کو جہنم سے بھی زیادہ جانکاہ معلوم ہوگی، ایک سزا اُن کو اور دی جائے گی اور وہ یہ کہ حق تعالیٰ اُن کو پاک صاف نہ کریں گے یعنی اہلِ ایمان گو کتنے ہی گنہگار ہوں مگر دوزخ میں زمانہ معین تک رہ کر اور گناہوں سے پاک ہوکر جنت میں بالآخر داخل کردیئے جائیں گے بخلاف کفار ومشرکین کے کہ وہ ہمیشہ نار میں رہیں گے اور کبھی پاک ہوکر جنت میں جانے کے قابل نہ ہونگے اور ان کیلئے ہمیشہ کا دردناک عذاب ہوگا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الضَّلٰلَةَ	بِالْهُدٰى	وَالْعَذَابَ	بِالْمَغْفِرَةِ	فَمَآ	اَصْبَرَهُمْ
یہ لوگ	جنہوں نے	مول لی	گمراہی	ہدایت کے بدلے	اور عذاب	مغفرت کے بدلے	سو کس قدر	بہت صبر کرنے والے وہ

یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر ضلالت اختیار کی اور مغفرت چھوڑ کر عذاب خریدا سو دوزخ کیلئے کیسے باہمت ہیں

عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى

عَلَى	النَّارِ	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	نَزَّلَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	وَاِنَّ	الَّذِيْنَ	اخْتَلَفُوْا	فِى
پر	آگ	یہ	اس لئے کہ	اللہ	نازل کی	کتاب	حق کیساتھ	اور بیشک	جو لوگ	اختلاف کیا	میں

یہ سزائیں اس وجہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے کتاب کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا اور یہ لوگ کتاب میں بے راہی کریں

الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع

الْكِتٰبِ	لَفِىْ	شِقَاقٍ	بَعِيْدٍ
کتاب	میں	ضد	دور

وہ ظاہر ہے کہ بڑی دور کی خلاف ورزی میں مبتلا ہوں گے۔

یہودیوں کے بے جا جرأت

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ

یعنی انہوں نے جو اس قدر اسباب جہنم کو اختیار کیا تو گویا عمداً جہنم کو اختیار کیا اور جہنم میں جانے کو پسند کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو آتش جہنم کے برداشت کی بہت کافی طاقت ہے جب تو اس قدر دلیری کے ساتھ انہوں نے اسبابِ جہنم کو اختیار کیا یہ گویا اظہار تعجب کے طور پر کہا گیا ہے۔

یہودیوں پر فردِ جرم

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ

یعنی یہ تمام سزائیں اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا تاکہ لوگوں پر حق واضح ہو اور تحقیق جن لوگوں نے ایسی کتاب میں بے راہی اختیار کی کہ اس کے مقصود ہی کو بدل دیا، اظہار حق کی بجائے کتمان حق کرنے لگے۔ تحقیق حق کی بجائے تلبیس حق کرنے لگے تو بلاشبہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی مخالفت میں ہیں کہ جس کتاب کو ہدایت کیلئے نازل فرمایا تھا اس کو گمراہی کا ذریعہ بنالیا اور ظاہر ہے کہ جو احکام خداوندی کی کھلم کھلا مخالفت کرے تو وہ ایسی ہی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! تمام امت مسلمہ کو عموماً اور علمائے امت کو خصوصاً دین فروشی کے جرم سے بچائے اور میدان حشر میں اپنے لطف وعنایت، رحمت ومغفرت سے ہم سب کو نواز دیجئے۔

یا اللہ! دین کے معاملہ میں ہم کو ہمیشہ حق گوئی اور راستی پر قائم رکھیے اور اتباع حق کی توفیق عطا فرمایئے اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

الْبِرَّ	وَلٰكِنَّ	الْمَغْرِبِ	وَ	الْمَشْرِقِ	قِبَلَ	وُجُوْهَكُمْ	تُوَلُّوْا	اَنْ	الْبِرَّ	لَيْسَ
نیکی	اور لیکن	مغرب	اور	مشرق	طرف	اپنے منہ	تم کرلو	کہ	نیکی	نہیں

کچھ سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ

النَّبِيّٖنَ	وَ	وَالْكِتٰبِ	وَالْمَلٰٓئِكَةِ	الْاٰخِرِ	وَالْيَوْمِ	بِاللّٰهِ	اٰمَنَ	مَنْ
نبی	اور	اور کتاب	اور فرشتے	آخرت	اور دن	اللہ پر	ایمان لائے	جو

اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتب پر اور پیغمبروں پر

یہودیوں کی خام خیالی اور نیکی کا جامع تصور

یہود مدینہ اپنے متعلق کہتے کہ ہم میں تو بہت سے اسباب و آثار ہدایت و مغفرت موجود ہیں کہ ہم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں اور آسمانی کتاب کی پیروی کرتے ہیں تو پھر ہم پر عذاب کیوں ہوگا؟ ان کے اس خیال کی تردید میں حق تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

"کچھ سارا کمال اسی میں نہیں آ گیا کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو کرلو لیکن اصلی کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر یقین رکھے اور پورے ضابطۂ ایمان اور اعمال اور اخلاق کا پابند ہو۔"

اللہ پر، آخرت پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیک وہ ہے اور مغفرت و نجات اُسی کیلئے ہے اور پکا متقی اور سچا مؤمن وہی ہے جو اللہ کے موجود ہونے، وحدہٗ لاشریک ہونے، خالق کائنات اور رب العلمین ہونے کا یقین رکھے ذات و صفات میں اُس کو یکتا و یگانہ سمجھے اور عیب و نقص کی ہر بات سے پاک اور ہر صفت کمال سے اس کو متصف یقین کرے۔

اور یوم آخرت پر ایمان رکھے اور ملائکہ پر ایمان لائے اُن کے وجود کو حق مانے اور یقین کیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک پاکیزہ مخلوق ہے جن میں نافرمانی کا عنصر ہی نہیں بلکہ اُن کا کام صرف اللہ کی بندگی اور اطاعت ہے۔ اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لائے کہ اللہ پاک نے ہدایت خلق کیلئے مختلف انبیاء اور رسولوں پر جو صحیفے اور کتابیں نازل کی تھیں وہ سب حق تھیں چونکہ پہلی کتب سماویہ اب اصلی حالت میں محفوظ نہیں اس لئے اب صرف آخری کتاب یعنی قرآن کریم کتاب ہدایت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے اس بات کا یقین کیا جائے کہ اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے وقتاً فوقتاً دُنیا کے مختلف علاقوں میں اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجا اور انہوں نے پوری امانت و دیانت کے ساتھ خدا کا وہ پیغام بندوں کو پہنچا دیا یہ سب پیغمبر اللہ کے برگزیدہ اور صادق بندے تھے۔ اور اسی کے ساتھ اس پر بھی ایمان لانا اور یقین کرنا ضروری ہے کہ اللہ نے اس سلسلہ نبوت و رسالت کو نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا اور اب قیامت تک پیدا ہونیوالے انسانوں کیلئے نجات و فلاح آپ ہی کی اتباع اور آپ ہی کی پیروی میں ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونیکے حقوق ادا کرنیکی توفیق مرحمت فرمائیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

وَاٰتَى	الْمَالَ	عَلٰى حُبِّهٖ	ذَوِي الْقُرْبٰى	وَالْيَتٰمٰى	وَالْمَسٰكِيْنَ	وَابْنَ السَّبِيْلِ
اور دے	مال	اسکی محبت پر	رشتہ دار	اور یتیم جمع	اور مسکین جمع	اور مسافر

اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ

وَالسَّآئِلِيْنَ	وَفِي الرِّقَابِ
اور سوال کرنیوالے	اور گردنوں میں

اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں۔

حقوق العباد

اب آگے ایت میں اعمال وافعال کی اصلاح وتصحیح کے متعلق فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ کامل نیکی کو حاصل کرنے والا شخص وہ ہے جو مذکورہ عقائد کے علاوہ اپنا مال بھی دیتا ہو اللہ کی محبت میں اپنے حاجتمند رشتہ داروں کو اور نادار یتیموں کو (یعنی جن بچوں کو ان کا باپ نابالغ چھوڑ کر مر گیا ہو) اور دوسرے غریب محتاجوں کو اور بے خرچ مسافروں کو اور لاچاری میں سوال کرنے والوں کو اور قیدی اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں یعنی جن مسلمانوں کو کفار نے ظلما قید کرلیا ہو ان کی رہائی میں یا مقروض کو قرض خواہ سے چھڑانے میں یا غلام کو آزاد کرانے میں یہ سب فی الرقاب کے مفہوم میں آگئے یعنی اپنے مال میں سے اپنے اعزا واقارب کی ہمدردی کرتا ہو اور صرف اقربا ہی کی غم خواری نہیں بلکہ مفلوک الحال بچوں کی کفالت کا بار اٹھاتا ہو جن کے باپ کا سایہ اُن کے سروں سے اُٹھ گیا ہو اور بیچارے شفقتِ پدری سے محروم ہوگئے ہوں، نیز ان باعزت غربا کی بھی پرورش کرتا ہو جو حیا کی وجہ سے نہ خود سوال کرسکتے ہیں نہ ان کے پاس اس قدر مال ہے کہ اپنے اہل وعیال کی شکم سیری کرسکیں اور نہ عوام کو ان کی حالت پر اطلاع ہے کہ کوئی ان کی خبر گیری کرسکے اس کے علاوہ وہ مسافروں کی بھی ہمدردی کرتا ہو جو اپنے اعزا و اقارب دوست احباب سے دور غیر وطن میں سرگرداں اور پریشان خاطر ہوں جہاں نہ اُن کا کوئی ہمدم ہو، نہ مونس، نہ غم خوار اور ان سوال کرنیوالوں کو بھی اپنے مال میں حصہ دار بناتے ہیں جو اپنی ضرورتوں سے مجبور ہو کر دستِ سوال دراز کرتے ہیں اور اخیر میں اُن بندگانِ خدا کی آزادی میں بھی کوشش کرتے ہیں جو دوسروں کی غلامی میں یا قید میں یا قرض میں مجبور ومحبوس ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں کامل نیکی واصلاح کی توفیق عطاء فرمائے، ہمارے عقائد بھی درست ہوں اور اعمال بھی، حقوق اللہ بھی ادا ہوں اور حقوق العباد بھی ہمارے اخلاق بھی صحیح ہوں اور معاملات بھی۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ

الزَّكٰوةَ	وَاٰتَى	الصَّلٰوةَ	وَاَقَامَ
زکوٰۃ	اور ادا کرے	نماز	اور قائم کر

اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو۔

حقوق اللہ

آگے حقوق اللہ یعنی عبادات کا بیان ہے کہ نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے یعنی مخلوق خدا کی ہمدردی اور غمخواری کے ساتھ وہ حقوق اللہ بھی ادا کرتا ہو عبادات یعنی فرائض بدنی میں نماز جزو اعظم تھی اس لئے اسی کے ذکر پر اکتفا کیا گیا اور عبادت مالی میں زکوٰۃ اہم تھی اس لئے اس کی ادائیگی کا ذکر کیا گیا۔ نماز کے قائم اور درست کرنے کیلئے مختصراً تین باتوں کا لحاظ پوری طرح رکھنا چاہیے:

اوّل نماز سے پہلے امور کی نگہداشت، اس میں وضو، بدن کی پاکی، کپڑوں کی پاکی آگئی، وضو میں جس قدر سنتیں اور مستحبات ہیں ان کو بجالانے اور ہر عضو کے دھونے کے وقت جو دُعائیں احادیث میں منقول ہیں ان کو پڑھنے کا اہتمام کرے۔

دوسرے نماز کے جملہ ارکان، فرائض ہوں یا واجبات سنن ہوں یا مستحبات سب کو اپنے اپنے قاعدہ پر ادا کرے۔

تیسرے نماز کی روح کا خیال رکھنا یعنی نماز میں شروع سے اخیر تک اخلاص اور حضور قلب قائم رکھنا اور جو الفاظ زبان سے کہے جائیں یا جو کام اعضاء سے کئے جائیں ان کا اثر دل میں بھی پیدا ہونا۔

اقامت صلوٰۃ کے ساتھ دوسری عبادت اٰتی الزّکوٰۃ ارشاد ہوئی ہے یعنی زکوٰۃ ادا کرے۔

ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کو نماز کے ساتھ جمع کیا ہے پس ان دونوں میں فرق نہ کرو۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے جو شخص زکوٰۃ آخرت کے واسطے ادا کرنا چاہے اس کیلئے کچھ آداب وقواعد ہیں۔

۱......اس کی ادائیگی میں عجلت کرے اس کے واجب ہونے کے وقت سے پہلے ہی ادا کردے اور یہ امر نہایت اہتمام سے ذہن میں رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کا حساب قمری سال پر ہے۔

۲......زکوٰۃ کا مخفی طریقہ سے ادا کرنا، اس لئے کہ اس میں ریا اور شہرت سے امن ہے اور لینے والے کی پردہ پوشی ہے اُس کو ذلت سے بچاتا ہے اور اگر کوئی دینی مصلحت اظہار کی ہو تو اس وقت اظہار ہی افضل ہوگا۔

۳......زکوٰۃ دے کر کوئی احسان نہ جتائے اور نہ اس کو محتاج سمجھ کر کوئی تکلیف دے۔ ۴......اپنی ادائیگی زکوٰۃ کو حقیر سمجھے اس کی ادائیگی کو کوئی بڑی چیز نہ جانے کہ جس سے عُجب پیدا ہو جو بڑی ہلاکت کی چیز ہے۔ ۵......زکوٰۃ کی ادائیگی میں بہتر سے بہتر مال خرچ کرے۔ ۶......زکوٰۃ کے مال کو ایسے موقع میں خرچ کرے جس سے اس کا ثواب بڑھ جائے یعنی کسی متقی پرہیزگار کو دے کہ وہ اپنے تقویٰ واطاعت میں اعانت حاصل کرے تو اس کی عبادت میں یہ بھی ثواب کا شریک ہوگا۔

دعا کیجئے: یااللہ! ہمیں اس دنیا میں جو مال ودولت آپ نے عطا فرمایا ہے اسے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور جملہ حقوق العباد جو ہمارے ذمہ ہیں ان کے ادائیگی کی سعادت نصیب فرمایئے۔ یااللہ! ہمیں نماز کے قائم کرنے والے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے والے بندوں میں شامل فرمایئے اور ان ہر دو عبادات کے ظاہری و باطنی حقوق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ

وَالْمُوْفُوْنَ	بِعَهْدِهِمْ	اِذَا	عٰهَدُوْا	وَالصّٰبِرِيْنَ	فِى	الْبَاْسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ	وَحِيْنَ
اور پورا کرنے والے	اپنے وعدے	جب	وہ وعدہ کریں	اور صبر کرنیوالے	میں	سختی	اور تکلیف	اور وقت

اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور

الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

	الْبَاْسِ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	صَدَقُوْا	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُتَّقُوْنَ	
	جنگ	یہی لوگ	وہ جو کہ	انہوں نے سچ کہا	اور یہی لوگ	وہ	پرہیزگار	

قتال میں یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

اعلیٰ اخلاقی صفات

وفائے عہد، صبر اور ثابت قدمی یہاں کامل نیک سچے اور پرہیزگاروں کی تین صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت ایفائے عہد کی بیان فرمائی گئی عہد کی کئی صورتیں ہیں کچھ عہد معاہدے انسانوں کے اپنے رب کے ساتھ ہوتے ہیں کچھ اپنے بھائی بند عام انسان، عزیز واقارب، دوست احباب سے وعدے کرنے پڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے عہد ومعاہدہ کی مثال وہی ایمانیات ہیں جو آیت کے شروع میں گزرے اور عبادات ہیں جب آدمی کلمہ پڑھتا ہے گویا ان عقائد وعبادات کا اللہ سے معاہدہ کرتا ہے۔

اس طرح ہر کلمہ پڑھنے والا مسلمان اپنے کو اس عہد واقرار کا پابند سمجھے۔

اسی طرح بندہ نے اللہ کیلئے کوئی نذر مانی ہے تو اس کا پورا کرنا لازم ہے۔

انسانوں کے عہد کی مثالیں نکاح، بیع وشرا یعنی خرید و فروخت، وکالت، شراکت وغیرہ ہیں کہ جس طرح جو عہد کیا گیا ہے اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ اسی طرح قومی اور ملکی معاہدے بھی ہوتے ہیں جن کی پاسداری اور ایفاء لازم ہے۔ وعدہ کا توڑنا اور پورا نہ کرنا نفاق کی خصلت وعلامت ہے۔

دوسری صفت صبر وثبات کی فرمائی گئی یعنی تنگدستی اور مالی پریشانی میں اور جسمانی بیماری وتکالیف میں ثابت قدم اور مستقل مزاج رہنے والے ہیں یعنی ان مواقع پر پریشان اور کم ہمت نہ ہوں اور صبر وثبات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے عملی زندگی میں انسان کو طرح طرح کی تکلیف، دکھ بیماریاں اور دوسری پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے مگر نیک اور سچے انسان جو متقی اور پرہیزگار کہلانے کے مستحق ہیں وہ ان مواقع میں مستقل مزاج اور ثابت قدم رہتے ہیں اور صبر واستقامت سے کام لیتے ہیں۔ جزع، فزع، شکوہ شکایت نہیں کرتے پھرتے بلکہ ہر حال میں احکام دینیہ پر جمے رہتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں بھی صبر وثبات کی دولت عطا فرمائیں۔

تیسری صفت یہ فرمائی کہ اللہ کی راہ میں دشمنوں سے جنگ وجہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں اور دلیری وپائیداری سے کام لیتے ہیں انسان پر تین قسم کی مصیبت آسکتی ہے، (۱) مالی، (۲) بدنی، (۳) جانی۔ تو صابر کامل وہ ہے جو تینوں مصیبتوں میں صبر کرے۔ آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ بس یہ لوگ ہیں جو سچے کمال کے ساتھ موصوف ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی پرہیزگار کہے جاسکتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس کسی نے اس آیت پر عمل کیا ایمان اس کا کامل ہوا اور فی الواقع اور تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں تمام احکام کی حاصل تین ہی چیزیں ہیں۔ (۱) عقائد، (۲) اعمال (۳) اخلاق اور تمام جزئیات انہی تین کلیات میں داخل ہیں اور اس ایک آیت میں ان تینوں کلیات کے بڑے بڑے اور اہم شعبے بیان فرمادیے گئے اس اعتبار سے یہ آیت نہایت اہم اور جامع ہے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُتِبَ	عَلَيْكُمُ	الْقِصَاصُ	فِي الْقَتْلٰى	اَلْحُرُّ	بِالْحُرِّ	وَالْعَبْدُ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	فرض کیا گیا	تم پر	قصاص	مقتولوں میں	آزاد	آزاد کے بدلے	اور غلام

اے ایمان والو تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین کے بارہ میں' آزاد آدمی آزاد آدمی کے عوض میں اور غلام

بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى

بِالْعَبْدِ	وَالْاُنْثٰى	بِالْاُنْثٰى	
غلام کے بدلے	اور عورت	عورت کے بدلے	

غلام کے عوض میں اور عورت عورت کے عوض میں'

قصاص اور دیت کا حکم

گذشتہ آیت میں کمال نیکی اور خوبی کے اصول اجمالی طور پر بیان فرمائے گئے تھے۔اب اسی آیت کی مزید تشریحات اور جزئی احکامات وتفصیلات تقریباً اس سورہ بقرہ کے خاتمہ تک بیان فرمائی گئی ہیں۔

قصاص کے لفظی معنیٰ مماثلت کے ہیں،شرعی اصطلاح میں قصاص کہا جاتا ہے قتل کرنے اور زخم لگانے کی اس سزا کو جس میں مماثلت اور مساوات کی رعایت کی گئی ہو۔

مذکورہ آیت میں قصاص کا حکم ہے یعنی برابر کا بدلہ لیا جائے، ایام جاہلیت کی طرح ایک کے عوض دو، یا چار یا زیادہ کو قتل نہ کیا جائے نہ امیر غریب،شریف،رذیل کی کچھ رعایت کرنی چاہیے، گویا جان کے لحاظ سے سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہیں یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مقتولین میں فقط قصاص یعنی جان لینے کے اعتبار سے برابری اور مساوات ہے۔قتل کی کیفیت میں مساوات اور برابری نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ آگ سے جلا کر مار ڈالنے والے کو آگ ہی میں جلا کر مارا جائے۔اسی لئے آیت میں فی القتلٰی فرمایا فی القتل نہیں فرمایا۔

نیز قصاص لینا یہ حاکم کے اختیار میں ہے نہ یہ کہ ہر شخص بطور خود اپنے آپ اس پر عمل کرے کہ ایسا کرنے میں اور فتنہ وفساد زیادہ ہوگا۔اور یہ قصاص اس صورت میں ہے جبکہ قاتل نے عمداً یعنی جان بوجھ کر ارادہ سے قتل کیا ہو اور جو قتل خطاء یعنی غلطی سے یا بھول چوک میں ہو جائے تو قصاص نہیں مثلاً گولی شیر پر لگا تا تھا اتفاقاً کسی آدمی کو لگ گئی، یہ قتل عمداً نہیں بلکہ خطاء ہے اس صورت میں گو قصاص نہیں مگر خوں بہا جس کو دیت کہتے ہیں ضرور ہی دینی پڑتی ہے اور دیت یعنی خوں بہا شریعت میں اگر اونٹوں سے ادا کرے تو سو اونٹ ہیں، اونٹوں کی عمر وغیرہ کے متعلق تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔اگر سونے میں ادا کرے تو ایک ہزار دینار، اگر چاندی میں ادا کرے تو دس ہزار درہم۔اگر بجائے اس شرعی مقررہ خون بہا کے دوسرے کسی قسم کے مال پر قاتل اور ورثاء مقتول میں باہمی مصالحت ہو جائے تو علاوہ اونٹ،سونے یا چاندی کے دوسری کوئی جنس غلہ، کپڑا، گھوڑا، مکان، دوکان، جائیداد، موٹر گاڑی وغیرہ ہو تب بھی قصاص ساقط ہو جائیگا اور یہ طے کردہ مال یا اس مال کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے جرم وگناہ سے محفوظ رکھے اور ہمیں ہر معاملہ میں شرعی احکام پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ

فَمَنْ	عُفِيَ	لَهٗ	مِنْ	اَخِيْهِ	شَيْءٌ	فَاتِّبَاعٌ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَ	اَدَآءٌ	اِلَيْهِ	بِاِحْسَانٍ
پس جسے	معاف کیا جائے	اس کیلئے	سے	اس کا بھائی	کچھ	تو پیروی کرنا	مطابق دستور	اور	ادا کرنا	اسے	اچھا طریقہ

ہاں جس کو اس کے فریق کی طرف سے کچھ معافی ہو جاوے تو معقول طور پر مطالبہ کرنا اور خوبی کے ساتھ اس کے پاس پہنچا دینا یہ تمہارے پروردگار کی

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ

ذٰلِكَ	تَخْفِيْفٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَرَحْمَةٌ	فَمَنِ	اعْتَدٰى	بَعْدَ	ذٰلِكَ	فَلَهٗ	عَذَابٌ
یہ	آسانی	سے	تمہارا رب	اور رحمت	پس جو	زیادتی کی	بعد	اس	تو اس کیلئے	عذاب

طرف سے تخفیف ہے اور ترحم ہے پھر جو شخص اس کے بعد تعدی کا مرتکب ہو تو اس شخص کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اَلِيْمٌ	وَلَكُمْ	فِى	الْقِصَاصِ	حَيٰوةٌ	يّٰاُولِى الْاَلْبَابِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ
دردناک	اور تمہارے لئے	میں	قصاص	زندگی	اے عقل والو	تاکہ تم	پرہیزگار ہو جاؤ

اور عقلمند لوگو! قصاص میں تمہارے جانوں کا بڑا بچاؤ ہے ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ (خلاف ورزی) سے پرہیز رکھو گے

قاتل کیلئے معافی کا ضابطہ

اگر قاتل کو وارثان مقتول بالکل معاف کر دیں یا چند وارثوں میں سے بعض بالکل معاف کر دیں یا بعض کسی قدر معاوضہ مالی یا دیت شرعی لے کر قصاص سے دست بردار ہو جائیں تو قاتل کو چاہیے کہ وہ معاوضہ خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کر دے خواہ مخواہ طول دینے یا پیچیدگی پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے نیز یہاں اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر اپنا احسان اور مہربان ہونا بیان فرماتے ہیں کہ یہ اجازت کہ قتل عمد میں چاہے قصاص لو چاہے خوں بہا یعنی دیت شرعی لو چاہے معاف کر دو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہولت اور مہربانی ہے قاتل اور وارثانِ مقتول دونوں پر جو پہلی اُمتوں پر نہ تھی، یہود پر خاص قصاص مقرر تھا اور نصاریٰ پر دیت یا عفو مقرر تھا اسلام میں اللہ تعالیٰ نے قاتل کو قتل کی انتہائی جانی سزا کے ساتھ یہ تخفیف کا طریقہ مقرر کیا جو اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر مہربانی ہے۔

اخیر میں حق تعالیٰ نے یہ تنبیہ فرمائی کہ اس تخفیف اور رحمت کے بعد بھی اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا اور دستور جاہلیت پر چلے گا یا معافی یا دیت قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کریگا تو اس کیلئے آخرت میں سخت عذاب ہے۔

حکم قصاص کی مصلحت

اس حکم کی مصلحت اور حکمت کا غور سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ اس سزا سے مزید ایک زندگی فنا نہیں ہوتی بلکہ زندگی نصیب ہوتی ہے۔ اگر قتل کی سزا میں قصاص نہ رکھا جاتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ظالم لوگ بے دریغ اور بے دھڑک قتل کرتے اور اس طرح انسانی جان بہت سستی اور بے قدر ہو جاتی جیسا کہ عرب کے ملک میں ایام جاہلیت میں یہ حال عملی طور پر موجود تھا اب قتل کی سزا قتل رکھ دینے پر قصاص کے خوف سے قاتل قتل سے رُک جائے گا اور اس طرح قاتل و مقتول کی جان بچ جائے گی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَا ۨالْوَصِیَّۃُ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ	اِذَا	حَضَرَ	اَحَدَكُمُ	الْمَوْتُ	اِنْ	تَرَكَ	خَيْرَا	الْوَصِيَّةُ
فرض کیا گیا تم پر	جب	آئے	تمہارا کوئی	موت	اگر	چھوڑا	مال	وصیت

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو

لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۸۰﴾

لِلْوَالِدَيْنِ	وَ	الْاَقْرَبِيْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	حَقًّا	عَلَى	الْمُتَّقِيْنَ
ماں باپ کیلئے	اور	اور رشتہ دار	دستور کے مطابق	لازم	پر	پرہیزگار

والدین اور اقارب کیلئے معقول طور پر کچھ کچھ بتلا جاوے، جن کو خدا کا خوف ہے اُن کے ذمہ یہ ضروری ہے۔

وصیت کا حکم اور منسوخی

وصیت کے لفظی معنی حکم دینا اور نصیحت کرنا ہے، شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ ہدایتیں ہوتی ہیں جو مرنے والا اپنے پیچھے رہنے والوں کو کرجاتا ہے جو اُس کی موت کے بعد پوری کی جاتی ہیں۔

شروع اسلام میں جب تک میراث کے حصہ مقرر نہ ہوئے تھے یہ حکم تھا کہ ترکہ کے ایک ثلث یعنی تہائی تک مرنے والا اپنے والدین اور رشتہ داروں کو جتنا جتنا مناسب سمجھے وصیت کرجائے اتنا تو ان لوگوں کا حق تھا باقی جو رہتا وہ اولاد کا حق ہوتا تھا۔

اور یہ وصیت کی فرضیت اسی لئے ہوئی تھی کہ مرنے والے کے تمام مال کے مالک میت کے زن و فرزند ہوجایا کرتے تھے، ماں باپ و دیگر اقارب محروم رہ جایا کرتے تھے پس جب آیت میراث نازل ہوئی اور میت کے وارثوں کے حقوق ترکہ میں سے حق تعالیٰ نے متعین فرمادیئے تو یہ حکم منسوخ ہوگیا اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق مقرر کردیا اب کسی وارث کیلئے وصیت ضروری نہیں تو اس آیت میں ماں باپ اور قرابتداروں کیلئے وصیت کرنے کا جو حکم ہو رہا ہے یہ میراث کے احکام نازل ہونے سے پہلے واجب تھا۔

تقسیم ترکہ پر مقدم چیزیں

یہاں ایک ضروری مسئلہ یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا خرچ تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔

۱:......ایک تجہیز و تکفین یعنی میت کے کفن دفن کا خرچ۔

۲:......دوسرے دَین یعنی قرض، کفن دفن کے خرچ کے بعد متروکہ مال میں سے میت کے قرض ادا کئے جاویں گے۔

۳:......تیسرے وصیت، تجہیز و تکفین اور ادائے قرض کے بعد جو مال باقی رہے اس کے تہائی حصہ میں وصیت نافذ ہوگی اور تکفین، قرض اور وصیت میں مال خرچ کرنے کے بعد اب وارثوں کا حصہ دیا جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنا' ہر قسم کی نافرمانی اور معصیت سے ہماری حفاظت فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ

فَمَنْ	بَدَّلَهٗ	بَعْدَ	مَا	سَمِعَهٗ	فَاِنَّمَا	اِثْمُهٗ	عَلَى	الَّذِيْنَ	يُبَدِّلُوْنَهٗ	اِنَّ
پھر جو	بدل دے اسے	بعد	جو	اس کو سنا	تو صرف	اس کا گناہ	پر	جو لوگ	اسے بدلا	بیشک

پھر جو شخص سُن لینے کے بعد اُس کو تبدیل کریگا تو اس کا گناہ اُن ہی لوگوں کو ہوگا جو اس کو تبدیل کریں گے اللہ تعالیٰ تو یقیناً

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ

اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	فَمَنْ	خَافَ	مِنْ	مُّوْصٍ	جَنَفًا	اَوْ اِثْمًا	فَاَصْلَحَ	بَيْنَهُمْ
اللہ	سُننے والا	جاننے والا	پس جو	خوف کرے	سے	وصیت کرنے والا	طرفداری	یا گناہ	پھر صلح کرادے	ان کے درمیان

سنتے جانتے ہیں ہاں جس کو وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی بدعنوانی کی یا کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق ہوئی ہو پھر یہ شخص ان میں باہم مصالحت

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾

فَلَآ اِثْمَ	عَلَيْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
تو نہیں گناہ	اس پر	بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

کرادے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، واقعی اللہ تعالیٰ تو معاف فرمانے والے ہیں اور رحم کرنے والے ہیں۔

وصیت میں تبدیلی

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ...... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اب آگے یہ بتلایا کہ وصیت سننے والوں نے اگر میت کی وصیت میں کوئی تبدیلی کی تو اس کا گناہ اسی تبدیل کرنے والے پر ہوگا۔ مردہ تو وصیت انصاف کے ساتھ کر مرا تھا۔ دینے والوں نے اس کی تعمیل نہ کی تو مردہ پر کوئی گناہ نہیں۔ وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوا۔

ہاں اگر وصیت کرنے والے کی طرف سے کوئی غلطی یا بے قانونی ہو تو اس کی اصلاح کی اجازت ہے۔

حضرت عائشہؓ کا ایک آدمی کو مشورہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کرنے کا ارادہ کیا میں نے اُس سے پوچھا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے اُس نے کہا تین ہزار درہم ہیں پھر میں نے پوچھا تیرا کنبہ کتنا ہے اُس نے کہا چار آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَرَکَ خَیْرًا فرمایا ہے اور یہ مال تھوڑا ہے لہٰذا تو اسے اپنے اہل وعیال کیلئے چھوڑ دے۔

حضرت سعدؓ کا واقعہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سخت بیمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ میری حالت تو دیکھ ہی رہے ہیں اب میں چاہتا ہوں اپنے تمام مال کی وصیت کر کے مروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا آدھے کی وصیت کردوں تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا چلو تہائی وصیت کردوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تہائی ٹھیک ہے۔ اور تہائی بھی بہت ہے اپنے بچوں کو خوشحال چھوڑ نا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگتے پھریں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو میراث وترکہ کے معاملہ میں اپنی اطاعت کاملہ کی توفیق فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ

یٰۤاَیُّهَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	كُتِبَ	عَلَیْكُمُ	الصِّیَامُ	كَمَا	كُتِبَ	عَلَى	الَّذِیْنَ	مِنْ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	فرض کیے گئے	تم پر	روزے	جیسے	فرض کیے گئے	پر	جولوگ	تم

اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ

قَبْلِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ	اَیَّامًا	مَّعْدُوْدٰتٍ	فَمَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ	مَّرِیْضًا	اَوْ
پہلے	تاکہ تم	پرہیزگار بن جاؤ	چند دن	گنتی کے	پس جو	ہو	تم میں سے	بیمار	یا

کہ تم متقی بن جاؤ تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو پھر جو شخص تم میں بیمار ہو یا

عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ

عَلٰى	سَفَرٍ	فَعِدَّةٌ	مِّنْ	اَیَّامٍ اُخَرَ	
پر	سفر	تو گنتی	سے	دوسرے بعد کے دن	

سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے

روزہ کی فرضیت: "روزہ" حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر امت پر فرض رہا، ہاں تعداد اور تعین ایام روزہ میں اختلاف رہا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے اور یوم عاشورہ یعنی ماہِ محرم کی دس تاریخ کا روزہ بھی رکھتے۔ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر رمضان کے روزے امت مسلمہ پر فرض کر دیئے مگر شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو باوجود طاقت کے روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دے دے پھر دوسری تبدیلی ہوئی جب یہ آیت اُتری فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ یعنی جو شخص اس ماہِ رمضان میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے پھر تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ ابتداء میں کھانا پینا اور عورتوں سے قربت سونے سے پہلے پہلے جائز تھی، سوگیا تو پھر گو رات ہی میں جاگے لیکن کھانا پینا اور جماع اس کیلئے منع تھا۔ گویا سونے سے دوسرا روزہ شروع ہو جاتا تھا پھر آیت اُحِلَّ لَكُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ نازل ہوئی اور پھر مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مجامعت کی رخصت دے دی گئی۔

مریض ومسافر کیلئے رعایت

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ

اگر کوئی مسافرت میں ہو تو اس کو بھی اجازت ہے کہ چاہے تو روزہ نہ رکھے پھر اس کی قضا رکھ لے اور مسافرت شرعی یہ ہے کہ جو کوئی تین منزل جانے کا قصد کرے اور تین منزل یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے وہاں تین دن میں پہنچا کرتے ہیں مسافرت میں اگر روزہ سے کوئی تکلیف نہ ہو جیسے ریل یا موٹر یا ہوائی جہاز کا سفر ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہنچ جائیں گے یا اپنے ساتھ سب راحت وضرورت کا سامان موجود ہے تو ایسی حالت میں سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور اگر کوئی روزہ نہ رکھے بلکہ قضا رکھ لیوے تب بھی کوئی گناہ نہیں ہاں رمضان شریف کے روزوں کی جو برکت اور فضیلت ہے اس سے محروم رہیگا اگر راستہ میں پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت سے ٹھہر گیا تو اب مقیم ہو گیا مسافر نہیں رہا، اب روزہ چھوڑنا درست نہیں۔ مریض اور شرعی مسافر جتنے دن روزہ نہ رکھیں ان دنوں کا شمار یاد رکھیں اور جب مرض اور سفر ختم ہو جائے بعد رمضان گذر جانے کے اتنے دنوں کے روزے بنیت قضا رکھ لیں۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ

وَعَلَى	الَّذِيْنَ	يُطِيْقُوْنَهٗ	فِدْيَةٌ	طَعَامُ	مِسْكِيْنٍ	فَمَنْ	تَطَوَّعَ	خَيْرًا	فَهُوَ	خَيْرٌ
اور پر	جو لوگ	طاقت رکھتے ہوں	بدلہ	کھانا	نادار	پس جو	خوشی سے کرے	کوئی نیکی	تو وہ	بہتر

اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں ان کے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا ہے اور جو شخص خوشی سے خیر کرے تو یہ اس شخص

لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

لَّهٗ	وَاَنْ	تَصُوْمُوْا	خَيْرٌ لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	
اس کیلئے	اور اگر	تم روزہ رکھو	بہتر تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے ہو	

کیلئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے اگر تم خبر رکھتے ہو

ایک سہولت جو واپس لے لی گئی

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ یعنی جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر بھی روزہ رکھنے کو دل نہ چاہے تو ان کے ذمہ روزہ کا فدیہ ہے کہ ایک غریب کو کھانا کھلا دینا یہ آسانی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ابتدائے اسلام میں تھی جب کہ لوگوں کو روزوں کا خوگر کرنا مقصود تھا، کیونکہ ابتداء میں روزہ رکھنے کی عادت بالکل نہ تھی اس لئے کامل ایک ماہ کے پے در پے روزے رکھنا اہل عرب کو نہایت شاق تھا تو اُن کیلئے یہ سہولت فرما دی گئی تھی کہ اگر چہ تم کو کوئی عذر مثل مرض یا سفر کے درپیش نہ ہو مگر صرف عادت نہ ہونے کے سبب روزہ تم کو دشوار ہو تو تم کو اختیار ہے چاہے روزہ رکھ لو چاہے روزہ کا بدلہ یعنی فدیہ دو یعنی ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دو۔

الغرض ابتداء میں جو فدیہ کی اجازت دی گئی تھی وہ بعد میں اگلی آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے موقوف ہوگئی اور حکم عام ہو گیا کہ جو کوئی تم میں سے اس ماہ رمضان کو پائے تو ضرور روزہ رکھے۔

بحالتِ عذر بھی روزہ رکھنا افضل ہے

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی گو ہم نے آسانی کیلئے ان حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی ہے لیکن تمہارا روزہ رکھنا اس حال میں بھی زیادہ بہتر ہے اگر تم روزہ کی فضیلت کی خبر رکھتے ہو یعنی اگر تم کو روزہ کی فضیلت و حکمت اور منافع معلوم ہوں تو جان لو کہ روزہ رکھنا ہی بہتر ہے بہرحال فدیہ کے احکام شرع میں اب بھی ہیں اور احادیث وغیرہ میں جو اس کی تفصیل آئی ہے اس کے تحت فقہاء نے ذیل کے مسائل فدیہ کے متعلق لکھے ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ فدیہ کے مسائل بہشتی زیور حصہ سوم میں دیکھ لئے جائیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں فرض روزوں کا کمال احترام اور ذوق و شوق نصیب فرما، اور اس کے ذریعہ ہم کو تقویٰ و پرہیزگاری عطا فرما۔

یا اللہ! آپ نے جو شرعی رخصتیں اپنے کرم سے ہم کو عطاء فرمائی ہیں اس کی قدر ہمارے دلوں میں عطا فرما، اور ان پر صحیح شکر گذاری کی توفیق نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ

شَهْرُ	رَمَضَانَ	الَّذِیْٓ	اُنْزِلَ	فِیْهِ	الْقُرْاٰنُ	هُدًی	لِّلنَّاسِ	وَبَیِّنٰتٍ	مِّنَ
مہینہ	رمضان	جس	نازل کیا گیا	اس میں	قرآن	ہدایت	لوگوں کیلئے	اور روشن دلیلیں	سے

ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کیلئے ہدایت ہے اورواضح الدلالت ہے

الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا

الْهُدٰی	وَ	الْفُرْقَانِ	فَمَنْ	شَهِدَ	مِنْكُمُ	الشَّهْرَ	فَلْیَصُمْهُ	وَمَنْ	كَانَ	مَرِیْضًا
ہدایت	اور	فرقان	پس جو	پائے	تم میں سے	مہینہ	چاہیے کہ روزے رکھے	اور جو	ہو	بیمار

منجملہ اُن کتب کے جو کہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنیوالی ہیں سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر

اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ۭ

اَوْ	عَلٰی	سَفَرٍ	فَعِدَّةٌ	مِّنْ	اَیَّامٍ اُخَرَ	
یا	پر	سفر	تو گنتی پوری کرے	سے	بعد کے دن	

میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے،

ماہِ رمضان کی فضیلت

قرآن مجید آخری آسمانی کتاب اسی ماہ میں نازل ہوئی اور پھر قرآن کریم کی تین خصوصیات ذکر فرمائی گئیں۔

۱:...... پہلی خصوصیت هُدًی لِّلنَّاسِ فرمائی گئی یعنی یہ قرآن مجید تمام بنی نوع انسان کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے ہر فرد اپنے خالق و معبود حقیقی کی پسندیدہ زندگی کی صحیح منزل تک پہنچنے کیلئے صحیح راستہ صرف قرآن کریم ہی سے معلوم کرسکتا ہے۔

۲:...... دوسری خصوصیت وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی فرمائی یعنی قرآن کریم نے ہدایت کی روشن دلیلیں اور رہنمائی کے تمام اصول وضوابط کو صاف اور کھول کر بیان کیا ہے۔ جو ہر ایک کیلئے قابل عمل ہیں کوئی بات عقل کے خلاف یا کوئی اصول نا قابل عمل نہیں۔

۳:...... تیسری خصوصیت اَلْفُرْقَانْ ہونا بتلائی گئی یعنی تعلیمات ایسی واضح ہیں کہ حق و باطل کے درمیان امتیاز قائم کرتی ہیں اور انسان سچ و جھوٹ صحیح و غلط صلاح و فساد، ایمان و کفر، اطاعت و سرکشی اور حق و باطل میں فیصلہ کرسکتا ہے اور اچھے بُرے میں تمیز کرسکتا ہے۔

فدیہ کی منسوخی اور مریض و مسافر کی رعایت

فضیلت رمضان کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس ماہ میں روزہ رکھنا چاہیے۔ (گویا فدیہ کی جو اجازت اُوپر مذکور تھی منسوخ اور موقوف ہوئی) اور مریض و مسافر کیلئے جو اوپر قانون تھا وہ البتہ اب بھی اسی طرح باقی ہے کہ جو شخص ایسا بیمار ہو جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو یا شرعی سفر میں ہو تو اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے دوسرے ایام کا اتنا ہی شمار کرکے ان میں روزہ رکھنا اس پر واجب ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگی میں بار بار رمضان کا مبارک مہینہ اور اس کے روزے وتراویح کی برکات نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا

يُرِيْدُ	اللهُ	بِكُمُ	الْيُسْرَ	وَلَا يُرِيْدُ	بِكُمُ	الْعُسْرَ	وَلِتُكْمِلُوا	الْعِدَّةَ	وَلِتُكَبِّرُوا
چاہتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	آسانی	اور نہیں چاہتا	تمہارے لئے	دشواری	اور تا کہ تم پوری کرو	گنتی	اور اگر تم بڑائی کرو

اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں اور تا کہ تم لوگ شمار کی تکمیل کر لیا کرو اور تا کہ تم لوگ

اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اللهَ	عَلٰى	مَا هَدٰىكُمْ	وَلَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ
اللہ	پر	جو تمہیں ہدایت دی	اور تا کہ تم	شکر ادا کرو

اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو طریقہ بتلا دیا اور تا کہ تم لوگ شکر ادا کیا کرو۔

دین میں دشواری نہیں ہے

یہاں آیت میں يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ یعنی "اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا" فرمایا:

اس ارشاد باری تعالیٰ سے معلوم ہوا کہ دین فطرت یعنی اسلامی شریعت میں کوئی دشواری اور سختی نہیں، حدیث پاک میں ہے دِيْنُ اللهِ يُسْرٌ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ احکام میں آسانی کی رعایت کرنا منظور ہے اس لئے ایسے احکام مقرر کئے جن کو تم آسانی سے بجا لاسکو چنانچہ سفر اور مرض میں روزہ کا کتنا آسان قانون مقرر کر دیا اور احکام مذکورہ خاص خاص مصلحتوں سے مقرر کئے چنانچہ اولاً روزہ ادا رکھنے کا اور کسی شرعی عذر سے رہ جاوے تو دوسرے ایام میں قضا کرنے کا حکم تو اسی لئے کیا تا کہ تم لوگ ایام ادا یا قضا کی شمار کی تکمیل کر لیا کرو تا کہ ثواب میں کمی نہ رہے اور خود قضا رکھنے کا حکم اس لئے کیا تا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور ثناء بیان کرو اس پر کہ تم کو ایک ایسا طریقہ بتلا دیا جس سے تم برکات وثمرات صیام سے محروم نہ رہو ورنہ اگر قضا کا حکم وجوباً نہ ہوتا تو بہت کم لوگ اس کا اہتمام کرتے اور عذر سے خاص رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس لئے دے دی تا کہ تم لوگ اس نعمت آسانی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو ورنہ اگر یہ اجازت نہ ہوتی تو سخت مشقت ہو جاتی۔ چنانچہ اسلامی شریعت میں آپ کو کوئی ایسا حکم نہ ملے گا جس میں انسانوں کے حالات، عمر، صحت، موسم اور دوسری مجبوریوں اور معذوریوں کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو، اور کمزور مجبور اور معذور انسانوں کو رعایتیں نہ دی گئی ہوں اب اگر چہ بظاہر شریعت کے کسی حکم میں ہم کو دشواری اور مشکل معلوم ہوتی ہے تو در اصل وہ ہماری اپنی کسی کمزوری، سستی، کاہلی اور تن آسانی یا راحت طلبی کی بناء پر معلوم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ جو ہمارے خالق اور رازق اور ارحم الراحمین ہیں وہ ہر حالت میں اور ہر حکم میں ہماری مصلحت اور دینی و دنیوی صلاح وفلاح کا لحاظ رکھتے ہیں۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ یعنی جتنے روزے قضا ہو جائیں ان کی تکمیل کر لو تو ادا روزوں کی طرح پورا اجر دوں گا۔

دعاء کیجئے:

یا اللہ رمضان جیسی نعمت کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! آپ نے قرآن جیسی نعمت جو امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہے اس کی ہم کو قدر دانی اور احسان مندی نصیب ہو اور اس کا اتباع کامل نصیب ہو، آمین۔ وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

دَعَانِ	اِذَا	الدَّاعِ	دَعْوَۃَ	اُجِیْبُ	قَرِیْبٌ	فَاِنِّیْ	عَنِّیْ	عِبَادِیْ	سَاَلَکَ	وَاِذَا
مجھ سے مانگے	جب	پکارنے والا	دُعا	میں قبول کرتا ہوں	قریب	تو میں	میرے متعلق	میرے بندے	آپ سے پوچھیں	اور جب

اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں منظور کرلیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی جب وہ میرے حضور میں درخواست دے

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

	یَرْشُدُوْنَ	لَعَلَّھُمْ	بِیْ	وَلْیُؤْمِنُوْا	لِیْ	فَلْیَسْتَجِیْبُوْا
	وہ ہدایت پائیں	تا کہ وہ	مجھ پر	اور ایمان لائیں	میرا	پس چاہیے حکم مانیں

سو ان کو چاہیے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں، امید ہے کہ وہ لوگ رُشد حاصل کرسکیں گے

اللہ تعالیٰ قریب ہے سنتا ہے

اس مختصر آیت میں حق تعالیٰ کا بندوں کے حال پر توجہ وعنایت فرمانا، اپنے بندوں کی دُعاؤں کا سننا اور قبول کرنا ذکر فرما کر اپنی اطاعت احکام کی ترغیب دی ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک بدوی یعنی دیہاتی نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا پروردگار کیا ہمارے پاس ہی ہے کہ ہم آہستہ دعاء مانگیں یا دور ہے کہ بلند آواز سے پکارا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہوگئے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

قربِ الٰہی کا مفہوم

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ میں قریب ہوں تو اس سے قرب جسمانی مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہیں بلکہ جیسے حق تعالیٰ کی ذات کی حقیقت بے چون وچگوں ہونے کی وجہ سے ادراک نہیں کی جاسکتی اسی طرح اُن کی صفات کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہوسکتی، بس اجمالاً اتنا سمجھ لیں کہ جیسی اُن کی ذات ہے اُن کی شان کے مطابق ان کا قُرب بھی ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کو روزوں کے احکام کی آیتوں کے درمیان وارد کرنے کی حکمت یہ ہے کہ روزوں میں بھی اور روزوں کے ختم ہونے کے بعد بھی لوگوں کو دُعاء کی ترغیب ہو اور وہ بکثرت دُعائیں کیا کریں۔

بندوں کو چاہیے کہ اطاعت اختیار کریں

پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جس طرح میں اپنے بندوں کی عرض ومعروض کو منظور کرلیتا ہوں ان کو بھی چاہیے کہ میرے احکام کو بجا آوری کے ساتھ قبول کیا کریں اور مجھ پر ایمان و یقین رکھیں، یعنی میری قدرت پر بھی اور میرے حاکم اور حکیم ہونے پر بھی اور آگے پھر اس کا نتیجہ یہ بھی بیان فرمادیا کہ اگر ایسا کریں گے تو رشد وفلاح دُنیا کی بھی اور آخرت کی بھی حاصل کرسکیں گے۔

دُعا کیجئے: یا اللہ! اپنے کرم سے ہماری دُعاؤں کو قبول فرما اور اپنی ذاتِ عالی پر ہم کو یقین کامل نصیب فرما اور اپنے احکام کی ہم کو پابندی نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ

أُحِلَّ	لَكُمْ	لَيْلَةَ	الصِّيَامِ	الرَّفَثُ	إِلٰى	نِسَآئِكُمْ	هُنَّ	لِبَاسٌ	لَكُمْ	وَأَنْتُمْ
جائز کردیا گیا	تمہارے لئے	رات	روزہ	بے پردہ ہونا	طرف	اپنی عورتوں	وہ	لباس	تمہارے لئے	اور تم

تم لوگوں کے واسطے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا حلال کردیا گیا کیونکہ وہ تمہارے اوڑھنے بچھونے ہیں اور تم اُن کے

لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

لِبَاسٌ	لَهُنَّ	عَلِمَ	اللّٰهُ	أَنَّكُمْ	كُنْتُمْ	تَخْتَانُونَ	أَنْفُسَكُمْ	فَتَابَ	عَلَيْكُمْ
لباس	اُن کیلئے	جان لیا	اللہ	کہ تم	تم تھے	خیانت کرتے	اپنے تئیں	سو معاف کردیا	تم کو

اوڑھنے بچھونے ہو، خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے، خیر اللہ تعالےٰ نے تم پر عنایت فرمائی

وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ

	وَ	عَفَا	عَنْكُمْ	فَالْئٰنَ	بَاشِرُوهُنَّ	وَابْتَغُوا	مَا	كَتَبَ	اللّٰهُ	لَكُمْ	
	اور	درگزر کی	تم سے	پس اب	ان سے ملو	اور طلب کرو	جو	لکھدیا	اللہ	تمہارے لئے	

اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو اب ان سے ملو ملاؤ، اور جو تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے اس کا سامان کرو

روزوں کے ضوابط میں ترمیم: ابتدائے اسلام میں اہل کتاب کی طرح مسلمانوں کو بھی روزوں کے ایام میں رات کے وقت سونے سے پہلے کھانے اور پینے اور بیبیوں سے قربت کی اجازت تھی لیکن اگر سو جانے کے بعد آنکھ کھلے تو پھر کھانے پینے اور بیبیوں سے قربت کی اجازت نہ تھی، اس سے صحابہ کرامؓ کو قدرے مشقت ہوئی ایک غریب انصاری صحابیؓ دن بھر کے روزہ سے مزدوری کر کے تھکے ہارے افطار کے وقت گھر پہنچے تو گھر میں افطار کے بعد کھانے کو کچھ تیار نہ تھا بیوی نے کہا کہ میں انتظام کر کے کچھ لاتی ہوں جب وہ واپس آئیں تو یہ دن بھر کی تکان کی وجہ سے سو گئے اب بیدار ہوئے تو کھانا حرام ہو چکا تھا اور چونکہ اس وقت رات میں سونے کے بعد کھانے کی اجازت نہ تھی اس لئے کھانا نہ کھایا اور اسی طرح اگلا روزہ رکھ لیا اگلے روز ضعف کی وجہ سے ان کا برا حال ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی اسی طرح دیگر واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی اور پہلا حکم منسوخ کر کے غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق تک پوری رات میں کھانے پینے اور قربت کی اجازت دے دی گئی اگرچہ سو کر اٹھنے کے بعد ہو۔

میاں بیوی کا تعلق: یہاں آیت میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس فرمایا گیا جس سے اس قریبی رشتہ کو ظاہر کیا گیا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے ایک دوسرے کے ساتھ حاصل ہے یہ لباس کی قرآنی تشبیہ میاں بیوی میں کئی طرح موجود ہے۔ مثلاً ان کے آپس کے قریبی تعلقات، ایک دوسرے کی آپس میں محتاجی، جسمانی اعتبار سے ایک دوسرے کا قرب، ایک دوسرے کیلئے زیب و زینت اور اطمینان و سکون راحت و آسائش کا موجب ہونا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک دوسرے کے انتہائی رازدار ہونے کے باوجود پردہ پوشی کرنا۔

مباشرت کا مقصد: یہاں آیت میں فَالْئٰنَ بَاشِرُوهُنَّ (سو جب اجازت ہو گئی تو اب اُن سے یعنی بیبیوں سے ملو ملاؤ) کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی گئی وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے لکھ دیا ہے طلب کرو) اِبْتِغَا کے معنی ہیں کسی چیز کے طلب کرنے اور حاصل کرنے کی کوشش کرنا مَا كَتَبَ اللّٰهُ (جو اللہ نے لکھ دیا ہے) اس سے مراد اولاد و نسل ہے۔ تو یہاں اجازت کے ساتھ گویا ایک تنبیہ بھی فرما دی کہ اپنی بیبیوں کے پاس اولاد پیدا کرنے کی غرض سے جانا چاہیے، مباشرت کے عمل سے اگرچہ طبعی لذت بھی حاصل ہوتی ہے لیکن اسلام نے اس عمل سے اصلی اور بڑا اور خاص مقصد حصولِ اولاد اور افزائشِ نسل رکھا ہے۔

13

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ

وَكُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	حَتّٰى	يَتَبَيَّنَ	لَكُمُ	الْخَيْطُ	الْاَبْيَضُ	مِنَ	الْخَيْطِ	الْاَسْوَدِ	مِنَ
اور کھاؤ	اور پیو	یہاں تک کہ	واضح ہو جائے	تمہارے لئے	دھاری	سفید	سے	دھاری	سیاہ	سے

اور کھاؤ اور پیو اُس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح کا واضح ہو جاوے سیاہ خط سے

الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى

الْفَجْرِ	ثُمَّ	اَتِمُّوا	الصِّيَامَ	اِلَى	الَّيْلِ	وَلَا	تُبَاشِرُوْهُنَّ	وَاَنْتُمْ	عٰكِفُوْنَ	فِى
فجر	پھر	تم پورا کرو	روزہ	تک	رات	اور نہ	ان سے ملو	جبکہ تم	اعتکاف کرنیوالے	میں

پھر رات تک روزہ کو پورا کیا کرو اور ان بیویوں سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو

الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

الْمَسٰجِدِ	تِلْكَ	حُدُوْدُ	اللّٰهِ	فَلَا	تَقْرَبُوْهَا	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	اٰيٰتِهٖ	لِلنَّاسِ
مسجدوں	یہ	حدیں	اللہ	پس نہ	اس کے قریب جاؤ	اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	اپنے حکم	لوگوں کیلئے

مسجدوں میں یہ خداوندی ضابطے ہیں سو ان سے نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کے واسطے بیان کرتے ہیں

	لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿١٨٧﴾	لَعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ	
	اس امید پر کہ وہ لوگ پرہیزگار رہیں	تاکہ وہ	پرہیزگار ہو جائیں	

رات کو کھانے پینے کی اجازت

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا...... لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ یعنی جیسے رات بھر میں بیوی سے مباشرت کی اجازت ہے اسی طرح رمضان کی رات میں صبح صادق تک کھانے پینے کی بھی اجازت ہے۔ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ (فجر کی سفید دھاری کا سیاہ دھاری سے ممتاز ہو جانا) یہ ایات کے اندھیرے کے دور ہونے اور صبح کے اجالے کے نمودار ہونے یعنی طلوع فجر سے کنایہ ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید اور سیاہ دھاگے کی یہی تفسیر مروی ہے۔ (صحیح بخاری) الْخَيْطِ: یہ عموماً رنگ سے کنایہ ہوتا ہے اور یہاں انہیں خیط سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ شروع میں وقت خود یہ دھاریاں سی ہی نظر آتی ہیں۔

سحری کے کھانے میں تاخیر: نیز اس آیت میں جو صبح صادق تک کھانے پینے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ بغیر سحری کھائے ہوئے روزہ مسلسل رکھتے چلے جانا شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ حدیث پاک میں سحری تاخیر سے کھانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ صحیح مسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت بلال (جو لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے بہت سویرے اذان دیتے ہیں) کی اذان سے یا محض شمال اور جنوب میں دیکھ کر سحری ختم نہ کرو بلکہ روشنی کے پھیل جانے کو معتبر سمجھو۔

پھر اس آیت میں جو اعتکاف فی المسجد کو فرمایا تو یہ حکم خاص مردوں کیلئے ہے عورتوں کا اعتکاف بجائے مسجد کے گھر کے کسی گوشہ میں ہو سکتا ہے۔

آیت کے آخر میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ تمام ضابطے، اصول و قوانین، حدیں اور بندشیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں جو حکمت اور علم والے ہیں لہٰذا یہ سب احکام برحق اور مصلحت پر مبنی ہیں، انسانوں کی فلاح اور کامیابی کے ضامن ہیں ان کی تعمیل اور پیروی سے دنیا اور آخرت سنور سکے گی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا

وَلَا	تَاْكُلُوْٓا	اَمْوَالَكُمْ	بَيْنَكُمْ	بِالْبَاطِلِ	وَتُدْلُوْا	بِهَآ	اِلَى الْحُكَّامِ	لِتَاْكُلُوْا	فَرِيْقًا
اور نہ	کھاؤ	اپنے مال	آپس میں	ناحق	اور نہ پہنچاؤ	اس سے	حاکموں تک	تا کہ تم کھاؤ	کوئی حصہ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ اور مت لے جاؤ مال کے جھوٹے مقدمہ حکام کی طرف اس غرض سے کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کے

مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

مِّنْ	اَمْوَالِ	النَّاسِ	بِالْاِثْمِ	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ
سے	مال	لوگ	گناہ سے	اور تم	جانتے ہو

مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ کے کھا جاؤ اور تم کو علم بھی ہو

حرام کھانے اور جھوٹے مقدمے بنانے سے ممانعت

یہاں اس آیت میں پہلا حکم یہ دیا گیا کہ باطل، ناجائز اور ناحق طریق سے کسی کا مال نہ کھاؤ، اس میں کسی کا مال غصب کر لینا بھی داخل ہے، چوری اور ڈاکہ بھی داخل ہے، ظلم کر کے جبراً مال چھین لینا۔ اور سود، قمار، رشوت اور تمام معاملات فاسدہ جو ازروئے شریعت اسلامیہ جائز نہیں وہ سب بھی شامل ہیں۔

دوسرا حکم آیت میں جھوٹا مقدمہ بنانے، جھوٹی قسم کھانے، جھوٹی شہادت دینے اور دلوانے سب کی ممانعت فرمائی گئی نیز رشوت یا مالی تحفہ تحائف دے کر حاکموں پر اثر ڈالنے اور ان کو اپنا طرف دار بنانے سب کی ممانعت فرمائی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو، اس میں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے معاملہ کو زیادہ رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرے اور میں اس سے مطمئن ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو یاد رکھو کہ حقیقت حال تو صاحب معاملہ کو خود معلوم ہوتی ہے اگر فی الواقع وہ اس کا حق نہیں ہے تو اس کو لینا نہیں چاہیے کیونکہ اس صورت میں جو کچھ میں اس کو دوں گا وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہوگا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں امت کو واضح کر دیا کہ اگر امام، قاضی، یا حاکم کسی مغالطہ کی وجہ سے کوئی فیصلہ کر دے جس میں ایک کا حق دوسرے کو ناجائز طور پر مل رہا ہو تو اس عدالتی فیصلہ کی وجہ سے وہ اس کے لئے حلال و جائز نہیں ہو جاتا اور جس کیلئے حلال ہے اس کے لئے حرام نہیں ہو جاتا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حرام مال کھانے والے کی دُعاء قبول نہیں ہوتی، بہت سے آدمی عبادت وغیرہ میں مشقت اٹھاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ دُعاء کے لئے پھیلاتے ہیں اور یا رَبّ یا رَبّ پکارتے ہیں مگر کھانا ان کا حرام، پینا ان کا حرام لباس ان کا حرام تو ان کی دُعاء کہاں قبول ہو سکتی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے یہ دُعاء فرما دیجئے کہ میں مقبول الدعا ہو جاؤں جو دُعاء کیا کروں قبول ہوا کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سعد اپنا کھانا پاک اور حلال بنالو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بندہ جب اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس شخص کا گوشت حرام سے بنا ہو اس گوشت کے لئے تو جہنم کی آگ ہی لائق ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس مختصری آیت میں ناجائز طور پر اور ناحق ایک دوسرے کے مال کے حصول کی ممانعت فرمائی اور ایسے حصول مال کے تمام ناجائز ذرائع اختیار کرنے کی بھی ممانعت فرمائی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْاَهِلَّةِ	قُلْ	هِيَ	مَوَاقِيْتُ	لِلنَّاسِ	وَالْحَجِّ	وَلَيْسَ	الْبِرُّ	بِاَنْ
وہ آپ سے پوچھتے ہیں	سے	نئے چاند	آپ کہہ دیں	یہ	پیمانۂ اوقات	لوگوں کیلئے	اور حج	اور نہیں	نیکی	یہ کہ

آپ سے چاندوں کی حالت کی تحقیقات کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ چاند اوقات کی شناخت کا آلہ ہیں لوگوں کیلئے اور حج کیلئے، اور اس میں کوئی فضیلت نہیں

تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ

تَاْتُوا	الْبُيُوْتَ	مِنْ	ظُهُوْرِهَا	وَلٰكِنَّ	الْبِرَّ	مَنِ	اتَّقٰى	وَاْتُوا	الْبُيُوْتَ	مِنْ
تم آؤ	گھر جمع	سے	ان کی پشت	اور لیکن	نیکی	جو	پرہیزگاری کرے	اور تم آؤ	گھر جمع	سے

کہ گھروں میں اُن کی پشت کی طرف سے آیا کرو، ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام سے بچے، اور گھروں میں اُن کے

اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

اَبْوَابِهَا	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ	
دروازے	اور تم ڈرو	اللہ	تاکہ تم	کامیابی حاصل کرو	

دروازوں سے آؤ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم کامیاب ہو

چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمتیں

بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اَہِلَّہ یعنی شروع مہینے کے چاند کے متعلق دریافت کیا کہ چاند کبھی باریک ہلالی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا نظر آتا ہے یہاں تک کہ چودہ پندرہ دن میں پورا دائرہ ہو جاتا ہے پھر اس میں روزانہ کمی ہوتی رہتی ہے تو چاند کے اس طرح گھٹنے بڑھنے سے کیا فائدہ ہے، اور اس میں کیا مصلحت ہے؟ صحابہ کرام کے اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہارے مصالح جو چاند سے وابستہ ہیں یہ ہیں کہ اس کے ذریعہ تمہیں اپنے معاملات اور معاہدوں کی میعاد مقرر کرنا اور حج رمضان وغیرہ کے ایام معلوم کرنا آسان ہو جائے گا۔

قمری تاریخ کی اہمیت

اور شریعتِ اسلامیہ نے چاند کے حساب کو اس لئے اختیار فرمایا کہ اس کو ہر آنکھوں والا افق پر دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے بخلاف شمسی حساب کے کہ وہ آلاتِ رصدیہ اور قواعد ریاضیہ پر موقوف ہے جس کو ہر شخص آسانی سے معلوم نہیں کر سکتا، الغرض قرآن کریم نے شمسی حساب پر قمری حساب کو ترجیح دی ہے۔ پھر بعض احکام میں تو اس حساب کو لازم کر دیا ہے کہ ان میں دوسرے حساب پر مدار رکھنا جائز ہی نہیں جیسے حج روزہ رمضان، عیدین، زکوٰۃ، عدت طلاق وغیرہ علمائے محققین نے لکھا ہے کہ روزمرہ کے استعمال اور مخاطبت و مکاتبت میں بھی اگرچہ شمسی حساب کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز تو نہیں ہے لیکن خلاف اولیٰ ضرور ہے احکام شرعیہ کا مدار چونکہ حساب قمری پر ہے اس لئے اس کو محفوظ و منضبط رکھنا یقیناً فرض علی الکفایہ ہے۔ الغرض یہاں آیت میں چاند کے گھٹنے بڑھنے کا مقصد ظاہر کر دیا گیا اور یہاں حج کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کہ یہ عربوں کی زندگی کا بہت اہم شعبہ اور عبادت خاص تھی حتیٰ کہ جاہلیت میں بھی حج کی رسم کو نہایت اہم سمجھا جاتا تھا۔

دور جاہلیت کی ایک رسم کی اصلاح

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب احرام باندھ لیتے تو گھروں میں دروازوں سے داخل نہ ہوتے تھے بلکہ مکان کی پشت کی طرف سے داخل ہوتے مکان میں نقب لگا کر یا سیڑھی لگا کر اور اسے اپنے نزدیک بڑی عبادت اور خانہ کعبہ کی تعظیم سمجھتے تھے اس پر حق تعالیٰ نے آیت کا یہ حصہ نازل فرمایا: وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا

وَقَاتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	الَّذِيْنَ	يُقَاتِلُوْنَكُمْ	وَلَا تَعْتَدُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا
اور تم لڑو	میں	راستہ	اللہ	وہ جو کہ	تم سے لڑتے ہیں	اور زیادتی نہ کرو	بیشک	اللہ	نہیں

اور تم لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ لڑنے لگیں، اور حد سے مت نکلو واقعی اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے

يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (۱۹۰) وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ

يُحِبُّ	الْمُعْتَدِيْنَ	وَاقْتُلُوْهُمْ	حَيْثُ	ثَقِفْتُمُوْهُمْ	وَ	اَخْرِجُوْهُمْ	مِّنْ
پسند کرتا	زیادتی کرنے والے	اور انہیں مار ڈالو	جہاں	تم انہیں پاؤ	اور	انہیں نکال دو	سے

والوں کو پسند نہیں کرتے اور ان کو قتل کرو جہاں اُن کو پاؤ اور اُن کو نکال باہر کرو جہاں سے اُنہوں نے تم کو نکلنے پر مجبور کیا ہے

حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

حَيْثُ	اَخْرَجُوْكُمْ	وَ	الْفِتْنَةُ	اَشَدُّ	مِنَ	الْقَتْلِ	وَلَا	تُقٰتِلُوْهُمْ	عِنْدَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
جہاں	انہوں نے تمہیں نکالا	اور	فتنہ	زیادہ سنگین	سے	قتل	اور نہ	اُن سے لڑو	پاس	مسجد حرام خانہ کعبہ

اور شرارت قتل سے بھی سخت تر ہے، اور اُن کے ساتھ مسجد حرام کے قریب میں قتال مت کرو

حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ (۱۹۱)

حَتّٰى	يُقٰتِلُوْكُمْ	فِيْهِ	فَاِنْ	قٰتَلُوْكُمْ	فَاقْتُلُوْهُمْ	كَذٰلِكَ	جَزَاۗءُ	الْكٰفِرِيْنَ
یہاں تک کہ	وہ تم سے لڑیں	اس میں	پس اگر	وہ تم سے لڑیں	تو تم ان سے لڑو	اسی طرح	سزا	کافر جمع

جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں ہاں اگر وہ خود ہی لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو تم ان کو مارو، ایسے کافروں کی ایسی ہی سزا ہے

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۹۲)

فَاِنِ	انْتَهَوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
پھر اگر	وہ باز آجائیں	تو بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

پھر اگر وہ لوگ باز آجاویں تو اللہ تعالیٰ بخش دیں گے اور مہربانی فرمادیں گے

مسلمانوں کی ایک دفاعی الجھن کا حل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مکہ دارالامن تھا۔ کوئی اپنے دشمن کو بھی مکہ میں پاتا تو کچھ نہ کہتا اور اشہر حرام یعنی ذوی القعدہ اور ذی الحج اور محرم اور رجب یہ چاروں مہینے بھی امن کے تھے۔ ان میں تمام ملک عرب میں لڑائی موقوف ہو جاتی۔ اور کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا۔ ذی القعدہ ۶ ھ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے قصد سے مکہ کی زیارت کو تشریف لائے۔

جب آپ مکہ کے نزدیک پہنچے تو مشرکین جمع ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے۔اور مسلمانوں کو روک دیا۔آخر کو اس پر صلح ہوئی کہ اب تو بدون زیارت واپس ہو جائیں اور اگلے برس آ کر عمرہ کریں اور تین روز اطمینان سے مکہ میں رہیں۔ جب دوسرے برس ذی القعدہ ۷ھ میں آپؐ نے مکہ کا قصد فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو یہ اندیشہ تھا کہ اہلِ مکہ اگر اب بھی وعدہ خلافی کر کے لڑنے بھڑنے کو تیار ہو گئے تو ہم کیا کریں گے۔لڑیں تو شہر حرام اور حرمِ مکہ میں کیونکر لڑیں۔ اور نہ لڑیں تو عمرہ کیسے کریں؟اس پر حکم الٰہی آیا کہ اگر وہ اس مہینہ حرام میں خلاف عہد تم سے لڑیں تو تم بھی بے تامل ان سے لڑو۔وہاں تمہاری طرف سے ابتداء اور زیادتی نہ ہونی چاہیے۔ حج کے ذیل میں عمرۂ حدیبیہ کی مناسبت سے قتال کفار کا ذکر آیا۔اس لئے جہاد کے بعض احکام و آداب مناسب مقام مذکور فرمائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر حج کے احکام بیان ہوں گے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

زیادتی نہ کرو

لَا تَعْتَدُوْا: زیادتی مت کرو۔اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارے جائیں۔ اور حرم کے اندر اپنی طرف سے لڑائی شروع نہ کی جائے۔(تفسیر عثمانیؒ)

فتنہ کا مطلب

یعنی دین سے پھر جانا یا دوسرے کو پھرانا مہینہ حرام کے اندر مار ڈالنے سے بہت بڑا گناہ ہے۔ مطلب یہ کہ حرم مکہ میں کفار کا شرک کرنا اور کرانا زیادہ قبیح ہے۔حرم میں مقاتلہ کرنے سے تو اب مسلمانو! تم کچھ اندیشہ نہ کرو اور جواب ترکی بہ ترکی دو۔(تفسیر عثمانیؒ)

مشرکین کے اقدام پر تمہیں قتال کی اجازت ہے: یعنی مکہ ضرور جائے امن ہے لیکن جب انہوں نے ابتداء کی اور تم پر ظلم کیا اور ایمان لانے پر دشمنی کرنے لگے کہ یہ بات مار ڈالنے سے بھی سخت ہے تو اب ان کو امان نہ رہی۔ جہاں پاؤ مارو۔آخر جب مکہ فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمادیا کہ جو ہتھیار سامنے کرے اسی کو مارو اور باقی سب کو امن دیا۔(تفسیر عثمانیؒ)

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کا اتباع نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہمیں امت وسط کے لقب کی لاج رکھنے کی صلاحیت عطا فرمایئے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۖ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا

وَقٰتِلُوْهُمْ	حَتّٰى	لَا تَكُوْنَ	فِتْنَةٌ	وَّيَكُوْنَ	الدِّيْنُ	لِلّٰهِ	فَاِنِ	انْتَهَوْا	فَلَا
اور تم ان سے لڑو	یہاں تک کہ	نہ رہے	کوئی فتنہ	اور ہو جائے	دین	اللہ کیلئے	پس اگر	وہ باز آجائیں	تو نہیں

اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جاوے اور اگر وہ لوگ باز آجائیں تو سختی کسی

عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ

عُدْوَانَ	اِلَّا	عَلَى	الظّٰلِمِيْنَ	اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ	بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ	وَ	الْحُرُمٰتُ
زیادتی	سوائے	پر	ظالم جمع	حرمت والا مہینہ	بدلہ حرمت والا مہینہ	اور	حرمتیں

پر نہیں ہوا کرتی بجز بے انصافی کرنے والوں کے حرمت والا مہینہ ہے بعوض حرمت والے مہینہ کے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ

قِصَاصٌ ۖ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

قِصَاصٌ	فَمَنِ	اعْتَدٰى	عَلَيْكُمْ	فَاعْتَدُوْا	عَلَيْهِ	بِمِثْلِ	مَا	اعْتَدٰى	عَلَيْكُمْ
بدلہ	پس جس	زیادتی کی	تم پر	تو تم زیادتی کرو	اس پر	جیسی	جو	اس نے زیادتی کی	تم پر

کی چیزیں ہیں سو جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اُس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الْمُتَّقِيْنَ
اور تم ڈرو	اللہ	اور	جان لو	کہ	اللہ	ساتھ	پرہیزگاروں

اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں

قانونی حدود میں رہ کر کفار سے بدلہ لو

حرمت کا مہینہ یعنی ذیقعدہ کہ جس میں عمرہ کی قضا کرنے جا رہے ہو بدلا ہے اس حرمت کے مہینہ یعنی ذیقعدہ کا کہ سال گذشتہ میں اسی مہینہ کے اندر کفار مکہ نے تم کو عمرہ سے روک دیا تھا اور مکہ میں جانے نہ دیا تھا یعنی اب تم شوق سے ان سے بدلا لو کیونکہ ادب اور حرمت رکھنے میں تو برابری ہے یعنی اگر کوئی کافر ماہ حرام کی حرمت کرے اور اس مہینہ میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی ایسا ہی کرو مکہ والے جو سال گذشتہ میں تم پر ظلم کر چکے اور نہ ماہ حرام کی حرمت کی نہ حرم مکہ کی نہ تمہارے احرام کا لحاظ کیا اور تم نے اس پر بھی صبر کیا اگر اس دفعہ بھی سب حرمتوں سے قطع نظر کر کے آمادۂ جنگ ہوں تو تم بھی کسی حرمت کا خیال مت کرو بلکہ اگلی پچھلی سب کسر مٹا لو مگر جو کرو خدا سے ڈر کر کرو اس کی خلاف اجازت ہرگز نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا بیشک ناصر و مددگار ہے۔(تفسیر عثمانی")

حرم میں ابتداءِ قتال اب بھی حرام ہے

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اس آیت کا حکم باقی ہے، منسوخ نہیں ہے۔ قتال کی ابتداء کرنا حرم میں اب بھی حرام ہے۔ اور یہی قول مجاہد

اور بہت سے علماء کا ہے۔ اس قول کی تائید بخاری و مسلم کی یہ حدیث کرتی ہے کہ ابن عباس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے دن با حرمت کیا ہے۔ اس لئے قیامت تک اللہ کا حرام کردہ حرام رہے گا۔ مجھ سے پہلے کسی کو اس میں قتل وقتال کی اجازت نہیں ہوئی اور میرے واسطے بھی دن کی ایک ساعت کے لئے صرف حلال ہوا ہے۔ اس کے بعد بدستور قیامت تک حرام ہے۔ یہاں کی گھاس کانٹا وغیرہ نہ کاٹا جائے، نہ یہاں شکار بھگایا جاوے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکہ میں ہتھیار اٹھانا کسی کو حلال نہیں۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (تفسیر مظہریؒ)

حرمت کے مہینوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت والے مہینوں میں جنگ نہیں کرتے تھے، ہاں اگر کوئی آپ پر چڑھائی کرے تو اور بات ہے بلکہ جنگ کرتے ہوئے اگر حرمت والے مہینے آجاتے تو آپ لڑائی موقوف کر دیتے۔ حدیبیہ کے میدان میں بھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکوں نے قتل کر دیا، جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر مکہ میں گئے تھے، تو آپ نے اپنے چودہ سو اصحابؓ سے ایک درخت کے تلے مشرکوں سے جہاد کرنے کی بیعت لی۔ (تفسیر ابن کثیر)

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو دین کی صحیح فہم اور سمجھ عطا فرما دے تاکہ ہم حق و باطل اور نیک و بد میں تمیز کر سکیں، اور حق کو اختیار کر لیں اور باطل سے گریز کریں۔

یا اللہ! اس دنیا کی زندگی میں ہم کو آخرت کی تجارت اور کمائی کی توفیق عطا فرما، اور دین کو کھو کر دنیا کے کمانے سے کامل طور پر بچا۔

یا اللہ! آج بھی جو منافقین ہمارے ملک میں یا عالم اسلام میں گھسے ہوئے ہیں ان کی چالبازیوں سے مسلمانوں کی حفاظت فرما اور اُمتِ مسلمہ کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق دائمی عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ									
وَاَنْفِقُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَلَا	تُلْقُوْا	بِاَيْدِيْكُمْ	اِلَى	التَّهْلُكَةِ	وَاَحْسِنُوْا
اور تم خرچ کرو	میں	راستہ	اللہ	اور نہ	ڈالو	اپنے ہاتھ	طرف میں	ہلاکت	اور نیکی کرو
اور تم لوگ خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو									
	اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ				
	بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو	بیشک	اللہ	دوست رکھتا ہے	نیکی کرنے والے				

زکوٰۃ عشر کے علاوہ مالی فرائض

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے فقہاء نے یہ حکم بھی نکالا ہے کہ مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کے علاوہ بھی دوسرے حقوق فرض ہیں مگر وہ نہ دائمی ہیں اور نہ ان کیلئے کوئی نصاب اور مقدار متعین ہے، بلکہ جب اور جتنی ضرورت ہو اس کا انتظام کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے۔

خود اپنی ہلاکت نہ خریدو

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اب ہلاکت میں ڈالنے سے اس جگہ کیا مراد ہے اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:

ابوداؤد اور ترمذی میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیات ہم انصار ہی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے ہم اس کی تفسیر خوب جانتے ہیں بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ اور قوت عطا فرما دی تو ہم میں یہ گفتگو ہوئی کہ اب جہاد کی کیا ضرورت ہے ہم اپنے وطن میں ٹھہر کر اپنے مال و جائیداد کی خبر گیری کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس نے بتلا دیا کہ ہلاکت سے مراد ترک جہاد ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ ترک جہاد مسلمانوں کیلئے ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔ اکثر ائمہ تفسیر نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

عبادت اور معاشرت میں احسان کا مفہوم

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ہے۔ (اور جو کام کیا کرو اچھی طرح کیا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ محسنین کو پسند فرماتے ہیں)

عبادت سے احسان کی تفسیر حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ اس طرح عبادت کرو جیسے کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ بات حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ اعتقاد تو لازم ہے کہ خدا تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔

معاملات و معاشرت میں احسان کی تفسیر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ تم سب لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور جس چیز کو تم اپنے لئے برا سمجھتے ہو وہ دوسروں کیلئے بھی برا سمجھو۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ یہ جان آپ کا عطیہ ہے اس کو اپنے راستہ میں کھپانے کا عزم ہم کو نصیب فرما، اور یا اللہ جو مال و دولت ہم کو اس زندگی میں عطا کر رکھا ہے اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرما اور ہم کو اپنے محسنین بندوں میں شامل فرما، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ

وَاَتِمُّوا	الْحَجَّ	وَالْعُمْرَةَ	لِلّٰهِ
اور پورا کرو	حج	اور عمرہ	اللہ کیلئے

اور حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے پورا پورا ادا کیا کرو

سفرِ حج: یوں تو مسلمان کے سارے کام اور ارادے اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کیلئے ہونے چاہئیں لیکن یہاں حج اور عمرہ کے ساتھ اس پر خاص زور اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ اس میں سفر درپیش آتا ہے جس میں سیر وتفریح اور اچھی بُری بہت سی اغراض بآسانی شامل ہوسکتی ہیں اس لئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ تمہاری اوّلین غرض اللہ کی رضا جوئی کے سوا کچھ نہ ہو۔

عمرہ کو چھوٹا حج بھی کہتے ہیں اس کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں وہ سال میں ہر وقت ادا ہوسکتا ہے، البتہ ۹/۱۰ ذی الحجہ اور ایام تشریق یعنی ۱۱/۱۲/۱۳ ذی الحجہ میں عمرہ کرنا مکروہ ہے جو کہ حج کے ایام ہیں۔

حج کی قسمیں: حج کی تین قسمیں ہیں، ایک افراد یعنی ایام حج میں صرف حج کی نیت سے احرام باندھنا اور صرف حج پر اکتفا کرنا، دوسرے تمتع یعنی ایام حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرنا اور اس کے بعد اُسی سفر میں اُسی سال حج کا احرام باندھ کر حج کرنا، تیسرے قران یعنی ایام حج میں حج وعمرہ دونوں کا احرام ساتھ باندھنا اور پہلے عمرہ کر کے احرام کو بدستور قائم رکھنا اور پھر اُسی احرام سے حج کرنا، حنفیہ کے نزدیک یہ تیسری قسم حج کی سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

حج کب فرض ہوتا ہے: اگر کسی عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد شخص کے پاس اتنا مال و دولت ہوگیا کہ جس سے مکہ معظمہ تک آنے جانے کا خرچ پورا ہوسکے اور اس کے سفر کے زمانہ تک کا کھانے پینے کا ضروری خرچ اپنے اہل وعیال کے لئے دے سکے تو حج اس پر فرض ہوجاتا ہے اور تمام زندگی حج کی فرضیت قائم رہتی ہے جب تک کہ حج ادا نہ کرے خواہ بعد میں اس کے پاس اتنا مال و دولت رہے یا نہ رہے عورتوں کیلئے محرم کا ساتھ ہونا اور عدّت سے خالی ہونا بھی شرط ہے: جب حج فرض ہو جائے تو جہاں تک ممکن ہو بہت جلد ادا کیا جائے اور تاخیر نہ کی جائے۔

حج کی فضیلت و برکت: ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حج اور عمرہ کے لئے جانے والے اللہ تعالیٰ کے خاص مہمان ہیں، وہ اللہ سے دُعاء کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کی دُعاء قبول کرتا ہے اور مغفرت مانگیں تو ان کو بخش دیتا ہے۔

مدینہ طیبہ میں روضۂ اقدس کی زیارت اور حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنا (جہاں ایک نماز کا ثواب بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب مذکور ہے) اور براہِ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے والوں کو مکہ و مدینہ پہنچ کر نقد حاصل ہوتی ہیں۔

مسجد حرام جو تمام مساجد سے افضل ہے جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ اس درسِ قرآن کے ہر پڑھنے اور سننے والے کو اپنی زندگی میں حج بیت اللہ و زیارت روضہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❁❁

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى

فَاِنْ	اُحْصِرْتُمْ	فَمَا	اسْتَيْسَرَ	مِنَ	الْهَدْيِ	وَلَا	تَحْلِقُوْا	رُءُوْسَكُمْ	حَتّٰى
پھر اگر	تم روک دیے جاؤ	تو جو	میسر آئے	سے	قربانی	اور نہ	منڈاؤ	اپنے سر	یہاں تک

پھر اگر (حج وعمرہ کے پورا کرنے سے) روک دیے جاؤ تو جو میسر ہو قربانی کا جانور (ذبح کرے) اور اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک کہ

يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ

يَبْلُغَ	الْهَدْيُ	مَحِلَّهٗ	فَمَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ	مَّرِيْضًا	اَوْ	بِهٖٓ	اَذًى	مِّنْ	رَّاْسِهٖ
پہنچ جائے	قربانی	اپنی جگہ	پس جو	ہو	تم میں سے	بیمار	یا	اس کے	تکلیف	سے	اس کا سر

قربانی اپنے موقع پر نہ پہنچ جاوے، البتہ اگر کوئی تم سے بیمار ہو یا اُس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو

فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ

فَفِدْيَةٌ	مِّنْ	صِيَامٍ	اَوْ	صَدَقَةٍ	اَوْ	نُسُكٍ
تو بدلہ	سے	روزہ	یا	صدقہ	یا	قربانی

فدیہ دے دے روزہ سے یا خیرات دے دینے سے یا ذبح کر دینے سے

محصر کا حکم: یہ آیت چونکہ واقعہ حدیبیہ میں نازل ہوئی ہے جو ۶ھ میں واقع ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہ کرامؓ نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور کفار مکہ نے مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تھا تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر احرام باندھنے کے بعد کوئی مجبوری اور معذوری پیش آ جائے اور حج وعمرہ ادا نہ کر سکیں تو کیا کریں؟ چنانچہ آیت میں محصر کا حکم بتلایا جاتا ہے۔ محصر اُسے کہتے ہیں جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو مگر کسی مجبوری سے پورا نہ کر سکا ہو مثلاً بیماری کی وجہ سے احرام باندھ لینے کے بعد بیت اللہ نہ پہنچ سکے یا کسی دشمن نے راستہ روک لیا یا کوئی موسمی اور دوسری رکاوٹ حائل ہوگئی ہو۔

آیت کے اس حصہ سے متعلق حسب ذیل مسائل ہیں:

۱- اگر حج وعمرہ کسی عذر سے پورا نہ کر سکے خواہ راہ میں بدامنی ہوگئی یا بیماری نے مجبور کر دیا تو ایسے شخص کو چاہیے کہ کسی معتبر شخص سے کہہ دے کہ فلاں تاریخ میں حدِ حرم کے اندر میری طرف سے ایک بکری، اور قران وتمتع میں جن کا ذکر آگے آتا ہے دو بکری ذبح کر دینا اور جب وہ تاریخ آئے اور گمان غالب ہو کہ اب جانور حدِ حرم میں ذبح ہو گیا ہوگا تو سر منڈا دے یا بال کٹا دے اس سے احرام کھل جاوے گا۔ پھر اس حج یا عمرہ کو قضا کرنا پڑیگا۔

۲- سر منڈانے کا حکم یا تمام بال کتروانے کا حکم صرف مردوں کیلئے ہے، عورتوں کیلئے نہیں، عورت صرف ایک انگل بال کاٹ ڈالے۔ (بیان القرآن)

۳- اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور اس کو پورا کرنے سے مجبوری نہیں ہوئی یا نہیں رہی لیکن اور کسی عذر یا بیماری یا تکلیف سے سر منڈانے کی ضرورت پڑی تو اس کو تین باتوں کا برابر اختیار ہے۔ خواہ سر منڈا کر تین روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایک بکری (حدود حرم میں) ذبح کر کے مسکینوں کو کھلائے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حج وعمرہ وزیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرمائے اور ہمارے لئے آسان فرمائے ہر قسم کی رکاوٹ سے بچائے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

فَاِذَا	اَمِنْتُمْ	فَمَنْ	تَمَتَّعَ	بِالْعُمْرَةِ	اِلَى	الْحَجِّ	فَمَا	اسْتَيْسَرَ	مِنَ الْهَدْيِ
پھر جب	تم امن میں ہو	تو جو	فائدہ اٹھائے	ساتھ۔ عمرہ	تک	حج	تو جو	میسر آئے	سے۔ قربانی

پھر جب تم امن کی حالت میں ہو تو جو شخص عمرہ سے اُس کو حج کے ساتھ ملا کر متمتع ہوا ہو تو جو کچھ قربانی میسر ہو (ذبح کرے)

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ

فَمَنْ	لَمْ يَجِدْ	فَصِيَامُ	ثَلٰثَةِ	اَيَّامٍ	فِى الْحَجِّ	وَسَبْعَةٍ	اِذَا رَجَعْتُمْ	تِلْكَ
پھر جو	نہ پائے	تو روزہ رکھے	تین	دن	حج میں	اور سات	جب تم واپس آجاؤ	یہ

پھر جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو تو تین دن کے روزہ ہیں حج میں اور سات ہیں جب کہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آجائے

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا

عَشَرَةٌ	كَامِلَةٌ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	لَمْ يَكُنْ	اَهْلُهٗ	حَاضِرِى	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَاتَّقُوا
دس	پورے	یہ	لئے۔ جو	نہ ہوں	اسکے گھر والے	موجود	مسجد حرام	اور تم ڈرو

یہ پورے دس ہوئے یہ اس شخص کیلئے ہے جس کے اہل مسجد حرام کے قریب میں نہ رہتے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
اللہ	اور	جان لو	کہ	اللہ	سخت	عذاب

ڈرتے رہو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سزائے سخت دیتے ہیں

مختلف قسم کے حاجیوں کے احکام

آیت کے اس حصہ سے متعلق حسب ذیل مسائل ہیں:

۱- تمتع اور قران میں ایک جانور ذبح کرنا ایام قربانی میں حدِ حرم کے اندر واجب ہوتا ہے افراد میں قربانی واجب نہیں۔

۲- تمتع و قران میں جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو تو اس کے عوض میں دس روزے رکھنے ضروری ہیں، تین روزے تو دسویں ذی الحجہ سے پہلے ختم کر دے اور جب حج کر چکے سات اس وقت رکھ لے۔ خواہ وطن آ کر رکھ لے یا وہاں ہی رکھ لے اور اگر دسویں ذی الحجہ سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکا تو پھر قربانی ہی کرنا واجب ہے۔

۳- افراد حج ہر شخص کو جائز ہے تمتع اور قران صرف ان لوگوں کو جائز ہے جو میقات کے حدود سے باہر رہتے ہوں، میقات ان معین مقامات کو کہتے ہیں کہ جہاں سے مکہ معظمہ کو جانے والے کیلئے احرام باندھنا حج یا عمرہ کیلئے واجب ہے۔ (بیان القرآن)

آیت میں احکام حج بیان فرما کر اخیر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ فرما کر یہ تنبیہ مقصود ہے کہ احکام الٰہی کی پابندی رکھو، خلاف ورزی نہ کرو۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم میں سے ہر ایک کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا

وَلَا	وَلَا فُسُوْقَ	رَفَثَ	فَلَا	الْحَجَّ	فِيْهِنَّ	فَرَضَ	فَمَنْ	مَّعْلُوْمٰتٌ	اَشْهُرٌ	اَلْحَجُّ
اور نہ	اور نہ گالی دے	بے پردہ ہو	تو نہ	حج	ان میں	لازم کرلیا	پس جس نے	معلوم مقرر	مہینے	حج

حج کے چند مہینہ ہیں جو معلوم ہیں سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی ہے

جِدَالَ فِي الْحَجِّ

فِي الْحَجِّ	جِدَالَ
حج میں	جھگڑا

اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے

حج کا وقت

زمانہ حج کے متعلق ارشاد ہے: "افعال حج کے لئے چند مہینے ہیں جو مشہور و معلوم ہیں یعنی پورا ماہ شوال، پورا ماہ ذیقعدہ اور دس تاریخیں ماہ ذی الحجہ کی۔" اصل ارکان حج تو ذی الحجہ کے دوسرے ہفتہ میں ادا ہوتے ہیں مگر احرام حج شوال ہی سے بندھنا شروع ہوجاتا ہے۔

عرب میں جاہلیت سے لے کر زمانہ اسلام تک یہی مہینے حج کے مقرر رہے ہیں اور شوال سے حج کے مہینے شروع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں بعض ائمہ کے نزدیک تو قبل شوال کے احرام سے حج کی ادائیگی نہیں ہوسکتی، لیکن ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس احرام سے حج تو ادا ہو جائے گا مگر مکروہ ہوگا۔

حاجیوں کیلئے آداب

حالت احرام میں جن امور سے پرہیز کرنا لازم ہے وہ تین چیزیں فرمائی گئی ہیں۔

۱- رَفَثَ ایک جامع لفظ ہے، اس میں عورتوں سے اختلاط کرنا، عورتوں سے بے پردہ ہونا، عورتوں کی طرف رغبت کرنا اور زبان سے عورت کے ساتھ بے حجابی کی کھلی گفتگو کرنا یہ سب شامل ہیں احرام باندھنے والے کو یہ سب باتیں حرام اور ممنوع ہیں۔

۲- فُسُوْقَ کے مطلب نافرمانی کے ہیں جو اپنے عام معنی کے اعتبار سے تمام گناہوں کو شامل ہے۔ مگر بعض مفسرین نے اس جگہ فُسُوْقَ سے وہ خاص کام جو حالت احرام میں ممنوع و ناجائز ہیں مراد لئے ہیں یعنی وہ چیزیں جو اصل سے تو گناہ نہیں مگر احرام کی وجہ سے ناجائز ہو جاتی ہیں وہ چھ چیزیں ہیں جن کو محظورات احرام کہتے ہیں:

۱- بیوی کے ساتھ مباشرت اور اس کے تمام متعلقات۔
۲- خوشبو استعمال کرنا ۳- بدن سے بال دُور کرنا یا ناخن کاٹنا
۴- خشکی کے جانور کو شکار کرنا۔
۵- سلے ہوئے کپڑے پہننا (یہ صرف مردوں کیلئے خاص ہے)
۶- سر اور چہرہ کو ڈھانکنا، سر کا ڈھانکنا صرف مردوں کیلئے ممنوع ہے، عورتوں کیلئے نہیں۔

۳- جِدَالَ جھگڑے، تکرار اور سخت قسم کے نزاع کو کہتے ہیں، باہم لڑائی، جھگڑا اور فسوق و گناہ تو ہر جگہ اور ہر حال میں مذموم اور برا ہے لیکن حالت احرام میں اس کا گناہ اور زیادہ شدید ہوجاتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حج مبرور و مقبول نصیب فرمائے اللہ حج کو حاجیوں کی اصلاح و بخشش کا ذریعہ بنائے۔ ہر حاجی کو حج کے آداب کی رعایت رکھنے والا بنائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَ

وَمَا	تَفْعَلُوْا	مِنْ خَيْرٍ	يَّعْلَمْهُ	اللّٰهُ	وَتَزَوَّدُوْا	فَاِنَّ	خَيْرَ	الزَّادِ	التَّقْوٰى	وَ
اور جو	تم کرو گے	نیکی سے	اسے جانتا ہے	اللہ	اور تم زادِ راہ لے لیا کرو	پس بیشک	بہتر	زادِ راہ	تقویٰ	اور

اور جو نیک کام کرو گے خدا تعالیٰ کو اُس کی اطلاع ہوتی ہے اور خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں بچا رہنا ہے (سوال اور گداگری سے) اور

اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

اتَّقُوْنِ	يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ		
اور مجھ سے ڈرو	اے عقل والو	اے ذی عقل لوگو! مجھ سے ڈرتے رہو	

ممنوعاتِ احرام بیان فرمانے کے بعد ہدایت دی گئی کہ حج کے مبارک ایام اور مقدس مقامات میں تو صرف یہی نہیں کہ ممنوعاتِ احرام اور گناہوں سے بچو بلکہ موقع غنیمت جان کر عبادت، ذکر اللہ اور نیک کاموں میں لگے رہو اور جو بھی کوئی نیک کام کرے گا وہ اللہ کے علم میں ہے اور اس پر بہت کچھ اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔ یونانی طبیب موسم بہار میں مصفیات پلاتے ہیں اور سردیوں کے موسم میں مقویات دیتے ہیں کیونکہ ان دواؤں کو ان موسموں کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ رمضان کا مہینہ اور حج کے موسم بھی روحانیت کے عالم میں اپنی صحت بخش آب و ہوا کے لئے ممتاز ہے تو طبیب حقیقی ان موسموں میں اعمالِ خیر کی طرف خصوصی توجہ کیسے نہ دلاتا۔

سفر خرچ کے متعلق ہدایت

آگے اُن لوگوں کی اصلاح ہے جو حج و عمرہ کیلئے اپنے وطن سے بغیر ضروری زادِ راہ کے بے سر و سامانی کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ اللہ پر توکل کرتے ہیں، پھر راستہ میں حوائج سے مجبور ہو کر سوال کیلئے دست دراز کرنا پڑتا ہے یا بھیک مانگنا پڑتی ہے اور خود بھی تکلیف اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی پریشان کرتے ہیں اور اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالتے ہیں، ان کی ہدایت کیلئے حکم ہوا کہ سفرِ حج کیلئے ضروریاتِ سفر اور زادِ راہ ساتھ لے لینا چاہیے، یہ توکل کے منافی نہیں، بلکہ توکل کی حقیقت یہی ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے اسباب و وسائل کو اپنی مقدور کے موافق حاصل کرے اور پھر اللہ پر توکل اور بھروسہ کرے۔ ترکِ اسباب کا نام توکل نہیں۔

آیت کے اخیر میں یہاں پھر اللہ سے ڈرتے رہنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم بار بار قرآن کریم میں آیا ہے خواہ کسی بھی شعبۂ زندگی کے متعلق ہدایات ہوں۔ ہر جگہ تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرتے رہنا اور پرہیزگاری و تقویٰ اختیار کرنے کا سبق اس کے ساتھ ضرور ملتا ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان خواہ زندگی کے کسی میدان میں سرگرمِ عمل ہو اس کو ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کے احکام اور اس کے حضور حاضری پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم میں سے ہر ایک کو حج و عمرہ کی دولت سے نوازیں، اور اپنی رضا کے لئے تمام اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جملہ عبادات میں ہم کو خلوص عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط

لَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَنْ	تَبْتَغُوْا	فَضْلًا	مِّنْ	رَّبِّكُمْ		
نہیں	تم پر	کوئی گناہ	اگر تم	تلاش کرو	فضل	سے	اپنا رب		

تم کو اس میں بھی ذرا گناہ نہیں کہ معاش کی تلاش کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے

سفرِ حج کے دوران تجارت ومزدوری

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

ایک صاحب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئے اور یہ سوال کیا کہ ہمارا پیشہ پہلے سے یہ ہے کہ ہم اونٹ کرایہ پر چلاتے ہیں کچھ لوگ ہمارے اونٹ حج کیلئے کرایہ پر لے جاتے ہیں ہم ان کے ساتھ جاتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں تو اس طرح روزی کمانے کے ساتھ کیا ہمارا حج ہوگا؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آپ سے یہی سوال کیا تھا جو تم مجھ سے کر رہے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو اس وقت کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ حکم نازل ہوا۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلوایا اور فرمایا کہ تمہارا حج صحیح ہے۔

الغرض اس حکم میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ اگر کوئی شخص دوران حج میں کوئی خرید وفروخت یا مزدوری یا تجارت کر کے کچھ نفع اٹھا لے یا کچھ کما لے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ مدار اصل نیت پر ہے اگر کسی شخص کی نیت میں اصل میں دنیوی نفع، تجارت یا مزدوری ہے اور ضمنی طور پر حج کا بھی قصد کر لیا یا نفع تجارت اور قصد حج دونوں مساوی صورت میں ہیں تو یہ اخلاص کے خلاف ہے، حج کا ثواب اس سے کم ہو جائے گا اور اگر اصل نیت حج کی ہے لیکن مصارف حج یا ضروریات میں کچھ تنگی ہے اس کو پورا کرنے کیلئے کوئی مزدوری یا اُجرت پر کام کر لیا یا کوئی معمولی تجارت کر لی تو یہ اخلاص کے بالکل منافی نہیں مگر علماء نے لکھا ہے کہ خاص اُن پانچ ایام حج میں جس میں مناسک حج ادا کئے جاتے ہیں کوئی مشغلہ تجارت وغیرہ کا نہ رکھے بلکہ ان ایام کو خالص عبادت وذکر الٰہی میں گذارے۔

یہاں فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فرما کر یہ بھی بتلا دیا کہ جو رزق یا فائدہ تمہیں حاصل ہوتا ہے یہ محض اپنی ذاتی کوشش یا محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ اپنی رحمت سے تمہیں دیتا ہے اس لئے تجارت یا کاروبار کرتے وقت بھی اس بات کی طرف نظر رکھنا چاہیے کہ جو نفع یا فائدہ ہمیں ملتا ہے وہ دراصل اللہ کی طرف سے ہے۔ اس ہدایت پر عمل کے بعد تجارت کی کوئی بڑی سے بڑی مشغولیت بھی تجارت باقی رہ سکتی ہے؟ تجارت اس حال میں اگر عبادت نہ بن جائے تو آخر کیا ہو؟

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا وآخرت کے منافع سے مالا مال کر کے سرفرازی وکامرانی نصیب فرمائے' دنیا میں بھی عزت وسرخروئی نصیب فرمائے اور آخرت میں بھی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ

فَإِذَآ	أَفَضْتُم	مِّنْ	عَرَفَٰتٍ	فَاذْكُرُوا	اللَّهَ	عِندَ	الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ	وَاذْكُرُوهُ
پھر جب	تم لوٹو	سے	عرفات	تو یاد کرو	اللہ	نزدیک	مشعر حرام	اور اسے یاد کرو

پھر جب تم عرفات سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس خدا تعالیٰ کی یاد کرو اور اس طرح یاد کرو

كَمَا هَدَىٰكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِۦ لَمِنَ الضَّآلِّينَ ﴿۱۹۸﴾

	كَمَا	هَدَىٰكُمْ	وَإِن	كُنتُم	مِّن قَبْلِهِۦ	لَمِنَ	الضَّآلِّينَ	
	جیسے	اس نے تمہیں ہدایت دی	اور اگر	تم تھے	اس سے پہلے	ضرور۔ سے	ناواقف	

جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے اور حقیقت میں قبل اس کے تم محض ناواقف ہی تھے

حج میں قیامِ مزدلفہ اور ذکر

فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ یہاں احکام حج کے سلسلہ میں بتلایا گیا کہ عرفات سے واپسی میں رات کو مزدلفہ میں قیام اور اس کا خاص ذکر واجب ہے۔ عازمین حج ۸ ذی الحجہ کی دوپہر تک مکہ معظمہ سے منیٰ آ جاتے ہیں۔ ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد سے منیٰ سے عرفات کو روانہ ہو جاتے ہیں اور قبل از زوال عرفات کے میدان میں پہنچ جاتے ہیں۔ سورج کے غروب ہوتے ہی اس میدان کو چھوڑ دینے کا حکم ہے بغیر نماز مغرب پڑھے ہوئے نماز مغرب عرفات میں پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ مغرب و عشاء کی نمازیں مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت اکٹھا ادا کی جاتی ہیں، اسی مزدلفہ کو جو حدود حرم میں ہے مشعر الحرام بھی کہتے ہیں جس کا ذکر یہاں آیت میں آیا ہے مشعر کے معنی اشعار اور علامت کے ہیں اور حرام بمعنی محترم و مقدس کے ہے۔ حجاج کیلئے یہ مزدلفہ کی رات شب قدر کی رات سے کم افضل نہیں۔ صبح صادق کے بعد نماز فجر مزدلفہ میں ادا کر کے قریب طلوع شمس کے تمام حجاج منیٰ کی واپسی کیلئے روانہ ہو جاتے ہیں، مزدلفہ میں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا جیسا کہ آیت میں حکم ہے ہر طرح کے ذکر اللہ کو شامل ہے مگر خصوصیت سے دونوں نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ ادا کرنا اس جگہ کی مخصوص عبادت ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت میں وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَىٰكُمْ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد اور ذکر کے لئے جو طریقہ بتلایا ہے اسی طرح اس کو یاد کرو یعنی اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہ دو مثلاً رائے اور قیاس کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ مغرب کی نماز مغرب کے وقت میں پڑھی جائے اور عشاء کی نماز عشاء کے وقت میں لیکن اس روز اور اس مقام پر حق تعالیٰ کا یہی حکم ہے اور یہی پسند ہے کہ مغرب کی نماز مؤخر کی جائے اور اس کو عشاء کے ساتھ پڑھا جائے۔

انسان کی ہدایت کا سرچشمہ

وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِۦ لَمِنَ الضَّآلِّينَ اور بے شک اس سے پہلے تم ناواقف تھے، فرما کر قرآن کریم نے یہ بھی واضح کر دیا کہ جب تک انسان اللہ کی دی ہوئی روشنی اور ہدایت سے کام نہ لے اور اس کی بھیجی ہوئی وحی کو مشعلِ راہ نہ بنائے اور اس کی نازل کی ہوئی تعلیم کو بنیادِ عمل نہ ٹھہرائے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں کو نہ اپنائے وہ ناواقف اور بھٹکتا ہی رہے گا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہم کو ہر حال میں "کتاب" اور "سنت" کی پیروی نصیب فرما اور جملہ عبادات میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اتباع کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَٰلَمِينَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ

ثُمَّ	أَفِيضُوا	مِنْ حَيْثُ	أَفَاضَ	النَّاسُ	وَاسْتَغْفِرُوا	اللّٰهَ	إِنَّ	اللّٰهَ	غَفُورٌ
پھر	تم لوٹو	سے۔ جہاں	لوٹیں	لوگ	اور مغفرت چاہو	اللہ	بیشک	اللہ	بخشنے والا

پھر تم سب کو ضرور ہے کہ اُسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر واپس آتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے

رَّحِيمٌ ﴿١٩٩﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ

رَحِيمٌ	فَإِذَا	قَضَيْتُمْ	مَنَاسِكَكُمْ	فَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	كَذِكْرِكُمْ	آبَاءَكُمْ	أَوْ
رحم کرنیوالا	پھر جب	تم ادا کر چکو	حج کے مراسم	تو یاد کرو	اللہ	جیسی تمہاری یاد	اپنے باپ دادا	یا

اور مہربانی فرمادیں گے پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکا کرو تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کیا کرتے ہو

أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ

أَشَدَّ	ذِكْرًا	
زیادہ	یاد	

بلکہ یہ ذکر اُس سے بڑھ کر ہو

نسلی امتیاز کا خاتمہ: اسلام سے پہلے قریش بیت اللہ کے محافظ اور مجاور اور کلید بردار تھے اور اُن کی ایک ممتاز حیثیت تھی انہوں نے اپنے واسطے ہر بات میں کچھ امتیازی خصوصیات قائم کر رکھی تھیں چنانچہ حج میں بھی اپنی امتیازی شان قائم رکھنے کے لئے قریش یہ کرتے کہ عام عرب تو حج کے ایام میں عرفات کو جاتے اور وہاں وقوف کر کے واپس آتے لیکن قریش راستہ میں مزدلفہ ہی تک رہتے اور مزدلفہ ہی میں ٹھہر کر وہیں سے مکہ واپس لوٹ آتے اور کہتے کہ ہم چونکہ بیت اللہ اور حرم کے مجاور ہیں اس لئے حدودِ حرم سے باہر جانا ہمارے لئے مناسب نہیں، مزدلفہ حدودِ حرم کے اندر ہے اور میدانِ عرفات حدودِ حرم سے باہر ہے۔ حق تعالیٰ کے اس فرمان نے اُن کی غلط کاری کی تردید فرمائی اور حکم دیا کہ تم بھی وہیں جاؤ جہاں سب عام عرب جاتے ہیں یعنی عرفات میں اور پھر وہیں سے سب کے ساتھ واپس آؤ۔

اوّل تو عام انسانوں سے اپنے آپ کو ممتاز کر کے رکھنا خود ایک متکبرانہ فعل ہے جس سے ہمیشہ ہی پرہیز لازم ہے اور پھر خصوصاً حج میں جہاں لباس واحرام کی یکسانیت کے ذریعہ اس کا سبق دیا جاتا ہے کہ انسان سب برابر ہیں۔ امیر و غریب، بڑے چھوٹے، کالے گورے، عالم جاہل کا اس دربار میں کوئی امتیاز نہیں، عبادات میں قومی امتیاز اور نسلی برتری کوئی چیز نہیں، اللہ کی بندگی اور عبادت میں سب یکساں و برابر ہیں، اس کے ہاں اگر کسی چیز کی قدر ہے تو وہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

آباؤ اجداد پر فخر کی رسم: جاہلیت میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں جمع ہو کر اپنے باپ دادا کے مفاخر اور فضائل بیان کرتے، حق تعالیٰ بجائے اس بیہودہ شغل کے اپنے ذکر کی تعلیم فرماتے ہیں کہ تم جو مناسک و فرائض حج سے فارغ ہو کر منیٰ کے میدان میں جمع ہوتے ہو اور یہاں اپنے قبیلے اور باپ دادا کے کارناموں کا ذکر کرتے ہو، ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر فخریہ انداز میں اپنی خاندانی عظمت کا اظہار کرتے ہو تو اس قبیح رسم کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء تسبیح و تہلیل و تکبیر بیان کیا کرو کیونکہ انسان کو بزرگی اور برتری دینے والا، شرافت و عظمت عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے ہر قسم کی تعریف حمد و ثنا اُسی کے لئے مخصوص ہونا چاہیے۔

14

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

فَمِنَ النَّاسِ	مَنْ	يَّقُوْلُ	رَبَّنَآ	اٰتِنَا	فِي	الدُّنْيَا	وَمَا	لَهٗ	فِي	الْاٰخِرَةِ	مِنْ خَلَاقٍ
پس۔سے۔آدمی	جو	کہتا ہے	اے ہمارے رب	ہمیں دے	میں	دنیا	اور نہیں	اس کیلئے	میں	آخرت	کچھ حصہ

سو بعضے آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں دے دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے گا

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا

وَمِنْهُمْ	مَنْ	يَّقُوْلُ	رَبَّنَآ	اٰتِنَا	فِي الدُّنْيَا	حَسَنَةً	وَّفِي الْاٰخِرَةِ	حَسَنَةً	وَّقِنَا
اور ان سے	جو	کہتا ہے	اے ہمارے رب	ہمیں دے	دنیا میں	بھلائی	اور آخرت میں	بھلائی	اور ہمیں بچا

اور بعضے آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو

عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

عَذَابَ	النَّارِ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	كَسَبُوْا	وَاللّٰهُ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ
عذاب	آگ دوزخ	یہی لوگ	ان کیلئے	حصہ	اس سے جو	انہوں نے کمایا	اور اللہ	جلد	حساب لینے والا

عذابِ دوزخ سے بچائیے ایسے لوگوں کو بڑا حصہ ملے گا بدولت اُن کے اس عمل کے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب لینے والے

جامع نظریہ کی تعلیم: جاہلیت میں بعضوں کی عادت تھی کہ حج میں ذکر تو اللہ تعالیٰ ہی کا کرتے لیکن چونکہ آخرت کے قائل نہ تھے لہٰذا تمام تر ذکر ان کا صرف دنیا کیلئے دُعاء مانگنا ہوتا تھا اور اُن کی تمام تر دُعائیں صرف دنیوی حاجات اور دنیا کی راحت وعزت ودولت وبڑائی کیلئے ہوتی تھی، آخرت کیلئے کوئی دُعاء ہی نہ ہوتی تھی کیونکہ وہ آخرت کے قائل ہی نہ تھے۔ تو یہاں دُعاؤں میں محض دنیا طلبی کی مذمت فرمائی گئی منکر آخرت ہو کر محض طالب دُنیا ہونے پر بتلایا گیا کہ اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور وہ آخرت میں سراسر محروم وخاسر ہوگا اور جو آخرت پر یقین وایمان رکھتے ہوئے خیر وخوبی کا طالب ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کو دونوں جہان میں اجر وثواب اور دنیا وآخرت میں ان دعاؤں کا نیک نتیجہ ملے گا۔

یہاں جو یہ دُعاء رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ تلقین کی گئی تو یہ ایک ایسی جامع دُعاء ہے کہ اس میں انسان کے تمام دینی ودنیوی مقاصد آجاتے ہیں اور دونوں جہان میں خیر وخوبی وبھلائی نصیب ہوتی ہے روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ دُعاء مانگا کرتے تھے اور حالتِ طواف خانہ کعبہ میں تو ہر چکر کے اخیر میں خصوصیت کے ساتھ یہ دُعاء مسنون ہے۔

آیت کے اخیر میں وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ فرما کر ایک طرف تو ان کو تنبیہ کی گئی جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور محض دنیا کے طلبگار ہیں کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں۔ اُس دن یہ لوگ دیکھ لیں گے کہ آخرت کو بھول کر اور محض دنیا ہی کے طلبگار رہ کر یہ کتنے نقصان اور خسارہ میں رہے دوسری طرف اس جملہ سے آخرت پر ایمان رکھنے والوں اور دنیا وآخرت دونوں جہان میں بھلائی وبہتری کی دُعاء کرنے والوں کو تسلی ہے کہ تمہیں بہت جلد اپنے نیک عمل اور دُعاؤں کا نتیجہ وجزا ملنے والا ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ

وَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	فِيْ	اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ	فَمَنْ	تَعَجَّلَ	فِيْ	يَوْمَيْنِ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ
اور تم یاد رکھو	اللہ	میں	دن۔ گنتی کے	پس جو	جلد چلا گیا	میں	دو دن	تو نہیں	گناہ	اس پر

اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک پھر جو شخص دو دن میں تعجیل کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دو دن میں تاخیر کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں

وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ

وَمَنْ	تَاَخَّرَ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ	لِمَنِ	اتَّقٰى	وَاتَّقُوْا	اللّٰهَ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّكُمْ	اِلَيْهِ
اور جس	تاخیر کی	تو نہیں	گناہ	اس پر	لئے۔ جو	ڈرتا رہا	اور تم ڈرو	اللہ	اور جان لو	کہ تم	اس کی طرف

اس شخص کے واسطے جو ڈرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے

تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾	تُحْشَرُوْنَ
پاس جمع ہونا ہے	جمع کئے جاؤ گے

قیامِ منیٰ اور رمی جمرات

یہ آیت جو اس جگہ احکام حج کے سلسلہ میں آخری آیت ہے اس میں حجاج کو منیٰ میں قیام و جمرات پر کنکریاں مارنے کے متعلق ہدایت فرمائی جاتی ہے۔ گویا یہاں اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی کہ منیٰ میں قیام اور جمرات پر کنکریاں مارنا کب تک ضروری ہے۔ اس میں اہل جاہلیت کا اختلاف رہا کرتا تھا بعض لوگ تیرہویں تاریخ ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام اور جمرات پر رمی کرنے کو ضروری سمجھتے تھے اس سے پہلے بارہویں تاریخ کو واپس مکہ آجانے والے کو گنہگار کہا کرتے تھے اسی طرح دوسرے لوگ بارہویں تاریخ کو چلے آنا ضروری سمجھتے تھے اور تیرہویں تک منیٰ میں ٹھہرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس کی اصلاح آیت میں اس طرح کی گئی کہ جو شخص عید (یعنی دس ذی الحجہ) کے بعد صرف دو دن منیٰ میں قیام کر کے مکہ واپس آجائے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو تیسرے دن تک مؤخر کرے یعنی تیرہویں کو واپس آئے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں چنانچہ مسئلہ اب بھی یہی ہے کہ حجاج کو اختیار ہے جس پر چاہیں عمل کریں البتہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ تیسرے دن تک ٹھہریں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص دوسرے دن غروب آفتاب سے پہلی منیٰ سے مکہ چل کر آیا اس پر تیسرے دن کی رمی یعنی جمرات پر کنکریاں مارنا واجب نہیں لیکن اگر آفتاب منیٰ میں رہتے ہوئے غروب ہوگیا تو پھر تیسرے دن کی رمی کرنے سے پہلے منیٰ سے واپس مکہ آنا جائز نہیں۔ البتہ تیسرے دن کی رمی میں یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ زوال آفتاب سے پہلے صبح کے بعد بھی ہوسکتی ہے۔ احکام حج کے خاتمہ پر بھی تقویٰ کی تاکید فرمائی گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ خاص ایام حج میں جب کہ اعمال حج میں مشغول ہو اُس وقت بھی اللہ سے ڈرتے رہو احکام حج میں کوتاہی نہ کرو اور بعد میں بھی اپنے حج پر مغرور نہ ہو کہ دل میں اپنی بزرگی اور بڑائی کا خیال آوے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور گناہوں سے بچنے اور پرہیز کرنے کا اہتمام کرتے رہو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی زندگی میں حج و عمرہ کی سعادت نصیب فرمائیں اور جن کو یہ سعادت نصیب ہو چکی ہے ان کو بار بار اپنے گھر کی حاضری کی دولت عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ

وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يُّعْجِبُكَ	قَوْلُهٗ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَيُشْهِدُ	اللّٰهَ	عَلٰى	مَا	فِيْ
اور سے	لوگ	جو	تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہے	اسکی بات	میں	زندگی	دنیا	اور وہ گواہ بناتا ہے	اللہ	پر	جو	میں

اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اُس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بتاتا ہے اپنے مافی

قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا

قَلْبِهٖ	وَهُوَ	اَلَدُّ	الْخِصَامِ	وَاِذَا	تَوَلّٰى	سَعٰى	فِي	الْاَرْضِ	لِيُفْسِدَ	فِيْهَا
اس کا دل	حالانکہ وہ	سخت	جھگڑالو	اور جب	وہ لوٹے	دوڑتا پھرے	میں	زمین	تاکہ فساد کرے	اس میں

الضمیر پر حالانکہ وہ مخالفت میں شدید ہے اور جب پیٹ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے

وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ

وَيُهْلِكَ	الْحَرْثَ	وَ	النَّسْلَ	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	الْفَسَادَ	وَاِذَا	قِيْلَ	لَهٗ	اتَّقِ	اللّٰهَ
اور تباہ کرے	کھیتی	اور	نسل	اور اللہ	ناپسند کرتا ہے	فساد	اور جب	کہا جائے	اس کو	ڈر	اللہ

اور کھیتی اور مویشی کو تلف کر دے اور اللہ تعالےٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کر

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

اَخَذَتْهُ	الْعِزَّةُ	بِالْاِثْمِ	فَحَسْبُهٗ	جَهَنَّمُ	وَلَبِئْسَ	الْمِهَادُ	
اُسے آمادہ کرے	عزت غرور	گناہ پر	تو کافی ہے اسکو	جہنم	اور البتہ بُرا	ٹھکانا	

تو نخوت اس کو اُس گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بُری ہی آرام گاہ ہے

منافقت کا انجام: اوپر دو قسم کے انسانوں کا ذکر تھا آخرت کے قائلین و معتقدین کا اور آخرت کے منکرین و منافقین کا اب منافقین کے بیان سے ان دو قسموں کی تفصیلات کا آغاز ہو رہا ہے۔ مذکورہ آیات کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ قبیلہ ثقیف کا ایک شخص اخنس بن شریق تھا وہ ظاہری طور پر اسلام کا ہمدرد اور غمخوار معلوم ہوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں آتا تو بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتا، بات بات پر قسمیں کھاتا، لیکن یہ جب مجلس سے اُٹھ کر چل دیتا تو طرح طرح کی شرارتوں میں لگ جاتا اسی کے متعلق ان تین آیات کا نزول ہوا لیکن یہ ہر اُس شخص پر صادق آتی ہیں جو اس منافقانہ خصلت و فطرت کا آدمی ہو کہ بظاہر اسلام اور مسلمانوں کی ہمدردی کے لمبے چوڑے دعوے کرتا ہو بات بات پر اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہو لیکن ہر حق بات سے الجھتا ہو، شہر میں فتنہ فساد کی آگ بھڑکاتا ہو اور اپنے غرور میں اللہ تعالیٰ سے سرکشی و بغاوت کرتا ہو ایسے لوگوں کا انجام بتلایا گیا کہ ان کیلئے جہنم تیار ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کیساتھ ایمان پر قائم رکھے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ ۭ وَاللهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّشْرِيْ	نَفْسَهُ	ابْتِغَآءَ	مَرْضَاتِ	اللهِ	وَاللهُ	رَءُوْفٌ	بِالْعِبَادِ
اور	سے	لوگ	جو	بیچ ڈالتا ہے	اپنی جان	حاصل کرنا	رضا	اللہ	اوراللہ	مہربان	بندوں پر

اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

یہ آیت حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ میں نازل ہوئی جب کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کیلئے روانہ ہوئے تو راستہ میں کفار قریش کی ایک جماعت نے روک لیا یہ دیکھ کر حضرت صہیبؓ اپنی سواری سے نیچے اتر کر کھڑے ہو گئے اور ان کے ترکش میں جتنے تیر تھے سب نکال لئے اور قریش کی اس جماعت سے خطاب کیا کہ اے جماعتِ قریش تم جانتے ہو کہ میں مشہور تیر انداز ہوں اگر تم نے مجھ تک آنا چاہا تو پہلے اپنے ترکش کے سارے تیر خرچ کروں گا پھر تلوار سے جہاں تک قوت کام دے گی تم کو قتل کروں گا۔ جب تھک جاؤں گا اس وقت تم مجھ کو پکڑ سکو گے اس میں تمہاری سینکڑوں لاشیں زمین پر تڑپتی نظر آئیں گی اس لئے بہتر یہ ہے کہ واپس چلے جاؤ ہاں اگر مال کی طلب ہے تو مکہ میں جہاں جہاں میرا مال ہے بتائے دیتا ہوں جا کر لے لو، کفار اس بات پر راضی ہو گئے حضرت صہیبؓ اُن کو سارا مال بتا کر مدینہ کو چل دیئے اِدھر مدینہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صہیبؓ نے بڑی نفع کی تجارت کی، حضرت صہیبؓ کے پہنچنے سے قبل حضرت عمر فاروقؓ ایک جماعت صحابہ کے ساتھ اُن کے استقبال کیلئے آئے اور جب حضرت صہیبؓ سے ملاقات ہوئی تو سب نے کہا کہ آپ کی تجارت بڑی سود مند اور نفع بخش ہوئی اور سب نے مبارکبادیاں دیں کہ آپ نے بڑی نفع کی تجارت کی۔ جب حضرت صہیبؓ مدینہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اس آخری آیت کا شانِ نزول بھی اگر چہ خاص ہے لیکن آیت کا حکم عام ہے اور تمام انصار و مہاجرین بلکہ صلحائے اُمت بھی اس حکم میں شریک ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں دو گروہوں کا بیان ہوا، ایک تو وہ جو صرف دُنیا کا طالب تھا ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اس کا انجام بتلایا گیا کہ ایسوں کی سزا کے لئے جہنم بہت کافی ہے جو بدترین مقام ہے دوسرا گروہ وہ کہ جو خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان سے بھی دریغ نہیں کرتا سو اللہ تعالیٰ بھی ان پر مہربانی فرماتا ہے اور ان پر شفقت رکھتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ ہم کو اپنا وہ خوف اور ڈر نصیب فرما کہ ہم کو جو چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے یا اللہ اس دنیا میں ہم کو آخرت کی سود مند تجارت کی توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنی جانوں کو اپنی رضا کے کاموں میں لگانے کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ! حب دنیا، نفاق، تکبر، غرور اور فساد فی الارض کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرما اور تمام اہل اسلام کو ان مہلک امراض سے بچنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ادْخُلُوْا	فِي	السِّلْمِ	كَآفَّةً	وَ	لَا تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ	الشَّيْطٰنِ
اے	جولوگ ایمان لائے	تم داخل ہو جاؤ	میں	اسلام	پورے پورے	اور	نہ پیروی کرو	قدم	شیطان

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا

اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ	فَاِنْ	زَلَلْتُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْكُمُ	الْبَيِّنٰتُ	فَاعْلَمُوْٓا
بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلا	پھر اگر	تم ڈگمگا گئے	اس کے بعد	جو	تمہارے پاس آئے	واضح احکام	تو جان لو

واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں پہنچ چکی ہیں لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اَنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
کہ	اللہ	غالب	حکمت والا

حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ: یہ آیات حضرت عبداللہ بن سلام اور دیگر علمائے یہود کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں کہ جنہوں نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ہم کو احکام اسلامیہ کی تعمیل کے ساتھ اس کی بھی اجازت دے دی جائے کہ شریعت موسویہ کے مطابق ہفتہ کے دن کی تعظیم اور اونٹ کے گوشت اور دودھ سے پرہیز کرتے رہیں اور توریت کی بھی تلاوت کرتے رہیں۔ اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس خیال کی اصلاح فرمائی۔

تم دین اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور عقائد سے لے کر اعمال تک اور عبادات سے لے کر اخلاق و معاملات تک اسلام کی تمام ہدایات پر عمل کرو اور ظاہراً وباطناً خدا کی فرمانبرداری اختیار کرو یہ نہیں کہ جس حکم کو دل نے چاہا مانا ورنہ نہیں، یا اسلامی احکام کی جگہ جاہلانہ رسوم وغیرہ کی پابندی کرنا یا اسلام میں داخل ہونے کے بعد دین سابق یعنی یہودیت و نصرانیت کی کوئی رعایت کرنا، ایسا کرنا گویا شیطان کی پیروی کرنا ہے اور شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

ان آیات کے تحت علمائے مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں ان لوگوں کیلئے بھی بڑی تنبیہ ہے جنہوں نے اسلام کو صرف مسجد اور عبادت کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے اور معاملات اور معاشرت کے احکام کو گویا دین کا جزو ہی نہیں سمجھتے' حالانکہ اسلام نام ہے اس مکمل نظام حیات کا جو قرآن و سنت میں بیان ہوا ہے خواہ اس کا تعلق عقائد و عبادات سے ہو یا معاملات و معاشرت سے ہو یا حکومت و سیاست سے ہو یا تجارت، حق تعالیٰ نے جو شرف و فضیلت اور عزت و عظمت اس امت مسلمہ کو عطا فرمایا تھا وہ محض قرآن و سنت کو زندگی کا مکمل دستور العمل بنانے پر عطا فرمایا تھا۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے تو ہم کو اس نعمت کی قدردانی کی بھی توفیق نصیب فرمائیں اور ہم کو جملہ احکام اسلامیہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ

هَلْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَّآ	اَنْ	يَّاْتِيَهُمُ	اللّٰهُ	فِيْ ظُلَلٍ	مِّنَ	الْغَمَامِ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ
کیا	وہ انتظار کرتے ہیں	سوائے بھی	کہ	آئے انکے پاس	اللہ	سائبانوں میں	سے	بادل	اور فرشتے

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں اُن کے پاس آویں اور

قُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝٢١٠

	وَقُضِيَ	الْاَمْرُ	وَاِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ	
	اور طے ہو جائے	قصہ	اور طرف	اللہ	لوٹیں گے	تمام کام	

سارا قصہ ہی ختم ہو جاوے اور یہ سارے مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیے جاویں گے۔

احکام الٰہی سے روگردانی کی سزا: گذشتہ آیات میں اسلام میں پوری طرح داخل ہونے کی ہدایت فرمائی گئی تھی اب آگے ان آیات میں شریعت اسلامیہ کو بالکل ہی نہ ماننے اور احکام اسلامی سے سرتابی کرنے والوں کو عذاب شدید کی وعید سنائی جاتی ہے۔

کہ جو لوگ حق تعالےٰ کے صاف صاف احکام کے بعد بھی اپنی کجروی سے باز نہیں آتے۔ اللہ کے رسول اور اللہ کے کلام قرآن حکیم پر اعتماد و یقین نہیں کرتے تو کیا وہ اس امر کے منتظر ہیں کہ قیامت قائم ہو اور اولین و آخرین جمع ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کے حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لئے خود سفید ابر کے سائبانوں میں نزول اجلال فرمائیں اور فرشتے بھی ساتھ آئیں اور ہر کسی کو اس کے عمل و عقیدے کے موافق جزا و سزا دے دی جائے اور سارا قصہ ہی ختم ہو جائے۔ تو کیا منکرین حق اس وقت امر حق قبول کریں گے جس وقت کا قبول کرنا مقبول نہ ہوگا اور یہ سارے جزا و سزا کے مقدمات حق تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیے جاویں گے کوئی دوسرا صاحب اختیار نہ ہوگا سو ایسے زبردست قادر مطلق کے ساتھ مخالفت کرنے کا انجام بجز خرابی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ اور فرشتوں کے آنے کا واقعہ جس کا اشارہ آیت میں فرمایا گیا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قیامت میں پیش آئے گا جیسا کہ قرآن کریم کی بعض دوسری آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ تیسویں پارہ سورۂ والفجر میں ارشاد ہے: اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (جس روز زمین کے بلند اجزاء پہاڑ وغیرہ کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر کے زمین کو برابر کر دیا جاوے گا اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے میدان حشر میں آویں گے)

اور ایک حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اوّلین و آخرین کو جمع کریں گے تمام لوگ آسمان کی طرف کھڑے دیکھتے ہوں گے اور فیصلہ کے منتظر ہوں گے اتنے میں اللہ تعالیٰ ابر کے سائبانوں میں عرش سے کرسی کی طرف نزول فرمائیں گے۔

آگے بیان فرمایا جاتا ہے کہ جیسے بنی اسرائیل کو مخالفت پر سزا دی گئی، اب بھی ہمارا قانون یہی ہے کہ نافرمانوں کو حق کی سزا ملتی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل یقین نصیب فرمائے، غفلت کے گناہ سے محفوظ رکھے اور دنیا کی زندگی کے ہر لحمہ میں اپنی رضا کے کاموں میں مشغول رکھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ

سَلْ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	كَمْ	اٰتَيْنٰهُمْ	مِّنْ	اٰيَةٍ	بَيِّنَةٍ	وَ	مَنْ	يُّبَدِّلْ	نِعْمَةَ	اللّٰهِ
پوچھو	بنی اسرائیل	کس قدر	ہم نے انہیں دیں	سے	نشانیاں	کھلی	اور	جو	بدل ڈالے	نعمت	اللہ

آپ بنی اسرائیل سے پوچھیے ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلتا ہے اُس کے پاس پہنچنے کے

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

مِنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْهُ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
اس کے بعد	جو	آئی اس کے پاس	تو بیشک	اللہ	سخت	عذاب

بعد تو یقیناً حق تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں

گمراہی کے خریدار...... یہود:

"آپ علمائے بنی اسرائیل سے ذرا پوچھیے تو سہی کہ ہم نے ان کو یعنی ان کے بزرگوں کو اور آباؤ اجداد کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں مگر اُن لوگوں نے بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرتے اور الٹی گمراہی پر کمر باندھی پھر دیکھو سزائیں بھی بھگتیں مثلاً توراۃ ملی، چاہیے تو یہ تھا کہ اس کو قبول کرتے مگر انکار کیا، آخر کوہ طور ان پر معلق کر دیا گیا اور ان پر گرانے کی دھمکی دی گئی اور مثلاً بنی اسرائیل نے حق تعالیٰ کا کلام سنا چاہیے تھا کہ سر آنکھوں پر رکھتے مگر شبہات نکالے آخر بجلی سے ہلاک ہوئے اور مثلاً سمندر میں راستہ دے کر فرعون سے نجات دی مگر بجائے احسان ماننے کے گو سالہ پرستی شروع کر دی جس پر سزائے قتل دی گئی اور مثلاً من وسلویٰ نازل ہوا تو شکر کرنا چاہیے تھا کہ بلا مشقت روزی ملی لیکن بے حکمی کی تو وہ سڑنے لگا اور اس سے نفرت ظاہر کی تو وہ موقوف ہو گیا اور کھیتی باڑی کی مصیبت سر پر پڑی اور مثلاً انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ان میں جاری رہا، غنیمت سمجھتے مگر ان کو قتل کرنا شروع کیا جس کی ان کو یہ سزا دی گئی کہ سلطنت وحکومت ان سے چھین لی گئی (اور اسی طرح بہت سے واقعات اِسی سورۂ بقرہ کے شروع میں ذکر ہو چکے ہیں) اور ہمارا قانون بھی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی بڑی نعمت یعنی دلائل واضحہ کو بدلتا ہے اس کے پاس پہنچنے کے بعد یعنی بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرے اور الٹا گمراہ بنتا ہے تو یقیناً حق تعالیٰ ایسے شخص کو سخت سزا دیتے ہیں اور یہ سزا بھی دنیا میں بھی ہو جاتی ہے ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی ہو گی۔"

غرض اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنا ایک قانون بیان فرما دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلتا ہے بعد اس کے کہ وہ نعمت اس کو پہنچ چکی ہو تو یقیناً پھر حق تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہمیں اپنی نعمتوں کی قدردانی عطاء فرما، ہمیں اپنا شکر گذار فرمانبردار اور وفادار بندہ بنا۔ یہودیوں کی طرح ہمیں بے فرمان نا شکرا نہ بنا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

زُيِّنَ	لِلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَيَسْخَرُوْنَ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَالَّذِيْنَ
آراستہ کی گئی	وہ لوگ جو	کفر کیا	زندگی	دنیا	اور وہ ہنستے ہیں	سے	جو لوگ	ایمان لائے	اور جو لوگ

دنیوی معاش کفار کو آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور ان مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ یہ جو کفر و شرک سے بچتے ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ

اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

اتَّقَوْا	فَوْقَهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	وَاللّٰهُ	يَرْزُقُ	مَنْ	يَّشَآءُ	بِغَيْرِ	حِسَابٍ
پرہیزگار ہوئے	ان سے بالاتر	قیامت کے دن	اور اللہ	رزق دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	بے	شمار

میں ہوں گے قیامت کے دن اور روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے انداز دے دیتے ہیں

دنیا کی محبت گمراہی کا سبب: جن لوگوں نے خدا کی نعمت ہدایت سے منہ موڑا اللہ کے انبیاء کی تکذیب کی اس کی آیات کو جھٹلایا اور اس کی توحید کا انکار کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں دنیا کی دولت اور ظاہری شان و شوکت اور دنیا کے مزے و راحت کی محبت بس چکی ہے دین و آخرت کے مقابلہ میں دنیوی عزت و وقار اور اقتدار خوشنما معلوم ہوتا ہے اس لئے انہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی پر جمے رہنا قبول کیا اور اسی حب دنیا کے آثار میں سے ہے کہ وہ اہل دین اور ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی تحقیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام و ایمان قبول کر کے انہوں نے کیا حاصل کیا؟ اُن کے پاس دولت ہے نہ زمین، محلات ہیں نہ باغات، نہ اقتدار نہ عیش و راحت کے سامان ان دنیاداروں کو اور دنیا کے مال و دولت اور عز و جاہ پر مغرور ہو کر غریب اہل ایمان پر ہنسنے اور ان کا مذاق اڑانے والوں کو سنایا جاتا ہے کہ اس استہزاء کرنے کی حقیقت قیامت کے روز آنکھوں کے سامنے آجائے گی یہ غربائے اسلام جو خدا سے ڈرتے ہیں قیامت کے دن اُن دنیادار کافروں سے بہت بلند درجات میں ہونگے اور یہ متکبر کفار جہنم کے نیچے طبقہ میں ہوں گے اور یہ خدا سے ڈرنے والے فقرائے مومنین جنت کے بلند درجات میں ہوں گے۔

باقی رہا دنیا میں کثرت رزق اور مال و زر کی فراوانی کا سوال تو یہ چیز خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے بے حساب دولت دے دے کسی مسلمان اہل ایمان کو دے دے یا کسی کافر بے ایمان کو دے دے وہ اپنی حکمت و مصلحت کے تحت جسے چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مومن مرد یا عورت کو اس کے فقر و فاقہ کی وجہ سے ذلیل و حقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو اولین و آخرین کے مجمع میں رسوا اور ذلیل کریں گے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ دنیا کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور ہمارے قلوب کو حبِ دنیا سے پاک فرما دیں۔

یا اللہ ہم کو ایمان و اسلام کی دولت سے مالا مال فرما اور تقویٰ کی عزت اور بزرگی عطا فرما کہ جو آخرت میں ہمارے لئے کامیابی اور سرخروئی کا ذریعہ ہے۔ یا اللہ کفار کی خصلت حب دنیا اور اہل دین کا مذاق اڑانا اس سے امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچایئے اور ہر حال میں ہم کو تقویٰ اور دین پر جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ

كَانَ	النَّاسُ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً	فَبَعَثَ	اللّٰهُ	النَّبِيّٖنَ	مُبَشِّرِيْنَ	وَ	مُنْذِرِيْنَ
تھے	لوگ	امت	ایک	پھر بھیجے	اللہ	نبی	خوشخبری دینے والے	اور	ڈرانے والے

سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ خوشی سناتے تھے اور ڈراتے تھے

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

وَاَنْزَلَ	مَعَهُمُ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَ	النَّاسِ	فِيْمَا	اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ
اور نازل کی	ان کے ساتھ	کتاب	برحق	تاکہ فیصلہ کرے	درمیان	لوگ	جس میں	انہوں نے اختلاف کیا	اس میں

اور اُن کے ساتھ کتابیں بھی ٹھیک طور پر نازل فرمائیں اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کے امور اختلافیہ میں فیصلہ فرمادیں

حق و باطل کی کشمکش ابتداءِ تاریخ سے ہے

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دین حق سے منکرین کے اختلاف کرنے کی علت اور اصل وجہ "حب دنیا" ہے۔ اسی مضمون کی تائید میں اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ حب دنیا کا مرض کچھ انہی یہود مدینہ اور کفار مکہ کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ یہی قصہ مدت دراز سے اس دنیا میں چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین حق کی حقانیت پر واضح اور روشن دلائل قائم فرماتے رہے ہیں اور منکرین حق طالبان دنیا اپنی دنیوی اغراض کے سبب اس سے مخالفت کرتے رہے ہیں۔

دین توحید کی تاریخ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شروع میں اس دنیا میں توحید کامل تھی اور سب کا ایک ہی دین، دین حق تھا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر قریب عہد نوح علیہ السلام تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت پر تھے، نوح علیہ السلام کے زمانے کے قریب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور یہ بعثت میں پہلے رسول تھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء اور کتابیں دنیا میں بھیجیں راہِ حق کو ہدایت کرنے کے لئے اور اُسی دین حق پر دوبارہ قائم ہوجانے کے لئے جس پر سب دُنیا میں پہلے قائم تھے۔

بعثت انبیاء کا سلسلہ

دوسرے یہ کہ اختلاف پیدا ہونے کے بعد حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور کتب آسمانی کو دنیا میں بھیجا کہ جو مختلف عقائد و خیالات میں سے صحیح اور حق کو واضح کرکے بتلادیں اور یہ سلسلہ خاتم الانبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ پر نازل ہونے والی آخری کتاب قرآن کریم پر ختم ہوا تو معلوم ہوا کہ دین سے متعلق تمام اختلافات اور نزاعات کو ختم کرنے کا فیصلہ کتاب الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو دل و جان سے قبول کرنے میں ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دین حق کی قدردانی نصیب فرمائے اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و سیرت کی کامل پیروی نصیب فرمائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ إِلَّا الَّذِيْنَ أُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا

وَمَا	اخْتَلَفَ	فِيْهِ	إِلَّا	الَّذِيْنَ	أُوْتُوْهُ	مِنْ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	بَغْيًا
اور نہیں	اختلاف کیا	اس میں	مگر	جنہیں	دی گئی	بعد	جو۔جب	آئے ان کے پاس	واضح حکم	ضد

اوراس کتاب میں اختلاف کسی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے جن کو (اولاً) وہ کتاب ملی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل واضحہ پہنچ چکے تھے

بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهٖ

بَيْنَهُمْ	فَهَدَى	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لِمَا	اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ	مِنَ	الْحَقِّ	بِإِذْنِهٖ
انکے درمیان آپس	پس ہدایت دی	اللہ	جولوگ	ایمان لائے	لئے۔جو	انہوں نے اختلاف کیا	اُس میں	سے پر	حق	اپنے اذن سے

باہمی ضدا ضدی کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو وہ امر حق جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے بفضلہ تعالیٰ بتلا دیا

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

وَاللّٰهُ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ	إِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ	
اور اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	طرف	راستہ	سیدھا	

اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اُس کو راہِ راست بتلا دیتے ہیں

انسانیت ہمیشہ دوگروہوں میں تقسیم رہی

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء ورُسُل اور آسمانی کتابوں کے کھلے ہوئے فیصلوں کے بعد بھی یہ دنیا دو گروہوں میں تقسیم رہی کچھ لوگوں نے انبیاء ورُسُل اور آسمانی کتاب کے فیصلہ کو دل سے قبول وتسلیم کیا اور اپنا عقیدہ اور عمل اس کے مطابق رکھا اور کچھ لوگوں نے ان ہدایاتِ واضحہ کو قبول نہ کیا جب کہ انبیاء کی تعلیم اور آسمانی کتابوں کی ہدایات میں کوئی اشتباہ یا التباس اور شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی کہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئے یا غلط فہمی کا شکار ہوجائیں بلکہ حقیقت یہ تھی کہ جاننے بوجھنے کے باوجود دیدہ دانستہ ان لوگوں نے محض ضد اور ہٹ دھرمی سے انکار کیا اور ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کے شکار ہوئے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے لُطف سے ملتی ہے

چوتھے آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہدایت محض اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم وعنایت سے ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ مالک ومختار ہیں جس کو چاہیں اور جس طرح چاہیں سیدھا راستہ دکھادیں اور جس کو نہ چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت اور سنت الٰہیہ یہی ہے کہ حق کی ہدایت سے اسی کو سرفراز فرماتے ہیں کہ جو شخص دُنیا پر فریفتہ نہ ہو اور دُنیا کی زینت نے اس کو اپنا گرویدہ اور شیدائی نہ بنالیا ہو کیونکہ جن کے دل دنیا کی محبت میں گرفتار ہوچکے ہیں وہ کبھی حق کو قبول نہیں کرتے اور انبیاء اور آسمانی کتاب کی تعلیم و ہدایت کی طرف کان نہیں کرتے بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ اہل حق کو ستاتے ہیں اور طرح طرح کی ایذائیں ان کو پہنچاتے ہیں اس لئے اگلی آیت میں اہل ایمان کو تسلی فرمائی جاتی ہے کہ تم اہل باطل اور اہل دنیا کی ایذاؤں سے ہرگز نہ گھبرانا، یہ اہل ایمان کیلئے کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے اہل باطل حضرات انبیاء اور ان کے متبعین اہل ایمان کو ستاتے اور ایذاء پہنچاتے چلے آئے ہیں اس لئے وہ یہاں کے چندروزہ مصائب پر نظر نہ کریں بلکہ تحمل اور دین پر مضبوطی سے مستقیم رہیں اور اس پر جو اجر وثواب اور نعمتیں وراحتیں آخرت میں ملیں گی ان پر نظر رکھ کر مخالفین کی ایذائیں برداشت کریں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

اَمْ	حَسِبْتُمْ	اَنْ	تَدْخُلُوْا	الْجَنَّةَ	وَلَمَّا	يَاْتِكُمْ	مَّثَلُ	الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ	قَبْلِكُمْ
کیا	تم خیال کرتے ہو	کہ	تم داخل ہو جاؤ گے	جنت	اور جبکہ نہیں	آئی تم پر	جیسے	جو	گزرے	سے	تم سے پہلے

مسلمانو! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ تم کو ہنوز ان لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

مَسَّتْهُمُ	الْبَاْسَآءُ	وَ	الضَّرَّآءُ	وَزُلْزِلُوْا	حَتّٰى	يَقُوْلَ	الرَّسُوْلُ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ
پہنچی انہیں	سختی	اور	تکلیف	اور وہ ہلا دیے گئے	یہاں تک	کہنے لگے	رسول	اور وہ جو	ایمان لائے	انکے ساتھ

ان پر ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ پیغمبر تک اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے

مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

مَتٰى	نَصْرُ اللّٰهِ	اَلَآ	اِنَّ	نَصْرَ	اللّٰهِ	قَرِيْبٌ
کب	اللہ کی مدد	آگاہ رہو	بیشک	مدد	اللہ	قریب

بول اُٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد کب ہوگی، یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ کی امداد نزدیک ہے

مؤمنین کو تسلی: اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق دو روایات ہیں ایک تو یہ کہ یہ آیت غزوۂ خندق (جس کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں) کے متعلق نازل ہوئی ہے جب کہ صحابہ کرام کو مشقت، تکلیف، دشمن کا خوف، موسمی سردی اور تنگدستی چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی دوسری روایت یہ ہے کہ جنگِ اُحد کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور اس طرح خالی ہاتھ مدینہ آئے کہ کل مال واسباب مکہ ہی میں رہ گیا جس پر کافروں نے قبضہ کر لیا تو حضرات صحابہ کو بڑی دشواری اور تکلیف کا مقابلہ کرنا پڑا، پھر مدینہ پہنچ کر تنگدستی اور افلاس میں بھی اطمینان نصیب نہ ہوا ایک طرف مدینہ کے یہود مخالف تھے اور ہر وقت نقصان پہنچانے کے کوشاں تھے پھر کچھ منافقین تھے جو بظاہر دوست مگر دل سے دشمن، پھر مکہ کے کفار کے حملوں کا خوف، اس وقت صحابہ کرام کو تسکین اور اطمینان دلانے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔

"متیٰ نصر اللہ" کہنے کا مطلب: انبیاء اور مؤمنین کا مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی امداد کب ہوگی) اس طرح کہنا نعوذ باللہ کسی شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ وقت امداد اور غلبہ مقابلہ مخالفین میں ان حضرات کو نہ بتلایا گیا تھا ابہام وقت سے اُن کو جلدی ہونے کا انتظار رہتا تھا جب انتظار سے تھک جاتے تب اس طرح عرض معروض کرنے لگتے جس کا حاصل دُعاء ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! صحابہ کرام کے طفیل میں ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرما۔ اور اعداء دین کے مقابلہ میں ہم کو نصرت و کامیابی عطا فرما اور انجام کار دشمنانِ دین کو ذلیل وخوار اور ناکام فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ								
يَسْـَٔلُوْنَكَ	مَاذَا	يُنْفِقُوْنَ	قُلْ	مَا	اَنْفَقْتُمْ	مِنْ	خَيْرٍ	فَلِلْوَالِدَيْنِ
وہ آپ سے پوچھتے ہیں	کیا کچھ	خرچ کریں	آپ کہدیں	جو	تم خرچ کرو	سے	مال	سو ماں باپ کیلئے
لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو ماں باپ کا حق ہے اور								

الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ									
وَالْاَقْرَبِيْنَ	وَالْيَتٰمٰى	وَ	الْمَسٰكِيْنِ	وَابْنِ السَّبِيْلِ	وَمَا	تَفْعَلُوْا	مِنْ خَيْرٍ	فَاِنَّ	
اور قرابت دار جمع	اور یتیم جمع	اور	محتاج جمع	اور مسافر	اور جو	تم کرو گے	کوئی نیکی	تو بے شک	
قرابتداروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافر کا اور جونسا نیک کام کرو گے سو									

اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾	اللّٰهَ	بِهٖ	عَلِيْمٌ	
اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے	اللہ	اسے	جاننے والا	

نفلی صدقات اور ان کے مستحقین

یہاں اس آیت میں صدقات نافلہ کا بیان ہے، صدقات واجبہ مثل زکوٰۃ و فطر وغیرہ کے متعلق نہیں ہے۔

بعض صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ ہم کیا چیز کار خیر میں ثواب کے واسطے خرچ کیا کریں اور کن پر خرچ کیا کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ جواباً آپ مسلمانوں سے کہہ دیں کہ تم اپنی نیک کمائی اور پاکیزہ دولت میں سے جو کچھ بھی اللہ کیلئے خرچ کرنا چاہو اس کے مستحق ماں باپ، رشتہ دار، یتیم یعنی بے باپ کے بچے، مساکین اور مسافر ہیں تو یہاں جن پر اپنا مال دولت خرچ کرنا چاہیے اس کے مستحق پانچ بتلائے گئے۔

(۱) سب سے پہلے ماں باپ کی خدمت میں خرچ کرنا چاہیے جو اولاد کے وجود ظاہری کا سبب بنے اور اولاد کو نہایت شفقت و محبت سے پالا پوسا۔ (۲) والدین کے بعد رشتہ دار ہیں کہ جن پر خرچ کرنا چاہیے تاکہ صدقہ اور صلہ رحمی دونوں جمع ہو جائیں۔ (۳) پھر یتیموں کا حق ہے کیونکہ کوئی ان کا کفیل اور ذمہ دار نہیں اور کم عمر ہونے کی وجہ سے خود کمانے کے قابل نہیں۔

(۴) اس کے بعد عام محتاجوں اور مساکین پر خرچ کرنے کو کہا گیا جو کما نہیں سکتے۔ (۵) عام محتاجوں کے بعد مسافروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا کہ جو اپنے وطن اور عزیز و اقارب سے دور ہونے اور زادِ راہ ختم ہو جانے کی وجہ سے فقیر ہو گئے ہوں۔

یہاں آیت میں مستحقین کے بیان کے بعد یہ بھی فرما دیا کہ جو کچھ نیکی تم کرو گے اور حلال کمائی اور پاک مال سے راہِ خدا میں صرف کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہیں تمہارا خرچ کیا ہوا ضائع نہ جائے گا اس کی جزا اور ثواب یقیناً ملے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ	الْقِتَالُ	وَهُوَ	كُرْهٌ	لَّكُمْ	وَعَسٰى	اَنْ	تَكْرَهُوْا	شَيْئًا	وَهُوَ	خَيْرٌ
تم پر فرض کی گئی	جنگ	اور وہ	ناگوار	تمہارے لئے	اور ممکن ہے	کہ	تم ناپسند کرو	ایک چیز	اور وہ	بہتر

جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو گراں ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو

لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

لَّكُمْ	وَعَسٰى	اَنْ	تُحِبُّوْا	شَيْئًا	وَهُوَ	شَرٌّ	لَّكُمْ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	وَاَنْتُمْ	لَا تَعْلَمُوْنَ
تمہارے لئے	اور ممکن ہے	کہ	تم پسند کرو	ایک چیز	اور وہ	بُری	تمہارے لئے	اور اللہ	جانتا ہے	اور تم	نہیں جانتے

اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

قتال کی فرضیت: گزشتہ آیت میں راہ خدا میں مال خرچ کرنے کا حکم تھا اس آیت میں جان قربان کرنے کا حکم ہے، کیونکہ دین، قوم اور ملت کا بقا بغیر جان و مال کی قربانی کے ممکن نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں تھے تو جنگِ مدافعانہ کی بھی اجازت نہ تھی پھر ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے تو دشمنوں سے مدافعت کی اجازت مل گئی۔ جب کفار اپنے ظلم اور زیادتیوں سے باز نہ آئے تو علی العموم کفار سے مقاتلہ کی اجازت ہوگئی اور جہاد فرض ہوا۔

اس آیت سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہر مسلمان پر ہر حالت میں فرض ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ فریضہ فرض عین کے طور پر ہر ہر مسلم پر عائد نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس فرض کو ادا کردے تو باقی مسلمان سبکدوش سمجھے جائیں گے ہاں اگر کسی وقت میں اور کسی ملک میں کوئی جماعت بھی فریضہ جہاد ادا کرنے والی نہ ہے تو سب مسلمان ترکِ فرض کے گنہگار ہوجائیں گے۔

حکم الٰہی کے مقابلہ میں طبعی پسند ناپسند کی کوئی حیثیت نہیں ہے:
جہاد کی ترغیب کے لئے فرمایا گیا کہ ہوسکتا ہے کہ بعض چیزیں اپنے ظاہری اور مادی نقصان کی وجہ سے تمہیں طبعاً ناپسند ہوں اور تم انہیں اچھا نہ سمجھتے ہو مگر انجام کے لحاظ سے اور پوشیدہ فوائد کے لحاظ سے وہ تمہارے لئے خیر و برکت اور فلاح دارین کا باعث ہو مثلاً جہاد و قتال ہی کو لے لیجئے جو بظاہر قتل و خونریزی اور مال و جان کی ضیاع کی وجہ سے ممکن ہے تمہیں ناپسند ہو مگر اس کا انجام بہتر ہے کیونکہ جہاد ہی سے تم اپنا اور اپنے دین کا نام دُنیا میں بلند کرسکتے ہو اس کا وقار اس کی شان و شوکت کو قائم رکھ سکتے ہو اور جہاد ہی سے تم غازیوں اور شہیدوں کے درجات حاصل کرسکتے ہو۔

خلاصہ یہ کہ جہاد و قتال میں اگرچہ بظاہر جان و مال کا نقصان نظر آتا ہے لیکن جب حقائق و نتائج سامنے آئیں گے تو راز کھلے گا کہ نقصان ہرگز نقصان نہ تھا بلکہ سراسر نفع اور دائمی راحت کا سامان تھا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمارا علم ناقص اور محدود ہے آپ کا علم کامل اور ہر چیز پر حاوی ہے، یقیناً ہماری بہتری و سلامتی اُسی میں ہے جو آپ نے حکم فرمایا ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط

فِيْهِ	قِتَالٍ	الشَّهْرِ الْحَرَامِ	عَنِ	يَسْئَلُوْنَكَ	
اس میں	جنگ	مہینہ حرمت والا	سے	وہ آپ سے سوال کرتے ہیں	

لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں'

مسلمانوں پر کافروں کی نکتہ چینی کا جواب

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے دو ماہ پیشتر ماہ جمادی الاخری ۲ھ میں اپنے پھوپی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی سرکردگی میں آٹھ یا بارہ مہاجرین کی ایک جماعت کو جس میں سوائے مہاجرین کے اور کوئی نہ تھا مدینہ سے کافروں کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو ایک والا نامہ لکھ کر دیا اور یہ فرمایا کہ جب دو دن کا سفر طے کر لو اس وقت اس خط کو کھولنا اور اپنے ساتھیوں کو سنا دینا اور کسی پر زبردستی نہ کرنا حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس طرف جاؤں آپ نے فرمایا کہ نجد کی طرف جاؤ، حضرت عبداللہ بن جحشؓ وہاں سے روانہ ہوئے اور دو دن کا سفر طے کرنے کے بعد ایک منزل پر پڑاؤ کیا اور آپ کا والا نامہ کھولا تو اس میں یہ مضمون تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اما بعد اللہ کی برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ اپنے رفقاء کو لے کر چلے جاؤ یہاں تک کہ جب مقام نخلہ پر پہنچو تو قریش کے تجارتی قافلہ کا انتظار کرو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا مال تم کو عطا کرے اور پھر وہ مال تم ہمارے پاس لے کر آؤ۔"

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اس حکم نامہ کو پڑھتے ہی سَمْعًا وَّطَاعَةً کہا اور خط اپنے ساتھیوں کو سنایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ فرمایا تھا کہ کسی پر زبردستی نہ کروں اب جس کو شہادت کا شوق اور رغبت ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جس کا جی چاہے وہ لوٹ جائے یہ سن کر سب دل و جان سے تعمیل ارشاد پر راضی ہو گئے اور ایک شخص بھی واپس ہونے کیلئے راضی نہ ہوا مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان جب مقام نخلہ میں جا کر اترے تو ابھی ٹھہرنے بھی نہیں پائے تھے کہ اتنے میں قریش کا قافلہ دکھائی دیا جو طائف کی تجارت کا مال، زیتون کا تیل، کشمش اور چڑے وغیرہ لے کر آ رہا تھا مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا کفار کے قافلہ میں کا ایک قتل ہوا اور دو کو گرفتار کیا باقی لوگ بھاگ گئے صحابہ کرام قیدیوں اور سامان کے اونٹ لے کر مدینہ منورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ قافلہ پر حملہ کا واقعہ جس روز ہوا وہ ماہ رجب کی پہلی تاریخ تھی لیکن صحابہ کرام اس کو جمادی الثانی کی تیسویں تاریخ سمجھے ہوئے تھے مگر چاند ۲۹ کا ہو چکا تھا جس کا ان مجاہدین صحابہ کو علم نہ تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے عرب میں یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ چار مہینے یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب یہ حرمت کے مہینے سمجھے جاتے تھے اور ان میں باہمی قتل و قتال اور جنگ و جدال کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے کفار نے اس واقعہ پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام یعنی رجب کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی کہ ہم نے شہر حرام یعنی ماہ رجب میں قتل کر کے بڑا گناہ کیا اور بعض روایات میں ہے کہ بعض کفار قریش نے بھی حاضر ہو کر اعتراضاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے غلبہ اور عدل و انصاف کی ترویج اور ظالموں کے ظلم سے انسانیت کو آزاد کرانے کی جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

قُلْ	قِتَالٌ	فِيهِ	كَبِيرٌ	وَصَدٌّ	عَنْ	سَبِيلِ	اللَّهِ	وَكُفْرٌ	بِهِ	وَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
آپ کہہ دیں	جنگ	اس میں	بڑا	اور روکنا	سے	راستہ	اللہ	اور نہ ماننا	اس کا	اور	مسجد حرام

آپ فرما دیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا جرم عظیم ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ

وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ

وَإِخْرَاجُ	أَهْلِهِ	مِنْهُ	أَكْبَرُ	عِنْدَ	اللَّهِ	وَالْفِتْنَةُ	أَكْبَرُ	مِنَ	الْقَتْلِ	وَلَا يَزَالُونَ
اور نکال دینا	اس کے لوگ	اس سے	بہت بڑا	نزدیک	اللہ	اور فتنہ	بہت بڑا	سے	قتل	اور وہ ہمیشہ رہیں گے

اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کر دینا جرم اعظم ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا قتل سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور یہ کفار

يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا

يُقَاتِلُونَكُمْ	حَتَّىٰ	يَرُدُّوكُمْ	عَنْ	دِينِكُمْ	إِنِ	اسْتَطَاعُوا	
وہ تم سے لڑیں گے	یہاں تک کہ	تمہیں پھیر دیں	سے	تمہارا دین	اگر	وہ کر سکیں	

تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ رکھیں گے اس غرض سے کہ اگر قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں گے

نکتہ چینی کا جواب:

جواب جو اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگرچہ ماہ حرام میں جنگ کرنا بُرا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ بُری وہ باتیں ہیں اور وہ گناہ بدرجہا بڑے اور سخت ہیں جو خود یہ کفار کرتے ہیں تو کفار خود اپنی حالت پر نظر نہیں کرتے اور مسلمانوں پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے ماہ رجب میں جنگ کرنے کے مقابلہ میں کفار کے بدرجہا بڑے اور سخت گناہ یہاں آیت میں پانچ بتلائے گئے ہیں:

ایک: صَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ کے راہ سے روکنا) یعنی لوگوں کو اسلام دین حق قبول کرنے سے روکنا اور جو اسلام قبول کر لیں، انہیں سخت اذیتیں پہنچانا اور جب مکہ سے اہل اسلام نکل جانے کا ارادہ کرتے تو اللہ کے بندوں کو جانے سے بھی روکنا۔

دوسرے: كُفْرٌ بِهِ (اللہ سے کفر کرنا) یعنی اللہ کی ہستی اور صفات سے انکار کرنا۔

تیسرے: مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل ہونے اور عبادت کرنے سے روکنا۔

چوتھے: کفار مکہ دین حق کو قبول کرنے پر اہل اسلام پر اس قدر سختیاں اور ظلم و زیادتی کیں کہ بیچارے مظلوم مسلمانوں کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور ان کو گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔

پانچویں: وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ یعنی کفار تو تم سے ہمیشہ لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ تم کو تمہارے دین اسلام سے پھیر دیں۔

محترم مہینوں میں جنگ کا حکم:

ابتداءً قتال تو ان مہینوں میں ہمیشہ کیلئے حرام ہے مگر جب کفار ان مہینوں میں حملہ آور ہوں تو مدافعانہ قتال کی مسلمانوں کو بھی اجازت ہے۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

وَمَنْ	يَّرْتَدِدْ	مِنْكُمْ	عَنْ	دِيْنِهٖ	فَيَمُتْ	وَهُوَ	كَافِرٌ	فَاُولٰٓئِكَ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ
اور جو	پھر جائے	تم میں سے	سے	اپنا دین	پھر مر جائے	اور وہ	کافر	تو یہی لوگ	ضائع ہو گئے	ان کے عمل

اور جو شخص تم میں سے واضح کریں دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

فِي	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَاُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
میں	دنیا	اور آخرت	اور یہی لوگ	دوزخ والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے

مرتد کی سزا

اسلام قبول کر لینے کے بعد کفر اور ارتداد اختیار کرنے کا حکم ظاہر فرما کر اہلِ اسلام کو متنبہ کر دیا گیا کہ اگر کوئی کفار و مشرکین کے کہنے سننے سے اپنے دین حق یعنی اسلام سے پھر جائے گا اور پھر توبہ کے بغیر کفر ہی پر مر گیا تو اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں سب ضائع اور غارت ہو جائیں گے، مُرتد کے دُنیا میں اعمال ضائع ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسلام کی وجہ سے جو جان و مال محفوظ اور مامون تھے وہ محفوظ نہ رہیں گے۔ مسلمان بیوی اُس کے نکاح سے نکل جائے گی مسلمان کی میراث سے اس کو حصہ نہیں ملے گا، مرنے کے بعد اہلِ اسلام اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہو سکے گا اور آخرت میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ کسی نیک عمل پر کوئی ثواب نہیں ملے گا اور ابدالآباد کے لئے جہنم کی سزا ہوگی کہ کبھی بھی جہنم سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ اور یہ بدنصیب ہر گھڑی اپنے آپ کو اجر اور ہر عبادت کے ثواب سے محروم پائے گا۔

غرض کہ مرتد عن الاسلام کی حالت کافر اصلی سے بھی بدتر اور بُری ہے اسی واسطے شریعت اسلامیہ میں کافر اصلی سے جزیہ قبول ہو سکتا ہے لیکن مرتد کی سزا قتل ہے اگر مرد ہے اور اگر عورت ہے تو دوام حبس کی سزا دی جائے گی یعنی ہمیشہ قید خانہ میں بند رہے گی۔ (بیان القرآن)

عَنْ دِيْنِهٖ: دین سے مراد یہاں دین اسلام ہی ہے کیونکہ یہاں خطاب مؤمنین ہی سے ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ کسی دین سے کوئی پھر جائے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں اخلاص کے ساتھ ایمان و اسلام سے وابستہ رکھیے اور جب تک زندہ رہیں اسلام اور ایمان پر زندہ رکھئے اور جب موت نصیب فرمائیں تو ایمان اور اسلام کی موت نصیب ہو۔ یا اللہ کفار اور دشمنانِ دین سے ہم کو بھی جہاد کی توفیق نصیب ہو اور کافرانہ خصلتوں سے اُمتِ مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچائیے۔ یا اللہ آپ کی تائید اور توفیق سے ہم سے جو عمل ہو جاتے ہیں ان کے اجر و ثواب کو دُنیا اور آخرت میں قائم رکھئے اور ان کو حبط ہونے سے بچائیے، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

15

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ

إِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَالَّذِيْنَ	هَاجَرُوْا	وَجَاهَدُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	أُولٰٓئِكَ	يَرْجُوْنَ
بیشک	جولوگ	ایمان لائے	اور وہ لوگ جو	انہوں نے ہجرت کی	اور انہوں نے جہاد کیا	میں	اللہ کا راستہ	یہی لوگ	امید رکھتے ہیں

حقیقتاً جولوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے

رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

رَحْمَتَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	
اللہ کی رحمت	اور اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا	

امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے اور رحمت کریں گے

جہاد و ہجرت کا اجر: گذشتہ آیت کے نزول سے اُن مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ شہر حرام یعنی ماہ رجب میں ادانستگی سے جو ایک مشرک کا قتل ہو گیا تھا اُس پر ان کو کوئی گناہ نہیں ہوا مگر پھر بھی ان حضرات کو یہ تردد تھا کہ نہ معلوم اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں تو ان حضرات مہاجرین صحابہ کرام کی بشارت اور تسلی کیلئے اس آیت کا نزول ہوا جس میں بتلایا گیا کہ جولوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے واسطے دین کے دشمنوں سے لڑے، اپنی کوئی غرض اس میں نہ تھی وہ بیشک اللہ کی رحمت کے اُمیدوار اور ثواب کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے مخلصین کو اپنی رحمت سے محروم نہیں رکھتے۔

چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ مال غنیمت جو حضرت عبداللہ بن جحشؓ لے کر مدینہ منورہ آئے تھے اور جو ابھی تک اُسی طرح وحی کے انتظار میں رکھا ہوا تھا آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکال کر بقیہ غانمین پر تقسیم کر دیا۔

جہاد کا مفہوم اور اقسام: قرآن وسنت کی روشنی میں لفظ جہاد جن معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور قرآن وحدیث میں جس کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے اور جہاد کی قسمیں جو جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہیں اس کی تشریح کرتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں: (۱) ایک کھلے دشمن کا مقابلہ، (۲) دوسرے شیطان اور اس کے پیدا کئے ہوئے خیالات کا مقابلہ۔ (۳) تیسرے خود اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ۔

خلاصہ یہ کہ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے راستہ میں رکاوٹ ہے اس کی مدافعت جہاد ہے اور یہ رکاوٹ عادۃً انہیں تین طرفوں سے ہوتی ہے اس لئے جہاد کی تین قسمیں ہو گئیں امام راغبؒ نے یہ تین قسمیں بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ارشاد قرآنی وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ. (یعنی جہاد کرو اللہ کی راہ میں پورا جہاد) یہ جہاد کی تینوں قسموں کو شامل ہے۔

بعض روایات حدیث میں نفس کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ اسی لئے جہاد قرار دیا ہے، قرآن کریم کی کئی آیتوں میں جہاد کے لئے مال خرچ کرنے کو بھی جہاد فرمایا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی غازی کو سامان جہاد دے دیا اس نے بھی جہاد کر لیا اور ایک حدیث میں زبان کے جہاد کو بھی جہاد قرار دیا ہے اور قلم چونکہ ادائے مضمون میں زبان ہی کے حکم میں ہے اس لئے قلمی دفاع کو بھی علماء نے جہاد میں شامل فرمایا ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہر عمل اور فعل میں ہمیں بھی اخلاص اور درستی نصیب فرمائیں اور دشمنانِ دین سے ہر حال میں اسلامی جہاد کی ہمت وتوفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

لِلنَّاسِ	وَمَنَافِعُ	كَبِيْرٌ	اِثْمٌ	فِيْهِمَا	قُلْ	وَالْمَيْسِرِ	الْخَمْرِ	عَنِ	يَسْـَٔلُوْنَكَ
لوگوں کیلئے	اور فائدے	بڑا	گناہ	ان دونوں میں	آپ کہہ دیں	اور جُوا	شراب	کے بارہ	وہ پوچھتے ہیں آپ سے

لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ

نَّفْعِهِمَا	مِنْ	اَكْبَرُ	وَاِثْمُهُمَا
ان کا فائدہ	سے	بہت بڑا	اور ان دونوں کا گناہ

اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں

شراب اور جوئے کی ممانعت کیلئے تدریجی اقدام:

اسلام سے پہلے عرب میں مدت سے شراب اور جوئے کا عام رواج تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ میں بھی شراب و قمار کا رواج تھا حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت معاذ بن جبل اور چند انصاری صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شراب اور قمار انسان کی عقل کو خراب کرتے ہیں اور مال بھی برباد کرتے ہیں ان کے بارہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

تب یہاں اس آیت میں یہ تو نہیں کہا گیا کہ ان دونوں چیزوں کا استعمال خود گناہ ہے بلکہ یہ بتلایا گیا کہ ان سے استعمال سے دوسری باتیں گناہ کی پیدا ہو جاتی ہیں، مثلاً شراب سے عقل زائل ہو جاتی ہے، صحت برباد ہو جاتی ہے، اور جوئے سے مال کی حرص و محبت بڑھ جاتی ہے جو تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اگرچہ ان میں بعض دنیوی فائدے بھی ساتھ لگے ہوں مثلاً بدن کو کچھ نفع پہنچے یا ایک طرح کا وقتی سرور حاصل ہو یا بلا مشقت مال ہاتھ لگ جائے لیکن ان فوائد کے مقابلہ میں نقصانات ان کے بکثرت اور شدید ہیں۔

تو یہاں مقصود اس آیت میں فی نفسہٖ ان دونوں چیزوں کی بُرائی بیان کرنا نہیں تھا بلکہ دوسری خرابیوں کا ذریعہ اور باعث بتلانا تھا اور اس طرح ان دونوں کے ترک کا مشورہ دینا مطلوب تھا، چنانچہ اس آیت کو سن کر بعض صحابہ نے تو فوراً دونوں کو ترک کر دیا کہ گو حرام نہیں کہا گیا مگر شر اور مفاسد کا ذریعہ تو ثابت ہی ہوا۔ اس کے بعد سورۂ نساء کی آیت ایک خاص موقعہ پر نازل ہوئی جس سے خاص اوقات نماز میں شراب منع کر دی گئی۔ پھر بعد میں سورۂ مائدہ کی آیات نازل ہوئیں جن سے شراب اور جوئے وغیرہ کا قطعی حکم آ گیا۔

اور ان آیات میں صراحۃً شراب کی حرمت اور ممانعت نازل ہوگئی اور یہی آخری حکم رہا اور پہلے احکام کو منسوخ کر دیا ان آیات کے نازل ہوتے ہی یک لخت شراب کے تمام برتن توڑ دیئے گئے اور مدینہ کے گلی کوچوں میں شراب بہنے لگی اور تمام مسلمان شراب سے فقط تائب ہی نہیں ہوئے بلکہ بیزار اور سخت متنفر ہو گئے اور اس طرح ۳ھ میں اسلام میں شراب کی مکمل بندش ہوگئی۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو حرام سے کامل طور پر باز رہنے کی توفیق عطا فرمائیں خصوصاً شراب

اور جوئے کی لعنت سے ہمارے ملک کو پاک فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ

وَيَسْئَلُوْنَكَ	مَاذَا	يُنْفِقُوْنَ	قُلِ	الْعَفْوَ
اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے	کیا کچھ	وہ خرچ کریں	آپ کہدیں	زائد از ضرورت

اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کیا کریں آپ فرمادیجئے کہ جتنا آسان ہو

نفلی صدقات کی حدود:

چند آیات پہلے صحابہ کرام کا سوال یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ پہلے بھی گذر چکا ہے بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ ہم اپنے اموال میں سے کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں؟ اس کا جواب وہاں دیا گیا تھا کہ جو کچھ بھی تم کو اللہ کے لئے خرچ کرنا ہو اس کے مستحق ماں باپ، رشتہ دار، یتامیٰ مساکین، اور مسافر ہیں جب قرآن میں مسلمانوں کو اس کا حکم دیا گیا تو چند صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم جو ہمیں ملا ہے ہم اس کی وضاحت چاہتے ہیں کہ کیا مال اور کون سی چیز اللہ کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ اس کا جواب باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا قُلِ الْعَفْوَ، عفو کی مختلف تفاسیر کی گئی ہیں لیکن سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز بھی تمہاری ضروریات سے زائد ہو اور تمہارے حوائج اور مصارف اور لوازم زندگی سے بچے اور جس کے خرچ کرنے سے خود پریشان ہو کر دُنیوی تکلیف میں یا کسی کا حق ضائع کر کے اخروی تکلیف میں نہ پڑے اس کو خرچ کرے۔ بقول حکیم الامت حضرت تھانویؒ آسانی کا معیار یہ ہے کہ اس سے کسی حقدار کا حق ضائع نہ ہو اور اپنے ضروری مصارف میں تنگی نہ اٹھانا پڑے۔

تو یہ بات یہاں سوال ہی سے ظاہر ہے کہ یہاں خرچ کرنے سے مراد صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ، صدقہ فطر یا عشر وغیرہ نہیں کیونکہ ان کی تعداد کی تفصیلات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں یہ سوال عام صدقات اور نفلی خیرات کے متعلق ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور! میرے پاس ایک دینار ہے آپ نے فرمایا اپنے کام میں لاؤ۔ عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اپنی بیوی پر خرچ کرو کہا حضرت ایک اور ہے فرمایا اپنے بچوں کی ضرورت میں لگاؤ۔ کہا ایک دینار اور بھی ہے فرمایا اب تو خود دیکھ بھال سکتا ہے۔

مگر یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ جو خدا کے ایسے عاشق ہیں کہ ان کو سارا ہی مال فضول اور زائد نظر آتا ہے بلکہ مال کے نہ خرچ کرنے سے ان کو پریشانی ہوتی ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ تو ایسے لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یا یوں سمجھئے کہ ایسے عاشقانِ خدا اس حکم میں داخل ہی نہیں۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال نصیب کرے اور اس میں سے درجہ بدرجہ تمام حقداروں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَفَكَّرُوْنَ	فِي الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ
اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	احکام	تا کہ تم	غور وفکر کرو	دنیا میں	اور آخرت میں

اسی طرح اللہ تعالیٰ احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تا کہ تم دنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو

خرچ کرنے سے پہلے سوچ لو

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ (اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تا کہ تم کو ان احکام کا علم ہو جاوے اور اس علم کی وجہ سے ہر عمل کرنے سے پہلے دُنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو) کہ یہ خرچ کرنا موافق حکم الٰہی کے ہے یا نہیں اگر ہوا تو خرچ کیا ورنہ نہ کیا اور تفصیل اس حکم کی یہ ہے کہ:

(۱)......کسی معصیت یا گناہ میں مال خرچ کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔

(۲)......اگر طاعت میں خرچ کرتا ہے تو اگر وہ طاعت حدِ وجوب اور فرضیت تک پہنچی ہے مثلاً زکوٰۃ وغیرہ تو خرچ کرنا فرض وواجب ہے۔

(۳)......طاعت اگر نفلی ہے جیسے معمولی خیرات تو اگر ایسا کرنے سے کسی عیال وغیرہ کا اس میں حق ضائع ہوتا ہو تو خرچ کرنا ناجائز اور کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا لیکن خود پریشان ہو کر صبر نہ کر سکے گا تو بھی ناجائز اور اگر نہ کسی کا حق ضائع ہوتا ہے نہ خود بے صبری اور پریشانی میں مبتلا ہو گا تو پھر خرچ کرنا جائز ہے۔

(۴)......وہ موقع نہ طاعت کا ہے نہ معصیت کا بلکہ مباح ہے تو جیسی نیت ہوگی ویسا حکم ہوگا، مثلاً پھل پلار، میوہ و دیگر لذائذ وغیرہ مباحات میں اگر نیت قوت اور اعانت طاعت و عبادت کی ہے تو ثواب اور باعث اجر اور اگر نیت معصیت کی ہے تو گناہ اور اگر محض دل خوش کرنا ہے تو مباح ہے یعنی نہ ثواب ہوگا نہ گناہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انفاق:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ پسند ہے کہ تین دن بھی نہ گذریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ نہ رہے۔ ہاں فقط اتنا جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے رکھ لوں (صحیح بخاری)

دُعاء کیجئے:

یا اللہ آپ نے جو احکامات ہمارے لئے بیان فرمائے ہیں دنیا اور آخرت کے ہر معاملہ میں ہم کو ان پر غور و فکر کی توفیق عطا فرمایئے اور اپنی رضا کے موافق عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو دنیا میں جو آپ نے عطا فرمایا ہے اس میں حقوقِ واجبہ کے ساتھ نفلی خیر خیرات کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْيَتٰمٰى	قُلْ	اِصْلَاحٌ	لَّهُمْ	خَيْرٌ
اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں	سے بارے میں	یتیم جمع	آپ کہہ دیں	اصلاح	ان کی	بہتر

اور لوگ آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اُن کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے

یتیم کی کفالت کا اجر

ایک حدیث میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم اور پرورش کرنے والا بہشت میں اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو دکھایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی یعنی یتیم کی پرورش کرنے والے اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والے کا بہشت میں اتنا درجہ بلند ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ سے ایسا اتصال ہے جیسے آپس میں ان دو انگلیوں کو۔

یتیم کے مال میں احتیاط:

چونکہ عرب میں ابتدائے اسلام میں پوری طرح یتیموں کا حق دینے میں احتیاط نہ تھی اس لئے پہلے قرآن کریم میں یہ حکم ہوا تھا وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (پ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل) یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو بہترین طریقہ ہو اور پھر چوتھے پارہ (سورۂ نساء) میں فرمایا گیا الْيَتٰمٰى: یہ لفظ یتیم کی جمع ہے اور یتیم سے مراد وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی ہے جس کے سر سے باپ یا ماں کا یا دونوں کا سایہ اٹھ گیا ہو، باپ کے مرجانے سے اگر بچہ یتیم ہوا تو اس کی یتیمی اور بھی زیادہ قابل رحم ہو جاتی ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا " یعنی جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ بھڑکتی ہوئی جہنم میں عنقریب داخل ہوں گے۔"

صحابہ کرامؓ جو احکام الٰہیہ پر جان قربان کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے انتہائی ڈرنے والے تھے ان آیات مذکورہ بالا کے نزول سے سخت خوف زدہ ہو گئے اور جس کے پاس کوئی یتیم بچہ اور اس کا مال تھا اور وہ گھر کے سب آدمیوں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رکھا جاتا تھا تو ان کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ ہر وقت تو اس کی نگرانی مشکل ہے کہ یتیم بچہ نے کتنا کھایا ہے، جتنا مال اس کا شریک ہے وہ دوسرے کے حصہ سے کم ہے یا زیادہ، اگر یتیم کا مال زیادہ ہو گیا تو یہ وعید شدید ہے جو اُوپر کی آیت میں فرمائی گئی، اس لئے ان آیات کو سن کر ان صحابہ نے جو یتیموں کے والی تھے، ڈر کے مارے اتنی احتیاط کرنے لگے کہ یتیموں کا کھانا بھی الگ پکواتے اور الگ رکھواتے۔

اور اسطرح یتیم کا مال گل سڑ کر ضائع ہوتا۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ احتیاط کا یہ مطلب نہیں کہ ضیاع ہونے لگے بلکہ احتیاط کی غرض بھی یتیموں کی خیر خواہی ہے، جس طرح ان کی خیر خواہی ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کی خیر خواہی خصوصاً یتیم، مسکین، محتاج اور معذورین کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

وَاِنْ	تُخَالِطُوْهُمْ	فَاِخْوَانُكُمْ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	الْمُفْسِدَ	مِنَ	الْمُصْلِحِ	وَلَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ
اور اگر	ملا لو ان کو	تو بھائی تمہارے	اور اللہ	جانتا ہے	خرابی کرنے والا	سے کو	اصلاح کرنیوالا	اور اگر	چاہتا	اللہ

اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مصلحت ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں

لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

لَاَعْنَتَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
ضرور مشقت میں ڈالتا تم کو	بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا

تو تم کو مصیبت میں ڈال دیتے اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

جب یتیموں کے مال کو الگ رکھنے کا حکم ہوا تو اس سے بعض صورتوں میں یتیموں کے نقصان کا اندیشہ ہوا کہ کھانے کی چیز بچ رہی تو یا تو وہ یتیم خود دوسرے وقت کھائے یا پھر وہ گل سڑ کر ضائع ہوگیا۔ نیز

اس طرح علیحدہ انتظام سے اولیاء یتیم کو بھی تکلیف ہوتی تھی اس لئے ایسے لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور پوری بات معلوم کرنے کے لئے یتامیٰ کے بارہ میں سوال اُٹھایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نیک نیتی اور دیانتداری کے ساتھ یتیموں کے مال کو اپنے مال میں ملا لینے کی رخصت دی گئی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یتیم کے ذرا ذرا سے مال کی اس طرح دیکھ بھال سخت مشکل ہے کہ اس کا کھانا الگ ہو، اس کا پینا الگ ہو، اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ سے تو یہی علیحدگی مراد ہے لیکن پھر وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فرما کر کھانا پینا ملا جلا رکھنے کی اجازت دے دی گئی، اس لئے کہ وہ بھی دینی بھائی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

تو اس آیت کے بموجب جو چیز کہ خراب ہونے یا گلنے سڑنے والی ہو اُس میں نیک نیتی سے اپنے ساتھ یتیم کا خرچ انداز سے شامل رکھنا درست ہے اور دوسری چیزوں کا حساب الگ رکھنا واجب ہے پھر چونکہ نزولِ آیت کے وقت اکثر مسلمانوں کے پاس مسلمان ہی یتیم تھے اس لئے اِخْوَانُكُمْ یہاں فرمایا ورنہ اگر دوسرے مذہب کا یتیم بچہ بھی اپنی تربیت میں ہو اس کا بھی بعینہٖ یہی حکم ہے اور رعایت اور مزید کرنی ہوگی کہ بالغ ہوجانے کے بعد اپنی پرورش کا دباؤ ڈال کر اور حق استعمال کر کے اس پر اسلام قبول کرنے کے لئے جبر اور زور ڈالنا جائز نہ ہوگا بلکہ آزادانہ رائے قائم کرنے کا اس کو پورا پورا حق ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو یتیموں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائیں، یتیم بچوں کی پرورش اور خیر خواہی ہم سب کے دلوں میں عطا فرمائیں اور ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کا احساس ہم کو عطا فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ

وَ	لَا تَنْكِحُوا	الْمُشْرِكٰتِ	حَتّٰى	يُؤْمِنَّ	وَلَاَمَةٌ	مُؤْمِنَةٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	مُّشْرِكَةٍ	وَّلَوْ
اور	نہ نکاح کرو	مشرک عورتیں	یہاں تک کہ	وہ ایمان لائیں	اور البتہ لونڈی	مسلمان	بہتر	سے	مشرک عورت	اگرچہ

اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جاویں اور مسلمان عورت لونڈی بہتر ہے کافر عورت سے گو وہ تم کو

اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

اَعْجَبَتْكُمْ	وَلَا تُنْكِحُوا	الْمُشْرِكِيْنَ	حَتّٰى	يُؤْمِنُوْا	وَلَعَبْدٌ	مُّؤْمِنٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	مُّشْرِكٍ
وہ بھلی لگے تمہیں	اور نہ نکاح کرو	مشرکوں	یہاں تک کہ	وہ ایمان لائیں	اور البتہ غلام	مسلمان	بہتر	سے	مشرک

اچھی ہی معلوم ہو اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے

وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ

وَلَوْ	اَعْجَبَكُمْ
اگرچہ	وہ بھلا لگے تمہیں

گو وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو

مشرک مرد اور عورت سے نکاح کی ممانعت

یہ آیت ایک صحابی ابن ابی مرثد غنویؓ کے سلسلہ میں نازل ہوئی جب کہ انہیں مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ ایک ضرورت کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا مکہ میں عناقہ نامی ایک مشرکہ جو کہ نہایت حسین و جمیل تھی اور جو زمانہ جاہلیت میں ان صحابی کے ساتھ محبت رکھتی تھی ان پر فریفتہ ہوگئی اور ان سے درخواست نکاح کی انہوں نے کہا کہ یہ بات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت پر موقوف ہے جب یہ مدینہ واپس ہوئے اور خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حال عرض کر کے نکاح کی بابت دریافت کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں حکم دیا گیا کہ مشرک عورتوں سے مسلمان نکاح نہ کریں جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں اور اسلام قبول نہ کرلیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے بارہ میں نازل ہوئی ان کی ایک سیاہ فام باندی تھی ایک دفعہ کسی بات پر غصہ ہو کر اس کے طمانچہ مار دیا تو اس باندی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی، ادھر جب عبداللہ بن رواحہؓ کا غصہ دور ہوا تو اس نازیبا حرکت پر یہ بھی نادم ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے یہ غلطی ہوگئی اس کی تلافی یہ ہو سکتی ہے کہ میں اس کو آزاد کر کے نکاح میں لے آؤں، غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے اس مومنہ باندی کو آزاد کر کے حضرت عبداللہ نے اس سے نکاح کر لیا لوگوں نے طعنہ دینے شروع کئے کہ ایک سیاہ فام باندی سے نکاح کر لیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ممکن ہے کہ دونوں واقعات سبب نزول ہوں۔

اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمان مرد اور کافر عورت اور اس کے برعکس دونوں صورتوں میں جو شادی بیاہ کا دستور عرب میں تھا وہ اس آیت کے نزول کے بعد یکسر ختم ہوگیا، اور اس آیت میں دو حکم فرمائے گئے:

پہلا حکم: مسلمان مرد کا نکاح کافر عورت سے نہ کیا جائے۔ ہاں اگر عورت صحیح معنی میں کتابیہ ہو تو سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵ کی رو سے جائز ہے۔ شرطیکہ اسلام سے مرتد ہو کر کتابیہ نہ بنی ہو۔

دوسرا حکم: مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے نہ کیا جائے۔ خواہ مرد کتابی کافر ہو یا غیر کتابی۔ اگر پہلے سے نکاح ہو تو ایک کے کافر اور دوسرے کے مسلمان ہونے کی صورت میں نکاح ختم ہو جائے گا۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ

بِاِذْنِهٖ	وَالْمَغْفِرَةِ	اِلَى الْجَنَّةِ	يَدْعُوْٓا	وَاللّٰهُ	اِلَى النَّارِ	يَدْعُوْنَ	أُولٰٓئِكَ
اپنے حکم سے	اور بخشش	جنت کی طرف	بلاتا ہے	اور اللہ	دوزخ کی طرف	بلاتے ہیں	وہی لوگ

یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

	يَتَذَكَّرُوْنَ	لَعَلَّهُمْ	لِلنَّاسِ	اٰيٰتِهٖ	وَيُبَيِّنُ
	نصیحت پکڑیں	تاکہ وہ	لوگوں کیلئے	اپنے احکام	اور واضح کرتا ہے

اور اللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلا دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں

کافر سے نکاح کی ممانعت کی علت

یہاں کافر و مشرک عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی گئی اور مشرک و کافر مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح ناجائز و ممنوع قرار دیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا کہ کافر کیسا ہی حسن و جمال، مال و متاع، عزت و حکومت کا حامل ہو مگر وہ ایک فقیر ترین مومن کے ایمان کے مقابل نہیں ہو سکتا کیونکہ کافر انسان خدا کی نافرمانی، اللہ سے کفر و سرکشی اور گناہ کی دعوت دیتا ہے جس کا لازمی نتیجہ جہنم ہے اور اللہ تعالیٰ انسانوں کو دعوت دیتے ہیں اپنی جنت اور مغفرت کی طرف اور وہ چاہتے ہیں کہ تم ایسے اعمال و عقائد اختیار کرو کہ جن سے تمہاری مغفرت ہو جائے اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اخیر میں یہ بھی فرما دیا کہ لوگوں کے سامنے خدا تعالیٰ اپنے احکام و قوانین کھول کر بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ اُن کی مصلحت اور حکمت پر غور کر کے نصیحت حاصل کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔ اُولٰٓئِكَ سے کافر مردوں اور کافر عورتوں کی طرف اشارہ ہے ان کی طرف سے مزید نفرت دلانے کیلئے یہ فقرہ بڑھا دیا گویا جتا دیا ہے کہ ایسے گئے گذرے ہوئے اور خطرناک لوگ تو معمولی تعلقات رکھنے کے بھی قابل نہیں' چہ جائیکہ ان سے ازدواج کا سا گہرا رشتہ پیدا کیا جائے۔

انتخاب عورت کے چار اسباب

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار باتیں دیکھ کر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے ایک تو مال دوسرے حسب نسب' تیسرے جمال و خوبصورتی' چوتھے دین' تم دیندار تلاش کرو۔ مسلم شریف میں ہے دنیا کل کی کل ایک متاع ہے۔ اور دنیا کے متاع میں سب سے افضل چیز نیک بخت عورت ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ! ہم کو اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی کتاب قرآن کریم کی پوری فرمانبرداری نصیب فرما، اور انجام میں ہمیں اپنی مغفرت و رحمت نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ

الْمَحِيْضِ	فِي	النِّسَاۗءَ	فَاعْتَزِلُوا	اَذًى	هُوَ	قُلْ	الْمَحِيْضِ	عَنِ	وَيَسْـَٔلُوْنَكَ
حالتِ حیض	میں	عورتیں	پس تم الگ رہو	گندگی	وہ	آپ کہدیں	حالتِ حیض	سے بارہ میں	اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے

اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ وہ گندی چیز ہے تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو اور اُن سے

وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ

مِنْ حَيْثُ	فَاْتُوْھُنَّ	تَطَهَّرْنَ	فَاِذَا	يَطْهُرْنَ	حَتّٰى	وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ
جہاں سے	تو آؤ اُنکے پاس	وہ پاک ہوجائیں	پس جب	وہ پاک ہوجائیں	یہانتک کہ	اور نہ قریب جاؤ اُنکے

قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہوجاویں پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہوجاویں تو اُن کے پاس آ و جاؤ جس طرح تم کو خدا تعالیٰ نے

اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ؁

الْمُتَطَهِّرِيْنَ	وَيُحِبُّ	التَّـوَّابِيْنَ	يُحِبُّ	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهُ	اَمَرَكُمُ
پاک رہنے والے	اور دوست رکھتا ہے	توبہ کرنے والے	دوست رکھتا ہے	اللہ	بیشک	اللہ	حکم دیا تمہیں

اجازت دی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے

دورانِ حیض عورت کے احکام

حائضہ عورتوں کے متعلق یہود و نصاریٰ نے بہت افراط و تفریط سے کام لیا یہود میں اس درجہ افراط تھا کہ وہ اپنی حائضہ عورتوں سے بالکل جدا ہو جاتے نہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے نہ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے نہ اُن سے بات کرتے، حیض کے زمانہ میں عورتوں کے ہاتھ کا کھانا ناپاک سمجھتے تھے۔ بعض تو عورتوں کو حیض کے زمانہ میں گھر میں رکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے اور ان کو بالکل علیحدہ مکان میں رکھتے تھے مجوس کا بھی یہی حال تھا، ہندو قوم میں آج بھی ایام حیض میں عورت کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے، عیسائی اس معاملہ میں بہت ہی تفریط سے کام لیتے، حائضہ عورتوں سے میل ملاپ، نشست و برخاست، قیام و طعام کے علاوہ حیض کے ایام میں ہم بستر ہونے سے بھی پرہیز نہ کرتے۔

ایک مرتبہ بعض صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم حیض کی حالت میں اپنی عورتوں کے ساتھ کیا معاملہ کریں اس پر یہ آیت اور اگلی آیت نازل ہوئیں اور ضروری احکام دیئے گئے اور دوسری قوموں نے عام طور پر اس طبعی ناپاکی سے متعلق جو بہت مبالغہ آمیز طریقے اختیار کر رکھے تھے اس کے خلاف بتلایا گیا کہ اس زمانہ میں صرف جنسی اختلاط منع ہے۔ اس آیت میں حیض کے متعلق میں صرف صحبت کی ممانعت ہے، باقی اور احکام کہ حیض میں نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، مسجد میں نہ جاوے، قرآن مجید کو نہ چھوئے، خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے یہ سب احادیث سے ثابت ہیں حالت حیض میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست نہیں۔

بیوی سے دُبر میں وطی حرام ہے

یہاں آیت میں فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ (تو ان کے پاس آؤ جاؤ جس جگہ سے تم کو خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے) کی تصریح کے موافق اپنی بی بی سے بھی پیچھے کے موقعہ میں صحبت کرنا حرام ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ملعون ہے وہ شخص کہ جو عورت کی دُبُر یعنی پاخانہ کے مقام میں وطی کرے۔

❀❀ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❀❀

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

نِسَآؤُكُمْ	حَرْثٌ	لَّكُمْ	فَاْتُوْا	حَرْثَكُمْ	اَنّٰى	شِئْتُمْ	وَقَدِّمُوْا	لِاَنْفُسِكُمْ
عورتیں تمہاری	کھیتی	تمہاری	سو تم آؤ	اپنی کھیتی	جہاں سے	تم چاہو	اور آگے بھیجو	اپنے لئے

تمہاری بیبیاں تمہارے لئے کھیت ہیں سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہوکر چاہو آؤ اور آئندہ کے واسطے اپنے لئے کچھ کرتے رہو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۲۳

وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّكُمْ	مُّلٰقُوْهُ	وَبَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	
اور ڈرو	اللہ	اور تم جان لو	کہ تم	ملنے والے اس سے	اور خوشخبری دیں	ایمان والے	

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہو اور ایسے ایمانداروں کو خوشی کی خبر سنا دیجئے

نکاح کا مقصد: یہاں دوسری آیت میں نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فرمایا ہے یعنی عورتوں کو بمنزلہ کھیت فرمایا یعنی جس طرح کھیت میں بیج ڈالنے سے اُس میں مختلف قسم کے غلہ، پھل، میوے پیدا ہوتے ہیں اس طرح عورت کے رحم میں تخم ریزی کرنے سے اولاد پیدا ہوتی ہے تو بیوی سے اگرچہ اور بھی کئی منافع حاصل کئے جاتے ہیں لیکن یہاں آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ نکاح کا اصلی مقصد نسل کی افزائش اور توالد و تناسل ہے۔

جو لوگ خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعہ بچوں کی پیدائش روکنے کے درپے ہیں وہ نکاح کی اصل غرض و غایت ہی سے ناواقف ہیں انہوں نے نکاح شادی کی غرض و غایت صرف جنسی تسکین ہی سمجھ رکھی ہے۔

آخرت کی فکر کرو اور تقویٰ پر قائم رہو: آیات کے آخر میں مرد و عورت کے تعلقات کو بیان کر کے دو باتوں کا حکم ہو رہا ہے۔ ایک وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ دوسرے وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ کے لفظی معنی ہوئے اور اپنے واسطے آگے کی تدبیر کرو یا آئندہ کے لئے اپنے حق میں کچھ کرتے رہو یعنی محض لذت پرستی میں غرق نہ ہو جاؤ بلکہ اپنی لذتوں کو بھی طاعت و عبادت بنا لو اور یہ اسی طرح بنایا جا سکتا ہے کہ تم ہر کام کرتے وقت اللہ کے احکام مدِ نظر رکھو اور انجام آخرت بہتر بنانے کی فکر کرو اس جملہ سے بعض مفسرین نے یہ مراد لیا ہے کہ بی بی سے قربت کے وقت اللہ کا نام لو تا کہ اولاد شیطان کے اثر سے محفوظ رہے قربت میں نیک اولاد کی نیت کرو تا کہ آخرت کی کھیتی بنے اور تمہارے لئے دُعاء و استغفار کرے اور قیامت کے دن تمہارے کام آئے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ دُعاء پڑھ کر بیوی سے صحبت میں مشغول ہوگا تو اگر اس صحبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فرزند عطا کیا تو وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا دُعاء یہ ہے:
بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا.

دوسرا حکم وَاتَّقُوا اللّٰهَ کا دیا گیا تقویٰ یعنی خوفِ خداوندی کی تاکید قرآن کریم جگہ جگہ اور بار بار کرتا ہے یہاں بھی تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرنے کا حکم ہو رہا ہے گویا مقصود یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے احکامِ الٰہیہ کی پابندی کرے اور افراط و تفریط سے بچ کر صراط مستقیم پر چلتا رہے۔

متقین کیلئے خوشخبری: آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فرمایا یعنی ایسے مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے جو احکامِ الٰہیہ کی پابندی کریں خدا سے ڈریں اور خدا کے سامنے حاضر ہونے کا یقین رکھیں کہ انہیں آخرت میں اجر عظیم ملے گا اور بے حد و بے اندازہ انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ

بَيْنَ	وَتُصْلِحُوْا	تَتَّقُوْا	وَ	تَبَرُّوْا	اَنْ	لِّاَيْمَانِكُمْ	عُرْضَةً	اللّٰهَ	وَلَا تَجْعَلُوا
درمیان	اور صلح کراؤ	پرہیزگاری کرو	اور	تم حسن سلوک کرو	کہ	اپنی قسموں کیلئے	نشانہ	اللہ	اور نہ بناؤ

اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ اپنی قسمیں کھانے کیلئے کہ سلوک کرنے سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے بچ جاؤ"

النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

عَلِيْمٌ	سَمِيْعٌ	وَاللّٰهُ	النَّاسِ
جاننے والا	سننے والا	اور اللہ	لوگ

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے ناموں کو نیکی سے رکنے کا سبب نہ بناؤ:

ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مختلف روایات بھی نقل کی گئی ہیں ایک روایت تو یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ہمشیرہ کو طلاق رجعی دے دی لیکن چند روز کے بعد صلح کا ارادہ کیا اور رجوع کی خواہش کی حضرت عبداللہ بن رواحہ نے قسم کھائی کہ نعمان سے کلام نہ کروں گا اور میاں بیوی میں صلح نہ ہونے دوں گا، بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ان آیات کا شانِ نزول کوئی خاص واقعہ نہیں بلکہ اس قسم کے بہت سے واقعات ہوتے تھے اور لوگوں کا دستور تھا کہ خدا کی قسمیں کھا بیٹھتے تھے کہ میں فلاں سے نہ ملوں گا یا فلاں سے صلح نہ کروں گا یا فلاں شخص کے مصارف کی خبر گیری نہ کروں گا، ان سب کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عظمت والے ناموں کو کسی سے حسنِ سلوک، پرہیزگاری اور دوسروں میں صلح کرانے سے رُکنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔

نیک کام چھوڑنے کی قسم کے مسائل:

اس آیت سے متعلقہ چند ضروری مسائل یہ ہیں:

۱- بے ضرورت بات بات پر قسم کھانا بہت بُری عادت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑی بے تعظیمی اور بے حرمتی ہوتی ہے۔

۲- جس نے کسی بات کے کرنے یا نہ کرنے پر اللہ کی قسم کھا لی تو پھر اس کے خلاف کرنا درست نہیں اگر کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔

۳- اگر کسی نے کسی گناہ کے کام کی قسم کھائی تو ایسی قسم کا توڑ دینا واجب ہے توڑ کر کفارہ دیدے۔

۴- قسم کے توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دو وقتہ کھانا کھلا دیوے یا کچا اناج دے دے گیہوں اگر دے تو ہر فقیر کو صدقہ فطر کے برابر یعنی تقریباً دو سیر اور اگر جَو دے تو گیہوں کے دگنے یعنی چار سیر یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جائے۔

۵- اگر کوئی ایسا غریب ہے کہ نہ کھانا کھلا سکتا ہے نہ تو کپڑا دے سکتا ہے تو لگاتار تین روزہ رکھے۔

۶- کفارہ میں انہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں لغویات سے محفوظ رکھے اور ہم سے وہی کام کرائے جن میں اس کی رضا ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

لَا يُؤَاخِذُكُمْ	اللّٰهُ	بِاللَّغْوِ	فِيْٓ	اَيْمَانِكُمْ	وَلٰكِنْ	يُّؤَاخِذُكُمْ	بِمَا	كَسَبَتْ
نہیں پکڑتا تمہیں	اللہ	لغو بیہودہ	میں	قسمیں تمہاری	اور لیکن	پکڑتا ہے تمہیں	پر۔ جو	کمایا

اللہ تعالیٰ تم پر داروگیر نہ فرمائیں گے تمہاری قسموں میں بیہودہ قسم پر لیکن داروگیر فرمائیں گے اُن پر جس میں تمہارے دلوں نے ارادہ

قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

قُلُوْبُكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ
دل تمہارے	اور اللہ	بخشنے والا	بُردبار

کیا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور ہیں حلیم ہیں

معتبر اور غیر معتبر قسم:

یہاں سے بتلایا گیا کہ قسم وہ معتبر ہے جو دل سے اور ارادہ سے کھائی جائے اور جو لغو قسم منہ سے عادت کے طور پر بے خیالی میں بے ساختہ زبان سے نکل جائے اور دل کو خبر تک نہ ہو وہ لغو ہے اور ایسی قسم پر مواخذہ اور پکڑ اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے۔ لغو یعنی بے معنی قسم کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو کسی گذری ہوئی بات پر جھوٹی قسم بلا ارادہ نکل گئی یا نکلی تو ارادہ سے مگر اس کو اپنے گمان میں سچ سمجھتا تھا مثلاً زید واقعی میں آیا تھا مگر اس کے آنے کی خبر نہ تھی اور وہ محض قسم کھا بیٹھا کہ زید نہ آیا تھا تو اس میں گناہ نہیں ہوتا اور اس کو اسی واسطے لغو کہتے ہیں کہ اس میں مواخذہ اُخروی نہیں۔

اسی طرح کسی آئندہ بات پر اس طرح قسم نکل گئی کہ کہنا چاہتا تھا کچھ مگر بے ارادہ اور بے ساختہ قسم نکل گئی کچھ اور تو یہ بھی ساقط الاعتبار ہے یعنی اس پر نہ کچھ گناہ ہے نہ کفارہ، برخلاف اس کے جس پر مواخذہ ہونے کا ذکر فرمایا گیا یہ وہ قسم ہے جو قصداً جھوٹی سمجھ کر کھائی ہو یا آئندہ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کی قصداً قسم کھائی اور پھر قسم کی خلاف ورزی کی تو اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں گے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بلا ارادہ اور نادانستہ فعل کی گرفت نہیں فرماتے ہاں اگر ارادہ اور دلی قصد کے ساتھ کسی معصیت یا خلاف شریعت حرکت کا ارتکاب کیا جائے تو اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔

اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھاؤ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا (ترمذی)

دُعاء کیجئے:

یا اللہ جتنی لغو اور گناہ کی باتیں ہیں ان سے ہم کو محفوظ رکھئے اور ہر حال میں ہم کو شریعت مطہرہ کے قوانین و احکام پر ظاہراً و باطناً اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! اپنے نام کی عظمت اور بزرگی ہمارے دلوں میں اس درجہ عطا فرمائیے کہ ہم سے کسی قرآنی یا شرعی حکم کی نافرمانی نہ ہو، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

لِلَّذِيْنَ	يُؤْلُوْنَ	مِنْ	نِّسَآئِهِمْ	تَرَبُّصُ	اَرْبَعَةِ	اَشْهُرٍ	فَاِنْ	فَآءُوْ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
ان لوگوں کیلئے جو	قسم کھاتے ہیں	سے	عورتیں اپنی	انتظار	چار	مہینے	پھر اگر	رجوع کرلیں	تو بیشک	اللہ

جولوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیبیوں سے اُن کے لئے چار مہینہ تک کی مہلت ہے سو اگر یہ لوگ رجوع کرلیں جب تو اللہ تعالیٰ

	غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	
	معاف کردیں گے رحمت فرماویں گے	بخشنے والا	رحم کرنے والا	

ایلاء کا قانون: شریعت کی اصطلاح میں اگر کوئی بیوی کے پاس نہ جانے اور اس سے جدا رہنے کی قسم کھالے تو اس کو ایلا کہا جاتا ہے۔

عربوں میں زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہوجاتا اور اس کو ناپسند کرتا تو وہ اس سے ایلا کر لیتا یعنی قسم کھالیتا کہ میں اپنی بیوی سے قربت نہیں کروں گا اور ایلا کی ان کے رواج میں کوئی مدت مقرر نہ تھی اس لئے ایک طرف تو خاوند ایلا کی وجہ سے ساری عمر اپنی بیوی سے تعلقات زوجیت منقطع رکھتا دوسری طرف وہ عورت اس کی زوجیت سے خارج بھی نہ ہوتی تاکہ کسی دوسرے کے نکاح کرلے۔ اس طرح یہ غریب عورت معلق رہتی تھی اور تکلیف اٹھاتی تھی۔ اسلام نے ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے جاہلیت کے "ایلا" میں اصلاح کی اور اس کے لئے چار ماہ مدت مقرر کردی تاکہ خاوند ایلا کے بعد اس عرصہ میں اپنی بیوی کے متعلق آخری فیصلہ کرنے سے پہلے ٹھنڈے دل سے خوب سوچ سمجھ کر کوئی رائے قائم کرلے اگر سوچ بچار کے بعد اس فیصلہ پر پہنچے کہ اُسے اپنی بیوی سے صلح کرلینی چاہیے اور دوبارہ اس سے تعلقات زوجیت استوار کرلینے چاہئیں تو اسے چاہیے کہ وہ ایلا کے دن سے چار ماہ کے اندر اندر بیوی سے تعلقات برقرار رکھنا نہیں چاہتا تو وہ چار ماہ تک بیوی کے قریب نہ جائے چار ماہ کا عرصہ گذرنے پر خود بخود عورت کو ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔

ایلا کی چار صورتیں ہیں:

۱:......ایک یہ کہ کوئی مدت معین نہ کرے یعنی قسم کھالی کہ بی بی کے پاس نہ جاؤں گا اور کوئی مدت معین نہیں کی۔

۲:......دوسرے یہ کہ چار ماہ کی مدت کی قید لگادے۔

۳:......تیسرے یہ کہ چار ماہ سے زیادہ مدت کی قید لگادے۔

۴:......چوتھے یہ کہ چار ماہ سے کم کی مدت کا نام لے۔

پس اوّل، اور دوسری اور تیسری صورت جس کو شرعاً ایلا کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر اپنی قسم توڑ ڈالے اور بی بی کے پاس چلا جائے تو قسم توڑنے کا کفارہ دے اور نکاح باقی رہے گا اور اگر چار ماہ گذر گئے اور قسم نہ توڑی تو اس عورت پر قطعی طلاق پڑ گئی یعنی بلا نکاح رجوع کرنا درست نہیں رہا، البتہ دونوں اگر رضامندی سے پھر نکاح کرلیں تو درست ہے اور حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور چوتھی صورت یعنی ایلا میں چار ماہ سے کم مدت کا نام لیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑے تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم پوری کرلی جب بھی نکاح باقی رہے گا۔ (بیان القرآن)

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہماری ازدواجی زندگی کو خوش گوار رکھے اور ناچاقیوں اور بے برکتیوں سے محفوظ رکھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

وَاِنْ	عَزَمُوا	الطَّلَاقَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ
اور اگر	انہوں نے ارادہ کیا	طلاق	تو بیشک	اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا

اور اگر بالکل ہی چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں

قانونِ طلاق

قانونی طور پر خاوند اور بیوی کے باہمی تعلقات بالکل ختم ہو جانے کا نام "طلاق" ہے۔

اسلام سے پہلے بھی دنیا میں طلاق کے مختلف طریقے رائج تھے یہود کے ہاں "طلاق" کے سلسلہ میں کوئی قید یا ذمہ داری نہ تھی، مرد کا جب جی چاہتا طلاق نامہ لکھ کر بیوی سے چھٹکارا حاصل کر لیتا اور بیوی بھی اسی وقت دوسرا خاوند کر سکتی تھی اس آزادی کے مقابلہ میں نصاریٰ نے بہت زیادہ پابندی اور سختی اختیار کی، خاوند اور بیوی کے علیحدہ ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی اور بجز موت کے میاں بیوی میں کوئی صورت افتراق کی ممکن نہ تھی، یہ عسائیوں میں رومن کیتھولک کا مذہب ہے جن کے ہاں طلاق مطلقاً ناجائز ہے اور اسلام سے قبل عسائیوں میں یہی فرقہ موجود تھا ظہور اسلام سے صدیوں بعد عسائیوں کا دوسرا فرقہ پروٹسٹنٹ پیدا ہوا اس کے ہاں میاں بیوی کی علیحدگی کی اجازت ہوئی لیکن صرف اس صورت میں کہ بیوی کسی سے زنا کرے یہی حال ہندو مذہب کا ہے کہ ان کے ہاں طلاق کوئی چیز ہی نہیں ان تمام افراط و تفریط کے راستوں کے خلاف اسلام نے اعتدال کی راہ اختیار کی اور اسلام نے اس کی اجازت روا رکھی ہے کہ اگر شوہر ایمانداری کے ساتھ محسوس کرے کہ اس کی شریک زندگی اس سے تعاون نہیں کرتی یا جائز تقاضوں کو پورا نہیں کرتی تو بجائے اس کے کہ وہ دونوں تمام عمر جھگتے اور کڑھتے رہیں اور ایک دوسرے سے بیزار رہیں تو اس سے بہتر یہی ہے کہ وہ علیحدہ علیحدہ ہو جائیں اور ایک دوسرے سے چھٹکارا ہو جائے اور جس میں ان کو سکون ہو وہ راہ اختیار کر لیں۔

فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ: آیات کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر یوں ہی اٹکل سے نہیں ہوتا ہمیشہ پر معنی اور سیاق کلام کے لحاظ سے بلیغ ہوتا ہے یہاں سمیع کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ وہ تو بڑا سننے والا ہے اس لئے میاں بیوی کے ظاہر قول کو اور شوہروں کی قسموں کو سب کو سنتا رہتا ہے۔

عَلِيْمٌ: وہ بڑا جاننے والا ہے اس لئے میاں بیوی کے دلوں کے اندر کی مخفی باتوں کو جانتا ہے ان کے ارادے اور نیتوں سے واقف ہے اور ان کے حال کے مناسب ہی حکم دیتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! آپ نے جواز دواجی رشتہ کی اہمیت قائم فرمائی ہے اور اس کے حدود و قیود مقرر فرمائے ہیں اس کے موافق ہمیں ازدواجی زندگی گذارنا نصیب فرما۔ یا اللہ! ہم کو ایک دوسرے کے حقوق کے ادائگی کی توفیق اپنی مرضیات کے موافق عطا فرما، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَّكْتُمْنَ

وَالْمُطَلَّقٰتُ	يَتَرَبَّصْنَ	بِأَنْفُسِهِنَّ	ثَلٰثَةَ	قُرُوْٓءٍ	وَلَا يَحِلُّ	لَهُنَّ	أَنْ	يَّكْتُمْنَ
اور طلاق یافتہ عورتیں	انتظار کریں	اپنے تئیں	تین	مدت حیض	اور جائز نہیں	ان کیلئے	کہ	وہ چھپائیں

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے

مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ

مَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	فِيْ	أَرْحَامِهِنَّ	إِنْ	كُنَّ يُؤْمِنَّ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ
جو	پیدا کیا	اللہ	میں	ان کے رحم	اگر	ایمان رکھتی ہیں	اللہ پر	اور	یوم آخرت

رحم میں پیدا کیا ہو اس کو پوشیدہ کریں اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتی ہیں

مطلقہ کی عدت کا قانون: عرب میں دستور تھا کہ ایام جاہلیت میں عورتوں کو طلاق دے کر سال سال بھر الگ رہتے اور اس دوران میں بیچاری عورت نہ تو کہیں اور نکاح کر سکتی تھی، نہ شوہر اس کے مصارف کی خبر گیری کرتا تھا اس طرح عورتوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ کو ان کے شوہر نے طلاق دی تھی، عدت کے لئے کوئی مدت مقرر نہ تھی انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حال عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں کی عدت بیان فرمادی، چنانچہ عدت کے اعتبار سے عورت کی کئی قسمیں ہیں۔

۱:...... ایک تو وہ صغیرہ ہے جو ابھی تک بالغ نہیں ہوئی اور اسے حیض نہ آتا ہو۔ ۲:...... دوسرے وہ جس کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو چکا ہے، ان کو اگر طلاق ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے جس کا بیان سورۂ طلاق پ ۲۸ میں ہے۔

۳:...... تیسرے حاملہ عورت، اگر اسے طلاق مل جائے یا شوہر مر جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، یعنی جب بچہ پیدا ہو جائے اس کا بیان بھی سورۂ طلاق پارہ نمبر ۲۸ میں ہے۔

۴:...... چوتھے وہ عورت جو حاملہ نہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے اس کا بیان اسی سورۂ بقرہ میں دو رکوع بعد یعنی تیسویں رکوع میں آیا ہے۔

۵:...... پانچویں وہ عورت جو نہ حاملہ ہو نہ صغیرہ ہو یعنی نہ نابالغ ہو اور آزاد ہو اور جس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو اگر اسے طلاق مل جائے تو اس کی عدت تین حیض ہے اس آیت میں اسی عدت کا ذکر ہے۔

۶:...... چھٹے وہ عورت جسے خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق مل جائے اس کی کوئی عدت نہیں اس کا حکم سورۂ احزاب پارہ ۲۲ میں ہے۔

۷:...... ساتویں شرعی باندی اور لونڈی اگر مطلقہ ہے اور اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت دو حیض ہے۔ اور اگر عدم بلوغ یا پیرانہ سالی سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

مطلقہ عورت حیض یا حمل کا انکار نہ کرے

دوسرا حکم مطلقہ عورت کے متعلق یہ دیا گیا کہ اس پر واجب ہے کہ اپنے حائضہ یا حاملہ وغیرہ ہونے کی حالت کو ظاہر کر دے تا کہ اس کے موافق عدت کا حساب ہو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے دورِ جہالت کے ظلموں سے انسانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نجات دلائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدردانی کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ

وَبُعُوْلَتُهُنَّ	اَحَقُّ	بِرَدِّهِنَّ	فِیْ ذٰلِكَ	اِنْ	اَرَادُوْٓا	اِصْلَاحًا	وَلَهُنَّ	مِثْلُ	الَّذِیْ
اور خاوندان کے	زیادہ حقدار	واپسی اُن کی	اس میں	اگر	وہ چاہیں	بہتری سلوک	اور عورتوں کیلئے	جیسے	جو

اوران عورتوں کے شوہران کے پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں اس عدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل

عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۲۸﴾

عَلَیْهِنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَلِلرِّجَالِ	عَلَیْهِنَّ	دَرَجَةٌ	وَاللّٰهُ	عَزِیْزٌ	حَكِیْمٌ	
عورتوں پر فرض	دستور کے مطابق	اور مردوں کیلئے	ان پر	ایک درجہ	اور اللہ	غالب	حکمت والا	

ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ کے موافق اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکیم ہیں

طلاق رجعی کا حکم: یہاں آیت میں طلاق رجعی کا بیان فرمایا گیا۔ یعنی شوہر ایک بار یا دو بار صریح لفظ سے طلاق دے تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے اگر شوہر رجوع کرنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اور اس رجعت سے پہلا ہی نکاح قائم رہتا ہے اور خاوند کو ایسا کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ اگر عورت رضا مند نہ ہو تو بھی۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد پھر رجوع نہیں ہو سکتا۔

عورت و مرد کے حقوق: جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق مردوں کے ذمہ ہیں جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق کا ادا کرنا فرض ہے۔ تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ مرد پر خاص حقوق عورتوں کے یہ ہیں:۔

مرد اپنی استطاعت کے موافق عورت کو کھانا۔ کپڑا۔ رہنے کا گھر دے۔ مہر دے۔ اسکو تنگ نہ کرے۔

اور عورت کے ذمہ خاص حقوق شوہر کے یہ ہیں:۔

خاوند کی اطاعت اور خدمت کرنا۔ حکم عدولی اور نافرمانی نہ کرنا۔ جہاں تک نفس حقوق کے واجب ہونے کا تعلق ہے دونوں میاں بیوی برابر ہیں کہ اُس کا حق اُس پر واجب ہے اور اُس کا حق اس پر واجب ہے البتہ حقوق کی نوعیت اور ان کے چھوٹے بڑے ہونے میں فرق ہے اور اس معنی کر کے مردوں کا عورتوں کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے اپنے خطبہ میں علاوہ اور بہت سے ارشادات کے فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے بارہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ ان کو ناحق رنج نہ دو۔ تم نے اللہ کی امان سے ان کو اپنے قابو میں کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے اور تمہارا حق اُن پر یہ ہے کہ جس کو تم نہ چاہو اس کو تمہارے گھر میں نہ آنے دیویں۔ سو اگر وہ ایسا کریں تو ان کو مارو مگر ایسی مار نہ ہو کہ ظاہر ہو اور عورتوں کا تم پر دستور کے موافق کھانا کپڑا دینے کا حق ہے اور میں تم لوگوں میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اگر اسکو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور اُس پر عمل کرو گے۔ اور وہ خدا کی کتاب یعنی قرآن کریم ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ احکام قرآنی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو ایک دوسرے کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

16

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ

اَلطَّلَاقُ	مَرَّتٰنِ	فَاِمْسَاكٌ	بِمَعْرُوْفٍ	اَوْ	تَسْرِیْحٌ	بِاِحْسَانٍ	وَلَا	یَحِلُّ	لَكُمْ	اَنْ
طلاق	دوبار	پھر روک لینا	دستور کے مطابق	یا	رخصت کرنا	حسنِ سلوک سے	اور نہیں	جائز	تمہارے لئے	کہ

وہ طلاق دو مرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں

تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــٴًـا

تَاْخُذُوْا	مِمَّا	اٰتَیْتُمُوْهُنَّ	شَیْئًا
تم لے لو	اس سے جو	تم نے دیا ان کو	کچھ

کہ کچھ بھی لو اس میں سے جو تم نے اُن کو دیا تھا

رجوع کی حدود:

گذشتہ آیت میں مرد کے لئے حق رَجْعَتْ کا بیان تھا۔ اب آگے اسی سلسلہ میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ حق رَجْعَتْ خاوند کو کب تک رہتا ہے۔

عرب میں زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ جو شخص جتنی چاہتا اپنی بیوی کو طلاقیں دیتا اور پھر عدت گذرنے سے پہلے رجوع کر لیتا۔ اس لئے بعض لوگ عورتوں کو تنگ کرنے کے لئے بار بار ایسا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کا سدباب کیا اور رجوع کرنے کی اجازت کو دو طلاقوں تک محدود فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وہ طلاق جس میں رجوع کرنا درست ہے دو مرتبہ کی ہے۔ پھر دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد دو اختیار ہیں۔ خواہ رَجْعَتْ کر کے عورت کا رکھ لینا قاعدہ کے موافق یعنی رجعت کر کے اس کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور یا حسن اسلوب کے ساتھ اس کو چھوڑ دو کہ اس کی عدت گذر جائے اور جہاں چاہے وہ عورت نکاح کر لے تو یہاں بتلایا گیا کہ رَجْعَتْ صرف دو بار طلاق دینے کے بعد ہو سکتی ہے یعنی دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے لیکن عدت کے بعد رجعت باقی نہیں رہتی ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دے دی جائے تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہ ہوگا جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور پھر وہ طلاق دیدے۔ جس کو شریعت کی اصطلاح میں حلالہ کہتے ہیں۔ اس کے متعلق احکام آگے آئیں گے۔

بیویوں کو دیا ہوا مال واپس نہ لو

زمانہ جاہلیت کی ایک ظالمانہ رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو جو کچھ اُسے دیا ہوا ہوتا وہ بھی اُس سے چھین لیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بدسلوکی سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:-

وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــٴًـا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یعنی زمانہ جاہلیت کی رسم بدسلوکی سے منع فرمایا کہ جو کچھ تم اپنی بیویوں کو مہر وغیرہ بوقت نکاح دے چکے ہو طلاق کے بعد اس میں سے کچھ بھی مت واپس لو۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں شرعی قوانین کی مکمل پابندی نصیب فرمائے اور ہمارے ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کے اسباب پیدا فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا

اِلَّآ	اَنْ	يَّخَافَآ	اَلَّا	يُقِيْمَا	حُدُوْدَ اللّٰهِ	فَاِنْ	خِفْتُمْ	اَلَّا يُقِيْمَا	حُدُوْدَ اللّٰهِ	فَلَا
سوائے	کہ	دونوں اندیشہ کریں	کہ نہ	وہ قائم رکھ سکیں گے	اللہ کی حدود	پھر اگر	تم ڈرو	کہ وہ قائم نہ رکھ سکیں گے	اللہ کی حدود	تو نہیں

مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کر سکیں گے سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہیں کر سکیں گے

جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۚ

جُنَاحَ	عَلَيْهِمَا	فِيْمَا	افْتَدَتْ	بِهٖ	تِلْكَ	حُدُوْدُ اللّٰهِ	فَلَا	تَعْتَدُوْھَا
گناہ	ان دونوں پر	اس میں جو	عورت بدلہ دے	اس کا	یہ	اللہ کی حدود	پس نہ	آگے بڑھو اس سے

تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑالے۔ یہ خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلنا

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

	وَمَنْ	يَّتَعَدَّ	حُدُوْدَ اللّٰهِ	فَاُولٰۗىِٕكَ	ھُمُ	الظّٰلِمُوْنَ	
	اور جو	آگے بڑھتا ہے	اللہ کی حدود	پس وہی لوگ	وہ	ظالم جمع	

اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں

خلع: البتہ ایک صورت میں طلاق کے عوض مرد کو کچھ مال لینے کی اجازت دے دی اور وہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہو جائیں کہ اُن کے درمیان صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے اور عورت کی طرف سے شرعی حدود کے موافق حقوق زوجیت ادا کرنے کی کوئی توقع باقی نہ رہے تو اُس صورت میں جائز ہے کہ عورت مرد کو کچھ مال دے کر طلاق حاصل کر لے۔ طلاق کی اس صورت کو شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں خُلَعْ کہتے ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ! میں ثابت بن قیس کے دین، اخلاق اور عادات پر کوئی عیب نہیں لگاتی مگر میں اور وہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ میں نے بہت سے لوگوں میں اُن کو دیکھا تو سب سے زیادہ سیاہ فام اور پستہ قد اور بدصورت ثابت ہی نظر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ثابت کو وہ باغیچہ واپس دے سکتی ہو جو اُس نے تم کو دیا ہے۔ کہا جی ہاں وہ بھی اور کچھ زیادہ بھی دے سکتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیسؓ کو بلایا کہ تم اس سے وہ باغیچہ واپس لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ اسلام میں پہلا خلع تھا۔

شرعی قوانین اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی مذکورہ بالا احکام خدائی قوانین ہیں جو سب لوگوں کو ایک حد مخصوص کے اندر لا کر کاربند اور عمل پیرا بنانے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ ان قوانین میں غریب وامیر، شریف ورذیل، عالم وجاہل، بادشاہ وفقیر کی کوئی تفریق نہیں۔ ان سے سرمو تجاوز اور سرتابی نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ قوانین الٰہیہ سے سرتابی کرتے ہیں اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں اور وبال آخرت مول لیتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا

فَاِنْ	طَلَّقَهَا	فَلَا تَحِلُّ	لَهٗ	مِنْۢ بَعْدُ	حَتّٰى	تَنْكِحَ	زَوْجًا	غَيْرَهٗ	فَاِنْ	طَلَّقَهَا
پھر اگر	طلاق دی اس کو	تو جائز نہیں	اس کیلئے	اس کے بعد	یہاں تک کہ	وہ نکاح کرلے	خاوند	اس کے علاوہ	پھر اگر	طلاق دیدے اس کو

پھر اگر کوئی طلاق دے دے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند سے نکاح کرے پھر اگر یہ اس کو طلاق دیدے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ

فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْهِمَا	اَنْ	يَّتَرَاجَعَا	اِنْ	ظَنَّا	اَنْ	يُّقِيْمَا	حُدُوْدَ اللّٰهِ
تو گناہ نہیں	ان دونوں پر	اگر	وہ رجوع کرلیں	بشرطیکہ	وہ خیال کریں	کہ	وہ قائم کریں	اللہ کی حدود

تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے

تین طلاق دینے کا نتیجہ: اب اگر کسی نے دو طلاقیں دینے کے بعد تیسری طلاق بھی دیدی تو اس کا حکم اس آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

دو طلاقوں کے بعد اگر رجعی ہوں تو خاوند رجوع کر سکتا ہے لیکن اگر اُس نے عدت کے اندر تیسری بھی طلاق دیدی تو اب نہ وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے اور نہ ہی نکاح کر سکتا ہے۔ پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کے جواز کے لئے پانچ شرطیں ہوئیں۔

۱- پہلے خاوند کی عدت پوری کرے۔

۲- عدت کے بعد دوسرے خاوند سے شرعی عقد کرے۔

۳- دوسرا شوہر اس سے ہمبستر ہو۔

۴- دوسرا شوہر اُسے طلاق دیدے۔

۵- دوسرے شوہر کی طلاق کی عدت پوری کرے۔ ان پانچ میں سے اگر ایک شرط بھی نہ ہوگی تو پہلے شوہر سے اُس کا نکاح جائز نہ ہوگا۔ اور شوہر اوّل سے اس تجدید نکاح کی اجازت اس صورت میں ہوگی کہ شوہر اوّل اور عورت دونوں کا یہ گمان غالب ہو کہ ہم دوبارہ نکاح کے بعد ایک دوسرے کے حقوق زوجیت میں کمی کرنے کے گناہ میں مبتلا نہ ہوں گے۔

تین طلاقیں بہر حال تین ہی ہیں:

اس آیت قرآنیہ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ تین طلاق کے بعد مرد کو رجعت کا حق باقی نہیں رہتا خواہ وہ تین طلاقیں علیحدہ علیحدہ دی ہوں یا اکٹھی دی ہوں۔ تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اس پر اجماع ہے کہ تین طلاقیں جس طرح بھی دی جائیں خواہ ایک وقت میں یا علیحدہ علیحدہ تین وقت میں وہ واقع اور لازم سمجھی جائیں گی۔ اس زمانہ کے بعض ظاہر بین اور خود رائے لوگ کا کہنا ہے کہ تین طلاق دینے سے ایک طلاق بھی نہیں پڑتی۔ صحیح بخاری میں ایک خاص باب قائم کیا اور ان تمام شبہات کا جواب دیا کہ جو لوگ تین طلاق کو ایک طلاق بنانے کے لئے پیش کرتے ہیں امام قرطبیؒ نے مفصل اور مدلل دیئے ہیں جو حضرات اہل علم دیکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا اہل سنت والجماعت کو چاہیے کہ تین طلاق کے بارہ میں کتاب اور سنت اور اجماع صحابہ اور اجماع ائمہ اربعہ کا اتباع کریں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں جہالت اور خود رائی سے محفوظ رکھے۔ آج کل بعض لوگ غصہ میں بیوی کو تین طلاق دیدیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ	يُبَيِّنُهَا	حُدُوْدُ اللّٰهِ	وَتِلْكَ
جاننے والوں کیلئے	انہیں واضح کرتا ہے	اللہ کی حدود	اور یہ

اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو دانشمند ہیں

عائلی قوانین کی اہمیت:

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ یعنی طلاق سے متعلق احکام و مسائل خدا کے قائم کردہ قوانین ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سمجھدار اور ذی فہم لوگوں کے منافع کے لئے ان کو بیان کیا ہے تاکہ وہ اس کے فوائد پر غور کریں کہ ان احکام میں کیا مصالح ہیں اور ان کو اختیار کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔

فائدہ: ہر عاقل، بالغ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ نکاح وطلاق سے متعلق احکام و مسائل علماء کے پاس جا کر ان سے سیکھے۔ یہ احکام نہایت اہم ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بہت ساری خرابیاں اور فساد نکاح وطلاق کے مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور نقصان ہو جانے کے بعد پھر لوگ مختلف فرقوں کے مفتیان کے پاس جا کر حیلے تلاش کرتے ہیں۔ اپنے بیانات تبدیل کرتے ہیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا قباحتیں پیش آتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ پہلے ہی آدمی ان مسائل کا علم حاصل کر لے تاکہ بوقتِ ضرورت شرعی طریقہ کے مطابق عمل کرے۔

بوقت ضرورت طلاق دینے کا طریقہ:

طلاق کا احسن طریقہ شریعت میں یہ ہے کہ صرف ایک طلاق حالت طہر میں دیدے جس میں بیوی سے مجامعت نہ کی ہو اور یہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔ عدت ختم ہونے کے بعد رشتہ نکاح خود ٹوٹ جائے گا۔ اس کو فقہا نے طلاق احسن کہا ہے۔ اور حضرات صحابہ نے اسی کو طلاق کا بہتر طریق قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کی گذشتہ آیت اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ سے اس کی بھی اجازت نکلتی ہے کہ دو طلاق تک دیدی جائیں۔ مگر لفظ مَرَّتٰنِ میں اس طرف اشارہ فرما دیا کہ دو طلاق و بیک لفظ بیک وقت نہ ہوں بلکہ دو طہروں میں الگ الگ ہوں۔ بہر حال دو طلاقوں تک قرآن حکیم کے الفاظ سے ثابت ہے اس لئے باتفاق ائمہ اور فقہاء یہ بھی طلاق سنت میں داخل ہے۔ جبکہ تیسری طلاق کے غیر مستحسن ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ تیسری طلاق کا مبغوض اور مکروہ ہونا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود اگر کسی نے ایسا اقدام کر لیا تو اس کا وہی اثر ہونا چاہیے جو جائز اور مستحسن طلاق کا ہوتا یعنی تین طلاق واقع ہو جائیں اور رجعت کا اختیار نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اس پر شاہد ہے کہ باوجود ناراضگی کے آپ نے تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا جس کے بہت سے واقعات کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ (ملخصاً از معارف القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہر حال میں ہم کو شریعت اسلامیہ کے حدود و قوانین کی پابندی نصیب فرما اور ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کا اتباع نصیب فرما۔ یا اللہ اپنے احکام کی عظمت ہمارے دلوں میں اُتار دے اور دین سے غفلت اور جہالت ولا پرواہی کے مرض کو اُمت سے دور فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

سَرِّحُوْهُنَّ	اَوْ	بِمَعْرُوْفٍ	فَاَمْسِكُوْهُنَّ	اَجَلَهُنَّ	فَبَلَغْنَ	النِّسَآءَ	طَلَّقْتُمُ	وَاِذَا
رخصت کردو	یا	دستور کے مطابق	تو روکو ان کو	اپنی عدت	پھر وہ پوری کرلیں	عورتیں	تم طلاق دو	اور جب

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جاویں تو تم ان کو قاعدہ کے موافق نکاح میں رہنے دیا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی

بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

نَفْسَهٗ	فَقَدْ ظَلَمَ	ذٰلِكَ	يَفْعَلْ	وَمَنْ	لِتَعْتَدُوْا	ضِرَارًا	لَا تُمْسِكُوْهُنَّ	وَ	بِمَعْرُوْفٍ
اپنی جان	تو بیشک اس نے ظلم کیا	یہ	کرے گا	اور جو	تاکہ تم زیادتی کرو	نقصان	تم نہ روکو انہیں	اور	دستور کے مطابق

دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا

طلاق کے بعد رجوع کا مقصد

جاہلیت کا طریقہ تھا کہ بیوی کو ستانے کی غرض سے طلاق دیتے پھر جب عورت کی عدت پوری ہونے کے قریب ہوتی تو رجعت کر لیتے اور پھر طلاق دیتے اور پھر اسی طرح کرتے رہتے تاکہ بیچاری عورت نہ اس کے پاس آرام۔ چین وسکون کی زندگی گذار سکے اور نہ ہی کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔

آیت کے پہلے حصہ میں یہ قانون بیان کیا گیا ہے کہ جب خاوند ایک یا دو مرتبہ بیوی کو طلاق دیدے اور آخری تیسری بار طلاق نہ دی ہو تو اگر وہ رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اگر رجوع نہ کرنا چاہے اور معاملہ ختم کرنا چاہے تو خوبی کے ساتھ چھوڑ سکتا ہے۔ غرض کہ عورت کو روکنا یا چھوڑنا جو بھی ہو خوبی کے ساتھ ہو اور اس میں عورت کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو۔ خاوند ان دو راستوں میں سے جو راستہ بھی اختیار کرے ضروری چیز یہ ہے کہ وہ دستور اور شریعت کے موافق ہو یعنی اگر وہ عورت کو اپنی زوجیت میں واپس لینا چاہے تو شرافت اور عزت سے دوبارہ لوٹائے اور اگر اس سے تعلق توڑ لینا چاہے تو بڑی شرافت اور عزت کے ساتھ گھر سے رخصت کر دے۔ دونوں صورتیں حسن معاملہ کے ساتھ ہوں ورنہ جو لوگ حق تلفی کرتے ہیں اور محض ستانے کے لئے دوبارہ عورت کو زوجیت میں لے لیتے ہیں تو وہ عورت کی حق تلفی کا وبال اپنی گردن پر رکھتے ہیں اور عذاب آخرت مول لیتے ہیں۔

رجوع کا طریقہ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب خاوند نے اپنی بیوی سے صحبت کر لی یا بوسہ لے لیا یا شہوت سے اُسے ہاتھ لگا لیا یا شہوت سے اس کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اس سے رجوع ہو جائے گا۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے احکام کے مطابق زندگی گذارنے اور اپنے مسائل حل کرنے کی توفیق دے۔ ہمارا مرنا جینا، ہماری خوشی، غمی سب شریعت کے احکام کے مطابق ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۘ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ

مِّنَ	عَلَيْكُمْ	اَنْزَلَ	وَمَا	عَلَيْكُمْ	اللّٰهِ	نِعْمَتَ	وَاذْكُرُوْا	هُزُوًا	اللّٰهِ	اٰيٰتِ	تَتَّخِذُوْٓا	وَلَا
سے	تم پر	اس نے اتارا	اور جو	تم پر	اللہ	نعمت	اور یاد کرو	مذاق	اللہ	احکام	ٹھہراؤ	اور نہ

اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو لعب مت سمجھو اور حق تعالیٰ کی تم پر جو نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور اس کتاب اور حکمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں

الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾

عَلِيْمٌ	شَيْءٍ	بِكُلِّ	اللّٰهَ	اَنَّ	اعْلَمُوْٓا	وَ	اللّٰهَ	وَاتَّقُوا	بِهٖ	يَعِظُكُمْ	وَالْحِكْمَةِ	الْكِتٰبِ
جاننے والا	چیز	ہر	اللہ	کہ	جان لو	اور	اللہ	اور تم ڈرو	اس سے	وہ نصیحت کرتا ہے تمہیں	اور حکمت	کتاب

کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

تین خصوصی حکم

طلاق کے بعض احکام و مسائل کے بعد آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ اور تاکید کے لئے تین حکم ارشاد فرمائے۔

پہلا حکم یہ ہے وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھیل نہ بناؤ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہنسی نہ ٹھہراؤ۔ یہاں کھیل بنانے کی ایک تفسیر تو مفسرین نے یہ کی ہے کہ نکاح و طلاق کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو حدود و قوانین اور شرائط و پابندی مقرر کردی ہیں ان احکامات کو لہو لعب کی طرح بے وقعت مت سمجھو۔ احکام الٰہیہ محل مذاق نہیں کہ جیسے چاہا کرلیا اور جیسے چاہا نہ کیا بلکہ سارے احکام پر پوری طرح پابند ہو جاؤ اور دوسری تفسیر یہ منقول ہے کہ طلاق و نکاح کو اگر کسی نے کھیل یا مذاق میں بھی پورا کر دیا تو وہ نافذ ہو جائیں گے۔ نیت نہ کرنے کا بہانہ قابل تسلیم نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں ہنسی کے طور پر کرنا اور واقعی طور پر کرنا دونوں برابر ہیں۔ ایک طلاق دوسرے عتاق (یعنی غلام یا باندی کی آزادی) تیسرے نکاح یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو قصد و ارادہ سے کہنا اور ہنسی مذاق کے طور پر کہنا برابر ہے۔

دوسرا حکم وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ میں ارشاد فرمایا گیا یعنی حق تعالیٰ کی جو نعمتیں تم پر ہیں اُن کو یاد کرو۔ یعنی تم پہلے گمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر نور ہدایت سے تمہارے دلوں کو روشن کیا۔ ذلت کے بعد عزت اور ضعف کے بعد قوت عنایت کی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ان کا شکر واجب ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ قرآن کریم نازل فرما کر حکمت اور نصیحت کی باتوں سے تم کو سرفراز کیا۔ اور اُن پر عامل ہونے کی تم کو ہدایت کی۔ لہٰذا تم کو نہایت کوشش سے احکام الٰہیہ پر کاربند اور عمل پیرا ہونا چاہیے۔

تیسرا حکم وَاتَّقُوا اللّٰهَ میں فرمایا کہ خداوند قدوس سے ڈرتے رہو کیونکہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ جان لو۔ سمجھ لو۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

یہ قرآن کریم کا اسلوب حکیم اور خاص انداز بیان ہے کہ ہر قانون کے پیچھے خدا کا خوف اور آخرت کا حساب یاد دلایا جاتا ہے کہ جن کے ہوتے ہوئے کوئی انسان جو انسانیت کے جامہ سے باہر نہ ہو قصداً اور ارادۃً احکام خداوندی اور قوانین الٰہیہ کے خلاف اور اُن سے سرتابی و سرکشی کر ہی نہیں سکتا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

وَاِذَا	طَلَّقْتُمُ	النِّسَآءَ	فَبَلَغْنَ	اَجَلَهُنَّ	فَلَا	تَعْضُلُوْهُنَّ	اَنْ	يَّنْكِحْنَ
اور جب	تم طلاق دو	عورتیں	پھر وہ پوری کرلیں	اپنی مدت عدت	تو نہ	روکو انہیں	کہ	وہ نکاح کریں

اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جائیں کہ وہ اپنی بیبیوں کو طلاق دیدیں پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت) بھی پوری کرچکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

اَزْوَاجَهُنَّ	اِذَا	تَرَاضَوْا	بَيْنَهُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ
خاوند اپنے	جب	وہ راضی ہوں	آپس میں	دستور کے مطابق

کہ وہ اپنے (تجویز کئے ہوئے) شوہروں سے نکاح کرلیں جب کہ باہم سب رضامند ہوجاویں قاعدہ کے موافق

عورت کے ذاتی حقوق کا تحفظ: عربوں میں زمانہ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ بعض لوگ اپنی مطلقہ بیویوں کو دوسری شادی کرنے نہیں دیتے تھے اور اُسے اپنی ذلت اور ہتک شان سمجھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح حضرت عبداللہ بن عاصم سے کیا تھا انہوں نے کچھ عرصہ بعد طلاق دے دی اور عدت بھی گذر گئی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عاصم نے چاہا کہ دوبارہ نکاح کرلیں اور اسی مطلقہ بیوی کو نکاح کا پیام بھیجوایا اور وہ بھی رضامند ہوگئیں۔ لیکن جب حضرت معقل کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ عبداللہ! میں نے اپنی بہن کو تمہارے نکاح میں دے کر تمہاری عزت افزائی کی تھی۔ تم نے اس کی یہ قدر کی کہ اس کو طلاق دے دی۔ اب تم پھر نکاح کرنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم اب وہ تمہارے نکاح میں نہ لوٹے گی۔ پس اب نکاح ہونا ناممکن ہے۔ میں ہرگز اب تمہارے ساتھ نکاح نہ ہونے دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کو سنتے ہی حضرت معقل بن یسارؓ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور خود جا کر اور عبداللہ بن عاصم کو خود بلا کر اپنی ہمشیرہ کا نکاح دوبارہ اُن کے ساتھ کردیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اتباع قرآن میں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ چنانچہ اس آیت میں خطاب عام ہے خواہ شوہر ہی دوسری جگہ نکاح سے مانع آئے یا عورت کے بھائی بند۔ ان کو حکم ہوتا ہے کہ جب تم عورتوں کو ایک دو طلاق رجعی دے چکو اور ان کی عدت کا زمانہ ختم ہوجائے تو اب اگر اُن کے شوہر اور وہ باہم نکاح جدید کرنے پر بخوشی رضامند ہوں تو اُن کو عورت کے والی وارث نہیں روک سکتے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ رضامندی شرعی قاعدہ کے موافق ہو۔ اگر شرعی قاعدہ کے موافق نہ ہو مثلاً:-

(۱) ناجائز طور پر آپس میں خفیہ نکاح کرنا چاہیں۔

(۲) یا ایام عدت میں دوسرے شوہر سے نکاح کا ارادہ ہو۔

(۳) یا عورت بلا اجازت اپنے اولیاء کے اپنے کفو کے خلاف دوسرے کفو میں نکاح کرنا چاہے۔ (۴) یا عورت اپنے مہر مثل سے کم پر نکاح کرنا چاہے۔ جس کا اثر خاندان پر پڑتا ہے جس کا اسکو حق نہیں۔

(۵) یا اگر پہلے خاوند سے عورت نکاح کرنا چاہتی ہے تو تین طلاقیں مرد نے نہ دی ہوں ورنہ بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں۔

مذکورہ بالا خلاف شرع صورتوں میں تو ہر مسلمان کو بالخصوص اُن قریبی اعزاء واقرباء کو جن کا تعلق مرد اور عورت سے ہو روکنے کا حق حاصل ہے بلکہ بقدر استطاعت ایسے نکاح کا روکنا واجب ہے۔ لیکن اگر رضامندی شرعی احکام اور قاعدے کے موافق ہو تو عورت مرد کو نکاح سے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ

ذٰلِكَ	يُوْعَظُ	بِهٖ	مَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	ذٰلِكُمْ	اَزْكٰى	لَكُمْ
یہ	نصیحت کی جاتی ہے	اس سے	جو	ہو	تم میں سے	ایمان رکھتا	اللہ پر	اور	یوم آخرت	یہی	زیادہ ستھرا	تمہارے لئے

اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے

وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

وَاَطْهَرُ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	وَاَنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ
اور زیادہ پاکیزہ	اور اللہ	جانتا ہے	اور تم	نہیں	جانتے

زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

تین نصیحتیں: یہاں آیت کے آخر میں تین جملے ارشاد فرمائے گئے ہیں:-

۱-ایک یہ کہ احکام ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس میں اشارہ اس طرف فرما دیا گیا کہ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آدمی ان احکام الٰہیہ کا پورا پابند ہو۔ اور جو لوگ ان احکام طلاق و نکاح کے اتباع میں کوتاہی یا اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ ان کے ایمان میں خلل ہے۔

۲-دوسرے جملے میں فرمایا گیا کہ ان احکام کی پابندی تمہارے لئے پاکی اور صفائی کا ذریعہ ہے۔ اس میں صاف اشارہ ہو گیا کہ ان احکام کی خلاف ورزی کا نتیجہ گناہوں کی نجاست میں آلودگی اور فتنہ و فساد ہے۔ احکام الٰہیہ کا ماننا اور ان پر عمل پیرا ہونا سبب ہے گناہوں سے پاک ہونے کا اور پاک رہنے کا تو ایسے موقع پر جبکہ مرد و عورت باہم ایک دوسرے کی طرف راغب ہوں تو وہاں صفائی اور پاکی اسی میں ہے کہ نکاح سے نہ روکا جائے ورنہ خرابی اور فتنہ فساد اور آلودگی کا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ خفیہ تعلقات پیدا نہ کرلیں جس سے بدنامی۔ عزت کی بربادی اور وبال دنیوی و اُخروی دونوں گردن پر رہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ان کا نکاح باہم ہونے دیا جائے۔ کیونکہ اگر جوان لڑکیوں کو مطلقاً نکاح سے روکا گیا تو ایک طرف تو اُن پر ظلم اور ان کی حق تلفی ہے دوسری طرف ان کی عفت و عصمت کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اور خدانخواستہ اگر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہوئے تو اس کا وبال اُن لوگوں پر بھی ہوگا جنہوں نے ان کو شرعی نکاح سے روکا۔

۳-تیسرے جملہ میں ارشاد فرمایا کہ تمہاری مصلحتوں کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تم نہیں جانتے یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں اور فائدوں سے خوب واقف ہیں ان کی رعایت کر کے احکام دیتے ہیں۔ اسلئے تمہارا بھلا اور بہتری اسی میں ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون اور دیئے ہوئے احکام کی دیانتداری سے پوری پابندی کرو ورنہ اس کے خلاف کرنے میں مضرت گمراہی اور ہلاکت ہی ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت عطا فرما کہ جو ہم کو ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے اور ہر حال میں آپکی اطاعت پر آمادہ رکھے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ

وَالْوَالِدٰتُ	يُرْضِعْنَ	اَوْلَادَهُنَّ	حَوْلَيْنِ	كَامِلَيْنِ	لِمَنْ	اَرَادَ	اَنْ يُّتِمَّ	الرَّضَاعَةَ
اور مائیں	دودھ پلائیں	اپنی اولاد	دوسال	پورے	جوکوئی	چاہے	کہ وہ پوری کرے	دودھ پلانے کی اجازت

اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس کیلئے ہے جو کوئی شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

وَعَلَى	الْمَوْلُوْدِ لَهٗ	رِزْقُهُنَّ	وَكِسْوَتُهُنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	لَا تُكَلَّفُ	نَفْسٌ	اِلَّا	وُسْعَهَا
اور پر	جس کا بچہ باپ	ان کا کھانا	اوران کالباس	دستور کے مطابق	نہیں تکلیف دی جاتی	کوئی شخص	مگر	اس کی وسعت

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے ان کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق کسی ماں کو تکلیف

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ

	لَا تُضَآرَّ	وَالِدَةٌ	بِوَلَدِهَا	وَلَا	مَوْلُوْدٌ لَّهٗ	بِوَلَدِهٖ	
	نہ نقصان پہنچایا جائے	ماں	اسکے بچہ کے سبب	اور نہ	جس کا بچہ باپ	اسکے بچہ کے سبب	

نہ پہنچانا چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے

بچہ کی پرورش سے متعلق دستور العمل

طلاق کے بعد اکثر و بیشتر یہی دیکھا جاتا ہے کہ مرد وعورت کے درمیان ایک قسم کی عداوت اور منافرت پیدا ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جب کہ عورت کی گود میں شیر خوار بچہ بھی ہو۔ کبھی مرد یہ چاہتا ہے کہ بچہ کو ماں سے چھین کر کسی اور عورت سے دودھ پلوائے اور اس طرح غریب ماں کو فراق میں تڑپائے اور کبھی عورت بچہ کو دودھ پلانے سے اس لئے انکار کرتی ہے کہ ظاہر میں مرد کے پاس کوئی دودھ پلانے والی دوسری عورت موجود نہیں۔ مرد مجبور ہو کر میری خوشامد کرے گا۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے مناسب اور معتدل احکام بیان فرما دیئے کہ جو مرد عورت دونوں کے لئے مناسب اور سہل ہیں۔ چنانچہ آیت کے اس حصہ کی روشنی میں حسب ذیل شرعی مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

مسئلہ: پوری مدت رضاعت یعنی بچہ کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ جب تک کوئی خاص عذر مانع نہ ہو بچہ کا حق ہے کہ یہ مدت پوری کی جائے۔ البتہ قرآن کریم کی دوسری آیت وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (پ ۲۶ - سورۃ احقاف) کی بناء پر امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر تیس مہینے یعنی ڈھائی سال کے عرصہ میں بھی دودھ پلا دیا تو احکام رضاعت کے ثابت ہو جائیں گے اور اگر بچہ کو کمزوری وغیرہ کے عذر سے ایسا کیا گیا تو گناہ بھی نہ ہوگا لیکن ڈھائی سال پورے ہونے کے بعد بچہ کو ماں کا دودھ پلانا باتفاق حرام ہے۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

مسئلہ: ماں اگر کسی وجہ سے معذور نہ ہو تو اسکے ذمہ عند اللہ واجب ہے کہ بچہ کو دودھ پلاوے جبکہ وہ منکوح ہو یا عدت میں ہو اور اجرت لینا دودھ پلانے کی ایسی ماں کو درست نہیں۔

مسئلہ: اور اگر طلاق کے بعد عدت گذر چکی تو اب مطلقہ عورت پر بلا اُجرت دودھ بچہ کو پلانا واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر ماں دودھ پلانے سے انکار کرے تو سمجھا جائے گا کہ یہ غالباً معذور ہوگی اس لئے اس پر جبر نہ کیا جاوے گا۔ البتہ اگر بچہ کسی اور کا دودھ لیتا ہی نہیں۔ نہ اُوپر کا دودھ پیتا ہے تو ماں کو مجبور کیا جاوے گا کہ بچہ کو دودھ پلائے۔

مسئلہ: ماں دودھ پلانا چاہتی ہے اور اسکے دودھ میں کوئی خرابی بھی نہیں تو باپ کو جائز نہیں کہ اس کو پلانے نہ دے اور دوسری انّا کا پلوائے اور اس طرح ماں کو بچہ سے جدا کرے۔

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ❁❁

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ

وَعَلَى	الْوَارِثِ	مِثْلُ	ذٰلِكَ	فَاِنْ	اَرَادَا	فِصَالًا	عَنْ تَرَاضٍ	مِنْهُمَا	وَتَشَاوُرٍ
اور پر	وارث	ایسا	یہ۔اس	پھر اگر	دونوں چاہیں	دودھ چھڑانا	آپس کی رضامندی سے	دونوں سے	اور باہم مشورہ

اور مثل طریق مذکور کے اس کے ذمہ ہے جو وارث ہو پھر اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی اور مشورہ سے تو دونوں پر

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ

فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْهِمَا	وَاِنْ	اَرَدْتُّمْ	اَنْ	تَسْتَرْضِعُوْٓا	اَوْلَادَكُمْ	فَلَا جُنَاحَ
تو نہیں	گناہ	ان دونوں پر	اور اگر	تم چاہو	کہ	تم دودھ پلاؤ	اپنی اولاد	تو گناہ نہیں

کسی قسم کا گناہ نہیں اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی

عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا

عَلَيْكُمْ	اِذَا	سَلَّمْتُمْ	مَّا	اٰتَيْتُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	بِمَا
تم پر	جب	تم حوالہ کردو	جو	تم نے دیا تھا	دستور کے مطابق	اور ڈرو	اللہ	اور جان لو	کہ	اللہ	سے۔جو

گناہ نہیں جب کہ ان کے حوالہ کردو جو کچھ ان کو دینا کیا ہے قاعدہ کے موافق اور حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں	تم کرتے ہو	دیکھنے والا

مسئلہ: باپ کے ہوتے ہوئے بچہ کی پرورش کا خرچ صرف باپ کے ذمہ ہے اور جب باپ مر جاوے اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بچہ مال کا مالک ہے تب تو اُسی مال میں اس کا خرچ ہوگا اور اگر مالک مال کا نہیں تو اس کے مالدار عزیزوں میں جو اس کے محرم ہیں۔ اور محرم ہونے کے علاوہ وہ شرعاً اس کے مستحق میراث بھی ہیں ان کے ذمہ اس کا خرچہ ہوگا۔

مسئلہ: جبکہ طلاق کے بعد عدت گذر جاوے اور وہ اُجرت مانگتی ہے تو باپ اگر دوسری انّا سے اتنی ہی اُجرت پر پلوانا چاہے تب تو ماں مقدم ہے۔ دوسری انّا سے پلوانے کا حق نہیں ہے۔ اور اگر دوسری انّا اس ماں سے کم اُجرت پر راضی ہے تو ماں کو یہ حق حاصل نہیں کہ خود پلائے۔

مسئلہ: اگر بچہ کے ماں باپ دونوں کی آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ سے یہ ارادہ کریں کہ بچہ کو مدت رضاعت یعنی دو سال سے کم ہی میں دودھ چھڑا دیں خواہ ماں کی معذوری کے سبب یا بچہ کی بیماری کے سبب تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ: انّا یعنی جس عورت کو دودھ پلانے پر رکھا جائے۔ اُس سے معاملہ تنخواہ یا اُجرت کا پوری صفائی کے ساتھ طے کر لیا جائے۔

اخیر میں پھر قرآن کریم نے اپنے مخصوص انداز اور اسلوب کے ساتھ قانون پر عمل کو آسان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے خوف اور اسکے علم محیط کا تصور سامنے کر دیا اور فرمایا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ

وَالَّذِيْنَ	يُتَوَفَّوْنَ	مِنْكُمْ	وَيَذَرُوْنَ	اَزْوَاجًا	يَّتَرَبَّصْنَ	بِاَنْفُسِهِنَّ	اَرْبَعَةَ	اَشْهُرٍ
اور جو لوگ	وفات پا جائیں	تم سے	اور چھوڑ جائیں	بیویاں	وہ انتظار میں رکھیں	اپنے آپ کو	چار	مہینے

اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے کورو کے رکھیں چار مہینے اور دس دن

وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

وَّعَشْرًا	فَاِذَا	بَلَغْنَ	اَجَلَهُنَّ	فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	فَعَلْنَ	فِيْٓ	اَنْفُسِهِنَّ
اور دس دن	پھر جب	وہ پہنچ جائیں	اپنی مدت عدت	تو نہیں گناہ	تم پر	میں۔ جو	وہ کریں	میں	اپنی جانیں اپنے حق

پھر جب اپنی میعاد ختم کرلیں تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی کریں

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۲۳۴

بِالْمَعْرُوْفِ	وَاللّٰهُ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ
دستور کے مطابق	اور اللہ	جو تم کرتے ہو اس سے	باخبر

قاعدے کے موافق اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں

بیوہ ہونے والی عورت کی عدت

عورت کی عدت تین طرح کی ہوتی ہے:-(۱) عدت طلاق۔ اس کے حکم اور مدت کا بیان گذشتہ آیت نمبر ۲۲۸ میں ہو چکا ہے۔ (۲) عدت اس حاملہ عورت کی جس کا شوہر مر گیا ہو۔ اس کا حکم سورۂ طلاق۔ پارہ نمبر ۲۸ میں بیان کیا گیا ہے کہ حاملہ کی عدت بچے کی ولادت تک ہے۔ (۳) عدت وفات۔ جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ عورت حاملہ بھی نہ ہو اُس کا بیان اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

عرب میں زمانہ جاہلیت میں عدت کی رسم سال بھر تک کی تھی اور شروع اسلام میں بھی عورتوں کے لئے بھی ایک سال کی عدت کا حکم تھا۔ یہ ایک سالہ عدت کا حکم اس آیت زیر تفسیر وتشریح کے حکم سے منسوخ ہو گیا۔ اور اب بیوہ غیر حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر ہوگی کہ اس چار ماہ دس دن کے عرصہ میں بیوہ نکاح اور زیب وزینت اور بناؤ سنگار خوشبو وغیرہ کے استعمال سے الگ رہیں اور بغیر ضرورت خاص اس گھر سے باہر نہ نکلیں جس گھر میں شوہر نے وفات پائی ہے تاکہ نکاح سابق کی عزت وحرمت کا بقا اور عورت کا شوہر سے محبت کے جذبات کا مظاہرہ ہو سکے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ شوہر کا بچہ شکم میں ہے یا نہیں۔ اگر معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت بدل جائے گی اور وضع حمل تک اُس کا عدت کا زمانہ ہوگا۔ اور جب عدت مقررہ کا زمانہ ختم ہو جائے تو اب عورت کے ورثا یا قریبی عزیز ورشتہ دار کسی کو حق نہیں کہ بیوہ کو اس کے شخصی تصرف اور ذاتی استحقاق نکاح سے روکے۔ تو گویا یہاں بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کا حکم بیان ہوا ہے کہ عدت کے بعد اگر وہ اپنی مرضی سے کسی سے شرعی عقد کرنا چاہے تو اس بیوہ کے والی وارث کو اس سے نہیں روکنا چاہیے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ زندگی ہو یا موت ہو ہر حال میں ہم کو اتباع قرآنی اور شریعت اسلامیہ کے احکام کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ

وَلَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	عَرَّضْتُمْ	بِهٖ	مِنْ خِطْبَةِ	النِّسَآءِ	اَوْ	اَكْنَنْتُمْ
اور نہیں گناہ	تم پر	میں۔جو	اشارہ میں	اس سے	پیغام نکاح	عورتوں کو	یا	تم چھپاؤ

اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جو ان مذکورہ عورتوں کو (جو کہ عدت وفات میں ہیں) پیغام (نکاح) دینے کے بارہ میں کوئی بات اشارۃً کہو یا اپنے دل

فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ

فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ	عَلِمَ اللّٰهُ	اَنَّكُمْ	سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ	وَلٰكِنْ	لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ	سِرًّا	اِلَّآ اَنْ
اپنے دلوں میں	جانتا ہے۔اللہ	کہ تم	جلد ذکر کروگے ان سے	اور لیکن	نہ وعدہ کرو ان سے	چھپ کر	مگر یہ کہ

میں پوشیدہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کرو گے لیکن ان سے نکاح کا وعدہ مت کرو مگر یہ کہ کوئی

تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۬ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ

تَقُوْلُوْا	قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا	وَلَا	تَعْزِمُوْا	عُقْدَةَ	النِّكَاحِ	حَتّٰى	يَبْلُغَ	الْكِتٰبُ	اَجَلَهٗ
تم کہو	بات	دستور کے مطابق	اور نہ	ارادہ کرو	گرہ	نکاح	یہاں تک	پہنچ جائے	عدت	اس کی مدت

بات قاعدہ کے موافق کہو اور تم تعلق نکاح کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنی ختم کو پہنچ جائے

عدت کے اندر پیغام نکاح سے متعلق ہدایات

آیت میں ایسی عورتوں سے جو کہ عدت کے زمانہ میں ہوں اُن سے نکاح ثانی یا نکاح کا وعدہ یا نکاح کا پیغام کے احکام بتلائے گئے ہیں اور وہ یہ کہ عدت کے اندر اندر نکاح۔ نکاح کا وعدہ اور نکاح کا صریح پیغام تو جائز نہیں۔ البتہ نکاح کا اشارہ اور کنایہ جائز ہے اور وجہ اس حکم کی ظاہر ایہی ہے کہ کسی کے مرتے ہی اس کی بیوہ سے نکاح کا پیغام دینا ایک طرح کی بے مروتی ہے۔ گویا کہ پیغام دینے والا اُس کی موت کا منتظر تھا۔ اور اسی طرح عدت کے اندر عورت کا نکاح کے متعلق گفتگو کرنا بے وفائی پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے شوہر کے مرتے ہی اس کے حق رفاقت کو بھول گئی اور سابق نکاح کی عزت وحرمت کا کوئی لحاظ نہ کیا کہ جس کے گھر میں عدت گذار رہی ہے اور جس کی میراث تقسیم کرا رہی ہے۔ اس کے مرتے ہی نکاح کی بات چیت کر رہی ہے گویا کہ یہ عورت اپنے شوہر کے مرنے ہی کی منتظر تھی۔ پھر انسانی فطرت کے جو تقاضے ہیں اور جو مرد و عورت ہیں قدرتاً ودیعت کئے گئے ہیں ان کی رعایت بھی اس دین فطرت میں ضروری ہے۔ اس لئے اس آیت میں ان امور کی بابت جامع احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں اس آیت میں عدت کے اندر چار فعل مذکور ہیں۔ دو زبان کے اور دو دل کے اور ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے۔

اوّل: زبان سے تصریحاً اور بالکل کھلے الفاظ میں بیوہ کو پیغام نکاح دینا یہ ناجائز اور حرام ہے۔ دوم: زبان سے اشارۃً وکنایۃً کہنا یہ جائز اور اس کی اجازت ہے۔ سوم: دل سے یہ ارادہ کرنا کہ ابھی یعنی عدت کے اندر ہی نکاح کرلیں گے یہ بھی حرام ہے۔ کیونکہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے اور ارادہ حرام کا حرام ہے۔ چہارم: دل سے یہ ارادہ کرنا کہ عدت کے بعد نکاح کریں گے یہ جائز ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں لکھا ہے کہ جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	فِيْٓ	اَنْفُسِكُمْ	فَاحْذَرُوْهُ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ
اور جان لو	کہ	اللہ	جانتا ہے	جو	میں	اپنے دل	سو ڈرو اس سے	اور جان لو	کہ	اللہ	بخشنے والا	تحمل والا

اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہے تمہارے دلوں کی بات کی سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرنے والے ہیں حلیم بھی ہیں

ناجائز ارادہ سے بچتے رہو

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی بات کو بھی جانتا ہے لہٰذا تم ناجائز ارادہ سے بھی بچتے رہو اور اگر کوئی ناجائز ارادہ ہوگیا ہے اور کسی خاتون کی عدت کے دوران پیغام نکاح کے بارے میں شرعی حدود کے خلاف کا دل میں ارادہ بھی ہوا ہے تو اس سے توبہ کرلو اللہ بخشنے والا ہے اور وہ حلیم ہے مہلت دیتا ہے اگر گناہ پر فوراً عتاب نہ ہو تو غافل اور مطمئن نہ ہو جاؤ۔ اس لئے اگر اس بارے میں کر چکے ہو تو ابھی تلافی و استغفار کا پورا موقعہ باقی ہے۔ اللہ اللہ مسلمان خاتون کی عصمت کے تحفظ کا دین اسلام میں کس قدر کامل اہتمام ہے۔

نافرمانی سے بچنے کا نسخہ:

اگر کسی کو یہ ہر وقت مستحضر رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر فعل اور حرکت و سکون کے دانا و بینا ہیں اور ہماری نیتوں اور دلوں کے راز اور بھید سے واقف ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی تو گرفت ہوگی اور سزا ملے گی تو کوئی نافرمانی اور بدعملی قصداً اور عمداً صادر نہ ہونے پائے اور قرآن کریم بار بار اسی جذبۂ احساس کو بیدار کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مسلمان کسی حال میں بھی اور کسی منزل میں بھی اس امر سے غافل نہ ہو چنانچہ یہاں بھی آیت کے آخیر میں فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ
فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

یعنی تم یقین رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں مخفی ہے خداوند تعالیٰ اُس سے بھی واقف ہے لہٰذا تم کو اس سے خوف کرنا چاہیے اور عورتوں کے متعلق بدنیتی دل میں نہ رکھنی چاہیے اور نہ اُن سے بدمعاملگی برتنا چاہیے اور احکام خداوندی کی پوری پوری فرمانبرداری اور پابندی کرنی چاہیے۔ اور خداوند تعالیٰ کے تحمل اور پردہ پوشی سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے اور سزا میں تاخیر ہو تو دلیر نہ ہونا چاہیے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف اور ڈر اُتار دے کہ جو ہم کو آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔

یا اللہ! ہمارے ذمہ جو حقوق آپ نے لازم کردیئے ہیں ان کو بجا آوری کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! ہماری عورتوں اور بچوں کو بھی اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ صادق عطا فرما اور ان کو شریعت اسلامیہ کی پوری پابندی نصیب فرما۔

یا اللہ! اس قوم اور ملک کو جملہ قرآنی احکام اپنانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ

لَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	اِنْ	طَلَّقْتُمُ	النِّسَآءَ	مَا لَمْ	تَمَسُّوْهُنَّ	اَوْ	تَفْرِضُوْا	لَهُنَّ
نہیں گناہ	تم پر	اگر	تم طلاق دو	عورتیں	جو نہ	تم نے انہیں ہاتھ لگایا	یا	مقرر کیا	ان کیلئے

تم پر کچھ مواخذہ نہیں اگر بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ ان کو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے

فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا

فَرِيْضَةً	وَمَتِّعُوْهُنَّ	عَلَى	الْمُوْسِعِ	قَدَرُهٗ	وَعَلَى	الْمُقْتِرِ	قَدَرُهٗ	مَتَاعًا
مہر	اور انہیں خرچ دو	پر	خوش حال	اس کی حیثیت	اور پر	تنگدست	اس کی حیثیت	خرچ

اور ان کو فائدہ پہنچاؤ صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے اور تنگدست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے ایک خاص قسم

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

بِالْمَعْرُوْفِ	حَقًّا	عَلَى	الْمُحْسِنِيْنَ	وَاِنْ	طَلَّقْتُمُوْهُنَّ	مِنْ قَبْلِ	اَنْ
دستور کے مطابق	لازم	پر	نیکوکار	اور اگر	تم انہیں طلاق دو	پہلے	کہ

کا فائدہ پہنچانا جو قاعدہ کے موافق واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر۔ اور اگر تم ان بیویوں کو طلاق دو قبل اس کے کہ ان کو

تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ

تَمَسُّوْهُنَّ	وَقَدْ فَرَضْتُمْ	لَهُنَّ	فَرِيْضَةً	فَنِصْفُ	مَا	فَرَضْتُمْ	اِلَّآ	اَنْ	يَّعْفُوْنَ
انہیں ہاتھ لگاؤ	اور تم مقرر کر چکے ہو	ان کیلئے	مہر	تو نصف	جو	تم نے مقرر کیا	سوائے	یہ کہ	وہ معاف کردیں

ہاتھ لگاؤ اور ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہو اس کا نصف ہے مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کردیں

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ

اَوْ	يَعْفُوَا	الَّذِيْ	بِيَدِهٖ	عُقْدَةُ النِّكَاحِ	وَ	اَنْ	تَعْفُوْٓا	اَقْرَبُ	لِلتَّقْوٰى
یا	معاف کردے	وہ جو	اس کے ہاتھ میں	نکاح کی گرہ	اور	اگر	تم معاف کردو	زیادہ قریب	پرہیزگاری کے

یا یہ کہ وہ شخص رعایت کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق ہے اور تمہارا معاف کردینا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

وَلَا تَنْسَوُا	الْفَضْلَ	بَيْنَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
اور نہ بھولو	احسان کرنا	باہم	بیشک	اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	دیکھنے والا

تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں

متاع کا مطلب

یہاں آیت میں لفظ مَتِّعُوْهُنَّ فرمایا گیا ہے جس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے "ان کو فائدہ پہنچاؤ"۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں علمائے مفسرین نے اس سے مراد کم از کم تین کپڑے یعنی ایک جوڑہ لیا ہے۔ لیکن یہ حکم سب مردوں کے لئے یکساں نہیں ہے بلکہ مالی حالت کے اعتبار سے ہے۔ حضرت حسنؓ کو یہ صورت پیش آئی تھی اور آپ نے دس ہزار درہم یا بیس ہزار درہم دیئے تھے۔

مطلقہ خاتون کیلئے مہر کا قانون

پہلی آیت نمبر ۲۳۶ میں حسب ذیل مسائل ہیں۔

(۱) اگر کسی عورت کو قربت و خلوت صحیحہ کے قبل مرد طلاق دے دے اور مہر بوقت نکاح متعین نہ ہوا ہو تو مہر دینا کچھ نہیں پڑتا بلکہ ایک جوڑہ تین کپڑوں کا دینا واجب ہے۔

(۲) اس جوڑہ میں مرد کی حیثیت معتبر ہے یعنی مرد کو اپنی مالی حیثیت کے مطابق جوڑہ دینا ہوگا۔

دوسری آیت سے متعلقہ مسئلہ یہ ہوا کہ جس عورت کا مہر نکاح کے وقت مقرر ہوا ہو اور اس کو قربت یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دیدی ہو تو مقرر کئے ہوئے مہر کا نصف مرد کے ذمہ ادا کرنا واجب ہوگا۔ البتہ عورت اگر معاف کردے یا مرد پورا مہر دیدے تو یہ اختیاری بات ہے۔

عورتوں کے معاملہ میں احسان و مروت کی تعلیم

یہاں پہلی آیت کے خاتمہ پر حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○ (یعنی یہ لازم ہے نیکی کرنے والوں پر) اور دوسری آیت کے خاتمہ پر وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (یعنی آپس میں احسان اور رعایت کرنے سے غفلت مت کرو) فرما کر تلقین فرمائی گئی اور لطیف اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ عورتوں کے حقوق میں جہاں تک ہو سکے مرد کو رعایت اور احسان سے کام لینا چاہیے۔ اور یہ قرآنی تعلیمات کے خواص میں سے ہے کہ طلاق کے موقع پر بھی جو مرد و عورت کے تعلقات کے اختتام اور انقطاع کا نام ہے۔ باہمی حسن سلوک۔ مروت اور رعایت کی تعلیم دی جاتی ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہوا کہ حالت طیش اور ناگواری میں بھی بلحاظ تقویٰ اور حسن اخلاق اور عفو و احسان کا معاملہ رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی قرآن کریم کے تعلیم کردہ اخلاق سے مزین فرمائیں اور ہر ناگواری کے موقع پر حسن اخلاق اور عفو و احسان برتنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

وَلَا تَنْسَوُا: میں نسیان بھول کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ترک کرنے اور نظر انداز کرنے کے معنی میں ہے کیونکہ بھول تو غیر اختیاری ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی نسیان کی مذمت کی گئی ہے تو وہاں یہی اختیاری ترک مراد ہے یا غفلت برتنا مراد ہے۔ اسی لئے بھول جانے کی تین قسمیں بتلائی گئی ہیں کہ ایک بھول ضعف قلب کی وجہ سے ہوتی ہے دوسری بھول غفلت سے ہوتی ہے اور تیسری بھول ارادہ سے ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے لہٰذا اس کے ہاں تمہاری کوئی نیکی خواہ وہ کسی درجہ یا کسی بھی موقع کی ہو ضائع نہیں ہوگی۔

غور کرو! کہ معاملات اور قانونی ضابطوں سے شریعت کے احکام کس قدر تاکیدی ہیں اور قرآن کریم کس طرح بار باران کی اہمیت جتلاتا ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں

(قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین کی روشنی میں)

خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

معاویہ ابن ابی یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہیں آپ نے جواب دیا:

"بَانَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ"

تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی۔ (محلی ابن حزم ص ۱۲۸ج ۱۰)

خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آثار

رَوَىٰ وَكِيْعٌ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٌ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلىٰ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ اِنِّيْ طَلَّقْتُ اِمْرَأَتِيْ اَلْفًا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ بَانَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ.

(محلی بن حزم ص ۱۷۳ ج ۱۰) (سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۷) (زاد المعاد ص ۲۵۹ ج ۲) (مصنف بن ابی شیبہ ص ۱۳ ج ۵) (ایضاً ص ۱۴ ج ۵) (فتح القدیر ص ۳۳۰ ج ۳) (طحاوی شریف ص ۳۰ ج ۲)

حبیب ابن ابی ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے عورت تجھ سے بائنہ ہوگئی۔

علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں حضرت علیؓ کا یہی مسلک بیان کیا ہے کہ وہ طلاق ثلٰثہ کے وقوع کے قائل تھے۔ (نیل الاوطار ص ۲۴۵ ج ۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

مسروق اور علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص سے جس نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دی تھی (اور ایک دوسرے شخص سے جس نے اپنی عورت کو ننانوے طلاقیں دی تھیں) فرمایا کہ تین طلاقوں سے بیوی جدا ہوگئی اور بقیہ طلاقیں ظلم، عدوان اور زیادتی ہیں۔

(محلی ص ۱۷۲ ج ۱۰) (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲ ج ۵) زاد المعاد ص ۲۵۹ ج ۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد منتخب تحقیقاتی کمیٹی

''مجلس ہیئت کبار العلماء'' کے سامنے ''طَلَقَاتٌ ثَلَاثٌ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ'' کا مسئلہ پیش ہوا۔ اس مسئلے کے متعلق ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ کو مجلس کا ایک اجلاس منعقد ہوا جسمیں ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے یا صرف ایک واقع ہونے کے دلائل پیش کئے گئے پھر ان کا تجزیہ و مناقشہ کیا گیا۔

مسلسل چھ ماہ (۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ) تک یہ مسئلہ زیر بحث رہا۔ انتہائی محنت و عرق ریزی کے ساتھ اس مسئلے سے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر وحدیث کی سینتالیس کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا کہ ''ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں اگر چہ تین کی نیت نہ بھی ہو۔ رجوع یا نکاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ الا یہ کہ وہ عورت حلالہ کے طور پر کسی اور مخلص سے نکاح کرے اور وہ اسے طلاق دیدے تب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہوسکتی ہے۔ اور اس طریقے پر طلاق دینا اگر چہ حرام و ناجائز ہے لیکن واقع تینوں ہی طلاقیں ہوجاتی ہیں۔ یہ قانون حضرت عمر فاروقؓ کے دور مبارک میں منعقدہ اجماع صحابہ کی روشنی میں امت اسلامیہ اہلسنت کا متفقہ مسلک وموقف چلا آرہا ہے''۔

جلالۃ الملک خادم حرمین حفظ اللہ نے جہاں توسیع حرمین، تزئین مدینہ، طباعت قرآن کریم، عالمی زبانوں کی تفاسیر کی اشاعت جیسے شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں اہلسنت والجماعت کے موقف کے مطابق ''طلقات ثلاث بلفظ واحد'' جیسے معرکۃ الاراء اختلافی مسئلے کی تجدید واحیاء نو فرما کر مسلمانوں کو حرام سے محفوظ فرما کر امت اسلامیہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ فجزاهم الله خير الجزاء

جو اس مسئلے سے اختلاف کر کے اکٹھی تین طلاقوں کی ایک ہی طلاق ماننے پر اصرار کرتے ہیں ان حضرات پر سعودیہ عربیہ کا یہ فیصلہ حجت قاطعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حق کے متلاشی کیلئے تردد کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اگر چہ سعودی عرب کے کبار علماء کی اس تحقیقاتی کمیٹی میں ایک بھی حنفی عالم موجود نہ تھا بایں ہمہ شاید بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو کہ اکٹھی تین طلاقوں ماننا صرف علماء احناف ہی کا مسلک ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ یہ چاروں مذاہب کے آئمہ واصحاب

کے ہاں قطعی متفقہ ومسلمہ ہے۔ 17

قرآن کریم کی تین آیات، تقریباً ساٹھ احادیث مرفوعہ و موقوفہ اور اتفاق جمہور اور سلف صالحین کی تیس تصریحات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مدخول بہا پر ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ سلف صالحین میں کوئی بھی قابل اقتداء ایسی شخصیت نہیں ہے جو اس کے خلاف کی قائل ہو۔ چنانچہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِيْنَ وَلَا مِنْ اَئِمَّةِ السَّلَفِ الْمُعْتَمَدُ بِقَوْلِهِمْ فِي الْفَتَاوٰى فِي الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ شَيْءٌ صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلٰثَ بَعْدَ الدُّخُوْلِ يُحْسَبُ وَاحِدَةً اِذَا سَبَقَ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ ذَكَرَهٗ اِبْنُ عَبْدُ الْهَادِيْ عَنْ اِبْنِ رَجَبْ رَحْمَةُ اللّٰهِ. (رسالہ "الطلاق الثلاث" ص ۳۶۶)

یہ پوری بحث اور متفقہ فیصلہ حکومت سعودیہ نے خود شائع کی ہے۔ غیر مقلدین اکثر مختلف فیہ مسائل میں اہل حرمین کے عمل کو بطور حجت پیش کیا کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ بھی علماء حرمین کا ہے اس لئے تمام امت مسلمہ کیلئے حجت ہے۔ (بحوالہ گلدستہ تفاسیر جلد اوّل)

نوٹ: اس مسئلہ پر تفصیلی مباحث دیکھنے کیلئے ادارہ کی مطبوعہ ''گلدستہ تفاسیر'' جلد اول دیکھی جائے

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنی زندگی کے تمام معاملات میں کتاب وسنت سے وابستہ رکھیں اور خصوصاً عورتوں کے حقوق اور معاملات میں ہمیں حسن اخلاق اور عفو و احسان کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں آپس میں ایک دوسرے سے احسان اور سلوک کی توفیق نصیب ہو اور جملہ حقوق العباد کے معاملہ میں کوتاہی اور غفلت سے بچنا نصیب ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

قٰنِتِيْنَ	لِلّٰهِ	قُوْمُوْا	وَ	الْوُسْطٰى	الصَّلٰوةِ	وَ	عَلَى الصَّلَوٰتِ	حٰفِظُوْا
فرمانبردار جمع	اللہ کیلئے	کھڑے رہو	اور	درمیانی نماز	نماز	اور	نمازوں کی	تم حفاظت کرو

محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے

معاملات و عبادات کا تعلق: نکاح' طلاق' عدت' مہر وغیرہ کے احکام کے درمیان نماز کی تاکید اور اہمیت کو اس لئے بیان فرمایا گیا کہ دنیا کے معاملات اور باہمی نزاعات میں پڑ کر کہیں خدا کی عبادت کو بندہ نہ بھلا بیٹھے اور اہل و عیال میں مشغول نماز سے غفلت کا سبب نہ ہو جائے۔

نکاح و طلاق کے مسائل جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے ساتھ حقوق اللہ کی تاکید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں معاشرت' معاملات' قانون و اخلاق' عبادات سے الگ نہیں اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

نماز کی' خصوصاً عصر کی نماز کی تاکید: ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ کام کاج میں لگ کر بعض لوگ عصر کی نماز پڑھنے میں تاخیر کر دیتے تھے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو جاتا اس وقت آیات مذکورہ نازل ہوئیں۔ اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ دیگر اہل کتاب کی طرح مسلمان بھی نماز میں اشارہ یا بات کر لیا کرتے تھے اس کی ممانعت میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ اس کے بعد مسلمانوں نے نماز میں بولنا اور اشارہ کرنا ترک کر دیا۔

یہاں نماز کی محافظت اور نگرانی کا جو حکم دیا گیا ہے تو نمازوں کی حفاظت اور نگرانی کے معنی یہ ہیں کہ نمازوں کو اپنے وقتوں پر ادا کرنا اور نماز کے ارکان' واجبات' سنن اور مستحبات کا پورا پورا لحاظ رکھنا۔ پھر تمام نمازوں کی عموماً اور صلوٰۃ وسطیٰ کی محافظت کا خصوصاً حکم دیا گیا۔

صلوٰۃ وسطیٰ: صلوٰۃ وسطیٰ یعنی بیچ والی نماز سے کون سی نماز مراد ہے؟ اس کے متعلق کثرت سے علمائے مفسرین کا قول بعض احادیث کی دلیل سے یہ ہے کہ بیچ والی نماز عصر ہے کیونکہ اس کے ایک طرف دو نمازیں دن کی ہیں یعنی فجر و ظہر اور ایک طرف دو نمازیں رات کی ہیں یعنی مغرب و عشاء۔ تو اس بیچ والی نماز کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لئے فرمائی گئی کہ اکثر لوگوں کو یہ وقت کام کی بھیڑ بھاڑ اور مشغولیت کا ہوتا ہے۔

نماز میں عاجزی: اور یہاں یہ جو فرمایا وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ٥ (اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے) اور عاجزی کی تفسیر حدیث میں خاموشی کے ساتھ آئی ہے۔ اسی آیت سے نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی۔ اور وہ جو بعض احادیث میں ہے کہ نماز میں صحابہ یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اشارہ کیا یا بات کی یا چلے سو یہ سب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کی باتیں ہیں۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں نماز کے اہتمام کی توفیق عطاء فرمائے' نماز دین کا ستون ہے سب سے پہلے اسی کی پوچھ ہوگی۔

یا اللہ ہمیں نماز کی پابندی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

فَاِنْ	خِفْتُمْ	فَرِجَالًا	اَوْ	رُكْبَانًا	فَاِذَا	اَمِنْتُمْ	فَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	كَمَا	عَلَّمَكُمْ	مَا	لَمْ
پھر اگر	تمہیں ڈر ہو	تو پیادہ پا	یا	سوار	پھر جب	تم امن پاؤ	تو یاد کرو	اللہ	جیسا کہ	اس نے تمہیں سکھایا	جو	تم

پھر اگر تم کو (بحالت جنگ دشمن کا) اندیشہ ہو تو تم کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو پھر جب تم کو اطمینان ہو جاوے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو جو تم کو سکھلایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے

تَكُوْنُوْا	تَعْلَمُوْنَ
تم نہ تھے	جانتے

حالت جنگ میں نماز: مطلب یہ ہے کہ لڑائی اور دشمن کے خوف کا وقت ہو تو مجبوراً سواری پر سوار ہونے کی حالت ہی میں اور پیدل کو اشارہ سے نماز پڑھنا درست ہے خواہ قبلہ کی طرف ہونا نہ ہو۔ یعنی نماز کی محافظت حالتِ جنگ میں بھی ضروری ہے البتہ شریعت کے باقی احکام کی طرح یہاں بھی ماحول کی پوری گنجائش رکھی گئی ہے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ایسی شدید حالت میں جب دشمن سے مقابلہ ہو اور جب کہ جانوں کی آپادھاپی پڑ رہی ہو اس وقت بھی نماز مؤخر نہیں کی گئی بلکہ نماز کھڑے کھڑے یا سواری پر بیٹھے بیٹھے پڑھے۔ اس وقت نہ رکوع و سجود کا لحاظ ضروری ہے نہ قبلہ رُو ہونے کا۔ البتہ اشارے سے نماز صحیح جب ہوگی جب ایک جگہ کھڑا ہو سکے اور اس میں سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ پست کرے بہ نسبت رکوع کے اور اگر کھڑا رہنا بھی ممکن نہ ہو بلکہ چلنا پھرنا اور دوڑنا بھاگنا ہو رہا ہو تو نماز مؤخر کردی جائے گی۔ جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب میں کیا تھا' بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ مشرکوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ سے روک دیا خدا ان کی قبر کو آگ سے بھر دے' اور یہ واقعہ احزاب میں نماز عصر کا ہے' حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہوئے اور کفار قریش کو برا کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب کے قریب ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی پھر وادیٔ بطحان کی طرف توجہ فرمائی اور آپ نے وضو کیا ہم نے بھی وضو کیا اس کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھی جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد مغرب پڑھی۔

اور جب جنگ یا خوف کی حالت نہ ہو امن چین ہو جائے تو پھر انہیں ارکان و شرائط کا ساتھ نماز کی ادائیگی کا حکم ہے جو کہ نماز کے سلسلہ میں تعلیم کیے گئے ہیں یعنی قبلہ رُخ' رکوع' سجود قعود و قیام وغیرہ سب ضروری ہیں۔

دُعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی محافظت نماز کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں ایسی نمازوں کی توفیق عطا فرما دے جو آپ کے قرب کا ذریعہ بنیں۔ یا اللہ ہماری نمازیں دین دنیا کو سوارنے والی ہوں۔ یا اللہ ہماری نمازیں ہم کو اپنے دشمنوں پر فتح ونصرت دلانے والی ہوں۔ یا اللہ ہمارے دلوں میں نماز کی عظمت عطا فرما دے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى

وَالَّذِيْنَ	يُتَوَفَّوْنَ	مِنْكُمْ	وَيَذَرُوْنَ	اَزْوَاجًا	وَّصِيَّةً	لِّاَزْوَاجِهِمْ	مَّتَاعًا	اِلَى
اور جو لوگ	وفات پا جائیں	تم میں سے	اور وہ چھوڑ جائیں	بیویاں	وصیت	اپنی بیویوں کیلئے	نان نفقہ	تک

اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویوں کو وہ وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیویوں کے واسطے ایک سال منتفع ہونے

الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ

الْحَوْلِ	غَيْرَ	اِخْرَاجٍ	فَاِنْ	خَرَجْنَ	فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْ	مَا فَعَلْنَ	فِيْٓ	اَنْفُسِهِنَّ	مِنْ
ایک سال	بغیر	نکالے	پھر اگر	وہ نکل جائیں	تو نہیں	گناہ	تم پر	میں	جو وہ کریں	میں	اپنے حق	سے

کی اس طور پر کہ گھر سے نہ نکالی جاویں ہاں اگر خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اُس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں کریں

مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

مَّعْرُوْفٍ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
دستور	اور اللہ	غالب	حکمت والا

اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

بیوہ کی عدت اور نان نفقہ وغیرہ

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں بیوہ کی عدت کا دستور ایک سال تک کا تھا۔ بعض وارثین بیچاری بیوہ کو دورانِ عدت ہی میں گھر سے نکال باہر کرتے تھے اور نان نفقہ کچھ نہ دیتے تھے۔ وہ بیوہ اس زمانہ عدت میں نہ تو جدید نکاح کر سکتی تھی اور نہ اس کی معاش کا کوئی ذریعہ ہوتا تھا۔ شروع اسلام میں بھی عورت کی عدت ایک سال تھی اور عورت کے لئے اس وقت تک کوئی میراث نہ تھی۔ پھر اسلام میں بعد میں بیوہ کی عدت کا زمانہ چار ماہ دس روز مقرر ہوا جیسا کہ اسی سورۃ کے گذشتہ رکوع آیت نمبر ۲۳۴ میں حکم تھا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (وہ بیبیاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینہ دس دن) اُس وقت آیت میراث نازل نہیں ہوئی تھی اور بیوہ کا کوئی شرعی حصہ ترکہ میں مقرر نہ ہوا تھا اس لئے یہ رعایت رکھی گئی کہ بیوہ اگر اپنے متوفی شوہر کے ترکہ کے گھر میں رہنا چاہے تو سال بھر تک اس کو رہنے کا حق حاصل ہے اور متوفی شوہر کے ترکہ ہی سے سال بھر تک اس کو نان ونفقہ اور سکونت کا مکان ملے گا۔ کوئی ان کو اس حق سے محروم نہیں کر سکتا تھا اس پہلی آیت زیر تفسیر میں اسی کا بیان ہے اور خاوندوں کو حکم تھا کہ اس طرح کی وصیت کر جایا کریں۔ ہاں اگر چار ماہ دس روز عدت کرنے کے بعد بیوہ بقیہ ایام میں متوفی شوہر کے گھر میں نہ رہنا چاہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس مدت یعنی چار ماہ دس روز بعد جہاں چاہے چلی جائے اور جس سے چاہے نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ جب آیت میراث نازل ہو گئی اور شوہر کے ترکہ میں سے بیوی کے لئے چوتھایا آٹھواں حصہ مقرر کر دیا گیا یعنی خاوند کی اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں متروکہ مال کا چوتھائی حصہ۔ تو سال بھر کے نفقہ اور سکونت کا حکم جو اس زیر تفسیر آیت میں تھا منسوخ ہو گیا چنانچہ جمہور مفسرین اور فقہاء کے نزدیک یہ آیت منسوخ الحکم ہے اور عدت والی آیت اور میراث والی آیت اس کی ناسخ ہیں۔

گویا اس حکم سے رسم جاہلیت کو باطل فرمایا۔ عورت کے حقوق کا تحفظ فرمایا۔ عورت کو مختار بنایا۔ اور آیت کے آخر میں وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ فرما کر اشارہ فرما دیا کہ اللہ زبردست ہیں اُن کے حکم کے خلاف مت کرو اور حکمت والے ہیں کہ تمام احکام میں تمہاری مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں گو تمہاری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ	مَتَاعٌ	بِالْمَعْرُوْفِ	حَقًّا	عَلَى	الْمُتَّقِيْنَ	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اٰيٰتِهٖ
اور مطلقہ عورتوں کیلئے	نان نفقہ	دستور کے مطابق	لازم	پر	پرہیزگار جمع	اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	اپنے احکام

اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا قاعدہ کے موافق مقرر ہوا ہے اُن پر جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾

لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ
تا کہ تم	سمجھو

بیان فرماتے ہیں اس توقع پر کہ تم سمجھو

رخصتی کے بعد مطلقہ ہونے والیوں کا حق:

اس آیت میں طلاق دی ہوئی عورتوں کے متاع یعنی ان کو نفع پہنچانے کا بیان ہے۔

مطلقہ عورتوں کو فائدہ پہنچانے کا حکم اسی رکوع کی ابتدائی آیات میں بھی آچکا ہے۔ مگر وہاں صرف دو قسم کی مطلقہ عورتوں کے لئے احکام تھے۔

ایک وہ کہ جن کا نہ مہر مقرر ہوا ہو نہ اُن سے قربت کی نوبت آئی ہو۔

دوسرے وہ مطلقہ کہ جس کا مہر تو بوقت نکاح مقرر ہوا تھا مگر خلوت و قربت کی نوبت نہیں آئی اور طلاق ہوگئی یہاں آیت میں اُن طلاق والی عورتوں کو فائدہ پہنچانے کا حکم ہے جن کو خلوت یا قربت کے بعد طلاق دی جائے سوان میں جس کا مہر مقرر کیا گیا ہو اس کو فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ پورا مہر دینا چاہیے اور جس کا مہر بوقت نکاح مقرر نہ ہوا ہو تو مرد پر مہر مثل واجب ہے یعنی جو اس عورت کے خاندان میں مہر رائج ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق دی جائے یہ نہ ہو کہ اسے ننگے سر اور ننگے پاؤں بھوکا پیاسا اسی وقت گھر سے نکال دیا جائے بلکہ ایک مدت تک اس کی ضرورتوں کی کفالت شوہر کے ذمہ ہے۔ فقہاء نے حدیث و سنت کی روشنی میں عدت کے عنوان سے ایک مدت مقرر کی ہے کہ اس میں کھانے پہننے اور رہنے سہنے کا انتظام شوہر پر واجب ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ: جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں نکاح، طلاق، عدت وغیرہ کے احکام کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اسی طرح وہ اپنے تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم ان پر غور و فکر کرو اور ان کی حقیقت کو سمجھ پاؤ۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! اپنے احکام کی عظمت ہمارے دلوں میں اُتار دے تا کہ ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں عموماً اور ازدواجی مسائل میں خصوصاً آپ کے احکام کی پابندی نصیب ہو۔

یا اللہ! ہم کو تقویٰ و پرہیزگاری کی دولت عطا فرما۔ اور اپنے متقین بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا قف

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	خَرَجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ	وَهُمْ	اُلُوْفٌ	حَذَرَ	الْمَوْتِ	فَقَالَ	لَهُمُ	اللّٰهُ	مُوْتُوْا
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف	وہ لوگ جو	نکلے	سے	اپنے گھر جمع	اور وہ	ہزاروں	ڈر	موت	سو کہا	انہیں	اللہ	تم مرجاؤ

(اے مخاطب) کیا تجھ کو ان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کیلئے سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فرمادیا کہ مرجاؤ

ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٢٤٣﴾

ثُمَّ	اَحْيَاهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَذُوْ فَضْلٍ	عَلَى النَّاسِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا يَشْكُرُوْنَ
پھر	انہیں زندہ کیا	بیشک	اللہ	فضل والا	لوگوں پر	اور لیکن	اکثر	لوگ	شکر ادا نہیں کرتے

پھر ان کو جلا دیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٤٤﴾

وَقَاتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	
اور تم لڑو	میں	راستہ	اللہ	اور جان لو	کہ	اللہ	سننے والا	جاننے والا	

اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں

موت کو کوئی نہیں ٹال سکتا

یہاں تک جو مختلف قسم کے احکام بیان ہوئے ان میں سب سے زیادہ اہم اور نفس پر گراں دو حکم ہیں۔ ایک جہاد و قتال کا۔ دوسرا انفاق مال کا۔ اور انسان کو احکام خداوندی کی اطاعت سے روکنے والی زیادہ تر دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک حب دنیا اور دوسرے کراہت موت اس لئے یہی دو چیزیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں رکاوٹ ہوتی ہیں۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کی تاکید اور نصیحت کے لئے بنی اسرائیل کا ایک قصہ یہاں ذکر فرمایا۔

مشہور یہی ہے کہ یہ ایک بنی اسرائیل یعنی یہود کی جماعت تھی جو جہاد یا طاعون سے بھاگے تھے اور بھاگ کر جہاں پہنچے اور خیال کیا کہ اب ہم سلامتی کی جگہ پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے موت بھی وہیں پہنچ گئی اور سب کے سب جو ہزاروں کی تعداد میں تھے وہیں مر گئے۔ پھر کچھ دنوں بعد اُس زمانہ کے پیغمبر کی دُعاء سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اُن کو زندہ کر دیا۔ تو اُمت محمدیہ کو یہ قصہ سنانے سے مراد یہ ہے کہ جہاد وغیرہ سے بسبب خوف موت کے نہ بھاگنا چاہیے اور موت و حیات سب قبضہ الٰہی میں سمجھنا چاہیے۔

الحاصل مقصود بیان ان آیات کا حکم الٰہی کے خلاف ورزی کرنے کی ممانعت۔ قضاوقدر پر راضی رہنے کی صفاحت۔ اِس بات پر یقین رکھنے کی ہدایت کہ موت اور زندگی سب اللہ کے قبضہ میں ہے آئی ہوئی موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ قادر مطلق جس طرح مار سکتا ہے اُسی طرح زندہ بھی کر سکتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی قضاوقدر پر یقین کامل اور رضا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اپنے ہر چھوٹے بڑے حکم کی تابعداری ہم کو نصیب فرما۔ آمین

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ

مَنْ	ذَا	الَّذِىْ	يُقْرِضُ	اللّٰهَ	قَرْضًا حَسَنًا	فَيُضٰعِفَهٗ	لَهٗ	اَضْعَافًا	كَثِيْرَةً	وَاللّٰهُ
کون	وہ	جوکہ	قرض دے	اللہ	قرض اچھا	پس وہ اسے بڑھادے	اسکے لئے	کئی گنا	زیادہ	اوراللہ

کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر کئی گنا کر دیوے اور اللہ کمی کرتے ہیں

يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۴۵

يَقْبِضُ	وَيَبْصُۜطُ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ
تنگی کرتا ہے	اور فراخی کرتا ہے	اوراس کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

اور فراخی کرتے ہیں اور تم اُسی کی طرف لے جائے جاؤ گے

فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی فضیلت

گذشتہ آیت میں خدا کی راہ میں جان دینے کا بیان تھا اب اس آیت میں مال دینے کا بیان ہے۔

یہاں جو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کو کہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض دینے سے تعبیر کیا گیا اس بات کے جتلانے کو کہ جس طرح قرض ادا کرنا ضرور ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ ضرور دیں گے۔اور کئی گنا زیادہ بڑھا کر دیں گے۔جس کا بیان ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ ایک چھوارہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ اُحد پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے۔ اور شانِ نزول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب سات سو گنا ثواب والی آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی کہ اے رب میری امت کو اور زیادہ دیجئے اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اَضْعَافًا كَثِيْرَةً کا وعدہ فرمایا۔

حضرت ابوالدحداحؓ کا واقعہ

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت ابو الدحداحؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے تم کو جنت میں داخل کر دیں۔حضرت ابوالدحداحؓ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس دو باغ ہیں۔۔دونوں باغوں کو خدا تعالیٰ کے لئے قرض دیتا ہوں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک باغ اللہ کے راستہ میں وقف کر دو اور دوسرا باغ اپنے اہل وعیال کے گذارۂ معاش کے لئے رہنے دو۔حضرت ابوالدحداحؓ نے کہا ان دو باغوں میں سے جو بہترین باغ ہے جس میں چھ سو کھجور کے درخت ہیں اس کو میں اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ تم کو اس کے عوض میں جنت میں باغ دے گا۔حضرت ابوالدحداحؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھ کر سیدھے اپنے اس باغ پر پہنچے جسے خدا تعالیٰ کی نذر کر آئے تھے۔حضرت ابوالدحداحؓ کی بیوی حضرت اُم دحداحؓ اور بچے اسی باغ میں تھے اور بچے پھل کھا رہے تھے اور درختوں کے سایہ میں کھیل رہے تھے۔حضرت ابوالدحداح نے باغ سے باہر کھڑے ہی کھڑے اپنی بیوی کو آواز دی کہ بچوں کو لے کر باہر آ جاؤ۔یہ باغ اپنے مولا کو قرض دے دیا۔یہ باغ اب۔ہمارا نہیں رہا۔اُم دحداحؓ نے شوہر کا یہ کلام سنتے ہی اول تو مبارکباد دی اور فرحت وخوشی کا اظہار کیا۔ بعد ازاں وہ بچوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔ بچے جو پھل دامنوں میں لے رہے تھے وہ دامن جھٹک دیئے اور جو کھجوریں بچوں کے منہ میں تھیں وہ انگلی ڈال کر نکال دیں اور بچوں سے کہا کہ اس باغ سے نکلو اور اُسے وقت دوسرے باغ میں منتقل ہو گئیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب انکی اطلاع ہوئی تو فرمایا نہ معلوم ابوالدحداح کے لئے آخرت میں کتنے بے شمار کھجور کے لمبے درخت ہیں اور کتنے وسیع اور کشادہ محلات ہیں (یعنی جنت میں) وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الْمَلَاِ	مِنْ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	مِنْ	بَعْدِ	مُوْسٰى	اِذْ	قَالُوْا	لِنَبِيٍّ لَّهُمُ	ابْعَثْ
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف	جماعت	سے	بنی اسرائیل	سے	بعد	موسیٰ	جب	انہوں نے کہا	اپنے نبی سے	مقرر کردیں

اے مخاطب کیا تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تحقیق نہیں ہوا، جبکہ ان لوگوں نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا کہ ہمارے

لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ

لَنَا	مَلِكًا	نُقَاتِلْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	قَالَ	هَلْ	عَسَيْتُمْ	اِنْ	كُتِبَ عَلَيْكُمُ	الْقِتَالُ
ہمارے لئے	ایک بادشاہ	ہم لڑیں	میں	اللہ کا راستہ	اس نے کہا	کیا	ہوسکتا ہے تم	اگر	تم پر فرض کی جائے	جنگ

لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں ان پیغمبر نے فرمایا کہ کیا یہ احتمال ہے اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے کہ تم جہاد نہ کرو

اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ

اَلَّا تُقَاتِلُوْا	قَالُوْا	وَمَا لَنَا	اَلَّا	نُقَاتِلَ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَقَدْ	اُخْرِجْنَا	مِنْ
کہ تم نہ لڑو	وہ کہنے لگے	اور ہمیں کیا	کہ نہ	ہم لڑیں گے	میں	اللہ کی راہ	اور البتہ	ہم نکالے گئے	سے

وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا کون سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ ہم اپنی بستیوں اور اپنے

دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ

دِيَارِنَا	وَ	اَبْنَآئِنَا	فَلَمَّا	كُتِبَ عَلَيْهِمُ	الْقِتَالُ	تَوَلَّوْا	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْهُمْ	وَ
اپنے گھر	اور	اپنی آل اولاد	پھر جب	ان پر فرض کی گئی	جنگ	وہ پھر گئے	سوائے	چند	ان میں سے	اور

فرزندوں سے بھی جدا کر دیئے گئے ہیں پھر جب ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو باستثناء ایک قلیل جماعت کے سب پھر گئے اور

اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۲۴۶	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِالظّٰلِمِيْنَ	
اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتے ہیں	اور اللہ	جاننے والا	ظالموں کو	

جہاد کی ترغیب کے لئے ایک اور واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد پھر جب اُن کی حالت بگڑی اور احکام الٰہیہ فراموش کر دیئے اور تورات کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور بنی اسرائیل کی سرکشیاں بڑھتی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دشمنوں کو اُن پر مسلط کر دیا۔ چنانچہ اس قوم بنی اسرائیل کا سب سے بڑا دشمن ایک کافر بادشاہ جالوت ان پر مسلط ہوا۔ اُن کے بہت سے ممالک جالوت نے فتح کر لئے۔ عورتوں اور

بچوں کو گرفتار کر کے لے گیا اور ان پر جزیہ بھی مقرر کیا۔ بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے۔ اُس وقت شموئیل علیہ السلام پیغمبر تھے۔ اُن سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہم پر مقرر کر دیجئے کہ اس کے ساتھ ہو کر ہم جہاد فی سبیل اللہ کافروں سے کریں۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے کہا ایسا نہ ہو کہ بادشاہ مقرر کر دیا جائے اور دشمنوں کی مدافعت تم پر فرض کر دی جائے اور پھر تم جنگ جہاد سے انحراف کر جاؤ۔ سب لوگوں نے پختہ عہد کر لیا تو حضرت شموئیل علیہ السلام نے بحکم خداوندی اُن پر طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا۔ یہ ایک غریب محنتی آدمی تھے مگر نہایت قوی الجثہ اور ذی علم۔ بنی اسرائیلیوں نے اُن کو بادشاہ تسلیم کرنے پر اعتراضات کئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو شریعت کے جملہ احکام کے اتباع کی توفیق نصیب فرماویں۔ شیطان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی نصیحت و حکم جو فرمایا گیا ہے اس پر ہم کو کاربند بنائیں۔ شیطان کی گمراہیوں سے ہم سب کو کامل طور پر محفوظ رکھیں اور اپنی جملہ مخلوقات سے اپنی ذات و صفات کی معرفت عطا فرماویں۔

یا اللہ آپ نے جو حقوق ہمارے مالوں میں مسکینوں کے رکھے ہیں ہم کو ان حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب ہو اور ہم آپ کو خوش کرنے کے لئے آپ کے راستہ میں اپنا مال خوش دلی سے خرچ کرنے والے ہوں۔

یا اللہ شیطانی وسواس اور گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہر معاملہ میں ہم کو قرآن و سنت کے احکام کی پابندی نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ

وَقَالَ	لَهُمْ	نَبِيُّهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	قَدْ بَعَثَ	لَكُمْ	طَالُوْتَ	مَلِكًا	قَالُوْٓا	اَنّٰى	يَكُوْنُ
اور کہا	انہیں	ان کا نبی	بیشک	اللہ	مقرر کردیا ہے	تمہارے لئے	طالوت	بادشاہ	وہ بولے	کیسے	ہوسکتی ہے

اور اُن لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا کہنے لگے اُن کو ہم پر حکمرانی کا کیسے

لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ

لَهُ	الْمُلْكُ	عَلَيْنَا	وَنَحْنُ	اَحَقُّ	بِالْمُلْكِ	مِنْهُ	وَلَمْ يُؤْتَ	سَعَةً	مِّنَ	الْمَالِ	قَالَ
اس کیلئے	بادشاہت	ہم پر	اور ہم	زیادہ حقدار	بادشاہت کے	اس سے	اور نہیں دی گئی	وسعت	سے	مال	اس نے کہا

حق حاصل ہوسکتا ہے حالانکہ بہ نسبت اُن کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور اُن کو تو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی اُن پیغمبر نے فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ

اِنَّ	اللّٰهَ	اصْطَفٰىهُ	عَلَيْكُمْ	وَزَادَهٗ	بَسْطَةً	فِى	الْعِلْمِ	وَالْجِسْمِ	وَاللّٰهُ	يُؤْتِىْ	مُلْكَهٗ
بیشک	اللہ	اسے چن لیا	تم پر	اور اسے زیادہ دی	وسعت	میں	علم	اور جسم	اور اللہ	دیتا ہے	اپنا ملک

اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں اُن کو منتخب فرمایا ہے اور علم و جسامت میں اس کو زیادتی دی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٤٧﴾

مَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ	
جسے	چاہتا ہے	اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا	

چاہیں دیں اور اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے ہیں جاننے والے ہیں

طالوت کی تقرری پر اعتراضات: طالوت کو بادشاہ مقرر کردینے پر بنی اسرائیل نے اعتراضات شروع کردیئے کہ طالوت کو ہم پر حکومت وسلطنت کا کیا حق ہے؟ طالوت کو مال ودولت کی فراخی حاصل نہیں نہ کوئی خاندانی وجاہت حاصل ہے نہ مالی عزت حاصل ہے۔ ایسے شخص کو ہمارا بادشاہ وسردار بنانا کسی طرح مناسب نہیں۔ اللہ کے نبی نے ان کے اعتراضات کے جواب میں تفصیل سے بتلایا۔

اوّل: تو طالوت کی محض تمہارے نفع اور فائدہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ جس کو سلطنت کے لئے پسند فرمائیں اس سے بڑھ کر کوئی شخص حکمرانی کا اہل نہیں ہوسکتا۔ دوسرے: یہ کہ سلطنت اور بادشاہت کا اصل مدار عقل سلیم اور جسم سلیم پر ہے۔ حسب نسب مال ودولت پر نہیں اور یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ نے طالوت کو عطا کی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب فہم وفراست کے ساتھ شجاعت وبہادری بھی مل جائیگی تو کارخانہ سلطنت نہایت خیر وخوبی کے ساتھ چلے گا۔ تیسرے: یہ کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہیں۔ ان کی عطا اور بخشش ہے۔ جس کو چاہیں بادشاہی عطا کرتے ہیں اور غیب سے اس کی مدد فرماتے ہیں۔ چوتھے: یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت اور کشائش والے ہیں۔ ان کے خزائن کی کوئی حد وانتہا نہیں۔ انہیں کسی فقیر کو امیر بنادینا کیا مشکل ہے۔ پانچویں: یہ کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کون بادشاہت کے لائق ہے اور کون اس کے لائق نہیں۔

فضیلت کا معیار دولت نہیں ہے: اس آیت کے تحت علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دولتمندی کو فضیلت انسانی میں دخل نہیں۔ بلکہ وسعت علم اور جسمانی تندرستی اللہ تعالیٰ کے خاص انعامات ہیں اور انہیں کے تفاوت سے انسانوں کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ

وَقَالَ	لَهُمْ	نَبِيُّهُمْ	اِنَّ	اٰيَةَ	مُلْكِهٖ	اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ	التَّابُوْتُ	فِيْهِ	سَكِيْنَةٌ	مِّنْ
اور کہا	انہیں	ان کا نبی	بیشک	نشانی	اسکی حکومت	کہ	آئیگا تمہارے پاس	تابوت	اس میں	سامانِ تسکین	سے

اور اُن لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ ان کے بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجاوے گا جس میں تسکین کی چیز ہے

رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ

رَّبِّكُمْ	وَبَقِيَّةٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	اٰلُ مُوْسٰى	وَ	اٰلُ هٰرُوْنَ	تَحْمِلُهُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	اِنَّ	فِيْ
تمہارا رب	اور بچی ہوئی	اس سے جو	چھوڑا	آلِ موسیٰ	اور	آلِ ہارون	اٹھائیں گے اسے	فرشتے	بیشک	میں

تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون چھوڑ گئے ہیں اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾

ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ	
اس میں	نشانی	تمہارے لئے	اگر	تم	ایمان والے	

تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو

طالوت کی سچائی کی معجزانہ دلیل

یہودیوں نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے کہا کہ اگر ہم طالوت کے من جانب اللہ بادشاہ ہونے کی کوئی ظاہری علامت یا حجت مشاہدہ کر لیں تو ہمیں پوری طرح اطمینان ہو جائے اور ہمارا قلب اُن کی بادشاہت سے مطمئن ہو جائے۔ اس پر اللہ کے نبی نے اللہ کے حکم سے نشانی یہ بتلائی کہ وہ صندوق جو کبھی تمہارے پاس تھا اور جو جالوت تم سے چھین کر لے گیا تھا اور جس میں تمہارے لئے اطمینانِ قلب کا سامان ہے یعنی تورات کا اصل نسخہ اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے وہ تابوت از خود بغیر تمہاری جدوجہد کے تمہارے پاس آ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس صندوق کے طالوت کے پاس پہنچنے کا یہ سامان فرمایا کہ فلسطینی ایک جنگ میں یہ صندوق بنی اسرائیل سے چھین تو لے گئے تھے مگر جس دن سے وہ اس تابوت سکینہ کو چھین کر لائے اور جہاں لے جا کر رکھا وہیں کوئی وبا۔ بڑی مصیبت یا بلا آ کر پڑی۔ لکھا ہے کہ ان کے پانچ شہر اسی طرح ویران ہو گئے۔ آخر انہوں نے عاجز آ کر یہ طے کیا کہ یہ صندوق (نعوذ باللہ) منحوس ہے اور اس نحوست کو دور کیا جائے اس کے لئے انہوں نے یہ ترکیب کی کہ ایک بیل گاڑی میں اس صندوق کو رکھ کر بغیر کسی گاڑی بان کے اپنے ملک کی سرحد سے بیلوں کو ہانک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس پر فرشتوں کو متعین کر دیا جو بیلوں کو ہانک کر بنی اسرائیل کے علاقہ میں لے آئے۔ اور طالوت کے مکان پر پہنچ کر طالوت کے سامنے رکھ دیا۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ فرشتے اس صندوق کو ہوا میں اڑا کر لائے تھے اور لا کر طالوت کے سامنے رکھ دیا۔

بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر اور اپنا مقدس اور متبرک چھنا ہوا تابوت واپس پا کر بہت خوش ہوئے اور طالوت کی بادشاہی پر یقین کر لیا۔ اور ان کو اپنا امیرِ لشکر اور بادشاہ تسلیم کر لیا اور سب کے سب اُن کے ماتحت جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور جالوت سے جنگ کر کے اپنا ملکی حصہ واپس لیا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! دشمنانِ دین سے ہم کو جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرما اور اسلام اور ایمان کی برکت سے ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ اور فتح نصیب فرما اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل و خوار فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ

فَلَمَّا	فَصَلَ	طَالُوْتُ	بِالْجُنُوْدِ	قَالَ	اِنَّ	اللّٰهَ	مُبْتَلِيْكُمْ	بِنَهَرٍ	فَمَنْ	شَرِبَ	مِنْهُ
پھر جب	باہر نکلا	طالوت	لشکر کے ساتھ	اس نے کہا	بیشک	اللہ	تمہاری آزمائش کرنیوالا	ایک نہر سے	پس جس	پی لیا	اس سے

پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر چلے تو انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے سو جو شخص اس سے پانی پیوے گا

فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ

فَلَيْسَ	مِنِّيْ	وَمَنْ	لَّمْ يَطْعَمْهُ	فَاِنَّهٗ	مِنِّيْ	اِلَّا	مَنِ	اغْتَرَفَ	غُرْفَةً	بِيَدِهٖ
تو نہیں	مجھ سے	اور جس	اسے نہ چکھا	تو بیشک وہ	مجھ سے	سوائے	جو	چلو بھرے	ایک چلو	اپنے ہاتھ سے

وہ تو میرے ساتھیوں میں نہیں اور جو اس کو زبان پر بھی نہ رکھے وہ میرے ساتھیوں میں ہے لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھرلے تو اتنی رخصت ہے

بنی اسرائیل کا امتحان

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کا حکمران مقرر کر دیا گیا اور انکے نبی کی خبر کے مطابق مذکورہ تابوت فرشتے لے کر آگئے تو اب بنی اسرائیل کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہی' اور جہاد کرنے کے لئے نکلنا پڑا۔ جب دشمن سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت طالوت نے اپنے لشکروں سے فرمایا کہ تم لوگوں کا امتحان ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو مبتلا فرمائے گا اور یہ ابتلاء اور امتحان ایک پانی کی نہر کے ذریعہ ہوگا' چونکہ گرمی سخت تھی اور پیاس سے بے تاب ہو رہے تھے اس لئے اکثر افراد امتحان میں ناکام ہوگئے۔ حضرت طالوت نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھو اس میں سے چلو بھر پانی پینے تک تو بات ٹھیک ہے جس نے چلو بھر پانی پی لیا وہ تو میرا ساتھی ہے میرے آدمیوں میں ہے اور جس نے زیادہ پانی پی لیا وہ مجھ سے نہیں ہے میری جماعت میں اس کا شمار نہیں۔

نہر کون سی تھی

نہر سے مراد دریائے یردن (Jordan) ہے۔ اس کی لمبائی ۶۵ میل ہے البتہ پیچ وخم ملا کر ۲۰۰ میل ہے۔ فلسطین کے علاقہ میں اہم ترین دریا یہی ہے اور گویا ملک کی قدرتی سرحد کا کام بھی دیتا ہے۔ اس کا بہاؤ شمال سے جنوب کی جانب ہے اور یہ بحر خلیل اور بحر طبریہ سے ہوتا ہے۔ بحر مردہ (Deadsea) میں جا کر گرتا ہے۔ اس کا پانی شروع میں تو صاف' شفاف اور شیریں ہے لیکن آگے چل کر گدلا' بدبودار اور مضر صحت ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بغیر آزمائش کے کامیاب کردے اور اگر کوئی آزمائش آئے تو اپنے فضل سے ہمیں اس میں کامیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا

فَشَرِبُوْا	مِنْهُ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْهُمْ	فَلَمَّا	جَاوَزَهٗ	هُوَ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ	قَالُوْا
پھر انہوں نے پی لیا	اس سے	سوائے	چند ایک	ان سے	پس جب	اس کے پار ہوئے	وہ	اور وہ جو	ایمان لائے	اسکے ساتھ	انہوں نے کہا

سو سب نے اس سے پینا شروع کر دیا مگر تھوڑے سے آدمیوں نے ان میں سے سو جب طالوت اور جو مومنین ان کے ہمراہ تھے نہر سے پار اتر گئے کہنے لگے

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا

لَا طَاقَةَ	لَنَا	الْيَوْمَ	بِجَالُوْتَ	وَجُنُوْدِهٖ	قَالَ	الَّذِيْنَ	يَظُنُّوْنَ	اَنَّهُمْ	مُّلٰقُوا
نہیں طاقت	ہمارے لئے	آج	جالوت کے ساتھ	اور اس کا لشکر	کہا	جو لوگ	یقین رکھتے ہیں	کہ وہ	ملنے والے

کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی۔ ایسے لوگ جن کو یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں

اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

اللّٰهِ	كَمْ	مِّنْ	فِئَةٍ	قَلِيْلَةٍ	غَلَبَتْ	فِئَةً	كَثِيْرَةً	بِاِذْنِ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	مَعَ	الصّٰبِرِيْنَ
اللہ	بارہا	سے	جماعتیں	چھوٹی	غالب ہوئیں	جماعتیں	بڑی	اللہ کے حکم سے	اور اللہ	ساتھ	صبر کرنے والے

کہنے لگے کہ کثرت سے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آ گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں

اکثریت ناکام ہو گئی: چونکہ اکثر افراد نے خوب پانی پی لیا تھا اس لئے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور جی چھوڑ بیٹھے اور ہمت ہار گئے اور کہنے لگے ہم تو آج اپنے دشمن جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ ہماری بساط نہیں کہ ہم ان سے لڑ سکیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جو لوگ حضرت طالوت کے ساتھ روانہ ہوئے تھے وہ ستر یا اسی ہزار تھے ان میں سے تھوڑے ہی سے رہ گئے جنہوں نے پانی نہیں پیا جن لوگوں نے پانی نہیں پیا تھا انکی تعداد تین سو تیرہ لکھی ہے۔ یہ تھوڑا سا ایک چلو پانی جن لوگوں نے پیا اللہ تعالیٰ نے اتنے ہی پانی کو ان کے لئے کافی فرما دیا ان کی پیاسیں اس سے بجھ گئیں اور جن لوگوں نے ڈٹ کر پانی پی لیا تھا وہ وہیں نہر کے کنارے پھیل گئے اور بزدل ہو کر گر پڑے۔ جو لوگ حضرت طالوت کے ساتھ آگے بڑھے اور دشمن کی طرف پیش قدمی کی وہ دشمن کے مقابلے میں بہت تھوڑے تھے لیکن انہیں یقین تھا کہ ہمیں اللہ کے پاس جانا ہے۔ میدان جہاد سے بھاگنا مؤمن کا شیوہ نہیں۔ ہمیں جہاد کرنا ہی کرنا ہے۔ رہا ہماری جماعت کا کم تعداد ہونا تو اللہ کی مدد کی اُمید رکھنے والوں کے لئے یہ بات سوچنے کی نہیں ہے بہت سی کم تعداد جماعتیں بڑی بھاری تعداد والی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب ہو چکی ہیں۔ صبر و ثابت قدمی اللہ کی مدد کو لانے والی ہے۔

امتحان کی حکمت: ایسے موقع پر جوش و خروش میں بھیڑ بہت ہو جایا کرتی ہے لیکن وقت پر ثابت قدم رہنے والے کم ہوتے ہیں۔ اور اُس وقت ایسوں کا اُکھڑ جانا باقی لوگوں کے پاؤں بھی اُکھاڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو فوج میں سے ایسے لوگوں کا علیحدہ کرنا منظور تھا اور اس کے لئے یہ امتحان مقرر کیا گیا کہ جو نہایت ہی مناسب ہے کیونکہ جنگ و قتال میں ضرورت استقلال اور جفاکشی کی ہوتی ہے۔ پیاس کی شدت کے وقت وافر پانی ملنے پر ضبط کرنا استقلال کی دلیل ہے اور اندھے باؤلوں کی طرح پانی پر جا گرنا بے استقلالی کی دلیل ہے۔

اس امتحان سے اور جو احوال و اقوال اس قصہ میں مذکور ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ طالوت کے لشکر میں تین قسم کے لوگ تھے ایک ناقص الایمان جو امتحان میں پورے نہ اُترے اور دوسرے کامل جو امتحان میں پورے اُترے مگر اپنی قلت کی فکر ہوئی اور تیسرے اکمل جن کو قلت و کثرت کی کوئی فکر بھی نہ ہوئی۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

وَلَمَّا	بَرَزُوْا	لِجَالُوْتَ	وَجُنُوْدِهٖ	قَالُوْا	رَبَّنَا	اَفْرِغْ	عَلَيْنَا	صَبْرًا	وَثَبِّتْ	اَقْدَامَنَا
اور جب	آمنے سامنے ہوئے	جالوت کے	اور اسکا لشکر	انہوں نے کہا	اے ہمارے رب	ڈال دے	ہم پر	صبر	اور جما دے	ہمارے قدم

اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہم پر استقلال نازل فرمایئے اور ہمارے قدم جمائے رکھئے

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ

وَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ	فَهَزَمُوْهُمْ	بِاِذْنِ اللّٰهِ
اور ہماری مدد کر	پر	قوم	کافر جمع	پھر انہوں نے شکست دی انہیں	اللہ کے حکم سے

اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے، پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دیدی

طالوت کی فوج کی میدانِ جنگ میں دُعاء

گذشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب بنی اسرائیلیوں میں سے نافرمانوں اور بزدلوں کی ایک بڑی جماعت لشکر طالوت سے پیچھے رہ گئی اور صرف قلیل جماعت مؤمنین اور صادق الیقین کی اپنے امیر طالوت کے ساتھ جہاد اور مقابلہ کے لئے رہ گئی۔ اسی جماعت کا سردار اور سپہ سالار جالوت اس کے لشکر سے ان کا مقابلہ ہوا اور اس مقابلہ کا انجام ونتیجہ ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے۔

یعنی جب وہ مؤمنین مجاہدین کھلے میدان میں جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے ہوئے تو چونکہ دشمن کی فوج بہت کثیر۔ قریب ایک لاکھ اور بروایتے تین لاکھ سواروں پر مشتمل تھی اور مؤمنین صرف تین سو تیرہ تھے اس لئے اُنہوں نے میدان میں نکل کر اپنی ہمت اور شجاعت پر نظر نہیں کی بلکہ خداوند ذوالجلال والاکرام کی ذاتِ عالی کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت عاجزی اور تضرع سے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی کہ اے اللہ ہمیں صبر و استقلال اور ثابت قدمی عطا کرنا اور کافروں کی اس فوج پر ہمیں فتح مند فرمانا۔ اس دعاء کی ترتیب بڑی پاکیزہ ہے کہ غلبہ کیلئے چونکہ ثبات قدمی کی ضرورت ہے اس لئے پہلے اس کی دُعاء کی اور ثابت قدم رہنے کا مدار اثبات قلب پر ہے اسلئے اُس سے پہلے ثبات قلب کی دُعاء کی اور اخیر میں وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کی دعاء کی۔ ثبات قلب اور ثبات قدم کے بعد کافروں پر غلبہ تو قدرتی نتیجہ کے طور پر شاید حاصل ہو ہی جاتا لیکن مؤمنین عارفین کی نظر انتظامات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہے۔

حضرت طالوت کی فتح

اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعاء قبول فرمائی اور اُن کی مدد فرمائی اور اس صبر و تحمل اور اللہ پر اعتماد اور توکل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان تھوڑے مؤمنین نے اللہ کی توفیق اور نصرت سے جالوت کی فوجوں اور لشکروں کو شکست دے دی۔ اسی کے متعلق دوسری آیت میں ارشاد ہوا۔ ”پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دے دی۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تمام قسم کے دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی اور فتح نصیب کرے' یا اللہ ہم کمزور ہیں ہماری طاقت فقط آپ کی تائید و مدد ہے۔ اگر آپ ہماری مدد کریں تو ہم فتحیاب ہوں گے' یا اللہ ہماری مدد فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ

وَ	قَتَلَ	دَاوٗدُ	جَالُوْتَ	وَاٰتٰىهُ	اللّٰهُ	الْمُلْكَ	وَالْحِكْمَةَ	وَعَلَّمَهٗ	مِمَّا	يَشَآءُ
اور	قتل کیا	داؤد	جالوت	اور اسے دیا	اللہ	ملک	اور حکمت	اور اسے سکھایا	جو	چاہا

اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اُن کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت و حکمت عطا فرمائی اور بھی جو جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا

جالوت کے قتل کی تفصیلات:

داؤد علیہ السلام ابھی کم سن نوجوان تھے اور اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے اور طالوت کے لشکر میں مع اپنے والد اور چھ بھائیوں کے شامل تھے اور اپنے سب بھائیوں میں چھوٹے تھے۔ ابھی تک آپ کو نبوت نہیں ملی تھی۔ جب میدان کارزار سامنے آیا اور اور جالوت جو اپنے لشکر کا سپہ سالار اور سردار تھا اور انسان کیا تھا بلکہ دیو کے معلوم ہوتا تھا۔ وہ نہایت کروفر کے ساتھ زرہ اور خود پہن کر میدان میں آیا اور طالوت کے لشکریوں میں سے اپنا مقابل طلب کیا۔ داؤد علیہ السلام فقط تین پتھر اور ایک گوپھن لے کر آگے بڑھے اور یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ کرے تو تلوار و گھوڑا اور ہتھیار بھی بیکار ہے۔ اور اللہ کا نام لے کر وہ پتھر گوپھن میں رکھ کر جالوت کی پیشانی پر مارے جو ٹھیک اس کے دماغ پر لگا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ داؤد علیہ السلام نے فوراً اُسے کی تلوار نکال کر اس کا سر قلم کر دیا۔ جالوت کے قتل کو دیکھ کر اس کی فوج اور بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹی جماعت کو دشمن کی کثیر جماعت پر فتح نصیب فرمائی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا نبوت وسلطنت سے سرفراز ہونا:

طالوت نے اعلان یا ہوا تھا کہ جو جالوت کو قتل کرے گا میں اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کروں گا چنانچہ حسب وعدہ طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤد سے کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے طالوت کے انتقال کے بعد داؤد علیہ السلام کو سلطنت عطا کی۔ اور باتفاق بنی اسرائیل داؤد علیہ السلام اُن کے بادشاہ مقرر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو سلطنت کے ساتھ علم و حکمت یعنی نبوت سے بھی سرفراز فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد سے داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں کہ جن میں بادشاہت اور نبوت دونوں جمع ہوئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دواؤد علیہ السلام کو بعض خاص معجزات عطا فرمائے مثلاً لوہے کو مثل موم کے آپ کے ہاتھ میں نرم کر دیا گیا کہ آپ بغیر آلات کے زرہیں بنا لیتے تھے اور اُنہی کو فروخت کر کے آپ اپنا اور گھر والوں کا گذارا کرتے اور آپ کو خوش الحانی کا معجزہ عطا کیا اور پرندوں کی بولی اور زبان سکھائی اور اسی پر طالوت و جالوت کے قصہ کو ختم فرمایا۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں تمام دشمنوں پر فتح نصیب فرمائے' ہمارے ایمان کے دشمن' ہماری جان کے دشمن اور ہمارے ملک کے دشمن۔ یا اللہ ان سب کو ناکام ونامراد کر' ہمیں اپنی حفاظت اور مدد سے سرفرازی عطاء فرما' غلامی وذلت سے محفوظ فرمائی۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

وَلَوْ	لَا	دَفْعُ	اللّٰهِ	النَّاسَ	بَعْضَهُمْ	بِبَعْضٍ	لَّفَسَدَتِ	الْأَرْضُ	وَ	لٰكِنَّ	اللّٰهَ
اور اگر	نہ	ہٹاتا	اللہ	لوگ	بعض لوگ	بعض کے ذریعہ	ضرور تباہ ہو جاتی	زمین	اور	لیکن	اللہ

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعضے آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع کرتے رہا کرتے ہیں تو سرزمین فساد سے پُر ہو جاتی و لیکن اللہ تعالیٰ

ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّكَ

ذُوْ فَضْلٍ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ	تِلْكَ	اٰيٰتُ اللّٰهِ	نَتْلُوْهَا	عَلَيْكَ	بِالْحَقِّ	وَاِنَّكَ
فضل والا	پر	تمام جہان	یہ	اللہ کے احکام	ہم سناتے ہیں وہ	آپ پر	ٹھیک ٹھیک	اور بیشک آپ

بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر، یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور آپ بلاشبہ

لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

لَمِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ
ضرور سے	رسول جمع

پیغمبروں میں سے ہیں

جہاد کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے جہاد کی عام حکمت و مصلحت یعنی حکومتوں کے انقلابات اور فتح و شکست کی تکوینی مصلحت اور حکمت بیان فرمائی ہے کہ جب کسی قوم یا حکومت کی طرف سے دوسروں پر ظلم و ستم اور جبر و تشدد کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم و تشدد کو ختم کرنے کے لئے دوسری قوم کو کھڑا کر دیتا ہے اور اس طرح ظلم و تعدی اور شر و فساد سے زمین کو بچا لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ظالم و جابر کو کھلا چھوڑ دیا جاتا تو زمین شر و فساد کا گہوارہ بن کر رہ جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دنیا والوں پر بڑی مہربانی ہے کہ وہ ایسے انقلابات سے عدل و انصاف اور امن و سکون کو قائم و دائم رکھے ہوئے ہے۔ چنانچہ قصہ طالوت و جالوت کے خاتمہ پر یہی حکمت و فوائد واضح فرما دی ہے۔

اثبات نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

چونکہ قرآن کے عظیم مقاصد سے اثبات نبوت محمدیہ بھی ہے اس لئے اکثر جس جگہ کسی مضمون سے مناسبت ہونے کا موقع ہوتا ہے وہاں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مقام پر بھی قصہ مذکورہ کے اخیر میں ارشاد ہوا:-

"یہ آیتیں جن میں یہ قصہ مذکور ہوا اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہیں"۔

یعنی ایسے قدیم گذشتہ واقعات کا صحیح صحیح علم جو ہم آپ کو بتا رہے ہیں یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں کیونکہ ان کا علم بغیر کسی سے سُنے اور پڑھے سوائے وحی الٰہی کے نہیں ہو سکتا۔

دُعا کیجئے: یا اللہ! ہم کو صالح اور اہل قیادت و حکمت عطا فرما۔ یا اللہ! ہم کو اپنے اور دشمنان دین سے جہاد فی سبیل اللہ کا سچا جذبہ اور عزم نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

تِلْكَ الرُّسُلُ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے اُن میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے بعضے ان میں وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوئے ہیں اور بعضوں کو اُن میں بہت سے درجوں میں سرفراز کیا

تِلْكَ	الرُّسُلُ	فَضَّلْنَا	بَعْضَهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	مِنْهُمْ	مَّنْ	كَلَّمَ	اللّٰهُ	وَرَفَعَ	بَعْضَهُمْ	دَرَجٰتٍ
یہ	رسول (جمع)	ہم نے فضیلت دی	ان کے بعض	پر	بعض	ان سے	جس	کلام کیا	اللہ	اور بلند کئے	ان کے بعض	درجے

انبیاء ورسل علیہم السلام میں بعض کو بعض پر فضیلت

گزشتہ آیات میں رسالت کا بیان تھا جب منکرین واضح دلائل اور شواہد کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم نہ کرتے تھے تو طبعاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے یہاں تسلی کا مضمون ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی مختلف درجوں کے پیغمبر گذرے ہیں لیکن ایمان کا عام ہونا کسی بھی امت میں نہیں رہا کسی نے موافقت کی اور کسی نے انکار کیا چنانچہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ یعنی اگرچہ وصفِ نبوت ورسالت میں سب مشترک ہیں پھر بھی بعض کو بعض پر ایک خاص فضیلت دی ہے یعنی ہر رسول کو کسی خاص خصوصیت اور خاص فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے تاکہ ہر ایک کا فضل وکمال الگ الگ نظر آئے۔

الغرض یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشی چنانچہ ان رسولوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی نصیب ہوئی جیسے دنیا میں اُترنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو یا جیسے اس دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یا جیسے عالم بالا میں معراج شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اللہ تعالیٰ نے بلند کیا بعضوں کا درجہ جیسے کوئی ایک قوم کا نبی ہوا۔ کوئی ایک قریہ یا گاؤں کا نبی ہوا۔ کوئی ایک شہر یا ملک کا نبی ہوا اور کوئی تمام جہان کے جن وانس کے لئے تاقیامت نبی ہوئے جیسے نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فضیلت کے بارے میں وضاحت

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کلی تمام انبیاء پر بدلائل نصوص ثابت ہے اور یہی عقیدہ رکھنا لازم ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ایسا مبالغہ کہ جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کی کسی درجہ میں تنقیص یا توہین ہو یہ ہرگز جائز نہیں۔ اور اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبروں کے درمیان تفضیل اور مفاضلہ نہ کرو۔ اس سے ایسی ہی تفضیل کی ممانعت مراد ہے کہ جو دوسرے نبی کی تنقیص اور تحقیر کا سبب ہو۔

دُعاء کیجئے

یااللہ! آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے ہمیں امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور ایمان واسلام کے شرف سے نوازا۔

یااللہ! ہم کو اس نعمت کا اہل بنادے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا سچا امتی بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

اور ہم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے۔اور ہم نے اُنکی تائید روح القدس سے فرمائی

وَاٰتَيْنَا	عِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	الْبَيِّنٰتِ	وَاَيَّدْنٰهُ	بِرُوْحِ الْقُدُسِ
اور ہم نے دی	عیسیٰ	مریم کا بیٹا	کھلی نشانیاں	اور اُنکی تائید کی ہم نے	روح القدس (جبرائیل) سے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ واضح نشانیاں

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی نبوت و رسالت کی صریح اور واضح نشانیاں اور کھلے ہوئے معجزات عطا فرمائے جیسے مادر زاد نابینا کو اچھا کرنا۔ مردہ کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا۔ کوڑھ اور برص کے بیمار کو شفایاب کرنا وغیرہ اور فقط یہی نہیں بلکہ ایک امتیازی شان اور ان کو عطا فرمائی اور وہ یہ کہ روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی تائید و تقویت اور امداد کے لئے مامور فرمایا۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جاتے حضرت جبرئیل علیہ السلام اُن کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ اور یہود سے اُن کی حفاظت فرماتے۔ اسی طرح تمام انبیاء والمرسلین نے بحکم الٰہی دُنیا میں ہدایت پھیلائی۔ شر و فساد کا استیصال کیا۔ اور اشاعت توحید میں جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ اور معجزات دکھا کر لوگوں کو راہ ہدایت اور راہِ توحید پر لائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

(وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ) اور عیسیٰ بن مریم کو ہم نے کھلے ہوئے معجزات عطا کیے۔ حضرت عیسیٰ نے پالنے کے اندر ہی لوگوں سے باتیں کیں آپ مادر زاد نابینا اور برص کی بیماری والے کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ آپ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے (اللہ کے حکم سے) اور آسمان سے آپ پر خوان اتارا گیا تھا۔ (وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ) قرآن مجید اور اسلام کی اصطلاح میں اس سے مراد فرشتۂ اعظم حضرت جبرائیل ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے آیت سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے تمام فضائل اور کمالات کے باوجود بہر حال انسان ہی تھے اور وہ انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت اور مدد کے محتاج تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کی حفاظت اور اُن کی تقویت کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی شکل میں ایک دوسری مخلوق جو کہ لطیف ہے اور عام طور پر نظر نہ آنے والی ہے وہ مقرر کر دی۔

خصوصیت کیساتھ حضرت عیسیٰ کے ذکر کی وجہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنیکی وجہ یہ ہے کہ یہودی حد سے زیادہ آپ کی توہین کرتے تھے اور عیسائی آپ کی تعظیم میں بہت آگے بڑھ چکے تھے (نعوذ باللہ خدا کا بیٹا کہنے لگے تھے) (تفسیر مظہری)

دُعا کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہمیں امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور ایمان و اسلام کے شرف سے ہمیں نوازا یا اللہ ہمیں اس نعمت کی صحیح طور پر قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ! ہمیں ان تمام خصائل سے بچالیں جو یہود اور نصاریٰ نے آپ کے نبیوں کے ساتھ کئے اور مستحق غضب بنے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا جو لوگ ان کے بعد ہوئے آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل پہنچ چکے تھے لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا

وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	مَا	اقْتَتَلَ	الَّذِيْنَ	مِنْ بَعْدِ	هِمْ	مِنْ بَعْدِ	مَا جَآءَتْهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	وَلٰكِنِ	اخْتَلَفُوْا
اور اگر	چاہتا اللہ	نہ	باہم لڑتے	وہ جو	بعد	اُن	بعد سے	جو (جب) آ گئی اُنکے پاس	کھلی نشانیاں	اور لیکن	انہوں نے اختلاف کیا

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

سو ان میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ آپس میں قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں

فَمِنْهُمْ	مَّنْ	اٰمَنَ	وَمِنْهُمْ	مَّنْ	كَفَرَ	وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	مَا اقْتَتَلُوْا	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَفْعَلُ	مَا يُرِيْدُ
پھر ان سے	جو کوئی	ایمان لایا	اور ان سے	کوئی	کفر کیا	اور اگر	چاہتا اللہ	وہ باہم نہ لڑتے	اور لیکن	اللہ	کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے

اللہ چاہتا تو سب ایک ہی دین پر ہوتے

اگر اللہ کو منظور ہوتا تو اُمت کے جو لوگ ان پیغمبروں کے بعد ہوئے کبھی دین میں اختلاف کر کے باہم قتل و قتال نہ کرتے اور سب اپنے نبی کی تعلیم پر قائم رہتے کیونکہ نبی کے ذریعہ سے امر حق کے دلائل واضحہ ان کو مل ہی گئے تھے اور تعلیم رسول کی صداقت میں کوئی شبہ بھی نہ رہا تھا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو بعض حکمتیں منظور تھیں اس لئے وہ لوگ باہم دین میں مختلف ہوئے سو اُن میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا پھر اس اختلاف سے نوبت لڑائی جھگڑے اور قتل و قتال کی ہوئی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ کوئی اُن کے فعل میں دخل نہیں دے سکتا وہ حکیم مطلق اور حاکم مطلق ہیں کسی کو یہ مجال نہیں کہ یہ کہہ سکے کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا؟

جس نے نورِ الٰہی پالیا وہ ہدایت والا ہے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا پس جس نے وہ نور پالیا ہدایت یاب ہو گیا اور جو نور کو نہ پا سکا وہ گمراہ ہو گیا اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ علم الٰہی کے مطابق قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا۔ (احمد و ترمذی)

تقدیر کی حقیقت تک انسانی عقل کی رسائی نہیں ہے

تقدیر پر ایمان ضروری ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس تک انسانی عقل کی رسائی ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے تقدیر کے بارے میں بحث و مباحثہ سے منع کیا گیا چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جس نے تقدیر کے معاملہ میں کچھ گفتگو کی اس سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی اور اگر کچھ نہ کہا تو سوال نہ ہوگا۔ (ابن ماجہ)

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ نے اپنی رحمت سے ہمیں کفر و شرک سے بچایا پس ہم کو مرتے دم تک ہر طرح کی کجی و گمراہی سے بچائیں اور ہمیں تقدیر پر کامل ایمان سے نوازیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّ
اے ایمان والو! خرچ کرلو ان چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور

وَلَا خُلَّةٌ	فِيْهِ	لَا بَيْعٌ	يَوْمٌ	يَّاْتِيَ	اَنْ	مِّنْ قَبْلِ	رَزَقْنٰكُمْ	مِمَّا	اَنْفِقُوْا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	يَاَيُّهَا
اور نہ دوستی	اس میں	نہ خرید فروخت	وہ دن	آ جائے	کہ	سے + پہلے	ہم نے دیا تمہیں	اس سے + جو	تم خرچ کرو	وہ جو ایمان لائے ہو	اے

لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝	وَلَا شَفَاعَةٌ	وَالْكٰفِرُوْنَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ
نہ کوئی سفارش ہوگی اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں۔	اور نہ سفارش	اور کافر (جمع)	وہی	ظالم (جمع)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب

اس سے پہلے جہاد کی تائید اور تقویت کے لئے طالوت اور جالوت کا قصہ ذکر فرمایا گیا تھا جس میں مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دی گئی اور جہاد کے لئے ہتھیار، آلات اور سامانِ جنگ چاہیے جس کے لئے مال وزر کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اب اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اور مومنین کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو! نیکی کمانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع اس دنیا ہی میں ہے۔ دنیا میں کی ہوئی نیکی اور اس دنیا میں دی ہوئی خیر خیرات وصدقات ہی آخرت میں کام آئیں گے آخرت میں نہ تو تجارتی کاروبار ہوگا کہ عذاب سے بچنے کے لئے نیکی خریدی جاسکے یا کچھ مال وفدیہ دے کر بدی کی سزا سے بچ سکے۔ اس روز اگر ایک گناہ کے بدلے میں انسان تمام روئے زمین کے خزانوں کو دینا چاہے گا تو قبول نہ ہوگا اور نہ کسی کی دوستی یا مروت کے کام آئے گی اور نہ کسی کی کوئی بغیر حکم الٰہی سفارش کر سکے گا۔ دنیا میں تو انسان کچھ لے دے کر یا دوستی آشنائی سے یا سفارش سے کام نکال لیتا ہے لیکن قیامت کے دن یہ تینوں راستے بند ہوں گے اور چوتھی صورت تو ناممکن ہی ہے کہ کوئی زبردستی عذاب الٰہی سے اپنے کو بچالے۔ صاحب بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ یہاں ''الکافرون'' سے مراد زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں ترک زکوٰۃ کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے زکوٰۃ نہ دینے کو کفر سے تعبیر کیا گیا۔

الغرض یہاں آیت میں مسلمانوں کو زندگی میں نیک کاموں میں مال خرچ کرنے کا حکم اور ترغیب دی جا رہی ہے کہ جو نیکی اور عمل خیر کرنا ہے سو اس زندگی میں کرلو۔ آخرت میں کوئی چیز اعمالِ خیر کا بدل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء۔

متقین کی دوستی آخرت میں کام آئے گی

آیت سے مطلق دوستی اور سفارش یعنی شفاعت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ جس دوستی اور سفارش کی یہاں نفی کی جارہی ہے وہ خاص ہے کفار اور مشرکین کے لئے۔ کیونکہ اہل ایمان کی اہل اللہ اور متقین سے دوستی آخرت میں قائم رہے گی اور کام آئے گی۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ جو کچھ آپ کی توفیق سے آپ کے راستہ میں خرچ ہو جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر باعث اجر وثواب آخرت بنائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	اَللّٰهُ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں	اللہ	نہیں معبود	سوائے اسکے

آیت الکرسی کی فضیلت

یہ آیت مبارکہ جس کا لقب آیت الکرسی اور جس کو حدیث میں اعظم آیت کتاب اللہ فرمایا ہے اس میں حق تعالیٰ اپنی توحید ذاتی و کمالات صفاتی اور اپنی عظمت شان اور تقدس و جمال ذکر فرماتے ہیں اور اپنی توحید پر متعدد عقلی دلائل بیان فرماتے ہیں۔ درس نمبر ۸ تک اسی آیۃ الکرسی ہے کہ مختلف حصوں کی وضاحت ہے۔

ایک روایت میں حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی کے اس منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اس کو موت کے سوا کوئی چیز جنت میں جانے سے نہیں روکتی اور جو شخص آیت الکرسی کو سوتے وقت پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے اور اسکے پڑوسی کے اور جتنے مکانات اس مکان کے گرد ہوں سب کو امن میں رکھتا ہے (مشکوٰۃ۔بیہقی)

ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو تمام آیات قرآن کی سردار ہے۔ وہ آیت الکرسی ہے۔ جس گھر میں پڑھی جاتی ہے شیطان اُس سے نکل جاتا ہے۔

الغرض اس آیت مبارکہ کی فضیلت کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ یہ ہر مسلمان اور ہر نمازی کو خصوصاً یاد ہونا چاہئے۔

اس آیت مبارکہ میں دس جملہ ہیں۔ اس آیت کی اہمیت و فضیلت کے مدنظر ہر ہر جملہ کی تشریح وتفسیر علیحدہ علیحدہ بیان کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

پہلا جملہ ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یہ جملہ وہی مطلب اور معنی رکھتا ہے جو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے مطلب و معانی ہیں یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے لائق ہو۔

کیونکہ وہی ہم سب کا خالق و مالک ہے۔ وہی پالنے والا اور روزی دینے والا ہے۔ وہی مارنے والا اور جلانے والا ہے۔ بیماری اور تندرستی' امیری اور غریبی اور ہر طرح کا بناؤ بگاڑ نفع اور نقصان صرف اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس کے سوا زمین و آسمان میں جو ہستیاں ہیں خواہ وہ انسان ہوں یا فرشتے سب اسی کے بندے اور اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں اسی کی خدائی میں کوئی اس کا شریک و ساتھی نہیں ہے اور نہ اس کے حکموں میں الٹ پلٹ کا کسی کو اختیار ہے نہ اسکے کاموں میں کسی کو دخل دینے کی مجال ہے۔ مشکلوں اور مصیبتوں اور اپنی تمام حاجتوں میں اسی سے التجا اور دعا کی جائے اور جب وہی حقیقی مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے تو ضروری ہے کہ اس کے ہر حکم کو مانا جائے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اپنی ذات وصفات کی صحیح معرفت عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

زندہ ہے سنبھالنے والا ہے۔ نہ اس کو اُونگھ آ سکتی ہے اور نہ نیند

اَلْحَيُّ	الْقَيُّوْمُ	لَا تَاْخُذُهٗ	سِنَةٌ	وَّلَا نَوْمٌ	
زندہ	تھامنے والا	نہ اُسے آتی ہے	اُونگھ	اور نہ نیند	

اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ باقی رہنے والی ذات

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لفظ حَيٌّ کے معنی عربی زبان میں زندہ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں سے یہ لفظ لا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ غیر فانی اور باقی رہنے والا ہے۔ موت سے بالاتر ہے کہ اُس کو موت کبھی نہیں آ سکتی۔ یعنی زندگی کی صفت اس کی ذاتی صفت ہے۔ نہ کبھی موت اُس پر پہلے طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ لفظ قَيُّوْم کے معنی ہیں تھامنے والا۔ سنبھالنے والا یعنی ایسی ہستی جو نہ صرف اپنی ذات سے قائم ہے بلکہ دوسروں کے قیام اور بقا کا سبب بھی ہے اور تمام کائنات کے نظام کو سنبھالے ہوئے ہے۔ قَيُّوْم حق تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ جس میں کوئی دوسری مخلوق شریک نہیں۔

مسئلہ: کسی انسان کو قیوم کہنا جائز نہیں۔ جس کا نام عبدالقیوم ہو اُن کو پورا نام لے کر بلانا اور پکارنا چاہیے۔ محض قیوم کہہ کر پکارنا جائز نہیں۔ اور اس طرح کہنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

اسمِ اعظم

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے حسنٰی صفاتی میں حَيٌّ و قَيُّوْم کا مجموعہ بہت سے اکابر سلف صالحین کے نزدیک اسم اعظم ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں میں نے ایک وقت یہ چاہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ پہنچا اور دیکھا کہ آپ سجدہ میں ہیں اور بار بار یَا حَيُّ یَا قَيُّوْم۔ یَا حَيُّ یَا قَيُّوْم کہہ رہے ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب باذن خداوندی مردہ کو زندہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو یَا حَيُّ یَا قَيُّوْم پڑھ کر دُعا کرتے اور مردہ سے کہتے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ مردہ اسی وقت زندہ ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ اونگھ اور نیند سے بری و بالا ہے

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ نہ اُس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند یعنی اللہ جل شانہٗ اُونگھ اور نیند سب سے بری و بالا ہے۔ اُونگھ اور نیند سے حیات میں نقصان آتا ہے اس لئے کہ نیند موت کی بہن ہے اور خدا تعالیٰ موت کے شائبہ سے بھی پاک اور منزہ ہے۔

آیت کے اس حصے میں صنعت تشبیہ کا اظہار ہے جس سے تشبیہ مخلوق سے مشابہت کی نفی ہو رہی ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کے حی قیوم ہونے کی یہ تائید ہے جس کو نیند یا اونگھ آتی ہے اس کا (بیرونی) نظام زندگی درست نہیں رہتا وہ اشیاء کی حفاظت اور نگہداشت سے (نیند کے اوقات میں) قاصر ہو جاتا ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں اس عظیم آیت کے ورد کی دائمی توفیق عطا فرما اور اسکی برکات نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ

اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں ایسا کون ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔ وہ جانتا ہے ان موجودات کے

لَهٗ	مَا	فِی السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ	مَنْ ذَا	الَّذِیْ	یَشْفَعُ	عِنْدَهٗۤ	اِلَّا	بِاِذْنِهٖ	یَعْلَمُ	مَا
اسی کا	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	کون + جو	وہ جو	سفارش کرے	اس کے پاس	مگر (بغیر)	اسکی اجازت سے	وہ جانتا ہے	جو

اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ	بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ	وَمَا	خَلْفَهُمْ	
تمام حاضر و غائب حالات کو	ان کے سامنے	اور جو	ان کے پیچھے	

سب کچھ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے:

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین اور ان کی تمام کائنات کا وہی موجد ہے سب اسی کے تابع اور مملوک ہیں اور اسی کے غلبہ قدرت کے زیر حکومت ہیں وہ مالک ومختار ہے جس طرح چاہے ان میں تصرف فرمائے۔ زمین وآسمان کی حقیقت کا جن اجزاء سے قوام ہوا ہے یا وہ اشیاء جو آسمان وزمین کے قوامی اجزاء تو نہیں ہیں مگر ان کے اندر موجود ہیں سب کے سب اللہ ہی کے ہیں۔

اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکے گا:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یعنی ایسا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے یعنی وہ مختار کار ہے مالک الملک ہے قہار مطلق اور واحد قدوس ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اُس کے سامنے اُسکی اجازت کے بغیر گنہگاروں یا مجرموں کی نجات کے لئے سفارش اور شفاعت کرے اگر کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت سے ایسا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کو محیط:

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے آگے پیچھے کے تمام حالات و واقعات سے واقف و باخبر ہیں۔ آگے اور پیچھے کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے پیدا ہونے سے پہلے اور پیدا ہونے کے بعد تمام حالات وواقعات حق تعالیٰ کے علم میں ہیں اور یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ آگے سے مراد وہ حالات ہیں جو انسان کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور پیچھے سے مراد اس سے مخفی واقعات و حالات ہوں تو یہ معنی ہونگے کہ انسان کا علم تو بعض چیزوں پر ہے اور بعض پر نہیں۔ کچھ چیزیں اسکے سامنے کھلی ہوئی ہیں کچھ چھپی ہوئی۔ مگر اللہ جل شانہٗ کے سامنے یہ سب چیزیں برابر ہیں اس کا علم ان سب چیزوں کو یکساں محیط ہے اور ان دونوں مفہوموں میں کوئی تعارض نہیں۔ آیت کی وسعت میں یہ دونوں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان موجودات کے تمام حاضر و غائب۔ گذشتہ اور آئندہ۔ آگے اور پیچھے کے حالات و واقعات یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماضی۔ حال۔ اور استقبال سب برابر ہیں۔ اُس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں علم کے ساتھ عمل کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَيۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ وَلَا

اور وہ موجودات اسکے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لا سکتے مگر جس قدر وہی چاہے۔ اُس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور

وَلَا	يُحِيۡطُوۡنَ	بِشَيۡءٍ	مِّنۡ	عِلۡمِهٖٓ	اِلَّا	بِمَا شَآءَ	وَسِعَ	كُرۡسِيُّهُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الۡاَرۡضَ	وَلَا
اور نہیں	وہ احاطہ کرتے ہیں	کس چیز کا	سے	اس کا علم	مگر	جتنا وہ چاہے	سما لیا	اس کی کرسی	آسمان (جمع)	اور	زمین	اور نہیں

يَـُٔوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا ۚ وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡعَظِيۡمُ	يَـُٔوۡدُهٗ	حِفۡظُهُمَا	وَهُوَ	الۡعَلِىُّ	الۡعَظِيۡمُ	
اللہ تعالیٰ کو اُن دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گذرتی اور وہ عالیشان عظیم الشان ہے	تھکاتی اس کو	ان کی حفاظت	اور وہ	بلند مرتبہ	عظمت والا	

مخلوق کا علم بھی اسی کا عطا کردہ ہے

انسان اور تمام مخلوقات اللہ کے علم کے کسی حصہ کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر اللہ تعالیٰ ہی خود جس کو جتنا علم عطا کرنا چاہیں صرف اتنا ہی اس کو علم ہو سکتا ہے۔ گویا اس جملہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تمام کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم محیط صرف اللہ جل شانہٗ کی خصوصی صفت ہے۔ کوئی دوسری مخلوق اس میں شریک نہیں اور جس طرح مخلوقات کا وجود عطیۂ خداوندی ہے اسی طرح مخلوقات کا علم بھی عطیہ خداوندی ہے۔ بندے صرف اتنی مقدار جان سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ چاہے۔

کرسی کا معنیٰ و تفسیر

وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کرسی کی تفسیر اور معنیٰ میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کرسی سے مراد علم ہے یعنی اس کا علم تمام آسمانوں اور زمینوں کا انتظام درست رکھے ہوئے ہے۔ بعض مفسرین نے کرسی کے معنیٰ قدرت و عظمت بیان کئے ہیں۔ یعنی اسکی قدرت کاملہ اور عظمتِ باہرہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا انتظام درست رکھے ہوئے ہیں۔ بعض نے ظاہری معنیٰ مراد لئے ہیں اور لکھا ہے کہ کرسی ایک جسم ہے عرش سے چھوٹا اور آسمان سے بڑا۔

علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ تو نشست و برخاست سے پاک ہے اس لئے کرسی اور تخت پر بیٹھنے سے مبرا اور بالاتر ہے۔ یہ الفاظ بطور استعارات اس کی ذاتِ مقدسہ کے لئے قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں ان پر بلا تفتیش کیفیت اور بغیر حقیقت جانے ہوئے ہی ایمان رکھنا ضروری ہے۔

حفاظت اور نظاموں کا چلانا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں

وَلَا يَـُٔوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا اللہ تعالیٰ کو ان دونوں یعنی آسمانوں اور زمین کی حفاظت اور ان کے نظم و نسق کو قائم رکھنا کچھ دشوار نہیں بلکہ آسان ہے۔ گویا اس جملہ میں یہ بتلایا گیا کہ حق تعالیٰ کی صفت قدرت اور قیومیت کسی ضعف و نقصان اور کمزوری سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ عظیم الشان

وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡعَظِيۡمُ اور وہ عالیشان ہے عظیم الشان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے عالی مرتبہ اور رفیع الشان ہے۔ یا یہ معنیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت حکومت اور غلبہ کے لحاظ سے بہت رفیع الشان ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنی صفاتِ کاملہ کا وہ استحضار اور عظمت ہمیں نصیب فرما کہ جو ہم کو آپ کی پوری اطاعتِ کاملہ نصیب ہو اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ							
دین میں زبردستی نہیں۔ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔							
	لَآ اِكْرَاهَ	فِی	الدِّیْنِ	قَدْ تَّبَیَّنَ	الرُّشْدُ	مِنَ	الْغَیِّ
	نہیں زبردستی	میں	دین	بیشک جدا ہوگئی	ہدایت	سے	گمراہی

شانِ نزول

شانِ نزول یہ ہے کہ ایک انصاری تھے جو خود تو مسلمان ہو گئے تھے۔ اُن کے دولڑکے عیسائی تھے۔ اُنہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبر یہ مسلمان کرنے کی اجازت نہ دی۔ شانِ نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسلام سے پہلے مدینہ کی مشرک عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود کے سپرد کر دیں گے کیونکہ اسلام سے پہلے مدینہ میں یہود اہل کتاب سمجھے جاتے تھے اور بت پرست مشرکین ان کے مذہب کو بہتر سمجھتے تھے اس طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے جب مدینہ میں اسلام آیا اور یہ لوگ مسلمان ہو کر انصار مدینہ بنے تو بعض انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم نے اپنی اولاد کو یہودی مذہب پر پہلے اس واسطے کر دیا تھا کہ یہودی مذہب ہمارے مذہب سے بہتر تھا۔ ہم بت پرست تھے وہ اہل کتاب تھے اب جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو دین اسلام عطا فرما دیا تو اب ہم اپنی اولاد کو مسلمان ہونے پر مجبور کریں گے۔ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی کہ جبراور زبردستی مسلمان نہ کرو۔

دین میں زبردستی نہیں

حق تعالیٰ اگر کفار کو ایمان کے لئے مجبور کرتے تو وہ ایسا بھی کر سکتے تھے کیونکہ حق تعالیٰ کو اُن پر پوری قدرت ہے۔ وہ سب کے خالق ورازق ومالک ہیں مگر چونکہ یہ جبر حق تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا اور ایسا کرنے سے مصلحت ابتلاء وآزمائش فوت ہو جاتی اس لئے کفار کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ بلکہ صاف اعلان فرما دیا گیا کہ ہماری طرف سے دین حق کی قبولیت میں کوئی جبر نہیں۔ بلکہ ہر ایک کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار کو ایمان لانے کے لئے کام میں لا کر توحید ورسالت کو قبول کرے یا اپنے اختیار کو کفر وشرک کے لئے استعمال کرے کیونکہ ہدایت گمراہی سے بالکل ممتاز ہو کر ظاہر کر دی گئی ہے اور اس لئے کسی جبر کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اپنے اختیار سے گمراہی اختیار کرے گا تو خود اپنے کو برباد کرے گا۔ اور جب وہ خود دیدہ ودانستہ اپنے کو تباہی میں ڈال رہا ہے تو کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اُسے مجبور کرے کہ تو ایسا نہ کر۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے احکام کی عظمت عطا فرما اور اس دین اسلام کو جب ہم نے خوشی سے قبول کیا ہے تو اس کے احکام پر خوشی سے عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۞

سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو تو اس نے تھام لیا بڑا مضبوط حلقہ جس کو کسی طرح شکستگی نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور خوب جاننے والے ہیں

فَمَنْ	يَّكْفُرْ	بِالطَّاغُوْتِ	وَيُؤْمِنْ	بِاللّٰهِ	فَقَدِ	اسْتَمْسَكَ	بِالْعُرْوَةِ	الْوُثْقٰى	لَا انْفِصَامَ	لَهَا	وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ
پس جو	نہ مانے	گمراہ کرنے والے کو	اور ایمان لائے	اللہ پر	پس تحقیق	اس نے تھام لیا	حلقہ کو	مضبوطی	ٹوٹنا نہیں	اس کو	اور اللہ	سننے والا	جاننے والا

مضبوط حلقہ

دین اسلام کے قبول کرنے میں زبردستی کا فی نفسہ کوئی موقع نہیں کیونکہ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ جب اسلام ایسی چیز ہے کہ جس کی خوبی یقیناً ثابت ہے تو پھر جبر و زبردستی کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ خود بخود اپنی سوچ و بچار کے نتیجہ میں مسلمان ہونگے اور شیطان اور اس کے نمائندوں سے بدظن ہوتے رہیں گے۔ سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو یعنی اسلام قبول کرلے آگے ایسے شخص کی تعریف کی گئی ہے۔ کہ اس ایمان والے نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اقوال ظاہری کے اور خوب جاننے والے ہیں احوال باطنی کے سو اگر کوئی صرف زبان سے اسلام لے آوے گا اور دل میں کفر رکھے گا تو یہ اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتا۔ اس لئے جو اسلام قبول کرے صدق دل سے قبول کرے۔

یہاں آیت میں اسلام کو مضبوطی سے پکڑنے والے کی مثال اور تشبیہ ایسے شخص سے دی گئی ہے جو کسی مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں مضبوط تھام کر گرنے اور ہلاک ہونے سے مامون رہتا ہے۔ اسی طرح اسلام کو مضبوط پکڑنے والا ہلاکت و خسران آخرت سے محفوظ رہتا ہے۔ اور جس طرح ایسی رسی کے ٹوٹ کر گرنے سے خطرہ نہیں اسی طرح اسلام میں کسی قسم کی ہلاکت و خسران نہیں ہے۔ ہاں کوئی رسی ہی چھوڑ دے تو پھر ہر وقت ہی گرنے کا خطرہ ہے یعنی اسلام ہی کو چھوڑ دے تو پھر ہلاکت اور خسران ہی ہے۔

اسلام کے قبول کرنے میں آزادی ہے لیکن قبولیت کے بعد آزادی نہیں

جب ایک بار اپنے اختیار اور رضا و رغبت سے اسلام کو قبول کرلیا تو اب اسلام کے تمام حکموں کو ماننا ہوگا۔ اب آزادی اور اختیار کا سوال باقی نہیں رہتا۔ آزادی صرف دین کے قبول کرنے یا قبول نہ کرنے تک تھی۔ لیکن قبول کرنے کے بعد عمل میں آزادی نہیں۔ دیکھئے سرکاری ملازمت ہر ایک پر قبول کرنا اگرچہ ضروری اور لازمی نہیں لیکن جب ملازمت قبول کرلی تو پھر جملہ قوانین ملازمت کی پابندی لازمی اور ضروری ہوجاتی ہے۔ ورنہ مجرم ہوگا۔

خلاصہ: دین میں جبر و اکراہ نہیں کہ زبردستی اسلام قبول کرایا جائے کیونکہ حق و باطل اور ہدایت و گمراہی میں واضح امتیاز کر دیا گیا ہے۔ اب آگے ہدایت اور گمراہی کے نتیجہ کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ کافر جو گمراہی کو اختیار کرنے والا ہے۔ اُس کی مذمت فرمائی گئی ہے اور مومن جو ہدایت کا قبول کرنے والا ہے اس کی تعریف فرمائی گئی ہے۔

دُعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اسلام اور ایمان سے نوازا اور کفر و شرک کی گمراہیوں سے بچایا۔ یا اللہ! ہمیں اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی توفیق عطا فرما اور اسلام و ایمان کی برکت سے دونوں جہان میں خسران و ناکامی سے بچنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ

اللہ تعالیٰ ساتھی ہے اُن لوگوں کا جو ایمان لائے۔ اُن کو تاریکیوں سے نکال کر یا بچا کر نور کی طرف لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے ساتھی شیاطین ہیں

اَللّٰہُ	وَلِیُّ	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	یُخْرِجُهُمْ	مِّنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَی	النُّوْرِ	وَ	الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا	اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ	الطَّاغُوْتُ
اللہ	مددگار	جو لوگ ایمان لائے	وہ انہیں نکالتا ہے	سے	اندھیروں (جمع)	طرف	روشنی	اور	جو لوگ کافر ہوئے	ان کے ساتھی	گمراہ کرنے والے

یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ع

وہ اُن کو نور سے نکال کر یا بچا کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ یہ لوگ اُس میں ہمیشہ کو رہیں گے

	یُخْرِجُوْنَهُمْ	مِّنَ	النُّوْرِ	اِلَی	الظُّلُمٰتِ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِیْهَا	خٰلِدُوْنَ	
	وہ انہیں نکالتے ہیں	سے	روشنی	طرف	اندھیرے (جمع)	یہی لوگ	دوزخی	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	

ایمان اور کفر کے نتائج

اس آیت میں صاحب ایمان کی خوبی اور کافر کی برائی کا تذکرہ ہے۔

جو لوگ حق کے طالب ہوں اللہ کی طرف انابت کریں اور توحید و رسالت پر ایمان لے آئیں اللہ تعالیٰ اُن کی دستگیری فرماتا ہے۔ اُن کی مدد کرتا ہے اور اُنہیں کفر و شرک اور شکوک و شبہات کی اُلجھنوں سے نکال کر اُن کے دلوں کو نور ایمان سے منور اور دولت یقین سے مالا مال کر دیتا ہے۔ لیکن جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے کفر پر رہنا چاہتے ہیں اور اپنے اختیار سے کفر کا راستہ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر شیطانوں کو مسلط کر دیتا ہے جو اُن کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے دل کفر و شرک اور شکوک و شبہات کی ظلمات سے بالکل ڈھک جاتے ہیں اور ان سے فطری نور چھین لیا جاتا ہے اور اُن کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔ نتیجہ جس کا یہ ہوتا ہے کہ جنہوں نے عناداً اور اختیاراً کفر قبول کیا وہ جہنمی بنے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ جس سے انکو کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

حق ایک ہے اور باطل کے روپ کئی ہیں:

یہاں آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ لفظ نور تو صیغۂ واحد میں لائے ہیں اور ظلمات کو جمع کے صیغہ میں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نور حق یعنی اسلام اور ایمان کا سچا راستہ ایک ہی ہے۔ اور کفر و شرک کی بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب باطل اور ناحق ہیں اور ان سب کے لئے اصحاب النار یعنی جہنمی ہونا فرمایا گیا اور ساتھ ہی هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ بھی بتلایا گیا یعنی ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے کبھی وہاں سے نکلنے کے قابل نہ ہونگے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! آپ ہمارے رفیق۔ ولی اور کارساز ہو جایئے اور شیاطین کی رفاقت سے ہم کو دور رکھئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّہٖٓ اَنْ اٰتٰىہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ

کیا تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے بارے میں اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اسکو سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا پروردگار

اَلَمْ تَرَ	اِلَی	الَّذِیْ	حَآجَّ	اِبْرٰھٖمَ	فِیْ	رَبِّہٖٓ	اَنْ	اٰتٰىہُ	اللّٰہُ	الْمُلْکَ	اِذْ	قَالَ	اِبْرٰھٖمُ	رَبِّیَ	الَّذِیْ
کیا نہیں دیکھا آپ نے	طرف	وہ شخص جو	جھگڑا کیا	ابراہیم	بارہ (میں)	اس کا رب	کہ	اسے دی	اللہ	بادشاہت	جب	کہا	ابراہیم	میرا رب	جو کہ

یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ؕ

ایسا ہے کہ وہ جلاتا اور مارتا ہے۔ کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں۔

یُحْیٖ	وَیُمِیْتُ	قَالَ	اَنَا	اُحْیٖ	وَاُمِیْتُ
زندہ کرتا ہے	اور مارتا ہے	اس نے کہا	میں	زندہ کرتا ہوں	اور میں مارتا ہوں

سابقہ آیت سے ربط

سابقہ آیت میں جو قانون بیان ہوئے: ایک ایمان والوں سے متعلق اور دوسرا کفار و مشرکین سے متعلق تو اسی مضمون کی تائید اور ثبوت میں آگے تین قصہ بیان فرمائے گئے ہیں کہ ضدی اور معاند آدمی کو وضوح حق کے باوجود قبول حق کی توفیق نہیں ہوتی جیسا کہ نمرود کے قصے میں ہوا جو ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بادشاہ وقت تھا۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف انابت کرتے ہیں۔ حق وصداقت پر یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کس طرح اُنکی دستگیری فرماتے ہیں اور ان کے اطمینان قلبی کا سامان مہیا فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات ہوئے۔

نمرود بادشاہ کا حضرت ابراہیمؑ سے ناحق کا جھگڑا

جمہور مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں اس آیت میں جس بادشاہ صاحب ملک وسلطنت کا ذکر ہے اس سے مراد نمرود ہے کہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے توحید خداوندی کے بارے میں جھگڑا اور مباحثہ کیا تھا جو اس زمانہ کا بڑا جابر و ظالم سرکش بادشاہ تھا اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگا تھا اور لوگوں سے اپنے کو سجدہ کراتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود کو توحید کی دعوت دی اور اس کے سامنے آئے تو اسے سجدہ نہ کیا تو نمرود نے مباحثہ شروع کر دیا۔

نمرود نے دریافت کیا کہ اور لوگوں کی طرح تم نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ نمرود نے کہا کہ رب تو میں ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں حاکم کو رب نہیں کہتا۔ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی دو صفات کا ذکر کیا جو بالکل واضح تھیں اور جن کا روزمرہ کی زندگی میں نمرود بھی مشاہدہ کرتا تھا یعنی موت و حیات خدا کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے زندگی ختم کر کے موت دے دیتا ہے۔

نمرود کی کج فہمی

اس پر ضدی ملعون نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کا غلط مفہوم میں لیا اور کہا کہ میں جس کو چاہوں مارتا ہوں اور جس کو چاہوں زندہ رہنے دیتا ہوں اور اس کے ثبوت میں اُس نے جیل خانہ سے دو قیدی منگوائے۔ بے قصور کو مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ دیکھو میں نے جس کو چاہا مار دیا اور جس کو چاہا زندہ رہنے دیا۔

دُعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ایمان اور حق پر قائم رکھیں اور ہر حال میں یا اللہ آپ کی توفیق وہدایت اور نصرت وحمایت ہمارے شامل حال ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ

ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے اس پر متحیر رہ گیا

قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يَاْتِيْ	بِالشَّمْسِ	مِنَ	الْمَشْرِقِ	فَاْتِ بِهَا	مِنَ	الْمَغْرِبِ	فَبُهِتَ
کہا	ابراہیم	بیشک	اللہ	لاتا ہے	سورج کو	سے	مشرق	پس تو اسے لے آ	سے	مغرب	تو وہ حیران رہ گیا

الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

وہ کافر۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے بیجا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے

الَّذِيْ كَفَرَ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ
جس نے کفر کیا (کافر)	اور اللہ	نہیں ہدایت دیتا	ناانصاف لوگ

مناظرہ میں نمرود کا لاجواب ہونا

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ نمرود ضد اور ڈھٹائی پر تلا ہوا ہے اس لئے آپ نے فوراً ایک ایسی دلیل پیش کر دی جس کے سامنے نمرود بالکل بے بس ہو گیا اور اس کی ڈھٹائی کی بھی پیش نہ چل سکی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید خداوندی کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کر دی کہ اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے روز نکالتا ہے تو اگر خدائی کا دعویدار ہے تو مغرب کی طرف سے سورج کو نکال لا۔ اس پر وہ نمرود کافر حیرت زدہ رہ گیا اور اُس سے اس دلیل کا کوئی جواب بن نہ آیا اور اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ مگر لاجواب ہو کر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات کو قبول نہ کیا اور عناد سے کام لیا اور ایمان نہ لایا۔ انجام کار مچھر کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا۔

انجام نمرود

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک مچھر نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اُس کا دماغ چاٹتا رہا اور ایسے سخت عذاب اور تکلیف میں مبتلا رہا کہ اس زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر تھی۔ اپنا سر دیواروں اور پتھروں پر مارتا تھا۔ ہتھوڑوں سے کچلواتا تھا۔ یونہی تڑپ تڑپ کر ہلاک ہوا اور اپنے انجام بد کو پہنچا۔

نمرود کے واقعہ سے قانون الٰہی کی تفہیم

اس واقعہ کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیت کے مضمون کو ثابت فرمایا اس طرح کہ:

۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نور ہدایت عطا ہوا اور نمرود گمراہی میں پھنسا۔

۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالم و جابر بادشاہ کے مقابلہ میں مدد فرمائی۔

۳- کفار کے ساتھی شیاطین ہیں جو کفر و شرک کی جہالت و ضلالت کو مزین کر کے اُنہیں ایمان و توحید سے روکتے ہیں اور نور حق سے ہٹا کر تاحق کی اندھیریوں میں جھونک دیتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے اور یا اللہ باطل کے مقابلہ کے لئے ہمیں قوت و استطاعت فرمایئے۔
یا اللہ! ہم کو تبلیغ حق کی قوت و جرأت عطا فرما اور اپنے نور ہدایت سے ہمارے قلوب کو مزین و منور فرما۔
اے اللہ! تو اس ملک پاکستان کو ظالم اور جابر حکمرانوں سے نجات عطا فرما۔ اور ہمارے علمائے حق کو صحیح دین حق کی تبلیغ کی توفیق عطا فرما۔
یا اللہ! تو اس ملک کے عوام کو بھی دین حق سے محبت عطا فرما اور بے دینوں سے مقابلہ کے لئے دلیری اور جرأت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ

یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسا ایک شخص تھے کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں ان کا گذر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے۔ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے زندہ کریں گے۔

اَوْ	كَالَّذِیْ	مَرَّ	عَلٰی	قَرْیَةٍ	وَّهِیَ	خَاوِیَةٌ	عَلٰی عُرُوْشِهَا	قَالَ	اَنّٰی	یُحْیٖ	هٰذِهِ	اللّٰهُ	بَعْدَ	مَوْتِهَا
یا	اس شخص کے مانند جو	گزرا	پر سے	ایک بستی	اور وہ	گر پڑی تھی	اپنی چھتوں پر	اس نے کہا	کیونکر	زندہ کریگا	اس	اللہ	بعد	اس کا مرنا

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ

سو اللہ تعالیٰ نے اُن کو سو برس تک مردہ رکھا پھر ان کو زندہ کر اُٹھایا

فَاَمَاتَهُ	اللّٰهُ	مِائَةَ	عَامٍ	ثُمَّ	بَعَثَهٗ
تو اس کو مردہ رکھا	اللہ	ایک سو	سال	پھر	اسے اٹھایا

اللہ تعالیٰ کا مومنوں کی دستگیری فرمانا

سابقہ مضمون میں بیان کیا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا ہے۔ اُن کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور اور دولتِ یقین سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے کفر پر رہنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے ایمان کی توفیق چھین لیتے ہیں اور شیاطین کو ان پر مسلط کر دیتے ہیں اور اُن کے دل ظلمت کی سیاہی سے ڈھک جاتے ہیں۔ اسی مضمون کی تائید و اثبات کے لئے دوسرا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

عزیر علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیلات

بنی اسرائیل پر بخت نصر کا تسلط

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً چھ سو سال قبل بنی اسرائیل کی مذہبی اور دینی حالت بڑی ابتر ہوگئی تھی۔ وہ طرح طرح کے فسق و فجور اور کفریہ و شرکیہ اعمال میں مبتلا ہوگئے تھے اور پیغمبر وقت کے نصیحت کرنے اور سمجھانے پر اللہ کے نبی کو قتل کر ڈالا تھا تو خدا تعالیٰ نے قانونِ قدرت کے موافق شاہ بابل جس کا نام بخت نصر تھا وہ یہود پر مسلط کر دیا۔ بخت نصر نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی اور یہود کے مشہور شہر یروشلم کو جلا کر برباد کر دیا اور یہود کی عبادتگاہ کو بھی بالکل تباہ کر دیا۔ بنی اسرائیل کی بستیاں برباد کر دیں اور مکانات کو مسمار کر دیا۔ بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے ایک حصہ کو غلام باندی بنا کر بخت نصر اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک حصہ کو قتل کر ڈالا اور ایک حصہ کو وہیں شام میں خانہ بدوشانہ زندگی گذارنے کے لئے چھوڑ دیا۔

یروشلم کی ویرانی پر حضرت عزیرؑ کا تعجب

جب شہر یروشلم اور یہود کی مقدس عبادتگاہ بالکل ویران ہوگئی تھی تو ایک روز اُدھر سے ایک اسرائیلی نبی کا گذر ہوا۔ راویوں میں اختلاف ہے کہ یہ کون نبی تھے؟ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ جب آپ کا گذر ویران بستی پر ہوا جس کے تمام مکین مر چکے تھے اور جس کی عمارتیں سب گری ہوئی تھیں تو اس ویرانی اور تباہی کا منظر دیکھ کر بطور حسرت و تعجب یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی والوں کو دوبارہ کس طرح زندہ کرے گا۔

مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت کا وہ مشاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ مطلب نہیں کہ بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ قیامت میں زندہ ہونے کا یقین نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرانے کے لئے اُن پر موت وارد کر دی اور اسی جگہ اُن کی روح کو قبض کر کے ان کو ایک سو برس تک مردہ رکھا اور ان کی سواری کا گدھا بھی وہیں مر گیا۔

دُعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور قدرت کاملہ کا ہمیں بھی یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہمارے ایمان و یقین میں پختگی اور ترقی عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ

پوچھا کہ تم کتنی مدت اس حالت میں رہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں۔ یا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم سو برس رہے ہو۔

قَالَ	كَمْ لَبِثْتَ	قَالَ	لَبِثْتُ	يَوْمًا	أَوْ	بَعْضَ يَوْمٍ	قَالَ	بَلْ	لَبِثْتَ	مِائَةَ عَامٍ	فَانْظُرْ	إِلَىٰ
اس نے پوچھا	کتنی دیر رہا	اس نے کہا	میں رہا	ایک دن	یا	دن سے کچھ کم	اس نے کہا	بلکہ	تو رہا	ایک سو سال	پس تو دیکھ	طرف

طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ

تم اپنے کھانے پینے کی چیز کو دیکھ لو کہ نہیں سڑی گلی اور اپنے گدھے کی طرف نظر کرو اور تا کہ ہم تم کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنادیں اور ہڈیوں کی طرف نظر کرو

طَعَامِكَ	وَشَرَابِكَ	لَمْ يَتَسَنَّهْ	وَانْظُرْ	إِلَىٰ	حِمَارِكَ	وَلِنَجْعَلَكَ	آيَةً	لِلنَّاسِ	وَانْظُرْ	إِلَى	الْعِظَامِ
اپنا کھانا	اور اپنا پینا	وہ نہیں سڑ گیا	اور دیکھ	طرف	اپنا گدھا	اور ہم تجھے بنائیں گے	ایک نشانی	لوگوں کیلئے	اور دیکھ	طرف	ہڈیاں

كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ

کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دے دیتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔

كَيْفَ	نُنْشِزُهَا	ثُمَّ	نَكْسُوهَا	لَحْمًا
کس طرح	ہم انہیں جوڑتے ہیں	پھر	ہم اسے پہناتے ہیں	گوشت

سو سال بعد حضرت عزیر علیہ السلام اور آپ کی سواری کا زندہ ہونا

پچھلے درس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیرؑ پر موت وارد فرمادی یہاں بتایا جارہا ہے کہ سو سال گذر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔ اس عرصہ میں نہ کسی نے اُن کو وہاں آکر دیکھا۔ نہ اُن کی خبر ہوئی۔ اس عرصہ میں بخت نصر بادشاہ بھی مر گیا اور کسی دوسرے بادشاہ نے اس مدت میں شہر یروشلم کو دوبارہ آباد کیا۔ پھر سو برس کے بعد جب حضرت عزیر علیہ السلام دوبارہ زندہ کیے گئے تو سو برس پہلے کا اُن کا کھانا اور پانی بغیر کسی تغیر کے اُسی طرح پاس رکھا ہوا تھا۔ اُن کا گدھا مر چکا تھا اس کا گوشت پوست گل سڑ کر خاک ہو گیا تھا۔ صرف بوسیدہ ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں۔

جب حضرت عزیر علیہ السلام زندہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے خود یا بذریعہ فرشتہ کے پوچھا کہ کتنی مدت اس حالت میں یعنی موت کی حالت میں رہے ہو گے؟ چونکہ حضرت عزیر علیہ السلام پر موت دن کے شروع حصہ میں طاری ہوئی تھی اور غروب آفتاب کے قریب دوبارہ زندہ کیے گئے تھے تو حضرت عزیر علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا کہ ایک دن رہا یا ایک دن سے بھی کچھ کم۔ اس پر حق تعالیٰ نے بتلایا کہ تم اس حالت موت میں سو سال ٹھہرے ہو۔ سو سال کی مدت کے بعد ہم نے اپنی قدرت سے تم کو زندہ کیا ہے مگر اس کے باوجود وہ کھانے اور پینے کی چیزیں جو تمہارے ساتھ سو سال پہلے تھیں ان میں کسی قسم کا تغیر اور بو پیدا نہیں ہوئی بلکہ وہ آج بھی اُسی طرح تروتازہ ہے اس کے مقابل اپنی سواری کے گدھے کی طرف نظر کرو کہ وہ مر کر اور گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو چکا ہے اور اس کی ہڈیاں بھی نہایت بوسیدہ ہو چکی ہیں تو دیکھئے ہم اُسے کس طرح زندہ کرتے ہیں تا کہ تم ہماری قدرت کاملہ کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کر لو اور بعث بعد الموت کا مشاہدہ کر لو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دیکھتے دیکھتے ہی گدھے کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ جتنی باتوں پر ایمان بالغیب رکھنے کا ہم کو حکم ہے ہم کو ان پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرما۔ آمین۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

پھر جب یہ سب کیفیت ان کو واضح ہوگئی تو کہہ اُٹھے کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں

فَلَمَّا	تَبَيَّنَ	لَهٗ	قَالَ	اَعْلَمُ	اَنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ شَىْءٍ	قَدِيْرٌ
پھر جب	واضح ہوگیا	اس پر	اسنے کہا	میں جان گیا	کہ	اللہ	پر	ہر چیز	قدرت والا

مذکورہ واقعہ کی نشانیاں

اس واقعہ میں جو اس آیت میں اُوپر ذکر فرمایا گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو چار نشانیاں اپنی قدرت کی دکھلائیں۔

۱- ایک سو سال تک حضرت عزیر علیہ السلام کو مردہ رکھ کر اُن کو دوبارہ زندہ فرمانا۔

۲- دوسرے سو سال تک ان کے جسم کا صحیح و سالم محفوظ رہنا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے بدن کا کھانا حرام کردیا ہے۔

۳- جس طرح حضرت عزیر علیہ السلام کے جسم میں سو سال تک کوئی تغیر نہ آیا۔ اسی طرح ان کے طعام و شراب میں سو سال تک کوئی تغیر نہ آیا۔

۴- حمار یعنی گدھے کا مر کر اور گل سڑ کر ختم ہونے پر دوبارہ اُسی جسم کے ساتھ زندہ ہو کر کھڑا ہونا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا بیان اور سو سال بعد یروشلم میں جانا

حضرت عزیر علیہ السلام نے ان تمام کیفیت کو (سو سال تک موت اور سواری کا زندہ ہونا وغیرہ) کو دیکھنے کے بعد فرمایا کہ مجھ کو عینی مشاہدہ ہوگیا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور میں جو جانتا تھا کہ مردوں کو زندہ کرنا خدا تعالیٰ کو آسان ہے سو اب اس کا آنکھ سے مشاہدہ کرلیا۔ پھر حضرت عزیر علیہ السلام وہاں سے اُٹھ کر شہر بیت المقدس میں پہنچے کیونکہ اُس وقت پھر شہر دوبارہ بنی اسرائیل سے آباد ہو چکا تھا۔ مگر کسی نے اُن کو نہ پہچانا کیونکہ یہ تو جوان رہے اور ان کے آگے کے بچے بوڑھے ہو گئے۔ جب اُنہوں نے توریت حفظ سنائی اور اپنی دوسری مشہور نشانیاں بتلائیں تب لوگوں کو ان کا یقین آیا۔ تو خلاصہ یہ کہ بعث بعد الموت پر یقین تو پہلے بھی تھا لیکن حضرت عزیر عین الیقین کے خواستگار ہوئے تھے جو مشاہدہ پر موقوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے وہ بھی دکھلا دیا۔

اب آگے تیسرا واقعہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی قدرت احیاء موتیٰ کا پورا یقین تھا مگر اس کی کیفیت کا مشاہدہ کر کے مزید اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی اس کا مشاہدہ ایک دوسری طرح سے کرادیا جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ایمان اور حق پر قائم رکھیں اور ہر حال میں یا اللہ آپ کی توفیق و ہدایت اور نصرت و حمایت ہمارے شامل حال ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علم کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو دکھا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے، ارشاد فرمایا کیا تم یقین نہیں لاتے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا لیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے قلب کو سکون ہو جائے

وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّ	اَرِنِىْ	كَيْفَ	تُحْىِ	الْمَوْتٰى	قَالَ	اَوَلَمْ	تُؤْمِنْ	قَالَ	بَلٰى	وَلٰـكِنْ	لِّيَطْمَئِنَّ	قَلْبِىْ
اور جب	کہا	ابراہیم	میرے رب	مجھے دکھا	کیونکر	تو زندہ کرتا ہے	مردہ	اس نے کہا	کیا نہیں	یقین کیا	اس نے کہا	کیوں نہیں	بلکہ	تاکہ اطمینان ہو جائے	میرا دل

بعث بعد الموت کی کیفیت کے مشاہدہ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعاء

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گذر سمندر کے کنارے ہوا تو دیکھا کہ ایک آدمی مرا پڑا تھا۔ جب سمندر کا پانی جوش مار کر خشکی پر چڑھتا تو مچھلیاں اُس لاش کو کھاتیں۔ جب پانی اُتر جاتا تو جنگل کے درندے کھاتے۔ جب درندے چلے جاتے تو پرند چیل، کوے کھاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ملاحظہ فرمایا تو خیال ہوا کہ ایک لاش کے اجزاء کتنے پیٹوں میں پہنچے۔ اس کا گوشت پوست قیامت کے دن کیونکر جمع ہوگا اور یہ کس طرح دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کی کوئی نہایت نہیں۔ وہ جس کیفیت سے چاہیں مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور بے شمار کیفیتیں عقلاً ممکن ہیں۔ معلوم نہیں کہ قیامت کے دن کیا کیفیت ہوگی۔ اس خیال سے بارگاہ الٰہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے احیاء موتیٰ کی کیفیت دکھا دیجئے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔

دعاء کا مقصد

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ مجھے اس کا مشاہدہ کرا دیجئے کہ آپ مُردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اس درخواست کی کیا وجہ ہے؟ کیا آپ کو ہماری قدرت کاملہ پر یقین نہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یقین کیسے نہ ہوتا کیونکہ آپ کی قدرت کاملہ کے مظاہر ہمہ وقت مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں لیکن انسانی فطرت ہے کہ جس کام کا مشاہدہ نہ ہو اُس میں خیالات منتشر رہتے ہیں کہ یہ کیسے اور کس طرح ہوگا۔ اس لئے سکونِ قلب اور اطمینان کے لئے مشاہدہ کی درخواست کی گئی ہے۔

کیونکہ جو سکونِ قلب اور اطمینان مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے وہ خبر اور استدلال سے نہیں ہوتا خود ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خبر مشاہدہ اور معائنہ کے برابر نہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں تمام امور غیبیہ پر سچا ایمان ویقین عطا فرمائیں اور اپنی قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ

ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو پھر ان کو اپنے لئے ہلا لو۔ پھر ہر پہاڑ پر اُن میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو۔ پھر ان سب کو بلاؤ۔

قَالَ	فَخُذْ	اَرْبَعَةً	مِّنَ	الطَّيْرِ	فَصُرْهُنَّ	اِلَيْكَ	ثُمَّ	اجْعَلْ	عَلٰى	كُلِّ	جَبَلٍ	مِّنْهُنَّ	جُزْءًا	ثُمَّ	ادْعُهُنَّ
اسنے کہا	بس پکڑ لے	چار	سے	پرندے	پھر ان کو ہلا	اپنے ساتھ	پھر	رکھ دے	پر	ہر	پہاڑ	ان سے	ٹکڑے	پھر	انہیں بلا

يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور خوب یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

يَأْتِينَكَ	سَعْيًا	وَاعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	عَزِيزٌ	حَكِيمٌ
وہ تیرے پاس آئیں گے	دوڑتے ہوئے	اور جان لے	کہ	اللہ	غالب	حکمت والا

دعاء کی قبولیت اور مشاہدہ کی صورت

حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست قبول فرما کر اُن کے مشاہدۂ احیاءِ موتیٰ کی ایک عجیب صورت تجویز فرمائی۔ اور وہ صورت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ چار پرندے جانور اپنے پاس جمع کر لیں۔ اور اُنہیں اپنے ساتھ ایسا مانوس کر لیں اور وہ ایسے مل جائیں کہ آپ کے بلانے سے فوراً آ جایا کریں۔ بعد ازاں ان چاروں کو ذبح کر کے اور ان کے گوشت پوست کا قیمہ سا کر کر خلط ملط کر دیں اور مختلف پہاڑوں پر اس قیمہ کا تھوڑا تھوڑا حصہ رکھ دیں اور پھر اُن جانوروں کو بلائیں تو وہ زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے آپ کے پاس چلے آئیں گے۔ اس طرح آپ اپنا اطمینان قلبی کر لیں اور جان لیں کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والے ہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ ان چاروں کے متفرق اجزاء کو دوبارہ جوڑ کر اور گوشت پوست چڑھا کر زندہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن مردوں کے جسموں کے متفرق ریزوں کو جمع کر کے اُن میں رُوح ڈال سکتا ہے۔ ان چار پرندوں کے نام کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مگر حضرت ابن عباسؓ اور علمائے تابعین سے منقول ہے کہ وہ پرندے یہ تھے۔ مور۔ کبوتر۔ مرغ اور کوا۔

مشاہدہ کا وقوع

مفسرین نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح چاروں پرندوں کو پال کر کے ہلایا اور پھر ذبح کر کے ان کے خلط ملط قیمہ کو جدا جدا پہاڑوں پر رکھ دیا اور پھر ان جانوروں کو پکارا۔ فوراً ہی پر سے پر۔ ہڈی سے ہڈی۔ کھال سے کھال۔ خون سے خون سب مل ملا کر اپنی اصلی ہیئت پر زندہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے یہ واقعہ دکھلا کر کیفیت اَحیاءِ موتیٰ بروز قیامت کی بتلا دی کہ اسی طرح اوّل اجزاء بدنیہ مختلف مقامات سے جمع ہو کر اجساد تیار ہوں گے پھر ان میں روح پڑ جائے گی۔

معجزات کے منکرین کے لئے لمحۂ فکریہ

نیز ان دونوں قصوں سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ کبھی کبھی بطور خرق عادت اور بطور معجزہ دُنیا میں بھی مُردوں کو زندہ فرما دیتے ہیں۔ اور بھی متعدد آیات سے صراحۃً دنیا میں مردوں کا زندہ کر دینا بیان کیا گیا ہے اس لئے ملحد اور بے دین طبقہ جو حضرات انبیاء کرام کے معجزات اور خوارق عادات کے منکر ہیں وہ اس قسم کے واقعات میں طرح طرح کی تحریفات کیا کرتے ہیں حالانکہ اُمت کے جمہور مفسرین کا اس پر اجماع ہے جو تفسیر اُوپر بیان کی گئی اور یہی ظاہر قرآن کریم کا مدلول ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! بیشک آپ ہم کو قیامت میں دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ

جولوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کوخرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے سات بالیں جمیں ہر

مَثَلُ	الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	كَمَثَلِ	حَبَّةٍ	اَنْۢبَتَتْ	سَبْعَ	سَنَابِلَ	فِيْ
مثال	جولوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	میں	اللہ کا راستہ	مانند	ایک دانہ	اُگیں	سات	بالیں	میں

سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾

بال کے اندر سودانے ہوں۔اور یہ افزونی خداتعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطافرماتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں جاننے والے ہیں

	كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ	مِّائَةُ	حَبَّةٍ	وَاللّٰهُ	يُضٰعِفُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ	
	ہر بال	سو	دانہ	اور اللہ	بڑھاتا ہے	جس کیلئے	چاہتا ہے	اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا	

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی مثال

گذشتہ آیات میں وجود باری تعالیٰ کے اثبات کے لئے اور قیامت میں احیاء موتیٰ کے ثبوت کیلئے تین قصے ذکر کئے گئے اب اثبات قیامت وآخرت کے بعد عالم آخرت کے لئے توشہ اور سازو سامان تیار کرنے کی ترغیب ایک مثال دیکر دی جاتی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ جولوگ اللہ کی راہ میں یعنی امور خیر میں اپنے مالوں کوخرچ کرتے ہیں۔اُن کے خرچ کئے ہوئے مال کی حالت عند اللہ ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے سات بالیں جمیں اور ہر بال کے اندر سودانے ہوں یعنی اسی طرح خداتعالیٰ ایک کارِخیر کا ثواب سات سوحصہ تک بڑھادیتا ہے اور یہ افزونی خداتعالیٰ جس کو چاہتا ہے بقدر اس کے اخلاص ومشقت کے عطافرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں یعنی ان کے ہاں کوئی کمی نہیں۔وہ سب کو یہ افزونی دے سکتے ہیں مگر ساتھ ہی جاننے والے بھی ہیں اس لئے اخلاص نیت وغیرہ کودیکھ کر عطافرماتے ہیں۔

ثواب اور مقبولیت حاصل کرنے کی شرطیں

اب یہاں جو مثال دی گئی ہے اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح کاشتکار ایک دانہ گندم بوکر سات سو دانہ گندم اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جبکہ یہ دانہ عمدہ ہو۔خراب اور ناقص نہ ہو پھر دانہ بونے والا کاشتکار بھی کاشتکاری کے فن سے پوراواقف ہو۔ پھر جس زمین میں وہ دانہ بویا جائے وہ بھی اچھی زمین ہو۔تخم ریزی کے قابل ہو۔بنجر یا پتھریلی نہ ہو۔پھر آئندہ چل کر بھی کھیتی مامون و محفوظ رہے تب پیداوار حاصل ہوگی۔ان میں سے ایک چیز بھی اگر کم ہوگی تو یا یہ دانہ جو بویا گیا ضائع ہوجائے گا یا پھر ایسا بارآور نہ ہوگا کہ ایک دانہ سے سات سو دانہ بن جائیں۔اسی طرح اعمال صالحہ اور خصوصاً انفاق فی سبیل اللہ کی مقبولیت اور زیادتی اجروثواب کے لئے بھی یہی شرطیں ہیں کہ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ پاک اور حلال ہو۔دوسرے خرچ کرنے والا بھی نیک نیت ہو۔اور تیسرے جس پر خرچ کرے وہ بھی مستحق ہو۔اس طرح مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

دُعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنے مرضیات واحکام کے مطابق ہم کو اپنے راستہ میں اپنے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے کی توفیق دائمی عطافرمائیں۔ اور اس کو اپنی رحمت سے قبول فرماکر ہمارے لئے آخرت میں باعث اجروثواب بنائیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ آزار پہنچاتے ہیں اُن لوگوں کو اُن کا ثواب ملے گا

اَلَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	ثُمَّ	لَا يُتْبِعُوْنَ	مَآ اَنْفَقُوْا	مَنًّا	وَّلَآ	اَذًى	لَّهُمْ	اَجْرُهُمْ
جو لوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	میں	اللہ کا راستہ	پھر	بعد میں نہیں رکھتے	جو انہوں نے خرچ کیا	کوئی احسان	اور نہ	کوئی تکلیف	ان کیلئے	ان کا اجر

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

اُن کے پروردگار کے پاس۔ اور نہ اُن پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ مغموم ہوں گے۔

عِنْدَ	رَبِّهِمْ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ
پاس	ان کا رب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہونگے

کسی کو صدقہ دینے کے بعد
نہ احسان جتلاؤ اور نہ ایذاء دو

اس آیت میں صدقہ کے قبول ہونے کی دو منفی شرطیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ۱- ایک یہ کہ دے کر احسان نہ جتایا جائے۔

۲- دوسرے یہ کہ جس کو دیا جائے اس کو ذلیل و خوار نہ سمجھیں اور کوئی ایسا برتاؤ نہ کریں جس سے وہ اپنی حقارت اور ذلت محسوس کرے یا جس سے اس کو ایذا پہنچے۔

صدقہ اور خیرات کے بعد احسان جتلانا نہ صرف یہ کہ اجر و ثواب کو باقی نہیں رکھتا۔ بلکہ از خود یہ نہایت بڑا گناہ ہے۔ اس لئے بار بار حق تعالیٰ اس کی تاکید و تنبیہ فرماتے ہیں۔ صدقہ دے کر احسان جتانے کی برائی اور ممانعت حدیث شریف میں بھی آئی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کریں گے۔ نہ اُن کی طرف نظر رحمت سے دیکھیں گے۔ نہ اُنہیں پاک کریں گے بلکہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ایک تو دیکر احسان جتلانے والا۔ دوسرا ٹخنوں سے نیچے پاجامہ اور تہبند لٹکانے والا۔ تیسرا اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھیں گے بھی نہیں۔ ایک ماں باپ کا نافرمان۔ دوسرے شراب کا عادی۔ اور تیسرے دے کر احسان جتلانے والا (نسائی) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ ماں باپ کا نافرمان۔ خیرات و صدقہ دے کر احسان جتلانے والا۔ شرابی اور تقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ بغیر سزا بھگتے اور عذاب اُٹھائے سیدھا جنت میں نہ جائے گا اللہ تعالیٰ ہمیں ان گناہوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ان تمام گناہوں سے عموماً جن کے متعلق احادیث میں وعید سنائی گئی اور صدقہ دے کر احسان جتلانے سے خصوصاً بچائیے گا اور ہم سے گذشتہ میں جو کوتاہی اس معاملہ میں ہوئی ہو اس کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

مناسب بات کہہ دینا اور درگذر کرنا بہتر ہے ایسی خیرات سے جس کے بعد آزار پہنچایا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں حلیم ہیں

حَلِيْمٌ	غَنِيٌّ	وَاللّٰهُ	اَذًى	يَّتْبَعُهَآ	صَدَقَةٍ	مِّنْ	خَيْرٌ	وَّمَغْفِرَةٌ	مَّعْرُوْفٌ	قَوْلٌ
بردبار	بے نیاز	اور اللہ	ایذا دینا	اس کے بعد ہو	خیرات	سے	بہتر	اور درگزر	اچھی	بات

بدخوئی کرنے سے نہ دینا بہتر ہے

آگے صدقہ دے کر احسان جتانے اور ایذا پہنچانے کی مذمت میں مزید ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ناداری یا کسی معذوری کی حالت میں جبکہ سائل اور حاجت مند کو کچھ دینا نہ ہو تو نرم گفتاری اور شیریں کلامی سے جواب دے دینا چاہیے اور سائل کی سختی کو ٹال دینا چاہئے۔ اسے جھڑکنا۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنا ہرگز نہ چاہئے اور ایسے الفاظ نہ کہنا چاہیے کہ تو بڑا جھگڑالو ہے۔ چٹ ہی گیا۔ پیچھا ہی نہیں چھوڑتا۔ ہٹہ کٹہ ہے۔ محنت مزدوری کیوں نہیں کرتا۔

مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کے اصرار اور بدخوئی پر درگذر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے کہ بار بار اس کو شرمائے یا احسان رکھے یا طعنہ دے اور اللہ غنی ہے کسی کے مال کی اس کو حاجت نہیں جو صدقہ اس کی راہ میں کرتا ہے اپنے واسطے کرتا ہے اور حلیم ہے کہ ستانے پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا۔ (تفسیر عثمانی)

ایک کے بدلہ سات سو

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نکیل والی اونٹنی خیرات کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قیامت کے دن سات سو نکیل والی اونٹنیاں پائے گا۔

مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ نماز، روزہ، ذکر اللہ، اللہ تعالیٰ کی راہ کے خرچ پر سات سو گنا بڑھ جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

صدقات وخیرات کے صحیح ہونے اور ثواب ملنے کی شرطیں

جس طرح نماز کے لئے دو قسم کی شرائط ہیں۔ ایک شرط صحت، جیسے وضو اور طہارت اور دوسری شرط بقاء جیسے نماز میں کسی سے باتیں نہ کرنا اور کھانے پینے سے پرہیز کرنا۔ پس اگر وضو ہی نہ کرے تو سرے ہی سے نماز صحیح نہ ہوگی اور اگر وضو اور طہارت کے بعد نماز شروع کی مگر ایک رکعت یا دو رکعت کے بعد نماز میں کھانا اور پینا اور بولنا شروع کردیا تو اس کی نماز باقی نہ رہے گی۔

اسی طرح صدقات اور خیرات کے لئے بھی دو قسم کی شرطیں ہیں، ایک شرط صحت اور دوسری شرط بقاء اخلاص شرط صحت ہے۔ بغیر اخلاص کے صدقہ صحیح ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو صدقہ ریاء اور نفاق کے ساتھ دیا جائے وہ شریعت میں معتبر نہیں۔ اور من اور اذی سے پرہیز شرط بقاء ہے یعنی صدقہ اور خیرات اس وقت تک محفوظ اور باقی رہیں گے جب تک صدقہ دینے کے بعد نہ تو احسان جتایا جائے اور نہ سائل کو کسی قسم کی ایذاء پہنچائی جائے۔ اگر صدقہ دینے کے بعد احسان جتایا یا ستایا تو وہ صدقہ ضائع اور باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں صدقہ اور خیرات کے مفسدات میں سے ہیں، جیسے کھانے اور پینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اسی طرح من اور اذی سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے۔ (معارف کاندھلوی)

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صدق دل سے اور صحیح طریقے سے صدقات کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

اے ایمان والو! تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو۔ جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے

يَاۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تُبْطِلُوْا	صَدَقٰتِكُمْ	بِالْمَنِّ	وَالْاَذٰى	كَالَّذِىْ	يُنْفِقُ	مَالَهٗ	رِئَآءَ	النَّاسِ
اے	ایمان والو	نہ ضائع کرو	اپنے خیرات	احسان جتلا کر	اور ستانا	اس شخص کی طرح جو	خرچ کرتا	اپنا مال	دکھلاوا	لوگ

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ

اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر۔ سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جائے سو اس کو بالکل

وَلَا يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	فَمَثَلُهٗ	كَمَثَلِ	صَفْوَانٍ	عَلَيْهِ	تُرَابٌ	فَاَصَابَهٗ	وَابِلٌ	فَتَرَكَهٗ
اور ایمان نہیں رکھتا	اللہ پر	اور آخرت کا دن	پس اس کی مثال	جیسی مثال	چکنا پتھر	اس پر	مٹی	پھر اس پر برسے	تیز بارش	تو اسے چھوڑ دے

صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۞

صاف کر دے۔ ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راستہ نہ بتلا دیں گے۔

	صَلْدًا	لَا يَقْدِرُوْنَ	عَلٰى	شَىْءٍ	مِّمَّا	كَسَبُوْا	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِى	الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ	
	صاف	وہ قدرت نہیں رکھتے	پر	کوئی چیز	اس سے جو	انہوں نے کمایا	اور اللہ	راہ نہیں دکھاتا	کافروں کی قوم	

احسان جتانے ایذاء دینے اور دکھلاوا کرنے سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے

یہاں اس آیت میں اہل ایمان کو نہایت تاکید کے ساتھ مَنّ اور اَذٰی یعنی صدقہ کے بعد احسان جتلانے اور تکلیف و ایذا پہنچانے سے منع فرمایا گیا کہ ایسا کرنے سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی ثواب نہیں رہتا۔ پھر ایمان والوں کو ایک منافق اور ریاکار کی مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جس طرح ایک منافق محض لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خیر خیرات کرتا ہے اور نہ اللہ پر اس کا ایمان ہے اور نہ یوم آخرت پر یقین ہے تو ایسے منافق ریاکار کی خیرات بالکل رائیگاں اور اکارت ہے اور اُس کے لئے کوئی ثواب آخرت نہیں۔ اور جو شخص ریاکاری سے مال خرچ کرتا ہے اُس کے عمل کے رائیگاں اور بے نتیجہ ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک چکنا پتھر ہو اور اس پر معمولی سی مٹی ہو۔ پھر اس پر سخت زور کی بارش ہو جائے تو وہ پتھر مٹی سے بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا ایک ذرہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ ظاہر ہے کہ اُس میں دانہ کیا اُگے گا۔ یہی حال ریاکاروں کے غیر مخلصانہ اور ریاکارانہ خیرات کا ہے اور ریا اور نفاق صدقہ خیرات کے ثواب کو بہا کر لے جاتا ہے اور اُن پر کوئی ثواب نہیں ملتا۔ اور آخرت کے لحاظ سے کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا تو یہاں سے واضح ہو گیا کہ جس صدقہ و خیرات کے بعد مستحقین پر احسان جتلاتا ہو یا اُن کو ایذا پہنچانے کی صورت ہو تو وہ صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور خیرات کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح شہرت اور نام آوری اور دکھلاوے کی نیت سے خرچ کرنا گویا مال کو ضائع کرنا ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! نفاق اور ریاکاری کی خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور کوئی کام ہم سے نام و نمود ریا اور شہرت کی نیت سے نہ ہونے دیجئے۔ آمین　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ

اور ان لوگوں کے خرچ کئے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں میں پختگی پیدا کریں مثل حالت ایک باغ کے ہے

وَمَثَلُ	الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمُ	ابْتِغَآءَ	مَرْضَاتِ	اللّٰهِ	وَتَثْبِيْتًا	مِّنْ	اَنْفُسِهِمْ	كَمَثَلِ	جَنَّةٍ
اور مثال	جو لوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	حاصل کرنا	خوشنودی	اللہ	اور ثبات ویقین	سے	اپنے دل (جمع)	جیسے	ایک باغ

بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

جو کسی ٹیلے پر ہو کہ اس پر زور کی بارش پڑی ہو۔ پھر وہ دونا پھل لایا ہو۔ اور اگر ایسے زور کا مینہ نہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی اس کو کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں۔

بِرَبْوَةٍ	اَصَابَهَا	وَابِلٌ	فَاٰتَتْ	اُكُلَهَا	ضِعْفَيْنِ	فَاِنْ	لَّمْ يُصِبْهَا	وَابِلٌ	فَطَلٌّ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
بلندی پر	اس پر پڑی	تیز بارش	تو اس نے دیا	پھل	دوگنا	پھر اگر	نہ پڑی	تیز بارش	تو پھوار	اور اللہ	جو	تم کرتے ہو	دیکھنے والا

قرآن حکیم کا حکیمانہ انداز

پچھلے درس میں صدقات غیر مقبولہ کا حال بیان فرمایا گیا۔ آگے صدقات مقبولہ کا حال آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے۔ اور اس کو بھی ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے۔

قرآن کریم کے طرز بیان کا عمومی طریقہ یہی ہے کہ اچھائی کے مقابلہ میں بدی اور بدی کے مقابلہ میں اچھائی۔ اچھوں کے مقابلہ میں بدوں اور بدوں کے مقابلہ میں اچھوں۔ ایمان واسلام کے مقابلہ میں کفر وشرک اور کفر وشرک کے مقابلہ میں اسلام وایمان کا ذکر ہوتا ہے اور ہر ایک کا نتیجہ وانجام اس کے ساتھ بتلا دیا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والے کو نیکی کی رغبت اور بدی سے نفرت ہو۔ اوپر پہلی آیت میں کافروں منافقوں اور ریاکاری کے ساتھ صدقات دینے کا بیان کیا گیا۔ اور اس کے نتیجہ میں ذکر کر دیا گیا کہ ان کی خیر خیرات سے کوئی نتیجہ آخرت حاصل نہیں۔ اُن کے بعد دوسری آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کی راہ میں مال اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سے خوش ہو جائے اُن کے صدقات مقبول ہیں اور ان پر اجر وثواب آخرت کا وعدہ ہے۔ اور چونکہ مثال بیان کرنے سے مقصد خوب اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے اور بات ذہن نشین ہو جاتی ہے اس لئے حق تعالیٰ نے بھی کلام پاک میں جگہ بجگہ مثالیں بیان فرمائیں ہیں۔

خلوص سے کئے جانے والے صدقہ کا اجر

جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور تزکیہ نفس حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں کہ اُن کے صدقات اس طرح پھلتے پھولتے اور بار آور ہوتے ہیں جیسے ٹیلہ یعنی بلندی اور اُونچائی پر کوئی باغ واقع ہو اور اس پر موسلا دھار بارش پڑے تو اس باغ کے درخت دوگنا پھل دیتے ہیں اور اگر موسلا دھار بارش نہ ہو بلکہ خفیف بارش ہی پڑ جائے تب بھی وہ باغ کافی پھل دیتا ہے۔ گویا جس درجہ کا اخلاص ہوگا ویسا ہی اجر وثواب ہوگا۔ محروم بہر حال کسی صورت میں نہیں۔ آخر میں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں) فرما کر ظاہر فرما دیا کہ وہ مخلص۔ منافق اور ریاکار کو خوب جانتا ہے۔ ہر ایک کو اس کی نیت کے اور عمل کے موافق جزا دے گا۔

اب چونکہ یہ نہایت خسارہ اور نقصان کی بات ہے کہ آپ اپنا مال بھی صدقات میں خرچ کریں اور انجام میں یعنی آخرت میں وہ صدقات نفع بخش اور سود مند بھی ثابت نہ ہوں اس لئے ریاکاروں کے اعمال کو ضائع اور بے نتیجہ ہونے پر صدقہ وخیرات کر کے احسان جتلانے پر خیرات کے ثواب کو ضائع کر دینے سے بچنے کے لئے ایک دوسری مثال سے یہ مضمون سمجھایا جاتا ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں اخلاص کی بھی دولت عطا فرمائیں تاکہ ہمارا ہر کام اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ

بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا اُس کے نیچے نہریں چلتی ہوں۔ اُس شخص کے یہاں

اَیَوَدُّ	اَحَدُکُمْ	اَنْ	تَکُوْنَ	لَهٗ	جَنَّةٌ	مِّنْ	نَّخِیْلٍ	وَّاَعْنَابٍ	تَجْرِیْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	لَهٗ
کیا پسند کرتا ہے	تم میں سے کوئی	کہ	ہو	اس کا	ایک باغ	سے (کا)	کھجور	اور انگور	بہتی ہو	سے	اسکے نیچے	نہریں	اسکے لئے

فِیْهَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْکِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ

اُس باغ میں اور بھی ہر قسم کے میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں قوت نہیں۔ سو اس باغ پر ایک بگولا آوے جس میں آگ ہو

فِیْهَا	مِنْ	کُلِّ الثَّمَرٰتِ	وَاَصَابَهُ	الْکِبَرُ	وَلَهٗ	ذُرِّیَّةٌ	ضُعَفَآءُ	فَاَصَابَهَآ	اِعْصَارٌ	فِیْهِ	نَارٌ
اس میں	سے	ہر قسم کے پھل	اور اس پر آ گیا	بڑھاپا	اور اسکے	بچے	بہت کمزور	تب اس پر پڑا	ایک بگولا	اس میں	آگ

فَاحْتَرَقَتْ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ

پھر وہ باغ جل جاوے اللہ تعالیٰ اس طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے لئے تا کہ تم سوچا کرو

فَاحْتَرَقَتْ	کَذٰلِکَ	یُبَیِّنُ	اللّٰهُ	لَکُمُ	الْاٰیٰتِ	لَعَلَّکُمْ	تَتَفَکَّرُوْنَ
تو وہ جل گیا	اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	نشانیاں	تا کہ تم	غور و فکر کرو

اپنے اعمال کے باغ کو برباد مت کرو

اس آیت میں پھر ایک مثال باغ کی دی جاتی ہے اور اس مثال سے یہ سمجھایا جاتا ہے کہ صدقات و خیرات میں جو ہدایات گذشتہ آیت میں ذکر ہوئیں اور جو شرائط مقبولیت نفقات کی بیان ہوئیں اگر اُن کی خلاف ورزی کی گئی تو صدقہ باطل و مردود ہو جاتا ہے اور نتیجہ میں اجر و ثواب آخرت سے محروم رہ جاتا ہے۔

باغ کو تباہ و برباد ہونے مت دو

مومن کا صدقہ و خیرات عالم آخرت میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالم آخرت میں انسان بوڑھے کی طرح حسنات اور اعمال صالحہ کرنے سے مجبور و معذور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور انہیں اعمال کی طرف توقع اور اُمید کی نظر ہوتی ہے لیکن اس کا احسان جتلانا اور ایذا دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولہ اس باغ سے کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔ تو یہاں یہ تنبیہ مقصود ہے کہ تم اپنے صدقہ و خیرات کے باغ کو تباہ و برباد مت ہونے دینا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مضمون نہ صرف صدقات و خیرات سے متعلق ہے بلکہ تمام حسنات طاعات و عبادات کے لئے عام ہے یعنی اعمال صالحہ کی کچھ شرطیں انوار و برکات کے لحاظ سے بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً ہر قسم کے معاصی اور سیئات سے پرہیز کرنا۔

فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کے آداب

۱- جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اس مال کا حلال و پاک ہونا۔
۲- طریق سنت کے موافق خرچ کرنا۔　۳- صحیح مصرف میں خرچ کرنا۔
۴- خیرات کے بعد جس کو خیرات دی ہے اُس پر احسان نہ جتلانا۔
۵- ایسا کوئی معاملہ نہ کرنا جس سے صدقہ وصول کرنے والے کی تحقیر و اہانت ہو یا اُس کو کوئی تکلیف و ایذا پہنچے۔
۶- جو کچھ خرچ کیا جائے اخلاص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو۔ نام نمود شہرت اور ریا وغیرہ سے پاک ہو۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ ہمیں جو مال دیا ہے اس میں سے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اے ایمان والو! خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اُس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اَنْفِقُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا	كَسَبْتُمْ	وَمِمَّآ	اَخْرَجْنَا	لَكُمْ	مِّنَ	الْاَرْضِ
اے	جو ایمان لائے	تم خرچ کرو	سے	پاکیزہ	جو	تم کماؤ	اور سے۔جو	ہم نے نکالا	تمہارے لئے	سے	زمین

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا

اور ردی چیزوں کی طرف نیت مت لیجایا کرو کہ اُس میں سے خرچ کردو حالانکہ تم کبھی اس کے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ۔اور یہ یقین رکھو

وَلَا	تَيَمَّمُوا	الْخَبِيْثَ	مِنْهُ	تُنْفِقُوْنَ	وَلَسْتُمْ	بِاٰخِذِيْهِ	اِلَّآ	اَنْ	تُغْمِضُوْا	فِيْهِ	وَاعْلَمُوْٓا
اور نہ	ارادہ کرو	گندی چیز	سے۔جو	تم خرچ کرتے ہو	جبکہ تم نہیں ہو	اس کو لینے والے	مگر	یہ کہ	تم چشم پوشی کرو	اس میں	اور تم جان لو

اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝

کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں تعریف کے لائق ہیں

اَنَّ	اللّٰهَ	غَنِىٌّ	حَمِيْدٌ
کہ	اللہ	بے نیاز	خوبیوں والا

شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی وسعت کے موافق کھجوروں کے خوشے لا کر مسجد نبوی میں ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی تھی اس میں لٹکا دیتے تھے جسے اصحابِ صفہ اور مسکین مہاجر بھوک کے وقت کھا لیتے تھے۔کسی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی اس میں ردی کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکا دیا۔جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں ایسی ہی چیز ہدیہ میں دی جائے تو ہرگز نہ لو گے۔ہاں اگر شرم ولحاظ سے بادل ناخواستہ لے لو تو اور بات ہے۔اس کے نازل ہونے کے بعد ہم میں کا ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں عمدہ چیزوں کا خرچ کرنا

اس آیت کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ جس کے پاس عمدہ چیز ہو اس کے ہوتے ہوئے اللہ کی راہ میں نکمی اور خراب چیزیں خیرات کے نام سے محتاجوں اور مسکینوں کو دینا درست نہیں اور اس عمل کی برائی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا گیا اگر تمہیں کوئی ایسی ردی چیز دیدے تو کیا تم اس کو پسند کروگے؟ اگر نہیں تو اپنے محتاج بھائی کے لئے کیوں پسند کرتے ہو بالخصوص جبکہ صدقات وخیرات ایک طرح سے حق تعالیٰ شانہٗ کو ہدیہ دینا ہے ہاں اگر کوئی تنگدست ہو تو اس کے لئے برائی نہیں ایسی چیزوں کے خیرات کرنے میں۔

صدقہ خیرات کے حکم میں تمہاری بھلائی ہے اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے

اس آیت کے اخیر میں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ فرما کر مزید تنبیہ فرمادی کہ اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں۔وہ ان سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ غنی ہے۔اس کے خزانہ میں کسی چیز کی کمی نہیں یہ احکام محض تمہاری بھلائی اور بہبودی کے لئے نازل کرتا ہے اور وہ حمید ہے یعنی صفاتِ کمال سے متصف ہے اس لئے اُس کامل کے نام پر عمدہ سے عمدہ اور پاکیزہ تر چیزیں قربان کرو۔

دُعا کیجئے: یا اللہ! آپ نے ہم کو جو دنیا میں عطا فرمایا ہے اس میں سے طیب مال کو اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور بخل سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرما۔یا اللہ! نفس اور شیطان کے وساوس اور اوہام فاسدہ سے ہماری حفاظت فرما۔اور ان پر عمل پیرا ہونے سے ہم کو کامل طور پر بچا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ

شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور تم کو بری بات کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہ معاف کردینے کا اور زیادہ دینے کا۔

اَلشَّيْطٰنُ	يَعِدُكُمُ	الْفَقْرَ	وَيَاْمُرُكُمْ	بِالْفَحْشَآءِ	وَاللّٰهُ	يَعِدُكُمْ	مَّغْفِرَةً	مِّنْهُ	وَفَضْلًا
شیطان	تم کو ڈراتا ہے	تنگدستی	اور تمہیں حکم دیتا ہے	بے حیائی کا	اور اللہ	تم سے وعدہ کرتا ہے	بخشش	اس سے (اپنی)	اور فضل

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۶۸

اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔

وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ
اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا

شیطان کا دھوکہ دینا

شیطان انسان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکنے کے لئے اسے اوہام ووساوس اور خیالات فاسدہ میں مبتلا کرتا ہے مثلاً کہ میں خرچ کردوں گا تو پھر ضروریات کہاں سے پوری ہوں گی۔ اس طرح گنجائش موجود ہونے پر قبل از مرگ اس واویلا کا اعتبار نہیں اور ایسے اوہام کے جال میں غلطاں وپیچاں رہنا شیطانی وسوسہ ہے۔ ہاں اگر گنجائش نہ ہو بلکہ اسباب محتاجگی موجود ہوں تو شریعت خود ایسے شخص کو نفلی صدقات سے روکتی ہے ورنہ ایسی صورت میں خرچ نہ کرنے کو بخل کہا جاسکتا ہے اور یہی نہیں کہ شیطان صرف محتاجی کا خوف ووسوسہ دلاتا ہے بلکہ وہ فحش اور بری باتوں کا بھی حکم دیتا ہے مثلاً سائلوں کو برا بھلا کہنا۔ نیک کاموں کی مذمت کرنا۔ شہوات ولذات اور نام ونمود وریاء کے کاموں میں روپیہ اڑانا وغیرہ جملہ فحش شیطانی الہام ہیں جس کا بدیہی نتیجہ افلاس ورسوائی ہے۔ لیکن کتنا عجیب ہے کہ نیک کاموں میں اور اللہ کے راستوں میں مال خرچ کرنے سے تو افلاس اور تنگدستی سے خوف دلاتا ہے اور فحش کاموں میں بے دریغ روپیہ اڑانے سے افلاس سے نہیں ڈراتا دن رات دیکھا جاتا ہے کہ شیطانی کاموں میں صرف کرنے سے افلاس آتا ہے اور فراخ دستی دیکھی جاتی ہے۔ مگر شیطانی الہام نے کیسا برعکس معاملہ سمجھایا ہے۔

فرشتہ اور شیطان کا انسان پر تصرف

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان ابن آدم پر تصرف رکھتا ہے اور فرشتہ بھی انسان پر تصرف رکھتا ہے۔ شیطان کا تصرف تو یہ ہے کہ وہ انسان کو برائی کا وعدہ اور حکم دیتا ہے اور حق کے جھٹلانے پر آمادہ کرتا ہے اور فرشتہ کا تصرف یہ ہے کہ وہ بھلائی کا وعدہ سمجھاتا ہے اور حق کی تائید کراتا ہے۔ پس جس کے دل میں برائی کا وسوسہ پیدا ہو تو اس کو شیطان رجیم کی طرف سے سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا چاہئے یعنی اعوذ پڑھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت پڑھی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں اخلاص کی بھی دولت عطا فرمائیں تاکہ ہمارا ہر کام اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کیلئے ہو۔

یا اللہ جو مال ودولت آپ نے ہمیں دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کو اپنے راستے میں اپنی رضا کے لئے خرچ کرنے کی ہمیں توفیق نصیب ہو اور جو کچھ آپ کی توفیق سے آپ کے دیئے ہوئے مال میں سے آپ کے راستے میں خرچ ہو جائے اسے اپنی رحمت سے قبول فرمایئے اور اسکو ہمارے لئے باعث اجر وثواب آخرت بنایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں۔ اور جس کو دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔ اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں

يُؤْتِي	الْحِكْمَةَ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَمَنْ	يُّؤْتَ	الْحِكْمَةَ	فَقَدْ اُوْتِيَ	خَيْرًا	كَثِيْرًا	وَمَا	يَذَّكَّرُ	اِلَّآ	اُولُوا الْاَلْبَابِ
وہ عطا کرتا ہے	حکمت/دانائی	جسے	وہ چاہتا ہے	اور جسے	دی گئی	حکمت	تحقیق دی گئی	بھلائی	بہت	اور نہیں	نصیحت قبول کرتا	سوائے	عقل والے

دین کی سمجھ بہت بڑی دولت ہے

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا جس کو حکمت مل جائے اُس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔ تو یہ لفظ حکمت قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے اور اُس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ کہیں علم نبوت کے معنی لئے گئے ہیں۔ کہیں معرفت اور فہم قرآن کے معنی لئے ہیں۔ کہیں دین کی سمجھ مراد ہے۔ کہیں علم نافع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس آیت میں حکمت سے مراد دین کی فہم اور سمجھ ہے اور دین کی فہم اور سمجھ بڑی دولت ونعمت ہے کہ اسی سے عقائد کی درستگی ہوتی ہے۔ اسی سے اعمال کی اصلاح وتوفیق ہوتی ہے۔ انسان میں ایسی سمجھ بوجھ کا پیدا ہو جانا کہ دنیا کے محض ظاہری نمائشی فائدوں میں پھنس کر نہ رہ جائے بلکہ حقیقی نفع اور نقصان کو سمجھ سکے اور اچھائی اور برائی کی راہوں کا شناسا ہو جائے۔ یہی قرآن حکمت ہے اور جسے یہ حکمت مل گئی اس نے زندگی کی بہت بڑی برکت ونعمت پالی۔

شیطانی وساوس سے بچنے کا اہتمام

آیات کا حاصل یہ ہوا کہ ایسے انفاق میں جس کی شرائط اُوپر ذکر ہوئیں ضرر اور نقصان تو بالکل نہیں اور نفع یقینی ہے کہ مغفرت بھی ملے اور فضل بھی۔ پس انسانی فہم کا مقتضا یہ ہونا چاہیے کہ ایسی حالت میں شیطانی وساوس کو ہرگز قبول نہ کرے مگر خاتمہ پر وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ فرما کر یہ بھی واضح فرما دیا کہ پند ونصیحت سننے کو تو ہر کوئی سن لیتا ہے مگر اُس سے فائدہ وہی لوگ اُٹھاتے ہیں جن کو اللہ نے حکمت اور عقل دی ہے۔

اب یہاں تک انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے سلسلہ میں جو شرائط واحکام بیان فرمائے گئے آگے اُن کی تاکید ایک عجیب پیرایہ سے فرمائی جاتی ہے اور پھر انفاق کے متعلق اسکی تحقیق ہے کہ صدقہ کو ظاہر کر کے دینا چاہئے یا پوشیدہ طور سے چھپا کر جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! دین کی سمجھ اور فہم ہمیں عطا فرما اور جملہ قرآنی احکام وہدایات کی ہم کو فرمانبرداری وپابندی نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اولوا الالباب میں شامل فرما تا کہ ہم جملہ قرآنی ہدایات سن کر اس سے فائدہ اُٹھانے والے ہوں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ

اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے۔ اور بیجا کام کرنے والوں کا

وَمَا	اَنْفَقْتُمْ	مِّنْ	نَّفَقَةٍ	اَوْ	نَذَرْتُمْ	مِّنْ نَّذْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُهٗ	وَمَا	لِلظّٰلِمِيْنَ
اور جو	تم خرچ کروگے	سے	کوئی خیرات	یا	تم نذر مانو	کوئی نذر	تو بیشک	اللہ	اسے جانتا ہے	اور نہیں	ظالموں کیلئے

اَنْصَارٍ ۝ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ

کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ اگر تم ظاہر کر کے دو صدقات کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر اُن کا اخفاء کرو اور فقیروں کو دے دو تو یہ اخفاء تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے

مِنْ اَنْصَارٍ	اِنْ	تُبْدُوا	الصَّدَقٰتِ	فَنِعِمَّا	هِيَ	وَاِنْ	تُخْفُوْهَا	وَتُؤْتُوْهَا	الْفُقَرَآءَ	فَهُوَ	خَيْرٌ	لَّكُمْ
کوئی مددگار	اگر	ظاہر (علانیہ) کرو	خیرات	تو اچھی بات	یہ	اور اگر	تم اس کو چھپاؤ	اور وہ پہنچاؤ	تنگدست (جمع)	تو وہ	بہتر	تمہارے لئے

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اور اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ بھی دور کردیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں

وَيُكَفِّرُ	عَنْكُمْ	مِّنْ	سَيِّاٰتِكُمْ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ
اور دور کردے گا	تم سے	سے کچھ	تمہارے گناہ	اور اللہ	جو کچھ	تم کرتے ہو	باخبر

اللہ تعالیٰ سب کی نیتوں سے واقف ہے

اللہ تعالیٰ علیم ہیں تم جو صدقہ کرتے ہو خواہ فرضی ہو یا نفلی۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اخلاص سے ہو یا ریاء سے حلال طیب ہو یا ناپاک وخبیث ہو۔ اللہ کی راہ میں ہو یا شیطان کی راہ میں۔ اسی طرح تم جو نذریں مانتے ہو خواہ وہ عبادت مالیہ کی نذر ہو یا عبادت بدنیہ کی اور خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم ورضا کے لئے ہو یا غیر اللہ کی تعظیم وخوشنودی کے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو ان سب باتوں کا علم ہے۔ وہ کسی امر سے بے خبر نہیں۔ سب کو جانتا ہے اور ہر ایک پر اس کے مطابق جزا دیں گے۔

احکام الٰہی کی پیروی نہ کرنیوالوں کا کوئی مددگار نہیں

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

یہاں ظالمین کا لفظ عام ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروری شرائط کی رعایت نہیں کرتے یعنی ریاکار خیرات کر کے احسان جتلانے والے اللہ کی راہ میں گھٹیا اور ناکارہ خراب چیز دینے والے۔ ناجائز مصارف میں دولت خرچ کرنے والے۔ سب کو وعید سنائی جاتی ہے کہ خدائی احکام کی پرواہ نہ کر کے اپنے حق میں ظلم وناانصافی کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں اس ظلم کی بدانجامی سے بچا سکے۔

دوسری آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں صدقات سے نفلی صدقات مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر نفلی صدقات علانیہ غرباء اور فقراء کو دیئے جائیں تو یہ بھی اچھا ہے کیونکہ اس سے دوسروں کے دلوں میں بھی خیرات کا جذبہ پیدا ہوگا۔ نیک لوگ اس سخاوت کو دیکھ کر دُعاء کریں گے کہ اے اللہ ایسے سخی کو زندہ رکھ جو تیری راہ میں خرچ کرتا ہے۔ نیز دوسرے مستحقین کو جب ایسے سخی کا علم ہوگا تو وہ بھی تمہارے وجود کو اپنے لئے سہارا سمجھیں گے اور تمہارے لئے دُعا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہیں

آخر میں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے عالم الغیب۔ خبیر وبصیر اور حاضر وناظر ہونے کے نظریہ کو پھر دہرایا ہے۔ کیونکہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں پر رغبت کرنے کا سب سے زیادہ مؤثر اور اکسیری نسخہ یہی بندہ کا اعتقاد ہوتا ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے اپنے راستہ میں خرچ کرنیکی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ

اُن کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ نہیں ولیکن خدا تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں۔ اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو۔

لَيْسَ	عَلَيْكَ	هُدٰىهُمْ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَهْدِىْ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ خَيْرٍ	فَلِاَنْفُسِكُمْ
نہیں	آپ پر	ان کی ہدایت	اور لیکن	اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور جو	تم خرچ کروگے	مال سے	تو اپنے واسطے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اور تم کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے۔ اور جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب پورا پورا تم کو مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جائیگی

	وَمَا	تُنْفِقُوْنَ	اِلَّا	ابْتِغَآءَ	وَجْهِ اللّٰهِ	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ خَيْرٍ	يُّوَفَّ	اِلَيْكُمْ	وَاَنْتُمْ	لَا تُظْلَمُوْنَ	
	اور نہ	خرچ کرو	مگر	حاصل کرنا	اللہ کی رضا	اور جو	تم خرچ کروگے	مال سے	پورا ملیگا	تمہیں	اور تم	نہ زیادتی کیجائیگی تم پر	

ہدایت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے تم صدقہ دینے اور بھلائی کرنے میں کافر و مسلم کی تخصیص نہ کرو۔ ان آیات میں فقراء کی تعمیم کی جارہی ہے کہ خیر خیرات دینے میں کچھ مسلمانوں ہی کی تخصیص نہیں۔ غیر مسلم بھی اگر حاجت مند ہو تو اسکے ساتھ بھی سلوک سے گریز نہ کرو۔

اس آیت میں حق تعالیٰ دو طرح کے خطاب فرماتے ہیں۔ چنانچہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ فرض و واجب نہیں جس کے لئے اتنے دور دراز کے اہتمام کئے جاویں لیکن یہ تو خدا تعالیٰ کا کام ہے جس کو چاہیں ہدایت پر لے آئیں یعنی آپ کا کام صرف ہدایت کا پہنچا دینا اور اس کی تبلیغ کر دینا ہے خواہ کوئی ہدایت پر آوے یا نہ آوے"۔

اس کے بعد تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ:

"اے مسلمانو! جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو کہ اس کا ثواب تم ہی کو ملے گا اور تم کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے اور یہ غرض ہر حاجتمند کی رفع حاجت کرنے سے حاصل ہوتی ہے پھر مسلمان فقیر کی تخصیص کیوں کی جاوے اور نیز جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب یعنی اس کا عوض اور ثواب پورا پورا تم ہی کو آخرت میں مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جاوے گی (سو تم کو اپنے عوض سے مطلب رکھنا چاہئے اور عوض ہر حال میں ملے گا پھر تم کو اس سے کیا بحث کہ ہمارا صدقہ مسلمان ہی کو ملے گا۔ کافر کو نہ ملے۔ لہٰذا اس فکر میں نہ پڑو)"

صدقات واجبہ صرف مسلمان مساکین کا حق ہے

یہاں اس آیت میں وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ میں خیر سے مراد مال و دولت ہے۔ یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لینی چاہئے کہ اس آیت میں صدقات نافلہ اور عام خیرات کا بیان ہے۔ اور نفلی صدقہ اور خیرات کافر کو بھی دینا جائز ہے۔ رہا صدقات واجبہ یا صدقۂ فطر تو اس کے مستحق صرف مسلمان فقراء اور مساکین ہیں کیونکہ مسلمان تونگروں سے زکوٰۃ کا مال لیا جاتا ہے جو مسلمان غربا و فقراء کو ہی دینا چاہیے۔ البتہ حربی کافر کو جو اہل اسلام کو ضرر پہنچانے پر آمادہ رہتا ہو اس کو کسی قسم کا صدقہ وغیرہ دینا جائز نہیں۔ ذمی کافر یعنی غیر حربی کو صرف زکوٰۃ و عشر دینا جائز نہیں اور دوسرے صدقات سب جائز ہیں۔ (بیان القرآن)

دُعاء کیجئے: یا اللہ! جو کچھ مال و دولت آپ نے ہمیں دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کے حقوق کی ادائیگی ہر حال میں نصیب فرما۔ اور مال و دولت کے فتنہ سے بچا۔ اور اپنی رضا کے لئے اس میں سے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ

اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں۔ وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا امکان نہیں رکھتے۔ ناواقف اُن کو

لِلْفُقَرَآءِ	الَّذِيْنَ	اُحْصِرُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	ضَرْبًا	فِي الْاَرْضِ	يَحْسَبُهُمُ
تنگ دستوں کیلئے	جو	رُکے ہوئے	میں	اللہ کا راستہ	وہ نہیں طاقت رکھتے	چلنا پھرنا	زمین (ملک) میں	اُنہیں سمجھے

الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا

تو نگر خیال کرتا ہے اُن کے سوال سے بچنے کے سبب سے تم اُن کو اُن کے طرز سے پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے۔ اور جو مال خرچ کرو گے

الْجَاهِلُ	اَغْنِيَآءَ	مِنَ التَّعَفُّفِ	تَعْرِفُهُمْ	بِسِيْمٰهُمْ	لَا يَسْـَٔلُوْنَ	النَّاسَ	اِلْحَافًا	وَمَا	تُنْفِقُوْا
ناواقف	مال دار	سوال سے بچنے سے	تو پہچانتا ہے انہیں	اُنکے چہرے سے	وہ سوال نہیں کرتے	لوگ	لپٹ کر	اور جو	تم خرچ کرو گے

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾

بیشک اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔

مِنْ خَيْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	بِهٖ	عَلِيْمٌ
مال سے	تو بیشک	اللہ	اس کو	جاننے والا

شانِ نزول: مفسرین نے اس پہلی آیت کی شانِ نزول میں لکھا ہے کہ تقریباً چار سو حضرات مہاجرین ترکِ وطن کر کے اور تمام گھر بار اور مال و منال سے کنارہ کش ہو کر مدینہ منورہ چلے آئے تھے اور ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ مسجد نبوی کے پاس ایک چبوترہ تھا۔ رات کو سب اُس پر پڑ رہتے اور اکثر عبادت۔ تلاوت قرآن اور احادیث نبوی اور علم دین کے سیکھنے سکھانے میں مشغول رہا کرتے تھے۔ نہ کھانے کمانے کی پرواہ تھی اور نہ دیگر ضروریات کی فکر۔ کسی نے کھانے کو لا دیا تو کھا لیا ورنہ بھوکے سو گئے۔ پھر کہیں جہاد پر کوئی فوجی دستہ بھیجا جاتا تو اس میں شامل ہو کر یہ حضرات بھی جاتے تھے۔ ان حضرات کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ بہر حال ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ضروری ہے یہ نہ سمجھا جائے کہ جو مانگتے نہیں تو وہ مستحق بھی نہیں۔ اُس وقت اصحاب صفہ کی جماعت آیت کریمہ میں بیان کردہ صفات کا مصداق تھیں۔

صدقات و خیرات کے مستحقین کی صفات

یہاں اس آیت میں خیرات و صدقات کا جن فقراء کو زیادہ مستحق بتلایا گیا اُن کی پانچ صفات ذکر فرمائی گئیں۔ (۱) وہ اللہ کی راہ میں بندھ گئے ہوں یعنی شب و روز یاد الٰہی اور خدمت دین میں مشغول رہتے ہوں۔ (۲) وہ اپنی اس دینی مشغولیت کی وجہ سے کہیں کاروبار از قسم تجارت یا ملازمت وغیرہ کے لئے نہیں جا سکتے۔ (۳) باوجود فقر و فاقہ کے اس کشادہ پیشانی اور خوبی سے گذارتے ہیں کہ ناواقف اُن کو اس بے اعتنائی اور بے سوالی سے غنی سمجھتا ہے۔ (۴) بشریت کے تقاضہ بہر حال ان میں موجود ہیں اسلئے حاجتمندی اور فقر و فاقہ کے آثار اُن کی شکل و صورت سے جانے جا سکتے ہیں۔ (۵) اُن میں صفت توکل غالب ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو خیر خیرات دینے کی خاص ترغیب اس آیت میں دی گئی ہے۔ اس وقت ہمارے زمانہ میں اس آیت کا بہترین مصداق وہ طلباءِ علم دین ہیں جو علوم دینیہ کی تحصیل اور اس کے مشاغل دینیہ میں مشغول ہوں۔ اہل زمانہ کا یہ اعتراض کہ وہ بالکل نکمے قوم پر بوجھ اور کمانے کے حق میں بیکار ہیں اس کا جواب قرآن کریم میں دے دیا گیا ہے۔

اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ میں اُسی کا دفعیہ کیا جا رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا۔ جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولی اور انہماک کی حاجت ہے اس لئے اس کے ساتھ اکتساب مال کا شغل جمع نہیں ہو سکتا اور اس کے کرنے سے علم دین کی خدمت ناتمام رہ جاتی ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت ہمیں دنیا میں عطا فرما رکھا ہے اس میں اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّہَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَلَا													
جولوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ اور آشکارا سو ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس۔ اور نہ													
اَلَّذِیۡنَ	یُنۡفِقُوۡنَ	اَمۡوَالَہُمۡ	بِالَّیۡلِ	وَالنَّہَارِ	سِرًّا	وَّعَلَانِیَۃً	فَلَہُمۡ	اَجۡرُہُمۡ	عِنۡدَ	رَبِّہِمۡ	وَلَا		
جولوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	رات میں	اور دن	پوشیدہ	اور ظاہر	پس اُن کیلئے	ان کا اجر	پاس	ان کا رب	اور نہ		
خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۴﴾	خَوۡفٌ	عَلَیۡہِمۡ	وَلَا	ہُمۡ	یَحۡزَنُوۡنَ								
ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہونگے۔	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے								

شانِ نزول: دن رات خفیہ اور اعلانیہ ہر حال میں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے

اس آیت کے شانِ نزول میں مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب مذکورہ بالا پہلی آیت لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ نازل ہوئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بہت سے دینار اصحاب صفہ کو بھیجے اور حضرت علیؓ نے آدھی رات کے وقت چھوارے ان کو بھیجے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دوسری آیت نازل فرمائی ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے چار ہزار درہم خیرات کئے۔ ایک ہزار رات کو۔ ایک ہزار دن کو۔ ایک ہزار چھپا کر ایک ہزار علانیہ اُسوقت اس آیت کا نزول ہوا۔ تو گو شانِ نزول خاص حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق ہو مگر مضمون آیت کا عام ہے اور اس آیت میں ان لوگوں کے اجرِ عظیم اور فضیلت کا بیان ہے جو اللہ کی راہ میں مال دولت خرچ کرتے ہیں۔ دن رات حاجتمندوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ صبح شام صدقات خیرات سے غربا پروری کرتے ہیں۔ اور ظاہراً و پوشیدہ جیسا بھی موقع ہو اس نیکی میں لگے رہتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنیوالوں کیلئے خوشخبری

ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ایک تو وعدہ فرمایا اور ایک خوشخبری بیان فرمائی۔ وعدہ تو یہ فرمایا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یعنی اُن لوگوں کو اُن کا اجر جو اُن کے رب کے پاس جمع ہے ملے گا۔ دیکھئے اگر کسی کا روپیہ یا مال کسی کے پاس جمع ہو تو تلف اور نقصان ہونے کا اندیشہ ہوسکتا ہے مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے عِنۡدَ رَبِّہِمۡ فرما کر یہ اطمینان دلا دیا کہ اس کا اجر پروردگار کے پاس جمع رہتا ہے۔ اس لئے کسی طرح ضائع نہیں ہوسکتا اور نہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ اور خوشخبری یہ سنائی وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ یعنی ایسے نیکی رساں بندوں کو قیامت کے دن نہ ماضی کا غم ہوگا اور نہ مستقبل کا خوف یعنی ان کو کوئی خطرہ کی بات پیش نہ آئے گی۔ اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قیامت کے روز تو خاص بندے بھی بڑے خوف و خطر میں گھرے ہوں گے تو بیشک اُن کو خود تو طبعی خوف و دہشت ہوسکتی ہے مگر جس امر کا خطرہ ہے وہ پیش نہ آوے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اس خوشخبری کا مصداق بنائیں اور قیامت کے دن خوف و غم سے ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! جو آپ کی توفیق سے خرچ ہو جائے اسکو اپنی رحمت سے قبول فرما لیجئے۔ اور ہمارے لئے باعث اجر و ثواب بنا دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

20

الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنا دے لپٹ کر۔

الَّذِيْنَ	يَأْكُلُوْنَ	الرِّبٰوا	لَا يَقُوْمُوْنَ	اِلَّا	كَمَا	يَقُوْمُ	الَّذِىْ	يَتَخَبَّطُهُ	الشَّيْطٰنُ	مِنَ الْمَسِّ
جو لوگ	کھاتے ہیں	سود	نہ کھڑے ہوں گے	مگر	جیسے	کھڑا ہوتا ہے	وہ شخص جو	اسکے حواس کھو دیے ہوں	شیطان	چھونے سے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ

یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْٓا	اِنَّمَا	الْبَيْعُ	مِثْلُ	الرِّبٰوا
یہ	اسلئے کہ وہ	انہوں نے کہا	درحقیقت	تجارت	مانند	سود

سود کیا ہے؟

لفظ ربٰوا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافہ کے ہیں خصوصاً سرمایہ میں اضافہ۔ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے اصل قرضہ پر زیادتی یا بلا وجہ مال حاصل کرنا اور مال پر زیادتی چاہنا۔ عربوں کے ہاں ایام جاہلیت میں اس سے مراد وہ زاید رقم تھی جو قرض خواہ معاوضہ میں وصول کرتا تھا۔ جسے آج سود کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اسے سود کی جگہ نفع کہنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن یوں لفظ بدل دینے سے حقیقت نہیں بدلتی۔

قیامت میں سود خور کی حالت

الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

اس جملہ میں سود خواروں کے انجام بد اور محشر میں اُن کی رسوائی اور گمراہی کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کھڑے ہونے سے مراد محشر میں قبر سے اُٹھنا ہے کہ سود خوار جب قبر سے اُٹھے گا تو اُس پاگل اور مجنون کی طرح اُٹھے گا کہ جس کو کسی خبیث جن نے لپٹ کر خبطی اور دیوانہ سا بنا دیا۔ رہا یہ کہ اس جرم سود خواری کو اس سزا سے مناسبت کیا ہے کہ جو سود خوار کو خبطی بنا کر محشر میں اُٹھایا جائے گا تو علماء نے لکھا ہے کہ سود خوار دنیا میں پیسہ کی حرص میں اس قدر مدہوش ہوتا ہے کہ اُس کو نہ کسی غریب پر رحم آتا ہے۔ نہ کسی کی شرم مانع ہوتی ہے تو درحقیقت وہ زندگی میں مال کی لالچ میں مدہوش تھا۔ اس لئے محشر میں بھی مدہوشی کی حالت میں اُٹھایا جاوے گا۔

سود خوروں کا دہرا جرم

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ (یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے) اس جملہ میں سود خواروں کی مذکورہ بالا سزا کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ان لوگوں نے دو جرم کئے۔ ایک تو بذریعہ سود کے حرام مال کھایا۔ دوسرے اس کو حلال سمجھا اور تجارتی کاروبار اور سودی لین دین کو یکساں قرار دیا۔ آج بھی جبکہ اس زمانہ میں سودی کاروبار کی کثرت ہے۔ یہی کہا جاتا ہے کہ سود اور بیع میں فرق ہی کیا ہے؟

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اس پرفتن دور میں ہمیں ہر طرح سے سود کے معاملات سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے عقائد خصوصاً سود کے معاملے میں قرآن و سنت کی تعلیم کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۚ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ اسی کا رہا۔

وَأَحَلَّ	اللّٰهُ	الْبَيْعَ	وَحَرَّمَ	الرِّبٰوا	فَمَنْ	جَآءَهٗ	مَوْعِظَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ	فَانْتَهٰى	فَلَهٗ	مَا سَلَفَ
حالانکہ حلال کیا	اللہ	تجارت	اور حرام کیا	سود	پس جس	پہنچے اس کو	نصیحت	سے	اس کا رب	پھر وہ باز آ گیا	تو اسکے لئے	جو ہو چکا

وَأَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَأُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا۔ اور جو شخص پھر سود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے

	وَأَمْرُهٗٓ	اِلَى	اللّٰهِ	وَمَنْ	عَادَ	فَأُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ	
	اور اسکا معاملہ	طرف	اللہ	اور جو	پھر لوٹے	تو وہی	دوزخ والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	

بیع اور ربٰوا میں فرق

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (اللہ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا) معلوم ہوا کہ بحکم خداوندی بیع اور ربٰوا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ باقی سود خواروں کے اپنے استدلال میں یہ کہنا کہ جس طرح بیع میں نفع و زیادتی ہوتی ہے اسی طرح سود میں بھی نفع و زیادتی ہوتی ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس کا جواب بعض علماء نے خوب لکھا ہے کہ سود خوروں کی اس استدلال کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی یہ کہے کہ جیسے بیوی عورت ہے اس طرح ماں بھی عورت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بیوی تو حلال ہے اور ماں حرام ہے یا یوں کہنے کہ کتا بھی ایک جانور ہے اور بکری بھی جانور ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک حلال ہے دوسرا حرام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ کتنی بے عقلی کی دلیل ہوئی کہ بیع بھی مثل ربٰوا کے ہے۔

توبہ تائب سے مواخذہ نہیں

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ (پس جس کو اس کے پروردگار کی جانب سے نصیحت پہنچ گئی اور وہ اس فعل حرام سے باز آ گیا یعنی سود لینا بھی چھوڑ دیا اور اُسے جائز ٹھہرانے سے بھی توبہ کر لی تو اب گذشتہ گناہ پر اس کا مواخذہ نہیں ہوگا)

معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد

وَأَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ (اور معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا) یعنی اگر صدق نیت سے باز آیا ہے اور سود خواری سے سچی توبہ کی ہے تو اللہ اسکی جزا دے گا اور اگر کسی دنیوی مصلحت یا ظاہر داری کی بنا پر ریا کارانہ توبہ کی ہے تو اس کے مطابق معاملہ ہوگا۔

نصیحت کے باوجود حرام کا ارتکاب کرنیوالے اور سود کو حلال سمجھنے والوں کی سزا

آیت کے آخیر میں ارشاد ہے۔ وَمَنْ عَادَ فَأُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور جو شخص اس نصیحت کے بعد پھر اُسی فعل حرام اور قول کفر کی طرف رجوع کرے یعنی ربٰوا کی تحریم کے بعد بھی سود سے باز نہ آئے بلکہ سود لیتا رہے تو ایسے لوگ جہنمی ہیں۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے جو جہنم میں ہمیشہ رہنے کا باعث ہے۔ فقہائے اُمت نے تصریح کی ہے کہ جو شخص سود کو حلال سمجھے وہ باجماع اُمت کافر اور مرتد ہے اور اگر سود کو حلال نہیں سمجھتا مگر چھوڑتا بھی نہیں تو مسلمانوں کے امیر یا بادشاہ اسلام کے ذمہ ایسے شخص کو قید کرنا واجب ہے یہاں تک کہ توبہ کرے اور اگر کوئی اسی قسم کی جماعت یا جتھا ہے جن کا قید کرنا مشکل ہے تو بادشاہ اسلام کے ذمہ ایسی جماعت سے جہاد اور قتال واجب ہے۔ (معارف القرآن کاندھلوی)

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں ہر طرح سے حرام سے بچنے اور حلال کو حاصل کرنے کا عزم و جزم نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو کسی گناہ کے کام کرنے والے کو

يَمْحَقُ	اللّٰهُ	الرِّبٰوا	وَيُرْبِي	الصَّدَقٰتِ	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	كُلَّ	كَفَّارٍ	اَثِيْمٍ
مٹاتا ہے	اللہ	سود	اور بڑھاتا ہے	خیرات	اور اللہ	پسند نہیں کرتا	ہر ایک	ناشکرا	گنہگار

سود اور صدقہ میں فرق

اس آیت میں ایک دوسرے طرز پر صدقہ وخیرات کی ترغیب اور سود لینے کی ترہیب بیان فرمائی جاتی ہے۔ تاکہ اہل اسلام سود سے کامل طور پر بچیں اور صدقات وخیرات کی طرف راغب ہوں۔

یہاں اس آیت میں سود کے ساتھ صدقہ کا ذکر ایک خاص مناسبت سے لایا گیا ہے کہ سود اور صدقہ دونوں کی حقیقت میں بھی تضاد ہے اور اُن کے نتائج بھی متضاد ہیں اور عموماً ان دونوں کاموں کے کرنے والوں کی غرض اور نیت اور حالات وکیفیات بھی متضاد ہوتے ہیں۔

یہاں آیت میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سود کے مٹانے اور صدقات کے بڑھانے کا مطلب کیا ہے؟ عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ مٹانا اور بڑھانا آخرت کے متعلق ہے۔ اور اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ صدقہ کا بڑھانا اور سود کا مٹانا آخرت کے لئے تو ہے ہی مگر اس کے کچھ آثار دُنیا میں بھی مشاہد ہو جاتے ہیں۔ سود جس مال میں شامل ہو جاتا ہے بعض اوقات تو وہ مال خود ہلاک و برباد ہو جاتا ہے اور پچھلے مال کو بھی ساتھ لے جاتا ہے اور اہل تجربہ کے لئے بے شمار بیانات اس بات میں مشہور ومعروف ہیں کہ سود کا مال فوری طور پر کتنا ہی بڑھ جائے لیکن وہ پائیدار اور دیر تک باقی نہیں رہتا کہ جس کا فائدہ اور نسلوں میں چلے۔ اکثر کوئی نہ کوئی آفت پیش آ کر اس کو برباد کر دیتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا کے معنی یہ ہیں کہ سود کے مال میں سے نہ کوئی صدقہ وخیر خیرات مقبول ہے اور نہ حج وجہاد اور نہ کوئی صلہ رحمی مقبول ہے۔ یہ دنیا کی بربادی ہوئی کہ سود کے روپیہ کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے۔ اُسے اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ لے لیتا ہے پھر اُسے پال کر بڑا کرتا ہے جس طرح تم لوگ اپنے بچھیروں کو پالتے ہو اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے اور پاک چیز کے سوا وہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا۔

صدقہ وخیرات میں اگرچہ ظاہراً مال کم ہوتا اور گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں مال بڑھتا ہے۔ اس لئے کہ صدقہ وخیرات سے جس قدر نکلتا ہے اس سے کہیں زائد اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے دیتا ہے اور برکت کی حقیقت یہ ہے کہ تھوڑے مال میں کام بہت نکل جائیں۔ سو یہ مشاہدہ ہے کہ صدقہ وخیرات کرنے والوں کے مال میں بے شمار برکت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو کافر وگناہ گار نا پسند ہیں: یہ قوانین خداوندی بتلانے کے بعد آیت کے اخیر میں ارشاد ہوا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ یعنی اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو۔ کسی گناہ کا کام کرنے والے کو۔ گویا اس میں اشارہ فرما دیا کہ جو لوگ سود کو حرام ہی نہ سمجھیں بلکہ حلال جانیں وہ کفر میں مبتلا ہیں اور جو حرام سمجھنے کے باوجود عملاً اس میں مبتلا ہیں وہ گنہگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا اثر دونوں قسم کے لوگوں پر عذاب آخرت کی شکل میں ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع کامل ظاہراً وباطناً نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی اُن کے لئے اُن کا ثواب ہوگا اُن کے

عِنْدَ	اَجْرُهُمْ	لَهُمْ	الزَّكٰوةَ	وَاٰتَوُا	الصَّلٰوةَ	وَاَقَامُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَعَمِلُوا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اِنَّ
پاس	ان کا اجر	انکے لئے	زکوٰۃ	اور ادا کی	نماز	اور انہوں نے قائم کی	نیک	اور انہوں نے عمل کئے	جو لوگ ایمان لائے	بیشک

رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝

پروردگار کے نزدیک اور اُن پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے

يَحْزَنُوْنَ	وَلَا هُمْ	عَلَيْهِمْ	خَوْفٌ	وَلَا	رَبِّهِمْ
غمگین ہونگے	اور نہ وہ	ان پر	کوئی خوف	اور نہ	ان کا رب

قرآن حکیم کا مخصوص اسلوب بیان

یہ طرزِ بیان قرآن کریم کے امتیازی اوصاف میں سے ہے کہ ایک نوع کے بیان کے بعد اس کی ضد کو کفر میں مبتلا ہونے والوں کے مقابلہ میں ایمان والوں کا اور بدکاروں کے مقابلہ میں نیکوکاروں کا اور سود خوروں کے مقابل زکوٰۃ وصدقات دینے والوں کا بیان کیا جاتا ہے تاکہ اچھے برے۔ حق ناحق کا صاف صاف اظہار ہو جائے اور ترغیب وترہیب اور انذار وبشارت بدرجۂ کامل حاصل ہو جائے۔ اس لئے سود خوروں کے مقابل اس پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

ایمان اور اعمال صالح والوں کے لئے بشارت

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے یعنی اپنے عقائد کو شریعت اسلامیہ اور قرآنی تعلیم کے موافق رکھا اور حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام سمجھا اور فرائض الٰہیہ کے پابند رہے بالخصوص نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ بھی ادا کرتے رہے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور اجر وثواب عطا فرمائیں گے اور ان کا کوئی عمل ضائع نہ جائے گا۔ اپنے پروردگار کے پاس وہ ہر نیک عمل کا ثواب جمع پائیں گے اور آخرت میں ان پر کوئی خطرہ واقع ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ خاطر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار اور مخلص وفرمانبردار بندوں کے لئے قرآن کریم میں متعدد جگہ یہ بشارت سنائی ہے اور وعدہ فرمایا ہے جو یہاں بھی دہرایا گیا ہے یعنی وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی قیامت کے دن تمام دُکھ درد سے امن میں رہیں گے اور کوئی خوف وخطر اُن پر واقع نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے انعام واکرام سے سرفراز فرمائے گا۔ برخلاف اس کے گذشتہ آیات میں سود خوروں اور نافرمانوں کے متعلق اَصْحٰبُ النَّارِ. هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ. وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ فرمایا گیا یعنی وہ جہنمی ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے یعنی مبغوض رکھتے ہیں ایسے کفر اور گناہ کرنیوالوں کو۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں قرآن کی عظمت عطا فرما اور اس ملک میں ہمیں قرآنی حکومت دیکھنا نصیب فرما۔

یا اللہ! جو اہل اسلام اس سود کے کاروبار میں مبتلا ہیں اُن کے دلوں کو ہدایت نصیب فرما اور سودی کاروبار کے بالکلیہ ترک کرنے کی اُنہیں توفیق عطا فرما۔ یا اللہ دین کی طرف سے اُن کی آنکھیں کھول دے۔ اور اُن کو دین ودُنیا کی تباہی وبربادی سے بچالے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اُس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم نہ کرو گے تو

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَذَرُوْا	مَا بَقِيَ	مِنَ	الرِّبٰوٓا	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ	فَاِنْ	لَّمْ تَفْعَلُوْا
اے	جو ایمان لائے (ایمان والے)	تم ڈرو	اللہ	اور چھوڑ دو	جو باقی رہ گیا	سے	سود	اگر	تم ہو	ایمان والے	پھر اگر	تم نہ چھوڑو گے

فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تمہارے اصل مال مل جائیں گے نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔

فَاْذَنُوْا	بِحَرْبٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَاِنْ	تُبْتُمْ	فَلَكُمْ	رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ	لَا تَظْلِمُوْنَ	وَلَا تُظْلَمُوْنَ
تو خبردار ہو جاؤ	جنگ کیلئے	سے	اللہ	اور اس کا رسول	اور اگر	تم نے توبہ کر لی	تو تمہارے لئے	تمہارے اصل زر	نہ تم ظلم کرو	اور نہ تم پر ظلم کیا جائیگا

شانِ نزول: دو قبیلوں کے قبل از اسلام کئے گئے سودی لین دین کا فیصلہ

ان دونوں آیات زیرِ تفسیر کے شانِ نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب میں قبیلہ بنو ثقیف سودی کاروبار میں سب سے زیادہ معروف تھا اور اسی قبیلہ نے بحالت کفر کہا تھا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے۔ جب ۹ھ ہجری میں یہ مسلمان ہو گئے اور ایک دوسرا قبیلہ بنو مغیرہ ان کا حریف تھا وہ بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سودی کاروبار تو سب ہی نے چھوڑ دیا تھا لیکن پچھلے معاملات میں بنو ثقیف کی سودی رقم بنو مغیرہ کے ذمہ لازم تھی اُنھوں نے اپنا بقایا سود کا مطالبہ بنو مغیرہ سے کیا۔ بنو مغیرہ نے جواب دیا کہ مسلمان ہونے کے بعد ہم سود ادا نہیں کریں گے کیونکہ سود کا جس طرح لینا حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے یہ جھگڑا مکہ میں پیش آیا اور مقدمہ امیرِ مکہ کی عدالت میں پیش ہوا چونکہ سابق معاملہ کی رقم سود کا مسئلہ اس وقت تک قرآن پاک میں صاف مذکور نہ تھا اس لئے امیرِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ عریضہ لکھا اور اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا فیصلہ کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ عریضہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ ان آیات میں نازل فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سود کی بقایا رقم کا لین دین بھی جائز نہیں۔ چنانچہ سب حضرات صحابہؓ نے یہ قرآنی حکم سن کر اس کے مطابق اپنے مطالبات بھی چھوڑ دیئے۔

یہاں اس بقایا سود کے چھوڑ دینے کے حکم کو يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ سے شروع کیا گیا ہے جس میں خوفِ خدا کا حوالہ دے کر سود چھوڑنے کے حکم کو آسان کرنے کی تدبیر فرمائی گئی۔

سود نہ چھوڑنے پر وعید

پھر بقایا سود چھوڑ دینے کے حکم کے بعد بطور تاکید شدید کے فرمایا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم مسلمان ہو) جس میں صاف اشارہ اس طرف ہو گیا کہ سود کی پچھلی رقم بھی وصول کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اس کے بعد اس حکم کی ممانعت کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی کہ اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ یہ ایسی وعید شدید ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم و گناہ پر ایسی وعید کہیں قرآن و حدیث میں نہیں۔ جس سے سود خواری کے گناہ کا انتہائی شدید اور سخت ہونا ثابت ہوا۔

اس سلسلہ کی چند احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جو سود کا ایک درہم کھاتا ہے۔ وہ چھتیس مرتبہ بدکاری کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے اور بعض روایات میں ہے کہ جو گوشت مالِ حرام سے بنا ہو اُس کے لئے آگ ہی زیادہ مستحق ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مسلمان کی آبرو ریزی سود سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں سود جیسی وباء سے محفوظ فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اور اگر تنگدست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک اور یہ کہ معاف ہی کر دو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو خبر ہو

وَاِنْ	كَانَ	ذُوْ عُسْرَةٍ	فَنَظِرَةٌ	اِلٰى	مَيْسَرَةٍ	وَاَنْ	تَصَدَّقُوْا	خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ
اور اگر	ہو	تنگدست	تو مہلت	تک	کشادگی	اور اگر	تم بخش دو	بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے

تنگدست مقروض پر نرمی کرنا

گذشتہ آیت میں بتایا سود کی رقم وصول کرنے کی جب ممانعت ہوگئی تو بعض قرض دینے والوں نے اپنی اصلی رقم کی واپسی کا سخت مطالبہ شروع کیا اور اپنے قرضہ داروں کو مہلت نہ دیتے اور کہتے جب ہم نے سود چھوڑ دیا تو اصل قرض کے وصول کرنے میں کیوں مہلت دیں اور کیوں اپنی اصلی رقم کا سختی کے ساتھ مطالبہ نہ کریں۔ اُس وقت پہلی آیت زیر تفسیر نازل ہوئی اور اہل اسلام کو تلقین کی گئی کہ اگر مقروض تنگ دست ہو اور فوری طور پر تمہارا راس المال واپس نہ کر سکتا ہو تو اُسے کچھ مہلت دے دو۔ اور جب وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہو جائے اُس وقت اُس سے اپنا حق وصول کرلو۔ گویا اس میں پہلے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرنے میں نرمی برتنے کی تلقین فرمائی اور پھر مزید اصلی مطالبہ ہی سے دست بردار ہو جانے کی ترغیب دی گئی اور بتلایا گیا کہ اگر مقروض اتنا غریب ہو کہ قرض ادا نہ کر سکتا ہو تو تم اُسے معاف کر دو۔ اس طرح تمہیں اور زیادہ ثواب ملے گا یعنی مہلت دینے کی نسبت اس میں زیادہ ثواب ہے۔

نرمی کرنے کی دو صورتیں

یہاں یہ تو وجوبی حکم ہے کہ اگر کوئی قرضدار تنگ دست ہو اور اصل مال فوراً ادا نہ کر سکتا ہو تو اُس کو کچھ مدت کے واسطے مہلت دینی چاہئے کہ اس کو مال میسر آجائے اور وہ فراخ وسعت ہو جائے۔ اور جب اُن کو گنجائش ہو جائے تو مطالبہ کی اجازت ہے۔ دوسرا حکم قرض دینے والوں کو استحبابی ہے اور وہ یہ کہ مقروض کو عسرت کی وجہ سے اگر قرض بالکل معاف ہی کر دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ یعنی کسی تنگدست قرضدار کو قرض کے مطالبہ سے سبکدوش کر دینا یہ بہت ہی باعث اجر و ثواب ہے۔ تو حاصل یہ ہوا کہ غریبوں، مسکینوں، ناداروں اور مجبور الحال لوگوں کے ساتھ رحم و کرم اور غمخواری و ہمدردی کا معاملہ کیا جائے اور نادار مقروض کو مہلت دی جائے جب تک کہ اس میں گنجائش ادائیگی کی ہو۔

تنگدست پر نرمی کرنے والے کی فضیلت

احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی قرضدار کو مہلت دینے اور قرض معاف کر دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص قیامت کے دن خدا کے عرش کا سایہ چاہتا ہو وہ یا تو تنگی والے شخص کو مہلت دے یا معاف کر دے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مفلس مدیون کو مہلت دے گا تو اس کو ہر روز اتنی رقم کا صدقہ کا ثواب ملیگا جتنی اس مدیون کے ذمہ واجب ہے اور یہ حساب میعاد قرض پورا ہونے سے پہلے مہلت دینے کا ہے اور جب میعاد قرض پوری ہو جائے اور وہ شخص ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اُس وقت اگر کوئی مہلت دیگا تو اس کو ہر روز اس کی دُگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی دُعا قبول ہو یا اُس کی مصیبت دور ہو تو اس کو چاہیے کہ تنگ دست مدیون کو مہلت دیدے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے ہر طرح کے سودی معاملہ سے دُنیا میں بچنا نصیب فرمائیں اور ضرورتمندوں اور حاجتمندوں کی صدقات و خیرات سے امداد کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾

اور اُس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اُس کا کیا ہوا پورا پورا ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا

وَاتَّقُوْا	يَوْمًا	تُرْجَعُوْنَ	فِيْهِ	اِلَى اللّٰهِ	ثُمَّ	تُوَفّٰى	كُلُّ نَفْسٍ	مَا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ
اور تم ڈرو	وہ دن	تم لوٹائے جاؤ گے	اس میں	اللہ کی طرف	پھر	پورا دیا جائیگا	ہر شخص	جو	اس نے کمایا	اور وہ	ظلم نہ کیے جائینگے

آخرت کی پیشی کیلئے تیار رہو:

جو احکام بسلسلہ ربٰو ای اور قرض یہاں تک بیان ہوئے ان کو اس آیت پر ختم فرمایا جاتا ہے۔

تم پیشی کے لئے اپنی کارگذاری درست رکھو اور کسی قسم کی خلاف ورزی مت کرو۔ گویا جو احکام وقوانین سود یا قرض سے متعلق یہاں تک بیان ہوئے اُن کو بیان کر کے قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے پیشی اعمال کے حساب اور آخرت کے عذاب وثواب ذکر کر کے مسلمانوں کے دلوں اور ذہنوں کو ان قوانین واحکام پر خوشی سے عمل پیرا ہونے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا وہ خاص طرز ہے جس میں وہ دنیا بھر کے قانون کی کتابوں سے ممتاز ہے۔ ایک انسان کی نظر میں جب دنیا و مافیہا کا زوال اور فنا بیٹھ جائے۔ اور آخرت کی طرف سب کا رجوع کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہونا اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا اور بلآخر جزا وسزا کا ملنا اس کے دل میں جم جائے تو وہ کبھی احکام خداوندی اور کلام الٰہیہ کی خلاف ورزی قصداً دلیرانہ اور بے باکانہ ہرگز نہیں کر سکتا اسلئے ایک دُنیا کے حریص اور دلدادہ کو ہوش میں لانے کا مؤثر علاج سوائے آخرت کی یاد کے اور کچھ نہیں تو اس خاتمہ کی آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر تم مفلس قرض دار کو قرض کے بار سے سبکدوش کردو گے تو اُمید رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض ادا کرنے میں جو تم سے تساہل ہو گیا ہے۔ یا تم ادا نہ کر سکے ہو۔ یا نسیان ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو معاف فرما دیں گے۔ تم اگر اپنے حقوقِ واجبہ سے مخلوق سے دست بردار ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے حقوق تم سے معاف فرما دیں گے۔ ورنہ تم کو کیا حق ہے کہ مخلوق خدا سے اپنے حق تو وصول کرو اور خدا کے حقوق ادا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حقوقِ واجبہ سے اپنی مخلوق سے دست بردار ہو جانے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائیں تا کہ قیامت میں حق تعالیٰ اپنے کرم سے اپنے حقوق کی معافی ہم کو عطا فرما دیں آمین۔

خاصیت قرآن کریم کی سب سے آخری آیت

بعض روایت سے ثابت ہے کہ پورے قرآن کریم میں سب سے آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہی آیت ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد ایک روایت کے مطابق نو رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی میں رہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نزول کے اعتبار سے سب سے آخری آیت ہے۔ اس کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور اس کے اکتیس روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں جملہ قرآنی احکام وہدایات کی پابندی ہر حال میں ظاہراً اور باطناً نصیب فرما اور ہر معاملہ میں آخرت کو مدنظر رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں دُنیا میں اُن اعمال کی توفیق عطا فرما دے کہ جو آخرت میں آپ کی رضا وخوشنودی اور مغفرت ورحمت کے حصول کا ذریعہ بن جائیں اور اُن اعمال سے کامل طور پر بچالے کہ جو قیامت میں آپ کے ناراضگی اور غصہ وغضب کا سبب ہوں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ

اے ایمان والو! جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد معین تک تو اس کو لکھ لیا کرو۔ اور یہ ضرور ہے کہ تمہارے آپس میں کوئی لکھنے والا

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا	تَدَايَنْتُمْ	بِدَيْنٍ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى	فَاكْتُبُوْهُ	وَلْيَكْتُبْ	بَّيْنَكُمْ	كَاتِبٌ
اے	وہ جو کہ	ایمان لائے	جب	تم معاملہ کرو	اُدھار کا	تک	ایک مدت	مقررہ	تو اسے لکھ لیا کرو	اور چاہئے کہ لکھدے	تمہارے درمیان	کاتب

بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ

انصاف کے ساتھ لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سکھلا دیا اس کو چاہئے کہ لکھ دیا کرے۔

بِالْعَدْلِ	وَلَا يَاْبَ	كَاتِبٌ	اَنْ يَّكْتُبَ	كَمَا	عَلَّمَهُ	اللّٰهُ	فَلْيَكْتُبْ
انصاف سے	اور نہ انکار کرے	کاتب	کہ وہ لکھے	جیسے	اس کو سکھایا	اللہ	چاہئے کہ لکھدے

امور معاشرت تمدن کی تکمیل

یہ پوری آیت جس کے صرف ایک حصہ کی تفسیر اس درس میں ہے قرآن کریم کی تمام آیتوں سے بڑی آیت ہے۔ اس پوری آیت میں دین یعنی اُدھار کے لین دین کے احکام۔ اس کی کتابت اور اس پر شہادت وغیرہ کے احکام مذکور ہیں۔ گویا اس آیت میں امور معاشرت اور تمدن کی تکمیل۔ باہمی صلح اور میل ملاپ۔ دیانت اور سچائی اور بندوں کی مصالحت کا ایک بے بہا خزانہ مضمر ہے جو دنیا کا کوئی قانون آج تک پیش نہ کر سکا۔ نہ پیش کر سکتا ہے۔ یہ کمالات شریعت اسلامیہ ہی کے احکامات میں ہیں۔ مگر اس بدنصیبی کو کیا کہیے کہ جو آج خود مسلمانی کا دعویٰ کرنے والوں کو اس کی قدر و منزلت نہیں اور اتباع شریعت سے جس کا نام از روئے حقارت "ملاپن" رکھ لیا ہے دور بھاگتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ.

اُدھار لین دین کے اصول و ضوابط

آیت کے اس جزو سے ایک وقت مقررہ کے لئے ادھار کرنے کے معاملہ کا جواز بیان کیا گیا۔ آیت میں اُدھار کے معاملہ کے لکھنے کا جو حکم ہے تو جمہور علماء کے نزدیک یہ لکھنا مستحب ہے۔ فرض و واجب کے درجہ میں نہیں۔ اس لئے اگر کوئی نہ لکھے لکھاوے تو گنہگار نہیں۔ یہ حکم لکھنے کا استحبابی ہے۔

(۱) جب آپس میں اُدھار کا کوئی معاملہ کسی معین مدت کے لئے کیا جائے تو اسکو لکھ لیا جائے۔

(۲) جب اُدھار کا معاملہ کیا جائے تو اُس کی میعاد ضرور مقرر کی جائے۔ غیر معین مدت کے لئے اُدھار لینا دینا جائز نہیں کیونکہ اس سے جھگڑے فساد کا دروازہ کھلتا ہے۔

(۳) کاتب یعنی اُدھار کا معاملہ لکھنے والے کو ہدایت کی گئی کہ انصاف کے ساتھ غیر جانبدار ہو کر لکھے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔ یہ کاتب کو لکھنے کا حکم اور انکار سے ممانعت بھی استحباب کے درجہ میں ہے۔ اس واسطے اگر کاتب لکھنے پر اُجرت لے تو جائز ہے۔ بقیہ احکام اگلے درس میں ان شاء اللہ بیان ہونگے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ

اور وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ وہ حق واجب ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس میں سے ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے۔ پھر جس شخص کے ذمہ حق واجب تھا

وَلْيُمْلِلِ	الَّذِىْ	عَلَيْهِ الْحَقُّ	وَلْيَتَّقِ	اللّٰهَ	رَبَّهٗ	وَلَا	يَبْخَسْ	مِنْهُ	شَيْـًٔا	فَاِنْ	كَانَ	الَّذِىْ
اور لکھاتا جائے	وہ جو	اس پر حق	اور ڈرے	اللہ	اپنا رب	اور نہ	کم کرے	اس سے	کچھ	پھر اگر	ہے	وہ جو

عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ

وہ اگر خفیف العقل ہو یا ضعیف البدن ہو یا خود لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوا دے۔

عَلَيْهِ الْحَقُّ	سَفِيْهًا	اَوْ	ضَعِيْفًا	اَوْ	لَا يَسْتَطِيْعُ	اَنْ	يُّمِلَّ هُوَ	فَلْيُمْلِلْ	وَلِيُّهٗ	بِالْعَدْلِ
اس پر حق	بے عقل	یا	کمزور	یا	قدرت نہیں رکھتا	کہ	لکھائے وہ	تو چاہیے کہ لکھائے	اسکا سرپرست	انصاف سے

اس آیت کے کچھ حصے کی تفسیر ماقبل بیان ہو چکی اب آیت کے اس حصے میں کچھ مزید مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

دستاویز کی کتابت کا ذمہ دار

(۴) دستاویز کی کتابت اُس شخص کے ذمہ ہے کہ جسکے ذمہ اُدھار ہے۔

خفیف العقل کے ساتھ معاملہ کا طریقہ:

(۵) اگر ادھار کا معاملہ کسی خفیف العقل سے ہے یعنی ادھار لینے والا اگر مجنون ہے کہ جو نیم پاگل ہو یا نابالغ بچہ ہو یا بہت بوڑھا ہو جو سٹھیا گیا ہو تو ایسی صورت میں اُن کی طرف سے اُن کے ولی یا سرپرست یا وکیل و مختار کو انصاف کے ساتھ معاملہ لکھنے یا لکھا دینے کا حکم دیا گیا۔ ان لوگوں کیلئے ایسے معاملات شرعاً صحیح و نافذ ہونے کیلئے ولی شرعی کی اجازت درکار ہے۔ الحاصل چونکہ یہ لین دین کا معاملہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ہر اُس امر کی تعلیم دی جارہی ہے جو حقوق العباد کی خاطر خواہ ادائیگی میں معین ہو۔ اس سے حقوق العباد کی اہمیت بھی ظاہر ہے کہ جس کی تکمیل کے لئے حق تعالیٰ آداب و احکام تعلیم فرما رہے ہیں۔ اب آیت کے اس جزو میں تو ایسے معاملات میں لکھنے لکھوانے کے اہم اصول بیان تھے۔ آگے آیت کے دوسرے جزو میں بتلایا گیا کہ دستاویز کی صرف تحریر کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اس پر گواہ بھی بنالیں اور اس سلسلہ میں ضابطۂ شہادت کے چند اہم اصول بتلائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ! مالک الملک ذوالجلال والاکرام ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے قلوب کو ایمان و تقویٰ کے نور سے منور فرما۔ حق تعالیٰ ہمیں ان قرآنی ہدایات کی قدر و منزلت نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ

اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ کر لیا کرو۔ پھر اگر وہ دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو

وَاسْتَشْهِدُوْا	شَهِيْدَيْنِ	مِنْ	رِّجَالِكُمْ	فَاِنْ	لَّمْ يَكُوْنَا	رَجُلَيْنِ	فَرَجُلٌ	وَّامْرَاَتٰنِ	مِمَّنْ
اور گواہ کرلو	دو گواہ	سے	اپنے مرد	پھر اگر	نہ ہوں	دو مرد	تو ایک مرد	اور دو عورتیں	سے۔ جو

تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ

تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی بھول جائے تو اُن میں سے ایک دوسرے کو یاد دلا دے۔

تَرْضَوْنَ	مِنَ	الشُّهَدَآءِ	اَنْ	تَضِلَّ	اِحْدٰىهُمَا	فَتُذَكِّرَ	اِحْدٰىهُمَا	الْاُخْرٰى	
تم پسند کرو	سے	گواہ (جمع)	اگر	بھول جائے	ان میں سے ایک	تو یاد دلادے	ان میں سے ایک	دوسری	

گواہ سے متعلق چند مسائل

گواہی اور شہادت کے احکام میں بہت کچھ تفصیل ہے لیکن چند خاص باتیں جو آیت مذکورہ اور مسئلہ شہادت سے متعلق ہیں وہ یہاں بیان کی جاتی ہیں۔ (۱) یہاں جو دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ بنانے کا حکم ہے۔ یہ حکم استحبابی ہے۔

زنا کی شہادت میں چار مردوں کی گواہی ضروری ہے

(۲) سوائے شہادت زنا کے ہر امر کی شہادت کے لئے دو ثقہ مسلمانوں کی گواہی کافی ہے۔ البتہ زنا کی شہادت کے لئے چار مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ کیونکہ زنا کا تعلق مرد و عورت دونوں سے ہے اس لئے چار آدمیوں کی گواہی ضروری ہوئی گویا دو گواہ مرد کے زنا کے لئے اور دو گواہ عورت کے زنا کے لئے۔

بقیہ حدود میں دو مردوں کی گواہی کافی

(۳) سوائے زنا کے حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی کافی ہے مگر شرط یہ ہے کہ گواہ عورت نہ ہو کیونکہ حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلوی)

(۴) باقی ان کے سوا تمام معاملات میں خواہ مالی ہوں یا غیر مالی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلوی)

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی کی دیانت وایمانداری کی توفیق نصیب فرمادیں۔

یا اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی امراض سے بچائیں۔ یا اللہ! ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ

اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب بلائے جایا کریں۔ اور تم اس کے لکھنے سے اُکتایا مت کرو خواہ وہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو

وَلَا يَأْبَ	الشُّهَدَآءُ	اِذَا	مَا دُعُوْا	وَلَا	تَسْـَٔمُوْۤا	اَنْ	تَكْتُبُوْهُ	صَغِيْرًا	اَوْ	كَبِيْرًا	اِلٰۤى	اَجَلِهٖ
اور نہ انکار کریں	گواہ	جب	وہ بلائے جائیں	اور نہ	سستی کرو	کہ	تم لکھو	چھوٹا	یا	بڑا	تک	ایک میعاد

گواہوں کی ذمہ داری

(۱) شرعاً اصل مدار ثبوت دعویٰ یہی گواہ ہیں۔ گو دستاویز نہ ہو اور خاص دستاویز بدون گواہوں کے ایسے معاملات میں حجت اور معتبر نہیں۔ دستاویز لکھنا صرف یادداشت کی آسانی کے لئے ہے کہ اس کا مضمون دیکھ کر یا سن کر طبعی طور پر اکثر تمام واقعہ یاد آجاتا ہے۔ (بیان القرآن)

(۲) گواہوں میں یہ صفات ہونا چاہئیں۔ اسلام۔ عقل۔ بلوغ۔ آزادی (یعنی غلام نہ ہونا)۔ عدالت یعنی بوجہ دین داری کے معتبر ہونا۔ (بیان القرآن)

(۳) گواہ بننے کے لئے بلانے پر چلا جانا مستحب ہے۔ البتہ گواہ بن جانے کے بعد گواہی ادا کرنے کے لئے جانا یہ بعض صورتوں میں فرض ہے۔

(۴) کاتب یا گواہ کو تکلیف دینا یا ضرر پہنچانا حرام ہے۔

اسلام کا مثالی نظامِ عدالت

اس آیت مذکورہ کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ اسلام نے اپنے نظام عدالت میں جس طرح گواہ کو گواہی دینے پر مجبور کیا ہے۔ اور گواہی چھپانے کو سخت گناہ قرار دیا ہے اسی طرح اس کا بھی انتظام کیا کہ لوگ گواہی سے بچنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ اسی دوطرفہ احتیاط کا یہ اثر تھا کہ ہر معاملہ میں سچے اور بے غرض گواہ مل جائیں اور فیصلے جلد اور آسان ہو جائیں۔ آج کی دُنیا نے اس قرآنی اصول کو نظر انداز کر دیا ہے تو سارا نظام عدالت برباد ہو گیا۔ واقعہ کے سچے اور اصلی گواہ ملنا تقریباً مفقود ہو گیا۔ ہر شخص گواہی سے جی چرانے پر مجبور ہو گیا وجہ یہ کہ جس کا نام گواہی میں آ گیا اگر معاملہ پولیس اور فوجداری کا ہے تو روز وقت بیوقت تھانیدار صاحب اس کو بلا بھیجتے ہیں۔ دیوانی عدالتوں میں بھی گواہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاتا ہے جیسے یہ کوئی مجرم ہے۔ پھر روز روز مقدمہ کی پیشیاں بدلتی ہیں۔ گواہ بیچارہ اپنے کاروبار مزدوری اور ضروریات چھوڑ کر آنے پر مجبور ہے ورنہ گرفتار کیا جائے۔ اس لئے کہ شریف کاروباری آدمی کسی معاملہ کا گواہ بننا اپنے لئے ایک عذاب سمجھتے ہیں۔ صرف پیشہ ور گواہ ملتے ہیں جس کے ہاں جھوٹ سچ میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم نے ان بنیادی ضروریات کو اہمیت کے ساتھ بتلا کر ان تمام خرابیوں کا انسداد فرمایا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں قرآنی احکام کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور تمدن و معاشرت کی جو تعلیم اس آیت میں دی گئی ہے اس پر ہمیں عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً

انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم کسی شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو

ذٰلِكُمْ	اَقْسَطُ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَاَقْوَمُ	لِلشَّهَادَةِ	وَاَدْنٰٓى	اَلَّا	تَرْتَابُوْٓا	اِلَّآ اَنْ	تَكُوْنَ	تِجَارَةً
یہ	زیادہ انصاف	اللہ کے نزدیک	اور زیادہ مضبوط	گواہی کے لئے	اور زیادہ قریب	کہ نہ	شبہ میں پڑو	سوائے کہ	ہو	سودا

حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ

جس کو باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام نہیں۔ اور خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو۔

حَاضِرَةً	تُدِيْرُوْنَهَا	بَيْنَكُمْ	فَلَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَلَّا تَكْتُبُوْهَا	وَاَشْهِدُوْٓا	اِذَا	تَبَايَعْتُمْ
حاضر (ہاتھوں ہاتھ)	جسے تم لیتے رہتے ہو	آپس میں	تو نہیں	تم پر	کوئی گناہ	کہ تم وہ نہ لکھو	اور تم گواہ کر لو	جب	تم سودا کرو

معاملات کے لکھ لینے کا فائدہ:

گزشتہ درس میں گواہ بنانے اور معاملہ لین دین کو لکھنے کا حکم دیا گیا اب آگے مزید فرمایا گیا کہ یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم معاملہ کے متعلق کسی شبہ میں نہ پڑو اس لئے لکھ ہی لینا اچھا ہے مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست رکھنے والا ہے۔ جس کو تم باہم لیتے دیتے ہو تو اسکے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام اور مضرت نہیں اور اتنا اسمیں بھی ضرور کیا کرو کہ اس کے خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو۔

نقد معاملہ ہو تو لکھنا ضروری نہیں ہے:

یعنی اگر سوداگری کا معاملہ دست بدست ہو جنس کے بدلے جنس یا نقد کی طرح معاملہ ہو مگر ادھار کا قصہ نہ ہو تو اب نہ لکھنے میں گناہ نہیں مگر گواہ بنالینا اس وقت بھی چاہئے کہ اس معاملہ کے متعلق کوئی نزاع آئندہ پیش آئے تو کام آئے اور لکھنے والا اور گواہ نقصان نہ کرے یعنی مدعی اور مدعی علیہ میں سے کسی کا بھی نقصان نہ کرے بلکہ جو حق واجبی ہو وہ ہی ادا کریں۔ (تفسیر عثمانی)

بیع کرتے وقت گواہ قائم کر لینا بہتر ہے

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ: یعنی جب تم باہم خرید و فروخت کرتے ہو تو ایسے موقع پر گواہی کرا لینا بہتر ہوگی۔ یہاں گواہی کرا لینے کا جو حکم ہے یہ وجوب کے لئے نہیں صرف استحباب کیلئے ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں جملہ حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور خصوصاً لین دین کے معاملے میں دیانت و امانت سے کام لینے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ! ہمیں صدق دل سے اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمارے لئے اپنے پیارے مذہب اسلام پر چلنا آسان بنادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۚ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ

اور کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جاوے۔ اور نہ کسی گواہ کو۔ اور اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو تعلیم فرماتا ہے۔

وَلَا يُضَآرَّ	كَاتِبٌ	وَّلَا	شَهِيْدٌ	وَاِنْ	تَفْعَلُوْا	فَاِنَّهٗ	فُسُوْقٌ	بِكُمْ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَيُعَلِّمُكُمُ	اللّٰهُ
اور نہ تکلیف دیجائے	لکھنے والے	اور نہ	گواہ کو	اور اگر	تم کرو گے	تو بیشک یہ	گناہ	تم پر	اور تم ڈرو	اللہ	اور سکھاتا ہے	اللہ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝	وَاللّٰهُ	بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيْمٌ	
اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں۔	اور اللہ	ہر چیز	جاننے والا	

لکھنے والے اور گواہ کو ہدایت:

یہاں گواہ اور کاتب کو نصیحت کی جارہی ہے کہ جس طرح ہم نے اُوپر کاتب اور گواہ کو منع کیا ہے کہ کتابت اور شہادت سے انکار نہ کریں اسی طرح ہم تم کو بھی تاکید کرتے ہیں کہ تمہاری طرف سے بھی کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جائے اور نہ کسی گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو گے تو تم کو اس میں گناہ ہوگا اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور جن کاموں سے اُس نے منع کر دیا ہے وہ مت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تم کو احکام مفیدہ کی تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں تو وہ مطیع اور عاصی کو بھی جانتے ہیں۔ ہر ایک کو مناسب جزا دیں گے۔

ڈر اور اسکی حکمت:

آیت کے اخیر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ فرما کر (یعنی ڈرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ تمھیں اصول سمجھ کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ اس کا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے) آیت کا خاتمہ خوف خداوندی پر کیا جیسا کہ قرآن کریم کی خصوصیت ہے۔

پوری آیت کے احکام کا خلاصہ:

الغرض قرض سے متعلق پوری آیت کے احکام کا خلاصہ مندرجۂ ذیل دفعات ہیں۔

۱- جب کسی میعاد کے لئے لین دین کیا جائے تو اُس کے لئے لکھا پڑھی اور گواہی ہونا چاہیے۔

۲- اگر کوئی فریق نابالغ یا ناسمجھ ہو تو اس کا کارندہ یا ولی اس کام یعنی کتابت وشہادت کا انجام دے۔

۳- کاتب دیانتداری کے ساتھ اپنا فرض انجام دے۔

۴- گواہی دینے سے انکار نہ کرنا چاہئے اور شہادت کو چھپانا حرام ہے۔

۵- اس کا بندوبست کرنا چاہئے کہ کاتب یا گواہ کو اہل معاملہ نقصان نہ پہنچا سکیں۔

۶- گواہی کے لئے اگر دو مرد معتبر سلیقہ کے دستیاب نہ ہوسکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائی جائیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ہر حال میں امانت اور سچائی پر قائم رکھنا اور شہادت کی اہمیت جو قرآن پاک نے بتلائی ہے اس پر ہمیں عمل پیرا ہونے کا عزم وہمت نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں ہیں جو قبضہ میں دی جائیں اور اگر ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے

وَاِنْ	كُنْتُمْ	عَلٰى	سَفَرٍ	وَّلَمْ	تَجِدُوْا	كَاتِبًا	فَرِهٰنٌ	مَّقْبُوْضَةٌ	فَاِنْ	اَمِنَ	بَعْضُكُمْ	بَعْضًا
اور اگر	تم ہو	پر	سفر	اور نہ	تم پاؤ	کوئی لکھنے والا	تو گروی رکھنا	قبضہ میں	پھر اگر	اعتبار کرے	تمہارا کوئی	کسی کا

فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ

اس کو چاہئے کہ دوسرے کا حق ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے

فَلْيُؤَدِّ	الَّذِى	اؤْتُمِنَ	اَمَانَتَهٗ	وَلْيَتَّقِ	اللّٰهَ	رَبَّهٗ
تو چاہئے کہ لوٹا دے	جو شخص	امین بنایا گیا	اس کی امانت	اور ڈرے	اللہ	اپنا رب

تحریری دستاویز کے علاوہ اطمینان کی ایک اور صورت:

سابقہ درس میں لین دین کے لکھنے اور گواہ بنانے کا ذکر تھا۔ اس آیت میں اطمینان کی ایک دوسری صورت کا اظہار کیا گیا ہے یعنی قرض لینے کے لئے کسی چیز کا رہن رکھ دینا۔

رہن کا مطلب

رہن اُردو زبان میں بھی عام استعمال ہوتا ہے جس کو گروی رکھ دینا بھی کہتے ہیں یعنی قرض کے سلسلہ میں ضمانت کے طور پر قرض خواہ کو کچھ دے دینا۔ مثلاً زیور۔ مکان۔ جائیداد۔ ہتھیار وغیرہ۔ جمہور علمائے مفسرین کے نزدیک رہن رکھنا سفر و حضر دونوں میں جائز ہے۔ لیکن اس کی ضرورت اکثر سفر میں زیادہ ہوتی ہے جہاں نہ کاتب ملتا ہے۔ نہ گواہ تو اطمینان کے لئے کوئی چیز رہن رکھدی جاتی ہے۔ رہن کے متعلق یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہئے کہ شریعت اسلامیہ رہن شدہ چیز سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتی رہن صرف ضمانت کی حد تک رکھا جاسکتا ہے۔

رہن رکھنے کا طریقہ و مسائل

معاملات دین کے سلسلہ میں اس آیت میں آخری ہدایات دی گئی ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ اگر حالتِ سفر میں تم کسی سے معاملہ بالدین کرو اور دستاویز لکھنے والا نہ مل سکے تو پھر جس کے ذمہ حق ہے اُس سے کوئی چیز مثلاً زیور۔ ہتھیار وغیرہ رہن رکھ لو تا کہ تمہیں اطمینان ہو جائے اور اپنے حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ یہاں آیت میں سفر کی قید اتفاقی ہے کوئی سفر میں یہ احتمال قوی ہے کہ کاتب میسر نہ آسکے۔ اس لئے رہن رکھنا حالت سفر سے مخصوص نہیں بلکہ حضر میں بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر لکھنے والا بھی مل جائے تو بھی رہن رکھنا اور قرض لینا جائز ہے۔ پھر ہدایت دی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو امین سمجھ کر اُس سے اُدھار کا معاملہ کرتا ہے اور اس سے کسی قسم کی دستاویز نہیں لیتا۔ بلکہ اس کی امانت و دیانت پر اعتماد کرتے ہوئے معاملہ کرے تو دوسرے شخص پر لازم ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرے اور خدا سے ڈرے۔ نہ اُس کے حق میں کمی کرے نہ ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ: دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے کن کن موقعوں پر خوف خدا کی تاکید کی ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی پر کتنا زور دیا ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ہر معاملہ میں قرآنی احکام کے اتباع کی توفیق مرحمت فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝

اور شہادت کا اخفا مت کرو۔ اور جو شخص اُس کا اخفا کرے گا اُس کا قلب گنہگار ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں۔

وَلَا تَكْتُمُوا	الشَّهَادَةَ	وَمَنْ	يَكْتُمْهَا	فَإِنَّهُ	آثِمٌ	قَلْبُهُ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُونَ	عَلِيمٌ
اور تم نہ چھپاؤ	گواہی	اور جو	اسے چھپائے گا	تو بیشک	گنہگار	اس کا دل	اور اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو	جاننے والا

سچی گواہی چھپاؤ نہیں اور جھوٹی گواہی دو نہیں

ایک صحت مند معاشرہ کیلئے لازمی ہے کہ اس کا ہر فرد سچی گواہی دینے کیلئے ہر وقت آمادہ رہے۔ یہاں شہادت کو نہ چھپانے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور شہادت کا اخفاء دو طرح سے ہے ایک یہ کہ بالکل بیان نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ غلط بیان کرے۔ دونوں صورتوں میں اصلی واقعہ مخفی ہو گیا اور دونوں صورتیں حرام ہیں۔ شریعت کی نگاہ میں گواہی چھپانا اور جھوٹی گواہی دینا دونوں سخت ترین جرم ہیں۔

گواہی سے متعلقہ ہدایات و تعلیمات

۱- جب کسی حقدار کا حق بدون شہادت کے ضائع ہونے لگے اور وہ خود درخواست بھی شہادت دینے کی کرے۔ اُس وقت ادائے شہادت سے انکار حرام ہے (بیان القرآن)

۲- چونکہ ادائے شہادت واجب ہے لہٰذا اس پر اُجرت لینا جائز نہیں۔ البتہ آمد ورفت کا خرچ اور خوراک بقدر حاجت صاحب معاملہ کے ذمہ ہے۔ اور اگر زیادہ آ جائے تو بقیہ واپس کر دے (بیان القرآن)

۳- گواہی کے چھپانے پر دل کو یہاں اس لئے گنہگار فرمایا کہ کوئی شخص اس کو خالی زبان ہی کا گناہ نہ سمجھ لے کیونکہ اول ارادہ تو دل ہی سے ہوا ہے (بیان القرآن) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جھوٹی گواہی دینا تو کبیرہ گناہوں میں بدتر گناہ ہے مگر اخفائے شہادت بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

نیز گواہی نہ چھپانے کا یہ حکم تمام قانونی معاملات کے لئے عام ہے مثلاً نکاح، مہر، وصیت وغیرہ صرف رہن کے معاملہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور اس گناہ کبیرہ سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آج آپ اپنی عدالتوں کا حال دیکھ لیجئے کہ کس طرح گناہ کبیرہ علانیہ اور بے دھڑک سرزد ہوتا ہے۔ اور تھوڑے سے دُنیا کے لالچ میں جیسی چاہے گواہی دلوا لیجئے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

الغرض یہاں جتنی بھی ہدایات دی گئی ہیں سب سے مقصد کائنات انسانی کے حقوق کا تحفظ لوازم تمدن کی تکمیل۔ اخلاق فاضلہ کی تعلیم اور کسی کے حق تلفی نہ ہونے دینے کی تلقین مقصود ہے تاکہ عالم میں فتنہ فساد جنگ وجدال۔ بے ایمانی وبددیانتی پیدا نہ ہو اور تمہارے بڑے چھوٹے اپنے اپنے حقوق کے ساتھ رہیں۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ: تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا بخوبی جاننے والا ہے خواہ تم گواہی چھپا کر گناہ کا عمل کرو یا حق کی گواہی دے کر نیکی کا عمل کرو ہر ایک اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور اپنے اسی علم کامل کے مطابق جزا وسزا دے گا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ایک دوسرے کے حقوق کو دیانت وامانت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ خصوصاً اخفائے شہادت یا تبدیلی شہادت کے جرم سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی، قلبی وجسمانی ہر طرح کے گناہ سے بچنا نصیب فرما۔ اور ہر حال میں اپنے علیم وخبیر ہونے کا استحضار نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ

اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب

لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَاِنْ	تُبْدُوْا	مَا	فِيْٓ	اَنْفُسِكُمْ	اَوْ	تُخْفُوْهُ	يُحَاسِبْكُمْ	بِهِ
اللہ کیلئے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں	اور اگر	تم ظاہر کرو	جو	میں	تمہارے دل	یا	تم اسے چھپاؤ	تمہارے حساب لیگا	اس کا

اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

لیں گے۔ پھر جس کے لیے منظور ہوگا بخش دیں گے۔ اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

	اللّٰهُ	فَيَغْفِرُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَيُعَذِّبُ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	عَلٰي	كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	
	اللہ	پھر بخش دیگا	جس کو	وہ چاہے	وہ عذاب دے گا	جس کو	وہ چاہے	اور اللہ	پر	ہر چیز	قدرت رکھنے والا	

توحید کامل کے عقیدہ کا اعادۃ

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ: قرآن کریم کے طویل ترین سورۃ' سورۂ بقرہ کا اب آخری رکوع شروع ہو رہا ہے۔ یہاں عقیدۂ توحید کا ایک بار پھر اعادہ کیا جا رہا ہے۔ سورۃ کا آغاز اصول دین سے متعلق جامع تعلیم سے ہوا تھا۔ سورۃ کا اختتام بھی اسی جامعیت کے ساتھ بنیادی عقائد کے ثبوت و تاکید کے ساتھ ہو رہا ہے۔

نیز یہ آیت ایک حیثیت سے گذشتہ آیات شہادت کا تکملہ ہے جس میں انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ شہادت کا چھپانا جرم عظیم ہے۔ اگر کسی نے معاملہ کو جانتے ہوئے شہادت کو چھپایا تو رب علیم وخبیر اس کا حساب لے گا۔

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ: یہ چھپانے اور ظاہر کرنے کا فرق تو بندوں کے اعتبار سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو دونوں حالتیں برابر ہیں۔

اس بات کی مزید تفسیر وتشریح تفسیر مظہری میں اس طرح لکھی ہے کہ انسان پر جو اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کئے گئے ہیں یا حرام کئے گئے ہیں وہ کچھ تو ظاہری اعضاء و جوارح سے متعلق ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ تمام معاملات اسی قسم میں داخل ہیں اور کچھ اعمال واحکام وہ بھی ہیں جو انسان کے قلب اور باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ صبر وشکر۔ تواضع وقناعت وسخاوت وغیرہ اور اسی طرح اخلاق رذیلہ۔ کبر وحسد۔ بغض۔ حب دنیا حرص وطمع وغیرہ یہ سب چیزیں جو قطعی حرام ہیں ان سب کا تعلق بھی انسان کے اعضاء وجوارح سے نہیں بلکہ قلب اور باطن سے ہے۔

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ: اس جملہ میں مغفرت کا ذکر عذاب سے پہلے کیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ کی صفت بخشش ورحمت' صفت غضب پر مقدم ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں دل سے اور زبان سے اپنے جملہ احکام کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اپنی مغفرت ورحمت سے ہم کو نوازیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

21

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ

اعتقاد رکھتے ہیں رسول اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی۔ سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے سب پیغمبروں کے ساتھ

آمَنَ	الرَّسُولُ	بِمَآ	أُنزِلَ	إِلَيْهِ	مِن	رَّبِّهِ	وَالْمُؤْمِنُونَ	كُلٌّ	آمَنَ	بِاللَّهِ	وَمَلَآئِكَتِهِ	وَكُتُبِهِ	وَرُسُلِهِ
مان لیا	رسول	جو کچھ	اترا	اس کی طرف	سے	اس کا رب	اور مومن (جمع)	سب	ایمان لائے	اللہ پر	اور اس کے فرشتے	اور اس کی کتابیں	اور اس کے رسول

شانِ نزول

ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلہ میں گزشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب ان سے پہلی آیت نازل ہوئی اور اس میں وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فرمایا گیا یعنی جو کہ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ ہر حال میں اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیں گے تو صحابۂ کرامؓ ان الفاظِ قرآنی کے عموم سے یہ سمجھ کر کہ انسان کے دل میں غیر اختیاری طور پر اگر کوئی خیال آ جائے گا تو اس کا بھی حساب ہو گا گھبرا اُٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ حکم سخت مشکل ہے اختیاری امور سے تو بچ سکتے ہیں مگر دل کے خیالات اور غیر اختیاری وساوس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قول کو سن کر فرمایا کہ تم بنی اسرائیل کی طرح انکار مت کرو اور دل و جان سے اُس کے حکم کو قبول کرلو۔

اور دل و جان سے کہو سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں یہ کلمات زبان پر جاری ہو گئے مطلب ان کا یہ ہے کہ ہم ایمان لائے اور اللہ کے حکم کی اطاعت کی یعنی اپنی مشکل کے اندیشہ کو چھوڑ کر ارشاد کی تعمیل میں آمادگی و اطاعت ظاہر کی تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہوئی تب یہ آیتیں اتریں پہلی آیت اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ اس میں رسول کریم اور صحابہ کرام جن کو اشکال پیش آیا تھا ان کے ایمان کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی دوسری آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا الخ میں فرمایا کہ طاقت سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں دی جاتی۔ اب اگر کوئی دل میں گناہ کا خیال پائے اور اس پر عمل نہ کرے۔ تو گناہ نہیں ہے۔ اور بھول چوک بھی معاف ہے۔

مذکورہ آیت اور اسکے بعد آنیوالی آیت کے چند فضائل

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رات کو یہ دونوں آیات پڑھ لیں تو یہ اس کے لئے کافی ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیات پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس خزانۂ خاص سے عطا فرمائی ہیں جو عرش کے نیچے ہے۔ اس لئے تم خاص طور پر ان آیتوں کو سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہمارا یہ خیال ہے کہ کوئی آدمی جس کو کچھ بھی عقل ہو وہ سورۂ بقرہ کی ان دونوں آیتوں کو پڑھے بغیر نہ سوئے گا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! مذکورہ آیات کی برکات و انوارات سے ہمیں کامل طور پر مستفید فرما۔

یا اللہ ہمیں قرآنی تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھنے اور پھر عمل کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ۝

کرہم اُسکے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے سنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے پیغمبروں کے ساتھ

لَانُفَرِّقُ	بَیْنَ	اَحَدٍ	مِّنْ رُّسُلِهٖ	وَقَالُوْا	سَمِعْنَا	وَاَطَعْنَا	غُفْرَانَكَ	رَبَّنَا	وَاِلَیْكَ	الْمَصِیْرُ
نہیں ہم فرق کرتے	درمیان	کسی ایک	اسکے رسول کے	اور انہوں نے کہا	ہم نے سنا	اور ہم نے اطاعت کی	تیری بخشش	ہمارے رب	اور تیری طرف	لوٹ کر جانا

مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف

یہاں جو طرز بیان مدح صحابہ میں اختیار کیا گیا کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا ذکر فرمایا گیا تو علماء نے لکھا ہے کہ مقصود تو اس مقام پر مدح مومنین کی تھی لیکن اُن کی تقویت مدح کے لئے اُن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل کر دیا جس میں اشارہ اس طرف ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا کامل ہونا تو بلا شبہ یقینی ہے۔ اسی طرح صحابہ کا ایمان بھی کامل ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ ایمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا ذکر کیا جاوے گو دونوں کا کامل ہونا ایک مرتبہ میں نہ ہو۔ صحابہ کا کامل ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکمل یعنی بہت ہی کامل۔

پھر دوسری بات جس پر صحابہ کرام کی مدح فرمائی گئی یہ بتلائی گئی کہ پچھلی اُمتوں کی طرح یہ ایسا نہ کریں گے کہ اللہ کے رسولوں میں باہمی تفرقہ ڈالیں کہ بعض کو نبی مانیں اور بعض کو نہ مانیں جیسا یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانا یا جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کو نبی مانا لیکن نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول نہ مانا لیکن صحابہ کی یہ مدح فرمائی گئی کہ یہ اللہ کے کسی رسول کا انکار نہیں کرتے۔ پھر تیسری بات جس پر صحابہ کرام کی تعریف فرمائی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق اُن کا بخوشی زبان سے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ کہنا تھا یعنی ہم نے حکم سُنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

آیت کی جامعیت

اس جامع آیت میں ایمان کے تمام لوازم بیان ہو گئے ہیں۔ اٰمَنَ بِاللّٰهِ: اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کی ذات اور صفات دونوں کی تصدیق قرآنی تصریحات اور نبوی تعلیمات کی جائے۔ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ: فرشتہ ایک نوری مخلوق ہے جس سے گناہ کا امکان نہیں ہے۔ مشرک قوموں کو اکثر فرشتوں کے معاملہ میں غلط فہمی ہوئی انہوں نے فرشتوں کو خدائی کارندے سمجھنے کے بجائے انہیں کائنات کے مختلف شعبوں میں متصرف سمجھنے لگے۔ وَكُتُبِهٖ آسمانی کتابوں کے بارے میں بڑی لے دے ہوتی آئی ہے کسی قوم نے سرے سے ان کا انکار کیا اور صاف کہہ دیا کہ خدا تو ہے لیکن اس نے کوئی ہدایت نامہ نہیں بھیجا اور بہت سی قوموں نے ان کتابوں کو انسانی ذہن کی پیداوار قرار دیا جنہیں چند بڑے اور سمجھدار لوگوں نے مل کر لکھ لیا۔ وَرُسُلِهٖ رسالت کا عقیدہ بھی مشرک قوموں نے بالکل مسخ کر دیا تھا۔ دنیا رسولوں کو بھول چکی تھی اور اس کی قائل رہ گئی تھی کہ جس کے ذریعہ سے ہدایت اور نجات ہوتی ہے وہ یا تو خدا کا اکلوتا بیٹا ہوتا ہے یا خود خدا کسی انسانی یا حیوانی قالب میں۔ قرآن نے آ کر بتایا کہ یہ انسان اور بندے ہی ہوتے ہیں جن پر اللہ کی وحی نازل ہوتی رہتی ہے۔ آیت سے واضح ہو گیا کہ ایمان کے ضروری ارکان چار ہیں (۱) ایمان باللہ (۲) ایمان بالملائکۃ (۳) ایمان بالکتب (۴) ایمان بالرسل۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! جب آپ نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام سے نوازا ہے تو اسلام و ایمان کی حقیقی روح ہم کو نصیب فرما۔

یا اللہ! صبر و استقلال کی دولت ہم کو نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو۔ اس کو ثواب اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے۔ اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب

لَا یُكَلِّفُ	اللّٰهُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا	لَهَا	مَا	كَسَبَتْ	وَعَلَیْهَا	مَا اكْتَسَبَتْ	رَبَّنَا	لَا تُؤَاخِذْنَا	اِنْ
نہیں تکلیف دیتا	اللہ	کسی کو	مگر	اس کی گنجائش	اسکے لئے	جو	اس نے کمایا	اور اس پر	جو اس نے کمایا	اے ہمارے رب	تو نہ پکڑ ہمیں	اگر

نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا

نَّسِیْنَآ	اَوْ	اَخْطَاْنَا
ہم بھول جائیں	یا	ہم چوکیں

ہم پر داروگیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں۔

آدمی اسی کا مکلف ہے جو اسکے اختیار میں ہے

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ یعنی ہم نے جو گذشتہ آیت میں کہا ہے کہ نفوس کی پوشیدہ باتوں میں بھی محاسبہ ہوگا اس سے مراد امور غیر اختیاری نہیں بلکہ صرف امور اختیاریہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو احکام شرعیہ میں مکلف نہیں بناتا مگر اُسی کا جو اُس کی طاقت و اختیار میں ہو۔ اُس کو ثواب بھی اُسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اُسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے اور جو وسعت سے باہر ہے اس کا مکلف نہیں کیا گیا۔ تو اس تفسیر سے جو قرآن نے خود بیان کر دی صحابہ کرام کو اطمینان ہو گیا کہ غیر اختیاری وساوس و خیالات کا حساب کتاب اور ان پر عذاب ثواب نہ ہوگا اور حدیث سے اس کی مزید توضیح ہو گئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میری اُمت سے ان باتوں سے درگذر فرمایا ہے جو دل میں خیالات پیدا ہوں جب تک عمل نہ کرے یا زبان سے تکلم نہ کرے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا: حدیث میں ثابت ہے اور اجماع بھی منعقد ہے کہ اس امت کے خطا اور نسیان اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے ہاں البتہ جو فرائض ہیں وہ بھول چوک سے ساقط نہیں ہوتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو نماز سے سو جائے یا نماز پڑھنی بھول جائے تو جب اٹھے اور یاد آئے تو پڑھ لے۔

ایک خاص دُعاء کی تعلیم

سورۃ کے خاتمہ پر بالکل اخیر میں قرآن کریم نے مومنین کو ایک خاص دُعاء کی تلقین فرمائی کہ مسلمانوں کو اس طرح دُعاء کرنی چاہیے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا ..... عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۔ یعنی اے ہمارے رب ہم پر داروگیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں۔ اے ہمارے رب اور ہماری یہ بھی درخواست ہے کہ ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ ہم پر کوئی ایسا بار تکلیف کا دُنیا یا آخرت میں نہ ڈالئے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگذر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو اور رحم کیجئے ہم پر۔ آپ ہمارے کارساز ہیں۔ اور کارساز طرفدار ہوتا ہے سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔ گویا خاتمہ سورۃ پر حق جل شانہٗ نے اہل اسلام کو یہ دُعاء سکھلائی کہ اپنی تقصیرات کو پیش نظر رکھ کر اس طرح دُعاء مانگا کرو کہ تجھی سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اگر ہم تیرے کسی حکم کو بھول جائیں اور بھولے سے اس کی تعمیل نہ کر سکیں یا کسی غفلت اور کوتاہی کی بناء پر چوک جائیں اور ٹھیک عمل کرنے پر غلطی کر جائیں تو اے اللہ ہمارے سہو اور نسیان پر مواخذہ اور داروگیر نہ فرمانا۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ! اے ہمارے رب ہمارے بھول چوک اور خطاؤں گناہوں اور لغزشوں پر ہمارا مواخذہ نہ فرمایئے اور ہمیں بخش دیجئے وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ

اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالئے

رَبَّنَا	وَلَا	تَحْمِلْ	عَلَيْنَآ	اِصْرًا	كَمَا	حَمَلْتَهٗ	عَلَى	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِنَا	رَبَّنَا	وَلَا	تُحَمِّلْنَا	مَا	لَا طَاقَةَ
اے ہمارے رب	اور نہ	ڈال	ہم پر	بوجھ	جیسے	تو نے ڈالا	پر	جو لوگ	ہم سے پہلے	اے ہمارے رب	اور نہ	ہم سے اٹھوا	جو	نہ طاقت

لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگذر کیجئے ہم سے۔ اور بخش دیجئے ہم کو۔ اور رحم کیجئے ہم پر۔ آپ ہمارے کارساز ہیں سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے

لَنَا	بِهٖ	وَاعْفُ	عَنَّا	وَاغْفِرْ لَنَا	وَارْحَمْنَا	اَنْتَ	مَوْلٰىنَا	فَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ	
ہم کو	اسکی	اور درگزر کر تو	ہم سے	اور بخش دے ہمیں	اور ہم پر رحم کر	تو	ہمارا آقا	پس مدد کر ہماری	پر	قوم	کافر (ع)	

اے اللہ ہم پر سخت حکم نہ بھیج

اے پروردگار ہمارے سروں پر احکام شاقہ کا بار گراں نہ رکھنا جیسا کہ آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا۔ اے پروردگار ہمارے سروں پر وہ بوجھ جس کے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو مت رکھنا اور ہماری طاقت و قوت سے بڑھ کر ہم کو مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا نہ فرمانا۔

یہاں پہلے لوگوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ بنی اسرائیل جب بھول چوک سے بھی کوئی گناہ کر بیٹھتے تو فوراً کوئی سزا مل جاتی۔ ان پر پچاس نمازیں فرض تھیں اور زکوۃ میں چوتھائی مال دینے کا حکم تھا۔ یہ بھی حکم تھا کہ کپڑے پر نجاست لگ جائے تو کپڑے کو کاٹ دیا جائے۔ فضل الٰہی ہے کہ بطفیل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمت مرحومہ پر توبہ کا آسان طریقہ رکھا گیا اور ہر گناہ کی معافی کا دروازہ توبہ خالص سے کھلا رکھا۔

اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما

آگے مزید دُعاء کی تعلیم یہ فرمائی گئی کہ اے ہمارے پروردگار چونکہ احکام شاقہ اور نا قابل برداشت مصائب کے نزول کا سبب بھی ہمارے ہی گناہ ہیں اس لئے تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری پردہ پوشی فرما۔ آپ ہی ہمارے آقا اور ولی نعمت اور دوست ہیں پس آپ ہماری اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں خاص مدد کیجئے اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہم کو فتح و نصرت عطا فرمایئے۔

سورۂ بقرہ کی فضیلت

سورۂ بقرہ جو قرآن کریم کی سب سے بڑی سورۃ ہے اور تقریباً ڈھائی پارہ کی ہے اور جس میں ۲۸۶ آیات اور ۴۰ رکوعات ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ سورۃ جس میں بقرہ کا ذکر ہے قرآن پاک کا میزان ہے تم لوگ اس کو سیکھو اس کا سیکھنا برکت ہے اور اس کو چھوڑ دینا باعث حسرت ہے۔ باطلین اس کی تاب نہیں لا سکتے۔ عرض کیا گیا باطلین کون ہیں فرمایا جادوگر۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے اس پڑھنے اور سُننے کو قبول فرمائے اور ہمارے قلوب کو انوار قرآنیہ سے منور فرمائے اور ہمارے دلوں میں قرآنی اتباع کا ذوق و شوق عطا فرمائے اور اس کا پڑھنا سُننا ہم سب کے لئے نجات و مغفرت و رحمت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایاتھا ۲۰۰	(۳) سُوۡرَةُ اٰلِ عِمۡرٰنَ مَدَنِيَّةٌ (۸۹)	رکوعاتھا ۲۰
۲۰۰ آیات	سورۂ آل عمران مدنی ہے اور اس میں	۲۰ رکوعات ہیں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ اب قرآن کریم کی تیسری سورت ال عمران کا بیان شروع ہوتا ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورت کے چوتھے رکوع میں آل عمران کا ذکر آیا ہے۔ عمران حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام کے والد کا نام تھا اور عمران حضرت مریم کے والد کا بھی نام تھا۔ اور ان دونوں "عمرانوں" کے درمیان قریب ۱۸سو سال کا فصل ہوا ہے۔ علما کا اختلاف ہے کہ یہاں سورت میں عمران کے مصداق کون ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے والد مراد ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت مریم کے والد مراد ہیں۔ بہرحال چونکہ سورت میں ال عمران کا ذکر آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر سورت کا نام آل عمران قرار پایا۔ اس سورت کا نام مجادلہ بھی ہے اس لئے کہ یہ سورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مجادلہ اور مباحثہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ شان نزول سے واضح ہوگا۔

فضیلت: سورۂ بقرہ اور سورۂ ال عمران کا نام احادیث میں زَهْرَاوَيْنِ آیا ہے جس کے معنی ہیں دو روشن سورتیں۔ اب قرآن کریم کی سورتیں تو ساری ہی روشن ہیں مگر علماء نے لکھا ہے کہ غالباً سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کے انوار و تجلیات باہم ایک دوسرے کے مشابہ اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اسلئے غالباً ان دونوں سورتوں کا نام زَهْرَاوَيْنِ رکھا گیا ہو۔

شانِ نزول: عیسائیوں کے عقائد کی تردید

گزشتہ سورۂ بقرہ میں خاص طور پر بنی اسرائیل یعنی یہود سے خطاب تھا۔ اس سورت میں خطاب عیسائیوں یعنی نصاریٰ کی طرف ہے۔ اس سورت کے ابتدائی حصہ یعنی ۸۳ آیات کے نزول کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ نجران کے عیسائیوں کی ایک جماعت جن کی تعداد تقریباً ۶۰ کی تھی مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی بحث ومناظرہ کے لئے آئی۔ (نجران یمن کے علاقہ میں ایک مقام کا نام ہے) گفتگو کرنے والے تین بڑے سردار تھے جو حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت کے قائل تھے اور حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے استدلال میں یوں کہا۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

(۲) بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔ (۳) غیب کی باتیں بتاتے تھے۔

(۴) مٹی کی مورتیں بنا کر ان میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو کر پرندبن جاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا ہونے پر یوں استدلال کیا۔

(۱) وہ بلا باپ کے پیدا ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔

(۲) حضرت عیسیٰ نے گھوارہ میں کلام کیا۔ اُن سے پیشتر کسی نے گھوارہ میں کلام نہیں کیا۔ یہ بھی خدا کی بیٹے ہونے کی دلیل ہے۔

مسئلہ تثلیث یعنی حضرت عیسیٰ کے ثالث ثلاثہ یعنی تین خداؤں میں سے ایک ہونے پر یہ استدلال کیا کہ خدا جابجا کہتا ہے کہ ہم نے یہ کام کیا۔ ہم نے یہ حکم دیا ہم نے یہ پیدا کیا۔ ہم نے یہ مقدر کیا۔ یہ تمام صیغے جمع کے ہیں اور جمع کا اول درجہ تین ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تنہا نہیں ہے اور اس کے ساتھ عیسیٰ اور مریم بھی ہیں ورنہ وہ یوں کہتا کہ میں نے یہ کیا۔ میں نے حکم دیا۔ میں نے پیدا کیا۔ میں نے مقدر کیا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ نے ہمیں مذہب اسلام جیسی عظیم دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ ہمارا مرنا جینا اسکی تعلیمات کے مطابق بنا دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجران کے وفد کو دلائل کے جوابات دینا:

یہ اس مایہ ناز وفد کے دلائل تھے جنکے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

(۱) کیا تم کو معلوم نہیں کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ وفد نے کہا کیوں نہیں۔

(۲) پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ زندہ ہے۔ کبھی بھی اس کو موت نہیں آسکتی اور عیسیٰ علیہ السلام کو ضرور موت اور فنا آنے والی ہے۔ وفد نے اقرار کیا کہ بیشک یہ صحیح ہے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں یہ بات قابل غور ہے کہ آپ نے نصاریٰ کے الزام کے لئے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے عقیدہ کے موافق تو عیسیٰ علیہ السلام کو موت آچکی ہے کیونکہ نصاریٰ کے عقیدہ کے موافق حضرت عیسیٰ مصلوب اور مقتول ہو کر مر چکے ہیں کیونکہ یہ عقیدہ باطل ہے اور خلاف واقعہ ہے۔

(۳) پھر آپ نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہی ہر چیز کے وجود کو تھامنے والے اور اس کے محافظ و نگراں اور رزق رساں ہیں۔ انہوں نے کہا۔ بیشک۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بتلاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے کسی چیز کے مالک و قادر تھے یعنی کیا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مخلوقات کو وجود عطا کیا ہے اور کیا اپنی قدرت و طاقت سے مخلوق کے لئے سامان بقا پیدا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

(۴) پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیشک۔ آپ نے فرمایا کیا عیسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے بجز اس چیز کے جس کا خدا تعالیٰ نے ان کو علم دے دیا تھا کوئی اور شے بھی جانتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

(۵) پھر آپ نے فرمایا کہ پروردگار عالم نے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل و صورت اپنی مرضی کے موافق ان کی والدہ کے پیٹ میں بنائی اور

(۶) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ نہ پاخانہ پیشاب کرتا ہے۔ انہوں نے کہا بیشک۔

(۷) پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو اسی طرح پیٹ میں رکھا جس طرح ایک عورت اپنے بچے کو پیٹ میں رکھتی ہے اور پھر اس کو جنتی ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور بچوں کی طرح ان کو غذا دی گئی اور پھر بڑے ہوئے اور وہ کھاتے تھے۔ پیتے تھے اور پیشاب پاخانہ کرتے تھے۔ انہوں نے اقرار کیا کہ بیشک صحیح ہے۔

(۸) اخیر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو ان سب باتوں کا اقرار ہے تو بتاؤ کہ ایسا ہو کہ عیسیٰ خدا کیسے ہوئے جیسا تمہارا گمان ہے؟

تو درحقیقت آپ کے ان ارشادات سے اُن لوگوں نے حق کو خوب پہچان لیا مگر جان بوجھ کر انکار کیا اور جوابات سن کر خاموش ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اب بھی تم کو میرے دعوے رسالت میں کچھ شبہ باقی ہے تو آؤ ہم اور تم اپنی اولاد کو لے کر باہر میدان میں نکلیں اور خدا سے دُعاء کریں کہ جھوٹے پر خدا کی مار ہو۔ عیسائی یہ سن کر کہنے لگے کہ ہم اس کا جواب مشورہ کے بعد دیں گے۔ چنانچہ باہمی مشورہ کے بعد اس پر راضی نہ ہوئے اور نجران کو واپس چلے گئے۔ اسی دوران میں سورۂ آل عمران کی ابتدا سے ۸۳ آیات تک نازل ہوئیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنی معرفت حقیقی ہمیں عطا فرما اور اپنی بندگی کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝

الٓمّٓ ۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں اور وہ زندہ جاوید ہیں سب چیزوں کو سنبھالنے والے ہیں

الٓمّٓ	اللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	الْحَيُّ	الْقَيُّوْمُ
الف لام میم	اللہ	نہیں	معبود	اسکے سوا	زندہ	سنبھالنے والا

بسم اللہ کی تفسیر آغاز درس میں گذر چکی ہے اس لئے مراجعت کرلی جائے۔

حروف مقطعات

الٓمّٓ ۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔اس کا تفصیلی بیان گذشتہ سورۂ بقرۂ کے ابتدائی درس میں ہو چکا ہے۔جس کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ حروف مُقطعات اسرار اور رموز خداوندی میں سے ہیں۔جس کا علم خداوند تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔ہاں ہوسکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم بطور ایک راز کے دیا گیا ہو اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حروف کی تفسیر وتشریح میں صراحۃً کچھ منقول نہیں۔الغرض ان حروف کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ہیں۔ان کے معنی کی تفتیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

عیسائیوں کے عقیدے کا رد

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔یعنی اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں اور وہ زندہ جاوید ہیں۔سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں۔اس جملہ کی تفسیر وتشریح پوری طرح سورۂ بقرہ کی آیت الکرسی میں کی گئی ہے۔

یہاں اس سورت میں اس ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے عقیدہ کا رد فرمایا ہے۔جن کے تین عقیدے یہ تھے۔

(۱) اول عقیدہ تثلیث یعنی خدا۔اور عیسیٰ اور روح القدس تینوں مل کر خدا بنتے ہیں۔(۲) دوم مسیح خدا ہے۔جو انسان کی شکل میں آیا ہے۔

(۳) سوم مسیح خدا کا بیٹا ہے۔(مَعَاذَ اللّٰهِ تَعَالٰی)

آج کل کے عیسائیوں کی اکثریت بجز چند فرقوں کے یہی عقیدہ رکھتی ہے۔اس آیت نے ان تینوں عقیدوں کو باطل کردیا۔اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے پہلا عقیدہ باطل ہو گیا۔پھر حَيٌّ اور قَيُّوْمٌ کے ارشاد سے دوسرے اور تیسرے عقیدہ کو غلط کردیا گیا۔کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے گویا وہ اپنی پیدائش میں ماں کے محتاج ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فنا ہے تو وہ قیوم نہیں ہوسکتے۔

لہٰذا وہ خدا کیسے ہوسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حَيٌّ اور قَيُّوْمٌ بتلا کر دلیل عقل کی طرف اشارہ کردیا کہ جو اَزَلًا اور اَبَدًا موجود نہ ہو بلکہ خود اپنی حفاظت اور پرورش میں بھی دوسروں کا محتاج ہو وہ اُلوہیت کی عزت سے کیسے ہمکنار ہوسکتا ہے کیونکہ بندگی اور عبادت کہتے ہیں غایت تذلل کو اور غایت تذلل اُسی کے سامنے کیا جاسکتا ہے جس کو غایت عزت نصیب ہو اور غایت عزت اُسی کا حصہ ہوسکتا ہے جس میں غایت درجہ کمال ہو اور ہر نقص اور عیب سے پاک ہو لیکن حیات اور بقا میں دوسروں کا محتاج ہونا یہ ایک نقص ہے جو انتہائی عزت کے منافی ہے۔اسلئے ناقص ذات اُلوہیت کی انتہائی عزت کے منافی ہے۔ اسلئے ناقص ذات اُلوہیت کی انتہائی عزت کی سزاوار کیسے ہوسکتی ہے۔پس اس آیت میں توحید ذات باری تعالیٰ کی عقلی دلیل ذکر فرما کر معبودان باطلہ کے معبود نہ ہونے کی عقلی دلیل دی گئی اور جس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی اس مناسبت سے نصاریٰ کے عقائد الوہیت عیسیٰ اور ابنیت عیسیٰ اور مسئلہ تثلیث کا صاف ردّ اور بطلان فرمایا گیا۔

اب اگلی آیت میں توحید کی دلیل نقلی مذکور ہے اس طرح کہ تمام کتب الٰہیہ جو منزل من اللہ ہیں اور تمام انبیاء جن کا نبی ہونا معجزات سے ثابت ہے متفق ہیں توحید پر جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! آپ کی ذات عالی وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے۔کوئی آپ کی ذات وصفات میں شریک وساجھی نہیں۔

یا اللہ ہمیں توحید کاملہ نصیب فرما۔اور غلط عقائد سے ہماری حفاظت فرما۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۙ مِنْ قَبْلُ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں اور بھیجا تھا توریت اور انجیل کو اس کے قبل

نَزَّلَ	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيْهِ	وَاَنْزَلَ	التَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ	مِنْ قَبْلُ
اس نے اتاری	آپ پر	کتاب	حق کیساتھ	تصدیق کرتی	اس کیلئے جو	اس سے پہلی	اور اس نے اتاری	توریت	اور انجیل	اس سے پہلے

هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬

لوگوں کی ہدایت کے واسطے اور اللہ تعالیٰ نے بھیجے معجزات۔

هُدًى	لِّلنَّاسِ	وَاَنْزَلَ	الْفُرْقَانَ
ہدایت	لوگوں کیلئے	اور اُتارا	فرقان

توحید کے اثبات اور عیسائیوں کے رد کی نقلی دلیل

گذشتہ ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کی عقلی دلیل ذکر فرما کر عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق الوہیت کے عقیدہ کا رد فرمایا تھا۔

اب اُسی مضمون کو دلیل نقلی سے ثابت فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے اُن آسمانی کتابوں کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں اور اسی طرح بھیجا تھا توریت اور انجیل کو اسکے قبل لوگوں کی ہدایت کے واسطے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی تصدیق کے واسطے بھیجے معجزات۔

دلیل نقلی توحید کی یہاں یہ بیان کی گئی کہ قرآن میں جو فطری اصول ہدایت بیان کئے گئے ہیں جیسے ذات وصفات باری تعالیٰ۔ رسالت انبیاء۔ حشر ونشر۔ جزاوسزا وغیرہ وہ اسی طرح ہیں جیسے قرآن سے پہلے گذشتہ آسمانی کتب میں بیان کی گئی تھیں۔ الوہیت مسیح یا ابنیت مسیح کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب میں موجود نہیں تھا اور نہ ہی قرآن میں ہے' اس طرح یہ قرآن گذشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق وتوثیق کرنے والا ہے لہٰذا توریت وانجیل کے ماننے والوں کو اس کی گنجائش نہیں کہ وہ اسلئے اس قرآن کو رد کر دیں اور توریت وانجیل کا سہارا لیکر حضرت مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگیں۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ : نَزَّلَ کا مصدر تنزیل ہے۔ یہ لفظ قرآن پاک کیلئے' قرآن کریم میں کثرت سے آیا ہے۔ تنزیل کے معنی میں تدریج اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل ہونے کا تخیل ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ سابقہ آسمانی کتابوں کے لئے اَنْزَلَ کا لفظ آیا ہے۔

وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ : یعنی ہر زمانہ کے مطابق ایسی چیزیں اتاریں جو حق وباطل حلال وحرام اور جھوٹ وسچ کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہوں۔ اس میں قرآن کریم' کتب سماویہ اور انبیاء کے معجزات وغیرہ سب داخل ہو گئے۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر جینا مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

بیشک جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے اُن کے لئے سزائے سخت ہے اور اللہ تعالیٰ غلبہ والے ہیں بدلہ لینے والے ہیں

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	لَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِيْدٌ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	ذُوانْتِقَامٍ
بیشک	جنھوں نے	انکار کیا	آیتوں سے	اللہ	انکے لئے	عذاب	سخت	اور اللہ	زبردست	بدلہ لینے والا

عیسائیوں کی تردید کے لئے عقلی دلیل:

آیت کے اخیر میں حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ بے شک جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ان کے لئے عذاب شدید ہے اور اس بات کو کوئی قابل تعجب اور بعید نہ سمجھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غلبہ اور قدرت والے ہیں اور انتقام لینے والے ہیں پس غلبہ کی وجہ سے ان کو عذاب پر قدرت ہے اور منتقم ہونے کی وجہ سے اس کا وقوع بھی ہوگا۔ ایسے مجرموں کو سزا دیئے بغیر چھوڑے گا نہیں اور نہ وہ اس کے زبردست اقتدار سے چھوٹ کر کہیں بھاگ سکیں گے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ الوہیت مسیح کے ابطال کی طرف لطیف اشارہ ہوگا کیونکہ جو اقتدار اور اختیار کلی خدا کے لئے ثابت کیا گیا ہے ظاہر ہے وہ مسیح میں نہیں پایا جاتا بلکہ خود عیسائیوں کے اپنے قول کے مطابق حضرت مسیح کسی کو سزا کیا دے سکتے خود اپنے کو باوجود تضرع اور الحاح کے دشمنوں اور ظالموں کے پنجہ سے نہ چھڑا سکے اور بقول نصاریٰ سولی پر چڑھا دیئے گئے استغفر اللہ والعیاذ باللہ۔ پھر خدا یا خدا کا بیٹا کیسے بن سکتے ہیں؟ بیٹا وہی کہلاتا ہے جو باپ کی نوع سے ہو لہٰذا خدا کا بیٹا خدا ہی ہونا چاہئے ایک عاجز مخلوق کو حقیقۃً قادر مطلق کا بیٹا کہنا باپ اور بیٹے دونوں پر سخت عیب لگاتا ہے۔

واضح نادانی اور گمراہی:

ایک عاجز اور مظلوم اور مغلوب کو جس پر اُس کے دشمن غالب آ گئے ہوں خدا کہنا یا خداوند قادر مطلق کا بیٹا کہنا یہ کھلی ہوئی نادانی اور گمراہی ہے۔ دنیا کے عقلاء کے نزدیک خدائی اور ذلت کا جمع ہونا ناممکن اور محال ہے۔ الغرض عقلاً ونقلاً حق تعالیٰ نے مسئلہ توحید کا اثبات فرمایا اور بتلایا کہ خدا کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حی اور قیوم اور قادر مطلق اور عزیز ومنتقم ہو اسی سلسلہ میں یہی مضمون توحید اور قدرت خداوندی کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اسلام سے نوازا اور یہودیت ونصرانیت سے بچایا۔ یا اللہ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے دین اسلام اور قرآن کریم کی سچی عزت وعظمت عطا فرما۔ اور اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سچی محبت عطا فرما تا کہ ہمیں ظاہراً و باطناً شریعت اسلامیہ کا اتباع نصیب ہو۔ اور یہودیت ونصرانیت جو امت مسلمہ میں مختلف طریقوں سے گھس آئی ہے اس سے اجتناب اور نفرت وکراہت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۞ هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى

بیشک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے زمین میں اور نہ آسمان میں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ تمہاری صورت بناتا ہے

فِى	يُصَوِّرُكُمْ	الَّذِىْ	هُوَ	فِى السَّمَآءِ	وَلَا	فِى الْاَرْضِ	شَيْءٌ	عَلَيْهِ	لَا يَخْفٰى	اللّٰهَ	اِنَّ
میں	صورت بناتا ہے تمہاری	جو کہ	وہی ہے	آسمان میں	اور نہ	زمین میں	کوئی چیز	اس پر	نہیں چھپی ہوئی	اللہ	بیشک

الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞

رحم مادر میں جس طرح چاہتا ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس کے وہ غلبہ والے ہیں حکمت والے ہیں

الْحَكِيْمُ	الْعَزِيْزُ	اِلَّا هُوَ	لَآ اِلٰهَ	يَشَآءُ	كَيْفَ	الْاَرْحَامِ
حکمت والا	زبردست	اسکے سوا	نہیں معبود	وہ چاہے	جیسے	رحم (جمع)

عقیدۂ تثلیث وغیرہ کی تردید کے دیگر دلائل:

یہاں ان آیات میں بھی لوازم الوہیت اور دلائل وحدانیت کا بیان فرمایا گیا اور اس امر کا اظہار کیا گیا کہ اللہ کی ذات عالم کل ہے۔ کائنات کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔ اور ساتھ ہی وہ قادر مطلق اور حکیم کامل ہے۔ جس طرح اقتضاء حکمت ہوتا ہے ویسے ہی ہر شخص کی شکل صورت اور کیفیت جسمانی رحم مادر میں بنا دیتا ہے۔ اس کی کوئی صفت حکمت سے خالی نہیں لہٰذا وہی واحد قدوس۔ معبود مطلق اور الٰہ برحق واحد لاشریک ہے۔

اس طرح ثبوت وحدانیت والوہیت باری تعالیٰ کے ساتھ نصاریٰ کے عقائد فاسدہ یعنی "عقیدہ تثلیث" اور "الوہیت مسیح" وغیرہ کا بھی رد ہو گیا اور یہ واضح کر دیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر نعوذ باللہ خدا ہوتے تو ان سے بھی کوئی بات مخفی نہ ہوتی حالانکہ ان پر بہت سی باتیں مخفی تھیں جیسا کہ خود عیسائیوں کی انجیل سے ثابت ہے۔

هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ (یعنی وہی جس طرح چاہتا ہے ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں بناتا ہے) فرما کر یہ اشارہ کر دیا کہ اگر مسیح نعوذ باللہ خدا ہوتے تو وہ رحم مادر میں رہ کر انسانی شکل کیوں قبول کرتے۔ عام بچوں کی طرح کھاتا اور پیتا اور سوتا جاگتا ہو معاذ اللہ معاذ اللہ وہ کس طرح خدائے قدوس اور خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے۔

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل بھی پیش کرتے تھے کہ جب ان کا ظاہری باپ کوئی نہیں تو خدا ہی اُن کا باپ ہے۔

اس آیت میں اُن کی اس دلیل باطل کا بھی جواب اور رد ہو گیا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے رحم میں جس طرح چاہے انسان کا نقشہ تیار کرے خواہ ماں باپ دونوں کے ملنے سے یا صرف ماں کی قوت سے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے بنایا۔ حضرت حوا کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا تو ایسے خالق و مالک اور حکیم کی حکمتوں میں شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے۔ تو یہاں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور جب پیدا کرنے سے پیدا ہوئے تو پھر خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! بیشک آپ ہی حی قیوم ہیں۔ آپ ہی عالم کل قادر مطلق اور حکیم کامل ہیں۔ آپ کی یکتائی اور صفات میں نہ کوئی شریک ہے نہ سہیم۔ یا اللہ ہماری بخشش فرما دیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

وہ ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں کتاب کا اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں

هُوَ	الَّذِیْٓ	اَنْزَلَ	عَلَیْكَ	الْكِتٰبَ	مِنْهُ	اٰیٰتٌ	مُّحْكَمٰتٌ	هُنَّ	اُمُّ الْكِتٰبِ	وَاُخَرُ	مُتَشٰبِهٰتٌ
وہی	جس	نازل کی	آپ پر	کتاب	اس سے (میں)	آیتیں	محکم (پختہ)	وہ	کتاب کی اصل	اور دوسری	متشابہ

عیسائیوں کا آخری استدلال اور اسکا جواب

جب نجران کے عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام واضح دلائل سے عاجز آ گئے تو کہنے لگے کہ آخر آپ کے قرآن میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا "روح اللہ" اور "کلمۃ اللہ" ہونا مذکور ہے اور ان الفاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شرکت الوہیت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں ان شکوک وشبہات کو ختم کر دیا۔ اور ان کی اس حجت کا جواب ایک عام قاعدہ کی صورت میں دیا گیا جس کے سمجھ لینے سے بہت سے شکوک وشبہات دور ہو سکتے ہیں۔

آیات قرآنیہ کی دو اقسام

ایک وہ کہ جن کا مفہوم ومراد بالکل واضح، صریح، ظاہر اور بین ہو۔ جن کے مطالب اور معنی مقرر ہیں ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں یہ اصل بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں ان آیات کو اُم الکتب بھی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ساری تعلیمات اور اصل اصول یہی آیات ہوتی ہیں اور ہدایت وعمل کے لئے محکمات ہی اصل وکافی ہیں۔ دوسری آیت وہ ہیں جن کے مفہوم ومطلب میں مختلف پہلو نکلتے ہوں اور وہ حقائق ومطالب انسانی حواس سے ادراک نہ کئے جا سکتے ہوں مثلاً خدا کی ہستی۔ اُس کی صفات۔ مرنے کے بعد کی زندگی قبر وآخرت کے احوال۔ جنت ودوزخ کی کیفیات وغیرہ۔ جب یہ چیزیں انسانی عقل وشعور کی گرفت اور سمجھ سے باہر ہیں تو یہی ممکن ہے کہ ان کے لئے پیرایہ بیان تشبیہ ومجاز کا اختیار کیا جائے تا کہ کسی درجہ میں انسانی عقل وفہم کے لئے قابل سمجھنے کے ہو سکے۔ اس قسم کی آیات متشابہات پر بلا تفتیش کیفیت ایمان رکھنا چاہئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس قسم کی آیات کو پہلی قسم کی آیات کی روشنی میں سمجھا جائے۔ جو معنی اس کے خلاف پڑیں ان کی قطعاً نفی کی جائے اور متکلم کی مراد وہ سمجھی جائے جو آیات محکمات کے خلاف نہ ہو اور کوئی ایسی تاویل اور توجیہ صحیح نہ سمجھی جائے گی جو دین کے مسلمہ اصول اور واضح وصریح آیات محکمات کے خلاف ہو۔

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ کی نسبت تصریح:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تصریح کر دی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ (زخرف) (وہ صرف ایک بندہ ہیں جن پر ہم نے یعنی اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے) دوسری جگہ فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (بیشک عیسیٰؑ کا حال اللہ کے نزدیک مثل آدمؑ کے حال کے ہے۔ اللہ نے ان کو یعنی آدمؑ کو مٹی سے بنایا۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ (کہا عیسیٰ نے میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی اور اس نے مجھے نبی بنایا) ایک اور جگہ ارشاد ہے ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ. مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ۔ (یہ ہیں عیسیٰ بن مریم سچی بات جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے وہ بالکل پاک ہے)

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہیں شورش ڈھونڈھنے

فَاَمَّا	الَّذِیْنَ	فِیْ	قُلُوْبِهِمْ	زَیْغٌ	فَیَتَّبِعُوْنَ	مَا تَشَابَهَ	مِنْهُ	ابْتِغَآءَ	الْفِتْنَةِ	وَابْتِغَآءَ
پس جو	جو لوگ	میں	انکے دل	کجی	سو وہ پیروی کرتے ہیں	متشابہات	اس سے	چاہنا (غرض)	فساد-گمراہی	ڈھونڈنا

تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ

کی غرض سے اور اس کے مطلب ڈھونڈھنے کی غرض ہے

تَاْوِیْلِهٖ	وَمَا	یَعْلَمُ	تَاْوِیْلَهٗٓ	اِلَّا	اللّٰهُ
اسکا مطلب	اور نہیں	جانتا	اسکا مطلب	سوائے	اللہ

دلوں کے ٹیڑھے لوگ

الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ الخ: وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے۔اس جملہ کا کھلا ہوا اور براہ راست اشارہ عیسائیوں کی طرف ہے جنھوں نے اپنے پیغمبروں کی صاف واضح اور صریح ہدایات توحید کی پس پشت ڈال دی اور ان کی بعض تشبیہات کو توڑ مروڑ کر اصل قرار دے لیا تھا۔لیکن بہر حال آیت کے الفاظ عام اور وسیع ہیں ہر کج رائے اور ہر کج رو ہر زندیق اور بدعتی اس کے تحت میں آجاتا ہے۔جن کے دلوں میں حق کی طلب نہیں ہوتی وہ اس اُدھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں کہ دین میں کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کریں اور خود دین پر چلنے کی بجائے دین کو اپنی راہ پر چلانا چاہتے ہیں۔

متشابہات کا حکم

غرض کہ ان آیات اور ان ہی کے مثل اور بہت سی آیات جن میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کا بندہ اور بشر ہونا اور اللہ کا برگزیدہ نبی ہونا۔اور خدا کے سوا کوئی معبود نہ ہونا اور نہ اسکے اولاد ہونا نہایت واضح اور صاف صاف بیان فرمایا ہے اس طرح آیات محکمات میں صاف طور پر غیر اللہ کی الوہیت اور ابنیت کا رد فرمایا گیا ہے۔اب اگر کوئی شخص ان تمام محکمات سے آنکھیں بند کر کے صرف ''کلمۃ اللہ'' اور ''روح اللہ'' جیسے متشابہات کو لے دوڑے اور اس کا وہ معنی لینے لگے جو محکمات قرآنیہ اور مسلمہ اصول دینیہ کے منافی ہوں تو یہ اس کی کجروی اور ہٹ دھرمی ہوگی۔

تو خلاصہ جواب یہ ہوا کہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی فی نفسہ کلمات متشابہات سے ہیں اور یہاں وہ مراد لی جائے گی اور ان کی وہ تاویل حق ہوگی جو آیات محکمات سے ثابت اور ظاہر ہوتی ہے کہ اس کے خلاف جیسا کہ نصاریٰ نے سمجھا۔الغرض یہاں اس آیت میں تعلیم یہ دی گئی کہ جو راسخین فی العلم ہیں یعنی علم دین میں پختہ کار اور فہیم ہیں وہ محکمات اور متشابہات دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں اور انکا ایمان و یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیتیں ایک ہی سرچشمہ سے لی ہیں اور وہ متشابہات کو محکمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو حصہ ان کی سمجھ سے باہر ہوتا ہے اسے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہی بہتر اور حقیقی مراد جاننے والا ہے۔متشابہات کی تحقیق و تفتیش میں نہیں پڑتے بلکہ اجمالاً ایسی آیات پر ایمان لے آتے ہیں کہ یہ بھی اللہ کا کلام ہے۔اس کے برخلاف جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن ہے جنکو راسخین فی العلم کے مقابلہ میں زائغین کہا گیا ہے وہ محکمات سے آنکھیں بند کر کے متشابہات کی کھوج کرید میں لگے رہتے ہیں اور ان سے اپنی خواہش کے مطابق مفہوم و معنی نکال کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے اور گمراہی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ قرآنی انوار سے ہمارے دلوں کو منور فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ يَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ⑦

اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں

وَالرّٰسِخُوۡنَ	فِى الۡعِلۡمِ	يَقُوۡلُوۡنَ	اٰمَنَّا	بِهٖ	كُلٌّ	مِّنۡ عِنۡدِ	رَبِّنَا	وَمَا	يَذَّكَّرُ	اِلَّاۤ	اُولُوا الۡاَلۡبَابِ
اور مضبوط	علم میں	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اس پر	سب	سے پاس (طرف)	ہمارا رب	اور نہیں	سمجھے	مگر	عقل والے

راسخین فی العلم کون ہیں

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو کہ جو متشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یعنی ان کی تفتیش میں لگے ہوئے ہیں تو تم ان سے بچو اور دور رہو کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے۔ اَعلیٰ راسخین فی العلم کون ہیں؟ اس کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ راسخین فی العلم جن کا آیت میں ذکر ہے وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی قسم اور نذر میں پورا ہو اور زبان کا سچا ہو اور دل اس کا جادۂ محبت ووفا پر قائم اور مستقیم ہو اور اس کا شکم اور اس کی شرم گاہ حرام اور مشتبہ سے عفیف اور پاک ہو پس ایسا شخص راسخین فی العلم میں سے ہے۔ یعنی علم میں پختہ اور ثابت قدم وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا حال وقال یہ ہو کہ جو حدیث شریف میں بیان کیا گیا اور برخلاف راسخین فی العلم کے زائغین کا گروہ وہ ہے کہ جو انسانی خواہشوں کی وجہ سے کجی اور گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور حق بات ان کے دلوں میں نہیں اترتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں زائغین کے گروہ سے بچائیں اور راسخین فی العلم کے گروہ میں شامل فرمائیں آمین۔

اہل حق اور ان کی صفات

علماء نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ ملحد۔ اور زندیق۔ رافضی و خارجی اور تمام بدعتی فرقے زائغین کے گروہ میں شامل ہیں جب کہ اہل حق راسخین فی العلم میں داخل ہیں جس کا صحیح مصداق اہل سنت والجماعت ہیں کہ جو کتاب وسنت کے محکمات کو مضبوط پکڑتے ہیں اور متشابہات کو محکمات کے ساتھ ملا کر آیات کے معنی لیتے ہیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع نہیں کرتے بلکہ صحابہؓ اور تابعین کے نقش قدم پر چلتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا پس جس شخص کا علم وفہم خلفائے راشدین اور صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اجماع سے ٹکراتا ہو تو سمجھ لو کہ ایسا شخص زائغین میں سے ہے اور حدیث نبوی کی نصیحت کے موافق اس سے بچتے رہو۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ جو لوگ راسخین فی العلم ہیں یعنی علم دین میں پختہ اور فہیم ہیں وہ قرآنی تعلیمات وہدایات کا مرکز ومحور محکمات کو مانتے ہیں اور متشابہات کو بھی حق مانتے ہیں لیکن متشابہات کے معانی اور ان کے حقیقت مطلب ان کے فہم وادراک سے باہر ہیں اس لئے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے حقیقی مفہوم کو خدا کے علم کے سپرد کرتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں اور قرآنی انوار سے ہمارے دلوں کو منور فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ

اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں۔ اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمایئے۔ بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں اے ہمارے پروردگار آپ بلاشبہ

رَبَّنَا	لَا	تُزِغْ	قُلُوْبَنَا	بَعْدَ	اِذْ	هَدَیْتَنَا	وَهَبْ	لَنَا	مِنْ	لَّدُنْكَ	رَحْمَةً	اِنَّكَ	اَنْتَ	الْوَهَّابُ	رَبَّنَآ	اِنَّكَ
اے ہمارے رب	نہ	پھیر	ہمارے دل	بعد	جب	تو نے ہمیں ہدایت دی	اور عنایت فرما	ہمیں	سے	اپنے پاس	رحمت	بیشک تو	تو	سب سے بڑا دینے والا	اے ہمارے رب	بیشک تو

جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿٩﴾

تمام آدمیوں کو جمع کرنے والے ہیں اس دن میں جس میں ذرا شک نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف کرتے نہیں وعدہ کو

جَامِعُ	النَّاسِ	لِیَوْمٍ	لَا رَیْبَ	فِیْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ	الْمِیْعَادَ
جمع کرنیوالا	لوگوں	اس دن	نہیں شک	اس میں	بیشک	اللہ نہیں خلاف کرتا	وعدہ

راسخین فی العلم کی دُعاء

راسخین فی العلم کی مدح و تعریف میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اپنے کمال علمی یا قوت ایمانی پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے استقامت و ہدایت کے طلبگار رہتے ہیں اور جس بات کا مطلب اُن کی سمجھ میں نہیں آتا اُن کو خدائے حکیم و علیم کے حوالہ کرتے ہیں۔ اور باوجود اس کے وہ خائف رہتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ متشابہات سے متعلق مبادا کسی نفسانی خواہش کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس لئے حق تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار بعد اس کے کہ آپ نے کتاب نازل فرما کر ہم کو ہدایت بخشی اس توفیق کی ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو باطل کی طرف مائل نہ کرنا اور کجی و گمراہی میں مبتلا نہ فرمانا۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنے دلوں پر اطمینان نہیں دلوں کا ہدایت پانا اور حق کو قبول کرنا اور اس پر مستقیم رہنا یہ سب آپ کی توفیق و تائید سے ہے۔ اے ہمارے پروردگار یہ دُعا و درخواست کجی سے بچنے کی اور حق پر قائم رہنے کی کسی دنیاوی غرض سے نہیں مانگتے بلکہ محض آخرت کی نجات کے واسطے طالب دُعاء ہیں۔ بلاشبہ آپ یوم قیامت میں تمام اولین و آخرین انسانوں کو میدان حشر میں جمع کرنے والے ہیں اور اے اللہ آپ نے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب کو جمع کر کے حق و باطل کا دوٹوک اور عملی فیصلہ فرمائیں گے۔ جن میں زائغین اور راسخین فی العلم کے اختلاف کا فیصلہ بھی شامل ہے۔ اس لئے ہمیں ڈر ہے کہ ہم زائغین اور مجرمین کا راستہ نہ اختیار کر لیں اور ہمیں اپنے دلوں پر اطمینان نہیں۔ دل کے پلٹنے میں کچھ دیر نہیں لگتی اس لئے آپ ہی سے استقامت فی الحق اور کجی سے محفوظ رہنے کی دعا و درخواست کرتے ہیں۔ آپ ہی اپنی رحمت سے ہماری دستگیری فرمائیں"۔

یہاں اس دُعاء میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ بندۂ حق کو اپنے رب کریم سے دو باتوں کی درخواست کرنی چاہئے ایک تو یہ کہ جب ایک بار ہدایت نصیب ہو جائے اور حق معلوم ہو جائے تو پھر دل میں کجی نہ پیدا ہو۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے رحمت فرمائیں۔

صفاتی نام وھاب: اس قرآنی دُعاء میں استقامت اور طلب رحمت کی تعلیم کیساتھ ایک مزید ادب یہ بتلایا گیا کہ حق تعالیٰ کو اس کے صفاتی نام وَهَّاب سے پکارا جائے اور اس کی شان وَهَّابِیَّتْ کے واسطہ سے دعاء کی جائے اسی واسطے اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ تعلیم فرمایا۔

دُعاء کیجئے:

اے اللہ! اے دلوں کے پھیرنے والے خدا۔ ہمارے دلوں کو اپنی ہدایت سے منور فرما دے۔ یا اللہ تو اپنی رحمت سے ہمیں دین کی فہم و سمجھ عطا فرما دے۔ اور پھر ہدایت کے بعد ہمیں اس پر استقامت بھی نصیب فرما دے اے اللہ ہماری دستگیری فرما اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرما آمین۔　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ

بالیقین جولوگ کفر کرتے ہیں ہرگز اُن کے کام نہیں آ سکتے اُن کا مال اور نہ اُن کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی اور ایسے لوگ

اِنَّ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْا	لَنْ	تُغْنِیَ	عَنْهُمْ	اَمْوَالُهُمْ	وَ لَاۤ	اَوْلَادُهُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	شَیْــٴًـا	وَ اُولٰٓىٕكَ
بیشک	وہ لوگ جو	انہوں نے کفر کیا	ہرگز نہ	کام آ سکیں گے	ان کے	ان کے مال	اور نہ	ان کی اولاد	سے	اللہ	کچھ	اور وہی

هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ

جہنم کا سوختہ ہوں گے۔

هُمْ	وَقُوْدُ	النَّارِ
وہ	ایندھن	آگ (دوزخ)

عیسائی پادریوں کو دولت پرستی پر تنبیہ

قیامت کے ذکر کے ساتھ کافروں کا انجام بھی بتلا دیا کہ ان کو کوئی چیز دنیا و آخرت میں خدائی سزا سے نہیں بچا سکتی۔ جیسا کہ میں ابتداء سورۃ میں لکھ چکا ہوں۔ ان آیات میں اصلی خطاب وفد ''نجران'' کو تھا جسے عیسائی مذہب و قوم کی سب سے بڑی نمائندہ جماعت کہنا چاہئے۔ (۲) امام فخر الدین رازی نے محمد بن اسحاق کی سیرت سے نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ وفد ''نجران'' سے بقصد مدینہ روانہ ہوا تو انکا بڑا پادری ابو حارثہ بن علقمہ خچر پر سوار تھا خچر نے ٹھوکر کھائی تو اسکے بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے نکلا '' تَعِسَ الْاَبْعَدُ '' (ابعد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ العیاذ باللہ) ابو حارثہ نے کہا ''تَعِسَتْ اُمُّکَ'' کرز نے حیران ہو کر اس کلمہ کا سبب پوچھا۔ ابو حارثہ نے کہا واللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ہی نبی منتظر ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی تھی۔ کرز نے کہا پھر مانتے کیوں نہیں؟ بولا ''لِاَنَّ هٰؤُ لَاۤءِ الْمُلُوْکَ اَعْطَوْنَا اَمْوَالًا كَثِیْرَۃً وَّاَكْرَ مُوْنَا فَلَوْاٰمَنَّا بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم لَاَخَذُوْا مِنَّا كُلَّ هٰذِهِ الْاَشْیَآءِ'' (اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو یہ بادشاہ جو بے شمار دولت ہمیں دے رہے ہیں اور اعزاز و اکرام کر رہے ہیں سب واپس کر لیں گے) کرز نے اس کلمہ کو اپنے دل میں رکھا اور آخر کار یہی کلمہ ان کے اسلام کا سبب ہوا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ان آیات میں ابو حارثہ کے ان ہی کلمات کا جواب ہے گویا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ان کے فاسد عقیدہ کا رد کر کے متنبہ فرما دیا کہ وضوح حق کے بعد جو لوگ محض دنیوی متاع (اموال و اولاد وغیرہ) کی خاطر ایمان نہیں لاتے وہ خوب سمجھ لیں کہ مال و دولت اور جتھے نہ ان کو دنیا میں خدائی سزا سے بچا سکتے ہیں نہ آخرت میں عذاب عظیم سے۔ چنانچہ اس کی تازہ مثال ابھی ''بدر'' کے موقع پر مسلمان اور مشرکین کی لڑائی میں دیکھ چکے ہو۔ دنیا کی بہار محض چند روزہ ہے۔ مستقبل کی کامیابی ان ہی کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ دور تک یہ مضمون چلا گیا ہے اور عموم الفاظ کے اعتبار سے یہود و مشرکین وغیرہ دوسرے کفار کو بھی خطاب میں لپیٹ لیا گیا۔ گو اصلی مخاطب نصاریٰ نجران تھے۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر اور احسان ہے کہ آپ نے ہمیں دنیا میں اسلام و ایمان سے نوازا اور شرک و کفر کی گمراہیوں سے بچایا یا اللہ ہمیں اسلام کی سچی محبت نصیب فرما۔ اور تازیست ہمیں اسلام پر استقامت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ

جیسا معاملہ تھا فرعون والوں کا۔ اور ان سے پہلے والے لوگوں کا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے اُن پر داروگیر فرمائی اُن کے گناہوں کے سبب اور اللہ تعالیٰ

كَدَاْبِ	اٰلِ فِرْعَوْنَ	وَالَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	فَاَخَذَهُمُ	اللّٰهُ	بِذُنُوْبِهِمْ	وَاللّٰهُ
جیسے۔ معاملہ	فرعون والے	اور وہ جو کہ	سے۔ ان سے پہلے	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیتیں	سو انہیں پکڑا	اللہ	ان کے گناہوں پر	اور اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

سخت سزا دینے والے ہیں آپ ان کفر کرنے والوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کرکے لے جائے جاؤ گے اور وہ ہے برا ٹھکانا

شَدِيْدُ	الْعِقَابِ	قُلْ	لِّلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	سَتُغْلَبُوْنَ	وَتُحْشَرُوْنَ	اِلٰى	جَهَنَّمَ	وَبِئْسَ	الْمِهَادُ
سخت	عذاب	کہہ دیں	وہ جو کہ	انہوں نے کفر کیا	عنقریب تم مغلوب ہوگے	اور تم ہانکے جاؤ گے	طرف	جہنم	اور برا	ٹھکانہ

وقت کے فرعونوں کا حشر فرعونوں والا ہوگا: یعنی وقت آگیا ہے کہ تم سب' کیا یہود' کیا نصاریٰ اور کیا مشرکین عنقریب خدائی لشکر کے سامنے مغلوب ہوکر ہتھیار ڈالو گے' یہ تو دنیا کی ذلت ہوئی اور آخرت میں جو گرم مکان تیار ہے وہ الگ رہا بعض روایات میں ہے کہ "بدر" سے فاتحانہ واپسی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا کہ تم حق کو قبول کرلو ورنہ جو حال قریش کا ہوا' تمہارا ہوگا۔ کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دھوکہ میں نہ رہیے کہ تم نے قریش کے چند نا تجربہ کاروں پر فتح حاصل کرلی۔ ہم سے مقابلہ ہوا تو پتہ لگ جائے گا کہ ہم (جنگ آزمودہ سپاہی اور بہادر) آدمی ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "بدر" کی فتح دیکھ کر "یہود" کچھ تصدیق کی طرف مائل ہونے لگے تھے۔ پھر کہا کہ جلدی مت کرو' دیکھو آئندہ کیا ہوتا ہے۔ دوسرے سال "احد" کی عارضی پسپائی دیکھ کر ان کے دل سخت ہوگئے اور حوصلے بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ عہد شکنی کرکے مسلمانوں سے لڑائی کا سامان کیا۔ کعب بن اشرف ساٹھ سواروں کے ساتھ مکہ معظمہ جا کر ابو سفیان وغیرہ سرداران قریش سے ملا اور کہا ہم تم ایک ہیں۔ متحدہ محاذ قائم کرکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم بہرحال تھوڑے ہی دنوں بعد خدا نے دکھلا دیا کہ جزیرۃ العرب میں مشرک کا نام نہ رہا۔ "قریظہ" کے بدعہد یہود تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ "بنی نضیر" جلاوطن ہوئے' نجران کے عیسائیوں نے ذلیل ہوکر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا۔ اور تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا کی بڑی بڑی مغرور و متکبر قومیں مسلمانوں کی بلندی و برتری کا اعتراف کرتی رہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ.

غلبۂ اسلام کی نوید: ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی والدہ صاحبہ حضرت ام فضلؓ کا بیان ہے کہ مکہ شریف میں ایک رات رسول اللہ کھڑے ہوگئے اور باآواز بلند فرمانے لگے لوگو! کیا میں نے خدا تعالیٰ کی باتیں تم تک پہنچا دیں؟ لوگو! کیا میں نے تبلیغ کردی؟ لوگو! کیا میں وحدانیت و رسالت پہنچا چکا؟ حضرت عمرؓ فرمانے لگے ہاں حضورؐ! بیشک آپؐ نے خدا تعالیٰ کا دین ہمیں پہنچایا۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپؐ نے فرمایا سنو خدا تعالیٰ کی قسم اسلام غالب ہوگا اور خوب پھیلے گا یہاں تک کہ کفر اپنی جگہ جا چھپے گا۔ مسلمان اسلام کو لے کر سمندروں کو چیرتے پھاڑتے نکل جائیں گے اور اسلام کی اشاعت کریں گے یاد رکھو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ لوگ قرآن کو سیکھیں گے پڑھیں گے پھر تکبر بڑائی اور خود بینی کے طور پر کہنے لگیں گے ہم قاری ہیں ہم عالم ہیں، کون ہے جو ہم سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

22

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِیْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ

بیشک تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں میں جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے

قَدْ كَانَ	لَكُمْ	اٰيَةٌ	فِیْ	فِئَتَيْنِ	الْتَقَتَا	فِئَةٌ	تُقَاتِلُ	فِیْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَ	اُخْرٰى	كَافِرَةٌ	يَّرَوْنَهُمْ
البتہ ہے	تمہارے لئے	ایک نشانی	میں	دو گروہ	وہ باہم مقابل ہوئے	ایک گروہ	لڑتا تھا	میں	اللہ کی راہ	اور	دوسرا	کافر	وہ انہیں دکھائی دیتے

مِّثْلَيْهِمْ رَاْیَ الْعَيْنِ ۚ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿١٣﴾

تھے کہ اُن مسلمانوں سے کئی حصے زیادہ ہیں کھلی آنکھیں دیکھنا اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دیتے ہیں بلاشک اس میں بڑی عبرت ہے دانش بینش والے لوگوں کو

مِّثْلَيْهِمْ	رَاْیَ الْعَيْنِ	وَ	اللّٰهُ	يُؤَيِّدُ	بِنَصْرِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَعِبْرَةً	لِّاُولِی الْاَبْصَارِ
ان کے دو چند	کھلی آنکھیں	اور	اللہ	تائید کرتا ہے	اپنی مدد	جسے	وہ چاہتا ہے	بیشک	میں	اس	ایک عبرت	دیکھنے والوں کیلئے

غزوہ بدر کا سبب: ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام سے آرہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو ١٢ رمضان المبارک ٢ھ کو ٣١٣ صحابہ مہاجرین وانصار کی ایک جماعت جس میں ٧٧ مہاجر اور ٢٣٦ انصار تھے ساتھ لے کر مقابلہ کے لئے خود بنفسِ نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ ادھر قریشی قافلہ کے سردار کو اس کی اطلاع ہوگئی اسلئے قافلہ نے اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑا دیا کہ قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ موقع پر پہنچیں اور اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کریں۔ قریش پہلے ہی سے مسلمانوں کے استیصال کے منصوبے گانٹھ رہے تھے اس خبر کا مکہ میں پہنچنا تھا کہ فوراً قریب ایک ہزار نوجوانوں کا ایک لشکر جس میں سات سو اونٹ اور سو گھوڑے سوار تھے اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور متمول سب شریک تھے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ تمام صحابہ نے اپنی جان و مال کو پیش کردیا۔ اس پر آپ نے مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا حکم فرمادیا۔ بدر کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ابوسفیان سردار قافلہ تو اپنے تجارتی قافلہ کو لے کر نکل گیا اور قریش کا ایک بڑا لشکر اسی میدان بدر کے دوسرے کنارہ پر آپہنچا ہے۔

قافلہ کے نکل جانے کے بعد بھی ابوجہل سردار مکہ نے قریش کو یہی مشورہ دیا کہ اب مسلمانوں سے جنگ کو ملتوی نہ کیا جائے۔

مقامِ عبرت: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو سے کچھ اوپر تھے جن کے پاس کل ستر اونٹ دو گھوڑے چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ اور تماشا یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کرکے مرعوب ہوتے تھے اور مسلمان اپنے سے دوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور کامل توکل اور استقلال سے خدا کے وعدہ (فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ) پر اعتماد کرکے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے اگر ان کی پوری تعداد جو تگنی تھی منکشف ہوتی تو ممکن تھا خوف طاری ہوجاتا۔ اور یہ فریقین کا دوگنی تعداد دیکھنا بعض احوال میں تھا ورنہ بعض احوال وہ تھے جب ہر ایک کو دوسرے فریق کی جمعیت کم محسوس ہوئی جیسا کہ سورۂ انفال میں آئے گا بہرحال ایک قلیل اور بے سروسامان جماعت کو ایسی مضبوط جمعیت کے مقابلہ میں ان پیشین گوئیوں کے موافق جو مکہ میں کی گئی تھیں۔ اس طرح مظفر و منصور کرنا، آنکھیں رکھنے والوں کیلئے بہت بڑا عبرتناک واقعہ ہے۔ (تفسیر حقانی)

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ صحابہ کرام اور خصوصاً اصحاب بدر میں رضی اللہ عنہم اجمعین کی مقبولیت کے طفیل میں ہمیں بھی اسلام اور ایمان سے سچی محبت نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نشان لگے ہوئے گھوڑے

زُيِّنَ	لِلنَّاسِ	حُبُّ	الشَّهَوٰتِ	مِنَ	النِّسَآءِ	وَالْبَنِيْنَ	وَالْقَنَاطِيْرِ	الْمُقَنْطَرَةِ	مِنَ	الذَّهَبِ	وَالْفِضَّةِ
خوشنما کردی گئی	لوگوں کیلئے	محبت	مرغوب چیزیں	سے (مثلاً)	عورتیں	اور بیٹے	اور ڈھیر	جمع کئے ہوئے	سے	سونا	اور چاندی

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

ہوئے مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی یہ سب استعمال کی چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے

وَالْخَيْلِ	الْمُسَوَّمَةِ	وَالْاَنْعَامِ	وَالْحَرْثِ	ذٰلِكَ	مَتَاعُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَاللّٰهُ	عِنْدَهٗ	حُسْنُ	الْمَاٰبِ
اور گھوڑے	نشان زدہ	اور مویشی	اور کھیتی	یہ	سازوسامان	زندگی	دُنیا	اور اللہ	اسکے پاس	اچھا	ٹھکانہ

لوگوں کے لئے مرغوب اشیاء

یہاں آیت میں دنیا کی چند اہم مرغوب چیزوں کا نام لیا گیا ہے جن چیزوں کا نام اس جگہ لیا گیا ہے وہ عام طور پر انسانی رغبت ومحبت کا مرکز ہیں اور ان میں سب سے پہلے عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ دنیاوی لذتوں اور شہوتوں کی یہ منتہٰی ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میرے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں کہ جو مردوں کے لئے ضرر رساں ہو"۔ دوسرے درجہ میں بیٹوں کی محبت ہے۔ لوگ یہی خواہش کرتے ہیں کہ ہمارے بیٹے ہوں۔ اس کے بعد تیسرے درجہ میں سونے اور چاندی کے جمع ہوئے خزانوں کی محبت ہے۔ چوتھے درجہ میں خوبصورت اور فربہ گھوڑوں اور سواریوں کی محبت ہے کہ جو سفر اور سیر وتفریح کا ذریعہ ہیں۔ پھر پانچویں درجہ میں چوپایوں اور مواشی کی محبت ہے یعنی اونٹ گائے بھینس بھیڑ اور بکری کی محبت ہے جو انسان کا ذریعہ معاش ہیں۔

مقام امتحان

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی محبت طبعی طور پر انسانوں کے دلوں میں ڈال دی ہے اور اس فضل خداوندی میں بھی ہزاروں حکمتیں ہیں اور سب سے بڑی حکمت جو قرآن کریم میں بتلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ان چیزوں سے محبت طبعی طور پر انسان کے دل میں پیدا کر کے اس کا امتحان لیا جائے کہ کون ان چیزوں کی محبت میں مبتلا ہو کر آخرت کو بھلا بیٹھتا ہے۔ خدا سے اور منعم حقیقی سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور کون ان چیزوں کی اصلی حقیقت اور ان کے آنی فانی پر مطلع ہو کر ان کی فکر بقدر ضرورت کر کے ان کو آخرت کی درستی کے کام میں لگاتا ہے۔ اور ان چیزوں کو اپنے خالق ورازق کی معرفت اور محبت کا ذریعہ بناتا ہے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ: امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ انسان کا اصل مرجع تو جنت ہی ہے اس لئے کہ اللہ نے خلقت کی تکوین رحمت ہی کے لئے کی ہے نہ کہ عذاب کے لئے اور دوزخ محض ضمناً اور ثانوی حدیث سے مرجع ہے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے دلوں کو ہدایت وتوفیق بخشیں اور دنیا وآخرت کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر کھول دیں اے اللہ اس دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی بقا کا یقین کامل عطا فرما دے۔ اے اللہ اس دنیا میں جو کچھ ہمیں آپ نے عطا فرمایا ہے اس سب کو اپنی مرضیات کا ذریعہ بنانے کی توفیق حسن ہمیں عطا فرما دے۔ اور ان کے فتنہ، نقصان اور خسارہ سے ہمیں بچا لے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

آپ فرمادیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلادوں جو بہتر ہو ان چیزوں سے ایسے لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں ان کے مالک کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے پائیں میں نہریں جاری ہیں

قُلْ	اَؤُنَبِّئُكُمْ	بِخَيْرٍ	مِّنْ	ذٰلِكُمْ	لِلَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	جَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
کہدیں	کیا میں تمہیں بتاؤں	بہتر	سے	اس	ان لوگوں کیلئے جو	پرہیزگار ہیں	پاس	ان کا رب	باغات	جاری ہیں	سے	انکے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ۚ

ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے ہیں بندوں کو

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَاَزْوَاجٌ	مُّطَهَّرَةٌ	وَّرِضْوَانٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِالْعِبَادِ
ہمیشہ رہنگے	اس میں	اور بیبیاں	پاک	اور خوشنودی	سے	اللہ	اور اللہ	دیکھنے والا	بندوں کو

آخرت کی دائمی نعمتیں: باغ وبہار، حوریں اور رضائے الٰہی

ان آیات میں دنیا کی نعمتوں کے مقابل آخرت کی نعمتوں کا ذکر کیا جارہا ہے اور ان کی طرف رغبت دلائی جارہی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے عام انسانوں سے خطاب ہے۔

یہاں آخرت کی نعمتیں ذکر کرنے سے پہلے لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا فرمایا یعنی یہ آخرت کی نعمتیں اُن کے لئے ہیں جو پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہیں۔ خوف خدا پر رحمت الٰہی کے مرتب ومتوجہ ہونے کا ذکر قرآن مجید ہی میں نہیں بلکہ اگلے صحیفوں میں بھی بار بار آیا ہے۔

پہلی نعمت جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی بہشت کے باغات جن میں ہر طرح کی راحت وآرام کے سامان موجود ہیں اور جن میں قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ کہیں صاف شفاف شہد کی کہیں دودھ کی۔ کہیں شیریں اور ٹھنڈے پانی کی۔

دوسری نعمت خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فرمائی یعنی جنتی ان بہشت کے باغات میں ہمیشہ ہمیشہ ابدالآباد تک رہیں گے۔

تیسری نعمت وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ فرمائی یعنی وہاں خوبصورت اور خوش سیرت ہر کثافت ونجاست سے پاک صاف بیبیاں ہوں گی۔ یعنی مادی نظر رکھنے والے انسان کے دماغ میں جو لذتیں وفرحتیں آسکتی ہیں وہ سب وہاں ہوں گی۔ پانچویں اور آخری نعمت: ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر اور سب سے بالا نعمت ارشاد فرمائی وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کو خوشنودی اور رضامندی حاصل ہوگی جس سے دل کو نہایت درجہ اطمینان مسرت اور خوشی ہوگی کہ اس کے بعد حق تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی خوف اور کھٹکا ہی نہ ہوگا۔

قرآن مجید نے بار بار اس پر زور دیا ہے کہ اہل جنت کے لئے راحت ولذت کا سامان ہر قسم کا ہوگا۔ مادی لطف کا بھی، ذہنی لطف کا بھی اور روحانی لطف کا بھی۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اخروی نعمتوں سے ہم سب کو سرفراز فرمائیں اور جنت کی لازوال راحتیں ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ

ایسے لوگ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے صبر کرنے والے ہیں اور راستباز ہیں

اَلَّذِيْنَ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	اِنَّنَآ	اٰمَنَّا	فَاغْفِرْ	لَنَا	ذُنُوْبَنَا	وَقِنَا	عَذَابَ	النَّارِ	اَلصّٰبِرِيْنَ	وَالصّٰدِقِيْنَ
جو لوگ	کہتے ہیں	اے ہمارے رب	بیشک ہم	ایمان لائے	سو بخشدے	ہمیں	ہمارے گناہ	اور ہمیں بچا	عذاب	دوزخ	صبر کرنیوالے	اور سچے

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝

اور فروتنی کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور اخیر شب میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں

وَالْقٰنِتِيْنَ	وَالْمُنْفِقِيْنَ	وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ	بِالْاَسْحَارِ
اور حکم بجالانیوالے	اور خرچ کرنیوالے	اور بخشش مانگنے والے	پچھلی رات میں

اللہ تعالیٰ سے ڈرنیوالوں کی چھ صفات

یہاں آیت میں متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والے بندوں کی چھ صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔

پہلی صفت: ایک یہ کہ یہ لوگ اپنے تقویٰ و پرہیز گاری پر گھمنڈ و ناز کرنے کی بجائے عجز و انکسار کا نمونہ بنے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دست بدعا رہتے ہیں۔

دوسری صفت: خدا کی راہ میں شدائد اور مصائب کا تحمل کرنے والے ہوتے ہیں۔

تیسری صفت: والصدقین فرمائی یعنی یہ لوگ زبان دل اور نیت کے سچے اور راستباز ہوتے ہیں۔ جھوٹ' فریب اور منافقت سے قطعی طور پر کلی پرہیز کرتے ہیں۔

چوتھی صفت: وَالْقٰنِتِيْنَ فرمائی یعنی یہ لوگ عبادت الٰہی میں خشوع اور خضوع کے ساتھ سرگرم رہتے ہیں۔ اللہ سے ڈرتے ہیں اور عاجزی سے اس کے سامنے گڑگڑاتے ہیں۔

پانچویں صفت: وَالْمُنْفِقِيْنَ فرمائی یعنی خدا کی دی ہوئی دولت کو خدا کے حکم کے مطابق خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کے علاوہ صدقات و خیرات میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ بخل و کنجوسی سے کام نہیں لیتے۔

چھٹی صفت: وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ فرمائی یعنی وہ لوگ پچھلی رات میں خواب غفلت اور راحت و آرام چھوڑ کر اٹھتے ہیں اور باوجود اپنی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری کے اپنی تقصیرات اور کوتاہیوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔

الغرض یہ چھ صفات رکھنے والے خدا کے خاص بندے ہیں جن کے واسطے نعمائے آخرت کا وعدہ حق تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔

گویا اس میں یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ یہ صفات بندوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ متقین کی فہرست میں شامل ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ کی اخروی نعمتوں کے مستحق بن سکیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی اپنے متقین بندوں میں شامل فرمالیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں بھی اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرما اور ایمان و اسلام کی برکت سے ہمارے ظاہری و باطنی تمام گناہوں کی مغفرت فرما۔ یا اللہ ہمیں اپنے حقیقی بندوں میں شامل فرمالے اور تقویٰ کی صفات ہم کو بھی عطا فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَاۗىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؀

گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اُس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

شَهِدَ	اللّٰهُ	اَنَّهٗ	لَاۤ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ	وَاُولُوا الْعِلْمِ	قَاۗىِٕمًۢا	بِالْقِسْطِ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ
گواہی دی	اللہ	کہ وہ	نہیں معبود	سوائے۔اُس	اور فرشتے	اور علم والے	قائم (حاکم)	انصاف کیساتھ	نہیں معبود	سوائے اُس	زبردست	حکمت والا

شانِ نزول: دو یہودی علماء کا مسلمان ہونا

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہود کے دو بڑے عالم ملک شام کے رہنے والے مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے۔انکو اطلاع ملی کہ یہاں کوئی بزرگ ہیں، جن کو لوگ نبی کہتے ہیں۔یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ پر نظر پڑتے ہی وہ تمام صفات اُن کے سامنے آ گئیں۔ جو تورات میں آپ کے لئے بیان کی گئی تھیں۔انہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر اُنہوں نے عرض کیا کہ آپ احمد ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں محمد ہوں اور احمد ہوں۔پھر اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے ہیں۔ اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دے دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دریافت کرو۔تو اُنہوں نے سوال کیا بتلائیے کتاب اللہ میں سب سے بڑی شہادت یعنی گواہی کون سی ہے؟اس سوال کے جواب میں اُسی وقت یہی آیت شہادت نازل ہوئی۔آپ نے اُن کو پڑھ کر سنادی۔جسے سن کر وہ دونوں اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

فضیلت: حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد آیت الکرسی اور آیت شھد اللہ (یعنی یہی آیت زیر تفسیر) اور قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے بِغَيْرِ حِسَابٍ تک پڑھے (جو اسی سورۂ آل عمران میں اس آیت سے سات آیات کے بعد آئی ہیں یعنی ۲۶ویں و۲۷ویں آیات) تو اللہ تعالیٰ اسکے سب گناہ معاف فرمائیں گے اور جنت میں جگہ دیں گے اور اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے جن میں سے کم سے کم حاجت اس کی مغفرت ہے (روح المعانی)

یہاں شہادت کا مطلب

یہاں اس آیت میں توحید خداوندی کا مضمون ایک خاص انداز سے بیان فرمایا گیا ہے کہ اس پر تین شہادتوں کا ذکر ہے۔ایک خود اللہ جل شانہٗ کی شہادت دوسرے اُسکے فرشتوں کی شہادت اور تیسرے اہل علم کی شہادت۔اللہ تعالیٰ کا خود اپنی توحید کی شہادت دینے کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ نے خود آسمان زمین اور ان کے اندر کی کائنات کو اپنے وجود اور توحید کے لئے شاہد بنا رکھا ہے ہر چیز اور ہر مخلوق الٰہی بزبان حال اپنے خالق کے وجود وحدت کو بیان کر رہی ہے اور تمام مصنوعات اللہ تعالیٰ کی توحید کی کھلی نشانیاں ہیں۔

دوسرا مطلب اللہ تعالیٰ کی شہادت کا یہ ہے کہ اسکی طرف سے بھیجے ہوئے رسول اور کتابیں بھی اس کی توحید پر شاہد ہیں اور یہ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو گویا خدا اسکی شہادت اس بات پر ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنی اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ جس بات کی آپ نے خود شہادت دی اور آپ کے ملائکہ نے شہادت دی۔اور آپ کے تمام انبیاء ورسل اور اولیاء اور صلحاء اور علماء نے شہادت دی۔اے اللہ ہم بھی شہادت دیتے ہیں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔اے اللہ ہماری اس شہادت کو قبول فرمالے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

بلاشبہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو دلیل پہنچ چکی تھی

مَا جَآءَهُمُ	مِنْ بَعْدِ	إِلَّا	أُوْتُوا الْكِتٰبَ	الَّذِيْنَ	اخْتَلَفَ	وَمَا	الْإِسْلَامُ	عِنْدَ اللّٰهِ	الدِّيْنَ	إِنَّ
جب آ گیا اُنکے پاس	بعد سے	مگر	کتاب دی گئی	وہ جنہیں	اختلاف کیا	اور نہیں	اسلام	اللہ کے نزدیک	دین	بیشک

الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

محض ایک دوسرے سے بڑھنے کی وجہ سے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اسکا حساب لینے والے ہیں

	الْحِسَابِ	سَرِيْعُ	اللّٰهَ	فَإِنَّ	اللّٰهِ	بِاٰيٰتِ	يَّكْفُرْ	وَمَنْ	بَيْنَهُمْ	بَغْيًا	الْعِلْمُ	
	حساب	جلد	اللہ	تو بیشک	اللہ	حکم (جمع)	انکار کرے	اور جو	آپس میں	ضد	علم	

دین حق و مقبول اسلام ہی ہے:

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ بلاشبہ دین حق و مقبول اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ نہ کہ یہودیت یا نصرانیت اس لئے کہ "اسلام" کے معنی اپنے آپ کو ایک خدا کے حوالہ اور سپرد کر دینے کے ہیں۔ اور مسلم یا مسلمان اسی بندہ کو کہتے ہیں جس نے ہمہ تن اپنے آپ کو خدائے واحد کے سپرد کر دیا ہو۔ اور اس کے احکام کے سامنے گردن ڈالدی ہو۔ یوں تو شروع سے آخر تک تمام انبیاء و رسل اور اللہ کے ہادی اور پیغمبر یہی دین اسلام لے کر آئے۔ لیکن اس سلسلہ میں خاتم الانبیاء محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دنیا کو جامع اور اکمل ترین اور عالمگیر اور ناقابل تنسیخ ہدایات دیں اور توحید کا اعلیٰ سبق دیا اس وجہ سے وہ خصوصی رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم اور ملقب ہوئیں۔

اہل کتاب کا حسد:

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ یعنی اہل کتاب نے جو اختلاف کیا اس طرح سے کہ اسلام کو باطل کہا تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو اسلام کے حق ہونے کی دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے بڑھنے کی وجہ سے اس وجہ سے نہیں کہ ان کو اس معاملہ میں کوئی لاعلمی۔ جہل یا اشتباہ رہ گیا تھا بلکہ اُن کو اپنی کتاب توراۃ وانجیل سے اور دوسرے ذرائع سے پوری طرح اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کا علم ہو چکا تھا لیکن مسلمانوں سے حسد اور حب جاہ و مال نے ان کو اس اختلاف میں مبتلا کیا ہے ان کو یہ جلن ہے کہ نبوت بنی اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی نبوت کے ٹھیکیدار تو صرف بنی اسرائیل ہیں تو اُن کی یہ مخالفت نادانی سے نہیں۔ بلکہ عناداً جان بوجھ کر ہے۔ اخیر میں ارشاد ہوا وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کریگا (جیسا ان لوگوں نے کیا) تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد اس کا حساب لینے والے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے حساب کا انجام عذاب ہوگا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ

پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے حجتیں نکالیں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا اور جو میرے پیرو تھے وہ بھی اور کہئے اہل کتاب سے اور مشرکین عرب سے کہ کیا تم بھی

فَاِنْ	حَآجُّوْكَ	فَقُلْ	اَسْلَمْتُ	وَجْهِيَ	لِلّٰهِ	وَمَنِ	اتَّبَعَنِ	وَقُلْ	لِّلَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	وَالْاُمِّيّٖنَ
پھر اگر	وہ آپ سے جھگڑیں	تو کہدیں	میں نے جھکادیا	اپنا منہ	اللہ کیلئے	اور جو جس	میری پیروی کی	اور کہدیں	وہ جو کہ	کتاب دیئے گئے	اور ان پڑھ

ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

اسلام لاتے ہو سو اگر وہ لوگ اسلام لے آویں تو وہ لوگ بھی راہ پر آجاویں گے اور اگر وہ لوگ روگردانی رکھیں سو آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ خود دیکھ لیں گے بندوں کو

ءَاَسْلَمْتُمْ	فَاِنْ	اَسْلَمُوْا	فَقَدِ اهْتَدَوْا	وَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا	عَلَيْكَ	الْبَلٰغُ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِالْعِبَادِ
کیاتم اسلام لائے	پس اگر	وہ اسلام لائے	تو انہوں نے راہ پالی	اور اگر	وہ منہ پھیریں	تو صرف	آپ پر	پہنچادینا	اور اللہ	دیکھنے والا	بندوں کو

دلیل اور حجت کے بعد عناد کرنیوالوں کا جواب

اب اتمام حجت کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ جب دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت واضح ہو چکی ہے تو اسکے بعد بھی منکرین اسلام اگر آپ سے کٹ حجتی اور کج بحثی کیے جائیں اور دین کے معاملہ میں خوانخواہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ ان کی حجت بازی اور ساری بیہودہ گفتگو کے جواب میں فرمادیں کہ میں نے اور میرے متبعین نے تو اسلام اور توحید کی راہ اختیار کر لی ہے۔ ہمارے تو سب کام خدائے وحدہٗ لاشریک کے لئے ہیں۔ ہم نے تو اپنی زندگیاں اس وحدہٗ لاشریک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقف کردی ہیں۔ پس اگر تم اے یہود و نصاریٰ تمام انبیاء کی تعلیم کے خلاف کسی کو خدا اور خدا کا بیٹا بناتے ہو تو بناؤ۔ ہم تو اس سے بری اور بیزار ہیں۔ اگر تم اسلام کو قبول نہیں کرتے اپنے باطل عقائد ہی پر اڑے رہے تو ہمارا کیا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ سب بندوں کو دیکھتا ہے۔ ان کے احوال سے واقف ہے۔ دین و دنیا میں ان کے اعمال وافعال کی ویسی ہی جزاو سزادے گا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تسلی دی گئی کہ اگر یہ منکرین اسلام دین حق کو قبول نہیں کرتے تو آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ آپ کا کام احکام الٰہی کا پہنچا دینا تھا اور دلائل و براہین سے واضح کر دینا تھا سو آپ کر چکے اور اپنی ذمہ داری سے بری ہو چکے اب خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ اللہ تعالیٰ خود ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دیں گے۔

مختلف منکرین کے لئے مختلف لائحہ عمل ہے

اس آیت کے تحت حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ کوئی شخص یہاں یہ شبہ نہ کرے کہ منکرین کے مقابلہ میں اتنا کہہ دینا کب کافی ہو سکتا ہے کہ تم مانو یا نہ مانو میں مان چکا۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ ہر منکر کے مقابلہ میں نہیں فرمایا گیا بلکہ خاص ان منکرین کے مقابلہ میں کہا گیا ہے جن کا انکار کسی شبہ یا لاعلمی سے نہ تھا بلکہ بعد اقامت دلائل کے محض عناد اور عداوت سے تھا۔ جب ان کو کوئی شبہ نہیں تو ان کے سامنے مکرر دلائل بیان کرنا بے کار ہے اُس وقت یہی آخری جواب ہے کہ بھائی تم مانو یا نہ مانو ہم تو مان چکے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر و شر سے بچا کر اسلام و ایمان نصیب فرمایا۔ یا اللہ ہم کو اسلام کی حقیقت نصیب فرما آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ

بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ایسے شخصوں کو

یَاْمُرُوْنَ	الَّذِیْنَ	وَیَقْتُلُوْنَ	بِغَیْرِ حَقٍّ	النَّبِیّٖنَ	وَیَقْتُلُوْنَ	اللّٰہِ	بِاٰیٰتِ	یَکْفُرُوْنَ	الَّذِیْنَ	اِنَّ
حکم کرتے ہیں	جو لوگ	اور قتل کرتے ہیں	ناحق	نبیوں کو	اور قتل کرتے ہیں	اللہ	آیتوں کا	انکار کرتے ہیں	وہ جو	بیشک

بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

اَلِیْمٍ	بِعَذَابٍ	فَبَشِّرْهُمْ	مِنَ النَّاسِ	بِالْقِسْطِ	
دردناک	عذاب	سو انہیں خوشخبری دیں	لوگوں سے	انصاف کا	جو اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں سو ایسے لوگوں کو خبر سنا دیجئے ایک سزائے دردناک کی

یہودیوں کا سنگین جرم انبیاء کو قتل کرنا

ان آیات میں کلام یہود کی طرف ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور ان کو الزام دینے کے لئے اُن افعال شنیعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کے مرتکب ان کے اسلاف ہوئے تھے اور بتلایا جاتا ہے کہ احکام الٰہیہ سے منکر ہو کر انبیاء اور انصاف پسند ناصحین سے مقابلہ کرنا اور پرلے درجہ کی شقاوت و سنگدلی سے ان کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنا یہ کوئی معمولی جرم نہیں۔ ایسے لوگ سخت دردناک عذاب کے مستحق اور دونوں جہان کی کامیابی سے محروم ہیں ان کی محبت برباد اور ان کی کوششیں اکارت ہوں گی اور دنیا و آخرت میں جب سزا ملے گی تو ان کو کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا نہ ملے گا۔

قیامت میں سب سے بڑے عذاب کا مستحق

حدیث میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب کس کو ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے خدا کے نبی کو قتل کیا ہو یا اس شخص کو قتل کیا ہو جو اوامر و نواہی پر پابند رہنے کی نصیحت کرتا ہو یعنی جس نے اچھی بات کا حکم کیا اور بری بات سے منع کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ سے وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ تک (یعنی مذکورہ بالا آیات) اور یہ ارشاد فرمایا اے ابوعبیدہ بنی اسرائیل نے شروع دن میں ۴۳ انبیاء کو یکدم قتل کر ڈالا تھا۔ اس پر بنی اسرائیل کے ۱۷۰ عابد زاہد اور صلحاء کھڑے ہوئے اور ان قاتلوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تو اُسی وقت سورج غروب ہونے سے پہلے ان قاتلوں نے ان کو بھی قتل کر ڈالا۔

فائدہ: اَلَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ: یعنی لوگوں کو اخلاق و معاملات میں عدل کی ہدایتیں کرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد انبیاء اور ان کے نائبین ہیں۔ آیت سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ سابق امتوں میں امر بالمعروف واجب تھا اور یہ فرض انبیاء اور اُن کے نائبین انجام دیتے تھے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ جن جرائم کی مرتکب گذشتہ امتیں ہوئی ہیں اُن سے اس امت مسلمہ کو کامل طور پر بچنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں اپنے علماء و صلحاء کا اکرام و احترام نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّن نَّاصِرِينَ ﴿۲۲﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سب اعمال غارت ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں اور ان کا کوئی حامی مددگار نہ ہوگا

أُولَٰئِكَ	الَّذِينَ	حَبِطَتْ	أَعْمَالُهُمْ	فِي الدُّنْيَا	وَالْآخِرَةِ	وَمَا	لَهُمْ	مِّن	نَّاصِرِينَ
یہی	وہ جو کہ	ضائع ہو گئے	ان کے عمل	دنیا میں	اور آخرت	اور نہیں	ان کا	کوئی	مددگار

انبیاء وعلماء کے قاتلوں کی سزا

مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو تو کتابیں ملی تھیں باقی ان میں سے اور کسی نبی پر کتاب نازل نہیں ہوئی بلکہ وحی آتی تھی۔ ہر فرقہ کے واسطے ایک ہی زمانہ میں بہت سے انبیاء ہوا کرتے تھے۔ ہر شہر میں ۵۰، ۵۰۔۱۰۰، ۱۰۰ تک کی تعداد میں ہوا کرتے تھے اور ہر نبی اپنے آدمیوں کو نصیحت کرتا تھا لیکن اس قوم بنی اسرائیل میں کچھ شقی ایسے بھی ہوتے تھے کہ انبیاء کو قتل کر دیتے تھے اور کچھ لوگ جو ان کو نصیحت کرتے تو ان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قاتلوں کا تذکرہ ان آیات میں فرمایا ہے اور یہود مدینہ کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے منکر ہو کر پیغمبر اور دوسرے نبی اور انصاف پسند لوگوں یعنی علمائے امت سے مقابلہ کرنا اور نصیحت کرنے والوں سے جھگڑنا اور انہیں جان سے مار دینے کے درپے ہونا یہ بہت بڑا ظلم ہے ایسے مجرموں کو سخت سزا ملے گی۔

یہ واقعات قرآن کریم اس لئے پیش کرتا ہے کہ منکرین اسلام یعنی یہود مدینہ دیکھ لیں کہ ان کے اجداد اسلاف میں کیسے سیہ کار تھے اور ایسے لوگوں کے تمام اعمال حسنہ دنیا اور آخرت میں بیکار اور ضائع گئے یعنی دونوں جہان کی کامیابی سے محروم رہے اور دنیا و آخرت کی ذلتیں سر پڑیں۔ آخرت میں عذاب الٰہی سے بچانے والا اُن کو کوئی نہ ہوگا اور نہ دنیا میں خدا کے مواخذہ سے ان کو کوئی بچا سکا۔ بخت نصر ایک بادشاہ گذرا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ نے ان یہود پر مسلط فرمایا جس نے ۷۰ ہزار یہود کو ایک دن میں فنا کیا۔

جرم وسزا میں مطابقت

یہاں آیت میں انبیاء اور علماء وصلحاء کے قاتلین کی دو سزائیں ذکر کی گئیں ایک حبط اعمال دوسرے وَمَا لَهُمْ مِّن نَّاصِرِينَ انبیاء کرام چونکہ منبع رشد وہدایت تھے اس لئے اُن کے قتل پر حبط اعمال کی سزا ملی اور علماء چونکہ انبیاء کرام کے اعوان وانصار اور معین و مددگار تھے اس لئے علماء کے قتل کی سزا میں وَمَا لَهُمْ مِّن نَّاصِرِينَ فرمایا یعنی ان کو خدا کی سزا سے کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا نہ ملے گا۔ ان واقعات میں اہل اسلام کے لئے بھی عبرت کا سامان ہے کہ جو گناہ جرائم گذشتہ قوموں نے کئے ہیں اُن سے کامل طور پر ہم بچتے رہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ جس سزا میں وہ مبتلا ہوئے کہیں وہ ہم پر نازل نہ ہو۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول پاک کی سچی فرمانبرداری اور اتباع نصیب فرما۔ اور اس اتباع کی برکت سے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ہمیں کامیابی اور سرخروئی نصیب فرما۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ

کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا اور اسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے پھر ان میں سے

أَلَمْ تَرَ	إِلَى	الَّذِينَ	أُوتُوا	نَصِيبًا	مِّنَ	الْكِتَابِ	يُدْعَوْنَ	إِلَىٰ	كِتَابِ اللَّهِ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَهُمْ	ثُمَّ	يَتَوَلَّىٰ
کیا نہیں دیکھا	طرف (کی)	وہ لوگ جو	دیا گیا	ایک حصہ	سے	کتاب	بلائے جاتے ہیں	طرف	اللہ کی کتاب	تاکہ وہ فیصلہ کرے	انکے درمیان	پھر	پھر جاتا ہے

فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾

بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رخی کرتے ہوئے

فَرِيقٌ	مِّنْهُمْ	وَهُمْ	مُّعْرِضُونَ
ایک فریق	ان سے	اور وہ	منہ پھیرنے والے

شان نزول: شان نزول سے متعلق یہ ہے کہ خیبر کے یہودیوں میں سے کسی مالدار یہودی نے ایک یہودن سے زنا کیا توریت میں زنا کی سزا رجم تھی یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کردینا۔ چونکہ یہ دونوں مجرم خاندانی اور مالدار تھے اسلئے یہود کو انکا سنگسار کرنا گوارا نہ ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے کہ آپ فیصلہ کردیں۔ اور ایسا انہوں نے اس خیال سے کیا کہ وہ یہ سمجھے تھے کہ قرآن کی رو سے انکی ہلکی سزا ہوگی۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ یہ سن کر یہود کہنے لگے کہ آپ نے ہم پر ظلم کیا۔ ان کو سنگسار کرنے کا حکم نہیں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان توریت فیصلہ کن ہے اس کا فیصلہ توریت پر رکھو کہنے لگے کہ ہاں یہ انصاف کی بات ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر توریت کا کون بڑا عالم ہے۔ بولے عبداللہ ابن صوریا۔ چنانچہ اس کو بلوایا گیا اور توریت بھی منگوائی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توریت کا وہ پارہ جس میں رجم کی آیت تھی ابن صوریا سے فرمایا پڑھو۔ اس نے پڑھنا شروع کیا جب آیت رجم تک پہنچا تو اس پر ہتھیلی رکھ لی اور آگے بڑھ گیا۔ یعنی رجم کی عبارت کو چھوڑ کر آگے پیچھے کی عبارتیں پڑھ دیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام جو یہود کے بڑے عالم تھے اور اب اسلام لا چکے تھے انہوں نے فوراً عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے آیت رجم کو چھوڑ دیا ہے اور پھر خود اٹھ کر اور اسکا ہاتھ ہٹا کر آیت رجم پڑھ دی جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں اور گواہ موجود ہوں تو دونوں کو سنگسار کیا جائے اور اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک انتظار کیا جائے۔ اس پر یہودی ذلیل ہوئے اور دونوں زانی مرد اور عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سنگسار کردیئے گئے۔ جس پر یہود سخت ناراض ہوئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس آیت میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

اہل کتاب کی بناوٹی حق پرستی

حاصل ارشاد ان آیات کا یہ ہے کہ یہ اہل کتاب حق پرستی کے مدعی ہیں حالانکہ انہوں نے مذہب انبیاء میں تحریف کرکے اپنی طرف سے من گھڑت عقیدے بنا رکھے ہیں۔ یہود تورات پر ایمان کے مدعی ہیں لیکن جب تورات کے احکام کی پابندی کی دعوت ان کو دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی کے فیصلہ کو مان لو تو اس کو بھی نہیں مانتے اور غصہ سے منہ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو جب اپنی مذہبی کتاب کے متعلق ان کا یہ حال ہے تو قرآن واسلام کے متعلق انکے خیالات بد کا کیا ٹھکانا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ایمان واسلام پر استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم کو صرف گنتی کے تھوڑے دنوں تک دوزخ کی آگ لگے گی۔ اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ان کی تراشی ہوئی۔

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْا	لَنْ تَمَسَّنَا	النَّارُ	اِلَّآ	اَيَّامًا	مَّعْدُوْدٰتٍ	وَّغَرَّهُمْ	فِيْ	دِيْنِهِمْ	مَّا	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ
یہ	اسلئے کہ وہ	کہتے ہیں	ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی	آگ	مگر	چند دن	گنتی کے	اور انہیں دھوکہ میں ڈالدیا	میں	ان کا دین	جو	وہ گھڑتے تھے

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۪ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

باتوں نے سوان کا کیا حال ہوگا جب کہ ہم ان کو اس دن میں جمع کریں گے جس میں ذرا شبہ نہیں اور پورا پورا بدلہ مل جاویگا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا تھا اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا

فَكَيْفَ	اِذَا	جَمَعْنٰهُمْ	لِيَوْمٍ	لَّا رَيْبَ	فِيْهِ	وَ	وُفِّيَتْ	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ
سو کیا	جب	انہیں ہم جمع کرینگے	اس دن	نہیں شک	اس میں	اور	پورا پائے گا	ہر	شخص	جو	اس نے کمایا	اور وہ	حق تلفی نہ ہوگی

یہود کی گمراہی کا سبب: درحقیقت یہود کی بے دینی اور گمراہی کا سبب یہ ہے کہ انکے مذہبی پیشوا اور اسلاف نے دین الٰہی میں تراش خراش کر کے اپنی طرف سے چند ڈھکوسلے بنا رکھے ہیں۔ مثلاً ان یہود کا قول ہے کہ اوّل تو ہمیں سزا ملے ہی گی نہیں اور اگر ملی بھی تو صرف چند دنوں کے لئے یعنی ۷ دن یا ۴۰ دن ہم صرف جہنم میں رہیں گے کیونکہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں ہیں اسکے علاوہ حضرت یعقوب سے خدا نے وعدہ کرلیا ہے کہ تیری اولاد کو دوزخ میں نہیں ڈالوں گا مگر صرف قسم پوری کرنے کو۔

یہود کے ان باطل اور من گھڑت عقائد کی تردید فرمادی گئی اور صاف صاف بتلا دیا گیا کہ اپنے عقائد اور اعمال کی سزا قیامت میں ہر ایک کو ملے گی اور اس تک انکو اپنے تراشیدہ اقوال اور دین الٰہی میں ترمیم کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔

ایک شبہ کا جواب: ان آیات کے شان نزول کے تحت جو واقعہ مذکور ہوا اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے بعض قوانین سابقہ کتب الٰہیہ کے قوانین کے مطابق ہیں اور غیر مسلموں کا باہمی فیصلہ ان کی مذہبی کتاب کے موافق ہونا چاہئے۔ اب یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی یہودی اور یہودن کو جو کافر تھے ان کو اسلامی قانون کے موافق کیوں رجم کروا دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ مذکورہ میں یہودی زانی اور زانیہ کا رجم شریعت اسلامیہ کے حکم سے نہ تھا اور نہ اُن پر اسلامی حکم جاری کیا گیا تھا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مشرکین عرب کو زنا کی وجہ سے رجم کیا اس واقعہ میں خود یہودی کی کتاب کا حکم اُن پر جاری فرمایا اور وہ بھی اسلئے کہ اس معاملہ میں خود اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حکم اور حاکم مان لیا تھا۔ چنانچہ اب بھی اسلامی حکومت میں اگر کفار کا کوئی آپس کا مقدمہ اسلامی حاکم کے پاس آئے تو اسلامی حاکم کفار صاحب مقدمہ پر اُن کے مذہب کے موافق احکام جاری کرے گا مثلاً کفار کے میراث کے احکام اُن کے مذہب کے مطابق اُن پر جاری ہوں گے نہ کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق۔ الغرض اس آیت اور گذشتہ آیات میں اہل کتاب و منکرین اسلام کی سرکشی عناد اور تعصب کا ذکر ہوا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنے دین محمدی پر سچائی و پختگی کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق عطا فرما اور یوم قیامت میں ہمارے ساتھ رحم و کرم و مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ

آپ یوں کہئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ ملک جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب کر دیتے ہیں اور جس کو

قُلِ	اللّٰهُمَّ	مٰلِكَ	الْمُلْكِ	تُؤْتِی	الْمُلْكَ	مَنْ	تَشَآءُ	وَتَنْزِعُ	الْمُلْكَ	مِمَّنْ	تَشَآءُ	وَتُعِزُّ	مَنْ	تَشَآءُ
آپ کہیں	اے اللہ	مالک	ملک	تو دے	ملک	جسے	تو چاہے	اور چھین لے	ملک	جس سے	تو چاہے	اور عزت دے	جسے	تو چاہے

وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

وَتُذِلُّ	مَنْ	تَشَآءُ	بِيَدِكَ	الْخَيْرُ	اِنَّكَ	عَلٰی	كُلِّ	شَیْءٍ	قَدِيْرٌ	
اور ذلیل کر دے	جسے	تو چاہے	تیرے ہاتھ میں	تمام بھلائی	بیشک تو	پر	ہر	چیز	قادر	

یہود کی دنیا پرستی کا علاج:

جیسا کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے وفد نجران کے رئیس ابو حارثہ بن علقمہ نے کہا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں تو روم کے بادشاہ جو ہماری عزت اور مالی خدمت کرتے ہیں سب بند کر دیں گے۔ شاید یہاں دعاء و مناجات کے رنگ میں اس کا جواب دیا کہ جن بادشاہوں کی سلطنت اور ان کی دی ہوئی عزتوں پر تم مفتون ہو رہے ہو تو خوب سمجھ لو کہ کل سلطنت و عزت کا اصلی مالک خداوند قدوس ہے اسی کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو چاہے دے اور جس سے چاہے سلب کر لے کیا یہ امکان نہیں کہ روم و فارس کی سلطنتیں اور عزتیں چھین کر مسلمانوں کو دے دی جائیں بلکہ وعدہ ہے کہ ضرور دی جائیں گی۔

آج مسلمانوں کی موجودہ بے سر و سامانی اور دشمنوں کی طاقت کو دیکھتے ہوئے بیشک یہ چیز تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسی لئے یہود منافقین مذاق اڑاتے تھے کہ قریش کے حملہ سے ڈر کر مدینہ کے گرد خندق کھودنے والے مسلمان قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت پر قبضہ پانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ نے چند ہی سال میں دکھلا دیا کہ روم و فارس کے جن خزانوں کی کنجیاں اس نے اپنے پیغمبر کے ہاتھ میں دی تھیں فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں وہ کس طرح مجاہدین اسلام کے درمیان تقسیم ہوئے۔ اصل یہ ہے کہ یہ مادی سلطنت و عزت کیا چیز ہے جب خداوند قادر و حکیم نے روحانی سلطنت و عزت کا آخری مقام (یعنی منصب نبوت و رسالت) بنی اسرائیل سے منتقل کر کے بنی اسمٰعیل میں پہنچا دیا تو روم و عجم کی ظاہری سلطنت کا عرب کے خانہ بدوشوں کی طرف منتقل کر دینا کیا مستبعد ہے گویا یہ دعا ایک طرح کی پیشینگوئی تھی کہ عنقریب دنیا کی کایا پلٹ ہونے والی ہے۔ جو قوم دنیا سے الگ تھلگ پڑی تھی عزتوں اور سلطنتوں کی مالک ہوگی، اور جو بادشاہت کر رہے تھے ان کو اپنی بداعمالیوں کی بدولت پستی و ذلت کے غار میں گرایا جائے گا۔ (تنبیہ) بِیَدِکَ الْخَیْرُ بیشک خدا کے ہاتھ میں ہر قسم کی خیر و خوبی ہے اور شر کا پیدا کرنا بھی اس کے اعتبار سے خیر ہی ہے۔ کیونکہ مجموعہ عالم کے اعتبار سے اس میں ہزار ہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ فی الحدیث الصحیح اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِیْ یَدَیْکَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ. ﴿تفسیر عثمانی﴾

دُعاء کیجئے

یا اللہ! مالک الملک ذوالجلال والاکرام ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے قلوب کو ایمان و تقویٰ کے نور سے منور فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

آپ رات کو دن میں داخل کردیتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کردیتے ہیں اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں اور بے جان چیز کو جاندار سے

تُوْلِجُ	الَّيْلَ	فِي النَّهَارِ	وَتُوْلِجُ	النَّهَارَ	فِي الَّيْلِ	وَتُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَتُخْرِجُ	الْمَيِّتَ	مِنَ
تو داخل کرتا ہے	رات	دن میں	اور داخل کرتا ہے تو	دن	رات میں	اور تو نکالتا ہے	جاندار	سے	بے جان	اور تو نکالتا ہے	بے جان	سے

الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

نکال لیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں۔

الْحَيِّ	وَتَرْزُقُ	مَنْ	تَشَآءُ	بِغَيْرِ حِسَابٍ
جاندار	اور تو رزق دیتا ہے	جسے	تو چاہے	بے حساب

یہودیوں کی خام خیالوں کا سد باب

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ : یعنی کبھی رات کو گھٹا کر دن کو بڑھا دیتا ہے کبھی اس کا عکس کرتا ہے، مثلاً ایک موسم میں ۱۴ گھنٹے کی رات اور دس گھنٹہ کا دن ہے۔ چند ماہ بعد رات کے چار گھنٹہ کاٹ کر دن میں داخل کردیے۔ اب رات دس گھنٹہ کی رہ گئی اور دن ۱۴ گھنٹہ کا ہوگیا۔ یہ سب الٹ پھیر تیرے ہاتھ میں ہیں۔ کیونکہ شمس و قمر وغیرہ تمام سیارات بدون تیرے ارادہ کے ذرا حرکت نہیں کرسکتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی رات۔ جاہل قوموں نے رات اور دن دونوں کو دیوی دیوتاؤں کی حیثیت دے رکھی ہے آیت میں ضمناً ان خرافات کا بھی رد آ گیا۔

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ یعنی بیضہ کو مرغی سے، مرغی کو بیضہ سے آدمی کو نطفہ سے، نطفہ کو آدمی سے جاہل کو عالم سے، عالم کو جاہل سے، کامل کو ناقص سے، ناقص کو کامل سے نکالنا تیری ہی قدرت کا کام ہے۔

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ یہود سمجھتے تھے کہ پہلے جو بزرگی ہم میں تھی وہ ہی ہمیشہ رہے گی، یہ لوگ اللہ کی قدرت سے غافل ہیں، اللہ تعالیٰ قدیر وعزیز اور مختار ہے جس کو چاہے عزیز کرے اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے اور ذلیل کردے۔ اور جاہلوں میں کامل پیدا کرے (جیسے عرب کے اُمیوں میں سے کئے) اور کاملوں میں سے جاہل (جیسے بنی اسرائیل میں ہوا) اور جس کو چاہے (حسی ومعنوی) رزق بے حساب دیوے۔ لہٰذا غرور اور آرزوں پر رہنا بے وقوفی ہے۔

فضائل: اب اخیر میں ان تلاوت کردہ آیات کی کچھ فضیلت خصوصی بھی سن لیجئے۔ امام بغوی نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسیؔ اور سورۂ آل عمران کی دو آیتیں۔ ایک شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور دوسری قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے بِغَيْرِ حِسَابٍ تک (یعنی آیت زیر تفسیر) پڑھا کرے تو میں اس کا ٹھکانا جنت میں بنا دونگا اور اس کو اپنے خطیرۃ القدس میں جگہ دونگا اور ہر روز اسکی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت کروں گا اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا اور ہر حاسد و دشمن سے پناہ دوں گا اور اُن پر اس کو غالب رکھوں گا۔

نیز بزرگان دین نے لکھا ہے کہ اس آیت کی خاصیت یہ ہے کہ جو اس پر مداومت کرے اللہ تعالیٰ اسکو قرض سے سبکدوش فرماتا ہے بعض بزرگوں نے یہ تخصیص بھی کی ہے کہ نماز کے بعد سات بار پڑھے اور اس عمل کو ادائیگی قرض کے لئے مجرب لکھا ہے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ! دشمنان دین واسلام کی قوت وشوکت کو پاش پاش فرمادے۔ اے اللہ دشمنان دین کو آپس میں ٹکرادے اور ان کی قوتوں کو پامال فرمادے۔ اے اللہ اہل اسلام کو پھر غلبہ اور شوکت عطا فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ

مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں سے تجاوز کر کے اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں

لَا يَتَّخِذِ	الْمُؤْمِنُوْنَ	الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ دُوْنِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَمَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	فَلَيْسَ	مِنَ
نہ بنائیں	مومن (جمع)	کافر (جمع)	دوست (جمع)	علاوہ (چھوڑ کر)	مومن (جمع)	اور جو	کرے	ایسا	تو نہیں	سے

اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم اُن سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اللّٰهِ	فِيْ شَيْءٍ	اِلَّآ	اَنْ	تَتَّقُوْا	مِنْهُمْ	تُقٰىةً	وَيُحَذِّرُكُمُ	اللّٰهُ	نَفْسَهٗ	وَاِلَى	اللّٰهِ	الْمَصِيْرُ
اللہ	کوئی تعلق	سوائے	کہ	بچاؤ کرو	ان سے	بچاؤ	اور ڈراتا ہے تمہیں	اللہ	اپنی ذات	اور طرف	اللہ	لوٹ جانا

کفار سے دوستی مت کرو: ان آیات سے احکام حسب ذیل معلوم ہوئے۔(۱) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کو چھوڑ کر اسلام نور ہدایت ہے اور کفر ظلمت اور اجتماع ضدین عقلاً ونقلاً محال ہے۔(۲) مذکورہ بالا حکم کی مخالفت پر یہ وعید سنائی گئی کہ جو کوئی یہ کام کرے یعنی کافروں کو دوست بنائے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی سروکار نہیں۔(۳) مذکورہ بالا حکم سے ایک صورت استثنیٰ کی بھی ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ محض تدبیر اور انتظام کے درجہ میں کافروں سے ظاہری دوستی کی اس حد تک اجازت ہے کہ جہاں تک اُن کے شر اور ضرر سے بچنے کے لئے بقدر حاجت حفاظتی تدبیر کی ضرورت ہے یعنی محض ظاہری تعلق شر اور ضرر سے بچنے کے لئے پیدا کرنا جائز ہے باقی دلی تعلق اور قلبی محبت کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔

کفار کے ساتھ معاملات و تعلقات کی مختلف نوعیتیں: علماء مفسرین نے کفار کے ساتھ معاملات کی تفصیل میں حسب ذیل پانچ درجات بیان کئے ہیں۔ پہلا معاملہ کافروں کی ملت اور مذہب کو اچھا جان کر اُن سے تعلق قلبی یا دلی مودت ومحبت کی جائے یہ قطعاً حرام ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ کافروں کے مذہب کو تو برا سمجھتا ہو مگر دنیوی معاملات میں خوش خلقی اور حسن سلوک سے کافروں کے ساتھ پیش آتا ہو یہ اسلامی رواداری ہے۔ تیسرے کافروں کے مذہب کو برا جانتا ہو مگر کسی دنیوی لالچ کی وجہ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اُن کی مدد کرتا ہو اور مسلمانوں کے راز اُن کو بتلاتا ہو یہ کبیرہ گناہ ہے اور اگر انہیں افعال پر قائم رہیگا تو کفر کا اندیشہ ہے۔ چوتھے کافروں کی طرف دلی میلان نہ ہو نہ اُن کے مذہب کو اچھا جانتا ہو لیکن کفار کی حکومت ہو یا اس شخص کو جانی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ظاہری تعلق اُس حد تک جائز ہے کہ احکام اسلامی میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہو۔ پانچویں غیر مسلموں کے ساتھ احسان اور ہمدردی خیر خواہی اور نفع رسانی کے معاملات کرنا یہ بجز کفار اہل حرب کے جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

خلاصہ اس سب تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ قلبی اور دلی دوستی ومحبت تو کسی کافر کے ساتھ کسی حال میں جائز نہیں اور احسان وہمدردی اور نفع رسانی بجز اہل حرب کے سب کے ساتھ جائز ہے۔ اسی طرح ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ بھی جائز ہے جبکہ اُس کا مقصد غیر مسلم مہمان کی خاطر داری یا اُن کو اسلامی معاملات یا دینی نفع پہنچانا مقصود ہو یا اپنے آپ کو اُن کے کسی نقصان اور ضرر سے بچانا مقصود ہو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ایمان واسلام کی سچی محبت نصیب فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰہُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اس کو ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

قُلْ	اِنْ	تُخْفُوْا	مَا	فِیْ	صُدُوْرِکُمْ	اَوْ	تُبْدُوْهُ	یَعْلَمْهُ	اللّٰہُ	وَیَعْلَمُ	مَا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ
کہہ دیں	اگر تم	چھپاؤ	جو	میں	تمہارے سینے (دل)	یا	تم ظاہر کرو	اسے جانتا ہے	اللہ	اور وہ جانتا ہے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖۛ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی کامل رکھتے ہیں جس روز کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو بھی اس بات کی تمنا

وَاللّٰہُ	عَلٰی	کُلِّ	شَیْءٍ	قَدِیْرٌ	یَوْمَ	تَجِدُ	کُلُّ	نَفْسٍ	مَا	عَمِلَتْ	مِنْ	خَیْرٍ	مُحْضَرًا	وَمَا	عَمِلَتْ	مِنْ
اور اللہ	پر	ہر	چیز	قادر	دن	پائے گا	ہر	شخص	جو	اس نے کی	سے (کوئی)	نیکی	موجود	اور جو	اسنے کی	سے کوئی

سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِیْدًا ؕ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت ہوتی اور خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں بندوں پر

سُوْءٍ	تَوَدُّ	لَوْ اَنَّ	بَیْنَهَا	وَ	بَیْنَهٗ	اَمَدًا	بَعِیْدًا	وَیُحَذِّرُکُمُ	اللّٰہُ	نَفْسَهٗ	وَاللّٰہُ	رَءُوْفٌ	بِالْعِبَادِ
برائی	آرزو کریگا	کاش کہ	اسکے درمیان	اور	اسکے درمیان	فاصلہ	دور	اور تمہیں ڈراتا ہے	اللہ	اپنی ذات	اور اللہ	شفقت کرنیوالا	بندوں پر

اللہ تعالیٰ کا علم تمام عالم پر محیط ہے

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم دل ہی دل میں پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اُس کو زبان و جوارح سے ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اُس کو ہر حال میں جانتے ہیں اور اسی کی کیا تخصیص ہے وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے کوئی چیز اُن سے مخفی نہیں اور علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی رکھتے ہیں سو اگر تم کسی امر قبیح کا ارتکاب کرو گے خواہ ظاہراً یا باطناً تو وہ تم کو سزا دے سکتے ہیں۔ جس روز ایسا ہوگا کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو بھی پائے گا اُس روز اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اُس شخص کے اور اُس روز کے درمیان دور دراز کی مسافت حائل ہوتی تاکہ اپنے اعمال بد کا معائنہ نہ کرنا پڑتا۔ اور تم سے پھر کر کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات عظیم الشان سے ڈراتے ہیں اور یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں اپنے بندوں کے حال پر۔ اُس مہربانی سے یوں چاہتے ہیں کہ یہ سزائے آخرت سے بچے رہیں اور بچنے کا طریقہ ہے اعمال بد کا ترک کرنا اور ترک کرنا عادتاً بدون ڈرانے کے ہوتا نہیں اس لئے ڈراتے ہیں پس یہ ڈرانا عین عنایت و شفقت ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمارے دلوں میں کفر و شرک اور فسق و فجور کی نفرت پیدا فرما تاکہ ہم ہر چھوٹے بڑے ظاہری اور باطنی گناہ اور بری باتوں سے علیحدہ رہیں۔ یا اللہ ہم میں آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمخواری عطا فرما اور ہر حال میں ہمیں ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں

قُلْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تُحِبُّوْنَ	اللّٰهَ	فَاتَّبِعُوْنِيْ	يُحْبِبْكُمُ	اللّٰهُ	وَيَغْفِرْ لَكُمْ	ذُنُوْبَكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
آپ کہدیں	اگر	تم ہو	محبت رکھتے	اللہ	تو میری پیروی کرو	تم سے محبت کریگا	اللہ	اور تمہیں بخشدے گا	گناہ تمہارے	اور اللہ	بخشنے والا	مہربان

خدا سے محبت کا معیار

دشمنانِ خدا کی موالات و محبت سے منع کرنے کے بعد خدا سے محبت کرنے کا معیار بتلاتے ہیں یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباعِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔

جو شخص جس قدر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے، اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا، اتنا ہی حضور کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا۔ اور اللہ کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔ گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوت کا بیان شروع کیا گیا اور پیغمبر آخر الزماں کی اطاعت کی دعوت دی گئی۔ (تفسیر عثمانی)

محبت کی حقیقت

محب کے دل کا محبوب کے خیال میں مشغول رہنا اور ایسا استغراق ہو جانا کہ دوسرے کی طرف توجہ نہ رہے اور کسی وقت خیالِ محبوب کی طرف توجہ اور اشتغال کے بغیر چارہ ہی نہ ہو یہ محبت کا مفہوم ہے۔ یہی مطلب ہے کہ اس قول کا کہ عشق دل کی آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو سوخت کر دیتی ہے یعنی ہر چیز کی طرف سے توجہ کو ہٹا دیتی ہے محبوب کے سوا ہر شے کا تصور مٹا دیتی ہے گویا محب کی نظر میں محبوب کے علاوہ کوئی چیز موجود ہی نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ اس کو اپنی ہستی بھی نظر نہیں آتی ہر ماسوا تصورِ محبوب میں فنا ہو جاتا ہے۔ اس مغلوب الحالی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کو طبعاً وہی چیز پسند آتی ہے جو محبوب کو پسند ہو اور اس چیز سے ذاتی نفرت ہو جاتی ہے جس سے محبوب کو نفرت ہو وہ ہر وقت مرضیِ محبوب کا خواستگار رہتا ہے اس کو نہ ثواب اور فائدہ کا لالچ رہتا ہے نہ عذاب اور ضرر کا اندیشہ اگرچہ بالعرض اس کی طلب میں طمع اور خوف کی آمیزش ہوتی ہے (مگر آلائش نہیں ہوتی اس کی اصل غرض محبوب کی خوشنودی کی طلب ہوتی ہے۔

اللہ کی محبت

یہ تو بندہ کی محبت کی حقیقت ہے، رہی اللہ کی محبت بندہ سے تو ظاہر ہے کہ اللہ قلب، استغراق تصور اور انہماک سے پاک ہے اس کو ایسی توجہ کسی طرف نہیں ہوتی کہ دوسری طرف توجہ نہ رہے اس کی محبت ایک سادہ انس کا نام ہے جو بندہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور دوسرے کی طرف بندہ کو مائل نہیں ہونے دیتا اللہ کی طرف سے اسی کشش کا نتیجہ ہوتا ہے کہ بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

23

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ۝۳۲

آپ یہ فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں سو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے

	قُلْ	اَطِیْعُوا	اللّٰہَ	وَ	الرَّسُوْلَ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّ	اللّٰہَ	لَا یُحِبُّ	الْکٰفِرِیْنَ	
	آپ کہہ دیں	تم اطاعت کرو	اللہ	اور	رسول	پھر اگر	وہ پھر جائیں	تو بیشک	اللہ	نہیں دوست رکھتا	کافر (جمع)	

یہود ونصاریٰ کے دعووں کی حقیقت

یہود ونصاریٰ کہتے تھے نحن ابناء اللہ واحباؤہ (ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں) یہاں بتلا دیا گیا کہ کافر کبھی خدا کا محبوب نہیں ہوسکتا۔ اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے احکام کی تعمیل کرو پیغمبر کا کہا مانو اور خدا کے سب سے بڑے محبوب کے نقش قدم پر چلے آؤ۔ وفد نجران نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم مسیح کی تعظیم وعبادت اللہ کی محبت و تعظیم کے لئے کرتے ہیں، اس کا بھی جواب ہوگیا۔ کہ اگر واقعی تم اللہ ہی کے اطاعت گذار ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آخری پیغمبر کی اطاعت کیوں نہیں کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں ہے

یہاں اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فرما کر یعنی اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی یہ صاف ظاہر فرما دیا کہ خدا رسول دونوں کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی ہے اور رسول کی اطاعت وفرمانبرداری بعینہ خدا کی اطاعت وفرمانبرداری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمادیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری سب امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (امت میں ہوتے ہوئے) انکار کون کرسکتا ہے۔ فرمایا جس نے میرا کہا مانا وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو اس نے انکار کیا۔ متفق علیہ۔ دیکھو اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے داخلہ کو اپنی اطاعت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے فرمایا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اللہ کے فرمان برداروں اور نافرمانوں میں امتیاز قائم کردیا ہے۔ رواہ البخاری فی حدیث طویل عن جابرؓ (تفسیر مظہری)

آگے اللہ تعالیٰ کے چند محبّ ومحبوب بندوں کا حال سنایا گیا اور وفد نجران کی رعایت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی جو کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی تمہید ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ اپنے حبیب پاک کی محبت کے ساتھ آپ کا اتباع بھی ہمیں نصیب فرما۔ اور ظاہراً و باطناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی ہم کو پابندی نصیب فرما۔ اے اللہ آپ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہیں اے اللہ ہم پر بھی کرم ورحم کی نظر فرما۔
اے اللہ اپنی مغفرت ورحمت سے ہم سب کو دین ودنیا میں نواز دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ۝ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ

بیشک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو تمام جہان پر بعضے ان میں بعضوں کی اولاد ہیں

اِنَّ	اللّٰهَ	اصْطَفٰۤى	اٰدَمَ	وَ نُوْحًا	وَّ اٰلَ	اِبْرٰهِیْمَ	وَ اٰلَ عِمْرٰنَ	عَلَى	الْعٰلَمِیْنَ	ذُرِّیَّةً	بَعْضُهَا	مِنْ
بیشک	اللہ	چن لیا	آدم	اور نوح	اور ابراہیم کا گھرانہ		اور عمران کا گھرانہ	پر	سارے جہان	اولاد	وہ ایک	سے

بَعْضٍؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌۚ۝

اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور جاننے والے ہیں

بَعْضٍ	وَ اللّٰهُ	سَمِیْعٌ	عَلِیْمٌ	
دوسرے	اور اللہ	سننے والا	جاننے والا	

اللہ تعالیٰ کے چند برگزیدہ ومحبوب بندے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے چند برگزیدہ اور مجبور بندوں کا ذکر فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے دنیا کو خدا تعالیٰ کی محبت کی تعلیم دی اور اس کا طریقہ بتلایا اور جو سب سے پہلے خدا کے نبی اور معلم ہیں۔ جو خداوند عزاسمہ کے خلیفہ ہیں اور علم و معرفت میں فرشتوں سے بڑھ کر ہیں وہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ آدم علیہ السلام کا برگزیدہ ہونا کئی وجوہ سے ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے خاص دستِ قدرت سے انہیں پیدا فرمایا۔ انہیں نسلِ انسانی کا وارث اعلیٰ بنایا۔ ملائکہ کا مسجود بنایا۔ جنت الفردوس میں ٹھہرایا۔ اس دنیا میں سب سے پہلے پیغمبر آپ ہی ہیں اس لئے سب سے پہلے ذکر آپ کا فرمایا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ نوح علیہ السلام کی برگزیدگی اس طرح ہے کہ آپ آدم علیہ السلام کے بعد پہلے وہ نبی ہیں جنھوں نے کفار کو تبلیغ کی۔ آپ کے اتباع کرنے والوں کو نجات ملی اور آپ کے اتباع سے اعراض کرنے والوں کو غرق کیا گیا۔ پھر آل ابراہیم کا ذکر فرمایا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں بعض کو برگزیدہ اور پسندیدہ بنایا جیسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام اور اسی طرح آل عمران یعنی خاندان عمران میں سے بھی بعض کو برگزیدہ فرمایا۔

عمران سے مراد کون

یہاں عمران سے مراد کون سے عمران ہیں؟ اس میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے والد ہیں جن کا نام عمران تھا اور بعض مفسرین کے نزدیک حضرت مریم کے والد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل تھے بہر حال یہاں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد مراد ہیں تو آل عمران سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام مراد ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک ممکنہ وہم کا ازالہ

چونکہ عموماً نسب کا سلسلہ باپ کی طرف سے چلتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے وہم ہوسکتا تھا کہ ان کو نسل ابراہیمی سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آل عمران اور ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ فرما کر متنبہ کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ماں ہی سے پیدا ہوئے ہیں تو ان کا سلسلہ نسب بھی ماں ہی کی طرف سے لیا جائے گا نہ کہ معاذ اللہ خدا کی طرف سے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی والدہ مریم صدیقہ کے باپ عمران کا سلسلہ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پہنچتا ہے۔ تو آل عمران آل ابراہیم کی ایک شاخ ہوئی اور کوئی پیغمبر خاندان ابراہیمی سے باہر نہ ہوا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں اپنے تمام انبیاء کی عموماً اور نبی آخر الزمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصاً اتباع کامل نصیب فرما اور آپ کی صحیح و سچی محبت و عظمت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

جب عمران کی بیوی نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جائے گا سو آپ مجھ سے قبول کر لیجئے بیشک آپ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔

إِذْ	قَالَتِ	امْرَاَتُ عِمْرٰنَ	رَبِّ	اِنِّيْ	نَذَرْتُ	لَكَ	مَا	فِيْ بَطْنِيْ	مُحَرَّرًا	فَتَقَبَّلْ	مِنِّيْ	اِنَّكَ	اَنْتَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ
جب	کہا	بی بی عمران	اے میرے رب	بیشک میں	میں نے نذر کیا	تیرے لئے	جو	میرے پیٹ میں	آزاد کیا ہوا	سو تو قبول کر لے	مجھ سے	بیشک تو	تو	سننے والا	جاننے والا

حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں نصاریٰ کے خیالات باطلہ کا رد

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی حالات بیان کرنے سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کی پیدائش اور اُن کے حالات بیان فرمائے کہ کس طرح حق تعالیٰ شانہٗ نے آل عمران پر اپنی توجہات وعنایات فرمائیں اور اسی سلسلہ کلام میں مناسبت کی وجہ سے ضمناً حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا۔ نصاریٰ کے عقائد باطلہ کے سلسلہ میں ان آیات میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر اور ان کی پیدائش اور پرورش کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ عیسائیوں کا ایک فرقہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے علاوہ آپ کی والدہ حضرت مریم صدیقہ کو الوہیت میں شامل کرتا تھا اور انہیں یہ شبہ اس لئے ہوا تھا کہ حضرت مریم کے بچپن میں بے موسم پھل اُن کے پاس منجانب اللہ موجود ہوتے تھے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کو کچھ مافوق الاسباب اختیار تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیالات باطلہ کے رد میں حضرت مریم کے حالات بیان فرمائے اور بتلایا کہ دیکھو حضرت مریم کتنی دعاؤں کے بعد تو پیدا ہوئیں اور کس طرح اُن کی پرورش کی گئی۔ بھلا جو اپنی پیدائش اور پرورش میں دوسروں کی محتاج ہو وہ کس طرح معبود بن سکتی ہے اور الوہیت میں شریک ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے حضرت مریم کی پیدائش اور پھر اُن کی پرورش کا حال بیان کیا۔

حضرت مریم کی والدہ کا نذر ماننا

اُس زمانے کی شرع کے موافق ایسی نذر ماننا بڑی نیکی اور ثواب کا کام تھا کہ جو لڑکا پیدا ہوگا اُسے اللہ کے نام پر آزاد کر دیا جائے گا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بچہ تمام دنیوی کاموں اور نکاح وغیرہ کے تعلقات سے آزاد ہو کر ہمیشہ تا زندگی اللہ کی عبادت اور خانہ خدا کی خدمت میں لگا رہے گا گویا اس طرح اولاد کو دین و مذہب کی خدمت کے لئے وقف کر دینا تھا اس لئے حضرت مریم کی والدہ نے نذر مانی کہ خداوندا جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں اسے تیرے نام پر آزاد کرتی ہوں اور اس نذر کے ماننے میں خاتون (یعنی حضرت مریم کی والدہ حنہ بنت فاقوذا) نے اشارۃً یہ دعاء بھی کی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہو کیونکہ ایسی نذر ماننا صرف لڑکوں کے ساتھ مخصوص تھا۔ سو انہوں نے اس گمان سے نذر مانی تھی کہ اُن کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہم کو آپ اپنی حفاظت اور پناہ میں لے لیں اور شیطان کے ہر شر سے ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ

پھر جب لڑکی جنی کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی حالانکہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں اُس کو جو انہوں نے جنی اور وہ لڑکا

فَلَمَّا	وَضَعَتْهَا	قَالَتْ	رَبِّ	اِنِّیْ	وَضَعْتُهَآ	اُنْثٰی	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	وَضَعَتْ	وَلَيْسَ	الذَّكَرُ
سو جب	اسنے اسکو جنم دیا	اس نے کہا	اے میرے رب	میں نے	جنم دی	لڑکی	اور اللہ	خوب جانتا ہے	جو	اس نے جنا	اور نہیں	بیٹا

كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾

اس لڑکی کے برابر نہیں اور میں نے اُس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اُس کو اور اُس کی اولاد کو آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے

كَالْاُنْثٰی	وَاِنِّیْ	سَمَّيْتُهَا	مَرْيَمَ	وَاِنِّیْٓ اُعِيْذُهَا	بِكَ	وَذُرِّيَّتَهَا	مِنَ	الشَّيْطٰنِ	الرَّجِيْمِ
مانند بچی	اور میں	اس کا نام رکھا	مریم	اور میں پناہ میں دیتی ہوں اسکو	تیری	اور اس کی اولاد	سے	شیطان	مردود

حضرت مریم کی پیدائش کا قصہ

حضرت مریم کی والدہ نے اُن کی پیدائش پر یہ دعا بھی مانگی تھی کہ یا اللہ میں اسکو اور اسکی اولاد کو آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے چنانچہ ان کی یہ عرض بھی قبول ہوئی جیسا کہ حدیث صحیحین میں آیا ہے کہ ہر بچہ کو ولادت کے وقت شیطان چھیڑتا ہے اور اُس کے چھیڑنے سے بچہ چلاتا ہے بجز حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اور مریم بمعنی عابدہ نام رکھنے کے تصریح میں یہ اشارہ ہے کہ میں اپنی نذر پر حتی الامکان قائم ہوں۔ اس لڑکی کو بھی خانہ خدا کے لئے فارغ کروں گی اگر خدمت کے لئے نہیں تو عبادت کے لئے سہی۔ غرض حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ان کو لے کر بنی اسرائیل کی عبادت گاہ خانہ خدا میں پہنچیں اور وہاں کے مجاورین و عابدین سے کہ اُن میں زکریا علیہ السلام بھی تھے جا کر کہا کہ اس لڑکی کو میں نے خاص خدا کے لئے مانا ہے اس لئے میں اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔ سو اس کو لے کر آئی ہوں آپ لوگ لے کر رکھئے۔ چونکہ حضرت عمران یعنی حضرت مریم کے والد بنی اسرائیل کی عبادت گاہ کے امام تھے اور حالت حمل میں اُن کی وفات ہو چکی تھی ورنہ سب سے زیادہ مستحق ان کے لینے کے وہ تھے بوجہ باپ ہونے کے بھی اور بوجہ امام ہونے کے بھی اس لئے ہر شخص اُن کے لینے اور پالنے کی خواہش رکھتا تھا۔

حضرت مریم کا حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں آنا

چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی ترجیح کی وجہ یہ بیان کی کہ میں بچی کا خالو ہوں اور میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے بعد ماں کے وہی رکھنے کی مستحق ہیں۔ مگر اور لوگ اس ترجیح پر راضی اور متفق نہ ہوئے۔ آخر قرعہ اندازی سے فیصلہ پر اتفاق قرار پایا اور قرعہ اندازی کی صورت بھی عجیب و غریب خلاف عادت ٹھہری جس کا بیان ان شاء اللہ آگے آوے گا اس میں بھی حضرت زکریا علیہ السلام کامیاب ہوئے۔ چنانچہ حضرت مریم اُن کو مل گئیں اور انہوں نے بعض روایات کی بنا پر ایک انا نوکر رکھ کر دودھ پلوایا اور بعض روایات میں ہے کہ دودھ پینے کی حاجت اُن کو نہیں ہوئی غرض وہ خود اٹھنے بیٹھنے لگیں۔ ان کو عبادت خانہ سے متعلق ایک مکان میں لا کر رکھا۔ لکھا ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام باہر جاتے تو باہر سے قفل لگا کر جاتے آ کر کھول لیتے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں اپنی اور اپنے مقبولین اولیاء و صلحاء کی محبت اور ان سے تعلق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا

پس اُن کو اُن کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر اُن کو نشو نما دیا اور زکریا کو ان کا سرپرست بنایا۔ جب بھی زکریا اُن کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے

فَتَقَبَّلَهَا	رَبُّهَا	بِقَبُولٍ	حَسَنٍ	وَّاَنْبَتَهَا	نَبَاتًا	حَسَنًا	وَّكَفَّلَهَا	زَكَرِيَّا	كُلَّمَا	دَخَلَ	عَلَيْهَا
تو قبول کیا اسکو	اسکا رب	قبول	اچھا	اور پروان چڑھایا اسکو	بڑھانا	اچھا	اور سپرد کیا اسکو	زکریا	جس وقت	داخل ہوتا	اسکے پاس

زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

تو اُن کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے۔ یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں

زَكَرِيَّا	الْمِحْرَابَ	وَجَدَ	عِنْدَهَا	رِزْقًا	قَالَ	يٰمَرْيَمُ	اَنّٰى	لَكِ	هٰذَا	قَالَتْ	هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ
زکریا	محراب (حجرہ)	پایا	اسکے پاس	کھانا	اسنے کہا	اے مریم	کہاں	تیرے لئے	یہ	اسنے کہا	یہ	سے	پاس	اللہ

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۞

بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں

اِنَّ	اللّٰهَ	يَرْزُقُ	مَنْ	يَّشَآءُ	بِغَيْرِ حِسَابٍ
بیشک	اللہ	رزق دیتا ہے	جسے	چاہے	بے حساب

دُعاء کی مقبولیت اور مریم علیہا السلام کی نشو نما کا ذکر

یہاں آیت میں فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ جو فرمایا یعنی اُن کے رب نے اُنہیں کو بوجہ احسن قبول فرمالیا تو اس کی ظاہری علامات یہ تھیں کہ اس قرعہ اندازی میں جو بطور معجزہ تھا حضرت زکریا علیہ السلام غالب آئے جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی مرضی تھی کہ حضرت مریم حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس رہیں اور پلیں اور یہ جو فرمایا کہ عمدہ طور پر اُن کو یعنی حضرت مریم کو نشو نما دیا اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ابتدا سے طاعت وعبادت میں مشغول رکھا دوسرے یہ کہ اور بچوں کے معمولی نشو نما سے انکا ظاہری نشو و نما زائد تھا آپ انہیں عبادت خانے میں چھوڑ کر جاتے واپس آتے تو آپ کے پاس پھل رکھے ہوتے تھے۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام جو ان سے پوچھتے تھے کہ یہ پھل پھلار اور کھانے پینے کی چیزیں کہاں سے آئیں تو وجہ اس کی یہ تھی کہ بجز ان کے اس مکان میں کوئی نہ آسکتا تھا۔ خود قفل لگا کر باہر جاتے اور خود آ کر کھولتے دوسرے وہ چیزیں بھی بے فصل میوے ہوتے تھے اس لئے تعجب ہوتا تھا۔ حضرت مریم فرماتیں اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں سو وہ رزق حضرت مریم کے لئے محض عالم غیب سے آتا تھا۔

حضرت مریم ولی تھیں

حضرت مریم کے متعلق قول مشہور یہی ہے کہ وہ ولی تھیں نبی نہیں تھیں چنانچہ یہ آیت کرامات اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خوارق ظاہر فرماتے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ جو ذات مریم کو بے وقت، بے فصل اور بغیر موسم اور بغیر سبب ظاہری کے میوہ پھل عطا فرمانے پر قادر ہے تو وہ بے شک اس پر بھی قادر ہے کہ مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں بانجھ بی بی سے امید قطع ہو جانے کے بعد فرزند عطا کر دے بایں خیال حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک فرزند صالح کی دعاء کی جس کا حال اگلی آیات میں ذکر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اور اپنے مقبولین کے طفیل سے ہمیں بھی رزق بے حساب عطا فرمائیں اور جو کچھ عطا فرمائیں اُس کے حقوق کے ادائیگی کی بھی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾

اُس موقع پر دُعا کی زکریا نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دُعا کے۔

هُنَالِكَ	دَعَا	زَكَرِيَّا	رَبَّهُ	قَالَ	رَبِّ	هَبْ لِي	مِن	لَّدُنكَ	ذُرِّيَّةً	طَيِّبَةً	إِنَّكَ	سَمِيعُ	الدُّعَاءِ
وہیں	دُعا کی	زکریا	اپنا رب	اسنے کہا	اے میرے رب	عطا کر مجھے	سے	اپنے پاس	اولاد	پاک	بیشک تو	سننے والا	دُعا

حضرت زکریا علیہ السلام کا اولاد کیلئے دُعاء کرنا

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش و کفالت حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے ذمہ لی تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس کھانے پینے کی چیزیں اور بے فصل میوہ اور پھل موجود پاتے تو حضرت مریم سے دریافت کرتے کہ مریم یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔ وہ جواب میں کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی اُس وقت تک کوئی اولاد نہ تھی او زمانہ بڑھاپے کا آ گیا تھا جس میں عادۃً اولاد نہیں ہوتی۔ اُدھر قوم کی حالت دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام دل میں افسوس کرتے تھے۔ اور سوچتے تھے کہ نبوت کا وہ علم جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانہ کی خاص چیز ہے اب پوری قوم میں اس کا وارث کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ کیا میرے بعد یہ لوگ اس سے محروم ہو جائیں گے اور گھر میں اپنے کوئی اولاد نہ تھی۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے سامنے بے موسم میوہ اور پھل دیکھے تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ جو قادر مطلق بے موقعہ اور بے موسم پھل عطا کر سکتا ہے وہ بے موقعہ یعنی بڑھاپے میں اولاد بھی عطا کر سکتا ہے پس آپ کے دل میں خیال ہوا کہ میں بھی اولاد کے لئے دُعاء کروں۔ اللہ کی رحمت اور قدرت سے کیا بعید ہے مجھ کو بھی بے موسم میوہ مل جائے یعنی بڑھاپے میں اولاد مرحمت ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ سے آپ نے اولاد صالح کے لئے دعاء کی۔ یہاں آیت میں اسی دُعاء کا ذکر ہے اور ارشاد باری ہے هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (اس موقعہ پر حضرت زکریا علیہ السلام نے دُعاء کی اپنے رب سے۔ عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد۔ بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دعاء کے)

ادب کا اہتمام ورعایت

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو حق جل شانۂ کی قدرت عظیمہ میں کوئی شک اور تردد نہ تھا۔ ان کو یقین کامل تھا کہ حق تعالیٰ بڑھاپے میں بھی اولاد عطا فرما سکتے ہیں لیکن بڑھاپے میں بانجھ عورت سے اولاد کا ہونا خارق عادت ہے اس لئے بارگاہ خداوندی میں خارق عادت امر کی درخواست کو خلاف ادب سمجھ کر اب تک سکوت کیا تھا مگر حضرت مریم کے خارق عادت احوال دیکھ کر اس نوع کی درخواست کی دل میں ہمت ہوئی اور حق تعالیٰ سے اولاد صالح کے لئے دُعاء فرمائی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے دعاء قبول فرمائی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ پر ہمیں یقین کامل نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمیں بھی اپنے دین کی خدمت واشاعت کیلئے قبول فرما۔ اپنی رضا و مدد کے پھل سے بہرہ ور فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ

پس پکار کے کہا اُن سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق

فَنَادَتْهُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	وَهُوَ	قَآئِمٌ	يُّصَلِّيْ	فِي	الْمِحْرَابِ	اَنَّ اللّٰهَ	يُبَشِّرُكَ	بِيَحْيٰى	مُصَدِّقًا	بِكَلِمَةٍ
تو آواز دی	فرشتہ (جمع)	اور وہ	کھڑے ہوئے	نماز پڑھتے	میں	محراب (حجرہ)	کہ اللہ	تمہیں خوشخبری دیتا ہے	یحییٰ کی	تصدیق کرنے والا	حکم

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

کرنے والے ہوں گے اور مقتدا ہوں گے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہوں گے

مِّنَ	اللّٰهِ	وَسَيِّدًا	وَّحَصُوْرًا	وَّنَبِيًّا	مِّنَ	الصّٰلِحِيْنَ
سے	اللہ	اور سردار	اور نفس کو قابو رکھنے والا	اور نبی	سے	نیکوکار (جمع)

حضرت یحییٰ کی بشارت اور صفات

یہاں حضرت زکریا علیہ السلام کو دی گئی بشارت کا ذکر فرمایا گیا کہ فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی اور ساتھ ہی ان کی یعنی پیدا ہونے والے بچے کی پانچ صفات بیان فرمائیں۔

پہلی صفت یہ بتلائی کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے کلمۃ اللہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اس لئے کہا گیا کہ وہ محض خدا تعالیٰ کے حکم سے خلاف عادت بلا واسطہ باپ کے پیدا کئے گئے اُن کی تصدیق کا اس لئے ذکر کیا کہ دونوں صاحبان ایک زمانہ میں تھے۔ البتہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ عمر میں بڑے تھے اور سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے ہیں اس لئے اُن کو مصدق کہا گیا۔ **دوسری صفت** سید بتلائی گئی یعنی لوگوں کے سردار ہوں گے۔ لوگ ان کو اپنا پیشوا بنالیں گے اور ان کا اتباع کریں گے۔ **تیسری صفت** اُن میں یہ ہوگی کہ نفسانی خواہشات کی طرف رغبت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فطری طور پر ان کی تمام خواہشات سے بندش ہوگی۔ حصور اس جائز خواہشات سے رُکنا بھی داخل ہے مثلاً عمدہ کھانا۔ پینا۔ پہننا۔ نکاح وغیرہ۔ **چوتھی صفت** حضرت یحییٰ علیہ السلام کی یہ بتلائی گئی کہ وہ نبی ہوں گے۔ **پانچویں صفت** یہ بتلائی گئی کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے۔ یہاں صالحین سے صلاح کا وہ معمولی درجہ مراد نہیں ہے جو عام مومنین صالحین کو حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کی صلاح مراد ہے جو منصب نبوت کے شایان شان ہو۔

نکاح کرنا افضل ہے یا نہ کرنا

علماء نے لکھا ہے کہ نکاح نہ کرنا یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی ورنہ نکاح تمام انبیاء کی مشترک اور متفق علیہ سنت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اگرچہ رفع الی السماء سے پہلے نکاح نہیں فرمایا لیکن نزول من السماء کے بعد نکاح فرمائیں گے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مصرح ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نکاح کو اتنی اہمیت دی ہے کہ آپ نے اس شخص کو اپنی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی جو باوجود استطاعت وقدرت کے نکاح سے اعراض کرے۔

یہاں آیت میں حصوراً صفت کو بھی موقع مدح میں فرمایا گیا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح سے علیحدہ رہنا افضل طریقہ ہے۔ اس موقعہ پر علمائے محققین نے یہ تحقیق لکھی ہے کہ جس شخص کی حالت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سی ہو کہ اس پر آخرت کا خیال اس قدر غالب ہو کہ اس کے غلبہ کی وجہ سے بیوی کی ضرورت محسوس کرے اور نہ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کی فرصت ہو تو ایسے شخص کے لئے یہی افضل ہے اسی وجہ سے جن احادیث میں نکاح کی فضیلت آئی ہے ان میں مَنِ اسْتَطَاعَ کی قید بھی مذکور ہے یعنی جو نکاح کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور زوجیت کے حقوق ادا کرسکتا ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا افضل ہے ورنہ نہیں۔

دُعا کیجئے: یا اللہ اولاد صالح کی نعمت سے ہم سب کو نوازے اور اس پر شکر کی توفیق بھی عطا فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۝

زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو بڑھاپا آ پہنچا اور میری بی بی بچہ جننے کے قابل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جاویگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کرتے ہیں

قَالَ	رَبِّ	اَنّٰى	یَكُوْنُ	لِیْ	غُلٰمٌ	وَّقَدْ بَلَغَنِیَ	الْكِبَرُ	وَامْرَاَتِیْ	عَاقِرٌ	قَالَ	كَذٰلِكَ	اللّٰهُ	یَفْعَلُ	مَا یَشَآءُ
اسنے کہا	اے میرے رب	کہاں	ہوگا	میرے لئے	لڑکا	جبکہ مجھے پہنچ گیا	بڑھاپا	اور میری عورت	بانجھ	اسنے کہا	اسیطرح	اللہ	کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے

حضرت زکریا علیہ السلام کا اظہار مسرت اور استفسار

جب فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد کا مژدہ سنایا تو حضرت زکریا علیہ السلام نے فرط مسرت سے عرض کیا اے میرے پروردگار میرے لڑکا کیسے ہوگا کہ میری حالت یہ ہے کہ مجھ پر بڑھاپا آ چکا اور میری بیوی بانجھ ہے۔ حق تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ حضرت کلبیؒ کہتے ہیں اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ۹۲ سال تھی' ضحاک کہتے ہیں ۱۲۰ سال تھی اور ان کی زوجہ کی عمر ۹۸ سال تھی۔

یہاں حضرت زکریا کے یہ کہنے سے کہ میرے لڑکا کیسے ہوگا۔ معاذ اللہ حضرت زکریا کو قدرت خداوندی میں کوئی شک نہ تھا بلکہ نا امیدی کے بعد ایک خارق عادت امر کی بشارت ملی تھی۔ اس لئے اس مسرت میں اس کی کیفیت دریافت کرنے لگے کہ فرزند پیدا ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ کیا مجھ کو اور میری بیوی کو جوان کر دیا جائے گا۔ یا دوسری بیوی سے یہ بچہ عنایت ہوگا۔ یا ہم دونوں کو اسی پیرانہ سالی کی حالت میں رکھ کر بچہ عنایت ہوگا؟ کیا صورت ہوگی نیز اس سوال کے جواب میں جب اس کیفیت کو بتلایا جائے گا تو حصول ولد کی بشارت اس مکرر بیان سے اور پختہ ہو جائے گی۔ اور خوشی بھی بڑھ جائے گی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے استفسار کی مثال

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ بادشاہ اگر کسی شخص کو کوئی بشارت دے اور وہ شخص جوش مسرت میں بادشاہ سے یہ سوال کرے کہ حضور کے اس انعام و اکرام کی کیا صورت ہوگی تو اس کا یہ سوال بادشاہ کی قدرت میں شک کی بنا پر نہیں بلکہ بطور لذت و فرحت ہے۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کے سوال کو سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال کا جواب

كَذٰلِكَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ : اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جواب ملا اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت اسباب کی پابند نہیں ہے اگرچہ عالم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ اسباب کے ذریعہ سے کام ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی اسباب عادیہ کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے کسی چیز کا پیدا کرنا بھی اس کی خاص عادت ہے لہٰذا آپ کو اسی بوڑھاپے کے عالم میں ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنی عادت خاص کے تحت بیٹا عطاء کرے گا۔

الغرض حق تعالیٰ نے جواب میں فرمایا "اسی طرح" یعنی اسی حالت میں لڑکا ہو جاوے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے بھی جو چاہتے ہیں کر دیتے ہیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! آپ کی قدرت کاملہ ظاہری اسباب کی پابند نہیں۔ آپ جو چاہیں اپنی شان کُنْ فَیَكُوْنُ سے کر سکتے ہیں۔ یا اللہ! اپنی نعمتوں کا ہمیں شکر گذار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور ناشکری سے بچایئے۔ یا اللہ! ہم میں سے جو اولاد کے آرزو مند ہیں اُن کو اپنی رحمت سے اس نعمت سے سرفراز فرمایئے۔ اور اولاد صالح عطا فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا

انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے بجز اشارہ کے

قَالَ	رَبِّ	اجْعَلْ	لِّيْٓ	اٰيَةً	قَالَ	اٰيَتُكَ	اَلَّا	تُكَلِّمَ	النَّاسَ	ثَلٰثَةَ	اَيَّامٍ	اِلَّا	رَمْزًا	وَ	اذْكُرْ	رَّبَّكَ	كَثِيْرًا
اس نے کہا	اے میرے رب	مقرر فرمادے	مجھ لئے	کوئی نشانی	اس نے کہا	تیری نشانی	کہ نہ	بات کریگا	لوگ	تین	دن	مگر	اشارہ	اور	تو یاد کر	اپنا رب	بہت

وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو اور تسبیح کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی

وَّسَبِّحْ	بِالْعَشِيِّ	وَالْاِبْكَارِ
اور تسبیح کر	شام	اور صبح

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے آثار

حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کیا رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً یعنی اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردیجئے جس سے معلوم ہوجائے کہ حمل قرار پاگیا تاکہ آثار ولادت دیکھ کر آپ کی نعمت کے شکر میں مشغول ہوجاؤں اور شکر کی بدولت اور مزید نعمت کا مستحق ہوسکوں اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے جواب عطا ہوا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے بات نہ کرسکو گے مگر اشارہ سے یعنی ہاتھ یا سر وغیرہ کے اشارہ سے اور اُس وقت اگرچہ لوگوں سے بات کرنے پر قدرت نہ ہو گی لیکن ذکر اللہ پر قادر ہو گے سو اُس وقت اپنے رب کو دل سے بھی بکثرت یاد کرنا اور زبان سے بھی تسبیح کرنا دن ڈھلے کو بھی اور صبح کو بھی۔

سبحان اللہ کیا خوب نشانی مقرر کی گئی کہ تین روز تک آدمیوں کے ساتھ گفتگو اور بات چیت کی قدرت نہ رہے گی۔ یہ نشانی کی نشانی بھی ہے اور نشانی سے جو غرض تھی یعنی ادائے شکر نعمت وہ بھی پوری حاصل رہے کہ لوگوں سے بات کرنے کی قدرت ہی نہ رہے اور ذکر اللہ اور تسبیح کی قدرت رہے تاکہ خدا کے ذکر و شکر کے سوا کچھ کر ہی نہ سکیں پس کیا لطیف نشانی تجویز کی گئی کہ ایک ہی چیز دونوں غرضوں کی نشانی بن گئی۔ حصول ولد کی بھی اور شکر نعمت کی بھی۔

اولاد کی خواہش

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اولاد کا آرزومند ہونا زہد اور نبوت کے منافی نہیں بالخصوص جب کسی دینی مصلحت و غرض سے ہو جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے کی۔ بزرگان دین نے لکھا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ قرآنی دُعا رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ بطور وظیفہ پڑھنا صاحب اولاد ہونے کے لئے نہایت مفید اور نافع ہے۔ نیز ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا بھی اظہار فرما رہے ہیں کہ وہ کل کائنات پر حاوی ہیں۔ جس کام کو کرنا چاہیں دم بھر میں کرسکتے ہیں اُنہیں کسی سبب کی ضرورت نہیں لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ ظاہری اسباب پر نظر رکھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھے اور اپنی ہر تمنا اُسی کے حضور میں پیش کرے۔

سلسلہ کلام آل عمران یعنی حضرت مریم کے قصہ سے ہوا تھا۔ مناسبت کی وجہ سے ضمناً حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا۔ اب آگے پھر حضرت مریم کے بقیہ قصہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ پر ہمیں بھی یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہر کام میں اور ہر حال میں اپنی قدرت پر نظر اور بھروسہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اولاد صالح کی نعمت سے ہم سب کو نوازدے۔ اور اس کے شکر کی توفیق بھی عطا فرمادے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اور جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بلاشک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان بھر کی بیبیوں کے مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے

وَاِذْ	قَالَتِ	الْمَلٰٓئِکَۃُ	یٰمَرْیَمُ	اِنَّ اللّٰہَ	اصْطَفٰکِ	وَطَھَّرَکِ	وَاصْطَفٰکِ	عَلٰی	نِسَآءِ	الْعٰلَمِیْنَ
اور جب	کہا	فرشتہ (جمع)	اے مریم	بیشک اللہ	چن لیا تجھ کو	اور پاک کیا تجھ کو	اور برگزیدہ کیا تجھ کو	پر	عورتیں	تمام جہان

حضرت مریم علیہا السلام کی فضیلت

حضرت زکریا و یحیٰی علیہما السلام کا قصہ جو ضمنی مناسبت سے درمیان میں آ گیا تھا اور جس میں اصطفاء آل عمران کی تاکید اور مسیح علیہ السلام کے قصہ کی تمہید تھی، یہاں ختم کر کے پھر مریم و مسیح کے واقعات کی طرف کلام منتقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسیح سے پہلے ان کی والدہ کا فضل و شرف ذکر فرماتے ہیں۔ یعنی فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تجھے پہلے دن سے چھانٹ لیا کہ باوجود لڑکی ہونے کے اپنی نیاز میں قبول کیا، طرح طرح کے احوالِ رفیعہ اور کرامات سنیہ عنایت فرمائیں۔ ستھرے اخلاق، پاک طبیعت اور ظاہری و باطنی نزاہت عطاء فرما کر اپنی مسجد کی خدمت کے لائق بنایا اور جہان کی عورتوں پر تجھ کو بعض وجوہ سے فضیلت بخشی۔ مثلاً ایسی استعداد رکھی کہ بدونِ مسِ بشر تنہا اس کے وجود سے حضرت مسیح جیسے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوں۔ یہ امتیاز دنیا میں کسی عورت کو حاصل نہیں ہوا۔ (تفسیر عثمانی)

وَطَھَّرَکِ اور اللہ نے تجھے پاک رکھا۔ یعنی گناہوں سے محفوظ رکھا یا پاک کر دیا۔ یعنی گناہوں کی مغفرت کر کے اور شیطان کا راستہ بند کر کے۔ جس طرح حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث صحیحین میں مذکور ہے اور ہم اوپر نقل کر چکے ہیں، بعض علماء نے کہا کہ پاک رکھنے سے مراد ہے مردوں کے چھونے سے پاک رکھنا۔

افضل خاتون: وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ......اور جہان کی عورتوں پر تجھے فضیلت دی ہے۔ یعنی تیرے زمانہ کی عورتوں پر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس امت کی عورتوں میں افضل مریم بنت عمران ہے اور اس امت کی عورتوں میں افضل خدیجہؓ ہے۔ متفق علیہ۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرے لئے جہان کی عورتوں سے مریم بنتِ عمران اور خدیجہؓ بنتِ خویلد اور فاطمہؓ بنتِ محمدؐ اور آسیہ زوجہ فرعون کافی ہیں (یعنی سب سے افضل ہیں)۔ رواہ الترمذی۔ حضرت ابوموسیٰؓ اشعری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مردوں میں تو کامل بہت ہیں، لیکن عورتوں میں کامل صرف مریمؑ بنتِ عمران اور آسیہ زوجہ فرعون تھیں۔ اور عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید (شوربے میں بھیگی ہوئی گھی سے آمیختہ روٹی) کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ متفق علیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گزشتہ اقوام میں عورتوں میں کامل صرف مریم بنتِ عمران اور آسیہ زوجہ فرعون تھیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی آخر میں فرما دیا کہ عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ اس جملہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہ پر بھی فضیلت حاصل تھی۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہؓ کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہو، یا فرمایا اہلِ ایمان کی عورتوں کی۔

اور بعض علماء کا یہ بھی قول ہے کہ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ سے مراد اس وقت کی موجود خواتین ہیں کہ ان پر حضرت مریم کی فضیلت حاصل تھی۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے برگزیدہ ہستیوں سے محبت کے طفیل ہم سب کی بخشش فرما دیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ

اے مریم اطاعت کرتی رہ اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کر اور رکوع کیا کر ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔ یہ قصے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس اے آپ

يٰمَرْيَمُ	اقْنُتِيْ	لِرَبِّكِ	وَاسْجُدِيْ	وَارْكَعِيْ	مَعَ	الرّٰكِعِيْنَ	ذٰلِكَ	مِنْ	اَنْبَآءِ	الْغَيْبِ	نُوْحِيْهِ
اے مریم	تو فرمانبرداری کر	اپنے رب کی	اور سجدہ کر	اور رکوع کر	ساتھ	رکوع کرنے والے	یہ	سے	خبریں	غیب	ہم بھیجتے ہیں

اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ ان سب میں کون شخص حضرت مریم کی کفالت کرے اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت موجود تھے جبکہ باہم اختلاف کر رہے تھے

اِلَيْكَ	وَمَا كُنْتَ	لَدَيْهِمْ	اِذْ	يُلْقُوْنَ	اَقْلَامَهُمْ	اَيُّهُمْ	يَكْفُلُ	مَرْيَمَ	وَمَا	كُنْتَ	لَدَيْهِمْ	اِذْ	يَخْتَصِمُوْنَ
تیری طرف	اور تو نہ تھا	انکے پاس	جب	وہ ڈالتے تھے	اپنے قلم	کون ان	پرورش کرے	مریم	اور نہ	تو تھا	انکے پاس	جب	وہ جھگڑتے تھے

حضرت مریم کی عبادت

جس طرح اور لوگ خدا کے آگے رکوع کرتے ہیں۔ تو بھی اسی طرح رکوع کرتی رہ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر۔ اور چونکہ کم از کم رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے والا اس رکعت کو پانے والا سمجھا جاتا ہے، شاید اس لئے نماز کو بعنوان رکوع تعبیر کیا گیا۔ کما یفهم من کلام ابن تیمیه فی فتاواه۔ واللہ اعلم۔ اس تقدیر پر اگر "اقْنُتِيْ" میں "قنوت" سے قیام مراد لیں تو قیام، رکوع، سجود تینوں ہیئات صلوٰۃ کا ذکر آیت میں ہو جائے گا۔ (تنبیہ) ممکن ہے اس وقت عورتوں کو عام طور پر جماعت میں شریک ہونا جائز ہو یا خاص فتنہ سے مامون ہونے کی صورت میں اجازت ہو یا مریم کی خصوصیت ہو یا مریم اپنے حجرہ میں رہ کر تنہا یا دوسری عورتوں کے ہمراہ امام کی اقتداء کرتی ہوں، سب احتمالات ہیں۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ مریم صدیقہؑ اپنے عبادت خانے میں اس قدر بکثرت اور باخشوع اور لمبی نمازیں پڑھا کرتی تھیں کہ دونوں پیروں میں زرد پانی اتر آیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

گذشتہ واقعات کا بیان آنحضرت کی سچائی کی دلیل ہے

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ یعنی ظاہری حیثیت سے آپ کچھ پڑھے لکھے نہیں۔ پہلے سے اہل کتاب کی کوئی معتد بہ صحبت نہیں رہی، جن سے واقعات ماضیہ کی ایسی تحقیقی معلومات ہو سکیں۔ اور صحبت رہتی بھی تو کیا تھا، وہ لوگ خود ہی اوہام و خرافات کی اندھیریوں میں پڑے بھٹک رہے تھے۔ کسی نے عداوت میں، کسی نے حد سے زیادہ محبت میں آ کر سچے واقعات کو مسخ کر رکھا تھا۔ پھر اندھے کی آنکھ سے روشنی حاصل ہونے کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اندریں حالات "مدنی" اور "مکی" دونوں قسم کی سورتوں میں ان واقعات کو ایسی صحت اور بسط و تفصیل سے سنانا جو بڑے بڑے مدعیان علم اہل کتاب کی آنکھوں میں چکاچوند کر دیں اور کسی کو مجال انکار باقی نہ رہے اس کی کھلی دلیل ہے کہ بذریعہ وحی آپ کو یہ علم دیا گیا تھا۔ کیونکہ آپ نے نہ بچشم خود ان حالات کا معائنہ کیا اور نہ علم حاصل کرنے کا کوئی خارجی ذریعہ آپ کے پاس موجود تھا۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت مریم کی سرپرستی کا فیصلہ

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ جب حضرت مریم نذر میں قبول کر لی گئیں تو مسجد کے مجاورین میں جھگڑا ہوا کہ انہیں کس کی پرورش میں رکھا جائے۔ آخر قرعہ اندازی کی نوبت آئی، سب نے اپنے اپنے قلم جن سے تورات لکھتے تھے، چلتے پانی میں چھوڑ دیے کہ جس کا قلم پانی کے بہاؤ پر نہ بہے، بلکہ الٹا پھر جائے اسی کو حقدار سمجھیں۔ اس میں بھی قرعہ حضرت زکریاؑ کے نام نکلا اور حق دار کو حق پہنچ گیا۔ (تفسیر عثمانی)

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے طفیل ہمیں بھی صالحین اور نیک بختوں میں شامل فرما دیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا' اُس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا

اِذْ قَالَتِ	الْمَلٰٓئِكَةُ	يٰمَرْيَمُ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُبَشِّرُكِ	بِكَلِمَةٍ	مِّنْهُ	اسْمُهُ	الْمَسِيْحُ	عِيْسَى	ابْنُ مَرْيَمَ
جب کہا	فرشتے	اے مریم	بیشک	اللہ	تجھے بشارت دیتا ہے	ایک کلمہ کی	اپنے	اس کا نام	مسیح	عیسیٰ	ابن مریم

حضرت مریم علیہ السلام سے فرشتوں کی ہم کلامی

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ : فرشتوں کا حضرت مریم علیہا السلام سے یہ قول ہوسکتا ہے بطور الہام ہو جس کا تعلق محض دل اور باطن سے ہے' ہوسکتا ہے فرشتہ کا یہ قول بطور ندا ء ہو جس کا تعلق سماع اور ظاہر سے ہے۔ مَلٰئِكَة جمع کا صیغہ ضرور ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کہنے والے کئی فرشتے ہوں بلکہ ملائکہ سے مراد فرشتوں کی جنس بھی ہوسکتی ہے۔ محققین نے کہا ہے غیر انبیاء کے ساتھ فرشتوں کا کلام کرنا آیت سے ثابت ہے البتہ فرشتوں کے لائے ہوئے تبلیغی پیغامات صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہنے کی وجہ

یہاں اس آیت میں بھی اور قرآن و حدیث میں دوسری کئی جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کو کلمۃ اللہ فرمایا گیا ہے جس طرح روح القدس جبرئیل علیہ السلام کا لقب ہے اسی طرح کلمۃ اللہ مسیح علیہ السلام کا لقب ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے کلمات بیشمار ہیں لیکن حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ خاص طور پر اس لئے کہا گیا کہ آپ کی پیدائش عام قاعدہ کے خلاف بغیر باپ کے محض اللہ کے حکم سے ہوئی اور جو کام عادت و دستور کے خلاف ہو وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔

''مسیح'' کا معنی

لفظ مسیح یہ اصل میں عبرانی زبان میں ماشیح یا ماشیما تھا جس کے معنی ''متبارک'' کے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عام طور سے اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے اور بعض علماء نے مسیح کو مسح سے ماخوذ مانا ہے کیونکہ اُن کے مسح سے برکت وشفا حاصل ہوتی تھی۔ بعض نے زمین کا مسح مراد لیا ہے یعنی ہر وقت سفر و سیاحت میں رہنے کی وجہ سے آپ کو مسیح کہا گیا۔

عیسیٰ بن مریم

حضرت مسیح علیہ السلام کا دوسرا نام ''عیسیٰ ابن مریم'' ہے لفظ عیسیٰ اصل میں عبرانی زبان میں ایشوع تھا جس کا معنی سید کے ہیں۔ قرآن کریم نے ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ خاص طور پر ایک جزو کی حیثیت سے رکھا ہے اس لئے ان کی نسبت ہمیشہ ماں ہی کی طرف ہوا کرے گی۔ اسی طرح حضرت مریم کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے اُن کا نام ہمیشہ کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کے نام کا جزو بنا دیا گیا۔ نیز قرآن کریم نے ''ابن مریم'' کہہ کر یہ حقیقت بیان کردی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود تو بشر تھے ہی' فرزند بھی کسی دیوی' دیوتا اور کسی مافوق البشر کے نہ تھے محض عورت ذات کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ و یہود جس افراط و تفریط میں گرفتار ہو کر گمراہ ہوئے ہمیں اسلام کی بدولت آپ نے اُس گمراہی سے بچایا اور صراط مستقیم پر رکھا۔ یا اللہ! ہم کو اسلام کی صراط مستقیم پر استقامت فرمایئے اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٤٦﴾

باآبرو ہونگے دنیا میں اور آخرت میں اور منجملہ مقربین ہونگے۔ اور آدمیوں سے کلام کریں گے گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور شائستہ لوگوں میں سے ہونگے

الصّٰلِحِيْنَ	وَمِنَ	وَكَهْلًا	فِي الْمَهْدِ	النَّاسَ	وَيُكَلِّمُ	الْمُقَرَّبِيْنَ	وَمِنَ	وَالْاٰخِرَةِ	الدُّنْيَا	فِي	وَجِيْهًا
نیکوکار	اور سے	اور پختہ عمر	گہوارہ میں	لوگ	اور باتیں کریگا	مقرب (جمع)	اور سے	اور آخرت	دنیا	میں	باآبرو

حضرت مریم کی تشویش اور اس کا سد باب

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ: جب حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ملائکہ نے دی تو ممکن تھا کہ حضرت مریم کو بتقاضائے بشریت یہ بشارت سن کر تشویش ہو کہ دنیا کس طرح یقین کرے گی کہ تنہا عورت سے لڑکا پیدا ہو جائے۔ ناچار مجھ پر طرح طرح کی تہمت رکھیں گے اور بچہ کو ہمیشہ برے لقب سے مشہور کر کے ایذا پہنچائیں گے اور میں کس طرح اپنی پاک دامنی کا اظہار کر سکوں گی تو اُن کی اس تشویش کو دور کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فرمادیا کہ تم اطمینان رکھو کہ میں اس بچہ کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی بڑی عزت عطا کروں گا اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کر دوں گا تیرا بیٹا نہایت شائستہ اور اعلیٰ درجہ کا نیک ہوگا۔

بچے کا کلام کرنا

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا: وہ ابھی بچہ ہی ہوگا کہ لوگوں سے باتیں کرے گا۔ اپنی پاک دامنی اور براءت کے لئے تمہیں بولنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ بچہ خود ہی کلام کرے گا اور بڑا ہو کر بھی اللہ کی باتیں بتلائے گا۔ بعض نے کہا بچپن میں کلام کرنے سے مراد یہ بھی ہے کہ بچپن کی عمر سے ہی تبلیغ کرنے لگیں گے اور اتنی کم سنی سے گفتگو پر یہ قدرت معجزہ ہوگی انجیلی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے آپ نے بارہ سال کی عمر سے تبلیغ شروع کر دی تھی۔ روایات احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تقریباً تیس پینتیس سال کے درمیان تھی جو عین جوانی کا زمانہ تھا۔ ادھیڑ عمر جس کو عربی میں کہل کہتے ہیں وہ تو اس دنیا میں ابھی ان کی ہوئی ہی نہ تھی لہٰذا ادھیڑ عمر میں لوگوں سے ان کا کلام جبھی ہو سکتا ہے جبکہ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں اس لئے جس طرح بچپن میں ان کا کلام معجزہ تھا ادھیڑ عمر کا کلام بھی معجزہ ہی ہے۔ (معارف القرآن) وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ: یعنی اس عظمت و اجلال کے باوصف بہر حال دوسرے ہی صالح بندوں کی طرح ہوں گے معاذ اللہ شعبدہ باز یا بداخلاق نہ ہوں گے جیسا کہ یہودیوں نے الزامات گھڑ رکھے ہیں اور انسانوں سے مافوق بھی نہیں ہوں گے جیسا کہ عیسائیوں نے گھڑ رکھا ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے طفیل میں ہمیں بھی صالحین اور نیک بختوں میں شامل فرمادیں اور قرآن پاک نے جو یہ واقعات بیان فرمائے ہیں ان پر یقین کامل نصیب فرمائیں کہ بیشک اللہ پاک پوری قدرت والے ہیں اور ان کی قدرت کسی سبب کی محتاج نہیں۔ وہ جو چاہیں بلا سبب بھی کر سکتے ہیں۔ یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہمیں اسلام عطا فرما کر اپنے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ یا اللہ! آپ نے اپنے انبیاء کو جو معجزات عطا فرمائے ہیں اور اپنے اولیاء کو جو کرامات عطا فرمائیں ہم اُن سب پر ایمان لاتے ہیں اور اُن پر یقین رکھتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِذَا

حضرت مریم علیہا السلام بولیں اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی ہوگا اللہ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں جب کسی چیز کو

قَالَتْ	رَبِّ	اَنّٰى	يَكُوْنُ لِىْ	وَلَدٌ	وَّلَمْ	يَمْسَسْنِىْ	بَشَرٌ	قَالَ	كَذٰلِكِ	اللّٰهُ	يَخْلُقُ	مَا يَشَاۗءُ	اِذَا
وہ بولی	اے میرے رب	کیسے	ہوگا میرے ہاں	بیٹا	اور نہیں	ہاتھ لگایا مجھے	کوئی مرد	اس نے کہا	اسی طرح	اللہ	پیدا کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے	جب

قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

پورا کرنا چاہتے ہیں تو اُس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا بس وہ ہو جاتا ہے

قَضٰٓى	اَمْرًا	فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ
وہ ارادہ کرتا ہے	کوئی کام	تو	وہ کہتا ہے	اسکو	ہو جا	سو وہ ہو جاتا ہے

حضرت مریمؑ کا تعجب اور اس کا جواب

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی بشارت جو ملائکہ نے حضرت مریم کو سنائی اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کی بعض صفات بتلائیں تو یہ بشارت سن کر حضرت مریم کو حیرت و تعجب ہوا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اور میرے بچہ کس طرح پیدا ہوگا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا اور عادۃً بچہ بدون مرد کے پیدا نہیں ہوتا چنانچہ حضرت مریم نے اپنے تعجب کا اظہار حق تعالیٰ سے اس طرح کیا رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ یعنی حضرت مریم علیہا السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار میرے بچہ کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ بھی نہیں لگایا یعنی عادۃً بچہ بغیر مرد کے پیدا نہیں ہوتا تو معلوم نہیں کہ ویسے ہی محض قدرت خداوندی سے بچہ ہوگا یا مجھ کو نکاح کا حکم کیا جاوے گا۔ اس عرض کے جواب میں فرشتے کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے جواب میں قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی بلا مرد کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں یعنی کسی چیز کے پیدا ہونے کے لئے صرف ان کا چاہنا کافی ہے کسی واسطہ اور سبب خاص کی اُن کو حاجت نہیں اور اُن کے چاہنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اُس کو کہہ دیتے ہیں کہ موجود ہو جا بس وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے

پس اگر اسباب و وسائط کے بعد موجود ہونے کو حکم فرما دیا تو بھی اُسی طرح ہو جاتی ہے اور اگر وسائط و اسباب کے قبل موجود ہونے کو کہہ دیا تو وہ اُسی طرح ہو جاتی ہے۔ یعنی کسی کام کے ہونے میں صرف حکم کی دیر ہے جہاں حکم ہوا اور ہو گیا تو جب حق تعالیٰ کی شان یہ ہے تو اس بچہ کی بدون مس بشر کے پیدا ہونے پر تعجب نہ کرو۔ وہ لڑکا اسی طرح ہوگا۔ خدا کی غیر محدود قدرت کسی سبب اور مادہ کی محتاج اور پابند نہیں۔ آگے حضرت مریم کو اُس بچہ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کے باعث مزید تسلی دی جاتی ہے کہ اے مریم تم اس بچہ کے پیدا ہونے کی وجہ یہ خیال مت کرو کہ ولادت کے بعد لوگ تم کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں گے بلکہ وہ مولود تمہاری عزت و وجاہت کا سبب بنے گا اس لئے کہ وہ بچہ عجیب و غریب فضائل کا حامل ہوگا۔ جن کا ذکر اگلی آیات میں آئے گا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی قدرت پر ایمان کاملہ نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ

اور اللہ تعالیٰ اُن کو تعلیم فرماویں گے کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور اُن کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے کہ میں تم لوگوں کے پاس کافی دلیل لے کر آیا ہوں

وَيُعَلِّمُهُ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَالتَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ	وَرَسُوْلًا	اِلٰى	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اَنِّيْ	قَدْ جِئْتُكُمْ
اور وہ سکھائے گا اسکو	کتاب	اور دانائی	اور توریت	اور انجیل	اور ایک رسول	طرف	بنی اسرائیل	کہ میں	آیا ہوں تمہاری طرف

بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ

دعویٰ ہے کہ میں تم لوگوں کے لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے

بِاٰيَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	اَنِّيْٓ	اَخْلُقُ	لَكُمْ	مِّنَ	الطِّيْنِ	كَهَيْـَٔةِ	الطَّيْرِ	فَاَنْفُخُ	فِيْهِ	فَيَكُوْنُ	طَيْرًا	بِاِذْنِ
ایک نشانی کیساتھ	سے	تمہارا رب	کہ میں	بناتا ہوں	تمہارے لئے	سے	گارا	مانند۔ شکل	پرندہ	پھر پھونک مارتا ہوں	اس میں	تو وہ ہوجاتا ہے	پرندہ	حکم سے

اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

اور میں اچھا کردیتا ہوں۔ مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو

اللّٰهِ	وَاُبْرِئُ	الْاَكْمَهَ	وَالْاَبْرَصَ	
اللہ	اور میں اچھا کرتا ہوں	مادرزاد اندھا	اور کوڑھی	

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات و معجزات:

اس بچہ کی فضیلت وصفات میں ارشاد ہوتا ہے۔ اور اے مریم اُس مولود مسعود کی یہ فضیلتیں ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ اُس کو بلا کسی معلم اور بغیر استاد کے تعلیم فرماویں گے آسمانی کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور بالخصوص توریت وانجیل کا علم عطا کریگا اور اُن کو تمام بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گا جو صاحب معجزات بھی ہوں گے اور جب بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے جائیں گے تو وہ لوگوں سے یہ کہیں گے میں تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنی نبوت و رسالت کی ایک روشن نشانی لے کر آیا ہوں یعنی ایسے معجزات ظاہرہ و باہرہ لے کر آیا ہوں جو میری رسالت کی روشن دلیلیں ہیں جن کو دیکھ کر تم یہ جان لو گے کہ معجزات بلا شبہ تمہارے رب کی جانب سے ہیں اس لئے کہ اُس زمانہ کے تمام حکما اور اطبا اُن کے مثل لانے سے عاجز اور درماندہ ہوں گے اور وہ معجزات یہ ہیں۔

۱: مٹی کے پرندوں میں پھونک مار کر زندہ کرنا

اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ

یعنی میں تمہارے لئے اور تمہارے اطمینان کے لئے گارے سے پرندہ جیسی ایک شکل وصورت بناؤں گا پس اس مصنوعی شکل وصورت کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ سچ مچ کا جاندار پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے۔

یہ پہلا معجزہ تھا جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کی دلیل فرمایا مگر ساتھ ہی باذن اللہ کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ لوگو تم یہ دیکھ کر مجھے خدا نہ کہنا بلکہ یہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ پرندہ کی شکل بنانا جو تصویر بنانا تھا شریعت عیسوی میں جائز تھا۔ ہماری شریعت میں اس کا جواز منسوخ ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات جاندار کی تصاویر یا مورتیں بنانے کی ممانعت میں موجود ہیں۔

۲-۳: اندھوں اور برص والوں کو صحیح کرنا

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ اور میں اچھا کردیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو یعنی حضرت عیسیٰ اپنا دوسرا معجزہ بیان کریں گے کہ میں مادرزاد اندھے کو ہاتھ پھیر کر یا دم کر کے اچھا کردونگا تیسرا معجزہ یہ بیان کریں گے کہ میں کوڑھ کے مرض کو اچھا کردوں گا تو مادرزاد اندھا ہونا یا کوڑھ یہ دو بیماریاں ہیں جن سے تمام اطبا و حکما عاجز ہیں اس لئے آپ نے اُن ہی دو کا ذکر فرمایا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُيُوۡتِكُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ

اور زندہ کردیتا ہوں مُردوں کو خدا کے حکم سے اور میں تم لوگوں کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو رکھ آتے ہو بلاشبہ ان میں کافی

وَاُحۡیِ	الۡمَوۡتٰی	بِاِذۡنِ	اللّٰهِ	وَاُنَبِّئُكُمۡ	بِمَا	تَاۡكُلُوۡنَ	وَمَا	تَدَّخِرُوۡنَ	فِیۡ	بُيُوۡتِكُمۡ	اِنَّ	فِیۡ	ذٰلِكَ
اور میں زندہ کرتا ہوں	مُردے	حکم سے	اللہ	اور تمہیں بتاتا ہوں	جو	تم کھاتے ہو	اور جو	تم ذخیرہ کرتے ہو	میں	گھروں اپنے	بیشک	میں	اس

لَاٰيَةً لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۚ

دلیل ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو۔

لَاٰيَةً	لَّكُمۡ	اِنۡ	كُنۡتُمۡ	مُّؤۡمِنِيۡنَ
ایک نشانی	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	ایمان والے

۴: مردوں کو زندہ کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰهِ اور میں مردوں کو خدا کے حکم سے زندہ کردونگا۔ یعنی بیماروں کو اچھا کر دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا یہ سب اللہ کے حکم سے ہوگا۔ ظاہرا اگرچہ میرا ہاتھ ہوگا درپردہ اللہ کا حکم ہوگا اور یہ باذن اللہ کا تکرار الوہیت کا شبہ رفع کرنے کے لئے ہے کہ میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں چنانچہ روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے قم باذن اللہ کہہ کر چار مُردے زندہ کئے۔

۵: گھروں کی خبریں دینا

وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ فِیۡ بُيُوۡتِكُمۡ اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا کر آتے ہو اور جو گھروں میں رکھ آتے ہو یعنی خدا کی وحی سے آپ لوگوں کو بتا دیتے تھے کہ کل تم نے کیا کھایا ہے۔ آج کیا کھاؤ گے اور اگلے وقت کے لئے کیا کھانا تم نے تیار کر رکھا ہے۔

معجزات کا مقصد نبوت کی تصدیق وتائید ہے

الغرض اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت میں یہ بیان فرمایا کہ وہ جب بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے جائیں گے تو وہ لوگوں پر ان پانچ معجزات کو اپنی نبوت کی دلیل میں پیش کریں گے۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول آیت کے اخیر میں نقل کیا گیا اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ اس میں میری رسالت کی ایک بڑی دلیل ہے اگر تم ایمان لانا چاہو یعنی بنی اسرائیل سے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ ان ۵ مذکورہ معجزات میں تمہارے لئے میری صداقت و رسالت کا نشان ہے بشرطیکہ تم میں ایمان کی روشنی ہو اور ایمان لانا چاہو ورنہ عناد کی حالت میں تو ہزاروں معجزات بھی بے سود ہیں ابھی اگلی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول بنی اسرائیل سے جاری ہے جسکا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہمیں اسلام اور ایمان سے نوازا اور جملہ انبیاء و رسل پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا۔ اور ہمیں اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پکا امتی ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

24

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ

اور میں اس طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی یعنی توراۃ کی اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں اور میں

وَمُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيَّ	مِنَ	التَّوْرٰىةِ	وَ	لِاُحِلَّ	لَكُمْ	بَعْضَ	الَّذِيْ	حُرِّمَ	عَلَيْكُمْ	وَجِئْتُكُمْ
اور تصدیق کرنے والا	جو	اپنے سے پہلی	سے	توریت	اور	تاکہ حلال کردوں	تمہارے لئے	بعض	وہ جو کہ	حرام کی گئی	تم پر	اور آیا ہوں تمہارے پاس

بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

تمہارے پاس دلیل لے کر آیا ہوں حاصل یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں سو تم لوگ اس کی عبادت کرو بس یہ ہے راہ راست

بِاٰيَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَطِيْعُوْنِ	اِنَّ	اللّٰهَ	رَبِّيْ	وَرَبُّكُمْ	فَاعْبُدُوْهُ	هٰذَا	صِرَاطٌ	مُّسْتَقِيْمٌ
ایک نشانی	سے	تمہارا رب	سو تم ڈرو	اللہ	اور میرا کہا مانو	بیشک	اللہ	میرا رب	اور تمہارا رب	سو تم عبادت کرو اسکی	یہ	راستہ	سیدھا

بنی اسرائیل کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام

عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے یہ بھی کہیں گے کہ اے قوم بنی اسرائیل میں تمہارے پاس ایسی حالت میں آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اُس کتاب کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کردوں جو شریعت موسیٰ علیہ السلام میں تم پر حرام کردی گئی تھیں۔ یعنی توراۃ کے بعض احکام تو بحکم خداوندی برقرار رکھوں اور بعض کو منسوخ کردوں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ شریعت موسوی میں بنی اسرائیل پر جو چیزیں حرام کردی گئی تھیں وہ دو طرح پر تھیں۔ ایک تو اُن کی اصلاح حال کے لئے بطور ارشاد وہدایت کے حرام کردی گئی تھیں جیسے زنا' جھوٹ' چوری' بہتان' سور کا گوشت وغیرہ یہ احکام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بدستور سابق برقرار رکھے۔ دوسرے بنی اسرائیل پر بعض وہ چیزیں حرام کردی گئیں تھیں وہ اُن کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے وقتاً فوقتاً حرام قرار دے دی گئی تھیں مثلاً اونٹ کا گوشت اور چربی اور سنیچر کے دن شکار کی ممانعت ان چیزوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی حلال کردیا۔

اسی طرح شریعت موسوی کے بعض احکام کو منسوخ کردیا۔ آگے مزید حضرت عیسیٰ کا قول نقل فرمایا گیا کہ وہ بنی اسرائیل سے یہ بھی کہیں گے کہ میں اپنی نبوت کی نشانی خدا کی طرف سے تمہارے سامنے لے کر آیا ہوں پس تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی میری مخالفت اور تکذیب میں اللہ کے عذاب سے ڈرو اور بے چون و چرا میری فرمانبرداری کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں سو تم لوگ اُس رب کی عبادت کرو بس یہ ہے راہ راست۔

ان آیات زیر تفسیر سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر شریعت دوسری شریعت کے جزوی احکام کی ناسخ ہوتی ہے جیسا کہ شریعت عیسوی نے بعض احکام شریعت موسوی کے منسوخ کردیئے تھے۔ اسی طرح شریعت محمدیہ نے شریعت عیسوی کے بعض احکام کو منسوخ قرار دیا۔

دوسری بات ان آیات سے یہ واضح ہوئی اور اہل کتاب کو یہ سبق دیا جارہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب دلائل سے نبی برحق ہونا ثابت ہو چکا تو اہل کتاب کو خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کرلینا چاہئے اور مخالفت اور انکار نہ چاہئے۔

تیسری بات یہاں یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ فرماتے ہیں کہ میرا اور سب کا رب اللہ ہے اور اُسی کی بندگی کرو یہی صراط مستقیم ہے اسی میں ہدایت اور اسی میں نجات ہے۔ تو کامیابی و ہدایت کا راستہ فقط یہی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہمیں امت محمدیہ میں پیدا فرما کر اپنے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو مزید توفیق عطا فرمائیں کہ ہم شریعت محمدیہ کی صراط مستقیم پر چلنے والے ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ

سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جاویں اللہ کے واسطے حوارئین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے ہم اللہ تعالیٰ پر

فَلَمَّآ	اَحَسَّ	عِيْسٰى	مِنْهُمُ	الْكُفْرَ	قَالَ	مَنْ	اَنْصَارِيْٓ	اِلَى	اللّٰهِ	قَالَ	الْحَوَارِيُّوْنَ	نَحْنُ	اَنْصَارُ	اللّٰهِ
پھر جب	معلوم کیا	عیسیٰ	ان سے	کفر	اسنے کہا	کون	میری مدد کرنیوالا	طرف	اللہ	کہا	حواری (جمع)	ہم	مدد کرنیوالے	اللہ

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

ایمان لائے اور آپ اس کے گواہ رہیے کہ ہم فرمانبردار ہیں

اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَاشْهَدْ	بِاَنَّا	مُسْلِمُوْنَ
ہم ایمان لائے	اللہ پر	تو گواہ رہ	کہ ہم	فرمانبردار

عام بنی اسرائیلیوں کی سرکشی

اور حواریوں کا عہدِ وفا

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تبلیغ دین الٰہی کرتے اور آپ نے بامر الٰہی دین موسوی کے بعض احکام میں ترمیم کی۔ یہود اس پر بڑے مشتعل اور ناراض تھے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئی ماہ پہلے پیدا ہوئے تھے وہ بھی جوان ہو گئے تھے وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرتے تھے۔ اس پر یہود کے بادشاہ وقت نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کروا دیا۔ الغرض قوم بنی اسرائیل طرح طرح کے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائی اسی کے متعلق ان آیات میں پہلے ارشاد ہوتا ہے فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے انکار دیکھا اور انکار کے ساتھ ساتھ درپے ایذا بھی پایا اور اتفاقاً کچھ لوگ آپ کو ایسے ملے جو حوارئین کہلاتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی ضد اور اڑ کو دیکھ لیا کہ اپنی گمراہی۔ کجروی اور کفر و انکار سے یہ نہیں ہٹتے تو فرمانے لگے کہ کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے اللہ کے واسطے مددگار ہو جاویں اور اللہ کی طرف پکارنے میں میرا ہاتھ بٹانے والے ہو جائیں؟ اس پر آگے ارشاد ہوتا ہے قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ حوارئین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے دین کے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خطاب کے جواب میں حوارئین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے دین کے یعنی ہم دین حق کی پیروی کریں گے اور احکام الٰہی کی اشاعت میں ہر طرح کے مددگار رہوں گے۔

حواری اور ان کی دعاء

حواریون حواری کی جمع ہے۔ حواریوں کے بارہ میں محققین کے مختلف اقوال ہیں کہ یہ کون لوگ تھے اور یہ لقب ان کا کس وجہ سے ہوا۔ مشہور قول یہ ہے کہ سب سے پہلے دو شخص جو حضرت عیسیٰ کے تابع ہوئے اور ایمان لائے وہ دھوبی تھے اور کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلاتے تھے۔

آگے انہی حوارئین کا قول اور اُن کی دعا نقل فرمائی جاتی ہے اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ حوارئین نے کہا ہم اللہ تعالیٰ پر حسب دعوت آپ کے ایمان لے آئے اور آپ اس بات پر گواہ رہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اور آپ کے فرمانبردار ہیں۔

دُعاء کیجئے: مخالفین اسلام جو شرارتیں اور تدبیریں اہل اسلام کے ضرر کی خفیہ یا علانیہ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی چالوں کو اُن ہی پر پلٹ دیں اور وہی اُس کے وبال میں گرفتار ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۞ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۞

اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے اُن چیزوں پر جو آپ نے نازل فرمائیں اور پیروی اختیار کی ہم نے رسول کی سو ہم کو اُن لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرتے ہیں اور اُن لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں

رَبَّنَآ	اٰمَنَّا	بِمَآ	اَنْزَلْتَ	وَاتَّبَعْنَا	الرَّسُوْلَ	فَاكْتُبْنَا	مَعَ	الشّٰهِدِيْنَ	وَمَكَرُوْا	وَ	مَكَرَ	اللّٰهُ	وَاللّٰهُ	خَيْرُ	الْمٰكِرِيْنَ
اے ہمارے رب	ہم ایمان لائے	جو	تو نے نازل کیا	اور ہم نے پیروی کی	رسول	سو تو ہمیں لکھ لے	ساتھ	گواہی دینے والے	اور انہوں نے مکر کیا	اور	خفیہ تدبیر کی	اللہ	اور اللہ	بہتر	تدبیر کرنے والے ہیں

حواریین کی دوسری دُعاء

حواریین نے زیادت اہتمام اور توثیق کے لئے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے اُن چیزوں پر یعنی اُن احکام پر جو آپ نے نازل فرمائے اور پیروی اختیار کی ہم نے ان رسول کی سو ہمارا ایمان قبول فرما کر ہم کو اُن لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو مضامین مذکورہ کی تصدیق کرتے ہیں یعنی مومنین کاملین کے زمرہ میں ہمارا بھی شمار فرمایئے۔

بنی اسرائیل کی تدبیریں

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ اور اُن لوگوں نے جو کہ بنی اسرائیل میں آپ کے منکر نبوت تھے آپ کے ضرر اور ہلاکت کے لئے خفیہ تدبیر کی چنانچہ مکر وحیلہ سے آپ کو گرفتار کر کے سولی دینے پر آمادہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے محفوظ رکھنے کے لئے خفیہ تدبیر فرمائی جس کی حقیقت کا ان لوگوں کو پتہ بھی نہ لگا اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ اوروں کی تدبیریں تو ضعیف ہوتی ہیں اور کبھی بے موقع اور قبیح بھی ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ کی تدبیریں قوی بھی ہوتی ہیں۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو ساتھ لے کر آئے اور علی الاعلان بنی اسرائیل میں وعظ کرنا شروع کیا۔ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ساحر اور نعوذ باللہ زنا کار کہنا شروع کیا اور حضرت مریم کو بھی گالیاں دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کے لئے بددُعاء کی اور اللہ تعالیٰ نے گالیاں دینے والوں کو سور کی شکل میں مسخ کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہود کے دل میں خوف پیدا ہوا اور اُنہوں نے خفیہ ایک آدمی کو مقرر کیا کہ ظاہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مل جائے اور موقع پا کر اُن کو قتل کر دے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود اپنی خفیہ ریشہ دوانیاں کرنے لگے۔ لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے روکا اور حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری کو لالچ دے کر ملا لیا اور پوشیدہ طریقہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے کے لئے ایک آدمی کو مکان کے اندر بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کر دی لوگوں نے اُسی شخص کو حضرت عیسیٰؑ کے دھوکہ میں سولی دیدی اور اُن کو آخر تک یہی یقین رہا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا حالانکہ جس شخص کو سولی دی وہ اور شخص تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھا لئے گئے تھے۔ الغرض مخالفین ومنکرین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہلاکت کے داؤ پیچ اور خفیہ تدبیریں کیں مگر حق تعالیٰ کی تدبیر کے آگے اُن کی ایک نہ چلی۔ جب مکان میں گھر جانے اور گرفتار ہو جانے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ متردد اور پریشان خاطر ہوئے تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی وتسکین کے لئے حق تعالیٰ نے کچھ وعدے فرمائے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے۔

دُعاء کیجئے: یااللہ! دشمنانِ دین کے مکر وفریب سے اہلِ ایمان کو محفوظ فرما۔ اور اپنی تائید اور نصرت سے اہلِ اسلام کو کامیابی وکامرانی عطا فرما۔ اور مخالفین کو خاسر و ناکام فرما۔ اے اللہ جیسے آپ نے گذشتہ دور میں اپنے صالحین کی مدد فرمائی اے اللہ اب بھی اپنے صالح بندوں کی مدد فرما اور دشمنانِ دین پر ان کو غلبہ ونصرت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں

اِذْ	قَالَ	اللّٰهُ	يٰعِيْسٰى	اِنِّىْ	مُتَوَفِّيْكَ	وَرَافِعُكَ	اِلَىَّ	وَمُطَهِّرُكَ	مِنَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
جب	کہا	اللہ	اے عیسیٰ	میں	قبض کرونگا تجھے	اور اٹھالوں گا	اپنی طرف	اور پاک کردونگا تجھے	سے	وہ لوگ جو	انہوں نے کفر کیا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے یہودیوں سے حفاظت آسمان پر اٹھائے جانے اور کافروں سے پاک کرنیکا وعدہ

جب دشمن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نرغہ میں لئے ہوئے تھے تو آپ متردد اور پریشان خاطر ہوئے اُس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین وتسلی فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چند بشارتیں دیں اور وعدے فرمائے جو اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں۔

۱-سب سے پہلا وعدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی گرفتاری کے موقع پر واقعات وحالات کی رفتار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ صاف نظر آرہا تھا کہ یہود انہیں سزائے موت دلوائیں گے حضرت عیسیٰ کی تسکین کے لئے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو آپ کی موت، یہود دشمنوں کے ہاتھوں قتل یا سولی پر چڑھا دینے کے ذریعہ نہیں ہو گی بلکہ طبعی طور سے وقت موعود پر ہوگی اور وقت موعود قرب قیامت میں آئے گا جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ متواترہ میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دمشق میں آسمان سے نزول فرمائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہوں گے۔

۲-دوسرا وعدہ فی الحال عالم بالا کی طرف اٹھا لینے کا تھا۔ یہ وعدہ ساتھ کے ساتھ اُسی وقت پورا کیا گیا اور اس وعدہ کے پورا کرنے کی خبر سورۂ نساء چھٹے پارہ میں اس طرح دی گئی وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ یقیناً ان کو یہودیوں نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔

۳-تیسرا وعدہ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فرمایا۔ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے اور تم کو پاک کرنے والا ہوں اُن لوگوں سے جو منکر ہیں۔ مفسرین نے اس کے دو مطلب لئے ہیں ایک یہ کہ ناپاک اور گندے کافروں کی صحبت اور پڑوس سے پاک کروں گا۔ اور یہ وعدہ اس طرح پورا فرمایا کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور قرآن آپ پر نازل ہوا اور یہود کے سب ناپاک اور غلط الزامات واتہامات کو صاف کر دیا مثلاً یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے ان کے نسب کو مطعون کرتے تھے۔ قرآن کریم نے جا بجا ان سب الزامات کو صاف کر دیا اور آپ کو جملہ الزامات واتہامات سے پاک ٹھہرایا۔

فائدہ: یہاں جو لفظ مُتَوَفِّيْكَ ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسی وقت فی الفور موت آجائیگی تَوَفِّیْ کا معنی ہے پورا پورا دینا اس لئے گویا یہ ارشاد ہو گیا کہ تمہیں پوری پوری زندگی ملے گی یعنی تمہاری وفات اپنے مقرر وقت پر ہوگی تمہارے دشمن تمہاری ہلاکت کے کسی منصوبہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور قول یہ بھی نقل ہوا ہے کہ توفی سے مراد یہاں موت نہیں بلکہ مرتبہ کی بلندی ہے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ اہل اسلام کو ایمان واسلام کی برکت سے دشمنانِ دین پر غلبہ نصیب فرما۔ اور دشمنان دین کی قوتوں کو پاش پاش فرما۔ یا اللہ ہم نے اپنی بداعمالیوں کی بدولت خود بھی اپنے کو رسوا کیا اور اسلام کو بھی بدنام کیا۔ یا اللہ ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ اور ظاہراً باطناً ہمیں اسلام کا اتباع کامل نصیب فرما۔ اور اسلام کی برکت سے اہل اسلام کو غالب اور دشمنان دین کو مغلوب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ

اور جو لوگ تمہارا کہنا مانتے ہیں اُن کو غالب رکھنے والا ہوں اُن لوگوں پر جو کہ منکر ہیں روز قیامت تک پھر میری طرف ہوگی سب کی واپسی سو میں تمہارے درمیان فیصلہ کردوں گا

وَجَاعِلُ	الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْكَ	فَوْقَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِلٰى	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	ثُمَّ	اِلَيَّ	مَرْجِعُكُمْ	فَاَحْكُمُ	بَيْنَكُمْ
اور رکھونگا	وہ جنہوں نے	تیری پیروی کی	اوپر	جنہوں نے	کفر کیا	تک	قیامت کا دن	پھر	میری طرف	تمہیں لوٹ کر آنا ہے	پھر میں فیصلہ کرونگا	تمہارے درمیان

فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ؀

اُن امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے

فِيْمَا	كُنْتُمْ	فِيْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ
جس میں	تم تھے	میں	اختلاف کرتے

متبعین کے غلبہ اور اختلافات کے فیصلہ کا وعدہ

۴- چوتھا وعدہ یہ فرمایا کہ آپ کے متبعین کو آپ کے منکرین پر قیامت تک غالب رکھا جائے گا۔ یہاں اتباع سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اعتقاد اور اقرار مراد ہے اس طرح آیت میں متبعین کے مصداق وہ لوگ ہیں جو آپ کی نبوت کے معتقد ہیں اس میں نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں داخل ہیں۔ گو اس وقت نصاریٰ کا اتنا اتباع ان کی نجات آخرت کے لئے کافی نہیں کہ ایک دوسرے ضروری جزو میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع نہیں کرتے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے فرما گئے لیکن یہاں اتباع کامل مراد ہی نہیں محض اتباع بمعنی اعتقاد نبوت مراد ہے جس میں نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں شامل ہیں۔ اور منکرین سے مراد یہود ہیں پس حاصل اس چوتھے وعدہ کا یہ ہوا کہ امت محمدیہ اور نصاریٰ ہمیشہ یہود پر غالب رہیں گے۔ چنانچہ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً چالیس برس بعد طیطوس رومی بادشاہ یہود پر چڑھ آیا اور شہر یروشلم کو ڈھا کر تباہ کر دیا اور یہود کی عبادت گاہ ہیکل کو بھی مسمار کر دیا اور لاکھوں بنی اسرائیل کو قتل کر دیا اور ہزاروں کو پکڑ کر لے گیا اور غلام بنایا اور جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ یہ پیش آوے گا وہی پیش آیا۔ یہود ذلیل و خوار ہوئے سلطنت اُن کی تباہ و برباد ہوئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں و مابعد اہل اسلام نے یہود کو مدینہ و خیبر و سرزمین عرب سے جلاوطن کیا۔ قتل و قید اور ذلیل و خوار ہو کر اپنے وطن سے نکالے گئے اور اس اخیر زمانہ میں ہٹلر جیسے چنگیزی فرمانروا کی یہود دشمنی و یہود بیزاری اخبار بین اور تاریخ دان طبقے سے پوشیدہ نہیں۔

۵- پانچویں وعدہ قیامت کے روز ان مذہبی اختلافات میں عملی فیصلہ فرمانے کے متعلق ہے سو جب قیامت واقع ہوگی تو اس کا بھی ظہور ہو جائے گا۔ اور عملی فیصلہ اس لئے کہا گیا کہ علمی اور شرعی فیصلہ تو یہاں دنیا ہی میں ہو گیا ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ یہ ملعون قوم یہود جو آپ کے پیغمبروں کی دشمن اور قاتل رہی ہے اور جواب بھی اہل اسلام سے برسرِ پیکار ہے۔ اے اللہ اس ملعون قوم کے خاتمہ کے دن نزدیک کردے اور دنیا سے ان کو پوری طرح مٹا دیئے جانے کا وقت قریب کردے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

پس جو لوگ کافر تھے سو اُن کو سخت سزا دوں گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اُن لوگوں کا کوئی حامی نہ ہو گا

فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَاُعَذِّبُهُمْ	عَذَابًا	شَدِيْدًا	فِى	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَمَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِيْنَ
پس	جن لوگوں نے	کفر کیا	سو انہیں عذاب دونگا	عذاب	سخت	میں	دنیا	اور آخرت	اور نہیں	انکا	سے	مددگار

گذشتہ سے ربط: سابقہ درس میں پانچواں وعدہ بیان ہوا تھا کہ جب قیامت آ جائے گی اُس وقت ان تمام امور کا جن میں لوگ دنیا میں باہم اختلاف کرتے تھے حق تعالیٰ عملی فیصلہ فرما دیں گے۔ اُس عملی فیصلہ کی تفصیل ان آیات زیر تفسیر میں فرمائی جاتی ہے۔

کافروں کیلئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب

تفصیل فیصلہ کی یہ ہے کہ جو لوگ ان اختلاف کرنے والوں میں کافر تھے سو اُن کو اُن کے کفر پر سخت سزا دوں گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ان لوگوں کا کوئی حامی طرفدار نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ جب بھی کسی نبی کی قوم اپنے انکار اور ضد پر جمی رہی اور پیغمبر کی بات نہ مانی اور پیغمبر کے معجزے دیکھنے کے باوجود بھی ایمان نہ لاتی تو دو صورتوں میں سے ایک صورت کی گئی یا تو آسمانی عذاب بھیج کر سب کو فنا کر دیا گیا جیسے عاد وثمود اور قوم لوط وقوم صالح کے ساتھ کیا گیا یا پھر یہ صورت ہوتی کہ اپنے پیغمبر کو اس دار الکفر سے ہجرت کرا کے کسی دوسری طرف منتقل کیا گیا اور وہاں ان کو قوت وشوکت دی گئی کہ پھر اس نے اپنی قوم پر فتح پائی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت کر کے علاقہ شام میں تشریف لاتے اور آخر میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے پھر وہاں سے حملہ آور ہو کر مکہ فتح کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے نرغہ سے بچالینا اور آسمان پر بلالینا بھی درحقیقت ایک قسم کی ہجرت تھی جس کے بعد وہ واپس آ کر یہودیوں پر مکمل فتح حاصل کریں گے۔ نیز اس سے پہلے پہلے بھی یہود پر دنیوی سزا جو کچھ ہوئی یا ہو رہی ہے اس کا حال یہود کی تاریخ کے صفحات سے پوچھ دیکھئے۔ کون سی تباہیاں ہیں جو ان دو ہزار سال میں یہود پر نہیں آ چکیں ان کی قومی ثروت وتمول کا خیال بھی ایک افسانہ ہے ورنہ حقیقتاً اس قوم پر بجائے دولت کے افلاس مسلط ہے۔ بہر حال تمام اختلافات کا آخری فیصلہ تو قیامت اور آخرت کے دن ہوگا کہ کافروں کو جہنم کا عذاب دائمی ہوگا لیکن جن لوگوں نے کفر کیا ہے اور توحید سے روگرداں ہو گئے اور خدا کے بھیجے ہوئے ہادی پیغمبر اور رسول کی اہانت اور مخالفت کی اُن کو دنیا میں بھی عذاب ہوگا۔ ذلت و خواری۔ محکومیت۔ غلامی قتل وقید کی سزا ملے گی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھا لئے جانے کے بعد روم کے بادشاہ طیطوس نے ملک شام پر حملہ کر کے یروشلم شہر کو تباہ کیا۔ یہود کی عبادت گاہ ہیکل کو مسمار کر ڈالا۔ ہزاروں لاکھوں یہودیوں کو قتل وقید کیا اور باندی غلام بنایا۔ یہ سزا اور ذلت وخواری تو دنیا میں اس قوم یہود کو ملی اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے قریب جب دجال جو قوم یہود میں سے ہوگا اُس کا فتنہ فساد دنیا میں پھیل رہا ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرمائیں گے اور وہ دنیا میں آ کر شریعت محمدیہ کی پیروی اختیار کریں گے اور شریعت اسلامیہ کے موافق عمل درآمد کریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے اور اُس کی پیروی کرنے والے یہودیوں کو اہل اسلام چن چن کر قتل کریں گے۔ کوئی یہودی جان نہ بچا سکے گا۔ کہ ملعون قوم دنیا سے بالکل مٹا دی جائے گی تو یہ سخت عذاب دنیا میں اس منکر قوم یہود کو ہوئے اور ہوں گے اور پھر قیامت آ جانے پر آخرت میں بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ اور وہ وہیں معلوم ہوگا کہ کتنا سخت عذاب ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر قائم رکھیں اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اہل اسلام کو اپنے گناہوں سے تائب ہونے کی توفیق عطا فرما اور ان کو پھر اسلام کی برکت سے عزت وشوکت عطا فرما۔ اور محکومیت کی ذلت سے بچا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۞ ذٰلِكَ

اور جو لوگ مومن تھے اور انہوں نے نیک کام کیے تھے سو اُن کو اللہ تعالیٰ اُن کے ثواب دیں گے اور اللہ محبت نہیں رکھتے ظلم کرنے والوں سے۔ یہ ہم تم کو

ذٰلِكَ	الظّٰلِمِيْنَ	لَا يُحِبُّ	وَاللّٰهُ	اُجُوْرَهُمْ	فَيُوَفِّيْهِمْ	الصّٰلِحٰتِ	وَعَمِلُوْا	اٰمَنُوْا	الَّذِيْنَ	وَاَمَّا
یہ	ظالم (جمع)	دوست نہیں رکھتا	اور اللہ	ان کے اجر	تو پورا دے گا	نیک	اور انہوں نے کام کیے	ایمان لائے	جو لوگ	اور جو

نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۞

الْحَكِيْمِ	وَالذِّكْرِ	الْاٰيٰتِ	مِنَ	عَلَيْكَ	نَتْلُوْهُ
حکمت والی	اور نصیحت	آیتیں	سے	آپ پر	ہم پڑھتے ہیں

پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ منجملہ دلائل کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے

اللہ مومنین کو انعام دے گا اور وہ ظالموں سے نفرت کرتا ہے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ: یہودی و کافر دنیا میں ذلیل ہوئے آخرت میں عذاب میں گرفتار ہوں گے اس کے برعکس اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ دنیا میں بھی فتح اور نصرت عزت و حرمت عطا ہو گی اور عقبیٰ میں بھی خاص رحمتیں اور نعمتیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتے۔ اور ان سے بڑا ظالم کون ہو گا جو انبیاء اور مرسلین کے حق میں افراط تفریط کرتے ہیں ظلم کی حقیقت افراط و تفریط ہے۔ یہاں ظالموں سے یہود کا مراد ہونا تو ظاہر ہی ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و صداقت بلکہ شرافت نسب تک کے منکر تھے لیکن دوسری طرف اس کے تحت میں مسیحی بھی آ جاتے ہیں جو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو عبدکی بجائے معبود اور رسول کی بجائے مظہر یا اوتار قرار دیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل

اس کے بعد حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ یعنی ہم یہ قصہ مذکورہ آپ کو بذریعہ وحی کے پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ آپ کے منجملہ دلائل نبوت کے ہے یعنی ان پرانے واقعات اور اختلافی قصوں کا آپ کو علم نہ تھا نہ یہودیوں کی سرکشی اور عیسائیوں کی تحریک سے آپ واقف تھے۔ ہم نے آپ کو قرآن کے ذریعہ سے ان امور کا علم عطا فرمایا اور فقط اسی اخبار بالغیب کو آپ کی صداقت و رسالت کی نشانی نہیں قرار دیا بلکہ قرآن پاک کے جملہ مضامین احکام و قوانین کو پر حکمت بنایا جو ہر طرح سے موجب بصیرت ہیں۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ ان کو مانیں اور ان پر عمل کریں۔ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۞: سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی رسالت پر دلیل ہونے سے قطع نظر یہ مضامین بجائے خود بھی پر حکمت و پر معرفت ہیں۔

یہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعی حالات بیان کر کے اُن کے منکرین و مخالفین یہود کی غلطی اور انجام کو ظاہر کیا گیا۔ اب آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مدعیان اتباع یعنی نصاریٰ کی غلطی ظاہر فرمائی جاتی ہے کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ کے پیدا دیکھ کر اُن کو خدا کا بیٹا۔ اور خدا اور ثالث ثلثہ کہنے لگے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں جو آپ نے ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر تازیست ہمیں استقامت نصیب فرمایئے اور ایمان کے ساتھ اعمال صالح کی توفیق نصیب فرمایئے اور اپنی رحمت سے اُن پر اجر آخرت عطا فرما دیجئے۔ یا اللہ! ہمیں بے دینوں کے ظلم و ستم سے ہر طرح بچایئے۔ اور اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھئے۔ یا اللہ! آپ ہمارے حامی و ناصر ہو جائیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں دین و دنیا دونوں جہاں میں عافیت سے نوازیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ

بیشک حالت عجیبہ عیسیٰ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ آدم کے ہے کہ اُن کو مٹی سے بنایا پھر اُن کو حکم دیا کہ ہوجا بس وہ ہوگئے۔ یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی

اِنَّ	مَثَلَ	عِیْسٰی	عِنْدَ اللّٰہِ	کَمَثَلِ	اٰدَمَ	خَلَقَہٗ	مِنْ	تُرَابٍ	ثُمَّ	قَالَ	لَہٗ	کُنْ	فَیَکُوْنُ	اَلْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّکَ
بیشک	مثال	عیسیٰ	اللہ کے نزدیک	مثال جیسی	آدم	اسکو پیدا کیا	سے	مٹی	پھر	کہا	اسکو	ہوجا	سو وہ ہوگیا	حق	سے	آپکا رب

فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۶۰﴾

طرف سے ہے سو آپ شبہ کرنیوالوں سے نہ ہوئیے

فَلَا تَکُنْ	مِّنَ	الْمُمْتَرِیْنَ
پس نہ ہو	سے	شک کرنے والے

شان نزول: ان آیات کا پس منظر اور سبب نزول یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو ایک فرمان بھیجا جس میں تین چیزیں ترتیب وار ذکر کی گئی تھیں۔ ایک اسلام قبول کرو یا (۲) جزیہ ادا کرو یا (۳) جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کر کے ایک وفد تین پادریوں کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ ان لوگوں نے آ کر مذہبی امور پر بات چیت شروع کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنے میں انتہائی بحث و تکرار سے کام لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ آپ تو عیسیٰ مسیح کو بندۂ خدا بتاتے ہیں اور اس طرح اُن کی توہین کرتے ہیں اور اُن کو گالی دیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا معاذ اللہ میں کہیں اللہ کے پیغمبر کو گالی دے سکتا ہوں میں تو کہتا ہوں کہ وہ خدا کے بیٹے نہ تھے بلکہ مقبول بندے اور پیغمبر تھے۔ کہنے لگے کہ یہی تو توہین اور گالی ہے۔ اچھا آپ عیسیٰ مسیح کے سوا کوئی ایسا بتا سکتے ہیں کہ بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہو۔ اُسی وقت یہ آیات نازل ہوئیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ندرت حال اور بلا باپ کے پیدا ہونے میں حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مٹی سے بنائے گئے

پس حاصل ارشاد ان آیات کا یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ پیدا ہونا قدرت الٰہیہ سے کوئی بعید نہیں۔ ازلی علم الٰہی میں یونہی طے ہو چکا کہ عیسیٰ بغیر باپ کے اور آدمؑ بغیر ماں باپ کے پیدا کئے جائیں سو وہ ہو کر رہا اس لئے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ پس بے باپ کے پیدا ہونے میں حضرت آدم اور حضرت مسیح دونوں شریک ہیں اور بے ماں کے پیدا ہونے میں حضرت آدم و حوا شریک ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت آدم کی پیدائش زیادہ عجیب و غریب ہے کیونکہ مرد و عورت میں سے صرف ایک کے خون سے پیدا ہونا اس قدر عجیب نہیں جتنا کہ مٹی سے پیدا ہونا زیادہ عجیب ہے۔ تو پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کسی کے نزدیک خدا یا خدا کے بیٹے نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے خدا کے بیٹے مانے جا سکتے ہیں۔ پس وہ اللہ کے بندے ہی ہیں۔ اللہ نے اُن کو اپنے حکم سے پیدا کیا۔ اس لئے آگے طالبانِ حق کی تعلیم کے لئے ارشاد ہوا کہ مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالیٰ نے ارشاد فرما دیا وہی حق ہے۔ جس میں کسی شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ جو سچی بات تھی بلا کم و کاست سمجھا دی گئی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ایمان و اسلام ہمیں عطا فرما کر حق سے وابستہ فرمایا۔

یا اللہ! ہمیں ہر حال میں حق پر قائم رکھنا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا

پس جو شخص آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں حجت کرے آپ کے پاس علم آئے پیچھے تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو

فَمَنْ	حَآجَّكَ	فِيْهِ	مِنْ بَعْدِ	مَا	جَآءَكَ	مِنَ	الْعِلْمِ	فَقُلْ	تَعَالَوْا	نَدْعُ	اَبْنَآءَنَا	وَاَبْنَآءَكُمْ	وَنِسَآءَنَا
سو جو	آپ سے جھگڑے	اس میں	بعد	جب	آ گیا	سے	علم	تو کہہ دیں	تم آؤ	ہم بلائیں	اپنے بیٹے	اور تمہارے بیٹے	اور اپنی عورتیں

وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو ناحق پر ہوں

وَنِسَآءَكُمْ	وَاَنْفُسَنَا	وَ	وَاَنْفُسَكُمْ	ثُمَّ	نَبْتَهِلْ	فَنَجْعَلْ	لَّعْنَتَ	اللّٰهِ	عَلَى	الْكٰذِبِيْنَ
اور تمہاری عورتیں	اور ہم خود	اور	تم خود	پھر	ہم التجا کریں	پھر کریں (ڈالیں)	لعنت	اللہ	پر	جھوٹے

نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ یہ نجران کے نصاریٰ اگر اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ "مباہلہ" کیجئے جس کی صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دربار خداوندی میں دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ چنانچہ اس آیت "مباہلہ" کے نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو "مباہلہ" کی دعوت دے دی۔ مباہلہ کی دعوت سن کر نجران کے عیسائیوں نے مہلت مانگی اور کہا کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ جب وہ مشورہ کے لئے جمع ہوئے تو اُن میں سے ایک سمجھ دار نے کہا کہ تم لوگ دلوں میں تو یقیناً سمجھ چکے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے نبی ہیں اور حضرت عیسیٰ مسیح کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا تو کچھ بعید نہیں کہ یہ وہی نبی ہوں اور ایک نبی سے مباہلہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ ان کا کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت اور عذاب سے نہ بچے۔ بہتری یہی ہے کہ ان سے صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی بھی طاقت ہم میں نہیں۔ یہی تجویز پاس کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے۔

نجران کے وفد کا مباہلہ سے انکار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے باہر تشریف لا رہے تھے۔ یہ نورانی صورتیں دیکھ کر نجران کے وفد کے سردار نے ساتھیوں سے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے سرکا سکتی ہے۔ ان سے مباہلہ کر کے اپنے لئے ہلاکت نہ مول لو۔ آخر انہوں نے مقابلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہمیں ہر حال میں حق پر قائم رکھنا اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرمانا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۶۲﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا

بیشک یہ مذکورہ ہی ہے سچی بات اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور بلاشک اللہ تعالیٰ ہی غلبہ والے حکمت والے ہیں۔ پھر اگر سرتابی کریں

إِنَّ	هٰذَا	لَهُوَ	الْقَصَصُ	الْحَقُّ	وَمَا	مِنْ إِلٰهٍ	إِلَّا اللّٰهُ	وَإِنَّ	اللّٰهَ	لَهُوَ	الْعَزِيزُ	الْحَكِيمُ	فَإِنْ	تَوَلَّوْا
بیشک	یہ	ہی	بیان	سچا	اور نہیں	کوئی معبود	اللہ کے سوا	اور بیشک	اللہ	وہی	غالب	حکمت والا	پھر اگر	وہ پھر جائیں

فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿۶۳﴾

تو بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں فساد والوں کو

فَإِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيمٌ	بِالْمُفْسِدِينَ
تو بیشک	اللہ	جاننے والا	فساد کرنیوالوں کو

مباہلہ کا موضوع

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ الخ دعوت مباہلہ کے ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ مباہلہ اس پر کیا جانا تھا کہ جو کچھ حضرت مسیح کے متعلق قرآن میں بیان ہوا کہ مسیح اور مادر مسیح دونوں بشر محض تھے۔ وہی حق اور سچ ہے اور خداوند قدوس کی بارگاہ ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے وغیرہ کے تعلقات سے پاک اور منزہ ہے۔ نہ اُن کا کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے۔ بلکہ وہ اکیلا اور تنہا ہے اور سب کا خالق ہے اور اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فتنہ پرور لوگ

آخر میں فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ فرما کر واضح فرمادیا کہ اگر ان کھلے دلائل اور صحیح صحیح بیان کے باوجود یہ نصاریٰ نہ مانیں اور نہ مباہلہ پر آمادہ ہوں تو سمجھ لو کہ انہیں محض فتنہ فساد پھیلانا پیش نظر ہے تو پھر یہ مفسد ہیں اور خوب سمجھ لیں کہ سب مفسدین اللہ کی نظر میں ہیں۔ وہ ان مفسدین کی حالت سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا عقوبت اور سزا کے مستوجب ہیں اور خدا تعالیٰ ان کو سزا دیگا۔

ان آیات سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ حقائق ثابت ہونے کے بعد اُن سے اعراض اور انکار نہ چاہئے کیونکہ حق ظاہر ہو جانے کے بعد پھر اُس کو قبول نہ کرنا یہ فساد دین ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مفسد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حق جاننے اور پہچاننے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور حق سے اعراض و انکار کی کافرانہ و مفسدانہ خصلت سے ہمارے قلوب کو یکسر پاک فرمائیں۔ آمین۔

اب جہاں تک دلیل و برہان کا تعلق تھا اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ پر حجت قائم کر دی گئی اور پھر مباہلہ جو انتہائی اور آخری حجت ہے وہ بھی پیش کیا جا چکا اب اس کے بعد مقتضٰی تو یہ تھا کہ اہل کتاب سے مزید خطاب ہی چھوڑ دیا جائے لیکن باقتضائے رحمت و شفقت پھر اُن کو نرمی اور ملاطفت کے ساتھ ایک دوسرے پیرایہ سے حق اور توحید کی دعوت دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ دنیا میں حق کو غالب فرمائیں۔ اور باطل کو مغلوب فرمائیں اور ہم کو حق کی حمایت اور حفاظت کرنا نصیب فرمائیں اور ناحق و باطل کو مٹانا نصیب فرمائیں۔ آمین وَآخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی

قُلْ	یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	تَعَالَوْا	اِلٰى	كَلِمَةٍ	سَوَآءٍۢ	بَیْنَنَا	وَبَیْنَكُمْ	اَلَّا نَعْبُدَ	اِلَّا	اللّٰهَ	وَلَا نُشْرِكَ	بِهٖ
آپ کہہ دیں	اے اہل کتاب	آؤ	طرف (پر)	ایک بات	برابر	ہمارے درمیان	اور تمہارے درمیان	کہ نہ ہم عبادت کریں	سوائے	اللہ	اور نہ ہم شریک کریں	اس کے ساتھ

شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں

شَیْـًٔا	وَّلَا یَتَّخِذَ	بَعْضُنَا	بَعْضًا	اَرْبَابًا	مِّنْ دُوْنِ	اللّٰهِ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقُوْلُوا	اشْهَدُوْا	بِاَنَّا	مُسْلِمُوْنَ
کچھ	اور نہ بنائے	ہم میں سے کوئی	کسی کو	رب (جمع)	سوائے	اللہ	پھر اگر	وہ پھر جائیں	تو کہہ دو تم	تم گواہ رہو	کہ ہم	مسلم (فرمانبردار)

اہل کتاب کو دعوت حق کا ایک نہایت ہی مثبت انداز

زبان سے یہود و نصاریٰ دونوں توحید کے مدعی تھے اور کہتے تھے کہ ہم خدا کو ایک مانتے ہیں مگر بایں اقرار طرح طرح کے شرک میں مبتلا تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُن کو پھر ایک دفعہ حق کی دعوت دیجئے۔ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہونے میں برابر ہے۔ اور دونوں فریق اُس کو مانتے ہیں۔ کوئی فریق اُس سے انکار نہیں کرتا وہ یہ ہے اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ لہٰذا کوئی فعل ایسا نہ کرنا چاہیے جس سے پرستش غیر اللہ کا شبہ ہو۔ دوسرے یہ کہ ہم اور تم دونوں اس عقیدہ میں متفق ہیں وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر یعنی جو محض اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مشورہ دے۔ یا غیر اللہ کی اطاعت و بندگی کا حکم دے تو اس کا حکم نہ ماننا چاہیے۔

آیت کے اخیر میں ارشاد ہوتا ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ اگر تم نہ مانو تم جانو یعنی مخالفین یہود و نصاریٰ اگر دین کے ان مسلّمہ اصول سے پھریں اور صحیح معنیٰ میں اس کے ماننے سے انکار اور اعراض کریں تو اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ اُن سے کہہ دیں کہ اگر تم ان باتوں کو نہیں مانتے تو نہ مانو لیکن گواہ رہو کہ ہم تو ان باتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے اور اسی کے موافق ہم عمل کرتے ہیں اور ہم خالص مسلمان ہیں۔ اور شرک سے بیزار ہیں اور ہم اُس ایک واحد خدا کے تابع فرمان ہیں۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ! ہم آپ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور آپ ہی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ آپ وحدہٗ لاشریک ہیں۔ آپ کا کوئی شریک وساجھی نہیں۔ اے اللہ ہم آپ کی ذات وصفات پر ویسا ہی ایمان لاتے ہیں جیسا ہم کو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور ہدایت فرمائی۔ اے اللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور ہر طرح کے شرک سے کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

اے اہل کتاب کیوں حجت کرتے ہو ابراہیم کے بارہ میں حالانکہ نہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل مگر ان کے بعد کیا پھر سمجھتے نہیں ہو

يٰٓ	اَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تُحَآجُّوْنَ	فِيْٓ	اِبْرٰهِيْمَ	وَمَآ	اُنْزِلَتِ	التَّوْرٰىةُ	وَ	الْاِنْجِيْلُ	اِلَّا	مِنْۢ بَعْدِهٖ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ
اے	اہل کتاب	کیوں	تم جھگڑتے ہو	میں	ابراہیم	اور نہیں	نازل کی گئی	توریت	اور	انجیل	مگر	اسکے بعد	تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

ہاں تم ایسے ہو کہ ایسی بات میں تو حجت کر ہی چکے تھے جس سے تم کو کسی قدر تو واقفیت تھی سو ایسی بات میں کیوں حجت کرتے ہو جس سے تم کو اصلا واقفیت نہیں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں

هٰٓاَنْتُمْ	هٰٓؤُلَاۗءِ	حَاجَجْتُمْ	فِيْمَا	لَكُمْ	بِهٖ	عِلْمٌ	فَلِمَ	تُحَآجُّوْنَ	فِيْمَا	لَيْسَ	لَكُمْ	بِهٖ	عِلْمٌ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ
ہاں تم	وہ لوگ	تم نے جھگڑا کیا	جس میں	تمہیں	اس کا	علم	اب کیوں	تم جھگڑتے ہو	اس میں	نہیں	تمہیں	اسکا	کچھ علم	اور اللہ	جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾	وَاَنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ
اور تم نہیں جانتے	اور تم	نہیں	جانتے

دعوائے توحید اور تعظیم ابراہیم علیہ السلام

جیسے دعوائے اسلام و توحید سب میں مشترک تھا اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی تعظیم و تکریم میں بھی سب شریک تھے اور یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک فرقہ دعویٰ کرتا تھا کہ ابراہیمؑ ہمارے دین پر تھے یعنی معاذ اللہ یہودی تھے یا نصرانی، اسکا جواب دیا کہ تورات و انجیل جن کے پیروکار یہودی یا نصرانی کہلائے ابراہیمؑ سے سینکڑوں برس بعد اتری۔ پھر ابراہیم کو نصرانی یا یہودی کیسے کہہ سکتے ہیں بلکہ جس طرح کے تم یہودی یا نصرانی ہو، اس معنی سے تو خود موسیٰ یا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہودی یا نصرانی نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت ہمارے مذہب سے زیادہ قریب تھی تو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا علم تم کو کہاں سے ہوا؟ تمہاری کتابوں میں مذکور نہیں۔ نہ خدا نے خبر دی نہ تم کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو پھر ایسی بات میں جھگڑنا جس کا کچھ علم آدمی کو نہ ہو حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ جن چیزوں کی تمہیں کچھ تھوڑی بہت خبر تھی گو محض ناتمام اور سرسری تھی مثلاً مسیح علیہ السلام کے واقعات یا نبی آخر الزمان کی بشارات وغیرہ ان میں تم جھگڑ چکے، لیکن جس چیز سے تمہیں بالکل مس نہیں نہ اس کی کبھی ہوا لگی اسے تو خدا کے سپرد کر دو۔ وہی ہی جانتا ہے کہ ابراہیمؑ کیا تھے اور آج دنیا میں کونسی جماعت کا مسلک اس سے قریب تر ہے۔ (تفسیر حقانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہمیں اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی فتنہ پردازیوں سے محفوظ رکھ ہمیں ان گمراہیوں سے
محفوظ رکھ جن کے وہ شعار رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۞

ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے لیکن طریق مستقیم والے صاحب اسلام تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے

مَا كَانَ	اِبْرٰهِيْمُ	يَهُوْدِيًّا	وَّلَا	نَصْرَانِيًّا	وَّلٰكِنْ	كَانَ	حَنِيْفًا	مُّسْلِمًا	وَمَا	كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ
نہ تھے	ابراہیم	یہودی	اور نہ	نصرانی	اور لیکن	وہ تھے	ایک رُخ	مسلم (فرمانبردار)	اور نہ	تھے	سے	مشرک (جمع)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی

گذشتہ آیت میں اہل کتاب کو صحیح توحید کی دعوت دی گئی تھی اور یہود و نصاریٰ جو توحید کے مدعی تھے اُن کے دعوائے توحید کا رد فرمایا گیا تھا۔ دعوائے توحید کی طرح یہود و نصاریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین و ملت کے بارہ میں یہ دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم ہمارے دین پر تھے۔ عیسائی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم نصرانی تھے اور ہم ملت ابراہیمی پر ہیں اور ہم اُن سب سے زیادہ قریب ہیں۔ یہودیہ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور ہم اُن کی ملت پر ہیں اور اُن سب سے زیادہ قریب ہیں۔ یہود و نصاریٰ دونوں کے اس دعوے کا رد اور ابطال ان آیات میں فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ تم دونوں غلط کہتے ہو۔ تم کو ابراہیم علیہ السلام کے دین و ملت سے کیا واسطہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دین حنیف پر تھے

یعنی ابراہیمؑ نے اپنے تئیں حنیف یا مسلم کہا ہے۔ حنیف کے معنی؟ جو کوئی راہ حق پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ اور مسلم کے معنی حکم بردار اب خود اندازہ کرلو کہ آج کس نے سب سے ٹوٹ کر خدا کی راہ پکڑی اور اپنے کو خالص اسی کے سپرد کر دیا ہے۔ وہ ہی ابراہیمؑ سے زیادہ اقرب واشبہ ہوگا۔

مسلما کا معنی

(تنبیہ) یہاں مسلماً میں اسلام سے خاص شریعت محمدیہ مراد لینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تسلیم و تفویض اور فرمان برداری کے معنی ہیں جو تمام انبیاء کا دین رہا ہے اور ابراہیم علیہ اسلام نے خصوصیت سے اس نام و لقب کو بہت زیادہ روشن کیا۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (بقرہ رکوع ۱۶) حضرت ابراہیمؑ کی سوانح حیات کا ایک ایک حرف بتلاتا ہے کہ وہ ہمہ تن اسلام اور تسلیم و رضا کے پیکر مجسم تھے۔ ذبح اسمٰعیل کے واقع میں فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ کا لفظ ان کی شان اسلام کو بہت وضاحت سے نمایاں کرتا ہے۔ صلی علی نبینا وعلیہ وبارک وسلم۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں گمراہی و فرقہ پرستی سے بچا کر خالص حنیف و مسلم بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے ابراہیم کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اُن کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی ہیں اور یہ ایمان والے اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے

اِنَّ	اَوْلَى	النَّاسِ	بِاِبْرٰهِيْمَ	لَلَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْهُ	وَهٰذَا	النَّبِيُّ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَاللّٰهُ	وَلِيُّ	الْمُؤْمِنِيْنَ
بیشک	سب سے زیادہ مناسبت	لوگ	ابراہیم	اُن لوگ	انہوں نے پیروی کی اُنکی	اور اس	نبی	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور اللہ	کارساز	مومن (جمع)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سچے پیروکار کون ہیں

اب جب یہود و نصاریٰ دونوں کے دعوے کا رد اور ابطال فرما دیا گیا تو آگے چوتھی آیت میں بتایا جاتا ہے کہ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کس کو سب سے زیادہ نسبت ہے اور کون سی امت نام میں بھی عقائد اور اعمال میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مناسبت رکھتی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ تحقیق تمام لوگوں میں سے ملت اور مذہب کے اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ قریب اور خصوصیت رکھنے والے البتہ اوّل تو وہ لوگ تھے جنہوں نے اُن کے وقت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع اور پیروی کی وہ آپ کی امت کے آدمی تھے اور بلاشبہ آپ کے دین میں تھے اور پھر اس اخیر زمانہ میں یہ نبی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تبع مسلمان حضرت ابراہیمؑ سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں کہ جن کی شریعت کے اکثر احکام ملت ابراہیمی کے موافق ہیں۔ اللہ کو ایک واحد لاشریک مانتے ہیں اور قربانی وختنہ کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور حج وعمرہ بجالاتے ہیں اور غسل جنابت کرتے ہیں اور جن باتوں میں حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم ان میں پورے اترے اہل اسلام ان کو پوری طرح ادا کرتے ہیں۔

حاصل ارشاد یہ ہوا کہ دعویٰ متابعت و مفاقت ابراہیمی کا یہود و نصاریٰ کو زیب نہیں دیتا بلکہ واقعی اس کا حق ان کو پہنچتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم بقدم چلے اُن کے زمانہ میں اور پھر اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو اس کا حق ہے کہ ملت ابراہیمی کا اتباع کا دعویٰ کریں۔ اخیر میں وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے فرما کر جتلا دیا کہ فقط یہی نہیں ہے کہ مومنوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خصوصی تعلق اور قرب ہے بلکہ اللہ مومنوں کا حامی ہے۔ اُسی کے زیر حمایت تمام مومن ہیں یعنی اعتبار صرف ایمان کا ہے خواہ کسی قوم کسی نسل کسی خاندان کا ہو۔ اور خواہ نسل ابراہیم سے ہو یا نہ ہو۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی کے ولی اور دوست انبیاء میں سے ہوتے ہیں۔ میرے ولی انبیاء میں سے میرے باپ اور خدا کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ ہم آپ پر اور آپ کے رسول پاک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ کے جملہ انبیاء والمرسلین پر ایمان لائے ہیں۔ اے اللہ ہمارے اس ایمان کو قبول فرما اور ہم کو مومنین کے زمرہ میں شامل فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾

دل سے چاہتے ہیں بعضے لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو گمراہ کردیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کرسکتے مگر خود اپنے آپ کو اور اُس کی اطلاع نہیں رکھتے

وَدَّتْ	طَآئِفَةٌ	مِّنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	لَوْ	يُضِلُّوْنَكُمْ	وَمَا	يُضِلُّوْنَ	اِلَّآ	اَنْفُسَهُمْ	وَمَا يَشْعُرُوْنَ
چاہتی ہے	ایک جماعت	سے (کی)	اہل کتاب	کاش	وہ گمراہ کردیں تمہیں	اور نہیں	وہ گمراہ کرتے	مگر	اپنے آپ	اور وہ نہیں رکھتے

شانِ نزول: اہل کتاب کی مومنین کیساتھ سازش

ان آیات کے شانِ نزول کے متعلق لکھا ہے کہ بعض یہود نے حضرت عمارؓ حضرت حذیفہ اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بہکا کر اپنے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور بتلایا گیا کہ بعض اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح خود گمراہ ہیں مسلمانوں کو بھی راہ حق سے ہٹادیں لیکن مومنین تو ان کے جال میں پھنسنے والے نہیں البتہ یہ خود اپنی گمراہی کے وبال میں مزید اضافہ کررہے ہیں اور ان کی مغویانہ کوششوں کا ضرر ان ہی کو پہنچے گا جسے وہ فی الحال سمجھتے نہیں۔ پھر اہل کتاب کی ایک خیانت۔ اور فریب کا ذکر کیا گیا کہ یہود نے ایک اسکیم بنائی جس سے مقصد ان کا یہ تھا کہ اسلام کے وقار کو مجروح کیا جائے اور مسلمانوں کو اسلام کی طرف سے بدظن کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے یہ منصوبہ طے کیا کہ صبح کے وقت ظاہری طور پر محض زبانی طور پر اسلام قبول کرلیا کریں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا کریں اور شام کو دین اسلام سے بیزاری کا اعلان کردیا کریں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم نے اپنی کتابوں کو دیکھا اور اپنے علماء سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی بشارت دی گئی تھی اور تجربہ سے بھی ان کے حالات اہل حق کی طرح ثابت نہیں ہوئے اس لئے ہم نے اس دین کو چھوڑ کر پھر سے اپنا پہلا دین قبول کرلیا۔ اس سے مقصد یہود کا یہ تھا کہ جب ہم اسلام کو چھوڑ کر اس پر اپنے الزامات لگائیں گے تو بہت سے ضعیف الاسلام مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ جب پہلی کتابوں کے اتنے بڑے عالم اسلام سے برگشتہ ہوگئے ہیں تو ضرور انہوں نے دین اسلام میں کوئی نقص اور عیب دیکھا ہوگا۔ اس طرح مسلمانوں میں بھی اسلام سے بیزاری پیدا ہوجائیگی نیز عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم و فضل کا چرچا تھا تو اس حرکت سے ان کو بھی یہ خیال پیدا ہوجائے گا کہ یہ جدید دین اگر سچا ہوتا تو ایسے اہل علم اہل کتاب اُسے رد نہ کرتے۔ اس طرح اسلام کی ترقی رُک جائیگی لیکن اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادہ ہے اُس نے مسلمانوں پر یہود کا یہ منصوبہ منکشف کرکے اُسے ناکام بنادیا۔ چنانچہ آج کی آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ

اہل کتاب کی ایک جماعت دل سے آرزو رکھتی ہے کہ کسی طرح تم کو گمراہ کردیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کررہے ہیں مگر اپنے آپ کو اور وہ سمجھتے بھی نہیں کہ اسکا وبال اُنہیں کے سر ہے مگر ان کو اس کا شعور اور احساس نہیں کہ ہم کیا کررہے ہیں اور اس کا انجام کیا ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دین وایمان کو ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ

اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ حالانکہ تم اقرار کرتے ہو اے اہل کتاب کیوں خلوط کرتے ہو

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَاَنْتُمْ	تَشْهَدُوْنَ	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَلْبِسُوْنَ
اے اہل کتاب	کیوں	تم انکار کرتے ہو	آیتوں کا	اللہ	حالانکہ تم	گواہ ہو	اے اہل کتاب	کیوں	تم ملاتے ہو

الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾

واقعی کو غیر واقعی سے اور چھپاتے ہو واقعی بات کو حالانکہ تم جانتے ہو

	الْحَقَّ	بِالْبَاطِلِ	وَتَكْتُمُوْنَ	الْحَقَّ	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	
	سچ	جھوٹ کیساتھ	اور تم چھپاتے ہو	حق	حالانکہ تم	جانتے ہو	

اہل کتاب کی خیانتوں پر انہیں ملامت

"اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی اُن آیتوں کے ساتھ جو کہ توراۃ اور انجیل میں نبوت محمدیہ پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا اُن آیات کی تکذیب کرنا ہے اور آیات اللہ کی تکذیب کفر ہے حالانکہ تم اپنی زبان سے اقرار کرتے ہو کہ وہ آیات حق ہیں۔ اے اہل کتاب کیوں خلوط کرتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اور کیوں حق اور سچی بات کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ حق ہے یہ باطل اور یہ بھی جانتے ہو کہ حق کو چھپانا اور حق کو باطل کے ساتھ ملانا کتنا بڑا جرم ہے" یعنی اہل کتاب کے علماء توریت کے بعض احکام کو تو دنیوی اغراض کی خاطر بالکل موقوف ہو کر ڈالتے تھے اور بعض آیات میں لفظی تحریف کرتے اور بعض آیات کے معنی پھیر ڈالتے اور بعض باتوں کو چھپا کر رکھتے جیسے پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں پس باطل سے یہ تمام تحریفات اور تاویلات مراد ہیں کہ ان کو حق کے ساتھ خلط ملط کر دیتے تا کہ حقیقت واضح نہ ہو۔

جاننے کے باوجود قرآن کا انکار کیوں کرتے ہو

لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: یعنی تم تورات وغیرہ کے قائل ہو۔ جس میں پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے متعلق بشارات موجود ہیں جن کو تمہارے دل سمجھتے ہیں اور اپنی خلوتوں میں ان چیزوں کا اقرار بھی کرتے ہو۔ پھر کھلم کھلا قرآن پر ایمان لانے اور خاتم الانبیاء کی صداقت کا اقرار کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔ خوب سمجھ لو قرآن کا انکار کرنا تمام پچھلی کتب سماویہ کا انکار کرنا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہمیں دین اسلام کی ہدایت اور نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمیں وہ علم و عمل عطاء فرما جو نافع و مقبول ہو۔

یا اللہ! ہمیں علمی و عملی تحریف و خیانت سے محفوظ رکھ۔ یا اللہ ہمیں اپنی کتاب اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو صحیح طور پر سمجھنے اور پھر اس پر عمل کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ

اور بعضے لوگوں نے اہل کتاب سے یہ کہا کہ ایمان لے آؤ اُس پر جو نازل کی گئی ہے مسلمانوں پر شروع دن میں

وَقَالَتْ	طَآئِفَةٌ	مِّنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	اٰمِنُوْا	بِالَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	عَلَى	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَجْهَ النَّهَارِ
اور کہا	ایک جماعت	سے (کی)	اہل کتاب	تم مان لو	جو کچھ	نازل کیا گیا	پر	جو لوگ ایمان لائے	اوّل حصہ دن

وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ۚ

اور انکار کر بیٹھو آخر دن میں عجب کیا کہ وہ پھر جاویں

وَاكْفُرُوْٓا	اٰخِرَهٗ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ
اور منکر ہو جاؤ	اسکا آخر (شام)	شاید وہ	وہ پھر جائیں

یہود کی منافقانہ چالیں

ان آیتوں میں اہل کتاب کی چالاکیاں اور خیانتیں ذکر کی جارہی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ اپنے کچھ آدمی صبح کے وقت بظاہر مسلمان بن جائیں اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور شام کو یہ کہہ کر کہ ہم کو اپنے بڑے بڑے علماء سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی بشارت دی گئی تھی اور تجربہ سے ان کے حالات بھی اہل حق کی طرح کے ثابت نہ ہوئے۔ اسلام سے پھر جایا کریں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت سے ضعیف الایمان ہماری یہ حرکت دیکھ کر اسلام سے پھر جائیں گے۔ اور سمجھ لیں گے کہ مذہب اسلام میں ضرور کوئی عیب و نقص دیکھا ہوگا جو یہ لوگ داخل ہونے کے بعد اس سے نکلے۔ نیز عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم و فضل کا چرچا تھا، اس بناء پر یہ خیال پیدا ہو جائے گا کہ یہ جدید مذہب اگر سچا ہوتا تو ایسے اہل علم اسے رد نہ کرتے۔ بلکہ سب سے آگے بڑھ کر قبول کرتے۔ (تفسیر حقانی)

دور جدید کے مستشرقین کی چالیں

تاریخ یہود میں منافقت کی یہی ایک مثال نہیں' خود اُن کی کتابوں میں یہ واقعہ بہ صراحت درج ہے کہ بارھویں صدی عیسوی میں جب اسپین میں اسلامی حکومت تھی تو حکومت کے ''مظالم'' فرضی یا واقعی کی بنا پر بہت سے یہود نے اپنے ربیوں کی اجازت اور فتویٰ کے مطابق اپنے قبول اسلام کا اظہار شروع کر دیا تھا در آنحالیکہ دل میں سب کے سب منکر ہی تھے (جیوش انسائیکلوپیڈیا' جلد اول ص ۴۳۲ و ص ۴۳۳) اور آج یہ جو بڑے بڑے فرنگی ''محققین'' یہود و مسیحی مستشرقین نے فرنگی زبانوں میں سیرۃ نبوی لکھنے کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ اپنے علم و تحقیق' وسعت مشرب و بے تعصبی کی دھاک بٹھا کر تمہید بڑے زور کی اٹھاتے ہیں اور معلوم یہی ہونے لگتا ہے کہ ''پیغمبر عرب'' اور ''مصلح عالم'' کی نعت اور ''مقنن اعظم'' اور ''مثیل موسیٰ'' کی منقبت میں دریا کے دریا بہا دیں گے لیکن آگے چل کر نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) انہیں کچھ خلل دماغ سا تھا یا یہود و نصاریٰ کی کتابوں کے مضامین کہیں سے سن سنا کر انہیں چرا لیتے تھے' وقس علیٰ ہذا' تو یہ بھی ٹھیک اُسی قدیم یہودیانہ دجل و تلبیس کا ایک جدید فرنگی نمونہ ہے اور بس۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں منافقت و جھوٹ سے محفوظ رکھ! یا اللہ ہمیں یہود و نصاریٰ کے فتنوں اور پروپیگنڈوں سے اپنی پناہ میں رکھ۔

یا اللہ! ہمارا ماویٰ و ملجاء آپ ہی کی ذات ہے ہمیں اپنی حفاظت میں رکھ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ

اور کسی کے روبرو اقرار مت کرنا مگر ایسے شخص کے روبرو جو تمہارے دین کا پیرو ہو۔ اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً ہدایت ہدایت اللہ کی ہے۔ ایسی باتیں اس لئے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی

وَلَا	تُؤْمِنُوْٓا	اِلَّا	لِمَنْ	تَبِعَ	دِيْنَكُمْ	قُلْ	اِنَّ	الْهُدٰى	هُدَى	اللّٰهِ	اَنْ	يُّؤْتٰٓى	اَحَدٌ	مِّثْلَ
اور نہ	مانو تم	سوائے	اسکی جو	پیروی کرے	تمہارا دین	کہدیں	بیشک	ہدایت	ہدایت	اللہ	کہ	دیا گیا	کسی کو	جیسا

مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ

اسکی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی یا وہ لوگ تم پر غالب آ جاویں تمہارے رب کے نزدیک

مَآ	اُوْتِيْتُمْ	اَوْ	يُحَآجُّوْكُمْ	عِنْدَ	رَبِّكُمْ
کچھ	تمھیں دیا گیا	یا	وہ حجت کریں تم سے	سامنے	تمہارا رب

یہودیوں کی ایک دوسرے کو نصیحت

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ یعنی جو یہود مسلمانوں کے سامنے جا کر نفاق سے اپنے کو مسلمان ظاہر کریں، انہیں یہ برابر ملحوظ رہے کہ وہ سچ مچ مسلمان نہیں بن گئے۔ بلکہ بدستور یہودی ہیں۔ اور سچے دل سے انہی کی بات مان سکتے ہیں جو ان کے دین پر چلتا ہو اور شریعت موسوی کے اتباع کا دعویٰ رکھتا ہو۔ بعض نے وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ کے یہ معنی کئے ہیں کہ ظاہری طور پر جو ایمان لاؤ اور اپنے کو مسلمان بتاؤ، وہ محض ان لوگوں کی وجہ سے جو تمہارے دین پر چلنے والے ہیں۔ یعنی اس تدبیر سے اپنے ہم مذہبوں کی حفاظت مقصود ہونی چاہئے کہ وہ مسلمان نہ بن جائیں یا جو بن چکے ہیں اس تدبیر سے واپس آ جائیں۔ (تفسیر عثمانی)

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ یعنی ہدایت تو اللہ کے دیئے سے ملتی ہے جس کے دل میں خدا نے ہدایت کا نور ڈال دیا تمہاری ان پُرفریب چالبازیوں سے وہ گمراہ ہونے والا نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

مسلمانوں پر خواہ مخواہ کا حسد

اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ الخ۔ یعنی یہ مکاریاں اور تدبیریں محض از راہ حسد اس جلن میں کی جاتی ہیں کہ دوسروں کو اس طرح کی شریعت اور نبوت و رسالت کیوں دی جا رہی ہے جیسے پہلے تم کو دی گئی تھی۔ یا مذہبی و دینی جدوجہد میں دوسرے لوگ تم پر غالب آ کر کیوں آگے نکلے جا رہے ہیں اور خدا کے آگے تمہیں ملزم گردان رہے ہیں۔ یہود ہمیشہ اس خیال کی اشاعت کرتے رہے تھے کہ دنیا میں تنہا ہماری ہی قوم علم شرعیات کی اجارہ دار ہے۔ تورات ہم پر اتری۔ موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر ہم میں آئے۔ پھر عرب کے امیوں کو اس فضل و کمال سے کیا واسطہ؟

تورات کی گواہی

لیکن تورات سفر استثناء کی عظیم الشان پیشین گوئی غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسمٰعیل میں سے ایک موسیٰ جیسا (صاحب شریعت مستقلہ) نبی اٹھائے گا۔ اپنا کلام قرآن کریم اس کے منہ میں ڈالے گا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل رکوع ۱)

چنانچہ بنی اسمٰعیل کو یہ دولت ملی اور وہ علم و فضل حجت و برہان اور مذہبی جدوجہد کے میدان مقابلہ میں نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ دنیا کے تمام اقوام سے گوئے سبقت لے گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہماری دولت ایمان کو تازیست قائم رکھیے اور ہم کو اپنے آسمانی کتاب کا اتباع کامل نصیب فرمایئے اور اپنی مخصوص رحمتیں ہم کو عطا فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ

اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اس کو جسے چاہیں عطا فرمادیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں خاص کر دیتے ہیں اپنی

قُلْ	اِنَّ	الْفَضْلَ	بِيَدِ اللّٰهِ	يُؤْتِيْهِ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ	يَّخْتَصُّ	بِرَحْمَتِهٖ	مَنْ
کہہ دیں	بیشک	فضل	اللہ کے ہاتھ میں	وہ دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا	وہ خاص کر لیتا ہے	اپنی رحمت سے	جس کو

يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

رحمت کے ساتھ جس کو چاہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں

يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	ذُوالْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ	
وہ چاہتا ہے	اور اللہ	فضل والا	بڑا۔ بڑے	

فضل وکمال کا مالک اللہ ہے

یعنی اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور اسی کو خبر ہے کہ کس کو کیا بڑائی ملنی چاہئے۔ نبوت، شریعت، ایمان و اسلام اور ہر قسم کی مادی و روحانی فضائل وکمالات کا تقسیم کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے جس وقت جسے مناسب جانے عطا کرتا ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ (انعام رکوع ۱۵) (تفسیر حقانی)

وَاسِعٌ : اللہ بڑی وسعت والا ہے اس کے کارخانہ فضل وعطاء میں کمی نہیں ہے پھر یہ کیوں فرض کر لیا گیا کہ فلاں نسل یا قوم ہمیشہ نبوت سے محروم رہے گی۔

عَلِيْمٌ : بڑا علم والا ہے وہ اپنے علم کامل کے مطابق جس کی جیسی استعداد دیکھتا ہے اسے وہ نعمت عطاء کر دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ : اور اللہ تو بڑا ہی فضل والا ہے اس کے ہاں بخل اور کمی کا تو گذر ہی نہیں ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں محرومی و درماندگی کے اسباب سے محفوظ رکھے۔

یا اللہ: ہمیں اپنا قرب اپنی محبت نصیب فرما۔ دنیا و آخرت کی سربلندی وکامیابی عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ

اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس ڈھیر کا ڈھیر مال بھی امانت رکھ دو تو وہ اس کو تمہارے پاس لا رکھے اور ان ہی میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک

بِدِيْنَارٍ	تَاْمَنْهُ	اِنْ	مَنْ	وَمِنْهُمْ	اِلَيْكَ	يُؤَدِّهٖٓ	بِقِنْطَارٍ	تَاْمَنْهُ	اِنْ	مَنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	وَمِنْ
ایک دینار	آپ امانت رکھیں اسکو	اگر	جو	اور ان سے	آپ کو	ادا کر دے	ڈھیر مال	امانت رکھیں اسکو	اگر	جو	اہل کتاب	اور سے

لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ

دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے مگر جب تک کہ تم اس کے سر پر کھڑے رہو

قَآئِمًا	عَلَيْهِ	مَا دُمْتَ	اِلَّا	اِلَيْكَ	لَا يُؤَدِّهٖٓ
کھڑے	اس پر	جب تک رہیں	مگر	آپ کو	وہ ادا نہ کرے

معاملات میں اہل کتاب کی بدحالی

آج کی آیت میں ان کے خیانت فی المال کا ذکر ہے یعنی اہل کتاب کی دینی خیانت ونفاق کے سلسلہ میں ان کی دنیوی خیانت کا بھی ذکر فرمایا گیا جس سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ جو لوگ چار پیسہ پر اپنی نیت خراب کرلیں اور امانت داری نہ برت سکیں ان سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ وہ دینی معاملات میں امین ثابت ہوں گے چنانچہ یہود کی خیانت فی المال کو بتلایا گیا کہ ان میں بہت سے وہ ہیں جن کے پاس زیادہ تو کیا ایک دینار بھی امانت رکھا جائے تو تھوڑی دیر بعد مکر جائیں اور جب تک کوئی تقاضہ کے لئے ان کے سر پر نہ کھڑا رہے اور ان کا پیچھا کرنے والا نہ ہو وہ امانت ادا نہ کریں۔

یہود کی زر پرستی کی صحیح تصویر یہی ہے

مگر اسلام ہر حال میں حق گوئی سے کام لیتا ہے اور اہل کتاب میں بعض ایسے بھی تھے جو دنیوی معاملات اور لین دین میں امانت دار اور راست باز تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی تو انکا بھی ذکر فرمایا جاتا ہے کہ بیشک ان اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جنکے پاس اگر سونے کا ڈھیر بھی امانت رکھ دیا جائے تو ایک رتی خیانت نہ کریں۔ یہی خوش معاملہ اور امین لوگ یہودیت سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جاتے تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ یہاں اہل کتاب میں سے جنکے امانت کی مدح کی گئی ہے اس سے مراد عبداللہ بن سلامؓ ہیں۔ جو اسلام سے پہلے علمائے یہود میں سے تھے۔ کسی شخص نے ان کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا امانت رکھا تھا جو طلب کرنے پر اُنہوں نے بعینہٖ امانت ادا کر دی اور آیت میں دوسرے بعض سے مراد فنحاص ابن عاذورا یہودی مراد ہے کہ کسی قریشی نے اس کے پاس ایک دینار امانت رکھا تو اُس میں بھی اُس نے خیانت کی۔

دِیْنَارٍ: دینار رومی حکومت کا ایک طلائی سکہ تھا جو عرب میں بھی مستعمل تھا آج بھی بعض ممالک میں چل رہا ہے اردو میں اس کا مفہوم اشرفی سے ادا ہوسکتا ہے۔ انجیل میں بھی اس کا ذکر کئی بار آیا ہے۔

مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا: یعنی وہ امانت کی ادائیگی میں برابر حیلہ وحوالہ کرتا رہے گا اور اس سے تقاضا برابر جاری رکھنا پڑے گا۔ قیام کا لفظی معنی مراد نہیں کہ واقعۃً کھڑا ہی رہنا پڑے اور چلنے یا بیٹھنے یا لیٹنے کی نوبت نہ آئے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بداخلاقی وبدمعاملگی کے مرض سے محفوظ رکھے۔ یا اللہ! ہمیں دنیا پرست ومال پرست نہ بنا ہمیں اپنا بندہ بنا کہ ہم تیری رضا و تیری محبت کے شیدائی بنیں۔ تیرے احکام پر عمل کریں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ

یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے بارہ میں کسی طرح کا الزام نہیں اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ اور وہ بھی

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْا	لَيْسَ	عَلَيْنَا	فِي	الْاُمِّيّٖنَ	سَبِيْلٌ	وَيَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَهُمْ
یہ	اس لئے کہ	انہوں نے کہا	نہیں	ہم پر	میں	اُمی (جمع)	کوئی راہ	اور وہ بولتے ہیں	پر	اللہ	جھوٹ	اور وہ

يَعْلَمُوْنَ ۝۷۵ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷۶

جانتے ہیں الزام کیوں نہ ہوگا جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں متقیوں کو

يَعْلَمُوْنَ	بَلٰى	مَنْ	اَوْفٰى	بِعَهْدِهٖ	وَاتَّقٰى	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُتَّقِيْنَ	
جانتے ہیں	کیوں نہیں؟	جو	پورا کرے	اپنا اقرار	اور پرہیزگار رہے	تو بیشک	اللہ	دوست رکھتا ہے	پرہیزگار (جمع)	

یہود کی بدمعاملگی کی بنیاد ان کے خودساختہ عقائد تھے

ادا نہ کرنا اور امانت سے انکار کر دینا اس سبب سے ہے۔ یعنی ان یہود کا یہ کہنا ہے کہ جو ان کے دین کا مخالف ہو مثلاً قریش اہل عرب تو ان کا مال چرا لینا چھین لینا سب ہمارے لئے جائز ہے۔ ان کا مال غبن کر لینے میں ہم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ نے اس کو ہمارے لئے حلال کر دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کچھ یہودیوں نے قریش سے کچھ مال خریدا اور قیمت قرض رہی۔ بیچنے والے قریش بعد میں مسلمان ہو گئے اور انہوں نے قیمت کا تقاضہ کیا تو یہودی کہنے لگے تمہارا ہم پر کچھ حق نہیں ہے۔ تم نے اپنا دین ترک کر دیا ہے۔ اُس وقت کے دین پر نہیں ہو اور تبدیل مذہب کے بعد کوئی حق ہم پر باقی نہیں رہتا ہماری کتاب میں یہی حکم ہے۔ غرض یہود نے اپنا یہ عقیدہ بنا رکھا تھا کہ ہم اہل علم ہیں اور ساری دنیا جاہل ہے اور غیر اہل کتاب مثلاً قریش وغیرہ کے مال میں خیانت کرنے میں ہم پر مطلق کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس دعوے کی تکذیب میں فرماتے ہیں "اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر دیدہ دانستہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اس فعل کو حلال سمجھتے ہیں اور دل میں وہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال نہیں کیا محض تراشیدہ دعویٰ ہے" یعنی یہ لوگ دیدہ دانستہ اللہ تعالیٰ پر افترا بندی کرتے ہیں اور جان بوجھ کر ایسے غلط احکام خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں جو واقع میں اُس کے احکام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امانت میں خیانت کی کبھی اجازت نہیں دی۔ ان لوگوں نے پرایا مال کھانے کے لئے یہ مسئلہ بنایا کہ غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت جائز ہے۔ اللہ نے کسی دشمن اور مخالف کے مال میں بھی چوری اور خیانت کی کبھی اجازت نہیں دی اور یہ خود بھی جانتے ہیں کہ توریت میں ایسا کوئی حکم نہیں۔ ایک روایت میں ہے حضرت سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ جب یہود نے کہا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ یعنی ان اَن پڑھ عربوں کا مال لینا ہمارے لئے حلال ہے اور ہم پر کسی طرح کا الزام نہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دشمنانِ خدا جھوٹے ہیں۔ زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے پامال ہے سوائے امانت کے اگر زمانہ جاہلیت میں کسی نے کسی کے پاس کوئی امانت رکھی ہے تو وہ ادا کرنی ہوگی خواہ نیکوکار کی ہو یا فاسق فاجر کی۔ نیز ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کفار قریش کی کچھ امانتیں تھیں۔ تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تم ان کی امانتیں ادا کر کے مدینہ پہنچ جانا۔ شریعت اسلامیہ کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ مسلمان ہو یا کافر ہندو ہو یا مجوسی۔ نصرانی ہو یا یہودی کسی کی امانت میں خیانت جائز نہیں۔ تو حق تعالیٰ یہود کے اس دعوے اور خیال کی تکذیب فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھی اپنے متقی بندوں کے زمرہ میں شامل فرمالیں۔ اور ہم کو اپنا ہر چھوٹا بڑا عہد پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور بمقابلہ اپنی قسموں کے اُن لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہ ملے گا

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَشْتَرُوْنَ	بِعَهْدِ اللّٰهِ	وَاَيْمَانِهِمْ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا	اُولٰٓئِكَ	لَا	خَلَاقَ	لَهُمْ	فِي	الْاٰخِرَةِ
بیشک	جو لوگ	خریدتے (حاصل کرتے) ہیں	اللہ کا اقرار	اور اپنی قسمیں	قیمت	تھوڑی	یہی لوگ	نہیں	حصہ	ان کیلئے	میں	آخرت

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اور نہ خدا تعالیٰ اُن سے کلام فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ ان کو پاک کریں گے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا

وَلَا	يُكَلِّمُهُمُ	اللّٰهُ	وَلَا	يَنْظُرُ	اِلَيْهِمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	وَلَا يُزَكِّيْهِمْ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ
اور نہ	اُن سے کلام کریگا	اللہ	اور نہ	نظر کریگا	ان کی طرف	قیامت کے دن	اور نہ انہیں پاک کریگا	اور ان کیلئے	عذاب	دردناک

دنیا پرستوں کا انجام

جو لوگ دنیا کے معمولی سے مفاد کی خاطر اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اور آپس کے حلفی معاملات اور معاہدات کی پرواہ نہیں کرتے اور طے شدہ معاہدات کو توڑتے اور اُن کے خلاف کرتے ہیں تو آخرت میں ایسے لوگوں کا کوئی حصہ نہیں آخرت کے انعامات میں اور قیامت کے دن یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خطاب شفقت و محبت اور اس کی نگاہ رحمت سے محروم رہیں گے اور اس کے عفو عام سے کوئی حصہ نہیں پائیں گے اور وہ گناہوں کی نجاست اور آلودگی سے پاک نہ ہو سکیں گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نارِ جہنم کے دردناک عذاب پائیں گے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"اور دوسرا قانون یہ ہے کہ یقیناً جو لوگ معاوضہ یعنی نفع دنیوی لے لیتے ہیں بمقابلہ اُس عہد کے جو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور بمقابلہ اپنی قسموں کے۔ ان لوگوں کو آخرت میں کچھ حصہ وہاں کی نعمت کا نہ ملے گا اور نہ خدا تعالیٰ اُن سے لطف کا کلام فرمائیں گے نہ اُن کی طرف نظر محبت سے دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ اُن کو گناہوں سے پاک کریں گے اور اُن کے لئے دردناک عذاب تجویز ہوگا۔

شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں کئی روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہود کے علماء کے حق میں اس کا نزول ہوا تھا جنہوں نے توراۃ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و محامد صرف اپنی قومی وجاہت اور ذرائع معاش کو برقرار رکھنے کے لئے اُڑا دیئے تھے اس لئے اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا اسباب فروخت کرنے کے لئے رکھا اور خریداروں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر کہنے لگا کہ واللہ مجھے اس مال کی اتنی قیمت ملتی تھی حالانکہ اس کا یہ قول واقعہ کے خلاف تھا۔ وہ صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک صحابی تھے انکا ایک زمین کے متعلق ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ زمین یہودی کے قبضہ میں تھی مگر ملک تھی صحابی کی۔ اور یہودی ملکیت سے منکر تھا۔ وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی گواہ ہیں؟ صحابی نے عرض کیا کہ گواہ تو نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر یہودی سے قسم لے لو۔ تو صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو قسم کھا جائے گا اور میرا مال لے اُڑے گا۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں دنیا میں ان اعمال واحوال سے بچایئے کہ جو آخرت میں نقصان اور خسارہ کا باعث ہیں۔ اور اُن اعمال واقوال کی توفیق عطا فرمایئے جو آخرت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

اور بیشک اُن میں سے بعضے ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب میں کہ تم لوگ اُس کو کتاب کا جزو سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور کہتے

وَاِنَّ	مِنْهُمْ	لَفَرِيْقًا	يَّلْوٗنَ	اَلْسِنَتَهُمْ	بِالْكِتٰبِ	لِتَحْسَبُوْهُ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَمَا	هُوَ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَيَقُوْلُوْنَ
اور بیشک	اُن سے (اُن میں)	ایک فریق	مروڑتے ہیں	اپنی زبانیں	کتاب میں	تاکہ تم سمجھو	سے	کتاب	حالانکہ نہیں	وہ	سے	کتاب	اور وہ کہتے ہیں

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کے پاس سے نہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں

هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	وَمَا	هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	وَيَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ
وہ	سے	طرف	اللہ	حالانکہ نہیں	وہ	سے	طرف	اللہ	وہ بولتے ہیں	پر	اللہ	جھوٹ	اور وہ	وہ جانتے ہیں

کتاب میں یہود کی جعلسازیاں

یہ اہل کتاب کی تحریف کا حال بیان فرمایا یعنی آسمانی کتاب میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے بڑھا گھٹا کر ایسے انداز ولہجہ میں پڑھتے ہیں کہ ناواقف سننے والا دھوکہ میں آجائے۔ اور یہ سمجھے کہ یہ بھی آسمانی کتاب کی عبارت ہے یہی نہیں بلکہ زبان سے دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے حالانکہ نہ وہ مضمون کتاب میں موجود ہے اور نہ خدا کے پاس سے آیا ہے بلکہ خود اس تحریف شدہ کتاب کو بھی بحیثیت مجموعی خدا کی کتاب نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اس میں طرح طرح کے تصرفات اور جعلسازیاں کی گئی ہیں، آج بائبل کے جو نسخے دنیا میں موجود ہیں انمیں باہم شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض ایسے مضامین درج ہیں جو قطعاً خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔ اس کی کچھ تفصیل روح المعانی'' میں موجود ہے۔ اور اثبات تحریف پر ہمارے علماء نے مبسوط بحثیں کی ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

قرآن کریم میں جابجا کتب سابقہ میں تحریف کی خبر دی گئی ہے اس لئے تمام علمائے محققین کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ موجودہ توریت وانجیل محرف ہے۔ جس میں ہر قسم کی تحریف ہوئی ہے۔ کمی بھی ہوئی ہے۔ زیادتی بھی ہوئی ہے اور خود علمائے توریت وانجیل کو بھی اس کا اعتراف اور اقرار ہے۔ اگر کسی کو کتب سابقہ کی تحریفات کی پوری تفصیل حوالہ جات کے ساتھ دیکھنا منظور ہو اور خود علمائے نصاریٰ کے اعترافات اس سلسلہ میں معلوم کرنا درکار ہو تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی کی شہرۂ آفاق کتاب اظہار الحق جو عربی زبان میں ہے اور جس کا اردو ترجمہ وشرح وحاشیہ "بائبل سے قرآن تک" مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی۔ ملاحظہ کر لے۔ جب اس کتاب اظہار الحق کا انگریزی ترجمہ شائع ہو کر لندن پہنچا تو لندن کے مشہور اخبار "لندن ٹائمز" نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ لوگ اگر اس کتاب کو پڑھتے رہیں گے تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہو جائے گی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے مطیع اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرمائیں جو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں۔ جو امانت کو دیانت کے ساتھ ادا کرنے والے ہوں اور حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو پورا کرنے والے ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ

کسی بشر سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ اُس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرما دیں پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ'

مَاكَانَ	لِبَشَرٍ	اَنْ	يُّؤْتِيَهُ	اللّٰهُ	الْكِتٰبَ	وَالْحُكْمَ	وَ	النُّبُوَّةَ	ثُمَّ	يَقُوْلَ	لِلنَّاسِ	كُوْنُوْا	عِبَادًا	لِّيْ
نہیں	کسی آدمی کیلئے	کہ	اسے عطا کرے	اللہ	کتاب	اور حکمت	اور	نبوت	پھر	وہ کہے	لوگوں کو	تم ہوجاؤ	بندے	میرے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	مِنْ دُوْنِ	اللّٰهِ	
خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر	سوا (بجائے)	اللہ	

شانِ نزول: حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ یہ آیات مدینہ کے یہود اور نجران کے نصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ جب یہودی علماء اور نجرانی عیسائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہوئے اور آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو ایک یہودی ابورافع نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی ایسی ہی پرستش کرنے لگیں جیسے نصاریٰ مسیح کی پرستش کرتے ہیں؟ نصاریٰ بھی کہنے لگے کہ کیا آپ ہم سے اسی کے خواستگار ہیں اور اسی کی ہم کو دعوت دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا معاذ اللہ! ہم سوائے اللہ کے کسی کی بندگی کرنا نہیں چاہتے۔ نہ ہم غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں نہ ہم کو خدا نے اس واسطے بھیجا ہے۔ نہ اس کا حکم دیا ہے۔ اور اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

پیغمبر کا کام: یعنی جس بشر کو حق تعالیٰ کتاب وحکمت اور قوت فیصلہ دیتا ہے اور پیغمبری کے منصب جلیل پر فائز کرتا ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک پیغام الٰہی پہنچا کر لوگوں کو اس کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرے، اس کا یہ کام بھی کبھی نہیں ہوسکتا کہ ان کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر خود اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اس کے تو یہ معنی ہونگے کہ خداوند قدوس نے جس منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا، فی الواقع وہ اس کا اہل نہ تھا، دنیا کی کوئی گورنمنٹ بھی اگر کسی شخص کو ایک ذمہ داری کے عہدہ پر مأمور کرتی ہے تو پہلے دو باتیں سوچ لیتی ہے (۱) یہ شخص گورنمنٹ کی پالیسی کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں (۲) گورنمنٹ کے احکام کی تکمیل کرنے اور رعایا کو جادۂ وفاداری پر قائم رکھنے کی کہاں تک اس سے توقع کی جاسکتی ہے؟ کوئی بادشاہ یا پارلیمنٹ ایسے آدمی کو نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کرسکتی۔ جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے یا اسکی پالیسی اور احکام سے انحراف کرنے کا ادنیٰ شبہ ہو، بیشک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کی قابلیت یا جذبہ وفاداری کا اندازہ حکومت صحیح طور پر نہ کرسکی ہو۔ لیکن خداوند قدوس کے یہاں یہ بھی احتمال نہیں، اگر کسی فرد کی نسبت اس کو علم ہے کہ یہ میری وفاداری اور اطاعت شعاری سے بال برابر تجاوز نہ کرے گا تو محال ہے کہ وہ آگے چل کر اس کے خلاف ثابت ہوسکے۔ ورنہ علم الٰہی کا غلط ہونا لازم آتا ہے۔ العیاذ باللہ یہیں سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ سمجھ میں آجاتا ہے پھر جب انبیاء علیہم السلام ادنیٰ عصیان سے پاک ہیں تو شرک اور خدا کے مقابلہ میں بغاوت کرنے کا امکان کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ اس میں نصاریٰ کے اس دعوے کا بھی رد ہوگیا جو کہتے تھے کہ ابنیت والوہیت مسیح کا عقیدہ ہم کو خود مسیح علیہ السلام نے تعلیم فرمایا ہے اور ان مسلمانوں کو بھی نصیحت کردی گئی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ ہم سلام کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا کریں تو کیا حرج ہے اور اہل کتاب پر بھی تعریض ہوگئی جنہوں نے اپنے احبار و رہبان کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا۔ (العیاذ باللہ)

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ راست پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ

ولیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ تم پڑھتے ہو اور نہ یہ بتلا دے گا کہ تم

وَلٰكِنْ	كُوْنُوْا	رَبّٰنِيّٖنَ	بِمَا	كُنْتُمْ + تُعَلِّمُوْنَ	الْكِتٰبَ	وَبِمَا	كُنْتُمْ + تَدْرُسُوْنَ	وَ	لَا يَاْمُرَ	كُمْ
اور لیکن	تم ہو جاؤ	اللہ والے	اسلئے کہ	تم سکھاتے ہو	کتاب	اور اس لئے	تم پڑھتے ہو	اور	نہ حکم دے گا	تمہیں

اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ؒ

فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو کیا وہ تم کو کفر کی بات بتلا دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو

اَنْ	تَتَّخِذُوا	الْمَلٰٓئِكَةَ	وَالنَّبِيّٖنَ	اَرْبَابًا	اَيَاْمُرُكُمْ	بِالْكُفْرِ	بَعْدَ	اِذْ	اَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ
کہ	تم ٹھہراؤ	فرشتے	اور نبی	پروردگار	کیا وہ تمہیں حکم دیگا؟	کفر کا	بعد	جب	تم	مسلمان

اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر خدا پرستی کا داعی ہوتا ہے

ان آیات میں ارشاد یہ ہوا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے خلعت بشری اور جلعۂ کمال انسانی سے سرفراز فرمایا اور پھر کتاب الٰہی کا علم بھی عطا فرمایا اور فقط علم ہی نہیں بلکہ فہم شریعت کی قوت بھی اس کو مرحمت کی اور اپنی طرف سے ایک نور روحانی اس کو عنایت کیا جس کی وجہ سے علم شریعت کی سمجھ اس کو حاصل ہوگئی اور فقط یہی نہیں بلکہ اس کو اپنے زمانہ کے انسانوں سے امتیاز بھی عطا کیا اور مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمایا ایسے شخص کو کسی طرح سزاوار نہیں اور نہ وہ ایسا کر سکتا ہے کہ کہنے لگے لوگو خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور میری عبادت و بندگی کرنے لگو بلکہ وہ تو یہی کہتا ہے اور یہی کہنا سزاوار ہے کہ خدا پرست اللہ والے بن جاؤ۔ لوگوں کو اللہ کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرتا ہے نہ یہ کہ ان کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اگر ایسا کرنے لگے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ خداوند قدوس نے اُسے جن منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا فی الواقع وہ اس کا اہل نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی لوگوں کو یہ تعلیم نہیں دے سکتا کہ فرشتوں یا نبیوں کو رب بنا لو بلکہ وہ تو انہیں شرک و کفر سے ہٹا کر مسلم و موحد بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی سلطان یا بادشاہ ایسے آدمی کو اپنا نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کر سکتا جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کا ادنیٰ سا شائبہ ہو تو اس مثال سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ جب دنیاوی حکومتیں اتنی احتیاط کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ جس کا علم کامل ہے وہ کیسے اُس کو پیغمبر بنا کر بھیجے گا جو اُس کی بغاوت کرے اور اللہ تعالیٰ کو معبود بتانے کے بجائے اپنی بندگی کرنے لگے۔ گویا یہ ہرگز ممکن نہیں۔ الغرض ان آیات سے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی بالکل تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہلوایا اور اپنے آپ کو اس کی خدائی میں شریک ٹھہرایا یا اپنے آپ کو سجدہ کرایا۔ بھلا ایسی کھلی غلطی اللہ کے نبی اور رسول کیسے کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا بالکل غلط ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی معصومیت اور بے گناہی کو کھول کر واضح کر دیا اور وہ تمام بہتان رد کر دیئے جو یہود و نصاریٰ نبیوں پر لگا رہے تھے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے کفر و شرک و یہودیت و نصرانیت سے بچا کر ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اے اللہ ہم کو اپنی ذات پاک کی صحیح معرفت و توحید عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ

اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصداق ہو وہ بولے ہم نے اقرار کیا'

وَاِذْ	اَخَذَ	اللّٰهُ	مِيْثَاقَ	النَّبِيّٖنَ	لَمَآ	اٰتَيْتُكُمْ	مِّنْ	كِتٰبٍ	وَّحِكْمَةٍ	ثُمَّ	جَآءَ	كُمْ	رَسُوْلٌ	مُّصَدِّقٌ
اور جب	لیا	اللہ	عہد	نبی (جمع)	جو کچھ	میں تمہیں دوں	سے	کتاب	اور حکمت	پھر	آئے	تم	رسول	تصدیق کرتا ہوا

لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا

اُس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اُس کی طرفداری بھی کرنا فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟

لِمَا	مَعَكُمْ	لَتُؤْمِنُنَّ	بِهٖ	وَ	لَتَنْصُرُنَّهٗ	قَالَ	ءَ	اَقْرَرْتُمْ	وَاَخَذْتُمْ	عَلٰى	ذٰلِكُمْ	اِصْرِيْ	قَالُوْٓا	اَقْرَرْنَا
جو	تمہارے پاس	تم ضرور ایمان لاؤ گے	اس پر	اور	تم ضرور مدد کرو گے اس کی	اس نے فرمایا	کیا	تم نے اقرار کیا	اور تم نے قبول کیا	پر	اس	میرا عہد	انہوں نے کہا	ہم نے اقرار کیا

اللہ تعالیٰ کا انبیاء سے عہد لینا

اب یہاں اس آیت میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ پختہ عہد لیا کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے جو یقیناً پہلے انبیاء اور انکی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا تو پہلی نبی کے لئے ضروری ہے کہ پچھلے نبی کی سچائی اور نبوت پر ایمان خود بھی لائے اور اپنی اُمت کو بھی اس کی ہدایت کرے۔ قرآن کریم کے اس قاعدہ کلیہ سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیائے سابقین سے لیا اور تمام انبیائے سابقین نے اپنی اپنی اُمتوں سے بھی قول وقرار لئے کیونکہ ایک آپ ہی کی ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا اور آپ ہی کا وجود باوجود تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا۔ اکثر مفسرین کا جن میں حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں قول یہی ہے کہ یہاں آیت میں رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ سے مراد ذات گرامی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس صورت میں میثاق انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد تمام انبیاء سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لیا تھا کہ اگر وہ خود ان کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید ونصرت کریں اور اپنی اپنی اُمتوں کو بھی یہی ہدایت کر جائیں۔ اور یہی مضمون صحیح حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج موسیٰ زندہ ہوتے تو انکو میری اتباع کے بدون چارہ نہ تھا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ بھی کتاب اللہ یعنی قرآن کریم اور تمہارے نبی ہی کے احکام پر عمل کریں گے۔

اور اہل کتاب کو اتمام حجت کے لئے سنایا جا رہا ہے اور یہ جتلانا مقصود ہے کہ تم اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت کرتے پھرتے ہو حالانکہ اُن کی افضلیت کا حال یہ ہے کہ تمام اور ان کی اُمتوں سے آپ کو سچا ماننے اور آپ کی تائید ونصرت کا عہد لیا گیا تھا تو پھر تم کس شمار میں ہو اور تم نے میثاق الٰہی کو فراموش کر دیا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان واطاعت کے عہد کی وفاداری کی توفیق دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٨٢﴾

ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں سو جو شخص رُوگردانی کرے گا بعد اس کے تو ایسے ہی لوگ بے حکمی کرنے والے ہیں

قَالَ	فَاشْهَدُوْا	وَاَنَا	مَعَكُمْ	مِّنَ	الشّٰهِدِيْنَ	فَمَنْ	تَوَلّٰى	بَعْدَ	ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْفٰسِقُوْنَ
اس نے فرمایا	پس تم گواہ رہو	اور میں	تمہارے ساتھ	سے	گواہ (جمع)	پھر جو	پھر جائے	بعد	اس	تو وہی	وہ	نافرمان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے عہد کا منکر اللہ کا سرکش ہے

گذشتہ آیات میں میثاق انبیاء کے ذکر میں یہ بتلایا گیا تھا کہ انبیاء کا حق یہ ہے کہ لوگ اُن پر ایمان لائیں۔ بے چون وچرا اُن کی اطاعت کریں اور ہر طرح سے اُن کی مدد کریں۔ ہر نبی کے زمانہ میں ہر اُمت سے یہی عہد لیا گیا ہے اور جس سے اب نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اہل کتاب اعراض اور روگردانی کر رہے ہیں اور پختہ عہد کے بعد اس عہد سے روگردانی کرنا یہ صریح فسق و نافرمانی ہے۔

مخالفت عہد پر اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کے بعد اپنے عہد سے پھر جائیں گے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کریں گے اور آپ پر ایمان نہ لائیں گے تو وہ نافرمان سرکش ہوں گے۔ طاعت الٰہی کے دائرہ سے خارج ہوں گے اور حلقۂ کفر میں داخل ہوں گے۔ اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دنیا کے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت

مسلمانوں کا تو یہ اجماعی متفقہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں اور علمائے عقائد اس عقیدہ کو احادیث کثیرہ اور متعدد آیات قرآنیہ سے ثابت کرتے ہیں لیکن اس آیت نمبر ۸۱ سے بھی آپ کی افضلیت، سیادت اور خاتمیت ثابت ہوتی ہے کہ آپ تمام اوّلین و آخرین کے سردار ہیں اور آپ کی تائید اور نصرت کا عہد تمام انبیاء سے لیا گیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت عامہ ہے یعنی آپ کی نبوت آپ کے زمانہ سے قیامت تک کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت سے بھی پہلے شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے كُنْتُ نَبِيًّا وَاٰدَمُ مُنْجَدِلٌ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ یعنی میں نبی ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی آب و گل ہی میں تھے۔ یا جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے كُنْتُ نَبِيًّا وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت علیہ اور امامت عظمیٰ ہی کی دلیل ہے کہ شب معراج میں آپ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ اور قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کے مقام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کھڑے ہوں گے اور تمام بنی آدم آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک علیہ۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اُمت مسلمہ میں پیدا فرما کر "اسلام" جیسا دین۔ اور قرآن جیسی کتاب اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے افضل الانبیاء والمرسلین نبی عطا فرمائے۔

اے اللہ ہم کو ان نعمتوں کی سچی اور صحیح قدردانی کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمکو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اُمتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝

کیا اب لوگ دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ کے سامنے سب سرافگندہ ہیں جتنے آسمانوں میں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور بے اختیاری سے اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے

اَفَغَيْرَ	دِيْنِ	اللّٰهِ	يَبْغُوْنَ	وَلَهٗٓ	اَسْلَمَ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	طَوْعًا	وَّكَرْهًا	وَ	اِلَيْهِ	يُرْجَعُوْنَ
کیا؟ سوا	دین	اللہ	وہ ڈھونڈتے ہیں	اور اس کیلئے	فرمانبردار ہے	جو	میں	آسمانوں	اور زمین	خوشی سے	اور ناخوشی سے	اور	اس کیطرف	وہ لوٹائے جائینگے

شانِ نزول

بغوی نے لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں ہر فریق نے دین ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ جھگڑا لے کر حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں فریق دین ابراہیم سے علیحدہ ہیں اس فیصلہ سے دونوں ناراض ہو گئے اور کہنے لگے ہم آپ کے فیصلہ کو نہیں مانتے اور نہ آپ کے مذہب کو پسند کرتے ہیں اس پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

عالم کا ذرہ ذرہ تابع فرمان ہے تو پھر انسان کیوں نافرمان ہوتا ہے

یعنی ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام رہا ہے جس کے معنی ہیں حکم برداری مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ کا جو حکم کسی راستباز اور صادق القول پیغمبر کے توسط سے پہنچے اس کے سامنے گردن جھکا دو پس آج جو احکام و ہدایات سید المرسلین خاتم الانبیاء لے کر آئے وہ ہی خدا کا دین ہے کیا اسے چھوڑ کر نجات و فلاح کا کوئی اور راستہ ڈھونڈتے ہیں؟ خوب سمجھ لیں کہ خدا کا دین چھوڑ کر کہیں ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ آدمی کو سزاوار نہیں کہ اپنی خوشی اور شوق و رغبت سے اس خدا کی حکمبرداری اختیار نہ کرے جس کے حکم تکوینی کے نیچے تمام آسمان و زمین کی چیزیں ہیں خواہ وہ حکم تکوینی ان کے ارادہ اور خوشی کے توسط سے ہو جیسے فرشتے اور فرمانبردار بندوں کی اطاعت میں، یا مجبوری اور لاچاری سے، جیسے عالم کا ذرہ ذرہ ان آثار و حوادث میں جن کا وقوع و ظہور بدون مخلوق کی مشیت و ارادہ کے ہوتا ہے حق تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کا تابع ہے۔ (تفسیر عثمانی)

مجبوراً مطیع ہونا:

وکرھا اور مجبوراً بھی مطیع ہیں۔ خواہ اسلام کی قوت کی وجہ سے یا ایسے اسباب کا معائنہ کرنے کی وجہ سے جو اسلام پر مجبور کرتے ہیں جیسے (بنی اسرائیل کے سروں پر) پہاڑ کو اکھاڑ کر معلق کیا گیا یا آل فرعون کو غرق کیا گیا تھا یا موت کا پھندہ گلے میں پڑنے لگتا ہے تو منکر بھی اسلام پر مجبور ہو جاتا ہے یہ صورت تو اوامر تکلیفیہ میں ہوتی ہے اور اوامر تکوینیہ میں تو کوئی اختیار رہتا ہی نہیں ہے نیچرل تسخیر سب کو محیط ہے اور سب مسخر ہیں (بہر حال مؤمن و کافر سب چار و ناچار اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ (تفسیر مظہری)

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ سب کو آخر کار جب وہیں لوٹ کر جانا ہے تو عقلمند کو چاہئے کہ پہلے سے تیاری کر رکھے۔ یہاں نافرمانیاں کیں تو وہاں کیا منہ دکھلائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ! دین حق سے دنیا کے گوشہ گوشہ کو روشن فرما دے اور اس دین متین کو تبلیغ اشاعت میں ہمارا بھی کوئی حصہ مقرر فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اُس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اُس پر جو ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحٰقؑ

قُلْ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَمَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْنَا	وَمَآ	اُنْزِلَ	عَلٰٓى	اِبْرٰهِيْمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ	وَاِسْحٰقَ
کہہ دیں	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	ہم پر	اور جو	نازل کیا گیا	پر	ابراہیم	اور اسمٰعیل	اور اسحاق

وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

ویعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا اُن کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے

وَيَعْقُوْبَ	وَالْاَسْبَاطِ	وَ	مَآ اُوْتِىَ	مُوْسٰى	وَعِيْسٰى	وَالنَّبِيُّوْنَ	مِنْ	رَّبِّهِمْ	لَا نُفَرِّقُ	بَيْنَ
اور یعقوب	اور اولاد	اور	جو دیا گیا	موسیٰ	اور عیسیٰ	اور نبی (جمع)	سے	ان کا رب	فرق نہیں کرتے	درمیان

اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں

اَحَدٍ	مِّنْهُمْ	وَنَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ
کوئی ایک	ان سے	اور ہم	اسکے	فرمانبردار

دین اسلام کی حقیقت کا اظہار و اعلان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام کی حقیقت کا حاصل ظاہر کرنے کا ارشاد ہے۔ ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ حاصل دین اسلام کے اظہار کے لئے فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس حکم پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس حکم پر جو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب اور اولاد یعقوب میں جو نبی گزرے ہیں ان کی طرف بھیجا گیا اور اس حکم پر بھی جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور دوسری نبیوں کو دیا گیا اُن کے پروردگار کی طرف سے۔ سو ہم اُن سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان بھی اس کیفیت سے کہ ہم ان حضرات میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے کہ کسی پر ایمان رکھیں اور کسی پر ایمان نہ رکھیں اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں انہوں نے یہ دین ہم کو بتلایا ہم نے اختیار کر لیا''۔ یعنی ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اس طرح کہ اس کو وحدہٗ لاشریک جانتے ہیں۔ جامع صفات کمال اور عیوب و نقائص سے پاک خیال کرتے ہیں اور اس کے نازل کردہ اوامر و نواہی کے پابند ہیں اور اس کے تمام احکام کو برحق جانتے ہیں اور ہم ان شریعتوں اور صحیفوں پر بھی ایمان لائے جو حضرت ابراہیم۔ حضرت اسمٰعیل۔ حضرت اسحاق۔ حضرت یعقوب اور نسل یعقوب علیہم السلام پر نازل ہوئی تھی۔ سب کو برحق جانتے ہیں اور ہر نبی کو سچا اور توحید کا علمبردار جانتے ہیں اور جو کتابیں و صحیفے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو دیئے گئے سب پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ مُنَزَّلٌ مِنَ اللہ تھیں۔ ہم سب کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم سب انبیاء کو اللہ کے سچے پیغمبر مانتے ہیں۔ سب کو اللہ کے برگزیدہ بندے اور توحید کے داعی سمجھتے ہیں اے اہل کتاب تمہاری طرح نہیں کہ بعض انبیاء کی تصدیق کریں بعض کی تکذیب۔ ہم تو اُس وحدہٗ لاشریک کے احکام کے سامنے سر جھکانے والے ہیں اُسی کے مطیع اور فرمانبردار ہیں اور اُسی کے لئے اپنی طاعت و بندگی کو مخصوص کرنے والے ہیں۔ یعنی اسلام کی اس حقیقت ہی سے اس کی خوبی ظاہر ہے پھر اس کو ترک کرنا یا نہ ماننا سخت بے دینی اور بے انصافی ہے گویا اہل کتاب کو پیغام دیا جا رہا ہے کہ اگر ہدایت حاصل کرنا مقصود ہے تو اسلام کی تقلید کر لو اور اسلام کی سیدھی راہ پر چل پڑو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کر لو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اسلام سے نوازا۔ اور کفر و شرک اور یہودیت و نصرانیت سے بچایا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اُس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا

وَمَنْ	يَّبْتَغِ	غَيْرَ	الْاِسْلَامِ	دِيْنًا	فَلَنْ	يُّقْبَلَ	مِنْهُ	وَهُوَ	فِي	الْاٰخِرَةِ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ
اور جو	چاہے گا	سوا	اسلام	کوئی دین	تو ہرگز نہ	قبول کیا جائیگا	اس سے	اور وہ	میں	آخرت	سے	نقصان اٹھانیوالے

دین اسلام کے بعد کوئی دین قبول نہیں

اب دین اسلام کے علاوہ جو کوئی اور کوئی دین طلب کرے گا اور اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو درجہ قبولیت حاصل نہ ہوگا اور وہ نجات سے محروم رہے گا۔ اس کا کوئی عمل۔ ریاضت مجاہدہ مقبول نہیں وہ حقیقی بندگی سے محروم ہے اور اس کی کل کری کرائی محنت آخرت میں برباد جائے گی اور قیامت کے دن نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور وہ خسارہ میں رہے گا۔ نہ اس کو خدا کی مغفرت حاصل ہوگی اور نہ نجات ملے گی۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وغیرہ متعدد آیتوں میں یہ مضمون صاف صاف بیان ہو چکا ہے کہ سچا اور مقبول دین صرف یہی دین ہے جس کی کتاب قرآن ہے اور جس کے لانے والے سکھانے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس ایک دین کے علاوہ اور جتنے بھی دین و مذہب اپنی موجودہ صورت میں موجود ہیں ان کی مثال فرسودہ اور ٹکسال باہر سکوں کی سی ہے کہ کہنے کو سکے وہ بھی ہیں لیکن جب چل نہ سکے تو ان کا سکہ ہونا نہ ہونا برابر' یہ آیت اس حقیقت کو اور زیادہ موکد و آشکار کر رہی ہے دوسری ادیان و مذاہب کو بھی گو وہ اصلاً کیسے ہی ہوں ان کی موجودہ صورت میں اسی دین حق کی طرح سچا سمجھنا' ہر دین و مذہب کو نجات کے لئے کافی سمجھنا یا سب مذہبوں کو ملا جلا کر اُن کا ایک ملغوبہ تیار کرنا' یہ کہنا کہ دیر و حرم' کعبہ و کلیسا سب یکساں ہیں' ضلالت و بے دینی ہی کی شکلیں ہیں۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے زمانے میں بھی بعض اہل قلم ایسی ہی نامراد کوششوں میں مصروف ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اسلام اللہ کے سامنے گردن ڈال دینے کا نام ہے اور یہی تمام انبیاء کرام کا دین اور مذہب رہا ہے اور یہی دین نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی دین قبول نہیں۔ اب یہاں تک تو ان لوگوں کا بیان تھا کہ جنہوں نے اسلام میں داخل ہونے سے اعراض کیا۔ اب آئندہ ان لوگوں کا بیان ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر گئے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ! قیامت کے دن اسلام ہمارا سفارشی ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو اور آپ کی رضا اور مغفرت حاصل ہو اور آپ کی رضا کا ٹھکانا یعنی جنت الفردوس ہم کو عطا ہو۔

اے اللہ! ہم نے جو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر اقرار اور عہد کیا ہے ہم کو اس عہد کو کامل طور پر پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ یا اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت اسلامیہ دنیا کو عطا فرمائی ہے اس کا ظاہراً و باطناً ہم کو کامل پابندی نصیب فرما۔ اے اللہ! آپ کی قہاری و جباری کے سامنے سب سرنگوں ہیں۔ ہمیں خوشی اور اختیار سے اپنی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے بعد ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول سچے ہیں اور بعد اس کے کہ اُن کو واضح

كَيْفَ	يَهْدِي	اللّٰهُ	قَوْمًا كَفَرُوْا	بَعْدَ	اِيْمَانِهِمْ	وَشَهِدُوْٓا	اَنَّ	الرَّسُوْلَ	حَقٌّ	وَّجَآءَ	هُمُ
کیونکر	ہدایت دے گا	اللہ	ایسے لوگ جو کافر ہو گئے	بعد	ان کا (اپنا) ایمان	اور انھوں نے گواہی دی	کہ	رسول	سچے	اور آئیں	ان

الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ

دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے

الْبَيِّنٰتُ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ	اُولٰٓئِكَ	جَزَآؤُهُمْ	اَنَّ	عَلَيْهِمْ	لَعْنَةَ	اللّٰهِ
کھلی نشانیاں	اور اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	ظالم (جمع)	ایسے لوگ	ان کی سزا	کہ	ان پر	لعنت	اللہ

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾	وَالْمَلٰٓئِكَةِ	وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ	
اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی	اور فرشتے	اور لوگ	تمام	

دنیا پرست اہل علم

جن لوگوں نے وضوحِ حق کے بعد جان بوجھ کر کفر اختیار کیا یعنی دل میں یقین رکھتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں اقرار کرتے ہیں کہ رسول سچا ہے۔ اسکی حقانیت وصداقت کے روشن دلائل کھلے نشانات اور صاف بشارات ان کو پہنچ چکی ہیں اس پر بھی کبر و حسد اور حب جاہ و مال، اسلام قبول کرنے اور کفر و عدوان کے چھوڑنے سے مانع ہے جیسا کہ عموماً یہود و نصاریٰ کا حال تھا، ایسے ہٹ دھرم ضدی معاندین کی نسبت کیونکر توقع کی جاسکتی ہے کہ باوجود اس طرح کا رویہ قائم رکھنے کے خدا تعالیٰ ان کو نجات و فلاح اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر لے جائے گا یا جنت تک پہنچنے کی راہ دے گا۔ اس کی عادت نہیں کہ ایسے بے انصاف متعصب ظالموں کو حقیقی کامیابی کا راہ دے۔ اسی پر ان بدبختوں کو قیاس کر لو جو قلبی معرفت و یقین کے درجے سے بڑھ کر ایک مرتبہ مسلمان بھی ہو چکے پھر دنیوی اغراض اور شیطانی اغواء سے مرتد ہو گئے۔ یہ ان پہلوں سے بھی زیادہ کجرو بے حیا واقع ہوئے ہیں، اس لئے ان سے بڑھ کر لعنت و عقوبت کے مستحق ہوں گے۔ (تفسیر عثمانی)

اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت

یعنی خدا فرشتے اور مسلمان لوگ سب ان پر لعنت بھیجتے ہیں بلکہ ہر انسان حتی کہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں۔ جب کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت گو اس وقت سمجھتے نہیں کہ یہ لعنت خود ان ہی پر واقع ہو رہی ہے۔ (تفسیر حقانی)

لعنت اللہ سے مراد ہے اللہ کا غضب لیکن اللہ کے غضب کے بعد اس کی رحمت سے دوری ضروری ہے (اس لئے لعنت سے مراد ہوئی رحمت سے دوری) اور فرشتوں کی لعنت یعنی اللہ کی رحمت سے دور رہنے کی بددعا اور تمام لوگوں سے مراد ہیں تمام مؤمن یا سب آدمی خواہ کافر ہوں یا مؤمن کیونکہ کافر بھی منکرِ حق پر لعنت کرتا ہے اگرچہ (اس کی لعنت اسی پر پڑتی ہے کیونکہ وہ بھی منکرِ حق ہوتا ہے مگر وہ حق کی شناخت نہیں رکھتا) یا یہ مراد ہے کہ قیامت کے دن بعض کافر بعض کافروں پر لعنت کریں گے اللہ نے فرمایا ہے يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔ (تفسیر مظہری)

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اسلام سے نوازا اور کفر و شرک سے بچایا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی میں رہیں گے ان پر سے عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جاوے گی ہاں مگر جو لوگ توبہ کریں اس کے بعد

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	لَا يُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا	هُمْ	يُنْظَرُوْنَ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	تَابُوْا	مِنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ
ہمیشہ رہیں گے	اس میں	نہ ہلکا کیا جائے گا	ان سے	عذاب	اور نہ	انہیں	مہلت دی جائیگی	مگر	جو لوگ	توبہ کی	بعد	اس

وَاَصْلَحُوْا ۗ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور اپنے کو سنواریں سو بیشک خدا تعالیٰ بخشدینے والے رحمت کرنے والے ہیں۔

وَاَصْلَحُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	
اور اصلاح کی	تو بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا	

شانِ نزول

نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ ایک انصاری مسلمان ہونے سے کچھ مدت کے بعد مرتد ہوگیا لیکن پھر اسے پشیمانی ہوئی اس نے اپنے خاندان والوں کے پاس پیام بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کو بھیج کر یہ دریافت کراؤ کہ کیا اب میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے اس پر آیت

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ... فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

نازل ہوئی اور انصاری کے خاندان والوں نے اس کے پاس (قبول توبہ کا) پیام بھیج دیا وہ (پھر) مسلمان ہوگیا۔ ابن المنذر نے (مسند میں) اور عبد الرزاق نے مجاہد کا قول بیان کیا ہے کہ حارث بن سوید آ کر مسلمان ہوا لیکن کچھ عرصہ کے بعد کافر ہو کر اپنے قبیلہ میں لوٹ گیا اللہ نے اس کے متعلق آیت

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ .... فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

نازل فرمائی اس کے خاندان کے کسی شخص نے یہ آیت لے جا کر اس کو سنا دی حارث نے کہا خدا کی قسم میری دانست میں تم بڑے سچے آدمی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ سچے ہیں اور اللہ دونوں سے بڑھ کر سچا ہے اس کے بعد حارثؓ واپس آ کر مسلمان ہو گیا اور اچھا مسلمان ہوگیا۔ (تفسیر مظہری)

ہمیشہ کی لعنت: خٰلِدِيْنَ فِيْهَا: اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے یا آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ آگ کا ذکر گو صراحتاً نہیں ہے مگر کلام اس پر دلالت کر رہا ہے (کیونکہ لعنت کے بعد دوزخ لازم ہے)۔ (تفسیر مظہری) بہر حال اس لعنت کا اثر ہمیشہ رہے گا دنیا میں پھٹکار اور آخرت میں خدا کی مار۔ (تفسیر عثمانی)

اور آخرت میں انہیں نہ کسی وقت عذاب کی شدت میں کمی محسوس ہوگی اور نہ ذرا سی دیر کے لئے عذاب ملتوی کر کے آرام دیا جائے گا۔ (تفسیر حقانی)

بے انتہاء رحمت کے کرشمے: ایسے سخت بے حیا مجرموں اور شدید ترین باغیوں کو کون بادشاہ معافی دے سکتا ہے؟ لیکن یہ اس غفور رحیم ہی کی بارگاہ ہے کہ اس قدر شدید جرائم اور بغاوتوں کے بعد بھی اگر مجرم نادم ہو کر سچے دل سے توبہ اور نیک چال چلن اختیار کر لے تو سب گناہ ایک قلم معاف کر دیئے جاتے ہیں **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** (تفسیر عثمانی)

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ: ہاں جن لوگوں نے ارتداد سے توبہ کر لی۔ واصلحوا اور اصلاح نفس کر لی۔ یہ تابوا کی تفسیر ہے توبہ کر لی یعنی نیک ہو گئے مراد یہ ہے کہ مسلمان ہو گئے یا یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ٹھیک کر لیا یعنی (کفر کی وجہ سے) جو ملک میں بگاڑ کیا تھا اس کو (ایمان کے بعد) درست کر لیا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ: تو بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا ہے ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور ان سے جو اللہ کی حق تلفیاں ہوئی ہیں ان کو معاف کر دے گا۔ رَّحِيْمٌ: وہ مہربان ہے ان پر مہربانی کر کے جنت میں لے جائے گا۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ ہم سے جو اب تک گناہ اور قصور ہو چکے ہیں اُن پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما اور اپنے کرم سے ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

26

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۝

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہو گی اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں

الضَّالُّونَ	هُمُ	وَأُولَٰئِكَ	تَوْبَتُهُمْ	لَن تُقْبَلَ	كُفْرًا	ازْدَادُوا	ثُمَّ	إِيمَانِهِمْ	بَعْدَ	كَفَرُوا	الَّذِينَ	إِنَّ
گمراہ	وہ	اور وہی لوگ	ان کی توبہ	ہرگز نہ قبول کی جائیگی	کفر میں	بڑھتے گئے	پھر	اپنے ایمان	بعد	کافر ہوگئے	جو لوگ	بیشک

دو قسم کے لوگ جن کی توبہ قبول نہیں ہوتی

گزشتہ آیات میں توبہ کرنے والوں کا ذکر تھا اب آگے ان آیات میں مزید دو قسم کے لوگوں کا حال بیان فرمایا جا رہا ہے۔ ایک تو وہ جو کفر سے توبہ تو کرتے ہیں مگر ان کی توبہ صحیح نہیں ہوتی بلکہ اُن کی توبہ فاسد ہوتی ہے مثلاً یہ کہ دل سے توبہ نہ کریں محض زبان سے کسی مصلحت سے الفاظ توبہ کے کہدیں یا وقت نکلنے کے بعد توبہ کریں جیسے فرعون نے بالکل ڈوبتے وقت توبہ کی۔ اسی طرح یہ لوگ ایسے وقت توبہ کریں کہ جب موت بالکل سامنے آ گئی اور عذاب کے فرشتے نظر آنے لگے تو ایسے لوگوں کی توبہ مقبول نہیں بلکہ مردود اور فاسد ہے اس لئے کہ توبہ کی شرط مفقود ہے۔ دل میں ایمان نہیں۔ دل حق کی عداوت اور باطل کی محبت سے لبریز ہے۔ محض زبان سے یا کسی مصلحت و پالیسی کی بنا پر توبہ کی جا رہی ہے یا توبہ کا وقت نکل چکا ہے اور وقت نکلنے کے بعد مجبور ہو کر توبہ کر رہے ہیں تو اُن کا ذکر اس پہلی آیت میں فرمایا گیا۔ ''بیشک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد۔ پھر بڑھتے رہے کفر میں یعنی کفر پر دوام رکھا ایمان نہیں لائے ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہو گی اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں'' یعنی جو لوگ حق کو مان کر اور سمجھ بوجھ کر منکر ہوئے پھر آخیر تک انکار میں ترقی کرتے رہے۔ نہ کبھی کفر سے ہٹنے کا نام لیا۔ نہ حق اور اہل حق کی عداوت ترک کی۔ بلکہ حق پرستوں کے ساتھ بحث و مناظرہ اور جنگ و جدل کرتے رہے۔ جب مرنے کا وقت آیا اور فرشتے عذاب کے نظر آنے لگے تو توبہ کی سوجھی یا کبھی کسی مصلحت سے ظاہر طور پر رسمی الفاظ توبہ کی کہدیئے یا کفر پر برابر قائم رہتے ہوئے بعض دوسرے اعمال سے توبہ کر لی جنہیں اپنے زعم میں گناہ سمجھ رہے تھے تو یہ توبہ کسی کام کی نہیں اور بارگاہ رب العزت میں قبول نہ ہو گی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جب ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا ہے تو ہم کو اسلام و ایمان کی سچی قدر و وقعت بھی نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو اپنے اسلام و ایمان کو کامل و مکمل بنانے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اے اللہ اسلام و ایمان ہمیں دنیا میں سب سے زیادہ محبوب بنا دے حتیٰ کہ اپنی جان سے زیادہ عزیز ہمارا دین اسلام ہو جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ

بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ مر بھی گئے حالت کفر ہی میں سو اُن میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جاوے گا اگرچہ وہ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَمَاتُوْا	وَهُمْ	كُفَّارٌ	فَلَنْ يُّقْبَلَ	مِنْ	اَحَدِ	هِمْ	مِلْءُ	الْاَرْضِ	ذَهَبًا	وَّلَوِ
بیشک	جو لوگ	کفر کیا	اور وہ مر گئے	اور وہ	حالت کفر	تو ہرگز قبول نہ کیا جائیگا	سے	ان	کوئی	بھرا ہوا	زمین	سونا	اگرچہ

افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾

معاوضہ میں اُس کا دینا بھی چاہے اُن لوگوں کو سزائے دردناک ہوگی اور اُن کے کوئی حامی بھی نہ ہوں گے

افْتَدٰى	بِهٖ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	وَمَا	لَهُمْ	مِنْ	نّٰصِرِيْنَ
بدلہ دے	اسکو	یہی لوگ	ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور نہیں	انکے لئے	کوئی	مددگار

قیامت میں ایمان وعمل کے علاوہ کوئی دولت کام نہ آسکے گی

آگے اسلام سے اعراض وانکار کرنے والوں کی ایک اور قسم ہے جس کا دوسری آیت میں ذکر ہو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۔ تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا اور بدون توبہ کے کفر کی حالت میں مر گئے تو ہرگز قبول نہ کیا جائے گا ایسے کسی شخص سے روئے زمین کے برابر سونا اگرچہ وہ سونے کی اتنی مقدار کو عذاب کے فدیہ اور معاوضہ میں لاکر پیش بھی کر دے اور یہ کہے کہ مجھ کو عذاب سے چھوڑ دو تب بھی قبول نہیں کیا جائے گا اور بدون پیش کیے تو پوچھتا ہی کون ہے یعنی اگر بالفرض محال کافر کے پاس روئے زمین کے برابر سونا موجود بھی ہو۔ اور بطور فدیہ کے عذاب سے رہائی کے لئے پیش بھی کرنا چاہے تب بھی قبول نہ کیا جائے گا چہ جائیکہ خالی ہاتھ ہو اور ایک ذرہ کا بھی مالک نہ ہو تو ایسے کو کون پوچھتا ہے ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا جو ان کو عذاب خداوندی سے بچا سکے"۔ یعنی دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہیں چلے گی وہاں تو صرف دولت ایمان اور اعمال صالحہ کام دے سکتی ہے۔ وہاں نہ زر کام دے گا نہ زور۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ قیامت کے دن کفار جنہوں نے زندگی میں توبہ نہ کی اور کفر پر مرتے وقت تک قائم رہے تو اگر اپنی رہائی کے لئے روئے زمین کے برابر سونا بھی خرچ کریں تو خاک ذرہ برابر بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ اگر کفار اپنے اموال سے آخرت میں منتفع ہونا چاہیں تو مسلمان ہو کر اور اسلام قبول کر کے یہاں دنیا میں مال فی سبیل اللہ خرچ کریں۔

الحمدللہ کہ آج کی ایات پر تیسرے پارہ تلک الرسل کا بیان ختم ہوا۔ اور سورۂ آل عمران کی ۹۱ آیات کی تفسیر وتشریح پوری ہوئی اب ان شاء اللہ آئندہ چوتھے پارہ کی ابتداء سے سورۂ آل عمران کی بقیہ آیات کا بیان جاری رہے گا۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ ہمیں اپنے دین اسلام کے لئے اپنی جان مال کی قربانی والا بنا دے اور دین اسلام کی خدمت میں ہمارا بھی کوئی حصہ مقدر فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

لَنْ تَنَالُوا

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو بھی

لَنْ تَنَالُوا	الْبِرَّ	حَتّٰى	تُنْفِقُوْا	مِمَّا	تُحِبُّوْنَ	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ شَیْءٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
تم ہرگز نہ پہنچو گے	نیکی	جب تک	تم خرچ کرو	اس سے جو	تم محبت رکھتے ہو	اور جو	تم خرچ کرو گے	سے (کوئی) چیز	تو بیشک	اللہ

بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

خوب جانتے ہیں۔

بِهٖ	عَلِیْمٌ
اس کو	جاننے والا

اللہ کی راہ میں محبوب مال خرچ کرنے کی ترغیب:

الحمد للہ اب چوتھے پارہ کی ابتدا ہو رہی ہے۔ جس کی صرف ایک ابتدائی آیت تلاوت کی گئی ہے۔ گذشتہ آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں کفار اپنی رہائی کے لئے اگر زمین بھر کر بھی سونا خرچ کریں تو ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اس سے ان کے مال کا آخرت میں ان کے لئے نافع نہ ہونا ثابت ہوا تھا۔ اس کے مقابل دنیا میں اللہ کی راہ میں مال صرف کرنے کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مومنین کو دنیا میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے آخرت میں نفع ہوگا۔ اسلئے اہل اسلام کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ ویسے تو تم خدا کی راہ میں کیسی ہی معمولی چیز کیوں نہ خرچ کرو وہ بھی تمہارے لئے نافع اور مفید ہوگی مگر جو چیز تمہارے نزدیک زیادہ محبوب و مرغوب ہو اگر اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تو ابرار کا درجہ حاصل ہوگا۔

حضرت ابوطلحہؓ کا واقعہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزوں پر نظر ڈالی اور انکو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواستیں ہونے لگیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اس وقت تمام انصار مدینہ میں حضرت ابوطلحہؓ سب سے زیادہ مالدار تھے۔ وہ اپنے تمام مال و جائیداد میں "بیرحا" نامی باغ کو جو مسجد نبوی کے سامنے تھا سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کے کنویں کا میٹھا پانی نوش فرمایا کرتے۔ اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت ابوطلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے تمام اموال میں یہ باغ "بیرحا" مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے لہٰذا میں اسکو اس امید میں کہ جو بھلائی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی میرے لئے جمع رہے میں اس باغ کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ لہٰذا آپ ﷺ کو اختیار ہے جس طرح مناسب خیال فرمائیں اس کو تقسیم فرمادیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کر فرمانے لگے کہ خوب یہ بہت ہی فائدہ مند مال ہے اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ پھر فرمایا میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو اپنے اقربا رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا بہت اچھا اور پھر اسے اپنے اقربا اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم فرمادیا۔

حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا صدقہ:

بخاری و مسلم ہی میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ میرا سب سے زیادہ عزیز اور بہتر مال وہ ہے جو خیبر میں میری زمین کا ایک حصہ ہے۔ میں اس کو راہ خدا میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایئے کیا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصل زمین کو اپنے قبضہ میں رکھو اور اس کی پیداوار پھل وغیرہ اللہ کی راہ میں وقف کردو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ

جب میں تلاوت کے دوران اس آیت پر پہنچا تو میں اپنے تمام مال و جائیداد کو تصور میں لایا لیکن مجھے اپنی رومی کنیز سے زیادہ کوئی چیز محبوب تر نظر نہ آئی لہٰذا میں نے اسی کو اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

حضرت زیدؓ کا صدقہ:

حضرت زید بن حارثہؓ اپنا ایک گھوڑا لئے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور مجھے اپنی املاک میں یہ سب سے زیادہ محبوب ہے میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اسکو قبول فرما لیا۔ لیکن ان سے لیکر انہی کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو دے دیا۔ حضرت زیدؓ اس پر کچھ دلگیر ہوئے کہ میرا صدقہ میرے ہی گھر میں واپس آ گیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا صدقہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق روایت ہے کہ شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ ان کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے فرمایا شکر مجھے مرغوب و پسند ہے۔ یہ چاہتا ہوں کہ راہ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں۔

اللہ کی راہ میں جتنا بھی دو عمدہ چیز دو:

آیت میں یہ بھی قابل غور ہے کہ تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ فرمایا یعنی خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ۔ لفظ مِمَّا سے اشارہ ہوتا ہے کہ آیت سے یہ مقصود نہیں کہ جتنی چیزیں اپنے نزدیک محبوب اور پیاری ہیں ان سبھی کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا چاہئے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جتنا بھی خرچ کرنا ہے اس میں اچھی اور پیاری چیز دیکھ کر خرچ کریں تو کامل نیکی اور مکمل ثواب کے مستحق ہوں گے علمائے محققین نے لکھا ہے کہ آیت کے مفہوم میں صدقات واجبہ زکوٰۃ وغیرہ اور نفلیہ خیرات دونوں شامل ہیں اس طرح آیت کا مفہوم یہ ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں جو صدقہ بھی ادا کرو خواہ زکوٰۃ فرض ہو یا کوئی نفل صدقہ و خیرات ہو ان سب میں مکمل فضیلت جب ہے کہ اپنی محبوب و پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

دو اہم باتیں:

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیۡمٌ اس سے دو باتیں مفہوم ہوئیں:۔ (۱) ایک یہ کہ آدمی جو کچھ خرچ کرتا ہے اسکی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ پر روشن ہے وہ جانتے ہیں کہ محبوب شے کو خرچ کر رہا ہے یا نہیں۔ اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے خرچ کر رہا ہے یا ریا نام و نمود اور شہرت کے لئے۔ تو محض کسی کا زبانی دعویٰ کہ میں اپنی محبوب چیز کو اللہ کے لئے خرچ کر رہا ہوں کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جو دل کے پوشیدہ رازوں سے واقف ہے وہ جانتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ واقع میں اس خرچ کا کیا درجہ اور کیا حیثیت ہے۔

(۲) دوسری بات یہ مفہوم ہوئی کہ اگرچہ خیر کامل اور صف ابرار میں داخلہ محبوب شے خرچ کرنے پر موقوف ہے لیکن مطلق ثواب سے کوئی صدقہ خالی نہیں خواہ محبوب چیز خرچ کریں یا زائد اور فالتو اشیاء۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کے لئے ہم کو اپنی پیاری اور محبوب شے کو اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے خرچ ہو جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور اس پر اجر و ثواب عطا فرمائیں۔ اے اللہ ہر حال میں ہم کو اخلاص نصیب فرمایئے اور نام و نمود۔ شہرت و ریا کے گناہوں سے کامل طور پر بچایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ

سب کھانے کی چیزیں نزولِ توریت کے قبل باستثناء اس کے جس کو یعقوبؑ نے اپنے نفس پر حرام کرلیا تھا

كُلُّ	الطَّعَامِ	كَانَ	حِلًّا	لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اِلَّا	مَا حَرَّمَ	اِسْرَآءِيْلُ	عَلٰى	نَفْسِهٖ
تمام	کھانے	تھے	حلال	بنی اسرائیل کے لئے	مگر	جو حرام کرلیا	اسرائیل (یعقوبؑ)	پر	اپنی جان

مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾

بنی اسرائیل پر حلال تھی فرما دیجئے کہ پھر توریت لاؤ پھر اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔

مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تُنَزَّلَ	التَّوْرٰىةُ	قُلْ	فَاْتُوْا	بِالتَّوْرٰىةِ	فَاتْلُوْهَا	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ
سے	قبل	کہ	نازل کی جائے (اترے)	توریت	آپ کہدیں	سوتم لاؤ	توریت	پھراس کوپڑھو	اگر	تم ہو	سچے

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

سو جو شخص اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات کی تہمت لگائے سو ایسے لوگ بڑے بے انصاف ہیں۔

فَمَنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	مِنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ
پھر جو	جھوٹ باندھے	پر	اللہ	جھوٹ	سے۔بعد	اس	تو وہی لوگ	وہ	ظالم (جمع)

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

آپ کہدیجئے اللہ تعالیٰ نے سچ کہدیا سو تم ملتِ ابراہیم کا اتباع کرو جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ مشرک نہ تھے۔

قُلْ	صَدَقَ	اللّٰهُ	فَاتَّبِعُوْا	مِلَّةَ	اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا	وَمَا	كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ
آپ کہدیں	سچ فرمایا	اللہ	اب پیروی کرو	دین	ابراہیمؑ	حنیف	اور نہ	تھے	سے	مشرک (جمع)

چیزوں کی حلت وحرمت کے بارے میں یہود کے اعتراض کا جواب:

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ملت ابراہیمی پر ہونا باعتبار تمام اصول شرعیہ اور اکثر فروع بیان فرمایا تو یہود نے اس پر اعتراض کیا کہ آپ اپنے آپ کو دین ابراہیمی اور انبیاء سابقین کے طریقہ پر بتلاتے ہیں تو پھر آپ ان چیزوں کو کیسے حلال بتلاتے ہیں کہ جو حضرت ابراہیمؑ اور تمام انبیاءؑ پر حرام تھیں مثلاً اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ ان پر حرام تھا۔ تو مسلمانوں کا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہے کہ اہل اسلام کو ابراہیم علیہ السلام اور ملت ابراہیمی سے زیادہ قرب ومناسبت ہے۔

حق تعالیٰ نے یہود کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ جتنی حلال چیزیں اہل اسلام اب کھاتے پیتے ہیں یہ سب حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں حلال تھیں اور توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے تک حلال ہی رہیں البتہ توراۃ میں جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اس میں خاص بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام کردی گئی تھیں لیکن جہاں تک اونٹ کے گوشت اور اس کے دودھ کی حرمت کا تعلق ہے یہ توراۃ کے نازل ہونے سے بہت پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے جن کا نام اسرائیل تھا استعمال نہ کرنے کی منت مان لی تھی اور ان کی پیروی میں ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور اونٹ کے گوشت اور دودھ نہ کھانے پینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک بیماری تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ

نذر مانی کہ مجھے اس بیماری سے نجات ملے اور میں صحت مند ہو جاؤں تو اپنی محبوب ترین شے کا کھانا پینا چھوڑ دوں گا چنانچہ صحت پانے پر آپ نے اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ اپنی نذر پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر یہ چیز حرام نہ تھی تو یہود کو یہ بتلایا گیا کہ جن اشیاء کو حرام سمجھے بیٹھے ہو وہ ابراہیمی شریعت میں ہرگز حرام نہ تھیں اس کے بعد یہود کو نہایت واضح الفاظ میں زوردار طریقہ پر کہا گیا کہ اگر اب بھی تمہیں کچھ شک ہے تو اپنی کتاب توراۃ لے آؤ اور اسے اول سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ اگر کہیں یہ بیان مل جائے کہ ابراہیمی شریعت میں یہ چیزیں حرام تھیں تو نکال کر دکھلا دو۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ وہ اپنی تحریف کردہ اور مسخ شدہ کتاب سے بھی ایسا کوئی حکم نکال کر نہ دکھا سکے مگر پھر بھی اپنی ضد پر اڑے رہے۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہود نے قرآن کریم کا یہ چیلنج قبول نہیں کیا اور قبول کرتے بھی کیسے۔ جبکہ ان کا دعویٰ بے بنیاد تھا۔ نہ ان کے پاس حقیقی علم تھا اور نہ حقیقی احکام الٰہیہ کو اپنی جگہ برقرار رکھ سکے تھے۔ اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کی حقانیت پر ایک اور حجت قائم ہوگئی اور یہود کا کاذب و مفتری ہونا ثابت ہو گیا کہ اپنی طرف سے باتیں گھڑ لیتے ہیں اور انہیں مذہب اور کتاب سے منسوب کر دیتے ہیں۔ تو اس بے انصافی اور ظلم کی کوئی انتہا ہے اور دنیا میں یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ انسان اپنی من گھڑت کو خدا کی بات اور اس کا حکم قرار دے۔

ملت ابراہیمی کا حقیقی پیروکار کون؟

یہود و نصاریٰ اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں وہ ساتھ ہی اس بات کا بھی دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ کا اصلی مذہب انہیں تک سینہ بسینہ پہنچا ہے۔ قرآن کریم نے یہ واضح کر دیا کہ بنی اسرائیل اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں لیکن وہ دین و ملت میں قطعی حضرت ابراہیمؑ کے پیرو نہیں۔ ابراہیمؑ خالص توحید پرست تھے وہ حنیف تھے یعنی ادھر ادھر بھٹکتے نہ تھے۔ ایک طرف کے ہو رہے تھے۔ سب کو ترک کر کے ایک اللہ کی ذات پر بھروسہ لگا رکھا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے خاندان، ملک اور برادری کو چھوڑا۔ بتوں کو توڑا۔ ستارہ چاند اور سورج سے منہ موڑا۔ آگ میں گرنا منظور کیا۔ بیوی بچہ کو چھوڑنا گوارا کیا بیٹے کو قربان کرنا قبول کیا۔ غرض کہ رضائے الٰہی کی خاطر ہر ممکن قربانی دی لیکن یہ بنی اسرائیل مادہ پرست ہیں۔ اپنے پیغمبروں اور راہبوں کی پرستش کرتے ہیں۔ دنیوی لالچ میں آ کر ایمان بیچ ڈالتے ہیں۔ اپنی کتابوں میں من مانی تحریف کر لیتے ہیں۔ خدائی احکام کو بدل ڈالتے ہیں۔ ایثار اور قربانی سے دور بھاگتے ہیں ریاضت اور جدوجہد سے کتراتے ہیں ان حالات میں انہیں حضرت ابراہیمؑ سے اور آپ کے دین و ملت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ ہاں یہود و نصاریٰ کی بجائے امت محمدیہ ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح یہ توحید باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ تسلیم و رضا کے پابند ہیں۔ اطاعت و فرمانبرداری ان کا شیوہ ہے۔ شرک سے گریز اور دور ہیں۔ اس لئے یہود و نصاریٰ کو چاہیے کہ امت محمدیہ میں شامل ہو کر اہل اسلام کی طرح سچے دل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کریں۔

مسئلہ: یہاں ان آیات سے متعلق ایک بات یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ اس قسم کی منت یا نذر جیسا حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی کہ جس میں کسی حلال چیز کو حرام کر لینا مقصود ہو اب اسلامی شریعت کے موافق جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ۲۸ ویں پارہ سورۂ تحریم میں ارشاد فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے اسے آپ کیوں حرام کر رہے ہیں۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ملت ابراہیمی کا سچا و صحیح پیروکار بنائے، یہود و نصاریٰ کی سرکشیوں، بے عملی، جھوٹے دعووں اور بے راہ روی سے محفوظ رکھے۔
یا اللہ ہم میں جو کوتاہیاں ہیں انہیں دور فرما اور اپنے دنیا و آخرت میں حضور ﷺ کا امتی بنا۔ آمین

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾

یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہی مکان ہے جو کہ مکہ میں ہے جسکی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہاں بھر کے لوگوں کا رہنما ہے۔

اِنَّ	اَوَّلَ	بَيْتٍ	وُّضِعَ	لِلنَّاسِ	لَلَّذِىْ	بِبَكَّةَ	مُبٰرَكًا	وَّهُدًى	لِّلْعٰلَمِيْنَ
بیشک	پہلا	گھر	مقرر کیا گیا	لوگوں کے لئے	جو	مکہ میں	برکت والا	اور ہدایت	تمام جہانوں کے لئے

فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ

اُس میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ اُن کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اُس میں داخل ہوجاوے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے واسطے

فِيْهِ	اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ	مَقَامُ	اِبْرٰهِيْمَ	وَمَنْ	دَخَلَهٗ	كَانَ	اٰمِنًا	وَلِلّٰهِ
اس میں	نشانیاں کھلی	مقام	ابراہیم	اور جو	داخل ہوا اس میں	ہوگیا	امن میں	اور اللہ کے لئے

عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ

لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ

عَلَى	النَّاسِ	حِجُّ الْبَيْتِ	مَنِ	اسْتَطَاعَ	اِلَيْهِ	سَبِيْلًا	وَمَنْ	كَفَرَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
پر	لوگ	خانہ کعبہ کا حج کرنا	جو	قدرت رکھتا ہو	اسکی طرف	راہ	اور جو۔جس	کفر کیا	تو بیشک	اللہ

غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

تمام جہان والوں سے غنی ہیں۔

غَنِىٌّ	عَنِ	الْعٰلَمِيْنَ	
بے نیاز	سے	جہان والے	

قبلہ کے بارے میں یہود کے اعتراض کا جواب:

تمام انبیائے کرام بیت المقدس کی تعظیم کرتے تھے اور بیت المقدس ہی انکا قبلہ تھا حضرت ابراہیمؑ نے شام کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر وہیں رہے اور وہیں وفات پائی۔ ان کی اولاد بھی شام ہی میں رہی اور وہاں جتنے نبی آئے سب نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا اس کے برعکس مسلمانوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا۔ وہ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے قریبی نسبت رکھتے ہیں اور ملت ابراہیمی سے زیادہ قرب و مناسبت رکھتے ہیں۔ ان آیات میں معترضین کو اسکا جواب دیا گیا۔ زمین پر جہاں کہیں ہدایت و برکت پائی جاتی ہے وہ اسی بیت منور کا عکس و پرتو سمجھنا چاہئے۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت یہیں سے ہوئی۔ مناسک حج ادا کرنے کے لئے سارے جہاں کو دعوت اسی کی طرف دی گئی۔ انبیائے سابقین بھی حج ادا کرنے کے لئے نہایت ذوق و شوق سے تلبیہ پکارتے ہوئے اسی کے گرد جمع ہوئے۔

خانہ کعبہ کی چار خصوصیات:

دوسری آیت میں خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ کی مزید خصوصیات بیان فرمائی جاتی ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۝

پہلی خصوصیت: کہ اس میں اللہ جل شانہ کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں اس کی توضیح میں علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب سے بیت اللہ قائم ہوا اس کی برکت۔ حرمت اور عظمت سے اللہ تعالیٰ

نے اہل مکہ کو مخالفین کے حملوں سے محفوظ فرمادیا۔ اصحاب فیل جس کا واقعہ ابرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر چڑھائی کی کہ خانہ خدا کو منہدم کردے تو اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کے لشکر کو ابابیل جیسے کمزور پرندوں کے ذریعہ تباہ و ہلاک و برباد کردیا۔

قرب قیامت میں دجال کا فتنہ ظاہر ہوگا اور وہ چالیس دن کے اندر اندر تمام زمین پر گھوم جائے گا اور کوئی بستی اور شہر ایسا نہ رہ جائے گا جس میں داخل نہ ہو بجز مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے۔

اسی طرح رمی جمرات کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان پر پھینکی ہوئی کنکریاں نامعلوم طور پر فرشتے اٹھالیتے ہیں۔ صرف ان بدنصیب لوگوں کی کنکریاں رہ جاتی ہیں جن کے حج قبول نہیں ہوتے۔

دوسری خصوصیت: مقام ابراہیم کا وہاں ہونا بیان فرمایا گیا۔ مقام ابراہیم سے مراد وہ جنتی پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا اور خدا کی قدرت سے اس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان پڑ گیا تھا اور یہ پتھر تعمیر کی بلندی کے ساتھ خود بلند ہو جاتا تھا۔ پہلے یہ پتھر بیت اللہ کے دروازے کے قریب تھا جب قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى. اس وقت طواف کرنے والوں کی مصلحت سے اس کو اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے مطاف کے مشرقی کنارہ پر ممبر اور بیر زم زم کے درمیان رکھ دیا گیا۔ اور ایک محفوظ حجرہ میں مقفل تھا۔ طواف کے بعد کی دو رکعت واجب الطواف اسی حجرہ کے پیچھے پڑھی جاتی ہیں۔ اب چند سال ہوئے کہ شاہ فیصل فرمانروائے مملکت سعودی عربیہ نے مکان کی بجائے اس کو ایک موٹے شیشے میں محفوظ کرا دیا ہے۔ گویا علاوہ تاریخی روایات کے اس مقدس پتھر کا وجود باوجود کثیر التعداد دشمنوں کے ہزاروں برس سے محفوظ چلا آنا یہ اس امر کی کھلی نشانی ہے کہ یہاں ابراہیم علیہ السلام کے قدم آئے اور طوفان نوح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں خانہ کعبہ تعمیر ہوا اور حضرت اسمٰعیلؑ آپ کے شریک کار اور معین و مددگار رہے۔

تیسری خصوصیت وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا. یعنی جو اس میں داخل ہو جائے یعنی خانہ کعبہ کے حدود حرم میں داخل ہو جائے وہ امن والا یعنی مامون و محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ جو شخص حدود حرم میں داخل ہو جائے اس کو نہ ستاؤ۔ نہ ایذا دو۔ نہ قتل کرو۔ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے یا اور کوئی جرم کر کے وہاں چلا جائے تو اس کو بھی اس جگہ سزا نہ دی جائے بلکہ اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ حرم سے باہر نکلے۔ حرم سے باہر آنے پر سزا جاری کی جائے گی اس طرح حرم میں داخل ہونے والا شرعی طور پر مامون و محفوظ ہو گیا۔ دوسرے حرم میں داخل ہونے والے کا مامون و محفوظ ہونا اس طرح بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر ہر قوم و ملت کے دلوں میں بیت اللہ کی تعظیم و تکریم ڈال دی ہے۔ زمانہ جاہلیت کے عرب اور ان کے مختلف قبائل کی جنگ جوئی اور تند خوئی ساری دنیا میں مشہور ہے لیکن انکا بھی حرم کے احترام کا یہ حال تھا کہ باپ کا قاتل بیٹے کے سامنے آتا تو مقتول کا بیٹا جو اس کے خون کا پیاسا ہوتا تھا اپنی آنکھیں نیچی کر کے گزر جاتا اور اس کو کچھ نہ کہتا۔

چوتھی خصوصیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا لازم و واجب قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ وہ بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت و استطاعت رکھتے ہوں۔ یہ بھی اسی گھر کی فضیلت ہے کہ لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے اور تمام لوگ برابر خانہ کعبہ ہی کا حج کرتے چلے آئے۔ بیت المقدس کا حج کبھی فرض نہیں ہوا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں بیت اللہ کا حج نصیب فرما۔ بیت اللہ کے احترام کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے احکام کا حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی اطلاع رکھتے ہیں۔

قُلْ	يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	شَهِيْدٌ	عَلٰى	مَا تَعْمَلُوْنَ
کہہ دیں	اے اہل کتاب	کیوں	تم انکار کرتے ہو	آیتیں	اللہ	اور اللہ	گواہ	پر	تم کرتے ہو

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب کیوں ہٹاتے ہو اللہ تعالیٰ کی راہ سے ایسے شخص کو جو ایمان لاچکا اس طور پر کہ کجی ڈھونڈتے ہو

قُلْ	يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ تَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	مَنْ	اٰمَنَ	تَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا
کہہ دیں	اے اہل کتاب	کیوں روکتے ہو؟	سے	اللہ کا راستہ	جو	ایمان لائے	تم ڈھونڈتے ہو اسکے	کجی

وَاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اس راہ کے لئے حالانکہ تم خود بھی اطلاع رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ۔ اے ایمان والو

وَاَنْتُمْ	شُهَدَآءُ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
اور تم خود	گواہ (جمع)	اور نہیں	اللہ	بے خبر	سے۔جو	تم کرتے ہو	اے	وہ جو کہ

اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ

اگر تم کہا مانو گے کسی فرقہ کا اہل کتاب میں سے تو وہ لوگ تم کو

اٰمَنُوْۤا	اِنْ	تُطِيْعُوْا	فَرِيْقًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	يَرُدُّوْكُمْ	بَعْدَ
ایمان لائے	اگر	تم کہا مانو گے	ایک گروہ	سے	وہ لوگ جو	دی گئی کتاب	وہ پھیر دینگے تمہیں	بعد

اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ

تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر بنا دیں گے۔اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام پڑھکر سنائے جاتے ہیں

اِيْمَانِكُمْ	كٰفِرِيْنَ	وَكَيْفَ	تَكْفُرُوْنَ	وَاَنْتُمْ	تُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتُ	اللّٰهِ
تمہارے ایمان	حالت کفر	اور کیسے	تم کفر کرتے ہو	جبکہ تم	پڑھی جاتی ہیں	تم پر	آیتیں	اللہ

وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع

اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے تو ضرور راہ راست کی ہدایت کیا جاتا ہے۔

وَفِيْكُمْ	رَسُوْلُهٗ	وَمَنْ	يَّعْتَصِمْ	بِاللّٰهِ	فَقَدْ هُدِيَ	اِلٰى	صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
اور تمہارے درمیان	اس کا رسول	اور جو	مضبوط پکڑے گا	اللہ کو	تو اسے ہدایت دی گئی	طرف	سیدھا راستہ

سابقہ مضمون سے ربط: گذشتہ آیات میں یہود کے شبہات کا جواب دے کر یہ ثابت کر دیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مسلمہ ملت ابراہیمی پر ہیں اور مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہی اول معبد اور بناء ابراہیمی ہے۔

اب آگے ان آیات میں پہلے اہل کتاب کو ملامت کی جاتی ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد تمہارا عجب حال ہے کہ خود بھی قبول حق سے محروم ہو اور دوسروں کو بھی راہ حق سے ہٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہو۔ اسلام میں جھوٹے اور فرضی شکوک واوہام نکال نکال کر لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ اسلام سیدھا راستہ نہیں بلکہ ٹیڑھا راستہ ہے۔ لیکن یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہاری ان سازشوں سے غافل نہیں۔ پھر مسلمانوں کو یہ بات سمجھائی جاتی ہے اور فہمائش کی جاتی ہے کہ تم اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے دھوکہ میں مت آنا اور ان کی بات ہرگز مت ماننا ورنہ وہ تمہیں رفتہ رفتہ اسلام راہ ہدایت سے پھیر کر پھر کافر بنا دیں گے۔ عملاً یا اعتقاداً۔

شانِ نزول

یہود مدینہ میں شاس بن قیس ایک یہودی تھا۔ جس کو مسلمانوں سے غایت درجہ حسد اور سخت کینہ تھا۔ ایک دن اس کا انصار کی ایک مجلس پر گزر ہوا جس میں انصار کے دونوں قبیلوں یعنی اوس اور خزرج کے لوگوں کو مجتمع دیکھا کہ وہ آپس میں بیٹھے ہوئے انس ومحبت کی باتیں کر رہے ہیں حالانکہ اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں میں غایت درجہ عداوت اور ایک عرصہ دراز تک دونوں میں جنگ ہوئی تھی۔ اسلام کی برکت سے وہ عداوت جاتی رہی تھی اور اب اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا تھا۔ اس یہودی کو مسلمانوں کا محبت اور اتفاق سے میل جول کے ساتھ ایک جگہ بیٹھنا سخت ناگوار گزرا اور حسد کے سبب ان میں تفریق ڈالنے کی فکر میں لگا اور یہ تجویز کی کہ ایک شخص سے کہا کہ ان دونوں قبیلوں میں اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں جو ایک مشہور جنگ ۱۲۰ سال تک رہ چکی ہے اس کے متعلق فریقین کے فخریہ اشعار ہیں۔ وہ اشعار ان کی مجلس میں جا کر پڑھ دیئے جائیں۔ چنانچہ ان اشعار کا پڑھنا تھا کہ فوراً ایک آگ سی بھڑک اٹھی اور آپس میں چناں چنیں ہونے لگی اور دونوں قبیلوں کو ایسا جوش آیا کہ موقع اور وقت لڑائی کا پھر مقرر ہو گیا۔ یہ خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ اسی وقت مع ان مہاجرین اور انصار کے جو اس وقت آپ کی خدمت میں موجود تھے ان کے پاس تشریف لائے۔ اور یہ فرمایا کہ کیا تم لوگ پھر جاہلیت کی باتوں کی طرف جاتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان میں موجود ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے اور پھر مسلمان ہونے اور پھر باہم متفق اور مانوس ہونے کے بعد یہ کیا ہے۔ آپ کے اس ارشاد کے بعد سب اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور سمجھے کہ یہ شیطانی حرکت تھی۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے لگ کر بہت روئے اور توبہ کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اہل کتاب کو ملامت

پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اہل کتاب کو خطاب فرمایا تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا کہ آپ اہل کتاب سے ایسا ایسا کہہ دیجئے۔

اگرچہ ان آیات کا سبب نزول خاص ہے لیکن الفاظ کے عام ہونے سے اہل کتاب میں یہود ونصاریٰ دونوں شامل ہیں اور دونوں کو ملامت اور تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جب تمہارے سامنے نیکی اور بدی کی راہیں کھول کر بیان کر دی گئیں۔ حق وصداقت کے دلائل واضح کر دیئے گئے اور قرآن کریم کی سچی اور پکی باتیں سنا دی گئیں تو اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اہل کتاب کہلانے کے باوجود برابر کلام اللہ یعنی قرآن مجید کے انکار پر تلے ہوئے ہو اور پھر یہ جہل وگمراہی کہ خود تو ایمان کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہو اور اوپر سے یہ بھی چاہتے ہو کہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے روک دو جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تمہاری کوشش ہے کہ اسلام میں غلط اور جھوٹے عیب نکال کر انہیں دین اسلام سے واپس لے آؤ۔ اور تم یہ بری حرکتیں بے خبری اور لاعلمی میں نہیں کر رہے ہو بلکہ دیدہ ودانستہ جان بوجھ کر حق کو جھٹلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ یاد رکھو تمہارے سب اعمال اللہ کے سامنے ہیں وہ تمہاری نیتوں اور تدبیروں کو خوب جانتا ہے۔ جس وقت تمہیں پکڑے گا پورا پورا حساب

لیا جائے گا اور وقت آنے پر تمہیں شدید سزا دے گا۔

مسلمانوں کو ہدایت وتلقین

اہل کتاب کو ملامت و تنبیہ کے بعد اہل اسلام کو عام ہدایت اور تلقین وتعلیم دی جاتی ہے۔ کہ یہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اسلام اور اہل اسلام کے ہمیشہ سے دشمن ہیں اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دین اسلام سے پھیر کر کفر و شرک کی طرف لے آئیں۔ لہذا اگر مسلمان یہود و نصاریٰ کی صحبت اختیار کریں گے یا ان کے کہے پر چلیں گے اور ان کی باتیں مانیں گے تو رفتہ رفتہ ان کی خباثت و شیطنت مسلمانوں میں بھی سرایت کر آئے گی اور جس کا آخری درجہ کفر تک پہنچ جانا ممکن ہوسکتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو نہ تو یہود و نصاریٰ کے ساتھ زیادہ اٹھنا بیٹھنا اور ملنا جلنا چاہیے نہ ان کی باتیں سنیں۔ نہ ان سے تعلقات بڑھائیں۔ صرف اسی صورت میں ان کے شر سے بچا جاسکتا ہے۔ ورنہ خدشہ ہے کہ ایسا کرنے والے ایمان کی روشنی سے نکل کر کفر کے اندھیرے میں نہ جا گریں۔ اے اللہ ہمیں بھی ان ہدایات وتعلیم قرآنی کے سوچنے سمجھنے کی توفیق وبصیرت عطا فرما اور یہودیت و نصرانیت سے پوری طرح نفرت عطا فرما اور ان سے اور ان کی باتوں سے اور ان کے تعلقات سے اور ان کی اتباع سے اور ان کی موافقت سے ہر طرح گریز نصیب فرما آمین۔

کفر اعتقادی اور کفر عملی

اب یہاں ایک بات ضروری اور سمجھ لینے کی ہے یہاں جو اہل ایمان کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اگر تم اہل کتاب میں سے کسی فرقہ کا کہنا مانو گے تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر بنادیں گے تو یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ ایک معنیٰ کفر کے تو متعارف اور مشہور ہیں اور وہ کفر اعتقادی ہے اور ایک معنیٰ یہ ہیں کہ اعتقاداً تو مومن ہو مگر کام کافروں کے سے کرے اس کو بھی مجازاً کفر کہہ دیتے ہیں اور کفر عملی یہی ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کا استعمال بھی بہت آیا ہے۔ پس مطلب اور حاصل آیت کا یہ ہے کہ اہل کتاب کی اطاعت سے کفر کا ڈر ہے۔ اگر عقائد میں کی گئی تو کفر اعتقادی ہوگا اور اگر اطاعت اعمال و معاصی میں کی جائے تو جیسا کہ اس خاص واقعہ میں انصار مدینہ یہود کے اشتعال دلانے سے آپس میں لڑنے کو تیار ہوگئے تھے۔ تو یہ عمل بعض کافروں کا سا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کی وجہ سے حضرات صحابہ کی ہدایت اور تلقین کے لئے تو قرآن کی آیات نازل ہوگئیں مگر یہ ہدایت اور تلقین قیامت تک مسلمانوں کے لئے ہے جہاں بھی ہوں جس حال میں بھی ہوں یہود و نصاریٰ کی اطاعت نہ ہو۔

دعا کیجئے:

یا اللہ دشمنان دین کی شرارتوں سے امت مسلمہ کو محفوظ فرما۔ اے اللہ یہ یہود و نصاریٰ جو دین اسلام کے اور مسلمانوں کے ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں اے اللہ ان کے مکائد و مفاسد سے امت مسلمہ کی حفاظت فرما۔ اور دشمنان دین کی چالوں کو ان ہی پر الٹ کر ان ہی کی تباہی و بربادی کا باعث بنا۔ اے اللہ ہمیں دین اسلام کی پکی اور نہ مٹنے والی محبت نصیب فرما۔ اے اللہ ہمیں دوست دشمن میں تمیز کرنے کی صلاحیت عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں نیک و بد سمجھنے کی فہم عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں اسلام حقیقی نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ اے اللہ ہم نے آپ کی اور آپ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سے منہ موڑ کر ہر طرح کی ذلت و خواری کا سامنا کیا اے اللہ اب ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دے۔ اے اللہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہماری بدحالی پر کرم و رحم کی نظر فرما اور اس ملک اور اس قوم کی ہدایت کے فیصلہ فرما ہمیں اپنے ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی دولت عطا فرما۔ اور اس رجوع کی برکت سے ہمارے تمام دین و دنیا کے بگڑے ہوئے کاموں کو درست و راست فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	حَقَّ	تُقٰتِهٖ	وَلَا تَمُوْتُنَّ	اِلَّا	وَاَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ
اے	وہ جو کہ	ایمان لائے	تم ڈرو	اللہ	حق	اس سے ڈرنا	اور تم ہرگز نہ مرنا	مگر	اور تم	مسلمان (جمع)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اُس کو یاد کرو

وَاعْتَصِمُوْا	بِحَبْلِ	اللّٰهِ	جَمِيْعًا	وَّلَا	تَفَرَّقُوْا	وَاذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
اور مضبوطی سے پکڑلو	رسی کو	اللہ	سب مل کر	اور نہ	آپس میں پھوٹ ڈالو	اور یاد کرو	نعمت	اللہ	تم پر

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ

جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں اُلفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔ اور تم لوگ

اِذْ كُنْتُمْ	اَعْدَآءً	فَاَلَّفَ	بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ	فَاَصْبَحْتُمْ	بِنِعْمَتِهٖٓ	اِخْوَانًا	وَكُنْتُمْ
جب تم تھے	دشمن (جمع)	تو اُلفت ڈال دی	تمہارے دلوں میں	تو تم ہوگئے	اس کے فضل سے	بھائی بھائی	اور تم تھے

عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں

عَلٰى	شَفَا	حُفْرَةٍ	مِّنَ	النَّارِ	فَاَنْقَذَكُمْ	مِّنْهَا	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اٰيٰتِهٖ
پر	کنارہ	گڑھا	سے (کے)	آگ	تو تمہیں بچالیا	اس سے	اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	اپنی آیات

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ	لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ	
تاکہ تم لوگ راہ راست پر رہو۔	تاکہ تم	ہدایت پاؤ	

تقویٰ اور اطاعت شعاری کا حکم

یہاں مسلمانوں کو تقویٰ اور خوف خداوندی اپنے دلوں میں پیدا کرنے کی تلقین کی گئی۔ کیونکہ تقویٰ اسلام اور ایمان کی روح ہے۔ بغیر تقویٰ اور پرہیزگاری کے اسلامی خصوصیات اور پاکیزہ ایمانی زندگی کا پیدا ہونا محال ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں اپنی ذات پاک سے ڈرنے کا حکم دیا اور وہ بھی اس طرح کہ مرتے دم تک کوئی حرکت اسلام کے خلاف نہ ہو۔ جینا ہو تو خالص اسلام پر اور مرنا ہو تو خالص اسلام پر۔

یہاں آیت میں اتَّقُوا اللّٰهَ کے بعد حَقَّ تُقٰتِهٖ کا جو حکم دیا گیا ہے یعنی اللہ سے ڈرو جیسا کہ اللہ سے ڈرنا چاہیے تو حَقَّ تُقٰتِهٖ کی تفسیر میں صحابہ کرام اور علمائے مفسرین کے کئی قول منقول ہیں۔

ایک قول تو یہ ہے کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر

کام میں کی جائے۔

دوسرا قول بعض مفسرین نے یہ فرمایا کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت اور برائی کی پروا نہ کرے۔

اجتماعی قوت کا اصول

آگے دوسری آیت میں مسلمانوں کو اپنی اجتماعی قوت کو قائم رکھنے کا اصول بتلایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے "اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور متفرق اور پراگندہ مت ہو"۔

حبل اللہ کے لفظی معنی ہیں اللہ کی رسی۔ عربی میں حبل سے مراد عہد بھی ہوتا ہے اور ہر وہ شے جو وسیلہ کا کام دے وہ بھی اس سے مراد ہوتی ہے یہاں حبل اللہ (اللہ کی رسی) سے مراد قرآن کریم اور اسلامی شریعت ہے جسے مضبوطی سے تھام لینا ہی دنیوی کامیابی اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے۔ اوپر افراد امت کو ہدایت کی گئی تھی کہ سب اپنی اپنی زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی بناؤ۔ اسلام ہی پر زندہ رہو اور اسلام ہی پر مرو۔ یہاں امت کو اجتماعی طور پر حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنی ذاتی زندگی سنوارنے کے بعد سب اکٹھے مل کر رسی یعنی قرآن کریم کو مضبوطی سے تھام لو۔ جس طرح رسی کو پکڑ لینا اوپر سے گرنے سے بچاتا ہے اور نیچے سے اوپر تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح سب کا مل کر قرآن کریم کو مضبوط پکڑنے سے انفرادی زندگی کی طرح امت مسلمہ کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل تسخیر ہو گی اور کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ خدا کی رسی اس قدر مضبوط ہے کہ ٹوٹ تو سکتی نہیں۔ ہاں غفلت کی بناء پر چھوٹ سکتی ہے۔

اسلام کا احسان یاد رکھو کہ اس نے تمہیں متحد کر دیا:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قرآن پاک کو من حیث الجماعت تھاما اور اس کی پیروی کی۔ اُس کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ اسلام سے پہلے قبائل کی باہمی عداوتیں بات بات پر شب و روز کے کشت و خون، جنگ جدال، قتل و غارت مار دھاڑ اور پھر اوپر سے کفر و شرک اور بت پرستی۔ گندے عقائد اور اعمال بد، پوری عرب قوم اس آگ میں جل رہی تھی اور اس آگ میں جل مرنے اور نیست و نابود ہو جانے سے اگر کسی چیز نے انہیں بچایا تو وہ یہی نعمت اسلام تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایات و شریعت کی تعلیم اور ایمان و یقین کی روشنی تھی کہ جس کی بدولت صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر اللہ تعالیٰ پر ایمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ جس سے ان کی دین و دنیا دونوں درست ہو گئے۔ اور ایسی ساکھ قائم ہو گئی جسے دیکھ کر بڑے بڑے دشمن مرعوب ہو گئے اور یہ برادرانہ اور مخلصانہ اتحاد خدا کی اتنی بڑی نعمت ان کو مل گئی جو روئے زمین کا خزانہ بھی خرچ کر کے میسر نہ آ سکتی تھی۔ آگے حق تعالیٰ انہیں عظیم الشان دینی اور دنیوی نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں۔

اتحاد و تنظیم کا ذریعہ فقط شریعت کی پابندی ہے

یہ کہ اگر مسلمان مستحکم اتحاد و اتفاق اور تنظیم چاہتے ہیں تو اس کا ذریعہ فقط فرمانبرداری ہے اور قانون الٰہیہ کی پابندی ہے اسی کی طرف اشارہ ارشاد ہوا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ یہ احکام اس موقعہ پر واضح طور پر بیان فرمائے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ امر بھی بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تا کہ تم لوگ راہ راست پر قائم رہو۔

دُعا کیجئے: یا اللہ ہمیں تقویٰ و اطاعت والی زندگی عطاء فرما ہمیں اتحاد و اتفاق کی توفیق عطاء فرما ہر قسم کے انتشار اور تفریق سے ہمیں دور کر دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں۔ اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں۔

وَلْتَكُنْ	مِّنْكُمْ	اُمَّةٌ	يَّدْعُوْنَ	اِلَى	الْخَيْرِ	وَيَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَيَنْهَوْنَ	عَنِ الْمُنْكَرِ
اور چاہیے رہے	تم سے (میں)	ایک جماعت	وہ بلائے	طرف	بھلائی	اور وہ حکم دے	اچھے کاموں کا	اور وہ روکے	برائی سے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا

اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔ اور تم لوگ اُن لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنہوں نے باہم تفریق کرلی اور باہم اختلاف کرلیا

وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ	وَلَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	تَفَرَّقُوْا	وَاخْتَلَفُوْا
اور یہی لوگ	وہ	کامیاب ہونے والے	اور نہ ہوجاؤ	اُن کی طرح جو	متفرق ہوگئے	اور باہم اختلاف کرنے لگے

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾

اُن کے پاس احکام واضح پہنچنے کے بعد۔ اور اُن لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہو گی!

	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	وَاُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ	
	اس کے بعد	کہ	اُنکے پاس آگئے	واضح حکم	اور یہی لوگ	ان کے لئے	عذاب	بڑا	

دعوت وارشاد کے لئے مخصوص جماعت

گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے پیارے خطاب سے حق تعالیٰ نے مشرف فرما کر مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی صلاح وفلاح کے دواہم اصول بیان فرمائے تھے۔ اب آگے ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے یعنی سب کامل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنا اور تقویٰ وپرہیزگاری کی زندگی یہ سب چیزیں اس وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت وارشاد تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے لئے قائم رہے۔ اور اس جماعت کا وظیفہ ہی یہ ہو کہ اپنے قول وعمل سے دنیا کو قرآن وسنت کی طرف بلائے۔

یہود ونصاریٰ کی طرح فرقہ پرستی میں مبتلا نہ ہوجاؤ

پھر اس مخصوص جماعت کے وجود اور قیام کے حکم کے ساتھ یہ بھی ہدایت اور تاکید مسلمانوں کو فرمائی جاتی ہے کہ دیکھو تم یہود ونصاریٰ کی طرح مت ہوجانا کہ جو خدا تعالیٰ کے صاف احکام پہنچنے کے بعد محض اغراض وخواہشات نفسانی اور وہم وہوا پرستی کی پیروی کر کے دین میں متفرق اور مختلف ہوگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ بندیوں نے ان کے دین کو تباہ کر ڈالا اور سب کے سب عذاب الٰہی کے نیچے آگئے۔

تبلیغ کے درجات اور جماعت تبلیغ کے کام

پہلا درجہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا یہ ہے کہ یہ فریضہ امت کے ہر فرد پر لازم ہے اپنی استطاعت وقدرت کے موافق۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت خاص دعوت وارشاد اور تبلیغ واشاعت دین ہی کے لئے قائم رہے جس کا ذکر ان آیات زیر تفسیر میں فرمایا گیا ہے جس میں اس جماعت خاص کے تین امتیازی کام بتلائے گئے:۔

(۱) ایک دعوت الی الخیر۔ دعوت الی الخیر سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خیر سے مراد قرآن اور میری سنت کا اتباع ہے۔ دعوت الی الخیر کا کام ہر وقت ہوگا

اگرچہ اس وقت منکرات موجود نہ ہوں۔ مثلاً ابھی رمضان یا حج کا زمانہ دور ہے لیکن وہ جماعت اپنے فرض سے غافل نہیں رہے گی بلکہ وہ پہلے سے لوگوں کو بتلاتی رہے گی کہ رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنا فرض ہوگا اور بشرط استطاعت حج کے ایام میں حج کرنا فرض ہوگا۔ پھر دعوت الی الخیر کے بھی دو درجے ہیں پہلا یہ کہ غیر مسلموں کو خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت دینا۔ مسلمانوں کا ہر فرد عموماً اور یہ جماعت خصوصاً دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی دعوت دے۔ زبان سے بھی تحریر و تقریر سے بھی اور عمل سے بھی۔ دعوت الی الخیر کا دوسرا درجہ خود مسلمانوں کو دعوت دینا ہے۔

(۲) دوسرا امتیازی کام امر بالمعروف ہے۔ معروف میں وہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں داخل ہیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے۔

(۳) تیسرا امتیازی کام نہی عن المنکر ہے۔ منکر میں وہ تمام برائیاں اور مفاسد اور گناہ داخل ہیں جن کو اسلام میں ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے والوں میں شامل فرمائیں۔ یا اللہ دنیا میں ہم نیکی اور بھلائیوں کے کرنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی اس طرف بلانے والے ہوں۔ یا اللہ ہم ہر طرح کے گناہ نافرمانی اور معصیت سے بچنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی بچانے والے ہوں۔

اے اللہ دین میں اختلاف اور فرقہ بندی کی لعنت سے ہم کو محفوظ فرما اور قرآن وسنت کے راستہ پر ہم کو چلنا اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

27 يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟

اُس روز کہ بعضے چہرے سفید ہوجاویں گے اور بعضے چہرے سیاہ ہوں گے سو جن کے چہرے سیاہ ہوگئے ہوں گے

يَوْمَ	تَبْيَضُّ	وُجُوْهٌ	وَّ تَسْوَدُّ	وُجُوْهٌ ۚ	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اسْوَدَّتْ	وُجُوْهُهُمْ ۟
دن	سفید ہونگے	بعض چہرے	اور سیاہ ہونگے	بعض چہرے	پس جو	لوگ	سیاہ ہوئے	ان کے چہرے

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝١٠٦

اُن سے کہا جاوے گا کیا تم لوگ کافر ہوئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد تو سزا چکھو بہ سبب اپنے کفر کے

اَكَفَرْتُمْ	بَعْدَ	اِيْمَانِكُمْ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا كُنْتُمْ	تَكْفُرُوْنَ
کیا تم نے کفر کیا	بعد	اپنے ایمان	تو چکھو	عذاب	کیونکہ تم تھے	کفر کرتے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝١٠٧

اور جن کے چہرے سفید ہوگئے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے!

وَاَمَّا	الَّذِيْنَ	ابْيَضَّتْ	وُجُوْهُهُمْ	فَفِيْ	رَحْمَةِ اللّٰهِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
اور البتہ	وہ لوگ جو	سفید ہوں گے	ان کے چہرے	سو-میں	اللہ کی رحمت	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٨

یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے!

تِلْكَ	اٰيٰتُ اللّٰهِ	نَتْلُوْهَا	عَلَيْكَ	بِالْحَقِّ	وَمَا اللّٰهُ	يُرِيْدُ	ظُلْمًا	لِّلْعٰلَمِيْنَ
یہ	اللہ کی آیات	ہم پڑھتے ہیں وہ	آپ پر	ٹھیک ٹھیک	اور نہیں اللہ	چاہتا	کوئی ظلم	جہان والوں کیلئے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝١٠٩

اور اللہ ہی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب مقدمات رجوع کیے جاویں گے!

وَلِلّٰهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَاِلَى اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ
اور اللہ کیلئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	اور اللہ کی طرف	لوٹائے جائیں گے	تمام کام

دعوت وارشاد والی جماعت اور فرقہ پھیلانے والی جماعت کا انجام

قیامت کے روز جب میدان حشر میں سب جمع ہوں گے تو دنیا میں کئے ہوئے اعمال اور گزاری ہوئی زندگی کا اظہار لوگوں کے چہرے سے بھی ہوگا۔ چنانچہ جن لوگوں نے دنیا میں ایمان کے ساتھ نیک عملی کی زندگی بسر کی ہوگی ان کے چہروں پر ایمان وتقویٰ کا نور چمکتا ہوگا ان کے منہ سفید اور روشن ہوں گے وہ بڑے عزت اور وقار میں ہوں گے اور خوش خوش نظر آئیں گے۔ ان کے برخلاف جو لوگ اس دنیا میں کفر وشرک کی گمراہیوں، فسق وفجور، معاصی اور بدکاری میں گھرے رہے ان کے چہرے کفر ونفاق اور فسق وفجور کی سیاہی سے کالے سیاہ ہوں گے۔ گویا قیامت کے دن ہر شخص کا چہرہ اس کے باطن کا آئینہ ہوگا۔

کافروں کی ذلت ورسوائی

جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے سوال کیا جائے گا اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کیا تم لوگ کافر ہو گئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد یعنی تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیوں اختیار کیا؟ ان سیاہ چہرے والوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ شرم وندامت سے ان کے سر جھک جائیں گے۔ ذلت اور رسوائی میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور انہیں سزا کا حکم سنادیا جائے گا اور وہ اپنے کفر کے بدلے جہنم میں داخل کردیئے جائیں گے۔

مفسرین نے تشریح کی ہے کہ یہ خطاب مرتدین منافقین' اہل کتاب یہود ونصاریٰ' عام کفار یا مبتدعین وفساق فجار سب کو ہوسکتا ہے۔ ''مرتد'' تو اسی کو کہتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے۔ ''منافق'' زبان سے اقرار کرنے کے بعد دل سے کافر رہتا ہے۔ ''اہل کتاب'' اپنے نبیوں اور کتابوں پر ایمان لانے کے مدعی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سب بشارتوں کو جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دی گئی تھیں تسلیم کریں اور ان کی ہدایات کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں مگر وہ انکار میں سب سے آگے رہتے ہیں گویا اپنے نبی اور کتاب پر ایمان لانے کے بعد کافر بن رہے ہیں۔ مبتدعین کا دعویٰ زبان سے یہ ہوتا ہے کہ ہم قرآن وسنت کے متبع ہیں اور نبی کریم پر ایمان لاچکے ہیں۔ مگر اس کے بعد بہت سی بے اصل اور باطل چیزیں دین میں شامل کرکے یا بعض ضروریات دین کا انکار کرکے اصلی دین سے نکل جاتے ہیں اس طرح وہ بھی ایک درجہ میں اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کے مخاطب ہوئے ۔ رہے فساق جن کا عقیدہ صحیح ہو اگر ان سے یہ خطاب ہوا تو یہ مطلب ہوگا کہ ایمان لانے کے بعد کافروں جیسے عمل کیوں کیئے گویا کفر سے عملی کفر مراد ہوگا اور اگر عام کفار کے حق میں یہ خطاب مانا جائے تو یہ حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کو دین فطرت پر پیدا کیا اس فطرت ایمانی کو ضائع کرکے کافر کیوں بنے۔'' تو بہرحال جن سیاہ چہرے والوں سے یہ سوال ہوگا کہ تم ایمان لاکر کافر کیوں ہو گئے وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔ اور حکم ہوگا فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ اب عذاب چکھو اس کے بدلہ میں کہ تم کفر کرتے تھے یعنی جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اہل ایمان وارشاد کا اعزاز

ان کا حال وانجام بیان کرنے کے بعد آگے ان لوگوں کا حال و انجام بیان کیا گیا جن کے چہرے قیامت کے روز ایمان وتقویٰ کے نور سے چمکتے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ یہاں رحمت سے مراد جنت ہے جس میں کہ وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کہ نہ انہیں موت آئے گی اور نہ جنت اور اس کی نعمتوں پر فنا آئے گی اور نہ کبھی وہاں سے نکالا جائے گا۔ یہ سفید روشن چہرے والے کون ہوں گے؟ یہ وہ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اپنی فطرت صحیحہ سے کام لے کر دین اسلام قبول کیا اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا اور آخری رسول تسلیم کیا قرآن وسنت کی تعلیمات کا اتباع کیا اور اللہ کے حکموں کے موافق اپنی زندگی دنیا میں گزاری۔

یہاں جو آیت میں فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ فرمایا تو مفسرین نے رَحْمَةِ اللّٰهِ سے مراد جنت لی ہے اور جنت کو لفظ رحمت سے تعبیر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ مومن اگرچہ تمام عمر عبادت الٰہی میں بسر کر ڈالے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرے تب بھی آخرت میں اسے جو انعام ملے گا وہ محض اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ملے گا کیونکہ عبادت کرنا بھی انسان کا کوئی اپنا ذاتی کمال نہیں بلکہ اس کی قدرت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے۔ اس لئے عبادت کرنے سے دخول جنت ضروری نہیں ہوجاتا بلکہ جنت کا داخلہ تو اللہ کی رحمت ہی سے ہوگا۔

آخرت کی جزا وسزا میں شک کی کوئی گنجائش نہیں

اس آیت میں تاکیداً یہ فرمایا گیا کہ روز قیامت کی ان تمام جزا و سزا کی باتوں میں کوئی شک وشبہ نہ کرے جیسے آج بعض بے دین کہہ

دیتے ہیں اب تو آرام سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے۔ تو خدا تعالیٰ تو جانتے ہی ہیں لیکن اس نے تمہیں بھی بتلا دیا کہ یہ جزا و سزا کی بالکل حق اور سچی باتیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بتا دی ہیں۔ لہٰذا جو جزا و سزا بتلائی جا رہی ہے وہ ضرور واقع ہوگی۔ پھر آگے بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے کہ انہیں خواہ مخواہ سزا دیں۔ یا نا مناسب سزا دیں۔ یا جو شخص رحمت کا مستحق ہے اسے عذاب ملے یا جو تھوڑی سزا کا مستحق ہے اسے زیادہ سزا دی جائے نہیں بلکہ ہر حکم ہر معاملہ اور ہر کسی کو جزا و سزا عین حکمت و مصلحت و انصاف کے مطابق ہوگی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو بلا جرم سزا دینا چاہیں یا کسی کے نیک اعمال کا بدلہ نہ دینا چاہیں تو انہیں اس کا پورا حق بھی ہے اور کامل اختیار بھی ہے۔ حق تو اس لئے ہے کہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب بلا شرکت غیرے خدا ہی کا ہے۔ زمین اور آسمان اور کائنات کی کل موجودات اسی کی ملک ہے اور مالک کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات پر ہر طرح کا حکم چلانے کا پورا حق ہے اور اختیار اس لئے ہے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ یعنی تمام مقدمات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور وہ تنہا صاحب اختیار ہوگا اور اس کا فیصلہ کرے گا۔ اس لئے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور کوئی اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اس طرح وہ واحد مختار بھی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ اس دنیا میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما دے کہ جو آخرت میں آپ کے حصول رحمت کا ذریعہ بنیں اور ان اعمال بد سے بچا لیجئے کہ جو قیامت میں ذلت و رسوائی کا سبب ہوں۔

اے اللہ اپنے رحمت والے نبی کے طفیل سے ہم پر دنیا و آخرت دونوں جہان میں رحمت فرما۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔ اور محض اپنی رحمت اور فضل و کرم سے ہماری مغفرت فرما کر ہم کو بھی اپنے مرحوم اور سعید بندوں میں شامل فرما کر اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم لوگ سب سے اچھی اُمت ہو کہ وہ اُمت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو

كُنْتُمْ	خَيْرَ	اُمَّةٍ	اُخْرِجَتْ	لِلنَّاسِ	تَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَتَنْهَوْنَ	عَنِ	الْمُنْكَرِ
تم ہو	بہترین	اُمت	بھیجی گئی	لوگوں کے لئے	تم حکم کرتے ہو	اچھے کاموں کا	اور منع کرتے ہو	سے	برے کام

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو اُن کے لئے زیادہ اچھا ہوتا اُن میں سے بعضے تو ایماندار ہیں

وَتُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَلَوْ	اٰمَنَ	اَهْلُ الْكِتٰبِ	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	مِنْهُمْ	الْمُؤْمِنُوْنَ
اور ایمان لاتے ہو	اللہ پر	اور اگر	ایمان لے آتے	اہل کتاب	تو تھا	بہتر	ان کے لئے	ان سے	ایمان والے

وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں

وَاَكْثَرُهُمْ	الْفٰسِقُوْنَ
اور ان کے اکثر	نافرمان

امت محمدیہ کی افضلیت و برتری

گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو دین اسلام پر ثابت قدم رہنے۔ تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو بجا لانے کا حکم دیا گیا تھا اسی کی مزید ترغیب و تاکید اور اسی مضمون کی تکمیل میں اس آیت میں امت مسلمہ کو خطاب کر کے اس کی افضلیت و برتری اور خصوصیت کی بڑی وجہ یہی صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بتلائی جاتی ہے جس سے ایک طرف تو اہل اسلام کو یہ تاکید مقصود ہے کہ تم اس صفت خصوصی پر قائم رہو اور تمہارا شیوہ یہی رہے اور دوسری طرف اہل کتاب کو اس دین کو قبول کر کے اس امت مسلمہ میں شامل ہو جانے کی ترغیب ہے کہ جس کو باقی تمام امتوں پر افضلیت کا درجہ ملا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے۔ اس کو خیر امت کا لقب دیا گیا۔ مسلمانوں کا اشرف الناس اور امت محمدیہ کا اشرف الامم ہونا متعدد احادیث میں بھی تصریح سے وارد ہوا ہے اور قرآن پاک میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحۃً و اشارۃً بیان فرمایا گیا ہے۔ اس امت کی افضلیت کی ایک بڑی دلیل اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ہے۔ جس طرح نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے سردار اور تمام نبیوں سے افضل ہیں اسی طرح آپ کی امت بھی تمام قوموں اور امتوں سے افضل و برتر ہے اور جس طرح نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کی خبر گذشتہ انبیاء کو دے دی گئی تھی اسی طرح آپ کی امت کی برتری کی بھی خبر دے دی گئی تھی۔

امت محمدیہ کی افضلیت کی وجہ

اس آیت شریفہ میں خَيْرَ اُمَّةٍ کا لقب دینے اور اس کے خیر الامم ہونے کی علت بھی ظاہر فرما دی گئی کہ یہ امت مسلمہ ان تین صفات کی وجہ سے خَيْرَ اُمَّةٍ ہے:

(۱) تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ کہ تم لوگ نیک کاموں کا حکم کرتے ہو۔

(۲) تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

(۳) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ یعنی تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

پہلی دو صفات یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا اس میں زبان، ہاتھ، قلم، تلوار سب ذریعہ شامل ہیں۔ جو جتنی قدرت اور وسعت رکھتا ہے وہ عملاً اور حکماً نیکیوں کی اشاعت اور برائیوں کی روک تھام کا اتنا ہی مکلف ہے۔ اور اگرچہ امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ پچھلی امتوں پر بھی عائد تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے مگر اول تو پچھلی بہت سی امتوں میں جہاد کا حکم نہیں تھا اس لئے انکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف زبان اور دل سے ہوسکتا تھا۔ امت محمدیہ میں اس کا تیسرا درجہ یعنی ہاتھ کی قوت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا بھی شامل ہے جس میں جہاد کی تمام اقسام بھی داخل ہیں اور بزور حکومت اسلامی قوانین کا نفاذ بھی اس کا جز ہے۔ اس کے علاوہ امم سابقہ میں جس طرح دین کے دوسرے شعائر سے غفلت عام ہو کر محو ہو گئے تھے اسی طرح فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی بالکل متروک ہو گیا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان باللہ سے بھی پہلے ذکر فرمایا ہے حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے بغیر ایمان کے کوئی چیز بھی معتبر نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان باللہ میں تو اور امم سابقہ بھی شریک تھیں یہ خاص خصوصیت جس کی وجہ سے امت محمدیہ کو تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر فوقیت اور افضلیت ہے وہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو اس امت کا تمغہ امتیاز ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں اس لئے ساتھ ہی بطور قید کے اس کو بھی ذکر فرما دیا ورنہ اصل مقصود اس آیت مبارکہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر فرمانا ہے اس لئے اس کو مقدم فرمایا۔ تو امت کو بھی چاہیے کہ اس آیت میں جو صفات بیان کی گئی ہیں ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔

اب آیت میں بظاہر تو خطاب اولین مخاطبین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہے مگر بقرینہ علت اس سے ساری امت مراد ہے۔ اب یہاں ذرا ہم اور آپ اپنی حالت پر بھی غور کرلیں۔

اہل کتاب کو دعوت ایمان

آیت کے اخیر میں جو یہ فرمایا کہ اگر یہ اہل کتاب اس آخری نبی، آخری کتاب اور آخری شریعت پر ایمان لے آئیں اور اس نبی برحق کی تصدیق کر لیں جس کو توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں تو بلاشبہ یہ بھی خیر الامم میں شامل ہو سکتے ہیں مگر افسوس کہ ان میں سے سوائے چند کے جیسے یہود میں سے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اور عیسائیوں میں نجاشی شاہ حبشہ اور عدی بن حاتم وغیرہ جنہوں نے حق کو قبول کیا اور خیر الامم میں داخل ہوئے باقی اپنے تمرد اور عناد پر قائم رہے اور اسلام کے اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اور ہر وقت مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی فکر میں ہیں۔ اس طرح اہل کتاب کو اس دین اسلام قبول کرنے کی ترغیب بھی ہے۔ اب چونکہ کفر پر قائم رہنے والے اہل کتاب مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے اس لئے آگے مسلمانوں کی تسلی کے لئے ایک پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے اور مسلمانوں کو اطمینان دلایا جاتا ہے اور ان بدخواہ یہود کو ذلت و رسوائی کی وعید سنائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ جب آپ نے محض اپنے فضل وکرم سے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا ہونے کی سعادت نصیب فرمائی تو اے اللہ آپ ہی ہم کو اس خیر امت کا فرد ہونے کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہم کو دنیا میں نیکیوں کا کرنے والا اور پھیلانے والا بنا کر زندہ رکھئے۔ اور برائیوں سے بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ اس امت مسلمہ کی جو خصوصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تھی وہ ہم سے چھوٹ گئی۔ اے اللہ ہم کو پھر اس بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اور یا اللہ اس خیر الامم کو جس مقصد کے لئے آپ نے دنیا میں بھیجا ہے اس مقصد کو پورا کرنے کی ہمیں بھی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَنْ یَّضُرُّوْکُمْ اِلَّاۤ اَذًی ؕ وَاِنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ یُوَلُّوْکُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

وہ تم کو ہرگز کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر ذرا خفیف سی اذیت اور اگر وہ تم سے مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائینگے پھر کسی کی طرف سے ان کی حمایت بھی نہ کی جاوے گی

لا یُنْصَرُوْنَ	ثُمَّ	الْاَدْبَارَ	یُوَلُّوْکُمُ	یُّقَاتِلُوْکُمْ	وَاِنْ	اَذًی	اِلَّاۤ	یَّضُرُّوْکُمْ	لَنْ
ان کی مدد نہ ہوگی	پھر	پیٹھ (جمع)	وہ تمھیں پیٹھ دکھائیں گے	وہ تم سے لڑیں گے	اور اگر	ستانا	سوائے	نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا	ہرگز

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ

جمادی گئی اُن پر بے قدری جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے مگر ہاں ایک تو ایسے ذریعہ کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے

وَحَبْلٍ	مِّنَ اللّٰهِ	بِحَبْلٍ	اِلَّا	ثُقِفُوْۤا	اَیْنَ مَا	الذِّلَّةُ	عَلَیْهِمُ	ضُرِبَتْ
اور اس (عہد)	اللہ سے	اس (عہد)	سوائے	وہ پائے جائیں	جہاں کہیں	ذلت	اُن پر	چسپاں کردی گئی

مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ

اور ایک ایسے ذریعہ سے جو آدمیوں کی طرف سے ہے اور مستحق ہوگئے غضب الٰہی کے اور جمادی گئی اُن پر پستی یہ اس وجہ سے ہوا

الْمَسْكَنَةُ	عَلَیْهِمُ	وَضُرِبَتْ	مِّنَ اللّٰهِ	بِغَضَبٍ	وَبَآءُوْ	مِّنَ النَّاسِ
محتاجی	ان پر	اور چسپاں کردی گئی	اللہ سے (کے)	غضب کے ساتھ	وہ لوٹے	لوگوں سے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ؕ

کہ وہ لوگ منکر ہوجاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کردیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق

بِغَیْرِ حَقٍّ	الْاَنْۢبِیَآءَ	وَیَقْتُلُوْنَ	اللّٰهِ	بِاٰیٰتِ	یَكْفُرُوْنَ	كَانُوْا	بِاَنَّهُمْ	ذٰلِكَ
ناحق	نبی (جمع)	اور قتل کرتے تھے	اللہ	آیتیں	انکار کرتے	تھے	اس لئے کہ وہ	یہ

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

یہ اس وجہ سے ہوا کہ اُن لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ سے نکل نکل جاتے تھے!

یَعْتَدُوْنَ	وَّكَانُوْا	عَصَوْا	بِمَا	ذٰلِكَ
حد سے بڑھ جاتے	اور تھے	انہوں نے نافرمانی کی	اس لئے	یہ

مسلمانوں کو تسلی کہ یہود تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

اے مسلمانو! تم اطمینان رکھو یہ یہود مدینہ اگرچہ تمہارے کیسے ہی سخت مخالف ہیں اور یہ کتنی ہی کوشش تمہیں نقصان پہنچانے کی کریں مگر یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اور کسی قسم کا تم کو ہرگز ہرگز ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ سوائے اس کے کہ زبان درازی کر کے تمہارے خلاف زبانی پروپیگنڈہ کرتے رہیں۔ اگر وہ زبان درازی سے زیادہ کچھ ہمت کر کے کبھی جنگ کے لئے تمہارے مقابلہ میں آنے کی جرأت کریں گے بھی تو شکست کھا کر پیٹھ پھرتے ہوئے بھاگ نکلیں گے اور تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اور کہیں سے بھی ان کی مدد نہ ہوگی۔ اور انہیں کبھی قوت و شوکت اور غلبہ حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ یہاں پہلی آیت میں یہی ارشاد ہوتا ہے۔

"وہ اہل کتاب یعنی یہود مدینہ تم کو اے مسلمانو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ مگر ذرا خفیف سی اذیت یعنی زبانی برا بھلا کہہ کر دل دکھانا اور اگر وہ اس سے زیادہ کی ہمت کریں اور تم سے مقابل ہو کر مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ کسی طرف سے ان کی حمایت بھی نہ کی جائے گی"۔

چنانچہ الحمد للہ یہ قرآنی پیشین گوئی حرف بحرف اسی طرح پوری ہوئی کہ اہل کتاب زمانہ نبوت میں کسی موقع پر بھی صحابہ کرامؓ پر جو کہ بقرینہ مقام اس آیت کے خاص مخاطب ہیں غالب نہ آسکے اور جب کبھی یہود اور مسلمانوں میں لڑائی ہوئی یہود پشت پھیر کر بھاگے اور انجام کار مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوئے۔ بعض پر جزیہ لگایا گیا بعض مقتول ہوئے اور بعض جلاوطن کئے گئے۔

یہودیوں پر ذلت

اس پیشین گوئی کے بعد اس یہود قوم کے بارہ میں آگے بتلایا گیا کہ اس قوم پر بے قدری ذلت اور رسوائی مسلط کر دی گئی ہے اور ہر جگہ ان کا مال اور جان بے وقعت ہیں مگر ہاں دو ذریعوں سے ان کو امن میسر ہو جاتا ہے ایک تو حَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ کے ذریعہ اور دوسرے حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کے ذریعہ (اس کی تشریح آگے کی گئی ہے) اور یہ لوگ اللہ کے غصہ کے مستحق ہو گئے۔ اور ذلت و خواری ان پر لازم کر دی گئی اور یہ لوگ خدا کے غضب اور ذلت و مسکنت کے اس لئے مستحق بنے کہ وہ احکام الٰہیہ کے منکر ہو جاتے تھے اور جان بوجھ کر ناحق نبیوں کو قتل کیا کرتے تھے اور یہ ذلت اور غضب اس وجہ سے بھی ہوا کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ اطاعت سے نکل نکل جاتے تھے۔

چنانچہ یہاں دوسری آیت میں اسی کا بیان ہے۔

یہودیوں کے لئے امن کے دو راستے

یہاں آیت میں دو ذریعوں سے یہود کو امن و پناہ ملنا بتایا گیا ہے۔ ایک تو حَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ کے ذریعہ۔ اور دوسرے حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کے ذریعہ۔ ان الفاظ سے مفسرین نے مختلف مرادیں لی ہیں۔ حَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ یعنی اللہ کے ذریعہ پناہ و امن ملنے سے مراد بعض مفسرین نے یہ لی ہے کہ کوئی کتابی غیر مسلم خواہ یہودی ہو یا نصرانی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنے ہی طریق پر ایسا مشغول و مصروف ہو کہ مسلمانوں سے لڑتا بھڑتا نہ ہو اس کو جہاد میں قتل نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ اس کی کافرانہ عبادت آخرت میں اس کے کام نہ آئے گی۔ اسی طرح اللہ کی طرف کے ذریعہ میں یہ بھی آ گیا کہ کتابی عورت ہو یا نابالغ بچہ کیونکہ شریعت اسلام کی رو سے ان کو بھی جہاد میں قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ تو گویا من جانب اللہ یہ دستاویز ان کے لئے موجب امن ہے۔ حَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ سے بعض نے مراد اسلام لیا ہے یعنی مسلمان ہو کر وہ مامون ہو سکتے ہیں۔ اور حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ سے مراد یہ ہے کہ لوگوں سے معاہدہ صلح وغیرہ کا کر کے ان کی پشت پناہی میں آجائیں تو مامون رہ سکتے ہیں اور چونکہ یہاں حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ فرمایا ہے یعنی لوگوں

سے معاہدہ صلح کی بناء پر تو لفظ ناس مومن اور کافر دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے اس میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں سے معاہدہ صلح کر کے بے فکر ہو جائیں اور یہ بھی داخل ہے کہ دوسری غیر مسلم طاقتوں سے معاہدہ صلح کر کے امن میں ہو جائیں۔

اسرائیل کی حیثیت

آج کل فلسطین میں یہودیوں کی حکومت قائم ہونے کی بناء پر بہت سے مسلمانوں کو یہ شبہات پیش آتے ہیں کہ قرآن کے قطعی ارشادات سے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہودیوں کی حکومت کبھی قائم نہ ہو گی اور واقعہ یہ پایا جاتا ہے کہ فلسطین میں ان کی حکومت قائم ہوگئی۔ تو جواب واضح ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کی موجودہ حکومت کی حقیقت سے جو لوگ باخبر ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ حکومت دراصل اسرائیل کی نہیں ہے بلکہ امریکہ اور برطانیہ کی ایک پارٹی سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں یہ اپنی ذاتی طاقت سے ایک مہینہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ یورپین (اور اسلام دشمن) طاقتوں نے اسلامی بلاک کو کمزور کرنے کے لئے ان کے بیچ میں اسرائیل کا نام دے کر ایک چھاؤنی بنائی ہوئی ہے اور اسرائیل ان کی نظروں میں بھی ان کا فرمانبردار غلام سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ صرف قرآن کریم کے ارشاد بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کے سہارے ان کا اپنا وجود قائم ہے وہ بھی ذلت کے ساتھ۔ اس لئے اسرائیلی موجودہ حکومت سے قرآن کریم کے کسی ارشاد پر ادنیٰ شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہود۔ نصاریٰ اور مسلمانوں میں سب سے پہلے یہود ہیں ان کی شریعت ان کی تہذیب سب سے پہلی ہے۔ اگر پوری دنیا میں فلسطین کے ایک چھوٹے سے حصہ پر ان کا تسلط کسی طرح ہو بھی گیا پوری دنیا کے نقشہ میں یہ حصہ ایک نقطہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کے بالمقابل نصاریٰ کی سلطنتیں اور مسلمانوں کے دور تنزل کے باوجود ان کی سلطنتیں بت پرستوں کی سلطنتیں لامذہبوں کی حکومتیں جو جگہ جگہ مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں ان کے مقابلہ میں فلسطین وہ بھی آدھا اور اس پر بھی امریکہ و برطانیہ کے زیر سایہ کوئی تسلط یہودیوں کا ہو جائے تو کیا اس سے پوری قوم یہود پر خدا تعالیٰ کی طرف سے لگائی ہوئی دائمی ذلت کا کوئی جواب بن سکتا ہے" (معارف القرآن)

غضب الٰہی کے اسباب

یہاں آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اس قوم یہود نے جو اللہ کا غصہ و غضب کمایا اس کی چار وجوہات یہاں آیت میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

(۱) وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔ یعنی احکام خداوندی کو جھٹلاتے تھے۔ (۲) اللہ کے پیغمبر اور رسولوں کو انہوں نے ناحق قتل کیا۔ (۳) انہوں نے عصیان اور نافرمانی کو اپنا قومی شعار بنا لیا۔ (۴) انہوں نے عدوان اختیار کیا یعنی حدود الٰہی کو توڑا اور قوانین خداوندی کی پابندی اختیار نہ کی۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنا قوانین خداوندی کی پابندی نہ کرنا۔ احکام الٰہیہ کے دائرہ اور حدود سے نکل جانا اور ان کا انکار کرنا یہ وہ مسلمہ جرم ہیں کہ جو غضب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں اور قومی تباہی کا باعث بن کر رہتے ہیں۔

دعا کیجئے: کہ ان مغضوب قوموں کے واقعات و حالات سے اللہ تعالیٰ ہم کو عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
یا اللہ ہم کو اپنی کتاب اور اپنے نبی پاک ﷺ کے اتباع کی پوری پوری توفیق عطا فرما اور اسلام و ایمان کی برکت سے ہمارے دشمنوں کو مغلوب فرما۔ یا اللہ یہود و نصاریٰ جو اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں ان کی شرارتوں سے امت مسلمہ کو محفوظ و مامون فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ

یہ اہل کتاب سب برابر نہیں ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہیں حق پر اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتے ہیں

لَيْسُوْا	سَوَآءً	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	اُمَّةٌ	قَآىِٕمَةٌ	يَّتْلُوْنَ	اٰيٰتِ اللّٰهِ	اٰنَاۗءَ الَّيْلِ
نہیں	برابر	سے (میں)	اہل کتاب	ایک جماعت	قائم	وہ پڑھتے ہیں	اللہ کی آیات	اوقات۔رات

وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اللہ پر اور قیامت والے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتلاتے ہیں

وَهُمْ	يَسْجُدُوْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	وَيَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ
اور وہ	سجدہ کرتے ہیں	ایمان رکھتے ہیں	اللہ پر	اور	دن۔آخرت	اور حکم کرتے ہیں	اچھی بات کا

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں۔ اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں ہیں۔

وَيَنْهَوْنَ	عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَ	يُسَارِعُوْنَ	فِي	الْخَيْرٰتِ	وَاُولٰۗىِٕكَ	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ
اور منع کرتے ہیں	سے	برے کام	اور	وہ دوڑتے ہیں	میں	نیک کام	اور یہی لوگ	سے	نیکوکار (جمع)

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اور یہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس سے محروم نہ کئے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو خوب جانتے ہیں۔

وَمَا	يَفْعَلُوْا	مِنْ	خَيْرٍ	فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِالْمُتَّقِيْنَ
اور جو	وہ کریں گے	سے (کوئی)	نیکی	تو ہرگز ناقدری نہ ہوگی اسکی	اور اللہ	جاننے والا	پرہیزگاروں کو

اہل کتاب میں بعض صالح افراد

یہ بات اپنی جگہ ضرور ہے کہ کسی قوم کی اچھائی اور برائی کا معیار قوم کی اکثریت ہوتی ہے اور کسی جماعت یا قوم کی نسبت رائے قائم کرنے میں اکثریت کی حالت دیکھی جایا کرتی ہے نہ کہ خال خال افراد کا حال چنانچہ قوم یہود کے باب میں رائے قائم کرنے کے سلسلہ میں بھی یہی اصول پیش نظر رہا ہے اور پوری قوم کو مغضوب بتلایا گیا تاہم سب اہل کتاب کا حال یکساں نہیں۔ اچھے افراد مغلوب اور برے غالب ہی سہی تاہم ان اشقیا کے اندر چند سعید روحیں بھی تھیں۔ ان اہل کتاب میں کچھ اچھے افراد بھی تھے اگرچہ وہ آٹے میں نمک کے برابر ہی سہی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت میں یہود میں سے عبداللہ بن سلام ان کے بھائی اور دیگر احباب و رفقاء اور عیسائیوں میں حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور اس کے ارکان دولت

اور نجران کے بعض نصاریٰ اور حبش و روم کے بعض عیسائی ان لوگوں نے جب اسلام کے انوار کی تجلی دیکھی تو بصدق دل اس کو قبول کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے اور آپ کا اتباع قبول کر لیا۔ ان آیات میں انہی حضرات کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

کہ سب اہل کتاب کا حال یکساں نہیں۔ اتنے بروں میں کچھ اچھے بھی ہیں کہ جنہوں نے حق کو قبول کیا اور اسلام کی آغوش میں آ گئے اور دین حق پر ایسے مستقیم ہو گئے کہ اب کوئی دنیا کی طاقت انہیں ہلا نہیں سکتی۔ دین کے ذوق و شوق میں وہ رات کی تاریکی میں میٹھی نیند اور نرم بستر سے چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنے مالک کو عاجزی سے سجدے کرتے ہیں اور دیر تک جبین نیاز زمین پر رکھتے ہیں۔ تا کہ اللہ کا قرب حاصل ہو اور نماز میں کلام پاک پڑھتے ہیں تا کہ کلام خداوندی کے پڑھنے سے مناجات کی لذت حاصل ہو اور ان کا اوقات شب میں اس طرح عبادت کرنا دلیل اس امر کی ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے غافل نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر ٹھیک اور پورا پورا ایمان و یقین رکھتے ہیں۔ اللہ کی توحید ان کے دلوں میں راسخ ہو گئی۔ نیز قیامت و آخرت کا تصور ان کے نظروں سے اوجھل نہیں ہوتا اس لئے وہ اللہ سے غافل نہیں ہوتے۔ پھر یہ کہ ان کے انوار و برکات ان کی ذات تک محدود نہیں رہتے بلکہ دوسروں کو بھی اچھے کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے ممانعت کرتے ہیں جب کسی نیک کام کی طرف پکارا جائے تو دوڑ کر دوسروں سے آگے نکلنا چاہتے ہیں بلاشبہ یہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے نیک بختی صلاح و رشد کا خاص حصہ عطا فرمایا ہے اور ایسے اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوگنا اجر ملے گا۔ جیسا کہ سورہ قصص بیسویں پارہ میں ارشاد ہے۔

اُولٰٓئِكَ يُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ اور احادیث نبویہ ﷺ میں صراحۃً آیا ہے کہ جو اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے ان کو دو اجر ملیں گے۔ اس لئے جب یہود کی برائیوں کا ذکر تا ہے تو حق تعالیٰ ان پرہیزگاروں کو مستثنیٰ فرما دیتے ہیں اور ان کی پرہیزگاری کے موافق دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ معاملہ بھی بالکل ممتاز کیا جائے گا۔

صالحین کے اوصاف

یہاں امت قائمہ کے صفات بیان فرما کر یہ جو فرمایا وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ (اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں) تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم جنہیں صالح قرار دیتا ہے ان کے اوصاف یہ ہیں۔

(۱) ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت رکھنا۔

(۲) شب میں تلاوت قرآن کرنا اور نماز تہجد پڑھنا۔

(۳) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا۔

(۴) يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ یعنی نیکیوں کی طرف شوق و رغبت سے بڑھنا۔

دعا کیجیے: یا اللہ جن صفات حمیدہ کا ذکر آپ نے ان آیات میں فرمایا ہے ہم کو بھی وہ نصیب فرمائیں اور اپنے صالح بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرما۔ یا اللہ ہم کو بھی نیک بختی اور صلاح و رشد کا وہ حصہ عطا فرما جو آپ اپنے صالح بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ یا اللہ ایمان و یقین کی دولت کامل عطا فرما اور اعمال صالحہ کی ہم کو توفیق عطا فرما اور اپنے کرم سے ان اعمال کی قبولیت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ

جو لوگ کافر رہے ہرگز اُن کے کام نہ آویں گے اُن کے مال اور نہ اُن کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرا بھی

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَنْ تُغْنِيَ	عَنْهُمْ	اَمْوَالُهُمْ	وَلَآ	اَوْلَادُهُمْ	مِّنَ اللّٰهِ	شَيْئًا
بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا	ہرگز کام نہ آئے گا	اُن سے (کے)	اُن کے مال	اور نہ	ان کی اولاد	اللہ سے (آگے)	کچھ

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ

اور وہ لوگ دوزخ والے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ	مَثَلُ	مَا	يُنْفِقُوْنَ	فِيْ
اور یہی لوگ	آگ (دوزخ) والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	مثال	جو	خرچ کرتے ہیں	میں

هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ

اس دنیوی زندگی میں اس کی حالت اس حالت کی مثل ہے کہ ایک ہوا ہو جس میں تیز سردی ہو وہ لگ جاوے ایسے لوگوں کی کھیتی کو

هٰذِهِ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	كَمَثَلِ	رِيْحٍ	فِيْهَا	صِرٌّ	اَصَابَتْ	حَرْثَ	قَوْمٍ
اس	زندگی	دُنیا	ایسی۔جیسے	ہوا	اس میں	پالا	وہ جا لگے	کھیتی	قوم

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

جنہوں نے اپنا نقصان کر رکھا ہو پس وہ اُس کو برباد کر ڈالے اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے آپ کو ضرر پہنچا رہے تھے۔

ظَلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	فَاَهْلَكَتْهُ	وَمَا ظَلَمَهُمُ	اللّٰهُ	وَلٰكِنْ	اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ
اُنہوں نے ظلم کیا	جانیں اپنی	پھر اسکو ہلاک کر دے	اور ظلم نہیں کیا ان پر	اللہ	بلکہ	اپنی جانیں	وہ ظلم کرتے ہیں

کافروں کا انجام:

گذشتہ آیات میں مدح تھی اُن اہل کتاب کی جنہوں نے صدق دل سے اسلام قبول کر کے آنحضرت ﷺ کا اتباع اختیار کر لیا تھا۔ اب آگے اُن کے مقابل میں ان آیات میں اُن اہل کتاب کی مذمت ہے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور کفر پر قائم رہے اور ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ کافر جو کچھ دنیا میں مال دولت خرچ کرے اور خواہ اپنے نزدیک بڑی خیر خیرات کا کام سمجھ کر کرتا ہو لیکن آخرت میں اس کی کوئی قدر قیمت اور پرسش نہیں کیوں کہ ایمان کی روح نہ ہونے سے اس کا ہر ایک عمل بے جان اور مردہ ہے۔ عمل کی ابدی حفاظت کرنے والی چیز ایمان واسلام ہی ہے۔ ان کے بدون عمل کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شریر ظالم نے کھیتی یا باغ لگایا اور اس کو برف پالے سے بچانے کا کوئی انتظام نہ کیا۔

چند روز اس کی سرسبزی اور شادابی کو دیکھ کر خوش ہوتا رہا اور بہت کچھ امیدیں باندھتا رہا کہ یکایک ایسی سرد ہوا چلی اور برف و پالا اس قدر گرا کہ ایک دم میں ساری لہلہاتی کھیتی جلا کر رکھ دی۔ اور نتیجہ میں وہ اپنی کلی تباہی و بربادی پر کف افسوس ملتا رہ گیا۔ نہ اُمیدیں پوری ہوئیں۔ نہ ضرورت کے وقت اس کی پیداوار

سے فائدہ اٹھا سکا۔ بعینہٖ یہ مثال ان کفار کی ہے جو کفر و شرک پر قائم رہتے ہوئے اپنے خیال میں کیسا ہی دنیا میں صدقہ خیرات اور نیک کاموں میں اپنی دولت کو لگا کر اجر آخرت کے امیدوار ہوں کہ انہیں اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو اس کا اجر و ثواب ملے گا تو وہ سمجھ لیں اور اُن کو یاد رکھنا چاہئے کہ کفر و شرک کی وجہ سے اُن کے تمام اعمال باطل و رائیگاں ہیں اور مال یا اولاد کوئی چیز آخرت میں کفر و شرک پر ہونے کی وجہ سے عذاب الٰہی سے انہیں نہیں بچا سکتی۔ اور اس پر یہ نہ سمجھا جائے کہ کافر کی کوئی نیکی آخرت میں قبول نہیں کی جاتی تو اُس پر معاذ اللہ خدا کی طرف سے ظلم ہوا۔ ہرگز نہیں۔ یہ ظلم تو خود انہوں نے اپنی جانوں پر اپنے ہاتھوں سے کیا ہے۔ نہ کفر اختیار کرتے نہ یہ انجام بد دیکھنا پڑتا۔ یہ اُن کی اپنی ہی بے اعتدالی کا نتیجہ ہے کیوں کہ انہوں نے ایمان و توحید خالص سے اعراض کیا جو صدقات و دیگر اعمال کے قبول ہونے کی شرط اولین ہے اور شرک و طغیان اور کفر و عصیان کی راہ اختیار کی جو غضب الٰہی کی طرف لے جاتی ہے۔

کافروں کے نیک اعمال

اب اس پر کسی کے دل میں یہ شبہ گزر سکتا تھا کہ بعض اوقات کافر اپنے مال سے محتاجوں اور یتیموں اور مظلوموں کی مدد کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ پل اور سرائے اور کنواں بنواتے ہیں تو کیا اس قسم کے صدقات و نفقات سے کافروں کو قیامت کے دن کوئی نفع پہنچ سکتا ہے تو اس کے متعلق بھی مثال دے کر صاف فرما دیا گیا کہ اس قسم کے نفقات سے بھی کافروں کو قیامت کے دن کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی فانی اور زائل ہونے والی جزا اس دار فانی میں مل جائے لیکن قیامت کے دن اس سے کچھ بھی نفع نہ ہو گا۔ اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں کی جاتی تو اس پر معاذ اللہ خدا کی طرف سے ظلم ہوا۔ نہیں یہ ظلم تو اس کافر نے خود اپنی جان پر اپنے ہاتھوں سے کیا ہے کہ کفر و شرک کے پالے سے آخرت کی کھیتی خراب کی۔ نہ دنیا میں کفر کرتے نہ یہ انجام آخرت میں دیکھتے۔ اور اس کی مثال دنیا میں بھی دیکھی جا سکتی ہے کہ جب دنیا میں ایک سرکش و باغی کی بڑی سے بڑی خدمات اسے بغاوت کی جرم کی سزا سے نہیں بچا سکتیں تو احکم الحاکمین کے دربار میں منکرین حق کیسے سزا سے بچ سکتے ہیں اور یہ ظلم کیوں ہوا؟

اب یہاں آیت میں کافروں کے بارہ میں اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ جو فرمایا یعنی یہ کافر جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور قرآن پاک میں یہ مضمون متعدد جگہ آیا ہے تو اس پر کفار و غیر مسلم اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ کفر کی سزا دائمی عذاب جہنم کیوں ہے؟ حالانکہ سزا جرم کے مناسبت سے ہونی چاہئے اور یہاں جرم متناہی ہے کیونکہ عمر کافر کی متناہی ہے تو سزا بھی متناہی ہونی چاہئے نہ یہ کہ ہمیشہ ہمیشہ ابدالآباد تک کے لئے جہنم میں غیر متناہی سزا بھگتنا ہے؟ تو اس کا عقلی جواب حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے معترضین کو خطاب کر کے خوب جواب دیا ہے کہ تمہارا یہ مقدمہ تو مسلم ہے کہ سزا جرم کے مناسب ہونا چاہئے۔ مگر کیا مناسب کے معنی یہ ہیں کہ جرم و سزا دونوں کا زمانہ بھی مناسب ہو۔ اگر یہی بات ہے تو چاہئے کہ جس جگہ دو گھنٹہ تک ڈکیتی پڑی ہو اور ڈاکو گرفتار ہو کر آئیں تو حاکم ڈاکوؤں کو صرف دو گھنٹہ کی سزا دیدے۔ اگر حاکم ایسا کرے تو کیا تم اس کو انصاف مانو گے؟ اور سزا کو جرم کے مناسب مانو گے؟ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سزا اور جرم میں مناسبت کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دونوں کا زمانہ مناسب اور مساوی ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سزا میں شدت بقدر شدت جرم ہو۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ اسلام نے کفر کی سزا میں جو شدت بیان کی ہے وہ شدت جرم کے مناسب ہے یا نہیں؟ اور یہ جرم شدید ہے یا نہیں؟ شاید تم کہو کہ جرم شدید تو ہے مگر نہ ایسا شدید کہ اس کی سزا ابدالآباد جہنم ہو۔ تو میں کہوں گا کہ یہ خیال تم کو اس لئے پیدا ہوا کہ تم نے فعل کی صرف ظاہری صورت پر نظر کی ہے حالانکہ سزا و جزا کا مدار اس کی ظاہری صورت پر نہیں بلکہ نیت کو بھی اس میں بہت بڑا دخل ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اصل مدار نیت ہی پر ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص دھوکہ سے شراب پی لے تو اس کو گناہ نہیں گو صورت گناہ موجود ہے کیونکہ نیت نہ تھی۔ اور اگر ایک شخص شراب پینے کے لئے شراب خانہ پر جائے اور دکاندار بجائے شراب کے کوئی شربت اس کو دیدے جسے یہ شراب سمجھ کر پی لے تو اس کو گناہ ہو گا کیونکہ اس کی نیت تو شراب پینے ہی کی تھی۔ تو اب سمجھو کہ گویا ظاہر میں کفر کافر متناہی ہے۔ مگر اس کی نیت یہ تھی کہ اگر زندہ رہا تو میں ابدالآباد اسی حالت پر رہوں گا۔ اس لئے اپنی نیت کے موافق ابدالآباد جہنم کا عذاب ہو گا اور اسی طرح مسلمان کا اسلام گو بظاہر متناہی ہے مگر اس کی نیت یہ ہے کہ اگر میں ہمیشہ زندہ رہوں تو ہمیشہ اسلام پر مستقیم رہوں گا اس لئے اس کے لئے ابدالآباد ثواب جنت ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو اسلام حقیقی نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ یا اللہ ہمارے اموال و اولاد کو ہماری آخرت کے لئے سود مند بنا اور ہم سے دنیا میں جو اعمال صالحہ کا ذخیرہ آپ ہی کی توفیق و عنایت سے جمع ہو جائے اس کو قیامت میں ہمارے لئے باعث اجر و ثواب بنا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ

اے ایمان والو اپنے لوگوں کے سوا کسی کو صاحب خصوصیت مت بناؤ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوْا	بِطَانَةً	مِّنْ	دُوْنِكُمْ	لَا يَاْلُوْنَكُمْ	خَبَالًا ؕ
اے	جو ایمان لائے (ایمان والو)	نہ بناؤ	دوست (رازدار)	سے	سوائے۔اپنے	وہ کمی نہیں کرتے	خرابی

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ

کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں واقعی بغض اُن کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر اُن کے دلوں میں ہے

وَدُّوْا	مَا	عَنِتُّمْ ۚ	قَدْ بَدَتِ	الْبَغْضَآءُ	مِنْ	اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ	وَمَا	تُخْفِيْ	صُدُوْرُهُمْ
وہ چاہتے ہیں	کہ	تم تکلیف پاؤ	البتہ ظاہر ہو چکی	دشمنی	سے	اُن کے منہ	اور جو	چھپا ہوا	اُن کے سینے

اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ

وہ تو بہت کچھ ہے ہم علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے اگر تم عقل رکھتے ہو۔ ہاں تم تو ایسے ہو

اَكْبَرُ ؕ	قَدْ بَيَّنَّا	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْقِلُوْنَ	هٰٓاَنْتُمْ
بڑا	ہم نے کھول کر بیان کردیا	تمہارے لئے	آیات	اگر	تم ہو	عقل رکھتے	سُن لو۔تم

اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ

کہ اُن لوگوں سے محبت رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلا محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے

اُولَآءِ	تُحِبُّوْنَهُمْ	وَلَا	يُحِبُّوْنَكُمْ	وَتُؤْمِنُوْنَ	بِالْكِتٰبِ	كُلِّهٖ ۚ	وَاِذَا	لَقُوْكُمْ
وہ لوگ	تم دوست رکھتے ہو اُن کو	اور نہیں	وہ دوست رکھتے تمہیں	اور تم ایمان رکھتے ہو	کتاب پر	سب	اور جب	وہ تم سے ملتے ہیں

قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ

ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ کے تم کہہ دو کہ تم مر رہو اپنے غصہ میں

قَالُوْٓا	اٰمَنَّا ۖۚ	وَاِذَا	خَلَوْا	عَضُّوْا	عَلَيْكُمُ	الْاَنَامِلَ	مِنَ	الْغَيْظِ	قُلْ	مُوْتُوْا	بِغَيْظِكُمْ ؕ
کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اور جب	اکیلے ہوتے ہیں	وہ کاٹتے ہیں	تم پر	انگلیاں	سے	غصہ	کہہ دیجئے	تم مر جاؤ	اپنے غصہ میں

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ز وَإِنْ

بیشک خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو اُن کے لئے موجب رنج ہوتی ہے اور اگر

إِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	إِنْ	تَمْسَسْكُمْ	حَسَنَةٌ	تَسُؤْهُمْ ز	وَ	إِنْ
بیشک	اللہ	جاننے والا	سینے والی (دل کی باتیں)	اگر	پہنچے تمہیں	کوئی بھلائی	انہیں بری لگتی ہے	اور	اگر

تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوْا بِهَا ط وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ

تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اُس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی

تُصِبْكُمْ	سَيِّئَةٌ	يَفْرَحُوْا	بِهَا ط	وَإِنْ	تَصْبِرُوْا	وَتَتَّقُوْا	لَا يَضُرُّكُمْ	كَيْدُهُمْ
تمہیں پہنچے	کوئی برائی	وہ خوش ہوتے ہیں	اس سے	اور اگر	تم صبر کرو	اور پرہیزگاری کرو	نہ بگاڑ سکے گا تمہارا	ان کا فریب

شَيْئًا ط إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہیں۔

شَيْئًا ط	إِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	مُحِيْطٌ
کچھ	بیشک	اللہ	جو کچھ	وہ کرتے ہیں	گھیرے ہوئے ہے

شانِ نزول:

ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلہ میں یہود اور منافقین دونوں جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہود کے بارہ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ اسلام سے قبل جن مسلمانوں کے یہودیوں سے ہمسائیگی وغیرہ کی بناء پر دوستانہ تعلقات تھے وہ اسلام کے بعد بھی قائم تھے۔ ان یہودی کی دوستی پر اعتماد کر کے انہیں مسلمان بعض رازدارانہ باتیں بھی بتا دیتے تھے۔ منافقین کے بارہ میں یہ روایت ہے کہ مسلمان عام طور پر انہیں مسلمان سمجھ کر ان سے پوری احتیاط نہ کرتے اور اپنی بعض خفیہ باتیں ان کو بتا دیتے۔ اس طرح ان سے نقصان کا اندیشہ تھا اہل ایمان کو یہود و منافقین کے شر سے بچانے کے لئے یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں صاف صاف بتا دیا گیا کہ مسلمان مسلمانوں کے سوا کسی اور کو اپنا رازداں نہ بنائیں اور دوسرے مذہب والوں میں سے کسی کو برتاؤ میں صاحب خصوصیت نہ بنائیں کیونکہ یہودی ہوں یا عیسائی منافقین ہوں یا مشرکین کوئی جماعت مسلمانوں کی خیرخواہ نہیں بلکہ یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ دینی اور دنیاوی خرابیوں میں مبتلا کریں ان کی خوشی اسی میں ہے کہ مسلمان تکلیف اور مصیبت میں رہیں اور کسی نہ کسی تدبیر سے مسلمانوں کو ضرر پہنچ جائے اور جو دشمنی اور بغض ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت زیادہ ہے لیکن بسا اوقات عداوت و دشمنی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کھلم کھلا ایسی باتیں کر گزرتے ہیں جو ان کی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہے۔ پس عقلمند مسلمان کا کام نہیں کہ ایسے خبیث باطن دشمنوں کو اپنا رازدار بنائے۔

کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ:

اگرچہ شانِ نزول ان آیات کا خاص ہے مگر عموم الفاظ سے حکم عام ہے اس طرح گویا تمام مسلمانوں کو غیر مذہب والوں سے خصوصی دوستانہ اور محبت کے تعلقات کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کو اپنا ہمراز نہ بنایا جائے۔ نہ ان کو اپنے قومی ملکی اور ملی انتظامات میں دخیل بنایا جائے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک نصرانی کے لیاقت کی آپ سے بہت تعریف کی گئی اور کہا گیا کہ آپ اس کو اپنا

میر منشی بنالیں تو بہتر ہو تو آپ نے انہیں آیات کی بناء پر انکار فرمادیا اور فرمایا اس کو میں ایسا کروں تو مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسرے ملت والے کو راز دار بنالوں گا جو نص قرآن کے خلاف ہے۔

اہل کتاب کی مسلمانوں سے دلی عداوت

آگے ان دشمنان دین کا حسد اور ان کی دلی عداوت کا حال بیان فرمایا ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ لوگ تمہاری دشمنی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں پھر تم ان سے محبت اور خصوصی دوستی کیوں کرتے ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

''ہاں سمجھو تم ایسے ہو ان لوگوں سے محبت کا برتاؤ رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلاً محبت نہیں رکھتے نہ دل سے نہ برتاؤ سے حالانکہ تم تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ اس میں ان کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ اور وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ مگر وہ تو باوجود اس تمہارے ایمان کے بھی تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم باوجود ان کے اس عدم ایمان کے بھی ان سے محبت رکھتے ہو اور تم ان کے ظاہری دعویٰ ایمان سے شبہ مت کرنا کہ وہ بھی تو ہماری کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں صرف تمہارے دکھانے کو منافقانہ طور پر کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب تم سے علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ و غضب کے۔ تم ان سے کہہ دو کہ تم مر رہو اپنے غصہ میں مراد یہ ہے کہ اگر تم مر بھی جاؤ گے تب بھی تمہاری مراد پوری نہ ہو گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو اسی لئے ان لوگوں کے دلوں میں جو رنج و غبار و عداوت تمہاری طرف سے بھری ہیں سب بتلا دی اور ان کا یہ حال ہے کہ اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کے لئے موجب رنج ہو جاتی ہے اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے بڑے خوش ہوتے ہیں تو جب ان کے یہ دلی حالات ہیں تو وہ اس قابل کب ہیں کہ ان سے دوستی کی جائے۔''

کافروں کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا نسخہ

اب یہ احکام سن کر ممکن تھا کہ کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ جب ہم ان سے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں گے تو وہ اور زیادہ غیظ و غضب میں آ کر ہمارے خلاف تدبیریں کریں گے اور مسلمانوں کو ضرر پہنچانے میں کوئی کسر نہ رکھیں گے اور بیش از بیش نقصان پہنچانا چاہیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں مسلمانوں کو دشمنان دین اسلام سے محفوظ رہنے اور ان کے مکروفریب اور سازش کارگر نہ ہونے کا حتمی نسخہ بھی بتلا دیا۔ اور وہ دو چیزیں ہیں۔ ایک تو صبر دوسرے تقویٰ۔ مسلمانوں کا ان دو چیزوں کے اختیار کرنے پر وعدہ ہے۔

لایضرکم کیدھم شیئًا یعنی دشمنان دین کے فریب اور چالاکیوں سے مسلمانوں کا کچھ نہ بگڑے گا اب دیکھئے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ وہ کوئی داؤ پیچ یا مکروفریب نہ کر سکیں گے بلکہ یہ وعدہ فرمایا کہ ان کے داؤ پیچ اور مکروفریب کارگر نہ ہو سکیں گے۔ بشرطیکہ مسلمان صبر و تقویٰ پر مستقیم رہیں۔ اب صبر و تقویٰ کی تفصیل تو بہت ہے مختصراً یوں سمجھ لیا جائے کہ استقامت علی الدین۔ عزم صمیم۔ استقلال۔ ثابت قدمی یہ سب صبر میں داخل ہیں۔ اور تقویٰ میں خوف خدا' پرہیزگاری' اللہ پر بھروسہ' توکل' نافرمانی سے بچنا' گناہوں سے پرہیز یہ سب آ گیا

دعا کیجئے: یا اللہ ہمارے دلوں میں کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی تمام باتوں سے بیزاری جما دے اور ان کے طور طریقے و معاشرت و تہذیب سے ہم کو نفرت عطا فرما دے۔ اے اللہ اس امت کو صبر و تقویٰ کا بھولا ہوا سبق پھر یاد دلا دے۔ اے اللہ ہم قرآن کی ہدایت کو چھوڑ کر خود بھی رسوا اور ذلیل ہوئے اور اسلام کے پاک نام کو بھی بدنام کیا۔ اے اللہ دشمنان دین کی چالوں کو انہیں پر الٹ دے جو ان کو ملیامیٹ کر دیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط

اور جبکہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے مسلمانوں کو مقاتلہ کرنے کے لئے مقامات پر جما رہے تھے

وَاِذْ	غَدَوْتَ	مِنْ	اَهْلِكَ	تُبَوِّئُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	مَقَاعِدَ	لِلْقِتَالِ ط
اور جب	آپ صبح سویرے	سے	اپنے گھر	بٹھانے لگے	مومن (جمع)	ٹھکانے	جنگ کے

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ط

اور اللہ تعالیٰ سب سن رہے تھے جان رہے تھے۔ جب تم میں سے دو جماعتوں نے دل میں خیال کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ تعالیٰ تو اُن دونوں جماعتوں کا مددگار تھا،

وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	اِذْ	هَمَّتْ	طَّآئِفَتٰنِ	مِنْكُمْ	اَنْ	تَفْشَلَا ۙ	وَاللّٰهُ	وَلِيُّهُمَا ط
اور اللہ	سننے والا	جاننے والا	جب	ارادہ کیا	دو گروہ	تم سے	کہ	ہمت ہار دیں	اور اللہ	ان کا مددگار

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور پس مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرنا چاہیے۔

وَ	عَلَى اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ
اور	اللہ پر	چاہیے بھروسہ کریں	مومن

غزوہ احد

اب ان آیات کی تشریح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے غزوہ احد کا مختصر حال سن لیا جائے۔ رمضان المبارک ۲ھ میں جب غزوہ بدر میں کفار قریش کو بری طرح شکست نصیب ہوئی جس میں کفار مکہ کے ۷۰ نامور سردار و اشخاص قتل ہوئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے تو اس تباہ کن اور ذلت آمیز شکست سے جو حقیقتاً کفار مکہ کے لئے عذاب الٰہی کی پہلی قسط تھی کفار قریش کا جذبہ انتقام بھڑک اٹھا جو سردار قتل ہوئے تھے ان کے اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی اور یہ معاہدہ کیا کہ جب تک ہم اس کا بدلہ مسلمانوں سے نہ لے لیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے چنانچہ شوال ۳ھ میں بدلہ لینے کی غرض سے مشرکین مکہ دوسرے قبائل عرب کو ساتھ لے کر مدینہ پر چڑھائی کی غرض سے نکل پڑے حتیٰ کہ عورتیں ساتھ آئیں تاکہ موقع آنے پر مردوں کو غیرت دلا کر پسپائی سے روک سکیں جس وقت یہ تین ہزار کا لشکر کفار اسلحہ وغیرہ سے پوری طرح لیس ہو کر مدینہ طیبہ سے تین چار میل جبل احد کے قریب خیمہ زن ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ لیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رائے مبارک تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کامیابی اور آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے یہ پہلا موقعہ تھا کہ عبداللہ بن ابی جو بظاہر مسلمانوں میں شامل تھا مگر در پردہ رئیس المنافقین بنا ہوا تھا اس سے بھی رائے لی گئی اس نے کہا کہ تجربہ یہ ہے کہ جب کسی دشمن نے مدینہ پر حملہ کیا اور اہل مدینہ نے اندرون شہر ہی رہ کر مقابلہ کیا تو فتح ہوئی اور جب باہر نکل کر حملہ کیا گیا تو ناکام رہے۔ یارسول اللہ آپ مدینہ سے باہر نہ نکلئے خدا کی قسم ہم جب مدینہ سے باہر نکلے تو دشمنوں کے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی اور جب بھی ہم مدینہ میں رہے تو دشمن نے ہمارے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی۔ دشمن اگر مدینہ میں گھس آیا تو مردان کا تلوار سے مقابلہ کریں گے اور بچے اور عورتیں بھی چھتوں سے سنگباری کریں گے مگر بعض اکابر صحابہ اور پرجوش نوجوانوں نے جنہیں غزوہ بدر کی شرکت نصیب نہ ہوئی تھی اور شوق شہادت سے بے چین تھے وہ مصر ہوئے کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے تاکہ دشمن ہمارے بارے میں بزدلی اور کمزوری کا گمان نہ کرے۔ کثرت رائے اسی طرف تھی۔

28 آپ اس عرصہ میں مکان کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر اور مسلح ہو کر باہر آئے تو اس وقت بعض صحابہ کو خیال ہوا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی رائے کے خلاف مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر مجبور کیا۔ یہ غلط ہوا اس لئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ کا منشا نہ ہو تو یہیں مدینہ میں تشریف رکھیں اور آپ اپنی رائے پر عمل فرمائیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ہتھیار بدن پر لگا کر اتار دے یہاں تک کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرے۔ اب اللہ کے نام پر چلو اور جو میں حکم دوں وہ کرو اور سمجھ لو کہ جب تک تم صابر اور ثابت قدم رہو گے تو اللہ کی فتح و نصرت تمہارے ہی لئے ہے۔ ۱۱ شوال ۳ھ یوم جمعہ بعد نماز عصر آپ ایک ہزار جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ ادھر کفار کے تین ہزار کے لشکر میں ۷۰۰ زرہ پوش اور ۲۰۰ گھوڑے اور ۳۰۰۰ اونٹ اور ۱۵ عورتیں ہمراہ تھیں۔ جو احد پہاڑ کے قریب ٹھہرا ہوا تھا۔ جب آپ مدینہ سے باہر احد کے قریب پہنچے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لایا تھا اور دکھاوایا اسلامی لشکر کے ساتھ ہو لیا تھا اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر میدان سے واپس ہونے لگا۔ بعض صحابہ نے سمجھایا بھی مگر وہ کہنے لگا کہ جب میری رائے نہیں مانی گئی تو بلا وجہ ہم کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ اب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ صرف ۷۰۰ صحابہ رہ گئے تھے۔ جن میں صرف ۱۰۰ زرہ پوش تھے اور سارے لشکر میں صرف ۲ گھوڑے تھے۔ بنی سلمہ اور بنی حارثہ جو انصار مدینہ کے دو قبیلے تھے۔ ان دونوں جماعتوں نے عبداللہ بن ابی منافق کی مثال دیکھ کر اپنے میں کچھ کمزوری اور کم ہمتی محسوس کی۔ اور واپسی کا وسوسہ انہیں پیدا ہوا لیکن اللہ کے فضل نے دستگیری کی اور اس وسوسہ کو وسوسہ کے درجہ سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ غرضکہ ۷۰۰ صحابہ کرام رہ گئے اور صبح کی نماز کے وقت میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اور پھر آپ نے تمام اصحاب کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لشکر کی جانب متوجہ ہوئے اور بنفس نفیس آپ نے فوجی قاعدہ سے مدینہ کو سامنے اور احد کو پشت پر رکھ کر صفیں ترتیب دیں۔ جو صفیں تھوڑی دیر پہلے خداوند ذوالجلال کی تعظیم و اجلال کے لئے دست بستہ کھڑی ہوئی تھیں اب وہ کبیر متعال کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اس کے راستہ میں جہاد و قتال کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۰ تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل احد کے پیچھے ایک درہ پر مقرر فرمایا تاکہ قریش پشت سے حملہ نہ کر سکیں۔ اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور یہ حکم دیا کہ تم اپنی جگہ سے نہ سرکنا۔ قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے بھی اپنی صف آرائی کی۔ الغرض جنگ بڑے موقع سے شروع ہوئی۔ ابتداء مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا یہاں تک کہ کفار قریش کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ مسلمان سمجھے کہ فتح ہو گئی مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے ادھر جن تیر اندازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت کی جانب حفاظت کے لئے پہاڑ پر بٹھایا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر پہاڑ کے دامن کی طرف آنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو حضور ﷺ کا تاکیدی حکم یاد دلا کر روکا مگر چند حضرات کے سوا باقی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل تو وقتی تھی۔ اب ہمیں سب کے ساتھ مل جانا چاہیے چنانچہ سوائے ۱۲ نفر کے سب اس جگہ سے جدا ہو کر کفار کے تعاقب میں چلے اور غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اس موقع سے کفار نے بروقت فائدہ اٹھایا اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر عقب کے درہ سے حملہ کر دیا۔ اب آگے بھی کفار اور پیچھے بھی کفار۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے قلیل ساتھیوں نے اس حملہ کو روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کر سکے اور یہ سیلاب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہو گئے۔ اب آگے سے اور پیچھے سے کفار نے تیروں اور پتھروں کی بارش مسلمانوں پر کر دی اور لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹ گیا۔ مسلمان اس غیر متوقع صورتحال سے سراسیمہ اور پراگندہ ہو گئے اسی حالت میں حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک بھی یعنی اس کا ایک ریزہ شہید ہو گیا۔ چہرہ انور میں زرہ کی دو کڑیاں چبھ گئی تھیں جن کو حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس میں حضرت ابوعبیدہؓ کے دو دانت شہید ہوئے۔ پھر کسی کافر نے پکار دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے۔ اس غلط افواہ اور ناگہانی حوادث سے اور بھی مسلمانوں پر مایوسی اور سراسیمگی پیدا ہوئی اور سوائے ایک مخصوص جماعت کے سب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ کفار قریش بے رحمی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر تلواریں برسا رہے تھے۔ مگر رحمۃ اللعالمین کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ **اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون** اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جانتے نہیں۔ چہرہ انور سے خون جاری تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کپڑے وغیرہ سے پونچھتے جاتے تھے اور فرمایا کہ اگر اس خون کا ایک قطرہ زمین پر گر جاتا تو سب پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا۔ اس غزوہ میں کفار کے ۲۲ یا ۲۳ آدمی قتل ہوئے اور مسلمانوں میں سے ۷۰ شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

آیات مذکورہ میں احد کی یاددہانی کا مقصد

ان آیات میں اسی جنگ احد کی طرف اشارہ ہے۔ اس قصہ کی طرف اشارہ کر کے وہی مضمون یاد دلایا جا رہا ہے جو پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا۔ **وان تصبروا وتتقوا لایضرکم کیدھم شیئاً** اگر تم صبرو استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان دشمنان دین کی تدبیریں تم کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ جس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر صبر و تقویٰ کو ترک کیا یا ان دو میں سے کسی ایک کو ترک کیا تو پھر مخالفوں کا داؤ چل جائے گا اور نقصان اٹھاؤ گے۔

توکل

یہاں اخیر میں **و علی اللہ فلیتوکل المومنون** فرما کر کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھنا چاہیے۔ اس میں یہ بھی واضح کر دیا کہ کثرت عدد اور ساز و سامان پر مسلمانوں کو اعتماد نہیں کرنا چاہیے بلکہ بقدر استطاعت مادی سامان جمع کرنے کے بعد بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہیے بنوسلمہ اور بنوحارثہ کو کمزوری اور کم ہمتی کا جو وسوسہ پیدا ہوا تھا وہ اسی مادی ضعف کی بناء پر تھا۔ اس لئے ان کے وسوسہ کا علاج توکل سے بتلایا گیا۔ اور توکل کے معنی یہ نہیں کہ تمام اسباب ظاہری سے بالکل قطع تعلق کر کے اللہ پر اعتماد کیا جائے بلکہ توکل یہ ہے کہ تمام اسباب ظاہری کو اپنی قدرت کے موافق جمع کرے اور اختیار کرے اور پھر نتائج اللہ کے سپرد کرے۔ ان ظاہری اسباب پر فخر و ناز نہ کرے بلکہ اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر رہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ صبر و تقوی کی دولت ہم کو بھی عطا فرمائیں اور اپنی ذات پاک پر بھروسہ کرنے والا ایمان و یقین نصیب عطا فرمائیں۔ اور ہم کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی ہر طرح کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
اے اللہ پہلے بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کی آپ نے مدد فرمائی اے اللہ اب بھی مدد فرما دے۔ اور اسلام و ایمان کی برکت سے ہم کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سروسامان تھے سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم شکر گزار رہو۔

وَلَقَدْ	نَصَرَكُمُ	اللّٰهُ	بِبَدْرٍ	وَّاَنْتُمْ	اَذِلَّةٌ ۚ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ
اور البتہ	مدد کر چکا تمہاری	اللہ	بدر میں	جب کہ تم	کمزور	تو ڈرو	اللہ	تا کہ تم	شکر گزار رہو

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ

جبکہ آپ مسلمانوں سے یوں فرما رہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں

اِذْ تَقُوْلُ	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ	اَنْ	يُّمِدَّكُمْ	رَبُّكُمْ	بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ
جب آپ کہنے لگے	مومنوں کو	کیا کافی نہیں تمہارے لئے	کہ	مدد کرے تمہاری	تمہارا رب	تین ہزار سے

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ

کے ساتھ جو اتارے جاویں گے۔ ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں گے

مِّنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	مُنْزَلِيْنَ	بَلٰٓى	اِنْ	تَصْبِرُوْا	وَتَتَّقُوْا	وَيَاْتُوْكُمْ	مِّنْ
سے	فرشتے	اُتارے ہوئے	کیوں نہیں	اگر	تم صبر کرو	اور پرہیزگاری کرو	اور تم پر آئیں	سے

فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمادے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہوں گے۔

فَوْرِهِمْ	هٰذَا	يُمْدِدْكُمْ	رَبُّكُمْ	بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ	مِّنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	مُسَوِّمِيْنَ
فوراً۔ وہ	یہ	مدد کرے گا تمہاری	تمہارا رب	پانچ ہزار	سے	فرشتے	نشان زدہ

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ

اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے کی کہ تمہارے لئے بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جاوے اور نصرت صرف

وَمَا	جَعَلَهُ	اللّٰهُ	اِلَّا	بُشْرٰى	لَكُمْ	وَلِتَطْمَئِنَّ	قُلُوْبُكُمْ	بِهٖ	وَمَا	النَّصْرُ
اور نہیں	کیا۔ یہ	اللہ	مگر (صرف)	خوشخبری	تمہارے لئے	اور اس لئے اطمینان ہو	تمہارے دل	اس سے	اور نہیں	مدد

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ

اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہیں حکیم ہیں۔ تا کہ کفار میں سے ایک گروہ کو ہلاک کردے

اِلَّا	مِنْ	عِنْدِ اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ	لِيَقْطَعَ	طَرَفًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ
مگر (سوائے)	سے	اللہ کے پاس	غالب	حکمت والا	تا کہ کاٹ ڈالے	گروہ	سے	وہ لوگ جو

كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

یا اُن کو ذلیل وخوار کردے پھر وہ ناکام لوٹ جاویں۔

كَفَرُوْٓا	اَوْ يَكْبِتَهُمْ	فَيَنْقَلِبُوْا	خَآئِبِيْنَ
انہوں نے کفر کیا	یا انہیں ذلیل کرے	تو وہ لوٹ جائیں	نامراد

غزوہ بدر

گذشتہ آیات میں غزوہ احد کے واقعات کا بیان تھا اور یہ جتلانا مقصود تھا کہ جہاں اہل اسلام میں صبر اور تقویٰ میں کمی آ گئی یا کسی کو ترک کیا تو نقصان اٹھانا پڑا۔ ان آیات میں غزوہ بدر کی طرف اشارہ ہے اور یہ جتلانا مقصود ہے کہ جہاں صبر وتقویٰ پورا پورا اختیار کیا وہاں کفار کی تدبیریں کارگر نہ ہوسکیں۔

مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ایک کنویں کا نام بدر ہے اور اسی کے نام سے ایک گاؤں کی آبادی بھی ہے۔ یہ عظیم الشان جہاد یعنی غزوہ بدر اسی سرزمین پر رمضان ۲ہجری (۶۲۴ء) میں واقع ہوا۔ قریش کا مایہ ناز اور ان کی تمام تر قوت اور شوکت کا سبب چونکہ ملک شام کی تجارت تھی اس لئے سیاسی اصول کے مطابق ضرورت تھی کہ ان کی شوکت توڑنے کے لئے اس سلسلہ کو بند کیا جائے۔ ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام سے آ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو تین سو تیرہ صحابہ مہاجرین وانصار کو ساتھ لے کر مقابلے کے لئے خود بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ ادھر قریشی قافلہ کے سردار کو اس کی اطلاع ہوگئی اس لئے وہ یہ راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارے کنارے قافلہ کو لے چلا اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑایا کہ قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ جلد موقع پر پہنچیں اور اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کریں۔ قریش پہلے ہی مسلمانوں کے استیصال کے منصوبے گانٹھ رہے تھے۔ اس خبر کا مکہ میں پہنچنا تھا کہ فوراً ۹۵۰ نوجوانوں کا ایک لشکر جن میں سو گھوڑے کے سوار اور سات سو اونٹ تھے۔ آپ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس لشکر میں قریش کے بڑے بڑے سردار اور متمول لوگ سب کے سب شریک تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو صدیق اکبرؓ اور دوسرے صحابہؓ نے اپنی جان ومال کو پیش کر دیا۔ اسلام کے مجاہدین جوان بوڑھے چھوٹے بڑے ملا کر کل تین سو تیرہ تھے۔ جن میں تراسی مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ سب کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے اس پوری جمعیت میں صرف ستر اونٹ تھے اور دو گھوڑے۔ بعض کی تلواریں شکستہ اور نیزے ٹوٹے ہوئے تھے۔ چند ایک تو کھجور کے ڈنڈوں سے ہی جہاد کرنے چل پڑے تھے۔ بہر حال ۱۷ رمضان ۲ھ کو یہ پہلا معرکہ حق و باطل گرم ہوا۔ اس وقت جب دونوں لشکر ملے تو دیکھا گیا کہ باپ بیٹے کی تلوار کی زد میں ہے بیٹا باپ کے مقابل ہے۔ چنانچہ جب صدیق اکبر کے بیٹے جواب تک کافر تھے۔ میدان میں آئے تو خود حضرت صدیق کی تلوار ان کی طرف بڑھی۔ عتبہ سامنے آیا تو اس کے فرزند حضرت حذیفہ تلوار کھینچ کر سامنے آئے۔ حضرت عمرؓ کا ماموں میدان میں بڑھا تو فاروقی تلوار نے خود اس کا فیصلہ کیا۔ ادھر میدان کارزار گرم تھا ادھر سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑے ہوئے فتح ونصرت کی دعا مانگ رہے تھے۔ آپ نے دعا کی کہ خدایا اگر یہ مسلمان مارے گئے اور ختم ہوئے تو دنیا میں توحید کی منادی کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ ادھر ظاہراً اسباب میں صحابہ کی تھوڑی سی جماعت آگے بڑھی ادھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی فوج مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیج دی چنانچہ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ باقی کے پاؤں اکھڑ گئے

بھاگنا شروع کیا مسلمانوں نے تعاقب کیا بعض کو قتل اور بعض کو قید کر لیا۔ قریش کی طرف سے ستر مقتول اور ستر ہی گرفتار ہوئے اور قریش کے بڑے بڑے سردار ابوجہل عتبہ وغیرہ سب ایک ایک کر کے مارے گئے۔ وہ چودہ سردار جو دارالندوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔ ان میں سے گیارہ مارے گئے تین جو بچے وہ اسلام لے آئے اس طرح مکہ میں کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔ ادھر اسلامی لشکر میں سے صرف چودہ صحابی شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے۔ اب اسیران جنگ بدر کے ساتھ مسلمانوں کے سلوک کا حال بھی سن لیجئے۔

جو لوگ کفار کے لشکر میں سے زندہ گرفتار ہوئے تھے جن کی تعداد بھی کم وبیش ستر تھی۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو چار چار کر کے صحابہ کرام میں تقسیم کر دیئے اور سب کو حکم فرمایا کہ ان کو آرام کے ساتھ رکھیں۔ جس کا اثر یہ تھا کہ صحابہؓ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود صرف کھجوروں پر بسر کرتے تھے۔ جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑے دلوا دیئے۔ ان اسیران جنگ کے معاملہ میں بعد مشورہ صحابہ یہ طے ہوا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ چار چار ہزار فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے۔ ان قیدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ جو بعد میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عباس رات کو قید کی تکلیف سے کراہتے تھے ان کی آواز آپ ﷺ کے گوش مبارک میں پہنچی تو نیند اڑ گئی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو نیند کیوں نہیں آئی ارشاد ہوا کہ میں کیسے سو سکتا ہوں جبکہ میرے عم بزرگوار کے کراہنے کی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی ہے۔ یہ سب کچھ تھا مگر مساوات اسلامی اس کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اپنے ضعیف العمر عم بزرگوار کو قید سے رہا کر دیا جائے جس طرح سب سے فدیہ لیا گیا ان سے بھی اسی طرح وصول کیا گیا بلکہ عام قیدیوں کی نسبت سے کچھ زائد ہی لیا گیا کیونکہ عام اسیروں سے چار ہزار اور امراء سے کچھ زائد لیا گیا تھا۔ حضرت عباسؓ بھی غنی تھے ان کو بھی چار ہزار سے زائد دینا پڑا۔ انصار نے عرض بھی کیا کہ عباس سے فدیہ معاف کر دیا جائے مگر اسلامی مساوات میں عزیز قریب دوست دشمن سب برابر تھے۔ انصار کے کہنے پر بھی یہ قبول نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے داماد حضرت ابوالعاص بھی اسیران جنگ میں آئے۔ ان کے پاس فدیہ کے لئے مال نہ تھا۔ اس لئے ان کی زوجہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ جو مکہ میں مقیم تھیں کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ ان کے گلے میں ایک ہار تھا جو ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہؓ نے ان کے جہیز میں دیا تھا۔ وہی گلے سے اتار کر بھیج دیا۔ جب آپ نے یہ ہار دیکھا تو بے اختیار آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم سب راضی ہو تو زینبؓ کے پاس یہ اس کی والدہ کی یادگار ہے اس کو واپس کر دو۔ صحابہ نے بخوشی واپس کر دیا اور ابوالعاص سے کہہ دیا کہ زینب کو مدینہ بھیج دیں۔ ابوالعاص آزاد ہو کر مکہ پہنچے اور شرط کے موافق حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیا۔ ابوالعاص ایک بڑے تاجر تھے۔ اتفاقاً دوسری مرتبہ پھر ملک شام سے مال لاتے ہوئے پکڑے گئے اور پھر اسی طرح چھوڑ دیئے گئے اس مرتبہ رہا ہو کر مکہ واپس آئے تو تمام شرکاء کا حساب بے باق کر کے مشرف باسلام ہوئے۔ اور لوگوں سے کہہ دیا کہ میں یہاں آ کر اس لئے مسلمان ہوتا ہوں کہ لوگ یوں نہ کہیں کہ ہمارا مال لے کر تقاضا کے ڈر سے مسلمان ہو گیا یا بجبر و اکراہ مسلمان کر لیا گیا۔

فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد

یہ غزوہ دراصل اول سے آخر تک اسلام کا کھلا معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ بدر میں فرشتوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ آگے ان آیات میں اسی نصرت کی کسی قدر تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔ غزوہ بدر کے موقع پر نصرت خداوندی کی پوری تفصیل تو سورہ انفال نویں پارہ میں ذکر فرمائی گئی ہے جو ان شاء اللہ اپنے وقت اور موقع پر بیان ہوگی۔

سورہ انفال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی دعا اور استغاثہ پر پہلے حق تعالیٰ نے ایک ہزار ملائکہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا پھر اور زیادہ تقویت قلب کے لئے تین ہزار کا وعدہ فرمایا پھر اس عدد پر بھی زیادتی کا وعدہ ایک خاص شرط کے ساتھ فرمایا گیا اور وہ یہ کہ اگر مقابلہ کے وقت مستقل رہو گے اور متقی بنے رہو گے یعنی کوئی امر خلاف اطاعت نہ کرو گے اور کفار اگر تم پر ایک دم سے بھی آ پہنچیں گے تو جب بھی تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا۔ پانچ ہزار فرشتوں سے جو کہ ایک خاص وضع بنائے ہوں گے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ وضع ملائکہ کی یوم بدر میں سفید عمامے تھے جن کا شملہ کمر پر پڑا تھا۔

فرشتوں کے ذریعہ مدد کا مقصد اور حکمت

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ میں موجود ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ فرشتوں کی امداد محض اس لئے کی کہ تمہارے لئے غلبہ کی بشارت ہو اور تمہارے دلوں کو تسکین ہو۔ تو معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بھیجنے میں درحقیقت ان سے کوئی میدان جنگ فتح کرانا مقصود نہ تھا بلکہ مجاہدین مومنین کی تسلی اور تقویت قلب اور بشارت فتح دینا مقصود تھا۔ اور اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ملائکہ اپنے تصرف کے ذریعہ مومنین کے قلب کو مضبوط کردیں اور ان کے قلوب پریشان نہ ہونے دیں اور یہ بھی صورت ہوسکتی ہے کہ مومنین کو مختلف طریقوں سے یہ واضح کردیں کہ اللہ کے فرشتے ان کی مدد پر کھڑے ہیں۔ کبھی سامنے ظاہر ہو کر کبھی آواز سے کبھی کسی اور طریق سے جیسا کہ میدان بدر میں یہ سب طریقے استعمال کئے گئے جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے اور اسی میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ ملائکہ اللہ نے مسلمانوں کو اپنی نصرت کا یقین دلانے کے لئے کچھ کام ایسے بھی کئے کہ گویا وہ بھی قتال میں شریک ہیں۔ تو دراصل ملائکہ کا کام مسلمانوں کی تسلی اور تقویت قلب تھا۔ ملائکہ کے ذریعہ میدان جنگ فتح کرانا مقصود نہیں تھا اور اس کی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ اس دنیا میں جنگ و جہاد کے فرائض انسانوں پر عائد کئے گئے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو فضائل و درجات حاصل ہوتے ہیں۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ فرشتوں کے لشکر سے ملک فتح کرائے جائیں تو دنیا میں کفر وکافر کا نام ہی نہ رہتا۔ کفار کی حکومت و سلطنت کی تو کیا گنجائش تھی مگر اس کارخانہ قدرت میں اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہی نہیں۔ یہاں تو کفر و ایمان اور طاعت و معصیت دونوں ہی چلتے رہیں گے تاکہ انسانوں کا امتحان ہوتا رہے اور پھر ان کا نکھار اور جزا و سزا حشر کے دن ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ اصحاب بدر اور شہدائے بدر کے صبر وتقویٰ کے طفیل میں ہم کو بھی کسی درجہ میں صبر وتقویٰ کی دولت نصیب فرمادے۔
اے اللہ ہم نے تقویٰ اور صبر کو چھوڑ کر بہت کچھ ذلت ورسوائی دیکھ لی۔
اے اللہ اب اپنے کرم سے ہمارے بھی دن پھیر دے۔ اور اسلام و دین کی سچی محبت ہم کو عطا فرمادے اور اپنے کلمہ اور نام کو بلند کرنے کی توفیق اس ملک اور قوم کو مرحمت فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۲۸

آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اُن پر یا تو متوجہ ہو جاویں اور یا ان کو کوئی سزا دے دیں کیوں کہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں۔

لَيْسَ لَكَ	مِنَ	الْاَمْرِ	شَيْءٌ	اَوْ يَتُوْبَ	عَلَيْهِمْ	اَوْ	يُعَذِّبَهُمْ	فَاِنَّهُمْ	ظٰلِمُوْنَ
نہیں۔ آپ کے لئے	سے	کام (دخل)	کچھ	خواہ توبہ قبول کرے	ان کی	یا	انہیں عذاب دے	کیونکہ وہ	ظالم (جمع)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ

اور اللہ ہی کی مِلک ہے، جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے، وہ جس کو چاہیں بخش دیں اور جس کو

وَلِلّٰهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ ۭ	يَغْفِرُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَيُعَذِّبُ
اور اللہ کے لئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	وہ بخشدے	جس کو	چاہے	اور عذاب دے

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲۹	مَنْ	يَّشَآءُ ۭ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
چاہیں عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت کرنے والے ہیں!	جس	چاہے	اور اللہ	بخشنے والا	مہربان

شانِ نزول:۔ مشرکوں پر بددعا سے ممانعت

ایک روایت یہ ہے جس کو امام احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے کہ آپ صبح کی نماز میں قومہ کے بعد دوسری رکعت میں یہ بددعا کرتے اے اللہ لعنت کر صفوان بن امیہ پر اور لعنت کر سہیل بن عمر پر اور لعنت کر حارث بن ہشام اور چند قریش کے سرداروں کے نام لے کر جنہوں نے مسلمانوں کو شہید کیا تھا بددعا فرماتے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب قبیلہ رعل اور کذوان نے ستر صحابہ کو شہید کر ڈالا جس کو واقعہ بیر معونہ کہتے ہیں جب آپ نے ان قبائل پر بددعا کی تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

الغرض مشرکین کے شدائد و مظالم کو دیکھ کر آپ نے بددعا کا ارادہ کیا یا شروع کر دی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ تو ظاہر ہے کہ اگر چہ آپ بددعاء کرنے میں ہر طرح حق بجانب تھے مگر حق تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ آپ اپنے منصب جلیل کے موافق اس سے بھی بلند مقام پر کھڑے ہوں۔ جتنی بات کا آپ کو حکم ہے۔ مثلاً دعوت' تبلیغ' جہاد وغیرہ وہ انجام دیتے رہیں باقی انکا انجام خدا کے حوالہ کریں۔ اس کی جو حکمت ہوگی وہ کرے گا۔ لعنت اور رحمت' ہدایت و ضلالت' سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے کرے۔ یا تو ان کفار پر توجہ فرمائے اور ان کو توبہ کی توفیق دیدے اور جو لوگ آج آپ کے اور آپ کے دین کے دشمن ہیں وہ کل کو خدا کی قدرت اور مشیت سے آپ کے عاشق جان نثار اور دین اسلام کے محافظ و پاسبان بن جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دیں کہ وہ کفر ہی پر مریں اور جہنم کا ایندھن بنیں۔ لہذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان پر بددعا نہ کریں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان مشرکین میں سے اکثر افراد آئندہ چل کر مشرف باسلام ہوں گے۔ اس لئے یہ آیات نازل ہوئیں اور پھر آپ نے بددعا کرنا چھوڑ دی۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد

ان کو حق تعالیٰ نے آپ کے قدموں پر لا ڈالا اور انہی دشمنوں کو اسلام کا جانباز سپاہی اور آپ کا جاں نثار عاشق بنا دیا۔ جیسے حضرت خالدؓ بن ولید اور صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام جن کا ذکر اوپر بخاری شریف کی حدیث میں آیا یہ تینوں فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے غالباً اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کے حق میں بددعا کرنے سے منع فرما دیا۔ بعض علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے دو انتظام ہیں۔ ایک تشریعی اور ایک تکوینی۔ تشریعی انتظام کا تعلق انبیاء کرام سے ہے۔ اور تکوینی انتظام کا تعلق ملائکہ سے ہے۔ یعنی قضا و قدر کے حکم کے مطابق انتظام ہوتا ہے اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کے انتظام کا تعلق بھی امور تکوینیہ سے تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض فرمایا وہ اسباب شرعیہ ہی کی بناء پر تھا۔ جس کا ذکر پندرہویں اور سولہویں پارہ سورہ کہف میں فرمایا گیا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خاص دشمنان اسلام پر نام بنام بددعا کرنا اسباب شرعیہ کی بنا پر تھا کہ یہ دشمنان اسلام اسی قابل ہیں کہ ان پر بددعا کی جائے مگر چونکہ قضا و قدر میں یہ طے پا چکا تھا کہ ان لوگوں میں سے اکثر مشرف باسلام ہوں گے اس لئے حق تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے حق میں بددعا کرنے سے منع فرمایا۔ یہ تکوینی انتظام تھا۔

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت کاملہ اور علم محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہیں سو کریں۔ اگرچہ یہ کافر اس وقت دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ چاہے ان کو ہدایت اسلام کی دیدے یا چاہے عذاب کرے آپ اپنی طرف سے بددعا نہ کیجئے۔ آگے دوسری آیت میں اسی مضمون کی تاکید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے وہ جس کو چاہیں بخش دیں یعنی اسلام نصیب کردیں جس سے مغفرت ہوتی ہے اور جس کو چاہیں عذاب دیں یعنی اسلام نصیب نہ ہو اور اس وجہ سے عذاب دائمی ہو اور اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے اور بڑے رحمت کرنے والے ہیں اس لئے آپ بددعا میں عجلت نہ کیجئے۔''

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ صبر و تقویٰ کی دولت سے ہم کو بھی نوازیں اور ہم سے اس میں جو کوتاہی اب تک ہوئی ہے اسے اپنی شان غفورالرحیمی سے معاف فرمادیں۔
اے اللہ بیشک تمام زمین و آسمان کا اختیار آپ ہی کو ہے آپ جسے چاہیں ایمان کی دولت دے کر بخش دیں اور جسے نہ چاہیں نہ بخشیں۔
اے اللہ اپنی رحمت و مغفرت ہمارے حق میں مقدر فرمادے۔ اور دین و دنیا دونوں جہان میں اپنی رحمتوں سے ہم کو نواز دے۔ آمین۔
واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ

اے ایمان والو سود مت کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَاْكُلُوْا	الرِّبٰوٓا	اَضْعَافًا	مُّضٰعَفَةً ۠	وَّاتَّقُوا	اللّٰهَ
اے	جوایمان لائے (ایمان والے)	نہ کھاؤ	سود	دوگنا	دوگنا ہوا () چوگنا	اور ڈرو	اللہ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۳۰ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝۱۳۱ وَاَطِيْعُوا

امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔ اور اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے! اورخوشی سے

لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ	وَاتَّقُوا	النَّارَ	الَّتِيْٓ	اُعِدَّتْ	لِلْكٰفِرِيْنَ	وَاَطِيْعُوا
تاکہ تم	فلاح پاؤ	اور ڈرو	آگ	جوکہ	تیار کی گئی	کافروں کے لئے	اور حکم مانو تم

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۳۲ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کہنا مانو اللہ تعالیٰ اور رسول کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے! اور دوڑو طرف مغفرت کے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہو

اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ	وَسَارِعُوْٓا	اِلٰى	مَغْفِرَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ
اللہ	اور رسول	تاکہ تم پر	رحم کیا جائے	اور دوڑو	طرف	بخشش	سے	اپنا رب

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۱۳۳

اورطرف جنت کے جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اورزمین وہ تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کیلئے!

	وَجَنَّةٍ	عَرْضُهَا	السَّمٰوٰتُ	وَالْاَرْضُ ۙ	اُعِدَّتْ	لِلْمُتَّقِيْنَ	
	اور جنت	اس کا عرض	آسمان (جمع)	اور زمین	تیار کی گئی	پرہیزگاروں کے لئے	

سود کی ممانعت

ان آیات میں مسلمانوں کو یٰایھا الذین اٰمنوا کے خطاب سے مخاطب فرما کر چند اہم احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔

(۱) پہلی بات جو ان آیات میں فرمائی گئی ہے وہ یہ کہ سود دگنا چوگنا یا دونے پر دونا مت لو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دگنا چوگنا تو نہ لو اور تھوڑا سود لے لیا کرو۔ بات یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں عربوں میں سود اسی طرح لیا جاتا تھا کہ سود بڑھاتے چلے جاتے تھے اور سینکڑوں کے ہزاروں وصول کرتے۔ اسی صورت کو اضعافا مضعفۃ یعنی چندور چند دونے پر دونا' یا دوگنا چوگنا فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ سود تو مطلقاً حرام اور قبیح ہی ہے اور یہ صورت تو بہت ہی زیادہ شنیع اور قبیح ہے جیسے کوئی کہے کہ میاں مسجد میں گالیاں مت بکو تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ مسجد سے باہر گالیاں بکنے کی اجازت ہے بلکہ مزید برائی اور قباحت کے موقعہ پر ایسے الفاظ بولتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں ہے لاتشتروا بایاتی ثمناً قلیلاً میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آیات قرآنیہ میں تحریف کر کے تھوڑی قیمت لینا تو ناجائز اور حرام ہے اور زیادہ قیمت لینا جائز

ہے۔ یہ اس لئے عرض کیا گیا کہ آج کل بعض ہوا پرست اس آیت سے مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ ممانعت تو دوگنا چوگنا سود لینے کی ہے۔ تو سود قلیل ہو یا کثیر سب حرام ہے۔ دوسری آیت میں مطلقاً بلاکسی قید کے حرام فرما دیا۔ جیسے سورہ بقرہ کی آیت حرم الربوٰا گزر چکی ہے پس جملہ قرآن وسنت کے احکام سے یہی معلوم ہوا کہ یہ صورت دگنا چوگنا لینے کی بھی حرام ہے اور دوسری صورتیں جو اس کے علاوہ ہوں وہ بھی حرام ہیں۔

سود میں سراسر نقصان ہے

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ گو بظاہر سود سے مال بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سود کھانے میں بھلا نہیں بلکہ تمہارا بھلا اس میں ہے کہ اللہ سے ڈر کر سود کھانا چھوڑ دو۔ ورنہ اس کی وعید و سزا بھی سنا دی گئی کہ سود خوار جہنم کے اس طبقہ میں رکھے جائیں گے جو خاص کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

کامیابی اللہ اور رسول کی اطاعت میں ہے

تیسری بات مزید تاکید کے لئے اطیعوا اللہ و الرسول کا حکم دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم بخوشی مانو جس کا نتیجہ لعلکم ترحمون ہوگا۔ یعنی اللہ کی رحمت اور فلاح و کامیابی نصیب ہوگی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا بھی فی الحقیقت اللہ ہی کا حکم ماننا ہے کیونکہ اللہ ہی نے حکم دیا ہے کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانیں اور آپ کی پوری اطاعت کریں۔

مغفرت وجنت کی طرف دوڑو

چوتھی بات یہ بتلائی گئی کہ اللہ کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو یعنی ایسے نیک کام اختیار کرو جس سے پروردگار تمہاری مغفرت کر دیں اور تم کو جنت عنایت فرما دیں۔ اور ایسے نیک کام وہی ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ پھر جنت کی وسعت بیان کی گئی چونکہ انسان کے دماغ میں آسمان اور زمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آسکتی تھی اس لئے سمجھانے کو جنت کے عرض کو اسی سے تشبیہ دی گئی۔

جنت کی وسعت

حضرت سعید بن جبیرؓ وسعت جنت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ساتوں آسمان برابر ایک دوسرے کے جوڑ دیئے جائیں جیسا ایک کپڑا دوسرے کے برابر جوڑ دیا جاتا ہے اور اسی طرح ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دی جائیں تو جنت کی وسعت ان کے برابر ہو گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے برابر جوڑ دی جائیں تو جنت کا عرض یعنی چوڑائی ان کے برابر ہوگی اور جس جنت کا عرض اتنا ہے تو اس کا طول یعنی لمبائی کا حال خدا جانے کیا ہوگا۔ تو ایسی وسیع جنت اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں بھی اس جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں آمین۔

اب آگے متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو ظاہر میں وباطن میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما تا کہ دنیا وآخرت دونوں جہاں میں کامیابی نصیب ہو۔

یا اللہ سود اور قمار اور شراب جیسی حرام چیزوں سے اس ملک کو پاک فرمادے اور تقوی وطہارت کی دولت ہم کو عطا فرمادے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

ایسے لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے

الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	فِي السَّرَّآءِ	وَالضَّرَّآءِ	وَالْكٰظِمِيْنَ	الْغَيْظَ	وَالْعَافِيْنَ
جولوگ	خرچ کرتے ہیں	خوشی میں	اور تکلیف	اور پی جاتے ہیں	غصہ	اور معاف کرتے ہیں

عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

درگذر کرنے والے اوراللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے!اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں

عَنِ	النَّاسِ	وَاللّٰهُ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ	وَالَّذِيْنَ	اِذَا	فَعَلُوْا	فَاحِشَةً
سے	جولوگ	اوراللہ	دوست رکھتا ہے	احسان کرنیوالے	اور وہ لوگ جو	جب	وہ کریں	کوئی بے حیائی

اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ

جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا

اَوْ	ظَلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	ذَكَرُوا اللّٰهَ	فَاسْتَغْفَرُوْا	لِذُنُوْبِهِمْ	وَمَنْ	يَّغْفِرُ
یا	ظلم کریں	اپنے تئیں	وہ اللہ کو یاد کریں	پھر بخشش مانگیں	اپنے گناہوں کے لئے	اور کون	بخشتا ہے

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں!

الذُّنُوْبَ	اِلَّا اللّٰهُ	وَلَمْ	يُصِرُّوْا	عَلٰى	مَا فَعَلُوْا	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ
گناہ	اللہ کے سوا	اور نہ	وہ اڑیں	پر	جوانہوں نے کیا	اور وہ	جانتے ہیں

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی

اُولٰٓئِكَ	جَزَآؤُهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَجَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
یہی لوگ	اُن کی جزا	بخشش	سے	ان کا رب	اور باغات	بہتی ہیں	سے	اس کے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

اُن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنیوالوں کا

	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَنِعْمَ	اَجْرُ	الْعٰمِلِيْنَ	
	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	اور کیسا اچھا	بدلہ	کام کرنے والے	

محسنین کی پہلی صفت انفاق فی سبیل اللہ

یہاں اعلیٰ درجہ کے متقین کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ وہ رنج وراحت امیری غریبی خوشی اور تکلیف تنگدستی اور فراخی ہر حال اور ہر صورت میں اپنی حیثیت کے موافق اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس میں فرائض وواجبات اور نوافل صدقات وخیرات سب آ گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات فراخی ہی کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ تنگدستی اور غریبی میں بھی اپنی حیثیت کے موافق صدقات کرنالازم ہے جب ہی تو یہ اعلیٰ صفت حاصل ہوسکتی ہے۔

دوسری صفت صبر وضبط

دوسری خاص صفت اعلیٰ درجہ کے متقین کی یہ فرمائی کہ وہ غصہ کو پینے والے اور ضبط کرنے والے ہوتے ہیں دیکھئے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ غصہ ہی نہیں آتا کیونکہ ناگوار واقعہ پر دل میں رنج پیدا ہونا اور ناخوشگواری میں غصہ کا آجانا ایک طبعی اور فطری بات ہے۔امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جس کو غصہ کی بات پر غصہ نہ آئے وہ گدھا ہے۔اور جو راضی کرنے پر راضی نہ ہو وہ شیطان ہے۔لیکن کمال اور تقویٰ یہ ہے کہ متقین غصہ کو پی جاتے ہیں۔غصہ سے مغلوب ہوکر غیظ وغضب کا اظہار نہیں کرتے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں اپنے غصہ کو پی لے کہ اس کو پورا کرنے پر قادر ہو تو حق تعالیٰ شانہ اس کو امن اور ایمان سے بھرپور کرتے ہیں یعنی مجبوری کا نام صبر تو ہر جگہ ہوتا ہے کمال یہ ہے کہ قدرت کے باوجود صبر وضبط کرے۔

تیسری صفت عفو ودرگزر

تیسری صفت اعلیٰ درجہ کے متقین کی یہ فرمائی گئی والعافین عن الناس یعنی لوگوں کو معاف کردینے والے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرنے والے ہیں۔کسی انسان کی غلطی اور کوتاہی کو نظرانداز کر دینا یہ متقین کی خوبیوں میں سے بہت بڑی خوبی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاص طور سے بہت ترغیب امت کو دی ہے کہ اپنے مجرم اور قصوروار کو معاف کردیا جائے اور اس سے انتقام نہ لیا جائے۔اس لئے کسی خطاکار کی خطا معاف کرنا ان اخلاق اعلیٰ میں سے ہے جس کی اسلام میں بڑی اہمیت اور بڑی فضیلت ہے

یہاں ایک بات یہ ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ قصوروار کا قصور معاف کرنے کی فضیلت کا تعلق افراد واشخاص اور ان کے ذاتی اور نجی حقوق ومعاملات سے ہے لیکن جو جرائم اللہ تعالیٰ کے جرائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سزا مقرر ہے اس سزا کے معاف کر دینے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں سب سے رحمدل اور سب سے زیادہ لوگوں کے قصوروں کو معاف فرمانے والے تھے آپ کا طرز عمل بھی یہی تھا کہ اپنا قصور کرنے والوں کو معاف فرمادیتے تھے۔لیکن اللہ کی حدود کو توڑنے والوں کو اللہ کے حکم کے مطابق ضرور سزا دیتے تھے۔

متقین کی صفات

دوسری آیات میں متقین کی تعریف میں یہ نہیں فرمایا کہ ان سے کوئی گناہ ہی سرزد نہیں ہوتا یا ان سے کبھی کوئی برائی ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ بمقتضائے بشریت جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے یا کوئی غلطی کر گزرتے ہیں تو خدا کی عظمت وجلال۔اس کی پکڑ اور اس کے عذاب اس کے حقوق واحکام اس کی عدالت کی پیشی اور وعدہ وعید کو دل سے یاد کر کے زبان سے بھی اس کی یاد شروع کر دیتے ہیں اور خوف زدہ اور مضطرب ہوکر اپنے رب کو پکارنے لگتے ہیں اس کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں پھر جو شرعی طریقہ گناہوں کے معاف کرانے کا ہے اس کے موافق بخشش اور معافی طلب کرتے ہیں۔مثلاً اگر حقوق العباد سے متعلق کوئی گناہ ہوا تو اہل

حقوق کے حقوق ادا کئے یا ان سے معاف کرائے اور پھر خدا کے سامنے بھی توبہ واستغفار کیا۔ یا اگر حقوق اللہ سے متعلق گناہ ہوا مثلاً فرض نماز نہیں پڑھی یا فرض روزہ نہیں رکھا تو اس کی قضا ادا کی گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کے لئے ایسا نہ کرنے کا عزم لے کر اس کے حضور میں حاضر ہوگئے۔ تو حق تعالیٰ ایسے بندوں کی سچی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ ان تائبین کے گناہ معاف فرما کر اپنی جنت میں داخل فرمادیں گے۔ اور توبہ یا جو دوسرے نیک عمل کئے ہوں گے ان کا بہترین اجر و معاوضہ عطا فرمائیں گے۔ تو ایسے لوگ بھی دوسرے درجہ کے متقین ہیں جن کے لئے آخرت میں جنت تیار کی ہوئی موجود ہے۔

دوسری یہ کہ وہ اپنے کئے پر اڑتے نہیں۔ اس غلطی یا گناہ پر اصرار نہیں کرتے جونہی غلطی کا احساس ہوا یا اس کا علم ہوا فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لیتے ہیں اور اس سے باز آجاتے ہیں۔ اور یہی سچی توبہ کی بڑی شرط ہے کیونکہ کسی گناہ کو برابر دیدہ و دانستہ کرتے بھی رہنا اور اس سے توبہ کرنا یہ توبہ کی شرائط کے خلاف ہے اور وہ سچی توبہ نہیں بلکہ وہ تو توبہ کا مذاق کرنا ہے۔ گناہوں پر اصرار یعنی یہ معلوم ہو کر کہ یہ کام گناہ ہے پھر بھی اس کو کرتے رہنا یہ بڑی خطرناک بات ہے اور مومن کی شان کے خلاف ہے۔ مومن کی شان تو یہی ہے کہ جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی۔

مغفرت اور جنت کی بشارت

اور تیسری آیت میں ان گناہ گار بندوں کے لئے مغفرت اور جنت کی بشارت ہے۔ جنہوں نے معصیت کو عادت اور پیشہ نہیں بنایا ہے بلکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب ان سے کوئی چھوٹا بڑا گناہ ہو جاتا ہے تو وہ اس پر نادم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مغفرت اور معافی کے طالب ہوتے ہیں۔

دُعا کیجئے: متقین کی جن صفات کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم میں بھی یہ صفات پیدا فرما دیں۔ ہم کو بھی اپنے گناہوں اور خطاؤں پر سچی توبہ کی توفیق عطا فرمادیں۔ اے اللہ توبہ کی توفیق عطا فرما کر اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرمالے آئندہ ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کا عزم نصیب فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

بالتحقیق تم سے قبل مختلف طریقے گزر چکے ہیں توتم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ آخر انجام

قَدْ خَلَتْ	مِنْ قَبْلِكُمْ	سُنَنٌ	فَسِيْرُوْا	فِي الْاَرْضِ	فَانْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ
گزر چکی	تم سے پہلے	واقعات	تو چلو پھرو	زمین میں	پھر دیکھو	کیسا	ہوا

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٣٧﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ

تکذیب کرنے والوں کا کیسا ہوا! یہ بیان کافی ہے تمام لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے

عَاقِبَةُ	الْمُكَذِّبِيْنَ	هٰذَا	بَيَانٌ	لِّلنَّاسِ	وَهُدًى	وَّمَوْعِظَةٌ
انجام	جھٹلانے والے	یہ	بیان	لوگوں کے لئے	اور ہدایت	اور نصیحت

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ

خاص خدا سے ڈرنے والوں کیلئے۔ اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم

لِّلْمُتَّقِيْنَ	وَلَا تَهِنُوْا	وَلَا تَحْزَنُوْا	وَاَنْتُمُ	الْاَعْلَوْنَ	اِنْ كُنْتُمْ
پرہیزگاروں کے لئے	اور سست نہ پڑو	اور غم نہ کھاؤ	اور تم	غالب	اگر تم ہو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ

پورے مومن رہے اگر تم کو زخم پہنچا تو اس قوم کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے

مُّؤْمِنِيْنَ	اِنْ	يَّمْسَسْكُمْ	قَرْحٌ	فَقَدْ	مَسَّ	الْقَوْمَ	قَرْحٌ	مِّثْلُهٗ
ایمان والے	اگر	تمہیں پہنچا	زخم	تو البتہ	پہنچا	قوم	زخم	اس جیسا

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ

اور ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں اور تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لیویں اور تم میں سے بعضوں کو

وَتِلْكَ	الْاَيَّامُ	نُدَاوِلُهَا	بَيْنَ النَّاسِ	وَلِيَعْلَمَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَيَتَّخِذَ
اور یہ	ایام	ہم باری باری بدلتے ہیں انکو	لوگوں کے درمیان	اور تا کہ معلوم کر لے	اللہ	جو لوگ	ایمان لائے	اور بنائے

مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

شہید بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔ ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں اور تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو

مِنْكُمْ	شُهَدَآءَ	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	الظّٰلِمِيْنَ	وَلِيُمَحِّصَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
تم سے	شہید (جمع)	اور اللہ	دوست نہیں رکھتا	ظالم (جمع)	اور تا کہ پاک صاف کر دے	اللہ	جو لوگ ایمان لائے

	الْكٰفِرِيْنَ	وَيَمْحَقَ	وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾	
	کافر (جمع)	اور مٹا دے	اور مٹا دیوے کافروں کو۔	

احد کے حالات کے تناظر میں مسلمانوں کو تسلی

یہاں ان آیات میں ایک قانون الٰہی اور عادت اللہ یہ بیان کی گئی کہ گذشتہ قوموں اور ملتوں میں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی عداوت اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی اور خدا اور رسول کی اطاعت سے منہ پھیر کر ظلم وعصیان پر اصرار کرتے رہے ان کا انجام اس دنیا ہی میں بالآخر ہلاکت اور بربادی ہوا۔ اور اس امر کا یقین دلانے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ دنیا میں چل پھر کر دیکھ لو کہ برباد شدہ قوموں کے آثار۔ اجڑی ہوئی آبادی کے کھنڈر۔ اور سر بفلک محلوں کی شکستہ دیواریں زبان حال سے اپنا افسانۂ غم وعبرت سنا رہی ہیں۔ تو اس مضمون میں غور کرنے سے معرکۂ احد کے دونوں فریقوں کو سبق لینا چاہیے۔ یعنی کفار و مشرکین جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں حق کو کچلنے کے لئے نکلے وہ اپنی اس جنگ احد میں تھوڑی سی عارضی کامیابی اور جیت پر مغرور نہ ہوں کہ ان کا آخری انجام بجز ہلاکت وبربادی کے کچھ نہیں اور مسلمان کفار کی سختیوں وحشیانہ دراز دستیوں یا اپنی ہنگامی پسپائی سے مایوس نہ ہوں کہ آخر حق غالب اور منصور ہو کر رہے گا۔ چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ یہ سنت اللہ پوری ہوئی اور سرزمین عرب سے مشرکین و کفار کا پوری طرح ہمیشہ کے لئے استیصال ہو گیا۔

تو ایک طرح کی تسلی انجام کی کامیابی بتلا کر مسلمانوں کو دی گئی مزید تسلی وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ میں اس طرح دی گئی کہ جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور ہو رہے تھے ان کے بڑے بڑے جانباز بہادروں کی لاشیں ان کے سامنے ناک کان کٹی ہوئی پڑی تھیں۔ ان کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اشقیاء نے زخمی اور مجروح کر دیا تھا۔ اور ظاہری طور پر مسلمانوں کی کمزوری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام امید وتسلی نازل فرمایا کہ اے مسلمانو! سختیوں سے گھبرا کر تم ناامید اور پست ہمت مت ہو جانا۔ دشمنان دین کے مقابلہ میں کمزوری نہ دکھلانا۔ آخری فتح وکامیابی تمہاری ہی ہے اور انجام کار تم ہی غالب رہو گے۔ بشرطیکہ ایمان ویقین پر قائم رہے۔ اللہ کے وعدوں پر پورا بھروسہ رکھتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹانا۔ چنانچہ اس خدائی آواز نے مسلمانوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا۔ مجاہدین کے پژمردہ جسموں میں حیاۃ تازہ پیدا کر دی اور ان کے ارادوں میں ہمت واستقلال پیدا ہو گیا اور پھر اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کی شرط کو خاطر خواہ بجالانے پر دنیا نے دیکھ لیا کہ سرزمین عرب میں اہل اسلام کو کفار پر کیسا غلبہ نصیب ہوا۔

غلبہ کی شرط

اس آیت سے ایک نہایت پرحکمت بات امت مسلمہ کے لئے یہ نکلتی ہے کہ مسلمانوں کو دشمنان حق اور اعدائے دین پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے سب سے ضروری اور اہم شرط ایمان کی ہے۔ مسلمانوں کی تعداد خواہ قلیل ہو۔ سامان جنگ تھوڑا ہی ہو۔ ظاہری اور مادی اسباب پوری طرح موافقت میں نہ ہوں۔ تب بھی وہ اللہ کی مدد سے کفار پر غالب آ سکتے ہیں بشرطیکہ ان کا ایمان مضبوط اور مستحکم ہو۔ اللہ کی قدرت پر بھروسہ اور یقین ہو اور ہر امر میں اللہ اور رسول کی اطاعت پیش نظر ہو اور اللہ کا کلمہ اور دین بلند کرنے کے لئے جہاد کے لئے کھڑے ہوں یہ قرآنی وعدہ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے تھا۔ اسی طرح قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔

کافروں کا بھی نقصان ہوا ہے

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ اگر تم کو احد میں زخم وصدمہ پہنچا ہے تو اس قوم کو بھی جو کہ تمہارے مقابل تھی یعنی کفار ایسا ہی زخم اور صدمہ پہنچ چکا ہے۔ یعنی اس میں شک نہیں کہ احد میں تمہارے ۷۰ آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے لیکن ایک سال پہلے جنگ بدر میں کافروں کے بھی ۷۰ بڑے بڑے سردار قتل ہو چکے

تھے اور بیشتر زخمی ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ خود احد کی لڑائی میں پہلے پہل کافروں کے بہت سی آدمی قتل اور زخمی ہو گئے تھے پھر جنگ بدر میں ان کے ۷۰ آدمی قید ہوئے تھے۔ اور انہوں نے سخت ذلت اٹھائی تھی۔ جب کہ تمہارے ایک فرد کو بھی یہ قید کی ذلت بدر میں دیکھنی نہیں پڑی۔ بہرحال اگر تم اپنے اور ان کے نقصان کا موازنہ کرو تو غم وافسوس کا کوئی موقع نہیں۔

گردش ایام

ایک مضمون تسلی تو یہ ہوا آگے ارشاد ہوتا ہے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ اور ہمارا معمول ہے کہ ہم ان ایام کو یعنی غالب ومغلوب ہونے کے زمانہ کو۔ سختی نرمی یا دکھ سکھ اور تکلیف وراحت کے دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں۔ جس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں پھر جب کافروں نے دکھ ورنج اٹھا کر کفر کی حمایت نہیں چھوڑی تو صاحب ایمان حق کی حمایت میں کیوں کر ہمت ہار سکتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اس تداول یعنی لوگوں اور قوموں کے درمیان زمانہ کے الٹ پھیر اور ادل بدل میں نہ معلوم قدرت کے کتنے راز اور مصالح ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک بڑی حکمت یہی ہے کہ اس عالم میں مکلف کا ابتلا اور امتحان باقی رہے اگر ہمیشہ اہل ایمان ہی غالب رہتے تو پھر ایمان لانا کچھ بھی کمال اور مبنی بر بصیرت نہ ہوتا اور اس کے خلاف میں بھی ضعفا فتنہ شدیدہ میں پڑ جاتے۔

تو ایک حکمت واقعہ احد کے سلسلہ میں لوگوں کے درمیان زمانہ کے ادلتے بدلتے رہنے کی بیان فرمائی گئی۔

آزمائش

دوسری حکمت آگے بیان ہوئی اور وہ یہ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ظاہری طور پر بھی جان لیویں یعنی سچے ایمان والوں کو منافقوں سے الگ کر دے دونوں کا رنگ صاف صاف جدا نظر آنے لگے کیونکہ مصیبت کے وقت مخلص اور منافق کا امتحان ہو جاتا ہے

مومن تو مصیبت اور تکلیف کے دنوں میں بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے صبر واستقلال سے کام لیتا ہے ایمان اور یقین پر ثابت قدم رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امداد اور نصرت کا طلبگار رہتا ہے اس کے برعکس کافر اور منافق تکلیف اور دکھ کے زمانہ میں سخت پریشان ہو جاتے ہیں۔

رفع درجات

آگے تیسری حکمت ارشاد ہوتی ہے۔ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا۔ یعنی اللہ کی راہ میں مسلمانوں کو شہادت کا بلند مقام عطا کرنا تھا۔ بقیہ حکمتیں آگے آتی ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر ارشاد ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ظلم یعنی کفر وشرک کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے پس اس کا احتمال نہ کیا جاوے کہ شاید ان کو محبوب ہونے کی وجہ سے غالب فرما دیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

تصفیہ وتزکیہ

اس کے بعد چوتھی حکمت ارشاد ہوتی ہے وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تا کہ ایمان والوں کو گناہوں کے میل کچیل سے صاف کر دے کیونکہ مصیبت سے اخلاق واعمال کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ ایمان والوں کے اگر گناہ ہوں تو دور ہو جائیں ورنہ ان کے درجات بڑھیں۔

مہلت دشمن

پانچویں حکمت ارشاد ہوتی ہے وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ اور مٹا دیوے کافروں کو اور یہ دو طور پر ہے کہ غالب آنے سے کافروں کی جرأت بڑھے گی پھر مقابلہ میں آویں گے اور ہلاک ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے قہر خداوندی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوں گے۔ کیونکہ ہمیشہ سے حق کی یہ تاثیر ہے کہ جہاں کہیں اس کی جماعت کا خون بہا ہے وہ ایک نیا رنگ لایا۔ غیرت الٰہی جوش میں آتی ہے پھر غیب سے وہ مار پڑتی ہے کہ اعداء کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی کامل اطاعت کی توفیق عطاء فرما۔ آمین

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ 29

ہاں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو

اَمْ حَسِبْتُمْ	اَنْ	تَدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	وَ لَمَّا	يَعْلَمِ اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	جٰهَدُوْا	مِنْكُمْ
کیا تم سمجھتے ہو	کہ	تم داخل ہو گے	جنت	اور ابھی نہیں	اللہ نے معلوم کیا	جو لوگ	جہاد کرنے والے	تم میں سے

وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ

اور نہ اُن کو دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں۔ اور تم تو مرنے کی تمنا کر رہے تھے موت کے سامنے آنے کے

وَ يَعْلَمَ	الصّٰبِرِيْنَ	وَلَقَدْ	كُنْتُمْ	تَمَنَّوْنَ	الْمَوْتَ	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تَلْقَوْهُ	فَقَدْ
اور معلوم کیا	صبر کرنے والے	اور البتہ	تم	تمنا کرتے تھے	موت	سے	قبل	کہ	تم اس سے ملو	تو

رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾	رَاَيْتُمُوْهُ	وَ اَنْتُمْ	تَنْظُرُوْنَ	
پہلے سے سو اس کو تو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا۔	اب تم نے اسے دیکھ لیا	اور تم	دیکھتے ہو	

مؤمنین مخلصین سے ایک شکایت

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت کے جن اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر پہنچانا چاہتا ہے تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بس یونہی آرام سے وہاں پہنچ جاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان اور آزمائش لے کر یہ نہ دیکھیں گے کہ تم میں کتنے اس کی راہ میں لڑنے والے۔ ثابت قدم رہنے والے ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور برداشت کرنے والے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کرنے والے ہیں؟ کیا محض مسلمان ہونے کی بناء پر بدون مشقت اٹھائے اور بدون مجاہدہ عظیم کے اور بغیر ریاضت تاسے کے جنت میں جا داخل ہو گے؟ اور صبر و جہاد اور مشقت کی کسوٹی پر نہ کسے جاؤ گے۔ چنانچہ یہاں پہلی آیت میں یہی ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ "ہاں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں خصوصیت کے ساتھ جا داخل ہو گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے خوب جہاد کیا ہو اور نہ ان کو دیکھا جو جہاد میں ثابت قدم رہنے والے ہوں۔"

یہاں آیت میں خصوصیت کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اول ہی چلا جائے اور درجات عالیہ پر بھی پہنچ جائے سو یہ بدون مجاہدہ اور مشقت اور ریاضت کے نہیں ہوتا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ چادر مبارک کی ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ اور ہم لوگوں پر دن رات مشرکین کی جانب سے ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ پاک سے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ یعنی اس بات کی دعا کہ ہم پر سے مصائب ختم ہو جائیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنبھل کر بیٹھے اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا "تم سے پہلے گذشتہ زمانہ میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ لوہے کے کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ ڈالا گیا۔ سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے

کچھ نہ چھوڑا گیا۔ایسی سختیوں نے بھی ان کو ان کے دین سے نہ روکا اور ضرور بالضرور اللہ پاک اپنے اس دین کو پورا کر کے رہے گا تم لوگ دیکھ لو گے کہ ایک اکیلا سوار صنعاء یمن سے حضر موت تک سفر کرے گا اور سوائے اللہ عزوجل کے کسی سے ڈر اور خوف و ہراس اس کے دل میں نہ ہوگا۔لیکن تم لوگ ہر کام میں جلدی چاہتے ہو۔''

مومنین مخلصین کے لئے ایک نصیحت

تم خود یہ پہلے سے تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم کو بھی جنگ بدر کی طرح کوئی موقعہ ملے کہ اصحاب بدر کی طرح اللہ کی راہ میں مقتول اور شہید ہوں اور تم ہی نے شوق شہادت میں جنگ احد کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر کفار سے لڑنا چاہیے۔پس جب یہ موقع سامنے آیا تو پھر کیوں گھبرا گئے اور کمزوری کیوں دکھائی اور وہ تمنا کہاں بھول گئے ۔ یہ اشارہ ہے بنی سلمہ اور بنی حارثہ قبائل کے لوگوں کی طرف کہ جن میں غزوہ احد سے منافقین کے لوٹ جانے پر ان کے دلوں میں بھی کچھ کمزوری پیدا ہوئی تھی اور وسوسہ واپسی کا ہونے لگا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا چنانچہ یہاں دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ''اور تم تو شہید ہو کر مرنے کی بڑی تمنا کر رہے تھے۔موت کے سامنے آنے کے پہلے سے سو تمنا کے بعد اس کے سامان کو تو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا یعنی تمہاری تمنائے شہادت تمہارے سامنے آگئی اور تمہارا مطلوب تمہیں مل گیا تو اس سے بھاگنا اور کمزوری دکھانا نہ چاہیے تھا۔''

یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار نہیں فرمایا کہ تمنائے شہادت کیوں کی تھی بلکہ اس پر انکار فرمایا کہ تم سے اس تمنا کے خلاف افعال کیوں صادر ہوئے ۔تو معلوم ہوا کہ موت کی تمنا مطلق مذموم نہیں بلکہ جب وہ سعادت اخرویہ کے اشتیاق میں ہو جس کی توقع شہادت میں ہوتی ہے تو یہ جائز اور محمود ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم ضعیف الایمان ہیں۔ہم کسی امتحان و آزمائش کی طاقت نہیں رکھتے۔ہمارے ساتھ اپنے کرم و رحم کا معاملہ فرمایئے اور ایسی سختیوں میں ہم کو نہ ڈالئے کہ جس کو ہم برداشت نہ کر سکیں۔

یا اللہ صحابہ کرامؓ کے ایمان و اسلام کے طفیل میں جنہوں نے کہ دین کے لئے ہر سختی کو برداشت کیا ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرمایئے اور کفار و مشرکین سے جہاد اور مقابلہ کی ہمت و طاقت عطا فرمایئے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کا کفار سے مقابلہ ہے۔اہل اسلام کو غلبہ عطا فرما اور دشمنان دین کو پست اور ذلیل فرما۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ

اور محمد ایک رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہوجاوے

وَمَا	مُحَمَّدٌ	اِلَّا	رَسُوْلٌ	قَدْ خَلَتْ	مِنْ قَبْلِهِ	الرُّسُلُ	اَفَا۟ىِٕنْ	مَّاتَ
اور نہیں	محمد	مگر(تو)	ایک رسول	البتہ گزرے	ان سے پہلے	رسول(جمع)	کیا پھر اگر	وہ وفات پالیں

اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ

یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص اُلٹا پھر بھی جاوے گا تو خداتعالیٰ کا کوئی نقصان

اَوْ	قُتِلَ	انْقَلَبْتُمْ	عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ	وَ	مَنْ	يَّنْقَلِبْ	عَلٰى عَقِبَيْهِ	فَلَنْ يَّضُرَّ
یا	قتل ہوجائیں	تم پھر جاؤگے	اپنی ایڑیوں پر	اور	جو	پھر جائے	اپنی ایڑیوں پر	تو ہرگز نہ بگاڑے گا

اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا

نہ کرے گا اور خداتعالیٰ جلدی ہی جزا دے گا حق شناس لوگوں کو اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بغیر حکم خدا کے

اللّٰهَ	شَيْـًٔا	وَ	سَيَجْزِي	اللّٰهُ	الشّٰكِرِيْنَ	وَمَا كَانَ	لِنَفْسٍ	اَنْ	تَمُوْتَ	اِلَّا
اللہ	کچھ بھی	اور	جلد جزا دے گا	اللہ	شکر کرنے والے	اور نہیں	کسی شخص کے لئے	کہ	وہ مرے	بغیر

بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ

اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے اور جو شخص دنیوی ثواب چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا کا حصہ دے دیتے ہیں اور جو شخص

بِاِذْنِ	اللّٰهِ	كِتٰبًا	مُّؤَجَّلًا	وَمَنْ	يُّرِدْ	ثَوَابَ	الدُّنْيَا	نُؤْتِهٖ	مِنْهَا	وَمَنْ
حکم سے	اللہ	لکھا ہوا	مقررہ وقت	اور جو	چاہے گا	انعام	دنیا	ہم دیں گے اسکو	اس سے	اور جو

يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۵

اُخروی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اس کو آخرت کا حصہ دیں گے اور بہت جلد عوض دیں گے حق شناسوں کو

يُّرِدْ	ثَوَابَ	الْاٰخِرَةِ	نُؤْتِهٖ	مِنْهَا	وَسَنَجْزِي	الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۵	
چاہے گا	بدلہ	آخرت	ہم دیں گے اسکو	اس سے	اور ہم جلد جزا دیں گے	حق شناسوں کو	

شانِ نزول

شوال ۳ھ میں جب غزوہ احد درپیش ہوا تو احد کے میدان میں جب افراتفری پھیلی اور مسلمان بکھر گئے تو ایک مشرک نے ایک بھاری پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکا جس سے چہرہ انور زخمی ہوا اور ایک دندان مبارک شہید ہوا زخم کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے۔ کسی کافر نے یہ آواز لگادی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کردیئے گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کے ہوش وحواس اڑ گئے اور پاؤں اکھڑ گئے اور بعض مسلمان ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ

رہے۔ بعض منافقین بولے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے تو ہمیں اپنا پہلا دین اختیار کر لینا چاہیے۔ بعض نے کہا کہ اگر نبی ہوتے تو قتل کیوں ہوتے۔ بعض نے کہا کہ جب حضور ہی نہ رہے تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ غرضیکہ افراتفری کا ایک عالم تھا کہ اسی اثناء میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضعف سے کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے آواز دی۔ الی عباد الله . انا رسول الله اللہ کے بندو ادھر آؤ میں رسول اللہ ہوں۔ سب سے اول آپ کو حضرت کعب بن مالکؓ نے دیکھ کر پہچانا اور مسلمانوں کو للکار کر آواز دی۔ اے مسلمانو! بشارت حاصل کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں موجود ہیں۔ آواز کا سننا تھا کہ تمام صحابہ سمٹ کر آپ کے قریب ہو گئے۔ اور مدافعت کی اور مشرکین کی فوج کو منتشر کیا۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

انبیاء علیہم السلام کا مقام:

اس آیت میں اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ظاہر کی گئی۔ پہلی قوموں نے اپنے ہادی مصلح اور رسولوں کو یا تو خدا بنا دیا۔ یا اس کا بیٹا۔ یا انہیں انسانیت سے بلند اور جدا سمجھ بیٹھے۔ اسلام نے اپنے کلمہ شہادت میں "رسول" کا صحیح مقام عبدہ و رسولہ (اللہ کا بندہ اور رسول) کہہ کر متعین کیا اور یہی اس آیت میں اظہار فرمایا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو بتلایا جا رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایک رسول ہی تو ہیں جن کا کام لوگوں کو خدا کے احکام پہنچانا اور لوگوں کو خدا کا مطیع بنانا ہے۔ آپ خود تو معبود نہیں کہ آپ کی وفات سے دین ہی ختم ہو جائے اور آپ رسول بھی کچھ نئے نہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں جن کے بعد ان کے متبعین نے دین کو سنبھالا اور جان مال فدا کر کے دین کو قائم رکھا۔ آپ کا اس دنیا سے گزرنا بھی کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ اس وقت نہ سہی اگر کسی وقت آپ کی وفات ہو گئی یا بالفرض آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا اے مسلمانو تم دین کی خدمت اور حفاظت سے الٹے پیر پھر جاؤ گے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دو گے۔ جیسے اس وقت محض خبر قتل سن کر بہت سے لوگ حوصلہ چھوڑ کر بیٹھنے لگے تھے۔ یا منافقین کے مشورہ کے موافق۔ العیاذ باللہ سرے سے دین کو خیرباد کہہ دو گے۔ تم سے ایسی امید ہرگز نہیں اور یاد رکھو اگر کسی نے ایسا کیا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ خدا کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ وہ تمہاری مدد کا محتاج نہیں۔ بلکہ تم شکر کرو اگر اس نے اپنے دین کی خدمت میں تم کو لگا لیا اور اصل شکر یہی ہے کہ بیش از بیش دین میں مضبوط اور ثابت قدم رہو۔

موت کا وقت مقرر ہے

دوسری آیت میں بھی حوادث اور مصائب کے وقت ثابت قدم رہنے کی تعلیم دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ موت ہر ایک کی مقدر ہے لہٰذا اسباب موت کے جمع ہونے سے جہاد و قتال میں کوئی کمزوری اور پستی نہ آنی چاہیے اور نہ مایوس اور بددل ہو کر بیٹھ رہنا چاہیے۔

اصلاح نیت

دوسری تعلیم یہاں یہ دی گئی کہ نیت تمام اعمال میں ثواب آخرت کی ہونی چاہیے۔ مفسرین نے لکھا ہے

وَمَنۡ یُّرِدۡ ثَوَابَ الۡاٰخِرَۃِ نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا ؕ وَسَنَجۡزِی الشّٰکِرِیۡنَ میں اشارہ ہے اس طرف کہ مال غنیمت جمع کرنے کی فکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ جگہ کو چھوڑ بیٹھنے میں ان سے غلطی ہوئی۔ اور ان کے اس عمل کو دنیا طلبی سے تعبیر فرمایا گیا۔ مگر یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے مال غنیمت جمع کرنا بھی نری دنیا طلبی نہیں جو شرعاً مذموم ہو بلکہ مال غنیمت جمع کر کے محفوظ کرنا اور پھر اس کو اس کے مصرف میں صرف کرنا یہ بھی ایک جزو جہاد ہے اور عبادت ہی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ بڑوں کی تھوڑی لغزش بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ ان کی اس خطا کو بڑا سخت جرم قرار دے کر عتاب و خطاب کیا گیا ہے کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ایک ایسی پاک باز جماعت بنانا چاہتے تھے جو دنیا کے لئے نمونہ عمل بنے اس لئے ان کی ادنیٰ لغزش بھی سخت قرار دی گئی اور صحابہ کرام کے معیار اخلاق کو بلند سے بلند کرنے کے لئے ان کے اس عمل کو بھی ارادہ دنیا سے تعبیر کر دیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

دعاء کیجئے: اے اللہ! ہم کو اسلام کی سچی محبت نصیب فرما اور اس دین پر مضبوطی سے جمے رہنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا

اور بہت سے نبی ہوچکے ہیں جن کے ساتھ ہوکر اکثر اللہ والے لڑے ہیں سو نہ ہمت ہاری انہوں نے

وَكَاَيِّنْ	مِّنْ نَّبِيٍّ	قٰتَلَ	مَعَهٗ	رِبِّيُّوْنَ	كَثِيْرٌ	فَمَا	وَهَنُوْا
اور بہت سے	نبی	لڑے	ان کے ساتھ	اللہ والے	بہت	پس نہ	سست پڑے

لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ

اُن مصائب کی وجہ سے جو اُن پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ اُن کا زور گھٹا اور نہ وہ دبے اور اللہ تعالیٰ

لِمَا	اَصَابَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَمَا	ضَعُفُوْا	وَمَا اسْتَكَانُوْا	وَاللّٰهُ
سبب، جو	اُنہیں پہنچے	میں	اللہ کی راہ	اور نہ	انہوں نے کمزوری کی	اور نہ دب گئے	اور اللہ

يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا

کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے۔اور اُن کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار

يُحِبُّ	الصّٰبِرِيْنَ	وَمَا كَانَ	قَوْلَهُمْ	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوْا	رَبَّنَا
دوست رکھتا ہے	صبر کرنے والے	اور نہ تھا	اُن کا کہنا	سوائے	کہ	انہوں نے دُعا کی	اے ہمارے رب

اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش دیجئے اور ہم کو ثابت قدم رکھئے

اغْفِرْلَنَا	ذُنُوْبَنَا	وَاِسْرَافَنَا	فِيْٓ اَمْرِنَا	وَثَبِّتْ	اَقْدَامَنَا
بخش دے ہم کو	ہمارے گناہ	اور ہماری زیادتی	ہمارے کام میں	اور ثابت رکھ	ہمارے قدم

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ

اور ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔سو اُن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی

وَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ	فَاٰتٰىهُمُ	اللّٰهُ	ثَوَابَ
اور ہماری مدد فرما	پر	قوم	کافر (جمع)	تو انہیں دیا	اللہ	انعام

الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

بدلہ دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیا۔اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکو کاروں سے محبت ہے۔

الدُّنْيَا	وَحُسْنَ	ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ	وَاللّٰهُ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ
دنیا	اور اچھا	انعام آخرت	اور اللہ	دوست رکھتا ہے	احسان کرنے والے

حق و باطل کی کشمکش ہر دور میں رہی ہے

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دشمنان دین سے جنگ و جہاد کا کوئی نیا مطالبہ نہیں۔ اور نہ تمہاری اعانت دین کوئی نئی بات ہے۔ بلکہ پہلے زمانہ میں بھی انبیائے سابقین کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں اور حق پرستوں نے کافروں سے جنگ و جہاد اور قتل و قتال کیا اور امت کے سامنے ان کے نبی شہید بھی ہوئے لیکن وہ لوگ ثابت قدم رہے اور خوف زدہ اور سست نہیں ہوئے بلکہ جو مصائب بھی اللہ کی راہ میں ان پر پڑے ان سے نہ وہ گھبرائے اور نہ دب کر کمزور پڑے تو امت مسلمہ کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اور تم تو خیر الامم ہو تم کو تو ان سے بڑھ کر صبر و استقامت کا ثبوت دینا چاہیے۔

سابقہ امتوں کے صالحین مجاہدین کی دعا

یہاں پچھلی امتوں کے حق پرستوں اور اللہ والوں کا حال یاد دلا کر امت مسلمہ کو تاکید منظور ہے کہ دیکھو وہ کیسے مستقل مزاج رہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کس طرح دعا کی۔

یہاں سابق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جہاد میں شریک اللہ والوں کی دعا جو نقل فرمائی گئی اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چار درخواستیں ہیں۔

(۱) اول یہ کہ ہمارے پچھلے گناہ اور قصور معاف فرما دیجئے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس عمل جہاد میں ہم سے جو کوتاہی ہو گئی ہو اس کو معاف فرما دیجئے۔

(۳) تیسرے یہ کہ ہمیں ثابت قدمی پر قائم رکھئے۔

(۴) چوتھے یہ کہ ہماری مدد فرمایئے اور ہمیں دشمنوں پر غالب فرمایئے۔

اس دعا کو نقل فرمانے سے امت مسلمہ کو یہ تعلیم دینی مقصود ہے کہ ایسے موقع یعنی کفار سے مقابلہ اور جنگ و جہاد کے وقت تمہیں بھی اسی طرح دعا کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔

یہاں اس دعا میں سب سے پہلے اپنے پچھلے گناہوں کی معافی کی درخواست کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان کو جو رنج و غم یا کوئی تکلیف پیش آتی ہے وہ اکثر اس کے سابقہ گناہوں کا اثر ہوتا ہے جس کا علاج استغفار اور توبہ ہے۔

پھر اس دعا میں یہ بھی اشارۃً جتلا دیا گیا کہ حقیقت شناس مومن کا کام یہ ہے کہ وہ کتنا ہی بڑا نیک کام اور کتنی ہی جد و جہد اللہ کی راہ میں کر رہا ہو اس کو یہ حق نہیں کہ اپنے عمل پر ناز و فخر کرے کیونکہ در حقیقت اس کا عمل بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے اس کی تائید اور توفیق کے بغیر نیک عمل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

پھر اس کے علاوہ جو نیک عمل انسان کرتا ہے وہ کتنا ہی اعلیٰ اور صحیح اور درست کر کے کرے لیکن حق تعالیٰ کی شان عالی کے مطابق کر لینا اس کے بس میں نہیں اس کے ادائے حق میں کوتاہی ناگزیر ہے اس لئے حالت عمل میں بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ پھر یہ بھی کسی کو اطمینان نہیں ہو سکتا کہ جو نیک عمل وہ اس وقت کر رہا ہے آئندہ بھی اس سے ہوتا رہے گا۔ اس لئے موجودہ عمل میں کوتاہی پر ندامت اور آئندہ کے لئے اس پر قائم رہنے کی توفیق کی دعا بھی مومن کا وظیفہ ہونا چاہیے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی مضبوطی کے ساتھ دین اسلام پر جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
یا اللہ دشمنان دین کے مقابلہ میں ہماری ہمتوں کو بلند فرما اور ان سے جہاد فی سبیل اللہ کا عزم عطا فرما۔
اے اللہ ہمیں قرآنی ہدایات کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرما۔
اے اللہ ہم سے جواب تک ظاہری و باطنی چھوٹے و بڑے صغیرہ و کبیرہ جتنے گناہ سرزد ہو چکے ہیں ان پر توبہ کی توفیق نصیب فرما اور اپنے کرم سے ہماری مغفرت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ

اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے کافروں کا تو وہ تم کو اُلٹا پھیر دیں گے پھر تم ناکام

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا	اِنْ	تُطِيْعُوا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	يَرُدُّوْكُمْ	عَلٰۤى	اَعْقَابِكُمْ
اے	لوگ جو ایمان لائے	اگر	تم کہا مانو گے	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	وہ تمہیں پھیر دیں گے	پر	تمہاری ایڑیاں

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

ہو جاؤ گے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔

فَتَنْقَلِبُوْا	خٰسِرِيْنَ	بَلِ	اللّٰهُ	مَوْلٰىكُمْ	وَهُوَ	خَيْرُ	النّٰصِرِيْنَ
پھر تم پلٹ جاؤ گے	گھاٹے میں	بلکہ	اللہ	تمہارا مددگار	اور وہ	بہتر	مددگار (جمع)

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں ہیبت کافروں کے دلوں میں بسبب اس کے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ایسی چیز کو ٹھیرایا ہے

سَنُلْقِيْ	فِيْ	قُلُوْبِ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	الرُّعْبَ	بِمَاۤ اَشْرَكُوْا	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ يُنَزِّلْ
عنقریب ہم ڈالیں گے	میں	دل (جمع)	جنہوں نے کفر کیا (کافر)	ہیبت	اس لئے کہ انہوں نے شریک کیا	اللہ کا	جس	نہیں اُتاری

بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

جس پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی اور اُن کی جگہ جہنم ہے اور وہ بُری جگہ ہے بے انصافوں کی

بِهٖ	سُلْطٰنًا	وَمَاْوٰىهُمُ	النَّارُ	وَبِئْسَ	مَثْوَى	الظّٰلِمِيْنَ	
اس کی	کوئی سند	اور اُن کا ٹھکانہ	دوزخ	اور بُرا	ٹھکانہ	ظالم (جمع)	

کافروں اور منافقوں کی چالوں سے ہوشیار رہو

غزوہ احد میں مسلمانوں کے عارضی شکست کے باعث دل ٹوٹے ہوئے تھے اور جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا اس سے سخت شکستہ خاطر تھے۔ تو کافروں اور منافقوں نے موقع پایا مسلمانوں کو الزامات اور طعنے دینے لگے کہ دیکھو اگر تم سچے دین پر ہوتے تو تمہارے اتنے ساتھی نہ مارے جاتے۔ بعض منافقین خیر خواہی کے پردہ میں مسلمانوں کو سمجھانے لگے کہ کفار سے لڑنا دانشمندی نہیں۔ کیونکہ ان کے ہاتھوں تمہیں سخت نقصان پہنچا ہے۔ ہوسکتا تھا کہ بعض مسلمان ان کی چالبازیوں میں آجاتے اس لئے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار فرمادیا کہ ان بدباطن شریروں کے کہنے میں مسلمان نہ آجائیں اور سمجھا دیا کہ دشمن کا فریب مت کھانا اور اگر خدانخواستہ ان کے چکموں میں آ گئے تو جس ظلمت سے خدا نے تمہیں نکالا ہے پھر الٹے پاؤں اسی ظلمت میں جا گرو گے اور دین حق کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت کے خسارہ کے سوا کچھ نہیں ان کافروں و منافقوں کا اصل مقصد مسلمانوں کو اُن کے دین سے ہٹانا اور اسلام سے بدگمان کرنا ہے۔ یہ کفار تمہارے دوست اور خیر خواہ ہرگز نہیں اگرچہ وہ کیسا ہی دوستی کا اظہار کریں۔

فقط اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرو

اللہ تعالیٰ ہی تمہارے حقیقی دوست ہیں اور وہی سب سے بہتر مدد

دینے والے ہیں اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں۔اسی کی مدد پر بھروسہ کریں۔مخالفین اگر تمہاری نصرت اور امداد کی کچھ تدبیریں بھی بتائیں تو اللہ کے احکام کے خلاف ان پر ہرگز عمل نہ کرو اسی کو فرمایا بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ کفار اور منافقین کا کہنا ماننے کی بجائے اپنے مولیٰ کی مدد کے طلب گار بنو اور ظاہر ہے کہ جسے خدا کی مدد حاصل ہو تو اسے دشمنان خدا کی مدد کی کیا ضرورت ہے۔

کافروں کے دلوں میں رعب

آگے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے مولیٰ اور ناصر ہونے کے ثبوت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ "ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں رعب و ہیبت کافروں کے دلوں میں"۔

یہاں کفار پر رعب و ہیبت طاری کرنے کا جو وعدہ ہے اس کا ظہور اس طرح ہوا کہ قریش جب جنگ احد سے ناکام واپس ہوئے تو مدینہ سے چل کر مقام روحاء میں ٹھہرے تو یہ خیال آیا کہ کام ناتمام رہا جب ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت سے اصحاب کو قتل کر چکے اور بہت سوں کو زخمی تو بہتر یہ ہے کہ پلٹ کر مدینہ پر دفعتہً حملہ کر دینا چاہیے۔مسلمان اس وقت بالکل خستہ اور زخمی ہیں اور دم توڑ چکے ہیں اب مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے چلو پھر واپس ہو کر ان کا کام تمام کر دیں اور کسی راہ چلتے گاؤں والے سے کہہ دیا کہ ہم تجھے اتنا اتنا مال دیں گے تم مدینہ جا کر مسلمانوں کو ڈرا دو کہ قریش پھر لوٹ کر آرہے ہیں۔یہاں یہ سارا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت بلال کو بھیج کر تمام مدینہ میں منادی کرادی کہ مجاہدین خروج کے لئے تیار ہو جائیں اور فقط وہی لوگ ہمراہ چلیں کہ جو معرکہ احد میں شریک تھے۔اور اس خروج سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ دشمن یہ نہ سمجھ لے کہ مسلمان کمزور ہو چکے ہیں۔تو باوجودیکہ صحابہ خستہ اور نیم جان ہو چکے تھے اور ایک شب بھی آرام نہ کیا تھا کہ آپ کی ایک آواز پر پھر نکل کھڑے ہوئے۔مدینہ سے چل کر آپ نے صحابہ کے ساتھ مقام حمراء الاسد پر قیام فرمایا جو مدینہ سے تقریباً آٹھ دس میل کے فاصلہ پر ہے۔مگر مشرکین ہیبت حق اور رعب اسلام کے اثر سے بھاگ چکے تھے۔اللہ نے ان کے دلوں پر ایسا رعب ڈالا کہ مدینہ کی طرف بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن وہاں قیام فرما کر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

کافروں کی مرعوبیت کا سبب

آگے مشرکوں کے دلوں میں ہیبت اور رعب پڑنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا بسبب اس کے کہ انہوں نے یعنی مشرکین نے اللہ کا شریک ایک ایسی چیز کو ٹھہرایا جس کے قابل شرکت ہونے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی یعنی یوں تو ہر جاہل اپنی کوئی دلیل پیش کیا ہی کرتا ہے مگر کوئی قابل اعتبار سند و دلیل مشرکین کے پاس شرک کی نہیں مطلب یہ ہے کہ مشرکین خواہ کتنا ہی زور لگا لیں ان کا دل کمزور ہوتا ہے کیوں کہ وہ کمزور مخلوق کی عبادت کرتے ہیں اور ویسے بھی اصلی زور اور قوت فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تائید اور امداد سے ہے جس سے کفار و مشرکین یقیناً محروم ہیں۔اسی لئے مسلمان جب تک صحیح مسلمان رہے۔کفار اُن سے ہمیشہ خائف اور مرعوب رہے۔

الغرض یہ تو مشرکین کی دنیا کا حال بیان فرمایا کہ وہ شرک کے باعث چور ہیں اللہ کے اور چور کے دل میں ہمیشہ ڈر رہتا ہے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ آیت کے اخیر میں فرمایا وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى اور ان کافروں کا آخرت میں ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ بہت ہی برا ہے جو اللہ کا حق الوہیت دوسروں کے لئے سمجھیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے شرک و کفر سے بچا کر ہم کو اسلام و ایمان کی دولت سے نوازا یا اللہ ہمیں اسلام سے سچی محبت اور تعلق نصیب فرما اور ہمیں ایمانی قوت عطا فرما یا اللہ آپ ہمارے حامی والی اور ناصر ہو جائیں اور آپ کی نصرت و امداد ہمارے شامل حال ہو جائے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھلایا تھا جس وقت کہ تم اُن کفار کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ

وَ	لَقَدْ صَدَقَكُمُ	اللّٰهُ	وَعْدَهٗٓ	اِذْ	تَحُسُّوْنَهُمْ	بِاِذْنِهٖ	حَتّٰٓى	اِذَا
اور	البتہ سچا کر دیا تم سے	اللہ	اپنا وعدہ	جب	تم قتل کرنے لگے انہیں	اس کے حکم سے	یہاں تک کہ	جب

فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا

جب تم خود ہی کمزور ہو گئے اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے اور تم کہنے پر نہ چلے بعد اس کے کہ تم کو تمہاری دل خواہ بات دکھلا دی تھی

فَشِلْتُمْ	وَتَنَازَعْتُمْ	فِى الْاَمْرِ	وَعَصَيْتُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	مَآ اَرٰىكُمْ	مَا
تم نے بزدلی کی	اور جھگڑا کیا	کام میں	اور تم نے نافرمانی کی	اس کے بعد	جب تمہیں دکھایا	جو

تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ

تم میں سے بعضے تو وہ تھے جو دُنیا چاہتے تھے اور بعضے تم میں وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا

تُحِبُّوْنَ	مِنْكُمْ	مَّنْ يُّرِيْدُ	الدُّنْيَا	وَمِنْكُمْ	مَّنْ يُّرِيْدُ	الْاٰخِرَةَ	ثُمَّ	صَرَفَكُمْ
تم چاہتے تھے	تم سے	جو چاہتا تھا	دنیا	اور تم سے	جو چاہتا تھا	آخرت	پھر	تمہیں پھیر دیا

عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

تاکہ خدا تعالیٰ تمہاری آزمائش فرماوے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں پر

عَنْهُمْ	لِيَبْتَلِيَكُمْ	وَلَقَدْ	عَفَا	عَنْكُمْ	وَاللّٰهُ	ذُوْ فَضْلٍ	عَلَي	الْمُؤْمِنِيْنَ
ان سے	تاکہ تمہیں آزمائے	اور تحقیق	معاف کیا	تم سے (تمہیں)	اور اللہ	فضل کرنے والا	پر	مومن (جمع)

غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

غزوہ احد میں ابتدا میں مسلمانوں کو غلبہ ہوا تھا اور اس کے باوجود بعد میں مغلوبیت ہوئی اور سخت نقصان اٹھایا۔ اس آیت میں غلبہ کے بعد مغلوب ہو جانے کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے اور فتح کے بعد ہزیمت پیش آ جانے کی حکمت ظاہر فرمائی جاتی ہے۔ مقصود جس سے یہی ہے کہ آئندہ کے لئے ساری امت اسلامیہ اس سے سبق اور نصیحت حاصل کرے۔

چنانچہ یہاں اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ حسب وعدہ خداوندی ابتداء جنگ میں مسلمان کافروں پر غالب رہے۔ کفار بدحواس ہو کر بھاگنے لگے اور اہل اسلام فتح و کامرانی کا چہرہ صاف دیکھ رہے تھے۔ اور اموال غنیمت ان کے سامنے پھیلے پڑے تھے کہ تیر اندازوں کی غلطی سے کفار نے فائدہ اٹھایا اور یک بیک لڑائی کا نقشہ بدل گیا کہ لشکر کفار جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو رہا تھا اب وہ اہل اسلام کے قتل میں مشغول ہو گیا۔ تو اس غزوہ احد میں اہل اسلام کے غلبہ کے بعد مغلوب ہونے کے تین اسباب بیان فرمائے گئے۔

(۱) پہلا سبب فرمایا اِذَا فَشِلْتُمْ یعنی جب تم کمزور ہو گئے۔ مفسرین نے یہاں رائے کی کمزوری مراد لی ہے وہ اس طرح کہ جو تجویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ پہاڑی درہ کے

مورچہ پر پچاس تیر انداز اور ان کے ایک امیر وہیں جمے رہیں اور وہاں سے نہ ہٹیں جب کفار ابتدائے جنگ میں بھاگنے لگے تو بعض مجاہدین تیر اندازوں نے اس کے خلاف رائے دی کہ اب ہم کو بھی کفار کا تعاقب کرنا چاہیے۔

(۲) دوسرا سبب وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ فرمایا یعنی تم باہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں اختلاف کرنے لگے۔ جب تیر اندازوں نے دیکھا کہ کفار بھاگنے لگے تو انہوں نے کہا کہ اب یہاں ٹھہرنا بیکار اور غیر ضروری ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا منشاء پورا کر چکے ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کے نہ چھوڑنے کی تاکید فرمائی ہے اس لئے یہیں جمع رہنا چاہیے۔ بالآخر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے صرف ۱۰ یا ۱۱ ساتھی وہیں رہے۔ باقی پہاڑ سے اتر آئے اور مال غنیمت جمع کرنے لگے تو اس طرح باہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں اختلاف ہوا اور اکثر تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے۔ جس کے نتیجہ میں مشرکین نے پلٹ کر اسی راستہ سے دفعۃً حملہ کر دیا۔ ڈھائی سو سواروں کی یلغار کو دس گیارہ تیر انداز کہاں روک سکتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے رفقاء نے پورا مقابلہ کیا اور سب شہید ہو گئے۔ اور مشرکین کا رسالہ ناگہاں مسلمانوں کے سروں پر عقب سے جا پہنچا۔

(۳) تیسرا سبب وَعَصَيْتُمْ فرمایا یعنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر نہ چلے اور آپ کے حکم کی نافرمانی ہوئی تو نتیجہ ان اسباب کا یہ ہوا کہ غلبہ پا کر مسلمان مغلوب ہو گئے اور فتح شکست سے تبدیل ہو گئی بارگاہ خداوندی میں محبین مخلصین اور عاشقین صادقین کی ادنیٰ ادنیٰ بات پر گرفت ہوتی ہے۔ حق جل شانہ کو یہ ناپسند ہوا کہ اس کے محبین و مخلصین یعنی صحابہ کرام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ذرہ برابر عدول کریں اگر چہ وہ عدول کسی غلط فہمی اور بھول چوک ہی سے کیوں نہ ہو۔

صحابہ کرام کے لئے معافی کا اعلان

ایک مرتبہ عفو کا اعلان اس آیت میں فرمایا وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اور پھر اسی رکوع کے آخر میں صحابہ کرام کی مزید تسلی کے لئے دوبارہ عفو کا اعلان فرمایا اور ارشاد ہوا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش کو بالکل معاف فرما دیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے حلم والے ہیں۔ اس طرح حق تعالیٰ نے صحابہ کرام کی اس لغزش کو معاف کر دیا اور معافی کی اطلاع بھی دیدی تاکہ ملول اور رنجیدہ خاطر اور مایوس ہو کر نہ بیٹھ جائیں اور پھر یہ معافی کا اعلان ساری دنیا کو سنا دیا کہ دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق جل شانہ کی عنایات بے غایات کس طرح اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبذول ہیں اور کس کس طرح ان کو چند در چند تسلیاں دی گئیں تاکہ قیامت تک کسی کو یہ مجال نہ ہو کہ صحابہ رسول اللہ کی شان میں لب کشائی کر سکے۔ جب حق تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان سے راضی ہو گیا تو پھر اب کون ہے کہ جو خداوند قدوس کے عفو اور رضا کے بعد ان پر گرفت کرے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے ان محبین و مخلصین صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہم پر بھی اپنا فضل و کرم فرمائیں۔ اور ان کی مقبولیت و مغفرت کے طفیل میں ہمارے گناہوں سے بھی درگزر فرمائیں اور آپس کے اختلاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی جیسے مہلک اسباب سے ہماری حفاظت فرمائیں اور تمام امت مسلمہ کو اس سے بچائیں۔ اور کفار و مشرکین اور اعدائے دین سے اہل اسلام کو جہاد کا جذبہ صادقہ عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى أَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ أُخْرٰىكُمْ

وہ وقت یاد کرو کہ جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی تو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے

إِذْ	تُصْعِدُوْنَ	وَلَا تَلْوٗنَ	عَلٰٓى أَحَدٍ	وَّالرَّسُوْلُ	يَدْعُوْكُمْ	فِيْٓ أُخْرٰىكُمْ
جب	تم چڑھتے تھے	اور مڑ کر نہ دیکھتے تھے	کسی کو	اور رسولؐ	تمہیں پکارتے تھے	تمہارے پیچھے سے

فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ أَصَابَكُمْ ط

سو خدا تعالیٰ نے تم کو پاداش میں غم دیا بسبب غم دینے کے تاکہ تم مغموم نہ ہوا کرو نہ اُس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ اُس پر جو تم پر مصیبت پڑے،

فَأَثَابَكُمْ	غَمًّا بِغَمٍّ	لِّكَيْلَا	تَحْزَنُوْا	عَلٰى	مَا فَاتَكُمْ	وَلَا	مَآ	أَصَابَكُمْ
پھر تمہیں پہنچایا	غم کے عوض غم	تاکہ نہ	تم غم کرو	پر	جو تم سے نکل گیا	اور نہ	جو	تمہیں پیش آئے

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً

اور اللہ تعالیٰ سب خبر رکھتے ہیں تمہارے سب کاموں کی پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر چین بھیجی یعنی اُونگھ کہ تم میں سے

وَاللّٰهُ	خَبِيْرٌۢ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	ثُمَّ	أَنْزَلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	الْغَمِّ	أَمَنَةً
اور اللہ	باخبر	اس سے جو تم کرتے ہو	پھر	اس نے اتارا	تم پر	بعد	غم	امن

نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ

ایک جماعت پر تو اُس کا غلبہ ہو رہا تھا اور ایک جماعت وہ تھی کہ اُن کو اپنی جان ہی کی فکر پڑ رہی تھی وہ لوگ

نُّعَاسًا	يَّغْشٰى	طَآئِفَةً	مِّنْكُمْ	وَطَآئِفَةٌ	قَدْ أَهَمَّتْهُمْ	أَنْفُسُهُمْ	يَظُنُّوْنَ
اُونگھ	ڈھانک لیا	ایک جماعت	تم میں سے	اور ایک جماعت	اُنہیں فکر پڑی تھی	اپنی جانیں	وہ گمان کرتے تھے

بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلاف واقع خیالات کر رہے تھے جو کہ محض حماقت کا خیال تھا وہ یوں کہہ رہے تھے کیا ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے۔

بِاللّٰهِ	غَيْرَ الْحَقِّ	ظَنَّ	الْجَاهِلِيَّةِ	يَقُوْلُوْنَ	هَلْ	لَّنَا	مِنَ	الْأَمْرِ	مِنْ شَيْءٍ
اللہ کے بارے میں	بے حقیقت	گمان	جاہلیت	وہ کہتے تھے	کیا	ہمارے لئے	سے	کام	کچھ

قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ط

آپ فرما دیجئے کہ اختیار تو سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے

قُلْ	إِنَّ	الْأَمْرَ	كُلَّهٗ لِلّٰهِ	يُخْفُوْنَ	فِيْٓ	أَنْفُسِهِمْ	مَّا لَا	يُبْدُوْنَ	لَكَ
آپ کہہ دیں	کہ	کام	تمام۔ اللہ کے لئے	وہ چھپاتے ہیں	میں	اپنے دل	جو	وہ ظاہر نہیں کرتے	آپ کے لئے (پر)

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے

يَقُوْلُوْنَ	لَوْ كَانَ	لَنَا	مِنَ الْاَمْرِ	شَيْءٌ	مَّا قُتِلْنَا	هٰهُنَا	قُلْ	لَّوْ كُنْتُمْ	فِيْ	بُيُوْتِكُمْ
وہ کہتے ہیں	اگر ہوتا	ہمارے لئے	سے۔ کام	کچھ	ہم نہ مارے جاتے	یہاں	آپ کہہ دیں	اگر تم ہوتے	میں	اپنے گھر (جمع)

لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ

تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل مقدر ہو چکا تھا وہ لوگ اُن مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ گرے ہیں۔ اور یہ جو کچھ ہوا اس لئے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے

لَبَرَزَ	الَّذِيْنَ	كُتِبَ	عَلَيْهِمُ	الْقَتْلُ	اِلٰى	مَضَاجِعِهِمْ	وَلِيَبْتَلِيَ	اللّٰهُ	مَا	فِيْ
ضرور نکل کھڑے ہوتے	وہ لوگ	لکھا تھا	ان پر	مارا جانا	طرف	اپنی قتل گاہ (جمع)	اور تا کہ آزمائے	اللہ	جو	تمہارے

صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

باطن کی بات کی آمائش کر یا اور تا کہ تمہارے دلوں کی بات کو صاف کر دے اور اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔

صُدُوْرِكُمْ	وَلِيُمَحِّصَ	مَا	فِيْ قُلُوْبِكُمْ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
سینوں میں	اور تا کہ صاف کر دے	جو	میں تمہارے دل	اور اللہ	جاننے والا	سینوں والے (دلوں کے بھید)

صحابہ کرامؓ کی آزمائش

جنگ احد میں تیر اندازوں کی غلطی سے مشرکین نے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں پر نئے سرے سے حملہ کر دیا جس سے لڑائی کی صورت بدل گئی۔ بہت سے صحابہ شہید ہوئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ اور ایک دندان مبارک شہید ہوا۔ اور پھر مشرکین نے یہ خبر اڑا دی کہ آپ ﷺ شہید ہو گئے جس سے کہ مسلمانوں کے ہوش و حواس پراگندہ ہو گئے تھے۔ غرض کہ اس افراتفری اور گھبراہٹ کے عالم میں کچھ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے کچھ پہاڑ پر چڑھے چلے جا رہے تھے اسی موقع کی طرف یہاں پہلی آیت میں اشارہ ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو خطاب کر کے بتلایا گیا کہ چونکہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تنگ کیا اور آپ کو غم دیا اس کے بدلہ میں تم پر تنگی آئی اور غم پر غم پڑا۔ یعنی کئی طرح کے غموں میں تم مبتلا ہوئے۔ چنانچہ ایک غم تو ابتدائی فتح اور کامیابی کے فوت ہونے کا تھا۔ دوسرے اپنے ساتھیوں کے شہید اور زخمی ہونے کا۔ تیسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک زخمی ہو جانے اور دندان مبارک شہید ہونے کا تھا۔ چوتھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی جھوٹی خبر کے مشہور ہونے کا تھا۔ ان غموں کی شدت میں آگے پیچھے کا ہوش نہ رہا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھی نہ سنی۔ جیسا کہ ایک طرف ہمہ تن ملتفت ہونے کے وقت دوسری طرف سے غفلت پیش آ جاتی ہے اب یہ غم پر غم صحابہ کو کیوں دیئے گئے۔ اس میں کیا مصلحت تھی یہ بھی ظاہر فرما دیا تا کہ اس مصیبت اور غم سے تم میں آئندہ کے لئے پختگی پیدا ہو جائے اور یہ بات دلوں میں بیٹھ جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کسی حال میں عدول حکمی نہ ہونا چاہیے اور اس لئے کہ صبر و برداشت کے اس درجہ عادی ہو جاؤ کہ پھر نہ کسی فوت شدہ منفعت پر غم کرو اور نہ کسی آنے والی مصیبت پر غم ہو۔ ہر حال میں مشیت الٰہی پر راضی رہا کرو۔

یہاں سے بھی حضرات صحابہؓ کے حال پر حق تعالیٰ کی عنایت ہونا ظاہر ہوتی ہے کہ ان غموں کے دینے سے مقصود تربیت تھی اخلاق کی تا کہ ایسے مصائب کے عادی ہو کر استقلال و ثبات پیدا ہو اور خاص بندوں پر جو مصائب آتے ہیں ان میں بھی یہی حکمتیں ہوتی ہیں۔

سکون کا نزول اور فتح کے آثار

آگے دوسری آیت میں ایک دوسرے واقعہ اور حال کی طرف اشارہ ہے کہ جو اس رنج وغم کے وقت اور عین پریشانی کی حالت میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا۔ اس غزوہ احد میں جن کو شہید ہونا تھا وہ تو شہید ہو چکے تھے اور جن کو چلا جانا تھا وہ ادھر ادھر چلے گئے تھے۔ اب جو میدان قتال میں مخلص مومنین اور اہل یقین و توکل باقی رہ گئے تھے ان پر حق تعالیٰ نے یکدم غنودگی کی کیفیت طاری کر دی۔ ان حضرات کو کھڑے کھڑے نیند آنے لگی اور اونگھنے لگے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی مرتبہ تلوار میرے ہاتھ سے نیند میں چھوٹ کر زمین پر گری اور میں اس کو پھر اٹھا لیتا تھا۔ یہ اس باطنی سکون اور اطمینان قلبی کا ظاہری اثر تھا جو ایسے ہنگامہ خیز وقت میں بھی مخلصین مومنین صحابہ کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے وارد ہوا اس غنودگی کی کیفیت کے بعد ان کے دل سے دشمنوں کا خوف و ہراس یک لخت بالکل دور ہو گیا اور یہ کیفیت عین اس وقت پیش آئی جب کہ لشکر مجاہدین میں نظم وضبط قائم نہ رہا تھا۔ بیسیوں لاشیں خاک اور خون میں تڑپ رہی تھیں۔ مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی جھوٹی افواہ نے رہے سہے ہوش وحواس بھی کھو دیئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مخلصین پر غنودگی کی کیفیت طاری کر کے ان کی ساری تکان اور تھکاوٹ دور کر دی گویا متنبہ فرما دیا کہ خوف و ہراس اور پریشانی کا وقت ختم ہوا اب پورے اطمینان وسکون سے اپنا فرض انجام دو چنانچہ مخلصین صحابہ کرام فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے اور لڑائی کے لئے محاذ قائم کر لیا اور تھوڑی دیر بعد مطلع صاف تھا۔ دشمن پھر بھاگتے ہوئے نظر آئے۔

منافقوں کے طعنوں کا جواب

جب حضرت ﷺ نے غشی سی ہوشیار ہو کر سب کو جمع کر کے پھر لڑائی قائم کی تو منافق کہنے لگے کہ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ یعنی ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہے۔ بظاہر الفاظ یا تو یہ مطلب ہے کہ اس شکست کے بعد ہماری بات بنی رہے گی یا بالکل ہی بیٹی ہو گئی؟ یا یہ معنی ہیں کہ اللہ نے جو چاہا سو کیا ہمارے بس کی کیا بات ہے اور نیت میں یہ معنی تھے کہ اگر ہمارے کہنے کے مطابق لڑتے تو اتنے نہ مرتے اور یہ شکست اٹھانی نہ پڑتی۔

اس آیت میں منافقین کے طعن تشنیع اور حسرت اور افسوس کا یہ جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی جو اجل موت کی جگہ سبب اور وقت لکھ دیا ہے وہ کبھی ٹل نہیں سکتا۔ اگر تم گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے اور فرض کرو تمہاری ہی رائے سنی جاتی تب بھی جن کی قسمت میں احد کے قریب مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ کسی نہ کسی سبب سے ضرور ادھر نکلتے اور وہیں مارے جاتے۔ یہ تو خدا کا انعام ہے کہ جہاں مارا جانا مقدر تھا مارے گئے مگر اللہ کے راستہ میں خوشی کے ساتھ بہادروں کی موت شہید ہوئے پھر اس پر پچھتانے اور افسوس کرنے کا کیا موقع۔ اور اللہ تعالیٰ تو دلوں کے پوشیدہ بھید جانتا ہے اس سے کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں تو مقصود اس جنگ سے یہی تھا کہ تم سب کو ایک آزمائش میں ڈالا جائے تاکہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ باہر نکل پڑے اور امتحان کی بھٹی میں کھرا کھوٹا الگ ہو جائے تاکہ مخلصین اپنے اخلاص کا صلہ پائیں اور منافقین کا اندرونی نفاق کھل جائے اور لوگ صاف طور پر ان کے خبث باطن کو سمجھنے لگیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو دین سے سچا تعلق نصیب فرما دے تاکہ دین و دنیا دونوں جہان کی کامیابی وکامرانی نصیب ہو۔
اے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص صحابہ کرام کے طفیل میں ہمیں بھی ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرما دے اور نفاق اور شکوک کی خصلتوں سے ہمارے قلوب کو یکسر پاک فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ

یقیناً تم میں جن لوگوں نے پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ اُن کو شیطان نے لغزش دیدی

إِنَّ	الَّذِيْنَ	تَوَلَّوْا	مِنْكُمْ	يَوْمَ	الْتَقَى الْجَمْعٰنِ	إِنَّمَا	اسْتَزَلَّهُمُ	الشَّيْطٰنُ
بیشک	جو لوگ	پیٹھ پھیریں گے	تم میں سے	دن	آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں	درحقیقت	ان کو پھسلا دیا	شیطان

بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

اُن کے بعض اعمال کے سبب سے، اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو معاف فرما دیا واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔

بِبَعْضِ	مَا كَسَبُوْا	وَلَقَدْ عَفَا	اللّٰهُ	عَنْهُمْ	إِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ
بعض کی وجہ سے	جو انہوں نے کمایا (اعمال)	اور البتہ معاف کر دیا	اللہ	اُن سے	بیشک	اللہ	بخشنے والا	علم والا

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِإِخْوَانِهِمْ

اے ایمان والو تم اُن لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو کہ کافر ہیں اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کی نسبت

يٰٓأَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	وَقَالُوْا	لِإِخْوَانِهِمْ
اے	ایمان والو	نہ ہو جاؤ	طرح جو کافر ہوئے	وہ کہتے ہیں	اپنے بھائیوں سے

إِذَا ضَرَبُوْا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا

جبکہ وہ لوگ کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں یا وہ لوگ کہیں غازی بنتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے

إِذَا	ضَرَبُوْا	فِي الْأَرْضِ	أَوْ	كَانُوْا غُزًّى	لَّوْ كَانُوْا	عِنْدَنَا	مَا	مَاتُوْا
جب	وہ سفر کریں	زمین (راہ) میں	یا	جہاد میں ہوں	اگر وہ ہوتے	ہمارے پاس	نہ	وہ مرتے

وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ

اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو اُن کے قلوب میں موجب حسرت کر دیں اور مارتا جلاتا تو اللہ ہی ہے

وَمَا قُتِلُوْا	لِيَجْعَلَ	اللّٰهُ	ذٰلِكَ	حَسْرَةً	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	وَاللّٰهُ	يُحْيٖ	وَيُمِيْتُ
اور نہ مارے جاتے	تاکہ بنادے	اللہ	یہ اس	حسرت	میں ان کے دل	اور اللہ	زندہ کرتا ہے	اور مارتا ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
اور اللہ	جو کچھ	تم کرتے ہو	دیکھنے والا

لغزش کے اسباب ونتائج

اسی غزوہ احد کے سلسلہ میں ان آیات میں پہلے مسلمانوں کی لغزش کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مخلصین سے بھی بعض

اوقات کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور جس طرح ایک نیکی سے دوسری نیکی اور ایک اطاعت سے دوسری اطاعت کی توفیق بڑھتی ہے اسی طرح ایک گناہ کی نحوست سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۔ ان کو شیطان نے بہکا دیا یا لغزش دیدی ان کے بعض اعمال گذشتہ کے سبب سے تو اس پر علماء نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچ لاتا ہے جیسے ایک نیکی دوسری نیکی کو کھینچتی ہے یعنی اعمال حسنہ اور سیۂ دونوں میں ایک قسم کی طاقت جذب ہے۔ جب انسان کوئی ایک نیک کام کرتا ہے تو تجربہ ہے کہ اس کے لئے دوسری کوئی نیکی آسان ہو جاتی ہے اور اس کی توفیق ہو جاتی ہے اس طرح اس کے دل میں نیک اعمال کی رغبت بڑھتی جاتی ہے اسی طرح انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ ایک گناہ دوسرے گناہوں کا راستہ ہموار کر دیتا ہے اور دل میں گناہ کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے لئے بخشش کا اعلان

دوسری بات جو وضاحت سے یہاں آیت میں فرمائی گئی وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا واقعی اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے حلم والے ہیں اس وضاحت سے یہ بات سامنے آگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو محبوبیت کا وہ مقام حاصل ہے کہ اتنی بڑی خطاؤں اور لغزشوں کے باوجود بھی ان حضرات کے ساتھ معاملہ صرف عفو و درگزر ہی کا نہیں بلکہ لطف و کرم کا معاملہ فرمایا گیا۔ اول ظاہری احسان و انعام اونگھ اور نیند کا بھیج کر ان کی تکان و پریشانی اور تکلیف کو رفع کیا گیا۔ پھر یہ جتلایا گیا کہ جو مصائب اور غم مسلمانوں کو اس وقت پہنچا ہے وہ نری سزا اور عقوبت نہیں بلکہ اس میں بھی کچھ تربیت اور اصلاح کی حکمتیں پنہاں تھیں۔ پھر صاف لفظوں میں اس سے پہلے بھی معافی کا اعلان وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ میں فرمایا اور پھر اس جگہ ان حضرات کی تسلی کے لئے اس معافی کے اعلان کا اعادہ فرمایا۔ یہ معاملہ تو حق تعالیٰ کے لطف و کرم کا صحابہ کے ساتھ نصوص قرآنی سے ظاہر ہے۔

کفار و منافقین کی مشابہت سے پرہیز کا حکم

دوسری آیت میں اہل ایمان کو نصیحت اور تلقین فرمائی جاتی ہے کہ وہ اقوال و احوال میں کفار و منافقین کی مشابہت اور موافقت سے بچیں۔

اور سمجھایا گیا کہ زندگی اور موت تو خدا ہی دیتا ہے یعنی مارنا اور جلانا تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ بہتیرے آدمی عمر بھر سفر کرتے اور لڑائیوں میں جاتے ہیں مگر موت گھر میں بستر پر آتی ہے اور کتنے ہی گھر کے کونے میں پڑے رہنے کے خوگر ہیں لیکن آخر میں کوئی سبب ہو جاتا ہے کہ وہ باہر نکلیں اور وہیں مریں یا مارے جائیں تو بندے کی روک تھام سے یہ چیز بدلنے والی یا ٹلنے والی نہیں۔ حضرت خالد بن ولید جو اس غزوہ احد میں مشرکین کی طرف سے مسلمانوں سے لڑ رہے تھے لیکن جب بعد میں اسلام لے آئے تو پھر نہ معلوم کتنی جنگیں مسلمانوں کی طرف سے لڑیں۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ میرے بدن پر ایک بالشت جگہ تلوار یا نیزہ کے زخم کے نشان سے خالی نہیں مگر میں آج ایک اونٹ کی طرح گھر میں مر رہا ہوں۔ خدا کرے کہ یہ دیکھ کر نامردوں کی آنکھیں کھلیں۔

الغرض مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ منافقوں کے اس قول میں مشابہت اختیار نہ کریں کہ اگر لوگ ہمارے پاس رہتے اور سفر یا جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ غزوہ احد کے ان واقعات و حالات کو کتنی تفصیل سے مسلسل بیان کیا جارہا ہے وجہ اس کی یہی ہے کہ ان واقعات و احوال سے بہت کچھ سبق و نصیحت حاصل کیا جا سکتا ہے ہر زمانہ اور ہر دور میں اس لئے کہ حق و باطل اور ایمان و کفر کا معرکہ و مقابلہ تو ہمیشہ موجود رہے گا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اسلام اور ایمان کی ہم کو سچی محبت عطا فرما۔ اور کفر و شرک کی باتوں سے بیزاری اور نفرت عطا فرما۔
یا اللہ! ہم کو دین کا سچا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرما اور کفار و مشرکین کے تشبہ سے کامل طور پر بچنے کا عزم و ہمت عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ

اور اگر تم لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا کہ مرجاؤ تو بالضرور اللہ تعالیٰ کے پاس کی مغفرت اور رحمت اُن چیزوں سے بہتر ہے

وَلَئِنْ	قُتِلْتُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	اَوْ مُتُّمْ	لَمَغْفِرَةٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَرَحْمَةٌ	خَيْرٌ
اور البتہ اگر	تم مارے جاؤ	میں	اللہ کی راہ	یا تم مرجاؤ	یقیناً بخشش	سے	اللہ	اور رحمت	بہتر

مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاْ اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا

جن کو یہ لوگ جمع کررہے ہیں۔ اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے بالضرور اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ بعد اس کے

مِّمَّا	يَجْمَعُوْنَ	وَلَئِنْ	مُّتُّمْ	اَوْ قُتِلْتُمْ	لَاْ اِلَى اللّٰهِ	تُحْشَرُوْنَ	فَبِمَا
اس سے جو	وہ جمع کرتے ہیں	اور اگر	تم مرگئے	یا تم مار دیئے گئے	یقیناً اللہ کی طرف	تم اکٹھے کئے جاؤ گے	پس۔ سے

رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے

رَحْمَةٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	لِنْتَ	لَهُمْ	وَلَوْ كُنْتَ	فَظًّا	غَلِيْظَ الْقَلْبِ	لَانْفَضُّوْا
رحمت	سے	اللہ	نرم دل	ان کے لئے	اور اگر آپ ہوتے	تند خو	سخت دل	تو وہ منتشر ہوجاتے

مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا

سب منتشر ہوجاتے سو آپ اُن کو معاف کردیجئے اور آپ اُن کے لئے استغفار کردیجئے اور اُن سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے

مِنْ	حَوْلِكَ	فَاعْفُ	عَنْهُمْ	وَاسْتَغْفِرْ	لَهُمْ	وَشَاوِرْهُمْ	فِي	الْاَمْرِ	فَاِذَا
سے	آپ کے پاس	پس آپ معاف کردیں	ان سے (انہیں)	اور بخشش مانگیں	ان کیلئے	اور مشورہ کریں ان سے	میں	کام	پھر جب

عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

عَزَمْتَ	فَتَوَكَّلْ	عَلَى اللّٰهِ	اِنَّ اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُتَوَكِّلِيْنَ	
آپ ارادہ کرلیں	تو بھروسہ کریں	اللہ پر	بیشک اللہ	دوست رکھتا ہے	بھروسہ کرنیوالے	

جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب

گذشتہ آیات میں منافقین کا یہ قول نقل فرمایا گیا تھا کہ اگر مسلمان ہمارے پاس ٹھہرے رہتے اور سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے۔

یہاں ان آیات میں مقصود مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا ہے اور یہ سمجھایا گیا کہ جہاد میں مارا جانا دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے اس لئے کہ زندگی کا فائدہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انسان زندہ رہ کر اپنی محنت و مشقت سے کچھ مال و متاع جمع کرے اور چند روزہ زندگی میں اس سے فائدہ اٹھائے بخلاف راہ خدا میں مارے جانے یا مرجانے کے کہ خدا تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا صلہ ملتا ہے اور وہ تمام دنیا کے مال و متاع سے کہیں بہتر ہے اس لئے کہ دنیا

3 کی تمام لذتوں اور منفعتوں میں مضرتوں کی آمیزش ہے۔ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس میں خالص نفع ہی ہو اور نقصان نہ ہو پھر یہ کہ فانی اور چند روزہ ہیں اور اگر کچھ دیرپا بھی ہوں تو ان کا جمع کرنے والا دنیا میں مہمان ہے ممکن ہے کہ جن چیزوں کو کمال محنت و جانفشانی سے جمع کیا ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور کل سے پہلے ہی مر جائے یا وہ مال و منال اس کے پاس سے جاتا رہے۔ پھر موت خواہ کبھی بھی آئے جانا خدا ہی کے پاس ہے تو پھر خدا کی راہ میں کیوں نہ مرو کہ وہ تمہیں اس کا ثواب دے اور تمہاری جان رائیگاں نہ جائے تو خلاصہ یہ کہ راہ خدا میں قتل ہو جانا یا مر جانا اللہ کی مغفرت و رحمت کا ذریعہ ہے اور یہ یقیناً دنیا و مافیہا سے بہتر ہے کیونکہ یہ فانی ہے وہ باقی ہے۔

حضور علیہ ﷺ کے لئے صحابہ کرام سے نرمی اور مشورہ کرنے کی ہدایات

غزوہ احد میں بعض اہل ایمان سے لغزشیں ہوئیں جس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل رنجیدہ ہوا تو اندیشہ تھا کہ آپ ان پر ملامت فرمائیں اور آئندہ سے ان سے مشورہ نہ لیا کریں تو حق تعالیٰ نے صحابہ کی سفارش فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں خطاب فرما کر ہدایت فرمائی کہ آپ ان کا قصور معاف فرما دیں اور ان کے ساتھ لطف و نرمی کا معاملہ فرمائیں اور حسب دستور ان سے معاملات میں مشورہ فرمالیا کریں چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد سے واپسی کے بعد صحابہ کے ساتھ نہایت نرمی کا معاملہ فرمایا اور ان کی لغزشوں پر کوئی ملامت نہیں کی۔ اس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مقبولیت و محبوبیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس عجیب و غریب پیرایہ سے حضرات صحابہ کی سفارش فرمائی جاتی ہے کہ جہاں تک ان کی کوتاہی کا تعلق آپ کے حقوق سے ہے ان کو معاف کر دیجئے اور گو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف کر چکے ہیں تاہم ان کی مزید دلجوئی کے لئے آپ بھی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے معافی طلب فرمائیں تاکہ یہ شکستہ دل آپ کی خوشنودی اور انبساط محسوس کر کے بالکل مطمئن اور منشرح ہو جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشاورت کی حکمت

اب یہاں آیت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ صحابہ سے مشورہ لیں۔ تو علماء نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عقل، فراست اور دانائی عطا کی تھی کہ جو تمام عالم کی عقل سے بالا اور اعلیٰ تھی اور آپ کو کسی کے مشورہ کی حاجت نہ تھی اور پھر نزول وحی کے وجہ سے آپ بالکلیہ مشورے سے مستغنی تھے۔ پس یہاں جو حکم وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فرمایا یعنی آپ صحابہ سے مشورہ لیتے رہا کریں تو اس سے مقصود امت کی تعلیم ہے کہ امت میں مشورہ کا طریقہ جاری ہو کہ جو دینی یا دنیوی امر ایسا پیش آئے کہ جس کے بارہ میں کوئی حکم خداوندی منصوص نہ ہو تو اس کے بارہ میں ایسے لوگوں سے مشورہ کیا جائے جو مشورہ کے اہل ہوں اور جن کی رائے اور عقل قابل وثوق اور اعتماد ہو۔ جو لوگ مشورہ کے اہل ہیں اور جن سے مشورہ لیا جائے ان میں پانچ خصلتیں اور اوصاف ہونا ضروری ہیں:۔

(۱) عقل کامل کے ساتھ تجربہ بھی رکھتا ہو۔ (۲) مشیر دین دار متقی و پرہیزگار ہو اس لئے کہ جو شخص دین دار نہ ہو اس کے مشورہ کا کیا اعتبار۔ (۳) مشورہ دینے والا خیر خواہ و ہمدرد ہو اس کا دل حسد کینہ بغض و عداوت سے پاک ہو محبت اور ہمدردی ہی صحیح مشورہ کا باعث بن سکتی ہے۔ (۴) مشورہ دینے والا کسی فکر و پریشانی میں مبتلا نہ ہو اس لئے کہ جو شخص ہم و غم کا شکار ہو اور پریشانیوں میں مبتلا ہو اس کا دل و دماغ صحیح نہ ہوگا اس لئے وہ صحیح مشورہ نہیں دے سکتا۔ (۵) جس امر میں مشورہ لیا جا رہا ہے اس سے مشیر کی کوئی نفسانی خواہش اور غرض متعلق نہ ہو۔ خود غرض کا کوئی مشورہ قابل اعتبار نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ماں باپ کی شہادت اولاد کے حق میں اور میاں بیوی کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں اور غلام کی شہادت آقا کے حق میں معتبر نہیں مانی کیونکہ جب اغراض اور منافع باہم مشترک ہوں تو شہادت خود غرضی کے شائبہ سے خالی نہیں اس لئے معتبر نہیں۔

یہاں آیت کے اخیر میں فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ یعنی اللہ پر بھروسہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ اہم امور میں تدبیر اور مشورہ کے بعد بھی جب کام کرنے کا عزم کرو تو اپنی عقل و رائے اور تدبیروں پر بھروسہ نہ کرو۔ بلکہ بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر کرو یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ توکل ترک اسباب اور ترک تدبیر کا نام نہیں بلکہ اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا سنت انبیاء اور تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔

دُعا کیجئے: یا اللہ ہمیں ایمان و اسلام پر استقامت دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے جد و جہد کی توفیق عطاء فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ ۚ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ

اگر حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے

اِنْ	یَّنْصُرْکُمُ	اللّٰہُ	فَلَا غَالِبَ	لَکُمْ	وَاِنْ	یَّخْذُلْکُمْ	فَمَنْ	ذَا	الَّذِیْ
اگر	وہ مدد کرے تمہاری	اللہ	تو نہیں غالب آنے والا	تم پر	اور اگر	وہ تمہیں چھوڑ دے	تو کون؟	وہ	جو کہ

یَنْصُرُکُمْ مِّنْۢ بَعْدِہٖ ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

جو تمہارا ساتھ دے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیے۔

	یَنْصُرُکُمْ	مِّنْۢ بَعْدِہٖ	وَعَلَی اللّٰہِ	فَلْیَتَوَکَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ	
	وہ تمہاری مدد کرے	اس کے بعد	اور اللہ پر	چاہیے کہ بھروسہ کریں	ایمان والے	

فتح کا دارومدار نصرت الٰہی پر ہے

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جنگ احد میں بعض مسلمانوں سے جو خطا اور قصور ہو گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے خود بھی معاف فرما دیا اور سفارش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مسلمانوں کو معافی دلوادی لیکن ان حضرات کو اس واقعہ مغلوبیت سے حسرت بہت تھی اس لئے ان کی حسرت مغلوبیت کو دل سے اتارنے کے لئے مسلمانوں کو ایک نہایت گراں قدر بیش بہا اور کارآمد بات بتلائی جاتی ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْۢ بَعْدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ مقصود یہاں مسلمانوں کو نصیحت کرنا ہے کہ اے مسلمانو! تم کسی کے کہنے سننے میں نہ آؤ۔ کفار و منافقین کے چکموں میں نہ پھنسو غلط اور گمراہ کن خیالات ذہن میں نہ لاؤ جنگ میں فتح اور غلبہ کا انحصار نہ سپاہیوں کی تعداد پر ہے نہ لشکر کی زیادتی پر نہ سامان حرب کی کثرت پر بلکہ فتح اور غلبہ کا دارومدار حق تعالیٰ کی مدد اور نصرت پر ہے۔ لہٰذا تم کو حق تعالیٰ کی اطاعت اختیار کر کے اس کی مدد اور نصرت کو شریک حال بنانا چاہیے اور اس کی مخالفت اور نافرمانی کر کے اس کی مدد اور نصرت کو اپنے سے منقطع نہ کرنا چاہیے اور مسلمانوں کو صرف خدا کی ذات عالی پر بھروسہ کرنا چاہیے یعنی اپنے ضعف اور دشمن کی قوت پر نظر نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر اعتماد ہونا چاہیے۔

قرآن پاک کی اس ایک ہی مختصر سی آیت کا مضمون اگر مسلمانوں کو مستحضر ہو جائے اور ان کے دل و دماغ میں یہ بات رچ جائے کہ ہماری فتح مندی اور کامیابی خواہ وہ دین کی ہو یا دنیا کی محض حق تعالیٰ کی مدد و نصرت پر منحصر ہے اور حق تعالیٰ کی مدد و نصرت شامل ہوتی ہے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنے سے اور وہ منقطع ہو جاتی ہے ان کی مخالفت اور نافرمانی سے تو مسلمانوں کی زندگی بنانے کے لئے یہی ایک آیت کافی ہے مگر افسوس صد افسوس کہ اس وقت مسلمان کا مذاق ایسا الٹا ہو گیا ہے کہ اسے چیزوں ہی سے کامیابی نظر آتی ہے۔ مادی قوت اور طاقت ہی پر فتح مندی کا مدار نظر آتا ہے اور نہیں خیال آتا اور بھلا رکھا ہے جس بات کو وہ یہی اعانت اور نصرت خداوندی کا حصول ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

خلاصہ یہ کہ اسلام اور قرآن کی تعلیم یہی ہے کہ اسباب کو ترک نہ کریں بلکہ ان سے کام لیں مگر اسباب کو مؤثر حقیقی نہ سمجھیں۔ مؤثر حقیقی قادر مطلق خداوند ذوالجلال والاکرام ہی کو سمجھیں اور نظر اسی پر رکھیں اور اسباب کو واسطہ سے زیادہ کچھ نہ سمجھیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو ہر کام میں اپنی اعانت اور نصرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اے اللہ اپنی تائید اور امداد ہر حال میں ہمارے شامل حال بنادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۚ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ

اورنبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کریں حالانکہ جو شخص خیانت کریگا وہ شخص اپنی اُس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن

وَمَا	كَانَ	لِنَبِيٍّ	اَنْ يَّغُلَّ	وَمَنْ	يَّغْلُلْ	يَاْتِ	بِمَا غَلَّ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اور نہیں	تھا۔ ہے	نبی کے لئے	کہ چھپائے	اور جو	چھپائے گا	لائے گا	جو اس نے چھپایا	قیامت کے دن

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ

حاضر کرے گا پھر ہر شخص کو اُس کے کئے کا پورا عوض ملے گا اور اُن پر بالکل ظلم نہ ہوگا۔ سوایسا شخص جو کہ رضائے حق کا تابع ہو

ثُمَّ	تُوَفّٰى	كُلُّ نَفْسٍ	مَا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ	اَفَمَنِ	اتَّبَعَ
پھر	پورا پائے گا	ہر شخص	جو	اس نے کمایا	اور وہ	ظلم نہ کئے جائیں گے	تو کیا جس	پیروی کی

رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ

کیا وہ اُس شخص کی مثل ہوجاوے گا جوکہ غضب الٰہی کا مستحق ہو اوراس ٹھکانہ دوزخ ہو اور وہ جانے کی

رِضْوَانَ	اللّٰهِ	كَمَنْۢ	بَآءَ	بِسَخَطٍ	مِّنَ اللّٰهِ	وَمَاْوٰىهُ	جَهَنَّمُ	وَبِئْسَ
رضا (خوشنودی)	اللہ	مانند۔ جو	لوٹا	غصہ کے ساتھ	اللہ کے	اور اس کے ٹھکانہ	جہنم	اور برا

الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾

بُری جگہ ہے۔ یہ مذکورین درجات میں مختلف ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اوراللہ تعالیٰ خوب دیکھتے ہیں اُنکے اعمال کو

	الْمَصِيْرُ	هُمْ	دَرَجٰتٌ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	
	ٹھکانہ	وہ۔ اُن	درجے	پاس۔ اللہ	اور اللہ	دیکھنے والا	جو	وہ کرتے ہیں	

انبیاء علیہم السلام کی عصمت وامانت

یہاں ان آیات زیر تفسیر کا پہلا جملہ ہے وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ کچھ چھپا رکھیں یا خیانت کریں۔ اس جملہ کا مطلب اور گذشتہ آیات اور مضمون سے تعلق و ربط بیان کرنے میں علمائے مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ ایک ربط اور تعلق گذشتہ سے یہ ظاہر کیا ہے کہ اوپر غزوہ احد کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کا مذموم اور موجب وبال ہونا بیان فرمایا تھا۔ اب یہاں اس جملہ میں آپ کا امین ہونا مذکور فرمایا تا کہ ثابت ہوجائے کہ آپ جو کچھ حکم فرماتے ہیں اس میں آپ کی نفسانی غرض نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک قسم کی خیانت ہے اور آپ اس سے بالکل مبرا ہیں۔ لہٰذا ایسے حکم کی مخالفت ضرور موجب وبال اور مذموم ہوگی۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہاں مسلمانوں کو سمجھانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عصمت اور صفت امانت کو پوری طرح مستحضر رکھیں۔ اس لئے کہ نبی اپنی امت سے کچھ چھپایا نہیں کرتے خواہ اللہ کی وحی ہو۔ حق و صداقت کی باتیں ہوں مال غنیمت کی تقسیم ہو یا کچھ اور لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کبھی ایسا کوئی لغو خیال دل میں نہ لانا چاہیے۔ جیسا کہ ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بدر کے دن مال غنیمت میں سے ایک سرخ چادر گم ہوگئی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی ہو۔ یہ کہنے والے اگر

منافق تھے جیسا کہ بعض روایات میں منقول ہے تو کوئی بعید بات نہیں اور ممکن ہے کہ کسی مسلمان ہی نے کہا ہو تو یہ سمجھا ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کا اختیار ہے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ بہرحال بتلانا یہ مقصود ہے کہ منصب نبوت کے ساتھ کسی قسم کی خیانت جمع نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ نبی ہونے کی وجہ سے امین کامل ہیں۔

چنانچہ ان آیات میں امانت انبیاء کو بالدلیل ثابت فرمایا گیا ہے اور قرآن کریم نے ان تمام غلط خیالات کی تردید کر دی جو نبوت کے بارے میں کسی کے دل میں پیدا ہو سکتے تھے۔ مشرکین و منافقین تو ویسے ہی مرتبہ نبوت کے شرف و فضل سے ناواقف اور بے خبر تھے۔ اہل کتاب اگرچہ نبوت سے آشنا تھے مگر رفتہ رفتہ ان کے خیال میں بھی نبی کی حیثیت صرف کاہن کی سی رہ گئی تھی اور وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ نبی ایک کاہن ہوتا ہے جو آئندہ کی خبریں دیتا ہے اور عصمت کو وہ لازمہ نبوت نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی محرف کتابوں میں بعض جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کی طرف کبیرہ گناہ منسوب کیے گئے ہیں (معاذ اللہ) یہاں انبیاء علیہم السلام کے متعلق تمام غلط خیالات کی تردید فرما دی گئی۔

خیانت کی سزا

یہاں جو یہ فرمایا گیا وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جو شخص خیانت کرے گا وہ شخص اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حاضر کرے گا۔ اس کی شرح حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو قیامت میں کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ لدا ہوا اور بولتا ہو۔ اور وہ شخص مجھ سے آ کر طالب امداد ہو اور میں صاف جواب دیدوں کہ میں اب کچھ نہیں کر سکتا میں حکم پہنچا چکا تھا اور ایسا ہی مضمون گھوڑے کپڑے اور روپیہ پیسہ کے بارہ میں فرمایا اس پر کسی نے حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے اشکال ظاہر کیا کہ اگر کسی نے سو اونٹ چرائے ہوں تو وہ ان سب کو کس طرح گردن پر لادے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ جس شخص کی ایک ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہو گی وہ اتنے اونٹوں کو بھی اٹھا سکے گا۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جہنمیوں کے جسم بڑے لمبے چوڑے بنا دیئے جائیں گے جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے کہ بعض جہنمیوں کی کھال ۴۲ ہاتھ موٹی ہو گی۔ اور دانت پہاڑ کے مانند اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہو گی جتنی مسافت کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے اور اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گا جتنا کہ ایک تیز رو سوار کی تین دن کی مسافت۔

الغرض یہاں مال غنیمت کی چوری کا مسئلہ بھی آ گیا کہ وہ گناہ عظیم ہے اور عام تعلیم امت کو یہ ہے کہ نہ مال میں خیانت کریں نہ راز داری میں نہ احکام الٰہی میں۔ نہ حاکم اور سردار کی اطاعت میں نہ کسی اور معاملہ اور حقوق میں۔

یہی حال مساجد' مدارس' خانقاہوں اور اوقاف کے اموال کا ہے جس میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کا چندہ ہوتا ہے۔ اگر معاف بھی کرائے تو کس کس سے کرائے۔ اسی طرح بیت المال حکومت کے سرکاری خزانہ کا حکم ہے کیونکہ اس میں پورے ملک کے باشندوں کا حق ہے جو اس میں چوری کرے اس نے سب کی چوری کی مگر چونکہ یہی اموال عموماً ایسے ہوتے ہیں جن کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا نگرانی کرنے والے بے پروائی کرتے ہیں۔ چوری کے مواقع بکثرت ہوتے ہیں اس لئے آج کل دنیا میں سب سے زیادہ چوری اور خیانت انہی اموال میں ہو رہی ہے اور لوگ اس کے انجام بد اور وبال عظیم سے غافل ہیں کہ اس جرم کی سزا علاوہ جہنم کے میدان حشر کی رسوائی بھی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی بھی۔ نعوذ باللہ منہ''

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو زندگی کے ہر لمحہ میں امین بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اور خیانت کے جرم سے ہر طرح بچنے کی توفیق نصیب فرما۔ اے اللہ میدان حشر کی رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھنا اور اس دنیا کی زندگی میں ہم کو اپنی خوشنودی کی راہ پر چلنا نصیب فرمانا۔ اور ان لوگوں کی راہ چلنے سے بچانا جنہوں نے آپ کا غصہ و غضب کمایا۔ ہمارا دائمی ٹھکانہ مخلصین مومنین کے ساتھ اپنی دائمی جنت میں بنانا اور اپنے غصہ اور غضب کی جگہ جہنم سے ہمیں بچانا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ اُن میں اُنہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں

لَقَدْ	مَنَّ	اللّٰهُ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	اِذْ بَعَثَ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا	مِّنْ	اَنْفُسِهِمْ	يَتْلُوْا	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِهٖ
البتہ بیشک	احسان کیا	اللہ	پر	ایمان والے (مومن)	جب بھیجا	ان میں	ایک رسول	سے	انکی جانیں (کے درمیان)	وہ پڑھتا ہے	ان پر	انکی آیتیں

وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

اور اُن لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں کتاب اور حکمت کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح گمراہی میں تھے۔

وَيُزَكِّيْهِمْ	وَيُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَاِنْ	كَانُوْا	مِنْ قَبْلُ	لَفِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ
اور انہیں پاک کرتا ہے	اور انہیں سکھاتا ہے	کتاب	اور حکمت	اور بے شک	وہ تھے	اس سے قبل	البتہ۔ میں	گمراہی	کھلی

انسانیت پر احسان عظیم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بڑا ہی احسان کیا قرآن کریم میں یہ ایک واحد مثال ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر صراحۃً کوئی احسان جتلایا ہے یوں تو انسانوں پر حق تعالیٰ کے انعامات واحسانات بے شمار ولاتعداد ہیں مگر حق تعالیٰ نے کسی انعام واحسان پر یہ نہیں جتلایا کہ دیکھو ہم نے تم پر احسان کیا ہے سوائے اس احسان کے جو یہاں فرما کر بیان کیا جارہا ہے اب وہ کون سا عظیم الشان احسان ہے جو یہاں جتلایا جارہا ہے؟ وہ احسان یہ ہے اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک عظیم الشان پیغمبر کو بھیجا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔

احسان الٰہی سے نفع مند ہونے والے

قرآن کریم کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ اور پورے عالم کے لئے آپ کا وجود نعمت کبریٰ ہے اور احسان عظیم ہے اس جگہ اس احسان کو صرف مومنین کے لئے فرمایا۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود سارے عالم اور ہر کافر ومومن کے لئے نعمت کبریٰ اور احسان عظیم ہے جیسا کہ قرآن کریم سارے عالم کے لئے صحیفہ ہدایت ہے مگر چونکہ اس نعمت وہدایت کا نفع صرف مومنین ومتقین نے حاصل کیا۔ اس لئے کسی جگہ اس احسان کو مومنین کے ساتھ مخصوص کرکے بھی بیان کردیا گیا۔

بعثت انبیاء اور انسانیت

انبیاء علیہم السلام دنیا میں آتے ہیں اس لئے کہ وہ انسانی روح کی صحیح تربیت کرکے انسان کو حقیقی انسان بنائیں، تاکہ اس کے بدن سے جو اعمال وافعال صادر ہوں وہ انسانیت کے لئے مفید ثابت ہوں۔ وہ درندے اور زہریلے جانوروں کی طرح دوسرے انسانوں کو ایذا اور تکلیف دیتا نہ پھرے۔ اور خود اپنے بھی انجام کو سمجھ کر آخرت کی دائمی زندگی کا سامان مہیا کرے۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے زمرہ انبیاء میں امامت وسیادت کا منصب حاصل ہے۔ انسان کو صحیح انسان بنانے میں بھی آپ کی شان تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہے۔ آپ نے اپنی تعلیمات وصحبت سے انسانوں کا ایک ایسا معاشرہ تیار کردیا جس کا مقام فرشتوں کی صفوں سے آگے ہے آپ نے جو تعلیمات اور اسوہ حسنہ چھوڑے ہیں اس پر پورا عمل کرنے والے بھی انسانیت کے بلند مقام کو پاسکتے ہیں۔

پیغمبر اسلام کا انسان ہونا بھی نعمت ہے:

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کہ اس نے ایک رسول ان میں بھیج دیئے جو ان ہی میں سے ہیں۔ یعنی ان ہی کی جنس اور قوم میں کا ایک انسان رسول بنا کر بھیجا جس کے پاس اٹھنا بیٹھنا بات چیت کرنا زبان سمجھنا اور ہر قسم کے فیوض وبرکات اٹھانا آسان ہیں۔ اس کے احوال واخلاق سوانح زندگی امانت ودیانت خدا ترسی اور پاک بازی

سے وہ خوب واقف ہیں۔ اپنی ہی قوم اور کنبے کے فرد سے جب معجزے ظاہر ہوتے ہیں تو ان پر ایمان لے آنا آسان ہے۔ اگر کوئی جن یا فرشتہ رسول بن کر آتا تو اس کے معجزہ دیکھ کر یہ خیال کر لینا ممکن تھا کہ چونکہ جنس انسانی سے جداگانہ مخلوق ہے اس لئے یہ معجزات و خوارق شاید اس جنس کی نوعیت میں سے ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ﷺ انسانی میں سے رسول بنا کر بھیجا جو باوجود معزز ترین اور بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے ان ہی کے مجمع میں نہایت خوش اخلاقی رحم دلی نرم خوئی اور شفقت وعنایت کے ساتھ گھلے ملے رہتے ہیں اور جن سے وہ بے تکلف فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ و بارک وسلم۔

حضور ﷺ کی چار صفات

پہلی صفت: ''تلاوت آیات'' کی بتلائی گئی۔

تلاوت کے اصلی معنی اتباع اور پیروی کے ہیں لیکن اصطلاح قرآن وحدیث میں یہ لفظ قرآن کریم کے پڑھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کلام الٰہی کے سوا کسی دوسری کتاب یا کلام کے پڑھنے کو تلاوت نہیں کہا جا سکتا۔ تلاوت کا تعلق الفاظ سے ہے اور تلاوت الفاظ ہی کی ہوتی ہے تو یہاں ''تلاوت آیات'' کا ایک جداگانہ فرض قرار دے کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ قرآن کریم میں جس طرح اس کے معانی مقصود ہیں اسی طرح اس کے الفاظ بھی مقصود ہیں۔

دوسری صفت: ''تزکیہ نفس'' فرمائی یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو شرک و کفر بت پرستی بدکاری اور گناہوں سے پاک کرتے ہیں ان کی باطنی گندگیوں کو دور کر کے دل کو اعتقاد فاسدہ نیز تکبر بغض حسد ریا حب دنیا وغیرہ سے صاف کرتے ہیں یہاں تزکیہ نفس آپ کی جداگانہ خصوصیت قرار دیکر اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ جس طرح محض الفاظ کے سمجھنے میں کوئی فن حاصل نہیں ہوتا اسی طرح علمی طور پر فن حاصل ہو جانے سے اس کا استعمال اور کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ کسی معلم ومربی کے زیر تربیت اس کی مشق کر کے عادت نہ ڈالے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے محض آسمانی کتاب بھیجنے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ انسانوں کی صحیح تعلیم وتربیت کے لئے رسولوں کا سلسلہ قائم فرمایا جو اپنی تعلیم وتربیت سے عام انسانوں کو آسمانی ہدایات سے روشناس کر کے ان کا خوگر بنائے۔

تیسری صفت ''تعلیم کتاب'' یعنی کتاب اللہ کی مراد بتلانا فرمائی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں اور جہاں اس کے سمجھنے میں اور حقیقی مراد معلوم کرنے میں کوئی مشکل پیش آئے وہاں شبہات دور کر کے صحیح مراد اور مطلب واضح فرماتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن فہمی کے لئے صرف عربی زبان کا جان لینا کافی نہیں بلکہ اور تعلیم رسول ہی کے ذریعہ قرآنی تعلیم کا صحیح علم حاصل ہو سکتا ہے۔

چوتھی چیز ''تعلیم حکمت'' حکمت سے مراد حدیث وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح مطلب ومعانی قرآن کا بتلانا وسکھلانا خصوصی صفت تھی اسی طرح پیغمبرانہ تربیت کے اصول وآداب واحکام وہدایات جن کا نام سنت ہے اس کی تعلیم بھی آپ کے فرائض منصبی میں داخل تھی۔

آیت کے آخر میں فرمایا گیا وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح گمراہی میں تھے۔ یعنی آپ کی بعثت سے قبل یہ لوگ صریح جہالت شرک وکفر کی گمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے آپ نے اللہ کی توفیق سے علم وعمل کے ان اعلیٰ مراتب پر اس درماندہ قوم کو فائز کیا جو صدیوں سے جہل وگمراہی میں غرق تھی۔ آپ کی تعلیم وصحبت سے وہی جاہل عرب قوم ساری دنیا کے لئے ہادی اور معلم بن گئی۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کا اس دنیا پر یہ بڑا انعام واحسان ہے کہ جو آپ نے نبی کریم رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان پیغمبر کو مبعوث فرمایا اور دنیا والوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم عطا کر کے آپ کو بھیجا۔

یا اللہ قرآن کریم کی تلاوت ہمارے لئے محبوب مشغلہ بنا دے اور شب وروز اس کی تلاوت سے ہمارے قلوب کو انوار وبرکات نصیب فرما دے۔ اور ہمارے نفوس کا تزکیہ فرما دے اور ہمارے دلوں کی گندگیاں اور بیماریاں دور فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ

اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو کہ یہ کدھر سے ہوئی آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف

اَوَلَمَّآ	اَصَابَتْكُمْ	مُّصِيْبَةٌ	قَدْ اَصَبْتُمْ	مِّثْلَيْهَا	قُلْتُمْ	اَنّٰى هٰذَا	قُلْ	هُوَ	مِنْ
کیا جب	تمہیں پہنچی	کوئی مصیبت	البتہ تم نے پہنچائی	اس سے دوچند	تم کہتے ہو	کہاں سے یہ؟	آپ کہدیں	وہ	سے

عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى

سے ہوئی۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔ اور جو مصیبت تم پر پڑی جس روز کہ دونوں گروہ

عِنْدِ	اَنْفُسِكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	وَمَآ	اَصَابَكُمْ	يَوْمَ	الْتَقَى
پاس	تمہاری جانیں (اپنے پاس)	بیشک	اللہ	پر	ہر	شے	قادر	اور جو	تمہیں پہنچا	دن	مڈبھیڑ ہوئی

الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ

باہم مقابل ہوئے سو خدا تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی اور تاکہ اللہ تعالیٰ مومنین کو بھی دیکھ لیں۔ اور ان لوگوں کو بھی دیکھ لیں جنہوں نے نفاق کا برتاؤ کیا۔

الْجَمْعٰنِ	فَبِاِذْنِ	اللّٰهِ	وَلِيَعْلَمَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَلِيَعْلَمَ	الَّذِيْنَ	نَافَقُوْا
دو جماعتیں	تو حکم سے	اللہ	اور تاکہ وہ معلوم کرلے	ایمان والے	اور تاکہ جان لے	وہ جو کہ	منافق ہوئے

تفسیر و تشریح: کافی اوپر سے جنگ احد کے واقعات کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے ان واقعات کی تفصیلات کے سلسلہ میں اس کوتاہی کا ذکر ہوا جو اس جنگ میں بعض اہل اسلام سے سرزد ہوئی۔ پھر عفو و درگزر کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان مسلمانوں کو معاف فرما دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معافی دلوادی۔ اسی ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق یاد دلائے گئے اور آپ کے وجود کی برکتیں اور خصوصیات بیان ہوئیں اور مسلمانوں کو بتلایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تم میں مبعوث ہونا اللہ کا تم پر ایک بہت بڑا انعام و احسان ہے۔ تم کو اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

واقعہ احد میں مسلمانوں کو عارضی شکست اور زخم و قتل کے مصائب کا غم کاری تھا اور اس حادثہ سے سخت کلفت تھی۔ اس لئے مزید تسلی کا مضمون ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے اور یہ بات یاد دلائی جاتی ہے کہ جتنی مصیبت اے مسلمانو تم پر اس غزوہ احد میں پڑی ہے تم اس سے دگنی مصیبت اپنے مخالف پر اس سے پہلے غزوہ بدر میں ڈال چکے ہو کیونکہ غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے اور غزوہ بدر میں مشرکین کے ستر سردار مارے گئے تھے اور ستر ہی گرفتار ہوئے تھے۔ سو اس بات کے یاد دلانے سے ایک مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی موجودہ تکلیف و پریشانی کا احساس گھٹ جائے کہ جب ہماری دوگنی جیت ہو چکی ہے تو ایک دفعہ آدھی ہار و شکست بھی ہو جائے تو زیادہ غم اور تعجب نہیں ہونا چاہیے دوسری بات ان آیات میں یہ یاد دلائی جاتی ہے کہ یہ تکلیف و مصیبت درحقیقت دشمن کی قوت و کثرت کے سبب سے نہیں بلکہ تمہاری اپنی ہی بعض کوتاہی کے سبب سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں تم سے کوتاہی ہوئی۔ تیسری بات پھر یہ بتلائی گئی کہ یہ جو کچھ ہوا حق تعالیٰ کی مشیت سے ہوا جس میں بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں جن میں سے بعض حکمتوں اور مصلحتوں کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ مومنین مخلصین کو بھی دیکھ لیں اور منافقین کو بھی یعنی مومنین کا اخلاص اور منافقین کی منافقت ایسی عیاں اور واضح ہو جائے کہ ہر دیکھنے والا دیکھ سکے۔

غزوہ احد میں آزمائش کا ایک سبب

هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ : حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر

کے بعد جس میں مسلمانوں کو فتح کامل ہوئی جبرائیل علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قوم کا کفار کو قیدی بنا کر پکڑ لینا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا اب انہیں (یعنی مسلمانوں کو) دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کر لینے کا حکم دیجئے یا تو یہ کہ ان قیدیوں کو یہ قتل کر ڈالیں یا ان سے فدیہ وصول کر کے چھوڑ دیں مگر پھر مسلمانوں میں سے اتنی ہی تعداد شہید ہو گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے دونوں باتیں پیش کیں تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ ہمارے قبائل کے ہیں۔ ہمارے رشتہ دار بھائی ہیں۔ ہم کیوں ان سے فدیہ لے کر نہ چھوڑ دیں اور اس مال سے قوت و طاقت حاصل کر کے اپنے دوسرے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔ اور پھر جو ہم میں سے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے تو اس میں ہماری کیا برائی ہے؟ چنانچہ فدیہ وصول کر کے ۷۰ قیدیوں کو جو بدر میں گرفتار ہوئے تھے چھوڑ دیا اور ٹھیک ۷۰ ہی کی تعداد مسلمانوں کی اس کے بعد غزوہ احد میں شہید ہوئی پس ایک مطلب کہ "یہ مصیبت خود تمہاری طرف سے ہے" اس کا یہ ہوا کہ تم نے بدر کے قیدیوں کو زندہ چھوڑنا اور ان سے فدیہ وصول کرنا اس شرط پر منظور کیا تھا کہ تمہارے بھی اتنے ہی آدمی شہید ہوں۔

آزمائش کی ایک اور حکمت

وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا یعنی ثابت قدم غیر متزلزل ایمان والے صابر بندے بھی معلوم ہو جائیں اور منافقین کا حال بھی کھل جائے چنانچہ جنگ احد کا معاملہ ان منافقین کے لئے فیصلہ کن آزمائش تھی جو مسلمانوں کے ساتھ ریاکارانہ ملی جلی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس موقع پر ان کا نفاق پوری طرح کھل گیا۔ اول سے آخر تک کوئی ایسا مرحلہ نہیں آیا جس میں یہ منافقین اپنی فتنہ پردازی سے باز رہے ہوں ان سے جب کہا گیا کہ شہر سے باہر نکل کر کفار سے مقابلہ کرو تو یہ کہہ کر لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا کہ باہر نکل کر لڑنا موت کے منہ میں جانا ہے اور جب کہا گیا کہ اچھا شہر کی مدافعت کرو تب بھی لگے طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انفرادی شان

ان آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں ایک اہم فائدہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے اور وہ یہ کہ جنگ احد کی شکست کے واقعہ میں عتاب کے بعد حضرات صحابہ کو جا بجا جو تسلی دی گئی ہے اس سے دوسرے نافرمانی کرنے والے دھوکہ نہ کھا دیں کہ ہم سے جو گناہ ہوتے ہیں ان میں بھی کوئی حکمت و مصلحت الٰہیہ ہو گی اس لئے غم کی کوئی بات نہیں تو حضرات صحابہ کے اس معاملہ پر دوسروں کو قیاس کرنا صحیح نہیں کئی وجہ سے۔ اول تو ان سے یہ غلطی اجتہاداً اور لغزش خطاء ہوئی تھی مخالفت یا نافرمانی کا جذبہ و داعیہ بالکل نہیں تھا دوسرے ان پر ندامت اور غم کا بے انتہا غلبہ تھا جو توبہ کا اعلیٰ درجہ ہے اس لئے ان کی تسلی کی گئی اور مختلف پیرایوں میں ان کے دل سنبھالنے کا سامان کیا گیا اور جو شخص دیدہ دانستہ ارادۃً گناہ کرے پھر اس پر دلیری اور جرأت بھی کرے وہ مستحق تسلی نہیں بلکہ وہ تو مستحق ملامت وعتاب و وعید ہونا چاہیے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دین اسلام پر استقامت و پختگی نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار بن کر زندہ رہنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ مومنین مخلصین کی صفات ہم میں پیدا فرما دے اور منافقین کی بدخصلتوں سے ہم کو کامل طور پر بچا لے۔

یا اللہ آج ہم جن مصائب ذلت اور خواری میں گرفتار ہیں یہ سب ہماری بداعمالیوں کے نتائج ہیں یا اللہ ہم کو اور پوری امت مسلمہ کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور اپنی تائید اور نصرت کو ہمارے شامل حال فرما اور ہمارے دلوں کو پھیر دے اور ہمارے احوال کو بدل دے یا اللہ دشمنان دین اور دشمنان اسلام کے تسلط سے ہم کو بچا لے۔ یا اللہ ہم آپ کی بارگاہ میں عجز و مسکنت و تذلل اور انکساری کے ساتھ رجوع ہوتے ہیں۔ یا اللہ اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے طفیل میں ہم پر رحم و کرم فرما دے اور ہم کو ایمان واسلام پر جم جانے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۚ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا

اُن سے یوں کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑنا یا دشمنوں کا دفعیہ بن جانا وہ بولے کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کی لڑائی دیکھتے

وَقِيْلَ	لَهُمْ	تَعَالَوْا	قَاتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	اَوِ	ادْفَعُوْا	قَالُوْا	لَوْ نَعْلَمُ	قِتَالًا
اور کہا گیا	انہیں	آؤ	لڑو	میں	اللہ کی راہ	یا	دفاع کرو	وہ بولے	اگر ہم جانتے	جنگ

لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ

توضرور تمہارے ساتھ ہولیتے یہ منافقین اس روز کفر سے نزدیک تر ہوگئے بہ نسبت اُس حالت کے کہ وہ ایمان سے نزدیک تھے یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں

لَّاتَّبَعْنٰكُمْ	هُمْ	لِلْكُفْرِ	يَوْمَئِذٍ	اَقْرَبُ	مِنْهُمْ	لِلْاِيْمَانِ	يَقُوْلُوْنَ	بِاَفْوَاهِهِمْ
ضرور تمہارا ساتھ دیتے	وہ	کفر کیلئے (کفر سے)	اس دن	زیادہ قریب	اُن سے	بہ نسبت ایمان	وہ کہتے ہیں	اپنے منہ سے

مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا

جو اُن کے دل میں نہیں ۔اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ اپنے دل میں رکھتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے بھائیوں کی نسبت بیٹھے ہوئے

مَا لَيْسَ	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَكْتُمُوْنَ	اَلَّذِيْنَ	قَالُوْا	لِاِخْوَانِهِمْ	وَقَعَدُوْا
جو نہیں	انکے دلوں میں	اور اللہ	خوب جاننے والا	جو	وہ چھپاتے ہیں	وہ لوگ جو	انہوں نے کہا	اپنے بھائیوں کے بارہ میں	اور وہ بیٹھے رہے

لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۗ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

باتیں بناتے ہیں کہ اگر ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کئے جاتے۔آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو وہ لوگ جو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ اگر تم سچے ہو۔

لَوْ اَطَاعُوْنَا	مَا قُتِلُوْا	قُلْ	فَادْرَءُوْا	عَنْ	اَنْفُسِكُمُ	الْمَوْتَ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ
اگر وہ ہماری مانتے	وہ نہ مارے جاتے	کہہ دیجئے	تم ہٹا دو	سے	اپنی جانیں	موت	اگر	تم ہو	سچے

غزوہ احد کے موقع پر منافقین کی غداری اور ان کے پروپیگنڈہ کا جواب

ابھی کلام غزوہ احد ہی کے سلسلہ میں جاری ہے۔یہ آیات عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں۔منافقوں کا ذکر سورہ بقرہ پارہ الٓمّٓ کے شروع ہی میں آ چکا ہے۔جب جنگ احد شروع ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کے ساتھ احد کے قریب پہنچے تو یہ عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لایا تھا یہ کہہ کر میدان جنگ سے مدینہ کی طرف واپس جانے لگا کہ آپ نے میری رائے مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کرنے کی نہیں مانی تو ہم بے وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔صحابہ میں سے بعض نے اس سے اس وقت کہا کہ عین موقعہ پر اب کہاں بھاگتے ہو۔آؤ اگر دعوے اسلام میں سچے ہو تو اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑو ورنہ کم از کم دشمن کو دفع کرنے اور روکنے ہی میں حصہ لو۔اسلامی لشکر میں شریک رہو تا کہ ہماری فوج کی کثرت کا رعب دشمن کے دل پر پڑے۔اور اگر خدا کی راہ میں دین اسلام کی خاطر نہیں لڑتے تو حمیت وطنی یا قومی یا اپنے مال و اولاد کی حفاظت ہی کے لئے دشمن کو روکنے میں مدد دو کیوں کہ دشمن اگر کامیاب ہو گیا تو وہ سب سے انتقام لے گا اور کسی کی تمیز نہ کرے گا۔عام مسلمانوں کی طرح تم بھی نقصان اٹھاؤ گے غرض ہر طرح پر ان کے مذاق کے موافق

ان کو سمجھانے کی صحابہ نے کوشش کی تو اس پر عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کا مقابلہ ہوتا دیکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے لیکن یہ کوئی لڑائی ہے کہ وہ لوگ تم سے تین چار حصہ زیادہ ہیں پھر ان کے پاس سامان جنگ بھی زیادہ۔ ادھر آدمی بھی کم اور بے سروسامانی زیادہ۔ ایسی حالت میں لڑنا محض اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے یہ کوئی لڑائی ہے۔ چنانچہ منافقین نہ مانے اور عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ راستہ سے مدینہ لوٹ آیا اور مسلمان میدان جنگ کی طرف آگے بڑھ گئے۔ اسی کو یہاں ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہ منافقین دل سے کافر اور زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے۔ اور اسی زبانی اسلام کی بناء پر مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے۔ اس روز عین موقع پر پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو چھوڑ کر چلے جانے اور جھوٹے حیلے تراشنے سے ان کے نفاق کی قلعی کھل گئی اور یہ ظاہر میں بہ نسبت ایمان کے کفر کے زیادہ قریب ہو گئے اور اپنے فعل سے مسلمانوں کو نقصان اور کافروں کو تقویت پہنچائی۔ اور جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ صاف نہیں کہتے۔ دل میں تو یہ تھا کہ اچھا ہے مسلمان مغلوب و ذلیل ہوں اور ہم خوشی سے بغلیں بجائیں۔ انہی منافقوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر ہمارے بھائی انصار مدینہ ہماری بات مان کر گھر میں بیٹھے رہتے تو میدان جنگ میں اس طرح قتل نہ ہوتے۔ اس پر ان منافقوں سے کہا گیا کہ اگر گھر میں بیٹھے رہنے سے جان بچ سکتی ہے تو دیکھیں تم گھر میں موت کو کس طرح نہ آنے دے سکتے ہو۔ گھر میں بیٹھ کر بھی موت پیچھا نہیں چھوڑ سکتی تو پھر بہادروں کی طرح اللہ کی راہ میں عزت کی موت کیوں نہ مرا جائے۔

الغرض منافقین کے قول کا رد فرمایا گیا اور انہیں بتلایا گیا کہ گھر میں بیٹھ رہنے سے موت تو نہیں رک سکتی۔ ہاں آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کی بجائے حیاۃ جاودانی کہنا چاہیے۔ یعنی اللہ کے راستہ میں شہادت۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما اور ظاہر میں و باطن میں ہم کو اسلام کا سچا اور پکا متبع اور فرمانبردار بنا۔

یا اللہ دین و اسلام کے لئے اپنے راستہ میں ہمیں بھی جان و مال قربان کرنے کا عزم و جذبہ عطا فرما۔ اور جو کچھ ہمارا جان و مال دین کی خدمت میں آپ کی توفیق سے لگ جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما اور اپنی خوشنودی کا باعث بنا۔

یا اللہ اپنی راہ میں دین کے لئے ہم کو کفار اور اعدائے دین سے جہاد کا سچا جذبہ اور عزم نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ١٦٩

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مُردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں اُن کو رزق بھی ملتا ہے۔

وَلَا	تَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	قُتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اَمْوَاتًا	بَلْ	اَحْيَاۗءٌ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	يُرْزَقُوْنَ
اور نہ	ہرگز خیال کرو	جو لوگ	مارے گئے	میں	راستہ	اللہ	مردہ (جمع)	بلکہ	زندہ (جمع)	پاس	اپنا رب	وہ رزق دیئے جاتے ہیں

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ

وہ خوش ہیں اُس چیز سے جو اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ اُن کے پاس نہیں پہنچے اُن سے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کی بھی اس حالت پر

فَرِحِيْنَ	بِمَا	اٰتٰىھُمُ	اللّٰهُ	مِنْ فَضْلِهٖ	وَيَسْتَبْشِرُوْنَ	بِالَّذِيْنَ	لَمْ يَلْحَقُوْا	بِهِمْ	مِّنْ
خوش	سے۔ جو	انہیں دیا	اللہ	اپنے فضل سے	اور خوش وقت ہیں	ان کی طرف سے جو	نہیں ملے	ان سے	سے

خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ١٧٠ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

وہ خوش ہوتے ہیں کہ اُن پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت و فضل خداوندی کے

خَلْفِهِمْ	اَلَّا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	ھُمْ	يَحْزَنُوْنَ	يَسْتَبْشِرُوْنَ	بِنِعْمَةٍ	مِّنَ	اللّٰهِ
ان کے پیچھے	یہ کہ نہیں	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	وہ خوشیاں منارہے ہیں	نعمت سے	سے	اللہ

وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ١٧١

اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

وَفَضْلٍ	وَّاَنَّ	اللّٰهَ	لَا يُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	
اور فضل	اور یہ کہ	اللہ	ضائع نہیں کرتا	اجر	ایمان والے	

شہداء کا مقام

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ منافقین نے ان انصار مدینہ کے متعلق جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے یہ کہا تھا کہ اگر وہ ہمارا کہنا مانتے اور گھروں میں بیٹھے رہتے تو مارے نہ جاتے اور جس طرح ہم قتل سے محفوظ رہے وہ بھی قتل سے محفوظ رہتے۔ گویا وہ ان شہداء کی موت کو موجب ناکامی اور دنیوی زندگی اور اس کی لذات سے محرومی کا باعث بتلا کر مسلمانوں کو بھی بہکاتے اور ورغلاتے تھے۔ اس لئے ان آیات میں شہداء کے درجات و حالات بیان کئے گئے ہیں اور بتلایا گیا کہ اگر وہ جہاد فی سبیل اللہ میں قتل ہو گئے تو کسی نقصان اور خسارہ میں نہیں رہے۔ بلکہ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں ان کی موت کو حیاۃ جاودانی کہنا چاہیے اس لئے کہ انہیں اس دنیا سے گزرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی نصیب ہوتی ہے جو اور مردوں کو نہیں ملتی۔ ان کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے۔ بڑے عالی درجات و مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔ جنت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے۔ شہداء کی ارواح جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں اس وقت شہدا بے حد مسرور اور بے انتہا خوش ہوتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے دنیا میں دولت شہادت عطا فرمائی کہ جس کے باعث دوسرے عالم میں اپنی عظیم نعمتوں سے نوازا۔

حضرت ابن عباسؓ سے صحیح اسناد کے ساتھ ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب

واقعہ احد میں تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم میں رکھ کر آزاد کر دیا وہ جنت کی نہروں اور باغات کے پھلوں سے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ جاتے ہیں جو ان کے لئے عرش رحمان کے نیچے معلق ہیں۔ جب ان شہداء نے اپنی راحت وعیش کی یہ زندگی دیکھی تو کہنے لگے کہ ہمارے متعلقین دنیا میں ہمارے مرنے سے غمگین ہیں کیا کوئی ہمارے حالات کی خبر ان کو پہنچا سکتا ہے تاکہ وہ ہم پر غم نہ کریں اور وہ بھی جہاد میں کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہاری یہ خبر ان کو پہنچائے دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیات نازل فرمائی گئیں۔

حیات شہداء

شہداء کی حیاۃ کے متعلق دوسرے پارہ سورہ بقرہ آیت ۱۵۴ میں بھی فرمایا گیا ہے

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون o اور جو لوگ اللہ کی راہ میں یعنی دین کے واسطے قتل کئے جاتے ہیں ان کی ایسی فضیلت ہے کہ ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ معمولی مردے کی طرح مردے ہیں بلکہ وہ لوگ ایک ممتاز حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ حیاۃ شہداء کے متعلق بعض علمائے کرام یہ کہتے ہیں کہ ان کے اسی جسم میں حیاۃ دی جاتی ہے اس لئے سیکڑوں برس بعد بھی جب بھی شہداء کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں تو ان کا جسم بھی تروتازہ پایا گیا ہے چنانچہ امام مالکؒ نے موطا میں لکھا ہے کہ احد کے پہاڑ کے نیچے جو برساتی نالہ بہتا ہے ایک بار جو اس نے زور کیا تو جنگ احد کے بعض شہداء کی لاشیں نکلیں جس سے بدستور خون جاری تھا اور یہ معاملہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں ہوا ہے لیکن جمہور علمائے اہل سنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ ان کو حیاۃ روحانی نصیب ہوتی ہے۔ اب یوں تو ہر شخص کافر ہو یا مومن روح کسی کی نہیں مرتی بلکہ وہ قائم اور سالم رہتی ہے اور دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے لیکن جو کافر یا منافق یا گنہگار ہیں وہاں ان کی ارواح کو اپنے اعمال کے اس زنگ سے جو دنیا میں اس پر چڑھا تھا عذاب پاتی ہیں اور جو ابرار اور نفوس قدسیہ ہیں خصوصاً شہید فی سبیل اللہ وہ انوار الٰہیہ اور عالم نورانی میں مسرور ہوتے ہیں اور مشاہدہ جمال سے لذت اٹھاتے ہیں اور ان کی ارواح اپنے جسم لطیف کے ساتھ جنت اور عالم قدس کے باغوں میں جہاں چاہتی ہیں عیش مناتی پھرتی ہیں۔ سو ابرار کا اس عالم مسرور میں جانا اصل زندگی ہے اسی لئے ان کو بالتخصیص زندہ کہہ سکتے ہیں خصوصاً شہید فی سبیل اللہ کو جو اپنی حیاۃ عارضی کو اللہ کی نذر کر دیتا ہے اس لئے اس کو حیاۃ ابدی اس کے عوض نصیب ہوتی ہے۔

شہداء کی چار فضیلتیں

الغرض یہاں شہدائے فی سبیل اللہ کے خاص فضائل کا بیان ہے اور ان آیات میں شہداء کی چار فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی فضیلت یہ بیان کی گئی کہ وہ شہید ہو کر ممتاز دائمی حیات کے مالک ہو گئے۔

دوسری فضیلت یہ بیان کی گئی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کا رزق ملتا ہے اور رزق زندہ ہی کو ملا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا سے منتقل ہوتے ہی شہید کے لئے رزق جنت جاری ہو جاتا ہے۔

تیسری فضیلت یہ بیان کی گئی کہ وہ ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے ان نعمتوں میں جو اللہ نے ان کو عطا فرمائی ہیں۔

چوتھی فضیلت یہ فرمائی کہ وہ اپنے جن متعلقین کو دنیا میں چھوڑ گئے تھے ان کے متعلق بھی ان کو یہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں رہ کر نیک عمل اور جہاد میں جو مصروف ہیں تو ان کو بھی یہاں آ کر یہی نعمتیں اور درجات عالیہ ملیں گے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ان تمام شہدائے اسلام کو جنہوں نے دین کے لئے اپنی جانوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قربان کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا قرب خاص عطا فرمائیں۔ اور ان کے درجات عالیہ میں اور اضافہ فرمائیں اور ان کی ارواح کو اور زیادہ مسرت باطنی عطا فرمائیں۔ یا اللہ دشمنان دین سے اپنے راستہ میں ہم کو بھی جہاد فی سبیل اللہ کا عزم وجذبہ صادق عطا فرما۔ اے اللہ اپنے دین پر جینے اور اسی پر مرنے کی دولت ہم سب کو عطا فرما اور اپنے مخلص اور مومن بندوں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرما اور ان ہی کے ساتھ ہمیں بھی جنت کی دائمی نعمتوں سے اپنی رحمت سے سرفراز فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَہُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْہُمْ

جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول کرلیا بعد اس کے کہ اُن کو زخم لگا تھا اُن لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں

اَلَّذِیْنَ	اسْتَجَابُوْا	لِلّٰہِ	وَالرَّسُوْلِ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	اَصَابَہُمُ	الْقَرْحُ	لِلَّذِیْنَ	اَحْسَنُوْا	مِنْہُمْ
جن لوگوں نے	قبول کیا	اللہ کا	اور رسول	بعد	کہ	پہنچا انہیں	زخم	اسکے لئے جو	انہوں نے نیکی کی	ان میں سے

وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ (١٧٢) اَلَّذِیْنَ قَالَ لَہُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْہُمْ

اُن کے لئے ثواب عظیم ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم کو اُن سے اندیشہ کرنا چاہیے

وَاتَّقَوْا	اَجْرٌ	عَظِیْمٌ	اَلَّذِیْنَ	قَالَ	لَہُمُ	النَّاسُ	اِنَّ	النَّاسَ	قَدْ جَمَعُوْا	لَکُمْ	فَاخْشَوْہُمْ
اور پرہیزگاری کی	اجر	بڑا	وہ لوگ جو	کہا	انکے لئے	لوگ	کہ	لوگ	جمع کیا ہے	تمہارے لئے	پس ان سے ڈرو

فَزَادَہُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (١٧٣) فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ

تو اُس نے اُن کے ایمان کو اور زیادہ کردیا اور کہدیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کیلئے اچھا ہے۔ پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے

فَزَادَہُمْ	اِیْمَانًا	وَّقَالُوْا	حَسْبُنَا	اللّٰہُ	وَنِعْمَ	الْوَکِیْلُ	فَانْقَلَبُوْا	بِنِعْمَۃٍ	مِّنَ	اللّٰہِ	وَفَضْلٍ
تو زیادہ ہوا انکا	ایمان	اور انہوں نے کہا	ہمارے لئے کافی	اللہ	اور کیسا اچھا	کارساز	پھر وہ لوٹے	نعمت کے ساتھ	سے	اللہ	اور فضل

لَّمْ یَمْسَسْہُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ (١٧٤) اِنَّمَا ذٰلِکُمُ

بھرے ہوئے واپس آئے کہ اُن کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی اور وہ لوگ رضائے حق کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں

لَمْ یَمْسَسْہُمْ	سُوْٓءٌ	وَّاتَّبَعُوْا	رِضْوَانَ	اللّٰہِ	وَاللّٰہُ	ذُوْ فَضْلٍ	عَظِیْمٍ	اِنَّمَا	ذٰلِکُمُ
انہیں نہیں پہنچی	کوئی برائی	اور انہوں نے پیروی کی	رضا	اللہ	اور اللہ	فضل والا	بڑا	اسکے سوا نہیں	یہ تمہیں

الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْہُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (١٧٥)

کہ یہ مخبر شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم اُن سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

الشَّیْطٰنُ	یُخَوِّفُ	اَوْلِیَآءَہٗ	فَلَا	تَخَافُوْہُمْ	وَخَافُوْنِ	اِنْ	کُنْتُمْ	مُّؤْمِنِیْنَ
شیطان	ڈراتا ہے	اپنے دوست	سو نہ	ان سے ڈرو	اور ڈرو مجھ سے	اگر	تم ہو	ایمان والے

غزوہ حمراء الاسد اور غزوہ بدر صغریٰ

ان آیات کا شان نزول کے متعلق علماء مفسرین کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ آیات غزوہ حمراء الاسد کے متعلق نازل ہوئی ہیں جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب لشکر کفار احد سے مکہ کی طرف واپس ہوا تو راستہ میں خیال آیا کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ ایسی کامیابی کے بعد مسلمانوں کو یوں ہی زندہ چھوڑ کر چلے آئے۔ بہتر تھا کہ انہیں ختم ہی کر دیا جاتا آپس میں ان کے مشورہ ہونے لگے کہ پھر مدینہ چل کر مسلمانوں کا کام تمام کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ کفار دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے مدینہ میں اعلان فرمادیا کہ جو لوگ جنگ احد میں ہمارے ساتھ لڑائی میں شریک

تھے وہ دشمن کا پیچھا کرنے کے لئے پھر تیار ہو جائیں۔ مسلمان مجاہدین باوجود یہ کہ جنگ احد میں شدید زخم کھائے ہوئے تھے۔ اور زخموں سے چور ہو رہے تھے اور زخموں کی مرہم پٹی کا ارادہ کر رہے تھے کہ آپ کا اعلان سنتے ہی زخموں کو بھول گئے اور آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مجاہدین کو لے کر مقام حمراء الاسد جو مدینہ سے آٹھ میل دور ہے پہنچے۔ کفار کو جب یہ خبر ملی کہ مسلمان ان کے تعاقب میں چلے آ رہے ہیں تو منجانب اللہ ان کے دلوں میں سخت رعب اور دہشت طاری ہو گئی اور دوبارہ حملہ کا ارادہ فسخ کر کے مکہ کی طرف بھاگے۔ اتفاق سے ایک تجارتی قافلہ مدینہ کو جا رہا تھا تو ابو سفیان نے جو اس وقت تک کفار مکہ اور لشکر کفار کے سردار تھے انہوں نے ان قافلہ والوں کو کچھ مال دے کر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں اڑا دیں کہ جن کو سن کر مسلمان ہماری طرف سے مرعوب اور خوف زدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ان قافلہ والوں نے مدینہ پہنچ کر کہنا شروع کیا کہ مکہ والوں نے بڑا بھاری لشکر اور سامان مسلمانوں کے استیصال کی غرض سے تیار کیا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے دل میں خوف و ہراس کی بجائے جوش ایمان بڑھ گیا اور کہنے لگے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے۔ الغرض تین روز ۱۷، ۱۸، ۱۹ شوال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حمراء الاسد میں قیام فرمایا۔ اتفاق سے اس مقام پر ایک قافلہ تجار کا گزرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مال تجارت خرید فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں نفع دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نفع ہمراہی مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

دوسرا قول مفسرین کا ان آیات کے شان نزول کے متعلق یہ ہے کہ یہ آیات غزوہ بدر صغریٰ کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جنگ احد سے فارغ ہو کر جب ابو سفیان نے مکہ کی واپسی کا ارادہ کیا تو یہ کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ چاہیں تو ہماری اور تمہاری آئندہ سال بدر میں پھر لڑائی ہو۔ ابو سفیان کا مقصد یہ تھا کہ مقام بدر میں ہمارے بڑے بڑے سردار مارے گئے اب آئندہ سال اسی مقام بدر پر دوبارہ جنگ ہو اور ہم احد کی طرح وہاں بھی مسلمانوں کے بڑے بڑے سرداروں کو ماریں تاکہ بدر کا بدلہ ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ منظور ہے چنانچہ جب سال پورا ہو گیا تو ابو سفیان دو ہزار کفار قریش کے ساتھ مکہ سے جنگ کے ارادہ سے نکلا۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ صحابہ فوراً رفاقت کو تیار ہو گئے۔ ابو سفیان ابھی مکہ سے نکل کر مر الظہران تک پہنچا تھا کہ یکایک مسلمانوں کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو گیا اور وہ کوئی بہانہ سوچنے لگا تاکہ لڑائی سے بچ جاؤں اور لشکر کو لے کر مکہ واپس ہو جاؤں۔ قحط سالی کا عذر کر کے چاہا کہ مکہ واپس جائے لیکن کوئی ایسی صورت کی جائے کہ الزام مسلمانوں پر ہی رہے۔ اتفاق سے ایک شخص مدینہ کی طرف جا رہا تھا اس کو کچھ لالچ دیا اور کہا کہ مدینہ جا کر ایسی خبریں مشہور کر دے کہ جن کو سن کر مسلمان خوف کھا جائیں اور جنگ کو نہ نکلیں۔ وہ مدینہ پہنچ کر کہنے لگا کہ مکہ والوں نے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے۔ ان کے خلاف لڑنا مسلمانوں کے حق میں بہتر نہیں۔ لیکن مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے جوش جہاد بھر رکھا تھا۔ انہوں نے یہی کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اور حسب وعدہ مسلمان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر پر پہنچ گئے کفار مکہ تو پھر راستہ سے خشک سالی کے بہانہ لوٹ گئے تھے۔ مسلمانوں نے بدر میں تین روز قیام کیا وہاں بڑا بازار لگتا تھا تین روز تجارت کر کے نفع کمایا اور مدینہ واپس آ گئے کیونکہ کفار لڑائی کے لئے نہیں پہنچے تھے۔ اس وقت جن جن صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی اور جنگ کے لئے تیار ہو کر نکل پڑے ان کا ان آیات میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ امام فخر الدین رازی کا قول یہ ہے کہ ان آیات میں پہلی آیت تو غزوہ حمراء الاسد کے متعلق نازل ہوئی ہے بقیہ تین آیات غزوہ بدر صغریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

الغرض یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی

تعریف فرمائی کہ جو غزوہ احد میں زخم خوردہ ہونے کے باوجود جب ان کو دوسرے جہاد کی طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو فوراً جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔

یہاں ان آیات میں جن مسلمانوں کی تعریف بیان کی جارہی ہے ان کے تین وصف بیان کئے گئے:۔

ایک تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً جہاد کے لئے تیار ہو گئے اگرچہ ان کو احد میں زخم پہنچ چکے تھے۔ اور ان کے ستر ساتھی شہید ہو چکے تھے۔

دوسرے یہ کہ یہ لوگ عملی جدوجہد اور جان نثاری کے ساتھ احسان اور تقویٰ کی صفات کمال سے بھی آراستہ ہیں۔

تیسرے یہ کہ جب مخبر نے ڈرایا کہ کفار سے جنگ نہ کرو انہوں نے بڑا سامان تمہارے خلاف اکٹھا کیا ہے تو اس خبر نے ان کا جوش ایمان اور بڑھا دیا۔

صبر و تقویٰ کے انعامات

اس پر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو تین ہی نعمتیں عطا فرمائیں۔

پہلی نعمت تو یہ کہ کافروں کے قلوب میں رعب و ہیبت ڈال دی اور وہ لوگ بھاگ گئے اور یہ حضرات قتل و قتال سے محفوظ رہے۔

دوسری نعمت اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ ان حضرات کو تجارت کا موقع ملا اس مال سے منافع حاصل ہوا اس کو لفظ فضل سے تعبیر فرمایا۔

تیسری نعمت جو ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے وہ رضائے الٰہی کا حصول ہے جس کا اعلان وَاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ کہہ کر فرمایا گیا۔

کافروں کے پروپیگنڈہ سے مرعوب نہ ہوں

اخیر میں مسلمانوں کو ہدایت اور تعلیم دی گئی کہ مشرکوں کی طرف سے جو مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے خبریں اڑائی جاتی ہیں ایسی خبروں سے مسلمانوں کو ہرگز نہ ڈرنا چاہیے اور کفار کا کوئی خوف دل میں نہ لانا چاہیے البتہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا ضروری ہے کہ کوئی قدم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مرضی کے خلاف نہ اٹھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

یہاں ان آیات میں جو جملہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ آیا ہے اس کے ورد اور پڑھنے کے فوائد بزرگان دین و مشائخ طریقت نے بہت کچھ بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت اور بلاء میں مبتلا ہو تو اس کا ورد کثرت سے کرے۔ ان شاء اللہ اس کی مصیبت جاتی رہے گی۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے والا بنا دیں۔ یا اللہ ان صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے احسان اور تقویٰ کی ان آیات میں تعریف فرمائی گئی ہم کو بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کی دولت عطا فرما دے۔ اے اللہ ہمیں بھی اپنے ذات عالی پر بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور دل و زبان سے دشمنوں کے مقابلہ میں حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کے ورد کی توفیق مرحمت فرما دے۔ اے اللہ ہمیں بھی اپنی مرضیات کا تابع بن کر جینا اور مرنا نصیب فرما دے۔ اے اللہ دشمنان دین کا خوف ہمارے دلوں سے نکال دے اور ان سے جہاد کا جذبہ صادقہ عطا فرما دے۔ اور اپنی نصرت و مدد کو ہمارے شامل حال فرما دے۔ اے اللہ جیسی آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد ابتدا میں فرمائی اب بھی اپنے کرم سے اہل اسلام کی ایسی ہی امداد فرما دے انہیں صبر و استقلال اور تقویٰ کی دولت عطا فرما دے اور دین کو بلند کرنے کا جذبہ عطا فرما دے۔ اور دشمنان دین کے دلوں میں ان کا رعب اور خوف ڈال دے۔ یا اللہ صحابہ کرام عاشقان صادق و مجاہدین فی سبیل اللہ کے طفیل میں ہم کو بھی ہر حال میں دین کو مقدم رکھنے اور آپ کی اطاعت اور مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرنے کی توفیق کاملہ عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ

اور آپ کے لئے وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہیں جو جلدی سے کفر میں جا پڑتے ہیں یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ

وَلَا	یَحْزُنْكَ	الَّذِیْنَ	یُسَارِعُوْنَ	فِی الْكُفْرِ	اِنَّهُمْ	لَنْ یَّضُرُّوا	اللّٰهَ	شَیْـًٔا	یُرِیْدُ	اللّٰهُ	اَلَّا	یَجْعَلَ
اور نہ	آپکو غمگین کریں	جو لوگ	جلدی کرتے ہیں	کفر میں	یقیناً وہ	ہرگز نہ بگاڑ سکیں گے	اللہ	کچھ	چاہتا ہے	اللہ	کہ نہ	دے

لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۱۷۶ اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ

آخرت میں سے ان کو کوئی فائدہ نہ دے اور اُن لوگوں کو سزائے عظیم ہوگی۔ یقیناً جتنے لوگوں نے ایمان کی جگہ کفر کو اختیار کر رکھا ہے

لَهُمْ	حَظًّا	فِی	الْاٰخِرَةِ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِیْمٌ	اِنَّ	الَّذِیْنَ	اشْتَرَوُا	الْكُفْرَ	بِالْاِیْمَانِ
ان کو	کوئی حصہ	میں	آخرت	اور ان کیلئے	عذاب	بڑا	بیشک	وہ لوگ جو	انہوں نے مول لیا	کفر	ایمان کے بدلے

لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۱۷۷ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور انکو دردناک سزا ہوگی۔ اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ہمارا اُن کو مہلت دینا

لَنْ	یَّضُرُّوا	اللّٰهَ	شَیْـًٔا	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِیْمٌ	وَلَا	یَحْسَبَنَّ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْٓا	اَنَّمَا	نُمْلِیْ	لَهُمْ
ہرگز نہیں	بگاڑ سکتے	اللہ	کچھ	اور ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور نہ	ہرگز گمان کریں	جن لوگوں نے	کفر کیا	یہ کہ	ہم ڈھیل دیتے ہیں	انہیں

خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝۱۷۸

اُن کے لئے بہتر ہے ہم اُن کو صرف اسلئے مہلت دے رہے ہیں جس میں جرم میں اُنکو اور ترقی ہو جاوے اور اُن کو توہین آمیز سزا ہوگی۔

خَیْرٌ	لِّاَنْفُسِهِمْ	اِنَّمَا	نُمْلِیْ	لَهُمْ	لِیَزْدَادُوْٓا	اِثْمًا	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	مُّهِیْنٌ
بہتر	ان کے لئے	درحقیقت	ہم ڈھیل دیتے ہیں	انہیں	تاکہ وہ بڑھ جائیں	گناہ	اور ان کیلئے	عذاب	ذلیل کرنیوالا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ کافروں کی ظاہری خوشحالی رضائے الٰہی کی دلیل نہیں ہے

ان آیات میں حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ آپ ان کافروں اور منافقین کی حرکات سے غمگین اور فکرمند نہ ہوں۔ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کا اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ لوگ جو کفر کی حمایت اور اعانت میں دوڑتے پھرتے ہیں اور آپ سے لڑنے کے لئے لشکر فراہم کرتے پھرتے ہیں اور اسلام کے مٹانے کے درپے ہیں آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور نہ ان کی کارروائیوں سے غمگین ہوجیے۔ جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر کو مول لے لیا اور جنہوں نے ایمان کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کیا اور اپنے نفع و نقصان کو نہ سمجھا ایسے نادان کفر کر کے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں یہ لوگ خدا کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کی حرکات سے غمگین اور فکرمند نہ ہوں اور یہ کافر جو اپنی عیش و عشرت پر نازاں ہیں اور جو یہ دلیل لایا کرتے ہیں کہ جب ہم یہاں دنیا میں آرام و آسائش میں ہیں تو معلوم ہوا کہ خدا ہم سے ناخوش نہیں۔ اگر ہم مغضوب و مردود ہوتے تو اتنی فراخی اور مہلت کیوں دی جاتی اور ایسی بھلی حالت میں کیوں رکھے جاتے۔ پس اگر آخرت کوئی چیز ہے تو

31 ہم وہاں بھی آرام سے رہیں گے جیسے دنیا میں مزے سے ہیں۔ کفار کے اس خیال باطل کا رد فرماتے ہوئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو یہ لوگ کفر کر رہے ہیں اور ہم نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے تو وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہمارا ان کو عذاب سے مہلت دینا یہ کچھ ان کے لئے بہتر اور مفید ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ ہم ان کو صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں کہ ان کو جرم کفر میں اور ترقی ہو جائے اور گناہوں میں خوب ترقی اور زیادتی کرتے چلے جائیں اور خوب جی بھر کر دل کے ارمان نکال لیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑی عزت سے ہیں حالانکہ ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ان کے لئے تیار ہے اور تاکہ یکبارگی ان کو پوری سزا ملے۔ اور اگر دنیا میں سزا نہ ہوئی تو کیا ہے آخرت میں تو ضرور ان کو ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ملے گا۔ تو کافر سوچ لیں کہ یہ مہلت دینا خدا کا ان جیسوں کے حق میں بھلا ہے یا برا۔ ان کی مثال تو ایسی سمجھو جیسے کوئی شخص حکومت سے باغی ہو جاوے اور باوجود بار بار نصیحت اور سمجھانے کے وہ مقابلہ سے باز نہ آئے تو حکومت اس کو مہلت اور ڈھیل دیتی ہے تاکہ دل کھول کر بادشاہ وقت کا مقابلہ کرے اور جو کچھ کہہ سکتا ہے اور کر سکتا ہے وہ کر گزرے پھر یکبارگی اس کو پکڑا جائے اور کوئی صورت اس کی برأت اور رہائی کی نہ رہے اور جب اس کے جرم وسرکشی کا پیمانہ لبریز ہو جائے تو اس کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور یہ نادان اس مہلت اور ڈھیل کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ حکومت میری اس بغاوت سے راضی ہے اسی طرح بارگاہ خداوندی سے کافروں اور مجرموں کو مہلت ملنا اس لئے ہے کہ فرد جرم ان پر پوری طرح عائد ہو جائے اور پھر ایسی سخت پکڑ ہو کہ کوئی مفر باقی نہ رہے۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

انہی جیسی آیات سے فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ کافروں فاسقوں کی ظاہری نعمتوں کو دیکھ کر ان کے حال کو اچھا سمجھنا اور ویسی ہی کیفیت کی تمنا کرنا اہل ایمان کے لئے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان واسلام کی سچی محبت عطا فرمائے اور کفر وفسق سے نفرت عطا فرمائے۔

الغرض یہاں اس شبہ کو دور فرمایا گیا کہ جب کفار اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور مردود ہیں تو دنیا میں ان کو مال وجائیداد اور سامان عیش وعشرت کے کیوں حاصل ہیں؟

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرمائیں اور دنیا میں جو کچھ ہم کو عطا فرمائیں اس کو آخرت کی بہتری کا ذریعہ بنائیں۔ یا اللہ ہمارے اموال واولاد ہمارے لئے باعث فتنہ نہ ہوں۔ اے اللہ ہمیں ایمان واسلام سے سچی محبت عطا فرما اور کفر وفسق وعصیان سے نفرت قلبی عطا فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے ممتاز نہ فرمادے اور

مَا كَانَ	اللّٰهُ	لِيَذَرَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	عَلٰى	مَا	اَنْتُمْ	عَلَيْهِ	حَتّٰى	يَمِيْزَ	الْخَبِيْثَ	مِنَ	الطَّيِّبِ	وَمَا كَانَ
نہیں ہے	اللہ	کہ چھوڑ دے	ایمان والے	پر	جو	تم	اس پر	یہاں تک کہ	جدا کر دے	ناپاک	سے	پاک	اور نہیں ہے

اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

اللہ تعالیٰ ایسے اُمورِ غیب پر تم کو مطلع نہیں کرتے لیکن ہاں جس کو خود چاہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اُن کو منتخب فرماتے ہیں پس اب اللہ پر

اللّٰهُ	لِيُطْلِعَكُمْ	عَلَى	الْغَيْبِ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَجْتَبِيْ	مِنْ	رُّسُلِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ
اللہ	کہ تمہیں خبر دے	پر	غیب	اور لیکن	اللہ	چن لیتا ہے	سے	اپنے رسول	جس کو	وہ چاہے	تو تم ایمان لاؤ	اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۱۷۹

اور اُس کے سب رسولوں پر ایمان لے آؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور پرہیز رکھو تو پھر تم کو اجر عظیم ملے۔

	وَرُسُلِهٖ	وَاِنْ	تُؤْمِنُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَلَكُمْ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ	
	اور اسکے رسول	اور اگر	تم ایمان لاؤ	اور پرہیز گاری کرو	تو تمہارے لئے	اجر	بڑا	

مومنین پر مصائب آنے کی حکمتیں

بعض مرتبہ مومنین مخلصین پر مصائب وشدائد کے آنے سے جیسا کہ احد میں مسلمانوں کو پیش آیا تو یہ وسوسہ ہو سکتا تھا کہ یہ لوگ اگر خدا تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندے ہوتے تو ان پر یہ مصائب اور حوادث نہ آتے۔ اس لئے اس آیت میں اہل ایمان پر مصائب اور شدائد آنے کی حکمتیں اور مصلحتیں ظاہر فرمائی جاتی ہیں تاکہ یہ وسوسہ دور ہو جائے اور بتلایا جاتا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس گول مول حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر اب تک رہے ہیں۔ یعنی بہت سے کافر از راہ نفاق کلمہ پڑھ کر اور ظاہری اسلامی اعمال بجا کر دھوکہ دینے کے لئے مسلمانوں میں ملے جلے تھے جن کے ظاہر حال پر منافق کا لفظ کہنا مشکل تھا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ایسے واقعات وحالات بروئے کار لائے جو کھرے کو کھوٹے سے اور پاک کو ناپاک سے کھلے طور پر جدا کر دیں۔

اس لئے واقعات وشدائد کا نازل ہونا اس وقت تک ضرور ہے جب تک کہ ناپاک یعنی منافق کو پاک یعنی مومن مخلص سے جدا اور متمیز نہ فرمادے اور یہ تمیز شدائد سے خوب ظاہر ہو جاتی ہے۔

بغیر امتحان کے منافقوں کے نام کیوں نہیں بتلائے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ بمقتضائے حکمت ایسے امور غیبیہ پر تم کو مطلع کرنا نہیں چاہتے ولیکن ہاں جس کو اس طرح مطلع کرنا خود چاہیں اور ایسے حضرات وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کو اس طرح مطلع کرنے کے لئے منتخب فرما لیتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے نام اور حال سے مطلع کر دیا گیا تھا مگر عام مسلمانوں کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی تھی البتہ واقعات ایسے نازل فرمائے گئے جن کے ذریعہ سے بطور استدلال کے یہ تمیز ظاہر ہو جاوے کہ مومن مخلص کون ہے اور منافق کون ہے۔

اور گو یہ امتیاز یوں بھی ہو سکتا تھا کہ مسلمانوں کو بذریعہ وحی منافقین کے نام بتلا دیئے جاتے مگر بمقتضائے حکمت ایسا نہیں کیا گیا جس کی پوری حکمتیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں مگر ایک ظاہر حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر عام مسلمانوں کو بذریعہ وحی بتلا دیا جاتا کہ فلاں

منافق ہے تو مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق اور معاملات میں احتیاط کے لئے کوئی ایسی واضح حجت نہ ہوتی کہ جس کو منافق بھی تسلیم کر لیں۔ وہ کہتے کہ تم غلط کہتے ہو ہم تو پکے سچے مسلمان ہیں۔ بخلاف اس کے عملی امتیاز کہ جو مصائب کے ابتلاء کے ذریعہ ہوا مثلاً منافق جہاد سے بھاگ کھڑے ہوئے یا جان چرا کر بیٹھ رہے تو اس طرح عملی طور پر ان کا نفاق کھل گیا اب خود ان کا یہ منہ نہیں رہا کہ مخلص ہونے کا دعویٰ کریں اور اس طرح نفاق کھل جانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کا ان کے ساتھ ظاہری اختلاط بھی قطع ہوا ورنہ دل میں اختلاف کے باوجود ظاہری اختلاط رہتا تو وہ بھی مضر ہی ہوتا۔

اہل باطل کو ایمان کی ترغیب

اب جب کفار پر دنیا میں فوری عذاب نازل نہ ہونے کی اور مومنین پر بعض شدائد نازل ہونے کی حکمت بتلا دی گئی اور ثابت ہو گیا کہ یہ امور مقبولیت اور غیر مقبولیت کی دلیل نہیں تو اب آگے اہل باطل کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ یعنی ایمان کے پسندیدہ اور کفر کے ناپسندیدہ ہونے میں اے اہل باطل کوئی شبہ مت کرو اور اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ اور بے چون وچرا ان کی باتوں کو مانو۔ اس طرح اگر تم ایمان لے آؤ اور کفر و نفاق و معاصی سے پرہیز رکھو تو پھر تم کو بجائے عذاب عظیم و الیم کے جس کی وعید کافروں کو گذشتہ آیات میں سنائی جا چکی ہے ایمان و تقویٰ کی بدولت آخرت میں اجر عظیم ملے۔

انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے خصائص علم میں شریک نہیں

اس آیت سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے اس میں رسل کی بھی شرکت ہوگئی۔ تو یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کی دو خصوصیتیں ہیں۔ ایک اس کا علم غیب ذاتی ہے۔ دوسرے محیط بالکل ہے یہاں آیت میں رسولوں کے لئے جس علم کا اثبات ہے وہ ذاتی تو اس لئے نہیں کہ بذریعہ وحی ہے یعنی علم عطائی ہے۔ اللہ کے بتلانے سے رسولوں کو علم ہوا اور چونکہ بعض خاص امور کا علم مراد ہے اس لئے علم کلی محیط بھی نہیں۔ حق تعالیٰ جو بذریعہ وحی اپنے انبیاء کو امور غیبیہ بتلاتے ہیں وہ حقیقۃً علم غیب نہیں بلکہ غیب کی خبریں ہیں جو انبیاء کرام کو جس وقت اور جس قدر ضروری سمجھی جاتی ہیں دی جاتی ہیں۔ تو ایسا علم غیب جو کلی ہو اور تمام کائنات اور ممکنات کو محیط ہو سو وہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے ممکن بھی نہیں جیسے قدرت کاملہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے ایسا ہی علم محیط بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام کامل اور ایمان صادق نصیب فرمائیں اور تادم آخر اسی پر قائم رہنا نصیب فرمائیں۔ اے اللہ ہم کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی نصیب فرما اور اخلاص کی دولت عطا فرما۔ یا اللہ منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہم کو پاک فرما۔ اے اللہ آپ ہم کو جس حال میں رکھیں اپنی مرضیات پر قائم رکھیں اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ جو مصائب اور شدائد اہل ایمان پر آتے ہیں وہ آپ کی حکمت اور مصلحت سے آتے ہیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے اور صبر و شکر سے آپ کو راضی رکھنے کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ ہر طرح کے عذاب و سختی سے ہم کو دنیا میں بھی اپنی پناہ میں رکھئے اور امن و امان اور اسلام و ایمان پر استقامت نصیب فرمائیے اور ایمان و اسلام کی برکت سے آخرت میں بھی عذاب سے بچائیے۔ یا اللہ ہم اسلام کی برکت سے آپ پر اور آپ کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔ یا اللہ ہمارے ایمان کو قبول فرما اور ہم کو آخرت کا اجر عظیم عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ

اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے کچھ اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بری ہے۔ وہ لوگ قیامت کے روز

وَلَا	يَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	يَبْخَلُوْنَ	بِمَآ	اٰتٰىهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ فَضْلِهٖ	هُوَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	بَلْ	هُوَ	شَرٌّ	لَّهُمْ	سَيُطَوَّقُوْنَ
اور نہ	ہرگز خیال کریں	جو لوگ	بخل کرتے ہیں	میں سے جو	انہیں دیا	اللہ	اپنے فضل سے	وہ	بہتر	ان کیلئے	بلکہ	وہ	برا	ان کے لئے	عنقریب طوق پہنایا جائیگا

مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

طوق پہنا دیئے جاویں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اخیر میں آسمان وزمین اللہ ہی کا رہ جاوے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

مَا	بَخِلُوْا	بِهٖ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	وَ لِلّٰهِ	مِيْرَاثُ	السَّمٰوٰتِ	وَ الْاَرْضِ	وَ اللّٰهُ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ
جو	انہوں نے بخل کیا	اس میں	دن	قیامت	اور اللہ کیلئے	وارث	آسمانوں	اور زمین	اور اللہ	جو تم کرتے ہو	باخبر

بخل کی مذمت

بخل کے معنی شریعت میں یہ ہیں کہ جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کسی پر واجب ہو اس کو خرچ نہ کرے اسی لئے بخل حرام ہے اور اس پر جہنم کی وعید شدید ہے۔ اور جن مواقع پر خرچ کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور اس بخل حرام میں داخل نہیں البتہ عام معنی کے اعتبار سے اس کو بھی بخل کہہ دیا جاتا ہے۔ لیکن اس قسم کا بخل حرام نہیں۔ اور یہاں جو وعید ہے وہ ترک واجب ہی پر ہے۔ اور ترک واجبات کئی قسم کے ہیں اول اپنے اوپر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔ دوسرے زکوٰۃ عشر وغیرہ اور صدقات واجبہ جیسے صدقہ فطر وغیرہ تیسرے جس وقت مسلمانوں پر کفار کا ہجوم ہو کہ وہ ان کے جان و مال کو ہلاک کرنا چاہتے ہوں تو اس وقت سب مالداروں پر حسب ضرورت خرچ کرنا واجب ہے۔ جس سے مدافعت کرنے والوں کی مدد ہو کہ یہ دراصل اپنی ہی جان مال میں خرچ ہے۔ چوتھے مضطر پر خرچ کرنا جس سے اس کی جان کا خطرہ زائل ہو جائے یہ اخراجات واجب ہیں۔

بخل کی سزا

بخل کی سزا جو اس آیت میں ذکر کی گئی ہے کہ قیامت کے روز جس چیز کے دینے میں بخل کیا ہوگا اس کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا اس کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں اس طرح فرمائی ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مال عطا فرمایا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے روز یہ مال ایک سخت زہریلا سانپ بنا کر اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔ وہ اس شخص کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا سرمایہ خزانہ ہوں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ (پوری آیت)

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو ذی رحم اپنے قریبی رشتہ دار سے اس کی ضرورت سے بچے ہوئے مال سے مدد مانگے اور وہ مدد نہ کرے اور بخل کرے تو وہ مال قیامت کے دن سانپ بنا کر اس کو طوق کی طرح پہنا دیا جائے گا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے پیچھے خزانہ چھوڑ جائے تو وہ خزانہ ایک گنجا دو نقطوں والا سانپ بن کر قیامت کے دن اس شخص کے پیچھے لگ جائے گا۔ وہ شخص گھبرا کر کہے گا تو کیا بلا ہے وہ کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں جس کو چھوڑ کر آیا تھا۔ وہ سانپ اول اس کے ہاتھ کو کھا لے گا۔ پھر سارے بدن کو قیامت کے عذابوں میں کثرت سے یہ بات ہے کہ جو شخص کسی عذاب کی وجہ سے ریزہ ریزہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا پھر عذاب کے مسلط ہونے کے واسطے اپنی اصلی حالت پر عود کر کے دوبارہ عذاب کا محل بنے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے: یا اللہ اس چند روزہ زندگی میں ہمیں اپنے عطا کئے ہوئے مال سے آخرت کو کمانے اور آخرت کا اجر و ثواب ذخیرہ کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ جو مالی حقوق آپ نے ہمارے ذمہ عائد کئے ہیں ان کو اخلاص کے ساتھ آپ کی مرضیات پر خرچ کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا

بیشک اللہ تعالٰی نے سن لیا ہے اُن لوگوں کا قول جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالٰی مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں۔ ہم اُن کے کہے ہوئے کو لکھ رکھیں گے

لَقَدْ سَمِعَ	اللّٰهُ	قَوْلَ	الَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ اللّٰهَ	فَقِيْرٌ	وَّنَحْنُ	اَغْنِيَآءُ	سَنَكْتُبُ	مَا قَالُوْا
البتہ سن لیا	اللہ	قول (بات)	جن لوگوں نے	کہا	کہ اللہ	فقیر	اور ہم	مالدار	اب ہم لکھ رکھیں گے	جو انہوں نے کہا

وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

اور اُن کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔ یہ اُن اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے

وَقَتْلَهُمُ	الْاَنْۢبِيَآءَ	بِغَيْرِ حَقٍّ	وَنَقُوْلُ	ذُوْقُوْا	عَذَابَ	الْحَرِيْقِ	ذٰلِكَ	بِمَا	قَدَّمَتْ
اور اُن کا قتل کرنا	نبی (جمع)	ناحق	اور ہم کہیں گے	تم چکھو	عذاب	جلانے والا	یہ	بدلہ۔ جو	آگے بھیجا

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالٰی بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں۔

اَيْدِيْكُمْ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	لَيْسَ	بِظَلَّامٍ	لِّلْعَبِيْدِ
تمہارے ہاتھ	اور یہ کہ	اللہ	نہیں	ظلم کرنے والا	بندوں پر

شانِ نزول

ان آیات کے شانِ نزول کے متعلق دو روایات ہیں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا تو یہود یہ کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا پروردگار فقیر ہو گیا ہے جو اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے تو اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ دوسری محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ یہود کے مدرسہ میں گئے جہاں یہودیوں کا ایک بڑا عالم درس دے رہا تھا اور اس کے پاس یہودیوں کا ہجوم تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس یہودی عالم سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور اسلام قبول کر۔ خدا کی قسم تجھ کو اس امر کا علم یقینی ہے اور قطعی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی طرف سے حق کو لے کر آئے ہیں اور تم آپ کے اوصاف کو تورات وغیرہ میں لکھا ہوا پاتے ہو پس تم کو چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور خدا کو قرض حسنہ دو یعنی اس کی راہ میں صدقہ و خیرات کرو۔ اللہ تعالٰی تمہیں جنت میں داخل کرے گا اور دو چند ثواب دے گا۔ اس پر وہ یہودی عالم بولا اے ابوبکر تمہارا یہ گمان ہے کہ ہمارا پروردگار ہم سے قرض مانگتا ہے حالانکہ قرض تو فقیر غنی سے لیا کرتا ہے۔ اگر خدا فقیر نہ ہوتا تو قرض نہ مانگتا۔ پس اگر تمہارا کہنا صحیح ہے تو بلاشبہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ) اس پر حضرت ابوبکرؓ کو سخت غصہ آیا اور زور سے ایک طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا اور کہا کہ اے دشمن خدا اگر ہمارے اور تیرے درمیان عہد نہ ہوتا تو بخدا میں تیری گردن مار دیتا۔ اس پر اس یہودی عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر حضرت ابوبکر صدیق کی شکایت کی اور کہا کہ آپ کے رفیق نے میرے ساتھ یہ بری حرکت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دشمن خدا نے بڑی سخت بات کہی۔ اس نے کہا کہ اللہ فقیر ہے ہم مالدار ہیں اس پر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ اس یہودی عالم نے کہا کہ میں نے یہ قول نہیں کہا تھا۔ اپنے کہے سے مکر گیا۔ اس پر اللہ تعالٰی

نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تصدیق کے لئے اوراس عالم یہودی کی تردید اور تکذیب کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں کہ واقعی اس کذاب یہودی نے یہ ہرزہ سرائی کی تھی۔

حضور ﷺ کے دور کے یہودیوں کو ان کے اجداد کے جرائم کا الزام دینے کی وجہ

اب یہاں ایک شبہ ہوسکتا ہے کہ اوپر جو قول یہود کا مذکور ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کا تھا اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے کا واقعہ یہود مدینہ سے بہت پہلے حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کے زمانہ کا ہے۔ تو قتل انبیاء کے مرتکب تو یہود مدینہ کے بڑے ہوئے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود پر کیوں ملامت کی جارہی ہے؟ اور قتل انبیاء کا جرم ان مخاطبین یہود مدینہ کی طرف کیسے منسوب کیا گیا؟ تو علمائے مفسرین نے اس کا جواب لکھا ہے کہ یہود مدینہ بھی اپنے ان آباء اور سابق یہود کے فعل سے راضی اور خوش تھے اس لئے یہ خود بھی قاتلین کے حکم میں شمار کئے گئے کیونکہ کسی کے فعل سے راضی ہونا اس فعل کے کرنے کے برابر ہے۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر اور معصیت میں داخل ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ایک ارشاد اس کی مزید توضیح کرتا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دین کے معاملہ میں ہر طرح کی گستاخی اور بے باکی سے محفوظ فرمائیں۔ اور ہم کو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنی اور اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرما۔ اور ملعون ومغضوب اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی بدخصلتوں سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ

وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر اعتقاد نہ لاویں جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ نذر و نیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے

اَلَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	عَهِدَ	اِلَيْنَآ	اَلَّا	نُؤْمِنَ	لِرَسُوْلٍ	حَتّٰى	يَاْتِيَنَا	بِقُرْبَانٍ	تَاْكُلُهُ
جن لوگوں نے	کہا	کہ	اللہ	عہد کیا	ہم سے	کہ نہ	ہم ایمان لائیں	کسی رسول پر	یہاں تک	وہ لائے ہمارے پاس	قربانی	جسے کھالے

النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ

کہ اس کو آگ کھا جاوے۔ آپ فرمادیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل لے کر آئے اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو سو تم نے اُن کو کیوں قتل کیا تھا

النَّارُ	قُلْ	قَدْ جَآءَكُمْ	رُسُلٌ	مِّنْ قَبْلِىْ	بِالْبَيِّنٰتِ	وَبِالَّذِىْ	قُلْتُمْ	فَلِمَ	قَتَلْتُمُوْهُمْ
آگ	آپ کہہ دیں	البتہ تمہارے پاس آئے	بہت سے رسول	مجھ سے پہلے	نشانیوں کے ساتھ	اور اسکے ساتھ جو	تم کہتے ہو	پھر کیوں	تم نے انہیں قتل کیا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ

اگر تم سچے ہو۔ سو اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو بہت سے پیغمبروں کو جو آپ سے پہلے گزرے ہیں تکذیب کی جا چکی ہے جو معجزے لے کر آئے تھے

اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	فَاِنْ	كَذَّبُوْكَ	فَقَدْ	كُذِّبَ	رُسُلٌ	مِّنْ قَبْلِكَ	جَآءُوْ	بِالْبَيِّنٰتِ
اگر	تم ہو	سچے	پھر اگر	وہ جھٹلائیں آپ کو	تو البتہ	جھٹلائے گئے	بہت سے رسول	آپ سے پہلے	وہ آئے	کھلی نشانیوں کے ساتھ

وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۞	وَالزُّبُرِ	وَالْكِتٰبِ	الْمُنِيْرِ	
. اور صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر	اور صحیفے	اور کتاب	روشن	

یہودیوں کا ایک حیلہ گناہ

ان آیات میں یہود کا ایک اور افتراء اور بہتان ذکر کیا جاتا ہے کہ جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے لئے گھڑا تھا اور آپ پر ایمان نہ لانے کے لئے ایک حیلہ یہ پیش کیا تھا کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں یہ طریقہ تھا کہ جب کبھی وہ یا ان کی امت کے لوگ کوئی قربانی یا اور کوئی چیز اللہ کے نام کی نذر کر دیتے تو اس کو میدان یا پہاڑ پر رکھ دیتے۔ آسمان سے ایک آگ آتی اور اس کو جلا دیتی تو یہ سمجھا جاتا کہ قربانی یا نذر و نیاز خدا کی جناب میں قبول ہو گئی اور اگر اس کے جلانے کے لئے آسمان سے آگ نہ آتی تو سمجھا جاتا کہ خدا کے ہاں وہ قربانی یا نذر و نیاز قبول نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بعض انبیاء بنی اسرائیل کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ ان کی قربانی یا کوئی چیز اللہ کے نام نذر و نیاز کی ہوتی تو آسمان سے آگ آ کر اس کو کھا جاتی اور یہ اس قربانی اور نذر کے قبول ہونے کی علامت ہوتی۔ اب یہود نے یہ بہانہ پکڑا کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ جب تک کوئی پیغمبر ہمیں یہ معجزہ نہ دکھائے کہ آسمان سے آگ آئے اور اس کی قربانی کو کھا جائے اس وقت تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں۔ اس سے ان کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ کی نبوت پر طعن کرنا تھا کہ چونکہ آپ نے ایسا کوئی معجزہ نہیں دکھایا اس لئے آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ نیز یہود کہتے کہ پہلے پیغمبر تو قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے لیکن یہ قربانی کا گوشت کھاتے ہیں اور پہلے رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے یہ کس طرح رسول ہو سکتے ہیں۔ اس پر مزید یہ جرأت کی کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا کہ اللہ نے ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم اس پر ایمان نہ لائیں جس سے یہ معجزہ آسمانی آگ کے آنے اور قربانی اور نذر و نیاز کے مال کو جلانے کا صادر نہ ہو۔ یہ یہود کے محض جھوٹے بہانے تھے۔ اس قسم کا کوئی حکم ان کی کتابوں میں موجود نہ تھا۔

نہ آج موجود ہے۔ اور نہ ہر نبی کی نسبت یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اس کو یہ معجزہ ملا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض انبیاء سے یہ معجزہ ضرور ظاہر ہوا تھا لیکن ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اوقات واحوال کے مناسب معجزات دیئے ہیں لازم نہیں کہ ہر نبی ایک ہی معجزہ دکھلائے تو سچا ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو یہ خاص امتیاز عطا فرمایا تھا کہ اموال وصدقات آسمانی آگ کی نذر کرنے کی بجائے مسلمان فقراء وغرباء کو دیئے جائیں اور اپنی قربانیوں کا گوشت کھایا جائے۔ الغرض یہ یہود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کا محض جھوٹا بہانہ تھا۔ اور گذشتہ کسی آسمانی کتاب میں اس قسم کا کوئی حکم موجود نہ تھا اور چونکہ یہود کا یہ دعویٰ بالکل بے دلیل اور باطل تھا کہ اللہ نے ان سے یہ عہد لیا ہے اس لئے اس کا جواب دینے کی ضرورت نہ تھی البتہ ان کو انہی کے مسلمہ اصول اور قول سے مغلوب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا کہ آپ ان کو یہ جواب دیں کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو اور تم کسی پیغمبر پر اس وقت تک ایمان نہیں لاتے جب تک کہ اس میں یہ خاص معجزہ نہ دیکھ لو تو پھر بتاؤ کہ تم نے ان قدیم پیغمبروں کو جو مجھ سے پہلے اپنی صداقت کے دلائل و معجزات لے کر آئے اور ان کے پاس یہ خاص معجزہ بھی موجود تھا۔ اس کے باوجود تم نے ان رسولوں کو نہ مانا بلکہ ان میں سے کئی ایک کو تمہارے باپ دادا نے قتل بھی کر دیا جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحیٰی علیہما السلام اور تم اپنے اسلاف کے اس فعل سے آج تک راضی ہو۔ تو کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ یہ سب تمہاری حیلہ بازی اور ہٹ دھرمی ہے کہ کوئی پیغمبر جب تک خاص یہ معجزہ آسمانی آگ سے نذر کے کھا جانے کا نہ دکھلائے ہم اس کو رسول نہ مانیں گے۔ اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگر چہ یہود کا یہ دعویٰ اور مطالبہ قطعاً غلط تھا لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ بھی ظاہر ہو جاتا تو شاید وہ ایمان لے آتے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ لوگ محض عناد اور ہٹ دھرمی سے یہ باتیں کہہ رہے ہیں اگر ان کے کہنے کے مطابق معجزہ ظاہر ہو بھی جاتا جب بھی یہ ایمان نہ لاتے اور پھر کوئی بہانہ اور کھڑا کر دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

چونکہ یہود کے ان اقوال سے جس سے ان کا مقصود تکذیب کرنا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا۔ نیز اور کفار بھی اس تکذیب میں شریک تھے جس سے اور رنج بڑھتا تھا لہٰذا آخری آیت میں حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تسلی دی گئی کہ آپ ان ملعون یہود کی کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے ملول اور دلگیر نہ ہوں اور نہ دوسرے مکذوبین کی پروا کریں۔ آپ سے پہلے کتنے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں اور باوجود یہ کہ وہ صاف نشانیاں معجزات صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔ تو انبیاء سابقین کی تکذیب معاندین کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے آپ کو یہ کچھ انوکھی بات پیش نہیں آرہی ہے اس لئے اس پر غم نہ کیجئے کیونکہ یہ معاملہ تو بھی انبیاء کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اے اللہ ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع وفرمانبردار بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ کفار ومشرکین نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں مغموم کیا اے اللہ ہم کو آپ کا امتی ہو کر آپ کو رنجیدہ کرنے سے بچا اور اپنی اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی ہم کو ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرما۔ یا اللہ یہ ملعون قوم یہود جو اسلام اور اہل اسلام کی ہمیشہ سے دشمن رہی ہے اور جس نے آپ کی اور آپ کے رسولوں کی شان میں بہت گستاخیاں کی ہیں اس کی پکڑ اور گرفت کا وقت نزدیک فرما دے اور دنیا سے ان کے مٹ جانے کا زمانہ قریب کر دے۔ یا اللہ ان ملعون یہود کے مقابلہ میں اہل اسلام کی تائید ونصرت فرما دے اور جیسے ابتداء میں اہل اسلام کے ہاتھوں اس ملعون قوم کو ذلیل وخوار فرمایا تھا اب پھر اہل اسلام کو قوت وطاقت عطا فرما دے اور اسلام وایمان کی برکت سے اس ملعون قوم پر غلبہ عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا

كُلُّ	نَفْسٍ	ذَآئِقَةُ	الْمَوْتِ	وَاِنَّمَا	تُوَفَّوْنَ	اُجُوْرَكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	فَمَنْ	زُحْزِحَ	عَنِ	النَّارِ
ہر	جان	مزا چکھنا	موت	اور بیشک	پورے پورے ملیں گے	تمہارے اجر	قیامت کے دن	پھر جو	دُور کیا گیا	سے	دوزخ

وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۞ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ

سو پورا کامیاب وہ ہوا اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے۔ البتہ آگے اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں

وَاُدْخِلَ	الْجَنَّةَ	فَقَدْ فَازَ	وَمَا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَآ	اِلَّا	مَتَاعُ	الْغُرُوْرِ	لَتُبْلَوُنَّ	فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ
اور داخل کیا گیا	جنت	پس مراد کو پہنچا	اور نہیں	زندگی	دنیا	سوائے	سودا	دھوکہ	تم ضرور آزمائے جاؤ گے میں	اپنے مال

وَاَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى

اور اپنی جانوں میں اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دلآزاری کی اُن لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں اور اُن لوگوں سے جو مشرک ہیں

وَاَنْفُسِكُمْ	وَلَتَسْمَعُنَّ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	مِنْ قَبْلِكُمْ	وَمِنَ	الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا	اَذًى
اور اپنی جانیں	اور ضرور سنو گے	سے	وہ لوگ جنہیں	کتاب دی گئی	تم سے پہلے	اور۔ سے	جن لوگوں نے شرک کیا (مشرک)	دُکھ دینے والی

كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۞

اور اگر صبر کرو گے اور پرہیز رکھو گے تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے

	كَثِيْرًا	وَاِنْ	تَصْبِرُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَاِنَّ	ذٰلِكَ	مِنْ	عَزْمِ	الْاُمُوْرِ	
	بہت	اور اگر	تم صبر کرو	اور پرہیزگاری کرو	تو بیشک	یہ	سے	ہمت	کام (جمع)	

مومنین کے لئے بشارت اور کافروں کے لئے وعید

ہر ذی روح اور متنفس کو ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ جو مخلوق ایک مرتبہ دنیا میں پیدا ہوئی ہے اسے فنا ضرور ہے۔ پھر یہ نہیں کہ مرنے کے بعد معاملہ ختم ہو گیا بلکہ ہر جھوٹے اور سچے۔ مصدق اور مکذب کو اپنے اپنے کیے کا قیامت میں پورا بدلہ مل کر رہے گا۔ یعنی موت کے گھاٹ اترنے کے بعد ایک وقت وہ آئے گا جب اللہ تعالیٰ قیامت و آخرت قائم کریں گے اور مخلوق کو ان کے کل اعمال چھوٹے بڑے چھپے کھلے سب کی جزا و سزا ملے گی۔ اگر اچھے اعمال ہوئے تو اچھا بدلہ ملے گا اور برے اعمال ہوئے تو برا بدلہ ملے گا۔ تو مکذبین کو اس طرح جتلا دیا گیا کہ اگر دنیا میں سزا نہ ہو تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم سزا سے بچ گئے۔ قیامت میں مکذبین کو ضرور بالضرور پوری پوری سزا ملے گی۔ اور یہاں یہ جو فرمایا کہ قیامت میں پورا پورا بدلہ ہر ایک کو مل کر رہے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا سا بدلہ ممکن ہے دنیا میں مرنے کے بعد عالم برزخ میں قیامت سے پہلے بھی مل جائے۔ تاہم اگر دنیا میں یا عالم قبر میں سزا ملتی ہے تو وہ اعمال دنیا کا پورا بدلہ نہیں۔ وہ تو سزا یا جزا کا محض ایک نمونہ ہے۔ پس قیامت میں جو شخص جہنم سے محفوظ کر دیا گیا جو تمام تکلیفوں مصیبتوں اور رنج و غم اور دکھ و درد کا معدن و منبع اور دائمی ٹھکانہ ہے اور جنت میں داخل کر دیا گیا جو تمام راحتوں اور نعمتوں اور لذتوں اور خوشیوں اور مسرتوں کا معدن اور مخزن اور ابدی ٹھکانہ ہے تو ایسا شخص پورا کامیاب اور بامراد انسان ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو جنت سے جدا رہا اور جہنم میں داخل کیا گیا وہ پورا ناکام اور نامراد انسان رہا اگرچہ وہ

دنیاوی زندگی میں کیسے ہی عیش و عشرت کے ساتھ رہا ہو۔ تو یہاں یہ جتلایا گیا کہ اے انسانو تم کو وہی کام کرنے چاہئیں جو قیامت و آخرت میں جہنم سے دور اور جنت میں داخل کرنے والے ہوں اور محض دنیا کی زندگی اور اس کے عیش و آرام اور مال دولت ہی کو اصل مراد نہ سمجھ لینا چاہیے کیونکہ یہ سب چیزیں عالم خواب و خیال ہو جائیں گی۔ پھر اس بے بنیاد چیز کے نشہ میں آخرت سے غافل ہونا گویا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے۔ جو دھوکہ میں آ کر اسے خرید لیتا ہے تو دھوکہ زائل ہونے کے بعد پچھتاتا ہے۔ پس اگر ایسے وقت دھوکہ دور ہوا جب کہ تلافی کا وقت باقی ہے تب تو خیریت ہے ورنہ پھر بجز حسرت و یاس کے اور کچھ نتیجہ نہیں۔

دوزخ سے بچالینے کا مطلب

یہاں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا مراد اس سے عام ہے خواہ ابتداءً بچالیا جائے جیسے اولیاء صلحاء وغیرہ یا بعد سزا کے جیسے گنہگار مسلمان۔ اس میں سب مسلمان آ گئے اور ان کے پورے کامیاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ہمیشہ کے لئے ہر طرح کی نعمتیں پاویں گے پس اس بناء پر اس کے مقابلہ میں جو جنت سے جدا رہا اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہمیشہ کے لئے جدا رہا پس یہ خاص ہوگا کفار کے ساتھ اور اس کا ناکام ہونا اس لئے ہے کہ کبھی تکلیف سے نجات نہ ہوگی اور کبھی راحت نصیب نہ ہوگی۔ اور یہ جو فرمایا کہ دنیوی زندگی تو کچھ نہیں صرف دھوکہ کا سودا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ دنیوی زندگی سب کے لئے مضر ہے۔ مطلب تشبیہ سے صرف یہ ہے کہ یہ اصلی مقصود بنانے کے قابل نہیں بلکہ اگر کوئی کریم قصداً یہ سودا عمدہ داموں کو خریدنے لگے تو اس سودے سے محبت نہ کرے بلکہ غنیمت سمجھ کر بیچ ڈالے چنانچہ اہل حق اس حیاۃ اور اس کے تمتعات و لذات کے عوض اللہ تعالیٰ سے اعمال صالحہ اور جنات عالیہ لے لیتے ہیں۔

مومنین کو صبر کی تلقین

اب یہ آخرت کی کامیابی اور ناکامی اور دائمی جزا و سزا کا حال سنا کر آگے مسلمانوں کو خطاب ہے اور صبر و تقویٰ کی تعلیم دی جاتی ہے اور آگاہ کیا جاتا ہے کہ مسلمانو ابھی جان و مال دونوں ہی سے تمہاری آزمائش ہوگی اور خدا کی راہ میں تمہارے مال بھی طلب کئے جائیں گے اور جانیں بھی اور جس طرح اب تک تمہیں جانی اور مالی قربانیاں دینی پڑی ہیں اور تمہاری آزمائشیں ہوتی رہی ہیں اسی طرح آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور قربانیاں دینی پڑیں گی۔

بخاری شریف کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بدر سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ کفار سے جہاد اور جنگ و قتال کا حکم اس کے بعد نازل ہوا تاہم صبر و تقویٰ کا حکم جو اس آیت میں دیا گیا ہے وہ قتال اور جنگ کے باوجود بھی باقی ہے اس آیت کو یہاں رکھنے سے شاید یہ غرض ہے کہ مسلمان ان کفار اور منافقین کی گستاخیوں اور شرارتوں پر حد سے زیادہ طیش نہ کھائیں اور صبر و استقلال سے انکا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔ ایک روایت اس آیت کے شان نزول کے متعلق یہ بھی مذکور ہے کہ کعب بن اشرف یہودی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کی شان میں ہجو کے اشعار کہا کرتا تھا تو مسلمانوں کو تعلیم صبر کے ساتھ یہ خبر دی گئی کہ ابھی آئندہ بہت کچھ سننا پڑے گا لہذا تحمل اور صبر و تقویٰ سے کام لو اور چونکہ یہود کے ساتھ ایذا مسلمین میں مشرکین بھی شریک تھے اس لئے یہود یعنی اہل کتاب کے ساتھ مشرکین کا بھی ذکر آیت میں فرمایا گیا ہے۔

یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ صبر و تقویٰ کا یہ مطلب نہیں کہ تدبیر نہ کرو یا مواقع انتقام میں انتقام نہ لو یا مواقع قتال میں قتال نہ کرو بلکہ حوادث سے دل تنگ نہ ہو اور اس کا مقابلہ سہار اور استقلال سے کیا جاوے اور تقویٰ یہ کہ خلاف شرع امور سے بچا جائے گو تدبیر بھی کی جائے۔

دعا کیجئے: یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہم سے اپنی مرضیات کے وہ عمل کرا لیجئے کہ جو قیامت میں جہنم سے دوری اور جنت میں داخلہ کا سبب بن جائیں۔ اے اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو آخرت کی بھلائی اور پوری پوری کامیابی نصیب فرما۔
اے اللہ صبر و تقویٰ کی دولت سے ہم کو دنیا میں سرفراز فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ

اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ اُس کتاب کو عام لوگوں کے رُوبرو ظاہر کر دینا اور اُس کو پوشیدہ مت کرنا سو اُن لوگوں نے

وَاِذْ	اَخَذَ	اللّٰهُ	مِیْثَاقَ	الَّذِیْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	لَتُبَیِّنُنَّهٗ	لِلنَّاسِ	وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ	فَنَبَذُوْهُ
اور جب	لیا	اللہ	عہد	وہ لوگ جنہیں	کتاب دی گئی	اسے ضرور بیان کر دینا	لوگوں کیلئے	اور نہ چھپانا اسے	تو انہوں نے پھینک دیا

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ

اُس کو اپنی پس پشت پھینک دیا اور اُس کے مقابلہ میں کم حیثیت معاوضہ لے لیا سو بُری چیز ہے جس کو وہ لوگ لے رہے ہیں تو انہوں نے اسے پھینک دیا جو لوگ ایسے ہیں

وَرَآءَ	ظُهُوْرِهِمْ	وَاشْتَرَوْا بِهٖ	ثَمَنًا	قَلِیْلًا	فَبِئْسَ مَا	یَشْتَرُوْنَ	لَا تَحْسَبَنَّ	الَّذِیْنَ
پیچھے	اپنی پیٹھ (جمع)	حاصل کی اسکے بدلے	قیمت	تھوڑی	تو کتنا بُرا ہے جو	وہ خرید تے ہیں	آپ ہرگز نہ سمجھیں گے	جو لوگ

یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ

کہ اپنے کردار پر خوش ہوتے ہیں اور جو کام نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو ایسے شخصوں کو ہرگز ہرگز مت خیال کرو کہ وہ خاص طور کے عذاب سے بچاؤ میں رہیں گے۔

یَفْرَحُوْنَ	بِمَآ اَتَوْا	وَ	یُحِبُّوْنَ	اَنْ	یُّحْمَدُوْا	بِمَا	لَمْ یَفْعَلُوْا	فَلَا	تَحْسَبَنَّهُمْ	بِمَفَازَةٍ	مِّنَ	الْعَذَابِ
خوش ہوتے ہیں	اس پر جو انہوں نے کیا	اور	وہ چاہتے ہیں	کہ	انکی تعریف کیجائے	اس پر جو	انہوں نے نہیں کیا	پس نہ	سمجھیں آپ انہیں	رہا شدہ	سے	عذاب

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اور ان کو دردناک سزا ہوگی۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِیْمٌ	وَلِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاللّٰهُ	عَلٰی	كُلِّ شَیْءٍ	قَدِیْرٌ
اور ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور اللہ کے لئے	بادشاہت	آسمانوں	اور زمین	اور اللہ	پر	ہر شے	قادر

اہل کتاب اور منافقین کی بدعہدی اور دین فروشی

اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ علمائے اہل کتاب سے عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام و بشارات کتاب اللہ یعنی تورات وانجیل میں ہیں انہیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور کوئی بات چھپائیں گے نہیں اور نہ ہیر پھیر کر کے ان کے معنی بدلیں گے۔ مگر انہوں نے اس عہد کی ذرہ برابر پروا نہ کی اور دنیا کے تھوڑے سے نفع کی خاطر سب عہد و پیمان توڑ کر احکام الٰہیہ بدل ڈالے۔ آیات اللہ میں لفظی و معنوی تحریفات کیں جس چیز کا ظاہر کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا یعنی پیغمبر آخر الزمان کی بشارت اور آپ پر ایمان لانے کا حکم اسی کو سب سے زیادہ چھپایا اور دنیا کے مال و متاع کی محبت میں پھنس کر نہایت حقیر اور ذلیل نفع کی خاطر اپنے عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ چنانچہ علمائے یہود رشوتیں کھاتے اور غلط مسئلے بتاتے اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و بشارات جان بوجھ کر چھپاتے اور پھر اس پر خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں گے کہ بڑے عالم حق پرست ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب علمائے یہود سے کوئی بات دریافت فرماتے تو وہ اصل بات کو تو چھپا لیتے اور خلاف واقع بات بیان کر کے چلے جاتے پھر اپنے اس چھپانے پر دل میں خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ اس پر ان اہل کتاب کو وعید سنائی گئی کہ وہ ان باتوں سے دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے

چھوٹ نہیں سکتے اور اپنی چالاکیوں پر خوش نہ ہوں۔ تم نے جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو بھلایا اور حق گوئی کو ترک کیا اور دین فروشی کو اختیار کیا تو اس کی سزا تم کو ملنی ہے کیونکہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی تو اللہ ہی کے لئے ہے اس کے اقتدار اور قدرت سے کوئی باہر نہیں جو کسی تدبیر اور حیلہ سے اس کی سزا سے بچ جائے۔ تو اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیات یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ایک روایت کی بنا پر بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اپنی چالاکیوں پر خوش ہونے اور تعریف چاہنے کی مذمت جو یہاں بیان فرمائی گئی ہے وہ منافقین کے بارے میں ہے۔ جو زیادہ تر یہود میں سے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں تشریف لے جاتے تو منافقین اپنے گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے۔ پھر اپنی اس حرکت پر خوش ہوتے کہ دیکھو کیسے جان بچائی اور ہم لڑائی سے بچ گئے۔ جب آنحضرت ﷺ جہاد سے واپس تشریف لاتے تو یہ باتیں بناتے۔ غیر حاضری کے جھوٹے عذر پیش کرتے اور قسمیں کھا کھا کر اپنے معذور ہونے کا آپ کو یقین دلاتے اور چاہتے کہ آپ سے اپنی تعریف کرائیں اس پر یہ آیت لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ نازل ہوئی اور ان سب کو بتلا دیا گیا کہ یہ باتیں دنیا اور آخرت میں خدا کے عذاب سے چھڑا نہیں سکتیں۔ اول تو ایسے لوگ دنیا ہی میں رسوا اور ذلیل ہوتے ہیں اور کسی وجہ سے یہاں بچ گئے تو آخرت میں تو کسی تدبیر سے نہیں چھوٹ سکتے۔ اور چھوٹ کیسے سکتے ہیں۔

یہود کے دو جرم

یہاں ان آیات میں علمائے اہل کتاب کے دو جرم بیان فرمائے گئے اور ان کی سزا ظاہر فرمائی گئی۔ جرم تو یہ تھے کہ اول ان کو حکم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جو احکام آئے ہیں ان کو کھول کر بے کم و کاست سب کے سامنے بیان کریں گے اور کسی حکم کو چھپائیں گے نہیں مگر انہوں نے اپنی دنیوی اغراض اور طمع نفسانی کی خاطر اس عہد کی پروانہ کی اور بہت سے احکام الٰہیہ لوگوں سے چھپاتے دوسرے یہ کہ نیک عمل کرتے تو ہیں نہیں اور چاہتے ہیں کہ بغیر عمل کے ان کی تعریف کی جائے۔ قرآن کریم نے ان دونوں باتوں پر ان کی مذمت فرمائی اور عذاب الیم کی وعید سنائی تو اگرچہ شان نزول آیات کا خاص ہے مگر بوجہ عموم الفاظ کے دوسروں کو بھی شامل ہے جو ایسی حرکات کرے۔

آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی معصیت یا بدکرداری پر فرحت اور خوشی مذموم ہے۔ اور کوئی نیک عمل کرنے کے بعد بھی اس پر لوگوں کی مدح و ثنا کا انتظار و اہتمام کرے تو عمل کرنے کے باوجود بھی قواعد شرعیہ کی رو سے یہ مذموم ہے اور نہ کرنے کی صورت میں تو اور بھی زیادہ مذموم ہے۔

اب یہاں ان آیات کے خاتمہ پر وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فرما کر جہاں یہ ظاہر فرمایا گیا ہے کہ بادشاہت آسمانوں اور زمین کی اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے پس ایسے قادر مطلق کے عذاب اور سزا سے چھٹکارا پانے کی کوئی سبیل نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ سے جو عہد ہم نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھ کر کیا ہے اللہ ہم کو اس عہد کی پابندی نصیب فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق نصیب فرمائیں اے اللہ دین کے جو احکام ہم کو معلوم ہوں ان میں حق گوئی کی توفیق ہمیں عطا ہو اور اللہ و رسول کے احکام کو چھپانے اور اس میں اپنی نفسانی اغراض کو پنہاں رکھنے کی بدعملی سے ہم کو کامل طور پر بچایئے۔ اے اللہ حب جاہ اور اپنی تعریف کی خواہش اور تمنا سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمایئے اور ان منافقانہ خصلتوں سے ہمیں کامل طور پر بچایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ

بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے۔ جن کی حالت

اِنَّ	فِیْ	خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاخْتِلَافِ	الَّیْلِ	وَالنَّهَارِ	لَاٰیٰتٍ	لِّاُولِی الْاَلْبَابِ	الَّذِیْنَ
بیشک	میں	پیدائش	آسمان (جمع)	اور زمین	اور آنا جانا	رات	اور دن	نشانیاں ہیں	عقل والوں کیلئے	جو لوگ

یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔

یَذْكُرُوْنَ	اللّٰهَ	قِیٰمًا	وَّقُعُوْدًا	وَّعَلٰی	جُنُوْبِهِمْ	وَیَتَفَكَّرُوْنَ	فِیْ خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
یاد کرتے ہیں	اللہ	کھڑے	اور بیٹھے	اور پر	اپنی کروٹیں	اور غور کرتے ہیں	پیدائش میں	آسمانوں	اور زمین

توحید الٰہی کے دلائل

گذشتہ آیات کو وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پر ختم فرمایا تھا چونکہ اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ کی بادشاہت اور کمال قدرت کو ظاہر فرما کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بھی ظاہر فرمائی گئی تھی اس لئے آگے ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت اور کمال قدرت اور کمال حکمت یعنی توحید خداوندی کے دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں اور اہل عقل اور اہل دانش کی مدح فرمائی جاتی ہے کہ جنہوں نے مخلوقات خداوندی کو دیکھکر خالق کا پتہ چلا لیا اور مصنوعات کو دیکھ کر صانع حقیقی کو پہچان لیا۔ جو دن رات ہمہ وقت اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر میں سرشار رہتے ہیں اور اس کی تسبیح اور دعا میں مشغول رہتے ہیں۔

شان نزول

حضرت عطا ابن ابی رباحؒ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں سے جو سب سے زیادہ عجیب چیز آپ نے دیکھی ہے وہ مجھے بتلایئے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا آپ کی کس شان کو پوچھتے ہو؟ آپ کی تو ہر شان عجیب ہی تھی۔ ہاں ایک واقعہ عجیب سناتی ہوں وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اجازت دو کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں۔ چنانچہ آپ نے وضو فرمایا اور پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو سینہ مبارک پر بہہ گئے۔ پھر رکوع فرمایا اور اس میں بھی روئے پھر سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی روتے رہے پھر سر اٹھایا اور مسلسل روتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ بلال آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع دی۔ حضرت بلال فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس قدر کیوں گریہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی سب تقصیرات معاف فرما دی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں اور شکریہ میں گریہ وزاری کیوں نہ کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس کے بعد آپ نے فرمایا بڑی تباہی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا۔

عقل مند کون ہیں

یہاں آیت میں اور قرآن کریم کی اصطلاح میں اولوالالباب یعنی عاقل کامل انہی کو فرمایا کہ جو کائنات عالم آسمان زمین اور ان میں سمائی ہوئی تمام مخلوقات اور مصنوعات میں غور و فکر کر کے خالق اور صانع حقیقی کی صحیح معرفت تک پہنچ گئے اور خدا کی یاد اور آخرت کی فکر میں لگ گئے۔ اور سمجھ گئے کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس کے بعد ایک اور عالم کی طرف کوچ ہونا ہے تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم انہی کو اہل عقل کہتا ہے کہ جو اہل ذکر اور اہل فکر ہیں۔ اور مخلوقات میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت اور قدرت و حکمت کو پہچان لیتے ہیں۔ اور خدا کی طرف عاجزی اور گریہ وزاری اور آخرت کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔

آسمان جیسی بلند اور وسعت والی مخلوق اور زمین جیسی پست و سخت اور لمبی چوڑی مخلوق پھر آسمان میں بڑی بڑی نشانیاں مثلاً چاند و سورج اور چلنے پھرنے والے سیارے اور اپنی جگہ ٹھہرنے والے ستارے اور زمین کی بڑی بڑی پیداوار مثلاً پہاڑ و جنگل درخت اور گھاس اور کھیتیاں اور میوے اور پھل و پھول اور مختلف قسم کے جاندار اور الگ الگ ذائقہ اور خوشبو اور رنگ و خواص کے میوے اور پھل کیا یہ سب نشانیاں ایک سمجھدار انسان کی رہبری خداوند قدوس کی ذات عالی کی طرف نہیں کرتیں؟

پھر دن رات کا آنا جانا اور ان کا کم و زیادہ ہونا پھر برابر ہونا پھر کبھی سردی کبھی گرمی کبھی خزاں کبھی بہار کیا انسان کو ان سب میں غور و فکر کرنے سے اس کی قدرت اور کمال کی بڑی بڑی نشانیاں اور دلائل نہیں معلوم ہوتے؟ مگر ہاں عقلمندوں کے لئے جو پاکیزہ نفس والے ہر چیز کی حقیقت پر نظریں ڈالنے کے عادی ہیں اور بیوقوفوں کی طرح آنکھ کے اندھے اور کان کے بہرے نہیں۔

جانور بھی پہچانتا ہے کہ مجھے گھاس دانہ کون دیتا ہے اور جب مالک سامنے آتا ہے تو یہ جانور گردن جھکا دیتا ہے مگر ایک نیچری فلسفی اور دہریہ سائنس دان کی گردن خدا کے سامنے نہیں جھکتی۔ فکر آخرت سے غافل اور حق تعالیٰ کا منکر و باغی بنا رہتا ہے ایسے ہی پڑھے لکھے جاہل اور احمقوں کے بارہ میں قرآن پاک میں نویں پارہ سورہ اعراف میں فرمایا گیا ہے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۗ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ان کے دل ہیں مگر یہ ان سے سوچتے سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ یہ ان سے بھی بڑھ کر بے راہ ہیں یہی لوگ تو غافل ہیں۔

عقل مندوں کی صفت

قرآن کریم نے عقل والوں کی یہ صفت اور علامت بتلائی اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ یعنی عقل والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کریں کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے یعنی ہر حال میں اور ہر وقت میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں دل سے اور زبان سے مشغول رہتے ہیں یعنی کسی حال میں خدا سے غافل نہیں رہتے۔

یہاں سے ذکر اللہ کی بھی فضیلت ثابت ہوئی علماء نے لکھا ہے کہ شریعت میں ذکر کے علاوہ کسی اور عبادت کی کثرت کا حکم نہیں دیا گیا لیکن ذکر کے متعلق قرآن پاک میں کئی جگہ کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کی فضیلت اور حکم آیا ہے۔ اور ۲۲ ویں پارہ سورہ احزاب میں تو صریح حکم ایمان والوں کو ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا اے ایمان والو تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو۔ ذکر کے علاوہ تمام عبادات کے لئے کچھ شرائط و قواعد ہیں جن کے بغیر وہ عبادات ادا نہیں ہوتیں بخلاف ذکر کے کہ اس کو کھڑے بیٹھے لیٹے باوضو ہو بے وضو ہو پاک ہو ناپاک ہو رات ہو یا دن ہو جنگل میں ہو دریا میں ہو۔ سفر میں ہو حضر میں ہو۔ فقر میں ہو تونگری میں ہو۔ بیماری میں ہو صحت میں ہو آہستہ ہو یا پکار کر ہو۔ دل سے ہو یا زبان سے ہو ہر حال میں ہر وقت انجام دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کی ہم کو بھی ہر حال میں توفیق عطا فرمائیں۔

عقل مندوں کی دوسری صفت

آگے یہاں آیت میں عقل والوں کی ایک دوسری علامت اور صفت بتلائی گئی وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں اپنی قوت عقلیہ سے غور و فکر کرتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت ہے اسی طرح اس کی مخلوقات میں غور و فکر بھی ایک عبادت ہے۔ حضرت امام بصریؒ کا قول ہے کہ ایک ساعت آیات قدرت میں غور و فکر کرنا ساری رات کے قیام سے افضل ہے اور وجہ اس کی یہی ہے کہ غور و فکر معرفت الٰہیہ کا سبب ہونے کی وجہ سے بڑی عبادت ہے۔ مگر ایک بات یہاں سمجھ لینے کی ہے وہ یہ کہ ذکر تو اللہ جل شانہ کی ذات و صفات کا مطلوب ہے اور غور و فکر اللہ کی مخلوقات میں مقصود ہے۔ اسی وجہ سے اکابر اہل معرفت کی وصیت ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی نشانیوں میں غور و فکر کرو مگر خود اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر نہ کرو کہ وہ تمہاری رسائی سے بالاتر ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو بھی اپنے فضل سے دین کی عقل و فہم عطا فرما دے۔ اور اپنے اولوا الالباب بندوں میں شامل فرما لے۔ اے اللہ ہم کو بھی اپنی مخلوق میں غور و فکر کرنے والا بنا دے اور اس کے نتیجہ میں اپنے ذکر و فکر کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

اے ہمارے پروردگار آپ نے اس مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا آپ کی ذات پاک ہے سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔ اے ہمارے پروردگار بلاشبہ آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں

رَبَّنَا	مَا	خَلَقْتَ	هٰذَا	بَاطِلًا	سُبْحٰنَكَ	فَقِنَا	عَذَابَ	النَّارِ	رَبَّنَا	اِنَّكَ	مَنْ	تُدْخِلِ	النَّارَ
اے ہمارے رب	نہیں	تو نے پیدا کیا	یہ	بے فائدہ	تو پاک ہے	تو ہمیں بچالے	عذاب	آگ (دوزخ)	اے ہمارے رب	بیشک تو	جو جس	داخل کیا	آگ (دوزخ)

فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ

اس کو واقعی رسواہی کردیا اور ایسے بے انصافوں کا کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں

فَقَدْ	اَخْزَيْتَهٗ	وَمَا	لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ	اَنْصَارٍ	رَبَّنَا	اِنَّنَا	سَمِعْنَا	مُنَادِيًا	يُّنَادِيْ	لِلْاِيْمَانِ
تو ضرور	تو نے اس کو رسوا کیا	اور نہیں	ظالموں کے لئے	کوئی	مددگار	اے ہمارے رب	بیشک ہم نے	سنا	پکارنے والا	پکارتا ہے	ایمان کیلئے

اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا

کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار

اَنْ اٰمِنُوْا	بِرَبِّكُمْ	فَاٰمَنَّا	رَبَّنَا	فَاغْفِرْ لَنَا	ذُنُوْبَنَا	وَكَفِّرْ عَنَّا	سَيِّاٰتِنَا	وَتَوَفَّنَا	مَعَ الْاَبْرَارِ	رَبَّنَا
کہ ایمان لے آؤ	اپنے رب پر	سو ہم ایمان لائے	اے ہمارے رب	تو بخشدے ہمیں	ہمارے گناہ	اور دور کردے ہم سے	ہماری برائیاں	اور ہمیں موت دے	نیکوں کیساتھ	اے ہمارے رب

وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

اور ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے اور ہم قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے، یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

وَاٰتِنَا	مَا	وَعَدْتَّنَا	عَلٰى	رُسُلِكَ	وَلَا تُخْزِنَا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اِنَّكَ	لَا تُخْلِفُ	الْمِيْعَادَ	
اور ہمیں دے	جو	تو نے ہم سے وعدہ کیا	پر (ذریعہ)	اپنے رسول (جمع)	اور نہ رسوا کر ہمیں	قیامت کے دن	بیشک تو	نہیں خلاف کرتا	وعدہ	

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل معرفت کی معروضات

گذشتہ آیات میں اولوالالباب یعنی دانشمند اور عقلمند لوگوں کا ذکر تھا کہ جو ہر حال میں دل سے اور زبان سے اللہ کے ذکر میں لگے رہتے ہیں اور آسمان وزمین کی پیدائش اور اللہ کی دوسری مخلوقات میں غور وفکر کرتے ہیں اور اس غور وفکر کے نتیجہ میں وہ معرفت الٰہیہ حاصل کرتے ہیں اور اپنے مالک حقیقی و پروردگار سے عرض معروض کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔

پہلی عرض :۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ تمام کائنات اور یہ کارخانہ عالم بے کار اور بے مقصد نہیں بنایا اور اس مخلوق کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ عالم کا ہر ہر جز اور ہر ہر چیز صدہا مصلحتوں اور حکمتوں سے لبریز ہے۔ اے پروردگار آپ کی ذات عبث اور بے کار کام کرنے سے منزہ اور پاک ہے۔ یقیناً ان عجیب وغریب اور پر حکمت انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم نتیجہ پر جا کر ختم ہوگا۔ یہاں سے انکا ذہن آخرت کی طرف جاتا ہے جو موجودہ زندگی کا آخری قدرتی اور منطقی نتیجہ ہے۔ اور کہتے ہیں فقنا عذاب النار یعنی اے پروردگار ہم کو آخرت میں جہنم کے عذاب سے بچانا۔

دوسری معروض: رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ یعنی اے ہمارے پروردگار ہم اس لئے عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہیں کہ بلاشبہ آپ جس کو جہنم میں داخل کریں اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا اور جس سے زیادہ اور کوئی رسوائی و ذلت نہیں اور ایسے ظالموں کو جو خدا کی صفات

مخلوق میں ثابت کریں اور اس کی خالقیت اور مالکیت کو نہ پہچانیں ان کا کوئی بھی مددگار اور ساتھ دینے والا نہیں جو ان کو خدا کے عذاب سے بچالے۔

تیسری معروض: رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا یعنی یہ عقل مند اور اہل دانش یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری ہدایت کا سبب یہی نہیں کہ ہم نے عالم کے احوال اور مخلوقات و مصنوعات میں غور و فکر کر کے اپنے رب کو پہچان لیا بلکہ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک حق کی طرف پکارنے والے کو مراد اس سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ اے لوگو تم اپنے پروردگار کی ذات و صفات پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے ہیں یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہی اور دل و جان سے اللہ کی ذات و صفات پر جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ایمان لے آئے۔

چوتھی درخواست:۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ اے ہمارے پروردگار ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری چھوٹی بدیوں کو بھی ہم سے معاف کر کے زائل کر دیجئے تاکہ قیامت میں ان کا اظہار نہ ہو اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل رکھ کر موت دیجئے یعنی نیکی اور ایمان پر خاتمہ ہو اور جب دنیا سے اٹھانا ہو تو نیک بندوں کے زمرہ میں شامل کر کے دنیا سے اٹھالینا یعنی یہ اہل دانش مومن اپنے عجز و ناتوانی کے مقر ہوتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان تو لے آئے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کمربستہ بھی ہو گئے مگر ہم عاجز و ناتواں ہیں۔ کما حقہ اطاعت ہم سے بہت مشکل ہے ہمارا کوئی عمل بھی تقصیر سے خالی نہیں اس لئے ہماری تقصیرات کو معاف فرما دیجئے اور نیک بختوں کے طریقہ پر ہم کو موت دیجئے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے طریقہ مذہب اور اعتقاد پر ہم کو موت دیجئے۔

پانچویں معروض: رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اے ہمارے پروردگار ہمارا ایمان اور عمل تو آخرت کی رسوائی سے بچانے کے لئے کافی نہیں لیکن ہم نابکار آپ کے نام لیوا آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہم کو وہ انعامات عطا فرمائیں کہ جو آپ نے اپنے پیغمبروں کی زبانی وعدہ فرمایا ہے کہ ایمان لانے والوں کو یہ یہ نعمتیں ملیں گی اور ہم آپ سے یہ درخواست کسی استحقاق کی بناء پر نہیں کرتے بلکہ آپ کے کریمانہ وعدہ کے ایفاء کی فقیرانہ اور گدایانہ اور شرمسارانہ درخواست کرتے ہیں کہ بیشک ہمارا ایمان اور ہمارا عمل تو اس قابل نہیں کہ اس پر انعام دیا جا سکے لیکن آپ کریم مطلق ہیں محض اپنے کرم سے وعدہ کو پورا فرما دیجئے۔ بلاشبہ آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ آپ کی بارگاہ تو وعدہ خلافی سے پاک اور منزہ ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم بھی اقرار کرتے ہیں کہ اس کارخانہ عالم کو آپ نے بے کار نہیں پیدا فرمایا۔ اے اللہ اس دنیا میں ہمیں آخرت کی فکر نصیب فرما اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ آپ اپنے کرم سے ہم سب کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے اور اے اللہ قیامت کے دن کی رسوائیوں سے ہم سب کو محفوظ فرمائیے۔ اے اللہ ہم نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہی اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر آپ پر اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اے اللہ ہمارے ٹوٹے پھوٹے ایمان کو قبول فرما لے اور ایمان ہی پر ہم کو خاتمہ نصیب فرما دے۔ اے اللہ اپنی رحمت سے ہمارے صغیرہ و کبیرہ ظاہر و باطن تمام گناہوں کو معاف فرما دے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرما دے اور ان کے ساتھ ہمیں اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرما دے۔ یا اللہ آپ کی ذات عالی بلاشبہ عبث اور بے کار کام سے پاک اور منزہ ہے آپ نے یہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنی دنیوی زندگی کا مقصد سمجھنے کی توفیق و فہم عطا فرما اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کو بنانے اور سنوارنے کی فکر نصیب فرما۔ یا اللہ آپ جب تک ہمیں دنیا میں زندہ رکھیں ایمان اعمال صالحہ اور اپنی مرضیات کی توفیق بخشیں غفلت اور عصیان و نافرمانی سے بچائیں۔ یا اللہ اپنے مقبول بندوں یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمائیے اور ان حضرات کا کفش بردار ہو کر اپنی جنت میں بے حساب داخلہ نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ 32

سو منظور کیا اُن کی درخواست کو اُن کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کام کرنے والا ہو اکارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو

فَاسْتَجَابَ	لَهُمْ	رَبُّهُمْ	اَنِّيْ	لَآ اُضِيْعُ	عَمَلَ	عَامِلٍ	مِّنْكُمْ	مِّنْ ذَكَرٍ	اَوْ اُنْثٰى	بَعْضُكُمْ	مِّنْ
پس قبول کی	ان کیلئے	انکا رب	کہ میں	ضائع نہیں کرتا	محنت	کوئی محنت کرنیوالا	تم میں سے	مرد سے	یا عورت	تم میں سے	سے

بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا

سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دیئے گئے میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہوگئے

بَعْضٍ	فَالَّذِيْنَ	هَاجَرُوْا	وَاُخْرِجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ	وَاُوْذُوْا	فِيْ سَبِيْلِيْ	وَقٰتَلُوْا	وَقُتِلُوْا
بعض (آپس میں)	سو لوگ	انہوں نے ہجرت کی	اور نکالے گئے	سے	اپنے شہروں	اور ستائے گئے	میری راہ میں	اور لڑے	اور مارے گئے

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ

ضرور اُن لوگوں کی تمام خطائیں معاف کردوں گا اور ضرور اُن کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ عوض ملے گا

لَاُكَفِّرَنَّ	عَنْهُمْ	سَيِّاٰتِهِمْ	وَ	لَاُدْخِلَنَّهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	ثَوَابًا	مِّنْ	عِنْدِ اللّٰهِ
میں ضرور دور کروں گا	اُن سے	اُن کی برائیاں	اور	ضرور انہیں داخل کرونگا	باغات	بہتی ہیں	سے	اسکے نیچے	نہریں	ثواب	سے	اللہ کے پاس (طرف)

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۞ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۞ مَتَاعٌ

اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔ (اے طالب حق) تجھ کو ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے۔ چند روزہ بہار ہے

وَاللّٰهُ	عِنْدَهٗ	حُسْنُ	الثَّوَابِ	لَا يَغُرَّنَّكَ	تَقَلُّبُ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	فِي	الْبِلَادِ	مَتَاعٌ
اور اللہ	اُسکے پاس	اچھا	ثواب	نہ دھوکہ دے آپ ﷺ کو	چلنا پھرنا	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	میں	شہر (جمع)	فائدہ

قَلِيْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۞ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ

پھر اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُرا ہی آرام گاہ ہے۔ لیکن جو لوگ خدا سے ڈریں اُن کے لئے باغات ہیں

قَلِيْلٌ	ثُمَّ	مَاْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ	وَبِئْسَ	الْمِهَادُ	لٰكِنِ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	رَبَّهُمْ	لَهُمْ	جَنّٰتٌ
تھوڑا	پھر	ان کا ٹھکانہ	دوزخ	اور کتنا برا	بچھونا (آرام کرنا)	لیکن	جو لوگ	ڈرتے رہے	اپنا رب	اسکے لئے	باغات

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۞

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں۔

تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	نُزُلًا	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	وَمَا	عِنْدَ اللّٰهِ	خَيْرٌ	لِّلْاَبْرَارِ
بہتی ہیں	سے	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	مہمانی	سے اللہ کے پاس	اور جو	اللہ کے پاس	بہتر	نیک لوگوں کیلئے

مومنین کی معروضات کی مقبولیت

ان آیات میں اہل دانش مومنین کی دعاؤں اور درخواستوں کی قبولیت کی بشارت دی جاتی ہے۔اس آیت کو (ف) حرف عطف سے شروع فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب عقل اور صاحب ایمان لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں جن کا ذکر پچھلی آیات میں تھا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بھی ان کی منہ مانگی مرادان کو عطا فرمائی۔اور تمام دعاؤں اور درخواستوں کو قبول کیا اور ان دعاؤں کی قبولیت کی علت بھی بتلادی گئی کہ قانون الٰہیہ ہے کہ مومن خواہ مرد ہو یا عورت اور خواہ غریب ہو یا امیر اور خواہ شریف ہو یا رذیل جو جو کام یعنی عمل صالح کرے گا اس کا پھل پائے گا۔ روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن میں کہیں ہم عورتوں کی ہجرت وغیرہ اعمال حسنہ کا بالتخصیص ذکر نہیں آتا۔اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا اور بالتخصیص فرمایا گیا کہ مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے یکساں قانون ہے کیونکہ سب انسان ایک نسل سے ہیں اور بلحاظ انسانیت یکساں ہیں۔ مراتب میں عنداللہ جو فرق ہے تو وہ ان کے ایمان اور اعمال کے سبب سے ہے۔چنانچہ بعض اعمال حسنہ کی یہاں فضیلت اور برتری اس طرح ثابت فرمائی گئی کہ جب کسی عمل کرنے والے کا ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹے سے چھوٹا عمل صالح بھی ضائع نہیں ہوتا تو پھر ان مردان خدا کے مراتب واجر وثواب کا کیا کہنا جنہوں نے کہ کفر وعصیان چھوڑنے کے ساتھ دارالکفر بھی چھوڑ دیا۔وطن عزیز واقارب اہل عیال مال ومنال سب کو خیر باد کہہ کر ہجرت کی اور دارالاسلام کی طرف نکل کھڑے ہوئے کفار نے ان پر ظلم وستم توڑے کہ اپنے گھروں میں ٹھہرنا محال ہو گیا۔اور وطن چھوڑنے اور گھربار ترک کرنے پر بھی دشمنوں نے چین نہ لینے دیا۔طرح طرح کی ایذائیں اہل ایمان کو پہنچاتے رہے اور یہ سب کچھ محض اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کا نام لیتے تھے۔اللہ کے دین کے سبب ان کو یہ سب پیش آیا جس کو انہوں نے برداشت کیا اور پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کیا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔ دشمنان دین سے جنگ کی حتیٰ کہ اس میں بہت سے شہید بھی ہو گئے اور اپنی جان تک دے دی۔تو ایسے بلند پایہ اعمال حسنہ والوں سے کھلا ہوا صاف وعدہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی تمام خطائیں معاف فرما دیں گے اور ان کو اپنی رضا کے مقام بہشت کے باغات میں داخل فرمائیں گے کہ جہاں ہر نعمت حسب خواہش ان کو عطا کی جائے گی۔

کافر چندروزہ عیش پر خوش نہ ہوں

ان آیات کے شان نزول کے متعلق روایت میں یہ بھی ہے کہ کفار مشرکین اپنے دنیاوی عیش وآرام پر نازاں ہو کر فقرائے مہاجرین و انصار سے جن پر ابتداء تنگ دستی اور پریشان حالی محیط تھی طعن کے طور پر کہا کرتے تھے کہ تمہاری خداپرستی اور پرہیزگاری دیکھ لی۔تم سے تو ہر حال میں ہم بہتر ہیں۔عیش وآرام میں بلا قید حلال وحرام ہر طرح کے مزے اڑاتے ہیں۔نہ روزے نماز کی تکلیف نہ راتوں کو جاگنے اور دعا مانگنے کا جھگڑا جب تم کو یہیں کچھ نہ ملا تو وہاں کیا ملے گا۔صرف توہمات اور خیالی باتوں پر شاداں ہونا اور مصائب اٹھانا تم ہی جیسے (نعوذ باللہ) کم عقلوں کا کام ہے۔جن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے جادو سے دیوانہ کر دیا ہے۔کفار ومشرکین کے ان اقوال اور خیال باطل کا یہاں رد فرمایا جاتا ہے اور طالب حق کے لئے حقیقت حال کا اظہار کیا جاتا ہے کہ ایک طالب حق کو ان کافروں کے عیش وعشرت ناز ونعم راحت وآرام ان کی خوشحالی اور فارغ البالی کی طرف نظر نہ ڈالنی چاہیے کہ یہ سب عنقریب زائل ہو جائے گا اور صرف ان کی بداعمالیاں عذاب کی صورت میں ان پر باقی رہ جائیں گی۔تو کفار کی یہ حالت کہ جو ادھر ادھر تجارت وغیرہ کر کے دولت کماتے اور اکڑتے پھرتے ہیں اہل حق کو چاہیے کہ ان سے دھوکہ نہ کھائیں۔یہ محض چند روز کی بہار ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص کو کچھ دن پلاؤ قورمے کھلا کر پھانسی کی سزا دی جائے تو وہ کیا خوش عیش ہوا۔خوش عیش تو وہ ہے کہ جو تھوڑی سی محنت اور تکلیف اٹھا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی راحت وآسائش کا سامان مہیا کرے۔

دعا کیجئے: یااللہ آپ کی توفیق سے جو ہم سے ٹوٹے پھوٹے عمل ہو جاتے ہیں ان کو اپنے فضل سے قبول فرمالے اور ان پر اپنی رحمت سے ہم کو اجر وثواب آخرت عطا فرمادے۔اور ہماری تقصیرات کو اپنے کرم سے معاف فرمادے۔یااللہ ہمارا آخری ٹھکانہ اپنے رضا کے مقام جنت میں عطا فرما دے۔اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہم کو بھی اپنے جنت کی مہمانی نصیب فرمائیے۔آمین واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

اور بالیقین بعضے لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو تمہارے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب کے ساتھ بھی

وَاِنَّ	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	لَمَنْ	يُّؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْهِمْ
اور بیشک	سے	اہل کتاب	بعض وہ جو	ایمان لاتے ہیں	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	تمہاری طرف	اور جو	نازل کیا گیا	ان کی طرف

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

جو اُن کے پاس بھیجی گئی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں کم حقیقت معاوضہ نہیں لیتے ایسے لوگوں کو اُن کا نیک عوض ملے گا اُن کے پروردگار کے پاس

خٰشِعِيْنَ	لِلّٰهِ	لَا يَشْتَرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	اَجْرُهُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ
عاجزی کرتے ہیں	اللہ کے آگے	مول نہیں لیتے	آیتوں کا	اللہ	مول	تھوڑا	یہی لوگ	ان کیلئے	ان کا اجر	پاس	ان کا رب

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ
بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب کر دیں گے۔	بیشک	اللہ	جلد	حساب

شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی روایت یہ ہے کہ یہ آیت اصحم نجاشی شاہ حبشہ کے متعلق نازل ہوئی ہے ان کے ملک حبشہ میں انتقال کی اطلاع حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں دی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارا بھائی حبشہ میں انتقال کر گیا ہے۔ اس کے جنازہ کی نماز ادا کرو اور میدان میں جا کر اور بعض روایت میں ہے کہ بقیع میں تشریف لا کر صحابہ کی صفیں مرتب کر کے آپ نے ان کے جنازہ کی نماز چار تکبیروں کے ساتھ پڑھی اور ان کے لئے استغفار فرمایا۔ بعض منافقین نے اس پر طعن کیا کہ دیکھو حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ نے کبھی دیکھا بھی نہیں اور وہ آپ کے دین پر بھی نہ تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی گویا نجاشی شاہ حبشہ کے مسلمان ہونے کی شہادت قرآن کریم نے بھی دی۔ یہ وہی نجاشی شاہ حبشہ ہیں جن کی طرف مسلمانوں نے ۵ نبوی میں مکہ سے ہجرت کی۔ یہ حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے نیز کتب احادیث و تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نجاشی شاہ حبشہ کے نام ایک تبلیغی نامہ مبارک بھی مدینہ منورہ سے روانہ کیا تھا اور شاہ حبشہ نے اس کا جواب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ موقع کی مناسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کا ترجمہ اور شاہ حبشہ کا جواب یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ جس سے بھی شاہ حبشہ کے ایمان صادق اور اسلام کامل کا حال ظاہر ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک بنام نجاشی

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ محمد اللہ کے رسول کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کی طرف۔ سلام ہو تجھ پر۔ امابعد میں حمد و ثنا کرتا ہوں اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ تمام عیبوں سے پاک ہے امن دینے والا اور سب کا نگہبان ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ اور اس کے کلمہ ہیں جس کو کہ اللہ تعالیٰ نے مریم پاک کی طرف القاء کیا۔ پس حاملہ ہوئیں عیسیٰ علیہ السلام سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خاص روح اور نفخ سے پیدا کیا جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے بلا ماں باپ کے پیدا کیا۔ میں تجھ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو وحدہ لاشریک ہے اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف اور اپنے اتباع کی طرف اور اس بات کی طرف جو اللہ کی طرف سے میرے پاس آیا ہے (یعنی قرآن) بلاتا ہوں اس پر ایمان لا بالتحقیق میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں تجھ کو اور تیرے تمام لشکروں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اللہ کا پیام پہنچا چکا اور نصیحت کر چکا۔ پس میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ (سیرت المصطفیٰ از حضرت کاندھلویؒ) حضرت عمرو بن امیہؓ یہ خط شاہ حبشہ کے پاس لے کر گئے۔ نجاشی شاہ حبشہ نے آپ

کا والا نامہ کو آنکھوں سے لگایا اور تخت شاہی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور اسلام قبول کیا اور حق کی شہادت دی اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ آپ وہی نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب انتظار کرتے تھے اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے راکب الحمار سے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی ہے اسی طرح راکب الجمل سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشارت دی ہے اور مجھے آپ کی نبوت ورسالت کا اس درجہ یقین ہے کہ عینی مشاہدہ کے بعد بھی میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا اور آپ کے والا نامہ کا حسب ذیل جواب لکھوایا۔

نجاشی کا جواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ محمد رسول اللہ کی جانب نجاشی اصحم بن ابجر کی جانب سے۔ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی اور رحمتیں اور برکتیں ہوں اللہ کی آپ پر۔ میں تعریف کرتا ہوں اس ایک خدا کی جس نے مجھ کو اسلام کی ہدایت اور توفیق مرحمت فرمائی۔ یا رسول اللہ آپ کا والا نامہ پہنچا عیسیٰ علیہ السلام کی بابت جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی عیسیٰ علیہ السلام اس سے ذرہ برابر زیادہ نہیں بلاشبہ ان کی شان وہی ہے جو آپ نے ذکر کی۔ جو دین دے کر آپ ہماری طرف بھیجے گئے ہیں ہم نے اس کو پہچان لیا اور آپ کے ابن عم اور ان کے رفقاء کی مہمانی کی پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے صادق اور مصدق رسول ہیں۔ میں نے آپ سے اور آپ کے ابن عم سے بیعت کی اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لئے اسلام لایا۔ آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم کو بھیجتا ہوں۔ میں صرف اپنی ذات کا مالک ہوں اگر اشارہ ہو تو میں خود خدمت میں حاضر ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بالکل حق ہے۔
والسلام علیک یا رسول اللہ (سیرۃ المصطفیٰ از حضرت کاندھلویؒ)

روایات میں لکھا ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ نے اپنے بیٹے کو حبشہ کے ساٹھ آدمیوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن وہ کشتی راستہ میں سمندر میں غرق ہو گئی۔ یہی شاہ نجاشی ہیں کہ جب رجب ۹ ھ میں انہوں نے حبشہ میں وفات پائی تو جس روز ان کا انتقال ہوا اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کے وفات کی خبر دی اور میدان میں صحابہ کے ہمراہ جا کر نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ ابوداؤد میں ایک حدیث ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نجاشی کے انتقال کے بعد ہم یہی سنتے رہے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ انہیں اسلام وایمان کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔

غائبانہ نماز جنازہ

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک میت کا سامنے موجود ہونا شرائط نماز جنازہ میں سے ہے اگر جنازہ سامنے موجود نہ ہو تو نماز جنازہ درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نجاشی کے لئے نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہے اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کر سکتے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدیون کی یعنی جس پر قرض ہو جنازہ کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ تو کیا دوسرے کو بھی ایسا کرنے کا اختیار ہے؟

دوسرا نجاشی کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر کر دیا گیا تھا چنانچہ صحیح ابن حبان میں ایک حدیث موجود ہے جس سے یہ جواب قوی ہو گیا۔

جلدی حساب کا مطلب

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب کر دیں گے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام مقبولین ومحبوبین کا حساب ضروری ہوگا کیونکہ بہت سے مقبولین کا بلاحساب جنت میں جانا احادیث میں آیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو جلدی حساب کر دیتا ہے وہ جلدی ہی مزدوری بھی دے دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حساب جلدی کر دیں گے یعنی ایمان وعمل صالحہ کا بدلہ جلد ہی دے دیں گے۔ اب اس سورہ آل عمران کی صرف ایک خاتمہ کی آیت باقی رہ گئی ہے جس میں مسلمانوں کو ایک نہایت جامع نصیحت فرمائی گئی ہے جو ساری سورۃ کا ماحصل ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہمارے دلوں میں بھی اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما دے کہ جو ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے اور دنیا کے مقابلہ میں دین کی وقعت ہمارے قلوب میں پیدا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پورے کامیاب ہو۔

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اصْبِرُوْا	وَصَابِرُوْا	وَرَابِطُوْا	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
اے	ایمان والو	تم صبر کرو	اور مقابلہ میں مضبوط رہو	اور جنگ کی تیاری کرو	اور ڈرو	اللہ	تا کہ تم	مراد کو پہنچو

صبر، ثبات، ربط اور تقویٰ کا حکم

یہاں اس آیت میں مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے چار باتوں کا حکم فرمایا۔ ایک اصْبِرُوْا۔ دوسرے صَابِرُوْا، تیسرے رَابِطُوْا چوتھے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اب ان میں سے ہر ایک کی تشریح سنئے:۔

پہلی بات اصبروا فرمائی یعنی صبر کرو۔ صبر کے لفظی معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں نفس کو خلاف طبع چیزوں پر جمائے رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے جس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک صبر علی الطاعات، یعنی جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے ان کی پابندی اور بجا آوری میں جو کچھ مشقتیں پیش آئیں ان کو برداشت کرنا اور اپنے نفس کو ان طاعات پر جمائے رکھنا مثلاً روزہ میں بھوک پیاس جہاد میں گرمی میں چلنا اور دشمن سے لڑنا تبلیغ احکام میں وعظ پند کی مشقت اٹھانا وغیرہ وغیرہ

دوسرے صبر عن المعاصی۔ یعنی جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ان سے نفس کو روکنا اگرچہ وہ نفس کے لئے کتنی ہی مرغوب ولذیذ ہوں۔ گویا تمام منہیات شرعیہ سے بچنا اور اس میں جو مشقت پیش آئے اس کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا۔

تیسرے صبر علی المصائب یعنی مصیبت وتکلیف مثل مرض، خوف، تنگدستی، قحط، موت وغیرہ پر صبر کرنا حد سے زائد پریشان نہ ہونا اور سب تکلیف وراحت کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر نفس کو بے قابو نہ ہونے دینا۔

دوسرا حکم صَابِرُوْا فرمایا یعنی دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔ کفار سے مقابلہ ہو تو مضبوطی اور ثابت قدمی دکھلانا یعنی جب کافروں سے تمہارا مقابلہ آپڑے اور تکلیف میں تم اور وہ مشترک ہوں تو تم ان کے مقابلہ میں مضبوطی دکھلاؤ اور تمہارا صبر کافروں کے صبر پر غالب رہنا چاہیے۔

تیسرا حکم رَابِطُوْا فرمایا یہ ربط سے ہے۔ ربط کے معنی ہیں باندھنے اور لگانے کے خواہ دل کو محبت الٰہی سے باندھے یا جہاد کے لئے گھوڑے باندھے یا شب کو مخالفوں کے لئے پہرہ دینے پر دل باندھے۔ یا انتظار صلوٰۃ میں دل لگاوے۔ یا عزیز وقریب سے واسطے قائم رکھے۔ اس لفظ میں ان سب معنوں کی گنجائش ہے اس لئے مفسرین نے ان میں سے ہر ایک معنی اختیار کئے ہیں لیکن اصطلاح قرآن وحدیث میں یہ لفظ اکثر دو معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

اول اسلامی سرحدوں کی حفاظت جس کے لئے جنگی گھوڑے اور جنگی سامان کے ساتھ مسلح رہنا لازمی ہے تا کہ دشمن اسلام اسلامی سرحد کی طرف رخ کرنے کی جرأت نہ کرے۔ چونکہ نزول قرآن کے وقت جنگ، نیزہ، تیر، تلوار، گھوڑوں سے ہوتی تھی اس لئے اس وقت کے جنگی سامان یہی تھے۔ اسی حکم میں اس وقت کے جنگی سامان ہیں دوسرے نماز جماعت کی ایسی پابندی کہ ایک نماز کے بعد ہی سے دوسری نماز کے انتظار میں رہے۔ یہ دونوں چیزیں اسلام میں بڑی عبادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ رباط یعنی اسلامی سرحد کی حفاظت کا انتظام یا نماز جماعت کی پابندی اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار دونوں کو احادیث میں رباط فی سبیل اللہ فرمایا ہے اور دونوں کے بڑے بڑے فضائل ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ چیز بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرمادیں اور تمہارے درجات بلند کریں۔ وہ چیزیں یہ ہیں۔

وضو کو مکمل طور پر کرنا باوجود یہ کہ سردی یا کسی زخم درد وغیرہ کے سبب اعضاء وضو کا دھونا مشکل نظر آ رہا ہو اور مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پھر فرمایا ذلکم الرباط (یعنی یہی رباط فی سبیل اللہ ہے۔)

چوتھا حکم وَاتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس کی نافرمانی نہ ہو اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ ہو ہر حال میں ہر وقت ہر معاملہ میں خوف خدا کیا کرو۔

سُورَةُ النِّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَسِتٌّ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ وَسَبْعُونَ آيَةً وَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ رُكُوعًا

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُس جان سے اُس کا جوڑا

يَا أَيُّهَا	النَّاسُ	اتَّقُوا	رَبَّكُمُ	الَّذِي	خَلَقَكُم	مِن	نَفْسٍ	وَاحِدَةٍ	وَخَلَقَ	مِنْهَا
اے	لوگ	ڈرو	اپنا رب	وہ جس نے	تمہیں پیدا کیا	سے	جان	ایک	اور پیدا کیا	اس سے

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ

پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو

زَوْجَهَا	وَبَثَّ	مِنْهُمَا	رِجَالًا	كَثِيرًا	وَنِسَاءً	وَاتَّقُوا	اللَّهَ	الَّذِي	تَسَاءَلُونَ	بِهِ	وَالْأَرْحَامَ
جوڑا اس کا	اور پھیلائے	دونوں سے	مرد (جمع)	بہت	اور عورتیں	اور ڈرو	اللہ	وہ جو	آپس میں مانگتے ہو	اس سے (اس کے نام پر)	اور رشتے

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ①

بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔

إِنَّ	اللَّهَ	كَانَ	عَلَيْكُمْ	رَقِيبًا
بیشک	اللہ	ہے	تم پر	نگہبان

وحدت انسانیت کے تقاضے اور تقویٰ

۲ھ میں بدر کی مشہور جنگ ہو چکی تھی۔ پھر ۳ھ میں جنگ احد واقع ہوئی جس کا بیان سورہ آل عمران میں آ چکا ہے۔ جنگ کے بعد یتیموں' بیواؤں اور لونڈی غلاموں کے سوالات سامنے آیا کرتے ہیں لہذا اس سورہ نساء میں یتیموں وغیرہ کے حقوق کی حفاظت کی نصیحت کی گئی اور چونکہ آگے انسانوں کے باہمی حقوق خصوصاً خاندانی نظام کی بہتری اور استواری کے لئے ضروری قوانین ارشاد فرمائے جانے والے تھے اس لئے اس تمہیدی آیت میں ایک طرف اللہ سے خوف اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی تاکید ہے اور دوسری طرف یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ تمام انسان ایک اصل سے ہیں۔ ایک ذات سے پیدا ہوئے ہیں تاکہ یہ بات دلوں میں جم جائے کہ ہم سب ایک ہی کی اولاد ہیں جس سے بے اختیار برادرانہ محبت دلوں میں جوش کرے گی اور ہر شخص یہ سمجھے گا کہ جب ہم ایک ہی کی نسل سے ہیں تو ہم میں ایک کا ایک پر حق ہے۔ اور باہمی حقوق اولاد' بیوی' شوہر' والدین' یتیم اور دوسرے اعزا و اقربا اور رشتہ داروں کے جو ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں ان کی ادائیگی کا دار و مدار ادب' احترام' دلداری' ہمدردی' شفقت اور قلبی خیر خواہی پر ہے۔ اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو کسی ترازو اور کانٹے میں تولی ناپی نہیں جا سکتیں اور باہمی معاہدات کے ذریعہ بھی ان کا پورا تعین مشکل ہے لہٰذا ان کی خاطر خواہ ادائیگی کے لئے بجز خوف خداوندی اور خوف آخرت کے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں جس کو تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حقیقت میں یہ تقویٰ اور خوف خداوندی کی طاقت حکومت اور قانون کی طاقت سے کہیں زیادہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس سورۃ کو تقویٰ کے حکم سے شروع فرمایا۔

ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں پیدا کیا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو یہاں خطاب يَا أَيُّهَا النَّاسُ کہہ کر کیا گیا ہے لفظ الناس مرد' عورت' بچے بڑے' اچھے برے' مسلمان' کافر' دانا' نادان سب کو شامل ہے۔ جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ یا آئندہ قیامت

تک پیدا ہوں۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اپنی ربوبیت کی یاد دلا کر ڈرنے کا حکم فرما رہے ہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کا پالنے والا اور روزی دینے والا اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے تو انسانوں کے لئے ضروری ہے کہ ہر بات میں ہر معاملہ میں ہر وقت اس کی مرضی اور اس کے حکموں کا خیال رکھیں اور اس کی ناراضگی اور مخالفت سے بچیں۔

اس شان ربوبیت کے ساتھ اپنی دوسری صفت خالقیت کا ذکر آگے فرمایا اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ جس نے اپنی حکمت و رحمت سے تم سب کو پیدا کیا۔ یعنی تم سب کو عدم سے وجود میں لایا اور پھر تم کو باقی اور قائم رکھا تو ایسی ذات سے ڈرنا ضرور ہے۔ پھر انسان کو پیدا کرنے اور موجود کرنے کی مختلف صورتیں ہو سکتی تھیں۔ جس خاص صورت کو حق تعالیٰ نے اختیار فرمایا اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً یعنی اللہ نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ سب انسانوں کی اصل وہی ہیں اور ان ہی سے ان کا جوڑا یعنی ان کی زوجہ حضرت حوا کو پیدا کیا پھر ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلائیں۔

یہاں آیت میں پیدائش کی تین صورتوں کا بیان ہے ایک تو جاندار کا بے جان سے پیدا کرنا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ دوسرے جاندار کا جاندار سے مگر عام پیدائش کے طریقہ کے خلاف کیونکہ حضرت حوا حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئی ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں اس کی تصریح آئی ہے اور تیسرے جاندار کا جاندار سے عام پیدائش کے طریقہ سے جیسا کہ آدمؑ سے لے کر اس وقت تک عام عورت و مرد کی پیدائش کا سلسلہ جاری ہے۔ تو یہاں دو مضمونوں کی طرف اشارہ ہو گیا۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا خالق اور موجد ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام انسانوں کے لئے سبب وجود ایک ہی جان یعنی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا اصلی تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ہے اس لئے اس کی اطاعت ہم پر لازم ہونی چاہیے کیونکہ وہی ہمارا خالق ہے اور پھر جب انسان ایک ہی نفس سے بنائے گئے ہیں تو ان کا رشتہ آپس میں بہت گہرا ہے اور سب اخوۃ و برادری کے ایک رشتہ میں بندھے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے اور اخوت کا تقاضا یہی ہے کہ باہمی ہمدردی و خیر خواہی کے حقوق پورے کئے جائیں۔ ایک سے دوسرے کو کوئی نقصان بلاوجہ نہ پہنچے بلکہ آپس میں ہمدردی اور حسن سلوک لازم ہے۔

قرابت داری کے حقوق کی اہمیت

اسی انسانی رشتہ کو یاد دلا کر آگے ارشاد ہوتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ یعنی تم سے مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے ہو۔ خصوصیت کے ساتھ قرابت کے حقوق ضائع کرنے سے بھی ڈرو یعنی خالق و رب ہونے کے علاوہ اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کے وجوب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تم اس کا واسطہ دے کر آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حقوق اور فوائد طلب کرتے ہو یعنی اپنے باہمی معاملات میں بھی اسی کا ذریعہ پکڑتے ہو تو اس لئے اس کی اطاعت کا ضروری ہونا اور بھی محقق ہو گیا۔

آیت کے اخیر میں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا یعنی اللہ تعالیٰ تم سب کے حالات کی اطلاع رکھتے ہیں یعنی تمہارے تمام احوال اور اعمال سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں۔ اس کے حکم کی اطاعت کرو گے تو ثواب پاؤ گے۔ ورنہ مستحق عذاب ہو گے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہمارے دلوں میں بھی اپنا وہ خوف اور تقویٰ عطا فرما کہ جو ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ اے اللہ آپ نے ہم کو وجود انسانی عطا فرما کر جو ہم پر احسان و انعام فرمایا ہم کو اس انعام کی قدردانی کی توفیق عطا فرما اور اپنے احکام کی فرمانبرداری کی دولت نصیب فرما۔ اے اللہ آپ نے جو حقوق ہمارے ذمہ عائد کئے ہیں ان کی ادائیگی کی توفیق بھی ہم کو عطا فرمائیے۔ اور جملہ حقوق انسانیت اور خصوصاً اعزا و اقربا کے حقوق کو اپنی مرضیات کے موافق پورا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى

اور جن بچوں کا باپ مر جاوے اُن کے مال اُن ہی کو پہنچاتے رہو اور تم اچھی چیز سے بُری چیز کو مت بدلو اور اُن کے مال مت کھاؤ اپنے

وَاٰتُوا	الْيَتٰمٰى	اَمْوَالَهُمْ	وَلَا	تَتَبَدَّلُوا	الْخَبِيْثَ	بِالطَّيِّبِ	وَلَا	تَاْكُلُوْٓا	اَمْوَالَهُمْ	اِلٰى
اور دو	یتیم (جمع)	اُنکے مال	اور نہ	بدلو	ناپاک	پاک سے	اور نہ	کھاؤ	اُنکے مال	طرف (ساتھ)

اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝	اَمْوَالِكُمْ	اِنَّهٗ	كَانَ	حُوْبًا	كَبِيْرًا	
مالوں کے ساتھ ایسی کارروائی کرنا بڑا گناہ ہے	اپنے مال	بیشک	ہے	گناہ	بڑا	

یتیموں کے حقوق

ایام جاہلیت میں اسلام سے پہلے یتیموں کے حقوق بری طرح ضائع کئے جاتے تھے۔ اور یتیموں کو نقصان پہنچانے کے مختلف طریقے استعمال کرتے تھے۔ پھر یتیم اپنی بے سروسامانی اور مجبوری اور بے چارگی کے باعث رعایت وحفاظت اور شفقت کا نہایت محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے سب سے مقدم یتیموں کے احکام کو بیان فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں اس آیت میں پہلا حکم یتیم کے مال کے بارہ میں دیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ اور جن بچوں کا باپ مر جائے ان کے مال ان ہی کو پہنچاتے رہو یعنی یتیم بچہ کے والی اور سرپرست کو حکم ہو رہا ہے کہ یتیموں کا مال ان ہی کے خرچ میں لگاتے رہو یا جب یہ یتیم بچے بالغ اور ہوشیار ہو جاویں تو ان کا مال واسباب جو ان کے ولی یا سرپرست کی سپردگی میں ہو ان کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ یتیم بچوں کی ملکیت میں اگر کچھ مال ہے جو ان کو کسی نے دیا ہو یا کسی کی میراث میں ان کو پہنچ گیا ہو تو یتیم کے ساتھ اس کے مال کی حفاظت بھی اس شخص کے ذمہ ہے جو یتیم کا ولی ہے اور یتیم کا مال اس کے بالغ اور سمجھدار ہونے سے پہلے اس کے قبضہ میں نہ دیا جائے۔ کیونکہ وہ ناسمجھ بچہ ہے۔ مال ضائع کر دے گا جیسا کہ اسی سورۃ میں آگے پانچویں آیت میں تصریح فرما دی گئی ہے۔ الغرض والی یتیم کی ذمہ داری صرف اتنی ہی نہیں کہ یتیم کے مال کو خود نہ کھائے یا خود ضائع نہ کرے بلکہ اس کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے مال کی حفاظت کرے تاکہ بالغ سمجھدار ہونے کے بعد اس کو مل سکے۔

یتیم کے مال میں تبدیلی نہ کرو

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ اور تم اچھی چیز کو بری چیز سے مت بدلو یعنی جب تک یتیم کا مال تمہارے قبضہ میں ہے تم ایسا مت کرو کہ ان کی اچھی چیز تو نکال لی جائے اور بری اور گھٹیا چیز ان کے مال میں ملا دی جائے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جب گھر میں یتیم کا مال سپردگی کے لئے رکھا گیا تو اگرچہ اس مال کی فہرست بھی ہو مگر اسی قسم کا دوسرا اسباب بدل کر ولی رکھ سکتا ہے۔ مثلاً یتیم کے مال میں ایک تلوار بھی سپردگی میں آئی جس کی قیمت ہزار روپیہ ہے۔ بوقت واپسی ولی نے اس کی جگہ دوسری معمولی تلوار رکھ دی اس طرح یتیم کے مال کی تعداد تو محفوظ رہتی ہے مگر جو اچھی چیز نظر آئی وہ خود لے لی اور اس کی جگہ اپنی خراب اور گھٹیا چیز رکھ دی۔ یہ بھی چونکہ مال یتیم میں خیانت ہے اس لئے قرآن کریم نے صراحۃً اس کی ممانعت فرما دی۔ اس ممانعت میں جس طرح یہ داخل ہے کہ خود اپنی خراب چیز دے کر اچھی چیز لے لیں اسی طرح یہ بھی داخل ہے کہ کسی دوسرے شخص سے تبادلہ کا ایسا معاملہ کریں جس میں یتیم بچہ کا نقصان ہو۔

یتیم کا مال نہ کھاؤ

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اور نہ کھاؤ ان

کے مال اپنے مالوں کے ساتھ۔ یہاں یتیم کے مال کو ناجائز طور پر کھا جانے کی ممانعت ہے خواہ اپنے مال میں ملا کر کھایا جائے یا علیحدہ رکھ کر کھایا جائے لیکن عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ یتیموں کا مال اپنے مال میں شامل رکھا اس میں سے خود بھی کھایا اور یتیم کو بھی کھلا دیا۔ مثلاً یتیم کے لئے اس کے مال سے کھانا پکانا اور اسی میں کسی قدر اپنا کھانا ملا کر اس قدر زیادہ پکانا کہ اپنے تمام کنبہ کو کافی ہو اس لئے خاص طور پر اپنے اموال کے ساتھ یتیم کا مال ملا کر کھانے کی حرمت کا ذکر فرما کر اس پر تنبیہ فرما دی کہ یا تو یتیم کے مال کو بالکل علیحدہ رکھو اور علیحدہ خرچ کرو جس میں یتیم کے مال کے استعمال میں کسی زیادتی کا خطرہ ہی نہ رہے۔ یا اگر اس میں ولی کو دشواری وقت اور پریشانی ہو اور ملا کر رکھنے ہی کی نوبت آئے تو ایسا حساب رکھو جس میں یہ یقین ہو کہ یتیم کا مال تمہارے ذاتی خرچ میں نہیں آیا۔ اس کی اجازت کہ مال ملا کر بھی رکھا جا سکتا ہے۔

یتیم کا حق ضائع کرنا سخت گناہ ہے

اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ایسی کارروائی کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ یعنی مال یتیم میں کسی قسم کا ناجائز تصرف خواہ حفاظت کی کمی سے ہو یا اچھی چیز کو مال یتیم سے لے کر خراب چیز سے بدل دینے میں ہو یا اپنے مال کے ساتھ ملا کر اس کا مال کھانے سے ہو۔ یہ سب بہرحال بہت بڑے گناہ ہیں۔ اور یتیم کے مال کو کھانے کی وعید اسی رکوع کے آخر میں آ رہی ہے۔ جہاں فرمایا گیا کہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں یا برتتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کے انگارے بھر رہے ہیں اور عنقریب ہی وہ جہنم کی جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس گناہ عظیم سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات گناہ بہت سخت ہیں جو آدمی کو ہلاک کر کے چھوڑتے ہیں۔ (۱) یتیم کا مال کھا جانا۔ (۲) شرک کرنا۔ (۳) جادو کرنا۔ (۴) کسی کو ناحق قتل کرنا (۵) جہاد سے بھاگنا۔ (۶) پاکدامن عورت پر تہمت لگانا (۷) سود کھانا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام گناہوں سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائیں۔ آمین

اب آگے بعض مزید احکام یتیم لڑکیوں سے نکاح کے بارہ میں ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ حقوق قرآنی احکام کے مطابق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ خصوصاً یتمیٰ کے حقوق میں ہر طرح کی کوتاہی سے بچائیں۔ یا اللہ ہر طرح کے چھوٹے بڑے گناہ سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق مرحمت فرما خصوصاً ان تمام بڑے گناہوں سے بچنا نصیب فرما جن پر وعید شدید فرمائی گئی ہے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ

اور اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے،

وَاِنْ	خِفْتُمْ	اَلَّا	تُقْسِطُوْا	فِي	الْيَتٰمٰى	فَانْكِحُوْا	مَا	طَابَ	لَكُمْ	مِّنَ	النِّسَآءِ	مَثْنٰى	وَثُلٰثَ
اور اگر	تم ڈرو	کہ نہ	انصاف کرسکوگے	میں	یتیموں	تو نکاح کرلو	جو	پسند ہو	تمہیں	سے	عورتیں	دو،دو	اور تین،تین

وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝

پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو وہی سہی۔ یہ حکم اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تم بے انصافی نہ کرو

وَرُبٰعَ	فَاِنْ	خِفْتُمْ	اَلَّا	تَعْدِلُوْا	فَوَاحِدَةً	اَوْ مَا	مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	ذٰلِكَ	اَدْنٰى	اَلَّا	تَعُوْلُوْا
اور چار،چار	پھر اگر	تمہیں اندیشہ ہو	کہ نہ	انصاف کرسکوگے	تو ایک ہی	یا جو	لونڈی جس کے تم مالک ہو	یہ	قریب تر	کہ نہ	جھک پڑو

یتیم لڑکیوں کے ازدواجی حقوق کی نگہداشت

عرب میں جاہلیت میں دستور تھا کہ جن لوگوں کی ولایت میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں اور جو شکل وصورت سے اچھی سمجھی جاتیں یا ان کی ملکیت میں کوئی مال جائیداد ہوتی تو وہ اولیاء اس یتیم لڑکی کو اپنے ہی پاس روک لیتے تھے۔ اس طرح کہ خود ان سے نکاح کر لیتے یا اپنی اولاد سے ان کا نکاح کر دیتے اور جو چاہا کم سے کم مہر مقرر کر دیا اور جس طرح چاہا ان کو رکھا کیونکہ ولی ہی ان کا نگراں اور سرپرست ہوتا تھا۔ اس طرح ایک ایک ولی کے پاس دس دس لڑکیاں جمع ہو جاتی تھیں جس سے ان کی حق تلفی ہوتی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یتیم لڑکیوں کے ازدواجی حقوق کی پوری نگہداشت کا حکم بیان فرمایا گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص کی ولایت میں ایک یتیم لڑکی تھی اور اس کا ایک باغ تھا جس میں یہ لڑکی بھی شریک تھی۔ اس شخص نے اس یتیم لڑکی سے خود اپنا نکاح کر لیا اور بجائے اس کے کہ اپنے پاس سے مہر وغیرہ دیتا اس کے باغ کا حصہ بھی اپنے قبضہ میں لے لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ لوگ مال یتامیٰ کے بارہ میں تو محتاط ہو گئے تھے۔ مگر تکثیر نساء اور تعداد ازواج کے بارہ میں بے روک ٹوک تھے۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بیویوں کی کوئی روک ٹوک اور تعداد مقرر نہ تھی۔ ایک ایک کے پاس آٹھ آٹھ اور دس دس عورتیں ہوا کرتی تھیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کے لئے اس کی حد مقرر کر دی کہ چار عورتوں سے زیادہ بیک وقت نکاح میں جمع نہیں کی جا سکتیں چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد روایات میں ہے کہ ایک شخص غیلان بن اسلمہ ثقفی مسلمان ہوئے اس وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں اور وہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قرآنی کے مطابق ان کو حکم دیا کہ ان دس میں سے چار کو منتخب کر لیں باقی کو طلاق دے کر آزاد کر دیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل میں انہوں نے چار عورتیں رکھ کر باقی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ (ترمذی وابن ماجہ) حضرت قیس بن الحارث اسدیؓ فرماتے ہیں کہ میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لو باقی کو طلاق دے کر علیحدہ ہو جاؤ (ابوداؤد) اسی طرح کے اور بھی واقعات احادیث میں مذکور ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عہد مبارک میں یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ امت مسلمہ میں چار

سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ غرضیکہ قرآن کریم کی اس آیت نے صراحتہً بتلادیا کہ مال یتیم پر قبضہ کرنے کا ہر حیلہ اور بہانہ ناجائز ہے۔ اور اولیاء کا فرض ہے کہ وہ دیانتداری سے ان کے حقوق کی نگہداشت کریں۔

اگر انصاف نہ کرسکو تو یتیم لڑکی سے نکاح نہ کرو

اس آیت میں پہلا حکم تو یہ ہوا کہ اگر تمہیں احتمال اور اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف کی رعایت نہ کرسکو گے تو ان سے نکاح بھی مت کرو۔ تو یہ حکم ممانعت کا محض احتمال اور اندیشہ کی حالت میں ہے اور اگر یقین ہو کہ انصاف نہ ہو سکے گا تب تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوا کہ یتیم لڑکیوں سے شادی کا خیال چھوڑ دو اور دوسری حلال عورتیں بہت ہیں ان سے نکاح کرلیا جائے۔

بیک وقت چار عورتوں سے نکاح جائز ہے

دوسرا حکم یہ ہوا اگر دوسری حلال آزاد عورتوں سے بھی نکاح کیا جائے تو بیک وقت چار عورتیں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ اس طرح اسلام نے عام مسلمانوں پر تعدد ازواج پر ضروری پابندی لگائی اور چار سے زیادہ عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیا۔

متعدد بیویوں کے مابین انصاف ضروری ہے

تیسرا حکم یہ دیا کہ چار تک جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح میں ہوں ان میں عدل اور مساوات حقوق واجبہ کا قائم رکھنا واجب اور لازم ہے۔ اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے۔ گویا تعلیم یہاں یہ دی گئی کہ جب ایک سے زائد نکاح کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو کہ سب بیبیوں کے حقوق عدل و مساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل و مساوات قائم نہ رکھ سکو گے تو ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک گناہ عظیم میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے۔ جس سے باز رہنا چاہیے اور اس حالت میں صرف ایک ہی بی بی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

اگر عدل نہ ہوسکے تو ایک ہی بیوی رکھو

چوتھا حکم یہاں یہ دیا گیا کہ اگر عدل نہ کرسکو تو ایک ہی بی بی رکھو یا شرعی لونڈی سے گزارہ کرلو جو تمہاری ملک میں ہو۔ شرعی غلام یا باندی کے متعلق یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جس مملوک باندی یا کنیز یا لونڈی کا ذکر آیت میں ہے اس کی خاص شرائط ہیں جو عموماً آج کل مفقود ہیں۔ اس لئے اس زمانہ میں کسی کو مملوک شرعی کنیز کہہ کر بے نکاح رکھ لینا جائز نہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کی سچی وقعت اور عظمت نصیب فرمائیں۔ اور اس دین کی صحیح قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں اور شریعت اسلامیہ کے قوانین واحکام کے مطابق ہم کو ظاہراً و باطناً اپنی زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔
اے اللہ آپ کے اس پسندیدہ دین اسلام کی اتباع میں ہم سے بہت کوتاہیاں ہورہی ہیں یہودیت اور نصرانیت کا اتباع ہم میں بڑھتا جارہا ہے۔ اے اللہ ہمارے اصلاح کی غیب سے صورتیں ظاہر فرما اور ہم کو دین اسلام کی سچی محبت اور عظمت عطا فرما اور اس کے اتباع کی توفیق کامل نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا ④

اور تم لوگ بیبیوں کو اُن کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو ہاں اگر وہ بیبیاں خوشدلی سے چھوڑ دیں تم کو اُس مہر میں سے کچھ تو تم اُس کو کھاؤ مزہ دار خوشگوار سمجھ کر

وَاٰتُوا	النِّسَآءَ	صَدُقٰتِهِنَّ	نِحْلَةً	فَاِنْ	طِبْنَ	لَكُمْ	عَنْ شَیْءٍ	مِّنْهُ	نَفْسًا	فَكُلُوْهُ	هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا
اور دے دو	عورتیں	ان کے مہر	خوشی سے	پھر اگر	خوشی سے چھوڑ دیں	تم کو	کچھ	اس سے	دل سے	تو اسے کھاؤ	مزیدار، خوشگوار

عورتوں کے حق مہر کا تحفظ

مہر کے متعلق عرب میں کئی قسم کے ظلم ہوتے تھے ایک یہ کہ مہر جو عورت کا حق ہے اس کو نہ دیا جاتا تھا بلکہ عورت کا ولی شوہر سے مہر وصول کر لیتا تھا۔ جو سراسر ظلم تھا۔ دوسرا ظلم یہ بھی تھا کہ اگر کبھی کسی کو مہر دینا بھی پڑ گیا تو بہت ناگواری کے ساتھ بادل نخواستہ تاوان سمجھ کر دیتے تھے۔ تیسرا ظلم مہر کے بارے میں یہ بھی ہوتا تھا کہ بہت سے شوہر یہ سمجھ کر کہ بیوی ان کے قبضہ میں ہے اور ان سے مجبور ہے۔ مخالفت کر نہیں سکتی دباؤ ڈال کر بیوی سے مہر معاف کرا لیتے تھے اور یہ سمجھ کر کہ مہر معاف ہو گیا پھر ادائیگی سے بےفکر ہو جاتے۔

یہ جملہ مظالم زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر ہوتے تھے جس کا انسداد قرآن کریم نے اس آیت میں فرمایا اور یہ تعلیم فرمائی کہ عورتوں کا مہر ایک حق واجب ہے اس کی ادائیگی ضروری ہے اور جس طرح تمام حقوق واجبہ کو خوش دلی کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح اس مہر کی ادائیگی بھی نہایت خوشی خوشی ہونا چاہیے۔ ہاں اگر عورتیں خوش دلی کے ساتھ اپنے مہر کا کوئی حصہ بالکل معاف کر دیں تو بیشک اتنا حصہ بالکل معاف ہو جائے گا لیکن یہ معافی جبر دباؤ یا اکراہ کے ذریعہ حاصل نہ ہو۔ اس سے کچھ معاف نہیں ہوتا عورت اگر اپنے اختیار اور رضامندی اور نفس کی خوشی سے جزو یا کل مہر معاف کر دے تو وہ درست ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ واٰتوا النسآء صدقٰتھن نحلۃ اور تم لوگ بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو۔ اس میں عورتوں کے شوہر بھی مخاطب ہیں اور لڑکیوں کے ولی بھی شوہروں کو یہ حکم ہے کہ جن عورتوں سے نکاح کرو ان کے مہر خوش دلی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کر دو خواہ ان کا کوئی حامی تم سے تقاضا کر کے وصول کرنے والا ہو یا نہ ہو۔ اور لڑکیوں کے اولیاء بھی مخاطب ہیں کہ اگر لڑکیوں کے مہر ان کو وصول ہو جائیں تو یہ لڑکیوں ہی کو دے دیں اور ان کی اجازت کے بغیر اپنے تصرف میں نہ لائیں تو اس آیت میں ایک حکم مردوں کو یہ ہوا کہ از خود عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دیا کرو۔

آگے دوسرا حکم اور مسئلہ ارشاد ہوتا ہے۔ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا پھر اگر وہ بیویاں خوش دلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر میں سے کوئی جزو (اور یہی حکم کل کا بھی ہے) تو اس حالت میں تم اس کو کھاؤ برتو مزہ دار خوشگوار سمجھ کر یعنی عورت اپنی خوشی سے اپنے مہر میں سے کوئی مقدار شوہر کو معاف کر دے اور یہی حکم پورے مہر کا بھی ہے۔ یا عورت مہر لے کر پھر شوہر کو ہبہ کر دے تو اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں۔ شوہر کو اجازت ہے کہ اس کو خوشی سے کھا لے۔

ایسے مہر کے لئے جو عورت خوشی سے معاف کر دے یہاں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک هَنِیْٓــٴًـا دوسرے مَّرِیْٓــٴًـا۔ هَنِیْٓــٴًـا اس کھانے کو کہتے ہیں جو لذیذ ہو اور طبیعت اس کو رغبت کے ساتھ قبول کرے اور جو کھانا ہضم ہو کر بخوبی جزو بدن اور موجب صحت ہو وہ مَّرِیْٓــٴًـا ہے تو خوشی سے معاف کئے ہوئے مہر کو ایسا بتلایا گیا جیسا کہ وہ کھانا لذیذ اور خوش ذائقہ بھی ہو۔ طبیعت کو پسند بھی ہو اور پھر بخوبی ہضم ہو کر باعث صحت و قوت بھی ہو۔ اسی سے اس کا برعکس بھی سمجھا جا سکتا ہے یعنی جو

مہر عورت بخوشی معاف نہ کرے یا کسی جبر ودباؤ سے معاف کرے اس کا کھانا ایسا ہوگا جیسا کہ بدذائقہ اور مضر کھانا جو صحت وتندرستی کو تباہ برباد کردے۔ لہٰذا اگر شوہر نے کچھ زور اور دباؤ ڈال کر یا دھمکا کر یا دق کر کے عورت سے مہر معاف کرالیا تو ایسے معاف کرانے سے معاف نہیں ہوگا اور وہ عنداللہ اس کے ذمہ ادا کرنا واجب ہوگا۔

مہر کی مقدار

اس آیت سے ایک نتیجہ یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب مردوں کو خوش دلی اور بطیب خاطر مہر ادا کرنے کا حکم ہے تو پھر مہر اتنا ہی مقرر کرنا چاہیے جو شوہر خوش دلی اور طیب خاطر سے ادا کر سکے۔ نہ یہ کہ محض کہنے سننے کے لئے ہزاروں لاکھوں کے مقرر کر لئے جائیں کہ دینا لینا تو ہے نہیں تو پھر مہر کی کتنی ہی بڑی مقدار مقرر کر لینے میں کیا حرج ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خبردار مہر بڑھا کر مت ٹھہراؤ اس لئے کہ اگر یہ عزت کی بات ہوتی تو دنیا میں اور تقویٰ کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بی بی سے نکاح کیا ہو یا کسی صاحبزادی کا نکاح کیا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اور بعض روایات میں ساڑھے بارہ اوقیہ آئے ہیں جو ہمارے سکہ کے حساب سے ۱۵۰ روپے کے اندر اندر ہی رقم ہوتی ہے۔

اب جہاں تک مہر کے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ ہونے کا سوال ہے تو امام شافعیؒ کے نزدیک مہر پیسہ دو پیسہ یعنی بہت کم قیمت چیز بھی ہو سکتی ہے مگر ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مہر کا کم از کم درجہ دس درہم ہیں جس کو علماء نے لکھا ہے کہ تقریباً ساڑھے ۲ روپیہ کے ہوتے ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ جتنا بھی مقرر کر لیا جائے گا اس کا ادا کرنا ضروری اور واجب ہوگا سوائے اس صورت کے کہ جو آیت میں ارشاد ہوئی یعنی عورت بخوشی طیب نفس سے خود اپنا سارا یا تھوڑا بہت جتنا معاف کردے تو اس کی ادائیگی مرد پر لازم نہ رہے گی اور نہ عورت اس کے پانے کی مستحق رہے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو قرآنی احکام کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح کے حقوق کی پوری ادائیگی کا عزم ہر حال میں عطا فرمائیں۔ خصوصاً عورتوں کے حقوق میں کوتاہی سے ہم کو بچائیں۔ یا اللہ شریعت مطہرہ نے جو حقوق بیویوں کے شوہروں پر اور جو حقوق شوہروں کے بیویوں پر مقرر فرمائے ہیں ہم کو اخلاص کے ساتھ ان کے ادا کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ عورتوں کے مہر کے معاملہ میں جو حقوق آپ نے عائد کئے ہیں اس میں کوتاہی سے ہمیں بچائیے۔ یا اللہ مسلمانوں میں جو ناجائز رسوم خلاف شرع آ گئی ہیں ان سے ہمیں اجتناب کی توفیق عطا ہو اور موت وحیات کے ہر معاملہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی اور اتباع نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا

اورتم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جنکو خدا تعالٰی نے تمہارے لئے مایہ زندگی بنایا ہے اور اُن مالوں میں اُن کو کھلاتے رہو

وَلَا	تُؤْتُوا	السُّفَهَآءَ	اَمْوَالَكُمُ	الَّتِىْ	جَعَلَ	اللّٰهُ	لَكُمْ	قِيٰمًا	وَّارْزُقُوْهُمْ	فِيْهَا
اور نہ	دو	بے عقل (جمع)	اپنے مال	جو	بنایا	اللہ	تمہارے لئے	سہارا	اور انہیں کھلاتے رہو	اس سے

وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ

پہناتے رہو اور اُن سے معقول بات کہتے رہو۔ اورتم یتیموں کو آزما لیا کرو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جاویں پھر اگر اُن میں

وَاكْسُوْهُمْ	وَ قُوْلُوْا	لَهُمْ	قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا	وَابْتَلُوا	الْيَتٰمٰى	حَتّٰى	اِذَا	بَلَغُوا	النِّكَاحَ	فَاِنْ
اور انہیں پہناتے رہو	اور کہو	ان سے	بات	معقول	اور آزماتے رہو	یتیم (جمع)	یہاں تک	جب	وہ پہنچیں	نکاح	پھر اگر

اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ

ایک گونہ تمیز دیکھو تو اُن کے اموال اُنکے حوالہ کردو اور اُن اموال کو ضرورت سے زائد اُٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہوجاویں گے

اٰنَسْتُمْ	مِّنْهُمْ	رُشْدًا	فَادْفَعُوْا	اِلَيْهِمْ	اَمْوَالَهُمْ	وَلَا	تَاْكُلُوْهَا	اِسْرَافًا	وَّبِدَارًا	اَنْ
تم پاؤ	ان میں	صلاحیت	تو حوالے کردو	ان کے	ان کے مال	اور نہ	وہ کھاؤ	ضرورت سے زیادہ	اور جلدی جلدی	کہ

يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

جلدی جلدی اُڑا کر مت کھا ڈالو۔ اور جو شخص مستغنی ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھالے

يَّكْبَرُوْا	وَمَنْ	كَانَ	غَنِيًّا	فَلْيَسْتَعْفِفْ	وَمَنْ	كَانَ	فَقِيْرًا	فَلْيَاْكُلْ	بِالْمَعْرُوْفِ
وہ بڑے ہوجائیں گے	اور جو	ہو	غنی	بچتا رہے	اور جو	ہو	حاجت مند	تو کھائے	دستور کے مطابق

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶

پھر جب اُن کے اموال اُن کے حوالے کرنے لگو تو اُن پر گواہ بھی کرلیا کرو اور اللہ تعالٰی ہی حساب لینے والے کافی ہیں۔

	فَاِذَا	دَفَعْتُمْ	اِلَيْهِمْ	اَمْوَالَهُمْ	فَاَشْهِدُوْا	عَلَيْهِمْ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	حَسِيْبًا	
	پھر جب	حوالے کرو	ان کے	ان کے مال	تو گواہ کرلو	ان پر	اور کافی	اللہ	حساب لینے والا	

یتیم کے مال کے حوالہ سے تین حکم

یہاں اس آیت میں یتیم بچوں کے والیوں کو تین حکم دیئے گئے ہیں۔
ایک یہ کہ اگر یتیم سفیہ یعنی کم عقل ہو اس کو مال کی حفاظت وغیرہ کا طریقہ نہ آتا ہو اور اس کے اطوار سے معلوم ہو کہ وہ مال کو کم عقلی کی وجہ سے ضائع کردے گا تو اس کا مال اس کے حوالہ نہ کرو جو تمہاری سپردگی میں ہے۔

دوسرا حکم ولی کو یہ ہے کہ جب تک یتیم کا مال اس کے سپرد نہ کیا جائے تو اس مال میں سے یا اس کے نفع میں سے یتیم کو کھانا کپڑا دینا چاہیے۔

تیسرا حکم ولی کو یہ ہے کہ جب تک یتیم کا مال اس کے سپرد نہ کیا

جائے تو یتیم کو اس کا مال نہ دینے سے ممکن ہے کہ رنج ہو تو اس سے تسلی اور دلاسے کی باتیں کرتے رہو کہ تمہارا ہی مال ہے۔ ہم تو نگہبان ہیں۔ یہ تم ہی کو آخر مل جائے گا تمہارے ہی فائدہ اور خیر خواہی کے لئے ابھی تمہارے حوالے نہیں کیا ہے اسی طرح کی تسلی آمیز باتیں۔

مال کی اہمیت

اس آیت میں مال کی اہمیت اور انسانی معاش میں اس کا بڑا دخل ہونا بھی بتلایا گیا۔ اس لئے مال کی حفاظت بھی ضروری امر ہے۔ اور اس کو ضائع کرنا گناہ ہے کیونکہ اللہ نے مال کو انسانوں کے لئے گزران اور قیام معیشت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور دینی و دنیوی مصلحتوں اور ضرورتوں کا بقاء مال پر رکھا گیا ہے۔ حج و جہاد وغیرہ سب مال پر موقوف ہیں۔

یتیم کا مال کب اس کے سپرد کیا جائے

آگے دوسری آیت میں مزید احکامات مذکور ہیں یعنی جب ان کو اتنا سلیقہ آ گیا کہ اپنے مال کی حفاظت و رعایت مصالح کر سکیں تو پھر بلا تاخیر ان کے مال ان کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس آیت کے حکم کے تحت حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ۲۵ سال کی عمر تک کا انتظار کرو اس درمیان میں اگر اس کو سمجھ آ جائے تو مال اس کے حوالہ کر دو ورنہ جب ۲۵ سال کی عمر ہو جائے تو ہر حال میں اس کا مال اس کو دے دینا چاہیے ورنہ کیا ساری عمر ہی نابالغ رہے گا اور کیا بوڑھا ہو کر بھی پیر نابالغ ہی کہلائے گا۔ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ مرد کی عقل ۲۵ سال میں اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔

یتیم کے مال میں اسراف نہ کرو

آگے یتیم کے ولی کو ایک مزید ہدایت دی جاتی ہے کہ یتیم کے مال میں اسراف اور فضول خرچی سے ممانعت کر دی کہ ایسا ہرگز نہ کرو۔ اب یتیم کا ولی اور کارکن یا تو غریب حاجت مند ہو گا یا غنی ہو گا۔ ان میں سے ہر ایک کے متعلق مزید حکم دیا جا رہا ہے۔

یتیم کا جو ولی حاجت مند شخص نہ ہو اور اپنی ضرورت کا تکفل کر سکتا ہو تو اس کو چاہیے کہ یتیم کے مال میں سے حق الخدمت نہ لیا کرے کیونکہ یہ خدمت اس کے ذمہ فرض ہے اس کا معاوضہ لینا جائز نہیں اور جو یتیم کا ولی فقیر اور محتاج ہو اور دوسرا کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو وہ یتیم کے مال میں سے ایک مناسب مقدار کھا سکتا ہے جس سے اپنی حاجات ضروریہ پوری ہو جائیں۔

یتیم کو اس کا مال سپرد کرتے ہوئے گواہ ضرور بنالو

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یعنی جب آزمائش اور بلوغ کے بعد یتیموں کے اموال ان کے سپرد کرنے لگو تو چند ثقہ اور نیک لوگوں کو گواہ بنا لیا کرو تاکہ آئندہ کسی وقت کچھ اختلاف واقع ہو تو بسہولت گواہوں کی مدد سے طے ہو سکے اور کسی نزاع اور جھگڑے کی صورت پیدا نہ ہو۔ اسی وجہ سے یتیم کا مال لیتے اور دیتے وقت لکھ لینا اور گواہ کر لینا مستحب ہے۔ یتیم کو گواہوں کے سامنے مال سپرد کرنا مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک واجب ہے اور حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے یعنی گواہ کرنا اولیٰ اور افضل ہے واجب نہیں۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا اور اللہ تعالیٰ حساب لینے والا کافی ہے یعنی اگر ولی نے یا گواہوں نے کسی قسم کی خیانت کی تو اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سے خبردار ہے وہ ان سے حساب لے لے گا۔

دعا کیجئے:

یا اللہ جو مال ہم کو آپ نے دنیا میں عطا فرمایا ہے اور جو ہماری گزران معاش کا ذریعہ ہے اس کو آخرت کے کمانے اور دین کے سنوارنے میں مددگار بنائیے اور مال و دولت کے فتنہ اور شر سے ہماری حفاظت فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ

مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ان کے ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ان کے ماں باپ اور بہت نزدیک کے

لِلرِّجَالِ	نَصِيبٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	الْوَالِدَانِ	وَالْأَقْرَبُونَ	وَلِلنِّسَاءِ	نَصِيبٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	الْوَالِدَانِ
مردوں کیلئے	حصہ	اس سے جو	چھوڑا	ماں باپ	اور قرابت دار	اور عورتوں کیلئے	حصہ	اس سے جو	چھوڑا	ماں باپ

وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ

قرابت دار چھوڑ جاویں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ قطعی طور پر مقرر ہے۔ اور جب میراث تقسیم ہونے کے وقت آموجود ہوں

وَالْأَقْرَبُونَ	مِمَّا	قَلَّ	مِنْهُ	أَوْ كَثُرَ	نَصِيبًا	مَفْرُوضًا	وَإِذَا	حَضَرَ	الْقِسْمَةَ	أُولُو الْقُرْبَىٰ
اور قرابت دار	اس میں سے	تھوڑا	اس سے	یا زیادہ	حصہ	مقرر کیا ہوا	اور جب	حاضر ہوں	تقسیم کے وقت	رشتہ دار

وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٨﴾ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ

رشتہ دار اور یتیم اور غریب لوگ تو اُن کو بھی اُس میں سے کچھ دے دو اور اُن کے ساتھ خوبی سے بات کرو۔ اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے

وَالْيَتَامَىٰ	وَالْمَسَاكِينُ	فَارْزُقُوهُم	مِّنْهُ	وَقُولُوا	لَهُمْ	قَوْلًا	مَّعْرُوفًا	وَلْيَخْشَ	الَّذِينَ
اور یتیم	اور مسکین	تو انہیں کھلا دو (دیدو)	اس سے	اور کہو	ان سے	بات	اچھی	اور چاہیے کہ ڈریں	وہ لوگ

لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا

کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو اُن کی اُن کو فکر ہو سو اُن لوگوں کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور موقع کی

لَوْ تَرَكُوا	مِنْ	خَلْفِهِمْ	ذُرِّيَّةً	ضِعَافًا	خَافُوا	عَلَيْهِمْ	فَلْيَتَّقُوا	اللَّهَ	وَلْيَقُولُوا	قَوْلًا
اگر چھوڑ جائیں	سے	اپنے پیچھے	اولاد	ناتواں	انہیں فکر ہو	ان کا	پس چاہیے کہ وہ ڈریں	اللہ	اور چاہیے کہ کہیں	بات

سَدِيدًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا

بات کہیں۔ بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں

سَدِيدًا	إِنَّ	الَّذِينَ	يَأْكُلُونَ	أَمْوَالَ	الْيَتَامَىٰ	ظُلْمًا	إِنَّمَا	يَأْكُلُونَ	فِي	بُطُونِهِمْ	نَارًا
سیدھی	بیشک	جو لوگ	کھاتے ہیں	مال	یتیموں	ظلم سے	اسکے سوا کچھ نہیں	وہ بھر رہے ہیں	میں	اپنے پیٹ	آگ

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾	وَسَيَصْلَوْنَ	سَعِيرًا	
اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔	اور عنقریب داخل ہونگے	آگ (دوزخ)	

تفسیر وتشریح

اس سورۃ میں شروع ہی سے حقوق کا بیان چل رہا ہے گذشتہ آیات میں یتیموں کے بعض حقوق بتلا کر ان کے متعلق ان کے اولیاء کو احکام دیئے گئے تھے۔ ان آیات میں بھی یتیموں کے اور عورتوں کے

33 خاص حقوق متعلقہ وراثت کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں یہ دستور اور رواج تھا کہ بیٹیاں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں پاتی تھیں۔ اور نابالغ بیٹوں کو بھی میراث میں سے کچھ نہ ملتا تھا۔ صرف وہی بیٹے جو بڑے اور جوان ہوتے تھے اور دشمنوں کے ساتھ لڑنے میں کام آتے تھے۔ ترکہ کے وارث سمجھے جاتے تھے اس وجہ سے یتیم بچوں کو میراث میں سے کچھ نہ ملتا تھا۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت کے اس دستور کو باطل کی اصلاح کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔

شانِ نزول: وراثت میں یتیموں اور خواتین کے حقوق کا تحفظ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک واقعہ پیش آیا کہ حضرت اوس بن ثابت ؓ کا انتقال ہوا اور انہوں نے ایک بیوی ایک نابالغ لڑکا اور دو بڑی لڑکیاں اپنے پیچھے چھوڑیں۔ عرب کے قدیم دستور کے موافق ان کے دو چچا زاد بھائیوں نے آ کر مرحوم کے پورے مال پر قبضہ کر لیا اور اولاد اور بیوی میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا کیونکہ ان کے نزدیک عورت تو مطلقاً مستحق وراثت نہ سمجھی جاتی تھی اس لئے بیوہ اور دونوں لڑکیاں تو یوں محروم ہو گئیں اور یتیم لڑکا بوجہ نابالغ ہونے کے محروم کر دیا گیا۔ اس طرح ترکہ کے پورے مال کے وارث دو چچا زاد بھائی ہو گئے۔ حضرت اوس بن ثابت ؓ کی بیوہ نے یہ بھی چاہا کہ یہ چچا زاد بھائی جو پورے ترکہ پر قبضہ کر رہے ہیں تو ان دونوں لڑکیوں سے شادی بھی کر لیں تا کہ ان کی فکر سے فراغت ہو مگر انہوں نے یہ بھی قبول نہ کیا۔ تب حضرت اوس بن ثابت ؓ کی بیوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور اپنی اور اپنے بچوں کی بے کسی اور محرومی کی شکایت کی۔ اس وقت تک چونکہ قرآن کریم میں آیت میراث نازل نہ ہوئی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے میں توقف فرمایا۔ آپ کو اطمینان تھا کہ وحی الٰہی کے ذریعہ اس ظالمانہ دستور کو ضرور بدلا جائے گا چنانچہ اسی وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

یہاں تصریح کر دی گئی کہ ماں باپ اور دیگر قرابت والوں کے مال متروکہ میں سے بیٹوں کو خواہ وہ بچے ہوں یا جوان ان کا حصہ ملے گا اور بیٹیوں کو بھی خواہ بالغ ہوں یا نابالغ ان کا حصہ ملے گا اور نَصِيبًا مَّفْرُوضًا فرما کر یہ تاکید فرما دی کہ یہ حصے قطعی طور پر مقرر کئے ہوئے ہیں جن کا دینا ضروری ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت۔ اس طرح جاہلیت کی ایک قبیح رسم کا خاتمہ کر دیا گیا اور یتیموں اور عورتوں کے حقوق کی حفاظت کر کے ان کی حق تلفی کو روک دیا گیا۔

وراثت میں حق نہ رکھنے والے رشتہ داروں کی دلجوئی

اب میت کے رشتہ داروں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو ضابطہ شرعی کے ماتحت اس کی میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا لیکن فرائض کی تفصیلات کا علم ہر شخص کو نہیں ہوتا عام طور پر ہر رشتہ دار خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کو میراث میں سے حصہ ملے۔ اس لئے وہ رشتہ دار جو شرعی ضابطہ کے میراث کے تحت محروم قرار دیا جائے تو تقسیم میراث کے وقت ان کا دل افسردہ اور رنجیدہ ہو سکتا ہے اور بالخصوص جبکہ ان میں کچھ یتیم، مسکین اور حاجت مند بھی ہوں ایسی حالت میں جبکہ دوسرے رشتہ دار اپنا حصہ لے جا رہے ہوں اور یہ کھڑے دیکھ رہے ہوں تو ظاہر ہے کہ ان کے دل میں حسرت و یاس پیدا ہو کر دل شکنی کا باعث ہو گی۔ چنانچہ قرآنی تعلیم کی خوبی اور کمال دیکھئے کہ ان میراث سے محروم رہنے والوں کی دل شکنی بھی گوارا نہیں کی جاتی اور اس کے متعلق ہدایت دی جاتی ہے کہ جو دور کے رشتہ دار اور یتیم و مسکین میراث میں حصہ پانے سے محروم ہو رہے ہوں۔ ان کے متعلق ہدایت یہ دی گئی کہ میراث پانے والوں کا اخلاقی فرض ہے کہ اس مال میں سے باختیار خود کچھ ان محرومین کو بھی دیدیں جو ان کے لئے ایک قسم کا صدقہ اور موجب ثواب عمل ہو گا۔ اور ایسے وقت میں جبکہ ایک مال بغیر کسی سعی اور عمل کے محض اللہ تعالیٰ کی دین سے انہیں مل رہا ہو تو صدقہ و خیرات فی سبیل اللہ کا خود بھی داعیہ دل میں ہونا چاہیے اور اس موقع پر اس طرح کچھ نہ کچھ دے دینے سے دور کے رشتہ داروں کی دل شکنی اور حسرت کا ازالہ ہو جائے گا۔ مزید برآں

اس پر بھی کوئی بات ان سے ایسی نہ کہی جائے کہ جس سے ان کی دل شکنی ہو۔ یہاں اس آیت میں یہ حکم واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر ابتداء میں واجب ہوا بھی ہو تو وجوب منسوخ ہے کیونکہ بعد میں وارثوں کے تفصیلی حصوں کا تقرر وتعین ہو گیا یہاں یہ بات بھی جان لینا ضروری ہے کہ ایسے دور کے رشتہ داروں اور یتیم و مسکین قرابت دار کو جو کچھ تبرعاً دیا جائے گا وہ مجموعی مال میں سے نہیں بلکہ صرف بالغین ورثا میں سے جو حاضر ہوں وہ اپنے حصہ میں سے دیں۔ نابالغ اور غائب کے حصہ میں سے دینا درست نہیں کیونکہ نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں اور جو بالغ وارث غیر حاضر ہوں ان کے حصہ میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔

یتیموں کو کسی قسم کا جانی اور مالی ضرر نہ پہنچاؤ

آگے اسی اصل مضمون کی تائید کے لئے ایک واقعہ دنیو یہ فرض کرتے ہیں جس سے یتیموں کی ہمدردی پیدا ہو اور ایک واقعہ آخرت کا یقین دلایا جاتا ہے تاکہ خوف پیدا ہو۔

چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

''اور یتامیٰ کے معاملہ میں ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جاویں تو ان بچوں کی ان لوگوں کو فکر ہو کہ دیکھئے ان کو کوئی آزار نہ دے تو ایسا ہی دوسرے کے بچوں کے لئے بھی خیال چاہیے کہ ہم ان کو آزار نہ دیں سو اس بات کو سوچ کر ان لوگوں کو چاہیے کہ یتامیٰ کے معاملہ میں خدا تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے ڈریں۔''

یعنی فعلاً آزار و ضرر نہ پہنچائیں اور قولاً بھی ان سے موقع کی بات کہیں۔ اس میں تسلی اور دلجوئی کی بات بھی آ گئی اور تعلیم و تادیب کی بات بھی آ گئی۔ غرض ان کے جان و مال دونوں کی اصلاح کریں۔

آگے آخری آیت میں ارشاد ہے:۔

''بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے (برتتے) ہیں اور کچھ نہیں اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے انگارے بھر رہے ہیں (یعنی انجام یتیم کے مال کھانے کا یہ ہونے والا ہے اور اس انجام کے مرتب ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہیں) کیونکہ عنقریب ہی دوزخ کی جلتی آگ میں داخل ہوں گے وہاں یہ انجام نظر آ جائے گا۔'' العیاذ باللہ تعالیٰ

یہ وعید شدید یتیم کے بلا استحقاق مال کھانے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس بلائے عظیم سے محفوظ فرمائیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ امور میں قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حقوق ہم پر مقرر کیے ہیں خصوصاً عورتوں اور یتیم بچوں کے ان کو اپنی مرضی کے موافق پورا کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو میراث کے مسائل و احکام معلوم کرنے اور جاننے کی توفیق عطا فرما اور شریعت اسلامیہ کے قوانین کے موافق ان پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرما۔ یا اللہ آپ نے میراث کے جو حصے مقرر فرما دیئے ہیں وہ قطعی اور اٹل ہیں اور اسلام کا یہ قانون وراثت جو بے مثال ہے اس کی ہم کو پوری پابندی نصیب فرمایئے اور اس کی خلاف ورزی سے کامل طور پر بچایئے۔ یا اللہ ہم کو یتامیٰ کی ہمدردی و خیر خواہی کا پورا پورا جذبہ صادقہ عطا فرما اور یتامیٰ کے مال میں غیر شرعی تصرف سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ یتامیٰ کے مال ظلماً کھانے کی جو وعید شدید قرآن و حدیث میں سنائی گئی ہے ہم اس ظلم عظیم سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں یا اللہ آخرت کے عذاب سے ہمیں بچایئے گا اور نار دوزخ سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھئے گا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے

يُوصِيكُمُ	اللّٰهُ	فِيٓ	أَوْلَادِكُمْ	لِلذَّكَرِ	مِثْلُ	حَظِّ	الْأُنْثَيَيْنِ	فَإِنْ	كُنَّ	نِسَآءً	فَوْقَ
تمہیں وصیت کرتا ہے	اللہ	میں	تمہاری اولاد	مرد کو	مانند (برابر)	حصہ	دو عورتیں	پھر اگر	ہوں	عورتیں	زیادہ

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ

زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اُس مال کو جو کہ مورث چھوڑ مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اُس کو نصف ملے گا اور ماں باپ کے لئے یعنی دونوں

اثْنَتَيْنِ	فَلَهُنَّ	ثُلُثَا	مَا تَرَكَ	وَإِنْ	كَانَتْ	وَاحِدَةً	فَلَهَا	النِّصْفُ	وَلِأَبَوَيْهِ	لِكُلِّ وَاحِدٍ
دو	تو ان کیلئے	دو تہائی	جو چھوڑا (ترکہ)	اور اگر	ہو	ایک	تو اس کے لئے	نصف	اور ماں باپ کیلئے	ہر ایک کیلئے

مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ

میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا چھٹا حصہ ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہو۔ اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اُس کے ماں باپ ہی اُس کے وارث ہوں

مِنْهُمَا	السُّدُسُ	مِمَّا	تَرَكَ	إِنْ كَانَ	لَهُ وَلَدٌ	فَإِنْ	لَمْ يَكُنْ	لَهُ وَلَدٌ	وَوَرِثَهُ	أَبَوَاهُ
ان دونوں میں سے	چھٹا حصہ	اس سے جو	چھوڑا (ترکہ)	اگر ہو	اس کی اولاد	پھر اگر	نہ ہو	اسکی اولاد	اور اسکے وارث ہوں	ماں باپ

فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَآ

تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے (باقی دو تہائی باپ کا) اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اُس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا (اور باقی باپ کو)

فَلِأُمِّهِ	الثُّلُثُ	فَإِنْ	كَانَ لَهُ	إِخْوَةٌ	فَلِأُمِّهِ	السُّدُسُ	مِنْ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ	يُوصِي بِهَا
تو اسکی ماں کا	تہائی	پھر اگر	اسکے ہوں	کئی بہن بھائی	تو اسکی ماں کا	چھٹا	سے۔بعد	وصیت	اسکی وصیت کی ہو

أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ ۗ

وصیت نکالنے کے بعد کہ میت اُسکی وصیت کر جاوے یا دین کے بعد تمہارے باپ دادا اور بیٹوں پوتوں میں تم پورے طور پر نہیں جان سکتے کہ اُن میں کا کونسا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے

أَوْ دَيْنٍ	آبَآؤُكُمْ	وَأَبْنَآؤُكُمْ	لَا تَدْرُونَ	أَيُّهُمْ	أَقْرَبُ لَكُمْ	نَفْعًا	فَرِيضَةً	مِنَ اللّٰهِ
یا قرض	تمہارے باپ	اور تمہارے بیٹے	تم کو نہیں معلوم	ان میں سے کون	نزدیک تر تمہارے لئے	نفع	حصہ مقرر کیا ہوا	اللہ کا

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۱﴾

یہ حکم منجانب اللہ مقرر کردیا گیا۔ بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيمًا	حَكِيمًا
بیشک اللہ	ہے	جاننے والا	حکمت والا

شانِ نزول

صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے یہ روایت ہے کہ میں بیمار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میری بیمار پرسی کے لئے بنوسلمہ کے محلہ میں پیادہ

پاتشریف لائے۔ میں اس وقت بیہوش تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر وضو فرمایا پھر وضو کے پانی کا چھینٹا مجھے دیا جس سے مجھے ہوش آیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے مال کی تقسیم کس طرح کروں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان آیات میراث کے شان نزول کے متعلق ایک روایت یہ بھی احادیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں سعد کی لڑکیاں ہیں۔ ان کے والد آپ کے ساتھ جنگ احد میں شریک تھے اور وہیں شہید ہوئے۔ ان کے چچا نے ان کا کل مال لے لیا ہے۔ ان لڑکیوں کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور یہ ظاہر ہے کہ ان کا نکاح بغیر مال کے نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے چنانچہ یہ آیات میراث نازل ہوئیں آپ نے ان کے چچا کے پاس آدمی بھیج کر بلایا اور حکم دیا کہ دو تہائیاں تو ان دونوں لڑکیوں کو دو اور آٹھواں حصہ بیوہ یعنی ان کی ماں کو دو اور باقی مال تمہارا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا ترکہ ہے جو اسلام میں تقسیم کیا گیا۔

میراث میں اولاد کا حصہ

''اللہ تعالیٰ تم کو وصیت کرتے ہیں یعنی تاکیدی حکم دیتے ہیں تمہاری اولاد کے میراث پانے کے بارہ میں وہ یہ کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔ (مثلاً اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں تو نصف مال بیٹے کا اور نصف دونوں بیٹیوں کا ہوگا اور اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوگی تو دو تہائی بیٹے اور ایک تہائی بیٹی کا گویا ان کے حصوں میں باہم یہ نسبت ہوگی کہ ہر لڑکے کو دہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا) آگے ایک دوسری صورت کا حکم ارشاد ہوتا ہے:

''اور اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہی ہوں دو سے زائد تو ان لڑکیوں کو اس مال کا دو تہائی ملے گا جو کہ مورث چھوڑ کر مرا ہے'' (یعنی اگر میت کے اولاد ذکور نہ ہو نری لڑکیاں ہی ہوں اور ہوں دو سے زیادہ تو اس صورت میں ان کا حق اس ترکہ میں سے کل مال کا دو تہائی ہے باقی ایک تہائی دوسرے وارثوں کا حق ہے) آگے تیسری صورت کا حکم بیان ہوتا ہے۔

''اور اگر میت کے ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو کل ترکہ کا نصف ملے گا'' (یعنی اس صورت میں نصف بچا ہوا دوسرے خاص خاص اقارب کا ہوگا۔ یا پھر اگر کوئی نہ ہو تو اسی کو دے دیا جائے گا جیسا کہ کتب فرائض میں مذکور ہے) یہ تو اولاد کے حصوں کا بیان ہوا۔

ماں باپ کا حصہ

''اور میت کے ماں باپ کے لئے ترکہ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہے خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں اور اگر میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس صورت میں پورے مال میں سے اس کی ماں کا تہائی حصہ ہے اور باقی دو تہائی باپ کا اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اس صورت میں اس کی ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی باپ کو ملے گا'' یعنی ماں باپ کی میراث میں حق تعالیٰ نے تین صورتیں بیان فرمائیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اگر ماں باپ کے ساتھ میت کی اولاد بیٹا یا بیٹی ہو تو اس صورت میں میت کے ماں باپ کو ترکہ میں سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ میت کے اولاد کوئی نہ ہو۔ بھائی بہن بھی نہ ہوں اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو اس صورت میں ماں کو ایک تہائی ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیں گے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اولاد تو نہ ہو مگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو اس صورت میں ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ

ملے گا اور باقی سب اس کے باپ کو ملے گا بھائی بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

تقسیم میراث پر مقدم حقوق

یہ سب حصے بعد ادائے وصیت کہ جو میت نے کی ہے اور بعد ادائے قرض وارثوں کو دیئے جائیں گے" یعنی ترکہ میں پہلا حق میت کے کفن دفن کے اخراجات ہیں۔ اس کے بعد میت کے قرضے ادا کئے جائیں گے اگر قرضے اتنے ہی ہوں جتنا اس کا مال ہے یا اس سے بھی زیادہ تو نہ کسی کو میراث ملے گی اور نہ کوئی وصیت نافذ ہو گی اور اگر قرضے ادا کرنے کے بعد مال بچ جائے یا قرضے بالکل ہی نہ ہوں تو اگر مرنے والے نے کوئی وصیت کی ہو اور وہ کسی گناہ کی وصیت نہ ہو تو اب جو مال موجود ہے اس کے ایک تہائی میں سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی اگر کوئی شخص سارے مال کی وصیت کر دے تب بھی تہائی مال ہی میں وصیت معتبر ہو گی اس لئے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا مناسب بھی نہیں اور اگر وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کیا تو گناہ بھی ہو گا۔

تقسیم میراث کی حکمت

آگے ورثاء میں میراث کے تقسیم کی حکمت بتلائی جاتی ہے کہ میراث کا حصہ میت کی رائے پر نہیں رکھا گیا بلکہ خود حق تعالیٰ نے اس کے قواعد مقرر فرما دیئے۔

یہاں احکام میراث کی حکمت و مصلحت کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اگر انسان اپنی رائے پر مدار تقسیم رکھتا تو اس کا معیار دینی یا دنیوی نفع رسانی کو بناتا یعنی جس سے زیادہ نفع پہنچنے کی امید ہوتی اسی کو زیادہ حصہ دیتا مگر چونکہ انسان کے پاس کوئی یقینی ذریعہ اپنی تجویز کے صحیح ہونے کا نہیں اس لئے اس کی تجویز غلط ہو سکتی ہے ہاں اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ یقینی واقعی اور صحیح ہے اس لئے اس کا فرمودہ طریق بھی واقع کے مطابق ہو گا۔ غرضیکہ احکام میراث اور تقسیم ترکہ کا مسئلہ اللہ نے انسانوں کی تجویز پر نہیں چھوڑا بلکہ اللہ جل شانہ نے یہ فریضہ اپنے ذمہ لے لیا تاکہ مال کی تقسیم میں عدل وانصاف کی پوری پوری رعایت ہو اور میت کا سرمایہ منصفانہ طریقہ سے مختلف مستحقین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔

قرآن کریم کی اس آیت نے بتلا دیا کہ میراث کے جو حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں وہ اس کا طے شدہ حکم ہے اس میں کسی کو رائے زنی یا کمی بیشی کا حق نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کا داعیہ عطا فرمائیں۔ خصوصاً میراث کے معاملہ میں شرعی پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آپ علیم وحکیم ہیں۔ آپ نے ہماری صلاح وفلاح کے لئے جو قوانین اپنی حکمت سے مقرر فرمائیے ہیں بیشک انہی میں ہماری بھلائی اور بہتری ہے۔ ہم کو اپنے احکام کی کامل پابندی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرما۔

یا اللہ میراث کے احکام اور تقسیم ترکہ کے حصص جو آپ کے مقرر کردہ ہیں ان کی پوری بجا آوری کی توفیق ہم کو نصیب ہو اور اس معاملہ میں ہر طرح کی کوتاہی سے ہمیں بچائیے۔

یا اللہ میراث کے مسائل ہم کو موقع پڑنے پر جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب ہو تاکہ حق العباد کے مواخذہ میں ہماری گرفت نہ ہو یا اللہ تقسیم میراث کے مسائل میں اس وقت جو کوتاہیاں عام ہو رہی ہیں ان سے ہمیں بچائیے اور میراث کے مسائل کی اہمیت ہمارے دلوں میں پوری طرح بٹھا دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جاویں اگر انکے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو تو تم کو

وَلَكُمْ	نِصْفُ	مَا تَرَكَ	أَزْوَاجُكُمْ	إِنْ	لَمْ يَكُنْ	لَهُنَّ	وَلَدٌ	فَإِنْ	كَانَ	لَهُنَّ وَلَدٌ	فَلَكُمُ
اور تمہارے لئے	آدھا	جو چھوڑ مریں	تمہاری بیبیاں	اگر	نہ ہو	ان کی	کچھ اولاد	پھر اگر	ہو	ان کی اولاد	تو تمہارے لئے

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

انکے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ وہ اسکی وصیت کر جاویں یا دَین کے بعد اور اُن بیبیوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم

الرُّبُعُ	مِمَّا تَرَكْنَ	مِنْ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ	يُوصِينَ	بِهَا	أَوْ دَيْنٍ	وَلَهُنَّ	الرُّبُعُ	مِمَّا	تَرَكْتُمْ
چوتھائی	اسمیں سے جو وہ چھوڑیں	بعد	وصیت	وہ وصیت کر جائیں	اس کی	یا قرض	اور ان کیلئے	چوتھائی	اسمیں سے جو	تم چھوڑ جاؤ

إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ

چھوڑ جاؤ اگر تمہاری کچھ اولاد نہ ہو اور اگر تمہارے کچھ اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد

إِنْ	لَمْ يَكُنْ	لَكُمْ وَلَدٌ	فَإِنْ	كَانَ لَكُمْ	وَلَدٌ	فَلَهُنَّ	الثُّمُنُ	مِمَّا تَرَكْتُمْ	مِنْ بَعْدِ
اگر	نہ ہو	تمہاری اولاد	پھر اگر	ہو تمہاری	اولاد	تو انکے لئے	آٹھواں	اس سے جو تم چھوڑ جاؤ	سے۔ بعد

وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ

کہ تم اس کی وصیت کر جاؤ یا دَین کے بعد

وَصِيَّةٍ	تُوصُونَ	بِهَا	أَوْ	دَيْنٍ	وَإِنْ	كَانَ
وصیت	تم وصیت کرو	اس کی	یا	قرض	اور اگر	ہو

میت کے ترکہ میں شوہر اور بیوی کا حصہ

یہاں شوہر اور بیوی کے حصوں کا تعین کیا گیا ہے۔ پہلے شوہر کا حصہ بتایا گیا اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرنے والی بیوی نے اگر کوئی اولاد نہ چھوڑی ہو نہ لڑکا نہ لڑکی تو شوہر کو مرحومہ بیوی کے کل ترکہ کا نصف ملے گا بعد ادائے دین اور نفاذ وصیت کے اگر کی گئی ہو اور باقی نصف میں دوسرے ورثاء مثلاً مرحومہ کے والدین بھائی بہن حسب قاعدہ حصہ پائیں گے۔ ایک صورت تو شوہر کے میراث پانے کی یہ ہوئی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مرنے والی نے اولاد چھوڑی ہو ایک ہو یا دو ہوں یا اس سے زائد ہوں لڑکا ہو یا لڑکی ہو اس شوہر سے ہوں جس کو چھوڑ کر وفات پائی ہے یا اس سے پہلے کسی اور شوہر سے ہوں تو اس صورت میں موجودہ شوہر کو مرحومہ بیوی کے مال سے بعد ادائے دین اگر ہو اور بعد وصیت کے اگر کی گئی ہو کل مال کا چوتھائی ملے گا۔ اور بقیہ تین چوتھائی دوسرے ورثاء کو ملیں گے۔ یہ دو صورتیں تو شوہر کے حصہ کی بتلائی گئیں۔ اس کے بعد دو ہی صورتیں شوہر کی وفات پر بیوہ کو میراث ملنے کی بتلائی گئیں۔

اول صورت یہ ہے کہ اگر مرنے والے شوہر نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تو ادائے دین اور وصیت کے بقدر مال علیحدہ کرنے کے بعد بیوی کو مرنے والے شوہر کے ترکہ کا چوتھائی ملے گا۔ اور اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں۔ دو ہوں' تین ہوں یا چار ہوں تو وہی چوتھائی سب میں برابر بٹ جاوے گا اور جو کچھ ترکہ بچے گا وہ دوسرے ورثاء میں

تقسیم کردیا جاوے گا۔

دوسری صورت بیوہ کو میراث ملنے کی یہ ہے کہ اگر مرنے والے شوہر نے کوئی اولاد چھوڑی ہے خواہ اولاد اس بیوی سے ہو یا کسی دوسری بیوی سے تو اس صورت میں بعد ادائے دین اور وصیت کے بیوہ کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر مرنے والے شوہر کے دو بیویاں ہوں یا تین ہوں یا چار ہوں تو اس آٹھواں حصہ میں سب برابر کی شریک ہوں گی اور باقی ترکہ جو بچے گا وہ دوسرے ورثاء میں تقسیم ہو جائے گا۔

میراث کے یہ احکام مرنے والے کے مال کی ہر قسم میں جاری ہوں گے خواہ نقد ہو۔ یا جنس زیور ہو یا مکان جائیداد باغ وغیرہ یہ سب ترکہ میں شمار ہوگا۔ حتیٰ کہ میت کے بدن کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل ہوتے ہیں۔

متوفی شوہر کے ترکہ کے تقسیم کے سلسلہ میں یہ بھی دیکھا جائے گا کہ بیوی کا مہر ادا ہو گیا ہے یا نہیں۔ اگر بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو اور نہ بیوی نے معاف کیا ہو تو دوسرے قرضوں کی طرح اولاً کل مال سے دین مہر ادا ہوگا اس کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا اور مہر لینے کے بعد بیوہ اپنی میراث کا حصہ بھی میراث میں حصہ دار ہونے کی وجہ سے وصول کرے گی اور اگر میت کا مال صرف اتنا ہے کہ مہر ادا کرنے کے بعد کچھ نہیں بچتا تو بھی دوسرے قرضوں کی طرح پورا مال دین مہر میں عورت کو دیدیا جائے گا اور کسی وارث کو کچھ حصہ نہ ملے گا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ دین مہر کی ادائیگی کی کتنی اہمیت ہے۔

میت کا قرضہ اور وصیت

یہاں اور گذشتہ آیت میں بھی پہلے وصیت کا لفظ آیا ہے اور پھر دین کا مگر از روئے شریعت پہلے دین مقدم ہے وصیت سے تو اس لفظ وصیت کو پہلے لانے میں نکتہ یہ کہا گیا ہے کہ دین کے تو مطالبہ کرنے والے آدمی زندہ ہوں گے وہ خود ہی وصول کرلیں گے اس میں کوتاہی کا احتمال کم ہے۔ البتہ وصیت جو اصل میں میت کے بعد ایک طرح کا احسان ہے اس لئے اس میں کوتاہی کا احتمال زیادہ ہے۔ اس لئے اہتمام اور تاکید کی غرض سے پہلے وصیت کا لفظ آیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اس جگہ ایک مسئلہ یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ وارث کے حق میں وصیت کرنا باطل ہے مثلاً کسی مرنے والے نے اپنے لڑکے لڑکی شوہر یا بیوی کے لئے وصیت کی یا کسی اور ایسے شخص کے لئے وصیت کی جس کو میراث میں حصہ ملنے والا ہے تو اس وصیت کا کچھ اعتبار نہیں۔ وارثوں کو صرف میراث کا حصہ ملے گا۔ اس سے زیادہ کے وہ مستحق نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے پس کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت معتبر نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو جملہ احکام قرآنی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں خصوصاً میراث کے مسائل میں شرعی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو حقوق العباد میں اور خصوصاً میراث و ترکہ کے مال میں کوتاہی سے بچایئے گا یا اللہ دین اور قرض کے بارے ہم سب کو بچایئے گا اور اگر کسی پر یہ بار ہو تو موت سے پہلے اس کی ادائیگی نصیب فرمایئے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ میت مرد ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ باپ دادا ہوں نہ بیٹے پوتے اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے

وَاِنْ	كَانَ	رَجُلٌ	يُّوْرَثُ	كَلٰلَةً	اَوِ امْرَاَةٌ	وَّلَهٗ	اَخٌ	اَوْ اُخْتٌ	فَلِكُلِّ	وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
اور اگر	ہو	ایسا مرد	میراث ہو	جس کا باپ بیٹا نہ ہو	یا عورت	اور اس	بھائی	یا بہن	تو تمام کیلئے	ان میں سے ہر ایک

السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر یہ لوگ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں شریک ہوں گے وصیت نکالنے کے بعد جس کی وصیت کردی

السُّدُسُ	فَاِنْ	كَانُوْۤا	اَكْثَرَ	مِنْ ذٰلِكَ	فَهُمْ	شُرَكَآءُ	فِى الثُّلُثِ	مِنْۢ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ
چھٹا	پھر اگر	ہوں	زیادہ	اس سے (ایک سے)	تو وہ سب	شریک	تہائی میں	اس کے بعد	وصیت

يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۱۲

جاوے یا دین کے بعد بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچاوے یہ حکم کیا گیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں حلیم ہیں۔

يُّوْصٰى	بِهَا	اَوْ دَيْنٍ	غَيْرَ مُضَآرٍّ	وَصِيَّةً	مِّنَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَلِيْمٌ
جسکی وصیت کیجائے	اس کی	یا قرض	نقصان نہ پہنچانا	حکم	اللہ سے	اور اللہ	جاننے والا	حلم والا

کلالہ کی میراث

یہاں کلالہ کی میراث بیان کی گئی ہے کہ جس کے وارثوں میں نہ باپ دادا ہوں نہ اولاد پوتے وغیرہ ہوں۔ صرف اس کے ماں شریک بھائی بہن ہوں۔ اب یہاں آیت کی تشریح سمجھنے کیلئے جاننا چاہیے کہ بھائی اور بہن تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) ایک سگے جن کے ماں باپ دونوں ایک ہوں یعنی حقیقی بھائی بہن

(۲) دوسرے سوتیلے جو صرف باپ میں شریک ہوں یعنی باپ تو ایک ہو اور ماں دو ہوں ان کو علاتی یعنی باپ شریک بھائی بہن کہتے ہیں۔

(۳) تیسرے سوتیلے کہ جن کی ماں تو ایک ہو اور باپ دو ہوں ان کو اخیافی یعنی ماں شریک بھائی بہن کہتے ہیں۔ تو اس جگہ آخری قسم یعنی اخیافی یا ماں شریک بھائی بہن کا حصہ بتلایا گیا ہے اور حقیقی بھائی بہن اور باپ شریک، بہن بھائی کے حصہ کا بیان اس سورت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے۔

الحاصل یہاں بتلایا گیا کہ اگر کوئی شخص ایسا مرد یا عورت وفات پا جائے کہ جس کے نہ باپ ہو نہ دادا اور نہ اولاد نہ اولاد کی اولاد اور اس نے صرف ایک بھائی یا ایک بہن ماں شریک چھوڑے ہوں تو ان میں سے اگر صرف بھائی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر صرف بہن ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ماں شریک بھائی بہن ہوں مثلاً دو ہوں یا تین ہوں یا اور زائد تو یہ سب مرنے والے کے تہائی حصہ میں برابر کے شریک ہوں گے اور بقیہ میراث دوسرے ورثاء کو ملے گی اگر موجود ہوں اور اگر کوئی نہ ہو تو پھر انہی کو دے دی جائے گی۔

اپنی وصیت سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے

یہاں کلالہ کی میراث کے خاتمہ پر یہ بتانے کے بعد کہ یہ میراث وصیت اور دین کے بعد نافذ ہوگی۔ غَيْرَ مُضَآرٍّ فرمایا یعنی بشرطیکہ وصیت کرنے والا کسی وارث کو ضرر نہ پہنچاوے۔ تو یہ قید اگرچہ صرف اسی جگہ مذکور ہے لیکن اس سے پہلے بھی دو جگہ جو وصیت اور دین کا ذکر آیا ہے وہاں بھی اس کا اطلاق ہوگا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ مرنے

والے کے لئے وصیت یا دین کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے۔ اب دین اور وصیت کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچانے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ قرض کا جھوٹا اقرار کر لے۔ کسی دوست وغیرہ کو رقم دلانے کے لئے یا اپنے مخصوص مال کو جو اس کا اپنا ذاتی ہے یہ ظاہر کرے کہ یہ فلاں شخص کی امانت ہے تا کہ اس میں میراث نہ چلے یا ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت کرے یا کسی شخص پر اپنا قرضہ ہو اور وہ وصول نہ ہوا ہو لیکن یہ جھوٹ کہہ دے کہ قرضہ وصول ہو گیا تا کہ وارثوں کو نہ مل سکے یا مرض الموت میں ایک تہائی سے زیادہ کسی کو خود ہبہ کر دے۔ یہ سب صورتیں وارثوں کو ضرر پہنچانے کی ہیں جس پر عمل کرنا سخت ممنوع اور گناہ کبیرہ ہے۔ ہر مورث جو دنیا سے جا رہا ہو اسے زندگی کے آخری لمحات میں اس طرح کی باتوں سے بچنے کا نہایت اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ یہ احکام میراث بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم وصیت اور مہتم بالشان حکم ہے۔ جس پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرنا چاہیے۔

عمل کرنیوالے اور نہ کرنیوالے کو اللہ خوب جانتے ہیں

اخیر میں وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ فرما کر یہ جتلا دیا گیا اور مزید تنبیہ فرما دی گئی کہ اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو احکام مذکورہ پر عمل کرے گا اس کا اجر پائے گا اور جو خلاف ورزی کرے گا اس کی یہ بدکرداری بھی اللہ کے علم میں آئے گی جس کی پاداش اور سزا اسے بھگتنی ہوگی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلاف ورزی کرنے والے کو دنیا میں فوراً سزا نہ دیں اس لئے کہ وہ حلیم ہیں لہٰذا خلاف ورزی کرنے والوں کو یہ دھوکہ نہ لگنا چاہیے کہ میں بچ گیا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں۔ خصوصاً میراث وترکہ کے احکام کی پوری پابندی نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اس دنیا میں اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ زندہ رکھنا اور مرنے سے پہلے اس بار عظیم سے ہم کو سبکدوش ہونا نصیب فرمانا۔

یا اللہ شریعت مطہرہ کی ہم کو ظاہراً و باطناً ہر حال میں پابندی عطا فرما اور اپنے جملہ احکام کی اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ جینا و مرنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کریگا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کردیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

تِلْكَ	حُدُوْدُ اللّٰهِ	وَمَنْ	يُّطِعِ اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	يُدْخِلْهُ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
یہ	حدیں اللہ	اور جو	اللہ کی اطاعت کرے	اور اس کا رسول	وہ اس داخل کرے گا	باغات	بہتی ہیں	ان کے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اُس کے ضابطوں سے نکل جاویگا

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ	وَمَنْ	يَّعْصِ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَيَتَعَدَّ	حُدُوْدَهٗ
ہمیشہ رہیں گے	ان میں	اور یہ	کامیابی	بڑی	اور جو	نافرمانی کرے	اللہ	اور اس کا رسول	اور بڑھ جائے	اس کی حدیں

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

اس کو آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیگا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے۔

	يُدْخِلْهُ	نَارًا	خَالِدًا	فِيْهَا	وَلَهٗ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ	
	وہ اسے داخل کریگا	آگ	ہمیشہ رہے گا	اس میں	اور اسکے لئے	عذاب	ذلیل کرنے والا	

قانون میراث کی اہمیت اوران پرعمل کی فضیلت

احکام میراث بیان فرما کر یہاں تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فرمانے میں تاکید وتنبیہ ہے کہ یہ سب احکام مذکورہ متعلقہ میراث خداوندی ضابطہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مقرر حدیں ہیں۔حد کسی چیز کے ختم ہوجانے کی جگہ کو کہتے ہیں یعنی آخری کنارہ اور وہ لکیر جس کے آگے نہیں جاسکتے۔ مراد حدود اللہ سے اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے وہ اصول اور ضوابط اور وہ پابندیاں ہیں جنہیں توڑنے اور جن سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں۔تو احکام میراث بیان فرما کر اخیر میں تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک بادشاہ وقت اپنے ملک یا شہر میں کوئی اعلان کرے اور تاکیداً اخیر میں کہے کہ یہ شاہی فرمان ہے۔مقصود جس سے یہی ہوتا ہے کہ اس اعلان کی مخالفت کی کوئی ہمت نہ کرے۔تو ان احکام میراث کی تاکید میں حق تعالیٰ کا اتنا فرمادینا تلک حدود اللہ ہی کافی تھا۔ مگر آگے ان ضابطوں اور احکام کی پابندی کرنے والوں کی فضیلت بھی بیان کی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ قرآن کریم میں متعدد جگہ حق تعالیٰ نے جنت میں داخل ہوجانے کو کہیں فَوْزُ الْعَظِيْمُ فرمایا ہے اور کہیں فَوْزُ الْكَبِيْرُ فرمایا ہے۔فوز کے معنی ہیں کامیاب ہونا۔فتح پانا' مصیبت سے نجات پانا' اپنا انتہائی مقصد پالینا۔حصول سلامتی کے ساتھ خیر کو پالینا یہ سب مفہوم لفظ فوز میں شامل ہیں۔تو جنت میں اس طرح پہنچ جانا کہ نہ اولاً کوئی سزا ہو نہ رسوائی اور ذلت ہو تو یہ انتہائی کامیابی اور مقصد اور مراد کو حاصل کرلینا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے یہ اعلیٰ کامیابی ہم سب کو نصیب فرماویں آمین۔

قانون میراث کی خلاف ورزی کرنے والے

آگے ان ضابطوں کے نہ ماننے اوران کے خلاف کرنے والوں

کا حال بیان ہوتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ "یعنی جو ان کی پابندی کو ضروری نہ سمجھے گا اور ان احکام کو رد کر دے گا اور اس کے خلاف عمل کرے گا اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کریں گے۔اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو ایسا عذاب ہوگا کہ جس میں رسوائی اور ذلت اور اہانت بھی خوب ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو اس رسوائی اور ذلت سے اپنی پناہ میں رکھیں اور اس سے ہم سب کو محفوظ فرماویں۔آمین

یہاں ان آیات میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے۔ایک تو مطیع کامل۔اور دوسرا عاصی کامل۔مطیع کامل تو فوراً جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے اور عاصی کامل جس کا دوسرا نام کفر ہے اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ان دو قسموں کے علاوہ ایک قسم اور بھی ہے جو یہاں ذکر نہیں کی گئی اور وہ تیسری قسم یہ ہے کہ اعتقاداً تو مطیع ہو اور عملاً تقصیر وار ہو۔اس کا حکم دوسری آیتوں میں موجود ہے کہ مستحق سزا ہے لیکن اخیر میں نجات ہے اور خود یہاں بھی غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جب اس کی حالت بین بین ہے تو جزا بھی بین بین ہوگی یعنی کچھ عذاب اور کچھ ثواب۔

قانون میراث کی اہمیت احادیث کے تناظر میں

اس مضمون کے سلسلہ میں یعنی میراث کی اہمیت اور اس سے متعلق قائم کردہ حدود و ضوابط کی پابندی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی سن لیجئے۔ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک شخص ستر سال تک نیک عمل کرتا رہتا ہے۔پھر وصیت کے وقت ظلم کرتا ہے اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے۔اور وہ جہنمی بن جاتا ہے اور ایک شخص برائی کا عمل ستر سال تک کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں عدل کرتا ہے اور خاتمہ اس کا اچھا ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔پھر اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان آیات کو پڑھو تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ سے عَذَابٌ مُّهِيْنٌ تک جن کا یہاں بیان ہوا۔ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرد یا عورت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ساٹھ سال تک لگے رہتے ہیں لیکن خاتمہ کے وقت وصیت میں ضرر و نقصان پہنچا جاتے ہیں تو جہنم ان کے لئے واجب ہو جاتی ہے یعنی بعض عزیز و اقارب کو ان کے شرعی حصہ سے زیادہ اور بعض کو ان کے واجبی حصہ سے کم دینے کی وصیت کرتے ہیں اور اس طرح کسی کو نفع اور کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔اور نتیجہ میں حدود اللہ کے خلاف عمل کر کے سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرمانبردار بن کر زندہ رہنا نصیب فرمائیں۔اور اپنی ہی اطاعت پر مرنا نصیب فرمائیں۔یا اللہ ہم کو زندگی کے ہر لمحہ میں اپنے احکام کی اطاعت کی فکر نصیب فرما اور اپنے مرضیات والی زندگی گزارنا نصیب فرما۔اے اللہ ہر طرح کی اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چھوٹی اور بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب فرما۔خصوصاً حقوق العباد اور میراث و ترکہ کی کوتاہیوں سے ہم کو بچنا نصیب فرما اور ہم سب کو انجام کی خیر و خوبی اور صلاح و فلاح نصیب فرما اور آخرت کی ذلت اور رسوائی سے بچنا نصیب فرما۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا

اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری بیبیوں میں سے سو تم لوگ اُن عورتوں پر چار آدمی اپنوں میں سے گواہ کرلو سو اگر وہ گواہی دیدیں

وَالّٰتِیْ	یَاْتِیْنَ	الْفَاحِشَةَ	مِنْ نِّسَآىٕكُمْ	فَاسْتَشْهِدُوْا	عَلَیْهِنَّ	اَرْبَعَةً	مِّنْكُمْ	فَاِنْ	شَهِدُوْا
اور جو عورتیں	مرتکب ہوں	بدکاری	سے تمہاری عورتیں	تو گواہ لاؤ	ان پر	چار	اپنوں میں سے	پھر اگر	وہ گواہی دیں

فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ

تو تم انکو گھروں کے اندر مقید رکھو یہاں تک کہ موت اُن کا خاتمہ کردے یا اللہ اُن کے لئے کوئی اور راہ تجویز فرمادیں۔ اور جو ان سے

فَاَمْسِكُوْهُنَّ	فِی الْبُیُوْتِ	حَتّٰی	یَتَوَفّٰىهُنَّ	الْمَوْتُ	اَوْ یَجْعَلَ	اللّٰهُ	لَهُنَّ	سَبِیْلًا	وَالَّذٰنِ
انہیں بند رکھو	گھروں میں	یہاں تک کہ	انہیں اٹھالے	موت	یا کردے	اللہ	انکے لئے	کوئی سبیل	اور جو دو مرد

یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾

دو شخص بھی بے حیائی کا کام کریں تم میں سے تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ، پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں۔

یَاْتِیٰنِهَا	مِنْكُمْ	فَاٰذُوْهُمَا	فَاِنْ تَابَا	وَاَصْلَحَا	فَاَعْرِضُوْا	عَنْهُمَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	تَوَّابًا	رَّحِیْمًا
مرتکب ہوں	تم میں سے	تو انہیں ایذا دو	پھر اگر وہ توبہ کریں	اور اصلاح کرلیں	تو پیچھا چھوڑ دو	ان کا	بیشک	اللہ	ہے	توبہ قبول کرنیوالا	نہایت مہربان

زنا کی مرتکب خاتون کی سزا

عرب میں جاہلیت کے دور میں عورتوں کے معاملہ میں بھی طرح طرح کی رسوم قبیحہ اور بے عنوانیاں رائج تھیں۔ مثلاً ان کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچاتے تھے۔ ان کو تنگ کرتے تھے جن سے نکاح حرام ہے ان سے نکاح کرلیا کرتے تھے۔ وعلیٰ ہذا۔ اس لئے آگے ان معاملات کی اصلاح فرمائی جاتی ہے اور جو خطا اور قصور شرعاً معتبر ہو اس پر تادیب وسزا کی اجازت دی جاتی ہے۔

ابتدائے اسلام میں ایسے مردوں اور عورتوں سے جن سے فاحشہ یعنی زنا کا صدور ہو جائے ان کی سزا کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔

یہاں خاص طور سے عورتوں کے لئے حکم بیان فرمایا گیا کہ جن سے زنا سرزد ہو جائے اور چار مردوں کی سچی گواہی سے عورت کی سیاہ کاری ثابت ہو جائے تو اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے اور گھر ہی میں قید کردیا جائے یہاں تک کہ وہ عورت مرجائے یا اس کی زندگی ہی میں کوئی حکم ثانی اللہ تعالیٰ تجویز فرمادیں تو پھر اسی کو نافذ کردیا جائے گا چنانچہ بعد میں حکم ثانی نازل ہوا اور اس آیت کا حکم منسوخ ہوا جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ سبیل (جس کا اس آیت زیر تفسیر میں ذکر ہے) ارشاد فرمادی ہے تو تم لوگ سمجھ لو یاد کرلو کہ غیر شادی شدہ کے لئے سو درے اور شادی شدہ کے لئے سنگساری یعنی پتھروں سے اتنا مارا جائے کہ وہ مرجائے۔

ثبوت زنا کے لئے چار گواہ

زنا کے ثبوت کے لئے جو چار مردوں کی گواہی کا حکم یہاں آیت میں ہے یہی سورۃ نور میں بھی قائم رہا چنانچہ اب بھی ثبوت زنا کے لئے چار گواہ وہ بھی مرد ہونا ضروری ہیں۔ اس سلسلہ میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ زنا کا معاملہ چونکہ بہت اہم ہے جس سے عزت اور عفت مجروح ہوتی ہے اور خاندان کے ننگ وعار کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے اس لئے شریعت نے زنا کے گواہوں میں دو طرح سے سختی کی ہے۔ اول تو یہ شرط لگائی کہ مرد ہی گواہ ہوں عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ دوسرے چار مردوں کا ہونا ضروری قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط بہت

سخت ہے جس کا وقوع میں آنا شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے اور یہ سختی اس لئے اختیار کی گئی کہ عورت کا شوہر یا اس کی ماں، بہن ذاتی پرخاش کی وجہ سے خواہ مخواہ الزام نہ لگائیں یا دوسرے بدخواہ محض دشمنی کی بناء پر الزام اور تہمت لگانے کی جرأت نہ کر سکیں کیونکہ اگر چار افراد سے کم لوگ زنا کی گواہی دیں تو ان کی گواہی نامعتبر ہے۔ ایسی صورت میں مدعی اور گواہ سب جھوٹے قرار دیئے جائیں گے اور ایک مسلمان پر الزام لگانے کی وجہ سے ان پر "حدِ قذف" یعنی اسی کوڑوں کی سزا جاری کر دی جائے گی جیسا سورہ نور میں حکم ہے بعض علمائے مفسرین نے چار گواہوں کی ضرورت کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زنا کا معاملہ سنگین اور نازک ہے اور اس معاملہ میں دو افراد ملوث ہوتے ہیں ایک مرد اور ایک عورت تو گویا یہ ایک معاملہ دو معاملوں میں ہے اور ہر ایک معاملہ دو گواہوں کا تقاضا کرتا ہے لہٰذا اس کے لئے چار گواہ ضروری ہوں گے۔ دو بلحاظ مرد کے اور دو بلحاظ عورت کے۔

مرتکب زنا مرد کی سزا

آگے بدکار مردوں کی سزا کا بیان ہے اور دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

"اور سزائے زنا کچھ زن منکوحہ کی تخصیص نہیں بلکہ جونسے دو شخص بھی بے حیائی کا کام یعنی زنا کریں تم میں سے یعنی بالغ عاقل مسلمانوں میں سے تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ پھر بعد اذیت پہنچانے کے اگر وہ دونوں گذشتہ سے توبہ کر لیں اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لیں یعنی پھر ایسا فعل ان سے سرزد نہ ہو تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں۔ رحمت والے ہیں"

سزا کے احکام میں تدریج

مفسرین نے لکھا ہے کہ نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی ان دو آیات زیر تفسیر کی ترتیب یہ ہے کہ شروع میں تو ان کو یعنی جن سے زنا کا ارتکاب ہو جائے ایذا دینے کا حکم نازل ہوا اس کے بعد خاص طور سے زنا کار عورتوں کے لئے گھروں میں قید کرنے کا حکم بیان کیا گیا۔ اور یہاں آزار اور تکلیف پہنچانے کا بھی کوئی خاص طریقہ نہیں بتلایا گیا بلکہ معاملہ حاکم اور قاضی کی رائے پر چھوڑ دیا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہاں ایذا دینے کے معنی یہ ہیں کہ ان کو زبان سے عار دلائی جائے اور شرمندہ کیا جائے اور ہاتھ سے بھی جوتے وغیرہ کے ذریعہ ان کی مرمت کی جائے۔ بہرحال ابتدا میں یہی حکم تھا کہ زنا کی سزا میں حاکم اور قاضی زجر و عبرت کے لئے جو اور جتنی سزا مناسب سمجھے وہ دیدے۔ الغرض ایذا دینے کا حکم اور عورتوں کو گھروں میں قید کرنے کا حکم یہ زنا کی ابتدائے اسلام میں سزا تھی جو بعد میں شرعی حد نازل ہونے پر منسوخ ہوگئی اور اب حدِ زنا سو درے غیر شادی شدہ کے لئے اور رجم یعنی سنگساری شادی شدہ کے لئے ہے۔

توبہ کے بعد کوئی ملامت نہیں

آیت کے اخیر میں جو یہ فرمایا کہ اگر وہ دونوں توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان سے تعرض مت کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ سزا دینے کے بعد اگر انہوں نے توبہ کر لی تو پھر انہیں ملامت مت کرو اور مزید سزا مت دو اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ توبہ سے سزا بھی معاف ہوگئی اس لئے کہ یہ توبہ سزا کے بعد مذکور ہے۔ اب چونکہ یہاں توبہ کا ذکر آ گیا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر طرح کی بے حیائی اور برے کاموں سے بچائیں اور اپنی مرضیات کی زندگی گزارنا نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہراً و باطناً ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے اہل و عیال اور متعلقین کو بھی پاک صاف اسلامی اور ایمانی زندگی نصیب فرما اور ہر طرح کی بے حیائی سے ان کی حفاظت فرما۔ یا اللہ اس ملک اور قوم سے بھی بے حیائی اور برے کاموں کو دور فرما۔ خصوصاً زنا کی سیہ کاریوں کو ملیامیٹ فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰٓئِكَ يَتُوبُ

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو اُن ہی کی ہے جو جہالت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں سو ایسوں پر تو

إِنَّمَا	التَّوْبَةُ	عَلَى اللَّهِ	لِلَّذِينَ	يَعْمَلُونَ	السُّوٓءَ	بِجَهَالَةٍ	ثُمَّ	يَتُوبُونَ	مِن قَرِيبٍ	فَأُولَٰٓئِكَ	يَتُوبُ
اسکے سوا نہیں	توبہ قبول کرنا	اللہ پر (اللہ کے ذمے)	ان لوگوں کیلئے	وہ کرتے ہیں	برائی	نادانی سے	پھر	توبہ کرتے ہیں	جلدی سے	پس یہی لوگ ہیں	توبہ قبول کرتا ہے

اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ

خدا تعالیٰ توجہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں حکمت والے ہیں اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کے سامنے

اللَّهُ	عَلَيْهِمْ	وَكَانَ	اللَّهُ	عَلِيمًا	حَكِيمًا	وَلَيْسَتِ	التَّوْبَةُ	لِلَّذِينَ	يَعْمَلُونَ	السَّيِّئَاتِ	حَتَّىٰٓ	إِذَا	حَضَرَ	أَحَدَهُمُ
اللہ	اُن کی	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا	اور نہیں	توبہ	ان کیلئے (انکی)	وہ کرتے ہیں	برائیاں	یہاں تک	جب	سامنے آ جائے	ان میں سے کسی کو

الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْـَٔانَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

موت ہی آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن لوگوں کی جن کو حالت کفر پر موت آ جاتی ہے اُن لوگوں کے لئے ہم نے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

الْمَوْتُ	قَالَ	إِنِّي	تُبْتُ	الْـَٔانَ	وَلَا	الَّذِينَ	يَمُوتُونَ	وَهُمْ	كُفَّارٌ	أُولَٰٓئِكَ	أَعْتَدْنَا	لَهُمْ	عَذَابًا	أَلِيمًا
موت	کہے	کہ میں	توبہ کرتا ہوں	اب	اور نہ	وہ لوگ جو	مرجاتے ہیں	اور وہ	کافر	یہی لوگ	ہم نے تیار کیا	انکے لئے	عذاب	دردناک

توبہ کیا ہے

آیات کی تشریح سننے سے پہلے لفظ "توبہ" کی تحقیق سن لیجئے۔ توبہ کے لفظی معنی ہیں واپس آنا' لوٹنا' جس جگہ کو چھوڑا تھا وہاں پھر پلٹ کر آ جانا۔ انسان جب کوئی گناہ خطا یا قصور کرتا ہے تو اللہ کے حضور سے ہٹ جاتا ہے تو اس کو چاہیے کہ پھر اللہ کے سامنے واپس آئے اور اس کی صورت یہی ہے کہ اپنی خطا کا اقرار کرے اپنے کئے پر پچھتائے اور نادم ہو اور دل سے وعدہ کرے کہ پھر ایسی خطا نہ کروں گا یہ ہے توبہ کی حقیقت فقط زبان سے لفظ توبہ توبہ کہنا کوئی وقعت نہیں رکھتا تو شریعت کی اصطلاح میں توبہ نام ہے چار چیزوں کے جمع کرنے کا (۱) گناہ کو برا سمجھ کر چھوڑ دینا (۲) جو کچھ غلطی ہو گئی ہو اس پر نادم ہونا۔ (۳) اس غلطی کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا (۴) جن اعمال کا تدارک ہو سکتا ہو ان کا جہاں تک ممکن ہو تدارک کرنا یعنی غلطی حق العبد سے متعلق ہے تو اس کو ادا کرنا اور اگر حق اللہ ہے اور قضا مشروع ہے تو قضا کرنا جیسے چھوڑی ہوئی نماز ہے تو روزہ وغیرہ جب یہ چاروں باتیں جمع ہوں گی تب توبہ کی شرائط پوری ہوں گی۔

توبہ کی قبولیت کی شرائط

پہلی آیت میں توبہ کی قبولیت پر دو شرطیں لگائی گئی ہیں اول یہ کہ گناہ نادانی' حماقت اور جہالت کی بناء پر سرزد ہوا ہو دوسرے یہ کہ توبہ کی طرف جلد ہی رجوع کیا گیا ہو تو اس سے ظاہر ہوا کہ جو شخص نادانی کی بناء پر گناہ کرے اور تنبیہ کے بعد فوراً اس سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق اس کی توبہ ضرور مقبول ہوتی ہے اس سے یہ بھی نتیجہ نکلا کہ جس نے دیدہ و دانستہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرات کی اور گناہ پر آگاہ ہونے کے بعد بھی جلدی سے توبہ نہ کی بلکہ اس میں تاخیر کرتا رہا اور توبہ کو ٹالتا رہا اور پہلی ہی حالت پر قائم رہا تو عدل اور انصاف کے قاعدہ کے موافق اس کی خطا معافی کے قابل نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مولائے کریم اپنے خاص فضل

سے کام لے کر معافی فرمادے تو یہ اس کا احسان ہے مگر وعدہ اور ذمہ داری صرف پہلی ہی صورت میں ہے باقی میں نہیں۔ تو اس قبولیت توبہ کی بشارت سن لینے کے بعد ہم پر لازم ہوتا ہے کہ جب کبھی ہم سے گناہ سرزد ہو جائے تو ہم فوراً متنبہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ آئندہ سے اسے نہ کرنے کا عہد کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنا گناہ بخشوالیں اور معافی کے مستحق بن جائیں۔

کن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی

آگے دوسری آیت میں جس میں توبہ کے قبول نہ ہونے کا بیان ہے اس میں ارشاد ہوتا ہے۔

اس میں یہ بتلایا گیا کہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے۔ نہ انہیں گناہ پر ندامت ہوتی ہے اور نہ وہ کسی کی تنبیہ سے متنبہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ جب انہیں اپنی موت نظر آنے لگتی ہے اور روح نکل کر حلق میں آجاتی ہے تو پھر کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں تو اس وقت کی نہ توبہ قبول نہ ایمان قبول۔

اس آیت میں حضور موت یعنی موت کا سامنے آکھڑا ہونے کی تحقیق محققین نے یہی کی ہے کہ موت کے قریب ہونے کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ زندگی سے ناامیدی ہو جاوے دوا اور علاج معالجہ کی تدابیر سے عاجز ہو کر سمجھ لے کہ اب موت آنے والی ہے مگر اب تک دوسرے عالم کے احوال اور فرشتہ اور عذاب نظر نہیں آئے۔ اس حالت میں تو کافر کا ایمان لانا اور گنہگار کا توبہ کرنا دونوں مقبول ہیں اور دوسری حالت یہ ہے کہ عالم برزخ کے احوال نظر آنے لگیں۔ روح بدن سے نکل کر حلق تک پہنچ جائے غرغرہ کی حالت شروع ہو جائے اور فرشتوں کو دیکھ لے عذاب نظر آنے لگے تو ایسی حالت میں نہ کفر سے ایمان کا اقرار کرنا مقبول ہوتا ہے اور نہ گناہوں کی توبہ۔

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ گناہوں پر اقدام کے تین درجے ہیں

پہلا یہ کہ گناہ کا کبھی ارتکاب ہی نہ ہو۔ یہ تو فرشتوں کی خصلت ہے یا انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے۔

دوسرے یہ کہ گناہوں پر اقدام کرے اور پھر ان پر اصرار جاری رہے کبھی ان پر ندامت اور ترک کا خیال نہ آئے یہ درجہ شیاطین کا ہے۔

تیسرا اور درمیانی درجہ مقام بنی آدم کا ہے کہ گناہ سرزد ہو تو فوراً اس پر ندامت ہو اور آئندہ اس کے ترک کا پختہ عزم ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سرزد ہونے کے بعد توبہ نہ کرنا اور اس پر اصرار جاری رکھنا یہ خالص شیاطین کا کام ہے۔ اسی لئے باجماع امت توبہ فرض ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو توبہ کی حقیقت نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو اپنی تقصیرات اور گناہوں پر سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ

اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت رکھو کہ جو کچھ تم لوگوں نے

يَا أَيُّهَا	الَّذِينَ آمَنُوا	لَا يَحِلُّ	لَكُمْ	أَنْ تَرِثُوا	النِّسَاءَ	كَرْهًا	وَلَا	تَعْضُلُوهُنَّ	لِتَذْهَبُوا	بِبَعْضِ
اے	جو لوگ ایمان لائے	حلال نہیں	تمہارے لئے	کہ وارث بن جاؤ	عورتیں	زبردستی	اور نہ	انہیں روکے رکھو	کہ لے لو	کچھ

مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ

ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ وصول کر لو مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں

مَا	آتَيْتُمُوهُنَّ	إِلَّا	أَنْ	يَأْتِينَ	بِفَاحِشَةٍ	مُبَيِّنَةٍ	وَعَاشِرُوهُنَّ	بِالْمَعْرُوفِ	فَإِنْ	كَرِهْتُمُوهُنَّ
جو	انکو دیا ہو	مگر	یہ کہ	مرتکب ہوں	بے حیائی	کھلی ہوئی	اور ان سے گزران کرو	دستور کے مطابق	پھر اگر	وہ ناپسند ہوں

فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾

تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

فَعَسَىٰ	أَنْ تَكْرَهُوا	شَيْئًا	وَيَجْعَلَ	اللَّهُ	فِيهِ	خَيْرًا	كَثِيرًا
تو ممکن ہے	کہ تم کو ناپسند ہو	ایک چیز	اور رکھے	اللہ	اس میں	بھلائی	بہت

زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر ہونے والے مظالم کا انسداد

ایام جاہلیت میں منجملہ اور رسوم قبیحہ کے جو عورتوں کے باب میں رائج تھیں ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا وارث جس طرح اس کا مال لیتا اسی طرح اس کی بیوی کو بھی اپنی میراث اور ملک سمجھتا۔ اگر دل چاہتا اس سے خود جبراً نکاح بغیر مہر کے کر لیتا اور اگر چاہتا تو دوسرے سے نکاح کر دیتا اور اس کا مہر خود لے لیتا۔ اور کبھی بے رغبتی کے سبب نہ خود نکاح کرتا اور نہ دوسرے سے اس لئے نکاح کرنے دیتا کہ اپنا مال دولت اپنے ساتھ لے جائے گی۔ غرض اس کو یونہی مجبور اور محبوس رکھتا اس پر یا تو وہ بیوی اس کو اپنا مال ومتاع دے دیتی تب اس کی جان چھوٹتی یا وہ اس کے گھر مرجاتی تو اس کے مرنے پر اس کی چیز پر قبضہ کرتا اور میت کے مال میں سے بھی عورت کو کوئی حصہ نہ دیتے۔ یہ کارروائی تو وارث کیا کرتے اور کبھی خود شوہر بلاقصور اپنی عورت کے ساتھ بے عنوانی کرتا اور محض اس لئے بیوی کو تنگ کیا جاتا کہ وہ خلع کرنے پر مجبور ہو جائے اور جو مال شوہر اس کو مہر میں دے چکا ہے وہ خلع کے بہانے سے پھر واپس لے لے۔ غرض یہ کہ اس طرح ایام جاہلیت میں طرح طرح کے مظالم ان عورتوں پر روا رکھتے۔ اسلام نے اس آیت اور آئندہ آیات میں ان تمام رسوم قبیحہ کی ممانعت فرمادی چنانچہ اس آیت میں پہلے ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جان یا مال کے جبراً مالک ہو جاؤ۔

مال کا مالک ہونا تین طرح ہے ایک یہ کہ اس عورت کا جو حق شرعی میراث میں ہے اس کو خود لے لیا جائے اور بیوہ کو نہ دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کو نکاح نہ کرنے دیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجاوے پھر اس کا مال لے لیں۔ تیسرے یہ کہ خاوند اس کو بے وجہ مجبور کرے کہ وہ اس کو کچھ مال دے تب یہ اس کو چھوڑے اور جان کا مالک ہونا یہ تھا کہ مرنے والے کی عورت کو مثل مال مردہ کے اپنی میراث سمجھتے تو اس ایک جملہ میں ان سب امور کی ممانعت آ گئی۔

34 آگے دوسرے جملہ میں ارشاد ہے وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ بھی ان سے وصول کرلو۔

اس میں بھی تین صورتیں آ گئیں ایک یہ کہ میت کا وارث اس میت کی بیوی کو نکاح نہ کرنے دیتا تاکہ ہم کو یہ کچھ دے دوسرے یہ کہ خاوند اس کو مجبور کرتا کہ مجھ کو کچھ دے تب چھوڑوں۔ تیسرے یہ کہ خاوند طلاق دینے کے بعد بھی بدون کچھ لئے اس کو نکاح نہ کرنے دیتا۔ ان سب امور کی اس جملہ میں ممانعت ہوگئی مگر بعض صورتوں میں ان سے مال لینا یا ان کو مقید کرنا جائز بتلایا گیا وہ یہ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ یعنی یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں۔

اس میں بھی تین صورتیں آگئیں ایک یہ کہ ناشائستہ حرکت نافرمانی شوہر کی اور بدخلقی ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ عورت کو بدوں مال لئے ہوئے جو مہر سے زیادہ نہ ہو اس کو نہ چھوڑے دوسرے یہ کہ ناشائستہ حرکت زنا ہو تو ابتدائے اسلام میں قبل نزول حد زنا خاوند کو جائز تھا کہ بطور سزا عورت کو گھر میں مقید رکھے مگر پھر زنا کی حد نازل ہونے پر یہ حکم منسوخ ہوگیا تھا۔ تیسری صورت یہ بھی ابتدائے اسلام میں قبل نزول حد زنا تھی کہ خاوند کو جائز تھا کہ عورت سے اگر حرکت زنا ثابت ہو تو اس جرمانہ میں اس سے اپنا دیا ہوا مال واپس کرلے اور اس کو نکال دے۔ اب یہ حکم بھی منسوخ ہے زنا سے مہر کا وجوب ساقط نہیں ہوتا۔

شوہروں کو حکم کہ بیویوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ

آگے خاص شوہروں کو حکم ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو یعنی خوش اخلاقی اور نان نفقہ کی خبر گیری کے ساتھ اور بمقتضائے طبیعت کوئی بات ناگوار ہو تو اس کے برداشت کرنے کی تلقین فرمائی جارہی ہے۔ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت دنیوی یا دینی رکھ دے۔ اس میں یہاں یہ تعلیم دی گئی کہ عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک سے معاملہ رکھو۔ جاہلیت میں جیسا ذلت اور سختی کا برتاؤ عورتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا اس کو چھوڑ دو پھر اگر تم کو کسی عورت کی کوئی خو اور عادت خوش نہ آئے تو صبر کرو اور تحمل سے کام لو شاید اللہ تعالیٰ اسی میں تمہارے لئے کوئی نفع کی بات رکھ دے۔ مثلاً وہ تمہاری خدمت گذار۔ خیرخواہ اور ہمدرد ہو۔ یا ایسی ناپسند عورتوں سے تم کو اولاد صالح عطا فرمادے یا کوئی اولاد بچپن میں پیدا ہو کر مر جاوے اور وہ ذخیرہ آخرت ہو جاوے ورنہ کم از کم ناپسند چیز پر صبر کرنے کی فضیلت تو ضرور ہی حاصل ہوگی۔

دعا کیجئے

اسلام نے جو احسانات عورتوں پر کئے ہیں اس کی قدردانی اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو نصیب فرمائے اور اسلام کی پوری پابندی کی ان کو توفیق عطا فرمائے۔ اسلام نے جو حقوق عورتوں کے ہم مردوں کے ذمہ واجب کئے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو ان حقوق کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ ہماری عورتوں اور مردوں سب کو اسلام اور ایمان کی زندگی گزارنا نصیب فرما اور سب کو شریعت مطہرہ کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ

اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم اُس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اُس میں سے کچھ بھی مت لو

وَاِنْ	اَرَدْتُّمُ	اسْتِبْدَالَ	زَوْجٍ	مَّكَانَ	زَوْجٍ	وَّاٰتَيْتُمْ	اِحْدٰىهُنَّ	قِنْطَارًا	فَلَا تَاْخُذُوْا	مِنْهُ	شَيْـًٔا
اور اگر	تم چاہو	بدل لینا	ایک بی بی	جگہ (بدلے)	دوسری بی بی	اور تم نے دیا ہے	ان میں سے ایک کو	خزانہ	تو نہ (واپس) لو	اس سے	کچھ

اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ

کیا تم اُس کو لیتے ہو بُہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اور تم اُسکو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور وہ عورتیں

اَتَاْخُذُوْنَهٗ	بُهْتَانًا	وَّاِثْمًا	مُّبِيْنًا	وَكَيْفَ	تَاْخُذُوْنَهٗ	وَقَدْ	اَفْضٰى	بَعْضُكُمْ	اِلٰى بَعْضٍ	وَّاَخَذْنَ
کیا تم وہ لیتے ہو	بہتان	اور گناہ	صریح (کھلا)	اور کیسے	تم اسے لوگے	اور البتہ	پہنچ چکا	تم میں ایک	دوسرے تک	اور انہوں نے لیا

مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

تم سے ایک گاڑھا اقرار لے چکی ہیں۔

مِنْكُمْ	مِّيْثَاقًا	غَلِيْظًا
تم سے	عہد	پختہ

زمانۂ جاہلیت کے ایک اور ظلم کا انسداد

زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ناخوش ہوتا اور اسے چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا تو پہلی عورت پر جھوٹ موٹ کوئی تہمت لگاتا اور اس پر طرح طرح کی سختیاں اور ظلم کرتا تاکہ وہ عورت مجبور ہو کر مہر واپس کر دے اور طلاق لے لے اور اس طرح یہ مال دوسرے نکاح کرنے میں استعمال کرے۔ ان آیات میں اس کی ممانعت کر دی گئی اور حکم دیا گیا کہ جب عورت کی طرف سے کوئی سرکشی اور بے حیائی کا کام سرزد نہ ہو اور شوہر محض اپنی طبعی خواہش اور خوشی کے لئے موجودہ بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس صورت میں اگر وہ ڈھیروں مال اور خزانہ بھی بیوی کو دے چکا ہے مہر میں یا ویسے ہی بطور ہبہ اور عطیہ کے تو اس کے لئے جائز اور روا نہیں کہ اسے دیئے ہوئے مال کا کوئی حصہ طلاق کے معاوضہ میں واپس لے یا واجب الادا مہر کو معاف کرائے۔ یہاں عورت کو دیئے ہوئے مال یا رقم کی واپسی کے ظلم و گناہ ہونے کو تین دلائل سے منع فرمایا گیا۔

اول یہ کہ ایسا کرنا ایک صورت تہمت اور بہتان کی ہے جس کا کھلا گناہ عظیم ہونا ظاہر ہے۔

دوسرے یہ کہ ایک دوسرے سے خلوت اور تنہائی میں مل چکے ہو جس سے عورت کا پورا مہر مرد کے ذمہ واجب ہو چکا ہے تو اب اس کی واپسی کے کوئی معنی نہیں۔

تیسرے یہ کہ ان عورتوں نے تم سے پختہ اور مضبوط عہد لے لیا ہے اس سے مراد عقد نکاح کا عہد ہے جو اللہ کے نام کے ساتھ مجمع کے سامنے کیا جاتا ہے۔

اب غور کیجئے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت اور اس کا ایک ایک جملہ انسانیت کے لئے کتنی رحمت کا باعث ہے۔ اسلام سے پہلے نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم میں عورتوں کے معاملہ میں نہایت افراط و تفریط کا معاملہ تھا۔ اسلام کی برکت سے عورتوں کو دنیا میں صحیح مقام نصیب ہوا اور صدیوں کے مظالم اور قبیح رسموں کا ایک ایک قرآنی آیت نے بالکل خاتمہ کر دیا۔

حق مہر کی مقدار:

ان آیات میں لفظ قنطار سے جس کے معنی ڈھیروں انبار اور کثیر مال کے ہیں آئمہ دین نے عورتوں کے مہر کی زیادہ مقدار کا بھی جائز

ہونا ثابت فرمایا ہے مگر یہ جواز صرف بمعنی صحت اور نفاذ ہے۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو تقلیل اور تھوڑے اور ہلکے مہر کی تاکید آئی ہے وہ اپنی جگہ فضیلت اور برکت کا باعث ہے۔ یہاں صرف زیادہ مہر کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان آیات کے متعلق ایک واقعہ کتب احادیث میں یہ آتا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کرو اگر یہ دنیوی طور پر کوئی بھلی چیز ہوتی یا خدا کے نزدیک یہ تقویٰ کی بات ہوتی تو اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی یا بیٹی کا مہر ۱۲ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا (جسکے تقریباً ۱۵۰ روپیہ ہمارے موجودہ سکے کے ہوتے ہیں) انسان لمبا مہر باندھ کر پھر مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی بیوی اس کو بوجھ معلوم ہونے لگتی ہے اور اس کے دل میں اس کی دشمنی بیٹھ جاتی ہے اور کہنے لگتا ہے کہ تو نے تو میرے کندھوں پر مشک لٹکوادی۔ ایک قریشیہ عورت آپ کے سامنے آئیں اور کہنے لگیں یا امیر المومنین کیا آپ نے چار سو درہم سے زیادہ کے مہر سے لوگوں کو منع فرمادیا ہے؟ آپ نے فرمایا تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ نے اللہ کا کلام جو اس نے نازل فرمایا ہے نہیں سنا؟ آپ نے کہا وہ کیا وہ کیا؟ تو ان خاتون نے کہا کہ سنئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْــًٔا یعنی تم اس ایک بیوی کو انبار انبار کا مال بھی دے چکے ہو تو تم اُس میں سے کچھ بھی واپس مت لو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یا اللہ مجھے معاف فرما عمر سے تو ہر شخص ------ ہے پھر آپ واپس گئے اور اُسی وقت ممبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تمہیں چار سو درہم سے زیادہ مہر سے روک دیا تھا لیکن اب کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے مال میں سے جتنا چاہے مہر میں دے۔ اپنی خوشی سے جتنا مہر میں مقرر کرنا چاہے کرے میں نہیں روکتا علماء نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اس واقعہ میں زیادہ مہر کا جواز مان لینا اس لئے تھا کہ لوگ اس کو ناجائز اور حرام سمجھنے لگیں۔

اب آگے ایام جاہلیت کی ایک دوسری رسم قبیحہ کے خاتمہ میں اُن عورتوں کی تفصیل بتائی جاتی ہے جن عورتوں سے مردوں کو نکاح حرام و ناجائز ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآنی احکام کے موافق اپنی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ خصوصاً ہمیں ازدواجی رشتہ کے حقوق کی خاطر خواہ ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اے اللہ ہم جو ایک دوسرے کے حقوق سے غافل ہیں اور جس کی وجہ سے نئے نئے فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اس غفلت سے بچایئے اور شریعت اسلامیہ نے جو حقوق ہم پر جس جس کے عائد کئے ہیں ان کو ادا کرنے اور ان سے عہدہ برآمد ہونے میں ہماری مدد فرمایئے۔

اے اللہ ہر طرح کی ظلم و زیادتی سے ہمیں بچنا نصیب فرمایئے اور ہر حال میں ہم کو دین پر مستقیم رہنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ

اور تم اُن عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو مگر جو گزر گئی گزر گئی بیشک یہ بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت

وَلَا	تَنْكِحُوْا	مَا نَكَحَ	اٰبَآؤُكُمْ	مِنَ	النِّسَآءِ	اِلَّا	مَا قَدْ سَلَفَ	اِنَّهٗ	كَانَ	فَاحِشَةً	وَ مَقْتًا	وَسَآءَ
اور نہ	نکاح کرو	جس سے نکاح کیا	تمہارے باپ	سے	عورتیں	مگر	جو گزر چکا	بیشک وہ	تھا	بے حیائی	اور غضب کی بات	اور بُرا

سَبِيْلًا (۲۲) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ

بُرا طریقہ ہے۔ تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں

سَبِيْلًا	حُرِّمَتْ	عَلَيْكُمْ	اُمَّهٰتُكُمْ	وَبَنٰتُكُمْ	وَاَخَوٰتُكُمْ	وَعَمّٰتُكُمْ	وَخٰلٰتُكُمْ	وَبَنٰتُ الْاَخِ	وَبَنٰتُ	الْاُخْتِ
راستہ (طریقہ)	حرام کی گئیں	تم پر	تمہاری مائیں	اور تمہاری بیٹیاں	اور تمہاری بہنیں	اور تمہاری پھوپھیاں	اور تمہاری خالائیں	اور بھتیجیاں	اور بیٹیاں	بہن

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ

وہ بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو کہ تمہاری پرورش میں رہتی ہیں

وَاُمَّهٰتُكُمْ	الّٰتِيْ	اَرْضَعْنَكُمْ	وَاَخَوٰتُكُمْ	مِنَ	الرَّضَاعَةِ	وَ	اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ	وَرَبَآئِبُكُمْ	الّٰتِيْ	فِيْ حُجُوْرِكُمْ
اور تمہاری مائیں	وہ جنھوں نے	تمھیں دودھ پلایا	اور تمہاری بہنیں	سے	دودھ شریک	اور	تمہاری عورتوں کی مائیں	اور تمہاری بیٹیاں	جو کہ	تمہاری پرورش میں

مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۡ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۡ وَحَلَآئِلُ

اُن بیبیوں سے کہ جن کے ساتھ تم نے قربت کی ہو اور اگر تم نے اُن بیبیوں سے قربت نہ کی ہو تو تم کو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹوں

مِنْ	نِسَآئِكُمْ	الّٰتِيْ	دَخَلْتُمْ	بِهِنَّ	فَاِنْ	لَمْ تَكُوْنُوْا	دَخَلْتُمْ	بِهِنَّ	فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	وَحَلَآئِلُ
سے	تمہاری بیبیاں	جن سے	تم نے صحبت کی	ان سے	پس اگر	تم نے نہیں کی	صحبت	ان سے	تو نہیں گناہ	تم پر	اور بیویاں

اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

کی بیٹیاں جو کہ تمہاری نسل سے ہوں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھو لیکن جو پہلے ہو چکا

اَبْنَآئِكُمْ	الَّذِيْنَ	مِنْ	اَصْلَابِكُمْ	وَاَنْ	تَجْمَعُوْا	بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ	اِلَّا مَا	قَدْ سَلَفَ
تمہارے بیٹے	جو	سے	تمہاری پشت	اور یہ کہ	تم جمع کرو	دو بہنوں کو	مگر جو	پہلے گزر چکا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۲۳)

بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَحِيْمًا
بیشک اللہ	ہے	بخشنے والا	مہربان

سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہونا:

سوتیلی ماں سے ایام جاہلیت کی ایک رسم نکاح سے متعلق جو رائج تھی کہ بعضے حرام عورتوں سے نکاح کرلیا کرتے تھے مثلاً اپنی سوتیلی ماں سے۔

یا ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے اور بعضے حلال عورتوں کو حرام سمجھتے تھے۔ جیسے متبنیٰ کی بیوی تو ان آیات میں اس رسم قبیحہ کی ممانعت میں ان عورتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن سے نکاح ناجائز اور حرام ہے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت اور ممانعت کو بیان فرمایا جاتا ہے چنانچہ پہلی آیت میں اسی کا بیان ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے سے جاہلیت کے زمانہ کی اس ناجائز رسم کا خاتمہ ہوگیا جو سوتیلی ماؤں سے بھی نکاح کرلیا جاتا تھا۔ یہاں باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت وممانعت میں اللہ تعالیٰ نے تین لفظ فرمائے ایک فَاحِشَةً دوسرا مَقْتًا اور تیسرا سَآءَ سَبِيلًا فَاحِشَةً یعنی سخت بے حیائی سے قبیح عقلی مراد ہے کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا گویا اپنی ماں سے نکاح کرنے کے مشابہ ہے اور اس بے شرمی اور بے حیائی کا کیا کہنا کہ جس کو ایک عرصہ تک کبھی ماں کہتے رہے اس کو باپ کی موت کے بعد بیوی بنا کر رکھ لیا۔ مَقْتًا یعنی طبعاً بھی نہایت نفرت کی بات ہے اہل مروت اور سلیم طبیعت رکھنے والوں کی نظر میں یہ کام نہایت ہی معیوب اور غایت درجہ قبیح اور سخت قابل نفرت ہے۔ سَآءَ سَبِيلًا یعنی شرعاً بھی نہایت برا طریقہ اور بری عادت ہے کہ باپ کی حرمت اور آبرو کو بھی ملحوظ نہ رکھا اور اس کی منکوحہ کو نکاح میں لے آیا۔ غرض کہ اس نکاح میں قبیح کے تمام مراتب جمع ہیں لہذا یہ غایت درجہ قبیح ہوا اور ایسا شخص مستحق قتل ہوا۔

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ میرے ماموں میرے پاس سے گزرے اور ان کے پاس ایک جھنڈا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ کہاں جارہے ہیں تو یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے کہ جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے کہ اس کا سر اتار لاؤں۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ)

تین قسم کی محرّمات

آگے ان دوسری عورتوں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جن سے نکاح حرام اور باطل ہے اور ان کی کئی قسمیں ہیں۔ یہاں اس آیت میں محرمات یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کی تین قسمیں بیان فرمائی گئیں۔

پہلی قسم: محرمات نسبیہ: یعنی جو عورتیں نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے حرام ہیں ان کو بیان کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں۔ لفظ أُمَّهَاتُكُمْ کے عموم میں ماؤں کے علاوہ دادیاں نانیاں سب داخل ہیں کہ ان سب سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(۲) وَبَنَاتُكُمْ یعنی اپنی حقیقی لڑکی سے نکاح حرام ہے اور لڑکی کی لڑکی سے بھی اور بیٹے کی لڑکی سے بھی یعنی بیٹی، پوتی، پڑپوتی، نواسی، پرنواسی ان سب سے نکاح حرام ہے البتہ سوتیلی لڑکی جو دوسرے شوہر کی ہو اور بیوی ساتھ لائی ہو اس سے نکاح کرنے اور نہ کرنے میں تفصیل ہے جو آگے محرمات کی تیسری قسم میں بیان فرمائی گئی ہے۔ اور جو لڑکا یا لڑکی حقیقی نہ ہو بلکہ گود لے کر پال لیا ہو جس کو متبنیٰ یا لے پالک بھی کہتے ہیں ان سے اور ان کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔ بشرطیکہ کسی دوسرے طریقہ سے حرمت نہ آگئی ہو۔ اسی طرح مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس نطفہ سے جو لڑکی پیدا ہو وہ بھی بیٹی کے حکم میں ہے اور اس سے بھی نکاح درست نہیں۔

(۳) وَأَخَوَاتُكُمْ یعنی حقیقی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اس بہن سے بھی جو باپ شریک ہو یعنی سوتیلی بہن کہ جو باپ میں شریک ہو یعنی باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں اور اسی طرح اس بہن سے بھی نکاح حرام ہے جو ماں شریک ہو یعنی وہ سوتیلی بہن کہ جن کی ماں تو ایک ہو اور باپ دو ہوں۔ غرض کہ تینوں قسمیں حرام ہیں خواہ وہ حقیقی بہن ہو ماں شریک ہو یا باپ شریک ہو۔

(۴) وَعَمَّاتُكُمْ یعنی اپنے باپ کی بہن جس کو پھوپھی کہتے ہیں اس میں خواہ باپ کی حقیقی بہن ہو یا سوتیلی ماں شریک ہو یا سوتیلی باپ شریک بہن ہو تینوں طرح کی پھوپھیوں سے نکاح حرام ہے۔

(۵) وَخَالَاتُكُمْ یعنی اپنے ماں کی بہن خواہ حقیقی ہو یا سوتیلی باپ شریک یا ماں شریک تینوں طرح کی خالاؤں سے نکاح حرام ہے۔

(۶) وَبَنَاتُ الْأَخِ یعنی بھائی کی لڑکیاں جن کو بھتیجی کہا جاتا ہے خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی ماں شریک ہوں یا سوتیلی باپ شریک ہوں تینوں طرح کے بھائیوں کی لڑکیوں یعنی بھتیجیوں سے نکاح حرام ہے۔

(۷) وَبَنَاتُ الْأُخْتِ یعنی بہن کی لڑکیاں جن کو بھانجی کہا جاتا ہے خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی ماں شریک یا سوتیلی باپ شریک تینوں

طرح کی بھانجیوں سے نکاح حرام ہے۔

یہ سات قسمیں محرمات نسبیہ کی ہیں۔ جو آدمی پر اس کے نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے حرام ہیں اور ان کی حرمت ابدی ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان سے نکاح حرام ہے۔

دوسری قسم: محرمات رضاعیہ ہیں:

اس قسم میں حق تعالیٰ نے آیت میں صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا ذکر فرمایا ہے یعنی تمہاری وہ رضاعی مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ رضاعی بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے بہن ہیں حرام کی گئی ہیں تو یہاں اگرچہ صرف رضاعی ماؤں اور رضاعی بہنوں ہی کی حرمت کا ذکر فرمایا گیا لیکن ساتوں رشتے جو نسب سے حرام ہیں جن کی تفصیل اوپر قسم اول میں آئی وہی ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں یعنی رضاعی ماں، رضاعی بہن، رضاعی بیٹی، رضاعی پھوپھی، رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی، رضاعی بھانجی، بھی حرام ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت فرمادی ہے۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ جب کسی لڑکی یا لڑکے نے ایام رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پی لیا تو وہ عورت ان کی رضاعی ماں بن گئی اور اس عورت کا شوہر ان کا رضاعی باپ بن گیا اور اس عورت کی نسبی اولاد اس کے بہن بھائی بن گئے۔ اور اس عورت کی بہنیں ان کی خالائیں بن گئیں اور اس عورت کا جیٹھ دیوران بچوں کے رضاعی چچا بن گئے اور اس عورت کے شوہر کی بہنیں ان بچوں کی رضاعی پھوپھیاں بن گئیں اور باہم ان سب میں حرمت رضاعت ثابت ہوگئی اور نسب کے رشتے سے جو نکاح آپس میں حرام ہے رضاع کے رشتے سے بھی حرام ہو جاتا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اب یہاں ایک بات یہ بھی جان لینا اور یادرکھنا ضروری ہے کہ حرمت رضاعت اسی زمانہ میں دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے جو بچپن میں دودھ پینے کا زمانہ ہوتا ہے اور تھوڑا سا دودھ پیا ہو یا زیادہ ایک دفعہ پیا ہو یا متعدد دفعہ ہر صورت میں یہ حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے امام ابوحنیفہ نص قرآنی کو مطلق قرار دے کر ایک گھونٹ دودھ کو بھی جو بچہ کے شکم میں اتر جائے باعث حرمت نکاح فرماتے ہیں اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

تیسری قسم: محرمات صہریہ:

یعنی جن عورتوں سے نکاح کی وجہ سے نکاح حرام ہے۔ اس قسم میں پہلے۔

(۱) اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ بتلائی گئیں بیویوں کی مائیں یعنی ساسیں بھی شوہروں پر حرام ہیں یہاں بھی امہات میں تفصیل ہے اور اس میں بیویوں کی نانیاں دادیاں نسبی ہوں یا رضاعی سب داخل ہیں اور جس طرح منکوحہ بیوی کی ماں حرام ہے اسی طرح اس عورت کی ماں بھی حرام ہے جس کے ساتھ زنا کیا ہو یا اس کو شہوت سے چھوا ہو۔

(۲) رَبَآئِبُكُمْ یعنی تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو دوسرے شوہر سے ہوں اور جو اب تمہاری پرورش میں ہوں مگر اس میں ایک قید ہے وہ یہ کہ وہ لڑکیاں دوسرے شوہر کی ان بیبیوں سے ہوں کہ جن کے ساتھ تم نے نکاح کے بعد قربت یعنی ہم بستری بھی کی ہو۔

(۳) حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمْ یعنی بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے اور بیٹے کے عموم میں پوتا، نواسا بھی داخل ہے لہٰذا ان کی بیویوں سے نکاح جائز نہ ہوگا۔ مگر یہاں اَصْلَابِكُمْ کی قید ہے یعنی ان بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں جو تمہاری نسل سے ہوں۔

(۴) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ یعنی دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ وہ حقیقی اور سگی بہنیں ہوں یا سوتیلی باپ شریک یا سوتیلی ماں شریک بہنیں ہوں یا رضاعی ہوں یہ حکم سب کو شامل ہے البتہ ایک بہن کے انتقال کے بعد دوسری بہن سے نکاح جائز ہے۔ آیت کے اخیر میں اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ فرما کر بتلا دیا گیا کہ ایام جاہلیت میں جو کچھ تم سے صادر ہو چکا اس کا مواخذہ نہیں ہوگا یا اب اسلام لانے کے بعد ان احکام کے نازل ہونے سے پہلے جو ہو چکا سو معاف ہے آئندہ ممنوعہ نکاح سے پرہیز کیا جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ آپ نے جو ہمارے لئے حدود مقرر فرمائی ہیں انکے اندر ہمیں رہنا نصیب فرمائیں اور ان سے تجاوز کرنے سے بچائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

وَالْمُحْصَنٰتُ

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ

اور حرام کی گئیں وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر جو کہ تمہاری مملوک ہو جاویں اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے (اور ان عورتوں کے

وَ	الْمُحْصَنٰتُ	مِنَ	النِّسَآءِ	اِلَّا	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ	كِتٰبَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَاُحِلَّ	لَكُمْ
اور	خاوندوالی عورتیں	سے	عورتیں	مگر	جو۔جس	مالک ہوجائیں	تمہارے داہنے ہاتھ	اللہ کا حکم ہے	تم پر	اور حلال کی گئیں	تمہارے لئے

مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ

سوا اور عورتیں) تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں یوں کہ تم اُن کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے نکاح میں لاؤ اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف

مَا وَرَآءَ	ذٰلِكُمْ	اَنْ	تَبْتَغُوْا	بِاَمْوَالِكُمْ	مُّحْصِنِيْنَ	غَيْرَ	مُسٰفِحِيْنَ	فَمَا	اسْتَمْتَعْتُمْ
سوا	اِن کے	کہ	تم چاہو	اپنے مالوں سے	قید (نکاح) میں لانے کو	نہ	ہوس رانی کو	پس جو	تم نفع (لذت) حاصل کرو

بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ

مستی ہی نکالنا نہ ہو پھر جس طریق سے تم ان عورتوں سے متمتع ہوئے ہو سو ان کو ان کے مہر دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں اور مقرر ہوئے بعد بھی

بِهٖ	مِنْهُنَّ	فَاٰتُوْهُنَّ	اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً	وَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	تَرٰضَيْتُمْ	بِهٖ
اس سے	ان میں سے	تو ان کو دو	ان کے مہر مقرر کئے ہوئے	اور نہیں	گناہ	تم پر	اس میں جو	تم باہم رضامند ہوجاؤ	اس سے

مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۲۴

جس پر تم باہم رضامند ہو جاؤ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں

	مِنْۢ بَعْدِ	الْفَرِيْضَةِ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا	
	اس کے بعد	مقرر کیا ہوا	بیشک	اللہ	ہے	جاننے والا	حکمت والا	

دوسرے کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے

گذشتہ آیت میں ان عورتوں کی جن سے نکاح ممنوع ہے کی تین قسمیں بیان ہوئی تھیں۔

اب آگے اس آیت میں ایک چوتھی قسم بیان فرمائی گئی یعنی جو عورتیں کسی کے نکاح میں ہیں اور ان کے خاوند موجود ہیں تو ان سے نکاح حرام ہے جب تک کہ ان کے خاوند نہ مریں یا طلاق نہ دیں اور وفات یا طلاق کی عدت نہ گزر جائے تو دوسروں کو ان سے نکاح درست نہیں۔

دارالحرب سے غنیمت میں آئی ہوئی کافروں کی منکوحہ کا حکم

مگر اس قسم میں سے وہ عورتیں مستثنیٰ ہیں جو کہ شرعاً مسلمانوں کے قبضہ میں مملوکہ باندی ہو کر آ جائیں جس کی صورت یہ ہے کہ مسلمانوں نے دارالحرب کے کافروں سے جہاد کیا اور وہاں سے کچھ عورتیں قید کر کے لے آئے اور ان کے شوہر وہیں دارالحرب میں رہ گئے تو وہ عورت جس مسلمان کو غنیمت میں ملے گی وہ اس کے لئے حلال ہے۔ اگرچہ اس کا شوہر دارالحرب میں زندہ موجود ہو اور اس نے طلاق بھی نہ دی ہو کیونکہ وہ عورتیں غنیمت میں تقسیم ہو جانے کے بعد جب مسلمانوں کی مملوکہ بن گئیں تو ان کا سابق نکاح ختم ہو گیا اور اب وہ غیر منکوحہ ہو گئیں۔ اور مجاہدین کے ملک میں داخل ہو جانے کی وجہ سے پہلا ازدواجی تعلق بالکل ختم ہو گیا البتہ ایسی کافرہ عورت جو دارالحرب سے پکڑی ہوئی آئے اس کے حلال ہونے کے لئے یہ

ضروری ہے کہ ایک حیض گزر جائے اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے۔اس سے پہلے ان سے قربت روا نہیں۔

جن سے نکاح حلال ہے ان سے نکاح کی شرائط

دوسرا حکم یہ ہوا کہ جن محرمات کا ذکر ہوا' ان کی حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہے۔اور ان احکام کو اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے' جس کی پابندی لازم ہے۔

تیسرا حکم یہ ہوا کہ جو محرمات اب تک مذکور ہوئیں ان کے علاوہ دوسری عورتیں حلال ہیں۔ اور ان سے نکاح جائز ہے۔اس میں چچا کی لڑکی' خالہ کی لڑکی پھوپھی زاد ماموں زاد' بہن' ماموں اور چچا کی بیوی ان کی وفات یا طلاق دینے کے بعد' منہ بولے بیٹے کی بیوی جب وہ طلاق دے دے یا وفات پا جائے۔بیوی مر جائے تو اس کی بہن وغیرہ وغیرہ سب جائز صورتیں ہیں۔اور یہ سب حلال کی گئی ہیں مگر مطلقاً نہیں بلکہ بعض شرائط کے ساتھ مثلاً مرد اپنا مال خرچ کر کے ان کو نکاح میں لائے یعنی مہر ہونا نکاح میں ضروری ہے۔اور بیوی بنا کر رکھنا مقصود ہو تا کہ عفت وعصمت حاصل ہو محض مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے کہ وہ صحیح غرض اور نیک مقصد سے خالی ہوتا ہے۔نہ وہاں اولاد حاصل کرنا' نہ نسل اور نسب محفوظ رکھنا نہ اپنے نفس کو حرام سے بچانا کوئی بات ان میں سے مدنظر نہیں ہوتی جبکہ یہ امور نکاح کے اور بیوی بنانے کے اہم مقاصد ہیں۔

چوتھا حکم یہ دیا گیا کہ نکاح ہو جانے کے بعد جب تم عورتوں سے نفع اٹھا چکے اور خلوت ہو چکی تو اب ان کا پورا مہر دینا لازم ہے۔ بدون عورت کے معاف کئے ہوئے کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔

پانچواں حکم یہ دیا گیا کہ اگر زوجین یعنی میاں بیوی مہر مقرر کر لینے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لیں تو یہ جائز ہے اور اس میں کسی کو گناہ نہیں مثلاً عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کچھ معاف کر دے یا مرد اپنی خوشی سے مہر مقررہ سے کچھ زیادہ دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

شریعت کے عائلی قوانین کی اہمیت وفضیلت

میاں بیوی کا چونکہ ایک اہم رشتہ ہے۔انسانی نسل کی بقا اور اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت کا مدار ان دونوں کے باہمی خوشگوار تعلق اور تعاون سے وابستہ ہے لہذا ان کے بارہ میں جو قوانین اور احکام اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان کئے ہیں ان کا جاننا اور سمجھنا اور عمل میں لانا اشد ضروری ہے۔ازدواجی تعلقات کی مضبوطی اور فلاح و بہبود کا باعث اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے اور احکام ہی ہو سکتے ہیں خواہ ان احکام کی علت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ان کو ہر حال میں ماننا لازم ہے۔اس دور کے بہت سے پڑھے لکھے جاہل احکام خداوندی کی علتیں تلاش کرتے ہیں اگر کوئی علت ان کی سمجھ میں نہ آئی تو معاذ اللہ حکم ربی کو نامناسب یا دور حاضر کے تقاضوں کے خلاف کہہ کر ٹال دیتے ہیں ان تمام احکام کے بعد اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا' فرمایا کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کر دیا گیا اور جتلا دیا گیا کہ تم نادان ہو' اللہ جل شانہ دانا ہیں تم نا سمجھ ہو' اللہ تبارک وتعالیٰ حکیم ہیں۔اس لئے جو احکام اللہ تعالیٰ نے مشروع فرما دئے اسی کی متابعت میں تمہارے لئے خیر و برکت ہے اور اس کی مخالفت میں سراسر خسران وحرمان ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے خصوصاً ازدواجی زندگی میں جملہ حقوق اور قوانین الہیہ کی پابندی نصیب فرمائیں اور ہماری ازدواجی زندگی کو صلاح وفلاح دارین کا ذریعہ بنائیں۔اے اللہ آپ کے احکام وقوانین جو سراسر حکمت ومصلحت پر مبنی ہیں ان کا ہمیں اتباع نصیب فرما' اور خلاف ورزی سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔یا اللہ آپ نے ازدواجی زندگی کا جو مقصد رکھا ہے اس مقصد کو پورا کرنے کی ہم کو توفیق کاملہ نصیب فرما۔یا اللہ آپ نے مہر کی جو اہمیت رکھی ہے اور اس کے جو احکام وقوانین مقرر فرمائے ہیں ان کی ہم کو کامل پابندی نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور جو شخص تم میں پوری مقدرت اور گنجائش نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی تو وہ اپنے آپس کی مسلمان لونڈیوں سے

وَمَنْ	لَمْ يَسْتَطِعْ	مِنْكُمْ	طَوْلًا	اَنْ يَّنْكِحَ	الْمُحْصَنٰتِ	الْمُؤْمِنٰتِ	فَمِنْ	مَا	مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ
اور جو	نہ طاقت رکھے	تم میں سے	مقدور	کہ نکاح کرے	بیبیاں	مومن (جمع)	تو ۔ سے	جو	تمہارے ہاتھ مالک ہوجائیں

مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ

جو کہ تم لوگوں کی مملوکہ ہیں نکاح کرلے اور تمہارے ایمان کی پوری حالت اللہ ہی کو معلوم ہے تم سب آپس میں ایک دوسرے کی جنس سے ہو

مِنْ	فَتَيٰتِكُمُ	الْمُؤْمِنٰتِ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِاِيْمَانِكُمْ	بَعْضُكُمْ	مِّنْ	بَعْضٍ	فَانْكِحُوْهُنَّ	بِاِذْنِ
سے	تمہاری کنیزیں	مومن۔ مسلمان	اور اللہ	خوب جانتا ہے	تمہارے ایمان کو	تمہارے بعض	سے	بعض	سو ان سے نکاح کرو تم	اجازت سے

اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ

سو اُن سے نکاح کرلیا کرو اُن کے مالکوں کی اجازت سے اور اُن کو اُن کے مہر قاعدہ کے موافق دے دیا کرو اس طور پر کہ وہ منکوحہ بنائی جاویں

اَهْلِهِنَّ	وَاٰتُوْهُنَّ	اُجُوْرَهُنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	مُحْصَنٰتٍ	غَيْرَ	مُسٰفِحٰتٍ	وَّلَا	مُتَّخِذٰتِ
ان کے مالک	اور ان کو دو	ان کے مہر	دستور کے مطابق	قید (نکاح میں آنے والیاں)	نہ کہ	مستی نکالنے والیاں	اور نہ	آشنائی کرنے والیاں

اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ

نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں پھر جب وہ لونڈیاں منکوحہ بنالی جاویں، پھر اگر وہ بڑی بے حیائی کا کام کریں تو

اَخْدَانٍ	فَاِذَآ	اُحْصِنَّ	فَاِنْ	اَتَيْنَ	بِفَاحِشَةٍ	فَعَلَيْهِنَّ	نِصْفُ	مَا	عَلَى	الْمُحْصَنٰتِ
چوری چھپے	پس جب	نکاح میں آجائیں	پھر اگر	وہ کریں	بے حیائی	تو ان پر	نصف	جو	پر	آزاد عورتیں

مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۲۵

اُن پر اس سزا سے نصف سزا ہوگی جو کہ آزاد عورتوں پر ہوتی ہے یہ اس شخص کے لئے ہے جو تم میں زنا کا اندیشہ رکھتا ہو اور تمہارا ضبط کرنا زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں

مِنَ	الْعَذَابِ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	خَشِيَ	الْعَنَتَ	مِنْكُمْ	وَاَنْ	تَصْبِرُوْا	خَيْرٌ	لَّكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
سے	عذاب (سزا)	یہ	اس کے لئے جو	ڈرا	تکلیف (زنا)	تم میں سے	اور اگر	تم صبر کرو	بہتر	تمہارے لئے	اور اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

گذشتہ آیات سے آزاد عورتوں سے نکاح کے متعلق احکام بیان ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اور چونکہ آزاد عورتوں سے نکاح کرنے میں مصارف زیادہ ہوتے ہیں۔ اور مہر بھی زائد دینا پڑتا ہے اس لئے ہر شخص کے واسطے آزاد عورتوں سے نکاح کرنا آسان نہیں اور مجرد رہنا بھی مصلحت کے خلاف ہے۔ خطرہ سے خالی نہیں بنا بریں اس آیت میں پاکدامن مسلمان شرعی باندیوں سے نکاح کا حکم بیان فرمایا جاتا ہے۔

غلام یا باندی کی تعریف

یہاں آیات میں جو لونڈی' باندی یا کنیز کا ذکر آیا ہے ان سے شرعی غلام و کنیز مراد ہیں جو بوقت نزول قرآن عرب اور دنیا کے بیشتر ممالک میں موجود تھے۔ یا جو اسلامی جہاد کے موقع پر کافر مرد و عورت قید کرلئے

جاتے تھے اور امیر المومنین ان کو مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیتے تھے۔ قیدی غلام باندی بن جاتے تھے ان میں بعض تو اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لیتے اور بعض اپنے قدیم دین پر قائم رہتے۔ لیکن اب تمام دنیا سے شرعی غلام و باندی معدوم ہو گئے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں گھروں میں نوکر چاکر اور کام کرنے والی نوکرانیاں غلام باندی نہیں ہیں بلکہ یہ سب آزاد ہیں۔ بعض علاقوں میں جو بچوں کو اغوا کر کے لے بھاگتے ہیں اور ان کو لے جا کر کہیں بیچ دیتے ہیں اور غلام یا نوکر بنا لیتے ہیں یہ سراسر حرام ہے اور ایسا کرنے سے وہ شرعی غلام و باندی نہیں بن جاتے۔

باندی سے نکاح کی اجازت اور شرائط

یہاں اس آیت میں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ جن کو آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی قدرت نہ ہو یا اس کا سامان میسر نہ ہو تو وہ مومن باندیوں سے نکاح کر سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو آزاد عورت ہی سے نکاح کرنا چاہئے اور اگر مجبوراً کرنا ہی ہو تو مومن باندی سے کریں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ باندی سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ اس شخص کی غلام ہوتی ہے جو اس باندی کا مالک اور آقا ہے تو اولاد کو غلامی سے بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بچوں کی ماں آزاد ہو مگر زنا کا اندیشہ اور اس کا گناہ سخت ہے اس لئے جس کو مجرد رہنے کی بناء پر زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو اس کے لئے بہتر ہے کہ باندی ہی سے نکاح کر لے اور اس نکاح کو قابل نفرت اور حقارت نہ سمجھے۔ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ بوجہ فضیلت ایمان، اسلام اور اعمال صالحہ پر ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ کنیز ایمان اور اعمال صالحہ میں آزاد مرد اور عورت سے بڑھ کر ہو دوسرے یہ کہ حسب نسب کی ظاہری کمتری پر بھی نظر نہ ہونی چاہئے کہ آزاد اور غلام سب ایک ہی جنس بنی آدم سے تعلق رکھتے ہیں اور سب ایک ہی نفس سے پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی ذریت ہیں۔ پھر ایسے نکاح کی شرائط بتلائی گئیں کہ باندیوں سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو اگر وہ اجازت نہ دیں تو باندیوں کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ باندی کو خود اپنے نفس پر ولایت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ آزاد عورت کو اپنے نکاح کا اختیار ہوتا ہے۔ پھر دوسری شرط یہ فرمائی کہ باندیوں سے نکاح میں بھی جو مہر رکھو وہ خوبی کے ساتھ باندی کے مالک کو پورا ادا کرو یہ نہیں کہ باندی سمجھ کر ٹال مٹول کر دو یا پورا ادا نہ کرو پھر تیسری شرط یہ فرمائی کہ ایسا نکاح اسی لونڈی اور باندی سے کرو جو عفیفہ اور پاک دامن ہو اور بدکار اور زنا کار یا خفیہ کسی سے آشنائی رکھنے والی نہ ہو

شادی شدہ باندی سے اگر زنا سرزد ہو تو اس کی سزا

جب ایسی باندی سے نکاح ہو جائے اور اس کے پاک دامن رہنے کا انتظام ہو گیا تو اب اگر وہ زنا کر بیٹھے تو پھر اس کو اس سزا سے آدھی سزا ملے گی جو آزاد عورتوں کے لئے مقرر ہے۔ اس سے غیر شادی شدہ آزاد عورتیں مراد ہیں کہ جن کی سزا اگر ان سے زنا کا صدور ہو جائے تو سو درے ہیں یعنی اگر باندی سے ایسی حرکت زنا کی سرزد ہو جائے تو پھر اس کو نصف سزا یعنی ۵۰ درے مارے جانے کی سزا دی جائے گی۔

باندی سے نکاح کی اجازت کس کیلئے ہے

اخیر میں یہ بتلایا گیا کہ یہ باندیوں سے نکاح کی اجازت اسی شخص کے لئے ہے کہ جس کو یہ خطرہ اور ڈر ہو کہ اگر میں نکاح نہیں کروں گا تو زنا میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ اور اگر کوئی ضبط و صبر کر کے نفس پر قابو رکھے تو باندیوں کے نکاح سے بچا رہنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس طرح باندی سے جو اولاد ہوگی وہ آزاد نہ ہوگی بلکہ دوسرے کی غلام اور مملوکہ ہوگی اور بیوی کنیز ہونے کی وجہ سے مستقلاً تمہاری خدمت میں نہیں رہ سکتی بلکہ مالک کی حکم برداری بھی کرے گی لہٰذا بہتر یہی ہے کہ باندیوں کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے لیکن اگر بدرجہ مجبوری باندی سے نکاح کر لیا گیا تو مضائقہ نہیں اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں کہ بدرجہ مجبوری تم کو باندیوں سے نکاح کی اجازت دی اور تمہاری کوتاہی سے درگزر فرمایا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے احکام کی اطاعت کا نصیب فرمائیں۔ اور ان کی خلاف ورزی سے کامل طور پر بچائیں۔

اے اللہ ہمیں دین کی وہ سچی محبت اور عظمت عطا فرما دے کہ جو ہمارے دلوں میں غیروں کی تقلید سے نفرت بیٹھ جائے اور ہر معاملہ میں ہم کو شریعت اسلامیہ کا اتباع نصیب ہو جائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے تمہاری مصلحت کے احکام بیان کر دے اور تم سے پہلے لوگوں کے احوال تم کو بتلا دے اور تم پر توجہ فرما دے اور اللہ تعالیٰ

يُرِيدُ	اللَّهُ	لِيُبَيِّنَ	لَكُمْ	وَيَهْدِيَكُمْ	سُنَنَ	الَّذِينَ	مِن قَبْلِكُمْ	وَيَتُوبَ	عَلَيْكُمْ	وَاللَّهُ
چاہتا ہے	اللہ	تاکہ بیان کر دے	تمہارے لئے	اور تمہیں ہدایت دے	طریقے	وہ جو کہ	تم سے پہلے	اور توجہ کرے	تم پر	اور اللہ

عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ

بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تو تمہارے حال پر توجہ فرمانا منظور ہے اور جو لوگ شہوت پرست ہیں وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم

عَلِيمٌ	حَكِيمٌ	وَاللَّهُ	يُرِيدُ	أَن	يَتُوبَ	عَلَيْكُمْ	وَيُرِيدُ	الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ	الشَّهَوَاتِ
جاننے والے	حکمت والا	اور اللہ	چاہتا ہے	کہ	توجہ کرے	تم پر	اور چاہتے ہیں	جو لوگ پیروی کرتے ہیں	خواہشات

أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾

بڑی بھاری کجی میں پڑ جاؤ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ تخفیف منظور ہے اور آدمی کمزور پیدا کیا گیا ہے

أَن	تَمِيلُوا	مَيْلًا	عَظِيمًا	يُرِيدُ	اللَّهُ	أَن	يُخَفِّفَ	عَنكُمْ	وَخُلِقَ	الْإِنسَانُ	ضَعِيفًا
کہ	پھر جاؤ	پھر جانا	بہت عظیم	چاہتا ہے	اللہ	کہ	ہلکا کر دے	تم سے	اور پیدا کیا گیا	انسان	کمزور

انسانی نفس کی کمزوری

انسان زندگی کے ایک نہایت اہم باب یعنی رشتہ ازدواج کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات و رکوعات میں مختلف احکام انسانوں کی ہدایات کے لئے ارشاد فرمائے۔

انسان کو اپنی بعض کمزوریوں اور نفسانی خواہشات و اغراض کے باعث ان احکام الٰہیہ کی اطاعت اور پابندی ناگوار ہوتی ہے اور ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان آیات میں جملہ مذکورہ احکام و قوانین الٰہیہ کی پابندی پر اور زیادہ زور دیا گیا اور تنبیہ و تاکید کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی گئی اور ان کی مخالفت سے روکا گیا اور سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جو احکام بندوں کے لئے مقرر فرماتے ہیں۔ اس میں بڑی مصلحت و حکمت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو ایسی ہی باتوں کا حکم دیتے ہیں جو انسانوں کے لئے سراسر نافع ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے تمام حالات کا پورا علم ہے اس لئے اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت توجہ اور مغفرت بندہ کو نصیب ہو اور اگر اس کے احکامات کی اطاعت نہ کی گئی تو اس کا نتیجہ گمراہی ہدایت سے محرومی اور سراسر نقصان و خسارہ ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی واضح فرما دیا کہ انسان کی کمزوریوں کو وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ کہاں تک اپنی خواہشات مرغوبات اور شہوات سے صبر کر سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام احکام میں انسان کے ضعف کو ملحوظ رکھا اور شریعت میں کوئی دشواری اور تنگی نہیں فرمائی اور سخت اور دشوار احکام کا اس کو مکلف نہیں بنایا اور اس کو طبعی خواہش پوری کرنے کے جائز طریقے بتلا دئے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت

چنانچہ اس وقت جو تین آیات تلاوت کی گئی ہیں ان میں پہلی آیات میں ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ جو انبیاء اور صالحین تم سے پہلے گزرے ہیں تم ان کی راہ پر چلو اور ان کی تقلید کرو اور تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر خاص عنایت و رحمت مبذول فرمائے اور وہ عنایت و رحمت یہی ہے کہ تم کو تمہارے حال پر نہ چھوڑے بلکہ

تمہارے لئے ایسے احکام بیان فرمادے جن میں تمہارے لئے دین و دنیا کی مصلحتیں ہوں اور اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہیں وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جو حکم دیتے ہیں اس میں حکمت و مصلحت ہے۔ آگے دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

شہوت پرستوں سے بچو

اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم پر متوجہ ہوں۔ اور ان شہوت پرستوں کی خواہش یہ ہے کہ تم راہ حق سے بہت دور ہٹ جاؤ اور ان ہی کے ہم رنگ بن جاؤ یعنی تم شہوت پرستوں کی طرف التفات نہ کرنا اور احکام خداوندی پر چلنا اسی میں تمہارا نفع ہے۔

مفسرین نے یہاں تک آیات میں شہوت پرستوں سے مختلف مراد لی ہے بعض نے یہود و نصاریٰ مراد لئے ہیں بعض نے فساق فجار زانی مراد لئے ہیں بعض نے مجوس مشرکین مراد لئے ہیں مجوسیوں کے نزدیک بہنوں اور بھتیجیوں سے نکاح حلال ہے۔ یہود اپنی سوتیلی بہنوں اور بھتیجیوں بھانجیوں کو حلال جانتے ہیں غرضیکہ اس آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ یہ اصحاب مذاہب باطلہ اور متبع شہوات کہ جن کے نزدیک حرام حلال کوئی چیز نہیں اور جو اپنی نفسانی خواہشات کے تابع اور پیرو ہیں وہ تم کو بھی راہ حق سے ہٹا کر اپنے باطل خیالات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تم ان سے ہوشیار رہنا تم خدا کے حکموں پر چلو اور ان کی بات کی طرف التفات نہ کرو۔ آگے تیسری آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام احکام میں انسان کے ضعف کو ملحوظ رکھا ہے اور سخت اور دشوار احکام کا اس کو مکلف نہیں بنایا۔

احکام الٰہی میں انسانی طبیعت کی رعایت

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ انسان اپنی مرغوبات اور خواہشات میں کہاں تک صبر کرسکتا ہے اس لئے اس کی خواہش پورا کرنے کے لئے اس کو جائز طریقے بتلا دئے۔ یہ نہیں کہ اس کو اقتضائے شہوت سے بالکل ہی روک دیا گیا ہو اگر آزاد عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ ہو تو شرعی باندیوں سے ضرورۃً نکاح کی اجازت دیدی مہر کے بارہ میں طرفین کو باہمی رضامندی سے طے کرنے کا اختیار دیا اور باہمی مقرر شدہ مہر میں کمی بیشی اگر طرفین بخوشی منظور کر لیں تو اس کی بھی اجازت دی ضرورت کے وقت ایک سے زائد عورت سے بھی نکاح کی اجازت دی گئی بشرطیکہ عدل وانصاف ہاتھ سے نہ چھوٹے' الغرض نکاح اور عورتوں کے بارہ میں جس قدر احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دئے گئے ہیں ان میں کوئی دشواری اور تنگی نہیں اور ان کی پابندی نہایت ضروری اور مفید ہے اور ان کے خلاف میں سرتاپا خرابی ہی خرابی ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں اور خصوصاً ازدواجی مسائل کی جو حدود و قیود شریعت اسلامیہ نے رکھی ہیں ان کی کامل اطاعت ہم کو نصیب فرمائیں۔ اے اللہ آپ نے جو احکام ہر بندوں کو عطا فرمائے ہیں بے شک اسی کی اتباع میں ہمارے دین و دنیا کی صلاح و فلاح ہے۔ اے اللہ ہم کو اپنے جملہ احکام کا کامل اتباع نصیب فرما۔ اور اے اللہ ہماری بشری کمزوریوں سے ہم سے جو تقصیرات سرزد ہوگئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما' اور صراط مستقیم پر قائم رہنے میں ہماری مدد فرما۔ یا اللہ آپ کے صالحین و مقبولین جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کی تقلید اور پیروی ہم کو نصیب فرما۔ یا اللہ یہود و نصاریٰ' مجوس مشرک اور فساق فجار جو اپنی نفسانی خواہشات کے تابع اور پیرو ہیں ان کی طرف التفات کرنے سے ہمیں بچانا' یا اللہ آپ نے ہمارے فطری ضعف اور کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارے لئے جو احکام اور قوانین مقرر فرمائے ہیں یہ آپ کا کرم و رحم ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنے احکام کی اطاعت کاملہ نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرما (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو

يَا أَيُّهَا	الَّذِينَ آمَنُوا	لَا تَأْكُلُوا	أَمْوَالَكُمْ	بَيْنَكُمْ	بِالْبَاطِلِ	إِلَّا	أَنْ تَكُونَ	تِجَارَةً
اے	جو لوگ ایمان لائے (مومن)	نہ کھاؤ	اپنے مال	آپس میں	ناحق	مگر	یہ کہ ہو	کوئی تجارت

عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَفْعَلْ

جو باہمی رضامندی سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں اور جو شخص ایسا فعل کرے گا

عَنْ تَرَاضٍ	مِنْكُمْ	وَلَا تَقْتُلُوا	أَنْفُسَكُمْ	إِنَّ	اللَّهَ	كَانَ	بِكُمْ	رَحِيمًا	وَمَنْ	يَفْعَلْ
آپس کی خوشی سے	تم سے	اور نہ قتل کرو	اپنے نفس (ایکدوسرے)	بیشک	اللہ	ہے	تم پر	بہت مہربان	اور جو	کرے گا

ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾

اس طور پر کہ حد گذر جاوے اور اس طور پر کہ ظلم کرے تو ہم عنقریب اُس کو آگ میں داخل کرینگے اور یہ امر خدا تعالیٰ کو آسان ہے جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے

ذَٰلِكَ	عُدْوَانًا	وَظُلْمًا	فَسَوْفَ	نُصْلِيهِ	نَارًا	وَكَانَ	ذَٰلِكَ	عَلَى	اللَّهِ	يَسِيرًا
یہ	سرکشی (زور)	اور ظلم سے	پس عنقریب	اس کو ڈالیں گے	آگ	اور ہے	یہ	پر	اللہ	آسان

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾

اُن میں جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم اُن سے بچتے رہو تو ہم تمہاری خفیف برائیاں تم سے دور فرما دینگے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کردیں گے

إِنْ	تَجْتَنِبُوا	كَبَائِرَ	مَا تُنْهَوْنَ	عَنْهُ	نُكَفِّرْ	عَنْكُمْ	سَيِّئَاتِكُمْ	وَنُدْخِلْكُمْ	مُدْخَلًا	كَرِيمًا
اگر	تم بچتے رہو	بڑے گناہ	جو منع کئے گئے	اس سے	ہم دور کریں گے	تم سے	تمہارے چھوٹے گناہ	اور ہم تمہیں داخل کردیں گے	مقام	عزت

ناجائز طریقہ سے کسی کا مال نہ لو

"اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ"

یعنی ناجائز طریقہ سے ایک دوسرے کا مال کھالینا یا ناحق طور پر کسی دوسرے کے مال میں تصرف کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔

اب اس میں چوری' جھوٹ' فریب دغا بازی' خیانت' رشوت' سود خوری' لوٹ مار' لاٹری' سٹہ وغیرہ وغیرہ ناجائز امور آ گئے اور ان سب طریقوں سے مال حاصل کرنے کی ممانعت ہوگئی۔ اور کسی کے مال میں ناحق و ناجائز طریقوں سے تصرف کرنا حرام قرار دیا گیا لیکن جائز طریقوں کو اس حرمت سے مستثنیٰ فرما دیا اور ارشاد فرمایا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ یعنی دوسروں کا وہ مال حرام نہیں جو بذریعہ تجارت باہمی رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو یعنی اگر باہمی رضامندی سے خرید و فروخت سوداگری یا تجارت کرو کسی کاروبار میں شامل ہو کر مال حاصل کرو تو اس مال کا حاصل کرنا ناجائز نہیں' اب یہ باہمی رضامندی خواہ قول ہو یا فعل یا رواجی' غرضیکہ ناجائز ذرائع سے پرایا مال حاصل نہ کرنے کا حکم اور فریقین کی رضامندی سے تجارت سوداگری اور خرید و فروخت کرنے کی اجازت دی گئی لیکن یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ یہ اجازت تجارت اور خرید و فروخت کی صرف انہی صورتوں کو جائز ٹھہراتی ہے جن کا جواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے اور جو تجارت اور بیع و شرا کی شرعاً جائز

صورتیں ہیں وہی اس اجازت میں داخل ہیں۔ اور جہاں تجارت کے نام پر جوا' سٹہ' ربا' قمار اور سود کا معاملہ ہو وہ حقیقت کے لحاظ سے تجارت ہی نہیں بلکہ ایک قسم کا دھوکہ اور فریب ہے اور اس طرح تجارت اور بیع و شرا کی جتنی ناجائز صورتیں ہیں سب اس اجازت سے خارج ہیں۔

انسانی زندگی کا تحفظ

اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو یعنی کسی مسلمان کا خون ناحق بہانا اور بلاوجہ قتل کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ اس جملہ میں جانی حقوق کی حفاظت کا حکم آ گیا حاصل مطلب یہ نکلا کہ نہ کسی کا مال دھوکہ فریب جبر ظلم سے حاصل کرو نہ کسی کی بلاقصور جان لینے کی کوشش کرو بلکہ ایک کا مال دوسرے کی نظر میں ویسا ہی محترم ہونا چاہئے جس طرح اپنا مال ہوتا ہے اور دوسرے کی جان بھی ایسی ہی پیاری ہونی چاہئے۔ جیسے اپنی ہوتی ہے۔ آگے ان اللہ کان بکم رحیما' فرمایا کہ جتلا دیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں کہ جان مال کا احترام تم پر واجب کر دیا اور بلاوجہ کسی کے مال و جان میں تصرف کرنے سے منع فرما دیا اور تم پر ایسے احکام بھیجے جن میں سراسر تمہارے لئے بہبودی اور خیر ہی خیر ہے۔

کسی کے مال و جان میں ظلم کرنے والے کا انجام

اور جو شخص ایسا فعل کرے گا اس طور پر کہ حد شرع سے گزر جائے اور اس طور پر کہ قصداً ظلم کرے تو ہم عنقریب یعنی بعد الموت اس کو جہنم کی آگ میں داخل کریں گے۔

یعنی جو شخص کسی کے مال اور جان پر چیرہ دستی کرے گا اور ناحق کسی کا مال مارے گا یا جان لے گا تو اس کو اس کی سزا میں جہنم میں داخل کیا جائے گا اور وہاں کسی کی دولت ناجائز جمع کیا ہوا مال اور ناجائز حاصل کی ہوئی وجاہت و حکومت کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا' یہ بات اللہ تعالیٰ کو بالکل آسان ہے یعنی جہنم میں داخل کرنا اور بداعمالیوں کی سزا دینا کچھ دشوار نہیں اللہ تعالیٰ کو اس میں کچھ اہتمام کی حاجت نہیں جس میں اس احتمال کی گنجائش ہو کہ شاید کسی وقت اہتمام اور سامان جمع نہ ہوا تو سزا ٹل جائے گی۔

احکام الٰہی کی خلاف ورزی سے بچنے والوں کیلئے انعام

آخری آیت سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں کچھ کبیرہ یعنی بڑے گناہ کچھ صغیرہ یعنی چھوٹے گناہ تو یہاں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہمت کر کے کبیرہ گناہوں سے دور رہے تو اس کے صغیرہ گناہوں کو وہ خود معاف فرما دیں گے اور کبیرہ گناہوں سے بچنے میں یہ بھی داخل ہے کہ تمام فرائض و واجبات کو ادا کرے کیونکہ فرض و واجب کو ترک کرنا خود ایک کبیرہ گناہ ہے تو یہاں جو یہ فرمایا گیا کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے پر خفیف برائیاں یعنی چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

اول حالت جو اس آیات میں مراد ہے وہ یہ ہے کہ گناہ صغیرہ تو سرزد ہو گیا لیکن ساتھ ہی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا اور پابندی سے طاعات ضروریہ بھی بجالاتا رہا تو اس صورت میں وعدہ کیا جا رہا ہے کہ صغائر معاف کر دئے جائیں گے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ طاعت ضروریہ کا تو پابند ہو مگر کبیرہ گناہ سے نہیں بچتا'

تیسری حالت یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے تو بچتا ہے مگر طاعات واجبہ بجا نہیں لاتا تو ان دونوں صورت میں ایک ایک شرط کی کمی ہے۔ اس لئے دوسری اور تیسری صورت میں تکفیر صغائر کا وعدہ نہیں اور یوں فضل و کرم کی بات دوسری ہے وہ خود کبیرہ کے ساتھ بھی متعلق ہو سکتی ہے اور چونکہ ان صورتوں میں وعدہ معافی نہیں اس لئے آخرت میں احتمال مواخذہ رہے گا۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ

یہاں آیات میں کبائر کا لفظ آیا ہے اس لئے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ گناہ کبیرہ کسے کہتے ہیں اور اس کے مقابل صغیرہ گناہ کی کیا تعریف ہے کبیرہ گناہ کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن سب سے زیادہ صحیح اور جامع قول یہ ہے کہ گناہ کبیرہ وہ ہے کہ جس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن و حدیث میں کوئی شرعی حد یعنی سزا

دنیا میں مقرر کی ہے یا اس کے مرتکب پر لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یا آخرت میں جس پر جہنم اور عذاب عظیم کی وعید آئی ہے وہ سب کبیرہ ہیں اور صغیرہ وہ ہے کہ جس سے منع تو فرمایا گیا مگر اس پر غضب ولعنت وغیرہ امور کو نہیں فرمایا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے گناہوں کے ارتکاب میں غفلت یا سستی برتی جائے اور انکو معمول سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ بلکہ صغیرہ گناہ کو بے پرواہی اور بے باکی کے ساتھ کیا جائے یا اس پر مداومت کی جائے تو وہ بھی کبیرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

کبیرہ گناہ تو بغیر سچی توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور صغیرہ گناہوں کا کفارہ اعمال صالحہ سے ہوتا رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص نماز کے لئے وضو کرتا ہے تو ہر عضو کے دھونے کے ساتھ ساتھ گناہوں کا کفارہ ہو گیا چہرہ دھویا تو آنکھ کان ناک کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا کلی کرلی تو زبان کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا پاؤں دھوئے تو پاؤں کے گناہ دھل گئے پھر جب وہ مسجد کی طرف چلتا ہے تو ہر ہر قدم پر گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

کبیرہ گناہوں کی فہرست

قرآن وحدیث کی رو سے فقہانے جو گناہ کبیرہ جمع کیے ہیں بعضے بڑے بڑے ان میں سے یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا' ناحق خون کرنا' زنا کرنا' یتیموں کا مال کھانا ماں باپ کو ستانا لڑکیوں کو میراث کا حصہ نہ دینا' کسی پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا ظلم کرنا' امانت میں خیانت کرنا' خدا کی رحمت سے ناامید ہونا' خدا کا مقرر کردہ کوئی فرض مثل نماز روزہ حج زکوۃ چھوڑ دینا' قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینا' جھوٹ بولنا خصوصاً جھوٹی قسم کھانا اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا سود لینا جوا کھیلنا راگ باجا سننا' ناچ دیکھنا' کافروں کی رسمیں پسند کرنا' ہجرت کے بعد کفرستان میں آ کر بسنا' اناج کی گرانی سے خوش ہونا' جہاد سے بھاگنا' وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانا جادو کرنا' اپنی ضرورت سے زائد پانی کو حاجت مندوں سے روک رکھنا جھوٹی گواہی دینا چھوٹے گناہوں پر اصرار اور ان کو چھوڑنے کی بجائے برابر کرتے رہنا' شراب پینا' چوری کرنا' غصب' تہمت' قطع رحمی' ناپ تول میں خیانت کرنا' رشوت لینا' میاں بیوی میں ناچاقی کرا دینا' سور کا گوشت کھانا مردار کھانا' یہ سب گناہ احادیث میں تصریحاً گناہ کبیرہ فرمائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں الغرض جو لوگ بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بھول چوک سے چھوٹے گناہوں کی نوبت آ جاتی ہے تو کبائر سے بچنے پر صغائر کی معافی کا وعدہ ہے بلکہ مزید بشارت ہے کہ وَّنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ہم تم کو ایک معزز جگہ یعنی بہشت میں داخل کر دیں گے اللہ تعالیٰ اس معزز جگہ داخل ہونا ہم سب کو بھی نصیب فرمائیں۔ آمین

دعا کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو ناجائز طریقہ سے مال حاصل کرنے کے گناہ سے بچائیں۔ اور جائز اور مشروع طریقوں سے ہم کو اکل حلال نصیب فرمائیں۔

یا اللہ دوسروں کے جان مال کے حقوق کی پابندی اور ان کا احترام ہم کو نصیب فرما اور ہم کو کسی کے جان مال میں بے جا تصرف سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔

اے اللہ ہمیں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور جو گذشتہ میں ہم سے گناہ سرزد ہو گئے ان پر ہم کو سچی توبہ کی توفیق رحمت فرما اور ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور ہم کو اپنے عزت والے گھر میں ہمیشہ کے لئے داخلہ نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ

اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے مردوں کے لئے اُن کے اعمال کا حصہ ثابت ہے

وَلَا	تَتَمَنَّوْا	مَا فَضَّلَ	اللّٰهُ	بِهٖ	بَعْضَكُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	لِلرِّجَالِ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	اكْتَسَبُوْا
اور نہ	آرزو کرو	جو بڑائی	اللہ	اس سے	تم میں سے بعض	پر	بعض	مردوں کے لئے	حصہ	اس سے جو	انہوں نے کمایا

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اور عورتوں کے لئے اُن کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کی درخواست کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

وَلِلنِّسَآءِ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	اكْتَسَبْنَ	وَسْئَلُوا	اللّٰهَ	مِنْ فَضْلِهٖ	اِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ
اور عورتوں کیلئے	حصہ	اس سے جو	انہوں نے کمایا	اور سوال کرو	اللہ	اس کے فضل سے	بیشک اللہ	ہے	ہر	چیز

عَلِيْمًا ﴿٣٢﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ جاویں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں، اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں

عَلِيْمًا	وَلِكُلٍّ	جَعَلْنَا	مَوَالِيَ	مِمَّا	تَرَكَ	الْوَالِدٰنِ	وَالْاَقْرَبُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	عَقَدَتْ	اَيْمَانُكُمْ
جاننے والا	اور ہر ایک کیلئے	ہم نے مقرر کئے	وارث	اس سے جو	چھوڑ مریں	والدین	اور قرابت دار	اور وہ جو کہ	باندھ چکا	تمہارا عہد

فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿٣٣﴾

اُن کو اُن کا حصہ دے دو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں

فَاٰتُوْهُمْ	نَصِيْبَهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	شَهِيْدًا
تو ان کو دے دو	ان کا حصہ	بیشک	اللہ	ہے	اوپر	ہر چیز	گواہ (مطلع)

شانِ نزول: ان آیات کے شان نزول کے متعلق روایت ہے کہ ازواج مطہرات میں سے ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور اظہار تمنا عرض کیا کہ کاش ہم مرد ہوتے تو ہمیں بھی مردوں کی طرح دگنا حصہ ملتا اور دوسرے احکام میں بھی ان کے دوش بدوش ہوتے کہ فلاں فلاں فرق ہم میں اور مردوں میں ہے۔ دوسری روایت میں سبب نزول یہ بھی ہے کہ ایک صحابیہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرد کو میراث میں دوہرا حصہ ملتا ہے اور عورت کی شہادت بھی مرد سے آدھی ہے کیا اسی طرح اور عبادات اور اعمال میں ہم کو ثواب بھی نصف ہی ملے گا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جس میں دونوں کا جواب ہے یعنی حضرت ام سلمہؓ کے قول کا اور ان صحابیہ کے بھی سوال کا چنانچہ پہلے ارشاد ہوا وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو مثلاً (مردوں کو) بعضوں پر مثلاً (عورتوں پر) فوقیت بخشی ہے جیسے میراث میں مردوں کا دوہرا حصہ ہونا یا ان کی شہادت کا کامل ہونا وغیرہ ذالک مطلب یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کسی امر میں فضیلت اور برتری عطا فرمائے اور اسے اس میں ممتاز کر دے تو اس کی ہوس دوسرا نہ کرے کیونکہ اس سے پھر حرص اور باہمی حسد و بغض پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت کی مخالفت بھی ظاہر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

دوسروں کا مال ومتاع دیکھ کر حرص نہ کرو

اس جملہ میں سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بہ تقاضائے حکمت و مصلحت جو کمالات و فضائل لوگوں میں تقسیم فرمائے ہیں کسی کو کوئی وصف دیدیا' کسی کو کوئی' کسی کو کم کسی کو زیادہ' اس میں ہر شخص کو اپنی قسمت پر راضی ہو خوش رہنا چاہئے دوسرے کے فضائل وکمالات کی تمنا میں نہ پڑنا چاہئے کہ اس کا نتیجہ اپنے لئے رنج وغم اور حسد کے گناہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا جس کو حق تعالیٰ نے مرد بنا دیا وہ اس پر شکر ادا کرے جس کو عورت بنا دیا وہ اس پر راضی رہے اور سمجھے کہ اگر میں مرد ہو جاتی تو شاید مردوں کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکتی اور گناہ گار ہو جاتی جس کو اللہ تعالیٰ نے خوب صورت پیدا کیا وہ اس پر شکر گزار ہو کہ اس کو یہ نعمت ملی اور جو بدصورت ہے وہ بھی رنجیدہ نہ ہو اور سمجھے کہ میرے لئے اسی میں کوئی خیر مقدر ہوگی اگر مجھے حسن وجمال ملتا تو شاید کسی فتنہ اور خرابی میں مبتلا ہو جاتا اسی طرح جو شخص نسب کے اعتبار سے سید ہیں وہ اس پر شکر کرے کہ یہ نسبت اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے اور جس کو یہ نسبت حاصل نہیں وہ اس فکر میں نہ پڑے اور اس کی تمنا بھی نہ کرے کیونکہ یہ چیز غیر اختیاری ہے اپنی کسی کوشش سے حاصل ہونے والی نہیں تو اس کی تمنا سے بجز رنج وغم کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بجائے نسب پر افسوس کرنے کے اعمال کی فکر میں زیادہ پڑے ایسا کرنے سے وہ بڑے نسب والوں سے بھی بڑھ سکتا ہے۔

علمی واخلاقی کمال میں مسابقت وجدوجہد

بعض آیات قرآنی اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسابقت فی الخیرات یعنی نیک کاموں میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش وسعی کا حکم یا دوسروں کے فضائل وکمالات کو دیکھ کر ان کی تحصیل کے لئے سعی وعمل اور جدوجہد کی ترغیب آئی ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ وہ ترغیب ان اعمال وافعال سے متعلق ہے جو انسان کے اختیار میں ہیں اور کسب وجدوجہد سے حاصل ہو سکتے ہیں مثلاً علمی فضائل اور عملی اخلاقی کمالات کسی کے دیکھ کر ان کے حاصل کرنے کی جدوجہد یہ تو مستحسن اور پسندیدہ عمل ہے۔ یعنی جو کچھ اعمال صالحہ وغیرہ مردوں نے کسب وعمل کے ذریعہ حاصل کیا ان کو اس کا اجر وثواب آخرت میں ملے گا۔ اور جو عورتوں نے سعی اور عمل کے ذریعہ اعمال خیر حاصل کئے ان کو اس کا اجر وثواب آخرت میں ملے گا۔ مطلب یہ کہ خواہ مرد ہو یا عورت ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ اور اجر وثواب آخرت میں ملے گا۔

میراث کے حصول میں تغیر وتبدل کی خواہش نہ کرو

آگے دوسری آیات میں جیسا کہ شان نزول میں بیان کیا گیا کہ میراث کے متعلق بھی بعض عورتوں نے یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ ہم اگر مرد ہوتے تو ہمیں بھی دوہرا حصہ ملتا تو اسی کی مناسبت سے اس دوسری آیات میں میراث کے قانون کا اعادہ اس نوع سے فرمایا گیا کہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ' اور ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور دوسرے رشتہ دار اپنے مرنے کے بعد چھوڑ جاویں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے میراث میں ہر ایک کا حصہ اپنے علم وحکمت سے مقرر کر دیا ہے اس میں تغیر وتبدل کی تمنا اور خواہش نہیں کرنا چاہئے۔

قانون میراث سے پہلے کے عہد وپیمان

آگے ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا۔

یہاں آیات میں عہد وپیمان کی بناء پر جو حصہ دینا مذکور ہے یہ ابتدائی اسلام میں تھا شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے دو دو اصحاب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا وہی ایک دوسرے کے مرنے پر مال کے وارث ہوتے بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور یہ حکم نازل ہوا کہ میراث تو اقارب اور رشتہ داروں ہی کا حق ہے رہے منہ بولے بھائی تو ان کے لئے میراث نہیں ہاں زندگی میں ان کے ساتھ سلوک کرو اور مرتے وقت ان کے لئے کچھ وصیت کر دو تو یہ مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ آپ نے جو قوانین واحکام ہم بندوں کے لئے اتارے ہیں انہی میں سراسر ہماری مصلحت ہے ہم کو دل وجان سے اپنے احکام کی اطاعت نصیب فرمائے۔ اور ان کی خلاف ورزی سے بچائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں،

اَلرِّجَالُ	قَوّٰمُوْنَ	عَلَی	النِّسَآءِ	بِمَا	فَضَّلَ	اللّٰهُ	بَعْضَهُمْ	عَلٰی	بَعْضٍ	وَّبِمَآ	اَنْفَقُوْا	مِنْ
مرد	حاکم۔نگران	پر	عورتیں	اس لئے کہ	فضیلت دی	اللہ	ان میں سے بعض	پر	بعض	اور اس لئے کہ	انہوں نے خرچ کئے	سے

اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بددماغی کا احتمال ہو

اَمْوَالِهِمْ	فَالصّٰلِحٰتُ	قٰنِتٰتٌ	حٰفِظٰتٌ	لِّلْغَيْبِ	بِمَا	حَفِظَ	اللّٰهُ	وَالّٰتِیْ	تَخَافُوْنَ	نُشُوْزَهُنَّ
اپنے مال	پس نیکوکار عورتیں	تابع فرمان	نگہبانی کرنے والیاں	پیٹھ پیچھے	اس سے جو	حفاظت کی	اللہ	اور وہ جو	تم ڈرتے ہو	ان کی بدخوئی

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ

تو ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو

فَعِظُوْهُنَّ	وَاهْجُرُوْهُنَّ	فِی الْمَضَاجِعِ	وَاضْرِبُوْهُنَّ	فَاِنْ	اَطَعْنَكُمْ	فَلَا تَبْغُوْا	عَلَيْهِنَّ	سَبِيْلًا
پس ان کو سمجھاؤ	اور ان کو تنہا چھوڑ دو	خواب گاہوں میں	اور ان کو مارو	پھر اگر	وہ تمہارا کہا مانیں	تو نہ تلاش کرو	ان پر	کوئی راہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں اور اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بی بی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے

اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيًّا	كَبِيْرًا	وَاِنْ	خِفْتُمْ	شِقَاقَ	بَيْنِهِمَا	فَابْعَثُوْا	حَكَمًا	مِّنْ	اَهْلِهٖ	وَحَكَمًا
بیشک	اللہ	ہے	سب سے اعلیٰ	سب سے بڑا	اور اگر	تم ڈرو	ضد (کشمکش)	ان کے درمیان	تو مقرر کرو	ایک منصف	سے	مرد کا خاندان	اور ایک منصف

مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرما دیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں

مِّنْ	اَهْلِهَا	اِنْ	يُّرِيْدَآ	اِصْلَاحًا	يُّوَفِّقِ	اللّٰهُ	بَيْنَهُمَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	خَبِيْرًا
سے	عورت کا خاندان	اگر	دونوں چاہیں گے	صلح کرانا	موافقت کرے گا	اللہ	ان دونوں میں	بیشک	اللہ	ہے	بڑا جاننے والا	بہت باخبر

شان نزول

ان آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایک صحابی اپنی بیوی پر کسی بات پر ناراض ہوئے اور ان کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ صحابیہ نے اپنے والد سے شکایت کی تو والد ان کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے حکم دیدیا کہ عورت خاوند سے بدلہ لے لے مگر اسی وقت یہ آیات نازل ہوگئیں جن میں آخری درجہ میں مرد کے لئے عورت کی مار پیٹ کو بھی جائز قرار دیا گیا اور اس پر مرد سے قصاص یا انتقام لینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ چنانچہ یہ آیات نازل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حق تعالیٰ کا حکم سنایا اور انتقام لے لینے کا پہلا فیصلہ منسوخ کردیا۔

مرد عائلی نظام کا سربراہ ہے

ان آیات میں پہلے ارشاد فرمایا گیا اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ''مرد حاکم ہیں عورتوں پر''

یہاں مردوں کے لئے لفظ قوام آیا ہے۔ قوام عربی زبان میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام یا نظام کا ذمہ دار اور سنبھالنے والا چلانے والا ہو۔ اس لئے اردو میں قوام کا ترجمہ حاکم سے کیا گیا یعنی مرد حاکم ہیں عورتوں پر یعنی جس طرح ملکی، سلطنتی اور ریاستی نظام میں کسی سربراہ یا امیر یا حاکم کا ہونا ضروری ہے اسی طرح عائلی نظام جس کو خانہ داری کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک سربراہ، امیر یا حاکم کی ضرورت ہے۔ تو گھر کے عورتوں اور بچوں کے مقابلہ میں اس کام کے لئے حق تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا۔

مردوں کی فوقیت کے اسباب

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ پہلی وجہ یعنی مردوں کی قدرتی اور خداداد فضیلت شریعت میں بالکل ظاہر و باہر ہے حق تعالیٰ نے بہ نسبت عورتوں کے مردوں کو عقل اور علم اور فہم اور حسن تدبر اور قوت نظریہ اور قوت عملیہ اور قوت جسمانیہ وغیرہ کہیں زائد عطا کی ہے اور نبوت و امامت اور خلافت اور وجوب جہاد اور جمعہ اور عیدین اور اذان اور خطبہ اور جماعت اور میراث میں حصہ کی زیادتی اور نکاح کی مالکیت اور تعدد ازواج اور طلاق کا اختیار اور بلا نقصان کے نماز روزہ کا پورا کرنا اور حیض و نفاس اور ولادت اولاد سے محفوظ رہنا یہ سب فضائل حق تعالیٰ نے مردوں ہی کو عنایت کئے ہیں۔

دوسری فوقیت اور فضیلت کسبی ہے کہ مردوں نے عورتوں پر اپنے مالوں میں سے بہت کچھ خرچ کیا کہ عورتوں کا مہر دیا۔ ان کا نفقہ اور خرچ اپنے ذمہ لیا تو مرد عورتوں کے محسن ہوئے اور محسن کو حکومت کا حق ہے۔ اس وجہ سے بھی قدرت نے عورتوں کو مردوں کے تابع اور محکوم بنایا۔

نیک خواتین کی خصوصیات

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو مرد کی حاکمیت کو تسلیم کر کے ان کی اطاعت کرتی ہیں اور خاوند کے پیٹھ پیچھے بھی اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اور اپنے نفس و ناموس میں اور شوہر کے مال و متاع میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کی تفسیر کے طور پر ارشاد فرمایا کہ بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب اس کو حکم دو تو اطاعت کرے اور جب غائب ہو تو اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے۔

نافرمان خواتین اور ان کی تادیب

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ

اور جن عورتوں کی بد دماغی اور بدخوئی کا تم کو قوی احتمال ہو جس کی علامت یہ ہے کہ عورت شوہر کی بات کا سختی سے جواب دے اور جب وہ اس کو اپنے پاس بلائے تو اس کے بلانے کی کچھ پرواہ نہ کرے۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ وہ شوہر کے سر چڑھنے لگی پس جن عورتوں کے متعلق یہ محسوس ہو تو ان کی تادیب و تنبیہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ان کو نصیحت اور فہمائش کرو۔ ان کو نرمی سے سمجھاؤ۔ اگر تمہارے سمجھانے اور نصیحت کرنے سے بھی باز نہ آئیں تو پھر تادیب و تنبیہ کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان کو بستروں اور خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو تا کہ وہ تمہاری اس بے التفاتی سے متاثر ہو کر اپنے فعل پر نادم ہو جائیں اور اپنی حالت درست کر لیں۔ اگر وہ اس شریفانہ سزا اور تنبیہ سے بھی متاثر نہ ہوں تو پھر ان کو معمولی مار مارنے کی بھی اجازت ہے۔ مگر مار ایسی ہو کہ عورت کے بدن پر نشان نہ پڑے۔ ہڈی ٹوٹنے یا زخم لگنے کی نوبت نہ آئے اور چہرہ پر مارنے کو مطلقاً منع فرمادیا گیا۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ مسواک وغیرہ سے مارے جس سے کہ مار کا اثر و زخم نہ ہو۔ مگر اس تیسرے درجہ کی سزا کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا کہ شریف اور بھلے لوگ ایسا نہیں کریں گے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مارنا گو مباح اور جائز ہے مگر نہ مارنا افضل ہے۔ بہرحال اگر اس معمولی مار پیٹ

سے بھی معاملہ درست ہو گیا تو مقصد حل ہو گیا۔

اگر تادیب سے درست ہو جائیں تو پھر بہانے تلاش نہ کرو

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا

پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ اور موقعہ مت ڈھونڈو کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی رفعت اور بڑی عظمت والے ہیں اور وہ اس بات پر قادر ہیں کہ ظالم مردوں سے مظلوم عورتوں کا بدلہ لیں اور تمہیں اپنی عورتوں پر وہ قدرت نہیں کہ جو اس علیا کبیرا کو تمام عالم پر حاصل ہے پس جب وہ باوجود اپنی رفعت اور کبریائی اور علو شان کے تم سے نرمی کا معاملہ فرماتا ہے تو تم بھی اپنی عورتوں سے نرمی کا معاملہ کرو اور خوب جان لو کہ جس قدر تم اپنے ماتحتوں پر قدرت رکھتے ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم پر قدرت رکھتے ہیں تم زیادتی کرو گے تو اس کی سزا بھگتو گے۔

اگر میاں بیوی کا جھگڑا طول پکڑے تو مصالحت کا اصول

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا

اور اے مسلمانو اگر قرائن سے تم کو ان دونوں میاں بی بی میں ایسی کشاکش کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو ایسا ہی تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے تجویز کر کے اس کشاکش کے رفع کرنے کے لئے ان کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو بے راہی پر ہو یا دونوں کا کچھ کچھ قصور ہو سمجھا دیں اگر ان دونوں آدمیوں کو سچے دل سے اصلاح معاملہ کی منظور ہو گی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بی بی میں بشرطیکہ وہ دونوں کی رائے پر عمل کریں اتفاق فرما دیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑے خبر والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ تصفیہ کرنے والے پنچ کس راہ پر جا رہے ہیں اور ان کی کیا نیت ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو سب کو قرآنی ہدایات پر چلنا نصیب فرمائیں اور ہم کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو بھی نیک بخت اور اطاعت گزار بنائیں اور صالحات کے زمرہ میں انہیں شامل فرمائیں اور ایک دوسرے کے حقوق میں کوتاہیوں سے ہم سب کو بچائیں۔

یا اللہ ہماری خانگی اور عائلی زندگی کو خوشگوار اور مصالحت آمیز بنا اور ایک دوسرے سے حسن سلوک کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ جن گھروں میں بدمزگی پیدا ہو گئی ہو ان کو اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرما اور ان کے درمیان انس، محبت اور اتفاق و اتحاد پیدا فرما اور سب کو قرآنی احکام کے ماتحت امن، چین و سکون کی حیاۃ طیبہ نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی

وَاعْبُدُوا	اللّٰهَ	وَلَا تُشْرِكُوْا	بِهٖ	شَيْـًٔا	وَ	بِالْوَالِدَيْنِ	اِحْسَانًا	وَ	بِذِی الْقُرْبٰى	وَالْيَتٰمٰى
اور تم عبادت کرو	اللہ	اور نہ شریک کرو	اس کے ساتھ	کچھ۔ کسی کو	اور	ماں باپ سے	اچھا سلوک	اور	قرابت داروں سے	اور یتیم (جمع)

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ

اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دُور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہ گیر کے ساتھ بھی اور اُن کے ساتھ بھی

وَالْمَسٰكِيْنِ	وَالْجَارِ	ذِی الْقُرْبٰى	وَالْجَارِ	الْجُنُبِ	وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ	وَ	ابْنِ السَّبِيْلِ	وَمَا
اور محتاج (جمع)	اور ہمسایہ	قرابت والے	اور ہمسایہ	اجنبی	اور پاس بیٹھنے والے + ہم مجلس	اور	مسافر	اور جو

اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ۝

جو تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے ہیں جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں شیخی کی باتیں کرتے ہوں

	مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	اِنَّ اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	مَنْ	كَانَ	مُخْتَالًا	فَخُوْرَا	
	تمہاری مِلک (کنیز۔ غلام)	بیشک اللہ	دوست نہیں رکھتا	جو	ہو	اترانے والا	بڑ مارنے والا	

حقوق اللہ کی تاکید

شروع سورۃ سے زیادہ تر حقوق ہی کا بیان ہوا تھا جس میں یتامیٰ عورتوں اور ورثاء کے حقوق کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب آگے اس آیت میں والدین دوسرے قرابت اور رشتہ داروں، فقرا و مساکین، پڑوسیوں اور دوسرے تعلق داروں کے حقوق اور ان کے ساتھ معاملہ اور معاشرت کا طریق بیان فرمایا جاتا ہے۔

یہاں انسانوں کے حقوق سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت اور توحید کو ذکر فرمایا گیا یعنی سب سے پہلے اور سب سے مقدم حق اللہ کا ہے اس لئے حکم ہوا کہ تم اللہ کی عبادت اور اطاعت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو یعنی خدائے قدوس کو وحدہ لاشریک سمجھو اور اس کی توحید پر ایمان لاؤ اس کی ذات، اس کی صفات اس کی عبادت اور اس کی حدود و عظمت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ اور شرک کا جرم ایسا سخت و سنگین ہے کہ اگر اس سے کبھی توبہ نہ کی جائے تو آخرت میں یہ جرم ہرگز قابل معافی نہیں ہوگا جیسا کہ قرآن پاک میں صاف صاف اس کی تصریح فرما دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری توحید کو بھی کامل فرمائیں اور اپنی اطاعت و بندگی کی توفیق کاملہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

والدین کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور اپنے حق کے متصل سب سے پہلے والدین میں ماں باپ کے حقوق کو بیان فرمایا اور والدین سے سلوک و احسان کرنے کا حکم دیا۔ قرآن کریم کی اور بھی دوسری آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ہی والدین سے احسان وسلوک کا حکم فرمایا ہے اور احسان میں یہ سب امور داخل اور شامل ہیں۔

۱- ضرورت کے موافق ان کی جسمانی خدمت گزاری۔

۲- والدین کو ضرورت ہو تو ان کی حوائج اور معاشی ضروریات پورا کرنا۔

۳- نرم کلامی سے بات کرنا، تندخوئی اور درشت مزاجی سے پیش نہ آنا کہ جس سے انکی بے ادبی ہو یا دل شکنی ہو۔

۴- والدین کے دوستوں اور تعلق والوں سے بھی کوئی ایسا سلوک نہ کرنا جس سے والدین کی دل آزاری ہو۔

۵-امر شرعی کے موافق والدین جو کچھ حکم دیں اس کی تعمیل کرنا۔ یہاں تک کہ اگر ماں باپ نے اولاد کے حقوق میں کوتاہی بھی کی ہو جب بھی اولاد کے لئے والدین سے بدسلوکی کرنے کا موقع نہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس وصیتیں فرمائی تھیں۔ مجملہ ان کے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگر چہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نافرمانی یا دل آزاری نہ کرو اگر چہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دو (مسند احمد)

رشتہ داروں سے حسن سلوک

آیت میں والدین کے بعد عام ذوی القربیٰ یعنی تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا فرمایا گیا۔ قرآن کریم کی ایک جامع اور مشہور آیت میں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے خطبات کے آخر میں تلاوت فرمایا کرتے تھے یعنی اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى اس میں بھی اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں سب کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کا اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا جس میں رشتہ داروں کی حسب استطاعت مالی اور جانی خدمت بھی داخل ہے اور ان سے ملاقات اور ان کی خبر گیری۔ ان سے قطع تعلق نہ کرنا۔ اکھڑ پن اور غرور وتکبر سے پیش نہ آنا۔ غریب رشتہ داروں کو ذلیل وحقیر نہ جاننا یہ سب شامل ہے۔

یتیموں' مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک

تیسرے نمبر پر یتامیٰ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ یتامیٰ کے بعض حقوق شروع سورت میں پہلے بھی آچکے ہیں مگر اسکی یاد دہانی پھر فرمائی جاتی ہے۔ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک میں ان کی پاسداری و دل گیری تسلی وتشفی ان کی خبر گیری' پرورش و تربیت' نرمی اور خوش اخلاقی یہ سب حسن سلوک میں آ گیا۔

اس کے بعد مساکین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا گیا۔ یعنی غریب غربا کی پرورش' ان کی امداد جہاں تک ممکن ہو کرنا ان کی دل شکنی نہ کرنا اور ہر قسم کی امکانی امداد سے انکو محروم نہ کرنا یہ مساکین کے ساتھ حسن سلوک میں سب داخل ہے۔

دور و نزدیک کے پڑوسی اور ہمنشیں کے ساتھ حسن سلوک

اس کے بعد جار ذی القربیٰ یعنی پاس والے پڑوسی' قریبی ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہوا۔ یعنی قریبی ہمسایہ کی خبر گیری رکھو' بیمار ہو تو بیمار پرسی کرو۔ اگر ضرورت مند ہو تو مالی امداد کرو۔ کبھی کدھار ہدیہ اور تحفہ دیتے رہا کرو۔ کوئی بات اور کام اس کو تکلیف دینے والی نہ کرو۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید۔ عزیز رشتہ دار ہو یا غیر۔ مسلم ہو یا غیر مسلم بہر حال اس کا حق ہے۔ بقدر استطاعت اس کی امداد و اعانت اور خبر گیری لازم ہے البتہ جس پڑوسی کا حق علاوہ پڑوس کے دوسرا بھی ہے وہ دوسرے پڑوسیوں سے درجہ میں مقدم ہے جیسا کہ ایک حدیث میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں بعض وہ جن کے تین حق ہیں۔ ایک حق والا پڑوسی وہ غیر مسلم ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہیں۔ دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے۔ تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے' مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے۔

اس کے بعد جار الجنب یعنی دور کے پڑوسی سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ اس میں سب اہل محلہ آ گئے۔ پڑوس کا حکم کہاں تک ہے اس میں علماء کے مختلف قول ہیں۔ بعض علماء نے ہمسائیگی کا حکم چالیس گھر چاروں طرف تک لیا ہے بعض نے اہل محلہ کو ہمسائیگی کے حکم میں داخل کیا ہے۔

اس کے بعد صاحب بالجنب یعنی ساتھی اور ہم مجلس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ اب یہ ساتھی خواہ سفر میں ہو یا کسی صنعت وحرفت وتجارت میں شریک ہو یا شاگرد و مرید ہو۔ یا مجلس میں پاس بیٹھنے والا ساتھی ہو۔ اس میں ریل' جہاز' بس و گاڑی وغیرہ

میں ساتھ بیٹھنے والا بھی شامل ہے غرض کہ جہاں شریعت اسلامیہ نے دور اور نزدیک کے مستقل اور دائمی پڑوسی کے حقوق واجب فرمائے اسی طرح اس شخص کا بھی حق صحبت لازم کر دیا جو تھوڑی دیر کے لئے کسی مجلس یا سفر میں برابر بیٹھا ہو۔ جس میں مسلم، غیر مسلم، رشتہ دار غیر رشتہ دار سب برابر ہیں۔ اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کی ہدایت فرمائی کہ تمہارے کسی قول وفعل سے اس تھوڑی دیر کے ساتھی اور ہم مجلس کو بھی ایذا نہ پہنچے۔

مسافر وغلام سے حسن سلوک

آگے وَابْنِ السَّبِيْلِ یعنی راہ گیر، مسافر، مہمان ان سب سے حسن سلوک کا حکم دیا کہ بقدر وسعت واستطاعت ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کریں۔

آخر میں وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ اس میں تمام مملوک، ماتحت، زیر دست، غلام، باندی، خادم، نوکر چاکر، خدمت گار اور اپنے قبضہ میں جو جانور ہیں وہ بھی وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ میں داخل ہیں ان کے بھی کھانے پینے کی نگرانی رکھنا، طاقت سے زائد کام نہ لینا، ان کی گرمی، سردی کا لحاظ وخیال رکھنا۔ مقررہ وقت پر نوکروں کو تنخواہ وغیرہ دینا غرضیکہ ان سب سے خوش معاملگی اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا جس کی تفصیل شریعت نے بتلادی ہے۔

تکبر کی مذمت

آیت کے اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا فرمایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو دل میں اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور زبان سے شیخی اور بڑائی کی باتیں کرتے ہیں۔ گویا اس ارشاد سے یہ جتلایا گیا کہ جن لوگوں کے حقوق کی تاکید آئی ہے اس میں کوتاہی وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں تکبر، فخر، غرور ہے کہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔

یہ تکبر ایسی سخت اور بری چیز ہے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جہنم میں ہمیشہ کے لئے نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اور جنت میں ایسا کوئی شخص نہیں جا سکے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے مقدار تکبر ہو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ غرضیکہ جو لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا نہیں کرتے اس کے کئی سبب بتلائے گئے ایک سبب تو بتلایا گیا کہ ان کے مزاج میں تکبر ہے اور اس بنا پر وہ حقوق کی ادائیگی کی پرواہ نہیں کرتے اور دوسرے اسباب جن کی بنا پر لوگ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اگلی آیات میں بیان کئے گئے ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمکو اپنے فضل سے توحید کاملہ نصیب فرمائیں اور اپنی طاعت وبندگی کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ آپ نے جو حقوق ہم پر عائد کئے ہیں ان کو ادا کرنے کی توفیق وہمت بھی ہم کو عطا فرمایئے۔ اور اپنی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق نصیب فرمایئے خصوصاً ہم میں سے جن کے والدین موجود ہوں ان کو اپنے والدین کے حقوق ادا کرنے کی پوری پوری ہمت اور توفیق مرحمت فرمایئے اور اس میں جو کوتاہیاں ہم سے ہوگئی ہوں ان کے تدارک کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یا اللہ اپنے ہر چھوٹے بڑے حکم کے آگے ہمیں گردن جھکانے کی توفیق ہو اور تکبر وغرور سے ہمارے دلوں کو پاک فرمایئے۔

یا اللہ صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی جانی ومالی خدمت کی توفیق ہم کو عطا فرما۔

یا اللہ یتامیٰ، مساکین اور غرباء وفقراء کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خاطر خواہ خبر گیری اور دلگیری کی توفیق ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ آپ نے پڑوسیوں کے جو حقوق عائد فرمائے ہیں ان کی پوری پوری رعایت کرنے کی توفیق ہم کو عطا فرما۔

یا اللہ شریعت اسلامیہ نے جس جس کے حقوق ہم پر لازم کئے ہیں ان کو خاطر خواہ طریقہ پر ادا کرنے کی فکر ہم کو نصیب ہو اور اس میں جو کوتاہیاں ہم سے سرزد ہوئی ہوں ان کے تدارک کی توفیق عنایت ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے دی ہے

اَلَّذِيْنَ	يَبْخَلُوْنَ	وَيَأْمُرُوْنَ	النَّاسَ	بِالْبُخْلِ	وَ	يَكْتُمُوْنَ	مَآ	اٰتٰهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ
جو لوگ	بخل کرتے ہیں	اور حکم کرتے (سکھاتے ہیں)	لوگ (جمع)	بخل	اور	چھپاتے ہیں	جو	انہیں دیا	اللہ	سے	اپنا فضل

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ

اور ہم نے ایسے ناسپاسوں کے لئے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور جو لوگ کہ اپنے مالوں کو دکھلانے کے لئے خرچ کرتے ہیں

وَاَعْتَدْنَا	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابًا	مُّهِيْنًا	وَالَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	رِئَآءَ	النَّاسِ
اور ہم نے تیار کر رکھا ہے	کافروں کے لئے	عذاب	ذلت والا	اور جو لوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	دکھاوے کو	لوگ

وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ۝

اور اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر اعتقاد نہیں رکھتے اور شیطان جس کا ساتھی ہو اُس کا بُرا ساتھی ہے

وَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَلَا	بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	وَمَنْ	يَّكُنِ	الشَّيْطٰنُ	لَهٗ	قَرِيْنًا	فَسَآءَ	قَرِيْنًا
اور	نہیں ایمان لاتے	اللہ پر	اور نہ	آخرت کے دن پر	اور جو۔جس	ہو	شیطان	اس کا	ساتھی	تو برا	ساتھی

حقوق ادا نہ کرنے والے

گذشتہ آیات میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ حقوق ادا نہ کرنے والے یا تو متکبر ہوتے ہیں جیسا اوپر بیان ہوا اور یا وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی طبیعت میں بخل اور کنجوسی غالب ہے کہ کسی کو دینے دلانے میں جان نکلتی ہے اور یا ان کو اللہ کے رسول کے ساتھ اعتقاد نہیں کہ آپؐ کے احکام کی اور ادائے حقوق کے ثواب کے وعدوں کو اور حقوق کے تلف کرنے کے عذاب کی وعیدوں کو صحیح نہیں سمجھتے اور یہ کفر ہے اور یا ان کی عادت نمائش اور نام و نمود کی ہے اس لئے جہاں نام و نمود کا موقعہ ہو وہاں دیتے دلاتے ہیں گو حق نہ ہو اور جہاں نمود نہ ہو وہاں ہمت نہیں ہوتی گو حق ہو اور یا ان کو سرے سے خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ عقیدہ نہیں یا وہ قیامت کے قائل نہیں کہ حصول رضائے حق تعالیٰ اور ثواب اخروی ان کو مقصود ہو اور یہ بھی کفر ہے اور ایسے کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور بات یہ ہے کہ شیطان جس کا ساتھی ہوا جیسے ان مذکور لوگوں کا ہوا تو وہ تو برا ساتھی ہے وہ تو ایسا ہی مشورہ دیتا ہے اور ایسی ہی بجھاتا ہے جس میں انجام کار سخت ضرر اور نقصان ہو

یہود کی خصلت

حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت یہود مدینہ کے حق میں نازل ہوئی تھی جو بہت زیادہ مغرور تھے اور انتہا درجہ کے کنجوس تھے۔ مال خرچ کرنے میں بھی بخل کرتے تھے اور اس علم کو بھی چھپاتے تھے جو انہیں اپنی کتابوں سے حاصل ہوا تھا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت تھی اور آپ کی علامات کا بھی ذکر تھا لیکن یہود نے یہ سب جان لینے کے بعد بھی بخل سے کام لیا نہ خود اس پر عمل کیا نہ دوسروں کو بتلایا کہ وہ عمل کرتے۔

ان ہی لوگوں کے بارہ میں فرمایا گیا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے دیئے ہوئے مال دولت میں بھی بخل کرتے ہیں اور علم و ایمان کے معاملہ

میں بھی بخیل ہیں ایسے ہی لوگ نعمت خداوندی کے ناشکرے ہیں۔اور ان کے لئے اہانت آمیز عذاب آخرت میں تیار کرلیا گیا ہے۔

بخل کی مذمت:

بہرحال ان آیات میں ایک تو بخل کی مذمت فرمائی گئی ہے بخل اور کنجوسی یعنی دوسروں پر خرچ نہ کرنا اور دوسروں کے کام نہ آنا بے رحمی اور سخت دلی کی ایک خاص صورت ہے اور یہ ایک بڑا مہلک مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں تنبیہ اور اہتمام کی وجہ سے بخل یعنی مال کو روک کر رکھنے پر بہت سی تنبیہیں ارشاد فرمائی ہیں اور اس مہلک مرض پر خصوصی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ گذشتہ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۰ میں بھی بخل کی مذمت کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ

اپنے آپ کو بخل سے بچاؤ کہ اس نے پہلی امتوں کو ہلاک کردیا

ترمذی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سخی آدمی اللہ کے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے۔ جہنم سے دور ہے۔ اور بخیل آدمی اللہ سے دور ہے۔ جنت سے دور ہے۔ لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے کرم سے ہم کو ایمان واسلام سے نوازا ہے تو ہم کو ایمان و اسلام کی حقیقت نصیب فرمائیں اور بخل و تکبر اور ریا جیسی مہلک بیماریوں سے ہمارے ایمان واسلام کو محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو جو کچھ آپ نے عطا فرمایا ہے اور اس میں جو حقوق ہم پر عائد کئے ہیں یا اللہ ان کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہر عمل سے اپنی رضا کے حصول کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ ہمیں جو کچھ تھوڑا بہت آپ نے عطا فرمایا ہے اس میں سے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرما اور اس کو ہمارے لئے باعث اجر وثواب آخرت بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

اور اُن پر کیا مصیبت نازل ہو جاوے گی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان لے آویں اور اللہ نے جو اُن کو دیا ہے اُس میں سے کچھ خرچ کرتے رہا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ

وَمَاذَا	عَلَيْهِمْ	لَوْ اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَاَنْفَقُوْا	مِمَّا	رَزَقَهُمُ	اللّٰهُ	وَكَانَ	اللّٰهُ
اور کیا	اُن پر	اگر وہ ایمان لاتے	اللہ پر	اور یوم	آخرت	اور وہ خرچ کرتے	اس سے جو	انہیں دیا	اللہ	اور ہے	اللہ

بِهِمْ عَلِيْمًا (٣٩) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ

ان کو خوب جانتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریں گے اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اُس کو کئی گنا کر دیں گے اور اپنے پاس سے

بِهِمْ	عَلِيْمًا	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَظْلِمُ	مِثْقَالَ	ذَرَّةٍ	وَاِنْ	تَكُ	حَسَنَةً	يُّضٰعِفْهَا	وَيُؤْتِ
ان کو	خوب جاننے والا	بیشک	اللہ	ظلم نہیں کرتا	برابر	ذرہ	اور اگر	ہو	کوئی نیکی	اس کو کئی گنا کرتا ہے	اور دیتا ہے

مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (٤٠) فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى

اور اجر عظیم دیں گے سو اُس وقت بھی کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو اُن لوگوں پر گواہی دینے کے لئے

مِنْ لَّدُنْهُ	اَجْرًا	عَظِيْمًا	فَكَيْفَ	اِذَا	جِئْنَا	مِنْ	كُلِّ اُمَّةٍ	بِشَهِيْدٍ	وَّجِئْنَا	بِكَ	عَلٰى
اپنے پاس سے	ثواب	بڑا	پھر کیسا کیا	جب	ہم بلائیں گے	سے	ہر امت	ایک گواہ	اور بلائیں گے	آپ کو	پر

هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا (٤١) يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ

حاضر لاویں گے اُس روز جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش ہم زمین کے پیوند ہو جاویں

هٰٓؤُلَاۗءِ	شَهِيْدًا	يَوْمَىِٕذٍ	يَّوَدُّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَعَصَوُا	الرَّسُوْلَ	لَوْ تُسَوّٰى	بِهِمُ	الْاَرْضُ
ان کے	گواہ	اس دن	آرزو کریں گے	وہ لوگ	انہوں نے کفر کیا	اور نافرمانی کی	رسول	کاش برابر کر دی جائے	ان پر	زمین

	وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا (٤٢)	وَلَا	يَكْتُمُوْنَ	اللّٰهَ	حَدِيْثًا	
	اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفا نہ کر سکیں گے	اور نہ	چھپائیں گے	اللہ	کوئی بات	

یہود کو بخل چھوڑنے کی ترغیب

چونکہ یہود خود انتہا درجہ کے بخیل اور کنجوس تھے۔ دوسروں کو بھی اپنے قول و فعل سے اس بری صفت کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتے۔ انہی یہود کی طرف اشارہ کر کے پہلے ارشاد ہوتا ہے:

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا

یعنی یہ لوگ اگر اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر صحیح طور سے ایمان لے آتے اور خدا کے عذاب و ثواب اور روز قیامت کے حساب کتاب کو صحیح مان لیتے اور اللہ کی دی ہوئی نعمت اور مال دولت میں سے کچھ راہ خدا میں بخلوص نیت صرف کرتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا۔ جب ایمان اور سخاوت میں کوئی خرابی نہیں بلکہ ثواب ہی کی امید ہے تو پھر مال سے ناجائز محبت کرنی اور نافرمان بن کر آخرت کی تباہی مول لینی کسی عقلمند انسان کا کام نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال و افعال اور عقائد اور دلی کیفیت

سب سے بخوبی واقف ہیں۔ کوئی ذرہ ان سے مخفی نہیں ہر نیک و بد کو خوب جانتے ہیں۔ پس کسی کا کوئی فعل و عمل بیکار نہیں جا سکتا ہر شخص کو اس کے کردار کی پوری جزا و سزا ملے گی۔

نیکیوں کا اجر

اسی مضمون کی تائید میں آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا

یعنی اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال حسنہ کا ثواب اور جزائے خیر میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں فرماتے بلکہ اپنی طرف سے اس میں اور اضافہ فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب کا کم سے کم معیار یہ ہے کہ ایک نیکی کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ مختلف بہانوں سے اضافہ در اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بعض روایات احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب ۲۰ لاکھ گنا تک زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی ذات تو کریم ذات ہے وہ اپنی بے پایاں رحمت سے اتنا بڑھا کر دیتے ہیں کہ حساب و شمار میں بھی نہیں آتا اور اس اجر عظیم کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے اور اس کی مقدار اور عظمت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جو بارگاہ رب العزت سے ملتا ہے۔

کافروں' نافرمانوں کا انجام

اب آگے اس ترغیب کے بعد ترہیب کا پہلو اختیار کیا گیا اور جن امور کی ترغیب دی گئی ان کے نہ کرنے پر تنبیہ و وعید سنائی جاتی ہے چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

مفسرین نے لکھا ہے کہ اصل واقعہ اس طرح ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بدکردار کفر شعار اور سرکش و نافرمانوں کو جمع کر کے فرمائیں گے کہ تم نے یہ سرتابی انکار توحید اور اعمال صالحہ سے اعراض کیوں کیا تھا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم سے یہ تمام کفر و شرک اور نافرمانیاں نادانی سے سرزد ہوئیں۔ ہم کو آپ کا اصلی فرمان اور حقیقی قانون معلوم نہ ہوا تھا۔ خیر و شر اور حق و باطل میں امتیاز کا کوئی روشن اور واضح معیار ہمارے پاس موجود نہ تھا۔ اس وقت ان منکرین حق کو قائل کرنے کے لئے ہر امت کے پیغمبر کو طلب کیا جائے گا اور پیغمبر علی الاعلان اظہار حقیقت کر دیں گے اور بیان کریں گے کہ ہم نے ان کو پیام الٰہی پہنچا دیا تھا۔ مکمل قانون الٰہی کی تبلیغ کر دی تھی مگر انہوں نے نہ مانا اور سرکشی کی۔ اب نادانی اور جہالت کا عذر پیش کرتے ہیں اسی طرح جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئے گی تو اس امت کے کافر' مشرک' گنہگار' بداطوار طبقہ کے اعمال کی توضیح ہوگی اور تمام بدافعالیوں کی باز پرس ہوگی تو یہ لوگ بھی تبلیغ احکام سے انکار کریں گے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا جائے گا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہادت دیں گے کہ میں نے تمام احکام الٰہی کی تبلیغ کر دی تھی۔ پورا قانون شریعت ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ مگر انہوں نے انکار کیا اور سرکشی کی ہر چند ان کو اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ اختیار کرنے کی نصیحت کی مگر سوائے عناد اور انکار کے انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ بہرحال قرآن پاک کی اس آیت اور دیگر آیات میں یہ بتلایا گیا کہ قیامت میں انبیاء علیہم السلام کو بطور گواہ کے پیش کیا جائے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس پوری امت پر کس طرح گواہی دیں گے کیونکہ گواہی تو صرف دیکھی ہوئی چیز پر ہو سکتی ہے۔ تو اس بارے میں ایک روایت نقل کی ہے کہ روزانہ صبح و شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام امت کے اعمال پیش کئے جائیں گے۔ اور اسی علم کے موافق آپ قیامت میں گواہی دیں گے۔

دوسرا یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بالمشاہدہ تمام امت کا عطا فرما دیں۔

آخرت میں کافروں کی بدحالی

آگے چوتھی آیت میں میدان آخرت میں کافروں کی بدحالی کا

ذکر ہے اور ارشاد ہوتا ہے:۔

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا

یعنی قیامت کے دن جب پیغمبروں کی شہادت ہو جائے گی اور انبیاء گواہی دے دیں گے اور اعمال ناموں میں سب کچھ موجود ہوگا اور پھر ان کے ہاتھ پیر خود اقرار کریں گے تو گنہگار نافرمان جھوٹے قرار پائیں گے اور جرم ثابت ہو جائے گا اور عذاب سے رہائی کی کوئی شکل ممکن نہ ہوگی تو اس وقت یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم خاک کے ساتھ خاک ہو جاتے۔ کاش ہم زمین کا پیوند بن گئے ہوتے کہ اس وقت کی پوچھ گچھ اور حساب کتاب اور عذاب سے نجات پا جاتے۔

اخیر میں لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا فرما کر بتلا دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے یعنی کفار و مشرکین اگرچہ شروع میں ثبوت جرم سے انکار کریں گے مگر بالآخر خدا تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے ان کے اعضاء خود ان کے گناہوں کے شاہد بن جائیں گے۔ اور مجبوراً ان کو اپنے جرائم کا اقرار کرنا پڑے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان اور اسلام سے نوازا۔

یا اللہ ہم کو ایمان و اسلام کی حقیقت نصیب فرما۔ اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیئے گا اور وہاں کی کامیابی اور کامرانی نصیب فرمایئے گا۔

یا اللہ ہمیں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل نصیب فرما اور میدان حشر میں آپ کی شفاعت نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو ان اعمال کی توفیق عطا فرما دے جو ہم سے آپ کو اور آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش اور راضی رکھیں۔ اور دنیا و آخرت دونوں جہاں میں آپ کی اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی سے بچ جائیں۔

یا اللہ قیامت کے روز اپنے عصیان و نافرمانی کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ یا اللہ ہم کو اس دنیا ہی میں بھی توبہ کی توفیق عطا فرما دے اور اپنی مغفرت و رحمت سے نواز دے۔

یا اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حق تبلیغ پورا فرما دیا اور آپ نے شریعت کے احکام مکمل طور پر امت کو پہنچا دیئے۔ یا اللہ میدان حشر میں ہم کو شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ندامت اور شرمندگی سے بچا لیجئے اور آپ کے متبعین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا

اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو اور

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَقْرَبُوْا	الصَّلٰوةَ	وَاَنْتُمْ	سُكٰرٰى	حَتّٰى	تَعْلَمُوْا	مَا	تَقُوْلُوْنَ	وَلَا
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	نہ نزدیک جاؤ	نماز	جبکہ تم	نشہ	یہاں تک کہ	سمجھنے لگو	جو	تم کہتے ہو	اور نہ

جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ

حالت جنابت میں بھی پاس جانا تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے یہاں تک کہ غسل کرلو

جُنُبًا	اِلَّا	عَابِرِىْ سَبِيْلٍ	حَتّٰى	تَغْتَسِلُوْا
غسل کی حاجت میں	سوائے	حالتِ سفر	یہاں تک کہ	تم غسل کرلو

شانِ نزول

ابتدائے اسلام میں جبکہ شراب حرام نہ ہوئی تھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دعوت کی اور دعوت میں مہمانوں نے شراب بھی پی۔ اسی میں نماز مغرب کا وقت آ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا انہوں نے مدہوشی میں سورہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ میں لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کی جگہ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھ دیا لفظ لَآ چھوڑ دیا جس سے معنی بالکل خلاف اور غلط ہو گئے اور بلا ارادہ خلاف توحید شرکیہ الفاظ ادا ہو گئے۔ بعد میں تنبیہ ہونے پر ندامت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض حال کیا گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو حالت سکر میں نماز پڑھنے کو اور حقیقت میں نماز کے وقت شراب کے استعمال کو منع فرمادیا گیا۔

نماز اور اس کے آداب کی تاکید

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اس خاص موقعہ پر نماز کی تاکید کے ارشاد فرمانے سے دو نفع معلوم ہوتے ہیں اول یہ کہ احکام کثیرہ مذکورہ بالا میں جن میں حقوق و معاملات باہمی اور عبادات جانی و مالی کا ذکر تھا ان سب کو بجالانے کے ساتھ بخل اور ریا اور خود پسندی اور بڑائی سے بھی مجتنب رہنا چونکہ نفس پر شاق ہے اور سننے والوں کو خلجان کا موقعہ ہے تو اس دشواری اور خلجان کا علاج بتانا منظور ہے یعنی نماز کو اس کی شرائط اور آداب ظاہری اور باطنی کے ساتھ ادا کرو گے تو جملہ اوامر و نواہی مذکورہ بالا کی تعمیل تم پر سہل ہو جائے گی کیونکہ نماز کی وجہ سے جملہ اوامر و عبادات میں سہولت اور رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ دیگر آیات اور احادیث میں مذکور ہے۔ دوسرا نفع یہ ہے کہ احکام سابقہ کثیرہ کو سن کر بعید نہیں جو کاہل کم ہمت اپنے آپ کو مجبور خیال کر کے ہمت ہار دے اور اس کاہلی کا اثر نماز میں بھی ظاہر ہونے لگے جس کے شرائط و آداب بہت کچھ ہیں اس لئے نماز کا اہتمام مناسب ہوا۔ الحاصل جو کوئی نماز کا اہتمام اور التزام رکھے گا اس کو دیگر احکام جانی اور مالی میں بھی سہولت ہوگی اور جو کوئی دیگر احکام میں کاہلی اور بے پروائی کرتا ہے اس سے اقامت صلوٰۃ میں بھی کوتاہی کرنا بعید نہیں اس غرض سے اس خاص موقعہ پر نماز کے متعلق تاکید اور بعض ہدایتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھنے کا حکم اس وقت تھا جب تک شراب کی حرمت اور قطعی ممانعت نازل نہ ہوئی تھی بعد میں جب شراب حرام ہوگئی تو نشہ نہ نماز کے اوقات میں درست رہا اور نہ غیر نماز کے اوقات میں پس آیت کا یہ حکم تو اب منسوخ ہے۔

شراب نوشی عرب کی پرانی عادت تھی اور پوری قوم اس عادت میں مبتلا تھی۔ بجز چند مخصوص حضرات کے جن کی طبیعت ہی کو اللہ تعالیٰ نے ایسا سلیم بنا دیا تھا کہ وہ اس خبیث چیز کے پاس کبھی نہیں گئے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبوت سے پہلے بھی آپ نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شراب نوشی اور نشہ کرنا حرام تھا اور اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو اس سے بچانا مطلوب اور مقصود تھا مگر

یکا یک اس کو حرام کر دیا جاتا تو لوگوں پر اس حکم کی تعمیل سخت مشکل ہو جاتی۔اس لئے ابتداءً اس پر جزوی پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے خراب اثرات پر تنبیہ کر کے ذہنوں کو اس کے چھوڑنے پر آمادہ کیا گیا چنانچہ ابتداءً اس آیت میں صرف یہ حکم ہوا کہ نشے کی حالت میں نماز کے پاس مت جاؤ جس کا حاصل یہ تھا کہ نماز کے وقت نماز کا ادا کرنا تو فرض ہے اس لئے اوقات نماز میں شراب استعمال نہ کی جاوے جس سے مسلمانوں نے یہ محسوس کر لیا کہ یہ ایسی خراب چیز ہے جو انسان کے لئے نماز سے مانع ہے۔ بہت سے حضرات نے تو اسی وقت سے اس کے چھوڑنے کا اہتمام کر لیا اور دوسرے مسلمان بھی اس کی خرابی اور برائی کو سوچنے لگے۔آخر سورۂ مائدہ کی آیت میں شراب کے ناپاک اور حرام ہونے کا قطعی حکم آ گیا اور ہر حال میں شراب پینا حرام ہو گیا۔

اور یہاں جو یہ حکم دیا گیا کہ حالت جنابت میں بھی جبکہ غسل فرض ہو نماز مت پڑھو جب تک کہ غسل نہ کر لو تو یہ حکم اس حالت کا ہے جبکہ کوئی عذر غسل کرنے سے مانع نہ ہو اور اگر عذر کی حالت ہو اور پانی کے استعمال سے معذوری اور مجبوری ہو تو اس کا حکم آیت کے اگلے حصہ میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی تیمم کی اجازت دی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو نماز کا قائم کرنے والا بنا دے اور اس کو آداب ظاہری اور باطنی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور ان نمازوں کی برکت سے جملہ اوامر و احکام کی ادائیگی کی رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت ہمارے قلوب میں پیدا فرما دے۔

یا اللہ ہماری نمازیں ایسی ہوں کہ جو ہم سے جملہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرانے والی ہوں اور تمام برائیوں اور غیر شرع کاموں سے بچانے والی ہوں۔

یا اللہ ہمیں ایسی نمازوں کی توفیق عطا فرما دے کہ جو ہمارے دلوں میں اہل اسلام کی طرف سے الفت و محبت کا جذبہ پیدا ہو اور ہمارے دلوں کی تمام کدورتیں دور ہو جائیں آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو اور باہمی نفرت و عداوت دور ہو جائے۔

یا اللہ شراب جیسی خبیث ناپاک اور حرام شے سے اس ملک پاکستان کو پاک فرما دے اور شراب نوشی کی لعنت کو اس ملک سے یکسر مٹا دے۔شراب نوشی کی تباہی و بربادی سے اہل پاکستان کو بچا لے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو

وَاِنْ	كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَوْ	عَلٰى	سَفَرٍ	اَوْ جَآءَ	اَحَدٌ	مِّنْكُمْ	مِّنَ	الْغَآئِطِ	اَوْ	لٰمَسْتُمُ	النِّسَآءَ
اور اگر	تم ہو	مریض	یا	پر-میں	سفر	یا آئے	کوئی	تم میں	سے	جائے ضرور	یا	تم پاس گئے	عورتیں

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ

پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر (ہاتھ) پھیر لیا کرو بلاشبہ

فَلَمْ تَجِدُوْا	مَآءً	فَتَيَمَّمُوْا	صَعِيْدًا	طَيِّبًا	فَامْسَحُوْا	بِوُجُوْهِكُمْ	وَ	اَيْدِيْكُمْ	اِنَّ
پھر تم نے نہ پایا	پانی	تو تیمم کرو	مٹی	پاک	مسح کرلو	اپنے منہ	اور	اپنے ہاتھ	بیشک

اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾	اللّٰهَ	كَانَ	عَفُوًّا	غَفُوْرًا	
اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں	اللہ	ہے	معاف کرنےوالا	بخشنے والا	

پانی کے استعمال سے معذوری ہو تو کیا کرے

آیت کے اس حصہ میں پانی سے معذوری کی تین صورتیں بتلائی گئیں۔ایک بیماری کہ پانی اس میں ضرر کرتا ہے۔دوسری صورت یہ کہ سفر درپیش ہے اور پانی اتنا موجود ہے کہ وضو کرلے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے دور تک پانی نہ ملے گا۔تیسری صورت یہ کہ پانی بالکل موجود ہی نہیں۔اس پانی موجود نہ ہونے کی صورت کے ساتھ دو صورتیں طہارت کی ضروری ہونے کی بیان فرمائیں۔ایک یہ کوئی استنجے سے فارغ ہو کر آیا۔اس کو وضو کی حاجت ہے۔یا بیوی سے قربت کی ہو اور غسل کی حاجت ہو تو ان دونوں میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کا حکم دیا گیا۔

شان نزول

بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی سفر میں تھے اور اس سفر میں جانے سے پہلے حضرت عائشہؓ نے اپنی ہمشیرہ حضرت اسماءؓ سے ایک گلے کا ہار واپس کر دینے کے وعدہ پر مستعار لیا تھا۔وہ ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا جس کے ڈھونڈنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع قافلہ ٹھہر گئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اب نہ تو ہمارے پاس پانی تھا نہ وہاں اس میدان میں کہیں پانی تھا۔لوگ میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس میری شکایتیں کرنے لگے کہ دیکھو ہم ان کی وجہ سے کیسی مصیبت میں پڑ گئے۔چنانچہ میرے والد صاحب میرے پاس آئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تھے۔آتے ہی کہنے لگے تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے لوگوں کو روک دیا۔اب نہ تو ان کے پاس پانی ہے اور نہ یہاں پانی کہیں نظر آتا ہے۔الغرض مجھے خوب ڈانٹا ڈپٹا۔غرض ساری رات گزر گئی صبح کو لوگ جاگے لیکن پانی نہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور سب نے تیمم کیا۔ اب جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے ہی ہار مل گیا۔پہلے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عائشہؓ پر غصہ ہو کر گئے تھے۔لیکن تیمم کی رخصت کے حکم کو سن کر خوشی خوشی اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم بڑی مبارک ہو۔مسلمانوں کو اتنی بڑی رخصت ملی۔

تیمم کس طرح کرنا چاہیے

تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرنے سے پہلے نیت یعنی دل میں ارادہ کرلے کہ میں پاک ہونے کے لئے تیمم کرتا ہوں یا نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتا ہوں۔ تیمم میں نیت فرض ہے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اگر گرد زیادہ لگ جائے تو اسے جھاڑ دیں اور ہاتھوں کو تمام منہ پر پھیریں کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے پھر اسی طرح دوبارہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر ماریں اور دونوں ہاتھوں پر مع کہنیوں کے اس طرح پھیریں کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے۔ جہاں ہاتھ نہ پہنچا ہو اگر بال برابر ناخن برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمم نہ ہوگا۔ اس لئے اگر انگوٹھی یا چھلہ پہن رکھا ہے تو اسے اتار کر تیمم کرنا چاہیے تاکہ کوئی جگہ ہاتھ پھیرنے سے چھوٹ نہ جاوے۔ جو چیز کہ زمین کی جنس سے ہو اس سے تیمم کر سکتے ہیں۔ مثلاً مٹی ریت پتھر گچ چونہ ہڑتال سرمہ مردہ سنگ گندھک گیرو پکی اینٹ مٹی کے برتن خواہ اس میں پانی بھرا ہو یا خالی ہو۔ کھریا مٹی نمک جو کان سے نکلتا ہے وغیرہ راکھ پر تیمم درست نہیں۔ اسی طرح سونا چاندی فولاد پیتل تانبہ لکڑی گھاس وغیرہ پر تیمم درست نہیں۔ تکیہ گدا کپڑے پر بھی تیمم درست نہیں ہاں اگر ان پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ مارنے سے گرد اڑتی ہے تو ان پر تیمم کر سکتا ہے تیمم وضو اور غسل کا ایک ہی طرح ہے صرف نیت الگ الگ ہے کہ اس میں وضو کے قائم مقام ہونے کا خیال کرے اور اس میں غسل کے قائم مقام ہونے کا۔ اگر وضو اور غسل دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔ اس صورت میں جب وضو ٹوٹ جائے گا تو وہ تیمم وضو کے حق میں ٹوٹ جائے گا اور غسل کے حق میں باقی رہے گا جب تک غسل کی واجب کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے جس عذر کے سبب سے تیمم کیا گیا اس عذر کے زائل ہو جانے سے تیمم جاتا رہتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا پھر جب پانی مل گیا تو وہ تیمم جاتا رہا۔ اور جن باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے انہی باتوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور تفصیلی مسائل تیمم سے متعلق فقہ کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ وہاں سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو حضر سفر بیماری تندرستی ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں اور اسلام و ایمان کی برکتوں سے نوازیں۔

یا اللہ ہمیں اسلام و ایمان کی وہ محبت و عظمت عطا فرما کہ جو ہم زندگی کے ہر لمحہ میں آپ کے احکام کا خیال رکھیں اور ان کے اتباع میں اپنی سعادت سمجھیں۔

یا اللہ ہمیں ظاہری و باطنی کامل طہارت نصیب فرما اور آپ نے جو ہم کو شریعت مطاہرہ میں آسانیاں عطا کی ہیں ان کی قدر اور ان پر شکر کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ

اے مخاطب کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک بڑا حصہ ملا ہے وہ لوگ گمراہی کو اختیار کر رہے ہیں اور یوں چاہتے ہیں

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	اُوْتُوْا	نَصِيْبًا	مِّنَ	الْكِتٰبِ	يَشْتَرُوْنَ	الضَّلٰلَةَ	وَيُرِيْدُوْنَ
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف	وہ لوگ جو	دیا گیا	ایک حصہ	سے	کتاب	مول لیتے ہیں	گمراہی	اور وہ چاہتے ہیں

أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿٤٤﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

کہ تم راہ سے بے راہ ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے اور اللہ تعالیٰ کافی

اَنْ	تَضِلُّوا	السَّبِيْلَ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِاَعْدَآئِكُمْ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	وَلِيًّا	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ
کہ	بھٹک جاؤ	راستہ	اور اللہ	خوب جانتا ہے	تمہارے دشمنوں کو	اور کافی	اللہ	حمایتی	اور کافی	اللہ

نَصِيرًا ﴿٤٥﴾ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا

حامی ہے یہ لوگ یہودیوں میں سے ہیں کلام کو اس کے مواقع سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ کلمات کہتے ہیں سَمِعْنَا

نَصِيْرًا	مِنَ	الَّذِيْنَ	هَادُوْا	يُحَرِّفُوْنَ	الْكَلِمَ	عَنْ	مَّوَاضِعِهٖ	وَيَقُوْلُوْنَ	سَمِعْنَا
مددگار	سے (بعض)	وہ لوگ جو	یہودی ہیں	تحریف کرتے ہیں (بدل دیتے ہیں)	کلمات	سے	اس کی جگہ	اور کہتے ہیں	ہم نے سنا

وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ

وَعَصَيْنَا اور اِسْمَعْ غیر مُسْمَعٍ اور رَاعِنَا اس طور پر کہ اپنی زبانوں کو پھیر کر اور دین میں طعنہ زنی کی نیت سے اور اگر

وَعَصَيْنَا	وَ	اسْمَعْ	غَيْرَ	مُسْمَعٍ	وَرَاعِنَا	لَيًّا	بِاَلْسِنَتِهِمْ	وَطَعْنًا	فِي الدِّيْنِ	وَلَوْ
اور ہم نے نافرمانی کی	اور	سنو	نہ	سنوایا جائے	اور راعنا	موڑ کر	اپنی زبانوں کو	طعنہ کی نیت سے	دین میں	اور اگر

أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن

یہ لوگ یہ کلمات کہتے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اور اِسْمَعْ اور اُنْظُرْنَا تو یہ بات اُن کے لئے بہتر ہوتی اور موقع کی بات تھی مگر ان کو خدا تعالیٰ نے اُن کے

اَنَّهُمْ	قَالُوْا	سَمِعْنَا	وَاَطَعْنَا	وَاسْمَعْ	وَانْظُرْنَا	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	وَاَقْوَمَ	وَلٰكِنْ
وہ	کہتے	ہم نے سنا	اور ہم نے اطاعت کی	اور سنیے	اور ہم پر نظر کیجئے	تو ہوتا	بہتر	ان کے لئے	اور زیادہ درست	اور لیکن

لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٤٦﴾

کفر کے سبب اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ لاویں گے ہاں مگر تھوڑے سے آدمی

لَّعَنَهُمُ	اللّٰهُ	بِكُفْرِهِمْ	فَلَا يُؤْمِنُوْنَ	اِلَّا قَلِيْلًا
اُن پر لعنت کی	اللہ	انکے کفر کے سبب	پس ایمان نہیں لاتے	مگر تھوڑے

شان نزول

گذشتہ آیت میں جب تیمم کا حکم نازل ہوا تو یہودی علماء نے اپنے ہاں کے سخت احکام کے مقابلہ میں اس پر تمسخر اور طعن کیا اور کہنے لگے پانی سے نجاست کا دور ہونا تو ایک معقول بات تھی بھلا خاک پر ہاتھ مار کے ہاتھ منہ پر پھرانے سے کیا ہوتا ہے؟

بالخصوص یہود عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس جا کر اسلام کی ہجو کیا کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک ڈالا کرتے تھے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد ان آیات میں نازل فرمایا اور چونکہ ابتدائے سورۃ سے یہاں تک احکام بیان ہوئے تھے اس جگہ سے مخالفوں کے شکوک وشبہات کا رد شروع ہوتا ہے قرآن پاک کا طرز بیان یہی ہے کہ ایک علم کے بعد دوسرا علم بیان ہوتا رہتا ہے تا کہ ایک قسم کے کلام سے مخاطب کی طبیعت پر گرانی نہ پیدا ہو۔ پھر یہود مدینہ کا اوپر بھی ذکر ہوا تھا کہ جو نہایت کنجوس اور مغرور تھے۔

اور مال کے خرچ کرنے میں انتہائی بخل سے کام لیتے تھے اور مسلمانوں کو بھی اپنے قول وفعل سے بخل کی ترغیب دیتے تھے۔اس لئے یہود کی مذمت فرمائی جاتی ہے۔ارر مسلمانوں کوان کی شرارتوں سے متنبہ کیا جاتا ہے تا کہ مسلمان ان سے علیحدہ رہیں۔

آیات کا خلاصہ

ان آیات میں یہود کی کجروی اور گمراہی کا بیان ہوا اور اس امر کی صراحت کردی گئی کہ کفار خصوصاً یہودی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔اس بات کی طرف بھی لطیف اشارہ کر دیا گیا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان غیر مذاہب والوں سے دینی اختلاط نہ کریں اور ان کو اپنا اندرونی دشمن خیال کریں اور ان کی فتنہ پردازیوں کو گہری نظر سے دیکھیں اور ان سے بچیں۔

ان آیات سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدتہذیبی کرنی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی لفظ کہنا یا توہین کرنا کفر ہے۔نیز یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی سے ذاتی خصومت نہیں بلکہ انسان کی گنہ گاریاں اور کفر شعاریاں لعنت الٰہی کا سبب بن جاتی ہیں۔جس کے نتیجہ میں وہ نور ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا

یا اللہ ہم کو اسلام وایمان کی حقیقت نصیب فرما اور زندگی اس پر استقامت عطا فرما۔

یا اللہ ہر طرح کی ظاہری و باطنی گمراہی اور ضلالت سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ دین اسلام کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری نصرت وحمایت فرما اور شریعت مطاہرہ کے احکام کا ادب وعظمت اور ان کی توقیر واتباع ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ دشمنان دین اسلام خصوصاً یہود ملعون کی شرارتوں سے اہل اسلام کی حفاظت فرمایئے۔اور دشمنوں کے عزائم کو ناکام بنادیجئے۔

یا اللہ یہود ونصاریٰ جو دن رات اہل اسلام میں فتنہ ڈالنے کے کوشاں رہتے ہیں ان کی فتنہ پردازیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے۔اور اسلام وایمان کی برکت سے اہل اسلام کو غلبہ اور شوکت نصیب فرمایئے اور دشمنان دین کو ذلت و خواری نصیب کیجئے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ

اے وہ لوگو جو کتاب دیے گئے ہو تم اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے ایسی حالت پر کہ وہ سچ بتلاتی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے اس

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	اٰمِنُوْا	بِمَا	نَزَّلْنَا	مُصَدِّقًا	لِّمَا	مَعَكُمْ	مِّنْ قَبْلِ	اَنْ	نَّطْمِسَ
اے	وہ لوگ جو	کتاب دیے گئے (اہل کتاب)	ایمان لاؤ	اس پر جو	ہم نے نازل کیا	تصدیق کرنے والا	جو	تمہارے پاس	اس سے پہلے	کہ	ہم مٹا دیں

وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝

سے پہلے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں اور اُن کو اُن کی اُلٹی جانب کی طرح بنا دیں یا اُن پر ہم ایسی لعنت کریں جیسی لعنت ان ہفتہ والوں پر کی تھی

وُجُوْهًا	فَنَرُدَّهَا	عَلٰٓى	اَدْبَارِهَآ	اَوْ	نَلْعَنَهُمْ	كَمَا	لَعَنَّآ	اَصْحٰبَ السَّبْتِ	وَكَانَ	اَمْرُ	اللّٰهِ	مَفْعُوْلًا
چہرے	پھر الٹ دیں	پر	اُن کی پیٹھ	یا	ہم ان پر لعنت کریں	جیسے	ہم نے لعنت کی	ہفتے والے	اور ہے	حکم	اللہ	ہو کر (رہتا)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ

اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہی ہو کر رہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے

اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَغْفِرُ	اَنْ	يُّشْرَكَ بِهٖ	وَيَغْفِرُ	مَا	دُوْنَ ذٰلِكَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَمَنْ	يُّشْرِكْ
بیشک	اللہ	نہیں بخشتا	کہ	شریک ٹھہرائے اس کا	اور بخشتا ہے	جو	اس کے سوا	جس کو	وہ چاہے	اور جو جس	شریک ٹھہرایا

بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝

لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔

بِاللّٰهِ	فَقَدِ افْتَرٰٓى	اِثْمًا	عَظِيْمًا
اللہ کا	پس اس نے باندھا	گناہ	بڑا

یہود کو ایمان کی دعوت

یہاں اس آیت میں اہل کتاب یعنی یہود مدینہ کو دعوت دی گئی کہ تم قرآن مجید کی تصدیق کرو اور اس پر ایمان لے آؤ اور بطور اتمام حجت یہ فرمایا گیا کہ یہ کتاب تمہاری کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرتی ہے اور ان کے بنیادی اصول متحد ہیں تو گویا قرآن پر ایمان لانا کتب سابقہ پر ایمان لانا ہے اور اس کی تکذیب کتب سابقہ کی تکذیب ہے۔ اس لئے نصیحت کی گئی کہ تم اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی اس سزا سے بچ جاؤ جو گذشتہ امتوں کو حق کے انکار کی وجہ سے ملی اور یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا ہے اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ یعنی ایمان نہ لانے والوں کو ڈرایا گیا کہ ہم تمہارے چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں اور ان کو ان کی الٹی جانب یعنی گدی کی طرف صفا چٹ بنا دیں۔ تو بعض مفسرین نے اس سے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ جو عزت و حکومت اور اقبال تم کو حاصل تھا اس کو الٹ دیں گے۔ منہ کا بگاڑنا کنایہ عزت بگاڑنے سے ہے یعنی تم کو ذلت و خواری غلامی اور اسیری میں پھر مبتلا کر دیں گے چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق یہود کو صحابہ کی فتوحات سے یہ ماتحتی جو بمنزلہ غلامی اور اسیری کے ہے پیش آئی اور یہود مدینہ سے اور اطراف عرب سے جلا وطن ہو کر نکالے گئے اور یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ یا ان ایمان نہ لانے والوں پر ہم ایسی لعنت کریں جیسی لعنت ان اصحاب السبت پر کی تھی۔ اصحاب السبت یعنی سنیچر کے دن والے۔ ان کا قصہ قرآن پاک میں سورۂ اعراف میں مذکور ہے اور سورۂ بقرۃ میں بھی ان کا ذکر ہوا ہے جو مختصر طور پر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اجازت تھی کہ سنیچر کے دن کے

علاوہ باقی تمام دنوں میں مچھلی کا شکار کریں۔ سبت سنیچر کے دن کو کہتے ہیں تو بنی اسرائیل کو ان کی شریعت میں سنیچر کے دن شکار اور دنیوی کاروبار کی سخت ممانعت تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو برس بعد بنی اسرائیل کی ایک بستی کے لوگوں نے جو کسی دریا کے کنارے بستے تھے ہفتہ کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کرنا شروع کر دیا اور وہ اس حیلہ سے کہ دریا میں سے پانی کی نالیاں بنادیں اور ہفتہ کے روز سے پہلے ان نالیوں کے منہ کھول دیتے چونکہ ان کی آزمائش اللہ تعالیٰ کو منظور تھی اس لئے دریا میں ہفتہ ہی کے روز خاص طور پر سے مچھلیاں بکثرت آتیں اور دنوں میں بہت کم آتیں۔ تو ہفتہ کے دن مچھلیاں دریا میں سے ان نالیوں میں آجاتیں اگلے دن اتوار کو وہ ان نالیوں میں سے مچھلیاں جمع کر لیتے ان کے دین دار اور سمجھدار مذہبی پیشواؤں نے انہیں منع بھی کیا کہ اس حیلہ بازی کو ترک کر دو۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور ان کی اس چالبازی کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی اور ان کے چہرے بندروں جیسے ہو گئے اور بعد میں وہ سب مر گئے۔ تو یہود کو اللہ تعالیٰ کی اس لعنت سے ڈرایا گیا جو بنی اسرائیل میں اصحاب سبت پر پڑ چکی تھی بعجہ ان کی نافرمانی کے۔

سب سے بڑا گناہ جو بخشا نہ جائے گا

آگے دوسری آیت میں تمام بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل کتاب کو خصوصاً سب سے بڑے گناہ کفر و شرک کے متعلق آگاہ کیا گیا۔ یہ عظیم ترین گناہ جو اگر توبہ نہ کی گئی تو کسی صورت میں بخشا نہ جائے گا۔ اس کے علاوہ دوسرے گناہ خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ وہ سب قابل مغفرت ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بغیر توبہ کے بھی اس کے کبیرہ و صغیرہ بخش دیں خواہ تھوڑا بہت عذاب دے کر یا بلا عذاب لیکن شرک کبھی نہیں بخشا جائے گا۔

قرآن و حدیث اور اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں۔ یعنی کفر و شرک سے اگر توبہ نہ کی گئی تو یہ قابل مغفرت اور معافی نہیں بلکہ ان کی سزا دائمی عذاب اور جہنم ہے اور بلا توبہ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ توبہ سے تو سو سال کا کفر و شرک بھی ایک منٹ میں معاف ہو جاتا ہے۔ یہاں جو قانون الٰہیہ بتلایا گیا ہے وہ کفر و شرک کا بلا توبہ کے قابل مغفرت نہ ہونا ہے۔

دین اسلام کے بدیہی مسلمات کو دل سے ماننا اور زبان سے انکا اقرار کرنا یہ ایمان ہے اور ان بدیہی مسلمات میں کسی ایک بات کے انکار کا نام کفر ہے پس ایمان کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ دین کے تمام بدیہی مسلمات قلب اور زبان سے مان لئے جائیں اور کفر کی صورتیں بہت ہیں۔ یوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے لئے سب سے بدنما داغ ہے لیکن اس کی جو قسم سب سے بدتر ہے وہ شرک ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی ذات۔ اس کی صفات' اس کی عبادات' اس کی حدود عظمت' یا اس کے احکام میں کسی اور شریک بنالینا۔ گویا شرک توحید کے برعکس اور منافی بات ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان سے نوازا۔ اے اللہ ہم کو اس نعمت اسلام کی قدر دانی نصیب فرما اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ احکام کا فرمانبردار بنا کر زندہ رکھ اور اسی پر موت نصیب فرما۔ یا اللہ ہم سے جو اب تک گناہ اور خطائیں سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور اپنی مغفرت و رحمت سے ہم سب کو دین و دنیا میں نواز دے۔ یا اللہ آپ کا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہم کو سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت میں شامل ہونا نصیب فرمایا۔ اور اپنے تمام انبیاء اور کتب پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا۔ یا اللہ ہم کو ایمان حقیقی نصیب فرما اور اپنی ذات پاک کی صفات کی معرفت کاملہ عطا فرما اور اس امر کا یقین کامل نصیب فرما کہ بیشک آپ کا جو حکم ہوتا ہے وہ صادر ہو کر رہتا ہے آپ کے فیصلہ کو نہ کوئی روک سکتا ہے نہ ٹال سکتا ہے۔ یا اللہ ہمارے حق میں ہدایت اور دین و دنیا کی صلاح و فلاح کا فیصلہ اور حکم فرما دے اور ہمارے لئے دائمی ٹھکانا اپنی رضا کے مقام جنت عالیہ میں مقدر فرما دے اور جہنم کے آزار جو کفار و مشرکین کے لئے مقدر ہو چکے ان سے ہمیں بچا لے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۴۹

اے مخاطب کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلادیں اور اُن پر تاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	يُزَكُّوْنَ	اَنْفُسَهُمْ	بَلِ	اللّٰهُ	يُزَكِّيْ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	وَلَا يُظْلَمُوْنَ	فَتِيْلًا
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف (کی)	وہ جو کہ	پاک۔ مقدس کہتے ہیں	اپنے آپ کو	بلکہ	اللہ	مقدس بناتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور ان پر ظلم نہ ہوگا	دھاگے برابر

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۵۰ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

دیکھو تو یہ لوگ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور یہی بات صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے اے مخاطب کیا تو اُن لوگوں کو نہیں دیکھا

اُنْظُرْ	كَيْفَ	يَفْتَرُوْنَ	عَلَي اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَكَفٰى	بِهٖٓ	اِثْمًا	مُّبِيْنًا	اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ
دیکھو	کیسا	باندھتے ہیں	اللہ پر	جھوٹ	اور کافی ہے	یہی	گناہ	صریح	کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف (کی)	وہ لوگ جو

اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں اور وہ لوگ کفار کی نسبت کہتے ہیں

اُوْتُوْا	نَصِيْبًا	مِّنَ	الْكِتٰبِ	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْجِبْتِ	وَالطَّاغُوْتِ	وَيَقُوْلُوْنَ	لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
دیا گیا	ایک حصہ	سے	کتاب	وہ مانتے ہیں	بُت (جبع)	اور سرکش (شیطان)	اور کہتے ہیں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)

هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۵۱ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ

کہ یہ لوگ بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں یہ لوگ وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنا دیا ہے اور خدا تعالیٰ

هٰٓؤُلَاۗءِ	اَهْدٰى	مِنَ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	سَبِيْلًا	اُولٰۗىِٕكَ	الَّذِيْنَ	لَعَنَهُمُ	اللّٰهُ	وَمَنْ
یہ لوگ	راہ راست پر	سے	جو لوگ ایمان لائے (مومن)	راہ	یہی لوگ	وہ لوگ جو	ان پر لعنت کی	اللہ	اور جس پر

يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۵۲	يَّلْعَنِ	اللّٰهُ	فَلَنْ	تَجِدَ لَهٗ	نَصِيْرًا
جس کو ملعون بنادے اس کا کوئی حامی نہ پاؤ گے	لعنت کرے	اللہ	تو ہرگز نہیں	تو پائے گا اس کا	کوئی مددگار

یہودیوں کی خودفریبی کا جواب

جب یہود نے قرآن مجید کی گذشتہ درس میں بیان کی ہوئی آیت یعنی اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ سنی تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہیں ہیں بلکہ ہم تو مومن خالص اور خالص اللہ کے بندے اور پیغمبروں کی اولاد میں سے ہیں۔ پیغمبری ہماری میراث ہے۔ تقدس ہمارا نسلی حق ہے۔ ہم پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ ہمارے رات کے گناہ صبح تک خودبخود پاک ہو جاتے ہیں اور جو گناہ ہم دن میں کرتے ہیں وہ شام کو محو کر دیے جاتے ہیں۔ ہم خدا کے بیٹے اور دوست ہیں۔ جنت میں ہمارے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔ ان کے ان تمام باطل خیالات کی تردید میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ چنانچہ ان آیات زیر تفسیر میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''اے مخاطب کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا یعنی تعجب کے قابل ہیں جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں یعنی یہ لوگ خودبخود اپنی تعریفیں کرتے اور پاک دامن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ خودبخود پاکدامنی

کا دعویٰ کرنے سے معصومیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ یہ ایک دوسرے کو پاکیزہ مقدس بنا سکتے ہیں۔ نہ ایک کے کہنے سے دوسرا پاکدامن ہو سکتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلا دیں یعنی تزکیہ اور پاکی تو صرف خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو خدا تعالیٰ پاکدامنی اور پرہیزگاری کی توفیق عطا فرماتا ہے وہ حسب مشیت الٰہی پاکدامن ہو جاتا ہے ورنہ یہود کی طرح ایک کا دوسرے کو پاکدامن کہنا بے سود ہے پاک وہی ہے جس کو خدا پاک کرے اور پاک کہے"۔

اور اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں مومن کو مقدس بتلا چکے ہیں۔ جیسے تیسویں پارہ سورہ اعلیٰ میں اشقی یعنی کافر کے مقابلہ میں مومن کی نسبت فرمایا قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى پس وہی مقدس ہو گا نہ کہ کفر کرنے والے جیسے یہود ہیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:

"ان یہود کو قیامت میں اس جھوٹے دعوے پر جس کا منشا کفر کو ایمان سمجھنا ہے جو سزا ہو گی اس سزا میں ان پر تاگے برابر بھی ظلم نہ ہو گا یعنی وہ سزا ان کے جرم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ ایسے جرم پر ایسی ہی سزا لائق ہے۔"

آگے ارشاد ہوتا ہے "ذرا دیکھنے کی بات ہے کہ اپنے دعوے میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کس طرح جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور افترا پردازی اور بہتان تراشی کرتے ہیں کہیں اپنے کو اولاد خدا کہتے ہیں کہیں محبان خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور باوجود بدکار ہونے کے اپنے کو معصوم کہتے ہیں اور باوجود اس افترا بندی کے مقدس اور مقبول الٰہی ہونے کے مدعی ہیں ان کی یہی بات صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے اس سے زیادہ واضح گناہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک تو خدا پر اتہام لگائیں کفر و شرک کریں اور پھر اس سے انکار کریں اور تقدس کا دعویٰ کریں۔"

علم کے باوجود شرک کی حمایت کی سزا

روایات میں ہے کہ بدر کی شکست سے کعب بن اشرف جو مدینہ میں یہود کا سردار تھا بہت گھبرایا اس لئے ستر یہود کے ساتھ مشرکین مکہ کے پاس پہنچا تا کہ قریش کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کرے۔ مکہ پہنچ کر کعب بن اشرف تو ابو سفیان کے گھر ٹھہرا اور باقی یہودی دیگر کفار قریش کے مکانوں میں ٹھہرے۔ جنگ کے بارہ میں باہمی تبادلہ خیالات ہوا۔ ابو سفیان نے کعب بن اشرف کے عزائم معلوم کئے جس کے جواب میں اس نے کہا کہ ہم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ قریش نے یہودیوں سے کہا کہ تم اہل کتاب ہو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھی کتاب ہے ممکن ہے کہ تم ہم سے مکر کرتے ہو اس لئے جب تک تم ہمارے دونوں بتوں جبت اور طاغوت کو سجدہ نہ کرو اس وقت تک ہم تمہارے ساتھی نہ ہوں گے۔ چنانچہ کعب بن اشرف نے مشرکین کو خوش کرنے کے لئے اس شرک کا ارتکاب بھی کر لیا۔ اس کے بعد ابو سفیان نے کہا کہ تم لکھے پڑھے ہو اور ہم ان پڑھ ہیں اچھا یہ بتلاؤ کہ ہم صحیح راستہ پر ہیں یا محمد؟ کعب بن اشرف نے کہا کہ اپنے دین کی کچھ تفصیلات بیان کرو۔ اس پر ابو سفیان نے جواب دیا ہم خانہ کعبہ کے متولی اور خدمت گزار ہیں۔ ہم حجاج کے لئے قربانی کرتے ہیں ان کو پانی پلاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ قیدیوں کو چھڑاتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں نیز ہم اہل حرم ہیں۔ برخلاف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہ وہ اپنے آبائی مذہب اور حرم دونوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور رشتہ ناطہ توڑ کر قطع رحمی کے مرتکب ہیں ہمارا دین پرانا اور ان کا مذہب نیا ہے۔ اس پر کعب بن اشرف یہودی نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی بہ نسبت تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو اسی کے متعلق آیت ۵۱-۵۲ میں بیان کیا گیا کہ انہوں نے محض مشرکین کی خوشنودی کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے۔ ان کے اس طرح طریقہ کفر کو طریقہ اسلام سے افضل و بہتر کہنے پر ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی اور خدائی پھٹکار کے اثرات اس قوم پر دنیا میں بھی ظاہر ہوئے اور آخرت میں بھی عذاب سے ہم کنار ہونا پڑے گا۔

دعا کیجئے: اے اللہ دشمنان اسلام جو اہل اسلام کے درپے آزار ہیں ان کو دنیا اور آخرت میں ذلیل فرما۔ اور ان پر دنیا و آخرت میں اپنی لعنت فرما۔ اے اللہ اپنی ناراضگی کے ہر چھوٹے بڑے گناہوں سے ہمیں بچا لے اور ان تمام باتوں سے جن پر تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ ہم کو ان سے خصوصا دور رکھئے اور کامل طور پر بچا لیجئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۙ أَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ

ہاں کیا اُن کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت کا سو ایسی حالت میں تو اور لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے یا دوسرے آدمیوں سے اُن چیزوں پر جلتے ہیں

أَمْ	لَهُمْ	نَصِيْبٌ	مِّنَ	الْمُلْكِ	فَإِذًا	لَّا يُؤْتُوْنَ	النَّاسَ	نَقِيْرًا	أَمْ	يَحْسُدُوْنَ	النَّاسَ
کیا	ان کا	کوئی حصہ	سے	سلطنت	پھر اس وقت	نہ دیں	لوگ	تل برابر	یا	وہ حسد کرتے ہیں	لوگ

عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ

جو اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں سو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے انکو بڑی بھاری

عَلٰى	مَآ اٰتٰهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ	فَقَدْ اٰتَيْنَآ	اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَاٰتَيْنٰهُمْ
پر	جو انہیں دیا	اللہ	سے	اپنا فضل	سو ہم نے دیا	آل ابراہیم	کتاب	اور حکمت	اور انہیں دیا

مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝

سلطنت بھی دی ہے سو اُن میں سے بعضے تو اس پر ایمان لے آئے اور بعضے ایسے تھے کہ اس سے رُوگردان ہی رہے اور دوزخ کی آتش سوزاں کافی ہے

مُّلْكًا	عَظِيْمًا	فَمِنْهُمْ	مَّنْ اٰمَنَ	بِهٖ	وَمِنْهُمْ	مَّنْ	صَدَّ	عَنْهُ	وَكَفٰى	بِجَهَنَّمَ	سَعِيْرًا
ملک	بڑا	پھر اُن میں سے	کوئی ایمان لایا	اس پر	اور ان میں سے	کوئی	رُکا رہا	اس سے	اور کافی	جہنم	بھڑکتی ہوئی آگ

شانِ نزول

یہود مدینہ یہ سمجھتے تھے کہ پیغمبری اور دین کی سرداری ہماری میراث ہے اور یہ ہر زمانہ میں ہمیں ہی ملنی چاہیے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عار سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم و فضل اور جاہ و جلال اور کمالات علمیہ اور عملیہ عطا فرمائے تھے اس پر یہود جلتے تھے اور کہتے تھے کہ حکومت و سلطنت ہمارا ہی حصہ ہے اور آخر کار ہمیں ہی مل کر رہے گی۔ یہود کے ان باطل خیالات کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اسی حسد اور بغض کی مذمت ہے اور ان کے حسد کو کئی وجوہ سے نامعقول قرار دیا گیا۔

یہودیوں کا حسد و بخل

یہاں ان آیات میں ایک بات تو یہ بتلائی گئی کہ کیا حکومت و سلطنت میں یہودیوں کا کچھ حصہ ہے کہ یہودی جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کی عزت گذشتہ واپس مل جائے اور جو حکومت و سلطنت ان کے ہاتھ سے نکل چکی ہے وہ پھر قبضہ میں آجائے تو یہ ان کا محض خیالی پلاؤ ہے اور بتلایا گیا کہ ان میں تو بخل اور کنجوسی کی صفت بد اس قدر جم گئی ہے کہ اگر ان کو حکومت و سلطنت کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے تو لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیں۔

پھر یہود کی اندرونی جلن اور حسد کو بتلایا گیا کہ مسلمانوں کی روز افزوں شوکت و ترقی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت کا بڑھتا ہوا زور دیکھ کر وہ لوگ جلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ نبوت و سلطنت تو ہمارا حصہ تھا۔ ہم اسرائیلی ہیں۔ ہمارے اسلاف ہی میں انبیاء و سلاطین گزرے ہیں۔ یہ اسماعیلی نسب سے نبی کیوں ہو گئے۔ اور ان کو یہ روز افزوں طاقت و عزت کیوں حاصل ہو گئی؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بتلایا کہ در حقیقت نبوت و سلطنت و عزت خدا کا فضل ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اپنے فضل سے نوازتے ہیں یہ خواہ مخواہ حسد سے جلے مرتے ہیں ایک وجہ تو یہود کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کے نامعقول ہونے کی یہ بتلائی گئی دوسری وجہ یہ بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے حضرت ابراہیمؑ کے خاندان والوں کو

کتاب آسمانی بھی دی ہے اور علم نبوت بھی دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی بڑی سلطنت بھی دی چنانچہ بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء گزرے جن میں بعض انبیاء سلاطین بھی ہوئے جیسے حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت سلیمان تو اگر گذشتہ دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے گھرانہ کو بزرگی دی تو اب آپ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو اسی گھرانہ میں سے ہیں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی تو اولاد میں سے ہیں۔ پس اگر اب آپ کو کتاب و نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو اس میں تعجب اور حسد کی کیا بات ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

یہاں ان آیات میں یہود کے اس حسد سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا اس پر تسلی بھی فرمائی گئی کہ اگر آپ کے زمانہ میں آپ کی رسالت اور آپ کی کتاب یعنی قرآن کریم پر کچھ لوگ ایمان نہ لاویں تو رنج کی کوئی بات نہیں یہ معاملہ تو گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح بھی تسلی دی گئی کہ اگر ان کفار اور حاسدین کو دنیا میں سزا کم ہوئی یا نہ بھی ہوئی تو کیا ہوا ان کے لئے آخرت میں جہنم کی جلانے والی آگ کی کافی سزا ہے۔ اس آگ سے فرار اور بچاؤ ان کے لئے ناممکن ہے۔

حسد نہایت بری خصلت ہے

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حسد ایک نہایت مذموم اور قبیح خصلت ہے جس کی حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی اور حسد کی تعریف یہ ہے کہ دوسرے آدمی سے کسی نعمت کے زوال کی تمنا اور خواہش کرنا اور یہ حسد کرنا شریعت اسلامیہ میں حرام ہے اور اس کی بڑی سخت ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''تم حسد سے بچو اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے''

''حسد کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کو فارغ البالی یا راحت و آرام میں دیکھ کر کلسے اور اس نعمت کے جاتے رہنے کو پسند کرے''۔

حسد کا علاج

امام غزالی نے لکھا ہے کہ حسد ایک قلبی مرض ہے اور اس کا علاج ایک علمی ہے اور ایک عملی ہے۔ علمی علاج تو یہ ہے کہ حاسد کو جاننا چاہیے کہ اس کا حسد اسی کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس محسود کا جس پر حسد کر رہا ہے کچھ بھی نہیں بگڑتا بلکہ اس کا تو اور نفع ہے کہ حاسد کی نیکیاں مفت میں اس کے ہاتھ آ رہی ہیں۔ برخلاف حاسد کے کہ اس کا دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی۔

اور عملی علاج حسد کا یہ ہے کہ حسد کا مقصود تو یہ ہے کہ تم محسود کی عیب جوئی کرو اور رنج و غم کے گھونٹ رات دن پیو لہٰذا تم نفس پر جبر کرو اور قصداً اس کے منشا کی مخالفت کر کے اس کی ضد پر عمل کرو۔ یعنی محسود کی تعریفیں بیان کرو اور اس کے سامنے تواضع اور اس نعمت پر خوشی و مسرت کا اظہار کرو جو اسے مرحمت ہوئی ہے جب چند روز بہ تکلف ایسا کرو گے تو محسود کے ساتھ تم کو محبت پیدا ہو جائے گی اور جب عداوت جاتی رہے گی تو حسد بھی نہ رہے گا اور اس رنج و غم اور کوفت سے تم کو نجات مل جائے گی جس میں حسد کی وجہ سے تم مبتلا ہو رہے تھے۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور طفیل سے اہل اسلام کو جو عزت و شوکت حکومت و سلطنت عطا فرمائی تھی اس کو یا اللہ رہتی دنیا تک قائم رکھنا اور ہم کو اسلام کا سچا اتباع نصیب فرمانا۔ اور اپنے رسول پاک کا سچا اور پکا امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمانا۔ اے اللہ دشمنان دین جو ہمیشہ سے اسلام اور اہل اسلام کے دشمن رہے ہیں ان سے ہماری حفاظت فرمانا۔ اے اللہ حسد و بغض جیسی ناپاک خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک فرما اور ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت اسلامیہ کی پابندی کی دولت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ۖ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا

بلاشک جولوگ ہماری آیت کے منکر ہوئے ہم اُن کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے جب ایک دفعہ اُن کی کھال جل چکے گی تو ہم اُس پہلی کھال کی جگہ

إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	بِآيَاتِنَا	سَوْفَ	نُصْلِيهِمْ	نَارًا	كُلَّمَا	نَضِجَتْ	جُلُودُهُم	بَدَّلْنَاهُمْ	جُلُودًا
بیشک	وہ لوگ	کفر کیا	ہماری آیتوں کا	عنقریب	ہم انہیں ڈالیں گے	آگ	جس وقت	پک جائیگی	ان کی کھالیں	ہم بدل دیں گے	کھالیں

غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

فوراً دوسری کھال پیدا کردیں گے تاکہ عذاب ہی بھگتتے رہیں بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں اور جولوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے

غَيْرَهَا	لِيَذُوقُوا	الْعَذَابَ	إِنَّ	اللَّهَ	كَانَ	عَزِيزًا	حَكِيمًا	وَالَّذِينَ	آمَنُوا	وَعَمِلُوا	الصَّالِحَاتِ
اس کے علاوہ	تاکہ وہ چکھیں	عذاب	بیشک	اللہ	ہے	غالب	حکمت والا	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک

سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَّهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ

ہم اُن کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ اُن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اُن کے واسطے اُن میں پاک صاف بیبیاں ہوں گی

سَنُدْخِلُهُمْ	جَنَّاتٍ	تَجْرِي	مِن تَحْتِهَا	الْأَنْهَارُ	خَالِدِينَ	فِيهَا	أَبَدًا	لَّهُمْ	فِيهَا	أَزْوَاجٌ
ہم عنقریب انہیں داخل کرینگے	باغات	بہتی ہیں	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	ہمیشہ	ان کے لئے	اس میں	بیبیاں

مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿٥٧﴾

اور اُن کو نہایت گنجان سایہ میں داخل کریں گے

مُّطَهَّرَةٌ	وَنُدْخِلُهُمْ	ظِلًّا	ظَلِيلًا	
پاک ستھری	اور ہم انہیں داخل کریں گے	چھاؤں	گھنی	

کافروں کی سزا

ان آیات میں مطلق مومن اور غیر مومن کی جزا و سزا بطور قاعدہ کلیہ کے بیان فرمائی جاتی ہے تاکہ کفر سے ترہیب کے ساتھ ایمان کی طرف ترغیب ہو جائے۔ پہلے منکرین اسلام و قرآن کا بیان ہوتا ہے جس میں تمام کفار آ گئے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی۔ ہندو ہوں یا پارسی' تمام منکرین حق کے لئے آخرت یک سزا کی وعید شدید سنائی جاتی ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"بلاشک جولوگ ہماری آیات و احکامات کے منکر ہوئے ہم ان کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے۔ اور وہاں ان کی برابر یہ حالت رہے گی کہ جب ایک دفعہ ان کی کھال آگ سے جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری تازی کھال پیدا کردیں گے تاکہ ہمیشہ عذاب ہی بھگتتے رہیں۔ بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں کہ وہ ایسی سزا دے سکتے ہیں اور حکمت والے ہیں۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے اپنی کتاب "علامات قیامت" میں لکھا ہے کہ اہل جہنم کے جسم بہت چوڑے چکلے بنا دیئے جائیں گے تاکہ سختی عذاب زیادہ ہو اور ان کے ہر ایک رگ و ریشہ کو ظاہراً و باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائے جائیں گے۔ مثلاً جلانا' کچلنا' سانپ بچھوؤں کا کاٹنا' کانٹوں کا چبھونا' کھال کا چیرنا' مکھیوں کا زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ اور بسبب شدت گرمی آگ کے ان کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے۔ یہاں تک کہ اس ایک ساعت میں سات سو جسم بدلتے رہیں گے مگر جسم کے اصلی اجزاء برقرار رہیں گے صرف گوشت پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا اور غم و حسرت و ناامیدی کی

تکلیفات علیحدہ بقدر جسامت برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھالیں بیالیس بیالیس گز موٹی ہوگی۔ ڈاڑھ پہاڑوں کے مانند بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت کے برابر جگہ گھیریں گے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور جہنم کی آگ کی شدت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جائے کہ جو حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جہنمیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان چپلوں کے تسمے آگ کے ہوں گے ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا کہ جس طرح چولہے پر دیگچی کھولتی ہے اور اس میں جوش آتا ہے اور وہ اپنے ہی کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں سمجھے گا حالانکہ وہ جہنمیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا اور ایک حدیث میں ہے کہ اس دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

مومنوں کی جزاء

اوپر پہلی آیت میں کفار کے عذاب کا اظہار کیا گیا تھا اور کفر و نافرمانی کی سزا سے ڈرایا گیا تھا اب دوسری آیت میں ان کے مقابلہ میں مومنوں کی نیکوکاریاں اور اطاعت شعاری کا ثواب اور جزاء بیان کیا جاتا ہے۔

یہاں اس آیت میں بھی اور قرآن کریم کی متعدد دوسری آیات میں ہر جگہ امنوا کے ساتھ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بھی مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ آخرت کی نعمتوں کی جو بشارات دی گئی ہیں ان کے حصول کے لئے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی شرط لگی ہوئی ہے۔ الغرض یہاں مومنین کا انجام بیان ہوا کہ وہ بہشت کے ایسے باغات میں داخل کئے جائیں گے کہ جس کے چپہ چپہ پر نہریں جاری ہوں گی کہ جہاں چاہیں انہیں لے جائیں۔ اپنے محلات میں باغات میں غرض جہاں جی چاہے وہیں وہ نہریں بہنے لگیں گی۔ پھر یہ تمام جنت کی نعمتیں ابدی اور پائیدار ہوں گی نہ انہیں زوال آئے گا نہ ان میں کمی ہوگی۔ نہ وہ واپس لی جائیں گی نہ کبھی فنا ہوں گی نہ سڑیں نہ بگڑیں نہ خراب ہوں نہ ختم ہوں۔

جنت کی حوریں اور گنجان سایہ

یہاں آیت میں اہل جنت کے لئے دو نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک ازواج مطہرہ اور دوسرے "ظِلًّا ظَلِيلًا" یعنی پاک صاف بیبیاں اور گنجان سایہ۔ ازواج مطہرہ کی تفسیر میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی عورتیں پاک ہوں گی یعنی وہ حیض و نفاس کی گندگی اور پلیدی سے میل کچیل سے بو باس رذیل صفتوں اور برے اخلاق سے پاک صاف ہوں گی۔ دوسری نعمت اہل جنت کے لئے گنجان سایہ بتلایا گیا۔ یعنی جنت میں نہ گرمی ہو گی نہ سردی بلکہ ایسا آرام ملے گا جیسا سایہ میں بیٹھ کر ملتا ہے۔ ملک عرب چونکہ نہایت گرم ہے اس لئے وہاں کے لوگ سایہ کو غایت درجہ کی راحت و نعمت جانتے ہیں تو جنت کے سایہ کی صفات یہ ہوں گی کہ وہ بہت گھنے اور لمبے چوڑے سایہ ہوں گے جو بہت فرحت والے بڑے سرور والے۔ راحت افزا اور دل خوش کن ہوں گے۔

جنت میں چاند سورج کی روشنی نہ ہوگی بلکہ عرش کے نور کی روشنی ہوگی۔ اور روشنی اور دھوپ کے لئے خاص آفتاب کا وجود ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے نور اور تیز روشنی پیدا فرمادے۔ اخروی نعمتوں کو دنیاوی نعمتوں پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام و ایمان کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ ہمیں ایمان کی حقیقت نصیب فرما اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ آپ نے اپنے نیک اور مومن بندوں کے لئے جن نعمتوں کے وعدے فرمائے ہیں اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی ان نعمتوں میں حصہ عطا فرمادے اور اپنی پاک جنت میں ہمارا بھی بے حساب داخلہ ہونا نصیب فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا

بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو اُن کے حقوق پہنچادیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو

إِنَّ	اللّٰهَ	يَأْمُرُكُمْ	أَنْ	تُؤَدُّوا	الْأَمَانَاتِ	إِلَىٰ	أَهْلِهَا	وَإِذَا	حَكَمْتُمْ	بَيْنَ	النَّاسِ	أَنْ	تَحْكُمُوا
بیشک	اللہ	تمہیں حکم دیتا ہے	کہ	پہنچاؤ	امانتیں	طرف (کی)	امانت والے	اور جب	تم فیصلہ کرنے لگو	درمیان	لوگ	تو	تم فیصلہ کرو

بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے بلاشک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں

بِالْعَدْلِ	إِنَّ	اللّٰهَ	نِعِمَّا	يَعِظُكُمْ	بِهِ	إِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	سَمِيعًا	بَصِيرًا
انصاف سے	بیشک	اللہ	اچھی	نصیحت کرتا ہے تمہیں	اس سے	بیشک اللہ	ہے	سننے والا	دیکھنے والا

شانِ نزول

۲۰ رمضان یوم جمعہ ۸ھ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور آپ اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں آئے تو عثمان بن طلحہ کو جو خانہ کعبہ کی کنجی رکھتے تھے اور زمانہ جاہلیت سے بیت اللہ کے کلید بردار تھے۔ ان کو بلایا اور ان سے بیت اللہ کی کنجی طلب کی۔ انہوں نے دینی چاہی اتنے میں حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ اب یہ کنجی مجھے سونپ دیجئے تا کہ میرے گھرانے میں حاجیوں کو زم زم پلانا اور کعبہ کی کنجی کا رکھنا دونوں باتیں جمع ہو جائیں یہ سنتے ہی عثمان بن طلحہ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ کنجی طلب کی پھر وہی واقعہ ہوا۔ آپ نے سہ بار طلب کی اس پر عثمان بن طلحہ نے یہ کہہ کر دی کہ اللہ کی امانت کے ساتھ آپ کو دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا دروازہ کھولا اندر تشریف لے گئے اور وہاں جو بت اور تصویریں تھیں سب اتروا کر باہر پھکوایا ان تمام چیزوں کو مٹوا کر آپ باہر آئے اور خانہ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر آپ نے خطبہ دیا اور اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں اس کی خدائی میں کوئی بھی ساجھی اور شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندہ کی مدد کی اور کفر کی ساری فوجوں کو شکست دی۔ آج کفر کے سارے فخر و غرور خون کے سارے پرانے انتقام اور ایام جاہلیت کے کل جانی اور مالی دعوے و جھگڑے میرے پاؤں تلے کچل دیئے گئے اب صرف دو عہدے باقی رہیں گے ایک خانہ کعبہ کی خدمت اور کلید برداری اور دوسرے حاجیوں کو زم زم پلانے کا منصب۔ اس خطبہ کو آپ پورا فرما کر بیٹھے ہی تھے۔

حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ حضور کنجی مجھے عنایت فرمائی جائے تا کہ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو زم زم پلانے کا منصب دونوں یکجا میرے گھر میں جمع ہو جائیں لیکن آپ نے انہیں کنجی نہیں دی اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ ابھی دو پھیرے ہی ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مبارک کی تلاوت شروع کی۔ آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا اور انہیں کنجی سونپ دی اور ارشاد ہوا کہ لو عثمان ہمیشہ کے لئے یہ خدمت تمہارے سپرد ہے۔ آج کا دن وفا کا نیکی کا اور سلوک کا دن ہے۔ اس پر عثمان بن طلحہ کو بڑا تعجب ہوا لیکن جب حضرت علیؓ نے یہ آیت انہیں تلاوت کر کے سنائی تو بے ساختہ عثمان بن طلحہ مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہی کے گھرانہ اور نسل میں آج تک کعبۃ اللہ کی کنجی رکھنے کا منصب چلا آ رہا

ہے۔حضرت عثمان بن طلحہ کا خود اپنا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم پیر اور جمعرات کے روز بیت اللہ کو کھولا کرتے تھے اور لوگ اس میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ ہجرت سے پہلے ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لئے تشریف لائے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر جانے سے روکا اور انتہائی ترشی دکھائی لیکن آپ نے بڑی بردباری کے ساتھ ان سخت کلمات کو برداشت کیا اور پھر فرمایا۔ عثمان! شاید تم ایک روز یہ بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے جبکہ مجھے اختیار ہوگا کہ جس کو چاہوں کنجی سپرد کردوں۔ اس وقت اس پر میں نے کہا کہ اگر ایسا ہوگیا تو قریش ہلاک اور ذلیل ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اس وقت قریش آباد اور عزت والے ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے بیت اللہ میں تشریف لے گئے اس کے بعد جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے یقین سا ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ میں نے اسی وقت مسلمان ہونے کا ارادہ کرلیا لیکن میں نے اپنی قوم کے تیور بدلے ہوئے پائے۔ وہ سب کے سب مجھے سخت ملامت کرنے لگے اس لئے میں اپنے ارادہ کو پورا نہ کرسکا۔ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر بیت اللہ کی کنجی طلب کی جو میں نے پیش کردی۔ بیت اللہ میں داخلہ اور وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو پھر کنجی مجھ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ لو اب یہ کنجی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان کے پاس قیامت تک رہے گی۔ حضرت عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ جب میں نے کنجی لے کر خوشی خوشی چلنے لگا تو آپ نے پھر مجھے آواز دی اور فرمایا کیوں عثمان جو بات میں نے تم سے کبھی کہی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں؟ اب مجھے وہ بات یاد آگئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے فرمائی تھی کہ ایک روز تم یہ کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے اور مجھے اختیار ہوگا میں جس کو چاہوں دوں۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک آپ کا ارشاد پورا ہوا اور اس وقت میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

امانت کی اہمیت

آیت کے پہلے جملہ میں ارشاد ہوتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔

اس کا تشریحی اردو ترجمہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے یوں کیا ہے۔ اے اہل حکومت خواہ تھوڑوں پر حکومت ہو یا بہتوں پر بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق جو تمہارے ذمہ ہیں پہنچادیا کرو" اور لفظی ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچادیا کرو۔ تو آیت کے اس جملہ کے مخاطب خاص امراء و حکام اور اہل حکومت بھی ہیں اور عام مسلمان میں ہر وہ شخص بھی مخاطب ہے جو کسی امانت کا امین ہے۔

امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہو جس کو عام طور پر امانت کہا جاتا ہے بلکہ امانت کی کچھ اور قسمیں بھی ہیں۔ چنانچہ آیت کے نزول کے واقعہ جو ابھی ذکر کیا گیا۔ خود اس میں بھی کوئی مالی امانت نہ تھی۔ بیت اللہ کی کنجی کوئی خاص مال نہ تھا بلکہ یہ کنجی بیت اللہ کی خدمت کے ایک منصب اور عہدہ کی نشانی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے اور منصب جتنے ہیں وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں جس کے امین امراء حکام اور اہل حکومت ہوئے اور اس کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی اور تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دیدیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ

نقل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے (جمع الفوائد)

حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے المجالس بالامانة یعنی مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہونا چاہئیں مطلب یہ ہے کہ مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے۔ اہل مجلس کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا پھیلانا جائز نہیں اور اگر اس کے خلاف کیا جائے تو یہ بھی ایک طرح امانت میں خیانت ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے یعنی مشورہ دینے والے پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو اگر جان بوجھ کر خلاف اور غلط مشورہ دیا تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہو گیا۔

قرآن پاک کے اس جملہ میں لفظ امانت بصیغہ جمع استعمال کر کے ان سب امانتوں کا حق ادا کرنے کی تاکید ہے۔ اس لئے علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ امانت کی حقیقت یہ ہے کہ جس کسی کا جو حق تم پر واجب ہو اس کو طیب خاطر کے ساتھ ادا کر دینا کہ کسی امانت میں خیانت روا نہیں۔ اب جاننا چاہیے کہ انسان کے معاملات کی کل تین قسمیں ہیں (ایک) یا تو انسان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے (دوم) یا دوسرے لوگوں کے ساتھ ہے اور (تیسرے) یا اپنے نفس کے ساتھ ہے تینوں قسموں میں امانت کی رعایت ہر انسان پر فرض ہے۔

قرآن کریم میں جا بجا امانت ادا کرنے کی تاکید آئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ادائے امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو لا ایمان لمن لا امانة له' ولا دین لمن لا عهد له' یعنی جس میں امانتداری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔

الغرض قرآن پاک کے اس ایک جملہ میں تمام اہل حقوق کے حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا خواہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق انبیاء و صلحاء یا حقوق والدین واقربا یا حقوق زوجین واولاد۔ یا حقوق ہمسائیگان یا حقوق اہل محلہ یا حقوق اہل شہر واہل وطن واہل مذہب یا خود اپنے نفس کے حقوق ہوں۔ بہر صورت کسی کی حق تلفی نہ کرنے اور ہر ایک کا حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

عدل وانصاف

دوسرا حکم دوسرے جملہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ یعنی جب تم لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو عدل وانصاف کے ساتھ کیا کرو۔

یہاں ظاہر یہی ہے کہ اس حکم کا خطاب حکام امراء اور اہل حکومت کو دیا گیا ہے کہ جو اختلافات' نزاعات اور مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ وانصاف کے ساتھ کریں یعنی کسی دباؤ یا لالچ یا شناسائی یا عزیز داری یا سفارش کے اثر سے کسی کی جانب داری نہ کریں بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق احکام جاری کریں اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ یہاں اس جملہ میں حق تعالیٰ نے بین الناس فرمایا ہے یعنی جب انسانوں' لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو۔ بین المسلمین یا بین المؤمنین نہیں فرمایا۔ اس میں اشارہ ہو گیا کہ اختلافات ونزاعات اور مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہیں۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم دوست ہوں یا دشمن۔ اپنے ہوں یا بیگانہ ہم وطن ہم رنگ یا ہم زبان ہوں یا غیر ہوں۔ فیصلہ کرنے والوں کا فرض ہے کہ ان سب تعلقات سے برتر و بالا ہو کر جو بھی حق وانصاف کا تقاضا ہو وہ فیصلہ کریں اور ذرہ برابر کسی کی رو رعایت نہ کریں۔

دنیا کے اعتبار سے عدل وانصاف کا فائدہ اور ثمرہ یہ ہے کہ

حکومت کا بقا اور استحکام عدل و انصاف پر موقوف ہے حکومت کفر کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے اور چل سکتی ہے مگر ظلم و زیادتی اور ناانصافی کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

اور دین و آخرت کے اعتبار سے عدل و انصاف کا فائدہ اور ثمرہ یہ ہے کہ عدل و انصاف قیامت کے دن حق تعالیٰ کے قرب و رضا اور اعزاز و اکرام کا ذریعہ ہے۔

حدیث شریف میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے حاکموں کو قیامت کے دن نور کے ممبروں پر بٹھایا جائے گا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات شخصوں کو عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے جبکہ سوائے عرش کے کہیں سایہ نہ ہوگا۔ منجملہ ان سات کے ایک عادل فرماں روا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک مظلوم کی دوسرے عادل فرماں رواں کی اور تیسرے روزہ دار کی۔

آگے ان احکام کی تاکید میں ارشاد ہوتا ہے إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے دنیا کے اعتبار سے بھی اور آخرت کے اعتبار سے بھی۔ آیت کے اخیر میں ارشاد ہوا۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا بلاشک اللہ تعالیٰ سننے والے اور دیکھنے والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو جو لوگوں کی امانت و حقوق اور ان کے درمیان تصفیہ و فیصلہ کے متعلق تم سے صادر ہوتے ہیں خوب سنتے ہیں اور تمہارے افعال کو جو ان معاملات میں تم سے صادر ہوتے ہیں خوب دیکھتے ہیں مطلب یہ کہ اگر حکم کے خلاف کرو گے یا کوتاہی کرو گے تو سزا کے مستحق ہو گے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی جملہ حقوق واجبہ کے خاطر خواہ ادا کرنے کی فکر اور توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اب تک ہم سے جو کوتاہیاں اس باب میں سرزد ہوئی ہوں ان کے تدارک کا عزم عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو قرآن پاک کے جملہ احکام پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم و ہمت نصیب فرما اور ہمارے حاکم و محکوم چھوٹے و بڑے سب کو شریعت اسلامیہ کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ

اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اُولی الامر ہیں اُن کا بھی پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف

يَا أَيُّهَا	الَّذِينَ	آمَنُوا	أَطِيعُوا	اللَّهَ	وَأَطِيعُوا	الرَّسُولَ	وَأُولِي الْأَمْرِ	مِنْكُمْ	فَإِنْ	تَنَازَعْتُمْ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے (ایمان والے)	اطاعت کرو	اللہ	اور اطاعت کرو	رسول	صاحب حکومت	تم میں سے	پھر اگر	تم جھگڑ پڑو

فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ

کرنے لگو تو اُس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ

فِي شَيْءٍ	فَرُدُّوهُ	إِلَى اللَّهِ	وَ	الرَّسُولِ	إِنْ	كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ	بِاللَّهِ	وَالْيَوْمِ	الْآخِرِ	ذَٰلِكَ
کسی بات میں	تو اسکو رجوع کرو	اللہ کی طرف	اور	رسول	اگر	تم ایمان رکھتے ہو	اللہ پر	اور روز	آخرت	یہ

	خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝	خَيْرٌ	وَأَحْسَنُ	تَأْوِيلًا	
	امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے	بہتر	اور بہت اچھا	انجام	

شان نزول

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک دستہ حضرت خالد بن ولید کی قیادت اور سرداری میں جہاد پر روانہ کیا اس لشکر میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے جب اسلامی لشکر منزل مقصود کے قریب پہنچا تو اخیر رات میں ایک پڑاؤ پر قیام کیا اور خیال کیا کہ علی الصباح کفار کی بستی پر حملہ کر دیں گے۔ کسی جاسوس سے کفار کو یہ اطلاع مل گئی اور وہ لوگ صبح ہونے سے قبل ہی بھاگ گئے اور تمام بستی ویران کر گئے۔ صرف ایک شخص وہاں باقی رہ گیا۔ اول اس نے تمام بستی کے بھاگے ہوئے لوگوں کا سامان اور اسباب جلوا دیا پھر رات کو ہی مسلمانوں کی فوج میں آکر حضرت عمار بن یاسر سے ملا اور کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد کہا کہ میری قوم کو جب تمہاری آمد کی خبر معلوم ہوئی تو سب لوگ بھاگ گئے۔ صرف میں باقی رہ گیا اور اس وقت حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اگر میرا یہ ایمان میرے لئے کل کو سود مند ہو سکتا ہے تو مجھے اطمینان دلا دیجئے ورنہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں بھاگ جاؤں۔ حضرت عمار نے فرمایا ہاں تمہارا ایمان تمہارے لئے مفید ہوگا۔ تم اطمینان رکھو۔ بالآخر جب صبح ہوئی تو مسلمانوں کے سپہ سالار نے کافروں کی بستی پر یورش کی لیکن وہاں سوائے اسی ایک مرد کے اور کوئی موجود نہ تھا۔

حضرت خالد نے اسی کو گرفتار کرالیا۔ حضرت عمار کو جب یہ خبر پہنچی تو حضرت خالد سے کہنے لگے اس شخص کو چھوڑ دو یہ مسلمان ہو گیا ہے۔ اور میری امان میں ہے۔ حضرت خالد بولے تم امان دینے والے کون ہو۔ سپاہ سالار امیر لشکر میں ہوں الغرض آپس میں کچھ بات بڑھی اور معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار کی امان دہی کا حکم برقرار رکھا اور فرمایا پھر کبھی کسی امیر کے خلاف امان نہ دینا۔ حضرت خالد کی تیز کلامی پر حضورؐ نے فرمایا اے خالد اپنی زبان روکو۔ یاد رکھو جو عمار کو برا بھلا کہے گا وہ خدا کا دشمن ہے اور جو عمار پر لعنت کرے گا وہ خود ملعون ہوگا۔ پھر تو یہ کیفیت ہوئی کہ حضرت عمار آگے آگے ہیں اور حضرت خالد ان کو منانے کے لئے خوشامد کر رہے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

37

اسلام کے سیاسی نظام کی روح

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ یہاں اس آیت میں جو اسلام کے سیاسی اور ملکی نظام کی روح اور اصل الاصول کی کنجی ہے۔ تین باتوں کا حکم ہورہا ہے:

(۱) اَطِیْعُوا اللّٰهَ یعنی اللہ کی اطاعت جو اس کے بھیجے ہوئے قانون اور احکام یعنی قرآن مجید کی اطاعت کرنے سے ہوگی جو چیز قرآن میں حلال ہے اس کو حلال سمجھو اور جو چیز حرام ہے اس کو حرام جانو یعنی قرآن کو دستور العمل بنالو۔

اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت) یہ آپ کے احکام کی تعمیل سے ہوگی آپ کا اتباع اور پیروی آپ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلنے اور اس کے موافق زندگی گزارنے سے نصیب ہوگی۔

وَ اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت بعض کے نزدیک اس سے مراد مسلمان حکام وسلاطین مراد ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے اور جو شریعت اسلامیہ کے مطابق احکام نافذ کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر خود بھی عمل پیرا ہیں اور دوسروں کو بھی عامل بناتے ہیں۔ بعض کے نزدیک علمائے دین فقہاء، مفتی، قاضی مراد ہیں جو خود بھی عادل ہوں اور شریعت کے موافق حکم دیتے ہوں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے۔ یعنی علماء و فقہاء کو بھی اور امراء و حکام کو بھی کیونکہ احکام امر و نہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ تو ایسے علمائے دین یا عادل سلاطین کے احکام کی تعمیل بھی لازم ہے۔

باہمی اختلاف کا حل

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ یعنی کسی بات میں تمہارے درمیان کچھ اختلاف ہوجائے تو چاہیے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اس کا فیصلہ تلاش کرو۔ اللہ کی کتاب اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے صحیح ہونے کا حکم دیں وہ صحیح ہے باقی غلط۔ پس یہاں صریح اور صاف لفظوں میں اللہ عزوجل کا حکم ہو رہا ہے کہ مسلمان جس معاملہ میں آپس میں اختلاف کریں خواہ وہ اصول میں سے ہو یا فروع میں سے اس کے تصفیہ کی صرف یہی صورت ہے کہ کتاب اور سنت کو حاکم مان لیا جائے اور ان کا حکم قبول کرلیا جائے۔ اور اس امر کی تاکید کے لئے آگے ارشاد ہوتا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی امور نزاعیہ میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا ایمان باللہ اور تصدیق قیامت کی علامت ہے جو شخص خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ اگر باہم کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر جانچ لے اور جو فیصلہ قرآن وحدیث رسول اللہ سے مل جائے اس کو قبول کرلے

آخر میں ارشاد ہوتا ہے ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا یہ امور جو مذکور ہوئے یعنی اطاعت اللہ کی۔ رسول کی اولی الامر کی اور حوالہ کرنا تنازعات کا کتاب اور سنت کی طرف یہ سب امور دنیا میں بھی بہتر ہیں اور آخرت میں بھی ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ دنیا میں امن راحت اور آخرت میں نجات وسعادت۔

دعا کیجئے:

اے اللہ ہمارے حاکموں کو عدل وانصاف کی صفت عطا فرما۔ اور ان کو صحیح معنیٰ میں اولی الامر بننے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہم کو اپنے اختلافات قرآن وحدیث کے احکام کے ماتحت دور کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور ہر اختلافی اور نزاعی معاملہ میں ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع ہونے اور قرآن وسنت کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوی کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اُس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے

أَلَمْ تَرَ	إِلَى	الَّذِينَ	يَزْعُمُونَ	أَنَّهُمْ	آمَنُوا	بِمَا أُنْزِلَ	إِلَيْكَ	وَمَا أُنْزِلَ	مِنْ قَبْلِكَ
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف (کو)	وہ لوگ جو	دعوی کرتے ہیں	کہ وہ	ایمان لائے	اس پر جو نازل کیا گیا	آپ کی طرف	اور جو نازل کیا گیا	آپ سے پہلے

يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ

نازل کی گئی حالاں کہ اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں باوجودیکہ اُنکو یہ حکم ہوا ہے کہ اُس کو نہ مانیں اور شیطان اُن کو بھٹکا کر

يُرِيدُونَ	أَنْ	يَتَحَاكَمُوا	إِلَى	الطَّاغُوتِ	وَقَدْ أُمِرُوا	أَنْ	يَكْفُرُوا	بِهِ	وَيُرِيدُ	الشَّيْطَانُ
وہ چاہتے ہیں	کہ	مقدمہ لے جائیں	طرف (پاس)	طاغوت (سرکش)	حالانکہ انہیں حکم ہو چکا	کہ	وہ نہ مانیں	اس کو	اور چاہتا ہے	شیطان

أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ

بہت دور لے جانا چاہتا ہے اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف تو آپ

أَنْ	يُضِلَّهُمْ	ضَلَالًا	بَعِيدًا	وَإِذَا	قِيلَ	لَهُمْ	تَعَالَوْا	إِلَىٰ	مَا أَنْزَلَ	اللَّهُ	وَإِلَى	الرَّسُولِ	رَأَيْتَ
کہ	انہیں بہکادے	گمراہی	دور	اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	آؤ	طرف	جو نازل کیا	اللہ	اور طرف	رسولؐ	آپ دیکھیں گے

الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ

منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں پھر کیسی جان کو بنتی ہے جب اُن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے اُن کی اس حرکت کی

الْمُنَافِقِينَ	يَصُدُّونَ	عَنْكَ	صُدُودًا	فَكَيْفَ	إِذَا	أَصَابَتْهُمْ	مُصِيبَةٌ	بِمَا	قَدَّمَتْ
منافقین	رُکتے ہیں	آپ سے	رُک کر	پھر کیسی	جب	انہیں پہنچے	کوئی مصیبت	اس کے سبب جو	آگے بھیجا

أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

بدولت جو کچھ وہ پہلے کر چکے تھے پھر آپ کے پاس آتے ہیں خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہمارا کچھ اور مقصود نہ تھا سوائے اسکے کہ کوئی بھلائی نکل آوے اور موافقت نکل آوے یہ وہ لوگ ہیں کہ

أَيْدِيهِمْ	ثُمَّ جَاءُوكَ	يَحْلِفُونَ	بِاللَّهِ	إِنْ	أَرَدْنَا	إِلَّا	إِحْسَانًا	وَتَوْفِيقًا	أُولَٰئِكَ	الَّذِينَ
ان کے ہاتھ	پھر وہ آئیں آپ کے پاس	قسم کھاتے ہوئے	اللہ کی	کہ	ہم نے چاہا	سوائے (صرف)	بھلائی	اور موافقت	یہ لوگ	وہ جو کہ

يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ اُنکے دلوں میں ہے سو آپ اُن سے تغافل کر جایا کیجئے اور اُنکو نصیحت فرماتے رہیے، اور اپنے سے خاص اُنکی ذات کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے

يَعْلَمُ اللَّهُ	مَا	فِي قُلُوبِهِمْ	فَأَعْرِضْ	عَنْهُمْ	وَعِظْهُمْ	وَقُلْ	لَهُمْ	فِي أَنْفُسِهِمْ	قَوْلًا بَلِيغًا
اللہ جانتا ہے	جو	اُن کے دلوں میں	تو آپ تغافل کریں	ان سے	اور ان کو نصیحت کریں	اور کہیں	ان سے	ان کے حق میں	اثر کر جانے والی بات

شانِ نزول

واقعہ یہ تھا کہ مدینہ میں ایک مرتبہ ایک یہودی اور ایک منافق کا کسی معاملہ میں باہم جھگڑا ہوگیا۔ یہودی اس معاملہ میں حق پر تھا اس نے کہا کہ چلو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ان سے فیصلہ کرالیں۔ منافق جو بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا اس نے کہا کہ کعب بن اشرف جو مدینہ میں یہود کا سردار بنا ہوا تھا اس کے پاس چلو۔ اس معاملہ میں چونکہ یہودی حق پر تھا۔ اس نے جانا کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی کی رعایت نہ فرمائیں گے وہاں حق کے موافق فیصلہ ہوگا گو میں آپ سے مذہبی مخالفت رکھتا ہوں۔ منافق چونکہ باطل پر تھا اس نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تو میری بات چلے گی نہیں گو میں ظاہراً مسلمان ہوں مگر کعب بن اشرف خود کوئی حق پرست نہیں وہاں میرا مقدمہ سرسبز ہو جائے گا۔ مگر یہودی اس پر راضی نہ ہوا آخرکار وہ دونوں اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ منافق وہاں سے باہر نکل کر یہودی سے کہنے لگا کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں اور میں اس سے راضی نہیں اور یہودی سے کہا کہ چلو حضرت عمرؓ کے پاس وہ جو فیصلہ بھی کر دیں گے مجھے منظور ہوگا۔ منافق یہ سمجھا کہ حضرت عمرؓ کفار پر بہت سخت ہیں اور اس یہودی پر سختی فرمادیں گے اور میں کلمہ گو ہوں۔ اس لئے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں گے۔ یہودی اس پر راضی ہوگیا کیونکہ یہودی کو اطمینان تھا کہ گو عمر سخت ہیں مگر وہ سختی حق پرستی ہی کی وجہ سے تو ہے جب میں حق پر ہوں تو مجھ ہی کو غالب رکھیں گے۔ اس لئے یہودی نے انکار نہیں کیا اور دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے وہاں یہودی نے سارا قصہ بیان کر دیا کہ یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلاس سے فیصل ہو چکا ہے اور حضور یہ فیصلہ فرما چکے ہیں مگر یہ شخص (یعنی منافق) اس پر راضی نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اس منافق سے پوچھا کہ کیا یہی بات ہے۔ اس نے کہا ہاں حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں اور واپس آکر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں اور یہ کہہ کر گھر کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں سے ایک تلوار لے کر آئے اور اس منافق کو قتل کر دیا اور کہا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کا یہ فیصلہ ہے۔ عام مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ پھر اس منافق مقتول کے ورثاء نے حضرت عمرؓ پر دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمرؓ کے پاس تو صرف اس لئے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرادیں۔ اور اس منافق کے کفر قولی اور فعلی کی تاویل کرنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے اصل حقیقت ظاہر فرما دی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس پر فاروق کا لقب عطا ہوا۔ اور حضرت عمرؓ پر کوئی قصاص یا دیت واجب نہیں کی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ ماننے والے کی برائی

اس شخص کی مذمت فرمائی گئی کہ جو اسلام کا تو مدعی تھا مگر اس کا یہ دعوئے اسلام محض زبانی تھا۔ دل میں وہی کفر بھرا ہوا تھا جس کا ظہور جھگڑے کے وقت اس طرح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ لینے میں کتراتا تھا۔ اور یہودی سردار کعب بن اشرف سے فیصلہ کرانے کی تجویز و خواہش پیش کی۔ اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واضح اور حق فیصلہ فرما دیا تو اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ تو یہاں کعب بن اشرف کی طرف مقدمہ لے جانے کو شیطان کی طرف لے جانا قرار دیا یا تو اس وجہ سے کہ کعب بن اشرف یہودی خود ایک شیطان تھا اور یا اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ لینے کو چھوڑ کر کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ لینا یہ شیطان ہی کی تعلیم ہو سکتی ہے اس لئے آیت کے اخیر میں ہدایت فرما

دی کہ جو شخص شیطان کی پیروی کرے گا تو شیطان اس کو دور دراز کی گمراہی میں مبتلا کر دے گا۔

حضورؐ کا فیصلہ نہ ماننا مسلمان کا کام نہیں

دوسری آیت میں بتلا دیا کہ باہمی اختلاف اور نزاع کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرعی فیصلہ سے اعراض کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔ ایسا کام کرنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے اور جب اس منافق کا کفر عملاً اس طرح کھل گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا تو اب وہ منافق نہیں رہا بلکہ کھلا کافر ہو گیا اور اسی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ کا اس کو قتل کرنا صحیح ہو گیا۔

جھوٹی حیلہ سازی

آگے تیسری آیت میں ان تاویلات باطلہ کا غلط ہونا واضح کیا گیا ہے جو شرعی فیصلہ کو چھوڑ کر غیر شرعی فیصلہ کی طرف رجوع ہونے والوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ یہاں اس واقعہ میں جب وہ منافق حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس منافق کے ساتھی قسمیں کھا کر تاویلیں کرنے لگے کہ مقتول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو ناحق سمجھ کر نہیں چھوڑا تھا بلکہ مقدمہ دوسری جگہ اس لئے لے گیا تھا کہ دونوں فریق کے لئے کوئی بھلائی کی صورت نکل آئے اور دونوں میں مصالحت ہو جائے لیکن حق تعالیٰ نے اس آیت میں واضح فرما دیا کہ یہ اپنی قسموں اور تاویلوں میں جھوٹے ہیں۔ مقتول نے جو کچھ کیا کفر و نفاق کی وجہ سے کیا۔

منافقوں کی نصیحت

آگے چوتھی آیت میں واضح فرما دیا گیا کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں جو کفر و نفاق پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہیں اور باخبر ہیں۔ اور ان کی تاویلیں اور قسمیں جھوٹی ہیں اس لئے حضرت عمرؓ کے خلاف دعویٰ کرنے والوں کا رد کر دیا گیا اور حضرت عمرؓ پر اس منافق کو قتل کر دینے پر کوئی قصاص دیت واجب نہیں کی گئی اور منافقین کو بہرحال خیر خواہانہ نصیحت کر دینے اور اسلام کو مخلصانہ طور پر قبول کرنے کی دعوت جاری رکھنے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں سے چشم پوشی کی اور ایسے حکیمانہ انداز بیان میں نصیحت فرمائی کہ بہت سے منافق خود نفاق چھوڑ کر پکے خالص اور سچے مسلمان بن گئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو نفس و شیطان کی خباثتوں سے محفوظ فرمائیں اور ہر معاملہ میں ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ! ہم کو اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر دل و جان سے راضی رہنے کی سعادت نصیب فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔

اے اللہ! آج بھی اسلام کے زبانی دعوے کے باوجود قرآن کریم کے اتباع سے انحراف ہے۔ یا اللہ ایسے منافقین کو ہدایت نصیب فرما۔

اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو یکساں بنا دے۔ اور ہمیں اسلام و ایمان سے سچی محبت نصیب فرما دے۔ اور ظاہر میں اور باطن میں ہمیں شریعت اسلامیہ کا پابند ہونا نصیب فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی اُن کی اطاعت کی جاوے اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اُس وقت وہ لوگ آپ کی خدمت

وَمَا	اَرْسَلْنَا	مِنْ رَّسُوْلٍ	اِلَّا	لِيُطَاعَ	بِاِذْنِ اللّٰهِ	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	اِذْ ظَّلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	جَاۗءُوْكَ
اور نہیں	ہم نے بھیجا	کوئی رسول	مگر	تاکہ اطاعت کی جائے	اللہ کے حکم سے	اور اگر	یہ لوگ	جب انہوں نے ظلم کیا	اپنی جانوں پر	وہ آتے آپ کے پاس

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پائے

فَاسْتَغْفَرُوا	اللّٰهَ	وَاسْتَغْفَرَ	لَهُمُ	الرَّسُوْلُ	لَوَجَدُوا	اللّٰهَ	تَوَّابًا	رَّحِيْمًا
پھر بخشش چاہتے وہ	اللہ	اور مغفرت چاہتا	ان کے لئے	رسول	تو وہ ضرور پاتے	اللہ	توبہ قبول کرنیوالا	مہربان

اللہ کے رسول کی اطاعت ضروری ہے

یہاں اس آیت میں اول ایک عام ضابطہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو رسول بھی بھیجا وہ اسی لئے بھیجا کہ سب لوگ فرمان خداوندی کے موافق اس کے کہنے کو مانیں اور اس کی اطاعت کریں تو معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کے رسول کی تابعداری اس کی امت پر خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض ہوتی ہے مگر یہاں ایک بڑے کام کی بات سن لیجئے کہ رسول کی اطاعت میں بھی باذن اللہ کی قید لگادی ہے۔ یعنی اللہ کے فرمان کے مطابق رسول کا حکم مانا جائے یہ نہیں کہ اپنے خودساختہ عقیدہ کی بناء پر کسی چیز کو اطاعت رسول سمجھ لیا جائے اور وہ حقیقت میں اللہ کے فرمان کے مطابق نہ ہو مثلاً کوئی اطاعت رسول سمجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے لگے آپؐ کی قبر مبارک کو سجدہ کرنے لگے تو اس کی اجازت نہیں دی جارہی آگے بتلایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ رسول کو بھیجتے ہی اس غرض سے ہیں کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے رسول کی اطاعت کریں۔

غلطی ہو جائے تو توبہ کرنی چاہیے

منافقین کو چاہیے تو یہ تھا کہ پہلے ہی سے دل و جان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ اور ارشاد کو بلا تامل تسلیم کر لیتے لیکن اگر شامت نفس سے غلطی اور حماقت ہو ہی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انحراف کیا تو اگر بعد میں بھی متنبہ ہو جاتے اور اللہ سے اپنی اس غلطی کی معافی چاہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی معافی کی دعا کر دیتے تو پھر بھی حق تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتے مگر انہوں نے تو یہ غضب کیا کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انحراف کیا پھر جب اس کا وبال ان پر پڑا تب بھی متنبہ اور تائب نہ ہوئے بلکہ لگے جھوٹی قسمیں کھانے اور تاویلیں گھڑنے تو پھر ایسوں کی مغفرت ہو تو کیونکر ہو۔

یہاں اس آیت میں منافقین کی توبہ کی قبولیت کے لئے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ کی بھی شرط لگائی گئی ہے یعنی ان کی قبول توبہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے مغفرت فرمانا بھی شرط ہے اور وہ غالباً اسی لئے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر ایک طرح حملہ کیا کہ آپ کے فیصلہ کو نظرانداز کیا اور آپ کے حکم سے انحراف کر کے آپ کو ایذا پہنچائی اس لئے ان کے جرم کی توبہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کو شرط کر دیا گیا۔

اس آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ان منافقین کے متعلق ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں موجود تھے۔ مگر آپؐ کے اس دنیا سے بظاہر پردہ فرما لینے کے بعد بھی امت کے عاصیوں اور خطا کاروں کے لئے ایک تریاق موجود ہے اور آیت کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ کی طرف اشارہ وہدایت ہوتی ہے کہ عاصیوں اور خطا کاروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عرض کرنا چاہیے کہ آپ ہمارے لئے معافی کی دعا فرما دیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دعا استغفار فرما دیں تو ایسا کرنے پر بشارت اور وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دیں گے اور ان پر رحم فرمائیں گے۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسی آپ کی دنیوی حیاۃ مبارکہ کے زمانہ میں ہوسکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے جیسا کہ صحابہ اور سلف صالحین کے عمل سے ظاہر ہے۔

ایک دیہاتی کا واقعہ

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک اعرابی یعنی گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے عرض کرنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا ہم نے سن لیا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ بھی ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

(یعنی اللہ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اب میں آپ کی خدمت میں استغفار کی نیت سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ بھی میرے لئے استغفار فرما دیجئے۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں قبر مبارک سے آواز آئی قد غفر لک یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنا کر زندہ رکھیں اور ہر چھوٹی بڑی منافقانہ خصلت سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اور ہماری اولادوں اور نسلوں کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت حاصل کرنے کا موقع عطا فرما اور ہم میں سے ہر ایک کو مرنے سے پہلے یہ سعادت نصیب فرما اور ہماری مغفرت وبخشش کا سامان اپنی رحمت سے فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرا دیں

فَلَا وَرَبِّكَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	حَتّٰى	يُحَكِّمُوْكَ	فِيْمَا	شَجَرَ	بَيْنَهُمْ	ثُمَّ	لَا يَجِدُوْا
پس قسم ہے آپ کے رب کی	وہ مومن نہ ہوں گے	جب تک	آپ کو منصف بنائیں	اس میں جو	جھگڑا اٹھے	ان کے درمیان	پھر	وہ نہ پائیں

فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

پھر اُس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پُورا پورا تسلیم کرلیں

فِيْ اَنْفُسِهِمْ	حَرَجًا	مِمَّا	قَضَيْتَ	وَيُسَلِّمُوْا	تَسْلِيْمًا
اپنے دلوں میں	کوئی تنگی	اس سے جو	آپ فیصلہ کریں	اور تسلیم کرلیں	خوشی سے

ایمان کے لئے تین شرطیں

پہلی شرط ہے حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل مانیں جب آپس میں کسی اختلاف کی نوبت آئے تو آپ کو حکم بنا کر اس قضیہ یا اختلاف کا فیصلہ کرائیں۔

دوسری شرط ہے لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا یعنی آپ کے فیصلہ سے دل میں کوئی تنگی نہ پائیں۔

تیسری شرط ہے وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا یعنی اس فیصلہ کو دل و جان سے خوشی سے قبول کریں۔ آپکے فیصلہ کے خلاف زبان یا دل میں کوئی گلہ یا حرف شکایت نہ لائیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ محض زبانی اقرار سے مومن نہیں بنتا جب تک کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی طور پر بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل اور حکم نہ مانے اور آپ کا فیصلہ دل سے قبول نہ کرے اور فیصلہ اپنے خلاف ہونے کی صورت میں کبیدہ خاطر نہ ہوا اور نہ زبان پر حرف شکایت لائیں۔ حضرات مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس آیت قرآنی پر عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں۔ آپ کے بعد آپ کی شریعت مطہرہ کا فیصلہ خود آپ ہی کا فیصلہ ہے۔ اس لئے یہ حکم قیامت تک اس طرح جاری ہے کہ آپ کے زمانہ مبارک میں تو خود بلاواسطہ آپ سے رجوع کیا جائے اور آپ کے بعد آپ کی شریعت کی طرف رجوع کیا جائے جو درحقیقت آپ ہی کی طرف رجوع ہے اور پھر یہاں آیت میں جو فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ فرمایا گیا یعنی آپس کے جھگڑوں میں تو صرف معاملات اور حقوق کے جھگڑوں سے متعلق نہیں بلکہ عقائد کے نظریات کے اور دوسرے تمام اختلافی اور نزاعی مسائل کو بھی حاوی ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب بھی کسی مسئلہ میں باہم اختلاف کی نوبت آئے تو باہم جھگڑتے رہنے کے بجائے دونوں فریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں۔ یعنی آپ کی شریعت مطہرہ کی طرف رجوع کر کے مسئلہ کا حل تلاش کریں اور شریعت سے فیصلہ چاہیں اور اس کو بخوشی تسلیم کرلیں۔ خواہ کسی کے خلاف ہو یا موافق ہو۔

پھر اس آیت کا مضمون اتنا تاکیدی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بزرگ اور مقدس ذات کی قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں فلا وربک قسم ہے آپ کے رب کی قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ پاک نے قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنے مخلوق کی اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے جس میں ایک مقام آج کی آیت میں ہے۔ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے اور کسی کو ادنیٰ شک وشبہ کی بھی کوئی گنجائش نہ رہے۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں اس حدیث کی شرح میں حضرت علامہ مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترجمان السنہ میں لکھا ہے کہ ایمان کا کمال یہ ہے کہ متابعت شریعت میں وہ لطف و لذت محسوس ہونے لگے جو طبعی مرغوبات میں محسوس ہوتا ہے نماز کے وقت نماز اور ماہ رمضان میں روزہ اور صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی وہ خواہش ہو جو سردی میں گرم کپڑے اور گرمی میں ٹھنڈک حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ اور یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ نفس اپنی سرشت چھوڑ کر شریعت کے تابع ہو جائے۔ اسی کا نام نفس مطمئنہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جب نفس میں یہ ذوق پیدا ہو جائے گا تو بلا کلفت شریعت پر دائمی عمل میسر آ جائے گا اور اس وقت وہ ایمان حاصل ہو گا جو بڑی حد تک زوال کے خطرہ سے مامون ہو گا۔ شریعت میں اس کو ایمان کامل کہا جاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی مومن نہیں ہے جب تک کہ میں اسے اپنے بیٹے باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی ایمان کامل اور اسلام حقیقی نصیب فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ بجالانے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

اے اللہ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کی عظمت اور اتباع بھی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ

اور ہم اگر ان لوگوں پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم خودکشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو بجز معدودے چند لوگوں کے اس حکم کو کوئی بھی

وَلَوْ	اَنَّا كَتَبْنَا	عَلَيْهِمْ	اَنِ	اقْتُلُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ	اَوِ اخْرُجُوْا	مِنْ	دِيَارِكُمْ	مَا فَعَلُوْهُ
اور اگر	ہم لکھ دیتے (حکم کرتے)	اُن پر	کہ	قتل کرو تم	اپنے آپ	یا نکل جاؤ	سے	اپنے گھر	وہ نہ کرتے

اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿٦٦﴾

نہ بجالاتا اور اگر یہ لوگ جو کچھ انکو نصیحت کی جاتی ہے اُس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا

اِلَّا	قَلِيْلٌ	مِّنْهُمْ	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	فَعَلُوْا	مَا	يُوْعَظُوْنَ	بِهٖ	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	وَاَشَدَّ	تَثْبِيْتًا
سوائے	چند ایک	اُن سے	اور اگر	یہ لوگ	کرتے	جو	نصیحت کی جاتی ہے	اس کی	البتہ ہوتا	بہتر	ان کیلئے	اور زیادہ	ثابت رکھنے والا

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٦٧﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٦٨﴾ وَمَنْ يُّطِعِ

اور اس حالت میں ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے اور ہم ان کو سیدھا راستہ بتلا دیتے اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا

وَاِذًا	لَّاٰتَيْنٰهُمْ	مِنْ لَّدُنَّا	اَجْرًا	عَظِيْمًا	وَ	لَهَدَيْنٰهُمْ	صِرَاطًا	مُّسْتَقِيْمًا	وَمَنْ	يُّطِعِ
اور اس صورت میں	ہم انہیں دیتے	اپنے پاس سے	اجر	بڑا عظیم	اور	ہم انہیں ہدایت دیتے	راستہ	سیدھا	اور جو	اطاعت کرے

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین

اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	فَاُولٰٓئِكَ	مَعَ الَّذِيْنَ	اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	مِّنَ	النَّبِيّٖنَ	وَالصِّدِّيْقِيْنَ
اللہ	اور رسول	تو یہی لوگ	ان لوگوں کے ساتھ	انعام کیا	اللہ	اُن پر	سے (یعنی)	انبیاء	اور صدیق

وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾

اور شہدا اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں

وَالشُّهَدَآءِ	وَالصّٰلِحِيْنَ	وَحَسُنَ	اُولٰٓئِكَ	رَفِيْقًا	ذٰلِكَ	الْفَضْلُ	مِنَ اللّٰهِ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	عَلِيْمًا
اور شہداء	اور صالحین	اور اچھے	یہ لوگ	ساتھی	یہ	فضل	اللہ سے	اور کافی	اللہ	جاننے والا

اطاعت رسول میں ہمارا ہی فائدہ ہے

آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منافقین کو جو اطاعت رسول بدل وجان بجالانے کا حکم دیا جاتا ہے یہ محض ان کی نصیحت اور خیر خواہی میں ہے اور یہ کوئی ایسی سخت اور دشوار بات بھی نہیں کہ جو یہ منافقین بجا نہ لاسکیں۔ اللہ تعالیٰ اگر بنی اسرائیل کی طرح ان کو ایسے سخت احکام دیتے کہ اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اپنے وطن سے نکل جاؤ تو انکو یہ کیا ہی بجا لاتے اور ان پر کیسے عمل کر سکتے تھے۔ ان کو تو اللہ کا مشکور ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلص مومن ہونے کے لئے کوئی سخت حکم نہیں دیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے چون و چرا سر تسلیم خم کر دینے ہی کا تو حکم دیا اور وہ بھی محض ان کی نصیحت اور خیر خواہی میں کہ ایسا کرنے

پر دین و دنیا ان کے دونوں درست ہو جاتے ہیں۔ ایمان مضبوط اور مستحکم ہو جاتا۔ اسلام پر ثابت قدم ہو جاتے۔ اخلاص اور اتباع حق سے قلب میں قوت آتی اور نفاق و بزدلی سے نجات پا جاتے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے پاس سے آخرت میں اجر عظیم حاصل کرنیوالے ہوتے اور جنت میں کاملین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت و مرافقت نصیب ہوتی۔

اطاعت رسول پر چار انعامات

اس جگہ اطاعت رسول بدل وجان پر چار فائدے بتلائے گئے۔

ایک لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت و فرماں برداری سے اللہ اور رسول کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اطاعت کرنے والے ہی کا دین و دنیا کا فائدہ ہے۔

دوسرا فائدہ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا فرمایا یعنی انکا ایمان خوب پختہ اور محقق ہو جاتا کیونکہ اللہ اور رسول کی اطاعت سے ایمان و یقین کو ترقی ہوتی ہے۔

تیسرا فائدہ مِنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا فرمایا یعنی آخرت میں حق تعالیٰ خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرمائیں گے۔

چوتھا فائدہ وَ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا فرمایا یعنی راہ ہدایت دکھا دیتے۔ صراط مستقیم پر چلاتے جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی راہ ہے اور جنت کا سیدھا راستہ بتلا دیتے جو ہمیشہ کے راحت و آرام اور نعمتوں کا مقام ہے۔

اللہ اور رسول کے فرمانبرداروں کیلئے خاص بشارت

آخری دو آیات میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر ایک خاص بشارت اور خاص وعدہ مطیعین کے لئے ذکر فرمایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ ضروری احکام میں خدا اور رسولؐ کے مطیع ہوں اور فرمانبرداری کریں یہ لوگ اگرچہ فضائل و کمالات میں مرتبہ کمال کو نہ پہنچے ہوں مگر بسبب اطاعت خدا اور رسول ان کو جنت میں کاملین یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی معیت اور مرافقت نصیب ہوگی اور باوجود اپنے کمتر درجہ کے جنت میں ان کاملین کی ملاقات اور زیارت سے مشرف ہوتے رہیں گے۔

شانِ نزول

ایک مرتبہ چند صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں ہماری جانوں اور اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ جب بھی آپ گھر میں یاد آ جاتے ہیں تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں اور جب تک آپ کو آ کر دیکھ نہیں لیتے صبر نہیں آتا۔ خیر یہاں تو حاضر خدمت ہو کر آپ کی زیارت کر لیتے ہیں اور دل کو چین و سکون حاصل ہو جاتا ہے لیکن جب آخرت کا خیال آتا ہے تو یہ سوچ کر دل بے چین ہو جاتے ہیں کہ وہاں آپ کو کیسے دیکھ سکیں گے اس لئے کہ آپ تو جنت کے درجات عالیہ میں ہوں گے وہاں تک ہماری پہنچ کہاں ہوگی اور ہم حضور کی زیارت کیسے کر سکیں گے۔ انہی صحابیوں میں سے ایک صحابی حضرت ثوبانؓ بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کا تو چہرہ اسی فکر میں زرد پڑ گیا تھا۔ جب حضورؐ نے ان کی یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو دریافت حال فرمایا۔ حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ تو مجھے کوئی مرض ہے نہ تکلیف مگر آپ کو دیکھے بغیر چین نہیں آتا۔ جب حضور کے وصال کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ میرا اسوقت کیا حال ہوگا اور مجھ پر حضور کے بعد بغیر حضور کو دیکھے کیا گزرے گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں جن میں فرمانبردار اور اطاعت شعار بندوں پر جو انعام اور فضل الٰہی ہوگا اس کو بیان فرمایا گیا اور صحابہ کرامؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے ان کو بشارت اور مژدہ سنایا گیا کہ مطیعین کو کثرت اطاعت سے کمال حاصل نہ کر سکیں تو بھی جنت میں ان حضرات مقبولین کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے کامل اور خاص انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین انکی معیت و رفاقت نصیب ہوگی یعنی گو درجات اور مراتب کا تفاوت ہوگا مگر یہ فرق اور تفاوت زیارت اور ملاقات سے مانع نہ ہوگا جس طرح دنیا میں تفاوت درجات مانع ملاقات نہیں اسی طرح آخرت و جنت میں بھی مانع نہ ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اے اللہ ہمارے پاس تو آپکی اطاعت و بندگی کا کوئی ذخیرہ نہیں آپ محض اپنے فضل و کرم سے ہمارا حشر نشر اپنے مقبولین کے ساتھ فرمائیں اور ان حضرات کاملین کی معیت و رفاقت نصیب فرمائیں۔ اے اللہ دنیا میں بھی ہمیں اپنے اولیاء نیک اور صالح بندوں سے تعلق نصیب فرما اور آخرت میں بھی انکا ساتھ نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝٧١ وَاِنَّ مِنْكُمْ

اے ایمان والو اپنی تو احتیاط رکھو پھر متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو اور تمہارے مجمع میں بعضا بعضا شخص ایسا ہے جو ہٹتا ہے

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	خُذُوْا	حِذْرَكُمْ	فَانْفِرُوْا	ثُبَاتٍ	اَوِ	انْفِرُوْا	جَمِيْعًا	وَاِنَّ	مِنْكُمْ
اے	وہ لوگ جو ایمان لائے (ایمان والو)	لے لو	اپنے بچاؤ ہتھیار	پھر نکلو	جدا جدا	یا	نکلو (کوچ کرو)	سب	اور بیشک	تم میں

لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ

پھر اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچ گیا تو کہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ

لَمَنْ	لَيُبَطِّئَنَّ	فَاِنْ	اَصَابَتْكُمْ	مُّصِيْبَةٌ	قَالَ	قَدْ اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيَّ	اِذْ	لَمْ اَكُنْ
وہ ہے جو	ضرور دیر لگا دیا	پھر اگر	تمہیں پہنچے	کوئی مصیبت	کہے	بیشک انعام کیا	اللہ	مجھ پر	جب	میں نہ تھا

مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝٧٢ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ

حاضر نہیں ہوا اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوجاتا ہے تو ایسے طور پر کہ گویا تم میں اور اُس میں کچھ تعلق ہی نہیں

مَعَهُمْ	شَهِيْدًا	وَلَئِنْ	اَصَابَكُمْ	فَضْلٌ	مِنَ اللّٰهِ	لَيَقُوْلَنَّ	كَاَنْ	لَمْ تَكُنْ
ان کے ساتھ	حاضر۔موجود	اور اگر	تمہیں پہنچے	کوئی فضل	اللہ سے	تو ضرور کہے گا	گویا	نہ تھی

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝٧٣ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ

کہتا ہے ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی اُن لوگوں کا شریک حال ہوتا تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی ہوتی تو ہاں اُس شخص کو چاہیے کہ اللہ کی راہ

بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهٗ	مَوَدَّةٌ	يٰلَيْتَنِيْ	كُنْتُ	مَعَهُمْ	فَاَفُوْزَ	فَوْزًا	عَظِيْمًا	فَلْيُقَاتِلْ	فِيْ
تمہارے درمیان	اور اس کے درمیان	کوئی دوستی	اے کاش میں	میں ہوتا	ان کے ساتھ	تو مراد پاتا	مراد	بڑی	سو چاہیے کہ لڑیں	میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

میں اُن لوگوں سے لڑے جو آخرت کے بدلے دُنیوی زندگی کو اختیار کیے ہوئے ہیں، اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا

سَبِيْلِ اللّٰهِ	الَّذِيْنَ	يَشْرُوْنَ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	بِالْاٰخِرَةِ	وَ	مَنْ	يُقَاتِلْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ
اللہ کا راستہ	وہ جو کہ	بیچتے ہیں	زندگی	دُنیا	آخرت کے بدلے	اور	جو	لڑے	میں	اللہ کا راستہ

فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝٧٤

پھر خواہ جان سے مارا جاوے یا غالب آجاوے ہم اُس کو اجر عظیم دیں گے

فَيُقْتَلْ	اَوْ	يَغْلِبْ	فَسَوْفَ	نُؤْتِيْهِ	اَجْرًا عَظِيْمًا
پھر مارا جائے	یا	غالب آئے	عنقریب	ہم اسے دیں گے	بڑا اجر

شانِ نزول

شروع اسلام میں اہل اسلام جب کہیں جہاد پر جاتے اور لشکر کی تیاری کر کے شریک جہاد ہوتے تو عبداللہ بن ابی جو مدینہ میں منافقوں کا سردار بنا ہوا تھا اور بعض دیگر منافقین حیلہ بہانہ کر کے اسلامی لشکر کے ساتھ جنگ پر نہ جاتے۔ اب اگر اسلامی لشکر کو اس جنگ میں کوئی حادثہ اور تکلیف پہنچتی تو وہ منافقین بہت خوش ہوتے اور کہتے کہ خدا نے ہم پر مہربانی فرمائی کہ ہم شریک جنگ نہ ہوئے اور اگر اسلامی لشکر فتح مند ہو کر کامیاب واپس آتا اور مال غنیمت باہم تقسیم ہوتا تو افسوس کے طور پر کہتے کہ کاش ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو غنیمت میں شریک ہو کر نہال ہو جاتے یعنی ان منافقین کا مطمع نظر فقط دنیاوی نفع ہے اور بس مالی فائدہ کو وہ اپنی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں خدا کی اطاعت وفرمانبرداری سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ تو منافقین کا یہ حال بتلا کر مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ اہل ایمان کو چاہیے کہ ان دنیا طلب لوگوں کی طرح دنیاوی نفع پر نظر نہ رکھیں بلکہ دنیاوی زندگی کو فروخت کر کے اس کے بدلے آخرت خرید لیں اور خدا کی راہ میں دشمنان دین سے محض خدا کے لئے جہاد وقتال کریں اور پھر خواہ قتل یعنی شہید ہو جائیں یا غالب آ کر دشمن پر کامیاب ہو جائیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ ان کو آخرت کا وہ اجر عظیم عطا فرمائیں گے کہ جس کے سامنے دنیاوی منافع اور مال ودولت کی کوئی حقیقت نہیں۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

جہاد کی تیاری

یہاں ان آیات کے پہلے حصہ میں جو اسلحہ کی فراہمی کا حکم دیا گیا یعنی یہ جو فرمایا کہ تم اپنی احتیاط اور بچاؤ کو پوری طرح ملحوظ رکھو اور ہتھیاروں اور سامان جنگ اور تدبیر وعقل سے درست ہو کر دشمن کے داؤ گھات سے ہوشیار اور باخبر ہو کر دشمن کے مقابلہ ومقاتلہ کے لئے گھر سے نکلو۔ اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی اور جس کو قرآن پاک میں متعدد جگہ اور واضح کیا گیا ہے کہ ظاہری اسباب جنگ اسلحہ و ہتھیار وغیرہ کو اختیار کرنا چاہیے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

پھر یہاں جہاد کے لئے نکلنے کا نظم بتلایا گیا کہ اگر تم جہاد کے لئے نکلو تو اکیلے اور تنہا نہ نکلو بلکہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں نکلو یا ایک کثیر لشکر کی صورت میں جاؤ۔ یہ تعلیم تو جہاد کے موقعہ کے لئے مسلمانوں کو دی گئی لیکن عام حالات میں بھی شریعت کی یہی تعلیم ہے کہ اکیلے اور تنہا سفر نہ کیا جائے چنانچہ ایک حدیث میں تنہا مسافر کو ایک شیطان کہا گیا اور دو مسافروں کو دو شیطان اور تین کو جماعت فرمایا گیا اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین فوجی دستہ چار سو کا ہے اور بہترین لشکر چالیس ہزار کا ہے۔

منافقین کا طریقہ

خلاصہ یہ کہ یہاں جہاد کے حکم کے ساتھ اپنی حفاظت اور اسلحہ وغیرہ سے تیاری کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی اہل ایمان کو متنبہ کیا گیا کہ اے مسلمانو تمہاری جماعت میں بعض ایسے لوگ بھی گھسے ہوئے ہیں کہ جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے ہیں مگر جہاد سے کتراتے ہیں اور جہاد میں جانے والوں کی حالت کو تکتے رہتے ہیں کہ ان پر کیا گزری۔ اگر مسلمانوں کو جہاد میں کوئی صدمہ یا نقصان پہنچ گیا تو یہ منافقانہ خصلت رکھنے والے خوش ہوتے ہیں کہ ہم خوب بچے اور اگر مسلمانوں کو فتح، غلبہ اور مال غنیمت حاصل ہو گیا تو پچھتاتے ہیں اور غلبہ حسد سے کہتے ہیں کہ ہم بھی شریک ہو جاتے تو لوٹ کا مال خوب ہاتھ لگتا۔ اس لئے محض خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لئے جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ منافقوں کی طرح دنیاوی لالچ اور مال ودولت کے گرویدہ نہ بننا بلکہ محض خوشنودئ خدا، اشاعت دین اور اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے جہاد کرنا پھر اس جنگ جہاد کا نتیجہ جو بھی ہو خواہ شہادت یا فتحمندی ہر حال میں اللہ تعالیٰ آخرت کا اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی سچا اور پکا ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی منافقانہ خصلتوں سے ہمارے ایمان کو محفوظ فرمائیں اور ہمیں دین کے ہر چھوٹے بڑے حکم کو دل وجان سے ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں خصوصاً ہم میں حقیقی جذبۂ جہاد پیدا فرمائیں۔ اے اللہ اپنے راستہ میں اپنی خوشنودی کے لئے ہمیں بھی اپنی جان ومال لگانے کی ہمت اور توفیق نصیب فرما اور دشمنان دین سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے ہر طرح کی تیاری سے مستعد رہنے کی قوت وطاقت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ

اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں

وَمَا	لَكُمْ	لَا تُقَاتِلُوْنَ	فِیْ	سَبِیْلِ اللّٰهِ	وَ	الْمُسْتَضْعَفِیْنَ	مِنَ	الرِّجَالِ	وَالنِّسَآءِ
اور کیا	تمہیں	تم نہیں لڑتے	میں	اللہ کا راستہ	اور	کمزور (بے بس)	سے	مرد (جمع)	اور عورتیں

وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا

اور کچھ بچے ہیں دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے غیب سے

وَالْوِلْدَانِ	الَّذِیْنَ	یَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	اَخْرِجْنَا	مِنْ	هٰذِهِ	الْقَرْیَةِ	الظَّالِمِ	اَهْلُهَا	وَاجْعَلْ	لَّنَا
اور بچے	جو	کہتے ہیں (دعا)	اے ہمارے رب	ہمیں نکال	سے	اس	بستی	ظالم	اسکے رہنے والے	اور بنادے	ہمارے لئے

مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ

کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے جو لوگ پکے ایماندار ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں

مِنْ	لَّدُنْكَ	وَلِیًّا	وَاجْعَلْ	لَّنَا	مِنْ	لَّدُنْكَ	نَصِیْرًا	اَلَّذِیْنَ + اٰمَنُوْا	یُقَاتِلُوْنَ	فِیْ	سَبِیْلِ اللّٰهِ
سے	اپنے پاس	دوست (حامی)	اور بنادے	ہمارے لئے	سے	اپنے پاس	مددگار	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	وہ لڑتے ہیں	میں	اللہ کا راستہ

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو واقع میں شیطانی تدبیر

وَالَّذِیْنَ + كَفَرُوْا	یُقَاتِلُوْنَ	فِیْ	سَبِیْلِ	الطَّاغُوْتِ	فَقَاتِلُوْا	اَوْلِیَآءَ	الشَّیْطٰنِ	اِنَّ	كَیْدَ	الشَّیْطٰنِ
وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	وہ لڑتے ہیں	میں	راستہ	طاغوت (سرکش)	سو تم لڑو	دوست (ساتھی)	شیطان	بیشک	فریب	شیطان

كَانَ ضَعِیْفًا ﴿۷۶﴾

لچر ہوتی ہے

كَانَ	ضَعِیْفًا
ہے	کمزور (بودا)

تفسیر و تشریح

گزشتہ آیات سے جہاد کا مضمون شروع ہوا تھا اور جہاد کی ترغیب میں یہ قانون خداوندی بتلایا گیا تھا کہ جو شخص بھی اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ وہ دشمن سے مغلوب ہو جائے حتیٰ کہ جان ہی سے مارا جائے یعنی شہید ہو جائے یا دشمن کو مار دے اور اس پر غالب اور فتحمند ہو جائے۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ اب آگے ان آیات میں ایک دوسرے داعیہ اور ضرورت کی بنا پر کفار سے جہاد کرنا ضروری بتلا کر دشمنان دین سے جنگ و قتال کا حکم دیا جاتا ہے۔

مظلوموں کی فریادرسی

مکی زندگی میں جب مشرکین مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے متبعین اہل اسلام پر بے حد ظلم و ستم کرنے شروع کر دیئے مسلمانوں سے خرید و فروخت لین دین بھی بند کر دیئے۔ حضرت بلالؓ حضرت صہیب اور حضرت خباب جیسے مسلمانوں کو گرم ریت پر لٹا کر کوڑے مارے جانے لگے۔ مسکین مسلمان عورتوں اور بچوں پر طرح طرح کے ظلم

ہونے لگے حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے منصوبے باندھے جانے لگے تو ترک وطن یعنی گھر بار مکہ میں چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض دوسرے صحابہ مکہ کو چھوڑ کر اور گھر بار سے منہ موڑ کر ہجرت کر کے مدینہ آ گئے لیکن مکہ میں ایسے کمزور مسلمان رہ گئے تھے جو جسمانی ضعف' کمزوری اور بیماری اور کم سامانی کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتے تھے جن میں مسلمان باندی اور غلام بھی تھے جو کافروں کی قید میں تھے اور جب مسلمانوں کے ترک وطن کرنے سے مشرکوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ بھی فرار نہ ہو جائیں اس لئے ان ستم رسیدہ مظلوم مسلمانوں کی قید میں اور بھی سختی کرنے لگے اور طرح طرح کی سخت اذیتیں دینے لگے تا کہ وہ تکلیف پا کر گھبرا اٹھیں اور اسلام کو چھوڑ کر پھر کفر اختیار کر لیں۔ ایسے بیچارے مظلوم مسلمان سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی رہائی کے لئے دعا کریں اور کیا کر سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی نجات و رہائی کا یہ سامان فرمایا کہ مسلمانوں کو جہاد کا حکم ہوا کہ خدا کی راہ میں کفار سے لڑو اور اپنے بے بس مظلوم بھائیوں کو کفار کے ظلم و ستم سے بچاؤ چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو تمام ایسے مظلوم آزاد ہو گئے اور سب کو امن و عزت مل گئی۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرما کر جہاد کی تاکید کی جاتی ہے۔

ان آیات میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کی درخواست کی تھی ایک یہ کہ ہم کو اس قریہ سے یعنی مکہ سے نکالیں دوسری یہ ہے کہ ہمارے لئے کوئی حامی' ناصر اور مددگار بھیجے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دونوں درخواستیں قبول فرمائیں۔

بعض کو تو مکہ سے نکل جانے کے مواقع میسر کئے اور بعض جو فتح مکہ تک رہے تو فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اسید کو ان کا متولی مقرر کیا جنہوں نے مظلومین کو ظالمین سے نجات دلائی۔

ان آیات میں یہ تعلیم ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا تمام مصائب کا بہترین علاج ہے اور مظلوم کی دادرسی اور فریاد رسی اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے۔

جہاد کا مقصد

ان آیات میں یہ بھی بتلایا گیا کہ جنگ و قتال تو سب کرتے ہیں مگر اس سے مومن اور کافر کے مقاصد الگ الگ ہیں۔ مومنین اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر شیطان کی راہ میں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مومن کی جدوجہد اور جنگ و قتال کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا حکم بلند ہو۔ اللہ کا قانون جاری ہو جو خالص عدل و انصاف پر مبنی ہے تا کہ انصاف کی حکومت قائم ہو اور جب انصاف کی حکومت قائم ہوگی تو امن قائم رہے گا۔ لہٰذا مومن جب جنگ کرتا ہے تو اس کے سامنے یہی مقصد ہوتا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کفار کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کفر کی ترویج ہو اور کفر کا غلبہ ہو اور دنیا میں کفر و شرک چمکے اور چونکہ کفر و شرک شیطان کی راہیں ہیں اس لئے کفار شیطان کے کام میں اس کی مدد کرتے ہیں مگر یہاں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ شیطانی تدابیر لچر اور کمزور ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ مومنین کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں ان کا مددگار اللہ ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں سے یعنی کافروں سے لڑنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیے اور اللہ کی مدد پر نظر اور بھروسہ ہونا چاہیے مگر یہاں یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ اس جگہ جو شیطان کی تدبیر کو ضعیف کہا گیا ہے تو اسی آیت سے دو شرائط بھی مفہوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ جس کے مقابلہ میں شیطان تدبیر کر رہا ہے وہ مومن ہو یعنی الذین آمنوا پہلی شرط ہے دوسری شرط یقاتلون فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی اس کی جنگ و قتال محض اللہ ہی کے راستہ میں اللہ ہی کے لئے ہو کوئی دنیوی یا نفسانی غرض نہ ہو۔ تو ان دو شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شیطان کی تدبیر کمزور' ضعیف اور لچر ثابت ہوتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی فوت ہو جائے یا دونوں ہی نہ پائی جائیں تو پھر ضروری نہیں کہ تدبیر ضعیف' کمزور اور لچر ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ شیطان کے مکر و فریب اور تدابیر سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جہاد کا حقیقی جذبہ عطا فرمائیں اور اپنے رستہ میں اپنی خوشنودی کے لئے ہمیں بھی اپنے جان و مال کی قربانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اسوقت روئے زمین پر جہاں بھی اہل اسلام کمزور اور بے بس ہیں اور کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں یا اللہ ان کی غیب سے حمایت و نصرت فرما اور ظالموں کے ظلم سے ان کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ آپ ہماری حامی اور مددگار بن جائیں اور دشمنان دین کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اسلام و ایمان کی برکت سے دشمنان دین پر ہم کو غلبہ اور فتح و نصرت عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو اور نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو پھر اُن پر

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	قِيْلَ	لَهُمْ	كُفُّوْٓا	اَيْدِيَكُمْ	وَ	اَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ	فَلَمَّا
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف	وہ لوگ جو	کہا گیا	ان کو	روک لو	اپنے ہاتھ	اور	قائم کرو	نماز	اور ادا کرو	زکوٰۃ	پھر جب

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ

جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو اُن میں سے بعض بعض آدمی لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسا کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اُس سے بھی زیادہ ڈرنا

كُتِبَ عَلَيْهِمُ	الْقِتَالُ	اِذَا	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	يَخْشَوْنَ	النَّاسَ	كَخَشْيَةِ	اللّٰهِ	اَوْ	اَشَدَّ	خَشْيَةً
ان پر فرض ہوا	لڑنا (جہاد)	ناگہاں (تو)	ایک فریق	ان میں سے	ڈرتے ہیں	لوگ	جیسے ڈر	اللہ	یا	زیادہ	ڈر

وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا

اور یوں کہنے لگے کہ اے خدا آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض فرما دیا ہم کو اور تھوڑی مدت مہلت دے دی ہوتی آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا تمتع محض

وَقَالُوْا	رَبَّنَا	لِمَ كَتَبْتَ	عَلَيْنَا	الْقِتَالَ	لَوْ	لَآ اَخَّرْتَنَا	اِلٰٓى	اَجَلٍ	قَرِيْبٍ	قُلْ	مَتَاعُ	الدُّنْيَا
اور وہ کہتے ہیں	اے ہمارے رب	تو نے کیوں لکھا	ہم پر	لڑنا (جہاد)	کیوں	نہ ہمیں ڈھیل دی	تک	مدت	تھوڑی	کہہ دیں	فائدہ	دنیا

قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۪ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ

چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جاوے گا تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تمکو

قَلِيْلٌ	وَالْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	لِّمَنِ اتَّقٰى	وَ	لَا تُظْلَمُوْنَ	فَتِيْلًا	اَيْنَ مَا	تَكُوْنُوْا	يُدْرِكْكُّمُ
تھوڑا	اور آخرت	بہتر	پرہیزگار	اور	نہ تم پر ظلم ہوگا	دھاگے برابر (بھی)	جہاں کہیں	تم ہوگے	تمہیں پالے گی

الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ	الْمَوْتُ	وَلَوْ كُنْتُمْ	فِيْ بُرُوْجٍ	مُّشَيَّدَةٍ	
موت آجاوے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو	موت	اگرچہ تم ہو	برجوں میں	مضبوط	

شان نزول: ابتدائے اسلام میں جب کہ مسلمان مکہ معظمہ میں تھے کمزور تھے کم تعداد میں تھے۔ حرمت والے شہر میں تھے۔ کفار کا غلبہ تھا یہ انہی کے شہر میں تھے وہ بکثرت تھے۔ جنگی اسباب میں ہر طرح فوقیت رکھتے تھے۔ اس لئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد اور قتال کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ ان کو یہی حکم تھا کہ کافروں کی شرارتوں پر خاموش رہیں۔ انکی مخالفت برداشت کریں۔ ان کے ظلم و ستم سہہ لیا کریں۔ جو احکام خداوندی نازل ہو چکے ہیں ان پر عامل رہیں۔ نمازیں ادا کرتے رہیں۔ زکوٰۃ دیتے رہا کریں گو ان میں عموماً مال کی اس وقت زیادتی بھی نہ تھی تاہم مسکینوں اور محتاجوں کے کام آنے اور ان کی ہمدردی کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ مصلحت خداوندی کا اقتضا یہ تھا کہ سر دست کفار سے نہ لڑیں بلکہ صبر و تحمل سے کام لیں۔ ادھر کافر بڑی دلیری سے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کو سخت سے سخت ایذائیں دے رہے تھے۔ مسلمانوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا اس لئے ان کے دل میں رہ رہ کر جوش اٹھتا تھا اور زبان سے الفاظ نکل جاتے تھے کہ ان روزمرہ کی مصیبتوں سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک مرتبہ دل کی بھڑاس نکل جائے۔ دو دو ہاتھ میدان میں ہو لیں۔

کاش کہ ہمیں لڑنے اور مرنے مارنے کا حکم مل جائے لیکن اب تک حکم قتال کا نہ ہوا تھا جب انہیں ہجرت کی اجازت ملی مسلمان اپنی زمین زر گھربار رشتہ کنبہ خدا پر قربان کر کے اپنے دین کے لئے مکہ سے رخصت ہو گئے اور مدینہ پہنچے۔ یہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی سہولت دی۔ امن کی جگہ دی۔ امداد کے لئے انصار مدینہ مل گئے۔ تعداد میں کثرت ہو گئی۔ قوت طاقت قدرے بڑھ گئی تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی کہ اب اپنے لڑنے والوں سے لڑو۔ جہاد کا حکم اترنے پر بعض کچے مسلمان اور منافق جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے سٹ پٹائے۔ خوف زدہ ہوئے جہاد کا تصور کر کے میدان میں قتل کئے جانے کا منظر، عورتوں کی بیوگی کا خیال، بچوں کی یتیمی کا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ گھبراہٹ میں کہہ اٹھے کہ خدایا ابھی سے جہاد کیوں فرض کر دیا ابھی تھوڑی مدت اور قتال کا حکم نہ آتا اور ہم زندہ رہتے تو خوب ہوتا۔ اس پر یہ آیات اور اگلی چند آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے شکایت فرمائی کہ جب تک جہاد کا حکم نازل نہ ہوا تھا تو تمنا اور آرزو کرتے تھے کہ کاش ہمیں ان کافروں سے لڑنے اور مرنے کا حکم مل جائے اب جب جہاد کا حکم نازل ہوا اور کفار سے جنگ و قتال کی اجازت ملی تو تم ڈرنے لگے۔ تم کو تو خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری درخواست قبول فرمائی اور تمہاری دلی تمنا پوری ہوئی۔ اس پر آئندہ کے لئے نصیحت فرمائی گئی کہ دنیا تو چند روزہ ہے اس کے آرام و تکلیف کا خیال نہ کرو۔ آخرت جس کے حصول کا اعلیٰ ذریعہ جہاد ہے اس دنیائے فانی سے بدرجہا بہتر اور اعلیٰ ہے اور اگر موت کے خوف سے جہاد نہ کیا تو کیا موت سے بچ جاؤ گے۔ موت تو اپنے مقررہ وقت پر آ کر رہے گی تم چاہے کہیں بھی اور کیسے ہی مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو۔ غرض جب موت اپنے وقت پر آئے گی اور مر کر دنیا چھوڑ جانا ہی پڑے گا تو پھر جہاد سے کیا گھبرانا اور موت سے کیا ڈرنا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا تعلق مومنین مخلصین سے نہیں بلکہ منافقین سے ہے۔

آیات کی عام تعلیمات و ہدایات:

(۱) تفسیر مظہری میں حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نماز اور زکوٰۃ کے احکام کو بیان فرمایا جو اصلاح نفس کا سبب ہیں اور اسکے بعد جہاد کا حکم دیا جو اصلاح ملک کا سبب ہے یعنی اس کے ذریعہ سے ظلم و ستم کا استیصال کیا جاتا ہے اور ملک میں امن و امان قائم ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہیے چنانچہ درجہ کے اعتبار سے بھی قسم اول کا حکم فرض عین ہے اور ثانی کا حکم فرض کفایہ ہے۔ جس سے اصلاح نفس کی اہمیت اور اس کا مقدم ہونا ظاہر ہے۔ خلاصہ یہ کہ اصلاح ملک سے اصلاح نفس مقدم ہے۔

(۲) آیت میں دنیا کی نعمتوں کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتوں کو افضل و بہتر کہا گیا ہے اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱- دنیا کی نعمتیں قلیل ہیں اور آخرت کی نعمتیں کثیر ہیں

۲- دنیا کی نعمتیں فانی اور ختم ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔

۳- دنیا کی نعمتوں کے ساتھ طرح طرح کی پریشانیاں بھی ہیں اور آخرت کی نعمتیں ہر طرح کدورتوں اور پریشانیوں سے پاک ہیں۔

۴- دنیا کی نعمتوں کا حصول یقینی نہیں اور آخرت کی نعمتیں ہر متقی کو یقیناً ملیں گی۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جہاد سے رکنے والوں کے اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ شاید جہاد سے جان بچا کر موت سے بھی بچ سکتے ہیں اس لئے فرمادیا کہ موت تو مقررہ وقت پر آ کر رہے گی تم جہاں کہیں بھی ہو موت وہیں آ دبوچے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں بھی ہو جہاں کوئی قاتل نہ پہنچ سکے لیکن موت کا فرشتہ تو ضرور پہنچ جاتا ہے لہٰذا موت کے ڈر سے جہاد سے جی چرانا نادانی اور اسلام میں کمزوری کی دلیل ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ امت مسلمہ کو حقیقی جذبہ جہاد پھر عنایت فرمائیں اور دشمنان دین سے ہمکو مقابلہ و مقاتلہ کی قوت و طاقت عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور آخرت کے مقابلہ میں ہم دنیا کو ہیچ سمجھیں۔ اور ہر حال میں ہم آخرت کو ترجیح دینے والے ہوں۔ اے اللہ موت کا خوف ہمارے دلوں سے دور فرما دے اور موت کے بعد والی زندگی کا یقین کامل ہم کو عطا فرما دے تاکہ ہم اس دائمی زندگی کا سامان اس عارضی دنیا میں کر لیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

38

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا

اور اگر اُن کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ منجانب اللہ ہوگئی اور اگر اُن کو کوئی بُری حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں

وَاِنْ	تُصِبْهُمْ	حَسَنَةٌ	يَّقُوْلُوْا	هٰذِهٖ	مِنْ	عِنْدِ اللّٰهِ	وَاِنْ	تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	يَّقُوْلُوْا
اور اگر	انہیں پہنچے	کوئی بھلائی	وہ کہتے ہیں	یہ	سے	اللہ کے پاس (طرف)	اور اگر	انہیں پہنچے	کچھ برائی	وہ کہتے ہیں

هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ

کہ یہ آپ کے سبب سے ہے آپ فرما دیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی طرف سے ہے تو اُن لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے

هٰذِهٖ	مِنْ	عِنْدِكَ	قُلْ	كُلٌّ	مِّنْ	عِنْدِ اللّٰهِ	فَمَالِ	هٰٓؤُلَآءِ	الْقَوْمِ	لَا يَكَادُوْنَ
یہ	سے	آپ کی طرف سے	کہہ دیں	سب	سے	اللہ کے پاس (طرف)	تو کیا ہوا	اس	قوم	نہیں لگتے

يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ

پاس کو بھی نہیں نکلتے اے انسان تجھ کو جو کوئی خوشحالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور جو کوئی بدحالی پیش آوے وہ تیرے ہی

يَفْقَهُوْنَ	حَدِيْثًا	مَا	اَصَابَكَ	مِنْ حَسَنَةٍ	فَمِنَ اللّٰهِ	وَمَا	اَصَابَكَ	مِنْ سَيِّئَةٍ
کہ سمجھیں	بات	جو	تجھے پہنچے	کوئی بھلائی	سو اللہ سے	اور جو	تجھے پہنچے	کوئی برائی

فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ

سبب سے ہے اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی

فَمِنْ + نَّفْسِكَ	وَاَرْسَلْنٰكَ	لِلنَّاسِ	رَسُوْلًا	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	شَهِيْدًا	مَنْ	يُّطِعِ	الرَّسُوْلَ
تو تیرے نفس سے	اور ہم نے تمہیں بھیجا	لوگوں کے لئے	رسول	اور کافی ہے	اللہ	گواہ	جو۔جس	اطاعت کی	رسول

فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ؕ

اور جو شخص رُوگردانی کرے سو ہم نے آپ کو اُن کا نگراں کر کے نہیں بھیجا

فَقَدْ اَطَاعَ	اللّٰهَ	وَمَنْ	تَوَلّٰى	فَمَآ	اَرْسَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	حَفِيْظًا	
پس تحقیق اطاعت کی	اللہ	اور جو جس	روگردانی کی	تو نہیں	ہم نے آپ کو بھیجا	ان پر	نگہبان	

شان نزول

گزشتہ آیات میں ترغیب جہاد میں یہ مذکور ہوا تھا کہ وقت پر موت تو ٹلتی نہیں اگر جہاد نہ بھی کیا تو بھی موت کے منہ سے نہیں بچ سکتے۔ منافقوں کا یہ حال تھا کہ جہاد میں اگر کبھی شکست و موت کا وقوع ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر الزام لگاتے اور کہتے کہ ہم آپ کے کہنے سے جہاد میں آئے اور مفت میں موت کا شکار بنے اور اگر جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوتی اور غنیمت ان کے ہاتھ آتی تو منافق کہتے کہ یہ بات محض اتفاقی منجانب اللہ

ہے۔غرض کہ ان کی نظروں میں کام بگڑتا تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام اور سنورتا تو اتفاقی بات۔منافقین کے ان باطل اقوال کے رد میں ان آیات کا نزول ہوا۔

بعض مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ روایت بھی لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان ایام میں مدینہ میں غلہ اور پھلوں کی افراط تھی اور ہر چیز کا نرخ ارزاں تھا پھر جب منافقوں نے اپنے نفاق کا اور یہودیوں نے اپنے عناد کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں کسی قدر تنگی پیدا کر دی۔پیداوار کم ہوئی اور گرانی زیادہ ہو گئی اس پر یہودیوں اور منافقوں نے کہا کہ جب سے یہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شہر میں آئے ہیں اس وقت سے ہمارے پھلوں اور کھیتوں میں نقصان ہونے لگا۔

اسی کو ان آیات میں فرمایا گیا وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ اتفاقاً ہو گئی۔اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔یعنی فتح و شکست اور قتل اور غنیمت اور قحط و ارزانی سب خدا ہی کی طرف سے ہے۔

منافقوں کی کم عقلی

آگے منافقین کی کم عقلی اور بدفہمی کو ظاہر کیا جاتا ہے فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا یعنی ان حماقت شعار لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں نکلتے۔یعنی ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ بھلائی و برائی سب اللہ کی طرف سے ہے۔ہر راحت اور مصیبت کا خالق اور موجد حق تعالیٰ ہی ہے۔ارزانی و گرانی اور فتح و شکست سب اللہ ہی کی قضا و قدر سے ہے اس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں۔یہ تو منافقین کے الزام کا اجمالی جواب ہوا آگے اس کی تفصیل ہے اور ارشاد ہوتا ہے مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ مطلب یہ کہ انسان کو جو نعمت و راحت پہنچتی ہے وہ محض اللہ کا فضل و احسان ہے اور جو تکلیف اسے پہنچتی ہے وہ اس کے اعمال کی شامت سے پہنچتی ہے۔

رسول بھیجنے کا مقصد

حق تعالیٰ شانہ منافقین کے الزام کو دور کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتے ہیں۔ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کے گواہ کافی ہیں۔یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے نفع و ہدایت کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے تا کہ آپ لوگوں کو ہر خیر کی طرف دعوت دیں اور ہر شر سے ڈرائیں۔آپ کی ذات بابرکت تو ہر خیر اور رحمت کا سرچشمہ ہے وہ معاذ اللہ نحوست کا سبب کیسے بن سکتی ہے جیسا کہ منافقین کا الزام ہے بلکہ نحوست کا منبع تو خود ان کا نفس امارہ ہے اور یہود و منافقین جس برائی کا مشاہدہ کر رہے ہیں وہ تو ان کے ہی اعمال کی شامت ہے۔اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے بیہودہ الزام کی پرواہ نہ کیجئے اور غمگین اور رنجیدہ نہ ہو جئے اور اپنا کار رسالت کئے جایئے۔اس کے انکار سے نفی نبوت کی کب ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کے کافی گواہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جو معجزات آپ کو عطا کئے ہیں وہ سب من جانب اللہ آپ کی نبوت و رسالت کے گواہ ہیں۔

اللہ کی اطاعت کیلئے اطاعتِ رسول ضروری ہے

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۔ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت عقلاً بھی واجب ہے۔ پس آپ کی اطاعت بھی واجب ہوئی اور جو شخص آپ کی اطاعت سے روگردانی کرے سو آپ کچھ غم نہ کیجئے ہم نے آپ کو بطور ذمہ داری کے ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا کہ ان کو کفر نہ کرنے دیں بلکہ محض پیغام پہنچا کر آپ سبکدوش ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرما دی گئی کہ جو شخص آپ کی اطاعت سے روگردانی کرے تو آپ غم نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے لوگوں پر نگران اور نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ جبراً وقہراً ان کو اطاعت گزار بنا ہی دیں بلکہ آپ تو پیغام الٰہی پہنچا کر سبکدوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں سے خود نمٹ لیں گے۔

الغرض یہاں اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک ہمیشہ کے لئے ایک قاعدہ مقرر فرما دیا کہ جو ہمارا فرمانبردار بننا چاہتا ہے وہ ہمارے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اگر رسول کی فرمانبرداری نہ کرے گا تو ہمارا نافرمان ہے۔ اس طرح یہاں ایک راستہ کی طرف دعوت و رغبت بھی ہے۔ اور ساتھ ہی ایک وعید بھی ہے۔ دعوت تو یہ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات مانو گے تو تمہاری دنیا و آخرت کی زندگی بن جائے گی کیونکہ اطاعت رسول سے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بن جاؤ گے اور اگر نہ مانو گے اور اطاعت رسول سے انحراف کرو گے تو گویا دونوں جہان کی خیر و برکت سے روگردانی کرتا ہے۔ رسول کا یہ کام نہیں کہ وہ زبردستی تمہیں سیدھے راستہ پر اور اپنی اطاعت پر چلائیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہماری تمام گزشتہ بداعمالیوں اور تمام صغیرہ کبیرہ اور ظاہری و باطنی گناہوں سے درگزر فرمایئے اور ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو اپنی زندگی کا ہر لمحہ ظاہر میں اور باطن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے موافق گزارنے میں ہماری مدد فرمایئے اور ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے کامل طور پر بچایئے۔

یا اللہ ہر راحت اور مصیبت کے خالق آپ ہی ہیں فتح و شکست۔ ارزانی و گرانی۔ خوشحالی و بدحالی سب آپ کے قضا و قدر و مشیت سے ہے اس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں۔

یا اللہ آپ نے اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ہماری صلاح و فلاح اور خیر و ہدایت کے لئے تمام احکامات پہنچا دیئے اور بتلا دیئے۔ اب یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ جو ہم قرآن و سنت سے انحراف کر کے دونوں جہان کی خیر و برکت سے محروم ہوتے رہے۔ یا اللہ ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دے اور ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ کی اطاعت کاملہ کی توفیق بخش دے۔

یا اللہ اس منافقانہ خصلت سے کہ نام ہم اسلام کا لیتے رہیں اور کام بے دینی کے کرتے رہیں اب ہمیں پاک فرما دے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا وفادار امتی بن کر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام اطاعت کرنا ہے پھر جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو شب کے وقت مشورے کرتی ہے اُن میں کی ایک جماعت برخلاف اس کے جو کچھ کہ

وَيَقُوْلُوْنَ	طَاعَةٌ	فَاِذَا	بَرَزُوْا	مِنْ	عِنْدِكَ	بَيَّتَ	طَآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	غَيْرَ الَّذِىْ	تَقُوْلُ	وَاللّٰهُ
اور وہ کہتے ہیں	(ہم نے) حکم مانا	پھر جب	باہر جاتے ہیں	سے	آپ کے پاس	رات کو مشورہ کرتا ہے	ایک گروہ	اُن سے	اس کے خلاف جو	کہتے ہیں	اور اللہ

يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ

زبان سے کہہ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کیا کرتے ہیں سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں

يَكْتُبُ	مَا يُبَيِّتُوْنَ	فَاَعْرِضْ	عَنْهُمْ	وَتَوَكَّلْ	عَلَى اللّٰهِ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا	اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ
لکھ لیتا ہے	جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں	منہ پھیر لیں	اُن سے	اور بھروسہ کریں	اللہ پر	اور کافی ہے	اللہ	کارساز	پھر کیا وہ غور نہیں کرتے؟

الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝

کیا پھر قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلافات پاتے

الْقُرْاٰنَ	وَلَوْ كَانَ	مِنْ	عِنْدِ	غَيْرِ اللّٰهِ	لَوَجَدُوْا	فِيْهِ	اخْتِلَافًا	كَثِيْرًا
قرآن	اور اگر ہوتا	سے	پاس	اللہ کے سوا	ضرور پاتے	اس میں	اختلاف	بہت

منافقوں کی دورنگی

آج کی آیات میں منافقوں کی مکاری اور دورنگی کو بیان کیا جاتا ہے کہ ان منافقین کی یہ حالت ہے کہ بظاہر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اور آپ کے روبرو تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا شیوہ تو آپ کی فرمانبرداری ہے پھر جب مجلس نبوی سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو رات کو سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور آپ کے فرمودہ اور حکم کے خلاف مشورہ کرتے ہیں تو منافقین کے اس طرز عمل کی مذمت کی گئی جو دورخی پالیسی رکھتے ہیں کہ زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں منافقین کی ''اطاعت رسول'' کا حال بتلایا گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سن کر آپ کے سامنے تو اقرار کرتے ہیں کہ ہمیں سب حکم دل و جان سے قبول ہیں لیکن اس کے برخلاف رات کی تنہائی میں بیٹھ کر آپس میں مشورہ کرتے ہیں اور طے کرتے ہیں کہ ہم ان کا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا ماننے والے نہیں تو گویا سامنے کچھ کہتے ہیں اور پیٹھ پیچھے کچھ۔ ان کا ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ منافقین کی اس دورخی کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ آپ ان کی منافقانہ حرکتوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ اللہ پر بھروسہ رکھئے۔ اللہ تعالیٰ پورے کارساز ہیں۔ اس کی کارسازی کے آگے ان منافقوں کی کچھ نہیں چل سکتی اور یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

منافقت کا علاج

اب منافقین کی اس مکاری، دغابازی اور دورنگی کا اصل منشا اور سبب یہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا رسول دل سے تسلیم نہیں کرتے تھے اور نہ قرآن کریم کو کلام الٰہی جانتے تھے۔ اس لئے آگے ان کو یہ حکم دیا کہ تم قرآن میں غور و فکر کرو جو آپ کی نبوت و رسالت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اگر تم نے قرآن میں صدق دل سے غور کیا تو تم پر روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہو جائے گا کہ یہ

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ چنانچہ تدبر قرآن کی دعوت دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا قرآن میں غور نہیں کرتے تا کہ اس کا کلام الٰہی ہونا واضح ہو جائے اور یہ سمجھ جائیں کہ جس پر یہ کلام الٰہی نازل ہوا ہے وہ بلا شبہ اللہ کے رسول ہیں۔

قرآن کریم کی حقانیت

آگے قرآن کریم کی حقانیت وصداقت اور اس کے کلام اللہ ہونے کی ایک واضح دلیل دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا اور اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس کے مضامین میں بکثرت اختلافات وتفاوت پاتے۔ یعنی اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا بلکہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہوتا یا کسی اور بشر کا کلام ہوتا جیسا کہ مخالفین اسلام کہتے ہیں تو اس میں بہت سے اختلافات اور تناقض اور تفاوت موجود ہوتے۔ کوئی خبر اس کی صحیح ہوتی کوئی غلط کوئی جملہ اس کا فصیح ہوتا تو کوئی غیر فصیح مگر اس میں کسی قسم کا اختلاف اور تناقض کا نام ونشان نہیں قرآن کریم میں جن جن احکام وعقائد اور عملیات کا بیان ہے اور گزشتہ واقعات کی جو خبریں ہیں اور آئندہ کے متعلق جو پیش گوئیاں ہیں ان میں باہم نہ کوئی اختلاف ہے نہ تضاد بلکہ قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت ایسی بے نظیر ہے کہ جو طاقت بشری سے باہر ہے اس کے تمام احکام عین حکمت اور صواب ہیں۔ غیب کی اس میں خبریں ہیں اور ظاہر ہے کہ غیب کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ گزشتہ تاریخی واقعات کا حرف بحرف صحیح ہونا اور آئندہ پیش گوئیوں کو بالکل ٹھیک ٹھیک واقع کے مطابق اترنا یہ سب باتیں اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہیں۔ ان باتوں سے ہر شخص یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے کیونکہ بشر کے کلام میں یکسانیت کہاں۔ انسان جب کوئی طویل کلام کرتا ہے تو وہ یکساں نہیں رہتا کیونکہ بشر پر مختلف احوال پیش آتے ہیں اور ہر حالت میں اسی حالت کے مطابق کلام کرتا ہے اور ماحول کا اس کی تقریر وتحریر پر اثر ہوتا ہے۔ اطمینان کے وقت کلام اور طرح کا ہوتا ہے۔ پریشانی کے وقت دوسری طرح کا مسرت کے وقت اور رنگ ہوتا ہے۔ رنج کے وقت دوسرا رنگ ہوتا ہے لیکن قرآن کریم اتنی بڑی کتاب ہے اور اس کا ان جملہ اختلافات سے پاک ہونا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ خداوند ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے۔

دعا کیجئے

اللہ پاک ہم کو قرآن پاک پر حقیقی ایمان نصیب فرمائیں اور اس کا علم وفہم عطا فرمائیں۔ اس کے سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کے احکام کا اتباع اور اطاعت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے قلوب کو جملہ منافقانہ خصلتوں سے پاک فرمایئے اور قرآنی انوار سے منور فرمایئے۔ اے اللہ ہم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرما اور آپؐ کے احکام سے آپ کا کلمہ پڑھ کر انحراف اور اعراض سے بچا۔ یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرما اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کی عظمت عطا فرما۔ اور آپ کی عظمت کے ساتھ آپ کا اتباع نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ

اور جب اُن لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اسکو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ رسول کے اور جو اُن میں ایسے اُمور کو سمجھتے ہیں

وَاِذَا	جَآءَهُمْ	اَمْرٌ	مِّنَ	الْاَمْنِ	اَوِ	الْخَوْفِ	اَذَاعُوْا	بِهٖ	وَلَوْ	رَدُّوْهُ	اِلَى الرَّسُوْلِ	وَ	اِلٰٓى	اُولِي الْاَمْرِ
اور جب	ان کے پاس آتی ہے	کوئی خبر	سے (کی)	امن	یا	خوف	مشہور کر دیتے ہیں	اُسے	اور اگر	اسے پہنچاتے	رسول کی طرف	اور	طرف	حاکم

مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

اُن کے اوپر حوالہ رکھتے تو اسکو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو اُن میں اُسکی تحقیق کر لیا کرتے ہیں اور اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتا

مِنْهُمْ	لَعَلِمَهُ	الَّذِيْنَ	يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ	مِنْهُمْ	وَلَوْ	لَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَرَحْمَتُهٗ
اپنے میں سے	تو اس کو جان لیتے	جو لوگ	تحقیق کر لیا کرتے ہیں	ان سے	اور اگر	نہ	فضل	اللہ	تم پر	اور اسکی رحمت

لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ

تو تم سب کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے پس آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ پر سوائے اپنی جان کے کسی کی ذمہ داری نہیں

لَاتَّبَعْتُمُ	الشَّيْطٰنَ	اِلَّا	قَلِيْلًا	فَقَاتِلْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	لَا تُكَلَّفُ	اِلَّا	نَفْسَكَ	وَحَرِّضِ
تم پیچھے لگ جاتے	شیطان	سوائے	چند ایک	پس لڑیں	میں	راستہ	اللہ	مکلف نہیں	مگر	اپنی ذات	اور آمادہ کریں

الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

اور مسلمانوں کو ترغیب دے دیجئے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ کافروں کے زور جنگ کو روک دینگے اور اللہ تعالیٰ زور جنگ میں زیادہ شدید ہیں اور سخت سزا دیتے ہیں

الْمُؤْمِنِيْنَ	عَسَى	اللّٰهُ	اَنْ	يَّكُفَّ	بَاْسَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	وَاللّٰهُ	اَشَدُّ	بَاْسًا	وَ	اَشَدُّ	تَنْكِيْلًا
مومن (جمع)	قریب ہے	اللہ	کہ	روک دے	جنگ	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	اور اللہ	سخت ترین	جنگ	اور	سب سے سخت	سزا دینا

تفسیر وتشریح

اوپر سے جہاد کے سلسلہ میں منافقوں کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے گزشتہ آیات میں منافقین کی یہ بدخلصتی بیان کی گئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو منافقین آپ کی اطاعت کا دم بھرتے اور آپ کے پاس سے جا کر آپ کی نافرمانی کے لئے مشورہ کرتے۔

شانِ نزول

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے کسی گاؤں میں بھیجا کہ وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے لائیں۔ جب یہ صاحب مقررہ مقام پر پہنچے تو وہاں کے باشندے مل کر ان کے استقبال کی نیت سے آئے۔ انہوں نے سمجھا کہ میرے مارنے کو آئے ہیں اور فوراً الٹے پھر آئے اور مدینہ میں اس کا تذکرہ کیا۔ ہنوز یہ خبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچی تھی کہ شہر میں اس کا شہرہ ہو گیا کہ فلاں گاؤں والے تو مرتد ہو گئے آخر جب آنحضرتؐ کے پاس یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے اسکی تحقیق کی اور خبر بالکل غلط نکلی۔ صحیح بخاری و مسلم میں آیت مذکورہ کے شان نزول میں ایک دوسری روایت بیان کی گئی ہے جس سے شان نزول کی تخصیص معلوم ہوتی ہے اگرچہ آیت کا حکم عام ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔اس دہشت ناک خبر کو سن کر میں اپنے گھر سے چل کر مسجد میں گیا۔ کچھ دیر وہاں توقف کیا تو کچھ لوگ وہاں بھی یہی باتیں کر رہے تھے یہ دیکھ کر میں نے سوچا کہ اس خبر کی تحقیق کرنی چاہیے ۔ میں اجازت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حضور نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے تعجب سے کہا اللہ اکبر اور پھر مسجد کے دروازہ پر آ کر بلند آواز سے ندا کر دی کہ یہ خبر غلط ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق نہیں دی۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی سلسلہ میں منافقین کی بری خصلت بیان کر کے مسلمانوں کو نصیحت و ہدایت فرمائی جاتی ہے۔ منافقوں کی یہ عادت تھی کہ وہ تشویش پھیلانے والی خبریں اڑایا کرتے تھے تا کہ مسلمانوں میں پریشانی پھیلے۔اگر کسی بھید اور اسرار کی بات کو سن پاتے تو جھٹ اس کو مشہور کر دیتے۔اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے صلح کا قصد فرمانا یا لشکر اسلام کی فتح کی خبر سننا یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا یا کسی خوفناک خبر کا سن لینا جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہو جانا تو اسکو بلاتحقیق کے مشہور کرنے لگتے اور اس میں اکثر فساد اور نقصان پیش آ جاتا۔ منافقین تو ضرر رسانی کی غرض سے ایسا کرتے اور بعض سیدھے سادے مسلمان بھی ان کے ساتھ ہو جاتے تو یہاں بغیر تحقیق یونہی سنی سنائی خبریں اور افواہیں پھیلانے کی ممانعت فرمائی گئی کہ اس میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور خواہ مخواہ میں غلط فہمی پھیلتی ہے۔

بے تحقیق افواہیں اڑانا منع ہے

بہر حال آیت کا حکم عام ہے اور بے تحقیق افواہیں اڑانے اور خبریں پھیلانے کی ممانعت ہے۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ لوگوں کو لازم ہے کہ جب ان کو کوئی خبر پہنچے یا اطلاع ملے تو وہ کسی سے نہ کہیں۔ سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یا جو بات کو پرکھنے اور اس کی تحقیق کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں ان کے پاس جائیں اور سب سے پہلے ان کو وہ خبر پہنچائیں۔ جب وہ تحقیق اور چھان بین کر کے اس کی بات کہہ دیں کہ صحیح ہے تب اسے عوام میں مشہور کیا جائے

اس حکم و ہدایت کو سنانے کے بعد بطور احسان کے مسلمانوں کو ارشاد ہے:

''اور اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا یہ خاص فضل و رحمت نہ ہوتی کہ تم کو قرآن دیا۔تم نے اپنا پیغمبر بھیجا۔یہ اگر نہ ہوتا تو تم سب کے سب ضرر دنیوی و اخروی اختیار کر کے شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے جو بدولت عقل سلیم خداداد کے کہ وہ بھی ایک خاص فضل و رحمت ہے اس سے محفوظ رہتے ورنہ زیادہ تباہی میں پڑتے پس تم ان تنبیہات کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھو اور شکر کرو اور برخلاف منافقین کے پوری اطاعت اور تعمیل کرو''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے بیان نہیں کرنا چاہیے ۔ بے تحقیق باتوں کا اڑانا گناہ اور باعث فتنہ ہے۔

آیت نمبر ۸۴ کا شان نزول

بعض مفسرین نے اس آیت کو خاص ایک قصہ پر محمول کیا ہے جس کا خلاصہ بروایت حضرت ابن عباسؓ یہ ہے کہ جب غزوۂ احد شوال میں ہو چکا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ میں کفار کے وعدہ کے موافق بدر میں مقابلہ کے لئے جانا چاہا اس وقت بعض لوگ تازہ زخمی ہونے کی وجہ سے اور بعض نے افواہی خبروں کی وجہ سے قدرے تامل کیا۔آپ نے ارشاد فرمایا گو میرے ساتھ کوئی نہ چلے مگر میں ضرور جاؤں گا۔

چنانچہ دوسری آیت میں اسی کا تذکرہ ہے۔آیت کے نزول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں جہاد میں جاؤں گا خواہ مجھے تنہا ہی

جانا پڑے۔ چنانچہ ۷۰ صحابہ کے ساتھ آپؐ بدر کے میدان کی طرف حسب وعدہ تشریف لے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے کفار کے زور کو توڑ کر مسلمانوں کی ہیبت ان کے دلوں میں ایسی بٹھا دی کہ کفار میدان میں نہ آ سکے۔ تو یہاں جہاد کی ترغیب کے ساتھ آیت میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ نے سبب کا ہونا بھی ضروری رکھا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کامل اور ایمان حقیقی نصیب فرمائیں اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں قرآن پاک کی جملہ ہدایات پر عمل پیرا ہونے کا عزم و توفیق عطا فرما۔ اور نفس و شیطان اور کفار و مشرکین سے جہاد اور مقابلہ کی قوت عطا فرما۔

یا اللہ اپنے خاص فضل و کرم سے ہماری ہدایت کے سامان فرما اور تمام شیطانی فتنوں سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ بے تحقیق افواہیں اڑانے اور سنی سنائی خبریں پھیلانے کی آپ نے جو ممانعت فرمائی ہے اس پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ یہ آپ کا خاص فضل و کرم اور انعام و احسان ہے جو ہم کو قرآن کریم جیسی کتاب اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیسے نبی عطا فرمائے۔ یا اللہ ان انعامات کی ہم کو قدر دانی نصیب فرما اور ہم کو قرآن کریم کا اتباع کامل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کامل نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو صحیح اور سچا جذبہ جہاد فی سبیل اللہ عطا فرما۔

یا اللہ جیسے آپ نے ابتدا میں کفار و مشرکین کے زور اور قوت کو پاش پاش فرما دیا اور اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت عطا فرمایا۔

یا اللہ اب بھی کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ جو دشمنان دین اسلام ہیں ان کی قوت کو توڑ دے اور ان کے غلبہ اور تسلط سے اہل اسلام کو بچا لے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ

جو شخص اچھی سفارش کرے اُس کو اُس کی وجہ سے حصہ ملے گا اور جو شخص بُری سفارش کرے اُس کو اُس کی وجہ سے

مَنْ	يَّشْفَعْ	شَفَاعَةً	حَسَنَةً	يَّكُنْ لَّهٗ	نَصِيْبٌ	مِّنْهَا	وَمَنْ	يَّشْفَعْ	شَفَاعَةً	سَيِّئَةً	يَّكُنْ لَّهٗ
جو	سفارش کرے	سفارش	نیک بات	ہوگا اس کے لئے	حصہ	اس میں سے	اور جو	سفارش کرے	سفارش	بری بات	ہوگا اسکے لئے

كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝

حصہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں

كِفْلٌ	مِّنْهَا	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	مُّقِيْتًا
بوجھ (حصہ)	اس سے	اور ہے	اللہ	پر	ہر چیز	قدرت رکھنے والا

کسی کی سفارش کا بدلہ:

اس آیت میں سفارش کے متعلق ایک عام قانون بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص کسی نیک کام کی اچھی سفارش کرے مثلاً لوگوں کو شرکت جہاد سے روکے اور ان کو جہاد میں جانے سے ڈرائے تو اس کو بھی گناہ میں سے حصہ ملے گا۔ اسی طرح اگر کوئی محتاج کی سفارش کر کے کسی دولتمند سے کچھ دلوادے تو یہ سفارش کرنے والا بھی خیرات کے ثواب میں شریک ہوگا اور اسی طرح جو کوئی مفسد فاسق یا سارق کو سفارش کر کے چھڑا دے پھر وہ فساد اور چوری کرے تو یہ سفارش کرنے والا بھی فساد اور چوری کے گناہ میں شریک ہوگا تو گویا یہاں ایک عام قاعدہ بیان کیا گیا کہ حصول نیکی کی سفارش اور ذریعہ بھی نیک اور قابل ثواب ہوگا اور حصول ابدی کا ذریعہ اور سفارش بھی بدی ہوگی اور اس پر گناہ ہوگا۔

شانِ نزول

چنانچہ منافقین آپس میں ایک دوسرے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سفارش کیا کرتے تھے کہ آپ انہیں جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دیں اور مومنین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اگر کسی مسلمان کے پاس سامان جنگ نہ دیکھتے تو کسی دوسرے صاحب مقدرت مسلمانوں سے کہہ سن کر ان کو سامان جنگ دلوا دیتے تاکہ جہاد میں شریک ہوسکیں اسی پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص اچھی یا بری جیسی سفارش کرے گا اس کی جزا و سزا اس کو بھی بھگتنی پڑے گی۔

اب یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ نیک کام کی سفارش میں طریق اور مقصود دونوں مشروع ہوں۔ جب وہ قابل ثواب ہوگا اور اگر طریق غیر مشروع ہوا یا مقصود غیر مشروع ہوا تو خواہ سفارش کیسے ہی نیک کام کی ہو قابل ثواب نہ ہوگی۔ مثلاً طریق کا غیر مشروع ہونا اس طرح ہے کہ کسی غریب کی امداد کے لئے کسی امیر سے کہا مگر اس طرح کہ اس کو مجبور کیا۔ اس پر گراں ہوا تو گو غرض بری نہیں مگر طریقہ برا ہے اس لئے کہ ایذائے مسلم معصیت اور گناہ اور مقصود و غیر مشروع یہ ہے کہ کسی ظالم کی اعانت کے لئے کہا کہ غرض ہی ناجائز اور حرام ہے تو جو سفارش دونوں سے منزہ ہو وہ عبادت اور ثواب ہے اور اس کا درجہ کہیں واجب کا کہیں مستحب کا ہے۔ نیز علماء نے لکھا ہے کہ سفارش کا اصول یہ ہونا چاہیے کہ سفارش کر کے آدمی فارغ ہو جائے اس کے قبول کرنے پر مجبور نہ کرے جیسا کہ ایک واقعہ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آزاد کردہ کنیز بریرہؓ سے یہ سفارش فرمائی کہ اس نے جو اپنے شوہر مغیث سے طلاق حاصل کر لی ہے اور وہ اس کی محبت میں پریشان پھرتے ہیں دوبارہ ان ہی سے

نکاح کر لے۔ بریرہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ آپ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر سفارش ہے تو میری طبیعت اس پر بالکل آمادہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکم نہیں سفارش ہی ہے۔ حضرت بریرہؓ جانتی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف اصول کوئی ناگواری نہ ہوگی۔ اس لئے صاف عرض کر دیا تو پھر میں یہ سفارش قبول نہیں کرتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش دلی کے ساتھ ان کو ان کے حال پر رہنے دیا۔ یہ ہے حقیقت "سفارش" کی جو شرعاً درست اور باعث اجر و ثواب ہے کہ جس میں تعلق یا وجاہت کا کوئی اثر اور دباؤ نہ ڈالا جائے۔ اب آج کل تو کسی کی سفارش نہ مانی جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے بلکہ دشمنی پر آمادہ ہو جاتا ہے حالانکہ کسی ایسے شخص پر ایسا دباؤ ڈالنا کہ وہ اپنی مرضی اور ضمیر کے خلاف کرنے پر مجبور ہو جائے تو یہ جبر و اکراہ میں داخل ہے اور سخت گناہ ہے۔

کارساز حقیقی

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا لفظ مقیت کے معنی قادر کے بھی ہیں۔ حاضر و نگران کے بھی ہیں اور روزی کے تقسیم کرنے والے کے بھی۔ اس جملہ میں تینوں معنیٰ مراد ہو سکتے ہیں۔ پہلے معنی یعنی قادر کے اعتبار سے یہ مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے عمل کرنے والے اور سفارش کرنے والے کی جزا و سزا اس کے لئے مشکل نہیں۔

دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے یہ مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران اور حاضر ہے اس کو سب معلوم ہے کہ کون کس نیت سے سفارش کر رہا ہے۔ محض لوجہ اللہ کسی کی امداد کرنا مقصود ہے یا کوئی اپنی غرض بطور رشوت کے اس سے حاصل کرنا مقصود ہے اور تیسرے معنیٰ کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ رزق و روزی کی تقسیم کا تو اللہ تعالیٰ خود متکفل ہے جتنا اور جو جس کے لئے لکھ دیا ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔ سفارش تقدیری امر میں تو تبدیلی نہیں آ سکتی البتہ سفارش کرنے والے کو مفت میں ثواب مل جاتا ہے کہ وہ ایک طرح کمزور کی اعانت اور نیکی میں مدد ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہمیں ہر مسلمان کے حق میں نیکی اور خیر خواہی چاہنے کی توفیق عطا فرما اور نیکیوں اور نیک کاموں میں جائز طریقوں سے شفاعت حسنہ کرنے والا بنا۔ اے اللہ ہمیں ہر کام میں اخلاص نصیب فرما اور اپنی رضا کو حاصل کرنے کا ہر عمل سے ہمارا مقصود بنا۔ اے اللہ دین کے کاموں میں ہمیں ایک دوسرے کی اعانت اور سہارے کی توفیق عطا فرما اور بے دینی سے ہمیں بچنے اور ایک دوسرے کو بچانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اُس سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لیں گے

وَاِذَا	حُيِّيْتُمْ	بِتَحِيَّةٍ	فَحَيُّوْا	بِاَحْسَنَ	مِنْهَآ	اَوْ	رُدُّوْهَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	حَسِيْبًا
اور جب	تمہیں دعا دے	کسی دعا (سلام) سے	تو تم دعا دو	بہتر	اس سے	یا	وہی لوٹا دو (کہہ دو)	بیشک	اللہ	ہے	پر (کا)	ہر چیز	حساب کرنے والا

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾

اللہ ایسے ہیں کہ اُن کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں وہ ضرور تم سب کو جمع کریں گے قیامت کے دن میں اس میں کوئی شبہ نہیں اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی

اَللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	لَيَجْمَعَنَّكُمْ	اِلٰى	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	لَا رَيْبَ	فِيْهِ	وَمَنْ	اَصْدَقُ
اللہ	نہیں	عبادت کے لائق	اس کے سوا	وہ تمہیں ضرور اکٹھا کرے گا	طرف	روز قیامت	نہیں شک	اس میں	اور کون؟	زیادہ سچا

مِنَ اللّٰهِ	حَدِيْثًا
اللہ سے	بات میں

سلام کا قانون

گزشتہ آیت میں شفاعت حسنہ کے متعلق بیان ہوا تھا یعنی جو کوئی کسی کی بہتری و بھلائی کی نیک سفارش کرے گا اسے خود بھی اس بہتری و نیکی کا حصہ ملے گا۔ اب آگے شفاعت حسنہ کی ایک خاص صورت کا ذکر فرمایا جاتا ہے یعنی کسی مسلمان کو سلام کرنا یا دعا دینا یہ بھی ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارش ہے لہٰذا تعلیم دی جاتی ہے کہ جو کوئی تمہاری بہتری چاہے تم پر لازم ہے کہ تم بھی اس کی بہتری چاہو۔ اگر کوئی مسلمان تم کو سلام اور دعا دے تو تم کو بھی اس کا جواب ضرور دینا چاہیے۔ یا تو وہی کلمہ تم بھی اس کو کہو یا اس سے بہتر مثلاً اگر کسی نے تم سے کہا السلام علیکم جس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر سلامتی ہو اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ تم ہر تکلیف رنج و مصیبت سے سلامت رہو تو تم بھی اُس کو یہی جواب دو اور جواب میں علیکم السلام کہو یعنی تم پر بھی دین دنیا کی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اگر سلام کرنے والا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو تم جواب میں اس سے بڑھ کر وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہہ دو۔ یہاں پہلی آیت میں یہی تعلیم ہے کہ اگر احسان اور بھلائی کا بدلہ اصل سے زیادہ ہو تو بہتر ہے ورنہ کم از کم برابر برابر تو ہونا ہی چاہیے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا جب تم کو کوئی مشروع طور پر سلام کرے تو تم اس سلام سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا جواب میں ویسے ہی الفاظ کہہ دو یعنی تم کو دونوں اختیار دیئے جاتے ہیں۔ ان دونوں طریقوں میں سے ایک طریقہ ضروری ہے لیکن اول صورت افضل ہے۔ تو اس جملہ میں بصیغۂ امر یہ حکم دیا گیا کہ جب کسی مسلمان کو سلام کیا جائے تو اس کے ذمہ جواب دینا تو واجب ہے اگر بغیر کسی عذر شرعی کے جواب نہ دیا تو گنہگار ہوگا البتہ جواب دینے میں دو باتوں کا اختیار ہے ایک یہ کہ جن الفاظ سے سلام کیا گیا ہے ان سے بہتر الفاظ میں جواب دیا جائے دوسرے یہ کہ بعینہٖ انہی الفاظ سے جواب دیدیا جائے اور اس کی تشریح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس طرح فرمائی کہ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا السلام علیکم یا رسول اللہ۔ آپ نے جواب میں کلمہ بڑھا کر فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ پھر ایک دوسرے صاحب آئے انہوں نے کہا السلام علیکم یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ۔ آپ نے جواب میں فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ پھر

ایک تیسرے صاحب آئے اورانہوں نے کہا السلام علیکم یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ نے جواب میں صرف ایک کلمہ وعلیک ارشادفرمایا۔اس پر ان تیسرے صاحب نے کہایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ فلاں اورفلاں نے آپ کوسلام کیاتو آپ نے جواب کچھ زیادتی کے ساتھ دیا جو مجھے نہیں دیا۔آپ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے لئے کچھ کلمہ چھوڑا ہی نہیں کہ ہم جواب میں اضافہ کرتے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب تم پرسلام کیاجائے توتم اس سے اچھاجواب دویااسی کولوٹا دو۔تم نے سارے کلمات اپنے سلام ہی میں جمع کردیئے اس لئے ہم نے تمہارے سلام کا جواب بالمثل دینے پراکتفا کیا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کے کلمات میں زیادتی صرف تین کلمات تک مسنون ہےاس سے زیادہ کرنا مسنون نہیں اگر ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آخری صحابی کے جواب میں وہ لفظ فرمادیتے مگر جب انہوں نے اپنے ابتدائی سلام میں تین کلمے جمع کردیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اورزیادتی سے احترازفرمایا۔

جن کوسلام کرنا مکروہ ہے

۱-نماز پڑھنے والے پر،اگرنمازی نے جواب دے دیاتواس کی نمازفاسدہوجائے گی۔

۲-تلاوت قرآن کرنے والے پر۔

۳-وعظ وذکر میں مشغول ہونے والے پر

۴-حدیث اورخطبہ پڑھنے والے پر۔

۵-ان چاروں کی طرف کان لگانے والے پر

۶- قاضی پر بوقت قضات یعنی جب قاضی حکم دینے کے لئے مسند قضاپر بیٹھا ہوتو مدعی اورمدعاعلیہ اس کوسلام نہ کریں۔

۷-علم شرعی میں بحث کرنے والوں پر۔

۸-مؤذن پر بوقت اذان

۹-تکبیر کہنے والے پر۔

۱۰-علم شرعی سکھانے والے پر بروقت تعلیم

۱۱-اجنبی جوان عورتوں پر،اسی طرح اس شخص کوبھی سلام نہیں کیا جاوے گا جواجنبی عورت کودیکھتا ہو۔

۱۲-شطرنج، چوسر، گنجفہ کھیلنے والے پر اور جولوگ انکی عادت کے مشابہ ہوں مثل جواری، شراب خور، غیبت کرنے والا، کبوتر اڑانے والا، گانے والا اور باجا بجانے والا۔ان سب پر بھی سلام مکروہ ہے۔

۱۳-جوشخص اپنی بیوی سے بوس کنار میں مصروف ہو۔

۱۴-کافر پر

۱۵-برہنہ ننگے بدن والے پر

۱۶-پیشاب پاخانہ پھرنے والوں پر

۱۷-کھانا کھانے والے پر، مگر جس وقت سلام کرنے والا بھی بھوکا ہواوروہ جانتا ہوکہ کھانے سے منع نہیں کرے گا توسلام مکروہ نہیں اس لئے کہ اس سلام سے غرض کھانا کھانے کی ہے۔

۱۸-بوڑھے مسخرے پر

۱۹-جھوٹے پر

۲۰-لوگوں کی عیب جوئی میں مصروف رہنے والے پر

۲۱-گالی بکنے والے پر۔یہ لوگ ہیں کہ جن پر سلام مکروہ ہے ان کے علاوہ سب پرسلام مسنون ہے۔

کون کس کوسلام کرے

مسنون ہے کہ جب مرد گھر جائے تو بیوی اور گھر والوں کوسلام کرے اسی طرح بیوی گھر میں آئے تو شوہر کوسلام کرے ہر قرابتدار محرم عورت کوسلام کرنا بھی مسنون ہے جوشخص سواری پر ہواس کوچاہیے کہ پیدل چلنے والے کوسلام کرے جو چل رہا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔چھوٹا بڑے کوسلام کرے تھوڑی جماعت زیادہ جماعت کو سلام کرے۔سلام میں پہل کرنا افضل ہے۔اگر کسی نے جماعت کو سلام کیااور جماعت میں سے ایک نے بھی جواب دے دیا تووہ جواب سب کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا۔مگر ثواب اسی کو ملے گا جس نے جواب دیا۔اگرایک شخص کو جماعت نے سلام کیا تواس کوایک جواب دینا کافی ہے۔اگر کوئی کسی کا سلام تم کو پہنچائے تو جواب میں علیک وعلیہ السلام کہے یعنی تم کواوراس کودونوں کوسلام۔

اس قرآنی حکم یعنی جب کسی مسلمان کو مشروع طریقہ سے سلام کیا جائے تو جواب دینا واجب ہے اس کے بعد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا قانون تو یہی ہے کہ ہر ہر عمل پر حساب لیں اور یوں اپنے فضل سے معاف کر دیں وہ اور بات ہے۔

دربار الٰہی کی عظمت

اب یہاں تک جو احکام مذکور ہوئے ان کی تاکید و اہتمام کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی عظمت اور قیامت کا ذکر فرماتے ہیں تا کہ حاکم کی عظمت سے اور ان کے دربار میں حاضری اور حساب کے خوف سے احکام پر عمل کرنے میں اہتمام بڑھ جائے۔ اوپر یہ ارشاد ہوا تھا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والے ہیں۔ اس میں چونکہ دو دعوے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنے پر قدرت ہے دوسرا یہ کہ ایسا ہوگا لہٰذا اول دعوے کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کو ضرور اس پر قدرت ہے کیونکہ اللہ کی یہ شان ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ جب وہی تمام مخلوق کا الٰہ مطلق ہے اور سزاوار الوہیت ہے تو لوازم الوہیت جیسے قدرت کاملہ اور اختیار کامل اور نفاذ حکم وغیرہ اس کے لئے ثابت ہوں گے اور دوسرے دعوے کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ وقوع محاسبہ ضرور ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس وقوع کی خبر دی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اور کون صادق القول ہوسکتا ہے چنانچہ جب وہ فرماتے ہیں کہ وہ تم کو قیامت میں بغرض محاسبہ ضرور جمع کریں گے تو پھر اس میں کوئی خلجان اور شبہ کی بات نہیں۔ اسی مضمون میں آج کی دوسری آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اللہ لا الٰہ الا ھو اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں یعنی خدائے قدوس معبود برحق ہے اس کا حکم اور فیصلہ ناطق ہے۔ وہی تمام مخلوق کا الٰہ مطلق ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے۔

لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ وہ ضرور تم سب کو جمع کریں گے قیامت کے دن۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ یعنی قیامت کا آنا حساب کتاب ہونا۔ جزا و سزا کا ملنا۔ سب وعدوں کا پورا ہونا یقینی ہے اس میں قطعاً کوئی شک نہیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اور خدائے تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی جب وہ خبر دے رہے ہیں تو بالکل ٹھیک ہی ہے۔

یہاں یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہوسکتا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جھوٹ کا منشا یا خوف ہے یا لالچ یا حماقت یا جہل یا عجز کیونکہ اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو دانستہ بولتا ہے یا نادانستہ پھر جو دانستہ بولتا ہے تو یا اس میں فائدہ مدنظر ہوتا ہے یا نہیں دوسری صورت میں حماقت ہے اور اگر پہلی صورت میں ہے تو اس سے یا کوئی اپنی غرض متعلق ہوتی ہے یا دوسرے کی اگر اپنی غرض متعلق ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اس غرض کو دوسرے طریق سے حاصل نہیں کر سکتا تو یہ عجز کامل ہے یا دوسرے طریق سے حاصل کرنے میں کوئی اور خرابی ہوتی ہے۔ یہ عجز ناقص ہے اور حق تعالیٰ ان تمام باتوں سے منزہ و مبرا ہیں اس لئے وہ کذب سے بھی منزہ اور پاک ہے اور دوسرے لوگ فی نفسہ ان باتوں سے منزہ نہیں پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ سب سے زیادہ سچے ہیں۔

مقصود بیان اس آیت کا یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ معبود برحق ٹھہرا اور سب کا خالق اور الٰہ مطلق قرار پایا تو اس سے بڑھ کر کون صادق القول ہوسکتا ہے۔ لہٰذا جب انہوں نے یہ فرما دیا کہ قیامت کا ہونا یقینی ہے اور ہم سب کو حساب اور جزا و سزا کے لئے جمع کریں گے تو تمام افراد انسانی پر واجب ہے کہ ان کی ہدایت اور ارشاد کو مانیں اور ان کے احکام اور تعلیم پر عمل کریں اور یقین جانیں کہ جو ان کے احکام کی خلاف ورزی کرے گا وہ قیامت کے دن سزا کا مستحق ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قیامت کا یقین کامل عطا فرمائیں اور قیامت کے حساب کتاب کا خوف ہمارے دلوں میں جما دیں۔ یا اللہ اپنی اور اپنے احکام کی وہ عظمت ہمارے دلوں میں عطا فرما دے کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے حکم کی تعمیل کا اہتمام کرنے لگیں اور احکام کی خلاف ورزی سے کامل طور پر بچنے لگیں۔ اے اللہ ہمیں جملہ اسلامی احکام کی سچی محبت و عظمت عطا فرما اور ان پر مسنون طریقہ سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ

پھر تم کو کیا ہوا کہ ان منافقین کے باب میں تم دو گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو الٹا پھیر دیا اُن کے عمل کے سبب کیا تم لوگ اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو

فَمَا لَكُمْ	فِي الْمُنٰفِقِيْنَ	فِئَتَيْنِ	وَاللّٰهُ	اَرْكَسَهُمْ	بِمَا كَسَبُوْا	اَتُرِيْدُوْنَ	اَنْ تَهْدُوْا	مَنْ
سو کیا ہوا تمہیں؟	منافقین کے بارہ میں	دو فریق	اور اللہ	انہیں الٹ دیا (اوندھا کر دیا)	اسکے سبب جو انہوں نے کمایا (کیا)	کیا تم چاہتے ہو؟	کہ راہ پر لاؤ	جو۔جس

اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۸۸ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا

جن کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے، وہ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں

اَضَلَّ	اللّٰهُ	وَمَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَلَنْ تَجِدَ	لَهٗ	سَبِيْلًا	وَدُّوْا	لَوْ تَكْفُرُوْنَ	كَمَا	كَفَرُوْا
گمراہ کیا	اللہ	اور جو۔جس	گمراہ کرے	اللہ	پس تم ہرگز نہ پاؤ گے	اسکے لئے	کوئی راہ	وہ چاہتے ہیں	کاش تم کافر ہو	جیسے	وہ کافر ہوئے

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰي يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا

تم بھی کافر بن جاؤ جس میں تم اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ سو اُن میں سے کسی کو دوست مت بنانا جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں اور اگر وہ

فَتَكُوْنُوْنَ	سَوَاۗءً	فَلَا تَتَّخِذُوْا	مِنْهُمْ	اَوْلِيَاۗءَ	حَتّٰي	يُهَاجِرُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا
تو تم ہو جاؤ	برابر	پس تم نہ بناؤ	ان سے	دوست	یہانتک کہ	وہ ہجرت کریں	میں	اللہ کی راہ	پھر اگر تم	منہ موڑیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۸۹

اعراض کریں تو اُن کو پکڑو اور قتل کرو جس جگہ اُن کو پاؤ اور نہ اُن میں کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار بناؤ۔

فَخُذُوْهُمْ	وَاقْتُلُوْهُمْ	حَيْثُ	وَجَدْتُّمُوْهُمْ	وَلَا	تَتَّخِذُوْا	مِنْهُمْ	وَلِيًّا	وَّلَا	نَصِيْرًا
تو ان کو پکڑو	اور انہیں قتل کرو	جہاں کہیں	تم انہیں پاؤ	اور نہ	بناؤ	اُن سے	دوست	اور نہ	مددگار

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَاۗءُوْكُمْ حَصِرَتْ

مگر جو لوگ ایسے ہیں جو کہ ایسے لوگوں سے جا ملتے ہیں کہ تمہارے اور اُن کے درمیان عہد ہے یا خود تمہارے پاس اس حالت سے آویں کہ

اِلَّا	الَّذِيْنَ	يَصِلُوْنَ	اِلٰى	قَوْمٍ	بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهُمْ	مِّيْثَاقٌ	اَوْ	جَاۗءُوْكُمْ	حَصِرَتْ
مگر	جو لوگ	مل گئے ہیں (تعلق رکھتے ہیں)	طرف (سے)	قوم	تمہارے درمیان	اور انکے درمیان	عہد (معاہدہ)	یا	وہ تمہارے پاس آئیں	تنگ ہو گئے

صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ

اُن کا دل تمہارے ساتھ اور نیز اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے منقبض ہو اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اُن کو تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تم سے لڑنے لگتے

صُدُوْرُهُمْ	اَنْ	يُّقَاتِلُوْكُمْ	اَوْ	يُقَاتِلُوْا	قَوْمَهُمْ	وَلَوْ	شَاۗءَ اللّٰهُ	لَسَلَّطَهُمْ	عَلَيْكُمْ	فَلَقٰتَلُوْكُمْ
ان کے سینے (ان کے دل)	کہ	وہ تم سے لڑیں	یا	لڑیں	اپنی قوم سے	اور اگر	چاہتا اللہ	انہیں مسلط کر دیتا	تم پر	تو وہ تم سے ضرور لڑتے

فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡكُمۡ فَلَمۡ يُقَاتِلُوۡكُمۡ وَاَلۡقَوۡا اِلَيۡكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ سَبِيۡلًا ۝

پھر اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں یعنی تم سے نہ لڑیں اور تم سے سلامت روی رکھیں تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اُن پر کوئی راہ نہیں دی ۔

فَاِنِ	اعۡتَزَلُوۡكُمۡ	فَلَمۡ	يُقَاتِلُوۡكُمۡ	وَ	اَلۡقَوۡا	اِلَيۡكُمُ	السَّلَمَ	فَمَا جَعَلَ	اللّٰهُ	لَكُمۡ	عَلَيۡهِمۡ	سَبِيۡلًا
پھر اگر	تم سے کنارہ کش ہوں	پھر نہ	وہ تم سے لڑیں	اور	ڈالیں	تمہاری طرف	صلح	تو نہیں دی	اللہ	تمہارے لئے	ان پر	کوئی راہ

شانِ نزول

مشرکین عرب میں سے کچھ لوگ مدینہ آئے اور یہ ظاہر کیا کہ ہم مسلمان اور مہاجر ہو کر آئے ہیں کچھ دنوں مدینہ میں مقیم رہے۔ پھر مدینہ کی آب و ہوا کے مواقف نہ آنے کا عذر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت مانگی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اجازت دیں تو ہم جنگل میں جا رہیں یہاں کی آب وہوا ہم کو موافق نہیں۔ آپ نے ان کو اجازت دیدی۔ یہ بہانہ کر کے جب مدینہ سے باہر نکل گئے تو منزل بمنزل کوچ کرتے اور کھسکتے رہے یہاں تک کہ مشرکین مکہ سے جا ملے اور گھر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جھوٹ موٹ خط لکھا کہ آپ ہماری طرف سے کچھ خیال نہ کریں ہم آپ ہی کے دین پر ہیں اور ہم مدینہ کی آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے اپنے وطن چلے آئے ہیں۔ یہ حال سن کر مسلمان ان کے ایمان وکفر میں اختلاف کرنے لگے۔ بعض نے کہا یہ منافق ہیں ہم ان کو قتل کریں گے۔ اگر وہ ہماری طرح مسلمان ہوتے تو مصائب پر صبر کرتے اور ہجرت کو ترک کر کے واپس نہ ہوتے اور بعض نے کہا کہ ایسا نہیں وہ مسلمان ہیں ہم کو ان سے بدگمانی نہ کرنی چاہیے جب تک ہم پر ان کا پورا حال نہ کھل جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور ان کا کفر ونفاق ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ اے مسلمانو ان منافقوں کے بارہ میں تم دو گروہ کیوں ہو گئے۔ یہ لوگ تو ایسے پکے کافر ہیں کہ تم کو بھی کافر اور گمراہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ جب ان کا کفر ونفاق واضح اور ظاہر ہو گیا تو پھر ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ہجرت کا حکم اور کافروں کے دو گروہ

ابتدائے اسلام میں ہجرت دارالکفر سے تمام مسلمانوں پر فرض تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرنے سے منع فرمایا جو اس فرض کے تارک ہوں پھر جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاھجرۃ بعد الفتح ۔یعنی مکہ فتح ہو کر دارالاسلام بن گیا تو اب وہاں سے ہجرت فرض نہ رہی' یہ اس زمانہ کا حکم ہے جبکہ دارالکفر مکہ سے ہجرت شرط ایمان تھی۔ اس آدمی کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا جو باوجود قدرت کے ہجرت نہ کرے لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اب یہ صورت باقی نہیں رہی۔

الغرض یہاں کافروں کے فرقوں کا ذکر فرمایا گیا۔

ایک وہ جو ہجرت کے شرط اسلام کے زمانہ میں باوجود قدرت کے ہجرت نہ کریں یا ہجرت کرنے کے بعد پھر دارالاسلام سے نکل کر دارالحرب میں چلے جائیں۔ ان کا حکم عام کفار کے مانند ہے۔

دوسرے وہ جو مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ خود کر لیں یا ایسا معاہدہ کرنے والوں سے معاہدہ کر لیں ایسے فریق قتل وقید اور پکڑ دھکڑ سے مستثنیٰ ہیں۔

آگے ایک تیسرے فریق کا ذکر فرمایا گیا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام سے سچی محبت عطا فرمائیں اور اسلام کی سچی متابعت نصیب فرمائیں۔ اہل اسلام سے صحیح تعلق اور اہل کفر سے بے تکلفی نصیب فرمائیں۔ اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ

بعض ایسے بھی تمکو ضرور ملیں گے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں جب کبھی انکو شرارت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے

سَتَجِدُوْنَ	اٰخَرِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ	اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ	وَ	يَاْمَنُوْا	قَوْمَهُمْ	كُلَّمَا	رُدُّوْۤا	اِلَى الْفِتْنَةِ
اب تم پاؤ گے	اور لوگ	وہ چاہتے ہیں	کہ تم سے امن میں رہیں	اور	امن میں رہیں	اپنی قوم	جب کبھی	لوٹائے (بلائے جاتے ہیں)	فتنہ کی طرف

اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ

تو وہ اسمیں جا گرتے ہیں سو وہ لوگ اگر تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور نہ تم سے سلامت روی رکھیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو تم انکو پکڑو

اُرْكِسُوْا	فِيْهَا	فَاِنْ	لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ	وَيُلْقُوْا	اِلَيْكُمُ	السَّلَمَ	وَيَكُفُّوْا	اَيْدِيَهُمْ	فَخُذُوْهُمْ
پلٹ جاتے ہیں	اس میں	پس اگر	تم سے کنارہ کشی نہ کریں	اور (نہ) ڈالیں وہ	تمہاری طرف	صلح	اور روکیں	اپنے ہاتھ	تو انہیں پکڑو

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾

اور قتل کرو جہاں کہیں اُن کو پاؤ اور ہم نے تم کو اُن پر صاف حجت دی ہے۔

	وَاقْتُلُوْهُمْ	حَيْثُ	ثَقِفْتُمُوْهُمْ	وَاُولٰٓئِكُمْ	جَعَلْنَا	لَكُمْ	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنًا	مُّبِيْنًا	
	اور انہیں قتل کرو	جہاں کہیں	تم انہیں پاؤ	اور یہی لوگ	ہم نے دی	تمہارے لئے	اُن پر	سند (حجت)	کھلی	

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیت میں دو قسم کے کفار کو قید یا قتل کرنے کی اجازت نہ ہونا بیان فرمایا گیا تھا ایک وہ جن سے مسلمانوں نے معاہدہ صلح وامن کر لیا ہو۔ دوسرے وہ جو بالکل الگ تھلگ غیر جانبدار رہیں۔ نہ کافروں کے طرف دار رہیں نہ مسلمانوں کے جانب دار اور اس طرح انکا غیر جانبدار رہنا ان کی امن پسندی کی دلیل ہے اس لئے مسلمانوں کو ان سے بھی جنگ وقتال جائز نہیں۔

کافروں کا تیسرا گروہ

یہاں اس آیت میں کفار کے ایک تیسرے گروہ کا حکم بیان فرمایا جاتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر نہ مسلمانوں سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں نہ اپنی قوم سے اور مسلمانوں سے عہد کر لیتے ہیں کہ تم سے نہ لڑیں گے لیکن جب دیکھتے ہیں کہ اعدائے اسلام بڑھ رہے ہیں تو وہ اپنے عہد وپیمان کا کچھ خیال نہیں کرتے اور اعدائے اسلام سے جا ملتے ہیں تو ایسے لوگ اگر عہد وصلح کو توڑ کر لڑنے کے لئے آ جائیں اور دست درازی شروع کر دیں تو پھر مسلمانوں کو بھی حکم ہے کہ ایسے لوگوں پر جہاں تک تمہارا قابو چلے قلع قمع کر دو۔

یعنی ایسے کفار کا حکم قتل وقید کا اللہ تعالیٰ نے خواہ مخواہ نہیں دیا اور نہ ان کی بنا ظلم ہے بلکہ ان کفار کے قتل وقید پر ایک روشن اور واضح دلیل مقرر کر دی ہے۔ دھوکہ بازی' نفاق اور جنگ کی ابتدا انہی کی طرف سے ہے وہی مسلمانوں کو ذلیل کرنا' ان کی بیخ کنی کرنا' ان کی جان مال اور دین برباد کرنا چاہتے ہیں۔ یہی بات ان کے قتل وقید کے جواز کی واضح دلیل ہے۔

کافروں کی تین اقسام کا حکم

گزشتہ اور اس آیت سے واضح ہوا کہ معاہدات کی پابندی مسلمانوں پر فرض ولازمی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے معاہدہ کا احترام کرنا

لازم ہے۔ہاں جوقوم تخریب اسلام کے درپے ہواور مسلمانوں کی بیخ کنی کرنا چاہتی ہوان سے جنگ و جہاداورانکو قتل وقید کرناواجب ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ گزشتہ آیات اوراس آیت میں تین فرقوں کاذکر ہواجن کے متعلق دوحکم مذکورہوئے۔

ایک فرقہ جوہجرت کے شرط اسلام کے زمانہ میں باوجودقدرت کے ہجرت نہ کرے یاہجرت کرنے کے بعد دارالاسلام سے نکل کر پھر دارالکفر میں چلے جائیں۔ان کاحکم عام کفار کی مانند ہےاوران کی سزاقتل و قید ہے۔یہ صورت قبل فتح مکہ کے تھی اب یہ صورت باقی نہیں رہی۔

دوسرا فرقہ جومسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ خودکرلیں یاایسامعاہدہ کرنے والوں سے معاہدہ کرلیں توانکاحکم یہ ہے کہ یہ قتل و قیداور پکڑدھکڑ سے مستثنٰی ہیں اوراس حالت میں ان کے قتل وقید کی اجازت نہیں۔

تیسرا فرقہ جومحض دھوکہ دینے اور دفع الوقتی کی غرض سے مسلمانوں سے صلح کرلےلیکن جب مسلمانوں کے خلاف ان کو جنگ کی دعوت دی جائے تواس میں شریک ہوجائیں اوراپنے عہد صلح پر قائم نہ رہیں۔ان کاحکم بھی مثل پہلے فریق کے قتل وقید ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالٰی کفارومشرکین کے فتنوں سے اہل اسلام کی حفاظت فرمائیں اوراپنی حمایت اورنصرت سے اہل اسلام کوغلبہ وشوکت عطافرمائیں اوراعدائے دین کومغلوب اورذلیل وخوارنہ کریں۔

اے اللہ اپنے دین کی بلندی کے لئے ہمیں کفار سے جہادکرنے کا صحیح جذبہ اورعزم نصیب فرمااورہمیں اعدائے دین کے مقابلہ ومقاتلہ کی قوت وطاقت عطافرما۔

یااللہ جب سے اہل اسلام کے جذبہ جہاد میں کمی آئی ان کا کفارومشرکین پررعب وہیبت نہ رہا۔بلکہ الٹا کفارکاان پرغلبہ اورتسلط ہوگیا۔یااللہ اپنے دین کے لئے جہادفی سبیل اللہ کی پھراہل اسلام کی توفیق عطافرمااور اس بھولے ہوئے سبق کوپھریادکرنے کاعزم نصیب فرما۔

یااللہ ہم کوپھرقرآنی تعلیمات وہدایات کامتبع بنادےاوردین کے لئے جینے اورمرنے کا جذبۂ صادقہ عطافرما۔

یااللہ ہمیں اپنے عہدومعاہدہ کاایفااوراحترام ہرحال میں کرنے کی توفیق مرحمت فرما اوروعدہ شکنی کے گناہ سے بچنے کاعزم نصیب فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی

وَمَا	كَانَ	لِمُؤْمِنٍ	اَنْ يَّقْتُلَ	مُؤْمِنًا	اِلَّا خَطَـًٔا	وَمَنْ	قَتَلَ	مُؤْمِنًا	خَطَـًٔا	فَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ	
اور نہیں	ہے	کسی مسلمان کیلئے	کہ وہ قتل کرے	کسی مسلمان	مگر غلطی سے	اور جو	قتل کرے	کسی مسلمان	غلطی سے	تو آزاد کرے	ایک گردن (غلام)	

مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ

کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا ہے جو اس کے خاندان والوں کو حوالہ کر دی جاوے مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں

مُّؤْمِنَةٍ	وَّدِيَةٌ	مُّسَلَّمَةٌ	اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ	اِلَّآ	اَنْ	يَّصَّدَّقُوْا	فَاِنْ	كَانَ	مِنْ	قَوْمٍ عَدُوٍّ	لَّكُمْ	
مسلمان	اور خون بہا	حوالہ کرنا	اسکے وارثوں کو	مگر	یہ کہ	وہ معاف کر دیں	پھر اگر	ہو	سے	دشمن قوم	تمہاری	

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ

اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہو تو خون بہا ہے

وَهُوَ	مُؤْمِنٌ	فَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ	مُّؤْمِنَةٍ	وَاِنْ	كَانَ	مِنْ قَوْمٍۢ	بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهُمْ	مِّيْثَاقٌ	
اور وہ	مسلمان	تو آزاد کرے	ایک گردن (غلام)	مسلمان	اور اگر	ہو	ایسی قوم سے	تمہارے درمیان	اور ان کے درمیان	عہد (معاہدہ)	

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

جو اس کے خاندان والوں کو حوالہ کر دی جاوے اور ایک لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا پھر جس شخص کو (غلام لونڈی) نہ ملے تو متواتر دو ماہ کے روزے ہیں

فَدِيَةٌ	مُّسَلَّمَةٌ	اِلٰٓى اَهْلِهٖ	وَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ	مُّؤْمِنَةٍ	فَمَنْ	لَّمْ يَجِدْ	فَصِيَامُ	شَهْرَيْنِ	
تو خون بہا	حوالہ کرنا	اس کے وارثوں کو	اور آزاد کرنا	ایک گردن (غلام)	مسلمان	سو جو	نہ پائے	تو روزے رکھے	دو ماہ	

مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے حکمت والے ہیں اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے

مُتَتَابِعَيْنِ	تَوْبَةً	مِّنَ اللّٰهِ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا	وَمَنْ	يَّقْتُلْ	مُؤْمِنًا	مُّتَعَمِّدًا	
لگاتار	توبہ	اللہ سے	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا	اور جو کوئی	قتل کر دے	کسی مسلمان کو	دانستہ (قصداً)	

فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

تو اس کی سزا جہنم ہے پڑا رہیگا اسی میں اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کرینگے اور اس کے لئے بڑی سزا کا سامان کرینگے

فَجَزَاۗؤُهٗ	جَهَنَّمُ	خٰلِدًا	فِيْهَا	وَغَضِبَ اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَلَعَنَهٗ	وَاَعَدَّ لَهٗ	عَذَابًا	عَظِيْمًا
تو اس کی سزا	جہنم	ہمیشہ رہیگا	اس میں	اور اللہ کا غضب	اس پر	اور اس کی لعنت	اور اسکے لیے تیار کر رکھا ہے	عذاب	بڑا

شانِ نزول

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عیاش بن ربیعہ جو ابو جہل کے ماں کی طرف سے بھائی تھے قبل از ہجرت مشرف باسلام ہوئے مگر گھر والوں کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مکہ سے مدینہ آ گئے تو حضرت عیاش بن ربیعہ بھی مدینہ آ گئے مگر اپنے بھائیوں سے ڈر کے مارے کسی قلعہ میں چھپ کر رہنے لگے۔ حضرت عیاش کی ماں کو جب اس کی خبر ملی تو اس کو سخت قلق ہوا اور اس نے کھانا پینا بند کر دیا اور اپنے دونوں بیٹے حارث اور ابو جہل کو عیاش کو واپس لانے کے لئے روانہ کیا اور ماں نے قسم کھائی کہ جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لاؤ گے میں چھت کے نیچے نہیں بیٹھوں گی اور نہ دانہ پانی کا مزہ چکھوں گی۔ ماں کا یہ کلام سن کر دونوں بھائی عیاش کی تلاش میں روانہ ہوئے اور ساتھ میں حارث بن زید کو لے کر تینوں مدینہ پہنچے۔ بالآخر پتہ لگا کر کہ عیاش قلعہ میں روپوش ہے ان تینوں نے باہر سے کہا کہ تم قلعہ سے نیچے اتر آؤ جب سے تم اپنی ماں سے جدا ہوئے ہو اس وقت سے تمہاری ماں چھت کے نیچے نہیں بیٹھی اور نہ اس نے دانہ پانی کا مزہ چکھا ہے اور اس نے قسم یہ کھائی ہے کہ جب تک تم اس کے پاس لوٹ کر نہیں جاؤ گے اس وقت تک دانہ پانی اس پر حرام ہے اور خدا کے درمیان میں ڈال کر تم سے عہد کرتے ہیں کہ تم کو کسی ایسی بات پر مجبور نہ کریں گے جو تمہارے دین کے خلاف ہو۔ حضرت عیاش نے جب ماں کی بے قراری اور بے چینی کا حال سنا تو دل بھر آیا اور قلعہ سے اتر کر ان کے پاس آ گئے اور ان کے ساتھ ہو لئے۔ مدینہ سے نکلنے کے بعد حضرت عیاش کو چمڑے کے تسموں سے باندھ لیا اور تینوں میں سے ہر ایک نے حضرت عیاش کے سو سو کوڑے لگائے اور اس طرح ماں کے پاس لے گئے۔ ماں نے دیکھ کر یہ کہا کہ میں تجھے اس وقت تک نہ کھولوں گی جب تک اس کا انکار نہ کرے جس پر تو ایمان لایا ہے اور ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ میں ڈلوا دیا اور عرصہ تک ایسی تکالیف دیتے رہے۔ بالآخر حضرت عیاش نے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ جبراً قہراً جو انہوں نے کہلایا کہہ دیا۔ اس پر حارث بن زید نے جو اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید دشمنوں میں سے تھا۔ حضرت عیاش کو چھیڑا اور طعنہ دیا کہ اے عیاش جس دین پر تو تھا اگر وہ راہ ہدایت تھا تو تو نے ہدایت کو کیوں چھوڑا اور اگر وہ گمراہی پر تھا تو تو اتنے دنوں گمراہی پر رہا اس پر حضرت عیاش کو بڑا طیش آیا اور قسم کھائی کہ بخدا اگر تو مجھے کہیں تنہائی میں مل گیا تو میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا پھر کچھ عرصہ بعد حضرت عیاش پھر مدینہ آ گئے اور دوبارہ اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حارث بن زید کو بھی اسلام کی توفیق بخشی اور وہ بھی مسلمان ہونے کی نیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچے مگر اتفاق سے اس دن حضرت عیاش مدینہ میں موجود نہ تھے۔ ان کو حارث بن زید کے مسلمان ہونے کی خبر نہ ہوئی۔ ایک دن اتفاق سے قبا کے راستہ میں حضرت عیاش کو حارث مل گئے۔ انہوں نے پچھلی عداوت اور قسم کی بنا پر ان کو جان سے مار دیا۔ جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو مسلمانوں نے حضرت عیاش کو ملامت کی کہ تم نے یہ کیا کیا۔ حارث تو مسلمان ہو گیا تھا اور تم نے اپنے پچھلے کینہ کی وجہ سے ایک مسلمان کو جان سے مار دیا۔ حضرت عیاش یہ سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو مسلمان ہونے کی وجہ سے جو تکلیف اور مصائب حارث کی طرف سے پہنچی تھیں وہ حضورؐ پر ظاہر ہیں اور حارث کا اسلام لانا مجھ کو معلوم نہ تھا۔ میں نے اپنی گزشتہ قسم کی وجہ سے ان کو قتل کر دیا۔ میں لاعلمی کی وجہ سے بے قصور ہوں اور اپنے فعل پر نادم ہوں اب کیا کروں اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ یہ آیات حضرت ابو درداءؓ کے حق میں نازل ہوئیں جس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت ابو درداءؓ کسی لشکر میں تھے اتفاقاً اپنے لشکر سے جدا ہو کر کسی ضرورت سے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں گئے وہاں ایک بدوی کو دیکھا جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا حضرت ابو درداءؓ نے اس پر تلوار چلائی اس نے کہا لا الہ الا اللہ۔ حضرت ابو درداء نے یہ سمجھا کہ شخص اپنی جان بچانے کے لئے کہہ رہا ہے اس لئے اس کو کافر سمجھ کر قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر جب اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا یعنی تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ اس کے دل میں خالص نیت نہ تھی۔ اس پر حضرت ابو درداءؓ کو سخت ندامت ہوئی اور اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

تیسری روایت یہ ہے کہ یہ آیات حضرت حذیفہ کے والد کے بارے میں نازل ہوئیں جو جنگ احد میں مسلمانوں کی غلطی سے

مارے گئے تھے۔ حضرت حذیفہ کے والد احد کی جنگ میں کافروں کی بھیڑ میں پھنس گئے تھے مسلمانوں نے جب کافروں پر یورش کی تو اس میں حضرت یمان بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے غلط فہمی کی بناپر شہید ہوگئے۔ جب یہ بات مسلمانوں کے علم میں آئی تو ان کو سخت ملال ہوا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

مومن کی جان کے تحفظ کا قانون

بہرحال ان آیات کا شان نزول جو بھی ہو ان کا حکم عام ہے اور ہر مسلمان کو شامل ہے اور سب کا ماحصل یہ ہے کہ کسی مومن کو کسی مومن کا قتل کرنا ہرگز ہرگز درست نہیں۔ مگر بھول چوک سے اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر سمجھ کر یا کسی اور غلطی کی بناپر قتل کرڈالے تو وہ معذور ہے لیکن دیت یعنی خون بہا اور کفارہ واجب ہے۔

غلطی سے مومن کو قتل کرنے کا کفارہ

خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ یہاں قتل مومن اول یہ کہ جس مسلمان کو غلطی سے مارا گیا اس کے وارث مسلمان ہوں تو اس صورت میں دیت یعنی خون بہا اور کفارہ واجب ہوں گے۔ دوم یہ کہ اس مسلمان مقتول کے وارث ایسے لوگ ہیں جو دارالحرب میں رہتے ہیں اور جن سے تمہاری دشمنی ہے تو اس صورت میں صرف کفارہ واجب ہوگا اور دیت یعنی خون بہا لازم نہیں ہوگا اور سوم یہ کہ اس مسلمان مقتول کے وارث ایسے لوگ ہیں جن سے تمہارا کوئی عہد و پیمان ہے تو اس صورت میں بھی دیت اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

خون بہا یعنی دیت کی تفصیل حدیث میں ہے کہ سو اونٹ ہونا چاہیے پھر یہ اونٹ کس طرح کے یعنی کس کس قسم کے کتنے ہوں ان کی تفصیل ہے اگر دیت نقدی میں دی جائے تو حنفیہ کے نزدیک سونے کے سکہ سے ایک ہزار دینار یعنی اشرفی اور چاندی کے سکہ سے دس ہزار درہم۔ بہرحال ان مسائل اور احکام کی تفصیلات کتب فقہ میں فقہانے قرآن حدیث کی روشنی میں جمع کردی ہیں اور دیت کے بعض احکام سورۂ بقرہ آیت ۱۷۸ میں بیان ہوچکے ہیں۔

جان بوجھ کر مومن کو قتل کرنے کی سزا

اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے یعنی اس کے قتل کا ارادہ بھی ہو اور ایسی چیز سے مارا ہو جس سے عموماً آدمی مر جاتا ہو نیز اس کو مسلمان سمجھتے ہوئے مارا ہو تو اس کی وعید آگے آیت میں سنائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے

''اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو دنیاوی حکم تو اس کا قصاص ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ (درس ۸۴) میں گذرا اور اخروی حکم اس کا یہ ہے کہ اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ پڑا رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا یعنی اس کو اپنی رحمت سے دور کردے گا اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے جو دوسرے کبائر کے عذاب سے بہت بڑھ کر ہے''

یہاں اس آیت میں ایک مسلمان اگر دوسرے مسلمان کو غلطی سے نہیں بلکہ قصداً اور عمداً مسلمان معلوم ہونے کے بعد قتل کرے گا تو آخرت میں اس کی سزا جہنم، اللہ کا غضب اور لعنت اور عذاب عظیم بیان فرمائی گئی۔ یہ آخرت کی سزا ہوگی باقی رہی دنیوی سزا تو وہ سورۂ بقرہ میں گزر چکی یعنی قانون قصاص قتل کے بدلہ میں قتل۔

دعا کیجئے: یااللہ اپنے فضل وکرم سے جب آپ نے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا ہے تو ہم کو ہر حال میں اسلام کے مطالبات اور ایمانی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق بھی عطا فرما اے اللہ ہمیں شریعت کے احکام کے خلاف ورزی سے اور ہر چھوٹے بڑے گناہ کے ارتکاب سے بچنے کی توفیق عطا فرما خصوصاً ہم کو اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق نصیب فرما۔ یااللہ ہم کو اپنے بھائی مسلمان کی جان مال عزت آبرو ایسی ہی پیاری ہو جیسی اپنی جان مال اور عزت آبرو پیاری ہے۔ اے اللہ ہم کو اکرام مسلم کی دولت عطا فرما اور احترام مسلم کا جذبہ نصیب فرما۔ اے اللہ ہم کو دین اسلام کے ذریعہ سے آپس میں محبت اور اتحاد اور اتفاق نصیب فرما اور ایک دوسرے سے مخالفت اور عناد اور نفرت سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا	ضَرَبْتُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	فَتَبَيَّنُوْا	وَلَا	تَقُوْلُوْا	لِمَنْ	اَلْقٰٓى	اِلَيْكُمُ	السَّلٰمَ
اے	جولوگ	ایمان لائے	جب	تم سفر کرو	میں	اللہ کی راہ	تو تحقیق کرلو	اور نہ	تم کہو	جو کوئی	ڈالے (کرے)	تمہاری طرف	سلام

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ

یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں اس طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں پہلے تم بھی

لَسْتَ	مُؤْمِنًا	تَبْتَغُوْنَ	عَرَضَ	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	فَعِنْدَ	اللّٰهِ	مَغَانِمُ	كَثِيْرَةٌ	كَذٰلِكَ	كُنْتُمْ
تو نہیں ہے	مسلمان	تم چاہتے ہو	اسباب (سامان)	دنیا کی زندگی	پھر پاس	اللہ	غنیمتیں	بہت	اسی طرح	تم تھے

مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝٩٤ لَا يَسْتَوِي

ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں

مِنْ قَبْلُ	فَمَنَّ	اللّٰهُ	عَلَيْكُمْ	فَتَبَيَّنُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا	لَا يَسْتَوِي
اس سے پہلے	تو احسان کیا	اللہ	تم پر	سو تحقیق کرلو	بیشک	اللہ	ہے	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	برابر نہیں

الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں

الْقٰعِدُوْنَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	غَيْرُ	اُولِي الضَّرَرِ	وَ	الْمُجٰهِدُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	بِاَمْوَالِهِمْ
بیٹھ رہنے والے	سے	مومن (مسلمان)	بغیر	عذر والے (معذور)	اور	مجاہد (جمع)	میں	اللہ کی راہ	اپنے مالوں سے

وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَي الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ

اور جانوں سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں کے

وَاَنْفُسِهِمْ	فَضَّلَ اللّٰهُ	الْمُجٰهِدِيْنَ	بِاَمْوَالِهِمْ	وَاَنْفُسِهِمْ	عَلَي	الْقٰعِدِيْنَ	دَرَجَةً
اور اپنی جانیں	اللہ نے فضیلت دی	جہاد کرنے والے	اپنے مالوں سے	اور اپنی جانیں	پر	بیٹھ رہنے والے	درجے

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰي ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَي الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝٩٥ دَرَجٰتٍ

اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے

وَكُلًّا	وَّعَدَ	اللّٰهُ	الْحُسْنٰي	وَ	فَضَّلَ	اللّٰهُ	الْمُجٰهِدِيْنَ	عَلَي	الْقٰعِدِيْنَ	اَجْرًا عَظِيْمًا	دَرَجٰتٍ
اور ہر ایک کو	وعدہ دیا	اللہ	اچھا	اور	فضیلت دی	اللہ	مجاہدین	پر	بیٹھ رہنے والے	اجر عظیم	درجے

مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾

جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں

مِنْهُ	وَمَغْفِرَةً	وَّرَحْمَةً	وَكَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا
اس کی طرف سے	اور بخشش	اور رحمت	اور ہے	اللہ	بخشنے والا	مہربان

شانِ نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک دستہ ایک قوم پر جہاد کے لئے بھیجا۔ اس قوم میں ایک شخص مسلمان تھا جو اپنا مال واسباب اور مواشی ان میں سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر السلام علیکم کہا۔ مجاہدین نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر ہے اپنی جان اور مال بچانے کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے اس کو قتل کر ڈالا اور اس کے مواشی اور اسباب سب لے لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تاکید و تنبیہ فرمائی گئی کہ جب تم جہاد کے لئے سفر کرو تو تحقیق سے کام لو اور بے سوچے سمجھے کام مت کرو اور جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو چنانچہ جب اس واقعہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ سخت رنجیدہ ہوئے اور اس قتل کا خون بہا دلایا۔

بلا تحقیق کسی کو کافر نہ کہو

چنانچہ یہاں آیت میں پہلے ارشاد ہوتا ہے "اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اسلام کی علامات ظاہر کرے جیسے کلمہ پڑھنا یا مسلمانوں کے طرز پر سلام کرنا تو تم یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو دل سے مسلمان نہیں محض اپنی جان بچانے کو جھوٹ موٹ اسلام ظاہر کرتا ہے اور اس کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرو جیسا کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی نہ اس کو قتل کرو نہ اس کا مال لوٹو۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے تمہارا مدعا یہ ہے کہ تم کو دنیوی مال و متاع حاصل ہو جائے اور تم مقتول کے مال اسباب پر قبضہ کر لو تو یہ خواہش دل سے نکال دو کیونکہ اللہ کے پاس یعنی ان کے علم اور قدرت میں تمہارے لئے بہت غنیمت کے مال ہیں جو تم کو بطریق مرضی حق حاصل ہوں گے۔ آگے اس حکم کو دل نشین کرنے کے لئے فرمایا جاتا ہے اور یاد تو کرو پہلے ایک زمانہ میں تم بھی ایسے ہی تھے کہ تمہارے اسلام کے قبول کا مدار صرف تمہارا دعویٰ اور اظہار تھا اور اسی شہادت نے زبانی کی بدولت تمہارا جان و مال محفوظ سمجھا گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ اس ظاہری اسلام پر اکتفا کیا گیا اور معاملہ تفتیش باطن پر موقوف نہ رکھا۔ لہٰذا تم کو غور اور چھان بین کر لینی چاہیے کہ کوئی مسلمان تمہارے ہاتھ سے قتل نہ ہو جائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری اعمال اور دلی اغراض سب پر مطلع ہیں تو اب جس کو قتل کرو محض اللہ کے حکم کے موافق کرو۔

یہاں اس آیت کے پہلے جملہ میں ایک عام ہدایت اور تعلیم یہ ہے کہ مسلمان کوئی کام بے تحقیق محض گمان و خیال پر نہ کریں۔ ہر کام تحقیق کے ساتھ کیا کریں محض خیال اور گمان پر کام کرنے سے بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے اور یہاں آیت میں جو سفر کی قید ذکر کی گئی ہے تو اس وجہ سے کہ عموماً ایسے واقعات سفر ہی میں پیش آتے ہیں ورنہ اصل حکم عام ہے خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں بغیر تحقیق کے کسی عمل پر اقدام جائز نہیں۔ اسی ہدایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے "سوچ سمجھ کر کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے"

دوسری بات یہاں آیت میں یہ تعلیم فرمائی گئی کہ جو شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو مسلمان سمجھیں اور اسکے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں۔

جہاد کی تاکید

اب اس حکم سے صاف باطن لوگوں کو خیال ہو سکتا تھا کہ جہاد میں

چونکہ قتل مومن کا اندیشہ ہے ممکن ہے کوئی مسلمان بھی کفار کی بھیڑ میں یا اور کسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہو جائے اس لئے بہتر یہی ہے کہ جہاد میں شرکت ہی نہ کی جائے۔ گھر بیٹھ کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنا ہی بہتر ہے اس خیال کو دور کرنے اور مجاہدین کی فضیلت کا اظہار کرنے کے لئے اگلی آیات کا نزول ہوا جن میں بتلایا گیا کہ سب مسلمانوں میں جہاد کرنے والوں کے بڑے درجہ ہیں جو جہاد نہ کرنے والوں کے نہیں اگر چہ جنتی وہ بھی ہیں جو جہاد نہیں کرتے اور جہاد کے علاوہ دوسرے دینی ضرورتوں میں مشغول ہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں یعنی اگر مسلمانوں کی کافی مقدار اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنے والوں پر گناہ نہیں ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔

چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے

''برابر نہیں ثواب میں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں یعنی جہاد میں نہ جاویں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں۔ بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور یوں بوجہ فرض عین انہوں نے کے گناہ ان بیٹھنے والوں پر نہیں بلکہ بوجہ ایمان اور دوسرے فرائض عین بجالانے کے سب سے یعنی مجاہدین سے بھی اور قاعدین سے بھی اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا یعنی جنت کا آخرت میں وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے۔ جس کی تفصیل اجمالی یہ ہے کہ اول تو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجاہدوں کو بہت سے درجات جنت میں حاصل ہوں گے۔ دوسرے مغفرۃ الٰہی ان کے شامل حال ہوگی۔ تیسرے یہ کہ رحمت الٰہی ان کو ڈھانک لے گی۔ اخیر میں ارشاد فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا یعنی حق تعالیٰ غفور اور رحیم ہیں۔ جہاد کرنے والوں کے بارہ میں اجر و مغفرت کے جو وعدے ہیں وہ ضروری پورے فرمائیں گے۔ یا یہ کہ مجاہد کے ہاتھ سے نادانستگی میں اگر کوئی مسلمان قتل ہو گیا تو امید ہے کہ حق تعالیٰ معاف فرمادے گا لہٰذا اس اندیشہ سے جہاد سے مت رکو۔

معذوروں کے لئے رخصت

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اس آیت کے ابتدائی الفاظ نازل ہوئے لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے مومن برابر نہیں آپ حضرات زید کو بلا کر اسے لکھوا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم جو نابینا صحابی تھے آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں تو نابینا ہوں کس طرح شریک جہاد ہو سکتا ہوں؟ اس پر الفاظ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ نازل ہوئے یعنی مجاہدین کو جن بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے وہ وہ ہیں جو صحت اور تندرستی والے ہوں پس ابتداء تو مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر مطلقاً فضیلت تھی لیکن بعد میں جب ان الفاظ یعنی غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ کا اضافہ نازل ہوا تو اس نے ان لوگوں کو جو معذور ہوں عام قاعدین یعنی گھر بیٹھے رہنے والوں سے مستثنیٰ کر دیا جیسے اندھے لنگڑے لولے اور بیمار۔ یہ اپنی نیتوں اور ارادوں کے مطابق مجاہدین ہی کے درجہ میں ہیں پس مجاہدین کی جو فضیلت یہاں بیان ہوئی وہ ان لوگوں پر ہے جو بغیر کسی عذر کے جہاد میں شامل نہ ہوں۔

دُعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو دین کا ہر کام سوچ سمجھ کر دین کے موافق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ ان مجاہدین اسلام کو جنہوں نے اپنی جان مال کو آپ کے راستہ میں لگا دیا درجات عالیہ عطا فرما اور ان کا نام لیوا ہونے کے طفیل میں ہماری بھی مغفرت فرما اور ان کی مقبولیت کے طفیل میں ہم کو جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ

بیشک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا تھا تو وہ اُن سے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم

إِنَّ	الَّذِينَ	تَوَفّٰهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	ظَالِمِيٓ	أَنْفُسِهِمْ	قَالُوا	فِيمَ	كُنْتُمْ	قَالُوا كُنَّا	مُسْتَضْعَفِينَ
بیشک	وہ لوگ جو	ان کی جان نکالتے ہیں	فرشتے	ظلم کرتے تھے	اپنی جانیں	وہ کہتے ہیں	کس (حال) میں	تم تھے	وہ کہتے ہیں ہم تھے	بے بس

فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ

سرزمین میں محض مغلوب تھے وہ کہتے ہیں کیا خدا تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کر کے اُس میں چلا جانا چاہئے تھا سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے

فِي	الْأَرْضِ	قَالُوٓا	أَلَمْ تَكُنْ	أَرْضُ	اللّٰهِ	وَاسِعَةً	فَتُهَاجِرُوا	فِيهَا	فَأُولٰٓئِكَ	مَأْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ
میں	زمین (ملک)	وہ کہتے ہیں	کیا نہ تھی	زمین	اللہ	وسیع	پس تم ہجرت کر جاتے	اس میں	سو یہ لوگ	ان کا ٹھکانہ	جہنم

وَسَآءَتْ مَصِيرًا ۙ ﴿۹۷﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ

اور جانے کے لئے وہ بری جگہ ہے لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ نہ کوئی

وَسَآءَتْ	مَصِيرًا	إِلَّا	الْمُسْتَضْعَفِينَ	مِنَ	الرِّجَالِ	وَالنِّسَآءِ	وَالْوِلْدَانِ	لَا يَسْتَطِيعُونَ
اور برا ہے	پہنچنے کی جگہ	مگر	بے بس	سے	مرد (جمع)	اور عورتیں	اور بچے	نہیں کر سکتے

حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۙ ﴿۹۸﴾ فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا

تدبیر کر سکتے ہوں اور نہ رستہ کے واقف ہیں سو انکے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے

حِيلَةً	وَلَا	يَهْتَدُونَ	سَبِيلًا	فَأُولٰٓئِكَ	عَسَى	اللّٰهُ	أَنْ يَعْفُوَ	عَنْهُمْ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَفُوًّا
کوئی تدبیر	اور نہ	پاتے ہیں	کوئی راستہ	سو ایسے لوگ ہیں	اُمید ہے	اللہ	کہ معاف فرمائے	ان سے (ان کو)	اور ہے	اللہ	معاف کرنیوالا

غَفُورًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيرًا وَّسَعَةً ۚ وَمَنْ

مغفرت کرنے والے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اسکو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش اور

غَفُورًا	وَمَنْ	يُهَاجِرْ	فِي	سَبِيلِ اللّٰهِ	يَجِدْ	فِي	الْأَرْضِ	مُرٰغَمًا كَثِيرًا	وَّسَعَةً	وَمَنْ
بخشنے والا	اور جو	ہجرت کرے	میں	اللہ کا راستہ	وہ پائے گا	میں	زمین	بہت (وافر) جگہ	اور کشادگی	اور جو

يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۗ

جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا پھر اُس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اللہ تعالیٰ

يَخْرُجْ	مِنْ	بَيْتِهِ	مُهَاجِرًا	إِلَى اللّٰهِ	وَرَسُولِهِ	ثُمَّ	يُدْرِكْهُ	الْمَوْتُ	فَقَدْ وَقَعَ	أَجْرُهُ	عَلَى اللّٰهِ
نکلے	سے	اپنا گھر	ہجرت کر کے	اللہ کی طرف	اور اس کا رسول	پھر	آ پکڑے اس کو	موت	تو ثابت ہو گیا	اس کا اجر	اللہ پر

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا	وَكَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَحِيْمًا	
بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑے رحمت کرنے والے ہیں	اور ہے	اللہ	بخشنے والا	مہربان	

شان نزول

ابتدائے اسلام میں ہجرت فرض تھی اور اس وقت ہجرت کا وہ حکم تھا جو اس وقت اقرار یا شہادتین کا ہے۔ فتح مکہ کے بعد یہ فرضیت منسوخ ہوگئی تھی۔ اس پورے رکوع میں یہاں ہجرت ہی کا ذکر ہے اور اسی فرض کے ترک پر وعید اور سزا کا بیان ہے اور ہجرت کے فضائل و برکات و دیگر احکام کا بیان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر باذن خداوندی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تاکہ آزادی سے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کی جا سکے تو کچھ لوگ مکہ میں ایسے تھے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور مکہ میں مشرکوں کے ساتھ رہے اور ہجرت نہ کی۔ ہجرت نہ کرنے والے مسلمانوں کے تین گروہ تھے۔ ایک تو وہ جن کا مال و متاع اور گھر کاروبار جائیداد وغیرہ مکہ میں تھی اس کو چھوڑ کر نہ جا سکے۔ دوسرا وہ گروہ تھا جو راستہ کے مصائب سے خوفزدہ تھے اور انکو یہ خطرہ تھا کہ کہیں دشمن راستہ میں حملہ کر کے مار نہ ڈالیں۔ تیسرا گروہ معذور لوگوں کا تھا' کچھ غلام تھے جو کفار کی قید میں تھے کچھ اور کمزور بچے اور عورتیں تھیں جو عدم استطاعت یا کفار کی بندش کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتے تھے تو اول اور دوم دونوں گروہوں نے صرف طمع اور خیالی کمزوری کی بناء پر باوجود طاقت اور استطاعت کے ہجرت نہ کی تھی اور مکہ میں رہ پڑے تھے حالانکہ دینی فرائض اور اسلامی احکام مکہ کے اندر بخوف کفار اچھی طرح آزادی سے ادا نہ کر سکتے تھے اور کافروں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مشرکوں میں شامل ہونا پڑا تھا اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جانا پڑا چنانچہ جب غزوہ بدر کا واقعہ ہوا تو کفار مکہ نے اپنی جمعیت بڑھانے کی غرض سے ایسے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا چونکہ ان کا ایمان مخفی تھا یا کفار کا خوف تھا اس لئے باول ناخواستہ انکو جانا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ تو مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے جیسے حضرت عباسؓ اور کچھ اہل اسلام صحابہ کرام کے ہاتھوں مارے گئے۔ انہی مارے جانے والوں کے متعلق یہاں پہلی آیت نازل ہوئی۔

کن حالات میں ہجرت فرض تھی

یہاں آیت میں ان لوگوں پر عتاب ہے جو ایمان لانے کے بعد اپنے گھروں اور بال بچے اور مال اسباب اور کاروبار میں پڑے رہے جب کہ مخالفوں اور دین کے دشمنوں کے خوف سے ارکان اسلام نہیں بجا لا سکتے تھے اور جہاں ارکان اسلام بجالانے کی ممانعت ہو وہاں سے نکل جانا فرض ہے۔ ان کو آیت میں اپنے اوپر ظلم کرنے والا بتلایا گیا۔ ایسے لوگ جب مرنے لگتے ہیں تو فرشتے ان سے مرنے کے وقت پوچھتے ہیں کہ تم کس دین پر تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان تھے مگر بوجہ ضعف اور کمزوری کے اور مخالفین کے دباؤ کے دین کے کام نہ کر سکتے تھے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین بہت وسیع تھی تم یہ تو کر سکتے تھے کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ تو آیت میں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم بتلایا گیا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ مسلمان جس ملک میں دینی آزادی کے ساتھ نہ رہ سکے وہاں چپ چاپ بیٹھ رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور وہاں سے اس کو ہجرت کرنا ضروری ہے اور یہی آیت کی عام تعلیم ہے کہ ایسے لوگ جو دل میں تو ایمان لے آئے ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے نہ اسلامی باتوں کو کھل کر ادا کر سکتے ہیں نہ حکم جہاد کی تعمیل کر سکتے ہیں سو ان پر لازم ہے کہ وہاں سے ہجرت کریں اور ان کو ایسی جگہ پڑے رہنے کی اجازت نہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو بالکل معذور و بے بس ہوں کہ وہ نہ ہجرت پر قادر ہوں نہ ہجرت کی تدبیر کر سکتے ہوں۔ نہ ان کو کوئی ہجرت کا راستہ معلوم ہے ایسے بے بس اور بے کس لاچار اور معذوروں کے متعلق فرمایا کہ امید ہے انہیں اللہ معاف فرمادیں گے۔

فی سبیل اللہ ہجرت کرنے کی فضیلت

اب یہاں تک تو ترک ہجرت پر وعید تھی آگے آیت میں ہجرت کی ترغیب اور اس پر سعادت دارین کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے اور مہاجرین کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جو شخص اللہ کے واسطے ہجرت کرے گا اور دین کے لئے اپنا وطن چھوڑ دے گا اس کو رہنے کے لئے بہت جگہ ملے گی اور اسکو روزی اور معیشت میں فراخی نصیب ہوگی اس لئے ہجرت کرنے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ کہاں رہیں گے؟ اور کیا کھائیں گے؟ اس آیت کے شان نزول کے متعلق اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے متعلق پچھلی آیت جس میں ترک ہجرت پر وعید بیان کی گئی مکہ کے مسلمانوں کے پاس بھجوائی تو حضرت جندب بن ضمرہ نے اس کو سن کر اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ میں اگر چہ پیر ضعیف اور مریض ناتواں ہوں تاہم راستہ سے واقف اور حیلہ سے آگاہ ہوں اس لئے ان مشرکین کی زمین میں شام تک رہنا بھی پسند نہیں کرتا مبادا مجھ کو موت آجائے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤں مجھ کو ابھی پلنگ پر لٹکا کر کندھوں پر رکھ کر مدینہ لے چلو۔ بیٹوں نے تعمیل کی اور بیمار ضعیف باپ کو چارپائی پر لے گئے۔ لیکن تنعیم جو کہ مکہ سے قریب ۳ میل دور ہے وہاں پہنچ کر اس کی حالت غیر ہو گئی اور وہیں انتقال ہو گیا۔ صحابہ کرام کو اس کی اطلاع ہوئی تو افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ اگر مدینہ پہنچ کر وفات ہوتی تو بڑا اچھا ہوتا۔ ادھر مشرکین مکہ نے سنا تو وہ بھی طنزاً کہنے لگے کہ مطلب تک رسائی نہ ہو سکی اور ناکامی اٹھانی پڑی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی خوشنودی اور رضائے مولیٰ کے حصول کے لئے جو ہجرت اختیار کرے گا اس کے لئے حق تعالیٰ دو باتوں کا وعدہ فرمارہے ہیں ایک تو مُرٰغَمًا كَثِيرًا اور دوسرے سعة. مراغما سے مراد ہے کہیں چلے جانے کا مقام ہٹ جانے کی جگہ ہجرت کا مقام جائے گریز اور جائے فرار یعنی ہجرت کرنے والے کے لئے بہت سی قیام گاہیں اور ہجرت کی جگہیں ملیں گی۔ یعنی گھر اور وطن کو چھوڑنے پر یہ نہ گھبرائے کہ معلوم نہیں کہیں جگہ ملے یا نہ ملے۔ اس لئے مُرٰغَمًا كَثِيرًا فرما کر جتلا دیا کہ ہجرت کرنے والے کو روئے زمین پر بہت سے ٹھکانے ملیں گے۔ دوسرا وعدہ سعةً کا فرمایا جس کے معنی ہیں کشائش، فراخی، وسعت، طاقت، گنجائش تو کسی نے روزی اور رزق کی وسعت مراد لی ہے کسی نے جگہ کی وسعت مراد لی ہے اور کسی نے دین پر عمل کرنے کی طاقت و فراخی مراد لی ہے۔ بہر حال سعة کا استعمال مقام کے لئے بھی حالت کے لئے بھی اور فعل کے لئے بھی تینوں معنیٰ میں قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔

اجر اللہ کے فضل سے ملتا ہے

آیت کے اخیر فقرہ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا سے اس بات کی بھی صراحت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی لازمی حق نہیں اور نہ حق تعالیٰ پر کوئی چیز لازم اور واجب ہے بلکہ اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ کریم و رحیم ہے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا اس لئے بندوں کے اطمینان اور تسلی کے لئے اپنے وعدہ کو وجوب سے تعبیر کیا ورنہ واقع میں اللہ تعالیٰ پر کسی کو ثواب دینا لازم اور واجب نہیں۔ ثواب تو اس کی رحمت اور فضل ہی سے ملتا ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اسلام کی سچی محبت عطا فرما اور دین اسلام کے تقاضوں کو ہر حال میں پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ یا اللہ روئے زمین پر جہاں بھی مسلمان بے بس اور بے کس رہیں اے اللہ ان کی اعانت و دستگیری فرما اور دشمنانِ دین کے تسلط سے ان کو نجات عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ

اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کردو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو

وَاِذَا	ضَرَبْتُمْ	فِی الْاَرْضِ	فَلَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَنْ	تَقْصُرُوْا	مِنَ	الصَّلٰوةِ	اِنْ	خِفْتُمْ
اور جب	تم سفر کرو	ملک میں	پس نہیں	تم پر	کوئی گناہ	کہ	قصر کرو	سے	نماز	اگر	تم کو ڈر ہو

اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا

کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے بلاشبہ کافر لوگ تمہارے صریح دشمن ہیں

	اَنْ	يَّفْتِنَكُمُ	الَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	اِنَّ	الْكٰفِرِيْنَ	كَانُوْا	لَكُمْ	عَدُوًّا مُّبِيْنًا	
	کہ	تمہیں ستائیں گے	وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	بیشک	کافر (جمع)	ہیں	تمہارے	دشمن کھلے	

تفسیر وتشریح

اوپر ہجرت کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا ذکر تھا چونکہ غالب احوال میں جہاد اور ہجرت کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے اور نیز ایسے سفر میں خصوصاً اس زمانہ میں کفار مخالفین کی طرف سے اندیشہ بھی اکثر ہوتا تھا اس لئے سفر اور خوف کی رعایت سے جو نماز میں بعض خاص سہولتیں اور تخفیف کی گئی ہے اس آیت میں اور اگلی آیات میں ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

شان نزول

بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قبیلہ بنی نجار کے چند آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرنے کا اتفاق ہم کو اکثر ہوتا رہتا ہے ہم ایسی حالت میں نماز کس طرح ادا کریں؟ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

حالت سفر میں قصر نماز کا حکم

چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے

''اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا بلکہ ضروری ہے کہ تم نماز کی رکعات کو کم کردو یعنی ظہر وعصر وعشاء کی چار رکعت فرض کی جگہ دو رکعت پڑھا کرو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ کافر لوگ تم کو پریشان کریں گے کیونکہ بلاشبہ کافر تمہارے صریح دشمن ہیں'' یہاں اس آیت میں نماز قصر کرنے میں جو خوف کی قید ہے وہ بہ اعتبار حالت زمانہ نزول آیت کے ہے کہ وہ زمانہ کفار سے خوف کا تھا۔ پھر احادیث وسنت سے عموم ثابت ہوگیا اور سفر میں خواہ خوف ہو یا نہ ہو قصر بالا جماع مشروع ہے۔

حدیث میں ہے حضرت عمر فاروقؓ سے کسی نے پوچھا کہ نماز کی تخفیف کا حکم تو خوف کی حالت میں ہے اور اب تو امن ہے۔ حالت امن میں نماز قصر کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہی خیال مجھے ہوا تھا اور یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہم نے باوجود امن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجائے چار کے دو دو رکعتیں پڑھیں۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز قصر کرکے پڑھی اور اس وقت کسی طرح کا خوف نہ تھا۔

تو احادیث صحیحہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہؓ سے یہ ثابت ہے کہ مسافر کو امن کی حالت میں بھی قصر نماز پڑھنا چاہیے۔ ہمارے امام حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک سفر میں قصر نماز واجب ہے اور جو اس آیت میں اس طرح فرمایا گیا کہ تم کو گناہ نہ ہوگا تو اس سے شبہ ہوسکتا ہے کہ قصر نہ کرنا بھی جائز ہے تو علماء نے لکھا ہے کہ پوری نماز کی جگہ نصف پڑھنے میں ظاہراً وسوسہ گناہ کا ہوتا تھا اس لئے آیت میں اس کی نفی فرمادی رہا اس کا وجوب وہ دوسری دلیلوں سے ثابت ہے۔

شرعی سفر کی مقدار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مقدار خاص ہے جس کو سفر کہہ سکتے ہیں جس کے اندازہ میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ ہمارے امام حضرت ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ کم از کم تین دن کی مسافت کا راستہ ہو یعنی کم از کم تین منزل کا سفر ہو تو قصر پڑھنا چاہیے اور جو سفر تین منزل سے کم ہو اس میں قصر پڑھنا ہمارے امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ اور منزل وہ ہے جس میں پیدل آدمی یا اونٹ معمول رفتار سے ایک دن میں طے کرتا ہو۔ تو اگر ایک منزل یا دو منزل کا سفر کرے تو اس سفر سے شریعت کا کوئی حکم نہیں بدلتا۔ جب کوئی تین منزل یعنی تین دن کی مسافت کے چلنے کا قصد کرے تو وہ شرعاً مسافر ہے۔ اگر معمولی میدان کا سفر ہو اور دریا پہاڑ نہ ہوں تو میلوں میں علماء نے ۴۸ میل کا اندازہ تین منزل کا لکھا ہے۔ جب سفر ختم کر کے منزل پر جا پہنچے تو اگر وہاں پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تب تو وہ حکم سفر میں ہے فرض نماز چارگانہ آدھی یعنی دو رکعت ظہر، عصر اور عشاء میں پڑھی جائے گی اور اسی کو قصر کہتے ہیں اور اگر پندرہ روز یا زیادہ کا قصد قیام ہو تو وہ وطن اقامت ہو جائے گا وہاں اور نیز وطن اصلی میں قصر نہیں۔ قصر صرف تین وقت کی فرض نمازوں یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں ہے۔ مغرب اور فجر اور سنتوں اور وتر میں قصر نہیں اور عجلت ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا اور سنتیں بھی چھوڑ دینا درست ہے اور اگر اطمینان ہو تو پھر سنتیں پوری ہی پڑھی جائیں گی۔

اب ایک بات یہاں قابل تنبیہ یہ ہے کہ قرآن کو بغیر حدیث اور سنت کے سمجھا ہی نہیں جا سکتا چنانچہ منکرین حدیث اور اہل ظاہر اس آیت کے ظاہری عموم و اذا ضربتم فی الارض اور جب تم زمین میں سفر کرو اس سے استدلال کرتے ہیں کہ یہاں سفر کی کوئی مقدار یا حد معین نہیں اس لئے ہر سفر میں قصر جائز ہے خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت یہاں تک کہ وہ تین میل کے سفر میں بھی قصر جائز کہتے ہیں کیونکہ آیت میں سفر کی کوئی حد بیان نہیں کی گئی حتیٰ کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اپنے مواعظ میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک غیر مقلد صاحب جب اپنے کھیت پر جاتے تو نماز میں قصر کرتے۔ کسی نے سوال کیا کہ بندۂ خدا بدون مسافت قصر کے کیسے قصر کرتے ہو تو وہ غیر مقلد صاحب جواب دیتے ہیں کہ قصر کیلئے کسی خاص مسافت کا ہونا شرط نہیں اس لئے کہ آیت میں وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ آیا ہے جس کے معنی زمین میں چلنے کے ہیں اور یہ مفہوم کھیت پر جانے کی صورت میں بھی صادق آتا ہے۔ ایک حنفی عالم نے اس کا جواب ان کو خوب دیا کہ پھر تم کو ہمیشہ ہی قصر کرنا چاہیے اس لئے تم اپنے گھر سے مسجد جاتے ہو تو وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ اس پر بھی صادق آتا ہے۔ غیر مقلد صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں اور سفر ہو یا حضر ہر حال میں ہمیں اپنی نمازوں کی فکر اور اہتمام نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں نماز کے مسائل و احکام اور آداب ظاہری و باطنی سیکھنے کی توفیق نصیب ہو اور ہماری نمازیں ہمارے دین و دنیا کی صلاح و فلاح کا ذریعہ ہوں۔ اے اللہ دین کے معاملہ میں ہمیں نفسانیت سے بچایئے اور ہر حال میں سنت کے اتباع کا عزم عطا فرمایئے۔ یا اللہ آپ نے از راہ کرم و عنایت جو سہولتیں احکام شرعیہ اور اسلامی فرائض میں امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہیں ان کی ہم کو قدر دانی نصیب فرمایئے اور ان پر شکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ ائمہ کرام اور فقہائے عظام نے قرآن و سنت کی روشنی میں جو مسائل و احکام دینیہ مرتب فرمائے ہیں اس کی ہم کو قدر دانی نصیب فرمایئے اور اس کے اتباع کی توفیق مرحمت فرمایئے اور اغراض نفسانی و ہوا کے اتباع سے بچایئے۔ یا اللہ دین اسلام میں نماز کو جو اہمیت آپ نے عطا فرمائی ہے اس سے غفلت اور لاپرواہی سے امت مسلمہ کے ہر فرد کو بچایئے اور اس فریضہ کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا

اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں تو یوں چاہیے کہ اُن میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاویں

وَاِذَا	كُنْتَ	فِيْهِمْ	فَاَقَمْتَ	لَهُمُ	الصَّلٰوةَ	فَلْتَقُمْ	طَآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	مَّعَكَ	وَلْيَاْخُذُوْٓا
اور جب	آپ ہوں	اُن میں	پھر قائم کریں	انکے لئے	نماز	تو چاہیے کہ کھڑی ہو	ایک جماعت	ان میں سے	آپ کے ساتھ	اور چاہیے کہ وہ لے لیں

اَسْلِحَتَهُمْ قف فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا

اور وہ لوگ ہتھیار لے لیں پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو یہ لوگ تمہارے پیچھے ہو جاویں اور دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی آجاوے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیں

اَسْلِحَتَهُمْ	فَاِذَا	سَجَدُوْا	فَلْيَكُوْنُوْا	مِنْ وَّرَآئِكُمْ	وَلْتَاْتِ	طَآئِفَةٌ	اُخْرٰى	لَمْ يُصَلُّوْا	فَلْيُصَلُّوْا
اپنے ہتھیار	پھر جب	وہ سجدہ کر لیں	تو ہو جائیں	تمہارے پیچھے	اور چاہیے کہ آئے	جماعت	دوسری	نماز نہیں پڑھی	پس وہ نماز پڑھیں

مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ

اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں کافر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ

مَعَكَ	وَلْيَاْخُذُوْا	حِذْرَهُمْ	وَاَسْلِحَتَهُمْ	وَدَّ	الَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	لَوْ تَغْفُلُوْنَ	عَنْ	اَسْلِحَتِكُمْ
آپ کے ساتھ	اور چاہیے کہ لیں	اپنا بچاؤ	اور اپنا اسلحہ	چاہتے ہیں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	کہیں تم غافل ہو	سے	اپنے ہتھیار (جمع)

وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى

تو تم پر ایک بارگی حملہ کر بیٹھیں اور اگر تم کو بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو

وَ	اَمْتِعَتِكُمْ	فَيَمِيْلُوْنَ	عَلَيْكُمْ	مَّيْلَةً	وَّاحِدَةً	وَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	اِنْ	كَانَ	بِكُمْ	اَذًى
اور	اپنے سامان	تو وہ جھک پڑیں (حملہ کریں)	تم پر	جھکنا	ایک بار (یکبارگی)	اور نہیں	گناہ	تم پر	اگر	ہو	تمہیں	تکلیف

مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ج وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ

تو تم کو اس میں کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو اور اپنا بچاؤ لے لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے

مِّنْ مَّطَرٍ	اَوْ كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَنْ تَضَعُوْٓا	اَسْلِحَتَكُمْ	وَخُذُوْا	حِذْرَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	اَعَدَّ	لِلْكٰفِرِيْنَ
بارش سے	یا تم ہو	بیمار	کہ اُتار رکھو	اپنا اسلحہ	اور لے لو	اپنا بچاؤ	بیشک	اللہ	تیار کیا	کافروں کے لئے

عَذَابًا مُّهِيْنًا

عَذَابًا مُّهِيْنًا	عَذَابًا	مُّهِيْنًا
سزا اہانت آمیز مہیا کر رکھی ہے	عذاب	ذلت والا

شان نزول

لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول گزشتہ قصر والی آیت سے ایک سال بعد کو ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہاد میں تھے اور ظہر کی نماز پڑھا چکے تھے۔ مشرکین کے سردار نے کہا کہ کیسا زرین موقع

ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اگر نماز کی حالت میں ہم حملہ کر دیتے تو مسلمانوں کا صفایا کر دیتے۔ پھر انہوں نے مشورہ کیا کہ اب جب دوسری نماز کا وقت آئے اور جب اسلامی لشکر نماز میں مشغول ہو تو اس وقت ان پر حملہ کر دیا جائے۔ مشرکین اس مشورہ میں تھے کہ صلوٰۃ خوف کا حکم عصر کی نماز سے قبل نازل ہوگیا۔

نماز خوف

یہاں آیت میں جو واذا کنت فیھم فرمایا یعنی جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اب صلوٰۃ خوف کا حکم باقی نہیں رہا کیونکہ آپ کی ذات بابرکات تو اب ہم میں موجود نہیں۔ یہ شرط اس وقت کے اعتبار اور حالت سے بیان کی گئی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا بلا عذر کے امام نہیں بن سکتا۔ آپ کے بعد اب جو امام ہو وہی آپؐ کے قائم مقام ہے اور وہی صلوٰۃ خوف پڑھائے گا۔

چاروں ائمہ کے نزدیک صلوٰۃ خوف کا حکم آپؐ کے بعد اب بھی مشروع اور جاری ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔ پھر جیسے دشمن قوم سے خوف کے وقت صلوٰۃ خوف پڑھنا جائز ہے ایسے ہی اگر کسی شیر یا اژدہے وغیرہ کا خوف ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو اس وقت بھی صلوٰۃ خوف جائز ہے۔

اب اس آیت میں جو طریقہ صلوٰۃ خوف کا بیان ہوا ہے یہ جب ہے کہ ایک ہی امام کے ساتھ سب لشکر والے نماز پڑھنا چاہیں ورنہ دونوں گروہ آگے پیچھے دو اماموں کے ساتھ پڑھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔ نیز اس آیت میں دونوں گروہوں کے ایک ایک رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھنے کا ذکر فرمایا گیا بقیہ نماز کا حکم بیان نہیں کیا کہ وہ کس طرح ادا کریں۔ اس کا طریقہ احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو دونوں گروہوں نے اپنی ایک ایک رکعت بطور خود پڑھ لی اور یہ صورت جب ہے کہ امام مسافر ہو جیسا کہ غزوات میں غالب صورت یہی ہوتی تھی ورنہ ہر گروہ کو دو دو رکعت امام پڑھا دے اور بعد فراغ امام دو دو اپنے طور پر پڑھ لیں۔ اس حالت میں نماز کے اندر آمد ورفت معاف ہے اور اگر مغرب کی نماز ہو کہ جس کے فرض میں تین رکعتیں ہوتی ہیں اور اس میں قصر نہیں تو اول جماعت امام کے ساتھ دو رکعت پڑھے اور دوسری جماعت ایک رکعت اور اپنی بقیہ نماز بطور خود پوری کر لیں اور یہ صلوٰۃ خوف جماعت کے ساتھ جو بیان ہوئی یہ حکم اس وقت کے لئے ہے کہ جب نماز ممکن ہو اور اگر جماعت ممکن نہ ہو اور اسکا انتظام نہ ہو سکے تو پھر ہر شخص تنہا یا جس طرح ممکن ہو نماز پڑھ لے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں بھی اپنی نمازوں کی محافظت کرنے والا بنا دے۔ اے اللہ نماز اور جماعت کی طرف سے ہماری غفلت کو دور فرما دے اے اللہ ہمیں اس فریضۂ نماز سے سچی محبت عطا فرما دے اور اس کا وہ ذوق شوق عطا فرما دے کہ ہم کسی حال میں نماز کے ترک کے گناہ عظیم کے پاس بھی نہ جائیں۔ یا اللہ دشمنان دین سے مقابلہ کے لئے ہم کو قوت وطاقت عطا فرما دے اور ہمارے دلوں میں جہاد کا سچا جذبہ نصیب فرما دے اور ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دے۔

یا اللہ اعدائے دین کی قوتوں کو پاش پاش فرما دے اور ان کے لئے تباہی و بربادی مقدر فرما دے اور ان کو مٹا دے جو اسلام کو مٹانے کی فکر میں ہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيْمُوا

پھر جب تم اس نماز کو ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو قاعدے کے موافق

فَإِذَا	قَضَيْتُمُ	الصَّلٰوةَ	فَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	قِيٰمًا	وَّقُعُوْدًا	وَّعَلٰى	جُنُوْبِكُمْ	فَإِذَا	اطْمَأْنَنْتُمْ	فَأَقِيْمُوا
پھر جب	تم ادا کر چکو	نماز	تو یاد کرو	اللہ	کھڑے	اور بیٹھے	اور پر	اپنی کروٹیں	پھر جب	تم مطمئن ہو جاؤ	تو قائم کرو

الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ

پڑھنے لگو یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے اور ہمت مت ہارو اس مخالف قوم کے تعاقب کرنے میں،

الصَّلٰوةَ	إِنَّ	الصَّلٰوةَ	كَانَتْ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	كِتٰبًا	مَّوْقُوْتًا	وَلَا تَهِنُوْا	فِي	ابْتِغَآءِ	الْقَوْمِ
نماز	بیشک	نماز	ہے	پر	مومن (جمع)	فرض	(مقررہ) اوقات میں	اور ہمت نہ ہارو	میں	پیچھا کرنے	قوم (کفار)

إِنْ تَكُوْنُوْا تَأْلَمُوْنَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُوْنَ كَمَا تَأْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۗ

اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ بھی تو الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو اور تم اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں رکھتے

إِنْ	تَكُوْنُوْا + تَأْلَمُوْنَ	فَإِنَّهُمْ	يَأْلَمُوْنَ	كَمَا تَأْلَمُوْنَ	وَتَرْجُوْنَ	مِنَ	اللّٰهِ	مَا لَا	يَرْجُوْنَ
اگر	تمہیں دکھ پہنچتا ہے	تو بیشک انہیں	دکھ پہنچتا ہے	جیسے تمہیں دکھ پہنچتا ہے	اور تم امید رکھتے ہو	سے	اللہ	جو نہیں	وہ امید رکھتے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں

وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا
اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا

ہر وقت ذکر اللہ کرنے اور خوف نہ ہونے کی صورت میں اصلی طریقہ پر نماز پڑھنے کا حکم

یہاں اس آیت میں ایک حکم تو یہ دیا گیا ذکر اللہ ہر حال اور ہر وقت مطلوب ہے۔ ذکر اللہ کسی حالت میں بھی منقطع نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ عین قتال کے وقت بھی دل سے اور احکام کی ادائیگی سے ذکر اللہ ہوتا رہتا ہے۔ نماز کی شرائط و قیود اور اس کی ہیئت میں اگرچہ تبدیلی کی اجازت خاص ہنگامی اور جنگی حالات میں دی گئی ہے اور ایک وقت شدت قتل و قتال میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت نماز کو مؤخر ہی کر دیا جائے مگر ذکر اللہ کا ایسا وظیفہ بتلایا گیا کہ جس سے مسلمان کو کسی وقت بھی غفلت و سستی کی اجازت نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرائض کی ایک حد مقرر کر دی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد بندی نہیں ہے۔ کھڑے بیٹھے لیٹے دن میں رات میں سفر میں حضر میں تر کا میں بحر میں بر میں غنا میں اور فقر میں علانیہ اور سر غرض ہر حال میں مطلوب ہے اس سے ذکر اللہ کی عظمت اہمیت اور اس کی تاکید و ترغیب ظاہر ہے۔

الحاصل ایک ہدایت تو یہاں یہ دی گئی کہ ذکر اللہ ہر حال اور ہر وقت میں مطلوب ہے دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو اصل قاعدے کے موافق ادا کرنے لگو۔ یعنی جب خوف و اندیشہ جنگ و قتال کا جاتا رہے اور خاطر جمع ہو جائے اور سفر بھی نہ رہے تو پھر نماز کو اطمینان اور تعدیل ارکان و دیگر جملہ شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرنے لگو تو خلاصہ یہ کہ اس آیت میں بتلایا گیا کہ مقصود اصلی تو ذکر الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک مخصوص طریقہ بصورت نماز مشروع فرمایا ہے۔ انتہائی ضرورت کے وقت نماز میں

قصر اور آمدورفت کی جو اجازت تھی وہ ایک عارض کی وجہ سے تھی۔ جب وہ عارض ختم ہو جائے تو نماز کو اپنے وقت معینہ سے نکالنا یا اس کی ہیئت میں کسی قسم کا تغیر کرنا جائز نہیں۔ جہاد جیسی عظیم عبادت کی وجہ سے عارضی طور پر نماز میں آمدورفت کی اجازت دی گئی تھی۔

آیت نمبر ۱۰۴ کا شان نزول جہاد میں سستی نہ دکھاؤ

اب آگے مجاہدین اسلام کو براہ راست خطاب ہوتا ہے اور ہمت دلائی جاتی ہے کہ جہاد میں کافروں کا تعاقب یعنی پیچھا کرنے میں سستی نہ آنا چاہیے اور زخموں کی تکلیف اور بے آرامی کا دل میں خیال لا کر جہاد میں ضعف اور کمزوری نہ دکھانا چاہیے اور شان نزول اس آیت کا یہ لکھا ہے کہ جنگ احد سے واپس تشریف لانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لشکر کی خبر گیری کے لئے کچھ مجاہدین کو ہدایت کی اور حکم دیا کہ تم جا کر کفار کی خبر لاؤ۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ان کی طرف سے مطمئن ہو کر ہتھیار کھول ڈالیں اور وہ دھوکہ کر کے واپس لوٹ پڑیں اور مسلمانوں پر پھر حملہ کر دیں۔ بعض مجاہدین نے جو زخموں سے چور اور جنگ احد کے مجروح تھے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بہت زخمی اور مجروح ہو گئے ہیں اور اپنے زخموں کی درد کی شکایت کی۔ غرض کہ حکم نبوی کی تعمیل میں بعض مجاہدین نے کچھ سستی ظاہر کی کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نہایت معقول استدلال آمیز طرز میں مجاہدین کو تعاقب کفار کی ترغیب دی گئی کہ دکھ درد اور بے آرامی میں تم اور وہ کفار مکہ برابر ہیں تم زخموں کی تکلیف سے دردمند اور بے آرام ہو تو وہ بھی زخم خوردہ دردمند اور بے آرام ہیں۔ لیکن اس پر بھی تم میں اور ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تم کو اپنے اللہ سے ہر حال میں ایسی امیدیں ہیں جو کفار کو نصیب نہیں۔ تم اگر جیئے تو غازی اور مر گئے تو شہید دونوں حالتوں میں آخرت کے عیش آرام کا پکا وعدہ جس میں شبہ کی گنجائش نہیں اور کفار کو تو فقط دنیا کا چند روزہ فائدہ لڑنے پر اکسا رہا ہے اس لئے تم میں ہمت زیادہ ہونی چاہیے اور تمہاری طرف سے ان کے تعاقب میں ذرا سستی نہ ہونی چاہیے۔ اخیر میں وکان الله علیما حکیما فرما کر یہ تسلی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑی حکمت والے ہیں یعنی تمہارے اعمال اور تمہارے مصالح کو خوب جانتے ہیں اس کا جو حکم ہے اس میں تمہارے لئے بڑے منافع اور حکمتیں ہیں دین و دنیا دونوں کے لئے سو اس کے امتثال حکم کو بڑی نعمت سمجھو اور اللہ کی راہ میں ہر تکلیف کو خوشی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں بھی اپنے ذکر کی دائمی توفیق و سعادت عطا فرما۔ یا اللہ ہم کو ذکر کی حقیقت نصیب فرما تا کہ ہم زندگی کے کسی لمحہ میں آپ کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔ یا اللہ اپنے ذکر و فکر کی عظمت اور اہمیت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے اور ہم کو اپنے ذاکر بندوں میں شامل ہونا نصیب فرما دے تا کہ ہم ہمہ وقت اور ہر حال میں آپ کے امر و نہی سے غافل نہ ہوں۔ یا اللہ نماز جو آپ کے ذکر کی ایک خاص صورت ہے اس کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھا دے تا کہ ہم کو کسی حال میں نماز سے غفلت نہ ہو۔ یا اللہ نماز جیسے اہم فریضہ سے اس وقت جو غفلت ہمارے ملک اور قوم میں پائی جاتی ہے یا اللہ اس غفلت کو دور فرما دے اور ہمیں اس فریضہ کی سچی محبت و عظمت عطا فرما دے۔ یا اللہ ہم کو اسلامی جہاد کا سچا جذبہ عطا فرما دے اور کفار و مشرکین اور اعدائے دین سے مقابلہ کی قوت و طاقت عطا فرما دے۔ یا اللہ ہم ہر آن آپ کے فضل و کرم کے امیدوار ہیں اس لئے ہمارے ساتھ اپنے کرم و فضل کا معاملہ فرما اور ہمیں اپنی مرضیات کی زندگی گزارنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰىكَ اللّٰهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ 40

بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ہے اور آپ ان خائنوں

إِنَّآ	أَنزَلْنَآ	إِلَيْكَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	لِتَحْكُمَ	بَيْنَ	النَّاسِ	بِمَآ أَرٰىكَ	اللّٰهُ	وَلَا	تَكُن	لِّلْخَآئِنِينَ
بیشک ہم	ہم نے نازل کیا	آپ کی طرف	کتاب	حق کے ساتھ (سچی)	تاکہ آپ فیصلہ کریں	درمیان	لوگ	جو دکھائے آپ کو	اللہ	اور نہ	ہوں	خیانت کرنے والے (دغاباز) کیلئے

خَصِيمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ

کی طرف داری کی بات نہ کیجئے اور آپ استغفار فرمایئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنیوالے بڑے رحمت والے ہیں اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی

خَصِيمًا	وَّاسْتَغْفِرِ	اللّٰهَ	إِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	غَفُورًا	رَّحِيمًا	وَلَا تُجَادِلْ	عَنِ	الَّذِينَ
جھگڑنے والا (طرفدار)	اور بخشش مانگیں	اللہ	بیشک	اللہ	ہے	بخشنے والا	مہربان	اور نہ جھگڑیں	سے	جو لوگ

يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ۝ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ

جواب دہی کی بات نہ کیجئے جو کہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں چاہتے جو بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہ کرنے والا ہو جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں

يَخْتَانُونَ	أَنفُسَهُمْ	إِنَّ	اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	مَن كَانَ	خَوَّانًا	أَثِيمًا	يَسْتَخْفُونَ	مِنَ	النَّاسِ
خیانت کرتے ہیں	اپنے تئیں	بیشک	اللہ	دوست نہیں رکھتا	جو ہو	خائن (دغاباز)	گنہگار	وہ چھپتے (شرماتے) ہیں	سے	لوگ

وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ

سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ اس وقت ان کے پاس جب کہ وہ خلاف مرضی الٰہی گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے ہیں

وَلَا	يَسْتَخْفُونَ	مِنَ	اللّٰهِ	وَهُوَ	مَعَهُمْ	إِذْ يُبَيِّتُونَ	مَا لَا	يَرْضٰى	مِنَ	الْقَوْلِ	وَكَانَ
اور نہیں	چھپتے (شرماتے)	سے	اللہ	حالانکہ وہ	ان کے ساتھ	جب راتوں کو مشورہ کرتے ہیں وہ	جو نہیں	پسند کرتا	سے	بات	اور ہے

اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝ هٰٓأَنتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَن

اور اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں ہاں تم ایسے ہو کہ تم نے دنیوی زندگی میں تو ان کی طرف سے جوابدہی کی باتیں کرلیں سو

اللّٰهُ	بِمَا	يَعْمَلُونَ	مُحِيطًا	هٰٓأَنتُمْ	هٰٓؤُلَآءِ	جٰدَلْتُمْ	عَنْهُمْ	فِي	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	فَمَن
اللہ	اسے جو	وہ کرتے ہیں	احاطہ کئے (گھیرے) ہوئے	ہاں تم	وہ	تم نے جھگڑا کیا	ان سے	میں	دنیوی زندگی	سو کون

يُجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝

خدا تعالیٰ کے روبرو قیامت کے روز ان کی طرف سے کون جوابدہی کریگا یا وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام بنانے والا ہوگا

يُجَادِلُ	اللّٰهَ	عَنْهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	أَم	مَّن	يَكُونُ	عَلَيْهِمْ	وَكِيلًا
جھگڑے گا	اللہ	ان (کی طرف) سے	روز قیامت	یا	کون؟	ہوگا	ان پر (ان کا)	وکیل

شان نزول

ان آیات اور اگلی آیات کا شان نزول ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں واقع ہوا اور جس سلسلہ میں پورے دو رکوع نازل ہوئے اس لئے ان آیات کا مطلب صاف سمجھ میں آنا واقعہ کے جاننے پر موقوف ہے جس کا خلاصہ بروایات احادیث اس طرح ہے کہ مدینہ میں ایک خاندان بنوابیرق کے نام سے آباد تھا ان میں سے ایک شخص بشیر نام کا منافق تھا۔ بعض روایات میں اس کا نام طعمہ بتلایا گیا ہے۔ اور بظاہر یہ مسلمان بنا ہوا تھا مگر درحقیقت منافق تھا۔ اس نے ایک انصاری حضرت رفاعہؓ کے گھر میں نقب لگا کر چوری کر لی اور چوری کی صورت یہ ہوئی کہ ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں عام مسلمان فقر و فاقہ کے ساتھ تنگی سے بسر کرتے تھے اور ان کی عام خوراک جو کا آٹا تھا یا کھجوریں یا گیہوں کا آٹا جو اس وقت بہت کم میسر تھا اور مدینہ میں ملتا بھی نہ تھا۔ ملک شام سے جب آتا تو کچھ لوگ مہمانوں کے لئے یا خاص ضرورت کے لئے خرید لیا کرتے تھے۔ حضرت رفاعہؓ نے اسی طرح کچھ گیہوں کا آٹا خرید کر ایک بوری میں رکھ لیا اور اسی بوری میں کچھ اسلحہ وغیرہ رکھ کر گھر کی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں محفوظ کر دیا۔ بشیر نے اس کو کسی طرح بھانپ لیا اور نقب لگا کر یہ بوری نکال لی۔ حضرت رفاعہؓ نے جب صبح کو یہ ماجرا دیکھا تو اپنے بھتیجے حضرت قتادہ کے پاس آئے اور واقعہ چوری کا ذکر کیا۔ انہوں نے مل کر محلہ میں تفتیش شروع کی۔ بعض قرائن قویہ کی بنا پر بشیر پر شبہ رہا۔ بنوابیرق نے جو کہ بشیر کے شریک حال تھے اپنی برأت کے لئے کسی اور کا نام لے دیا اور وہ چوری کیا ہوا سامان کسی یہودی کے ہاں رکھوا دیا۔ مزید تحقیق کے بعد وہ سامان یہودی کے گھر سے برآمد ہوا۔ یہودی نے قسم کھائی کہ یہ سامان اس کو بشیر نے دیا ہے۔ غرض حضرت رفاعہؓ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر اس واقعے کی اطلاع دی اور بسلسلہ تفتیش بنوابیرق کے بشیر پر گمان غالب کا ذکر کر دیا۔ آپ نے وعدہ تحقیق کا فرمایا۔ بنو ابیرق کو یہ خبر ہوئی تو سب نے مشورہ کر کے اور جمع ہو کر مع بعض اہل محلہ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت رفاعہ اور حضرت قتادہ کی شکایت کی کہ بلا ثبوت شرعی اور بدون گواہوں کے ایک مسلمان گھرانے پر چوری کی تہمت لگا رہے ہیں حالانکہ مسروقہ مال یہودی کے گھر سے برآمد ہوا ہے۔ آپ ان کو روک دیجئے کہ ہمارے نام نہ لگائیں اور یہودی پر دعویٰ کریں۔ مقصود ان کا یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدمہ میں ان کی طرف داری کریں اور یہودی کو مجرم گردانیں۔ ظاہری حالات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی رجحان اسی طرف ہو گیا کہ یہ کام یہودی کا ہے۔ بنوابیرق پر یہ الزام صحیح نہیں۔ یہاں تک کہ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہو گیا کہ یہودی پر چوری کی سزا جاری کر دی جائے اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ ادھر جب حضرت قتادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم بغیر دلیل و ثبوت کے بے سند ایک مسلمان گھرانے پر چوری کا الزام لگا رہے ہو اس پر حضرت قتادہ اس معاملہ میں بہت رنجیدہ ہوئے اور افسوس کیا کہ کاش میں اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات نہ کرتا۔ انہوں نے آ کر اپنے چچا حضرت رفاعہ سے اسی طرح کہا۔ حضرت رفاعہ کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارشاد فرمایا تو انہوں نے بھی صبر کیا اور واللہ المستعان کہہ کر خاموش ہو گئے ابھی اس معاملہ میں کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ قرآن کریم کے پورے دو رکوع اس بارہ میں نازل ہو گئے جس کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ کی حقیقت منکشف کر دی گئی اور ایسے معاملات کے متعلق عام ہدایات دی گئیں۔ قرآن کریم نے بنوابیرق کی چوری کھول دی اور یہودی کو بری کر دیا جو دراصل چور نہ تھا۔ مسروقہ مال آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ نے وہ حضرت رفاعہ کو واپس دلا دیا اس طرح جب بنوابیرق کے بشیر کی چوری کھل گئی تو وہ ناخوش ہو کر اور اس ڈر سے کہ اب اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے فوراً مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا اور مشرکین کے ساتھ مل گیا تو اگر یہ پہلے سے منافق تھا تو اب کھلا کافر ہو گیا اور اگر پہلے مسلمان تھا تو اب مرتد ہو

گیا۔ روایات میں ہے کہ اللہ اور رسول کی مخالفت کے وبال نے اس کو مکہ میں بھی چین سے نہ رہنے دیا۔ پھر وہاں بھی اس نے کسی کے گھر میں نقب لگائی تو دیوار اس کے اوپر گرگئی اور یہ دب کر مر گیا۔

ہر حال میں انصاف ضروری ہے

کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے سمجھانے اور بتلانے کے موافق تمام لوگوں میں خواہ وہ مومن ہوں یا کافر۔ نیک ہوں یا بد حق و انصاف کیا جائے اور جب اصل حال معلوم ہو گیا یعنی بشیر سارق ہے اور بنوابیرق جو اس کے حامی ہیں کاذب ہیں تو آپ ان خائنوں کی طرف داری کی بات نہ کیجئے۔ یہاں اگرچہ ایک شخص خائن تھا مگر جمع کے صیغہ میں خائنین فرمایا اس لئے کہ خائن کی شرکت اور حمایت اور اعانت باوجود علم کے خیانت ہے اس لئے اس کے حامی اور طرفدار سب خائن ٹھہرے۔

بغیر تحقیق کسی پر کوئی حکم لگانا نامناسب ہے

آیت کے دو مطلب مفسرین نے لکھے ہیں۔ ایک مطلب یہ کہ چونکہ اس واقعہ میں ظاہری حال پر تحقیق سے پہلے چوری کے معاملہ میں اصل چور کو بری اور یہودی کی طرف چوری کا خیال کر لینا آپ کی عصمت اور عظمت شان کے مناسب نہیں اس لئے آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے۔ ان سے اتنی بات بھی حق تعالیٰ کو پسند نہیں اور ایسا خیال بھی قابل استغفار ہے۔

دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ جن لوگوں نے حسن ظن کی بنا پر بشیر اور بنوابیرق کو سچا اور بری سمجھ لیا تھا ان کے لئے استغفار کیجئے۔ اس میں ان مؤمنین مخلصین کے لئے تنبیہ ہو گئی کہ جو بوجہ حسن ظن یا اسلامی تعلق کی بنا پر بشیر کی برأت اور یہودی کو چور بنانے میں ساعی ہوئے۔

خیانت کرنے والوں سے علیحدگی کا حکم

آگے تیسری آیت میں پھر اس کی تاکید فرمائی کہ خیانت کرنے والوں کی طرف سے یعنی بنوابیرق کے گھرانے کی طرف سے آپ کوئی جواب دہی نہ کریں جیسا کہ وہ لوگ آپ سے چاہتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے دغا باز گنہگار کو پسند نہیں کرتا کہ گناہ اور چوری تو خود کریں اور چالاکی سے دوسرے کے سر لگا دیں۔

خیانت کرنے والوں کے برے حال اور بے وقوفی کا بیان ہے کہ یہ لوگ اپنے ہی جیسے آدمیوں سے تو چوری کو چھپاتے اور شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے جو ہر وقت اور ہر لحہ ان کے ساتھ ہے اور ان کے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔ اس میں اشارہ ہے بنوابیرق کی طرف کہ جنہوں نے باہم مشورہ کر کے یہ رائے قائم کی کہ الزام چوری کا یہودی پر لگاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفاعہ اور قتادہ کی شکایت کرو کہ بلا وجہ ہم پر الزام لگا رہے ہیں اور آپ سے انکی درخواست کی کہ آپ یہودی کے مقابلہ میں ہماری حمایت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے خیانت نہیں چھپ سکتی

آگے پانچویں آیت میں بنوابیرق کی مدد کرنے اور حمایت کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی کہ دنیا میں تو تم نے ان کی حمایت کر لی مگر معاملہ یہیں تو ختم نہیں ہو جاتا قیامت میں جب حق تعالیٰ سبحانہ کی عدالت میں معاملہ پیش ہو گا تو وہاں کون حمایت کرے گا۔ گویا اس آیت میں ان کو ملامت بھی ہے اور آخرت کا خوف دلا کر اپنے فعل سے توبہ کی ترغیب بھی ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں ہر حال میں حق کا حامی اور حق کے موافق رکھیں اور ناحق کی طرفداری سے ہمیں بچائیں۔ یا اللہ ہم کو ایمان و اسلام کی برکت سے ہر خیانت اور گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ہم کو وہ حیا اور شرم عطا فرما کہ جو ہم دین کے خلاف کوئی کام نہ کریں اور ہر حال میں انسانوں سے زیادہ آپ کا خوف دل میں رکھیں اور قیامت میں آپ کی عدالت میں پیشی سے ڈریں۔ یا اللہ ہماری عدالتوں میں مسلمان وکیل اور پلیڈر اور بیرسٹر سب کو اسلامی اور قرآنی احکام کے لحاظ اور پاس کی توفیق عطا فرما اور مجرموں کی حمایت اور طرفداری سے ان کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما اور اس طرح اپنی روزی کو حلال رکھنے کا عزم و ہمت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ

اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا اور جو شخص کچھ

وَمَنْ	يَّعْمَلْ	سُوْٓءًا	اَوْ يَظْلِمْ	نَفْسَهٗ	ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ	اللّٰهَ	يَجِدِ	اللّٰهَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا	وَمَنْ	يَّكْسِبْ
اور جو	کام کرے	برا کام	یا ظلم کرے	اپنی جان	پھر بخشش چاہے	اللہ	وہ پائے گا	اللہ	بخشنے والا	مہربان	اور جو	کمائے

اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا

گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات پر اس کا اثر پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا

اِثْمًا	فَاِنَّمَا	يَكْسِبُهٗ	عَلٰى نَفْسِهٖ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا	وَمَنْ	يَّكْسِبْ	خَطِيْۗئَةً	اَوْ اِثْمًا
گناہ	تو فقط	وہ کماتا ہے	اپنی جان پر	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا	اور جو	کمائے	خطا	یا گناہ

ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾

پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگادے سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا

ثُمَّ	يَرْمِ بِهٖ	بَرِيْۗـــــًٔا	فَقَدِ احْتَمَلَ	بُهْتَانًا	وَّاِثْمًا	مُّبِيْنًا	
پھر	اس کی تہمت لگادے	کسی بے گناہ	تو اس نے لادا	بھاری بہتان	اور گناہ	صریح (کھلا)	

گناہوں کا تدارک

گزشتہ درس میں مدینہ کے ایک خاندان ابو ابیرق کے ایک شخص بشیر نامی منافق کے واقعہ کا خلاصہ بیان کیا جا چکا ہے۔ بشیر کے طرفداروں کو تنبیہ کی جا چکی ہے اور اب قرآن کریم کے عام اسلوب حکیمانہ کے مطابق مجرموں اور گنہگاروں کو توبہ کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ گناہگار اعمال بد کی شامت سے بیجا طرفداریوں سے نہیں بچ سکتا۔ اس کے بچنے کے لئے صرف ایک راستہ ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے۔ اپنے قصور کا اقرار کرے۔ اس پر نادم ہو اور حسب قاعدہ اس پر معافی چاہے۔ اگر ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو غفور الرحیم پائے گا یعنی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما دیں گے اور اپنی مغفرت و رحمت سے سرفراز فرمائیں گے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

"یہ خائنین اور بے جا حمایت و وکالت کرنے والے اگر اب بھی توبہ کر لیتے تو معافی ہو جاتی کیونکہ ہمارا قانون ہے کہ جو شخص ایسا برا کام کرے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے جیسے چوری وغیرہ یا کسی پر تہمت لگانا یا صرف اپنی جان پر ظلم کے یعنی ایسا برا کام کرے جس کا ضرر اس کی ذات تک محدود ہے پھر اس کے بعد حق تعالیٰ سے معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا" اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ بشیر اور اس کی قوم اور اہل خاندان کو بھی توبہ کر لینی چاہیے۔ اگر وہ دل سے توبہ کر لیں تو کچھ نہیں بگڑا اللہ تعالیٰ سب معاف فرما دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ خواہ متعدی ہو یا لازمی یعنی حقوق العباد سے متعلق ہو یا حقوق اللہ سے ہر قسم کا گناہ توبہ و استغفار سے معاف ہو سکتا ہے البتہ توبہ و استغفار سچی ہو اور حسب قاعدہ شرعیہ ہو محض زبان سے توبہ و استغفار کافی نہیں۔

گناہ کا نقصان خود کرنے والے کو ہے

"اور جو شخص گناہ کرتا ہے وہ اپنے ہی برے کے لئے کرتا ہے

کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں اور بڑی حکمت والے ہیں" یعنی اے بندہ گنہگار تیرے اس گناہ سے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسولؐ یا مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس کا وبال خود تجھی پر ہے پھر معافی کیوں نہیں چاہتا۔ اگر تو دل میں نادم اور پشیمان ہوگا اور سچی توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہیں۔ معاف کر دینا ان کے علم وحکمت کا مقتضا ہے۔

دوسرے پر گناہ کی تہمت لگانا گناہ عظیم ہے

آگے تیسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے

"جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر بجائے اس کے کہ خود ہی توبہ کر لینی چاہیے تھی اس نے یہ کام کیا کہ اس گناہ کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دی سو اس نے بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادلیا" یعنی کوئی شخص اگر چھوٹا یا بڑا کوئی جرم کرے اور پھر اس کو دوسرے کے نام لگا دے جیسا کہ اس واقعہ مذکورہ میں چوری تو بنوابیرق کے بشیر نے کی اور نام یہودی کا لگا دیا تو اس نے اپنے اصلی جرم میں ایک اور جرم کا اضافہ کر لیا اس لئے اس کو دوہرا گناہ ہوگا ایک تو اس جرم کا جو اس نے کیا دوسرے اس تہمت کا جو اس نے بے گناہ کے سر لگائی اس لئے وہ دوہری سزا کا مستحق ٹھہرا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں ہر گناہ گار کو توبہ کی ترغیب دی گئی ہے بعد گناہ سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے اور سچی توبہ پر معافی کا وعدہ بھی فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرما کر ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمائیں۔

یا اللہ ہم سے گزشتہ میں جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ہم اس پر نادم اور پشیمان ہیں اپنی رحمت سے ان کو معاف فرما دیجئے اور آئندہ کے لئے ہمیں ہر چھوٹے بڑے ظاہری وباطنی گناہ سے بچنے کا عزم نصیب فرمائیے اور نفس وشیطان سے ہماری حفاظت فرمائیے۔

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین.

رب اغفروارحم و انت خیر الرحمین- آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ

اور اگر آپ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتو اُن لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی ہی ڈال دینے کا ارادہ کرلیا تھا اور غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن

وَلَوْ	لَا	فَضْلُ اللّٰهِ	عَلَيْكَ	وَرَحْمَتُهٗ	لَهَمَّتْ	طَّآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	اَنْ يُّضِلُّوْكَ	وَمَا	يُضِلُّوْنَ	اِلَّآ
اور اگر	نہ	اللہ کا فضل	آپ پر	اور اس کی رحمت	تو قصد کیا ہی تھا	ایک جماعت	ان میں سے	کہ آپ کو بہکادیں	اور نہیں	بہکارہے ہیں	مگر

اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا

اپنی جانوں کو اور آپ کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے

اَنْفُسَهُمْ	وَمَا يَضُرُّوْنَكَ	مِنْ شَيْءٍ	وَاَنْزَلَ	اللّٰهُ	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَعَلَّمَكَ	مَا
اپنے آپ	اور نہیں بگاڑ سکتے آپ کا	کچھ بھی	اور نازل کی	اللہ	آپ پر	کتاب	اور حکمت	اور آپ کو سکھایا	جو

لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝۱۱۳ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا

اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی ہاں مگر جو لوگ ایسے

لَمْ تَكُنْ	تَعْلَمُ	وَكَانَ	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكَ	عَظِيْمًا	لَا خَيْرَ	فِيْ	كَثِيْرٍ	مِّنْ	نَّجْوٰىهُمْ	اِلَّا
نہیں تھے	تم جانتے	اور ہے	فضل	اللہ	آپ پر	بڑا	نہیں کوئی بھلائی	میں	اکثر	سے	اُن کے مشورے	مگر

مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ

ہیں کہ خیرات کی یا کسی اور نیک کام کی یا لوگوں میں باہم صلاح کردینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے

مَنْ اَمَرَ	بِصَدَقَةٍ	اَوْ	مَعْرُوْفٍ	اَوْ اِصْلَاحٍ	بَيْنَ النَّاسِ	وَمَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	ابْتِغَآءَ
حکم دے	خیرات کا	یا	اچھی بات کا	یا اصلاح کرانا	لوگوں کے درمیان	اور جو	کرے	یہ	حاصل کرنا

مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۱۴ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى

سو ہم اُس کو عنقریب اجر عظیم دیں گے اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اُس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر

مَرْضَاتِ اللّٰهِ	فَسَوْفَ	نُؤْتِيْهِ	اَجْرًا	عَظِيْمًا	وَمَنْ	يُّشَاقِقِ	الرَّسُوْلَ	مِنْ بَعْدِ	مَا	تَبَيَّنَ	لَهُ	الْهُدٰى
اللہ کی رضا	سو عنقریب	ہم اسے دیں گے	ثواب	بڑا	اور جو	مخالفت کرے	رسول	اس کے بعد	جب	ظاہر ہو چکی	اسکے لئے	ہدایت

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۵

دوسرے رستہ ہولیا تو ہم اُس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اُس کو جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ بُری جگہ ہے جانے کی

وَ	يَتَّبِعْ	غَيْرَ	سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ	نُوَلِّهٖ	مَا تَوَلّٰى	وَنُصْلِهٖ	جَهَنَّمَ	وَ	سَآءَتْ	مَصِيْرًا
اور	چلے	خلاف	مومنوں کا راستہ	ہم حوالہ کردیں گے	جو اس نے اختیار کیا	اور ہم اسے داخل کرینگے	جہنم	اور	بُری جگہ	پہنچنے (پلٹنے) کی جگہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وعصمت

اس رکوع میں تین آیات ہیں اور ان میں بھی اسی واقعہ کی طرف بطور تتمہ کے اشارہ ہے جس کا بیان گزشتہ رکوع کی آیات میں ہوا تھا۔ ان آیات میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب ہے اور اظہار ہے آپ کی عظمت شان اور عصمت کا اور اس کا آپ کمال علمی میں جو کہ تمام کمالات سے افضل اور اول ہے سب سے فائق ہیں اور اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے انتہا فضل ہے اور اس کے بعد اس شخص کی سزا کا اعلان ہے کہ جس شخص کو حق بات واضح ہو چکے اور پھر بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی جدی راہ اختیار کرے چنانچہ یہاں پہلی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ

یعنی جب اللہ کا فضل وعنایت آپ کے ساتھ ہے تو پھر کس کا قابو آپ کو بہکانے میں چل سکتا ہے بنوابیرق کے خاندان والوں اور بشیر کی حمایت کرنے والوں نے آ کر بے قصور کو قصوروار اور قصوروار کو بے گناہ بنانے میں تو اپنی باتوں سے کوئی کمی نہیں کی تھی اور آپ کو اپنی رنگ آمیز باتوں سے دھوکہ دینا چاہتے تھے اور آپ سے خلاف حق فیصلہ کرانا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت آپ کے ساتھ تھا بذریعہ وحی آپ کو حقیقت بتلا دی گئی اور واقعہ سے مطلع کر دیا گیا اور آپ کی عصمت کو قائم رکھا اور آئندہ بھی کسی کا اس طرح سے آپ کو نقصان پہنچانا ناممکن اور محال ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے آپ پر کتاب نازل کی اور حکمت کی باتیں اتاریں اور حکمت کی باتیں اتاریں اور بہت سی غیب کی خبروں پر آپ کو مطلع کیا تو جس پر اللہ کا فضل خاص ہو اور اس کو کون ضرر اور نقصان پہنچا سکتا ہے کہ کسی غلطی میں مبتلا کر دے۔

خیر وشر کی سرگوشیاں اور مشورے

خاندان بنوابیرق نے بشیر منافق کی حمایت میں جمع ہو کر جو خفیہ مشورہ اور سرگوشی کی تھی اس میں کوئی خیر نہ تھی اس لئے آگے دوسری آیت میں مشوروں اور سرگوشیوں کے متعلق بیان فرمایا۔

اگرچہ یہ آیت بشیر کے خاندان والوں کے حق میں نازل ہوئی مگر حکم آیت کا عام ہے اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ جو لوگ آپس میں چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے ہیں ان میں سے اکثر بھلائی اور خیر سے خالی ہوتی ہیں کہ نہ ان میں مخلوق کا روحانی فائدہ ہوتا ہے نہ جسمانی' نہ کسی کو نفع رسانی کا مشورہ۔ نہ دفع ضرر کی ہدایت اس لئے لوگوں کی سرگوشیاں عام طور پر خیر پر مبنی نہیں ہوتیں۔ ہاں جو سرگوشیاں نیکیوں کے لئے ہوں اور مجالس شوریٰ میں اللہ کے نیک بندے کار خیر کا مشورہ کرتے ہیں کہ جس میں دوسروں کی ہمدردی ہو یا خیر خیرات کرنے کی ہدایت ہو۔ یا لوگوں سے حسن سلوک کا مشورہ ہو۔ یا شر وفساد اور فتنہ کے دور کرنے کی تدبیر ہو یا لوگوں میں اصلاح کرانے کے لئے صلاح مشورہ ہوں تو ایسی مجلس اور سرگوشیاں ضرور بہتری وبھلائی اور خیر پر مبنی ہے بشرطیکہ ان تمام کارہائے خیر میں بھی محض حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضاجوئی مقصود ہو تو اس کے لئے اجر عظیم کی بشارت اور وعدہ ہے گویا اس آیت میں مجالس شر کے انعقاد کی ممانعت اور ایسی مجالس میں شرکت کی ممانعت کی طرف اشارہ فرما دیا اور مجلس شوریٰ منعقد کرنے اور ان میں نیک اغراض ومقاصد کو پیش نظر رکھنے کی صراحت فرما دی گئی اور اس کو باعث اجر وثواب بتلایا گیا۔

یہاں آیت میں نیک کاموں میں تخصیص کے ساتھ اصلاح بین الناس بھی فرمایا گیا ہے یعنی لوگوں میں باہم صلح کرانا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک بہت اہم اور خاص نیکی ہے چنانچہ لوگوں کی باہمی رنجشیں دور کرنے اور ان کے آپس میں مصالحت اور موافقت پیدا کرنے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نہایت اہم ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا انجام

آگے یہاں تیسری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مخالفت کا انجام بتلایا جاتا ہے۔

یہ شانِ نزول کے سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ جب منافق بشیر کی چوری ثابت ہوگئی اور مسروقہ مال برآمد کر کے اس کے مالک حضرت رفاعہؓ کو دلایا گیا تو بشیر ناخوش ہو کر مکہ کو بھاگ گیا اور مرتد ہو کر وہاں مشرکوں سے مل گیا تو اس تیسری آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اگر چہ شانِ نزول آیت کا خاص ہے مگر حکم عام ہے کہ جو شخص باوجود ظہور ہدایت اور نزول قرآن اور حقانیت اسلام کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اور راہ اسلام چھوڑ کر دوسرا راستہ یعنی کفر و شرک کا راستہ اختیار کرے گا تو دنیا میں وہ جو کچھ کرتا ہے کر لے آخرت میں اس کو اپنے اس اعمال کی پاداش میں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ تو یہاں آیت میں دو باتوں کا جرم عظیم ہونا اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا گیا۔ ایک مخالفت رسولؐ اور دوسرے اتباع غیر سبیل المؤمنین یعنی جو شخص مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر کسی اور راہ کی پیروی کرے یعنی مسلمانوں کے مسلم اور متفق علیہ طریقہ کو چھوڑ کر جو شخص نیا طریقہ اختیار کرے اور جس کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر اس کے خلاف کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے تو مخالفت رسولؐ تو ظاہر ہے کہ کفر اور وبال عظیم ہے اور اس پر تو وعید جہنم ظاہری ہے علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص غیر شرعی طریق پر چلے شرع ایک طرف ہو اور اس کی راہ ایک طرف ہو۔ فرمان رسول کچھ ہو اور اس کا منتہائے نظر کچھ ہو حالانکہ اس پر حق کھل چکا ہو تو وہ بھی اس وعید میں شامل ہے اور دوسری چیز یعنی اتباع غیر سبیل المؤمنین کے متعلق علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اجماع اُمت بھی واجب ہے۔ اور حجت ہے یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے اُس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت گناہ عظیم ہے۔ گویا اجماع امت کا مخالف اور منکر بھی کافر ہے۔

دعا کیجئے

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام سے نوازا ہے تو ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع بھی نصیب فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی مخالفت سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ ہم کو مومنین مخلصین کی راہ پر چلنا نصیب فرما اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہنے کی توفیق ہمارے لئے مقدر فرما۔ یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت وعظمت عطا فرما اور آپ کی عظمت ومحبت کے ساتھ آپ کے اتباع کی دولت عطا فرما۔ یا اللہ ہمارے مشورہ اور سرگوشیوں میں خیر وبرکت عطا فرما اور نیکی وبھلائی کے لئے ہم کو مشورہ کرنا نصیب فرما اور آپس میں مصالحت وموافقت پیدا کرنے کی ہم کو توفیق عطا فرما اور ان تمام باتوں سے ہمیں بچا جو آپس میں اختلاف افتراق اور رنجش پیدا کرنے والی ہوں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ اُن کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور

اِنَّ اللّٰهَ	لَا يَغْفِرُ	اَنْ يُّشْرَكَ	بِهٖ	وَيَغْفِرُ	مَا	دُوْنَ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَمَنْ	يُّشْرِكْ	بِاللّٰهِ
بیشک اللہ	نہیں بخشتا	کہ شریک ٹھہرایا جائے	اس کا	اور بخشے گا	جو	سوا	اس	جس کو	وہ چاہے	اور جس	شریک ٹھہرایا	اللہ کا

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دُور کی گمراہی میں جا پڑا

فَقَدْ ضَلَّ	ضَلٰلًا	بَعِيْدًا
سو گمراہ ہوا	گمراہی	دُور

ربط: گزشتہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنے والے کی سزا بیان فرمائی گئی تھی۔

اب آگے سب سے بڑی مخالفت رسول اور مسلمانوں سے جدا راستہ "شرک" کا ہے اس لئے شرک اور اہل شرک کی مذمت کے ساتھ ان کا انجام اس آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

شان نزول

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک بوڑھا عربی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں گناہوں میں غرق ایک بوڑھا ہوں لیکن میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا بلکہ اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کے سوا کبھی کسی کو کارساز نہیں سمجھا اور نہ میں نے کبھی ایک لمحہ کے لئے یہ خیال کیا کہ میں اللہ سے بچ کر کہیں بھاگ سکتا ہوں۔ اب فرمایئے میرے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

شرک ناقابل معافی جرم ہے

یہاں اس آیت میں صاف اور واضح طور پر فرمادیا گیا کہ شرک کے ساتھ اگر کوئی مرا ہے اور زندگی میں اس سے توبہ نہیں کی تو یہ جرم ناقابل مغفرت ہے اور اس کے علاوہ دوسرے گناہوں سے مغفرت ہو سکتی ہے بلا توبہ کے بھی مگر جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہیں یہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ چاہیں تو بغیر کسی سزا کے بالکلیہ معاف فرمادیں۔ چاہیں تو تھوڑی بہت سزا دیکر معاف کردیں مگر شرک و کفر کی سزا دائمی اور ابدی ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ توحید عقلاً اور نقلاً واجب ہے اور شرک و کفر فی الحقیقت بغاوت اور صانع عالم کی اہانت ہے اس لئے دونوں ناقابل معافی جرم سمجھے گئے ہیں اور دوسرے تمام گناہ شرک و کفر سے کم درجہ سمجھے گئے ہیں اس لئے بغیر توبہ کے بھی قابل معافی ہیں اور بلا توبہ کی قید اس لئے لگائی کہ توبہ سے تو سو سال کا کفر و شرک بھی ایک منٹ میں معاف ہو جاتا ہے۔ یہاں مقصود بلا توبہ کے مغفرت کا مسئلہ بتلاتا ہے کہ کفر و شرک سے نیچے درجہ کے جو گناہ ہیں صغیرہ ہو یا کبیرہ وہ سب بلا توبہ کے قابل مغفرت ہیں مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ چاہے بغیر کسی سزا کے معاف کردیں چاہے سزا دیکر معاف کردیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہماری تمام گزشتہ تقصیرات اور گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمادیجئے اور اپنی مغفرت و رحمت سے ہم سب کو نواز دیجئے۔ یا اللہ بیشک شرک ایسا جرم عظیم اور سخت گناہ ہے کہ جس سے اگر دنیا میں سچی اور خالص توبہ نہ کی گئی تو آخرت میں ہرگز قابل عفو و مغفرت نہ ہوگا اور جس کی دائمی اور ابدی سزا جہنم ہے۔ یا اللہ اہل اسلام کو شرک کی گندگی سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمایئے اور اسلام کو صحیح اور حقیقی معنیٰ میں اپنانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ امت مسلمہ کے وہ افراد جو رسومات شرک جلی یا خفی میں گرفتار ہیں ان کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمایئے اور شرک کی گندگی سے نجات دنیا میں ہی عطا فرمادیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا ۚ وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَعَنَهُ اللَّهُ

یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ حکم سے باہر ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور ڈال رکھا ہے

إِنْ يَدْعُونَ	مِنْ دُونِهِ	إِلَّا إِنَاثًا	وَإِنْ	يَدْعُونَ	إِلَّا	شَيْطَانًا	مَرِيدًا	لَعَنَهُ اللَّهُ
وہ نہیں پکارتے	اس کے سوا	مگر عورتیں	اور نہیں	پکارتے ہیں	مگر	شیطان	سرکش	اللہ نے اس پر لعنت کی

وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ

اور جس نے یوں کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ لوں گا، اور میں انکو گمراہ کرونگا اور میں انکو ہوس دلاؤنگا

وَقَالَ	لَأَتَّخِذَنَّ	مِنْ	عِبَادِكَ	نَصِيبًا	مَفْرُوضًا	وَلَأُضِلَّنَّهُمْ	وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ
اور اس نے کہا	میں ضرور لوں گا	سے	تیرے بندے	حصہ	مقررہ	اور انہیں ضرور بہکاؤں گا	اور انہیں ضرور امیدیں دلاؤں گا

وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَّخِذِ

اور میں انکو تعلیم دونگا جس سے وہ چارپاؤں کے کانوں کو تراشا کریں گے اور میں انکو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی صورت کو بگاڑا کرینگے اور جو شخص خدا تعالیٰ

وَلَآمُرَنَّهُمْ	فَلَيُبَتِّكُنَّ	آذَانَ	الْأَنْعَامِ	وَلَآمُرَنَّهُمْ	فَلَيُغَيِّرُنَّ	خَلْقَ اللَّهِ	وَمَنْ	يَتَّخِذِ
اور انہیں سکھاؤں گا	تو وہ ضرور چیریں گے	کان	جانور (جمع)	اور انہیں سکھاؤں گا	تو وہ ضرور بدلیں گے	اللہ کی صورتیں	اور جو	پکڑے (بنائے)

الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ

کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا وہ صریح نقصان میں واقع ہوگا شیطان ان لوگوں سے وعدے کیا کرتا ہے اور انکو ہوسیں دلاتا ہے

الشَّيْطَانَ	وَلِيًّا	مِنْ	دُونِ اللَّهِ	فَقَدْ خَسِرَ	خُسْرَانًا	مُبِينًا	يَعِدُهُمْ	وَيُمَنِّيهِمْ
شیطان	دوست	سے	اللہ کے سوا	تو وہ پڑا نقصان میں	نقصان	صریح	وہ ان کو وعدہ دیتا ہے	اور انہیں امید دلاتا ہے

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾

اور شیطان ان سے صرف جھوٹے وعدے کرتا ہے ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اُس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پاویں گے۔

وَمَا يَعِدُهُمُ	الشَّيْطَانُ	إِلَّا	غُرُورًا	أُولَٰئِكَ	مَأْوَاهُمْ	جَهَنَّمُ	وَلَا يَجِدُونَ	عَنْهَا	مَحِيصًا
اور انہیں وعدے نہیں دیتا	شیطان	مگر	صرف فریب	یہی لوگ	جن کا ٹھکانا	جہنم	اور وہ نہ پائیں گے	اس سے	بھاگنے کی جگہ

مشرکین کے عقائد واعمال

یہاں مشرکین کی انتہا درجہ کی ضلالت و جہالت ظاہر فرمائی جاتی ہے کہ اول تو اللہ کے سوا کسی غیر کو معبود بنانا اس سے بڑھ کر ضلالت کیا ہو سکتی ہے پھر بنایا تو کس کو پتھروں کو جن میں کسی قسم کی حس و حرکت بھی نہیں اور جنکا نام بھی رکھا تو عورتوں کا سا جیسے لات، منات، نائلہ، عزیٰ اور کس کے بتلانے سے؟ شیطان مردود وملعون کے بہکانے سے۔ اس سے بڑھ کر جہالت اور ضلالت کیا ہوگی۔ آگے مردود و ملعون شیطان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت شیطان اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے اور سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون و مردود ہوا تو اس وقت اس نے یوں کہا تھا میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر

حصہ لوں گا۔ یعنی شیطان جب ملعون ومردود کیا گیا تو اس نے تو اسی وقت کہا تھا کہ میں تو آدم کی وجہ سے غارت ہو ہی چکا مگر میں بھی تیرے بندوں اور اولاد آدم میں سے اپنے لئے ایک مقدار معلوم اور بڑا حصہ لوں گا یعنی ان کو گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لے جاؤں گا جیسا کہ سورۂ حجر چودھویں پارہ میں اور سورۂ بنی اسرائیل پندرھویں پارہ میں مذکور ہے تو یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ مردود اور ملعون ہونے کے علاوہ شیطان تو جملہ بنی آدم کا روز اول سے سخت دشمن اور بدخواہ ہے اور اس دشمنی کو صاف ظاہر کر چکا ہے تو اب یہ احتمال بھی نہ رہا کہ گو شیطان ہر طرح سے خبیث وگمراہ ہے مگر شاید کسی کو خیر خواہانہ نفع کی کوئی بات بتلا دے بلکہ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دشمن ازلی تو بنی آدم کو جو کچھ بتلائے گا انکی گمراہی اور بربادی ہی کی بات بتلائے گا پھر ایسے گمراہ اور بدخواہ کی اطاعت کرنا کس قدر جہالت اور نادانی ہے۔

شیطان کا ایجنڈا

ایک بات یہ کہی **ولاضلنھم** یعنی جو لوگ میرے حصہ میں آئیں گے میں ضرور ان کو طریق حق اور راہ راست سے گمراہ کرونگا یعنی ان کے دلوں میں وسوسے ڈال کر حق بات سے انکو پھیروں گا اور جو ان وسوسوں میں پڑ جائے گا وہ میرا تابع ہو جائے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دوسری بات یہ کہی **ولامنینھم** اور میں ضرور انہیں آرزوؤں اور ہوسوں میں الجھائے رکھوں گا یعنی طرح طرح کی امیدوں اور آرزوؤں میں مبتلا کروں گا تاکہ بے دھڑک ہو کر وہ تیری معصیتیں کریں حتیٰ کہ جزا وسزا کا ان کو خیال بھی نہ آئے مثلاً یہ سمجھاؤں گا کہ تم دنیا کے مزے اڑاؤ خدا جانے آخرت ہو یا نہ ہو اور اگر ہوئی بھی تو ابھی عمر بہت باقی ہے دنیا کے عیش کرلو پھر توبہ کر لینا۔

تیسری بات یہ کہی **ولامرنھم فلیبتکن اذان الانعام.** اور ضرور لوگوں کو سکھاؤں گا کہ وہ جانوروں کے کان چیر کر بتوں کے نام پر ان کو چھوڑا کریں یعنی میں انہیں ضرور اعمال کفریہ اور رسوم شرکیہ کا حکم دوں گا کہ وہ میرے حکم سے بتوں کے نام پر جانوروں کے کان کاٹیں گے۔ مشرکین عرب کا یہ دستور تھا کہ جب اونٹنی پانچ بچہ جن لیتی اور پانچواں بچہ نر ہوتا تو اس کے کان چیر کر بتوں کے نام پر اسکو چھوڑ دیتے نہ اس کا دودھ پیتے اور نہ اس پر سوار ہوتے اور نہ اس کی اون لیتے اور یہ سمجھتے کہ یہ فعل بتوں کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ یہاں اسی رسم کی طرف اشارہ ہے۔

چوتھی بات یہ کہی **ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ** اور میں انکو ضرور تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے۔ اس جملہ کے مطلب میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ بعض مفسرین نے تو اس کو ظاہر معنیٰ پر محمول کر کے مراد لی ہے اور ایسے فسقیہ اعمال مراد لئے ہیں جیسے زندگی کی امید میں بچہ کے کان ناک چھید دینا' بدن کو سوئی سے گود کر تل بنانا' یا نیلے داغ دینا یا عورتوں کا دانتوں کو ریت کر باریک ومہین بنانا۔ یا مرد کو خصی کر کے خواجہ سرا بنانا یا بچوں کے سر پر کسی کے نام کی چوٹی رکھنا یا ایک مرض جواب عام ہے یعنی داڑھی منڈانا اور بعض علماء نے فرمایا کہ مردوں کا سیاہ خضاب کرنا اور مردوں کا عورتوں کے مشابہ بننا اور عورتوں کا مردوں کے مشابہ اور ہم لباس بننا بھی تغیر خلق اللہ میں داخل ہے۔ مگر ایک بات یہاں سمجھ لینے کی ہے کہ اس جملہ میں اور اسکی ظاہر مراد میں ہر تغیر کی مذمت مقصود نہیں بلکہ جو تغیر باعث افساد ہو وہ مذموم ہے جیسے داڑھی منڈوانا ورنہ اگر عدم افساد ہو بلکہ اس کے ساتھ کچھ اصلاح بھی ہوتی ہو تو وہ مستحسن ہے جیسے ختنہ کرانا' ناخن ترشوانا اور جس تغیر میں نہ افساد ہو نہ اصلاح وہ جائز ہو گا جیسے جانوروں کا خصی کرانا' مقدار مسنونہ سے بڑھی ہوئی داڑھی ترشوانا' لیکن فساد یا اصلاح کے وجود وعدم کا اصل مدار شریعت پر ہو گا نہ کہ عرف پر کیونکہ اول تو عرف شرع کی برابر نہیں اور بعض مفسرین نے تغیر خلق اللہ سے یہ مراد لی ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی اصل فطرت میں راستی اور توحید قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی ہے مگر پھر بھی شیطانی خیالات کی وجہ سے کفر وشرک اور گمراہی میں پڑ کر مخلوق الٰہی میں تغیر پیدا کرتا ہے اور اللہ کی مقرر کی ہوئی باتوں کو بدلنا

ہے اور اسکے دین کو کفر سے حلال کو حرام سے تبدیل کرتا ہے۔ غرض کہ جو کوئی کسی طرح ان باتوں میں مبتلا ہو تو اسکو سمجھنا چاہیے کہ وہ شیطان کے مقررہ حصہ میں وہ بھی نہ داخل ہو۔

شیطان کے دوست کا انجام

اب جب شیطان کی خباثت وشرارت اوراس کی کیفیت بیان ہو چکی تو اب اس میں کچھ شک نہ رہا کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی اطاعت کرے گا اور شیطان کو اپنا دوست بنا کر اسکی پیروی کرے گا اوراس کے کہنے پر چلے گا اور اللہ ورسول کے فرمان کو نہ مانے گا تو اس کو کھلا ہوا نقصان اٹھانا پڑے گا اور آخرت میں تباہی نصیب ہوگی اور جنت کو چھوڑ کر جہنم کو خریدنا ہوگا۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

کیونکہ وہ بے روک ٹوک دنیاوی خواہشوں کو پورا کرنے کو کہتا ہے اور جھوٹے اور فریب کے وعدوں میں پھنسائے رکھتا ہے اسلئے بنی نوع انسان کو اس امر سے آگاہ کیا جارہا ہے اور اس حقیقت حال کو اگلی آیت میں واضح کیا۔

اخیر میں ایسے لوگوں کا جو اللہ کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی اطاعت کرتے ہیں انجام بتلایا گیا اور یہاں اخیر آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

''ایسے لوگوں کا جو کہ شیطان کی راہ چلتے ہیں ٹھکانہ جہنم ہے اور اس جہنم سے بچنے کی کہیں وہ جگہ نہ پاویں گے کہ وہاں جا کر پناہ لے لیں''

دعا کیجئے

مولائے کریم ہم کو اپنا بندہ بنالے اور شیطان کے فریب اور دھوکہ سے ہم کو بچالے۔

اے اللہ ہمیں ظاہر میں وباطن میں اسلام حقیقی نصیب فرمادے اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاکؐ کے حکموں پر چلنے والا بنادے۔

یا اللہ ہمیں جب تک آپ زندہ رکھیں طریق حق پر قائم رکھیں اور آخرت کی فکر نصیب فرمائیں اور حرص وطول امل اور بے جا آرزوؤں اور ہوسوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔

یا اللہ تمام ناپاک اور کفریہ اور شرکیہ اعمال واقوال سے ہمیں تازیست دور رکھئے اور شیطان کے پھندے اور اس کے مقررہ حصہ میں شامل ہونے سے ہمیں بچالیجئے۔

یا اللہ ابلیس شیطان جو ہمارا ازلی دشمن اور بدخواہ ہے اس کے فریب اور دھوکہ سے ہمیں بچنے کی ہمت عطا فرمادے اور ہم کو اپنا بندہ بن کر زندہ رہنے اور اس پر مرنے کی توفیق نصیب فرمادے۔

یا اللہ مسلمانوں میں جو شرکیہ اعمال ورسوم جاری ہو گئے ہیں ان سے باز رہنے اور سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

یا اللہ اس وقت اسلام کا نام لے کر جنہوں نے ملعون ومردود شیطان کو اپنا رفیق بنا رکھا ہے اور اس کی اطاعت اور پیروی میں لگے ہوئے ہیں ان کو ہدایت اور دین کی سمجھ عطا فرمادے اور شیطانی جال سے ان کو نکلنے کی توفیق عطا فرما اور آخرت کی تباہی وبربادی سے ان کو بچنا نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ہم اُن کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ اُن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ	سَنُدْخِلُهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
اور جو لوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	اچھے	ہم عنقریب انہیں داخل کریں گے	باغات	بہتی ہیں	سے	ان کے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ

وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے خدا تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے، اور سچا وعدہ فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	اَبَدًا	وَعْدَ اللّٰهِ	حَقًّا	وَمَنْ	اَصْدَقُ	مِنَ	اللّٰهِ	قِيْلًا	لَيْسَ	بِاَمَانِيِّكُمْ
ہمیشہ رہیں گے	اس میں	ہمیشہ ہمیشہ	اللہ کا وعدہ	سچا	اور کون	سچا	سے	اللہ	بات میں	نہ	تمہاری آرزوؤں پر

وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے جو شخص کوئی بُرا کام کریگا وہ اُس کے عوض میں سزا دیا جاوے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا

وَلَا	اَمَانِيِّ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مَنْ يَّعْمَلْ	سُوْۗءًا	يُّجْزَ بِهٖ	وَلَا يَجِدْ	لَهٗ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	وَلِيًّا
اور نہ	آرزوئیں	اہل کتاب	جو کرے گا	بُرائی	اس کی سزا پائے گا	اور نہ پائے گا	اپنے لئے	سے	اللہ کے سوا	کوئی دوست

وَّلَا نَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ

نہ مددگار ملے گا اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سو ایسے لوگ

وَّلَا نَصِيْرًا	وَمَنْ	يَّعْمَلْ	مِنَ	الصّٰلِحٰتِ	مِنْ	ذَكَرٍ	اَوْ اُنْثٰى	وَهُوَ	مُؤْمِنٌ	فَاُولٰۗىِٕكَ
اور نہ مددگار	اور جو	کرے گا	سے	اچھے کام	سے	مرد	یا عورت	بشرطیکہ وہ	مومن	تو ایسے لوگ

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝

جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا

يَدْخُلُوْنَ	الْجَنَّةَ	وَلَا	يُظْلَمُوْنَ	نَقِيْرًا
داخل ہوں گے	جنت	اور نہ	ان پر ظلم ہوگا	تل برابر

مومنین مخلصین کا انعام

گزشتہ آیات میں شیطان کی پیروی اور اتباع کرنے والوں کو وعید سنائی گئی تھی۔ اب آگے ان لوگوں کے مقابل مومنین مخلصین کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو دل و جان سے اللہ اور اس کے رسول کو مانتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا جنہوں نے اللہ اور رسول کے احکامات کو دل سے مانا اور حکم شرع کے مطابق نیک اعمال کیے وہ آخرت میں جنت کے باغات میں داخل کیے جائیں گے اور ان کا داخل ہونا عارضی نہ ہوگا بلکہ وہ ہمیشہ ابدالآباد وہیں رہیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کا پکا اور سچا وعدہ فرمارہے ہیں تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ جب تم کو یہ معلوم ہو چکا تو تم کو چاہیے کہ اللہ کے وعدہ پر بھروسہ کر کے ایمان کے ساتھ عمل صالح کرو اور شیطان کے جھوٹے وعدوں پر بھروسہ کر کے اس کے دھوکہ میں مت آؤ۔

آیت نمبر ۱۲۳ کا شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ اور ایک جماعت تابعین نے ان آیات کا

ایک خاص شان نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک بار چند یہودی اور چند عیسائی اور چند مسلمان ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہودی بولے ہمارے نبی سب سے افضل تھے اور ہم انبیاء کی اولاد ہیں اس لئے صرف ہم ہی جنت میں جائیں گے عیسائی بولے جنت میں تو صرف ہم ہی جائیں گے کیونکہ ہمارے پیغمبر عیسی علیہ السلام (نعوذ باللہ) خدا کے بیٹے ہیں ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوکر سولی پر چڑھ چکے جس سے ہمارے سب گناہ معاف کر دیئے گئے اب ہم گناہوں سے پاک ہیں ہم پر کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا۔ مسلمان کہنے لگے ہمارے نبی اور پیشوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم الانبیاء اور تمام رسولوں کے سردار ہیں اس لئے ہم ہی جنت میں جائیں گے کیونکہ ہم ان کے ماننے والے ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں بتلایا گیا کہ صرف زبانی دعویٰ کرنے سے صداقت وحقانیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ایماندار وہ ہے جس کا دل صاف ہو اور عمل شاہد ہوں اور خدائی دلیل اس کے ہاتھوں میں ہو۔ نرے دعوے کوئی وقعت نہیں رکھتے خواہ وہ اہل اسلام کے ہوں یا یہود و نصاریٰ کے نجات کا مدار صرف زبانی دعووں پر نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے رسول کی تابعداری پر ہے۔ برائی کرنے والے محض کسی نسبت کی وجہ سے ناممکن ہے کہ اس برائی کے خمیازہ سے چھوٹ جائیں یعنی یہ تفاخر اور تعلق کسی کے لئے زیبا نہیں اور محض خیالات اور تمناؤں اور دعووں سے کوئی کسی پر افضل نہیں ہوتا۔ مدار اعمال واطاعت پر ہے۔ کسی کا نبی اور کتاب کتنی ہی افضل واشرف ہو اگر وہ عمل غلط کرے گا تو اس کی سزا پائے گا۔

طاقت کے مطابق عمل کرتے رہو

روایات میں ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ سن کر یعنی جو کوئی کچھ برائی کرے گا اس کی سزا دی جائے گی۔ صحابہ کرامؓ بڑے متفکر ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ یہ سن کر ہم سخت غم اور فکر اور رنج میں پڑ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس آیت نے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں۔ ذرا سی بھی برائی ہوگی تو اس کی جزا ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فکر میں نہ پڑو۔ اپنی طاقت اور قدرت کے مطابق عمل کرتے رہو کیونکہ تمہیں دنیا میں جو بھی کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آتی ہے یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ اور برائی کی جزا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے پاؤں میں کانٹا لگ جائے تو وہ بھی کفارہ گناہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کو دنیا میں جو بھی کوئی غم یا تکلیف یا بیماری یا فکر لاحق ہوتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

الغرض خلاصہ یہ کہ یہاں مسلمانوں کو بھی یہ ہدایت دی ہے کہ محض دعووں اور تمناؤں میں نہ لگیں بلکہ عمل کی فکر کریں بلکہ کامیابی صرف اس سے نہیں کہ تم فلاں نبی یا فلاں کتاب کے نام لینے والے ہو بلکہ اصل فلاح اس میں ہے کہ اس کتاب اور نبی پر صحیح ایمان اور اس کے مطابق اعمال صالحہ ہوں۔

نجات کا قانون

اخیر میں نجات اخروی اور دخول جنت کا قانون یہ فرمایا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا.

تو اس میں اشارہ فرمادیا کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ یا دوسرے غیر مسلم اگر ان کے اعمال نیک بھی ہوں تو چونکہ ان کا ایمان صحیح نہیں اس لئے آخرت میں وہ عمل مقبول نہیں اور اہل اسلام کا چونکہ ایمان بھی صحیح ہے اور عمل بھی نیک ہے اس لئے وہ کامیاب اور دوسروں سے افضل اور نجات اخروی کے مستحق ہیں تو شان نزول کا خیال کرتے ہوئے مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ میں جو مکالمہ ہوا تھا اس پر فیصلہ فرمایا گیا اور فریقین کو صحیح راہ ہدایت بتلائی گئی اور نجات اخروی اور جنت میں داخلہ کا قانون بتلایا گیا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں ایمان کے ساتھ عمل صالح کی بھی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہمارے دکھ درد امراض اور پریشانیوں کو باعث کفارۂ سیئات بنا اور جو برائیاں اور گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان کی دنیا ہی میں معافی فرما کر آخرت میں پاک صاف کر کے اٹھا۔ یا اللہ آخرت کی کامیابی کا دارومدار آپ کی اطاعت ورضا وبندگی پر ہے نہ کہ خالی تمناؤں اور زبانی دعووں پر یا اللہ ہمیں ایمان کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرما کہ جو آپ کی رضا وخوشنودی کا باعث ہوں۔ یا اللہ ہم کو تو آپ نے بہترین دین دین اسلام اور بہترین کتاب قرآن مجید اور نبیوں میں سب سے اعلیٰ وافضل نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے مگر ہم نے ان انعامات کی خاطر خواہ قدر دانی نہ کی۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ

اور ایسے شخص سے زیادہ اچھا کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو اور وہ ملتِ ابراہیم کا اتباع کرے جس میں کجی کا نام نہیں

وَمَنْ	اَحْسَنُ	دِيْنًا	مِّمَّنْ	اَسْلَمَ	وَجْهَهٗ	لِلّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	وَّاتَّبَعَ	مِلَّةَ	اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا
اور کون۔کس	زیادہ بہتر	دین	سے۔جس	جھکادیا	اپنامنہ	اللہ کیلئے	اور وہ	نیکوکار	اور اس نے پیروی کی	دین	ابراہیم	ایک کا ہوکر رہنے والا

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنایا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ

وَاتَّخَذَ	اللّٰهُ	اِبْرٰهِيْمَ	خَلِيْلًا	وَلِلّٰهِ	مَا	فِى السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِى	الْاَرْضِ	وَكَانَ	اللّٰهُ
اور بنایا	اللہ	ابراہیم	دوست	اور اللہ کے لئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	میں	زمین	اور ہے	اللہ

	بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطًا ۝	بِكُلِّ	شَىْءٍ	مُّحِيْطًا	
	تمام چیزوں کو احاطہ فرمائے ہوئے ہیں	ہر	چیز	احاطہ کئے ہوئے	

ایمان وعمل کی مقبولیت کا معیار

گزشتہ آیات سے یہ معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان اور نیک اعمال کا اعتبار ہے۔خالی خولی زبانی باتوں اور نرے دعووں کا کوئی نتیجہ نہیں۔

اب آگے ان آیات میں اسی بات کو کھول کر بیان فرمایا جاتا ہے اور دین کی افضلیت اور مقبولیت کا معیار بتلایا جاتا ہے کہ جس سے اس بات کا صحیح فیصلہ ہوسکتا ہے کون عند اللہ مقبول ہے اور کون نہیں۔

اول یہ کہ ہر مذہب کی حقانیت اور الہامی ہونے کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔صحیح عقائد اور نیک اعمال اور یہ دونوں چیزیں سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں موجود نہیں۔ دوسرے یہ مسلمہ امر ہے کہ دین ابراہیمی حق تھا چنانچہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں لہٰذا جو مذہب دین ابراہیمی کے موافق ہوگا وہی حق ہوگا۔

ملت حنفیہ اور اس کی خصوصیات

حنیف دراصل وہ ہے جو ہر باطل سے بیزار ہو کر ایک مولیٰ حقیقی کا رخ کر چکا ہو۔

اصطلاح میں صرف ملت ابراہیمی ملت حنیفہ کہلاتی ہے۔دین محمدی چونکہ ملت ابراہیمی کی خصوصیات کا سب سے نمایاں عنصر ہے اس لئے تمام دوسری ملتوں کی نسبت ملت محمدیہ ملت ابراہیم کے قریب تر ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے چالیس احکام شمار کرکے ایسے تحریر کئے ہیں جو ان ہر دو ملتوں میں تقریباً مشترک ہیں۔

(۱) دشمنان خدا سے جہاد کرنا (۲) بت شکنی (۳) غیر اللہ کی منت نہ ماننا (۴) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر جانور ذبح نہ کرنا (۵) رزق۔شفا اور موت کو صرف مسبب الاسباب کے قبضۂ قدرت میں تصور کرنا (۶) اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنا (۷) کہانت کو باطل سمجھنا (۸) بدفالی کا قائل نہ ہونا (۹) کسی ساعت کو منحوس نہ سمجھنا (۱۰) کواکب پرستی کا انکار کرنا (۱۱) نجومیوں سے مستقبل کے واقعات دریافت نہ کرنا (۱۲) آداب قربانی (۱۳) خصال فطرت (۱۴) جمل افعال حج (۱۵) کعبہ کا قبلہ ہونا (۱۶) مصیبت پر صبر کرنا (۱۷) نوحہ وغیرہ نہ کرنا (۱۸) تصویر اور مصوری سے اجتناب کرنا (۱۹) ترک نکاح ترک لذائذ۔ترک لباس اور گوشہ نشینی جیسے افعال اختیار نہ کرنا (۲۰) عبادت میں اتنی افراط سے

اجتناب کرنا جس سے حقوق العباد تلف ہوں (۲۱) کسب معاش۔ (۲۲) بلاضرورت سوال نہ کرنا۔ (۲۳) لباس صاف ستھرا رکھنا۔ (۲۴) لہو ولعب سے احتراز کرنا۔ (۲۵) والد کو اولاد اور اولاد کو والد کے جرم میں گرفتار نہ کرنا۔ (۲۶) حرمت زنا وغیرہ (۲۷) ستر عورت۔ (۲۸) ختنہ کرنا۔ (۲۹) عقیقہ کرنا۔ (۳۰) آداب ضیافت' (۳۱) پوشش ولباس کے احکام۔ (۳۲) عبادت کے وقت اچھی ہیئت کا خیال رکھنا۔ (۳۳) اشہر حرام کا احترام کرنا۔ (۳۴) محرمات نکاح' (۳۵) نکاح میں شاہدوں کا ہونا۔ (۳۶) زکوٰۃ۔ (۳۷) چاشت کی چار رکعتیں۔ (۳۸) تحریمہ میں رفع یدین کرنا۔ (۳۹) رکوع کا سجدہ پر مقدم ہونا (۴۰) نماز کی ہر نقل وحرکت میں تکبیر کہنا۔
(ترجمان السنہ جلد اول صفحہ ۵۲۶ و ۵۲۷)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

اور یہاں آیت میں فرمایا گیا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا تھا تو خلیل اللہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کی محبت میں اس درجہ فنا ہو چکا ہو کہ طبعی اور فطری طور پر اس کا ارادہ اور اختیار اور رغبت اللہ کے حکم کے تابع ہو جائے اور خلیل اللہ ہونا بارگاہ خداوندی میں تقرب کا ایک اعلیٰ مقام ہے اور یہ مقام ہمارے آقا وسردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھا جیسا کہ ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنا خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا۔

سب اللہ تعالیٰ کی مِلک میں ہے اور سب اس کے علم میں ہے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا.

یعنی حقیقت یہ ہے کہ خدا ہی کی ملک ہیں سب چیزیں جو کچھ بھی آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اس لئے قابل پرستش وعبادت وہی ہے اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو اپنے علم میں احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ پس کوئی اہل عالم کے جملہ اعمال خیر وشر کی جزا وسزا میں تردد نہ کرے۔ یعنی یہود ونصاریٰ و مشرکین عرب سب شرک میں مبتلا ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سب کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اس لئے قیامت کے دن ضرور ان کو ان کے اعمال کی سزا دے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اسلام سے ہم کو سچی محبت عطا فرمائیں اور شریعت مطہرہ کی پوری پابندی اور اتباع ظاہراً وباطناً نصیب فرمائیں۔
یا اللہ آپ کا شکر واحسان ہے کہ ہم کو اسلام عطا فرما کر ملت ابراہیمی کا اتباع نصیب فرمایا۔
یا اللہ ملت ابراہیمی کے اتباع کے ساتھ ہم کو صحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی توفیق بھی نصیب فرما۔
یا اللہ یہودیت ونصرانیت جو امت مسلمہ میں مختلف راستوں سے اور طریقوں سے گھستی چلی آ رہی ہے اس سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمایئے اور ہمیں دین اسلام سے سچی محبت عطا فرمایئے۔
یا اللہ ملت ابراہیمی کی خصوصیات جو آپ نے امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہیں ان کا ظاہراً وباطناً ہم کو اتباع نصیب فرما۔
یا اللہ آپ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقامات خلت اور محبوبیت عطا فرمائے ہیں ان میں مزید ترقی عطا فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات عالیہ کو بلند فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۖ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى

اور لوگ آپ سے عورتوں کے باب میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارہ میں تم کو حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی جو کہ قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جایا کرتی ہیں

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ	فِي النِّسَآءِ	قُلِ	اللّٰهُ	يُفْتِيْكُمْ	فِيْهِنَّ	وَمَا	يُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	فِي الْكِتٰبِ	فِيْ	يَتٰمَى
اور وہ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں	عورتوں کے بارہ میں	آپ کہدیں	اللہ	تمہیں حکم دیتا ہے	اُن کے بارہ میں	اور جو	سنایا جاتا ہے	تمہیں	کتاب (قرآن) میں	(بارہ) میں	یتیم

النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ

جو کہ ان یتیم عورتوں کے باب میں ہیں جن کو جو اُن کا حق مقرر ہے نہیں دیتے ہو اور ان کے ساتھ نکاح کرنے سے (بوجہ خوش جمال نہ ہونے کے) نفرت کرتے ہو اور کمزور بچوں کے

النِّسَآءِ	الّٰتِيْ	لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ	مَا كُتِبَ	لَهُنَّ	وَتَرْغَبُوْنَ	اَنْ	تَنْكِحُوْهُنَّ	وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ
عورتیں	وہ جنہیں	تم انہیں نہیں دیتے	جو لکھا گیا (مقرر)	انکے لئے	اور نہیں چاہتے ہو	کہ	انکو نکاح میں لے لو	اور بے بس

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

باب میں اور اس باب میں کہ یتیموں کی کارگزاری انصاف کے ساتھ کرو اور جو نیک کام کروگے سو بلاشبہ اللہ تعالیٰ

مِنَ	الْوِلْدَانِ	وَاَنْ	تَقُوْمُوْا	لِلْيَتٰمٰى	بِالْقِسْطِ	وَمَا تَفْعَلُوْا	مِنْ خَيْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
سے (بارہ) میں	بچے	اور یہ کہ	قائم رہو	یتیموں کے بارہ میں	انصاف پر	اور جو تم کروگے	کوئی بھلائی	تو بیشک	اللہ

كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾	كَانَ	بِهٖ	عَلِيْمًا
اُس کو خوب جانتے ہیں	ہے	اس کو	جاننے والا

شانِ نزول

زمانہ جاہلیت سے عرب میں یہ دستور چلا آرہا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو میراث نہیں دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میراث اسی کا حق ہے جو قبیلہ اور خاندان کی طرف سے دشمنوں سے لڑے اور اگر کوئی یتیم لڑکی اپنے باپ سے مال کی وارث ہوتی اور پھر وہ کسی کی تربیت و پرورش میں ہوتی تو اگر وہ خوبصورت ہوتی تو اس کا ولی خود اس سے نکاح کر لیتا مگر اس کا پورا مہر نہ دیتا اور اگر وہ لڑکی بدصورت ہوتی تو ولی نہ خود اس سے نکاح کرتا اور نہ کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح کرتا تاکہ اس لڑکی کا مال دوسرے کے قبضہ میں نہ چلا جائے اس پر اس سورۂ نساء کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی تھیں جس میں عورتوں اور یتیموں کے حقوق اور ان کی میراث کے احکام مفصل بیان کر دیئے گئے۔ اس پر مختلف واقعات پیش آئے۔ بعض مسلمانوں کو تو یہ خیال ہوا کہ عورتوں اور بچوں کو عارضی طور پر کسی مصلحت سے شریک میراث کیا جارہا ہے ورنہ فی نفسہ یہ اس کے اہل نہیں اس لئے بعض لوگ اس کی منسوخیت کے منتظر رہے اور جب منسوخ نہ ہوئے تو مشورہ ہوا کہ ہم کو خود جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا چاہیئے چنانچہ بعض نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لڑکی اور بہن کو بھی میراث میں سے حصہ دلاتے ہیں حالانکہ ہمارا پہلا دستور یہ رہا ہے کہ جنگ میں لڑنے والوں اور اس میں شریک ہونے والوں کو صرف میراث کا مستحق سمجھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے ایسا ہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ اسی قسم کے سوالات کو اس آیت کا سبب نزول بتایا گیا ہے اور بعض کو یہ اتفاق ہوا کہ ان کی پرورش میں

بدصورت یتیم لڑکی تھی۔ بدصورتی کی وجہ سے تو خود نکاح نہیں کیا اور دوسرے سے اس لئے نکاح کو ٹالا کہ مال بھی اس کے ساتھ جاوے گا اور اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور غالباً غرض سوال کی یہ ہوگی کہ کوئی اور حکم آجائے اور بعض نے جب یہ حکم سنا کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں مہر کم کرنا درست نہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ شاید احکام سابقہ میں کوئی ترمیم یا تنسیخ یا تخفیف ہو جائے غرض اس قسم کے سوالات پر ان آیات کا نزول ہوا۔

عورتوں اور یتیموں کے حقوق کا تحفظ

خلاصہ مطلب آیت کا یہ ہوا کہ عورتوں اور یتیموں کے بارہ میں جو آیات پہلے نازل ہو چکی ہیں اب بھی وہی احکام بدستور باقی اور واجب العمل ہیں ان میں کوئی حکم تبدیل نہیں کیا جاتا ہے اور نہ کوئی نیا حکم دیا جارہا ہے سابقہ احکام ہی بحال رہیں گے۔ چنانچہ یتیم بچوں اور بچیوں پر رحم کرنے اور ان کے صحیح حقوق ادا کرنے اور عورتوں کے ساتھ ہر ممکن حسن سلوک کی ہدایات جو اسی سورۂ نساء میں پہلے نازل ہو چکی تھیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

آیت نمبر۲ میں ارشاد ہوا تھا: جن بچوں کا باپ مر جاوے ان کے مال ان ہی کو پہنچاتے رہو اور تم ان کی اچھی چیز سے بری چیز کو مت بدلو اور ان کے مال مت کھاؤ اپنے مالوں کے ساتھ۔

آیت نمبر۳ میں حکم ہوا تھا: اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو۔

آیت نمبر۴ میں ارشاد ہوا تھا: اور تم اپنی بیبیوں کو ان کے مہر دے دیا کرو۔

آیت نمبر۶ میں ارشاد ہوا تھا: اور ان اموال یتامیٰ کو ضرورت سے زائد اٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جاویں گے پھر ان کو مال حوالہ کرنا پڑے گا جلدی جلدی اڑا کر مت کھا ڈالو۔

نیز اسی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ جب ان سے یعنی یتامیٰ کے مال ان کے حوالہ کرنے لگو تو ان پر گواہ بھی کرلیا کرو۔

آیت نمبر۷ میں ارشاد ہوا تھا: ترکہ میں مردوں کے لئے بھی خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے حصہ مقرر ہے اس چیز میں سے جس کو ان کے ماں باپ اور نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں اور اسی طرح عورتوں کے لئے بھی خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی حصہ مقرر ہے اس چیز میں سے جن کو ان کے ماں باپ اور نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر سب میں سے حصہ ملے گا۔

آیت نمبر۱۹ میں ایمان والوں کو خطاب کر کے حکم ہوا تھا۔ اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ۔ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت رکھو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کوئی حصہ وصول کرلو۔ نیز فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو۔

آیت نمبر۲۰ میں حکم فرمایا اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم اس ایک یعنی پہلی بیوی کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے جملہ احکام کی اطاعت و فرمانبرداری ہم کو نصیب فرمائیں خصوصاً عورتوں اور یتیموں کے متعلق قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنی عورتوں کے ساتھ اس حسن وسلوک کی توفیق عطا فرما جس کا آپ نے قرآن میں حکم فرمایا ہے اور ہماری عورتوں کو بھی ان حقوق کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرما جس کا قرآن میں ان کو حکم ہوا ہے۔ اے اللہ ہم کو یتامیٰ کے حقوق میں کوتاہیوں سے اور غلطیوں سے بچائیے اور اس معاملہ میں پوری طرح قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال زیادتی یا بے پروائی کا ہو سو دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں

وَاِنِ	امۡرَاَةٌ	خَافَتۡ	مِنۡ بَعۡلِهَا	نُشُوۡزًا	اَوۡ	اِعۡرَاضًا	فَلَا جُنَاحَ	عَلَيۡهِمَا	اَنۡ يُّصۡلِحَا
اور اگر	کوئی عورت	ڈرے	اپنے خاوند سے	زیادتی	یا	بے رغبتی	تو نہیں گناہ	ان دونوں پر	کہ وہ صلح کرلیں

بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا ؕ وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ ؕ وَاُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ

باہم ایک خاص طور پر صلح کرلیں اور یہ صلح بہتر ہے اور طبیعتیں تو حرص وبخل کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور احتیاط رکھو تو

بَيۡنَهُمَا	صُلۡحًا	وَالصُّلۡحُ	خَيۡرٌ	وَاُحۡضِرَتِ	الۡاَنۡفُسُ	الشُّحَّ	وَاِنۡ	تُحۡسِنُوۡا	وَتَتَّقُوۡا	فَاِنَّ
آپس میں	صلح	اور صلح	بہتر	اور حاضر کیا گیا (موجود ہے)	طبیعتیں	بخل	اور اگر	تم نیکی کرو	اور پرہیزگاری کرو	تو بیشک

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴿۱۲۸﴾

بلاشبہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں

اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ	خَبِيۡرًا
اللہ	ہے	جو تم کرتے ہو	باخبر

تفسیر وتشریح

عورتوں کے حقوق کا ذکر پہلے شروع سورۃ میں بھی آ چکا ہے اور سورۃ بقرہ میں بھی بعض احکام آ چکے ہیں اس آیت اور اگلی آیات میں بھی ازدواجی زندگی سے متعلق بعض صورتوں کا ذکر ہے اور ان کی بابت ہدایت ہے تاکہ میاں بیوی کے تعلقات آپس میں اچھے ہو جائیں۔ ازدواجی زندگی میں یہ تلخ پہلو بھی ہر جوڑے کو کبھی نہ کبھی پیش آ ہی جاتا ہے کہ باہمی رنجش اور کشیدگی آپس میں پیدا ہو جائے اور یہ ایسی چیز ہے کہ صحیح اصول کے ماتحت قابو پانے کی کوشش نہ کی جائے تو نہ صرف زوجین کے لئے دنیا جہنم بن جاتی ہے بلکہ بسا اوقات یہ گھریلو رنجش خاندانوں، قبیلوں کی باہمی جنگ اور قتل وقتال تک نوبت پہنچا دیتی ہے۔

ناموافق ازدواجی حالات میں عورت کے تحفظ کا ایک راستہ

قرآن کریم مرد وعورت دونوں کے تمام جذبات اور احساسات کو سامنے رکھ کر ہر فریق کو ایسا نظام زندگی بتلاتا ہے جس پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا گھر دنیا ہی میں جنت کا نمونہ بن جائے۔ گھریلو تلخیاں محبت وراحت میں تبدیل ہو جائیں اور اگر ناگزیر حالات میں علیحدگی کی نوبت بھی آ جائے تو وہ بھی خوشگوار طریقہ اور خوش اسلوبی کے ساتھ ہو۔ عداوت، دشمنی اور ایذاء رسانی کے جذبات کے تحت نہ ہو چنانچہ یہ آیت ایسے حالات سے متعلق ہے جس میں غیر اختیاری طور پر میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ ہو جائیں اور باہمی تلخی کی وجہ سے اس کا اندیشہ ہو جائے کہ باہمی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جاوے گی۔

جیسے ایک بیوی سے اس کے شوہر کا دل نہیں ملتا اور نہ ملنے کے اسباب دور کرنا عورت کے اختیار میں نہیں۔ مثلاً عورت بدصورت یا سن رسیدہ ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں نہ عورت کا کچھ قصور ہے نہ مرد ہی کو کچھ مجرم کہا جاسکتا ہے۔ ایسے حالات میں مرد کے لئے تو ایک عام قانون قرآن نے یہ بتلا دیا ہے کہ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ کہ عورت کو رکھنا ہو تو دستور کے مطابق اس کے پورے حقوق ادا کر کے رکھو اور اگر اس پر قدرت نہیں تو اس کو خوش اسلوبی سے آزاد کردو۔ اب اگر عورت بھی آزاد ہونے کیلئے تیار ہے اور وہ اپنی بہتری اسی میں سمجھتی ہے تو معاملہ صاف ہے کہ قطع تعلق بھی خوشگوار انداز میں ہو جاوے گا لیکن اگر ایسے حالات میں عورت کسی وجہ سے آزادی نہیں چاہتی خواہ

اپنی اولاد کے مفاد کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس کا کوئی دوسرا سہارا نہیں تو یہاں آیت میں اس کا راستہ عورت کو یہ بتلایا گیا کہ شوہر کو کسی معاملہ پر راضی کیا جائے مثلاً عورت اپنے یا بعض حقوق کا مطالبہ چھوڑ دے مثلاً نان نفقہ معاف کر دے یا کم کر دے یا مہر معاف کر دے یا کم کر دے تو اس طرح بعض خاص شرائط پر دونوں میاں بیوی صلح کر لیں تو اس مصالحت میں کسی کے ذمہ کچھ گناہ نہیں کیونکہ زوجین میں مصالحت و موافقت بہت ہی اچھی بات ہے۔

یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرد کی سخت گیری اور بدمزاجی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ ایسی عورت اپنے حقوق اور مہر وغیرہ کا مطالبہ کرتی ہے اس سے مرد بدمزاج سخت گیر ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں جب عورت خاوند کا دل اپنے سے پھرا دیکھے تو خاوند کو خوش اور متوجہ کرنے کو اپنے مہر یا نفقہ وغیرہ سے کچھ چھوڑ کر اس کو راضی کر لے تو ایسی مصالحت دونوں میاں بیوی کے لئے جائز بتلائی گئی اور عادۃً ایسی مصالحت ہو جانے کی وجہ بھی بتلائی گئی کہ انسان کی عام سرشت یہ ہے کہ انسانی طبائع میں لالچ اور حرص موجود ہوتی ہے تو ایسی مصالحت میں عورت کو تو یہ حرص ہے کہ مجھے آزاد کر دیا تو اولاد برباد ہو گی یا میری زندگی دوسری جگہ تلخ ہو گی اور شوہر کو یہ لالچ ہے کہ جب عورت نے اپنا کل یا بعض مہر معاف کر دیا اور دوسرے حقوق کا بھی مطالبہ چھوڑ دیا تو اب اس کو رکھنے میں میرے لئے کیا مشکل ہے اس لئے مصالحت باہمی آسان ہو جائے گی۔

صلح کیلئے حقوق چھوڑنا گناہ نہیں

یہاں آیت کے شروع میں میاں بیوی کے باہمی اختلاف کے وقت صلح کا صرف جائز ہونا بتلایا گیا کہ دونوں میں سے کسی کو گناہ نہیں ہو گا اگر آپس میں خاص شرائط پر صلح کر لیں اور گناہ نہ ہونے کے عنوان سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ اس معاملہ کی صورت بظاہر رشوت کی سی ہے کہ عورت کی طرف سے شوہر کو مہر وغیرہ کی معافی کا لالچ دے کر ازدواجی زندگی کا تعلق باقی رکھا گیا ہے لیکن قرآن کریم کے اس ارشاد نے واضح کر دیا ہے کہ یہ رشوت میں داخل نہیں بلکہ مصلحت میں داخل ہے اور یہ جائز ہے۔

میاں بیوی کے معاملات میں تیسرے کی مداخلت پسندیدہ نہیں

پھر یہاں اس جگہ حق تعالیٰ نے اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًا فرمایا یعنی میاں بیوی دونوں آپس میں کسی مصالحت پر صلح کر لیں اس میں لفظ بینھما سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ میاں بیوی کے معاملات میں بہتر یہی ہے کہ کوئی تیسرا دخیل نہ ہو اور یہ دونوں خود ہی آپس میں کوئی بات طے کر لیں کیونکہ تیسرے کے دخل سے طرفین کے عیوب تیسرے آدمی کے سامنے بلاوجہ آتے ہیں جس سے بچنا دونوں کے لئے مصلحت ہے تو خلاصہ یہ کہ ایک طرف اپنی تکلیف دور کرنے اور اپنا حق وصول کرنے کا فریقین کو قانونی حق قرآن کریم نے دیا۔ دوسری طرف دونوں کو بلند اخلاقی اور اپنے حقوق کے ترک کرنے پر صبر کی تلقین فرما کر یہ ہدایت فرمائی کہ جہاں تک ممکن ہو اس تعلق کو قطع کرنے سے بچنا چاہیے اور کہ جانبین سے کچھ کچھ حقوق ترک کر کے کسی خاص صورت پر صلح کر لیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنی زندگی قرآنی ہدایات کے موافق گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری عورتوں کو بھی موافقت کی صلاحیت وہدایت عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں قرآنی ہدایات سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہر حال میں ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرما۔ یا اللہ ہماری ازدواجی زندگی بھی جنت کا نمونہ بنا دے اور گھریلو تلخیاں محبت و راحت اور چین وسکون میں تبدیل فرما دے۔ یا اللہ ہم میں سے ہر ایک کو باہمی حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ آپ نے جو ہدایات قرآن کریم میں دی ہیں ان پر ہم مردوں کو اور ہماری عورتوں کو عمل پیرا ہونے کی توفیق وصلاحیت عطا فرما۔ یا اللہ ازدواجی زندگی میں جو اسوۂ حسنہ آپ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے چھوڑا ہے اس کی پیروی اور اتباع ہم کو بھی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ

اور تم سے یہ تو کبھی ہو سکے گا کہ سب بیبیوں میں بالکل برابری رکھو گو تمہارا کتنا ہی جی چاہے تو تم بالکل تو ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ

وَلَنْ	تَسْتَطِيْعُوْا	اَنْ	تَعْدِلُوْا	بَيْنَ النِّسَآءِ	وَلَوْ	حَرَصْتُمْ	فَلَا تَمِيْلُوْا	كُلَّ الْمَيْلِ
اور ہرگز نہ	کر سکو گے	کہ	برابری رکھو	عورتوں کے درمیان	اگرچہ	بہتیرا چاہو	پس نہ جھک پڑو	بالکل جھک جانا

فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَاِنْ

جس سے اسکو ایسا کر دو جیسے کوئی اَدھر میں لٹکی ہو اور اگر اصلاح کر لو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں اور اگر

فَتَذَرُوْهَا	كَالْمُعَلَّقَةِ	وَاِنْ	تُصْلِحُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا	وَاِنْ
کہ ایک کو ڈال رکھو	جیسے لٹکی ہوئی	اور اگر	اصلاح کرتے رہو	اور پرہیزگاری کرو	تو بیشک	اللہ	ہے	بخشنے والا	مہربان	اور اگر

يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝

دونوں میاں بیوی جدا ہو جاویں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے احتیاج کر دیگا اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے اور بڑے حکمت والے ہیں

	يَّتَفَرَّقَا	يُغْنِ اللّٰهُ	كُلًّا	مِّنْ	سَعَتِهٖ	وَكَانَ	اللّٰهُ	وَاسِعًا	حَكِيْمًا	
	دونوں جدا ہو جائیں	اللہ بے نیاز کر دے گا	ہر ایک کو	سے	اپنی کشائش سے	اور ہے	اللہ	کشائش والا	حکمت والا	

ایک سے زائد بیویوں میں عدل و مساوات کی حدود

اسی سورۂ نساء کے شروع میں یہ ہدایت فرمائی گئی تھی کہ اگر ایک مرد کے نکاح میں ایک سے زائد عورتیں ہوں تو اس مرد کے ذمہ سب بیویوں میں عدل و مساوات قائم رکھنا فرض ہے اور جن کو یہ اندیشہ ہو کہ میں اس فرض کو ادا نہ کر سکوں گا تو اس کو چاہیے کہ ایک سے زائد نہ کرے اور ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے قول و عمل سے تمام بیویوں میں عدل اور براری کو نہایت تاکیدی حکم قرار دیا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر سخت وعید ارشاد فرمائی گی ہے جیسا کہ سورہ نساء کی آیت نمبر۳ کے ماتحت درس میں بیان ہو چکا ہے تو اس حکم کے ظاہری الفاظ فان خفتم الا تعدلو فواحدۃ یعنی چار بیویوں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دیکر فرمایا کہ اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کرو۔ اس سے مطلقاً عدل و مساوات اور برابری کا فرض ہونا تمام معاملات میں معلوم ہوتا ہے۔ جس میں قلبی محبت اور قلبی میلان بھی بظاہر داخل معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ معاملہ انسان کے اختیار میں نہیں۔

یہاں بتلایا گیا کہ اگر تم سب بیویوں میں کوشش بھی کرو تو قلبی میلان کے بارہ میں مساوات نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں مگر ایسا بھی نہ کرو کہ پورے ہی ایک طرف ڈھل جاؤ یعنی قلبی میلان جس طرف زائد ہو تو اختیاری معاملات میں بھی اسی کو ترجیح دینے لگو جس کا نتیجہ یہ ہو جائے کہ دوسری عورت لٹکی ہی رہ جائے یعنی شوہر اس کے حقوق بھی ادا نہ کرے اور اس کو آزاد بھی نہ کرے۔ تو اس طرح یہ آیت سورۂ نساء کی پہلی آیت یعنی آیت نمبر۳ کی تشریح ہو گئی کہ اس کے ظاہری الفاظ سے قلبی میلان میں بھی مساوات کا فرض ہونا معلوم ہو رہا تھا لیکن اس آیت نے کھول دیا کہ قلبی میلان بوجہ غیر اختیاری ہونے کے فرض نہیں بلکہ فرض امور اختیاریہ میں مساوات ہے مثلاً نان نفقہ میں خبر گیری دیکھ بھال میں شب باشی طرز معاشرت وغیرہ۔

اگر میاں بیوی میں جدائی ہو جائے تو بھی اللہ تعالیٰ کارساز ہے

اب آگے ایک دوسری حالت کے متعلق بیان ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں میں کسی طرح بھی موافقت نہ ہوئی اور اصلاح و مصالحت کی سب کوشش ناکام ہو کر آخری درجہ میں زوجین جدائی ہی کو پسند کریں اور دونوں جدا ہو جاویں یعنی خلع یا طلاق ہو جاوے تو اسکی بھی گو اجازت دی گئی ہے تاہم حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے تو اگر نوبت اس کی ہی آ جائے اور ایک دوسرے سے الگ ہونا پڑے تو بھی فریقین کو تسلی دی گئی کہ خدا پھر دونوں کا کارساز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی وسعت قدرت سے دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے سے بے احتیاط کر دے گا اور ہر ایک کی مناسب سبیل نکال دے گا۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''اور اگر دونوں میاں بیوی میں کسی طرح بھی موافقت نہ ہوئی اور دونوں جدا ہو جاویں تو کوئی اُن میں سے مرد یا عورت یوں نہ سمجھے کہ بدوں میرے اس دوسرے کا کام ہی نہ چلے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی وسعت وقدرت سے دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے سے بے احتیاج کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے بڑے حکمت والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت وسیع ہے اُس سے کسی کو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں اخیر میں وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا فرما کر اس بات کو اور پختہ کر دیا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی وسعت ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ ممکن ہے کہ اس علیحدگی ہی میں حکمت و مصلحت ہو اور جدائی کے بعد دونوں کو ایسے جوڑے مل جائیں کہ دونوں کی زندگی سدھر جائے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں اور ظاہراً و باطناً ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ خصوصاً عورتوں کے حقوق کی کامل ادائی گی کی ہم کو توفیق عطا فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو صلاح و تقویٰ کا حامل بنائیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو بھی صلاح و ہدایت عطا فرمائیں اور ان کو بھی اتباع قرآنی کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں، اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا تھا جنکو تم سے پہلے کتاب ملی تھی

وَلِلّٰهِ	مَا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ	وَلَقَدْ وَصَّیْنَا	الَّذِیْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ
اور اللہ کے لئے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں	اور ہم نے تاکید کردی ہے	وہ لوگ	جنہیں کتاب دی گئی	سے	تم سے پہلے

وَاِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ

اور تمکو بھی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اگر تم ناسپاسی کروگے تو اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں، اور

وَاِیَّاكُمْ	اَنِ اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاِنْ	تَكْفُرُوْا	فَاِنَّ	لِلّٰهِ	مَا	فِی السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ	وَكَانَ
اور تمہیں	کہ ڈرتے رہو	اللہ	اور اگر	تم کفر کروگے	تو بیشک	اللہ کیلئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	اور ہے

اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۱۳۲﴾

اللہ تعالیٰ کسی کے حاجت مند نہیں خود اپنی ذات میں محمود ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں

اللّٰهُ	غَنِیًّا	حَمِیْدًا	وَ	لِلّٰهِ	مَا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ	وَكَفٰی	بِاللّٰهِ	وَكِیْلًا
اللہ	بے نیاز	سب خوبیوں والا	اور	اللہ کے لئے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں	اور کافی	اللہ	کارساز

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ

اگر ان کو منظور ہو تو اے لوگو! تم سب کو فنا کردیں اور دوسروں کو موجود کردیں اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں جو شخص دنیا کا معاوضہ چاہتا ہو

اِنْ یَّشَاْ	یُذْهِبْكُمْ	اَیُّهَا النَّاسُ	وَیَاْتِ	بِاٰخَرِیْنَ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلٰی ذٰلِكَ	قَدِیْرًا	مَنْ
اگر وہ چاہے	تمہیں لے جائے	اے لوگو	اور لے آئے	دوسروں کو	اور ہے	اللہ	اس پر	قادر	جو

كَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ﴿۱۳۴﴾

تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں

	كَانَ یُرِیْدُ	ثَوَابَ الدُّنْیَا	فَعِنْدَ اللّٰهِ	ثَوَابُ	الدُّنْیَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَكَانَ	اللّٰهُ	سَمِیْعًا	بَصِیْرًا	
	چاہتا ہے	دنیا کا ثواب	تو اللہ کے پاس	ثواب	دنیا	اور آخرت	اور ہے	اللہ	سننے والا	دیکھنے والا	

احکام الٰہی کی بجا آوری کی تاکید

گزشتہ آیت تک مختلف احکام یتیموں اور عورتوں کے متعلق بیان فرمائے گئے تھے اب آگے ان آیات میں ان جملہ احکام کی بجا آوری کی تاکید خاص اہتمام سے بیان فرمائی جاتی ہے اور قرآنی اسلوب وطرز بیان کے مطابق ترغیب وترہیب یعنی حکم خداوندی کی اطاعت اور اس کے احکام کی مخالفت سے بچنا اسکی پرزور ہدایت فرمائی جارہی ہے اور ان آیات میں پانچ مضمون بیان فرمائے گئے ہیں جن سے نہایت اہتمام کے ساتھ بجا آوری احکام کی تاکید ہوگئی۔

تمہید اور دلیل بنا کر اور اپنی عظمت اور کبریائی بتلا کر یہ سمجھایا گیا کہ کچھ تمہیں کو شریعت اور احکام الٰہیہ پر چلنے کا حکم نہیں ہوا بلکہ تم کو اور جو تم سے پہلے اہل کتاب ہوئے ہیں ان کو بھی خدا سے ڈرنے اور

حکام الٰہی پر چلنے کا حکم بتاکید دیا گیا یعنی خدا ترسی اور تقویٰ اور پرہیز گاری کا حکم تمام امتوں کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور سب آسمانی کتابوں میں اس کی تاکید فرمائی ہے تو اگر تم ناسپاسی کرو گے یعنی احکام الٰہیہ کی مخالفت کرو گے اور اللہ کی وصیت اور احکام کو نہ مانو گے تو خدا تعالیٰ کا کیا بگڑتا ہے۔ تمہارے تقویٰ اور اطاعت کی اسے ذرہ برابر احتیاط نہیں۔ نہ کسی کی نافرمانی سے اس کے شان وشوکت میں فرق آتا ہے کوئی اس کی حمد وثنا کرے یا نہ کرے وہ ہر حال میں حمید ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے روکنا اور آخرت کی ترغیب

آگے دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

''اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں اور جب وہ ایسے قادر اور مختار ہیں تو اپنے اطاعت گزار بندوں کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کارساز ہیں۔ پس ان کی کارسازی کے ہوتے ان کے فرمانبرداروں کو کون ضرر پہنچا سکتا ہے پس کسی سے ڈرنا نہ چاہیے''

یعنی غیر اللہ کا اندیشہ دل سے دور کیا گیا کہ بعض اوقات احکام میں کوتاہی کا وہ بھی سبب ہوتا ہے۔

پھر آگے تیسری آیت میں بتلایا کہ

یعنی جو اللہ اس پر قادر ہے کہ تمہیں ناپید کر کے تمہاری جگہ دوسرے لوگ مطیع اور فرمانبردار پیدا کر دے لیکن اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو یہ اسکی مہربانی ہے تو تم ایسے حلیم وکریم کی اطاعت کیوں نہیں کرتے۔ اس سے سرکشی کر کے اس کا کیا بگاڑو گے اپنا ہی نقصان کرو گے۔

آگے چوتھی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

''اور دیکھو دین کے کام کا اصلی ثمرہ آخرت میں ہے۔ دنیا میں نہ ملنے سے بددل نہ ہونا بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس یعنی ان کی قدرت میں تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ موجود ہے جب ادنیٰ واعلیٰ دونوں پر انکی قدرت ہے تو اعلیٰ ہی چیز کیوں نہ مانگی جائے اور اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے اور بڑے دیکھنے والے ہیں''۔

یعنی سب کے اقوال اور درخواستوں کو دنیا کی ہوں یا دین کی سنتے ہیں اور سب کی نیتوں کو دیکھتے ہیں پس طالبان آخرت کو ثواب دیں گے اور طالبان دنیا کو آخرت میں محروم رکھیں گے پس آخرت ہی کی نیت اور درخواست کرنا چاہیے البتہ دنیا کی حاجات مستقل طور پر مانگنا مضائقہ نہیں لیکن عبادت میں یہ قصد نہ کرے۔

یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے تین مرتبہ جملہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ فرمایا اور ہر مرتبہ کا مقصود اور مفہوم جدا ہے۔ پہلی دفعہ اللہ کی وسعت جود وکرم اور کشائش کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں اور دوسری بار اپنی بے نیازی اور بے پرواہی کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ کو کسی کی اطاعت اور تقویٰ سے نفع نہیں اور سارے عالم کے کفر اور فسق وفجور سے اسکا کوئی نقصان نہیں اور تیسری بار میں اپنی کارسازی کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر تم تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرو تو اللہ تمہارا کارساز ہے اس لئے کہ وہ زمین وآسمان کی سب چیزوں کا مالک ہے تو ایک ہی دلیل سے متعدد دعوؤں کا ثابت کرنا یہ قرآن کریم ہی کا اعجاز ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی تقویٰ کی دولت عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف عطا فرمائے کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچ جائیں۔ یا اللہ! اپنے احکام کی اطاعت ہم کو نصیب فرما اور اپنے احکام کی مخالفت سے ہم کو بچا۔ یا اللہ دین کی جو توفیق ہم کو ہو جائے وہ ہمارے لئے باعث سعادت واجر وثواب ہو۔ اے اللہ آپ کی کارسازی پر ہمارا توکل اور بھروسہ ہو اور غیروں پر نظر کرنے اور ان سے خوف کھانے سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اے اللہ اپنی عظمت اور بڑائی ہمارے دلوں میں اتار دے تاکہ آپ کے جملہ احکام کی پیروی ہمارے لئے آسان ہو جائے اور ان سے مخالفت کی جرأت نہ رہے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

اے ایمان والو! عدل و انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو اگرچہ اپنی ہی ذات پر ہو

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	كُوْنُوْا	قَوّٰمِيْنَ	بِالْقِسْطِ	شُهَدَآءَ لِلّٰهِ	وَلَوْ	عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ
اے	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	ہو جاؤ	قائم رہنے والے	انصاف پر	گواہ دینے والے اللہ کیلئے	اگرچہ	خود تمہارے اوپر (خلاف)

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا

یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو وہ شخص اگر امیر ہے تو اور غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے سو تم خواہش نفس کا اتباع

اَوِ	الْوَالِدَيْنِ	وَ	الْاَقْرَبِيْنَ	اِنْ يَّكُنْ	غَنِيًّا	اَوْ فَقِيْرًا	فَاللّٰهُ	اَوْلٰى	بِهِمَا	فَلَا	تَتَّبِعُوا
یا	ماں باپ	اور	قرابت دار	اگر (چاہے) ہو	کوئی مالدار	یا محتاج	پس اللہ	خیر خواہ	اُن کا	سو نہ	پیروی کرو

الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

مت کرنا کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلوتہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں

الْهَوٰٓى	اَنْ تَعْدِلُوْا	وَاِنْ تَلْوٗٓا	اَوْ تُعْرِضُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا
خواہش	کہ انصاف کرو	اور اگر تم زبان دباؤ گے	یا پہلوتہی کرو گے	تو بیشک	اللہ	ہے	جو	تم کرتے ہو	باخبر

عدل وانصاف اور سچی گواہی پر قائم رہنے کا حکم

یہاں اس آیت میں تمام مسلمانوں کو عدل و انصاف پر قائم رہنے اور سچی گواہی دینے کی ہدایت کی گئی اور جو چیزیں قیام عدل یا سچی گواہی میں رکاوٹ ہو سکتی ہیں ان کو نہایت لطیف پیرایہ میں دور کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ انصاف قائم کرنا اور اس پر قائم رہنا صرف حکومت وعدالت کا فریضہ نہیں جیسا کہ اکثر عوام کا خیال ہے بلکہ ہر مسلمان مرد عورت اس کا مکلف ومخاطب ہے کہ وہ خود انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کرے۔ ہاں انصاف کا ایک درجہ حکومت و حکام کے ساتھ بھی مخصوص ہے اور وہ یہ کہ ظالم شریر وسرکش انسان جب انصاف کے خلاف اڑ جائیں نہ خود انصاف پر قائم رہیں نہ دوسروں کو عدل و انصاف کرنے دیں تو حاکمانہ تعزیر اور سزا کی ضرورت ہے اور یہ فریضہ اقامت عدل وانصاف کا ظاہر ہے کہ حکومت ہی کر سکتی ہے۔

الغرض یہاں آیت میں تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ یعنی عدل انصاف پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا اور عدل و انصاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب حق کا حق پورا ادا کیا جائے اس کے عموم میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی داخل ہیں اور سب قسم کے انسانی حقوق بھی نیز عدل وانصاف کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے۔ مظلوم کی حمایت کی جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا حق دلوانے کے لئے شہادت کی ضرورت پیش آئے تو شہادت سے گریز نہ کیا جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ شہادت میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے خواہ وہ کسی کے موافق پڑے یا مخالف اور یہ بھی داخل ہے کہ جن کے ہاتھ میں حکومت اور انتظام سلطنت ہے جب دو فریق کا کوئی مقدمہ ان کے سامنے پیش ہو تو فریقین کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں۔ کسی کی رورعایت نہ کریں اور فیصلہ میں پورے عدل وانصاف کا معاملہ کریں۔

اب غور کیجئے کہ قرآن کریم کے اسی ایک حکم پر دنیا اگر عامل ہو

جائے تو بھی خونخوار اور فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی دنیا کیسے صالح معاشرے میں تبدیل ہو جائے اور یہ کوئی محض فرضی خیال نہیں۔

یہ قرآن کریم کی خصوصیات میں سے ہے کہ قانون اور حکم کے بعد حکام وعوام امیر وغریب بڑے اور چھوٹے عالم و جاہل سب کو خدا تعالیٰ کی قدرت قاہرہ اور روز جزا کے حساب سے ڈرا کر قانون کا احترام اور اسپر للھیت اور خلوص سے عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے یہاں بھی آیت کے اخیر میں إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ارشاد فرمایا یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں یعنی اقامت عدل اور ادائے شہادت حق کا جو حکم دیا گیا ہے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے جملہ اعمال کی پوری اطلاع ہے۔ اگر تم خواہش نفس کا اتباع کر کے حق سے ہٹ کر کج بیانی کرو گے اور غلط شہادت دو گے یا شہادت سے پہلو تہی کرو گے تو یہ سب اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے علم میں ہو گا جس پر سزا ملے گی اور اگر حکم کے مطابق عدل و انصاف کو قائم رکھو گے اور شہادت حق کو ادا کرو گے تو اس کی جزا اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

قرآن کریم نہ صرف یہ کہ عدل و انصاف اور ادائے شہادت حق کو ہر ایک پر واجب کر کے عام کرنا چاہتا ہے بلکہ اس میں عبادت اور بندگی کا رنگ بھی بھرنا چاہتا ہے۔ معاملات میں جب نزاعی اور اختلافی پہلو سامنے آتے ہیں تو فیصلہ کے وقت اظہار حق اور ادائیگی شہادت اور عدل و انصاف کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اسلام اس سلسلہ میں پیشہ ورانہ عدالتی کارروائیوں وکیلانہ فنی مہارتوں کورٹ اور مجسٹریٹ اور جیوری کے چکروں کا قائل نہیں جس میں حق و انصاف کا تو اکثر خون ہی ہوتا ہے اور روپیہ اور وقت کی بیدریغ قربانی کر کے انسان ظلم و جور کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلام عدل و انصاف کو مفت اور عام کرنا چاہتا ہے اور ایسا عدل و انصاف کہ اپنے نفس کے بھی خلاف کوئی بیان یا اظہار کرنا پڑے تو بھی حق و انصاف کے خلاف کچھ نہ بولے اگرچہ اس کا نقصان اس کی ذات ہی پر پڑتا ہو۔ کیونکہ یہ نقصان حقیر و قلیل اور عارضی ہے اور جھوٹ بول کر جان بچالی گئی تو قیامت کا شدید عذاب اپنی جان کے لئے خرید لیا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس قرآنی حکم پر پورا پورا عامل ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں اور ہر معاملہ میں ہم کو عدل و انصاف کا قائم رکھنے والا اور اللہ کے واسطے سچی شہادت دینے والا بنائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو! تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اُس کے رسول کے ساتھ اور اُس کتاب کے ساتھ جو اُس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَالْكِتٰبِ	الَّذِيْ نَزَّلَ	عَلٰى رَسُوْلِهٖ
اے	جولوگ ایمان لائے (ایمان والو)	ایمان لاؤ	اللہ پر	اور اس کا رسول	اور کتاب	جو اس نے نازل کی	اپنے رسول پر

وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

اور اُن کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلی نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اُس کے رسولوں کا

وَالْكِتٰبِ	الَّذِيْٓ اَنْزَلَ	مِنْ قَبْلُ	وَمَنْ	يَّكْفُرْ	بِاللّٰهِ	وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	وَكُتُبِهٖ	وَرُسُلِهٖ
اور کتاب	جو اس نے نازل کی	اس سے قبل	اور جو	انکار کرے	اللہ کا	اور اس کے فرشتوں	اور اس کی کتابوں	اسکے رسولوں

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ

اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا بلاشبہ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے

وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	فَقَدْ ضَلَّ	ضَلٰلًا	بَعِيْدًا	اِنَّ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ثُمَّ كَفَرُوْا	ثُمَّ
اور روز	آخرت	تو وہ بھٹک گیا	گمراہی	دور	بیشک	جو لوگ ایمان لائے	پھر کافر ہوئے وہ	پھر

اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝

پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ اُن کو رستہ دکھائیں گے

	اٰمَنُوْا	ثُمَّ كَفَرُوْا	ثُمَّ	ازْدَادُوْا كُفْرًا	لَّمْ يَكُنِ	اللّٰهُ	لِيَغْفِرَ	لَهُمْ	وَ	لَا لِيَهْدِيَهُمْ	سَبِيْلًا	
	ایمان لائے	پھر کافر ہوئے	پھر	بڑھتے رہے کفر میں	نہیں ہے	اللہ	کہ بخشدے	انہیں	اور	نہ دکھائے گا	راہ	

ایمان کی پختگی کی تاکید

یہاں اس آیت کے پہلے جزو میں حق تعالیٰ نے تین باتوں پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا ایک اللہ تعالیٰ پر، دوسرے اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسرے قرآن کریم پر اور ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے پہلے پیغمبروں پر نازل فرمائی ہیں۔ ملائکہ یعنی فرشتے اور روز قیامت پر ایمان لانے کا ذکر اس سے پہلے جزو میں نہیں فرمایا اس لئے کہ انبیاء کرام اور کتب الٰہیہ پر ایمان لانا ملائکہ اور آخرت پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ گویا یہ تین امور تمام عقائد اسلامیہ کا خلاصہ اور اجمال ہیں۔ آیت کے دوسرے جزو میں ملائکہ اور یوم آخرت یعنی روز جزا کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے اس طرح جو شخص اسلام میں داخل ہو اس کے لئے ایمان کے ان ارکان خمسہ کی تصدیق ضروری ہے بغیر ان پر ایمان لائے مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اب پہلے تو لفظ ایمان کے معنی اور دین میں اس کی حقیقت کو سمجھ لیجئے پھر اللہ پر ملائکہ پر اللہ کی کتابوں پر، اللہ کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لانے کا مطلب سنئے۔ ''ایمان'' کے اصل معنی کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کس بات کو سچ ماننے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک کی حدود سے باہر ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم و ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کر لیں۔ ایمان کے ساتھ ایمان بالغیب کی قید اسی لئے

لگائی جاتی ہے کہ شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امور غیب ہی سے ہوتا ہے جن کو ہم اپنے آلات احساس وادراک یعنی آنکھ ناک کان وغیرہ کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے مثلاً اللہ اور اس کی صفات۔ اللہ کے رسولوں پر وحی کی آمد۔ حالات آخرت۔ حشر نشر۔ جنت وجہنم وغیرہ وغیرہ تو اس قسم کی جتنی باتیں اللہ کے رسول نے بیان فرمائیں ان سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ''ایمان'' ہے اور پیغمبر کی اس قسم کی کسی بات کو نہ ماننا یا اس کو حق نہ سمجھنا ہی اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کر دیتی ہے اب جو لوگ اللہ کے کسی پیغمبر کی حیات مقدسہ میں براہ راست ان کی زبان سے ان کی ہدایت اور تعلیمات سنیں ان کے لئے تو ان کی ہر اس بات کی تصدیق شرط ایمان ہے جو پیغمبر ان کے سامنے اللہ کی طرف سے بیان کریں۔ اگر وہ ان کی ایسی ایک بات کا بھی انکار کریں گے تو مومن نہ رہیں گے لیکن جب پیغمبر اس دنیا میں نہ رہیں تو پھر ان باتوں کی تصدیق کرنا شرط ایمان ہے جن کا ثبوت ان پیغمبر سے ایسے یقینی قطعی اور بدیہی طریقہ سے ہو جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ دین کی اسی تعلیمات کو خاص علمی اصطلاح میں ''ضروریات دین'' کہتے ہیں ان سب پر ایمان لانا شرط ایمان ہے۔ اگر ان میں سے کسی کا بھی کوئی انکار کرے تو مومن نہ رہے گا اور اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اب اسلام سے اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔

منافقین

آگے یہاں دوسری آیت میں اہل کفر کے ایک خاص فرقہ کا بیان ہے کہ جو محض ظاہری طور پر اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے اور کفر ونفاق ان کے دلوں میں چھپا ہوا تھا۔ ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے

''بلاشبہ جو لوگ پہلے تو مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے اور اس بار بھی اسلام پر قائم نہ رہے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہی نہ ہوئے بلکہ کفر میں بڑھتے چلے گئے یعنی کفر پر دم مرگ تک ثابت اور دائم رہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ ان کی منزل مقصود یعنی جنت کا راستہ دکھائیں گے''

یہ آیت منافقین کے خاص گروہ کے بارہ میں اتری ہے کہ جو کبھی مسلمان ہوئے اور کبھی کافر۔ جب مسلمانوں کے پاس آئے تو مسلمان بن گئے اور کافروں کے پاس گئے تو کافر بن گئے۔ ایسے لوگ جو دین کو تماشہ بنا لیتے ہیں عادۃً ان کا دل مسخ ہو جاتا ہے۔ پھر ان کو ایمان کی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ اس پر مغفرت مرتب ہو سکے اور اس آیت کا حکم عام ہے۔ ارتداد خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار یا تیسری بار سب کا ایک ہی حکم ہے کہ اس پر قائم رہنے سے جنت ومغفرت سے محرومی رہے گی۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے متعلق ہے کہ اول حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر گوسالہ کی عبادت کر کے کافر ہو گئے۔ پھر توبہ کر کے مومن ہوئے پھر عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر کافر ہوئے اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں اور ترقی کر گئے الغرض یہاں اہل کفر مراد ہیں کہ جنہوں نے دین کو کھیل وتماشہ بنا لیا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کی مغفرت ورحمت سے محروم کر دیئے گئے اور ان کا دین ایمان غیر معتبر قرار دیا گیا اب آگے منافقین کی مذمت مذکور ہے جن کا ایمان بھی غیر معتبر قرار دیا گیا اور ان کو عذاب الیم کی وعید سنائی گی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم آپ کی ذات وصفات پر ایمان لائے ہیں اور آپ کے ملائکہ اور آپ کی کتابوں اور آپ کے رسولوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ہم یوم آخرت اور حشر نشر پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اے اللہ ہم کو مرتے دم تک ایمان پر ثابت قدم رکھنا اور ایمان ہی پر ہم کو موت نصیب فرمانا۔ اے اللہ ہم کو اپنی کتاب قرآن کریم اور اپنے رسول پاک محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرما اور تازیست اسی پر ہم کو استقامت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ اُن کے واسطے بڑی دردناک سزا ہے جن کی یہ حالت ہے کہ کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر

بَشِّرِ	الْمُنٰفِقِيْنَ	بِاَنَّ	لَهُمْ	عَذَابًا اَلِيْمًا	الَّذِيْنَ	يَتَّخِذُوْنَ	الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ دُوْنِ
خوشخبری دیں	منافق (جمع)	کہ	ان کے لئے	دردناک عذاب	جولوگ	پکڑتے ہیں (بناتے ہیں)	کافر (جمع)	دوست	سوائے (چھوڑ کر)

الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ﴿۱۳۹﴾

کیا اُن کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں سو اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے

الْمُؤْمِنِيْنَ	اَيَبْتَغُوْنَ	عِنْدَهُمُ	الْعِزَّةَ	فَاِنَّ	الْعِزَّةَ	لِلّٰهِ	جَمِيْعًا
مومن (جمع)	کیا ڈھونڈتے ہیں؟	ان کے پاس	عزت	بیشک	عزت	اللہ کے لئے	ساری

منافقین کیلئے دردناک عذاب

ان آیات میں منافقین کا ذکر ہے کہ جو لوگ محض ظاہری دکھاوے کا اسلام رکھتے تھے اور دنیا کے مقابلہ میں دین کی پروا نہیں کرتے تھے اور درپردہ کفار و مشرکین اور یہود سے یارانہ جوڑتے تھے کہ اس سے ہم کو عزت وشوکت حاصل ہوگی چنانچہ انہیں منافقین کے متعلق یہاں پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے آخرت میں بڑی دردناک سزا ہے" یہاں منافقین کے لئے دردناک عذاب کی خبر دی گئی اور اس رنج دہ خبر کو منافقین کے لئے خوشخبری کہا گیا ہے اس لئے کہ در حقیقت وہ کسی خوشخبری کے قابل تو ہیں نہیں۔ یہی عذاب کی خبر ان کے لئے خوش خبری ہے۔

عزت اللہ کے لئے ہے

آگے دوسری آیت میں منافقین کی حالت بیان کی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے: "جن کی یہ حالت ہے کہ باوجود دعوے اسلام کے مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس جا کر عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سو خوب سمجھ لو کہ عزت تو ساری خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے وہ جس کو چاہیں دیں یعنی اگر خدائے تعالیٰ ان منافقین کو یا جن سے یہ جا جا کر ملتے ہیں اور دوستی کرتے ہیں عزت نہ دیں تو یہ کہاں سے معزز بن جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جلدی ہی حضرات صحابہ کے ہاتھوں منافقین وکفار سب کو ذلیل وخوار فرما دیا۔

منافقین کا ملنا کفار و یہود سے اس غرض سے تھا کہ انہیں اس وجہ خلاف امید انقلاب کی توقع ہرگز نہ تھی کہ مسلمان اس طرح غالب آجائیں گے۔ وہ یہ سوچتے تھے کہ ہمیشہ رہنا تو ہوگا ان مشرکین و یہود کے ساتھ اس لئے ان سے کیوں بگاڑ کیا جائے تو یہاں کفار و مشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے اور گھل مل کر رہنے کی ممانعت اور ایسا کرنے والوں کے لئے وعید مذکور ہوئی اور ساتھ ہی اس مرض میں مبتلا ہونے کی اصل منشا اور سبب کو بیان کر کے اس کا لغو اور بیہودہ ہونا بھی بتلا دیا۔ یعنی کفار و مشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور ان کے ساتھ ملنے کی غرض عموماً یہ ہوتی ہے کہ ان کی ظاہری ترقی عزت وقوت سے متاثر ہو کر یوں خیال کیا جاتا ہے کہ ان سے دوستی رکھی جائے تو ہمیں بھی ان سے عزت وقوت حاصل ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ نے اس خیال باطل کی یہاں تردید فرما دی کہ تم ان کے ذریعہ عزت حاصل کرنا چاہتے ہو جن کے پاس خود عزت نہیں۔ عزت جس کے معنی ہیں غلبہ اور قوت کے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور اسی کے دست قدرت میں ہے۔ مخلوق میں سے جس کسی کو قوت وغلبہ ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو ۲۸ویں پارہ سورۃ منافقون میں قدرے اضافہ کے ساتھ اس طرح ارشاد فرمایا ہے **ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنفقين لايعلمون.** (یعنی عزت تو صرف اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسولؐ کے لئے اور مومنین کے لئے لیکن منافقین اس بات کو نہیں جانتے) اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ کے رسولؐ اور مومنین کا اضافہ کر کے یہ بھی بتلا دیا کہ عزت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ جس کو چاہتا ہے عزت عطا فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول اور ان پر ایمان لانے والے اور ان کی سچی اتباع کرنے والے چونکہ اللہ کے نزدیک محبوب ومقبول ہیں اس لئے ان کو بھی عزت وغلبہ دیا جاتا ہے۔

بقدر وفاداری اور بقدر اطاعت شعاری اس کو بارگاہ خداوندی سے عزت ملے گی اور جو خدا اور اس کے رسول کا منکر و باغی ہوگا وہ ذلیل وخوار ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکامِ الٰہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو

وَقَدْ	نَزَّلَ	عَلَيْكُمْ	فِي الْكِتٰبِ	اَنْ	اِذَا سَمِعْتُمْ	اٰيٰتِ اللّٰهِ	يُكْفَرُ	بِهَا	وَيُسْتَهْزَاُ	بِهَا
اور تحقیق	اُتار چکا	تم پر	کتاب میں	یہ کہ	جب تم سنو	اللہ کی آیتیں	انکار کیا جاتا ہے	اس کا	مذاق اُڑایا جاتا ہے	اس کا

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ

اُن لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کردیں کہ اس حالت میں تم بھی اُن ہی جیسے ہوجاؤ گے، یقیناً اللہ تعالیٰ

فَلَا تَقْعُدُوْا	مَعَهُمْ	حَتّٰى	يَخُوْضُوْا	فِيْ	حَدِيْثٍ	غَيْرِهٖ	اِنَّكُمْ	اِذًا	مِّثْلُهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	جَامِعُ
تو نہ بیٹھو	ان کے ساتھ	یہاں تک کہ	وہ مشغول ہوں	میں	بات	اس کے سوا	یقیناً تم	اس صورت میں	ان جیسے	بیشک	اللہ	جمع کرنے والا

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۝١٤٠ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ

منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کردیں گے وہ ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں پھر اگر تمہاری فتح منجانب اللہ ہوگئی

الْمُنٰفِقِيْنَ	وَالْكٰفِرِيْنَ	فِيْ جَهَنَّمَ	جَمِيْعًا	الَّذِيْنَ	يَتَرَبَّصُوْنَ	بِكُمْ	فَاِنْ كَانَ	لَكُمْ	فَتْحٌ
منافق (جمع)	اور کافر (جمع)	جہنم میں	تمام	جو لوگ	تکتے رہتے ہیں	تمہیں	پھر اگر ہو	تم کو	فتح

مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۡ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ

تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل گیا تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے

مِنَ اللّٰهِ	قَالُوْٓا	اَلَمْ نَكُنْ	مَعَكُمْ	وَاِنْ	كَانَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	نَصِيْبٌ	قَالُوْٓا	اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ	عَلَيْكُمْ
اللہ (کی طرف) سے	کہتے ہیں	کیا تم نہ تھے؟	تمہارے ساتھ	اور اگر	ہو	کافروں کے لئے	حصہ	کہتے ہیں	کیا ہم غالب نہیں آئے تھے	تم پر

وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ

اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا سو اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں فیصلہ فرمادیں گے اور ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو

وَنَمْنَعْكُمْ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	فَاللّٰهُ	يَحْكُمُ	بَيْنَكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	وَلَنْ يَّجْعَلَ	اللّٰهُ	لِلْكٰفِرِيْنَ
اور ہم نے منع کیا تھا (بچایا تھا) تمہیں	سے	مسلمان (جمع)	سو اللہ	فیصلہ کرے	تمہارے درمیان	قیامت کے دن	اور ہرگز نہ دے گا	اللہ	کافروں کو

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝١٤١

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	سَبِيْلًا
مسلمانوں پر	راہ

مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرماویں گے

شانِ نزول: ہجرت سے قبل جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو مشرکین مکہ اپنی مجلسوں میں قرآن کا اور اسلام کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اگر کوئی مسلمان کسی ضرورت سے ان کی مجلس میں جاتا تو اس کو قرآن کریم کے متعلق نامناسب الفاظ سننے پڑتے اس پر اللہ تعالیٰ

نے سورۂ انعام میں جو مکہ میں نازل ہوئی تھی یہ حکم نازل فرمایا تھا۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○

یعنی جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کرو یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جاویں کسی اور بات میں اور اگر بھلا دے تم کو شیطان تو مت بیٹھو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود مدینہ نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اپنی مجالس میں قرآن پاک کی تضحیک کیا کرتے تھے اور منافقین بطور خوشامد کے ان کے مذاق اور استہزا میں شریک ہوا کرتے تھے اس پر یہ آیت زیر تفسیر نازل ہوئی اور گزشتہ حکم یعنی سورۂ انعام میں نازل ہونے والی آیت کا حوالہ دیکر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ حکم بھیج دیا تھا کہ کفار و فجار کی مجلس میں مت بیٹھو۔

دشمنانِ اسلام کی مجلس سے پرہیز کا حکم

اس آیت سے اور سورۂ انعام کی مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مجلس میں اپنے دین واسلام یا قرآن وحدیث پر عیب وطعنہ سنے اور پھر ان ہی میں بیٹھا سنا کرے اگرچہ آپ کچھ نہ کہے تو گناہ میں یہ کہنے والوں کے برابر ہوگا۔ ان ہی آیات سے اہل باطل کے ساتھ مجالست کے متعلق علمائے مفسرین نے یہ مسئلے نکالے ہیں۔

(۱) باطل پرست لوگوں کی مجالست اگر ان کی کفریات پر رضامندی کے ساتھ ہے تب تو کفر ہے کیونکہ کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے۔

(۲) اور اگر کراہت کے ساتھ مگر بلا عذر ہے تو فسق ہے

(۳) اور مجالست کفار دنیاوی ضرورت کے تحت ہو تو مباح ہے

(۴) اور اضطرار اور مجبوری کے ساتھ ہو تو معذوری ہے۔

(۵) اور تبلیغ دین کے لئے ہو تو عبادت ہے۔

منافقوں کی مفاد پرستانہ پالیسی

آگے یہاں دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کا ایک اور حال بیان کرتے ہیں جس سے ان کی دورنگی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جدھر غلبہ دیکھا اسی طرف ہو گئے مسلمانوں کا غلبہ دیکھا تو مسلمانوں سے مل کر ان کی سی باتیں کرنے لگے اور کافروں کا غلبہ دیکھا تو کافروں میں مل کر ان کی سی باتیں کرنے لگے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

"وہ منافقین ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر اور آرزومند رہتے ہیں پھر ان کے اس انتظار کے بعد اگر تمہاری فتح من جانب اللہ ہوگئی تو تم سے آ کر باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ جہاد میں شریک نہ تھے کیونکہ نام چارہ کو تو مسلمانوں میں گھسے ہی رہتے تھے مطلب یہ کہ ہم کو بھی غنیمت کا حصہ دو اور اگر کافروں کو کچھ غلبہ کا حصہ مل گیا یعنی اتفاق سے وہ غالب آئے تو ان سے جا کر باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے مگر ہم نے قصداً تمہارے غالب کرنے کے لئے مسلمانوں کی مدد نہ کی اور ایسی تدبیر کی کہ لڑائی بگڑ گئی اور کیا ہم نے جب تم مغلوب ہونے لگے تھے تو تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا اس طرح کہ ان کی مدد نہ کی اور تدبیر سے لڑائی بگاڑ دی مطلب یہ کہ ہمارا احسان مانو اور جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہم کو بھی کچھ دلواؤ۔ غرض دونوں طرف ہاتھ مارتے ہیں۔ سو دنیا میں گو اظہار اسلام کی برکت سے مسلمانوں میں مل کر زندگی گزار رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں عملی فیصلہ کر دیں گے اور اس فیصلہ میں ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرماویں گے بلکہ کفار مجرم قرار پا کر جہنم میں جاویں گے اور مسلمان اہل حق ثابت ہو کر جنت میں جاویں گے اور فیصلہ عملی یہی ہے۔

غلبۂ اسلام و مسلمین

اس آیت کے آخری جملہ میں جو یہ فرمایا گیا ہے وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر

غالب ہونے کی کوئی راہ ہرگز نہ دیگا تو اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے اس کا مطلب پوچھا تو آپ نے اس سے پہلے جملہ کے ساتھ ملا کر پڑھ دیا۔ مطلب یہ تھا کہ قیامت کے دن ایسا نہ ہوگا اور قیامت کے فیصلہ میں حق تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غلبہ کی کوئی راہ نہ دیں گے تو بعض مفسرین نے اس جملہ کا مطلب آخرت کے متعلق لیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ اس جملہ میں دنیا کے متعلق حکم مذکور ہے کہ دنیا میں کافروں کو یہ قدرت نہ ہوگی کہ مسلمانوں کا بالکل قلع قمع کر دیں اور صفحہ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹا دیں اس لئے بعض مفسرین نے اس جملہ کے ظاہری معنی مراد لئے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اب سے لے کر قیامت تک کوئی ایسا وقت لائے کہ کافر اس قدر غلبہ حاصل کرلیں کہ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے اور ان کا نام ونشان نہ رہے۔ باقی دنیاوی شوکت اور غلبہ کسی وقت یا کسی جگہ اگر کافروں پر تکوینی طور پر ہو جائے تو وہ اس کے منافی نہیں اور باعث اشکال نہیں۔ اس معنیٰ میں ایک لطافت یہ بھی ہے کہ منافقوں کو جو مسلمانوں کی (معاذ اللہ) ذلت اور ان کی بربادی کے آنے کے وقت کا انتظار تھا مایوس کر دیا گیا کہ کفار کو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ اس طرح غالب نہ کریں گے کہ تم پھولے نہ سماؤ اور جس ڈر سے منافقین مسلمانوں کا کھلے طور پر ساتھ نہ دیتے تھے اس ڈر کو بھی زائل کر دیا کہ یہ نہ سمجھو کہ اب مسلمان کسی وقت بھی مٹ جائیں گے۔ آیت کے اس جملہ سے علماء نے اس امر پر بھی استدلال کیا ہے کہ قرآن اور اسلام نے ایک مسلمان کے مقابلہ میں کافر کا غلبہ پسند نہیں کیا حتیٰ کہ گواہی جو ادنیٰ درجہ کی چیز ہے اس میں بھی غلبہ پسند نہیں کیا اور مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی کو معتبر نہیں رکھا گیا۔ اسی طرح مسلمان غلام کو کافر کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں ایک کافر کو ایک مسلمان پر غالب کر دینا ہے اور اس میں ایک مسلم کی ذلت ہے جو قرآنی منشا کے خلاف ہے لیکن ساتھ ہی یہاں آیت میں وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ (اور اگر کافروں کو کچھ غلبہ کا حصہ مل گیا) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی کبھی کسی مصلحت کی بنا پر مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کو بھی کسی قدر کامیابی اور غلبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن پاک نے دوسری جگہ یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ جب تک مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان رہیں گے کافروں کو ان پر غلبہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارشاد ہے
وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۳۹)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ منافقانہ خصلتوں سے مسلمانوں کو بچائیں اور منافقوں کی شرارتوں سے اہل اسلام کی حفاظت فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اسلام کا سچا اتباع نصیب فرما اور اسلام کی برکت سے اہل اسلام کو غلبہ وشوکت نصیب فرما۔ کفار ومشرکین اور اعدائے دین جو قیامت میں ذلیل وخوار ہوں گے یا اللہ ان کو دنیا میں بھی رسوا اور ذلیل وخوار فرما۔ یا اللہ ہماری شامت اعمال سے اس وقت جہاں کہیں کفار کو اہل اسلام پر غلبہ مل گیا ہے کفار کے غلبہ کو دور فرما اور ہم کو سچائی کے ساتھ اسلام کو مضبوط پکڑنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ آپ کا وعدہ کہ تم ہی سربلند رہو گے اگر تم پورے مومن رہے بالکل حق ہے۔ اس کی حقانیت کو دنیا دیکھ چکی ہے ہم ہی نے اسلام حقیقی کا دامن چھوڑ کر ذلت ورسوائی کو خریدا۔ یا اللہ امت مسلمہ پر رحم وکرم فرما اور ہم کو صحیح معنیٰ میں مسلمان بننے کی توفیق عطا فرما۔ قرآن اور سنت کو پھر وفاداری کے ساتھ اپنانے کی سعادت نصیب فرما۔ یہود ونصاریٰ کے اتباع کی لعنت سے نجات عطا فرما اور کفار ومشرکین اور باطل پرستوں سے بے تعلقی اور گریز نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

42

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ

بلاشبہ منافق لوگ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا اُن کو دینے والے ہیں اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ	يُخٰدِعُوْنَ	اللّٰهَ	وَهُوَ	خَادِعُهُمْ	وَإِذَا	قَامُوْٓا	إِلَى	الصَّلٰوةِ	قَامُوْا كُسَالٰى
بیشک منافق	دھوکہ دیتے ہیں	اللہ	اور وہ	انہیں دھوکہ دے گا	اور جب	کھڑے ہوں	طرف (کو)	نماز	کھڑے ہوں سستی سے

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ۝ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ

کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت مختصر معلق ہو رہے ہیں دونوں کے درمیان میں نہ

يُرَآءُوْنَ	النَّاسَ	وَلَا	يَذْكُرُوْنَ	اللّٰهَ	إِلَّا قَلِيْلًا	مُّذَبْذَبِيْنَ	بَيْنَ	ذٰلِكَ	لَآ
وہ دکھاتے ہیں	لوگ	اور نہیں	یاد کرتے	اللہ	مگر بہت کم	ادھر میں لٹکے ہوئے	درمیان	اس	نہ

إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝

ادھر نہ اُدھر اور جس کو خداتعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں ایسے شخص کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے

	إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ	وَلَا	إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ	وَمَنْ	يُّضْلِلِ اللّٰهُ	فَلَنْ تَجِدَ	لَهٗ	سَبِيْلًا	
	ان کی طرف	اور نہ	اُن کی طرف	اور جو۔ جس	گمراہ کرے اللہ	تو ہرگز نہ پائے گا	اس کے لئے	کوئی راہ	

منافقین کی خود فریبی

منافقین کے متعلق یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ یہ منافق لوگ دعوے ایمان اور ظاہری اطاعت سے دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اس لئے کہ دعوے ایمان اور نماز وغیرہ ارکان اسلام سے ان کا مقصود لوگوں کو دکھلانا اور دنیوی فوائد حاصل کرنا ہے۔ اللہ کی خوشنودی ان کو مقصود ہی نہیں لیکن ان بے عقلوں کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو رہا ہے جو یہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ دہی کا کر رہے ہیں یعنی جس طرح وہ دوستی کے پردہ میں ان سے دشمنی کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوستی کے پردہ میں ان سے دشمنی ہو رہی ہے کہ بظاہر معاملہ دوستوں یعنی مسلمانوں کا سا ہو رہا ہے مگر مقدر یہ ہے کہ جب انکا پیمانہ لبریز ہو جائے اور اپنی شرارتیں دل کھول کر کر لیں تو پھر اکٹھی پکڑ ہو اور دائمی جیلخانہ میں ڈال دیا جائے۔

منافقین کی نماز

اب منافقین بظاہر چونکہ مسلمان بنے ہوئے تھے اس لئے مسلمانوں کو اپنا اسلام ظاہر کرنے کے لئے نماز روزہ اسلام کے ظاہری ارکان بھی بجالاتے تھے۔ مگر ان کی نماز کی حالت بتلائی جاتی ہے کہ جب یہ منافق نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو انتہائی کاہلی اور بے دلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا مقصود نماز تو ہے نہیں۔ نہ آخرت کا ثواب اور نہ اللہ کی خوشنودی ان کو مقصود ہے ان کی غرض تو صرف یہ ہوتی ہے کہ مسلمان ہم کو نمازی سمجھیں۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ اگر منافقین کو لوگوں کا ڈر نہ ہوتا تو کبھی کوئی نماز نہ پڑھتے اور چونکہ نماز سے ذکر اللہ اور اللہ کی یاد ان کو مقصود نہیں اس لئے لوگوں کو دکھلانے کو نماز پڑھ لیتے ہیں مگر اس میں نہ تسبیح، تہلیل ہوتی ہے نہ خشوع خضوع صرف اٹھنا اور بیٹھنا ہوتا ہے اور جب تنہا ہوتے تو بالکل نہ پڑھتے تو یہاں منافقین کی نماز کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ نماز جیسی بہترین عبادت بھی مشغولیت اور دلچسپی سے ادا کرنی انہیں نصیب نہیں ہوتی کیونکہ نیک نیتی، حسن عمل، حقیقی ایمان اور سچا یقین ان میں تھا ہی نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ نمازی کو چاہیے کہ ذوق وشوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے

ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین جانے کہ اس کی آواز پر اللہ تعالیٰ کے کان ہیں اس کی طلب پوری کرنے کو خدا تعالیٰ تیار ہیں۔

بخاری و مسلم میں روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سب سے گراں اور بوجھل منافقین پر عشاء او فجر کی نماز ہے اگر یہ ان نمازوں کے فضائل کے دل سے قائل ہوتے تو گو گھٹنوں چل کر آنا پڑے یہ ضرور آجاتے۔ میں تو ارادہ کر رہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز شروع کرا کر کچھ لوگوں سے لکڑیاں اٹھوا کر ان کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیاں ان کے گھروں کے اردگرد لگا کر حکم دوں کہ آگ لگا دو اور ان کے گھروں کو جلا دو اور ایک روایت میں ہے کہ اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعاً میں ان کے گھر جلا دیتا۔ اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی سخت تنبیہ و وعید ہے کہ جو خصوصاً عشاء و فجر جماعت سے نہیں پڑھتے۔

بے یقینی کی کیفیت:

آگے انہی منافقین کے متعلق دوسری آیت میں بتلایا گیا کہ دین کے معاملہ میں یہ منافق متحیر، ششدر اور پریشان حال ہیں۔ ایمان و کفر کے درمیان کا دل ڈانواڈول ہو رہا ہے۔ نہ تو صاف طور سے مسلمانوں کے ساتھ ہیں نہ بالکل کفار کے ساتھ۔ کبھی نور اسلام چمک اٹھا تو اسلام کی صداقت کرنے لگے کبھی کفر کی اندھیریاں غالب آگئیں تو ایمان سے یکسو ہو گئے۔ حدیث میں مومن، کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی دی گئی جو ایک دریا پر گئے ایک شخص تو کنارے ہی پر کھڑا رہ گیا دوسرا اتر کر منزل مقصود تک پہنچ گیا تیسرا اترا اور چلا جب بیچوں بیچ پہنچا تو ادھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے چلا۔ ادھر واپس چلا آ۔ ادھر والے نے آواز دی کہ آ جاؤ نجات کے ساتھ منزل مقصود پر میری طرح پہنچ جاؤ آدھا راستہ طے کر چکے ہو اب حیران ہو کر کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر نظر ڈالتا ہے مذبذب ہے کہ کدھر جاؤں اور کدھر نہ جاؤں اسی میں ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے چلی۔ غوطے کھا کھا کر مر گیا۔ پس پار ہو جانے والا تو مسلمان ہے کنارے پر کھڑا رہ جانے والا کافر ہے اور بیچ میں ڈوب کر مرنے والا منافق ہے۔

بدعملی کا انجام

آیت کے اخیر میں منافقین کے بارہ میں بتلایا گیا کہ ان منافقوں کو ان کی بدترین بدعملی کے باعث راستی سے دھکیل دیا گیا ہے اب نہ انہیں کوئی راہ راست پر لا سکے نہ چھٹکارا دلا سکے۔ اللہ تعالیٰ جس کو گمراہی میں چھوڑ دے تو اس کو پھر راستہ دکھلانے والا کون ہے۔

منافقین کی چار خصلتیں

خلاصہ یہ کہ ان دونوں آیات میں منافقین کی چار ظاہری علامات اور خصلتیں بیان کی گئیں۔

۱- منافق اظہار ایمان میں چالبازی کرتے ہیں وہ اپنے خیال میں اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ خود دھوکہ میں مبتلا ہیں۔

۲- نماز پڑھتے ہیں مگر انتہائی مرے دل سے سستی کے ساتھ۔

۳- ان کی نماز میں کوئی خلوص نہیں ہوتا۔ محض دکھلاوا اور ریا ہوتا ہے۔ نماز میں یا ویسے بھی اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

۴- ایمان و کفر کے درمیان لٹکے رہتے ہیں نہ دل سے ایمان قبول کر کے مسلمانوں میں شامل ہوتے ہیں نہ کھل کر کفر کا ساتھ دے سکتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ نفاق کسی شخص یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جس کے ایمان میں تردد اور تذبذب ہو اور ظاہر باطن کے خلاف ہو عقائد شرعی پر اس کو وثوق نہ ہو صرف مسلمانوں کی فہرست میں نام لکھوانے کے لئے مسلمان ہو بس ایسا ہی شخص منافق ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو منافقانہ عادتوں اور خصلتوں سے محفوظ و مامون فرمائیں اور ہم کو ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں شریعت اسلامیہ کی کامل پابندی نصیب فرما۔ شرعی عقائد پر کامل وثوق اور یقین عطا فرما اور تردد و تذبذب کے فتنہ سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اے اللہ ہم کو محض نام کا مسلمان نہ رکھئے بلکہ کام کا مسلمان بنا دیجئے اور اسلام و ایمان کی سچی محبت ہمارے دلوں میں اتار دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ

اے ایمان والو! تم مؤمنین کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ کیا تم یوں چاہتے ہو کہ اپنے اوپر

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوْا	الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ دُوْنِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَتُرِيْدُوْنَ
اے	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	نہ پکڑو (نہ بناؤ)	کافر (جمع)	دوست	سوائے	مسلمان (جمع)	کیا تم چاہتے ہو

اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ

اللہ تعالیٰ کی حجت صریح قائم کرلو بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاوینگے اور تو ہرگز انکا

اَنْ تَجْعَلُوْا	لِلّٰهِ	عَلَيْكُمْ	سُلْطٰنًا	مُّبِيْنًا	اِنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ	فِيْ	الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ	مِنَ	النَّارِ
کر تم کرو (لو)	اللہ کا	تم پر (اپنے اوپر)	الزام	صریح	بیشک	منافق (جمع)	میں	سب سے نیچا درجہ	سے	دوزخ

وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ

کوئی مددگار نہ پاوے گا لیکن جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر وثوق رکھیں اور اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لئے کیا کریں

وَلَنْ تَجِدَ	لَهُمْ	نَصِيْرًا	اِلَّا	الَّذِيْنَ تَابُوْا	وَاَصْلَحُوْا	وَاعْتَصَمُوْا	بِاللّٰهِ	وَاَخْلَصُوْا	دِيْنَهُمْ	لِلّٰهِ
اور ہرگز نہ پائے گا	ان کے لئے	کوئی مددگار	مگر	جنہوں نے توبہ کی	اور اصلاح کی	اور مضبوطی سے پکڑا	اللہ کو	اور خالص کرلیا	اپنا دین	اللہ کے لئے

فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ

تو یہ لوگ مؤمنین کے ساتھ ہونگے اور مؤمنین کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماویں گے اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے

فَاُولٰۗىِٕكَ	مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ	وَسَوْفَ	يُؤْتِ اللّٰهُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَجْرًا عَظِيْمًا	مَا يَفْعَلُ	اللّٰهُ
تو ایسے لوگ	مومنوں کے ساتھ	اور جلد	دے گا اللہ	مومن (جمع)	بڑا ثواب	کیا کرے گا	اللہ

بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝

اگر تم شکر گذاری کرو اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑے قدر کرنے والے خوب جاننے والے ہیں

	بِعَذَابِكُمْ	اِنْ شَكَرْتُمْ	وَاٰمَنْتُمْ	وَكَانَ	اللّٰهُ	شَاكِرًا	عَلِيْمًا	
	تمہارے عذاب سے	اگر تم شکر کروگے	اور ایمان لاؤگے	اور ہے	اللہ	قدردان	خوب جاننے والا	

کافروں سے محبت اور دوستی سے ممانعت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں سے دوستیاں کرنے ان سے دلی محبت رکھنے ان کے ساتھ ہر وقت اٹھنے بیٹھنے ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے ان سب باتوں سے صاف روک دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ قرآن میں جہاں کہیں ایسی عبارتوں میں سلطان کا لفظ آیا ہے وہاں اس سے مراد حجت ہے یعنی اگر تم نے مؤمنین کو چھوڑ کر کفار سے دلی دوستی کے تعلقات پیدا کئے تو تمہارا یہ فعل کافی ثبوت ہوگا اور پوری دلیل ہوگی اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے۔

منافقوں کی سزا

آگے دوسری آیت میں منافقین کی سزا اور ان کا انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے

''بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاویں گے اور اے مخاطب تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاوے گا جو ان کو سزا سے بچاسکے''

دوزخ کے سات طبقہ ہیں اوپر نیچے جن کے نام یہ ہیں (۱) جحیم، (۲) جہنم، (۳) سعیر، (۴) سقر، (۵) لظیٰ، (۶) ہاویہ، (۷) حطمہ۔ اول طبقہ گناہ گار مسلمانوں اور ان کفار کے لئے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے مخصوص ہے۔ دیگر طبقات مشرکین آتش پرست، دہریئے، یہود، نصاریٰ اور منافقین کیلئے مقرر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ منافقین کو آگ کے صندوقوں میں بند کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور یہ سب سے نیچے کے طبقہ میں ہونگے جہاں کہ نہایت وسعت اور قسم قسم کے سخت عذاب ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور وجہ اس کی کہ کفار سے بڑھ کر منافقین سب سے نچلے درجہ میں ہونگے۔ یہ ہے کہ کفار تو چونکہ ظاہر و باطن میں کھلے ہوئے منکر اور مخالف ہیں ان سے اس قدر اسلام اور مسلمانوں کو مضرت نہیں پہنچتا کہ منافقین ظاہر میں مسلمان بن کر اور اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کو ضرر پہنچاتے ہیں۔

منافقین کو توبہ و اصلاح کی دعوت

یہاں تیسری اس آیت میں منافقین کو بھی توبہ اور اصلاح کر لینے کی ترغیب دی جارہی ہے اور اس پر معافی کا وعدہ بھی فرمایا جارہا ہے۔ چار شرطوں کے ساتھ اول تابو یعنی صدق دل سے نفاق و ریا وغیرہ سے توبہ کرلیں دوسرے اصلحوا یعنی جو کچھ ان کے علم و عمل میں فساد ہے اس کی اصلاح کرلیں تیسرے وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑ لیں یعنی اس کے دشمنوں اور دین کے مخالفوں کو چھوڑ کر اسی کی ذات پر بھروسہ اور اعتماد کریں چوتھے وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ یعنی اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لئے کریں۔ یعنی خلوص اور صدق نیت پیدا کریں کیونکہ تمام چیزوں کا مدار اسی پر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی عمل مقبول ہے جو ریا نمائش وغیرہ سے پاک محض اسی کی ذات کے لئے ہو اور اسی کی خوشنودی کے لئے ہو۔

گزشتہ درس میں منافقین کے چار اوصاف ذمیمہ بیان فرمائے گئے تھے انہی کے مقابلہ میں یہ چار اوصاف حمیدہ بیان فرمائے گئے ہیں کہ جو ان کو اختیار کرلے تو وہ خالص مومن ہے اور وہ دین و دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ ہوگا اور ایمان والوں کو جو اجر عظیم آخرت میں ملنے والا ہے ان کے ساتھ ان کو بھی ملے گا جنہوں نے کہ نفاق سے سچی توبہ کرلی۔

عذاب بندے کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے

آخری آیت میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ بندہ کو جو کچھ عذاب ہوگا وہ اسکے اعمال بد اور عقائد باطلہ کی وجہ سے ہوگا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ ان کو خواہ مخواہ عذاب دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نیک کاموں کے بڑے قدردان ہیں جو شخص اس کے حکم کو ممنونیت اور شکرگزاری کے ساتھ تسلیم کرتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو اطاعت و اخلاص کے بڑے قدردان ہیں اور اس پر تو رحمت ہی رحمت ہے۔ ایسے شخص کو عذاب سے کیا واسطہ عذاب تو وہ سرکش اور نافرمانوں کو دیتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی مومنین صادقین کے گروہ میں شامل فرمائیں اور ایمان و اخلاص کی دولت سے سرفراز فرمائیں۔ یا اللہ ہم سے جو کوتاہیاں اور تقصیرات اب تک سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ یا اللہ جملہ منافقانہ عادات و خصائل سے ہمارے نفوس کو پاک فرما اور ہم کو تمام معاملات و عبادات میں خلوص اور نیک نیتی نصیب فرما۔ ریا اور نمائش سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اے اللہ اپنی ذات عالیہ پر ہم کو اعتماد بھروسہ اور توکل والا یقین کامل عطا فرما اور اپنے شکرگزار بندوں میں ہم کو شامل رہنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا

لَا يُحِبُّ	اللّٰهُ	الْجَهْرَ	بِالسُّوْٓءِ	مِنَ الْقَوْلِ	اِلَّا	مَنْ	ظُلِمَ	وَكَانَ	اللّٰهُ	سَمِيْعًا	عَلِيْمًا
پسند نہیں کرتا	اللہ	ظاہر کرنا	بُری	بات	مگر	جو۔جس	ظلم ہوا ہو	اور ہے	اللہ	سُننے والا	جاننے والا

اللہ تعالیٰ بُری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے اور اللہ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا

اِنْ تُبْدُوْا	خَيْرًا	اَوْ تُخْفُوْهُ	اَوْ تَعْفُوْا	عَنْ	سُوْٓءٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَفُوًّا	قَدِيْرًا
اگر تم کھلم کھلا کرو	کوئی بھلائی	یا اسے چھپاؤ	یا معاف کردو	سے	بُرائی	تو بیشک	اللہ	ہے	معاف کرنیوالا	قدرت والا

اگر نیک کام علانیہ کرو یا اس کو خفیہ کرو یا کسی بُرائی کو معاف کردو تو اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں پوری قدرت والے ہیں

برائی وایذاء کی شکایت کی حدود

گذشتہ آیات میں منافقین کے احوال میں ان کا مسلمانوں کے ساتھ عداوت کرنا مذکور ہوا تھا۔ چونکہ عداوت میں اکثر ایذا رسانی کی نوبت بھی آتی رہتی ہے اور جس کو ایذا پہنچتی ہے اکثر اس کی زبان سے شکوہ شکایت بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے آگے ان آیات میں حکایت وشکایت کے حدود پر گفتگو فرمائی جاتی ہے اور ایک ایسا قانون بتلایا جاتا ہے کہ جس میں ایک طرف تو اس کی اجازت دی جاتی ہے کہ جس شخص پر کوئی ظلم کرے تو مظلوم اس کے ظلم کی شکایت کرسکتا ہے یا عدالت میں چارہ جوئی کرسکتا ہے جو عین عدل وانصاف کا تقاضا اور انسداد جرائم کا ایک ذریعہ ہے۔ دوسری طرف اعلیٰ اخلاق کی تعلیم اور عفوودرگزر کی تلقین وترغیب دی جاتی ہے اور مظلوم کو اس پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے حق میں ایثار سے کام لے اور ظلم کا انتقام نہ لے بلکہ عفوودرگزر کی نیکی اختیار کرے۔

یہاں آیت میں اگرچہ صرف ظالم کے مقابلہ میں شکایت اور اظہار کی اجازت ہے مگر ظالم کے علاوہ بعض اور مواقع بھی ہیں جن میں شریعت برائی کے اظہار کی اجازت دیتی ہے مثلاً اگر کسی سے دینی یا دنیوی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کے حالات سے لوگوں کو باخبر کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہوگا اسی طرح شہادت میں جو سچی بات ہو اس کا اظہار کرنا واجب ہے خواہ اس میں کسی کی برائی کا اظہار ہو۔ ہاں جہاں کوئی شرعی مصلحت اور ضرورت نہ ہو وہاں کسی کی عیب جوئی جائز نہیں۔

الغرض حق تعالیٰ نے ان آیات میں تین مرتبے بیان فرمائے اول یہ کہ انتقام جائز ہے اور یہ ضعفا کی شان ہے دوسرے یہ کہ معاف کردینا یہ اہل ہمت کی شان ہے۔ تیسرے یہ کہ برائی کرنے والے سے سلوک اور احسان یہ اہل عزم اور کاملین کا مقام ہے۔

انتقام اور بدلہ کی اجازت میں ایک شرط قرآن پاک نے اور رکھی ہے جو چودھویں پارہ سورۂ نحل میں بیان فرمائی گئی ہے۔

کہ اگر کوئی شخص تم پر ظلم یا زیادتی کرے تو تم بھی اس سے ظلم کا بدلہ لے سکتے ہو مگر شرط یہ ہے کہ بدلہ برابر کا ہو یعنی جتنا ظلم وتعدی اس نے کیا ہے۔ بدلہ میں اس سے زیادتی نہ ہونے پائے ورنہ پھر تم ظالم ہوجاؤ گے جس کا حاصل یہ ہے کہ ظلم کے جواب میں ظلم کی اجازت نہیں بلکہ ظلم کا بدلہ انصاف سے برابر برابر لیا جاسکتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہدایت ہے کہ بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے مگر صبر کرنا اور معاف کردینا بہتر ہے۔

عفوودرگزر کی ترغیب

آیت کے آخیر میں فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا فرما کر یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ قادر مطلق ہیں جس کو جو چاہیں سزا دے سکتے ہیں۔ اس کے باوجود بہت معاف کرنے والے ہیں اکثر خطاؤں

سے درگزر کرتے ہیں تو انسان جس کو قدرت واختیار بھی کچھ نہیں وہ اگر انتقام لینا بھی چاہے تو بہت ممکن ہے کہ اس پر قدرت ہی نہ ہو اس لئے اس کو تو عفو و درگزر اور بھی زیادہ مناسب ہے۔ اس طرح دنیا سے ظلم و جور مٹانے کا قرآن کریم نے ایک بہترین قانون تعلیم فرمادیا کہ ایک طرف برابر کے انتقام کا حق دے کر عدل وانصاف کو بھی قائم رکھا اور دوسری طرف مظلوم کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دے کر عفو و درگزر پر آمادہ کیا جس کا لازمی نتیجہ وہی ہے جس کو قرآن پاک نے ۲۴ ویں پارہ سورۂ حٰم السجدۃ میں فرمایا فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ تو پھر یہ ہوگا کہ جس شخص میں اور تم میں عداوت ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔

الحاصل یہاں آیات میں عام حکم کسی کی غیبت، بدگوئی کرنے کی ممانعت کا ہے۔ البتہ مظلوم کو بقدر ظلم ظالم کی شکایت کرنے اس سے انتقام لینے اس کو بددعا دینے کی اجازت ہے مگر پھر بھی حلم، درگزر اور عفو کی ترغیب دی گئی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ظلم سے ہر طرح محفوظ رکھیں اور ہم کو ہر حال میں قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں عفو و درگزر کرنے کی صفات پیدا فرمائیں اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور بدگوئی سے کامل طور پر بچائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْفُرُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	رُسُلِهٖ	وَيُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يُّفَرِّقُوْا	بَيْنَ	اللّٰهِ	وَرُسُلِهٖ
بیشک	جولوگ	انکار کرتے ہیں	اللہ کا	اور	اس کے رسولوں	اور چاہتے ہیں	کہ	فرق نکالیں	درمیان	اللہ	اور اسکے رسول

جولوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اُس کے رسولوں کے ساتھ اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں

وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾

اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ بَین بَین ایک راہ تجویز کریں

وَيَقُوْلُوْنَ	نُؤْمِنُ	بِبَعْضٍ	وَنَكْفُرُ	بِبَعْضٍ	وَ	يُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يَّتَّخِذُوْا	بَيْنَ ذٰلِكَ	سَبِيْلًا
اور کہتے ہیں	ہم مانتے ہیں	بعض کو	اور نہیں مانتے	بعض کو	اور	چاہتے ہیں	کہ	پکڑیں (نکالیں)	اس کے درمیان	ایک راہ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْكٰفِرُوْنَ	حَقًّا	وَاَعْتَدْنَا	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابًا	مُّهِيْنًا	وَ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ
یہی لوگ	وہ	کافر (جمع)	اصل	اور ہم نے تیار کیا ہے	کافروں کے لئے	عذاب	ذِلّت کا	اور	جولوگ ایمان لائے	اللہ پر

ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور جولوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اُس کے سب

وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

وَرُسُلِهٖ	وَلَمْ يُفَرِّقُوْا	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْهُمْ	اُولٰٓئِكَ	سَوْفَ	يُؤْتِيْهِمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَكَانَ	اللّٰهُ
اور اس کے رسولوں پر	اور فرق نہیں کرتے	درمیان	کسی کے	ان میں سے	یہی لوگ	عنقریب	انہیں دے گا	ان کے اجر	اور ہے	اللہ

رسولوں پر بھی اور اُن میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور اُن کے ثواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا	
بڑے مغفرت والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں	بخشنے والا	نہایت مہربان	

یہود کا عقیدہ تفریق بین الرسل

یہاں ان آیات میں اگرچہ صاف نام یہود کا نہیں لیا گیا مگر ان کا عقیدہ تفریق بالایمان بیان کر کے اس پر حکم سنا دیا گیا ہے تا کہ جن پر یہ بیان صادق اترتا ہے وہ اپنا فکر کریں اور درست ہونا چاہیں تو ہو جائیں ورنہ پھر آخرت کا ذلیل کرنے والا عذاب بھگتنے کے لئے تیار رہیں۔

یہود کے عقائد کفریہ میں ان کا سب سے بڑا کفر تفریق فی الایمان ہے جس کو یہاں بیان فرمایا جاتا ہے یعنی خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان ایمان لانے میں تفریق کرنا اور تفریق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ماننے اور رسول کو نہ ماننے یا اللہ کے بعض رسولوں کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے۔ جیسے یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انبیاء بنی اسرائیل کو مانتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے یا جیسے نصاریٰ جو تمام انبیاء کو مانتے ہیں مگر خاتم الانبیاء اور اشرف الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں تو حق سبحانہ تعالیٰ

نے یہاں بتلا دیا کہ کیا یہ لوگ تفریق فی الایمان کے قائل ہو کر ایمان وکفر کے درمیان کوئی نیا راستہ نکالنا چاہتے ہیں حالانکہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی دوسری چیز نہیں نکل سکتی۔ مطلب یہ کہ اگر مومن بننا چاہتے ہیں تو سب نبیوں پر ایمان لائیں کیونکہ جس نے ایک نبی کا بھی انکار کیا اس نے گویا سارے نبیوں کا انکار کیا کیونکہ ہر نبی پر ایمان لانا فرض ہے۔ پس آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار تمام انبیاء کی نبوت کا انکار ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق رکھتے ہیں تو وہ خوب سمجھ لیں کہ وہ اللہ کے نزدیک پکے اور کٹر کافر ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسولوں سے منکر ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں یعنی اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور رسولوں پر ایمان نہیں لاتے یا بعض رسولوں کو مانتے ہیں بعض کو نہیں مانتے یہ لوگ خالص کافر ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ماننا جبھی معتبر ہے کہ اپنے زمانہ کے پیغمبر کی تصدیق کرے اور اس کا حکم مانے۔ بدوں تصدیق نبی کے اللہ کا ماننا غلط ہے اور اس کا اعتبار نہیں بلکہ ایک نبی کی تکذیب اللہ کی اور تمام رسولوں کی تکذیب سمجھی جاتی ہے۔ یہود نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو حق تعالیٰ اور تمام انبیاء کی تکذیب کرنے والے قرار دیئے گئے اور خالص کافر ٹھہرائے گئے۔ یہ صرف اہل اسلام ہی ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ساتھ ہی تمام انبیاء علیہم السلام پر اور اس قرآنی بشارت کے بھی مصداق ہیں جس کا وعدہ یہاں فرمایا گیا ہے یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور اجر اور بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام وایمان سے نوازا اور اپنی ذات پر اور اپنے تمام رسولوں پر ایمان لانے والا بنایا۔

اے اللہ ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرما اور ہم کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی ہونا نصیب فرما۔ اے اللہ ہمارے تمام عقائد اور اعمال شریعت مطہرہ کے موافق ہوں اور ہم سے جو اعمال میں کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے اور ہم کو اپنی مغفرت نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ

يَسْئَلُكَ	اَهْلُ الْكِتٰبِ	اَنْ	تُنَزِّلَ	عَلَيْهِمْ	كِتٰبًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	فَقَدْ سَاَلُوْا	مُوْسٰى	اَكْبَرَ
آپ سے سوال کرتے ہیں	اہل کتاب	کہ	اتار لائے	ان پر	کتاب	سے	آسمان	سو وہ سوال کر چکے ہیں	موسیٰ	بڑا

آپ سے اہل کتاب یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ اُن کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمان سے منگوادیں سو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑی بات کی

مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ

مِنْ ذٰلِكَ	فَقَالُوْا	اَرِنَا	اللّٰهَ	جَهْرَةً	فَاَخَذَتْهُمُ	الصّٰعِقَةُ	بِظُلْمِهِمْ	ثُمَّ	اتَّخَذُوا	الْعِجْلَ
اس سے	انہوں نے کہا	ہمیں دکھادے	اللہ	علانیہ	سو انہیں آپکڑا	بجلی	ان کے ظلم کے باعث	پھر	انہوں نے بنالیا	بچھڑا (گوسالہ)

درخواست کی تھی اور یوں کہا تھا کہ ہم کو اللہ کو کھلم کھلا دکھلا دو جس پر اُن کی اس گستاخی کے سبب اُن پر کڑک بجلی آپڑی پھر انہوں نے گوسالہ کو تجویز کیا تھا

مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾

مِنْ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	فَعَفَوْنَا	عَنْ ذٰلِكَ	وَاٰتَيْنَا	مُوْسٰى	سُلْطٰنًا	مُّبِيْنًا
اس کے بعد	کہ	ان کے پاس آئیں	نشانیاں	سو ہم نے درگزر کیا	اس سے (اس کو)	اور ہم نے دیا	موسیٰ	غلبہ	ظاہر (صریح)

بعد اس کے کہ بہت سے دلائل اُن کو پہنچ چکے تھے پھر ہم نے اس سے درگزر کر دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے بڑا رعب دیا تھا

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ

وَرَفَعْنَا	فَوْقَهُمُ	الطُّوْرَ	بِمِيْثَاقِهِمْ	وَقُلْنَا	لَهُمُ	ادْخُلُوا	الْبَابَ	سُجَّدًا	وَّقُلْنَا	لَهُمْ
اور ہم نے بلند کیا	ان کے اوپر	طور	ان سے عہد لینے کی غرض سے	اور ہم نے کہا	اُن کیلئے (اُن سے)	تم داخل ہو	دروازہ	سجدہ کرتے	اور ہم نے کہا	اُن سے

اور ہم نے اُن لوگوں سے قول وقرار لینے کے واسطے کوہ طور کو اٹھا کر اُن کے اوپر معلق کر دیا تھا اور ہم نے اُن کو یہ حکم دیا تھا کہ دروازہ میں عاجزی سے داخل ہونا اور ہم نے اُن کو یہ حکم دیا تھا

لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿١٥٤﴾

	لَا تَعْدُوْا	فِي	السَّبْتِ	وَاَخَذْنَا	مِنْهُمْ	مِّيْثَاقًا	غَلِيْظًا	
	نہ زیادتی کرو	میں	ہفتہ کا دن	اور ہم نے لیا	اُن سے	عہد	مضبوط	

کہ یوم ہفتہ کے بارہ میں تجاوز مت کرنا اور ہم نے اُن سے قول وقرار نہایت شدید لئے۔

شان نزول

ایک مرتبہ مدینہ کے چند سردار اور علماء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو ایک کتاب لکھی لکھائی پوری یکبارگی آسمان سے لا دیجئے جیسا کہ حضرت موسیٰ توراۃ لائے تھے ایسی کتاب کے ہم قائل نہیں جو تھوڑی تھوڑی اترے اور ایک

روایت میں ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ ہم آپ کے ہاتھ پر جب بیعت کریں گے کہ جب فلاں اور فلاں شخص کے نام اللہ کی طرف سے یہ تحریر آجائے کہ آپ اللہ کے رسول اور نبی ہیں اور یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ یہود کے ان بیجا اور معاندانہ مطالبات پر یہ آیات نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا کہ

ان کا مطالبہ اس لئے نہیں ہے کہ وہ دل سے ایمان لانا چاہتے ہیں بلکہ وہ ہٹ دھرمی اور ضد وعناد کی وجہ سے کوئی نہ کوئی عذر کرتے ہی رہتے ہیں۔

یہودیوں کی کٹ حجتیاں اور ضد وعناد

یہاں ان آیات میں جن واقعات کی طرف اشارہ ہے یعنی (۱) ایک موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کا مطالبہ کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھلا دیا جائے اور ان کی اس گستاخی پر آسمان سے بجلی ان پر گرنا اور ان کو ہلاک کر دینا اور پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ کا ان کو دوبارہ زندہ کر دینا (۲) دوسرے بنی اسرائیل کا گائے کے بچھڑے کو معبود تسلیم کرنا اور اس کی پرستش شروع کر دینا پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے طریق توبہ کا بتایا جانا اور پھر اس جرم عظیم کا بخش دیا جانا (۳) تیسرے بنی اسرائیل کا کہنا کہ توراۃ کے حکم سخت ہیں ہم نہیں مانتے اس وقت کوہ طور کو ان کے سروں پر معلق کر دینا کہ ان حکموں کو قبول کرو ورنہ یہ پہاڑ سر پر ڈال کر تم کو کچل دیا جائے گا۔ (۴) چوتھے بنی اسرائیل کو شہر بیت المقدس میں عاجزی سے داخل ہونے کا حکم ملنا اور ان کا اس کی خلاف ورزی کرنا (۵) پانچویں بنی اسرائیل کو ہفتہ کے دن کی تعظیم اور مچھلی کا شکار نہ کرنے کا حکم ملا تھا مگر ہفتہ ہی کے دن مچھلیاں بکثرت دریا میں نظر آتیں تو حیلہ اور فریب کر کے انہوں نے مچھلیاں پکڑنا شروع کر دیں جس پر ان کو بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا اور پھر سب کا ہلاک کر دیا جانا۔ ان تمام واقعات کی تفصیلات سورۂ بقرہ پارہ الم میں بیان ہو چکی ہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

چونکہ یہود مدینہ کا مطالبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محض عناد اور سرکشی کی وجہ سے تھا اور عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ ایسے سوالوں اور مطالبوں کو پورا نہیں کیا جاتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی کہ یہ قوم تو ہمیشہ سے ایسی ہی جہالت کرتی آئی ہے۔ ان کی یہ بے باکی اور سرکشی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان کے بڑوں نے تو اس سے بھی بڑی اور سخت بات اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے طلب کی تھی اور کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو صاف طور پر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ تو حاصل یہ کہ یہود کی جہالت ان کی کج طبعی اور سرتابی کی مذمت کی جارہی ہے کہ یہ قوم تو ہمیشہ سے ایسے ہی بے محل اور نازیبا حرکات اور بے جا درخواست اپنے انبیاء سے بھی کرتی آئی ہے تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسے بے جا سوالات یہ کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں ایک لطیف اشارہ اور درس عبرت اہل ایمان کے لئے بھی ہے کہ عناد، سرکشی اور کج طبعی موجب وبال ہے اور گمراہی میں مبتلا رکھتی ہے اس لئے حق جو آنکھ اور طالب ہدایت قلب کی ضرورت ہے۔ جس کی آنکھ بینا اور کان شنوا اور دل بیدار ہوتا ہے وہ اسلام کی حقانیت سے قرآن کے اصول وضوابط اور مسائل نجات دیکھ کر مطمئن ہو سکتا ہے۔ ورنہ عناد، ضد، ہٹ دھرمی طغیان وسرکشی کے ساتھ بڑے سے بڑے معجزات اور خوارق عادات بھی ہدایت کے لئے کافی نہیں۔

دعا کیجئے:

حق تعالیٰ اس ملعون قوم یہود کی خصلتوں سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں اور احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ! فلسطین وغیرہ میں آج جو یہ ملعون قوم عربوں پر مسلط ہے تو اہل اسلام کی خطاؤں کو معاف فرما دے اور اس ملعون قوم کے تسلط سے ان کو رہائی عطا فرما دے۔

یا اللہ ہم نے جو حلقہ اسلام کو اپنی گردنوں میں ڈال کر اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر جو قول وقرار کر لیا ہے اس کو کامل طور پر بجالانے کی توفیق عطا فرما اور دین اسلام کا کامل اتباع اور شریعت مطہرہ کی پوری پابندی ظاہراً و باطناً ہم کو نصیب فرما۔

یا اللہ اپنے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں میں ہم کو شامل فرما لے اور اسی حال میں ہمیں زندہ رہنے اور اسی حال میں مرنا نصیب فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا

فَبِمَا	نَقْضِهِمْ	مِّيْثَاقَهُمْ	وَكُفْرِهِمْ	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	وَقَتْلِهِمُ	الْاَنْبِيَآءَ	بِغَيْرِ حَقٍّ	وَقَوْلِهِمْ	قُلُوْبُنَا
بسبب	ان کا توڑنا	اپنا عہدوپیمان	اوران کا انکار کرنا	اللہ کی آیات	اوران کا قتل کرنا	نبیوں (جمع)	ناحق	اوراُن کا کہنا	ہمارے دل (جمع)

سوہم نے سزا میں مبتلا کیا اُنکی عہد شکنی کی وجہ سے اور اُنکے کفر کی وجہ سے احکام الٰہیہ کے ساتھ اور اُنکے قتل کرنے کی وجہ سے انبیاء کو ناحق اور اُنکے اس مقولہ کی وجہ سے کہ ہمارے

غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ

غُلْفٌ	بَلْ	طَبَعَ اللّٰهُ	عَلَيْهَا	بِكُفْرِهِمْ	فَلَا يُؤْمِنُوْنَ	اِلَّا	قَلِيْلًا	وَبِكُفْرِهِمْ	وَقَوْلِهِمْ
پردہ میں	بلکہ	مہر کردی اللہ نے	اُن پر	انکے کفر کے سبب	سووہ ایمان نہیں لاتے	مگر	کم	اُن کے کفر کے سبب	اوراُن کا کہنا (باندھنا)

قلوب محفوظ ہیں بلکہ اُنکے کفر کی سبب ان کے قلوب پر اللہ تعالیٰ نے بند لگا دیا ہے سو ان میں ایمان نہیں مگر قدرے قلیل اور انکے کفر کیوجہ سے

عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ

عَلٰى	مَرْيَمَ	بُهْتَانًا	عَظِيْمًا	وَقَوْلِهِمْ	اِنَّا	قَتَلْنَا	الْمَسِيْحَ	عِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	رَسُوْلَ	اللّٰهِ
پر	مریمؑ	بہتان	بڑا	اوران کا کہنا	ہم	ہم نے قتل کیا	مسیح	عیسیٰ	ابن مریمؑ	رسول	اللہ

اور حضرت مریم علیہا السلام پر بڑا بھاری بہتان دھرنے کیوجہ سے اور اُنکے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

وَمَا قَتَلُوْهُ	وَمَا صَلَبُوْهُ	وَلٰكِنْ	شُبِّهَ	لَهُمْ	وَاِنَّ	الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ
اورقتل کیا اس کو	اور نہیں سولی دی اس کو	اور بلکہ	صورت بنادی گئی	ان کے لئے	اور بیشک	جولوگ اختلاف کرتے ہیں	اس میں

قتل کردیا حالانکہ انہوں نے نہ انکو قتل کیا اور نہ انکو سولی پر چڑھایا لیکن انکو اشتباہ ہوگیا اور جو لوگ انکے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں

لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ

لَفِيْ شَكٍّ	مِّنْهُ	مَا لَهُمْ	بِهٖ	مِنْ عِلْمٍ	اِلَّا	اتِّبَاعَ	الظَّنِّ	وَ	مَا قَتَلُوْهُ	يَقِيْنًا	بَلْ
البتہ شک میں	اس سے	نہیں ان کو	اس کا	کوئی علم	مگر	پیروی	اٹکل	اور	اس کو قتل نہیں کیا	یقیناً	بلکہ

وہ غلط خیال میں ہیں انکے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور اُنہوں نے انکو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا

رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

رَفَعَهُ	اللّٰهُ	اِلَيْهِ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَزِيْزًا	حَكِيْمًا
اس کو اٹھالیا	اللہ	اپنی طرف	اور	ہے	اللہ	غالب	حکمت والا

بلکہ انکو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھالیا، اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں

یہودیوں کے مغضوب اور ملعون ہونے کے اسباب:

یہاں ان آیات میں سات وجوہ بیان کی گئیں جن کی وجہ سے یہ قوم یہود اللہ کی لعنت اور غضب الٰہی کی مستحق ہوئی۔

پہلی وجہ بیان ہوئی۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ یعنی ان کے اپنے پختہ عہد و پیمان کے توڑنے کی وجہ سے یعنی اس قوم نے جو موسیٰ علیہ السلام سے عہد و پیمان کئے تھے اور توحید پر قائم رہنے اور احکام شرع موسوی پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کیا تھا اس کو توڑ دیا اور اللہ کے صریح احکام سے تجاوز کیا جس کی تفصیلات سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہیں۔

دوسری وجہ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فرمائی۔ یعنی اللہ کی آیتوں کو نہ ماننے کی وجہ سے یعنی آیات توریت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و نبوت کا بیان تھا۔ ان کا ان یہود نے انکار کر دیا اور اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔

تیسری وجہ یہود پر لعنت و غضب کی یہ بیان کی گئی وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ یعنی خدا کے پیغمبروں کو دیدہ دانستہ ناحق اور بے وجہ محض عناد اور سرکشی کی بناء پر قتل کرنے کی وجہ سے۔ ابوداؤد میں حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے ۳۰۰ انبیاؤں کو قتل کیا ہے جن میں حضرت زکریا اور حضرت یحیٰ علیہما السلام بھی شامل ہیں۔

چوتھی وجہ یہود پر لعنت و غضب کی یہ بیان کی گئی وَقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ یعنی اس قسم کے متکبرانہ اور مغرورانہ کلمات کی وجہ سے مثلاً یہود کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف اور پردوں میں ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کو دین اسلام کی تبلیغ فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمارے دل تو غلاف اور پردوں میں ہیں۔ یعنی جس طرح باہر کی چیز کا اثر پردہ کے اندر نہیں پہنچتا اسی طرح آپ کی باتوں کا اثر ہمارے دلوں تک نہیں پہنچتا۔ مقصود اس کہنے سے انکا یہ تھا کہ آپ جو بات کہتے ہیں وہ ہمارے دل کو نہیں لگتی۔ یا یہ مطلب کہ ہمارے دل و حکمت و حکمت کے غلاف ہیں یعنی ان میں شریعت موسویہ کا علم بھرا ہوا ہے ہمیں کسی دوسری چیز کے علم کی ضرورت نہیں۔

پانچویں وجہ یہ بتلائی گئی بِكُفْرِهِمْ یعنی یہود کے کفر پر کفر کرنے کی وجہ سے۔

چھٹی وجہ یہ بتلائی گئی وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا اور حضرت مریم پر ایک عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے۔ یعنی یہود نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا محال جانا اور حضرت مریم علیہا السلام پر معاذ اللہ معاذ اللہ تہمت لگائی جو بالکل بہتان اور جھوٹ تھا کیونکہ حضرت مریم بالکل پاک دامن تھیں اور اس تہمت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی اہانت اور تکذیب لازم آتی ہے۔

اہانت تو اس طرح کہ کسی کی والدہ کو زانیہ اور بدکار کہنے کے یہ معنی ہیں کہ معاذ اللہ یہ شخص ولد الزنا ہے جو صریح توہین ہے۔ اور معاذ اللہ نبی کے حق میں ایسا تصور بھی بدترین کفر ہے۔ اور تکذیب اس طرح لازم آئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے حضرت مریم کی براءت اور پاک دامنی ظاہر ہو چکی تھی اب اس کے بعد بھی تہمت لگانا گویا پاکدامنی کا صاف انکار ہے۔

ساتویں وجہ یہود پر نزول قہر کی یہ بتلائی گئی وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ یعنی ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور فخر کہتے تھے کہ بالتحقیق ہم نے مار ڈالا مسیح کو یعنی عیسیٰ ابن مریم کو۔ یہود کا یہ کہنا دلیل ہے عداوت کی اور عداوت انبیاء کے ساتھ کفر ہے۔ نیز اس میں دعویٰ ہے قتل کا اور قتل نبی کفر ہے۔ غرضیکہ ان تمام وجوہ مذکورہ کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اس قوم یہود کو سزائے لعنت و غضب میں گرفتار کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں

یہود کے اس دعوے کے متعلق کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر ڈالا۔ حق تعالیٰ نے اس کا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ فرما کر رد فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ انہوں نے یعنی یہود نے نہ تو حضرت عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ حقیقت حال ان پر مشتبہ ہو گئی یعنی ایک دوسرے شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور ہم شکل بنا دیا گیا اور اسی ہم شکل کو یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا۔ اب یہود کو یہ اشتباہ کس طرح پیش آیا اس کے متعلق مفسرین نے کئی روایات نقل کی ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ کے حواری ایک جگہ جمع ہو گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ان کے پاس تشریف لے آئے۔ ابلیس نے یہود کے اس دستہ کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے تیار کھڑا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دیا اور چار ہزار آدمیوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریین سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کے لئے آمادہ ہے کہ باہر نکلے اور اس کو قتل کر دیا جائے اور پھر جنت میں میرے ساتھ ہو۔ حواریین میں سے ایک نے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ آپ نے اس کو اپنا کرتہ اور عمامہ عطا کیا۔ پھر اس پر آپ کی مشابہت ڈال دی گئی۔ پھر جب وہ باہر نکل آیا تو یہود نے اسے حضرت عیسیٰ سمجھ کر پکڑ کر لے گئے اور سولی پر چڑھا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی صورت حضرت مسیح علیہ السلام کے مشابہ کر دی۔ بقیہ اس کا جسم اپنی حالت پر رہا۔ جب باقی لوگ گھر میں گھسے تو اس پہلے داخل ہونے والے کو مسیح علیہ السلام سمجھ کر قتل کر دیا۔ پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو مسیح کے چہرے کے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کہا یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور یہ ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے۔ اب صرف اٹکل سے کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا۔

الغرض جو صورت حال بھی پیش آئی ہو قرآن کریم میں یہ خبر بالکل صاف اور صریح ہے اور اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ اہل کتاب یہود ہوں یا نصاریٰ ان کے پاس صحیح علم کی بنیاد پر کوئی یقینی بات نہیں ہے۔ جن جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اختلاف کر کے طرح طرح کے دعوے کئے ہیں یہ سب شک اور اٹکل کی باتیں ہیں۔ صحیح صورت واقعہ یہی ہے کہ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا یہود و نصاریٰ اپنے عقیدہ کے موافق اس باب پر متفق ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) سولی دے کر مار ڈالا۔ بعد کو ان کے عقیدہ میں اختلاف ہو گیا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہوئے یا نہیں تو یہود کا قول ہے کہ وہ زندہ نہیں ہوئے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہوئے اور آسمان پر گئے۔

اب چودھویں صدی میں ایک فرقہ نیا قادیانی پیدا ہوا جس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ جس کو اب عالم اسلام کافر قرار دے چکا ہے۔ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ قتل تو نہیں کئے گئے ہاں وہ سولی ضرور دیئے گئے۔ جب وہ بیہوش ہو گئے تو یہود نے ان کو مردہ سمجھ کر قبر میں دفن کر دیا۔ جب قبر میں ان کو ہوش آیا تو وہ قبر سے خفیہ طور پر نکل کر چلے گئے اور اپنی موت سے انتقال کیا حالانکہ علام الغیوب نے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ صاف فرما دیا۔ یعنی نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا جس سے یہود و نصاریٰ کا بھی رد ہو گیا اور اس کا فرقہ قادیانی مقلد یہود و نصاریٰ کا بھی رد ہو گیا۔ پس چونکہ یہ خبر ہے عالم الغیب والشادۃ کی اس لئے اس پر ایمان لانا واجب اور یہود و نصاریٰ اور قادینیوں کو جھوٹا سمجھنا لازم ہے۔ (تفسیر حل القرآن)

ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے

آیت کے اخیر میں وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا فرمایا گیا یعنی اللہ جل شانہ زبردست قدرت و غلبہ والا ہے یہود نے لاکھ قتل کے منصوبے بنائے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کا ذمہ لیا تو اس کی قدرت اور غلبہ کے سامنے یہود کے منصوبوں کی کیا حیثیت ہے۔ وہ قدرت والا ہے اور ساتھ حکمت والا ہے اس کا ہر فعل حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بمقتضائے حکمت یہ طریق حفاظت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اختیار کیا گو دوسرے طریقوں سے بھی ان کی حفاظت کر سکتے تھے اب رہی یہ بات کہ اس میں حکمت کیا ہے۔ سو اس کا علم خداوند علیم و حکیم ہی کو ہے۔ ممکن ہے کہ۔ اس میں ایک حکمت ابتلاء اور امتحان بھی ہو کہ کون ہماری خبر کو مانتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے اور کون سائنس اور خواہشات کے دام میں پھنس کر اس کا انکار کرتا ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو اسلام و ایمان سے نواز کر صحیح عقائد رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم اور تمام امت مسلمہ کو یہود و نصاریٰ کی عادتوں اور خصلتوں سے بچائیں کہ جن کی وجہ سے ان پر غضب نازل ہوا۔ یا اللہ ہم کو ہر کام میں اپنی رضا اور خوشنودی کی توفیق عطا فرما اور غصہ و غضب والی باتوں سے کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ

وَاِنْ	مِّنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	اِلَّا	لَيُؤْمِنَنَّ	بِهٖ	قَبْلَ	مَوْتِهٖ	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	يَكُوْنُ
اور نہیں	سے	اہل کتاب	مگر	ضرور ایمان لائے گا	اس پر	پہلے	اپنی موت	اور قیامت کے دن	ہوگا

اور کوئی شخص اہل کتاب سے باقی نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے روز وہ یعنی عیسیٰؑ

عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ ﴿۱۵۹﴾

عَلَيْهِمْ	شَهِيْدًا
اُن پر	گواہ

ان پر گواہی دیں گے

قربِ قیامت میں اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر صحیح ایمان لائیں گے

گذشتہ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے جس ذلت وخواری کا ارادہ رکھتے تھے اس میں وہ سراسر ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہایت عزت ورفعت عطا فرمائی اور ان کو صحیح سالم زندہ جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔

اب آگے اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک اور بڑی عزت کی خبر دی جاتی ہے کہ جو آپ کو قرب قیامت میں حاصل ہوگی اور وہ یہ کہ قیامت کے قریب آخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاص شان سے آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صحیح ایمان نہ لے آئے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی آسمان میں زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب جب یہود میں مسیح دجال ظاہر ہوگا اور دنیا میں زبردست فتنہ پھیلائے گا تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے باذن خداوندی اتریں گے اترنے کے بعد مسیح دجال کو قتل کریں گے اور اس کے متبع یہود بھی سب قتل کئے جائیں گے حتیٰ کہ اس وقت باقی سب یہود ونصاریٰ حضرت عیسیٰ پر صحیح ایمان لے آئیں گے اور سب پر صحیح حقیقت واضح ہوجائے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ خدا اور خدا کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ کے برگزیدہ بندہ اور رسول ہیں۔ اور زندہ ہیں۔ مرے نہیں۔ اور یہود جو سمجھتے تھے کہ ہم نے ان کو مار ڈالا تو وہ بالکل غلط تھا وہ تو خدا کے پاس زندہ تھے اور یہود جو سمجھتے تھے کہ ہم نے ان کو مار ڈالا تو وہ بالکل غلط تھا وہ تو خدا کے پاس زندہ تھے یہ دیکھ کر یہود ونصاریٰ اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہوجائیں گے اور سب اہل کتاب اس بات پر ایمان لے آئیں گے کہ قرآن وحدیث نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی اور قیامت کے قریب آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کی خبر دی تھی وہ بالکل حق تھی اور سچی تھی اور احادیث میں جیسا بتلایا گیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں شریعت اسلامی قائم کریں گے آپ دین محمدی کا اتباع کریں گے اور اس وقت دین اسلام کے سوا اور کوئی دین دنیا میں نہ رہے گا پھر چالیس برس تک زندہ رہ کر دنیا میں عدل وانصاف کی حکومت کرنا اور پھر انتقال فرمانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونا یہ سب تفصیل سے احادیث میں موجود ہے۔ الحاصل یہاں اس آیت میں یہی بتلایا گیا کہ یہ اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ اگرچہ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر صحیح ایمان نہیں رکھتے۔ یہود تو انہیں نبی ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ معاذ اللہ مفتری اور کاذب قرار دیتے ہیں اور نصاریٰ اگرچہ ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر بعض تو اپنی جہالت سے یہود ہی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول اور مصلوب ہونے کے قائل ہوگئے ہیں اور بعض اعتقاد کے غلو میں حد سے آگے نکل گئے کہ انہیں خدا اور

خدا کا بیٹا (معاذ اللہ) سمجھ لیا لیکن جب وہ قیامت کے قریب اس زمین پر پھر نازل ہوں گے تو یہ سب اہل کتاب ان پر صحیح ایمان لے آئیں گے۔ نصاریٰ تو سب کے سب صحیح اعتقاد کے ساتھ مسلمان ہو جائیں گے۔ یہود جو مخالفت کریں گے قتل کر دیئے جائیں گے باقی مسلمان ہو جائیں گے اس وقت کفر اپنی تمام قسموں کے ساتھ ختم ہو جائے گا اور اس زمین پر صرف دین اسلام ہوگا اور اسلام ہی کی حکمرانی ہوگی پھر قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان یہود و نصاریٰ دونوں کے خلاف گواہ ہوں گے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ایمان و اسلام کی دولت سے نوازا۔ اور یہودیت و نصرانیت سے بچایا اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام حقیقی نصیب فرمائیں۔ اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرمایئے اور ہم کو اور آئندہ آنے والے اہل اسلام کو تمام فتنوں اور خصوصاً فتنہ دجال سے بچایئے اور اسلام و ایمان پر قائم رکھئے۔

یا اللہ قرب قیامت میں دجال کے فتنہ سے جو بہت ہی سخت فتنہ ہوگا اہل اسلام کی حفاظت فرمایئے گا اور سچائی سے دین اسلام پر ان کو قائم رکھئے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

فَبِظُلْمٍ	مِّنَ	الَّذِيْنَ هَادُوْا	حَرَّمْنَا	عَلَيْهِمْ	طَيِّبٰتٍ	اُحِلَّتْ	لَهُمْ	وَبِصَدِّهِمْ
سو ظلم کے سبب	سے	جو یہودی ہوئے (یہودی)	ہم نے حرام کردیا	ان پر	پاک چیز	حلال تھیں	انکے لئے	اور انکے روکنے کی وجہ سے

سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں اُن پر حرام کردیں اور بسبب اس کے کہ وہ بہت سے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ

عَنْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	كَثِيْرًا	وَّ	اَخْذِهِمُ	الرِّبٰوا	وَ	قَدْ نُهُوْا	عَنْهُ	وَاَكْلِهِمْ	اَمْوَالَ	النَّاسِ
سے	اللہ کا راستہ	بہت	اور	اُن کا لینا	سود	حالانکہ	وہ روک دیئے گئے تھے	اس سے	اور ان کا کھانا	مال (جمع)	لوگ

آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے مانع بن جاتے تھے اور بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ اُن کو اس سے ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کا مال

بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ

بِالْبَاطِلِ	وَاَعْتَدْنَا	لِلْكٰفِرِيْنَ	مِنْهُمْ	عَذَابًا	اَلِيْمًا	لٰكِنِ	الرّٰسِخُوْنَ	فِي الْعِلْمِ
ناحق	اور ہم نے تیار کیا	کافروں کے لئے	ان میں سے	عذاب	دردناک	لیکن	پختہ (جمع)	علم میں

ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے لیکن ان میں جو لوگ علم میں پختہ ہیں

مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ

مِنْهُمْ	وَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	وَمَآ	اُنْزِلَ	مِنْ قَبْلِكَ	وَالْمُقِيْمِيْنَ
ان میں سے	اور	مومن (جمع)	وہ مانتے ہیں	جو	نازل کیا گیا	آپ کی طرف	اور جو	نازل کیا گیا	آپ سے پہلے	اور قائم رکھنے والے

اور جو ایمان لے آنے والے ہیں کہ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے بھیجی گئی اور جو نماز کی پابندی

الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ

الصَّلٰوةَ	وَالْمُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَالْمُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	اُولٰٓئِكَ	سَنُؤْتِيْهِمْ
نماز	اور ادا کرنے والے	زکوٰۃ	اور ایمان لانے والے	اللہ پر	اور آخرت کا دن	یہی لوگ	ہم ضرور دیں گے اُنھیں

کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے والے ہیں ایسے لوگوں کو ہم ضرور

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾ ع	اَجْرًا	عَظِيْمًا
ثواب عظیم عطا فرمادیں گے	اجر	بڑا

یہود پر ان کی سرکشی کی وجہ سے حلال چیزیں حرام ہونا

یہود پر ان حلال چیزوں کے حرام ہونے کی علت وہی ان کی سرکشی اور ظلم وزیادتی سود خوری اور رشوت ستانی وغیرہ وغیرہ تھی۔ چنانچہ یہاں

پہلی دو آیات زیر تفسیر میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب جن میں سے بہت سے امور سورہ بقرہ میں ذکر ہوئے ہم نے بہت سی پاکیزہ یعنی حلال اور نافع اور لذیذ چیزیں جو پہلے سے ان کے لئے بھی حلال تھیں ان پر شریعت موسویہ میں حرام کر دیں جس کا بیان سورہ انعام کی آیت میں بتلایا گیا ہے کہ ان حلال پاک چیزوں کو حرام کرنا ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کی بناء پر ہوا تھا اور شریعت موسویہ میں بھی وہ سب حرام ہی رہیں کوئی حلال نہ ہوئی۔ آگے اس تحریم کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ ایک بسبب اس کے کہ وہ آئندہ بھی ایسی حرکتوں سے باز نہ آئے مثلاً یہی کہ وہ احکام میں تحریف کر کے یا حکم خداوندی کو چھپا کر بہت آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین حق کے قبول کرنے سے مانع بن جاتے تھے۔ دوسرے بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ تورات میں ان کو اس سے ممانعت کی گئی تھی اور تیسرے بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے پس اس طریق حق میں رکاوٹ بننے سود لینے اور ناجائز طریقوں سے دوسروں کا مال کھا جانے کی وجہ سے اس شریعت موسویہ کی بقا تک اس تحریم میں تخفیف نہ ہوئی البتہ شریعت جدیدہ عیسویہ میں کچھ احکام بدلے تھے اور شریعت محمدیہ میں بہت تخفیف ہوگئی۔ یہ تو دنیوی سزا تھی۔ کہ جو چیزیں پاک اور حلال تھیں وہ ان پر حرام کر دیں تا کہ رزق کا دائرہ تنگ ہو جائے اور ان کی سرکشی ٹوٹے اور آخرت میں ہم نے ان لوگوں کے لئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے''۔

یہود کے بعض صالح افراد

تو عام حالت یہود کی یہی تھی جو اوپر بیان کی گئی لیکن ہر قوم میں بعض اچھے سلیم الطبع اور صحیح ذوق رکھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ یہود میں بھی بعض ایسے فطری نور رکھنے والے موجود تھے۔ جیسے عبداللہ بن سلام اور آپ کے ساتھی جو یہود میں صاحب علم تھے اور بخوشی خاطر اسلام کو قبول کر کے قرآن پاک پر اور آنحضرت ﷺ کی نبوت پر صدق دل سے ایمان لے آئے تھے ان ہی کے متعلق تیسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''لیکن ان یہود میں جو لوگ علم دین میں پختہ یعنی اس کے موافق عمل کرنے پر مضبوط ہیں اور اس آمادگی نے ان پر حق کو واضح اور قبول حق کو سہل کر دیا اور جو ان میں ایمان لے آنے والے ہیں کہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ سے پہلے نبیوں کے پاس بھیجی گئی جیسے توریت و انجیل اور جو ان میں نماز کی پابندی کرنے والے ہیں اور جو ان میں زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو ان میں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے والے ہیں سو ایسے لوگوں کو ہم ضرور آخرت میں ثواب عظیم عطا فرمائیں گے''۔

اس آیت کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ ان اہل کتاب میں کا ایماندار طبقہ جن کو کمال علمی حاصل ہے اور جو لوگ علم دین میں کافی دستگاہ رکھتے ہیں اور جن کے سینے معرفت کے نور سے منور ہیں۔ جو قرآن پر اور گذشتہ آسمانی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں اور فقط یقین ہی نہیں بلکہ اسلامی ارکان مثلاً نماز خصوصیت کے ساتھ پابندی اوقات اور ارکان و شرائط کا لحاظ کر کے ادا کرتے ہیں۔ اور شرعی زکوٰۃ دیتے ہیں اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے باوجود اور اعمال اور عبادات پر پابندی رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کا ایمان خدا کی ذات وصفات اور روز قیامت پر بھی ہے یعنی جنہوں نے اسلام کو سچی اور پوری طرح سے قبول کر لیا ہے ان کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ضرور ان کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے جو ان کے وہم و گمان سے کہیں بالا و برتر ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو ہم کو شریعت اسلامیہ جیسی کامل اور آسان شریعت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہود کی بداعمالیوں سے جس کی قرآن پاک نے خبر دی عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنی شریعت کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے بچائیں اور ظاہراً و باطناً ہم کو کامل اتباع شریعت مطہرہ کا نصیب فرمائیں اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو دین حق جو آپ نے عطا فرمایا ہے اس پر وفاداری اور سچائی کے ساتھ تازندگی قائم رکھئے اور یہود کی طرح نافرمانیوں سے کامل طور پر بچایئے۔ یا اللہ ہمیں نماز کی توفیق کاملہ نصیب فرما اور اپنے تمام اوامر و نواہی کی سچائی کے ساتھ پابندی نصیب فرما۔ یا اللہ ہم کو ایمان و اسلام کے ساتھ جملہ اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرما تا کہ آپ کی رضا والی زندگی دنیا میں نصیب ہو اور آخرت میں آپ کی مغفرت و رحمت اور اجر عظیم نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى

اِنَّآ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	كَمَآ	اَوْحَيْنَآ	اِلٰى	نُوْحٍ	وَّالنَّبِيّٖنَ	مِنْۢ بَعْدِهٖ	وَاَوْحَيْنَآ	اِلٰٓى
بیشک ہم	ہم نے وحی بھیجی	آپ کی طرف	جیسے	ہم نے وحی بھیجی	طرف	نوحؑ	اور نبیوں	اس کے بعد	اور ہم نے وحی بھیجی	طرف

ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوحؑ کے پاس بھیجی تھی اور اُن کے بعد اور پیغمبروں کے پاس بھیجی تھی اور ہم نے

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ

اِبْرٰهِيْمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ	وَاِسْحٰقَ	وَيَعْقُوْبَ	وَالْاَسْبَاطِ	وَعِيْسٰى	وَاَيُّوْبَ	وَيُوْنُسَ
ابراہیمؑ	اور اسمٰعیلؑ	اور اسحٰقؑ	اور یعقوبؑ	اور اولاد یعقوبؑ	اور عیسیٰؑ	اور ایوبؑ	اور یونسؑ

ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس

وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ

وَهٰرُوْنَ	وَسُلَيْمٰنَ	وَاٰتَيْنَا	دَاوٗدَ	زَبُوْرًا	وَرُسُلًا	قَدْ قَصَصْنٰهُمْ	عَلَيْكَ	مِنْ قَبْلُ
اور ہارونؑ	اور سلیمانؑ	اور ہم نے دی	داؤدؑ	زبور	اور ایسے رسول (جمع)	ہم نے ان کا احوال سُنایا	آپ پر (آپ سے)	اس سے قبل

اور ہارون اور سلیمان کے پاس وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جنکا حال اس سے قبل ہم آپ سے بیان کرچکے ہیں اور ایسے

وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ

وَرُسُلًا	لَّمْ	نَقْصُصْهُمْ	عَلَيْكَ	وَكَلَّمَ	اللّٰهُ	مُوْسٰى	تَكْلِيْمًا	رُسُلًا	مُّبَشِّرِيْنَ
اور ایسے رسول	نہیں	ہم نے حال بیان کیا	آپ پر (آپ کو)	اور کلام کیا	اللہ	موسیٰؑ	کلام کرنا (خوب)	رسول (جمع)	خوشخبری سُنانے والے

پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا ان سب کو خوشخبری دینے والے

وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾

وَمُنْذِرِيْنَ	لِئَلَّا يَكُوْنَ	لِلنَّاسِ	عَلَى	اللّٰهِ	حُجَّةٌ	بَعْدَ الرُّسُلِ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَزِيْزًا	حَكِيْمًا
ڈرانے والے	تاکہ نہ رہے	لوگوں کے لئے	پر	اللہ	حجت	رسولوں کے بعد	اور ہے	اللہ	غالب	حکمت والا

اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر بھیجا تا کہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے ۔۔ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے، اور اللہ تعالیٰ پورے زور والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں

یہود کے سوال کا تفصیلی جواب

گذشتہ رکوع میں ذکر ہوا تھا کہ یہود مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ واقعی نبی ہیں تو ایک ہی دفعہ ایک لکھی ہوئی پوری کتاب آسمان سے ہم پر اتار دو اور جس کو اترتے ہوئے ہم بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو یہود کے اس سوال کا ایک اجمالی اور الزامی جواب تو گذشتہ رکوع ہی میں دیا گیا تھا اب سوال کا تحقیقی و تفصیلی جواب یہاں ان آیات میں اور اگلی آیات میں ارشاد فرمایا جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہود کا یہ کہنا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ پر بھی دفعتہً کوئی پوری کتاب آسمان سے نازل کی

جائے تو یہود کا یہ سوال سراسر جاہلانہ اور معاندانہ ہے۔ اس لئے کہ اثبات نبوت کے لئے یہ سوال کہ توریت کی طرح آپ پر بھی کوئی پوری کی پوری کتاب یکدم نازل کی جائے محض لغو اور مہمل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام وغیرہم کو نبی بنایا ویسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا۔ آپ کی نبوت اور ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں لوگوں کو ان حضرات انبیاء کی نبوت کا علم مختلف معجزات سے ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح پوری لکھی ہوئی کتاب یکدم ان میں سے یعنی حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت یونسؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہم السلام کسی پر نازل نہیں ہوئی۔ تمام نبیوں میں صرف ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے نبی گزرے ہیں جن کو ساری اور پوری کتاب ایک دفعہ ملی تھی ان کے سوا جتنے پیغمبر ہیں ان پر حسب ضرورت وقتاً فوقتاً وحی کا نزول ہوتا رہا۔ پس جس طرح وحی کا تھوڑا تھوڑا اترنا اور لکھی ہوئی کتاب کا یکدم نازل نہ ہونا ان حضرات کی نبوت میں خلل انداز نہیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کیسے خلل انداز ہو سکتا ہے؟ غرض یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجنے میں خدا تعالیٰ نے وہی طریقہ اختیار کیا جو حضرت نوح حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء کرام کی طرف وحی نازل کرنے میں اختیار کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کو جو زبور عطا کی سو وہ بھی اس کیفیت سے اتری جس کیفیت سے قرآن اترا یعنی زبور بتدریج نازل ہوئی تھی اور یہود زبور کو منزل من اللہ اور داؤد علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتے ہیں۔ تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ تسلیم نبوت کے لئے کیوں کیا جاتا ہے۔ یہاں چونکہ مقصود ان آیات سے یہود کے اس شبہ کا جواب دینا ہے کہ تصدیق نبوت کے لئے یکدم لکھی ہوئی پوری کی پوری کتاب کا نازل ہونا ضروری نہیں اس لئے سلسلہ کلام میں دوسرے پیغمبروں کے ناموں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ اخیر میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس طرح فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے بلاواسطہ فرشتے کے کلام کیا۔ یہ خاص موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی۔ تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ سوائے موسیٰ علیہ السلام کے جن سے خدا نے بلاواسطہ فرشتہ کے کلام نہیں فرمایا وہ نبی نہ ہو؟ اسی طرح کسی نبی کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح یکبارگی پوری کتاب نہ ملے تو کیا اس کی نبوت میں کوئی خلل آ جائے گا؟ تمام نبیوں پر وحی فرشتہ کے ذریعہ آئی ہے مگر موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا کی کہ خدا نے ان سے پس پردہ کلام کیا اور فرشتہ کا واسطہ درمیان میں نہ رکھا۔ یہ ان پر خدا تعالیٰ کی خاص عنایت تھی اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ جس میں یہ خصوصیت نہ پائی جائے وہ نبی ہی نہیں اسی طرح لکھی ہوئی کتاب کا یکدم نازل ہونا موسیٰ علیہ السلام کی خاص خصوصیت تھی لیکن نبوت کی تو شرط نہیں۔ حق تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر نبی کو کسی خاص فضیلت اور کسی خاص معجزہ سے سرفراز فرمایا ہے کسی میں کوئی فضیلت رکھی کسی میں کوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اپنا کلام سنایا مگر اپنے دیدار سے محروم رکھا اور ہمارے آقا و سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اپنے کلام سے اور اپنے دیدار پرانوار سے مشرف فرمایا غرضیکہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اس پر موقوف نہیں کہ ان پر لکھی ہوئی کتاب توریت یکدم نازل ہوئی تھی بلکہ اگر بالفرض ان پر نوشتہ خداوندی بھی نازل نہ ہوتا تب بھی ان کا صاحب وحی اور صاحب معجزات ہونا یہ ان کے دعوائے نبوت کی تصدیق کے لئے کافی تھا۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہنا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح لکھی ہوئی کتاب یکدم آپ پر بھی نازل ہونی چاہیے بالکل مہمل اور لایعنی ہے۔

یہود کے سوال کا دوسرا جواب

پھر حق تعالیٰ نے یہاں دنیا میں اپنے رسولوں کو بھیجنے کی غرض و غایت کو بھی ظاہر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول اس لئے بھیجے تا کہ رسولوں کے آنے کے

بعد لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر الزام رکھنے کا کوئی عذر نہ رہے۔ یعنی رسولوں کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی محض یہ غرض ہے کہ لوگوں کو احکام خداوندی سے آگاہ کریں اور فرمانبرداروں کو انعام خداوندی کی خوشخبری سنادیں اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈرادیں تاکہ قیامت کے دن لوگ خدا کے سامنے یہ عذر نہ کرسکیں کہ ہمیں آپ کے احکام اور مرضیات اور نامرضیات کا علم نہ تھا اگر ہمارے پاس آپ کے پیغمبر آتے تو ہم ضرور ان کا کہنا مانتے۔ تو اس آخری آیت میں بھی یہود کے اسی سوال کا دوسرا جواب ہے اور مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام کے بھیجنے سے مقصود فرمانبرداروں کو بشارت دینا اور نافرمانوں کو ڈرانا ہے خواہ ایک دم کتاب نازل کی جائے یا بتدریج تھوڑی تھوڑی کرکے نازل کی جائے مقصود ہر حال میں حاصل ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام سے نوازا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور قرآن کریم پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اس نعمت عظمیٰ کے حق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ آپ کا شکر ہے کہ ہم کو آپ نے اپنے ہر پیغمبر پر ایمان رکھنے والا بنایا۔

یا اللہ ہمارے قلوب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد کے آگے جھکنے کی توفیق عطا فرمادے اور قرآن پاک کے ہر حکم کا ہم کو اتباع نصیب فرمادے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

2

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

لٰكِنِ	اللّٰهُ	يَشْهَدُ	بِمَآ	اَنْزَلَ	اِلَيْكَ	اَنْزَلَهٗ	بِعِلْمِهٖ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ	يَشْهَدُوْنَ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ
لیکن	اللہ	گواہی دیتا ہے	اس پر جو	اس نے نازل کیا	آپ کی طرف	وہ نازل ہوا	اپنے علم کے ساتھ	اور فرشتے	گواہی دیتے ہیں	اور کافی ہے	اللہ

لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور بھیجا بھی اپنے علمی کمال کیساتھ شہادت دے رہے ہیں، اور فرشتے تصدیق کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی

شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ

شَهِيْدًا	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَصَدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	قَدْ ضَلُّوْا	ضَلٰلًا	بَعِيْدًا	اِنَّ
گواہ	بیشک	وہ لوگ جو	انہوں نے کفر کیا	اور انہوں نے روکا	سے	اللہ کا راستہ	تحقیق وہ گمراہی میں پڑے	گمراہی	دور	بیشک

شہادت کافی ہے جو لوگ منکر ہیں اور خدائی دین سے مانع ہوتے ہیں بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں بلا شبہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَظَلَمُوْا	لَمْ يَكُنِ	اللّٰهُ	لِيَغْفِرَ	لَهُمْ	وَلَا	لِيَهْدِيَهُمْ	طَرِيْقًا	اِلَّا	طَرِيْقَ
وہ لوگ جو	انہوں نے کفر کیا	اور ظلم کیا	نہیں ہے	اللہ	کہ بخشدے	انہیں	اور نہ	انہیں ہدایت دے	راستہ (سیدھا)	مگر	راستہ

جو لوگ منکر ہیں اور دوسروں کا بھی نقصان کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انکو کبھی نہ بخشیں گے اور نہ انکو سوائے جہنم کی راہ کے اور کوئی راہ دکھلا دیں گے

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمُ

جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا	وَكَانَ	ذٰلِكَ	عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرًا	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	قَدْ جَاۗءَكُمُ
جہنم	رہیں گے	اس میں	ہمیشہ	اور ہے	یہ	اللہ پر	آسان	اے	لوگ	تمہارے پاس آیا

اسطرح پر کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہا کرینگے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سزا معمولی بات ہے اے تمام لوگو تمہارے پاس یہ رسول

الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

الرَّسُوْلُ	بِالْحَقِّ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	فَاٰمِنُوْا	خَيْرًا	لَّكُمْ	وَاِنْ	تَكْفُرُوْا	فَاِنَّ	لِلّٰهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ
رسول	حق کے ساتھ	سے	تمہارا رب	سو ایمان لاؤ	بہتر	تمہارے لئے	اور اگر	تم نہ مانو گے	تو بیشک	اللہ کے لئے	جو	آسمانوں میں

سچی لے کر تمہارے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے ہیں سو تم مان لو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم منکر رہے تو خدا تعالیٰ کی ملک ہے یہ سب کچھ آسمانوں میں ہے

وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾	وَالْاَرْضِ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا
اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ پوری اطلاع رکھتے ہیں کامل حکمت والے ہیں	اور زمین	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا

آیات کا شان نزول اور خلاصہ مضامین

یہودیوں کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے ان سے فرمایا بخدا تم یقیناً جانتے ہو کہ میں خدا کا برحق

رسول ہوں۔ انہوں نے انکار کر دیا تو اس پر یہ آیت نازل ہو گئیں جن میں بتلایا گیا کہ یہود اپنے ضد و عناد سے آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت نہ دیں تو نہ دیں لیکن واقع میں آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اور یہ قرآن آپ کی گواہی دیتا ہے اور فرشتے بھی آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہیں اور بالفرض کوئی بھی آپ کی نبوت کی شہادت نہ دے تو خدائے تعالیٰ آپ کی نبوت و رسالت کا کافی گواہ ہے۔ اللہ کی گواہی کے بعد کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں۔ پھر ان لوگوں کو وعید سنائی گئی کہ جن لوگوں نے شبہ دور ہو جانے کے بعد بھی آپ کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کی بشارتوں اور صفتوں کو چھپایا تو انہیں آخرت میں سیدھا جہنم رسید کیا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہیں گے اور یہود اس خیال خام میں نہ رہیں کہ چندروز کے بعد جہنم سے باہر آ جائیں گے اور ان اہل عناد کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دینا اللہ پر آسان ہے۔ اس کے لئے اسے کسی اہتمام اور سامان کی ضرورت نہیں۔ پھر رسالت محمد یہ کے متعلق تمام شکوک وشبہات کا جواب دینے کے بعد تمام بنی آدم کو حق کی دعوت دی جاتی ہے کہ دین محمدی میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں۔ اللہ کی طرف سے حق کو لے کر آئے ہیں۔ لہذا حق کو قبول کرو اے انسانو اسی میں تمہاری بہتری و بھلائی ہے اور اگر نہیں کرتے تو اللہ کو اس کی پرواہ نہیں۔ اللہ کو تمہارے ایمان کی کوئی حاجت نہیں۔ ایمان لانے میں تمہارا ہی فائدہ ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ربوبیت الٰہی اور دعوت الی اللہ

آخری آیت میں بھی اور قرآن پاک میں متعدد اور اکثر جہاں حق تعالیٰ نے دنیا کے لوگوں سے عام خطاب فرمایا ہے وہاں اپنی ذات پاک کا تعارف اپنی شان ربوبیت کے ساتھ فرمایا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں یہی فرمایا کہ اے لوگو تمہارے پاس یہ رسول سچی بات لے کر تمہارے رب کی طرف سے لائے ہیں۔ تو یہاں عام انسانوں کو خطاب کرنے میں اپنے رب ہونے کی صفت حق تعالیٰ نے کیوں بیان فرمائی یہ لفظ رب کے معنیٰ جاننے سے آپ سمجھ جائیں گے۔ رب کے معنیٰ میں علماء نے لکھا ہے کہ رب وہ ہے جو ہر چیز کو جسے اس نے ایجاد کیا ہے کمال کی اس حد تک پہنچا دیتا ہے جو حد اس چیز کے لئے اس نے مقرر فرما دی ہے۔ پس وہ نطفہ کو پشت سے نکالتا پھر اس کو پھٹکی بناتا۔ پھر پھٹکی کو بوٹی پھر بوٹی سے ہڈیاں پیدا کرتا ہے پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے پھر بدن میں جان ڈالتا ہے اور اس کو ایک نئی صورت میں جبکہ وہ ناتواں بچہ ہوتا ہے نکال کھڑا کرتا ہے اور برابر اس کو نشو نما کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو پورا مرد کر دیتا ہے اور ابتدائے حال میں وہ جوان ہوتا ہے۔ پھر اس کو ادھیڑ پھر بوڑھا بنا دیتا ہے اور جو چیز بھی اس نے پیدا کی اس کا یہی طور ہے پس رب وہ ہے جو اس کا نگران اور اس حد پر اس کو پہنچانے والا ہو جو حد کہ اس نے اس کے لئے مقرر کی ہے۔ تو دنیا کا ایک معمولی عقل و ہوش والا انسان اپنی ہی ذات پر غور کرنے سے یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ کوئی اس کا پیدا کرنے والا اور پروردگار اور رب ضرور ہے۔

دُعا کیجئے:

اے ہمارے پاک رب آپ نے جو یہ کلام پاک اپنے مکرم و معظم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے ہم اُس پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔ اے اللہ ہم کو اپنے رسول پاک کا پکا اور سچا اُمتی مطیع و فرمانبردار بن کر زندہ رہنا نصیب فرمایئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور کلمہ پر موت نصیب فرمایئے۔ اور حضور کے وفادار غلاموں میں ہمارا حشر فرمایئے۔ یا اللہ ہم ہر حال میں حق کا قبول کرنے والا اور حق پر قائم رہنے والا اور دوسروں کو بھی حق پہنچانے والا بنادے اور دین اسلام اور قرآن کریم کی صحیح و سچی عظمت اور وقعت ہمارے دلوں میں اتار دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لَا تَغْلُوْا	فِىْ دِيْنِكُمْ	وَ	لَا تَقُوْلُوْا	عَلَى اللّٰهِ	اِلَّا	الْحَقَّ	اِنَّمَا	الْمَسِيْحُ	عِيْسَى
اے اہل کتاب!	غلو نہ کرو	اپنے دین میں	اور	نہ کہو	پر (بارہ میں) اللہ	سوائے	حق	اسکے سوانہیں	مسیح	عیسیٰ

اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے مت نکلو اور خدا تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو مسیح عیسیٰ ابن مریم تو اور کچھ بھی نہیں

ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

ابْنُ مَرْيَمَ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	وَكَلِمَتُهٗ	اَلْقٰهَاۤ	اِلٰى	مَرْيَمَ	وَ	رُوْحٌ	مِّنْهُ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ
ابن مریم	رسول	اللہ	اور اس کا کلمہ	اس کو ڈالا	طرف	مریم	اور	روح	اس سے	سو ایمان لاؤ	اللہ پر

البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم تک پہنچایا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جان ہیں سو اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ

وَرُسُلِهٖ	وَلَا	تَقُوْلُوْا	ثَلٰثَةٌ	اِنْتَهُوْا	خَيْرًا	لَّكُمْ	اِنَّمَا	اللّٰهُ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	سُبْحٰنَهٗ	اَنْ
اور اس کے رسول	اور نہ	کہو	تین	باز رہو	بہتر	تمہارے لئے	اسکے سوانہیں	اللہ	معبود واحد	وہ پاک ہے	کہ

اور اُس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں مت کہو کہ تین ہیں باز آجاؤ تمہارے لئے بہتر ہوگا معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے

يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ ع

يَّكُوْنَ	لَهٗ	وَلَدٌ	لَهٗ	مَا	فِى السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِى الْاَرْضِ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا
ہو	اس کا	اولاد	اس کا	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	اور کافی ہے	اللہ	کارساز

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجودات ہیں سب اُس کی ملک ہیں اور اللہ تعالیٰ کار ساز ہونے میں کافی ہیں

دین میں غلو نہ کرو

گذشتہ رکوع میں یہود کے عقیدۂ تفریط کی برائی بیان ہوئی تھی کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تنقیص کی اور آپ کی شان کو گھٹایا۔ اور آپ کے قتل کے درپے ہوئے اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کو مہتم کیا۔ اب اس کے بعد نصاریٰ کے عقیدۂ افراط کی برائی بیان فرمائی جاتی ہے کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی تعظیم کو حد سے بڑھایا اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا (معاذ اللہ) کہا۔ اس لئے یہود کے بعد اس آیت میں خاص طور سے نصاریٰ کو نصیحت کی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق غلط عقیدہ اختیار نہ کریں اور ان کی تعظیم میں غلو نہ کریں کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا۔ یا تیسرا خدا بنادیا چنانچہ یہاں آیت میں سب سے پہلے ارشاد ہوتا ہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

اے اہل کتاب یعنی انجیل والو! اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو یعنی حد سے آگے نہ بڑھو اور اللہ کی نسبت سوائے حق کے کوئی لفظ نہ کہو۔

نزول قرآن کے وقت نصاریٰ جن بڑے بڑے فرقوں میں تقسیم تھے ان کے عقیدہ مختلف اور جدا جدا اصولوں پر مبنی تھے۔

ایک فرقہ کہتا تھا کہ مسیح عین خدا ہیں اور خدا ہی بشکل مسیح دنیا میں اتر آیا ہے۔

دوسرا فرقہ کہتا تھا مسیح ابن اللہ ہیں یعنی خدا کے بیٹے ہیں

تیسرا فرقہ کہتا تھا کہ وحدت کا راز تثلیث میں پوشیدہ ہے یعنی تین ایک میں ہیں اور ایک تین میں ہے۔ تین سے مراد ان کا باپ بیٹا مریم ہیں اور ایک دوسرا گروہ تین سے مراد باپ بیٹا اور روح القدس لیتا تھا۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ثالث ثلاثہ یعنی تین میں کا ایک تسلیم کرتے غرضیکہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں چاروں فرقوں کے عقائد کی تردید فرمادی۔ اور بتلادیا کہ اے اہل کتاب دین میں غلو اور مبالغہ مت کرو یعنی حد سے تجاوز نہ کرو اور جو باتیں دین میں نہیں ہیں ان کو اپنی طرف سے دین میں مت داخل کرو۔ اپنی طرف سے دین میں کسی بات کو داخل کرنا درحققت اللہ پر جھوٹ بولنا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کوئی اس کی بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد ہے۔ خدا تعالیٰ اس سب سے پاک اور منزہ ہے۔ غرضیکہ نصاریٰ کے یہ سب عقیدے باطل ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح تعارف

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار وصف بیان فرمائے گئے:۔

پہلا وصف یہ فرمایا گیا کہ وہ ابن مریم ہیں۔ یعنی بحکم خداوندی بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ معاذ اللہ کسی فعل بد کی بناء پر نہیں جیسا کہ یہود بے بہبود حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگاتے ہیں اور نہ وہ معاذ اللہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں۔

دوسرا وصف یہ فرمایا کہ وہ رسول اللہ ہیں یعنی خدا کے رسول تھے۔ اس میں یہود کا بھی رد ہے اور نصاریٰ کا بھی۔ یہود تو آپ کو خدا کا رسول ہی تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ معاذ اللہ آپ کو جھوٹا اور جادوگر کہتے تھے۔ اور نصاریٰ آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے کہ خدا نے مریم کے پیٹ میں حلول کیا اور انسانی صورت میں ظاہر ہوا لفظ رسول اللہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے دونوں یہود و نصاریٰ کا رد فرمایا۔

تیسرا وصف یہ فرمایا کہ وہ اللہ کا کلمہ تھے۔ یعنی صرف کلمہ ''کن'' سے بلا اسباب ظاہری کے پیدا ہوئے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کسی بچہ کی پیدائش میں دو عامل کارفرما ہوتے ہیں ایک عامل نطفہ ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا کلمہ کن فرمانا جس کے بعد وہ بچہ وجود میں آجاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں چونکہ پہلا عامل موجود نہیں تھا اس لئے دوسرے عامل کی طرف نسبت کرکے آپ کو کلمۃ اللہ کہا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مادی اسباب کے واسطہ کے بغیر صرف اللہ کے کلمہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

چوتھا وصف روح منہ فرمایا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے ایک پاکیزہ اور لطیف روح ہیں۔ روح نفخ یعنی پھونک کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم کے گریبان میں اللہ کے حکم سے پھونک دیا تھا اور اسی سے حمل قرار پا گیا چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور معجزہ کے صرف قدرت خداوندی سے نفخ سے پیدا ہوگئے تھے اس لئے آپ کو روح اللہ کہا گیا۔

عقیدۂ ابنیت کا ابطال

اب آگے عقیدہ تثلیث کے ابطال کے بعد عقیدۂ ابنیت کو باطل فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا

معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے اور وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجودات ہیں سب اس کی ملک ہیں اور ایک دلیل توحید کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کارساز ہونے میں کافی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا سب کارسازی میں ناکافی اور محتاج الی الغیر اور ایک حد پر جاکر عاجز ہوجاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کسی مددگار کی ضرورت نہیں یہ بھی ایک دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے صفات کمال کی اور اس وجہ سے الوہیت صرف اسی کو سزاوار ہے۔

تو یہاں پوری دلیل کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اولاد کے جھگڑے سے پاک ہے کیونکہ اولاد ہونے سے دو اغراض وابستہ ہوتی ہیں۔ ایک باپ کی ایک اولاد کی۔ باپ کا تو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اولاد

باپ کی معین و مددگار اور اس کے کاروبار کی تکمیل میں مددگار رہوتی ہے اولاد کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے مال و متاع کی حقدار ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں کیونکہ وہ اکیلے سب کے کام بناتے ہیں ان کو مددگار کی ضرورت نہیں پھر وہ تنہا زمین و آسمان اور مافیہا کے مالک ہیں اس کی ملکیت کا کوئی شریک نہیں خلاصہ یہ کہ اس آیت میں عیسائیوں کے باطل عقائد کا رد فرما کر ان کو حقیقی توحید کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو یہودیت و نصرانیت سے بچا کر اسلام و ایمان عطا فرمایا۔

یا اللہ ہم کو اسلام کامل اور ایمان صادق نصیب فرما۔

اے اللہ ہم کو حقیقی توحید نصیب فرما اور دین میں صراط مستقیم پر استقامت عطا فرما۔

یا اللہ یہود و نصاریٰ کی طرح دین میں افراط و تفریط اور غلو سے امت مسلمہ کو بچایئے گا۔

اے اللہ ہم کو دین کی طرح دین میں افراط و تفریط اور غلو سے امت مسلمہ کو بچایئے گا۔

اے اللہ ہم کو دین اسلام پر پختگی سے قائم رہنے اور اسی پر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ دین میں افراط و تفریط کا مرض اب امت مسلمہ کے افراد میں بھی پیدا ہو گیا ہے اور بعض نے باوجود دعوے اسلام کے گمراہ کن عقائد اختیار کر لئے ہیں۔ یا اللہ ہم کو حقیقی اور سچا اسلام نصیب فرما جس کی تعلیم قرآن و سنت سے ہم کو ملتی ہے۔

یا اللہ باطل عقائد اور خلاف شرع رسوم سے جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہیں ہمیں کامل طور پر بچا لیجئے اور ظاہراً و باطناً عقائد میں ہم کو اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع اور پیروی نصیب فرمایئے۔

یا اللہ یہود و نصاریٰ کے اتباع کا مرض اور بے دینی بھی امت مسلمہ میں گھس آئی ہے۔ اس بے دینی سے بچنے کی ہم کو توفیق عطا فرما اور اسلام پر استقامت نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ	الْمَسِيْحُ	اَنْ	يَّكُوْنَ	عَبْدًا	لِّلّٰهِ	وَلَا	الْمَلٰٓئِكَةُ	الْمُقَرَّبُوْنَ	وَمَنْ
ہرگز عار نہیں	مسیح	کہ	ہو	بندہ	اللہ کا	اور نہ	فرشتے	مقرب (جمع)	اور جو

مسیح ہرگز خدا کے بندے بننے سے عار نہیں کریں گے اور نہ مقرب فرشتے اور جو شخص

يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

يَّسْتَنْكِفْ	عَنْ	عِبَادَتِهٖ	وَيَسْتَكْبِرْ	فَسَيَحْشُرُهُمْ	اِلَيْهِ	جَمِيْعًا	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
عار کرے	سے	اس کی عبادت	اور تکبر کرے	تو عنقریب اُنہیں جمع کرے گا	اپنے پاس	سب	پھر	جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے

خدا تعالیٰ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو خدا تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کریں گے پھر جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے

الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا

الصّٰلِحٰتِ	فَيُوَفِّيْهِمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَيَزِيْدُهُمْ	مِّنْ	فَضْلِهٖ	وَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اسْتَنْكَفُوْا
نیک	اُنہیں پورا دے گا	اور ان کے اجر	اور انہیں زیادہ دے گا	سے	اپنا فضل	اور پھر	وہ لوگ جو	اُنہوں نے عار سمجھا

اچھے کام کئے ہوں گے تو اُن کو تو اُن کا پورا ثواب دیں گے اور اُن کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیں گے اور جن لوگوں نے عار کیا ہوگا

وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

وَاسْتَكْبَرُوْا	فَيُعَذِّبُهُمْ	عَذَابًا	اَلِيْمًا	وَّلَا يَجِدُوْنَ	لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	وَلِيًّا
اور انہوں نے تکبر کیا	تو انہیں عذاب دے گا	عذاب	دردناک	اور وہ نہ پائیں گے	اپنے لئے	سے	سوائے	اللہ	دوست

اور تکبر کیا ہوگا تو اُن کو سخت دردناک سزا دیں گے اور وہ لوگ کسی غیر اللہ کو اپنا یار

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا

وَلَا	نَصِيْرًا	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	قَدْ جَآءَكُمْ	بُرْهَانٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَاَنْزَلْنَا	اِلَيْكُمْ	نُوْرًا
اور نہ	مددگار	اے لوگو!	تمہارے پاس آچکی	روشن دلیل	سے	تمہارا رب	اور ہم نے نازل کیا	تمہاری طرف	روشنی

اور مددگار نہ پاویں گے اے لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور

مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ

مُّبِيْنًا	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ	وَاعْتَصَمُوْا	بِهٖ	فَسَيُدْخِلُهُمْ	فِيْ رَحْمَةٍ	مِّنْهُ
واضح	پس	جو لوگ ایمان لائے	اللہ پر	اور مضبوط پکڑا	اس کو	وہ انہیں عنقریب داخل کرے گا	رحمت میں	اس سے (اپنی)

بھیجا ہے سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کو مضبوط پکڑا سو ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کریں گے

وَفَضۡلٍ وَّيَهۡدِيۡهِمۡ اِلَيۡهِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ﴿۱۷۵﴾

مُسْتَقِيْمًا	صِرَاطًا	اِلَيْهِ	يَهْدِيْهِمْ	وَ	وَفَضْلٍ
سیدھا	راستہ	اپنی طرف	انہیں ہدایت دے گا	اور	اور فضل

اور اپنے فضل میں اور اپنے تک اُن کو سیدھا راستہ بتلادیں گے

شانِ نزول

نجران کے عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہمارے یسوع مسیح پر عیب لگاتے ہیں اور ان کا رتبہ گھٹاتے ہیں۔ وہ خدا کے بیٹے ہیں اور آپ ان کو خدا کا بندہ بتاتے ہیں۔ اس سے ان کی کسرِ شان اور تنقیص ہوتی ہے حالانکہ ان سے خدائی افعال سرزد ہوتے تھے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور مادر زاد اندھوں کو اچھا کرتے تھے ایسی برگزیدہ ذات کو خدا کا بندہ کہنا یہ ان کی تنقیص اور تحقیر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کا بندہ بننا تو کسی کے لئے بھی عار نہیں۔ نہ کسی کو اس سے انکار ہو سکتا ہے اسی وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں یہ قرآنی آیات نازل ہوئیں۔

اللہ کا بندہ ہونا عیب و عار نہیں ہے

یہاں بتلایا گیا کہ اللہ کا بندہ ہونا اور اس کی عبادت کرنا اور اس کے حکموں کو بجالانا تو اعلیٰ درجہ کی شرافت و عزت ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور ملائکہ المقربین سے کوئی اس نعمت کی قدر و قیمت پوچھے ان کو اللہ کا بندہ بننے سے کیسے ننگ و عار آ سکتا ہے۔ البتہ ذلت اور غیرت تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے بندگی میں ہے جیسے نصاریٰ نے حضرت مسیح کو ابن اللہ اور معبود مان لیا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مان کر ان کی اور بتوں کی عبادت کرنے لگے اور جبرئیل علیہ السلام جو ملائکہ مقربین میں سے ہیں ان کو بھی اللہ کا ایک جزو مانتے ہیں سو ان کے لئے ہمیشہ کو عذاب اور ذلت ہے تو ذلت و عذاب تو خدا کی بندگی سے انکار میں ہے نہ کہ خدا کی عبادت اور بندگی میں۔

حاصل مقصود ان آیات کا یہ نکلا کہ جب حضرت عیسیٰ اور تمام مقرب فرشتوں کو سرتابی اور سرکشی کا نتیجہ بد معلوم ہے اور ان کو یقین ہے کہ قیامت کے دن سرکشوں کی کوئی دوستی اور حمایت کرنے والا نہ ہو گا تو وہ کس طرح بندہ خدا ہونے سے عار کر سکتے ہیں اور کیونکہ عبادت الٰہی سے انکار کر سکتے ہیں اور نصاریٰ خود اس بات کے مقر ہیں کہ حضرت مسیح رات بھر زیتون کی پہاڑی پر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے تو ظاہر ہے کہ ذوق و شوق سے خدا کی عبادت وہی کرے گا جو خدا کی بندگی کو اعلیٰ درجہ کی عزت و رفعت سمجھے گا۔ تو جب حضرت مسیح خود عبدیت اور بندگی کے مقر ہیں تو پھر ان کے لئے شریک الوہیت کا عقیدہ کیسے درست ہوا۔ اس طرح نصاریٰ کو دعوت دی گئی کہ تم حضرت مسیح کے متعلق باطل عقائد پر قائم مت رہو اور دعوت توحید کو قبول کرلو۔

دعوت عام

نصاریٰ کے خطاب خاص کے بعد عام لوگوں سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور سب کو تاکید فرمائی جاتی ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس رب العالمین کی طرف سے حجۃ کامل اور نور روشن یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور قرآن کریم پہنچ چکا جو ہدایت کے لئے کافی ہے اور اب اس کے بعد کسی تامل اور تردد کی گنجائش نہیں۔ اس اعلان کے بعد اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ماننے والے اور اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑنے والے کے لئے آخرت کے انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا جاتا ہے اور ان کو جنت میں داخلہ کی بشارت سنائی جاتی ہے۔

برہان

یہاں اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو

تمام عالم کے لئے برھان یعنی دلیل فرمایا گیا اور قرآن پاک کو نور مبین فرمایا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو لفظ برہان سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ آپ کی ذات مبارک اور آپ کے اخلاق کریمانہ آپ کے معجزات اور آپ پر کتاب کا نزول۔ یہ سب چیزیں آپ کی نبوت اور آپ کی رسالت کے کھلے کھلے دلائل ہیں جس کے بعد کسی اور دلیل کی حاجت باقی نہیں رہتی تو یوں سمجھنا چاہیے کہ آپ کی ذات مبارک خود ہی ایک مجسم دلیل ہے۔ اس لئے آپ کے بعد پھر آپ کے برخلاف طریقہ اختیار کرنا صریح حق کے خلاف کرنا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا نور مبین ہونا بھی ظاہر ہے کہ چند برسوں میں قرآن پاک نے اطراف عالم میں ہدایت کے چشمے بہا دیئے اور بت پرستوں، مشرکوں اور درندہ صفت انسانوں کو فرشتہ صفت بنا دیا۔

ایمان واعتصام

یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ جو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرنے اور صراط مستقیم دکھانے کا وعدہ فرما رہے ہیں وہ دو شرطوں کے ساتھ ہے۔ ایک اٰمنو باللّٰہ دوسرے واعتصمو بہ۔ یعنی ایک اللہ پر ایمان لانا اور دوسرے اللہ کے دین کو مضبوط پکڑنا۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں جن انعامات کا وعدہ کیا جا رہا ہے ان کے لئے صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں بلکہ واعتصموا بھی لازم ہے یعنی شریعت محمدیہ کو یا قرآن پاک کو یا دین اسلام کو مضبوطی سے پکڑنا اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کے ساتھ عمل صالحہ اور شریعت محمدیہ کا اتباع کامل ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ ہم کو عمل صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں او، اپنا پکا اور سچا بندہ بن کر زندہ رہنے اور اسی حالت میں مرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو دین اسلام کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے اور اس پر مستقیم رہنے کی دولت عطا فرما۔

یا اللہ آپ نے جو اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے ہم کو بھی اس کا مصداق بنا دے اور دنیا میں صراط مستقیم پر قائم رکھ کر آخرت میں اپنے فضل و رحمت میں داخل فرما دے۔

یا اللہ ہم کو حقیقی توحید کے ساتھ شریعت اسلامیہ کا اتباع کامل نصیب فرما اور اپنی بندگی وعبادت کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ آپ نے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور قرآن کریم کو بھیج کر دنیا والوں پر اپنی حجت پوری فرما دی۔

یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کا قدر دان بنایئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کا اتباع کامل نصیب فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ

يَسْتَفْتُوْنَكَ	قُلِ	اللّٰهُ	يُفْتِيْكُمْ	فِي الْكَلٰلَةِ	اِنِ	امْرُؤٌا	هَلَكَ	لَيْسَ	لَهٗ وَلَدٌ	وَلَهٗٓ	اُخْتٌ
آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں	کہدیں	اللہ	تمہیں حکم بتاتا ہے	کلالہ (کے بارہ) میں	اگر	کوئی مرد	مرجائے	نہ ہو	اس کی کوئی اولاد	اور اس کی ہو	ایک بہن

لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص مر جاوے جس کے اولاد نہ ہو اور اُس کے ایک بہن ہو

فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ

فَلَهَا	نِصْفُ	مَا تَرَكَ	وَهُوَ	يَرِثُهَا	اِنْ	لَّمْ يَكُنْ	لَّهَا	وَلَدٌ	فَاِنْ	كَانَتَا	اثْنَتَيْنِ
تو اسکے لئے	نصف	جو اس نے چھوڑا (ترکہ)	اور وہ	اسکا وارث ہوگا	اگر	نہ ہو	اس کا	کوئی اولاد	پھر اگر	ہوں	دو بہنیں

تو اُس کو اُس کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ شخص اس کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد نہ ہو اور اگر بہنیں دو ہوں

فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

فَلَهُمَا	الثُّلُثٰنِ	مِمَّا	تَرَكَ	وَاِنْ	كَانُوْٓا	اِخْوَةً	رِّجَالًا	وَّنِسَاۗءً	فَلِلذَّكَرِ	مِثْلُ	حَظِّ
تو انکے لئے	دو تہائی	اس سے جو	اس نے چھوڑ (ترکہ)	اور اگر	ہوں	بھائی بہن	کچھ مرد	اور کچھ عورتیں	تو مرد کے لیے	برابر	حصہ

تو ان کو اُس کے کل ترکہ میں سے دو تہائی ملیں گے اور اگر وارث چند بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ

الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝١٧٦ع

	الْاُنْثَيَيْنِ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اَنْ تَضِلُّوْا	وَاللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ	
	دو عورت	کھول کر بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لیے	تا کہ بھٹک نہ جاؤ	اور اللہ	ہر	چیز	جاننے والا	

کے برابر اللہ تعالیٰ تم سے اِس لئے بیان کرتے ہیں کہ تم گمراہی میں نہ پڑو، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

شان نزول

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت جابرؓ بے ہوش تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا بچا ہوا پانی حضرت جابرؓ پر چھڑکا جس سے ان کو ہوش آ گیا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں جب ہوش میں آ گیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کلالہ ہوں میری میراث کیسے تقسیم ہوگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

"کلالہ" کی میراث کی تقسیم

کلالہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے نہ اولاد ہو نہ بیٹا بیٹی اور نہ پوتا اور پوتی اور نہ ماں باپ' کلالہ کی میراث کے متعلق شروع سورۃ میں بھی ایک حکم آ چکا ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی کلالہ ہو یعنی نہ باپ دادا ہوں نہ بیٹے پوتے صرف بھائی بہن ہوں ایک یا زائد وہ بھی حقیقی یا سگے بھائی بہن نہیں بلکہ سوتیلے ماں شریک بھائی بہن ہوں یعنی جن کی ماں تو ایک ہو اور باپ مختلف ہوں جن کو علم فرائض میں اخیافی بھائی بہن کہتے ہیں ان کی میراث کا حصہ شروع سورۃ میں بیان ہوا تھا یہاں اس آیت میں ایسے کلالہ کی

میراث کا بیان ہے کہ جس کے حقیقی یعنی سگے بھائی بہن یا علاتی یعنی ایسے سوتیلے بہن و بھائی کہ جنکا باپ ایک ہو اور ماں مختلف ہو جن کو علم فرائض میں علاتی بھائی بہن کہتے ہیں ان کی میراث کا حکم اس آیت میں سورۃ کے اخیر میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے میراث کلالہ کے باب میں یعنی جس کے نہ اولاد ہوں نہ ماں باپ ہوں حکم دریافت کرتے ہیں آپ جواب میں فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں یہ حکم دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور جس کے کوئی اولاد نہ یعنی نہ بیٹا نہ بیٹی نہ پوتا نہ پوتی اور نہ ماں باپ ہوں اور اس کے سگی یا باپ شریک (علاتی) بہن ہو تو اس بہن کو اس کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور اگر وہ شخص جس کا اوپر ذکر ہوا وہ تو زندہ رہے اور اس کی بہن مذکورہ مر جائے تو یہ بھائی اپنی بہن کے کل ترکہ کا وارث ہوگا بشرطیکہ اس بہن کے کوئی اولاد نہ ہو اور نہ والدین ہوں یعنی اگر کوئی عورت مرجائے اور اس کے اولاد نہ ہو اور نہ والدین ہوں اور صرف ایک سگا بھائی یا ایک علاتی بھائی یعنی باپ شریک بھائی چھوڑے تو وہ بھائی اپنے اس بہن کے کل مال کا وارث ہوگا۔ (لیکن ماں شریک بھائی کا یہ حکم نہیں اس کا صرف چھٹا حصہ ہے جیسا کہ شروع سورۃ میں حکم گزر چکا (یہ تو ایک بہن کا بیان تھا۔ اب اگر شخص مذکور مرجائے اور ویسی ہی اس کی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو ان کا حصہ اس مال کا دو تہائی ہے اور دو سے زیادہ بہنوں کا بھی یہی حکم ہے اور اگر ایسی میت کہ جس کے نہ اولاد ہے نہ والدین خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت وارث چند بھائی بہن ہوں یعنی ایک سے زائد ہوں تو ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا'' چونکہ اس سورۃ میں بہت سے احکام اصول فروغ بیان ہوئے ہیں۔ اس لئے سورۃ کے اخیر میں حق تعالیٰ اپنا احسان بیان فرماتے ہیں۔

اور ارشاد ہوتا ہے ''اللہ تعالیٰ تم سے دین کی باتیں اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ تم ناواقفی سے گمراہی میں نہ پڑو اور کسی کو حق سے کم یا زائد میراث میں سے نہ دیدو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ محض اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اور ان کو گمراہی سے بچانے کی غرض سے اپنے احکام صادقہ بیان فرماتے ہیں جیسے یہاں میراث کلالہ کو بیان فرمادیا تو اب جو اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی کی قدر نہ کرے بلکہ اس کے حکم سے انحراف کرے تو یہ گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔''

اس سے معلوم ہوگیا کہ بندوں کو جملہ احکام خداوندی کی اطاعت وتابعداری لازم ہے اگر ایک معمولی اور جزوی امر میں بھی خلاف کریں گے تو وہ گمراہی ہے پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور صفات کمال میں اس کے حکم کا خلاف کرتے ہیں اور اپنی عقل اور اپنی خواہش کو اس کے مقابلہ میں اپنا مقتدا اور رہبر بناتے ہیں تو ان کی ضلالت وشقاوت کا کیا ٹھکانہ۔

سورۃ کے آغاز واختتام میں ربط

اس سورۃ کا آغاز حق تعالیٰ کی کمال قدرت کے بیان سے ہوا اور اختتام کمال علم کے بیان پر ہوا اور کمال قدرت اور کمال علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، ربوبیت اور الوہیت کا اثبات ہوتا ہے پس بندوں کا فرض ہے کہ اس قدیر وعلیم کے احکام کی بے چون وچرا تعمیل کریں اور دل وجان سے اس کے اوامر ونواہی کے پابند رہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اور اپنے احکام کی عظمت ہمارے قلوب میں اتار دیں تاکہ احکام الٰہیہ کی اطاعت وتابعداری ہمارے لئے آسان ہوجائے۔ آمین۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو میراث احکام کی خصوصی عظمت واہمیت عطا فرما تاکہ اس معاملہ میں آپ کے احکام کے خلاف ورزی نہ ہو۔

یا اللہ میراث کے مسائل واحکام جاننے اور معلوم کرنے کی ہم کو توفیق مرحمت فرما اور آپ نے اپنی حکمت کاملہ سے میراث میں جس کا جو حصہ مقرر فرمادیا ہے اس کی پابندی ہم کو نصیب فرما اور اس معاملہ میں ادنیٰ کوتاہی سے بھی بچنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ آپ نے اپنے بندوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے اپنے احکام قرآن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے بتلادیئے۔

یا اللہ ہم کو اپنے جملہ احکام کی اطاعت نصیب فرما اور اپنے احکام کی مخالفت اور انحراف کی شقاوت وبدنصیبی سے بچالے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

اس سورۃ کا نام مائدہ کیوں ہے

اس سورۃ کے پندرھویں رکوع میں مائدہ کا لفظ آیا ہے۔ مائدہ عربی میں کھانوں سے سجے ہوئے خوان کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آسمان سے مائدہ یعنی کھانے کا خوان ان کے لئے اترے۔ اس واقعہ کا اس سورۃ میں بیان ہے اس لئے اسی کو علامت کے طور پر اس سورۃ کے نام کی حیثیت دے دی گئی۔ اس سورۃ کو سورۃ العقود بھی کہا جاتا ہے لفظ عقود جو جمع ہے عقد کی جس کے معنیٰ عہد و اقرار کے ہیں۔ یہ لفظ اس کے پہلے ہی جملہ میں آیا ہے لیکن مشہور نام مآئدہ ہی ہے۔

سورۂ مائدہ کب اور کہاں نازل ہوئی

یہ سورۃ مدنی ہے اور مدنی سورتوں میں بعض حضرات نے اس کو آخری سورۃ بھی کہا ہے۔ بعض نے سورۂ اذا جآء نصر الله کو آخری سورۃ کہا ہے اس سورۂ مائدہ کے بعض اجزاء سفر حدیبیہ میں اور بعض فتح مکہ کے سفر میں اور بعض حجۃ الوداع کے سفر میں نازل ہوئے ہیں۔

اس طرح زمانہ نزول اس سورۃ کا ۶ھ سے ۱۰ھ تک کا ہے۔ اسی سورۃ کی مشہور آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا میدان عرفات میں ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر نازل ہوئی جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری اور زبردست انعام اور اسلام کا طرۂ امتیاز ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے ہر طرح کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے ہمیشہ کو پسند کر لیا یعنی قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا۔ اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہ کیا جائے گا۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ سے منقول ہے کہ سورۂ مائدہ ان میں سے ہے جو نزول قرآن کے آخری دور میں نازل کی گئی ہیں۔ اس میں جو چیز حلال کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے حلال اور جو چیز حرام کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے حرام سمجھو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی روایت ہے کہ سورۂ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو اخیر میں نازل ہوئیں جو اس میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جو حرام پاؤ اس کو حرام جانو۔ مسند احمد میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ سورۂ مائدہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جبکہ آپ سفر میں اونٹنی پر سوار تھے نزول وحی کے وقت جو غیر معمولی بوجھ اور گرانی ہوا کرتا تھا حسب دستور اس وقت بھی ہوا یہاں تک کہ اونٹنی عاجز ہو گئی تو آپ اس سے نیچے اتر آئے۔ یہ سفر بظاہر حجۃ الوداع کا سفر ہے۔ جو ۱۰ھ میں واقع ہوا اور اس سے واپسی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی حیاۃ مبارکہ تقریباً ۹۰ دن رہی۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ سورۃ قرآن کے آخری مراحل میں نازل ہوئی ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی پانچویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار جنہوں نے اس کو آخری سورۃ تسلیم کیا ہے ۱۱۴ لکھا ہے۔ اس میں ۱۲۰ آیات ۱۶ رکوعات ۲۸۴۲ کلمات اور ۱۲۴۶۴ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ مائدہ کے مضامین

یہ سورتیں تین بڑے بڑے مضامین پر مشتمل ہے:۔

(۱) اہل اسلام کو مذہبی، تمدنی اور سیاسی زندگی کے متعلق مزید احکام و ہدایات دی گئی ہیں۔ مثلاً سفر حج کے آداب، کھانے پینے کی چیزوں میں حلال و حرام کے حدود، وضو غسل اور تیمم کے قاعدے، بغاوت اور چوری کی سزائیں، قسم توڑنے کا کفارہ، حرمت شراب وغیرہ کے احکام بتلائے گئے۔

(۲) اہل اسلام کو نصیحت کہ اب چونکہ تم ایک حکمران قوم بن چکے ہو اس لئے سخت آزمائش کے دور میں قدم رکھ رہے ہو اس آزمائش سے حسن و خوبی اور سلامتی کے ساتھ کس طرح نکل سکتے ہو؟

(۳) یہود و نصاریٰ کو نصیحت۔ یہود کا زور ٹوٹ چکا تھا اور شمالی عرب کی تقریباً تمام یہودی بستیاں مسلمانوں کی زیر نگیں آ گئی تھیں۔ اس موقعہ پر ان کو پھر دعوت حق اور ان کے غلط رویہ پر تنبیہ کی گئی۔

(۴) اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا بیان ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سورۃ میں تمام سورتوں سے زیادہ احکام شریعت بیان کئے گئے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا	اَوۡفُوۡا	بِالۡعُقُوۡدِ	
اے	جولوگ ایمان لائے (ایمان والے)	پورا کرو	عہد۔قول	

اے ایمان والو اپنے عہدوں کو پورا کرو۔

اپنے وعدوں اور معاہدوں کو پورا کرو

اس سورۃ کی پہلی آیت کا یہ پہلا جملہ ہے اور یہ قرآنی فصاحت و بلاغت اور جامعیت کا ایک نمونہ ہے کہ اس ایک چھوٹے سے جملہ کی تشریح وتفسیر میں مفسرین نے سینکڑوں صفحات لکھے ہیں۔اس میں پہلے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا سے خطاب فرما کر مضمون کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔کہ اس کے بعد جو حکم دیا جاتا ہے وہ عین ایمان کا تقاضا ہے۔

یہاں سورۃ کے شروع ہی میں یہ حکم دیا گیا کہ ان عہدوں کو جو تم نے خدا تعالیٰ سے باندھے ہیں پورا کرو خواہ وہ براہ راست حق تعالیٰ سے متعلق ہوں یا بندوں سے متعلق ہوں یا دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے متعلق ہوں۔اس میں وہ معاہدات بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ایمان وطاعت کے متعلق لئے ہیں یا وہ معاہدات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کئے ہوئے احکام حلال وحرام سے متعلق اپنے بندوں سے لئے ہیں۔

اس میں وہ معاہدات بھی شامل ہیں جو بندے آپس میں ایک دوسرے سے کرلیا کرتے ہیں۔جیسے معاہدہ نکاح' معاہدۂ خرید وفروخت' معاہدۂ شرکت وتجارت وغیرہ ان تمام معاہدات میں جو جائز شرطیں آپس میں طے ہو جائیں اس قرآنی حکم کی رو سے ان کی پابندی ہر فریق پر لازم و واجب ہے اور جائز کی قید اس لئے لگائی گئی کہ خلاف شرع شرط لگانا یا اس کا قبول کرنا کسی کے لئے جائز نہیں۔پھر اس میں وہ معاہدہ بھی شامل ہے جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ مان لے یا قسم کھا کر کوئی چیز اپنے ذمہ لازم کرلے۔

الغرض کہ عہد اور وعدہ واقرار کا پورا کرنا دین کی خاص نشانی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے اندر ایفائے عہد کی صفت نہیں اس کا دین کامل نہیں۔پھر ایفائے عہد کا حق دار سب سے پہلے خود ہمارا رب ہے۔ہم نے کلمہ لآ الٰہ الا اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کو معبود حقیقی ماننے کا اقرار کیا اور صرف اسی کی عبادت اور بندگی کرنے اور اسی کے حکموں پر چلنے اور اسی کو اپنا مطلوب ومقصود بنانے اور اسی سے لو لگانے کا فیصلہ اور معاہدہ کیا۔تو گویا جس کسی نے صدق دل سے ایک بار لآ الٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے شریعت کے ہر حکم کو اپنے اوپر واجب کرلیا کیونکہ اس اقرار کے بعد اب بعض احکام کو اپنی مرضی سے لینا اور بعض کو ترک کر دینا ہرگز روا نہیں۔اسی طرح جب لآ الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ہم نے کہہ لیا تو ہم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول خدا ہونے کا اقرار کرلیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول خدا ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے ہدایت کی جو باتیں بتلائی ہیں وہ خدا کی طرف سے خاص اور یقینی علم حاصل کر کے بتلائی ہیں۔وہ سب بالکل حق ہیں اور ان میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اسی طرح یہ لازم آجاتا ہے کہ جو آپ کی ہر ہدایت اور ہر حکم کو ماننے اور آپ کے حکموں پر چلنے کا فیصلہ کیا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر پورا عمل کرے تو وہ تو جب ایک انسان صدق دل سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیتا ہے تو وہ اپنے ذمہ عہد لیتا ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑوں گا اور اس ذمہ داری کو نبھانا اس کا فرض ہے اور وہ اپنے کو اس عہد واقرار کا پابند سمجھے اور اس کی زندگی اسی اصول کے مطابق گزرے کہ جو اللہ اور رسول کے فرمان کے موافق ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا مومن اور مسلم ہے اور يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا کے خطاب کا مستحق ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ

حُرُمٌ	وَاَنْتُمْ	مُحِلِّي الصَّيْدِ	غَيْرَ	يُتْلٰى عَلَيْكُمْ	مَا	اِلَّا	الْاَنْعَامِ	بَهِيْمَةُ	اُحِلَّتْ لَكُمْ
احرام میں ہو	جبکہ تم	حلال جانے ہوئے شکار	مگر	پڑھے جائینگے (سنائے جائینگے تمہیں)	جو	سوائے	مویشی	چوپائے	حلال کئے گئے تمہارے لئے

تمہارے لئے تمام چوپائے جومُشابہ اَنعام کے ہوں حلال کئے گئے ہیں مگر جن کا ذکر آگے آتا ہے لیکن شکار کو حلال مت سمجھنا جس حالت میں کہ تم احرام میں ہو،

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

اِنَّ اللّٰهَ	يَحْكُمُ	مَا يُرِيْدُ
بیشک اللہ	حکم کرتا ہے	جو چاہے

بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہیں حکم کریں۔

حرام وحلال کی پابندی کا حکم

اس آیت میں امت محمدیہ کو ایفائے عہد کی ہدایت کی جاتی ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے امت مسلمہ پر حلال کر دی ہیں صرف ان کو استعمال کیا جائے اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان سے پرہیز کیا جائے اور بچا جائے۔ یہاں آیت میں سب سے پہلے جانوروں کی حلت وحرمت یعنی ان کو حلال وحرام ہونے کے بارہ میں حکم دیا جا رہا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں کچھ لوگ جو تازہ تازہ یہودیت ونصرانیت اور شرک سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوئے تھے وہ اپنے پہلے عقیدوں کی بناء پر بعض حلال جانوروں کو بھی نہیں کھاتے تھے اس لئے پہلا حکم مویشی اور چوپایوں کے حلال وحرام کے متعلق دیا جا رہا ہے۔

اس آیت میں حکم دیا گیا کہ اللہ نے تمہارے لئے انعام یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ بکری جن کی آٹھ قسمیں آٹھویں پارہ سورہ انعام میں بیان فرمائی گئی ہیں حلال کر دی ہیں۔ ان کو شرعی قاعدہ کے موافق ذبح کر کے کھا سکتے ہی۔ مگر اس حلت کے حکم سے آیت میں دو استثنا بھی بیان فرمائے گئے ہیں ایک الا ما یتلیٰ علیکم یعنی سب جانور حلال ہیں سوائے ان جانوروں کے جن کا ذکر آگے آتا ہے یعنی جن کی حرمت قرآن میں یا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دی ہے چنانچہ آگے اسی سورۃ کی تیسری آیت میں کئی چیزیں حرام بتلائی گئی ہیں۔ دوسرا استثنا فرمایا غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ جس کا مطلب یہ ہے کہ چوپائے جانور تمہارے لئے حلال ہیں اور جنگل کا شکار بھی حلال ہے مگر جبکہ تم نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہوا ہو تو اس وقت شکار کرنا جرم وگناہ وناجائز ہے۔ یعنی احرام کی حالت میں شکار کو ممنوع اور حرام قرار دیا گیا ہے اور یہ ممانعت صرف خشکی کے جانور کے شکار کی ہے۔ دریائی شکار کی اجازت ہے۔

حرام وحلال کرنے کا اختیار اللہ کے پاس ہے

اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں حکم دیتے ہیں) فرما کر یہ جتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا پھر کمال حکمت سے ان میں باہم فرق مراتب رکھا۔ ہر نوع میں اس کی استعداد کے موافق جدا جدا فطری خواص عطا کئے۔ زندگی موت کی مختلف صورتیں تجویز کیں۔ اس لئے بلاشبہ اسی خدا کو اپنی مخلوقات میں یہ حق حاصل ہے کہ اپنے اختیار کامل علم محیط اور حکمت مبالغہ سے جس چیز کو جس کسی کے لئے جن حالات میں چاہے حلال یا حرام کر دے۔ پس جس جانور کو چاہا ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا۔ جس کو چاہا ہمیشہ کے لئے حلال کر دیا۔ جس کو چاہا کسی حالت میں حلال کر دیا یا کسی حالت میں حرام کر دیا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ انسان کے لئے بعض جانوروں کو ذبح کر کے کھانے کی اجازت کوئی ظلم نہیں۔ جس مالک نے یہ سب جانیں بنائی ہیں اسی نے یہ قانون بھی بنایا ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کیلئے غذا بنایا ہے۔ زمین کی مٹی درختوں کی غذا ہے اور درخت جانوروں کی غذا۔ اور جانور انسان کی غذا۔ انسان سے اعلیٰ کوئی مخلوق اس دنیا میں نہیں اس لئے انسان کسی کی غذا نہیں بن سکتا۔

حرام وحلال جانوروں کی تفصیل

(۱) اونٹ گائے بھینس بھیڑ بکری نر و مادہ فی نفسہ حلال ہیں البتہ طبعی موت وغیرہ کی حالت میں حرام ہیں جیسا آگے آیت میں تفصیلاً بتلایا گیا ہے۔
(۲) خنزیر حرام ہے جیسا آگے آیت میں آوے گا۔
(۳) گدھا خچر وغیرہ حرام ہے جیسا حدیث میں تصریح آئی ہے۔
(۴) ہرن نیل گائے گھوڑا وغیرہ جو انعام کے مشابہ ہیں حلال ہیں۔
(۵) لیکن ہرن وغیرہ جو وحشی جانور ہیں حرم اور احرام میں ان کا شکار کرنا اسی طرح ان کا ذبح کرنا حرام ہے۔
(۶) دریائی شکار یعنی مچھلی حرم اور احرام میں بھی حلال ہے۔
(۷) درندہ حرام ہیں (جملہ مسائل از بیان القرآن)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں۔ خصوصاً حلال وحرام کے معاملہ میں پوری اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اے اللہ شریعت مطاہرہ کے احکام کے موافق ہم کو اپنی زندگی گزارنا نصیب فرما اور ہر طرح کے ناجائز اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تُحِلُّوْا	شَعَآئِرَ اللّٰهِ	وَلَا	الشَّهْرَ الْحَرَامَ	وَلَا	الْهَدْيَ	وَلَا	الْقَلَآئِدَ
اے	جولوگ ایمان لائے (ایمان والے)	حلال نہ سمجھو	اللہ کی نشانیاں	اور نہ	مہینے ادب والے	اور نہ	نیازِ کعبہ	اور نہ	گلے میں پٹہ ڈالے ہوئے

اے ایمان والو بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ کی نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی اور نہ اُن جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں

وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ

وَلَا	اٰمِّيْنَ	الْبَيْتَ الْحَرَامَ	يَبْتَغُوْنَ	فَضْلًا	مِنْ رَّبِّهِمْ	وَرِضْوَانًا	وَاِذَا	حَلَلْتُمْ
اور نہ	قصد کرنیوالے (آنیوالے)	احترام والا گھر (خانہ کعبہ)	وہ چاہتے ہیں	فضل	اپنے رب سے	اور خوشنودی	اور جب	احرام کھول دو

اور نہ اُن لوگوں کی جو کہ بیت الحرام کے قصد سے جارہے ہوں اپنے رب کے فضل اور رضا مندی کے طالب ہوں اور جس وقت تم احرام سے باہر آجاؤ

فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ

فَاصْطَادُوْا	وَلَا	يَجْرِمَنَّكُمْ	شَنَاٰنُ	قَوْمٍ	اَنْ	صَدُّوْكُمْ	عَنِ	الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ	اَنْ تَعْتَدُوْا
تو شکار کرلو	اور نہ	تمہارے لئے باعث ہو	دشمنی	قوم	جو	تم کو روکتی تھی	سے	مسجد	حرام (خانہ کعبہ)	کہ تم زیادتی کرو

تو شکار کیا کرو اور ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اس سبب سے بغض ہے کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا تھا

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

وَتَعَاوَنُوْا	عَلَى الْبِرِّ	وَالتَّقْوٰى	وَلَا تَعَاوَنُوْا	عَلَى	الْاِثْمِ	وَالْعُدْوَانِ	وَاتَّقُوا اللّٰهَ
اور ایکدوسرے کی مدد کرو	نیکی پر (میں)	اور تقویٰ (پرہیزگاری)	اور ایکدوسرے کی مدد نہ کرو	پر (میں)	گناہ	اور زیادتی (سرکشی)	اور ڈرو اللہ سے

وہ تمہارے لئے اس کا باعث ہو جاوے کہ تم حد سے نکل جاؤ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو،

	اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲	اِنَّ اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
	بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔	بیشک اللہ	سخت	عذاب

شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم

اس آیت میں ایمان والوں کو خطاب کر کے پہلے ارشاد ہوتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ اے ایمان والو! تم اللہ کے دین کی نشانیوں کی بے حرمتی مت کرو یعنی جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نشانی قرار دیا ہے ان کی بے ادبی اور بے حرمتی مت کرو بلکہ شعائر اللہ کے احترام وادب کی پوری طرح ملحوظ رکھو۔ شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں میں حرم محترم کعبۃ اللہ صفا ومروہ حجر اسود جمرات عرفات منیٰ مزدلفہ نماز اذان حج قربانی مساجد کتب سماویہ اور تمام حدود وفرائض اور احکام دینیہ شامل ہیں۔

شعائر اللہ کی بے حرمتی ایک تو یہ ہے کہ سرے سے انہیں نظر انداز کر دیا جائے۔ دوسرے یہ ہے کہ ان پر عمل تو کریں مگر ادھورا کریں۔ پورا

پورا نہ کریں۔ تیسرے یہ کہ مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر کے آگے بڑھنے لگیں اور افراط وتفریط کا معاملہ کرنے لگیں۔ تو تمام شعائر اللہ کے ساتھ ان سب صورتوں کو منع فرمایا گیا ہے۔

محترم مہینوں کا احترام

چند مخصوص شعائر اللہ ذکر فرمائے جاتے ہیں جن کی بے ادبی نہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوا وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ یعنی ماہ حرام میں قتل وقتال کر کے ان کی بے حرمتی نہ کرو۔ اشہر حرم وہ چار مہینے تھے جن میں جنگ کرنا شرعاً حرام تھا یعنی شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور رجب۔ ابتدا میں ان چار مہینوں میں قتل وقتال کی ممانعت تھی لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور یہ ممانعت باقی نہ رہی جس کا بیان انشاء اللہ دسویں پارہ سورۂ توبہ میں آئے گا۔ تو ان کی تعظیم واحترام یہ تھا کہ دوسرے مہینوں سے بڑھ کر ان میں نیکی اور تقویٰ کو لازم پکڑے اور شر وفساد، قتل وقتال سے بچنے کا اہتمام کیا جائے۔

قربانی کے جانور کی بے حرمتی نہ کرو

آگے حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی بے حرمتی نہ کرنے کا حکم ہے اور ارشاد ہوا وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ یعنی ایسے جانور جو قربانی کے لئے حرم مکہ لے جائے جا رہے ہوں ان کی بے حرمتی نہ کرو خصوصاً وہ جانور جن کے گلے میں قربانی کی علامت کے طور پر قلادے یعنی پٹے یا ہار پڑے ہوں۔ ایسے جانوروں سے تعرض کرنا بہت ہی برا ہے اس لئے کہ جب ان کے ساتھ قربانی کی شناخت موجود ہے تو پھر یہ عذر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ہم کو خبر نہ تھی کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ اور ایسے جانور کی بے حرمتی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ان کو حرم تک پہنچنے سے روک دیا جائے یا چھین لیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان سے قربانی کے علاوہ کوئی دوسرا کام سواری یا دودھ وغیرہ حاصل کرنے کا لیا جائے۔ یہاں ان سب صورتوں کو ناجائز قرار دیدیا گیا۔

حاجیوں کا احترام

پھر فرمایا وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا اور نہ ان لوگوں کی بے حرمتی کرو جو کہ بیت الحرام یعنی بیت اللہ کے قصد سے جا رہے ہوں اور اس سفر سے ان کا مقصود یہ ہے کہ اپنے رب کے فضل اور رضامندی کو حاصل کریں یعنی جو مخلص مسلمان حج یا عمرہ کے لئے جائیں ان کی تعظیم واحترام کرو اور ان کی راہ میں روڑے مت اٹکاؤ۔ ان کو ستا کر یا دق کر کے ان کو بیت اللہ جانے سے نہ روکا جائے۔ ان کے سفر میں مزاحمت نہ کی جائے۔ یہاں حج اور عمرہ کرنے والوں کے مراتب اور اونچے درجات کا اعلان ہے کہ وہ بھی رب العزت کی نشانیاں اور اس کے مہمان ہیں۔ لہٰذا ان کی بھی بے حرمتی اور بے ادبی کرنے کا حکم دیا گیا اور حج وعمرہ کرنے والوں کا مقصود سفر بھی ظاہر فرما دیا گیا کہ وہ اپنے رب کے فضل اور رضامندی کو حاصل کریں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا اور جب تم احرام سے باہر آ جاؤ یعنی حج یا عمرہ پورا کر لو تو اجازت ہے کہ شکار کیا کرو بشرطیکہ وہ شکار حرم میں نہ ہو یعنی حالت احرام میں جو شکار کی ممانعت کی گئی تھی وہ احرام کھول دینے کے بعد باقی نہیں رہی جب احرام سے فارغ ہو گئے تو شکار کی ممانعت ختم ہو گئی۔

کسی بھی حال میں عدل وانصاف کو نہ چھوڑو

یہاں خاص طور پر ان بعض شعائر اللہ کا تذکرہ فرمایا جو حج سے متعلق ہیں اب جن شعائر اللہ کو حق تعالیٰ نے معظم ومحترم قرار دیا ۶ھ میں مشرکین مکہ نے ان سب شعائر کی اہانت کی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کے ساتھ ماہ ذیقعدہ میں محض عمرہ ادا کرنے کے لئے احرام عمرہ باندھ کر مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر مکہ والوں کو اطلاع دی گئی کہ ہم کسی جنگی مقصد کے لئے نہیں بلکہ صرف عمرہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ ہمیں اس کی اجازت دو لیکن مشرکین مکہ نے اجازت نہ دی اور آگے جانے سے روکا۔ نہ حالت احرام کا خیال کیا نہ کعبہ کی حرمت کا۔ نہ محترم مہینہ کا۔ نہ ہدی اور قلائد کا اور علی الاعلان کہہ دیا کہ نہ ہم مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے دیں گے اور نہ عمرہ کرنے دیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو میں لڑنے

3 کے لئے نہیں آیا ہوں۔ اگر تم اجازت دو گے تو عمرہ کروں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ بالآخر جب مشرکین آمادۂ جنگ نظر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ ترک کر دیا اور ایک عہد نامہ بڑی سخت اور کڑی شرطوں کے ساتھ ہو گیا جو معاہدہ حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سب مسلمان واپس ہو گئے پھر اگلے سال ۷ھ میں دوبارہ ماہ ذی قعدہ میں انہی شرائط کی پابندی کے ساتھ یہ عمرہ قضا کیا گیا۔ بہر حال اس واقعہ حدیبیہ میں اہل اسلام شعائر اللہ کی اس توہین اور مذہبی فریضہ سے روک دیئے جانے پر ایسی ظالم قوم کے مقابلہ میں جس قدر بھی غیظ وغضب اور بغض وعداوت کا اظہار کرتے وہ حق بجانب تھے اور جوش انتقام سے برافروختہ ہو کر جو کارروائی بھی کر بیٹھتے وہ ممکن تھی لیکن اسلام کی عداوت اور محبت دونوں جچی تلی ہیں۔ قرآن کریم نے ایسے جابر اور ظالم دشمن قوم کے مقابلہ میں بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا کیونکہ عموماً انسان زیادہ محبت یا زیادہ عداوت کے جوش میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے اس لئے اہل اسلام کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ سخت سے سخت دشمن بھی تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو کہ تم ظلم وزیادتی کر بیٹھو اور عدل وانصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دو چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ یعنی حاصل ارشاد یہ ہے کہ مشرکوں نے جو تم پر زیادتی کی تھی اور تم کو مسجد الحرام جانے اور عمرہ کرنے سے روک دیا تھا تو تم اس بات سے دلوں میں عداوت رکھ کر ان پر زیادتی کر کے اور معاہدہ کی کوئی خلاف ورزی کر کے مجرم نہ بنو۔ اس قوم کے بغض کی وجہ سے جس نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے۔ تم عدل وانصاف سے باہر قدم نہ رکھو اور اگر کوئی بالفرض جوش انتقام میں زیادتی کر بیٹھے تو اس کے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کی جماعت اس کے ظلم وعدوان کی اعانت نہ کرے بلکہ سب مل کر نیکی اور پرہیز گاری کا مظاہرہ کریں اور چونکہ حق پرستی، انصاف پسندی اور تمام عمدہ اخلاق کی جڑ خدا کا خوف ہے اس لئے واتقوا اللہ فرما کر اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا گیا اور اس پر مزید تاکید کے لئے یہ فرما دیا کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے اس لئے اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کی کوئی ہمت نہ کرے۔

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یہاں بتلایا گیا کہ تعاون کن چیزوں میں ہونا چاہیے اور عدم تعاون کا موقع کونسا ہے ان کا دو جملوں میں قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے یعنی بر اور تقویٰ پھیلانے کے لئے تعاون کرو اور اثم اور عدوان روکنے کے لئے عدم تعاون سے کام لو۔ بر کے معنی ہیں نیک کام' تقویٰ کے معنی ہیں برے کاموں سے بچنا۔ ان دو چیزوں میں تعاون ہونا چاہیے۔ اثم کے معنی ہیں گناہ اور عدوان کے معنی ہیں کسی پر ظلم و زیادتی ان دونوں چیزوں میں عدم تعاون ہونا چاہیے۔

حدیث میں ہے کہ ایک بار ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ تو اپنے بھائی کی خواہ ظالم ہو یا مظلوم مدد کرتا رہ۔ مظلوم کی مدد تو معلوم ہے ظالم کی مدد کس طرح کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے جس طرح ممکن ہو روک دے۔

اس قرآنی حکم کے مطابق ہر مومن ومسلم کو اس پر کمربستہ ہو جانا چاہیے کہ جو صورت بھی ہوگی میں ہمیشہ نیکی ہی پر مدد کروں گا اور کسی ظلم اور گناہ کے کام پر ہرگز تعاون نہیں کروں گا تا کہ اللہ کے فضل اور رضوان سے حصہ ملے اور اس کی ناراضگی اور عذاب سے حفاظت رہے۔ بر یعنی نیکی سے خوش ہوتے ہیں اور تقویٰ سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں تو جس نے دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کر لیا اس نے گویا سعادت مکمل کر لی بر یعنی نیکی فعل خیرات کا نام ہے اور تقویٰ و پرہیز گاری ترک منکرات کا نام ہے۔ جس میں یہ دونوں خصلتیں جمع ہو جائیں اس کی خوشی نصیبی کا کیا پوچھنا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں پر سے غفلت کے پردے ہٹا دیں اور ہم کو نور بصیرت عطا فرما دیں تا کہ ہم ان قرآنی احکام کو دل میں جگہ دے سکیں۔

یا اللہ اپنے دین کے شعائر کی حقیقی عزت وعظمت ہم کو نصیب فرما دے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی اور بے ادبی سے ہم کو بچالے۔

اے اللہ ہمیں نیکی اور تقویٰ کی توفیق عطا فرما دے۔ اور گناہ ظلم وزیادتی سے ہمیں بچالے۔

اے اللہ ہم کو نیکی اور تقویٰ کی مدد کرنے والا بنا دے اور ہم کو ان جملہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرما دے۔

یا اللہ یہ ملک پاکستان جو دنیا کے نقشہ میں اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا یہاں اسلام کو فروغ عطا فرما۔ اسلامی قوانین کو یہاں جاری فرما۔ قرآنی احکام کا یہاں نفاذ فرما اور بے دینی اور فحش اور منکرات کا خاتمہ فرما۔ دین داری نیک عملی اور تقویٰ وپرہیزگاری کی فضا کو پھیلنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ

حُرِّمَتْ	عَلَيْكُمُ	الْمَيْتَةُ	وَالدَّمُ	وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ	وَمَا	أُهِلَّ	لِغَيْرِ اللَّهِ	بِهِ	وَالْمُنْخَنِقَةُ
حرام کردیا گیا	تم پر	مُردار	اور خون	اور سُور کا گوشت	اور جو۔جس	پکارا گیا	اللہ کے سوا	اس پر	اور گلا گھونٹنے سے مراہوا

تم پر حرام کئے گئے ہیں مُردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر جاوے

وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ

وَالْمَوْقُوذَةُ	وَالْمُتَرَدِّيَةُ	وَالنَّطِيحَةُ	وَمَا	أَكَلَ	السَّبُعُ	إِلَّا مَا	ذَكَّيْتُمْ	وَمَا	ذُبِحَ
اور چوٹ کھا کر مراہوا	اور گر کر مراہوا	اور سینگ ماراہوا	اور جو۔جس	کھایا	درندہ	مگر جو	تم نے ذبح کرلیا	اور جو	ذبح کیا گیا

اور جو کسی ضرب سے مرجاوے اور جو اونچے سے گر کر مرجاوے اور جو کسی کی ٹکر سے مرجاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کرڈالو اور جو جانور

عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ

عَلَى النُّصُبِ	وَأَنْ	تَسْتَقْسِمُوا	بِالْأَزْلَامِ	ذَٰلِكُمْ	فِسْقٌ
تھانوں پر	اور یہ کہ	تم تقسیم کرو	تیروں سے	یہ	گناہ

پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے، یہ سب گناہ ہیں

گیارہ قسم کے حرام

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں ارشاد ہوا تھا۔ سب مویشی چوپائے جو مشابہ انعام یعنی اونٹ گائے بکری کے ہوں تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں سوائے ان کے جن کی حالت آگے سنائی جائے گی۔ تو اس میں اجمالی اشارہ تھا کہ کچھ جانور حلال اور جائز نہ ہوں گے۔

اب یہاں اس آیت میں گیارہ چیزیں حرام قرار دی گئیں جن کی قدرے تفصیل معلوم کرلیجئے

۱- مردار: مردار سے مراد وہ جانور ہیں جو بغیر ذبح کے کسی بیماری کے سبب یا طبعی موت سے مر جائیں۔ ایسے مردار جانور کا گوشت "طبی" اصولوں پر بھی انسان کے لئے سخت مضر ہے کیونکہ جو جانور ذبح نہیں کیا جاتا تو اس کا خون اندر ہی اندر منجمد ہو جاتا ہے جس کا کھانا انسان کے لئے نہایت درجہ مضر صحت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مردار جانوروں کا کھانا حرام کیا اور اس حرمت میں ہر مردار جانور داخل ہے خواہ چرند ہو یا پرند یا خشکی کا جانور۔ البتہ حدیث شریف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزوں کو اس قانون سے مستثنیٰ قرار دیا ہے ایک دریا کی مچھلی دوسرے ٹڈی۔

۲- بہتا ہوا خون: جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیت میں ہے اَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا فرما کر یہ بتلا دیا گیا کہ خون سے مراد بہنے والا خون ہے اس لئے کلیجی اور تلی جو ایک طرح سے جما ہوا خون ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا۔ مشرکین عرب خون جما کر کسی توے یا کڑھائی میں تل کر اس کو کھایا کرتے تھے اس آیت میں اس کو حرام کر دیا گیا۔

۳- سؤر: سور کا گوشت اس کی چربی ہڈی کھال بال سب شامل ہیں۔ سب ایک ہی حکم میں ہیں اور سب نجس اور حرام ہیں۔ غذا کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے اور سور میں بہت سی صفات ذمیمہ پائی جاتی ہیں۔ وہ حد درجہ کا حریص۔ اور پرلے درجہ کا بے غیرت ہے۔ اسی لئے جو قومیں سور کا گوشت کھاتی ہیں ان کی بے غیرتی بالکل ظاہر اور عیاں ہے۔ یہاں آیت میں اگرچہ سور کے گوشت کا ذکر ہے لیکن تمام امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ سور نجس العین ہے اور اس کے کسی جزو سے نفع حاصل کرنا یا اس کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

۴-غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور:

وہ جانور جو بقصد تقرب غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو وہ بھی حرام کیا گیا۔ اس میں غیر اللہ کے نام پر چھوڑا گیا ہوا جانور بھی شامل ہے اور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ بھی شامل ہے اور دونوں کا کھانا حرام ہے۔ بقصد تقرب اور تعظیم جانور کو غیر اللہ کے نامزد کرنا یہ شرک ہے اور اس نیت شرکیہ کی وجہ سے وہ جانور نجس ہو جاتا ہے۔ اگر ایسے نامزد جانور کو خدا کا نام لے کر ذبح بھی کیا جائے تب بھی حرام ہے۔

۵-گلا دبا کر مارا جانے والا جانور:

اس لئے کہ ایسا جانور در حقیقت مردار ہے۔ خواہ جانور کی گردن کسی آدمی نے گھونٹی ہو یا خود بخود اسکے گلے میں پھندا پڑ کر گھٹ جائے تو یہ بھی حرام ہو جائیگا۔

۶-چوٹ یا ضرب سے مارا ہوا جانور

جاہلیت کے زمانہ میں لوگ لاٹھی وغیرہ سے مار کر کھا لیا کرتے تھے۔ یہاں اس کی ممانعت کر دی گئی جو شکار بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا اس کو بھی فقہانے اسی قسم میں داخل کر کے حرام قرار دیا ہے۔

۷-گر کر مرنے والا جانور: خواہ وہ خود گر کر مرا ہو یا کسی نے گرایا ہو وہ بھی حرام کیا گیا۔ مثلاً کوئی جانور کسی پہاڑ یا ٹیلہ یا اونچی عمارت یا کنویں وغیرہ میں گر کر مر جائے تو وہ بھی حرام ہو گیا۔

۸-ٹکر کھا کر مرنے والا جانور

جیسے ریل، موٹر وغیرہ کی زد میں آ کر مر جائے یا کسی دوسرے جانور کی ٹکر یا سینگ مارنے سے مر جائے تو حرام ہو گیا۔

۹-درندے کا مارا ہوا

وہ جانور جس کو کسی درندہ جانور نے پھاڑ دیا ہو اور اس سے مر گیا ہو یا درندہ نے کچھ حصہ کھا لیا تو بقیہ حصہ حرام ہو گیا۔

ذبح کیا ہوا حلال ہے:

یہ اقسام حرام جانوروں کی بیان فرمانے کے بعد ایک استثناذ کر کیا گیا الا ما ذکیتم یعنی اگر ان جانوروں میں سے تم نے کسی کو زندہ پا لیا اور شرعی قاعدہ سے ذبح کر لیا تو وہ حلال ہو گیا یعنی وہ جانور جس کے کوئی چوٹ لگی یا ضرب پڑی یا اوپر سے نیچے گر ا یا کسی سے ٹکر اور تصادم ہوا یا کسی درندہ نے پھاڑ دیا اور زخمی کر دیا ان تمام صورتوں میں اگر جانور زندہ پایا گیا اور زندگی کی علامت اس میں محسوس کی گئی اور اسی حالت میں اس کو مرنے سے پہلے اللہ کے نام پر ذبح کر دیا تو وہ حلال ہو گیا۔ اور اگر زندگی کے آثار ایسے جانور میں قطعاً نہ پائے گئے تو وہ مردار کے حکم میں داخل ہو کر حرام ہو گیا۔

۱۰-جو نصب پر ذبح کیا گیا ہو

نصب وہ پتھر کہلاتے تھے جو مشرکین نے جاہلیت میں کعبہ کے گرد کھڑے کیئے ہوئے تھے۔ جاہلیت میں ان پتھروں کے پاس لا کر جانوروں کی قربانی کرتے اور اس کو عبادت سمجھتے تھے اور قربانی کا کچھ خون بھی ان پتھروں پر چھڑک دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی نجس اور حرام کر دیا اور ان قربانیوں کے کھانے کی ممانعت کر دی۔

۱۱-فال یا جوئے کے تیروں سے تقسیم شدہ

عرب میں ایام جاہلیت میں ایک رواج یہ تھا کہ مثلاً دس آدمیوں نے مل کر ایک اونٹ ذبح کیا تو اس کی تقسیم تیروں کے ذریعہ اس طرح ہوتی تھی کہ کسی تیر پر آدھا کسی پر چوتھائی کسی پر چھٹا وغیرہ لکھا ہوتا تھا اور کوئی تیر خالی ہوتا تھا پھر پانسہ پڑتا تھا۔ نشانی کے تیر والے کو اس کے موافق حصہ ملتا اور خالی نشانی کا تیر آ جاتا تو اس کا کچھ حصہ نہ ہوتا تھا۔ اس طرح کوئی بالکل محروم رہتا کسی کو بہت زیادہ۔ کسی کو حق سے کم ملتا گویا یہ ایک طرح سے قمار یعنی جوئے کی سی تقسیم تھی اس لئے جانوروں کی حرمت کے ساتھ اس طریقہ کار کی حرمت کا بیان بھی فرما دیا اور مزید تاکید کے لئے ذٰلِكُمْ فِسْقٌ فرمایا یعنی یہ تمام باتیں تم پر حرام کی گئی ہیں سب فسق و فجور یعنی گناہ اور بدکاری ہیں۔ ان سب سے اجتناب لازم ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنے جملہ قوانین اور احکام قرآنی کا اتباع ہم کو نصیب فرمائیں خصوصاً حرام و ناجائز باتوں سے ہمیں کامل طور پر بچائیں۔ اے اللہ ہم کو اپنے فضل سے اکل حلال نصیب فرما اور حرام سے محفوظ فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ

اَلْيَوْمَ	يَئِسَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	مِنْ	دِيْنِكُمْ	فَلَا تَخْشَوْهُمْ	وَاخْشَوْنِ	اَلْيَوْمَ	اَكْمَلْتُ
آج	مایوس ہوگئے	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	سے	تمہارا دین	سو تم ان سے نہ ڈرو	اور مجھ سے ڈرو	آج	میں نے مکمل کردیا

آج کے دن ناامید ہوگئے کافر لوگ تمہارے دین سے سو اُن سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا، آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا

لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ

لَكُمْ	دِيْنَكُمْ	وَاَتْمَمْتُ	عَلَيْكُمْ	نِعْمَتِيْ	وَرَضِيْتُ	لَكُمُ	الْاِسْلَامَ	دِيْنًا	فَمَنِ	اضْطُرَّ	فِيْ
تمہارے لئے	تمہارا دین	اور پوری کردی	تم پر	اپنی نعمت	اور میں نے پسند کیا	تمہارے لئے	اسلام	دین	پھر جو	لاچار ہوجائے	میں

اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لئے پسند کر لیا، پھر جو شخص شدت کی بھوک میں

مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③

	مَخْمَصَةٍ	غَيْرَ	مُتَجَانِفٍ	لِّاِثْمٍ	فَاِنَّ اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	
	بھوک	نہ	مائل ہو	گناہ کی طرف	تو بیشک اللہ	بخشنے والا	مہربان	

بیتاب ہوجاوے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اُس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں۔

شان نزول

اس تیسری آیت کا یہ حصہ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا اسکے نزول کی خاص شان ہے اور جس اہتمام سے اس کا نزول ہوا

آیت کا یہ حصہ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے روز یعنی ۹ ذی الحجہ کو جمعہ کے دن بوقت عصر میدان عرفات میں نازل ہوا۔

ذیقعدہ ۱۰ھ میں جب کہ مسلمانوں کو بحمد اللہ اطمینان کی زندگی میسر تھی مکہ فتح ہو چکا تھا۔ سارا عرب اسلام قبول کر چکا تھا۔ عرب میں ہر چار جانب منادی کرادی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے مدینہ سے مکہ معظمہ جانے والے ہیں چنانچہ ہر چہار طرف سے مسلمانوں کا ایک سمندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے شوق میں ٹوٹ پڑا۔ ۹ ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں اونٹنی پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جب کہ قریب ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام آپ کے گرد جمع تھے۔ قدرت خداوندی کا عجب نظارہ تھا۔ یہی سرزمین تھی کہ جس سے دس سال قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا اور دس سال کے قلیل عرصہ میں سارا عرب قبول اسلام کر چکا تھا۔ اور ایک لاکھ ۲۴ ہزار سے زائد صحابہ کرام حضور کے گرد جمع تھے۔ خطبہ کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے قیامت میں میری بابت سوال کیا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے۔ تمام حاضرین نے بیک آواز عرض کیا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا تھا اور حق رسالت ادا فرما دیا تھا۔ اور امت کو نصیحت کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا اور امانت الٰہی کو ٹھیک ٹھیک طرح سے پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ یہ سن کر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا لکھا ہے کہ عین اسی وقت یہ

آیت نازل ہوئی اور اس آیت کے نزول کے بعد صرف ۸۱ روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ افروز رہے۔

لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت سنی تو رونے لگے اور سمجھ گئے کہ رسول کی بعثت صرف تکمیل دین اور تعلیم عبادت کے لئے تھی۔ جب یہ غرض پوری ہوگئی اور ضوابط ہدایت کے بیان کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تو اب یقیناً حضور کی پردہ پوشی قریب ہی ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ خیال درست تھا اور اس آیت کے نزول کے بعد صرف ۸۱ روز اس عالم فانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رہے مگر اس آیت کا نزول آخری نہیں ہے کیونکہ وفات مبارک سے ۹ روز قبل آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۱) نازل ہونا روایت ہے البتہ حلال وحرام کے احکام اور فرائض دینی کی تعلیم مذکورہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے نزول کے بعد ختم ہوگئی اس بنا پر اس کو آخری آیت بھی کہہ سکتے ہیں۔ تو اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب کہ زندگی کے ہر شعبہ اور علوم ہدایت کے ہر باب کے متعلق اصول وضوابط بیان ہو چکے تھے اور فروع اور جزئیات کا بیان بھی اتنی کافی تفصیل اور جامعیت سے کیا جا چکا تھا کہ پیروان اسلام کے لئے قیامت تک قانون الٰہی کے سوا کوئی دوسرا قانون قابل التفات نہیں رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت سے ایک ایسی عظیم الشان جماعت خدا پرست جانباز' سرفروش ہادیوں اور معلموں کی تیار ہو چکی تھی جس کو قرآنی تعلیم کا مجسم نمونہ کہا جاسکتا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کامل وفاداری کے ساتھ اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان پورے کر رہے تھے۔ گندی غذائیں اور مردار کھانے والی قوم مادی اور روحانی طیبات کے ذائقہ سے لذت اندوز ہو رہی تھی جاہلیت کی تمام رسمیں مٹ چکی تھیں شعائر الٰہیہ کا ادب واحترام قلوب میں راسخ ہو چکا تھا اور شیطان جزیرۃ العرب کی طرف سے ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا گیا تھا کہ دوبارہ وہاں اس کی پرستش ہوسکے ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی۔

امت مسلمہ کے لئے تین خصوصی انعام

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مسلمہ کو تین خصوصی انعامات عطا فرمانے کی بشارت دی۔ ایک اکمال دین' دوسرے اتمام نعمت' تیسرے امت مسلمہ کے لئے شریعت اسلام کا انتخاب اور ہمیشہ کی پسندیدگی تا قیامت۔

اکمال دین یعنی دین کے کامل کر دینے کے معنیٰ یہ ہیں کہ حدود اور فرائض اور حلال وحرام کے احکام اور دنیا اور آخرت اور زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق ایسے اصول اور قواعد بتلا دیئے گئے کہ قیامت تک آنے والے واقعات اور جزئیات کے احکام انہی کلیات سے صراحۃً یا اشارۃً معلوم ہوسکیں گے اور قیامت تک اس میں زیادتی اور ترمیم کی ضرورت نہ ہوگی۔ نبوت ورسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی اور یہ آخری کتاب ہے اس کے بعد اور کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔

اتمام نعمت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو دین کامل دے کر اپنی نعمت پوری کر دی نیز اب اہل اسلام کسی کے محتاج نہیں۔ ان کو حق تعالیٰ جل شانہٗ نے غلبہ وقوت اور اختیار عطا فرما دیا جس کے ذریعہ وہ اس دین حق کے احکام کو نافذ اور جاری کر سکیں۔

تیسرا انعام جو اس امت مرحومہ کے لئے اس آیت میں فرمایا گیا وہ یہ کہ اس امت کے لئے اللہ جل شانہٗ نے دین اسلام پسند کیا اور منتخب فرمایا یعنی اب یہی دین خدا کے نزدیک پسندیدہ اور تمام دینوں سے بہتر اور برتر ہے اور اب قیامت تک یہی دین رہے گا اور کبھی منسوخ نہ ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد اسی دین اور اسی شریعت کا اتباع کریں گے۔ لہٰذا اب پسندیدہ دین۔ دین اسلام کے علاوہ اور کوئی دین قابل قبول نہ ہوگا۔

حالت مجبوری کا مخصوص قانون

اصل مضمون شروع سورۃ سے جانوروں کی حلت وحرمت یعنی ان کے حلال وحرام کے متعلق بیان ہو رہا تھا اس کے بعد دین کے مکمل ہو جانے کا اعلان فرما کر یہ بتلا دیا گیا کہ حلال وحرام کا قانون مکمل ہو

چکا اب اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ البتہ ایک صورت ہے کہ جو ان حرام چیزوں میں سے بھی کھالینے کی اجازت ہے اس کے متعلق آیت کے اخیر میں ارشاد ہوتا ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جو شخص شدت کی بھوک میں بے تاب ہو جاوے اور اس وجہ سے اشیاء بالا کو کھالے بشرطیکہ کسی گناہ اور نافرمانی احکام کی طرف اس کا میلان نہ ہو یعنی نہ قدر ضرورت سے زیادہ کھاوے اور نہ لذت مقصود ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں۔ یعنی اگر قدر ضرورت کا پورا اندازہ نہ ہوا اور ایک آدھ لقمہ زیادہ بھی کھالیا تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں اور رحمت والے ہیں کہ ایسی حالت میں یعنی جان بچانے کے لئے حرام کے استعمال کی بھی اجازت دے دی۔ تو اگر کسی کو ایسی حالت درپیش ہو جائے کہ کھانے کے لئے کوئی حلال چیز نہ ہو اور بھوک سخت بے تابی کی ہو کہ جان پر بننے لگے تو جان بچانے کے لئے بشرطیکہ مقدار ضرورت سے تجاوز نہ کرے اور لذت وغیرہ مقصود نہ ہو اس کو ان حرام چیزوں میں سے اگر کوئی دستیاب ہو تو کھانے کی اجازت ہے۔ اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ بلکہ علماء نے تو یہاں یہ لکھا ہے کہ اگر کسی کو ایسی حالت درپیش ہوئی اور اس نے ان حرام چیزوں میں سے کھانے سے احتراز کیا اور مرگیا تو نہ کھانے پر مواخذہ ہوگا کہ جب حق تعالیٰ نے اجازت دے رکھی تھی اور جان کے بچانے کے لئے ایسی چیز کا کھالینا جائز بتلا دیا گیا تھا تو کیوں کھا کر جان نہ بچائی۔

دعا کیجئے

اے اللہ آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔

اے اللہ ہم کو اس نعمت عظمیٰ کی قدر و وقعت نصیب فرما۔

اے اللہ ہم کو دین اسلام کی سچی محبت وعظمت عطا فرمادے۔

یا اللہ اپنے پسندیدہ دین اسلام کی ناقدری کے جرم عظیم سے ہم کو بچالے۔

اے اللہ ہم کو دین اسلام پوری طرح اپنانے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور شریعت اسلامیہ کی پوری پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	مَاذَا	اُحِلَّ	لَهُمْ	قُلْ	اُحِلَّ	لَكُمُ	الطَّيِّبٰتُ	وَمَا	عَلَّمْتُمْ	مِّنَ	الْجَوَارِحِ
آپ سے پوچھتے ہیں	کیا	حلال کیا گیا	انکے لئے	کہہ دیں	حلال کی گئیں	تمہارے لئے	پاک چیزیں	اور جو	تم سدھاؤ	سے	شکاری جانور

آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں اُن کے لئے حلال ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ سب پاکیزہ چیزیں تم کو حلال ہیں اور وہ شکار بھی حلال ہے جو تمہارے لئے ان شکاری جانوروں نے پکڑا ہو

مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ

مُكَلِّبِيْنَ	تُعَلِّمُوْنَهُنَّ	مِمَّا	عَلَّمَكُمُ	اللّٰهُ	فَكُلُوْا	مِمَّا	اَمْسَكْنَ	عَلَيْكُمْ	وَاذْكُرُوا	اسْمَ
شکار پر دوڑائے ہوئے	تم انہیں سکھاتے ہو	اس سے جو	تمہیں سکھایا	اللہ	پس تم کھاؤ	اس سے جو	وہ پکڑ رکھیں	تمہارے لئے	اور یاد کرو (لو)	نام

جن کو تم نے سدھار کھا ہو اور جس طریق سے خدا نے تمہیں شکار کرنا سکھایا ہے اس طریق سے تم نے ان کو سکھایا ہو، تو جو شکار وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اس کو کھالیا کرو اور شکاری جانوروں

اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④

اللّٰهِ	عَلَيْهِ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ
اللہ	اس پر	اور ڈرو	اللہ	بیشک	اللہ	جلد لینے والا	حساب

کے چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں۔

شان نزول

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم شکاری لوگ ہیں کتے اور باز سے شکار کرتے ہیں تو ہم کو کس جانور کا شکار حلال ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور مکان کے اندر آنے کی اجازت چاہی لیکن باوجود اجازت مل جانے کے پھر بھی حضرت جبرئیلؑ کے اندر آنے میں تاخیر ہوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر انتظار کر کے خود باہر تشریف لے آئے اور سبب تاخیر دریافت فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ جس گھر میں تصویر یا کتا ہوتا ہے ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوتے۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ گھر کے ایک کونہ میں کتے کا بچہ موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باہر نکلوا دیا اور حکم دیا کہ مدینہ میں جتنے کتے ہوں سب کو مار ڈالو اس پر بعض صحابہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو کتوں سے شکار کرتے ہیں اور ہمارے سدھائے ہوئے شکاری کتے نیل گائے اور ہرن کو بھی شکار کر لیتے ہیں۔ اب حضور نے کتوں کے قتل کر دینے کا حکم دے دیا ہے اور درندہ کے پکڑے ہوئے مردار جانور کے حرام ہونے کا بھی حکم ہو چکا ہے اس سے ہم کو شبہ ہوتا ہے کہ معلوم نہیں کتوں کا پکڑا ہوا شکار حلال ہے یا حرام؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور سدھائے ہوئے شکاری جانور (جیسے کتا باز شکرا وغیرہ) کے شکار کو حلال قرار دیا گیا۔ اور شکاری کتے رکھنے کی بھی اجازت ہو گئی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کی بھی ممانعت فرما دی۔

شکاری کتے کے متعلق احکام

یہاں اس آیت میں شکاری جانور کے شکار حلال ہونے کے متعلق چند باتیں بتلائی گئی ہیں۔

اول یہ کہ شکاری جانور کتا یا باز یا شکرا شکار کے لئے باقاعدہ سکھایا اور سدھایا ہوا ہو۔ اور سکھانے و سدھانے کا یہ اصول قرار دیا ہے کہ

جب کتا شکار پر چھوڑا جائے تو وہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لے آئے خود اس کو کھانے نہ لگے۔ اور باز کے لئے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ جب اس کو واپس بلایا جائے تو وہ فوراً واپس آ جائے اگرچہ وہ شکار کے پیچھے جا رہا ہو جب یہ شکاری جانور ایسے سدھ جائیں تو اس سے سمجھا جائے گا کہ وہ جو شکار کرتے ہیں مالک کیلئے کرتے ہیں اپنے لئے نہیں اس طرح ان شکاری جانوروں کا شکار خود مالک کا شکار سمجھا جائے گا اور اگر کسی وقت وہ اس تعلیم کے خلاف کریں مثلاً کتا خود شکار کو کھانے لگے یا باز مالک کے بلانے پر واپس نہ آئے تو یہ شکار مالک کا نہیں رہا اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ شکاری اپنے ارادہ سے کتے یا باز کو شکار کے پیچھے چھوڑے یہ نہ ہو کہ کتا یا باز خود بخود کسی شکار کے پیچھے دوڑ کر اس کو شکار کر لے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار کو خود نہ کھانے لگیں بلکہ مالک کے پاس لے آئیں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ جب شکاری کتے یا باز کو شکار پر چھوڑا جائے تو بسم اللہ کہہ کر چھوڑا جائے جب یہ سب شرائط پوری ہوں تو اگر جانور شکاری کے پاس آنے تک دم توڑ چکا ہو تو بھی حلال ہے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر شکار زندہ ملا اور ذبح کے لئے وقت بھی ملا تو بلا ذبح کے حلال نہ ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین ہونی چاہیے کہ یہ حکم وحشی جانوروں کا ہے جو اپنے قبضہ میں نہ ہوں اور اگر کسی وحشی جانور کو اپنے قابو میں کر لیا گیا ہے تو وہ بغیر باقاعدہ ذبح کے حلال نہیں ہوگا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شکاری کتا پالنا اور اس سے شکار کھیلنا جائز ہے۔ اسی وجہ سے شکاری کتے کی بیع یعنی خرید وفروخت جائز ہے اور اس کی قیمت حلال ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جن چیزوں کو شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہے وہ طیبات سے خارج ہیں۔

آیت کے آخر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ فرما کر یہ اشارہ بھی کر دیا گیا کہ شکار جانور کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حلال تو کر دیا ہے مگر شکار کے پیچھے لگ کر نماز اور ضروری احکام شرعیہ سے غفلت برتنا جائز نہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں اور شریعت اسلامیہ نے جو حلال وحرام کے حدود قائم فرمائے ہیں ان کی پابندی نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو تمام امور میں اپنے احکام کو مدنظر رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ تاکہ آپ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچیں اور آپ کی رضا کو حاصل کر سکیں۔

یا اللہ! اس وقت اہل اسلام میں تصاویر اور کتے پالنے کا شوق بد جو فتنہ کی صورت میں پھیلا ہوا ہے اس سے ہم کو نفرت وکراہت عطا فرما اور حدود شرعیہ کی پابندی نصیب فرما۔

یا اللہ آپ نے اپنی رحمت سے جو حلال، جائز، پاکیزہ اور طیب چیزیں ہم کو عطا فرمائی ہیں ان پر ہم کو قناعت اور شکر گزاری کی توفیق عطا فرمایئے اور ناجائز وحرام سے کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۖ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ

الْيَوْمَ	أُحِلَّ	لَكُمُ	الطَّيِّبَاتُ	وَ	طَعَامُ	الَّذِينَ	أُوتُوا الْكِتَابَ	حِلٌّ	لَّكُمْ	وَطَعَامُكُمْ
آج	حلال کی گئی	تمہارے لئے	پاک چیزیں	اور	کھانا	وہ لوگ جو	کتاب دیئے گئے (اہل کتاب)	حلال	تمہارے لئے	اور تمہارا کھانا

آج تمہارے لئے پاکیزہ اور ستھری چیزیں حلال کر دی گئیں، اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ اُن کو حلال ہے

حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

حِلٌّ	لَّهُمْ	وَالْمُحْصَنَاتُ	مِنَ	الْمُؤْمِنَاتِ	وَالْمُحْصَنَاتُ	مِنَ	الَّذِينَ	أُوتُوا الْكِتَابَ
حلال	اُن کے لئے	اور پاکدامن عورتیں	سے	مومن عورتیں	اور پاکدامن	سے	وہ لوگ جو	کتاب دی گئی

اور مسلمان پاکدامن عورتیں اور اُس قوم کی پاکدامن عورتیں جس کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تمہارے لئے حلال ہیں

مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي

مِن قَبْلِكُمْ	إِذَا	آتَيْتُمُوهُنَّ	أُجُورَهُنَّ	مُحْصِنِينَ	غَيْرَ مُسَافِحِينَ	وَلَا مُتَّخِذِي
تم سے پہلے	جب	تم انہیں دے دو	ان کے مہر	قید میں لانے کو	نہ کہ مستی نکالنے کو	اور نہ بنانے کو

بشرطیکہ تم اُن کا مہر اُن کو دیدو اور قید نکاح میں لے آؤ۔ نہ تو علانیہ بدکاری کرو۔ نہ خفیہ آشنائی کرو

أَخْدَانٍ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٥﴾

أَخْدَانٍ	وَمَن	يَكْفُرْ	بِالْإِيمَانِ	فَقَدْ حَبِطَ	عَمَلُهُ	وَهُوَ	فِي الْآخِرَةِ	مِنَ	الْخَاسِرِينَ
چھپی آشنائی	اور جو	منکر ہو	ایمان سے	تو ضائع ہوا	اس کا عمل	اور وہ	آخرت میں	سے	نقصان اٹھانے والے

اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کریگا تو اُس شخص کا عمل سب غارت ہوجائے گا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

اہل کتاب کافروں کا ذبیحہ حلال ہے

اس آیت میں دو چیزوں کی حلت بیان کی گئی ہے ایک تو کتابی یعنی یہودی یا نصرانی کا ذبیحہ یعنی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور مسلمانوں کے لئے حلال ہے اور مسلمانوں کا ذبیحہ اہل کتاب کے لئے حلال ہے دوسرے یہ کہ اہل کتاب کی پارساعورتوں سے مسلمان مردوں کا نکاح درست ہے۔ یہاں آیت میں طعام کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے لفظی معنی ہیں کھانا مگر اس جگہ جمہور صحابہ وتابعین اور اکثر مفسرین کے نزدیک کھانے سے مراد ذبیحہ جانور ہے۔ کیونکہ دوسری قسم کے کھانوں میں مثلاً آٹا دال چاول پھل میوہ وغیرہ اس میں اہل کتاب کی تخصیص نہیں۔ ایسی کھانے کی خشک چیزیں ہر انسان کے ہاتھ کی جائز ہیں خواہ وہ کسی مذہب وملت کا ہو۔ تو خلاصہ مضمون یہ ہوا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے اور مسلمانوں کا ذبیحہ اہل کتاب کے لئے حلال ہے یعنی مسلمان اپنا ذبیحہ اگر اہل کتاب کو کھلائیں یا ان کے ہاتھ فروخت کریں تو کوئی گناہ نہیں مگر یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اہل کتاب سے وہ یہودی یا نصرانی مراد ہیں کہ جو مذہباً اور عقیدۃً اہل کتاب ہوں یعنی اصولی طور پر توحید اور رسالت اور قیامت وآخرت اور جزا وسزا اور جنت وجہنم کے قائل ہوں نہ کہ وہ جو صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی ہوں خواہ عقیدۃً وہ دہریہ ہوں۔ آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بہت

بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو مردم شماری کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ نہ خدا کے وجود کے قائل ہیں نہ مذہب و ملت کے قائل ہیں۔ نہ آسمانی کتاب توریت وانجیل کے قائل ہیں۔ نہ حضرت موسیٰ علیہما السلام کو خدا کا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر جو عقیدۃً دہریہ ہوں محض مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا اور وہ لوگ اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے۔ لہذا ان کے ذبیحہ کا حکم اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے پھر اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور شریعت کے مسئلہ کے مطابق تین شرطوں کے ساتھ حلال ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ذبیحہ ان جانوروں میں سے نہ ہو جو اہل اسلام پر کتاب وسنت میں حرام کئے گئے ہیں جیسے لحم خنزیز وغیرہ

دوسری شرط یہ ہے کہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ غیر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس لئے کہ اہل کتاب کا بھی اصل عقیدہ یہی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح جائز نہیں۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اصل سے اہل کتاب ہو اور اسلام سے مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی نہ بنا ہو اس لئے کہ مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں۔ شریعت میں مرتد کے احکام جداگانہ ہیں۔

مسلمان کے لئے کتابی عورت سے نکاح جائز ہے

دوسرا حکم آیت میں اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان کے نکاح کی حلت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اسلام نے تمام مشرکین و مشرکات کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے مگر اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ مسلمان مردوں کا نکاح حلال قرار دیا اس لئے کہ اہل کتاب اقرب الی الاسلام ہیں۔ اہل کتاب اصولی طور پر توحید اور رسالت اور قیامت و آخرت کے قائل ہیں اور اسی وجہ سے اہل کتاب عام کافروں سے ان دو حکموں میں مخصوص اور ممتاز ہیں کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح درست ہے۔ مشرکین' بت پرست مجوس ہنود وغیرہ کی عورتوں سے نکاح درست نہیں اور حکمت اس اجازت میں بظاہر یہ ہے کہ جب مسلمان مرد ایک کتابیہ عورت سے نکاح کرے گا تو عقلی و نقلی دلائل سے اور اسلام کی قومی محبتوں سے کتابیہ عورت کو اسلام کی طرف بسہولت کھینچ سکتا ہے بخلاف مشرکہ کے کہ وہاں شرک اور بت پرستی کی وجہ سے ان کو اسلام سے غایت درجہ بعد اور منافرت ہے۔ اہل شرک نہ توحید کے قائل اور نہ نبوت کے اور نہ قیامت و آخرت کے نہ کسی حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تقسیم کے قائل ہیں اس لئے ایسے شدید اختلاف کے ہوتے ہوئے مشرکہ کے ساتھ نکاح اور زوجیت کا مقصد حاصل نہ ہوگا اور باہمی اتحاد و اعتماد اور ایک دوسرے کی سچی ہمدردی اور غمخواری میسر نہ ہوگی غرض یہ کہ کتاب وسنت نے مشرکین اور اہل کتاب میں فرق کیا ہے کہ مشرکات کے ساتھ تو نکاح بالکل ممنوع قرار دیا اور اہل کتاب کے بارہ میں یہ حکم دیا کہ مسلمان مرد کو تو کتابیہ عورت سے نکاح کی اجازت ہے لیکن مسلمان عورت کو کتابی مرد کے ساتھ نکاح کی ممانعت ہے کیونکہ عورت طبعاً اور عقلاً اور فطرۃً کمزور ہوتی ہے اور شوہر کے تابع ہوتی ہے اس میں مسلمان عورت کے دین کے خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ اس لئے شریعت اسلامیہ نے اس کی اجازت نہیں دی مگر یہاں ایک بات یہ بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ ان آیات میں ذبیحہ کی حلت اور نکاح کی اجازت سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ چیزیں فی حد ذاتہ جائز ہیں۔ معاذ اللہ ترغیب دینا مقصود نہیں کہ اہل اسلام خواہ مخواہ مسلمان عورتوں کو اور اپنے خاندان کی لڑکیوں کو چھوڑ کر کتابیات سے نکاح کیا کریں۔ بلکہ دفع تنگی کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی وقت ضرورت اور مصلحت داعی ہو تو اہل کتاب کی عورتوں سے فی حد ذاتہ نکاح جائز ہے۔ لیکن اگر خارجی حالات اور اثرات ایسے ہوں کہ اس حلال سے متنفع ہونے میں بہت سے حرام کا ارتکاب کرنا پڑتا ہو بلکہ کفر تک میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس لئے مسلمان مرد کے لئے اگر یہ اندیشہ ہو کہ کتابیہ سے نکاح کرنے کے بعد اس کے جال میں پھنس کر اپنے دین اور دنیا کو تباہ کرے گا تو ان حالات میں کتابیہ سے نکاح کی حلت مبدل بہ حرمت ہوجائے گی۔

قرآن وحدیث میں مومنات صالحات اور دین دار عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب اور فاسقات و فاجرات اور خبیثات سے نکاح کی ممانعت آئی ہے اگرچہ وہ مسلمان ہوں اس لئے کہ بددین عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے مرد کے بھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو یہودیہ یا نصرانیہ سے تو نکاح میں یہ اندیشہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔

آخرت کے لحاظ سے کتابی اور غیر کتابی سب کافر برابر ہیں

الغرض ان دونوں حکموں میں یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے میں اور ان کی عورتوں سے نکاح درست ہونے میں اہل کتاب کو عام کفار سے مخصوص اور ممتاز کر دیا ہے اور یہ خصوصیت اور امتیاز فقط دنیا میں ہے آخرت میں سب کافر برابر ہیں خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا دوسرے کفار کیونکہ آخرت کا معاملہ فقط ایمان وکفر پر دائر ہے۔ اسی لئے آیت کے اخیر میں فرما دیا گیا وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ یعنی اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ جیسا دنیا میں اہل کتاب کو مشرکین اور مجوس پر ترجیح دی گئی تو شاید آخرت میں بھی ان کو ترجیح دی جائے تو یہاں بتلا دیا گیا کہ گو دنیا میں اہل کتاب کے ساتھ یہ رعایت کر دی گئی لیکن آخرت میں اہل کتاب اور دیگر کفار کے مابین کوئی فرق نہیں۔ آخرت میں سب کافروں کا ایک ہی حکم ہے یعنی سب کے اعمال اکارت ہیں اور سب نقصان اٹھانے والے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت اسلامیہ کے احکام کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اسلام کامل کے ساتھ ایمان صادق بھی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اسلامی شریعت نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان پر ہم کو کاربند ہونے اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے بچنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اِذَا	قُمْتُمْ	اِلَى الصَّلٰوةِ	فَاغْسِلُوْا	وُجُوْهَكُمْ	وَاَيْدِيَكُمْ	اِلَى
اے	وہ جو ایمان لائے (ایمان والے)	جب	تم اٹھو	نماز کے لئے	تو دھو لو	اپنے منہ	اور اپنے ہاتھ	تک

اے ایمان والو جب تم نماز کو اُٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ

الْمَرَافِقِ	وَامْسَحُوْا	بِرُءُوْسِكُمْ	وَاَرْجُلَكُمْ	اِلَى	الْكَعْبَيْنِ	وَاِنْ	كُنْتُمْ	جُنُبًا	فَاطَّهَّرُوْا
کہنیاں	اور مسح کرو	اپنے سروں کا	اور اپنے پاؤں	تک	ٹخنوں	اور اگر	تم ہو	ناپاک	تو خوب پاک ہو جاؤ

اور اپنے سَروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ

وَاِنْ	كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَوْ	عَلٰي	سَفَرٍ	اَوْ	جَاۗءَ	اَحَدٌ	مِّنْكُمْ	مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ	اَوْ لٰمَسْتُمُ
اور اگر	تم ہو	بیمار	یا	پر (میں)	سفر	اور	آئے	کوئی	تم میں سے	بیت الخلاء سے	یا تم ملو (صحبت کی)

اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو

النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ

النِّسَاۗءَ	فَلَمْ تَجِدُوْا	مَاۗءً	فَتَيَمَّمُوْا	صَعِيْدًا	طَيِّبًا	فَامْسَحُوْا	بِوُجُوْهِكُمْ	وَاَيْدِيْكُمْ
عورتوں سے	پھر نہ پاؤ	پانی	تو تیمم کر لو	مٹی	پاک	تو مسح کرو	اپنے منہ	اور اپنے ہاتھ

پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اُس زمین پر سے

مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ

مِنْهُ	مَا يُرِيْدُ	اللّٰهُ	لِيَجْعَلَ	عَلَيْكُمْ	مِنْ	حَرَجٍ	وَلٰكِنْ	يُرِيْدُ	لِيُطَهِّرَكُمْ	وَلِيُتِمَّ
اس سے	نہیں چاہتا	اللہ	کہ کرے	تم پر	کوئی	تنگی	اور لیکن	چاہتا ہے	کہ تمہیں پاک کرے	اور یہ کہ پوری کرے

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک و صاف رکھے اور یہ کہ تم پر اپنا انعام تام فرما دے

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۶ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ

نِعْمَتَهٗ	عَلَيْكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	وَاذْكُرُوْا	نِعْمَةَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَمِيْثَاقَهُ
اپنی نعمت	تم پر	تاکہ تم	احسان مانو	اور یاد کرو	اللہ کی نعمت	تم پر (اپنے اوپر)	اور اس کا عہد

تاکہ تم شکر ادا کرو۔ اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو اور اس کے اُس عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے

الَّذِیْ وَاثَقَکُمْ بِہٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡوَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾

الَّذِیْ	وَاثَقَکُمْ	بِہٖ	اِذْ قُلْتُمْ	سَمِعْنَا	وَاَطَعْنَا	وَاتَّقُوا اللّٰہَ	اِنَّ	اللّٰہَ	عَلِیْمٌ	بِذَاتِ	الصُّدُوْرِ
جو	تم نے باندھا	اس سے	جب تم نے کہا	ہم نے سُنا	اور ہم نے مانا	اور اللہ سے ڈرو	بیشک	اللہ	جاننے والا	بات	دلوں کی

جب کہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سُنا اور مان لیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

وضو کے چار فرائض

ابتدائے سورۃ سے گذشتہ آیات تک متعدد احکام بیان فرمائے گئے۔ درمیان میں امت محمدیہ پر جو عظیم الشان احسان دین کے مکمل ہونے اور نعمت کے پورے ہونے کا فرمایا گیا اس کا اظہار کیا گیا تھا۔ حق شناس مومن کا دل فطری طور پر اس کی خواہش کرتا ہے کہ اس منعم حقیقی کی بارگاہ رفیع میں دست بستہ حاضر ہو کر جبین نیاز خم کرے اور اپنی غلامانہ منت پذیری اور انتہائی عبودیت کا عملی ثبوت دے اور اعلیٰ ترین عبودیت نماز ہے جس کے لئے طہارت نہایت ضروری اور لازمی ہے اس لئے آگے حکم دیا جاتا ہے کہ اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو تو وضو کر لو۔ یعنی اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کی کہنیوں سمیت دھوؤ اور اپنے سروں پر بھیگا ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ۔ یہاں وضو کے چار فرائض کا بیان اس آیت میں ہوا ہے لیکن وضو کا وجوب اس آیت سے نہیں ہوا کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور نماز کی فرضیت بہت پہلے مکہ میں ہو چکی تھی اور ظاہر ہے کہ بغیر وضو وطہارت تو نماز ادا ہی نہیں ہو سکتی۔

وضو کا اول فرض بیان ہوا فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ اس میں تمام امت کا اتفاق ہے کہ پہلا فرض وضو میں منہ کا دھونا ہے۔ آیت میں دو بار یا تین بار دھونے کی کوئی قید نہیں ایک بار بھی اعضائے وضو کو دھو وے گا تو فرض ادا ہو جائے گا البتہ مسنون طریقہ تین ہی بار دھونے کا ہے۔ منہ کا جتنا دھونا فرض ہے اس کی حد یہ ہے پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک جہاں تک بال ہوں اور ایک کنپٹی سے لے کر دوسری کنپٹی تک اگر داڑھی کے بال گھنے نہ ہوں تب تو جلد کا دھونا فرض ہے اور اگر گھنے ہوں تو بالوں کا دھونا فرض ہے آنکھ کا کویا بھی غسل وجہ میں داخل ہے اس لئے اس کا دھونا بھی فرض ہے۔ اگر چیپڑ وغیرہ کوئی سخت چیز جم گئی ہے تو اس کا چھڑانا فرض ہے۔ اسی طرح پلک کا ہر بال پورا دھونا فرض ہے۔

دوسرا فرض ہے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔ مسنون اس طرح ہے کہ پہلے دائیں کو پھر بائیں کو دھوئے اور ہاتھ دھونے میں انگلیوں سے دھوتا ہوا کہنی تک آوے۔ نہ کہ کہنی سے پانی ڈال کر انگلیوں تک لاوے۔ یہ مکروہ اور خلاف حدیث ہے۔

تیسرا فرض وضو کا سر کا مسح ہے۔ مسح کہتے ہیں ہاتھ تر کر کے کسی چیز کو لگانا آیت میں کوئی تصریح نہیں کہ کل سر کا مسح کرے یا آدھے سر کا یا چوتھائی کا۔ اس لئے آئمہ میں اس میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنے سے فرضیت ادا ہو جاتی ہے مگر تمام سر کا مسح کرنا سب کے نزدیک مسنون اور بہتر ہے۔

چوتھا فرض وضو کا ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے اور احادیث کثیرہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر پاؤں میں چمڑے کے موزہ نہ ہوں تو دھونا فرض ہے ہاں موزوں پر ان شرائط کے موافق جو کتب فقہ میں مذکور ہیں مقیم ایک دن رات اور مسافر تین دن تک مسح کر سکتا ہے۔ یہ چار اعضا جو دھونے فرض ہیں اگر کسی جگہ ایک بال برابر بھی خشک رہ گیا تو وضو نہیں ہوگا۔

غسل کا بیان

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو نماز سے پہلے سارا بدن پاک کرو۔ اس جگہ جنابت والے کے لئے غسل کا حکم دیا گیا جس کی شرح قولاً اور فعلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرما دی کہ پہلے نجاست دھوئے۔ پھر وضو کرے پھر تین بار تمام جسم پر پانی بہا دے اور پاؤں وہاں سے ہٹ کر دھوئے اگر جگہ اچھی نہیں چونکہ یہاں لفظ فاطهرو آیا ہے جس میں تاکید

طہارت پائی جاتی ہے اس لئے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا بھی ضروری تصور کرتے ہیں اگر بدن میں بال برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے گی تو غسل نہ ہوگا۔

تیمّم

یہاں وضو اور غسل کے قائم مقام بوقت ضرورت تیمم کا حکم دیا گیا ہے جو مرض یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے وضو اور غسل پر قادر نہ ہو اس کو طہارت تیمم سے حاصل کرنی چاہیے۔

فقہا نے تیمم میں ۳ فرض لکھے ہیں (۱) نیت کرنا (۲) تمام منہ پر ہاتھ پھیرنا' (۳) دونوں ہاتھوں پر مع کہنیوں کے اس طرح ہاتھ پھیرنا کہ قطعاً کوئی حصہ باقی نہ رہے پاک زمین یا مٹی یا جو چیز کہ زمین کی جنس سے ہو اس پر تیمم کر سکتے ہیں مثلاً ریت' چونا' سرمہ' گندھک' گیرو' پتھر' پکی اینٹ' مٹی کے برتن کھریا مٹی نمک جو کان سے نکلتا ہے گچ کی دیوار یا گدے وغیرہ پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کے نشان بن جائیں ان سب سے تیمم جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم پر شکر کرو

یہاں حق تعالیٰ نے وضو' غسل اور تیمم کے احکام بیان فرما کر اخیر میں فرمایا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ یعنی امید ہے کہ تم ان ضوابط پر پابندی کر کے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو گے کہ اس نے ہر حال کے لائق احکام تعلیم فرمائے اور اتنی آسانیاں رکھیں اور حقیقی شکر حق تعالیٰ کا یہی ہے کہ اس کے بتائے ہوئے احکامات پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔ آگے ان سب انعامات و احسانات کو یاد کرنے کا حکم ہو رہا ہے مقصود جس سے یہی ہے کہ منعم حقیقی کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا شوق پیدا ہو کیونکہ انسان کو کسی کے احکام ماننے کی رغبت دلانے کی دو ہی چیزیں ہیں ایک تو اس حکم دینے والے کی عنایتوں اور نعمتوں کو یاد کیا جائے تو اس وقت فطرۃً اس کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اس کے انعامات و احسانات کو خیال کر کے اس کے احکام کی تعمیل پر طبیعت راغب ہوتی ہے دوسری چیز جو آدمی کو کسی کے احکام کی تعمیل کی طرف راغب بناتی ہے وہ قول و قرار اور عہد و پیمان ہے۔ جب کسی کو یاد دہانی کرادی جائے کہ تم نے یہ قول و قرار اور عہد کیا تھا تو اس کو اپنا عہد یاد آجاتا ہے اور اس کو پورا کرنے کے لئے طبیعت راغب ہو جاتی ہے ان ہی دونوں باتوں کا بیان یہاں فرمایا۔

وعدہ ازل کی یاد دہانی

یہاں جس میثاق کی یاد دہانی کی گئی ہے اس سے مراد وہ عہد ہے جو روز ازل سے حق تعالیٰ نے اپنے بندوں سے عالم ارواح میں لیا تھا۔ تو انسان کی فطرۃ اور عقل بتلاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہم پر انعامات و احسانات کئے ہیں تو اس کے شکریہ میں اس کے احکام کے سامنے ہمارے سر تسلیم خم رہنے چاہئیں۔ خصوصاً جبکہ ہم روز ازل سے عہد و پیمان کر چکے ہیں۔

اللہ سے ڈرتے رہو

اخیر میں ارشاد ہوتا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں سے واقف ہیں۔ اس لئے جو کام کرو اس میں اخلاق و اعتقاد بھی ہونا چاہیے خلاصہ یہ کہ ایک شریف اور حیادار آدمی کی گردن اپنے محسن اعظم اور منعم حقیقی کے سامنے جھک جانی چاہیے۔ خصوصاً جبکہ اطاعت و فرمانبرداری کا عہد و قرار بھی ہو چکا ہے۔ پھر چونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ حق تعالیٰ کی بے انتہا مہربانیاں دیکھ کر مغرور ہو جائے۔ اس کی نعمتوں کی قدر اور اپنے قول و قرار کی کوئی پرواہ نہ کرے اس لئے واتقوا اللہ بھی فرما دیا۔ یعنی خدا سے ہمیشہ ڈرتے رہو وہ اپنی دی ہوئی نعمتوں کو سلب بھی کر سکتا ہے اور ایک لحظہ میں تم سے اپنی نعمتیں چھین بھی سکتا ہے اور ناشکری و بدعہدی کی سزا میں بہت سخت پکڑ سکتا ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی نعمتوں اور احسانات کے ذکر و فکر کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اپنے انعامات کا ہم کو شکر گزار بندہ بنائیں۔ یا اللہ اپنے احکام کی اطاعت و تعمیل کی توفیق ہم کو نصیب ہو اور اپنے اطاعت گزار بندوں میں شامل ہونا ہمارے لئے مقدر ہو۔ یا اللہ ناشکری و بدعہدی سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب ہو۔ اے اللہ اپنا وہ خوف ہم کو عطا فرما دے کہ جس سے ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچ جائیں۔ اور آپ کی مخلصانہ اطاعت و فرمانبرداری میں لگ جائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	كُوْنُوْا	قَوّٰمِيْنَ	لِلّٰهِ	شُهَدَآءَ	بِالْقِسْطِ	وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ	شَنَاٰنُ
اے	جولوگ ایمان لائے (ایمان والے)	ہوجاؤ	کھڑے ہونے والے	اللہ کے لئے	گواہ	انصاف کے ساتھ	اور تمہیں نہ اُبھارے	دشمنی

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس کا باعث نہ ہوجاوے

قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ

قَوْمٍ	عَلٰٓى	اَلَّا تَعْدِلُوْا	اِعْدِلُوْا	هُوَ	اَقْرَبُ	لِلتَّقْوٰى	وَاتَّقُوْا	اللّٰهَ	اِنَّ اللّٰهَ	خَبِيْرٌ
کسی قوم	پر	کہ انصاف نہ کرو	تم انصاف کرو	وہ (یہ)	زیادہ قریب	تقویٰ کے	اور ڈرو	اللہ	بیشک اللہ	خوب باخبر

کہ تم عدل نہ کرو عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝٨ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ

بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	وَعَدَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّاَجْرٌ
جو	تم کرتے ہو	وعدہ کیا	اللہ	جولوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے	اچھے	ان کے لئے	بخشش	اور اجر

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ اُن کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے

عَظِيْمٌ ۝٩ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝١٠

	عَظِيْمٌ	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَآ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ	
	بڑا	اور جن لوگوں نے کفر کیا	اور جھٹلایا	ہماری آیتیں	یہی	جہنم والے ہیں۔	

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھوٹا بتلایا ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہو اور عدل کو قائم کرو

گذشتہ آیت میں مومنین کو حق تعالیٰ کے انعامات واحسانات یاد کرنے اور اپنا عہد و پیمان پورا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اب آگے اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم نے خدا کے بیشمار احسانات اور اپنے عہد و قرار کو بھلا نہیں دیا تو لازم ہے کہ جس محسن حقیقی کے حقوق واحکام کو ادا کرنے اور اپنے عہد کو وفا کرنے اور سچا کر دکھانے کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہو اور جب کوئی حکم اپنے آقا و منعم حقیقی کی طرف سے ملے فوراً تعمیل حکم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

یہاں اس آیت میں قوّٰمین للہ میں حقوق اللہ اور شھدآء بالقسط میں حقوق العباد کی طرف اشارہ ہے۔ اسی مضمون کی ایک آیت اس سے پہلے پانچویں پارہ سورۃ نسآء آیت نمبر ۱۳۵ میں گزر چکی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہاں سورۃ نسآء میں ارشاد ہوا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ اور یہاں آیت میں ارشاد ہوا کونوا قوامین للہ شھدآء بالقسط یعنی دونوں میں فرق یہ ہے کہ عدل وانصاف نہ کرنے کی وجہ دو چیزیں ہوتی ہیں یا تو ایک فریق کی رعایت یا کسی فریق کی عداوت اسی لئے سورۃ نسآء میں ارشاد ہوا کہ عدل وانصاف پر قائم رہو چاہے وہ عدل وانصاف کا حکم خود تمہارے نفس یا تمہارے والدین اور عزیزوں اور دوستوں کے خلاف پڑے اور یہاں سورۃ مائدہ کی اس آیت میں ارشاد ہے کہ کسی قوم کی عداوت و دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کے خلاف کرنے لگو۔ تو ان

4 دونوں آیتوں میں دو چیزوں کی طرف ہدایت ہے ایک یہ کہ خواہ معاملہ دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے عدل و انصاف کے حکم پر قائم رہو نہ کسی کی دوستی سے اس میں فرق آئے نہ کسی کی دشمنی و عداوت سے یعنی بندوں کے معاملہ میں عدل و انصاف کا حکم دیا جا رہا ہے اور ''عدل'' کا مطلب ہے کہ کسی شخص کے ساتھ بدوں افراط و تفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے۔ دوسری ہدایت ان دونوں آیتوں میں اس کی بھی ہے کہ سچی شہادت اور حق بات کے کہنے سے پہلو تہی نہ کی جائے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں اس کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے کہ لوگ سچی گواہی دینے میں کوتاہی و سستی نہ کریں اس لئے شریعت اسلامیہ میں سچی گواہی دینا واجب اور اس کا چھپانا سخت گناہ قرار دیا گیا۔

الغرض عدل و انصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیے کہ گہری سے گہری محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پلوں میں سے کسی پلہ کو جھکا نہ سکے۔ تو حق کے معاملہ میں جذبات محبت و عداوت سے مغلوب نہ ہونا اور دوست دشمن سب کے ساتھ یکساں انصاف کرنا یہ خصلت حصول تقویٰ کے موثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے۔ اسی لئے آیت میں ھو اقرب للتقوىٰ فرمایا یعنی یہ عدل جس کا حکم دیا گیا تقویٰ سے نزدیک تر ہے کہ اس کے اختیار کرنے سے آدمی کو متقی بننا سہل ہو جاتا ہے۔

تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ

آیت کے اخیر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ فرما کر یہ واضح کر دیا کہ حصول تقویٰ کا واحد ذریعہ خدا کا ڈر ہے اور اللہ کا خوف و ڈر ان اللہ خبیر بما تعملون کے مضمون کا مراقبہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی مومن کے دل میں یہ یقین مستحضر ہوگا کہ ہماری کوئی چھپی یا کھلی حرکت حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں تو اس کا قلب خشیت الٰہی سے لرزنے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمام معاملات میں عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرے گا اور احکام الٰہیہ کے پورا کرنے کے لئے غلامانہ تیار رہے گا۔

فرمانبرداروں کے لئے بشارت

ارشاد ہوتا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھٹلایا ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔''

یہاں دو فریقوں کا ذکر کیا جا رہا ہے ایک تو ایمان لانے والے اور ساتھ ہی عمل صالح کرنے والے ان سے وعدہ فرمایا جا رہا ہے کہ ان کی کوتاہیوں کو جو بمقتضائے بشریت ان سے ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرما دے گا اور فقط یہی نہیں بلکہ ان کے نیک کاموں کے بدلہ میں انہیں بڑے بڑے انعام دیئے جائیں گے اور عظیم الشان اجر و ثواب عنایت کیا جائے گا۔ بالمقابل ان کے اس جماعت کی سزا ذکر کی گئی جس نے قرآن کریم کے ان صاف اور صریح حقائق کو جھٹلایا یا ان نشانات کی تکذیب کی جو سچائی کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے خدا کی طرف سے دکھائے جاتے ہیں ان کے لئے جہنم کی وعید بیان فرمائی گئی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے جملہ احکام کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرمائیں اور عدل و انصاف کو قائم کرنے والا بنائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں انصاف پر قائم رہنے والا اور انصاف کی شہادت دینے والا بنا کر تقویٰ کی دولت عطا فرمائیے اور اپنا وہ خوف و خشیت نصیب کیجئے کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں۔ اے اللہ! دنیا میں ہمیں ایمان اور عمل صالح کی دولت نصیب فرما اور آخرت میں اپنی مغفرت و اجر عظیم سے نوازا جانا مقدر فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	اِذْ هَمَّ	قَوْمٌ	اَنْ	يَّبْسُطُوْٓا	اِلَيْكُمْ
اے	جولوگ ایمان لائے (ایمان والے)	تم یاد کرو	نعمت	اللہ	اپنے اوپر	جب ارادہ کیا	ایک گروہ	کہ	بڑھائیں	تمہاری طرف

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جبکہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں

اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

اَيْدِيَهُمْ	فَكَفَّ	اَيْدِيَهُمْ	عَنْكُمْ	وَاتَّقُوْا	اللّٰهَ	وَعَلَى	اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ
اپنے ہاتھ	پس روک دیئے	ان کے ہاتھ	تم سے	اور ڈرو	اللہ	اور پر	اللہ	چاہیے بھروسہ کریں	ایمان والے

سو اللہ تعالیٰ نے اُن کا قابو تم پر نہ چلنے دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اہل ایمان کو حق تعالیٰ ہی پر اعتماد رکھنا چاہیے۔

ایک خصوصی انعام کی یاد دہانی

اب عمومی احسانات یاد دلانے کے بعد ایک خصوصی احسان اہل ایمان کو یاد دلایا جاتا ہے تاکہ اس نعمت و احسان کو یاد کر کے دل میں منعم حقیقی کی محبت اور اس کی اطاعت کا داعیہ پیدا ہو اور خداوند ذوالجلال والاکرام کی قوت وطاقت اور قدرت پر اعتماد اور بھروسہ دل میں پیدا ہو۔ وہ خصوصی احسان جس کی طرف یہاں اس آیت میں اشارہ ہے اور جس سے غافل نہ ہونے اور اس انعام واحسان کو یاد کرنے کا حکم دیا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں کفار مکہ نے اور ان کے پٹھوؤں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو صدمہ پہنچانے اور اسلام و مسلمانوں کو مٹانے اور ان کے قتل و غارت کر دینے کے کتنے منصوبے بنائے اور کس قدر ہاتھ پاؤں مارے مگر حق تعالیٰ کے فضل و رحمت اور دستگیری نے ان کا کوئی داؤ چلنے نہ دیا اور ان سب کو ناکام و نامراد بنا دیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اس مدنی آیت میں اس احسان عظیم کو جتلانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اہل ایمان غلبہ وقوت حاصل کر لینے کے بعد اپنے دشمنوں کو ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھیں اور جوش انتقام میں عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں جیسا کہ گذشتہ آیت میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔

شانِ نزول

یوں تو مجموعی حیثیت سے تاریخ اسلام میں ایسے واقعات بے شمار ہیں کہ کفار کے منصوبے فضل خداوندی سے خاک میں مل گئے اور وہ خائب و خاسر رہے لیکن بعض خاص خاص اہم واقعات بھی ہیں جن کو حضرات مفسرین نے اس آیت کا مصداق اور سبب نزول بیان کیا ہے۔

مثلاً حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ایک منزل پر قیام پذیر ہوئے اور لوگ متفرق ہو گئے اور درختوں کے سایوں میں جا کر آرام کرنے لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تن تنہا ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے اور آرام فرمانے لگے۔ اور اپنے ہتھیار درخت پر لٹکا دیئے۔ دشمنوں میں سے ایک گاؤں والا موقع غنیمت جان کر آیا اور آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پر قبضہ کر لیا اور میاں سے تلوار کھینچ کر آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا من یمنعک منی اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے دھڑک نہایت اطمینان سے فرمایا ''اللہ عزوجل'' اسی بدوی گاؤں والے نے پھر وہی کلمہ دہرایا۔ آپ نے یہی جواب دیا اتنے میں جبرئیل امین آئے اور اس کافر کے سینے میں ایک مکہ مارا جس سے وہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار اٹھالی اور پھر اس سے پوچھا کہ تو بتا اب تجھے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کہ کوئی نہیں آپ نے فرمایا جا اپنا راستہ لے اور اسی طرح اسے چھوڑ دیا کوئی سزا اسے نہیں دی۔ اس حال کو دیکھ کر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا آپ نے

صحابہ کو بلا کر یہ سارا ماجرا بتلایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح بعض صحابہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ کعب بن اشرف یہودی نے مدینہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر پر بلا کر آپ کے قتل کی سازش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اطلاع آپ کو دے دی اور یہود کی سازش خاک میں مل گئی۔ اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کے متعدد واقعات پیش آئے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے حفاظت فرمائی تو یہاں اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی غیبی حفاظت کا ذکر کرنے کے بعد وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ فرمایا یعنی اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

دعا کیجئے

اے مولائے کریم بیشک آپ کا یہ بہت بڑا احسان وانعام ہے کہ اسلام کی ابتداء آپ نے ایسی حفاظت فرمائی کہ دشمنان دین کے سب مکر وفریب اور داؤ پیچ خاک میں مل گئے اور وہ سب ناکام ونامراد ہوکر جہنم رسید ہوگئے۔ اے اللہ اپنے فضل وکرم سے اب بھی اسلام اور مسلمانوں کی ایسی ہی دستگیری فرما۔

اے اللہ ہر حال میں اپنی نعمتوں کے ذکر وفکر اور ان کی شکرگزاری کی توفیق مرحمت فرما۔

اے اللہ ہم کو ظاہر وباطن میں دل وجان سے اپنے احکام کی پابندی نصیب فرما۔

اے اللہ تقویٰ وتوکل کی دولت سے ہم کو بھی محروم نہ فرما۔ اور دنیا وآخرت دونوں جہاں میں تقویٰ وتوکل کی برکت سے اپنی رحمت سے نوازا جانا ہمارے لئے مقدر رہے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام پر دشمنان دین مسلط ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی فکر میں ہوں۔

یا اللہ اہل اسلام کی مدد فرما ان کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور دشمنان دین کی چالوں کو ملیامیٹ فرما اور ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ

وَلَقَدْ	اَخَذَ اللّٰهُ	مِيْثَاقَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	وَبَعَثْنَا	مِنْهُمُ	اثْنَيْ عَشَرَ	نَقِيْبًا
اور البتہ	اللہ نے لیا	عہد	بنی اسرائیل	اور ہم نے مقرر کئے	ان سے	بارہ	سردار

اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ہم نے اُن میں سے بارہ سردار مقرر کئے

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ

وَقَالَ	اللّٰهُ	اِنِّيْ مَعَكُمْ	لَىِٕنْ	اَقَمْتُمُ	الصَّلٰوةَ	وَاٰتَيْتُمُ	الزَّكٰوةَ	وَاٰمَنْتُمْ	بِرُسُلِيْ
اور کہا	اللہ	بیشک میں تمہارے ساتھ	اگر	نماز قائم رکھو گے	نماز	اور دیتے رہو گے	زکوٰۃ	اور ایمان لاؤ گے	میرے رسولوں پر

اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمادیا کہ میں تمہارے پاس ہوں، اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ	وَاَقْرَضْتُمُ	اللّٰهَ	قَرْضًا	حَسَنًا	لَّاُكَفِّرَنَّ	عَنْكُمْ	سَيِّاٰتِكُمْ	وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ
اور ان کی مدد کرو گے	اور قرض دو گے	اللہ	قرض	حسنہ	میں ضرور دور کروں گا	تم سے	تمہارے گناہ	اور ضرور داخل کروں گا تمہیں

اور اُن کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دُور کروں گا اور ضرور

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ⑫

جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	فَمَنْ	كَفَرَ	بَعْدَ ذٰلِكَ	مِنْكُمْ	فَقَدْ ضَلَّ	سَوَاۗءَ	السَّبِيْلِ
باغات	بہتی ہیں	سے	ان کے نیچے	نہریں	پھر جو۔جس	کفر کیا	اس کے بعد	تم میں سے	بیشک گمراہ ہوا	سیدھا	راستہ

تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے کو نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس کے بعد بھی کفر کرے گا تو وہ بیشک راہِ راست سے دُور جاپڑا

بنی اسرائیل سے لئے گئے عہد کا تذکرہ کر کے امت محمدیہ کو ایفائے عہد کی تاکید

اہل ایمان کو اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کرنے کے لئے مزید اہتمام وتاکید کی غرض سے یہ بات یاد دلائی جاتی ہے کہ اے مسلمانوں تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ عہد و پیمان جس کی پابندی کی تاکید بار بار تم کو کی جاتی ہے خاص تمہیں سے لیا گیا۔ نہیں بلکہ تم سے پہلی امتوں سے بھی ایسا ہی عہد لیا گیا تھا اور جن کی خلاف ورزی پر خدا کی جانب سے ان پر قہر اور طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار کئے گئے اور سختی اور ذلت کی مار ان پر دنیا میں پڑی۔

بنی اسرائیل کی بدعہدی کو سنا کر اہل اسلام کو تنبیہ وتاکید کرنا ہے کہ تم یہود کی طرح نہ ہو جانا بلکہ اسلام سے جو ذمہ داریاں تم پر عائد ہوتی ہیں ان کو پورا کرنا اور ہر کلمہ گو مسلمان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر جو عہد و پیمان حق تعالیٰ سے کر لیتا ہے اور خدا اور رسول کی اطاعت اور احکام شرعیہ کے اتباع کا جو وعدہ اور میثاق کر لیتا ہے اس کا پابند رہے۔

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے بھی ایک عہد لیا تھا اور ان سے عہد لینے کی یہ صورت اختیار کی گئی تھی کہ پوری قوم بنی اسرائیل جو بارہ خاندانوں یا قبیلوں پر مشتمل تھی ان میں سے ہر خاندان سے ایک سردار چنا گیا اور ہر خاندان کی طرف سے اس کے سردار نے ذمہ داری اٹھائی کہ میں اور میرا پورا خاندان اس

میثاق الٰہی کی پابندی کرے گا۔اس طرح ان بارہ سرداروں نے پوری قوم بنی اسرائیل کی ذمہ داری لے لی۔

الغرض بنی اسرائیل سے معاہدہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ خاندانوں کے بارہ سرداروں کو ذمہ دار ٹھہرایا اور مزید تاکید عہد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے یوں بھی فرمادیا اِنِّیْ مَعَكُمْ کہ میں تمہارے پاس ہوں یعنی کسی وقت تم اپنے سے مجھے دور نہ سمجھو جو کچھ معاملہ تم سراً یا علانیۃً کرو گے وہ ہر جگہ اور ہر وقت میں دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں۔اس لئے جو کچھ کرنا خبردار ہو کر کرنا اور اِنِّیْ مَعَكُمْ کا مطلب بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی میری امداد و نصرت تمہارے ساتھ ہوگی اگر تم نے میثاق کی پابندی کی اور دوسروں سے بھی پابندی کرانے کا عزم کیا۔

عہد کی اہم دفعات

عہد کی جان بتوں کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے ان میں سب سے پہلے اقامت صلوٰۃ ہے اور پھر ادائے زکوٰۃ ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور زکوٰۃ کے فرائض حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر بھی عائد تھے۔ اب اس کی جو شکل بھی اس وقت رہی ہو اور دوسرے قرآنی آیات و اشارات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فرائض صرف بنی اسرائیل ہی کے ساتھ مخصوص نہیں تھے بلکہ ہر پیغمبر اور ہر شریعت میں عائد رہے ہیں۔

تیسرا عہد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لاویں اور ان کی مدد کرتے رہیں۔ بنی اسرائیل میں چونکہ بہت سے رسول آنے والے تھے اس لئے ان کو خصوصیت سے اس کی تاکید فرمائی گئی اور ان سے عہد لیا گیا۔

چوتھا عہد یہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے۔ خدا کو قرض دینے سے مراد اسکے دین اور اس کے پیغمبروں کی حمایت اور نیک کاموں میں مال خرچ کرنا ہے۔جس طرح روپیہ قرض دینے والا اس امید پر دیتا ہے کہ اس کا روپیہ واپس مل جائے گا اور قرض لینے والا اسکے ادا کرنے کو اپنے ذمہ لازم کر لیتا ہے۔اسی طرح خدا کی دی ہوئی جو چیز اس کے راستہ میں خرچ کی جائے گی حق تعالیٰ اس کا بدلہ ضرور مرحمت فرمائیں گے۔

عہد پورا کرنے کا انعام

پھر میثاق کی جملہ دفعات بیان کرنے کے بعد یہ بھی بتلادیا کہ اگر تم نے میثاق کی پابندی کی اور عہد و پیمان کو پورا کیا تو اس کی جزاء یہ ہو گی کہ تمہارے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے اور دائمی راحت و عیش کی جگہ یعنی بہشت کے باغات و محلات میں داخل کیا جائے گا۔ اور جو ایسے واضح بیانات اور پختہ عہد و پیمان کے بعد بھی خدا کا وفادار ثابت نہ ہوا اور غداری اور خیانت پر کمربستہ رہا اور کفر و سرکشی اختیار کی تو سمجھ لو کہ اس نے آخروی کامیابی اور نجات کا راستہ گم کر دیا اب وہ ہلاکت کے کسی گڑھے میں گر کر ہلاک و تباہ و برباد ہوگا۔

دعا کیجئے: ہم نے کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اور اسلام میں داخل ہو کر جو عہد و پیمان اور قول و قرار اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کر لیا ہے۔حق تعالیٰ اس کو پورا کرنے اور اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق کاملہ ہم کو نصیب فرمائیں۔ شریعت مطہرہ کے جملہ احکام کی ظاہراً و باطناً ہم کو کامل پابندی نصیب فرمائیں۔ یہود و نصاریٰ کی طرح عہد شکنی سے ہماری حفاظت فرمائیں اور ہر طرح کی نافرمانی سے ہم کو کامل طور فر بچائیں۔ یا اللہ ہماری جان مال قلب و قالب ہر چیز سے آپ کی اطاعت اور وفاشعاری کا اظہار ہو جس کے انجام میں آپ کی مغفرت اور آپ کی پاک جنت میں داخلہ نصیب ہو۔ یا اللہ جملہ اہل اسلام کو نماز کی کامل پابندی اور زکوٰۃ کی باقاعدہ ادائیگی نصیب فرما۔ یا اللہ ہم آپ کے تمام انبیاء و رسل پر ایمان لائے ہیں ہمیں ان کے اتباع کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ دین اسلام کو قبول کر کے ہم نے جو ذمہ داریاں اپنے اوپر عائد کر لی ہیں ان کو کما حقہٗ ادا کرنے اور پورا کرنے کی توفیق عطا فرما اور اسلام پر استقامت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ

فَبِمَا	نَقْضِهِمْ	مِّيْثَاقَهُمْ	لَعَنّٰهُمْ	وَ	جَعَلْنَا	قُلُوْبَهُمْ	قٰسِيَةً	يُحَرِّفُوْنَ	الْكَلِمَ
سوبسبب (پر)	ان کا توڑنا	ان کا عہد	ہم نے اُن پر لعنت کی	اور	ہم نے کردیا	انکے دل (جمع)	سخت	وہ پھیر دیتے ہیں	کلام

تو صرف اُن کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے دُور کردیا اور ہم نے اُن کے قلوب کو سخت کردیا وہ لوگ کلام کو اُس کے مواقع سے بدلتے ہیں

عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ

عَنْ	مَوَاضِعِهٖ	وَنَسُوْا	حَظًّا	مِمَّا	ذُكِّرُوْا بِهٖ	وَلَا تَزَالُ	تَطَّلِعُ	عَلٰى	خَآئِنَةٍ	مِنْهُمْ
سے	اس کے مواقع	اور وہ بھول گئے	ایک بڑا حصہ	اس سے جو	اُنہیں جس کی نصیحت کی گئی	اور ہمیشہ	آپ خبر پاتے رہتے ہیں	پر	خیانت	اُن سے

اور وہ لوگ جو کچھ اُن کو نصیحت کی گئی تھی اُس میں سے ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے اور آپ کو آئے دن کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو اُن سے صادر ہوتی ہے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

اِلَّا	قَلِيْلًا	مِنْهُمْ	فَاعْفُ	عَنْهُمْ	وَاصْفَحْ	اِنَّ اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ
سوائے	تھوڑے	اُن سے	سومعاف کر	ان کو	اور درگزر کر	بیشک اللہ	دوست رکھتا ہے	احسان کرنے والے

بجز اُن میں کے معدودے چند شخصوں کے، سو آپ اُن کو معاف کیجئے اُن سے درگذر کیجئے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

بنی اسرائیل کی بدعہدی کی سزا

اس آیت سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑنا کتنا سخت جرم ہے۔ یہود نے ایسا کیا تو ان پر لعنت خداوندی نازل ہوئی کہ وہ رحمت خداوندی سے دور ہوگئے اور ان کے دل سخت ہوگئے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جاتی رہی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خدا کے کلام میں تحریف کرنے لگے کبھی اس کے الفاظ میں کبھی معنیٰ میں کبھی تلاوت میں جو مراد حقیقی کلام اللہ کی تھی اس کو پھیر کر اور ہی مطلب سمجھنے اور سمجھانے لگے۔ یہاں تک کہ خدا کی کتاب ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔ وہ اس سے بے عمل ہی نہیں بلکہ بے رغبت ہو گئے۔ دین کی اصل جب ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی پھر فروعی اعمال کیسے قبول ہوتے۔ عمل چھوٹ جانے سے نہ دل ٹھیک رہے نہ فطرت اچھی رہی۔ غداری اور مکاری کو اپنا شیوہ بنالیا نت نئے جال پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بنتے رہتے۔ گویا عہد توڑنے پر لعنت مرتب ہوئی اور لعنت پر قساوت قلبی مرتب ہوئی اور قساوت پر تحریف اور تحریف پر فوت حفظ عظیم یعنی جو نصیحت ان کو کی گئی تھی اس سے نفع اٹھانا بھول گئے حکومت بھی گئی سلطنت بھی چھنی جابر بادشاہوں کا تسلط بھی ہوا قتل و قید کی ذلت بھی اٹھائی اور ہمیشہ کے لئے سزاوار لعنت قرار دیئے گئے اور یہ سزا ایسی ان کے گلے کا ہار بن گئی کہ ان کی دغابازی اور خیانت کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے اور آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ اسی کو آیت میں وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ فرمایا گیا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیشہ ان کی کسی دغا و فریب پر مطلع ہوتے رہیں گے۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ یعنی بجز تھوڑے لوگوں کے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی جو اسلام میں داخل ہو کر پکے اور سچے مسلمان ہوگئے تھے۔ اسی لئے آیت کے آخیر میں صلی اللہ علیہ وسلم کو **فاعف عنهم واصفح** کی تلقین فرمائی گئی یعنی جب اس قوم کی عادت قدیمہ ہی یہ ہے تو ایسے لوگوں سے ہر جزء پر الجھنے اور ان کی ہر خیانت کا پردہ فاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کو

چھوڑیئے اور درگزر کیجئے ان کی برائی کا بدلہ عفو و احسان سے دیجئے شاید اسی سے کچھ متاثر ہوں۔
الغرض یہاں آیت میں بنی اسرائیل کی عہد شکنی کی سزا کا بیان ہوا جس میں اہل اسلام کے لئے بھی نصیحت اندوزی اور عبرت پذیری کی طرف اشارہ ہے کہ جو ملت اور قوم شریعت الٰہیہ اور قوانین قدرت سے سرتابی کرتی ہے اس کا دیر یا سویر یہی حشر ہوتا ہے پس اہل اسلام کو اس سے سبق لینا چاہیے اور بنی اسرائیل کے انجام بد کو اپنے لئے درس عبرت سمجھنا چاہیے۔

دعا کیجئے

ہم نے دین اسلام کو قبول کر کے اور کلمہ طیبہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر جو عہد و اقرار اللہ تعالیٰ سے کرلیا ہے ہم کو اس عہد کے پورا کرنے کی توفیق کاملہ نصیب ہو۔

یا اللہ عہد شکنی اور اس کے وبال سے ہم کو کامل طور پر بچایئے اور اپنی کامل اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمایئے

یا اللہ بنی اسرائیل نے اپنی بدعہدی بدعملی اور سرکشی کے باعث اپنے کو آپ کی رحمت سے دور کرلیا اور ظاہری و باطنی عذابوں میں گرفتار ہوئے

یا اللہ ہم کو بنی اسرائیل کے بدانجام سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ظاہراً و باطناً ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی ہمت اور عزم عطا فرما

یا اللہ ہم کو اپنی کوتاہیوں پر ندامت کے ساتھ توبہ کی توفیق عطا فرما اور اپنی مغفرت و رحمت کا مورد بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا

وَمِنَ	الَّذِيْنَ قَالُوْٓا	اِنَّا	نَصٰرٰى	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَهُمْ	فَنَسُوْا	حَظًّا	مِمَّا	ذُكِّرُوْا بِهٖ	فَاَغْرَيْنَا
اور سے	جن لوگوں نے کہا	ہم	نصاریٰ	ہم نے لیا	اُن کا عہد	پھر وہ بھول گئے	ایک بڑا حصہ	اس سے جو	جسکی نصیحت کی گئی تھی	تو ہم نے لگادی

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے اُن سے بھی اُن کا عہد لیا تھا سو وہ بھی جو کچھ اُن کو نصیحت کی گئی تھی اُس میں سے اپنا ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۗ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١٤﴾

بَيْنَهُمُ	الْعَدَاوَةَ	وَالْبَغْضَآءَ	اِلٰى	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	وَسَوْفَ	يُنَبِّئُهُمُ	اللّٰهُ	بِمَا كَانُوْا	يَصْنَعُوْنَ
ان کے درمیان	عداوت	اور بغض	تک	روز قیامت	اور جلد	انہیں بتادے گا	اللہ	جو وہ	کرتے تھے

تو ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لئے بغض و عداوت ڈال دیا اور عنقریب اُن کو اللہ تعالیٰ اُن کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔

عیسائیوں سے لیا گیا عہد

حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ نصاریٰ سے عہد کا لینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت ہوا تھا چنانچہ انجیل یوحنا کے باب ۱۴ اور ۱۵ میں ہے ''اگر مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو'' اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دے کر آپ پر ایمان لانے کی تاکید کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت کچھ مدح فرمائی تھی جیسا کہ اسی کتاب کے اس باب سے ثابت ہے جس کے بعض جملے یہ ہیں ''اس جہان کا سردار آتا ہے'' اور ''مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں'' اور اسی انجیل یوحنا کے باب ۶ میں فارقلیط کی آمد کی بشارت سنائی گئی ہے جو لفظ احمد کا صحیح ترجمہ ہے جس کی طرف سورۂ صف ۲۸ ویں پارہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

الغرض نصاریٰ جو باوجودیکہ آپ کی آمد کے منتظر تھے عہد شکن بن گئے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے تو آپ کا انکار کر دیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد کو توڑ ڈالا۔

عیسائیوں کی عہد شکنی کی سزا

اس آیت میں حق تعالیٰ نے نصاریٰ کی عہد شکنی کی یہ سزا بیان کی ہے کہ ان کے درمیان آپس میں مذہبی افتراق اور بغض و عداوت ڈال دیا گیا ہے جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ نصاریٰ میں اصل تین فرقے تھے۔ ایک نسطوریہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے۔ دوسرا یعقوبیہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد مانتے تھے۔ تیسرا ملکائیہ جو عیسیٰ علیہ السلا کو تین الٰہ میں کا ایک جزو مانتے تھے اور یہ افتراق ترک توحید سے ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ اتنے بڑے اختلاف عقائد کے ساتھ باہم عداوت ضروری ہے اور بھی جبکہ عذاب الٰہی کی شکل میں ہو چنانچہ بموجب ارشاد حق تعالیٰ کے نصاریٰ کے فرقوں میں جیسی کچھ مذہبی عداوت پیدا ہوئی وہ تاریخ کلیسا سے ظاہر ہے کہ باہم صرف مذہبی امور میں ان میں کس قدر قتال و جدال واقع ہوا ہے۔

یہاں آیت میں ''قیامت تک'' کا لفظ ایسا ہے جیسا ہمارے محاورات میں بھی کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص تو قیامت تک فلاں حرکت سے باز نہ آئے گا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ شخص قیامت تک زندہ رہے گا اور یہ حرکت کرتا رہے گا مراد یہ ہے کہ اگر قیامت تک بھی زندہ رہے تو اس بات کو نہ چھوڑے گا۔ اسی طرح آیت میں اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کا لفظ آنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نصاریٰ کا وجود قیامت تک رہے گا جیسا کہ اس زمانہ کے بعض مبطلین نے اپنی تصنیف میں لکھ دیا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو عہد شکنی اور اس کے وبال سے بچائیں اور جملہ اہل اسلام کو اپنی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیں۔ مخالفین اور اعدائے دین میں آپس میں بغض وعداوت اور افتراق پیدا فرمائیں اور اہل اسلام کو آپس میں اتحاد واتفاق عطا فرمائیں۔

یا اللہ اسلام کی برکت سے ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھ اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ یہود ونصاریٰ کو عہد شکنی کی بناء پر دنیا میں جو سزا دی گئی اس سے ہم اہل اسلام کو سبق و عبرت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور گذشتہ بدعہد قوموں کے انجام بد سے عبرت ونصیحت حاصل کر کے ہر طرح کی بدعہدی سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہم نے جو کلمۂ اسلام پڑھ کر عہد و پیمان کر لیا ہے اس پر سچائی کے ساتھ ہم کو قائم رہنا نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	قَدْ جَآءَكُمْ	رَسُوْلُنَا	يُبَيِّنُ	لَكُمْ	كَثِيْرًا مِّمَّا	كُنْتُمْ	تُخْفُوْنَ
اے اہل کتاب	یقیناً تمہارے پاس آگئے	ہمارے رسول	وہ ظاہر کرتے ہیں	تمہارے لئے	بہت سی باتیں جو	تم تھے	چھپاتے

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں کتاب میں سے جن امور کا تم اخفا کرتے ہو اُن میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے صاف صاف

مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ

مِنَ الْكِتٰبِ	وَيَعْفُوْا	عَنْ كَثِيْرٍ	قَدْ جَآءَكُمْ	مِنَ اللّٰهِ	نُوْرٌ	وَ	كِتٰبٌ	مُبِيْنٌ	يَهْدِيْ
کتاب سے	اور وہ درگزر کرتا ہے	بہت امور سے	تحقیق تمہارے پاس آگیا	اللہ سے	نور	اور	کتاب	روشن	ہدایت دیتا ہے

کھول دیتے ہیں اور بہت سے امور کو واگذاشت کر دیتے ہیں۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح کہ اس کے ذریعہ سے

بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ

بِهٖ	اللّٰهُ	مَنِ اتَّبَعَ	رِضْوَانَهٗ	سُبُلَ	السَّلٰمِ	وَيُخْرِجُهُمْ	مِنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَى النُّوْرِ	بِاِذْنِهٖ
اس سے	اللہ	جو تابع ہوا	اس کی رضا	راہیں	سلامتی	اور وہ انہیں نکالتا ہے	سے	اندھیرے	نور کی طرف	اپنے حکم سے

اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو کہ رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور اُن کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں

وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

وَيَهْدِيْهِمْ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُسْتَقِيْمٍ
اور انہیں ہدایت دیتا ہے	طرف	راستہ	سیدھا

اور اُن کو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔

شان نزول

ان آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں چند یہودی سنگساری کے حکم کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا تم کو اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت کو نازل فرمایا تھا۔ سچ بتاؤ کیا تمہاری کتاب میں زنا کے جرم کی سزا سنگساری نہیں ہے؟ ابن صوریا نے جواب دیا کہ آپ نے قسم دلائی اور قسم بھی بڑی سخت دلائی ہے اس لئے واقعی معاملہ ظاہر کرنا پڑا۔

بیشک ہمارے مذہب میں بھی اسلام کی طرح زنا کی سزا سنگساری ہے لیکن جب ہماری قوم میں زنا کی کثرت ہوئی اور خیال ہوا کہ اگر ہم سنگساری کرتے جائیں گے تو ایک دن ہماری جماعت بڑی کمزور پڑ جائے گی اس لئے ہم نے رجم کے حکم کو خود بدل دیا۔ اب اگر کوئی ہماری قوم میں زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو ہم اس کو سو کوڑے مارتے اور سر منڈوا کر منہ کالا کر کے شہر میں پھراتے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اہل کتاب کے لئے پیغام ہدایت

اس آیت میں تمام اہل کتاب کو خطاب کیا جاتا ہے کہ اے اہل کتاب! تم جو بہت سی باتیں اپنے مذہب کی چھپایا کرتے تھے مثلاً نبی آخر الزماں کی صفات اخلاق۔ حلیہ نبوت وغیرہ اور رجم کی طرح بعض دیگر احکامات کو پوشیدہ رکھتے تھے اب ہمارے رسول تمہارے پاس آگئے جو تمہاری اکثر تحریفات کی قلعی کھول کر رکھ دیتے ہیں اور

تمہارے بہت سے مخفی کردہ امور کو ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ہاں بہت سے وہ احکام جن کی اصلاح کی ضرورت نہیں ان سے وہ درگزر اور چشم پوشی کرتے ہیں۔تم پہلے تاریکی اور گمراہی میں پڑے ہوئے تھے امور ہدایت کو چھپایا کرتے تھے اب خدا کی طرف سے تمہارے لئے روشنی آ چکی ہے۔جس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے اور ایک واضح اور روشن کتاب آ چکی ہے جس سے مراد قرآن مجید ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کو واضح فرمادیا ہے اب جو شخص خدا تعالیٰ کی مرضی کا خواستگار ہو اور خوشنودی مولیٰ کا راستہ طلب کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سے اس کو سلامتی اور نجات کے راستے دکھلا دیں گے اور منزل مقصود تک پہنچا دیں گے۔اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکی اور گمراہی سے نکال کر روشنی اور ہدایت کی طرف لے آئیں گے اور ان کو خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ دکھادیں گے۔

بعض علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ اگرچہ اس آیت میں خطاب حق تعالیٰ کا اہل کتاب سے ہے مگر سبق اس میں اہل اسلام کیلئے بھی ہے کہ وہ ایسے عالیشان رسول اور ایسی عالی قدر کتاب کی روشنی سے پورا فائدہ اٹھائیں اور اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور قرآن پاک جیسی کتاب ہماری ہدایت کے لئے عطا کی تو ہم کو ان نعمتوں کی صحیح قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔

ہم کو ظاہر میں اور باطن میں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرمائیں۔حضورؐ کے ارشادات کے موافق ہم کو اپنی زندگی گزارنا نصیب ہو۔قرآن پاک کے احکامات کی اطاعت اور فرمانبرداری نصیب ہو۔شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب ہو اور دین و دنیا میں مولائے کریم کی رضامندی اور خوشنودی حاصل ہو۔

یا اللہ معصیت اور نافرمانی کی تاریکیوں سے نکال کر ہم کو اطاعت و فرمانبرداری کے نور کی طرف چلنا نصیب فرما۔

یا اللہ یہود و نصاریٰ نے اپنی بدبختی کے باعث نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان نہ لا کر اپنے کو دائمی اور ابدی نقصان میں مبتلا کیا۔

یا اللہ ہم کو اپنی رضا کا طالب بنا کر زندہ رکھئے اور اپنی ہی طاعت و فرمانبرداری پوری طرح زندگی میں نصیب فرمایئے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ

لَقَدْ كَفَرَ	الَّذِيْنَ قَالُوْٓا	اِنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْمَسِيْحُ	ابْنُ مَرْيَمَ	قُلْ	فَمَنْ	يَّمْلِكُ	مِنَ اللّٰهِ
تحقیق کافر ہوگئے	جن لوگوں نے کہا	بیشک اللہ	وہی مسیح	ابن مریم	کہہ دیجئے	تو کس	بس چلتا ہے	اللہ کے آگے

بلا شبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیحؑ ابن مریمؑ ہے آپ یوں پوچھئے کہ اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ

شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ

شَيْـــًٔا	اِنْ اَرَادَ	اَنْ يُّهْلِكَ	الْمَسِيْحَ	ابْنَ مَرْيَمَ	وَاُمَّهٗ	وَمَنْ	فِي	الْاَرْضِ	جَمِيْعًا
کچھ بھی	اگر وہ چاہے	کہ ہلاک کردیا	المسیح	ابن مریم	اور اسکی ماں	اور جو	میں	زمین	سب

حضرت مسیح مریمؑ کو اور اُن کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں اُن سب کو ہلاک کرنا چاہیں تو کوئی شخص ایسا ہے جو خدا تعالیٰ سے اُن کو ذرا بھی بچا سکے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۷

وَلِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	يَخْلُقُ	مَا يَشَاۗءُ	وَاللّٰهُ	عَلٰي	كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
اور اللہ کے لئے	سلطنت	آسمانوں	اور زمین	اور جو	ان دونوں کے درمیان	وہ پیدا کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے	اور اللہ	پر	ہر شے	قدرت والا

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں اُن دونوں کے درمیان ہیں اور وہ جس چیز کو چاہیں پیدا کردیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے عقیدہ کا رد

عیسائیوں میں ایک فرقہ یعقوبیہ تھا جو "الوہیت مسیح" کا عقیدہ رکھتا تھا اور ان کا کہنا تھا کہ حضرت مسیح باوجودیکہ ابن مریم تھے مگر واقع میں وہی خدا تھے اور دنیا کے اندر خدا مسیح کے روپ میں ظاہر ہوا تھا (نعوذ باللہ تعالیٰ) یعنی ان کے نزدیک خدا مسیح کے قالب میں حلول کئے ہوئے تھا (معاذ اللہ) نصاریٰ ایک طرف تو توحید کا بھی زبان سے اقرار کرتے جاتے کہ خدا ایک ہی ہے اور پھر جب ساتھ ہی حضرت مسیح کی نسبت "الوہیت" کے قائل ہیں تو ان دونوں دعوؤں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک مسیح کے سوا کوئی خدا نہ ہو۔ بہرحال نصاریٰ کے اس عقیدہ کے کفر صریح ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

اس آیت میں ان کی تردید ہے۔ دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ الوہیت اسی کو سزاوار ہے جو مارنے اور پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہو اور چونکہ مسیح علیہ السلام میں یہ دونوں وصف نہ تھے اس لئے خدا نہیں ہوسکتے یہاں آیت میں یہ جو فرمایا۔ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(وہ جس چیز کو جس طرح چاہیں پیدا کردیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے) تو اس سے ایک تو مقصود ہے استدلال توحید پر اور دوسرے اس میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر والد کے پیدا ہونے سے الوہیت کا دھوکہ ہوا ہے تو سمجھ لو کہ یہ سب صورتیں اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے کی ہیں اور یہ سب پیدائش کے طریقے اللہ ہی کی قدرت میں داخل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو غیر جنس مٹی سے پیدا کیا۔ اسی طرح ہم جنس مادہ میں صرف مذکر سے پیدا کر سکتے ہیں جیسے حضرت حوا کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے اور کبھی صرف مونث سے جیسے حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش۔ اور کبھی نر مادہ یعنی مذکر و مونث دونوں سے جیسے دنیا میں اکثر توالد کا طریقہ رائج ہے۔ غرض ان سب صورتوں میں سے کسی صورت میں کسی غیر کی الوہیت کا دھوکہ یا شبہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہوئی اور الوہیت مسیح کے عقیدہ کی پرزور دلیل سے تردید ہوگئی۔

اس آیت میں الوہیت مسیح کے رد میں ایسا مسلمہ نظریہ پیش کیا گیا ہے جس سے کوئی سلیم فطرت رکھنے والا انسان انکار نہیں کرسکتا۔ یہ تمام فرقوں کے عقائد باطلہ پر حاوی ہے جو بھی توحید کے خلاف ہیں	خواہ حضرت مسیح کے متعلق خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ ہو یا تین خداؤں میں سے ایک خدا ہونے کا عقیدہ فاسد ہو۔ اس دلیل میں تمام منکرین توحید کا جواب اوران کے مسلک کا ابطال ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام وایمان سے نوازا۔ اور توحید کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو تا زیست ایمان واسلام پر قائم رکھیں اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔

یااللہ ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے اور صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمایئے۔

یااللہ آپ قادر مطلق ہیں اور سب آپ کی مخلوق اور محکوم ہیں۔ آپ کی قدرت لامحدود ہے۔ آپ کی مشیت اور ارادہ کے سامنے سب عاجز اور بے بس ہیں۔ آپ ہر طرح کی شرکت سے پاک ہیں اور وحدہٗ لاشریک ہیں۔ الوہیت آپ ہی کو سزاوار ہے۔

یااللہ ہم کو اسی عقیدۂ توحید پر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ

وَقَالَتِ	الْيَهُوْدُ	وَالنَّصٰرٰى	نَحْنُ	اَبْنٰٓؤُا	اللّٰهِ	وَاَحِبَّآؤُهٗ	قُلْ	فَلِمَ	يُعَذِّبُكُمْ
اور کہا	یہود	اور نصاریٰ	ہم	بیٹے	اللہ	اور اس کے پیارے	کہہ دیجئے	پھر کیوں	تمہیں سزا دیتا ہے

اور یہود و نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اُس کے پیارے ہیں آپ یہ پوچھئے کہ پھر وہ تم کو تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیا کرتا ہے

بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ

بِذُنُوْبِكُمْ	بَلْ	اَنْتُمْ	بَشَرٌ	مِّمَّنْ	خَلَقَ	يَغْفِرُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَيُعَذِّبُ	مَنْ يَّشَآءُ	وَلِلّٰهِ
تمہارے گناہوں پر	بلکہ	تم	بشر	ان میں سے	اس نے پیدا کیا (مخلوق)	وہ بخشد یتا ہے	جس کو	وہ چاہتا ہے	اور عذاب دیتا ہے	جس کو وہ چاہتا ہے	اور اللہ کیلئے

سچی بات یہ ہے کہ تم بھی اُس کی مخلوق میں سے انسان ہو جس کو چاہے گا وہ بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔ اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	وَاِلَيْهِ	الْمَصِيْرُ	
سلطنت	آسمانوں	اور	زمین	اور جو	ان دونوں کے درمیان	اور اسی کی طرف	لوٹ کر جانا ہے	

اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اُن میں بھی اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے

شان نزول

ایک بار چند یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ اور ان کو اللہ کی طرف بلایا اور خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ اس پر وہ بولے کہ آپ ہم کو خدا کے عذاب سے ڈراتے ہیں ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، ہم کو عذاب ہرگز نہ ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور دونوں فریق یہود و نصاریٰ کے خیالات باطلہ کی تردید فرمادی گئی۔ چنانچہ آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (اور یہود و نصاریٰ دونوں فریق دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں)۔

یہود و نصاریٰ کے جھوٹے دعوے اور ان کا رد

''محبوبیت'' کے دعوے کے رد میں ارشاد ہوا قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ پوچھئے کہ اگر تم خدا کے محبوب تھے تو پھر تمہیں دنیا میں گناہوں کا عذاب کیوں ملتا ہے۔ یعنی اگر تم اللہ کے محبوب و پیارے تھے تو پھر گناہوں کی پاداش میں تم پر یعنی تمہاری قوم پر خدا نے مصائب اور تکالیف کیوں نازل کیں کہ تمہاری قدیمی حشمت وعزت خاک میں مل گئی۔ کبھی تمہیں ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم ملا۔ کبھی طاعون میں مبتلا ہوئے۔ کبھی صورتیں مسخ ہوگئیں اور سور و بندر بنادیئے گئے۔ کبھی جابر بادشاہوں کا تم پر تسلط ہوا اور کبھی قتل و قید اور جلاوطنی کا عذاب آیا۔ تو کہیں کوئی محب اپنے محبوب کو عذاب دیا کرتا ہے۔

آگے دوسرے جملہ میں ''ابنیت'' کے دعوے کا رد فرمایا گیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا اپنے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ یعنی ہم اللہ کے بیٹے ہیں کہنے سے مراد یہ ہو کہ ہم خدا کے خواص اور محبوب ہونے کی وجہ سے گویا اولاد ہی جیسے ہیں اور خدا ہم پر مثل باپ کے شفیق اور مہربان ہے۔ پھر ہم کو کس طرح عذاب ہوسکتا ہے۔ کہیں کوئی باپ اپنے پیارے بیٹے کو بھی عذاب دیتا ہے۔ تو اس کے رد میں ارشاد ہوا بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ

یعنی تمہارا یہ دعویٰ ابنیت محض بیہودہ ہے تم کو دوسرے لوگوں کی نسبت کوئی امتیاز اور خصوصیت نہیں بلکہ تم بھی منجملہ اور مخلوقات کے خدا کے پیدا کئے ہوئے دیگر انسانوں کی طرح انسان ہو اور بلا امتیاز تم سب اس ایک قاعدہ میں داخل ہو کہ اللہ جس کو چاہیں گے بخشیں گے جس کو چاہیں گے سزا دیں گے اور کتب الٰہیہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مغفرت کی شرط ایمان ہے اور کافر کو ابدی عذاب ہے اور تم تکذیب نبوت محمدیہ کی کر کے کافر بن چکے تو ہمیشہ معذب رہو گے۔ پس خصوصیت تو گئی گزری تم معمولی مومنین کی برابر بھی نہ رہے۔ صرف بشرہ اور شکل صورت کے لحاظ سے خدا کے پیدا کئے ہوئے ایک معمولی آدمی کہلائے جا سکتے ہو۔ آیت کے اخیر میں ارشاد ہوتا ہے وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان میں بھی تو پھر حق تعالیٰ کو مجرموں کو عذاب دینے سے کون روک سکتا ہے۔ جس کے لئے سزا تجویز کر لی ہے ضرور دیں گے پھر ایسی حالت میں ایسے بیہودہ دعوے عبث ہیں اور اللہ ہی کی طرف سے سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ یعنی نہ کسی مجرم کے لئے یہ ممکن ہے کہ اس کے قلمرو آسمان و زمین سے باہر نکل جائے نہ یہ کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کہیں اور بھاگ جائے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو یہودیت ونصرانیت سے بچا کر اسلام و ایمان سے نوازا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا اور وفادار امتی بن کر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت وعظمت عطا فرما اور آپ کی محبت و عظمت کے ساتھ آپ کے اتباع کی بھی دولت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	قَدْ جَآءَكُمْ	رَسُوْلُنَا	يُبَيِّنُ	لَكُمْ	عَلٰى	فَتْرَةٍ	مِّنَ	الرُّسُلِ	اَنْ	تَقُوْلُوْا
اے اہل کتاب	تحقیق تمہارے پاس آئے	ہمارے رسول	وہ کھول کر بیان کرتے ہیں	تمہارے لئے	پر (بعد)	سلسلہ ٹوٹ جانا	سے (کے)	رسول (جمع)	کہ کہیں	تم کہو

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آ پہنچے جو کہ تم صاف صاف بتلاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہنے لگو

مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى

مَا جَآءَنَا	مِنْ	بَشِيْرٍ	وَّلَا	نَذِيْرٍ	فَقَدْ جَآءَكُمْ	بَشِيْرٌ	وَّنَذِيْرٌ	وَاللّٰهُ	عَلٰى
ہمارے پاس نہیں آیا	کوئی	خوشخبری دینے والا	اور نہ	ڈرانے والا	تحقیق تمہارے پاس آگئے	خوشخبری سنانے والے	اور ڈرانے والے	اور اللہ	پر

کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا سو تمہارے پاس بشیر اور نذیر آچکے ہیں اور اللہ تعالیٰ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٩﴾ ع

كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
ہر شے	قدرت والا

ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیت میں یہود ونصاریٰ کے اس دعوے کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ باوجود کفر وشرک اور نقض عہد اور طرح طرح کے معصیتوں میں ملوث ہونے کے دعویٰ یہ کرتے تھے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں۔ خدا تعالیٰ کے محبوب ومقبول اور مقرب ہیں اور اس کے پیارے اور چہیتے ہونے میں مثل اولاد کے ہیں۔ اس لئے ہم پر عذاب نہ ہوگا اور مقصود اس دعوے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرنا تھا جس کا دلیل کے ساتھ رد فرمایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں تمام اہل کتاب کو پھر اس آیت میں خطاب اور تنبیہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اظہار ہے اور نصیحت ہے کہ اے اہل کتاب تم کو چاہیئے تھا کہ آپؐ کے وجود کو نعمت عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ سمجھتے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ایک طویل مدت سے کوئی دنیا میں نبی ہو کر نہ آیا تھا اور روئے زمین سے ہدایت گم ہو چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح عالم کے لئے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا کہ جو لوگوں کو راہ حق ظاہر کر دیں اور لوگوں پر اللہ کی حجت پوری کر دیں اور قیامت میں کسی کو یہ عذر کرنے کی گنجائش نہ رہے کہ دین کے معاملہ میں ہم غلطی اور کوتاہی پر معذور تھے کہ ہمارے پاس کوئی رسول جس سے ہم کو دین کا صحیح علم ہوتا اور جو بشیر ونذیر ہوتا ہمارے پاس آیا ہی نہیں تو اب اس عذر کی بھی گنجائش نہیں کیونکہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب آچکے ہیں۔

شان نزول

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل کتاب کو دعوت اسلام دی اور انہوں نے نہ مانا خصوصاً یہود مدینہ نے تو سخت مخالفت شروع کر دی تو حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سعد بن عبادہ نے یہودیوں سے کہا کہ اے جماعت یہود تم خدا سے ڈرو۔ تم خوب جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں ہمارے مسلمان ہونے سے پہلے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے قبل تم ہم کو آنے والے نبی کی یہی تعریف یہی صفات واخلاق اور یہی حلیہ بتایا کرتے تھے۔ اب کیوں انکار کرتے ہو۔ یہ تقریر سنکر یہود لاجواب ہوئے اور انتہائی ڈھٹائی سے کہنے لگے کہ ہم نے تم سے یہ کبھی نہیں کہا نہ کسی نبی کے پیدا ہونے کا تذکرہ کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی پیدا ہی نہیں کیا اور نہ کوئی

5 کتاب بھیجی تو پھر ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کی کس طرح تصدیق کر سکتے ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اہل کتاب کے لئے اتمام حجت

حاصل یہ ہے کہ اے اہل کتاب مدت سے تمہارے پاس کوئی نبی نہ آیا تھا ایک مدت دراز کے بعد خدا نے اپنا رسول بھیجا تا کہ تمہارے اندر جو جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اور شریعت الٰہیہ سے تم نے جو سرتابیاں شروع کر دی ہیں ان کو کھول کر صاف صاف بیان کر دیں اور حجت پوری ہو جائے تا کہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس تو کوئی پیغمبر آیا ہی نہ تھا پھر راہ ہدایت ہم کو کیسے ملتی۔

علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان قریب ۱۹۰۰ سال کا فصل تھا مگر یہ زمانہ پیغمبروں کے انقطاع کا نہ تھا بلکہ بہت سے انبیاء بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو زمانہ ہے وہ زمانہ فترت کہلاتا ہے۔

امام بخاری نے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ زمانہ ۶۰۰ سال کا ہے۔اور اس درمیان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا اور اس زمانہ میں سلسلہ انبیاء بند رہا اور اس سے پہلے اتنا زمانہ کبھی بھی انبیاء کی بعثت سے خالی نہ رہا۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہو کر دنیا میں اس وقت تشریف لائے جبکہ رسولوں کی تعلیم مٹ چکی تھی۔دین الٰہی کی راہیں بے نشان ہو چکی تھیں۔دنیا توحید کو بھلا چکی تھی۔جگہ جگہ مخلوق پرستی ہو رہی تھی۔سورج چاند ستارے آگے بت پوجے جا رہے تھے۔خدا کا دین بدل چکا تھا۔روئے زمین سے ہدایت گم ہو چکی تھی۔کفر کی تاریکی عالم پر چھائی ہوئی تھی جہالت کا دور دورہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے اصلاح عالم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔جن لوگوں کی روحیں سعید تھیں انہوں نے موقعہ سے فائدہ اٹھالیا اور آپ پر ایمان لے آئے۔اس طرح ساری مخلوق پر خدا کی حجت تمام ہو گئی آپ نے فلاح دارین کے راستے بتا دیئے اب خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

قدرت الٰہی کسی قوم کی محتاج نہیں

اخیر میں ارشاد فرمایا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔یعنی اگر تم ان پیغمبر عظیم الشان کی بات نہ مانو گے تو خدا کو قدرت ہے کہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے جو ان کے پیغام کو پوری طرح قبول کرے اور پیغمبر کا ساتھ دے۔خدا کا کام اے اہل کتاب کچھ تمہارے ماننے نہ ماننے پر موقوف نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انصار مدینہ کو اصحاب رسول اللہ بنا کر کھڑا کر دیا۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم نے جو عہد کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر لیا ہے ہم کو اس عہد کو پورا کرنے اور اس کے مطالبات کو سچائی سے ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ یا اللہ آپ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مبعوث فرما کر دنیا والوں کے لئے حجت پوری کر دی۔ آپؐ نے فلاح دارین کے راستہ بتا دیئے۔ یا اللہ اب کسی کو یہ عذر قیامت میں کرنے کی گنجائش نہیں رہی کہ دین کا صحیح راستہ ہم کو معلوم نہ ہو سکا اس لئے دین کے معاملہ میں ہم غلطی اور کوتاہی پر معذور تھے۔ یا اللہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور سچائی کے ساتھ آپ کا اتباع کیا ان سب کی مغفرت فرما دے۔ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ان کو دین دنیا کی اصلاح و فلاح نصیب فرما۔ یا اللہ قیامت تک دین اسلام کو سربلند فرما اور دشمنان و منکرین دین کو مغلوب خاسر اور ناکام فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ

وَاِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	يٰقَوْمِ	اذْكُرُوْا	نِعْمَةَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	اِذْ	جَعَلَ	فِيْكُمْ	اَنْۢبِيَآءَ
اور جب	کہا	موسیٰ	اپنی قوم کو	اے میری قوم	تم یاد کرو	اللہ کی نعمت	اپنے اوپر	جب	اس نے پیدا کئے	تم میں	نبی (جمع)

اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے پیغمبر بنائے

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا

وَجَعَلَكُمْ	مُلُوْكًا	وَاٰتٰىكُمْ	مَا	لَمْ يُؤْتِ	اَحَدًا	مِنَ	الْعٰلَمِيْنَ	يٰقَوْمِ	ادْخُلُوْا
اور تمہیں بنایا	بادشاہ	اور تمہیں دیا	جو	نہیں دیا	کسی کو	سے	جہانوں میں	اے میری قوم	داخل ہو

اور تم کو صاحب مُلک بنایا اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں۔اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو

الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ	الَّتِيْ	كَتَبَ اللّٰهُ	لَكُمْ	وَلَا تَرْتَدُّوْا	عَلٰى	اَدْبَارِكُمْ	فَتَنْقَلِبُوْا
ارض مقدس (اس پاک سرمین)	جو	اللہ نے لکھ دی	تمہارے لئے	اور نہ لوٹو	پر	اپنی پیٹھ	ورنہ تم جا پڑو گے

کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھدیا ہے اور پیچھے واپس مت چلو کہ پھر بالکل خسارے میں پڑ جاؤ گے

خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا

خٰسِرِيْنَ	قَالُوْا	يٰمُوْسٰى	اِنَّ فِيْهَا	قَوْمًا	جَبَّارِيْنَ	وَاِنَّا	لَنْ نَدْخُلَهَا	حَتّٰى	يَخْرُجُوْا
نقصان میں	اُنہوں نے کہا	اے موسیٰؑ	بیشک اس میں	ایک قوم	زبردست	اور ہم بیشک	ہرگز داخل نہ ہوں گے	یہاں تک کہ	وہ نکل جائیں

کہنے لگے اے موسیٰؑ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں اور ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نہ نکل جائیں

مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

مِنْهَا	فَاِنْ	يَخْرُجُوْا	مِنْهَا	فَاِنَّا	دٰخِلُوْنَ	قَالَ	رَجُلٰنِ	مِنَ الَّذِيْنَ	يَخَافُوْنَ	اَنْعَمَ اللّٰهُ
اس سے	پھر اگر	وہ نکلے	اس سے	تو ہم ضرور	داخل ہوں گے	کہا	دو آدمی	ان لوگوں سے جو	ڈرنے والے	اللہ نے انعام کیا تھا

ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور چلے جاویں تو ہم بیشک جانے کو تیار ہیں۔ان دو شخصوں نے جو کہ ڈرنے والوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا

عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ

عَلَيْهِمَا	ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ	الْبَابَ	فَاِذَا	دَخَلْتُمُوْهُ	فَاِنَّكُمْ	غٰلِبُوْنَ	وَعَلَى اللّٰهِ
ان دونوں پر	تم داخل ہوان پر (حملہ کردو)	دروازہ	پس جب	تم داخل ہوگے اس میں	تو تم	غالب آؤ گے	اور اللہ پر

کہا کہ تم اُن پر دروازہ تک تو چلو سو جس وقت تم دروازہ میں قدم رکھو گے اُسی وقت غالب آجاؤ گے اور اللہ پر

فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

فَتَوَكَّلُوْٓا	اِنْ كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ
بھروسہ رکھو	اگر تم ہو	ایمان والے

نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

بنی اسرائیل کی سرکشیوں کی دلیل ایک قصہ

جب گذشتہ آیات میں یہود و نصاریٰ کے باطل خیالات اور غلط عقائد اور بے بنیاد دعوؤں کی مدلل تردید فرمائی جا چکی اور نبی کریم پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بار بار اعلان کیا جا چکا لیکن پھر بھی یہود مدینہ دعوت حق کی طرف راغب نہ ہوئے اور سرکشی اور طغیان سے باز نہ آئے تو اب بنی اسرائیل کا ایک قصہ بیان فرما کر اس طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ اس قوم کی سرکشی کوئی نئی نہیں ہے۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے ان کی سرکشی اور بے باکی کی یہی حالت چلی آئی ہے۔

یہ قصہ اس وقت کا ہے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکل کر بحر قلزم کو پار کر کے عرب کے مغربی شمالی حصہ میں مقیم تھے۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن اور قوم کے لوگوں نے آپ کی دعوت توحید قبول نہ کی اور آپ کا کہنا نہ مانا اور بت پرستی ترک نہ کی تو آپ اپنے وطن ملک عراق کو چھوڑ کر ہجرت کر کے شام میں آ کر ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تمہاری اولاد کو ملک شام کا مالک بناؤں گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے جن کا لقب اسرائیل تھا وہ مع اپنی اولاد کے اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کے بلانے پر شام سے مصر چلے آئے تھے۔ اور پھر یہ خاندان وہیں مصر میں آباد ہو گیا اور بنی اسرائیل کہلائے۔ آگے چل کر مصر کے ایک جابر بادشاہ فرعون نے ان کو ستانا اور ان پر ظلم کرنا شروع کیا جس کا کچھ قصہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے اور کچھ آگے سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ میں ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر فرعون کے پاس بھیجا تا کہ آپ اسے سمجھائیں کہ بنی اسرائیل کو ستانا چھوڑ دے اور اللہ پر ایمان لے آئے۔ لیکن وہ نہ مانا۔ آخر بحکم الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر بحر قلزم پار کر کے دوسرے کنارے پر لے آئے۔ شام وہاں سے تھوڑی دور تھا اور وہاں اس وقت ایک قوم کی حکومت تھی جو عمالقہ کہلاتی تھی۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا اب اس کے پورا ہونے کا وقت آیا ہے۔ ملک شام تمہارا ہے لیکن تمہیں اس کے لئے عمالقہ قوم سے جہاد کرنا ہوگا۔ لہٰذا تمہیں حکم خداوندی کی تعمیل میں ملک شام میں جہاد کے ارادہ سے داخل ہونا چاہیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پہلے بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کو تحقیق حال کے لئے جاسوسی کے طور پر ملک شام بھیجا تھا کہ وہاں کی صحیح خبر لائیں اور آ کر وہاں کے حالات بتائیں۔ انہوں نے واپس آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ملک شام بڑی خوبیوں کا ملک ہے لیکن جن لوگوں کا آج کل اس پر قبضہ ہے وہ بڑے زبردست قوت والے لحیم شحیم دیو جیسے آدمی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سرداروں سے کہا کہ تم قوم کے سامنے ملک شام کی خوبیاں بیان کرنا لیکن یہ نہ کہنا کہ وہاں بڑی طاقت والے زبردست لوگ ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل یہ سن کر ہمت ہار دیں۔ سب بارہ سرداروں نے اس کا وعدہ کیا لیکن باہر نکل کر اور قوم میں آ کر دو تو اپنے وعدہ پر قائم رہے اور دس نے قوم میں کہہ دیا کہ شام کے لوگ انسان نہیں دیو ہیں۔ ایسے طاقت ور آدمی نہ دیکھے نہ سنے۔ بنی اسرائیل نے جو یہ سنا تو ہمت ہار دی اور ملک

شام جانے سے صاف انکار کر دیا۔ تو ان دو سرداروں نے جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر عمل کیا انہوں نے قوم کو نصیحت کی کہ عمالقہ جو شام میں مسلط ہیں ان کی ظاہری قوت وشوکت سے نہ گھبرائیں بلکہ اللہ پر توکل کر کے بیت المقدس کے دروازہ تک چلے چلیں تو فتح اور غلبہ تم ہی کو نصیب ہوگا اور دشمن شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔ مگر بنی اسرائیل نے جب اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی تو ان دونوں بزرگوں کی تو کیا سنتے۔ ان آیات زیر تفسیر میں یہیں تک مضمون بیان کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اس یہود قوم کی خصلتوں سے اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو بچاویں حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل سے ہم کو امت محمدیہ میں پیدا فرما کر ہم کو اس نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے تو ہمیں اس نعمت کے قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی نافرمانی سے کامل طور فر بچاویں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا

قَالُوْا	يٰمُوْسٰى	اِنَّا	لَنْ نَّدْخُلَهَا	اَبَدًا	مَا دَامُوْا	فِيْهَا	فَاذْهَبْ	اَنْتَ	وَرَبُّكَ	فَقَاتِلَا	اِنَّا
انہوں نے کہا	اے موسیٰ	بیشک ہم	ہرگز وہاں داخل نہ ہوں گے	کبھی بھی	جب تک وہ ہیں	اس میں	سو تو جا	تو	اور تیرا رب	تم دونوں لڑو	ہم

کہنے لگے اے موسیٰؑ ہم تو ہرگز بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں تو آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جایئے اور دونوں لڑ بھڑ لیجئے

هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ

هٰهُنَا	قٰعِدُوْنَ	قَالَ	رَبِّ	اِنِّىْ	لَآ اَمْلِكُ	اِلَّا نَفْسِىْ	وَاَخِىْ	فَافْرُقْ	بَيْنَنَا	وَبَيْنَ
یہیں	بیٹھے ہیں	(موسیٰؑ نے) کہا	اے میرے رب	میں بیشک	اختیار نہیں رکھتا	اپنی جان کے سوا	اور اپنا بھائی	پس جدائی کردے	ہمارے درمیان	اور درمیان

ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں۔ موسیٰؑ دعا کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار اپنی جان اور اپنے بھائی پر البتہ اختیار رکھتا ہوں سو آپ ہم دونوں کے اور اس بے حکم قوم

الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ

الْقَوْمِ	الْفٰسِقِيْنَ	قَالَ	فَاِنَّهَا	مُحَرَّمَةٌ	عَلَيْهِمْ		سَنَةً	يَتِيْهُوْنَ
قوم	نافرمان	اس نے کہا	پس یہ	حرام کردی گئی	ان پر	چالیس	سال	بھٹکتے پھریں گے

کے درمیان فیصلہ فرمادیجئے۔ ارشاد ہوا تو یہ ملک ان کے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا یوں ہی زمین میں سر مارتے پھرتے رہیں گے

فِى الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ ع

فِى الْاَرْضِ	فَلَا تَاْسَ	عَلٰى	الْقَوْمِ	الْفٰسِقِيْنَ
زمین میں	تو افسوس نہ کر	پر	قوم	نافرمان

سو آپ اس بے حکم قوم پر غم نہ کیجئے۔

بنی اسرائیل کا جہاد سے انکار اور اس کی سزا

بنی اسرائیل نے جب اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ سنی تو ان دونوں بزرگوں کی کیا مانتے بلکہ بنی اسرائیل نے ان کی بات کا جواب تک نہ دیا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے انکار جہاد کے عزم کو دہرایا اور نہایت گستاخانہ طریقہ سے جہاد میں جانے اور قوم عمالقہ سے جنگ کرنے سے انکار کر دیا جیسا کہ ان آیات زیر تفسیر میں بتلایا جاتا ہے۔ اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا کہ اے موسیٰ ہم تو ایک بات کہہ چکے کہ ہم ہرگز بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ قوم عمالقہ ملک شام میں موجود ہے اور اس انکار پر بس نہ کیا بلکہ نہایت لاابالی پن اور گستاخی کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر ان سے جہاد اور لڑنا ہی ضرور ہے تو آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جایئے اور دونوں جا کر لڑ بھڑ لیجئے۔ ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں۔ بنی اسرائیل کی یہ سرکشی اور بدتمیزی دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت دلگیر ہوئے اور حق تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار میں کیا کروں۔ قوم عمالقہ پر جہاد کی مہم کو کس طرح سر کیا جائے ان پر کچھ بس نہیں چلتا۔ ہاں اپنی جان اور اپنے بھائی (یعنی حضرت ہارون علیہ السلام) پر پورا اختیار رکھتا ہوں سو آپ ہم دونوں بھائیوں اور اس بے حکم قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ اس دعا کا حاصل حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق یہ تھا کہ یہ لوگ جس سزا کے مستحق ہیں ان کو وہ سزا دی جائے اور ہم دونوں جس صورت حال کے مستحق ہیں ہم کو وہ عطا فرمایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو اس طرح قبول فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اچھا ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ چالیس سال تک کے لئے وہ ارض پاک یعنی ملک شام کی زمین ان پر حرام کردی گئی۔ اب اگر یہ وہاں جانا بھی چاہیں تو نہ جا سکیں گے اور پھر

یہی نہیں کہ ملک شام نہ جاسکیں گے بلکہ اگر مصر کولوٹنا چاہیں گے تو وہاں بھی واپس جانا نصیب نہ ہوگا۔ یونہی چالیس برس تک اسی زمین میں سر مارتے پھریں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ چالیس برس تک بنی اسرائیل ایک محدود حصہ زمین میں حیران و پریشان پھرا کئے۔ دن و رات چلنے کے بعد بھی پھر اسی مقام پر پہنچتے جہاں سے چلتے۔

علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کسی قوم کو جو سزا دیتے ہیں وہ ان کے اعمال بد کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ اس نافرمان قوم نے چونکہ یہ کلمہ کہا تھا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ یعنی ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سزا میں چالیس سال تک کے لئے وہیں قید کر دیا۔ تاریخی روایات میں ہے کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں بنی اسرائیل کی موجودہ نسل جس نے نافرمانی کی تھی سبھی مر مرا گئے اور ان کی اگلی نسل باقی رہی جو اس عرصہ میں پیدا ہوئی تھی ان کو رہائی حاصل ہوئی اور وہ چالیس سالہ قید سے نجات پا کر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے تھوڑی مدت پہلے حضرت ہارون علیہ السلام بھی اسی وادی میں انتقال فرما گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو خلیفہ ہوئے ان کی قیادت میں باقی ماندہ قوم جہاد بیت المقدس کے لئے روانہ ہوئی اور ملک شام فتح ہوا۔

الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو حق تعالیٰ کا چالیس سالہ قید کا فیصلہ قوم کے حق میں سنا تو طبعاً مغموم ہوئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی طبیعت اور فطرت سے اپنی امت کی تکلیف و پریشانی سے مغموم اور متاثر ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ آپ ان کی سزا سے دلگیر نہ ہوں ہم نے ان سرکشوں کے لئے جو سزا تجویز کی ہے یہی مناسب ہے سو آپ اس بے حکم قوم کی حالت زار پر ذرا غم نہ کیجئے ان آیات میں یہی واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔

یہود مدینہ کو نصیحت

یہ پورا قصہ اہل کتاب یہود مدینہ کو سنایا جا رہا ہے کہ تم تو یعنی قوم بنی اسرائیل اپنے پیغمبر کی رفاقت سے انکار کر چکی تھی اور جہاد سے جان چرا بیٹھے تھے تو یہ نعمت اوروں کو نصیب ہوئی۔ اسی طرح تم پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نہ کرو گے جیسا کہ تمہارے اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت چھوڑ دی تھی تو یہ نعمت دوسروں کو نصیب ہو گی۔ چنانچہ بحمد اللہ صحابہ کرام کو نصیب ہوئی۔ غزوۂ بدر کا واقعہ ہے کہ بے سروسامان ۳۱۳ اہل ایمان کے مقابلہ میں ایک ہزار مسلح نوجوانان کفار مکہ کا لشکر آ کھڑا ہوا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس موقعہ پر حق تعالیٰ سے دعائیں فرمانے لگے تو ایک صحابی حضرت مقداد بن اسودؓ آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہ کہیں گے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ہم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دائیں اور بائیں آگے اور پیچھے سے لڑیں گے۔ آپ بے فکر ہو کر مقابلہ کی تیاری فرمائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے اور صحابہ کرام میں بھی جوش و جہاد کی ایک نئی لہر پیدا ہو گئی۔ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ جتنی مدت بنی اسرائیل فتح سے محروم رہ کر وادی تیہ میں بھٹکتے رہے اس سے کم مدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے مشرق و مغرب میں ہدایت و ارشاد و فتح و نصرت کا جھنڈا گاڑ دیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اس یہود قوم کی خصلتوں سے امت مسلمہ کو بچائیں۔ یا اللہ جب آپ نے اپنے فضل سے ہم کو امت محمدیہ میں پیدا فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا تو ہمیں اس نعمت عظمیٰ کی قدر دانی کی بھی توفیق مرحمت فرمائیے اور اپنے نبی کریم ﷺ کا اتباع کامل نصیب فرمائیے۔ آپؐ کے ارشادات کو دل و جان سے تسلیم کرنے اور آپ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کا ذوق شوق عطا فرمائیے۔ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کا ظاہراً و باطناً اتباع نصیب فرمائیے۔ یا اللہ اس ملعون قوم یہود کی خصلتوں سے امت مسلمہ کو بچا لیجئے اور ہمیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیے۔ یا اللہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح اطاعت و فرمانبرداری کی اور اپنا جان و مال آپؐ کے حکم پر قربان کیا ہم کو بھی ان حضرات صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ امت مسلمہ میں جو دین سے لاپروائی اور غفلت کی فضا پیدا ہو گئی ہے اس کو کامل طور پر مٹا دے اور ہم کو شمع رسالت کا سچا پروانہ بنا کر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ

وَاتْلُ	عَلَيْهِمْ	نَبَاَ	ابْنَیْ اٰدَمَ	بِالْحَقِّ	اِذْ قَرَّبَا	قُرْبَانًا	فَتُقُبِّلَ	مِنْ	اَحَدِهِمَا	وَلَمْ يُتَقَبَّلْ
اور سنا	انہیں	خبر	آدم کے دو بیٹے	احوالِ واقعی	جب دونوں نے پیش کی	کچھ نیاز	تو قبول کرلی گئی	سے	ان میں سے ایک	اور نہ قبول کی گئی

اور آپ ان اہل کتاب کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنایئے جبکہ دونوں نے ایک نذر پیش کی، اور اُن میں سے ایک کی تو مقبول ہوگئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی

مِنَ الْاٰخَرِؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ

مِنَ الْاٰخَرِ	قَالَ	لَاَقْتُلَنَّكَ	قَالَ	اِنَّمَا	يَتَقَبَّلُ	اللّٰهُ	مِنَ	الْمُتَّقِيْنَ	لَئِنْۢ بَسَطْتَّ
دوسرے سے	اس نے کہا	میں ضرور تجھے مارڈالونگا	اس نے کہا	بیشک صرف	قبول کرتا ہے	اللہ	سے	پرہیزگار (جمع)	البتہ اگر تو بڑھائے گا

وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا، اُس ایک نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں۔ اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے

اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِیَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

اِلَیَّ يَدَكَ	لِتَقْتُلَنِیْ	مَاۤ اَنَا	بِبَاسِطٍ	يَّدِیَ	اِلَيْكَ	لِاَقْتُلَكَ	اِنِّیْۤ	اَخَافُ	اللّٰهَ	رَبَّ	الْعٰلَمِيْنَ
میری طرف	اپنا ہاتھ کہ مجھ قتل کرے	میں نہیں	بڑھانے والا	اپنا ہاتھ	تیری طرف	کہ تجھے قتل کروں	بیشک میں	ڈرتا ہوں	اللہ	پروردگار	سارے جہان

دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں میں تو خدائے پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔

ہابیل قابیل کا قصہ اور اس کی عبرتیں

اہل کتاب اور ان میں یہود مدینہ خصوصاً نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد اور بغض رکھتے تھے۔ اور اوپر سے دعویٰ یہ کرتے کہ ہم اللہ کے پیارے، محبوب اور مقبول ہیں کیونکہ ہم انبیاء کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے اس فخر باطل کو توڑنے کے لئے اور حسد کی برائی ظاہر کرنے کے لئے ان آیات میں حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ آپ ان اہل کتاب کو حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا یعنی ہابیل و قابیل کا قصہ پڑھ کر سنایئے۔ تاکہ ان یہود کو محض انبیاء کی طرف نسبت پیدائش ہونے کا گھمنڈ جاتا رہے۔

واقعہ یہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی پیدائش کا دستور یہ تھا کہ ایک بطن سے دو بچے توام یعنی جڑواں پیدا ہوتے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ اور اس وقت کی ضرورت اور شریعت کے مطابق خدا کے حکم سے ایک بطن کے لڑکے کا دوسرے بطن کی لڑکی سے نکاح کرا دیا جاتا گویا آدم علیہ السلام کی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصی حکم جاری فرما دیا تھا کہ ایک بطن سے جو لڑکا اور لڑکی پیدا ہوں وہ تو آپس میں حقیقی بھائی بہن سمجھے جائیں اور ان کے درمیان نکاح حرام قرار پائے باقی دوسرے بطن سے پیدا ہونے والے لڑکے کے لئے پہلے بطن سے پیدا ہونے والی لڑکی کے لئے رشتہ ازدواج و مناکحت جائز ٹھہرا۔ اسی سلسلہ میں حضرت حوا کے بطن سے قابیل اور اس کی ایک بہن اقلیما پیدا ہوئی جو بہت خوبصورت تھی۔ دوسری بار ہابیل اور ان کی ایک بہن پیدا ہوئی جو خوبصورت نہ تھی۔ اور اس وقت کے دستور کے موافق حضرت آدم علیہ السلام نے ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن سے اور قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن سے کرنا چاہا مگر قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں اپنی بہن سے خود نکاح کروں گا۔ حضرت آدم علیہم السلام نے فرمایا کہ وہ تیرے لئے حلال نہیں مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حجت قطع کرنے کے لئے یہ فیصلہ فرمایا کہ تم دونوں اللہ کے نام کی نذر اور قربانی کرو جس کی نذر اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اس سے اقلیما کا نکاح ہو جائے گا۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو وحی سے کامل یقین تھا کہ ہابیل حق پر ہے۔اسی کی نذر قبول ہوگی اس لئے یہ فیصلہ فرما دیا تا کہ پھر قابیل کو بحث وتکرار کی گنجائش باقی نہ رہے۔سو دونوں نے اپنی اپنی نذر پیش کی۔اور آسمان سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی نذر کو کھا گئی۔اس زمانہ میں قبول وعدم قبول کی نشانی یہی تھی کہ جو نذر حق تعالیٰ کے ہاں قبول ہوتی اس کو آسمان سے ایک آگ آ کر جلا دیتی اور جو نا مقبول ہوتی اس کے لئے آسمان سے آگ نہ آتی۔غرضیکہ ہابیل کی نیاز قبول ہوئی اور قابیل کی نیاز قبول نہ ہوئی تو قابیل کے دل میں حسد پیدا ہوا اور از راہ حسد وغصہ اپنے بھائی کے قتل کا ارادہ کیا اور کھلے طور پر اپنے بھائی سے کہہ دیا کہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ہابیل نے اس وقت بھی غصے کی بات کا جواب غصہ سے نہیں دیا بلکہ ایک اصولی بات بھائی سے کہی کہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ متقی پرہیزگار کا عمل قبول فرمایا کرتے ہیں یعنی اگر تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے تو تمہاری نذر بھی قبول ہوتی تم نے ایسا نہ کیا تو تمہاری نذر قبول نہ ہوئی۔اس میں میرا کیا قصور ہے؟ بہرحال اگر تو میرے قتل کے لئے دست درازی کرے گا تب بھی میں مدافعت میں تیرے قتل کے لئے ہرگز ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا کیونکہ میں تو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور بھائی کے خون سے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ حسد جیسی ناپاک ومہلک بیماری سے ہمارے قلوب کو پاک فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ نفس وشیطان کے فریب سے ہماری حفاظت فرما اور ہر حال میں ہم کو دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق مرحمت فرما۔

اے اللہ ہم کو تقویٰ کی دولت نصیب فرما اور اپنے کرم سے ہمارے ٹوٹے پھوٹے اعمال کو جو آپ ہی کی توفیق سے ہوجاتے ہیں اپنی رحمت سے قبولیت عطا فرما۔

یا اللہ کسی پر ظلم وزیادتی کرنے سے تو ہم کو محفوظ فرما اور ہر حال میں ہم کو تائید حق پر قائم رہنے کی توفیق نصیب فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا

اِنِّیْٓ	اُرِیْدُ	اَنْ تَبُوْٓاَ	بِاِثْمِیْ	وَاِثْمِكَ	فَتَكُوْنَ	مِنْ	اَصْحٰبِ النَّارِ	وَذٰلِكَ	جَزٰٓؤُا
بیشک میں	چاہتا ہوں	کہ تو حاصل کرے	میرا گناہ	اور اپنا گناہ	پھر تو ہو جائے	سے	جہنم والے	اور یہ	سزا

میں یوں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر پر رکھ لے پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جاوے اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۰﴾

الظّٰلِمِیْنَ	فَطَوَّعَتْ	لَهٗ	نَفْسُهٗ	قَتْلَ	اَخِیْهِ	فَقَتَلَهٗ	فَاَصْبَحَ	مِنَ	الْخٰسِرِیْنَ
ظالم (جمع)	پھر راضی کیا	اس کو	اس کا نفس	قتل	اپنے بھائی	سو اس نے اس کو قتل کر دیا	تو ہو گیا وہ	سے	نقصان اٹھانے والے

سو اُس کے جی نے اُس کو اپنے بھائی کو قتل پر آمادہ کر دیا پھر اُس کو قتل ہی کر ڈالا، جس سے بڑا نقصان اٹھانیوالوں میں شامل ہوگیا

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰٓی

فَبَعَثَ	اللّٰهُ	غُرَابًا	یَّبْحَثُ	فِی الْاَرْضِ	لِیُرِیَهٗ	كَیْفَ	یُوَارِیْ	سَوْءَةَ	اَخِیْهِ	قَالَ	یٰوَیْلَتٰٓی
پھر بھیجا	اللہ	ایک کوا	کریدتا تھا	زمین میں	تا کہ اُسے دکھائے	کیسے	وہ چھپائے	لاش	اپنا بھائی	اس نے کہا	ہائے افسوس مجھ پر

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا کہ وہ زمین کھودتا تھا تا کہ وہ اس کو تعلیم کردے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طریقہ سے چھپاوے، کہنے لگا

اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

اَعَجَزْتُ	اَنْ اَكُوْنَ	مِثْلَ	هٰذَا	الْغُرَابِ	فَاُوَارِیَ	سَوْءَةَ	اَخِیْ	فَاَصْبَحَ	مِنَ	النّٰدِمِیْنَ
مجھ سے نہ ہو سکا	کہ میں ہو جاؤں	جیسا	اس۔یہ	کوا	پھر چھپاؤں	لاش	اپنا بھائی	پس وہ ہو گیا	سے	نادم ہونے والے

افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گذرا کہ اس کوے ہی کی برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا سو بڑا شرمندہ ہوا۔

قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا

اب آگے ان آیات میں قصہ کا بقیہ حصہ بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ہابیل نے قابیل سے یہ بھی کہا کہ میں تو یوں چاہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی گناہ کا کام نہ ہو گو تو مجھ پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ کرے اگر تو میرے قتل سے باز نہ آیا تو قیامت کے دن تیری گردن پر تیرے گناہ کا بھی بوجھ ہوگا اور میرے گناہوں کا بوجھ بھی تجھ پر ڈالا جائے گا اس لئے کہ قیامت کے دن مقتول مظلوم کی برائیاں اور گناہ ظالم قاتل پر ڈال دی جائیں گی اس طرح دونوں کا بوجھ تجھ ہی کو اٹھانا پڑے گا کیونکہ خدا کے ہاں قاتل کی یہی سزا ہے کہ اس کے ذمہ اس کا گناہ بھی لکھا جائے اور اس کے مقتول کا بھی اور اس کو دوہری سزا دی جائے۔ ہابیل نے یہ سب اس لئے کہا کہ شاید قابیل یہ سن کر گناہ سے رک جائے اور قتل کے خیال سے باز آجائے مگر قابیل تو پہلے ہی قتل کا ارادہ کر چکا تھا بھائی کی برادرانہ نصیحت و موعظت کا کوئی اثر نہ ہوا اور اب جو یہ سنا کہ مدافعت اور انتقامی کارروائی بھی نہیں کرے گا تو بجائے اس کے کہ اس پر دل نرم ہو جاتا وہ اور بھی بے فکر ہو گیا اور اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر پوری طرح آمادہ کر دیا۔ اور بالآخر اس کو قتل ہی کر ڈالا جس سے وہ بڑے نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہوگیا۔

بھائی کے قتل کا دینی و دنیاوی نقصان

اس قتل سے اس کو دین و دنیا کا بڑا خسارہ ہوا۔ دنیا کا نقصان تو یہ کہ ایسا نیک بھائی جو قوت بازو بنتا ہاتھ سے کھویا۔ والدین کی ناراضگی مول لی گھر والوں کی لعنت و ملامت ملی اور دنیا میں قیامت تک بدنام ہوا اور بقول بعض مفسرین کے اس کے بدن کا سیاہ پڑ جانا دل کا قابو میں نہ رہنا' مخبوط الحواس ہو جانا اور اسی بدحواسی اور پریشانی میں مرجانا یہ سب تو دنیا کا نقصان و بربادی اور آخرت کا یہ نقصان کہ سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور ظلم قطع رحمی قتل عمد اور بدامنی کا دروازہ دنیا میں کھول دینے سے ان سب گناہوں کی سزا کا مستوجب ہوا۔ اور آئندہ بھی دنیا میں جتنے اس نوعیت کے گناہ کئے جائیں گے سب میں بانی ہونے کی وجہ سے اس کی شرکت رہے گی۔

ہابیل کی تدفین

اب چونکہ مظلوم ہابیل کے قتل سے پہلے دنیا میں کوئی انسان مرا نہ تھا اس لئے قتل کے بعد قابیل کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے جس سے یہ راز پوشیدہ رہے اور بعض روایات میں ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو عرصہ تک اس کے لاشہ کو پشت پر لادے پھرا کیونکہ یہ سب سے پہلی موت تھی جو روئے زمین پر واقع ہوئی اور اس وقت تک میت کے چھپانے کا کوئی طریقہ معلوم نہ تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے جو آپس میں لڑے اور ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر قاتل کوے نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر اس میں ایک گڑھا بنایا اور مقتول کوے کو اس میں ڈال کر مٹی سے چھپایا۔ قابیل نے یہ تمام کیفیت دیکھی اور اس کوے سے دفن کا طریقہ سیکھا اور اپنی حالت پر سخت ندامت ہوئی کہ میں عقل و فہم میں اس جانور سے بھی گیا گزرا ہوا۔ ہائے میری شامت مجھ سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ میں اس کوے ہی جیسا ہو جاتا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔ الغرض اپنی اس بدحالی پر قابیل بڑا شرمندہ ہوا۔ مگر یہ جاننا چاہیے کہ یہ ندامت اور پشیمانی توبہ کی ندامت نہ تھی کیونکہ جو ندامت خدا کے خوف سے ہو وہ توبہ ہے اور جو ندامت و پشیمانی دنیا کی ذلت کے ڈر سے ہو اور ایک امر طبعی ہے اور وہ شرعی توبہ نہیں۔ ان آیات زیر تفسیر میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے قلوب کو حسد وغیرہ اخلاق ذمیمہ سے پاک فرمائیں۔ نفس و شیطان کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس وقت امت مسلمہ میں جو افتراق و اختلاف اور حسد و عناد کی بیماری پھیل رہی ہے اس لعنت سے ہم کو نجات عطا فرما اور ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی پابندی ہر حال میں ہر آن عطا فرما۔

یا اللہ اس وقت امت مسلمہ میں جو ناحق قتل کی وبا پھیل ہوئی ہے اسے اپنی رحمت سے دور فرما دے۔ اور ایک دوسرے کی جان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھنے کی توفیق عطا فرما دے۔

یا اللہ ان قرآنی واقعات سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی سعادت عطا فرما اور نفسانی و شیطانی حرکات جیسے حسد' تکبر' ظلم و ستم بدعہدی' قتل ناحق وغیرہ کے کبیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ

مِنْ	اَجْلِ	ذٰلِكَ	كَتَبْنَا	عَلٰى	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	اَنَّهٗ	مَنْ قَتَلَ	نَفْسًا	بِغَیْرِ نَفْسٍ
سے	وجہ	اس	ہم نے لکھدیا	پر	بنی اسرائیل	کہ جو۔جس	کوئی قتل کرے	کوئی جان	کسی جان کے بغیر

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا تھا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے

اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ

اَوْ فَسَادٍ	فِی الْاَرْضِ	فَكَاَنَّمَا	قَتَلَ	النَّاسَ	جَمِیْعًا	وَمَنْ	اَحْیَاهَا	فَكَاَنَّمَا	اَحْیَا	النَّاسَ
یا فساد کرنا	زمین (ملک) میں	تو گویا	اس نے قتل کیا	لوگ	تمام	اور جو۔جس	اسکو زندہ رکھا	تو گویا	اس نے زندہ رکھا	لوگ

یابدوں کسی فساد کے جوزمین میں اس سے پھیلا ہو قتل کرڈالے تو گویا اُس نے تمام آدمیوں کو قتل کرڈالا اور جوشخص کسی شخص کو بچالیوے تو گویا اُس نے تمام آدمیوں کو بچالیا

جَمِیْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

جَمِیْعًا	وَ	لَقَدْ جَآءَتْهُمْ	رُسُلُنَا	بِالْبَیِّنٰتِ	ثُمَّ	اِنَّ	كَثِیْرًا	مِّنْهُمْ	بَعْدَ ذٰلِكَ
تمام	اور	ان کے پاس آچکے	ہمارے رسول	روشن دلائل کے ساتھ	پھر	بیشک	اکثر	ان میں سے	اس کے بعد

اور بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر بھی دلائل واضحہ لے کر آئے پھر اُس کے بعد بھی بہتیرے اُن میں سے

فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾	فِی الْاَرْضِ	لَمُسْرِفُوْنَ	
دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے۔	زمین (ملک) میں	حد سے بڑھنے والے	

قتل ناحق کی سزا

قابیل پہلا آدمی تھا جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا۔ جب دنیا میں ایک دفعہ قتل کا دروازہ کھل گیا تو پھر اور لوگ بھی اس کے مرتکب ہونے لگے۔ اور بنی اسرائیل کے زمانہ تک اس برائی نے پورے طور پر جڑ پکڑلی۔ اس لئے اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ خون ناحق قتل اور بدامنی کو روکنے کے لئے بنی اسرائیل کے لئے یہ قانون مقرر کیا گیا کہ کوئی کسی کو قتل نہ کرے اور توریت میں فرمایا گیا کہ ایک آدمی کا مارنا تمام آدمیوں کے مارنے کے برابر ہے یعنی ایک کے خون ناحق کرنے سے دوسرے بھی اس جرم پر دلیر ہوتے ہیں تو اس حیثیت سے جو شخص ایک کو قتل کر کے بدامنی کی جڑ کو قائم کرتا ہے گویا وہ سب انسانوں کے قتل اور عام بدامنی کا دروازہ کھول رہا ہے اور اسی طرح توریت میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ایک آدمی کا زندہ رکھنا تمام آدمیوں کے زندہ رکھنے کے برابر ہے کیونکہ اس سے ہر ایک کو امن وامان کا یقین ہو جاتا ہے۔ الغرض چونکہ ناحق قتل کرنا نہایت مضر چیز ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس کی ممانعت کا قانون بنی اسرائیل کی شریعت میں بھی مقرر فرما دیا تھا۔

بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ ایسے کھلے احکام سن کر بھی اپنے ظلم وطغیان اور دست درازیوں سے باز نہ آئے انبیائے معصومین کو قتل اور آپس میں خون ناحق کرنا ان کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے اور آج بھی نبی آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے (معاذ اللہ) قتل یا ایذارسانی اور مسلمانوں کی تذلیل کے لئے ہر قسم کی ناپاک سازشیں کرتے رہتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ جب حکم تورات کے موافق کسی ایک آدمی کا مار ڈالنا اتنا بڑا جرم ہے کہ گویا اس کا قاتل تمام دنیا کے انسانوں کا قاتل ہے تو دنیا کے سب سے زیادہ کامل اور اکمل

انسان اور سب سے زیادہ مقبول اور مقدس جماعت کے قتل اور ایذا رسانی کے درپے ہونا اور ان سے لڑائی اور مقابلہ کے لئے کمر باندھنا	خدا کے نزدیک کتنا بھاری جرم ہوگا خدا کے پیغمبر اور سفیر سے لڑائی تو درحقیقت خدا ہی سے لڑائی کرنا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ بنی اسرائیل جیسی ناپاک خصلتوں سے اہل اسلام کو بچادیں اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے احکامات اور شریعت اسلامیہ کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ دنیا میں ہم ہدایت اور امن کے پھیلانے والے ہوں اور ظلم وطغیان اور بدامنی سے کامل طور پر بچنے اور بچانے والے ہوں۔

یا اللہ قتل ناحق ظلم وزیادتی یا اس کی اعانت سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔آمین

یا اللہ شریعت اسلامیہ نے جس جس چیز کو فساد فی الارض قرار دیا ہے۔اُن تمام فسادات کے ارتکاب سے ہماری حفاظت فرمایئے اور گذشتہ میں ہم سے جو کوتاہیاں اس قسم کی سرزد ہوگئی ہوں اُن سے توبہ کی توفیق مرحمت فرما کر ہماری توبہ قبول فرمایئے۔

یا اللہ دنیا میں انسانیت اور امن امان جو اسلام نے دنیا والوں کو بخشا ہے ہمیں اُس کو پھیلانے اور مخلوق خدا کو اذیت نہ دینے کی توفیق نصیب فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا

اِنَّمَا	جَزٰٓؤُا	الَّذِیۡنَ	یُحَارِبُوۡنَ	اللّٰہَ	وَرَسُوۡلَہٗ	وَ	یَسۡعَوۡنَ	فِی الۡاَرۡضِ	فَسَادًا	اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا
یہی	سزا	جولوگ	جنگ کرتے ہیں	اللہ	اور اس کا رسولؐ	اور	سعی کرتے ہیں	زمین (ملک) میں	فساد کرنے	کہ وہ قتل کیے جائیں

جولوگ اللہ تعالیٰ سے اور اُس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اُن کی یہی سزا ہے کہ قتل کیے جائیں

اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ؕ ذٰلِكَ

اَوۡ	یُصَلَّبُوۡۤا	اَوۡ	تُقَطَّعَ	اَیۡدِیۡهِمۡ	وَاَرۡجُلُهُمۡ	مِّنۡ	خِلَافٍ	اَوۡ یُنۡفَوۡا	مِنَ الۡاَرۡضِ	ذٰلِكَ
یا	وہ سولی دیئے جائیں	یا	کاٹے جائیں	ان کے ہاتھ	اوران کے پاؤں	سے	ایکدوسرے کے مخالف سے	یا ملک بدر کردیئے جائیں	ملک سے	یہ

یا سولی دیئے جائیں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں، یہ

لَهُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا وَلَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ

لَهُمۡ	خِزۡیٌ	فِی الدُّنۡیَا	وَلَهُمۡ	فِی الۡاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِیۡمٌ	اِلَّا	الَّذِیۡنَ تَابُوۡا	مِنۡ قَبۡلِ
ان کیلئے	رسوائی	دنیا میں	اوران کے لئے	آخرت میں	عذاب	بڑا	مگر	وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی	اس سے پہلے

اُن کیلئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور اُن کو آخرت میں عذابِ عظیم ہوگا۔ہاں مگر جو لوگ قبل اس کے کہ تم اُن کو گرفتار کرلو توبہ کرلیں

اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡهِمۡ ۚ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۴﴾

اَنۡ	تَقۡدِرُوۡا	عَلَیۡهِمۡ	فَاعۡلَمُوۡۤا	اَنَّ	اللّٰهَ	غَفُوۡرٌ	رَّحِیۡمٌ	
کہ	تم قابو پاؤ	اُن پر	تو جان لو	کہ	اللہ	بخشنے والا	مہربان	

تو جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ بخش دیں گے مہربانی فرمائیں گے۔

ڈکیتی ورہزنی کی سزا

یہاں آیت میں ان لوگوں کی سزا کا ذکر ہے جو اللہ اور رسول سے مقابلہ ومحاربہ کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں اور اکابرین مفسرین نے یہاں فسادفی الارض سے رہزنی اور ڈکیتی مراد لی ہے۔اور یہاں ڈاکہ ورہزنی کی چار سزائیں مذکور ہوئی ہیں۔اور اس ڈکیتی و رہزنی کو اللہ اور رسولؐ کے ساتھ محاربہ یعنی جنگ فرمایا گیا ہے بایں معنی کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قانون شرعی سے جس کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہوا ہے امن دیا ہوتو جو طاقت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو توڑنا چاہے اور امن عامہ کو برباد کرے تو اگرچہ ظاہر میں یہ مقابلہ عوام اور انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس کی جنگ حکومت کے ساتھ ہے اور اسلامی حکومت میں جب قانون اللہ اور رسول کا نافذ ہوتو یہ محاربہ اور جنگ بھی اللہ اور رسول ہی کے مقابلہ میں کہا جاوے گا کہ اس نے اللہ کے دیئے ہوئے امن کو توڑا اور چونکہ رسول کے ذریعہ سے اس کا ظہور ہوا اس لئے رسول کا تعلق بھی بڑھا دیا۔غرض جو لوگ یا جو جماعت ڈاکہ ورہزنی کی حرکت کرے اس کی چار سزائیں یہاں مذکور ہوئیں کیونکہ حکومت شرعیہ سے بغاوت لوٹ مار قزاقی رہزنی کا فساد چار ہی قسم کا ہوسکتا ہے۔

۱۔کسی مسلمان یا غیر مسلم ذمی کو قتل کردیا لیکن مال نہ لوٹ سکے اس کی سزا یقتلوا فرمائی گئی۔یعنی وہ ڈاکو یا راہزن سزا میں قتل کردیئے جائیں۔

۲۔قتل کرکے مال بھی لوٹ لیا ہوتو ان کی سزا یصلبوا فرمائی گئی

یعنی ان کو سولی چڑھایا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ ان کو زندہ سولی پر لٹکایا جائے اور پھر نیزہ وغیرہ سے پیٹ چاک کی جائے۔

۳۔ اگر ان لوگوں نے صرف مال لوٹا اور چھین لیا اور کسی کو قتل نہیں کیا تو ان کی سزا تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ فرمائی گئی۔ یعنی ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف جانبوں سے کاٹ دیئے جائیں یعنی ان کے داہنے ہاتھ گٹے پر سے اور بائیں پاؤں ٹخنے پر سے کاٹ دیئے جائیں۔

۴۔ اور اگر ابھی تک قتل و غارت گری کا کوئی جرم ان سے صادر نہیں ہوا صرف لوگوں کو گھیر لیا تھا کہ گرفتار کر لئے گئے تو ان کی سزا يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ فرمائی گئی یعنی ان کو زمین سے نکال دیا جائے۔ زمین سے نکالنے کا مفہوم ایک جماعت فقہا کے نزدیک یہ ہے کہ ان کو دارالاسلام سے نکال دیا جائے اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ جس مقام پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی وہاں سے نکال دیا جائے امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے اس قسم کے معاملات میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر مجرم کو ایک جگہ سے نکال کر دوسرے شہروں میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہاں کے لوگوں کو ستائے گا اس لئے ایسے مجرم کو قید خانہ میں بند کر دیا جائے یہی اس کا زمین سے نکالنا ہے کہ زمین میں کہیں گھوم پھر نہیں سکتا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بھی یہی جیل میں بند کر دینے کا مسلک اختیار فرمایا ہے الغرض امام اور امیر وقت کو اختیار ہوگا کہ ان چاروں سزاؤں میں سے جو مجرموں کے مناسب حال دیکھے وہ ان پر جاری کرے۔

اب آج کل عام طور پر اس طرح کے مسلح حملوں میں صرف مال کی لوٹ کھسوٹ۔ یا قتل و خون ریزی ہی پر اکتفا نہیں ہوتا بلکہ اکثر عورتوں کی عصمت دری اور اغوا وغیرہ کے واقعات بھی پیش آتے ہیں تو اگر بدکاری کا شرعی ثبوت بہم پہنچ جائے تو حد زنا جاری کی جاوے گی اور اگر نہ کسی کو قتل کیا نہ مال لوٹا مگر کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا تو زخموں کے قصاص کا قانون نافذ کیا جائے گا۔

آخرت کا عذاب

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ یعنی یہ سزائے شرعی جو ان پر دنیا میں جاری کی گئی ہے یہ تو دنیا کی رسوائی اور ذلت ہے اور آخرت کی سزا اس سے بھی سخت اور عذاب عظیم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی سزاؤں حدود و قصاص یا تعزیرات سے بغیر توبہ کے آخرت کی سزا معاف نہیں ہوتی۔ ہاں سزا یافتہ شخص دل سے اس گناہ اور جرم سے توبہ بھی کرے تو آخرت کی سزا معاف ہو جائے گی۔

ڈاکو کی توبہ

اگلی آیت میں ایک استثنا ان سزاؤں سے ذکر کیا گیا ہے وہ یہ کہ ڈاکو یا رہزن اگر حکومت کے قبضہ میں آنے اور گرفتاری سے پہلے پہلے جب کہ اس کی قوت اور طاقت بحال ہے اگر توبہ کر کے ڈاکہ و رہزنی سے خود ہی باز آ جائے تو ڈاکہ کی یہ حد شرعی ان سے ساقط ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر ڈاکو یا رہزن اپنی گرفتاری سے پہلے ہی اپنے گناہ سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کو معاف فرما دیں گے باقی حقوق عباد وہ بغیر بندوں کے معافی کے ساقط نہیں ہوتے پس اگر کسی کا مال لیا ہے تو اس کا ضمان دینا پڑے گا اور اگر کسی کی جان لی ہے تو قصاص لازم ہوگا مگر اس ضمان اور قصاص کے معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہوگا اور ولی مقتول اگر اس کو قتل کرے تو وہ قتل بطور قصاص کے ہوگا نہ کہ بطور حد۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم جملہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے والے ہوں۔ احکام شریعت پر چلنے اور چلانے والے ہوں۔ خدائی احکام کی پابندی کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں جہان میں رسوائی اور ذلت سے ہم کو محفوظ و مامون فرمائیں اور اپنی مغفرت و رحمت سے دونوں جہان میں نوازیں۔ یا اللہ اس وقت جو روئے زمین فسادیوں سے بھر گئی ہے ان کے دنیا سے دور ہونے کی غیب سے صورتیں ظاہر فرما دے اور دنیا کو پھر امن چین سکون عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٣٥

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَابْتَغُوْٓا	اِلَيْهِ	الْوَسِيْلَةَ	وَجَاهِدُوْا	فِيْ	سَبِيْلِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
اے	جولوگ ایمان لائے	ڈرو	اللہ	اور تلاش کرو	اسکی طرف	قرب	اور جہاد کرو	میں	اس کا راستہ	تا کہ تم	فلاح پاؤ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرواور خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا کروامید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ

اِنَّ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لَوْ	اَنَّ	لَهُمْ	مَا	فِي الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	وَمِثْلَهٗ	مَعَهٗ	لِيَفْتَدُوْا	بِهٖ	مِنْ
بیشک	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	اگر	یہ کہ	انکے لئے	جو	زمین میں	سب کا سب	اور اتنا	اسکے ساتھ	کہ فدیہ (بدلہ میں) دیں	اسکے ساتھ	سے

یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر اُن کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور اُن چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تا کہ وہ اُس کو دے کر

عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٣٦ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا

عَذَابِ	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	مَا	تُقُبِّلَ	مِنْهُمْ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ اَلِيْمٌ	يُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يَّخْرُجُوْا
عذاب	قیامت کا دن	نہ	قبول کیا جائے گا	اُن سے	اور ان کیلئے	عذاب دردناک	وہ چاہیں گے	کہ	وہ نکل جائیں

روز قیامت کے عذاب سے چھوٹ جاویں تب بھی وہ چیزیں ہرگز اُن سے قبول نہ کی جاویں گی اور انکو دردناک عذاب ہوگا۔ اس بات کی خواہش کریں گے

مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝٣٧

مِنَ	النَّارِ	وَمَا	هُمْ	بِخٰرِجِيْنَ	مِنْهَا	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	مُّقِيْمٌ
سے	آگ	حالانکہ نہیں	وہ	نکلنے والے	اس سے	اور	ان کیلئے	عذاب	ہمیشہ رہنے والا

کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اُس سے کبھی نہ نکلیں گے اور اُن کو عذاب دائمی ہوگا۔

خوف خدا کی ترغیب اور قرب خداوندی

قرآن کریم کا عام اسلوب بیان یہی ہے کہ وہ محض حاکمانہ طور پر کسی جرم کی سزا اور تعزیر کا قانون بیان کر کے نہیں چھوڑ دیتا بلکہ مربیانہ انداز میں قلوب کو جرائم سے متنفر بنانے کے لئے خدا تعالیٰ اور آخرت کا خوف۔ مطیعین کے لئے جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں وراحتیں اور مجرمین کے لئے آخرت کی سزائیں یاد دلاتا ہے تا کہ ذہنی انقلاب پیدا ہو کر جرائم سے انسان باز رہے اسی لئے اکثر قانون جرم وسزا کے بیان کے ساتھ اتَّقُوا اللّٰهَ وغیرہ کا اعادہ کیا جاتا ہے کیونکہ خوف خداوندی ہی وہ چیز ہے جو انسان کو حقیقی طور پر خفیہ اور اعلانیہ جرائم سے روک سکتی ہے لیکن یہ اللہ سے ڈرنا ایسا نہیں جیسے آدمی سانپ بچھو یا شیر بھیڑیے سے ڈر کر دور بھاگتا ہے۔ بلکہ اس بات سے ڈرنا کہ کہیں اس کی خوشنودی اور رحمت سے دور نہ جا پڑے۔ اسی لئے پہلے اتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا یعنی اللہ سے ڈرتے رہو اس کے بعد فرمایا ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ یعنی اس کی ناخوشی اور بعد و ہجر سے ڈر کر قرب و وصول حاصل کرنے کی کوشش کرو اور ظاہر ہے کہ کسی چیز سے قریب ہم اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ درمیانی راستہ قطع کرلیں جس پر چل کر اس کے پاس پہنچ سکتے ہوں۔

اسی کو آگے فرمایا وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ جہاد کرو اس کی راہ میں یعنی اس پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم اس کا قرب و نزدیکی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکو۔

نیز اہل ایمان کو خطاب کر کے ان کاموں سے نفرت دلائی گئی کہ تم تو

اللہ پر ایمان لائے ہو تم ہرگز کوئی کام ایسا نہ کرو جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں۔ تمہیں تو ہمیشہ ایسے کام کرنے چاہئیں جن سے تمہیں اللہ کی نزدیکی اور قرب حاصل ہو۔ تم ہر وقت اسی دھن میں لگے رہو کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں اور تم اس سے نزدیک ہوتے چلے جاؤ پھر ظاہر ہے کہ جو کوئی اس دھن میں لگے گا کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو خوش رکھے اور کوئی کام ایسا نہ ہو کہ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں تو اس کی کامیابی میں کیا شبہ ہے۔ پھر یہ بھی بتلا دیا گیا کہ اصل وسیلہ اور ذریعہ قرب خداوندی حاصل کرنے کے لئے ایمان وطاعات ہیں۔ لہٰذا اطاعات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈھنا چاہیے۔ اور خدا تک پہنچنے کے لئے اس کے حکم کی تعمیل اطاعت اور فرمانبرداری کرنا چاہیے اور جان مال تن من دھن سے اس کی کوشش کرنا چاہیے تاکہ تم پورے کامیاب ہو جاؤ۔

قرب الٰہی کا وسیلہ

ان آیات کے تحت حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہر وہ چیز ہے جو بندہ کو رغبت ومحبت کے ساتھ اپنے معبود کے قریب کردے اور وسیلہ کے درجات میں ترقی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر موقوف ہے۔ اور محبت پیدا ہوتی ہے اتباع سنت سے۔ جتنا کوئی اپنی عبادات معاملات اخلاق معاشرت اور زندگی کے تمام شعبوں میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت کا اتباع کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی محبت اس کو حاصل ہوگی اور جتنی محبت زیادہ بڑھے گی اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

قرب حاصل کرنے کی ہدایت کے بعد کفر وشرک اور نافرمانی کا انجام ایسے انداز میں سمجھایا گیا کہ انسان غور کرے تو اس کی زندگی میں ایک ذہنی انقلاب عظیم پیدا ہو کر کفر وشرک اور معصیت خداوندی سب کو چھوڑنے پر مجبور کردے اور وہ اس طرح کہ اس دنیا میں عام طور پر انسان جن گناہوں اور معصیتوں میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنی خواہشات یا ضروریات یا اہل وعیال کی خواہشات کے لئے ہوتا ہے اور ان سب کا حصول مال دولت جمع کرنے سے ہوتا ہے اس لئے مال دولت کی طمع میں اس کے جمع کرنے میں حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر لگ جاتا ہے۔ اس ناجائز ہوس کا انجام بتلایا گیا کہ جب دنیا میں کی ہوئی اللہ کی نافرمانی کا عذاب آخرت میں سامنے آئے گا تو اس وقت اگر ایسے لوگ چاہیں کہ دنیا میں حاصل کئے ہوئے مال ودولت ساز وسامان سب کچھ فدیہ دے کر اپنے آپ کو عذاب خداوندی سے بچا لیں تو یہ ناممکن ہوگا۔ بلکہ فرض کرو کہ ساری دنیا کا مال دولت اور پورا ساز وسامان اسی ایک شخص کو مل جائے اور پھر اسی پر بس نہیں اتنا ہی اور بھی مل جائے اور یہ سب کو اپنے عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ بنانا چاہے تو کوئی چیز قبول نہ ہوگی اور اس کو عذاب آخرت سے نجات نہ ہوگی اور پھر یہ عذاب دائمی ہوگا جس سے کبھی نجات نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ وپرہیزگاری کی دولت عطا فرمائیں اور اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا طاعت گزار بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں ہر حال میں ظاہراً وباطناً شریعت مطہرہ کی پابندی عطا فرما اور دین ودنیا دونوں جہان کی اصلاح وفلاح نصیب فرما۔

یا اللہ اس دنیا میں ہم کو آپ کے راضی کرنے کی دھن اور فکر نصیب ہو جائے یا اللہ ہمیں اتباع سنت کی دولت عطا فرما اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی محبت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

6

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

وَالسَّارِقُ	وَالسَّارِقَةُ	فَاقْطَعُوْٓا	اَيْدِيَهُمَا	جَزَآءً	بِمَا كَسَبَا	نَكَالًا	مِّنَ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ
اور چورمرد	اور چورعورت	کاٹ دو	اِن دونوں کے ہاتھ	سزا	اسکی جوانہوں نے کیا	عبرت	سے	اللہ	اوراللہ

اور جو مَرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سوان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو اُن کے کردار کے عوض میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے، اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ	فَمَنْ	تَابَ	مِنْ	بَعْدِ	ظُلْمِهٖ	وَاَصْلَحَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يَتُوْبُ عَلَيْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ
غالب	حکمت والا	بس جو۔جس	توبہ کی	سے	بعد	اپنا ظلم	اور اصلاح کی	توبیشک	اللہ	اسکی توبہ قبول کرتا ہے	بیشک	اللہ

بڑے قوت والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔ پھر جوشخص توبہ کرلے اپنی اس زیادتی کرنے کے بعد اور اعمال کی درستی رکھے تو بیشک اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ

غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	اَلَمْ تَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	يُعَذِّبُ	مَنْ يَّشَآءُ
بخشنے والا	مہربان	کیاتونہیں جانتا	کہ	اللہ	اسکی	سلطنت	آسمانوں	اورزمین	عذاب دے	جسے چاہے

بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے ثابت ہے حکومت سب آسمانوں کی زمین کی، وہ جس کو چاہیں سزا دیں

وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٠﴾

وَيَغْفِرُ	لِمَنْ يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ شَىْءٍ	قَدِيْرٌ
اور بخش دے	جس کو چاہے	اور اللہ	پر	ہرشے	قدرت والا

اور جس کو چاہیں معاف کردیں، اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

چوری کی سزا

یہاں آیت میں سارق اور سارقہ کی سزا بیان فرمائی۔ سرقہ لغت میں چوری کو کہتے ہیں یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کا مال کسی محفوظ جگہ سے بغیر اس کی اجازت کے چھپ کرلے لے۔ یہی سرقہ کی شرعی تعریف ہے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں کہ جو مرد چوری کرے اور اسی طرح جو عورت چوری کرے سوان کا حکم یہ ہے کہ اے حکام ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو ان کے اس کردار کے عوض میں اور یہ عوض بطور سزا کے ہے۔ اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے ہیں جو سزا چاہیں مقرر فرمادیں اور بڑی حکمت والے ہیں کہ مناسب ہی سزا مقرر فرماتے ہیں۔

اب یہاں اس آیت میں کوئی قید نہیں کہ کس قدر مال چرانے پر یہ سزا دی جائے اور نہ آیت میں اس کی تصریح ہے کہ کونسا ہاتھ کاٹا جائے اور کہاں سے کاٹا جائے۔ چونکہ یہ سزا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں دی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین سے لے کر خلفائے بنی عباس تک اسی قانون الٰہی پر عملدرآمد ہوتا رہا اس لئے جمہور فقہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی سزا سے یہی ثابت کیا ہے کہ اول بار چوری کرنے سے گٹہ پر سے داہنا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور پھر اس کو داغ دیتے ہیں تاکہ سارے بدن کا خون نہ نکل جائے اور اگر دوبارہ چوری کرے تو بایاں پاؤں ٹخنہ پر سے کاٹا جائے گا اگر تیسری بار چوری کرے تو امام شافعی فرماتے ہیں کہ بایاں ہاتھ کاٹ دیا

جائے اور چوتھی بار کرے تو دایاں پاؤں بھی کاٹ ڈالنا چاہیے مگر ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہاتھ یا پاؤں کاٹنے کا حکم صرف دو بار تک کا ہے اگر تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو حبس یعنی قید کی سزا دی جائے گی۔ جب تک کہ توبہ نہ کرے اور کتنی مالیت کی چوری پر یہ سزا دی جائے گی اس کا تعین بھی احادیث سے کیا گیا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سزا ہاتھ کاٹنے کی کم از کم دس درہم کی قیمت کی چیز پر دی جائے گی۔ اگر دس درہم سے کم قیمت کی چیز ہوگی تو یہ سزا ہاتھ کاٹنے کی نہیں ہوگی۔ (نوٹ:۔دس درہم کی مقدار پاکستانی وزن میں دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہوئی (اوزان شرعیہ از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کے بعد آیت میں بتلایا گیا کہ یہ سزا جو چور کو دی جا رہی ہے وہ اس کے کرتوت کے باعث ہے۔ چوری کے جرم کی دو حیثیتیں ہیں ایک یہ کہ اس نے کسی دوسرے انسان کا مال بغیر حق کے لے لیا جس سے اس پر ظلم ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ پہلی حیثیت سے یہ سزا مظلوم کا حق ہے۔ اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جس کا حق ہے اگر وہ سزا معاف کر دے تو معاف ہو جائے گی جیسا قصاص کے تمام مسائل میں یہی معمول ہے۔ دوسری حیثیت سے یہ سزا حق اللہ کی خلاف ورزی کرنے کی ہے اس کا مقتضایہ ہے کہ جس شخص کی چوری کی ہے اگر وہ بھی معاف کر دے تو معاف نہ ہو جب تک خود حق تعالیٰ معاف نہ فرماویں۔ یہاں آیت میں نَکَالًا مِّنَ اللّٰهِ فرما کر یعنی یہ ہاتھ کاٹنا بطور سزا کے ہے اللہ کی طرف سے۔ اس دوسری حیثیت کو متعین کر دیا یعنی یہ سزا حد ہے اور سرکاری جرم کی حیثیت سے یہ سزا دی گئی ہے۔ اس لئے جس کی چوری کی ہے اس کے معاف کرنے سے بھی سزا ساقط نہیں ہوگی چور کا ہاتھ ضرور کاٹا جائے گا۔

اب کسی کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں کہ خدا نے چوری کی ایسی سنگین سزا کیوں مقرر کی۔ اس کا جواب وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ فرما کر دے دیا گیا کہ خدائے قدوس غالب اور حکیم ہے۔ چونکہ وہ ہر جرم کی حقیقت سے واقف ہے اور اس سے جو نقصان اس کی مخلوق کو پہنچتا ہے اور دنیا میں جو فساد پھیلتا ہے اس کی مقدار اور حد کو وہی اچھی طرح جانتا ہے اس لئے اس کی مناسبت سے سزا مقرر کرتا ہے۔

چور اگر توبہ کر لے تو اس کا کیا حکم ہے

دوسری آیت میں ہے کہ چوری کی سزا کے بعد جس معافی کا ذکر ہے اس میں دنیوی سزا سے استثناء نہیں بلکہ آخرت کے اعتبار سے ان کی توبہ مقبول ہونے کا بیان ہے۔ حکام وقت اس توبہ کی وجہ سے شرعی سزا نہ چھوڑیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے جرم کو معاف فرما کر آخرت کی سزا سے نجات دیں گے۔ رہا مال مسروقہ کی واپسی یا تاوان تو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ اگر مال مسروقہ موجود ہو تو واپس کیا جائے اگر تلف ہو گیا تو قیمت کا تاوان نہ پڑے گا خواہ سارق دولتمند ہو یا نہ ہو۔

سزا و معافی کا اختیار اللہ کو ہے

اخیر میں تیسری آیت ہے کہ جب حقیقی سلطنت اور حکومت اسی کی ہے تو بلاشبہ اسی کو یہ اختیار ہوگا کہ جسے مناسب جانے معاف کر دے اور جسے اپنے حکمت و عدل کے موافق سزا دینا چاہے سزا دے اور نہ صرف یہ کہ اسے سزا دینے اور معاف کرنے کے اختیار کلی حاصل ہیں بلکہ ان اختیارات کے استعمال سے کوئی روکنے والا بھی نہیں کیونکہ ہر چیز پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری تمام گناہوں سے حفاظت فرمائیں اور اپنی طاعات اور مرضیات کی توفیق کاملہ نصیب فرمائیں یا اللہ ہم سے گذشتہ دور میں جو تقصیرات اور خطائیں سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما اور اپنی شان مغفرت اور رحمت سے ہماری تمام خطاؤں کو معاف فرما۔ اے اللہ ہمیں اس ملک میں جملہ شرعی اور قرآنی قوانین کے نفاذ کی ہمت و توفیق عطا فرما۔ اور شرعی حکومت سلطنت کے ثمرات و برکات دیکھنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا

يٰۤاَيُّهَا	الرَّسُوْلُ	لَا يَحْزُنْكَ	الَّذِيْنَ	يُسَارِعُوْنَ	فِيْ	الْكُفْرِ	مِنَ	الَّذِيْنَ	قَالُوْۤا	اٰمَنَّا
اے	رسولؐ	آپکو غمگین نہ کریں	جولوگ	جلدی کرتے ہیں	میں	کفر	سے	جولوگ	انہوں نے کہا	ہم ایمان لائے

اے رسول جولوگ کفر میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں آپکو مغموم نہ کریں خواہ وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے

بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ

بِاَفْوَاهِهِمْ	وَ	لَمْ تُؤْمِنْ	قُلُوْبُهُمْ	وَمِنَ	الَّذِيْنَ هَادُوْا	سَمّٰعُوْنَ	لِلْكَذِبِ	سَمّٰعُوْنَ
اپنے منہ سے (جمع)	اور	مؤمن نہیں	اُن کے دل	اور سے	وہ لوگ جو یہودی ہوئے	جاسوسی کرتے ہیں	جھوٹ کیلئے	وہ جاسوس ہیں

اور اُن کے دل یقین لائے نہیں، اور خواہ وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جو کہ یہودی ہیں یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں

لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا

لِقَوْمٍ	اٰخَرِيْنَ	لَمْ يَاْتُوْكَ	يُحَرِّفُوْنَ	الْكَلِمَ	مِنْ بَعْدِ	مَوَاضِعِهٖ	يَقُوْلُوْنَ	اِنْ اُوْتِيْتُمْ	هٰذَا
جماعت کیلئے	دوسری	وہ آپ تک نہیں آئے	وہ پھیر دیتے ہیں	کلام	بعد	اسکے ٹھکانے	کہتے ہیں	اگر تمہیں دیا جائے	یہ

آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر دھر کے سنتے ہیں، جس قوم کے یہ حالات ہیں کہ وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو بعد اس کے کہ وہ اپنے مواقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں کہتے ہیں

فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ

فَخُذُوْهُ	وَاِنْ	لَّمْ تُؤْتَوْهُ	فَاحْذَرُوْا	وَمَنْ	يُّرِدِ اللّٰهُ	فِتْنَتَهٗ	فَلَنْ تَمْلِكَ	لَهٗ	مِنَ
اسکو قبول کرلو	اور اگر	یہ تمہیں نہ دیا جائے	تو اس سے بچو	اور جو۔جس	اللہ چاہے	گمراہ کرنا	تو ہرگز نہ آسکے گا	اسکے لئے	سے

کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تب تو اسکو قبول کر لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو احتیاط رکھنا، اور جس کا خراب ہونا خدا ہی کو منظور ہو تو اسکے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا،

اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ

اللّٰهِ	شَيْئًا	اُولٰۗىِٕكَ	الَّذِيْنَ	لَمْ يُرِدِ	اللّٰهُ	اَنْ	يُّطَهِّرَ	قُلُوْبَهُمْ	لَهُمْ	فِي الدُّنْيَا	خِزْيٌ
اللہ	کچھ	یہی لوگ	وہ لوگ جو	نہیں چاہا	اللہ	کہ	پاک کرے	انکے دل	ان کیلئے	دنیا میں	رسوائی

یہ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اُن کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا ان لوگوں کیلئے دنیا میں رسوائی ہے

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (41)	وَلَهُمْ	فِيْ	الْاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ
اور آخرت میں اُن کیلئے سزائے عظیم ہے۔	اور انکے لئے	میں	آخرت	عذاب	بڑا

شانِ نزول یہود کی احکامِ الٰہی میں خیانت

جس وقت یہود خیبر میں آباد تھے تو وہاں ایک رئیس اور معزز گھرانے کے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت زنا کے مرتکب ہوئے اور

تورات میں زنا کی سزا سنگسار کرنا لکھی ہوئی تھی لیکن جب یہود اس سزا کو معزز اور بڑے گھرانوں پر جاری نہ کر سکے تو اپنی طرف سے یہ سزا بنالی کہ زانی اور زانیہ کا منہ کالا کر کے ان کو ایک گدھے پر سوار کر کے شہر میں پھراتے اور سو تازیانے لگاتے۔خیبر میں جب یہ واقعہ پیش آیا تو ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ یہ مقدمہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو۔ دیکھو وہ کیا حکم دیتے ہیں۔ان کا خیال ہوا کہ شاید ان کی شریعت میں کوئی حکم نرم ہو اور وہ یہ جانتے تھے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم امی ہیں۔آپ کو کیا خبر کہ تورات میں کیا لکھا ہے جو ہمارا معمول اور دستور سنیں گے اسی کے مطابق فیصلہ کر دیں گے اور جن لوگوں کے ساتھ مجرموں کو آپ کے پاس بھیجا ان کو سمجھا دیا کہ اگر آپ درے لگانے کا حکم دیں تو قبول کر لینا ورنہ پھر اس پر عمل نہ کرنا چنانچہ جب یہ یہود مقدمہ لے کر آپ کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے آپ کو خبردار کر دیا کہ توریت میں زانی کا حکم رجم ہے۔الغرض آپ نے ان یہود سے پوچھا کہ توریت میں زانی کی کیا سزا ہے۔انہوں نے کہا یہی سزا ہے کہ منہ کالا کر کے شہر میں گھمانا اور تازیانے لگانا۔آپ نے یہودیوں سے دریافت کیا کہ تم میں سب سے بڑا عالم توریت کا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابن صوریا۔آپ نے کہا ابن صوریا۔آپ نے اسے بلا کر دریافت کیا کہ بتلاؤ توریت میں شادی شدہ زانی کی کیا سزا ہے؟ اس نے اور دیگر علمائے یہود نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے شہر میں گھما دیا جائے اور تازیانے مارے جائیں۔آپ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو۔توریت کو لاؤ اس کو میرے سامنے پڑھو۔چنانچہ توریت منگوائی گئی۔آخر وہ آیت جس میں رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم تھا جب نکلی اور پڑھ کر سنائی جانے لگی تو ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ دیا اور ماقبل اور مابعد پڑھ کر سنا دیا۔حضرت عبداللہ بن سلام جو یہود کے بڑے عالم تھے اور اب اسلام لا چکے تھے انہوں نے کہا کہ اے عدو اللہ اپنا ہاتھ اٹھا اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اس کے نیچے سے آیت رجم نکلی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں توریت کے مطابق رجم کا حکم دیتا ہوں اور آپ کے اس حکم کے بعد دونوں مجرموں کو سنگسار کیا گیا۔اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

یہود و منافقین کی حقیقت کھول کر حضور علیہ السلام کو تسلی کہ یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

کیونکہ احکام خداوندی کی مخالفت عموماً اور شرعی سزاؤں کی مخالفت خصوصاً اہل نفاق اور اہل غرض اور اہل ہوا و ہوس کا شیوہ ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لوگوں کی ناشائستہ حرکات سے رنج و ملال ہوتا تھا۔اس لئے حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تسکین فرمائی کہ اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے کفریات سے رنجیدہ اور مغموم نہ ہوں اور یہ کفر میں سعی کرنے والے خواہ منافقین میں سے ہوں جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ان کے دل مسلمان نہیں اور خواہ یہود میں سے ہوں۔یہ دونوں گروہ جھوٹ سننے کے عادی ہیں۔اپنے سرداروں اور رئیسوں سے جھوٹی باتیں سنتے ہیں اور اس کو قبول کرتے ہیں اور اگر کسی وقت آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو آپ کی سچی باتیں سننے کے لئے حاضر نہیں ہوتے بلکہ آپ کی باتیں دوسرے لوگوں کے لئے سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے۔یعنی یہ لوگ جاسوس ہیں جو باتیں آپ سے سنتے ہیں ان کی خبر اپنی قوم کو جا کر دیتے ہیں اور حق کی عداوت میں توریت کے کلمات اور الفاظ میں تحریف اور تغیر اور تبدل کر ڈالتے ہیں اور مزید برآں یہ کہ جس کسی کو آپ کی خدمت میں بھیجتے ہیں تو اس سے کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے یہ حکم دیا جائے جو ہم نے تمہارے لئے تجویز کیا ہے تو اسے قبول کر لینا اور اگر تم کو آپ کی بارگاہ سے ایسا حکم نہ دیا جائے تو اس سے احتراز کرنا۔یعنی اگر زنا کی سزا میں منہ

کالا کرنے اور کوڑے لگانے کا حکم ملے تو قبول کرنا ورنہ نہیں گویا کہ خدا کی شریعت کو اپنی ہوائے نفسانی کے تابع رکھنا چاہتے تھے اور یہ ایک عظیم فتنہ ہے کہ خود تو شریعت کا تابع نہ بنے بلکہ شریعت کو اپنی خواہشوں کے تابع رکھنا چاہے۔ ایسے شخص کی راہ ہدایت پر آنے کی کیا امید کی جاسکتی ہے اور اصل حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے گمراہی میں پڑا رہنے دیں تو اس کو ہدایت کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔ اور جس کے دل کو اللہ تعالیٰ ہی کفر اور گمراہی کی گندگی سے پاک نہ کرے تو اس کے لئے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

یہود کی حیلہ جوئی

اب یہاں سوال ہوسکتا ہے کہ یہود آپ کی خدمت میں آئے کیوں تھے؟ تو اس کے جواب میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور شریعت اسلام کے اکثر احکام یہود کے سامنے بھی آئے جن میں سہولت اور آسانی کی بڑی رعایتیں تھیں اور جرائم کے انسداد کے لئے سزاؤں کا معقول انتظام بھی تھا تو یہود کو توقع ہوئی کہ شاید اس جرم زنا کی سزا میں بھی کوئی تخفیف ہو اور آپ کی شریعت کے آسان اور نرم احکام سے فائدہ اٹھائیں اور توریت کی سزا رجم کو بدل کر جو انہوں نے آسان سزا تجویز کر لی تھی تو تحریف توراۃ کے مجرم بھی نہ بنیں۔ رجم سے بھی بچ جاویں اور ایک آڑ کام بننے کے لئے مل جائے تاکہ قائلین نبوت کے سامنے تو یہ کہنے کو ہو کہ یہ بھی ایک نبی کا حکم ہے اور منکرین کے سامنے یہ کہ سلطان کا حکم ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو یہود و منافقین کی خصلتوں سے پاک رکھیں اور ہم کو اسلام صادق ایمان کامل اور اپنی کتاب اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہمارے دلوں کو نور ہدایت سے منور فرما اور دنیا و آخرت دونوں جہان کی ذلت و رسوائی سے محفوظ و مامون فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ

سَمّٰعُوْنَ	لِلْكَذِبِ	اَكّٰلُوْنَ	لِلسُّحْتِ	فَاِنْ	جَآءُوْكَ	فَاحْكُمْ	بَيْنَهُمْ	اَوْ	اَعْرِضْ	عَنْهُمْ
جاسوسی کرنے والے	جھوٹ کیلئے	بڑے کھانے والے	حرام	پس اگر	آپ کے پاس آئیں	تو فیصلہ کردیں آپ	انکے درمیان	یا	منہ پھیر لیں	اُن سے

یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں بڑے حرام کے کھانے والے ہیں تو اگر یہ لوگ آپ کے پاس آویں تو خواہ آپ اُن میں فیصلہ کردیجئے یا اُنکو ٹال دیجئے

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ

وَاِنْ	تُعْرِضْ	عَنْهُمْ	فَلَنْ	يَّضُرُّوْكَ	شَيْئًا	وَاِنْ	حَكَمْتَ	فَاحْكُمْ	بَيْنَهُمْ	بِالْقِسْطِ
اور اگر	آپ منہ پھیر لیں	اُن سے	تو ہرگز	آپ کا نہ بگاڑ سکیں گے	کچھ	اور اگر	آپ فیصلہ کریں	تو فیصلہ کریں	انکے درمیان	انصاف سے

اور اگر آپ اُن کو ٹال ہی دیں تو اُن کی مجال نہیں کہ آپ کو ذرا بھی ضرر پہنچا سکیں اور اگر آپ فیصلہ کریں تو اُن میں عدل کے موافق فیصلہ کیجئے

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا

اِنَّ اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُقْسِطِيْنَ	وَكَيْفَ	يُحَكِّمُوْنَكَ	وَعِنْدَهُمُ	التَّوْرٰىةُ	فِيْهَا
بیشک اللہ	دوست رکھتا ہے	انصاف کرنے والے	اور کیسے	وہ آپ کو منصف بنائیں گے	جبکہ انکے پاس	توریت	اس میں

بیشک حق تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ اُن کے پاس توراۃ ہے جس میں اللہ کا حکم ہے

حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾

حُكْمُ اللّٰهِ	ثُمَّ	يَتَوَلَّوْنَ	مِنْ بَعْدِ	ذٰلِكَ	وَمَا	اُولٰٓئِكَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ
اللہ کا حکم	پھر	پھر جاتے ہیں	بعد	اس	اور نہیں	وہ لوگ	ماننے والے

پھر اُس کے بعد ہٹ جاتے ہیں اور یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں۔

شانِ نزول....احکام قصاص ودیت میں یہودیوں کی خیانت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ کے قرب وجوار میں یہود کے دو قبیلہ بنوقریظہ اور بنونضیر آباد تھے۔ ان میں بنونضیر مال ودولت قوت شوکت وعزت کے لحاظ سے بنوقریظہ سے زیادہ تھے۔ اس لئے آئے دن قبیلہ بنونضیر والے قبیلہ بنو قریظہ پر ظلم کرتے رہتے تھے اور بنوقریظہ چارو ناچار اس کو برداشت کرتے رہتے تھے۔ بنوقریظہ کو اس کمزوری کے باعث اس ذلت آمیز معاہدہ پر مجبور کیا گیا کہ اگر بنونضیر کا کوئی آدمی بنوقریظہ کے کسی شخص کو قتل کردے تو اس کا قصاص یعنی جان کے بدلہ میں جان لینے کا ان کو حق نہ ہوگا بلکہ صرف ۸۰ وسق کھجوریں اس کے خون بہا کے طور پر ادا کی جائیں گی۔ (وسق اس زمانہ میں عربی تول کا ایک پیمانہ تھا جو پاکستانی وزن کے اعتبار سے تقریباً ۵ من دس سیر کا ہوا (معارف القرآن) اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی بنوقریظہ کا کوئی آدمی بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کردے تو اس کے قاتل کو قتل بھی کیا جائے گا اور اس سے خون بہا بھی لیا جائے گا اور وہ بھی بنونضیر کے خون بہا سے دگنا یعنی ۱۴۰ وسق کھجوریں اور اگر بنونضیر کی کوئی مقتول عورت ہوگی تو اس کے بدلہ میں بنوقریظہ کے ایک مرد کو قتل کیا جائے گا اور اگر بنونضیر کے غلام کو قتل کیا گیا ہے اس کے بدلہ میں بنوقریظہ کے آزاد کو قتل کیا جائے

گا اور اگر بنونضیر کے آدمی کا کسی نے ایک ہاتھ کاٹا ہے تو بنوقریظہ کے آدمی کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں گے اسی طرح اگر بنونضیر کے آدمی کا ایک کان کاٹا گیا ہے تو بنوقریظہ کے آدمی کے دونوں کان کاٹے جائیں گے۔ بہرحال اسلامی قوانین سے پہلے یہ ظلم وجور کا قانون ان دونوں قبیلوں میں مدینہ میں رائج تھا اور قبیلہ بنوقریظہ اپنی کمزوری کی بناپراس کے ماننے پر مجبور تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور مدینہ دارالاسلام بن گیا تو یہ دونوں قبائل جو ابھی اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے اور نہ کسی معاہدہ کی رو سے اسلامی احکام کے پابند تھے مگر اسلامی قوانین کا عدل وانصاف اور سہولتیں سب دیکھ رہے تھے۔ اس عرصہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ بنوقریظہ کے ایک آدمی نے بنونضیر کے کسی آدمی کو مار ڈالا تو بنونضیر نے اپنے رائج پرانے معاہدہ کے مطابق خون بہا کا مطالبہ کیا اور دوگنی دیت طلب کی۔ بنوقریظہ اگرچہ اس وقت تک اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ان کا کوئی معاہدہ تھا لیکن چونکہ۔ یہ یہود اہل کتاب تھے ان میں کے پڑھے لکھے لوگ بہت سے اپنی توراۃ کی پیشین گوئیوں کے مطابق جانتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی آخرالزمان ہیں جن کے آنے کی بشارت اور خوشخبری توریت نے دی ہے مگر اسوقت تک مذہبی تعصب یا دنیوی لالچ کی بناء پر ایمان نہ لائے تھے مگر اسلام کی خوبیاں اسلامی مساوات اور عدل وانصاف کو وہ بھی علانیہ دیکھ رہے تھے اس لئے بنونضیر کے قبیلہ کے ظلم سے بچنے کے لئے انہوں نے اسلامی قانون کا سہارا لیا اور دوگنی دیت دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم تم ایک ہی خاندان سے ہیں۔ ایک ہی وطن کے باشندے ہیں اور دونوں کا ایک ہی مذہب یعنی یہودیت ہے لہذا یہ غیر منصفانہ اور ظلم وجور کا معاملہ جو آج تک تمہاری زبردستی اور ہماری کمزوری کے باعث ہوتا رہا اب ہم اس کو گوارا نہ کریں گے۔ اس پر بنونضیر میں بڑا اشتعال پیدا ہوا اور قریب تھا کہ دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ جائے مگر ان کے کچھ بڑے بوڑھوں کے مشورہ سے آپس میں یہ طے پایا کہ اس معاملہ کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا جائے۔ بنوقریظہ کی تو یہ دلی خواہش تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے ظلم کو برقرار نہ رکھیں گے۔ بنونضیر بھی باہمی گفت وشنید اور صلح کی بناپر اس کے لئے مجبور تو ہو گئے مگر اس میں یہ سازش کی کہ آپ کے پاس مقدمہ لے جانے سے پہلے کچھ ایسے لوگوں کو آگے بھیجا جو حقیقت میں تو انہی کے ہم مذہب یہودی تھے مگر منافقانہ طور پر اسلام کا اظہار کر کے اور اسلام کے مدعی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے تھے اور اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ وہ لوگ اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عندیہ اور نظریہ پہلے سے معلوم کرلیں تاکہ اگر فیصلہ ہمارے مطالبہ کے موافق ہونے کی امید ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو قبول کرلیا جائے اور اگر ان کے خلاف حکم ہونے کی امید ہو تو آپ کے فیصلہ ماننے کا وعدہ نہ کیا جائے۔ یہی واقعہ ان آیات کے نزول کا سبب ہوا جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ یہ لوگ مخلصانہ طور پر آپ کو حکم نہیں بنا رہے بلکہ ان کی نیتوں میں فساد ہے بہرحال آپ کو اختیار دیا گیا کہ آپ چاہیں تو ان کے معاملہ کا فیصلہ فرما دیں اور نہ چاہیں تو ان کو ٹال دیں اور اگر آپ ان کو ٹال ہی دیں تو یہ اندیشہ نہ کیجئے کہ شاید ناخوش ہو کر عداوت نکالیں کیونکہ ان کی مجال نہیں کہ ذرا بھی آپ کو ضرر پہنچا سکیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے نگہبان ہیں اور اگر آپ کی رائے فیصلہ کرنے پر قرار پائے تو ان میں عدل یعنی قانون اسلام کے موافق فیصلہ کیجئے۔ بیشک حق تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

یہاں یہود کی چند بری خصلتوں کا بیان فرما کر مسلمانوں کو سنایا گیا اور متنبہ کیا گیا کہ وہ ان باتوں سے محفوظ رہیں اور ان کافرانہ خصلتوں سے بچنے کا اہتمام کریں ان آیات اور گذشتہ آیات میں یہود اور منافقین کے چند اعمال بالخصوص ذکر کیے گئے۔

یہودیوں کی بری خصلتیں

ہمیشہ جھوٹ اور باطل کی طرف جھکنا اہل حق کے خلاف جاسوسی کرنا' بدباطن اور شریر جماعتوں کو مدد پہنچانا ہدایت کی باتوں کو تحریف کر کے بدل ڈالنا اپنی خواہش اور مرضی کے خلاف کسی حق بات کو قبول نہ کرنا۔

دعا کیجئے حق تعالیٰ ہم کو قرآن پاک کی سچی محبت وعظمت عطا فرمائیں تاکہ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب ہو۔ یا اللہ ہم کو شریعت مطہرہ کی کامل پابندی ظاہراً نصیب فرما اور یہود بے بہبود کی خصلتوں سے ہمارے قلوب کو محفوظ و مامون فرما۔ یا اللہ ہم سے جو اس وقت اپنی کتاب قرآن کریم کے حقوق میں کوتاہیاں ہو رہی ہیں ان کی اصلاح کی صورت غیب سے ظاہر فرما اور ہم کو قرآن وسنت کی حکومت دیکھنا نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ

اِنَّا	اَنْزَلْنَا	التَّوْرٰىةَ	فِيْهَا	هُدًى	وَّنُوْرٌ	يَحْكُمُ	بِهَا	النَّبِيُّوْنَ	الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا	لِلَّذِيْنَ
بیشک ہم	ہم نے نازل کی	تورات	اس میں	ہدایات	اور نور	حکم دیتے تھے	اسکے ذریعہ	نبی (جمع)	جوفرماں بردار تھے	ان لوگوں کیلئے جو

ہم نے توریت نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا، انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اسکے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے

هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ

هَادُوْا	وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ	وَالْاَحْبَارُ	بِمَا	اسْتُحْفِظُوْا	مِنْ	كِتٰبِ اللّٰهِ	وَكَانُوْا	عَلَيْهِ	شُهَدَآءَ
یہودی ہوئے (یہود کو)	اللہ والے (درویش)	اور علماء	اسلئے کہ	وہ نگہبان کئے گئے	سے (کی)	اللہ کی کتاب	اور تھے	اس پر	نگران (گواہ)

اور اہل اللہ اور علماء بھی بوجہ اسکے کہ انکو اس کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اسکے اقراری ہوگئے تھے۔

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ

فَلَا تَخْشَوُا	النَّاسَ	وَاخْشَوْنِ	وَ	لَا تَشْتَرُوْا	بِاٰيٰتِيْ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا	وَمَنْ
پس نہ ڈرو	لوگ	اور ڈرو مجھ سے	اور	نہ خریدو (نہ حاصل کرو)	میری آیتوں کے بدلے	قیمت	تھوڑی	اور جو

سو تم بھی لوگوں سے اندیشہ مت کرو اور مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کے بدلہ میں متاع قلیل مت لو۔اور جو شخص

لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ

لَمْ يَحْكُمْ	بِمَا	اَنْزَلَ اللّٰهُ	فَاُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْكٰفِرُوْنَ	وَكَتَبْنَا	عَلَيْهِمْ	فِيْهَا
فیصلہ نہ کرے	اسکے مطابق جو	اللہ نے نازل کیا	سو یہی لوگ	وہ	کافر (جمع)	اور ہم نے لکھا (فرض کیا)	ان پر	اس میں

خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔اور ہم نے ان پر اُس میں یہ بات فرض کی تھی

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ

اَنَّ	النَّفْسَ	بِالنَّفْسِ	وَالْعَيْنَ	بِالْعَيْنِ	وَالْاَنْفَ	بِالْاَنْفِ	وَالْاُذُنَ	بِالْاُذُنِ
کہ	جان	جان کے بدلے	اور آنکھ	آنکھ کے بدلے	اور ناک	ناک کے بدلے	اور کان	کان کے بدلے

کہ جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے

وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ

وَالسِّنَّ	بِالسِّنِّ	وَالْجُرُوْحَ	قِصَاصٌ	فَمَنْ	تَصَدَّقَ	بِهٖ	فَهُوَ	كَفَّارَةٌ	لَّهٗ	وَمَنْ
اور دانت	دانت کے بدلے	اور زخموں (جمع)	بدلہ	پھر جو جس	معاف کردیا	اسکو	تو وہ	کفارہ	اسکے لئے	اور جو

اور دانت بدلے دانت کے اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے، پھر جو شخص اس کو معاف کردے تو وہ اس کیلئے کفارہ ہوجائے گا اور جو شخص

لَمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝

الظّٰلِمُوْنَ	هُمُ	فَاُولٰٓئِكَ	اللّٰهُ	بِمَآ	يَحْكُمْ	لَمْ
ظالم (جمع)	وہ	تو یہی لوگ	اللہ	نازل کیا	اسکے مطابق جو	فیصلہ نہیں کرتا

خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل ظالم ہیں۔

احکام تورات کی ناقدری پر یہود کو تنبیہ

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ توریت اللہ کی اتاری ہوئی کتاب تھی جو سراپا نور اور ہدایت تھی اور تمام بنی اسرائیل کے کثیر التعداد انبیاء اور اللہ والے سب اسی توراۃ سے فیصلہ کیا کرتے تھے مگر اب یہ علمائے یہود جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے انہوں نے اس میں تحریف کر کے اس کے احکام کو ضائع کیا اور ہوا و ہوس کے بندے بن گئے کہ احکام الٰہی کے خلاف فیصلہ کرنے لگے اس لئے یہود کو خطاب کیا گیا کہ اے یہود توریت تو وہ کتاب ہے کہ جس کو ہمیشہ سے تمہارے پیشوا مانتے چلے آئے۔ تم کیسے ناخلف ہو کہ تم نے ان کے طریقہ کو بالکل چھوڑ دیا۔ وہ تو توریت کی حفاظت کرتے تھے اور تم اس میں تحریف کرتے ہو۔ وہ تو اس کے حکموں پر چلتے تھے تم اس کے حکموں سے بھاگتے ہو۔

علمائے یہود کو تنبیہ کہ توراۃ کے احکام صحیح صحیح بیان کرو

پھر مخاطب علمائے یہود کو سمجھایا گیا کہ تم خدا کے حکم بیان کرنے میں بزدل نہ بنو۔ بے خوف وخطر توریت کے احکام کو لوگوں کے سامنے بیان کرو اور توراۃ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو پیشین گوئیاں موجود ہیں ان کو چھپانے اور ان کے معنی ہیر پھیر کر غلط بیانی سے کام لینے سے باز آ جاؤ۔ اور دنیا کا حقیر معاوضہ لے کر احکام خداوندی میں تحریف مت کرو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ جو اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے اور غیر حکم شرعی کو شرعی حکم بتلا کر اس کے مطابق فیصلہ کرے تو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔

قصاص کے قانون میں یہود کی تحریف

پھر بتلایا گیا کہ قصاص کا حکم شریعت موسوی میں بھی مقرر تھا یعنی توریت کا یہ قانون تھا کہ اگر کوئی کسی کو ناحق عمداً قتل کر دے یا کسی عضو کو زخمی کر دے تو قاتل یا زخم پہنچانے والے پر قصاص کا حکم جاری کرو یعنی برابر کا بدلہ۔ جو اس نے نقصان پہنچایا ہے اس کے بدلہ اتنا ہی اسے نقصان پہنچایا جائے لیکن یہود نے اس حکم قصاص کے خلاف بھی عمل مقرر کر لیا تھا اور امیر غریب کی تفریق پیدا کر لی تھی اسلئے مکرر وعید سنائی گئی کہ اے یہود سن لو کہ جو شخص اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ ظالم ہیں یعنی بہت برا کام اور بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ ان آیات زیر تفسیر میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

فائدہ

یہاں ان آیات زیر تفسیر میں پہلی آیت کے خاتمہ پر فرمایا گیا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ کافر ہیں دوسری آیت کے خاتمہ پر فرمایا ومن لم یحکم بمآ انزل اللہ فاولئک ہم الظٰلمون جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ ظالم ہیں۔ تو پہلی آیت میں کافرون فرمانے اور دوسری آیت میں ظالمون فرمانے کی وجہ مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ پہلی آیت میں چونکہ زنا کی سزا "رجم" کے حکم شرعی ہونے سے انکار کیا تھا اس لئے وہاں کافرون فرمایا اور دوسری آیت میں قصاص کے حکم شرعی ہونے سے تو انکار نہیں کیا بلکہ آپس کی مفاہمت سے خلاف حکم شرعی ایک دستور قائم کر لیا تو قانون قصاص کی یہ اعتقادی مخالفت یہود کی نہ تھی بلکہ صرف عملی مخالفت کی تھی اس لئے یہاں کافرون کی جگہ ظالمون فرمایا۔

قصاص کے متعلق ضروری مسائل

(۱) قصاص اس قتل یا جرم میں ہے جب ناحق ہو ورنہ بحق قتل کرنا درست ہے اور عمداً ہو کیونکہ قتل خطا میں دیت ہے جس کے مسائل سورۂ نسآء آیت نمبر ۹۲ (یعنی جلد دوم کے درس نمبر ۲۹۲) میں ذکر کئے گئے ہیں (بیان القرآن)

(۲) یہاں جو فرمایا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (جان بدلے جان کے) تو اس میں آزاد اور غلام۔ مسلمان اور کافر ذمی مرد اور عورت کبیر اور صغیر شریف اور رذیل بادشاہ اور رعیت سب داخل ہیں البتہ خود اپنے مملوک غلام اور اپنی اولاد کے قصاص میں نہ مارا جانا اجماع وحدیث سے ثابت ہے (بیان القرآن)

(۳) قتل میں ولی مقتول کو معاف کرنے کا حق حاصل ہے (بیان القرآن)

(۴) اگر ولی مقتول کئی شخص ہوں اور ایک معاف کر دے تو قصاص ساقط ہو کر بقیہ اولیاء اگر چاہیں دیت یعنی خون بہا لے سکتے ہیں (بیان القرآن)

(۵) غیر جانی قصاص یعنی قطع اعضا یا زخموں میں جہاں مماثلت و مساوات ممکن ہے وہاں قصاص آئے گا مثلاً کسی کا ہاتھ یا پاؤں اگر جوڑ بند سے کاٹے ہوں تو قصاص میں اس کا ہاتھ یا پاؤں جوڑ بند ہی سے کاٹا جائے گا یا مثلاً اگر کسی کی آنکھ پر چوٹ مار کر بینائی سلب کر دی تو اس کا قصاص جیسا کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے ماثور ہے اس طرح لیا جائے گا کہ آئینہ گرم کر کے اور روئی تر کر کے جس سے بدلہ لیا جا رہا ہے اس کے چہرہ پر رکھ کر گرم آئینہ کو اس کی آنکھ کے بالمقابلہ کر دیا جائے تو بینائی سلب ہو جائے گی۔ اسی طرح ناک کے اوپر کا جتنا حصہ کاٹا ہوا تنا ہی بدلہ میں کاٹ لیا جائے۔ کان جتنا کاٹا ہوا اتنا ہی کاٹ لیا جائے۔ دانت اگر توڑا یا ٹھنڈا کر دیا تو دوسرے کا دانت توڑا یا ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے لیکن جن قطع اعضاء اور زخموں میں مساوات اور مماثلت ممکن نہیں تو وہاں قصاص نہیں آئے گا بلکہ حکومتی عدل آئے گا جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے (کمالین شرح اردو جلالین)

دعا کیجئے

اہل کتاب کی ان خصلتوں سے جن کے باعث ان کو کافرون اور ظالمون فرمایا گیا حق تعالیٰ ہم کو کامل طور پر بچائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرما اور شریعت مطہرہ کی کامل پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

التَّوْرٰىةِ	مِنَ	بَيْنَ يَدَيْهِ	لِمَا	مُصَدِّقًا	ابْنِ مَرْيَمَ	بِعِيْسَى	اٰثَارِهِمْ	عَلٰى	وَقَفَّيْنَا
توریت	سے	اس سے پہلے	اسکی جو	تصدیق کرنے والا	ابن مریم	عیسیٰؑ	اُن کے نشانِ قدم	پر	اور ہم نے پیچھے بھیجا

اور ہم نے اُن کے پیچھے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو اس حالت میں بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق فرماتے تھے

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

التَّوْرٰىةِ	مِنَ	بَيْنَ يَدَيْهِ	لِمَا	وَمُصَدِّقًا	وَنُوْرٌ	هُدًى	فِيْهِ	الْاِنْجِيْلَ	وَاٰتَيْنٰهُ
توریت	سے	اس سے پہلے	اسکی جو	اور تصدیق کرنے والی	اور نور	ہدایت	اس میں	انجیل	اور ہم نے اسے دی

اور ہم نے اُن کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا اور وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرتی تھی

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ

فِيْهِ	اللّٰهُ	اَنْزَلَ	بِمَا	اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ	وَلْيَحْكُمْ	لِلْمُتَّقِيْنَ	وَمَوْعِظَةً	وَهُدًى
اس میں	اللہ	نازل کیا	اسکے ساتھ جو	انجیل والے	اور فیصلہ کریں	پرہیزگاروں کیلئے	اور نصیحت	اور ہدایت

اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کیلئے۔ اور انجیل والوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اُس کے موافق حکم کیا کریں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

	الْفٰسِقُوْنَ	هُمْ	فَاُولٰۗىِٕكَ	اللّٰهُ	اَنْزَلَ	بِمَا	لَمْ يَحْكُمْ	وَمَنْ	
	فاسق (نافرمان)	وہ	تو یہی لوگ	اللہ	نازل کیا	اسکے مطابق جو	فیصلہ نہیں کرتا	اور جو	

اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں۔

تفسیر وتشریح

توراۃ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اس کا اپنے زمانہ میں حجت ہونا اوپر مذکور ہوا تھا۔ ساتھ ہی یہود کی شرارتوں اور خیانتوں کا ذکر ہوا تھا کہ کس طرح یہود اپنی آسمانی کتاب توراۃ سے منحرف ہوئے۔ اب یہود کے ذکر کے بعد آگے ان آیات میں نصاریٰ کے انحراف اور کجروی کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ نصاریٰ بھی اپنی آسمانی کتاب انجیل سے منحرف ہیں۔ اسی سلسلہ میں توراۃ کی طرح انجیل کی بھی مدح فرمائی گئی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کر دی تو ان کو حکم دے دیا کہ تمہاری امت پر لازم ہے کہ انجیل میں جو احکام نازل کئے گئے ہیں ان کے مطابق فیصلے کریں اور جو لوگ انجیل کے احکام کے موافق عملدرآمد نہیں کریں گے اور خدا کے نازل کردہ قوانین کے بموجب فیصلے نہ دیں گے وہ سرکش و نافرمان ہوں گے۔ اور انجیل میں نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت موجود تھی اور جن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو ہدایت کر گئے تھے کہ جب وہ روح حق آئے گی تو تمہیں سچائی کی راہیں بتائے گی۔ اس کی تکذیب کر کے خدا کے غضب اور لعنت کو مول نہ لینا۔

انجیل کی چار صفات

یہاں حق تعالیٰ نے انجیل کی چار صفات بیان فرمائیں اول فیہ ھدی اس میں ہدایت تھی یعنی عقائد اور اعمال کی گمراہی سے بچاتی تھی اور توحید کی رہنمائی کرتی تھی کہ بت پرستی اور تثلیث جیسے شرک میں مبتلا نہ ہوں۔ دوسرے فیہ نور اس انجیل میں نور اور روشنی تھی جس سے طالب حق کو صحیح راستہ نظر آ جاتا تھا اور شکوک و شبہات کی ظلمتیں دور ہو جاتی تھیں۔ تیسرے یہ کہ انجیل اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتی تھی کہ وہ کتاب منزل من اللہ تھی۔ چوتھے یہ کہ انجیل خدا سے ڈرنے والوں کے لئے سراپا ہدایت و نصیحت تھی۔

ہر شریعت اپنے دور میں واجب العمل ہے

توریت کی مدح کے بعد انجیل کی مدح اس لئے بھی فرمائی کہ یہود کو تنبیہ ہو جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے رسول برحق تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ اور ان آیات میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جب تک سابق کتاب بغیر رد و بدل کے اصلی حالت پر رہتی ہے خدا تعالیٰ نئی کتاب نہیں بھیجتے اور جدید شریعت کو نازل نہیں فرماتے۔ جب پہلی کتاب میں تحریف اور رد و بدل ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ نئی کتاب اور نئی شریعت جاری فرماتے ہیں چنانچہ جب تک توریت اصلی حالت میں باقی رہی خواہ لوگوں نے عمل کیا یا نہ کیا اس وقت تک خدا نے کوئی نئی کتاب نہیں بھیجی اور نہ کوئی جدید شریعت جاری کی۔ جب توریت میں رد و بدل ہو گیا اور لوگوں نے الفاظ معانی کو بگاڑ دیا تو خدا تعالیٰ نے انجیل بھیج کر ایک نئی تجدیدی شریعت قائم کی پھر جب اہل انجیل نے انجیل میں بھی رد و بدل اور تحریف شروع کر دی اور اس کے احکام کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا تو خدائے تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریب ۶۰۰ سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآن نازل فرمایا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنے فضل وکرم سے یہودیت ونصرانیت سے بچا کر قرآن کریم جیسی کتاب اور شریعت محمدی جیسی شریعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی ہم کو عطا فرمائے تو ہم کو اللہ تعالیٰ ان انعامات واحسانات کے قدر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور قرآن پاک کا فرمانبردار اور شریعت اسلامیہ کا پابند اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا

وَاَنْزَلْنَا	اِلَيْكَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	مُصَدِّقًا	لِمَا	بَيْنَ يَدَيْهِ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَمُهَيْمِنًا
اور ہم نے نازل کی	آپکی طرف	کتاب	سچائی کے ساتھ	تصدیق کرنیوالی	اسکی جو	اس سے پہلے	سے	کتاب	اور نگہبانی ومحافظ

اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں اُن کی بھی تصدیق کرتی ہے اور اُن کتابوں کی محافظ ہے

عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ

عَلَيْهِ	فَاحْكُمْ	بَيْنَهُمْ	بِمَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	وَ	لَا تَتَّبِعْ	اَهْوَآءَهُمْ	عَمَّا	جَآءَكَ	مِنَ	الْحَقِّ
اس پر	سو فیصلہ کریں	انکے درمیان	اس سے جو	نازل کیا	اللہ	اور	نہ پیروی کریں	انکی خواہشات	اس سے	تمہارے پاس آگیا	سے	حق

تو اُن کے باہمی معاملات میں اپنی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر اُن کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ

لِكُلٍّ	جَعَلْنَا	مِنْكُمْ	شِرْعَةً	وَمِنْهَاجًا	وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	لَجَعَلَكُمْ	اُمَّةً	وَاحِدَةً	وَلٰكِنْ
ہر ایک کیلئے	ہم نے مقرر کیا ہے	تم میں سے	دستور	اور راستہ	اور اگر	اللہ چاہتا	تو تمہیں کر دیتا	اُمت	واحدہ (ایک)	اور لیکن

تم میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی، اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت میں کر دیتے لیکن ایسا نہیں کیا

لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

لِيَبْلُوَكُمْ	فِيْ	مَا	اٰتٰىكُمْ	فَاسْتَبِقُوا	الْخَيْرٰتِ	اِلَى	اللّٰهِ	مَرْجِعُكُمْ	جَمِيْعًا	فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا
تا کہ تمہیں آزمائے	میں	جو	اس نے تمہیں دیا	پس سبقت کرو	نیکیاں	طرف	اللہ	تمہیں لوٹنا	سب کو	وہ تمہیں بتلا دے گا	جو

تا کہ جو دین تم کو دیا ہے اُس میں تم سب کا امتحان فرمادیں تو مفید باتوں کی طرف دوڑو تم سب کو خدا ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دے گا

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

كُنْتُمْ	فِيْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ
تم تھے	اس میں	اختلاف کرتے

جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

شان نزول......رشوتی اسلام منظور نہیں

اس آیت اور اگلی آیات کے ضمن میں ایک قصہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور وہ یہ کہ یہود میں باہم کچھ نزاع ہو گیا تھا۔ ایک فریق جس میں ان کے بڑے بڑے رئیس اور علماء شامل تھے مشورہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مقدمہ کے فیصلہ کی درخواست کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عموماً قوم یہود ہمارے اختیار اور زیر اقتدار ہے اگر آپ فیصلہ ہمارے موافق کر دیں گے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے اور ہمارے اسلام لانے سے بہت سے یہود اسلام لے آئیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشوتی اسلام کو منظور نہ فرمایا اور ان کی خواہشات کی پیروی سے صاف انکار فرما دیا جس پر آپ کی تصویب کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں جن میں آپ کے طرز عمل کی تائید کی گئی۔ ”اور توریت وانجیل کے بعد ہم نے یہ کتاب یعنی قرآن کریم آپ کے پاس بھیجی ہے

جو خود بھی صدق و راستی کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں آ چکی ہیں جیسے توراۃ، انجیل زبور ان کی بھی تصدیق کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں اور جو اصول و ضوابط پہلی کتابوں میں موجود تھے وہ قرآن میں بھی ہیں اس لئے یہ کتاب ان کی محافظ اور نگران بھی ہے۔ یا جو پہلی کتابوں میں غلط باتیں شامل ہوگئی ہیں ان کو بتلا کر اصل حقیقت کو قرآن واضح کرتا ہے اس طرح گویا قرآن ان کتابوں کا محافظ اور امین اور نگہبان ہے اور جب قرآن ایسی کتاب ہے تو ان اہل کتاب کے باہمی معاملات میں جب کہ آپ کے اجلاس میں پیش ہوں اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خلاف شرع خواہشوں اور فرمائشوں پر آئندہ بھی عملدرآمد نہ کیجئے جیسا اب تک باوجود ان کی درخواست اور التماس کے آپ نے صاف انکار فرما دیا یعنی آپ کی یہ رائے نہایت ہی درست ہے اسی پر ہمیشہ قائم رہیے اور اے اہل کتاب تم کو اس قرآن کے حق جاننے سے اور اس کا فیصلہ ماننے سے کیوں انکار ہے۔ کیا دین جدید کا آنا کچھ تعجب کی بات ہے آخر تم میں سے ہر ایک امت کے لئے اس کے قبل ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔ مثلاً یہود کی شریعت اور طریقت توراۃ تھی اور نصاریٰ کی شریعت اور طریقت انجیل تھی پھر اگر امت محمدیہ کے لئے شریعت و طریقت قرآن مقرر کیا گیا جس کا حق ہونا بھی دلائل سے ثابت ہے تو پھر انکار کی کیا وجہ اور اگر اللہ تعالیٰ کو سب کا ایک ہی طریقہ رکھنا منظور ہوتا تو وہ اس پر بھی قدرت رکھتے تھے۔

دعوت عام کہ اب نجات قرآن ہی پر ایمان وعمل میں منحصر ہے

پس گذشتہ سے سلسلہ کلام اس طرح ہوا کہ حق تعالیٰ نے اولاً توریت کی مدح فرمائی اور بنی اسرائیل کے لئے اس کا موجب ہدایت ہونا بیان کیا مگر یہود نے اس نور ہدایت سے اعراض و انحراف کیا اس کے بعد انجیل کی مدح فرمائی اور نصاریٰ کا اس سے انحراف بیان کیا اب سب سے اخیر میں حق تعالیٰ نے قرآن کریم کو مشعل ہدایت بنا کر آسمان سے نازل کیا جو آخری نبی پر نازل ہوئی اس لئے یہود و نصاریٰ کو متنبہ کیا گیا کہ وہ موقعہ کو غنیمت سمجھیں اور صحابہ کرام کی طرح اس نور ہدایت کی روشنی میں چلیں کہ یہ وہی کتاب ہے۔ جس کے نزول کی انبیاء سابقین نے خبر دی تھی۔ اس طرح اہل کتاب کو یہ تبلیغ کی گئی کہ اختلاف بیجا کو چھوڑ کر حق کو جو کہ اب منحصر ہے قرآن میں قبول کرلو اور تعصب اور ہوا پرستی کو چھوڑ کر مرنے سے پہلے ان بہترین عقائد اور مکارم اخلاق کی طرف دوڑو اور ان کی طلب میں سرگرم ہو جاؤ جن کی طرف تم کو شریعت محمدیہ دعوت دیتی ہے اب نجات اس آخری شریعت کے اتباع ہی میں منحصر ہے جیسے حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے بعد نجات حضرت عیسیٰؑ کے اتباع میں منحصر تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے بعد حضرت موسیٰؑ کی شریعت کا اتباع نجات کے لئے کافی نہ تھا اسی طرح خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد نجات آپ کے اتباع میں منحصر ہے اور اسی میں خیر ہے پس اگر میدان سعادت میں سبقت لے جانا چاہتے ہو تو بلاتردد اس خیر کی طرف دوڑو اور یہ نہ سمجھو کہ ہمیشہ دنیا ہی میں بیٹھے رہو گے ایک دن لوٹ کر سب کو اللہ ہی کی طرف آنا ہے اور وہاں پہنچ کر حق و باطل کی حقیقت منکشف ہو جائے گی اور نتیجہ سامنے آ جائے گا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو شریعت محمدیہ کا متبع بنایا۔ اللہ تعالیٰ شریعت اسلامیہ کا ہم کو ظاہراً و باطناً کامل اتباع نصیب فرمائیں اور جملہ قرآنی احکام کی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اے اللہ اسلام کی ہمارے دلوں میں وہ قدر و عظمت عطا فرما دے کہ جو ہم کو دنیا و مافیہا میں نعمت اسلام سب سے بڑھ کر محبوب و مطلوب ہو جائے اور یہودیت و نصرانیت سے کامل طور پر بیزاری اور اجتناب نصیب فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ

وَاَنِ	احْكُمْ	بَيْنَهُمْ	بِمَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	وَ	لَا تَتَّبِعْ	اَهْوَآءَهُمْ	وَاحْذَرْهُمْ	اَنْ	يَّفْتِنُوْكَ
اور یہ کہ	فیصلہ کریں	انکے درمیان	اس سے جو	نازل کیا	اللہ	اور	نہ چلو	انکی خواہشیں	اوران سے بچتے رہو	کہ	بہکا نہ دیں

اور ہم حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور اُن کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے اور ان سے یعنی

عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ

عَنْ	بَعْضِ	مَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	اِلَيْكَ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاعْلَمْ	اَنَّمَا	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	اَنْ	يُّصِيْبَهُمْ
سے	بعض (کسی)	جو	نازل کیا	اللہ	آپکی طرف	پھر اگر	وہ منہ پھیرلیں	تو جان لو	صرف یہی	چاہتا ہے	اللہ	کہ	انہیں پہنچادے

اُن کی اس بات سے احتیاط رکھیئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بھی بچلا دیں، پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو یہ یقین کر لیجئے کہ

بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ

بِبَعْضِ	ذُنُوْبِهِمْ	وَاِنَّ	كَثِيْرًا	مِنَ	النَّاسِ	لَفٰسِقُوْنَ	اَفَحُكْمَ	الْجَاهِلِيَّةِ	يَبْغُوْنَ
بسبب بعض	انکے گناہ	اور بیشک	اکثر	سے	لوگ	نافرمان	کیا حکم	جاہلیت	وہ چاہتے ہیں

بس خدا ہی کو منظور ہے کہ اُن کے بعض جُرموں پر اُن کو سزا دیدیں اور زیادہ آدمی تو بے حکم ہی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ کیا پھر زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

وَمَنْ	اَحْسَنُ	مِنَ	اللّٰهِ	حُكْمًا	لِقَوْمٍ	يُوْقِنُوْنَ
اور کس	بہترین	سے	اللہ	حکم	لوگوں کیلئے	یقین رکھتے ہیں

اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا ہوگا یقین رکھنے والوں کے نزدیک

یہودیوں کی فریب کاریوں سے خبردار رہنے کی تاکید

ان آیات میں بھی وہی مضمون جاری ہے جس کا بیان گذشتہ آیت میں تھا۔ اور جس کا سبب نزول جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ جو شریعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے آپ اپنی اسی شریعت کے مطابق اہل کتاب کے درمیان فیصلہ فرمائیں اگرچہ وہ ان کے رسم و رواج کے خلاف ہو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے اور ان سے احتیاط رکھئے کہ مبادا کسی وقت یہ لوگ اپنی چرب زبانی اور ظاہری ملمع کاری سے آپ کو خدا کے نازل کردہ حکم سے کچھ بچلا نہ دیں جیسا کہ بعض علمائے و روسائے یہود نے آپ کے پھسلانے اور فریب دینے کی یہ تدبیر کی کہ آپ کے پاس جاویں اور جا کر یہ کہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری قوم میں آپس میں کچھ نزاع ہوگیا ہے۔ آپ کے پاس فیصلہ لائیں گے۔ اگر ہمارے موافق فیصلہ کر دیں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور ہمارے مسلمان ہو جانے سے یہود کی ایک عظیم جماعت ہماری متابعت میں اسلام قبول کر لے گی۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایمان و ہدایت کے دلدادہ تھے۔ اس لئے یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھسلانے کے لئے یہ رشوتی اسلام آپ پر پیش کیا مگر آپ نے اسے ٹھکرا دیا اور ان کی منشاء و خواہش پر چلنے سے صاف انکار کر دیا۔ حق تعالیٰ نے آپ کے اس عمل کی تائید و تصدیق فرمائی اور آئندہ کے لئے بھی ایسی

ہی شان عصمت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائی گئی۔اور بتلایا گیا کہ جولوگ آپ کے فیصلہ سے اعراض کریں اور آپ کے فیصلہ کو نہ مانیں تو آخرت میں اس کی پوری سزا تو ملے ہی گی لیکن دنیا میں بتلائے سزا ہوں گے۔نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان لوگوں کے اعراض و انحراف سے ملول نہ ہوں دنیا میں فرمانبردار بندے ہمیشہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں زیادہ تو فرمان اور بے حکم ہی ہوتے ہیں۔ہاں جو ایمان و یقین والے ہیں ان کے نزدیک تو دنیا میں کسی کا حکم خدا کے حکم کے سامنے لائق التفات نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ کے فیصلہ سے اچھا کس کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھی قرآن پاک کا اتباع کامل نصیب فرماویں اور جملہ قرآنی احکام پر ہم کو کاربند بنادیں۔یا اللہ ہم کو وہ ایمان و یقین عطا فرمادے کہ ہم احکام الٰہیہ کو سب پر مقدم رکھیں۔یا اللہ ہمیں اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرمالے اور بے حکمی و نافرمانی سے کامل طور پر بچالے۔یا اللہ ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے اور حق سے وابستہ رہنے اور حق پر مستقیم رہنے کی دولت وسعادت عطا فرمادے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

7 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوا	الْيَهُوْدَ	وَالنَّصٰرٰٓى	اَوْلِيَآءَ	بَعْضُهُمْ	اَوْلِيَآءُ	بَعْضٍ
اے	جو لوگ	ایمان لائے	نہ بناؤ	یہود	اور نصاریٰ	دوست	ان میں سے بعض	دوست	بعض (دوسرے)

اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ

وَمَنْ	يَتَوَلَّهُمْ	مِنْكُمْ	فَاِنَّهٗ	مِنْهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ	فَتَرَى	الَّذِيْنَ
اور جو	ان سے دوستی رکھے گا	تم میں سے	تو بیشک وہ	ان سے	بیشک	اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	ظالم	پس تُو دیکھے گا	وہ لوگ جو

اور جو شخص تم میں سے اُن کے ساتھ دوستی کریگا بیشک وہ اُن ہی میں سے ہوگا یقیناً اللہ تعالیٰ سمجھ نہیں دیتے اُن لوگوں کو جو اپنا نقصان کررہے ہیں۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ

فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	مَرَضٌ	يُسَارِعُوْنَ	فِيْهِمْ	يَقُوْلُوْنَ	نَخْشٰى	اَنْ	تُصِيْبَنَا	دَآئِرَةٌ	فَعَسَى	اللّٰهُ	اَنْ
میں	انکے دل	روگ	دوڑتے ہیں	ان میں (انکی طرف)	کہتے ہیں	ہمیں ڈر ہے	کہ	ہم پر (نہ) آجائے	گردش	سو قریب ہے	اللہ	کہ

اسی لئے تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھستے ہیں کہتے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جاوے

يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

يَاْتِيَ بِالْفَتْحِ	اَوْ اَمْرٍ	مِنْ	عِنْدِهٖ	فَيُصْبِحُوْا	عَلٰى	مَا	اَسَرُّوْا	فِيْ	اَنْفُسِهِمْ	نٰدِمِيْنَ
لائے + فتح	یا کوئی حکم	سے	اپنے پاس	تو رہ جائیں	پر	جو	وہ چھپاتے تھے	میں	اپنے دل (جمع)	پچھتانے والے

سو قریب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فتح کا ظہور فرماوے یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ

وَيَقُوْلُ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اَهٰٓؤُلَآءِ	الَّذِيْنَ	اَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ	جَهْدَ	اَيْمَانِهِمْ	اِنَّهُمْ	لَمَعَكُمْ
اور کہتے ہیں	جو لوگ ایمان لائے (مومن)	کیا یہ وہی ہیں	جو لوگ	قسمیں کھاتے تھے	اللہ کی	پکی	اپنی قسمیں	کہ وہ	تمہارے ساتھ

پھر اپنے پوشیدہ دلی خیالات پر نادم ہوں گے۔ اور مسلمان لوگ کہیں گے ارے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے مبالغہ سے قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ	فَاَصْبَحُوْا	خٰسِرِيْنَ
اکارت گئے	انکے عمل	پس رہ گئے	نقصان اٹھانے والے

ان لوگوں کی ساری کاروائیاں غارت گئیں جس سے ناکام رہے۔

گذشتہ سے اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے۔ اب یہاں ان آیات میں منافقین جو ظاہراً اسلام کے مدعی تھے اور اہل کتاب سے بعض مصلحتوں اور وہمی نفع ونقصان کے خیال سے دوستی رکھتے تھے اس کو ناپسند کیا جارہا ہے اور اہل ایمان کو یہود ونصاریٰ سے دوستی کرنے کو منع کیا جارہا ہے نیز منافقین کی مذمت اور ان کا انجام کار بطور پیشین گوئی کے ذکر فرمایا گیا۔

شان نزول

جب غزوۂ احد میں اہل اسلام کو ظاہراً کچھ شکست ہوئی اور نقصان اٹھانا پڑا تو منافقین سخت اندیشہ میں پڑے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ مسلمانوں کے غالب آنے کی تو کچھ امید نہیں رہی۔ اپنی کہیں پناہ لگائے رکھنا چاہیے کہ وقت پر کام دے کسی نے کہا کہ میں فلاں یہودی سے امان لئے لیتا ہوں اور ایسے وقت پر یہودی بن جاؤں گا۔ کسی نے کہا کہ میں فلاں نصرانی سے پناہ لئے لیتا ہوں اور ایسے وقت پر نصرانی بن جاؤں گا ان واقعات میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

منافقین کا انجام

چنانچہ منافقین کے متعلق جو پیشین گوئی فرمائی گئی وہ صادق ہوئی۔ ان منافقین کی زیادہ دوستی مدینہ کے یہود اور مکہ کے مشرکین سے تھی جب مکہ فتح ہوگیا اور یہود مدینہ خستہ خراب ہوئے بہت سے مارے گئے اور بہت سے جلاوطن ہوگئے منافقین کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور مسلمانوں کے سامنے صریح طور پر جھوٹے ثابت ہوئے۔

یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ

یہاں اہل اسلام کو یہود و نصاریٰ کو "اولیاء" بنانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اولیا ولی کی جمع ہے۔ ولی دوست کو بھی کہتے ہیں قریب کو بھی۔ ناصر اور مددگار کو بھی۔ غرض یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ بلکہ تمام کفار سے جیسا کہ سورہ نساء میں تصریح کی گئی ہے مسلمان دوستانہ تعلقات اور دلی محبت کو قائم نہ کریں اور راز اس میں یہ ہے کہ دلی محبت اور صحبت کا بڑا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے خدا تعالیٰ کے باغیوں کی دلی محبت اور میل جول سے رفتہ رفتہ ان کے بددینی کے جراثیم اس میں بھی سرایت کر جاتے ہیں اور فی الحال باطن کے اعتبار سے اگرچہ ان میں سے نہیں لیکن ان کی محبت اور صحبت سے اندیشہ ہے کہ آئندہ چل کر انہی میں سے نہ ہو جائے یعنی اسلام سے مرتد نہ ہو جائے جیسا کہ آئندہ آیت میں اسی فتنہ ارتداد کی خبر دی گئی ہے۔ جس طرح کسی حکومت کی رعایا بن جانے کے بعد قانون حکومت پر نکتہ چینی حکومت سے ارتداد ہے اسی طرح اسلام میں داخل ہونے کے بعد قانون شریعت اور احکام اسلام پر نکتہ چینی اسلام سے ارتداد اور کافروں سے دلی تعلق ارتداد کی علامت اور اس کا پیش خیمہ ہے اور اگر وہ اس کو چھپائیں اور اسلام کو ظاہر کریں تو وہ نفاق ہے۔ جو شخص حکومت کے دشمنوں اور باغیوں سے میل جول ربط ضبط اور دوستانہ تعلقات رکھے تو حکومت کی نظر میں اس کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے اسی طرح کافروں سے دوستانہ تعلقات اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کی نظر میں اسلام کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے۔

موالات اور مروت کا فرق

مگر یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ موالات جس کی کفار کے ساتھ ممانعت ہے اور چیز ہے اور مروت وحسن سلوک اور مصالحت رواداری اور عدل و انصاف یہ سب چیزیں الگ الگ ہیں۔ اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اور عہد و پیمان مشروع طریقہ پر کر سکتے ہیں رہا عدل و انصاف کا حکم وہ مسلم کافر ہر فرد بشر کے حق میں ہے۔ مروت حسن وسلوک یا رواداری کا برتاؤ ان کفار کے ساتھ ہو سکتا ہے جو جماعت اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اور عناد کا مظاہرہ نہ کریں۔ اس لئے یہ چیزیں کفار کے ساتھ جائز ہیں باقی موالات یعنی دوستانہ تعلقات اور برادرانہ مناصرۃ و معاونت اور ایسی گہری دوستی اور خلط ملط جس سے اسلام کے امتیازی نشان گڈمڈ ہو جائیں اس کی اجازت نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو ان قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب فرمائیں۔
یا اللہ ہم کو اسلام اور مسلمانوں سے محبت اور دلی تعلق نصیب ہو اور کفار و یہود و نصاریٰ سے دلی بغض اور ترک موالات نصیب ہو۔ یا اللہ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور سچا ایمان اور پکا اسلام ہم کو نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	مَنْ	يَّرْتَدَّ	مِنْكُمْ	عَنْ	دِيْنِهٖ	فَسَوْفَ	يَاْتِى اللّٰهُ	بِقَوْمٍ	يُّحِبُّهُمْ
اے	جولوگ ایمان لائے (ایمان والے)	جو	پھرے گا	تم سے	سے	اپنا دین	توعنقریب	لائے گا اللہ	ایسی قوم	وہ انہیں محبوب رکھتا ہے

اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی

وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

وَيُحِبُّوْنَهٗ	اَذِلَّةٍ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَعِزَّةٍ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ	يُجَاهِدُوْنَ	فِىْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ
اور وہ اسے محبوب رکھتے ہیں	نرم دل	پر	مومن (جمع)	زبردست	پر	کافر (جمع)	جہاد کرتے ہیں	میں	راستہ	اللہ	اور

اور اُن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، تیز ہونگے کافروں پر جہاد کرتے ہوں اللہ کے راہ میں اور

لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا

لَا يَخَافُوْنَ	لَوْمَةَ	لَآئِمٍ	ذٰلِكَ	فَضْلُ	اللّٰهِ	يُؤْتِيْهِ	مَنْ يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ	اِنَّمَا
نہیں ڈرتے	ملامت	کوئی ملامت کرنیوالا	یہ	فضل	اللہ	وہ دیتا ہے	جسے چاہتا ہے	اور اللہ	وسعت والا	علم والا	اسکے سوا نہیں (صرف)

وہ لوگ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کا چاہیں عطا فرماویں، اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں

وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

وَلِيُّكُمُ	اللّٰهُ	وَرَسُوْلُهٗ	وَ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَيُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَهُمْ
تمہارا رفیق	اللہ	اور اسکا رسول	اور	جولوگ ایمان لائے	جولوگ	قائم کرتے ہیں	نماز	اور دیتے ہیں	زکوٰۃ	اور وہ

تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع

رٰكِعُوْنَ	وَمَنْ	يَّتَوَلَّ	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	وَ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	فَاِنَّ	حِزْبَ اللّٰهِ	هُمُ	الْغٰلِبُوْنَ
رکوع کرنیوالے	اور جو	دوست رکھتے ہیں	اللہ	اور	اس کا رسول	اور	جولوگ ایمان لائے (ایمان والے)	تو بیشک	اللہ کی جماعت	وہ	غالب (جمع)

کہ اُن میں خشوع ہوتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اُس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔

دین اسلام کی ابدی حفاظت کی پیشگوئی

حق تعالیٰ نے ان آیات میں اسلام کی ابدی بقا اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیش گوئی فرمادی ہے اور صاف صاف کہہ دیا گیا کہ یہ مت سمجھنا کہ اسلام دنیا میں رہنے کے لئے تمہارا محتاج ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تم اچھی زندگی بسر کرنے کیلئے اور دین و دنیا کی صلاح و فلاح کے لئے اسلام کے محتاج ہو۔ اگر کوئی اسلام چھوڑ دے گا تو وہ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اللہ کو منظور یہ ہے کہ دنیا میں اسلام باقی رہے اور وہ اس کو ہمیشہ قائم رکھے گا۔ کوئی چھوڑ دے گا تو کیا ہے۔ حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں یا ان کے مقابلہ پر ایسی قوم لے آئے گا جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہوں گے اور وہ بھی اللہ کے ساتھ خلوص و محبت

رکھتے ہوں گے۔ وہ مسلمانوں پر شفیق و مہربان اور دشمنان اسلام کے ساتھ سخت ہوں گے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کریں گے۔ یہ تو اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے اور جس سے چاہے اسلام کی سربلندی کا کام لے۔

مسلمانوں کی محبت اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے ہے

اوپر جب یہود و نصاریٰ کی دوستی اور رفاقت سے منع کیا گیا تو اس کے سننے کے بعد طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں کے تعلقات محبت و دوستی اور معاملات و رفاقت کن سے ہونے چاہئیں؟ اس کے متعلق بتلایا گیا کہ مسلمانوں کو گہری دوستی اور رفاقت خاص کا تعلق سب سے پہلے اللہ اور پھر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا چاہیے اور اس کے بعد مسلمانوں کے رفیق اور مخلص دوست وہ مسلمان ہیں جو صرف نام کے مسلمان نہیں بلکہ سچے اور پکے مسلمان ہیں اور جن کی صفات و علامات یہ بتلائی گئیں کہ اول وہ نماز کو اس کے پورے آداب و شرائط کے ساتھ وقت کی پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تیسرے یہ کہ وہ لوگ متواضع اور فروتنی کرنے والے ہیں۔ اپنی نیکوکاری اور اعمال خیر پر ناز و تکبر نہیں کرتے۔

فتح کا راز

اب کفار کی کثرت اور ان کی ظاہری شان و شوکت اور مسلمانوں کی قلت اور ظاہری ضعف و کمزوری کو دیکھتے ہوئے ممکن تھا کہ کوئی ضعیف القلب اور ظاہر بیں مسلمان اس تردد میں پڑ جاتا کہ تمام دنیا سے موالات منقطع کر لینے اور چند مسلمانوں کی رفاقت پر اکتفا کر لینے کے بعد غالب ہونا تو درکنار کفار کے حملوں سے اپنی زندگی اور بقاء کی حفاظت بھی دشوار ہے ایسے لوگوں کی تسلی کے لئے بتلایا گیا اور بشارت دی گئی کہ جو ان احکام قرآنی کی تعمیل کر کے غیروں کی گہری دوستی اور محبت قلبی سے باز آ جائیں اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو اپنا دوست ولی اور رفیق بنائیں تو ان کو فتح نصرت اور غالب آنے کی بشارت سنائی گئی اور ان کے غالب آنے کی دلیل یہ دی گئی کہ ایسے مسلمان حزب اللہ یعنی اللہ کا گروہ ہیں اور اللہ کا گروہ ہی انجام کار سب پر غالب آ کر رہے گا۔ لہذا اللہ اور رسول اور مسلمانوں کے رفیقوں ہی کو انجام میں فتح، نصرت اور غلبہ ہوگا۔ خدا کے خالص بندے ہی آخر میں کامیاب ہوں گے اور حق ہی غالب رہے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور صحابہ کے لئے بشارت

جمہور مفسرین نے لکھا ہے کہ جہاں ان آیات میں جو فتنہ ارتداد کا ذکر فرمایا ہے تو یہ درحقیقت آنے والے فتنہ ارتداد کی پیشین گوئی اور اس کا ہمت و جرات کے ساتھ مقابلہ کر کے کامیاب ہونے والی جماعت کے لئے بشارت ہے۔ ارتداد کا سب سے بڑا فتنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں پھیلا اور پورے جزیرۃ العرب میں اس کا طوفان کھڑا ہو گیا اور کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ مگر حضرت صدیق اکبرؓ کی ایمانی جرات اور اعلیٰ تدبیر اور مخلص مسلمانوں کی سرفروشانہ اور عاشقانہ خدمات اسلام نے اس آگ کو بجھایا اور تمام آفات و مصائب کا پورے عزم و ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا اور بالآخر کامیاب ہوئے اور سارے عرب کو متحد کر کے از سر نو اخلاص اور ایمان کے راستہ پر گامزن کر دیا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی حزب اللہ کے گروہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب فرمائیں۔ اور جملہ صفات ایمانیہ سے ہمارے قلوب کو مزین و منور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو مسلمانوں کے لئے نرم و شفیق بنا دیں اور کافروں اور دشمنان دین کے مقابلہ میں ہم کو سختی عطا فرمائیں۔ یا اللہ دین کے معاملہ میں ہم کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والے ہوں اور یا اللہ آپ کو اور آپ کے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ایمان والوں کو اپنا رفیق اور ولی بنانے والے ہوں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوْا	الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا	دِيْنَكُمْ	هُزُوًا	وَّلَعِبًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ
اے	جولوگ (ایمان لائے (ایمان والے)	نہ بناؤ	جولوگ ٹھہراتے ہیں	تمہارا دین	ایک مذاق	اور کھیل	سے	وہ لوگ۔ جو

اے ایمان والو جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا

اُوْتُوا الْكِتٰبَ	مِنْ قَبْلِكُمْ	وَالْكُفَّارَ	اَوْلِيَآءَ	وَاتَّقُوْا	اللّٰهَ	اِنْ كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ	وَاِذَا
کتاب دیئے گئے	تم سے قبل	اور کافر	دوست	اور ڈرو	اللہ	اگر تم ہو	ایمان والے	اور جب

اُن کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔ اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ اس کے ساتھ

نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾

نَادَيْتُمْ	اِلَى	الصَّلٰوةِ	اتَّخَذُوْهَا	هُزُوًا	وَّلَعِبًا	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَوْمٌ	لَّا يَعْقِلُوْنَ
تم پکارتے ہو	طرف (لئے)	نماز	وہ اسے ٹھہراتے ہیں	ایک مذاق	اور کھیل	یہ	اس لئے کہ وہ	آگ	عقل نہیں رکھتے ہیں (بے عقل)

ہنسی اور کھیل کرتے ہیں یہ اِس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے۔

سب کفار سے موالات کی ممانعت اور اسکی ایک وجہ

ان آیات میں عام کفار سے موالات کی ممانعت ہے جس میں یہود ونصاریٰ کے علاوہ عام کفار ومشرکین بھی داخل ہیں۔ گویا کہ ان آیات کا حکم، حکم سابقہ کا تتمہ ہے اور وہی مضمون یعنی یہود ونصاریٰ اور دوسرے کفار ومشرکین سے دوستی کی ممانعت کا بیان یہاں بھی کیا گیا ہے مگر یہاں یہ حکم ایک دوسری وجہ کی بنا پر فرمایا جاتا ہے اور وہ وجہ یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ اور دوسرے کفار ومشرکین دین اسلام سے مضحکہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے دین کی ہنسی اڑاتے ہیں اس لئے ان کی دوستی سے نفرت دلائی گئی ہے۔

ایک مسلمان کی نظر میں کوئی چیز اپنے دین سے زیادہ معظم ومحترم نہیں ہوسکتی لہذا اسے بتایا گیا کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین تمہارے مذہب پر طعن اور استہزاء کرتے ہیں اور شعائر اللہ اذان وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسلام اور اکابر اسلام سے متعلق آئے دن یورپ والے اہانت آمیز فلمیں بنا کر در پردہ اسلام کی اہانت کرتے ہیں۔

کفار کی ان احمقانہ اور کمینہ حرکات پر مطلع ہو کر کوئی فرد مسلم جس کے دل میں غیرت ایمان کا ذرا بھی شائبہ ہو تو کیا ایسی قوم سے موالات اور دوستانہ راہ ورسم پیدا کرنے یا قائم رکھنے کو ایک منٹ کے لئے گوارا کرے گا۔ اگر ان کے کفر وعناد اور عداوت اسلام سے بھی قطع نظر کر لی جائے تب بھی دین اسلام کے ساتھ ان کا تمسخر اور استہزاء ہی علاوہ دوسرے اسباب کے ایک مستقل سبب ترک موالات کا ہے۔

کافروں کی بے عقلی

اگر ان کو ذرا عقل ہوتی تو سمجھتے کہ خالق کی عبادت اور بندگی اور اس کی تعظیم وتکبیر اور اس کی توحید کا اظہار واعلان جس کی تمام کتب سماویہ اور انبیاء سابقین کی شریعتیں مصدق ہیں کسی طرح قابل استہزا اور تمسخر نہیں۔ کلمات اذان میں اس کے سوا کیا ہے کہ خداوند قدوس کی عظمت اور بڑائی کا اظہار ہے توحید کا اعلان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کے مصدق ہیں ان کی رسالت کا اقرار ہے۔ نماز جو غایت درجہ کی

بندگی پر دال ہے اس کی طرف دعوت ہے فلاح دارین اور اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے لئے بلاوا ہے۔ پھر ان میں کونسی ایسی چیز ہے جو ہنسی اڑانے کے لائق ہو ایسی نیکی اور حق وصداقت کی آواز پر مسخرا پن کرنا صرف اسی کا کام ہوسکتا ہے جس کا دماغ عقل سے یکسر خالی ہو اور جسے نیک وبد کی قطعاً تمیز باقی نہ رہے۔ اگر غور کیا جائے تو اذان میں تمام انسانوں کے لئے امن وامان کا اعلان ہے اور ان کی زندگی کا صحیح راستہ اس میں بتا دیا گیا ہے۔

آگ میں جل مرنے والا بے عقل

تفسیر مظہری میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ مدینہ میں ایک نصرانی تھا۔ جب وہ اذان میں اشهد ان محمدًا رسول الله سنتا تو یہ کہتا ''اللہ جھوٹے کو آگ میں جلائے''۔ آخر کار اس کا یہ کلمہ ہی اس کے پورے گھرانے کے جل کر خاک ہو جانے کا سبب بن گیا جس کا واقعہ یہ ہوا کہ ایک رات اس کی خادمہ آگ لا رہی تھی اور وہ نصرانی اور اس کے سب گھر والے پڑے سو رہے تھے اتفاق سے اس کے ہاتھ میں سے اس آگ سے ایک چنگاری اڑ کر کسی کپڑے پر گر پڑی۔ جس سے وہ گھر اور وہ نصرانی اور اس کے سب گھر والے جل کر خاکستر ہو گئے اور اس نصرانی کے قول کے مطابق خدا نے جھوٹے کو جلا دیا اور خدا نے یہ دکھلا دیا کہ صادق امین کو جھوٹا بتلانے والا جہنم میں جانے سے پہلے ہی کس طرح آگ میں جلایا جاسکتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ کفار ومشرکین یہود ونصاریٰ کی موالات اور دوستی سے ہم کو بچائیے اور جملہ قرآنی احکام پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب فرمائیے۔

یا اللہ جو اعدائے دین ہماری اذان اور نماز کی ہنسی اڑاتے ہیں اور مذہب اسلام کی اہانت کرتے ہیں ان سے ہم کو ترک موالات نصیب فرمائیے۔ ایسے بے عقل لوگوں سے ہم کو قطع تعلق کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہماری نظروں میں دین کو سب سے زیادہ معظم ومحترم بنا دیا اور شعار اسلام کی محبوبیت کو ہم عطا فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ

قُلْ	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	هَلْ تَنْقِمُوْنَ	مِنَّآ	اِلَّآ	اَنْ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَمَآ	اُنْزِلَ
آپ کہہ دیں	اے اہل کتاب	کیا ضد رکھتے ہو	ہم سے	مگر	یہ کہ	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	ہماری طرف	اور جو	نازل کیا گیا

آپ کہیئے کہ اے اہل کتاب تم ہم میں کونسی بات معیوب پاتے ہو بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے اور اس

مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ

مِنْ قَبْلُ	وَاَنَّ	اَكْثَرَكُمْ	فٰسِقُوْنَ	قُلْ	هَلْ	اُنَبِّئُكُمْ	بِشَرٍّ	مِّنْ	ذٰلِكَ	مَثُوْبَةً	عِنْدَ	اللّٰهِ
اس سے قبل	اور یہ کہ	تم میں اکثر	نافرمان	آپ کہہ دیں	کیا	تمہیں بتلاؤں	بدتر	سے	اس	ٹھکانہ (جزا)	ہاں	اللہ

کتاب پر جو پہلے بھیجی جا چکی ہے باوجود اس کے کہ تم میں اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ آپ کہیئے کہ کیا میں تم کو ایسا طریقہ بتلاؤں جو اس سے بھی خدا کے یہاں

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ

مَنْ	لَّعَنَهُ	اللّٰهُ	وَغَضِبَ	عَلَيْهِ	وَجَعَلَ	مِنْهُمُ	الْقِرَدَةَ	وَالْخَنَازِيْرَ	وَعَبَدَ	الطَّاغُوْتَ
جو۔جس	اس پر لعنت کی	اللہ	اور غضب کیا	اس پر	اور بنادیا	ان سے	بندر (جمع)	اور خنزیر (جمع)	اور غلامی	طاغوت

پاداش ملنے میں زیادہ برا ہو وہ اُن اشخاص کا طریقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہو اُن پر غضب فرمایا ہو اور اُن کو بندر اور سور بنا دیا ہو اور انہوں نے شیطان کی پرستش کی ہو

اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾

اُولٰٓئِكَ	شَرٌّ	مَّكَانًا	وَّاَضَلُّ	عَنْ	سَوَآءِ	السَّبِيْلِ
وہی لوگ	بدترین	درجہ میں	بہت بھٹکے ہوئے	سے	سیدھا	راستہ

ایسے اشخاص ٹھکانے کے اعتبار سے بھی بہت برے ہیں اور راہ راست سے بھی بہت دور ہیں۔

تمسخر کے لائق یہود و نصاریٰ کا کردار ہے

اب حقیقت حال کو بتلایا جاتا ہے اور ان اقوام کی نشاندہی کی جاتی ہے جو فی الحقیقت مورد الزام اور لعنت ملامت کی مستحق رہی ہیں اور جن پر خدا کا غضب اور لعنت ہوئی اور جنہوں نے نافرمانی کو اپنا شعار بنایا وہ اصل معنیٰ میں طعن اور تمسخر کی مستحق ہو سکتی ہیں نہ کہ دین اسلام کے پیروکار۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا پڑنا اور بندر اور سور کی صورتیں بن جانا اور شیطان کی پرستش کرنا۔ یہ سب یہود و نصاریٰ میں پائی جاتی تھی اور اس کو وہ بھی تسلیم کرتے تھے چنانچہ گوسالہ پرستی کا وقوع یہود میں جو کہ شرک بامر شیطانی تھا۔

مشہور ہے بندر اور سور کی شکلوں میں مسخ ہو جانا اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں یہود پر سنیچر کے روز شکار کرنے کی وجہ سے گزرا تھا کہ خدا نے ان کے چہرے کو طاعون کے مرض میں مبتلا کر کے ایسا سجا پھلا دیا تھا کہ بعض کی بندر کی صورت اور بعض کی سور کی صورت معلوم ہوتی تھی اور تین روز کے اندر اندر اسی میں سب ہلاک ہو گئے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں اہل مائدہ کا کفران مائدہ سے بندر اور خنزیر ہو جانا بھی مشہور ہے تو جس قوم پر خدا کا غضب اور لعنت ہوئی اور بندر اور سور بنائے جانے کی ان کو سزا ملی اور جنہوں نے خدا کی بندگی سے نکل کر شیطان کی

بندگی اختیار کی پس اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ قوم قابل ملامت ولعن طعن وتمسخر ہوسکتی ہے اور وہ خود انہی یہود و نصاریٰ کی قومیں ہیں تو پھر یہ کیا منہ لے کر مسلمانوں پر ہنستے ہیں اور ان کا تمسخر کرتے ہیں یہ قومیں تو باعتبار جزا وسزا کے اور باعتبار مرتبہ اور ٹھکانے کے بدترین خلائق ہیں اور سب سے زیادہ سیدھے راستہ سے بھکے ہوئے ہیں اور جو برے مکان یعنی دوزخ کے مستحق ہیں تو ایسی قومیں طعن اور استہزا کی مستحق ہوسکتی ہیں نہ کہ اہل اسلام اور ان کا دین۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اسلامی طریق جس پر مومنین قائم تھے اور اہل کتاب کے طریق میں مقابلہ کر کے تنبیہ فرمائی گئی کہ تمسخر اور تکذیب کے لائق کونسا دین ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اسلام پر استقامت نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے غصہ اور غضب سے بچایئے گا اور دنیا میں ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت اور آخرت میں اپنی رضا کے مقام جنت میں ہمارا ٹھکانہ بنایئے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا

وَاِذَا	جَآءُوْكُمْ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	وَقَدْ دَّخَلُوْا	بِالْكُفْرِ	وَهُمْ	قَدْ خَرَجُوْا	بِهٖ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	كَانُوْا
اور جب	تمہارے پاس آئیں	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	حالانکہ وہ داخل ہوئے (آئے)	کفر کی حالت میں	اور وہ	نکلے چلے گئے	اس (کفر) کیساتھ	اور اللہ	خوب جانتا ہے	وہ جو	تھے

اور جب یہ لوگ تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ کفر ہی کو لے کر آئے تھے اور کفر ہی کو لے کر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ تو خوب جانتے ہیں

يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ

يَكْتُمُوْنَ	وَتَرٰى	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	يُسَارِعُوْنَ	فِى	الْاِثْمِ	وَالْعُدْوَانِ	وَاَكْلِهِمُ	السُّحْتَ
چھپاتے	اور تو دیکھے گا	بہت	ان سے	وہ جلدی کرتے ہیں	میں	گناہ	اور سرکشی	اور اُن کا کھانا	حرام

جس کو یہ پوشیدہ رکھتے ہیں۔اور آپ اُن میں بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر گناہ اور ظلم اور حرام کھانے پر گرتے ہیں

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ

لَبِئْسَ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	لَوْ	لَا يَنْهٰىهُمُ	الرَّبّٰنِيُّوْنَ	وَالْاَحْبَارُ	عَنْ	قَوْلِهِمُ	الْاِثْمَ
بُرا ہے	جو	وہ کر رہے ہیں	کیوں	انہیں منع نہیں کرتے	اللہ والے (درویش)	اور علماء	سے	ان کے کہنے کے	گناہ

واقعی اُن کے یہ کام بُرے ہیں۔اُن کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے

وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾

وَاَكْلِهِمُ	السُّحْتَ	لَبِئْسَ	مَا	كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ
اور ان کا کھانا	حرام	بُرا ہے	جو	وہ کر رہے ہیں

واقعی اُن کی یہ عادت بُری ہے۔

منافق یہودیوں کا تذکرہ

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ یہود و نصاریٰ جو مسلمانوں اور ان کی عبادات اذان و نماز وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں تو درحقیقت یہ خود مستحق لعن اور استہزاء ہیں۔

اب آگے انہی استہزا کرنے والوں میں سے ایک خاص جماعت کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو منافق تھے اور غائبانہ تو مذہب اسلام پر طعن وتشنیع کرتے اور مسلمان کا مذاق اڑاتے لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مجلس میں آتے یا مخلص مسلمانوں سے ملتے تو ازراہ نفاق اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے حالانکہ شروع سے آخر تک انہیں ایک لمحہ کے لئے بھی اسلام سے صحیح اور سچا تعلق نہ ہوا کیونکہ یہ اندرونی طور پر یہودی تھے۔اسی مضمون کو یہاں پہلی آیت میں ذکر فرمایا گیا۔

یہودیوں کی اخلاقی وعملی بربادی

آگے یہاں دوسری وتیسری آیت میں بھی انہی یہود وبد باطنوں کا ذکر ہے اور ان کی اخلاقی اور عملی بربادی کو ظاہر فرمایا گیا ہے۔

بنی اسرائیل یعنی یہود کا یہی حال تھا کہ یہ لوگ عموماً دنیوی لذات وشہوات میں منہمک ہو کر خدا تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کے قوانین واحکام کو بھلا بیٹھے اور جو مذہبی پیشوا کہلاتے تھے انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا کیونکہ دنیا کی حرص اور اتباع شہوات میں وہ اپنے عوام سے بھی آگے تھے۔مخلوق کا خوف یا دنیا کا لالچ حق کی آواز بلند کرنے سے مانع ہوتا تھا علمائے یہود کی اس غلط روش کو سخت بری عادت بتلایا گیا کہ جو اپنا فرض منصبی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ بیٹھے تھے اور یہ جانتے بوجھتے ہوئے

کہ اگر ہم عوام کو ان کی غلط باتوں پر روک ٹوک اور منع کریں گے تو وہ ہماری بات سنیں گے اور باز آ جائیں گے پھر بھی عوام کے نذرانوں کے لالچ یا ان کے بداعتقاد ہو جانے کے خوف سے ان مذہبی پیشوا اور علمائے یہود کے دلوں میں حمایت حق کا کوئی داعیہ پیدا نہ ہوتا اور سکوت و مداہنت برتتے اور یہ ان کے عوام بدکاروں کے اعمال بد سے بھی زیادہ اشد جرم تھا۔

علماء و مشائخ کی مداہنت کے نتائج

علماء و مشائخ کے اسی سکوت اور مداہنت سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں۔اس لئے امت محمدیہ کو قرآن و حدیث کے بیشمار نصوص میں بہت ہی سخت تاکید و تہدید کی گئی ہے کہ کسی وقت اور کسی شخص کے مقابلہ میں اس فرض ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کے ادا کرنے سے تغافل نہ برتیں۔ چنانچہ بلیغ اشارہ اس امر کی طرف اس آیت میں بھی ہے کہ مشائخ اور علماء پر لازم ہے کہ عوام کو حق تعالیٰ کی نافرمانی اور دینی اور اخلاقی تباہی سے روکیں اور جہاں تک ممکن ہو قولی اور عملی کوششیں لوگوں کی اصلاح و نصیحت کے واسطے صرف کریں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مشائخ اور علماء کی ڈانٹ اور تنبیہ کے لئے اس سے زیادہ سخت آیت قرآن پاک میں کوئی نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے ایک خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔لوگو! تم سے اگلے لوگ اسی بناء پر ہلاک کر دیئے گئے کہ وہ برائیاں کرتے تھے اور ان کے عالم و عابد مذہبی پیشوا خاموش رہتے تھے۔ جب یہ عادت ان میں پڑ گئی تو خدا نے انہیں قسم قسم کی سزائیں دیں پس تمہیں چاہیے کہ بھلائی کا حکم کرو۔ برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہی عذاب آ جائیں جو تم سے پہلے والوں پر آئے۔ یقین رکھو کہ اچھائی کا حکم اور برائی سے ممانعت نہ تو تمہاری روزی گھٹائے گا نہ تمہاری موت قریب کر دے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے۔ اسلام اور ایمان کی سچی اور پکی محبت نصیب فرمایئے

یا اللہ ہمارے علماء و مشائخ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کا کماحقہٗ اہتمام نصیب فرما اور عوام مسلمین کو ان کے ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت و توفیق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ

وَقَالَتِ	الْيَهُودُ	يَدُ اللَّهِ	مَغْلُولَةٌ	غُلَّتْ	أَيْدِيهِمْ	وَلُعِنُوا	بِمَا	قَالُوا	بَلْ	يَدَاهُ	مَبْسُوطَتَانِ
اور کہا (کہتے ہیں)	یہود	اللہ کا ہاتھ	بندھا ہوا	باندھ دیئے جائیں	انکے ہاتھ	اور ان پر لعنت کی گئی	اس سے جو	انہوں نے کہا	بلکہ	اسکے (اللہ کے) ہاتھ	کشادہ ہیں

اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے اُن ہی کے ہاتھ بند ہیں اور اپنے اس کہنے سے یہ رحمت سے دُور کر دیئے گئے بلکہ اُن کے دونوں ہاتھ کھلے ہوتے ہیں

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا

يُنْفِقُ	كَيْفَ	يَشَاءُ	وَلَيَزِيدَنَّ	كَثِيرًا	مِنْهُمْ	مَا أُنْزِلَ	إِلَيْكَ	مِنْ	رَبِّكَ	طُغْيَانًا
وہ خرچ کرتا ہے	جیسے	وہ چاہتا ہے	اور ضرور بڑھے گی	بہت سے	اُن سے	جو نازل کیا گیا	آپکی طرف	سے	آپ کا رب	سرکشی

جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں اور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ اُن میں سے بہتوں کی سرکشی

وَكُفْرًا وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا

وَكُفْرًا	وَأَلْقَيْنَا	بَيْنَهُمُ	الْعَدَاوَةَ	وَالْبَغْضَاءَ	إِلَى	يَوْمِ الْقِيَامَةِ	كُلَّمَا	أَوْقَدُوا	نَارًا
اور کفر	اور ہم نے ڈال دیا	ان کے اندر	دشمنی	اور بغض (بیر)	تک	قیامت کا دن	جب بھی	بھڑکاتے ہیں	آگ

اور کُفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے اور ہم نے اُن میں باہم قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں

لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾

لِلْحَرْبِ	أَطْفَأَهَا	اللَّهُ	وَيَسْعَوْنَ	فِي الْأَرْضِ	فَسَادًا	وَاللَّهُ	لَا يُحِبُّ	الْمُفْسِدِينَ
لڑائی کی	اسے بجھا دیتا ہے	اللہ	اور وہ دوڑتے ہیں	زمین (ملک) میں	فساد کرتے	اور اللہ	پسند نہیں کرتا	فساد کرنے والے

حق تعالیٰ اس کو فرو کر دیتے ہیں اور مُلک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتے۔

یہودیوں کی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں

اس آیت میں یہود کا ایک سنگین جرم اور گستاخی کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان یہود بے بہبود کی جسارت اور بے باکی اتنی بڑھ چکی ہے کہ ان کو مخلوق سے گزر کر خالق اور بارگاہ ربوبیت میں بھی گستاخی کرنے سے باک نہیں رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت یہود مدینہ کے قلوب ان کی شرارت کفر و طغیان بدکاری اور نافرمانی کی وجہ سے ایسے مسخ ہو گئے تھے کہ حق تعالیٰ کی جناب میں بے تکلف ایسے واہی تباہی کلمات بک دیتے تھے جنہیں سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گویا خداوند قدوس کا رتبہ ان کے نزدیک ایک انسان سے زیادہ نہ رہا تھا۔ کبھی کہہ دیتے جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت ۱۸۱ میں بیان ہوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ یعنی جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ صدقہ و خیرات دو اور اس کو یوں سمجھو کہ اللہ کو گویا قرض دے رہے ہو وہ تمہیں اس کے بدلہ دوگنا تگنا دے گا تو یہ ایسے منہ پھٹ اور گستاخ تھے کہنے لگتے (نعوذ باللہ) اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ جبھی تو وہ ہم سے مال مانگتا ہے کبھی یہ الفاظ منہ سے نکالتے جو یہاں آیت میں بیان ہوئے ہیں یعنی يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ (خدا کا ہاتھ بند ہو گیا) یعنی معاذ اللہ خدا بخل کرنے لگا۔ اس سے ان کی مراد یا تو وہی ہو گی جو إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سے تھی کہ معاذ اللہ خدا تنگدست ہو گیا اس کے خزانہ میں کچھ رہا نہیں اور یا یہ مراد ہو کہ تنگدست تو نہیں مگر آج کل بخل کرنے لگا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ عز و جل) اور یا شاید یہ خیال ہوا ہو

کہ ہم تو پیغمبروں کی اولاد بلکہ خدا کے محبوب اور پیارے تھے پھر یہ کیا معاملہ ہونے لگا کہ بنی اسماعیل تو پھیلتے جارہے ہیں زمینی فتوحات اور آسمان برکات ان پر کشادہ کر دی گئی ہیں اور ہم بنی اسرائیل کہ خدا صرف ہمارا اور ہم اس کے تھے اس طرح ذلیل اور مغلوب اور تنگ ہو کر دربدر بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ ہم تو وہی اسرائیل کی اولاد آج بھی ہیں جو پہلے تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ جس خدا کے ہم محبوب تھے (نعوذ باللہ) اس کے خزانہ میں کمی آ گئی یا آج کل بخل و امساک نے اس کا ہاتھ بند کر دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت اور واقعہ یہ تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے مدینہ کے یہود کو مال دار صاحب وسعت بنایا تھا اور انہیں ہر طرح کی فارغ البالی اور عیش و عشرت عطا کر رکھی تھی مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور آپ کی دعوت ان کو پہنچی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور آپ کو جھٹلایا اور آپ کی مخالفت اور ایذا ہی پر کمر باندھی تو اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان پر روزی بھی تنگ کر دی اور وہ تنگ دست ہو گئے اور ذلت و مسکنت اور بدحالی مسلط فرما دی تو بجائے اس کے کہ اپنی سیہ کاریوں اور شرارتوں پر متنبہ اور نادم ہوتے الٹے حق تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے اور ان نالائقوں کی زبان سے ایسے کلمات نکلنے لگے کہ معاذ اللہ اللہ تنگ دست ہو گیا یا اللہ نے بخل اختیار کر لیا یا خدائی خزانہ میں کمی آ گئی۔ ان کے اس کفریہ قول پر یہ آیت نازل ہوئی اور جواباً بتلایا گیا کہ ہاتھ تو درحقیقت انہی کہنے والوں کے بند ہیں اور واقع میں یہ خود عیب بخل میں مبتلا ہیں اور خدائے ذوالجلال والاکرام پر عیب لگاتے ہیں۔ ان کی ان گستاخیوں پر یہ رحمت الٰہی سے دور کر دیئے گئے جس کا اثر آخرت میں عذاب اور دنیا میں ذلت و رسوائی کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تو ہمیشہ کھلے ہوئے ہیں اس کی جود و سخا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی مگر جس طرح وہ جواد و کریم ہے اسی طرح حکیم بھی ہے۔ اس لئے حکمت کے ساتھ اپنے خزانہ میں سے خرچ فرماتا ہے اور جس پر مناسب سمجھتا ہے وسعت فرماتا ہے اور کشادگی عطا فرماتا ہے اور جس پر مناسب سمجھتا ہے تنگی و تنگدستی مسلط فرما دیتا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ یہ سرکش لوگ ہیں آپ پر جو قرآنی آیات اترتی ہیں ان سے فائدہ اٹھانے کی بجائے ان کا کفر و انکار اور سخت ہوتا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچانے کے لئے خود ان کے فرقوں میں اختلاف شدید ڈال دیا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف نہ ان کو کھلی جنگ کرنے کا حوصلہ ہو سکتا ہے نہ خدا تعالیٰ ان کی تدبیروں کو آپ کے مقابلہ میں چلنے دیتا ہے اور جب وہ ناکام ہو جاتے ہیں تو اور طرح سے زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور طرح طرح کی سازشیں اور اسلام کو مٹانے کی کوششیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ چونکہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتے بلکہ مبغوض رکھتے ہیں اس لئے ان کی فتنہ پردازی کی ان کو سزا ضرور دے گا پوری سزا تو آخرت میں ہو گی البتہ بطور تنبیہ کے دنیا میں رزق کی تنگی میں مبتلا کیا جا سکتا ہے اس آیت زیر تفسیر میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ قرآن و حدیث میں جہاں حق تعالیٰ کے لئے ہاتھ پاؤں منہ آنکھ وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے تو ان سے بھول کر بھی یہ وہم نہ ہونا چاہیے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ مخلوق کی طرح کوئی جسم یا اعضائے جسمانی رکھتے ہیں۔ نہیں۔ اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیت اور تمام عوارض مادی سے پاک ہیں۔ لہذا جہاں ایسے الفاظ آئے ہیں ان پر اسی طرح ایمان رکھنا چاہیے کہ اس سے وہی معنیٰ مراد ہیں کہ جو اس کی شان اقدس کے لائق ہوں یا مفسرین نے ان سے مجازی معنیٰ مراد لئے ہیں مثلاً اس آیت میں ید یعنی ہاتھ کا لفظ آیا ہے تو ان سے مجازی معنیٰ جود فیض و کرم کے لئے ہیں اس طرح آیت میں **یداہ مبسوطتٰن** جس کا لفظی ترجمہ ہوا کہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اس کے مطلب لئے کہ وہ غایت درجہ کریم ہے دونوں ہاتھوں سے دیتا ہے۔ اس کے جود و کرم کی کوئی حد و نہایت نہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اس مغضوب اور ملعون قوم یہود کے حالات سے ہمیں عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو دین اسلام کی سچی عظمت و قدردانی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ دین کے معاملہ میں بے باکی اور گستاخی سے ہمیں کامل طور پر بچایئے اور ہم کو اپنی کوتاہیوں پر نادم رہنے اور توبہ کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ

وَلَوْ	اَنَّ	اَهْلَ الْكِتٰبِ	اٰمَنُوْا	وَاتَّقَوْا	لَكَفَّرْنَا	عَنْهُمْ	سَيِّاٰتِهِمْ	وَ	لَاَدْخَلْنٰهُمْ
اور اگر	یہ کہ	اہل کتاب	ایمان لاتے	اور پرہیزگاری کرتے	البتہ ہم دور کردیتے	ان سے	انکی برائیاں	اور	ضرور ہم انہیں داخل کرتے

اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور اُن کی تمام برائیاں معاف کردیتے اور ضرور اُن کو چین کے باغوں میں داخل کرتے۔

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	اَقَامُوا	التَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْهِمْ
نعمت کے باغات	اور اگر	وہ	قائم رکھتے	توریت	اور انجیل	اور جو	نازل کیا گیا	اُن کی طرف (اُن پر)

اور اگر یہ لوگ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن کے پاس بھیجی گئی

مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ

مِنْ	رَّبِّهِمْ	لَاَكَلُوْا	مِنْ	فَوْقِهِمْ	وَمِنْ	تَحْتِ	اَرْجُلِهِمْ	مِنْهُمْ	اُمَّةٌ	مُّقْتَصِدَةٌ
سے	انکا رب	تو وہ کھاتے	سے	اپنے اوپر	اور سے	نیچے	اپنے پاؤں	ان سے	ایک جماعت	سیدھی راہ پر (میانہ رو)

اُس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے اُن میں ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی ہے

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾	وَكَثِيْرٌ	مِنْهُمْ	سَآءَ	مَا يَعْمَلُوْنَ	
اور زیادہ اُن میں ایسے ہی ہیں کہ اُن کے کردار بہت برے ہیں	اور اکثر	اُن سے	برا	جو وہ کرتے ہیں	

یہود و نصاریٰ کو ایمان کی دعوت

یہود و نصاریٰ کو ایمان کی برکات واخرویہ اور فوائد دنیویہ سنا کر ایمان کی ترغیب دی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر وہ ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے تو ان کی برائیاں مٹ جاتیں اور انہیں دنیا میں بھی آرام و آسائش نصیب ہوتی اور مرنے کے بعد آخرت میں بھی جنت نصیب ہوتی ان کے پاس تو پہلے ہی سے آسمانی کتابیں موجود تھیں اور ان میں یہ لکھا ہوا ہے کہ آخری نبی عرب میں ظہور فرمائیں گے اور ان کی پیروی کرنا لازم ہے لیکن کچھ ہی لوگ ان اہل کتاب میں سمجھدار ہیں کہ جو انہوں نے اپنی کتاب پر عمل کیا اور اسلام قبول کرلیا باقی زیادہ تر آدمی ان اہل کتاب کے بدکردار ہی ہیں۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا۔

یہاں ان آیات میں آخرت کی نعمتوں کے ساتھ دنیاوی راحت و آرام کا جو وعدہ فرمایا گیا یہ خاص وعدہ اہل کتاب اور یہود مدینہ کے ساتھ کیا گیا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود اور آپ کے مخاطب تھے اور اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ یہود کی بدعملی اور اپنی کتابوں میں تحریف و تاویل اور حق پوشی کی بڑی وجہ ان یہود کی دنیا پرستی اور حرص مال تھی اور یہی وہ آفت تھی جس نے ان کو قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی نشانیاں دیکھنے کے باوجود آپ کی اطاعت سے روکا ہوا تھا۔ ان کو یہ خطرہ اور وہم تھا کہ اگر ہم مسلمان ہو جائیں گے تو ہماری یہ چودھراہٹ ختم ہو جائے گی اور عوام یہود سے جو دینی پیشوا ہونے کی وجہ سے نذرانہ اور ہدایا ملتے ہیں وہ بند ہو جائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وسوسہ کو دور

صفحہ نمبر ۱۰۹ تا ۱۲۳ نمبر ڈبل ہیں لیکن مضمون ترتیب کے لحاظ سے بالکل درست ہے

کرنے کے لئے یہ بھی وعدہ فرمالیا کہ اگر وہ سچے طور پر ایمان اور عمل صالح اختیار کرلیں تو ان کی دنیوی دولت وراحت میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ ان کے رزق میں اور زیادتی ہو جائے گی اور دنیا میں بھی ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

اہل کتاب کے بعض صالح لوگ

اخیر میں بتقاضائے عدل وانصاف یہ بھی فرمادیا کہ جو کج روی اور بدعملی یہود کی بیان کی گئی ہے یہ سب یہود اور تمام اہل کتاب کا حال نہیں۔ بلکہ ان میں ایک تھوڑی سی جماعت راہ راست پر بھی ہے لیکن ان کی اکثریت بدکار بدعمل ہے۔ راہ راست پر ہونے والوں سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جو پہلے یہودی یا نصرانی تھے پھر نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور قرآن کریم کو بھی آخری آسمانی کتاب تسلیم کرلیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ جب یہود ونصاریٰ کے لئے بھی وعدہ فرمایا گیا کہ اگر یہ ایمان لے آتے اور اسلام قبول کر لیتے اور تقویٰ وپرہیز گاری کو اختیار کر لیتے تو دنیا میں ان کی تمام گذشتہ برائیاں معاف کر دی جاتیں اور آخرت میں بہشت کے باغات میں داخل کر دیئے جاتے تو ہم امت مسلمہ کے افراد جو آپ پر ایمان اور آپ کے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تمام انبیاء سابقین پر ایمان لائے ہیں یا اللہ ہم سے جو کوتاہیاں اور تقصیرات گذشتہ میں سرزد ہو چکی ہیں ہم ان پر ندامت قلب کے ساتھ توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ یا اللہ ہماری توبہ کو قبول فرمالے اور دنیا میں ہمارے قصور معاف فرمادے اور آخرت میں اپنی مغفرت ورحمت سے نواز دے اور اپنی رضا کے مقام جنت میں ہم کو داخلہ نصیب فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ۭ

يٰٓاَيُّهَا	الرَّسُوْلُ	بَلِّغْ	مَآ اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ	وَ	اِنْ	لَّمْ تَفْعَلْ	فَمَا	بَلَّغْتَ	رِسٰلَتَهٗ
اے	رسول	پہنچادو	جو نازل کیا گیا	تمہاری طرف (تم پر)	سے	تمہارا رب	اور	اگر	یہ نہ کیا	تو نہیں	آپ نے پہنچایا	اس کا پیغام

اے رسول جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ؀٦٧

وَاللّٰهُ	يَعْصِمُكَ	مِنَ	النَّاسِ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ	
اور اللہ	آپ کو بچالے گا	سے	لوگ	بیشک	اللہ	ہدایت نہیں دیتا	قوم کفار	

اور اللہ تعالیٰ آپ لوگوں سے محفوظ رکھے گا' یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہ دیں گے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے تسلی

گذشتہ آیات میں دور سے اہل کتاب کی شرارت۔ کفر اور سیہ کاریوں کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ یہاں تک جو مضامین بیان کئے گئے ان میں اہل کتاب کی مذمت تھی۔ اور مذمت بھی سخت الفاظ میں۔ چونکہ عرب کی مشرک قومیں تو مکہ ہی سے بسبب اظہار توحید کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سخت مخالف اور دشمن ہوگئی تھیں اور شب و روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کی ایذا اور تکلیف دہی میں سرگرم رہتی تھیں حتیٰ کہ ان کے مظالم کی وجہ سے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنا پڑا۔ یہاں یہود و نصاریٰ کے گروہ زور آور اور سرکش تھے۔ یہ بھی امر حق کے ظاہر کرنے سے جو کہ ان کی طبائع کے برخلاف تھا سخت دشمن ہو گئے۔ رہے بیچارے انصار اور غریب مفلس مہاجرین سو وہ بظاہر تمام قبائل عرب اور یہود و نصاریٰ کے دفع ظلم و ستم پر پورے قادر نہ تھے۔ ایسی صورت میں ان مضامین کی اشاعت پر جن کا گذشتہ آیات میں ذکر ہوا اور جن میں یہود و نصاریٰ کی سخت مذمت فرمائی گئی طبعی طور پر ایک جھجک اور خوف کا احتمال ہوسکتا تھا اس لئے حق تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تاکید کے ساتھ تبلیغ کا حکم فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ آپ کی حفاظت کا بھی اطمینان دلاتے ہیں تاکہ طبعی خوف اور جھجک آپ کی طبیعت سے دور ہو جائے۔ اور خوف طبعی انبیاء سے بھی مستبعد نہیں۔ مادی اسباب کے پیش نظر بشری اور طبعی تقاضہ سے خطرات سے دوچار ہونا کمال اور رسالت کے منافی بھی نہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کو تبلیغ کے لئے حکم کیا گیا تو ان کو وہی خوف طبعی دامنگیر ہوا اور انہوں نے حق تعالیٰ سے جیسا کہ قرآن پاک میں بتلایا گیا صاف لفظوں میں اس کا اظہار کیا اور کہا کہ اے اللہ ہمیں اس سے (یعنی فرعون مصر سے) خطرہ ہے کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اطمینان دلایا کہ ڈرو نہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی کافروں سے مطمئن نہ تھے۔ خصوصاً یہودی ہر وقت مار آستین بنے ہوئے تھے۔ اس لئے شب کے وقت مکان پر پہرہ لگا دیتے تھے کیونکہ مکان بالکل معمولی قسم کے تھے۔ دشمن سے حفاظت کا ان میں کوئی ذریعہ نہ تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باری باری سے پہرہ دیتے تھے اور حضور والا اندر استراحت فرماتے تھے۔ جنگ احد کے بعد ایک شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر پہرہ ہٹا دیا کہ تم سب ہٹ جاؤ اور اپنے گھر چلے جاؤ۔ اللہ نے میری حفاظت کر لی ہے۔ اسی روز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ چوکی موقوف فرما

دیا اور یہ بھی دلیل نبوت ہے کیونکہ اس درجہ اعتماد بلا وحی نہیں ہوسکتا۔

جو پیش گوئی اور وعدہ اس آیت میں فرمایا گیا وہ اسی طرح صادق ہوا۔ ہر چند کہ آپ غزوات میں زخمی بھی ہوئے اور مصائب کا سامنا بھی ہوا۔ زہر بھی دیا گیا۔ راستہ میں کانٹے بھی بچھائے گئے اوپر سے پتھر بھی لڑھکائے گئے۔ نیچے سے گڑھے بھی کھولے گئے مگر کفار کی سب ہی تدبیریں ناکام ہوگئیں اور آپ کے ہلاک کرنے کے منصوبے میں کسی طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ اور یہاں مفسرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار سے جو جسمانی تکلیفیں پہنچی ہیں وہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے پہلے پہنچی ہیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی شخص آپ کو جسمانی تکلیف بھی نہیں پہنچا سکا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ کا پورا پورا حق بلا شک وشبہ ادا فرما دیا۔ اور امت کو آپ کے احکام پہنچا دیئے۔ ہمیں نصیحت وہدایت کی ساری باتیں بتلا دیں مگر ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور آپ کے سچے اور وفادار امتی ہونے کا حق ادا نہ کر سکے۔ یا اللہ نفس وشیطان کے پھندوں سے ہمیں اب بچالے اور نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

8

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

قُلْ	يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لَسْتُمْ	عَلٰى شَيْءٍ	حَتّٰى	تُقِيْمُوا	التَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ
آپ کہدیں	اے اہل کتاب	تم نہیں ہو	کسی چیز پر (کچھ بھی)	جب تک	تم قائم کرو	توریت	اور انجیل	اور جو	نازل کیا گیا	تمہاری طرف (تم پر)

آپ کہیے کہ اہل کتاب تم کسی راہ پر بھی نہیں جب تک کہ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے

مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ

مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَلَيَزِيْدَنَّ	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	مَّاۤ اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	مِنْ رَّبِّكَ	طُغْيَانًا	وَّكُفْرًا	فَلَا تَاْسَ
سے	تمہارا رب	اور ضرور بڑھ جائیگی	اکثر	اُن سے	جو نازل کیا گیا	آپکی طرف (آپ پر)	آپکے رب کیطرف سے	سرکشی	اور کفر	تو افسوس نہ کریں

اُس کی بھی پوری پابندی نہ کروگے اور ضرور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۶۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى

عَلَى	الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ	اِنَّ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَالَّذِيْنَ	هَادُوْا	وَالصّٰبِـُٔوْنَ	وَ	النَّصٰرٰى
پر	قوم کفار	بیشک	جو لوگ ایمان لائے	اور جو لوگ	یہودی ہوئے	اور صابی	اور	نصاری

تو آپ ان کافر لوگوں پر غم نہ کیا کیجئے۔ یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور فرقہ صابئین اور نصاریٰ

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۹

مَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	وَعَمِلَ	صَالِحًا	فَلَا خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا هُمْ	يَحْزَنُوْنَ
جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور آخرت کے دن	اور اس نے عمل کئے	اچھے	تو کوئی خوف نہیں	ان پر	اور نہ وہ	غمگین ہوں گے

جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور کارگذاری اچھی کرے ایسوں پر نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے

اہل کتاب کو تنبیہ کی تعلیمات الٰہیہ پر عمل کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی

آسمانی کتابوں میں یہود کو توراۃ ملی تھی اور نصاریٰ کو انجیل اور ان دونوں کتابوں میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب قرآن مجید پر ایمان لانے کی ہدایت اور حکم موجود تھا تو اگر یہود و نصاریٰ اپنی اپنی کتاب پر پورا پورا عمل کرتے تو ان کے اوپر لامحالہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب قرآن مجید پر ایمان لانا لازم ہو جاتا کیونکہ ان کی اپنی کتاب کا یہی حکم تھا کہ نبی آخر الزمان کی فرمانبرداری کریں۔ آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لاویں۔ تو اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تو اس کا مطلب صاف یہ ہوا کہ وہ اپنی کتاب توراۃ اور انجیل پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب وہ اپنی کتاب پر بھی عمل نہیں کرتے تو ان کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ٹھیک راہ عمل پر ہیں اور چونکہ انہیں قرآن مجید سے ایک ضدسی ہوگئی تھی کہ جو قرآن کہے وہی نہ کرنا۔ اس لئے اس ضد و عناد کی وجہ سے قرآن کریم الشان کے لئے گمراہی اور کفر و عناد میں زیادتی کا سبب ہوگیا۔

توراۃ اور انجیل کے بعد سب سے اخیر میں قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے پاس بھیجا گیا۔ حقیقت میں یہ اہل کتاب خوب جانتے تھے کہ یہی وہ آخری نبی ہیں جنکی بشارت پہلے توراۃ اور انجیل میں دی جاچکی ہے اور جن کی آمد کی حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے دعا کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی لیکن ان کو دنیا کے وہمی فائدہ کے خیال نے اور اپنی خواہشوں کے جوش نے اندھا کر دیا اور مخالفت پر تل گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار پر اپنی ضد پر اڑ گئے اور اس پر دعویٰ یہ کہ ہم ہی اللہ کے محبوب اور مقبول بندے ہیں اور نجات ہم ہی کو ملے گی اور عذاب ہم کو نہ ہوگا ان کے اس خیال کو شدت سے غلط بتایا گیا اور صاف بتا دیا گیا کہ نجات اخروی اور حقیقی فلاح اور دائمی کامیابی اور اللہ کی محبوبیت اور مقبولیت کا دارومدار و معیار ایمان اور عمل صالح ہے۔ تو جو قوم اپنے مقرب الٰہی یا کامیاب ہونے کا دعویٰ کرے اس کو اس کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے گا۔ لہذا جب تک کوئی خداوند قدوس کے وجود باجود اس کی واحدانیت اور اس کے صفات کمالیہ اور اس کے احکام و قوانین اور اس کے پیغمبر انبیاء والمرسلین پر اور روز جزاء پر ایمان نہ لائے اور اللہ رب العزت کے حکم کے موافق نیک کام نہ کرے کہ یہ تمام باتیں ایمان باللہ میں داخل ہیں اس وقت تک رضائے خداوندی اور فلاح ابدی سے ہمکنار ہونا ناممکن اور محال ہے۔

نجات کا قانون

آگے نجات کا ایک قانون عام جو اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب کو شامل ہے بیان فرمایا جاتا ہے۔

حاصل اس قانون کا ظاہر ہے کہ ہمارے دربار میں کسی کی تخصیص نہیں جو شخص پوری اطاعت اعتقاد اور اعمال میں اختیار کرے گا خواہ وہ پہلے سے کیسا ہی ہو ہمارے یہاں مقبول اور اس کی خدمت مشکور ہے اور ظاہر ہے کہ بعد نزول قرآن کے پوری اطاعت محمدی یعنی مسلمان ہونے میں منحصر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جو مسلمان ہو جائے گا مستحق اجر و نجات اخروی ہوگا۔

الغرض لطیف پیرایہ میں یہاں اہل کتاب کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ اتنی شرارتوں اور نافرمانیوں کے بعد بھی اگر مسلمان ہو جائیں تو گذشتہ تقصیرات سب معاف کر دیجائیں گی۔

یہاں تمثیلاً چند مشہور مذاہب کا ذکر کیا گیا یعنی مسلمان، یہود و نصاریٰ اور صابئین حضرت ابراہیم حنیف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت نمرود کی قوم صابی العقیدہ ستارہ پرست تھی جس کے رد اور ابطال میں خدا کے خلیل اور پیغمبر نے جانبازی دکھلائی خلاصہ یہ کہ حنفاء کے مقابلہ میں صابئین کی جماعت تھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس قانون میں مسلمانوں کا ذکر کی ظاہر میں ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ تو مسلمان ہیں ہی مگر یہاں یہود، نصاریٰ صابئین کے ساتھ مسلمان کا بھی ذکر کرنے سے کلام میں ایک خاص بلاغت پیدا ہوگئی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں
اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔
یا اللہ ہم کو شریعت اسلامیہ کی ظاہر و باطن میں کامل پابندی نصیب فرما اور اپنے
ان بندوں میں شامل فرما جن کو کہ آخرت میں نہ کسی قسم کا خوف ہوگا نہ غم ہوگا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا

لَقَدْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	وَاَرْسَلْنَآ	اِلَيْهِمْ	رُسُلًا	كُلَّمَا	جَآءَهُمْ	رَسُوْلٌ	بِمَا
بیشک	ہم نے لیا	پختہ عہد	بنی اسرائیل	اور ہم نے بھیجے	انکی طرف	رسول (جمع)	جب بھی	آیا انکے پاس	کوئی رسول	اسکے ساتھ جو

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے اُن کے پاس بہت سے پیغمبر بھیجے جب کبھی اُن کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جس کو اُن کا جی نہ چاہتا تھا

لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا

لَا تَهْوٰٓى	اَنْفُسُهُمْ	فَرِيْقًا	كَذَّبُوْا	وَفَرِيْقًا	يَقْتُلُوْنَ	وَ	حَسِبُوْٓا	اَلَّا تَكُوْنَ	فِتْنَةٌ	فَعَمُوْا
نہ چاہتے تھے	اُنکے دل	ایک فریق	جھٹلایا	اور ایک فریق	قتل کر ڈالتے	اور	انہوں نے گمان کیا	کہ نہ ہوگی	کوئی خرابی	سو وہ اندھے ہوئے

سو بعضوں کو جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔ اور یہی گمان کیا کہ کچھ سزا نہ ہوگی اس سے اور بھی اندھے اور بہرے بن گئے

وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

وَ	صَمُّوْا	ثُمَّ	تَابَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	ثُمَّ	عَمُوْا	وَصَمُّوْا	كَثِيْرٌ	مِّنْهُمْ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ
اور	بہرے ہوگئے	تو	توبہ قبول کی	اللہ	ان کی	پھر	اندھے ہوگئے	اور بہرے ہوگئے	اکثر	اُن سے	اور اللہ	دیکھ رہا ہے	جو	وہ کرتے ہیں

پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر توجہ فرمائی لیکن پھر بھی اُن میں سے بہتیرے اندھے اور بہرے بنے رہے اور اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو خوب دیکھنے والے ہیں

یہود کی عہد شکنی

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ لئے تھے کہ وہ خدائی احکام پر عامل اور وحی کے پابند رہیں گے لیکن انہوں نے وہ عہد توڑ دیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ کتاب اللہ کی جو بات انہوں نے اپنی منشا کے موافق پائی مان لی اور جس میں خلاف نظر آیا ترک کر دی اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ اللہ کے نبیوں کے مخالف ہو کر بہت سے انبیاء کو جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل بھی کر دیا کیونکہ ان کے لائے ہوئے احکام ان کی رائے اور منشا کے خلاف تھے اور اتنے بڑے جرم و گناہ کے بعد بھی خدا تعالیٰ کے عذاب سے نڈر اور اپنے جرائم کے انجام سے بے فکر ہو بیٹھے اور سمجھ لیا کہ ہمیں کوئی سزا نہ ملے گی اور نہ ہم پر کوئی مصیبت و بلا آئے گی۔ یہ خیال کر کے خدائی نشانات اور خدائی کلام کی طرف سے بالکل اندھے اور بہرے ہوگئے کہ نہ حق کو سنیں نہ ہدایت کو دیکھ سکیں۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان پر ایک جابر بادشاہ بخت نصر کو مسلط کیا جس نے یہود کو قتل و قید کی ذلت و رسوائی میں عرصہ تک گرفتار رکھا۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد بخت نصر کی قید سے چھٹکارا ملا۔ اس وقت ان لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح احوال کی طرف متوجہ ہوئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی شرارتیں سوجھیں حتیٰ کہ حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کے قتل کی جرات کی اور پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تو ان کے قتل کے بھی درپے ہوئے حتیٰ کہ جب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کے ساتھ بھی تکذیب و شرارت کا برتاؤ کیا۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اعمال سے باخبر ہیں

آیت کے اخیر جملہ واللہ بصیر بما یعملون اللہ دیکھتے ہیں جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ وہ اگرچہ خدا کے غضب اور قہر کی طرف سے اندھے ہوگئے ہیں لیکن خدا ان کی تمام حرکات کو برابر دیکھتا رہا ہے چنانچہ ان کی حرکات کی سزا دینا میں بھی ملتی رہی کبھی طاعون کبھی قتل کبھی ذلت کبھی قید وغیرہ سے اور آخرت میں بھی سزا بھگتنی پڑے گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ

لَقَدْ كَفَرَ	الَّذِينَ قَالُوا	إِنَّ	اللَّهَ	هُوَ	الْمَسِيحُ	ابْنُ مَرْيَمَ	وَقَالَ	الْمَسِيحُ	يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ
بیشک کافر ہوئے	وہ جنہوں نے کہا	تحقیق	اللہ	وہی	مسیح	ابن مریم	اور کہا	مسیح	اے بنی اسرائیل

بیشک وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ عین مسیح ابن مریم ہے حالانکہ مسیح نے خود فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل

اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

اعْبُدُوا	اللَّهَ	رَبِّي	وَ	رَبَّكُمْ	إِنَّهُ	مَنْ	يُشْرِكْ	بِاللَّهِ	فَقَدْ حَرَّمَ	اللَّهُ	عَلَيْهِ	الْجَنَّةَ
عبادت کرو	اللہ	میرا رب	اور	تمہارا رب	بیشک وہ	جو	شریک ٹھہرائے	اللہ کا	تو تحقیق حرام کردی	اللہ	اس پر	جنت

تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے بیشک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دیگا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کر دیگا

وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ

وَمَأْوَاهُ	النَّارُ	وَمَا	لِلظَّالِمِينَ	مِنْ	أَنْصَارٍ	لَقَدْ كَفَرَ	الَّذِينَ قَالُوا	إِنَّ	اللَّهَ	ثَالِثُ
اور اسکا ٹھکانہ	دوزخ	اور نہیں	ظالموں کیلئے	کوئی	مددگار	البتہ کافر ہوئے	وہ لوگ جنہوں نے کہا	بیشک	اللہ	تین کا

اور اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے' اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا ایک ہے

ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ

ثَلَاثَةٍ	وَمَا	مِنْ	إِلَٰهٍ	إِلَّا إِلَٰهٌ	وَاحِدٌ	وَإِنْ	لَمْ يَنْتَهُوا	عَمَّا	يَقُولُونَ	لَيَمَسَّنَّ
تیسرا (ایک)	اور نہیں	کوئی	معبود	سوائے معبود	واحد	اور اگر	وہ باز نہ آئے	اس سے جو	وہ کہتے ہیں	ضرور پہنچے گا

حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں' اور اگر یہ لوگ اپنے اقوال سے باز نہ آئے تو جو لوگ اُن میں کافر رہیں گے اُن پر دردناک عذاب واقع ہوگا

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٧٤﴾

الَّذِينَ كَفَرُوا	مِنْهُمْ	عَذَابٌ	أَلِيمٌ	أَفَلَا يَتُوبُونَ	إِلَى اللَّهِ	وَيَسْتَغْفِرُونَهُ	وَ	اللَّهُ	غَفُورٌ	رَحِيمٌ
جنہوں نے کفر کیا	ان سے	عذاب	دردناک	پس وہ کیوں توبہ نہیں کرتے	اللہ کیطرف (آگے)	اور اس سے بخشش مانگتے	اور	اللہ	بخشنے والا	مہربان

کیا پھر بھی خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنیوالے ہیں بڑی رحمت فرمانے والے ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننے والوں کا رد

نزول قرآن کے وقت نصاریٰ کا ایک فرقہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو خدا کہتا تھا۔ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ خدا دنیا کے گناہ معاف کرنے کے لئے حضرت مریم کے پیٹ سے مجسم ہو کر بشکل مسیح دنیا میں ظاہر ہوا گویا ان کا قول یہ تھا کہ خدا ہی تھا کہ جو مسیح کی صورت میں آیا۔ یہ بالکل ایسا ہی عقیدہ تھا جیسا کہ ہندوؤں کا اپنے اوتاروں کے متعلق عقیدہ ہے کہ ایشور یعنی خدا شیر اور انسانوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے چونکہ یہ اعتقاد بالکل لغو تھا اس لئے حق تعالیٰ نے اس قول باطل کے رد میں دلائل بیان نہیں فرمائے بلکہ صرف مسیح علیہ السلام کے قول کو نقل فرما دیا گیا کہ خود

حضرت مسیح علیہ السلام توحید کے داعی تھے اور شرک سے منع کرتے تھے اور ڈراتے تھے اس لئے نصاریٰ کا یہ عقیدہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کی صریح تعلیم اور صاف کھلی ہوئی ہدایت اور واضح نصیحت کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت مسیحؑ کا یہ قول یبنی اسرآء یل اعبدوا اللہ ربی و ربکم (اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا) حق تعالیٰ نے نصاریٰ پر بطور حجت پیش کیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مسیحؑ تو لوگوں کو خود خدا کی عبادت کی طرف بلایا کرتے تھے اور خود بھی خدا کی عبادت اور بندگی کیا کرتے تھے اور اس سے دعا مانگا کرتے تھے۔ اور حضرت مسیحؑ فقط خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی طرف دعوت دینے میں اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ شرک کرنے والوں کو خدا کے بے پناہ عتاب سے ڈراتے تھے اور یہ کہتے تھے انہ' من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ و ماوٰہ النار و ما للظلمین من انصار تحقیق جو شخص اللہ کیساتھ کسی کو شریک گردانے سو اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے وہ کبھی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا یعنی مشرک کی کبھی بخشش نہ ہو سکے گی۔ اور آخرت میں مشرک کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگ ہے اور ایسے ظالموں کا جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردانیں کوئی یار و مددگار نہیں جو ان کی مدد کرے اور ان سے عذاب کو دور کرے۔ مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ اس میں دو احتمال ہیں کہ یا تو آیت کا یہ جز وانہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ و ماواہ النار و ما للظلمین من انصار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے اور یا یہ کہ یہ عیسیٰؑ کا کلام نہیں بلکہ حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ بہر حال ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے اور اسی کو اکثر مفسرین اکابر مثل ابن کثیرؒ نے اختیار کیا ہے۔

عقیدہ تثلیث والوں کا رد

آگے دوسری آیت نصاریٰ کے ان فرقوں کا رد ہے جو تثلیث کے قائل ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اور عیسیٰ اور روح القدس ان تینوں میں خدائی دائر ہے یعنی ان میں کا ہر ایک خدا ہے اور تینوں کا مجموعہ ایک خدا ہے گویا کہ خدائی تین حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک اللہ رہا۔ ایک مسیح اور ایک روح القدس اور بعضے نصاریٰ بجائے روح القدس کے حضرت مریم کو تثلیث میں شامل کرتے ہیں اور مسیح کے ساتھ ان کی والدہ حضرت مریم کی بھی عبادت کرتے ہیں یعنی اللہ اور مسیح اور مریم تین معبود ہیں اور الوہیت ان تینوں کے درمیان مشترک ہے۔ غرض کہ تثلیث جس قسم کی بھی ہر بہر حال سراسر شرک ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے تثلیث کو کفر قرار دیا اور یہاں دوسری آیت میں صاف ارشاد فرمایا گیا لقد کفر الذین قالوآ ان اللہ ثالث ثلثۃ وما من الٰہ الا الٰہ واحد بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہوئے جنہوں نے یہ کہا کہ خدا تین معبودوں میں کا تیسرا معبود ہے یا خدا تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ نہیں ہے کوئی معبود مگر ایک ہی ذات۔

آگے الوہیت مسیح یا تثلیث کے قائل ہونے والوں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اگر یہ دونوں عقیدہ کے لوگ اپنے اقوال کفریہ سے باز نہ آئے تو سمجھ رکھیں کہ جو لوگ ان میں کافر رہیں گے ان پر آخرت میں دردناک عذاب واقع ہوگا۔ اور تعجب ہے کہ ان مضامین توحید و وعید کو سن کر پھر بھی اپنے عقائد اور اعمال سے خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ سے جب کوئی توبہ کرتا ہے اور اس سے اپنا گناہ بخشواتا ہے تو وہ سچی توبہ سے بڑے سے بڑے گناہ معاف فرما دیتا ہے کیونکہ وہ بڑی مغفرت کرنیوالے اور بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک یہودیت و نصرانیت سے بچا کر امت مسلمہ میں پیدا فرمایا۔

یا اللہ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور پکا امتی بن کر زندہ رہنے اور اسی حال میں مرنے کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ ہم سے جواب تک تقصیرات اور کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور ایمان صادق اور اسلام کامل ہم کو نصیب فرما دے اور ہر طرح کے جلی اور خفی شرک سے ہمارے ایمانوں کو محفوظ فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ

مَا	الْمَسِيحُ	ابْنُ مَرْيَمَ	إِلَّا	رَسُولٌ	قَدْ خَلَتْ	مِن قَبْلِهِ	الرُّسُلُ	وَأُمُّهُ	صِدِّيقَةٌ
نہیں	مسیح	ابن مریم	مگر	رسول	گزر چکے	اس سے پہلے	رسول	اور اس کی ماں	صدیقہ (سچی-ولی)

مسیح ابن مریم کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں، جن سے پہلے اور بھی پیغمبر گذر چکے ہیں، اور اُن کی والدہ ایک ولی بی بی ہیں،

كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ

كَانَا يَأْكُلَانِ	الطَّعَامَ	انظُرْ	كَيْفَ	نُبَيِّنُ	لَهُمُ	الْآيَاتِ	ثُمَّ	انظُرْ	أَنَّىٰ	يُؤْفَكُونَ	قُلْ
وہ دونوں کھاتے تھے	کھانا	دیکھو	کیسے	ہم بیان کرتے ہیں	انکے لئے	آیات (دلائل)	پھر	دیکھو	کہاں (کیسے)	اوندھے جارہے ہیں	کہہ دیں

دونوں کھانا کھایا کرتے تھے دیکھئے تو ہم کیونکر دلائل اُن سے بیان کر رہے ہیں پھر دیکھئے وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں۔ آپ فرمایئے

أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾

أَتَعْبُدُونَ	مِن	دُونِ اللَّهِ	مَا	لَا يَمْلِكُ	لَكُمْ	ضَرًّا	وَلَا نَفْعًا	وَاللَّهُ	هُوَ	السَّمِيعُ	الْعَلِيمُ
کیا تم پوجتے ہو	سے	اللہ کے سوا	جو	مالک نہیں	تمہارے لئے	نقصان	اور نہ نفع	اور اللہ	وہی	سننے والا	جاننے والا

کیا خدا کے سوا ایسے کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کوئی ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سنتے ہیں سب جانتے ہیں

عقیدۂ تثلیث کے باطل ہونے کے دلائل

ان آیات میں عقیدہ الوہیت مسیح کو دوسرے متعدد دلائل سے رد فرمایا جاتا ہے چنانچہ یہاں آیات میں پہلے جملہ میں ارشاد ہوتا ہے **ما المسیح ابن مریم الا رسول** مسیح ابن مریم کچھ بھی نہیں نہ خدا نہ جزو خدا بلکہ صرف ایک پیغمبر ہیں۔ اس جملہ میں اول دلیل تو یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ابن مریم تھے ایک عورت کے پیٹ سے وجود میں آئے اور کسی عورت کا بیٹا ہو کر اور عورت کے پیٹ سے وجود میں آ کر وہ خدا یا جزو خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ دوسری دلیل اس جملہ میں یہ ہے کہ حضرت مسیح محض رسول تھے اور رسول کا خدا ہونا یا جزو خدا ہونا محال ہے اس لئے کہ جب پیغمبر خود ہی خدا یا جزو خدا ہے تو پیغمبری کس کی طرف سے کرتا ہے؟

تیسری دلیل اگلے جملہ **قد خلت من قبله الرسل** میں ارشاد ہے یعنی حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے اور بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں صرف بنی اسرائیل ہی میں ہزاروں پیغمبر ہوئے ہیں۔ پھر ان کو خدا کیوں نہیں کہا جاتا۔ جب ان کو خدا نہیں کہا جاتا تو پھر حضرت مسیح کو کیوں شریک فی الالوہیت سمجھا جاتا ہے؟ جس طرح کے خوارق و معجزات حضرت مسیح سے ظاہر ہوئے اسی طرح معجزات دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی ظہور میں آئے۔ معجزات کا ظاہر ہونا الوہیت کی دلیل نہیں بلکہ نبوت و رسالت کی دلیل ہے اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا الوہیت کی دلیل ہے تو حضرت آدم اور ملائکہ اس شان میں حضرت مسیح سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔

چوتھی دلیل **وامه صديقه كانا يا كلن الطعام** میں دی گئی یعنی حضرت عیسیٰ کی والدہ ماجدہ صدیقہ تھیں یعنی بڑی ولیہ تھیں اور دونوں کھانا کھاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے رسول تھے اور صاحب معجزات تھے اور ان کی والدہ ولیہ تھیں اور صاحب کرامات تھیں مگر خدائی میں شریک کوئی نہ تھا نہ یہ نہ وہ اس لئے کہ دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے یعنی حوائج بشری میں وہ سب انسانوں کی طرح تھے جس طرح سب لوگوں کو بھوک پیاس لگتی ہے اسی طرح وہ بھی کھانا کھا کر زندہ رہتے تھے اور ان کو بھی بھوک پیاس

لگتی تھی۔اور غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص کھانے پینے کا محتاج ہے وہ تقریباً دنیا کی ہر چیز کا محتاج ہے۔ زمین' ہوا' پانی' گرمی' روشنی چاند سورج حتیٰ کہ حیوانات سے بھی اسے استغنا نہیں۔ان کا سلسلہ کہاں تک جاتا ہے تو جو کھانے پینے سے مستغنی نہ ہو وہ دنیا کی کسی چیز سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔تو جو ذات کہ تمام انسانوں کی طرح اپنی بقا میں عالم اسباب سے مستغنی نہ ہو وہ خدا کیونکر بن سکتی ہے؟

جہالت کے شیدائی

دلائل مذکورہ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے **انظر کیف نبین لهم الأيت ثم انظر انى يؤفكون** دیکھئے تو سہی ہم کیونکر صاف صاف دلائل اور کھلی کھلی دلیلیں بیان کرتے ہیں۔لیکن ان لوگوں کو دیکھو کہ وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں۔حق و صداقت کو چھوڑ کر کہاں جہالت کی تاریکیوں میں گھوم رہے ہیں یعنی تعجب کی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت و بشریت کو ایسے دلائل و براہین سے واضح بیان کر دیا گیا کہ جو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں مگر باایں ہمہ یہ نصاریٰ قبول حق سے روگرداں ہی ہیں اور ان کو خدا یا خدا کا بیٹا ہی کہے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اس پر نئے انداز کا استدلال

دوسری آیت زیر تفسیر میں بھی الوہیت غیر اللہ کے ابطال کی دلیل ہے مگر نوعیت استدلال میں فرق ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **قل اتعبدون من دون الله مالا يملك لكم ضرًا و لانفعاً والله هو السميع العليم** اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کیا خدا کے سوا ایسی مخلوق کی عبادت کرتے ہو جو نہ تم کو ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا یعنی جب حضرت مسیحؑ کو نصاریٰ نے خدا کہا تو لازم ہے کہ معبود بھی کہیں مگر معبود بننا صرف اسی ذات کے ساتھ مخصوص ہے جو تمام عالم کے نفع و ضرر کا مالک ہو اور جو نفع و ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ عبد ہے کیونکہ عجز منافی الوہیت کے ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے عیسائیت اور یہودیت کی گمراہیوں سے بچا کر ہم کو اسلام و ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

یا اللہ ہم کو سچی توحید نصیب فرما۔اور اپنی ہی بندگی اور عبادت کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ ہر طرح کے نفع و نقصان پہنچانے کے مالک آپ ہی ہیں۔

ہمیں اس عقیدہ پر یقین کامل نصیب فرما اور ہر حال میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا

قُلْ	يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	لَا تَغْلُوْا	فِيْ	دِيْنِكُمْ	غَيْرَ الْحَقِّ	وَ	لَا تَتَّبِعُوْٓا	اَهْوَآءَ	قَوْمٍ	قَدْ ضَلُّوْا
کہہ دیں	اے اہل کتاب	غلو (مبالغہ) نہ کرو	میں	اپنا دین	ناحق	اور	نہ پیروی کرو	خواہشات	وہ لوگ	گمراہ ہو چکے

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق کا غلو مت کرو اور اُن لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں

مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ

مِنْ قَبْلُ	وَاَضَلُّوْا	كَثِيْرًا	وَضَلُّوْا	عَنْ	سَوَآءِ	السَّبِيْلِ	لُعِنَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	مِنْ
اس سے قبل	اور انہوں نے گمراہ کیا	بہت سے	اور بھٹک گئے	سے	سیدھا	راستہ	لعنت کئے گئے (ملعون ہوئے)	جن لوگوں نے کفر کیا	سے

اور بھی بہتوں کو غلطی میں ڈال چکے ہیں اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہو گئے تھے۔ بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے اُن پر لعنت کی گئی تھی

بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾

بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ	عَلٰى	لِسَانِ	دَاوٗدَ	وَعِيْسَى	ابْنِ مَرْيَمَ	ذٰلِكَ	بِمَا	عَصَوْا	وَكَانُوْا	يَعْتَدُوْنَ
بنی اسرائیل	پر	زبان	داؤد	اور عیسیٰ	ابن مریم	یہ	اس لئے کہ	انہوں نے نافرمانی کی	اور وہ تھے	حد سے بڑھتے

داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ	عَنْ	مُّنْكَرٍ	فَعَلُوْهُ	لَبِئْسَ	مَا كَانُوْا	يَفْعَلُوْنَ	
ایک دوسرے کو نہ روکتے تھے	سے	برے کام	وہ کرتے تھے	البتہ برا ہے	جو وہ تھے	کرتے	

جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اُس سے باز نہ آتے تھے واقعی اُن کا یہ فعل بیشک برا تھا

اہل کتاب کی گمراہی کا سبب

غلو کی معنیٰ حد سے نکل جانے کے ہیں۔ دین میں غلو کا مطلب یہ ہے کہ اعتقاد اور عمل میں دین نے جو حدود مقرر کی ہیں ان سے آگے بڑھ جانا۔ مثلاً انبیاء کی تعظیم کی حد یہ ہے کہ ان کو خلق خدا میں سب سے افضل جانے ان کی قدر و منزلت پہنچانے اور ان کی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کے احکام و ہدایات کا اتباع کرے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ غلو کیا کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا اور یہود نے ان کو ایسا گھٹایا کہ ان کی نبوت کو بھی نہ مانا اور معاذ اللہ ان کو ساحر اور کذاب بتلایا اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ پر معاذ اللہ زنا کی تہمت لگائی۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ نے افراط سے کام لیا اور یہود نے تفریط سے اور دین کے بارہ میں افراط و تفریط دونوں ہی مذموم ہیں۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو یعنی صداقت کے برخلاف اپنے مذہبی خیالات میں نہ زیادتی کرو نہ افراط و تفریط سے کام لو۔ جو اصل بات ہے اس پر قائم رہو اور اصل بات یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے مقرب اور برگزیدہ بندے اور رسول ہیں اور ان کی

پیدائش خدا کی قدرت یعنی کلمہ کن سے ہوئی اس لئے نہ وہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے جیسا نصاریٰ کا خیال ہے اور نہ کذاب و مفتری ہیں جیسا کہ یہود کا خیال ہے۔

اہل کتاب کو تبلیغ کہ خواہش پرستوں سے بچو

تمہارے اسلاف نے اپنی کتابوں میں تحریف کی ہیں اور خود تراشیدہ اقوال ان میں شامل کئے ہیں اس لئے تم ان بندگان نفس کی پیروی مت کرو جو خود بھی گمراہ تھے۔ اور بہتوں کو انہوں نے اپنی باطل تحریفات اور خیالات سے گمراہ کیا۔ مقصد یہ کہ جب ان کی غلطی دلائل سے ثابت ہوگئی پھر ان کا اتباع کیوں نہیں چھوڑتے۔

اہل کتاب کے اسلاف کی گمراہی کے بعض واقعات

آگے یہود و نصاریٰ کو ان کے اسلاف کی گمراہی کے بعض واقعات یاد دلائے جاتے ہیں مقصود جس سے اہل کتاب کو اپنے اسلاف کے اتباع سے روکنا ہے چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی جن لوگوں پر حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت ہوئی وہ اصحاب السبت ہیں اور جن لوگوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت ہوئی وہ اصحاب المائدہ ہیں یہودیوں کو سبت یعنی ہفتہ کے دن شکار کھیلنے سے منع کر دیا گیا تھا لیکن بنی اسرائیل میں ایک گروہ نے انتہائی حیلہ سازی سے اس حکم کی اعتقاداً اور عملاً مخالفت کی اور حکم الٰہی کے خلاف سنیچر کو شکار کھیلنے لگے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا کی۔ یہ لوگ طاعون میں مبتلا ہوئے اور ان کی شکلیں مسخ ہو کر سوروں کی طرح ہوگئیں اور یونہی خواری کے ساتھ چیخ چیخ کر مر گئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جب آسمان سے کھانے کا خوان اترنا شروع ہوا اور لوگوں نے حکم الٰہی کے خلاف اس میں سے ذخیرہ جمع کرنا شروع کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے واسطے بددعا کی ان کی صورتیں بھی مسخ کر دی گئیں۔

ملعون ہونے کے اسباب

آگے بتلایا گیا کہ ان پر یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے منع نہیں کرتے تھے یعنی نہ مجرم کسی طرح ارتکاب جرم سے باز آتا تھا اور نہ غیر مجرم مجرم کو روکتا تھا۔ بلکہ سب شیر و شکر ہو کر بے تکلف ایک دوسرے کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ بنے ہوئے تھے۔ منکرات و فواحش کا ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے انقباض، تکدر اور ترشروئی کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا۔

نیز اس میں اہل کتاب کو یہ بھی تنبیہ ہے کہ اگر تم نے اب اپنی حالت کو نہ سنبھالا اور حق کی طرف رجوع نہ کیا اور اللہ کے رسول اور نبی آخر الزمان کا اتباع نہ کیا تو پھر تم شدید لعنت کے مورد بنو گے جو خدا تعالیٰ سید الانبیاء خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان پر بھیجے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ شریعت کے مطابق ہم خود بھی چلنے والے ہوں اور دوسروں کو چلانے والے ہوں۔ نیکی کے کام ہم خود بھی کرنے والے ہوں اور دوسروں سے بھی کرانے والے ہوں۔ گناہوں سے خود بھی بچنے والے ہوں اور دوسروں کو بچانے والے ہوں۔ ظلم اور زیادتی سے خود بھی الگ رہنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی الگ رکھنے والے ہوں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ

تَرٰى	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	يَتَوَلَّوْنَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لَبِئْسَ	مَا قَدَّمَتْ	لَهُمْ	اَنْفُسُهُمْ	اَنْ	سَخِطَ اللّٰهُ
آپ دیکھیں گے	اکثر	ان سے	دوستی کرتے ہیں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	البتہ برا ہے	جو آگے بھیجا	اپنے لئے	اُنکی جانیں	کہ	غضبناک ہوا اللہ

آپ اُن میں بہت آدمی دیکھیں گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں جو کام انہوں نے آگے کے لئے کیا ہے وہ بیشک برا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر ناخوش ہوا

عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

عَلَيْهِمْ	وَ	فِي الْعَذَابِ	هُمْ	خٰلِدُوْنَ	وَلَوْ	كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَالنَّبِيِّ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْهِ
اُن پر	اور	عذاب میں	وہ	ہمیشہ رہنے والے	اور اگر	وہ ایمان لائے	اللہ پر	اور رسول	اور جو	نازل کیا گیا	اسکی طرف

اور یہ لوگ عذاب میں دائم رہیں گے۔ اور اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبر پر اور اُس کتاب پر جو اُن کے پاس بھیجی گئی تھی تو اُن کو کبھی دوست نہ بناتے لیکن ان

مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً

مَا	اتَّخَذُوْهُمْ	اَوْلِيَآءَ	وَلٰكِنَّ	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	فٰسِقُوْنَ	لَتَجِدَنَّ	اَشَدَّ	النَّاسِ	عَدَاوَةً
نہ	انہیں بناتے	دوست	اور لیکن	اکثر	اُن سے	نافرمان	تم ضرور پاؤ گے	سب سے زیادہ	لوگ	دشمنی

میں زیادہ لوگ ایمان سے خارج ہی ہیں۔ تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور ان مشرکین کو پاویں گے اور ان میں

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	الْيَهُوْدَ	وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا	وَلَتَجِدَنَّ	اَقْرَبَهُمْ	مَوَدَّةً	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	الَّذِيْنَ قَالُوْا
اہل ایمان (مسلمانوں) کیلئے	یہود	اور جن لوگوں نے شرک کیا	اور البتہ ضرور پاؤ گے	سب سے زیادہ قریب	دوستی	ان کیلئے جو	ایمان لائے (مسلمان)	جن لوگوں نے کہا

مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر اُن لوگوں کو پائیے گا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ اُن میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت

اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

	اِنَّا	نَصٰرٰى	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	مِنْهُمْ	قِسِّيْسِيْنَ	وَرُهْبَانًا	وَاَنَّهُمْ	لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ	
	ہم	نصاری	یہ	اس لئے کہ	ان سے	عالم	اور درویش	اور یہ کہ وہ	تکبر نہیں کرتے	

سے تارک دنیا درویش ہیں اور اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی اہل کتاب یہود ونصاریٰ کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

مدینہ کے بعض یہود کعب بن اشرف وغیرہ مشرکین عرب کو جوش دلا کر اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر ابھارتے تھے۔ ان کی اس حرکت سے معلوم ہوا کہ دراصل ان کا ایمان اللہ اور اپنے تسلیم کردہ پیغمبر موسیٰ علیہ السلام اور اپنی کتاب توریت پر ہی نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو خود سید الانبیاء نبی آخر الزمان پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی تھی اور توریت میں اس امر کی بشارت دی گئی تھی چنانچہ ان آیات میں انہی یہود مدینہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں بت پرست کفار و مشرکین مکہ سے دوستی رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار مکہ کی مدد کرتے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ نبی آخر الزمان حق پر ہیں اور

کفار مکہ باطل پرست ہیں۔ان کی اس بدعملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ خدا کے غضب اور دائمی عذاب کا مستحق بنے۔

مسلمانوں کی بدخواہ اقوام

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمانوں کی عداوت و دشمنی میں سب لوگوں سے زیادہ سخت یہود کو پائیں گے اور ان کو کہ جو مشرک ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن اقوام سے زیادہ سابقہ پڑتا تھا ان میں یہ دونوں قومیں یہود اور مشرکین اسلام اور مسلمانوں کی شدید ترین دشمن تھیں۔ہجرت سے قبل مکہ کے اندر ۱۳ سال کے واقعات اور مشرکین مکہ کے ظالمانہ سلوک اور ایذا رسانیوں کے بیان سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کیا کیا آفتیں مشرکین مکہ نے برپا نہ کیں اور کونسی تکلیف تھی کہ جو نہ پہنچائی گئی مشرکین مکہ کی ایذا رسانیاں تو اپنی جگہ ظاہر ہی ہیں لیکن ملعون یہود نے بھی کوئی کمینہ سے کمینہ حرکت اٹھا نہ رکھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبری میں پتھر کی چٹان گرا کر شہید کرنا چاہا۔کھانے میں زہر دینے کی کوشش کی سحر اور جادو کرائے غرض یہود بے بہبود غضب پر غضب اور لعنت پر لعنت حاصل کرتے رہے۔

عیسائیوں کی نفسیات

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان یہود مدینہ کے مقابلہ نصاریٰ باوجودیکہ وہ بھی کفر میں مبتلا تھے اور مسلمانوں کا عروج ان کو بھی ایک نظر نہ بھاتا تھا تاہم ان میں قبول حق کی استعداد ان دونوں گروہوں یعنی یہود و مشرکین سے زیادہ تھی ان کے دل اسلام اور مسلمانوں سے دوستی کرنے کی طرف نسبتاً جلد مائل ہو جاتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ اس وقت تک نصاریٰ میں علم دین کا چرچا دوسری قوموں سے زیادہ تھا اپنے طریقہ کے موافق ترک دنیا اور زاہدانہ زندگی اختیار کرنے والے اس وقت ان میں بکثرت پائے جاتے تھے۔نرم دلی اور تواضع ان کی خاص صفت تھی اور جس قوم میں یہ عادتیں کثرت سے پائی جائیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ اس میں قبول حق اور سلامت روی کا مادہ دوسری اقوام سے زیادہ ہو کیونکہ قبول حق سے عموماً تین ہی چیزیں مانع ہوتی ہیں جہل حب دنیا یا حسد و تکبر۔اس وقت کے نصاریٰ میں قسیسین یعنی ان کے دین کے عالموں کا موجود ہونا جہل کو کم کرتا تھا۔رہبانوں یعنی ان کے زاہدانہ زندگی گزارنے والے درویشوں کی کثرت حب دنیا کو کم کرتی تھی اور نرم دلی اور تواضع کی صفت کبر و غرور کو کم کرتی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو نصاریٰ تھے ان میں قبول حق اور سلامت روی کا مادہ دوسری قوموں سے زیادہ تھا چنانچہ قیصر روم اور مقوقس شاہ مصر اور نجاشی شاہ حبشہ جو عیسائی مذہب رکھتے تھے انہوں نے جو معاملہ اور جو کچھ برتاؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رسالت کے ساتھ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیا وہ اس کا شاہد ہے کہ بہ نسبت یہود کے نصاریٰ نے زیادہ اسلام قبول کیا اور مسلمانوں سے دوستی کی صلاحیت نسبتاً دوسری قوموں سے زیادہ انہوں نے اس وقت ظاہر کی۔

اسلام کی اعلیٰ ظرفی

ان آیات سے جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوا کہ اخلاق حمیدہ خواہ کسی قوم میں ہوں وہ حمیدہ ہی رہیں گے وہیں دین اسلام اور قرآن کی عظیم الشان رواداری اور کشادہ قلبی اور عالی ظرفی اور وسیع النظری بھی معلوم ہوتی ہے کہ دوسروں کی کسی اچھائی کو سراہنے میں بخل یا عار نہیں۔ پھر جیسا کہ ہر مضمون میں انصاف و عدل رکھنا قرآن مجید کے لوازم سے ہے اسی طرح یہاں بھی یہود سے متعلق لفظ کثیر شروع آیت میں بھی اور اخیر میں بھی استعمال فرمایا کیونکہ قلیل تعداد یہود کی توریت کی بشارت کے موافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لے آئی تھی اور وہ مخلص مومنین کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور آپ کے دوسرے ساتھی وغیرہ۔

دعا کیجئے: کہ وہ اسلام جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر طرح جانی و مالی قربانیوں سے پھلا پھولا اور ہم تک پہنچا اللہ تعالیٰ اسی اسلام کا ہم کو بھی قدرداں اور اس پر مرمٹنے والا بنائیں اور ہم کو اسلام کی دین کی مؤمنین کی سچی محبت نصیب فرمائیں ۔ دشمنان دین کی عداوت اور چالوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

وَاِذَا سَمِعُوْا

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا سَمِعُوْا مَآ أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى أَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ

وَاِذَا	سَمِعُوْا	مَآ اُنْزِلَ	اِلَى	الرَّسُوْلِ	تَرٰى	اَعْيُنَهُمْ	تَفِيْضُ	مِنَ	الدَّمْعِ	مِمَّا	عَرَفُوْا	مِنَ
اور جب	سنتے ہیں	جو نازل کیا گیا	طرف	رسول	تو دیکھے	اُن کی آنکھیں	بہہ پڑتی ہیں	سے	آنسو	اس (وجہ سے)	انہوں نے پہچان لیا۔	سے کو

اور جب وہ اُس کو سُنتے ہیں جو کہ رُسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ اُن کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ اُنہوں نے حق کو پہچان لیا

الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللهِ وَمَا جَآءَنَا

الْحَقِّ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	اٰمَنَّا	فَاكْتُبْنَا	مَعَ	الشّٰهِدِيْنَ	وَمَا	لَنَا	لَا نُؤْمِنُ	بِاللهِ	وَمَا	جَآءَنَا
حق	وہ کہتے ہیں	اے ہمارے رب	ہم ایمان لائے	پس ہمیں لکھ لے	ساتھ	گواہ (جمع)	اور کیا	ہم کو	ہم ایمان نہ لائیں	اللہ پر	اور جو	ہمارے پاس آیا

یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہوگئے تو ہم کو بھی اُن لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔ اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر

مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ أَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَأَثَابَهُمُ اللهُ

مِنَ	الْحَقِّ	وَنَطْمَعُ	اَنْ	يُّدْخِلَنَا	رَبُّنَا	مَعَ	الْقَوْمِ	الصّٰلِحِيْنَ	فَاَثَابَهُمُ	اللهُ
سے۔پر	حق	اور ہم طمع رکھتے ہیں	کہ	ہمیں داخل کرے	ہمارا رب	ساتھ	قوم	نیک لوگ	پس اُن کو دیئے	اللہ

اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اُس پر ایمان نہ لاویں اور اس بات کی اُمید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کردے گا۔ سو اُن کو اللہ تعالیٰ

بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

بِمَا قَالُوْا	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَذٰلِكَ	جَزَآءُ	الْمُحْسِنِيْنَ
اُسکے بدلے جو انہوں نے کہا	باغات	بہتی ہیں	سے	اسکے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے	اس (ان) میں	اور یہ	جزا	نیکوکار (جمع)

اُن کے قول کے پاداش میں ایسے باغ دیں گے جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ اُن میں ہمیشہ کو رہیں گے، اور نیکوکاروں کی یہی پاداش ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾

وَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	الْجَحِيْمِ
اور جو لوگ	اُنہوں نے کفر کیا	اور جھٹلایا	ہماری آیات	یہی لوگ	ساتھی (والے)	دوزخ

اور جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

شانِ نزول: ان چار آیات زیرِ تفسیر کا تعلق چھٹے پارہ کی آخری آیت جس کا بیان گذشتہ درس میں ہوا تھا اسی سے ہے اور یہ آیات بھی خاص جماعت حبشہ کے نصاریٰ ہی کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ گذشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب مکہ کے ظالم مشرکین نے مسلمانوں کو بے حد تنگ کرنا شروع کیا اور اہلِ ایمان ان کی اذیتوں سے تنگ آگئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ حبشہ کا بادشاہ نہ خود ظلم کرتا ہے نہ کسی کو کسی پر ظلم کرنے دیتا ہے۔ اس لئے مسلمان کچھ عرصہ کے لئے وہاں چلے جائیں۔

نجاشی شاہ حبشہ جو نصرانی مذہب کے پیرو تھے اسلام کی حقانیت' قرآن کی صداقت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا قائل ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ جانے کا عزم کیا اس وقت نجاشی شاہ حبشہ نے ان کے ساتھ اپنے ہم مذہب نصاریٰ کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جو ستر آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ وفد مدینہ طیبہ پہنچ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درویشانہ اور راہبانہ لباس پہن کر حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سورہ یٰس پڑھ کر سنائی تو کلام الٰہی کو سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور زبان پر رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ آ گیا۔ اور سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ ان آیات زیر تفسیر میں اسی جماعت کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔

نصاریٰ کے انصاف پسند لوگوں کی تعریف اور ضدیوں کی مذمت

بتلایا جاتا ہے کہ یہ رقیق القلب حق طلب نصاریٰ قرآن کو جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنتے ہیں تو معرفت حق اور جوش قلب سے ان کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور بے اختیار وہ کہنے لگتے ہیں کہ یاالٰہی ہم کو ان لوگوں میں شامل کر دے جنہوں نے تیری وحدانیت تیرے رسول کی رسالت اور تیرے قرآن کی صداقت کی شہادت دی اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کھلی ہوئی صداقت اور حقانیت موجود ہے تو ہم کیوں خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور قرآن کی سچائی پر ایمان نہ لائیں اور کیوں نیکوکار حق پرست فرقہ کے ساتھ شامل ہونے کے خواستگار نہ بنیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب انہوں نے اپنے خلوص ایمان کا اس طرح اظہار کیا تو حق تعالیٰ نے بھی ان کو اس اقرار ایمان کے عوض بشارت سنادی کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اس قول و اعتقاد کی جزا میں ایسے باغات بہشت کے دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور نیکوکاروں کی یہی جزا ہے۔ اب رہے وہ لوگ جو آیات الٰہی کے منکر اور حق سے سرتابی کرنے والے ہیں تو ان کی سزا کا حال بھی ساتھ ہی فرمادیا کہ جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات و احکام کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ جہنم میں رہنے والے ہیں ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

الغرض یہاں غیر متعصب اور انصاف پسند اور اسلام قبول کرنے والے عیسائیوں کا ذکر ہوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور رقت قلب کی وجہ سے جو گریہ شوق یا نالۂ ندامت یا خوف خداوندی ان پر طاری ہوا اس کی اشارۃً مدح فرمائی جاتی ہے نیز ان کی کیفیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو قرآن کو شوق و اعتقاد کے ساتھ سنتے ہیں ان کی روحیں خطاب الٰہی کی حلاوت سے لطف حاصل کرتی ہیں اور پھر روح کے ساتھ جسم پر بھی اثر نمودار ہوتا ہے اور وہ مضطرب ہو کر آنکھوں سے شوق و خوف کے آنسو بہاتے ہیں اور ان کے دل عشق و محبت الٰہی کی آگ سے بھڑک اٹھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں صدق دل سے ایمان لانے والوں کو بشارت سنائی گئی اور کافروں کو کفر پر رہنے کی وعید سنائی گئی اور حق پرستی کی مدح فرمائی گئی۔

دعا کیجئے

یا اللہ! حق کو پہچان لینے اور اس پر راستی سے جم جانے کی توفیق کاملہ ہم کو نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نیک اور مقبول صادقین بندوں کی معیت دنیا میں نصیب فرما اور آخرت میں انہی کی معیت میں اپنی جنت میں داخل ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرما اور اپنے غصہ و غضب کی جگہ جہنم سے جو کفار منکرین کے لئے تیار کی گئی ہے ہم کو بچنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تُحَرِّمُوْا	طَيِّبٰتِ	مَاۤ اَحَلَّ	اللّٰهُ	لَكُمْ	وَ	لَا تَعْتَدُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُحِبُّ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	نہ حرام ٹھہراؤ	پاکیزہ چیزیں	جو حلال کیں	اللہ	تمہارے لئے	اور	حد سے نہ بڑھو	بیشک	اللہ	نہیں	پسند کرتا

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں اُن میں لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

الْمُعْتَدِيْنَ	وَكُلُوْا	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ	حَلٰلًا	طَيِّبًا	وَاتَّقُوْا	اللّٰهَ	الَّذِيْ	اَنْتُمْ	بِهٖ	مُؤْمِنُوْنَ
حد سے بڑھنے والے	اور کھاؤ	اس سے جو	تمہیں دیا	اللہ	حلال	پاکیزہ	اور ڈرو	اللہ	وہ جس	تم	اسکو	مانتے ہو

اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں اُن میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

شان نزول

ایک روایت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے اندوہناک حالات اور عذاب جہنم وغیرہ کی کیفیت سنی اور نصاریٰ کی رہبانیت اور ترک دنیا کی مدح اوپر ذکر کی ہوئی آیت میں سن چکے تھے تو ایک جماعت صحابہ کرام کی ایک جگہ جمع ہوئی اور سب نے بالاتفاق قسم کھائی کہ بقیہ عمر راہبوں کی طرح گزار دیں گے۔ دن میں ہمیشہ روزہ رکھیں گے رات بھر نماز پڑھیں گے۔ گوشت اور چکنائی نہ کھائیں گے۔ بستر پر نہ سوئیں گے۔ عورتوں سے بالکل علیحدہ رہیں گے۔ کمبل اور ٹاٹ لپیٹے پھریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رہبانیت یعنی حلال اور پاک اور لذت والی اور مرغوب چیزوں کا کھانا پینا ترک کر بیٹھنا اور نکاح وغیرہ کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی اجازت نہیں دی اور یہ آیات نازل فرمائیں۔ اور چونکہ یہ حضرات عہد کرنے کے وقت قسم کھا چکے تھے اس لئے بعد میں ان کو فکر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم قسم کی تلافی کیا کریں تو اس وقت کفارہ قسم کے بارہ میں اگلی آیات نازل ہوئیں۔

ایک دوسری روایت میں شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض صحابہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر کے اندر کی شب و روز کی عبادت کا حال دریافت کیا جس پر حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت شاقہ کا اظہار کر دیا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ کہاں ہم اور کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور کی تو تمام فروگذاشتوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے اور ہم گنہ گار ہیں۔ اس کے بعد سب نے الگ الگ ایک ایک بات کا عہد کر لیا۔ کسی نے کہا کہ میں رات بھر نماز پڑھوں گا۔ کسی نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ کسی نے بیوی کے قریب نہ جانے کا عہد کر لیا۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے۔ میں تو روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طور طریق سے ہٹ گیا وہ مجھ سے نہیں اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام نہ بناؤ اور نہ حد سے بڑھو

ان آیات میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو صاف طور پر اس سے روک دیا کہ وہ کسی لذیذ، حلال اور طیب چیز کو اپنے اوپر عقیدۃً یا عملاً حرام ٹھہرالیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ ان کو خدا کی پیدا کی ہوئی اور دی ہوئی حلال اور طیب نعمتوں سے متمتع ہونے کی ترغیب دی ہے مگر ہاں دو شرطوں کے ساتھ ایک لَا تَعْتَدُوْا یعنی حد سے آگے نہ بڑھو۔

8 دوسرے وَاتَّقُوا اللّٰهَ یعنی اللہ سے ڈرتے رہو۔

لَا تَعْتَدُوْا حد سے آگے نہ بڑھو۔ اللہ کے حکم سے آگے نہ نکلو اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔(۱) حلال چیزوں کے ساتھ حرام کا سا معاملہ کرنے لگیں اور نصاریٰ کی طرح رہبانیت میں مبتلا ہو جائیں۔ یا (۲) لذائذ وطیبات سے تمتع کرنے میں حد اعتدال سے گزر جائیں حتیٰ کہ شہوات ولذات میں منہمک ہو کر یہود کی طرح حیات دنیا ہی کو اپنا مطمع نظر بنالیں۔ الغرض غلو اور جفا اور افراط وتفریط کے درمیان متوسط اور معتدل راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ نہ تو لذائذ دنیا میں غرق ہونے کی اجازت ہے اور نہ از راہ رہبانیت مباحات وطیبات کو بالکل چھوڑنے کی۔ یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اگر جسم یا نفس کی عارضی مصلحتوں کی خاطر طباً یا علاجاً کسی حلال یا مباح چیز کو عارضی طور پر ترک کر دیا ہے تو یہ مذکورہ ممانعت میں داخل نہیں۔ بزرگوں سے اکثر مجاہدات اسی قبیل سے منقول ہیں ان پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔ نیز مسلمان تقویٰ کے مامور ہیں جس کے معنیٰ ہیں خدا سے ڈر کر ممنوعات سے اجتناب کرنا اور تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ بعض مباحات کا استعمال بعض اوقات کسی حرام یا ممنوع کے ارتکاب کی طرف لے جاتا ہے ایسے مباحات کو عہد اور قسم کے طور پر نہیں بلکہ بطریق احتیاط اگر کوئی شخص کسی وقت باوجود اعتقاد اباحت ترک کر دے تو یہ رہبانیت نہیں بلکہ ورع اور تقویٰ میں شامل ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے احکام کی خلاف ورزی سے ہمیں بچائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حلال کو ہم حلال سمجھیں اور حرام کو حرام جانیں۔

یا اللہ آپ کی نعمتوں کو ہم تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ استعمال کرنے والے ہوں۔ اور کسی معاملہ میں حدود شریعت سے آگے نہ بڑھنے والے ہوں۔

یا اللہ ہماری اپنی پسند اور مرضی قوانین شرعیہ کے ماتحت بنادے۔

یا اللہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے۔

یا اللہ ہر معاملہ میں سنت کا اتباع ہم کو نصیب فرمادے۔

یا اللہ دین میں غلو اور افراط وتفریط جو آپ کو ناپسند ہے اس سے ہم کو ہر حال میں بچا کر صراط مستقیم اور شریعت اسلامیہ کا پابند رکھئے اور اتباع قرآن وسنت پر استقامت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ جو آپ کی حلال اور طیب نعمتیں ہم کو میسر ہوں ان کو استعمال کر کے ہم کو شکر گزاری اور ان نعمتوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق کاملہ نصیب ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ

فَكَفَّارَتُهٗٓ	الْاَيْمَانَ	عَقَّدْتُّمُ	بِمَا	يُؤَاخِذُكُمْ	وَلٰكِنْ	اَيْمَانِكُمْ	فِيْٓ	بِاللَّغْوِ	اللّٰهُ	لَا يُؤَاخِذُكُمُ
سو اس کا کفارہ	قسم	مضبوط باندھا	اس پر جو	مواخذہ کرتا ہے تمہارا	اور لیکن	تمہاری قسمیں	میں۔ پر	بیہودہ	اللہ	تمہارا مواخذہ نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم کردو سو اُس کا کفارہ

اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

رَقَبَةٍ	اَوْ تَحْرِيْرُ	اَوْ كِسْوَتُهُمْ	اَهْلِيْكُمْ	تُطْعِمُوْنَ	مَا	اَوْسَطِ	مِنْ	مَسٰكِيْنَ	عَشَرَةِ	اِطْعَامُ
ایک گردن	یا آزاد کرنا	یا انہیں کپڑے پہنانا	اپنے گھر والے	تم کھلاتے ہو	جو	اوسط	سے۔ کا	محتاج (جمع)	دس	کھانا کھلانا

دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو یا اُن کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ

ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ	فَصِيَامُ	لَّمْ يَجِدْ	فَمَنْ
تین دن	تو روزہ رکھے	نہ پائے	پس جو

اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں

قسم اور اس کا کفارہ

گذشتہ آیات کے شان نزول میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ طیبات کو ترک کرنے کی ممانعت ہوگئی اور ان کو کھانے پینے کا حکم دیا گیا تو جو صحابہ ترک لذائذ کی قسم کھا چکے تھے ان کو فکر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے دریافت کیا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے اور قسم کی تلافی کس صورت سے ممکن ہے؟ اس پر یہ پوری آیت نازل ہوئی جس میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے۔ یعنی کفارہ واجب نہیں کرتے تمہاری لغو قسم توڑنے پر۔ لغو وہ قسم ہوتی ہے جو بطور تکیہ کلام کے صادر ہو جو زبان سے بلا قصد عرف و عادت کے طور پر نکل جاتی ہے جیسے بعض کی واللہ۔ باللہ کہنے کی بات بات میں عادت ہوتی ہے چونکہ اس میں قسم کا قصد وارادہ نہیں ہوتا اس لئے یہ قسم لایعنی اور لغو ہے۔ اس میں کفارہ مشروع نہیں مگر یہ عادت مکروہ اور قابل ترک ہے۔ لیکن جو قسم دیدہ دانستہ کھائی اور اس کو پورا کرنے کا عزم ہو سو ایسی قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو کھانا کھلانا اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو معمولی طور پر کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان دس محتاجوں کو کپڑا دینا اوسط درجہ کا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا یعنی تینوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرلے اور جس کو ان تینوں میں سے ایک کا بھی مقدور نہ ہو تو اس کا کفارہ تین دن کے روزے ہیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہماری زندگی۔ ظاہر میں اور باطن میں بھی۔ شریعت مطہرہ کے احکام کے موافق گزرے۔ یا اللہ آپ کے جملہ قوانین واحکام ہمارے لئے نعمت ہیں اور جن پر عمل کرنا ہمارے لئے واجب اور لازمی ہے۔ یا اللہ گذشتہ میں ہم سے جو آپ کے احکام کی بجا آوری میں کوتاہیاں اور تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہم کو ندامت قلب کے ساتھ توبہ کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ان کی تلافی کی جو شریعت نے بتلائی ہے اس پر عمل کر کے تلافی کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ ہم کو اپنے تمام معاملات اور احوال میں شریعت کے مسائل جاننے اور معلوم کرنے کی توفیق نصیب ہو اور جہالت کی گمراہی سے بچنا نصیب ہو۔ آمین　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ	اَيْمَانِكُمْ	اِذَا	حَلَفْتُمْ	وَ	احْفَظُوْٓا	اَيْمَانَكُمْ	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ
یہ کفارہ	تمہاری قسمیں	جب	تم قسم کھاؤ	اور	حفاظت کرو	اپنی قسمیں	اسی طرح	بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے

یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جبکہ تم قسم کھالو اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے

	اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾	اٰيٰتِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	
	اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تا کہ تم شکر کرو۔	اپنے احکام	تاکہ تم	شکر کرو	

کفارہ کے احکام بتلا کر جتلایا گیا کہ دیکھو حق تعالیٰ اس طرح تمہارے لئے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تا کہ تم احسان مانو اور شکر کرو۔ یہ قوانین تمہارے واسطے ایک نعمت ہیں جن پر عمل کرنا تمہارے لئے واجب ہے۔ اس آیت میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

کفارۂ قسم کے تفصیلی احکام

یہاں قسم کے کفارہ کا بیان فرمایا گیا کہ اگر تم نے کسی جائز امر پر صحیح طریقہ سے قسم کھائی ہے تو اُس کو پورا کرو اور اگر کسی وجہ سے اُس کو پورا نہ کرسکو یا اُس کے توڑنے میں کوئی خوبی اور مصلحت دیکھو تو اس کا کفارہ دو اور کفارہ یہ فرمایا گیا کہ دس محتاجوں کو کھانا کھلا دے۔ یا دس محتاجوں کو کپڑا پہنا دے یا ایک غلام یا باندی آزاد کر دے اور جس کو ان تینوں میں سے کسی پر مقدورت نہ ہو تو وہ تین روزے لگا تار رکھے۔ اب ان کی تفصیلات کہ محتاج کیسے ہوں۔ بالغ ہوں یا نابالغ ہوں۔ بھوکے ہوں یا شکم سیر ہوں۔ کپڑا کیسا ہو۔ کتنا ہو تو اس کو فقہا اور ائمہ دین نے احادیث وغیرہ سے اخذ کر کے فقہی مسائل کی شکل میں بیان فرما دیا ہے۔ اس لئے چند ضروری مسائل قسم کھانے اور قسم کے کفارہ کے بارہ میں حسب ذیل ہیں۔ (ماخذ بیان القرآن و بہشتی زیور)

مسئلہ۱: بے ضرورت بات بات میں قسم کھانا بری عادت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے تعظیمی اور بے حرمتی ہوتی ہے۔ جہاں تک ہوسکے سچی بات پر بھی قسم نہ کھانا چاہیے۔

مسئلہ۲: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بڑی ممانعت آئی ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی قسم کی قسم کھانا ایک طرح کا شرک فرمایا گیا ہے۔

مسئلہ۳: جس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی مثلاً یوں کہہ دیا اللہ کی قسم۔ خدا کی قسم۔ خدا کی بزرگی اور بڑائی کی قسم۔ اللہ کے عزت وجلال کی قسم۔ کلام اللہ کی قسم۔ رب کعبہ کی قسم تو ان سب سے قسم ہوگئی اور اب اُس کے خلاف کرنا درست نہیں۔ ایسی قسم کھا کر خواہ پھر جان کر توڑے یا بھول کر ٹوٹ جاوے دونوں میں کفارہ واجب ہے۔

مسئلہ۴: خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی مثلاً بعض کہہ دیتے ہیں اپنی جوانی کی قسم' اپنے ہاتھ پیروں کی قسم' اپنے باپ کی قسم' اپنے بچہ کی قسم' اپنے سر کی قسم' اپنے جان کی قسم یا تمہارے جان کی قسم اس طرح قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی۔ اور اس طرح کی قسم کھا کر پھر اُس کے خلاف کرے تو کفارہ دینا نہیں پڑے گا۔ مگر اس طرح کی قسم کھانا گناہ ہے۔

مسئلہ۵: اگر کسی نے یوں کہا کہ خدا گواہ ہے۔ خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں تو یہ قسم ہوگئی۔

مسئلہ۶: کسی دوسرے کے قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی مثلاً کسی نے کہا کہ تمہیں خدا کی قسم یہ کام کرنا ہوگا تو یہ قسم نہیں ہوئی اس کے خلاف کرنا درست ہے۔

مسئلہ۷: قسم کھا کر اُس کے ساتھ ہی ان شاءاللہ کا لفظ کہہ دیا مثلاً کسی نے کہا کہ خدا کی قسم فلاں کام ان شاءاللہ نہ کروں گا تو یہ قسم نہیں ہوئی۔

مسئلہ۸: جو بات ہو چکی اور گذشتہ سے متعلق ہو اُس پر جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے جیسے کسی نے نماز نہیں پڑھی اور کسی نے پوچھا تو کہدیا کہ خدا کی قسم میں نماز پڑھ چکا تو ایسی جھوٹی قسم کا گذشتہ کے متعلق کوئی کفارہ نہیں باقی گناہ بہت بڑا ہے۔ سوائے توبہ استغفار کے اس کا کوئی علاج نہیں۔

مسئلہ۹: اگر ایسی بات پر قسم کھائی کہ جو ابھی نہیں ہوئی بلکہ آئندہ ہو گی جیسے کوئی کہے کہ خدا کی قسم آج میرا بھائی آوے گا پھر وہ نہیں آیا تو کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ۱۰: کسی نے اگر کسی گناہ کی بات کی قسم کھائی۔ مثلاً خدا کی قسم اپنے ماں باپ سے کبھی نہیں ملوں گا یا خدا کی قسم فلانے کی چیز چرا لاؤں گا۔ تو ایسی قسم کا توڑ دینا واجب ہے۔ توڑ کر کفارہ دیدے۔ نہیں توڑے گا تو گنہگار رہے گا۔

مسئلہ۱۱: کسی نے قسم کھائی کہ آج میں فلاں چیز نہ کھاؤں گا۔ پھر بھولے سے کھالی یا زبردستی کسی نے منہ چیر کر کھلادی تو بھی کفارہ لازم آجائیگا۔

مسئلہ۱۲: غصہ میں قسم کھائی کہ فلاں کو پیسہ نہ دوں گا اور پھر اُس کو روپیہ پیسہ دے دیا تو بھی قسم ٹوٹ گئی کفارہ دیوے۔

مسئلہ۱۳: کفارہ قسم توڑنے کے بعد لازم ہوتا ہے۔ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ۱۴: کفارہ میں فقراء اور مساکین کو کھانا دینے میں اختیار ہے خواہ دس آدمیوں کو دونوں وقت بٹھلا کر پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ یا ایک آدمی کو دس روز تک دونوں وقت کھلا دے۔ لیکن کوئی محتاج و مسکین کمسن اور نابالغ نہ ہو اور نہ کوئی فقیر شکم سیر ہو۔ اسی طرح ہر مسکین کو بجائے کھانا کھلانے کے صدقہ فطر کی برابر یعنی دو سیر گیہوں (یہ مقدار احتیاطی ہے) یا اس کی قیمت دے دے اس سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ۱۵: کفارہ میں اُن ہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوۃ دینا درست ہے۔

مسئلہ۱۶: کسی کے ذمہ اگر کئی کفارہ قسموں کے جمع ہیں تو ہر ایک کا جدا کفارہ دینا چاہیے۔ اگر زندگی میں نہ دے تو مرتے وقت وصیت کر جانا واجب ہے۔

مسئلہ۱۷: اگر کپڑا دے تو ہر مسکین کو اتنا کپڑا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جاوے مثلاً ایک کرتہ اور ایک پاجامہ یا ایک لنگی اور چادر اور یہ حکم مرد کا ہوا اگر کسی غریب عورت کو کپڑا دیا تو اتنا کپڑا ہونا چاہیے کہ سارا بدن ڈھک کر وہ نماز پڑھ سکے۔ اس سے کم ہوگا تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔

مسئلہ۱۸: غلام یا باندی کا اس وقت اکثر و بیشتر ممالک میں وجود نہیں اس لئے اس کے مسائل بیان نہیں کئے گئے۔

یہ چند ضروری متعلقہ مسائل تھے جو بیان کئے گئے۔ باقی اس میں جزئیات بہت ہیں جو ضرورت پڑنے پر کسی عالم دین یا مفتی سے دریافت کئے جاسکتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہماری زندگی۔ ظاہر میں اور باطن میں بھی۔ شریعت مطہرہ کے احکام کے موافق گزرے۔

یا اللہ آپ کے جملہ قوانین و احکام ہمارے لئے نعمت ہیں اور جن پر عمل کرنا ہمارے لئے واجب اور لازمی ہے۔

یا اللہ گذشتہ میں ہم سے جو آپ کے احکام کی بجا آوری میں کوتاہیاں اور تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہم کو ندامت قلب کے ساتھ توبہ کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ان کی تلافی کی جو شریعت نے بتلائی ہے اس پر عمل کر کے تلافی کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو اپنے تمام معاملات اور احوال میں شریعت کے مسائل جاننے اور معلوم کرنے کی توفیق نصیب ہو اور جہالت کی گمراہی سے بچنا نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ

یٰۤاَیُّهَا	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا	اِنَّمَا الْخَمْرُ	وَالْمَیْسِرُ	وَالْاَنْصَابُ	وَالْاَزْلَامُ	رِجْسٌ	مِّنْ	عَمَلِ	الشَّیْطٰنِ
اے	ایمان والو	اسکے سوا نہیں کہ شراب	اور جواء	اور بت	اور پانسے	ناپاک	سے	کام	شیطان

اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں

فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾	فَاجْتَنِبُوْهُ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
سو اس سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔	سو ان سے بچو	تاکہ تم	تم فلاح پاؤ

شراب اور جوئے وغیرہ کی ممانعت

اہل عرب اسلام سے پہلے شراب اور جوئے کو حلال اور طیب سمجھتے تھے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شراب نوشی اور جوئے بازی وغیرہ سے ممانعت کا حکم فرما دیا اور بتلا دیا کہ یہ چیزیں حلال اور طیب نہیں بلکہ خبیث اور رجس ہیں۔ ان آیات سے پہلے بھی شراب کے متعلق آیات نازل ہو چکی تھیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو عربوں میں شراب کا بڑا استعمال تھا۔ شراب بچہ بچہ کی غذا کا جزو لازم تھا۔ بغیر شراب کے ان کی زندگی دشوار تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو پہلی مرتبہ یہ وحی نازل ہوئی جو سورۂ بقرہ میں گزری یعنی یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا آپ سے شراب اور جوئے کے بارہ میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ اور فائدہ بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ بڑا ہے ان کے فائدہ سے۔ اس میں شراب اور جوئے کی برائی ظاہر کی گئی مگر اس کے حرام ہونے کا صاف حکم نہ تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے یہ حکم سن کر کہا کہ اے اللہ شراب کے بارہ میں کوئی حکم فیصل نازل فرما دے۔ اس کے بعد دوسری آیت آئی جو سورۂ نساء میں گزری یعنی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو جب تک کہ تمہیں ہوش نہ ہو کہ کیا پڑھتے ہو کیا نہیں۔ اس میں بھی گو نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت تھی مگر صاف حرام ہونے کا حکم نہ تھا۔ اس لئے کسی قدر ترک شراب کے خوگر ہوئے۔ پھر ایک موقع پر دو انصاری قبیلہ کسی ضیافت میں جمع ہوئے وہاں شراب نوشی ہوئی اور بھائی بھائی ہونے کے باوجود نشہ کی حالت میں ایک دوسرے پر دست درازی کرنے لگے اور بری طرح بدمزگی پیدا ہوئی اور دلوں میں نفرت کے جذبات ابھرے۔ اس کی خبر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی پہنچی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ یہ کیفیت سن کر پھر حضرت عمرؓ نے دعا کی کہ الٰہی شراب کے بارہ میں کوئی فیصل اور قطعی حکم نازل فرما دے کیونکہ اس سے مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا ہونے لگی۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور یہ آیات زیر تفسیر نازل ہوئیں جن میں پوری طرح سے برائی کا پہلو ظاہر کر کے شراب کو ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر حرام کر دیا گیا روایات میں ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں اور ان کا اعلان کیا گیا تو مٹکوں میں جس قدر شراب بھری ہوئی تھی وہ مسلمانوں نے سب گرا دی اور شراب کے برتن توڑ دیئے حتیٰ کہ شراب مدینہ کی گلیوں اور نالیوں میں بہتی پھر رہی تھی۔

یہاں ان آیات میں اہل اسلام کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا کہ شراب اور جوا اور انصاب اور ازلام یہ سب نجس۔ گندے اور شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ یہاں مقصود تو

شراب اور جوئے کی ممانعت ہے جس کے کہ اس وقت اہل عرب عادی تھی۔ انصاف اور ازلام محض شراب اور جوئے کی برائی اور مذمت ظاہر کرنے کیلئے بیان کئے گئے ہیں کہ شراب و جوا یہ دونوں بت پرستی کے درجہ کی ناپاک اور کفر کے قریب کی چیزیں ہیں۔ انصاب جمع ہے نصب کی۔ نصب ان بغیر گھڑے ہوئے پتھروں کو کہتے ہیں جن کو مشرکین پوجتے اور نذر ونیاز کے لئے کھڑا کر لیتے تھے اور اصنام وہ بت ہوتے تھے جن میں صورت کھدی ہوئی ہوتی تھی۔ ایام جاہلیت میں مشرکین عرب کہیں تو تراشے اور کھدے ہوئے پتھر کھڑے کر لیتے تھے اور کبھی ایسے ہی بغیر گھڑے ہوئے پتھر کھڑے کر کے ان پر اپنے دیوی اور دیوتاؤں کے نام سے قربانیاں کرتے اور کچھ خون بھی ان پر چھڑک دیتے تھے۔ یہ تو ہوئی انصاب کی تشریح اور ازلام جمع ہے زلم کی۔ اس سے مراد وہ تیر ہیں جو ایام جاہلیت میں بتوں کے پاس رکھے رہتے تھے۔ جن پر اس طرح کے حکم جیسے "یہ کرو" "یہ نہ کرو" "یہ اچھا ہے" "یہ برا ہے" وغیرہ لکھے ہوئے تھے۔ جب ان مشرکین کو کوئی کام کرنا ہوتا تو ایک تیر ان میں سے کھینچ لیتے اور جو اس میں لکھا نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔ گویا یہ بات کا حکم حاصل کرنے کا ایک طریقہ تھا۔

دعا کیجئے:

یا اللہ اپنے اور رسول پاکؐ کے احکام پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے والا جذبہ عطا فرمادے۔

یا اللہ اس شراب خواری کی لعنت کو ہمارے ملک سے نیست و نابود فرما دے۔ قرآن اور سنت کے احکام کو رائج فرمادے جس میں کہ ہماری دینی و دنیا دونوں جہان کی صلاح و فلاح ہے۔ یا اللہ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ

اِنَّمَا	يُرِيْدُ	الشَّيْطٰنُ	اَنْ يُّوْقِعَ	بَيْنَكُمُ	الْعَدَاوَةَ	وَالْبَغْضَآءَ	فِى	الْخَمْرِ	وَالْمَيْسِرِ	وَيَصُدَّكُمْ
اسکے سوا نہیں	چاہتا ہے	شیطان	کہ ڈالے وہ	تمہارے درمیان	دشمنی	اور بیر	میں۔ سے	شراب	اور جواء	اور تمہیں روکے

شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جُوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی

عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

عَنْ	ذِكْرِ اللّٰهِ	وَ	عَنِ الصَّلٰوةِ	فَهَلْ	اَنْتُمْ	مُّنْتَهُوْنَ
سے	اللہ کی یاد	اور	نماز سے	پس کیا	تم	باز آؤ گے

یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ گے

شراب اور جوئے کے نقصانات

یہاں آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہوا۔ شراب، جوا، انصاف اور ازلام لیکن مقصود شراب اور جوئے کا ذکر کرنا تھا۔ اس لئے آگے شراب اور جوئے کے خصوصی نقصانات کو بتلایا گیا۔ نقصان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ دنیوی اور دینی۔ دنیوی نقصان یہ بتلایا گیا کہ شراب اور جوئے سے معاش انسانی میں تباہی اور فساد ہوتا ہے۔ آپس میں کینہ، عداوت نا اتفاقی اور اختلاف نمودار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شراب کے نشہ میں عقل تو ٹھکانے رہتی نہیں۔ گالی گلوچ دنگا فساد ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات مار پیٹ اور قتل تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور اس طرح ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت بیٹھ جاتی ہے اور جوئے سے باہم عداوت یوں پیدا ہوتی ہے کہ بعض وقت آدمی جوئے میں اپنا کل مال ہار جاتا ہے اور وہ بالکل مفلس اور قلانچ رہ جاتا ہے۔ پھر جب وہ اپنا مال دوسرے کے پاس دیکھتا ہے تو اس کو غصہ اور غیظ آتا ہے اور اس سے عداوت ہو جاتی ہے۔ غرض یہ کہ شراب اور جوا عداوت اور نفرت کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں۔ یہ تو شراب اور جوئے کی ایک دنیوی مضرت ہوئی اور دینی مضرت یہ بتلائی گئی کہ شیطان شراب اور جوئے میں لگا کر یاد الٰہی اور نماز سے غافل کرنا چاہتا ہے کیونکہ شراب اور جوئے میں پھنس کر یاد الٰہی اور نماز کا ہوش ہی نہیں رہتا اور اس کی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے۔

پس جب شراب اور جوئے کی دینی اور دنیاوی مضرتیں ظاہر کر دی گئیں تو اخیر میں ارشاد فرمایا گیا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ سو بتلاؤ اب بھی ان گندی اور پلید چیزوں سے باز آؤ گے یعنی جب یہ شراب نوشی اور قمار بازی ایسی قبیح چیزیں ہیں تو تم کو ان چیزوں سے ضرور بچنا چاہیے۔

اب یہاں موقع کی مناسبت سے حکماء اور اطباء نے جو شراب کی مضرتیں بیان کی ہیں اور جن کو بعض تفاسیر میں نقل کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

۱- شراب کی سب سے بڑی مضرت یہ ہے کہ شرابی کی عقل نشہ کی حالت میں بالکل جاتی رہتی ہے اور آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد ہوش و حواس کی حالت میں بھی اُس سے دیوانہ وار حرکتیں سرزد ہونے لگتی ہیں۔ اُس کی زبان اُس کے اختیار اور قابو سے باہر ہو جاتی ہے اور اُس کو اپنے اقوال و افعال کے عواقب اور انجام کا ہوش نہیں رہتا۔

۲- دوسرے یہ کہ شراب بہیمی خواہشوں کو بڑھاتی ہے اور بسا اوقات اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ عصمت و عفت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکتی ہے اور زنا بدکاری اور بے حیائی پر آمادہ کرتی ہے۔

۳- تیسرے یہ کہ شرابی عبادت اور ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے بلکہ فرائض زندگی کی بھی کوئی قدر و قیمت اُس کی نگاہ میں نہیں رہتی۔

۴- چوتھے یہ کہ شراب مال دولت کی بربادی کا ذریعہ ہے۔ شرابی کی دولت و ثروت سب شراب کی نذر ہو جاتی ہے اور بسا اوقات اس قدر تنگ آ جاتا ہے کہ زندگی سے تنگ آ کر خودکشی کر لیتا ہے۔

۵- پانچویں یہ کہ شراب خواری باہم دشمنی اور عداوت پیدا کرتی ہے اور باہمی تعلقات کو توڑ ڈالتی ہے۔

٦- چھٹے یہ کہ شرابی کا مزاج اعتدال سے منحرف ہو جاتا ہے اور صحت بدنی میں فرق آ جاتا ہے۔ تمام جسمانی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں اس لئے کہ شراب میں غذائیت نہیں ہے کہ وہ ہضم ہو سکے۔ شراب چونکہ معدہ میں جا کر تحلیل نہیں ہوتی اس لئے دن بدن معدہ کو کمزور کرتی جاتی ہے اور جس قدر خون پیدا ہوتا ہے اُس میں شراب کی سمیت موجود ہوتی ہے جس سے نظام عصبی میں فرق آتا جاتا ہے۔ رگیں اور پٹھوں میں بگاڑ آنے لگتا ہے۔ پھیپھڑا گلنے لگتا ہے اور کھانسی اور سل شروع ہو جاتی ہے۔ اکثر اطبا کا بیان ہے کہ اگرچہ سل کی بیماری بغیر شراب پینے کے بھی ہو جاتی ہے لیکن ۹۵ فی صد مریض سل کے شرابی ہی ہوتے ہیں اور شاذ و نادر ہی بچتے ہیں۔

۷- ساتویں یہ کہ شرابی قویٰ کے ضعیف ہو جانے کی وجہ سے اکثر کام کاج سے جی چرانے لگتا ہے اور بغیر نشہ کے کام نہیں کر سکتا۔ کام کرنے کے لئے بھی اُسے شراب پینی پڑتی ہے یہاں تک کہ اُس کے قویٰ بالکل جواب دے جاتے ہیں۔

اس لئے قرآن پاک نے شراب کو نجس اور عمل شیطان اور حرام قرار دیا اور اس کے پینے والے پر حد مقرر کی گئی۔ اور اسلامی تعلیم جہاں پہنچی اُس نے شراب اور شراب خواری کا قلع قمع کر دیا اور پورے ملک کو اس لعنت سے محفوظ کر دیا۔

دعا کیجئے:

یا اللہ اپنے اور رسول پاکؐ کے احکام پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے والا جذبہ عطا فرما دے۔

یا اللہ اس شراب خواری کی لعنت کو ہمارے ملک سے نیست و نابود فرما دے۔ قرآن اور سنت کے احکام کو رائج فرما دے جس میں کہ ہماری دینی و دنیا دونوں جہان کی صلاح و فلاح ہے۔ یا اللہ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۹۲

وَاَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوا	الرَّسُوْلَ	وَاحْذَرُوْا	فَاِنْ	تَوَلَّيْتُمْ	فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّمَا	عَلٰى	رَسُوْلِنَا	الْبَلٰغُ	الْمُبِيْنُ
اورتم اطاعت کرو	اللہ	اور	اطاعت کرو	رسول	اور بچتے رہو	پھر اگر	تم پھر جاؤ گے	تو جان لو	صرف	پر (ذمہ)	ہمارا رسولؐ	پہنچادینا	کھول کر

اورتم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو اور اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف پہنچادینا تھا۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو

گذشتہ آیات میں شراب اور جوئے کے نقصانات بتلا کر ان کی ممانعت کا حکم فرمایا گیا تھا۔ گویا ایک حکم خاص کے امتثال کا امر فرمایا تھا۔ اب آگے مطلقاً تمام احکامات میں اہل اسلام کو اطاعت کرنے کا امر فرمایا جارہا ہے اور عام ہدایت دی جارہی ہے کہ تمام امور کی حلت اور حرمت میں خدا اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق عمل کرو اور ہر قسم کی نافرمانی اور قانون الٰہی کی خلاف ورزی سے بچتے رہو۔ پھر یہ بھی بتلا دیا کہ اگر ایسا نہ کرو گے اور خدا اور اس کے رسول کے احکام کو نہ مانو گے تو اس میں نہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان ہے نہ اس کے رسول کا۔ اطاعت ونافرمانی سے تمہارا ہی نفع نقصان وابستہ ہے خدا کی کوئی غرض متعلق نہیں ہے نہ اس کے رسول کی۔ اس کے رسول کا کام صرف علی الاعلان واضح طور پر احکام الٰہی کی تبلیغ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح پہنچا چکے۔ اب اگر تم خلاف ورزی کرو گے تو نتیجہ خود سوچ لو۔

مومن کی شان

یہاں اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کے ساتھ وَاحْذَرُوْا یعنی احتیاط رکھو۔ پرہیز رکھو کا لفظ استعمال فرما کر مومن کی شان کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ مومن کی شان تو اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا ہی ہے اس کی تو یہ شان ہی نہیں کہ دیدہ دانستہ دلیری اور بے باکی سے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی مخالفت کرے۔ ہاں بشریت کی کمزوری کی بناء پر کبھی تقصیرات ہوسکتی ہیں۔ کبھی خطائیں اور لغزشیں ممکن ہیں۔ اس لئے ہدایت فرمائی کہ غور اور اہتمام سے اللہ اور رسول کے احکامات میں تقصیرات اور لغزشوں اور خطاؤں سے بچتے رہنا۔

اسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اہمیت

یہاں آیت میں اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ علیحدہ علیحدہ فرمایا اور کئی جگہ قرآن پاک میں اہل ایمان کو مخاطب کرکے یہ حکم دیا گیا ہے گویا اس حکم میں ''اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ'' کو ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ'' سے الگ مستقل جملہ میں ذکر کیا گیا ہے جس کا صاف صاف مطلب یہی ہے کہ اللہ کی اطاعت کی طرح اہل ایمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی مستقلاً فرض ہے۔ نیز اللہ اور رسول کی اطاعات کو الگ الگ بیان فرمانے میں اشارہ ہے کلام اللہ اور اسوۂ رسول دونوں کی اطاعات کا۔ اگرچہ حقیقت میں اسوۂ رسول اور کلام اللہ دو مختلف چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔ اسوہ احکام قرآنی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کرنے کی ایک صورت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر احکام قرآنی پر عمل کون کرسکتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید اگر حکم الٰہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کی تعمیل کا بہترین نمونہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف کلام الٰہی کے پہنچا دینے والے تھے بلکہ تعمیل احکام الٰہی کے لئے بہترین نمونہ بھی تھے۔ اور اسی طرح مقصد تبلیغ تکمیل کو پہنچ سکتا تھا۔ آپؐ نے احکام الٰہی پر عمل کر کے دکھلا دیا تا کہ امت اسی نمونہ پر عامل ہوجائے اور اس طرح تبلیغ احکام الٰہی کی تکمیل فرمائی۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک کی کامل اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرما اور ظاہراً وباطناً وحالاً وقالاً شریعت مطہرہ کی پابندی عطا فرما۔ یا اللہ آپ کے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو آپ کے تمام احکام کو صاف صاف امت تک پہنچا دیا مگر ہم نے احکام الٰہیہ سے اعراض کر کے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے۔ یا اللہ ہمارے اس جرم عظیم کو اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور گذشتہ پر توبہ اور تلافی کی توفیق عطا فرمادے۔ اور آئندہ کے لئے ہر معاملہ میں اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا

لَيْسَ	عَلَى	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	جُنَاحٌ	فِيْمَا	طَعِمُوْٓا	اِذَا	مَا اتَّقَوْا	وَّاٰمَنُوْا
نہیں	پر	جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے نیک	کوئی گناہ	میں۔ جو	وہ کھا چکے	جب	اُنہوں نے پرہیز کیا	اور وہ ایمان لائے

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے تو جو کچھ کہ وہ پہلے کھا پی چکے اُس میں اُن پر کچھ بھی گناہ نہیں جب کہ وہ آئندہ پرہیز گار ہو گئے اور ایمان لے آئے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	ثُمَّ اتَّقَوْا	وَّاٰمَنُوْا	ثُمَّ	اتَّقَوْا	وَّاَحْسَنُوْا	وَاللّٰهُ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ
اور انہوں نے عمل کئے نیک	پھر وہ ڈرے	اور ایمان لائے	پھر	وہ ڈرے	اور انہوں نے نیکو کاری کی	اور اللہ	دوست رکھتا ہے	نیکو کار (جمع)

اور نیک کام کرنے لگے پھر وہ ممنوعات سے ڈرے اور ایمان پر قائم رہے پھر وہ پرہیز گار اور نیک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں سے محبت رکھتے ہیں۔

شانِ نزول

اس آیت کے شانِ نزول میں مختلف روایات ہیں لیکن سب کا اجمالی خلاصہ یہ ہے کہ جب شراب کی حرمت ہو گئی اور اس کے دینی و دنیوی مفاسد بیان کر دیئے گئے تو بعض صحابہ کو ان لوگوں پر نہایت تاسف ہوا جو اس کی حرمت قطعی سے پہلے اس کو استعمال میں لائے تھے۔ نیز بعض منافقین و یہود نے مسلمانوں پر طعنہ زنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس سے قبل تمہارے جتنے ساتھی کسی جنگ یا اپنی طبعی موت سے مر چکے ان کا کیا بنے گا۔ مسلمانوں کے دل میں بھی شبہ پیدا ہوا اور بعض لوگ آپس میں کہنے لگے کہ خداوند تعالیٰ نے شراب پینے کو شیطانی حرکت قرار دیا ہے حالانکہ بہت سے مسلمان غزوۂ احد اور دیگر جہادوں میں شہید ہو گئے اور ان کے پیٹ میں شراب موجود تھی خدا جانے ان کا کیا حال ہو چنانچہ بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں صاف صراحت فرما دی گئی کہ اس سے قبل جن لوگوں نے شراب پی یا مال قمار کھایا تو ان سے کوئی مواخذہ نہیں۔

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

اس آیت میں نہ صرف یہ بتلایا گیا کہ جو پاکباز صحابہ ایمان اور تقویٰ میں عمر گزار کر خدا کی راہ میں شہید ہو چکے ان کی نسبت اس طرح کے شک و شبہات پیدا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ ایک ایسی چیز کا استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے جو اس وقت تو حرام نہ تھی مگر بعد کو قطعی حرام ہوئی بلکہ ان مرحومین کی فضیلت اور محبوبیت کی طرف لطیف اشارہ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ فرما کر کر دیا۔

ذخیرہ احادیث صحیحہ میں دو موقع ایسے ہیں جہاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس قسم کا سوال کیا ہے۔ ایک موقع تو یہی "تحریم خمر" کے متعلق تھا جس کے جواب میں آیت نازل ہوئی اور ایک تحویل قبلہ کے وقت سوال کیا گیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ تحویل قبلہ سے پہلے وفات پا گئے اور ایک نماز بھی کعبہ کی طرف نہیں پڑھی ان کی نمازوں کا کیا حال ہو گا۔ چنانچہ اس کے جواب میں سورۂ بقرہ کی آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ نازل ہوئی تھی کہ جب تم نے بیت المقدس کی طرف نماز محض مقتضائے ایمانی اور اطاعت حکم خداوندی کے سبب پڑھی تو اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور اجر و ثواب میں کسی طرح کا نقصان نہیں ڈالیں گے۔ تو وہاں پر بھی یہی قانون بیان فرمایا گیا تھا کہ سابقہ پر کوئی گرفت نہیں۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ "اس آیت کے عموم الفاظ اور دوسری روایات کو دیکھتے ہوئے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ زندہ ہوں یا مردہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح رکھتے

ہیں ان کے لئے کسی مباح چیز کے بوقت اباحت کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ خصوصاً جب کہ وہ لوگ عام احوال میں تقویٰ اور ایمان کی خصال سے متصف ہوں۔ پھر ان خصال میں برابر ترقی کرتے رہتے ہوں حتیٰ کہ مدارج تقویٰ و ایمان میں ترقی کرتے کرتے مرتبۂ احسان تک جا پہنچے ہوں جو ایک مومن کے لئے روحانی ترقیات کا انتہائی مقام ہوسکتا ہے۔ جہاں پہنچ کر حق تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ خصوصی محبت کرتا ہے۔ پس جو پاکباز صحابہ ایمان و تقویٰ میں عمر گزار کر اور نسبت احسان حاصل کر کے خدا کی راہ میں شہید ہو چکے ان کی نسبت اس طرح کے خلجان اور توہمات پیدا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ ایک ایسی چیز کا استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں جو اس وقت حرام نہیں تھی مگر بعد کو حرام ہوئی۔ اور جن حضرات صحابہ کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس کا جواب ایک عام و تام ضابطہ بیان فرما کر ایسے عنوان سے دے دیا گیا جس میں ان مرحومین کی فضیلت و منقبت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہو گیا۔"

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی ہر حال میں اپنے احکام کا اطاعت گزار اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔

یا اللہ تقویٰ اور عمل صالح کی توفیق ہم کو نصیب فرما اور جملہ ممنوعات شرعیہ سے ہم کو احتراز اور بچنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما۔

یا اللہ اپنے محسنین بندوں میں ہم کو شامل ہونے کی سعادت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَيَبْلُوَنَّكُمُ	اللّٰهُ	بِشَيْءٍ	مِّنَ	الصَّيْدِ	تَنَالُهٗ	اَيْدِيْكُمْ	وَرِمَاحُكُمْ
اے	ایمان والو	ضرور تمہیں آزمائے گا	اللہ	کچھ (کسی قدر)	سے	شکار	اس تک پہنچتے ہیں	تمہارے ہاتھ	اور تمہارے نیزے

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ معلوم کرلے کہ کون شخص اُس سے

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٩٤﴾ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ	مَنْ	يَّخَافُهٗ	بِالْغَيْبِ	فَمَنِ	اعْتَدٰى	بَعْدَ ذٰلِكَ	فَلَهٗ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
تا کہ اللہ معلوم کرلے	کون	اس سے ڈرتا ہے	بن دیکھے	سو جو۔جس	زیادتی کی	اسکے بعد	سو اسکے لئے	عذاب	دردناک	اے	ایمان والو

بن دیکھے ڈرتا ہے سو جو شخص اسکے بعد حد سے نکلے گا اُس کے واسطے دردناک سزا ہے اے ایمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو جبکہ تم حالت احرام میں ہو

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ

لَا تَقْتُلُوْا	الصَّيْدَ	وَاَنْتُمْ	حُرُمٌ	وَمَنْ	قَتَلَهٗ	مِنْكُمْ	مُّتَعَمِّدًا	فَجَزَآءٌ	مِّثْلُ	مَا قَتَلَ
نہ مارو	شکار	جبکہ تم	حالتِ احرام میں	اور جو	اس کو مارے	تم میں سے	جان بوجھ کر	تو بدلہ	برابر	جو وہ مارے

اور جو شخص تم میں اُس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اُس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اُس جانور کے جس کو اُس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں

مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ

مِنَ النَّعَمِ	يَحْكُمُ	بِهٖ	ذَوَا عَدْلٍ	مِّنْكُمْ	هَدْيًا	بٰلِغَ	الْكَعْبَةِ	اَوْ كَفَّارَةٌ	طَعَامُ	مَسٰكِيْنَ
مویشی سے	فیصلہ کریں	اس کا	دو معتبر	تم سے	نیاز	پہنچائے	کعبہ	یا کفارہ	کھانا	محتاج (جمع)

سے دو معتبر شخص کر دیں خواہ وہ پاداش خاص چوپایوں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دیدیا جاوے

اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ

اَوْ عَدْلُ	ذٰلِكَ	صِيَامًا	لِّيَذُوْقَ	وَبَالَ اَمْرِهٖ	عَفَا اللّٰهُ	عَمَّا	سَلَفَ	وَمَنْ	عَادَ	فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ
یا برابر	اس	روزے	تا کہ چکھے	اپنے کام (کئے) کی سزا	اللہ نے معاف کیا	اس سے جو	پہلے ہو چکا	اور جو	پھر کرے	تو اللہ بدلہ لے گا

اور خواہ اسکے برابر روزے رکھ لئے جاویں تا کہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ ہے اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف فرمادیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کریگا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے

مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾	مِنْهُ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	ذُو انْتِقَامٍ	
اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔	اس سے	اور اللہ	غالب	بدلہ لینے والا	

شانِ نزول: ان آیات کا نزول حدیبیہ کے موقعہ پر ہوا جب ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ سے باہر مقام حدیبیہ میں احرام باندھے رکے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر بہت سے وحشی چرند پرند یعنی شکار کے جانور مسلمانوں کے جائے قیام اور خیموں ڈیروں میں گھس گھس آتے تھے اور ان کے سامان خورد ونوش کو نقصان پہنچاتے تھے۔ چونکہ صحابہ کرام عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے اس لئے

ان سے تعرض نہ کرتے تھے اور اس طرح سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اے مسلمانو تمہاری یہ آزمائش ہے اس امتحان میں ثابت قدم رہنا۔

حالت احرام میں شکار کی ممانعت کے مسائل

مسئلہ ۱: صید جو کہ حرم اور احرام میں شکار کرنا ممنوع اور حرام ہے وہ عام ہے خواہ ماکول یعنی حلال جانور ہو یا غیر ماکول یعنی حرام جانور ہو۔

مسئلہ ۲: صید یعنی شکار ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو وحشی ہوں۔ عادۃً انسانوں کے پاس نہ رہتے ہوں۔ پس جو جانور خلقۃً اہلی ہوں جیسے بھیڑ بکری گائے اونٹ ان کا ذبح کرنا اور کھانا درست ہے۔

مسئلہ ۳: وحشی شکار جس کا حرم اور احرام میں پکڑنا یا مارنا ممنوع ہے۔ اس میں بعض استثنٰی بدلیل شریعت ہیں۔ ان کو پکڑنا اور قتل کرنا حلال ہے جیسے دریائی جانور کا شکار جس کی اجازت اگلی آیت اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ میں دی گئی اور بعضے خشکی کے جانور جیسے کو اچیل۔ بھیڑیا۔ سانپ۔ بچھو۔ اور کاٹنے والا کتا۔ اسی طرح جو درندہ خود حملہ کرے اس کا قتل بھی جائز ہے۔ حدیث میں ان کا استثنا مذکور ہے۔

مسئلہ ۴: جو حلال شکار غیر احرام اور غیر حرم میں کیا جائے اس کا کھانا محرم یعنی احرام میں ہونے والے کو جائز ہے جبکہ یہ اس کے قتل وغیرہ میں معین یا مشیر یا بتلانے والا نہ ہو۔

مسئلہ ۵: شکار حرم کو جس طرح قصداً قتل کرنے پر جزا واجب ہے اسی طرح خطاء اور نسیان میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۶: جیسا پہلی بار میں حرم یا احرام میں شکار کے قتل پر جزاء واجب ہے اسی طرح دوسری' تیسری بار قتل کرنے میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۷: حاصل جزاء کا یہ ہے کہ جس زمان اور جس مکان میں یہ جانور قتل ہوا ہے بہتر تو یہ ہے کہ دو عادل شخص سے اور جائز بھی یہ ہے کہ ایک ہی عادل شخص سے اس قتل کئے ہوئے جانور کی قیمت کا تخمینہ کرائے پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ وہ مقتول جانور اگر غیر ماکول ہے تب تو یہ قیمت ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہ ہوگی اور اگر وہ جانور ماکول تھا تو جس قدر تخمینہ ہوگا وہ سب واجب ہوگا اور دونوں حال میں آگے اس کو تین صورتوں میں اختیار ہے خواہ تو (۱) اس قیمت کا کوئی جانور حسب شرائط قربانی کے خرید لے۔ اور حدود حرم کے اندر ذبح کر کے فقراء کو بانٹ دے اور یا (۲) اس قیمت کے برابر غلہ حسب شرائط صدقۂ فطر کے فی مسکین نصف صاع فقراء کو دیدے اور یا (۳) بحساب فی مسکین نصف صاع جتنے مساکین کو وہ غلہ پہنچ سکتا ہو اتنے شمار سے روزہ رکھ لے اور تقسیم غلہ اور روزوں میں حرم کی قید نہیں اور اگر قیمت نصف صاع سے بھی کم واجب ہوئی ہے تو اختیار ہے خواہ ایک مسکین کو دے دے یا ایک روزہ رکھ لے۔ اسی طرح اگر فی مسکین نصف صاع دے کر نصف صاع سے کم بچ گیا تو بھی یہی اختیار ہے کہ خواہ وہ بقیہ ایک مسکین کو دے دے یا ایک روزہ رکھ لے۔ (نصف صاع کا وزن پاکستانی موجودہ وزن کے اعتبار سے ایک قول کے موافق پونے دو سیر ہوتا ہے اور ایک قول کے موافق آدھ چھٹانک اوپر پونے دو سیر ہوتا ہے اس لئے احتیاطاً بعض نے دو سیر لکھا ہے)

مسئلہ ۸: اگر اس قیمت کے برابر ذبح کے لئے جانور تجویز کیا گیا مگر کچھ قیمت بچ گئی تو اس بقیہ میں اختیار ہے خواہ دوسرا جانور خرید لے یا اس کا غلہ دے دے یا غلہ کے حساب سے روزے رکھ لے۔

مسئلہ ۹: جس طرح قتل میں جزاء واجب ہے اسی طرح ایسے جانور کو زخمی کرنے میں بھی تخمینہ کرایا جائے گا کہ اس سے جانور کی کس قدر قیمت کم ہوگئی۔ اس مقدار قیمت میں پھر وہی تین صورتیں مذکور نمبر ۷ جائز ہوں گی۔

مسئلہ ۱۰: محرم کو جس جانور کا شکار کرنا حرام ہے اس کا ذبح کرنا بھی حرام ہے۔ اگر اس کو ذبح کرے گا تو اس کا حکم مردار کا سا ہوگا۔

مسئلہ ۱۱: جس طرح صید یعنی شکار حرم اور احرام میں مارنا یا پکڑنا ممنوع اور حرام ہے اسی طرح اشارہ دلالت واعانت شکار میں مثل شکار کے حرام ہے۔

دعا کیجئے: یااللہ شریعت مطہرہ کے احکام کی پابندی زندگی کے ہر شعبہ میں ہم کو نصیب فرما۔
ہم کسی ابتلاء اور امتحان کے قابل نہیں ہمیں ہر حال میں دین پر قائم رہنے میں ہماری مدد فرما۔
اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا

مَا	صَيْدُ الْبَرِّ	عَلَيْكُمْ	وَحُرِّمَ	وَلِلسَّيَّارَةِ	لَكُمْ	مَتَاعًا	وَطَعَامُهُ	صَيْدُ الْبَحْرِ	لَكُمْ	أُحِلَّ
جب تک	جنگل کا شکار	تم پر	اور حرام کیا گیا	اور مسافروں کیلئے	تمہارے لئے	فائدہ	اور اس کا کھانا	دریا کا شکار	تمہارے لئے	حلال کیا گیا

تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اُس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے فائدہ کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے

دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾

تُحْشَرُونَ	إِلَيْهِ	الَّذِي	اللَّهَ	وَاتَّقُوا	حُرُمًا	دُمْتُمْ
تم جمع کئے جاؤ گے	اسکی طرف	وہ جو	اللہ	اور ڈرو	حالت احرام میں	تم ہو

جب تک تم حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

حالت احرام میں سمندر کے شکار کی اجازت

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ حالت احرام میں دریا کا شکار یعنی مچھلی حلال ہے اور مچھلی پانی سے جدا ہو کر مر گئی ہو اور شکار نہ کی گئی ہو وہ بھی حلال ہے۔ اسی طرح تالاب، گڑھے، حوض وغیرہ جہاں پانی بھرا ہو اور اس میں مچھلیاں ہوں سب دریا کے حکم میں ہیں اور ان کے شکار کی اجازت ہے چاہے خود پکڑے یا دوسرے سے پکڑوائے۔ یہ اجازت ہر وقت ہے۔ ممانعت احرام میں و حرم میں صرف خشکی کے جانوروں کی ہے۔

تمہارے لئے حالت احرام میں دریا یعنی پانی کا شکار پکڑنا اور اُس کا کھانا سب حلال کیا گیا ہے تمہارے نفع کے واسطے اور مسافروں کے نفع کے واسطے کہ سفر میں اُس کو توشہ بنا سکیں اور خشکی کا شکار پکڑنا یا اُس میں معین ہونا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرو جس کے پاس جمع کر کے حاضر کئے جاؤ گے۔

دعا کیجئے:

یا اللہ اپنے جملہ احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ہم کو سعادت نصیب فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانیوں سے کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرما۔

یا اللہ حرم محترم اور خانہ کعبہ کی عزت و حرمت کی حفاظت آپ ہی نے اب تک فرمائی ہے اور کوئی دشمن دین و ایمان اپنے ابلیسانہ مقصد میں اب تک کامیاب نہ ہو سکا۔

یا اللہ آئندہ بھی آپ ہی بیت اللہ شریف کی حفاظت فرمائیں اور اس کی عظمت اور بزرگی کو بلند فرمائیں۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ

جَعَلَ	اللّٰهُ	الْكَعْبَةَ	الْبَيْتَ الْحَرَامَ	قِيٰمًا	لِّلنَّاسِ	وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ	وَالْهَدْيَ	وَالْقَلَآئِدَ	ذٰلِكَ
بنایا	اللہ	کعبہ	احترام والا گھر	قیام کا باعث	لوگوں کیلئے	اور حرمت والے مہینے	اور قربانی	اور پٹے پڑے ہوئے جانور	یہ

خدا تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دے دیا اور عزت والے مہینہ کو بھی اور حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو بھی اور اُن جانوروں کو بھی جن کے گلے میں

لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

	لِتَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ	
	تا کہ تم جان لو	کہ	اللہ	اسے معلوم ہے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	اور یہ کہ	اللہ	ہر	چیز	جاننے والا	

پٹے ہوں یہ اس لئے تا کہ تم اِس بات کا یقین کرو کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں

بیت اللہ کی عظمت

اب چونکہ حالت احرام میں اور حرم میں خشکی کے شکار کو حرام فرمایا اور تحریم اکثر نفس پر گراں ہوتی ہے۔ اس لئے اس ممانعت شکار کے حکم کی گرانی کم کرنے کے لئے بیت اللہ کی عظمت اور اس سے متعلق منافع اور مصالح کی تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے چنانچہ دوسری آیت میں کعبہ شریف یعنی بیت اللہ کو لوگوں کے قیام کا باعث فرمایا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کعبہ شریف دینی اور دنیوی دونوں حیثیتوں سے لوگوں کے قیام کا باعث ہے۔ حج اور عمرہ تو وہ عبادات ہیں جن کا ادا کرنا براہ راست کعبہ ہی سے متعلق ہے۔ لیکن نماز کے لئے بھی استقبال قبلہ شرط ہے۔ اس طرح کعبہ لوگوں کی دینی عبادات کے قیام کا سبب ہو گیا۔ پھر حج وغیرہ کے موقع پر تمام بلاد اسلامیہ سے لاکھوں مسلمان جب وہاں جمع ہوتے ہیں تو بے شمار تجارتی، سیاسی، اخلاقی مذہبی اور روحانی فوائد حاصل کرتے ہیں۔ خدا نے اس جگہ کو ''حرم آمن'' بنایا۔ اس لئے انسانوں بلکہ بہت سے جانوروں تک کو وہاں رہ کر امن نصیب ہوتا ہے۔ عہد جاہلیت میں جب کہ خون ریزی اور فتنہ فساد محض معمولی بات تھی ایک آدمی اپنے باپ کے قاتل سے بھی حرم شریف میں تعرض نہ کرتا تھا۔ مادی حیثیت سے انسان یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ اس وادی غیر ذی زرع میں اتنی افراط سے سامان خورد ونوش اور نفیس قسم کے پھل اور میوے کہاں کہاں سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہ سب حیثیات قِيٰمًا لِّلنَّاسِ میں معتبر ہو سکتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ علم الٰہی میں پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا کہ نوع انسان کے لئے اسی جگہ سے عالمگیر اور ابدی ہدایت کا چشمہ پھوٹے گا اور مصلح اعظم سید کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد و مسکن مبارک بننے کا شرف بھی سارے جہاں میں سے اسی خاک پاک کو حاصل ہو گا۔ ان سب وجوہ سے کعبہ کو قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کہہ سکتے ہیں کیونکہ کعبہ تمام روئے زمین کے انسانوں کے حق میں اصلاح اخلاق، تکمیل روحانیت اور علوم ہدایت کا مرکزی نقطہ ہے اور کسی چیز کا قیام اپنے مرکز کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ بعض محققین کے نزدیک قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کا مطلب یہ ہے کہ کعبۃ اللہ کا مبارک وجود کل عالم کے قیام اور بقا کا باعث ہے۔ دنیا کی آبادی اسی وقت تک ہے جب تک خانہ کعبہ اور اس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے۔ جس وقت خدا کا ارادہ یہ ہو گا کہ کارخانۂ عالم کو ختم کیا جائے تو سب کاموں سے پہلے اسی مبارک مکان کو جسے بیت اللہ شریف کہتے ہیں اٹھا لیا جائے گا جیسا کہ بنانے کی وقت بھی سب سے پہلے زمین پر پہلا مکان یہی بنایا گیا تھا۔

بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ ایک سیاہ فام حبشی عمارت کعبہ کا ایک ایک پتھر کھیڑ کر ڈال دے گا۔ جب تک خدا کو اس دنیا کا نظام قائم رکھنا منظور ہے کوئی طاقتور سے طاقتور قوم جس کا ارادہ کعبہ کو ہدم کرنا ہو اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اصحاب

فیل کا قصہ تو ہر شخص نے سنا ہے لیکن اُن کے بعد بھی ہر زمانہ میں کتنی قوموں اور شخصوں نے ایسے منصوبے باندھے ہیں اور باندھتے رہیں ہیں۔ یہ محض خدائی حفاظت اور اسلام کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے کہ باوجود سامان اور اسباب ظاہرہ کے کمی اور فقدان کے آج تک کوئی شخص اس ابلیسانہ مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور نہ ہو سکے گا۔ اور جب عمارت کعبہ کے گرادینے میں قدرت کی طرف سے مزاحمت نہ رہے گی تو سمجھ لو کہ عالم کی ویرانی کا حکم آن پہنچا۔ دنیا کی حکومتیں اپنے دارالسلطنت اور قصر شاہی کی حفاظت کے لئے لاکھوں سپاہی کٹوادیتی ہیں لیکن کبھی اگر خود ہی قصر شاہی کو کسی مصلحت سے تبدیل یا ترمیم کرنا چاہیں تو معمولی مزدوروں سے اُس کے گرادینے کا کام لے لیا جاتا ہے۔ بہرحال اس آیت میں احکام محرم بیان فرمانے کے بعد کعبہ شریف کی عظمت وحرمت بیان کرنا مقصود ہے۔ پھر کعبہ اور احرام کی مناسبت سے شہر حرام۔ ہدی۔ اور قلائد کا بھی ذکر فرمایا۔

محترم مہینے اور قربانی کے جانور وغیرہ

شَهْرَ الْحَرَامَ یعنی عزت اور عظمت کا مہینہ جس سے عام مفسرین نے مراد ذی الحجہ کا مہینہ لیا ہے جسمیں حج کے ارکان و اعمال ادا کئے جاتے ہیں۔

ھدی اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کی قربانی حرم شرف میں کی جائے ایسے جانور جس شخص کے ساتھ ہوتے ایام جاہلیت میں بھی عام عرب کا معمول تھا کہ اس کو کچھ نہ کہتے تھے اور وہ لوٹ مار سے محفوظ امن و امان کے ساتھ سفر کرتا اور اپنا مقصد پورا کرتا۔

قلائد جمع ہے قلادہ کی جس کے معنیٰ ہیں گلے کا ہار۔ ایام جاہلیت میں عرب میں رسم تھی کہ جو شخص حج کے لئے نکلتا تو اپنے گلے میں ایک ہار بطور علامت کے ڈال لیتا تھا تا کہ اس کو دیکھ کر لوگ سمجھ لیں کہ یہ حج کے لئے جارہا ہے کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔ اسی طرح قربانی کے جانوروں کے گلے میں بھی اس طرح کے ہار ڈالے جاتے تھے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حج کو جانے والوں کے گلے میں جو ہار ڈالنے کی رسم ہے یہ ایام جاہلیت کی یاد ہے اور اسی وجہ سے اہل اللہ متقی پرہیزگار اور دین دار حضرات اس کو خلاف سنت ہونے کے باعث ناپسند کرتے ہیں۔

یہ تینوں چیزیں بھی یعنی شہر حرام ھدی اور قلائد بیت اللہ ہی کے متعلقات میں سے ہیں۔ ان کا احترام بھی بیت اللہ ہی کے احترام کا ایک شعبہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ بیت اللہ اور اس کے متعلقات کو اللہ تعالیٰ نے پورے عالم کے لئے لوگوں کے قیام اور بقاء کا سبب بنا دیا ہے اسی لئے آیت کے اخیر میں ارشاد فرمایا ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ یعنی ہم نے بیت اللہ کو اور اس کے متعلقات کو لوگوں کے لئے ذریعہ امن وامان اور قیام و بقا بنا دیا ہے جس کا مشاہدہ اہل عرب خصوصیت کے ساتھ کرتے رہتے ہیں یہ اس لئے کہا گیا کہ سب لوگ یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کو پورا پورا جانتے ہیں اور وہی اس کا انتظام کر سکتے ہیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ اپنے جملہ احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ہم کو سعادت نصیب فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانیوں سے کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرما۔ یا اللہ حرم محترم اور خانہ کعبہ کی عزت و حرمت کی حفاظت آپ ہی نے اب تک فرمائی ہے اور کوئی دشمن دین و ایمان اپنے ابلیسانہ مقصد میں اب تک کامیاب نہ ہو سکا۔ یا اللہ آئندہ بھی آپ ہی بیت اللہ شریف کی حفاظت فرمائیں اور اس کی عظمت اور بزرگی کو بلند فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

9 اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ؕ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ

اِعۡلَمُوۡۤا	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِيۡدُ	الۡعِقَابِ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	غَفُوۡرٌ	رَّحِيۡمٌ	مَا	عَلَى الرَّسُوۡلِ	اِلَّا الۡبَلٰغُ	وَاللّٰهُ
جان لو	کہ	اللہ	سخت	عذاب	اور یہ کہ	اللہ	بخشنے والا	مہربان	نہیں	رسول پر۔ رسول کے ذمے	مگر پہنچا دینا	اور اللہ

تم یقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والے بھی ہیں۔ رسول کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ

يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۹۹﴾ قُلۡ لَّا يَسۡتَوِى الۡخَبِيۡثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوۡ اَعۡجَبَكَ كَثۡرَةُ الۡخَبِيۡثِ ۚ

يَعۡلَمُ	مَا تُبۡدُوۡنَ	وَمَا	تَكۡتُمُوۡنَ	قُلۡ	لَا يَسۡتَوِى	الۡخَبِيۡثُ	وَالطَّيِّبُ	وَلَوۡ	اَعۡجَبَكَ	كَثۡرَةُ	الۡخَبِيۡثِ
وہ جانتا ہے	جو تم ظاہر کرتے ہو	اور جو	تم چھپاتے ہو	کہہ دیجئے	برابر نہیں	ناپاک	اور پاک	خواہ	تمہیں اچھی لگے	کثرت	ناپاک

سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾

فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	يٰۤاُولِى الۡاَلۡبَابِ	لَعَلَّكُمۡ	تُفۡلِحُوۡنَ
سو ڈرو	اللہ	اے عقل والو	تاکہ تم	تم فلاح پاؤ

تو خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو۔

نجات و بھلائی احکام الٰہی پر عمل میں ہے

گذشتہ آیات میں مختلف احکام ارشاد ہوئے تھے۔ اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو احکام حالت احرام یا احترام کعبہ و حرم وغیرہ کے متعلق دیئے گئے ہیں۔ عین حکمت و مصلحت ہیں۔ ان کی تعمیل ہی میں خیر ہے۔ ان کی خلاف ورزی سخت وبال و عذاب ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ انسانی بھول اور غفلت سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فوراً عذاب نہیں دیتے بلکہ توبہ کرنے والوں اور شرمندہ ہونے والوں کے لئے مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے بھول چوک سے کچھ تقصیر ہو جائے پھر کفارہ وغیرہ سے اس کی تلافی کرلو تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان بھی ہے آگے بتلایا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو اتنا ہی کام ہے کہ اللہ کے احکام مخلوق کو پہنچا دیں پھر وہ مانیں یا نہ مانیں۔ اس کا نفع ضرر انہی کو پہنچتا ہے ان کی نافرمانی سے اللہ کے رسول کا کچھ نقصان نہیں اور یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی فریب نہیں دیا جا سکتا۔ وہ تمہارے ظاہر و باطن اور کھلے و چھپے ہر کام سے واقف ہے۔ خدا کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کا قانون اور پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا اور خدا کی حجت بندوں پر تمام ہو چکی۔ اب ظاہر و باطن میں جیسا عمل کرو گے وہ سب خدا کے سامنے ہے۔ حساب و جزا کے وقت ذرہ ذرہ تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

آخری آیت کا شان نزول:

بعض روایات میں ہے کہ جب اسلام میں شراب کو حرام اور اس کی خرید و فروخت کو بھی ناجائز اور ممنوع قرار دے دیا گیا تو ایک صاحب نے جن کا کاروبار شراب فروشی کا تھا اور اس ذریعہ سے جو کچھ مال دولت انہوں نے جمع کر رکھا تھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مال جو شراب کی تجارت سے میرے پاس جمع ہوا ہے اگر میں اس کو کسی نیک کام میں خرچ کروں تو کیا وہ میرے لئے مفید ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس کو حج یا جہاد وغیرہ میں بھی خرچ کرو گے تو وہ اللہ کے

نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی قیمت نہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ پاک اور حلال چیز کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں فرماتے۔

حلال مال کی برکت

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جب سابق امراء کے زمانہ کے عائد کئے ہوئے ناجائز ٹیکس بند کئے اور جن لوگوں سے ناجائز طور پر اموال لئے گئے وہ واپس کئے اور سرکاری بیت المال خالی ہوگیا اور آمدنی بہت محدود ہوگئی تو ایک صوبہ کے گورنر نے ان کی خدمت میں لکھا کہ بیت المال خالی ہوگیا۔ آمدنی بہت گھٹ گئی فکر ہے کہ حکومت کے کاروبار کس طرح چلیں گے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جواب میں یہی قرآنی آیت تحریر فرمادی لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ اور لکھا کہ تم سے پہلے لوگوں نے ظلم و جور کے ذریعہ جتنا خزانہ بھرا تھا تم اس کے بالمقابل عدل و انصاف قائم کر کے اپنے خزانہ کو کم کرلو اور کوئی پروانہ کرو۔ ہماری حکومت کے کام اسی کم مقدار سے پورے ہوں گے۔

اخیر میں اہل عقل کو خطاب فرما کر فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ کی نصیحت فرمائی جاتی ہے یعنی اے عقل والو اللہ سے ڈرو تا کہ تم کو فلاح نصیب ہو جس میں اشارہ فرما دیا کہ عقلمند دراصل وہی ہے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نجات و فلاح کے حاصل کرنے والے ہیں۔

حق و باطل کا معیار کثرت و قلت نہیں ہے

آخری آیت سے صاف معلوم ہوا کہ دنیا میں پاک کم اور ناپاک زیادہ رہیں گے اور اگر دنیا کے ہر طبقہ کے حالات پر غور سے نظر ڈالی جائے تو سارے عالم میں بھلائی کی تعداد و مقدار کم اور برائی کی تعداد میں کثرت نظر آئے گی۔ ایمان کے مقابلہ میں کفر، تقویٰ و طہارت اور امانت کے مقابلہ میں فسق و فجور، عدل و انصاف کے مقابلہ میں ظلم و جور، علم کے مقابلہ میں جہل۔ عقل کے مقابلہ میں بے عقلی کی کثرت کا مشاہدہ ہوگا جس سے اس کا یقین لازمی ہوجاتا ہے کہ کسی چیز یا کسی جماعت کی تعدادی کثرت اس کے اچھے یا حق پر ہونے کی قطعاً دلیل نہیں ہوسکتی بلکہ کسی چیز کی اچھائی اور بہتری اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر موقوف ہے۔ اگرچہ ناپاک ہر طرف پھیل جائے اور لوگ اسے بکثرت کرنے لگیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اچھی بھی ہو جائے گی۔ کسی چیز کا اچھا برا ہونا محض اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم سے گذشتہ میں جو کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہم کو توبہ و استغفار کی توفیق عطا فرما کر ہماری تقصیرات سے درگزر فرمائیے۔

یا اللہ ہم کو حلال اور طیب کو اختیار کرنے کی توفیق نصیب ہو اور ناپاک اور حرام سے کامل طور پر بچنے کا عزم عطا فرمائیے۔

یا اللہ خبیث چیزوں کی کثرت سے ہم مرعوب نہ ہوں۔ ان سے ہماری حفاظت فرمائیے اور ہمیں ہر معاملہ میں انجام آخرت سامنے رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــَٔلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْــَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَسْــَٔلُوْا	عَنْ	اَشْيَاۗءَ	اِنْ تُبْدَ	لَكُمْ	تَسُؤْكُمْ	وَاِنْ	تَسْــَٔلُوْا	عَنْهَا	حِيْنَ
اے	ایمان والے	نہ پوچھو	سے۔متعلق	چیزیں	جو ظاہر کی جائیں	تمہارے لئے	تمہیں بری لگیں	اور اگر	تم پوچھو گے	انکے متعلق	جب

اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں اُن باتوں کو پُوچھو گے تو تم سے ظاہر کر دی

يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ

يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ	تُبْدَ لَكُمْ	عَفَا اللّٰهُ	عَنْهَا	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ	قَدْ سَاَلَهَا	قَوْمٌ	مِّنْ قَبْلِكُمْ
نازل کیا جارہا ہے قرآن	ظاہر کر دی جائینگی تمہارے لئے	اللہ نے درگزر کی	اس سے	اور اللہ	بخشنے والا	بُردبار	اس کے متعلق پوچھا	ایک قوم	تم سے قبل

جاویں گی سوالات گذشتہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے، اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑے حلم والے ہیں۔ ایسی باتیں تم سے پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں

ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾

پھر اُن باتوں کا حق نہ بجالائے۔

ثُمَّ	اَصْبَحُوْا	بِهَا	كٰفِرِيْنَ
پھر	وہ ہوگئے	اس سے	انکار کرنے والے (منکر)

فضول سوالات سے پرہیز کرنے کا حکم

ان آیات زیر تفسیر میں غیر ضروری اور لایعنی سوالات سے ممانعت فرمائی جاتی ہے اور تنبیہ فرمائی جاتی ہے کہ اول تو ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ادب کو ملحوظ رکھا جائے اس لئے لایعنی اور فضول سوال کرنا جرات اور جسارت اور گستاخی ہے اور سراسر خلاف ادب ہے۔ جو حکم آجائے اس پر عمل کرو۔ جو نہ آئے خاموش رہو۔ علاوہ ازیں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں موجود ہیں اور نزول وحی کا سلسلہ جاری ہے اس وقت تک اگر تم کوئی بات پوچھو گے تو اس کا جواب تم کو ضرور دیا جائے گا۔ پس تمہارے سوال کے بعد ممکن ہے کہ اللہ کے رسول جواب میں ایسی بات بیان کریں جو تمہارے لئے باعث ناگواری اور موجب شرمساری ہو یا سبب گرانی ہو کہ تمہارے سوال کی وجہ سے وہ چیز تم پر فرض ہو جائے اور پھر تم کو اس پر عمل کرنا دشوار ہو۔ تو یہ سخت شرم کی بات ہوگی کہ جو چیز خود مانگ کر لی ہے اس کو نبھا نہ سکیں اور سہولت واباحت ختم ہو جائے اور تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ جس طرح حلال وحرام کے بارہ میں شارع علیہ السلام کا بیان موجب ہدایت وبصیرت ہے۔ اس کا سکوت بھی ذریعہ رحمت وسہولت ہے۔ خدا نے جس چیز کو کمال حکمت وعدل سے حلال یا حرام کر دیا وہ حلال یا حرام ہوگئی اور جس میں سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔ اب اگر ایسی چیزوں کے متعلق خوامخواہ کھود کرید اور بحث وسوال کا دروازہ کھولا جائے گا تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جوابات میں بحالیکہ قرآن شریف کے نزول کا زمانہ جاری ہے بعضے ایسے احکام نازل ہو جائیں جن کے بعد تمہاری سہولت ختم ہو جائے اور آزادی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ لہذا زمانہ نزول وحی میں اس قسم کے فضول سوالات سے غایت درجہ احتیاط ضروری ہے۔

شان نزول

بعضے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے کہ میرا باپ کون ہے؟ چنانچہ ایک شخص کے نسب میں لوگوں کو شبہ تھا اس لئے یہ سوال کیا تھا۔ کوئی پوچھتا کہ میری اونٹنی گم ہوگئی ہے وہ کہاں ہے؟ اور جب حج کی فرضیت نازل ہوئی تو ایک صحابی نے سوال کیا کہ کیا ہر سال ہمارے ذمہ حج فرض ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور ان کے سوال کا جواب نہ دیا۔ تو مکرر سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی سکوت فرمایا۔ انہوں نے تیسری مرتبہ پھر سوال کیا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ اگر میں تمہارے جواب میں یہ کہہ دیتا کہ

ہاں ہر سال فرض ہے تو ایسا ہی ہو جاتا اور پھر تم اس کو پورا نہ کر سکتے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جن چیزوں کے متعلق میں تمہیں کوئی حکم نہ دوں ان کو اسی طرح رہنے دو۔ ان میں کھید کرید کر کے سوالات نہ کرو۔ تم سے پہلے بعض امتیں اسی کثرت سوال کے ذریعہ ہلاک ہو چکی ہیں۔ کہ جو چیزیں اللہ اور اس کے رسول نے فرض نہیں کی تھیں سوال کر کر کے ان کے فرض کرالیا اور پھر اس کی خلاف ورزی میں مبتلا ہو گئے۔ تمہارا کام یہ ہونا چاہئے کہ جس کام میں حکم دوں اس کو مقدور بھر پورا کرو اور جس چیز سے منع کردوں اس کو چھوڑ دو۔ (مراد یہی ہے کہ جن چیزوں سے سکوت کیا جائے ان کے متعلق کھود کرید نہ کرو)

فضول سوال کی وجہ سے سابقہ امتوں پر مشقت

قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال کی بدولت بہت سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو چکی ہیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گائے کی تشریح میں لایعنی سوالات کئے اور سختی میں مبتلا ہوئے جس کا بیان سورۂ بقرہ میں گزر چکا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے آپ سے سوال کیا کہ پتھر سے اونٹنی نکالو۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کا سوال پورا کر دیا اور وہ اس معجزہ کے منکر ہوئے اور اونٹنی کو قتل کر ڈالا تو پھر پوری قوم پر عذاب آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے مائدہ کا سوال کیا اور پھر اس کی ناشکری کی تو اس کا انجام بد بھگتا۔

اب بھی فضول سوالات وتحقیقات ممنوع ہیں

یہاں آیت میں جو یہ جملہ ارشاد فرمایا گیا اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ یعنی نزول قرآن کے زمانہ میں اگر تم ایسے سوالات کرو گے تو بذریعہ وحی ان کا جواب آجائے گا تو اس میں نزول قرآن کے زمانہ کے ساتھ مقید کر کے فضول سوالات کی ممانعت فرمائی گئی۔ ختم نبوت اور سلسلہ وحی کے انقطاع کے بعد ایسے سوالات کا اگرچہ یہ اثر نہ ہوگا کہ نئے احکام آجائیں جو چیزیں فرض نہیں ہیں وہ فرض ہو جائیں یا بذریعہ وحی کسی کا خفیہ راز آشکارا ہو جائے لیکن بے ضرورت سوالات گھڑ گھڑ کر ان کی تحقیقات میں پڑنا یا بے ضرورت چیزوں کے متعلق سوالات کرنا بعد انقطاع نبوت کے بھی مذموم اور ممنوع ہی رہے گا کیونکہ اس میں اپنا اور دوسروں کا وقت ہی ضائع کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه یعنی مسلمان ہونے کی ایک خوبی یہ ہے کہ آدمی فضول باتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان جو بالکل فضول چیزوں کی تحقیق میں لگے رہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا کیا نام تھا اور نوح علیہ السلام کی کشتی کا طول وعرض کیا تھا جن کا کوئی اثر انسان کے عمل پر نہیں ایسے سوالات کرنا مذموم ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ ایسے سوالات کرنے والے حضرات اکثر ضروری اور اہم مسائل دین سے بے خبر ہوتے ہیں فضول کاموں میں پڑنے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ آدمی ضروری کاموں سے محروم ہو جاتا ہے رہا یہ معاملہ کہ حضرات فقہا نے خود ہی بہت سی مفروضہ صورتیں مسائل کی نکال کر اور سوالات قائم کر کے ان کے احکام بیان کر دیئے ہیں سو یہ بے ضرورت چیز نہ تھی۔ آنے والے واقعات نے بتلا دیا کہ آئندہ نسلوں کو اس کی ضرورت تھی۔ اس لئے وہ فضول اور لایعنی سوالات نہ تھے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنے جملہ احکام کی ظاہراً وباطناً پابندی نصیب فرمائیے۔

یا اللہ گذشتہ امتوں کے حالات سے ہم کو عبرت وسبق حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہو اور لایعنی باتوں اور کاموں سے بچنا نصیب ہو۔ یا اللہ ہمیں اپنی رضا کے کاموں اور باتوں میں لگا رہنے کی توفیق میسر ہو اور بے کار فضول باتوں اور کاموں کو چھوڑ دینے کی ہدایت نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ

مَاجَعَلَ	اللّٰهُ	مِنْۢ بَحِيْرَةٍ	وَّلَا	سَآئِبَةٍ	وَّلَا	وَصِيْلَةٍ	وَّلَا حَامٍ	وَّلٰكِنَّ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	يَفْتَرُوْنَ
نہیں بنایا	اللہ	بحیرہ	اور نہ	سائبہ	اور نہ	وصیلہ	اور نہ حام	اور لیکن	جن لوگوں نے کفر کیا	وہ بہتان باندھتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں،

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ

عَلَى اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَ	اَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ	وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	تَعَالَوْا	اِلٰى	مَا	اَنْزَلَ اللّٰهُ	وَاِلَى	الرَّسُوْلِ
اللہ پر	جھوٹے	اور	ان کے اکثر	نہیں رکھتے عقل	اور جب	کہا جائے	ان سے	آؤ تم	طرف	جو	اللہ نے نازل کیا	اور طرف	رسول

اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں اُن کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

قَالُوْا	حَسْبُنَا	مَا وَجَدْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا	اَوَلَوْ كَانَ	اٰبَآؤُهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ	شَيْـًٔا	وَّلَا يَهْتَدُوْنَ
وہ کہتے ہیں	ہمارے لئے کافی	جو ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپ دادا	کیا خواہ ہوں	انکے باپ دادا	نہ	جانتے	کچھ	اور نہ ہدایت یافتہ ہوں

تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے۔ کیا اگرچہ اُن کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔

رسم پرستی کی ممانعت

ایام جاہلیت میں اسلام سے کئی سو سال قبل مکہ میں جاہل مشرکوں نے بغیر حکم خداوندی اپنی طرف سے بہت سے بے اصل مراسم ایجاد کر کے اپنی طرف سے چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔ اور ان کو مذہب کا جزو قرار دے کر دین ابراہیمی میں ترمیم کر لی تھی اور ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنی ان مشرکانہ رسوم کو حق تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت کا ذریعہ تصور کرتے تھے اور ان مراسم کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے ان آیات میں اس کا بھی رد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ رسوم ہرگز مقرر نہیں کیں۔ یہ محض افتراء ہے ان کے بڑوں نے اللہ پر یہ بہتان باندھا ہے اور اکثر بے عقل عوام نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اور جب ان جاہل مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ اس کو ترک کر کے اللہ اور اس کے رسول کا بتلایا ہوا طریقہ اختیار کرو تو جواب میں سب سے بڑی حجت ان کی یہی ہوتی ہے کہ جو کام باپ دادا سے ہوتا آیا ہے اس کے خلاف کیسے کریں۔ اس پر ان کو بتلایا گیا کہ اگر تمہارے اسلاف بے عقلی یا بے راہی سے ہلاکت کے گڑھے میں جا گرے ہوں تو کیا تم بھی انہی کے راہ چلو گے۔ تقلید اور پیروی تو ایسے کی کرنی چاہیے جو علم و ہدایت پر ہو اور تمہارے آباء اور اجداد تو جاہل اور گمراہ تھے۔ انہیں حق و باطل کی کوئی تمیز نہ تھی تو ان کے پیچھے کیوں چلتے ہو۔

مشرکین کی چار رسوم اور ان کا باطل ہونا

یہاں کفار و مشرکین عرب کے چار رسوم بد یعنی **بحیرہ، سائبہ، وصیلہ** اور **حام** کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب زمانہ جاہلیت کی رسوم و شعائر سے متعلق ہیں۔ **بحیرہ** اس جانور کو کہتے تھے جس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیا جاتا تھا۔ دوسرا کوئی اپنے کام میں نہ لاتا۔ **سائبہ** اس جانور کو کہتے تھے جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیئے جاتے تھے اور کوئی کام اس سے نہیں لیتے تھے۔ **وصیلہ** اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کے بچے مسلسل مادہ ہوتے تھے۔ ایسی اونٹنی کو متبرک سمجھ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ **حام** اس نر اونٹ کو کہتے تھے جس کی نسل سے متواتر دس بچے پیدا ہو جاتے تھے۔ ایسے اونٹ کو بھی کام کاج سے سبکدوش کر کے بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ نہ ایسے جانوروں سے سواری لیتے نہ ان کو ذبح کرتے نہ ان پر بوجھ لادتے۔ نہ ان کو کسی پانی اور چراگاہ سے

روکتے وہ جہاں چاہتے چرتے پھرتے نہ ان کا دودھ حلال سمجھتے۔ یہ رسمیں مشرکین عرب میں مدتوں سے چلی آتی تھیں اوران کی نسبت ان کا یہ اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ نے ان رسموں کو مشروع کیا ہے۔ اس کی تردید فرمائی گئی۔ کہ یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان رسموں کو ہرگز مشروع نہیں کیا کہ جس جانور کے گوشت یا دودھ یا سواری وغیرہ سے منتفع ہونے کو حق تعالیٰ نے جائز رکھا اس کی حلت پر اپنی طرف سے قیود لگانا اور اپنی رائے سے حلال وحرام تجویز کرنا یہ تو گویا اپنے لئے منصب تشریع تجویز کرنا ہوا جس کا کسی کو حق نہیں۔

جاہل آباؤاجداد کی پیروی کی ممانعت

یہاں دوسری آیت میں اسلام کی ایک اصولی تعلیم نہایت لطیف انداز میں بتلائی گئی کہ اسلام چاہتا ہے کہ جو کچھ اللہ اور اس کا رسول کہے اس پر عمل کیا جائے۔ باپ دادا کے طریقہ اور رسم ورواج اگر اللہ اور رسول کے احکام کے خلاف ہوں تو انہیں بالکل نظر انداز کر دیا جائے اور چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ ان طریقوں اور رسموں کے اچھا ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور اللہ اور اس کا رسول جو کہتے ہیں اس کی دلیل موجود ہے اور اس کیساتھ ہی کامیابی اور نجات کی ذمہ داری بھی ہے۔ اس لئے شریعت کے کسی حکم کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ یہ بات ہمارے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے اسے کیسے چھوڑ دیں سراسر لغو۔ بالکل لچر' بے عقلی اور جہالت کی بات ہے اور اس کی لغویت ظاہر کرنے کے لئے قرآن کریم نے یہ دلیل دی کہ کوئی ان بے عقلوں سے یہ تو پوچھے کہ تمہارے باپ دادا کا اصلی باتوں سے ناواقف ہونا ممکن ہے یا نہیں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ انہیں ٹھیک راستہ کا پتہ ہی نہ چلا ہو تو کیا ایسی حالت میں بھی تم ان ہی کے پیچھے چلنا پسند کرو گے۔ یہ بات تو عقل کے خلاف ہے آدمی کو اچھے برے پر خود بھی غور کرنا چاہیے۔ محض آباواجداد کے رسوم کی پیروی اور بغیر سوچے سمجھے اور بغیر دلیل کے ان کی رفتار زندگی اور راہ عمل کو حق جان لینا گمراہی ہے۔ ایسی کورانہ اور اندھی تقلید کی آیت سے ممانعت صاف ظاہر ہے۔

مجتہد حضرات کی تقلید ممنوع نہیں ہے

ارشاد فرمایا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (اگرچہ ان کے بڑے دین کی نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ کسی آسمانی کتاب کی ہدایت رکھتے ہوں)۔ غور کرنے کے لئے قرآن کے اس ایک جملہ نے کسی شخص یا جماعت کی اقتداء کرنے کا ایک صحیح اصول بیان کر کے اندھوں کے لئے بینائی کا اور جاہل و غافل کے لئے انکشاف حقیقت کا مکمل سامان فراہم کر دیا ہے۔ وہ یہ کہ یہ بات تو معقول ہے کہ نہ جاننے والے جاننے والوں کی ناواقف لوگ واقف کاروں کی پیروی کریں۔ جاہل آدمی عالم کی اقتدا کرے لیکن یہ کوئی معقول بات نہیں کہ علم وعقل اور ہدایت کے معیار سے ہٹ کر اپنے باپ دادا یا کسی بھائی بند کی اقتدا کو اپنا طریقہ کار بنالیا جائے۔ قرآن کریم کے اس جملہ نے سب کو ایک واضح حکمت کا سبق دیا کہ ان میں سے کوئی چیز مقتدا و پیشوا بنانے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ بلکہ ہر انسان پر سب سے پہلے تو یہ لازم ہے کہ اپنی زندگی کا مقصد اور اپنے سفر کا رخ متعین کرے۔ پھر اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ دیکھے کہ کون ایسا انسان ہے جو اس مقصد کا راستہ جاننے والا بھی ہو اور اس راستہ پر چل بھی رہا ہو۔ جب کوئی ایسا انسان مل جائے تو بے شک اس کے پیچھے لگ لینا اس کو منزل مقصود پر پہنچا سکتا ہے۔

یہی حقیقت ہے ائمہ مجتہدین کی تقلید کی کہ وہ دین کو جاننے والے بھی ہیں اور اس پر عمل پیرا بھی۔ اس لئے نہ جاننے والے ان کا اتباع کر کے دین کے مقصد یعنی اتباع خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم کے اس جملہ نے اقتدا کا نہایت معقول اور واضح معیار دو چیزوں کو بنایا ہے۔ علم اور اہتدا علم سے مراد منزل مقصود اور اس تک پہنچنے کے طریقوں کا جاننا ہے۔ اہتداء سے مراد اس مقصد کی راہ چلنا یعنی صحیح علم پر عمل مستقیم۔

دعا کیجئے: یا اللہ گمراہ مقتدا اور لیڈروں کا اتباع جو اس ملک اور قوم کی خرابی کا سب سے بڑا سبب بنا ہے اس سے قوم کو بچنا نصیب فرمایئے۔ اور اپنی رحمت سے اس ملک اور قوم کو صاحب فہم وعقل اور دین دار مقتدا اور رہبران نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	عَلَيْكُمْ	اَنْفُسَكُمْ	لَا يَضُرُّكُمْ	مَنْ	ضَلَّ	اِذَا	اهْتَدَيْتُمْ	اِلَى اللّٰهِ	مَرْجِعُكُمْ
اے	ایمان والے	تم پر	اپنی جانیں	نہ نقصان پہنچائے گا	جو	گمراہ ہوا	جب	ہدایت پر ہو	اللہ کی طرف	تمہیں لوٹنا ہے

اے ایمان والو اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٠٥

جَمِيْعًا	فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
سب	پھر وہ تمہیں جتلاوے گا	جو	تم کرتے تھے

وہ تم سب کو جتلاویں گے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے۔

کافروں کی ضد اور ہٹ دھرمی سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے

گذشتہ یات میں رسم پرست کفار کی ایک جہالت کا ذکر تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو۔ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھو تو وہ جواباً کہتے ہم کو ان احکام اور رسول کی ضرورت نہیں ہم کو تو اپنے باپ دادوں کا طریقہ کافی ہے۔ تو کفار کی یہ جہالت اور ایسی ایسی جہالتیں ان کی بکثرت تھیں۔ جن کو سن کو مومنین کو رنج وافسوس ہوتا اس لئے مومنین کو اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ کفار رسوم شرکیہ اور آباء واجداد کی اندھی تقلید سے باوجود اس قدر نصیحت اور فہمائش کے باز نہیں آتے تو تم زیادہ ان معاندین کی فکر میں مت پڑو۔ تم اپنی اصلاح اور ہدایت کی فکر کرو۔ کسی کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو۔ سیدھی راہ یہی ہے کہ آدمی ایمان وتقویٰ اختیار کرے۔ خود برائی سے رکے اور دوسروں کو روکنے کی امکانی کوشش کرے۔ پھر بھی لوگ اگر برائی سے نہ رکیں تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔ سب اگلے پچھلے جب خداوند قدوس کے سامنے پیش ہوں گے تب ہر ایک کو اپنا عمل اور انجام نظر آجائے گا۔

نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا ضروری ہے

آیت کا یہ مطلب نہیں کہ کسی کو برا کام کرتے دیکھا جائے تو اس کو منع نہ کیا جائے کہ ہمیں اس کی برائی کیا نقصان کرے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو اس کے بعد بھی اگر کوئی ضد وعناد اور ہٹ دھرمی سے اپنی گمراہی پر جما رہے تو پھر اس کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر چکے۔

حضرت قیس ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک خطبہ کے دوران حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ لوگو! تم یہ آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ پڑھتے ہو اور اس کا مطلب غلط سمجھتے ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری نہیں حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو لوگ کوئی گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور مقدور بھر اس کو روکنے کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کے ساتھ ان دوسرے لوگوں کو بھی عذاب عام میں پکڑ لے۔

دعا کیجئے: یا اللہ اسلام وایمان پر ہم کو استقامت نصیب فرمایئے اور ہر حال میں شریعت مطہرہ کے احکام کی پابندی نصیب فرمایئے۔ یا اللہ اس وقت اس ملک اور قوم میں جو خلاف شرع رسوم جاری اور ساری ہیں ان کے اصلاح کی توفیق ہماری قوم کو نصیب فرمایئے۔ یا اللہ ایسے غلط کاروں کو ہم کو مقدور بھر حق کی تبلیغ وتعلیم نصیحت وخیر خواہی سے سمجھانے کی توفیق وصلاحیت عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	شَهَادَةُ	بَيْنِكُمْ	اِذَا	حَضَرَ	اَحَدَكُمُ	الْمَوْتُ	حِيْنَ	الْوَصِيَّةِ	اثْنٰنِ	ذَوَا عَدْلٍ
اے	ایمان والے	گواہی	تمہارے درمیان	جب	آئے	تم میں سے کسی کو	موت	وقت	وصیت	دو	انصاف والے (معتبر)

اے ایمان والو تمہارے آپس میں دو شخص وصی ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت کرنے کا وقت ہو وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں

مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ

مِنْكُمْ	اَوْ	اٰخَرٰنِ	مِنْ	غَيْرِكُمْ	اِنْ	اَنْتُمْ	ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ	فَاَصَابَتْكُمْ	مُصِيْبَةُ	الْمَوْتِ
تم سے	یا	اور دو	سے	تمہارے سوا	اگر	تم	سفر کر رہے ہو + زمین میں	پھر تمہیں پہنچے	مصیبت	موت

اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جاوے

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا

تَحْبِسُوْنَهُمَا	مِنْ بَعْدِ	الصَّلٰوةِ	فَيُقْسِمٰنِ	بِاللّٰهِ	اِنِ	ارْتَبْتُمْ	لَا نَشْتَرِيْ	بِهٖ	ثَمَنًا
ان دونوں کو روک لو	بعد	نماز	دونوں قسم کھائیں	اللہ کی	اگر	تمہیں شک ہو	ہم مول نہیں لیتے	اسکے عوض	کوئی قیمت

اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو پھر دونوں خدا کی قسم کھاویں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا

وَلَوْ كَانَ	ذَا قُرْبٰى	وَلَا نَكْتُمُ	شَهَادَةَ	اللّٰهِ	اِنَّا	اِذًا	لَمِنَ	الْاٰثِمِيْنَ	فَاِنْ	عُثِرَ	عَلٰى	اَنَّهُمَا
خواہ ہوں	رشتہ دار	اور ہم نہیں چھپاتے	گواہی	اللہ	بیشک ہم	اس وقت	سے	گنہگاروں	پھر اگر	خبر ہو جائے	اس پر	کہ وہ دونوں

اگرچہ کوئی قرابتدار بھی ہوتا اور اللہ کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے ہم اس حالت میں سخت گنہگار ہوں گے۔ پھر اگر اسکی اطلاع ہو

اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

اسْتَحَقَّا	اِثْمًا	فَاٰخَرٰنِ	يَقُوْمٰنِ	مَقَامَهُمَا	مِنَ	الَّذِيْنَ	اسْتَحَقَّ	عَلَيْهِمُ	الْاَوْلَيٰنِ	فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ
دونوں سزاوار ہوئے	گناہ	تو دو اور	کھڑے ہوں	ان کی جگہ	سے	وہ لوگ	حق مارنا چاہا	اُن پر	سب سے زیادہ قریب	پھر وہ قسم کھائیں اللہ کی

کہ وہ دونوں وصی کسی گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا اور دو شخص جو سب میں قریب تر ہیں جہاں وہ

لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ

لَشَهَادَتُنَا	اَحَقُّ	مِنْ	شَهَادَتِهِمَا	وَمَا	اعْتَدَيْنَا	اِنَّا	اِذًا	لَمِنَ	الظّٰلِمِيْنَ	ذٰلِكَ	اَدْنٰى	اَنْ
کہ ہماری گواہی	زیادہ صحیح	سے	اُن دونوں کی گواہی	اور نہیں	ہم نے زیادتی کی	بیشک ہم	اس صورت میں	البتہ سے	ظالم (جمع)	یہ	زیادہ قریب	کہ

دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں خدا کی قسم کھاویں کہ بالیقین ہماری یہ قسم اُن دونوں کی اُس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم نے ذرا تجاوز

يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ

يَأْتُوا	بِالشَّهَادَةِ	عَلَىٰ	وَجْهِهَا	أَوْ	يَخَافُوا	أَنْ	تُرَدَّ	أَيْمَانٌ	بَعْدَ	أَيْمَانِهِمْ	وَاتَّقُوا	اللَّهَ
وہ لائیں (ادا کریں)	گواہی	پر	اسکا رخ (صحیح طریقہ)	یا	وہ ڈریں	کہ رد کردی جائے گی		قسم	بعد	اُن کی قسم	اور ڈرو	اللہ

نہیں کیا ہم اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے۔ یہ بہت قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس بات سے ڈر جائیں کہ الٹی پڑے

وَاسْمَعُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٠٨﴾

وَاسْمَعُوا	وَاللَّهُ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْفَاسِقِينَ	
اور سنو	اور اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	قوم	نافرمان (جمع)	

گی قسم ہماری اُن کی قسم کے بعد اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہ کریں گے۔

شان نزول

قبیلہ بنی سہم کے ایک مسلمان کچھ مال تجارت لے کر شام کو تجارت کرنے گئے۔ ان کے پاس ایک چاندی کا کٹورا بھی تھا جس میں سونے کا کام ہوا تھا اور وہ بادشاہ شام کے پاس اس کو لے جانا چاہتے تھے۔ ان کے ساتھ دو عیسائی سوداگر تمیم داری اور عدی بھی تھے۔ جو ملک شام کو تجارت کرنے جا رہے تھے اور جو مدینہ کے باشندے تھے دوران سفر میں سہمی اتفاق سے بیمار ہو گئے اور ان کا آخری وقت آ پہنچا چونکہ وہاں کوئی دوسرا مسلمان موجود نہ تھا اس لئے سہمی نے اپنا تمام مال جس میں وہ چاندی کا کٹورہ بھی تھا انہی دو عیسائیوں تمیم اور عدی کے سپرد کر دیا اور وصیت کر دی کہ وطن پہنچ کر میرے وارثوں کو یہ مال دے دینا اور چھپا کر مال کی فہرست مال میں رکھ دی۔ اس کے بعد سہمی کا انتقال ہو گیا۔ تمیم اور عدی عیسائیوں نے سہمی کا مال مدینہ پہنچ کر ان کے وارثوں کے حوالہ کیا لیکن کٹورا چرا کر ایک ہزار درہم کو فروخت کر دیا۔ سہمی کے وارثوں نے جب فہرست سے مال ملایا تو کٹورا ندارد تھا چنانچہ ان وارثوں نے ان دونوں عیسائیوں پر کٹورے کا دعویٰ کیا اور بارگاہ نبوت میں مقدمہ پیش ہوا۔ سہمی کے وارث چونکہ مدعی تھے کہ دونوں نصرانیوں نے خیانت کی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم خیانت پر تمیم اور عدی کو قسم دلائی اور دونوں نے قسم کھالی کہ ہم کو کٹورا کا حال معلوم نہیں۔ چونکہ مدعیان کے پاس گواہ نہ تھے اس لئے تمیم اور عدی سے جو کہ مدعا علیہ تھے قسم لی گئی اور جب ان دونوں نے قسم کھالی معاملہ ختم ہو گیا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں بعد وہ کٹورا مکہ میں ایک سنار کے ہاں برآمد ہوا۔ سنار سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تمیم اور عدی نے ایک ہزار درہم کو فروخت کیا ہے اور قیمت وصول کر چکے ہیں۔ اسی عرصہ میں تمیم داری تو مسلمان ہو گئے اور اس کٹورا کی قیمت میں سے ۵۰۰ درہم جو ان کے حصہ میں آئے تھے وہ سہمی کے وارثوں کے پاس لا کر حاضر کر دئے لیکن عدی نے اقرار نہ کیا اگرچہ تمیم داری نے تمام قصہ ظاہر کر دیا اور سہمی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فہرست بھی نکل آئی مگر عدی منکر ہی رہا۔

اس لئے دوبارہ یہ مقدمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ سہمی کے ورثا میں سے دو نزدیکی قرابتدار تھے۔ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہماری قسم عدی کی قسم سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ اس پر عدی سے ۵۰۰ درہم لئے گئے اور معاملہ طے ہو گیا۔ سرقہ کا چونکہ کوئی چشم دید گواہ نہ تھا اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا گیا۔

دوران سفر اگر موت کا خدشہ ہو تو وصیت کا حکم

اس واقعہ کے موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اہل ایمان کو خطاب کر کے ہدایت دی گئی کہ جب تم سفر میں ہو اور اتفاقاً موت کا وقت

قریب آ جائے اور تم اپنے مال کے متعلق کچھ وصیت کرنا چاہو جب مال ورثاء کے سپرد کرنے کی ضرورت ہو تو اس کو چاہیے کہ مسلمانوں میں سے دو معتبر شخصوں کو وصیت کرے تا کہ وہ اس کی وصیت کو پورا کریں اور اس کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔ یا اگر مسلمان نہ ملیں اور رفیق سفر سب غیر یعنی کفار میں سے ہوں تو دو شخص انہی میں سے گواہ بنالئے جائیں یعنی ان دونوں کو وصیت کر کے ان کو اپنی وصیت پر گواہ بنالیا کرو۔ تو معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں جب مسلمان موجود نہ ہو تو غیر مسلم کو وصی بنانا جائز ہے۔ اب اگر وصی حسب مال و اسباب وارثوں کو پہنچا دیں اور وارث اس کو قبول کرلیں اور کوئی جھگڑا اور نزاع نہ پیدا ہو تو خیر ورنہ اگر وارثوں کو ان وصی پر کچھ خیانت کا شبہ ہو اور ان کی امانت و صداقت کے بارہ میں شک و تردد ہو تو ایسی حالت میں ان دونوں کو نماز عصر یا کسی اور نماز کے بعد روک لیا جائے اور وہ دونوں خدا کی قسم کھائیں کہ ہم اس خیانت کے جس کا ہم پر الزام لگایا گیا ہے مرتکب نہیں ہوئے۔ ہم جھوٹ نہیں اور نہ ہم جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ نہ ہم خدا کی فرض کی ہوئی شہادت کو چھپائیں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بلاشبہ ہم سخت گنہ گار ہوں گے۔ جب وہ قسم کھالیں تو اس وقت تو وہ بری ہو گئے پھر اگر بعد میں کسی طریقہ سے یہ اطلاع ملے کہ وہ دونوں شاہد یعنی وصی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں یعنی انہوں نے میت کے مال میں خیانت کی ہے اور جھوٹی قسم کھائی ہے تو میت کے ورثہ میں سے دو شخص جو میت کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں وہ کھڑے ہوں اور خدا کی قسم کھا کر یہ کہیں کہ ہماری شہادت اور قسم ان اوصیا کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے اور ہم جھوٹ نہیں کہہ رہے۔ ہم نے اپنی قسم میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کی اگر ہم نے ایسا کیا ہو تو بیشک ہم ظالموں میں سے ہیں۔ اگر اس طرح کی قسم یہ قربت دار کھالیں گے اور مال خیانت برآمد بھی ہو گیا تو بقدر دعویٰ ان کو وصی سے مال دلوایا جائے گا چنانچہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو سہمی کے دو وارث کھڑے ہوئے اور نماز عصر کے بعد انہوں نے یہ قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے تب اس پیالہ کی قیمت ورثاء کو دلوائی گئی۔

تمام نیکیوں کی بنیاد تقویٰ ہے

اخیر میں ہدایت کی گئی کہ تم سب کو خدا سے ڈرنا چاہیے اور احکام کو بگوش ہوش سننا چاہیے۔ ایسی حالت میں نہ کوئی خیانت کرے گا۔ نہ قسموں کی ضرورت ہوگی۔ نہ کوئی جھوٹا الزام لگائے گا اور یہ احکام بھی انہی کے لئے مفید ہیں جو اطاعت پر آمادہ ہیں ورنہ جو لوگ خدا کا حکم ماننا ہی نہیں چاہتے ان کے لئے یہ بھی مفید نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں کرتے جو نافرمانی پر مصر ہوں۔

غیر مسلموں کی گواہی مسلمانوں کے بارے میں

تفسیر مظہری میں ہے کہ ”کسی معاملہ میں مسلمان کے خلاف کافر کی شہادت قابل قبول نہیں یہ مسئلہ مسلمہ ہے لیکن اکثر اہل تفسیر نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں منکم سے مراد مسلمانوں میں سے اور من غیرکم سے مراد کافروں (غیر مسلموں) میں سے ہونے کی صراحت کی ہے اس تفسیر پر لازم آتا ہے کہ مسلمان پر کافر کی شہادت قابل قبول ہو لہذا علماء کی ایک جماعت نے تو اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ ابتدائی دور میں یہ حکم تھا اور مسلمان پر کافر کی شہادت مان لینے کا جواز تھا لیکن پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اب مسلمان پر کافر کی شہادت نا قابل سماعت ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ آیت محکم ہے۔ اگر مسلمان نہ ملیں تو کافروں کو شاہد بنانا درست ہے اور یہ حکم صرف وصیت کا گواہ بنانے کا ہے وصیت کے علاوہ اور کسی مسئلہ کا گواہ کافروں کو نہیں بنایا جاسکتا۔“

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ تقویٰ اور خوف خداوندی ہمارے دلوں میں پیدا فرمادیں کہ ہم سے کسی حال اور کسی معاملہ میں احکام کی نافرمانی نہ ہو۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں سچی شہادت ادا کرنے اور حق کو ظاہر کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۖ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

يَوْمَ	يَجْمَعُ	اللّٰهُ	الرُّسُلَ	فَيَقُوْلُ	مَاذَا	اُجِبْتُمْ	قَالُوْا	لَا عِلْمَ	لَنَا	اِنَّكَ	اَنْتَ	عَلَّامُ	الْغُيُوْبِ
دن	جمع کرے گا	اللہ	رسول (جمع)	پھر کہے گا	کیا	تمہیں جواب ملا	وہ کہیں گے	نہیں خبر	ہمیں	بیشک تو	تو	جاننے والا	چھپی باتیں

جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کریں گے پھر ارشاد فرماویں گے کہ تم کو کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں آپ بیشک پوشیدہ باتوں کے پورے جاننے والے ہیں۔

قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام سے امتوں کے بارے میں سوال

اس آیت میں قیامت کے متعلق ایک مضمون کو اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ محشر کے ہولناک دن میں جب خدائے قہار کی شان جلالی کا انتہائی ظہور ہوگا۔ اکابر و اعاظم کبھی ہوش بجا نہ رہیں گے۔ الوالعزم انبیاء کی زبان پر بھی اس وقت نفسی نفسی ہوگا۔ اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کے انتہائی خوف وخشیت سے متاثر ہوں گے۔ پھر جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور محبوب رب العالمین۔ شافع محشر کے طفیل میں سب کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر لطف و رحمت ہوگی تب کچھ عرض کرنے کی جرأت کریں گے۔ تو قیامت میں اگرچہ اول سے آخر تک دنیا میں پیدا ہونے والے تمام جن وانس ایک میدان میں کھڑے ہوں گے اور سب سے ان کے عمر بھر کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

لیکن یہاں آیت میں خصوصیت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا اور فرمایا گیا یَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ یعنی وہ دن بھی کیسا ہولناک ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کریں گے۔ مراد یہ ہے کہ جمع تو سارے عالم کے اولین وآخرین کو کیا جائے گا مگر سب سے پہلے سوال انبیاء علیہم السلام سے ہوگا۔ پھر رسولوں سے جو سوال کیا جائے گا وہ یہ کہ مَاذَا اُجِبْتُمْ یعنی جب آپ لوگوں نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین حق اور اسکے احکام کی طرف بلایا تو ان لوگوں نے آپ کو کیا جواب دیا تھا اور کیا انہوں نے آپ کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کیا؟ تمہارے وعظ ونصیحت اور تبلیغ کا کیا جواب دیا تھا؟ اس سوال کے مخاطب اگرچہ انبیاء علیہم السلام ہوں گے لیکن درحقیقت سنانا ان کی امتوں کو مقصود ہوگا کہ ان کی امتوں نے جو نیک یا بد اعمال کئے ہیں ان کی شہادت سب سے پہلے ان کے رسولوں سے لی جائے گی۔

انبیائے کرام کا جواب

آگے بتلایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس سوال کا جواب یہ دیں گے قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ یعنی پیغمبر کہیں گے کہ خداوندا آپ کے علم کامل اور محیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں آپ عالم الغیب ہیں۔ آپ کے مقابلہ میں ہم کیا جان سکتے ہیں۔ ہمارے علم کی کیا حقیقت۔ ہمارے علم کی بنیاد محض ظاہر پر ہے اور آپ کا علم تو باطن اور چھپی ہوئی باتوں پر بھی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جو کچھ جواب انہوں نے دیا ہمارا کام یہ تھا کہ جب تک ہم ان میں رہے ان کو آپ کا پیغام پہنچاتے رہے اور اس پر خود عمل کر کے انہیں دکھاتے رہے۔ اس مدت میں بھی ان کے دل کا اصلی پوشیدہ حال ہمیں معلوم نہ تھا۔ پھر جب ہماری وفات ہوگئی اس کے بعد تو ان کے ماننے نہ ماننے کا حال آپ ہی کو معلوم ہے جو چیز ہماری نظروں سے غائب رہی اس کا علم آپ ہی رکھتے ہیں۔

الغرض مقصود بیان آیت سے یہی ہے کہ ایک دن ایسا ہوگا کہ سب جمع کئے جاؤ گے اور ہر ایک کے تمام اعمال واحوال ظاہری و باطنی کی تفتیش ہوگی اس لئے ہر کسی کو مخالفت احکام الٰہی اور معصیت خداوندی سے ڈرتے رہنا چاہئے اور اس سے باز رہنا چاہئے۔ اور اخلاص کے ساتھ اطاعت خداوندی بجالانا چاہئے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہماری تقصیرات اور کوتاہیوں پر میدان حشر میں گرفت اور مواخذہ نہ فرمایئے گا یا اللہ ہم اپنی بداحوالی اور بداعمالی کے معترف ہیں۔ یا اللہ ہماری اس ندامت قلب پر ہم پر رحم فرمایئے اور آخرت کی ذلت اور رسوائی سے ہم کو بچا لیجئے۔ یا اللہ ہم کو اس دنیا میں توفیق نصیب فرما دیجئے کہ ہم اپنی بقیہ زندگی آپ کی مرضیات میں خرچ کر دیں اور آپ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ بجالائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدْتُّكَ

اذ قال	اللہ	یٰعیسی	ابن مریم	اذکر	نعمتی	علیک	و	علی	والدتک	اذ ایدتک
جب کہا	اللہ	اے عیسیٰ	ابن مریم	یاد کر	میری نعمت	تجھ (آپ) پر	اور	پر	تیری (اپنی) والدہ	جب میں نے تیری مدد کی

جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویں گے اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جبکہ میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی

بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

بروح القدس	تکلم	الناس	فی المھد	وکھلا	واذ	علمتک	الکتب	والحکمۃ
روح پاک	تو باتیں کرتا تھا	لوگ	پنگھوڑہ میں	اور بڑھاپا	اور جب	تجھے سکھائی	کتاب	اور حکمت

تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جبکہ میں نے تم کو کتابیں اور سمجھ کی باتیں

وَالتَّوْرٰةَ وَالْإِنْجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ

والتورٰۃ	والانجیل	واذ	تخلق	من	الطین	کھیئۃ الطیر	باذنی	فتنفخ فیھا	فتکون
اور توریت	اور انجیل	اور جب	تو بناتا تھا	سے	مٹی	پرندہ کی صورت	میرے حکم سے	پھر پھونک مارتا تھا اس میں	تو وہ ہو جاتا

اور توریت اور انجیل تعلیم کیں اور جبکہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے پھر تم اسکے اندر پھونک مار دیتے تھے

طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۖ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِإِذْنِي ۖ وَإِذْ كَفَفْتُ

طیرا	باذنی	وتبرئ	الاکمہ	والابرص	باذنی	واذ	تخرج	الموتی	باذنی	واذ	کففت
اڑنے والا	میرے حکم سے	اور شفا دیتا	مادرزاد اندھا	اور کوڑھی	میرے حکم سے	اور جب	نکال کھڑا کرتا	مردہ	میرے حکم سے	اور جب	میں نے روکا

جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے تھے مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو میرے حکم سے، اور جبکہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے

بَنِي إِسْرَآءِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هٰذَا إِلَّا

بنی اسرآءیل	عنک	اذ جئتھم	بالبینت	فقال	الذین کفروا	منھم	ان	ھذا	الا
بنی اسرائیل	تجھ سے	جب تو ان کے پاس آیا	نشانیوں کے ساتھ	تو کہا	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	ان سے	نہیں	یہ	مگر (صرف)

میرے حکم سے، اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ بجز

سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۱۰﴾ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ اٰمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي ۚ قَالُوا اٰمَنَّا

سحر	مبین	واذ	اوحیت	الی	الحوارین	ان	امنوا بی	وبرسولی	قالوا	امنا
جادو	کھلا	اور جب	میں نے دل میں ڈال دیا	طرف	حواری (جمع)	کہ	ایمان لاؤ مجھ پر	اور میرے رسول پر	انہوں نے کہا	ہم ایمان لائے

کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور جبکہ میں نے حواریین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے

وَاَشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾	وَاشْهَدْ	بِاَنَّنَا	مُسْلِمُوْنَ
اور آپ شاہد رہیے کہ ہم پورے فرمانبردار ہیں۔	اور آپ گواہ رہیں	کہ بیشک ہم	فرمانبردار

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خصوصی انعامات کا تذکرہ:

گذشتہ آیت میں بالاجمال تمام انبیاء کرام سے روزِ محشر سوال کا ذکر فرمایا تھا اور اس کے بعد انبیاء میں سے خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن کو عیسائیوں نے خدائی درجہ دے رکھا ہے اور خدا کا بیٹا بنا رکھا ہے (نعوذ باللہ) اس لئے حق تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے متعدد انعامات واحسانات کا ذکر فرمایا جس سے اصل مقصود تو نصاریٰ کے عقائد کی تردید ہے جو اُنہیں خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات واحسانات ذکر فرما کر ایک طرف تو ان کا بندہ اور محتاج خدا ہونا ثابت فرمایا اس لئے کہ انعام واحسان کی ضرورت بندہ کو ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کو اور دوسری طرف ان کا اللہ کا برگزیدہ رسول ہونا ظاہر ہوگیا۔ پھر قیامت کے دن ان احسانات کے یاد دلانے سے یہود ونصاریٰ کی زجر وتوبیخ بھی مقصود ہوگی یعنی ان احسانات وانعامات کو یاد دلا کر اُن پر یہ امر ظاہر کیا جائے گا کہ دنیا میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں دونوں گروہ غلطی پر تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن کا محسن ہے اُن میں جو خوبی تھی وہ خدا ہی کی دی ہوئی تھی پس نصاریٰ کو کیا حق تھا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو تو خدا بنا لیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے محسن کو بھول گئے اور یہودیوں کے لئے کب مناسب تھا کہ جس ذات پر خدا تعالیٰ کے ایسے عجیب وغریب انعامات واحسانات ہوئے ہوں اُس کو مفتری۔ کذاب اور ساحر سمجھیں اور اُن کی نبوت ورسالت سے انکار کریں۔

غرض کہ اس تذکرہ سے مقصود یہ ہے کہ عیسائی جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدائی کا حصہ دار سمجھتے ہیں اُن کے عقائد باطلہ کو غلط ثابت کیا جائے۔ ابتدائے ولادت سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اخیر عمر تک کا حال جو سراسر اُن کی عبودیت پر دلالت کرتا ہے قیامت میں ان کو گنا کر اور جتلا کر سوال کیا جائے گا کہ کیا آپ نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لیجیو۔ اس کا جو کچھ جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیں گے اُن کا بیان ان شاء اللہ اگلے رکوع میں آئے گا۔ یہاں ان آیات میں پہلے وہ انعامات بیان کئے جاتے ہیں جو حق تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جتلاویں گے۔

قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی انعامات کی یاد دہانی

یہاں حسب ذیل وہ آٹھ انعامات گنائے گئے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت میں جتلائے جائیں گے۔

پہلا انعام:۔ روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام سے تمہاری مدد کی گئی یعنی جو تمہاری تائید اور تقویت کے لئے ہر وقت تمہارے ساتھ رہتے تھے اور ان کے انوار و برکات ہر وقت تمہارے محافظ اور نگہبان تھے۔ نیز منجانب اللہ یہ روح القدس کی تائید اس کی دلیل تھی کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ معاذ اللہ خدا نہیں۔ خدا کو کسی کی تائید وتقویت کی کیا ضرورت۔

دوسرا انعام:۔ یہ کہ آپ گہوارے یعنی شیر خوارگی کے زمانہ میں بھی لوگوں سے ایسی ہی باتیں کرتے تھے جیسے بڑی عمر میں۔ یعنی زمانہ طفولیت اور زمانہ کہولت کے کلام میں باعتبار فصاحت وبلاغت وباعتبار موعظت وحکمت کوئی فرق نہ تھا۔ دونوں یکساں تھے۔ یہ بھی من جانب اللہ ایک عظیم معجزہ تھا۔ جو آپ کے حق میں اور آپ کی والدہ حضرت مریم کے حق میں نعمت عظیمہ تھی۔

تیسرا انعام:۔ یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو توریت وانجیل کی تعلیم دی اور حکمت الٰہیہ کے معلومات عطا کئے۔

چوتھا انعام:۔ یہ کہ تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی شکل

وصورت بناتے پھر اس مصنوعی شکل وصورت میں پھونک مارتے تو تمہاری بنائی ہوئی صورت حقیقۃً پرندہ بن جاتی تھی۔ اور ان معجزات کو دیکھ کر کسی کو ان کی خدائی پر شبہ نہ ہو اس لئے ہر جگہ باذنی کی قید ارشاد فرمائی یعنی میرے حکم سے یہ ہوتا تھا۔

پانچواں انعام:۔ یہ کہ تم مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے ہاتھ پھیر کر اچھا اور چنگا کر دیتے تھے یعنی بیمار پر ہاتھ پھیرنا تمہارا کام تھا اور شفا اور تندرستی عطا کرنا اور چنگا کر دینا یہ حق تعالیٰ ہی کا کام تھا۔

چھٹا انعام: عیسیٰ علیہ السلام جب یہ چاہتے کہ کوئی مردہ زندہ ہو تو اول نماز پڑھتے اور خدا سے دعا مانگتے اس کے بعد وہ مردہ زندہ ہو جاتا۔

ساتواں انعام:۔ یہ کہ بنی اسرائیل کے شر سے تم کو محفوظ رکھا یعنی یہود نے جو تمہارے قتل اور صلب کا منصوبہ بنایا تھا اس کو حق تعالیٰ نے ملیامیٹ کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح سالم زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

آٹھواں انعام:۔ یہ کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ یہ صریح جادو ہے تو اس وقت میں نے اپنے خاص لطف وعنایت سے حواریین کے دل میں یہ القا کیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ چنانچہ وہ ایمان لے آئے۔

یہود ونصاریٰ کو تنبیہ

یہ مخاطبت جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی اگرچہ قیامت میں حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائیں گے مگر سنانا یہود ونصاریٰ کو مقصود ہے جس سے ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا برگزیدہ خداوندی ہونا ثابت ہوا جس سے یہود کا رد ہوا اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت ثابت ہوئی اور ان کی الوہیت کی نفی ہوئی جس سے نصاریٰ کی تردید ہوئی۔

دعا کیجئے:

یا اللہ اس وقت دنیا میں جو نصرانیت ویہودیت کا فتنہ عظیم پھیلا ہوا ہے اس سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب فرمایئے۔ یا اللہ یہود ونصاریٰ جس افراط وتفریط میں گرفتار ہو کر گمراہ ہوئے اس سے امت مسلمہ کے ہر فرد کو بچنا نصیب فرمایئے اور صراط مستقیم پر ہم کو استقامت عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

اِذْ قَالَ	الْحَوَارِيُّوْنَ	يٰعِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	هَلْ	يَسْتَطِيْعُ	رَبُّكَ	اَنْ	يُنَزِّلَ	عَلَيْنَا	مَآئِدَةً
جب کہا	حواری (جمع)	اے عیسیٰؑ	ابن مریم	کیا	کرسکتا ہے	تمہارا رب	کہ وہ	اتارے	ہم پر	خوان

وہ وقت قابل یاد ہے جبکہ حواریین نے عرض کیا اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرمادیں

مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ

مِنَ	السَّمَآءِ	قَالَ	اتَّقُوا اللّٰهَ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُؤْمِنِيْنَ	قَالُوْا	نُرِيْدُ	اَنْ	نَاْكُلَ	مِنْهَا	وَ	تَطْمَىِٕنَّ
سے	آسمان	اس نے کہا	اللہ سے ڈرو	اگر	تم ہو	مومن (جمع)	انہوں نے کہا	ہم چاہتے ہیں	کہ	ہم کھائیں	اس سے	اور	مطمئن ہوں

آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔ وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اُس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہوجاوے

قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

قُلُوْبُنَا	وَنَعْلَمَ	اَنْ	قَدْ صَدَقْتَنَا	وَنَكُوْنَ	عَلَيْهَا	مِنَ	الشّٰهِدِيْنَ	قَالَ	عِيْسَى	ابْنُ مَرْيَمَ
ہمارے دل	اور ہم جان لیں	کہ	تم نے ہم سے سچ کہا	اور ہم رہیں	اس پر	سے	گواہ (جمع)	کہا	عیسیٰؑ	ابن مریم

اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جاوے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے اور گواہی دینے والوں میں سے ہو جاویں عیسیٰؑ ابن مریم نے دُعا کی

اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً

اللّٰهُمَّ	رَبَّنَا	اَنْزِلْ	عَلَيْنَا	مَآئِدَةً	مِنَ	السَّمَآءِ	تَكُوْنُ	لَنَا	عِيْدًا	لِاَوَّلِنَا	وَاٰخِرِنَا	وَاٰيَةً
اے اللہ	ہمارے رب	اُتار	ہم پر	خوان	سے	آسمان	ہو	ہمارے لئے	عید	ہمارے پہلوں کے لئے	اور ہمارے پچھلے	اور نشان

کہ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمایئے کہ وہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہوجاوے

مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ

مِنْكَ	وَارْزُقْنَا	وَاَنْتَ	خَيْرُ	الرّٰزِقِيْنَ	قَالَ	اللّٰهُ	اِنِّىْ	مُنَزِّلُهَا	عَلَيْكُمْ	فَمَنْ	يَكْفُرْ	بَعْدُ
تجھ سے	اور ہمیں روزی دے	اور تو	بہتر	روزی دینے والا	کہا	اللہ	بیشک میں	وہ اتاروں گا	تم پر	پھر جو	ناشکری کریگا	بعد

اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہوجاوے اور آپ ہم کو عطا فرمایئے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل

مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع

مِنْكُمْ	فَاِنِّىْ	اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا	لَا	اُعَذِّبُهٗ	اَحَدًا	مِنَ	الْعٰلَمِيْنَ	
تم سے	تو میں	اسے عذاب دوں گا ایسا عذاب	نہ	عذاب دوں گا	کسی کو	سے	جہان والے	

کرنیوالا ہوں پھر جو شخص تم میں سے اُسکے بعد ناحق شناسی کریگا تو میں اُس کو ایسی سزا دونگا کہ وہ سزا دنیا جہاں والوں میں سے کسی کو نہ دونگا

حواریوں کی تمنا کے مطابق آسمان سے دسترخوان کا اترنا

مائدہ عربی زبان میں کھانے سے سجے ہوئے خوان کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے درخواست کی تھی کہ آسمان سے ان پر کھانا چنا ہوا خوان اترے۔ اسی مائدہ کے نازل ہونے کے درخواست کے واقعہ کی نسبت سے اس سورۃ کا نام بھی سورہ مائدہ ہو گیا۔

حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے اور ان کا ساتھ دینے والوں کا خطاب ہے۔ تو ان آیات میں حواریوں کی طرف سے درخواست مائدہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آسمان سے ہمارے لئے پکا پکایا تیار کھانا اترے اور اس درخواست کا منشا یہ بیان کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں کہ بے مشقت رزق حاصل ہو جائے اور ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور ہمارے ایمان اور یقین میں اضافہ ہو جائے۔ اور ہم کو آپ کی نبوت کا اور آپ کی سچائی کا پورا یقین ہو جائے اور ہم کو قدرت الٰہی کا مشاہدہ ہو جائے۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم میری نبوت و رسالت پر یقین رکھتے ہو یعنی اول تو یہ تمہارا سوال خلاف ادب ہے۔ خلاف عادت امور کی فرمائش خلاف ادب ہے۔ اس قسم کی فرمائشیں معاندین کا طریقہ ہے۔ علاوہ ازیں اس سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں میری نبوت و رسالت میں شک ہے جب ہی تو تم نے مجھ سے اس معجزہ اور خارق عادت امر کی فرمائش کی۔ نیز مجھ کو یہ ڈر ہے کہ یہ خوان تمہارے فتنہ کا سامان نہ بن جائے لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور ایسی چیز کا سوال نہ کرو جو تمہارے لئے فتنہ کا سبب بنے۔ اور میری نسبت شک میں پڑ کر اپنے ایمان کو متزلزل نہ کرو۔ اس پر حواریین بولے کہ ہم آپ پر پورا ایمان رکھتے ہیں اور ہمیں ذرہ برابر شک نہیں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان میں سے کھائیں جو آسمان سے نازل ہو کیونکہ جو رزق آسمان سے نازل ہوگا وہ سراسر مبارک ہوگا اور اس کے کھانے سے ظاہری و باطنی صحت و شفا حاصل ہوگی۔ اور اللہ کی عبادت اور بندگی میں قوت کا ذریعہ بنے گا۔ بہر حال ان کی درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوان کھانے کا نازل فرما۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا میں تمہاری درخواست کے مطابق تم پر اس کو اتار دوں گا مگر اس کے اترنے کے بعد اس کا پورا حق ادا کرنا ہوگا ورنہ جو شخص اس کے نزول کے بعد ناقدری کرے گا تو سزا بھی پھر ایسی ملے گی کہ جہان بھر میں ایسی سزا کسی کو نہ ملے گی۔ اب قرآن پاک اس بارہ میں خاموش ہے کہ آیا یہ مائدہ نازل ہوا یا نہیں مگر حدیث کی بعض رویت سے پتہ چلتا ہے کہ مائدہ نازل ہوا اور صرف ایک دن ہی نہیں بلکہ بہت دنوں تک اترتا رہا۔ بالآخر بنی اسرائیل نے شرائط معاہدہ کی خلاف ورزی کی کہ اس میں خیانت کی اور چرا کر دوسرے روز کے واسطے رکھ چھوڑا جس پر نزول مائدہ موقوف ہو گیا اور خلاف ورزی کرنے والو ں پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور ان کی صورتوں کو مسخ کر کے سور اور بندر بنا دیا گیا اور تین دن کے بعد وہ ہلاک ہو گئے۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مائدہ آسمان سے نازل ہوا اس میں روٹی اور گوشت تھا۔

مذکورہ قصہ کی عبرتیں

اس قصۂ نزول مائدہ کو جو کہ دنیا میں ہوا یہاں لانے سے ایک امر تو یہ ثابت کرنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خود اپنا رازق اور معبود اللہ تعالیٰ کو جانتے تھے جب تو اللہ کے حضور میں درخواست پیش کی اور اپنے مدعا اور حاجت کو عرض کیا جس سے ان کی عبودیت ثابت ہوئی نہ کہ الوہیت جس کا کہ نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں۔ دوسرے اس واقعہ کو یہاں اطلاع دینے سے ایک تاکید یہ بھی مقصود معلوم ہوتی ہے کہ دیکھو جس طرح اصحاب مائدہ کو کفر آیات الٰہیہ سے دنیا میں کیسی سخت سزا دی گئی اسی طرح ان افراط و تفریط کرنے والوں کو (مراد یہود و نصاریٰ ہیں) کفر آیات الٰہیہ سے عقبیٰ میں سزا دی جائے گی۔

ان آیات زیر تفسیر میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ’’وہ وقت قابل یاد ہے جبکہ حوارین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے عیسیٰ ابن مریمؑ کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا پکا پکایا نازل فرما دیں آپ

10 نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔ مطلب یہ کہ تم ایماندار ہو اس لئے خدا سے ڈرو اور معجزات کی فرمائش سے کہ یہ بات ادب کے خلاف ہے بچو۔ وہ بولے کہ ہمارا مقصود بے ضرورت فرمائش کرنا نہیں ہے جو کہ خلاف ادب ہے بلکہ ایک مصلحت سے اس کی درخواست کرتے ہیں وہ یہ کہ ہم ایک تو یہ چاہتے ہیں کہ برکت حاصل کرنے کو اُس میں سے کھائیں اور دوسرے یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ایمان پر پورا اطمینان ہو جائے اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے دعوئ رسالت میں ہم سے سچ بولا ہے اور تیسرے یہ چاہتے ہیں کہ ہم اور لوگوں کے سامنے جنہوں نے یہ معجزہ نہیں دیکھا گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں کہ ہم نے ایسا معجزہ دیکھا ہے۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ اس درخواست میں ان کی غرض صحیح ہے تو حق تعالیٰ سے دعاء کی کہ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائیے کہ وہ مائدہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اوّل موجودہ زمانہ میں ہیں اور جو بعد کے زمانہ میں آنے والے ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جاوے اور میری پیغمبری پر آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جاوے اور آپ ہم کو وہ فائدہ عطا فرمائیے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے بڑھ کر ہیں۔ حق تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر آسمان سے نازل کرنے والا ہوں پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد اُس کی ناحق شناسی کرے گا یعنی اس کے حقوق واجبہ عقلاً و نقلاً ادا نہ کرے گا تو میں اُس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا اس وقت کے جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا"۔

دعا کیجئے:

یا اللہ آپ ہم کو ناشکری کے عذاب میں گرفتار نہ فرمائیے۔ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائیے۔ اور ہم کو اپنے رسولؐ پاک کے بتلائے طریقہ پر ہر نعمت کی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ

وَاِذْ	قَالَ	اللّٰهُ	يٰعِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	ءَاَنْتَ	قُلْتَ	لِلنَّاسِ	اتَّخِذُوْنِيْ	وَاُمِّيَ	اِلٰهَيْنِ	مِنْ	دُوْنِ
اور جب	کہا	اللہ	اے عیسیٰ	ابن مریم	کیا۔تو	تونے کہا	لوگوں سے	مجھے ٹھہرالو	اور میری ماں	دومعبود	سے	سوائے

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرمادیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے معبود قرار دے لو

اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ

اللّٰهِ	قَالَ	سُبْحٰنَكَ	مَا	يَكُوْنُ	لِيْ	اَنْ	اَقُوْلَ	مَا لَيْسَ	لِيْ	بِحَقٍّ	اِنْ	كُنْتُ قُلْتُهٗ	فَقَدْ عَلِمْتَهٗ	تَعْلَمُ
اللہ	اس نے کہا	تو پاک ہے	نہیں	ہے	میرے لئے	کہ	میں کہوں	نہیں	میرے لئے	حق	اگر	میں نے یہ کہا ہوتا	تو تجھے ضرور اسکا علم ہوتا	تو جانتا ہے

عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں تو آپ کو منزّہ سمجھتا ہوں مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اُس کا علم ہوگا

مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا

مَا	فِيْ	نَفْسِيْ	وَ	لَآ اَعْلَمُ	مَا	فِيْ نَفْسِكَ	اِنَّكَ	اَنْتَ	عَلَّامُ	الْغُيُوْبِ	مَا قُلْتُ	لَهُمْ	اِلَّا
جو	میں	میرا دل	اور	میں نہیں جانتا	جو	تیرے دل میں	بیشک تو	تو	جاننے والا	چھپی باتیں	میں نے نہیں کہا	انہیں	مگر

آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اُس کو نہیں جانتا، تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔ میں نے تو اُن سے اور کچھ نہیں کہا

مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ

مَآ اَمَرْتَنِيْ	بِهٖ	اَنِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	رَبِّيْ	وَرَبَّكُمْ	وَكُنْتُ	عَلَيْهِمْ	شَهِيْدًا	مَا دُمْتُ	فِيْهِمْ
جو تونے مجھے حکم دیا	اسکا	کہ	تم عبادت کرو	اللہ	میرا رب	اور تمہارا رب	اور میں تھا	ان پر	خبردار	جب تک میں رہا	اُن میں

مگر وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، میں اُن پر مطلع رہا جب تک اُن میں رہا

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

	فَلَمَّا	تَوَفَّيْتَنِيْ	كُنْتَ	اَنْتَ	الرَّقِيْبَ	عَلَيْهِمْ	وَاَنْتَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	شَهِيْدٌ	
	پھر جب	تونے مجھے اٹھالیا	تو تھا	تو	نگران	ان پر	اور تو	پر۔سے	ہر شے	باخبر	

پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا تو آپ اُن پر مطلع رہے اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کے متعلق سوال اور عیسائیوں کے جرم کا حتمی ثبوت

گذشتہ آیات میں ان احسانات اور انعامات کا ذکر تھا جو حق تعالیٰ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلائیں گے۔ ان عظیم الشان احسانات اور ممتاز انعامات کو یاد دلا کر حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم بتلاؤ کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنالو یا ان لوگوں نے خود اپنی طرف سے یہ عقیدہ تراش لیا تھا؟ اللہ تعالیٰ تو علیم وخبیر ہیں وہ تو ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال اس لئے نہیں فرمائیں گے کہ اس کا جواب معلوم نہیں بلکہ درحقیقت قیامت کے دن یہ سوال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محض ان کی امت کی ملامت اور سرزنش کے لئے کیا جائے گا۔ تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کے جواب سے وہ جھوٹے ٹھہریں اوران پر اللہ کی حجت قائم ہو۔

الغرض جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کریں گے تو لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سوال سے کانپ اٹھیں گے اور تمام بدن پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ جب سکون ہو جائے گا تو نہایت ادب سے عرض کریں گے۔ سُبْحٰنَكَ یعنی آپ پاک ہیں میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں کہ آپ شریک سے پاک اور منزہ ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کی ذات وصفات اور افعال میں شریک ہو سکے۔ نیز میرے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ میں زبان سے ایسی بات کہتا کہ جو میرے لئے کسی طرح زیبا نہیں اور پھر میں آپ کا نبی ہو کر ایسی جھوٹی بات کیوں کہنے لگا جو نہ بحیثیت عبدیت مجھ کو سزاوار ہے اور نہ بحیثیت نبوت کے۔ اس لئے کہ منصب نبوت ہدایت خلق کے لئے عطا کیا گیا تھا نہ کہ بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے اور شرک کی دعوت دینے کے لئے۔ اگر بالفرض محال میں نے یہ بات کہی ہوگی تو آپ کے علم میں ہوگی اس لئے کہ آپ تو میرے باطن اور ضمیر کے حال کو خوب جانتے ہیں کیونکہ آپ تو علام الغیوب ہیں۔ پس جب میں اس قدر عاجز اور لاچار ہوں اور اس درجہ بے خبر ہوں کہ بغیر آپ کے بتلائے ہوئے کسی غیب کا مجھے علم نہیں ہو سکتا تو میں الوہیت کا دعویٰ کیسے کر سکتا تھا۔ اے خداوند عالم آپ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے مجھے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ میں نے ان سے صرف وہی کہا تھا جس کا آپ نے مجھ کو حکم دیا تھا اور وہ یہی کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔ یہاں تک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق عرض معروض کی آگے قوم کے متعلق عرض کریں گے کہ اے پروردگار عالم میں قوم کا نگراں اور نگہبان تھا۔ جب تک میں ان میں رہا یعنی مجھے ان کے صرف وہ حالات معلوم ہیں جو میرے سامنے پیش آئے پھر جب آپ نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو میری نگرانی ختم ہو گئی اور اس وقت آپ ہی ان پر نگران اور نگہبان تھے یعنی آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد جو کچھ ہوا مجھے اس کی خبر نہیں کہ کس طرح یہ لوگ گمراہ ہوئے اور ان کی گمراہی کا کیا سبب ہوا۔ مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کس طرح مجھ کو اور میری والدہ کو خدائی کا درجہ دیدیا۔ یہ جو کچھ کیا سب میری تعلیم وتلقین کے خلاف کیا۔

یہ سوال اور جواب بھی اسی امر کو ثابت ہو چکا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور پیغمبر تھے اور خدا کے فرمان کے مطابق اپنی زندگی میں توحید کا اعلان اور تبلیغ فرمائی اور نصاریٰ کا عقیدۂ تثلیث یہ محض افتراء بندی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ نصاریٰ کا عقیدۂ الوہیت مسیح اور عقیدۂ ابنیت اور عقیدۂ تثلیث یہ سب بدعتیں اور گمراہیاں ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد دین مسیح میں داخل ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السلام ان سب سے بری اور بیزار ہیں۔ یہ سارا رکوع اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت وجلال اور اُس کے سامنے انسان کی بندگی وعاجزی سے پر ہے اور نہایت بلیغ انداز میں عیسائیوں کے باطل عقائد کی تردید کر دی گئی اور بتلایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو دعوت تھی وہ ایک رسول ہی کی دعوت تھی یعنی یہ کہ ہمیشہ توحید الٰہی کی دعوت دیتے رہے اور شرک سے منع کرتے رہے اور اپنی عبدیت کا اقرار کرتے رہے اور دن رات خدائے قدوس ہی کی عبادت اور بندگی میں لگے رہے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن لوگوں سے براءت وبیزاری ظاہر فرمائیں گے جنہوں نے اُن کو اُلوہیت کا درجہ دیا۔

یہاں تک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا اور اپنی امت کا معاملہ عرض کیا آگے اپنی امت کے جزا وسزا کے متعلق عرض ہے۔ اور پھر اُس پر حق تعالیٰ جو ارشاد فرمائیں گے وہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو سچی توحید کا عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور قیامت کے روز ہم کو اپنے نبی پاک، فخر الانبیاء، سید المرسلین، رحمت اللعالمین، محبوب رب العالمین کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو دنیا میں ایسے اعمال وعقائد کی توفیق عطا فرمایئے کہ جو میدان حشر میں ہم کو شافع محشر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخروئی نصیب ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور شفاعت نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللَّهُ

اِنْ	تُعَذِّبْهُمْ	فَاِنَّهُمْ	عِبَادُكَ	وَاِنْ	تَغْفِرْ	لَهُمْ	فَاِنَّكَ	اَنْتَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ	قَالَ	اللّٰهُ
اگر	تو انہیں عذاب دے	تو بیشک وہ	تیرے بندے	اور اگر	تو بخشدے	انکو	تو بیشک تو	تو	غالب	حکمت والا	فرمایا	اللہ

اگر آپ اُن کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ اُن کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے

هَٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

هٰذَا	يَوْمُ	يَنْفَعُ	الصّٰدِقِيْنَ	صِدْقُهُمْ	لَهُمْ	جَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا
یہ	دن	نفع دے گا	سچے	انکا سچ	انکے لئے	باغات	بہتی ہیں	انکے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے وہ	ان میں

کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے اُن کا سچا ہونا اُن کے کام آوے گا اُن کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

أَبَدًا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١٩﴾ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

اَبَدًا	رَضِيَ	اللّٰهُ	عَنْهُمْ	وَ رَضُوْا	عَنْهُ	ذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ	لِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
ہمیشہ	راضی ہوا	اللہ	ان سے	اور وہ راضی ہوئے	اس سے	یہ	کامیابی	بڑی	اللہ کیلئے	بادشاہت	آسمانوں	اور زمین

اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور خوش اور یہ اللہ سے راضی اور خوش، یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔ اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی۔ اور اُن

وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٢٠﴾

وَ	مَا	فِيْهِنَّ	وَهُوَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
اور	جو	انکے درمیان	اور وہ	پر	ہر شے	قدرت والا۔قادر

چیزوں کی جو اُن میں موجود ہیں، اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی امت کے لئے سفارش

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سوال کے جوابات عرض کر کے حق تعالیٰ کے حضور میں اپنا بے قصور ہونا ظاہر فرما دیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خیال آئے گا کہ حق تعالیٰ کا اتنا بڑا سوال بے وجہ نہیں۔ ضرور اس سوال سے یہ غرض ہوگی کہ میری امت ہونے کے دعویداروں کا اس طریقہ سے قصور ثابت کر کے ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی جائے۔ اس لئے ایک رحم دل پیغمبر کی حیثیت سے آپ نہایت مناسب الفاظ میں انکی سفارش فرمائیں گے جو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

ایک زبردست حاکم کے سامنے مجرم کی بخشش کی درخواست کرنے کے لئے اس سے بہتر طریقہ نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کسی مجرم کا جرم بلاشبہ ثابت ہو جائے اور حاکم بھی ایسا ہو کہ جس کے فیصلہ کو نہ کوئی ٹال سکے نہ اس کی اپیل ہو سکے تو سفارش کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مجرم کی بے بسی کا اور حاکم کی بے پناہ قدرت و طاقت کا اقرار کیا جائے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام اسی طرز کا ہوگا اور چونکہ محشر میں کفار کے حق میں کوئی شفاعت اور استدعا رحم وغیرہ نہیں ہو سکتی اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی درخواست میں غفور رحیم وغیرہ صفات باری تعالیٰ کو اختیار نہیں فرمایا بلکہ عزیز حکیم فرمایا یعنی آپ زبردست غالب اور حکمت والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا جواب

ان تمام مکالمات کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویں گے کہ یہ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ جو لوگ دنیا میں باعتبار عقائد و اعمال و اقوال کے سچے تھے کہ وہ سچا ہونا اب ظاہر ہو رہا ہے جن میں انبیاء جن سے خطاب ہو رہا ہے اور مومنین جن کے ایمان کی انبیاء و ملائکہ سب شہادت دیں گے سب داخل ہیں ان کا سچا ہونا آج ان کے کام آوے گا اور وہ کام آنا یہ ہے کہ ان کو جنت کے باغ رہنے کو ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ اور یہ نعمتیں ان کو کیوں نہ ملیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہوں گے اور یہ جو کچھ مذکور ہوا بڑی بھاری کامیابی ہے یعنی دنیا کی کوئی کامیابی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

سورۂ مائدہ کا تتمہ

اس تمام سورۃ کے خاتمہ پر ارشاد ہوتا ہے لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ گویا یہ آیت پوری سورۃ کا تتمہ ہے۔ اس سورۃ میں چند خصوصی مباحث کا بیان تھا یعنی بندوں کو میثاق الٰہی کی تکمیل کی ہدایت۔ بیان بعض احکام شرعیہ۔ اہل کتاب کے باطل عقائد کا رد۔ خصوصاً نصاریٰ کے عقائد کی بیخ کنی۔ اخیر میں قیام حشر کا بیان۔ توحید پرستوں کی وحدانیت اور صداقت کا سود مند ہونا اور ان کو سعادت ابدی حاصل ہونا۔ سورۃ کی ابتدا اللہ سے کئے ہوئے عہدوں کو پورا کرنے کی ہدایت سے ہوئی تھی اور خاتمہ پر اس کا نتیجہ بیان کر دیا گیا یعنی ابدی سعادت کا حاصل ہونا۔ جب یہ امور مکمل طور پر بیان کر دیئے گئے تو اخیر میں ذات پاک کی عظمت و کبریائی کا اظہار اور قدرت و جلال کا بیان کر کے اسی پر کلام کو ختم کیا جاتا ہے تو اس اخیر آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ کائنات و موجودات سب خدا کی مخلوق اور مملوک اور ان کی مطیع فرمان ہے وہ ہر طرح اس میں تصرف کر سکتا ہے اور کرتا ہے کسی کو سرتابی کی مجال نہیں۔ تمام عالم اس کے دائرہ قدرت کے اندر ہے اور وہ ہر چیز پر پورا اختیار رکھتا ہے۔ اس لئے افراد انسانی کو بھی اس کے احکام سے سرتابی کسی طرح درست نہیں۔

ان آیات زیر تفسیر میں پہلی آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ جن الفاظ میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کی سفارش کی درخواست پیش کریں گے عجیب شان کی آیت ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک اسی آیت کو نماز میں پڑھتے رہے۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اسی آیت کو پڑھتے رہے حتیٰ کہ رکوع اور سجدے میں بھی یہی آیت پڑھی۔ صبح کو جب اس کی وجہ میں نے پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں رب عزوجل سے شفاعت امت کے لئے سوال کرتا رہا چنانچہ شرک کے سوا سب کو بخشنے کا اُس نے وعدہ فرمایا۔ ایک دوسری طویل حدیث میں حضرت ابوذرؓ کا بیان مروی ہے کہ حضرت ابوذرؓ کہہ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ اُس کے بعد لوگ اپنی اپنی الگ نمازیں پڑھنے لگے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مسکن پر جا بیٹھے اور جب دیکھا کہ لوگ اپنے گھر چلے گئے ہیں تو پھر مصلے پر آ کر نماز میں مشغول ہو گئے اب میں بھی آ گیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگا۔ آپ نے داہنی طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ میں داہنی طرف ہو گیا پھر ابن مسعودؓ ہمارے پیچھے کھڑے ہو گئے تو اُنہیں بائیں طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ اب ہم تینوں اپنی الگ الگ نمازیں پڑھنے لگے لیکن آپ نے نماز میں ایک ہی آیت جو شروع کی تو اُسے کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی۔ میں نے عبداللہ ابن مسعودؓ سے کہا کہ رات بھر ایک ہی آیت پڑھنے کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں جب تک حضور خود ہی بیان نہ فرمائیں میں تو نہیں پوچھوں گا۔ اب میں نے جرات کر کے دریافت کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ سارا قرآن آپ کے سینہ میں ہے لیکن آپ قرآن کی صرف ایک ہی آیت پڑھ رہے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو اُس پر اعتراض ہوتا تو آپ نے فرمایا کہ میں خدا سے امت کے لئے دعا کر رہا تھا میں نے پوچھا کہ پھر خدا سے کیا جواب ملا تو فرمایا جس

بات کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے اگر اُس کو تم لوگ سن پاؤ تو اکثر تو نماز پڑھنا ہی چھوڑ دو گے اور خدا کی رحمت کا بہانہ لے لو گے۔ میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا اس کی خوشخبری نہ پہنچادوں؟ فرمایا ہاں پہنچادو۔ میں کچھ دور ہی چلا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ اگر لوگوں کو یہ بات پہنچا دی جائے گی تو عبادت ہی چھوڑ بیٹھیں گے تو آپ نے مجھے واپس بلا لیا اور وہ یہ آیت تھی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ (اے میرے اللہ۔ میری امت) اور زار و قطار رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ جبرئیل علیہ السلام نے رونے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے جو جواب دینا تھا جبرئیل علیہ السلام کو دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جبرئیل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جا کر کہو کہ ہم تمہاری امت کے بارے میں تمہیں راضی کر دیں گے اور آزردہ نہ کریں گے۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

اب یہاں ہمیں بھی اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر غور کرنا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی امت کے لئے رات رات بھر دعائیں فرماتے رہیں تو کچھ ہم امتیوں پر بھی حق ایسے رسول رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہے یا نہیں۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر ہمیں بھی اُن حقوق کی ادائیگی کی فکر ہونی چاہئے۔ اے اللہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آنسوؤں کے طفیل میں کہ جو امت کے درد میں آپ نے بہائے ہم کو بھی اپنے رسول پاک کی سچی محبت عطا فرما دے اور آپ کی محبت وعظمت کے ساتھ آپ کے اتباع کی بھی توفیق عطا فرما دے۔ آمین

دعا کیجئے

اے اللہ قیامت کے جو احوال آپ نے اپنے کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں اے اللہ ہم اس پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں۔

اے اللہ میدان حشر میں ہمیں شافع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے جمع فرمائیے گا۔

اے اللہ آپ نے اس امت کی مغفرت کے لئے جو وعدہ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائے ہیں ہمیں بھی ان وعدوں کا مصداق بنا دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

تفسیر وتشریح: بفضلہٖ تعالیٰ سورۂ مائدہ جو چھٹے پارہ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ کے قریب رُبع سے شروع ہوئی تھی اور ساتویں پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا کے قریب رُبع کے گذشتہ درس پر ختم ہوئی۔ اُس کا بیان پورا ہو گیا تھا جس میں ۱۶ رکوع تھے۔ اب ہر رکوع کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے تا کہ پوری سورۃ کے جملہ مضامین کا مفہوم پھر تازہ ہو جائے۔

اِس سورۃ کی ابتدا ایمان والوں سے مخاطب سے ہوئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ جو عہد و پیمان تم اپنے ذمہ لے لو اُسے پورا کرو پھر کھانے پینے میں بعض حرام چیزوں کو بیان کیا گیا جیسے مُردار۔ خون۔ سُور کا گوشت وغیرہ ۔عورتوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی گئی نیز بتلایا گیا کہ عورت و مرد کے درمیان نکاح ہی کے ذریعہ جائز تعلق ہونا چاہیئے پھر اسی پہلے رکوع میں اسلام کے آخری مذہب ہونے اور اس دین کے مکمل ہونے کا اعلان کیا گیا۔

دوسرے رکوع میں وضو اور غسل کا طریقہ و احکام بتلائے گئے۔ پھر حالتِ مرض میں یا پانی نہ ملنے کی شکل میں تیمم کی اجازت دی گئی۔ پھر اُمتِ مُسلمہ کے فریضہ عدل و انصاف اور شہادتِ حق کی یاد دہانی کرائی گئی عدل و انصاف کی تلقین کے ساتھ توکل علی اللہ کا درس دیا گیا۔

تیسرے رکوع میں اُن صفات و شرائط کو بتایا گیا ہے جن کی وجہ سے رضائے الٰہی اور قرب الٰہی کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہیں نماز۔ زکوٰۃ۔ سارے انبیاء پر ایمان صادق۔ تبلیغ دین۔ جہاد۔ جہاد کے لئے مالی امداد۔ پھر یہود کی دنیا پرستی کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے چند روزہ زندگی کے عوض آخرت بیچ ڈالی ہے۔ ساتھ میں یہود کو اسلام کی دعوت دی گئی اور کہا گیا کہ کل قیامت میں نہ کہنا کہ کوئی نذیر و بشیر نہ آیا۔ دیکھ لو یہ نبی آخر الزمان آگئے اور اب اتمام حجت ہو گئی ہے۔

چوتھے رکوع میں اُس واقعہ کا تذکرہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور جہاد کے لئے اُن کی پکار کا جواب کس طرح اور کتنے حیلوں اور بہانوں سے یہودیوں نے دیا تھا کیونکہ یہود کی تو ہمیشہ سے یہ خصلت رہی کہ حق اختیار نہ کرتے تھے۔ طرح طرح کے حیلہ اور بہانہ نکالتے تھے یہاں تک کہ ایک موقع پر اُنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ تک کہہ دیا کہ آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ ساتھ ہی بُزدلی کی مذمت کی گئی اور بتایا گیا کہ دنیا و اخرت میں فوز و فلاح دلیری اور ثبات قدمی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

پانچویں رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے ہابیل و قابیل کے مشہور واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سبق دیا گیا ہے کہ حسد نہایت بُری چیز ہے اس سے بچے رہنا چاہیئے۔ پھر بتایا گیا کہ کسی برائی اور گناہ کی بنیاد جو قائم کرتا ہے تو جب تک دنیا میں وہ بُرائی اور گناہ ہوتا رہے گا اس کے عذاب میں وہ بانی بھی شریک رہے گا۔ اِسی طرح جو نیکی کی کوئی بنیاد رکھے گا تو جب تک وہ نیکی ہوتی رہے گی اس کے ثواب کا ایک حصہ اُس بانی کو بھی ملتا رہے گا۔ پھر اللہ اور رسول سے دشمنی اور ان کے احکام سے سرتابی کی قیامت میں ہولناک سزا کا تذکرہ کیا گیا۔

چھٹے رکوع میں اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کی تلقین ہے۔ پھر چوری کی سزا کا بیان ہے۔ چور مَرد ہو یا عورت ہو اُن کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔ پھر یہودیوں کی شرارتوں اور بداعمالیوں کا ذکر ہے۔ اور اکثر و بیشتر جو اہل کتاب کی ضلالات و شرارت کے تذکرے ہوئے ہیں وہ مسلمانوں کو خبردار کرنے کیلئے ہیں تا کہ یہ امت یہود و نصاریٰ جیسی سرگرمیوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔

ساتویں رکوع میں توراۃ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ توراۃ میں بھی اللہ کے دین کو ہی قائم کرنے کی ہدایت تھی اور قرآن میں بھی یہی حکم ہے۔ لہٰذا اللہ کے دین کو قائم کرنا مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے اور جو اللہ کے احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کفر کی روش پر ہیں۔ پھر قصاص کے متعلق چند احکام بیان ہوئے جان کے بدلے جان۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان۔

آٹھویں رکوع میں یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے کو منع کیا گیا اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ منجملہ اور خرابیوں کے یہ بھی ہوگا کہ صحبت کے اثر سے تم بھی اُنہیں کی طرح ہو جاؤ گے۔ پھر اسلام سے پھرنے یعنی مُرتد ہونے کی مذمت بیان کر کے اُس پر دردناک عذاب کی خبر دی گئی۔

نویں رکوع میں تمام ایسے لوگوں سے دوستی کے تعلقات رکھنے سے منع کیا گیا جو دین کو مذاق بنائے ہوئے ہیں۔ پھر قرآن سے سرکشی کرنیوالوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ ساتھ ہی اہل کتاب کے مقتدا اور علماء کا بیان ہے کہ وہ حرام کھاتے ہیں اور وہ بھی دنیا پرستی میں گرفتار ہیں۔

دسویں رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر عیسائیوں کے مشرکانہ عقائد کا تذکرہ ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ کے اصل منصب کا بیان ہے اور فرمایا گیا کہ وہی شخص کامیاب ہوگا جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔

گیارھویں رکوع میں یہودیوں اور عیسائیوں کی خصلتوں کے بیان کا سلسلہ جاری رہا۔ ساتھ ہی اہل کتاب کی گمراہی کا یہ سب سے بڑا سبب بتایا گیا کہ قوم میں گناہ ہوتے رہتے تھے مگر اُس سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غفلت قوم کو ہلاکت کے قریب کر دیتا ہے۔ نیز اِس رکوع میں بعض عیسائی نو مسلموں کی ایک صفت بیان کی گئی ہے کہ جب وہ قرآن سنتے ہیں تو اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور ان کی سلامت روی کا تذکرہ ہے اور یہ کہ یہ لوگ قبولیت حق کی استعداد رکھتے ہیں۔

بارھویں رکوع میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ وہ شریعت کی حدود کو نہ توڑیں۔ کسب حلال اور اکل حلال کی تلقین کی گئی ہے۔ شراب۔ جوا۔ پانسہ وغیرہ شیطانی کاموں سے روکا گیا ہے نیز اللہ اور اُس کے رسول کی سختی کے ساتھ اطاعت کا حکم ہے اور ایمان تقویٰ کی تلقین کی گئی ہے۔

تیرھویں رکوع میں احرام کی حالت میں جو کام کرنا ممنوع ہیں اُن کا بیان ہے اور جو جائز ہیں اُن کا تذکرہ ہے مثلاً خشکی کا شکار ممنوع ہے لیکن مچھلی کا شکار جائز ہے پھر خانہ کعبہ کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

چودھویں رکوع میں بیکار اور لغو باتوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے منع کیا گیا۔ پہلی امتیں اِسی قسم کے سوالات کرنے سے گمراہ ہوئیں۔ پھر چند مشرکانہ رسموں کا بیان ہے اور اُن سے بچنے کی تاکید ہے۔ پھر وصیت کے متعلق گواہی کا بیان ہے اور گواہی کے بعض احکام بیان ہوئے۔

پندرھویں رکوع میں قیامت اور اُس کی ہولناکیوں کا تذکرہ کر کے سبق دیا گیا ہے کہ اگر آخرت میں سُرخروئی کی تمنا ہے تو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان ہوا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے بلکہ اللہ کے بندے اور رسول تھے اور اُن کے چند معجزوں کا بیان ہوا جیسے گہوارہ میں بات کرنا۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دینا۔ مُردوں کو زندہ کر دینا اللہ کے حکم سے۔ پھر چونکہ حضرت عیسیٰ کی بشریت و رسالت کا ذکر آ گیا تو یہ سمجھانے کیلئے کہ اُن کے حواری بھی اُن کو اللہ کا رسول اور بندہ ہی سمجھتے تھے مائدہ کے نازل ہونے کا واقعہ بیان فرمایا جس کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی۔

سولھویں اور آخری رکوع میں نہایت بلیغ انداز میں عیسائیوں کے باطل عقیدوں کی تردید کی گئی ہے اور بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو دعوت تھی وہ ایک رسول ہی کی دعوت تھی یعنی یہ کہ ایک خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اُسی کی اطاعت و بندگی کرو۔ پھر خاتمہ پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کبریائی اور عظمت بیان کر کے سورۃ کو ختم فرمایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

اب اگلی سورۂ انعام کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ قرآن پاک کا ذوق و شوق ہم کو عطا فرمائیں۔ اس کا علم اور اس پر عمل نصیب فرمائیں۔ جو احکام اور نصیحتیں اس سورۃ میں پڑھی اور سنی گئیں اُن کا ہم کو اتباع نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرما اِسی پر جینا اور اُسی پر مرنا نصیب فرما۔ یا اللہ اس وقت یہودیت و نصرانیت کا جو فتنہ عظیم پھیل رہا ہے اُس سے امت مسلمہ کے ہر فرد کو بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ اِس مُلک اور قوم میں بے دینی کی جو فضا پھیلی ہوئی ہے اُس کو مٹنا اور اس کی جگہ دین کی فضا کا پھیلنا ہم کو دیکھنا نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِيْنَ

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	وَجَعَلَ	الظُّلُمٰتِ	وَالنُّوْرَ	ثُمَّ	الَّذِيْنَ
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	وہ جس نے	پیدا کیا	آسمان (جمع)	اور زمین	اور بنایا	اندھیروں	اور روشنی	پھر	جنہوں نے

تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے لائق ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں کو اور نور کو بنایا پھر بھی

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ①

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ	كَفَرُوْا	بِرَبِّهِمْ	يَعْدِلُوْنَ	
کافر لوگ اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں	کفر کیا (کافر)	اپنے رب کے ساتھ	برابر کرتے ہیں	

سورۃ کا نام انعام کیوں رکھا گیا

اس سورۃ کا نام انعام ہے۔ انعام نعم کی جمع ہے۔ نعم کے معنی ہیں جانور' چوپایہ' مویشی' اس سورۃ کے سولھویں اور سترھویں رکوع میں بعض جانور اور مویشیوں کے حرام ہونے اور بعض کے حلال ہونے کے متعلق اہل عرب کے ایام جاہلیت کے توہمات کی تردید کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں انعام کا لفظ کئی جگہ آیا ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام ہی انعام قرار پایا۔

سورۃ کا نزول فضیلت وغیرہ

یہ سورت مکی ہے اور ایک ہی دفعہ ساری کی ساری مکہ میں نازل ہوئی۔ بجز ۶ آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورت کے نزول کا زمانہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے۔ گویا مکی دور کے آخری زمانے میں نازل ہوئی۔ مکہ میں ایک ہی رات کے اندر اس شان سے نازل ہوئی کہ اس کو ستر ہزار فرشتے لے کر حاضر ہوئے تھے اور تسبیح پڑھتے جا رہے تھے۔ ملائکہ زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے تھے اور فرشتوں کی تسبیح **سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم** کی گونج سے زمین و آسمان میں ہنگامہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی تسبیح پڑھتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے اور اسی وقت رات میں اس سورت کو لکھ لینے کا حکم دیا۔ پس جو سورۃ ۷۰ ہزار فرشتوں کی تسبیح وتحمید کی گونج کے ساتھ اتری ہو تو اس کی عظمت ظاہر ہے۔

اس سورت میں ۲۰ رکوعات ۱۶۵ آیات ۳۱۰۰ کلمات اور ۱۲۹۳۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ انعام کے مضامین

اس سورۃ کا اصل مضمون توحید کی تعلیم ہے اور ان سب غلط خیالات کا رد ہے۔ جن میں ایک سے زیادہ خدا مانے جاتے ہیں اور لوگ اللہ کے سوا دوسری چیزوں کے سامنے جھکتے ہیں۔ اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ عقیدہ توحید کی دعوت کے ساتھ عقیدۂ رسالت کا اثبات۔ عقیدۂ آخرت کی تبلیغ جاہلیت کے بعض توہمات کی تردید۔ اسلامی معاشرہ کی تعمیر جن بڑے بڑے اصول و بنیاد پر ہے ان کا تذکرہ دعوت نبوی اور منکرین رسالت کے اعتراضات کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو جو مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ ان پر ان کی تسلی' منکرین اور مخالفین کی غفلت پر تنبیہ و وعید۔ بت پرستی کی مذمت خدا پرستی کی دعوت۔ حضرت ابراہیم کا بت پرستوں اور ستارہ پرستوں سے مباحثہ اور مناظرہ کے مضامین بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔

سورۂ انعام کی پہلی آیت کا خلاصہ

پہلی آیت میں وہ اصل بات جو اسلام انسانوں کو سکھانا چاہتا ہے

بڑی خوبی سے بیان کردی گئی ہے۔ یعنی تمام جہان کا اور اس کی ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا اور خالق صرف ایک اللہ ہے کیونکہ وہی ایک ذات ہے جس میں ساری خوبیاں، ساری صفات، ساری تعریفیں، ساری قوتیں اور ساری قدرتیں موجود ہیں۔ قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے دنیا میں شاید ہی کوئی چیز بچی ہو جسے معبود بنا کر اس کی پرستش اور عبادت نہ کی گئی ہو۔

وہ ذات پاک جو تمام صفات وکمال کی جامع اور ہر قسم کی خوبیوں کا منبع ہونے کی وجہ سے سب تعریفوں اور ہر طرح کی حمد وثنا کی بلاشرکت غیرے مستحق ہے جس نے آسمان و زمین اور رات دن اندھیرا اجالا علم وجہل ہدایت وضلالت موت وحیات غرض متقابل کیفیات اور متضاد احوال ظاہر فرمائے۔

نہ اس کی معبودیت اور الوہیت میں کوئی شریک۔ نہ اس کی ربوبیت میں کوئی ساتھی۔ اس لئے سب کا معبود وہی ایک ذات بننے کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں پھر تعجب ہے کہ ان حقائق کے ہوتے ہوئے کس طرح لوگ کسی چیز کو خدائی کا مرتبہ دے دیتے ہیں۔

غرضیکہ مقصود اس آیت کا توحید کی حقیقت اور اس کی واضح دلیل کو بیان فرما کر دنیا کے تمام انسانوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ یہ زمین وآسمان کی وسیع عمارت خود بخود بن کر نہیں کھڑی ہوگئی بلکہ ان کا صانع کوئی ضرور ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی توحید پر قائم رکھنا اور صرف اپنی بندگی اور اطاعت اور پرستش وعبادت ان کو نصیب فرمانا۔

یا اللہ آپ ہی کی وہ ذات پاک ہے جو تمام خوبیوں، صفات وکمال کی جامع ہے اور ہر طرح کی حمد وثنا کا مستحق ہے۔

یا اللہ ہماری اس حمد وثنا کو قبول فرمالے اور اپنے مومن بندوں میں ہمارا شمار فرمالے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۖ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ ۖ ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ ﴿٢﴾

هُوَ	الَّذِي	خَلَقَكُمْ	مِنْ	طِينٍ	ثُمَّ	قَضَىٰ	أَجَلًا	وَأَجَلٌ	مُسَمًّى	عِنْدَهُ	ثُمَّ	أَنْتُمْ	تَمْتَرُونَ
وہ	جس نے	تمہیں پیدا کیا	سے	مٹی	پھر	مقرر کیا	ایک وقت	اور ایک وقت	مقرر	اسکے ہاں	پھر	تم	شک کرتے ہو

وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر ایک وقت معین کیا اور دوسرا معین وقت خاص اللہ ہی کے نزدیک ہے پھر بھی تم شک رکھتے ہو۔

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ﴿٣﴾

وَهُوَ	اللّٰهُ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	فِي	الْاَرْضِ	يَعْلَمُ	سِرَّكُمْ	وَجَهْرَكُمْ	وَيَعْلَمُ	مَا تَكْسِبُونَ
اور وہ	اللہ	میں	آسمان (جمع)	اور	میں	زمین	وہ جانتا ہے	تمہارا باطن	اور تمہارا ظاہر	اور جانتا ہے	جو تم کماتے ہو

اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں اور تم جو عمل کرتے ہو اُس کو جانتے ہیں

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤﴾ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ

وَ	مَا تَأْتِيهِمْ	مِنْ	آيَةٍ	مِنْ	آيَاتِ	رَبِّهِمْ	إِلَّا	كَانُوا	عَنْهَا	مُعْرِضِينَ	فَقَدْ كَذَّبُوا	بِالْحَقِّ
اور	انکے پاس نہیں آئی	سے۔کوئی	نشانی	سے	نشانیاں	انکا رب	مگر	وہ ہوتے ہیں	اس سے	منہ پھیرنے والے	پس بیشک انہوں نے جھٹلایا	حق کو

اور اُن کے پاس کوئی نشانی بھی اُن کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اُس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں سو انہوں نے اس سچی کتاب کو بھی جھوٹا بتلایا

لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن

لَمَّا	جَاءَهُمْ	فَسَوْفَ	يَأْتِيهِمْ	أَنْبَاءُ	مَا كَانُوا	بِهِ	يَسْتَهْزِءُونَ	أَلَمْ يَرَوْا	كَمْ	أَهْلَكْنَا	مِنْ
جب	اُن کے پاس آیا	سوجلد	انکے پاس آجائے گی	خبر (حقیقت)	جو وہ تھے	اسکا	مذاق اُڑاتے وہ	کیا انہوں نے نہیں دیکھا	کتنی	ہم نے ہلاک کردیں	سے

جبکہ وہ اُن کے پاس پہنچی سو جلد ہی ان کو خبر مل جاوے گی اُس چیز کی جس کے ساتھ یہ لوگ استہزا کیا کرتے تھے۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم اُن سے

قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا

قَبْلِهِمْ	مِنْ	قَرْنٍ	مَكَّنّٰهُمْ	فِي الْأَرْضِ	مَا	لَمْ نُمَكِّنْ	لَكُمْ	وَأَرْسَلْنَا	السَّمَاءَ	عَلَيْهِمْ	مِدْرَارًا
ان سے قبل	سے	امتیں	ہم نے انہیں جمادیا تھا	زمین (ملک) میں	جو	نہیں جمایا	تمہیں	اور ہم نے بھیجا	بادل	اُن پر	موسلادھار

پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دُنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے اُن پر خوب بارشیں برسائیں

وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٦﴾

وَجَعَلْنَا	الْأَنْهٰرَ	تَجْرِي	مِنْ	تَحْتِهِمْ	فَأَهْلَكْنٰهُمْ	بِذُنُوبِهِمْ	وَأَنْشَأْنَا	مِنْ	بَعْدِهِمْ	قَرْنًا	آخَرِينَ
اور ہم نے بنائیں	نہریں	بہتی ہیں	سے	انکے نیچے	پھر ہم نے انہیں ہلاک کیا	ان کے گناہوں کے سبب	اور ہم نے کھڑی کیں	سے	اُنکے بعد	امتیں	دوسری

اور ہم نے اُن کے نیچے سے نہریں جاری کیں پھر ہم نے اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور اُن کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا۔

انسان کی پیدائش وموت کا تذکرہ کر کے انسان کو غفلت سے بیدار کرنا

گذشتہ آیت میں تمام عالم وجہان کی پیدائش کا ذکر تھا۔اب ان آیات میں انسان کی پیدائش اور خلقت کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو شروع میں بیجان مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام جو اول انسان ہیں ان کا پتلا تیار کر کے کس طرح حیاۃ اور کمالات انسانی فائض کئے اور آج بھی مٹی سے غذائیں نکلتی ہیں اور غذاؤں سے نطفہ اور نطفہ سے انسان بحکم الٰہی بنتے رہتے ہیں غرضیکہ اس طرح انسان کو عدم سے وجود میں لایا گیا۔ پھر ہر انسان کی موت کا ایک وقت مقرر کر دیا جبکہ آدمی دوبارہ اسی مٹی میں جاملتا ہے جس سے پیدا کیا گیا تھا۔تو جہان کی پیدائش کا تذکرہ کرنے اور یہ بتلانے میں کہ ہر شخص کو ایک معین وقت تک زندہ رہنے کے بعد موت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کی طرح اس جہان کا بھی فنا کا ایک وقت مقرر ہے جسے قیامت کبریٰ کہتے ہیں۔ قیامت صغریٰ یعنی شخصی موتیں چونکہ ہمیں پیش آتی رہتی ہیں۔ان کا علم بھی لوگوں کو ہوتا رہتا ہے۔ لیکن قیامت کبریٰ کی ٹھیک مدت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ پھر اس پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ انسانوں میں زندگی اور فنا کا سلسلہ دیکھتے ہوئے بھی اس تمام عالم کی فنا میں آدمی کیوں شک وتردد کرتا ہے۔تو گویا اس لطیف پیرایہ میں آثار قدرت بیان کر کے انسان فانی کو خواب غفلت سے بیدار کیا جاتا ہے اور تنبیہ کی جاتی ہے کہ انسان کے پیدا ہونے کے بعد موت آنی لازمی ہے اور اسی طرح سارا عالم ایک دن فنا ہو جائے گا اور قیامت آجائے گی اس لئے شرک وکفر سے پرہیز کرو اور توحید خداوندی قبول کرو۔

معبود فقط اللہ ہے پھر تم کیوں شرک کرتے ہو

پھر آگے توحید الٰہی پر زور دیا جاتا ہے اور اوپر کے مضمون سے بطور نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو آسمانوں اور زمین میں لائق عبادت وطاعت ہے اور وہی تمہارے ظاہر وباطن کے ہر حال اور ہر قول وفعل سے پورا واقف ہے۔ مطلب یہ کہ تمہاری ذات اور تمہارا عمل اس کے احاطہ قدرت اور علم سے خارج نہیں پھر کیوں اس کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرتے ہو اور صفات الوہیت میں بتوں اور خیالی معبودوں کو اس کا شریک جانتے ہو۔حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتراف کرنا چاہئے کہ وہی تمام نفوس کا خالق اور غیب وشہادت کا عالم ہے اور ایسی ہی ذات مستحق الوہیت و عبادت ہوسکتی ہے۔

کافروں کو تنبیہ کہ سابقہ اقوام سے عبرت پکڑو

آگے کفار مشرکین کا آیات الٰہیہ سے اعراض کرنا۔قرآن کی صداقت سے منہ موڑنا اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرنا اور اس کی وجہ سے وہ جس سزا کے مستحق اپنے کو بنا رہے تھے اس کو بتلایا جاتا ہے اور اگرچہ یہ آیات مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں مگر حکم میں عموم ہے اور ہر سرکش ومعاند کو شامل ہیں۔تو ان مشرکین اور معاندین کے بارے میں حق تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کوئی دلیل واضح یا رسول کی صداقت کی کوئی نشانی یا معجزہ یا حق بات ان کے پاس آئی تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں اور اس کی پرواہ تک نہیں کرتے اور حق کو جھٹلانے اور تکذیب کرنے لگتے ہیں اور اس سے بڑھ کر حق کا استہزا اور اس سے تمسخر کرتے ہیں۔اس لئے ان منکرین اور تکذیب کرنے والوں کو وعید شدید سنائی جارہی ہے کہ اس تکذیب کا نتیجہ انہیں دیکھنا ضروری ہے۔اور ان کو ڈرانے اور سمجھانے کے لئے پہلے لوگوں کا حال بتلایا جاتا ہے کہ جو ان سے زیادہ قوی۔اور کثیر التعداد تھے اور اموال واولاد بھی زیادہ رکھتے تھے۔دولت و حکومت بھی حاصل تھی۔ پھر بھی انہیں ان کی نافرمانیوں اور گناہوں اور تکذیب انبیاء کے سبب ہلاک وتباہ و برباد کیا گیا اور ان کی جگہ دوسری قومیں آباد کی گئیں۔اس طرح کفار کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا کہ اے اہل مکہ پہلی امتوں کے حالات پر نظر کرو کہ کس طرح عیش وآرام میں تھیں۔ جب انہوں نے خدا کے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ان کا انجام کیسا خراب ہوا۔پس جب وہ امتیں ہلاکت سے نہ بچ سکیں جو ہر بات میں تم

سے بڑھ چڑھ کر تھیں تو تمہاری ہلاکت کیا مشکل ہے اور تم پر عذاب الٰہی نازل ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔

کافروں کے لئے دنیا کی ذلت

یہاں ان آیات میں معاندین اور منکرین و مکذبین کے متعلق جو یہ فرمایا فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَٰؤُا مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ سو عنقریب ہی ان کو خبر مل جائے گی اس چیز کی جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے یعنی اس تمسخر اور عناد کا انجام ان کی نظر کے سامنے آ جائے گا تو اس میں عذاب آخرت کی تہدید تو موجود ہی ہے لیکن مفسرین نے اس کو آئندہ واقعات کے واسطے ایک پیشین گوئی بھی قرار دیا ہے یعنی دنیوی عذاب اور پکڑ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اور مشرکین مکہ کے متعلق اس پیشین گوئی کا پورا ہونا اس طرح لکھا ہے کہ مکہ کے بڑے بڑے کافر سرداروں کا جنگ بدر میں ذلت سے مارا جانا۔ قریش کا ہمت شکن مصائب اور قحط میں مبتلا ہونا اور نہایت ذلت کے ساتھ فتح مکہ کے بعد اہل اسلام کا مسخر ہونا اور بالآخر چار و ناچار قرآن کی صداقت کو ماننا یہ سب کچھ ان کی نظروں کے سامنے پورا ہوا۔ ان آیات میں فَأَهْلَكْنَٰهُم بِذُنُوبِهِمْ (پھر ان کے گناہوں پر ہم نے ان کو ہلاک کر دیا) کی خبر سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی شامت اعمال دنیا میں بھی تباہی و بربادی لاتی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہم آپ ہی کو اپنا خالق و رازق مانتے ہیں آپ ہی نے ہمیں مقررہ زندگی عطا فرمائی ہے اور آپ ہی کے پاس بیشک ہم کو دوبارہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر پہنچنا ہے۔

اے اللہ جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوں تو ہم پر اپنا فضل و کرم فرمایئے گا۔

اے اللہ ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرمایئے گا اور اپنے اطاعت گزار بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمایئے گا۔

یا اللہ گذشتہ امتوں کی ہلاکت و تباہی کی جو خبر قرآن پاک نے دی ہے اس سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَٰلَمِينَ

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا

وَلَوْ	نَزَّلْنَا	عَلَيْكَ	كِتٰبًا	فِيْ	قِرْطَاسٍ	فَلَمَسُوْهُ	بِاَيْدِيْهِمْ	لَقَالَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا		اِنْ هٰذَآ	اِلَّا
اوراگر	ہم اتاریں	تم پر	کچھ لکھاہوا	میں	کاغذ	پھراُسے چھولیں	اپنے ہاتھوں سے	البتہ کہیں گے	جن لوگوں نے کفرکیا (کافر)		نہیں یہ	مگر

اوراگر ہم کاغذ پرلکھاہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھراُس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھوبھی لیئے تب بھی یہ کافرلوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝۸

سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ	وَقَالُوْا	لَوْ	لَآ اُنْزِلَ	عَلَيْهِ	مَلَكٌ	وَلَوْ	اَنْزَلْنَا	مَلَكًا	لَّقُضِيَ	الْاَمْرُ	ثُمَّ	لَا يُنْظَرُوْنَ
جادو	کھلا	اوروہ کہتے ہیں	کیوں	نہیں اتاراگیا	اس پر	فرشتہ	اوراگر	ہم اتارتے	فرشتہ	توتمام ہوگیاہوتا	کام	پھر	انہیں مہلت نہ دی جاتی

صریح جادو ہے اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اُن کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہوجاتا پھراُن کوذرا مہلت نہ دی جاتی

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝۹ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ

وَلَوْ	جَعَلْنٰهُ	مَلَكًا	لَّجَعَلْنٰهُ	رَجُلًا	وَ	لَلَبَسْنَا	عَلَيْهِمْ	مَا يَلْبِسُوْنَ	وَلَقَدِ	اسْتُهْزِئَ	بِرُسُلٍ
اوراگر	ہم اُسے بناتے	فرشتہ	توہم اُسے بناتے	آدمی	اور	ہم شبہ ڈالتے	ان پر	جووہ شبہ کرتے ہیں	اورالبتہ	ہنسی کی گئی	رسولوں کیساتھ

اوراگر ہم اُس کوفرشتہ تجویز کرتے تو ہم اُس کوآدمی ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھراُن پر وہی اشکال ہوتا جواب اشکال کررہے ہیں۔اورواقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں

مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

مِنْ	قَبْلِكَ	فَحَاقَ	بِالَّذِيْنَ	سَخِرُوْا	مِنْهُمْ	مَا	كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ	قُلْ	سِيْرُوْا	فِي الْاَرْضِ
سے	آپ سے پہلے	توگھیرلیا	ان لوگوں کوجنہوں نے	ہنسی کی	ان سے	جو۔جس	وہ تھے	اس پر	ہنسی کرتے	آپ کہدیں	سیرکرو	زمین (ملک)

اُن کے ساتھ بھی استہزا کیا گیا ہے پھرجن لوگوں نے اُن سے تمسخر کیا تھا انکو اُس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اُڑاتے تھے۔آپ فرمادیجئے کہ ذرا زمین میں چلوپھرو

ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱

ثُمَّ	انْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُكَذِّبِيْنَ
پھر	دیکھو	کیسا	ہوا	انجام	جھٹلانے والے

پھردیکھ لوکہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔

کفارمکہ کے عناد کا اظہار اوراس کا جواب

کفارمکہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کبھی تو یہ شبہ کرتے کہ آسمان سے لکھی ہوئی کتاب کیوں نہیں اتری۔کبھی یہ مطالبہ کرتے کہ چار فرشتہ اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوکر ہمارے سامنے آکر آپ کے صدق کی گواہی دیں۔کبھی یہ کہتے کہ نبی بشری اور انسانی صورت میں کیوں بھیجا گیا۔کسی فرشتہ کونبی بنا کر کیوں نہیں بھیجا۔ان آیات میں کفار کی ان خرافات ومہملات کا ردفرمایا گیا اور حق تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے جواباً بتلایا کہ یہ سب ان کفار معاندین کی مسخرے پن کی باتیں ہیں۔ان کے یہ

مطالبات کسی غرض اور مقصد کے لئے نہیں۔ یہ لوگ تو اس درجہ معاند اور ضدی ہٹ دھرم ہیں کہ جو کچھ یہ طلب کر رہے ہیں اگر اس سے بھی زیادہ واضح صورتیں آپ کی سچائی کی ان کے سامنے آ جائیں جب بھی یہ قبول نہ کریں۔ مثلاً اگر ہم ان کی فرمائش کے مطابق آسمان سے لکھی ہوئی کتاب بھی اتار دیں اور یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے اس کتاب کو چھو بھی لیں کہ محض تخیل یا نظر بندی نہیں ہے تب بھی یہ یہی کہیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا صریح جادو ہے۔ رہا فرشتہ کا آنا اور ان کا یہ مطالبہ کرنا کہ آپ پر کوئی فرشتہ ایسا کیوں نہیں اتارا گیا جو ہمارے روبرو ہو کر آپ کی صداقت کی شہادت دے اس کے متعلق جواب دیا گیا کہ اگر ہم ان کی فرمائش کے مطابق اسی طرح کوئی فرشتہ اتارتے تو بات فیصل ہو جاتی اور سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا اور وہ اس طرح کہ اگر فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آئے تو یہ لوگ ایک منٹ کے لئے بھی اس کا تحمل نہ کر سکیں۔ اس کے رعب و ہیبت سے ان کا دم نکل جائے چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ یہ صرف انبیاء علیہم السلام کا ہی ظرف ہوتا ہے جو اصلی صورت میں فرشتہ کی رویت کا تحمل کر سکتے ہیں۔

پھر اگر ان لوگوں کی ایسی فرمائش پوری کر دیجائے اور اس پر بھی نہ مانے جیسا کہ ان کے معاندانہ احوال و اطوار سے ظاہر ہے تو پھر سنت اللہ کے موافق ان کو مہلت قطعاً نہیں دی جائے گی اور ایسا عذاب آئے گا جو فرمائش کرنے والوں کو بالکل نیست و نابود کر دے گا۔ اس لحاظ سے بھی اس طرح کی فرمائشوں کا پورا نہ کرنا عین رحمت ہے۔

اب چونکہ فرشتہ کو اصلی صورت میں نہ بھیجنے کی وجہ بتلا دی گئی۔ اس لئے کفار معاندین کے دوسرے احتمال کا جواب بھی دیا گیا وہ یہ کہ اگر کفار کے سمجھانے کے لئے اگر فرشتہ ہی بھیج دیں تو بھی وہ اپنا کام اسی صورت میں کر سکتا ہے جب وہ ان کے درمیان آدمی کی شکل وصورت میں آئے اور رہے اور پھر ان کے لئے اس کے بعد بھی یہ کہنے کا موقع رہے گا کہ ہمیں کیسے یقین ہو یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔ تو اس وقت بھی یہی کہیں گے کہ فرشتہ ہوتا تو ہم مان لیتے۔ نہ ماننے کا بہانہ جیسا اب کر رہے ہیں ویسے ہی جب بھی کریں گے کیونکہ جب ارادہ دل میں ماننے کا نہیں ہوتا تو ہر دلیل میں کوئی نہ کوئی بات نکال لی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ غایت عناد سے یہ ایسی باتیں نکالتے ہیں جو ہدایت اور حق واضح ہونے کا طریق نہیں اور جو اس کا طریقہ ہے کہ آیات الٰہیہ و معجزات موجودہ میں غور کریں اس سے کام نہیں لیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی

چونکہ کفار کے انکار و تکذیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و غم ہوتا تھا اس لئے آپ کی تسلی کے لئے آپ کو خطاب فرمایا گیا کہ آپ ان کفار کے استہزا اور تمسخر سے مغموم اور دلگیر نہ ہوں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں اور آپ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ انبیاء سابقین کو بھی انہی حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ پھر جو ان مکذبین اور دشمنان انبیاء کا حشر ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ ان موجودہ کفار کو بھی خدا اسی طرح سزا دے سکتا ہے جو اگلے مجرموں کو دی گئی۔ انبیاء کی تکذیب کرنے والی قوموں کا جو انجام دنیا میں ہوا وہ ملکوں کی سیر و سیاحت اور تباہ شدہ اقوام کے آثار کا ملاحظہ کرنے سے اور نظر عبرت سے ان کے واقعات دیکھنے سے صاف نظر آ جائے گا کہ تکذیب انبیاء نے ان کو کس طرح برباد کیا کہ ان کا نام لینے والا باقی نہ رہا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو ہر حال میں حق کا اتباع نصیب فرما اور کفار کی خصلت عناد اور ضد سے کامل طور پر بچا۔

ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَیَجْمَعَنَّکُمْ

قُلْ	لِمَنْ	مَا	فِی السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	قُلْ	لِلّٰهِ	کَتَبَ	عَلٰی نَفْسِهِ	الرَّحْمَةَ	لَیَجْمَعَنَّکُمْ
آپ پوچھیں	کس کیلئے	جو	آسمانوں میں	اور	زمین	کہدیں	اللہ کیلئے	لکھی ہے	اپنے (نفس) آپ + پر)	رحمت	نہیں ضرور جمع کریگا

آپ کہیئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی مِلک ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے

اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَکَنَ

اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ	لَا رَیْبَ	فِیْهِ	اَلَّذِیْنَ	خَسِرُوْا	اَنْفُسَهُمْ	فَهُمْ	لَا یُؤْمِنُوْنَ	وَلَهٗ	مَا	سَکَنَ
قیامت کا دن	نہیں شک	اسمیں	جو لوگ	خسارہ میں ڈالا	اپنے آپ	تو وہی	ایمان نہیں لائیں گے	اور اسکے لئے	جو	بستا ہے

تم کو خدا تعالیٰ قیامت کے روز جمع کریں گے اس میں کوئی شک نہیں جن لوگوں اپنے کو ضائع کرلیا ہے سو وہ یمان نہ لاویں گے اللہ ہی کی مِلک ہے سب جو کچھ

فِی الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

فِی	الَّیْلِ	وَالنَّهَارِ	وَهُوَ	السَّمِیْعُ	الْعَلِیْمُ	قُلْ	اَغَیْرَ	اللّٰهِ	اَتَّخِذُ	وَلِیًّا	فَاطِرِ	السَّمٰوٰتِ
میں	رات	اور دن	اور وہ	سُننے والا	جاننے والا	آپ کہدیں	کیا سوائے	اللہ	میں بناؤں گا	کارساز	بنانے والا	آسمان (جمع)

رات میں اور دن میں رہتے ہیں اور وہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والا آپ کہیئے کہ کیا اللہ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں

وَالْاَرْضِ وَهُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَکُوْنَنَّ

وَالْاَرْضِ	وَهُوَ	یُطْعِمُ	وَلَا یُطْعَمُ	قُلْ	اِنِّیْ اُمِرْتُ	اَنْ	اَکُوْنَ	اَوَّلَ	مَنْ	اَسْلَمَ	وَ	لَا تَکُوْنَنَّ
زمین	اور وہ	کھلاتا ہے	اور وہ کھاتا نہیں	آپ کہدیں	بیشک مجھ حکم دیا گیا	کہ	میں ہوجاؤں	سب سے پہلا	جو۔جس	حکم مانا	اور	تو ہرگز نہ ہو

اور جو کہ کھانے کو دیتے ہیں اور انکو کوئی کھانے کو نہیں دیتا اور کسی کو معبود قرار دوں، آپ فرمادیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں

مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ یُّصْرَفْ

مِنَ	الْمُشْرِکِیْنَ	قُلْ	اِنِّیْ	اَخَافُ	اِنْ	عَصَیْتُ	رَبِّیْ	عَذَابَ	یَوْمٍ عَظِیْمٍ	مَنْ	یُصْرَفْ
سے	شرک کرنے والے	آپ کہدیں	بیشک میں	میں ڈرتا ہوں	اگر	میں نافرمانی کروں	اپنا رب	عذاب	بڑا دن	جو۔جس	پھیر دیا جائے

اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔جس شخص سے

عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ

عَنْهُ	یَوْمَئِذٍ	فَقَدْ	رَحِمَهٗ	وَذٰلِکَ	الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ	وَاِنْ	یَمْسَسْکَ	اللّٰهُ	بِضُرٍّ	فَلَا	کَاشِفَ
اس سے	اس دن	تحقیق	اس پر رحم کیا	اور یہ	کامیابی کھلی	اور اگر	تمہیں پہنچائے	اللہ	کوئی سختی	تو نہیں	دور کرنے والا

اُس روز وہ عذاب ہٹا دیا جاوے گا تو اُس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ صریح کامیابی ہے۔اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچادیں تو اُس کا دور کرنے والا

11

لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ

لَهٗ	اِلَّا هُوَ	وَاِنْ	يَّمْسَسْكَ	بِخَيْرٍ	فَهُوَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	وَهُوَ	الْقَاهِرُ	فَوْقَ	عِبَادِهٖ
اسکا	اسکے سوا	اور اگر	وہ پہنچائے تمہیں	کوئی بھلائی	تو وہ	پر	ہر شے	قادر	اور وہ	غالب	اوپر	اپنے بندے

سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور اگر تجھ کو کوئی نفع پہنچا دیں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ اور وہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾

وَهُوَ	الْحَكِيْمُ	الْخَبِيْرُ
اور وہ	حکمت والا	خبر رکھنے والا

اور وہی بڑی حکمت والے پوری خبر رکھنے والے ہیں۔

کافروں پر اتمام حجت

ان آیات میں پھر وہی مضمون توحید اور صفات باری تعالیٰ بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان معاندین سے بطور الزام اور اتمام حجت کے یہ پوچھئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ کس کی ملک ہے؟ اول تو وہ خود ہی یہ جواب دیں گے کہ اللہ کی ملک ہے۔ جس سے توحید ثابت ہو جائے گی اور اگر بالفرض وہ کسی خوف یا ڈر یا دباؤ یا لالچ یا شرم وحیا کی بناء پر اس کا جواب نہ دیں تو آپ کہہ دیجئے کہ یہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اور تمہارے بت کسی چیز کے بھی مالک نہیں اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم اور وعدہ سے توبہ کرنے والوں کے ساتھ مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے۔ وہ اپنی رحمت سے عقوبت میں جلدی نہیں کرتا اور فوری سزا میں نہیں پکڑتا بلکہ توبہ اور انابت کو قبول کرتا ہے لہٰذا اگر تم کفر وشرک سے توبہ کرو گے اور اس کی طرف متوجہ ہو گے تو وہ ارحم الراحمین تمہارے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا۔

غرض یہ کہ ان سرکشوں کو باوجود حجت پوری ہو جانے کے جب توحید واقع میں بھی حق ہے اور کفر وشرک سے توبہ موجب رحمت بھی ہے تو ان کو توحید اختیار کر لینا چاہئے

کافروں کو آخرت کے حساب کے بارے میں تنبیہ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر تم نے توحید کو قبول نہ کیا تو پھر سزا بھی بھگتنی ہوگی کیونکہ تم کو خدا تعالیٰ قیامت کے روز زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کریں گے اور سب کا حساب لیں گے پھر جیسا عمل ہوگا ویسا برتاؤ فرمائیں گے۔ اور روز قیامت کے متعلق یہ ہے کہ اس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو یعنی اپنی عقل ونظر اور فکر صحیح کو ضائع اور معطل کر لیا ہے وہ ایمان نہ لاویں گے گو آپ رحمت وعذاب وعدہ وعید کتنا ہی بیان کریں کیونکہ کسی مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے استعمال قوت فکر یہ کا ضروری ہے اور یہ اس سے کام نہیں لینا چاہتے پھر ایمان کیونکر لاویں گے۔

توحید کے اثبات کے لئے ایک اور انداز استدلال

تاہم ان سے اثبات توحید کے لئے مکرر یوں بھی کہہ دیجئے کہ اللہ ہی کی ملک ہے سب جو کچھ رات میں اور دن میں رہتے ہیں یعنی جتنی چیزیں کسی مکان میں ہیں۔ یا زمان میں سب اللہ کی مملوک ہیں اور وہی ہے بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا کہ ہر ایک کی پکار کو سنتا ہے اور سب کی حوائج وضروریات کو بخوبی جانتا ہے پھر تم ہی بتاؤ کہ ایسے پروردگار کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنانا یا کسی اور سے مدد طلب کرنا کہاں تک درست ہے۔

کفار کی طرف سے مال ودولت کی پیشکش کا جواب

روایات میں ہے کہ کفار قریش نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ افلاس کی وجہ سے نبوت کا دعویٰ کرنے لگے ہیں اور اس تدبیر سے مال جمع کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اس دعوے سے باز آجائیں اور ہم کو اپنے پرانے دین سے نہ روکیں تو

ہم چندہ جمع کر کے اتنا مال جمع کر کے آپ کو دے دیں گے کہ آپ سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے۔ کفار کے ان لغو اقوال کے رد میں حق تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر جواب تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ کیا میں مال کی لالچ میں پڑ کر اللہ کو چھوڑ دوں اور اس کے علاوہ کسی اور معبود بنا لوں حالانکہ اسی نے زمین و آسمان کو ایجاد کیا تمام عالم کو نیست سے ہست کیا اور پھر سب کی پرورش بھی وہی کرتا ہے۔ سب کو روزی بھی وہی دیتا ہے۔ گویا کہ کل کائنات اپنی بقاء وجود میں اسی کی محتاج ہے اور وہ کسی کا کسی بات میں محتاج نہیں پھر کس طرح میں کسی کو اس کے علاوہ معبود بنا سکتا ہوں اور کس طرح مالی یا کسی اور لالچ میں پڑ کر اس کو چھوڑ سکتا ہوں۔ مزید جواب حق تعالیٰ کی طرف سے تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ خدا کی طرف سے مجھے حکم ملا ہے کہ میں خدائے برحق کا جس کی صفات اوپر مذکور ہوئیں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں اور میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں کہ جس نے اللہ کے سامنے گردن جھکائی ہو اور مشرکوں کے ساتھ شامل نہ ہوں۔ پھر کس طرح میں حکم الٰہی کے خلاف کر سکتا ہوں کیونکہ اپنے رب کی نافرمانی کرنے سے مجھے روز عظیم کے عذاب کا خوف ہے اور وہ قیامت کا یوم عظیم ایسا ہوگا کہ اس روز جس شخص سے عذاب ہٹا دیا جائے تو گویا اللہ نے اس پر بڑا رحم کیا اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

اللہ کی نافرمانی پر عذاب ہونے کی مخصوص تنبیہ

یہاں اس آیت میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کا عذاب ایک خاص انداز سے بیان فرمایا گیا ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر بالفرض میں بھی اپنے رب کے حکم کی مخالفت کروں تو مجھے بھی قیامت کے عذاب کا خوف ہے۔ حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ آپ سے نافرمانی کا صدور ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن آپ کی طرف منسوب کر کے امت کو یہ بتلانا ہے اور دوسروں کو یہ سنانا ہے کہ بفرض محال اگر خدا کے کسی معصوم اور برگزیدہ نبی سے بھی عصیان سرزد ہو جائے تو عذاب الٰہی کا اندیشہ ہے پھر کسی کو کب لائق ہے کہ کفر و شرک اور معصیت میں ملوث ہو کر عذاب الٰہی سے بےفکر اور مامون ہو کر بیٹھ جائے۔

مرض و شفاء تنگی و خوشحالی وغیرہ سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے

اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی سنا دیجئے کہ اے انسان اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دیں تو اس کا دور کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ وہ چاہیں دور کریں یا نہ کریں خواہ دیر میں دور کریں یا جلدی دور کریں اور اسی طرح اگر تجھ کو کوئی نفع پہنچا دیں تو اس کا بھی کوئی ہٹانے والا نہیں اور اس خداداد نعمت کو کوئی روک نہیں سکتا۔ نفع نقصان تکلیف و رحت تنگی و فراخی بیماری و تندرستی سب کچھ اسی کے دست قدرت میں ہے نہ کہ کسی معبود باطل کے قبضہ میں پھر کیوں خدا کو چھوڑ کر کسی غیر خدا کی پرستش کی جائے اور اسی مضمون کی تاکید کے لئے یہ بھی فرما دیجئے کہ وہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہیں۔ برتر ہیں اور وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں۔ پس علم سے سب کا حال جانتے ہیں اور قدرت سے سب کو جمع کر لیں گے اور حکمت سے مناسب جزا و سزا دیں گے پس اس کی شان فوقیت اور قہر اور شان علم و حکمت کا مقتضی بھی ہے کہ اس کے سوا کسی کو اپنا ولی کارساز اور معبود نہ بنایا جائے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہر طرح کے نفع نقصان اور راحت و تکلیف اور تنگی و فراخی کے مالک آپ ہی ہیں سب کچھ آپ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ یا اللہ اپنی رحمت کے دروازے ہم پر کھول دیجئے اور اپنی مغفرت و فضل سے ہم سب کو نواز دیجئے۔ یا اللہ آپ ہی ہمارے ملجا و ماویٰ ہیں' ہماری ہر حال میں اپنی مرضیات پر قائم رہنے میں مدد فرمایئے۔ اور ہر حال میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ

قُلْ	اَيُّ	شَيْءٍ	اَكْبَرُ	شَهَادَةً	قُلِ	اللّٰهُ	شَهِيْدٌ	بَيْنِيْ	وَبَيْنَكُمْ	وَ	اُوْحِيَ	اِلَيَّ	هٰذَا	الْقُرْاٰنُ	لِاُنْذِرَكُمْ
آپ کہیں	کونسی	چیز	سب سے بڑی	گواہی	آپ کہدیں	اللہ	گواہ	میرے درمیان	اور تمہارے درمیان	اور	وحی کیا گیا	مجھ پر	یہ	قرآن	تاکہ میں تمہیں ڈراؤں

آپ کہئے کہ سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کیلئے کون ہے، آپ کہئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے

بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ

بِهٖ	وَمَنْ	بَلَغَ	اَئِنَّكُمْ	لَتَشْهَدُوْنَ	اَنَّ	مَعَ	اللّٰهِ	اٰلِهَةً	اُخْرٰى	قُلْ	لَآ اَشْهَدُ	قُلْ	اِنَّمَا	هُوَ
اس سے	اور جس	وہ پہنچے	کیا تم بیشک	تم گواہی دیتے ہو	کہ	ساتھ	اللہ	کوئی معبود	دوسرا	آپ کہدیں	میں گواہی نہیں دیتا	آپ کہدیں	صرف	وہ

تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے سب کو ڈراؤں کیا تم سچ مچ یہی گواہی دوگے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں، آپ کہدیجئے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا،

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ ١٩ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ

اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	وَّاِنَّنِيْ	بَرِيْٓءٌ	مِّمَّا	تُشْرِكُوْنَ	اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يَعْرِفُوْنَهٗ	كَمَا	يَعْرِفُوْنَ
معبود	یکتا	اور بیشک میں	بیزار	اس سے جو	تم شرک کرتے ہو	وہ جنہیں	ہم نے دی انہیں	کتاب	وہ اسکو پہچانتے ہیں	جیسے	وہ پہچانتے ہیں

آپ کہہ دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں

اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ٢٠ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

اَبْنَآءَهُمْ	اَلَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	فَهُمْ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ
اپنے بیٹے	وہ جنہوں نے	خسارہ میں ڈالا	اپنے آپ	سو وہ	ایمان نہیں لاتے	اور کون	سب سے بڑا ظالم	اس سے جو	بہتان باندھے	پر	اللہ

جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کرلیا ہے سو وہ ایمان نہ لاویں گے اور اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ٢١

كَذِبًا	اَوْ كَذَّبَ	بِاٰيٰتِهٖ	اِنَّهٗ	لَا يُفْلِحُ	الظّٰلِمُوْنَ
جھوٹ	یا جھٹلائے	اسکی آیتیں	بلاشبہ وہ	فلاح نہیں پاتے	ظالم (جمع)

یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلا دے ایسے بے انصافوں کو فلاح نہ ہوگی

شانِ نزول: کفار مکہ نے ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ کیا خدا کو آپ کے سوا کوئی رسول نہیں ملا۔ ہم تو نہیں سمجھتے کہ آپ کے دعوے کی کوئی تصدیق کرسکتا ہے اور ہم نے تو یہود و نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں ان سے بھی پوچھ کر دیکھ لیا۔ وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں آپ کا ذکر ہی نہیں سو ہم کو کوئی بتلائیے کہ جو اس بات کی گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نیز بعض کفار و مشرکین نے آپؐ سے یہ بھی کہا کہ کیا آپ کے علم میں سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقع میں بھی سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں۔ میں تو یہی دعوت دے کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کی دعوت دیتا ہوں تو کفار کے ان اقوال کے متعلق ان آیات زیر تفسیر میں حق تعالیٰ کی جانب سے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کو جواب تلقین فرمایا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اعتراض کا جواب

مشرکین نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے نبی ہونے پر گواہ کون ہے؟ اس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تلقین فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اللہ میری سچائی پر گواہ ہے اور وہ میری نبوت کی تصدیق کرتا ہے اور خدا سے بڑھ کر شہادت اور گواہی کس کی ہوسکتی ہے یعنی خدا سے بڑھ کر شہادت اور کسی کی نہیں ہوسکتی۔ اور خدا کی تصدیق میرے نبوت کی یہ ہے کہ یہ قرآن اس نے میرے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے تا کہ میں حاضر و غائب کو اس قرآن کا حکم پہنچا کر شرک و کفر سے منع کروں اور خدا کے عذاب سے خوف دلاؤں۔ تو کیا اے مشرکین اس شہادت کبریٰ کے بعد بھی تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں۔ اور اگر وہ ہٹ دھرمی اور ضد و عناد سے اس پر بھی کہہ دیں کہ ہم تو یہی گواہی دیں گے تو اس وقت ان سے بحث کرنا لاحاصل ہے بلکہ آپ صرف اپنے عقیدہ کو ظاہر کردیجئے کہ میں تو اس کی گواہی نہیں دیتا کیونکہ یہ امر باطل ہے اور آپ باطل کی نفی کر کے حق کے اثبات کے لئے کہہ دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار اور نفور ہوں۔

اہل کتاب کے علماء کی طرف سے تصدیق

پھر یہ جو مشرکین نے کہا تھا کہ ہم نے تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے پوچھ لیا ہے اور وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں آپ کا ذکر ہی نہیں۔ اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ بھی اپنے دلوں میں پورا یقین رکھتے ہیں کہ نبی آخر الزماں آپ ہی ہیں جن کی بشارت انبیاء سابقین دیتے چلے آئے ہیں۔ ان علمائے یہود و نصاریٰ نے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر آپ کو اس طرح پہچان لیا ہے جس طرح انسان اپنے بیٹے کی صورت دیکھ کر پہچان لیا کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو پہلے علمائے یہود میں سے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے ان سے حضرت فاروق اعظمؓ نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے کہ تم لوگ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہو جیسے اپنی اولاد کو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ ہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اوصاف کے ساتھ جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں نازل فرمائے۔ اس لئے اس کا علم ہمیں یقینی اور قطعی طور پر ہے۔ بخلاف اپنی اولاد کے کہ اس میں شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ ہماری اولاد ہے بھی یا نہیں۔

اہل کتاب اور مشرکین کی بدبختی

جو اہل کتاب بھی تورات و انجیل کو پڑھتا اور اس پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے اس کا امکان ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانے۔ اس لئے آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ اہل کتاب جو پوری طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے باوجود مسلمان نہیں ہوتے اور آپ پر ایمان نہیں لاتے یہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو برباد کر رہے ہیں اور خسارہ میں پڑ رہے ہیں۔ اور بتلایا گیا کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور اس کی آیتوں کو جھٹلایا۔ یہود اور نصاریٰ اور مشرکین عرب طرح طرح سے خدائے وحدہٗ لاشریک پر جھوٹ باندھتے مثلاً یہود و نصاریٰ یہ کہتے کہ ہم اللہ کے پیارے ہیں اور جنت ہمارے لئے ہے اور اگر آگ ہمیں چھوئے گی بھی تو صرف چند روز اور عزیر اور مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور مشرکین عرب کہتے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اللہ نے سردار جنوں کی بیٹیوں سے شادی کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ اور اس قسم کے صدہا بہتان اللہ پر باندھتے تھے اور توحید اور رسالت کے مسئلہ میں عقلاً بھی نہایت بے انصافی سے کام لے رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخیر میں ان سب کے لئے فرمایا کہ یہ لوگ بڑے ظالم ہیں کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ایسے ظالموں کا حال یہ ہوگا کہ ان کو قیامت کے روز چھٹکارا اور فلاح نہ ہوگی اور کبھی عذاب الٰہی سے رستگاری نہ ہوگی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اس دولت اور نعمت کا ہم کو قدرداں بنائیں اور توحید پر ہم کو مضبوطی کے ساتھ تازندگی قائم رکھیں اور اسی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت اور گواہی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾

وَيَوْمَ	نَحْشُرُهُمْ	جَمِيعًا	ثُمَّ	نَقُولُ	لِلَّذِينَ	أَشْرَكُوا	أَيْنَ	شُرَكَاؤُكُمُ	الَّذِينَ	كُنتُمْ	تَزْعُمُونَ
اور جس دن	انکو جمع کرینگے	سب	پھر	ہم کہیں گے	انکو جنہوں نے	شرک کیا (مشرکوں)	کہاں	تمہارے شریک	جن کا	تم تھے	دعویٰ کرتے

اور وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام خلائق کو جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تمہارے وہ شرکاء جنکے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں گئے

ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ

ثُمَّ	لَمْ تَكُن	فِتْنَتُهُمْ	إِلَّا	أَن	قَالُوا	وَاللَّهِ	رَبِّنَا	مَا كُنَّا	مُشْرِكِينَ	انظُرْ	كَيْفَ	كَذَبُوا	عَلَىٰ
پھر	نہ ہوگی۔ نہ رہی	انکی شرارت	سوائے	کہ	وہ کہیں	قسم اللہ کی	ہمارا رب	نہ تھے ہم	شرک کرنے والے	تم دیکھو	کیسے	انہوں نے جھوٹا باندھا	پر

پھر انکے شرک کا انجام اسکے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے۔ ذرا دیکھو تو کس طرح جھوٹ بولا اپنی

أَنفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾

أَنفُسِهِمْ	وَ	ضَلَّ	عَنْهُم	مَا	كَانُوا يَفْتَرُونَ
اپنی جانوں	اور	کھوئی گئیں	ان سے	جو	وہ باتیں بناتے تھے

جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہوگئے۔

قیامت کے دن مشرکین کی بے بسی

گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کا آخرت میں فلاح نہ پانا مذکور ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں اس فلاح نہ پانے کی کچھ کیفیت مذکور ہے۔ قیامت کے دن مشرکوں کو جمع کر کے پوچھا جائے گا کہ تمہارے وہ معبود جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے کہاں ہیں؟ ان سے کہو کہ وہ آج تمہارے کام آئیں اور تمہیں تمہارے کرتوں کی سزا سے بچائیں۔ اس سوال سے مشرکین کے حواس گم ہو جائیں گے اور بجز انکار واقعات کے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گی۔ باطل معبودین کی جس عقیدت و محبت میں دنیا میں فریفتہ تھے اس کی حقیقت صرف اتنی رہ جائے گی کہ ساری دنیوی عمر کے عقیدے اور تعلق سے بھی انکار کر بیٹھیں گے اور رب العزت کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم تو کسی کو اللہ کا شریک دنیا میں نہیں ٹھہراتے تھے۔ ہم تو صرف اللہ ہی کو اپنا معبود مانتے تھے اور کسی سے ہمارا تعلق نہ تھا۔ اس صریح جھوٹ سے جو مشرکین انتہائی بدحواسی کے عالم میں اپنے کو جرم سے بری ثابت کرنے کے لئے بولیں گے اور ان کی جان آفت و مصیبت میں پھنس جائے گی۔

یہاں پہلی آیت میں جو یہ فرمایا گیا وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ (یعنی جس روز ہم تمام خلائق کو میدان حشر میں جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے کہیں گے) تو یہاں آیت میں لفظ ثم اختیار فرمایا گیا ہے جو دیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محشر میں جمع ہونے کے بعد فوراً ہی سوال و جواب نہیں ہوگا بلکہ عرصہ دراز تک حیرت واستعجاب اور تذبذب کے عالم میں کھڑے رہیں گے۔ مدت کے بعد حساب کتاب اور سوال جواب شروع ہوں گے۔ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو میدان حشر میں اسی طرح جمع کر دیں گے جیسے تیروں کو ترکش میں جمع کر دیا جاتا ہے اور پچاس ہزار سال اسی طرح رہو گے۔

پھر دوسری آیت میں مشرکین کی طرف سے جو جواب مذکور ہے وہ بھی لفظ ثم کے ساتھ آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مشرکین بھی کافی وقفہ کے بعد اپنی دانست میں بہت کچھ سوچ کر یہی جواب دیں گے

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ یعنی اللہ رب العالمین کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم تو مشرک نہ تھے۔ اخیر آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ ذرا آپ دیکھئے کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں پر کیسا جھوٹ بولا ہے کہ جو شرک ان سے صادر ہوا تھا اس کی صاف نفی کر دی اور جن چیزوں کے معبود ہونے کے دعوے کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہو گئے یعنی ان کے کوئی کام نہ آئے گا۔

مشرکین کا قیامت کا حال بیان کرنے کا مقصد

مشرکین کی قیامت والے دن کی حالت بیان کرنے سے مقصد یہی ہے کہ مشرکین اس رسوا کن انجام کو دنیا ہی میں سمجھ لیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارا حشر ونشر اپنے مقبولین مومنین مخلصین کے ساتھ ہونا نصیب فرما۔ اور قیامت میں میدان حشر کی ہولناکیوں اور ذلت ورسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھنا۔

یا اللہ ہمارے ساتھ دنیا وآخرت دونوں جہان میں رحمت کا معاملہ فرما اور اپنے فضل وکرم سے ہمارے حساب کتاب کو آسان فرما۔ بلکہ بلا حساب کتاب اپنی رضا کے مقام جنت میں داخل ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں خالص لوجہ اللہ ایک دوسرے سے ملاقات ومحبت کرنا نصیب فرما تا کہ قیامت کے روز ہمارے چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں اور بے حساب کتاب جنت میں پہنچنا نصیب ہو۔

یا اللہ رات کی تنہائی اور تاریکی میں ہمیں بھی حضور قلب سے اپنے ذکر فکر کی توفیق عطا فرما تا کہ محشر میں سادات الناس کا خطاب پانے کے مستحق ہو کر بے حساب کتاب جنت میں داخلہ نصیب ہو۔

یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنی حمد وثناء اور ذکر وطاعت کی دنیا میں توفیق نصیب ہو تا کہ محشر میں اشرف الناس کے لقب سے خطاب کئے جانے کے مستحق ہو کر آپ کی رضا کے مقام جنت میں جانا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ											
وَمِنْهُمْ	مَنْ	يَسْتَمِعُ	إِلَيْكَ	وَجَعَلْنَا	عَلَىٰ	قُلُوبِهِمْ	أَكِنَّةً	أَنْ	يَفْقَهُوهُ	وَ	فِي آذَانِهِمْ
اور اُن سے	جو	کان لگاتا تھا	آپ کی طرف	اور ہم نے ڈالدیا	پر	انکے دل	پردے	کہ	وہ (نہ) سمجھیں اسے	اور	اُن کے کانوں میں
اوران میں بعضے ایسے ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اسکو سمجھیں اور انکے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے											

وَقْرًا ۚ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا														
وَقْرًا	وَإِنْ	يَرَوْا	كُلَّ	آيَةٍ	لَا يُؤْمِنُوا	بِهَا	حَتَّىٰ	إِذَا	جَاءُوكَ	يُجَادِلُونَكَ	يَقُولُ	الَّذِينَ	كَفَرُوا
بوجھ	اور اگر	وہ دیکھیں	تمام	نشانی	نہ ایمان لائیں گے	اس پر	یہانتک کہ	جب	آپکے پاس آتے ہیں	آپ سے جھگڑتے ہیں	کہتے ہیں	جن لوگوں نے	انہوں نے کفر کیا
اور اگر وہ لوگ تمام دلائل کو دیکھ لیں ان پر بھی ایمان نہ لاویں، یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں یہ لوگ کافریوں کہتے ہیں													

إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ ۖ وَإِن يُهْلِكُونَ												
إِنْ	هَٰذَا	إِلَّا	أَسَاطِيرُ	الْأَوَّلِينَ	وَهُمْ	يَنْهَوْنَ	عَنْهُ	وَ	يَنْأَوْنَ	عَنْهُ	وَإِنْ	يُهْلِكُونَ
نہیں	یہ	مگر (صرف)	کہانیاں	پہلے لوگ (جمع)	اور وہ	روکتے ہیں	اس سے	اور	بھاگتے ہیں	اس سے	اور نہیں	ہلاک کرتے ہیں
کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں۔ اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں												

	إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾	إِلَّا	أَنفُسَهُمْ	وَ	مَا يَشْعُرُونَ	
	اور لوگ اپنے ہی کو تباہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔	اگر (صرف)	اپنے آپ	اور	وہ شعور نہیں رکھتے	

شان نزول

روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل' ابوسفیان' ولید بن مغیرہ' نضر بن حارث' اور عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور حارث بن عامر اور ابی بن خلف اور امیہ بن خلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے۔ آپ اس وقت قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔ ان لوگوں نے آپ کا قرآن سنا۔ پھر سب نے نضر بن حارث سے پوچھا کہ اے ابوقتیلہ کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ محمد کیا کہتے ہیں۔ نضر بن حارث کافر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کیا کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنی زبان کو ہلاتے ہیں اور اگلے لوگوں کی کہانیاں بیان کرتے ہیں جیسے میں تمہیں گذشتہ لوگوں (یعنی رستم اور اسفند یار اور اہل فارس) کے قصہ سناتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے خیال میں ان کی بعض باتیں تو سچی معلوم ہوتی ہیں۔ ابوجہل نے کہا ہرگز نہیں۔ تم ان کی کسی بات کے سچا ہونے کا اقرار ہرگز نہ کرنا۔ ہمیں مرنا قبول ہے مگر ان کی بات کو ماننا اور ان پر ایمان لانا ہرگز قبول نہیں۔ اس پر یہ آیات ان کفار مکہ کے متعلق نازل ہوئیں جو لوگوں کو قرآن سننے اور اس کا اتباع کرنے سے روکتے اور منع کرتے تھے اور خود بھی اس سے دور رہتے۔

قرآن کریم کا انکار کرنے والوں کی ہلاکت

ان آیات میں منکرین قرآن کی شناعت بیان کی جاتی ہے اور مکہ کے بعض کافروں کا رویہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں نہ فہم ہے نہ انصاف' ایمان لانا اور ہدایت ربانی سے نفع اٹھانا تو کجا ان کی غرض تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے سے صرف مجادلہ اور آپ سے جھگڑنا اور تمسخر کرنا منظور ہے۔ چنانچہ قرآنی حقائق

وبیانات کو معاذ اللہ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ یعنی صرف پہلے لوگوں کی قصہ کہانیاں کہتے ہیں پھر اس تکذیب وتمسخر پر بھی اکتفا نہیں۔کوشش یہ ہے کہ دوسرے بھی حق سے دور رہیں اس طرح کہ خود بھی حق سے دور بھاگتے ہیں اور دوسروں کو بھی حق سے نفور اور بیزار کرتے ہیں گویا اپنے قول وعمل دونوں ذریعہ قرآن کی حقانیت اور صداقت کو نیست ونابود کرنا چاہتے ہیں۔اور اسلام کو مٹانے کی کوشش میں مصروف ہیں لیکن اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ یہ نادان لوگ خود نیست ونابود ہو جائیں گے اور اسلام دنیا میں پھیلے گا اور قرآنی صداقت وحقانیت دنیا میں پھیل کر رہے گی۔ چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ قرآن نے جو فیصلہ سنایا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔مکہ سے کفار ومشرکین نیست ونابود ہو گئے اور اسلام غالب ہو کر رہا۔اس لئے مشرکین کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ احمق خود اپنے لئے ہلاکت ابدی کا سامان فراہم کر رہے ہیں اور سمجھتے بھی نہیں کہ خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کا سچا قدر دان بنا کر زندہ رکھئے اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا وسچا امتی ہونا نصیب فرمائیے۔

یا اللہ دنیا میں قرآن پاک کا ہمیں سچا اتباع اور اس کا عشق نصیب فرما اور اس کی تعلیم اور احکام کو پھیلانے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ مخالفین ومعاندین ومنکرین قرآن جیسا کہ سرزمین عرب سے مٹ گئے اور ان کی کوئی تدبیر اسلام کو مٹانے کی نہ چل سکی۔

یا اللہ اسی طرح اب بھی مخالفین ومعاندین قرآن کے دنیا سے مٹ جانے کا وقت قریب کر دے اور دشمنان اسلام کی چالوں کو ملیا میٹ فرما دے۔

یا اللہ ان نام نہاد مسلمانوں کو جو باوجود قرآن پر ایمان کے دعوے کے قرآنی تعلیمات وہدایات سے اعراض کرتے ہیں خود بھی قرآن سے بھاگتے ہیں اور دوسروں کو بھی قرآن سے روکتے ہیں یا اللہ ان کو ہدایت کی توفیق نصیب فرما اور پکا وسچا مسلمان بنا دے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ

وَلَوْ	تَرٰى	اِذْ وُقِفُوْا	عَلَى	النَّارِ	فَقَالُوْا	يٰلَيْتَنَا	نُرَدُّ وَ	لَا نُكَذِّبَ	بِاٰيٰتِ	رَبِّنَا	وَنَكُوْنَ	مِنَ
اور اگر (کبھی)	تم دیکھو	جب کھڑے کئے جائیں گے	پر	آگ	تو کہیں گے	اے کاش ہم	واپس بھیجے جائیں اور	نہ جھٹلائیں ہم	آیتوں کو	اپنا رب	اور ہو جائیں ہم	سے

اور اگر آپ انکو اس وقت دیکھیں جب کہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جاوینگے تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیئے جاویں اور اگر ایسا ہو جاوے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

الْمُؤْمِنِيْنَ	بَلْ	بَدَا لَهُمْ	مَا	كَانُوْا يُخْفُوْنَ	مِنْ قَبْلُ	وَلَوْ	رُدُّوْا	لَعَادُوْا	لِمَا نُهُوْا	عَنْهُ
ایمان والے	بلکہ	ظاہر ہو گیا اُن پر	جو	وہ چھپاتے تھے	اس سے قبل	اور اگر	واپس بھیجے جائیں	تو پھر کرنے لگیں	وہی روکے گئے	اس سے

تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتاویں اور ہم ایمان والوں سے ہو جاویں۔ بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دبایا کرتے تھے وہ انکے سامنے آگئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس ہی بھیج دیئے جاویں

وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ

وَ	اِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ	وَقَالُوْا	اِنْ	هِيَ	اِلَّا	حَيَاتُنَا	الدُّنْيَا	وَمَا	نَحْنُ	بِمَبْعُوْثِيْنَ	وَلَوْ
اور	بیشک وہ	جھوٹے	اور وہ کہتے ہیں	نہیں	ہے	مگر (صرف)	ہماری زندگی	دنیا	اور نہیں	ہم	اٹھائے جانے والے	اور اگر (کبھی)

تب بھی یہ وہی کام کریں جس سے انکو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں۔

تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا

تَرٰى	اِذْ وُقِفُوْا	عَلٰى	رَبِّهِمْ	قَالَ	اَلَيْسَ	هٰذَا	بِالْحَقِّ	قَالُوْا	بَلٰى	وَرَبِّنَا	قَالَ	فَذُوْقُوا
تم دیکھو	جب وہ کھڑے کئے جائیں گے	پر (سامنے)	اپنا رب	وہ فرمائے گا	کیا نہیں	یہ	سچ	وہ کہیں گے	ہاں	قسم ہمارے رب کی	وہ فرمائے گا	پس چکھو

اور اگر آپ انکو اس وقت دیکھیں جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے وہ کہیں گے بیشک قسم اپنے رب کی، اللہ تعالیٰ فرماوے گا

	الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾	الْعَذَابَ	بِمَا	كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ	
•	تو اب اپنے کفر کے عوض عذاب چکھو۔	عذاب	اس لئے کہ	تم کفر کرتے تھے	

قیامت کے دن کافروں کی حسرتناک حالت

ان آیات میں کفار و مشرکین ہی کی حسرتناک حالت جوان کو روز قیامت پیش آئے گی وہ بیان کی گئی ہے اور اس طرح انہیں ان کے انجام نار جہنم سے ڈرایا گیا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ غیر مومنین جس میں کفار و مشرکین سب آگئے انکا توحید و رسالت و قرآن سے انکار و استہزاء وغیرہ یہ سب فوں فاں اسی وقت تک ہے جب تک خدائی سزا کا ہولناک اور ہوش ربا منظر سامنے نہیں۔ جس وقت دوزخ کی ذرا سی ہوا بھی لگ جائے گی تو ساری شیخی کرکری ہو جائے گی۔ اور اس وقت بہ ہزار تمنا یہ درخواست کریں گے کہ ہم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تاکہ آئندہ کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور پکے ایماندار بن کر رہیں۔ ان آیات میں ان کی اس وقت کی تمنا اور قول و قرار کی قلعی بھی کھول دی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ یہ اب بھی جھوٹ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں واپس ہو کر ایمان دار بن جائیں گے۔ ان کے اس قول و قرار میں کوئی

حقیقت نہیں۔ دنیا میں یہ جن باتوں کے ماننے کے لئے تیار نہ تھے اور جن کو دبانے چھپانے اور تکذیب و تمسخر کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے اب وہ کھلم کھلا ان کے سامنے آ گئی ہیں اور جس دکھ درد اور عذاب سے ان کو ڈرایا جاتا تھا کہ دنیا میں تمہارے لئے موقع ہے۔ اس سے بچنے کا سامان کر وہ آج سچ مچ سامنے آ گیا ہے۔ غیب کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اس لئے فقط اس سے بچنے کے لئے ایسی باتیں کر رہے ہیں اگر ان کو پھر دنیا میں بھیج دیا اور یہ عذاب ان کی نظروں سے غائب ہو جائے تو بے فکر ہو کر پھر وہی کرنے لگیں گے جو پہلے کر چکے ہیں۔ اس لئے کہ یہ تو اس کے قائل ہیں کہ جو آنکھوں کے سامنے ہو اسی کو مانو اور غیب کی چیزوں کی پرواہ مت کرو۔ اسی کے مطابق ان کو عمل کرنے کی عادت پڑ چکی ہے اس لئے دنیا میں واپس جاتے ہی اس کی چھل پھل میں پھر پھنس جائیں گے اور وہی کرنے لگیں گے جو پہلے کر چکے ہیں۔ یہ جس مصیبت سے گھبرا کر واپس جانے کی تمنا کر رہے ہیں اسے خواب و خیال کی طرح فراموش کر دیں گے اس لئے ان کی یہ بات کہ اب کے ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو پورے ایماندار بن کر دکھاویں گے یہ بھی جھوٹ ہے۔

کفار کی مادہ پرستی اور اس کا انجام

پھر کفار کی ایک حالت اور بیان کی گئی ہے کہ دنیا میں ان کی نگاہ دنیا کی بے حقیقت مادی چیزوں سے اونچی نہیں اٹھتی۔ ان کے نزدیک جو کچھ ہے بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ بس جو کچھ ہو دنیا کے مزے اڑا لو۔ کہاں کی آخرت اور کیسی قیامت وہ اس کے قائل ہی نہیں کہ ہم مرنے کے بعد بھی پھر کبھی دوبارہ بھی زندہ کئے جائیں گے۔ اور ایک نئی زندگی شروع ہو گی جس کے بعد موت پھر کبھی نہ آئے گی۔ تو ایسے منکرین آخرت و جزا و سزا کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ ساری باتیں یہیں دنیا میں بنا رہے ہیں جب قیامت آ جائے گی اور حقیقت ان کی آنکھوں کے سامنے ہو گی اور جب یہ باز پرسی اور جواب دہی کے لئے رب کے سامنے لا کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ اب تمہیں کچھ حقیقت معلوم ہوئی؟ جو کچھ تم سے کہا گیا تھا اور جس کے تم دنیا میں منکر تھے وہ سچ ہے یا نہیں؟ اس وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکلے گا کہ قسم ہے ہمارے رب کی سب بالکل سچ ہے اس پر حکم ہو گا کہ دنیا میں تم سے نہ ہو سکا کہ میری بات کو سچ مانتے اور میرے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے۔ اچھا اب دنیا میں جو نافرمانی کی تھی اس کا عذاب چکھو اور سزا بھگتو۔ جس کے بعد ان کو جہنم کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

دنیا میں پڑ کر آخرت کو نہ بھلاؤ

ان آیات کا خلاصہ جو سوچنے اور یاد رکھنے کے لائق ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کی خرافات میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولنا چاہئے اور قیامت و حشر نشر اور عذاب دوزخ وغیرہ کو بے دیکھے مان لینا چاہئے ورنہ دیکھ کر ماننا کچھ کام نہ آئے گا۔ یہی وہ اصل روح ہے جس کے مطابق اسلام انسان کو اس دنیا میں زندگی بسر کرنا سکھانا چاہتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اس دنیا میں اسلام و ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ ہمیں اس نعمت کی قدر دانی اور شکر گزاری کی توفیق نصیب ہو یا اللہ گذشتہ میں ہم سے جو آپ کی طاعت میں غفلت اور کوتاہی ہوئی اس کو اپنی رحمت سے درگزر فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى

قَدْ	خَسِرَ	الَّذِيْنَ + كَذَّبُوْا	بِلِقَآءِ	اللّٰهِ	حَتّٰى	اِذَا	جَآءَتْهُمُ	السَّاعَةُ	بَغْتَةً	قَالُوْا	يٰحَسْرَتَنَا	عَلٰى
تحقیق	گھاٹے میں پڑے	وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا	ملنا	اللہ	یہانتک کہ	جب	آ پہنچی اُن پر	قیامت	اچانک	وہ کہنے لگے	ہائے ہم پر افسوس	پر

بیشک خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کی تکذیب کی، یہاں تک کہ جب وہ معین وقت ان پر دفعۃً آ پہنچے گا کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس

مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ

مَا فَرَّطْنَا	فِيْهَا	وَهُمْ	يَحْمِلُوْنَ	اَوْزَارَهُمْ	عَلٰى	ظُهُوْرِهِمْ	اَلَا	سَآءَ	مَا يَزِرُوْنَ	وَمَا	الْحَيٰوةُ
جو ہم نے کوتاہی کی	اس میں	اور وہ	اٹھائے ہوں گے	اپنے بوجھ	پر	اپنی پیٹھ (جمع)	آگاہ رہو	بُرا	جو وہ اٹھائیں گے	اور نہیں	زندگی

ہماری کوتاہی پر جو اسکے بارہ میں ہوئی اور حالت انکی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے، خوب سن لو کہ بُری ہوگی وہ چیز جس کو لادیں گے۔ اور دنیوی زندگانی

الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

الدُّنْيَا	اِلَّا	لَعِبٌ	وَلَهْوٌ	وَ	لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	يَتَّقُوْنَ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ
دنیا	مگر (صرف)	کھیل	اور جی کا بہلاوا	اور	آخرت کا گھر	بہتر	انکے لئے جو	پرہیزگاری کرتے ہیں	سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے

تو کچھ بھی نہیں بجز لعب و لہو کے، اور پچھلا گھر متقیوں کیلئے بہتر ہے، کیا تم سوچتے نہیں ہو

منکرین خداوند و منکرین آخرت کا انجام

قرآن پاک نے جو باتیں واقعات اور حالات قیامت و آخرت، حشر و نشر، ثواب و عذاب، جزا و سزا، دوزخ و جنت کے متعلق بتلائی ہیں ہونا تو وہ سب یقیناً اسی طرح ہیں چاہیے کوئی مانے یا نہ مانے۔ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی اور قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔ لیکن جنہوں نے اس سے انکار کیا یا غفلت برتی تو قیامت میں ان کے پاس حسرت اور افسوس کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ اسوقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے افسوس بڑی نادانی کی کہ اس دن کے لئے کوئی تیاری نہ کی اور حالت یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے جتنے کام کئے ہوں گے اور جتنے مزے قرآن اور اللہ اور رسول کے احکام پس پشت ڈال کر اڑائے ہوں گے ان سب کا بوجھ اور اپنی اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے۔ بوجھ کے مارے کمریں جھکی ہوں گی۔ نہ اس بوجھ کو اتار کر رکھ سکیں گے نہ پھینک سکیں گے۔ اس دن انہیں پتہ چلے گا کہ ان گناہوں کا بوجھ کس قدر بھاری اور کیسا تباہ کن ہے۔ مقصد یہ بتلانے سے یہی ہے کہ انسان آج ہی اس بات کو سمجھ لے تو بہتر ہے اور لقاء اللہ یعنی اللہ کے سامنے حاضر ہونے کے لئے تیاری کر لے اور عقل و سمجھ سے کام لے اور عقل سے کام لینا یہی ہے کہ اپنی خواہشوں کا غلام نہ بنے بلکہ اپنے پیدا کرنے والے خالق اور رازق کو پہچانے اور اپنی خواہشوں کو اس کے حکم کے تابع کر دے۔

رسول کو اپنا رہنما سمجھے اور قرآن مجید کے حکموں کے مطابق چلے اور ہمیشہ یاد رکھے کہ مرنے کے بعد قیامت میں اللہ رب العزت کے روبرو جانا ہوگا اور جو کچھ دنیا میں کیا ہے اس کا حساب دینا ہوگا۔

دنیوی زندگی کی حقیقت

چونکہ آدمی اپنی خواہشات کے جنجال میں پھنس کر دنیا میں اللہ کے حکموں کو پیٹھ پیچھے پھینک دیتا ہے اس لئے دنیوی زندگی کی حقیقت بیان کی گئی کہ دنیا کی زندگی کھیل کود اور دل بہلاوے کے سوا کچھ نہیں یعنی جیسا کہ کھیل کود صرف تھوڑی دیر کی تفریح کا نام

ہے اسی طرح یہ دنیا چند دن کی عارضی چیز ہے ہمیشہ اس میں نہ کوئی رہا ہے اور نہ رہ سکتا ہے تو جو شخص دنیا ہی کے دھندوں میں پھنسا رہتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کوئی اپنا سارا وقت کھیل کود ہی میں گنوا دے۔ کوئی عقلمند ایسے شخص کو کام کا آدمی نہیں کہہ سکتا۔ اس دنیا کے مقابلہ میں اصلی گھر آخرت کا گھر اور حقیقی زندگی آخرت کی زندگی۔ اور دائمی راحت کی جگہ آخرت کو بتلایا گیا جو تقویٰ اختیار کرنے والوں کو نصیب ہوگی۔

خلاصہ اور حاصل مطلب ان آیات کا یہ ہے کہ انسان کی بڑی بدبختی اور شقاوت یہ ہے کہ لقاء اللہ" سے انکار کرے اور زندگی کے اس بلند ترین مقصد سے غفلت برتے۔ یہاں تک کہ جب موت یا قیامت سر پر آ کھڑی ہو تب بے فائدہ کف افسوس ملتا رہ جائے کہ ہائے میں نے اپنی دنیوی زندگی میں یوم قیامت کے لئے تیاری کرنے میں کیسی نا قابل تلافی کوتاہی کی۔ مگر اس وقت اس حسرت وافسوس سے کچھ نہ ہوگا۔ یہ فانی زندگانی حیات اخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ یہاں کی زندگی کے صرف انہی لمحات کو زندگی کہا جا سکتا ہے جو آخرت کی درستی میں خرچ کئے جائیں بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو ولعب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کی درستی کی فکر عطا فرماویں۔ اس دنیا کی زندگی میں اس آخرت کی زندگی کو بنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں اپنی خواہشوں کا غلام بننے سے بچا لیجئے اور اپنے احکامات کا فرمانبردار اور تابعدار بنا کر زندہ رکھئے

یا اللہ دین کو ہم ہر معاملہ میں مقدم رکھیں اور ہر لحہ کو ذکر وفکر آخرت کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

قَدْ نَعْلَمُ	اِنَّهٗ	لَيَحْزُنُكَ	الَّذِىْ	يَقُوْلُوْنَ	فَاِنَّهُمْ	لَا يُكَذِّبُوْنَكَ	وَلٰكِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	يَجْحَدُوْنَ
بیشک ہم جانتے ہیں	کہ وہ	آپکو ضرور رنجیدہ کرتی ہے	وہ جو	وہ کہتے ہیں	سو وہ یقیناً	نہیں جھٹلاتے آپ کو	اور لیکن (بلکہ)	ظالم لوگ	آیتوں کا	اللہ	انکار کرتے ہیں

ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو انکے اقوال مغموم کرتے ہیں سو یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ	رُسُلٌ	مِنْ قَبْلِكَ	فَصَبَرُوْا	عَلٰى	مَا كُذِّبُوْا	وَاُوْذُوْا	حَتّٰى	اَتٰهُمْ	نَصْرُنَا
اور البتہ جھٹلائے گئے	رسول (جمع)	آپؐ سے پہلے	پس صبر کیا انہوں نے	پر	جو وہ جھٹلائے گئے	اور ستائے گئے	یہانتک کہ	اُن پر آگئی	ہماری مدد

اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں اُنکی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا کہ اُن کی تکذیب کی گئی اور اُنکو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد انکو پہنچی

وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

وَ	لَا مُبَدِّلَ	لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ	وَ	لَقَدْ	جَآءَكَ	مِنْ	نَّبَاِى	الْمُرْسَلِيْنَ
اور	نہیں بدلنے والا	اللہ کی باتوں کو	اور	البتہ	آپکے پاس پہنچی	سے (کچھ)	خبر	رسول (جمع)

اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کا کائی بدلنے والا نہیں، اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کے قصہ پہنچ چکے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور مخالفین کو تنبیہ

اوپر سے کفار و مشرکین کے انکار و تکذیب اور اس کا جو انجام قیامت میں ان کو بھگتنا پڑے گا اس کا مسلسل بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ادھر کفار و مشرکین کے ضد و عناد کا یہ حال ادھر خلائق کے حال پر شفقت و ہمدردی سارے جہان سے زیادہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالی گئی تھی۔ قوم کی تکذیب و اعراض ان کے مستقبل کی تباہی اور ان کے مشرکانہ و ملحدانہ کلمات سے سخت رنج اور صدمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محسوس فرماتے تھے۔ آپ کی تسلی و تشفی کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے بار بار تسلی آمیز کلمات فرمائے جاتے تھے۔ اسی طرح یہاں ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی اور منکرین کو تنبیہ فرمائی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا گیا کہ آپ ان کفار و مشرکین کے اعراض و تکذیب سے اس قدر دلگیر اور بے چین نہ ہوں۔ یہ لوگ جو تکذیب کر رہے ہیں فی الحقیقت آپ کو نہیں جھٹلاتے کیونکہ آپ کو تو پہلے سے بالاتفاق صادق و امین سمجھتے تھے بلکہ خدا کی آیات و نشانات کا جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق و تبلیغ کے لئے بھیجی گئی ہیں جان بوجھ کر از راہ ظلم و عناد ان کا انکار کر رہے ہیں تو آپ بھی ان ظالموں کا معاملہ خدا کے سپرد کر کے مطمئن ہو جایئے۔ وہ خود ان کے ظلم اور آپ کے صبر کا پھل دینے والا ہے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی جن کے کچھ حالات آپ کو سنائے جا چکے ہیں ان کی قوموں نے تکذیب کی اور ایذا رسانی کا برتاؤ کیا جس پر خدا کے معصوم پیغمبر نہایت اولوالعزمی سے صبر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حسب وعدہ خدا کی مدد پہنچی اور بڑے بڑے زبردست متکبرین کے مقابلہ میں ان کو مظفر اور منصور کیا گیا۔ اس لئے آپ سے جو نصرت اور کامیابی کے وعدے کئے گئے ہیں ایک ایک کر کے پورے ہوں گے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں مگر خدائے قدوس کا وعدہ نہیں ٹل سکتا۔ کس کی طاقت ہے جو خدا کی باتوں کو بدل ڈالے یعنی جو اس نے کہا ہے اسے واقع نہ ہونے دے۔ مکذبین و منکرین کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان

کی جنگ حقیقۃً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نہیں بلکہ اللہ رب العزت سے ہے جس نے ان کو اپنا پیغمبر بنا کر کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے۔ پس آپ کی تکذیب ان خدا کے نشانات کی تکذیب ہے۔ اس طرح یہ کفار درحقیقت آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ آیات اللہ کی تکذیب کرتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ ایک بار ابوجہل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم نے تم سے کبھی کوئی غلط بات نہیں سنی۔ اس لئے تم کو ہم جھوٹا نہیں کہتے اور نہ کاذب سمجھتے ہیں بلکہ جو دین اور کتاب تم لائے ہو اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) تو خلاصہ مضمون تسلی کا یہ ہے کہ جب ان منکرین کی اصل تکذیب آیات اللہ سے متعلق ہے تو انکا یہ معاملہ خدا کے ساتھ ہوا سو اللہ تعالیٰ خود ہی ان کو سمجھ لیں گے۔ آپ غم وفکر میں نہ پڑیئے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان باللہ وبالرسول پر استقامت عطا فرمائیں اور اسی پر تازندگی قائم رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ جیسی امداد ونصرت آپ نے ابتداء میں فرما کر اسلام کا بول بالا فرمایا اے اللہ اب بھی اپنے دین کی مدد فرما اور دین کے بلند وبالا ہونے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما اور ہم کو بھی کسی درجہ میں دین کے خدمت گزاروں میں شامل فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا

وَاِنْ	كَانَ	كَبُرَ	عَلَيْكَ	اِعْرَاضُهُمْ	فَاِنِ	اسْتَطَعْتَ	اَنْ	تَبْتَغِيَ	نَفَقًا	فِي الْاَرْضِ	اَوْ	سُلَّمًا
اور اگر	ہے	گراں	آپ پر	اُنکا منہ پھیرنا	تو اگر	تم سے ہو سکے	کہ	ڈھونڈ لو	کوئی سرنگ	زمین میں	یا	کوئی سیڑھی

اور اگر آپ کو انکا اعراض گراں گذرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈلو

فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾

فِي السَّمَآءِ	فَتَاْتِيَهُمْ	بِاٰيَةٍ	وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	لَجَمَعَهُمْ	عَلَى الْهُدٰى	فَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْجٰهِلِيْنَ
آسمان میں	پھر لے آؤ اُنکے پاس	کوئی نشانی	اور اگر	چاہتا اللہ	تو انہیں جمع کر دیتا	ہدایت پر	سو آپ نہ ہوں	سے	بے خبر (جمع)

پھر کوئی معجزہ لادو تو کرو، اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کردیتا سو آپ بے خبروں میں سے نہ ہو جئے۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۭ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا

اِنَّمَا	يَسْتَجِيْبُ	الَّذِيْنَ	يَسْمَعُوْنَ	وَالْمَوْتٰى	يَبْعَثُهُمُ	اللّٰهُ	ثُمَّ	اِلَيْهِ	يُرْجَعُوْنَ	وَقَالُوْا
صرف وہ	مانتے ہیں	جو لوگ	سنتے ہیں	اور مُردے	اُنہیں اٹھائے گا	اللہ	پھر	اسکی طرف	وہ لوٹائے جائیں گے	اور وہ کہتے ہیں

وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں، اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اُٹھاویں گے پھر سب اللہ ہی کی طرف لائے جاویں گے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ

لَوْلَا نُزِّلَ	عَلَيْهِ	اٰيَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ	قُلْ	اِنَّ	اللّٰهَ	قَادِرٌ	عَلٰى	اَنْ	يُّنَزِّلَ	اٰيَةً	وَّلٰكِنَّ
کیوں نہیں اتاری گئی	اس پر	کوئی نشانی	سے	اسکا رب	آپ کہدیں	بیشک	اللہ	قادر	پر	کہ	اُتارے	کوئی نشانی	اور لیکن

کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا، آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بیشک پُوری قدرت ہے اس پر کہ وہ معجزہ نازل فرماویں

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ
لیکن ان میں اکثر بے خبر ہیں۔	ان میں اکثر	نہیں جانتے

کفار کے منہ مانگے معجزات نہ دکھانے کی حکمت

کفار مکہ کا دستور تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بے سر و پا باتیں کیا کرتے اور فرمائشی معجزات کے طالب ہوتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ چند کفار قریش نے حاضر ہو کر کسی خاص معجزہ کے ظاہر ہونے کی فرمائش کی۔ یا تو یہ کہا کہ مکہ کی زمین پہلے سے وسیع ہو جائے۔ یا کوہ صفا سونے کا ہو جائے یا مکہ میں باغات و نہریں جاری ہو جائیں۔ غرض اس طرح کی درخواستیں کیں اور چونکہ عادت الٰہی یہ ہی جاری ہے کہ کسی معاند کی خواہش پر جب تک اس کو جستجوئے حق مدنظر نہ ہو اللہ تعالیٰ معجزات ظاہر نہیں فرماتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی خواہش کے موافق کوئی فرمائشی معجزہ اپنے رسول کے ہاتھ پر ظاہر نہ فرمایا اور کافروں کی وہ جماعت منہ مانگا معجزہ نہ دیکھ کر مسلمان نہ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مسلمان ہونے کی کمال رغبت تھی۔ جب وہ مسلمان نہ ہوئے تو رنج ہوا اور آپ کے دل نے چاہا ہوگا کہ ان کے فرمائشی معجزات

ہی واقع ہو جائیں تو شاید یہ ایمان لے آویں۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کی حکمت ایسے فرمائشی معجزات دکھلانے کو مقتضی نہ ہو تو مشیت الٰہی کے خلاف کسی کو یہ طاقت کہاں ہے کہ وہ زمین یا آسمان میں سے سرنگ یا سیڑھی لگا کر ایسے فرمائشی معجزات نکال کر دکھلا دے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے بتلایا کہ یوں تو خدا اس پر بھی قادر تھا کہ بدوں توسط پیغمبروں کے اور معجزات کے شروع ہی سے سب کو سیدھی راہ پر جمع کر دیتا مگر اس کی حکمت و مصلحت اس بات کو مقتضی نہیں کہ ساری دنیا کے انسانوں کو ایمان لانے پر مجبور کر دیا جائے۔ اس لئے ان تمام منکرین سے توقع نہ رکھئے کہ یہ سب ایمان لے آویں گے۔ جن کے دل کے کان بہرے ہو گئے ہیں۔ وہ سنتے ہی نہیں پھر مانیں کس طرح؟ ہاں یہ منکرین جو قلبی و روحانی حیثیت سے مردوں کی طرح ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے اور ان چیزوں کو مانیں گے جن کا اب انکار کرتے ہیں۔ ویسے تو آپ پر بے شمار علمی و عملی معجزات و نشانات بارش کی طرح اترتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرمائشی معجزات دکھلانے سے بھی عاجز نہیں لیکن جن قوانین حکمت و رحمت پر نظام تکوین کی بنیاد ہے ان قوانین کا اقتضا یہی ہے کہ تمام فرمائشی معجزات نہ دکھلائے جائیں۔

پھر کفار یہ بھی کہتے تھے کہ ہمارے کہنے کے موافق خدا کی طرف سے معجزہ کیوں نہیں نازل کیا جاتا اور کیوں ایسی کوئی نشانی ظاہر نہیں کی گئی جو صدق نبوت پر محسوس طور پر دلالت کرے۔ اور پھر کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا کہ آپ ان سے کہدیں کہ خدا ہر طرح کی نشانیاں اور ہر قسم کے معجزات ظاہر کر سکتا ہے مگر تم کو نازل نہ کرنے کی حکمت کا علم نہیں ہے تم اللہ کی مصلحت نہیں سمجھتے اور فرمائشی معجزہ کے انجام سے بے خبر ہو۔ یعنی فرمائشی نشان اور معجزہ کا انجام یہ ہے کہ اگر اس کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اور پیغمبر کی تصدیق نہ کی تو پھر سب ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ ورنہ خدا تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہر طرح کی نشانیاں اور معجزہ ظاہر کر سکتا ہے طالب حق کے ہدایت کے لئے وہ نشانات بہت کافی ہیں جو آپ سے ظاہر ہو چکے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا ہم کو پورا اتباع نصیب ہو اور قیامت میں ہمارا حشر نشر مومنین کاملین کے ساتھ ہو۔

یا اللہ اپنی مشیت اور حکمت پر ہم کو راضی رہنے کی توفیق نصیب ہو اور آپ کے جملہ احکام وہدایات دل وجان سے قبول کرنا نصیب ہو۔

یا اللہ ہمیں اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرما اور ہر حال میں اپنی مرضیات پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۚ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ 12

وَمَا	مِنْ	دَآبَّةٍ	فِي الْأَرْضِ	وَ	لَا	طٰٓئِرٍ	يَّطِيْرُ	بِجَنَاحَيْهِ	إِلَّآ	أُمَمٌ	أَمْثَالُكُمْ	مَا فَرَّطْنَا	فِي الْكِتٰبِ
اور نہیں	کوئی	چلنے والا	زمین میں	اور	نہ	پرندہ	اُڑتا ہے	اپنے دو پروں سے	مگر	اُمتیں (جماعتیں)	تمہاری طرح	نہیں چھوڑی ہم نے	کتاب میں

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اُڑتے ہیں اُن میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہارے ہی طرح کے گروہ نہ ہوں

مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ

مِنْ	شَيْءٍ	ثُمَّ	إِلٰى	رَبِّهِمْ	يُحْشَرُوْنَ	وَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	صُمٌّ	وَّبُكْمٌ	فِي	الظُّلُمٰتِ
کوئی	چیز	پھر	طرف	اپنا رب	جمع کیے جائیں گے	اور	وہ لوگ جو کہ	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات	بہرے	اور گونگے	میں	اندھیرے

ہم نے دفتر لوح محفوظ میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کیے جاویں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو بہرے اور گونگے ہو رہے ہیں

مَنْ يَّشَإِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۚ وَمَنْ يَّشَأْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتٰكُمْ

مَنْ	يَّشَإِ	اللّٰهُ	يُضْلِلْهُ	وَمَنْ يَّشَأْ	يَجْعَلْهُ	عَلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ	قُلْ	أَرَءَيْتَكُمْ	إِنْ	أَتٰكُمْ
جو۔جس	چاہے	اللہ	اسے گمراہ کردے	اور جسے چاہے	اسے کردے (چلادے)	پر	راستہ	سیدھا	آپ کہہ دیں	بھلا دیکھو	اگر	تم پر آئے

طرح طرح کی ظلمتوں میں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بے راہ کردیں، اور وہ جس کو چاہیں سیدھی راہ پر لگادیں۔ آپ کہیئے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا

عَذَابُ اللّٰهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُوْنَ

عَذَابُ	اللّٰهِ	أَوْ	أَتَتْكُمُ	السَّاعَةُ	أَغَيْرَ اللّٰهِ	تَدْعُوْنَ	إِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	بَلْ	إِيَّاهُ	تَدْعُوْنَ
عذاب	اللہ	یا	آئے تم پر	قیامت	کیا اللہ کے سوا	تم پکاروگے	اگر	تم ہو	سچے	بلکہ	اُسی کو	تم پکارتے ہو

کوئی عذاب آپڑے یا تم پر قیامت ہی آپہنچے تو کیا خدا کے سوا کسی اور کو پکاروگے، اگر تم سچے ہو بلکہ خاص اُسی کو پکارنے لگو پھر جس کے لئے تم پکارو

فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ إِلَيْهِ إِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿٤١﴾

فَيَكْشِفُ	مَا تَدْعُوْنَ	إِلَيْهِ	إِنْ	شَآءَ	وَتَنْسَوْنَ	مَا	تُشْرِكُوْنَ	
پس کھول دیتا ہے (دور کردیتا ہے)	جسے پکارے ہو	اس کے لئے	اگر	وہ چاہے	اور تم بھول جاتے ہو	جو۔جس	تم شریک کرتے ہو	

اگر وہ چاہے تو اسکو ہٹا بھی دے اور جن جن کو تم شریک ٹھیراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤ۔

انسان تو انسان جانوروں کا بھی حساب ہوگا

گذشتہ آیات میں منکرین کے دوبارہ زندہ ہوکر قیامت میں جمع کرنے کا ذکر ہوا تھا۔ میدان حشر میں تمام خلائق کے جمع ہونے کی تاکید اور اسی مضمون کی مزید تقویت کے لئے اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کا حشر تو ایسا عام ہوگا کہ انسان تو انسان جانور اور چرند پرند بھی محشور کئے جائیں گے اور ان میں بھی عدل وانصاف جاری کیا جائے گا۔ تو جب غیر مکلف جانور بھی عدل وانصاف کے تقاضوں سے باہر نہیں ہوں گے تو انسان جیسے مکلفین کو کہاں چھوڑا جائے گا۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن چوپائے مویشی اور تمام مخلوق اٹھائی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے درمیان انصاف کرے گا۔ یہاں تک کہ سینگوں والے جانور نے بے سینگوں والے جانور کو اگر مارا ہوگا تو اسکا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔ پھر حق تعالیٰ کے حکم سے تمام جانور خاک ہو جائیں گے۔ جب جانوروں کو خاک ہونے کا حکم ملے گا تو کفار بھی یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے۔ غرض کہ مقصود منکرین کو حشر و نشر سے ڈرانا ہے۔

حقوق العباد کی اہمیت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"یہ سب کو معلوم ہے کہ جانور کسی شریعت اور احکام کے مکلف نہیں۔ ان کے مکلف صرف انسان اور جن ہیں اور ظاہر ہے کہ غیر مکلف سے جزاء وسزا کا معاملہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ محشر میں جانوروں کا انتقام ان کے مکلف ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ رب العالمین کے غایت عدل وانصاف کی وجہ سے ہے کہ ایک جاندار کسی جاندار پر دنیا میں ظلم وزیادتی کرے تو اس کا بدلہ قیامت میں دلوایا جائے گا۔ باقی ان کے کسی اور عمل پر جزا وسزا نہ ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلق اللہ کے باہمی حقوق ومظالم کا معاملہ اتنا سنگین ہے کہ غیر مکلف جانوروں کو بھی اس سے آزاد نہیں کیا گیا مگر افسوس ہے کہ بہت سے عبادت گزار اور دین دار آدمی بھی اس میں غفلت برتتے ہیں۔"

دعا کیجئے

اے اللہ ہم آپ کی ذات پاک پر۔ آپ کے کلام پر اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے ہیں۔

اے اللہ ہم کو مومنین کی فہرست میں شمار فرما لیجئے اور اسی ایمان اور اسلام پر ہمارا جینا اور اسی پر ہماری موت مقدر فرما۔

یا اللہ ہر طرح کے حقوق العباد جو ہمارے ذمہ ہوں گے ان کی ادائیگی میں ہماری مدد فرما۔ اور ان کے بارے میں ہم کو سبکدوش فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ

وَ	لَقَدْ اَرْسَلْنَا	اِلٰى	اُمَمٍ	مِنْ قَبْلِكَ	فَاَخَذْنٰهُمْ	بِالْبَاْسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ	لَعَلَّهُمْ	يَتَضَرَّعُوْنَ	فَلَوْلَآ
اور	تحقیق ہم نے بھیجے (رسول)	طرف	اُمتیں	تم سے پہلے	پس ہم نے اُنہیں پکڑا	سختی میں	اور تکلیف	تا کہ وہ	گڑگڑائیں	پھر کیوں نہ

اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے سو ہم اُن کی تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں۔ سو جب اُنکو

اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

اِذْ	جَآءَهُمْ	بَاْسُنَا	تَضَرَّعُوْا	وَلٰكِنْ	قَسَتْ	قُلُوْبُهُمْ	وَزَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
جب	آیا اُن پر	ہمارا عذاب	وہ گڑگڑائے	اور لیکن	سخت ہو گئے	دل اُنکے	آراستہ کر دکھایا	انکو	شیطان	جو	وہ کرتے تھے

ہماری سزا پہنچی تھی تو وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے بات یہ تھی کہ اُن کے قلوب تو سخت ہو گئے تھے اور شیطان اُن کے اعمال کو اُن کے خیال میں آراستہ کر کے دکھلاتا رہا۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا

فَلَمَّا	نَسُوْا	مَا ذُكِّرُوْا	بِهٖ	فَتَحْنَا	عَلَيْهِمْ	اَبْوَابَ	كُلِّ شَيْءٍ	حَتّٰى	اِذَا	فَرِحُوْا	بِمَا	اُوْتُوْا
پھر جب	وہ بھول گئے	جو نصیحت کی گئی	اسکے ساتھ	تو ہم کے کھول دیئے	ان پر	دروازے	ہر چیز	یہانتک کہ	جب	خوش ہو گئے	اس سے جو	اُنہیں دی گئی

پھر جب وہ لوگ اُن چیزوں کو بھولے رہے جن کی اُن کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے اُن پر ہر چیز کو دروازے کشادہ کر دیئے' یہاں تک کہ جب اُن چیزوں پر جو کہ اُن کو ملی تھیں وہ

اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

اَخَذْنٰهُمْ	بَغْتَةً	فَاِذَا	هُمْ	مُبْلِسُوْنَ	فَقُطِعَ	دَابِرُ الْقَوْمِ	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	وَ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
ہم نے پکڑا انکو	اچانک	پس اس وقت	وہ	مایوس رہ گئے	پھر کاٹ دی گئی	جڑ قوم	جن لوگوں نے ظلم کیا (ظالم)	اور	ہر تعریف	اللہ کیلئے	سارے جہانوں کا رب

خوب اترا گئے ہم نے اُن کو دفعۃً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی۔ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے

ماضی کی اقوام پر عذاب الٰہی کی سرگذشت

ان آیات میں ایک خاص ترتیب سے پہلی امتوں میں عذاب دنیوی کا وقوع بیان کیا جا رہا ہے تا کہ مخاطب منکرین حضورؐ کی زبانی عذاب کی خبر کو محض فرضی دھمکی اور تنبیہ نہ سمجھیں اس لئے واقعات کا حوالہ دے کر بتلایا جا رہا ہے کہ پہلے زمانہ میں اس طرح کے عذاب آ چکے ہیں اور قوموں کی ہلاکت ہو چکی ہے اور گذشتہ قوموں کی ہلاکت کا ذکر ایک خاص طور پر فرمایا ہے کیونکہ بعض مصائب جب آ کر ٹل جاتے ہیں تو نادانوں کو دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ سزائے اعمال نہ تھی۔ ورنہ ٹلتی کیوں اس لئے منکرین کو سنا دیا کہ گذشتہ قوموں کی پکڑ اور ہلاکت کی ترتیب بھی یہی ہوئی تھی کہ اول نزول بلیات ہوا۔ قحط سالی' گرانی' جان مال کا نقصان اور دیگر مصائب و امراض وغیرہ میں مبتلا کر کے ان کی گرفت کی تا کہ وہ اب بھی خدائے قادر مطلق کے سامنے عاجزی کا اظہار کر کے گڑگڑائیں۔ اس کی طرف رجوع کریں۔ انبیاء کی تصدیق کریں۔ ان کی نصیحت پر چلیں۔ ان کے احکام کو مانیں۔ سرکشی اور طغیان چھوڑ کر اعمال کی اصلاح کر لیں۔ مگر جب ان ہلاک ہونے والی قوموں نے اللہ کی اس آزمائش اور پکڑ سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح اور درستی نہ کی اور مصائب میں مبتلا ہو کر بھی خدا کی طرف رجوع نہ کیا اور انبیاء کی ہدایتوں کو ٹھکرایا اور تمام وعظ

ونصیحت پس پشت ڈال دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے طریقہ سے ان کی آزمائش کی اور ان پر وسعت اور عیش کے دروازہ کھول دیئے۔ دولت، حکومت طاقت اولاد مال و جاہ کی کثرت سب کچھ ان کو دیا۔ جب نعمتوں کی شکر گزاری اور انعام و احسان سے متاثر ہونے کی بجائے وہ عیش و عشرت میں پڑ کر غافل اور مست ہو گئے اور گناہوں میں خوب غرق ہو گئے اور اپنی رسائی عقل کے نشہ میں چور ہو کر اترانے لگے تو پھر اس وقت اچانک ان کی گرفت کر لی گئی۔ تمام عیش و آرام ان کا خاک میں مل گیا۔ دولت و حکومت کا نشہ سب ہرن ہو گیا اور انجام کار ان ظالموں کی جڑ بالکل کاٹ دی گئی۔ کوئی ان کا نام لیوا نہ رہا۔ عالم ہستی میں ان کی شان و شوکت کی نمود، دولت و ثروت کا نشان، حکومت کے آثار کچھ بھی نہ رہا۔ دوسرے ان کے جانشین بنے۔

دولت وثروت حقیقی کامیابی کا معیار نہیں ہے بلکہ امتحان ہے

ان آیات میں عام انسانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ دنیا میں کسی شخص یا جماعت پر عیش وعشرت کی فراوانی دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں کہ یہی لوگ کامیاب زندگی کے مالک ہیں۔ اور یہی صحیح راستہ پر ہیں بلکہ بسا اوقات یہ حالت ان مبتلائے عذاب نافرمانوں کی بھی ہوتی ہے جن کو سخت عذاب میں دفعۃً پکڑنا طے کر لیا جاتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کے معاصی کے باوجود دنیاوی عیش و نعم اللہ نے اسے دے رکھا ہے یعنی باوجود گناہوں اور نافرمانیوں پر جمے رہنے کے نعمت و دولت اس پر برس رہی ہے تو یقین کر لو کہ یہ خدا کی ڈھیل کا وقت گزر رہا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ

ظالموں کی ہلاکت اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت ہے

یہاں ان آیات کے اخیر میں وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ کیا گیا کہ مجرموں اور ظالموں پر جب کوئی عذاب اور مصیبت و بلا آئے اور ان کی ہلاکت ہو تو پورے عالم کے لئے یہ ایک نعمت ہے جس پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ ظالموں کا استیصال بھی اس کی ربوبیت عامہ کا اثر اور مجموعہ عالم کے لئے رحمت عظیم ہے۔ اسی لئے آخر میں حمد و شکر کا اظہار فرمایا کہ اللہ نے ان مفسدین فی الارض کو فنا کر کے دنیا کو ان کے شر سے بچایا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو جو نعمتیں دینی و دنیاوی آپ نے عطا فرمائی ہیں ان پر حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور اس میں جو کوتاہی ہم سے اب تک ہوئی ہو اس کو اپنی رحمت سے درگزر فرمایئے۔ اور ان پر ہماری پکڑ نہ فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو اپنا بھولا ہوا سبق پھر یاد کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور قرآن وسنت کی طرف رجوع ہونے کی توفیق مرحمت فرما دیجئے۔

یا اللہ اپنی ربوبیت عامہ کے طفیل میں اس ملک سے ظلم اور ظالموں کا خاتمہ فرما اور ظلم و ستم اور جبر و استبداد کی جس چکی میں عوام پس رہے ہیں یہاں سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	اَخَذَ اللّٰهُ	سَمْعَكُمْ	وَاَبْصَارَكُمْ	وَخَتَمَ	عَلٰى	قُلُوْبِكُمْ	مَنْ	اِلٰهٌ	غَيْرُ	اللّٰهِ
آپ کہدیں	بھلا تم دیکھو	اگر	لے (چھین لے) اللہ	تمہارے کان	اور تمہاری آنکھیں	اور مہر لگادے	پر	تمہارے دل	کون	معبود	سوائے	اللہ

آپ کہیئے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت و بصارت بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر ڈالے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تمکو پھر

يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝٤٦ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ

يَاْتِيْكُمْ	بِهٖ	اُنْظُرْ	كَيْفَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	ثُمَّ	هُمْ	يَصْدِفُوْنَ	قُلْ	اَرَءَيْتَكُمْ	اِنْ	اَتٰىكُمْ
تم کو لادے	یہ	دیکھو	کیسے	بدل بدل کر بیان کرتے ہیں	آیتیں	پھر	وہ	کنارہ کرتے ہیں	آپ کہدیں	تم دیکھو تو سہی	اگر	تم پر آئے

دے دے۔ آپ دیکھئے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر یہ اعراض کرتے ہیں۔ آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ کہ اگر تم پر

عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٤٧ وَمَا نُرْسِلُ

عَذَابُ اللّٰهِ	بَغْتَةً	اَوْجَهْرَةً	هَلْ	يُهْلَكُ	اِلَّا	الْقَوْمُ	الظّٰلِمُوْنَ	وَ	مَا نُرْسِلُ
عذاب اللہ کا	اچانک	یا کھلم کھلا	کیا	ہلاک ہوگا	سوائے	لوگ	ظالم (جمع)	اور	نہیں بھیجتے ہم

اللہ کا عذاب آپڑے خواہ بے خبری میں یا خبرداری میں تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور کوئی بھی ہلاک کیا جاوے گا۔ اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

الْمُرْسَلِيْنَ	اِلَّا	مُبَشِّرِيْنَ	وَ	مُنْذِرِيْنَ	فَمَنْ	اٰمَنَ	وَاَصْلَحَ	فَلَا خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا هُمْ
رسول (جمع)	مگر	خوشخبری دینے والے	اور	ڈرسنانے والے	پس جو	ایمان لایا	اور سنور گیا	تو کوئی خوف نہیں	ان پر	اور نہ وہ

کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈراویں پس جو شخص ایمان لے آوے اور درستی کرے سو ان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

يَحْزَنُوْنَ ۝٤٨ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝٤٩

يَحْزَنُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَمَسُّهُمْ	الْعَذَابُ	بِمَا	كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ
غمگین ہوں گے	اور وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیتوں کو	انہیں پہنچے گا	عذاب	اس لئے کہ	وہ کرتے تھے نافرمانی

اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اُنکی نافرمانی کرنے کی سزا میں ان پر عذاب کی مصیبت آئے گی۔

توحید الٰہی کی فطری دلیل

یہاں توحید و الوہیت باری تعالیٰ کی فطری دلیل پیش کی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ انسان جو اپنے ہوش و حواس کی درستگی اور عقل کی رسائی پر ناز کرتا ہے تو اگر خدا تعالیٰ کسی کے ہوش حواس اور عقل زائل کردے کانوں سے قوت سماعت' آنکھوں سے بینائی اور دلوں سے سوچنے اور سمجھنے کی قوت کو دور کردے تو کیا اور کوئی ایسا ہے کہ جو یہ چیزیں خدا سے چھین کر انسان کو واپس دے دے۔ یعنی اگر کان آنکھ دل یہ تینوں اعضاء جو اشرف الاعضاء

ہیں اگر بیکار ہو جائیں اور ان کے بیکار ہو جانے کی وجہ سے تمہارے جسم کا ناظم درہم برہم ہو جائے تو بتلاؤ کہ اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تم کو یہ چیزیں لا کر دیدے۔ مطلب یہ کہ مستحق عبادت وہ ذات ہے جو ان اعضا اور قوائے ادراکیہ کے دینے اور چھیننے پر قادر ہو اور یہ بت جن کو یہ مشرکین پوجتے ہیں کس طرح مستحق عبادت ہوئے۔

یہ دلیل الوہیت بیان کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھئے تو سہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں کس طرح پھیر پھیر کر مختلف طریقوں سے اپنی توحید و الوہیت کی نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر بھی یہ مشرکین ان کے ماننے اور قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں اور منہ پھیرتے ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ بتلاؤ تو سہی کہ اگر عذاب الٰہی تم پر اچانک اور ناگہاں آ جائے کہ پہلے سے جس کی کوئی علامت اور نشان نہ ہو یا روبرو آشکارا طور پر آنکھوں دیکھتے۔ دن رات میں کسی وقت آسمان یا زمین کی طرف سے کوئی مصیبت پیدا ہو جائے تو ظالموں کی تباہی سے بچنے کی کیا صورت ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ عذاب آنے سے پہلے ہی اپنے ظلم و شرک سے توبہ کر لو۔

انبیاء کا کام دعوت الی الحق ہے جنت وجہنم ہر کسی نے اپنے عمل سے بنانی ہے

پھر منکرین و مکذبین کو بتلایا جاتا ہے کہ تم جو عذاب الٰہی سے نڈر اور بے فکر ہو کر بیہودہ فرمائشیں اور دور از کار سوالات کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دق کرتے ہو اور آپ کی تصدیق کے لئے خود ساختہ معیار تراشتے ہو اور فرمائشی معجزات طلب کرتے ہو جیسے مکہ کے پہاڑ سونے کے ہو جائیں مکہ کی زمین میں باغات اور نہریں جاری ہو جائیں وغیرہ وغیرہ تو خوب سمجھ لو کہ پیغمبر دنیا میں اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ تمہاری ایسی واہی تباہی فرمائشیں پوری کرتے رہیں ان کی بعثت کی غرض تبشیر و انذار ہے اور تبلیغ و ارشاد ہے وہ خدا کی طرف سے اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ فرمانبرداروں کو بشارت سنائیں اور نافرمانوں کو ان کے انجام بد پر متنبہ کر دیں اور ڈرائیں آگے ہر شخص کی کمائی اس کے ساتھ ہے۔ جس نے نبی علیہ السلام کی باتوں پر یقین کیا اور اعتقاداً اور عملاً اپنی حالت درست کر لی یعنی کفر و شرک و نافرمانی سے توبہ کر لی تو اس کو آخرت میں حقیقی امن و چین نصیب ہوگا اور جس نے خدا کی آیات کو جھٹلا کر ہدایت الٰہی سے روگردانی کی وہ نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے سخت تباہی اور عذاب عظیم میں گرفتار ہوگا۔

یہاں سے یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ کے رسول اللہ کی طرف سے لوگوں کو ایک پیغام پہنچانے آتے ہیں اور وہ پیغام یہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں وہی کام کرنے چاہئیں جن کے کرنے کی اللہ نے اجازت اور حکم دیا ہے اور ان کاموں سے جن سے اس نے روکا ہے رک جانا چاہئے اور باز رہنا چاہئے۔ بس یہی وہ طریقہ ہے جس سے انسان آخرت کے خوف و غم سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔ جس نے اس قانون کی دنیا کی زندگی میں پرواہ نہ کی وہ نافرمان لکھا جائے گا اور اس کو اس نافرمانی کی سزا ملے گی اور جس نے اس قانون کے موافق دنیا کی زندگی گزاری ان پر نہ آخرت میں خوف ہوگا نہ غم اور وہ مطمئن ہوں گے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے موافق اپنی دنیا کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنا تابعدار بندہ اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار امتی بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ ہمیں اپنے ان بندوں میں شامل فرما لیجئے جن پر آخرت میں نہ غم ہوگا نہ خوف۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ

قُلْ	لَآ اَقُوْلُ	لَكُمْ	عِنْدِيْ	خَزَآىِٕنُ	اللّٰهِ	وَلَآ	اَعْلَمُ	الْغَيْبَ	وَلَآ اَقُوْلُ	لَكُمْ	اِنِّيْ	مَلَكٌ
آپ کہدیں	نہیں کہتا میں	تم سے	میرے پاس	خزانے	اللہ	اور نہیں	میں جانتا	غیب	اور نہیں کہتا میں	تم سے	کہ میں	فرشتہ

آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۵۰ وَاَنْذِرْ

اِنْ اَتَّبِعُ	اِلَّا	مَا يُوْحٰى	اِلَيَّ	قُلْ	هَلْ	يَسْتَوِي	الْاَعْمٰى	وَالْبَصِيْرُ	اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ	وَاَنْذِرْ
میں نہیں پیروی کرتا	مگر	جو وحی کیا جاتا ہے	میری طرف	آپ کہدیں	کیا	برابر ہے	نابینا	اور بینا	سو کیا تم غور نہیں کرتے	اور ڈرادیں

میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اسکا اتباع کر لیتا ہوں، آپ کہیئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہوسکتا ہے؟ سو کیا تم غور نہیں کرتے؟ اور ایسے لوگوں کو ڈرایئے

بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ

بِهِ	الَّذِيْنَ	يَخَافُوْنَ	اَنْ	يُّحْشَرُوْٓا	اِلٰى	رَبِّهِمْ	لَيْسَ	لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِهٖ	وَلِيٌّ	وَّلَا	شَفِيْعٌ
اس سے	وہ لوگ جو	خوف رکھتے ہیں	کہ	وہ جمع کئے جائیں گے	طرف (سامنے)	اپنا رب	نہیں	انکے لئے	کوئی	اسکے سوا	کوئی حمایتی	اور نہ	سفارش کرنیوالا

جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت سے جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی انکا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۵۱

لَعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ
تاکہ وہ	بچتے رہیں

اس امید پر کہ وہ ڈر جاویں۔

منصب رسالت کی حقیقت

مشرکین مکہ محض عناد سے اور حجت بازی کے طور پر ایسے ایسے دور از کار سوالات اور فرمائشی معجزات طلب کرتے تھے مثلاً کسی نے کہا کہ آپ مکہ کی زمین وسیع کر دیجئے اس میں باغات اور نہریں جاری ہو جائیں۔ کسی نے کہا کہ آپ مکہ کا کوہ صفا سونے کا ہو جائے کسی نے کہا کہ ہم کو اتنی اتنی دولت دے دیجئے کسی نے کہا کہ جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے وہ کب آئے گا اور قیامت کب ہوگی وغیرہ وغیرہ اور ان فرمائشی معجزات کے پورا ہونے اور سوالات کے جوابات دیئے جانے پر نبی علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کو موقوف رکھتے اور پیغمبری کا یہ خود ساختہ معیار بنایا تھا۔ تو ان کے ان تمام بیہودہ اقوال کے رد میں منصب رسالت کی حقیقت پر ان آیات میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

ان آیات زیر تفسیر سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں چار امور کے اعلان کا حکم فرمایا۔

اول یہ کہ میں اللہ کے خزائن کا مالک و مختار نہیں ہوں کہ جو کچھ مجھ سے طلب کیا جاوے فوراً دیدوں یا جو مطالبہ کیا جائے پورا کردوں۔

دوم یہ کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں کہ جو تم آئندہ کی باتیں پوچھا کرو میں فوراً بتلا دیا کروں۔

سوم یہ کہ میں فرشتہ نہیں ہوں میں تو اللہ کا نبی اور رسول ہوں جو جنس بشر سے ہوتے چلے آئے اور جب بنی نوع بشر سے ہوگا تو لوازم بشریت سے کیسے پاک اور منزہ ہوگا۔ میں رسالت کے ساتھ ملکیت کا مدعی نہیں کہ جو مجھ پر یہ طعن کیا جاتا ہے کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ جو کھاتے پیتے ہیں اور بازار میں چلتے پھرتے ہیں اور بیوی بچے رکھتے ہیں۔

چہارم میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھ پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے اور میں صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں کہ جو بذریعہ وحی مجھ پر نازل کی جائے۔ اور اس کے اتباع کی دوسروں کو دعوت دیتا ہوں۔

اس اعلان اور ہدایت نامہ سے منصب رسالت کی حقیقت کو بھی واضح کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جو کفار قریش اور منکرین و مکذبین نے غلط تصورات قائم کر رکھے تھے ان کا ازالہ بھی فرما دیا گیا۔ اور ضمناً اس میں مسلمانوں کو بھی ہدایت کر دی گئی کہ وہ عیسائیوں کی طرح اپنے رسول کو خدائی درجہ نہ دیں اور خدائی کا مالک نہ قرار دیں۔ آپ کی محبت اور عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کے متعلق یہود و نصاریٰ کی طرح افراط و تفریط میں اور غلو میں نہ پڑ جائیں۔ کہ یہود نے تو قتل انبیاء تک سے گریز نہ کیا۔ اور نصاریٰ نے اپنے رسول کو خدائی درجہ دیدیا۔

اسی اعلان یا ہدایت نامہ سے مسئلہ علم غیب کی بھی وضاحت ہو گئی کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق میں سے انبیائے کرام کو منتخب فرمایا اور پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں سے نبی آخر الزماں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خوبیاں اور کمالات عطا فرمائے جو اور کسی کو نہیں دیئے گئے اور علم و حکمت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں ممتاز فرمایا۔ اور غیب کی ہزاروں لاکھوں چیزوں کا علم عطا فرمایا۔ بلکہ تمام ملائکہ اور اولین و آخرین کو جتنا علم دیا گیا ان سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا گیا لیکن ساتھ ہی قرآن و سنت کی بے شمار تصریحات کے مطابق تمام ائمہ دین سلف و خلف کا یہی عقیدہ ہے کہ تمام کائنات کا علم محیط صرف حق تعالیٰ شانہٗ کی مخصوص صفت ہے۔

عناد کرنے والوں اور حسد کرنے والوں کی طرف توجہ نہ دو اپنے کام میں لگے رہو

ان آیات کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی گئی کہ ان واضح بیانات اور روشن دلائل کے بعد بھی اگر یہ منکرین و معاندین اپنی ضد و ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں تو ان سے بحث و مباحثہ کو موقوف کیجئے اور جو اصل کام ہے رسالت کا یعنی تبلیغ و ارشاد اس میں مشغول ہو جایئے اور جو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے اور حساب کتاب کا عقیدہ رکھتے ہیں ان لوگوں کو قرآن کے ذریعہ متنبہ کرنے کا اہتمام فرمایئے کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے اثر قبول کرنے کی زیادہ توقع ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنے عقائد قرآن و سنت کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی کجی و افراط و تفریط سے ہم کو بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر ہم کو ظاہراً و باطناً استقامت نصیب فرما تا کہ میدان حشر میں آپؐ کے سامنے ہمیں سرخروئی نصیب ہو۔

یا اللہ تمام امت مسلمہ کو افراط و تفریط کی گمراہی سے بچایئے اور صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ

وَ	لَا تَطْرُدِ	الَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	رَبَّهُمْ	بِالْغَدٰوةِ	وَالْعَشِيِّ	يُرِيْدُوْنَ	وَجْهَهٗ	مَا	عَلَيْكَ	مِنْ
اور	دور نہ کریں آپ	وہ لوگ جو	پکارتے ہیں	اپنا رب	صبح	اور شام	وہ چاہتے ہیں	اسکا رخ (رضا)	نہیں	آپ پر	سے

اور اُن لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اُسکی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں، اُنکا حساب ذرا بھی آپکا متعلق

حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۲

حِسَابِهِمْ	مِّنْ شَيْءٍ	وَ	مَا	مِنْ	حِسَابِكَ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ شَيْءٍ	فَتَطْرُدَهُمْ	فَتَكُوْنَ	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ
انکا حساب	کچھ	اور	نہیں	سے	آپ کا حساب	اُن پر	کچھ	کہ تم انہیں دُور کرو گے	تو ہو جاؤ	سے	ظالم (جمع)

نہیں اور آپکا حساب ذرا بھی اُنکے متعلق نہیں کہ آپ اُنکو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہوجاویں گے۔

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ

وَكَذٰلِكَ	فَتَنَّا	بَعْضَهُمْ	بِبَعْضٍ	لِّيَقُوْلُوْٓا	اَهٰٓؤُلَآءِ	مَنَّ اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ بَيْنِنَا	اَلَيْسَ	اللّٰهُ
اور اسی طرح	آزمایا ہم نے	اُنکے بعض	بعض سے	تاکہ وہ کہیں	کیا یہی ہیں	اللہ نے فضل کیا	اُن پر	ہمارے درمیان سے	کیا نہیں	اللہ

اور اسی طور پر ہم نے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے

بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝۵۳ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ

بِاَعْلَمَ	بِالشّٰكِرِيْنَ	وَاِذَا	جَآءَكَ	الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِاٰيٰتِنَا	فَقُلْ	سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ	كَتَبَ
خوب جاننے والا	شکر گزار (جمع)	اور جب	آپکے پاس آئیں	وہ لوگ	ایمان رکھتے ہیں	ہماری آیتیں	تو کہدیں	سلام	تم پر	لکھ لی

کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے۔ اور یہ لوگ جب آپکے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے

رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

رَبُّكُمْ	عَلٰى	نَفْسِهِ	الرَّحْمَةَ	اَنَّهٗ	مَنْ	عَمِلَ	مِنْكُمْ	سُوْٓءًۢا	بِجَهَالَةٍ	ثُمَّ	تَابَ	مِنْۢ بَعْدِهٖ
تمہارا رب	پر	اپنی ذات	رحمت	کہ	جو	کرے	تم سے	کوئی برائی	نادانی سے	پھر	توبہ کرے	اسکے بعد

تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اُسکے بعد توبہ کرلے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی

وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵۴ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۵۵

وَاَصْلَحَ	فَاَنَّهٗ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	وَ	كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	وَلِتَسْتَبِيْنَ	سَبِيْلُ	الْمُجْرِمِيْنَ
اور نیک ہوجائے	تو بیشک اللہ	بخشنے والا	مہربان	اور	اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں	آیتیں	اور تاکہ ظاہر ہوجائے	راستہ طریقہ	گنہگار (جمع)

یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں اور اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہوجاوے

شان نزول

ایک مرتبہ سرداران قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ کی مجلس میں ہمیشہ فقرا اور غربا اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہوتے ہیں (جیسے حضرت بلالؓ حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت مقدادؓ اور حضرت ابن مسعودؓ) ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کے پاس آ کر بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں لیکن آپ کے پاس رذیل لوگ بیٹھے ہوتے ہیں اور ہم اشراف قریش ہیں۔ ہمارا ان کے ساتھ مل کر بیٹھنا ہمارے لئے عیب و عار ہے۔ اس لئے ہم جب آپ کے پاس آیا کریں تو آپ اپنی مجلس سے ان غربا اور فقراء کو اٹھا دیا کریں۔ ممکن ہے کہ پھر ہم آپ کی بات سن کر آپ کی تصدیق اور اتباع کر لیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی مشورہ دیا اور عرض کیا یارسول اللہ ایسا بھی کر دکھایئے۔ دیکھیں اس سے سرداران قریش کا کیا مقصود ہے یعنی امتحاناً ان کی درخواست منظور کر لی جائے شاید اس بہانہ سے یہ لوگ اسلام لے آئیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو منظور کرنے کا ارادہ کر لیا۔ گو عمل اس پر نہیں ہونے پایا تھا کہ اس بارہ میں یہ آیات نازل ہو گئیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے ممانعت آ گئی۔

اسلام میں فضیلت کا مدار ایمان وعمل ہے دولت نہیں ہے مومن فقیر کی ذلت برداشت نہیں ہے

ان آیات میں حق تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی کہ کافر لوگ جو آپ سے کہتے ہیں کہ ہم اس شرط سے آپ کی باتیں سننے کے لئے تیار ہیں کہ یہ کم حیثیت غریب لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں ہمارے ساتھ مجلس میں شریک نہ ہوں کیونکہ اس میں ہماری توہین ہے تو آپ ہرگز اس کو منظور نہ کریں اور آپ ان لوگوں کو جو صبح وشام یعنی علی الدوام خدا کی یاد کرتے ہیں۔ اس سے دعا کرتے ہیں اس کی عبادت میں سرگرم رہتے ہیں اور محض خوشنودی خدا کے طالب ہیں آپ ان کو اپنے پاس سے نہ ہٹایئے۔

یہ فقرائے مسلمین اپنی عبادت میں مخلص ہیں اور اخلاص کا اقتضاء یہ ہے کہ مخلص کے اکرام واحترام کو ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے۔ یہ مغرور اور متکبر روسائے قریش خواہ ایمان لائیں یا نہ لائیں آپ بمقابلہ غرباء مسلمین کے ان کی پرواہ نہ کریں کیونکہ ان کے حساب کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے جیسا کہ آپ کے حساب کی ذمہ داری ان پر نہیں مشرکوں کے ایمان نہ لانے کا مواخذہ آپ سے نہ ہوگا اور نہ آپ کے اعمال کی ان سے حساب فہمی ہوگی پھر ان متکبرین کے مسلمان ہونے کی لالچ میں ان غریب مخلصین مومنین کو اپنے پاس سے ہٹانا درست نہیں۔ لہٰذا اگر آپ ان دولتمندوں کی طمع میں ان فقرائے اسلام کو اپنے پاس سے ہٹانے لگیں تو یہ بات بے انصافی کی ہوگی۔ جو سنے اور مانے اس کو سنایئے جو اپنی اکڑفوں میں ہے اس کی پرواہ نہ کیجئے۔ اور یہ خیال نہ کیجئے کہ یہ مالدار اسلام لے آئیں گے تو اسلام کی عزت ہوگی۔ اللہ نے کسی خاص طبقہ پر اسلام کی عزت موقوف نہیں رکھی بلکہ اسلام کو تمام انسانوں کے لئے ذریعۂ عزت بنایا ہے۔ اگر غریب اللہ کی طرف جھکیں گے اور اس کے شکرگزار بندے بنیں گے تو ان کو اسلام کی وجہ سے ضرور عزت حاصل ہوگی یعنی اسلام اپنی عزت کے لئے انسانوں کا محتاج نہیں بلکہ انسان حقیقی عزت حاصل کرنے کے لئے اسلام کا محتاج ہے اور یہ جو آپ کسی کو مفلس اور کسی کو مالدار دیکھ رہے ہیں یہ فقط انسانوں کی ابتلا اور آزمائش کا ایک ذریعہ ہے۔ اللہ کے ہاں مقبول ہونے کی علامت مالدار ہونا نہیں ہے۔ وہ مفلسوں کو بھی خلوص وایمانداری دے کر ان پر اپنا فضل کر سکتا ہے۔ کیا اللہ اپنے شکرگزار بندوں سے بخوبی واقف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کون لوگ حق شناس اور شکرگزار ہیں اور حقیقت کے لحاظ سے شریف ومعزز وہی ہے جو اپنے محسن ومنعم حقیقی کا حق پہچانے اور شکرگزار ہو اور وہی مستحق انعام واکرام ہے۔ نہ کہ وہ جو دن رات اپنے منعم ومحسن کی نعمتوں میں پلنے کے باوجود اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ ان غربائے اسلام نے منعم حقیقی کا حق پہچانا۔ طلب حق میں لگ گئے۔ دین حق قبول کیا اس لئے عنداللہ قبولیت

سے مشرف کیے گئے اور ان رؤسا نے کفران کیا تو اس نعمت حق یعنی اسلام سے محروم رہے تو اس می غریبی اور امیری کو کیا دخل۔

غریب صحابہ کی دلجوئی اور اعزاز

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ ان کفار کی درخواست کو منظور نہیں فرمایا تاہم ان مالدار کفار اور رؤسائے قریش کے اس قول اور مطالبہ سے غریب اور مفلس اور نادار صحابہ کا دل دکھا ہوگا کیونکہ اس میں ان مفلس مومنین کی تحقیر و تذلیل تھی۔ اس لئے آگے حق تعالیٰ ان فقرائے اسلام کی دلجوئی فرمانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ غربا جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہیں اور عابد بھی ہیں۔ مخلص بھی ہیں آپ کے پاس آویں تو ان کی عزت افزائی کے طور پر ان کو سلام کہہ کر دعاء خیر دیں۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان حضرات کو دیکھتے تو سلام کی ابتداء خود فرماتے۔ اور پھر اس سلام یعنی دین کی سلامتی کی دعاء کے بعد ان کو خوشخبری اور بشارت سناتے کہ تمہارے رب نے تمہارے لئے اپنی ذات پر رحمت لازم کرلی ہے۔ تم میں سے اگر کسی سے کوئی خطا یا قصور بھی نادانی سے ہوجائے کیونکہ مومن جان بوجھ کر تو گناہ کرتا ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ اسے توبہ کرنے پر معاف فرما دے گا۔ اور تم اللہ کو معافی مانگنے پر غفور الرحیم پاؤ گے۔

اخیر میں بتلایا گیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر مومنین اور کفار کے حال اور مال کی تفصیل کردی اسی طرح حق تعالیٰ آیات کی جو کہ دونوں فریق کے حال اور مآل پر مشتمل ہوں تفصیل کرتے رہتے ہیں تاکہ مومنین کا طریقہ بھی ظاہر ہو جاوے اور کفار مجرمین کا طریقہ بھی ظاہر ہوجائے اور اس طرح حق و باطل کا واضح ہونا بالکل سہل اور آسان ہوجائے۔

الغرض ان آیات میں درویشان اسلام کے اعزاز و اکرام اور ان کے احترام کا حکم فرمایا گیا اور متکبر کفار و مشرکین کی درخواست نامنظور کی گئی اور اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی بشارت سنائی گئی۔

دعا کیجئے

یا اللہ بے دین متکبروں کی صحبت اور مجلس سے ہم کو علیحدہ رہنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے مخلص محبوب مقبول اور صادق بندوں سے ہم کو محبت کا تعلق نصیب فرما۔

یا اللہ اپنے مخلص بندوں کا اکرام و احترام ہم کو نصیب فرما۔

یا اللہ اسلام اپنی عزت کے لئے انسانوں کا محتاج نہیں بلکہ ہم دنیا اور آخرت میں حقیقی عزت کے لئے اسلام کے محتاج ہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ

قُلْ	اِنِّیْ	نُهِیْتُ	اَنْ اَعْبُدَ	الَّذِیْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	قُلْ	لَّآ اَتَّبِعُ	اَهْوَآءَكُمْ
کہدیں	بیشک میں	مجھے روکا گیا ہے	کہ میں بندگی کروں	وہ جنہیں	تم پکارتے ہو	سے	اللہ کے سوا	کہدیں	میں پیروی نہیں کرتا	تمہاری خواہشات

آپ کہہ دیجئے کہ مجھکو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ انکی عبادت کروں جنکی تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، آپ کہہ دیجئے کی میں تمہارے خیالات کا اتباع نہ کروں گا

قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ

قَدْ ضَلَلْتُ	اِذًا	وَّمَآ اَنَا	مِنَ	الْمُهْتَدِیْنَ	قُلْ	اِنِّیْ	عَلٰی	بَیِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّیْ	وَكَذَّبْتُمْ
بیشک میں بہک جاؤں گا	اس صورت میں	اور میں نہیں	سے	ہدایت پانے والے	آپ کہدیں	بیشک میں	پر	روشن دلیل	سے	اپنا رب	اور تم جھٹلاتے ہو

کیوں کہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کیطرف سے اور تم اسکی

بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾

بِهٖ	مَا عِنْدِیْ	مَا	تَسْتَعْجِلُوْنَ	بِهٖ	اِنِ	الْحُكْمُ	اِلَّا	لِلّٰهِ	یَقُصُّ	الْحَقَّ	وَهُوَ	خَیْرُ	الْفٰصِلِیْنَ
اسکو	نہیں میرے پاس	جس	تم جلدی کر رہے ہو	اسکی	صرف	حکم	مگر (صرف)	اللہ کیلئے	بیان کرتا ہے	حق	اور وہ	بہتر	فیصلہ کرنے والا

تکذیب کرتے ہو جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾

قُلْ	لَّوْ	اَنَّ	عِنْدِیْ	مَا	تَسْتَعْجِلُوْنَ	بِهٖ	لَقُضِیَ	الْاَمْرُ	بَیْنِیْ	وَبَیْنَكُمْ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِالظّٰلِمِیْنَ
کہدیں	اگر	ہوتی	میرے پاس	جو	تم جلدی کرتے ہو	اسکی	البتہ ہو چکا ہوتا	فیصلہ	میرے درمیان	اور تمہارے درمیان	اور اللہ	خوب جاننے والا	ظالموں کو

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا باہمی قصہ فیصل ہو چکا ہوتا، اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال عزم کا اظہار

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرماتے ہوئے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے فرما دیجئے کہ میرا ضمیر۔ میری فطرت، میری عقل، میرا نور اور وحی الٰہی جو مجھ پر اترتی ہے یہ سب مجھ کو اس سے روکتے ہیں کہ میں توحید کامل کے راستہ سے ذرا بھی قدم ہٹاؤں۔ خواہ تم کتنے ہی حیلہ اور تدبیریں کرو میں کبھی تمہاری خوشی اور خواہش کی پیروی نہیں کر سکتا۔ بفرض محال اگر پیغمبر کسی معاملہ میں وحی الٰہی کو چھوڑ کر عوام کی خواہشات کا اتباع کرنے لگیں تو خدا نے جنہیں ہادی بنا کر بھیجا تھا معاذ اللہ وہ ہی خود بہک گئے پھر ہدایت کا بیج دنیا میں کہاں رہ سکتا ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ میرے پاس خدا کی صاف صریح شہادت اور واضح دلائل پہنچ چکیں۔ جن کے قبول سے سرمو انحراف نہیں کر سکتا۔ تم اس کو جھٹلاتے ہو تو اس کا انجام سوچ لو۔

رجعت پسند مشرکین کی کٹ حجتی کا جواب

اور اے مشرکین تم جو عذاب الٰہی کی جلدی مچا رہے ہو اور کہتے ہو کہ اگر یہ حق ہے جس کی ہم تکذیب کر رہے ہیں تو آسمان سے ہم پر پتھروں کی بارش کر دیجئے یا ہم پر اور کوئی سخت عذاب بھیج دیجئے۔ تو جواباً

سن لو کہ یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جس پر چاہے جب چاہے اور جس قسم کا چاہے عذاب بھیجے یا نہ بھیجے۔ ویسے ہی توبہ کی توفیق مرحمت فرما دے۔ کسی کا زور اور حکم اس کے سوا نہیں چلتا۔ وہ دلائل و براہین کے ساتھ حق کو بیان کر دیتا ہے پھر جو نہ مانیں ان کے متعلق بہترین فیصلہ کرنے والا بھی وہی ہے۔ اگر یہ فیصلہ کرنا اور سزا دینا میرے قبضۂ اختیار میں ہوتا اور یہ نزول عذاب میں جلدی چاہنے والے مجھ سے عذاب کا مطالبہ کرتے تو اب تک کبھی کا جھگڑا ختم ہو چکا ہوتا۔ یہ تو خدا ہی کے علم محیط، حلم عظیم، حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا پرتو ہے کہ بے شمار مصالح و حکم کی رعایت کرتے ہوئے باوجود پوری طرح جاننے اور قدرت رکھنے کے ظالموں پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا منصب واضح کر دیا کہ ان کا کام کسی کی بے جا رعایت، یا خوشامد کرنا نہیں نہ وہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور کر سکتے ہیں اور نہ وہ کسی کے ایمان نہ لانے پر سزا دے سکتے ہیں۔ سزا اور عذاب کا معاملہ تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ان کا کام تو فقط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ ان کے پاس جو حکم آئے وہ اس کے بندوں تک پہنچا دیں اور اس کو تلقین، تفہیم اور عمل کے ذریعہ سے اچھی طرح سمجھا دیں کہ سب کچھ اللہ کے اختیار اور قبضۂ قدرت میں ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو سچی توحید نصیب فرما اور ہدایت کے راستہ پر چلنا اور اس پر قائم رہنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب فرما اور قرآن پاک کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ ہم نے بھی آپ کی بعض نافرمانیاں کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور یہ آپ کا کرم تھا کہ جو آپ نے گرفت اب تک نہ فرمائی۔

یا اللہ ہم کو اپنی تقصیرات پر ندامت قلب کے ساتھ توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبولیت سے سرفراز فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ

وَعِنْدَهٗ	مَفَاتِحُ	الْغَيْبِ	لَا	يَعْلَمُهَا	اِلَّا	هُوَ	وَيَعْلَمُ	مَا	فِي الْبَرِّ	وَالْبَحْرِ	وَمَا	تَسْقُطُ	مِنْ	وَّرَقَةٍ
اور اسکے پاس	کنجیاں	غیب	نہیں	اُن کو جانتا	سوا	وہ	اور جانتا ہے	جو	خشکی میں	اور تری	اور نہیں	گرتا	کوئی	کوئی پتا

اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے، اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ سمندر میں ہیں اور

اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

	اِلَّا	يَعْلَمُهَا	وَلَا حَبَّةٍ	فِيْ	ظُلُمٰتِ	الْاَرْضِ	وَلَا رَطْبٍ	وَلَا	يَابِسٍ	اِلَّا	فِيْ	كِتٰبٍ	مُّبِيْنٍ	
	مگر	وہ اسکو جانتا ہے	اور نہ کوئی دانہ	میں	اندھیرے	زمین	اور نہ کوئی تر	اور نہ	خشک	مگر	میں	کتاب	روشن	

کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسکو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں

اللہ تعالیٰ کامل و عمیق علم رکھتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کا بیان فرمایا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ظالموں کے ظاہری و باطنی احوال اور ان کی سزا دہی کے مناسب وقت و محل کا پورا پورا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے وہی جب مناسب سمجھے گا سزا دے گا۔ چونکہ انسانی عقل، فکر و ذہن بہرحال محدود ہیں اس لئے بہت سی چیزیں اس کی آنکھ سے اوجھل۔ اس کی محسوسات سے بالاتر اور اس کے علم سے باہر ہیں جو اس کے لئے غیب ہیں مگر اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے سارے غیب کے خزانہ اسی کے پاس ہیں اور اس کے کھولنے کی کنجیاں بھی اسی کے قبضہ میں ہیں۔ غرض کہ پردۂ غیب میں جو کچھ ہے وہی اس کا مالک اور عالم ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ایسا وسیع ہے کہ کائنات کی ہر چیز اور ہر مخلوق خواہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ زمین میں ہو یا آسمان میں۔ خشکی میں ہو یا تری میں سب کا علم اسی کو ہے۔ حتیٰ کہ جو پتہ درخت سے گرتا ہے اس کی حرکت و جنبش سے واقف ہے اور جو دانہ زمین کے اندر پردۂ تاریکی میں چھپا ہوا ہے اس کو بھی وہ بخوبی جانتا ہے اور خشک و تر اچھی بری زندہ مردہ آسمانی زمینی، بحری و بری کوئی چیز ایسی نہیں جس کی کیفیت مقدار، ہیئت، صورت اور کل احوال لوح محفوظ میں ثبت نہ ہو اور اللہ کے علم میں نہ ہو غرض کہ آسمانی اور زمینی کائنات، بحری اور بری موجودات۔ زیر زمین کی مخلوقات اور فضا کے مکنونات سے اللہ تعالیٰ کلی طور پر واقف ہے یہاں تک کہ فلک رسا پہاڑوں کی انتہائی چوٹیوں پر تاریک رات میں ایک چیونٹی کی چال اور حرکت سب اس کے پیش نظر ہے اور کائنات عالم کی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کی تفصیل اس کے علم ازلی و ابدی میں موجود ہے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ اپنے علم کی قدرت و وسعت بتلا کر اپنی کبریائی بڑائی و بزرگی اور توحید کی طرف بھی انسانی دماغوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں جو اس تمام سورۃ کا اصل مضمون و مقصود ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم آپ کے علم محیط کے طفیل میں آپ سے آپ کی رحمت کاملہ طلب کرتے ہیں اور آپ کے قدرت تامہ کے واسطہ سے آپ کے عذاب سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔

یا اللہ اپنے علم کی قدرت و وسعت کا یقین کامل ہم کو عطا فرما اور اس طرح اپنی کبریائی، بڑائی اور بزرگی کی معرفت اور توحید خالص نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضٰى اَجَلٌ

وَهُوَ	الَّذِي	يَتَوَفّٰىكُمْ	بِالَّيْلِ	وَيَعْلَمُ	مَا جَرَحْتُمْ	بِالنَّهَارِ	ثُمَّ	يَبْعَثُكُمْ	فِيهِ	لِيُقْضٰى	اَجَلٌ
اور وہ	جو کہ	قبض کر لیتا ہے تمہاری (رُوح)	رات میں	اور جانتا ہے	جو تم کما چکے ہو	دن میں	پھر	تمہیں اُٹھاتا ہے	اسمیں	تا کہ پوری ہو	مدت

اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اُس کو جانتا ہے پھر تم کو دن میں جگا اٹھاتا ہے تا کہ میعادِ معین

مُسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ

مُسَمًّى	ثُمَّ	اِلَيْهِ	مَرْجِعُكُمْ	ثُمَّ	يُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	وَهُوَ	الْقَاهِرُ	فَوْقَ	عِبَادِهٖ
مقررہ	پھر	اسکی طرف	تمہارا لوٹنا	پھر	تمہیں جتاوے گا	جو	تم کرتے تھے	اور وہی	غالب	پر	اپنے بندے

تمام کر دی جاوے پھر اُسی کیطرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلا وے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور تم پر نگہداشت

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰى اِذَا جَاءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾

وَيُرْسِلُ	عَلَيْكُمْ	حَفَظَةً	حَتّٰى	اِذَا	جَاءَ	اَحَدَكُمُ	الْمَوْتُ	تَوَفَّتْهُ	رُسُلُنَا	وَهُمْ	لَا يُفَرِّطُونَ
اور بھیجتا ہے	تم پر	نگہبان	یہانتک کہ	جب	آ پہنچے	تم میں سے ایک۔ کسی	موت	قبضہ میں لیتے ہیں اسکو	ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے)	اور وہ	نہیں کرتے کوتاہی

رکھنے والے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آ پہنچتی ہے اسکی روح ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔

ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾

ثُمَّ	رُدُّوْا	اِلَى اللّٰهِ	مَوْلٰىهُمُ	الْحَقِّ	اَلَا	لَهُ	الْحُكْمُ	وَهُوَ	اَسْرَعُ	الْحٰسِبِيْنَ	
پھر	لوٹائے جائیں گے	اللہ کیطرف	انکا مولیٰ	سچا	سن رکھو	اسی کا	حکم	اور وہ	بہت جلد	حساب لینے والا	

پھر سب اپنے مالکِ حقیقی کے پاس لائے جاویں گے، خوب سُن لو فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس سے آخرت کے حساب کتاب پر استدلال اور تنبیہ

ان آیات میں قدرت الٰہی کی وسعت اور حشر و نشر کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے اور ایک عام اور نا قابل انکار مثال دے کر قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھنے کو ثابت کیا جا رہا ہے۔ تا کہ یہ انسان جو بن دیکھے خدا پر اور بن دیکھے مرنے کے بعد کے حالات پر تردد کرتا ہے یقین ہو جائے چنانچہ ان آیات زیر تفسیر میں بتلایا گیا ہے کہ تم جو راتوں کو عموماً سوتے ہو تو یہ نیند نہیں بلکہ ایک طرح کی موت ہوتی ہے کہ نیند کی حالت میں تمہارے حواس ظاہری اور بعض حواس باطنی معطل ہو جاتے ہیں اس طرح رات کو سوتے وقت ظاہری احساس و شعور باقی نہیں رہتا اور آدمی اپنے گرد و پیش بلکہ اپنے جسم کے احوال تک سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ گویا اس وقت یہ قوتیں اس سے لے لی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر ایک انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ اس کی روح یعنی روح تمیز لے لیتا ہے۔ اب اگر خدا نے اس کی روح حیاۃ قبض کرنے کا حکم دے دیا تو موت آ جاتی ہے ورنہ فرشتہ روح تمیز کو واپس کر دیتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سو کر اٹھنے کے بعد کی دعا تلقین فرمائی ہے۔ الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی و الیہ النشور شکر ہے اللہ کا جس نے

مجھے زندہ کیا بعد مار دینے کے اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ اور ایک حدیث میں نیند کو موت کا بھائی فرمایا ہے۔

تو انسان کے سوچنے کی بات ہے کہ رات کو جب سو جاتا ہے تو اس کے کام کرنے کی طاقتیں کہاں چلی جاتی ہیں اس کے بس میں نہ سوچنا رہتا ہے نہ کام کرنا حتیٰ کہ اسے اپنے دن بھر کے کاموں کا بھی رات کو سوتے وقت کچھ ہوش نہیں رہنا پھر انسان کو یہ بھی اختیار نہیں کہ سونے کے بعد آپ سے آپ اٹھ کھڑا ہو اللہ ہی اسے اٹھاتا ہے اور موت آنے تک اسی طرح رات کو سلاتا اور دن کو اٹھاتا رہے گا۔ موت کے بعد جسے ایک لمبی نیند سمجھنا چاہئے وہ ایک دن پھر اٹھائے گا اور جو کچھ اس نے کیا ہوا ہو گا وہ سب اس کے سامنے ہو گا۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ ہر طرح اپنے بندوں پر غالب ہے اور ان کے کاموں کی نگرانی کرنے والے فرشتہ روزانہ ان کے پاس بھیجتا ہے۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان اعمال کے نگہبان فرشتوں کے بدلہ موت کے فرشتہ آ جائیں گے اور اپنا کام پورے طور پر بغیر رو رعایت کے انجام دیں گے اور انسان قیامت تک کے لئے سو جائے گا جب اس نیند کی مدت ختم ہو جائے گی تو پھر اللہ تعالیٰ انسان کو جگائے گا اور وہ اپنے مالک حقیقی کے روبرو جا کر کھڑا ہو گا اس وقت اسے پورا پورا پتہ چل جائے گا کہ اس کی قسمت کا فیصلہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ کے ہاں اس دن دیر کا کام نہیں انسان کی دنیا کی ساری زندگی کا کارنامہ چشم زدن میں اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ اور ساری عمر کی بھلائی برائی کو ایک لحظہ میں واضح کر دیا جائے گا اور باوجود بے شمار مخلوقات کے ایک کا حساب دوسرے کے حساب سے مانع نہ ہو گا۔ جس طرح وہ تمام عالم کی مخلوقات کو بیک وقت رزق دینے پر قادر ہے اسی طرح قیامت کے دن تمام عالم کی مخلوقات کا بیک وقت حساب کرنے پر قادر ہو گا۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم آپ کی قدرت کاملہ اور علم محیط پر ایمان لاتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ہماری حیات اور موت آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

یا اللہ قیامت کے روز ہمارا حشر آپ کے نیک بندوں اور انعام پانے والے بندوں کے ساتھ ہو جائے۔

اے اللہ ہمارا حساب کتاب آسان فرمایئے گا۔ اور ہمارے حق میں رحمت کا فیصلہ فرمایئے گا۔

اور دین و دنیا دونوں جہان میں اپنے انعامات اور احسانات سے نوازیئے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

13

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ

قُلْ	مَنْ	يُنَجِّيْكُمْ	مِنْ	ظُلُمٰتِ	الْبَرِّ	وَالْبَحْرِ	تَدْعُوْنَهٗ	تَضَرُّعًا	وَخُفْيَةً	لَئِنْ	اَنْجٰنَا	مِنْ
آپ کہدیں	کون	بچاتا ہے تمہیں	سے	اندھیرے	خشکی	اور دریا	تم پکارتے ہو۔اسکو	گڑگڑا کر	اور چپکے سے	کہ اگر	بچالے ہمیں	سے

آپ کہیئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دے دیتا ہے کہ تم اُسکو پکارتے ہو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے، کہ اگر آپ

هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

هٰذِهٖ	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الشّٰكِرِيْنَ	قُلِ	اللّٰهُ	يُنَجِّيْكُمْ	مِنْهَا	وَ	مِنْ	كُلِّ كَرْبٍ	ثُمَّ	اَنْتُمْ	تُشْرِكُوْنَ
اس	تو ہم ہوں	سے	شکرادا کرنے والے	آپ کہدیں	اللہ	تمہیں بچاتا ہے	اس سے	اور	سے	ہرسختی	پھر	تم	شرک کرتے ہو

ہم کو ان سے نجات دے دیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں سے ہو جاویں۔آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار اور اس کے آثار

مشرکین عرب تجارت وغیرہ کے سلسلہ میں بری و بحری سفر کیا کرتے تھے۔ اپنے ان سفروں میں جب کبھی وہ لق و دق میدان' بیابان' اور جنگلوں کی تاریکیوں یا سمندر کی اندھیریوں میں راہ بھول جاتے یا سمندر میں طوفان آجاتا یا کسی اور سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتے اور موت کے دروازہ پر اپنے کو پہنچا ہوا خیال کرتے تو اس وقت تمام بتوں اور دیوی دیوتاؤں کو بھول جاتے اور سب سے منہ پھیر کر نہایت گریہ وزاری سے اسی کارساز حقیقی سے دعا و فریاد کرتے اور کبھی علانیہ طور پر اپنی ذلت و عاجزی کا اعتراف کرتے کہ اس مصیبت سے تو سوائے اللہ کے کوئی بچا نہیں سکتا اور کبھی دل میں اس کا اقرار کرتے کہ اگر اللہ نے اس مصیبت سے ہمیں نجات دے دی تو ہم حق شناس بن کر ہمیشہ اللہ کا شکر کیا کریں گے۔ تو اس حال کو حق تعالیٰ یاد دلا کر فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں اور اسی طرح ہر بیقراری کے وقت وہی معبود حقیقی نجات دیتا ہے اور پھر جب تم کو مصیبت سے نجات مل جاتی ہے اور آرام حاصل ہو جاتا ہے تو تم پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہو اور بتوں کی پوجا پاٹ میں لگ جاتے ہو اور جو وعدہ حق شناسی کا کیا تھا اس کو بھول جاتے ہو۔

مقصود یہاں یہ بتلانا ہے کہ ایسے شدائد و مصائب کے وقت انسان فطرتی طور پر اپنے اصلی مرکز کارساز معبود حقیقی کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ اس وقت عوارض و ہمانیہ دور ہو جاتے ہیں پس اگر دراصل صرف ایک وہی مدبر عالم' کارساز' معبود حقیقی نہیں ہے تو اس کی طرف ایسی بے قراری میں رجوع کیوں ہے اور اس رجوع کے بعد مشکل کشائی کیوں ہے۔ تو ایسی بے بسی اور بے کسی کے وقت میں جب اپنے بس کا کچھ نہیں رہتا اور اپنے عجز کا پورا احساس ہوتا ہے تو بے ساختہ ایک زبردست طاقت وقدرت والے کا دھیان آتا ہے۔ لیکن جب انسان اس تہلکہ سے نجات پا جاتا ہے تو پھر اپنی اس حالت کو بھول جاتا ہے اور پھر بغاوت و نافرمانی شروع کر دیتا ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیات بتلاتی ہیں کہ مصائب سے بچنے کی صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ یہی کہ خالق کائنات معبود حقیقی کی طرف سچائی سے رجوع کیا جائے۔ اور مادی تدابیر کو بھی اسی کی عطا کی ہوئی نعمت کے طور پر استعمال کیا جائے اس کے سوا سلامتی کی کوئی صورت نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو سچی توحید نصیب فرمائیں اور اپنے حق شناس بندوں میں ہم کو شامل فرمائیں۔ یا اللہ ہماری ہر مصیبت غم و الم کو دور کرنے والے آپ ہی ہیں۔ یا کریم کارساز اپنی رحیمی و کریمی اور کارسازی پر ہم کو سچا یقین واعتماد اور کامل بھروسہ عطا فرما۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنی ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

قُلْ	هُوَ	الْقَادِرُ	عَلٰى	اَنْ	يَّبْعَثَ	عَلَيْكُمْ	عَذَابًا	مِّنْ	فَوْقِكُمْ	اَوْ	مِنْ	تَحْتِ	اَرْجُلِكُمْ
آپ کہدیں	وہ	قادر	پر	کہ	بھیجے	تم پر	عذاب	سے	تمہارے اوپر	یا	سے	نیچے	تمہارے پاؤں

آپ کہیئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ

اَوْيَلْبِسَكُمْ	شِيَعًا	وَيُذِيْقَ	بَعْضَكُمْ	بَاْسَ	بَعْضٍ	اُنْظُرْ	كَيْفَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّهُمْ
یا بھڑا دے تمہیں	فرقہ فرقہ	اور چکھائے	تم میں سے ایک	لڑائی	دوسرا	دیکھو	کس طرح	ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں	آیات	تاکہ وہ

اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھادے۔ آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جاویں۔ اور آپ کی قوم کے لوگ

يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫

يَفْقَهُوْنَ	وَكَذَّبَ	بِهٖ	قَوْمُكَ	وَهُوَ	الْحَقُّ	قُلْ	لَسْتُ	عَلَيْكُمْ	بِوَكِيْلٍ	لِكُلِّ	نَبَاٍ	مُّسْتَقَرٌّ
سمجھ جائیں	اور جھٹلایا	اس کو	تمہاری قوم	حالانکہ وہ	حق	آپ کہدیں	میں نہیں	تم پر	داروغہ	ہر ایک کیلئے	خبر	ایک ٹھکانہ

اس عذاب کی تکذیب کرتے ہیں حالانکہ وہ یقینی ہے، آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر عذاب واقع کرنے کیلئے تعینات نہیں کیا گیا ہوں ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت ہے

وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾	وَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ	
اور جلدی ہی تم کو معلوم ہو جاوے گا۔	اور جلد	تم جان لوگے	

قدرت الٰہی کے غلبہ کا ایک اور رخ یعنی عذاب الٰہی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے دوسرے رخ کو ظاہر فرماتے ہیں اور اپنے غلبۂ قہر قدرت و یکتائی پر دوسری دلیل قائم فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ تم کو خدا کی طرف سے مہلت مل جانے یا اس کے درگزر کر دینے سے بے فکر نہ ہو جانا چاہئے۔ جس طرح وہ قادر مطلق معبود حقیقی شدائد و مصائب سے نجات دے سکتا ہے اسی طرح اسے یہ بھی قدرت ہے کہ کسی قسم کا عذاب مسلط کر کے ہلاک کر دے۔ اور پھر عذاب کی تین قسمیں بیان فرمائیں ایک جو اوپر سے آئے دوسرے جو پاؤں کے نیچے سے آئے۔ تیسرے یہ کہ تم کو آپس میں گروہ گروہ کر کے سب کو آپس میں بھڑا دے یعنی آپس کی پھوٹ، جنگ و جدل، باہمی خون ریزی اور فرقہ بندی اور پارٹی بازی میں گرفتار کر دے اور ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل، قید یا ذلت کے عذاب میں مبتلا کر دے۔

مشرکین مکہ کا ظلم اور اس پر تنبیہ

پھر تنبیہاً فرمایا گیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کس طرح وضاحت کے ساتھ بار بار بیان کرتے ہیں تاکہ تم اللہ کی آیات اور اس کے دلائل پر غور کرو اور بات کو سمجھو مگر مشرکین مکہ ان خوف اور عذاب کی باتوں کو سن کر بجائے تصدیق اور عبرت کے ان کی تکذیب کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع عذاب کا معین وقت پوچھتے اور عذاب آنے کا وعدہ مانگتے کہ اگر فلاں روز عذاب آیا تو ہم تمہاری بات مان لیں گے اور اسلام قبول کر لیں گے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب (معاذ اللہ) جھوٹی دھمکیاں ہیں۔ عذاب وغیرہ کچھ نہیں آتا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قوم اس حق و صداقت کا انکار کرتی ہے اور واقع ہونے والے عذاب کی منکر ہو کر پوچھتی ہے کہ وہ عذاب کب

آئے گا تو آپ جواباً ان سے کہہ دیجئے کہ میرا یہ منصب نہیں کہ تمہاری تکذیب پر خود عذاب نازل کردوں یا اس کے وقت اور نوعیت وغیرہ کی تفصیل بتلاؤں۔ میں تم پر کوئی داروغہ بن کر نہیں آیا ہوں اور نہ عذاب کے واقع کرنے کی خدمت پر متعین ہوں۔ میرا کام صرف باخبر اور متنبہ کرنا ہے۔ آگے ہر چیز کے وقوع کا علم الٰہی میں ایک وقت مقرر ہے۔ جب وقت آجائے گا تم خود جان لوگے کہ میں جس چیز سے ڈراتا تھا وہ کہاں تک سچ ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے مانو یا نہ مانو بہرحال جو وعدے وعید قرآن کریم میں کئے گئے ہیں وہ پورے ہوکر رہیں گے۔ البتہ ہر چیز کا وقت عند اللہ مقرر ہے۔ جب وہ وقت آجائے گا وہ چیز ہو کر رہے گی اور اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا۔

عذاب الٰہی کی تین قسمیں

ایک عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ یعنی عذاب جو اوپر سے آئے۔ دوسرے مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یعنی عذاب جو پاؤں تلے زمین سے آئے۔ اور تیسرے يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا یعنی تم کو گروہ گروہ کرکے آپس میں ایک دوسرے سے بھڑا دے۔ اور ایسے عذاب آنے کی مثالیں پچھلی امتوں میں گذر چکی ہیں۔ جیسے نوح علیہ السلام کی قوم پر اوپر سے آسمانی دہانہ بارش کے کھل گئے تھے۔ قوم عاد پر ہوا کا طوفان مسلط ہوا تھا۔ لوط علیہ السلام کی قوم پر اوپر سے پتھر برسائے گئے تھے۔ اصحاب فیل نے جب مکہ پر چڑھائی کی تو پرندوں کے ذریعہ ان پر ایسی کنکریاں اوپر سے برسائی گئیں کہ جس سے ان کا بھرکس نکل گیا۔ اسی طرح نیچے سے آنے والے عذاب کی بھی مختلف صورتیں پچھلی قوموں میں گزر چکی ہیں۔ مثلاً نوح علیہ السلام کی قوم پر جہاں اوپر کا عذاب آسمانی بارش کے ساتھ آیا اور نیچے کا عذاب بھی آیا اور زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا تھا۔ غرض اوپر اور نیچے کے دونوں عذابوں میں بیک وقت گرفتار ہوئے تھے۔ قوم فرعون زمینی عذاب یعنی سمندر کے پانی میں غرق کر کے ہلاک کی گئی۔ قارون بھی زمینی عذاب میں گرفتار ہوا اور بمعہ اپنے خزانوں کے زمین کے اندر دھنس گیا۔ ایک تفسیر تو اوپر اور نیچے کے عذابوں کی یہ ہوئی اور بعض آئمہ تفسیر مثل حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اوپر کے عذاب سے مراد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ اور بے رحم حکام مسلط ہو جاویں اور نیچے کے عذاب سے مراد یہ ہے کہ اپنے نوکر غلام، خدمت گار، ماتحت ملازم بے وفا، غدار، کام چور، خائن جمع ہو جائیں۔

امت محمدیہ کا عذاب: فرقہ پرستی

تیسری قسم عذاب کی جو ذکر کی گئی یعنی تمہاری مختلف پارٹیاں بن کر آپس میں بھڑ جائیں اور باہم ایک دوسرے کے لئے عذاب بن جائیں۔ احادیث میں روایات ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے باعث اس امت مسلمہ کو ان دوقسموں کے عام عذاب سے جو گذشتہ بعض اقوام کی طرح اس امت کا بالکلیہ استیصال کردے حق تعالیٰ نے نازل نہ فرمانے کا وعدہ فرمالیا۔ ہاں جزئی واقعات پیش آئیں تو اس کی نفی نہیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کی برکت سے امت مسلمہ پر اس قسم کے تو عذاب نہ آئیں گے جیسے پچھلی امتوں پر آسمان یا زمین سے آئے جس سے ان کی پوری قوم تباہ و برباد ہوگئی لیکن احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعاء سے کہ میری امت آپس کی جنگ و جدل سے تباہ نہ ہو روک دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیسری قسم کا عذاب جسے اندرونی اور داخلی عذاب کہنا چاہئے اس امت پر بھی آسکتا ہے اور وہ آپس کی پھوٹ، جنگ جدل، باہمی خون ریزی اور پارٹی بندی اور آپس کا تصادم ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فرقوں اور پارٹیوں اور گروہ بندیوں میں منقسم ہوکر باہمی جنگ و جدل سے منع کرنے میں نہایت تاکیدی احکام دیئے اور اس سے ڈرایا کہ تم پر اگر خدا تعالیٰ کا عذاب اس دنیا میں آئے گا تو آپس ہی کی جنگ و جدل کے ذریعہ آئے گا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ یا اللہ اگرچہ ہماری بداعمالیاں حد سے تجاوز کرچکی ہیں تاہم ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور آپ کی شان غفور الرحیمی کے صدقہ میں آپ سے فریاد کرتے ہیں کہ مولائے کریم ہماری حالت پر رحم و کرم فرما۔ ہماری اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما۔ یا اللہ ہمیں ہر طرح کے عذاب اور گرفت سے بچالے اور ہمیں آپس میں ایک دوسرے کے احترام و اکرام کی توفیق نصیب فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ

وَاِذَا	رَاَيْتَ	الَّذِيْنَ	يَخُوْضُوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِنَا	فَاَعْرِضْ	عَنْهُمْ	حَتّٰى	يَخُوْضُوْا	فِيْ	حَدِيْثٍ	غَيْرِهٖ
اور جب	تو دیکھے	وہ لوگ جو کہ	جھگڑتے ہیں	میں	ہماری آیتیں	تو کنارا کرلے	ان سے	یہانتک کہ	وہ مشغول ہوں	میں	کوئی بات	اسکے علاوہ

اور اے مخاطب جب تو اُن لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو اُن لوگوں سے کنارا کش ہوجا یہانتک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جاویں،

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ

وَاِمَّا	يُنْسِيَنَّكَ	الشَّيْطٰنُ	فَلَا تَقْعُدْ	بَعْدَ	الذِّكْرٰى	مَعَ	الْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ	وَمَا	عَلَى	الَّذِيْنَ
اور اگر	بھلادے تجھے	شیطان	تو نہ بیٹھ	بعد	یاد آنا	ساتھ(پاس)	قوم (لوگ)	ظالم (جمع)	اور نہیں	پر	وہ لوگ جو

اور اگر تجھ کو شیطان بُھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔اور جو لوگ احتیاط رکھتے ہیں

يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

يَتَّقُوْنَ	مِنْ	حِسَابِهِمْ	مِنْ	شَيْءٍ	وَلٰكِنْ	ذِكْرٰى	لَعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ	وَذَرِ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا
پرہیز کرتے ہیں	سے	انکا حساب	کوئی	چیز	لیکن	نصیحت کرنا	تاکہ وہ	ڈریں	اور چھوڑدے	وہ لوگ جو	انہوں نے بنالیا

اُن پر اُنکی باز پرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا ولیکن اُنکے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں۔اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارا کش رہ

دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ

دِيْنَهُمْ	لَعِبًا	وَلَهْوًا	وَ	غَرَّتْهُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَذَكِّرْ	بِهٖ	اَنْ	تُبْسَلَ	نَفْسٌ	بِمَا	كَسَبَتْ
اپنا دین	کھیل	اور تماشا	اور	انہیں دھوکہ میں ڈالدیا	زندگی	دنیا	اور نصیحت کرو	اس سے	تاکہ	پکڑا(نہ) جائے	کوئی	بسبب جو	اس نے کیا

جنہوں نے اپنے دین کو لہوولعب بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے اُنکو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتا رہ تا کہ کوئی شخص اپنے کردار

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ

لَيْسَ	لَهَا	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	وَلِيٌّ	وَلَا	شَفِيْعٌ	وَاِنْ	تَعْدِلْ	كُلَّ	عَدْلٍ	لَا يُؤْخَذْ	مِنْهَا	اُولٰٓئِكَ
نہیں	اس کیلئے	سے	سوائے اللہ	کوئی حمایتی	اور نہ	کوئی سفارش کرنیوالا	اور اگر	بدلہ میں دے	تمام	معاوضے	نہ لئے جائیں۔اس سے	اس سے	یہی لوگ

کے سبب اسطرح نہ پھنس جاوے کہ کوئی غیر اللہ اُسکا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی ہو، اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اُس سے نہ لیا جاوے

الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

الَّذِيْنَ	اُبْسِلُوْا	بِمَا كَسَبُوْا	لَهُمْ	شَرَابٌ	مِنْ	حَمِيْمٍ	وَعَذَابٌ	اَلِيْمٌ	بِمَا	كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ
وہ لوگ جو	پکڑے گئے	جوانہوں نے کمایا (اپنایا)	ان کیلئے	پینا (پانی)	سے	گرم	اور عذاب	دردناک	اسلئے کہ	وہ کفر کرتے تھے

یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے ۔ اُن کیلئے نہایت تیز کھولتا پانی پینے کیلئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب۔

روکنے کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں جاہل اور بے تمیز مشرکین کی مجلس میں شرکت سے ممانعت

مشرکین مکہ کا رویہ نہ صرف تکذیب اور اعراض عن الحق تھا بلکہ وہ اپنی مجلسوں اور محفلوں میں قرآن و دین اسلام اور ارکان اسلام کا تمسخر اڑاتے۔ایک احمق مشرک نے کوئی بات کہی دس بیس نے اس کے ساتھ قہقہہ لگایا۔اس سے مسلمانوں کو جو اتفاقاً ان کی ان مجالس میں جا بیٹھتے بڑا رنج ہوتا تھا اور طبیعت مکدر ہوتی تھی۔اس لئے حکم آیا کہ تم وہاں نہ بیٹھو اور ایسی مجالس سے اٹھ کھڑے ہوا کرو کیونکہ اس وقت منع کرنے اور رد کی تو قوت نہ تھی اس لئے ہدایت دی گئی کہ ایسی مجلسوں سے کنارہ کش ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ اس طعن اور استہزا کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جاویں۔اور اگر کوئی بھولے سے بیٹھ گیا تو یاد آ جانے پر فوراً اٹھ کھڑا ہو۔

دینی ضرورت کے پیش نظر جاہلوں کی مجلس میں جانے والے کے لئے لائحہ عمل

اب جبکہ مسلمانوں کو کافروں کے جلسوں میں شریک ہونے اور ان کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت ہوگئی تو اب وعظ و نصیحت کی کیا صورت ہو سکتی تھی۔اس لئے مسلمانوں کو فکر ہوا کہ اگر ہم ان کے جلسوں میں شریک نہ ہوئے تو تبلیغ اسلام و وعظ و نصیحت کس طرح کریں گے اور بت پرستی اور کفر و شرک کی ممانعت نہ کرنے پر بھی ہم سے مواخذہ ہوگا۔ نیز بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر ان کی مجلس میں جانے کی مطلق ممانعت رہی تو ہم مسجد حرام میں نماز اور طواف سے بھی محروم ہو جائیں گے۔کیونکہ کفار مکہ تو ہمیشہ وہاں بیٹھے ہی رہتے ہیں اور ان کا مشغلہ ہی عیب جوئی اور بدگوئی ہے۔اس پر آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور آیات اللہ پر طعن اور استہزا اور نکتہ چینی کو برا جانتے ہیں اور ایسی مجالس کی شرکت سے حتی الوسع بچتے بھی ہیں وہ اگر اپنے کام سے مسجد حرام میں جائیں یا واقعی کوئی دینی یا دنیوی ضرورت ایسی مجلس میں جانے کی ہو تو ایسے لوگوں پر ان مشرکین کے طعن اور استہزا کے حساب میں سے کوئی مواخذہ اور داروگیر نہیں یعنی مسلمانوں سے ان کے اعمال قبیحہ کا کوئی مواخذہ نہیں لیکن مسلمانوں کے ذمہ بشرط قدرت اور بقدر ضرورت نصیحت کرنا اور ان کو سمجھانا لازم ہے۔شاید وہ نصیحت کرنے سے صحیح راستہ پر آ جائیں اور ان باتوں سے باز آ جائیں۔

بہرحال بے دین و بے تمیزوں سے کنارہ کشی ہی بہتر ہے

اب یہاں تک تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں کی خاص اس مجلس سے کنارہ کشی کا حکم دیا جہاں آیات اللہ پر طعن اور استہزا کیا جاتا ہو آگے ایسے لوگوں کی عام مجالست اور مصاحبت ترک کر دینے کا ارشاد ہے کہ ایسے ظالموں کی مجالست اور مصاحبت میں مجلس استہزا اور تکذیب کی تخصیص نہیں بلکہ غیرت ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت و ہمنشینی بالکل چھوڑ دو کہ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل و تماشہ بنا لیا اور دنیا کے نشہ میں مست ہو کر یہ سمجھ بیٹھے کہ جو کچھ ہے وہ یہی دنیا ہے ایسے بے عقل لوگوں سے کہ جنہیں اپنے انجام اور مرنے کے بعد کی فکر نہ ہو۔رات دن بس دنیا کے حاصل کرنے میں مصروف ہیں خواہ حرام طور پر سے ہو خواہ حلال سے اور اس دنیا طلبی میں نہ ظلم کی پرواہ ہوتی ہے نہ اس بات کا دھیان ہے کہ آخر تا کجے یہاں رہوں گا سو جس کو دوسرے عالم کا خیال ہی نہیں تو وہاں کے سامان کا کیا ذکر۔

ظالموں و بے دینوں کا انجام کہ وہ کسی صورت بھی عذاب سے نہ بچ سکیں گے

پھر ایسے لوگوں کا انجام جو تکذیب اور استہزا میں پڑے ہوئے ہیں۔بتلایا گیا کہ جب وہ اپنے کرتوتوں میں پکڑے جائیں گے تو نہ ان کو کوئی حمایتی ملے گا جو مدد کر کے عذاب الٰہی سے چھڑا لے نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جو سعی و سفارش سے کام نکال دے اور نہ کسی قسم کا فدیہ اور معاوضہ قبول کیا جائے گا اگر بالفرض ایک مجرم دنیا بھر کو معاوضہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو بھی نہ چھوٹ سکے گا۔

خلاصہ یہ کہ عذاب الٰہی سے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی اور

اپنے کرتوتوں کی بدولت تباہی میں پڑیں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اعمال بد کی سزا میں پکڑے جائیں گے۔ اُن کو پینے کے لئے جہنم کا کھولتا ہوا گرم پانی ملے گا جس کے متعلق دوسری جگہ قرآن پاک میں آیا ہے کہ وہ اُن کی انتڑیوں کے ٹکڑے اڑا دے گا۔ اور اس حمیم کے علاوہ اور بھی دردناک قسم قسم کے عذاب ہوں گے اُن کے کفر شعاری اور شرک پرستی کی وجہ سے۔

ان آیات میں جہاں منکرین و مکذبین کو تنبیہ و وعید ہے وہیں اہل اسلام کے لئے بھی عبرت و نصیحت ہے کہ دین کو کھیل تماشہ بنانا اور دنیا پر فریفتہ رہنا اور آخرت سے غافل اور بے فکر رہنا یہ خاص کفار کی خصلتیں ہیں۔ مسلمان کو تو ہر معاملہ میں آخرت کا مفاد پیش نظر رکھنا چاہیے۔

نیز ان آیات میں اہل اسلام کو ایک اصولی ہدایت و تعلیم یہ دی گئی کہ اہل باطل کی مجالس سے پرہیز کریں اور جس کام کا کرنا خود گناہ ہے اس کے کرنے والوں کی مجلس میں شریک رہنا بھی گناہ ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں قرآن پاک کا اتباع نصیب فرمائیں۔ بے دینوں اور اہل باطل کی صحبت و مجالس سے ہم کو کنارہ کش رکھیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی توفیق ہر حال میں عطا فرمائیں۔

یا اللہ اس دنیا کی عارضی زندگی پر ہم فریفتہ نہ ہوں بلکہ ہماری دنیا کی زندگی آخرت کی کمائی کا ذریعہ ہو۔

یا اللہ ہمیں اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے جو آپ کی مرضیات کا سبب ہوں اور ان اعمال سے بچالے کہ جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

یا اللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اپنی ذات عالی کی صحیح معرفت اور سچا تعلق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

قُلْ	اَنَدْعُوْا	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	مَا	لَا يَنْفَعُنَا	وَلَا يَضُرُّنَا	وَنُرَدُّ	عَلٰٓى	اَعْقَابِنَا	بَعْدَ	اِذْ هَدٰىنَا	اللّٰهُ
کہدیں	کیا ہم پکاریں	سے	سوائے اللہ	جو	نہ ہمیں نفع دے	اور نہ نقصان کرے ہمیں	اور ہم پھر جائیں	پر	اپنی ایڑیاں (اُلٹے پاؤں)	بعد	جب ہدایت دی ہمیں	اللہ

آپ کہدیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ ہم کو نفع پہنچاوے اور نہ وہ ہم کو نقصان پہنچاوے اور کیا ہم الٹے پھر جاویں بعد اسکے کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے ہدایت

كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى

كَالَّذِى	اسْتَهْوَتْهُ	الشَّيٰطِيْنُ	فِى	الْاَرْضِ	حَيْرَانَ	لَهٗ	اَصْحٰبٌ	يَّدْعُوْنَهٗ	اِلَى	الْهُدَى
اسکی طرح جو	بھلادیا اسکو	شیطان	میں	زمین (جنگل)	حیران	اسکے	ساتھی	بلاتے ہو اسکو	طرف	ہدایت

کردی ہے جیسے کوئی شخص ہو کہ اُسکو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کردیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو اسکے کچھ ساتھی بھی تھے کہ وہ اسکو ٹھیک رستہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ

ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا

ائْتِنَا	قُلْ	اِنَّ	هُدَى	اللّٰهِ	هُوَ	الْهُدٰى	وَاُمِرْنَا	لِنُسْلِمَ	لِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	وَاَنْ	اَقِيْمُوا
ہمارے پاس آ	کہدیں	بیشک	ہدایت	اللہ	وہ	ہدایت	اور حکم دیا گیا ہمیں	کہ فرمانبردار رہیں	پروردگار کیلئے	تمام جہان	اور یہ کہ	قائم کرو

ہمارے پاس آ، آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کا راہ ہے، اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پورے مطیع ہوجاویں پروردگار کے۔ اور یہ کہ نماز کی پابندی کرو

الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۗ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَهُوَ الَّذِى خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ

الصَّلٰوةَ	وَاتَّقُوْهُ	وَهُوَ	الَّذِى	اِلَيْهِ	تُحْشَرُوْنَ	وَ	هُوَ	الَّذِى	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	بِالْحَقِّ
نماز	اور اس سے ڈرو	اور وہی	وہ جسکی	اسکی طرف	تم اکٹھے کئے جاؤ گے	اور	وہی	وہ جو۔جس	پیدا کیا	آسمان (جمع)	اور زمین	ٹھیک طور پر

اور اُس سے ڈرو، اور وہی ہے جسکے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو بافائدہ پیدا کیا، اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا

وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۗ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ۗ عٰلِمُ الْغَيْبِ

وَيَوْمَ	يَقُوْلُ	كُنْ	فَيَكُوْنُ	قَوْلُهُ	الْحَقُّ	وَلَهُ	الْمُلْكُ	يَوْمَ	يُنْفَخُ	فِى الصُّوْرِ	عٰلِمُ	الْغَيْبِ
اور جس دن	کہے گا وہ	ہوجا	تو وہ ہوجائے گا	اسکی بات	سچی	اور اسکا	ملک	جس دن	پھونکا جائے گا	صور	جاننے والا	غیب

کہدے گا کہ تو ہوجا بس وہ ہو پڑے گا، اسکا کہنا بااثر ہے، اور جبکہ صور میں پھونک ماری جاوے گی ساری حکومت خاص اسکی ہوگی اور وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا

وَالشَّهَادَةِ ۗ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿٧٣﴾

وَالشَّهَادَةِ	وَهُوَ	الْحَكِيْمُ	الْخَبِيْرُ
اور ظاہر	اور وہی	حکمت والا	خبر رکھنے والا

اور ظاہر چیزوں کا، اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔

شانِ نزول: بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں سے ترک اسلام کی درخواست بھی کی تھی۔ اس آیت میں اس کا جواب بھی ہے۔

مسلمان کی شان: اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ گمراہوں کو نصیحت کر کے سیدھی راہ پر لائے اور جو خدا سے

بھاگ کر غیر اللہ کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہیں ان کو خدائے واحد کے سامنے سربسجود کرنے کی فکر کرے۔ مسلمان سے یہ توقع رکھنا بالکل فضول اور خام خیالی ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی ایسی ہستی کے آگے سر جھکائے گا جس کے قبضہ میں نہ نفع ہے نہ نقصان یا اہل باطل کی صحبت میں رہ کر توحید اور ایمان کی صاف سڑک چھوڑ دے گا اور شرک کی بھول بھلیاں کی طرف الٹے پاؤں پھرے گا۔

سچا مسلمان کبھی گمراہی کی بھول بھلیوں میں نہیں گر سکتا

اگر معاذ اللہ مسلمان ایسا کرے تو اس کی مثال اس مسافر کی سی ہو گی جو اپنے راہ جاننے والے رفقاء کے ساتھ جنگل میں سفر کر رہا تھا کہ ناگاہ غول بیابانی یعنی خبیث جنات نے اسے بہکا کر راستہ سے الگ کر دیا۔ وہ چاروں طرف بھٹکتا پھرتا ہے اور اس کے رفقاء و ساتھی ازراہ خیر خواہی اسے آوازیں دے رہے ہیں کہ ادھر آؤ۔ راستہ اس طرف ہے۔ مگر وہ حیران اور مخبوط الحواس ہو کر نہ کچھ سمجھتا ہے نہ ادھر آتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ مسافر آخرت کے لئے سیدھی راہ اسلام و توحید کی ہے اور جن کی رفاقت اور معیت میں یہ سفر طے ہوتا ہے وہ پیغمبر اور ان کے متبعین ہیں جب یہ بدبخت شیاطین اور مضلین کے پنجہ میں پھنس کر صحرائے ضلالت میں بھٹکتا پھرتا ہے اس کے ہادی اور رفقاء ازراہ ہمدردی راہ حق کی طرف بلا رہے ہیں مگر یہ نہ کچھ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے نہ ادھر آتا ہے تو اے مشرکین کیا تمہاری یہ غرض ہے کہ ہم اہل اسلام اپنی ایسی مثال بنالیں۔

جن مشرکین نے مسلمانوں سے ترک اسلام کو کہا تھا ان کو جواب دینے کے لئے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ مضمون تلقین فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اہل اسلام مشرکین سے صاف کہہ دیں کہ تم ہم سے یہ امید مت رکھو کہ ہم اسلام کو چھوڑ کر توحید سے پھر کر اور رسول کریم کے اتباع سے منہ موڑ کر شیطان کی بتلائی ہوئی راہوں پر چلیں گے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! واقعی کبھی مسلمانوں کی یہی شان تھی اور انہوں نے قولاً اور فعلاً دنیا کو دکھلا دیا تھا کہ مسلمان کسی قیمت پر اسلام کی دولت اور توحید کی نعمت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

راہ نجات فقط اسلام میں ہے

اس میں غیر مذاہب کی مدلل تردید فرمائی گئی اور جب تمام دیگر ادیان کا بطلان ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ تمام غیر مذاہب کا انجام آخرت کی حیرانی و پریشانی تباہی و بربادی ہے تو ظاہر ہو گیا کہ راہ فطرت اور طریقہ نجات صرف اسلام ہے اور سوائے اسلام کے کوئی مذہب حصول سعادت کا ذریعہ نہیں بن سکتا اور موجب ہدایت صرف وہی قانون ہو سکتا ہے جو خدا کا بنایا ہوا اور جاری کیا ہوا ہو۔

عقیدہ اور اعمال کی اصلاح ضروری ہے

چونکہ قانون ہدایت میں دو باتیں ہونی ضروری ہیں۔ اعتقاد کی درستگی اور اعمال کی بہتری اس لئے حکم ہوتا ہے کہ اے نبیؐ آپ کہہ دیجئے کہ ہم کو خدا کی طرف سے حکم ہو گیا ہے کہ اسی پروردگار اور خلاق عالم کے سامنے سر عبودیت خم کریں جو تمام عالم کا موجد اور باقی رکھنے والا ہے۔ اس کی توحید کو مانیں اور اس کے کل احکام پر ایمان لا کر عمل کریں۔ اور یہ کیوں؟ اس لئے کہ قیامت کے دن اسی کے پاس سب کو جانا اور حساب کتاب کے بعد جزا و سزا بھگتنی ہے۔ اسی نے آسمان اور زمین کو مفید طریقہ پر پیدا کیا اور ان کی پیدائش میں کوئی نقص نہیں چھوڑا پھر جب یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا تو دوبارہ وہ نیستی سے ہستی میں آنے کا حکم دے گا تو فوراً بلا تامل تمام عالم پھر پیدا ہو جائے گا۔ اس کا حکم پورا ہو گا۔ کسی کو انحراف اور سرتابی کی طاقت نہ ہو گی اور اس روز اس کی بادشاہت آنکھوں سے حقیقۃً بھی اور ظاہراً بھی نظر آئے گی۔ پس جو خدا یہ صفات رکھتا ہے جن کا ذکر ان آیات میں ہوا وہی اس لائق ہے کہ ہم اس کے تابع فرمان ہوں۔ اس کے سامنے انتہائی عبودیت اختیار کریں اور ہر آن اس سے ڈرتے رہیں۔ اسی کا ہم کو حکم ہوا ہے جس سے ہم کسی حال میں منہ نہیں موڑ سکتے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح اور سچی توحید نصیب فرمائیں اور اسی پروردگار عالم کو ہم اپنا معبود حقیقی مانیں۔ یا اللہ اپنے احکام کی پوری فرمانبرداری ہم کو نصیب فرما۔ اعمال میں بھی عقائد میں بھی یا اللہ ہم کو اسلام مضبوطی کے ساتھ پکڑنے ہدایت کے راستہ پر قائم رہنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی پوری پوری توفیق عطا فرما۔ اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۷۴

وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهِيْمُ	لِاَبِيْهِ	اٰزَرَ	اَتَتَّخِذُ	اَصْنَامًا	اٰلِهَةً	اِنِّيْ	اَرٰىكَ	وَقَوْمَكَ	فِيْ ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ
اور جب	کہا	ابراہیمؑ	اپنے باپ کو	آزر	کیا تو بناتا ہے	بُت (جمع)	معبود	بیشک میں	تجھے دیکھتا ہوں	اور تیری قوم	گمراہی	کھلی

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھ رہا ہوں

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝۷۵ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ

وَكَذٰلِكَ	نُرِيْ	اِبْرٰهِيْمَ	مَلَكُوْتَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَلِيَكُوْنَ	مِنَ	الْمُوْقِنِيْنَ	فَلَمَّا	جَنَّ	عَلَيْهِ
اور اسی طرح	ہم دکھانے لگے	ابراہیمؑ	بادشاہی	آسمانوں (جمع)	اور زمین	اور تاکہ ہو جائے وہ	سے	یقین کرنے والے	پھر جب	اندھیرا کرلیا	اس پر

اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جاویں۔ پھر جب رات کی تاریکی

الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝۷۶ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا

الَّيْلُ	رَاٰ	كَوْكَبًا	قَالَ	هٰذَا	رَبِّيْ	فَلَمَّا	اَفَلَ	قَالَ	لَا	اُحِبُّ	الْاٰفِلِيْنَ	فَلَمَّا	رَاٰ	الْقَمَرَ	بَازِغًا
رات	اس نے دیکھا	ایک ستارہ	اس نے کہا	یہ	میرا رب	پھر جب	غائب ہو گیا	اس نے کہا	نہیں	میں دوست رکھتا	غائب ہونیوالے	پھر	جب دیکھا	چاند	چمکتا ہوا

اُن پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا، آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا پھر جب چاند کو دیکھا

قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝۷۷ فَلَمَّا

قَالَ	هٰذَا	رَبِّيْ	فَلَمَّا	اَفَلَ	قَالَ	لَئِنْ	لَمْ يَهْدِنِيْ	رَبِّيْ	لَاَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْقَوْمِ	الضَّآلِّيْنَ	فَلَمَّا
بولے	یہ	میرا رب	پھر جب	غائب ہو گیا	کہا	اگر	نہ ہدایت دے مجھے	میرا رب	تو میں ہو جاؤں	سے	قوم۔ لوگ	بھٹکنے والے	پھر جب

چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔

رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۷۸

رَاٰ	الشَّمْسَ	بَازِغَةً	قَالَ	هٰذَا	رَبِّيْ	هٰذَا	اَكْبَرُ	فَلَمَّا	اَفَلَتْ	قَالَ	يٰقَوْمِ	اِنِّيْ	بَرِيْٓءٌ	مِّمَّا	تُشْرِكُوْنَ
اس نے دیکھا	سورج	جگمگاتا ہوا	بولے	یہ	میرا رب	یہ	سب سے بڑا	پھر جب	وہ غائب ہو گیا	کہا	اے میری قوم	بیشک میں	بیزار	اس سے جو	تم شرک کرتے ہو

پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب میں بڑا ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا آپ نے فرمایا اے میری قوم بیشک میں تمہارے

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۷۹

اِنِّيْ	وَجَّهْتُ	وَجْهِيَ	لِلَّذِيْ	فَطَرَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	حَنِيْفًا	وَمَآ اَنَا	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ
بیشک میں	میں نے منہ موڑ لیا	اپنا منہ	اسکی طرف جس	بنائے	آسمان (جمع)	اور زمین	یک رُخ ہو کر	اور نہیں میں	سے	شرک کرنیوالے

شرک سے بیزار ہوں۔ میں یک سو ہو کر اپنا رخ اُسکی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر اور وہاں کا ماحول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تخمیناً ڈھائی ہزار سال پہلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۰۷۰ سال پہلے ملک عراق میں ایک شہر بابل کی بنیاد پڑی۔ یہ شہر بابل بعد کے زمانہ میں صنعتوں میں بڑا ترقی یافتہ سمجھا جاتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بابل اور نینوا کا حاکم نمرود تھا جو شاہ ایران کا باجگذار یا کم از کم تابعدار ضرور تھا۔ اور بڑا سرکش، جابر اور متکبر حاکم تھا۔ یہ لوگ عموماً بت پرست تھے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی بت بنا کر بیچا کرتے تھے اور وہ لوگ آفتاب ماہتاب اور ستاروں کو بھی پوجتے تھے۔ اور عموماً سب لوگ بت پرستی میں سرگرم تھے۔ ایسے عہد ایسے ملک اور ایسی فضا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ چونکہ اس وقت کے نجومیوں نے پہلے سے اطلاع نمرود کو دے دی تھی کہ عنقریب ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اہل بابل کی موجودہ حکومت کو تباہ کر ڈالے گا اس لئے نمرود نے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم عام دے دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی سفاکی کے سال پیدا ہوئے۔ پیدائش کے بعد والدین نے بادشاہ کے خوف سے کسی غار یا تہ خانہ میں چھپا دیا اور چونکہ ہر نبی فطرۃً معصوم اور شرک سے پاک ہوتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی سرشت کے لحاظ سے شرک سے بیزار تھے۔ والدین اسی مخفی مقام پر آیا جایا کرتے تھے۔ ایام طفلی تو اخفا کی حالت میں گزر گئے جب بچپن ختم ہو کر بلوغ کا زمانہ آیا اور باپ نے اپنے آبائی دین کی ترغیب دی تو یہ مکالمہ ہوا جو ان آیات میں مذکور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد اور اپنی قوم کو سمجھانا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہوسکتا

حضرت ابراہیم علیہ السلام صبح و شام آنکھ سے دیکھتے تھے کہ ان بیجان مورتوں کو میرا باپ اپنے ہاتھوں سے بناتا اور گھڑتا رہتا ہے اور جس طرح اس کا جی چاہتا ہے ناک کان آنکھیں اور جسم تراش لیتا اور پھر خریدنے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ کیا یہ خدا ہو سکتے ہیں؟ یا خدا کے مثیل و ہمسر کہے جا سکتے ہیں؟ حاشا وکلاء ہرگز نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اگرچہ بچپن ہی سے توحید کے محقق عارف تھے۔ لیکن بعثت سے سرفراز ہو کر سب سے پہلے انہوں نے اس طرف توجہ فرمائی اور توحید کے سلسلہ میں مناظرہ فرمایا۔ جب باپ نے اپنے آبائی دین کی ترغیب دی تو آپ نے جواباً باپ سے کہا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ صریح اور صاف گمراہی کیا ہوگی کہ اکرم المخلوقات ''انسان'' اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھروں کو خدائی کا درجہ دے کر ان کے سامنے سربسجود ہو جائے اور ان کی پرستش کرنے لگے اور انہی سے مرادیں مانگنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بتلایا کہ ہم نے ابراہیمؑ کی نظر میں ان کے والد کی اور قوم کی بت پرستی حقیر اور بے وقت کر دکھائی تھی اور ان پر یہ ظاہر کر دیا تھا کہ بت کسی طرح بھی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی بناء پر نہ تو وہ باپ اور قوم کے طریقہ پر چلے اور نہ ان کے بہکانے سے بہکے۔ اسی طرح آسمانوں اور زمینوں کے عجائبات اور حقائق ان کے دل پر منکشف کر دیئے تھے اور چاند، سورج ستارے وغیرہ بچشم معرفت دکھا کر ان کو عارف کامل اور یقین والا بندہ بنا دیا تھا کہ مخلوق ادنیٰ ہو یا اعلیٰ سب ایک ہی حکم میں ہیں۔ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے قابل نہیں۔ ایک رات جب تاریکی چھا گئی اور خوب اندھیرا ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس ستارہ کو دیکھ کر جس کی ان کے والد اور قوم والے پرستش کیا کرتے تھے کہا کہ تمہارے خیال میں میرا اور تمہارا رب اور معبود یہ ستارہ ہے! یہی لائق عبادت ہے! لیکن اس کی روشنی اور چمک دمک تھوڑی دیر کی ہے چنانچہ تھوڑی دیر بعد جب وہ تارہ ڈوب گیا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا دیکھا ستارہ غروب ہو گیا اور میں غروب ہو جانے والی چیزوں کو معبود بنانا پسند نہیں کرتا لیکن اس روشن دلیل نے ان کے دلوں میں تاثیر ہدایت نہ پیدا کی اور وہ اپنے عقیدہ سے نہ پھرے تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دلیل کو پرزور بنانے کے لئے فرمایا کہ اچھا دیکھو! چاند طلوع ہو گیا اور تمہارے خیال میں یہ میرا اور ساری قوم کا رب ہے اور یہی پرستش کے

لائق ہے لیکن یہ بھی تغیر پذیر ہے اس میں بھی معبود ہونے کی قابلیت نہیں۔ تم جو اس کو رب سمجھتے ہو دیکھو یہ غائب ہو گیا اور غائب ہو جانے والا بھی کہیں معبود ہو سکتا ہے تم کو خدا تعالیٰ نے گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے۔ اگر خدا مجھے بھی ہدایت پر ثابت اور قائم نہ رکھے تو میں بھی گمراہ ہو جاؤں۔ جب یہ دلیل بھی اس قوم کے حق میں سودمند نہ ہوئی تو جب صبح ہوئی اور آفتاب عالمتاب نکلا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ ہاں تمہارے عقیدہ میں یہ سب سے بڑا خدا ہو سکتا ہے بلکہ ہے مگر یہ عقیدہ بھی غلط ہے یہ تو غائب ہو جانے والی چیز ہے اس کو الوہیت اور معبودیت کا کیا حق ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جب آفتاب بھی ڈوب گیا تو فرمایا اے قوم والو! میں پرستش غیر اللہ سے بیزار ہوں ان میں سے کوئی بھی پروردگار نہیں ہو سکتا کیونکہ سب زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہم مختار نہیں مجبور ہیں۔ حاکم نہیں محکوم ہیں ایک بالاتر ہستی ہے جو ان سب کا بنانے والا ہے اور جس کے حکم اور ضابطے کے آگے سب جھکے ہوئے ہیں اس لئے میں تو صرف اسی کا ہوں۔ میری راہ شرک کرنے والوں کی راہ نہیں ہے میں نے اپنی عبادت اور پرستش کا مرکز خدائے یگانہ کو قرار دے لیا ہے جو خلاق عالم اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ میں کسی طرح شرک کرنے والوں کے گروہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس حقیقت کو بتلا دیا کہ میرا اور تمہارا پالنے والا رب ان تمام مخلوقات میں سے کوئی نہیں ہو سکتا۔ نہ خود تراشیدہ بت، نہ ستارہ، نہ چاند، نہ سورج کہ جو خود اپنے وجود میں دوسرے کے محتاج ہیں۔ اور ہر وقت اور ہر آن جو طلوع وغروب کے تغیرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ جن کے حالات ادل بدل ہوتے رہتے ہوں۔ وہ اپنی حرکات میں کسی دوسری طاقت کے تابع ہوں۔ ان کا تغیر اور انقلاب اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ سب فانی اور حادث ہیں اور سب کے سب کسی خاص نظام میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور کسی اعلیٰ وبرتر قاہر ہستی کے حکم کے مسخر ہیں کہ ذرہ برابر اس سے عدول حکمی نہیں کر سکتے۔ ان کی چال اور رفتار اور سمت اور جہت اور مسافت سب متعین کر دی ہے کہ ذرہ برابر اس سے باہر نہیں جا سکتے جو ان کی بے بسی کمزوری اور لاچارگی پر دلالت ہے اور یہ کہ یہ کسی عزیز مقتدر کے محکوم ہیں اور اس کے سامنے مجبور ہیں جو انہیں چکر کھلا رہا ہے۔ تو یہ ستارے اور شمس وقمر کس طرح خدا ہو سکتے ہیں۔؟ یہ تو سب خدا کے مزدور ہیں اور اس کے سامنے مقہور اور مجبور ہیں۔ الوہیت تو اسی کو سزاوار ہے کہ جو ان سب کا خالق ومالک ہے اور جس کی کبریائی عظمت اور جلال کو کبھی فنا اور زوال نہیں۔ اس لئے میں سب سے قطع تعلق کر کے صرف ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش وبندگی کا قائل ہوں جس نے یہ آسمان وزمین اور یہ سب کائنات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کی سچی توحید ومعرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم ظاہر میں اور باطن میں آپ ہی کی طرف اپنا رخ کرنے والے ہوں اور آسمان اور زمین کی مخلوقات سے ہم کو یا اللہ آپ ہی کی معرفت نصیب ہو۔

یا اللہ ہمارے دلوں میں اپنی شان ربوبیت کا پورا یقین عطا فرما دے اور ہر طرح کے شرک اور کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

وَحَآجَّهٗ	قَوْمُهٗ	قَالَ	اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ	فِی	اللّٰهِ	وَ	قَدْ هَدٰىنِ	وَ	لَآ اَخَافُ	مَا تُشْرِكُوْنَ	بِهٖ	اِلَّآ	اَنْ
اور اس سے جھگڑا کیا	اسکی قوم	اس نے کہا	کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو	میں	اللہ	اور	اس نے مجھے ہدایت دیدی ہے	اور	نہیں ڈرتا میں	جو تم شریک کرتے ہو	اسکا	مگر	یہ کہ

اور اُن سے اُنکی قوم نے حجت کرنا شروع کی، آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اُس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا ہے اور میں اُن چیزوں سے جنکو تم اللہ تعالیٰ کے

یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ

یَّشَآءَ	رَبِّیْ	شَیْـًٔا	وَسِعَ	رَبِّیْ	كُلَّ شَیْءٍ	عِلْمًا	اَ	فَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ	وَكَیْفَ	اَخَافُ	مَآ اَشْرَكْتُمْ	
چاہے	میرا رب	کچھ	احاطہ کرلیا	میرا رب	ہر چیز	علم	کیا	سو تم نہیں سوچتے	اور کیونکر	میں ڈروں	جو تم شریک کرتے ہو (تمہارے شریک)	

ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے، میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے، کیا تم پھر خیال نہیں کرتے۔اور میں اُن چیزوں سے کیسے ڈروں

وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ

وَ	لَا تَخَافُوْنَ	اَنَّكُمْ	اَشْرَكْتُمْ	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ یُنَزِّلْ	بِهٖ	عَلَیْكُمْ	سُلْطٰنًا	فَاَیُّ	الْفَرِیْقَیْنِ	اَحَقُّ
اور	تم نہیں ڈرتے	کہ تم	شریک کرتے ہو	اللہ کا	جو	نہیں اتاری	اسکی	تم پر	کوئی دلیل	سو کون	دونوں فریق	زیادہ حقدار

جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھیرایا ہے جنکی اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، سو ان دو جماعتوں میں

بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ

بِالْاَمْنِ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	اَلَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	لَمْ یَلْبِسُوْٓا	اِیْمَانَهُمْ	بِظُلْمٍ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمُ
امن کا	اگر	تم	جانتے ہو	جو لوگ	ایمان لائے	اور	نہ ملایا	اپنا ایمان	ظلم سے	یہی لوگ	ان کیلئے

سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کیلئے امن ہے

الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور وہی راہ پر چل رہے ہیں۔

الْاَمْنُ	وَهُمْ	مُّهْتَدُوْنَ
امن (دلجمعی)	اور وہی	ہدایت یافتہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان توحید پر قوم کا ردعمل اور اُنکی استقامت اور تدبر

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں، ستاروں چاند اور سورج سب کو نا قابل پرستش قرار دیا اور صرف ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کو معبود حقیقی ماننے کے لئے قوم سے کہا۔ اب قوم میں چرچا ہونے لگا کہ یہ کیا ہوا؟ ابراہیم نے ہمارے تمام ہتھیار بیکار اور ہمارے تمام دلائل پامال کردیئے اور ہمارے تمام معبودان کو باطل قرار دیا۔ اب ہم ابراہیم کے اس مضبوط اور محکم برہان کا کس طرح رد کریں؟ اور اس کی روشن دلیل کا کیا جواب دیں؟ وہ اس کے لئے بالکل عاجز اور درماندہ تھے اور جب کوئی بس نہ چلا تو قائل ہونے اور صدائے حق کو قبول کرنے کے بجائے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑنے اور اپنے معبودان باطل سے ڈرانے لگے کہ وہ تمہاری توہین کا تم سے ضرور انتقام لیں گے اور تم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کی حجت کے جواب میں جو ارشاد فرمایا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا

ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا تم خدا کی وحدانیت' الوہیت اور خلاقیت کے متعلق مجھ سے جھگڑا کرتے ہو اور اپنے بتوں سے مجھ کو ڈراتے ہو اور مجھے گمراہ کرنا چاہتے ہو حالانکہ خدائے تعالیٰ نے مجھ کو صحیح راہ دکھادی ہے۔ میری ہدایت کے اسباب پیدا فرمادیئے اور میری عقل کو روشن کردیا۔ تو واضح حقیقت اور بدیہی بات میں جھگڑا کرنے کی گنجائش کس طرح ممکن ہے؟ رہا ان بتوں اور دیوتاؤں کی ضرر رسانی کا خوف تو مجھے تمہارے ان بتوں کی مطلق کوئی پرواہ نہیں۔ ان سے مجھے کوئی خوف نہیں۔ یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان کو ضرر رسانی کی طاقت ہی نہیں ہاں جو کچھ میرا رب چاہے گا وہی ہوگا۔ اگر خدا ہی کو میرا ضرر مقصود ہوگا تو لامحالہ ہو کر رہے گا۔ مگر تمہارے باطل معبودان کو ضرر رسانی میں کوئی دخل نہیں۔ میرے پروردگار کے علم میں سب کچھ سما سکتا ہے۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اگر اس کی مصلحت میری ضرر یابی کی مقتضی ہے تو مجھے چون و چرا کا حق نہیں مگر میں ان دھمکیوں سے کسی طرح مرعوب نہیں ہوسکتا۔ تم کو خدا کی نافرمانی کرنے اور اس کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہرانے میں بھی کوئی خوف نہیں آتا جس کے لئے تمہارے پاس ایک دلیل بھی نہیں اور مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ میں خدائے واحدہ کا ماننے والا تمہارے بتوں سے ڈر جاؤں گا۔ میں قادر مطلق مختار کل' خلاق عالم کا پرستار ہوں۔ تم مجبور محض بے اختیار اور بے طاقت باطل معبودوں کی عبادت کرتے ہو۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ہم دونوں فریقوں میں سے کون مفسد ہے اور کون امن پسند۔ اگر تم کو عقل و دانش سے کچھ حصہ ملا ہے تو تم خود فیصلہ کرو اور بتاؤ اور اگر تم نہیں بتا سکتے تو سنو میں بتائے دیتا ہوں۔ جن لوگوں نے خدا کو واحدہ لاشریک جانا اس کی الوہیت' ربوبیت اور خلاقیت پر ایمان لائے اور اس ایمان و یقین میں شرک و کفر کو آمیختہ نہ کیا۔ یہی راہ راست پر ہیں اور آخرت کا امن و نجات انہی کے لئے مخصوص ہے۔

دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے دو شرطیں

یہاں آخری آیت یہ ہے الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں امن اور دنیا میں ہدایت کا وعدہ یا بشارت دو شرطوں کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ ایک تو الـذیـن امـنـوا فرمایا یعنی جو لوگ ایمان رکھتے ہیں دوسرے وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ فرمایا یعنی جنہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کا پیوند نہیں لگا۔

احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ظلم کی تفسیر شرک سے فرمائی۔ تو حاصل مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ مامون اور مہتدی صرف وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو ایمان و یقین لائے اس طرح کہ اس میں شرک کی ملاوٹ بالکل نہ ہو۔ اگر خدا پر ایمان رکھنے کے باوجود شرک کو نہ چھوڑا تو وہ نہ ایمان شرعی ہے نہ اس کے ذریعہ سے امن و ہدایت نصیب ہوسکتی ہے اور شرک یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات' اس کی صفات' اس کے کمالات' اس کی عبادت اور اس کی حدود عظمت میں کسی اور کو شریک بنا لینا۔ خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء ہوں یا اولیاء یا کوئی اور۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو توحید حقیقی نصیب فرمادیں۔ اور ہم کو وہ ایمان نصیب فرمائیں جو شرک کی ملاوٹ سے بالکل پاک ہو۔ یا اللہ ہمیں بھی ان مومنین کے زمرہ میں شریک فرمالیجئے جن کے لئے دنیا میں ہدایت اور آخرت میں امن کا وعدہ و بشارت ہے۔ یا اللہ ہمارے دلوں میں بس آپ اپنا خوف عطا فرمائیں اور غیروں کے خوف و ڈر سے ہمارے دلوں کو پاک فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

وَتِلْكَ	حُجَّتُنَآ	اٰتَيْنٰهَآ	اِبْرٰهِيْمَ	عَلٰى	قَوْمِهٖ	نَرْفَعُ	دَرَجٰتٍ	مَّنْ	نَّشَاۗءُ	اِنَّ	رَبَّكَ	حَكِيْمٌ	عَلِيْمٌ
اور یہ	ہماری دلیل	ہم نے یہ دی	ابراہیمؑ	پر	اسکی قوم	ہم بلند کرتے ہیں	درجے	جو۔جس	ہم چاہیں	بیشک	تمہارارب	حکمت والا	جاننے والا

اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیمؑ کو اُنکی قوم کے مقابلہ میں دی تھی ہم جسکو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھادیتے ہیں، بیشک آپکا رب بڑا علم والا حکمت والا ہے

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ

وَ	وَهَبْنَا	لَهٗ	اِسْحٰقَ	وَيَعْقُوْبَ	كُلًّا	هَدَيْنَا	وَنُوْحًا	هَدَيْنَا	مِنْ قَبْلُ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّتِهٖ	دَاوٗدَ
اور	بخشا ہم نے	اُنکو	اسحٰقؑ	اور یعقوب	سبکو	ہدایت دی ہم نے	اور نوحؑ	ہم نے ہدایت دی	اس سے قبل	اور	سے	انکی اولاد	داؤدؑ

اور ہم نے اُنکو اسحٰقؑ دیا اور یعقوب ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی، اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوحؑ کو ہدایت کی اور اُنکی اولاد میں سے داؤدؑ کو

وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى

وَسُلَيْمٰنَ	وَاَيُّوْبَ	وَيُوْسُفَ	وَمُوْسٰى	وَهٰرُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ	وَزَكَرِيَّا	وَيَحْيٰى
اور سلیمانؑ	اور ایوبؑ	اور یوسفؑ	اور موسیٰؑ	اور ہارونؑ	اور اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	نیک کام کرنے والے	اور زکریاؑ	اور یحییٰؑ

اور سلیمانؑ کو اور ایوبؑ کو اور یوسفؑ کو اور موسیٰؑ کو اور ہارونؑ کو، اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزادیا کرتے ہیں۔ اور نیز زکریاؑ کو اور یحییٰؑ کو

وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا

وَعِيْسٰى	وَ	اِلْيَاسَ	كُلٌّ	مِّنَ	الصّٰلِحِيْنَ	وَاِسْمٰعِيْلَ	وَالْيَسَعَ	وَيُوْنُسَ	وَلُوْطًا	وَ	كُلًّا	فَضَّلْنَا
اور عیسیٰؑ	اور	الیاسؑ	سب	سے	نیک بندے	اور اسمٰعیلؑ	اور الیسعؑ	اور یونسؑ	اور لوطؑ	اور	سب	ہم نے فضیلت دی

اور عیسیٰؑ کو اور الیاسؑ کو، سب پورے شائستہ لوگوں میں تھے۔ اور نیز اسمٰعیلؑ کو اور یسعؑ کو اور یونسؑ کو اور لوطؑ کو۔ اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ

عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ	وَ	مِنْ	اٰبَاۗىِٕهِمْ	وَذُرِّيّٰتِهِمْ	وَاِخْوَانِهِمْ	وَ	اجْتَبَيْنٰهُمْ	وَهَدَيْنٰهُمْ	اِلٰى	صِرَاطٍ
پر	تمام جہان والے	اور	سے (کچھ)	اُنکے باپ دادا	اور انکی اولاد	اور انکے بھائی	اور	اور ہم نے چنا انہیں	اور ہم نے ہدایت دی انہیں	طرف	راستہ

فضیلت دی۔ اور نیز انکے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو، اور ہم نے اُنکو مقبول بنایا اور ہم نے اُنکو راہ راست کی ہدایت کی۔

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ

مُّسْتَقِيْمٍ	ذٰلِكَ	هُدَى	اللّٰهِ	يَهْدِيْ	بِهٖ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ	وَلَوْ	اَشْرَكُوْا	لَحَبِطَ	عَنْهُمْ
سیدھا	یہ	رہنمائی	اللہ	ہدایت دیتا ہے	اس سے	جسے	چاہے	سے	اپنے بندے	اور اگر	وہ شرک کرتے	تو ضائع ہوجاتے	ان سے

اللہ کی ہدایت وہ یہی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اسکی ہدایت کرتا ہے، اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کیا کرتے تھے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ

مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	وَالْحُكْمَ	وَالنُّبُوَّةَ	فَاِنْ	يَّكْفُرْ	بِهَا	هٰٓؤُلَآءِ
جو کچھ	وہ کرتے تھے	یہ	وہ لوگ جو	ہم نے دی انہیں	کتاب	اور شریعت	اور نبوت	پس اگر	انکار کریں	اسکا	یہ لوگ

اُن سے سب اکارت ہوجاتے۔ یہ ایسے تھے کہ ہم نے انکو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تھی، سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کیلئے

فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ

فَقَدْ وَكَّلْنَا	بِهَا	قَوْمًا	لَّيْسُوْا	بِهَا	بِكٰفِرِيْنَ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	هَدَى	اللّٰهُ	فَبِهُدٰىهُمُ
تو ہم مقرر کردیتے ہیں	ان کیلئے	ایسے لوگ	وہ نہیں	اسکے	انکار کرنے والے	یہی لوگ	وہ جو	ہدایت دی	اللہ	سو انکی راہ پر

ایسے بہت لوگ مقرر کردیئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں۔ یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیے۔

اقْتَدِهْ ۗ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٠﴾

	اقْتَدِهْ	قُلْ	لَّآ اَسْئَلُكُمْ	عَلَيْهِ	اَجْرًا	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	ذِكْرٰى	لِلْعٰلَمِيْنَ	
	چلو	آپ کہدیں	نہیں مانگتا میں تم سے	اس پر	کوئی اجرت	نہیں	یہ	مگر	نصیحت	تمام جہان والے	

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ قرآن) پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا یہ تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت حق کا استحکام اور ماضی و مستقبل میں اس کا تسلسل

اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان کو قوم کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے دلائل عطا فرمائے تھے کہ جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سربلندی نصیب ہوئی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے مقابلہ میں جو دلائل و براہین بیان کئے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعلیم و تلقین تھی۔ کسی معلم بشری یا استاذ انسانی کی تعلیم کا اثر نہ تھا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنے فضل و انعام سے سرفراز فرماتے ہیں۔ اور علم و حکمت سے نوازتے ہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے سولہ انبیاء کا ذکر کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جد امجد حضرت نوح علیہ السلام کا بھی ذکر کیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ یہ خدا پرستی اور اتباع توحید کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہی موقوف نہیں۔ ان سے پہلے ان کے جد امجد حضرت نوح علیہ السلام بھی موحد تھے۔ مشرک نہ تھے۔ اور پھر ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی نسل میں سے ایسی شخصیتیں پیدا کیں جن کی بزرگی عرب و عجم میں مشہور تھی وہ بھی سب موحد تھے مشرک نہ تھے۔ ان سب کی راہ راہ ہدایت تھی اور یہ سب خدا تعالیٰ کے ہدایت یافتہ تھے۔ پھر بتلایا گیا کہ اس توحید اور خدا پرستی کے سبب سے نہ صرف ان مذکورہ پیغمبروں کو بلکہ ان حضرات مذکورین کے کچھ باپ دادوں کو اور اور کچھ اولاد اور کچھ بھائیوں کو بھی طریق حق کی ہدایت دی اور ان کو برگزیدہ بنایا اور راہ راست کی طرف ان کو ہدایت کی۔

سلسلۂ حق کے داعیان کے تذکرہ کا مقصد

تو مقصود ان سب مقبولان خدا کے ذکر سے توحید و رسالت کی تائید اور تقویت کرنی ہے اور یہ جتلانا ہے کہ جس کو راہ ہدایت مطلوب ہو وہ ان حضرات کی اقتداء اور ان کی طرح توحید کا قائل ہو اور خدا پرستی اختیار کرے اور شرک سے اجتناب اور نفرت کرے اور ان حضرت انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ خصوصیت سے اہل عرب کے لئے زیادہ مناسب ہوا کہ وہ لوگ اپنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

طرف منسوب کرتے تھے۔ پس اس تذکرہ میں مشرکین عرب کو تنبیہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے منتسبین تو سب موحد تھے اور شرک کو برا سمجھتے تھے پھرتم ان کے کیسے معتقد اور نام لیوا ہو کہ ان کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کرتے ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ شرک و بت پرستی کو چھوڑ کر خالص توحید قبول کرو جو منحصر ہے اسلام کے قبول کرنے اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں اور آپ کی دعوت دین حق قبول کرنے میں۔

شرک ہلاکت ہے

پھر تمام انسانوں کے سنانے کے لئے یہ بتلایا گیا کہ شرک انسان کے تمام اعمال کو برباد کر دیتا ہے اور اس معاملہ میں اور کسی کی تو حقیقت کیا ہے اگر بفرض محال انبیاء ومقربین سے بھی معاذ اللہ اگر شرک کی حرکت سرزد ہو تو ان کا بھی سارا کرادھرا اکارت ہو جائے۔

حق کسی خاص قوم یا گروہ کا محتاج نہیں ہے

پھر بطور پیشین گوئی کے یہ فرمایا کہ اگر مکہ کے کافر یا دوسرے مشرکین اس کتاب اس شریعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کریں تو خدا کا دین کچھ ان پر موقوف نہیں اللہ ایک گروہ ایسے لوگوں کا پیدا کر دے گا جو اس راہ حق کی حفاظت اور پیروی اپنے ذمہ لے لے گا اور انکار کی جگہ سچائی کا شناسا ہوگا۔ اور طریق حق کو دل وجان سے قبول کرے گا۔ چنانچہ انصار اور مہاجرین کا گروہ پیدا ہوا جنہوں نے اس دین حق کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور اس کا پورا پورا اتباع کر کے دکھایا۔

تمام انبیاء کی دعوت ایک ہی دعوت تھی

پھر بتلایا گیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام عقائد اور اصول دین اور مقاصد کلیہ میں متحد تھے۔ سب کا بنیادی دستور ایک ہے۔ ہر نبی کو اسی پر چلنے کا حکم ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طریق مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیاء سابقین کے راستہ سے جدا نہیں۔ رہا فروع کا اختلاف وہ ہر زمانہ کی مناسبت واحوال کے اعتبار سے پہلے بھی واقع ہوتا رہا ہے۔ اور اب بھی واقع ہو تو مضائقہ نہیں۔

پیغمبر کی ذات ذاتی مفاد سے بالاتر ہوتی ہے

اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان فرمادینے کا ارشاد ہوا کہ اے لوگو میں تم سے کسی طرح کے اجر کا طالب نہیں۔ اگر تم نہیں مانتے تو میرا تو کوئی نفع فوت نہیں ہوتا۔ میرا اجر تو خدا کے ہاں ثابت ہے۔ ہاں تم نصیحت سے انحراف کر کے خود اپنا نقصان کرو گے۔ سارے جہان میں سے ایک نہیں تو دوسرا نصیحت قبول کرے گا جو انکار کرے گا اسے اپنی محرومی اور بدبختی کا ماتم کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کا اجر

ان آیات میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر انعامات الٰہیہ بیان فرما کر ایک طرف تو اس قانون قدرت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں اپنی محبوب چیزوں کو قربان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی اس سے بہتر چیز عطا فرمادیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں اپنے باپ، برادری گھر بار، وطن قوم سب کو چھوڑ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آخرت کے درجات عالیہ اور نعمائے اخرویہ سے پہلے دنیا میں بھی ان کو اپنی برادری سے بہتر برادری اور وطن سے بہتر وطن عطا فرمایا اور وہ خاص عزت عطا ہوئی کہ قیامت تک آنے والی نسلیں خواہ وہ یہودی ہوں یا نصاریٰ یا اہل اسلام سب ہی ان کے تقدس کے قائل اور ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور پھر یہ شرف عظیم عطا فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد قیامت تک جتنے انبیاء ورسل مبعوث فرمائے گئے وہ سب آپ ہی کی نسل اور اولاد میں ہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ اُس نے ہمیں اسلام وایمان سے نوازا اور کفر وشرک سے بچایا۔ یا اللہ ہمیں اسلام وایمان کی سچی قدر شناسی کی توفیق عطا فرما اور تازیست ہم کو اسلام وایمان پر ثابت قدم رکھنا اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمانا۔ یا اللہ اس قرآن پاک سے ہم کو بھی نصیحت حاصل کرنے والا اور دنیا والوں کو اس کی نصیحت پہنچانے والا بنادے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

14

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

وَمَا	قَدَرُوا	اللّٰهَ	حَقَّ	قَدْرِهٖ	اِذْ قَالُوْا	مَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	عَلٰى	بَشَرٍ	مِنْ شَیْءٍ	قُلْ	مَنْ	اَنْزَلَ
اور نہیں	انہوں نے قدر جانی	اللہ	حق	اسکی قدر	جب انہوں نے کہا	نہیں	اتاری	اللہ	پر	کوئی انسان	کوئی چیز	آپ کہدیں	کس	اتاری

اوران لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی جبکہ یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی، آپ یہ کہیئے کہ وہ کتاب

الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا

الْكِتٰبَ	الَّذِیْ	جَآءَ + بِهٖ	مُوْسٰى	نُوْرًا	وَهُدًى	لِلنَّاسِ	تَجْعَلُوْنَهٗ	قَرَاطِیْسَ	تُبْدُوْنَهَا
کتاب	وہ جو	لائے اسکو	موسیٰ	روشنی	اور ہدایت	لوگوں کیلئے	تم نے کردیا اسکو	ورق ورق	تم ظاہر کرتے ہو اسکو

کس نے نازل کی ہے جسکو موسیٰ لائے تھے جسکی یہ کیفیت ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کیلئے وہ ہدایت ہے جسکو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کردیتے ہو

وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ

وَتُخْفُوْنَ	كَثِیْرًا	وَعُلِّمْتُمْ	مَا	لَمْ تَعْلَمُوْا	اَنْتُمْ	وَلَا	اٰبَآؤُكُمْ	قُلْ	اللّٰهُ	ثُمَّ	ذَرْهُمْ	فِیْ	خَوْضِهِمْ
اور تم چھپاتے ہو	اکثر	اور سکھایا تمہیں	جو	تم نہ جانتے تھے	تم	اور نہ	تمہارے باپ دادا	آپ کہدیں	اللہ	پھر	انہیں چھوڑ دیں	میں	اپنے بیہودہ شغل

اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم کی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر انکو انکے

یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

یَلْعَبُوْنَ	وَهٰذَا	كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	مُبٰرَكٌ	مُصَدِّقُ	الَّذِیْ	بَیْنَ یَدَیْهِ	وَلِتُنْذِرَ	اُمَّ الْقُرٰى	وَمَنْ
وہ کھیلتے رہیں	اور یہ	کتاب	ہم نے نازل کی	برکت والی	تصدیق کرنے والی	جو	اپنے سے پہلی (کتابیں)	اور تا کہ تم ڈراؤ	اہل مکہ	اور جو

مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے۔ اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جسکو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے

حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

حَوْلَهَا	وَالَّذِیْنَ	یُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	یُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ	وَهُمْ	عَلٰى	صَلَاتِهِمْ	یُحَافِظُوْنَ
اسکے اردگرد	اور جو لوگ	ایمان رکھتے ہیں	آخرت پر	ایمان لاتے ہیں	اس پر	اور وہ	پر (کی)	اپنی نماز	حفاظت کرتے ہیں

تاکہ آپ مکہ والوں کو اور آس پاس والوں کو ڈراویں، اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں۔

نزول وحی کے منکرین کے اعتراضات

ان آیات میں ان منکرین ومعاندین کا رد کیا گیا ہے جو اپنی بدفہمی یا جہل سے یا پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کے جوش میں حق تعالیٰ کی اس صفت کا ہی انکار کرنے لگے کہ وہ کسی انسان کو اپنی وحی ومکالمۂ خاص سے مشرف فرمائے۔ گویا کتابوں کے نازل کرنے اور پیغمبروں کو دنیا میں بھیجنے کے سلسلہ ہی کی سرے سے نفی کرنے لگے۔ چنانچہ منکرین نبوت کہہ دیا کرتے تھے کہ خدا نے کچھ بھی کسی بشر پر نازل نہیں کیا۔ حالانکہ مشرکین عرب بھی یہود اہل کتاب سے سن کر نبیوں کو جانتے تھے خاص کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خوب واقف تھے۔ یہود تو از راہ حسد وعناد قرآن کا انکار کرتے تھے اور

مشرکین کو سکھلاتے تھے کہ خدا نے اپنی کوئی کتاب کسی پر نازل نہیں کی۔

منکرین کے اعتراض کا جواب

ان آیات میں ان منکرین کو اس کا جواب دو طرح دیا گیا ہے۔ایک تحقیقی جواب ایک الزامی جواب۔ تحقیقی جواب تو یہ دیا گیا کہ تم اللہ کو مانتے تو ہو لیکن اس کے علم وقدرت اور حکمت سے واقف نہیں ہو اس لئے تم نے اس کو پوری طرح نہ پہچانا اور اس کی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنی چاہئے تھی۔اس نے انسان کے لئے اپنی حکمت سے طریقہ ہی یہ رکھا ہے کہ اس کی ہدایت کے لئے رسول اس کی کتاب لائیں اور اسے لوگوں کو سمجھائیں۔ پس جس نے کتاب الٰہی کے نزول کا انکار کیا تو اس نے حق تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی۔نزول وحی اور نزول کتب کا انکار در پردہ اللہ کی صفت علم اور صفت کلام کا انکار ہے۔اور اس کو خدا کی ناقدری اس لئے فرمایا کہ جو شخص انبیائے کرام پر نزول کتاب کا قائل نہیں وہ خدا تعالیٰ کا قدرشناس نہیں اور اس کو خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت نصیب نہیں۔خدا کی صحیح معرفت خدا کی نازل کردہ کتاب ہی سے ہوسکتی ہے۔

دوسرا الزامی جواب اہل کتاب یہود کو دیا گیا جو تعصب اور نفسانیت کی وجہ سے نزول قرآن پر اظہار تعجب کیا کرتے تھے۔کہ اللہ کا کلام اس طرح نازل نہیں ہوسکتا۔ان یہود کے پڑھے لکھے اور باخبر سمجھے جانے کی وجہ سے مشرکین بھی ان کی باتوں کی سند پکڑتے تھے۔ پس علمائے اہل کتاب کو الزامی جواب دیا گیا کہ اگر اللہ نے اپنا کلام کسی بشر پر نازل نہیں کیا تو بتلاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ کس نے اتاری تھی جس کو وہ بنی اسرائیل کے پاس لے کر آئے جس کو اولاً تو تم بھی مانتے ہو۔ دوسرے وہ نور ہدایت ہونے کی وجہ سے ماننے کے لائق بھی تھی۔ تیسرے ہر وقت وہ تمہارے استعمال میں بھی رہتی ہے اگرچہ وہ استعمال شرمناک ہے لیکن تاہم اس کے باوجود تمہارے لئے گنجائش انکار تو نہیں رہی۔ چوتھے تمہارے لئے وہ ایک بہت بڑی قیمتی دولت ہے جس کے بدولت آج تم عالم بنے بیٹھے ہو اور لوگوں سے ہدیئے اور نذرانہ وصول کرتے ہو اس لئے بھی تمہارے لئے گنجائش انکار نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے تم نے اپنی اغراض نفسانیہ کی بنا پر اس کتاب کو دو قسم کے ورقوں میں تقسیم کیا ہوا ہے کہ شرارت نفس کی وجہ سے اصل احکام چھپاتے رہتے ہو۔علمائے یہود نے توریت کے علیحدہ علیحدہ اوراق کر رکھے تھے۔جن اوراق میں ان کی خواہش کے خلاف کوئی امر نہ ہوتا۔ان کو سب پر ظاہر کردیتے اور جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وبشارت وغیرہ مذکور تھیں ان کو چھپاتے تھے۔تو یہود سے پوچھا گیا کہ توریت جو سراپا نور اور ہدایت تھی یہ کس نے نازل کی تھی؟ جواب اس کا ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے نازل کی تھی تو مطلب یہ ہوا کہ جس طرح توریت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی تھی اسی طرح یہ قرآن بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے۔اور ایسا نور ہدایت بجز خدا کے اور کس خزانہ سے آسکتا ہے۔

منکرین نہیں مانتے تو انہیں چھوڑیئے

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اگر یہ منکرین ایسی صاف اور بدیہی چیز کو بھی نہیں مانتے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تبلیغ وتنبیہ کر کے سبکدوش ہوجایئے۔اور ان منکرین کو چھوڑ دیجئے کہ یہ اپنی خرافات اور کج بحثی کے لہو ولعب میں مشغول رہیں۔اگر خدا نے کوئی چیز نہیں اتاری تو یہ مبارک کتاب کہاں سے آئی جس کا نام قرآن ہے۔اور جو تمام پچھلی کتابوں کے مضامین کی تصدیق کرنے والی ہے اگر یہ آسمانی کتاب نہیں تو بتلاؤ کس کی تصنیف ہے جس کا مثل لانے پر جن وانس قادر نہ ہوں۔

حصول ہدایت کی بنیاد

اخیر میں فرمایا گیا کہ جسے آخرت کی زندگی پر یقین اور بعد الموت کا خیال ہوگا اسی کو ہدایت اور طریق نجات کی تلاش ہوگی۔وہی پیغام الٰہی قبول کرے گا۔اور نماز وغیرہ عبادات کی حفاظت کرے گا۔اور جسے آخرت سے بے فکری ہی ہے اور خوف خدا سے نڈر ہے وہ اسے کیوں قبول کرے گا۔

یہود ومشرکین کی مشترکہ بیماری

یہاں جو اخیر میں یہ فرمایا وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ یعنی جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں۔اس میں یہود ومشرکین کی اس مشترک بیماری پر تنبیہ کی گئی ہے کہ آخرت سے بے فکری کا مرض یہی ہے کہ جو وہ کفر وشرک پر اصرار کر رہے ہیں ورنہ جس شخص کو آخرت اور یوم الحساب پر ایمان ہوگا اس کو ضرور خوف خدا اس طرف متوجہ کرے گا کہ وہ دلائل میں غور کرنے اور حق بات کو قبول کرنے میں آبائی رسم کی پرواہ نہ کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ

وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ	قَالَ	اُوْحِيَ	اِلَيَّ	وَلَمْ يُوْحَ	اِلَيْهِ	شَيْءٌ	وَّمَنْ
اور کون	بڑا ظالم	سے۔ جو	گھڑے (باندھے)	اللہ پر	جھوٹ	یا	کہے	وحی کی گئی	میری طرف	اور نہیں وحی کی گئی	اسکی طرف	کچھ	اور جو

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اسکے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو

قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۗ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

قَالَ	سَاُنْزِلُ	مِثْلَ	مَآ اَنْزَلَ	اللّٰهُ	وَلَوْ	تَرٰى	اِذِ	الظّٰلِمُوْنَ	فِيْ غَمَرٰتِ	الْمَوْتِ	وَ	الْمَلٰٓئِكَةُ
کہے	میں ابھی اُتارتا ہوں	مثل	جو نازل کیا	اللہ	اور اگر	تُو دیکھے	جب	ظالم (جمع)	سختیوں میں	موت	اور	فرشتے

شخص یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے

بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۗ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

بَاسِطُوْٓا	اَيْدِيْهِمْ	اَخْرِجُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ	اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ	عَذَابَ	الْهُوْنِ	بِمَا	كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ	عَلَى اللّٰهِ
پھیلائے ہوں	اپنے ہاتھ	نکالو	اپنی جانیں	آج تمہیں بدلہ دیا جائیگا	عذاب	ذلت	بسبب	تم کہتے تھے	اللہ پر (بارہ میں)

اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے، ہاں اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جاوے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی

غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ

غَيْرَ الْحَقِّ	وَكُنْتُمْ	عَنْ	اٰيٰتِهٖ	تَسْتَكْبِرُوْنَ	وَلَقَدْ	جِئْتُمُوْنَا	فُرَادٰى	كَمَا	خَلَقْنٰكُمْ	اَوَّلَ	مَرَّةٍ
جھوٹ	اور تم تھے	سے	اسکی آیتیں	تکبر کرتے	اور البتہ	تم آگئے ہمارے پاس	ایک ایک (اکیلے)	جیسے	ہم نے تمہیں پیدا کیا	پہلی	بار

آیات سے تکبر کرتے تھے۔ اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آگئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اسکو اپنے پیچھے

وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ

وَتَرَكْتُمْ	مَا	خَوَّلْنٰكُمْ	وَرَآءَ	ظُهُوْرِكُمْ	وَمَا	نَرٰى	مَعَكُمْ	شُفَعَآءَكُمْ	الَّذِيْنَ	زَعَمْتُمْ	اَنَّهُمْ	فِيْكُمْ
اور تم چھوڑ آئے	جو	ہم نے دیا تھا تمہیں	پیچھے	اپنی پیٹھ	اور نہیں	ہم دیکھتے	تمہارے ساتھ	سفارش کرنے والے تمہارے	وہ جو	تم گمان کرتے تھے	کہ وہ	تم میں

ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جنکی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں

شُرَكٰٓؤُا ۚ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾

شُرَكٰٓؤُا	لَقَدْ تَّقَطَّعَ	بَيْنَكُمْ	وَضَلَّ	عَنْكُمْ	مَا	كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ
ساجھی ہیں	البتہ کٹ گیا	تمہارے درمیان	اور جاتے رہے	تم سے	جو	تم دعویٰ کرتے تھے

واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہوگیا اور وہ تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گذرا ہوا۔

نبوت اور وحی کے منکرین کی دوسری قسم جھوٹی نبوت کے دعویدار

ان آیات میں منکرین نبوت کی دوسری اقسام کا ذکر فرما کر ان کی مذمت بیان کی گئی۔ان میں ایک تو وہ تھے جو خود اپنے لئے نبوت کے مدعی تھے۔ جیسے مسیلمہ کذاب کہ وہ کچھ تک بندی سی کیا کرتا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ مجھے بھی وحی آتی ہے۔اسی طرح یمن میں اسود عنسی کو یہ خبط لاحق ہوا اور اس نے بھی وحی اور اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔دوسرے وہ تھے جو قرآن کے مثل تصنیف کرنے یا کر سکنے کے مدعی تھے۔بعض مشرکین جیسے نضر بن حارث قرآن کریم کی آیتوں کو سن کر کہہ دیا کرتا تھا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ یعنی اگر ہم چاہیں تو ہم بھی قرآن جیسا کلام کہہ سکتے ہیں اور قرآن جیسی کتاب تصنیف کر سکتے ہیں۔یہ قرآن کو آسمانی کتاب اور منزل من اللہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف سمجھتے تھے اور دعویٰ کرتے کہ ہم بھی اس جیسی کتاب تصنیف کر سکتے ہیں اور مشرک نضر بن حارث یہ بھی کہتا کہ اگر بالفرض مجھ پر کوئی عذاب نازل ہونے لگے تو لات و عزیٰ میری شفاعت کر دیں گے۔غرض ان تمام معاندین کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔اور ان سب منکرین کے متعلق فرمایا گیا کہ اس سے زیادہ ناحق شناس ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جس نے خدا پر بہتان تراشی اور افتراء پردازی کی کہ خدا نے نبوت عطا نہ فرمائی اور اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا یا دعویٰ کیا کہ میرے پاس وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس وحی نہیں آتی یا وحی کے مقابلہ کا دعویٰ کیا۔

غرض یہ کہ اس قسم کے تمام لوگ بڑے ہی ظالم ہیں اور ظلم میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں جس نے نبوت اور نزول وحی اور نزول کتاب کا انکار کیا وہ بلاشبہ ظالم ہے اور اس سے بڑھ کر ظالم وہ ہے جو نبوت اور وحی کا اپنے لئے مدعی ہو اور اس سے بڑھ کر ظالم وہ ہے جو اپنے کلام کو کلام خداوندی کی طرح معجز سمجھتا ہو اور اس طرح سے در پردہ الوہیت اور خداوند قدوس کی ہمسری کا مدعی ہو۔یہ سب اعلیٰ درجہ کے ظالم ہیں۔

ان جھوٹے ظالموں کا انجام

پھر اس کے بعد اس ظلم کا ثمرہ اور ان ظالموں کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ ان کی موت کے وقت عجب حالت ہوگی جب کہ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور ملائکہ موت ہاتھ بڑھا کر کہیں گے کہ عالم آخرت کے شدائد دیکھ کر اب کہاں ہٹتے ہو۔لاؤ اپنی روح خبیث کو نکالو۔اب تم کو ذلت کا عذاب تمہاری اس ناحق کی گفتگو اور آیات الٰہیہ سے تکبر کرنے پر ہوگا اور یہ بھی کہا جاوے گا کہ تمہاری روح کو جسم کے ساتھ دنیا میں کمالات روحانی اور اسباب جاودانی حاصل کرنے کے لئے پابستہ کیا تھا تم نے اس کے برعکس کیا۔حب مال و جاہ اور اسباب شہوت اور لذات جسمانیہ میں اس کو صرف کیا تم جیسے خالی گئے تھے ویسے ہی کورے آئے اور جو کچھ مال و جاہ جمع کیا تھا سب پیچھے چھوڑ آئے اور یہ بھی کہا جاوے گا کہ اب تمہارے وہ معبود دکھائی نہیں دیتے جن کی سفارش کا تمہیں بڑا بھروسہ تھا اور جن کو تم سمجھتے تھے کہ آڑے وقت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔اور مصیبت میں ساتھ ہوں گے وہ کہاں چلے گئے اور جو لمبے چوڑے دعوے تم کیا کرتے تھے سب رفو چکر ہو گئے۔تو یہاں ان آیات میں وقت موت کا نقشہ کس خوبی کے ساتھ اور کتنے مؤثر پیرایہ میں کھینچا گیا ہے۔

دنیا کے سب ساز و سامان یہیں رہ جائیں گے

یہاں آیت میں تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ فرمایا خولنا ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تخویل ہے جو خول سے بنا ہے۔جس کے معنی ہیں نوکر چاکر خادم آرام کے سامان جو امیروں کے پاس ہوتے ہیں۔تو یہاں بتلایا گیا کہ سب ساز و سامان جس کے نشہ میں آج دنیا میں انسان مست اور غافل ہے رکھا رہ جائے گا اور یہ ویسے ہی خالی ہاتھ جائے گا جیسا کہ آیا تھا۔ہاں اس کی محبت کی وجہ سے جان بڑی مشکل سے نکلے گی اور موت کے وقت ڈراؤنی شکل کے فرشتے آئیں گے اور ان کی جان زبردستی نکال کر اللہ کے حضور میں لے جائیں گے۔تو یہاں غور کا مقام یہ ہے کہ عقلمند آدمی وہ ہے کہ جو دنیا کی بے ثباتی کو دیکھ کر یہاں کے قیام کو بالکل عارضی سمجھے۔آخرت کا یقین کرلے اور موت کی سختی اور قیامت کے عذاب سے بچنے کے لئے جو کچھ ہو سکے یہیں کرلے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

إِنَّ	اللّٰهَ	فَالِقُ	الْحَبِّ	وَالنَّوٰى	يُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَمُخْرِجُ	الْمَيِّتِ	مِنَ	الْحَيِّ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ
بیشک	اللہ	چیرنے والا	دانہ	اور گٹھلی	نکالتا ہے	زندہ	سے	مُردہ	اور نکالنے والا ہے	مُردہ	سے	زندہ	یہ ہے تمہارا	اللہ

بیشک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور وہ بیجان کو جاندار سے نکالنے والا ہے اللہ یہ ہے سو تم کہاں اُلٹے

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ

فَاَنّٰى	تُؤْفَكُوْنَ	فَالِقُ	الْاِصْبَاحِ	وَجَعَلَ	الَّيْلَ	سَكَنًا	وَّالشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ	حُسْبَانًا	ذٰلِكَ
پس کہاں	تم بہکے جارہے ہو	چیر کر (چاک کرکے) نکالنے والا	صبح	اور اسنے بنایا	رات	سکون	اور سُورج	اور چاند	حساب	یہ

چلے جارہے ہو۔ وہ صبح کا نکالنے والا ہے اور اُس نے رات کو راحت کی چیز بنائی ہے اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ ٹھہرائی ہوئی

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ

تَقْدِيْرُ	الْعَزِيْزِ	الْعَلِيْمِ	وَهُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ	النُّجُوْمَ	لِتَهْتَدُوْا	بِهَا	فِيْ	ظُلُمٰتِ	الْبَرِّ
اندازہ	غالب	علم والا	اور وہی	وہ جس	بنائے	تمہارے لئے	ستارے	تاکہ تم راستہ معلوم کرو	ان سے	میں	اندھیرے	خشکی

بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں خشکی میں بھی

وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾

وَ	الْبَحْرِ	قَدْ فَصَّلْنَا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ
اور	دریا	بیشک ہم نے کھول کر بیان کردی ہیں	آیتیں	لوگوں کیلئے	علم رکھتے ہیں

اور سمندر میں بھی راستہ معلوم کرسکو۔ بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کردیئے ہیں ان لوگوں کیلئے جو خبر رکھتے ہیں

اس پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے ثبوت میں کائنات میں پھیلی ہوئی اپنی ربوبیت کی کارسازیوں کی ایک جھلک دکھائی ہے۔ اتنی بڑی کائنات اور اس نظام میں کسی کا کوئی دخل نہیں تو پھر دوسرے کو کس عقل سے خدا بنایا جارہا ہے؟ ساتھ ہی انسانوں کو یہ بتایا جارہا ہے کہ خدا کے یہ انعامات واحسانات پر جوان کی پرورش کے لئے مہیا ہوئی ہیں کتنی بڑی ناحق شناسی اور بے قدری کی بات ہے کہ ایسے خدا کا انکار کیا جائے اور اس کے احکام سے غفلت اختیار کی جائے۔ ان آیات میں اور اس کے آگے بھی اللہ تعالیٰ اپنے وجود وصفات پر چند دلائل دلچسپ اپنی مخلوقات کی حالات سے بیان فرماتا ہے کہ جن میں غور کرنے سے عاقل کو خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کا جلوہ اسی طرح دکھائی دیتا ہے۔

قدرت الٰہی کے آفاقی دلائل

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ دانہ اور گٹھلی کو پھاڑ کر ان سے پودا اور سبزہ اگانے والے ہیں۔ نباتات تخم یا گٹھلی سے پیدا ہوتے ہیں ان کو زمین میں دبایا اور پانی دیا تو دو شاخیں پھوٹ کر نکلتی ہیں ایک زمین کے اندر جڑ بن کر دوڑتی ہے ایک ہوا میں باہر آ کر پتے پھل پھول نکالتی ہے۔ پھر باوجودیکہ ایک ہی تخم ایک ہی زمین ایک ہی پانی ایک ہی ہوا اور ایک ہی روشنی گرمی سردی پھر اس میں مختلف آثار کہ پتہ کی اور صورت پھل کی اور پھول کی اور پھر ہر ایک کی تاثیر رنگ' بو' مزہ' ساخت' ہیئت جدا جدا۔ یہ سب اسی کی قدرت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری دلیل: جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے نکالنا بیان فرمائی یعنی ایک ضد کو دوسری ضد سے نکالتا ہے۔ مثلاً آدمی کو نطفہ سے' نطفہ کو آدمی سے۔ جانوروں سے انڈے کو' انڈے سے جانوروں کو نکالنا۔ یہ اسی کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مادہ نیچر اور طبیعت کا کام نہیں کہ صنعت کے ایسے عجیب غریب کرشمہ دکھا سکے۔ تو ایسے قادر مطلق سے منہ موڑنا اور کفر کرنا کس طرح زیبا ہے؟

تیسری دلیل: وہ رات کے اندھیرے کو چیر کر دن کی روشنی نکالنے والا ہے یعنی رات ختم ہو جاتی ہے اور صبح صادق نمودار ہو جاتی ہے تو رات کے اندھیرے میں سے صبح صادق کا اجالا نکالنا یہ اسی کے کمال قدرت کی دلیل ہے۔

چوتھی دلیل: اسی نے رات کو آرام و سکون کی چیز بنایا کہ دن کا تکان رات کے سونے سے جاتا رہتا ہے۔ انسان حیوان چرند پرند' سب کو رات میں آرام و سکون حاصل ہوتا ہے۔ گویا جس طرح دن کا اجالا ایک نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ انسان دن میں اپنے کاروبار کرتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت اور قدرت کی نشانی ہے کہ رات میں دن بھر کا تھکا ماندہ انسان آرام کر کے پھر اس قابل ہو جاتا ہے کہ اگلے دن پھر نشاط اور چستی سے کام کر سکے۔

پانچویں دلیل: چاند اور سورج کی رفتار کو حساب سے ایک خاص اندازہ پر رکھا تا کہ ایام و ماہ' سال و موسم سب منضبط اور اپنے اپنے وقت مقررہ پر ہوتے رہیں۔ سردیوں اور گرمیوں میں اپنے اپنے اصول پر چلتے رہتے ہیں۔ دن و رات اسی مرتبہ قاعدہ پر گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔ یہ حیرت انگیز مستحکم نظام طلوع و غروب آفتاب و ماہتاب جس میں کبھی ایک منٹ و سیکنڈ کا فرق نہ آئے۔ یہ اسی ذات پاک کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ جو عزیز یعنی ہر چیز پر غالب اور قوی بھی ہے اور علیم بھی ہر چیز اور ہر کام کا جاننے والا بھی ہے۔

چھٹی دلیل: اسی نے ستاروں کو مسافروں کی رہنمائی کا ذریعہ بنایا تا کہ تاریکی شب میں بھولے بھٹکے مسافر ستاروں کو دیکھ کر اپنے سفر کا رخ معلوم کر سکیں۔ عرب میں ستاروں کے حساب سے جنگل اور سمندر میں راستہ طے کرنے کا دستور و طریقہ رائج تھا۔ آج کل بھی جنگلوں کے اندر خشکی کا سفر اور بحری سفر قطب نما کے ذریعہ طے ہوتا ہے۔ رات کی تاریکی کے وقت سمت کا پتہ لگانا آسان نہیں ہے۔ اس وقت انسان ان ستاروں کے ذریعہ اپنا راستہ متعین کر سکتا ہے۔

یہاں ان آیات میں یہ چھ مذکورہ دلائل توحید بیان فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کے چند نمونہ ذکر فرمائے۔ جن میں غور و فکر کرنے سے ہر سلیم الفطرت انسان خالق کائنات کی عظمت اور بے مثال قدرت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ عظیم الشان کارنامے ساری کائنات میں سوائے ایک واحد ذات خداوند تعالیٰ کے کسی اور کی قدرت میں نہیں۔ ان سے خدا تعالیٰ کی قدرت بے پایاں کا اظہار' ربوبیت اور الوہیت کا اثبات اور مصنوعات سے صانع پر استدلال ہے۔

قدرت الٰہی کے دلائل سے نفع اٹھانے والے

اخیر میں یہ بھی بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دلائل توحید خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اور گو یہ پہنچیں گے سب کو مگر نافع انہی لوگوں کے لئے ہوں گے جو بھلے برے کی کچھ خبر رکھتے ہیں۔ کیونکہ غور ایسے ہی لوگ کیا کرتے ہیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ نے اپنی بے شمار نعمتیں جو ہم کو عطا فرمائی ہیں اور جن کو دن رات ہمہ وقت ہم استعمال کرتے ہیں۔ یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کی قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق نصیب فرما۔ یا اللہ اپنی نعمتوں کی بے قدری سے اور کفران نعمت سے ہم کو بچا لیجئے۔ اور ہم سے اس معاملہ میں جو کوتاہیاں اب تک ہوتی رہی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ یا اللہ ہم کو اپنی مخلوقات میں غور و فکر کر کے اپنی توحید کو مضبوط کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور جہل و غفلت سے بچا لیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

وَهُوَ	الَّذِي	أَنشَأَكُم	مِّن	نَّفْسٍ	وَاحِدَةٍ	فَمُسْتَقَرٌّ	وَمُسْتَوْدَعٌ	قَدْ فَصَّلْنَا	الْآيَاتِ	لِقَوْمٍ
اور وہی	وہ۔جو۔جس	پیدا کیا تمھیں	سے	وجود۔شخص	ایک	پھر ایک ٹھکانہ	امانت کی جگہ	بیشک ہم نے کھول کر بیان کردیں	آیتیں	لوگوں کیلئے

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان

يَفْقَهُونَ ۝۹۸ وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا

يَفْقَهُونَ	وَهُوَ	الَّذِي	أَنزَلَ	مِنَ	السَّمَاءِ	مَاءً	فَأَخْرَجْنَا	بِهِ	نَبَاتَ	كُلِّ شَيْءٍ	فَأَخْرَجْنَا
جو سمجھتے ہیں	اور وہی	وہ۔جو۔جس	اتارا	سے	آسمان	پانی	پھر ہم نے نکالی	اس سے	اُگنے والی	ہر چیز	پھر ہم نے نکالی

کردیئے ہیں ان لوگوں کیلئے سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اسکے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا پھر ہم نے

مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ

مِنْهُ	خَضِرًا	نُّخْرِجُ	مِنْهُ	حَبًّا	مُّتَرَاكِبًا	وَمِنَ	النَّخْلِ	مِن	طَلْعِهَا	قِنْوَانٌ	دَانِيَةٌ
اس سے	سبزی	ہم نکالتے ہیں	اس سے	دانے	ایک پر ایک چڑھا ہوا	اور	کھجور	سے	گابھا	خوشے	جھکے ہوئے

اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی انکے گچھے میں سے خوشے ہیں جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں

وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ انظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ

وَجَنَّاتٍ	مِّنْ أَعْنَابٍ	وَالزَّيْتُونَ	وَالرُّمَّانَ	مُشْتَبِهًا	وَغَيْرَ	مُتَشَابِهٍ	انظُرُوا	إِلَىٰ	ثَمَرِهِ
اور باغات	انگور کے	اور زیتون	اور انار	ملتے جلتے	اور	نہیں بھی ملتے	دیکھو	طرف	اسکا پھل

اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب وہ

إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝۹۹

إِذَا	أَثْمَرَ	وَيَنْعِهِ	إِنَّ	فِي	ذَٰلِكُمْ	لَآيَاتٍ	لِّقَوْمٍ	يُؤْمِنُونَ	
جب	پھلتا ہے	اور اسکا پکنا	بیشک	میں	اس	نشانیاں	لوگوں کیلئے	ایمان رکھتے ہیں	

پھلتا ہے اور اسکے پکنے کو دیکھو ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

قدرت الٰہی کے مزید آفاقی دلائل

گذشتہ آیات بسلسلہ تعلیم توحید اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود وصفات اور الوہیت و وحدانیت کے ثبوت میں چھ دلائل بیان فرمائے تھے۔ اسی سلسلہ میں مزید چند دلائل ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ گویا ساتویں دلیل ان آیات میں یہ فرمائی جارہی ہے کہ اسی نے ایک نفس یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے تم سب کو پیدا کیا۔ اور سلسلہ توالد و تناسل جاری کیا۔ یعنی ایک اصل نفس واحدہ سے بے شمار مختلف الانواع اور مختلف الاشکال اشخاص کا پیدا کرنا کمال قدرت اور کمال حکمت کی دلیل ہے۔ جس پر سوائے خداوند قدوس کے کوئی اور قادر نہیں۔

پھر آٹھویں دلیل یہ فرمائی کہ جس طرح خداوند قدوس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک نفس واحدہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے مختلف قسم کے انسان پیدا کیے اسی طرح اس خدا نے آسمان یعنی بادل سے ایک قسم کا پانی برسایا۔ پھر اس پانی سے مختلف اقسام کی نباتات اگائیں جس کے اقسام اور انواع کی شمار بھی انسان کی قدرت واختیار سے باہر ہے۔ مختلف قسم کے اناج جن میں تہ بتہ بالیاں ہوتی ہیں۔ اور زمین کی طرف لٹکے اور جھکے ہوئے پھلوں کے گچھے۔ انگوروں وغیرہ کے باغات اور زیتون وانار وغیرہ کے درخت پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان کے بعضے پھل صورت وشکل، رنگ ومزے میں ایک دوسرے کے مشابہ اور ملتے جلتے ہوتے ہیں اور بعض مختلف اور جدا ہوتے ہیں۔ پھر بعضے پھل تاثیر اور خاصیت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور بعض مختلف ہوتے ہیں۔ تو اس سے بھی خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کا پتہ چلتا ہے کہ مادہ ایک ہے اور خواص وآثار مختلف۔ پھر درختوں کے پھلوں کی طرف غور کیا جائے کہ کس طرح بتدریج بڑھتا ہے اس کا رنگ ومزہ بدلتا جاتا ہے۔ شروع میں کیا حالت ہوتی ہے بالآخر جب پک جاتا ہے تو کیا مخصوص شکل رنگ وذائقہ ہو جاتا ہے۔ یہ سب براہین قدرت ہیں اور خدا تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال صنعت کی نشانیاں ہیں اور علامت وشواہد ہیں۔ اس کی بے مثل کاری گری اور خلاقی کی پھر کس طرح کوئی اس کی ربوبیت اور الوہیت میں شریک ہو سکتا ہے۔

جس نے تمہارے لئے جسم کی پرورش کا سامان کیا ہے اسی نے روح کی غذا بھی اتاری ہے

حاصل مطلب ان دلائل کا اور گزشتہ آیات میں جو دلائل دیئے گئے تھے یہ ہوا کہ جس پروردگار کی ربوبیت اور رحمت کا یہ حال ہو کہ اس نے تمہاری زندگی اور معیشت کے لئے ہر طرح کا سروسامان مہیا کر دیا اور کارخانہ خلقت کی کوئی چیز نہیں جو فیضان افادہ کی شان نہ رکھتی ہو، آخر یہ کیسے ممکن تھا کہ تمہارے جسم کی ہدایت و پرورش کے لئے تو سب کچھ کر دیتا مگر تمہاری روح کی ہدایت اور پرورش کے لئے کچھ بھی نہ کرتا۔ چنانچہ وحی وتنزیل کی صورت میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ روح ہی کی تو پرورش کا سامان ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا ہونا ضروری نہیں۔ تو یقیناً اس نے خدا کی صنعتوں اور کاموں کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور اسے اس مرتبہ ومنزلت سے گرا دینا چاہا جس ہستی کی تمام کائنات شہادت دے رہی ہے۔ وہ جو زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے کیا تمہاری روح کی موت کو زندگی سے نہیں بدل سکتا؟ جو ستاروں کی روشن علامتوں سے بیابانوں اور سمندروں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے کیا وہ تمہاری روح کو بھٹکتی ہوئی چھوڑ دے گا کہ اس کی رہنمائی کے لئے کوئی روشنی نہ ہو؟ تم اس بات پر تو کبھی متعجب نہیں ہوئے کہ کھیت لہلہا رہے ہیں اور آسمان سے باران رحمت برس رہی ہے۔ پھر اس پر کیوں متعجب ہوتے ہو کہ انسان کی روحانی پرورش کے لئے سامان زندگی مہیا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہو رہی ہے۔ اس میں مشرکین اور منکرین کو اس بات کا بھی جواب دیا گیا جو انہوں نے کہا تھا مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنۡ شَىۡءٍ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ قرآن کریم کا یہ عام اسلوب بیان ہے کہ نظام ربوبیت سے وہ توحید پر استدلال کرتا ہے کہ اگر ایک پروردگار کی ہستی موجود نہیں تو پھر وہ کون ہے جس نے یہ پورا نظام ربوبیت کا قائم کر رکھا ہے؟ اور جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کو معبود بنا رکھا ہے۔ ان میں سے کون ہے جسے اس کارخانہ ربوبیت کے بنانے یا چلانے میں کچھ بھی دخل ہو؟ تو ثابت ہوا کہ اللہ ہی کی واحد ہستی ہے جو معبود ہونے کے لائق ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو پکی اور سچی توحید نصیب فرما اور کائنات کی ہر شے سے اپنی معرفت کاملہ عطا فرما۔ یا اللہ اپنی کمال قدرت کمال صنعت اور کمال حکمت میں غور وفکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر وفکر کی توفیق دائمی نصیب فرما۔ یا اللہ آپ نے اپنی شان ربوبیت سے ہم کو جو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان نعمتوں کی صحیح اور سچی قدردانی اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیے۔ یا اللہ کفران نعمت کے وبال سے ہم کو بچایئے اور اپنی ہر عطا کو اپنی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنا دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى

وَجَعَلُوْا	لِلّٰهِ	شُرَكَآءَ	الْجِنَّ	وَخَلَقَهُمْ	وَخَرَقُوْا	لَهٗ	بَنِيْنَ	وَبَنٰتٍ	بِغَيْرِ عِلْمٍ	سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى
اور اُنہوں نے ٹھہرلیا	اللہ کا	شریک	جن	حالانکہ اُسنے انہیں پیدا کیا	اور تراشتے ہیں	اس کیلئے	بیٹے	اور بیٹیاں	علم کے بغیر (جہالت سے)	وہ پاک ہے	اور بلند تر

اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ اُن لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے اور اُن لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلاسند تراش رکھی ہیں وہ پاک اور برتر ہے

عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٠٠﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ

عَمَّا	يَصِفُوْنَ	بَدِيْعُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	اَنّٰى	يَكُوْنُ	لَهٗ	وَلَدٌ	وَلَمْ تَكُنْ	لَهٗ	صَاحِبَةٌ
اس سے جو	وہ بیان کرتے ہیں	نئی طرح بنانے والا	آسمان (جمع)	اور	زمین	کیونکر	ہوسکتا ہے	اسکا	بیٹا	جبکہ نہیں	اسکی	بیوی

اُن باتوں سے جنکو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ آسمان اور زمین کا موجد ہے اللہ کے اولاد کہاں ہوسکتی ہے حالانکہ اُسکے (معاذ اللہ) کوئی بی بی تو ہے نہیں

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ

وَ خَلَقَ	كُلَّ شَيْءٍ	وَهُوَ	بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيْمٌ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	لَآ اِلٰهَ -	اِلَّا	هُوَ	خَالِقُ
اور اس نے پیدا کی	ہر چیز	اور وہ	ہر چیز	جاننے والا	یہی	اللہ	تمہارا رب	نہیں کوئی معبود	سوائے	اس	پیدا کرنیوالا

اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب اُسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا

كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٠٢﴾

كُلِّ شَيْءٍ	فَاعْبُدُوْهُ	وَ	هُوَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	وَكِيْلٌ	
ہر چیز	سو تم اسکی عبادت کرو	اور	وہ	پر	ہر چیز	کارساز۔ نگہبان	

تو تم لوگ اُسکی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے باطل عقیدوں کی تردید

پچھلے پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے آثار اور اپنی بعض مخلوقات کے عجیب حالات کو بیان فرمایا۔

اب جبکہ حق تعالیٰ کی توحید اور الوہیت اور کمال حکمت وقدرت کی دلیلیں بیان ہو چکیں تو آگے ان آیات میں مشرکین کے عقائد شرکیہ کی تردید فرمائی جاتی ہے اور خاص طور پر نصاریٰ کے عقیدہ ابنیت کا ابطال فرمایا جاتا ہے۔ نیز ایام جاہلیت میں عرب کے بعض فرقے ان چیزوں کو جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتی جیسے ملائکہ ارواح خبیثہ یا جنات ان کو پوجتے اور بوقت مصیبت ان کی دہائی دیتے اور ان کو عالم میں کارساز اور متصرف سمجھتے تھے۔ نیز بعض مشرکین عرب ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے (معاذ اللہ) اسلام سے پہلے اطراف یمن میں آتش پرستوں کی حکومت تھی وہ بھی اس عالم کے دو خدا مستقل مانتے تھے ایک خیر کا خالق دوسرا شر کا خالق۔ نجران وغیرہ علاقوں میں نصاریٰ تھے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ اسی طرح یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ ان تمام مشرکانہ عقائد کا رد فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین نے ایک جہالت تو یہ کی کہ غیر اللہ کو معبود بنایا اور دوسری جہالت یہ کہ انہوں نے خدا کا شریک شیاطین کو ٹھہرایا۔ حالانکہ اللہ نے ان سب کو پیدا کیا ہے پھر مخلوق خالق کے ساتھ خدائی میں شریک کیسے ہوسکتی ہے۔ مخلوق مجبور خالق مختار پھر

دونوں میں تناسب اور برابری کیسی۔ وہ خالق کل ہے۔ ہر چھوٹی بڑی چیز اسی نے بنائی ہے۔ تو ان مشرکین نے محض بے جانے بوجھے اور بلا دلیل اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بھی اپنی طرف سے گھڑ لئے ہیں۔ وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں۔ وہ خداوند قدوس تو بے چون و چگوں ہے۔ لیس کمثلہ شئ اللہ تعالیٰ موجد ہے آسمانوں اور زمین کا اور مافیہا کا اس لئے جو کچھ ان میں ہے وہ اس کی مخلوق ہونے کے باعث نہ اس کا شریک ہونے کے قابل ہے نہ بیٹا بیٹی بننے کے لائق ہے۔ اور اگر بالفرض محال وہ ان باتوں سے پاک و بالاتر نہ ہو جیسا کہ مشرکین کے عقائد سے ظاہر ہے تو پھر وہ عورت تو ہو ہی نہیں سکتا۔ ضرور مرد ہوگا۔ اور مردوں کے لئے اولاد بیویوں سے ہوتی ہے تو اب تم یہ سمجھو کہ اس کے بیوی تو ہے ہی نہیں۔ اولاد کہاں سے ہوگی۔ تو یہ مشرکین کی مستقل حماقت ہے کہ بلا بیوی کے تم نے اولاد مان لی۔ الغرض وہ عالیشان خدا جس کی صفات اوپر بیان ہوئیں تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی قابل عبادت و پرستش ہے۔ پس تم اسی کی بندگی کرو اور تم کو اس کے نظر نہ آنے سے اس کا شبہ نہ ہونا چاہئے کہ وہ غائب ہے۔ ہم اس کو دیکھتے نہیں۔ تو تم اگرچہ ان نظروں سے اسے نہیں دیکھ سکتے مگر وہ تم سب کو دیکھتا ہے اور اس کی نگاہ سے کچھ بھی اوجھل اور مخفی نہیں۔ وہ بڑا جاننے والا باریک بیں اور نہایت باخبر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ وہ خدا اگرچہ ہم کو دکھائی نہیں دیتا مگر اس کے بصیرت افروز نشانات و دلائل ہمارے سامنے موجود ہیں جو آنکھ کھول کر دیکھے گا وہ خدا کو پالے گا یہاں کافروں کے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ خدا ہم سے غائب کیوں ہے اور وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟ جواب اس کا اس طرح ہو گیا کہ وہ معبود برحق لطیف و خبیر ہے۔ کمال لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ جیسے روح کمال لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی۔ اسی طرح وہ لطیف و خبیر بھی نظر نہیں آتا۔ اور اس عالم اجسام میں ہوا بھی ایک جسم لطیف ہے اپنی لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی مگر محسوس سب کو ہوتی ہے۔

دعا کیجئے:

یا اللہ ہم کو پکی اور سچی توحید نصیب فرما اور کائنات کی ہر شے سے اپنی معرفت کاملہ عطا فرما۔ یا اللہ اپنی کمال قدرت کمال صنعت اور کمال حکمت میں غور و فکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر و فکر کی توفیق دائمی نصیب فرما۔

یا اللہ آپ نے اپنی شان ربوبیت سے ہم کو جو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان نعمتوں کی صحیح اور سچی قدردانی اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیے۔

یا اللہ کفران نعمت کے وبال سے ہم کو بچائیے اور اپنی ہر عطا کو اپنی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنا دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

لَا تُدْرِكُهُ	الْاَبْصَارُ	وَهُوَ	يُدْرِكُ	الْاَبْصَارَ	وَهُوَ	اللَّطِيْفُ	الْخَبِيْرُ
نہیں پاسکتیں اسکو	آنکھیں	اور وہ	پاسکتا ہے	آنکھیں	اور وہ	بھید جاننے والا	خبردار

اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہوجاتا ہے اور وہی بڑا باریک بیں باخبر ہے۔

جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ سب نگاہوں کو محیط ہوجاتا ہے) سے بعض گمراہ فرقے جیسے معتزلہ شیعہ خوارج وغیرہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے بہشت میں حق تعالیٰ شانہٗ کا دیدار نہ ہوگا اور معتزلہ نے اس آیت سے یہ سمجھا کہ دنیا اور آخرت دونوں جہان میں اللہ کی رویت اور دیدار ناممکن ہے۔

اہل سنت والجماعت کا اعتقاد اس بارہ میں یہ ہے کہ جنت میں حق تعالیٰ کا دیدار افضل ترین نعمت ہے۔ اور اگر سچ پوچھا جائے تو اصل جنت اس کے دیدار کی لذت ہی کا نام ہے۔ وہ جنت ہی کیا ہوئی جس میں محبوب حقیقی کا دیدار نصیب نہ ہو۔ علاوہ ازیں جنت میں رویت باری تعالیٰ متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ جن کا انکار در پردہ شریعت کا انکار ہے۔ احادیث نبویہؐ میں صحابہ کی ایک کثیر جماعت سے مروی ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو دار آخرت میں بلا اشتباہ اور بلا مزاحمت کے اس طرح دیکھیں گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو بلا مزاحمت دیکھتے ہیں۔

اس آخری آیت کی تشریح کے سلسلہ میں مسئلہ رویت باری تعالیٰ پر شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی تائید میں ایک نہایت جامع اور مفید تحقیق لکھی ہے جس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا

"یہ آیت اہل سنت کے مسلک کے منافی نہیں۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے رویت کی نفی نہیں کی بلکہ ادراک ابصار کی نفی ہے اور ادراک اور رویت میں بڑا فرق ہے۔ ادراک کے معنی لغت میں کسی چیز کو اپنے احاطہ میں لے لینے کے ہیں۔ خدا تعالیٰ موسیٰ علیہا سلام کے قصہ میں (پ ۱۹ سورۃ شعرا) فرماتے ہیں قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ یعنی جب فرعون کے لشکر نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور پہنچا گیا تو موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے کہا کہ اے موسیٰ اب تو ہم پکڑ لئے گئے اور گھیر لئے گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کلا وہ ہرگز نہیں پکڑ سکتے۔ معلوم ہوا کہ ادراک کے معنی رویت کے نہیں بلکہ احاطہ تام کر لینے اور قبضہ میں لینے کے ہیں۔ کیونکہ فرعونیوں نے بنی اسرائیل کو دیکھ تو لیا تھا مگر ادراک یعنی پکڑنے سے قاصر اور عاجز رہے۔ معلوم ہوا کہ ادراک اور شے ہے اور رویت اور شے ہے۔ ادراک کے نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔ پس آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے معنے یہ ہوں گے کہ نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں البتہ وہ لطیف وخبیر تمام ابصار اور مبصرات کا احاطہ کئے ہوئے ہے لہٰذا آخرت میں حق تعالیٰ کی رویت ہوگی مگر احاطہ نہ ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں پ ۱۶ سورہ طہٰ میں ہے لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا بندے اللہ تعالیٰ کا باعتبار علم کے احاطہ نہیں کر سکتے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو جانتے پہچانتے سب ہیں۔ احاطہ کی نفی سے مطلق علم کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور حدیث میں ہے لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک (میں نہیں کر سکتا ہوں تیری تعریف تو اس تعریف کے لائق ہے جیسا کہ خود کی ہے تو نے اپنی ذات کی تعریف) یعنی کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی ثناء اور توصیف کا احصاء اور احاطہ نہیں کر سکتا مگر اس سے مطلق ثناء کی نفی لازم نہیں آتی۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ کے

معنی یہ ہیں کہ نگاہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور اللہ تعالیٰ تمام ابصار کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور زجاج امام نحو یہ کہتے ہیں کہ آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی اللہ کی کنہ اور حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا۔ سو آنکھیں اس کو دیکھ سکتی ہیں مگر احاطہ نہیں کر سکتیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ آیت میں ادراک یعنی احاطہ اور تحدید کی نفی ہے۔ مطلق رویت کی نفی نہیں۔ مطلق رویت باری تعالیٰ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ آنکھیں شمس وقمر دیکھتی ہیں مگر اس کی حقیقت اور کنہ کا ادراک نہیں کرتیں تو اسی طرح خداوند قدوس کے دیدار پر انوار کو سمجھو کہ نگاہیں اس نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کو دیکھیں گی مگر اس کی حقیقت اور کنہ کے ادراک سے عاجز اور درماندہ ہوں گی۔ اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ پس اس سے آخرت کے نہ دیکھنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ دنیا کی آنکھیں ضعیف ہیں اور آخرت کی آنکھیں قوی ہوں گی۔ اس میں کیا استبعاد ہے کہ جو بات دنیا میں ناممکن ہو وہ آخرت میں ممکن ہو جائے۔ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ یہ فرماتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کو دیکھ سکے ہاں اگر وہ خود ازراہ لطف وکرم اپنے کو دکھانا چاہے گا تو آنکھوں میں ویسی قوت پیدا کر دے گا کہ جس سے اہل ایمان حسب مراتب خدا تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے۔"

ہمارے عقائد کے مطابق حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو اپنے دیدار پر انوار سے آخرت میں مشرف فرمائیں آمین۔

الغرض جبکہ حق تعالیٰ نے اپنے وجود اور کمال قدرت اور وحدانیت کے دلائل بیان کر دیئے تو اب منکرین اگر اس پر بھی نہ مانیں تو آگے بطور اتمام حجت کے فرمایا گیا کہ حجت پوری ہو چکی اور دلائل اور بصائر تمہارے سامنے آ چکے ہیں جو ان سے بصیرت حاصل کرے گا وہ فائدہ اٹھائے گا اور جو اندھے پن کی حالت میں پڑا رہے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں وہ بصیرت عطا فرمائیں کہ ہمیں ہر چیز سے معرفت پروردگار حاصل ہو۔ اور ہر شے اس کی قدرت کاملہ کا نمونہ نظر آئے۔

یا اللہ اپنی ذات کی معرفت کیلئے ہمارے قلوب کی آنکھیں کھول دے تاکہ ہم آپ ہی کو اپنا خالق، رازق اور مالک حقیقی سمجھیں اور آپ کی رضا کی تلاش وجستجو میں لگے رہیں۔

یا اللہ اپنے دیدار پر انوار کا شرف ہم کو آخرت میں نصیب فرمایئے گا اور اس دولت سے ہم میں سے کسی کو محروم نہ فرمایئے گا۔

یا اللہ بلاشبہ آپ ہی ہر شے کے خالق ہیں اور آپ ہی ساری مخلوق کی پرورش فرماتے اور آپ ہی علیم کل ہیں اور ہر چیز کو جانتے ہیں۔

یا اللہ ہمیں صحیح توحیدی عقائد کے ساتھ زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے اور ہر طرح کے شرک خفی وجلی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا

قَدْ جَآءَكُمْ	بَصَآئِرُ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	فَمَنْ	اَبْصَرَ	فَلِنَفْسِهٖ	وَ	مَنْ	عَمِیَ	فَعَلَيْهَا	وَمَا	اَنَا
آچکیں تمہارے پاس	نشانیاں	سے	تمہارا رب	سو جو۔ جس	دیکھ لیا	سو اپنے واسطے	اور	جو	اندھا رہا	تو اسکی جان پر	اور نہیں	میں

اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں۔ جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا

عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

عَلَيْكُمْ	بِحَفِيْظٍ	وَكَذٰلِكَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	وَلِيَقُوْلُوْا	دَرَسْتَ	وَلِنُبَيِّنَهٗ	لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ
تم پر	نگہبان	اور اسی طرح	ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں	آیتیں	اور تاکہ وہ کہیں	تونے پڑھا ہے	اور تاکہ ہم واضح کردیں	جاننے والوں کیلئے

نگران نہیں ہوں۔ اور ہم اس طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ سب کو پہنچا دیں اور تاکہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ ہم اسکو دانشمندوں کیلئے

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَوْ شَآءَ

اِتَّبِعْ	مَآ اُوْحِیَ	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	وَاَعْرِضْ	عَنِ	الْمُشْرِكِيْنَ	وَلَوْ	شَآءَ
تم چلو	جو وحی آئے	تمہاری طرف	سے	تمہارا رب	نہیں کوئی معبود	اسکے سوا	اور منہ پھیر لو	سے	مشرکین	اور اگر	چاہتا

خوب ظاہر کردیں۔ آپ خود اس طریق پر چلتے رہیئے جسکی وحی آپکے رب کی طرف سے آپکے پاس آئی ہے، اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کیطرف خیال نہ کیجئے۔ اور اگر

اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

	اللّٰهُ	مَآ اَشْرَكُوْا	وَمَا	جَعَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	حَفِيْظًا	وَمَا	اَنْتَ	عَلَيْهِمْ	بِوَكِيْلٍ	
	اللہ	نہ شرک کرتے وہ	اور نہیں	بنایا تمہیں	اُن پر	نگہبان	اور نہیں	تم	ان پر	داروغہ	

اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا، اور نہ آپ انکے جواب دہ ہیں۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات۔ اپنی شان خالقیت و ربوبیت۔ اپنی وحدانیت و معبودیت پر دلائل بیان فرما کر مشرکین کو ان کے عقائد باطلہ پر کہ وہ اوروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ الزام دیا گیا تھا۔

اب بطور نتیجہ اور تمام حجت کے ایک اعلان عام فرمایا جاتا ہے کہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہے یہ خدا کی طرف سے بصیرت کی باتیں ہیں کہ جس سے انسان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں پھر اس کے بعد بھی جو اندھا رہے اور اسی کفر و شرک کی اندھیریوں میں پڑا رہے نور عقل سے کام نہ لے تو اس کا وبال اسی کو بھگتنا ہوگا اور جو کوئی اہل بصیرت ہو کر روشنی میں آئے گا تو اپنے فائدہ کے لئے اسی کو دوامی نجات اور فوز ابدی حاصل ہوگی۔ تو یہ اعلان تمام انسانوں کے لئے کیا گیا ہے کہ اللہ نے اپنی نشانیاں اور آیتیں تمہارے پاس بھیج دی ہیں اور وہ تمہارے پاس آچکی ہیں۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ ان سے فائدہ اٹھاؤ ان کے ماننے نہ ماننے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ فائدہ اور نہ کوئی نقصان۔ ان کے ماننے سے تمہارا ہی فائدہ ہے اور ان کے نہ ماننے سے تمہارا ہی نقصان ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ یہ کہدیں کہ میرا کام تبلیغ احکام و دعوت ہے۔ ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے میں تمہارا محافظ اور نگراں نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ تمہیں ہدایت کرنا میرے ذمہ ہو۔

ضدی اور بدفہموں کو خاطر میں نہ لاؤ اپنے کام میں لگے رہو

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ ہم اپنی آیتوں کو مختلف پہلوؤں اور عجیب غریب انداز سے اس لئے سمجھاتے ہیں کہ آپ سب لوگوں کو پہنچا دیں اور ان میں استعداد اور احوال کے اختلاف سے دو فریق ہو جاویں۔ ضدی اور بدفہم تو یہ کہیں کہ ایسے علوم و معارف اور موثر مضامین ایک امی سے کیسے بن پڑتے۔ ضرور مختلف اوقات میں کسی سے سیکھتے رہے ہوں گے پھر پڑھ پڑھا کر ہمارے سامنے پیش کر دیئے لیکن سمجھدار اور انصاف پسند لوگوں پر حق واضح ہو جائے گا اور شیطانی شکوک و شبہات زائل ہو جائیں گے۔ چنانچہ منکرین کا ایک شبہ قرآن مجید کے تدریجا اور تھوڑا تھوڑا نازل ہونے پر یہ تھا کہ یکبارگی یہ تمام و کمال کتاب آسمان سے کیوں نازل نہ ہوئی یہ جو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر وقتاً فوقتاً نازل ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے سیکھ کر بیان کرتے ہیں۔ منکرین کے اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کافروں و مشرکوں کی بیہودگیوں کی پروا نہ کریں۔ آپ خدائے واحد پر بھروسہ کر کے اس کے حکم پر چلتے رہیں اور وحی الٰہی پر عمل کرتے رہیں اور مشرکین کے جہل و عناد کی طرف خیال نہ فرمائیں۔ ان کے خرافات کی طرف توجہ نہ کریں اور نہ ان کے اصرار کفر پر رنج کریں۔ خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ وہ ساری دنیا کو زبردستی مومن بنا دے۔ بیشک وہ چاہتا تو روئے زمین پر ایک مشرک کو باقی نہ چھوڑتا لیکن شروع سے انسانی فطرت کا نظام ہی اس نے ایسا رکھا ہے کہ آدمی کوشش کرے تو یقیناً ہدایت قبول کر سکے تاہم قبول کرنے میں بالکل مضطر اور مجبور نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے عقل دی۔ قدرت اور اختیار دیا اور حق و باطل کا فرق واضح کر دیا۔ آپ یہ نہ دیکھئے کہ کون مانتا ہے کون نہیں مانتا۔ آپ خود اس طریق پر چلتے رہئے جس طریق پر چلنے کیلئے آپکے پاس آپکے رب کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہے جس میں بڑی چیز یہ اعتقاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ نیز اس وحی میں تبلیغ ودعوت کا حکم بھی داخل ہے۔ اس پر قائم رہ کر مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے کہ افسوس انہوں نے کیوں دین حق قبول نہ کیا۔ آپکا فرض بس تبلیغ اور احکام الٰہی کا اتباع ہے انکے اعمال کے ذمہ دار اور جواب دہ آپ نہیں ہیں۔

ہماری ذمہ داری

۱۔ ہمارا کام یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو احکام دیئے گئے ہیں ان کا ہم پورا اتباع کریں اور ان کے موافق چلیں جن میں پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو ہم اپنا رب سمجھیں۔ وہی ہمیں پالتا ہے وہی ہماری حفاظت کرتا ہے اور ضرورت کی سب چیزیں وہی ہمیں دیتا ہے۔ اس کے سوا کسی میں نہ کچھ دینے کی طاقت ہے اور نہ چھیننے کی۔

۲۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ضرور رہیں گے جو قرآن مجید کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔ ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہئے۔ آیت سے سمجھ میں آتا ہے کہ جب تم ان کو قرآن پہنچا دو اور قرآنی احکام پر عمل کر کے دکھا دو تو پھر وہ اپنے عقائد اور اعمال کے خود ذمہ دار ہیں تمہارا کام یہ نہیں ہے کہ تم ان کو زبردستی مسلمان کرو۔

۳۔ اہل کفر و شرک کی بیہودگیوں سے کنارہ کشی لازم ہے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض تبلیغ قرآن تھا۔ بحیثیت آپ کے امتی ہونے کے اس فرض کی ادائیگی کا بار اب ہمارے کندھوں پر بھی ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن پاک کا اتباع کامل نصیب فرماویں۔ ہم خود بھی اس کے احکام پر چلنے والے ہوں اور دوسروں کو اس کے احکام پہنچانے والے ہوں۔ یا اللہ قرآن پاک کی روشنی سے ہماری عقلوں اور دلوں کو منور فرما دے اور ہم کو اس کے بدولت ابدی نجات اور دوامی کامیابی و کامرانی نصیب فرما دے۔ یا اللہ آپ کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق اور آپ کے احکام کو کامل طور پر امت کو پہنچا دیا۔ یا اللہ اب دین حق کی تبلیغ کا بار امت مسلمہ کے کاندھوں پر ہے۔ یا اللہ اس فرض تبلیغ دین کی ادائیگی کا احساس اور اس کی اہمیت اور صلاحیت ہم کو نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ

وَ	لَا تَسُبُّوا	الَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	فَيَسُبُّوا	اللّٰهَ	عَدْوًا	بِغَيْرِ عِلْمٍ	كَذٰلِكَ	زَيَّنَّا لِكُلِّ
اور	تم نہ گالی دو	وہ جنہیں	وہ پکارتے ہیں	سے	اللہ کے سوا	پس وہ بُرا کہیں گے	اللہ	گستاخی سے	بے سمجھے بوجھے	اسی طرح	ہم نے بھلا دکھایا ہر ایک

اور دشنام مت دو انکو جنکی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے، ہم نے اسی طرح ہر

أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَأَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

أُمَّةٍ	عَمَلَهُمْ	ثُمَّ	إِلٰى	رَبِّهِمْ	مَرْجِعُهُمْ	فَيُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وَأَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ
فرقہ	انکا عمل	پھر	طرف	اپنا رب	انکو لوٹنا	وہ پھر انکو جتا دے گا	جو وہ	کرتے تھے	اور وہ قسم کھاتے تھے	اللہ کی

طریقہ والوں کو اُنکا عمل مرغوب بنا رکھا ہے پھر اپنے رب ہی کے پاس اُنکو جانا ہے سو وہ اُنکو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔ اور لوگوں نے قسموں

جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا

جَهْدَ + أَيْمَانِهِمْ	لَئِنْ	جَآءَتْهُمْ	اٰيَةٌ	لَيُؤْمِنُنَّ	بِهَا	قُلْ	إِنَّمَا	الْاٰيٰتُ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَمَا
تاکید سے	البتہ اگر	انکے پاس آئے	کوئی نشانی	تو ضرور ایمان لائیں گے	اس پر	آپ کہہ دیں	کہ	نشانیاں	اللہ کے پاس	اور کیا

میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر اُنکے پاس کوئی نشان آجاوے تو وہ ضرور ہی اس پر ایمان لے آویں گے، آپ کہہ دیجئے کہ نشان نہ لاویں گے۔

يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا

يُشْعِرُكُمْ	أَنَّهَا	إِذَا جَآءَتْ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	وَنُقَلِّبُ	أَفْئِدَتَهُمْ	وَأَبْصَارَهُمْ	كَمَا
خبر نہیں	کہ وہ	جب آئیں	ایمان نہ لائیں گے	اور ہم اُلٹ دیں گے	انکے دل	اور انکی آنکھیں	جیسے

اور ہم بھی اُنکے دلوں کو اور اُنکی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے

لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

لَمْ يُؤْمِنُوْا	بِهٖ	أَوَّلَ مَرَّةٍ	وَ	نَذَرُهُمْ	فِيْ	طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ	
وہ ایمان نہیں لائے	اس پر	پہلی بار	اور	ہم چھوڑ دیں گے انہیں	میں	اُن کی سرکشی	وہ بھٹکتے رہیں	

اور ہم اُنکو اُن کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔

تبلیغ دین کا اہم اصول......مثبت رویے

گذشتہ آیات میں مشرکین کے عقائد کی تردید اور ان کے طریق کا بطلان کیا گیا تھا اور ساتھ ہی ان کو تبلیغ دین کا امر بھی کیا گیا تھا۔ اب آگے مشرکین کے معبودان باطلہ کو سب وشتم کرنے سے مسلمانوں کو ممانعت فرما کر تبلیغ دین کی حدود قائم فرمائی جاتی ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حق کی تبلیغ میں باطل کی نشاندہی تو کی جائے مگر باطل مذاہب کے پیشواؤں اور باطل معبودوں کو دلخراش اور دل آزار اور سب وشتم کے کلموں سے یاد نہ کیا جائے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جواب میں اللہ تعالیٰ اور دین حق کی شان میں گستاخی اور بدتمیزی کریں گے۔ اس صورت میں اپنے واجب التعظیم معبود برحق اور

قابل احترام بزرگوں کی اہانت اور بے ادبی کا سبب خود مسلمان بنیں گے۔ لہذا اس سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہئے۔ کسی مذہب کے اصول و فروع کی معقول طریقہ سے غلطیاں ظاہر کرنا یا اس کی کمزوری پر تحقیق و الزامی طریقوں سے متنبہ کرنا جداگانہ چیز ہے لیکن کسی قوم کے پیشواؤں اور معبودوں کی نسبت بغرض تحقیر و توہین دلخراش اور دل آزار الفاظ نکالنا قرآن پاک نے کسی وقت بھی جائز نہیں رکھا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اپنے والدین کو گالیاں دے وہ بڑا ملعون ہے۔ اس پر عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کوئی اپنے ماں باپ کو کیسے گالیاں دے گا؟ تو فرمایا کہ یہ کسی کے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے اور پھر جواباً اس نے اس کے ماں باپ کو گالیاں دیں تو گویا اسی پہلے شخص نے اپنے ماں باپ کو گالیاں دیں۔

یہاں کسی کو خیال ہو سکتا تھا کہ ایسی گستاخی کرنے والوں کو ساتھ کے ساتھ سزا کیوں نہیں مل جاتی۔ تو اس کا جواب حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا دار امتحان ہے اس کا نظام اللہ تعالیٰ نے ایسا رکھا ہے اور ایسے اسباب جمع کر دیئے ہیں کہ یہاں ہر قوم اپنے اعمال اور طور طریق پر نازاں رہتی ہے اور ان کو اپنا عمل مرغوب اور پسند بنا رہتا ہے۔ انسانی دماغ کی ساخت ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف سچائی اور حق کے قبول کرنے پر مجبور ہو اور غلطی کی طرف جانے کی گنجائش ہی نہ رکھے۔ ہاں خدا کے ہاں جا کر جب تمام حقائق سامنے ہوں گے تب پتہ چل جائے گا کہ جو کام دنیا میں کرتے تھے وہ کیسے تھے۔

مشرکین مکہ کی فرمائش کا جواب

پھر مشرکین مکہ کی ایک خاص حالت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ یہ مشرکین اللہ کی قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر انہیں کوئی معجزہ دکھایا جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ نقل ہے کہ قریش کے ساتھ ایک مرتبہ اسلامی دعوت کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ہوئی تو کہنے لگے کہ آپ جس طرح پچھلے انبیاء کے معجزہ بیان کرتے ہیں تو اگر آپ نبی ہیں تو خود بھی تو کچھ کر کے دکھلایئے؟ آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیجئے۔ آپ نے ان سے ایمان لانے کا وعدہ لیا تو قسمیں کھا کر اطمینان دلانے لگے آپ دعا کے لئے تیار ہو گئے لیکن جبرئیل علیہ السلام پیغام الٰہی لے کر آئے کہ آپ چاہیں تو ایسا ہو جائے مگر پھر بھی اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو پھر ان سب پر عذاب نازل ہوگا۔ اب آپ چاہیں اس شق کو اختیار کیجئے اور یا یوں ہی رہنے دیجئے جس کی قسمت میں ہوگا ایمان قبول کرلے گا ورنہ خود اپنا نقصان کرے گا۔ آپ نے پھر اسی شق کو اختیار کر لیا بعض مسلمانوں کو بھی خیال ہوا کہ اچھا ہوا اگر ان کی یہ حجت بھی پوری کر دی جائے تو اس پر ارشاد فرمایا گیا کہ تمہیں کیا خبر ہے؟ یہ سرکش ضدی لوگ فرمائشی نشان بھی دیکھ کر ایمان نہیں لائیں گے پھر سنت اللہ کے مطابق اس کے مستحق ہوں گے کہ فوراً تباہ کر دیئے جائیں پھر کفار و مشرکین کے متعلق حقیقت حال بتلائی گئی کہ باوجود حق کے واضح ہو جانے کے محض عناداً وہ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے۔ ان کے اس انکار اور کفر کی وجہ سے ان کے دل اور ان کی نگاہیں پھیر دی گئی ہیں اور ان کو ان کی سرکشیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔

دلائل کے ساتھ باطل کا رد کرو

پہلی آیت وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ کے تحت بعض محقق مفسرین نے لکھا ہے کہ سب وشتم اور دشنام دہی یعنی گالیاں دینا اور چیز ہے اور معبودات باطلہ کے معائب اور ان کے نقائص اور ان کے عجز اور درماندگی کو اس لئے بیان کرنا کہ یہ بے حقیقت اور حقیر چیزیں ہیں۔ قابل الوہیت اور لائق عبادت نہیں یہ اور چیز ہے۔ مناظرہ و مباحثہ میں تحقیق حقیقت کے لئے کسی شے کے اوصاف اور نقائص بیان کرنا اور چیز ہے اور گالیاں دینا اور چیز ہے قرآن کریم نے مشرکوں کے معبودوں کو برا کہنے سے منع کیا جس سے مسلمانوں کو حسن اخلاق کی تعلیم دینا ہے اور قرآن کریم میں جابجا جو معبودات باطلہ کی تنقیص اور تحقیر مذکور ہے اس سے مقصود ان کی الوہیت کا باطل کرنا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

15

پارہ

وَلَوْ اَنَّنَا

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا

وَلَوْ	اَنَّنَا	نَزَّلْنَا	اِلَيْهِمُ	الْمَلٰٓئِكَةَ	وَكَلَّمَهُمُ	الْمَوْتٰى	وَحَشَرْنَا	عَلَيْهِمْ	كُلَّ شَيْءٍ	قُبُلًا
اور اگر	ہم	اتارتے	انکی طرف	فرشتے	اور اُن سے باتیں کرتے	مُردے	اور ہم جمع کردیتے	اُن پر	ہر شے	سامنے

اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مُردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات کو ان کے پاس ان کی آنکھوں کے روبرو لاکر جمع کر

مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝۱۱۱ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا

مَا	كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا	اِلَّا	اَنْ	يَّشَآءَ اللّٰهُ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	يَجْهَلُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	جَعَلْنَا
نہ	وہ ایمان لاتے	مگر	یہ کہ	چاہے اللہ	اور لیکن	ان میں اکثر	جاہل (نادان) ہیں	اور اسی طرح	ہم نے بنایا

دیتے تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔اور اسی طرح ہم نے

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ

لِكُلِّ نَبِيٍّ	عَدُوًّا	شَيٰطِيْنَ	الْاِنْسِ	وَالْجِنِّ	يُوْحِيْ	بَعْضُهُمْ	اِلٰى	بَعْضٍ	زُخْرُفَ	الْقَوْلِ
ہرنبی کیلئے	دشمن	شیطان (جمع)	انسان	اور جن	ڈالتے ہیں	انکے بعض	طرف	بعض	ملمع کی ہوئی	باتیں

ہرنبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن میں سے ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ

غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۱۲ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ

غُرُوْرًا	وَلَوْ	شَآءَ	رَبُّكَ	مَا فَعَلُوْهُ	فَذَرْهُمْ	وَمَا	يَفْتَرُوْنَ	وَلِتَصْغٰى	اِلَيْهِ
بہکانے کیلئے	اور اگر	چاہتا	تمہارا رب	وہ نہ کرتے	پس چھوڑدیں انہیں	اور جو	وہ جھوٹ گھڑتے ہیں	اور تاکہ مائل ہوجائیں	اسکی طرف

میں ڈال دیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کرسکتے سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کررہے ہیں اس کو آپ رہنے دیجئے۔اور تاکہ اُس کی طرف

اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝۱۱۳

اَفْـِٕدَةُ	الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	وَلِيَرْضَوْهُ	وَلِيَقْتَرِفُوْا	مَا	هُمْ	مُقْتَرِفُوْنَ
دل (جمع)	وہ لوگ جو	ایمان نہیں رکھتے	آخرت پر	اور تاکہ وہ اس کو پسند کرلیں	اور تاکہ وہ کرتے رہیں	جو	وہ	بُرے کام کرتے ہیں

ان لوگوں کے قلوب مائل ہوجاویں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اُس کو پسند کرلیں اور تاکہ مرتکب ہوجاویں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے

خوئے بد کے بہانوں کا استیصال: مشرکین اور کفار مکہ محض ضد اور عناد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قسم کے فرمائشی معجزات طلب کیا کرتے تھے۔دراصل بعض مشرکین ایمان لانا تو چاہتے ہی نہ تھے محض کٹ حجتی کے طور پر صرف یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاجواب کردیں تاکہ الزام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھ کر سستے چھوٹ جائیں۔اس لئے وہ اپنی دانست میں ایسے معجزہ اور ایسی نشانیاں طلب کرتے جن کا ہونا ان کے نزدیک محال تھا۔مثلاً کبھی کہتے کہ مکہ کا کوہ صفا سونے کا ہوجائے۔کبھی کہتے کہ ہمارے پاس فرشتے اتر کرآئیں اور آپ کی نبوت کی تصدیق کریں تو ہم مانیں۔

کبھی کہتے کہ ہمارے باپ دادا جو صدہا سال پہلے مر چکے ہیں وہ زندہ ہو کر آئیں اور گواہی دیں کہ یہ شخص اللہ کے رسول ہیں اور قیامت ضرور آنی ہے اور حشر نشر ہونا ہے۔ غرض اسی قسم کی خرافات بکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان تمام لغویات کا استیصال فرما دیا اور بتلا دیا کہ ان کے عناد کی تو یہ کیفیت ہے کہ اگر ان کے فرمائشی معجزات سے بڑھ کر بھی ان کو معجزات دکھلا دیئے جائیں تب بھی یہ لوگ ضد اور عناد کی بناء پر حق کو ماننے والے نہیں۔ اور ان کے عناد کی نوبت تو یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھی بھیج دیتے اور مردہ بھی زندہ ہو کر ان سے باتیں کر لیتے اور ہر چیز کو ان کے مقابل آمنے سامنے لا کر بھی کھڑا کر دیتے تو بھی یہ ایسے نہیں کہ ایمان لے آویں۔ ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو جہالت پر کمر بستہ ہیں اس لئے جہالت کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اگر ان کو بڑے سے بڑا معجزہ بھی دکھلا دیا جائے تب بھی یہ ایمان نہ لاویں گے۔ ہاں مشیت خداوندی ہی ان کو مومن بنانے کی ہو تو اور بات ہے اور اللہ کی یہ سنت نہیں کہ لوگ زبردستی ایمان لائیں۔ اس کو تو یہ منظور ہے کہ لوگ عقل سے کام لے کر خوب سوچ سمجھ کر اسلام کو اختیار کریں۔ قرآن مجید اسلام کو دلائل کے ذریعہ سمجھانا چاہتا ہے۔ زبردستی کا کوئی کام نہیں۔

مخالفوں کے بے جا سوالات سے تنگدل نہ بنو

اب ظاہر ہے کہ کفار کی ان لغویات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا ہوگا۔ اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان معاندین کے بے جا سوالات اور فرمائشی معجزات سے تنگ دل اور مغموم نہ ہوں۔ یہ بات کچھ آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر نبی کے زمانہ میں اس قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں۔ جو ان سے دشمنی کرتے تھے اور بے جا سوالات کیا کرتے تھے۔ دشمنان دین ہر امت میں ہوئے ہیں اور اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ دشمنی کرتے رہے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات آپ ہی کے ساتھ نہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اسی کو مقتضی ہے کہ اس دنیا کے نظام عالم کو جب تک قائم رکھنا منظور ہے خیر و شر کی قوتوں میں سے کوئی قوت بھی بالکل مجبور اور نیست و نابود نہ ہو۔ اس لئے نیکی و بدی ہدایت و ضلالت کی جنگ ہمیشہ سے قائم رہی ہے جس طرح اب یہ مشرکین اور معاندین آپ کو بیہودہ فرمائشوں سے دق کرتے اور طرح طرح کی باتوں سے لوگوں کو راہ راست سے ڈگمگانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں کہ پیغمبروں کو ان کے پاک مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ اسی غرض فاسد کے لئے شیاطین جن و انس باہم تعاون کرتے اور ایک دوسرے کو فریب دہی اور ملمع سازی کی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے ہیں اور ان کی یہ عارضی آزادی اسی حکمت اور نظام تکوینی کے ماتحت ہے جو تخلیق عالم میں حق تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اس لئے آپ ان دشمنان دین کی فتنہ پردازی اور فریب دہی سے زیادہ فکر و غم میں نہ پڑیں۔ ان سے اور ان کے کذب و افترا سے قطع نظر کر کے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ شیاطین ایک دوسرے کی ملمع کی ہوئی فریب کی باتیں اس لئے سکھلاتے ہیں کہ انہیں سن کر جو لوگ دنیا کی زندگی میں غرق ہیں اور دوسری زندگی کا یقین نہیں رکھتے ان ابلہ فریب باتوں کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کو دل سے پسند کرنے لگیں اور پھر کبھی برے کاموں اور کفر و فسق کی دلدل سے نکلنے نہ پائیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ باطل ہمیشہ سے حق کا دشمن رہا ہے اور داعیان حق کی مخالفت ہمیشہ سے باطل پرستوں نے کی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بری باتیں ملمع کاری کے ساتھ کہنا اور اس طرح بہکانا شیاطین کا کام ہے اور باطل دروغ اور فریب کی طرف بے ایمانوں ہی کے دل مائل ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ہر حال میں حق پر قائم رہنے والا اور باطل سے بچنے والا بنائیں۔ شیاطین کے وساوس و فریب سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔ دشمنان دین سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں۔ باطل کو مغلوب اور حق کو غالب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ	أَبْتَغِيْ	حَكَمًا	وَهُوَ	الَّذِيْٓ	أَنْزَلَ	إِلَيْكُمُ	الْكِتٰبَ	مُفَصَّلًا	وَالَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ
تو کیا اللہ کے سوا	میں ڈھونڈوں	کوئی منصف	اور وہ	جو۔جس	نازل کی	تمہاری طرف	کتاب	مفصل (واضح)	اور وہ لوگ جنہیں	ہم نے انہیں دی

تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیج دی ہے اسکی حالت یہ ہے کہ اسکے مضامین

الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ

الْكِتٰبَ	يَعْلَمُوْنَ	أَنَّهٗ	مُنَزَّلٌ	مِّنْ	رَّبِّكَ	بِالْحَقِّ	فَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْمُمْتَرِيْنَ	وَتَمَّتْ
کتاب	وہ جانتے ہیں	کہ یہ	اتاری گئی ہے	سے	تمہارا رب	حق کے ساتھ	سو تم نہ ہونا	سے	شک کرنے والے	اور پوری ہے

خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کیطرف سے واقعیت کیساتھ بھیجا گیا ہے سو آپ

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَإِنْ تُطِعْ

كَلِمَتُ	رَبِّكَ	صِدْقًا	وَّعَدْلًا	لَا مُبَدِّلَ	لِكَلِمٰتِهٖ	وَهُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ	وَإِنْ	تُطِعْ
بات	تیرا رب	سچ	اور انصاف	نہیں بدلنے والا	اسکے کلمات	اور وہ	سننے والا	جاننے والا	اور اگر	تو کہا مانے

شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں اور آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے، اسکے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور خوب سن رہا ہے خوب جان رہا ہے۔اور

أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ

أَكْثَرَ	مَنْ	فِي الْأَرْضِ	يُضِلُّوْكَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	إِنْ	يَّتَّبِعُوْنَ	إِلَّا	الظَّنَّ	وَإِنْ	هُمْ
اکثر	جو	زمین میں	وہ تجھے بھٹکا دیں گے	سے	راستہ	اللہ	نہیں	پیروی کرتے	مگر (صرف)	گمان	اور نہیں وہ	وہ

دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں

إِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾

إِلَّا	يَخْرُصُوْنَ	إِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	أَعْلَمُ	مَنْ	يَّضِلُّ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ	وَهُوَ	أَعْلَمُ	بِالْمُهْتَدِيْنَ
مگر	انکل دوڑاتے ہیں	بیشک	تیرا رب	وہ	وہ خوب جانتا ہے	جو	بھٹکتا ہے	سے	اس کا راستہ	اور وہ	خوب جانتا ہے	ہدایت یافتہ لوگوں کو

بالیقین آپ کا رب اُن کو خوب جانتا ہے جو اسکی راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے اور وہ اُنکو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں

مشرکین کی ناکامی ونامرادی اور قرآن کریم کی حقانیت

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا کے اندر انسان کو غلط راستہ پر ڈالنے والے شیاطین بہت سے ہیں جو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے ناعاقبت اندیش لوگوں کو اپنے پھندے میں پھنسائے رہتے ہیں۔ جو شیطان کے بہکاوے میں آتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ کے نبیوں کو ہمیشہ دکھ پہنچتا رہا ہے گذشتہ انبیاء کی طرح نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسے انسانوں سے سابقہ پڑا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ اچھے لوگوں کے ساتھ برے لوگوں کی عداوت کا سلسلہ تو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ آپ ان معاندین کی باتوں کی طرف خیال نہ

کیجئے کہ ان کی یہ باتیں شیطانی ملمع کاری ہے۔ چنانچہ جب مشرکین قرآنی دلائل کے مقابلہ میں لاجواب ہوئے اور اپنے معبودان کی باطلہ معبودیت کا کسی طرح اثبات نہ کر سکے تو مجبوراً بول اٹھے کہ اچھا کوئی ثالث اور پنچ مقرر کرلیا جائے۔ وہ اس مقدمہ رسالت میں جو فیصلہ کرے گا ہم مان لیں گے۔ مشرکین کی اس بات کا جواب ان آیات میں دیا جارہا ہے اور آپ کی نبوت پر ایک دوسری کافی ووافی دلیل پیش کی جارہی ہے یعنی قرآن کریم اور پھر اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے مابین فرق پر بھی روشنی ڈالی جارہی ہے۔

چنانچہ حق تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ کیا میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور کو پنچ مقرر کروں کہ جس نے مجھ پر وہ کتاب نازل کی ہے کہ جس میں اچھے برے نیک وبد سعادت وشقاوت، نجات وگرفت کے تمام احوال کھول کھول کر بیان کردیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کی حقانیت اول تو اسی سے ظاہر ہے کہ اس میں تمام عقائد حقہ اعمال صالحہ اور احکام صحیحہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ نجات اور عذاب کے اصول انتہائی سچائی کیساتھ واضح طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ گذشتہ واقعات کی تفصیل اور آئندہ ہونیوالے امور کا اظہار نہایت صحیح طور پر کردیا گیا اگر آنکھ ہو تو دیکھ لو اور عقل ہو تو سمجھ لو۔ پھر اگر خود اتنی بصیرت نہیں رکھتے ہو اور کسی کی شہادت کی ضرورت ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لو وہ بھی دل میں اسکے برحق ہونے کے قائل ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں اگرچہ ان میں صدہا تحریفات کردی گئی ہیں تاہم اب تک ان کے اندر قرآن کے برحق ہونے کے نشانات موجود ہیں لہٰذا ان کی کتابوں کی شہادت کا اعتبار کرلو۔ پھر قرآن پاک کے کمالات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ قرآن پاک باعتبار سچائی کے وبلحاظ عدل کے کامل ہے۔

جس طرح دیگر آسمانی کتابوں میں لوگوں نے تحریف اور ردوبدل کرلیا ویسے قرآن پاک کی تحریف اور تغیر پر کوئی قادر نہ ہوگا بلکہ یہ ہمیشہ محفوظ رہیگا۔

اہل ہدایت ہمیشہ کم ہی رہے ہیں

اس کے بعد بتلایا گیا کہ دنیا میں ہمیشہ فہیم محقق اور بااصول آدمی تھوڑے رہے ہیں۔ اکثریت ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی بے اصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں تو اگر تم دنیا کے اکثر لوگوں کے کہنے پر چلو گے اور اسی اکثریت کا کہنا ماننے لگو گے اور بے اصول باتوں پر چلنا شروع کردو گے تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے یقیناً بہک جاؤ گے۔

یہاں جو فرمایا گیا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں) اس سے دنیا کی اکثریت کا گمراہ اور اقلیت کا ہدایت یافتہ ہونا معلوم ہوا۔ چنانچہ یہ مشاہدہ اور تاریخ سے ظاہر ہے اس جگہ اگرچہ خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا ہے مگر سبق ساری امت کو دینا منظور ہے اور سبق بھی ایسا کہ جو قیامت تک ہر زمانہ اور ہر حال میں ایک مستقل ضابطہ حیات بن کر رہے گا تو گویا اس میں مسلمانوں کو کامیاب زندگی بسر کرنے کا گر بتلایا گیا کہ جس کے مضبوط پکڑ لینے سے وہ کبھی راہ راست سے بھٹک نہیں سکتے اور کبھی ذلت وگمراہی میں مبتلا نہیں ہوسکتے اور اسی سے یہ نتیجہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس گر کو چھوڑ دیا تو پھر کہیں کے نہ رہیں گے اور طرح طرح کی گمراہی کے شکار ہوں گے اور وہ گر یہ بتلایا گیا ہے کہ اہل اسلام کو سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہٹنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑنے کی ہدایت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیے۔ یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی سعادت عطا فرما تا کہ آخرت میں ہمارا اٹھکانا مہتدین کے گروہ میں ہو۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا

فَكُلُوْا	مِمَّا	ذُكِرَ	اسْمُ اللّٰهِ	عَلَيْهِ	اِنْ	كُنْتُمْ	بِاٰيٰتِهٖ	مُؤْمِنِيْنَ	وَمَا لَكُمْ	اَلَّا تَاْكُلُوْا	مِمَّا
سو تم کھاؤ	اس سے جو	لیا گیا	اللہ کا نام	اس پر	اگر	تم ہو	اسکی آیتوں پر	ایمان لانے والے	اور کیا ہوا تمہیں	کہ تم نہ کھاؤ	اس سے جو

سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جاوے اس میں سے کھاؤ اگر تم اُس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔ اور تمکو کون امر اس کا باعث ہوسکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ

ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ

ذُكِرَ	اسْمُ اللّٰهِ	عَلَيْهِ	وَ	قَدْ فَصَّلَ	لَكُمْ	مَا حَرَّمَ	عَلَيْكُمْ	اِلَّا	مَا	اضْطُرِرْتُمْ	اِلَيْهِ
لیا گیا	نام اللہ کا	اس پر	حالانکہ	وہ واضح کرچکا ہے	تمہارے لئے	جو اس نے حرام کیا	تم پر	مگر	جس	تم لاچار ہوجاؤ	اسکی طرف (اس پر)

جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن سب جانوروں کی تفصیل بتلادی ہے جنکو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تمکو سخت ضرورت پڑجاوے تو حلال ہیں

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

وَاِنَّ	كَثِيْرًا	لَيُضِلُّوْنَ	بِاَهْوَآئِهِمْ	بِغَيْرِ عِلْمٍ	اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	اَعْلَمُ	بِالْمُعْتَدِيْنَ
اور بیشک	بہت سے	گمراہ کرتے ہیں	اپنی خواہشات سے	علم کے بغیر	بیشک	تیرا رب	وہ	خوب جانتا ہے	حد سے بڑھنے والوں کو

اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں، اس میں کوئی شخص نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو خوب جانتا ہے

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

وَ	ذَرُوْا	ظَاهِرَ الْاِثْمِ	وَبَاطِنَهٗ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْسِبُوْنَ	الْاِثْمَ	سَيُجْزَوْنَ	بِمَا	كَانُوْا	يَقْتَرِفُوْنَ
اور	چھوڑ دو	کھلا گناہ	اور اس کا چھپا ہوا	بیشک	جو لوگ	کماتے (کرتے) ہیں	گناہ	عنقریب سزا پائیں گے	اسکی جو	تھے	وہ برے کام کرتے

اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں اُن کو اُن کے کئے کی عنقریب سزا ملے گی۔

ذبیحہ کے حلال اور مردہ کے حرام ہونے پر مشرکین کے اشکال کا جواب

بعض مشرکین مکہ کی بے اصول اور اٹکل پچو باتوں میں سے ایک وہ تھی جو انہوں نے ذبیحہ کے مسئلہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو جانور طبعی موت سے مرجائے یعنی مردار اسے مسلمان حرام کہتے ہیں حالانکہ وہ خدا کا مارا ہوا ہے اور جو خود ان کے ہاتھ کا مارا ہوا اسے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ چنانچہ بعض کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ سوال کیا کہ طبعی موت سے مرنے والے جانور کو کون مارتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس پر کفار از راہ طنز کہنے لگے کہ اللہ کے مارے ہوئے جانور کو تم نہیں کھاتے ہو اور اپنے مارے ہوئے جانور کو کھالیتے ہو۔ یہ شبہ بعض سادہ لوح مسلمانوں کے دل میں بھی جم گیا۔ اس کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ ایسی ملمع وفریب کی باتیں انسانوں کو شبہ میں ڈالنے کیلئے شیطان سکھاتے ہیں تو خوب سمجھ لو کہ حلال حرام وغیرہ میں حکم اللہ کا چلتا ہے۔ محض عقلی ڈھکوسلوں کا اعتبار نہیں اگرچہ مارنے والا سب کا اللہ ہے لیکن اس کے نام کی برکت ہے کہ جو اس کے نام پر ذبح ہوا سو حلال ہے جو بغیر اس کے مرگیا سو مردار ہے۔ پھر مسلمانوں کو سمجھایا گیا کہ جب دلائل صحیحہ کی بناء پر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت کو تسلیم کرلیا اور کلی طور پر اس کے احکام پر ایمان لا

چکے تو اب فروع اور جزئیات کی صحت کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔ اگر ہر اصل وفرع اور کلی اور جزئی کا قبول کرنا انسانی قیاسات پر موقوف ہو تو وحی ونبوت کی ضرورت ہی نہ رہے۔ اضطرار اور مجبوری کی حالت کو مستثنیٰ کر کے جو چیزیں حرام ہیں ان کی تفصیل کی جا چکی۔ ان میں وہ حلال جانور داخل نہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے پھر اس کے نہ کھانے کی کیا وجہ یا اس میں کوئی شبہ کیوں ہو؟ مسلمانوں کا تو عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ ہر چیز کو بالواسطہ یا بلاواسطہ خدا ہی پیدا کرتا ہے اور خدا ہی مارتا ہے پھر جس طرح اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں بعض چیزیں مرغوب اور مفید ہیں اسی طرح بعض چیزیں قابل نفرت یا مضر ہیں جیسے ناپاک گندی چیزیں اور زہریلی اشیاء اسی طرح اس کی ماری ہوئی چیزیں بھی دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جن سے فطرت سلیمہ نفرت کرے یا ان کا کھانا ہماری جسمانی یا روحانی صحت کے لئے خدا کے نزدیک مضر ہو مثلاً وہ خون دار جانور جو اپنی طبعی موت سے مرے اور اس کا خون گوشت میں جذب ہو کر رہ جائے۔ دوسرے وہ حلال اور طیب جانور جو باقاعدہ خدا کے نام پر ذبح ہو یہ بھی خدا ہی کا مارا ہوا ہے مگر عمل ذبح اور خدا کی نام کی برکت سے اس کا گوشت پاک صاف ہو گیا پس جو شخص دونوں قسموں کو ایک کرنا چاہے وہ معتدی یعنی حد سے بڑھنے والا ہو گا پس کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو یعنی ذبیحہ کو نہ حرام سمجھو اور نہ مردار کو حلال۔ کیونکہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال جاننا بھی گناہ ہے اور ہر گناہ کی سزا ضرور دی جائے گی۔

پس حاصل جواب کا یہ ہوا کہ چونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور حکم بردار ہوتے ہیں اس لئے جب انہیں حلال وحرام کی تفصیل بتا دی جائے تو انہیں اس پر چلتے رہنا چاہئے۔ حرام کے حلال یا حلال کے حرام ہونے کا شبہ ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحیح معنیٰ میں پکا اور سچا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرماویں تاکہ ہم قرآن کے حلال کو حلال اور قرآن کے حرام کو حرام سمجھیں۔ اور ہر طرح کے ظاہری وباطنی گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ

وَلَا تَاْكُلُوْا	مِمَّا	لَمْ يُذْكَرِ	اسْمُ اللّٰهِ	عَلَيْهِ	وَاِنَّهٗ	لَفِسْقٌ	وَاِنَّ	الشَّيٰطِيْنَ	لَيُوْحُوْنَ
اور نہ کھاؤ	اس سے جو	نہیں لیا گیا	اللہ کا نام	اس پر	اور بیشک یہ	البتہ گناہ	اور بیشک	شیطان (جمع)	ڈالتے ہیں

اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور بلاشبہ یہ گناہ کی بات ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کررہے ہیں تاکہ یہ تم سے

اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

اِلٰى	اَوْلِيٰٓـئِهِمْ	لِيُجَادِلُوْكُمْ	وَاِنْ	اَطَعْتُمُوْهُمْ	اِنَّكُمْ	لَمُشْرِكُوْنَ	
طرف (میں)	اپنے دوست	تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں	اور اگر	تم نے اُن کا کہا مانا	تو بیشک تم	مشرک ہوگے	

جدال کریں، اور تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔

جو اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ

گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو حکم دیا گیا تھا کہ تم کفار کی شک اندازی سے شک میں نہ پڑ جانا۔ ان کے بہکانے سے بہک نہ جانا اور ذبیحہ کو حرام نہ سمجھ لینا۔ یعنی جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اس کا گوشت کھانے کا حکم ہوا تھا۔ اب یہاں اس آیت میں اس کے مخالف پہلو کے متعلق ہدایت کی جاتی ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو وہ حرام ہے اس کا گوشت نہ کھانا چاہئے۔ ورنہ گناہ لازم آئیگا کیونکہ قانون شرع کی خلاف ورزی ہوگی۔ شیاطین تو اپنے تابعداروں اور رفیقوں کو یہ سکھلاتے رہتے ہیں کہ وہ تم سے کج بحثی اور کٹ حجتی کریں جس سے مقصد یہ ہے کہ تم کسی طرح شرع کے قانون کی پابندی نہ کرو۔ اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تم میں اور مشرکوں میں فرق کیا رہ گیا؟۔ وہ بھی یہی کرتے ہیں کہ اللہ کو جیسے ماننا چاہئے ویسے نہیں مانتے۔ اس کے حکموں کے خلاف کرتے ہیں۔ حکم خداوندی کے مقابلہ میں دوسروں کے حکم کو ترجیح دیتے ہیں۔ حلال و حرام میں دوسروں یعنی غیر اللہ کا کہا مانتے ہیں اور اللہ کے حکم کو قبول نہیں کرتے۔

حلال وحرام میں اللہ کے سوا کسی اور کا فیصلہ ماننا شرک ہے

یہاں اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ عقائد اور حلال وحرام میں اللہ کے فیصلہ کے خلاف کسی اور کا فیصلہ وحکم ماننا بھی شرک ہے اور شرک کو قرآن پاک نے جیسا سنگین جرم قرار دیا ہے وہ متعدد آیات سے ظاہر ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا ایک دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ بیشک جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ تعالیٰ نے جنت اس پر حرام کی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ رہے گا۔ پس آیت میں یہ جو ارشاد فرمایا گیا وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ اگر تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہوئے اس سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

مزید یہاں آیت میں یہ جو حکم ہوا وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے اور جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھاؤ تو ان ظاہری الفاظ کی عمومیت کو دیکھتے ہوئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم کچھ ذبیحہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر کھانے پینے پر بھی بسم اللہ ضرور ہے۔ ورنہ اس چیز کا کھانا جائز نہیں مگر جمہور علماء کے نزدیک اور چیزوں پر بسم اللہ امر مسنون ہے نہ کہ فرض اور وہ اس آیت میں مما سے مراد جانور لیتے ہیں تو گویا اس آیت سے وہ ذبیحہ کہ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو خواہ جھٹکا کیا ہو یا گردن مروڑنے سے مار ڈالا گیا ہو یا بتوں کے نام سے ذبح ہوا ہو یا از خود اپنی موت سے مرا ہو الغرض اس پر بوقت ذبح اللہ کا نام پاک نہ لیا گیا پھر خواہ اس کو کسی نے مارا ہو اہل کتاب نے یا ملحد نے یا کسی اور نے وہ حرام ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ

أَوَ	مَنْ	كَانَ مَيْتًا	فَأَحْيَيْنَٰهُ	وَجَعَلْنَا	لَهُ	نُورًا	يَمْشِي	بِهِ	فِي	النَّاسِ	كَمَنْ + مَثَلُهُ
کیا	جو	مُردہ تھا	پھر ہم نے اسکو زندہ کیا	اور ہم نے بنایا	اسکے لئے	نور	وہ چلتا ہے	اس سے	میں	لوگ	اس جیسا۔ جو

ایسا شخص جو کہ پہلے مُردہ تھا ہم نے اُسکو زندہ بنادیا اور ہم نے اُس کو ایک ایسا نور دیدیا کہ وہ اُس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے

فِي الظُّلُمَٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَٰفِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٢﴾ وَكَذَٰلِكَ

فِي	الظُّلُمَٰتِ	لَيْسَ	بِخَارِجٍ	مِّنْهَا	كَذَٰلِكَ	زُيِّنَ	لِلْكَٰفِرِينَ	مَا	كَانُوا يَعْمَلُونَ	وَكَذَٰلِكَ
میں	اندھیرے	نہیں	نکلنے والا	اس سے	اسی طرح	زینت دیئے گئے	کافروں کیلئے	جو	وہ کرتے تھے (عمل)	اور اسی طرح

جسکی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا اسی طرح کافروں کو اُن کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں

جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا

جَعَلْنَا	فِي	كُلِّ	قَرْيَةٍ	أَكَٰبِرَ	مُجْرِمِيهَا	لِيَمْكُرُوا	فِيهَا	وَمَا	يَمْكُرُونَ	إِلَّا	بِأَنفُسِهِمْ	وَمَا
ہم نے بنائے	میں	ہر	بستی	بڑے	اسکے مجرم	تاکہ وہ حیلے کریں	اس میں	اور نہیں	وہ حیلے کرتے	مگر	اپنی جانوں پر	اور نہیں

وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں، اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کررہے ہیں اور اُن کو ذرا خبر نہیں، اور جب اُنکو

يَشْعُرُونَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ ءَايَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ

يَشْعُرُونَ	وَإِذَا	جَاءَتْهُمْ	ءَايَةٌ	قَالُوا	لَن نُّؤْمِنَ	حَتَّىٰ	نُؤْتَىٰ	مِثْلَ مَا	أُوتِيَ	رُسُلُ
وہ شعور رکھتے	اور جب	انکے پاس آتی ہے	کوئی آیت	کہتے ہیں	ہم ہرگز نہ مانیں گے	جب تک	ہم کو دیا جائے	اس جیسا جو	دیا گیا	رسول (جمع)

کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے، اُس موقع کو

اللَّهِ ۘ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ

اللّٰهِ	اللّٰهُ	أَعْلَمُ	حَيْثُ	يَجْعَلُ	رِسَالَتَهُ	سَيُصِيبُ	الَّذِينَ	أَجْرَمُوا	صَغَارٌ	عِندَ اللّٰهِ
اللہ	اللہ	خوب جانتا ہے	کہاں	رکھے (بھیجے)	اپنی رسالت	عنقریب پہنچے گی	وہ لوگ جو	انہوں نے جرم کیا	ذلت	اللہ کے ہاں

تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے، عنقریب اُن لوگوں کو جنہوں نے یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی

وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٤﴾

اور سزائے سخت انکی شرارتوں کے مقابلہ میں۔

وَعَذَابٌ	شَدِيدٌ	بِمَا	كَانُوا يَمْكُرُونَ
اور عذاب	سخت	اسکا بدلہ	وہ مکر کرتے تھے

مومن وکافر کی مثال: ایمان وکفر یا مومن وکافر کی مثال اس طرح بیان فرمائی جارہی ہے کہ ایک شخص تو وہ ہے جو پہلے مردہ تھا یعنی کفرو شرک کی گمراہی کی حالت میں حیران وسرگرداں تھا۔ اللہ نے اسے زندہ کیا یعنی ایمان وہدایت بخشی۔ قرآن جیسا نور عطا فرمایا جس کے منور احکام کی

روشنی میں وہ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اسلام کی نورانیت اس کے دل میں رچ گئی۔ اتباع رسول کا شوق پیدا ہو گیا دوسرا شخص وہ جو جہالت وضلالت کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے اور ان سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا تو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح مسلم وکافر میں نور وظلمت جیسا فرق ہے۔ تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ مومن ہر طرح بہتر ہے کافر سے۔

کفر پر اصرار کی علت

اس کے باوجود کافر کا کفر پر مصر رہنے اور ظلمات سے باہر نہ آنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے بد افعال ان کی آنکھوں میں خوشنما معلوم ہوتے ہیں اور ظلمت کو نور اور برائی کو بھلائی سمجھتے ہیں تو پھر کیونکر ظلمت سے نکلیں؟

سرداروں کا کردار

پھر بتلایا جاتا ہے کہ مکہ کے سرداروں اور رئیسوں پر ہی کچھ موقوف نہیں کہ وہ اہل ایمان کے مقابلہ میں لوگوں کو مکر وفریب سے گمراہی کی طرف کھینچتے ہیں بلکہ ہمیشہ سے کافروں کے سردار اور رئیس ایسے حیلہ نکالتے رہے ہیں تا کہ عوام الناس پیغمبروں کے مطیع نہ ہو جاویں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ موسیٰ سحر کے زور سے سلطنت لینا چاہتے ہیں لیکن ان کے یہ حیلے اور داؤ پیچ بحمد اللہ پکے ایمانداروں پر نہیں چلتے۔ اور حیلہ کرنے والے خود اپنی عاقبت خراب کر کے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جس کا احساس انہیں اس وقت نہیں ہوتا۔

سرداروں کی حیلہ جوئی

ان کی مکاری اور حیلہ جوئی کی ایک متکبرانہ مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کا جب کوئی نشان دیکھتے تو کہتے کہ ہم ان دلائل ونشانات کو نہیں مانتے۔ ہم تو اس وقت یقین کر سکتے ہیں جب ہمارے اوپر فرشتے نازل ہوں اور پیغمبر کی طرح ہم کو بھی خدا کا پیغام سنائیں یا خود حق تعالیٰ ہی ہمارے سامنے آ جائیں۔ کفار کو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون شخص اس کا اہل ہے کہ منصب پیغمبری پر سرفراز کیا جائے اور اس عظیم الشان امانت الٰہیہ کا حامل بن سکے۔ یہ نہ کوئی کسبی چیز ہے کہ محنت یا ریاضت یا دنیوی جاہ ودولت وغیرہ سے حاصل ہو سکے اور نہ ہر کس وناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جا سکتا ہے۔ ہاں ایسے گستاخ متکبر حیلہ جو مکاروں کو آگاہ رہنا چاہئے کہ عنقریب ان کو سخت ذلت اور عذاب شدید ان کے تکبر کے عوض دیا جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیات حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اور ابوجہل کے بارہ میں ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب اور ابوجہل کے بارہ میں ہیں لیکن اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے کہ آیات عام ہیں اس میں ہر مومن وکافر داخل ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مسلمان زندہ اور کافر مردہ ہیں۔ مسلمان کے پاس مشعل ہدایت اور نور ایمان ہے اور کافر اندھیرے میں پڑا ہوا ہے۔

ان آیات سے ایک لطیف اشارہ یہ بھی نکلتا ہے کہ جو شخص گناہ کرے مگر اس کو اچھا نہ سمجھے تو امید ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ہدایت کی توفیق عطا فرما دے لیکن جو شخص گناہ کو گناہ نہ سمجھے بلکہ اس کو بہتر سمجھنے لگے یعنی اچھے کو برا اور برے کو اچھا جاننے لگے اس کی فلاح کی امید ہی نہیں ہو سکتی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو اسلام اور نور ایمان سے نوازا ہے تو ہم کو اس نعمت کا قدردان اور شکر گزار بنا کر زندہ رکھیں۔ قرآن اور سنت کے نور سے ہم کو راہ ہدایت پر چلنا نصیب فرمائیں۔ اور قرآن اور ایمان کی روشنی میں اپنی زندگی کی راہ کو طے کرنا اور بالآخر نجات ابدی کی منزل پر پہنچ جانا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ

فَمَنْ	يُّرِدِ	اللّٰهُ	اَنْ يَّهْدِيَهٗ	يَشْرَحْ	صَدْرَهٗ	لِلْاِسْلَامِ	وَمَنْ	يُّرِدْ	اَنْ	يُّضِلَّهٗ	يَجْعَلْ	صَدْرَهٗ
پس جس	چاہتا ہے	اللہ	کہ اسے ہدایت دے	کھول دیتا ہے	اسکا سینہ	اسلام کیلئے	اور جس	چاہتا ہے	کہ	اسے گمراہ کرے	کر دیتا ہے	اسکا سینہ

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اُس کے سینے کو اسلام کیلئے کشادہ کر دیتے ہیں، اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اُسکے سینہ کو تنگ بہت تنگ کر دیتے ہیں

ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

ضَيِّقًا	حَرَجًا	كَاَنَّمَا	يَصَّعَّدُ	فِي السَّمَآءِ	كَذٰلِكَ	يَجْعَلُ	اللّٰهُ	الرِّجْسَ	عَلَى	الَّذِيْنَ
تنگ	بھینچا ہوا	گویا کہ	زور سے چڑھتا ہے	آسمانوں میں آسمان پر	اسی طرح	کر دیتا ہے (ڈالے گا)	اللہ	ناپاکی (عذاب)	پر	جو لوگ

جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔ اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے، ہم نے نصیحت

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٥﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾

لَا يُؤْمِنُوْنَ	وَهٰذَا	صِرَاطُ	رَبِّكَ	مُسْتَقِيْمًا	قَدْ فَصَّلْنَا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّذَّكَّرُوْنَ
ایمان نہیں لاتے	اور یہ	راستہ	تمہارا رب	سیدھا	ہم نے کھول کر بیان کر دی ہیں	آیات	ان لوگوں کیلئے	جو نصیحت پکڑتے ہیں

حاصل کرنے والوں کے واسطے آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا۔ ان لوگوں کے واسطے انکے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾

لَهُمْ	دَارُ السَّلٰمِ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	وَهُوَ	وَلِيُّهُمْ	بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
ان کیلئے	سلامتی کا گھر	پاس۔ہاں	ان کا رب	اور وہ	دوستدار۔کارساز	اسکا صلہ جو	وہ کرتے تھے

اور اللہ اُن سے محبت رکھتا ہے اُن کے اعمال کی وجہ سے۔

ہدایت وضلالت کا قانون

ان آیات میں اس کی اصل وجہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ تمام باتیں مشیت الٰہی پر موقوف ہیں اللہ جس شخص کو ہدایت کرنی چاہتا ہے اس کا دل اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے۔ اسلام کی خوبیاں اس کے دل میں جم جاتی ہیں اور وہ ذرا سی تحریک پر مسلمان ہو جاتا ہے اور جس کو گمراہی میں پڑا رکھنا چاہتا ہے اس کے دل کو تنگ کر دیتا ہے وہ اسلام کی خوبیاں سننے سے گھبراتا ہے اس کو اسلام کے قوانین نا قابل عمل معلوم ہوتے ہیں اس طرح کافر کو خیالات خبیثہ اور شیطانی وسوسہ اور مال و زر کی طمع اسلام قبول کرنے سے روکتی ہے۔ اس طرح جو لوگ ایمان لانے کا ارادہ نہیں رکھتے ان پر اسی طرح عذاب و تباہی ڈالی جاتی ہے کہ ان کا سینہ اس قدر تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس میں حق کے گھسنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

صراط مستقیم

پھر دین حق کے بارے میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اسلام سیدھی سڑک ہے نہ اس میں مختلف پگڈنڈیاں ہیں نہ کج مج راہیں۔ نہ افراط ہے نہ تفریط۔ یہ سڑک سیدھی دار السلام (سلامتی کا گھر) یعنی جنت تک پہنچتی ہے۔ مگر اس پر چلنا ہر ایک کا کام نہیں۔ سمجھنے والے ہی اس پر چلتے ہیں اور چل کر دوامی نجات کے گھر تک پہنچتے ہیں۔ وہ گھر صرف اللہ کے پاس

ہے وہاں وہی ان کا حامی اور کارساز ہوگا اور یہ دارالسلام ان کو خواہ مخواہ یونہی نہیں مل جائے گا بلکہ ان کے اعمال صالحہ اور کوشش کی جزا ہوگی۔

شرح صدر کا معنی

یہاں پہلی آیت میں جو یہ فرمایا گیا فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں۔ احادیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرح صدر یعنی سینہ اسلام کے لئے کھول دینے کی تفسیر دریافت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ایک روشنی ڈال دیتے ہیں جس سے ان کا دل حق بات کو دیکھنے سمجھنے اور قبول کرنے کے لئے کھل جاتا ہے (یعنی حق بات کو آسانی سے قبول کرنے لگتا ہے اور خلاف حق سے نفرت و وحشت ہونے لگتی ہے) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے وہ شخص پہچانا جائے جس کو شرح صدر حاصل ہوگیا ہو؟ فرمایا ہاں۔ علامت یہ ہے کہ اس شخص کی ساری رغبت آخرت اور اس کی نعمتوں کی طرف ہو جاتی ہے۔ دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذتوں سے گھبراتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے لگتا ہے۔ یا اللہ ہمارے سینوں کو بھی اسلام اور نور ایمان کے لئے کھول دے۔

سلامتی کا گھر

آخری آیت کا یہ جملہ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی ان لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس دَارُ السَّلٰمِ ہے۔ اس میں لفظ دار کے معنی گھر اور سلام کے معنی تمام آفتوں۔ مصیبتوں اور محنتوں سے سلامتی کے ہیں اس لئے دارالسلام اس گھر کو کہا جاسکتا ہے جس میں کسی تکلیف و مشقت اور رنج و غم اور آفت و مصیبت کا گزر نہ ہو اور یہ ظاہر ہے کہ وہ جنت ہی ہوسکتی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ سلام اللہ جل شانہٗ کا نام ہے اور دارالسلام کے معنی ہیں اللہ کا گھر اور ظاہر ہے کہ اللہ کا گھر امن اور سلامتی کی جگہ ہوتی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ قرآن اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہم سب کو نصیب فرما اور صراط مستقیم پر چلنا اور اس پر قائم رہنا اور اسی پر موت آنا ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر اور احسان ہے کہ آپ نے ہمارا سینہ ایمان اور اسلام کے لئے کھول دیا۔ یا اللہ ہم کو اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آخرت کی نعمتوں کی رغبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دیجئے اور دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذات سے ہمارے دلوں کو پاک فرما دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ

وَيَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	جَمِيعًا	يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ	قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ	مِنَ	الْاِنْسِ	وَقَالَ	اَوْلِيٰٓؤُهُمْ
اور جس دن	وہ جمع کرے گا	سب	اے جنات کے گروہ	تم نے بہت گھیر لئے (اپنے تابع کر لئے)	سے	انسان۔ آدمی	اور کہیں گے	انکے دوست

اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے، اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں میں بڑا حصہ لیا جو انسان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے

مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ

مِنَ	الْاِنْسِ	رَبَّنَا	اسْتَمْتَعَ	بَعْضُنَا	بِبَعْضٍ	وَبَلَغْنَا	اَجَلَنَا	الَّذِيْ	اَجَّلْتَ	لَنَا	قَالَ	النَّارُ
سے	انسان	اے ہمارے رب	ہم نے فائدہ اٹھایا	ہمارے بعض	بعض سے	اور ہم پہنچے	میعاد	جو	تو نے مقرر کی تھی	ہمارے لئے	فرمائیگا	آگ

ہمارے پروردگار ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اُس معین معیاد تک آپہنچے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرمادیں گے تم

مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۗ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ

مَثْوٰىكُمْ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	اِلَّا	مَا	شَآءَ اللّٰهُ	اِنَّ	رَبَّكَ	حَكِيْمٌ	عَلِيْمٌ	وَكَذٰلِكَ	نُوَلِّيْ
تمہارا ٹھکانہ	ہمیشہ رہو گے	اسمیں	مگر	جسے	اللہ چاہے	بیشک	تمہارا رب	حکمت والا	جاننے والا	اور اسی طرح	ہم مسلط کردیتے ہیں

سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑا علم والا ہے۔ اور اسی طرح بعض

بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا ۢبِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

بَعْضَ	الظّٰلِمِيْنَ	بَعْضًا	بِمَا	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ	يٰمَعْشَرَ	الْجِنِّ	وَالْاِنْسِ	اَلَمْ يَاْتِكُمْ
بعض	ظالم (جمع)	بعض پر	اسکے سبب	جو وہ کرتے تھے (انکے اعمال)	اے گروہ	جنات	اور انسان	کیا نہیں آئے تمہارے پاس

کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے انکے اعمال کے سبب۔ اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے

رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا

رُسُلٌ	مِنْكُمْ	يَقُصُّوْنَ	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِيْ	وَ	يُنْذِرُوْنَكُمْ	لِقَآءَ	يَوْمِكُمْ	هٰذَا	قَالُوْا شَهِدْنَا
رسول (جمع)	تم میں سے	سُناتے تھے (بیان کرتے تھے)	تم پر	میرے احکام	اور	تمہیں ڈراتے تھے	ملاقات (دیکھنا)	تمہارا دن	اس	وہ کہیں گے ہم گواہی دیتے ہیں

احکام بیان کرتے تھے اور تم کو اِس آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے، وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں

عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

عَلٰى	اَنْفُسِنَا	وَغَرَّتْهُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَشَهِدُوْا	عَلٰى	اَنْفُسِهِمْ	اَنَّهُمْ	كَانُوْا كٰفِرِيْنَ
پر (خلاف)	اپنی جانیں	اور انہیں دھوکہ میں ڈالدیا	زندگی	دنیا	اور انہوں نے گواہی دی	پر (خلاف)	اپنی جانیں (اپنے)	کہ وہ	کفر کرنے والے تھے

اور ان کو دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ لوگ مقرر ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔

کافروں، ظالموں کی قیامت کے دن کی سرگذشت

گذشتہ آیات میں مومنین کی حالت بیان ہوئی تھی۔اب ان کے مقابلہ میں کفار کی جو حالت قیامت کے دن ہوگی ان آیات میں وہ بیان فرمائی جاتی ہے۔اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک دن وہ ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے جنوں کو بھی انسانوں کو بھی، سب ایک میدان میں کھڑے ہوں گے۔دنیا میں جن وانس دو قسم کی مخلوق ہیں۔جن بھی انسانوں کی طرح دو قسم کے ہوتے ہیں۔نیک وبد۔بد جنات کو شیاطین بھی کہا جاتا ہے۔تو قیامت کے دن حق تعالیٰ ان بد جنات شیاطین سے فرمائیں گے کہ تم نے انسانوں کو خوب بہکایا اور ورغلایا۔تم نے بہت سے آدمیوں سے فائدہ اٹھایا۔ان سے اپنی تعظیم و تکریم کرائی۔ پھر انسانوں کو یاد دلایا جائے گا کہ تم سے تو پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمہارا دشمن ہے۔اللہ ہی کی عبادت کرتے رہنا اور یہی سیدھی راہ ہے لیکن تم نے سمجھ سے کام نہ لیا۔شیطانی دھوکوں میں آ گئے۔اس وقت شیاطین کے رفیق انسان جواب دیں گے کہ ہاں انہوں نے حکم دیا اور ہم نے عمل کیا۔دنیا میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور فائدہ اٹھاتے رہے۔شیطانوں نے ہم پر حکمرانی کی اور ہم نے ان کے ذریعہ سے خوب مزے اڑائے۔دل کھول کر خواہشات کو پورا کیا یہاں تک کہ قیامت کا یہ موعود وقت آ گیا۔اللہ تعالیٰ ان کی لچر باتوں کا جواب ارشاد فرمائیں گے کہ تم سب بہکنے اور بہکانے والوں کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے۔وہیں تمہیں رہنا ہوگا۔اس میں سے نکلنا نہ تمہارے اپنے بس کا ہوگا نہ کسی اور کے بس کا۔اختیار فقط اللہ کا ہوگا اور تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ بات تمہیں دنیا میں ماننی چاہئے تھی۔آج تو تم مجبوراً مان رہے ہو۔یہ کوئی ماننا نہیں ہے آج تم اس کے سوا کچھ مان ہی نہیں سکتے کہ سارے کام اللہ کی مرضی پر موقوف ہیں اور نہ کسی میں کوئی طاقت ہے نہ کسی کو کچھ اختیار ہے۔آگے ارشاد ہے کہ جیسے تم نے شیاطین الجن اور ان کے ماننے والوں کا حال سنا۔اسی طرح تمام ظالموں اور گنہ گاروں کو ان کے ظلم اور سیہ کاریوں کے تناسب سے دوزخ میں ایک دوسرے کے قریب کر دیا جائے گا اور جو جس درجہ کا ظالم و گنہ گار ہوگا اس کو ویسے ہی طبقہ کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔پھر انسانوں اور جنوں کو بطور سرزنش خطاب ہوگا کہ اے جن وبشر! کیا دنیا میں تمہارے پاس ہمارے رسول نہیں آئے تھے اور انہوں نے ہماری آیتیں نہیں سنائی تھیں اور تمہیں آج کے دن سے نہیں ڈرایا تھا؟ اس سوال کے جواب میں سب کہیں گے کہ ہمیں اقرار ہے تیرے پیغمبر ہمارے پاس آئے اور تیرا کلام بھی پہنچایا اور اس دن سے متنبہ بھی کر دیا تھا۔پھر جناب باری تعالیٰ فرماتے ہیں انہوں نے دنیا کی زندگی دھوکے میں گزاری۔دنیا کی لذات وشہوات نے انہیں آخرت سے غافل بنا دیا۔کبھی خیال بھی نہ آیا کہ اس احکم الحاکمین کے سامنے جانا ہے جو ذرہ ذرہ کا حساب لے گا۔قیامت کے دن یہ اپنی زبانوں سے اپنے کفر کا اقرار کریں گے کہ بیشک ہم نے نبیوں کی بات نہیں مانی۔

مسلمانوں کو تنبیہ

جہاں ان آیات میں کفار کو نہایت واضح طور پر تنبیہ ہے کہ کفر وشرک کو چھوڑ دو ورنہ قیامت میں دائمی مصیبت و پشیمانی حاصل ہوگی وہیں مسلمانوں کو بھی نہایت لطیف ترین پیرایہ میں نصیحت ہے کہ قیامت کی ملامت ایک سخت عذاب ہوگی جس سے اس دنیا ہی کی زندگی میں بچنے کی فکر لازمی ہے ورنہ مرنے کے بعد قیامت میں آنکھ کھلی تو سوائے پچھتانے کے اور کیا بنے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں سے غفلت کو دور کر دیں۔اور ہم کو آخرت کی تیاری کی فکر عطا فرمائیں۔اس دنیا میں اور اس زندگی میں اپنا اور اپنے رسول پاک کا تابعدار اور مطیع ہم کو بنا لیں تا کہ قیامت میں ذلت و رسوائی نہ ہو۔ یا اللہ اپنے مومن اور مخلص بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمایئے اور دوزخ کے عذاب سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیئے گا۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ

ذٰلِكَ	اَنْ	لَمْ يَكُنْ	رَبُّكَ	مُهْلِكَ	الْقُرٰى	بِظُلْمٍ	وَاَهْلُهَا	غٰفِلُوْنَ	وَلِكُلٍّ	دَرَجٰتٌ
یہ	اسلئے کہ	نہیں ہے	تیرا رب	ہلاک کرڈالنے والا	بستیاں	ظلم سے (ظلم کی سزا میں)	جبکہ انکے لوگ	بے خبر ہوں	اور ہر ایک کیلئے	درجے

(یہ رسولوں کا بھیجنا) اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے احکام الٰہیہ سے بے خبر ہوں

مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ

مِمَّا	عَمِلُوْا	وَمَا	رَبُّكَ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	يَعْمَلُوْنَ	وَرَبُّكَ	الْغَنِيُّ	ذُو الرَّحْمَةِ	اِنْ	يَّشَاْ
اس سے جو	انہوں نے کیا (انکے اعمال)	اور نہیں	تمہارا رب	بے خبر	اس سے جو	وہ کرتے تھے	اور تمہارا رب	بے پروا (بے نیاز)	رحمت والا	اگر	وہ چاہے

اور ہر ایک کیلئے درجے ملیں گے انکے اعمال کے سبب، اور آپکا رب انکے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ اور آپکا رب بالکل غنی ہے رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو

يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا

يُذْهِبْكُمْ	وَيَسْتَخْلِفْ	مِنْ بَعْدِكُمْ	مَا يَشَآءُ	كَمَا	اَنْشَاَكُمْ	مِنْ	ذُرِّيَّةِ	قَوْمٍ	اٰخَرِيْنَ	اِنَّ	مَا
تمہیں لے جائے	اور جانشین بنادے	تمہارے بعد	جسکو چاہے	جیسے	اس نے تمہیں پیدا کیا	سے	اولاد	قوم	دوسری	بے شک	جس

تم سب کو اٹھالیوے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ آباد کردے جیسا تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ

تُوْعَدُوْنَ	لَاٰتٍ	وَمَا	اَنْتُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ	قُلْ	يٰقَوْمِ	اعْمَلُوْا	عَلٰى	مَكَانَتِكُمْ	اِنِّىْ
تم سے وعدہ کیا جاتا ہے	ضرور آنیوالی ہے	اور نہیں	تم	عاجز کرنیوالے	فرمادیں	اے قوم	کام کرتے رہو	پر	اپنی جگہ	میں

وہ بیشک آنے والی چیز ہے اور تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے۔ آپ یہ فرمادیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل

عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

عَامِلٌ	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ	مَنْ	تَكُوْنُ	لَهٗ	عَاقِبَةُ	الدَّارِ	اِنَّهٗ	لَا يُفْلِحُ	الظّٰلِمُوْنَ
کام کررہا ہوں	پس جلد	تم جان لوگے	کس	ہوتا ہے	اس	آخرت	گھر	بیشک	فلاح نہیں پاتے	ظالم

کررہا ہوں، سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم کا انجام کار کس کیلئے نافع ہوگا، یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی۔

پیغمبروں کو بھیجنے کی حکمت

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ پیغمبروں کے بھیجنے کی علت و وجہ بیان فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت نہیں کہ بدوں آگاہ و خبردار کئے کسی کو اس کے ظلم و عصیان پر دنیا یا آخرت میں پکڑ کر ہلاک کردے اسی لئے رسول و نذیر بھیجے کہ وہ خوب کھول کر تمام جن وانس کو ان کے بھلے برے اور آغاز و انجام سے خبردار کردیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بھیج کر پہلے اس بات کو واضح کردیتے ہیں کہ تمہارے لئے چلنے کا یہ راستہ ہے۔ اس راستہ سے ذرا بھی ہٹنا ظلم ہے اور اس کا نتیجہ تباہی و بربادی ہے خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں یا دونوں میں۔ اسی کے واضح کرنے کیلئے دنیا میں رسول آئے جو زبان سے اس راستہ کو اچھی

طرح واضح کر دیتے ہیں اور خود اس پر عمل کر کے اور اس راستہ پر چل کر دکھا دیتے ہیں۔ جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے تو انسان کو موقع دیا جاتا ہے کہ اس کے مطابق چلے پھر اس کے اعمال دیکھے جاتے ہیں اور جس درجہ کا کسی کا عمل ہوگا حق تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسول بھیج کر اپنی حجت تمام کر دی۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے اسے کسی کی اطاعت کی ضرورت نہیں ہے

اب اگر کوئی نہ مانے اور سیدھے راستہ پر نہ چلے تو اللہ تعالیٰ غنی ہے اسے کسی کی کچھ پرواہ نہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ اگر اس کا کہنا نہ مانو گے تو اس کے کام رک جائیں گے۔ جیسے اس دنیا میں ہوتا ہے کہ اگر لوگ بادشاہ یا حاکم کی بات نہ مانیں اور اس سے بغاوت کر دیں تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کو نہ کسی کی تابعداری کی ضرورت نہ پروا۔ اس نے جو احکام انسانوں کی طرف بھیجے ہیں یہ اس کی رحمت ہے اور اس کے ماننے میں سراسر انسانوں ہی کا بھلا ہے۔ اس کی سلطنت کا کارخانہ کسی کے برتے پر قائم نہیں ہے۔ وہ چاہے تو نافرمان قوم کو ایک دم میں اٹھا لیوے اور اپنی رحمت سے دوسری قوم کو اس کی جگہ کھڑا کر دے جو خدا کی مطیع اور فرمانبردار ہو اور کسی قوم کو لے جا کر دوسری قوم کا لے آنا خدا کے لئے کیا مشکل ہے۔

آج تم اپنے جن آباؤ اجداد کے جانشین بنے بیٹھے ہو آخر ان کو اٹھا کر تم کو دنیا میں اسی خدا نے جگہ دی ہے۔ بہرحال خدا کا کام رک نہیں سکتا تم نہیں کرو گے دوسرے کھڑے کئے جائیں گے۔ ہاں یہ سوچ رکھو کہ یہی بغاوت و شرارت رہی تو خدا کا عذاب اٹل ہے۔ کوئی اگر سمجھے کہ بھاگ کر یا کسی کی پناہ لے کر سزا سے بچ جائے گا تو یہ محض حماقت ہے۔ خدا کو ساری مخلوق مل کر بھی اس کی مشیت کے نفاذ سے عاجز نہیں کر سکتی۔

قریش مکہ کو چیلنج

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی قوم یعنی قریش مکہ سے کہہ دیں کہ مجھے جو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا وہ میں تمہیں بتا چکا اگر تم اب بھی اپنے ہی طریقہ پر جمے رہنا چاہتے ہو تو تم جانو مگر تمہارا طریقہ غلط ہے۔ میں اس پر نہیں چل سکتا۔ میں تو وہی کروں گا جو اللہ نے مجھے بتایا ہے۔ تمہاری ہٹ دھرمی کی وجہ سے اب یہی کہنا پڑتا ہے کہ اب میرا تمہارا راستہ ایک نہیں رہا۔ تم اپنے طریقہ پر عمل کئے جاؤ اور میں اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہوں آگے چل کر معلوم ہو جائے گا کہ انجام کس کا اچھا ہوتا ہے۔ میرا یا تمہارا اتنی بات البتہ ضرور سچ ہے کہ ظالم کبھی نہیں پھلتے پھولتے۔ آخر میں انہیں سر پکڑ کر رونا ہی پڑتا ہے۔

جن لوگوں سے یہ کہا گیا ہے وہ مکہ کے کافر ہیں اور اس وقت کوئی آثار نہ تھے کہ یہ کھاتے پیتے طاقتور لوگ بھی نیچا دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ ذات جس کا شروع میں بچہ بچہ مخالف تھا جس کا نام لینا دوبھر تھا جس کے حامی اور مددگاروں کو طرح طرح سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا جس کی دشمنی ہر ایک کرتا تھا جس کو وطن سے نکلنے پر مجبور کیا گیا۔ خدا نے اسے غلبہ دیا۔ لاکھوں دلوں پر اس کی سلطنت ہو گئی اپنی زندگی ہی میں وہ تمام جزیرۃ نما عرب کا مالک ہو گیا اور منکرین کا جو انجام ہوا وہ بھی سب نے دیکھ لیا کہ سرزمین عرب سے ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ یہ تو دنیا میں ان کے کرتوتوں کا پھل تھا۔ ابھی اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد آخرت میں ان کا جو حشر ہوگا وہ الگ رہا اس آیت کا کہنا دنیا میں تو سچ ہو ہی چکا یقیناً آخرت میں بھی سچ ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو انجام کی خیر خوبی نصیب فرماویں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے عذاب سے محفوظ فرماویں۔ اعمال صالحہ کی ہم سب کو ہدایت فرماویں۔ اور اپنی رحمت سے ہم سے وہ کام لے لیں جن سے یا اللہ آپ راضی ہوں اور ان کاموں سے ہمیں بچا لیں جن سے آپ ناراض ہوں۔ یا اللہ بیشک آپ کے انبیاء اور رسل نے دنیا والوں کو آپ کے احکام سے پوری طرح آگاہ کر دیا اور کسی کے لئے آپ کے احکام سے بے خبر رہنے کا عذر باقی نہیں رہا۔ اب جو بھی آپ کے احکام سے روگردانی کرے گا وہ اس کی سزا بھگتے گا۔ یا اللہ جب آپ نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور خاتم الانبیاء جیسے نبی عطا فرمائے تو ہم کو اپنے ان انعامات کی سچی قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا مطیع اور فرمانبردار امتی ہو کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا 16

وَجَعَلُوْا	لِلّٰهِ	مِمَّا	ذَرَاَ	مِنَ الْحَرْثِ	وَالْاَنْعَامِ	نَصِيْبًا	فَقَالُوْا	هٰذَا	لِلّٰهِ	بِزَعْمِهِمْ	وَهٰذَا
اور انہوں نے ٹھہرایا	اللہ کیلئے	اس سے جو	اس نے پیدا کیا	کھیتی سے	اور مویشی	ایک حصہ	پس انہوں نے کہا	یہ	اللہ کیلئے	اپنے خیال میں	اور یہ

اور اللہ تعالٰی نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعمِ خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے

لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى

لِشُرَكَآئِنَا	فَمَا	كَانَ	لِشُرَكَآئِهِمْ	فَلَا	يَصِلُ	اِلَى	اللّٰهِ	وَمَا	كَانَ	لِلّٰهِ	فَهُوَ	يَصِلُ	اِلٰى
ہمارے شریکوں کیلئے	پس جو	ہے	انکے شریکوں کیلئے	تو نہیں	پہنچتا	طرف۔کو	اللہ	اور جو	ہے	اللہ کیلئے	تو وہ	پہنچتا ہے	طرف (کو)

پھر جو چیز اُن کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی ،اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ اُنکے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے،

شُرَكَآئِهِمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ

شُرَكَآئِهِمْ	سَآءَ	مَا يَحْكُمُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	زَيَّنَ	لِكَثِيْرٍ	مِّنَ	الْمُشْرِكِيْنَ	قَتْلَ	اَوْلَادِهِمْ
انکے شریک	بُرا ہے	جو وہ فیصلہ کرتے ہیں	اور اسی طرح	آراستہ کردیا ہے	بہت کیلئے	سے	مشرک (جمع)	قتل	انکی اولاد

انہوں نے کیا بُری تجویز نکال رکھی ہے۔اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں انکے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ

شُرَكَآؤُهُمْ	لِيُرْدُوْهُمْ	وَ	لِيَلْبِسُوْا	عَلَيْهِمْ	دِيْنَهُمْ	وَلَوْ شَآءَ	اللّٰهُ	مَا فَعَلُوْهُ
انکے شریک	تاکہ وہ انہیں ہلاک کردیں	اور	گڈمڈ کردیں	ان پر	انکا دین	اور اگر چاہتا	اللہ	وہ نہ کرتے

وہ ان کو برباد کریں اور تاکہ اُن کے دین میں گڑبڑی ڈال دیں،اور اگر اللہ تعالٰی کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ اُن کو اور جو کچھ یہ

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

فَذَرْهُمْ	وَمَا	يَفْتَرُوْنَ
سوتم انہیں چھوڑ دو	اور جو	وہ جھوٹ باندھتے ہیں

غلط باتیں بنا رہے ہیں یوں ہی رہنے دیجئے۔

ان کفار و مشرکین کے چند اعتقادی اور عملی ظلم بیان کئے جاتے ہیں جو ان میں رائج تھے اور جن کو انہوں نے مذہب اور وسیلہ نجات سمجھ رکھا تھا۔

مشرکین کی شرکیہ رسموں کی تردید

ایامِ جاہلیت میں مشرکین عرب میں بہت سی شرکیہ و کفریہ رسمیں رائج تھیں جن کا کہ ان آیات میں اور آئندہ آیات میں رد فرمایا گیا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کے لئے اللہ نے اپنی قدرت سے ہری بھری کھیتیاں اور مویشی پیدا کئے اور ان چیزوں کے پیدا کرنے میں ان کے جھوٹے معبودوں اور بتوں وغیرہ کا کوئی دخل نہیں پھر بھی ان کی عقل دیکھو کہ اللہ سے زیادہ اپنے بنائے ہوئے فرضی معبودوں کا خیال کرتے ہیں۔انہوں نے اس کھیتی میں سے جس کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس وجہ سے وہ اس کل کا مالک ہے۔صرف ایک حصہ اللہ کا لگایا اور اپنے گمان باطل کے مطابق کہا کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا۔پھر غضب یہ کہ جو حصہ ان کے معبودوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں مل سکتا اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے

معبودوں کو پہنچ جاتا ہے۔ مشرکین جب کھیتی کاٹ کر غلہ جمع کرتے تو ایک حصہ تو خدا کا لگاتے اور ایک حصہ بتوں کے نام کا۔ اللہ کے نام کا حصہ غربا فقراء اور مساکین پر تقسیم کرتے اور بتوں کے نام کا حصہ بت خانہ کے پجاریوں اور نگہبانوں اور خادموں پر صرف کیا کرتے۔ اگر حصہ لگاتے ہوئے خدا کے حصہ میں کچھ بتوں کے حصہ کا گر جاتا تو اس کو فوراً نکال لیتے لیکن اگر بتوں کے حصہ میں خدا کا حصہ کچھ گر جاتا تو اس کو رہنے دیتے اور کہتے کہ خدا کو کیا ضرورت ہے۔ کبھی ایسا کرتے کہ اللہ کے حصہ میں کچھ بڑھیا مال چلا گیا اور بت کے حصہ میں گھٹیا تو اسے بدل دیتے اور گھٹیا اللہ کی طرف اور بڑھیا بتوں کی طرف کر دیتے اس پر خدا تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں کہ یہ کیسی بے انصافی اور کیسی بری تقسیم کرتے ہیں اولاً تو یہ تقسیم ہی حماقت کی علامت ہے کہ سب چیزیں خدا کی پیدا کی ہوئی اسی کی ملکیت پھر ان میں سے دوسرے کے نام کی کسی چیز کو کرنے والا کون؟ جو خدا لاشریک ہے اس کے شریک ٹھہرانے کا انہیں کیا منصب؟ پھر اس ظلم کو دیکھو کہ خدا کے حصہ میں سے تو بتوں کو پہنچ جائے اور بتوں کے حصہ میں سے خدا کو نہ پہنچ سکے۔

الغرض ایک رسم جاہلیت کی مشرکین کی یہ تھی کہ وہ اپنی کھیتی اور مویشی میں ایک حصہ بطور نذر و نیاز کے خدا کے نام کا نکالتے اور ایک حصہ اپنے بتوں کے نام کا جس کی تردید فرمائی گئی کہ یہ فیصلہ سراسر حماقت و جہالت ہے۔

قتل اولاد کی ظالمانہ رسم کی تردید

اب آگے ایک دوسری رسم اور شیطانی کارنامہ قتل اولاد کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جیسے شیطانوں نے انہیں اس راہ پر لگا دیا ہے کہ اگر وہ خدا کے لئے خیرات نکالیں تو اپنے معبودوں کے نام کا بھی حصہ نکالیں اسی طرح شیاطین نے انہیں اس راہ پر لگا دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بے وجہ قتل کریں۔ کوئی اس وجہ سے کہ ہم اسے کھلائیں گے کہاں سے؟ کوئی اس وجہ سے کہ ان بیٹیوں کی بناء پر ہم کسی کے خسر بنیں گے اور بعض اوقات منت مانتے تھے کہ اتنے بیٹے ہو جائیں گے یا فلاں مراد پوری ہو گی تو ایک بیٹا فلاں بت کے نام پر ذبح کریں گے پھر اس ظلم و بے رحمی کو بڑی عبادت اور قربت سمجھتے تھے۔ شاید یہ رسم شیطان نے سنت خلیل اللہ کے جواب میں سمجھائی ہو گی۔ یہود میں بھی مدت تک قتل اولاد کی رسم بطور ایک عبادت و قربت کے جاری رہی ہے۔ جس کا انبیائے بنی اسرائیل نے بڑے شد و مد سے رد کیا۔ تو اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں میں یہ بدترین طریقہ رائج پا گیا تھا کہ لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر ان کے چہرے سیاہ کر دیتی اور ان کے منہ سے یہ نہ نکلتا تھا کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے اس لئے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے اگر کوئی لڑکی ماں کے چھپانے سے شروع میں بچ جاتی اور پھر بڑی ہو جاتی اور باپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ زندہ ہے تو وہ کسی بہانہ سے اس کو جنگل میں لے جاتا اور گڑھا کھود کر اس میں دبا دیتا۔ وہ ہر چند روتی اور رحم کی درخواست کرتی مگر اس ظالم و جاہل کو رحم نہ آتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا واقعہ

یہاں موقع کی مناسبت سے سیرت کی کتابوں میں جو واقعہ حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے تقرب الٰہی کے لئے ذبح کرنے کا لکھا ہے وہ اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک بیٹے کو تقرب الٰہی کے لئے قربان کر دیں گے۔ چنانچہ جب عبدالمطلب کے گھر دس فرزند پیدا ہو چکے تب انہوں نے اپنی منت پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ قرعہ ڈالا گیا تو حضرت عبداللہ کے نام نکلا جو عبدالمطلب کے بڑے پیارے اور سب سے چہیتے فرزند تھے۔ جن کو کہ حضور کا والد ماجد ہونا تھا۔ حضرت عبداللہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضات الٰہی کے لئے قربان ہونا منظور کر لیا لیکن ابوطالب نے اپنے برادر شفیق کے لئے مزاحمت کی۔ حضرت عبداللہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شامل ہو گئی۔ آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہئے اور جب عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اتنے اونٹ قربانی کر دینے چاہئیں۔ چنانچہ قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا مگر نام حضرت

عبداللہ کا نکلا' پھر بیس اونٹوں کے ساتھ قرعہ اندازی کی گئی تو پھر حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ اسی طرح ۳۰' ۴۰' ۵۰' ۶۰' ۷۰' ۸۰' ۹۰ تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو کر دی گئی تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور عبدالمطلب نے بیٹے کے فدیہ اور اپنی منت کے بدلے میں سو اونٹ قربان کر دیئے۔ تو یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی۔ ہند' یونان' مصر' ایران' چین' افریقہ' ان تمام ممالک میں برابر جاری تھی۔ اللہ عزوجل نے احسان فرمایا کہ عبدالمطلب کو بھی ایفائے نذر سے سرخرو کیا اور حضرت عبداللہ کو بھی بچایا۔ اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی خون بہا کے لئے دس اونٹ مقرر تھے لیکن اس واقعہ کے بعد دیت یعنی خون بہا کی مقدار عام طور پر سو اونٹ ہوگئی گویا عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعت پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لئے برکت کا موجب بن گیا۔ بیشک جس گرامی سردار کے فرزند ارجمند کو رحمۃ اللعالمین بننا تھا ان کے آبائے کرام کا بھی بنی نوع انسان کے لئے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔ سردار عبداللہ کا انتقال ۲۵ سال کی عمر میں اس وقت ہوا جب کہ نبی آخر الزمان ؐ ہنوز شکم مادر ہی میں تھے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام کے سیدھے اور سچے راستہ پر چلائیں اور خود ساختہ رسمیں جو دین یا دنیا کی لوگوں نے رائج کر رکھی ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں بچائیں۔

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں جو کچھ آپ نے نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کو آپ کا عطیہ سمجھ کر آپ کی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنانے کی توفیق ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ ان نعمتوں کی حق تلفی اور ناشکری سے ہم کو بچایئے اور ہر نعمت کی صحیح شکر گزاری نصیب فرمایئے۔

یا اللہ خلاف سنت جو رسمیں اس وقت امت میں رائج ہوگئی ہیں ان سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو بچنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ

وَقَالُوْا	هٰذِهٖٓ	اَنْعَامٌ	وَّحَرْثٌ	حِجْرٌ	لَّا يَطْعَمُهَآ	اِلَّا	مَنْ	نَّشَآءُ	بِزَعْمِهِمْ	وَاَنْعَامٌ	حُرِّمَتْ
اور انہوں نے کہا	یہ	مویشی	اور کھیتی	ممنوع	اسے نہ کھائے	مگر	جس کو	ہم چاہیں	انکے جھوٹے خیال کے مطابق	اور کچھ مویشی	حرام کی گئی

اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مواشی ہیں اور کھیت ہیں جنکا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں انکو کوئی نہیں کھا سکتا سوائے انکے جنکو ہم چاہیں اور مواشی ہیں

ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا

ظُهُوْرُهَا	وَاَنْعَامٌ	لَّا يَذْكُرُوْنَ	اسْمَ اللّٰهِ	عَلَيْهَا	افْتِرَآءً	عَلَيْهِ	سَيَجْزِيْهِمْ	بِمَا
انکی پیٹھ (جمع)	اور کچھ مویشی	وہ نہیں لیتے	نام اللہ کا	اس پر	جھوٹ باندھتے ہیں	اس پر	ہم جلد انہیں سزا دینگے	اسکی جو

جن پر سواری یا بار برداری حرام کردی گئی ہے اور مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر ابھی اللہ تعالیٰ انکو انکے افتراء کی سزا

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ	وَقَالُوْا	مَا	فِيْ بُطُوْنِ	هٰذِهِ	الْاَنْعَامِ	خَالِصَةٌ	لِّذُكُوْرِنَا	وَمُحَرَّمٌ	عَلٰى
جھوٹ باندھتے تھے	اور انہوں نے کہا	جو	پیٹ میں	اس	مویشی (جمع)	خالص	ہمارے مردوں کیلئے	اور حرام	پر

دیئے دیتا ہے۔اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کیلئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اسمیں

اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ

اَزْوَاجِنَا	وَاِنْ	يَّكُنْ	مَّيْتَةً	فَهُمْ	فِيْهِ	شُرَكَآءُ	سَيَجْزِيْهِمْ	وَصْفَهُمْ	اِنَّهٗ	حَكِيْمٌ
ہماری عورتیں	اور اگر	ہو	مُردہ	تو وہ سب	اسمیں	شریک	وہ جلد انکو سزا دے گا	انکا باتیں بنانا	بیشک وہ	حکمت والا

سب برابر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ انکو انکی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے، بلاشبہ وہ حکمت والا ہے وہ بڑا علم والا ہے۔واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی

عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

عَلِيْمٌ	قَدْ خَسِرَ	الَّذِيْنَ	قَتَلُوْٓا	اَوْلَادَهُمْ	سَفَهًا	بِغَيْرِ عِلْمٍ	وَّحَرَّمُوْا	مَا	رَزَقَهُمُ	اللّٰهُ
جاننے والا	البتہ گھاٹے میں پڑے	وہ لوگ جنہوں نے	انہوں نے قتل کیا	اپنی اولاد	بیوقوفی سے	بے خبری (نادانی)	اور حرام ٹھہرایا	جو	انہیں دیا	اللہ

اولاد کو محض براہِ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا اور جو چیزیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو دیں تھیں ان کو حرام کر لیا محض اللہ پر افتراء باندھنے کے

افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

افْتِرَآءً	عَلَى اللّٰهِ	قَدْ ضَلُّوْا	وَمَا كَانُوْا	مُهْتَدِيْنَ
جھوٹ باندھتے ہوئے	اللہ پر	یقیناً وہ گمراہ	اور وہ نہ تھے	ہدایت پانے والے

طور پر۔ بیشک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے۔

چند اور شرکیہ رسموں کی تردید

ان آیات میں بھی ان کی چند اور بیہودہ رسمیں اور کام بیان کئے گئے ہیں جن کو انہوں نے اپنا دین بنا رکھا تھا۔ مثلاً کسی جانور اور کسی کھیت کو بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ اور ان کے کھانے کی عام اجازت نہ تھی۔ کسی کے لئے یہ تھا کہ اس کو عورتیں نہ کھائیں۔ یا شادی شدہ نہ کھائیں۔ کنواری یا بیوہ نہ کھائیں۔ یا یہ کہ صرف مرد کھائیں یا جوان کھائیں بچے اور بوڑھے نہ کھائیں یا اس کے برعکس اسی طرح بعض جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ کہ ان پر کوئی سواری نہ کرے۔ بعض کا دودھ نکالتے وقت یا ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیتے اس ڈر سے کہ کہیں بتوں کے ساتھ اس میں خدا کا حصہ نہ ہو جائے۔ پھر غضب یہ کہ ان سب باتوں کو اللہ کا حکم بتاتے تھے کہ ہم کو ایسا کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اسی طرح بتوں کے نام پر آزاد کئے ہوئے جانور جن کے نام بحیرہ' سائبہ' حام' اور وصیلہ ہوتے تھے اگر کوئی بچہ جنیں تو اس کا کھانا عورتوں کو منع بتلاتے تھے اور یہ کہ اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اسے مرد عورت سب کھا سکتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ اس کی وجہ؟ تو کہتے کہ اللہ کا یہی حکم ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان کا یہ کہنا بڑی گستاخی ہے اور وہ انہیں اس کی سزا دے گا۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ ان کے گناہ سراسر ان کے نقصان کا باعث ہیں۔ ایک تو نادانی اور جہالت سے اپنی اولاد کو قتل کرنا خواہ وہ بتوں پر قربانی کے طور پر ہو یا تنگدستی کے خوف سے ہو یا ننگ و عار کے ڈر سے ہو جیسا کہ مشرکین لڑکیوں کی بابت خیال کرتے تھے۔ کہ ان کی دوسرے سے شادی ہوگی اور یہ ان کے لئے باعث شرم ہے۔ یہ ان کی حماقت اور جہالت اور سنگدلی اور بے رحمی کا نتیجہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے اپنی ہی اولاد کو قتل کیا۔ دنیا میں اولاد سے محروم ہوئے اور آخرت کا عذاب سر پر رکھا گیا اس طرح دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھایا۔ پھر یہ کہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو حرام کر لینا اور پھر یہ جھوٹ کہنا کہ اللہ نے حرام کیا ہے۔ یہ سب باتیں یقیناً گمراہی کی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو لوگ ان ناشائستہ افعال اور بیہودہ خیالات میں مبتلا ہیں سب زیاں کار بے علم اور بے عقل ہیں اور خدا پر جھوٹ اور افترا کرنے والے گمراہ ہیں۔

آج کل کی بعض غلط رسمیں

اسلام کا اصل سبق جو وہ انسان کو سکھانا چاہتا ہے توحید ہے اور اس سورۃ میں اسی کو خوب واضح کیا گیا ہے اور توحید کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ مسلمان کو توحید پر سختی سے قائم رہنا چاہئے اور ایسی چیز کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے جس سے توحید میں ذرا سا بھی خلل آتا ہو۔ آج کل بعض مسلمانوں نے بھی بہت سی غیر شرع رسوم کی پابندیاں اپنے اوپر لازم کر رکھی ہیں اور بعض اسی قسم کی خرافات میں مبتلا ہیں۔ جن کی تردید ان آیات میں کی گئی ہے مثلاً جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت بی بی فاطمہؓ کے فاتحہ اور صحنک کے کھانے میں بعض جہلا نے یہ بھی قید لگائی ہے کہ مرد نہیں کھا سکتے اور ہر عورت بھی نہ کھائے۔ کوئی پاک صاف نیک بخت عورت کھائے اور نہ وہ عورت کھائے جس نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا ہو (بہشتی زیور حصہ ششم) ظاہر ہے کہ یہ پابندیاں اور شرائط اور خصوصیات بالکل ایسی ہی ہیں جس کی تردید ان آیات میں فرمائی گئی ہے اور یہ پابندیاں غیر شرعی اصول کے بالکل خلاف ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں غیر شرع رسموں سے کامل طور پر بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور قرآنی احکام کی پوری پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ توحید کامل ہم سب کو نصیب فرمادیں اور شرک کی ملاوٹ سے ہمارے ایمانوں کو محفوظ فرمادیں۔ یا اللہ اسلام اور قرآن نے جس توحید کا سبق سکھایا ہے وہی خالص توحید ہم کو نصیب فرما۔ اور اسی پر استقامت عطا فرما۔ یا اللہ اس وقت مسلمانوں میں بھی بہت سی غیر شرع رسوم پھیلی ہوئی ہیں جن کے مٹنے کی غیب سے صورت ظاہر فرمادے اور سنت کا اتباع ظاہراً و باطناً ہم کو نصیب فرمادے۔ یا اللہ ہم سے گذشتہ میں جتنی تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر صحیح اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرمادے اور ہمارے اسلام و ایمان کو ہر طرح کی کجی و گمراہی سے محفوظ فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ

وَهُوَ	الَّذِیْٓ	اَنْشَاَ	جَنّٰتٍ	مَّعْرُوْشٰتٍ	وَ	غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ	وَالنَّخْلَ	وَالزَّرْعَ	مُخْتَلِفًا	اُكُلُهٗ
اور وہ	جس نے	پیدا کئے	باغات	چڑھائے ہوئے	اور	نہ چڑھائے ہوئے	اور کھجور	اور کھیتی	مختلف	اسکے پھل

اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ

وَالزَّيْتُوْنَ	وَالرُّمَّانَ	مُتَشَابِهًا	وَ	غَيْرَ مُتَشَابِهٍ	كُلُوْا	مِنْ	ثَمَرِهٖ	اِذَا	اَثْمَرَ	وَاٰتُوْا	حَقَّهٗ
اور زیتون	اور انار	مشابہ (ملتے جلتے)	اور	غیر مشابہ (جدا جدا)	کھاؤ	سے	اسکے پھل	جب	وہ پھل لائے	اور ادا کرو	اسکا حق

چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ان سب کی پیداوار کھاؤ جب وہ

يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ

يَوْمَ حَصَادِهٖ	وَلَا تُسْرِفُوْا	اِنَّهٗ	لَا يُحِبُّ	الْمُسْرِفِيْنَ	وَ	مِنَ	الْاَنْعَامِ	حَمُوْلَةً	وَفَرْشًا
اسکے کاٹنے کے دن	اور بیجا خرچ نہ کرو	بیشک وہ	پسند نہیں کرتا	بیجا خرچ کرنیوالے	اور	سے	چوپائے	باربردار (بڑے بڑے)	اور زمین سے لگے ہوئے

نکل آوے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اسکے کاٹنے کے دن دیا کرو، اور حد سے مت گذرو، یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور مواشی میں

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾

كُلُوْا	مِمَّا	رَزَقَكُمْ	اللّٰهُ	وَ	لَا تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ	الشَّيْطٰنِ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ
کھاؤ	اس سے جو	دیا تمہیں	اللہ	اور	نہ پیروی کرو	قدم (جمع)	شیطان	بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلا

اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو، بلاشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

سب چیز اللہ کی پیدا کردہ ہے حلال وحرام کے فیصلہ کا حق بھی اسی کو ہے

گذشتہ آیات کی طرح ان آیات میں بھی مشرکین کے خودساختہ اور اپنے گھڑے ہوئے احکام پر قدرے تفصیل کے ساتھ رد فرمایا جا رہا ہے اور بتلایا جا رہا ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کھیتیاں، باغات، چمن سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ کافروں کو کوئی حق نہیں کہ حرام حلال کی تقسیم از خود کر دیں اور اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو تعظیم وتکریم کریں اور اپنے غلوں، پھلوں اور کھانوں میں بتوں کے نام کا حصہ نکالیں حالانکہ ان جھوٹے معبودوں نے نہ کچھ پیدا کیا اور نہ کر سکتے ہیں۔ اللہ ہی نے زمین سے سب کچھ پیدا کیا۔ اسی نے باغات پیدا کئے جس میں ہر قسم کا سبزہ اور درخت اگائے۔ کہیں ٹٹیوں پر بیلیں چڑھائی جاتی ہیں۔ کہیں تنہ اور ڈنڈی پر درخت اور پودے قائم ہوتے ہیں۔ اسی نے کھجور کے درخت اور مختلف قسم کی کھیتیاں اور پھل پھلار بھی پیدا کئے ہیں جن میں سے ہر ایک کی لذت جدا جدا ہے اور زیتون اور انار بھی پیدا کئے دیکھنے میں بعض پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے مگر پھلوں کے ذائقہ کے لحاظ سے الگ الگ اور حکم عام دیدیا کہ جب پھل آئیں تو تم خود بھی کھاؤ اور مساکین کو بھی واجبی حق ادا کرو اور فضول اور بے موقع خرچ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ خدا کا دوست وہ ہے جو حدود شریعت کے اندر رہ کر خرچ کرے۔

زمین کی پیداوار میں عشر کا حکم

مفسرین نے لکھا ہے کہ ابتداء مکہ معظمہ میں کھیتی اور باغ کی پیداوار میں سے کچھ حصہ نکالنا واجب تھا جو مساکین و فقراء پر صرف کیا جاتا تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر اس کی مقدار وغیرہ کی تعین و تفصیل کر دی گئی۔ یعنی بارانی زمین کی پیداوار میں دسواں حصہ اور جس میں پانی دیا جائے بیسواں حصہ واجب ہے۔

جانور اللہ نے پیدا کئے ہیں
انہیں بتوں کی بھینٹ نہ چڑھاؤ

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اسی خدا نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ان میں سے بعض تو بوجھ ڈھونے والے ہیں۔ جیسے اونٹ خچر گھوڑے گدھے وغیرہ اور بعض پستہ قد ہیں جیسے بکری بھیڑ وغیرہ پھر اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ خدا کی روزی کھاؤ۔ پھل اناج گوشت وغیرہ اور شیطانی راہ نہ چلو۔ اس کی تابعداری نہ کرو جیسے مشرکوں نے خدا کی چیزوں میں از خود حلال حرام کی تقسیم کر دی۔ تم یہ کر کے شیطان کے ساتھی نہ بنو وہ تمہارا دشمن ہے اسے دوست نہ سمجھو۔ وہ تو اپنے ساتھ تمہیں بھی خدا تعالیٰ کے عذاب میں پھنسانا چاہتا ہے۔ دیکھو کہیں اس کے بہکانے میں نہ آ جانا۔ اس دشمن کو بھولے سے بھی اپنا دوست اور خیر خواہ نہ سمجھنا اس کی ذریت اور اس کے پیروؤں سے بھی بچنا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں تین حکم

یہاں ان تمام اقسام کے درختوں اور پھلوں کی نعمت کا ذکر فرما کر انسان کو تین حکم دیئے گئے۔ پہلا حکم تو خود انسان کی اپنی خواہش اور نفس کے تقاضہ کو پورا کرنے والا ہے یعنی فرمایا كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ یعنی ان درختوں اور کھیتوں و باغوں کے پھلوں کو کھاؤ جب وہ پھل دار ہو جائیں یعنی یہ اللہ ہی کی قدرت کے کرشمے اور اُسی کی رحمت و عنایت کے نمونہ ہیں کہ اس نے یہ چیزیں تمہاری غذا اور لذت کے لئے پیدا کیں لہٰذا تم اس کے پھل کھاؤ جبکہ وہ پھل لاوے اور اس کی قدرت کو جانو اور اس کی نعمت کی قدر کرو اور منعم کا شکر کرو۔

دوسرا حکم یہ دیا گیا وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ یعنی کھیتی کٹنے یا پھل توڑنے کے وقت اس کا حق بھی ادا کیا کرو۔ حق سے مراد جمہور علماء کے نزدیک غرباء و مساکین پر صدقہ و خیرات کرنا ہے۔ لیکن بعض مفسرین اور ائمہ کا قول ہے کہ اس میں تمام صدقہ و خیرات بھی شامل ہے اور وہ صدقہ جو زمین کی زکوٰۃ یا عشر کہلاتا ہے وہ بھی شامل ہے یعنی بارانی زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ اور جہاں کنویں یا نہری پانی خرید کر اس سے سیراب کیا جائے تو اس میں پیداوار کا بیسواں حصہ بطور زکوٰۃ واجب ہے۔

اور تیسرا حکم یہ دیا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ یعنی اسراف یا فضول خرچ مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ حدود شریعت سے تجاوز کرنا یا ناجائز باتوں میں صرف کرنا اسراف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ معلوم ہوا کہ خدا کا دوست وہ ہے جو حدود شرع کے اندر رہ کر خرچ کرے اور اسراف نہ کرے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو شریعت کے جملہ احکام کے اتباع کی توفیق نصیب فرماویں۔ شیطان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی نصیحت و حکم جو فرمایا گیا ہے اس پر ہم کو کاربند بنائیں۔ شیطان کی گمراہیوں سے ہم سب کو کامل طور پر محفوظ رکھیں اور اپنی جملہ مخلوقات سے اپنی ذات و صفات کی معرفت عطا فرماویں۔ یا اللہ آپ نے جو حقوق ہمارے مالوں میں مسکینوں کے رکھے ہیں ہم کو ان حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب ہو اور ہم آپ کو خوش کرنے کے لئے آپ کے راستہ میں اپنا مال خوش دلی سے خرچ کرنے والے ہوں۔ یا اللہ شیطانی وسواس اور گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمائیے اور ہر معاملہ میں ہم کو قرآن و سنت کے احکام کی پابندی نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

ثَمٰنِيَةَ	اَزْوَاجٍ	مِنَ	الضَّاْنِ	اثْنَيْنِ	وَ	مِنَ	الْمَعْزِ	اثْنَيْنِ	قُلْ	ءٰۗالذَّكَرَيْنِ	حَرَّمَ	اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ
آٹھ	جوڑے	سے	بھیڑ	دو	اور	سے	بکری	دو	پوچھیں	کیا دونوں نر	حرام کئے	یا دونوں مادہ

(اللہ نے) آٹھ نر و مادہ (پیدا کئے)۔ بھیڑ میں دو قسم اور بکری میں دو قسم آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ

اَمَّا	اشْتَمَلَتْ	عَلَيْهِ	اَرْحَامُ	الْاُنْثَيَيْنِ	نَبِّـُٔوْنِيْ	بِعِلْمٍ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	وَ	مِنَ	الْاِبِلِ
یا جو	لپٹ رہا ہو	اس پر	رحم (جمع)	دونوں مادہ	مجھے بتاؤ	کسی علم سے	اگر	تم	سچے	اور	سے	اونٹ

یا دونوں مادہ کو یا اس کو جسکو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں، تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر سچے ہو۔ اور اونٹ میں دو قسم

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ

اثْنَيْنِ	وَمِنَ	الْبَقَرِ	اثْنَيْنِ	قُلْ	ءٰۗالذَّكَرَيْنِ	حَرَّمَ	اَمِ	الْاُنْثَيَيْنِ	اَمَّا	اشْتَمَلَتْ
دو	اور سے	گائے	دو	آپ پوچھیں	کیا دونوں نر	اس نے حرام کئے	یا	دونوں مادہ	یا جو	لپٹ رہا ہو

اور گائے میں دو قسم، آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اسکو جسکو دونوں

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِھٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

عَلَيْهِ	اَرْحَامُ	الْاُنْثَيَيْنِ	اَمْ	كُنْتُمْ	شُهَدَاۗءَ	اِذْ	وَصّٰىكُمُ	اللّٰهُ	بِھٰذَا	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ
اس پر	رحم (جمع)	دونوں مادہ	کیا	تم تھے	موجود	جب	تمہیں حکم دیا	اللہ	اس	پس کون	بڑا ظالم	اس سے جو

مادہ پیٹ میں لئے ہوں، کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تمکو اسکا حکم دیا، تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل

افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

افْتَرٰى	عَلَي اللّٰهِ	كَذِبًا	لِّيُضِلَّ	النَّاسَ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ
بہتان باندھے	اللہ پر	جھوٹ	تاکہ گمراہ کرے	لوگ	بغیر	علم	بیشک	اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	ظلم کرنے والے

جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہیں دکھلاتا۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰي طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا

قُلْ	لَّآ اَجِدُ	فِيْ	مَآ اُوْحِيَ	اِلَيَّ	مُحَرَّمًا	عَلٰي	طَاعِمٍ	يَّطْعَمُهٗٓ	اِلَّآ	اَنْ يَّكُوْنَ	مَيْتَةً	اَوْ دَمًا
فرمادیجئے	میں نہیں پاتا	میں	جو وحی کی گئی	میری طرف	حرام	پر	کوئی کھانے والا	اسکو کھائے	مگر	یہ کہ ہو	مُردار	یا خون

آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کیلئے جو اسکو کھاوے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا یہ کہ بہتا خون ہو

مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ

مَسْفُوْحًا	اَوْ لَحْمَ	خِنْزِيْرٍ	فَاِنَّهٗ	رِجْسٌ	اَوْ فِسْقًا	اُهِلَّ	لِغَيْرِ اللّٰهِ	بِهٖ	فَمَنِ	اضْطُرَّ	غَيْرَ بَاغٍ
بہتا ہوا	یا گوشت	سؤر	پس وہ	ناپاک	یا گناہ کی چیز	پکارا گیا	غیر اللہ کا نام	اس پر	پس جو	لاچار ہو جائے	نہ نافرمانی کرنیوالا

یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو

وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے۔

وَّلَا عَادٍ	فَاِنَّ	رَبَّكَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
اور نہ سرکش	تو بیشک	تیرا رب	بخشنے والا	نہایت مہربان

جانوروں کی حلت و حرمت کے بارے میں مشرکین کے موقف کا بطلان

اسلام سے پہلے مشرکین عرب کی حالت [illegible] رعقیدوں کا یہ حال بیان ہوتا چلا آ رہا ہے کہ انہوں نے چوپائے جانوروں کی تقسیم کر کے اپنے طور پر بہت سے حلال بنائے تھے اور بہت سے حرام کر لئے تھے۔ جیسے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ' اور حام جن کا ذکر سورۂ مائدہ میں آ چکا ہے۔ اسی طرح کھیت اور باغات میں بھی تقسیم کر دی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے باغات اور طرح طرح کے درخت اور مختلف پھل پیدا کئے اور ان کے کھانے کی عام اجازت دی۔ اسی طرح مشرکین نے چارپایوں میں ناجائز رسوم کو دخل دے رکھا تھا۔ عرب میں چار قسم کے جانور لوگوں کے پاس زیادہ تھے۔ بھیڑ' بکری' اونٹ و گائے۔ ان کے نر مادہ لئے جائیں تو آٹھ قسم ہوتی ہیں۔ یہی کثیر الاستعمال تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انہی آٹھ قسموں کی صراحت فرما دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ ان سے پوچھئے کہ ان میں سے خدا نے نر کو حرام کیا ہے یا مادہ کو یا پیٹ کے بچہ کو؟ اگر اس نے نہیں کیا تو تمہیں کیا حق ہے کہ ان میں سے کسی کو حرام یا حلال کرو۔ پھر ان مشرکین سے سوال کیا جاتا ہے کہ اچھا بتاؤ کہ تم ان جانوروں کی تحلیل و تحریم کس قاعدہ سے کرتے ہو۔ اگر تم یہ کہو کہ یہ تو اللہ کے حکم سے کی گئی ہے عقل و قیاس کو اس میں دخل نہیں اور چون و چرا کی گنجائش نہیں تو اس کا کوئی ثبوت و سند پیش کرو۔ ثبوت دو ہی قسم کا ہو سکتا ہے۔ یا تو حلال اور حرام کا علم رسول کی معرفت بذریعہ وحی ہوا ہو گا تو اس کے تو تم قائل ہی نہیں یا حق تعالیٰ نے بلاواسطہ اس کا تم کو حکم دیا ہو گا تو بتاؤ ایسا کب ہوا؟ کیا اس فرمان خدا کے وقت تم موجود تھے؟ اگر نہیں تو پھر کیوں اللہ پر بہتان تراشی کرتے ہو اور کیوں جھوٹ بول کر بے علمی کے ساتھ باتیں بنا کر خدا کی مخلوق کی گمراہی کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر سب سے بڑھ کر ظالم بن رہے ہو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں پر راہ نہیں کھولتے۔ اب مشرکین نے کچھ چیزیں از خود حلال و حرام بنا رکھی تھیں کہ بعض حلال جانوروں کو حرام ٹھہرا رکھا تھا اور بعض حرام چیزوں کو مثلاً خون کھانے اور بتوں کے نام پر جانور ذبح کرنے کو حلال بنا رکھا تھا اس لئے اب دوسرے طریقہ سے مشرکین کے قول کا رد کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کسی چیز کا حرام کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے جو بندوں کی مصلحت پر نظر کر کے بذریعہ وحی اس کے حرام ہونے کی خبر نبی کی معرفت دیتا ہے۔

کھانے کی چیزوں میں چار حرام چیزیں

اس لئے یہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ جو کچھ مجھ پر وحی کیا گیا یعنی قرآن اس میں تو میں کھانے کی چیزوں میں بجز ان چار چیزوں کے اور کوئی حرام نہیں پاتا۔ اوّل میتۃ یعنی مردار اور اس میں درندوں کا پھاڑا ہوا۔ لٹھ سے مارا ہوا۔ باہم لڑ کر یا ٹکرا کر مرا ہوا۔ پہاڑ سے یا بلندی سے گر کر مرا ہوا۔ دریا میں کنویں میں یا تالاب میں ڈوب کر مرا ہوا۔ گلا گھونٹ کر مارا ہوا یا کسی اور قسم کا مردار سب حرام ہے۔ دوسرے دم مسفوح یعنی وہ خون جو بہہ کر جانوروں میں سے نکلتا ہے بوقت

ذبح یا زخم یا کاٹنے سے۔ تیسرے لحم خنزیر یعنی سور کا گوشت اس میں سور کی ہڈی، بال، کھال سب شامل ہیں اور یہ سب حرام و نجس ہیں۔ چوتھے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور یعنی ان چار قسم کی چیزوں کا کھانا حرام فرمایا گیا کیونکہ وہ ناپاک اور خبیث تھیں۔

اضطرار و جبر کی حالت کا حکم

مگر شدت بھوک کی بے تابی اور جان کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو اور کوئی حلال چیز کھانے کو نہ ملے تو اس وقت جان بچانے کے لئے ان چار چیزوں میں سے بھی کھانے کی اجازت ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ ایک تو کھانے میں طالب لذت نہ ہو اور دوسرے قدر ضرورت اور حاجت سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔ اخیر میں فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فرما کر اشارہ فرما دیا کہ حرام کھانا تو بہر صورت ناجائز ہے لیکن حالت اضطرار میں شرط مذکورہ کے ساتھ کھایا جائے تو اس ارتکاب حرام کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

ایک بات یہاں یہ سمجھ لی جائے کہ یہاں آیت میں مطلقاً جانوروں کی حلت و حرمت کا بیان نہیں ہے کہ جو یہ شبہ ہو کہ کیا ان چار چیزوں کے علاوہ اور سب چیزیں حلال ہیں حالانکہ بعض اور جانور بھی حرام ہیں۔ بلکہ یہاں ان چیزوں کے متعلق گفتگو ہے جن میں مسلمانوں اور مشرکین میں نزاع تھا اور جن میں پہلے سے کلام ہو رہا ہے یعنی وہ حرام تھیں اور مشرکین ان کو حلال جانتے تھے یا وہ حلال تھیں اور مشرکین ان کو حرام بتلاتے تھے۔ تو اس آیت میں مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں کی حرمت دوسری آیات سے ثابت ہے یا حدیث سے دوسری چیزوں کا حرام ہونا ثابت ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ دین کے معاملہ میں ہم سے جو ظلم و زیادتی گزشتہ دور میں ہو چکی اسے معاف فرما دیجئے اور آئندہ ہم کو راہ راست پر چلنے کی توفیق کاملہ نصیب فرمایئے اور شریعت مطہرہ کی ظاہر میں و باطن میں کامل پابندی نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آپ نے جن چیزوں کو حرام فرما دیا ہے ان کے کھانے اور استعمال کرنے سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب ہو اور جن اشیاء کو آپ نے حلال فرمایا ہے ان کو کھا کر اور استعمال کر کے آپ کی شکر گزاری نصیب ہو۔

یا اللہ آپ کے سارے احکام فوائد و مصلحت کے ہوتے ہیں ہر حال میں اپنے احکام کی ہم کو پابندی اور تابعداری نصیب فرمایئے اور اکل حلال ہم کو نصیب فرمایئے اور اکل حرام سے کامل طور پر بچنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

وَعَلَى	الَّذِيْنَ	هَادُوْا	حَرَّمْنَا	كُلَّ	ذِيْ ظُفُرٍ	وَ	مِنَ الْبَقَرِ	وَالْغَنَمِ	حَرَّمْنَا		عَلَيْهِمْ
اور پر	وہ جو کہ	یہودی ہوئے	ہم نے حرام کردیا	ہر ایک	ناخن والا جانور	اور	گائے سے	اور بکری	ہم نے	حرام کردی	اُن پر

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے، اور گائے اور بکری میں سے ان دونوں کی چربیاں اُن پر ہم نے حرام کر دی تھیں

شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ

شُحُوْمَهُمَا	اِلَّا	مَا حَمَلَتْ		ظُهُوْرُهُمَا	اَوِ الْحَوَايَا	اَوْ	مَا اخْتَلَطَ	بِعَظْمٍ	ذٰلِكَ	جَزَيْنٰهُمْ
اُنکی چربیاں	سوائے	جو اٹھاتی ہو	(لگی ہو)	انکی پیٹھ (جمع)	یا انتڑیاں	یا	جو ملی ہو	ہڈی سے	یہ	ہم نے انکو بدلہ دیا

مگر وہ جو انکی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو، اُنکی شرارت کے سبب ہم نے اُن کو یہ سزا دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿١٤٦﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ

بِبَغْيِهِمْ	وَاِنَّا	لَصٰدِقُوْنَ	فَاِنْ	كَذَّبُوْكَ	فَقُلْ		رَبُّكُمْ	ذُوْ رَحْمَةٍ	وَاسِعَةٍ	وَلَا يُرَدُّ
انکی سرکشی کا	اور بیشک ہم	سچے ہیں	پس اگر	آپکو جھٹلائیں	تو کہدیں آپ		تمہارا رب	رحمت والا	وسیع	اور ٹالا نہیں جاتا

پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اُس کا

بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾

بَاْسُهٗ	عَنِ	الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ	
اسکا عذاب	سے	مجرموں کی قوم	

عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیتوں سے یہ مضمون برابر بیان ہوتا چلا آ رہا ہے کہ حلال و حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور جو شخص حلال وحرام کا اختیار اللہ کے سوا کسی اور میں مانے تو اس نے شرک کیا۔ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ گذشتہ آیات سے یہ صاف معلوم ہوا کہ حلال وحرام کا قاعدہ قانون مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ نہ کسی اور کا مشرکین کے کہنے اوران کے باطل عقیدہ رکھنے سے نہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز حرام ہوسکتی ہے اور نہ حرام کی ہوئی چیز حلال کی جاسکتی ہے۔ اللہ نے یہ قاعدہ مقرر کردیا ہے کہ انسان کے لئے سب چیزیں حلال ہیں سوائے ان کے جن کو کہ اللہ نے خود حرام کیا۔

یہود سرکشی کی وجہ سے ان پر حرام کی گئی بعض چیزیں

گذشتہ آیت میں ایسی چار چیزوں کا بیان ہوا یعنی مردار، بہتا ہوا خون سور کا گوشت اور وہ ذبیحہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے جن کا استعمال اللہ نے حرام کیا ہے پھر اپنے اختیار سے اس قانون میں ایک استثنا بیان فرمادیا کہ شدت بھوک کی بے تابی میں جان بچانے کے لئے اگر کوئی چیز اور نہ ہو تو یہ حرام کی ہوئی چیز بھی کھائی جاسکتی ہے۔ تو گویا اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو جس حالت میں چاہیں اور جب چاہیں حلال فرما سکتے ہیں اور جس حالت میں چاہیں حرام رکھ سکتے ہیں۔ اسی اختیار کو واضح کرنے کے لئے یہاں ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض حلال چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے عارضی طور پر حرام کردی تھیں۔ مثلاً یہود پر ان کی شرارتوں کی سزا میں ہر ناخن یعنی کھر والا جانور جس کی انگلیاں پھٹی اور الگ الگ نہ ہوں۔ جیسے اونٹ، شتر مرغ بطخ وغیرہ حرام کیا گیا تھا۔ اسی طرح گائے بکری کی چربی جو پشت یا انتڑیوں پر نہ لگی ہو یا

ہڈی کے ساتھ نہ لگی ہو۔ وہ بھی ان پر حرام کردی گئی تھی جیسے گردہ کی چربی اور یہ اس لئے حرام کی گئی کہ وہ شریر تھے۔ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اوراس کے حکم نہ مانتے تھے۔ یہود جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم ونوح علیہما السلام کے زمانہ ہی سے ہمیشہ سے حرام چلی آئی ہیں تو یہ غلط ہے سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز عہد ابراہیمی میں حرام نہ تھی۔ یہ یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی وجہ سے یہ سب چیزیں حرام ہوئیں جو کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرے جھوٹا ہے۔

مشرکین کے پاس حضورؐ کے انکار کی کوئی دلیل نہیں رہی

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اب اس تحقیق کے بعد بھی اگر یہ مشرکین آپ کو نعوذ باللہ کاذب کہیں اور آپ کی بات نہ مانیں اس مضمون میں صرف اس وجہ سے کہ ان پر عذاب نہیں آتا تو اے نبی آپ جواباً ان مشرکین کو کہہ دیجئے کہ تم کو سزا فوراً اس لئے نہیں ملتی کہ تمہارے رب کی رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ جرم کرنے والے کو فوراً نہیں پکڑتا بلکہ اسے ڈھیل دیتا ہے لیکن اس کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تمہارا طرز عمل ٹھیک ہے اور تم مجرم نہیں ہو۔ اللہ مجرم کو ڈھیل تو دے دیتا ہے لیکن دیر یا سویر اسے سزا ضرور ملے گی۔ کیونکہ اللہ کا عذاب مجرموں کے سر سے کبھی نہیں ٹلتا۔

ان آیات سے یہ صاف حکم نکلتا ہے کہ قرآن مجید کے حکموں کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ہنسی خوشی، چاق و چوبند، چلتے پھرتے اور پھلتے پھولتے دیکھ کر یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ گنہ گاروں کو سزا و عذاب کا اعلان محض دھمکی ہے ورنہ اس کی کیا وجہ کہ ساری نعمتیں گنہ گاروں کو حاصل ہیں اور وہ مزے سے دندناتے پھرتے ہیں کسی کا بال تک بیکا نہیں ہوتا۔ تو یہاں ان آیات سے اور دوسری آیات سے بھی معلوم ہوا کہ مجرموں کو عذاب مل کر رہے گا دیر ہونا کسی مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے جب وقت آ گیا پھر ٹلنے والا نہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس قرآن کریم کے واسطے سے اپنے جتنے احکام نازل فرمائے ہیں ان سب کا ہم کو پورا پورا فرمانبردار بنادیں۔ آخرت کی سزا و عذاب سے اپنی رحمت سے ہم سب کو بچالیں۔ دین اسلام کی بتلائی ہوئی توحید ہم سب کو نصیب فرمادیں اور اپنی نافرمانی سے بچنے کی توفیق کاملہ نصیب فرمادیں۔

یا اللہ ہم سے گزشتہ دور میں جو گناہ اور قصور سرزد ہو چکے ہیں ہم کو ان پر ندامت قلب کے ساتھ توبہ نصیب فرما اور ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور اپنی رحمت واسعہ سے ہم سے مؤاخذہ نہ فرما۔ وترجوا رحمتک و نخشیٰ عذابک ان عذابک بالکفار ملحق آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ									
سَيَقُولُ	الَّذِينَ + أَشْرَكُوا	لَوْ	شَاءَ اللَّهُ	مَا أَشْرَكْنَا	وَلَا	آبَاؤُنَا	وَلَا	حَرَّمْنَا	مِنْ شَيْءٍ
جلد کہیں گے	جن لوگوں نے شرک کیا (مشرک)	اگر	چاہتا اللہ	ہم شرک نہ کرتے	اور نہ	ہمارے باپ دادا	اور نہ	ہم حرام ٹھہراتے	کوئی چیز
اب مشرکین یوں کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے									

كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ											
كَذَٰلِكَ	كَذَّبَ	الَّذِينَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	حَتَّىٰ	ذَاقُوا		بَأْسَنَا	قُلْ	هَلْ	عِنْدَكُمْ	مِنْ + عِلْمٍ
اسی طرح	جھٹلایا	جو لوگ	ان سے پہلے	یہاں تک کہ	انہوں نے چکھا	ہمارا عذاب	فرمادیجئے	کیا	تمہارے پاس	کوئی علم (یقینی بات)	
اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا، آپ کہئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے											

فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ												
فَتُخْرِجُوهُ	لَنَا	إِنْ	تَتَّبِعُونَ	إِلَّا	الظَّنَّ	وَإِنْ	أَنْتُمْ	إِلَّا	تَخْرُصُونَ	قُلْ	فَلِلَّهِ	الْحُجَّةُ
تو اسکو نکالو (ظاہر کرو)	ہمارے لئے	نہیں	تم پیچھے چلتے ہو	مگر (صرف)	گمان	اور اگر (نہیں)	تم	صرف	اٹکل چلاتے ہو	فرمادیں	اللہ ہی کیلئے	حجت
تا کہ اسکو ہمارے روبرو ظاہر کرو، تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم لوگ بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔ آپ کہئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی												

	الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۴۹﴾	الْبَالِغَةُ	فَلَوْ شَاءَ	لَهَدَاكُمْ	أَجْمَعِينَ	
	پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لے آتا۔	پوری	پس اگر وہ چاہتا	تو تمہیں ہدایت دیتا	سب کو	

اہل باطل کا ایک آخری حیلہ اور اس کا جواب

عموماً اہل باطل کوتاہ فہم جب دلیل سے عاجز آجاتے ہیں تو تقدیر کا مسئلہ اور مشیت الٰہی کی بحث نکال کھڑی کرتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ اگر ہمارے کام اللہ کو پسند نہ ہوتے اور اس کی مرضی کے مطابق نہ ہوتے تو وہ ہم کو کرنے نہ دیتا۔ ہم کو ایسے کام کرنے سے روک دیتا۔ چنانچہ کفار مکہ بھی قرآنی دلائل کے آگے عاجز ہو کر ایسا ہی کہتے تھے۔ اس آیت میں بطور پیشین گوئی کے پہلے ہی بتا دیا گیا کہ مشرکین مکہ ایسے لچر پوچ اور نامعقول عذر پیش کریں گے اور وہ کہیں گے کہ اگر اللہ کی مشیت نہ ہوتی تو نہ ہم سب شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا یعنی اگر اللہ چاہتا تو اس کو قدرت تھی کہ ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو ان تمام مشرکانہ اقوال وافعال سے روک دیتا۔ جب نہ روکا اور یونہی ہوتا چلا آیا تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک ہماری یہ کارروائیاں پسندیدہ ہیں۔ ناپسندیدہ ہوتیں تو ان کے کرنے میں ہم کو اب تک کیوں آزاد چھوڑتا۔ تو مشرکین اس دلیل سے اپنے خرافات وکفریات کا مستحسن ہونا ثابت کرنا چاہتے تھے ان کے اس قول کا رد حق تعالیٰ نے فرمادیا۔

مشرکین کے اس دلیل کا نامعقول ہونا ذرا غور کرنے سے سمجھ دار کے سمجھ میں آسکتا ہے اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھئے کہ ایک نیک نام گورنمنٹ کسی باغیانہ تحریک میں حصہ لینے والے کو باوجود یقینی اطلاع اور کافی قدرت کے پہلے ہی دن پکڑ کر پھانسی نہیں دے دیتی۔ بلکہ وہ اس کی حرکات کی نگرانی رکھتی ہے۔ کبھی رویہ درست رکھنے کی ہدایت کرتی ہے اور موقع دیتی ہے کہ آدمی ایسی حرکات کا انجام سوچ کر خود سنبھل جائے۔ کبھی اصلاح سے مایوس ہو کر ڈھیل چھوڑتی ہے کہ اس کی بغاوت کا ایسا باضابطہ اور مکمل مواد فراہم ہو جائے جس کے بعد اس کی انتہائی مجرمانہ غداری قانونی حیثیت سے علی الاعلان ثابت کی جاسکے۔ ان تمام صورتوں میں مجرم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دینے اور

فوراً سزا نہ دینے سے کیا یہ ثابت ہوگا کہ گورنمنٹ کی نظر میں وہ کارروائی جرم و بغاوت نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی نگاہ میں ان افعال کا جرم ہونا اول تو اس کے شائع کئے ہوئے قانون سے ظاہر ہے۔

دوسرے جب یہ مجرم مہلت پوری ہونے پر عدالت کے کٹھرے میں لایا جائے گا اور باضابطہ اظہار و اثبات جرم کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا بھگتے گا تب اس کو مشاہدہ ہوجائے گا کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ کتنا بڑا جرم تھا۔ بہرحال گورنمنٹ کا کسی جرم پر باوجود علم وقدرت رکھنے کے کسی مصلحت سے فوری سزا جاری نہ کرنا اس کی دلیل نہیں کہ وہ جرم کو جرم نہیں سمجھتی۔ اسی پر قیاس کرلیجئے کہ وہ احکم الحاکمین ابتدائے عالم سے آج تک بتوسط اپنے صادق القول اور پاکباز نائبین کے ہر قسم کے قوانین واحکام سے بندوں کو مطلع فرماتا رہا اور کھول کھول کر بتلادیا کہ کونسی بات اس کے یہاں پسندیدہ اور کونسی ناپسند ہے۔ جو کچھ اللہ کی مرضی تھی وہ تو اللہ اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے ظاہر کرچکا اور لوگوں کو کامل اختیار دے دیا کہ نیک راہ چلیں یا بری راہ چلیں البتہ یہ صاف صاف بتادیا کہ نیک راہ چلنے والوں کا نتیجہ اچھا اور بری راہ اختیار کرنے والوں کا نتیجہ برا ہوگا۔ اب جبکہ پیغمبر اللہ کی مرضی پر چلنے کی ترغیب دینے کے لئے دنیا میں آئے تو بروں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور دیدہ دانستہ بری راہ اختیار کی تو وہ مجرم ٹھہرے اور خدا کی حجت ان پر تمام ہوئی چنانچہ بہت سی قومیں اپنی جرائم کی پاداش کا دنیا میں تھوڑا تھوڑا مزہ چکھ چکے ہیں پھر ان حالات کی موجودگی میں کسی قوم کے چندروز جرائم میں مبتلا رہنے اور فوراً نہ پکڑے جانے سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ وہ جرائم معاذ اللہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں ورنہ خدا انہیں ایک گھنٹہ کی بھی مہلت نہ دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس عالم میں عقلی اور عملی قوتوں اور کسب واختیار کی آزادی کے ساتھ پیدا کیا اور اپنی رضامندی اور ناراضگی کی باتیں دونوں اپنے رسولوں کے ذریعہ سے دنیا والوں پر ظاہر کردی گئیں اور نیک و بد صاف صاف بتلادیا گیا۔ تاکہ انسان اپنے قصد اور ارادہ سے راہ راست اختیار کرے۔ اور جنہوں نے قصداً راہ راست اختیار نہ کی اور رسولوں کو جھٹلایا وہ دیدہ دانستہ بہکے اور اپنے باطل خیالات پر چلے اور اپنے اختیار کو موقع پر صحیح استعمال میں نہ لانے سے موردالزام ٹھہرے۔ بیشک خدا چاہتا تو انسان کی ساخت ایسی بنا سکتا تھا کہ سب ایک ہی راستہ پر چلنے کے لئے مجبور ہوجاتے۔ لیکن اس نے چاہا کہ لوگ اپنی مشیت اور ارادہ سے راہ راست پر چلنے کے لئے مجبور ہوجاتے لیکن اس نے چاہا کہ لوگ اپنی مشیت اور ارادہ سے راہ راست اختیار کریں اور نیکی اور بدی کے اختیار کرنے میں عقل سے کام لیں۔

خلاصہ یہ کہ مشرکین کا یہ استدلال کہ اگر ہمارا کفر وشرک خدا کو ناپسند ہوتا تو خدا ہم کو یہ افعال کرنے ہی نہ دیتا۔ یہ بالکل مہمل دلیل ہے اس لئے کہ یہ دلیل تو چور، قزاق اور ڈاکو بھی پیش کرسکتا ہے کہ اگر میری چوری اور قزاقی اور ڈاکہ زنی خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتی تو خدا مجھے چوری ہی نہ کرنے دیتا بلکہ ہر باطل پرست یہی دلیل پیش کرسکتا ہے۔ تو اس کا رد فرمایا گیا کہ خداوند احکم الحاکمین کا کافروں کو انبیاء کرام کی تکذیب پر فوراً ہی نہ پکڑنا اس امر کی دلیل نہیں کہ خدا کے نزدیک کفر وشرک کوئی جرم نہیں۔ کسی حکومت کا مجرم کو ڈھیل دینا اور فوری طور پر نہ پکڑنا قانوناً یہ کہ فعل کے جواز کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ حجت اور دلیل حکومت کا قانون ہے۔ قانون جس چیز اور جس بات کو ممنوع قرار دے گا وہ جرم ہوگا اسی طرح حجت بالغہ قانون شریعت ہے۔ جس چیز کو قانون شریعت ممنوع اور حرام قرار دے وہی جرم ہے۔ جو اس کے خلاف ورزی کرے گا وہ مجرم ہوگا۔ غرض یہ کہ کسی فعل کے جواز اور عدم جواز کی دلیل قانون شریعت ہے اللہ تعالیٰ کے حلم۔ اور اس کی مشیت اور مہلت کو کسی فعل کے جواز کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ ابھی آگے مشرکین کے اس قول کو دوسری طرح سے رد فرمایا جاتا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ جب آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے تو ہم کو سچائی اور وفاداری کے ساتھ شریعت اسلامیہ کا اتباع نصیب فرمایئے اور اسی پر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرمایئے۔ یا اللہ آپ کے جو احکام وقوانین آپ کے خاتم الانبیاء وسید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں وہی حق ہیں اور انہیں کے اتباع میں نجات ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنے احکام کا اتباع کامل نصیب فرمایئے اور باطل سے کامل طور پر بچنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ

قُلْ	هَلُمَّ	شُهَدَآءَكُمْ	الَّذِيْنَ	يَشْهَدُوْنَ	اَنَّ	اللّٰهَ	حَرَّمَ	هٰذَا	فَاِنْ	شَهِدُوْا	فَلَا تَشْهَدْ
فرمادیں	تم لاؤ	اپنے گواہ	جو	گواہی دیں	کہ	اللہ	حرام کیا	یہ	پھر اگر	وہ گواہی دیں	تو تم گواہی نہ دینا

آپ کہیئے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام کردیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو آپ اس شہادت کی

مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ

مَعَهُمْ	وَلَا تَتَّبِعْ	اَهْوَآءَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَالَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	وَهُمْ
انکے ساتھ	اور نہ پیروی کرنا	خواہشات	جو لوگ	جھٹلایا	ہماری آیتوں کو	اور جو لوگ	نہیں	ایمان لاتے ہیں	آخرت پر	اور وہ

سماعت نہ فرمایئے، اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ

بِرَبِّهِمْ	يَعْدِلُوْنَ	قُلْ	تَعَالَوْا	اَتْلُ	مَا حَرَّمَ	رَبُّكُمْ	عَلَيْكُمْ	اَلَّا تُشْرِكُوْا	بِهٖ	شَيْئًا	وَّبِالْوَالِدَيْنِ
اپنے رب کے برابر	ٹھہراتے ہیں	فرمادیں	آؤ	میں پڑھ کر سناؤں	جو حرام کیا	تمہارا رب	تم پر	کہ نہ شریک ٹھہراؤ	اسکے ساتھ	کچھ کوئی	اور والدین کیساتھ

اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔ آپ کہیئے کہ آؤ میں تمکو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جنکو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی

اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا

اِحْسَانًا	وَلَا تَقْتُلُوْٓا	اَوْلَادَكُمْ	مِّنْ	اِمْلَاقٍ	نَحْنُ	نَرْزُقُكُمْ	وَاِيَّاهُمْ	وَلَا تَقْرَبُوا
نیک سلوک	اور نہ قتل کرو	اپنی اولاد	سے	مفلس	ہم	تمہیں رزق دیتے ہیں	اور ان کو	اور قریب نہ جاؤ تم

چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو، ہم انکو اور تمکو رزق دیں گے، اور بے حیائی کے جتنے طریقے

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ

الْفَوَاحِشَ	مَا ظَهَرَ	مِنْهَا	وَمَا	بَطَنَ	وَلَا تَقْتُلُوا	النَّفْسَ	الَّتِيْ	حَرَّمَ	اللّٰهُ	اِلَّا بِالْحَقِّ
بے حیائی (جمع)	جو ظاہر ہو	اس سے (ان میں)	اور جو	چھپی ہو	اور نہ قتل کرو	جان	جو۔جس	حرمت دی	اللہ	مگر حق پر

ہیں انکے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ ہوں، اور جسکا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾

اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

ذٰلِكُمْ	وَصّٰىكُمْ	بِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ
یہ	تمہیں حکم دیا ہے	اس کا	تاکہ تم	عقل سے کام لو (سمجھو)

مشرکین کو چیلنج کہ کوئی نقلی دلیل ہے تو لاؤ: گذشتہ آیات میں مشرکین کے اقوال کو نقل فرما کر ان کا رد فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ مشرکین کی حجت و دلیل بالکل مہمل اور باطل ہے لیکن چونکہ کسی بات کے اثبات کرنے کا ایک طریقہ نقل صحیح بھی ہے اس لئے آگے ان آیات میں

مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری اس من گھڑت تحریم کا باطل ہونا عقلی دلیل سے تو باطل ثابت ہو گیا اب اگر تمہارے پاس کوئی نقلی ہی دلیل ہو تو لاؤ کیا تمہارے پاس ایسے گواہ موجود ہیں جو یہ بیان کریں کہ ہاں ان کے روبرو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا؟ ظاہر ہے کہ ایسے واقعی گواہ کہاں دستیاب ہو سکتے ہیں جو یہ بیان کریں کہ جس وقت اللہ نے یہ چیزیں حرام کی تھیں ہم موجود تھے۔ اگر بالفرض دو چار گستاخ جھوٹے بے حیا یہ ہی گواہی دینے کو کھڑے ہو جائیں تو یقیناً وہ جھوٹے ہوں گے۔ اہل ایمان کو ہدایت دی گئی کہ تم ایسوں کی بات پر کان بھی نہ دھرو اور نہ ان کا کہنا مانو چونکہ ان مشرکین کے پاس نہ کوئی دلیل ہے نہ گواہ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ محض اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں اس لئے اہل ایمان کو تلقین فرمائی گئی کہ تم ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کرنا جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔

وہ حرام اعمال مشرکین جن کے مرتکب ہوتے تھے

اب آگے وہ چیزیں بیان کی جاتی ہیں جنھیں خدا نے واقعی حرام کیا اور جو ہمیشہ سے حرام رہی ہیں لیکن یہ مشرکین ان میں مبتلا ہیں۔ گویا نہایت حکیمانہ اسلوب اور طرز سے یہ بتلانا ہے کہ جو واقعی حرام چیزیں ہیں ان کو ان مشرکین نے بالکل نظر انداز کر رکھا ہے بلکہ ان میں مبتلا ہیں اور جو چیزیں حرام نہیں تھیں ان کو محض فرضی طور پر حرام کر رکھا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہئے کہ تم تو ناحق خدا پر افترا کرتے ہو کہ خدا نے فلاں چیز حرام کی۔ فلاں حرام کی۔ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جو سچ مچ تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں اور جو میں بذریعہ وحی خدا بیان کرتا ہوں۔ اچھا سنو اس نے تم پر شرک کو حرام کیا ہے۔ اور تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اس نے تم پر والدین کی نافرمانی کو حرام کیا ہے اور تمہیں حکم دیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ عمدہ سلوک اور برتاؤ کرو۔ اور تم پر قتل اولاد کو حرام کیا ہے۔

اور تم کو حکم دیا ہے کہ تم اپنی اولاد کو افلاس اور غریبی کے سبب قتل نہ کرو اللہ تم کو بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی اور تم پر بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ بے حیائی کی باتوں کے پاس بھی نہ پھٹکو خواہ وہ علانیہ ہوں یا خفیہ ہوں اور قتل ناحق کو بھی حرام کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو جس کے قتل کو خدا نے حرام کیا ہے۔ ہاں حق شرعی پر قتل جیسے حدود و قصاص میں یا رجم میں یا ارتداد میں جائز ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ ان سب کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم ان کو سمجھو اور سمجھ کر عمل کرو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں بیان فرمائیں جن کا تاکیدی حکم دیا گیا اور جن کا کرنا حرام ثابت ہوا۔ پہلی بات شرک باللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک و ساجھی ٹھہرانا دوسری بات والدین کے ساتھ بدسلوکی اور اچھا برتاؤ نہ کرنا تیسری بات قتل اولاد یعنی فقر و افلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کر دینا چوتھی بات بے حیائی کے کام کرنا پانچویں کسی کو ناحق قتل کرنا۔ ان امور کا خطاب اگرچہ بلاواسطہ مشرکین مکہ کی طرف ہے مگر مضمون خطاب عام ہے اور تمام بنی نوع انسان کو شامل ہے خواہ مومن ہوں یا کافر۔ عرب ہوں یا عجم۔ موجودہ حاضر ہوں یا آئندہ آنے والی نسلیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو تمام ناجائز اور حرام باتوں سے ظاہراً و باطناً بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور شریعت مطہرہ کے موافق ہم کو زندگی گزارنے اور ظاہر و باطن کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں قرآن و سنت کے احکام کی پابندی نصیب فرما اور من مانی خواہشات کے اتباع سے کامل طور پر بچنے کا عزم عطا فرما۔ یا اللہ آپ نے جن باتوں کا تاکیدی حکم دیا ہے ہم کو ان کی کامل پابندی کی توفیق عطا فرما خصوصاً ہر طرح کے خفی و جلی شرک سے بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ ہم میں سے جن کے والدین زندہ ہیں ہم کو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ بے حیائی اور فحش باتوں اور کاموں سے کامل گریز نصیب فرما۔ یا اللہ ملک میں اس وقت قتل ناحق کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس سے ہمارے دامن کو پاک رکھئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ 17

وَلَا تَقْرَبُوا	مَالَ	الْيَتِيمِ	إِلَّا	بِالَّتِي	هِيَ	أَحْسَنُ	حَتَّىٰ	يَبْلُغَ	أَشُدَّهُ	وَأَوْفُوا	الْكَيْلَ
اور قریب نہ جاؤ	مال	یتیم	مگر	ایسے جو	وہ	بہترین	یہاں تک کہ	پہنچ جائے	اپنی جوانی	اور پورا کرو	ماپ

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ بلوغ کو پہنچ جاوے اور ناپ تول پوری کیا کرو انصاف کیساتھ

وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ

وَالْمِيزَانَ	بِالْقِسْطِ	لَا نُكَلِّفُ	نَفْسًا	إِلَّا	وُسْعَهَا	وَإِذَا	قُلْتُمْ	فَاعْدِلُوا	وَلَوْ كَانَ
اور تول	انصاف کیساتھ	ہم تکلیف نہیں دیتے	کسی کو	مگر	اسکی وسعت (مقدور)	اور جب	تم بات کرو	تو انصاف کرو	خواہ ہو

ہم کسی شخص کو اُس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو، اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد

ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي

ذَا قُرْبَىٰ	وَ	بِعَهْدِ	اللَّهِ	أَوْفُوا	ذَٰلِكُمْ	وَصَّاكُمْ	بِهِ	لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُونَ	وَأَنَّ	هَٰذَا	صِرَاطِي
رشتہ دار	اور	عہد	اللہ	پورا کرو	یہ	اس نے تمہیں حکم دیا	اس کا	تاکہ تم	نصیحت پکڑو	اور یہ کہ	یہ	میراستہ

کیا کرو اُسکو پورا کرو انکا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری

مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ

مُسْتَقِيمًا	فَاتَّبِعُوهُ	وَلَا تَتَّبِعُوا	السُّبُلَ	فَتَفَرَّقَ	بِكُمْ	عَنْ	سَبِيلِهِ	ذَٰلِكُمْ	وَصَّاكُمْ بِهِ
سیدھا	پس اس پر چلو	اور نہ چلو	راستے	پس جدا کردیں	تمہیں	سے	اسکا راستہ	یہ	حکم دیا اس کا

راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾

لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُونَ
تاکہ تم	پرہیزگاری اختیار کرو

تاکہ تم نافرمانی سے احتیاط رکھو۔

چار مزید اعمال جو مشرکین حلال سمجھتے حالانکہ وہ حرام ہیں

پانچ باتیں گذشتہ آیات میں بیان ہوئی تھیں جن کا حرام ہونا بتلایا گیا تھا۔

۱-شرک باللہ ۲-والدین کے ساتھ بدسلوکی ۳-قتل اولاد ۴-بے حیائی کے کام مثل زنا وغیرہ ۵-کسی کو ناحق قتل کرنا

اب مزید چار باتیں ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی یہ کہ یتیم کے مال میں غیر شرعی تصرف' دوسرے یہ کہ ناپ تول میں کمی اور دغا' تیسرے یہ کہ خلاف عدل وانصاف فیصلہ یا شہادت دینا' چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا جائے اس کو پورا کیا جائے اور اس کے خلاف کرنا یا اس کو پورا نہ کرنا تو کل یہ نو باتیں ہوئیں۔ جو گذشتہ اور ان آیات میں بیان فرمائی گئیں اور آخر میں بتلایا گیا کہ احکام مذکورہ بالا کی پابندی اور عملاً واعتقاداً ان کا پورا کرنا یہی صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ ہے جو تم کو دکھلا دی گئی۔ اب اس پر چلنا تمہارا کام ہے۔ جو کوئی اس کے سوا

دوسرے راستہ پر چلے گا وہ خدا کے راستہ سے بھٹکا۔

اتحاد و اتفاق کی اہمیت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت میں نیز اسی طرح دیگر آیات میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو اتحاد و اتفاق کا حکم دیا اور ان کو اختلاف و پھوٹ سے منع کیا اور آگاہ کر دیا کہ تم سے اگلے لوگوں کی تباہی کا سبب ہی یہ تھا کہ انہوں نے اللہ کے دین میں جھگڑے اور بحثیں نکال کھڑی کی تھیں۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ سبیل الٰہی تو بس ایک صراط مستقیم ہے اور اس سے جدا جو گمراہی کی راہیں ہیں وہ بہت سی ہیں۔ حدیث میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ تو راہ الٰہی ہے جو راست و مستقیم ہے اور طریق رشد و ہدایت ہے اس کی پیروی کرو پھر اس سیدھے خط کے دائیں بائیں چھ ٹیڑھے خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ شیطانی راہیں ہیں ان سے بچو اور تائید میں حضورؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین میں اختلافات سے بچنا چاہیے کیونکہ صراط مستقیم تو ایک ہی راستہ ہے جس پر قائم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اگر دین میں اختلاف کیا تو ظاہر ہے کہ سب کا ایک راستہ نہ رہے گا اور مختلف لوگ مختلف راستوں پر پڑیں گے جس سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے کہ ایک راستہ کو چھوڑ کر اور راستے مت ڈھونڈھنا ورنہ بھٹک جاؤ گے۔

یتیم کے مال میں احتیاط

یہاں ان آیات میں پہلا حکم یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کی حرمت کے متعلق ارشاد ہوا کہ یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے۔ اس میں یتیم نابالغ بچوں کے ولی اور پالنے والے کو خطاب ہے کہ وہ ان کے مال کو ایک آگ سمجھیں اور ناجائز طور پر اس کے کھانے اور لینے کے پاس بھی نہ جائیں جیسا کہ دوسری ایک آیت میں انہی الفاظ کے ساتھ آیا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ البتہ یتیم کے مال کی حفاظت کرنا اور کسی ایسی جائز تجارت یا کاروبار میں لگا کر بڑھانا جس میں عادۃً نقصان کا خطرہ نہ ہو یہ طریقہ مستحسن اور ضروری ہے۔ یتیموں کے ولی کو ایسا کرنا چاہئے۔ اس کے بعد مال یتیم کی حفاظت کی ذمہ داری کی حد بتلا دی حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ یعنی یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے تو ولی کی ذمہ داری ختم ہوگئی اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔ (معارف القرآن جلد سوم از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

ناپ تول میں کمی نہ کرو

دوسرا حکم ان آیات میں ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرنے کا ہے۔ انصاف کا مطلب یہ ہے کہ دینے والا دوسرے فریق کے حق میں کوئی کمی کرے اور لینے والا اپنے حق سے زیادہ نہ لے۔ چیزوں کے لین دین میں ناپ تول میں کمی زیادتی کو قرآن نے شدید جرم قرار دیا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے تیسویں پارہ سورۃ مطففین میں سخت وعید آئی ہے۔

یاد رہے کہ ناپ تول کی کمی جس کو قرآن میں تطفیف کہا گیا ہے صرف ڈنڈی مارنے اور کم ناپنے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کسی کے ذمہ جو دوسرے کا حق ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف میں داخل ہے جیسا کہ مؤطا امام مالک میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو نماز کے ارکان میں کمی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تو نے تطفیف کر دی یعنی جو حق واجب تھا وہ ادا نہیں کیا۔ جو ملازم اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتا وقت چراتا ہے یا کام میں کوتاہی کرتا ہے وہ کوئی وزیر یا امیر ہو یا معمولی ملازم ہو اور وہ کوئی دفتری کام کرنے والا ہو یا علمی اور دینی خدمت جو حق اس کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرے تو وہ بھی مطففین میں داخل ہے۔ (معارف القرآن جلد سوم)

عدل وانصاف کے خلاف نہ کرو

تیسرا حکم یہ فرمایا کہ عدل وانصاف کیخلاف کرنا حرام ہے۔ ارشاد ہے وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى یعنی جب تم بات کہو تو

حق کی کہو اگر چہ وہ اپنا رشتہ دار ہی ہو اس جگہ کسی خاص بات کا ذکر نہیں اس لئے جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہر قسم کی بات کو شامل ہے خواہ وہ بات کسی معاملہ کی گواہی ہو یا حاکم کی طرف سے فیصلہ یا آپس میں مختلف قسم کی گفتگو ان سب میں ارشاد قرآنی یہ ہے کہ ہر جگہ ہر حال بات کرتے ہوئے حق وانصاف کا خیال رہنا چاہئے کسی مقدمہ کی گواہی یا فیصلہ میں حق وانصاف قائم رکھنے کے معنی ظاہر ہیں کہ گواہ کو جو بات یقینی طور پر معلوم ہے وہ اپنی طرف سے کسی کمی بیشی کئے بغیر جتنا معلوم ہے صاف صاف کہہ دے اپنی انکل اور گمان کو دخل نہ دے۔

عہد کو پورا کرو

چوتھا حکم اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے اور عہد شکنی سے بچنے کا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا یعنی اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ کے عہد سے مراد وہ عہد بھی ہو سکتا ہے جو ازل میں عالم ارواح میں ہر انسان سے لیا گیا۔ جس میں سب انسانوں سے کہا گیا تھا الست بربکم کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب نے جواب دیا بلیٰ یعنی بلاشبہ آپ ہمارے رب اور پروردگار ہیں۔ اس عہد کا مقتضی یہی ہے کہ پروردگار کے کسی حکم کی سرتابی نہ کریں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو سارے کاموں سے مقدم اور اہم جانیں اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کے پاس بھی نہ جائیں اور ان کے شبہات سے بھی بچتے رہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ قرآن وسنت نے جو صراط مستقیم متعین کی ہے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اسی صراط مستقیم پر چلنا اور تازیست قائم رہنا نصیب فرمایئے اور اس کے خلاف سے بچایئے۔

یا اللہ ہم نے کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اور اس پر ایمان لا کر آپ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ ہم کو ہر حال میں شریعت مطہرہ کا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب ہو۔ تاکہ صراط مستقیم سے ہمارا ایک قدم بھی ادھر ادھر نہ پڑنے پائے۔

یا اللہ دین میں افتراق اور اختلاف کی وباء ہم سے ہٹا لیجئے اور آپس میں ہمیں اتحاد واتفاق کی نعمت عطا فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى

ثُمَّ اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	تَمَامًا	عَلَى	الَّذِيْ	اَحْسَنَ	وَتَفْصِيْلًا	لِّكُلِّ شَيْءٍ	وَّهُدًى
پھر ہم نے دی	موسیٰ	کتاب	نعمت پوری کرنے کو	پر	جو	نیکوکار ہے	اور تفصیل	ہر چیز کی	اور ہدایت

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جاوے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو

وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا

وَّرَحْمَةً	لَّعَلَّهُمْ	بِلِقَآءِ	رَبِّهِمْ	يُؤْمِنُوْنَ	وَهٰذَا	كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	مُبٰرَكٌ	فَاتَّبِعُوْهُ	وَاتَّقُوْا
اور رحمت	تا کہ وہ	ملاقات پر	اپنا رب	ایمان لائیں	اور یہ	کتاب	ہم نے نازل کی	برکت والی	پس اسکی پیروی کرو	اور پرہیزگاری اختیار کرو

تا کہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لاویں۔اور یہ ایک کتاب ہے جسکو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی سو اسکا اتباع کرو اور ڈرو

	لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ
	تا کہ تم پر رحمت ہو۔	تا کہ تم پر	رحم کیا جائے تم پر

گذشتہ احکام کی اہمیت کہ وہ سابقہ انبیاء پر بھی نازل ہوتے رہے

اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ احکام مذکورہ کی تعمیل کوئی نئی بات نہیں اور صرف امت محمدیہ پر ہی واجب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے انبیاء کی معرفت اچھے برے اور نیک و بد احکام کی صراحت کرتے رہے ہیں اور نہ یہ قرآن کوئی نئی کتاب الٰہی ہے بلکہ اس سے پہلے بھی مختلف انبیاء پر ہدایت خلق کے لئے آسمانی کتابیں آتی رہی ہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک کتاب دی گئی تھی یعنی توریت جو نیکوں اور نیکوکاروں کے لئے ناتمام اور ناقص نہ تھی بلکہ دینی ضروریات اس میں سب موجود تھیں۔اور معاشرت و اخلاق کے ضروری احکامات و قواعد اس میں مذکور تھے اور لوگوں کی نجات آخرت اور سہولت دنیوی کے لئے ہدایت و رحمت تھی تا کہ لوگوں کو اس کتاب کی تعلیم و قواعد و ہدایت دیکھ کر اللہ کے پاس جانے کا یقین ہو جائے اور توریت کا تتمہ انجیل تھی اس میں بھی یہی ہدایتیں اور وصیتیں تھیں۔اس کے بعد زمانہ اپنی رفتار سے چلتا رہا اور انسان کی حالت اس کے ساتھ بدلتی رہی یہاں تک کہ وہ وقت آ پہنچا کہ انسان کے لئے اس کے تمام ضروری احکام ایک کتاب میں جمع کر دیئے جائیں تا کہ اس کے بعد اس کو ہدایت کے لئے کسی اور کی طرف جانا نہ پڑے اور ہر حالت کے لئے اس میں سے ضروری احکام نکلتے چلے آئیں وہ کتاب مبارک یہ قرآن مجید ہے۔ مبارک اس لئے ہے کہ اس کے اندر سے ہدایت کا ایک چشمہ ابل رہا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا جو چیز شکل کے لحاظ سے محدود ہو لیکن اس کے فائدہ لامحدود ہوں اور کبھی ختم نہ ہوں اسے مبارک کہتے ہیں یعنی برکت والی۔تو اب انسانوں کی ہدایت کے لئے یہ کتاب نازل کی گئی ہے۔اس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کی خیر و برکت کبھی ختم نہ ہوگی اور جب تک دنیا قائم ہے انسان کے لئے اس میں سے رہنمائی اور ہدایت ملتی رہے گی۔انسان جب بھی اس کی طرف رجوع کرے گا اسے اس کی حالت کے مطابق عمل کا راستہ سمجھائے گی۔اس کے بعد کسی کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں اس لئے اس کتاب کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا حکم دیا گیا اور اس کی مخالفت سے بچنے کو کہا گیا اور بتلایا گیا کہ اگر تم اس کے مطابق چلتے رہے تو تم پر رحمت خداوندی ہوگی۔

قرآن کریم پر عمل دونوں جہانوں کی برکت ہے

اس چھوٹی سی آیت وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ میں قرآن کریم کی اتباع کی رغبت اس میں غور وفکر کی دعوت اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت اور اس کی مخالفت سے ڈرنے کی تنبیہ دی گئی ہے اور وصف اس کا مبارک فرمایا گیا یعنی برکت والی۔ کہ جو بھی اس پر کاربند ہو جائے وہ دونوں جہان کی برکتیں و رحمتیں حاصل کرلے گا۔ اب اسی سے اس کے خلاف حالت کو بھی سمجھ لیا جائے کہ جو اس کا اتباع نہ کرے گا اور اس کی مخالفت سے نہ ڈرے گا تو وہ رحمت کی بجائے زحمت میں پڑے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اب آگے مشرکین عرب کو ایک وجہ نزول قرآن کی اور بتلائی جاتی ہے اور ان کا گذشتہ کا ایک عذر کہ ہمارے پاس تو نہ کوئی آسمانی کتاب آئی اور نہ کوئی شریعت آئی کہ جس کا ہم اتباع کرتے اور یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر عمل کرتے اگلی آیات میں ان کا یہ حیلہ اور عذر بھی رفع کیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ یہ برکت والی کتاب آپ نے ہم کو عطا فرمائی۔ اس مبارک کتاب کے اتباع کی ہم کو توفیق کاملہ نصیب فرما۔ اس مبارک کتاب کا عشق و محبت ہم کو نصیب فرما۔ دنیا میں ہم اس کے تابعدار رہیں تا کہ آخرت میں تیرے سامنے یہ مبارک کتاب ہماری سفارش فرمائے۔

یا اللہ اپنی اس مبارک کتاب کی خیر و برکتوں سے ہمیں دنیا میں نواز اور آخرت میں بھی سرخرو فرما۔ ہمیں ہر حالت میں اس کی طرف رجوع کرنے والا بنا۔

اور اے اللہ جس مضبوطی کے ساتھ اس کتاب کو آپ نے پکڑنے کا حکم دیا ہے ہم کو اسی مضبوطی کے ساتھ اس کو پکڑنے کی توفیق عطا فرما دے۔

اے اللہ اس مبارک کتاب کے طفیل میں تو ہم پر دنیا میں بھی رحمت فرما دے اور آخرت میں بھی اپنے انعامات سے نواز دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْکِتٰبُ عَلٰی طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ کُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ

اَنْ	تَقُوْلُوْا	اِنَّمَا	اُنْزِلَ	الْکِتٰبُ	عَلٰی	طَآئِفَتَیْنِ	مِنْ قَبْلِنَا	وَاِنْ	کُنَّا	عَنْ	دِرَاسَتِهِمْ
کہ	تم کہو	اسکے سوانہیں	اتاری گئی تھی	کتاب	پر	دوگروہ	ہم سے پہلے	اور یہ کہ	ہم تھے	سے	اُنکے پڑھنے پڑھانے

کبھی تم لوگ یوں کہنے لگتے کہ کتاب توصرف ہم سے پہلے جودوفرقے تھے یعنی یہودی وعیسائی ان پرنازل ہوئی تھی اور ہم انکے پڑھنے پڑھانے سے محض

لَغٰفِلِیْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْکِتٰبُ لَکُنَّآ اَهْدٰی مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَکُمْ

لَغٰفِلِیْنَ	اَوْتَقُوْلُوْا	لَوْاَنَّا	اُنْزِلَ	عَلَیْنَا	الْکِتٰبُ	لَکُنَّا	اَهْدٰی	مِنْهُمْ	فَقَدْجَآءَکُمْ
بے خبر	یاتم کہو	اگرہم	اُتاری جاتی	ہم پر	کتاب	البتہ ہم ہوتے	زیادہ ہدایت پر	اُن سے	پس آگئی تمہارے پاس

بے خبر تھے۔یایوں کہتے کہ اگر ہم پرکوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے،سواب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک

بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ

بَیِّنَةٌ	مِنْ	رَبِّکُمْ	وَهُدًی	وَرَحْمَةٌ	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	کَذَّبَ	بِاٰیٰتِ	اللّٰهِ	وَصَدَفَ
روشن دلیل	سے	تمہارارب	اور ہدایت	اور رحمت	پس کون	بڑا ظالم	اس سے جو	جھٹلادے	آیتوں کو	اللہ	اور کترائے

کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے،سواس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلادے اور اس سے روکے

عَنْهَا سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا یَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

عَنْهَا	سَنَجْزِی	الَّذِیْنَ	یَصْدِفُوْنَ	عَنْ	اٰیٰتِنَا	سُوْٓءَ	الْعَذَابِ	بِمَا	کَانُوْایَصْدِفُوْنَ
اس سے	ہم جلد سزادیں گے	ان لوگوں کوجو	کتراتے ہیں وہ	سے	ہماری آیتیں	بُرا	عذاب	اسکے بدلے	وہ کتراتے تھے

ہم ابھی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔

اہل عرب کا ایک ممکنہ عذر

جزیرۂ نماعرب میں اسلام سے قبل یعنی ایام جاہلیت میں علاوہ مشرکین عرب کے یہود ونصاریٰ بھی آباد تھے۔ان کے پاس جو کتابیں انجیل وتوریت تھیں ان کی اصلی زبان عربی نہ تھی اس لئے عام عرب خصوصاً ان پڑھ اس کونہیں سمجھ سکتے تھے۔اسکے علاوہ عیسائیت ویہودیت کچھ تبلیغی مذاہب بھی نہ تھے کہ تمام دنیا کے لوگوں پر ان کا ماننا اوران پرعمل کرنا واجب ہوتا لہذا اگر قرآن پاک نازل نہ ہوتا تو ممکن تھا اہل عرب بطور عذر کہہ سکتے کہ توریت اور انجیل تو یہودیوں اورعیسائیوں کے لئے نازل ہوئی تھیں اور ہم ان کتابوں کی زبان سے ناواقف تھے اور نہ وہ تبلیغی عمومی مذہب تھے کہ ہم پران کی زبان کا پڑھنا سیکھنا واجب تھا اس لئے ہم کواحکام الٰہیہ کا کیا علم ہوسکتا تھا۔اگر بنی اسرائیل کی طرح ہماری ہدایت کے لئے کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم اس پر پوری طرح عمل کرکے دکھاتے اور یہود ونصاریٰ سے کہیں بڑھ کر کتاب پرعمل کرنے والے ثابت ہوتے اور جب کوئی آسمانی کتاب وشریعت ہماری طرف نہیں آئی اور ہماری زبان میں نہیں اتری اوراس بناء پر ہم خدا کے فرمان سے غافل رہے تو پھر ہمیں سزا کیوں ہواور ہماری گرفت کیوں ہو؟

اہل عرب کے عذر کا جواب

اہل عرب کے اس موہومہ عذر کے جواب میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اب تمہیں اس طرح کے عذر اور حیلے حوالوں کا بھی

موقع نہیں رہا۔ اب تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایت ورحمت بھرا قرآن بزبان عربی آچکا جس میں حلال وحرام کا بخوبی بیان ہے اور جس میں دلوں کی ہدایت کے لئے نورانیت ہے اور ایمان والوں کے لئے سراسر رحمت ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ایسی بے مثال روشن کتاب ہدایت ورحمت کا سرچشمہ آنے کے بعد اگر اس کی آیتوں کو کوئی جھٹلائے اور ان سے فائدہ نہ اٹھائے نہ اس پر یقین لائے نہ عمل کرے نہ نیکی کرے نہ بدعملی چھوڑے۔ نہ خود مانے نہ اوروں کو ماننے دے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ اور اس سے بڑی بدبختی اور شامت کی نشانی اور کیا ہوگی؟ یہ تو خدا کی ایک رحمت ہے جو اس نے نازل فرمائی اب اس سے منہ موڑنا اور اس کو چھوڑ بیٹھنا انتہائی ظلم ہے جو کوئی اپنی جان پر کرسکتا ہے پھر ہو نہیں سکتا کہ اس کا خمیازہ اسے بھگتنا نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے جو اس سے روگردانی کریں خود بھی اس کو نہ مانیں اور دوسروں کو بھی اس کے ماننے سے روکیں برا اور سخت ترین عذاب تجویز کر رکھا ہے۔

ایک اہم تنبیہ

یہاں آیت میں ظالم ہونے اور سخت سزا کی وعید صرف کذب ہی پر نہیں بلکہ صدف پر بھی سنائی گئی ہے۔ لغات القرآن میں صدف کے لغوی معنیٰ لکھے ہیں وہ کترایا۔ اس نے منہ موڑا حضرت تھانویؒ نے صدف کا ترجمہ روکنے سے کیا ہے اب غور طلب یہ ہے کہ ہم تو کسی درجہ میں معاذ اللہ یصدفون کے زمرہ میں نہیں آتے یعنی قرآن سے کترانا منہ موڑنا یا اس سے دوسروں کو روکنا ہم سے تو کسی درجہ میں صادر نہیں ہو رہا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی طرف سے ہماری اور اس ملک اور قوم کی آنکھیں کھول دے اور ہمیں یصدفون میں شامل ہونے سے بچالے آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ قرآن جیسی رحمت کی کتاب ہم کو بھی نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس روشن کتاب کا ہم کو قدردان بنائیں۔ اور اس کے احکامات کا پورا پورا اتباع نصیب فرماویں۔ ہم کو اس کا علم پڑھنا پڑھانا سیکھنا اور سکھانا نصیب فرماویں اور اس کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہمارے لئے باعث رحمت بنادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ	اِلَّآ	اَنْ	تَاْتِيَهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	اَوْ يَاْتِىَ	رَبُّكَ	اَوْ يَاْتِىَ	بَعْضُ	اٰيٰتِ	رَبِّكَ	يَوْمَ
کیاوہ انتظار کررہے ہیں	مگر	یہ	انکے پاس آئیں	فرشتے	یا آئے	تمہارا رب	یا آئے	کچھ	نشانیاں	تمہارا رب	جس دن

کیا یہ لوگ اس امر کے منتظر ہیں کہ انکے پاس فرشتے آویں یا انکے پاس آپکا رب آوے یا آپکے رب کی کوئی بڑی نشانی آوے جس روز آپکے رب کی

يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

يَاْتِىْ	بَعْضُ	اٰيٰتِ	رَبِّكَ	لَا يَنْفَعُ	نَفْسًا	اِيْمَانُهَا	لَمْ تَكُنْ	اٰمَنَتْ	مِنْ قَبْلُ
آئی	کوئی	نشانی	تمہارا رب	نہ کام آئے گا	کسی کو	اسکا ایمان	نہ تھا	ایمان لایا	اس سے پہلے

کوئی بڑی نشانی آپہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اسکے کام نہ آوے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا ہو یا اُس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو

اَوْ كَسَبَتْ فِىْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

	اَوْ	كَسَبَتْ	فِىْٓ اِيْمَانِهَا	خَيْرًا	قُلِ	انْتَظِرُوْٓا	اِنَّا	مُنْتَظِرُوْنَ
	یا	کمائی	اپنے ایمان میں	کوئی بھلائی	فرمادیں	انتظار کرو تم	ہم	منتظر ہیں

آپ فرمادیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔

واضح دلائل کے باوجود کیا مشرکین اب قیامت کا انتظار کررہے ہیں

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لئے اپنے احکام رسولوں کے ذریعہ دنیا میں بھیجے اور سب سے آخر میں یہ مبارک کتاب جس کا نام قرآن مجید ہے نازل فرمائی جس میں تمام انسانوں کے لئے ہر زمانہ اور ہر حالت میں ہدایت کا پورا پورا سامان جمع کردیا۔ اب انسانوں کو اسی کتاب سے رہنمائی حاصل ہوسکتی ہے اس لئے اس کی پیروی اور اتباع کی تاکید فرمائی گئی اس میں توحید کے مضامین بیان فرما کر عقیدہ توحید کی دعوت دی گئی۔ دلائل کے ساتھ شرکیہ وکفریہ عقائد کا رد فرمایا گیا۔ عقیدہ آخرت وجزا سزا کا بیان ہوا۔ اور ہر طرح کے ترغیبی وترہیبی مضمون سے اتمام حجت کردیا گیا۔ اب اس پر بھی جو مشرکین ومنکرین اسلام کی طرف مائل نہ ہوئے اور اس قدر دلائل کے بعد بھی جو لوگ ایمان نہ لائے تو ان کے متعلق اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ ایسی بے مثال واضح اور روشن کتاب آچکنے کے بعد بھی یہ نہیں مانتے تو شاید یہ لوگ اب اس کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود آپ آویں اور ان سے کہیں کہ واقعی یہ ہماری کتاب ہے اور یہ ہمارے رسول ہیں۔ یا ان کے پاس فرشتے آئیں اور انہیں یقین دلائیں یا خدا کی کوئی بڑی نشانی آوے جو انہیں ایمان پر مجبور کردے اور جس کے بعد شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ تو واضح رہے کہ خود اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتے تو آویں گے نہیں۔ ہاں خدا کی بعض نشانیاں آئیں گی جس کے سامنے سر جھکانے پر کفار بھی مجبور ہوں گے مگر وہ نشانی ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا نہ عاصی گنہگار کی توبہ کارآمد ہوگی۔

قیامت کی بعض نشانیاں

احادیث میں صحیح بخاری کی روایت ہے کہ اس آیت میں بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ تمہارے رب کی کوئی نشانی آئے اس سے مراد قرب قیامت میں مغرب کی طرف سے سورج کا نکلنا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع نہ ہوگا۔ پھر جب لوگ اس کو دیکھیں گے تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جائیں گے لیکن یہ وہ وقت ہوگا کہ جو شخص اس نشانی سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا اس کو اس وقت ایمان لانا سود مند نہ ہوگا۔ بخاری کی دوسری روایت میں اتنا اور زائد ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت هَلْ يَنظُرُونَ جو زیر تفسیر ہے تلاوت فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے دوسری حدیث میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب سے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے توبہ کی اس کی توبہ قبول ہوگی۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ توبہ اس وقت تک برابر قبول ہوگی جب تک کہ آفتاب اپنے ڈوبنے کی جگہ سے طلوع کرے۔ پھر جب آفتاب مغرب سے برآمد ہوگا تو ہر دل پر مہر ہو جائے گی اس عقیدہ کے موافق جو دل کے اندر ہوگا اور لوگوں کو ان کے اعمال بس کریں گے۔ یعنی طلوع آفتاب از مغرب کے بعد نہ کوئی نیا ایمان قبول ہوگا نہ کوئی نیا عمل اس وقت ایمان لانا یا توبہ کرنا بیکار ہوگا کیونکہ فائدہ دینے والا ایمان تو وہی ہے جسے غیب کے اوپر ایمان لانا کہتے ہیں اور غیب وہ ہے جس کو صرف قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے مانا جائے۔ جب غیب کی باتیں ظاہر ہوگئیں خواہ وہ موت کے وقت ہوں یا جب دنیا کے ختم ہونے کے وقت قرب قیامت ہو جیسے سورج کے نظام کا بگڑ جانا تو اس وقت کا ایمان ایمان بالغیب نہ ہوگا اس لئے کچھ کام نہ آئے گا اور اسی طرح نہ اس وقت گنہگار مسلم کی توبہ قبول ہوگی۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث ومفسر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”علامات قیامت“ میں جس کے مضامین کی بنیاد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ پر ہے۔ لکھا ہے کہ قرب قیامت کی بڑی بڑی اہم علامات ظاہر ہونے کے بعد مثلاً حضرت امام مہدی کا ظہور دجال کا خروج نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت وسلطنت قوم یاجوج ماجوج کا خروج۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات۔ تمام روئے زمین پر ایک زبردست دھوئیں کا نمودار ہونا جو چالیس روز تک مسلسل رہے گا پھر مطلع صاف ہو جائے گا۔ (جن کی تفصیلات کتاب مذکورہ میں دیکھی جاسکتی ہیں) اس کے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ مسافر تنگدل بچے خواب گاہ سے بیدار۔ مویشی چراگاہ کے لئے بے قرار ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ لوگ ہیبت اور بے چینی کی وجہ سے نالۂ وزاری شروع کر کے توبہ توبہ پکاریں گے آخر تین چار رات کی مقدار کے برابر دراز ہونے کے بعد حالت اضطرابی میں آفتاب مانند چاند گرہن کے ایک قلیل روشنی کے ساتھ جانب مغرب سے طلوع ہوگا اس وقت تمام لوگ خدائے قدوس کی وحدانیت کا اقرار واعتراف کریں گے مگر اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد اپنی معمولی روشنی ونورانیت کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا۔ در منثور میں ایک روایت ہے کہ مغرب سے طلوع ہو کر جب وسط سماء تک پہنچے گا پھر مغرب ہی کی طرف لوٹ کر ادھر غروب ہو کر پھر بدستور مشرق سے نکلنے لگے گا (بیان القرآن) اس کے بعد ایک نادر شکل کا جانور جس کا نام ”دابۃ الارض“ ہوگا ظہور ہوگا جس کا قدرے تفصیلی بیان پارہ نمبر ۲۰ سورہ نمل کی آیت نمبر ۸۲

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ

کے تحت میں لکھا گیا ہے آفتاب کے مغرب سے طلوع اور دابۃ الارض کے ظہور سے نفخ صور تک ایک سو بیس سال کا عرصہ ہوگا۔ (علامات قیامت)

الغرض قرب قیامت میں آفتاب کے خلاف معمول مغرب سے طلوع ہونے کی نشانی ظاہر ہوگی جیسا کہ اس آیت میں خبر دی گئی۔ مگر اس نشانی کے ظاہر ہونے پر توبہ اور ایمان لانے کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا اور نہ کوئی ایمان قبول ہوگا نہ کوئی عمل۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہر آن ہم کو اپنے گناہوں اور لغزشوں پر توبہ کی توفیق نصیب ہوتی رہے۔ اور اس قرآن پاک کا دل وجان سے اتباع نصیب ہوتا رہے۔ یا اللہ ہم کو ہمہ وقت آخرت کی تیاری کی فکر نصیب فرما اور آخرت کے لئے زاد راہ جمع کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ

إِنَّ	الَّذِينَ	فَرَّقُوا	دِينَهُمْ	وَكَانُوا	شِيَعًا	لَّسْتَ	مِنْهُمْ	فِي شَيْءٍ	إِنَّمَا	أَمْرُهُمْ
بیشک	وہ لوگ جنہوں نے	تفرقہ ڈالا	اپنا دین	اور ہو گئے	گروہ در گروہ	نہیں آپ	ان سے	کسی چیز میں (کوئی تعلق)	فقط	انکا معاملہ

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپکا اُن سے کوئی تعلق نہیں، بس اُنکا معاملہ اللہ کے حوالے ہے

إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا

إِلَى اللَّهِ	ثُمَّ	يُنَبِّئُهُم	بِمَا	كَانُوا يَفْعَلُونَ	مَن	جَاءَ	بِالْحَسَنَةِ	فَلَهُ	عَشْرُ	أَمْثَالِهَا
اللہ کے حوالے	پھر	وہ جتلاوے گا انہیں	وہ جو	کرتے تھے	جو	لائے	کوئی نیکی	تو اسکے لئے	دس	اسکے برابر

پھر اُنکو اُنکا کیا ہوا جتلا دیں گے۔ جو شخص نیکی لے کر آئے گا اُسکو اسکے دس حصے ملیں گے۔

وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ قُلْ إِنَّنِي

وَمَن	جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ	فَلَا يُجْزَىٰ	إِلَّا مِثْلَهَا	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُونَ	قُلْ	إِنَّنِي
اور جو	کوئی برائی لائے	تو نہ بدلہ پائے گا	مگر اسکے برابر	اور وہ	نہ ظلم کیے جائیں گے	کہہ دیجئے	بیشک مجھے

اور جو شخص برائی لے کر آئے گا سو اُسکو اسکے برابر ہی سزا ملے اور اُن لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے

هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَ

هَدَانِي	رَبِّي	إِلَىٰ	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيمٍ	دِينًا	قِيَمًا	مِّلَّةَ	إِبْرَاهِيمَ	حَنِيفًا	وَ
راہ دکھائی	میرا رب	طرف	راستہ	سیدھا	دین	درست	ملت	ابراہیم	ایک کا ہو کر رہنے والا	اور

ایک سیدھا رستہ بتلایا ہے، کہ وہ ایک دین ہے مستحکم جو طریقہ ہے ابراہیمؑ کا جس میں ذرا کجی نہیں، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ

مَا كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِينَ	قُلْ	إِنَّ	صَلَاتِي	وَنُسُكِي	وَمَحْيَايَ	وَمَمَاتِي	لِلَّهِ
نہ تھے	سے	مشرک (جمع)	آپ کہدیں	بیشک	میری نماز	میری قربانی	اور میرا جینا	اور میرا مرنا	اللہ کیلئے

آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾

رَبِّ	الْعَالَمِينَ	لَا شَرِيكَ	لَهُ	وَبِذَٰلِكَ	أُمِرْتُ	وَأَنَا	أَوَّلُ	الْمُسْلِمِينَ
رب	سارے جہان	نہیں کوئی شریک	اس کا	اور اسی کا	مجھے حکم دیا گیا	اور میں	سب سے پہلا	مسلمان (فرماں بردار)

اُس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

اے نبی! دین میں تفریق کرنے والوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے

گذشتہ رکوع میں متعدد احکام بیان فرما کر ارشاد ہوا تھا کہ صراط مستقیم یعنی دین کی سیدھی راہ ہمیشہ سے ایک رہی ہے۔اس سے ہٹ کر گمراہی کے راستہ بہت ہیں۔تمام انبیاء ومرسلین اصولی حیثیت سے اسی ایک راہ پر چلے اور لوگوں کو بلاتے رہے۔سب سے آخر میں قرآن پاک آیا اور دنیا کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے دنیا میں بھیج دیا گیا۔اور تاکید کردی گئی کہ اب اسی کی پیروی کرنی چاہئے اور یہ بھی پہلے کہہ دیا گیا کہ اس دین صراط مستقیم کی راہ مت چھوڑنا اور اس سے جدا راہ مت اختیار کرنا اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے نہایت تاکید کے ساتھ پھر بتلایا جاتا ہے کہ دین الٰہی کا راستہ یعنی صراط مستقیم ایک ہے جو لوگ اصل دین میں پھوٹ ڈال کر جدا جدا راہیں نکالنے اور فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہوتے ہیں خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ یا اور کوئی تو ان لوگوں سے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کچھ واسطہ اور سروکار نہیں۔آپ ان سے بیزاری اور برأت کا اظہار کر کے خدا کے اسی ایک راستہ صراط مستقیم پر جمے رہئے اور ان تفرقہ کرنے والوں کا انجام اللہ کے حوالہ کیجئے وہ ان کو قیامت میں جتلا دے گا جو کچھ یہ دین میں گڑبڑی کرتے تھے اور تفرقہ ڈالتے تھے۔

دین میں تفریق ڈالنا اور فرقے بن جانا جو یہاں مذکور ہے اس سے مفسرین نے مراد یہ لیا ہے کہ اصول دین کے اتباع کو چھوڑ کر اپنے خیالات وخواہشات کے مطابق یا شیطانی مکر وتلبیس میں مبتلا ہو کر دین میں کچھ نئی چیزیں بڑھا دے یا بعض چیزوں کو چھوڑ دے۔تفسیر مظہری میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ اس میں پچھلی امتوں کے لوگ بھی داخل ہیں جنہوں نے اپنے اصول دین کو ترک کر کے اپنی طرف سے کچھ چیزیں ملا دی تھیں اور اس امت کے اہل بدعت بھی جو دین میں اپنی طرف سے بے بنیاد چیزوں کو شامل کرتے رہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس مضمون کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ:۔''میری امت کو بھی وہی حالات پیش آویں گے جو بنی اسرائیل کو پیش آئے جس طرح کی بداعمالیوں میں وہ مبتلا ہوئے میری امت کے لوگ بھی مبتلا ہوں گے بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے۔میری امت کے ۷۳ فرقہ ہو جائیں گے جن میں سے ایک فرقہ کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہے فرمایا ما انا علیہ و اصحابی یعنی وہ جماعت جو میرے طریقہ پر اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلے گی وہ نجات پائے گی (ترمذی وابوداؤد)

جزاوسزا کا قانون

آیت میں آگے قیامت میں جزاوسزا کا ایک قانون عام بیان ہوتا ہے کہ بھلائی ونیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے اور برائی کا زائد از زائد اس کی برابر یعنی جس نے ایک نیکی کمائی تو کم از کم ویسی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔زائد کی حد نہیں اور جو ایک بدی کا مرتکب ہوا تو ویسی ایک بدی کی جس قدر سزا مقرر ہے اس سے آگے نہ بڑھیں گے۔تخفیف کردیں یا بالکل معاف کردیں یہ حق تعالیٰ کو اختیار ہے۔پھر جہاں رحمت کی یہ کیفیت ہو وہاں ظلم کا کیا امکان ہے۔صحیح بخاری ومسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب عزو جل رحیم ہے جو شخص کسی نیک کام کا صرف ارادہ کرے اس کے لئے ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے خواہ عمل کرنے کی نوبت بھی نہ آئے پھر جب وہ اس نیک کام کو کرے تو دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور جو شخص کسی گناہ کا ارادہ کرے مگر پھر اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے بھی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور گناہ کا عمل بھی کرلے تو ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے یا اس کو بھی مٹا دیا جاتا ہے اس عفو وکرم کے ہوتے ہوئے اللہ کے دربار میں وہی شخص ہلاک ہوسکتا ہے جس نے ہلاک ہونے کی ٹھان رکھی ہے (ابن کثیر) (معارف القرآن جلد سوم)

ایک حدیث قدسی میں بروایت حضرت ابوذرؓ ارشاد ہے

''جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ اور جو شخص ایک گناہ کرتا ہے تو اس کی سزا صرف ایک ہی گناہ کی برابر ملے گی یا میں اس کو بھی معاف کردوں گا اور جو شخص اتنے گناہ کر کے میرے پاس آئے جن سے ساری زمین بھر جائے اور مغفرت کا طالب ہو تو میں اتنی ہی مغفرت سے اس کے ساتھ معاملہ کروں گا اور جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں

ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور جو شخص ایک ہاتھ میری طرف آتا ہے میں اس کی طرف بقدر ایک باع کے آتا ہوں (باع کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کو) اور جو شخص میری طرف جھپٹ کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔" ان روایات حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کی جزا میں دس تک کی زیادتی جو اس آیت میں مذکور ہے ادنیٰ حد کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم وکرم سے اس سے زیادہ بھی دے سکتے ہیں اور دیں گے جیسا کہ دوسری روایات سے ۷۰ گنا یا ۷۰۰ گنا تک ثابت ہوتا ہے۔

نیکی کر کے اسے محفوظ رکھنا بھی ضروری ہے

اس آیت کے الفاظ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہاں جاء بالحسنۃ فرمایا ہے یعنی جو کوئی ایک نیکی لاتا ہے۔ عمل بالحسنۃ نہیں فرمایا یعنی جو کوئی ایک نیکی کرتا ہے اس سے اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ محض کسی نیک یا بد کام کر لینے پر یہ جزاء سزا نہیں دی جائے گی بلکہ جزاء سزا کے لئے موت کے وقت تک اس عمل نیک یا بدعمل کا قائم رہنا شرط ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی نیک عمل کیا لیکن پھر اس کے کسی گناہ کی شامت سے وہ عمل خبط اور ضائع ہو گیا تو وہ اس عمل پر جزا کا مستحق نہیں رہا۔

اسی طرح برے اعمال سے اگر توبہ کر لی تو وہ گناہ نامہ اعمال سے مٹا دیا جاتا ہے۔ موت کے وقت تک باقی نہیں رہتا اس لئے یہاں اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ کوئی عمل کرے نیک یا بد تو اس کو جزاء وسزا ملے گی بلکہ یوں فرمایا کہ جو شخص ہمارے پاس لائے گا نیک عمل تو دس گنا ثواب پائے گا اور ہمارے پاس لائے گا برا عمل تو ایک ہی عمل کی سزا پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس لانا اسی وقت ہو گا جب تک یہ عمل آخر تک باقی اور قائم رہے نیک عمل کو ضائع کرنے والی کوئی چیز پیش نہ آئے اور برے عمل سے توبہ استغفار نہ کرے (معارف القرآن جلد سوم)

توحید وتفویض اور توکل کا اعلان

آگے آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ پر جو خدا کی نعمت ہے اس کا اعلان کر دیں کہ اس رب نے آپ کو صراط مستقیم دکھا دی ہے جس میں کوئی کجی یا کمی نہیں وہ ثابت اور سالم اور ستھری راہ ہے۔ خالص توحید اور کامل تفویض وتوکل کا راستہ ہے۔ جس پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام چلے اور جن کا نام آج بھی تمام عرب اور کل ادیان سماویہ غایت عظمت واحترام سے لیتے ہیں۔ اور آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ میری نماز میری عبادات اور میرا جینا۔ اور میرا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اور میں ان میں سے کسی چیز میں کسی کو شریک نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا حکم کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا اس کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہوں۔ مراد یہ ہے کہ اس امت میں سب سے پہلا مسلمان میں ہوں کیونکہ ہر امت کا پہلا مسلمان خود وہ نبی یا رسول ہوتا ہے جن پر وحی شریعت کی نازل کی جاتی ہے۔

مومن کا مقصد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ اعلان کرایا گیا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ دیجئے کہ میری نماز۔ میری عبادت' میرا جینا میرا مرنا سب خاص اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس میں تعلیم یہ ہے کہ مسلمان کا مقصد اصلی یہی ہونا چاہئے کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ کل عبادات ومعاملات یہاں تک کہ اپنی زندگی اور موت بھی اللہ ہی کے لئے مخصوص کر دے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں بھی آپ کی خالص توحید کا اعتقاد کامل نصیب ہو اور ہر معاملہ میں آپ کی رضا کی فکر ہو۔

یا اللہ جو ٹوٹے پھوٹے اعمال ہم سے اعمال صالحہ کی شکل میں ہو جاتے ہیں ان کو اپنی رحمت سے شرف قبولیت عطا ہو اور ان اعمال کو حبط وضبط سے محفوظ فرمائیے۔ یا اللہ ہمیں ایسے اعمال بد سے کامل طور پر بچنا نصیب فرمائیے کہ جو اعمال صالحہ کو باطل بے اثر اور برباد کر دیتے ہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا

قُلْ	اَغَيْرَ	اللّٰهِ	اَبْغِيْ	رَبًّا	وَّهُوَ	رَبُّ	كُلِّ شَيْءٍ	وَ	لَا تَكْسِبُ	كُلُّ نَفْسٍ	اِلَّا
آپ کہدیں	کیا سوائے	اللہ	میں ڈھونڈوں	کوئی رب	اور وہ	رب	ہر شے	اور	نہ کمائے گا	ہر شخص	مگر (صرف)

آپ فرما دیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کیلئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا، اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے،

عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ

عَلَيْهَا	وَ	لَا تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ	اُخْرٰى	ثُمَّ	اِلٰى	رَبِّكُمْ	مَرْجِعُكُمْ	فَيُنَبِّئُكُمْ
اسکے ذمے	اور	نہ اُٹھائے گا	کوئی اُٹھانے والا	بوجھ	دوسرا	پھر	طرف	تمہارا (اپنا) رب	تمہارا لوٹنا	پس وہ تمہیں جتلادے گا

اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھاوے گا پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو جتلاویں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔

بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

بِمَا	كُنْتُمْ	فِيْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ	وَهُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَكُمْ	خَلٰٓئِفَ	الْاَرْضِ	وَرَفَعَ	بَعْضَكُمْ
وہ جو	تم تھے	اس میں	تم اختلاف کرتے	اور وہ	جس نے	تمہیں بنایا	نائب	زمین	اور بلند کئے	تم میں سے بعض

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ

فَوْقَ	بَعْضٍ	دَرَجٰتٍ	لِّيَبْلُوَكُمْ	فِيْ	مَآ اٰتٰىكُمْ	اِنَّ	رَبَّكَ	سَرِيْعُ	الْعِقَابِ
پر۔ اوپر	بعض	درجے	تاکہ تمہیں آزمائے	میں	جو اس نے تمہیں دیا	بیشک	تمہارا رب	جلد	سزا دینے والا

تاکہ تم کو آزماوے ان چیزوں میں جو کہ تم کو دی ہیں، بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے،

وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

وَاِنَّهٗ	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
اور بیشک وہ	یقیناً بخشنے والا	نہایت مہربان

اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

یہ آیات سورۃ انعام کی خاتمہ کی آیات ہیں اس پوری سورۃ میں مضامین توحید کس خوبی سے بیان کئے گئے۔ عقیدہ آخرت کو بار بار ذہن نشین کرایا گیا۔ جاہلیت کے شرکیہ عقائد کا مکمل طور پر رد فرمایا گیا۔ منکرین رسالت کے اعتراضات کا جواب دیا گیا اور آخری فیصلہ بھی صادر کردیا گیا تھا کہ دین میں تفریق ٹھیک نہیں۔ دین حق اور صراط مستقیم ایک ہی ہے جو خاص مذہب ابراہیمی تھا۔ تمام انبیاء مرسلین اسی صراط مستقیم پر چلنے اور چلانے والے تھے اور سب انبیاء کے اخیر میں نبی آخر الزماں کا تشریف لانا اور قرآن آپ پر نازل ہونا جواب قیامت تک کے لئے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہے بتلایا گیا۔ اب خاتمہ سورۃ پر ربوبیت باری تعالیٰ کی تصریح فرماتے ہوئے اپنے ایک انعام خاص کا ذکر فرمایا گیا جس سے مقصود اطاعت کی ترغیب دینا اور معصیت و مخالفت سے ڈرانا ہے اور اخیر میں اپنی دو صفات جو کہ ترغیب اور ترہیب کے مناسب ہیں بیان فرما کر سورت کو ختم فرمایا گیا۔

خالق خدا کو مانتے ہو
پھر پوجا غیروں کی کیوں کرتے ہو

مشرکین عرب کو بتوں کو پوجتے تھے اور ان سے مدد مانگتے تھے اسی طرح یہود ونصاریٰ اپنے خودساختہ عقائد کی بناء پر شرک میں گرفتار تھے لیکن بایں ہمہ سب خدا تعالیٰ کے قائل ضرور تھے اور تمام چیزوں کو خدا کی پیدا کی ہوئی چیزیں بھی جانتے تھے۔ تو ان سب کو ایسی دلیل سے ساکت کیا جاتا ہے کہ جس کا جواب نہیں اور وہ یہ کہ جب سب چیزیں اس کی پیدا کی ہوئی ہیں اور وہی سب کا رب اور قاضی الحاجات ہے تو کیا اس کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک کیا جائے۔ آقا کے رتبہ میں نوکر کو اور بادشاہ کے رتبہ میں رعیت کو شریک کرنا کس عقل کا کام ہے۔

مشرکین کے دعوؤں اور اعتراضات کا رد

پھر مشرکین کے ایک قول کا رد فرمایا جاتا ہے جو مسلمانوں کو اپنے طریقہ باطل کی طرف بلاتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ اگر تم کو ہمارے طریقہ پر آنے میں گناہ ہوگا تو وہ ہمارے سر پر۔ اس کے رد میں بتلایا جاتا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ عدل وانصاف سے ملے گا نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا۔ ایک کے گناہ دوسرے پر نہیں لادے جائیں گے کوئی عزیز واقارب دوسرے کے عوض پکڑا نہیں جائے گا۔ اس دن ظلم نہ ہوگا کہ کسی کی نیکی گھٹا دی جائے یا کسی کے گناہ بڑھا دیئے جائیں۔ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ آخر کار تم کو خدا کے پاس جانا ہے وہاں اعمال کا حساب ہونا ہے پھر معلوم ہو جائے گا کہ اس اختلاف میں حق رضائے رب اور مرضی مولا کس کے ساتھ تھی۔ پھر مکہ کے دولت مند مشرکین غریب مسلمانوں کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو ہم اپنے معبودوں کی بدولت کس قدر خوش حال ہیں۔ یہ معبود خدا کی طرف سے کارساز ہیں جس طرح دنیا میں بادشاہ کا عملہ کارساز ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے ان معبودوں کو چھوڑ دیا اس لئے افلاس وتنگدستی میں گرفتار ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے تم کو خلیفہ کیا ہے یعنی ایک مرتا ہے اس کی جگہ دوسرا قائم ہوتا ہے اور انتظام دنیا کے لئے مال وجاہ عقل وصورت میں مختلف الدرجات ہونا حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ ہے۔ اس لئے اس نے انسانوں میں مختلف درجے رکھے ہیں کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے کوئی بیمار کوئی تندرست کوئی خوبصورت کوئی بدصورت کوئی حاکم کوئی محکوم کوئی عاقل کوئی بے عقل اور اس میں انسانوں کی آزمائش مقصود ہے کہ دیکھیں نعمتوں کے وقت کون ہماری طرف جھکتا ہے اور کیسے کام کرتا ہے اور مصائب میں کون صبر کرتا ہے۔ غنی کا امتحان شکر کے ذریعہ ہوتا ہے فقیر کا امتحان صبر کے ذریعہ پس جو نعمتوں پر شکر اور مصائب پر صبر نہ کر کے حق تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو وہ سریع العقاب ہے یعنی جلد سزا دینے والا ہے اور جو صبر وشکر کر کے فرمانبرداری اختیار کرے گا تو وہ غفور الرحیم ہے۔ یعنی بڑی مغفرت کرنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

الحمد للہ کہ سورۂ انعام کا بیان جس میں ۲۰ رکوع تھے یہاں ختم ہوا۔ اس سورۃ کی ابتدا الحمد للہ سے ہوئی تھی اور خاتمہ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ پر ہوا یعنی سورۃ کا شروع حمد سے ہوا اور ختم مغفرت ورحمت پر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنی حمد کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی مغفرت ورحمت سے سرفراز فرمائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکرگزار بندہ بنا کر زندہ رکھیئے اور جس حال میں اے مولائے کریم آپ ہم کو رکھیں اس پر صبر وشکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اپنی ذات وصفات کی سچی توحید ومعرفت ہم کو نصیب فرمایئے اور اپنے رسول پاک کا سچا امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔ یا اللہ دنیا میں اہل حق بنا کر رکھئے اور آخرت میں اپنی مغفرت ورحمت سے سرفراز فرمایئے۔ یا اللہ ہم ایمان کے کمزور ہیں۔ ہم ابتلا اور آزمائش کی سکت نہیں رکھتے۔ ہماری اس معاملہ میں مدد فرمایئے اور ہمیں اس دنیا سے سلامتی ایمان واسلام کے ساتھ کوچ کرنا اور آپ کے پاس پہنچنا نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَتَانِ وَسِتُّ اٰیَاتٍ وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُکُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ

الٓمّٓصٓ	كِتٰبٌ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	فَلَا يَكُنْ	فِيْ صَدْرِكَ	حَرَجٌ	مِّنْهُ	لِتُنْذِرَ	بِهٖ
الٓمّٓصٓ	کتاب	نازل کی گئی	تمہاری طرف	سو نہ ہو	تمہارے سینہ میں	کوئی تنگی	اس سے	تا کہ تم ڈراؤ	اس سے

الٓمّٓصٓ - یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اسکے ذریعہ سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونا چاہیے

	وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ②	وَذِكْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	
	اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کیلئے۔	اور نصیحت	ایمان والوں کیلئے	

ترتیب نزول ومقام نزول وغیرہ

بحساب ترتیب یہ قرآن پاک کی ساتویں سورۃ ہے۔ لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۸۷ لکھا ہے۔ یعنی اس سورۂ اعراف سے پہلے ۸۶ سورتیں مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ اور اس کے بعد ۲۷ سورتیں اور نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۲۴ رکوعات' ۲۰۶ آیات ۳۳۸۷ کلمات اور ۱۴۶۳۵ احروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مکی سورۃ ہے اور اس کا زمانہ نزول بھی وہی ہے جو گذشتہ سورۂ انعام کا ہے۔ یعنی ہجرت مدینہ سے قبل گویا مکی دور کے آخری زمانہ میں نزول ہوا۔

وجہ تسمیہ اور موضوع

اس سورۃ کا نام اعراف اس لئے مقرر ہوا کہ اس کے پانچویں رکوع میں ایک جگہ اعراف والوں کا ذکر ہے۔ اعراف جمع ہے عرف کی۔ عرف اونچے مقام کو کہتے ہیں۔ جیسے ٹیلہ پہاڑی وغیرہ۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اعراف کچھ اونچے ٹیلے یا چھوٹی پہاڑیاں یا بلند دیوار ہے جو جنت اور جہنم کے درمیان میں واقع ہے۔ اور وہاں کھڑے ہونے والوں کو ایک طرف جنت اور جہنم صاف نظر آئے گی۔ یہاں ان لوگوں کو کھڑا کیا جائے گا جن کی نیکیاں اور بدیاں میزان میں برابر اتریں گی۔ وہاں سے اصحاب اعراف جنت والوں کو جنت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں دیکھیں گے۔ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں جا چکیں گے تو پھر ان اعراف والوں کا فیصلہ کیا جائے اور بالآخر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان سب اعراف والوں کو بھی جنت میں کئے جانے کا حکم فرمادیں گے۔ بہرحال اعراف والوں کے ذکر کی وجہ سے اس سورۃ کا نام اعراف مقرر ہوا۔

گذشتہ سورۂ انعام میں زیادہ تر مضامین توحید کے متعلق تھے۔ اس سورۃ میں زیادہ تر مضامین رسالت کے متعلق ہیں۔ اس طرح اس سورۃ کا مرکزی مضمون رسالت وآخرت ہے۔

سورۃ کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہوتی ہے اور نزول قرآن کی غرض وغایت بتلائی جاتی ہے اور کتاب اللہ کی پیروی کا حکم دیا جاتا ہے اور اس کی نافرمانی کے نتیجہ میں تباہی وبربادی کے واقعات سنائے جاتے ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں بھی تمام انسانوں کے اعمال کا وزن ہوگا اور ان کو میزان میں تولا جائے گا۔ جن کا نیکیوں کا پلہ بھاری رہے گا وہ کامیاب ہوں گے اور جن کا بدیوں کا پلہ بھاری رہے گا وہ وہ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوگا۔ اسی نافرمانی اور مخالفت احکام خداوندی کے سلسلہ میں ابلیس لعین کا واقعہ سنایا گیا اور اسی سلسلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم۔ حضرت شعیب علیہ السلام اور

اہل مدین۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون اور بنی اسرائیل کے بعض واقعات وحالات سنائے گئے۔ اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو حکمت وتبلیغ دین اور بعض ضروری نصائح کے متعلق چند اہم ہدایات دی گئیں۔

حروف مقطعات کا مطلب کیا ہے

سورۃ کی ابتداء الٓمٓصٓ ۔حروف مقطعات سے فرمائی گئی۔حروف مقطعات کا تفصیلی بیان سورۂ بقرہ کے ابتدائی درس نمبر ے میں ہو چکا ہے۔ جہاں ان کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ یہ حروف مقطعات قرآنی متشابہات میں سے ہیں۔ جن کا حقیقی مطلب اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگا۔ ان پر ایمان اسی طرح لانا چاہئے کہ یہ ایک بھید اور راز ہے۔ اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت وحکمت ظاہر نہیں فرمایا گیا۔ البتہ حضور صلی اللہ وسلم کے اشارات وکنایات سے مفہوم اخذ کر کے بعض مفسرین کرام نے ان کے معنیٰ اپنی سمجھ کے موافق بیان کئے ہیں جو تفاسیر میں اپنے اپنے مقام پر درج ہیں۔ مگر سب سے زیادہ راجح اور صحیح قول جمہور مفسرین کے نزدیک یہی ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہیں۔ جن کے حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ عنایات الٰہی ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے تو کافروں کا بہت زور تھا اور مسلمان تھوڑے اور کمزور تھے۔ احکام الٰہیہ کا نزول زور وشور سے ہو رہا تھا۔ توحید ورسالت کے مسائل کو دلائل قاہرہ سے بیان کیا جاتا تھا۔ جس سے مشرکین کی دشمنی اور عداوت دن بدن بڑھتی جاتی تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی طور پر گرانی پیش آتی تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ آپ ان کفار ومشرکین اور معاند منکرین کے طعن تشنیع اور ضد وعناد۔ اور عداوت ودشمنی اور بیہودہ سوالات سے منقبض اور مکدر ہو کر قرآن کریم کے تبلیغ میں تنگ دل نہ ہوں بلکہ پورے شرح صدر اور طمانیت اور قوت وجرأت کے ساتھ فریضہ تبلیغ وانذار میں ہمہ تن مشغول ہو جایئے۔ اور یہ یقین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتیں آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ آپ کا محافظ ونگہبان ہے۔ قوم کی تکلیف اور عداوت سے گھبرا کر تبلیغ و دعوت حق میں کوئی کمی نہ کیجئے اور یہ کتاب آپ پر اس لئے نازل کی گئی ہے تا کہ آپ اس کے ذریعہ سے منکرین کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے ڈرائیں اور تا کہ یہ کتاب ایمان والوں کے لئے تذکیر یعنی یاد دہانی ونصیحت ہو۔

یہاں عظمت قرآن کی طرف اشارہ فرما کر فریضۂ نبیؐ کی صراحت فرمائی کہ آپ کا کام تبلیغ یعنی منکرین کو ڈرانا اور مومنین کو نصیحت کرنا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جو ہم کو قرآن جیسی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔ یا اللہ ہم کو قرآن پاک کے اتباع کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ یا اللہ قرآن پاک کے اتباع کے ساتھ اس کی تبلیغ وتعلیم کی توفیق کسی نہ کسی درجہ میں ہم کو بھی عطا فرما۔ یا اللہ اس ملک پاکستان میں قرآنی احکام کا نفاذ فرما اور قرآنی حکومت ہم کو دیکھنا نصیب فرما اور قرآنی تعلیمات و ہدایات سے اس ملک وقوم کو منور فرما دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا 18

اِتَّبِعُوْا	مَآ اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَلَا تَتَّبِعُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖ	اَوْلِيَآءَ	قَلِيْلًا	مَّا
پیروی کرو تم	جو نازل کیا گیا	تمہاری طرف (تم پر)	سے	تمہارا رب	اور پیچھے نہ لگو	سے	اسکے سوا	رفیق (جمع)	بہت کم	جو

تم لوگ اسکا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو، تم لوگ بہت ہی کم

تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ

تَذَكَّرُوْنَ	وَكَمْ	مِّنْ	قَرْيَةٍ	اَهْلَكْنٰهَا	فَجَآءَهَا	بَاْسُنَا	بَيَاتًا	اَوْ هُمْ	قَآئِلُوْنَ	فَمَا كَانَ
نصیحت قبول کرتے ہو	اور کتنی ہی	سے	بستیاں	ہم نے ہلاک کیں	پس اُن پر آیا	ہمارا عذاب	رات میں سوتے	یا وہ	قیلولہ کرتے (دوپہر کو آرام کرتے)	پس وہ تھا

نصیحت مانتے ہو۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ اُن کو ہم نے تباہ کر دیا اور اُن پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت

دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

	دَعْوٰىهُمْ	اِذْ	جَآءَهُمْ	بَاْسُنَا	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوْٓا	اِنَّا كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ	
	ان کا کہنا (انکی پکار)	جب	اُن پر آیا	ہمارا عذاب	مگر	یہ کہ (تو)	اُنہوں نے کہا	بیشک ہم تھے	ظالم (جمع)	

آرام میں تھے۔ سو جس وقت اُن پر ہمارا عذاب آیا اس وقت اُن کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلی تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔

نزول قرآن کے تناظر میں انسانیت کی ذمہ داری

گذشتہ ابتدائی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ آپ پر یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور آپ اس کی تبلیغ و دعوت لوگوں تک پہنچا دیں اور آپ لوگوں کے نہ ماننے کی وجہ سے اس کی تبلیغ و دعوت میں تنگ دل نہ ہوں۔ اور یہ یقین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتیں آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ آپ کا محافظ و نگہبان ہے۔

اس تمہید کے بعد اب اصل مقصود بیان کیا جاتا ہے اور عام امت جن و انس کو خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب قرآن کا منزل من اللہ ہونا معلوم ہو گیا تو اے لوگو تمہارا کام یہ ہے کہ جو احکام الٰہی قرآن و سنت کی شکل میں تم کو دیئے گئے ہیں ان پر چلو۔ یعنی انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے جن ہدایات و رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اپنے اخلاق، تہذیب، تمدن و معاشرت کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے انسان جن اصولوں کا محتاج ہے آخرت کی نجات اور ابدالآباد کی راحت و چین کی زندگی حاصل کرنے کے لئے جو ہدایت اور علم و عمل درکار ہے۔ ان سب کے لئے اسے صرف اسی کتاب کی پیروی اختیار کرنی چاہئے۔ اور اپنے رب کریم کی اتاری ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر دوسرے شیطانی رفیقوں کا اتباع ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

انسان کی بے پروائی

اس بات کو ذرا سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ قرآن اور رسول کی پیروی کرنی بہتر ہے یا جھوٹے رفیقوں کی جو تم نے اپنے ساتھی بنا رکھے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ تم لوگ کچھ دھیان اور غور ہی نہیں کرتے اور بہت کم نصیحت مانتے ہو۔ نبی جو تمہارے خیر خواہ ہیں ان کی طرف کان نہیں لگاتے اور جو تمہارے دشمن ہیں اور تمہیں ہلاک و برباد کرنا چاہتے ہیں ان کی سنتے ہو اور مانتے ہو۔

احکام الٰہی سے سرتابی کرو گے تو سابقہ اقوام کی طرح برباد ہو جاؤ گے

یاد رکھو کہ اگر تم نے احکام الٰہی سے سرتابی کی اور رسول کے فرمان

کے مطابق نہ چلے تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ اور اگر اس بات میں کچھ شک ہو تو دیکھ لو کہ کتنی بستیاں پہلے گزر چکی ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور انبیاء کی نصیحتوں سے اعراض کیا۔ بلآخر اس سرتابی و سرکشی کی وجہ سے اللہ نے ان کو برباد کیا اور ان پر اللہ کا عذاب ان کے خاص آرام کے وقت آیا جب کہ وہ خواب غفلت میں سرشار تھے اور بےفکری سے پاؤں پھیلا کر سوتے تھے اور عذاب الٰہی کو بھول کر بھی خیال میں نہ لاتے تھے۔ گویا اس سے مقصود منکرین کو ڈرانا ہے کہ دنیاوی امن وراحت اور عیش وعشرت پر مغرور نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے بہت سی بستیوں پر راحت و آرام کے وقت میں ان پر عذاب نازل کیا اور غفلت اور بےفکری میں ان کو اللہ کے عذاب نے آ پکڑا۔ اگر تم کفر وشرک سے باز نہ آئے تو تمہارا ابھی یہی حشر ہونا ہے۔

بےوقت کا پچھتاوا کام نہیں آیا کرتا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت ان نافرمان اور تکذیب انبیاء کرنے والی قوموں پر عذاب الٰہی آیا اور عذاب خداوندی نے انہیں یکایک آ دبوچا تو اپنی ساری اکڑفوں اور ساری لن ترانیاں اور طمطراق بھول گئے تھے اور اس وقت ان کا بس یہی کہنا تھا کہ واقعی ہم ظالم تھے اور ہم نے بڑی زیادتی کی کہ خدا اور اس کے رسول کی بات نہ مانی۔ غفلت اور گناہوں میں پھنسے رہے اور یہ نہ سوچا کہ اس کا انجام کیا ہونا ہے لیکن اس وقت کا پچھتانا کچھ کام نہ آیا۔ وقت گزر چکا تھا جب وقت تھا تو دشمنوں کو دوست سمجھتے رہے اور انبیاء کو اپنا دشمن سمجھتے رہے تو جتلانا یہی مقصود ہے کہ تم ان واقعات سے عبرت حاصل کرو اور ان باتوں کو چھوڑ دو جو تباہ کرنے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کا اتباع کرو۔

اب یہاں ان آیات میں کتنے صاف اور صریح الفاظ میں اتباع قرآن کا حکم دیا گیا ہے اور حکم غیر اللہ کے اتباع کی کیسی کھلی ہوئی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ مگر اب ہماری باوجود قرآن پر دعوئے ایمان کے اتباع قرآن کی کیا حالت ہے؟ قرآن کے ایک ایک صریح حکم کو سامنے رکھئے اور اس کے مقابلہ میں قوم اور ملک کی حالت کو دیکھئے اور جس بات کی صریح ممانعت کی گئی کہ احکام غیر اللہ کی پیروی اور اتباع مت کرو اس میں ہمارا کیا حال ہے؟ گویا شیطان لعین نے بالکل الٹی پٹی پڑھا رکھی ہے کہ اگر اتباع رسول وقرآن کیا تو کہیں کے نہ رہیں گے اور اللہ ورسول کے احکام سے سرتابی کرتے رہیں گے تو ترقی کے زینوں پر چڑھتے چلے جائیں گے۔ انا للہ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن.

اور اس ساری سورت میں مختلف پیرایوں سے اسی بات کو سمجھایا گیا ہے کہ بنی نوع انسان کے لئے مخالفت احکام خداوندی اور نافرمانی کا نتیجہ ہمیشہ برا ہی ہوا ہے اور دنیا میں باعث عذاب خداوندی ہوا ہے۔ یہ تو ذکر ہوا دنیا میں ناگہانی عذاب اور پکڑ کا اور پھر اس کے بعد اخروی عذاب اور پکڑ کا وقت آئے گا یعنی قیامت کے دن جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو کامل طور پر اتباع قرآن نصیب فرماویں۔ اور ہمارے قلوب کو قرآنی نصیحتوں کے قبول کے لئے کشادہ فرماویں۔

یا اللہ ہم سے اب تک جو کوتاہیاں اتباع قرآن میں سرزد ہوئی ہیں ان سے درگزر فرما۔ اور ہم کو ہر حال میں سچی توبہ اور اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور اپنے عذاب سے دنیا میں بھی مامون ومحفوظ فرما اور آخرت میں بھی بچا۔ یا اللہ اس قوم اور ملک والوں کو بھی دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور خواب غفلت سے ہمارے بیدار ہونے کی صورت غیب سے فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ

فَلَنَسْـَٔلَنَّ	الَّذِيْنَ	اُرْسِلَ	اِلَيْهِمْ	وَلَنَسْـَٔلَنَّ	الْمُرْسَلِيْنَ	فَلَنَقُصَّنَّ	عَلَيْهِمْ
سوہم ضرور پوچھیں گے	اُن سے جو	(رسول) بھیجے گئے	انکی طرف	اورہم ضرور پوچھیں گے	رسول (جمع)	البتہ ہم احوال سُنا دیں گے	ان کو

پھر ہم اُن لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جنکے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں اُنکے روبرو

بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝۷ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

بِعِلْمٍ	وَمَا كُنَّا	غَآئِبِيْنَ	وَ	الْوَزْنُ	يَوْمَئِذٍ	الْحَقُّ	فَمَنْ	ثَقُلَتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ
علم سے	اورہم نے تھے	غائب	اور	وزن	اس دن	برحق	توجس	بھاری ہوئے	میزان (نیکیوں کے وزن)	تو وہی

بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔اور اس روز وزن واقع ہونے والا ہے پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

هُمْ	الْمُفْلِحُوْنَ	وَمَنْ	خَفَّتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ
وہ	فلاح پانے والے	اورجس	ہلکے ہوئے	اسکےوزن	تو وہی لوگ	وہ جنہوں نے	نقصان کیا	اپنی جانیں

لوگ کامیاب ہوں گے۔اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا

بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹	بِمَا كَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَظْلِمُوْنَ
بسبب اسکے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔	کیونکہ تھے	ہماری آیتوں سے	ناانصافی کرتے

صرف دنیا میں نہیں آخرت میں بھی پورا احتساب ہوگا

گذشتہ آیات میں قرآن کی حقانیت اور اس کا واجب الاتباع ہونا مذکور ہوا تھا نیز اس کے انکار ومخالفت پر عذاب دنیوی واخروی سے ڈرایا گیا تھا۔ عذاب دنیوی کی شکل یہ بتلائی گئی تھی کہ کتنی ہی بستیاں اوران کے رہنے والے بسبب اپنے کفر وتکذیب کے گذشتہ دور میں تباہ وبرباد کئے گئے ہیں۔

اب ان آیات میں آخرت کا نتیجہ بیان کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جن امتوں کی طرف پیغمبر مبعوث ہوئے ان سے سوال ہوگا کہ تم نے ہمارے پیغمبر کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا تھا اور خدا کی نازل کردہ ہدایات ونصیحت کی باتوں کو مانا تھا یانہیں اور نہیں مانا تو کیوں نہیں مانا اور خود پیغمبروں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی امتوں کو ہمارا پیغام پہنچایا تھا یانہیں اور تمہاری امتوں نے تمہارا کہنا مانا تھا یانہیں۔ اورتم کو امت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا۔اس پوچھ گچھ سے مقصود توبیخ وسرزنش ہوگی کفار کی تا کہ اس کے بعد کافر خود اپنے منہ سے جرم کا اقرار کر کے ذلیل وخوار ہوں اوران پر انبیاء کرام کی عظمت وشان ظاہر ہو اور انبیاء کے جواب کے بعد ان پر اللہ کی حجت پوری ہو ورنہ خدا تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔اسے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود تمام واقعات اپنے ذاتی علم سے بیان کردیں گے۔یعنی کسی کا کوئی چھوٹا بڑا قلیل وکثیر عمل یا ظاہری وباطنی حال اللہ تعالیٰ کے علم سے غائب نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے اس علم ازلی کے موافق سب اگلے پچھلے احوال انسانوں کے کھول کے رکھ دیں گے کیونکہ وہ تمام واقعات کو دیکھ رہے ہیں اور

اللہ تعالیٰ تم سے غائب نہیں ہیں کہ اسے خبر نہ ہو اس لئے اس وقت کسی کو مکرنے کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔ پھر سب کے اعمال تولے جائیں گے اور اس روز اعمال کا تولا جانا بالکل حق ہے۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں پھر جس کے تولے ہوئے اعمال بھاری ہوں گے اور نیکیوں کا پلہ جھکتا ہوگا وہ تو کامیاب ہیں یعنی ناجی ہوں گے اور جس کے تولے ہوئے اعمال ہلکے ہوں گے اور نیکیوں کا پلہ اٹھ رہا ہے گا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کا نقصان اٹھایا۔ بدیں وجہ کہ وہ لوگ آیات الٰہیہ کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے تھے اور ان کی تکذیب کرتے تھے۔ یعنی یہ دوزخی ہوں گے۔

قیامت میں ایمان واعمال کا وزن ہوگا

یہاں ان آیات میں مفلحون یعنی کامیاب سے مراد مومن ہیں اور یظلمون یعنی ظلم کرنے والے ان سے مراد کافر ہیں۔ پس ان آیات سے ایمان وکفر کا قیامت میں وزن کیا جانا معلوم ہوتا ہے اور ظالمین کے پلے ہلکے ہونے سے یہ مراد ہوگی کہ جو پلہ ایمان رکھنے کے لئے مخصوص ہوتا وہ خالی رہنے کی وجہ سے ہلکا ہو جائے گا کیونکہ دوسرے پلہ میں کفر ہوگا اور وہ پلہ بھاری ہوگا۔ اسی طرح مفلحون یعنی کامیاب لوگوں کا پلہ بھاری ہونے سے یہ مراد ہوگی کہ جو پلہ ایمان کے لئے مخصوص ہوگا وہ ایمان کے وزن سے بھاری ہو جائے گا اور دوسرا پلہ جو کفر کے لئے ہوگا وہ ہلکا ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مجمع کے سامنے میری امت میں سے ایک شخص کو پکارا جائے گا پھر اس کے گناہوں کے ۹۹ اعمال نامے کھولے جائیں گے۔ جن میں سے ہر ایک کی درازی اتنی ہوگی جتنی دور تک نظر پہنچے گی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ تجھے اس میں سے کسی چیز سے انکار ہے یا لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ شخص جواب دے گا پروردگار کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تجھے کچھ عذر ہے یا تیری کوئی نیکی ہے؟ وہ شخص خوف زدہ ہو کر کہے گا نہیں پروردگار کچھ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے۔ آج تیری حق تلفی نہ ہوگی اس کے بعد ایک چھوٹا سا کاغذ جس میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوگا نکالا جائے گا۔ وہ شخص عرض کرے گا پروردگار یہ کاغذ کا ٹکڑا ان طوماروں کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ فرمان ہوگا کہ اے شخص آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا پھر وہ کاغذ ایک پلہ میں اور کل اعمال نامہ دوسرے پلہ میں رکھے جائیں گے اور اعمال ناموں کا پلہ اٹھ جائے گا اور کلمہ والا پلہ بھاری ہو کر نیچے جھک جائے گا۔

اس حدیث سے اور ان زیر تفسیر آیات سے معلوم ہوا کہ ایک وزن تو قیامت میں ایمان وکفر کا ہوگا جس سے مومن اور کافر میں امتیاز ہو سکے گا۔ ساتھ ہی قرآن پاک کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اور برے اعمال کا بھی وزن ہوگا اسی طرح بعض احادیث میں بھی صراحت کے ساتھ نیک اور بد اعمال کا وزن کیا جانا ذکر ہوا ہے۔

علماء نے اس کی تحقیق میں لکھا ہے کہ پہلی تول میں مومن وکافر میں امتیاز ہوگا۔ پھر خاص مومنین کے لئے حسنات اور سیئات یعنی نیکیوں اور بدیوں کا وزن ہوگا کہ ایک پلہ میں نیکیاں اور دوسرے پلہ میں بدیاں رکھ کر تولا جائے گا اور غالب وزن کے لحاظ سے فیصلہ کیا جائے گا اور دونوں پلوں کے برابر ہونے کی صورت میں ان کو سر دست مقام اعراف میں رکھا جائے گا پھر خواہ بذریعہ شفاعت ان کی معافی ہو جائے یا خدا تعالیٰ کی رحمت سے ان کی مغفرت کر دی جائے بہر حال ان اصحاب اعراف کا مآل بھی جنت ہوگا۔

قیامت کی میزان

یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ بہر حال نصوص سے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ وزن ایک میزان یعنی ترازو کے ذریعہ ہوگا لیکن وہ میزان اور اس کے پلے کس نوعیت اور کس کیفیت کے ہوں گے اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقل وفہم

سے باہر ہے۔ اس لئے ان کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی بلکہ ایک میزان کیا اس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ ان کے نام ہم سن لیں اور ان کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن اور سنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں۔ اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری عقل وفہم سے باہر ہے کیونکہ جن حالات وقوانین کے ماتحت اس عالم آخرت کا وجود اور نظم ونسق ہوگا ان پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پا سکتے۔

پھر اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لیجئے کتنی قسم کی ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی اور موتی تلتے ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے غلہ وزن کیا جاتا ہے ایک میزان وہ ہے جس پر ہزاروں ٹن وزنی گاڑیاں تل جاتی ہیں۔ پھر ایک طرح کی میزان وہ بھی ہے جن سے ہوا اور حرارت گرمی سردی کے درجات معلوم ہو جاتے ہیں۔ تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو تول کر بتا دیتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنی ڈگری حرارت پائی جاتی ہے تو جب دنیا میں ہم بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں مشاہدہ کرتے ہیں تو اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسی میزان قائم کر دے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان و درجات کا تفاوت صورتاً وحساً ظاہر ہو جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ قرآن پاک کی اطاعت وتابعداری ہم کو نصیب ہو اور قیامت کے دن ہمارے اعمال نامے ہمارے داہنے ہاتھ میں عطا ہوں اور میدان حشر کی ذلت ورسوائیوں سے یا اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھئے اور تمام امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت نصیب ہو۔

یا اللہ جب ہمارے حسنات اور سیئات تلنے کی نوبت آئے تو ہمارے حسنات کا پلہ بھاری کر دیجئے گا۔

یا اللہ ہمیں اپنے اعمال میں اخلاص نصیب فرمایئے تاکہ اخلاص کی بدولت ہمارے حسنات کا پلہ بھاری ہو جائے اور ہمیں آپ کی مغفرت ورحمت نصیب ہو جائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ

وَلَقَدْ	مَكَّنّٰكُمْ	فِي الْاَرْضِ	وَجَعَلْنَا	لَكُمْ	فِيْهَا	مَعَايِشَ	قَلِيْلًا	مَا تَشْكُرُوْنَ	وَلَقَدْ
اور بیشک	ہم تمہیں ٹھکانہ دیا	زمین میں	اور ہم نے بنائے	تمہارے لئے	اس میں	زندگی کے سامان	بہت کم	جو تم شکر کرتے ہو	اور البتہ

اور بیشک ہم نے تم کو زمین میں رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگانی پیدا کیا تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ اور ہم نے تم

خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ

خَلَقْنٰكُمْ	ثُمَّ	صَوَّرْنٰكُمْ	ثُمَّ قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْا	اِلَّا	اِبْلِيْسَ
ہم نے تمہیں پیدا کیا	پھر	ہم نے تمہاری شکل وصورت بنائی	پھر ہم نے کہا	فرشتوں کو	سجدہ کرو	آدم کو	تو انہوں نے سجدہ	سوائے	ابلیس

کو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے

لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ

لَمْ يَكُنْ	مِنَ	السّٰجِدِيْنَ	قَالَ	مَا مَنَعَكَ	اَلَّا تَسْجُدَ	اِذْ اَمَرْتُكَ	قَالَ	اَنَا خَيْرٌ	مِنْهُ
وہ نہ تھا	سے	سجدہ کرنیوالے	اس نے فرمایا	کس نے تجھے منع کیا	کہ تو سجدہ نہ کرے	جب میں نے تجھے حکم دیا	وہ بولا	میں بہتر	اس سے

وہ سجدہ کرنیوالے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جب کہ میں تجھ کو حکم دے چکا کہنے لگا میں اس سے

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ

خَلَقْتَنِيْ	مِنْ	نَارٍ	وَخَلَقْتَهٗ	مِنْ	طِيْنٍ	قَالَ	فَاهْبِطْ	مِنْهَا	فَمَا	يَكُوْنُ	لَكَ	اَنْ
تونے مجھے پیدا کیا	سے	آگ	اور تو نے اسے پیدا کیا	سے	مٹی	فرمایا	پس تو اتر جا	اس سے	تو نہیں	ہے	تیرے لئے	کہ

بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اسکو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں

تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

تَتَكَبَّرَ	فِيْهَا	فَاخْرُجْ	اِنَّكَ	مِنَ	الصّٰغِرِيْنَ
تو تکبر کرے	اس میں (یہاں)	پس نکل جا	بیشک تو	سے	ذلیل (جمع)

کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا۔

حضرت انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے چند کا تذکرہ

اب انسان کی جبلی عادت ہے کہ وہ خوف وڈر یا نعمت اور احسان سے مسخر و مطیع ہوتا ہے اس لئے گذشتہ آیات میں خوف اور مضرت دارین کا بیان ہوا تھا اب اس کے بعد بنی آدم کو چند احسانات یاد دلائے جاتے ہیں۔

پہلا احسان: زمین پر رہنے کی انسانوں کو جگہ دی یعنی اللہ نے تمہیں زمین پر قابض بنایا کہ جس طرح چاہو اس میں تصرف کرو۔

دوسرا احسان: اس زمین میں تمہارے لئے اسباب معاش اور زندگی بسر کرنے کے ذرائع پیدا کئے مگر انسانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ بہت کم

اس کا شکر ادا کرتے ہیں حالانکہ جس پر احسانات ہوں اس کو زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے اور زیادہ مطیع ہونا چاہئے اور منعم کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی اطاعت میں صرف کرنا چاہئے۔

تیسرا احسان: اللہ نے تم کو پیدا کیا اور عدم سے وجود میں لایا۔

چوتھا احسان: یہ کہ تم کو صورت عطا کی۔

پانچواں احسان: یہ کہ تمہاری عزت افزائی کے لئے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدۂ تحیت کرو چنانچہ سب فرشتے اعزاز آدم کے لئے سجدہ میں جھک گئے۔ بجز ابلیس کے کہ اس نے سجدہ تعظیمی نہ کیا۔

ابلیس کا تکبر اور اس کا انجام

جب ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جب تجھے حکم دے دیا تھا تو کیا وجہ کہ تو نے تعمیل نہ کی اور سجدہ نہ کیا؟ تو ابلیس نے اپنی بزرگی اور برتری کی قیاسی وجہ پیش کی کہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے اور آگ اشرف ہے مٹی سے تو میں بہتر ہوا آدم سے تو مجھے کیسے زیبا تھا کہ میں اسے سجدہ کرتا۔

ابلیس لعین نے مٹی کی ظاہری صورت پر تو نظر کی اور حضرت آدمؑ سے اپنے کو آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے بہتر اور افضل سمجھا کیونکہ آگ ایک جوہر علوی چمکدار اور خفیف ہے۔ اور مٹی ایک جوہر سفلی تاریک اور ثقیل و کثیف ہے مگر اس نے یہ خیال نہ کیا کہ آدم کا خمیر مٹی اور پانی سے تیار ہوا ہے اور عنصر آبی (پانی) اس قدر قوی ہے کہ دہکتی ہوئی آگ کو یکلخت بجھا ڈالتا ہے اور پانی تمام مخلوقات کا سرچشمۂ حیات ہے۔ رہی مٹی سو اس میں سکون و وقار ہے اور پستی ہے۔ علاوہ ازیں مٹی میں صبر و تحمل و حیاء ہے اس میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا قسم قسم کی غذائیں۔ پھول و پھل سب زمین ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ سب کو پالتی ہے۔ بخلاف آگ کے کہ وہ ایک مہلک چیز ہے۔ ابلیس اگر مٹی کی ان باطنی صفات پر غور کرتا تو اس پر منکشف ہو جاتا ہے کہ مٹی آگ سے بہتر ہے مگر ابلیس نے آگ کی چند ظاہری صفات کو دیکھ کر دھوکہ کھایا اور یہ خیال نہ کیا کہ آگ میں اگر کچھ نور ہے تو اس کے ساتھ دھوئیں کی ظلمت اور کدورت بھی ملی ہوئی ہے۔ عناصر سب خدا کی نظر میں برابر ہیں معیار افضلیت اطاعت حکم خداوندی ہے۔ ابلیس لعین کا یہ دعویٰ کہ فلاں عنصر فلاں سے بہتر ہے۔ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ نیز اگر شیطان میں بھی فضیلت تھی کہ خدا تعالیٰ نے اس کو آگ سے پیدا کیا تو حضرت آدمؑ میں یہ فضیلت تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور ہر چیز کا ان کو علم دیا اور مسجود ملائک بنایا۔ اس لعین متکبر نے ان فضیلتوں پر تو نظر نہ کی صرف یہ دیکھ لیا کہ آدم مٹی سے پیدا ہوا ہے۔

الغرض حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تیرے تکبر کی یہ حالت ہے کہ حکم الٰہی کے مقابلہ میں تکبر و رعونت سے کام لیا تو تو اتر جا آسمان سے کیونکہ تجھے کوئی حق نہیں کہ تو اس میں بڑا بنے کیونکہ یہ جگہ مطیعین کے لئے مخصوص ہے اور نافرمانوں کا یہاں کوئی کام نہیں پس نکل جا تو یہاں سے کہ بلاشبہ تو رذیل اور ذلیل ہے۔

ابلیس آسمانوں پر کیسے پہنچا

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے یہ دنیا جنات سے آباد تھی ایک بار ملائکہ سے جنات کو ان کی نافرمانی کی سزا دلائی گئی چنانچہ بہت سے جنات قتل ہوئے۔ یہ ابلیس چونکہ بہت عبادت گزار تھا اس کو آسمان پر لا کر رکھا گیا اور فرشتوں کے ساتھ عبادت میں مشغول رہتا۔ اسے اب اس کے تکبر و نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے نکلنے کا حکم ہوا۔ جب اس کو یہ حکم ملا تو پھر ابلیس نے کیا درخواست پیش کی اور اس کا کیا جواب حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم عاجز بندوں پر آپ کے بے انتہا انعامات و احسانات ہیں۔ ہم کو کوئی حق نہیں کہ ہم آپ کا دیا ہوا رزق کھا کر اور آپ کی دی ہوئی زندگی جی کر آپ ہی کی نافرمانی کریں۔ یا اللہ اس شیطانی خصلت سے ہمیں بچا لے اور ہر حال میں اپنا فرمانبردار بندہ بن کر زندہ رہنے اور اسی حالت میں مرنے کی سعادت نصیب فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝۱۴ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝۱۵ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ

قَالَ	اَنْظِرْنِیْ	اِلٰی یَوْمِ	یُبْعَثُوْنَ	قَالَ	اِنَّكَ	مِنَ	الْمُنْظَرِیْنَ	قَالَ	فَبِمَا	اَغْوَیْتَنِیْ
وہ بولا	مجھے مہلت دے	اس دن تک	اٹھائے جائیں گے	فرمایا	بیشک تو	سے	مہلت ملنے والے	وہ بولا	تو جیسے	تو نے مجھے گمراہ کیا

وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔ وہ کہنے لگا کہ بسبب اسکے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝۱۶ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ

لَاَقْعُدَنَّ	لَهُمْ	صِرَاطَكَ	الْمُسْتَقِیْمَ	ثُمَّ	لَاٰتِیَنَّهُمْ	مِّنْ	بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ	وَ	مِنْ خَلْفِهِمْ
میں ضرور بیٹھوں گا	ان کیلئے	تیرا راستہ	سیدھا	پھر	میں ضرور ان تک آؤں گا	سے	انکے سامنے	اور	پیچھے سے انکے

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کیلئے آپکی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا اُن کے آگے سے بھی اور انکے پیچھے سے بھی اور اُنکے داہنی جانب

وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ۝۱۷ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا

وَ	عَنْ	اَیْمَانِهِمْ	وَ	عَنْ	شَمَآئِلِهِمْ	وَلَا تَجِدُ	اَكْثَرَهُمْ	شٰكِرِیْنَ	قَالَ	اخْرُجْ	مِنْهَا
اور	سے	انکے دائیں	اور	سے	انکے بائیں	اور تو نہ پائے گا	انکے اکثر	شکر کرنے والے	فرمایا	نکل جا	یہاں سے

سے بھی اور اُنکے بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پایئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل

مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝۱۸

مَذْءُوْمًا	مَّدْحُوْرًا	لَمَنْ	تَبِعَكَ	مِنْهُمْ	لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنْكُمْ	اَجْمَعِیْنَ	
ذلیل	مردود	البتہ جو	تیرے پیچھے لگا	ان سے	ضرور بھردوں گا	جہنم	تم سے	سب	

جو شخص اُن میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا۔

شیطان کو مہلت دی گئی ہے

ابلیس چونکہ اللہ تعالیٰ کی بردباری، حلم اور اس کی رحمت عامہ سے بخوبی واقف تھا اس لئے باوجود گنہگار اور مردود ہونے کے معاً مہلت کا سوال کرنے لگا کہ بارالٰہا مجھے صور کے دوسرے نفخہ تک یعنی اس روز تک جب کہ سب لوگ دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کئے جائیں گے مجھے زندہ رہنے کی مہلت دیجئے۔ چونکہ صور جب دوبارہ پھونکا جائے گا اور حشر نشر کے لئے سب مردہ زندہ ہو جائیں گے تو پھر کسی کو موت نہ آئے گی اس لئے اس درخواست میں بھی ابلیس لعین نے چالاکی برتی تا کہ درخواست قبول ہونے سے نفخہ ثانیہ تک زندگی حاصل ہو جائے اور اس کے بعد فنا نہیں تو گویا ہمیشہ کے لئے موت سے بچ گیا لیکن اللہ تعالیٰ دلوں کے حال جاننے والے ہیں بوجہ حکمت و مصلحت و نیز بنی آدم کی آزمائش اور خیر وشر کے امتیاز واقعی کے لئے ابلیس کی یہ دعا و درخواست تو منظور نہیں فرمائی کہ یوم بعث یعنی مردوں کے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے دن تک اس کو زندگی کی مہلت دے دی جائے بلکہ اس کو ایک وقت معلوم یعنی ایک خاص وقت تک اس کو زندہ رہنے کی مہلت دے دی جیسا کہ سورہ حجر چودھویں پارہ اور سورہ ص تیئیسویں پارہ میں ارشاد ہے قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝۸۰ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ اور وقت معلوم سے اکثر مفسرین نے پہلی مرتبہ کے صور پھونکنے کے وقت تک مراد لئے ہیں یعنی نفخہ اولیٰ پر جس طرح سب مر جائیں گے یہ بھی مر جائے گا۔ اس جگہ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ابلیس کی اس

درخواست ربی انظرنی کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا انی انظرتک تحقیق میں نے تجھے مہلت دے دی بلکہ یہ فرمایا انک من المنظرین تحقیق تو ان لوگوں میں سے ہے کہ جن کو علم الٰہی اور تقدیر خداوندی میں وقت معلوم تک مہلت دی جا چکی ہے مطلب یہ ہے کہ تیری اس درخواست سے پہلے ہی ہمارے کارخانہ قضا وقدر میں وقت معلوم تک تیری مہلت مقدر ہو چکی ہے تو ہماری بارگاہ میں یہ درخواست کرے یا نہ کرے۔ پس حق تعالیٰ شانہ کا یہ جواب انک من المنظرین کسی درجہ میں بھی ابلیس کی درخواست کی منظوری نہیں بلکہ اپنی سابق قضا وقدر کا اظہار اور اس کی خبر ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

شیطان کا منصوبہ

بہر حال جب ابلیس کو مہلت مل گئی اگرچہ وقت معین تک تھی تو پھر جوش عداوت اور جذبۂ انتقام سے بولا کہ میں تو گمراہ ہو ہی چکا ہوں اب آدم کی اولاد کا پیچھا بھی نہ چھوڑوں گا ان کو بھی راہ راست سے بھٹکاؤں گا۔ آگے۔ پیچھے۔ داہنے۔ بائیں سے آ کر ان کو بہکاؤں گا۔ غرض ہر طرف سے میں انہیں روکوں گا اور میری اس جدوجہد سے بہت سوں کو اپنی ہدایت کا آپ قدردان نہ پائیں گے اور اولاد آدم کا زیادہ حصہ آپ کی نعمت کا شکر گزار نہ ہوگا۔ یہ بات ابلیس نے صرف انانیت اور غرور اور اپنے گمان و وہم سے کہی تھی اور اتفاق سے اس کا گمان واقع کے مطابق ہو گیا ورنہ ابلیس کو آئندہ کے متعلق کچھ واقفیت نہ تھی۔ غرضیکہ جب ابلیس نے اس بات کا اظہار کیا کہ میں تو آدم کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو کر نکالا گیا تو اب اولاد آدم کی راہ ماروں گا اور اس کی سرتوڑ کوشش کروں گا کہ اولاد آدم بھی کسی طرح جنت تک نہ پہنچ سکے اور جنت کے سیدھے راستہ سے منحرف ہو کر جہنم کی راہ اختیار کرے اور میں ان کو ہر چہار طرف سے گھیروں گا۔ آخرت کی طرف سے ان کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالوں گا۔ دنیا کی محبت میں ان کو پھنساؤں گا اور آخرت سے ان کو متنفر اور بیزار کروں گا۔

شیطان کے پیروکاروں کا انجام

جب ابلیس اپنی انانیت کے تمام مظاہرات ختم کر چکا تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تو ملعون وذلیل ہے یہاں سے نکل جا اور جو بھی تیرے پیروکار اور مطیع فرمان ہوں گے سب دوزخ میں تیرے ساتھ بھر دیئے جائیں گے۔ کوئی بھی میرے عذاب سے نہ بچے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرمالیجئے اور تکبر اور بڑائی جو شیطانی خصلت ہے اس سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیئے۔

یا اللہ ہمیں جو سیدھا راستہ آپ نے اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتلا دیا ہے اس پر ہمیں چلنا اور اسی پر ہمیں مرنا نصیب فرمایئے۔ یا اللہ ابلیس کے انجام سے ہمیں عبرت نصیب فرمایئے اور اپنی رحمت سے ہمیں اپنی نافرمانی سے بچا لیجئے۔ یا اللہ تکبر غرور اور انانیت وحسد جو شیطانی خصلتیں ہیں ان سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور شیطانی فریب کو ہم پر نہ چلنے دیجئے۔

یا اللہ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما کہ ہم اس ملعون ابلیس کو اپنا قدیمی دشمن سمجھیں اور اس کے بہکانے اور فریب میں نہ آویں۔ یا اللہ آپ بیشک ابلیس لعین اور اس کے پیروؤں کو جہنم میں بھر دیں گے۔ یا اللہ اپنی رحمت سے ہمیں جہنم سے بچا لیجئے اور اپنی رضا کے مقام جنت کے راستہ پر چلنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ

وَيٰٓاٰدَمُ	اسْكُنْ	اَنْتَ	وَزَوْجُكَ	الْجَنَّةَ	فَكُلَا	مِنْ حَيْثُ	شِئْتُمَا	وَلَا تَقْرَبَا	هٰذِهِ	الشَّجَرَةَ
اور اے آدمؑ	رہو	تو	اور تیری بیوی	جنت	تم دونوں کھاؤ	جہاں سے	تم چاہو	اور نہ قریب جانا	اس	درخت

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو دونوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا

فَتَكُوْنَا	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ	فَوَسْوَسَ	لَهُمَا	الشَّيْطٰنُ	لِيُبْدِيَ	لَهُمَا	مَا وٗرِيَ	عَنْهُمَا
پس ہو جاؤ گے	سے	ظالم (جمع)	پس وسوسہ ڈالا	ان کیلئے	شیطان	تاکہ ظاہر کردے	ان کیلئے	جو پوشیدہ تھیں	ان سے

میں آجاؤ جن سے نامناسب کام ہوجایا کرتا ہے پھر شیطان نے اُن دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ انکا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا

مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ

مِنْ	سَوْاٰتِهِمَا	وَقَالَ	مَا	نَهٰىكُمَا	رَبُّكُمَا	عَنْ	هٰذِهِ	الشَّجَرَةِ	اِلَّآ	اَنْ	تَكُوْنَا	مَلَكَيْنِ
سے	انکی ستر کی چیزیں	اور وہ بولا	نہیں	تمہیں منع کیا	تمہارا رب	سے	اس	درخت	مگر	اسلئے کہ	تم ہو جاؤ	فرشتے

دونوں کے روبرو بے پردہ کردے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں

اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

اَوْ تَكُوْنَا	مِنَ	الْخٰلِدِيْنَ	وَقَاسَمَهُمَآ	اِنِّيْ	لَكُمَا	لَمِنَ	النّٰصِحِيْنَ
یا ہو جاؤ	سے	ہمیشہ رہنے والے	اور اُن سے قسم کھا گیا	میں بیشک	تمہارے لئے	البتہ۔ سے	خیر خواہ (جمع)

کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور اُن دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جانیے میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

حضرت آدمؑ وحواؑ کو جنت سے نکلوانے کے لئے شیطان کی کارروائی

جب ابلیس نکال دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔ جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی دونوں جنت میں رہو سہو اور وہاں جو چاہو کھاؤ پیو لیکن اس ممنوع درخت کا پھل نہ کھانا بلکہ اس کے پاس تک نہ جانا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

اب ابلیس چونکہ حضرت آدمؑ کی وجہ سے ملعون ومطرود ہو چکا تھا اس لئے اس کے دل میں حسد اور انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔

حضرت آدمؑ کی یہ نعمت اور کرامت دیکھ کر حسد اور انتقام کی آگ اور بھڑک گئی۔ اس لئے از راہ عداوت اس فکر میں پڑا کہ کس طرح مکر اور فریب سے ان کو اس عیش وعشرت اور اعلیٰ مقام سے علیحدہ کرایا جائے۔ بعض محقق مفسرین نے لکھا ہے کہ ادھر کچھ قرائن سے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ محسوس ہوا کہ مجھے یہ مقام چھوڑ کر ایک دن دنیا میں جانا ہوگا کیونکہ زمین کی مٹی میری فطرت میں داخل ہے اور اسی سے میرا خمیر تیار ہوا ہے۔ بتقاضائے فطرت ان کو یہ اندیشہ تھا کہ میرا خمیر مجھ کو زمین کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے اس بناء پر حضرت آدم علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ مبادا کسی وقت بتقاضائے فطرت مجھ کو زمین کی طرف کھنچنا پڑے اور علاوہ ازیں تمام فرشتوں میں میری

خلافت ارضی کا اعلان ہو چکا ہے اور اسی کے لئے مجھ کو پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا ایک نہ ایک دن منصب خلافت کی ادائیگی کے لئے زمین پر اترنا پڑے گا۔ اس لئے حضرت آدمؑ کو اپنے خلود جنت کی طرف سے ایک کھٹکا لگا رہتا تھا نیز اس اعلان خلافت کے بعد حق تعالیٰ کا حضرت آدم کو یہ حکم دینا یآدم اسکن انت و زوجک الجنة اس طرف مشیر ہے کہ یہ حکم چند روزہ سکونت کا ہے۔ دائمی قیام کا حکم نہیں کیونکہ اسکن فرمایا اقم نہیں فرمایا۔

ابلیس نے حضرت آدم اور حوا علیہا السلام کو بہکایا اور ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اس درخت کے پھل سے ممانعت کیوں کی گئی ہے؟ اور ابلیس حضرت آدم اور بی بی حوا سے اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ تم یقین کرو کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اللہ نے تمہیں اس درخت کے پھل کھانے سے محض اس وجہ سے منع کیا ہے کہ اس کو کھا کر کہیں فرشتہ نہ ہو جاؤ کہ فرشتوں کی طرح کھانے اور پینے سے مستغنی ہو جاؤ اور فرشتوں کی طرح تسبیح و تقدیس تمہاری غذا بن جائے اور فرشتوں کی طرح اطاعت خداوندی تمہاری طبیعت اور مزاج بن جائے۔ اور معصیت کا احتمال بھی باقی نہ رہے یا اگر فرشتہ نہ بنو تو ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ کہ موت کا خطرہ باقی نہ رہے۔ کیونکہ اس پھل کے کھانے میں دونوں خاصیتیں ہیں۔

اور اس کے بعد ابلیس دونوں کے روبرو یہ قسم کھا کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ یعنی اگر چہ میں تمہارا دشمن ہوں مگر یہ بات تو خدا کی قسم تمہاری خیر خواہی سے کہہ رہا ہوں اور محض بطور خیر خواہی خلود جنۃ اور بقاء کا یہ طریقہ تم کو بتلا رہا ہوں اور چونکہ تم سے پہلے میں اس جگہ رہا ہوں اس لئے میں یہاں کے احوال اور اطوار سے بخوبی واقف ہوں اور خدا کی قسم میں تم سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور تم سے زیادہ یہاں کا علم رکھتا ہوں۔ اس لئے بطور خیر خواہی تم کو یہ مشورہ دے رہا ہوں حضرت آدمؑ کے دل میں حق جل شانہٗ کی عظمت اس درجہ راسخ تھی کہ ان کو یہ شبہ بھی نہ گزرا کہ کوئی خدا کے نام سے جھوٹی قسم کھانے کی جرأت بھی کر سکتا ہے اور حکم شرعی بھی یہی ہے کہ جب کوئی خدا کی قسم کھائے تو اس کی بات مان لینی چاہئے اس لئے حضرت آدم اور بی بی حوا اس کے دھوکہ اور فریب میں آ گئے جس سے حضرت آدم کا کمال اور جمال اور بھی ظاہر ہوا کہ خداوند ذوالجلال کے کس طرح فدائی اور شیدائی تھے کہ اس کا نام سن کر پگھل گئے۔

(معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

الغرض حضرت آدم اور حوا علیہما السلام ابلیس کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے اور وہ سمجھے کہ واقعی ہم اس کے کھانے سے فرشتہ بن جائیں گے یا پھر کبھی فنا نہ ہوں گے اور حق تعالیٰ نے جو ممانعت فرمائی تھی اس کی تعلیل یا تاویل کر لی ہوگی۔ کہ خدا کے اوامر و نواہی بعض تشریعی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے دوسرے بعض وہ اوامر و نواہی ہیں جن کا منشا تشریع نہیں محض شفقت ہے تو شاید حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کے پھل کھانے کی ممانعت کو نہی شفقت سمجھا ہو اس لئے ابلیس کی وسوسہ اندازی کے بعد اس کی خلاف ورزی کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا۔

حضرت حواء کی پیدائش

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال قرآن پاک کی دوسری آیات میں موجود ہے کہ کس طرح حضرت آدمؑ کا خمیر مٹی سے تیار کیا گیا اور جسد خاکی میں روح پھونکی گئی۔ فرشتوں کو سربسجود ہونے کا حکم دیا گیا۔ حضرت آدم کو صفت ''علم'' سے نوازا گیا چنانچہ پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام ایک عرصہ تک تنہا زندگی بسر کرتے رہے مگر ان کی طبیعت اور فطرت کسی مونس و ہمدم کی جویا نظر آتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام اپنا ہمدم و رفیق پا کر بے حد مسرور ہوئے اور بڑا اطمینان قلب محسوس کیا۔ حضرت حوا کی پیدائش کی تفصیل قرآن پاک میں نہیں بتلائی گئی۔ البتہ بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حوا کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے ہوئی ہے۔

۱۱۰۰ھ میں مراکش میں ایک زبردست صاحب کشف و کرامات ولی اللہ سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں جن کے

ملفوظات کی ایک مشہور و معروف کتاب ابریز ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے احوال میں حضرت حوا کی بھی پیدائش کا حال اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہتے تھے تو آپ کی پسلی میں ورم سا ہوا جس سے آدمی کے سر جتنا ایک بڑا پھوڑا سا بن گیا جس میں سے پھٹ کر ایک چھوٹا سا ڈھانچہ نکلا اور زمین پر گر گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اسے دیکھا تو اسے اپنی شکل کا پایا اور اسے ویسے ہی چھوڑ دیا۔ جنت کی ہوا اور جھونکے اس ڈھانچہ کو لگتے رہے جس سے اس میں بہت جلد نشوونما ہوا۔ حضرت آدمؑ بھی اس کی دیکھ بھال کرتے رہتے اور دیکھتے کہ یہ ڈھانچہ بہت جلد بڑا ہو رہا ہے۔ لہذا آپ اس سے مانوس ہونے لگ گئے اور اس کے پاس بیٹھتے۔ اللہ نے اس ڈھانچہ میں عقل ڈال دی اور اس نے حضرت آدم سے کلام کرنا شروع کر دیا۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا نکاح

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اُن پر ہاتھ بڑھانا چاہا ملائکہ نے کہا کہ صبر کرو جب تک نکاح نہ ہو جائے اور مہر ادا نہ کر دو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا مہر کیا ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ رسول مقبول نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۳ بار درود پڑھنا اور ایک روایت میں ۲۰ بار آیا ہے۔

حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو اجازت تھی کہ وہ جنت میں رہیں سہیں اور اس کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائیں۔ مگر ایک درخت معین کر کے بتایا گیا کہ اس کا پھل نہ کھائیں بلکہ اس کے پاس تک نہ جائیں جیسا کہ ان آیات میں بیان ہوا۔ وہ درخت کیا تھا جس کے پاس جانے سے حضرت آدمؑ کو ممانعت کی گئی تھی اس کا تعین نہ بتلایا گیا نہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا۔ بعض نے انجیر، بعض نے انگور وغیرہ لکھا ہے۔ مذکورہ کتاب۔ ابریز میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سید عبدالعزیز دباغؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ بلاشک وشبہ وہ انجیر کا درخت تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہم کو توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ ہم ضعیف و کمزور ہیں ہم میں شیطانی مکر وفریب کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ یا اللہ آپ ہی ہماری مدد فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو دین پر استقامت نصیب فرمائیں۔ اور شیطان کے مکر و فریب سے بچائیں۔

یا اللہ آپ کا وعدہ ہے کہ شیطان مردود کا زور آپ کے مخلص مومن اور متوکل بندوں پر نہیں چلتا۔ یا اللہ ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمالے جن پر شیطان غلبہ نہیں پا سکتا۔ یا اللہ ہم آپ ہی کی پناہ مانگتے ہیں شیطان مردود سے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا

فَدَلّٰىهُمَا	بِغُرُوْرٍ	فَلَمَّا	ذَاقَا	الشَّجَرَةَ	بَدَتْ	لَهُمَا	سَوْاٰتُهُمَا	وَطَفِقَا	يَخْصِفٰنِ	عَلَيْهِمَا
پس اُنکو مائل کرلیا	دھوکہ سے	پس جب	ان دونوں نے چکھا	درخت	کھل گئیں	ان کیلئے	اُنکی ستر کی چیزیں	اور لگے	جوڑ جوڑ کر رکھنے	اپنے اوپر

سوان دونوں کوفریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہوگیا اور دونوں اپنے اوپر

مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ

مِنْ	وَّرَقِ	الْجَنَّةِ	وَنَادٰىهُمَا	رَبُّهُمَا	اَلَمْ اَنْهَكُمَا	عَنْ + تِلْكُمَا	الشَّجَرَةِ	وَاَقُلْ	لَّكُمَا
سے	پتے	جنت	اور نہیں پکارا	انکا رب	کیا تمہیں منع نہ کیا تھا	اس سے متعلق	درخت	اور کہا	تم سے

جنت کے پتے جوڑ جوڑ رکھنے لگے اور انکے رب نے اُن کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا

اِنَّ	الشَّيْطٰنَ	لَكُمَا	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ	قَالَا	رَبَّنَا	ظَلَمْنَا	اَنْفُسَنَا	وَاِنْ	لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
بیشک	شیطان	تم دونوں کا	دشمن	کھلا	ان دونوں نے کہا	اے ہمارے رب	ہم نے ظلم کیا	اپنے اوپر	اور اگر	نہ بخشا تو نے ہمیں

کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے

وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾	وَتَرْحَمْنَا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ	
اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جاوے گا۔	اور ہم پر رحم (نہ) کیا	ہم ضرور ہو جائینگے	سے	خسارہ پانے والے	

ممنوعہ پھل کھانے کا نتیجہ

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بی بی حضرت حوا نے ابلیس کے بہکاوے اور فریب میں آ کر اس ممنوعہ درخت کے پھل کو کھالیا اور اس کام کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر کر گزرے اور ظاہر ہے کہ بھول کر اگر کوئی کام خلاف حکم سرزد ہو جائے تو اس کو لغزش اور خطائے اجتہادی کہتے ہیں۔

اب اس کھانے کا جو انجام ہوا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور بتلایا گیا کہ جس وقت انہوں نے اس درخت کو چکھا نتیجہ یہ ہوا کہ جنت کا لباس ان کے بدن سے نیچے گر گیا اور ان کی شرمگاہیں ان کے سامنے کھل گئیں۔ اب یہ شرم کے مارے جنت کے درختوں کے پتے جوڑ جوڑ کر اپنا اپنا بدن ڈھانکنے لگے۔ پہلی سی حالت ہی نہ رہی۔ احساسات بدل کر کچھ کے کچھ ہو گئے۔ خیال آیا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ ایسی حالت میں شرم و ندامت وحیرت میں تھے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ کیوں اب مبہوتوں کی طرح کیسے کھڑے ہو کیا میں نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کر دیا تھا اور صاف نہیں کہہ دیا تھا کہ یہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی ندامت واستغفار

اب چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو اپنی غلطی کا مشاہدہ سے علم ہو گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ بات یاد دلائی جو وہ بھول گئے تھے یعنی ابلیس کا دشمن ہونا۔ اس پر انہیں احساس ہوا کہ یہ تو نعوذ باللہ ایک طرح سے اللہ کی نافرمانی ہوئی۔ اس وقت دونوں بصد آہ و درد ربنا ظلمنا کہہ کر بارگاہ خداوندی میں معذرت کرنے لگے۔ روتے جاتے تھے اور آہیں بھرتے جاتے تھے۔ فوراً اللہ تعالیٰ سے

معافی مانگنے لگے۔ شیطان کی طرح اپنی غلطی کو تاویلات کے پردہ میں چھپانے کی کوشش نہیں کی اور ندامت و شرمساری کے ساتھ اقرار کیا کہ غلطی ضرور ہوئی لیکن اس کا سبب تمرد و سرکشی نہیں بلکہ بھول چوک اس کا باعث ہے تاہم غلطی ہے اس لئے توبہ استغفار کرتے ہوئے عفو و درگزر کے خواستگار ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ بہکائے میں آ کر آپ کے حکم کی مخالفت کی اب آپ ہمیں معاف کیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے۔ اور اگر آپ ہمیں معاف نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ضرور ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ربنا ظلمنا میں ظلم کا معنی کیا ہے

حضرت آدمؑ کے اس قول رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا میں ظلم سے گناہ اور جرم کے معنی مراد نہیں۔ ظلم کے اصل معنی نقصان۔ کمی اور کوتاہی کے ہیں۔ پندرھویں پارہ سورۂ کہف میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا (اور کسی کے پیداوار میں ذرا کمی نہ رہتی) یہاں ظلم سے کمی کے معنی مراد ہیں۔ اور عقلاً و شرعاً ظلم کے درجات ہیں۔ حق تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ اور دوسری جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (سورۃ نساء) (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریں گے) تو معلوم ہوا کہ کوئی ظلم یعنی کوئی نقصان اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ذرہ کے برابر ہوتا ہے اور کوئی پہاڑ کے برابر ہوتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے قول رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا میں ظلم کے معنی یہ ہیں کہ اے پروردگار ہم نے شیطان کے دھوکہ میں آ کر اپنا نقصان کیا کہ آپ کے حکم کی متابعت سے اور شیطان کی مخالفت سے ہم کو جو درجات اور مراتب حاصل ہوتے ان میں کمی آ گئی۔ اور سردست جنت کا لباس ہمارے بدن سے اتر گیا۔ اب اگر آپ ہمارا یہ قصور معاف نہ کریں اور آئندہ کے لئے اپنا لطف و کرم نہ فرمائیں تو بیشک ہم نقصان اور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اگر آپ نے اپنی مغفرت و رحمت سے نواز دیا تو ہمارا یہ خسارہ مبدل بہ منفعت ہو جائے گا حضرات انبیاء اپنے علو مرتبت اور رفعت اور کمال معرفت کے سبب اپنی ادنیٰ لغزشوں پر بھی مواخذۂ خداوندی سے خائف و ترساں ہوتے ہیں اور جو امور ان سے ازراہ سہو و نسیان سرزد ہو جاتے ہیں اس پر بھی ندامت اور پشیمانی سے معذرت یعنی توبہ اور استغفار کے طالب ہوتے ہیں۔

عصمت انبیاء

اب رہا عصمت کا سوال سو عصمت کی حقیقت لوگوں نے غلط سمجھ رکھی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ معصوم اسے کہتے ہیں جس میں گناہ کی قابلیت ہی نہ ہو۔ مگر یہ معنی عصمت کے بالکل غلط ہیں ورنہ انبیاء کو اطاعت میں مجبور ماننا پڑے گا اور وہ تمام وعدہ وعید بیکار ماننے پڑیں گے جو ان سے کئے جاتے ہیں اور وہ ان تمام درجات کے غیر مستحق ہوں گے جو اطاعت اختیاری پر مرتب ہوتے ہیں اور ان کو ابتلا اور امتحان سے بھی بالاتر ماننا پڑے گا۔ اور یہ سب امور بالبداہۃ باطل ہیں۔ پس بالضرور عصمت کے ایسے معنی ہونے چاہئیں جو ان باتوں کے معارض نہ ہوں سو اس کے معنی یہ ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ جس طرح طاعت پر قادر ہوتے ہیں یونہی معصیت پر بھی قادر ہوتے ہیں مگر حق تعالیٰ ان کی معصیت سے حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے اور وہ بحفاظت حق سبحانہٗ معصیت سے معصوم ہوتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ یہ حفاظت کس حد تک ضروری ہے سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو معصیت بقصد و دانستہ ہو اس سے تو انبیاء یقیناً معصوم ہیں۔ اور جو معصیت دانستہ نہ ہو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس میں مفسدہ سے بڑھ کر مصلحت ہو تو اس سے ان کی حفاظت نہیں کی جاتی نہ اس غرض سے کہ وہ معصیت ہے بلکہ اس جہت سے کہ وہ مبداء ہے دوسرے مصالح کا اور جس میں کوئی مصلحت نہیں ہوتی یا اس سے بڑھ کر مفسدہ ہوتا ہے اس سے بھی حفاظت کی جاتی ہے جیسا کہ اس مقام پر حضرت آدم علیہ السلام نے غلطی سے نہی کی مخالفت کی کہ ایک عارض کی وجہ سے ان کو ممانعت کی طرف التفات نہ ہوا اور معصیت مقصود نہ تھی مگر چونکہ اس میں مفسدہ سے بڑھ کر مصلحت

تھی کہ وہ ذریعہ تھی ان مقاصد کا جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا تھا اس لئے ان کی اس سے حفاظت نہیں کی گئی ورنہ بہت ممکن تھا کہ ان کو فوراً تنبیہ ہو جاتی اور وہ اس سے رک جاتے۔ پس زلات انبیاء کے لئے دو باتیں ضروری ہوئیں۔ ایک یہ کہ ان کو معصیت مقصود نہ ہو بلکہ اس کا مبنیٰ کوئی غلطی ہو دوسرے یہ کہ اس میں مفسدہ سے بڑھ کر مصلحت ہو لیکن نہ یہ ضرور ہے کہ اس منشاء غلطی کا ہمیں بھی علم ہو یا وہ ہمارے سمجھ میں بھی آ جاوے کہ واقعی یہ غلطی منشاء ہو سکتی ہے کیونکہ اس کو پورے طور پر مبتلی بہ جانتا ہے اور دوسروں کو اس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہمیں اس کا بھی علم ہو کہ اس میں مصلحت مفسدہ سے بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ خدا ہی اپنے مصالح کو خوب جانتا ہے یہ تحقیق ہے اس مقام کی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اصول شرعی کے مزاحم ہے نہ اصولی عقلی کے۔ اب ایک بات یہ رہ گئی کہ آدم علیہ السلام نے انسان ہونے پر فرشتہ ہونے کو کیوں ترجیح دی سو اس کا صحیح جواب تو یہ ہے کہ اس کو بھی حضرت آدم ہی جانتے تھے اور ہم کو اس سے مطلع نہیں کیا گیا لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو یہ خیال ہوا ہو کہ فرشتے بہ نسبت انسانوں کے اقرب الی الطاعۃ ہیں اور انسان ان سے ابعد۔ کیونکہ انسان سے خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو کسی نہ کسی طرح خدا کی نافرمانی ہو جاتی ہے اور فرشتوں میں یہ بات نہیں۔ اس لئے انسانوں سے وہ اس بات میں اعلیٰ ہیں۔ پس اگر درحقیقت ایسا ہی ہو تو اب معصیت کی ایک اور نفیس توجیہ ہو سکتی ہے وہ یہ کہ انہوں نے اس درخت کے کھانے میں یہ اجتہادی غلطی کی ہو کہ گو اس وقت یہ بظاہر ایک حکم کی مخالفت ہے مگر اس سے ہمیشہ کے لئے معصیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لئے اس میں مفسدہ سے بہت بڑھ کر مصلحت ہے اور شیطان کی دشمنی کی یہ تاویل کر لی ہو کہ یہ دشمن ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ دشمن کی ہر بات دشمنی ہی پر مبنی ہو جبکہ خدا کی قسم کھاتا ہے تو ایسا بھی کیا ہے کہ خدا کی قسم کھا کر غلط کہے گا۔ الغرض یہ جملہ توجیہات یا اس قسم کی اور توجیہات محض احتمال ہیں اور حقیقت حال کا علم حق سبحانہ کو ہے یا خود حضرت آدم علیہ السلام جانتے تھے جن کو یہ واقعہ پیش آیا۔ الغرض یہ تحقیق عصمت انبیاء کے سلسلہ میں پیش کی گئی۔ (تفسیر حل القرآن)

دعا کیجئے

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

یا اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی اس دعاء کے طفیل میں ہماری لغزشوں و خطاؤں سے بھی درگزر فرمایئے اور اپنے مقبولین انبیاء کرام کے طفیل میں اور ان کی عصمت کے طفیل میں ہماری تمام سیئات کی بھی مغفرت فرما۔ اور اپنی مغفرت کاملہ ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ نفس و شیطان کے کے فریب سے ہماری حفاظت فرما اور ہم کو اپنی مرضیات کی زندگی پر استقامت نصیب فرما۔

یا اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی اس لغزش اور اُس سے توبہ و معذرت میں ہمارے لئے بھی بڑا سبق ہے۔ یا اللہ ہم کو بھی اپنی دن رات کی نافرمانیوں پر تنبیہ نصیب فرما اور ندامت قلب کے ساتھ سچی توبہ کرنا اور آپ کی مغفرت طلب کرنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنی گذشتہ تقصیرات پر گریہ وزاری کے ساتھ معافی طلب کرنے کی سعادت عطا فرما اور سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں کے طفیل میں ہماری بھی معذرت قبول فرما اور ہماری تقصیرات سے درگزر فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

قَالَ	اهْبِطُوْا	بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ	عَدُوٌّ	وَلَكُمْ	فِي الْاَرْضِ	مُسْتَقَرٌّ	وَّمَتَاعٌ	اِلٰى حِيْنٍ
فرمایا	اُترو	تم میں سے بعض	بعض	دشمن	اور تمہارے لئے	زمین میں	ٹھکانا	اور سامان	ایک وقت تک

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک وقت تک

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

قَالَ	فِيْهَا	تَحْيَوْنَ	وَفِيْهَا	تَمُوْتُوْنَ	وَمِنْهَا	تُخْرَجُوْنَ
فرمایا	اس میں	تم جیو گے	اور اس میں	تم مرو گے	اور اس سے	تم نکالے جاؤ گے

فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اُسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔

معافی کی درخواست کا جواب

اس معافی کی درخواست پر حق تعالیٰ کی طرف سے جو ارشاد ہوا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"حق تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام سے فرمایا کہ جنت سے نیچے زمین پر ایسی حالت میں جاؤ کہ تم یعنی تمہاری اولاد باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ تجویز کی گئی ہے اور اسباب معیشت سے نفع حاصل کرنا تجویز ہوا ہے ایک وقت خاص تک کہ وہ موت کا وقت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر قیامت کے روز پیدا ہونا ہے۔ (آگے جیسا دنیا میں عمل ہوگا ویسے ہی ٹھکانے پر جانا ہوگا۔ نیک عمل ہوگا تو پھر اسی جنت میں آ جاؤ گے اور اگر شیطانی چکر میں پھنسے رہے تو اسی نافرمانی کے ساتھ ٹھکانا ہوگا)"

درخواست کی قبولیت اور زمین پر رہائش کا حکم

تو ان آیات زیر تفسیر کو قرآن پاک کی دوسری آیات کے ساتھ جو حضرت آدم علیہ السلام کے تذکرہ میں بیان فرمائی گئی ہیں ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اور معذرت کو قبول فرمایا اور ان کی تقصیر کو معاف کر دیا گیا۔ اور آئندہ کے لئے وعدہ بھی فرمایا کہ تم پر میری رحمتیں اور برکتیں مبذول ہوں گی۔ لیکن فی الحال یہی حکم دیا جاتا ہے کہ تم جنت سے زمین پر اترو تاکہ تمہاری پیدائش کا مقصد جو خلافت فی الارض ہے اور جس پر تم نامزد ہو چکے ہو وہ زمین پر اترنے ہی سے پورا ہوگا۔ لہٰذا جنت سے زمین کی طرف اترو اور تمہاری اولاد میں ایک دوسرے کی دشمن ہوگی اور اللہ کا خلیفہ تمہارے درمیان عدل وانصاف کرے گا۔ تمہارے لئے ایک وقت معین تک یعنی مرنے کے وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور سامان دنیوی سے نفع اٹھانا ہے اور وہاں رہ کر جنت کی واپسی کی تیاری کرنا ہے اور یہ شیطان بھی زمین پر جا رہا ہے وہاں جا کر اس سے ہوشیار رہنا اور اس کے دھوکہ میں نہ آنا۔ تم اسی زمین پر زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر قیامت کے قریب اسی سے زندہ کر کے نکالے جاؤ گے اور حساب کتاب کے بعد تم میں سے جو اپنے باپ آدم علیہ السلام کے طریقہ پر چلا ہوگا وہ جنت میں پہنچ جائے گا ورنہ سجین اور اسفل السافلین میں اس کا ٹھکانہ ہو جائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے واقعہ کے تذکرہ کا مقصد

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ سے بنی نوع انسان کو یہاں یہ جتلانا مقصود ہے کہ دیکھو حق تعالیٰ کی مخالفت کا نتیجہ کس قدر برا ہے۔ اور ابلیس تمہارا قدیمی دشمن ہے وہ تمہارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس نے تمہیں گمراہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے اور اس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو اس کا نمونہ بھی دکھا دیا اور حضرت آدم نے جو دھوکہ کھایا اس کا خمیازہ بھی بھگتا پس تم ان واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرو اور شیطان کے بہکاوے میں ہرگز مت آؤ اور اس کے مشوروں پر عمل مت کرو۔

یوں تو حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کے واقعہ میں بے شمار نصائح، عبرتیں اور مسائل کا ذخیرہ موجود ہے جن کا احاطہ اس مختصر

19 درس میں ممکن نہیں تاہم چند اہم حقیقتوں کی طرف جو اس سلسلہ میں محققین ومفسرین نے لکھی ہیں اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱: اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے بھید بے شمار اور ان گنت ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی ہستی بھی خواہ وہ کتنی ہی مقربین بارگاہ الٰہی میں سے کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے تمام بھیدوں پر واقف ہو جائے اس لئے انسانی عقل کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا اور اسی کے دست قدرت کا تمام ہست وبود پر کارفرما ہونا اور اسی کے احکام کی پیروی میں فلاح ونجات کا ہونا ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

۲۔ انسان کو اگرچہ ہمہ قسم کا شرف عطا ہوا اور ہر طرح کی جلالت وبزرگی نصیب ہوئی تاہم اس کی پیدائش اور طبعی کمزوری اپنی جگہ اسی طرح قائم رہی اور بشریت وانسانیت کا خاصہ پھر بھی باقی رہا۔ یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت آدم علیہ السلام پر بایں جلالت قدر ومنصب عظیم نسیان طاری کر دیا اور وہ ابلیس کے وسوسہ سے متاثر ہو گئے۔

۳۔ خطاکار ہونے کے باوجود اگر انسان کا دل ندامت اور توبہ کی طرف مائل ہو تو اس کے لئے باب رحمت بند نہیں ہے۔ البتہ خلوص اور صداقت شرط ہے اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان اور لغزش کا عفو اللہ تعالیٰ کے کرم سے وابستہ ہے اسی طرح ان کی تمام نسل کے لئے عفوورحمت کا دامن وسیع پھیلا ہوا ہے۔

حضرات انبیاء کرام سے لغزش کے بعد جو شرمساری اور گریہ زاری ظہور میں آتی ہے اس سے ان کی اندرونی محبت اور اخلاص کا حال کھلتا ہے کہ ان کا باطن حق تعالیٰ کی محبت وعظمت سے کس درجہ لبریز ہے۔ جس طرح ابلیس لعین کے سوال وجواب سے اس کی اندرونی نخوت وتکبر کا حال ظاہر ہوا اس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کے بعد ندامت ومعذرت سے ان کا اندرونی اخلاص ظاہر ہوا جس سے ان کا فضل وکرم اور حسن وجمال اور چمک گیا اور اس لغزش سے اگرچہ ظاہر میں ہبوط اور نزول ہوا مگر درحقیقت وہ علو اور عروج تھا۔

۵۔ حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کرنا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہہ کر ظلم کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا اور ادب کی وجہ سے خالق کی طرف منسوب نہیں کیا۔ جبکہ ابلیس نے اپنے جرم کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا اور اس نے کہا رب بما اغویتنی اے پروردگار تو نے مجھے گمراہ کیا اور اپنی گمراہی کو خدا کی طرف منسوب کیا۔ پس ابلیس لعین نے جرم کر کے جبری محض بن گیا کہ اغوا کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف کر دی اور خود بری الذمہ اور بے تعلق بن گیا۔ تو اگرچہ ہر چیز کا خالق خدا تعالیٰ ہے اور بندہ کاسب اور مرتکب ہے مگر ادب کی وجہ سے حضرت آدمؑ نے اپنی تقصیر کو اپنی طرف منسوب کیا اور خالق کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اس ادب کی وجہ سے ان کو بہت اچھا پھل ملا کہ عفو تقصیر رفع درجات اور خلافت الٰہی سے مشرف اور سرفراز ہوئے۔

۶۔ بارگاہ الٰہی میں گستاخی یا بغاوت بڑی سے بڑی نیکی اور بھلائی کو بھی تباہ کر دیتی ہے اور ابدی ذلت اور خسران کا باعث بن جاتی ہے۔ ابلیس کا واقعہ عبرتناک واقعہ ہے اس کی ہزاروں سال کی عبادت گزاری کا جو حشر بارگاہ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کی وجہ سے ہوا وہ بلاشبہ باعث صد ہزار عبرت ہے۔

۷۔ ابلیس نے غرور وتکبر کی بناء پر اللہ کے حکم کی نافرمانی اختیار کی اور آدمؑ کے آگے سجدہ تعظیمی میں جھکنے سے انکار کیا۔ حضرت آدمؑ نے نافرمانی کو خود اختیار نہیں کیا بلکہ ابلیس کے فریب اور دھوکہ سے اس میں مبتلا ہوئے۔

ابلیس کو تنبیہ کی گئی تو وہ اپنے قصور کا اعتراف کرنے کی بجائے اپنی نافرمانی پر دلائل ناحق پیش کرنے لگا اور جب حضرت آدمؑ کو اپنے قصور پر تنبہ ہوا اور اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اپنے قصور کا اعتراف کر کے حق تعالیٰ کی طرف عجز ونیاز سے رجوع ہوئے اور معافی مانگ کر اپنے رب کریم کے دامن رحمت میں پناہ ڈھونڈنے لگے۔ اس طرح ابلیس لعین کی راہ اور حضرت آدمؑ کی راہ بالکل ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے ممتاز ہو کر دنیا کے سامنے آ گئیں۔ پس انسانیت کے لئے جو راہ لائق تقلید ہے وہ یہی ہے کہ اول تو شیطانی اغوا کی مزاحمت کرے اور اپنے قدیمی دشمن کی چالوں کو سمجھنے اور ان سے بچنے کے لئے ہر وقت چوکنا رہے اور اگر کبھی اس کا قدم جادۂ حق سے ڈگمگا جائے تو اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی فوراً ندامت وشرمندگی کے ساتھ اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور اپنے قصور کی معافی چاہے اور اس کی تلافی کرے۔ اور یہی وہ خاص سبق ہے جو اللہ تعالیٰ یہاں اس قصہ سے بنی نوع انسان کو دینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور حضرت آدمؑ کی راہ پر چلنا نصیب کریں۔ اور اپنی خطاؤں اور قصوروں پر ندامت کیساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا نصیب کریں اور شیطانی خصلت تکبر اور غرور سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	قَدْ اَنْزَلْنَا	عَلَيْكُمْ	لِبَاسًا	يُّوَارِيْ	سَوْاٰتِكُمْ	وَرِيْشًا	وَلِبَاسُ	التَّقْوٰى	ذٰلِكَ	خَيْرٌ
اے اولادِ آدم	ہم نے اُتارا	تم پر	لباس	ڈھانکے	تمہارے ستر	اور زینت	اور لباس	پرہیزگاری	یہ	بہتر

اے اولاد آدم کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ

ذٰلِكَ	مِنْ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُوْنَ	يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	لَا يَفْتِنَنَّكُمُ	الشَّيْطٰنُ	كَمَآ	اَخْرَجَ
یہ	سے	نشانیاں	اللہ	تاکہ وہ	وہ غور کریں	اے اولادِ آدم	نہ بہکادے تمہیں	شیطان	جیسے	اس نے نکالا

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔ اے اولادِ آدم کی شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اُس نے تمہارے دادا دادی کو

اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ

اَبَوَيْكُمْ	مِنَ	الْجَنَّةِ	يَنْزِعُ	عَنْهُمَا	لِبَاسَهُمَا	لِيُرِيَهُمَا	سَوْاٰتِهِمَا	اِنَّهٗ	يَرٰىكُمْ	هُوَ	وَقَبِيْلُهٗ
تمہارے ماں باپ	سے	جنت	اُتروادیئے	ان سے	انکے لباس	تاکہ ظاہر کردے	انکے ستر	بیشک	تمہیں دیکھتا ہے وہ	وہ	اور اسکا قبیلہ

جنت سے باہر کرادیا ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتروادیا تاکہ ان کو ان کا پردہ کا بدن دکھلائی دینے لگے وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے

مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾

مِنْ	حَيْثُ	لَا تَرَوْنَهُمْ	اِنَّا جَعَلْنَا	الشَّيٰطِيْنَ	اَوْلِيَاۗءَ	لِلَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ
سے	جہاں	تم انہیں نہیں دیکھتے	بیشک ہم نے بنایا	شیطان (جمع)	دوست۔ رفیق	ان لوگوں کیلئے	ایمان نہیں لاتے

کہ تم انکو نہیں دیکھتے ہو۔ ہم شیطان کو انہیں لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

لباس.... اللہ تعالیٰ کی نشانی

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا قصہ ختم فرما کر ان آیات میں جملہ بنی آدم کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے اولاد آدم دشمن نے تم سے جنت کے کپڑے اتروائے پھر اللہ تعالیٰ نے ستر پوشی کے لئے تم کو دنیا میں لباس کی تدبیر سکھائی اور لباس پیدا کیا جو تمہاری جسمانی بے پردگی کو چھپاتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو کپڑا بننا سکھایا جس سے ستر ڈھانکنا میسر آیا اور اس بات کو حق تعالیٰ اپنی ان بے شمار نشانیوں میں سے جو دنیا میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں ایک نشانی فرماتے ہیں چنانچہ اگر انسان تامل کی نظر سے دیکھے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ لباس کس حیثیت سے اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہے۔ اللہ نے انسان کے جسم پر حیوانات کی طرح کوئی پوشش پیدائشی طور پر نہیں رکھی بلکہ حیا اور شرم کا مادہ اس کی فطرت میں ودیعت کردیا تاکہ وہ اپنی اس فطرت کے تقاضہ کو سمجھے اور اپنے لئے لباس فراہم کرے۔ پھر جسم کی آرائش اور موسمی اثرات سے بدن کی حفاظت کا ذریعہ لباس کو بنایا۔ اس طرح جسمانی زینت اور ستر پوشی کے لئے لباس کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی دنیا میں ایک نشانی ہے۔

تقویٰ کا لباس

پھر اس ظاہری اور جسمانی لباس کے تذکرہ کے ساتھ باطنی اور روحانی لباس کا تذکرہ فرمایا اور وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا لباس ہے۔ یعنی یہ کپڑوں وغیرہ کا لباس تو جسم کی شرمناک چیزوں کو

چھپانے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا ہے اور جسم کے لئے موجب زینت ہے۔ مگر دوسرا لباس یعنی تقویٰ اور پرہیز گاری کا لباس اس جسم کے لباس سے بہتر ہے کیونکہ وہ روح کی شرمناک عیوب کو چھپانے والا اور اس کے لئے موجب زینت ہے تو بتلانا یہ مقصود ہے کہ جس طرح تم لباس جسم کی قدر کرتے ہو اس سے بڑھ کر تم کو لباس روح کی قدر کرنی چاہئے۔

شیطان کے حملوں سے خبردار رہو

دوبارہ دوسری آیت میں پھر بنی آدم کو خطاب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اے اولاد آدم شیطان نے اپنی فتنہ پردازی سے تمہارے دادا دادی کو جنت سے نکلوایا۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اس کی فتنہ پردازیوں میں آجاؤ اور اس کی پیروی کرنے لگو اور وہ تمہیں بھی مصیبت میں ڈال دے اور یہ نہ سمجھنا کہ شیطان ہمیں نظر تو آتا ہی نہیں وہ کیسے ہمارے پاس آسکتا ہے اور کیونکر ورغلا سکتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ شیطان اور اس کی جماعت تمہیں اس جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے اس لئے تم ان سے اور ان کے مکر سے غافل ہو مگر وہ تم سے اور تم کو گمراہ کرنے سے غافل نہیں ہیں تو جو ایسا دشمن ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہو اور ہماری نظر اس پر نہ پڑے تو اس کا حملہ بڑا خطرناک ہوتا ہے اور اس کی مدافعت سخت دشوار ہوتی ہے۔ اس لئے تم کو بہت مستعد اور بیدار رہنا چاہئے اور اس سے ہر وقت ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور بہت اس سے بچنا چاہئے اور اس کے مکر کو سمجھنا چاہئے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ تقویٰ اور ایمان کامل اختیار کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ شیاطین کو انہیں لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے یعنی ان کا تسلط اور زور بے ایمانوں ہی پر ہے جو اس کے دوست ہیں۔ گویا مومن کامل پر اس کا قابو نہیں چلتا۔ اور جو ایمان نہیں لاتے وہی اس کے کہنے پر چلتے ہیں اور اسی کے مشورہ پر عمل کرتے ہیں۔

لباس پہننے کی دعا

ان آیات سے ظاہری لباس کا بھی اللہ کی ایک نعمت ہونا معلوم ہوا اسی وجہ سے حدیث میں تعلیم دی گئی ہے کہ جب نیا لباس یا دھلا ہوا کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے **الحمد لله الذی کسانی مآ اواری به عورتی و اتجمل به فی حیاتی** شکر ہے اللہ کا کہ جس نے مجھ کو ایسا لباس پہنایا کہ ڈھانکتا ہوں میں اس سے اپنا ستر اور زینت کرتا ہوں اس سے اپنی زندگی میں۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ نے نیا کرتہ پہنتے ہوئے جبکہ گلے تک وہ پہن لیا یہی دعا پڑھی یعنی **الحمد لله الذی کسانی مآاواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی** پھر فرمانے لگے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص نیا کپڑا پہنے اور اس کے گلے تک پہنچتے ہی یہ دعا پڑھے پھر پرانا کپڑا راہ اللہ دے دے تو وہ اللہ کے ذمہ میں۔ اللہ کی پناہ میں اور اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ زندگی میں بھی اور بعد از مرگ بھی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری شیطاطین سے کامل طور پر حفاظت فرمادیں۔ اور ان کے فریب سے ہمیں ہوشیار رکھیں۔ ظاہری لباس کے ساتھ ہمیں باطنی لباس تقویٰ و پرہیز گاری کا بھی عطا فرمادیں۔ اور ہم کو اپنے احکام اور قوانین کی پوری پابندی نصیب فرماویں۔

یا اللہ جب آپ نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے ایمان عطا فرمایا ہے تو ہمیں تقویٰ و پرہیز گاری بھی عطا فرمادیجئے تاکہ شیاطین کا بس ہم پر نہ چلے۔

یا اللہ شیطان ابلیس لعین کے فریب سے آپ ہی ہماری حفاظت فرمائیں اور اس قدیمی دشمن کے داؤں گھات سے آپ ہی ہمیں بچائیں۔

یا اللہ ہم آپ کی پناہ کے طالب ہیں۔ آپ اپنی حفاظت میں ہمیں لے لیجئے۔ اور ایمان و اسلام کی صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمایئے اور اس دنیا سے گزر کر پھر آخرت میں ہمیں اسی جنت میں پہنچا دیجئے جہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں آنا ہوا تھا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ

وَإِذَا	فَعَلُوا	فَاحِشَةً	قَالُوا	وَجَدْنَا	عَلَيْهَا	آبَاءَنَا	وَاللَّهُ	أَمَرَنَا	بِهَا	قُلْ	إِنَّ	اللَّهَ	لَا يَأْمُرُ
اور جب	وہ کریں	کوئی بے حیائی	کہیں	ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپ دادا	اور اللہ	ہمیں حکم دیا	اسکا	فرمادیں	بیشک	اللہ	حکم نہیں کرتا

اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے آپ کہہ دیجئے

بِالْفَحْشَاءِ ۖ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا

بِالْفَحْشَاءِ	أَتَقُولُونَ	عَلَى اللَّهِ	مَا	لَا تَعْلَمُونَ	قُلْ	أَمَرَ	رَبِّي	بِالْقِسْطِ	وَأَقِيمُوا
بے حیائی کا	کیا تم کہتے ہو (لگاتے ہو)	اللہ پر	جو	تم نہیں جانتے	فرمادیں	حکم دیا	میرا رب	انصاف کا	اور قائم کرو (سیدھے کرو)

کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا کیا خدا کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جسکی تم سند نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنیکا

وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾

وُجُوهَكُمْ	عِنْدَ	كُلِّ مَسْجِدٍ	وَادْعُوهُ	مُخْلِصِينَ	لَهُ	الدِّينَ	كَمَا	بَدَأَكُمْ	تَعُودُونَ
اپنے چہرے	نزدیک (وقت)	ہر مسجد (نماز)	اور پکارو	خالص ہوکر	اس کیلئے	دین (حکم)	جیسے	تمہاری ابتداء کی (پیدا کیا)	دوبارہ (پیدا) ہوگے

اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو تم کو اللہ تعالیٰ نے شروع

فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ

فَرِيقًا	هَدَىٰ	وَفَرِيقًا	حَقَّ	عَلَيْهِمُ	الضَّلَالَةُ	إِنَّهُمُ	اتَّخَذُوا	الشَّيَاطِينَ	أَوْلِيَاءَ	مِنْ
ایک فریق	اس ہدایت دی	اور ایک فریق	ثابت ہوگئی	ان پر	گمراہی	بیشک وہ	انہوں نے بنالیا	شیطان (جمع)	رفیق	سے

میں پیدا کیا تھا اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہوگے۔ بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ ان لوگوں نے

دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٣٠﴾

دُونِ اللَّهِ	وَيَحْسَبُونَ	أَنَّهُمْ	مُهْتَدُونَ
اللہ کے سوا	اور گمان کرتے ہیں	کہ وہ بیشک	ہدایت پر ہیں

شیطانوں کو رفیق بنالیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

مشرکین شیطان کے نرغے میں

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر اپنا ایک انعام یہ بتلایا کہ دنیا میں انسانوں کے لئے لباس پیدا کیا کہ جس سے ستر پوشی اور جسم کی حفاظت و زینت کی جاتی ہے اور اس ظاہری لباس کے ساتھ باطنی لباس تقویٰ و پرہیزگاری کا اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ تقویٰ اور ایمان کامل ہی کے اختیار کرنے سے ابلیس کے فریب اور داؤں گھات سے بچا جا سکتا ہے اس لئے جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان پر شیطان کا پورا قابو ہوتا ہے اور وہ انکا رفیق بنا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا قابو ہوگا کہ کفر و شرک اور فسق و فجور میں مبتلا کر رکھتا ہے۔ چنانچہ اہل عرب کی زمانہ جاہلیت کی زندگی کے اندر شیطانی اغوا کی ایک نمایاں ترین اثر کی نشاندہی فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیسے فحش اور بے حیائی کے کام کرتے ہیں اور پھر اس کو مذہبی فعل اور خدا کا حکم نعوذ باللہ بتلاتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں فحش اور بے حیائی کے کاموں سے اشارہ ہے مشرکین کے برہنہ ہو کر طواف کرنے کا جو کہتے تھے کہ جیسے ہم پیدا ہوئے ہیں اسی حالت میں طواف کریں گے۔ ان کا یہ دستور تھا کہ قریش کے سوائے تمام اہل عرب بیت اللہ کا طواف اپنے پہنے ہوئے کپڑوں میں نہیں کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ کپڑے جنہیں پہن کر خدا کی نافرمانیاں کی ہیں اس قابل نہیں رہے کہ انہیں پہنے ہوئے طواف کر سکیں۔ صرف قریش اپنے کپڑوں میں طواف کرتے تھے اور جن لوگوں کو قریش کپڑے بطور ادھار دیں وہ بھی ان کے دیئے ہوئے کپڑے پہن کر طواف کر سکتے تھے۔ یا وہ شخص کپڑے پہنے طواف کر سکتا تھا جس کے پاس نئے کپڑے ہوں۔ اب جس کے پاس نیا کپڑا نہ ہو اور قریش بھی ادھار نہ دیں تو اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ ننگا ہو کر طواف کرے خواہ عورت ہو یا مرد۔

مشرکین کا غلط فلسفہ اور اس کی تردید

اس قسم کے رسوم از خود گھڑ لئے تھے اور کہتے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کی اقتدا کی ہے۔ ہمارے بڑے بھی ایسا ہی کرتے تھے اور ہمارے باپ دادا حکم خدا کیخلاف نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ نے ان کو اس کا حکم دیا تھا لہذا وہی فعل اسی حکم کے ساتھ ہم تک پہنچا اور ہم اس پر کاربند ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کا رد فرماتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ ذرا ان سے یہ تو پوچھئے کہ بھلا اللہ تعالیٰ بھی کہیں بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عادت تو یوں ہی جاری ہے کہ محاسن اخلاص اور مکارم افعال کا حکم فرماتا ہے۔ وہ فحش باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ ایسا کہنا خواہ مخواہ خدا پر دروغ بندی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو ایسی اچھی اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں مثلاً جیسے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور مثلاً یہ حکم دیا ہے کہ تم سجدہ یعنی عبادت کے وقت اپنا رخ سیدھا اللہ کی طرف کرو یعنی بت وغیرہ کو سجدہ اور ان کی عبادت مت کیا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو یعنی شرک کا عقیدہ مت رکھو تو مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تو یہ احکام ہیں کہ ان کو مانو اور یہ سمجھ لو کہ تم کو صرف حکم دے کر نہیں چھوڑ دیا جائے گا بلکہ ایک وقت حساب کتاب کے لئے بھی آنے والا ہے کہ تم کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ یعنی قیامت چنانچہ تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح پہلے پیدا کیا ہے یوں ہی تم دوبارہ پیدا ہوگے اور اس وقت تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس ہوگی۔ پس یہ احکام ہیں خدا کے نہ کہ وہ جن کو تم اس کی طرف منسوب کرتے ہو۔ الغرض ایک جماعت کو خدا نے ان دلائل کے ذریعہ سے ہدایت کی اور وہ اللہ کے احکام پر ایمان لاتے ہیں اور ایک جماعت ایسی ہے کہ اس کو ہدایت نصیب نہ ہوئی کیونکہ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا سرپرست بنالیا ہے اور انہیں کا کہنا مانتے ہیں اور انہیں کی بات سنتے ہیں اور اس کیساتھ ہی یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح راستہ پر ہیں حشر کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر یعنی ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ گمراہی کو ہدایت سمجھتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اس فریق میں شامل فرمالیجئے جس کے لئے آپ نے ہدایت مقدر فرمائی ہے اور ہمیں ان لوگوں میں نہ شامل فرمایئے جن کے لئے گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ یا اللہ گمراہی سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ہم کو قرآن وسنت کے احکام کا ظاہراً و باطناً پابند رکھیئے اور ہر طرح کی بدعات اور غیر شرع رسموں سے بچایئے۔

یا اللہ اہل بدعت اپنی گھڑی ہوئی رسموں کو دین وشریعت کے احکام بتلاتے ہیں۔ اس گمراہی سے اہل اسلام کو بچنا نصیب فرمایئے۔ اور ہدایت کے راستہ پر چلنے کی سعادت عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	خُذُوْا	زِيْنَتَكُمْ	عِنْدَ	كُلِّ مَسْجِدٍ	وَكُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	وَلَا تُسْرِفُوْا	اِنَّهٗ	لَا يُحِبُّ
اے اولاد آدم	لے لو (اختیار کرلو)	اپنی زینت	قریب (وقت)	ہر مسجد (نماز)	اور کھاؤ	اور پیو	اور بے جا خرچ نہ کرو	بیشک وہ	دوست نہیں رکھتا

اے اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے

الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ

الْمُسْرِفِيْنَ	قُلْ	مَنْ	حَرَّمَ	زِيْنَةَ اللّٰهِ	الَّتِيْٓ	اَخْرَجَ	لِعِبَادِهٖ	وَالطَّيِّبٰتِ	مِنَ	الرِّزْقِ	قُلْ
فضول خرچ (جمع)	فرمادیں	کس	حرام کیا	اللہ کی زینت	جو کہ	اس نے نکالی	اپنے بندوں کیلئے	اور پاک	سے	رزق	فرمادیں

والوں کو۔ آپ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اُس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص

هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

هِيَ	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فِي الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	خَالِصَةً	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ
یہ	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے	زندگی میں	دنیا	خالص طور پر	قیامت کے دن	اسی طرح	ہم کھول کر بیان کرتے ہیں

نے حرام کیا ہے آپ یہ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء دنیوی زندگی میں اہل ایمان کیلئے ہیں اور قیامت کے روز خالصۃً انہی کیلئے ہونگی ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھ داروں

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ	يَعْلَمُوْنَ
آیتیں گروہ کیلئے	وہ جانتے ہیں

کے واسطے صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں۔

مشرکین کی بے اعتدالیوں کا جواب

مشرکین ایام جاہلیت میں اس خیال سے کہ ہم اپنے کپڑوں میں نہ جانے کیا کیا گناہ کرتے ہیں اس لئے طواف کعبہ کے وقت انہیں اتار کر الگ رکھ دیتے تھے اگر قریش نے ان کو کپڑے دے دیئے تب تو ان کو پہن کر اور اگر نہ مل سکے تو ننگے بدن لنگوٹہ باندھ کر طواف کرتے۔ اسی طرح عورتیں بھی رات میں ننگی لنگوٹ باندھ کر طواف کرتی تھیں۔ اسی طرح حج کے زمانہ میں اہل عرب بعض چیزیں مثلاً گوشت، چربی، گھی، دودھ وغیرہ کھانا چھوڑ دیتے تھے اور فاقے یا بالکل تھوڑا کھانے کو ضروری سمجھتے تھے۔ ان کی یہ سب رسوم شیطانی رفاقت کے اثرات کے باعث قابل ترک اور ان کا مذموم ہونا بتلایا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بھی ان کے ان رسوم کا رد فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ کوئی نیکی اور تقویٰ کی بات نہیں کہ ایام حج میں گھی دودھ چکنائی گوشت وغیرہ کا استعمال چھوڑ دیا جائے اور خدا کی دی ہوئی پوشاک جس سے تمہارے بدن کا ڈھانکنا اور آرائش ہے اس کی عبادت کے وقت دوسرے اوقات سے بڑھ کر قابل استعمال ہے تاکہ بندہ اپنے پروردگار کے دربار میں اس کی نعمتوں کا اثر لے کر حاضر ہو۔ خدا نے جو کچھ پہننے اور کھانے پینے کو دیا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ بس شرط یہ ہے کہ اسراف نہ ہونے پائے۔

کھاؤ، پیو، پہنو مگر اسراف نہ کرو

اسراف کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا جس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً حلال کو حرام کر لے یا حلال سے گزر کر حرام سے بھی متمتع ہونے لگے یا اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑے یا بدوں اشتہا کے کھانے لگے یا ناوقت کھائے یا اس قدر کم کھائے جو صحت جسمانی اور قوت بدنی کے باقی رکھنے کے لئے کافی نہ ہو یا مضر صحت

چیزیں استعمال کرے۔ لفظ اسراف ان سب امور کو شامل ہو سکتا ہے بیجا خرچ کرنا بھی اس کی ایک فرد ہے۔

زینت کا مطلب

یہاں آیت میں خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کا حکم آیا ہے جس کا حسب ذیل کئی ترجمہ کئے گئے ہیں۔

۱۔ تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔

۲۔ ہر نماز کے وقت اپنے تئیں مزین کیا کرو۔

۳۔ ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کر لیا کرو۔

زینت سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک لباس ہے کہ جس سے ستر چھپ سکے۔ یعنی مرد کے لئے ناف سے گھٹنوں تک عورتوں کے لئے سارا بدن صرف چہرہ' دونوں ہتھیلیاں اور قدم مستثنیٰ ہیں۔ تو اس آیت میں حکم دیا گیا کہ جب طواف کو یا نماز کو مسجد میں آؤ تو لباس پہن کر آؤ ننگے بدن نہ آؤ۔ اس آیت کی رو سے ہر نماز کے وقت ستر ڈھانکنا فرض ہے مگر بعض علماء نے زینت سے مراد مکمل لباس عمدہ نفیس کپڑے نہانا خوشبو وغیرہ لگانا مراد لئے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مسجد میں آنے اور خدا کی عبادت کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ آدمی محض اپنا ستر چھپا لے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حسب استطاعت وہ اپنا پورا لباس پہنے جس میں ستر پوشی بھی ہو اور زینت بھی ہو اسی بناء پر بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جس لباس کو پہن کر لوگوں کے سامنے بازار میں جاتے ہوئے شرم آئے اس لباس سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

سر اور کہنیاں ننگی کر کے نماز پڑھنے کا مسئلہ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں ''چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے خواہ قمیص ہی نیم آستین ہو یا آستین چڑھائی گئی ہو۔ بہرحال نماز مکروہ ہے۔ اسی طرح ایسے لباس میں بھی نماز مکروہ ہے۔ جس کو پہن کر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابل شرم و عار سمجھے۔ جیسے صرف بنیان بغیر کرتے کے اگرچہ پوری آستین بھی ہو یا سر پر بجائے ٹوپی کے کوئی کپڑا یا چھوٹا دستی رومال باندھ لینا کہ کوئی سمجھدار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا تو اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے سر مونڈھے کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیت قرآنی کے لفظ زینت سے بھی مستفاد ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات سے بھی''۔

(معارف القرآن جلد سوم ص ۵۵۲)

مذکورہ آیت سے متعلق مسائل

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو کی تفصیلات بیان کر کے حضرت مفتی صاحبؒ اپنی تفسیر معارف القرآن جلد سوم میں لکھتے ہیں ''خلاصہ یہ ہے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کے کلمات سے آٹھ مسائل شرعیہ نکلے۔ اول یہ کہ کھانا پینا بقدر ضرورت فرض ہے۔ دوسرے یہ کہ جب تک کسی چیز کی حرمت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو جائے ہر چیز حلال ہے۔ تیسرے یہ کہ جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع کر دیا ان کا استعمال اسراف و ناجائز ہے۔ چوتھے یہ کہ جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں ان کو حرام سمجھنا بھی اسراف اور سخت گناہ ہے۔ پانچویں یہ کہ پیٹ بھر جانے کے بعد اور کھانا ناجائز ہے۔ چھٹے یہ کہ اتنا طعام کم کھانا جس سے کمزور ہو کر ادائے واجبات کی قدرت نہ رہے۔ ساتویں یہ کہ ہر وقت کھانے پینے کی فکر میں رہنا بھی اسراف ہے۔ آٹھویں یہ کہ جب کبھی کسی چیز کو جی چاہے تو ضرور ہی اس کو حاصل کرے یہ بھی اسراف ہے۔ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اسراف میں داخل فرمایا ہے کہ جب کسی چیز کو جی چاہے اس کو ضرور ہی پورا کرے۔ (ابن ماجہ عن انسؓ)

سب اللہ کی نعمتیں ہیں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے تو دنیا کی ساری پاکیزہ چیزیں اسی لئے پیدا کی ہیں کہ آدمی ان سے مناسب طریقہ سے نفع اٹھائے اور خالق جل و علا کی عبادت' وفاداری اور شکر گزاری میں مشغول ہو۔

ساری پاکیزہ چیزیں اللہ نے بندوں ہی کے لئے پیدا کی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ انہیں بندوں کے لئے حرام کردے ورنہ اسکے علاوہ کسی کو استحقاق ہوسکتا ہے کہ پہننے اور کھانے پینے کی پاک حلال چیزوں کو حرام کر سکے۔ پیدا کرنے والا اور دینے والا خدا۔ پھر اس کے علاوہ دوسرا حرام کرنے والا کون؟ تو جو اہل عرب نے ایام حج کے زمانہ میں پہننے اوڑھنے اور کھانے پینے میں بغیر خدا کے حکم کے کمی کر لی تھی اس کی تردید ہو رہی ہے اور انہیں اس فعل سے روکا جا رہا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ پر ایمان رکھنے والوں اور اس کی عبادت کرنے والوں ہی کے لئے تیار ہوئی ہیں تا کہ اللہ کے رزق سے اللہ کی اطاعت اور عبادت کی قوت حاصل ہو۔ گو دنیا میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہیں۔ یعنی حقیقت کے اعتبار سے تمام طیبات ولذائذ کی نعمتیں دراصل ایمان والوں کے واسطے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور وہی ان کے اصل مستحق ہیں تا کہ اللہ کے رزق سے اللہ کی طاعت وعبادت کی قوت حاصل ہو لیکن دنیا میں کافر بھی ان کے شریک کر دیئے گئے ہیں بلکہ بطور استدراج ان کافروں کو کہیں زیادہ دے دیا گیا ہے تا کہ ان پر حجت پوری ہو جائے رزق کے اصل مستحق اہل ایمان ہیں جو اللہ کے محترم اور مکرم بندے ہیں جو اس کا رزق کھا کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور خدا کے نافرمان اور سرکش اگرچہ دنیاوی رزق میں بظاہر اہل ایمان کے شریک ہیں لیکن درپردہ طفیلی اور تابع ہیں جس طرح حیوان کو انسان کے طفیل میں کھانے کو بہت مل جاتا ہے اسی طرح کفار کو اہل ایمان کے طفیل اور صدقہ میں خوب مل رہا ہے لیکن قیامت کے دن تمام نعمتیں خالص اہل ایمان کے لئے ہوں گی۔ آخرت میں کفار کو بطور طفیلی بھی ان نعمتوں میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ جنت اور جنت کی نعمتیں کافروں پر حرام ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی دین کی سمجھ وفہم عطا فرمائیں اور اپنی نعمتوں کا ہم کو شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور نعمتوں کی ناشکری اور کفران نعمت سے بچائیں۔

یا اللہ دنیا کے ساتھ ہمیں آخرت کی دائمی نعمتیں بھی عطا فرما۔

یا اللہ اس وقت ملک اور قوم میں جو جاہلانہ رسوم اور خیالات پیدا ہو گئے ہیں ان کو ترک کرنے اور قرآن وسنت پر مستقیم رہنے کی سعادت ہم کو نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ

قُلْ	اِنَّمَا	حَرَّمَ	رَبِّیَ	الْفَوَاحِشَ	مَا	ظَهَرَ	مِنْهَا	وَمَا	بَطَنَ	وَالْاِثْمَ	وَالْبَغْیَ	بِغَیْرِ الْحَقِّ
فرمادیں	صرف (تو)	حرام کیا	میرا رب	بے حیائی	جو	ظاہر ہیں	ان سے	اور جو	پوشیدہ	اور گناہ	اور سرکشی	ناحق کو

آپ فرمادیجئے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو اُن میں جو علانیہ ہیں وہ بھی اور اُن میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق

وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

وَاَنْ	تُشْرِكُوْا	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ يُنَزِّلْ	بِهٖ	سُلْطٰنًا	وَّاَنْ	تَقُوْلُوْا	عَلَى	اللّٰهِ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ
اور یہ کہ	تم شریک کرو	اللہ کیساتھ	جو۔جس	نہیں نازل کی	اس کی	کوئی سند	اور یہ کہ	تم کہو (لگاؤ)	پر	اللہ	جو	تم نہیں جانتے

کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھیراؤ جسکی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگادو

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ	اَجَلٌ	فَاِذَا	جَآءَ	اَجَلُهُمْ	لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ	سَاعَةً	وَّلَا	يَسْتَقْدِمُوْنَ
اور ہرامت کیلئے	ایک مدت مقرر	پس جب	آئے گا	ان کا مقررہ وقت	نہ وہ پیچھے ہوسکیں گے	ایک گھڑی	اور نہ	آگے بڑھ سکیں گے

جسکی تم سند نہ رکھو۔ اور ہر گروہ کیلئے ایک معیاد معین ہے سو جس وقت انکی معیاد معین آجاوے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

وہ چیزیں جو اللہ نے حرام کی ہیں

ایام جاہلیت میں اہل عرب نے بعض حلال چیزوں کو اپنے رسم و رواج سے حرام ٹھہرا رکھا تھا مثلاً حج کے زمانہ میں بکری کے دودھ گوشت اور گھی کو حرام کر لیتے تھے۔ اسی طرح طواف خانہ کعبہ میں کپڑا وغیرہ استعمال کرنا حرام جانتے تھے اور برہنہ بدن طواف کرتے تھے جن کا گذشتہ آیات میں رد بھی فرمادیا گیا تھا۔ اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم نے جن اشیاء کو بلا دلیل حرام اعتقاد کر کے چھوڑ رکھا ہے اور بعض اوقات ان کی تحریم کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تو حرام نہیں کیا البتہ جن امور میں تم اکثر مبتلا ہو ان کو حرام کیا اور وہ پانچ باتیں یہاں آیت میں بتلائی گئی ہیں۔

پہلی بات فرمائی گئی اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ یعنی اللہ نے حرام کیا ہے تمام بے حیائی کے کاموں کو جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپے ہوئے ہیں۔

دوسری بات فرمائی و الاثم یعنی اللہ نے ہر قسم کے گناہ کو حرام کیا ہے۔

تیسری بات فرمائی وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ یعنی کسی پر ناحق ظلم اور زیادتی کو حرام کیا ہے۔

چوتھی بات فرمائی وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا یعنی اللہ نے اس بات کو حرام کیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرو جس کی اللہ نے کوئی حجت اور سند نہیں اتاری۔

پانچویں بات فرمائی وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی حرام کیا اللہ نے اس بات کو کہ تم اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرو جس کا تم کو علم نہ ہو یعنی اپنی جہالت سے اللہ پر بہتان باندھنا حرام ہے۔

مشہور تفسیر ان پانچوں امور کی یہ ہے:۔

۱- فواحش سے مراد بے حیائی کے کام ہیں خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ جیسے برہنہ طواف کرنا۔ محرمات کو دیکھنا' زنا' بدکاری' گالی گلوچ وغیرہ۔ ان سب باتوں کو اللہ نے حرام کیا ہے۔

۲- اثم سے مراد ہیں دیگر کبیرہ گناہ جن کو عرف میں بے حیائی کا کام نہیں کہا جاتا بلکہ اخلاقی جرم سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً شراب پینا' جوا کھیلنا' نشہ کا استعمال' بغض' حسد' کینہ' جھوٹ فریب وغیرہ کہ ان سب

کو اللہ نے حرام کیا ہے۔

۳- بغی اس میں ہر قسم کا ظلم وزیادتی اور حق تلفی داخل ہے خواہ کسی کی آبرو وعزت پر ہو یا جان ومال پر۔ اس طرح قتل ڈکیتی چوری کسی کو ستانا کسی کا نقصان کرنا خواہ وہ کم ہو یا زیادہ یہ سب حرام ہے۔

۴۔ شرک باللہ یعنی خدائی اوصاف کا مالک کسی دوسرے کو سمجھا جائے۔ یا اللہ کی ربوبیت یا الوہیت میں کسی کو شریک سمجھا جائے۔ اس طرح اللہ کے سوا کسی کی عبادت یا بندگی کرنا یا حاجت روائی اور مشکل کشائی میں کسی دوسرے کو دخیل سمجھنا۔ جیسے عرب کے مشرکین کہا کرتے تھے کہ ہم تو بتوں کی اس لئے تعظیم کیا کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے آگے ہمارے سفارشی ہیں۔ ہمارا جو کام ہوتا ہے انہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ تو یہ سب امور قطعی حرام ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹکل پچو باتیں منسوب کرنا یعنی جو واقع میں حلال ہیں ان کو حرام سمجھ لینا اور جو واقع میں حرام ہوں ان کو حلال سمجھ لینا۔ اس طرح تمام عقائد باطلہ اس میں شامل ہیں۔

یہ پانچ امور جن میں ہر طرح کے گناہ شامل ہیں یہ ممنوعات میں سے ہیں نہ کہ بوقت طواف کپڑا نہ پہننا یا ایام حج میں گوشت دودھ گھی وغیرہ کھانا چھوڑ دینا تو خدا تعالیٰ نے عمدہ لباس یا عمدہ غذاؤں کو حرام نہیں کیا بلکہ بے حیائی اور گناہ کے کاموں کو حرام کیا ہے۔

سزا کے لئے ایک وقت مقرر ہے

اب ایک شبہ مشرکین کو ہو سکتا تھا اور وہ یہ کہ اگر درحقیقت یہ چیزیں خدا کی حرام کی ہوئی نہیں اور ہم خدا پر افترا کرتے ہیں تو ہمیں سزا کیوں نہیں دی جاتی تو اس کا جواب بھی دیا جاتا ہے کہ ہر قوم کی سزا کیلئے بمقتضائے حکمت خداوندی ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آ جاتا ہے تو پھر مہلت نہیں ملتی اور وقت سے پہلے ہلاک بھی نہیں ہوتے۔ پس قبل از وقت مقررہ سزا کا نہ ہونا اس کی علامت نہیں کہ مشرکین کو سزا ہی نہ ہوگی۔

اس سورۃ کے نزول سے پہلے کفار و مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ اللہ کی نافرمانی سے عذاب آتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی گناہ کرتا ہے اور اس کا کچھ نہیں بگڑتا' تو یہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ علم الٰہی میں ہر فرد و گروہ کی سزا کا ایک وقت معین ہے تو جس وقت ان کی وہ میعاد معین آ جاتی ہے پھر سزا و عذاب میں دیر نہیں لگتی اور وہ خاص وقت مقررہ آ جانے پر پھر ایک لمحہ کی تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی۔

ان آیات میں اہل مکہ کو خصوصاً اور اہل کفر ومعاصی کو عموماً تہدید ہے اور عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے۔ اور ان پانچ امور میں جن کا صراحت سے یہاں حرام ہونا بتلایا گیا ہے اس میں تقریباً ہر طرح کے گناہ اور محرمات سب آ گئے خواہ وہ عقیدہ کے گناہ ہوں یا عمل کے اور پھر ذاتی عمل کے گناہ ہوں یا لوگوں کے حقوق سے متعلق ہوں اور شرک اور افترا علی اللہ کا عقیدہ تو گناہ عظیم ہونا ظاہر ہے۔ مشرکین عرب ایام جاہلیت میں ان سب حرام اور محرمات میں مبتلا تھے اس طرح ان کی اس جہالت کو کھولا گیا اور تنبیہ کی گئی کہ حلال چیزوں سے پرہیز کرتے ہو اور حرام کے استعمال میں نہیں جھجکتے۔

بدعت وغلو کا انجام

تفسیر معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ دین میں غلو اور ایجاد بدعات کا یہ لازمی خاصہ ہے کہ جو اشخاص ان چیزوں میں مبتلا ہوتے ہیں وہ دین کی اصل اور اہم ضروریات سے عادۃً غافل ہو جاتے ہیں اس لئے غلو فی الدین اور بدعت کا نقصان دوہرا ہوتا ہے۔ ایک خود بدعت اور غلو میں مبتلا ہونا گناہ ہے دوسرے اس کے بالمقابل صحیح دین اور سنت کے طریقوں سے محروم ہونا۔ نعوذ باللہ منہ

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے ظاہری وباطنی گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جن امور کو ان آیات میں حرام بتلایا گیا ہے ان سے خصوصاً کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری ظاہراً و باطناً ہم کو نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی بدعت اور غلو فی الدین سے بچنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	اِمَّا	يَاْتِيَنَّكُمْ	رُسُلٌ	مِّنْكُمْ	يَقُصُّوْنَ	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِيْ	فَمَنِ	اتَّقٰى	وَاَصْلَحَ
اے اولاد آدم	اگر	تمہارے پاس آئیں	رسول	تم میں سے	بیان کریں (سنائیں)	تم پر (تمھیں)	میری آیات	تو جو	ڈرا	اور اصلاح کرلی

اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو جو شخص پرہیز رکھے اور درستی کرے سو

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۵ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ

فَلَا خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا هُمْ	يَحْزَنُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَاسْتَكْبَرُوْا	عَنْهَا	اُولٰٓئِكَ
کوئی خوف نہیں	ان پر	اور نہ وہ	غمگین ہوں گے	اور وہ لوگ جو	جھٹلایا	ہماری آیات کو	اور تکبر کیا	ان سے	یہی لوگ

اُن لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جو لوگ ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتاویں گے اور اُن سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ والے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۶ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ

اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ كَذَّبَ	بِاٰيٰتِهٖ
دوزخ والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	پس کون	بڑا ظالم	اس سے جو	بہتان باندھا	اللہ پر	جھوٹ	یا جھٹلایا	اسکی آیتوں کو

ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے

اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا

اُولٰٓئِكَ	يَنَالُهُمْ	نَصِيْبُهُمْ	مِّنَ + الْكِتٰبِ	حَتّٰى	اِذَا	جَاۗءَتْهُمْ	رُسُلُنَا	يَتَوَفَّوْنَهُمْ	قَالُوْٓا
یہی لوگ	اُنہیں پہنچے گا	اُن کا نصیب (حصہ)	سے + کتاب (لکھا ہوا)	یہانتک کہ	جب	انکے پاس آئیں گے	ہمارے بھیجے ہوئے	انکی جان نکالنے	وہ کہیں گے

ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جاوے گا۔ یہاں تک کہ جب انکے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انکی جان قبض کرنے آویں گے،

اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى

اَيْنَ مَا	كُنْتُمْ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	قَالُوْا	ضَلُّوْا	عَنَّا	وَ	شَهِدُوْا	عَلٰى
کہاں جو	تم تھے	پکارتے	سے	اللہ کے سوا	وہ کہیں گے	وہ گم ہوگئے	ہم سے	اور	گواہی دیں گے	پر

تو کہیں گے وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہوگئے

اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝۳۷

اَنْفُسِهِمْ	اَنَّهُمْ	كَانُوْا كٰفِرِيْنَ
اپنی جانیں	کہ وہ	کافر تھے

اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے۔

عہد ازلی کی یاد دہانی: گذشتہ سے جو مضمون بیان ہوتا چلا آرہا ہے اس کی ترتیب ظاہر کرتی ہے کہ جب حضرت آدم وحوا علیہما السلام اپنے اصلی مسکن جنت سے جہاں ان کو آزادی اور فراخی کے ساتھ بلا روک ٹوک زندگی بسر کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ عارضی طور پر محروم کردیئے گئے تو

ان کی مخلصانہ توبہ وانابت پر نظر کرتے ہوئے تمام اولاد بنی آدم کو اپنی آبائی میراث واپس دلانے کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے کچھ ہدایات دی گئیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ختم کرنے کے بعد یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ سے خطاب شروع فرما کر ہدایت کا مسلسل بیان ہوا جن میں شیطان لعین کے مکروفریب سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرمائی گئی اور اعمال وعقائد میں ابلیس کے اتباع اور احکام الٰہیہ کی مخالفت سے ممانعت فرمائی گئی اور تمام بے حیائی' بدکاری' گناہ ظلم وزیادتی کے کاموں سے بچنے اور اخلاص وعبودیت کا راستہ اختیار کرنے اور خدا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے اور جو حدود وقیود مالک حقیقی نے عائد کر دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اب ان آیات میں بھی بنی آدم ہی سے خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ گذشتہ مضمون کا خطاب تم کو کچھ جدید نہیں بلکہ عالم ارواح ہی میں تمام بنی آدم سے یہ عہد لے لیا گیا تھا اور وعدہ وعید سنا دیا گیا تھا کہ اے اولاد آدم ہمارے پیام رساں اور قوانین وہدایت پہنچانے والے تمہارے پاس دنیا میں پہنچیں گے اور تم کو میرے احکام سنائیں گے اور تم کو راہ ہدایت اور صراط مستقیم سے آگاہ کریں گے تو تم ان کی ہدایت پر چلنا اور ان کی نصیحت قبول کرنا۔ ان کے قول سے سرتابی نہ کرنا اور نہ ان کی تکذیب کرنا کیونکہ تم میں سے جو شرک وکفر سے بچے رہیں گے اور اعمال کو درست کر لیں گے ان کو قیامت کے دن نہ آئندہ کا خوف ہوگا نہ گذشتہ کا غم اور جو لوگ ہمارے احکام نہ مانیں گے ایمان نہ لائیں گے اور سرتابی کریں گے وہ دوامی دوزخی ہوں گے پھر کبھی رہائی نہ ملے گی۔ عہد مذکور سنانے کے بعد اہل دوزخ کا ذکر کیا گیا اور کفار کی عبرتناک حالت اور مرتے وقت ان کی بے چارگی اور بے بسی کو بتلایا گیا کہ ایسے لوگوں کے لئے عمر اور مال وجاہ جو اللہ کی طرف سے مقدر کر دیا گیا ہے وہ تو ان کو دنیا میں مل جائے گا اور ایک وقت تک ان کو ملتا رہے گا یہاں تک کہ جب اللہ کے فرشتے ان کی روحیں نکالنے آئیں گے اور عذاب خداوندی کی وعیدیں سنائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے اب ان کو بلاؤ کہ تمہاری مدد کریں اور تم کو عذاب سے بچائیں۔ اس وقت کفار جواب دیں گے کہ وہ معبود تو ہم سے سب غائب ہو گئے اور واقعی کوئی ہمارے کام نہ آیا اس وقت مجبور ہو کر وہ اپنے کفر کا اقرار کریں گے اور اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ بیشک وہ کافر تھے یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے کہ جیسے قلب سے تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا اور برتاؤ میں مخالفت وعداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے۔

غرضیکہ ان آیات میں اس عہد قدیم کا یاد دلانا مقصود ہے کہ جو اولاد آدم سے عالم ارواح میں لیا گیا تھا جو توحید ورسالت اور قیامت اور جزاوسزا کے بیان پر اجمالاً مشتمل تھا۔ تو جہاں ان آیات سے اور اس مضمون سے کفار ومشرکین کو وعدہ ازل کی یاد دہانی اور کفر وشرک سے ممانعت مقصود بیان ہے وہیں درپردہ اہل ایمان کو بھی تنبیہ ہے کہ تم کو اسی عہد پر قائم رہنا چاہئے جو ازل میں اور عالم ارواح میں کر چکے ہو۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے روز ازل میں عالم ارواح کے کئے ہوئے عہد وپیمان کو دنیا میں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ قرآنی ہدایات پر چلنا اور اس کے مطابق تقویٰ اور نیکی اختیار کرنا ہمارے لئے آسان فرما دے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہمیں بچا لے۔

یا اللہ ہمارا ایمان واسلام پر فرشتوں کی بشارت کے ساتھ خاتمہ بالخیر فرما اور میدان حشر میں ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل فرما کہ جن کو نہ خوف ہوگا نہ غم۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ

قَالَ	ادْخُلُوْا	فِیْۤ اُمَمٍ	قَدْ خَلَتْ	مِنْ قَبْلِكُمْ	مِنَ	الْجِنِّ	وَالْاِنْسِ	فِی النَّارِ	كُلَّمَا	دَخَلَتْ	اُمَّةٌ
فرمائے گا	تم داخل ہو جاؤ	اُمتوں میں (ہمراہ)	گزر چکی	تم سے قبل	سے	جنات	اور انسان	آگ (دوزخ) میں	جب بھی	داخل ہوگی	کوئی امت

اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گذر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی انکے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ جس وقت کوئی جماعت

لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا

لَعَنَتْ	اُخْتَهَا	حَتّٰۤی	اِذَا	ادَّارَكُوْا	فِیْهَا	جَمِیْعًا	قَالَتْ	اُخْرٰىهُمْ	لِاُوْلٰىهُمْ	رَبَّنَا	هٰۤؤُلَآءِ	اَضَلُّوْنَا
لعنت کریگی	اپنی ساتھی	یہاں تک	جب	مل جائینگے	اس میں	سب	کہے گی	انکی پچھلی قوم	اپنے پہلوں کے بارہ میں	اے ہمارے رب	یہ ہیں	انہوں نے ہمیں گمراہ کیا

داخل ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہو جاویں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ

فَاٰتِهِمْ	عَذَابًا	ضِعْفًا	مِنَ النَّارِ	قَالَ	لِكُلٍّ	ضِعْفٌ	وَلٰكِنْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ	وَقَالَتْ
پس دے انکو	عذاب	دوگنا	آگ سے	فرمائے گا	ہر ایک کیلئے	دوگنا	اور لیکن	نہیں	تم جانتے	اور کہیں گے

پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو انکو دوزخ کا عذاب دوگنا دیجئے اللہ تعالیٰ فرماویں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم کو خبر نہیں۔ اور پہلے لوگ پچھلے

اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع

اُوْلٰىهُمْ	لِاُخْرٰىهُمْ	فَمَا	كَانَ لَكُمْ	عَلَیْنَا	مِنْ فَضْلٍ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا	كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ
انکے پہلے	اپنے پچھلوں کو	پس نہیں	ہے تمہیں	ہم پر	کوئی بڑائی	چکھو	عذاب	اس کا بدلہ	تم کماتے تھے (کرتے تھے)

لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں سو تم بھی اپنے کردار کے مقابلہ میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

عہد ازل کو بھول جانے والوں کا انجام

گذشتہ آیات میں کفار مکذبین و مجرمین کے متعلق دنیا اور موت کے بعد عالم برزخ کا حال بیان فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ان تکذیب کرنے والوں کو دنیا میں جو ان کے نصیب کا رزق اور عمر ہے۔ وہ تو مل جائے گا اور مرنے کے وقت اور برزخ میں وہ اپنی بے بسی اور بے کسی دیکھ کر اپنے کافر ہونے کا اقرار خود کرنے لگیں گے اور صاف سمجھ جائیں گے کہ واقعی ہم کافر مجرم ہیں۔ ہمیں اللہ کی کتابوں اور اللہ کے رسولوں نے دنیا میں لاکھ سمجھایا کہ کفر نہ کرو ورنہ مرنے کے بعد سزا ملے گی مگر اس وقت ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا اور بتلایا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا۔ پھر عالم برزخ کے بعد قیامت میں جو ان کفار مکذبین و مجرمین کا حال ہوگا اس کو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حکم ہوگا کہ اب تم انسانوں اور جنات کی ان تمام قوموں کے ساتھ جو تم سے پہلے اسی کفر کی آفت میں مبتلا تھیں سب مل کر دوزخ میں جاؤ کیونکہ تمہارے کفر کی یہی سزا ہے۔ تم کو دنیا میں اپنی کتابیں اور رسول بھیج کر بتا دیا گیا تھا۔ اگر تم دنیا ہی میں اس کو سمجھ جاتے تو آج آگ کے عذاب سے بچ جاتے لیکن تم نہیں مانتے تو اب اس کا عذاب بھگتو۔ چنانچہ آگے پیچھے وہ سب دوزخ میں داخل کر دیئے

جائیں گے۔ جب وہ گروہ در گروہ دوزخ میں داخل ہوتے جائیں گے تو ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے اور لڑتے جھگڑتے جائیں گے۔ جس وقت ایک گروہ داخل ہوگا تو وہ اپنے مثل و ہم جنس دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا یعنی یہودی یہودیوں پر لعنت کریں گے عیسائی عیسائیوں پر اور مجوسی مجوسیوں پر غرض یہ کہ اس مصیبت میں ایک دوسرے کی ہمدردی تو کیا ہوتی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور جس وقت سب دوزخ میں جمع ہو جاویں گے تو ہر پچھلا گروہ اپنے سے پہلے گروہ کی نسبت کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار ان لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا یعنی یہ ہمارے مقتدا اور پیشوا تھے۔ جو راہ انہوں نے ہمارے لئے تجویز کی ہم اس پر چلے۔ ہم ان کو بڑا سمجھتے تھے۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور ہم کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ غرض یہ کہ ہماری گمراہی کا سبب یہ لوگ ہوئے ہیں سو آپ ان کو دوزخ کا دگنا عذاب دیجئے کیونکہ ان کا دہرا قصور ہے۔ خود بھی گمراہ تھے ہم کو بھی گمراہ کیا۔ ان کو جواب ملے گا کہ تم میں سے ہر گروہ کو دگنا عذاب ہے مگر تم دوسرے فریق کے عذاب کو نہیں جانتے۔ اس لئے ایسا کہتے ہو یعنی ایک حساب سے پہلوں کا گناہ بڑا ہے۔ کہ انہوں نے نمونہ بد قائم کیا اور پچھلوں کے لئے بری راہ ڈالی۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور ایک حساب سے پچھلوں کا گناہ زیادہ ہے اور زیادہ قابل گرفت ہے کہ انہوں نے پہلوں کا حال سن کر اور ان کی حالت دیکھ کر بھی عبرت نہ پکڑی اس لئے فیصلہ یہ ہے کہ اگلوں اور پچھلوں سب کو دگنی سزا ملے گی۔ یہ فیصلہ سن کر پہلے لوگ پچھلوں کو چڑائیں گے کہ ہمارے لئے تم نے دگنی سزا دیئے جانے کی درخواست کی تھی مگر کیا ہاتھ آیا۔ تم میں کیا سرخاب کا پر تھا کہ جو تم کو سزا کم ملتی۔ مجرم مجرم سب برابر۔ گمراہی اور استحقاق عذاب میں ہم تم دونوں برابر ہیں لہٰذا تم بھی اپنے کئے کا مزہ چکھو اس کفر کے بدلہ میں جو تم نے کمایا۔

برادران عزیز یہ کلام پاک کی آیتیں آنکھیں کھول کر اور کان لگا کر سننے کی ضرورت ہے کہ یہ کیا بتلاتی ہیں اور ان میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ موت کے بعد آنکھیں اس دنیا سے بند ہو کر آخرت کی طرف سے کھل جائیں گی اور معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ قرآن مجید نے کہا تھا وہ بالکل سچ تھا لیکن اس وقت آنکھوں کا کھلنا کچھ کام نہ آئے گا کام اسی کا بنے گا جس کی آنکھیں ابھی زندگی میں کھل جائیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ دنیا میں ہمیں اپنا اطاعت گزار اور فرمانبردار بننا نصیب فرماویں۔ قرآن پاک کا اتباع اور اس کا ذوق شوق ہم کو اور ہماری نسلوں کو عطا فرماویں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جو امتی ہونے کا ہم کو شرف عطا فرمایا ہے ہم کو صحیح معنیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی بننا نصیب فرماویں۔ شیطان کے مکر وفریب سے ہماری حفاظت فرماویں اور آخرت کی تیاری کا فکر ہمارے دلوں میں اتار دیں اور اپنے مومن اور مخلص بندوں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرماویں اور عذاب جہنم سے بچا کر جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَاسْتَكْبَرُوْا	عَنْهَا	لَا تُفَتَّحُ	لَهُمْ	اَبْوَابُ	السَّمَآءِ	وَ	لَا يَدْخُلُوْنَ
بیشک	وہ لوگ جو	جھٹلایا	ہماری آیتوں کو	اور تکبر کیا انہوں نے	اُن سے	نہ کھولے جائیں گے	ان کیلئے	دروازے	آسمان	اور	نہ داخل ہوں گے

جولوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور اُن سے تکبر کرتے ہیں اُن کیلئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے

الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُم مِّن جَهَنَّمَ

الْجَنَّةَ	حَتّٰى	يَلِجَ	الْجَمَلُ	فِيْ	سَمِّ	الْخِيَاطِ	وَكَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُجْرِمِيْنَ	لَهُمْ	مِّنْ جَهَنَّمَ
جنت	یہانتک (جب تک)	داخل ہوجائے	اُونٹ	میں	ناکا	سُوئی	اور اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	مجرم (جمع)	ان کیلئے	جہنم کا

جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔اُن کیلئے آتشِ دوزخ کا بچھونا ہوگا اوران کے

مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

مِهَادٌ	وَ	مِنْ	فَوْقِهِمْ	غَوَاشٍ	وَكَذٰلِكَ	نَجْزِي	الظّٰلِمِيْنَ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
بچھونا	اور	سے	انکے اوپر	اوڑھنا	اور اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	ظالم (جمع)	اور جولوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے

اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔اور جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت

الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾

الصّٰلِحٰتِ	لَا نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ + الْجَنَّةِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
اچھے	ہم بوجھ نہیں ڈالتے	کسی پر	مگر	اس کی وُسعت	یہی لوگ	جنت والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

منکرین جنت میں نہیں جاسکیں گے

گذشتہ آیات میں کفار ومکذبین کا ذکر ہوا تھا اوران کے قیامت میں دوزخ میں دخل ہونے اور وہاں ایک گروہ کا دوسرے گروہ پر لعنت ملامت کرنے کا حال بیان ہوا تھا۔اب ان کی جنت سے محرومی کی کیفیت کو بیان کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ منکرین ومکذبین کے لئے نہ زندگی میں ان کے اعمال کے لئے آسمانی قبول ورفعت حاصل ہے نہ مرنے کے بعد ان کی ارواح کو آسمان پر چڑھنے کی اجازت ہے کیونکہ ان کے اعمال گندے ہیں۔ان کی روحیں نجس ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال صالحہ اور کلمات طیبہ اور پاک روحیں ہی چڑھتی ہیں۔آسمان کا دروازہ انہی لوگوں کی ارواح کے لئے کھلتا ہے جنہوں نے انبیائے کرام کی بے چون و چرا تصدیق کی اور سر تسلیم ان کے سامنے خم کیا اور جنہوں نے بجائے تصدیق کے انبیاء کی تکذیب کی اور بجائے تواضع کے ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔جیسا کہ احادیث میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ فرشتے جب کافر کی روح کو قبض کر کے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو آسمان اور زمین کے درمیان رہنے والے فرشتوں کی جس جماعت پر گزرتے ہیں تو وہ جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ خبیث روح کس کی ہے جس سے مردار کی بدبو آرہی ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے اور دنیا میں جو اس کا بہت برا نام تھا وہ لے کر بتاتے ہیں یعنی اس خبیث کا اسم اور مسمیٰ دونوں ہی گندے اور پلید ہیں۔جب آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس کے لئے دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں مگر اس کے

لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا اور اس کی روح کو آسمان سے سجین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے اور مومن کی روح کے لئے جس کو انتقال کے بعد فرشتے جنت کے کفن اور جنت کی خوشبو میں ملبوس کر کے آسمان دنیا پر لے جاتے ہیں تو اس کے لئے آسمان دنیا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ ساتویں آسمان تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد موت کافر کی روح کو آسمان کی جانب سے سجین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے۔ سجین زمین کے ساتویں طبق میں جہنم کی ایک وادی ہے جس میں کفار کی ارواح رکھی جاتی ہیں۔ اس کے بالمقابل علیین ہے کہ ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے جنت کا ایک مقام ہے جہاں مومنین کے اعمال نامہ رکھے جاتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں مکذبین و متکبرین کے لئے ایک بات تو یہ فرمائی گئی کہ مرنے کے بعد ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے جس کی تشریح حدیث سے معلوم ہوئی۔ دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ وہ لوگ کبھی بھی جنت میں نہ جاسکیں گے اور اس کو ایک مثال سے سمجھایا گیا۔ اونٹ اہل عرب کے خیال میں جانوروں میں سب سے بڑا جانور تھا اس کا سوئی کے ناکہ جیسی چھوٹی اور تنگ جگہ میں داخل ہونا بالکل محال اور ناممکنات میں سے ہے۔ ایسے ہی ان کفار کا جنت میں داخل ہونا محال اور ناممکنات میں سے ہے اور جہنم میں ان کی یہ حالت ہوگی کہ ہر طرف سے آگ گھیرے ہوگی اور کسی کروٹ چین نہ ملے گا۔ آگ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ آگے بتلایا گیا کہ کفار کو جو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ جنت میں ان کا داخلہ ناممکن اور محال بنا دیا اور جہنم کے عذاب محیط کو ان پر مسلط کر دیا تو وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ مجرم ہیں اور مجرم کی یہی سزا ہے اور جرم یہ ہے کہ احکام خداوندی کی تکذیب کی اور ان کے قبول کرنے سے تکبر کیا تو ظالموں کو ایسی ہی سزا ہوا کرتی ہے۔

مومنین کو ہمیشہ کی جنت ملے گی

اب جب کفار کا انجام کار بیان کیا جا چکا آگے مومنین صالحین کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ نیکو کار مومنین کو دوامی جنت حاصل ہوگی۔ مومنین کے تذکرہ میں بطور جملہ معترضہ کے لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا فرمایا یعنی ہم طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتے۔ اس ارشاد سے متنبہ فرما دیا کہ ایمان و عمل صالح جس پر اتنا عظیم الشان صلہ مرحمت ہوتا ہے کوئی ایسی مشکل چیز نہیں کہ جو انسان کی طاقت سے باہر ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت کو نرم اور آسان کر دیا ہے۔ بیماری، کمزوری، سفر اور دوسری انسانی ضروریات کا ہر حکم میں لحاظ رکھ کر آسانیاں دی گئی ہیں۔ تمام انسانی زندگی کے مختلف ادوار اور حالات کا جائزہ لے کر ہر حال میں ہر وقت اور ہر جگہ کے لئے مناسب احکام دیئے ہیں جن پر عمل کرنا کوئی دشوار کام نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس کے مطلب یہ بھی لئے ہیں کہ ہر آدمی سے عمل صالح اسی قدر مطلوب ہے جتنا اس کی مقدرت و طاقت میں ہو۔ اس سے زائد کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح کی تکلیف ایسا بوجھ نہیں کہ جو نا قابل برداشت ہو اور طاقت بشری سے باہر ہو تو ایسے ایمان اور عمل صالح والے لوگ بہشتی ہیں۔ بہشت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ بہشت ہی میں رہیں گے عمل ان کا اگرچہ محدود تھا مگر اس کی جزاء غیر محدود ہوگی۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان کے ماننے سے تکبر کرتے ہیں ان کی روح کے لئے مرنے کے بعد آسمان کے دروازہ نہ کھولے جاویں گے۔ یہ حالت تو مرنے کے بعد برزخ میں ہوئی اور قیامت کے روز وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے جب تک کہ ایک اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور یہ محال ہے پس کفار کا جنت میں جانا بھی محال ہوا اور ہم ایسے مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں یعنی ہم کو کوئی عداوت نہ تھی جیسا کیا ویسا بھگتا اور اوپر جو دوزخ میں جانا ان کا مذکور ہوا تو وہاں یہ حال ہوگا کہ آگ ان کو ہر چہار طرف سے محیط ہوگی چنانچہ ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔" یہ تو مکذبین کے سزا کی تفصیل تھی آگے مومنین کے جزا کی تفصیل ہے اور ارشاد ہوتا ہے "اور جو لوگ آیات الٰہیہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور یہ نیک کام چنداں مشکل بھی نہیں کیونکہ ہماری عادت ہے کہ ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے۔ ایسے لوگ جنت میں جانے والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ 20

وَنَزَعْنَا	مَا	فِيْ	صُدُوْرِهِمْ	مِّنْ غِلٍّ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهِمُ	الْاَنْهٰرُ	وَقَالُوا	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ
اور کھینچ لئے ہم نے	جو	میں	انکے سینے	کینے	بہتی ہیں	سے	اُنکے نیچے	نہریں	اور وہ کہیں گے	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے

اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے اُن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے اللہ کا شکر و احسان ہے جس نے ہم کو اس

الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

الَّذِيْ	هَدٰىنَا	لِهٰذَا	وَمَا	كُنَّا	لِنَهْتَدِيَ	لَوْ	لَآ	اَنْ هَدٰىنَا	اللّٰهُ	لَقَدْ	جَآءَتْ	رُسُلُ	رَبِّنَا
جس نے	ہماری رہنمائی کی	اسکی طرف	اور نہ	ہم تھے	کہ ہم ہدایت پاتے	اگر	نہ	کہ ہمیں ہدایت دیتا	اللہ	البتہ	آئے	رسول	ہمارا رب

مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے

بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۴۳

بِالْحَقِّ	وَنُوْدُوْٓا	اَنْ	تِلْكُمُ	الْجَنَّةُ	اُوْرِثْتُمُوْهَا	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ
حق کیساتھ	اور انہیں ندا دی گئی	کہ	یہ کہ تم	جنت	تم اسکے وارث ہوگے	صلہ میں	تم تھے	کرتے تھے

اور ان سے پکار کر کہا جاوے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال کے بدلے۔

جنت کے ماحول کی پاکیزگی

گذشتہ آیات میں اہل دوزخ کی حالت بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو لعنت ملامت کریں گے اور ایک دوسرے پر غیظ و غضب ظاہر کریں گے برخلاف ان کے جنتیوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ اگر دنیا کی زندگی میں ان اہل ایمان کے درمیان بر بنائے بشریت اگر کوئی خفگی رنجش اور بدمزگی یا آپس کی غلط فہمی رہی ہوں گی تو آخرت میں جنت میں داخل ہونے سے پہلے سب دور کر دی جائیں گی۔ ان کے دل ایک دوسرے سے صاف ہو جائیں گے اور مخلص دوستوں اور بھائیوں کی حیثیت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت میں پہنچ جانے کے بعد نہ ایک کو دوسرے سے عداوت ہوگی اور نہ شکوہ شکایت کیونکہ رنج و غم اور شکوہ شکایت عیش کو مکدر کر دیتا ہے اور جنت میں تکدر کا نام و نشان نہ ہوگا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کبھی اس درجہ کے نیکوں میں بھی باہم رنجش و کدورت پیش آ جایا کرتی ہے کہ جو خدا کے نزدیک اصحاب الجنہ کا مصداق ہوتے ہیں اور ان کی اس باہمی رنجش سے اللہ کے نزدیک ان کے مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ ان کی رنجش کی بنیاد حسد و طمع پر نہیں ہوتی بلکہ محض للہ اور فی اللہ ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی طرف سے طلب حق میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے ان سے جو خطاء اور غلطی ہوتی ہے وہ اجتہادی ہوتی ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اجتہاد کیا اور صواب کو پہنچا اس کو دو اجر ہیں اور جس نے اجتہاد میں غلطی کی اس کو ایک اجر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم قیامت کے دن انہی لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ یعنی اہل جنت کی یہ کیفیت ہوگی کہ جو کچھ ان کے دلوں میں کسی معاملہ کیوجہ سے دنیا میں باقتضائے طبعی رنج و غبار تھا ہم اس کو بھی دور کریں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہونے کے لئے چلیں گے تو اس کے دروازہ کے پاس ایک درخت پائیں گے

جس کے نیچے دو چشمہ جاری ہوں گے جس میں سے ایک چشمہ کا پانی وہ پئیں گے تو ان کے سینوں کا کینہ دور ہو جائے گا۔ دوسرے چشمہ سے وہ غسل کریں گے جس سے ان پر تازگی اور خوشحالی آ جائے گی۔

بعض علمائے مفسرین نے وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ باوجودیکہ جنتیوں کے مدارج مختلف ہوں گے کوئی اعلیٰ درجہ میں ہوگا کوئی ادنیٰ درجہ میں مگر بایں ہمہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے پر حسد نہ ہوگا۔ ہر ایک اپنے درجہ میں خوش ہوگا اور سب ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اخلاص رکھیں گے۔ جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے تو وہ اس بات پر نہ پھولیں گے کہ کام ہی ہم نے ایسے کئے تھے جن پر ہمیں جنت ملی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا۔ شکر اور احسان مندی بیان کریں گے اور غایت مسرت سے کہیں گے کہ یہ سب ہمارے رب کریم کا فضل واحسان ہے۔

اس کی توفیق وعنایت سے ہم کو ہدایت میسر ہوئی اگر اس کا فضل وکرم شامل حال نہ ہوتا تو ہم یہاں کبھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اب ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ اللہ جل شانہ کے برگزیدہ رسول ہمیں جو باتیں بتاتے تھے وہ سب سچ تھیں اور ہم سے جو وعدہ کرتے تھے وہ سب سچے تھے۔ گویا اہل ایمان دخول جنت کے بعد اول حق تعالیٰ کی نعمت ہدایت اور نعمت توفیق کا شکر ادا کریں گے۔ بعد ازاں حضرات انبیائے کرام ورسل کا ذکر کریں گے جو خدا اور بندوں کے درمیان میں واسطہ فی الہدایت اور واسطہ فی الانعام ہیں۔ الغرض اہل جنت میں پہنچ کر سب سے پہلے اسی کا اظہار کریں گے کہ محض حق تعالیٰ کی توفیق اور دستگیری سے اور پھر حضرات انبیائے کرام کی رہنمائی اور رہبری سے ہم کو یہ اعلیٰ مقام نصیب ہوا ورنہ ہم کہاں اور یہ مقام کہاں۔ اب جبکہ اہل جنت ان تمام نعمتوں اور کرامتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق اور ہدایت اور اس کے لطف وعنایت کا کرشمہ سمجھ کر اس کا شکر ادا کریں گے اور اس کو اپنے اور عمل صالح کا ثمرہ نہیں سمجھیں گے تو حق تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی جو کوئی فرشتہ ہوگا ندا دے گا کہ یہ جنت ہے جس کے تم اپنے عملوں کے عوض وارث بنائے گئے ہو۔ یعنی یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے دنیا میں رسولوں نے وعدہ کیا تھا اب تم اس کے مالک ہو گئے اور ایمان وعمل صالح کی برکت سے تم نے اپنے باپ آدم کی میراث ہمیشہ کے لئے حاصل کر لی۔ مطلب یہ کہ تمہارے اعمال کے سبب تم کو رحمت الٰہی ملی اور رحمت الٰہی کی وجہ سے جنت نصیب ہوئی یہ مطلب نہیں کہ محض اعمال صالحہ دخول جنت کے موجب ہیں کیونکہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یاد رکھو تم میں سے کوئی بھی صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتا۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی نہیں جا سکتا مگر یہ کہ خدا مجھے اپنی رحمت وفضل میں ڈھانپ لے تو حاصل یہ کہ دخول جنت رحمت کے سبب ہوگا اور رحمت کے حصول کا سبب اعمال صالحہ ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما اور آخرت میں اپنے ان بندوں میں شامل فرما کہ جو جنت میں پہنچ کر آپ کی حمد وثنا بیان کریں گے۔ یا اللہ آپ کی پاک جنت میں داخلہ بیشک آپ کے فضل وکرم ہی سے ہوگا۔ ہمارے اعمال اس لائق کہاں ہیں کہ جو ہم اپنے اعمال کی بدولت جنت میں پہنچنے کا وسوسہ بھی لا سکیں۔

یا اللہ ہم کو اس دنیا میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے کہ جو آپ کی رضا کا باعث ہوں اور آپ خوش ہو کر ہمارا داخلہ اپنی رضا کے مقام جنت میں فرما دیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَن قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ

وَنَادَىٰ	أَصْحَابُ الْجَنَّةِ	أَصْحَابَ النَّارِ	أَنْ	قَدْ وَجَدْنَا	مَا	وَعَدَنَا	رَبُّنَا	حَقًّا	فَهَلْ
اور پکاریں گے	جنت والے	دوزخ والوں کو	کہ	تحقیق ہم نے پالیا	جو	ہم سے وعدہ کیا	ہمارا رب	سچا	تو کیا

اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم

وَجَدتُّم مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ ۚ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَن لَّعْنَةُ اللَّهِ عَلَى

وَجَدْتُّمْ	مَا وَعَدَ	رَبُّكُمْ	حَقًّا	قَالُوا	نَعَمْ	فَأَذَّنَ	مُؤَذِّنٌ	بَيْنَهُمْ	أَنْ	لَعْنَةُ	اللهِ	عَلَى
تم نے پایا	جو وعدہ کیا	تمہارا رب	سچا	وہ کہیں گے	ہاں	تو پکارے گا	ایک پکارنے والا	انکے درمیان	کہ	لعنت	اللہ	پر

نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا وہ کہیں گے ہاں پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو ان ظالموں پر۔

الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ﴿٤٥﴾

الظّٰلِمِيْنَ	الَّذِيْنَ	يَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللهِ	وَيَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا	وَهُمْ	بِالْاٰخِرَةِ	كٰفِرُوْنَ
ظالم (جمع)	جو لوگ	روکتے تھے	سے	راستہ	اللہ	اور اس میں تلاش کرتے تھے	کجی	اور وہ	آخرت کے	کافر (جمع)

جو اللہ کی راہ سے اعراض کیا کرتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے۔

جنتیوں اور جہنمیوں کا مکالمہ

جنتی جب جنت میں امن چین سے بیٹھ جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں ہوں گے تو اہل جنت اور اہل دوزخ میں باہم گفتگو اور بات چیت ہوگی۔ اس کا بیان ان آیات زیر تفسیر میں فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جنتی جنت میں پہنچ کر اپنے حال پر اظہار مسرت اور دوزخیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے پکار کر ان سے کہیں گے۔ یعنی دنیا میں جو مومن کافروں کو جانتے تھے ان سے پکار کر کہیں گے کہ ہم سے جس کامیابی۔ نجات وثواب کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ہم نے تو اس کو برحق پایا۔ وعدہ کے مطابق ہم کو سب کچھ مل گیا۔ اب تم اپنی کہو کہ جس عذاب وسزا سے خدا نے تم کو دنیا میں ڈرایا تھا تم نے بھی اس کو برحق پایا؟ اور وعید کے مطابق عذاب میں مبتلا ہوئے اور تمہارے رب نے جو تم سے کہا تھا وہ ٹھیک پورا ہوا یا نہیں؟۔ اس کے جواب میں دوزخی ندامت سے کہیں گے کہ ہاں وہ سب کچھ ٹھیک تھا اور ہو بہو وہی ہوا جو کہا گیا تھا ہم نے وعید کے مطابق عذاب پالیا۔ اہل دوزخ کا یہ جواب جس حسرت ومایوسی کا اظہار کرتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ایک طرف دوزخ کی ناقابل برداشت بیرونی مصیبت اور اذیت اور دوسری طرف دلی رنج وکوفت، حسرت وندامت۔ آج یہ باتیں سوچ کر انسان کو ان سے بچنے کی جس طرح ہو سکے کوشش کرنی چاہئے ورنہ اگر خدانخواستہ آج اسے معمولی بات سمجھ کر اڑا دیا تو کل سر پر مصیبت آپڑنے کے بعد کچھ بنائے نہ بنے گی۔ جب یہ گفتگو ہو چکے گی تو ایک فرشتہ ان دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو کر ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی ابدی لعنت واقع ہو چکی جو دنیا میں سچی باتوں سے دور بھاگتے تھے اور اللہ کے راستہ پر چلنے سے لوگوں کو روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ خدا کی شریعت ٹیڑھی کر دیں تاکہ اس پر کوئی عمل نہ کرے۔ آخرت پر بھی انہیں یقین نہ تھا خدا کی ملاقات کو بھی نہیں مانتے تھے اس لئے بے پروائی سے برائیاں کرتے تھے اور آخرت کے انجام سے بالکل نڈر اور بے فکر تھے۔

جنتیوں اور جہنمیوں کے مکالمہ کی کیفیت کا ادراک عالم دنیا میں نہیں ہوسکتا

کسی کو شبہ ہوسکتا ہے کہ جنت ایک عالم قدس کا نام ہے جو بالکل فضاء نور ہے اور دوزخ نام ہے ایک عالم تیرگی کا جو دار العذاب ہے اور ان دونوں کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کوئی دنیا کے چھوٹے چھوٹے دو مکان تو ہوں گے نہیں کہ ایک کے رہنے والے دوسرے کے رہنے والوں کو پکار سکیں گے۔ پھر کس طرح اہل جنت اہل دوزخ کو پکار سکیں گے؟ تو یہ سمجھ لیجئے کہ دوزخ و جنت کی واقعی حقیقت ہمارے دماغوں میں نہیں آ سکتی۔ ہم اس عالم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی جنت جس میں کروڑ ہا کروڑ مخلوق خلقت آدمؑ سے روز قیامت تک کی تمام آ جائے وعلیٰ ھذا اتنی بڑی دوزخ کہ ہزاروں لاکھوں برس کے کل کفار اور گنہ گار تمام کے تمام اس میں سما سکیں کہاں ہوگی یا کہاں ہے؟ پھر جنت کے لذائذ اور دوزخ کی تکالیف کی تفصیلی حالت بھی انسانی تجربہ اور مشاہد اور ادراک سے خارج ہے۔ اسی طرح اہل جنت کا اہل دوزخ کو پکارنا بھی ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ ہاں جس طرح لذائذ جنت کی ترغیب کے لئے اور دوزخ کے انواع عذاب سے ڈرانے کے لئے قرآن پاک میں ترغیبی وترہیبی طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور الفاظ کا جامہ پہنا کر ہمارے سمجھانے کے لئے بطور تمثیل وتشبیہ کھانے کے لئے انگور، سیب، انار، گوشت وغیرہ پینے کے لئے بہترین شربت، دودھ وشہد وغیرہ رہنے کے لئے سونے چاندی کے مکانات، موتیوں کے دروازے۔ مشک وعنبر کی سڑکیں خدمت کے لئے حور وغلمان۔ اور حکومت وتصرف کے لئے ادنیٰ اہل ایمان کے لئے اتنی بڑی سلطنت جو دنیا سے بھی بڑی ہو گی بیان فرمائی اور دوزخ کی حالت بطور تمثیل وتشبیہ انتہائی المناک کیفیات، سوزش آتش، سانپ بچھو کا کاٹنا، کانٹوں میں کھینچا جانا، زقوم اور پیپ لہو کی خوراک ملنا، کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جانا وغیرہ ظاہر فرمائی گئیں لیکن ان سب کی حقیقت کا اللہ ہی کو علم ہے یہ تمام چیزیں کیسی ہوں گی کیا کیفیات ہوں گی اور کیا حالت ہوگی بس بالکل یہی حالت اور کیفیت نداء کے ساتھ ہوگی اس کی تفصیل کہ یہ نداء کیسی ہوگی اسی آواز لہجہ اور طرز اداء اہل جنت کی ہوگی یا کسی اور طریقہ سے قریب سے پکاریں گے یا دور سے اور دوزخی ان کی آواز کس طرح سنیں گے باوجود دوزخ کے شور اور چیخ وپکار کے اور باوجود ہولناک عذاب میں مبتلا ہونے کے وہ جواب بھی دے سکیں گے اور وہ آواز اہل جنت تک پہنچ جائے گی یہ تمام واقعات اور کیفیات انسانی ادراک کی حد سے خارج ہیں کیونکہ یہ عالم دنیا اور ہے اور وہ عالم آخرت اور ہے۔

دعا کیجئے

مولائے کریم اپنے کرم سے ہم کو اصحاب الجنہ میں شامل فرمالیں اور جنت کی نعمتوں سے ہم سب کو سرفراز فرمادیں اہل دوزخ سے ہم کو علیحدہ رکھیں اور عذاب نار سے ہم کو بچالیں۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں ایمان کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمادے کہ جو آپ کی خوشنودی اور رضا کا باعث ہوں اور ان اعمال وافعال سے بچالے کہ جو آپ کے غضب اور غصہ کا باعث ہوں۔

یا اللہ یہ آپ ہی کی تائید اور توفیق سے ممکن ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین . آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا

وَبَيْنَهُمَا	حِجَابٌ	وَ	عَلَى	الْأَعْرَافِ	رِجَالٌ	يَعْرِفُونَ	كُلًّا	بِسِيمَاهُمْ	وَنَادَوْا
اور انکے درمیان	ایک حجاب	اور	پر	اعراف	کچھ آدمی	پہچان لیں گے	ہرایک	انکی پیشانی	اور پکاریں گے

اوران دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ لوگ ہرایک کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے اور اہل جنت کو

أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ

أَصْحَابَ الْجَنَّةِ	أَنْ	سَلَامٌ	عَلَيْكُمْ	لَمْ يَدْخُلُوهَا	وَهُمْ	يَطْمَعُونَ	وَإِذَا	صُرِفَتْ
جنت والے	کہ	سلام	تم پر	وہ اس میں داخل نہیں ہوئے	اور وہ	امیدوار ہیں	اور جب	پھریں گی

پکار کر کہیں گے السلام علیکم ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہوں گے۔اور جب انکی نگاہیں

أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ

أَبْصَارُهُمْ	تِلْقَاءَ	أَصْحَابِ النَّارِ	قَالُوا	رَبَّنَا	لَا تَجْعَلْنَا	مَعَ	الْقَوْمِ	الظَّالِمِينَ	وَنَادَىٰ	أَصْحَابُ
انکی نگاہیں	طرف	دوزخ والے	کہیں گے	اے ہمارے رب	ہمیں نہ کر	ساتھ	لوگ	ظالم (جمع)	اور پکاریں گے	والے

اہل دوزخ کی طرف جاپڑیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔اور اہل اعراف بہت سے آدمیوں

الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٨﴾

الْأَعْرَافِ	رِجَالًا	يَعْرِفُونَهُمْ	بِسِيمَاهُمْ	قَالُوا	مَا أَغْنَىٰ	عَنْكُمْ	جَمْعُكُمْ	وَمَا	كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ
اعراف	کچھ آدمی	وہ انہیں پہچان لیں گے	انکی پیشانی سے	وہ کہیں گے	نہ فائدہ دیا	تمہیں	تمہارا جتھا	اور جو	تم تکبر کرتے تھے

کوجن کو کہ انکے قیافہ سے پہچانیں گے پکاریں گے کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا۔کیا یہ وہی ہیں جنکی نسبت

أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٤٩﴾

أَهَٰؤُلَاءِ	الَّذِينَ	أَقْسَمْتُمْ	لَا يَنَالُهُمُ	اللَّهُ	بِرَحْمَةٍ	ادْخُلُوا	الْجَنَّةَ	لَا	خَوْفٌ	عَلَيْكُمْ	وَلَا	أَنْتُمْ	تَحْزَنُونَ
کیا اب یہ وہی	وہ جو کہ	تم قسم کھاتے تھے	انہیں نہ پہنچائے گا	اللہ	اپنی کوئی رحمت	تم داخل ہوجاؤ	جنت	نہ	کوئی خوف	تم پر	اور نہ	تم	غمگین ہوگے

تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے گا" انکو یوں حکم ہوگیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے۔

اعراف اور اہل اعراف: گذشتہ آیات میں اہل جنت واہل دوزخ کے درمیان جو گفتگو واقع ہوگی اس کا ذکر ہوا تھا۔اب جنت و دوزخ کے درمیانی درجہ "اعراف" کا بیان ہورہا ہے اسی لفظ سے اس سورۃ کا نام بھی سورۃ اعراف رکھا گیا ہے۔جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حد فاصل حجاب ہوگا تاکہ جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہو۔اس حجاب کو دیوار سے تعبیر کیا ہے جس کی تفصیلی کیفیت کا ہم کو علم نہیں۔اس درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اس کو "اعراف" کہتے ہیں۔"اعراف" پر کھڑے ہونے والے یعنی اصحاب اعراف کون لوگ ہیں اس کے بارہ میں تقریباً بارہ اقوال نقل کئے گئے ہیں لیکن علمائے محققین کے نزدیک راجح وہی قول ہے جو

حضرت حذیفہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اور اکثر سلف وخلف سے منقول ہے یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات بھاری ہوں گے وہ جنتی ہیں اور جن کے سیئات غالب ہوئے وہ دوزخی ہوں گے اور جن کے حسنات وسیئات یعنی نیکیاں وبدیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب اعراف ہیں کہ اول فیصلہ میں نہ جنت کے لائق ہوں گے اور نہ دوزخ کے لائق کیونکہ ان کی میزان میں نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی پس برائیوں نے تو جنت میں داخل ہونے سے روکا اور نیکیوں نے دوزخ میں جانے سے روکا۔ پس وہ اعراف پر یعنی جنت و دوزخ کے درمیان ٹھہرائے جائیں گے۔ لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کار اصحاب اعراف جنت میں داخل ہو جائیں گے اور یہ ویسے بھی ظاہر ہے کہ جب گناہ گار مومنین جن کی بدیاں غالب تھیں جہنم سے نکل کر آخر کار جنت میں داخل ہوں گے تو اصحاب اعراف جن کی برائیاں اور نیکیاں برابر ہیں وہ ان سے پہلے داخل ہونے چاہئیں۔ یہ اصحاب اعراف اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے جنتیوں کو ان کے سفید اور نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو ان کی روسیاہی اور بدرونقی سے یہ اصحاب اعراف جنت والوں کو دیکھ کر سلام کریں گے جو بطور مبارکباد ہوگا اور چونکہ خود ابھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے اس لئے اس کی طمع اور آرزو کریں گے جو آخر کار حق تعالیٰ پوری فرما دیں گے۔ تاہم جنت اور دوزخ کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی حالت خوف ورجا کے بیچ میں ہوگی۔ جنتیوں کی طرف دیکھیں گے تو امید کریں گے دوزخیوں پر نظر پڑے گی تو خدا سے ڈر کر پناہ مانگیں گے کہ الٰہی ان کے ساتھ ہمیں شامل نہ کیجیو۔ پھر اہل اعراف جن لوگوں کو دنیا میں پہچانتے تھے جب ان کو دوزخ میں دیکھیں گے تو علامات اور چہرہ کی حالت دیکھ کر شناخت کر لیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اس مصیبت کے وقت تمہاری وہ جماعتیں اور جتھے کہاں گئے اور دنیا میں جو بڑھ چڑھ کر شیخیاں مارتے تھے وہ اب کیا ہوئیں۔ وہ تمہارا لاؤ لشکر نوکر چاکر حالی و مددگار جاہ وجلال جس پر تم گھمنڈ کرتے تھے کچھ بھی کام نہ آیا اور عذاب خداوندی سے تم کو بالکل نہ بچا سکا؟ پھر اہل جنت کی طرف اشارہ کر کے ان دوزخیوں سے کہیں گے کہ وہ ٹوٹے پھوٹے ضعیف الحال مساکین جن کو تم دنیا میں حقیر سمجھ کر کہا کرتے تھے کہ کیا خدا کی مہربانی سب کو چھوڑ کر ان جیسوں پر ہو سکتی ہے تو دیکھ لو ان سے تو کہہ دیا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ اب گذشتہ کا ان کو غم اور نہ آئندہ کا خوف حالانکہ تم اس عذاب میں مبتلا ہو۔

دنیا کا سلام اور آخرت کا سلام

یہاں بتلایا گیا کہ اہل اعراف اہل جنت کو آواز دے کر کہیں گے سلام علیکم یہ لفظ دنیا میں بھی اہل اسلام میں باہمی ملاقات کے وقت بطور تحفہ اور اکرام کے بولا جاتا ہے۔ اور مسنون ہے اور بعد موت کے قبروں کی زیارت کے وقت بھی اور پھر محشر اور جنت میں بھی لیکن آیات اور روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں تو السلام علیکم کہنا مسنون ہے اور اس دنیا سے گزرنے کے بعد بغیر الف لام کے سلام علیکم کا لفظ مسنون ہے۔ زیارت قبور کے لئے جو کلمہ قرآن میں مذکور ہے وہ بھی سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ آیا ہے اور فرشتے اہل جنت کا استقبال کریں گے اور کہیں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ الغرض اہل اسلام کے لئے بوقت ملاقات ورخصت یہ نہایت متبرک الفاظ ہیں مگر اب ان الفاظ کی بجائے جناب عالی! آداب عرض وغیرہ الفاظ اکثر نے تجویز کر لئے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ وفہم عطا فرماویں۔ اور اتباع سنت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے: یا اللہ دوزخ جو سراسر خوف وغم اور دکھ ودرد کی جگہ ہے اس سے ہمیں کامل طور پر بچایئے اور ظالموں میں شامل ہونے سے دنیا میں بھی بچایئے اور آخرت میں بھی بچایئے۔ یا اللہ کبر وغرور سے اپنے کو بڑا سمجھنا اور ضعیف مسکین ایمانداروں کو حقیر جاننا جو کافرانہ خصلت ہے اس سے ہمیں بچایئے اور ہمارے قلوب کو اس ناپاک خصلت سے پاک رکھئے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ

وَنَادٰى	اَصْحٰبُ النَّارِ	اَصْحٰبَ	الْجَنَّةِ	اَنْ	اَفِيْضُوْا	عَلَيْنَا	مِنَ	الْمَآءِ	اَوْ	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ
اور پکاریں گے	دوزخ والے	والے	جنت	کہ	بہاؤ (پہنچاؤ)	ہم پر	سے	پانی	یا	اس سے جو	تمہیں دیا	اللہ

اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے جنت والے کہیں گے کہ

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ

قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	حَرَّمَهُمَا	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	دِيْنَهُمْ	لَهْوًا	وَّلَعِبًا	وَّغَرَّتْهُمُ
کہیں گے	بیشک	اللہ	اسے حرام کردیا	پر	کافر (جمع)	وہ لوگ جو	انہوں نے بنالیا	اپنا دین	کھیل	اور کود	اور انہیں دھوکہ میں ڈالدیا

اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کیلئے بندش کر رکھی ہے جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگانی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۞

الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	فَالْيَوْمَ	نَنْسٰهُمْ	كَمَا نَسُوْا	لِقَآءَ	يَوْمِهِمْ	هٰذَا	وَ	مَا كَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَجْحَدُوْنَ
زندگی	دنیا	پس آج	ہم انہیں بھلا دینگے	جیسے انہوں نے بھلایا	ملنا	انکا دن	یہ۔اس	اور	جیسے۔تھے	ہماری آیتوں سے	وہ انکار کرتے تھے

سو ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے جیسا انہوں نے اِس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

دوزخیوں کی نامنظور درخواست

گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو دوزخیوں سے کلام کریں گے اور سوال کریں گے کہ ہم نے تو اللہ کا وعدہ سچا پایا کیا تم نے بھی سزا اور عذاب کا وعدہ جو تم سے اللہ نے کیا تھا پورا پایا۔ اس پر دوزخی جواب دیں گے کہ ہاں وہ واقعی بالکل سچ تھا۔ اس کے بعد اعراف والے جو گفتگو جنت اور دوزخ والوں سے کریں گے اس کا بیان ہوا تھا۔ اب آخر میں اس کا ذکر ہے کہ دوزخ والے جنتیوں سے کیا کہیں گے؟ یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ دوزخی دوزخ میں سے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے بدن اس آگ میں جل رہے ہیں۔ گرمی کی شدت برداشت سے باہر ہے تم ہمارے اوپر تھوڑا سا جنت کا پانی بہادو اور اللہ نے راحت و آرام کے سامان جو تمہیں عطا کئے ہیں ان میں سے ہمیں بھی کچھ دے دو۔ جنت والے اس کے جواب میں کہیں گے کہ اللہ نے جنت کے کھانے اور پانی کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ یہاں تو اللہ عزوجل نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ دنیا میں جن لوگوں نے اللہ کی باتوں پر دھیان نہیں دیا اور زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ اللہ نے مقرر کیا تھا اس کو کچھ وقعت نہ دی کھیل کود ناچ گانے سیر و تفریح کو شغل زندگی قرار دیا۔ اصل دین کو کھیل کود بنا دیا۔ دنیا کے دھندوں میں ایسے پھنسے کہ آخرت کا کبھی خیال ہی نہ آیا۔ سو جیسا ان کو دنیا کے مزوں میں پڑ کر کبھی آخرت کا خیال نہیں آیا آج یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی ان کا کچھ خیال نہ کریں گے۔ اور جس طرح انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا تھا آج اللہ تعالیٰ بھی ان کی درخواست منظور کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض لوگوں سے فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا عزت آبرو نہیں دی تھی؟ کیا گھوڑے اور اونٹ تیرے مطیع نہیں کئے تھے؟ اور کیا قسم قسم کی راحتیں تیرے لئے مہیا نہیں کی تھیں؟ وہ بندہ

عرض کرے گا پروردگار بیشک یہ سب باتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تجھے مجھ سے ملنے کا یقین تھا؟ بندہ عرض کرے گا یہ بات تو نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج ہم بھی تجھے ایسا ہی بھول جائیں گے جیسا تو ہم کو بھولا تھا۔

جہنمیوں کی کوئی فریاد نہیں سنی جائے گی

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا انہوں نے اس دن یعنی روز قیامت کے ملنے کو بھلا دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ تو فراموشی اور نسیان سے پاک ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح روز قیامت کو وہ لوگ بھول گئے تھے کوئی عمل خیر نہ کرتے تھے اور قیامت کے لئے انہوں نے کوئی تیاری نہ کی تھی اور اللہ کے احکام کا انکار کرتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بھوکا پیاسا دوزخ میں چھوڑ دیں گے اور جس طرح بھولنے والا بھولے ہوئے کی مدد نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ان کی کوئی دستگیری نہیں کریں گے اور ان کی فریاد نہیں سنیں گے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

کافروں کی دو صفات

یہاں اہل جنت نے کافروں اور دوزخیوں کی دو خصوصی صفات بیان کیں جن کی وجہ سے جنت کی ہر چیز ان پر حرام کردی جائے گی۔ ایک صفت تو یہ بیان کی کہ ان دوزخیوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا۔ دوسری صفت یہ بیان کی کہ جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اب اسلام کا دعویٰ کرنے والے بھی ذرا گریبان میں منہ ڈال کر غور کرلیں کہ خدانخواستہ یہ صفات ہم میں تو نہیں۔ ہم نے تو اپنے دین کو کھیل وتماشہ نہیں بنا رکھا؟ اور دنیوی زندگی نے ہم کو تو فریب میں نہیں ڈالا کہ آخرت کو بھول گئے ہوں یا آخرت کی طرف سے غفلت میں ہوں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کافرانہ صفات سے بچاویں اور ہم کو آخرت کا سچا یقین اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرماویں۔ دنیا میں جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو دی ہیں یہ آخرت کے فکر کے ساتھ ہم استعمال کرنے والے ہوں۔ قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے اللہ تعالیٰ ہم کو بچاویں اور اصحاب الجنہ میں ہمارا شامل ہونا مقدر فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

وَ	لَقَدْ جِئْنٰهُمْ	بِكِتٰبٍ	فَصَّلْنٰهُ	عَلٰى	عِلْمٍ	هُدًى	وَّرَحْمَةً	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ
اور	البتہ ہم لائے انکے پاس	ایک کتاب	ہم نے اسے تفصیل سے بیان کیا	پر	علم	ہدایت	اور رحمت	لوگوں کیلئے	جو ایمان لائے ہیں

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جسکو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح واضح کر کے بیان کردیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ

هَلْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	تَاْوِيْلَهٗ	يَوْمَ	يَاْتِيْ	تَاْوِيْلُهٗ	يَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	نَسُوْهُ	مِنْ قَبْلُ	قَدْ جَآءَتْ
کیا	وہ انتظار کر رہے ہیں	مگر (یہی کہ)	اسکا کہنا پورا ہوجائے	جس دن	آئے گا	اسکا کہا ہوا	کہیں گے	وہ لوگ جو	انہوں نے بھلادیا	پہلے سے	بیشک لائے

لائے ہیں۔ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اسکے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے جس روز اسکا اخیر نتیجہ پیش آوے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہنے لگیں

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ

رُسُلُ	رَبِّنَا	بِالْحَقِّ	فَهَلْ	لَّنَا	مِنْ	شُفَعَآءَ	فَيَشْفَعُوْا	لَنَآ	اَوْ نُرَدُّ	فَنَعْمَلَ	غَيْرَ + الَّذِيْ
رسول (جمع)	ہمارا رب	حق	تو کیا ہیں	ہمارے لئے	کوئی	سفارش کرنیوالے	کہ سفارش کریں	ہماری	یا ہم لوٹائے جائیں	سو ہم کریں	اس کے خلاف جو

گے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لائے تھے سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کردے یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تا کہ ہم لوگ

كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

كُنَّا نَعْمَلُ	قَدْ خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	وَضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ
ہم کرتے تھے	بیشک نقصان کیا انہوں نے	اپنی جانیں	اور گم ہوگیا	ان سے	جو	وہ افترا کرتے (جھوٹ گھڑتے تھے)

ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہوگیا۔

دعوت قرآنی

حقیقت میں سارے قرآن کریم میں اسی بات کا سمجھانا مقصود ہے کہ آدمی اگر اپنی بہتری چاہتا ہے تو اسے اسی راستہ پر چلنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور کتاب کے ذریعہ مقرر کیا ہے۔سب سے آخری رسول نبی آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب سے آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید نے اس کو خوب واضح کر کے دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے اور پھر سمجھانے کے ہر طریقہ سے اچھی طرح سمجھا دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے کہنے کے مطابق چلنے والوں کو جنت ملے گی اور اس کے خلاف چلنے والوں کو دوزخ میں رہنا ہوگا۔تو جب اللہ تعالیٰ جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات بیان فرما چکے جس کو سن کر ثواب کی طمع اور عذاب کا خوف ایک سعید دل رکھنے والے کے اندر پیدا ہوتا ہے اور وہ حصول نجات کے طریقہ کا متجسس اور اس طرز زندگی کا جویا ہوتا ہے جس پر چل کر فلاح اخروی اس کا حاصل ہوجائے اس لئے اب اس فلاح اخروی کے حصول کا راستہ بتایا جاتا ہے اور ان آیات میں یہ ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ ایمان اور دعوت عمل دینے کے لئے قرآن نازل کردیا اور قرآن میں تمام عقائد' احکام' وعظ ونصیحت' وعدہ و وعید وغیرہ کھول کر بیان کردیئے۔حق و باطل کی واضح تمیز کردی اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم و دانست کے موافق کیا۔کسی کو اس کی صداقت میں شک و شبہ نہ ہونا چاہئے۔اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو دانستہ اپنے علم

کے بموجب نازل کیا اور جو ضوابط و احکام‘ قوانین و قواعد‘ اخبار و واقعات بشارت و انذار‘ امثال و قصص جو اللہ کے علم میں صادق اور صحیح اور مناسب تھے ان کو کھول کر بیان کر دیا۔

خواہش پرست لوگوں کا رویہ

اب جن کے دلوں میں نور فطرت ہے اور طبیعت ایمانیہ رکھتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن عین ہدایت و مجسم رحمت ہے وہ اس کی برکتوں سے حصہ پاتے ہیں اور اس کی کسی بات میں شک نہیں لاتے۔ لہذا اہل مکہ و دیگر کل منکرین کو اس پر ایمان لانا اور اس کو سچ جاننا اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ مگر جو شقی ازلی اور کور باطن ہیں ان کو خدا کے اس نوشتہ اور اس کے رسول پر یقین نہیں آتا اور ان بدنصیبوں کو جن کے دلوں کو حب مال و جاہ اور خواہش لذائذ جسمانیہ نے دنیا پر مائل و فریفتہ کر رکھا ہے ان کے کان اس کا سننا بھی پسند نہیں کرتے اور یہ جنت کی نعمتیں اور عیش و نشاط کے سامان چھوڑ کر کسی اور جگہ میں جانا اور وہاں اپنے اعمال کی سزا پانا اور پھر وہاں ہمیشہ رونا پیٹنا‘ نعمتوں کی جگہ زقوم لہو اور پیپ کا کھانا‘ سرد پانی کی جگہ کھولتا پانی پینا اور دہکتی ہوئی آگ میں جلنا۔ سانپ اور بچھوؤں کا ڈسنا پسند کرتے ہیں اور سنتے بھی ہیں تو کب یقین لاتے ہیں بلکہ یہی کہنے لگتے ہیں کہ جب دیکھیں گے تو مانیں گے۔ ایسی خیالی باتیں اور ڈراوے سنا ہی کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ یہ اس طرح نہ مانیں گے قرآن کے وعدہ و وعید کو سچ نہ جانیں گے یہ تو وعدہ و وعید کے آخری نتیجہ کے واقع ہو جانے کے منتظر ہیں کہ جب قیامت ہو جائے اور قرآن کے اندر جو وعدہ وعید بیان کی گئی ہیں وہ واقع ہو جائیں اور غیب سے شہود کا درجہ حاصل ہو جائے تو ایمان لائیں گے حالانکہ جس روز اس کے وعدہ و وعید کی تکمیل اور نتیجہ ظاہر ہو جائے گا تو پھر ایمان لانا ہی کیا فائدہ دے گا۔ اس وقت کوئی پشیمانی سود مند نہ ہوگی۔ جن لوگوں نے پہلے سے دنیا میں اس کو نہ مانا تھا۔ اس پر عمل نہ کیا تھا۔ اور طاق نسیان پر رکھ دیا تھا اس وقت وہ قائل ہوں گے کہ اللہ کے پیغمبروں نے جو کچھ احکام و ہدایت و اخبار قیامت بیان کئے تھے وہ سب برحق تھے۔ بڑی غلطی ہوئی کہ ہم نے ان کے کہے کو نہ مانا اور نہ اس پر عمل کیا۔ حقیقت کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان کو نجات و رہائی کی فکر ہوگی اور جب کوئی صورت نظر نہ آئے گی تو یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں کوئی ایسی بے چین کرنے والی آفت سے بچا لیتا اور بارگاہ رب العزت میں ہماری کوئی سفارش کر دیتا یا ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جاتا تاکہ ہم نیک کام کر کے دکھاتے اور اپنے اعمال کو درست کرتے۔ اور اسباب سعادت حاصل کرتے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس روز یہ تمنا فضول ہوگی وہ اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر چکے اور خود اپنے کو ہلاکت میں ڈال چکے۔ وہ دنیا کا موقع کھو چکے اب اس کا موقع کہاں اب تو اپنے کرتوتوں سے اپنی جان پھنسا چکے اور اپنا ناس کر چکے۔ آج ان کے کام وہ جھوٹی باتیں جو دنیا میں تراشتے تھے بالکل نہ آئیں گی اور سوا اندوہ و غم یاس و حرمان کے ان کو کچھ نہ ملے گا۔ دنیا میں یہ جو کچھ اللہ پر افترا بندی کرتے تھے اللہ کی الوہیت و ربوبیت میں جن کو شریک کرتے تھے اور جن باتوں کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے وہ سب کچھ کھویا گیا ہوگا اور کسی طرح اصلاح حالت ممکن نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ جو نیک و بد اس قرآن نے بتلایا اور جس حق و باطل کی نشاندہی فرمائی ہے وہ ہمارے دلوں میں بٹھا دے تاکہ یہ قرآن دونوں جہاں میں ہمارے لئے رحمت و برکت کا سبب ہو۔ ہماری مغفرت و نجات کا باعث ہو۔

اے اللہ قیامت کی پشیمانی اور رسوائی سے ہم کو اس قرآن کی حرمت و بزرگی کے طفیل میں بچا لیجئے۔ دنیا میں ہم کو اس پر عمل کرنے والا بنا دیجئے اور اس کی مخالفت سے بچا لیجئے۔ یا اللہ اس ملک اور قوم کو اپنی رحمت سے قرآنی حکومت عطا فرما دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

اِنَّ	رَبَّكُمُ	اللّٰهُ	الَّذِىْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	فِىْ	سِتَّةِ	اَيَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰى	عَلَى	الْعَرْشِ
بیشک	تمہارارب	اللہ	وہ جو۔جس	پیدا کیا	آسمان(جمع)	اورزمین	میں	چھ	دن	پھر	قرارفرمایا	پر	عرش

بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا چھپا دیتا ہے

يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ

يُغْشِى	الَّيْلَ	النَّهَارَ	يَطْلُبُهٗ	حَثِيْثًا	وَّالشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ	وَالنُّجُوْمَ	مُسَخَّرٰتٍ	بِاَمْرِهٖ
ڈھانکتا ہے	رات	دن	اسکے پیچھے آتا ہے	دوڑتا ہوا	اور سورج	اور چاند	اور ستارے	مسخر	اس کے حکم سے

شب سے دن کوایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اسکے حکم کے تابع ہیں

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

اَلَا	لَهُ	الْخَلْقُ	وَالْاَمْرُ	تَبٰرَكَ	اللّٰهُ	رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ
یادرکھو	اسکے لئے	پیدا کرنا	اور حکم دینا	برکت والا ہے	اللہ	رب	تمام جہان

یادرکھواللہ ہی کیلئے خاص ہے خالق ہونا اور حکم دینا' بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔

معرفت الٰہیہ کا طریقہ

دنیا میں اپنے رب کو پہچان لینے کا کیا طریقہ ہے کہ جس سے اس کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو تا کہ اس کے حکم کے مطیع اور فرمانبردار بنیں اور اس کی ذات پر ایمان لا کر آخرت کے عذاب سے بچیں۔ مشرکین عرب چونکہ دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے اس لئے اس رکوع میں قدرت وتصرفات الٰہیہ کا بیان ہوا ہے جس کو زمین وآسمان کی پیدائش سے شروع کر کے بارش کے ذکر پر ختم فرمایا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ مردہ زمینیں زندہ ہو جاتی ہیں پس اسی طرح مردہ انسان بھی قدرت الٰہیہ سے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

معبود فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے

قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ ''توحید ربوبیت'' سے ''توحید الوہیت'' پر استدلال کیا کرتا ہے یعنی جب خالق اور رب صرف ایک ہے تو معبود بھی اس کے سوا کسی اور کو نہیں بنانا چاہئے۔ پس اس آیت میں توحید الوہیت کی تلقین ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب خلق اور امر دونوں اللہ ہی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں یعنی وہی کائنات کا پیدا کرنے والا اور اسی کے حکم وقدرت سے اس کا انتظام ہو رہا ہے۔ یہ نہیں کہ تدبیر وانتظام کی دوسری قوتیں بھی موجود ہوں جیسا کہ مشرکین عرب کا خیال تھا یا جیسا اب بھی منکرین کا خیال ہے۔ پس اسی کی بادشاہت کائنات ہستی میں نافذ ہے کیونکہ وہی خالق ہے۔ وہی مدبر ہے۔ تمام عالم ہستی اسی کے تحت جلال کے آگے جھکی ہوئی ہے تو جب یہ ذاتی وصفاتی کمالات اللہ کے لئے مخصوص ہیں تو عبادت اور طلب حاجت میں کسی دوسرے کو اس کے ساتھ شریک کرنا کیسے ممکن ہے؟ اور اس کی قدرت کے کرشموں اور نمونوں کو پیش نظر رکھ کر مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کس طرح ممکن ہے؟

حاصل مطلب یہ ہوا کہ آسمان' زمین' رات' دن' چاند سورج اور ستاروں کو دیکھو اور سوچو کہ اس سارے عالم کا انتظام کس قدر قاعدے اور قرینے کے ساتھ قائم ہے۔ کیا یہ آپ ہی آپ یونہی ہو گیا نہیں کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں ہوتی۔ ان ساری چیزوں کا بنانے والا ان کو ایک نظام کے تحت قائم رکھنے والا اور ان کو رفتہ رفتہ کمال تک پہنچانے

والا اللہ ہے جس کو ہم اس جسمانی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتے۔ مگر اس کی نشانیوں کو دیکھ کر عقل سے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ہے اور ضرور ہے۔ یہ سارے آسمان اور زمین اسی کے بنائے ہوئے مادہ سے ایک مدت میں بنے اور اپنی اپنی جگہ قائم ہوئے۔

آسمان و زمین کی پیدائش کا وقت

اس آیت میں اور قرآن پاک میں چھ جگہ اور بتلایا گیا کہ یہ سب آسمان اور زمین اتنے وقت میں پیدا کئے گئے جو چھ دن کے برابر تھا۔ اب مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہاں آیت میں چھ دن سے دنیا کی مقدار کے چھ دن مراد ہیں یا عالم غیب کے چھ دن مراد ہیں۔ جہاں کہ ایک ایک دن ایک ہزار برس کا ہے جیسا کہ سورۂ حج میں ارشاد ہے وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (اور حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کے ہاں ایک دن ہزار سال کے برابر ہے اس حساب سے جو تم لوگ لگاتے ہو) بہر حال مقصود یہ ہوا کہ آسمان اور زمین دفعتاً بنا کر نہیں کھڑا کر دیئے گئے۔ شاید اول ان کا مادہ پیدا فرمایا ہو پھر استعداد کے موافق بتدریج مختلف اشکال اور صورتوں میں منتقل کرتے رہے ہوں حتیٰ کہ چھ دن میں جو دنیا کے حساب سے عالم آخرت کے چھ ہزار سال بنے موجودہ شکل میں مع تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہوں جیسا کہ آج بھی انسان اور حیوانات و نباتات وغیرہ کی پیدائش کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

استواء علی العرش کا معنی

اس آیت میں یہ بھی بتلایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان و زمین یعنی کل عالم کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہو گیا۔ آیت میں ہے ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا یا جا ٹھہرا) یہ جملہ متشابہات میں سے ہے جس کے مفہوم و مطلب میں مختلف پہلو موجود ہیں اور اس کے کئی مطلب باہم ملتے جلتے نکلتے ہیں مگر جو حقائق اور مطالب انسانی حواس سے ادراک نہیں کئے جا سکتے اور عقل و شعور میں پوری طرح نہیں آ سکتے تو ان کے لئے پیرایۂ بیان تشبیہ و مجاز کا اختیار کیا جاتا ہے تاکہ کسی درجہ میں انسانی عقل و فہم کے لئے سمجھنے کے لائق ہو سکے۔ متشابہات گو خلاف عقل نہیں مگر پوری طرح اپنی حقیقت اصلی کے ساتھ عقل میں نہیں سما سکتے اس لئے متشابہات پر بلا تفتیش کیفیت ایمان رکھنا چاہئے۔ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کو بھی اسی طرح سمجھئے عرش کے معنی تخت و بلند مقام کے ہیں اور استوا کے معنی ٹھہرنے کے ہیں۔ قرون ثلثہ اور ائمہ اربعہ اور تمام محدثین و جمہور مفسرین اہل سنت والجماعت کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ مذہب ہے کہ وہ عرش پر مستوی یعنی ٹھہرا ہوا ہے اور وہ ٹھہرنا ایسا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور جس کی کیفیت و حقیقت ہم نہیں سمجھ سکتے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس زندگی میں اپنی اطاعت کاملہ کی ہم کو توفیق عطا فرما۔

یا اللہ اپنی خالقیت و حاکمیت پر ہم کو یقین کامل عطا فرما اور اپنی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس اور تکبیر و تہلیل کی توفیق دائمی عطا فرما۔

یا اللہ آپ کی مخلوقات آسمان، زمین، چاند، سورج ستارے وغیرہ کو دیکھ کر آپ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی معرفت ہم کو نصیب ہو جس سے آپ کی عظمت ہمارے دلوں میں پیدا ہو اور آپ سے صحیح و قوی تعلق پیدا ہو اور آپ کی ربوبیت و الوہیت پر ہم کو ایمان کامل نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ

اُدْعُوْا	رَبَّكُمْ	تَضَرُّعًا	وَّخُفْيَةً	اِنَّهٗ	لَا يُحِبُّ	الْمُعْتَدِيْنَ	وَ	لَا تُفْسِدُوْا	فِي الْاَرْضِ
پکارو	اپنے رب کو	گڑگڑا کر	اور آہستہ	بیشک وہ	دوست نہیں رکھتا	حد سے گزرنے والے	اور	نہ فساد مچاؤ	زمین میں

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو عاجزی ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں۔ اور دنیا میں بعد اسکے کہ اس کی

بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

بَعْدَ	اِصْلَاحِهَا	وَادْعُوْهُ	خَوْفًا	وَّطَمَعًا	اِنَّ	رَحْمَتَ	اللّٰهِ	قَرِيْبٌ	مِّنَ	الْمُحْسِنِيْنَ
بعد	اسکی اصلاح	اور اسے پکارو	ڈرتے	اور امید رکھتے	بیشک	رحمت	اللہ	قریب	سے	احسان (نیکی) کرنیوالے

درستی کردی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے

دعاء

گذشتہ آیت میں بتلایا گیا کہ یہ آسمان' زمین اور کائنات اس سب کا بنانے والا اللہ ہے اور وہی تمام عالم کا رب ہے اور تمام کائنات پر اسی کا حکم چلتا ہے کوئی اس کے حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ تو جب وہی خالق مطلق اور رب العالمین ہے اور وہی سب کا کارساز ہے اور اسی میں تمام خوبیاں موجود ہیں اور وہی قدرت کاملہ کا مالک ہے تو اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اسی کے سامنے گڑگڑا کر نہایت عاجزی اور لجاجت کے ساتھ اس سے دعاء کیا کرو۔ لفظ دعا عربی زبان میں کسی کو حاجت روائی کے لئے پکارنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور مطلق یاد کرنے کے معنیٰ میں بھی اور یہاں دونوں معنیٰ مراد ہوسکتے ہیں پہلی صورت میں یہ معنیٰ ہوں گے کہ اپنی حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو اور دوسری صورت میں یہ کہ ذکر عبادت صرف اسی کی کرو اور یہ دونوں تفسیر سلف صالحین ائمہ تفاسیر سے منقول ہیں۔

دعاء کے دو اہم آداب

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ (یعنی پکارو اپنے رب کو اپنی حاجات کے لئے) ارشاد فرمانے کے بعد دعاء کے دو اہم آداب ذکر فرمائے جاتے ہیں۔ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً تضرع کے معنیٰ عجز وانکساری اور اظہار تذلل کے ہیں اور خفیہ کے معنیٰ پوشیدہ' چھپا ہوا چپکے چپکے یعنی دعاء کے لئے پہلی ضروری ہدایت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عجز وانکساری اور تذلل کا اظہار کر کے دعاء کرے یعنی الفاظ دعاء بھی عجز وانکساری کے ہوں۔ لب ولہجہ بھی تواضع اور انکساری کا ہو۔ ہیئت دعا مانگنے کی بھی عجز وانکساری کی ہو۔ دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ دعاء آہستہ اور خفیہ مانگنا بہتر افضل اور قرین قبول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں اخفا بہ نسبت جہر کے اولیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے ذکر میں سورۂ مریم سولہویں پارہ میں ارشاد فرمایا۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو خفیہ طور پر پکارا یعنی آہستہ اور چپکے سے۔ حضرت عطا کہتے ہیں کہ آمین ایک دعاء ہے اور سب کو معلوم ہے کہ دعاء کا آہستہ اور خفیہ کرنا بہتر ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ کہنا بہتر ہے۔ اور جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے کیونکہ دعاء میں اخفاء اقرب الی الادب ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ علانیہ اور جہراً دعا کرنے میں اور آہستہ اور پست آواز سے کرنے میں ستر درجہ فضیلت کا فرق ہے۔ سلف صالحین کی عادت یہ تھی کہ ذکر و دعاء میں بڑا مجاہدہ کرتے تھے اور اکثر اوقات مشغول رہتے تھے۔ مگر کوئی انکی آواز نہ سنتا تھا۔ بلکہ ان کی دعائیں صرف ان کے اور ان کے رب کے درمیان میں رہتی تھیں۔ ان میں سے بہت سے حضرات پورے قرآن کے حافظ ہوتے تھے اور تلاوت کرتے رہتے تھے مگر کسی دوسرے کو خبر نہ ہوتی تھی۔ بعض لوگ بڑے فقیہ ہوتے تھے اور لوگوں کو اس بات کا علم بھی نہ ہوتا تھا۔ بہت

سے حضرات اپنے اپنے گھروں میں لمبی لمبی نمازیں پڑھتے اور ان کے گھر میں رہنے والے مہمانوں کو اس کا شعور بھی نہ ہوتا اور فرمایا کہ ہم نے ایسے حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ تمام عبادات جن کو وہ پوشیدہ کر کے ادا کر سکتے تھے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اس کو ظاہر کر کے ادا کرتے ہوں۔ان کی آوازیں دعاؤں میں نہایت پست ہوتی تھیں۔

حد سے آگے نہ بڑھو

الغرض آداب دعا میں تضرع اور خفیہ فرما کر آگے ارشاد فرمایا۔ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔حد سے آگے بڑھنا خواہ دعاء میں ہو یا کسی دوسرے عمل میں سب کا یہی حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو دین اسلام نام ہی حدود و قیود کی پابندی اور فرمانبرداری کا ہے۔نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور تمام معاملات وعبادات میں حدود شرعیہ سے تجاوز کیا جائے تو وہ بجائے عبادت کے گناہ بن جاتے ہیں۔دعا میں حد سے تجاوز کرنے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً ایک یہ کہ دعا میں لفظی تکلفات قافیہ وغیرہ کے اختیار کئے جائیں جس سے خشوع وخضوع میں فرق پڑے دوسرے یہ کہ دعا میں غیر ضروری شرطیں لگائی جائیں۔تیسری صورت تجاوز کی یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے بددعا کرے یا کوئی ایسی چیز مانگے جو عام لوگوں کے لئے مضر ہو اسی طرح ایک صورت حد سے تجاوز کی یہ بھی ہے جو اس جگہ مذکور ہے کہ دعاء میں بلاضرورت بلند آواز کی جائے۔دعا میں ایسی باتیں طلب کرنا جو عقلاً محال ہوں یا شرعاً محال ہوں یا عادت کے خلاف ہوں یا معاصی اور گناہ کی باتیں ہوں یہ سب بھی دعا میں حد اعتدال سے تجاوز کرنا ہے۔

فساد نہ مچاؤ

حکم دعاء اور آداب دعا اور ممنوعات دعاء کے بعد ارشاد ہوا وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا یعنی زمین میں فساد اور خرابی پیدا مت کرو بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی درستی فرمادی ہے۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے احکام وفرامین نازل کر دیئے۔اپنی کتاب اور ہدایتیں بھیج کر زمین کی اصلاح اور درستی کی صورت ظاہر کر دی۔تو اب اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعہ فساد نہ مچاؤ اور خرابی پیدا نہ کرو اور کفر وشرک سے تباہی نہ پھیلاؤ اگر انسان اسی قانون پر چلا جو اس کے لئے مقرر کئے گئے ہیں تو اس کے لئے زمین کی حالت سنوری رہے گی اور اگر اس نے خلاف ورزی کی تو وہ اپنے لئے زمین کی حالت بگاڑ لے گا۔معلوم ہوا کہ اللہ کے قانون پر چلنا زمین کے لئے اصلاح ہے اور اس کے قانون سے ہٹنا زمین کے اوپر فساد کا باعث ہوگا۔گویا خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہی کا دوسرا نام فساد باطنی ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو ہر گناہ اور خدا تعالیٰ سے غفلت اور اس کی ہر نافرمانی دنیا میں نہ صرف فساد باطنی پیدا کرتی ہے بلکہ ظاہری فساد بھی اس کا لازمی ثمرہ ہے۔

امید وخوف کے ساتھ دعا مانگو

جب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات خالق مالک اور حاکم ٹھہری تو پھر یہ ہدایت دی جاتی ہے وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا یعنی اللہ تعالیٰ کو پکارو خوف اور امید کے ساتھ یعنی تمہیں خوف ہو تو اللہ سے ہو اور تمہاری امیدیں بھی اگر کسی سے وابستہ ہوں تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہوں گویا اللہ کو پکارو تو اس احساس کے ساتھ پکارو کہ تم اگر فلاح وسعادت کو پہنچ سکتے ہو تو صرف اس کے کرم۔اس کی مدد اس کی رہنمائی سے ورنہ جہاں تم اس کی تائید وتوفیق اور اعانت سے محروم ہوئے تو پھر نامرادی کے سوا دوسرا کوئی انجام نہیں۔اخیر میں یہ بھی بتلادیا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ کہ اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہونے کے لئے محسن یعنی نیک عمل ہونا درکار ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم آپ کو اپنا خالق' رازق وحاکم اور معبود حقیقی سمجھ کر آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگے رہیں اور ہر معاملہ میں ہم آپ ہی کو کارساز اور اپنا حاجت روا سمجھیں۔ یا اللہ ہمیں عجز وزاری کے ساتھ خفیہ دعائیں مانگنے کی توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنے محسنین بندوں کے گروہ میں شامل فرما اور اپنی رحمت کو ہر آن اور ہر حال میں ہمارے شامل حال فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا

وَهُوَ	الَّذِىْ	يُرْسِلُ	الرِّيٰحَ	بُشْرًا	بَيْنَ يَدَىْ	رَحْمَتِهٖ	حَتّٰى	اِذَا	اَقَلَّتْ	سَحَابًا	ثِقَالًا
اور وہ	جو۔جس	بھیجتا ہے	ہوائیں	بطور خوشخبری	آگے	اپنی رحمت (بارش)	یہاں تک کہ	جب	اُٹھالائیں	بادل	بھاری

اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں

سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ

سُقْنٰهُ	لِبَلَدٍ	مَّيِّتٍ	فَاَنْزَلْنَا	بِهِ	الْمَآءَ	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖ	مِنْ	كُلِّ الثَّمَرٰتِ	كَذٰلِكَ	نُخْرِجُ
ہم نے انہیں ہانک دیا	کسی شہر کی طرف	مُردہ	پھر ہم نے اُتارا	اس سے	پانی	پھر ہم نے نکالا	اس سے	سے	ہر پھل	اسی طرح	ہم نکالیں گے

تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی ہم مُردوں

الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِىْ خَبُثَ

الْمَوْتٰى	لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ	وَالْبَلَدُ	الطَّيِّبُ	يَخْرُجُ	نَبَاتُهٗ	بِاِذْنِ	رَبِّهٖ	وَالَّذِىْ	خَبُثَ
مُردے	تا کہ تم	غور کرو	اور زمین	پاکیزہ	نکلتا ہے	اس کا سبزہ	حکم سے	اس کا رب	اور وہ جو	ناپاکیزہ (خراب)

کو نکال کھڑا کریں گے تا کہ تم سمجھو۔ اور جو سرزمین ستھری ہوتی ہے اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس کا پیداوار

لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾

لَا يَخْرُجُ	اِلَّا	نَكِدًا	كَذٰلِكَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّشْكُرُوْنَ
نہیں نکلتا	مگر	ناقص	اسی طرح	پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں	آیتیں	لوگوں کیلئے	وہ شکر ادا کرتے ہیں

بہت کم نکلتی ہے اسی طرح ہم دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو قدر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے کرشمے

ان آیات میں اپنی قدرت وحکمت کی ایک واضح مثال دی جاتی ہے اور اپنے بعض تصرفات کا ذکر فرمایا جاتا ہے تا کہ لوگ معلوم کرلیں اور سمجھ لیں کہ آسمان زمین اور ان دونوں کے درمیانی حصہ کی کل حکومت صرف اسی رب العالمین کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہوائیں چلانا' مینہ برسانا' قسم قسم کے پھل پھول پیدا کرنا' ہر زمین کی استعداد کے موافق کھیتی اور سبزہ اگانا یہ سب اسی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے نشان ہیں۔ اسی ذیل میں مردوں کا موت کے بعد جی اٹھنا اور قبروں سے نکلنا بھی سمجھا دیا اس طرح کہ کوئی زمین خشک بے آب وگیاہ ہو۔ زمین کی زندگی فنا ہو چکی ہو شادابی اور سرسبزی جو زمین کی زندگی کے علامات اور آثار ہیں معدوم ہو چکے ہوں تو خدا تعالیٰ بارش ہونے سے قبل اس سمت کو خوش گوار ہوائیں چلاتا ہے جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں بارش ہونے والی ہے۔ یہ ہوائیں بخارات کو اٹھا کر لاتی ہیں جو گہرے بادلوں کی شکل میں نمودار ہوتا ہے پھر اس ابر کو خشک مردہ زمین کی طرف بھیجتا ہے اور وہاں پہنچ کر بارش کی شکل میں اس کو برساتا ہے جس کی وجہ سے ہر قسم کا غلہ' پھل پھلار پیدا ہوتا ہے اور وہ زمین از سر نو زندہ ہو جاتی ہے تو گویا ہوا کو ابر کی صورت میں ظاہر کرنا' پھر ابر کو پانی کی شکل میں برسانا پھر اس زمین سے پیداوار کرنا یہ سب کرشمہ صنعت خداوندی اور مظاہرہ قدرت الٰہی ہے۔ تو جب وہ خدا تعالیٰ قادر مطلق محسوسات میں اس قسم کے تصرفات اور انقلابات کرتا رہتا ہے تو وہی مردوں کو بھی زندہ کر دے گا۔

کافر ومسلم کی حالت

پھر اس بارش کی مثال سے آگے یہ بتلایا کہ آسمان سے پانی برستا ہے۔ پانی کی خاصیت' کیفیت' نوعیت' طہارت' صفائی وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن بارش سے فائدہ وہی زمین اٹھاتی ہے جس میں استعداد ہو۔ شور زمین پر کتنی ہی بارش ہو کبھی سرسبز نہیں ہوگی جو زمین عمدہ' نرم' پاکیزہ اور شیریں ہے اس پر جب پانی برستا ہے تو شاداب سبزہ' پھول وپھل اور بہترین ثمرات پیدا ہوتے ہیں اور جو زمین شور ریتلی اور پتھریلی ہے اس میں کچھ پیدا نہیں ہوتا اور اگر کچھ پیدا ہوا بھی تو بے کار ناقص جھاڑ جھنکاڑ۔ یہی حالت کافر ومسلم کی ہے۔ دلائل قدرت سب کے لئے یکساں ہیں۔ تبلیغ رسل سب کے لئے برابر ہے۔ احکام شرع سب کے لئے مساوی ہیں۔ قرآنی ہدایات سب کے لئے کھلی ہوئی ہیں مگر قرآنی ہدایات سے وہی روحیں شاداب ہوں گی جن میں قبولیت حق کی استعداد ہے۔ جن کے قلوب پاکیزہ اور نور فطرت کے حامل ہیں وہ اس قرآنی باران رحمت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ایمان۔ اطاعت' عبادت' فرمانبرداری خوش خلقی' نیک سیرت کے حامل بن جاتے ہیں لیکن مثل شور زمین کے تیرہ باطن' سنگدل کور دماغ اور خبیث روح رکھنے والے کافر قرآنی موعظت اور شرعی فیضان سے محروم رہتے ہیں۔ نہ ان کو ایمان کی طرف رغبت ہوتی ہے نہ اطاعت وعبادت سے مسرت ہوتی ہے نہ ان کے اعمال وافعال اور اخلاق واطوار درست ہوتے ہیں۔

موت کے بعد زندہ ہونا

الغرض جو اللہ خشک اور بے جان زمین سے اس کو زندہ کر کے اس سے تروتازہ پھل اور سبزہ نکالتا ہے تو وہ مردوں کے بھی جلانے پر قادر ہے۔ وہ قیامت کے دن سب اگلے پچھلے مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے زمین سے اسی طرح نکالے گا جس طرح اپنی قدرت سے مردہ زمین کو زندہ اور سرسبز کر دیتا ہے اور اگرچہ کلام ربانی مثل باران رحمت کے فیض رسانی میں یکساں ہے۔ اس کی ذات میں کوئی فرق نہیں مگر جن قلوب کی زمینوں پر یہ بارش ہوتی ہے وہ اپنی استعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے مختلف ہیں اور جس طرح ہر زمین اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق بارش کا اثر قبول کرتی ہے اسی طرح زمین قلب اپنے استعداد وصلاحیت کے مطابق باران ہدایت کا اثر قبول کرتی ہے۔ قرآن کریم بمنزلۂ باران رحمت اور آب حیات ہے۔ یہ بارش جب مومن کے زمین دل پر برسی تو اس سے طرح طرح کے ثمرات وبرکات کا ظہور ہوا اس نے قرآن کریم کے مواعظ سے خوب فائدہ اٹھایا اور کافر کی زمین دل چونکہ شور تھی اس نے باران ہدایت کا کوئی اثر قبول نہ کیا بلکہ اس میں سے کفر والحاد کے کانٹے اور جھاڑ وجھنکاڑ ہی نکلے۔

اخیر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ بار بار اس طرح نشانیاں ان لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں جو شکر کرتے ہیں اور نعمت ہدایت کی قدر کرتے ہیں۔

ایک لطیف نکتہ

یہاں ان آیات میں جو بارش کی مثال دی گئی اور اس پورے رکوع میں جو کچھ کہا گیا اس سے ایک نہایت لطیف امر کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ جب رب العالمین اپنی رحمت وشفقت سے رات کی تاریکی میں ستارے' چاند' سورج سے روشنی کرتا ہے اور خشکی کے وقت زمین کو سرسبز وشاداب کرنے اور انسان اور حیوان کی زندگی کا سامان مہیا فرمانے کے لئے اوپر سے بارش بھیجتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسا مہربان خدا اپنی مخلوق کو جہل اور ظلم کی اندھیریوں سے نکالنے کے لئے کوئی روحانی چاند وسورج پیدا نہ کرے اور بنی آدم کی روحانی غذا تیار کرنے اور قلوب کی کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لئے باران رحمت نازل نہ فرمائے۔ بلاشبہ اس نے ہر زمانہ کی ضرورت اور اپنی حکمت کے موافق پیغمبروں کو بھیجا جن کے منور سینوں سے دنیا میں روحانی روشنی پھیلی اور وحی الٰہی کی لگاتار بارشیں ہوئیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ قرآنی ہدایات جو مثل باران رحمت کے ہیں ان سے ہمارے دلوں کو زندہ فرما دے۔ اور ہماری روحوں کو سرسبز وشاداب فرما دے۔ اور ہم کو ایمان حقیقی اپنی اطاعت وعبادت' خوش خلقی' نیک سیرت کا حامل بنا دے۔ یا اللہ ہماری قلبی استعداد اور صلاحیتوں کو درست فرما دے تا کہ قرآنی موعظت اور شرعی فیضان سے ہم محروم نہ رہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّىْۤ اَخَافُ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى	قَوْمِهٖ	فَقَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوْا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ	اِنِّىْ	اَخَافُ
البتہ ہم نے بھیجا	نوح	طرف	اسکی قوم	پس اس نے کہا	اے میری قوم	عبادت کرو	اللہ	نہیں	تمہارے لئے	کوئی معبود	اسکے سوا	بیشک میں	ڈرتا ہوں

ہم نے نوحؑ کو انکی قوم کی طرف بھیجا سوانہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں مجھ کو تمہارے لئے

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵۹ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۶۰ قَالَ

عَلَيْكُمْ	عَذَابَ	يَوْمٍ عَظِيْمٍ	قَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِهٖ	اِنَّا	لَنَرٰىكَ	فِىْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ	قَالَ
تم پر	عذاب	ایک بڑا دن	بولے	سردار	سے	اسکی قوم	بیشک ہم	البتہ تجھے دیکھتے ہیں	میں	گمراہی	کھلی	اس نے کہا

ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ اُنکی قوم کے آبرودار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِىْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۱ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ

يٰقَوْمِ	لَيْسَ	بِىْ	ضَلٰلَةٌ	وَّلٰكِنِّىْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	اُبَلِّغُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّىْ
اے میری قوم	نہیں	میرے اندر	کچھ بھی گمراہی	اور لیکن میں	بھیجا ہوا	سے	رب	سارے جہان	میں پہنچاتا ہوں تمہیں	پیغام (جمع)	اپنا رب

مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں

وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۲

وَاَنْصَحُ	لَكُمْ	وَاَعْلَمُ	مِنَ	اللّٰهِ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ
اور نصیحت کرتا ہوں	تمہیں	اور جانتا ہوں	سے	اللہ	جو	تم نہیں جانتے

اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا کہ انسان کی جسمانی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین کو بارش کے ذریعہ سے زندہ کرنے کا انتظام کیا۔ انبیاء کی تعلیمات جو مثل روحانی بارش کے ہے روح کو سرسبز اور زندہ اور ہرا بھرا کر دیتی ہیں۔ اور جو بد باطن اور دل کے ناپاک اور خبیث ہوتے ہیں وہ انبیاء کی ذات سے جو آب رحمت کی طرح ہے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اسی مضمون کی مناسبت سے اب چند قصے پچھلی امتوں کے بیان کئے جا رہے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام

ان آیات سے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کو رسالت سے نوازا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نبی تو ہوئے مگر پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہی تھے۔ اب یہاں نبی اور رسول میں فرق بھی سمجھ لیجئے۔ جس پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے وہ نبی ہے اور جس کو جدید شریعت بھی عطا کی گئی ہو وہ رسول ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ قرآن مجید میں اجمالی و تفصیلی ۴۳ جگہ کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نسب نامہ دس پشتوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ آپ کو نبوت کس عمر میں ملی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ کسی نے چالیس سال کی عمر میں نبوت ملنا لکھا ہے کسی نے ۵۰ سال، کسی نے ۱۰۰ اور کسی نے ۲۵۰ سال۔ صحیح

قول کے مطابق آپ کی عمر ۱۲۴۰ سال ہونا لکھی ہے۔ ۹۵۰ سال آپ نے اپنی قوم میں تبلیغ فرمائی اور پھر طوفان کے بعد ۲۵۰ سال آپ زندہ رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم

محققین نے لکھا ہے کہ حضرت نوحؑ کی قوم اس سرزمین میں رہتی تھی جس کو آج ہم عراق کے نام سے پکارتے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دس قرن ایسے گزرے کہ ساری اولاد آدم کلمۂ توحید پر قائم تھی۔ بت پرستی کی ابتداء حضرت ابن عباسؓ کے بیان کے مطابق یوں ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام وذ سواع' یغوث' یعوق' نسر تھے جو سورۂ نوح میں مذکور ہیں۔ لوگوں نے ان کی تصویریں بنالیں تا کہ ان کے احوال وعبادات وغیرہ کی یاد تازہ رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان تصویروں کے موافق مجسمے تیار کر لئے حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد ان کی عبادت ہونے لگی اور یہ بت انہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت

جب بت پرستی کی وباء پھیل گئی تو حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے طوفان سے پہلے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک توحید وتقویٰ کی طرف بلایا اور دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور سچے مذہب کی دعوت دی۔ لیکن قوم نے نہ مانا اور دنیا اور نفرت وحقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کیا۔ قوم کے امراء اور رؤسا نے ان کی تکذیب اور تحقیر کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔ الٹا حضرت نوح علیہ السلام کو کہتے کہ تم راہ راست سے بھٹک گئے ہو اور تم اپنی گمراہی میں ہمیں بھی آلودہ کرنا چاہتے ہو۔ کیسی قیامت؟ کیسا عذاب؟ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگو چونکہ تم میری قوم والے ہو۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں کسی گمراہی میں مبتلا نہیں ہوں۔ بلکہ تم لوگوں پر یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے اپنا پیام ہدایت اور احکام صلاح پہنچانے کے لئے مجھے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کیونکہ اللہ رب العالمین ہے۔ میں تم کو اسکے احکام پہنچائے دیتا ہوں اور نہ فقط تبلیغ احکام کرتا ہوں بلکہ تمہارا خیر خواہ بھی ہوں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ میرے ان احکام کو مان لو کیونکہ جو باتیں مجھے معلوم ہیں تم ان سے ناواقف ہو۔ احکام الٰہی کا ماننا موجب نجات اور ان سے سرتابی موجب ہلاکت ہے۔

دعا کیجئے

ہم کو جہاں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف بخشا ہے وہیں ہم کو حضورؐ کی اطاعت وفرمانبرداری کی بھی توفیق کاملہ عطا فرما دیں۔ حضورؐ کی لائی ہوئی شریعت اور بتلائی ہوئی باتوں پر ہم کو پورا ایمان ویقین نصیب ہو اور ہم دل وجان سے ظاہر میں اور باطن میں حضورؐ کی تعلیمات کا اتباع کرنے والے ہوں۔

یا اللہ آپ کی جو ہدایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہیں ان پر ہم کو عمل پیرا اور کاربند ہونے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ

اَوَعَجِبْتُمْ	اَنْ	جَآءَكُمْ	ذِكْرٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	عَلٰى	رَجُلٍ	مِّنْكُمْ	لِيُنْذِرَكُمْ	وَلِتَتَّقُوْا	وَلَعَلَّكُمْ
کیا تمہیں تعجب ہوا	کہ	تمہارے پاس آئی	نصیحت	سے	تمہارا رب	پر	ایک آدمی	تم میں سے	تا کہ وہ ڈرائے تمہیں	اور تا کہ تم پرہیزگاری اختیار کرو	اور تا کہ تم پر

اور کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی اور تا کہ وہ شخص تم کو

تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

تُرْحَمُوْنَ	فَكَذَّبُوْهُ	فَاَنْجَيْنٰهُ	وَالَّذِيْنَ	مَعَهٗ	فِى الْفُلْكِ	وَ	اَغْرَقْنَا	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
رحم کیا جائے	پس انہوں نے اسے جھٹلایا	تو ہم نے اسے بچا لیا	اور جو لوگ	اسکے ساتھ	کشتی میں	اور	ہم نے غرق کر دیا	وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیتیں

ڈراوے اور تا کہ تم ڈر جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جاوے۔ سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوحؑ کو اور جو لوگ انکے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمًا	عَمِيْنَ
بیشک وہ	تھے	لوگ	اندھے

جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت پر قوم کے ردعمل کا جواب

گذشتہ آیات سے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر شروع ہوا تھا۔ جب آپ نے اپنی قوم کو دعوت دینی شروع کی کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ کی دعوت کے جواب میں جو قوم کا معزز طبقہ تھا وہ الٹا آپ ہی کو گمراہ اور غلطی میں مبتلا ہونے والا بتلانے لگا۔ چنانچہ آپ نے ان کو اپنا رسول رب العالمین اور قوم کا خیر خواہ ہونا بتلایا مگر انہوں نے ایک سن کر نہ دی۔ بلکہ الٹا آپ کی تحقیر تذلیل اور ایذا دہی کے درپے ہوئے۔ اور آپ کی رسالت پر انکار اور تعجب اس وجہ سے کرتے تھے کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ جو ہم ہی جیسے انسانوں میں سے ہیں۔ ان کے اس انکار اور تعجب کا جواب جو حضرت نوح علیہ السلام نے دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اس بات کو کوئی انوکھی اور تعجب والی بات نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے کسی انسان پر اپنی وحی نازل فرمائی اور اسے پیغمبری سے ممتاز کیا اور وہ تمہیں متنبہ کر دے کہ تم شرک و کفر سے الگ ہو کر عذاب خدا سے نجات پا لو اور تم پر گوناگوں رحمتیں نازل ہوں۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کی ان باتوں نے اور آپ کے پر اثر وعظ و نصیحت نے ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلاتے رہے۔ اور مخالفت سے باز نہ آئے۔ قوم کے صرف چند لوگ تھے بس وہ آپ پر ایمان لائے۔

ایمان لانے والوں کی عذاب سے نجات

پھر حق تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ ہم نے ان نیک لوگوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اپنے نبی کے ساتھ کشتی میں بٹھا کر طوفان سے نجات دی اور باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ کہ یہ لوگ حق سے آنکھ بند کئے ہوئے تھے اور راہ حق آخر تک انہیں دکھائی نہ دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی اور ان کو نجات دی اور دشمنوں کو تباہ کر کے برباد کر دیا۔

اس قصہ کی تفصیل قرآن پاک کی دوسری سورتوں میں بھی آئی ہے۔ جیسے سورۂ ہودؑ سورۂ نوحؑ وغیرہ میں جو اپنے موقع پر انشاء اللہ بیان ہوگی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ۸۰ آدمیوں نے نجات پائی اور بعض نے صرف ۴۰ کی تعداد لکھی ہے۔ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس

ہاتھ بیان کی جاتی ہے۔اس میں تین درجے تھے۔نچلے درجہ میں وحشی جانور اور چوپائے رکھے گئے تھے۔درمیانی درجہ میں انسان اور اوپر کے درجہ میں پرندے رکھے گئے تھے۔لکھا ہے کہ دس رجب کو یہ کشتی چل کر دس محرم کو جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی تھی۔اور ان ساکنان کشتی نے دوسری بار امن وسلامتی کے ساتھ اللہ کی سرزمین پر قدم رکھا اور پھر دنیا میں انہی سے نسل انسانی چلی۔

واقعات کے ذکر کرنے میں قرآن کریم کی حکمت

قرآن مجید کا یہ مخصوص طرز بیان ہے کہ وہ کسی قصہ کو محض قصہ گوئی کی خاطر بیان نہیں کرتا بلکہ سبق آموزی کے لئے بیان کرتا ہے اس لئے ہر جگہ تاریخی واقعات کے بیان میں وہ قصہ کے صرف اس جزو کو پیش کرتا ہے جو اس کے مقصد و مدعا سے تعلق رکھتے ہیں باقی تمام تفصیلات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔پھر اگر کسی قصہ کو مختلف مواقع پر مختلف اغراض کے لئے بیان کرتا ہے تو ہر جگہ مقصد کی مناسبت سے تفصیلات بھی مختلف طور پر پیش کرتا ہے۔مثلاً اسی قصہ نوحؑ کو لیجئے یہاں اس کے بیان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ پیغمبر کی دعوت کو جھٹلانے کا کیا انجام ہوتا ہے۔لہذا اس مقام پر ایک ہی جملہ میں تکذیب کا انجام یعنی پانی میں ڈوب کر مر جانا اور پیغمبر کی رفاقت کا صلہ یعنی سلامتی سے طوفان سے بچ جانا بیان فرمایا۔دوسری جگہوں پر جہاں دوسرے مقاصد مدنظر ہیں وہاں ویسی ہی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ قرآن پاک میں ۴۳ جگہ فرمایا گیا ہے اور ہر جگہ اسی قدر جزئیات اور تفصیلات کو بیان کیا گیا ہے جو مقصد ''وعظ وتذکیر'' کے پیش نظر ضروری تھا۔

دعا کیجئے

پیغمبروں کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ ہم کو بچاویں اور ہم کو اپنے پیغمبر نبی آخرالزمان علیہ الصلوۃ والسلام کا کامل اتباع نصیب فرماویں۔

اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور ولیوں کے ساتھ دنیا میں بھی وابستہ رکھیں اور آخرت میں بھی اپنے محبوبین ومقبولین کے ساتھ حشر فرماویں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ

وَاِلٰى	عَادٍ	اَخَاهُمْ	هُوْدًا	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ
اور طرف	عاد	انکے بھائی	ہودؑ	اس نے کہا	اے میری قوم	عبادت کرو	اللہ	تمہارے لئے نہیں	کوئی	معبود	اسکے سوا

اور ہم نے قوم کی طرف انکے بھائی ہودؑ کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ	قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	اِنَّا لَنَرٰىكَ	فِيْ	سَفَاهَةٍ	وَ	اِنَّا لَنَظُنُّكَ
تو کیا تم نہیں ڈرتے	بولے	سردار	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	سے	اسکی قوم	البتہ ہم تجھے دیکھتے ہیں	میں	بے وقوفی	اور	ہم بیشک تجھے گمان کرتے ہیں

سو کیا تم نہیں ڈرتے۔ انکی قوم میں جو سردار کافر تھے انہوں نے کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔

مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾

مِنَ	الْكٰذِبِيْنَ	قَالَ	يٰقَوْمِ	لَيْسَ	بِيْ	سَفَاهَةٌ	وَلٰكِنِّيْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ
سے	جھوٹے	اس نے کہا	اے میری قوم	نہیں	مجھ میں	کوئی بیوقوفی	اور لیکن میں	بھیجا ہوا	سے	رب	تمام جہان

انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَاۗءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اُبَلِّغُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّيْ	وَاَنَا	لَكُمْ	نَاصِحٌ	اَمِيْنٌ	اَوَعَجِبْتُمْ	اَنْ	جَاۗءَكُمْ	ذِكْرٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ
میں تمہیں پہنچاتا ہوں	پیغام (ج)	اپنا رب	اور میں	تمہارا	خیرخواہ	امین	کیا تمہیں تعجب ہوا	کہ	تمہارے پاس آئی	نصیحت	سے	تمہارا رب

اور میں تمہارا سچا خیرخواہ ہوں۔ اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت

عَلٰي رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۭ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ

عَلٰي	رَجُلٍ	مِّنْكُمْ	لِيُنْذِرَكُمْ	وَاذْكُرُوْٓا	اِذْ	جَعَلَكُمْ	خُلَفَاۗءَ	مِنْۢ بَعْدِ	قَوْمِ + نُوْحٍ
پر	ایک آدمی	تم میں سے	تاکہ وہ تمہیں ڈرائے	اور تم یاد کرو	جب	اس نے تمہیں بنایا	جانشین	بعد	قوم نوح

جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈراوے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول

وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

وَزَادَكُمْ	فِي	الْخَلْقِ	بَصْطَةً	فَاذْكُرُوْٓا	اٰلَاۗءَ	اللّٰهِ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
اور تمہیں زیادہ دیا	میں	خلقت (جسم)	پھیلاؤ	سو یاد کرو	نعمتیں	اللہ	تاکہ تم	فلاح (کامیابی) پاؤ

میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا۔ سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

قوم عاد

قرآن کریم میں حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر سات جگہ آیا ہے اور قوم عاد کا ذکر ۹ سورتوں میں ہوا ہے۔ تفصیلات اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوں گی۔ عاد عرب کی قدیم ترین قوم تھی۔ جس کے افسانے اہل عرب میں عام طور پر مشہور تھے۔ قوم عاد کا زمانہ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح علیہ السلام مانا جاتا ہے۔ اس قوم کا اصل مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو اس وقت حجاز، یمن، یمامہ کے نام سے موسوم ہیں۔ یہیں سے پھیل کر ان کی طاقت وحکومت حدود عراق تک وسیع تھی۔ ان کی شوکت و حشمت ضرب المثل تھی۔ پھر دنیا سے ان کا نام ونشان تک مٹ جانا بھی ضرب المثل ہو کر رہ گیا تھا۔ قوم عاد بھی عموماً بت پرست تھی اور اپنی پیش رو قوم نوح کی طرح صنم پرستی اور صنم تراشی میں ماہر تھے۔ ان کے معبودان باطلہ بھی قوم نوح کی طرح ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت

عاد اپنی مملکت کی سطوت وحشمت اور جسمانی طاقت کے غرور میں ایسے بہکے کہ انہوں نے خدائے واحد کو بالکل بھلا دیا اور اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود مان کر ہر قسم کے شیطانی اعمال بے خوف وخطر کرنے لگے۔ تب اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قوم عاد کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو اپنا پیغمبر مقرر کر کے بھیجا۔ آپ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بت پرستی سے باز آؤ۔ تمہارے پاس دولت، قوت، صحت عزت شوکت وحکومت جو کچھ ہے یہ سب ایک اللہ کی عطا کی ہوئی ہے۔ اس کے سوا کوئی کچھ دینے والا نہیں۔ یہ جو تم نے دیوتا بنا رکھے ہیں انہیں نہ کچھ اختیار ہے نہ قدرت۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس لئے اسی کی پرستش کرو۔ اسی کے آگے جھکو اسی سے مانگو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ تم اللہ کی نافرمانی کرتے ہو اور اس کے غضب سے نہیں ڈرتے۔

قوم کے وڈیروں کا ردعمل

یہ سن کر قوم عاد کے اونچے طبقے کے لوگوں نے جن کی وجہ سے بت پرستی کا رواج قائم تھا۔ ان کو حضرت ہودؑ کی یہ نصیحت نہایت شاق گزرتی تھیں اور وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے خیالات۔ ان کے عقائد اور اعمال میں کوئی شخص حائل ہو اور ان کے لئے ناصح مشفق بنے۔ اس لئے انہوں نے یہ روش اختیار کی کہ حضرت ہودؑ کا مذاق اڑایا ان کو کم عقل اور بیوقوف گردانا (نعوذ باللہ) اور ان کو جھٹلانا شروع کر دیا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت

حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو اپنی خیر خواہی نبوت اور صداقت کا انتہائی زور کے ساتھ یقین دلانا چاہا اور فرمایا بھائیو! میں بیوقوف نہیں ہوں۔ تمہارے رب کی طرف سے اس کے احکام پہنچانے والا ہوں اور تمہارا خیر خواہ اور خدا کی طرف سے امین بھی ہوں اور پھر اللہ کے احسانات بھی یاد دلائے کہ دیکھو خدا نے قوم نوح کے بعد تم کو روئے زمین پر بادشاہ وحکمران کیا۔ جسمانی طاقت وتوانائی اور بدن کے طول وعرض میں تم کو سب پر فوقیت عطا کی۔ لہٰذا تم کو اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اس سے تم ہی کو فائدہ پہنچے گا۔ دنیوی واخروی فلاح حاصل ہوگی۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حصول رضا کی توفیق عطا فرما اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچا اور اسلام وایمان کے ساتھ زندہ رکھ اور اسی پر موت عطا فرما۔

یا اللہ قرآن کریم نے جو واقعات وحالات نافرمان قوموں کے بیان فرمائے ہیں اور ان کا انجام جو بتلایا ہے اس سے اہل اسلام کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ان کو اپنے دین اسلام اور اپنی کتاب قرآن کریم اور اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سچی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرما اور اپنے انعامات واحسانات کی سچی شکر گزاری کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ

قَالُوْا	اَجِئْتَنَا	لِنَعْبُدَ	اللّٰهَ	وَحْدَهٗ	وَنَذَرَ	مَا	كَانَ يَعْبُدُ	اٰبَآؤُنَا	فَاْتِنَا	بِمَا تَعِدُنَا
وہ بولے	کیا تو ہمارے پاس آیا	کہ ہم عبادت کریں	اللہ	واحد (اکیلے)	اور ہم چھوڑ دیں	جو۔ جس	پوجتے تھے	ہمارے باپ دادا	تو لے آ ہم پر	جسکا ہم سے وعدہ کرتا ہے

قوم عاد کے لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہوں گے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم انکو چھوڑ دیں

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ

اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ	قَالَ	قَدْ وَقَعَ	عَلَيْكُمْ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	رِجْسٌ	وَّغَضَبٌ
اگر	تو ہے	سے	سچے لوگ	اس نے کہا	البتہ پڑ گیا	تم پر	سے	تمہارا رب	عذاب	اور غضب

اور ہم کو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوادو اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ	فِيْ	اَسْمَآءٍ	سَمَّيْتُمُوْهَا	اَنْتُمْ	وَاٰبَآؤُكُمْ	مَا نَزَّلَ	اللّٰهُ	بِهَا	مِنْ	سُلْطٰنٍ
کیا تم جھگڑتے ہو مجھ سے	میں	نام (جمع)	تم نے انکے رکھ لئے ہیں	تم	اور تمہارے باپ دادا	نہیں نازل کی	اللہ	اس کیلئے	کوئی	سند

کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھیرالیا ہے انکے معبود ہونے کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا

فَانْتَظِرُوْا	اِنِّيْ	مَعَكُمْ	مِنَ	الْمُنْتَظِرِيْنَ	فَاَنْجَيْنٰهُ وَ	الَّذِيْنَ	مَعَهٗ	بِرَحْمَةٍ	مِّنَّا	وَقَطَعْنَا
سو تم انتظار کرو	بیشک میں	تمہارے ساتھ	سے	انتظار کرنے والے	تو ہم نے اسے نجات دی (بچالیا) اور	وہ لوگ جو	اسکے ساتھ	رحمت سے	اپنی	اور ہم نے کاٹ دی

سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ غرض ہم نے ان کو اور انکے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی

دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع

دَابِرَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَمَا	كَانُوْا	مُؤْمِنِيْنَ
جڑ	وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات	اور نہ	تھے	ایمان لانے والے

جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام کو قوم کا جواب

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف برابر دعوت دیتے رہے اور سمجھتے رہے۔ مگر قوم کی سرکشی اور مخالفت بڑھتی ہی رہی اور ان کی نصائح کا مطلق اثر نہ ہوا۔ اور وہ حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب وتذلیل کے اور زیادہ درپے ہو گئے اور العیاذ باللہ مجنوں اور خبطی کہہ کر آپ کا اور زیادہ مذاق اڑانے لگے۔

اب ان آیات میں بتلایا گیا کہ وہ کافر مغرور نہ ماننے والے تھے نہ مانے اور کہنے لگے کہ کیا ہم تمہارے کہنے سے اپنے سب معبودوں کو چھوڑ کر اکیلے ایک خدا کی پرستش کرنے لگیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

وہ غم وغصہ میں آ گئے کہ کس طرح ہم باپ دادا کی ریت "اصنام پرستی" کو چھوڑ دیں۔ یہ تو ہماری اور ہمارے باپ دادا کی سخت توہین ہے۔ ہم تو اپنے باپ دادا کے دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک ان دیکھے معبود کی پرستش نہیں کر سکتے اور ہم سے یہ روز روز کی نصیحتیں نہیں سنی جاتیں اور جو تم ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو تو اگر واقعی تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ ہم تو تمہاری بات مانتے نہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کا آخری خطاب

حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر میری مخلصانہ اور صادقانہ نصائح وتعلیمات کا یہی جواب ہے تو بسم اللہ اور تم کو اگر عذاب کا اتنا ہی شوق ہے تو وہ بھی کچھ دور نہیں ہے۔ تم کو شرم نہیں آتی کہ تم چند خود ساختہ بتوں کو ان کے نام گھڑ کر پکارتے ہو اور تم اور تمہارے آباؤ اجداد ان کو خدا کی دی ہوئی دلیل کے بغیر من گھڑت طریقہ پر ان کو اپنا شفیع اور سفارشی مانتے ہو اور میرے روشن دلائل سے انحراف اور سرکشی کر کے عذاب کے طالب ہوتے ہو۔ اگر ایسا ہی شوق ہے تو اب تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں کہ وقت قریب آ پہنچا۔

بالآخر قوم اپنی سرکشی کے سبب برباد ہوئی

الغرض قوم عاد کی انتہائی شرارت اور بغاوت اور اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بے پناہ بغض وعمل کی پاداش عمل اور قانون جزا کا وقت آ پہنچا اور غیرت حق حرکت میں آئی اور عذاب الٰہی نے سب سے پہلے خشک سالی کی شکل اختیار کی۔ عاد سخت گھبرائے اور پریشان ہوئے اور عاجز و درماندہ نظر آنے لگے تو حضرت ہود علیہ السلام کو جوش ہمدردی نے پھر اکسایا اور مایوسی کے بعد پھر ایک مرتبہ ان کو سمجھایا کہ راہ حق اختیار کر لو۔ میری نصائح پر ایمان لے آؤ کہ یہی نجات کی راہ ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ورنہ پچھتاؤ گے اور ہمیشہ کے لئے خسارہ میں پڑو گے لیکن بدبخت اور بدنصیب قوم پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور بغض وعناد دوبالا ہو گیا تب ہولناک عذاب نے ان کو آ گھیرا۔ آٹھ دن اور سات راتیں پیہم تیز اور تند ہوا کے طوفان اٹھے اور ایسی تیز ہوا ان پر چلتی رہی اور ان کو اور ان کی آبادی کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیا۔ تنومند اور قوی ہیکل انسان جو اپنے جسمانی قوتوں کے گھمنڈ میں سرمست تھے ان کو ہوا نے اس طرح اٹھا اٹھا کر دے پٹخا کہ سر الگ ہو گئے اور دھڑ الگ جا پڑے۔ غرض ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا اور دنیا اور آخرت کی لعنت اور عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔ یہ تو اللہ اور اللہ کے رسول کی تکذیب کا انجام دشمنوں کو دنیا میں ملا کہ ساری قوم کا ستیاناس ہو گیا اور حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کے ساتھی مومن ایک باغیچے میں چلے گئے تھے۔ وہاں خدا نے اپنی قدرت سے انہیں محفوظ رکھا وہی طوفانی ہوا ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہو کر ان کے جسموں کو لگتی رہی جس سے ان کے روح کو تازگی اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی رہی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ان قرآنی واقعات سے ہم کو بھی عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو تقویٰ وطہارت کی زندگی شریعت مطہرہ کے موافق گزارنے کی سعادت نصیب فرما تا کہ ہمیں دنیا میں بھی چین اور آخرت میں آرام نصیب ہو اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچنے کا عزم عطا فرما تا کہ ہمارا دین اور دنیا خراب نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَٰلِحًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ قَدْ جَآءَتْكُم

وَ	اِلٰی	ثَمُوْدَ	اَخَاھُمْ	صٰلِحًا	قَالَ	یٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللهَ	مَا لَکُمْ	مِنْ	اِلٰهٍ	غَیْرُهٗ	قَدْ جَآءَتْکُمْ
اور	طرف	ثمود	انکے بھائی	صالح	اس نے کہا	اے میری قوم	تم عبادت کرو	اللہ	تمہارے لئے نہیں	کوئی	معبود	اسکے سوا	تحقیق آچکی تمہارے پاس

اور ہم نے ثمود کی طرف انکے بھائی صالح کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ۔ تمہارے پاس

بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِۦ نَاقَةُ ٱللَّهِ لَكُمْ ءَايَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِىٓ أَرْضِ ٱللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا

بَیِّنَةٌ	مِنْ	رَّبِّکُمْ	هٰذِهٖ	نَاقَةُ اللهِ	لَکُمْ	اٰیَةً	فَذَرُوْهَا	تَاْکُلْ	فِیْ	اَرْضِ	اللهِ	وَ	لَا تَمَسُّوْهَا
نشانی	سے	تمہارا رب	یہ	اللہ کی اونٹنی	تمہارے لئے	ایک نشانی	سو اسے چھوڑ دو	کہ کھائے	میں	زمین	اللہ	اور	اسے ہاتھ نہ لگاؤ

تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے

بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ

بِسُوْٓءٍ	فَیَاْخُذَکُمْ	عَذَابٌ	اَلِیْمٌ	وَاذْکُرُوْٓا	اِذْ	جَعَلَکُمْ	خُلَفَآءَ	مِنْ بَعْدِ	عَادٍ	وَبَوَّاَکُمْ
برائی	ورنہ پکڑے گا تمہیں	عذاب	دردناک	اور تم یاد کرو	جب	تمہیں بنایا اس نے	جانشین	بعد	عاد	اور تمہیں ٹھکانا دیا

اور اسکو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی نہ لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آپکڑے ۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر

فِى ٱلْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ ٱلْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَٱذْكُرُوٓا۟ ءَالَآءَ

فِیْ	الْاَرْضِ	تَتَّخِذُوْنَ	مِنْ	سُهُوْلِهَا	قُصُوْرًا	وَتَنْحِتُوْنَ	الْجِبَالَ	بُیُوْتًا	فَاذْکُرُوْٓا	اٰلَآءَ
میں	زمین	بناتے ہو	سے	اسکی نرم جگہ	محل (جمع)	اور تراشتے ہو	پہاڑ	مکانات	سو یاد کرو	نعمتیں

ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی

ٱللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾

اللهِ	وَلَا تَعْثَوْا	فِی الْاَرْضِ	مُفْسِدِیْنَ
اللہ	اور نہ پھرو	زمین (ملک) میں	فساد کرنے والے (فساد کرتے)

نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود

حضرت صالح علیہ السلام کا نام قرآن پاک میں آٹھ جگہ آیا ہے۔ تین جگہ تو اسی سورۂ اعراف میں اور اسی قصہ میں اور ۵ جگہ دوسری سورتوں میں۔ ثمود کہاں آباد تھے اور کس خطہ میں پھیلے ہوئے تھے اس کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ ان کی آبادیاں قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی اور مغربی حصہ میں جو اس وقت مدینہ منورہ اور ملک شام کے درمیان ہے جس کو قدیم عرب ملک حجر کہتے تھے پھیلی ہوئی تھیں اور اس قوم نے بھی بڑی نمود و شہرت حاصل کی تھی۔ اس قوم ثمود کا زمانہ بھی یقینی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کا زمانہ ہے۔ ان لوگوں نے پہاڑوں میں تراش تراش کر عجیب و غریب سنگین عمارتیں بنائی تھیں اور دامن کوہ میں نشیبی نرم زمینوں میں بھی طرح طرح کے عالیشان محل تیار کئے تھے۔ جاڑے میں ان نشیبی محلات میں رہتے اور گرمیوں میں پہاڑی مکانوں میں۔ اب تک ہزاروں ایکڑ کے رقبہ میں ان کی عمارتوں کے کھنڈرات موجود ہیں۔

قوم ثمود کے کھنڈرات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر

ہجرت کے نویں سال غزوہ تبوک کے موقع پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ ادھر سے گزرے تو آپ نے

مسلمانوں کو یہ آثار عبرت دکھائے۔ ایک جگہ آپ نے ایک کنویں کی نشاندہی کر کے بتایا کہ یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ صرف اس کنویں سے پانی لینا۔ باقی کنوؤں کا پانی نہ لینا۔ بعض صحابہ کرام نے دوسرے کنوؤں سے پانی بھر کر آٹا گوندھ کر روٹیاں تیار کر لی تھیں تو جب آپ کو معلوم ہوا پانی گرا دینے اور ہانڈیاں اوندھی کر دینے اور آٹا بیکار کر دینے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہ بستی ہے جس پر خدا کا عذاب ہوا۔ یہاں نہ قیام کرو۔ آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈالو ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ۔ اور ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم ان حجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے عاجزی وزاری کرتے اور روتے ہوئے داخل ہوا کرو۔ ورنہ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجر میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے نشانیاں یعنی معجزہ طلب نہ کیا کرو۔ دیکھو صالح علیہ السلام کی قوم نے نشان طلب کیا تھا اور وہ ناقہ یعنی اونٹنی پہاڑ کی کھوہ سے نکلتی اور اپنی باری میں کھا پی کر وہیں واپس چلی جاتی اور جو اس کی باری کا دن تھا اس میں قوم ثمود کو اپنے دودھ سے سیراب کرتی تھی مگر ثمود نے آخر کار سرکشی کی اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے ان پر چیخ کا عذاب مسلط کر دیا اور وہ اس عذاب سے گھروں کے اندر ہی مردہ ہو کر رہ گئے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے یہ تینوں روایات سند کے ساتھ بیان کی ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت

اہل ثمود اپنے پیش رووں کی طرح خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودان باطل کے پرستار اور شرک میں مبتلا تھے اس لئے ان کی اصلاح کے لئے ان ہی کی قوم میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا گیا تا کہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں۔ ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلائیں جن سے صبح وشام وہ محظوظ ہوتے رہتے اور ان پر واضح کریں کہ کائنات کی ہر شے خدا کی توحید اور یکتائی پر شاہد ہے اور یقینی دلائل و براہین کے ساتھ ان کی گمراہی کو ظاہر کریں اور بتائیں کہ پرستش اور عبادت کے لائق ذات احد کے علاوہ اور دوسرا کوئی نہیں ہے۔

اونٹنی کی پیدائش کا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو توحید اور عبادت الٰہی کی تعلیم دینی شروع کی اور اونٹنی کا معجزہ دکھا کر فرمایا کہ یہ تمہارے لئے خدا کی پیدا کی ہوئی ایک نشانی ہے۔ اس کو کسی قسم کا دکھ نہ دینا ورنہ عذاب سے تباہ کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے معجزہ طلب کیا تھا کہ پہاڑی چٹان سے جو ان کی بستی کے پاس تھی اس سے ایک اونٹنی نکلے جو گابھن ہو اور فوراً نکل کر بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں دعا کی اور اسی وقت ان کے سامنے پتھر میں سے حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔ یہ دیکھ کر بعض تو ایمان لے آئے لیکن دوسرے پھر بھی آپ کی رسالت وپیغمبری کے منکر رہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت

اب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔ خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر ہو ایک دن اس ناقہ کا ہو گا اور ایک دن ساری قوم کے چوپاؤں کا پھر حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو یہ بھی یاد دلایا کہ اس وقت کو یاد کرو جب کہ قوم عاد کی تباہی و بربادی کے بعد اللہ نے تم کو پیدا کیا اور ان کا جانشین بنایا اور اپنی زمین پر تم کو اس طرح بسایا کہ تم نرم اور ہموار زمین میں تو جاڑوں میں رہنے کے لئے اونچے اونچے محل بناتے ہو اور گرمیوں میں سکونت کرنے کے لئے پہاڑوں کو تراش کر مکان تعمیر کرتے ہو لہٰذا تم کو زیبا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی ایسی ایسی نعمتوں کو یاد کرو اور ہر وقت اس کا شکر ادا کرو نہ کہ اس کی زمین میں فساد کرتے ہوئے پھرو۔ یعنی احسان فراموشی اور شرک وکفر کر کے زمین میں خرابی مت پھیلاؤ۔

دعا کیجئے: اللہ پاک نے ہم کو جو دینی اور دنیوی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس پر ہم کو شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرماویں اور ان نعمتوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اپنے اور اپنے رسول پاک کی اطاعت اور فرمانبرداری کی سعادت عطا فرمائیں۔ یا اللہ گذشتہ مغضوب قوموں کے فعل وعمل اور خصلتوں سے اس امت مسلمہ کو محفوظ فرما اور ہم کو ان قرآنی واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ

قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	لِلَّذِيْنَ	اسْتُضْعِفُوْا	لِمَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ
بولے	سردار	وہ جنہوں نے	تکبر کیا (متکبر)	سے	اُس کی قوم	ان لوگوں سے	ضعیف (کمزور) بنائے گئے	ان سے جو	ایمان لائے	ان سے

انکی قوم میں جو متکبر سردار تھا انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ

اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۷۵ قَالَ الَّذِيْنَ

اَتَعْلَمُوْنَ	اَنَّ	صٰلِحًا	مُرْسَلٌ	مِنْ	رَّبِّهٖ	قَالُوْٓا	اِنَّا	بِمَآ	اُرْسِلَ بِهٖ	مُؤْمِنُوْنَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
کیا تم جانتے ہو	کہ	صالح	بھیجا ہوا	سے	اپنا رب	انہوں نے کہا	بیشک ہم	اس پر جو	اسکے ساتھ بھیجا گیا	ایمان رکھتے ہیں	بولے	وہ جنہوں نے

صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں انہوں نے کہا کہ بیشک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو انکو دے کر بھیجا گیا ہے۔ وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ

اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝۷۶ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

اسْتَكْبَرُوْٓا	اِنَّا	بِالَّذِيْٓ	اٰمَنْتُمْ بِهٖ	كٰفِرُوْنَ	فَعَقَرُوا	النَّاقَةَ	وَعَتَوْا	عَنْ	اَمْرِ	رَبِّهِمْ
تکبر کیا	ہم	وہ جس پر	تم ایمان لائے اس پر	کفر کرنے والے (منکر)	انہوں نے کونچیں کاٹ دیں	اونٹنی	اور سرکشی کی	سے	حکم	اپنا رب

تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں۔ غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ

وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷۷ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

وَقَالُوْا	يٰصٰلِحُ	ائْتِنَا	بِمَا تَعِدُنَا	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ	فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ
اور بولے	اے صالحؑ	لے آ	جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے	اگر	تو ہے	سے	رسول (جمع)	پس انہیں آپکڑا	زلزلہ

اے صالحؑ جسکی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اسکو منگوائیے اگر آپ پیغمبر ہیں۔ پس آپکڑا انکو زلزلہ نے سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝۷۸ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ

فَاَصْبَحُوْا	فِيْ	دَارِهِمْ	جٰثِمِيْنَ	فَتَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَقَالَ	يٰقَوْمِ	لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ	رِسَالَةَ
تو رہ گئے	میں	اپنے گھر	اوندھے	پھر منہ پھیرا	اُن سے	اور کہا	اے میری قوم	تحقیق میں نے تمہیں پہنچا دیا	پیغام

اُس وقت صالحؑ اُن سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا

رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝۷۹

رَبِّيْ	وَنَصَحْتُ	لَكُمْ	وَ	لٰكِنْ	لَا تُحِبُّوْنَ	النّٰصِحِيْنَ
اپنا رب	اور خیر خواہی کی	تمہاری	اور	لیکن	تم پسند نہیں کرتے	خیر خواہ (جمع)

اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔

قوم ثمود کے وڈیروں کا خیال کہ ہم حق پر ہیں

حضرت صالح علیہ السلام قوم کو بار بار سمجھاتے اور نصیحت فرماتے رہے مگر قوم پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ ان کی مخالفت بڑھتی رہی اور بغض وعناد ترقی پاتا رہا اور وہ کسی طرح بت پرستی اور باطل معبودوں کی پرستش سے باز نہ آئے۔ محض ایک مختصر اور کمزور اور غریب لوگوں کی جماعت نے ایمان قبول کیا اور حضرت صالح علیہ السلام کی اطاعت قبول کی۔ سید آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں ایک قول نقل کیا ہے جس میں بتایا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے مومن جوان کے ساتھ عذاب سے محفوظ اور نجات یافتہ رہے ان کی تعداد تقریباً ۱۲۰ تھی اور باقی ہزار ہا گھرانے اور قوم کے سردار اور بڑے بڑے مال دار سب اسی طرح باطل پرستی پر قائم رہے اور انہوں نے خدا کی دی ہوئی ہر قسم کی خوش عیشی اور رفاہیت کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے کفران نعمت کو شعار بنالیا وہ حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کرتے کہ اگر ہم باطل پرست ہوتے اور خدا کے صحیح مذہب کے منکر ہوتے اور اس کے پسندیدہ طریقہ پر قائم نہ ہوتے تو آج ہم کو یہ دھن دولت سرسبز شاداب باغات کی فراوانی' سونے اور چاندی کی بہتات' بلند وعالی شان محلات کی رہائش' میوہ جات اور پھلوں کی کثرت وغیرہ وغیرہ حاصل نہ ہوتی۔ تم خود کو اور اپنے پیشرؤں کو دیکھو اور پھر ان کی تنگ حالی اور غربت پر نظر کرو اور بتلاؤ کہ خدا کے پیارے اور مقبول کون ہیں۔ ہم یا تم

حضرت صالح علیہ السلام کا خطاب کہ تم اسی طرح ناشکرے رہے تو تباہ ہو جاؤ گے

حضرت صالح علیہ السلام فرماتے کہ تم اپنی اس رفاہیت اور عیش سامانی پر شیخی نہ مارو اور خدا کے سچے رسول اور اس کے دین برحق کا مذاق نہ اڑاؤ اگر تمہارے کبر وغرور اور بغض وعناد کا یہی حال رہا تو یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا اور پھر نہ تم رہو گے اور نہ تمہارا یہ ساز وسامان۔ بیشک یہ سب کچھ خدا کی نعمتیں ہیں مگر جب ہی کہ ان کو حاصل کرنے والے اس کا شکر ادا کریں اور اس کے سامنے سر نیاز جھکائیں اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگے رہیں ورنہ بلاشبہ یہی سامان عذاب ولعنت ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ ہر سامان عیش خدا کی خوشنودی کا ثمرہ ہے۔

غریب ایمانداروں کے سامنے مالداروں کی شکست

چنانچہ قوم میں جو بڑے بڑے متکبر سردار اور معاندین تھے وہ غریب اور کمزور حضرت صالحؑ پر ایمان لانے والوں سے استہزاء کہتے تھے کہ کیا بڑے بڑے آدمی تو آج تک نہ سمجھے مگر تمہیں معلوم ہو گیا کہ صالح خدا کے فرستادہ ہیں۔ غریب مومنوں نے جواب دیا کہ معلوم ہونا کیا معنی۔ معلوم تو تم کو بھی ہے ہاں ہم دل سے قبول کر کے ان پر ایمان بھی لا چکے ہیں۔ متکبرین اس حکیمانہ جواب سے کھسیانے ہو کر کہتے کہ جس چیز کو تم نے مان لیا ہے ہم تو ابھی تک اسے نہیں مانتے پھر بھلا تمہارے جیسے چند خستہ حال آدمیوں کا ایمان لے آنا کونسی بڑی کامیابی ہے؟

معجزاتی اونٹنی کا قتل

بہرحال منکروں نے اپنے ہادی و مصلح کے ساتھ بجائے فرمان پذیری اور اطاعت کے تمسخر اور بدسلوکی کا رویہ اختیار رکھا اور حضرت صالح علیہ السلام کے یہ واضح کر دینے کے باوجود یہ اونٹنی جو خدا کی ایک نشانی ہے اور اپنے اندر خاص اہمیت رکھتی ہے اگر اس کو آزار پہنچا تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں لیکن بدبخت قوم ثمود زیادہ عرصہ تک اس اونٹنی کے وجود کو بھی برداشت نہ کر سکی۔ لکھا ہے کہ وہ اونٹنی اس قدر عظیم الجثہ اور ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں چرتی دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے اور اپنی باری کے دن گردن ڈال کر جس کنویں سے پانی پیتی کنواں خالی کر دیتی۔ گویا جیسے اس کی پیدائش غیر معمولی طریقہ سے ہوئی ایسے ہی اس کے لوازم وآثار حیات بھی غیر معمولی تھے۔ آخر آپس میں صلاح و مشورہ ہونے لگے کہ اس اونٹنی کا خاتمہ کر دیا جائے تو اس باری والے قصہ سے نجات ملے کیونکہ ہمارے چوپایوں کے لئے اور خود ہمارے لئے یہ قید کہ ایک دن اس ناقہ کا ہو اور ایک دن ساری قوم کے چوپایوں کا ناقابل برداشت ہے آخر کار لوگوں نے غیظ میں آ کر اس کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ اور ایک سازش کر کے ایک شخص کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ قتل میں پہل کرے باقی اعانت کریں اور اس طرح ناقہ کو ہلاک کر ڈالا۔ بعدہٗ خود حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر بھی تیار ہونے لگے اور اس طرح خدا کے احکام کو جو پیغمبر وقت حضرت صالح علیہ السلام اور اللہ کی نشانی ناقہ کے متعلق تھے پس پشت ڈال دیئے اور اپنے رب کے حکم

سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح جس عذاب کی تم ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو ہم پر لے آؤ اگر تم پیغمبر ہو۔ درحقیقت ایسے کلمات انسان کی زبان سے اس وقت نکلتے ہیں جب وہ خدا کے قہر وغضب سے بالکل بے خوف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قوم عاد کی طرح یہ قوم ثمود بھی اس حال پر پہنچ کر مورد عذاب وہلاکت بنی۔

عذاب الٰہی

حضرت صالح علیہ السلام کو جب ناقہ یعنی اونٹنی کی ہلاکت کا حال معلوم ہوا تو آپ گھبرائے ہوئے موقع پر پہنچے دیکھا کہ اونٹنی بے جان پڑی ہوئی ہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمانے لگے۔ بدبخت قوم آخر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو۔ تین روز کے بعد وہ نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا کہ تم سب کو ہمیشہ کے لئے تہس نہس کر جائے گا۔ بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا پھر انہی مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ آج رات کو صالح کو بھی مار ڈالو۔ اگر واقعی ہم ہلاک ہونے ہی والے ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اور اگر ہم پر عذاب نہیں آیا تو بھی روز روز کی اس مصیبت سے تو نجات ہو جائے گی چنانچہ قرآن کریم میں سورۂ نمل میں انیسویں پارہ میں بتلایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو حضرت صالح کے گھر پر چھاپہ مارو اور ان کو اور ان کے گھر والوں کو تہ تیغ کر دو اور جب کوئی ان کے خون کا دعویٰ کرنے والا کھڑا ہو تو صاف مکر جانا کہ ہمیں کیا خبر؟ کس نے مارا ہے؟ وہیں سورۂ نمل میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ ان مفسدوں نے بھی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی پھر انجام دیکھو کیا ہوا۔ چنانچہ رات کے وقت اسی بدنیتی سے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کی طرف چلے۔ آپ کا گھر پہاڑی پر تھا۔ ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے جو اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب ہی کو پیس ڈالا۔ ان کا تو یہ حشر ہوا۔ ادھر جمعرات کے دن تمام ثمودیوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ جمعہ کے دن ان کے چہرے آگ جیسے سرخ ہو گئے اور سنیچر کے دن جو مہلت کا آخری دن تھا اُن کے چہرے سیاہ ہو گئے۔

تین دن جب گزر گئے تو چوتھا دن اتوار کی صبح ہی صبح سورج کے روشن ہوتے ہی اوپر آسمان سے سخت کڑا کا ہوا جس کی ہولناک اور دہشت انگیز چنگھاڑ نے ان کے کلیجہ پھاڑ دیئے۔ ساتھ ہی نیچے سے زبردست زلزلہ آیا۔ ایک ہی ساعت میں ایک ساتھ ان سب کا ڈھیر ہو گیا۔

اہل ایمان کی حفاظت

ایک طرف تو ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا اور دوسری جانب صالح علیہ السلام اور ان کے پیرو مومنوں کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور ان سب کو اس رسوا کن عذاب سے بچا لیا جیسا کہ سورۂ ہود میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے صالحؑ کو اور اُن لوگوں کو جو ان کیساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے نجات دے دی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا افسوس کرنا

قوم کی ہلاکت دیکھ کر افسوس و حسرت اور آخری ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر پیغمبر خدا حضرت صالح علیہ السلام ہلاک شدگان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے اے قوم! میں نے اپنے پروردگار کا پیام تمہیں پہنچایا اور نصیحت کی مگر افسوس تم پر نہ تو تمہیں رب کی رسالت نے فائدہ پہنچایا نہ میری خیر خواہی ٹھکانے لگی تم اپنی بے سمجھی سے دوست کو دشمن سمجھ بیٹھے اور آخر اس روز بد کو بلا ہی لیا۔

ہلاک شدہ قوم کی جانب حضرت صالح علیہ السلام کا یہ خطاب اسی طرح کا خطاب تھا جس طرح بدر میں مشرکین مکہ کے سرداروں کی ہلاکت کے بعد مردہ نعشوں کے گڑھے پر کھڑے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

قوم ثمود کے مومنین کہاں گئے؟

اب یہ تاریخی سوال ہے کہ جب ثمود ہلاک و برباد ہو گئے تو صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مسلمانوں نے کہاں سکونت اختیار کی۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ علاقہ فلسطین میں آ کر آباد ہوئے بعض نے کہا کہ حضر موت میں آ کر آباد ہوئے بعض نے کہا ہے کہ مکہ معظمہ کی جانب تشریف لے آئے واللہ اعلم۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دل و دماغ عطا فرماویں کہ ہم ان قرآنی نصائح سے عبرت حاصل کرنے والے ہوں اور ہم اللہ اور اس کے رسول پاک کے احکامات کو دل و جان سے ماننے والے اور ان پر یقین رکھنے والے ہوں۔ کافروں اور مغضوب قوموں کی اس خصلت سے کہ وہ اپنے نبی کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ فرمائیں اور ہم کو ہر طرح کی نافرمانی سے بچائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّكُمْ

وَلُوْطًا	اِذْ	قَالَ	لِقَوْمِهٖ	اَتَاْتُوْنَ + الْفَاحِشَةَ	مَا سَبَقَكُمْ	بِهَا	مِنْ + اَحَدٍ	مِنَ	الْعٰلَمِيْنَ	اِنَّكُمْ
اور لوطؑ	جب	کہا	اپنی قوم سے	کیا آتے ہو بے حیائی کے پاس (بےحیائی کرتے ہو)	جو تم سے پہلے نہیں کی	ایسی	کسی نے	سے	سارے جہان	بیشک تم

اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔تم

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ

لَتَاْتُوْنَ	الرِّجَالَ	شَهْوَةً	مِنْ + دُوْنِ	النِّسَآءِ	بَلْ	اَنْتُمْ	قَوْمٌ	مُسْرِفُوْنَ	وَمَا	كَانَ	جَوَابَ
جاتے ہو	مرد (جمع)	شہوت سے	علاوہ (چھوڑکر)	عورتیں	بلکہ	تم	لوگ	حد سے گزر جانے والے	اور نہ	تھا	جواب

مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد سے گزر گئے ہو۔ اور انکی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔بجز اسکے کہ آپس میں

قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ

قَوْمِهٖ	اِلَّا	اَنْ	قَالُوْا	اَخْرِجُوْهُمْ	مِنْ	قَرْيَتِكُمْ	اِنَّهُمْ	اُنَاسٌ	يَتَطَهَّرُوْنَ	فَاَنْجَيْنٰهُ
اسکی قوم	مگر	یہ کہ	انہوں نے کہا	انہیں نکال دو	سے	اپنی بستی	بیشک	یہ لوگ	پاکیزگی چاہتے ہیں	ہم نے نجات دی اسکو

کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔سو ہم نے لوطؑ کو اور انکے متعلقین کو بچالیا بجز انکی بیوی کے

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڮ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ

وَاَهْلَهٗ	اِلَّا	امْرَاَتَهٗ	كَانَتْ	مِنَ	الْغٰبِرِيْنَ	وَاَمْطَرْنَا	عَلَيْهِمْ	مَطَرًا	فَانْظُرْ	كَيْفَ
اور اسکے گھر والے	مگر	اسکی بیوی	وہ تھی	سے	پیچھے رہنے والے	اور ہم نے بارش برسائی	ان پر	ایک بارش	پس دیکھو	کیسا ہوا

کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا سو دیکھو تو سہی

	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُجْرِمِيْنَ
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾			
ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔	ہوا	انجام	مجرمین

حضرت لوط علیہ السلام اوران کی قوم

گذشتہ آیات میں تیسرا قصہ حضرت صالح علیہ السلام اوران کی قوم ثمود کا بیان ہوا تھا اب چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام اوران کی قوم کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ حضرت لوطؑ کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے زیر سایہ گزرا اسی لئے وہ ملت ابراہیمی کے پیرو کار تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وطن عراق سے ہجرت کر کے ملک شام تشریف لائے تو حضرت لوطؑ ان کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت لوطؑ نبی بنا کر سدوم اوراس کے گردونواح کی بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے تاکہ ان کی اصلاح فرمائیں اوردین حنیف ملت ابراہیمی کی تبلیغ کریں۔ اہل سدوم یعنی لوط علیہ السلام کی قوم اس علاقہ میں رہتی تھی جسے آج شرق اردن کہا جاتا

ہے۔ اردن کی وہ جانب جہاں آج بحر لوط جس کو انگریزی میں Dead Sea کہتے ہیں واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جس میں سدوم اور عامورہ کی بستیاں آباد تھیں۔ اس کے قریب بسنے والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلے یہ تمام حصہ جواب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے اور سدوم اور عامورہ کی آبادیاں اسی مقام پر تھیں۔ یہ مقام شروع سے بحر نہ تھا۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلہ اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً ۴۰۰ میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا اسی لئے اس کا نام بحر میت اور بحر لوط ہے۔

قوم کی بدکرداری

لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آکر دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دنیا کے سرکش، بداخلاق اور بداطوار اقوام کے دوسرے عیوب وفواحش کے علاوہ یہ قوم ایک نہایت خبیث عمل کی موجد تھی۔ یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مردلڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ دنیا کی قوموں میں اس عمل کا اس وقت تک قطعاً کوئی رواج نہ تھا۔ یہی بدبخت قوم ہے جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی اس لئے اس عمل کا نام ''ہم جنسیت'' مشہور ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ شرارت خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بے حیائی کے مرتکب ہوتے تھے۔ اہل سدوم اس قدر ظلم، فحش، بے حیائی، بداخلاقی اور فسق وفجور میں مبتلا تھے کہ اس زمانہ کی قوموں میں ان کی جانب ہر طرح کی بدکرداری کے واقعات منسوب کئے جاتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ

ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت وطہارت کی زندگی کی رغبت دلائی اور حسن خطابت لطافت اور نرمی کے ساتھ جو ممکن طریقہ سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا اور موعظت ونصیحت کی اور گذشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج وثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ پڑا بلکہ اس کا الٹا یہ اثر ہوا کہ کہنے لگے کہ جب ہم سب کو یہ گندہ سمجھتے ہیں اور اپنے آپ بڑے پاک باز بنتے ہیں تو گندوں میں پاکوں کا کیا کام۔ لہٰذا انہیں اپنی بستی ہی سے نکال دینا چاہئے کہ یہ روز روز کی رکاوٹ ختم ہو۔ خیر وہ ملعون تو کیا نکالتے ہاں حق تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو عزت وعافیت کے ساتھ صحیح سالم ان بستیوں سے نکال لیا اور ان بستیوں پر عذاب مسلط کر دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ لوط علیہ السلام کے متعلقین میں سے صرف ان کی بیوی آپ سے علیحدہ رہی اور معذبین کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو غالباً اسی قوم کی بیٹی تھی اپنے کافر رشتہ داروں کی ہموار رہی اور آخر وقت تک اس نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا اور حضرت لوطؑ کے ساتھ ہجرت نہ کی اس لئے قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ قرآن پاک کے ستائیسویں پارہ میں سورہ ذاریات کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام بستی میں صرف ایک حضرت لوط علیہ السلام کا گھرانہ مسلمانی گھرانہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے محفوظ رکھا اور باقی سب تباہ کر دیئے گئے۔ اور خاندان لوط علیہ السلام میں سے ان کی بیوی بھی ہلاک ہوئی۔

یہاں ان آیات میں حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ اجمالاً بیان فرمایا گیا ہے۔ دوسری جگہ قرآن پاک میں اس کی مزید تفصیلات بھی آئی ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی جگہ بیان ہوں گی۔

عذاب الٰہی کا نزول

الغرض حضرت لوط علیہ السلام کے تبلیغ حق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قوم پر مطلق کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اپنی بدکرداریوں پر اسی طرح مصر رہی اور جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت لوط کو اخراج اور سنگساری کی دھمکیاں دی گئیں اور ان کی سیہ بختی نے کسی طرح اپنی اصلاح کی طرف مائل نہ ہونے دیا تب ان کو بھی وہی پیش آیا جو خدا کے بنائے ہوئے قانون جزا کا یقینی اور حتمی فیصلہ ہے۔ آخر عذاب

الٰہی کا وقت آ پہنچا۔ ابتدائے شب ہوئی تو ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام مع اپنے گھرانے سمیت اس بستی سدوم سے رخصت ہو گئے۔ آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ وبالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔ آج اس قوم کا دنیا سے نام ونشان بالکل ناپید ہو چکا ہے۔ اب صرف بحیرہ مردار ہی اس کی ایک یادگار باقی رہ گیا ہے جسے آج تک بحر لوط کہا جاتا ہے۔

آخر میں عبرت ونصیحت دینے کے لئے ارشاد ہوا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ سو دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

غیر فطری عمل کی سزا

ان آیات میں بھی اور قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر یہ بتایا گیا کہ یہ خبیث عمل قوم لوط کا ایک بدترین گناہ ہے جس کی وجہ سے پوری قوم اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہوئی۔ اسی لئے صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین نے اس جرم کو عام بدکاری سے زیادہ شدید جرم وگناہ قرار دیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کو کسی بلند مقام پہاڑ یا منارہ وغیرہ سے گرا دیا جائے اور اوپر سے پتھراؤ کیا جائے تا آنکہ وہ مرجائے جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ کیا گیا۔ بعض ائمہ اور علماء کے نزدیک اس کی سزا مثل زنا کے ہے یعنی غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور جلاوطن کر دیا جائے گا اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا یعنی پتھروں سے مارتے مارتے مار ڈالا جائے اور بعض علماء کے نزدیک صرف قتل کر دینا کافی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تم کسی کو قوم لوط جیسا عمل کرتے پاؤ تو فاعل ومفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔ مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

فقہائے حنفیہ فرماتے ہیں کہ لواطت کی حرمت زنا کی حرمت سے کہیں زیادہ شدید ہے۔ اس لئے لواطت کی سزا حنفیہ کے نزدیک زنا کی سزا سے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح یہ فعل عورتوں کے ساتھ بھی بالاجماع حرام ہے (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ان نافرمان قوموں کے قصوں اور انجام سے ہم کو بھی عبرت ونصیحت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی ہمت عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں شریعت مطہرہ کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرما اور ہر حال میں اپنے اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

22

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ۭ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ۭ

وَ	اِلٰی	مَدْیَنَ	اَخَاھُمْ	شُعَیْبًا	قَالَ	یٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَیْرُهٗ
اور	طرف	مَدیَن	انکے بھائی	شعیبؑ	اس نے کہا	اے میری قوم	عبادت کرو	اللہ	نہیں تمہارا	سے	کوئی معبود	اسکے سوا

اور ہم نے مَدیَن کی طرف اُنکے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تمہارے پاس

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ

قَدْ جَآءَتْكُمْ	بَیِّنَةٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	فَاَوْفُوا	الْكَیْلَ	وَالْمِیْزَانَ	وَ	لَا تَبْخَسُوا	النَّاسَ	اَشْیَآءَھُمْ
تحقیق پہنچ چکی تمہارے پاس	ایک دلیل	سے	تمہارا رب	پس پورا کرو	ناپ	اور تول	اور	نہ گھٹاؤ	لوگ	انکی اشیاء

تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم ناپ تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا اُن کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۸۵

وَ	لَا تُفْسِدُوْا	فِی الْاَرْضِ	بَعْدَ	اِصْلَاحِهَا	ذٰلِكُمْ	خَیْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِیْنَ
اور	فساد نہ مچاؤ	زمین (ملک) میں	بعد	اس کی اصلاح	یہ	بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	ایمان والے

بعد اسکے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔

قوم مدین

گذشتہ آیات میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا حال بیان ہوا تھا اب یہاں سے پانچواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم اہل مدین کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت شعیب علیہ السلام کا نام گیارہ جگہ مذکور ہے۔ پانچ مرتبہ تو اسی سورۃ اعراف میں آیا ہے اور چھ جگہ دوسری سورتوں میں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین میں ہوئی تھی۔ مدین کسی مقام کا نام نہیں بلکہ قبیلہ کا نام تھا۔ یہ قبیلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی حضرت قطورا سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ خاندان بنی قطورا کہلاتا تھا۔ مدین اپنے اہل وعیال کیساتھ اپنے سوتیلے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قریب ہی حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں آباد ہو گئے تھے۔ یہی خاندان آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ بن گیا اور شعیب علیہ السلام بھی چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے اس لئے ان کی بعثت کے بعد یہ قبیلہ "قوم شعیب" کہلایا۔ یہ بڑی تجارت پیشہ قوم تھی اور قدیم زمانہ میں جو مشہور تجارتی شاہ راہیں واقع تھیں اس کے چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں۔ اسی بناء پر عرب کا بچہ بچہ مدین سے واقف تھا اور اس کے مٹ جانے کے بعد بھی عرب میں اس کی شہرت برقرار رہی کیونکہ عربوں کے تجارتی قافلہ مصر وشام کی طرف جاتے ہوئے رات دن اس کے آثار قدیمہ کے درمیان میں سے گزرتے تھے۔

قوم مدین اور اصحاب ایکہ

قرآن کریم میں دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کا "اصحاب ایکہ" کی طرف مبعوث ہونا مذکور ہے۔ مفسرین اس بارہ میں مختلف ہیں کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ کے دو نام ہیں یا دو جدا جدا قبیلہ ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ دونوں جدا جدا قبیلہ ہیں۔ مدین متمدن اور شہری قبیلہ تھا اور اصحاب ایکہ بدوی اور دیہاتی قبیلہ تھا جو جنگل اور بن میں آباد تھا۔ اس لئے ان کو اصحاب ایکہ یعنی جنگل والا یا بن والا کہا گیا۔ اور جو مفسرین دونوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آب و ہوا کی لطافت نہروں اور آبشاروں کی کثرت نے اس مقام کو اس قدر شاداب اور پرفضا بنا دیا تھا اور یہاں میووں' پھلوں اور خوشبودار پھولوں

کے اس قدر باغات اور چمن تھے کہ اگر ایک شخص آبادی سے باہر کھڑے ہو کر نظارہ کرتا تو اس کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ نہایت خوبصورت اور شاداب گھنے درختوں کا ایک ایک بن ہے۔اسی وجہ سے قرآن کریم نے اس کو ''ایکہ'' کہہ کر تعارف کرایا۔بہر حال راجح یہی ہے کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ ہے جو باپ کی نسبت سے مدین کہلایا اور زمین کی طبعی اور جغرافی حیثیت سے اصحاب ایکہ کے لقب سے مشہور ہوا۔

قوم مدین کے جرائم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد چھ سات سو برس تک مشرک اور بداخلاق قوموں کے درمیان رہتے رہتے یہ لوگ شرک بھی سیکھ گئے تھے اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔قوموں کے عام رواج کے مطابق دراصل ان کی رفاہیت خوش عیشی دولت وثروت کی فراوانی زمین اور باغوں کی زرخیزی اور شادابی نے ان کو اس قدر مغرور بنادیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی ذاتی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور بھول کر بھی یہ خطرہ نہیں گزرتا تھا کہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی عطا و بخشش ہے کہ شکر گزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔غرض ان کی فارغ البالی نے ان میں طرح طرح کی بداخلاقیاں اور قسم قسم کے عیوب پیدا کر دیئے تھے خاص کر تین بڑی خرابیاں جو پائی جاتی تھیں وہ ایک تو شرک اور دوسرے تجارتی بددیانتی اور کم تولنے یا ناپنے کا مرض اور تیسرے معاملات میں کھوٹ وڈاکہ زنی تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت

سنت اللہ کے مطابق ان کو راہ حق دکھانے فسق وفجور سے بچانے اور امین اور متقی اور با اخلاق بنانے کے لئے ان ہی میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک ہستی کو چن لیا اور شرف نبوت و رسالت سے نواز کر ان کو دعوت اسلام اور پیغام حق کا امام بنایا۔یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی ذات گرامی تھی۔خدا کی توحید اور شرک سے بیزاری کا اعتقاد تو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی مشترک بنیاد اور اصل ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کے حصہ میں بھی آئی تھی مگر قوم کی مخصوص بداخلاقیوں پر توجہ دلانے اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے انہوں نے اس قانون کو بھی اہمیت دی کہ خرید وفروخت کے معاملہ میں یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو جس کا حق ہے وہ پورا پورا اس کو ملے کہ دنیوی معاملات میں یہی ایک ایسی بنیاد ہے جو متزلزل ہو جانے کے بعد ہر قسم کے ظلم وفسق اور مہلک خرابیوں اور بداخلاقیوں کا باعث بنتی ہے۔گویا علاوہ دعوت توحید کے شعیب علیہ السلام نے خاص معاشرتی معاملات کی اصلاح اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی اور اپنی قوم سے فرمایا کہ اے قوم ایک خدا کی عبادت کرو کہ اس کے علاوہ کوئی پرستش کے قابل نہیں اور خرید وفروخت۔ناپ تول لین دین میں معاملات کو صاف رکھو اور کھوٹ نہ برتو۔لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو۔ممکن ہے کہ تم کو ان بداخلاقیوں کی برائیوں کا حال کل تک معلوم نہ ہو مگر آج تمہارے پاس خدا کی حجت' نشانی اور برہان آچکا۔اب جہل و نادانی عفو و درگزر کے قابل نہیں۔حق کو قبول کرو۔باطل سے باز آؤ۔اور وہ دین حق اور اخلاق صالحہ کی زندگی کا نظام جو انبیائے سابقین کی ہدایت ورہنمائی میں قائم ہو چکا تھا اب تم اسے اپنی اعتقادی گمراہیوں اور اخلاقی بدراہیوں سے خراب نہ کرو۔یہی کامیابی اور کامرانی کی راہ ہے اور اس کے خلاف کرنا خدا کی زمین میں فتنہ فساد برپا کرنا ہے۔اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے صلاح وخیر کے سامان مہیا کر دیئے تو اگر تم میں ایمان ویقین کی صداقت موجود ہے تو سمجھ لو کہ جو میں بتلاؤں وہی فلاح و بہبودی کی راہ ہے۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان قرآنی نصائح کو دل نشین کر لینے کی توفیق نصیب فرمائیں۔شریعت اسلامیہ میں ہمیں جو تعلیم حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق دی گئی ہے۔یا اللہ ان کو پورا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔یا اللہ معاملات کی صفائی اور لین دین کی درستی ہم کو نصیب فرما۔گذشتہ مغضوب اور ملعون اقوام کی خصلتوں اور عادتوں سے یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ

وَ	لَا تَقْعُدُوْا	بِكُلِّ	صِرَاطٍ	تُوْعِدُوْنَ	وَتَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	مَنْ	اٰمَنَ	بِهٖ
اور	نہ بیٹھو	ہر	راستہ	تم ڈراؤ	اور تم روکو	سے	راستہ	اللہ	جو	ایمان لایا	اس پر

اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو

وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

وَتَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا	وَاذْكُرُوْٓا	اِذْ	كُنْتُمْ	قَلِيْلًا	فَكَثَّرَكُمْ	وَ	انْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ
اور ڈھونڈو اس میں	کجی	اور یاد کرلو	جب	تم تھے	تھوڑے	تو اس نے تمہیں بڑھایا	اور	دیکھو	کیسا	ہوا	انجام

اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کردیا اور دیکھو کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

الْمُفْسِدِيْنَ	وَاِنْ	كَانَ	طَآئِفَةٌ	مِّنْكُمْ	اٰمَنُوْا	بِالَّذِيْٓ	اُرْسِلْتُ	بِهٖ	وَطَآئِفَةٌ	لَّمْ يُؤْمِنُوْا
فساد کرنے والے	اور اگر	ہے	ایک گروہ	تم سے	ایمان لایا	اس پر جو	میں بھیجا گیا	جس کے ساتھ	اور ایک گروہ	ایمان نہیں لایا

اور اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جس کو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

	فَاصْبِرُوْا	حَتّٰى	يَحْكُمَ	اللّٰهُ	بَيْنَنَا	وَهُوَ	خَيْرُ	الْحٰكِمِيْنَ	
	تم صبر کرلو	یہاں تک کہ	فیصلہ کردے	اللہ	ہمارے درمیان	اور وہ	بہترین	فیصلہ کرنے والا	

تو ذرا ٹھیر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے درمیان میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کئے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے مقابلہ میں قوم مدین کی کوششیں

روایت میں آیا ہے کہ اہل مدین سر راہ بیٹھ جاتے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آنے جانے والوں کو روکتے اور قبول حق سے منع کرتے اور اگر موقع لگ جاتا تو ان لوگوں کو لوٹ لیتے اور اگر اس پر بھی کوئی خوش قسمت حق پر لبیک کہہ دیتا تو اس کو ڈراتے۔ دھمکاتے اور قتل کرڈالنے کا ڈراوا دیتے اور طرح طرح سے کجروی پر آمادہ کرتے۔ ان تمام باتوں کے باوجود بھی حضرت شعیب علیہ السلام نے دعوت حق کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر دوسرے عنوان سے قوم کو نصیحت فرمائی کہ تم اللہ کے اس احسان کو تو یاد کرو کہ پہلے تم ایک مٹھی بھر آدمی تھے۔ زندگی کی ضرورت کے سامان بھی تمہارے پاس تھوڑے تھے۔ اس کے بعد تم ایک بڑا قبیلہ بن گئے اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے ساز و سامان کا بھی انبار لگ گیا۔ اب تم ایک دولت منداور خوشحال قوم ہو تو رب کی اس نعمت کا شکریہ کرو اور عبرت کی نگاہوں سے ان کا انجام دیکھ لو جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ جن کی نافرمانی اور ظلم و جبر کی وجہ سے اور اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے سے خدا کی پکڑ ان پر نازل ہوئی اور کس طرح

ان کا ستیاناس کر دیا گا۔ اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اس صفحہ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیئے گئے۔

رب کے فیصلہ کا انتظار کرو

قوم کو سب کچھ سمجھانے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو میں تمہیں صاف اور بے لاگ ایک بات بتلا دوں۔ تم میں سے ایک گروہ تو مجھ پر ایمان لا چکا ہے اور ایک گروہ نے میرا انکار اور بری طرح مجھ سے کفر کیا ہے اب تم آپ دیکھ لو گے کہ مدد خدا کس کا ساتھ دیتی ہے اور خدا کی نظروں سے کون گر جاتا ہے۔ تم رب کے فیصلہ کے منتظر رہو۔ وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے اچھا اور سچا فیصلہ کرنے والا ہے تم آپ دیکھ لو گے کہ اللہ اور رسول والے بامراد ہوں گے اور نافرمان اور دشمنانِ دین ناشاد ہوں گے اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو سمجھانا تھا اور جو پیغام اللہ کی طرف سے انہیں پہنچا تھا وہ پہنچا چکے۔ آخر میں نہ ماننے والوں کو ڈرا بھی دیا کہ نہ مانو گے تو اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گے مگر بدبختوں پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا اور چند ضعیف اور کمزور ہستیوں کے علاوہ کسی نے پیغام حق پر کان نہ دھرا اور خود بھی اسی طرح بداعمال رہے اور دوسروں کی بھی راہ مارتے رہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق و باطل سوچنے سمجھنے کی توفیق عطا فرماویں۔ اور حق کا اتباع اور باطل سے گریز نصیب فرمائیں۔ گذشتہ قوموں نے جو اپنے انبیاء کی مخالفت کر کے نتیجہ بھگتا یا اللہ وہ ہمارے لئے باعث عبرت ہو اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ہر چھوٹے بڑے حکم کی ظاہراً و باطناً اطاعت و فرمانبرداری دل و جان سے نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

قَالَ الْمَلَأُ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ

قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	لَنُخْرِجَنَّكَ	يٰشُعَيْبُ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَكَ	مِنْ
بولے	سردار	وہ جوکہ	تکبر کرتے تھے (بڑے بنتے تھے)	سے	اسکی قوم	ہم تجھے ضرور نکال دینگے	اے شعیب	اور وہ جو	ایمان لائے	تیرے ساتھ	سے

اُنکی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہم آپکو اور آپ کے ہمراہ جو ایمان والے ہیں انکو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں

قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ

قَرْيَتِنَا	اَوْلَتَعُوْدُنَّ	فِيْ	مِلَّتِنَا	قَالَ	اَوَلَوْ	كُنَّا	كٰرِهِيْنَ	قَدِ افْتَرَيْنَا	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اِنْ
ہماری بستی	یا یہ کہ تم لوٹ آؤ	میں	ہمارے دین	اُسنے کہا	کیا خواہ	ہم ہوں	ناپسند کرتے ہوں	البتہ ہم نے بہتان باندھا	اللہ پر	جھوٹا	اگر

پھر آ جاؤ شعیبؑ نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں گو ہم اسکو مکروہ ہی سمجھتے ہوں۔ ہم تو اللہ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں

عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ

عُدْنَا	فِيْ	مِلَّتِكُمْ	بَعْدَ	اِذْ	نَجّٰىنَا	اللّٰهُ	مِنْهَا	وَمَا يَكُوْنُ	لَنَا	اَنْ نَّعُوْدَ	فِيْهَا	اِلَّا
ہم لوٹ آئیں	میں	تمہارا دین	بعد	جب	ہم کو بچا لیا	اللہ	اس سے	اور نہیں ہے	ہمارے لئے	کہ ہم لوٹ آئیں	اسمیں	مگر

اگر ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آ جاویں لیکن ہاں

اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا

اَنْ يَّشَاۗءَ	اللّٰهُ	رَبُّنَا	وَسِعَ	رَبُّنَا	كُلَّ شَيْءٍ	عِلْمًا	عَلَى	اللّٰهِ	تَوَكَّلْنَا	رَبَّنَا	افْتَحْ	بَيْنَنَا
یہ کہ چاہے	اللہ	ہمارا رب	احاطہ کر لیا ہے	ہمارا رب	ہر شے	علم میں	پر	اللہ	ہم نے بھروسہ کیا	ہمارا رب	فیصلہ کر دے	ہمارے درمیان

یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے

وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾

وَبَيْنَ	قَوْمِنَا	بِالْحَقِّ	وَاَنْتَ	خَيْرُ	الْفٰتِحِيْنَ
اور درمیان	ہماری قوم	حق کیساتھ	اور تو	بہتر	فیصلہ کرنیوالے

اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔

مفاد پرست سرداروں کی شعیب علیہ السلام کو دھمکی

حضرت شعیب علیہ السلام پر جو چند لوگ ایمان لائے تھے ان میں زیادہ حصہ غریبوں کا تھا۔ قوم کے سردار اور سربر آوردہ اشخاص جن کو اپنی شوکت اور طاقت پر غرور تھا انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت حق اور کلمات رشد و ہدایت پر مطلقاً کان نہ دھرا۔

بلکہ الٹا ضد و عناد میں پڑ کر حضرت شعیبؑ کو جو جواب دیا اور پھر حضرت شعیبؑ نے جو ان کو جواب دیا اور پھر حق تعالیٰ سے دعا فرمائی اس کا بیان ان

آیات میں فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ قوم کے مغرور سرداروں نے متفق ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ اب دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہو کر رہے گی یا تو ہم تمہیں اور تمہارے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے اور یا پھر تمہیں زبردستی اپنے طریقہ پر لا کر چھوڑیں گے یہ قوم کے ضدی سرداروں کی انتہائی گمراہی اور کور باطنی تھی کہ بجائے وعظ و نصیحت سے اثر قبول کرنے اور اپنے اعمال درست کرنے کے الٹے ناصح اور پیغمبر وقت کو جلا وطن یا تبدیل مذہب پر مجبور کرنے لگے۔

پیغمبرانہ استقامت

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اگر ہم تمہارے دین اور طریقہ کو باطل اور غلط سمجھتے ہوں تب بھی زبردستی مان لیں یہ تو بڑا ظلم ہے؟ یعنی دلائل و براہین کی روشنی میں تمہاری ان مہلک کفریات سے ہم خواہ کتنے ہی بیزار ہوں کیا تم پھر بھی یہ زہر کا پیالہ ہمیں زبردستی پلانا چاہتے ہو۔ مطلب یہ کہ ہم کو تمہارے دین سے قطعی نفرت ہے اور پھر باوجود اسی نفرت کے ہم تمہارے مذہب کو اختیار کر لیں ایسا ہو نہیں سکتا۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یہ خدا پر دیدہ و دانستہ افتراء ہوگا۔ باطل کو باطل سمجھتے ہوئے اختیار کرنا اور حق سے واقف ہو جانے کے بعد حق کو ترک کرنا ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں آ جائیں۔

ہمارا بھروسہ ذات الٰہی پر ہے

ہاں اگر بفرض محال اللہ ہی کی یہ مشیت ہو جو ہمارا مالک ہے اور اگر تقدیر میں یونہی لکھا ہو تو اس کا کچھ کہنا نہیں جو خدا کی مرضی ہو گی وہی ہوگا۔ ہمارا رب ہر بات کا علم رکھتا ہے اسی پر ہمارا بھروسہ ہے کہ وہ ہم کو ملت کافرہ میں داخل نہ فرمائے گا۔ یعنی اپنے اختیار یا تمہارے جبر و اکراہ سے ممکن نہیں کہ ہم معاذ اللہ کفر اور بددینی کی طرف جائیں اگر فرض کرو خدا ہی کی مشیت ہم میں سے کسی کی نسبت ایسی ہو جائے تو اس کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے۔ بہر حال تمہاری دھمکیوں سے ہم کو کوئی خوف نہیں کیونکہ ہمارا اعتماد اور بھروسہ اپنے خدائے واحد پر ہے کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ جو ہوگا اسی کے علم اور مشیت کے ماتحت ہوگا۔ اسی لئے ہم اپنے اور تمہارے فیصلہ کے لئے بھی اسی سے دعا کرتے ہیں کیونکہ ایسے قادر اور علیم و حکیم سے بہتر کسی کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

پیغمبر کا اعتماد نا قابل تسخیر ہوتا ہے

ان آیات میں حضرت شعیب علیہ السلام کا جو کلام نقل فرمایا ہے اس سے اندازہ کیجئے کہ انبیاء علیہم السلام کے قلوب حق تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عبودیت اور افتقار کے کس درجہ عظیم اور کس قدر عمیق احساس سے معمور ہوتے ہیں اور کس طرح ہر آن اور ہر حال میں ان کا توکل اور اعتماد اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ پر پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور وزنی اور غیر متزلزل ہوتا ہے۔ یہاں اس سورۂ اعراف میں حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ بھی اجمالاً بیان کیا گیا ہے بارہویں پارہ سورہ ہود میں مزید تفصیل کے ساتھ بھی قصہ بیان فرمایا گیا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ان مغضوب قوموں کے واقعات و حالات سے ہم کو عبرت و نصیحت پکڑنے کی توفیق عطاء فرما اور صراط مستقیم پر ہم کو تا زیست قائم رہنا نصیب فرما اور اسی پر ہماری موت آنا مقدر فرما۔

یا اللہ مال و دولت اور سرداری کا غرور اور فتنہ جو گمراہی میں مبتلا رکھتا ہے اس سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیئے۔

یا اللہ ہم کو ہر حال میں اپنا اعتماد، توکل اور بھروسہ اپنی ذات عالی پر رکھنے کی توفیق عطاء فرما اور باطل سے کبھی مرعوب نہ ہونے کی ہمت عطاء فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾

وَقَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	لَئِنِ	اتَّبَعْتُمْ	شُعَيْبًا	اِنَّكُمْ	اِذًا	لَخٰسِرُوْنَ
اور بولے	سردار	وہ جنہوں نے	کفر کیا	سے	اسکی قوم	اگر	تم نے پیروی کی	شعیبؑ	تو تم ضرور	اس صورت میں	خسارہ میں ہوگے

اور انکی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بیشک بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ

فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ	دَارِهِمْ	جٰثِمِيْنَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	شُعَيْبًا	كَاَنْ
تو انہیں آلیا	زلزلہ	صبح کے وقت رہ گئے	میں	اپنے گھر	اوندھے پڑے	وہ جنہوں نے	جھٹلایا	شعیبؑ	گویا

پس انکو زلزلہ نے آ پکڑا سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی انکی یہ حالت ہوگئی

لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ

لَمْ يَغْنَوْا	فِيْهَا	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	شُعَيْبًا	كَانُوْا	هُمُ	الْخٰسِرِيْنَ	فَتَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَقَالَ	يٰقَوْمِ
نہ بستے تھے	اسمیں وہاں	وہ جنہوں نے	جھٹلایا	شعیب	وہ ہوئے	وہی	خسارہ پانے والے	پھر منہ پھیرا	ان سے	اور کہا	اے میری قوم

جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہی خسارہ میں پڑ گئے۔ اسوقت شعیبؑ ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

لَقَدْ	اَبْلَغْتُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّيْ	وَنَصَحْتُ	لَكُمْ	فَكَيْفَ	اٰسٰى	عَلٰى	قَوْمٍ	كٰفِرِيْنَ
البتہ	میں نے پہنچا دیئے تمہیں	پیغام (جمع)	اپنا رب	اور خیر خواہی کی	تمہاری	تو کیسے	غم کھاؤں	پر	قوم	کافر (جمع)

کہ اے میری قوم میں نے تمکو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔

قوم کے سرداروں کا عوام میں پروپیگنڈہ

قوم کے کافر سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کا جب یہ عزم واستقلال دیکھا جو گذشتہ آیات میں بیان ہوا تو ان سے روئے سخن پھیر کر اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگے کہ خبردار اگر تم نے شعیب علیہ السلام کا کہنا مانا تو تمہارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ ہمارا سارا کام بنا بنایا بگڑ جائے گا۔ باپ دادا کا مذہب چھوٹے گا اور تجارت میں ناپ تول ٹھیک رکھی تو تجارت میں نقصان اٹھانا پڑے گا۔ شعیب جس ایمانداری اور راست بازی کی دعوت دے رہا ہے اور دیانت وامانت کے جن اصولوں کی ہم سے پابندی کرانا چاہتا ہے اگر ان کو مان لیا جائے تو ہماری تجارت کیسے چل سکتی ہے۔ اگر ہم بالکل سچائی ہی کے پابند ہو جائیں تو ہمیں جو دوسری قوموں پر برتری حاصل ہے اور ان پر جو ہماری دھونس ہے وہ سب ختم ہو جائے گی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی کوشش

سورۂ ہود میں جہاں یہ قصہ تفصیلاً بیان کیا گیا ہے وہاں بتلایا گیا ہے کہ حضرت شعیبؑ نے پھر قوم سے نہایت دلسوزی اور محبت کے ساتھ فرمایا کہ اے میری قوم مجھے یہ خوف لگ رہا ہے کہ تمہاری یہ بے باکیاں اور خدا کے مقابلہ میں یہ نافرمانیاں تمہارا ابھی کہیں وہی انجام نہ کر دیں جو تم سے پہلے قوم نوحؑ قوم ہودؑ قوم صالح اور قوم لوط

کا ہوا ہے۔اب بھی کچھ نہیں گیا۔خدا کے سامنے جھک جاؤ اور اپنی بدکرداریوں کی بخشش کے طلبگار بن جاؤ اور ہمیشہ کے لئے تائب ہو جاؤ تو بلاشبہ میرا پروردگار بہت ہی مہربان رحم کرنے والا ہے وہ تمہاری تمام خطائیں بخش دے گا۔ وہیں سورۂ ہود میں پھر قوم کا جواب بھی بتلایا گیا ہے۔ کہنے لگے کہ اے شعیب ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ تم کیا کہتے ہو؟ تم ہم میں سب سے کمزور اور غریب ہو اگر تمہاری باتیں سچی ہوتیں تو تمہاری زندگی ہم سے زیادہ اچھی ہوتی اور ہم کو صرف تمہارے خاندان کا لحاظ ہے۔ ورنہ ہم تم کو سنگسار کر چھوڑتے۔ تمہاری ہمارے سامنے کوئی ہستی نہیں۔

بالآخر عذاب الٰہی نے آ گھیرا

بالآخر قرآن کریم نے بتلایا کہ اہل مدین کو نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں آسمانی عذاب آ پہنچا اور ان پر تین عذاب جمع ہو گئے۔ ایک زلزلہ کا عذاب۔ دوسرے آگ کی بارش' تیسرے کڑک اور بجلی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سب نافرمان تباہ و برباد ہوئے۔ جسد بے روح بن کر رہ گئے اور اپنے گھروں میں ڈھیر ہو گئے۔ گویا کبھی اس بستی میں بسے ہی نہ تھے۔ کل کے سرکش اور مغرور آج گھٹنوں کے بل اوندھے جھلسے اور جلے ہوئے پڑے تھے۔ سورۂ ہود میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام اور ان کو جو آپ پر ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچالیا اور جو ظالم تھے وہ سب ہلاک ہو گئے۔ اوپر کافر سرداروں کا قول نقل کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر تم شعیب کا کہنا مانو گے تو بے شک بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔ مقابلۃً انہی کے الفاظ کو اللہ پاک نے دہرا دیا کہ جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہی بڑے نقصان میں پڑ گئے۔ جب سب ظالم قوم تباہ ہو گئی تو حضرت شعیب علیہ السلام ادھر سے گزرے اور منہ موڑ کر فرمایا افسوس قوم والو۔ میں نے تم کو پیام الٰہی پہنچا دیا تبلیغ اور نصیحت کرنے میں کوئی کسر میں نے اٹھا نہ رکھی۔ مگر تم نے مجھے سچا نہ جانا اور میرا کہنا نہ مانا۔ اب میں کیوں تمہارا غم کروں۔ اور کیوں تمہاری حالت پر کوئی افسوس کروں۔ تم خود کافر ہے۔ اور کفر کی سزا اٹھائی۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ ہمارے ملک وقوم کی بھی کایاپلٹ دے۔ دین حق سے مزاحمت و مقابلہ کرنے والوں کے اقتدار کا خاتمہ فرما اور دین حق کا بول بالا کرنے والوں کی مدد فرما اور ان کو وہ قوت وطاقت عطاء فرما کہ جو تیرے دین کو سربلند کر سکیں اور نبی پاکؐ کی شریعت کا بول بالا کر سکیں۔

یَااللّٰہ ہمیں ان گذشتہ امتوں اور قوموں کے واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرما اور ہر حال میں ہمیں حق سے وابستہ رہنے میں ہماری مدد فرما۔

یَااللّٰہ ہمارے امراء وروساء غریب اور امیر سب کو بدعملی اور نافرمانی سے بچنے اور کتاب وسنت کا اتباع کرنے کی توفیق عطاء فرما۔

یَااللّٰہ جو دین حق کے داعی بنے ہوئے ہیں ان کی سعی وخدمت کو قبولیت سے سرفراز فرما۔ اور ان کی اعانت ونصرت فرما اور باطل سے مقابلہ وجہاد میں ان کو کامیابی وکامرانی عطاء فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

وَ	مَآ اَرْسَلْنَا	فِیْ	قَرْيَةٍ	مِّنْ نَّبِيٍّ	اِلَّآ	اَخَذْنَآ	اَهْلَهَا	بِالْبَاْسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ	لَعَلَّهُمْ
اور	نہ بھیجا ہم نے	میں	کسی بستی	کوئی نبی	مگر	ہم نے پکڑا	وہاں کے لوگ	سختی میں	اور تکلیف	تا کہ وہ

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہو تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں۔

يَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ

يَضَّرَّعُوْنَ	ثُمَّ	بَدَّلْنَا	مَكَانَ	السَّيِّئَةِ	الْحَسَنَةَ	حَتّٰى	عَفَوْا	وَّقَالُوْا	قَدْ مَسَّ	اٰبَآءَنَا	الضَّرَّآءُ
عاجزی کریں	پھر	ہم نے بدلی	جگہ	بُرائی	بھلائی	یہاں تک کہ	وہ بڑھ گئے	اور کہنے لگے	پہنچ چکی ہے	ہمارے باپ دادا	تکلیف

پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ انکو خوب ترقی ہوئی اور کہنے لگے کہ ہمارے آباء و اجداد کو بھی تنگی

وَّالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾

وَّالسَّرَّآءُ	فَاَخَذْنٰهُمْ	بَغْتَةً	وَّهُمْ	لَا يَشْعُرُوْنَ
اور خوشی	پس ہم نے انہیں پکڑا	اچانک	اور وہ	بے خبر تھے

اور راحت پیش آئی تھیں تو ہم نے دفعۃً پکڑ لیا اور انکو خبر بھی نہ تھی۔

کفار مکہ کی غلط فہمی کا ازالہ

گذشتہ آیات میں جن انبیاء کے قصے بیان ہوئے ہیں۔ان انبیاء کے قصص سن کر جن میں منکرین پر عذاب الٰہی آنے کا ذکر ہوا ہے۔اور جن کی عرب کے لوگ بھی تصدیق کرتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے کفار مکہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ عذاب الٰہی منکرین انبیاء پر شاید انہیں دو چار مواضع میں اتفاقاً واقع ہوا ہے۔دوسری جگہ کہیں ایسی بات نہیں ہوئی۔تو جب ہر منکر پر یہ عذاب نہیں ہوا تو اب کیا ضرور ہے کہ مکہ اور عرب کے منکروں پر بھی واقع ہو؟ اس خیال کو دفع کرنے کے لئے اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا قوموں کے علاوہ دوسری قوموں کے ساتھ بھی ایسے واقعات وحالات پیش آچکے ہیں جس کا عام عنوان کے ساتھ اجمالاً بیان فرمایا جارہا ہے۔اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان مذکورہ بستیوں پر ہی فقط عذاب نازل نہیں ہوا بلکہ یہ عام ضابطہ قدرت ہے کہ جہاں کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا گیا تو اس نبی کی بعثت کے وقت

جب عموماً لوگ تکذیب اور مقابلہ سے پیش آتے ہیں تو خدا کی طرف سے ابتدائی تنبیہ کے طور پر بیماری' قحط اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں تا کہ منکرین ومکذبین قدرت کا تازیانہ کھا کر اور تکلیف کا احساس کر کے اپنی شرارتوں سے باز آجائیں اور بارگاہ الٰہی کی طرف جھکیں اور خدا کی طرف رجوع کریں اور اپنے عقائد واعمال سے تائب ہو کر اپنی اصلاح کریں۔لیکن جب مبتلائے مصائب ہونے کے باوجود ان تنبیہات کا اثر قبول نہ کیا اور اپنی سرکشی نہ چھوڑی تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر فراخی' عیش اور خوش حالی بھیجی جاتی ہے مصیبت کے بجائے راحت' تنگدستی کی بجائے فراخی' قحط کی بجائے ارزانی' بیماری کی بجائے تندرستی اور بدامنی کے بجائے امن عطاء کیا جاتا ہے تا کہ یا تو احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور پہلی مصیبت کو یاد کر کے موجودہ راحت کا شکریہ اداء کریں اور منعم حقیقی کے احسان وانعام کو مان کر اس کی طرف رجوع کریں۔لیکن اس پر بھی اگر وہ باز نہ آئے اور اپنے عیش وثروت کے

نشہ میں چور ہو کر بالکل ہی غافل اور بدمست بن جائیں اور کہنے لگیں کہ یہ راحت و تکلیف کچھ انبیاء کی فرمانبرداری اور نافرمانی پر موقوف نہیں بلکہ یہ تو زمانہ کا دستور ہے۔ یونہی ہوتا چلا آیا ہے۔ کبھی راحت' کبھی تکلیف' کبھی مرض' کبھی تندرستی' کبھی قحط' کبھی ارزانی۔ یہ واقعات تو پیش آتے رہے ہیں۔ ہمارے کفر و تکذیب کو اس میں کچھ دخل نہیں ورنہ باوجود انکار کے اب خوش حالی کیوں حاصل ہوتی۔ یہ سب زمانہ کے اتفاقات ہیں جو ہمارے باپ دادوں کو بھی اسی طرح پیش آتے رہے ہیں۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور اصلاح حالت کا امکان نہیں رہتا تو پھر اچانک خدا کا عذاب آ دباتا ہے جس کی اپنے عیش و آرام میں انہیں خبر بھی نہیں ہوتی اور بے خبری کی حالت میں ان کو غارت کر دیتا ہے۔ یہ ضابطہ قدرت ہے کچھ نوح' ہود' صالح' لوط اور شعیب علیہم السلام کی قوموں پر ہی منحصر نہیں۔ لہذا کفار مکہ کو بھی مطمئن نہ ہونا چاہئے بلکہ واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

مصیبت وراحت کا فلسفہ

اب ان آیات میں جو فلسفہ مصیبت و راحت' خوشحالی و بدحالی کا بیان کیا گیا ہے اس پر ہمیں بھی غور کرنے کی ضرورت ہے اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصیبتیں آتی ہیں تو اس سے سمجھانا یہ ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ سے التجاء کرو۔ اس کے آگے عجز و زاری کرو کہ وہ ان کو دفع کرے اس کے بعد راحت نصیب ہو تو اللہ کا شکر ادا ہو اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں۔ جب دونوں حالتوں میں لوگ غفلت سے کام لیتے ہیں اور اللہ اور رسول کے فرمان کی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ مصائب سے ان کا دل خدا کے آگے جھکتا ہے نہ نعمتوں پر اللہ کی شکر گزاری ہوتی ہے۔ اور الٹا یہ کہا جانے لگے کہ یہ اچھے اور برے دن تو آتے ہی رہتے ہیں دنیا کا قاعدہ ہی ہے۔ اس کا اللہ اور رسول سے کیا تعلق تو یہ حالت ان آیات کے مطابق عذاب الٰہی کے ناگہاں نزول کا سبب بنتی ہے اور افراد و اقوام کی تباہی کا موجب ہوتی ہے اور اس طرح کہ اچھے اچھے مبصروں کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ یہ تباہی کس طرح اور کیوں ہوئی؟ مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ تمام حوادث کو وہ آزمائش سمجھے اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مومن کا حال بھی عجیب ہے کہ اللہ کا جو حکم بھی اس سے متعلق ہو اس میں اس کے لئے خیر ہی کا پہلو نکل آتا ہے اگر مصیبت پہنچی اور صبر کیا تو بھی اس تکلیف کے اندر نفع ہی میں رہا اور اگر راحت ملی اور شکر کیا تو بھی مزے میں رہا۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہم ہر مصیبت وراحت کو آپ ہی کی طرف سے جانیں اور ہر حال میں آپ ہی کی طرف رجوع کرنے والے ہوں۔

یَااللہ اس وقت ہم پر جو غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ نہ سختیوں اور مصیبتوں سے متنبہ ہوتے ہیں اور نہ فراخی و خوشحالی میں آپ کی نعمتوں سے متاثر ہوتے ہیں یا اللہ یہ غفلت ہم سے دور فرما دے۔

یَااللہ ہم کو آپ جس حال میں بھی رکھیں اپنے فرمانبردار اور اطاعت گزار بندوں میں شامل رکھیں اور ہر حال میں ہم کو خیر حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ

وَلَوْ	اَنَّ	اَهْلَ الْقُرٰى	اٰمَنُوْا	وَاتَّقَوْا	لَفَتَحْنَا	عَلَيْهِمْ	بَرَكٰتٍ	مِّنَ	السَّمَآءِ	وَ	الْاَرْضِ	وَلٰكِنْ
اور اگر	یہ ہوتا کہ	بستیوں والے	ایمان لاتے	اور پرہیزگاری کرتے	تو البتہ ہم کھول دیتے	ان پر	برکتیں	سے	آسمان	اور	زمین	اور لیکن

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی

كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ

كَذَّبُوْا	فَاَخَذْنٰهُمْ	بِمَا	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ	اَفَاَمِنَ	اَهْلُ الْقُرٰى	اَنْ	يَّاْتِيَهُمْ	بَاْسُنَا	بَيَاتًا	وَهُمْ
انہوں نے جھٹلایا	تو ہم نے انہیں پکڑا	اسکے نتیجہ میں	جو وہ کرتے تھے	کیا بے خوف ہیں	بستیوں والے	کہ	ان پر آئے	ہمارا عذاب	راتوں رات	اور وہ

تو ہم نے انکے اعمال کی وجہ سے انکو پکڑ لیا۔ کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آپڑے، جس وقت وہ پڑے سوتے ہوں۔

نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ

نَآئِمُوْنَ	اَوَاَمِنَ	اَهْلُ الْقُرٰى	اَنْ	يَّاْتِيَهُمْ	بَاْسُنَا	ضُحًى	وَهُمْ	يَلْعَبُوْنَ	اَفَاَمِنُوْا	مَكْرَ	اللّٰهِ
سوئے ہوئے ہوں	کیا بے خوف ہیں	بستیوں والے	کہ	ان پر آجائے	ہمارا عذاب	دن چڑھے	اور وہ	کھیل کود رہے ہوں	کیا وہ بے خوف ہوگئے	تدبیر	اللہ

اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دوپہر آپڑے جس وقت کہ وہ اپنے لایعنی قصوں میں مشغول ہوں۔ ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾

فَلَا يَاْمَنُ	مَكْرَ اللّٰهِ	اِلَّا	الْقَوْمُ	الْخٰسِرُوْنَ
بے خوف نہیں ہوتے	اللہ کی تدبیر	مگر	لوگ	خسارہ اٹھانے والے

اس پکڑ سے بے فکر ہوگئے سو خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بجز انکے جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔

ترقی وتنزلی کا فلسفہ

ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے کوئی ضد نہیں۔ جو لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں یہ انہی کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اگر وہ انبیاء کو سچا جانتے۔ الوہیت و ربوبیت میں کسی کو اللہ کا شریک قرار نہ دیتے۔ پیغمبروں کی تصدیق و اطاعت سے حق کے سامنے گردن جھکاتے اور کفر و تکذیب سے بچ کر ایمان اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو آسمانی و زمینی برکات سے مالا مال کر دیتے اور ان پر آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

راحت و سکون میسر آتا' وقت پر پانی برستا' زمین کی پیداوار بکثرت اور عمدہ ہوتی۔ نہ بیماری پھیلتی' نہ طوفان آتا مگر جب انہوں نے پیام حق کو نہ مانا' اور انبیاء کو جھوٹا جانا تو نتیجہ یہ ہوا کہ عذاب الٰہی کی گرفت میں آئے اور ان کی بداعمالیاں اس کی موجب ہوئیں۔ آگے بطور تنبیہ کے فرمایا جاتا ہے کہ گذشتہ انبیاء کی تکذیب کرنے والی بستیوں کی تباہی اور عذاب الٰہی کے بعد بھی ان موجودہ بستیوں کے رہنے والے جس سے مفسرین نے اہل مکہ اور اطراف مکہ میں رہنے والوں کو مراد لیا ہے۔ کیا ان کافروں کو ڈر نہیں لگتا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہیں کہ رات کو سوتے میں یا دن کو کھیل کود میں غافل ہونے کے اوقات میں ان پر اللہ کا ناگہانی عذاب آجائے۔ لہٰذا خدا کی پکڑ سے کسی کو نڈر اور غافل نہ ہونا چاہئے جس نے بے باکی اختیار کی وہی خسارہ میں پڑا اور اللہ کی نامعلوم پکڑ سے صرف وہی لوگ بے فکر ہوتے ہیں جن کی شامت ہی آگئی ہو۔ یعنی مومن کی شان یہ ہرگز نہیں کہ وہ خدا کی

ناگہانی گرفت سے بے فکر ہو۔ مومن تو کسی حال میں خدا کو نہیں بھولتا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے

ان آیات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ دنیاوی نعمتوں میں اطاعت الٰہی کو اور دنیاوی مصائب میں معصیت و نافرمانی کو دخل ہوتا ہے۔ چاہے وہ نعمتیں اور مصیبتیں ظاہری ہوں یا باطنی۔

عذاب الٰہی اتمام حجت کے بغیر کبھی نہیں آتا

دوسری بات یہ کہ جن بستیوں میں جب بھی عذاب الٰہی آیا تو ایک دم بلا اتمام حجت کے نہیں آیا۔ بلکہ اللہ کی عادت کے مطابق پہلے جرائم پر مہلت دی گئی تنبیہات بھی کی گئیں پھر بھی نہ سمجھے تب عذاب نے آ کر پکڑا ہے۔ سرکش قوموں کی ہلاکت کے جو احوال بیان کئے گئے ہیں ان کی نوعیت سے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدرتی حوادث تھے مثلاً زلزلہ' طوفان' سیلاب' آتش فشانی' ان کا ظہور اگرچہ قدرت کی عادی و جاری صورتوں ہی میں ہوا تھا لیکن انکار و سرکشی کے نتائج سامنے لانے کے لئے ہوا تھا اور وہ بھی پیغمبروں کی خبر دینے کے بعد۔ پس ہر مصیبت کے لئے عذاب کا ہونا ضروری نہیں مگر جس عذاب کی خبر پیغمبر نے دے دی ہو تو وہ عذاب تو آ کر رہے گا۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کفار و منکرین پر بھی عارضی عیش کی فراخی کا ہونا ثابت ہوتا ہے مگر ایک وہ خوش حالی ہوتی ہے جو ایمان اور تقویٰ کے ساتھ فرمائی گئی۔ جس میں برکت کا ہونا بتلایا گیا اور کفار کو جو خوش حالی ہلاکت سے پہلے ایک حکمت کے تحت دی جاتی ہے اس میں برکت نہیں ہوتی کیونکہ آخر میں وہ وبال جان ہو جاتی ہے برخلاف ایمان و طاعت کے ساتھ نعمتوں میں کہ وہ کبھی بھی وبال جان نہیں ہوتیں۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں بلکہ ان میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ کفار کی دنیوی فراخی اور خوش حالی کو دیکھ کر بعض یورپ زدہ بے دین کہنے لگتے ہیں کہ خوش حالی کے لئے ایمان اور تقویٰ کی کیا تخصیص رہی؟ وہ کامیابی اور ناکامی کو اپنی کوششوں کا نتیجہ قطعی سمجھتے ہوئے قدرت الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔

تو یہ سمجھ لیجئے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے انبیاء کے نافرمانوں پر عذاب کا نازل ہونا یقینی امر ہے۔ نزول عذاب عموماً معمولی عادی اسباب کے تحت ہوتا ہے جیسے زلزلہ' یا سیلاب یا آندھی طوفان' یا بجلی کی کڑک یا زمین کا دھنس جانا یا زمین پھٹ کر لوگوں کا اس میں غرق ہو جانا یا پہاڑوں سے آتشی مادہ کا رواں ہو کر بہنا اور اس سے شہروں کا غارت ہونا یا قحط شدید ہونا یا کالرا' پلیگ و دیگر وبائی امراض کا پھیل کر بستیوں کو تباہ کر دینا یا کسی سفاک قوم کا مسلط ہو کر کسی شہر کو بمباری سے ہلاک کر دینا۔ کیا اخبار پڑھنے والے نہیں جانتے کہ جاپان میں زلزلہ اور ایٹم بم سے کتنی تباہ کاریاں ہوئی ہیں۔ یورپ کی جنگوں میں ایک دوسرے پر کس طرح بم برسائے گئے ہیں۔ یہ سب عذاب الٰہی کی مختلف شکلیں نہیں تو اور کیا ہیں؟ جن کی آنکھوں اور بصیرت پر پردے پڑے ہوئے ہیں وہ صرف ترقی کو تو دیکھتے' ہیں پھیلے ہوئے وبال اور عمومی تباہی کو نہیں دیکھتے وہ غور نہیں کرتے کہ بڑی بڑی تہذیب کی دعویدار سلطنتوں میں انبیاء کی تعلیم پر نہ چلنے کی وجہ سے کس قدر بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔

بے خوفی مومن کی شان نہیں ہے

چوتھی بات جو ان آیات سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ عذاب الٰہی سے بے خوف اور مطمئن ہو جانا کفر ہے کیونکہ قرآنی محاورہ میں اکثر خاسر سے مراد کافر ہوتا ہے تو یہاں جو یہ فرمایا فلا یامن مکراللہ الا القوم الخٰسرون اللہ کی تدبیر اور گرفت سے بے خوف نہیں ہوتے۔ مگر خاسرین اسی طرح سورۂ یوسف کی آیت لاییئس من روح اللہ الا القوم الکٰفرون سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوسی اور ناامیدی کفر ہے۔ حدیث میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے الایمان بین الخوف والرجاء یعنی ایمان نام ہے امید اور خوف کی درمیانی حالت کا تو معلوم ہوا کہ نہ محض ایسے خوف کو ایمان کہا جائے گا جس میں امید کی کوئی کرن بھی نہ ہو اور اللہ کی رحمت سے بالکلیہ مایوسی ہو جائے اور نہ ہی ایسے اطمینان و رجا کو ایمان کہا جاسکتا ہے جس میں ذرا بھی خوف کی جھلک نہ ہو اور عذاب الٰہی سے بالکل ہی بے خوف و خطر ہو جائے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنی بداعمالیوں پر تنبیہ نصیب فرما اور ہماری بداعمالیوں اور بداحوالیوں پر گرفت نہ فرما۔ یا اللہ غفلت اور بے فکری کے مرض سے ہم کو بچایئے۔ یا اللہ اس وقت ہمارے معاشرہ میں جو دین سے لاپروائی کی فضاء پھیلی ہوئی ہے اس مہلک مرض سے اس ملک اور قوم کو نجات عطاء فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ

اَوَلَمْ	يَهْدِ	لِلَّذِيْنَ	يَرِثُوْنَ	الْاَرْضَ	مِنْۢ بَعْدِ	اَهْلِهَآ	اَنْ	لَّوْ نَشَآءُ	اَصَبْنٰهُمْ	بِذُنُوْبِهِمْ
کیا نہ	ہدایت ملی	وہ لوگ جو	وارث ہوئے	زمین	بعد	وہاں کے رہنے والے	کہ	اگر ہم چاہتے	تو ہم اُن پر مصیبت ڈالتے	انکے گناہوں کے سبب

اور اُن زمین پر رہنے والوں کے بعد جو لوگ اب زمین پر بجائے انکے رہتے ہیں کیا ان واقعات مذکورہ نے انکو یہ بات نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو انکو انکے جرائم کے

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ

وَنَطْبَعُ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	فَهُمْ	لَا يَسْمَعُوْنَ	تِلْكَ	الْقُرٰى	نَقُصُّ	عَلَيْكَ	مِنْ	اَنْۢبَآئِهَا
اور ہم مُہر لگاتے ہیں	پر	انکے دل	سو وہ	نہیں سنتے ہیں	یہ	بستیاں	ہم بیان کرتے ہیں	تم پر	سے	انکی کچھ خبریں

سب ہلاک کر ڈالتے اور ہم انکے دلوں پر بند لگائے ہوئے ہیں اس سے وہ سنتے نہیں۔ ان بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب کے پاس

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ

وَلَقَدْ	جَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَمَا	كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا	بِمَا	كَذَّبُوْا	مِنْ + قَبْلُ	كَذٰلِكَ	يَطْبَعُ
اور البتہ	آئے انکے پاس	اُنکے رسول	نشانیاں لے کر	سو	وہ ایمان لاتے	کیونکہ	انہوں نے جھٹلایا	اس سے پہلے	اسی طرح	مُہر لگاتا ہے

انکے پیغمبر معجزات لے کر آئے تھے پھر جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اسکو مان لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں

اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

اللّٰهُ	عَلٰى	قُلُوْبِ	الْكٰفِرِيْنَ	وَ	مَا وَجَدْنَا	لِاَكْثَرِهِمْ	مِنْ + عَهْدٍ	وَاِنْ	وَجَدْنَآ	اَكْثَرَهُمْ	لَفٰسِقِيْنَ
اللہ	پر	دل (جمع)	کافر (جمع)	اور	ہم نے نہ پایا	انکے اکثر میں	عہد کا پاس	اور در حقیقت	ہم نے پائے	ان میں اکثر	نافرمان۔ بدکردار

کے دلوں پر بند لگادیتے ہیں اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا۔

ماضی کے حالات سے عبرت حاصل کرو

اب ان آیات میں تمام واقعات مذکورہ کا اصل مقصد و نتیجہ ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ پچھلے نافرمانوں کی تباہی کیا موجودہ لوگوں کو اتنی بات نہیں سجھاتی کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرح ان کو بھی ان کی بد اعمالیوں اور گناہوں کی پاداش میں تباہ و برباد کرسکتا ہے جس قدرت والے مالک نے گذشتہ قوموں کو ان کی غلطیوں پر پکڑا تھا اور ان کے کفر و معاصی کی سزا میں بنیاد سے ان کو اکھاڑ پھینکا گیا تھا۔ وہ خلاق عالم اور احکم الحاکمین کہیں غائب تو نہیں ہوگیا ہے۔ نہ اس سے کسی نے وہ قوت چھین لی ہے۔ نہ اس نے کسی اور کو جزاء سزا کا اختیار سونپ دیا ہے کہ موجودہ لوگ وہی غلطیاں کریں جو پہلے کر چکے تھے تو ان کو سزا نہ ملے گی۔ یہاں نہایت لطیف پیرایہ میں یہ معنی خیز اشارہ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں گذشتہ اور موجودہ سب برابر ہیں۔ نہ ان سے ذاتی عداوت تھی نہ ان سے ذاتی خصوصیت ہے۔ انہوں نے جیسا کیا ویسا بھرا۔ یہ جیسا کریں گے ویسا پائیں گے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ گذشتہ اقوام کا جو فعل ناپسند تھا وہ اب موجودہ لوگوں کا پسند ہوجائے۔ اگر یہ اتنا نہیں سمجھتے تو ظاہر ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی سنگ دلی کے سبب اللہ نے مہر کردی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سنی ان سنی برابر کردیتے ہیں گو بظاہر سنتے ہیں لیکن سننے کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں یعنی جب وہ گذشتہ تاریخ اور عبرتناک آثار و حالات کے مشاہدہ سے سبق نہیں لیتے اور اپنے آپ کو بھول اور غفلت میں ڈالے رہتے ہیں تو پھر خدا کی طرف سے بھی انہیں سوچنے سمجھنے اور کسی ناصح کی حق بات قبول کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

جب کفار مکہ اور منکرین عرب کا کفر و انکار بڑھتا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے کہ کفار ہمیشہ سے ایسے ہی ہوتے رہے ہیں سارے مضمون مذکور کا خلاصہ حضورؐ کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے ہمارے رسولؐ ہم نے پچھلے لوگوں کی بستیوں کے کچھ حالات آپ کو سنا دیئے ہیں کہ ان کے پاس ان کے رسول اپنی سچائی کی کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر ان کی بات لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی۔ رسولوں نے لاکھ سمجھایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے اور جس چیز کو وہ ایک دفعہ جھٹلا چکے تھے پھر اسے نہ مانا۔ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی نے ان کا بیڑہ غرق کیا۔ اور جب حق تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی قوم کی ضد اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تب عادتاً اصلاح حال اور قبول حق کا امکان باقی نہیں رہتا۔ یہی صورت دلوں پر مہر لگ جانے کی ہوتی ہے اور وہ ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ہلاک ہونے والی اقوام کی دو مشترکہ خصلتیں

آگے بتلایا گیا کہ جن نافرمان قوموں کا اب تک ذکر ہوا ان میں دو باتیں مشترک تھیں اور انہی کی شامت سے وہ نبیوں کی ہدایت سے محروم رہے ایک تو یہ کہ ان میں سے اکثر بدعہد تھے اور اکثر ایسے تھے کہ گناہ اور نافرمانی کرنے میں بے باک تھے۔ یہاں جس بدعہدی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے بعض مفسرین نے اس سے "عھد الست" مراد لیا ہے۔ جس کا تفصیلی ذکر آگے اسی سورۃ میں ۲۲ ویں رکوع میں ان شاءاللہ آئے گا یعنی وہ عہد جو ہر انسان کی روح اپنے رب سے دنیا میں پیدائش سے پہلے کر چکی ہے کہ دنیا میں وہ اس کے فرمان پر چلے گی یا بعض مفسرین نے اس آیت میں وہ عہد مراد لیا ہے جو نافرمان لوگ سزا ملنے پر اپنے نبی سے کرتے تھے کہ اللہ اس عذاب سے ہمیں نجات دے تو آئندہ ہم اس کی نافرمانی کبھی نہ کریں گے اور جب عذاب ہٹ جاتا تو اپنا قول و عہد بھول کر یا جان بوجھ کر توڑ دیتے تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اکثر گذشتہ قوموں کو اپنے عہد و میثاق کا پاس نہ ہوا اور ان میں اکثر فاسق اور نافرمان ہی رہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں حق پر قائم رہنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور حق کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اپنے اور اپنے رسولؐ کے احکامات کا پابند بنا کر زندہ رکھئے کہ اسی میں ہماری دین و دنیا کی اصلاح و فلاح ہے۔ نافرمان قوموں کی عادتوں اور خصلتوں سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ فرمایئے۔ اور ہمارے دلوں کو اپنی ہی طرف مائل رکھئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

ثُمَّ	بَعَثْنَا	مِنْ بَعْدِهِمْ	مُّوْسٰی	بِاٰیٰتِنَا	اِلٰی	فِرْعَوْنَ	وَمَلَا۟ئِهٖ	فَظَلَمُوْا	بِهَا	فَانْظُرْ	كَيْفَ	كَانَ
پھر	ہم نے بھیجا	انکے بعد	موسیٰ	اپنی نشانیوں کیساتھ	طرف	فرعون	اور اسکے سردار	تو انہوں نے ظلم کیا	اُنکا	سوتم دیکھو	کیا	ہوا

پھر انکے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اسکے امراء کے پاس بھیجا سو اُن لوگوں نے انکا بالکل حق ادا نہ کیا سو دیکھیے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَقَالَ مُوْسٰی يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ حَقِيْقٌ عَلٰۤى

عَاقِبَةُ	الْمُفْسِدِيْنَ	وَقَالَ	مُوْسٰی	يٰفِرْعَوْنُ	اِنِّيْ	رَسُوْلٌ	مِنْ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	حَقِيْقٌ	عَلٰى
انجام	فساد کرنیوالے	اور کہا	موسیٰ	اے فرعون	بیشک میں	رسول	سے	رب	تمام جہان	شایان	پر

اور موسیٰ نے فرمایا کہ اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں۔ میرے لئے یہی شایاں ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں

اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٠٥﴾

اَنْ	لَّاۤ اَقُوْلَ	عَلَى	اللّٰهِ	اِلَّا الْحَقَّ	قَدْ جِئْتُكُمْ + بِبَيِّنَةٍ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	فَاَرْسِلْ	مَعِيَ	بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ
کہ	میں نہ کہوں	پر	اللہ	مگر حق	تحقیق تمہارے پاس لایا ہوں + نشانیاں	سے	تمہارا رب	پس بھیج دے	میرے ساتھ	بنی اسرائیل

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے مقاصد

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت وارشاد کے تفصیلی واقعات سب سے زیادہ ملتے ہیں یا تو اس لئے کہ نبوت و حکومت، سیاسی و ملکی مکمل انقلاب کے لحاظ سے بیشتر حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات سے بہت زیادہ مطابقت رکھتے ہیں اور یا عرب ممالک میں یہود کی کثرت اس تفصیل کا باعث بنی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کا حکم ہوا اور معجزات دے کر فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا گیا تو انہوں نے بجائے آپ کو ماننے کے آپ کی تکذیب کی۔ آپ کے معجزات کو جادو کہا اور بے ادبی اور گستاخی کی، جس کا نتیجہ وہی ہوا جو مفسدوں کا ہوتا ہے یعنی تباہی و بربادی اور دنیا و آخرت کی انجام کار ناکامی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دی گئی کہ کفار مکہ و دیگر اطراف کے لوگوں کے انکار اور ضد سے آپ شکستہ دل نہ ہوں۔ نتیجہ کے منتظر رہیں۔ کامیابی اور کامرانی بالآخر اہل ایمان ہی کو ہوگی اس کے علاوہ حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصہ میں غلامی و آزادی کی باہم معرکہ آرائی اور حق و باطل کے مقابلہ کی وہ داستان ہے کہ جس کے اندر موعظت و نصیحت کا بڑا ذخیرہ موجود ہے اس لئے قرآن کریم نے حسب ضرورت اور حسب موقع و محل جگہ جگہ اس قصہ کے اجزاء کو کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً بیان کیا ہے۔

ملک مصر میں بنی اسرائیل کی آبادی

بنی اسرائیل ملک مصر کے قدیم باشندہ نہ تھے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ونسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام مع تمام خاندان اور اہل وعیال کے کنعان سے ملک مصر میں آرہے تو یہاں آپ کی نسل میں بہت برکت ہوئی اور تھوڑے ہی زمانہ میں اسرائیلیوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔

فرعون کی بنی اسرائیلیوں سے عداوت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے مغرور اور سفاک بادشاہ مصر فرعون کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ پردیسی اسرائیلی ہمارے ملک پر قابض نہ ہو جائیں اس لئے ان کو تباہ و ذلیل کرنے کی اس نے ہر ممکن تدبیر اختیار کرنا شروع کی۔ فرعون کسی مخصوص بادشاہ کا نام نہیں تھا بلکہ شاہان مصر کا لقب تھا۔ ہر بادشاہ کو فرعون کہتے تھے۔ تو فرعون اور اس کے قدیم ملکی جن کو قبطی کہا جاتا تھا اسرائیلیوں سے سخت محنت' مزدوری اور خدمت گزاری کے کام لیتے اور ان کو ذرا ذرا سے قصور پر سخت سزائیں دی جاتیں۔

بنی اسرائیلیوں کے بچوں کے قتل کا فیصلہ

مورخین کہتے ہیں کہ فرعون کو بنی اسرائیل کے ساتھ اس لئے عداوت ہو گئی تھی کہ اس زمانہ کے کاہنوں اور نجومیوں نے اس کو بتایا تھا کہ تیری حکومت کا زوال ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھ ہو گا اور بعض تاریخی روایات میں ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر دربار کے کاہنوں نے وہی دی جس کا ابھی ذکر ہوا۔ اس پر لکھا ہے کہ فرعون نے دایہ مقرر کر دی تھیں کہ قلمرو مصر میں جس اسرائیلی کے یہاں لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا کریں۔ اس سے مقصود بنی اسرائیل کی تذلیل بھی تھی کہ جب لڑکیاں بکثرت ہوں گی اور اسرائیلی لڑکا کوئی موجود نہ ہو گا تو لامحالہ وہ لڑکیاں قبطیوں یعنی مصریوں کے قبضہ میں آئیں گی جن سے خدمت گزاری وغیرہ کے کام لئے جاسکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

بالآخر عمران کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ فرعون اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا فیصلہ کر چکا تھا اسلئے ان کی والدہ اور اہل خاندان ان کی ولادت کے وقت سخت پریشان تھے کہ کس طرح بچہ کو قاتلوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھیں۔ جوں توں کر کے کچھ دنوں ان کی پیدائش کی بالکل کسی کو خبر نہ ہونے دی لیکن جاسوسوں کی دیکھ بھال اور حالات کی نزاکت کی وجہ سے زیادہ دن تک اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنے کی ہمت نہ ہو سکی اس لئے ان کی والدہ سخت پریشان تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل کے حوالے

اس نازک اور سخت وقت میں خدائے قدوس نے مدد فرمائی اور حضرت موسیٰؑ کی والدہ کے دل میں یہ القاء کیا کہ ایک تابوت کی طرح کا صندوق بناؤ جس پر رال اور روغن کی پالش کر دو تا کہ پانی اندر اثر نہ کر سکے اور اس میں اس بچہ کو محفوظ رکھ دو اور پھر اس صندوق کو دریائے نیل کے بہاؤ پر چھوڑ دو۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایسا ہی کیا اور ساتھ ہی اپنی بڑی لڑکی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو مامور کیا کہ وہ اس صندوق کے بہاؤ کے ساتھ کنارے کنارے چل کر صندوق کو نگاہ میں رکھے اور دیکھے کہ خدا اس کی حفاظت کا وعدہ کس طرح پورا فرماتا ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خدا تعالیٰ نے یہ بشارت پہلے ہی سنا دی تھی کہ ہم اس بچہ کو تیری ہی جانب واپس کر دیں گے اور یہ ہمارا پیغمبر اور رسول ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں

حضرت موسیٰؑ کی ہمشیرہ برابر صندوق کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے جا رہی تھیں کہ انہوں نے دیکھا کہ صندوق تیرتے ہوئے شاہی محل کے کنارے آ لگا اور فرعون کے گھرانہ میں سے ایک عورت نے اپنے خادموں کے ذریعہ اس کو اٹھوا لیا اور شاہی محل میں لے گئی حضرت موسیٰؑ کی ہمشیرہ یہ دیکھ کر خوش ہوئیں اور حالات کی مزید تفصیل معلوم کرنے کے لئے شاہی محل کی خادماؤں میں شامل ہو گئیں۔ بہر حال فرعون کے گھر والوں نے جب محل میں صندوق کھولا تو دیکھا کہ ایک حسین اور تندرست بچہ آرام سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا ہے۔ فرعون کی بیوی نے بچہ کو دیکھا تو باغ باغ ہو گئی اور انتہائی

محبت سے اس کو پیار کیا۔ محل میں سے کسی نے کہا کہ یہ تو اسرائیلی معلوم ہوتا ہے اور ہمارے دشمنوں کے خاندان کا بچہ ہے اس کا قتل کر دینا ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی ہمارے بادشاہ کے خواب کی تعبیر ثابت ہو۔ اس بات کو سن کر فرعون کو بھی خیال پیدا ہوا۔ فرعون کی بیوی نے اپنے شوہر کے تیور دیکھے تو کہنے لگی کہ ایسے پیارے بچہ کو قتل نہ کرو۔ کیا عجب کہ یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے یا ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں اور ہمارے لئے اس کا وجود نفع بخش ثابت ہو یعنی اگر یہ اسرائیلی بچہ بھی ثابت ہو تو ہماری محبت اور آغوش تربیت شاید اس کو مضر ہونے کی بجائے مفید ثابت کردے۔ غرض فرعون سے اجازت لے کر حضرت موسیٰ کو فرزندی میں لے لیا۔

دوبارہ اپنی والدہ کی گود میں

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ بچہ کے لئے دودھ پلائی مقرر کی جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بچہ کی طبیعت میں یہ بات پیدا کردی کہ وہ کسی عورت کے پستان کو منہ ہی نہیں لگاتا۔ شاہی دایہ تھک کر بیٹھ گئیں مگر موسیٰ نے کسی ایک کا بھی دودھ نہ پیا۔ یہ سارا حال موسیٰ کی ہمشیرہ "مریم" دیکھ رہی تھیں۔ کہنے لگیں اگر اجازت ہو تو میں ایک ایسی دایہ کا پتہ بتاؤں جو نہایت نیک اور اس خدمت کے لئے بہت موزوں ہے بلکہ حکم ہو تو میں خود اس کو ساتھ لے کر آؤں۔ فرعون کی بیوی نے دایہ کو لانے کا حکم دے دیا اور موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ خوش خوش گھر کو روانہ ہوئیں کہ والدہ کو لے آئیں۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا برا حال تھا ایک الہامی خیال سے بچہ کو سپرد دریا تو کر دیا تھا مگر ماں کی مامتا نے زور کیا اور بے چین ہو کر اس پر آمادہ ہو گئیں کہ اپنے اس راز کو افشاء کردیں اسی اضطراب اور بے چینی کی حالت میں خدا تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل و کرم فرمایا اور ان کے قلب میں اطمینان اور سکون نازل کیا۔ قدرت خداوندی اور لطیفۂ غیبی کی منتظر تھیں کہ بیٹی نے آکر پوری داستان کہہ سنائی اور کہا کہ فرعون کی بیوی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فوراً آپ کو لے کر آؤں۔ یہ ہم پر خدا کا بڑا احسان اور کرم و فضل ہوا۔ اب تم چل کر بچہ کو سینہ سے لگاؤ اور آنکھیں ٹھنڈی کرو اور اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

یہ حال بیسویں پارہ سورۂ قصص میں بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جوان ہونا اور مظالم کی روک تھام

غرض حضرت موسیٰ ایک عرصہ تک شاہی تربیت میں بسر کرتے کرتے جوان ہو گئے تو نہایت مضبوط قوی الجثہ اور بہادر جوان نکلے۔ چہرہ سے رعب ٹپکتا اور گفتگو سے ایک خاص وقار اور شان عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ فرعون کے بیٹے کہلاتے تھے اور ان کو وہی اقتدار ناز و نعمت حاصل تھا جو شہزادوں کو ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل پر جو ظلم ہوتے تھے ان کا بہت سا حصہ حضرت موسیٰ کی سفارش پر موقوف ہو گیا تھا۔ مگر قبطیوں کو اب بھی موسیٰ علیہ السلام کے نسب میں کوئی شبہ نہ ہوا اور حضرت موسیٰ جو بنی اسرائیل کی رعایت کرتے تھے اس کی وجہ قبطی یہ سمجھتے تھے کہ چونکہ موسیٰ نے اسرائیلی کا دودھ پیا ہے یہ دودھ کا اثر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدل پروری سے قبطیوں کا تنگ آنا

بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کسی کو کوئی شبہ نہ تھا مگر موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور مصری خاندان سے ان کا کوئی رشتہ قرابت نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ بنی اسرائیل مصر میں ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں یہ دیکھ کر ان کا خون کھولنے لگتا اور اسرائیلیوں کی حمایت و نصرت میں پیش پیش ہو جاتے۔ موسیٰ علیہ السلام کی عدل پروری سے ظالم قبطی اب تنگ آ گئے اور موسیٰ علیہ السلام کو مشتبہ نظر سے نہیں بلکہ کینہ کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

قبطی کا قتل

ایک مرتبہ شہری آبادی سے ایک کنارہ پر جارہے تھے تو دیکھا کہ ایک قبطی یعنی مصری ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے گھسیٹ رہا ہے۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو فریاد کرنے اور مدد چاہنے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصری کی اس جابرانہ حرکت پر سخت غصہ آیا اور اس کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر مصری نہ مانا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے غصہ میں آ کر ایک مکا رسید کر دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا اور اسی وقت مر گیا۔ حضرت موسیٰ نے یہ دیکھا تو بہت افسوس کیا کیونکہ ان کا ارادہ ہرگز اس کو مار ڈالنے کا نہ تھا اور ندامت شرمندگی کے ساتھ دل میں کہنے لگے کہ یہ کار شیطان ہے۔ وہی انسان کو ایسی غلط راہ پر لگاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کرنے لگے کہ یہ جو کچھ ہوا نادانستگی میں ہوا اور میں مغفرت کا خواستگار ہوں۔ شہر میں مصری کے قتل کی خبر شائع ہو گئی مگر قاتل کا پتہ نہ چلا۔ آخر مصریوں نے فرعون کے پاس استغاثہ کیا کہ یہ کام کسی اسرائیلی کا ہے آپ دادرسی فرمائیے۔ فرعون نے کہا کہ اس طرح ساری قوم سے تو بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔ تم قاتل کا پتہ لگاؤ میں ضرور سزا دوں گا۔

قتل کا افشاء

اتفاق کی بات کہ دوسرے دن بھی حضرت موسیٰ شہر کے آخری کنارہ پر سیر فرما رہے تھے دیکھا کہ وہی اسرائیلی پھر ایک قبطی سے جھگڑ رہا ہے اور قبطی غالب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کل کی طرح آج بھی اس نے فریاد کی اور دادرسی کا خواستگار ہوا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت موسیٰ نے دوہری ناگواری محسوس کی۔ ایک جانب قبطی کا ظلم تھا۔ دوسری جانب اسرائیلی کا شور وغوغا اور گذشتہ واقعہ کی یاد۔ اسی جھنجھلاہٹ میں ایک طرف انہوں نے مصری کو باز رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی اسرائیلی کو بھی جھڑکتے ہوئے فرمایا کہ تو بھی بلاشک کھلا ہوا گمراہ ہے کہ جھگڑا مول لے کر داد فریاد کرتا رہتا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو ہاتھ بڑھاتے اور پھر اپنے متعلق ناگوار اور تلخ الفاظ کہتے سنا تو یہ سمجھا کہ یہ مجھ کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مجھ کو گرفت میں لینا چاہتے ہیں اس لئے شرارت آمیز انداز سے کہا کہ جس طرح کل تم نے ایک قبطی کو ہلاک کر دیا اسی طرح آج مجھ کو قتل کر ڈالنا چاہتے ہو۔ مصری نے جب یہ سنا تو اسی وقت مصریوں سے جا کر ساری داستان کہہ سنائی۔ انہوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ مصری کا قاتل موسیٰ ہے۔ فرعون نے یہ سنا تو جلاد کو حکم دیا کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے حاضر کرے۔ مصریوں کے اس مجمع میں ایک شریف مصری بھی تھا جو دل سے حضرت موسیٰ سے محبت رکھتا تھا اور اسرائیلی مذہب کو حق جانتا تھا۔ یہ فرعون ہی کے خاندان کا فرد تھا اور دربار کا حاضر باش۔ اس نے فرعون کا یہ حکم سنا تو فرعونی جلادوں سے پہلے ہی دربار سے نکل کر دوڑتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے سارا قصہ بیان کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ آپ کسی ایسے مقام میں چلے جائیے جہاں ان کی دسترس نہ ہو سکے۔

مدین کی طرف ہجرت

حضرت موسیٰ نے اس کے مشورہ کو قبول کیا اور ارض مدین کی طرف خاموشی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اور غالباً یہ انتخاب اس لئے کیا کہ یہ قبیلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نزدیک کی قرابت رکھتا تھا۔ حضرت موسیٰ چونکہ فرعون کے خوف سے بھاگے تھے اس لئے ان کے ہمراہ نہ کوئی رفیق اور رہنما تھا نہ زادراہ۔ اور تیز روی کی وجہ سے برہنہ پا تھے۔ اس تمام سفر میں موسیٰ علیہ السلام کی خوراک درختوں کے پتوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھی اور برہنہ پا ہونے کی وجہ سے سفر کی طوالت نے پاؤں کے تلوؤں کی کھال تک اڑا دی تھی۔ اس پریشان حالی میں موسیٰ ارض مدین میں داخل ہوئے۔

مدین میں شادی، دس سالہ قیام کے بعد واپسی اور نبوت سے سرفرازی

اب یہاں کے واقعات وحالات بھی طویل ہیں جو سورۂ قصص وطٰہٰ وغیرہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر بیان ہوں گے۔ مختصر یہ کہ قبیلہ مدین کے بزرگ میزبان نے آپ کو مہمان رکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال تک ان کی بکریاں چرانے کے لئے وہیں مقیم رہے اور اس مدت کے پورا کر دینے کی شرط پر ان کا نکاح ایک صاحبزادی سے ہوگیا۔ جب دس سال کی مدت پورا کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنی اہلیہ محترمہ کے مدین سے مصر کو چلے تو وادی ایمن میں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور مصر جانے اور فرعون کو سمجھانے کا حکم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اللہ کے رسول بن کر آپ مصر آئے اور فرعون کے دربار تک رسائی ہوئی۔ اس کے آگے کا قصہ ان آیات زیر تفسیر سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

''پھر ان مذکورہ پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل یعنی معجزات دیکر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا ان کی ہدایت وتبلیغ کے لئے۔ سو ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا۔ سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا برا انجام ہوا جیسا اور جگہ ان کا غرق اور ہلاک ہونا مذکور ہے یہ تو تمام قصہ کا اجمال تھا آگے تفصیل ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس بحکم الٰہی جا کر فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیغمبر مقرر ہوا ہوں اور جو مجھ کو کاذب بتلائے اس کی غلطی ہے کیونکہ میرے لئے یہی شایان ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل یعنی معجزہ بھی لایا ہوں سو جب میں رسول ہوں تو جو کہوں اس کی اطاعت کرو چنانچہ منجملہ امور کے ایک یہ کہتا ہوں کہ تو بنی اسرائیل کو اپنی بیگار سے خلاصی دے کر میرے ساتھ ملک شام کو جو ان کا اصل وطن ہے بھیج دے''۔

اب فرعون نے اس کا کیا جواب دیا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہم کو اپنے رسول پاک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا حق ادا کرنے کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ اور ہمیں آپ کا اتباع کامل نصیب فرما۔ اور نافرمانی کا جو انجام گذشتہ اقوام نے دیکھا ہمیں اس سے محفوظ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ

قَالَ	اِنْ	كُنْتَ	جِئْتَ	بِاٰيَةٍ	فَاْتِ بِهَا	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ	فَاَلْقٰى	عَصَاهُ
بولا	اگر	تو	لایا ہے	کوئی نشانی	تو وہ لے آ	اگر	تو ہے	سے	سچے	پس اس نے ڈالا	اپنا عصا

فرعون نے کہا کہ اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اسکو اب پیش کیجئے اگر آپ سچے ہیں۔ بس آپ نے اپنا عصا ڈال دیا سو دفعۃً وہ صاف ایک اژدہا بن گیا۔

فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

فَاِذَا هِيَ	ثُعْبَانٌ	مُّبِيْنٌ	وَّنَزَعَ	يَدَهٗ	فَاِذَا هِيَ	بَيْضَآءُ	لِلنّٰظِرِيْنَ
پس وہ اچانک	اژدہا	صریح (صاف)	اور نکالا	اپنا ہاتھ	پس ناگہاں وہ	نورانی	ناظرین کیلئے

اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا سو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔

فرعون کی طرف سے معجزہ کا مطالبہ

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو اللہ کا پیغمبر اور رسول ہونا ظاہر کیا تو یہ فرعون کے خدائی دعوے پر ایک ضرب تھی اور اس کا نتیجہ جو نکلنا تھا وہ نکلا۔ یعنی فرعون نے دعویٰ خدائی سے ہٹنا گوارا نہ کیا اور دونوں باتوں کا انکار کر دیا۔ نہ اللہ تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کا اقرار کیا اور نہ موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی۔ نہ موسیٰ علیہ السلام کے اس مطالبہ کی پروا کی کہ بنی اسرائیل کو چھٹکارہ دیکر ان کے ساتھ کر دے کہ وہ ان کو ان کے اصلی وطن اور پیغمبروں کی سرزمین ملک شام لے جائیں۔

یہاں ان آیات میں تو ذکر نہیں فرمایا مگر سورہ شعراء انیسویں پارہ میں بتلایا گیا کہ فرعون نے جب یہ سنا تو کہنے لگا کہ موسیٰ آج تو پیغمبر بن کر میرے سامنے بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کرتا ہے وہ دن بھول گیا جب کہ تو نے میرے ہی گھر میں پرورش پائی اور بچپن کی زندگی گزاری اور کیا تو یہ بھی بھول گیا کہ تو نے ایک مصری کو قتل کیا اور پھر یہاں سے بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ صحیح ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی اور ایک مدت تک شاہی محل میں رہا اور مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ غلطی کی بناء پر مجھ سے نادانستہ ایک شخص قتل ہو گیا تھا اور میں اسی خوف سے چلا گیا تھا لیکن یہ تو خدا تعالیٰ کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے بیکسانہ مجبوریوں کی حالت میں تیرے ہی گھرانے میں میری پرورش کرائی اور پھر مجھ کو اپنی سب سے بڑی نعمت نبوت و رسالت سے سرفراز کیا۔ اے فرعون کیا یہ طریقہ عدل و انصاف کا طریقہ ہوگا کہ مجھ ایک اسرائیلی کی پرورش کا بدل یہ ٹھہرے کہ بنی اسرائیل کی تمام قوم کو تو غلام بنائے رکھے؟ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کے دعویٰ میں یہ بھی فرمایا تھا کہ میں تمہارے پاس رب کی طرف سے کھلا ہوا معجزہ اور نشانی بھی لے کر آیا ہوں۔ اس پر جیسا کہ ان آیات میں بیان ہوا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر تمہارے پاس سچ مچ کوئی نشانی ہے تو دکھاؤ تا کہ تمہارا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

موسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ طریقہ بتا دیا تھا۔ انہوں نے بے تامل اپنے ہاتھ کا عصا (یعنی لاٹھی) زمین پر ڈال دیا۔ عصا زمین پر گرتے ہی ایک بڑا زبردست سانپ بن گیا جسے اژدہا کہتے ہیں اور لگا پھنکارے مارنے۔ اب جو یہ کیفیت فرعونیوں نے دیکھی تو ڈر کے مارے بھاگنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا تو پھر

بدستور لاٹھی ہوگئی۔ دوسرا معجزہ آپ نے یہ دکھایا کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں داخل کیا اور باہر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگا یہاں تک کہ فرعون اور حاضرین کی نگاہیں چکا چوند ہوگئیں۔ جب حاضرین نے درخواست کی تو آپ نے مٹھی بند کرلی اور روشنی موقوف ہوگئی۔

یہاں اس آیت میں لفظ ثعبان آیا ہے جس کے معنی اژدھے کے ہیں ایک اور آیت میں اس کو جان کہا گیا ہے اور جان چھوٹے سانپ کو کہتے ہیں جو اژدھے سے مختلف ہوتا ہے پھر دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ اس کی کئی توجیہات علماء نے لکھی ہیں ایک توجیہ تو یہ ہے کہ وہ جسامت میں تو یقیناً اژدھا تھا مگر اژدھا زمین پر پڑا رہتا ہے حرکت نہیں کرتا۔ عصائے موسیٰ ایسا اژدھا نہ تھا کہ حرکت نہ کر سکے۔ بلکہ پھرتی اور تیزی میں چھوٹے سانپ کی طرح تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ۸۰ ہاتھ تو اس کے منہ کا پھیلاؤ ہو جاتا تھا۔ نیچے کا جبڑا اگر زمین پر ہوتا تو اوپر والا جبڑا محل فرعون کے اوپر جا لگتا۔

دوسری توجیہ یہ لکھی ہے کہ ڈالنے پر ابتداءً وہ سانپ ہوتا پھر بڑھتے بڑھتے اژدہا بن جاتا۔

اور تیسری توجیہ یہ بھی لکھی ہے کہ جیسا موقع ہوتا یا جیسے حضرت موسیٰؑ چاہتے ویسے ہی وہ بن جاتا تھا۔ کبھی سانپ بن گیا تو سانپ ہی رہا اور اژدھا بن گیا تو وہی رہتا۔

دعا کیجئے

یَااللہ آپ کا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہم کو تمام انبیاء پر ایمان کے ساتھ اشرف الانبیاء والمرسلین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاکؐ کا اتباع کامل نصیب فرماویں۔ حق کو اختیار کرنے اور باطل سے گریز کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

یَااللہ ہم کو اپنے رسول پاکؐ کی فرمانبرداری نصیب فرما اور ظاہر و باطن میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما۔ اور حضور ﷺ کی تعلیمات وارشادات کی مخالفت سے مکمل بچنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ

قَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِ	فِرْعَوْنَ	اِنَّ	هٰذَا	لَسٰحِرٌ	عَلِيْمٌ	يُّرِيْدُ	اَنْ	يُّخْرِجَكُمْ	مِّنْ
بولے	سردار	سے	قوم	فرعون	بیشک	یہ	جادوگر	علم والا (ماہر)	چاہتا ہے	کہ	تمہیں نکال دے	سے

قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمکو تمہاری سرزمین سے باہر کردے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔

اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

اَرْضِكُمْ	فَمَاذَا	تَاْمُرُوْنَ	قَالُوْٓا	اَرْجِهْ	وَاَخَاهُ	وَاَرْسِلْ	فِي الْمَدَآئِنِ	حٰشِرِيْنَ
تمہاری سرزمین	تو اب کیا	کہتے ہو	وہ بولے	روک لے	اور اسکا بھائی	اور بھیج	شہروں میں	اکٹھا کرنیوالے (نقیب)

انہوں نے کہا کہ آپ انکو اور انکے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں چپراسیوں کو بھیج دیجئے۔ کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لا کر حاضر کردیں۔

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

يَاْتُوْكَ	بِكُلِّ	سٰحِرٍ	عَلِيْمٍ	وَجَآءَ	السَّحَرَةُ	فِرْعَوْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ	لَنَا	لَاَجْرًا	اِنْ	كُنَّا	نَحْنُ	الْغٰلِبِيْنَ
تیرے پاس لے آئیں	ہر	جادوگر	علم والا (ماہر)	اور آئے	جادوگر (جمع)	فرعون	وہ بولے	یقیناً	ہمارے لئے	کوئی اجر (انعام)	اگر	ہوئے	ہم	غالب (جمع)

اور وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو ہمکو کوئی بڑا صلہ ملے گا۔

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

قَالَ	نَعَمْ	وَاِنَّكُمْ	لَمِنَ	الْمُقَرَّبِيْنَ
اس نے کہا	ہاں	اور تم بیشک	البتہ۔ سے	مقربین

فرعون نے کہا کہ ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعونیوں کا پروپیگنڈہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو معجزے بھرے دربار میں فرعون اور اس کی قوم کو دکھلائے ایک لاٹھی کا معجزہ کہ جس کو زمین پر ڈالا تو وہ ایک زبردست اژدھا بن گئی اور دوسرا معجزہ یہ تھا کہ آپ نے اپنی بغل میں ہاتھ داخل کیا اور نکالا تو ہتھیلی نہایت چمکدار اور روشن تھی۔ فرعون کے درباریوں نے جب اس طرح ایک اسرائیلی کے ہاتھوں اپنے بادشاہ کی بظاہر شکست اور خوف و ہراس کو دیکھا تو کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ بڑا ماہر جادوگر ہے اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ جادو کے زور سے تم پر غالب آ کر تمہاری سرزمین مصر سے تم کو باہر نکالنا چاہتا ہے۔ یعنی ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ عجیب وغریب ساحرانہ کرشمہ دکھلا کر مخلوق کو اپنی طرف مائل کرلیں اور انجام کار ملک میں اثر اور اقتدار پیدا کر کے اور بنی اسرائیل کی حمایت اور آزادی کا نام لے کر مصریوں کو جو یہاں کے اصلی باشندے ہیں ان کے ملک و وطن سے بے دخل کردے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کیلئے جادوگروں کو دعوت

ان حالات کے پیش نظر فرعون اور فرعونیوں کے مشورے سے یہ طے پایا کہ فی الحال تو موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون (علیہما السلام) کو مہلت دو اور اس دوران میں تمام قلمرو سے ماہر جادوگروں کو دارالسلطنت میں جمع کرو اور پھر ان سے موسیٰ کا مقابلہ کراؤ بلاشبہ یہ شکست کھا جائیں گے اور ان کے تمام ارادے خاک میں مل جائیں گے۔ تب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم خوب سمجھ گئے تم اس حیلہ سے ہم کو سرزمین مصر سے بے دخل کرنا چاہتے ہو لہٰذا تمہارا علاج اب اس کے سوا کچھ نہیں کہ بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو بلا کر تم کو شکست دلائی جائے۔ اب تمہارے اور ہمارے درمیان مقابلہ کے دن کا معاہدہ ہونا چاہئے۔ اور نہ ہم اس سے ٹلیں گے اور نہ تم وعدہ خلافی کرنا۔

مقابلہ کے وقت کی تعیین اور اس کی تیاریاں

سولہویں پارہ سورۂ طٰہٰ کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کام کے لئے سب سے بہتر وقت "یوم الزینہ" ہے۔ مصریوں میں یہ تمام خوشیوں میں سب سے بڑی خوشی وجشن کا دن تھا۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان "یوم الزینہ" (جشن کا دن) طے پا گیا اور فرعون نے اسی وقت اپنے تمام عمال اور ارکان کے نام احکام جاری کر دیئے کہ تمام قلمرو میں جو مشہور اور ماہر جادوگر ہیں ان کو جلد از جلد دار الحکومت میں جمع کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بات کو اس لئے غنیمت جانا کہ وہ خدائے تعالیٰ کے جس قدر نشانات و معجزات فرعون اور قوم فرعون کو دکھا چکے تھے انہوں نے ان کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ یہ تو جادو اور سحر ہے لہذا اب جبکہ ساحروں اور جادوگروں سے مقابلہ کے بعد بھی خدا کا معجزہ غالب رہے گا تو ناچاران کو صداقت کے سامنے جھکنا پڑے گا اور اقرار کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا پس اگر ان کے قومی جشن کے روز خواص وعوام کے مجمع میں ساحر اور جادوگر عاجز ہو کر میری صداقت کا اقرار کر لیں تو پھر کسی کو بھی لب کشائی کا موقع نہ رہے گا اور برسر عام حق کے مظاہرے کا بہترین موقع ثابت ہوگا۔

میدان مقابلہ میں عوام وخواص کا اجتماع

بہر حال وہ یوم جشن آ پہنچا اور میدان جشن میں تمام شاہانہ کروفر کے ساتھ فرعون تخت نشین ہوا اور تمام درباری حسب مراتب بیٹھے اور لاکھوں انسان حق وباطل کے معرکہ کا نظارہ کرنے کو جمع ہوئے۔ ایک جانب مصر کے مشہور جادوگروں کا گروہ اپنے ساز وسامان سے لیس کھڑا ہے اور دوسری جانب خدا کے رسول اور حق کے پیغامبر سچائی اور راستی کے پیکر حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کھڑے ہیں۔ فرعون بہت مسرور ہے اس یقین پر کہ ساحرین مصر ان دونوں کو جلد ہی شکست دے دیں گے۔ ساحروں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم نے موسیٰ کو شکست دے دی تو نہ صرف انعام واکرام سے مالا مال کئے جاؤ گے بلکہ میرے دربار میں خاص جگہ پاؤ گے۔ ساحر بھی اپنی کامیابی کے یقین پر فرعون سے اپنے اکرام واعزاز کا وعدہ لے رہے ہیں اور اس کے تصور سے بہت شاداں اور مسرور ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام

جب مدین سے دس سال کے بعد چلنے پر طوی کی مقدس وادی میں منصب نبوت سے سرفراز فرمائے گئے اور کلام ربانی سے فیضیاب بن کر اور دعوت تبلیغ حق میں کامیابی اور کامرانی کا مژدہ پا کر "وادیٔ مقدس" سے اترے جہاں ایک چمکتا ہوا شعلہ دیکھ کر آگ لینے گئے تھے اور اپنی بیوی صاحبہ کے پاس پہنچے جو وادی کے سامنے جنگل میں ان کی منتظر اور چشم براہ تھیں تو ان کو ساتھ لیا اور یہیں سے تعمیل حکم الٰہی کے لئے مصر روانہ ہو گئے اس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ سورۂ طٰہٰ میں آئے گا منزلیں طے کرتے ہوئے جب مصر پہنچے تو رات ہو گئی تھی خاموشی کے ساتھ مصر میں داخل ہو کر اپنے مکان پہنچے مگر اندر داخل نہ ہوئے اور والدہ کے سامنے ایک مسافر کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ یہ بنی اسرائیل میں مہمان نواز گھر تھا۔ حضرت موسیٰ کی خوب خاطر مدارات کی گئی اسی دوران میں ان کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام آ پہنچے۔ یہاں پہنچنے سے قبل ہی ہارون علیہ السلام کو منصب نبوت عطا ہو چکا تھا اس لئے کہ ان کو بذریعہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا قصہ بتا دیا گیا تھا وہ بھائی سے آ کر لپٹ گئے اور پھر ان کو اور ان کی بیوی صاحبہ کو گھر میں لے گئے اور والدہ کو سارا حال سنایا۔ تب سب خاندان آپس میں گلے ملا اور بچھڑے ہوئے بھائیوں نے ایک دوسرے کی گذشتہ زندگی سے تعارف پیدا کیا اور والدہ کی آنکھوں نے ٹھنڈک حاصل کی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب دونوں بھائی فرعون کے دربار میں جانے لگے تو والدہ نے غایت شفقت کی بناء پر روکنا چاہا کہ تم ایسے شخص کے پاس جانا چاہتے ہو جو صاحب تخت وتاج بھی ہے اور ظالم اور مغرور بھی۔ وہاں نہ جاؤ وہاں جانا بے سود ہوگا۔ مگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے والدہ کو سمجھایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ٹالا نہیں جا سکتا اور اس کا وعدہ ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے۔ اس طرح دونوں بھائی خدا کے سچے پیغمبر اور نبی فرعون کے دربار میں پہنچے اور صداقت وحق کے پیغام کو پیش کیا۔

دعا کیجئے: یَا اللّٰہُ دنیا میں ہمیں اہل حق میں شامل رکھئے اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا

قَالُوْا	يٰمُوْسٰى	اِمَّا	اَنْ	تُلْقِيَ	وَاِمَّا	اَنْ	نَّكُوْنَ	نَحْنُ	الْمُلْقِيْنَ	قَالَ	اَلْقُوْا	فَلَمَّا	اَلْقَوْا
وہ بولے	اے موسیٰ	یا	یہ کہ	تو ڈال	اور یا (ورنہ)	یہ کہ	ہوں	ہم	ڈالنے والے	کہا	تم ڈالو	پس جب	اُنہوں نے ڈالا

اُن ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ خواہ آپ ڈالئے اور یا ہم ہی ڈالیں۔ موسیٰ نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو پس جب انہوں نے ڈالا

سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ

سَحَرُوْا	اَعْيُنَ	النَّاسِ	وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ	وَجَآءُوْ + بِسِحْرٍ	عَظِيْمٍ	وَاَوْحَيْنَا	اِلٰى	مُوْسٰى	اَنْ
سحر کردیا	آنکھیں	لوگ	اور اُنہیں ڈرایا	اور وہ لائے + جادو	بڑا	اور ہم نے وحی بھیجی	طرف	موسیٰ	کہ

تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت غالب کردی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا۔ اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے سو عصا کا ڈالنا تھا

اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ ۚ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ۚ

اَلْقِ	عَصَاكَ	فَاِذَا	هِيَ	تَلْقَفُ	مَا	يَاْفِكُوْنَ	فَوَقَعَ	الْحَقُّ	وَبَطَلَ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
ڈالو	اپنا عصا	تو ناگاہ	وہ	نگلنے لگا	جو	انہوں نے ڈھکوسلا بنایا تھا	پس ثابت ہوگیا	حق	اور باطل ہوگیا	جو	وہ کرتے تھے

کہ اس نے انکے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا۔ پس حق ظاہر ہوگیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا و نایا تھا سب آتا جاتا رہا۔ پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ ۚ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ ۖ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ ۙ

فَغُلِبُوْا	هُنَالِكَ	وَانْقَلَبُوْا	صٰغِرِيْنَ	وَاُلْقِيَ	السَّحَرَةُ	سٰجِدِيْنَ	قَالُوْا	اٰمَنَّا	بِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ
پس مغلوب ہوگئے	وہیں	اور لوٹے	ذلیل	اور گر گئے	جادوگر	سجدہ کرنیوالے	وہ بولے	ہم ایمان لائے	رب پر	تمام جہان (جمع)

اور خوب ذلیل ہوئے۔ اور وہ جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے۔ کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

رَبِّ	مُوْسٰى	وَهٰرُوْنَ
رب	موسیٰ	اور ہارون

جو موسیٰ و ہارون کا بھی رب ہے۔

جادوگروں کے فن کا بھرپور مظاہرہ

جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ بتاؤ کہ ابتداء تمہاری جانب سے ہوگی یا ہماری جانب سے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتہائی جوانمردی سے ان کے سحر کو حقیر اور کمزور ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ ابتداء تم ہی کرو اور اپنے کمال فن کی پوری حسرت نکال لو۔ چنانچہ انہوں نے اپنا جادو کیا اور ایسا عظیم الشان جادو کیا کہ لوگوں کی نظر بندی کردی جس سے لوگ خوف زدہ ہوگئے۔ قرآن پاک کی دوسری آیات میں ہے کہ جب جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک دیں تو وہ لوگوں کی نظر میں سانپ محسوس ہونے لگے اور وہ سانپ ادھر ادھر دوڑنے لگے اور ان کو نظر آیا کہ دور دور تک پہاڑوں کی طرح اونچے سانپ ہی سانپ ہیں اور تمام لوگوں کو اس منظر نے خوف زدہ کردیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ
اور جادوگروں کی شکست فاش

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو دل میں یہ خوف محسوس کیا

کہ کہیں لوگ اس مظاہرے سے متاثر نہ ہو جائیں اور ساحروں کے سحر کو حقیقت نہ سمجھ لیں کیونکہ اگر ایسا ہوا تو یہ تاثیر اور رعب قبول حق کے لئے سد راہ بنے گا۔ تب خدا تعالیٰ نے ان کو مطمئن فرمایا اور وحی کے ذریعہ مطلع کیا کہ موسیٰ خوف نہ کھاؤ ہمارا وعدہ ہے کہ تم ہی غالب رہو گے اور اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالو۔ بحکم وحی موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی۔ لاٹھی فوراً اژدھا بن گیا اور جو بے حقیقت جادو جو ساحروں نے کیا تھا سب کو نگلنے لگا اور تھوڑی ہی دیر میں سارا میدان صاف ہو گیا۔ اور ان کا سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا اور اس طرح ساحر اپنے سحر میں ناکامیاب رہے۔

جادوگروں کا ایمان لے آنا

جادوگروں نے جو کہ اپنے فن کے ماہر اور کامل تھے جب عصائے موسیٰ کا یہ کرشمہ دیکھا تو وہ حقیقت حال سمجھ گئے کہ یہ سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے۔ یہ سحر نہیں آسمانی امر ہے۔ پس حق نمایاں ہو گیا اور جادوگروں کا جادو ٹوٹ گیا۔ معجزہ اور سحر کا امتیاز ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کسی غیبی قوت کا کرشمہ ہے۔ پس وہ حق سے ایسے مغلوب ہوئے کہ بے اختیار ہو کر سجدہ میں گر پڑے اور اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے کیونکہ وہی رب العالمین ہے۔

رحمت الٰہی کا کرشمہ

اب غور کیجئے کہ رحمت الٰہیہ کا کیا ٹھکانا ہے کہ جو لوگ ابھی ابھی پیغمبر خدا سے نبرد آزمائی کر رہے تھے سجدہ سے سر اٹھاتے ہی اولیاء اللہ اور عارف کامل بن گئے۔ جیسا کہ اگلی آیات میں ان کے جواب سے ثابت ہوتا ہے۔ فرعونیوں کا مقصد تو اس مقابلہ سے یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عوام الناس کی نظروں میں جادوگر ہونے کا یقین دلائیں یا کم از کم شک ہی میں ڈال دیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی چال کو انہیں پر الٹ دیا اور خود ان کے بلائے ہوئے اپنے ماہرین فن نے بالاتفاق فیصلہ کر دیا کہ حضرت موسیٰ جو چیز پیش کر رہے ہیں وہ ہرگز جادو نہیں ہے بلکہ یقیناً رب العالمین کی طاقت کا کرشمہ ہے جس کے آگے کسی جادو کا زور نہیں چل سکتا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ جیسے آپ نے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ میں اس وقت کے فرعون کو ذلیل فرمایا۔

یَا اللّٰہُ اب بھی جو فرعون وقت حق سے مقابل ہیں اور حق کو مٹانا اور ختم کرنا چاہتے ہیں آپ اہل حق کی تائید اور نصرت فرمائیں۔ اور اہل حق کو فتح و کامیابی عطا فرمائیں اور اہل باطل کو مغلوب و ناکام فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ

قَالَ	فِرْعَوْنُ	اٰمَنْتُمْ	بِهٖ	قَبْلَ	اَنْ	اٰذَنَ لَكُمْ	اِنَّ	هٰذَا	لَمَكْرٌ	مَكَرْتُمُوْهُ	فِي	الْمَدِيْنَةِ
بولا	فرعون	کیا تم ایمان لائے	اس پر	پہلے	کہ	میں اجازت دوں تمہیں	بیشک	یہ	ایک چال ہے	جو تم نے چلی	میں	شہر

فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بدوں اسکے کہ میں تمکو اجازت دوں بیشک یہ ایک سازش تھی جس پر تمہارا عملدرآمد ہوا ہے اس شہر میں تاکہ تم سب اس شہر

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

لِتُخْرِجُوْا	مِنْهَا	اَهْلَهَا	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ	لَاُقَطِّعَنَّ	اَيْدِيَكُمْ	وَاَرْجُلَكُمْ	مِنْ	خِلَافٍ
تاکہ نکال دو	یہاں سے	اسکے رہنے والے	پس جلد	تم معلوم کرلو گے	میں ضرور کاٹ ڈالوں گا	تمہارے ہاتھ	اور تمہارے پاؤں	سے	دوسری طرف

سے وہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو سو اب تمکو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سبکو سولی

ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ ۚ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا

ثُمَّ	لَاُصَلِّبَنَّكُمْ	اَجْمَعِيْنَ	قَالُوْا	اِنَّا	اِلٰى	رَبِّنَا	مُنْقَلِبُوْنَ	وَمَا	تَنْقِمُ	مِنَّا	اِلَّا	اَنْ	اٰمَنَّا
پھر	میں تمہیں ضرور سولی دوں گا	سب کو	وہ بولے	بیشک ہم	طرف	اپنا رب	لوٹنے والے	اور نہیں	تجھ کو دشمنی	ہم سے	مگر	یہ کہ	ہم ایمان لائے

پر ٹانگ دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جاویں گے۔ اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے بجز اسکے کہ ہم اپنے رب کے احکام

بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

بِاٰيٰتِ	رَبِّنَا	لَمَّا	جَآءَتْنَا	رَبَّنَا	اَفْرِغْ	عَلَيْنَا	صَبْرًا	وَتَوَفَّنَا	مُسْلِمِيْنَ
نشانیاں	اپنا رب	جب	وہ ہمارے پاس آئیں	ہمارا رب	دہانے کھول دے	ہم پر	صبر	اور ہمیں موت دے	مسلمان (جمع)

پر ایمان لے آئے لے [illegible] ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالیئے۔

فرعون کی ایک اور فریب کاری

فرعون کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو کھلم کھلا شکست دی اور فرعون دیکھتا رہا۔ کچھ بھی ان کی مدد نہ کرسکا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ خدائی طاقت پر ایمان لانے کے لئے مجبور ہوگئے اور وہ ساحرین بے اختیار ہو کر سجدہ میں گر پڑے۔ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے ظہور حق پر سجدہ شکر ادا کیا۔ اسی وقت ساحرین بھی سربسجود ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جسے موسیٰ اور ہارون اپنا رب کہتے ہیں۔ اب جب جادوگر مومن بن چکے اور فرعون کو اپنے مقصد میں سست ہوگئی تو اس نے مکر وفریب کا دوسرا طریقہ اختیار کیا جس کا حال ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دی کہ آج موسیٰ کو جو تم پر غلبہ ملا ہے تو دراصل یہ تم لوگوں کا باہمی سمجھوتہ اور سازش تھی۔ اور یہ موسیٰ تم سب کا استاد ہے اور یہ سب ملی بھگت ہے۔ جب ہی تو میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ کے خدا پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ اچھا میں تم کو وہ عبرتناک سزا دوں گا کہ آئندہ ایسی غداری کی کسی کو جرات نہ ہو۔ پہلے تمہارے ہاتھ پیر الٹے سیدھے کٹواؤں گا اور پھر سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔

فرعون کی دھمکی جادوگروں کو ایمان سے نہ ہٹا سکی

جب انہوں نے فرعون کی اس جابرانہ دھمکیوں کو سنا تو جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہے انہوں نے کہا یہ ہم اب کبھی نہیں کر سکتے کہ سچائی کی جو روشن دلیل ہمارے سامنے آ گئی اور جس خدا نے ہمیں پیدا کیا اس سے منہ موڑ کر تیرا حکم مان لیں۔ تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر گزر تو زیادہ سے زیادہ جو کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کی اس زندگی کا فیصلہ کر دے۔ ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے تا کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے خصوصاً جادوگری کی خطا کہ جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا۔ ہمارے لئے اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔ ہمیں کچھ پروا نہیں ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے جہاں ہر طرح آرام و راحت ہے سو ہمارا نقصان ہی کیا ہے اور ہم نے ایسی کونسی خطا کی ہے جو تو ہم کو اس سزا کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے۔ پھر فرعون سے اعراض کر کے وہ حق تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ اے ہمارے رب تو ہم کو صبر عطا فرما اور ہمارا ایمان پر خاتمہ فرما اور اسلام پر ہماری جان نکالنا کہ اس کی سختی سے پریشان ہو کر کوئی بات ایمان کے خلاف نہ ہو جاوے۔

فرعون نے پھر ان نو مسلم جادوگروں کو سزا دی تھی یا نہیں اس کی قرآن یا حدیث میں تصریح نہیں ہے۔ باقی اکثر مفسرین کے نزدیک سزا ہوئی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ صبح کے وقت تو وہ کافر جادوگر تھے اور شام کے وقت مومن اور شہداء تھے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ ہم کو اسلام پر استقامت اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔

یَااللّٰہُ آپ کی تائید و توفیق اور نصرت ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو اور ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ و شوکت نصیب ہو۔

یَااللّٰہُ دشمنان دین کی طرف سے جو ایذائیں اہل حق کو دی جا رہی ہیں ان کا خاتمہ فرما اور نتیجہ اور انجام کے لحاظ سے اہل حق کو کامیابی نصیب فرما اور اہل باطل کو ذلت و رسوائی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ

وَقَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِ	فِرْعَوْنَ	اَتَذَرُ	مُوْسٰى	وَقَوْمَهٗ	لِيُفْسِدُوْا	فِى	الْاَرْضِ	وَيَذَرَكَ
اور بولے	سردار	سے (کے)	قوم	فرعون	کیا تو چھوڑ رہا ہے	موسیٰ	اور انکی قوم	تا کہ وہ فساد کریں	میں	زمین	اور وہ چھوڑ دے تجھے

اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ کو اور انکی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور وہ آپکو اور آپکے

وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ قَالَ

وَاٰلِهَتَكَ	قَالَ	سَنُقَتِّلُ	اَبْنَآءَهُمْ	وَنَسْتَحْىٖ	نِسَآءَهُمْ	وَاِنَّا	فَوْقَهُمْ	قٰهِرُوْنَ	قَالَ
اور تیرے معبود	اس نے کہا	ہم عنقریب قتل کر ڈالیں گے	انکے بیٹے	اور زندہ چھوڑ دینگے	انکی عورتیں (بیٹیاں)	اور ہم	اُن پر	زور آور (جمع)	کہا

معبودوں کو ترک کیے رہیں فرعون نے کہا ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں اور ہمکو ہر طرح کا اُن پر زور ہے۔

مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

مُوْسٰى	لِقَوْمِهِ	اسْتَعِيْنُوْا	بِاللّٰهِ	وَاصْبِرُوْا	اِنَّ	الْاَرْضَ	لِلّٰهِ	يُوْرِثُهَا	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ
موسیٰ	اپنی قوم سے	تم مدد مانگو	اللہ سے	اور صبر کرو	بیشک	زمین	اللہ کی	وہ اسکا وارث بناتا ہے	جس	چاہتا ہے	سے

موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جسکو چاہیں مالک بنا دیں اپنے بندوں میں سے اور اخیر کامیابی

عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٨﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ

عِبَادِهٖ	وَ	الْعَاقِبَةُ	لِلْمُتَّقِيْنَ	قَالُوْا	اُوْذِيْنَا	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تَاْتِيَنَا	وَ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا جِئْتَنَا
اپنے بندے	اور	انجام کار	پرہیزگاروں کیلئے	وہ بولے	ہم اذیت دیئے گئے	سے	قبل کہ	کہ	آپ ہم میں آتے	اور	بعد	آپ آئے ہم میں

ان ہی کو ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپکی تشریف آوری کے قبل بھی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾

قَالَ	عَسٰى	رَبُّكُمْ	اَنْ	يُّهْلِكَ	عَدُوَّكُمْ	وَيَسْتَخْلِفَكُمْ	فِى	الْاَرْضِ	فَيَنْظُرَ	كَيْفَ	تَعْمَلُوْنَ
اس نے کہا	قریب ہے	تمہارا رب	کہ	ہلاک کرے	تمہارا دشمن	اور تمہیں خلیفہ بنا دے	میں	زمین	پھر دیکھے گا	کیسے	تم کام کرتے ہو

موسیٰ نے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے اُنکے تمکو اس سرزمین کا مالک بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے۔

شکست کے بعد سرداروں کا فرعون کو مشورہ

فرعون کے درباریوں نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیلیوں نے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا شروع کر دیا بلکہ بعض قبطیوں کا میلان بھی ان کی طرف ہونے لگا تو فرعون کے درباریوں کو یہ فکر پڑی کہ اگر ان دونوں بھائیوں کو یونہی چھوڑے رکھا تو یہ تو تھوڑے دنوں میں ملک کا تختہ الٹ کر رکھ دیں گے۔ کیونکہ بنی اسرائیل تو ان کے ساتھ ہی ہیں ہمارے آدمی بھی ان کی باتوں میں آ جائیں گے تو بڑی مشکل ہوگی۔ یہ سوچ کر فرعون کے پاس گئے اور اس سے جو کچھ کہا اور فرعون نے جو ان کو جواب دیا وہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ فرعونی لیڈروں نے فرعون سے بطور احتجاج کے کہا کہ آپ موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیوں

نہیں کرادیتے۔ کیا موسیٰ اور ان کی قوم کو موقع دیا جارہا ہے کہ وہ آزاد رہ کر ملک میں اودھم مچاتے پھریں اور عام لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں اور آئندہ آپ کی اور آپ کے تجویز کئے ہوئے معبودوں کی پرستش ملک سے موقوف کرا دیں اور آپ کو اور آپ کے دیوتاؤں کو ٹھکراتے رہیں؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون اپنے کو رب "اعلیٰ" یعنی بڑا پروردگار کہتا تھا اور اپنے کو "اعلیٰ" کہلانے کیلئے کچھ ادنیٰ پروردگار بھی تجویز کر رکھے تھے جن کو یہاں آیات میں الٰھتک کہا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ گائے وغیرہ کی مجسم تصویریں تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ خود فرعون نے اپنی تصویر کے مجسمے پرستش کے لئے تقسیم کرا رکھے تھے۔ بہرحال کچھ بھی "بڑا معبود" اپنے کو کہلواتا تھا اور کچھ چھوٹے معبود تجویز کر رکھے تھے۔

فرعون کا جواب

فرعون نے اپنے سرداروں کے احتجاج کے جواب میں کہا کہ تم گھبراتے کیوں ہو۔ میں اسرائیلیوں کی طاقت کو بڑھنے ہی نہ دوں گا اور مقابلہ کے قابل ہی نہ رکھوں گا۔ ابھی یہ حکم جاری کرتا ہوں کہ ان کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے اور صرف لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے یعنی وہی تدبیر جس سے ہم نے پہلے بنی اسرائیل کو ایک مردہ قوم بنا دیا تھا اب پھر ہم وہی کام کریں گے۔ اس طرح ان میں کبھی دم آ ہی نہیں سکتا۔ موسیٰ کس کو ہماری بغاوت پر آمادہ کرے گا۔ سلطنت اور قوت ہمارے ہاتھ میں ہے یہ کمزور ہیں اور ہم یونہی ان کو ذلیل کرتے رہیں گے۔

بنی اسرائیلیوں کے اندیشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب

جب بنی اسرائیل کو فرعون کی اس سفاکانہ تجویز کا علم ہوا تو وہ طبعی طور پر پریشان اور دہشت زدہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے صبر اور توکل علی اللہ کی تلقین کی اور فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ صبر اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور یقین رکھو کہ آخری کامیابی صرف متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے۔ بنی اسرائیل نے یہ سن کر جواب دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل بھی ہم سے ذلیل بیگار لی جاتی تھی اور ہمارے لڑکے قتل کئے جاتے تھے۔ اب آپ کے آنے کے بعد پھر طرح طرح کی سختیاں کی جارہی ہیں اور پھر لڑکوں کے قتل کا مشورہ اور تجویز ہو رہی ہے۔ دیکھئے کب ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی کہ زیادہ مت گھبراؤ خدا کی مدد قریب آ گئی ہے تم دیکھ لوگے کہ تمہارا دشمن ہلاک کر دیا جائے گا اور تم کو ان کے اموال واملاک کا مالک بنادیا جائے گا۔ تاکہ جس طرح آج سختی اور غلامی میں تمہارا امتحان ہو رہا ہے اس وقت خوشحالی اور آزادی دے کر آزمایا جائے گا کہ کہاں تک اس کی نعمتوں کی قدردانی اور احسانات کی شکر گزاری اور اس کے احکامات کی بجا آوری کرتے ہو۔

فتح مکہ کی طرف اشارہ

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس وقت وہاں کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین پر کفار مکہ ظلم وستم ڈھا رہے تھے اور اہل اسلام بڑی بڑی اذیتوں کا شکار ہو رہے تھے۔ قرآن مجید کی ان موثر آیات کا اہل اسلام کے دلوں پر گہرا اثر ہوا اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ یہ ہمارے ستانے والے ایک دن تباہ ہوں گے اور ان کی ساری قوت و طاقت ختم ہو جائے گی اور اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان پر غالب کرے گا اور ان کافروں کو نیچا دکھائے گا مکہ کے کمزور اور مجبور اہل ایمان کے لئے یہ پیغام مسرت تھا اور گویا ان کے لئے اس میں اشارہ تھا کہ عنقریب کفار مکہ پر اللہ تعالیٰ ان کو فتح نصیب فرمائے گا چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ دن اہل اسلام کو دکھلایا اور اسی سرزمین مکہ کا ان کو مالک بنا دیا جس سرزمین میں ان پر ہر طرح کے ظلم وستم کفار نے کئے تھے۔

دعا کیجئے: یَااللہ اسلام اور ایمان کی برکت سے اہل اسلام کو دشمنان دین پر فتح یابی نصیب فرما دشمنان دین کو ہلاک فرما اور ان پر اپنا عذاب نازل فرما۔ یَااللہ ہم اہل پاکستان کو بھی ایمان اور تقویٰ کی دولت عطا فرما۔ اور تازندگی اس پر مستقیم رہنا نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣٠﴾ فَإِذَا

وَلَقَدْ	اَخَذْنَا	اٰلَ فِرْعَوْنَ	بِالسِّنِيْنَ	وَنَقْصٍ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُوْنَ	فَاِذَا
اور البتہ	ہم نے پکڑا	فرعون والے	قحطوں میں	اور نقصان	سے (میں)	پھل (جمع)	تا کہ وہ	نصیحت پکڑیں	پھر جب

اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں تا کہ وہ سمجھ جاویں۔ سو جب ان پر خوش حالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے

جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ

جَآءَتْهُمُ	الْحَسَنَةُ	قَالُوْا	لَنَا	هٰذِهٖ	وَاِنْ	تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	يَّطَّيَّرُوْا	بِمُوْسٰى	وَمَنْ + مَّعَهٗ
آئی اُنکے پاس	بھلائی	وہ کہنے لگے	ہمارے لئے	یہ	اور اگر	پہنچتی	کوئی برائی	بدشگونی لیتے	موسیٰ سے	اور جو اُنکے ساتھ (ساتھی)

لئے ہونا ہی چاہیے اور اگر انکو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور انکے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے یادرکھو کہ انکی نحوست اللہ کے علم میں ہے

أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣١﴾ وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ

اَلَآ	اِنَّمَا	طٰٓئِرُهُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ	وَ	قَالُوْا	مَهْمَا	تَاْتِنَا بِهٖ	مِنْ اٰيَةٍ
یادرکھو	اسکے سوا نہیں	اُنکی بدنصیبی	پاس	اللہ	اور لیکن	انکے اکثر	نہیں جانتے	اور	وہ کہنے لگے	جو کچھ	ہم پر تو لائے گا	کیسی بھی نشانی

لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے۔ اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اسکے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ

لِتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ

لِتَسْحَرَنَا	بِهَا	فَمَا	نَحْنُ	لَكَ	بِمُؤْمِنِيْنَ	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمُ	الطُّوْفَانَ	وَ	الْجَرَادَ
کہ ہم پر جادو کرے	اس سے	تو نہیں	ہم	تجھ پر	ایمان لانے والے	پھر ہم نے بھیجے	ان پر	طوفان	اور	ٹڈی

جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ پھر ہم نے اُن پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون

وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿١٣٣﴾

وَالْقُمَّلَ	وَالضَّفَادِعَ	وَالدَّمَ	اٰيٰتٍ	مُفَصَّلٰتٍ	فَاسْتَكْبَرُوْا	وَكَانُوْا	قَوْمًا	مُجْرِمِيْنَ
اور جوئیں۔ چچڑی	اور مینڈک	اور خون	نشانیاں	جدا جدا	تو انہوں نے تکبر کیا	اور وہ تھے	ایک قوم (لوگ)	مجرم (جمع)

کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔

فرعونیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ

جب فرعونی باطل پرستی سے باز نہ آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو باوجود معجزات دیکھنے کے ٹھکراتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ابتدائی تنبیہ کے طور پر فرعونیوں پر کچھ سختیاں اور تکالیف مسلط کیں تا کہ وہ اب بھی خواب غفلت سے ہوشیار ہو جائیں اور موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ نصیحتوں کو قبول کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو تنبیہ کے لئے ان کو تکالیف میں مبتلا کیا ان کی کھیتیاں خشک ہو گئیں زراعت اور سبزی تباہ ہو گئی اور درختوں کے پھلوں میں کمی آگئی۔

دریائے نیل خشک ہو گیا اور عام خشک سالی ہو گئی۔ مقصود جس سے یہ تھا کہ وہ نصیحت پذیر ہو کر ایمان لے آئیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں

انسان کا دل نرم پڑ جاتا ہے اور اس میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن ان مصائب اور تکالیف سے بھی فرعونیوں کے کفر و معصیت میں کوئی کمی نہ ہوئی بلکہ اور زیادہ سخت دلی ہوگئی اور شدت سے سرکشی کرنے لگے۔ اور پہلے سے زیادہ ڈھیٹ اور گستاخ ہو گئے تو پھر دوسرے خدائی ضابطہ کے موافق جب کہ سرکش قوم تنبیہات کا اثر قبول نہیں کرتی تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر عارضی فراخی اور خوشحالی بھیجی جاتی ہے کہ شاید احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور منعم حقیقی کو پہچان کر اس کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ اسی ضابطہ کے موافق جب قحط وغیرہ دور کر کے فرعونیوں کو خوش حالی اور ارزانی حاصل ہوتی تو کہنے لگتے کہ دیکھو ہماری خوش نصیبی اور اقبال مندی ہم اسی کے لائق و مستحق ہیں اور یہ ہماری قابلیت کا نتیجہ ہے۔ پھر اگر درمیان میں کسی ناخوشگوار اور بری حالت سے دوچار ہونا پڑتا تو کہتے کہ یہ سب (معاذ اللہ) موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست ہے۔ ان کے اس گستاخانہ قول کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ کم بختو اپنی بدبختی اور نحوست کو مقبول بندوں کی طرف کیوں نسبت کرتے ہو۔ تمہاری اس نحوست کا واقعی سبب تو خدا کے علم میں ہے اور وہ تمہارا ظلم و زیادتی اور بغاوت و شرارت ہے۔ اسی سبب کی بناء پر خدا کے یہاں سے کچھ حصہ نحوست کا وقتی سزا اور تنبیہ کے طور پر تم کو پہنچ رہا ہے۔ باقی تمہارے ظلم و کفر کی اصلی نحوست اور پوری پوری سزا تو ابھی اللہ کے پاس محفوظ ہے جو دنیا میں یا آخرت میں اپنے وقت پر تم کو پہنچ کر رہے گی جس کی اکثر لوگوں کو خبر نہیں اور ان کا عناد اور سرکشی یہاں تک بڑھ گئی کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و نشانات دیکھ کر کہتے کہ خواہ کیسا ہی جادو تم ہم پر چلاؤ اور اپنے خیال کے موافق تم کتنے ہی نشان یا معجزے دکھلاؤ ہم کسی طرح تمہاری بات ماننے والے نہیں۔

سرکشی سے باز نہ آنے پر عذاب کا آنا

جب انہوں نے یہ آخری فیصلہ سنا دیا اور قبول حق کے سب دروازے اپنے اوپر بند کر لئے تب اللہ تعالیٰ نے ان پر چند قسم کی عظیم الشان بلائیں یکے بعد دیگرے مسلط کر دیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان بھیجا۔ لکھا ہے کہ جب فرعونی کفر و شرک سے باز نہ آئے اور قحط سالی اور پیداوار کی کمی دیکھنے کے بعد بھی ان کو عبرت و نصیحت نہ ہوئی اور کفر پر بدستور اڑے رہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعاء کی کہ اے اللہ زمین پر تیرا بندہ فرعون مغرور اور سرکش ہو گیا اور حد سے آگے بڑھ چکا اور اس کی قوم نے بھی تیرے عہد کو توڑ دیا اب تو ان کو عذاب میں گرفتار کر دے جو ان کے لئے سزا' میری قوم کے لئے نصیحت اور آنے والے لوگوں کے لئے آیۃً نشانی اور عبرت ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ نے طوفان بھیج دیا۔ لکھا ہے کہ یہ آبی طوفان تھا اور ایسی بارش ہوئی کہ قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا۔ نہ لیٹنے کی جگہ رہی نہ بیٹھنے کی۔ سب گھروں کے اندر پانی میں کھڑے ہو گئے۔ بنی اسرائیل اور قبطیوں کے مکان باہم متصل اور مخلوط تھے مگر بنی اسرائیل کے مکان محفوظ رہے اور قبطیوں کے گھروں میں پانی رک کر کھڑا ہو گیا یہ طوفان سات روز سنیچر سے سنیچر تک رہا۔ آخر قبطیوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ آپ اپنے رب سے بارش بند ہو جانے کی دعا کیجئے اگر ہمارے سروں سے بارش کی یہ مصیبت ٹل گئی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ چھوڑ دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ اللہ نے یہ طوفان دور کر دیا پھر اس بارش کے بعد اللہ نے ایسی کھیتی' گھاس اور پھل پیدا کیے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں پیدا ہوئے تھے۔ تمام ملک سرسبز ہو گیا۔ قبطی یہ حالت دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ پانی تو ہمارے لئے نعمت ثابت ہوا تمام ملک سرسبز ہو گیا۔ ہرگز یہ عذاب اور موسیٰ کو نہ ماننے کا نتیجہ نہ تھا۔ غرض ایمان نہ لائے۔ اس کے بعد اللہ نے ان پر ٹڈی دل بھیجا۔ ٹڈیوں نے قبطیوں کی تمام کھیتیاں' پھل' درختوں کے پتے' ترکاریاں' گھاس اور سبزی کھا لی۔ یہاں تک کہ لکڑیوں کے کواڑ' چھتوں کی کڑیاں تختے وغیرہ بھی چٹ کر گئیں اور پھر بھی ان کو سیری نہ ہوئی۔ یہ مصیبت صرف قبطیوں پر پڑی۔ بنی اسرائیل امن سے رہے۔ قبطی چیخ پڑے اور اللہ کا واسطہ دے کر عہد و پیمان کر کے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ اپنے رب سے دعاء کر کے اس مصیبت کو دور کرا دیجئے اگر یہ عذاب ٹل گیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ قبطیوں پر ٹڈی دل کا عذاب ۷ دن سنیچر سے سنیچر تک رہا۔ آخر حضرت موسیٰ نے دعا کی اور اللہ نے وہ عذاب دور فرما دیا۔ اس عذاب سے کچھ غلہ اور پیداوار بچ گئی تھی کیونکہ تکمیل عذاب سے پہلے حضرت موسیٰ کی دعا سے عذاب ٹل گیا تھا۔ تو قبطی کہنے لگے کہ خیر اتنا تو رہ گیا

24

کہ ہماری گزر بسر کے لئے کافی ہے ہم اپنے مذہب کو نہیں چھوڑیں گے چنانچہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور بد اعمالی پر بدستور قائم رہے۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے قمل (جوؤں) کا عذاب مسلط کیا کہ بدن کے اندر گھستی تھیں اور کاٹتی تھیں اور کھانا کھاتے میں کھانے میں بھر جاتی تھیں۔ بدن کے بال گر گئے پلکیں اور ابرو کے بال جھڑ گئے بدن کی کھال پر جوئیں چیچک کی طرح بھر گئیں اور قبطیوں کیلئے سونا اور آرام کرنا حرام کر دیا۔ قبطی چیخ پڑے اور پھر فریاد لے کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور درخواست کی کہ ہم توبہ کرتے ہیں۔ آپ اپنے رب سے دعا کر دیجئے کہ وہ یہ مصیبت دور کر دے۔ حضرت موسیٰ نے دعا کر دی اور اللہ نے ایک ہفتہ تک جوؤں کے عذاب میں مبتلا رکھنے کے بعد نجات دیدی۔ یہ عذاب بھی سنیچر سے سنیچر تک رہا۔ قبطیوں نے پھر بھی عہد شکنی کی اور کہنے لگے کہ موسیٰ کے جادوگر ہونے کا یقین ہم کو اتنا پہلے نہیں ہوا تھا جتنا اس مرتبہ ریت کو کیڑوں کی شکل میں بدل دینے سے پیدا ہو گیا۔ پھر حضرت موسیٰ کی بددعاء سے اللہ نے مینڈکوں کا عذاب بھیجا۔ تمام گھر، میدان، برتن مینڈکوں سے بھر گئے۔ ہر کھانے اور برتن میں مینڈک ہی مینڈک نظر آنے لگے۔ بولنے کے لئے منہ کھولا اور مینڈک کود کر منہ کے اندر پہنچا۔ ہانڈیوں اور چولہوں میں جا پڑتے اور کھانے کو برباد کر دیتے۔ سونے کو لیٹتے تو مینڈکیاں ان پر چڑھ جاتیں۔ کروٹ بھی نہ لے سکتے۔ کھانے کے لئے منہ کھولتے تو کھانے سے پہلے مینڈک منہ میں کود کر گھس جاتی۔ آٹا گوندھا جاتا تو مینڈکیاں اس میں کچلی جاتیں غرض ایک عظیم دکھ تھا جو کسی طرح دور نہ ہوتا تھا بالآخر قبطیوں نے مینڈکوں کے عذاب کا دکھڑا حضرت موسیٰ سے رویا اور کہنے لگے ہم اس مرتبہ پکی توبہ کرتے ہیں دوبارہ ایسی حرکتیں نہیں کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پختہ عہد و پیمان لے کر بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور سات روز کے بعد اللہ نے اس عذاب کو بھی دور کر دیا۔ یہ عذاب بھی سنیچر سے سنیچر تک رہا۔

مصیبت دور ہونے کے بعد پھر اپنا عہد انہوں نے توڑ دیا اور کفر کی طرف لوٹ گئے۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعاء سے اللہ نے خون کا عذاب مسلط کر دیا۔ ان کے لئے دریائے نیل خون ہو گیا۔ کنویں اور نہریں خون بن گئیں۔ کنوؤں اور نہروں سے پانی لیتے وہ تازہ خالص خون ہوتا تھا۔ فرعون سے شکایت کی تو اس نے کہا کہ موسیٰ نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اسرائیلی اور قبطی ایک برتن میں پانی آمنے سامنے ہو کر پیتے تھے۔ قبطی کی طرف کا پانی خون ہو جاتا تھا اور اسرائیلی کی طرف کا پانی پانی ہی رہتا۔ ایک کنویں پر ایک ساتھ کھڑے ہو کر اسرائیلی اور قبطی پانی کھینچتے تھے۔ اسرائیلی کا نکالا ہوا پانی پانی ہوتا تھا اور قبطی کا نکالا ہوا پانی خون۔ پیاس سے بے تاب ہو کر قبطی عورت اسرائیلی عورت کے پاس آتی اور پینے کے لئے پانی مانگتی۔ اسرائیلی عورت قبطی عورت کے برتن میں پانی انڈیل دیتی مگر اس کے برتن میں پہنچ کر پانی خون ہو جاتا تھا۔ قبطی عورت اسرائیلی عورت سے کہتی پانی اپنے منہ میں لے کر میرے منہ میں کلی ڈال دے۔ اسرائیلی عورت ایسا کر دیتی تھی مگر قبطی عورت کے منہ میں پہنچ کر کلی کا پانی بھی خون ہو جاتا تھا۔ پیاس سے بے تاب ہو کر درختوں کی ترپتیاں چبانے لگے لیکن چباتے ہی پتیوں کا عرق بالکل نمکین ہو جاتا تھا۔ خون پینے کی ان کی یہ کیفیت سات روز رہی۔ آخر مجبور ہو کر پھر حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذاب دور ہونے کی دعا کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کریں یہ مصیبت دور ہو جائے گی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو چھوڑ دیں گے۔ حضرت موسیٰ کی دعا سے یہ عذاب بھی اللہ نے دور کر دیا لیکن جیسا کہ آیت کے اخیر میں فرمایا گیا **فاستکبروا وکانوا قوماً مجرمین** پھر بھی موسیٰ علیہ السلام پر انہوں نے ایمان لانے سے غرور کیا اور وہ تھے ہی مجرم لوگ۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کا اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو پیغام ہم کو پہنچ جائے ہم اسے دل و جان سے قبول کرنے والے ہوں۔ یا اللہ مصیبت و راحت ہر حال اور ہر آن میں ہم آپ کی طرف رجوع ہونے والے ہوں۔ یا اللہ اپنے عذاب سے دنیا میں بھی ہمیں محفوظ رکھئے اور آخرت میں بھی اپنے امان میں رکھئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ

وَلَمَّا	وَقَعَ	عَلَيْهِمُ	الرِّجْزُ	قَالُوْا	يٰمُوْسَى	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	بِمَا	عَهِدَ	عِنْدَكَ	لَئِنْ	كَشَفْتَ
اور جب	واقع ہوا	ان پر	عذاب	کہنے لگے	اے موسیٰ	دُعا کر	ہمارے لئے	اپنا رب	سبب۔ جو	عہد	تیرے پاس	اگر	تو نے کھول دیا

اور جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جسکا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے اگر آپ اس عذاب

عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ

عَنَّا	الرِّجْزَ	لَنُؤْمِنَنَّ	لَكَ	وَ	لَنُرْسِلَنَّ	مَعَكَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	فَلَمَّا	كَشَفْنَا	عَنْهُمُ	الرِّجْزَ
ہم سے	عذاب	ہم ضرور ایمان لائینگے	تجھ پر	اور	ہم ضرور بھیج دینگے	تیرے ساتھ	بنی اسرائیل	پھر جب	ہم نے کھول دیا	ان سے	عذاب

کو ہم سے ہٹادیں تو ہم ضرور ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آویں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے۔ پھر جب اُن سے اس عذاب کو ایک

اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا

اِلٰٓى اَجَلٍ	هُمْ	بٰلِغُوْهُ	اِذَا	هُمْ	يَنْكُثُوْنَ	فَانْتَقَمْنَا	مِنْهُمْ	فَاَغْرَقْنٰهُمْ	فِى الْيَمِّ	بِاَنَّهُمْ	كَذَّبُوْا
ایک مدت تک	انہیں	اس تک پہنچنا تھا	اس وقت	وہ	(عہد) توڑ دیتے	پھر ہم نے انتقام لیا	اُن سے	پس انہیں غرق کر دیا	دریا میں	کیونکہ انہوں نے	جھٹلایا

وقت خاص تک کہ اس تک انکو پہنچنا تھا ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی انکو سمندر میں غرق کر دیا اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں

بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ

بِاٰيٰتِنَا	وَكَانُوْا	عَنْهَا	غٰفِلِيْنَ	وَاَوْرَثْنَا	الْقَوْمَ	الَّذِيْنَ	كَانُوْا	يُسْتَضْعَفُوْنَ	مَشَارِقَ
ہماری آیتوں کو	اور وہ تھے	اُن سے	غافل (جمع)	اور ہم نے وارث کیا	قوم	وہ جو	تھے	کمزور سمجھے جاتے	مشرق (جمع)

کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس سرزمین کے پُورب پچھم کا مالک بنادیا

الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ

الْاَرْضِ	وَمَغَارِبَهَا	الَّتِيْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا	وَتَمَّتْ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	الْحُسْنٰى	عَلٰى	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
زمین	اور اسکے مغرب (جمع)	وہ جس	ہم نے برکت رکھی	اس میں	اور پورا ہو گیا	وعدہ	تیرا رب	اچھا	پر	بنی اسرائیل

جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپکے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں انکے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا

بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

بِمَا	صَبَرُوْا	وَدَمَّرْنَا	مَا	كَانَ يَصْنَعُ	فِرْعَوْنُ	وَقَوْمُهٗ	وَمَا	كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ
بدلے میں	انہوں نے صبر کیا	اور ہم نے برباد کر دیا	جو	بناتے تھے (بنایا تھا)	فرعون	اور اسکی قوم	اور جو	وہ اونچا پھیلاتے تھے

اور ہم نے فرعون کو اور اسکی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ فرعون اور اس کی قوم پیہم اور مسلسل سرکشی، پیغمبر وقت کے ساتھ بغاوت، بنی اسرائیلیوں پر ظلم و زیادتی، حق کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کے باعث خدا تعالیٰ کی جانب سے مصریوں پر مختلف ہلاکتیں اور عذاب آتے رہے اور وقفہ کے ساتھ یکے بعد دیگرے ان نشانات کا ظہور ہوتا رہا۔ قحط و خشک سالی، طوفان، ٹڈی دل، جوں یا چیچڑیاں، مینڈک اور خون کے عذاب آئے اور جب ایک عذاب آتا تو فرعونی واویلا کرنے لگتے اور حضرت موسیٰؑ سے فریاد کرتے کہ اگر اس مرتبہ آپ نے اپنے خدا سے کہہ کر اس عذاب کو ٹال دیا تو ہم سب ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ بھیج دیں گے جب حضرت موسیٰؑ کی دعا سے وہ عذاب ٹل جاتا تو پھر سرکشی شروع کر دیتے اور اپنا عہد و پیمان بھلا دیتے۔ آخر پھر دوسرا عذاب آ پکڑتا اور پھر وہی صورت پیش آ جاتی۔

فرعونیوں کی عہد پر عہد شکنی اور اس کی سزا

ان آیات میں اس جرائم پیشہ قوم یعنی فرعونیوں کی اسی عادت کو بیان فرمایا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ فرعونیوں کی عادت تھی کہ بھولے بن کر اپنا کام کئے جاتے تھے۔ جب ان کی تنبیہ کے لئے کوئی عذاب آتا تو اس وقت عاجز ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور کہتے کہ اے موسیٰ آپ کو آپ کے رب نے جو دعا کا طریقہ بتا رکھا ہے اس طریقہ سے اپنے رب سے ہمارے لئے دعا مانگ دیجئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر آپ کی دعاء سے عذاب ٹل گیا تو ہم ضرور آپ کو سچا مان لیں گے اور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور فقط یہی نہیں بلکہ ہم آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھی بھیج دیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کچھ مدت کے لئے ان پر سے عذاب دور کر دیتے اور ان کو توبہ کی مہلت دیتے تو وہ عذاب کے دور ہوتے ہی فوراً اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان سے پھر جاتے اور پھر اسی نافرمانی اور سرکشی پر اتر آتے جس کے وہ عادی ہو چکے تھے۔ بالآخر مصریوں میں ایک وبا آئی۔

بنی اسرائیلیوں کی آزادی اور فرعونیوں کی غرقابی

ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب وقت آ گیا ہے تم بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین شام کی طرف لے جاؤ۔ غرض حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات بحر احمر کی راہ پر ہو لئے۔ جب فرعونیوں نے فرعون کو اطلاع کی کہ بنی اسرائیل مصر سے فرار ہونے کے لئے شہروں سے نکل گئے۔ تو فرعون نے اسی وقت ایک زبردست فوج کو ساتھ لیا اور دارالحکومت سے نکل کر ان کا تعاقب کیا اور بحر قلزم جس کو اب بحر احمر (RED SEA) کہتے ہیں جا پکڑا۔ اس سے پہلے سورۂ بقرہ میں بھی یہ قصہ گزر چکا ہے اور سورۂ شعراء میں بھی آئے گا کہ سمندر بنی اسرائیل کے لئے خشک ہو گیا اور وہ پار ہو گئے۔ ان کے پیچھے فرعون بھی مع لاؤ لشکر سمندر میں خشکی دیکھ کر اترا۔ اس کے اترتے ہی سمندر پانی سے بھر گیا اور فرعون اپنی ساری فوج سمیت غرق ہوا۔ یہاں اس سورۃ میں قرآن کریم نے فرعون کے غرق ہونے اور بنی اسرائیل کے نجات پانے کو بہت مختصر بیان کیا ہے۔ سورۂ شعراء انیسویں پارہ میں قدرے تفصیلاً ذکر ہے جو ان شاء اللہ اپنی جگہ آئے گا۔

پھر فرعونیوں کو غرق کر کے ہلاک کرنے کی اللہ تعالیٰ نے وجہ بھی بتلا دی کہ وہ ہماری نشانیوں کو برابر جھٹلاتے رہے اور ان پر لگاتار مصیبتیں پڑیں اگر سمجھ ہوتی تو سنبھل جاتے اور درست ہو کر ٹھیک رویہ اختیار کرتے لیکن انہوں نے تو مکر پن اختیار کیا۔ جان بوجھ کر انجان بن جاتے۔ نصیحتیں اس کان سے سنتے اس کان سے اڑا دیتے۔ غفلت کی انتہا کر دی۔ آخر تباہ ہو گئے اور بنی اسرائیل جنہیں ناتواں اور کمزور سمجھا جاتا تھا انہیں ایک بابرکت زمین جس سے اکثر مفسرین نے شام مراد لیا ہے کا مالک بنا دیا کہ وہاں پانی بھی خوشگوار بکثرت تھا۔ درخت میوہ دار اور سرسبز تھے۔ ملک زرخیز سرسبز اور شاداب تھا۔ یہ تو ظاہری برکات تھیں اور باطنی برکات یہ تھیں کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا مسکن و مدفن تھا۔

پھر فرعون کے قصہ کا انجام اور نتیجہ بھی بیان فرما دیا کہ جب بنی اسرائیل نے فرعونیوں کے سخت تباہ کن مصائب پر صبر کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے موافق اللہ تعالیٰ سے استعانت کی اور پیغمبر خدا کا ساتھ دیا تو پھر اللہ نے جو نیک وعدہ ان سے کیا تھا وہ پورا کر دکھایا۔ فرعون اور اس کی قوم نے اپنے غرور اور تکبر کے لئے جو ڈھونگ رچا رکھا تھا وہ سب تباہ برباد ہو گیا اور ان کی اونچی اونچی عمارتیں تہہ و بالا کر دی گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کی عبرتیں اور نصیحتیں

(۱) اگر انسان کو کوئی مصیبت اور ابتلاء پیش آ جائے اور صبر و رضا کے ساتھ اس کا تحمل کرے گا تو بلاشبہ اس کو خیر عظیم حاصل ہوگی۔

(۲) جو شخص اپنے معاملات میں خدا پر بھروسہ اور اعتماد رکھتا ہے اور اسی کو خلوص دل سے اپنا پشتیبان سمجھتا ہے تو خدائے تعالیٰ ضرور اس کی مشکلات کو آسان کر دیتا ہے۔

(۳) جس کا معاملہ حق کے ساتھ عشق تک پہنچ جاتا ہے اس کے لئے باطل کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ہیچ اور بے وجود ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۴) اگر کوئی خدا کا بندہ حق کی نصرت و حمایت کے لئے سرفروشانہ کھڑا ہو جاتا ہے تو خدا دشمنوں اور باطل پرستوں ہی میں سے اس کے معین اور مددگار پیدا کر دیتا ہے۔

(۵) اگر ایک بار بھی کوئی لذت ایمانی سے لطف اندوز ہو جائے اور صدق دل کے ساتھ اس کو قبول کر لے تو یہ نشہ اس کو ایسا مست بنا دیتا ہے کہ اس کے ہر ریشۂ جان سے وہی صدائے حق نکلنے لگتی ہے۔

(۶) صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے خواہ اس پھل کے حاصل ہونے میں کتنی ہی تاخیر ہو۔

(۷) باطل کی طاقت کتنی ہی زبردست اور پرازشوکت کیوں نہ ہو انجام کار اس کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

(۸) یہ عادت اللہ ہے کہ جابر اور ظالم قومیں جن قوموں کو ذلیل اور حقیر سمجھتی ہیں ایک دن آتا ہے کہ وہی خدا کی زمین کی وارث بنتی ہیں۔

(۹) ہمیشہ دعوت حق کی مخالفت طاقت وحکومت اور دولت وثروت میں سرشار جماعتوں کی جانب سے ہوئی اور ہمیشہ ہی انہوں نے حق کے مقابلہ میں شکست اٹھائی اور ناکام ونامراد رہیں۔

(۱۰) جو ہستی یا جو جماعت یا جو قوم دیدہ ودانستہ اور حق کو حق جانتے ہوئے بھی سرکشی کرے اور خدا کی دی ہوئی نشانیوں کی منکر اور نافرمان بنے تو اس کے لئے خدا کا قانون یہی ہے کہ ان سے قبول حق کی استعداد فنا کر دیتا ہے پھر انہیں حق نظر ہی نہیں آتا۔

(۱۱) جب کوئی جماعت یا قوم بدکرداری اور سرکشی میں مبتلا ہوتی ہے تو خدا کا قانون یہ ہے کہ ان کو فوراً ہی گرفت میں نہیں لیا جاتا بلکہ بتدریج مہلت ملتی رہتی ہے کہ اب سمجھ جائے لیکن جب وہ آمادۂ اصلاح نہیں ہوتی اور ان کی سرکشی اور بدعملی ایک خاص حد تک پہنچ جاتی ہے تو پھر خدا کی گرفت کا سخت پنجہ ان کو پکڑ لیتا ہے اور وہ بے یارومددگار فنا کے گھاٹ اتار دی جاتی ہے۔

دعا کیجئے

یَاللّٰہ اس ملک اور اس قوم کو بھی اسلام اور ایمان اور اتباع رسول کی دولت سے نواز دے اور یہاں قرآن وسنت کا بول بالا فرما دے۔

یَاللّٰہ دنیا میں بھی ہم کو عزت عطا فرما اور ذلت سے بچا لے اور آخرت میں بھی انعام واحسان سے نواز دے اور ہر طرح کے عذاب سے بچا لے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّھُمْ ۚ قَالُوْا

وَ	جٰوَزْنَا	بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	الْبَحْرَ	فَاَتَوْا	عَلٰی	قَوْمٍ	یَّعْکُفُوْنَ	عَلٰی	اَصْنَامٍ	لَّھُمْ	قَالُوْا
اور	ہم نے پار اتارا	بنی اسرائیل کو	بحر (قلزم)	پس وہ آئے	پر (پاس)	ایک قوم	جے بیٹھے تھے	پر	صنم (جمع) بت	اپنے	وہ بولے

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتار دیا پس ان لوگوں کا ایک قوم پر گذر ہوا جو اپنے چند بتوں کو لگے بیٹھے ہیں کہنے لگے

یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ۗ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ

یٰمُوْسٰی	اجْعَلْ	لَّنَا	اِلٰھًا	کَمَا	لَھُمْ	اٰلِھَۃٌ	قَالَ	اِنَّکُمْ	قَوْمٌ	تَجْھَلُوْنَ	اِنَّ	ھٰٓؤُلَآءِ
اے موسیٰ	بنادے	ہمارے لئے	بت	جیسے	انکے لئے	معبود (جمع) بت	اس نے کہا	بیشک تم	تم لوگ	جہل کرتے ہو	بیشک	یہ لوگ

اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کردیجئے جیسے انکے یہ معبود ہیں آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔ یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں

مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْہِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰھًا وَّھُوَ فَضَّلَکُمْ

مُتَبَّرٌ	مَا	ھُمْ	فِیْہِ	وَبٰطِلٌ	مَا	کَانُوْا + یَعْمَلُوْنَ	قَالَ	اَغَیْرَ اللّٰہِ	اَبْغِیْکُمْ	اِلٰھًا	وَ	ھُوَ	فَضَّلَکُمْ
تباہ ہونے والی ہے	جو	وہ	اسمیں	اور باطل	جو	وہ کر رہے ہیں	اس نے کہا	کیا اللہ کے سوا	تلاش کروں تمہارے لئے	کوئی معبود	حالانکہ	اس	فضیلت دی تمہیں

یہ تباہ کیا جاوے گا اور انکا یہ کام محض بے بنیاد ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کردوں حالانکہ اس نے تمکو تمام دنیا جہان

عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ

عَلٰی	الْعٰلَمِیْنَ	وَاِذْ	اَنْجَیْنٰکُمْ	مِنْ	اٰلِ فِرْعَوْنَ	یَسُوْمُوْنَکُمْ	سُوْٓءَ	الْعَذَابِ
پر	سارے جہان	اور جب	ہم نے تمہیں نجات دی	سے	فرعون والے	تمہیں تکلیف دیتے تھے	برا	عذاب

والوں پر فوقیت دی ہے۔ اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمکو فرعون والوں سے بچالیا جو تمکو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے

یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ ۭ وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾

یُقَتِّلُوْنَ	اَبْنَآءَکُمْ	وَیَسْتَحْیُوْنَ	نِسَآءَکُمْ	وَ	فِیْ ذٰلِکُمْ	بَلَآءٌ	مِنْ	رَّبِّکُمْ	عَظِیْمٌ
مار ڈالتے تھے	تمہارے بیٹے	اور جیتا چھوڑ دیتے تھے	تمہاری عورتیں (بیٹیاں)	اور	اس میں تمہارے لئے	آزمائش	سے	تمہارا رب	بڑا۔ بڑی

بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اسمیں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔

بنی اسرائیل کے حالات بیان کرنے کا مقصد

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے ان حالات بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کو ایک قسم کی تسلی دینی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان معاملات میں جو آپ کو اپنے زمانہ کے یہود کے ساتھ پیش آئے تھے کہ ان میں تو ہمیشہ سے احسان فراموش ہوتے آئے ہیں نیز در پردہ مسلمانوں کو بھی تلقین ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو نعمت ایمان سے سرفراز کیا۔ فضیلت اسلام عطا کی تو اب غیر اللہ کی پرستش کا خیال دل میں لانا' خدا کی نافرمانی کرنی' اپنے نبی کے قول پر نہ چلنا' انتہائی جہالت اور کفران نعمت ہے۔ لہٰذا مسلمان ہر وقت بیدار رہیں اور اپنے اعمال کا جائزہ اور نفس کی نگرانی رکھنے سے غفلت نہ کریں۔

غلامی کے اثرات

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب بنی اسرائیل بحر قلزم کے شمالی سرے کو عبور کر کے جزیرہ نمائے سینا میں قدم رکھ چکے تو ان کا گزر کوئی بت پرست قوم تھی اس پر ہوا جو اپنے بتوں کی پوجا میں مشغول تھے۔ بنی اسرائیل نے یہ منظر دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم کو بھی ایسے ہی معبود بنا دیجئے تا کہ ہم بھی اسی طرح ان کی پرستش کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی زبانی یہ مشرکانہ مطالبہ سنا تو بہت زیادہ ناراض ہوئے اور بنی اسرائیل کو ڈانٹا۔ عار دلائی اور ملامت کی کہ بدبختو! خدائے واحد کی پرستش چھوڑ کر بتوں کی پوجا پر مائل ہو اور خدا کی ان تمام نعمتوں کو فراموش کر بیٹھے جن کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر چکے ہو۔ ان کا یہ شغل بت پرستی بجائے خود بھی باطل ہے اور انجام کار اس کے حق میں خدائے قادر وقدوس کی طرف سے تباہی و بربادی بھی ہے۔ تم آخر کیا ایسوں کی تقلید کی طرف جا رہے ہو؟

بنی اسرائیل کی اس بے ہودہ فرمائش سے معلوم ہوتا ہے کہ سچی توحید پرستی ان کے دل میں نہیں اتری تھی اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ معبود سازی اپنے اختیار اور انتخاب کی چیز ہے اور اپنے قومی سردار اور رہبر کے بس میں ہے کہ وہ جب اور جیسے چاہے اپنی قوم کے لئے معبود قرار دے دے۔ اسی کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تمہاری سمجھ میں اتنی موٹی سی بات نہیں آتی۔ کیا معبود ٹھہرا دینا میرے یا کسی کے اختیار کی بات ہے اور پھر شرک تو کسی قوم کے لئے کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ تمہارے لئے جو شروع سے توحید کے حامل اور علم بردار بنا کر بھیجے گئے ہوں تم ذرا اس بات پر تو غور کرو کہ اس زمانہ کے تمام انسانوں پر اللہ نے تم کو برتری عطا کی۔ تم کو راہ حق دکھائی۔ فرعونیوں کے پنجہ سے رہا کیا جو طرح طرح کی ایذائیں تم کو دیا کرتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ان سب سے بچا کر تم کو نعمت آزادی کی عطا کی اور تم ایسے جاہل ہو کہ اس واحد اور قادر مطلق سے منہ موڑ کر بتوں کی پرستش کے خواستگار ہو۔ یہ کس قدر نادانی ہے۔

یہ بے ہودہ اور جاہلانہ درخواست بھی مصر کی آب و ہوا اور وہاں کے بت پرستوں کی صحبت کے تاثرات کو ظاہر کرتی ہے اور وہی جذبہ تھا جو ان پجاریوں کو دیکھ کر بنی اسرائیل میں ابھر آیا اور موسیٰ علیہ السلام سے ایسا ناپاک مطالبہ کر بیٹھے حالانکہ یہ قوم بنی اسرائیل ان تمام معرکہ ہائے حق و باطل کو آنکھوں سے دیکھ چکی تھی اور حق کی کامیابی کے ساتھ فرعون سے نجات پا چکی تھی مگر پھر بھی موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ یہ کرتی ہے کہ ہم کو بھی ایسے ہی معبود (یعنی بت) بنا دیجئے جیسا کہ یہ پوجاری بت خانہ میں بیٹھے پوج رہے ہیں۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب ہو۔ اور ہم آپ کی تعلیمات وہدایات کا دل و جان سے اتباع کرنے والے ہوں اور شریعت اسلامیہ کی پوری پوری ظاہر و باطن میں پابندی ہر حال میں نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ

وَوٰعَدْنَا	مُوْسٰى	ثَلٰثِيْنَ	لَيْلَةً	وَّاَتْمَمْنٰهَا	بِعَشْرٍ	فَتَمَّ	مِيْقَاتُ	رَبِّهٖٓ	اَرْبَعِيْنَ	لَيْلَةً
اور ہم نے وعدہ کیا	موسیٰ	تیس	رات	اور اسکو ہم نے پورا کیا	دس سے	تو پوری ہوئی	مدت	اس کا رب	چالیس	رات

اور ہم نے موسیٰ سے تیس شب کا وعدہ کیا اور دس شب اور ان تیس راتوں کا تتمہ بنایا سو انکے پروردگار کا وقت پورے چالیس شب ہو گیا اور موسیٰ نے

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤٢﴾

وَقَالَ	مُوْسٰى	لِاَخِيْهِ	هٰرُوْنَ	اخْلُفْنِيْ	فِيْ قَوْمِيْ	وَاَصْلِحْ	وَلَا تَتَّبِعْ	سَبِيْلَ	الْمُفْسِدِيْنَ
اور کہا	موسیٰ	اپنے بھائی سے	ہارونؑ	میرا خلیفہ (نائب) رہ	میری قوم میں	اور اصلاح کرنا	اور نہ پیروی کرنا	راستہ	مفسد (جمع)

اپنے بھائی ہارونؑ سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ

وَلَمَّا	جَآءَ	مُوْسٰى	لِمِيْقَاتِنَا	وَكَلَّمَهٗ	رَبُّهٗ	قَالَ	رَبِّ	اَرِنِيْٓ	اَنْظُرْ	اِلَيْكَ	قَالَ	لَنْ تَرٰىنِيْ
اور جب	آیا	موسیٰ	ہماری وعدہ گاہ پر	اور اس نے کلام کیا	اپنا رب	اس نے کہا	اے میرے رب	مجھے دکھا	میں دیکھوں	تیری طرف (تجھے)	اس نے کہا	تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا

اور جب موسیٰ ہمارے وقت پر آئے اور انکے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھکو دکھلا دیجئے کہ میں آپکو ایک نظر دیکھ لوں

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ

وَلٰكِنِ	انْظُرْ	اِلَى	الْجَبَلِ	فَاِنِ	اسْتَقَرَّ	مَكَانَهٗ	فَسَوْفَ	تَرٰىنِيْ	فَلَمَّا	تَجَلّٰى	رَبُّهٗ	لِلْجَبَلِ	جَعَلَهٗ
اور لیکن (البتہ)	تو دیکھ	طرف	پہاڑ	پس اگر	وہ ٹھہرا رہا	اپنی جگہ	تو تبھی	تو مجھے دیکھ لے گا	پس جب	تجلی کی	اس کا رب	پہاڑ کی طرف	اس کو کر دیا

ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو سو اگر یہ اپنی جگہ پر قرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے پس انکے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تجلی نے اسکے پرخچے اڑا دیئے

دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٤٣﴾

دَكًّا	وَّخَرَّ	مُوْسٰى	صَعِقًا	فَلَمَّآ	اَفَاقَ	قَالَ	سُبْحٰنَكَ	تُبْتُ	اِلَيْكَ	وَاَنَا	اَوَّلُ	الْمُؤْمِنِيْنَ
ریزہ ریزہ	اور گرا	موسیٰ	بیہوش	پھر جب	ہوش آیا	اس نے کہا	تو پاک ہے	میں نے توبہ کی	تیری طرف	اور میں	سب سے پہلا	ایمان لانے والا

اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بیشک آپ کی ذات منزہ ہے میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں

بنی اسرائیل کیلئے شریعت حاصل کرنے کیلئے حضرت موسیٰ کا کوہ طور پر اعتکاف

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ جب بنی اسرائیل فرعونی حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو شریعت عطا کی جائے گی۔ جب بنی اسرائیلیوں کو فرعون کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہمارے لئے کوئی آسمانی شریعت لائیے جس پر ہم دلجمعی سے عمل کر کے دکھلائیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی۔ اس سلسلہ میں موسیٰ علیہ السلام کو جو حق تعالیٰ کا حکم کوہ طور پر عبادت کرنے کا اور پھر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے اور پھر شوق میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی

درخواست کرنے اور پھر اللہ تعالیٰ کا اپنی تجلی کا ظہور پہاڑ پر ڈالنا جس سے پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو جانا اور پھر ہوش میں آ کر اپنی درخواست پر معذرت پیش کرنا۔ یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے تیس دن کی مدت مقرر کر دی کہ کوہ طور پر جا کر اعتکاف کریں اور شب و روز عبادت و دعا میں مشغول رہیں۔ روزہ رکھیں اور اللہ کے ذکر فکر میں سارا وقت گزاریں۔ اس ایک ماہ کی مدت پر بعد میں دس دن کا اضافہ فرمایا گیا اور اس طرح خلوت میں عبادت کا ایک چلہ پورا ہوا۔ قرآن کریم نے یہاں صرف اسی قدر ذکر کیا ہے کہ یہ مدت اول تیس دن تھی اور پھر بڑھا کر چالیس دن کر دی گئی۔ وجہ بیان نہیں کی۔

تفسیر روح المعانی میں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ماہ کا اعتکاف ختم ہو گیا تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کی تیاری شروع کی چونکہ مسلسل ایک ماہ روزہ ہی میں بسر کئے تھے اس لئے منہ میں بو محسوس کرتے تھے جو روزہ دار کے منہ میں بھوک کی حالت میں ہو جاتی ہے لہٰذا انہوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ رب العالمین سے اس حالت میں ہم کلام ہوں اور انہوں نے ایک خوشبودار بوٹی کو چبایا اور کھا لیا۔ فوراً ہی وحی الٰہی نے ٹوکا کہ تم نے ہم کلامی سے پہلے روزہ کیوں افطار کر لیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کی وجہ بیان کر دی تب حکم ہوا کہ اس مدت کو بڑھا کر چالیس دن کر دو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے ہاں روزہ دار کے منہ کی بو بھی مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے۔

الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اعتکاف و عبادت کے ایام کوہ طور پر تیس دن سے بڑھا کر چالیس یوم کر دیئے گئے اور اس طرح یہ چلہ پورا ہوا۔ روحانی ریاضیات کے لئے صوفیائے کرام کی "چلہ کشی" غالباً اسی واقعہ سے اخذ کی گئی ہے جس کی برکات مشاہد ہیں اور تجربہ بتاتا ہے کہ کسی کام پر استقامت حاصل کرنے کے لئے عموماً یہ مدت مفید ثابت ہوتی ہے۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ پر ایک چلہ کی مدت کے لئے خاص ریاضتوں کے ساتھ قیام کیا یہ چلہ پورا مہینہ ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن کا تھا جیسا کہ سلف سے منقول ہے۔

بنی اسرائیل کی نگرانی

حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر عبادت کے لئے تشریف لے جانے کے لئے تیار ہوئے تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہا کہ تم میرے پیچھے بنی اسرائیل کے نگراں رہو گے ان کی دیکھ بھال کرنا کہ یہ کہیں واہی تباہی باتوں میں نہ پھنس جائیں۔ ہر وقت ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا کیونکہ ان میں کبھی کبھی ان بے ہودہ رسموں کا شوق اٹھتا ہے جو وہ مصر میں مدتوں تک دیکھتے رہے ہیں اور جن پر فرعون انہیں زبردستی چلاتا رہا ہے۔ ان میں اکثر ابھی شیطانی کاموں کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ میرے پیچھے یہ لوگ کچھ گڑبڑ مچائیں تو تم اصلاح کرنا اور میرے طریق کار پر کاربند رہنا۔ مفسدہ پردازوں کی راہ مت چلنا اور تم ان کے فتنہ فساد کے داؤ کو کامیاب نہ ہونے دینا۔

تجلی الٰہی سے سرفرازی

موسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر کوہ طور پر عبادت کے لئے تشریف لے گئے اور چالیس دن کی میعاد پوری ہو چکنے پر حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کسی مخصوص اور ممتاز رنگ میں شرف مکالمہ بخشا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک عجیب سرور اور نشاط حاصل ہوا تو دل میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی اور سوچا کہ جس کے کلام میں یہ لطف ہے اس کے دیدار میں کس قدر شادمانی و مسرت ہو گی۔ بہر حال شوق دیدار الٰہی ایسا غالب ہوا کہ بے ساختہ درخواست پیش کی کہ خدایا جب تو نے مجھے اپنے کلام کی لذت سے نوازا تو پھر لذت مشاہدہ اور دیدار بھی نصیب فرمایا جائے اور میں ان آنکھوں سے آپ کو دیکھ لوں حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ تم مشاہدہ ذات باری تعالیٰ کی تاب نہ لا سکو گے۔ دنیا میں کسی مخلوق کا یہ فانی وجود اور فانی قویٰ اس ذوالجلال والاکرام کے دیدار کا تحمل نہیں کر سکتے۔ اچھا تم

پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو ہم اپنی ذات کی تجلی کی ایک ذراسی جھلک اس پہاڑ پر ڈالتے ہیں اگر پہاڑ جیسی سخت اور مضبوط چیز اس کو برداشت کر سکی تو ممکن ہے کہ تم کو بھی اس کا تحمل ہو جائے ورنہ سمجھ لیجئے کہ جس چیز کا تحمل پہاڑ سے نہ ہو سکے کسی انسان کی مادی ترکیب اور جسمانی آنکھیں اسے کیسے برداشت کر سکتی ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کو انسانی وجود کی کمزوری کی طرف توجہ دلائی گئی۔ حق تعالیٰ کی تجلیات بہت طرح کی ہیں اور یہ حق تعالیٰ کا ارادی فعل ہے کہ جس چیز پر جس طرح چاہیں تجلی فرمائیں۔ چنانچہ پہاڑ کے جس حصہ پر حق تعالیٰ نے تجلی فرمائی اس نے فوراً پہاڑ کے اس حصہ کو ریزہ ریزہ کر ڈالا اور موسیٰ علیہ السلام چونکہ محل تجلی سے قریب تھے ان پر اس قرب محل اور پہاڑ کے ہیبت ناک منظر دیکھنے کا یہ اثر ہوا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ بلاتشبیہ یوں سمجھ لیجئے کہ بجلی جس چیز پر گرتی ہے اسے جلا کر ایک آن میں کس طرح خاک وسیاہ کر دیتی ہے اور جو لوگ اس مقام کے نزدیک ہوتے ہیں۔ بسا اوقات انہیں بھی کم وبیش صدمہ پہنچ جاتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو انہوں نے خدائے برتر کی حمد وثنا کی اور اقرار کیا کہ واقعی اے رب تو کسی مخلوق کے مشابہ نہیں اس لئے یہ فانی آنکھیں تجھے دیکھ نہیں سکتیں اور تیرے دیدار کا تحمل نہیں کر سکتیں۔ تیری پاکی اور برتری کا تقاضا یہ ہے کہ کسی چیز کی طلب تیری اجازت کے بغیر نہ کی جائے۔ میں توبہ کرتا ہوں کہ فرط اشتیاق میں بغیر اجازت کے ایک درخواست کر گزرا۔ میں اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے پہلے تیری عظمت وجلال کا یقین رکھتا ہوں اور پہلا وہ شخص ہوں جس پر منکشف ہوا کہ خداوند قدوس کو دنیا میں دیکھنا ظاہری آنکھوں سے واقع نہیں ہو سکتا۔

موت سے پہلے دیدار الٰہی

ان آیات سے ثابت ہوا کہ دنیا میں کسی کو موت سے پہلے دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہونا گو عقلاً ممکن ہے مگر شرعاً محال ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست دیدار تو امکان عقلی کو بتلا رہی ہے ورنہ ایک جلیل القدر پیغمبر ناممکن چیز کی درخواست کیسے کر سکتے تھے کہ یہ بھی ناممکن ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کا جواب اس کے شرعاً محال ہونے کو بتلا رہا ہے اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا دنیا میں عقلاً ممکن مگر شرعاً اس کا وقوع محال ہے اور آخرت میں اس کا وقوع قرآن وحدیث سے ثابت ہے رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج میں دیکھنا تو حضرت تھانویؒ نے مسائل السلوک میں لکھا ہے کہ شب معراج اس سے مستثنیٰ ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دیدار پرانوار سے آخرت میں ہم سب کو نوازیں۔ اور دنیا میں ہمیں اپنے نبی پاک کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہراً وباطناً پابند رکھیں۔ مفسدوں کی راہ سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرماویں۔ اور غیر شرعی ولایعنی امور پر چلنے سے ہمیں کامل طور پر بچاویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ

قَالَ	يٰمُوْسٰٓى	اِنِّىْ	اصْطَفَيْتُكَ	عَلَى	النَّاسِ	بِرِسٰلٰتِىْ	وَبِكَلَامِىْ	فَخُذْ	مَآ اٰتَيْتُكَ
کہا	اے موسیٰ	بیشک میں	میں نے تجھے چن لیا	پر	لوگ	اپنے پیغام (جمع)	اور اپنے کلام سے	پس پکڑ لے	جو میں نے تجھے دیا

ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے اور لوگوں پر تمکو امتیاز دیا ہے تو جو کچھ تمکو میں نے عطا کیا ہے اسکو لو اور شکر کرو۔

وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا

وَكُنْ	مِّنَ	الشّٰكِرِيْنَ	وَكَتَبْنَا	لَهٗ	فِى	الْاَلْوَاحِ	مِنْ	كُلِّ شَىْءٍ	مَّوْعِظَةً	وَّ	تَفْصِيْلًا
اور رہو	سے	شکرگزار (جمع)	اور ہم نے لکھدی	اسکے لئے	میں	تختیاں	سے	ہر چیز	نصیحت	اور	تفصیل

اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل انکو لکھ کر دی تو اِن کو کوشش کے ساتھ عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو حکم کرو

لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۗ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

لِّكُلِّ شَىْءٍ	فَخُذْهَا	بِقُوَّةٍ	وَّاْمُرْ	قَوْمَكَ	يَاْخُذُوْا	بِاَحْسَنِهَا	سَاُورِيْكُمْ	دَارَ الْفٰسِقِيْنَ
ہر چیز کی	پس تو اسے پکڑ لے	قوت سے	اور حکم دے	اپنی قوم	وہ پکڑیں (اختیار کریں)	اسکی اچھی باتیں	عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا	نافرمانوں کا گھر

کہ اِنکے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں میں اب بہت جلد تم لوگوں کو بے حکموں کا مقام دکھلاتا ہوں۔ میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ

سَاَصْرِفُ	عَنْ	اٰيٰتِىَ	الَّذِيْنَ	يَتَكَبَّرُوْنَ	فِى الْاَرْضِ	بِغَيْرِ الْحَقِّ	وَاِنْ	يَّرَوْا	كُلَّ اٰيَةٍ
میں عنقریب پھیردوں گا	سے	اپنی آیات	وہ لوگ جو	تکبر کرتے ہیں	زمین میں	ناحق	اور اگر	وہ دیکھ لیں	ہر نشانی

جو دُنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا انکو کوئی حق حاصل نہیں اور اگر تمام نشان دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لاویں

لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ

لَا يُؤْمِنُوْا	بِهَا	وَاِنْ	يَّرَوْا	سَبِيْلَ	الرُّشْدِ	لَا يَتَّخِذُوْهُ	سَبِيْلًا	وَاِنْ	يَّرَوْا	سَبِيْلَ
نہ ایمان لائیں	اس پر	اور اگر	دیکھ لیں	راستہ	ہدایت	نہ پکڑیں (اختیار کریں)	راستہ	اور اگر	دیکھ لیں	راستہ

اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسکو اپنا طریقہ نہ بناویں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسکو اپنا طریقہ بنالیں یہ اس سبب سے ہے کہ

الْغَىِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ

الْغَىِّ	يَتَّخِذُوْهُ	سَبِيْلًا	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَكَانُوْا	عَنْهَا	غٰفِلِيْنَ	وَ	الَّذِيْنَ
گمراہی	اختیار کرلیں اسے	راستہ	یہ	اس لئے کہ انہوں نے	جھٹلایا	ہماری آیات	اور تھے	اس سے	غافل (جمع)	اور	جو لوگ

انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور ان سے غافل رہے۔ اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَلِقَآءِ	الْاٰخِرَةِ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ	هَلْ	يُجْزَوْنَ	اِلَّا	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
جھٹلایا	ہماری آیات کو	اور ملاقات	آخرت	ضائع ہو گئے	انکے عمل	کیا	وہ بدلہ پائیں گے	مگر	جو	وہ کرتے تھے

اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا انکے سب کام غارت گئے انکو وہی سزا دی جاوے گی جو کچھ یہ کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ کو تورات کا عطاء ہونا اور بنی اسرائیلیوں کے لئے خصوصی ہدایات

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ دیدار جس کی تم نے درخواست کی تھی نہ ہوسکا تو نہ سہی۔ یہ شرف اور امتیاز کیا تھوڑا ہے کہ ہم نے تم کو پیغمبر بنایا۔ بلاواسطہ تم سے کلام فرمایا اور تورات عطا کی۔ سو جس قدر بخشش ہماری طرف سے ہوئی اس کو لیجئے اور ان بندوں میں شامل رہیئے جنہیں خدا نے "شاکرین" کے امتیازی لقب سے نوازا ہے۔ اس کے بعد بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات جو تختیوں پر لکھی ہوئی تھی اور جن میں ہر قسم کی نصیحتیں اور تمام ضروری احکام کی تفصیل تھی اس کے حکم کے ساتھ عطا کی گئی کہ خود بھی ان احکام پر مضبوطی اور احتیاط کے ساتھ عمل کریں اور اپنی قوم کو بھی سمجھائیں کہ ان بہترین ہدایات پر پختگی کے ساتھ عمل کرتے رہیں اور اس حکم کے بعد فرمایا کہ عنقریب میں تمہیں فاسقوں یعنی نافرمانوں کے گھر دکھلاؤں گا۔

اس جملہ کی تفسیر مفسرین نے کئی طرح سے کی ہے۔ بعض نے یہ تشریح کی ہے کہ آگے چل کر عاد وثمود اور دوسری گذشتہ تباہ شدہ قوموں کی ویران بستیاں دکھلاؤں گا کہ کیسی تباہ اور ویران پڑی ہیں تا کہ ان کو دیکھ کر عبرت و نصیحت ہو کہ فسق و فجور اور نافرمانی و گمراہی کا کیا انجام ہوتا ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس جملہ ساوریکم دار الفسقین سے بنی اسرائیل کو اس بات پر آمادہ کرنا تھا کہ پختگی اور عزم کے ساتھ قانون الٰہی کی پابندی کریں اور خدا کے کامل فرمانبردار بنیں اگر نافرمانی کریں گے تو انہیں نافرمانوں کا گھر دکھلایا جائے گا یعنی آخرت میں دوزخ اور دنیا میں تباہی اور رسوائی اور بعض مفسرین نے نافرمانوں کے گھر سے شام یا مصر مراد لیا ہے جو نافرمان قوم عمالقہ یا فرعونیوں کا ملک تھا۔ اس صورت میں یہ جملہ بنی اسرائیل کے لئے بشارت ہوگا کہ اگر پوری طرح فرمانبرداری کرو گے تو نافرمانوں کے ملک تم کو دیئے جائیں گے اور تم کو یہ دکھلادوں گا کہ خدا دشمنوں کے مکانات کا دوستوں کو کیسے وارث بناتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آگے مزید ہدایات دی جارہی ہیں کہ یہ میرا قانون فطرت ہے کہ جو لوگ خدا اور پیغمبروں کے مقابلہ میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور بغیر کسی حق کے زمین میں بڑے بنتے ہیں اور نخوت اور غرور ان کو اجازت نہیں دیتا کہ احکام الٰہی کو قبول کریں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ان کے دل اپنی آیات کی طرف سے پھیر دیں گے کہ پھر ان سے نفع اٹھانے کی انہیں توفیق نہ ہوگی۔ ایسے لوگوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ خواہ کتنے ہی خدائی نشان دیکھیں اور کتنی ہی آیتیں سنیں مگر ٹس سے مس نہ ہوں۔ ہدایت کی سڑک کیسی ہی صاف اور کشادہ ہو اس پر نہ چلیں۔ ہاں گمراہی کے راستہ پر نفسانی خواہشات کی پیروی میں دوڑے چلے جائیں۔ یہ نتیجہ تکذیب کی عادت اور غفلت کی خصلت سے پیدا ہوتا ہے کہ دل مسخ ہو جاتا ہے۔

آگے مزید ہدایت دی جارہی ہے کہ انبیاء کی تعلیم پر نہ چلنے والے آیات الٰہیہ کی تکذیب کرنے والے اور قیامت کا انکار کرنے والے اس بات پر مغرور نہ ہوں کہ انہوں نے کچھ نیکیاں کی ہوں گی تو ان کی جزا ان کو ملے گی۔ ایسی بے ضابطہ اور خلاف قاعدہ بھلائیاں بھی قابل اعتبار نہیں۔ کفر وشرک اور انکار واعراض کے ساتھ تمام اعمال خیر آخرت میں رائیگاں اور ضائع اور غیر مفید اور لاحاصل ہونے والے ہیں۔ اور ان کا رائیگاں اور ضائع ہونا خود انہی کے کرتوت یعنی تکذیب اور اعراض کی پاداش میں ہے۔

مقصود ان آیات۔ سے تنبیہ و تاکید ہے کہ آیات خداوندی کے مشاہدہ کے بعد ان سے غفلت اور اعراض تباہی و بربادی کا موجب ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں اپنے تمام اعمال کتاب اور سنت کے موافق کرنے اور آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے توفیق عطا ہو۔ ہماری سعی اور عمل آخرت میں بار آور ہوں۔ یا اللہ احکام الٰہیہ کی مخالفت اور کتاب وسنت سے مقابلہ کی گمراہی سے ہم سب کو محفوظ فرما اور تمام امت مسلمہ کو ہدایت کے راستوں پر چلنے اور گمراہی کے راستوں سے بچنے کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ

وَاتَّخَذَ	قَوْمُ	مُوْسٰى	مِنْۢ بَعْدِهٖ	مِنْ	حُلِيِّهِمْ	عِجْلًا	جَسَدًا	لَّهٗ	خُوَارٌ	اَلَمْ يَرَوْا	اَنَّهٗ
اور بنایا	قوم	موسیٰ	اسکے بعد	سے	اپنے زیور	ایک بچھڑا	ایک دھڑ	اسمیں	گائے کی آواز	کیا نہ دیکھا انہوں نے	کہ وہ

اور موسیٰ کی قوم نے انکے بعد اپنے زیوروں کا ایک بچھڑا ٹھیرا لیا جو کہ ایک قالب تھا جسمیں ایک آواز تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا تھا

لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ

لَا يُكَلِّمُهُمْ	وَلَا يَهْدِيْهِمْ	سَبِيْلًا	اِتَّخَذُوْهُ	وَ	كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ	وَ	لَمَّا	سُقِطَ + فِيْٓ + اَيْدِيْهِمْ
نہیں کلام کرتا ان سے	اور نہیں دکھاتا انہیں	راستہ	انہوں نے بنالیا	اور	وہ ظالم تھے	اور	جب	گرے اپنے ہاتھوں میں (نادم ہوئے)

اور نہ انکو کوئی راہ بتلاتا تھا اسکو انہوں نے معبود قرار دیا اور بڑا ظلم اور بے ڈھنگا کام کیا۔اور جب نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ

وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

وَرَاَوْا	اَنَّهُمْ	قَدْ ضَلُّوْا	قَالُوْا	لَىِٕنْ	لَّمْ يَرْحَمْنَا	رَبُّنَا	وَيَغْفِرْ لَنَا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ
اور دیکھا انہوں نے	کہ وہ	تحقیق گمراہ ہوگئے	وہ کہنے لگے	اگر	رحم نہ کیا ہم پر	ہمارا رب	اور (نہ) بخش دیا	ضرور ہو جائینگے ہم	سے	خسارہ پانیوالے

واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے گذرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اور بنی اسرائیلیوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی

جمہور مفسرین کی تفسیر کے مطابق اور قرآن پاک کی دوسری آیات کو جہاں اس واقعہ کو بیان فرمایا گیا ہے مدنظر رکھتے ہوئے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تورات لینے کے لئے تشریف لے جانے لگے تو بنی اسرائیل سے یہ فرمایا کہ میرے اعتکاف کی مدت ایک ماہ ہے۔ مدت پوری ہونے پر تمہارے پاس واپس آؤں گا۔ میرے بھائی ہارونؑ تمہارے پاس موجود ہیں۔ یہ تمہارے حال کے نگراں رہیں گے مگر طور پر جا کر وہ مدت بجائے تیس دن کے چالیس دن کی ہوگئی۔ اور اس دس روز کی تاخیر سے بنی اسرائیل میں اضطراب پیدا ہونے لگا۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص سامری سنار تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی تاخیر سے مضطرب ہورہے ہیں تو اس نے کہا کہ اگر تم اپنے وہ تمام زیورات میرے پاس لے کر آؤ جو تم نے مصریوں سے مستعار لئے تھے اور پھر واپس نہ کرسکے تو میں تمہارے فائدہ کی ایک بات کردوں۔ سامری کے دل میں کفر وشرک کی نجاست بھری ہوئی تھی۔ پس جب بنی اسرائیل نے تمام سونے کے زیورات لاکر اس کے حوالہ کردیئے تو اس نے ان کو بھٹی میں ڈال کر گلا دیا اور اس سے ایک گوسالہ یعنی گائے کا بچھڑا تیار کیا اور اس کے پیٹ کے اندر ایک مشت خاک ڈال دی جس سے بچھڑے میں آثار حیات پیدا ہوگئے اور بچھڑے کی سی بھائیں بھائیں آواز کرنے لگا۔ اب سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ موسیٰ سے غلطی اور بھول ہوگئی کہ وہ خدا کی تلاش میں طور پر گئے۔ تمہارا معبود تو یہ موجود ہے۔ یہ گذشتہ آیات میں ایک جگہ بیان ہوچکا ہے کہ مصر سے نکلنے کے بعد راستہ میں جب ایک بت پرست قوم پر بنی اسرائیل کا گزر ہوا تھا تو ان کو دیکھ کر ان کا دل بھی للچایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرنے لگے تھے کہ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا ہی معبود تجویز کردیجئے مگر حضرت موسیٰ کی ڈانٹ اور تنبیہ سے چپ ہورہے تھے۔ پھر صدیوں تک فرعون کی غلامی نے بنی اسرائیل میں مشرکانہ رسوم وعقائد کو پھیلا دیا تھا اور وہ اس رنگ میں کافی حد تک رنگے جاچکے تھے۔ گوسالہ پرستی مصر کا قدیم عقیدہ تھا اور فرعونی حکومت میں بنی اسرائیل بھی اس کے خوگر ہو گئے تھے۔ اب سامری نے جب بنی اسرائیل کو ترغیب دی کہ وہ اس کے

بنائے ہوئے بچھڑے کو اپنا معبود سمجھیں اور اس کی پرستش کریں تو بنی اسرائیل نے بآسانی اس کو قبول کر لیا۔ لکھا ہے کہ مصر سے نکلتے وقت حضرت جبرئیل ایک روز سوار کی صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ سامری کو کسی ڈھب سے یہ معلوم ہو گیا جب جبرئیل علیہ السلام واپس جانے لگے تو اس نے دیکھا کہ جہاں ان کے گھوڑے کا قدم پڑتا ہے وہ جگہ سبز ہو جاتی ہے۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ خاک حیات بخش ہے بس فوراً تھوڑی سی خاک لے کر رکھ لی اور یہی خاک اس نے گھڑے ہوئے بچھڑے کے پیٹ میں ڈالی تھی جس سے وہ اچھا خاصہ زندہ گوسالہ معلوم ہونے لگا اور اس سے آواز نکلنے لگی بنی اسرائیل نے یہ عجیب واقعہ دیکھا تو چونکہ محسوس پرستی کے خوگر تھے بلا تامل اس بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ دیکھا تو بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ ایسا نہ کرو یہ تو گمراہی کا راستہ ہے مگر انہوں نے ہارون علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ نہ آ جائیں ہم اس سے باز آنے والے نہیں اور اپنی حماقت سے ایک خود ساختہ ڈھانچے میں سے گائے کی سی آواز سن لینے پر مفتون ہو گئے اور بچھڑے کو خدا سمجھ بیٹھے حالانکہ اس کے بے معنیٰ آواز میں نہ کوئی کلام وخطاب تھا۔ نہ دینی یا دنیوی رہنمائی اس سے ہوتی تھی۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے تھے کہ شان الوہیت کسی عاجز مخلوق میں کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور یہ کتنا بڑا ظلم اور بے موقع کام تھا کہ ایک معمولی جانور کی صورت کو خدا کہہ دیا جائے۔ بات درحقیقت یہ ہے کہ اس قوم کو پہلے ہی سے ایسی بے موقع باتیں کرنے کی عادت تھی جیسے اس سے پیشتر بھی موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کر چکے تھے۔ یہاں جب بنی اسرائیل میں یہ نوبت پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ سے مطلع کرنا مناسب جانا اور موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ تم نے قوم کو چھوڑ کر یہاں آنے میں اتنی جلدی کیوں کی۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا "خدایا اس لئے کہ تیرے پاس جلدی حاضر ہو کر قوم کے لئے ہدایت اور قانون شریعت حاصل کروں"۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کو بتایا کہ جس کی ہدایت کے لئے تم اس قدر مضطرب ہو وہ اس گمراہی میں مبتلا ہے اور اس نے گائے کے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو ان کو سخت رنج ہوا اور غصہ اور ندامت کے ساتھ قوم کی طرف واپس ہوئے اور پھر قوم سے اور اس کے بعد اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے اور پھر سامری سے سختی سے اس معاملہ کی باز پرس کی۔

بنی اسرائیل کی سزا، ندامت اور بخشش

سورۂ بقرہ میں ان واقعات کو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور وہاں یہ ذکر ہوا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اس معاملہ میں باز پرسی اور مواخذہ سے فارغ ہوئے تو حق تعالیٰ کی جناب میں رجوع ہوئے اور عرض کیا کہ بنی اسرایل کے اس ارتداد اور بے دینی کی سزا کیا ہے؟ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے جواب ملا کہ جن لوگوں نے یہ شرک کیا ان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور ان کے لئے ایک دوسرے کو آپس میں قتل کی سزا تجویز ہوئی جس کی تفصیل سورۂ بقرہ میں بیان ہوئی ہے۔ اس طرح ہزاروں کی تعداد میں بنی اسرائیل قتل ہوئے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو ان کو اپنی گمراہی پر پشیمانی ہوئی اور بڑی توبہ استغفار کی اور موسیٰ علیہ السلام بھی درگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے اور عرض کیا بار الٰہا! اب ان پر رحم فرما اور ان کی خطاؤں کو بخش دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قاتل و مقتول دونوں کو بخش دیا اور جو زندہ ہیں اور قصور وار ہیں ان کی بھی خطا معاف کر دی۔ آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ آئندہ شرک کے قریب بھی نہ جائیں۔

دعا کیجئے

ان قرآنی واقعات سے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نصیحت و عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہراً و باطناً اتباع کامل نصیب فرمائیں۔ اور ہم سے اس میں جواب تک کوتاہیاں ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرماویں اور دنیا و آخرت میں ہماری ان کوتاہیوں پر گرفت نہ فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي

وَ	لَمَّا	رَجَعَ	مُوسَىٰ	إِلَىٰ قَوْمِهِ	غَضْبَانَ	أَسِفًا	قَالَ	بِئْسَمَا	خَلَفْتُمُونِي	مِن بَعْدِي
اور	جب	لوٹا	موسیٰ	اپنی قوم کی طرف	غصہ میں بھرا ہوا	رنجیدہ	اس نے کہا	کیا بُری	تم نے میری جانشینی کی	میرے بعد

اور جب موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی

أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ

أَعَجِلْتُمْ	أَمْرَ	رَبِّكُمْ	وَأَلْقَى	الْأَلْوَاحَ	وَأَخَذَ	بِرَأْسِ	أَخِيهِ	يَجُرُّهُ	إِلَيْهِ	قَالَ	ابْنَ أُمَّ
کیا جلدی کی تم نے	حکم	اپنا پروردگار	ڈال دیں	تختیاں	اور پکڑا	سر	اپنا بھائی	اسے کھینچنے لگا	اپنی طرف	وہ بولا	اے میرے ماں جائے

کیا اپنے رب کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کر لی اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر انکو اپنی طرف گھسیٹنے لگے ہارونؑ نے کہا

إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ

إِنَّ	الْقَوْمَ	اسْتَضْعَفُونِي	وَكَادُوا	يَقْتُلُونَنِي	فَلَا تُشْمِتْ	بِيَ	الْأَعْدَاءَ	وَلَا تَجْعَلْنِي	مَعَ
بیشک	قوم (لوگ)	کمزور سمجھا مجھے	اور قریب تھے	مجھے قتل کر ڈالیں	پس خوش نہ کر	مجھ پر	دشمن (جمع)	اور مجھے نہ بنا	ساتھ

کہ اے میرے ماں جائے ان لوگوں نے مجھکو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھکو قتل کر ڈالیں تو تم مجھ پر دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھکو ان ظالم لوگوں کے ذیل میں مت شمار کرو۔

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝١٥٠ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝١٥١

الْقَوْمِ	الظَّالِمِينَ	قَالَ	رَبِّ	اغْفِرْ لِي	وَلِأَخِي	وَأَدْخِلْنَا	فِي رَحْمَتِكَ	وَأَنتَ	أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ
قوم (لوگ)	ظالم (جمع)	اس نے کہا	اے میرے رب	مجھے بخشدے	اور میرا بھائی	اور ہمیں داخل کر	اپنی رحمت میں	اور تو	سب سے زیادہ رحم کرنیوالا

موسیٰؑ نے کہا کہ اے میرے رب میری خطا معاف فرما دے اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر ناراضگی

گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل میں بچھڑے کی پرستش شروع کر دینے کا حال بیان کیا گیا تھا جس کی اطلاع حق تعالیٰ نے کوہ طور ہی پر موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی دیدی تھی کہ سامری نے تمہاری قوم کو گمراہی میں ڈال دیا اور بچھڑے کی پرستش شروع کرا دی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام یہ اطلاع پا کر سخت غضبناک ہوئے اور اپنی قوم کی نادانی پر سخت افسوس ہوا اور اسی حال میں توراۃ کی تختیاں لے کر قوم کی طرف لوٹے اور آتے ہی غضب اور افسوس دونوں کا اظہار کیا جس کا حال ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور قوم کا حال خراب پایا تو قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرے کوہ طور پر جانے کے بعد تم یہ کیا حرکت کر بیٹھے۔ جس بات پر میں سب سے زیادہ زور دیتا تھا یعنی توحید خداوندی اس کی جگہ تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ میں تو طور پر تمہارے لئے پروردگار سے احکام ہی لینے گیا تھا۔ تم نے خدا کی مقرر کی ہوئی مدت پوری ہونے اور اس کے احکام لے آنے کا بھی انتظار نہ کیا۔ کچھ ایسا بہت زمانہ تو نہیں گزر گیا تھا کہ جو تم نے گھبرا کر اس قدر جلد خدا کے قہر و غضب کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی۔

حضرت ہارون علیہ السلام سے باز پرس

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مشرکانہ ڈھونگ کو دیکھ کر اور ہارون علیہ السلام کی نرمی کا گمان کر کے اس قدر افروختہ اور دینی

حمیت اور جوش سے اس قدر بے قابو اور متاثر ہو رہے تھے کہ ہارون علیہ السلام کی طرف بڑھے اور حرارت ایمانی کے بے اندازہ جوش میں ان کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے۔ معاذ اللہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اہانت کی نیت سے نہیں کیونکہ حضرت ہارون خود مستقل نبی اور عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے پھر ایک اولوالعزم پیغمبر سے کیسے ممکن تھا کہ دوسرے نبی کی جو اس کا بڑا بھائی بھی ہو۔ ذرہ برابر توہین کا ارادہ کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ معاملہ اس وقت ہوا جبکہ وہ قوم کی سخت بدعنوانی کی بنا پر بغض فی اللہ اور غصہ سے بے اختیار ہو رہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسبت یہ خیال گزر رہا تھا کہ شاید انہوں نے اصلاح کی پوری کوشش نہیں کی۔ حالانکہ ان کو اصلاح کی بھی تاکید کوہ طور پر جانے سے پہلے کر گئے تھے۔ بے شک ہارون علیہ السلام نبی اور عمر میں بھی بڑے تھے مگر رتبہ میں موسیٰ علیہ السلام ان سے بڑے تھے اور سیاسی و انتظامی حیثیت سے ہارون علیہ السلام کو ان کا تابع اور وزیر بنایا گیا تھا۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام کی شان سیادت و حکومت کا ظہور ہوا۔ گویا ان کی طرف سے یہ دار و گیر اور سخت باز پرس اس گمان پر تھی کہ ہارون علیہ السلام نے قوم کو اس حرکت سے باز کیوں نہیں رکھا۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام اس حالت میں شرعاً معذور تھے۔ اسی فرط غضب اور ہنگامہ دار و گیر میں وہ تختیاں جو خدا کی طرف سے انہیں مرحمت ہوئی تھیں۔ ہارون علیہ السلام کی طرف بڑھتے وقت ہاتھ خالی کرنے کے لئے بہت تیزی اور عجلت کے ساتھ ایک طرف رکھ دیں اور ہارون علیہ السلام کا سر پکڑ لیا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا عذر

تو حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے بھائی میری بالکل خطا نہیں ہے۔ میں نے ان کو ہر چند سمجھایا مگر انہوں نے کسی طرح نہیں مانا اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ نہ آ جائیں ہم تمہاری بات سننے والے نہیں۔ بلکہ انہوں نے مجھ کو کمزور پا کر میرے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو خیال کیا کہ اب اگر ان سے لڑائی کی جائے اور مومنین کاملین اور ان کے درمیان جنگ برپا ہو تو کہیں مجھ پر یہ الزام نہ لگایا جائے کہ میرے پیچھے قوم میں تفرقہ ڈال دیا۔ اس لئے میں خاموشی کے ساتھ آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ میرے بھائی اب آپ ایسا معاملہ کر کے ان کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے اور عتاب اور غصہ کا اظہار کرتے وقت مجھ کو ظالموں کے ذیل میں شمار نہ کیجئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ معقول بیان سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ان کی جانب سے تو فرو ہو گیا اور دل نرم ہوا اور حق تعالیٰ سے دعا فرمانے لگے کہ اے میرے رب شدت غضب میں جو بے اعتدالی یا اجتہادی خطا مجھ سے ہوئی خواہ میں اس میں کتنا ہی نیک نیت ہوں آپ معاف فرما دیجئے اور میرے بھائی ہارون سے اگر ان کے درجہ اور شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی طرح کی کوتاہی قوم کی اصلاح میں ہوئی اس سے بھی درگزر فرمایئے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل کر لیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ دینی جوش میں ایسا غصہ جو اہل اللہ کو پیش آتا ہے بدخلقی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غلبہ حال شرعی عذر ہے۔ نیز یہ غلبہ حال کبھی کبھی کاملین کو بھی پیش آتا ہے۔ ہارون علیہ السلام کی طرف سے کوتاہی نہ ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مواخذہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کاملین سے بھی اجتہادی لغزش ہو جاتی ہے جس کی مثالیں اور بھی انبیاء اور اولیاء کے حالات میں ملتی ہیں۔

دعا کیجئے

یَااللہ بغض فی اللہ اور حب فی اللہ کی صفات ہم کو بھی عطا فرمایئے۔ یَااللہ حق کی حمایت اور باطل کی رد میں رشتہ و قرابت ہمارے لئے کوئی چیز نہ ہو۔ یَااللہ دین پر استقامت۔ اور اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اور شریعت اسلامیہ کی پابندی ہم سب کو اور تمام امت مسلمہ کو نصیب فرما۔ آمین۔　　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ

اِنَّ	الَّذِیْنَ	اتَّخَذُوا	الْعِجْلَ	سَیَنَالُهُمْ	غَضَبٌ	مِّنْ رَّبِّهِمْ	وَذِلَّةٌ	فِی	الْحَیٰوةِ	الدُّنْیَا	وَكَذٰلِكَ
بیشک	وہ لوگ جو	انہوں نے بنالیا	بچھڑا	عنقریب انہیں پہنچے گا	غضب	انکے رب کا	اور ذلت	میں	زندگی	دنیا	اور اسی طرح

جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد انکے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی اور ہم افتراء پردازوں کو

نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْا إِنَّ رَبَّكَ

نَجْزِی	الْمُفْتَرِیْنَ	وَالَّذِیْنَ	عَمِلُوا	السَّیِّاٰتِ	ثُمَّ	تَابُوْا	مِنْ بَعْدِهَا	وَاٰمَنُوْا	اِنَّ	رَبَّكَ
ہم سزا دیتے ہیں	بہتان باندھنے والے	اور جن لوگوں نے	عمل کئے	برے	پھر	توبہ کی	اسکے بعد	اور ایمان لائے	بیشک	تمہارا رب

ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ۔اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر وہ انکے بعد توبہ کرلیں اور ایمان لے آویں تو تمہارا رب

مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٥٣﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ

مِنْ بَعْدِهَا	لَغَفُوْرٌ	رَّحِیْمٌ	وَ	لَمَّا	سَكَتَ	عَنْ	مُّوْسٰی	الْغَضَبُ	اَخَذَ	الْاَلْوَاحَ
اسکے بعد	بخشنے والا	مہربان	اور	جب	ٹھہرا (فروہوا)	سے۔کا	موسیٰ	غصہ	لیا۔اٹھالیا	تختیاں

اس توبہ کے بعد گناہ کا معاف کردینے والا رحمت کرنیوالا ہے ۔ اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھالیا

وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿١٥٤﴾

	وَ	فِیْ نُسْخَتِهَا	هُدًی	وَّرَحْمَةٌ	لِّلَّذِیْنَ	هُمْ	لِرَبِّهِمْ	یَرْهَبُوْنَ	
	اور	انکی تحریر میں	ہدایت	اور رحمت	ان لوگوں کیلئے جو	وہ	اپنے رب سے	ڈرتے ہیں	

اور انکے مضامین میں اُن لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی۔

بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کی سزا

گوسالہ پرستی کے سلسلہ میں موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے کہ ان گوسالہ پرستوں کی کیا سزا ہونی چاہیے۔حق تعالیٰ نے جو جواب عنایت فرمایا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) جنہوں نے بچھڑا بنا کر اس کی پرستش کی ہے ان پر ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت دونوں اسی دنیا میں نازل ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ایسوں کی جو اپنی طرف سے عبادت کے طریقہ گھڑ کر اسے دین میں داخل کرتے ہیں اور پھر اسی کو دین سمجھتے ہیں یہی سزا ہے۔یہ لوگ دین پر جھوٹ کا ملمع چڑھاتے ہیں اور اس کو ہنسی وکھیل بنانا چاہتے ہیں کہ جو جس کے دل میں آئے کر بیٹھے۔ایسے لوگ انسانوں کے لئے گمراہی کا راستہ کھولتے ہیں اور دین کو اپنی مرضی اور من چاہی خواہش کا تابع بنا کر رکھنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے خالص توبہ کے بغیر کوئی بخشے جانے کی صورت نہیں۔ہاں جن لوگوں نے اللہ کے مقرر کردہ قاعدہ کے موافق توبہ کرلی اور اپنے خلوص اور صدق کا ثبوت دے دیا اور ایمان دار بن گئے تو اللہ تعالیٰ ایسی توبہ کے بعد ان کو معاف کردے گا اور ان پر رحم فرمائے گا یعنی آخرت میں ان کو عذاب نہ ہوگا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی

اسرائیل کی گوسالہ پرستی سے جو توبہ کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اس کا ذکر سورۂ بقرہ (آیت نمبر ۵۴) میں گزر چکا ہے۔ کہ بچھڑا پوجنے والوں کو وہ لوگ جنہوں نے بچھڑا نہیں پوجا اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔

قانون الٰہی

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستوں کی دنیوی سزا یعنی غضب اور ذلت بیان فرما کر جو کذلک نجزی المفترین فرمایا ہے یعنی افتراء پردازوں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں تو یہ قانون قدرت صرف گوسالہ پرستوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ کوئی افتراء پرداز ہو۔ غیر اللہ کی پرستش ظلم اور ناحق شناسی کی وجہ سے اس کو ایسی ہی سزا دی جاتی ہے۔ اس میں عرب کے مشرکوں کو بھی تہدید ہے جو سانڈ بتوں کے نام پر چھوڑا کرتے تھے۔ تیروں سے فال لیا کرتے۔ مردار کو کھایا کرتے۔ ننگے بدن طواف کعبہ کیا کرتے اور بت پرستی کرتے اور اس سب کو دین سمجھتے کہ اگر اس سے توبہ نہیں کرو گے اور ایمان نہیں لاؤ گے تو یہی دونوں سزا یعنی غضب و ذلت تم کو بھی پہنچے گی۔

اہل بدعت ذلیل ہوں گے

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وعید کذلک نجزی المفترین میں اسلام کے اہل بدعت و اہل ہوا بھی شامل ہیں جو شریعت اسلامیہ کے عقائد و عبادات۔ اعمال و رسوم میں اپنی طرف سے اختراع کرتے اور ان کو دین اور احکام اسلامی جانتے ہیں۔ حضرت مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ ہر اہل بدعت کے سر پر ذلت سوار ہوگی اگرچہ اس کو شعور نہ ہو کیونکہ دین میں بدعت پیدا کرنے والا افتراء پرداز ہے۔

آگے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا اور جوش غضب جاتا رہا تو انہوں نے ان تختیوں کو اٹھا لیا جن پر توراۃ لکھی ہوئی تھی اور اس نسخہ توریت میں ہدایت و رحمت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے۔

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق مرحمت فرمایئے۔

یَا اَللّٰہُ ہم سے جو احکام کی فرمانبرداری میں گذشتہ کوتاہیاں ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق کاملہ عطا فرما تا کہ آپ کی مغفرت و رحمت نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ

وَاخْتَارَ	مُوسٰى	قَوْمَهٗ	سَبْعِيْنَ	رَجُلًا	لِّمِيْقَاتِنَا	فَلَمَّا	اَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	قَالَ	رَبِّ	لَوْ شِئْتَ
اور چن لئے	موسیٰ	اپنی قوم	ستر (۷۰)	مرد	ہمارے وعدہ کے وقت کیلئے	پھر جب	انہیں پکڑا	زلزلہ	اس نے کہا	اے میرے رب	اگر تو چاہتا

اور موسیٰ نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین کیلئے منتخب کئے سو جب انکو زلزلہ نے آپکڑا تو موسیٰ عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار اگر آپکو یہ منظور ہوتا

اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ

اَهْلَكْتَهُمْ	مِّنْ قَبْلُ	وَاِيَّايَ	اَتُهْلِكُنَا	بِمَا	فَعَلَ	السُّفَهَآءُ	مِنَّا	اِنْ هِيَ	اِلَّا	فِتْنَتُكَ	تُضِلُّ
انہیں ہلاک کردیتا	اس سے پہلے	اور مجھے	کیا تو ہمیں ہلاک کریگا	اس پر جو	کیا	بیوقوف (جمع)	ہم میں سے	یہ نہیں	مگر	تیری آزمائش	تو گمراہ کرے

تو آپ اس کے قبل ہی انکو اور مجھ کو ہلاک کردیتے کہیں آپ ہم میں کے چند بیوقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کردیں گے یہ واقعہ محض آپکی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے امتحانات سے جسکو آپ چاہیں

بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

بِهَا	مَنْ	تَشَآءُ	وَتَهْدِيْ	مَنْ	تَشَآءُ	اَنْتَ	وَلِيُّنَا	فَاغْفِرْ لَنَا	وَارْحَمْنَا	وَاَنْتَ	خَيْرُ	الْغَافِرِيْنَ
اس سے	جس	تو چاہے	اور ہدایت دے	جو۔جس	تو چاہے	تو	ہمارا کارساز	سو ہمیں بخشدے	اور ہم پر رحم فرما	اور تو	بہترین	بخشنے والا

گمراہی میں ڈال دیں اور جسکو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں آپ ہی تو ہمارے خبرگیران ہیں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمایئے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ ہیں

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ

وَاكْتُبْ	لَنَا	فِيْ	هٰذِهِ	الدُّنْيَا	حَسَنَةً	وَّ	فِي الْاٰخِرَةِ	اِنَّا	هُدْنَآ	اِلَيْكَ	قَالَ	عَذَابِيْٓ	اُصِيْبُ
اور لکھدے	ہمارے لئے	میں	اس	دنیا	بھلائی	اور	آخرت میں	بیشک ہم	ہم نے رجوع کیا	تیری طرف	اس نے فرمایا	اپنا عذاب	میں پہنچاتا ہوں

اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حالی لکھدیجئے اور آخرت میں بھی ہم آپکی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو اسی پر واقع

بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

بِهٖ	مَنْ	اَشَآءُ	وَرَحْمَتِيْ	وَسِعَتْ	كُلَّ شَيْءٍ	فَسَاَكْتُبُهَا	لِلَّذِيْنَ	يَتَّقُوْنَ	وَيُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ
اسکو	جس	میں چاہوں	اور میری رحمت	وسیع ہے	ہر شے	سو میں عنقریب وہ لکھدوں گا	ان کیلئے جو	ڈرتے ہیں	اور دیتے ہیں	زکوٰۃ

کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو ضرور ہی لکھوں گا جو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ	هُمْ	بِاٰيٰتِنَا	يُؤْمِنُوْنَ
اور وہ جو	وہ	ہماری آیات پر	ایمان رکھتے ہیں

تورات پر یہودیوں کا اعتراض اور اس کا ازالہ

گذشتہ آیات میں بنی اسرائیل کا گائے کے بچھڑے کی پرستش کا واقعہ اور اس کے احوال کا بیان ہوا تھا۔ جب یہ گوسالہ کا قصہ تمام ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توریت کے احکام سنائے اور ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت اور دینی و دنیوی زندگی کی فلاح کے لئے یہ تورات مجھ کو عطا فرمائی ہے۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کے جملہ احکام کی تعمیل کرو۔ بنی اسرائیل بہر حال بنی اسرائیل تھے جن کی اکثریت کے ضمیر میں شک و شبہ و نافرمانی رچی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس میں بھی شبہ نکالا کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ ہم سے اللہ تعالیٰ خود کہہ دیں تو یقین کیا جائے۔

قوم کے ستر آدمیوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا

بہر حال بنی اسرائیل کے مطالبہ کے متعلق موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے عرض کیا۔ وہاں سے حکم ہوا کہ ان میں سے کچھ آدمی اور سربراہ جن کو قوم معتبر سمجھتی ہو منتخب کر کے ان کو کوہ طور پر لے آیئے ہم انہیں سنا دیں گے کہ یہ ہمارے احکام ہیں اور اس کے لئے ایک وقت معین کیا گیا۔ اسی کے متعلق ان آیات میں احوال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل سے ستر سرداروں کو چن کر ساتھ لیا اور کوہ طور پر پہنچے۔ طور پر ایک سفید بادل کی طرح نور نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھیر لیا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی شروع ہوگئی حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ آپ بنی اسرائیل کے حالات کے دانا و بینا ہیں۔ میں ان کی ضد پر ستر آدمی انتخاب کر کے لایا ہوں۔ کیا اچھا ہو کہ وہ بھی اس "حجاب نور" سے میری اور آپ کی ہم کلامی کو سن لیں اور قوم کے پاس جا کر تصدیق کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کو منظور فرماتے ہوئے ان ستر سرداروں کو بھی حجاب نور میں لے لیا گیا اور انہوں نے حضرت موسیٰؑ اور رب العالمین کی ہم کلامی کو سنا۔

ستر سرداروں کی گستاخی پر سزائے موت

پھر جب پردۂ نور ہٹ گیا اور حضرت موسیٰؑ اور سرداروں کے درمیان بات چیت ہوئی تو ان ستر سرداروں نے کہا کہ اے موسیٰؑ پردے میں سننے کا ہم اعتبار نہیں کرتے۔ جب تک خدا کو ہم بے حجاب اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں ہم کو یقین نہیں آ سکتا۔ اس احمقانہ اصرار اور ضد پر غیرت الٰہی نے ان کو اس گستاخی پر یہ سزا دی کہ نیچے سے زلزلہ آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک ہوئی اور وہ سب مر کر رہ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور ستر آدمیوں کا دوبارہ زندہ ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو گھبرائے کہ بنی اسرائیل شکی مزاج کے ہیں ہی یوں کہیں گے کہ حیلہ سے ۷۰ سرداروں کو موسیٰؑ نے خدا جانے کہاں لے جا کر ہلاک کر دیا۔ تو بارگاہ الٰہی میں عاجزی کے ساتھ دعا مانگی کہ خداوندا! اگر تو ہلاک کرنا ہی چاہتا ہے تو ان سب کے ساتھ مجھ کو بھی ہلاک کر دے کہ میں ہی انہیں لے کر آیا۔ یہاں بلانے اور کلام سنانے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا کس کی مجال تھی کہ آپ کی مشیت کو روک سکتا؟ جب آپ نے ایسا نہیں چاہا بلکہ مجھے لانے کی اور ان کو کلام الٰہی سننے کے لئے یہاں آنے کی اجازت دی تو یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے یہاں بلا کر محض بعض بے وقوفوں کی حماقت کی سزا میں ہم سب کو ہلاک کر دیں یقیناً یہ منظر آپ کی طرف سے ہماری آزمائش اور امتحان ہے اور ایسے سخت امتحانات میں ثابت قدم رکھنا یا نہ رکھنا بھی آپ ہی کے قبضہ میں ہے۔ اس قسم کے خطرناک مواقع میں آپ ہی ہمارے تھامنے اور دستگیری کرنے والے ہیں اور صرف آپ کی ہی ذات سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ ہم سب کی گذشتہ تقصیرات اور بے اعتدالیوں سے درگزر فرماویں اور آئندہ اپنی رحمت سے ایسی غلطیوں اور خطاؤں کا شکار نہ ہونے دیں۔ آپ ہی ہم سب کے حقیقی اور اصلی مالک ہیں۔ آپ فیصلہ فرماویں کہ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی نصیب ہو اور آخرت میں بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول ہوئی اور ان ستر سرداروں کا قصور معاف کر دیا گیا اور خدا نے انہیں از سر نو زندگی مرحمت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان ستر سرداروں کی معافی کی درخواست کی جو آپ کے ساتھ کوہ طور پر گئے تھے اور عموماً اپنی ساری قوم کے لئے رحمت اور دین دنیا کی بھلائی کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرماتے ہوئے حق تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اول تو مطلقاً میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے چنانچہ میں اپنا عذاب اور غضب تو اسی پر واقع کرتا ہوں اور اسی کو پہنچاتا ہوں جس پر چاہتا ہوں۔ اور میری رحمت ایسی عام ہے کہ ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ یعنی خدا کی جانب سے جو عذاب آتا ہے وہ خاص حالات کے ماتحت ہوتا ہے ورنہ "رحمت" اس کی ازلی اور ابدی صفت ہے۔ اس لئے اس کی رحمت ہر شے پر عام ہے اور کائنات میں سے ایک شے بھی ایسی نہیں جو اس کی صفت رحمت سے خالی ہو۔ گویا تمام کائنات میں اصل چیز رحمت خداوندی ہے جس پر سارا نظام عالم قائم ہے اور اس میں عذاب صرف اسی وقت نمودار ہوتا ہے جب بندوں کی سرکشی اور نافرمانی حد سے تجاوز کر جاتی ہے ورنہ کوئی چیز رحمت الٰہی سے بے بہرہ نہیں۔ دیکھ لیجئے عدم سے خدا وجود دیتا ہے۔ پھر رزق، صحت، نعمت و عافیت، آگ، پانی ہوا۔ روشنی جسمانی قوتیں اور ا کی طاقتیں، مال دولت، حکومت سلطنت سب کچھ خدا نے دیا۔ ہر وقت نگرانی و حفاظت کے لئے غیبی مخلوق کو مامور کیا اس میں کافر، مسلم، نیک و بد کسی کی تخصیص نہیں۔

دنیا و آخرت کی عزت کے مستحق لوگ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ جو بنی اسرائیل کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی اور دونوں جہان کی عزت نصیب ہو تو یہ رحمت ہم نے ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دی ہے جن میں تین صفات ہوں۔ ایک تقویٰ کرنا، یعنی جو اللہ سے ڈر کر بری باتوں سے بچتے ہیں اور جن امور کی شریعت اور قوانین الٰہیہ میں ممانعت کر دی ہے ان سے اجتناب رکھتے ہیں خواہ ان امور کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ دوسرے جو اپنے مال کا کچھ حصہ ضرور تمندوں اور حاجتمندوں کو دیتے رہتے ہیں یعنی وہ سارے اچھے اور نیک کام جو مال سے متعلق ہیں جیسے صدقہ خیرات، اقارب کے ساتھ سلوک وغیرہ یہ کرتے ہیں۔ تیسرے جو ہماری آیتیں اور نشانیاں دیکھ کر ہمیں پہچان لیتے اور ایمان لے آتے ہیں۔ اور ہمارے احکام پر یقین کر لیتے ہیں۔

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ اپنے خاص فضل و کرم سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنی رحمت خاصہ سے نواز دیجئے۔ اور ایمان و یقین اور تقویٰ و اطاعت کی دولت عطا فرما دیجئے اور دین و دنیا دونوں جہان کی عزت اور سرفرازی نصیب فرما دیجئے۔ اور دنیا و آخرت دونوں جہاں میں اپنے غصہ و غضب سے مامون و محفوظ فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ

الَّذِينَ	يَتَّبِعُونَ	الرَّسُولَ	النَّبِيَّ	الْأُمِّيَّ	الَّذِي	يَجِدُونَهُ	مَكْتُوبًا	عِنْدَهُمْ	فِي	التَّوْرَاةِ
وہ لوگ جو	پیروی کرتے ہیں	رسول	نبی	امی	وہ جو۔ جس	اسے پاتے ہیں	لکھا ہوا	اپنے پاس	میں	توریت

جولوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جنکو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں

وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ

وَالْإِنْجِيلِ	يَأْمُرُهُمْ	بِالْمَعْرُوفِ	وَيَنْهَاهُمْ	عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَيُحِلُّ	لَهُمُ	الطَّيِّبَاتِ
اور انجیل	وہ حکم دیتا ہے انہیں	بھلائی	اور روکتا ہے انہیں	سے	برائی	اور حلال کرتا ہے	ان کیلئے	پاکیزہ چیزیں

وہ انکو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں او بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتلاتے ہیں

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ

وَيُحَرِّمُ	عَلَيْهِمُ	الْخَبَائِثَ	وَيَضَعُ	عَنْهُمْ	إِصْرَهُمْ	وَالْأَغْلَالَ	الَّتِي	كَانَتْ	عَلَيْهِمْ	فَالَّذِينَ
اور حرام کرتا ہے	ان پر	ناپاک چیزیں	اور اُتارتا ہے	ان سے	انکے بوجھ	اور طوق	جو	تھے	ان پر	پس جولوگ

اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے انکو دور کرتے ہیں سو جولوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں

آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾

آمَنُوا بِهِ	وَعَزَّرُوهُ	وَنَصَرُوهُ	وَاتَّبَعُوا	النُّورَ	الَّذِي	أُنْزِلَ	مَعَهُ	أُولَٰئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُونَ
ایمان لائے اس پر	اور اسکی رفاقت (حمایت کی)	اور اس کی مدد کی	اور پیروی کی	نور	جو	اُتارا گیا	اسکے ساتھ	وہی لوگ	وہ	فلاح پانے والے

اور انکی حمایت کرتے ہیں اور انکی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں

رحمت الٰہیہ کے حصول کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کچھ تو گذشتہ آیات میں بیان ہوا اور کچھ ابھی آگے آئے گا۔ مگر درمیان میں بمناسبت مضمون استجابت دعاء موسیٰ علیہ السلام کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے اہل کتاب کو سنانے کے لئے ایک مضمون بطور جملہ معترضہ کے بیچ میں لایا جاتا ہے جس میں آنحضرتؐ کے اتباع واطاعت کی تلقین فرمائی جاتی ہے جو اس آیت اور اگلی دو آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو اوپر کے مضمون سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کے سزاوار وہی لوگ ہوں گے۔ جو متقی یعنی خدا تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اس کی نافرمانی سے باز رہنے والے۔ اللہ کے لئے مال خرچ کرنے والے اور اللہ کی نشانیوں اور آیتوں پر ایمان ویقین لانے والے ہوں گے۔ تو اب جبکہ پیغمبر اسلام نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت آشکارا ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کے مصداق وہی لوگ ہوں گے جو سچائی سے فرمان الٰہی کے مطابق آپ ﷺ کی اطاعت اختیار کریں گے۔ بالخصوص جبکہ علاوہ اور دلائل اثبات نبوت محمدیہؐ کے توریت اور انجیل میں بھی آپ کی نبوت کی پیشین گوئی موجود ہے اس لئے اہل کتاب کو خصوصاً اب عدم اطاعت کا کوئی عذر نہیں یہاں اس ایک آیت میں تو یہ مضمون خاص اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے مناسب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو صفات۔

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ نے ۹ صفات حسب ذیل بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صفت رسول: رسول کے لفظی معنی ہیں قاصد، شریعت کی اصطلاح میں رسول وہ ہے جس کو اللہ نے شریعت جدیدہ دے کر مبعوث فرمایا ہوتا کہ وہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے۔

دوسری صفت نبی: نبی کے لفظی معنی ہیں خبر پہنچانے والا۔ شرعی اصطلاح میں نبی وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی۔ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ نے جمہور کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے: ''جس کو اللہ سے وحی آئی وہ نبی ہے اور ان میں جو خاص امت رکھتے ہیں یا کتاب وہ رسول ہیں۔''

تیسری صفت امی: مفسرین نے لفظ امی کے کئی معنی تحریر کئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ امی وہ ہے جو امت عرب کی صفت پر ہو۔ بے پڑھا لکھا ہونا عرب کی مخصوص صفت تھی جس میں وہ دوسری قوموں سے ممتاز تھے۔ بعض کے خیال میں امی ام بمعنی ماں کی طرف منسوب ہے یعنی آپ پیدائشی حالت پر ہوں گے جس طرح بچہ ماں سے پیدا ہونے کے وقت تمام گناہوں سے پاک اور ہر قسم کے معاصی سے صاف ہوتا ہے اس طرح آپ معصوم مطلق ہوں گے۔ بعض کا خیال ہے کہ امی ام القریٰ یعنی مکہ کی طرف منسوب ہے۔ مطلب یہ کہ وہ مکہ کے رہنے والے ہوں گے یا جیسا اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ امی سے مراد آپ خود بے لکھے پڑھے ہوں گے۔ کسی سے علم حاصل نہ کیا ہوگا اور کوئی آپ کا استاد نہ ہوگا۔ مگر باوجود اس کے علوم اولین و آخرین کے جامع ہوں گے۔ اسی معنیٰ کو اکثر مفسرین نے ترجیح دی ہے۔

چوتھی صفت تورات و انجیل میں تذکرہ: یعنی آپ کے نام و نسب حلیہ و صفات و حالات وغیرہ کا جابجا تذکرہ اور پیشین گوئیاں انجیل و تورات میں موجود ہوں گی۔ علمائے حدیث نے بروایات متعددہ ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس کے تمام اوصاف اگلی کتابوں میں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ آج کل کی مروجہ توریت و انجیل جن میں نہ معلوم کتنی تحریفیں اور ردوبدل ہو چکے ہیں اور اصل کتاب مفقود ہو گئی۔ تاہم اب بھی موجودہ تورات اور انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بشارات کس قدر جلوہ گر ہیں یہ ان عبارتوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ جس کی نشاندہی علمائے اسلام نے اس آیت کی تفسیر کے ماتحت کی ہے اور انجیل اور توریت کے الفاظ کو نقل کیا ہے۔

پانچویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ لوگوں کو نیک باتیں تعلیم کریں گے۔

چھٹی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ بری باتوں سے منع کریں گے۔

ساتویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ لوگوں کے لئے پاک اور ستھری چیزیں حلال کریں گے۔

آٹھویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ ناپاک اور گندی چیزیں حرام کریں گے۔

مذکورہ بالا چار امور وہ ہیں جن کی تعلیم حضرت آدمؑ سے لے کر نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تمام انبیاء و مرسلین دیتے چلے آئے اور ہر نبی نے اپنے زمانہ کو روشن کرنے اور کفر و معاصی کی ظلمت کو دور کرنے کی کوشش کی لیکن ہر ایک کی تعلیم ایک خاص زمانہ اور خاص قوم کے لئے مخصوص تھی۔ یہ بات صرف تعلیم محمدیؐ ہی میں ہے کہ جس چیز کے کرنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ اس کے محاسن اور خوبیوں سے کسی زمانہ میں اہل عقل و انصاف نے انکار نہیں کیا آج تک کوئی متعصب مورخ بھی انکار نہ کر سکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور وعظ و نصیحت نے دنیا میں کیسا اثر اور انقلاب پیدا کیا کہ عالم تاریک کو منور کر دیا۔ بت پرستی کی جڑ کاٹ دی۔ اخوت، مساوات اور ہمدردی انسانی اور اصلاح عالم کے لئے جو ضابطہ اور قوانین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمائے اور جو قیامت تک جاری رہیں گے ان میں کوئی تغیر و تبدل ناممکن ہے اگر کیا جائے گا تو اتنا ہی تباہی کی طرف قدم اٹھے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کے کرنے کی ممانعت فرمائی وہ قیامت تک قبیح اور ضرر رساں رہیں گی۔ زنا، قماربازی، شراب خوری، دغابازی، ظلم، فریب، تعدی، جنگ، چوری وغیرہ جن چیزوں کی ممانعت فرمائی اور جتنی ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام فرمایا وہ سب عقل سلیم کے فطرتی اور پرحکمت اصول پر مبنی ہیں۔

نویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ بنی اسرائیل سے ان سخت احکام کے بارگراں کو اتار پھینکے گا اور ان بھاری طوقوں کو دور کر دے گا جو موسوی شریعت کی وجہ سے ان کی گردن میں پڑے ہوئے ہوں گے۔ یعنی کتب سابقہ کے ان احکام کو منسوخ کر دیں گے جواب مصالح زمانہ کے مناسب نہ ہوں گے۔ دور اسلام سے قبل یہودی طرح طرح کے قیدوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہودیوں پر واجب تھا کہ اگر کوئی غلطی سے نادانستہ بغیر ارادہ کے بھی قتل کر دے تب بھی قصاص واجب ہے۔ مقتول کے ورثا خواہ معاف کر دیں یا خون بہا کے طالب ہوں تب بھی قصاص ساقط نہیں ہو سکتا۔ جس کپڑے پر نجاست لگ جائے جب تک اتنے حصہ کو کاٹ نہ ڈالا جائے دھونے سے ان کے ہاں پاک نہیں ہو سکتا۔ اسی قسم کی اور سخت تکالیف ہیں جو ملت اسلامیہ نے ساقط کر دیں۔

کامیابی کی شرائط

یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ آیت میں صرف حضورؐ پر ایمان لے آنے اور آپ کو نبی مان لینے پر فلاح اور کامیابی کا وعدہ اور بشارت نہیں ہے بلکہ آپ پر ایمان لانے کے ساتھ ہی اور بھی تین شرائط بیان کی گئی ہیں جس پر اولٰئک ھم المفلحون یعنی وہی پورے کامیاب ہونے والے ہیں فرمایا گیا۔ وہ آپ پر ایمان لانے کے ساتھ تین شرائط یہ ہیں:۔

پہلی شرط فرمائی عَزَّرُوْهُ جس کے معنیٰ ہیں آپ کی تعظیم کی۔ آپ کو قوت دی آپ کی رفاقت کی۔

دوسری شرط فرمائی نصروہ یعنی دشمنوں اور مخالفوں کے خلاف آپ کی مدد کی۔ اب اس میں جانی اور مالی ہر طرح کی مدد شامل ہے۔

تیسری شرط ہے واتبعوا النور الذی انزل معہٗ اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو آپ کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ یعنی آپ کی نبوت کے ساتھ جو قرآن اتارا گیا ہے اس کا اتباع کرتے ہیں۔ اتباع کے معنیٰ ہیں تابعداری کرنا۔ حکم ماننا۔ پیروی کرنا۔

ان تین شرائط کے ساتھ آپ پر ایمان لانے والوں کے لئے اولٰئک ھم المفلحون فرمایا گیا ہے۔

اب یہ شرائط جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں عائد تھیں۔ اسی طرح اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گی۔ تو اگر ہمیں مفلحون کے گروہ میں داخل ہونا ہے تو آپ پر ایمان لانے اور رکھنے کے ساتھ ان تین شرائط کو بھی اپنے امکان اور استطاعت تک پورا کرنا ہوگا۔ یعنی آپ کی اور آپؐ کے احکام اور ارشادات کی تعظیم کرنی ہوگی۔ دشمنوں اور مخالفوں کے خلاف آپؐ کی یعنی آپ کے لائے ہوئے دین کی مدد کرنی ہوگی۔ جان سے بھی اور مال سے بھی۔ اور قرآن پاک کا اتباع اور پیروی صحیح معنیٰ میں کرنی ہوگی۔ اس پر اللہ کا وعدہ پوری پوری فلاح عطا کرنے کا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ تو معلوم ہوا کہ محض زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا اور مسلمانی نام رکھ لینا فلاح کا ضامن نہیں بلکہ ان مذکورہ شرائط کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا فلاح کا ضامن ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ان شرائط کو کسی درجہ میں پورا کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا اتباع کامل نصیب فرما۔ اور دوسروں کو بھی اس دین کو پہچاننے کی سعادت عطا فرما۔ یَااللّٰہُ دین اسلام کے مخالفین اور دشمنوں سے ہمیں جہاد کی سچی روح نصیب فرما اور اسلام کے نام کو بلند کرنے کی کسی نہ کسی درجہ میں ہم سب کو ہمت وتوفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ِالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

قُلْ	یٰٓاَیُّهَا	النَّاسُ	اِنِّیْ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	اِلَیْكُمْ	جَمِیْعَا	اِلَّذِیْ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
کہدیں	اے	لوگو	بیشک میں	رسول	اللہ	تمہاری طرف	سب	وہ جو	اسکی	بادشاہت	آسمان (جمع)	اورزمین

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جسکی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

لَا	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	یُحْیٖ	وَیُمِیْتُ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَرَسُوْلِهِ	النَّبِیِّ	الْاُمِّیِّ	الَّذِیْ	یُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ
نہیں	معبود	مگر	وہ	زندہ کرتا ہے	اور مارتا ہے	سوتم ایمان لاؤ	اللہ پر	اور اس کا رسول	نبی	اُمّی	وہ جو	ایمان رکھتا ہے	اللہ پر

اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے نبی امی پر جو کہ اللہ پر اور اسکے احکام پر ایمان رکھتے ہیں

وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓی اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

وَكَلِمٰتِهٖ	وَاتَّبِعُوْهُ	لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ	وَ	مِنْ	قَوْمِ مُوْسٰی	اُمَّةٌ	یَهْدُوْنَ	بِالْحَقِّ	وَبِهٖ	یَعْدِلُوْنَ
اور اسکے سب کلام	اور اسکی پیروی کرو	تا کہ تم	ہدایت پاؤ	اور	سے (میں)	قوم موسیٰ	ایک گروہ	ہدایت دیتا ہے	حق کی	اور اسکے مطابق	انصاف کرتے ہیں

اور انکا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ۔ اور قوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اُسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں

توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت عام

گذشتہ آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت بتلا کر آپ کے اتباع کی ترغیب دی گئی تھی اور آپ کے اوصاف بتلائے گئے تھے۔ اب اصل مدعا بیان کیا جاتا ہے جو کہ تمام انبیاء کی بعثت سے مقصود رہا ہے اور وہ دو چیزیں ہیں ایک اقرار توحید اور دوسرے اعتراف اور اتباع رسالت۔ انہی امور کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ تمام موجودہ اور آئندہ آنے والے انسانوں کو خطاب کر کے یہ اعلان کر دیجئے کہ مجھے تم سب کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے اور مقصود رسالت یہ ہے کہ تم اللہ کی توحید ربوبیت اور الوہیت کو مانو اور ضوابط حیات میں میری پیروی کرو اور جس اللہ کا رسول بن کر میں تمہاری طرف پیغام ہدایت لایا ہوں اس کی یہ شان ہے کہ تمام آسمانوں اور زمین کا کل تصرف۔ انتظام اور حکومت اس کے دست قدرت میں ہے۔ وہی موجد اور مربی ہے۔ لہذا وہی اپنی ربوبیت میں واحد ہے پھر وہ الٰہ مطلق بھی ہے کیونکہ جلانا اور مارنا اسی کے اختیار میں ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ لہذا وہی اپنی الوہیت میں یکتا اور تنہا ہے پس تم اس پر ایمان لاؤ اور ساتھ ہی اس کے رسول کو بھی مانو کیونکہ میں وہی رسول ہوں جس کو نبی امی کہا گیا ہے اور میں فقط تم ہی کو دعوت ہدایت نہیں دے رہا ہوں بلکہ خود بھی اس پر کاربند ہوں۔ اللہ کی ذات و صفات پر اور اس کی کتاب پر ایمان و یقین رکھتا ہوں لہٰذا تم کو ایسے رسول کی پیروی ضرور کرنی چاہئے۔ اس کی پیروی کرنے ہی سے امید ہدایت و نجات آخرت ہو سکتی ہے۔

یہودیوں میں حق پسند لوگ

اس کے بعد بتلایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی یہود میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو کہ حق پسند ہیں اور لوگوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کو سامنے رکھ کر انصاف کرتے ہیں۔ مراد ان سے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ ہیں جو یہودی تھے اور اسلام اختیار کر لیا تھا۔

دعا کیجئے: یَا اللّٰہُ ہم کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لائی ہوئی شریعت کا پورا پورا اتباع نصیب فرما۔ اور آپ کے بتلائے ہوئے طریقوں پر ہم کو اپنی زندگی گزارنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۚ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ

وَقَطَّعْنٰهُمُ	اثْنَتَیْ	عَشْرَةَ	اَسْبَاطًا	اُمَمًا	وَاَوْحَیْنَآ	اِلٰی	مُوْسٰی	اِذِ	اسْتَسْقٰهُ	قَوْمُهٗٓ	اَنِ
اور ہم نے جدا کر دیا انہیں	دو	دس (بارہ)	باپ دادا کی اولاد (قبیلے)	گروہ گروہ	اور وحی بھیجی ہم نے	طرف	موسیٰ	جب	اس سے پانی مانگا	انکی قوم	کہ

اور ہم نے انکو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا جب کہ انکی قوم نے ان سے پانی مانگا

اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ۚ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۚ

اضْرِبْ	بِّعَصَاكَ	الْحَجَرَ	فَانْۢبَجَسَتْ	مِنْهُ	اثْنَتَا عَشْرَةَ	عَیْنًا	قَدْ عَلِمَ	كُلُّ	اُنَاسٍ	مَّشْرَبَهُمْ
مارو	اپنی لاٹھی	پتھر	تو پھوٹ نکلے	اس سے	بارہ	چشمے	جان لیا (پہچان لیا)	ہر	شخص	اپنا گھاٹ

کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو بس فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کر لیا

وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ

وَظَلَّلْنَا	عَلَیْهِمُ	الْغَمَامَ	وَاَنْزَلْنَا	عَلَیْهِمُ	الْمَنَّ	وَالسَّلْوٰی	كُلُوْا	مِنْ	طَیِّبٰتِ	مَا رَزَقْنٰكُمْ
اور ہم نے سایہ کیا	اُن پر	ابر	اور ہم نے اُتارا	ان پر	من	اور سلویٰ	تم کھاؤ	سے	پاکیزہ	جو ہم نے تمہیں دیں

اور ہم نے ان پر ابر کو سایہ افگن کیا اور انکو ترنجبین اور بٹیریں پہنچائیں کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

وَ	مَا ظَلَمُوْنَا	وَلٰكِنْ	كَانُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	یَظْلِمُوْنَ
اور	ہمارا کچھ نہ بگاڑا انہوں نے	اور لیکن	وہ تھے	اپنی جانوں پر	ظلم کرتے

اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کافی پیچھے سے بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اب ان آیات میں بنی اسرائیل کو وہی احسانات جتائے گئے ہیں جن کی یاددہانی اکثر سورتوں میں کی گئی ہے۔ ان احسانات کو بار بار اس لئے یاد دلایا جاتا ہے کہ ان پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرنا اللہ عزوجل کے حکم سے منہ موڑنا اور اس کی نافرمانی کرنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمیشہ اپنے احسان و کرم اور انعامات سے نوازا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے جن کا لقب اسرائیل تھا بارہ بیٹے تھے۔ ہر ایک کی اولاد جدا ایک بڑا گروہ اور قبیلہ بن گئی اور اس طرح بنی اسرائیل الگ الگ بارہ خاندانوں پر منقسم ہو گئے تھے۔ جن میں کچھ چھوٹے خاندان تھے کچھ بڑے۔

وادئ تیہ میں بنی اسرائیل پر کئے گئے انعامات

مصریوں کے ظلم سے نجات پانے اور فرعون کے سمندر میں غرق ہونے کے بعد جب بنی اسرائیل وادی سینا میں پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام توراۃ لینے کے لئے کوہ طور پر گئے تو قوم نے آپ کی غیر موجودگی میں سونے کے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر عنایت و نوازش کی مگر ان کی نافرمانیوں میں کمی نہ آئی تو ایک بیابان یعنی وادی تیہ میں چالیس سال حیران پریشان پھرتے رہے۔ جہاں نہ پانی' نہ کھانے کا سامان' نہ سایہ ان امور کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام

کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے وادی تیہ میں جب چالیس سال سرگرداں رکھا تو اس میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جو انعامات فرمائے ان کا تذکرہ یہاں ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ بیابان میں کھانا تھا نہ پانی۔ موسیٰ علیہ السلام سے بھوکا پیاسا مرنے کی شکایت کرنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو حکم ہوا کہ پتھر پر لاٹھی مارو۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔ فوراً پتھر کے اندر سے الگ الگ بنی اسرائیل کے خاندانوں کی تعداد کے موافق بارہ چشمے پھوٹ نکلے جن میں کچھ چھوٹے تھے کچھ بڑے اور خاندان بھی چونکہ چھوٹے بڑے تھے۔ اس لئے ہر خاندان نے اپنا چشمہ پہچان لیا۔ اور اس طرح کسی گروہ کو دوسرے گروہ سے جھگڑنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس بیابان میں سایہ دار درخت یا سایہ کا تمام قوم کے لئے سامان نہ تھا۔ لوگوں کو سخت دھوپ اور گرمی کی تکلیف ہوئی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک ابر بھیج دیا جو دن بھر ان پر سایہ کئے رہتا اور دھوپ کی تیزی سے وہ محفوظ رہتے۔

من وسلویٰ

اس بیابان میں نہ وہاں کھیتی ہوتی تھی نہ اناج بہم پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ بھیج دیتے۔ من ایک میٹھی مرغوب چیز تھی جو تلاش اور جستجو کے بغیر اس بیابان میں بنی اسرائیل کو مل جاتی۔ اس کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں بعض نے اس کو ترنجبین جو ایک میٹھی چیز ہے بتلایا ہے بعض نے اسے ایک خاص قسم کے گوند سے مشابہ قرار دیا ہے۔ بعض نے شہد بیان کیا ہے۔ سلویٰ بٹیر سے ملتا جلتا ایک پرندہ ہے یہ بہت اونچا نہیں اڑتا سمندری ہوا انہیں اڑا کر بنی اسرائیل کے پڑاؤ تک لے آتی اور وہ ان کو باآسانی پکڑ کر مزیدار خوراک بناتے اس طرح اللہ نے ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ بھیجا۔ اس کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

بنی اسرائیل کی ناشکری اور اس کا انجام

اس طرح بلامشقت ملی ہوئی نعمتیں بنی اسرائیل کھاتے کھاتے اکتا گئے۔ ناشکری کرنے لگے کہنے لگے ہم سے تو ایک قسم کے کھانے پر صبر نہیں ہوسکتا۔ اس بیابان میں پیاز، لہسن، دال، گیہوں وغیرہ کی فرمائش کر بیٹھے۔ اس کے علاوہ انہیں خدا پر اعتماد بھی نہ رہا۔ حکم تھا کہ اگلے روز کے لئے غذا کوئی جمع نہ کرے ورنہ اس کا نتیجہ برا ہوگا مگر کوتاہ نظروں نے خیال کیا خدا جانے کل کو یہ روزی ملے گی یا نہیں اور ذخیرہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ اس جرم کی پاداش میں اس نعمت کا آنا بند ہوگیا اور جو کچھ جمع کیا تھا وہ بھی سڑ گیا اور خود بنی اسرائیل نے اپنے ہاتھوں تباہی کا سامان کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتلایا کہ ایسی بے تکی اور بے محل باتیں کر کے اور ہمارے حکم کے خلاف چل کر ہمیں تو نقصان کیا پہنچاتے اپنا ہی کچھ بگاڑا۔ بے صبرے بنے۔ ناشکرے کہلائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی قدرت کاملہ پر ہم کو یقین کامل اور اعتماد واثق عطا فرما کہ آپ اپنی قدرت سے بغیر ظاہری اور مادی اسباب کے جو چاہیں کر سکتے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے لئے پتھر سے پانی کے چشمے نکال دینا۔ سایہ کے لئے ابر بھیج دینا اور کھانے کے لئے من وسلویٰ پہنچا دینا۔

یا اللہ ہم کو اپنی ہر چھوٹی بڑی ظاہر و باطنی جسمانی و روحانی نعمت کا احساس اور قدردانی کا جذبہ عطا فرما۔ ناشکری اور کفران نعمت کی وبال سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ ان قرآنی واقعات سے ہم کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا

وَ	اِذْ	قِيْلَ	لَهُمُ	اسْكُنُوْا	هٰذِهِ	الْقَرْيَةَ	وَكُلُوْا	مِنْهَا	حَيْثُ	شِئْتُمْ	وَقُوْلُوْا	حِطَّةٌ	وَادْخُلُوْا
اور	جب	کہا گیا	ان سے	تم رہو	اس	شہر	اور کھاؤ	اس سے	جیسے	تم چاہو	اور کہو	بخش دے	اور داخل ہو

اور جب انکو حکم دیا گیا کہ تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ توبہ ہے اور جھکے جھکے دروازہ میں داخل ہونا

الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ

الْبَابَ	سُجَّدًا	نَغْفِرْ	لَكُمْ	خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ	سَنَزِيْدُ	الْمُحْسِنِيْنَ	فَبَدَّلَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ	قَوْلًا	غَيْرَ
دروازہ	سجدہ کرتے ہوئے	ہم بخشدیں گے	تمہیں	تمہاری خطائیں	عنقریب ہم زیادہ دیں گے	نیکی کرنیوالے	پس بدل ڈالا	وہ جنہوں نے	ظلم کیا	ان سے	لفظ	سوا

ہم تمہاری خطائیں معاف کردیں گے جو لوگ نیک کام کریں گے انکو مزید براں اور دیں گے۔ سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے

الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

الَّذِيْ	قِيْلَ	لَهُمْ	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	رِجْزًا	مِنَ	السَّمَاۗءِ	بِمَا	كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ	
وہ جو	کہا گیا	انہیں	سو ہم نے بھیجا	ان پر	عذاب	سے	آسمان	کیونکہ	وہ ظلم کرتے تھے	

جسکی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے۔

حکم خداوندی سے سرتابی اور سزا

جب ۴۰ سال بعد اس وادی تیہ میں بیابانی زندگی کی مدت ختم ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو انتقال ہو چکا تھا ان کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کی قیادت میں انہوں نے اریحا شہر فتح کیا جو بیت المقدس کے قریب ایک آباد اور سرسبز شہر تھا۔ یہ اسی شہر میں داخل ہونے اور بسنے کا ادب وطریقہ تھا جس کا ذکر ان آیات میں کیا جا رہا ہے اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ جب تم لوگ اس شہر میں داخل ہو تو داخلہ کے وقت سجدہ کرتے یعنی عاجزی کرتے ہوئے داخل ہونا اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جانا۔ مزاج میں سرکشی اور غرور نہ آنے پائے۔ فاتح کی طرح شہر میں چیختے چلاتے اور بے ہودہ شور وغل کرتے داخل نہ ہوں۔ اس رویہ کے اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمانے کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی ان کی خطائیں معاف کردینے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دینی ودنیوی نعمتیں دینے کا وعدہ فرمایا۔ مگر بنی اسرائیل نے ان ہدایتوں کے بالکل خلاف کیا اور بجائے تواضع اور انکسار اختیار کرنے کے تکبر اور گستاخی کو اپنا شعار بنایا اور حکم الٰہی کا مذاق اڑانے لگے۔ بنی اسرائیل نے اس حکم سے بھی سرتابی کی کہ فتح کے وقت کوئی مال غنیمت پوشیدہ نہ رکھے اور نہ کوئی شخص کوئی چیز چوری کرے۔ مگر انہوں نے لوٹ کا مال بھی چھپالیا۔ اس پر آسمانی بلا نازل ہوئی اور ان میں سخت طاعون پھیل گیا اور اکثر تباہ ہو گئے۔

حکم الٰہی کی تعمیل، نعمتوں کا شکر اور عاجزی ضروری ہے

یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ تعمیل حکم الٰہی واجب ہے۔ نعمت کا شکر ادا کرنا، توبہ استغفار کرنا بارگاہ خداوندی میں عاجزی کرنا ضروری ہے۔ ملکی فتوحات بھی انعام ربانی ہے اور نعمت کا شکریہ ادا کرنے سے مزید نعمت ملتی ہے اور احکام الٰہی کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اور عذاب خداوندی کو دعوت دینا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ان واقعات وحالات سے بہت کچھ تنبیہ وعبرت دینا مقصود ہے اسلئے قرآن کریم نے ان کو بار بار بیان کر کے ہم کو بتلایا کہ جن باتوں میں پھنس کر یہود تباہ و برباد ہوئے اور عذاب خداوندی کے شکار ہوئے انکے پاس بھی نہ بھٹکنا چاہیے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات گرامی کے طفیل سے امت مسلمہ کی صلاح وفلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرماویں۔ اور اپنی ہر نعمت کا ہم کو حقیقی شکر گزار بندہ بناویں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَسۡـَٔلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ ۘ اِذۡ يَعۡدُوۡنَ فِى السَّبۡتِ اِذۡ تَاۡتِيۡهِمۡ

وَسۡـَٔلۡهُمۡ	عَنِ	الۡقَرۡيَةِ	الَّتِىۡ	كَانَتۡ	حَاضِرَةَ	الۡبَحۡرِ	اِذۡ	يَعۡدُوۡنَ	فِى السَّبۡتِ	اِذۡ	تَاۡتِيۡهِمۡ
اور پوچھو ان سے	سے (متعلق)	بستی	وہ جو کہ	تھی	سامنے (کنارے)	دریا	جب	حد سے بڑھنے لگے	ہفتہ میں	جب	انکے سامنے آجائیں

اور آپ ان لوگوں سے اس بستی والوں کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھئے جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جبکہ اُنکے

حِيۡتَانُهُمۡ يَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ شُرَّعًا وَّيَوۡمَ لَا يَسۡبِتُوۡنَ ۙ لَا تَاۡتِيۡهِمۡ ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ نَبۡلُوۡهُمۡ بِمَا

حِيۡتَانُهُمۡ	يَوۡمَ	سَبۡتِهِمۡ	شُرَّعًا	وَّيَوۡمَ	لَا يَسۡبِتُوۡنَ	لَا تَاۡتِيۡهِمۡ	كَذٰلِكَ	نَبۡلُوۡهُمۡ	بِمَا
مچھلیاں اُنکی	دن	انکا سبت	کھلم کھلا (سامنے)	اور جس دن	سبت نہ ہوتا	وہ نہ آتی تھیں	اسی طرح	ہم انہیں آزماتے تھے	کیونکہ

ہفتہ کے روز تو انکی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر انکے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو انکے سامنے نہ آتی تھیں ہم انکی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے

كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذۡ قَالَتۡ اُمَّةٌ مِّنۡهُمۡ لِمَ تَعِظُوۡنَ قَوۡمَا ۙ اللّٰهُ مُهۡلِكُهُمۡ اَوۡ مُعَذِّبُهُمۡ

كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ	وَاِذۡ	قَالَتۡ	اُمَّةٌ	مِّنۡهُمۡ	لِمَ تَعِظُوۡنَ	قَوۡمَا	اللّٰهُ	مُهۡلِكُهُمۡ	اَوۡ	مُعَذِّبُهُمۡ
وہ نافرمانی کرتے تھے	اور جب	کہا	ایک گروہ	ان میں سے	کیوں نصیحت کرتے ہو	ایسی قوم	اللہ	انہیں ہلاک کرنیوالا	یا	انہیں عذاب دینے والا

اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔ اور جبکہ اُن میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جنکو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنیوالے ہیں

عَذَابًا شَدِيۡدًا ؕ قَالُوۡا مَعۡذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾

عَذَابًا	شَدِيۡدًا	قَالُوۡا	مَعۡذِرَةً	اِلٰى	رَبِّكُمۡ	وَلَعَلَّهُمۡ	يَتَّقُوۡنَ
عذاب	سخت	وہ بولے	معذرت	طرف	تمہارا رب	اور شاید کہ وہ	ڈریں

یا اُن کو سخت سزا دینے والے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کیلئے اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جاویں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کی سرکشیاں

جس واقعہ کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں واقع ہوا جب کہ بنی اسرائیل ملک شام میں آ کر رہنے لگے تھے۔ اور یہاں ان کا کامل تسلط ہو گیا اس واقعہ کی تفصیل بھی سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

یہودیوں پر سنیچر کے دن کی تعظیم اور تمام دنیوی مشاغل کو ترک کر کے محض عبادت کرنا اس دن میں فرض کیا گیا تھا۔ بحر قلزم کے کنارے ایک بستی تھی جس کا نام ایلہ تھا۔ وہاں مچھلیاں بکثرت تھیں اور وہاں کے باشندوں کی روزی عموماً مچھلیوں کے شکار پر موقوف تھی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش کی گئی جس کی صورت یہ ہوئی کہ سنیچر کے دن دریا کے کنارے بے انتہا مچھلیاں ابھر آتیں۔ بنی اسرائیل کے دل للچاتے مگر مجبور تھے کہ سنیچر کو شکار کرنا ممنوع تھا۔ سنیچر گزر جاتا تو چھ روز تک مچھلی کا پتہ بھی نہ ملتا۔ آخر حکم الٰہی کے ٹالنے کے لئے ان میں سے بعض لوگوں نے ایک حیلہ تراشا اور وہ یہ کہ سمندر کے کنارے کچھ نالیاں نکالیں اور نالیوں کے اختتام پر گہرے گڑھے کھود دیئے۔ سنیچر کے روز حسب معمول مچھلیاں آتیں اور ان نالیوں میں ہوتی ہوئی گڑھوں میں جا کر گر جاتیں اتوار کے روز وہ سب کو پکڑ لیتے پھر رفتہ رفتہ اس میں بھی تساہل کرنے لگے اکا دکا سنیچر

کے دن بھی مچھلیاں پکڑ لیتا۔ ایک فریق نے ان شکاریوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور اس فعل قبیح سے منع کیا لیکن جب انہوں نے نہ مانا تو روکنے والا گروہ چپ ہو رہا مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو برابر نصیحت کرتے رہے۔ جو لوگ کہ نصیحت کرنے سے خاموش ہو گئے تھے انہوں نے کہا کہ ان کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ ماننے والے معلوم نہیں ہوتے۔ غالب خیال ہے کہ سرکشی کی پاداش میں مبتلا ہوں گے اور عذاب الٰہی ان پر نازل ہوگا۔ جو آخیر وقت تک برابر سمجھاتے رہے تھے انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو ان کو نصیحت کرنا برابر جاری رکھیں گے جس سے ہمارے دو مقصد ہیں اول تو اپنی جانوں کی خدا کے سامنے براءت کہ اگر خدا تعالیٰ ہم سے دریافت فرمائے تو ہم اپنا عذر پیش کر سکیں۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ شاید یہ لوگ باز آ جائیں اور اس نازیبا حرکت سے توبہ کر لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اظہار

یہود اس واقعہ ایلہ کو ہمیشہ چھپایا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ قصہ کسی کو معلوم نہیں ہے جس سے کہ ان کے بڑوں پر حرف آتا ہے۔ یہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا اظہار تھا کہ گذشتہ اہم ترین واقعہ سینکڑوں برس پہلے کا حضورؐ بیان فرما رہے ہیں باوجودیکہ کوئی گذشتہ آسمانی کتاب آپ نے نہیں پڑھی۔ نہ اہل کتاب سے میل جول پیدا کر کے سنا اور بے کم وکاست صحیح واقعہ بیان کر دیا جس کو یہودی بھی تسلیم کرتے ہیں اور کسی کو انکار کی مجال نہیں۔

نصیحت کرنا بہرحال ضروری ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نصیحت بہرحال مفید چیز ہے۔ گمراہوں کی ہدایت کی طرف سے کتنی ہی مایوسی ہو لیکن اہل حق کا فرض ہے کہ نصیحت سے باز نہ رہیں کیونکہ اول تو یہ ایک فرض ہے جس کی ادائیگی میں نتیجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے کون کہہ سکتا ہے کہ کسی کے دل کو کوئی بات لگ جائے اور اس کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔ ایک وقت ہزاروں وعظ کام نہیں دیتے دوسرے وقت دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی کلمہ سب کچھ کام کر دیتا ہے۔ تاہم جب نصیحت کے کارگر ہونے کی کوئی صورت نہ رہے اور بالکل مایوسی ہو جائے تو پھر نصیحت کرنا واجب نہیں رہتا البتہ عالی ہمتی کا تقاضا پھر بھی یہی رہتا ہے کہ نصیحت جاری رکھی جائے۔

حیلے بہانے کرنا مذموم ہے

نیز ان آیات سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام سے بچنے کے لئے حیلے بہانے کرنا سخت مذموم ہے البتہ جن حیلوں کو فقہاء نے استعمال کیا ہے وہ احکام سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ گناہوں سے بچنے اور احکام حاصل کرنے کے لئے ہیں۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ ہمارے لئے نیک کاموں کے حصول اور ان کے مواقع آسان فرما دیجئے اور برے کاموں اور ان کے مواقع کو ہم سے دور رکھئے۔

یَااللّٰہ اپنی ہدایت اور اطاعت و فرمانبرداری کے دروازے ہمارے لئے کھول دے اور معصیت و نافرمانی کے دروازے بند فرما دے۔

یَااللّٰہ ہم کو خود بھی گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے اور بچنے کی نصیحت کرنے کی توفیق و ہمت عطاء فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖۤ اَنۡجَيۡنَا الَّذِيۡنَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَاَخَذۡنَا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا

فَلَمَّا	نَسُوۡا	مَا	ذُكِّرُوۡا بِهٖ	اَنۡجَيۡنَا	الَّذِيۡنَ	يَنۡهَوۡنَ	عَنِ السُّوۡٓءِ	وَاَخَذۡنَا	الَّذِيۡنَ	ظَلَمُوۡا
پھر جب	وہ بھول گئے	جو	انہیں سمجھائی گئی تھی	ہم نے بچالیا	وہ جو کہ	منع کرتے تھے	برائی سے	اور ہم نے پکڑلیا	وہ لوگ جنہوں نے	ظلم کیا

سو جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو انکو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچالیا جو اس بُری بات سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو زیادتی کیا کرتے تھے

بِعَذَابٍۢ بَئِيۡسٍۢ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوۡا عَنۡ مَّا نُهُوۡا عَنۡهُ قُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً

بِعَذَابٍ	بَئِيۡسٍ	بِمَا	كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ	فَلَمَّا	عَتَوۡا	عَنۡ	مَا نُهُوۡا	عَنۡهُ	قُلۡنَا	لَهُمۡ	كُوۡنُوۡا	قِرَدَةً
عذاب میں	بُرا	کیونکہ	نافرمانی کرتے تھے	پھر جب	سرکشی کرنے لگے	سے	جس سے منع کئے گئے تھے	اس سے	ہم نے حکم دیا	انکو	ہو جاؤ	بندر

ایک سخت عذاب میں پکڑلیا۔ سو جب وہ جس کام سے انکو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے انکو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ۔

خٰسِـِٕيۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ؕ

خٰسِـِٕيۡنَ	وَاِذۡ	تَاَذَّنَ	رَبُّكَ	لَيَبۡعَثَنَّ	عَلَيۡهِمۡ	اِلٰى	يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ	مَنۡ	يَّسُوۡمُهُمۡ	سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ
ذلیل وخوار	اور جب	خبر دی	تمہارا رب	البتہ ضرور بھیجتا رہے گا	ان پر	تک	روزِ قیامت	جو	تکلیف دے انہیں	بُرا عذاب

اور وہ وقت یاد کرنا چاہیئے کہ جب آپکے رب نے یہ بات بتلادی کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسے شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو انکو سزائے شدید کی تکلیف پہنچاتا رہیگا

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۶۷﴾

اِنَّ	رَبَّكَ	لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ	وَاِنَّهٗ	لَغَفُوۡرٌ	رَّحِيۡمٌ
بیشک	تمہارا رب	جلد عذاب دینے والا	اور بیشک وہ	بخشنے والا	مہربان

بلاشبہ آپ کا رب واقعی جلدی سزا دے دیتا ہے اور بلاشبہ وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حق تعالیٰ نے یہود پر سبت یعنی سنیچر کے دن شکار کرنا حرام کیا تھا۔ ایلہ یہود کی ایک بستی تھی جس کے رہنے والوں کو عدول حکمی اور نافرمانی کی عادت تھی۔ خدا کی طرف سے ان کی آزمائش ہونے لگی کہ سنیچر کے دن دریا میں مچھلیوں کی بے حد کثرت ہوتی جو سطح دریا پر تیرتی تھیں۔ باقی دنوں میں غائب رہتیں ان لوگوں سے صبر نہ ہو سکا۔ صریح حکم الٰہی کے خلاف حیلہ کرنے لگے کچھ سمجھدار لوگوں نے ان کو سمجھایا کہ سنیچر کے روز شکار کسی طرح درست نہیں یہ اللہ کی نافرمانی ہے لیکن ان لوگوں کے دل میں اللہ کے حکم کی وقعت نہ تھی وہ سمجھے کہ ہماری چال سے ہماری نیت پر پردہ پڑ جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ دلوں کا حال جاننے والا ہے اور ہر ایک کی نیت سے واقف ہے۔ اسے کسی تدبیر یا چال وحیلہ سے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈھیل دی کہ شاید سوچ سمجھ کر نصیحت کرنے والوں کی نصیحت قبول کرلیں اور اپنی نازیبا حرکت سے باز آجائیں۔ لیکن انہوں نے نصیحت کی کوئی وقعت اور قدر نہ کی آخر اپنی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی بھگتی اور ان کا کیا انجام ہوا یہ ان آیات میں بیان ہوا ہے اور بتلایا گیا کہ جب ان نالائقوں نے تمام نصیحتوں کو بالکل ایسا بھلا دیا گویا سنا ہی نہیں اور سمجھانے والوں کی بات پر ذرا کان نہ دھرا تو اللہ تعالیٰ نے ناصحین کو بچا کر ظالمین کو سخت عذاب میں گرفتار کیا۔ جب وہ اپنی حرکتوں اور نافرمانیوں سے باز نہ آئے اور حکم عدولی میں دن بدن بڑھتے ہی چلے گئے تو پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بندر بن جاؤ اور ذلت وخواری کا مزا چکھو۔

روایات میں آیا ہے کہ جب نصیحت کرنے والے مایوس ہو گئے تو نافرمانوں کے ساتھ رہنا بھی ان کو گوارا نہ ہوا اور انہوں نے بستی کو تقسیم کر لیا۔ ناصحین اور فرمانبرداروں کا دروازہ الگ ہو گیا اور مجرموں کی آبادی کا دروازہ الگ ہو گیا اور دونوں آبادیوں میں دیوار حائل ہو گئی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے مجرموں کیلئے بددعا کی۔ ایک روز صبح کو جب نیکوکار گروہ اٹھا اور بدکاروں میں کوئی گھر میں سے نہ نکلا تو انہوں نے کہا کہ آج ضرور ان پر کوئی افتاد پڑی ہے چنانچہ گھروں کے اندر جا کر دیکھا تو سب بندر نظر آئے۔ یہ لوگ اپنے قرابتداروں کو نہ پہچان سکے مگر بندروں نے ان کو پہچان لیا اور پاس آ کر ان کے کپڑے سونگھتے اور روتے تھے اور ان کے آس پاس لوٹتے پھرتے تھے تین روز تک ان کو لوگوں نے اسی حال میں دیکھا اور تین روز کے بعد مر گئے۔

جمہور مفسرین کا خیال ہے کہ یہ سزا اسی طرح واقع ہوئی جیسی قرآن پاک کے ظاہر الفاظ سے ظاہر ہو رہی ہے یعنی وہ نافرمان انسان بندر بنے اور پھر تین دن بعد ہلاک ہو گئے۔

عبرت حاصل کرو

سورۂ بقرہ میں جہاں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے وہاں حق تعالیٰ نے اس کا مقصد اس طرح ظاہر فرمایا ہے کہ متقین یعنی خوف خدا رکھنے والوں کے لئے یہ واقعہ موجب نصیحت بنا دیا اور اس زمانہ اور بعد کے لوگوں کے لئے اسے موجب عبرت بنا دیا یعنی اس واقعہ اور اس سزا کو اللہ تعالیٰ نے باعث خوف و عبرت بنا دیا اگلے اور پچھلے لوگوں کے واسطے۔ حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ اس چیز کا ارتکاب نہ کرو جس کے مرتکب یہودی ہوئے کہ ادنیٰ حیلہ سے انہوں نے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال تصور کر لیا۔

مگر اب یہاں کس زبان اور کس دل و دماغ سے اس بات کا اظہار کیا جائے کہ افسوس صد افسوس اس امت کی زبوں حالی اور دینی بے راہ روی کا ایک وقت وہ بھی آنا ہے جس کی نشاندہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی ہے اور امت کو متنبہ فرما دیا ہے کہ احکام الٰہیہ اور سنت نبویہ کے خلاف عامل ہونے اور معاصی اور گناہوں اور فسق و فجور میں بے باک و جری ہونے کی سزا میں ایک وقت اور زمانہ اس امت پر بھی وہ آئے گا کہ جو مسخ یعنی آدمی کتے بندر وغیرہ کی صورتوں میں ہو جائیں گے اور خسف ہوگا یعنی زمین میں آدمیوں اور مکانوں کا دھنس جانا اور قذف ہوگا یعنی آسمان سے پتھر برسیں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ پاک ہمیں یہ وقت اور زمانہ نہ دکھلائیں۔

خدا کی نافرمانی کرو گے تو ذلیل رہو گے۔

الغرض اصحاب ایلہ کو مسخ کی سزا ملنے کے بعد آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ اے بنی اسرائیل اگر تم بدی اور نافرمانی کرو گے تو ابد تک تم کو تمہارے دشمنوں کے ہاتھ میں رکھا جائے گا جو تم کو مصائب میں مبتلا رکھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب بنی اسرائیل اپنی سرکشی پر مصر رہے تو خدا تعالیٰ نے ان کی حکومت، عزت، شوکت اور سلطنت چھین لی اور مختلف بادشاہوں نے انہیں غلام بنایا۔ کبھی یونانی بادشاہوں کے زیر حکومت رہے۔ کبھی ایرانیوں کے زیر تسلط آئے کبھی نصاریٰ نے ان پر حکومت کی۔ پھر سکندر اعظم نے ان کو اسیر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک مجوسیوں کے باج گزار رہے۔ پھر اسلامی دور میں مسلمانوں کی رعیت ہو کر ذلت و خواری سے زندگی بسر کی۔ غرض اس وقت سے آج تک ان کو من حیث القوم عزت و شوکت نصیب نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک ہوگی۔ قرب قیامت میں یہود دجال کے مددگار ہو کر نکلیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسلمان رفقاء کے ہاتھوں سے تہ تیغ کئے جائیں گے جیسا کہ احادیث میں پیشین گوئی موجود ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سریع العقاب بھی ہیں اور غفور الرحیم بھی ہیں۔ یعنی جو شرارت سے باز نہ آئے تو بعض اوقات جلدی ہی اس پر دنیا میں عذاب آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور کیسا ہی کٹر مجرم ہو توبہ کرلے اور نادم ہو کر خدا کی طرف رجوع ہو تو اس کی بخشش اور رحمت بھی بے پایاں ہے معاف کرتے ہوئے دیر بھی نہیں لگتی۔

دعا کیجئے: یَااللہ اپنے احکام کی پابندی ہم کو زندگی کے ہر شعبہ میں نصیب فرما اور ہر طرح کی نافرمانی و بدعہدی سے ہم کو بچنے کی توفیق عطا فرما۔ یَااللہ کسی قوم اور ملک پر ظالم حکمرانوں کا مسلط ہونا بھی آپ کا ایک عذاب ہے۔ یَااللہ اس ملک اور قوم پر ظالم حکمران مسلط نہ فرما بلکہ عادل و صالح حکمراں ہم کو عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ

وَقَطَّعْنٰهُمْ	فِی الْاَرْضِ	اُمَمًا	مِنْهُمُ	الصّٰلِحُوْنَ	وَمِنْهُمْ	دُوْنَ	ذٰلِكَ	وَبَلَوْنٰهُمْ
اور پراگندہ کردیا ہم نے اُنہیں	زمین میں	گروہ درگروہ	اُن سے	نیکوکار	اوراُن سے	سوا	اس	اورآزمایاہم نے انہیں

اور ہم نے دنیا میں انکی متفرق جماعتیں کردیں بعضے ان میں نیک تھے اور بعضے ان میں اور طرح کے تھے اور ہم انکو خوش حالیوں

بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۱۶۸ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ یَاْخُذُوْنَ

بِالْحَسَنٰتِ	وَالسَّیِّاٰتِ	لَعَلَّهُمْ	یَرْجِعُوْنَ	فَخَلَفَ	مِنْۢ بَعْدِهِمْ	خَلْفٌ	وَرِثُوا	الْكِتٰبَ	یَاْخُذُوْنَ
اچھائیوں میں	اوربُرائیوں میں	تاکہ وہ	رجوع کریں	پیچھے آئے	اُنکے بعد	ناخلف	وہ وارث ہوئے	کتاب	وہ لیتے ہیں

اور بدحالیوں سے آزماتے رہے کہ شاید باز آجاویں۔ پھرانکے بعدایسے لوگ انکے جانشین ہوئے کہ کتاب کوتو ان سے حاصل کیالیکن اس دنیا کا مال متاع لے لیتے ہیں

عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰی وَیَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ یَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ یَاْخُذُوْهُ ؕ

عَرَضَ	هٰذَا الْاَدْنٰی	وَ	یَقُوْلُوْنَ	سَیُغْفَرُ لَنَا	وَاِنْ	یَّاْتِهِمْ	عَرَضٌ	مِّثْلُهٗ	یَاْخُذُوْهُ
متاع (اسباب)	اس ادنیٰ زندگی	اور	کہتے ہیں	اب ہمیں بخشدیا جائیگا	اوراگر	آئے اُنکے پاس	مال واسباب	اس جیسا	اس کو لے لیں

اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہوجاوے گی حالانکہ اگرانکے پاس ویسا ہی مال متاع آنے لگے تواسکو لے لیتے ہیں۔ کیاان سے اس کتاب کے

اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ مِّیْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِیْهِ ؕ

اَلَمْ یُؤْخَذْ	عَلَیْهِمْ	مِّیْثَاقُ	الْكِتٰبِ	اَنْ	لَا یَقُوْلُوْا	عَلَی	اللّٰهِ	اِلَّا	الْحَقَّ	وَدَرَسُوْا	مَا فِیْهِ
کیانہیں لیا گیا	اُن پر (اُن سے)	عہد	کتاب	کہ	وہ نہ کہیں	پر (بارہ میں)	اللہ	مگر	سچ	اوراُنہوں نے پڑھا	جواس میں

اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ خدا کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اسکو پڑھ لیا

وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۱۶۹ وَالَّذِیْنَ یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ

وَالدَّارُ	الْاٰخِرَةُ	خَیْرٌ	لِّلَّذِیْنَ	یَتَّقُوْنَ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	وَالَّذِیْنَ	یُمَسِّكُوْنَ	بِالْكِتٰبِ
اور گھر	آخرت	بہتر	ان کیلئے جو	پرہیزگار	کیاتم سمجھتے نہیں	اور جولوگ	مضبوط پکڑے ہوئے ہیں	کتاب کو

اور آخرت والا گھر ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو پرہیز رکھتے ہیں پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ۱۷۰

وَاَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	اِنَّا	لَا نُضِیْعُ	اَجْرَ	الْمُصْلِحِیْنَ
اور قائم رکھتے ہیں	نماز	بیشک ہم	ضائع نہیں کرتے	اجر	نیکوکار (جمع)

اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ہم ایسے لوگوں کا جواپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔

بنی اسرائیل کا قومی انتشار

اب مزید بنی اسرائیل کی حالت ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہود کی جب سلطنت عزت وشوکت درہم برہم ہوئی اور ان کی کوئی اجتماعی قوت نہ رہی تو آپس کی مخالفت سے ادھر ادھر نکل گئے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ کچھ افراد ان میں نیک بھی تھے جو تورات کے صحیح احکام پر چلتے تھے۔ مگر اکثریت نافرمانوں اور فاسقوں ہی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان بدکاروں کو طرح طرح سے ہدایت کی راہ پر آجانے کا موقع دیا کبھی نعمت راحت' فراغت اور چین دیا' کبھی فقر و افلاس اور دنیوی مصائب میں مبتلا کیا کہ ممکن ہے کہ احسان مان کر یا سختیوں سے ڈر کر توبہ کریں اور خدا کی طرف رجوع ہوں۔

بعد والوں کی دین فروشی

بہر حال ان یہود کے بڑوں میں تو کچھ صالحین بھی تھے لیکن پچھلے ان کے جانشین تو ایسے ناخلف ہوئے کہ جس کتاب یعنی تورات شریف کے وارث و حامل بنے تھے دنیا کا تھوڑا سا مال و دولت لے کر اس کی آیات میں تحریف کر دیتے اور حق کو چھپاتے اور رشوتیں لے کر احکام الٰہی کو بدل دیتے۔ اور احکام توریت کے خلاف فیصلہ کرتے اور پھر اس پر بے باک ایسے کہ اس جرم عظیم کو حقیر سمجھ کر کہتے کہ یہ گناہ ہی کیا ہے۔ ان باتوں سے ہم کو مضرت کا کچھ اندیشہ نہیں، ہم تو انبیاء کی اولاد اور خدا کے محبوب ہیں کچھ بھی کریں وہ ہماری بے اعتدالیوں سے ضرور درگزر کرے گا۔ اسی عقیدہ کی بناء پر تیار رہتے ہیں کہ آئندہ جب موقع ہو پھر رشوت لے کر اسی طرح کی بے ایمانی کا اعادہ کریں۔ گویا بجائے اس کے کہ گذشتہ حرکات پر نادم ہوتے اور آئندہ کے لئے عزم رکھتے کہ ایسی حرکات کا اعادہ نہ کریں گے مگر بے فکر ہو کر انہی شرارتوں اور بے ایمانیوں کے اعادہ کا عزم رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ حماقت اور بے حیائی کیا ہوگی۔ حالانکہ تورات میں ان سے جو عہد لیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ خدا کی طرف سچ کے علاوہ کسی چیز کی نسبت نہ کریں۔ تو کیا یہ عہد انہیں معلوم نہیں جو اللہ کی کتاب اور اس کے احکام میں کاٹ چھانٹ اور رد و بدل کر کے خدا کی ذات پر افتراء کرنے لگے۔ حالانکہ کتاب اللہ یعنی تورات کو یہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مضمون انہیں معلوم نہیں رہا یا یاد نہیں رہا۔

بنی اسرائیل کے تنزل کے اسباب

حقیقت وہی ہے کہ دنیا کے فانی متاع کے عوض انہوں نے دین و ایمان بیچ ڈالا اور آخرت کی تکلیف و راحت سے آنکھیں بند کر لیں۔ اتنا نہ سمجھے کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کا گھر اور وہاں کا عیش و راحت دنیا کی خوشحالی سے کہیں بہتر اور فائق ہے۔ کاش کہ اب بھی انہیں عقل آ جائے۔ توبہ و اصلاح حال کا دروازہ اب بھی کھلا ہے جو لوگ شریروں کی راہ چھوڑ کر توراۃ کی اصلی ہدایات کو تھامے رہے اور اسی کی ہدایت اور پیشین گوئی کے موافق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دامن اور قرآن کریم کا اتباع مضبوط پکڑ لیا اور خدا کی بندگی نماز وغیرہ کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کیا۔ غرض اپنی اور دوسروں کی اصلاح پر متوجہ ہوئے تو خدا ان کی محنت ضائع نہ کرے گا اور بلاشبہ وہ اپنی محنت کا میٹھا پھل چکھیں گے۔ اس میں اشارہ ہے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ کی طرف کہ جو توراۃ کی تعلیم کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لے آئے تھے۔ اور اسلامی احکام کے پابند ہو گئے تھے۔

ان آیات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ کسی قوم کا باہمی افتراق کہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے فرقے فرقے بنا دے جس سے کہ ان کی طاقت منتشر ہو جائے اور ان میں باہمی اتفاق نہ ہو تو یہ بھی عذاب الٰہی کی ایک شکل ہے جیسا کہ یہود پر دنیا میں ڈالا گیا۔ اس میں اہل علماء کے لئے بھی تنبیہ ہے کہ جو نذرانہ تحفہ تحائف دینے والوں کو خوش کرنے کے لئے یا اپنی اغراض نفسانیہ کے حصول میں لوگوں کی مرضی کے فتوے دینے لگتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے: یَااَللّٰہُ امت مسلمہ میں اتحاد اور اتفاق نصیب فرمایئے۔ یَااَللّٰہُ دین فروشی کی لعنت سے ہم کو اور ہمارے علماء کو کامل طور پر محفوظ فرمایئے ہم کو قرآن پاک کی جو نصیحت پہنچی جائے اس پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ													
وَإِذْ	نَتَقْنَا	الْجَبَلَ	فَوْقَهُمْ	كَأَنَّهُ	ظُلَّةٌ	وَظَنُّوا	أَنَّهُ	وَاقِعٌ	بِهِمْ	خُذُوا	مَا	آتَيْنَاكُمْ	بِقُوَّةٍ
اور جب	اٹھایا ہم نے	پہاڑ	انکے اوپر	گویا کہ وہ	سائبان	اور انہوں نے گمان کیا	کہ وہ	گرنے والا	اُن پر	تم پکڑو	جو	دیا ہم نے تمہیں	مضبوطی سے
اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح انکے اوپر معلق کردیا اور انکو یقین ہوا کہ اب اُن پر گرا اور کہا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تمکو دی ہے مضبوطی کیساتھ													

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾	وَ	اذْكُرُوا	مَا فِيهِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُونَ	
اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔	اور	یاد کرو	جو اس میں	تا کہ تم	پرہیزگار بن جاؤ	
اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔						

بنی اسرائیل سے تورات پر عمل کا عہد لینے کا واقعہ

بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو کافی پیچھے سے اس سورۃ میں بیان ہوتا آرہا ہے وہ اس آیت پر ختم ہو رہا ہے۔ گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کو توراۃ میں حکم دیا تھا کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا اور خدا کی طرف بجز حق اور واقعی بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کرنا۔

اب یہ یاد دلایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل سے یہ عہد کہ توراۃ کے احکام پر مضبوطی سے عمل کریں گے ایک خاص طور پر لیا گیا تھا تاکہ اسے ہمیشہ یاد رکھیں اور بھولنے کا کوئی بہانہ ان کے پاس نہ رہے۔ وہ خاص واقعہ سورۂ بقرہ میں بھی بیان ہوا ہے اور اسی واقعہ کی طرف اشارہ اس آیت میں بھی فرمایا گیا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو طور پر توریت عطا ہوئی اور آپ نے واپس لا کر قوم کو دکھلائی اور سنائی تو بنی اسرائیل نے اول تو یہی کہا تھا کہ یہ ہمیں کیسے اطمینان ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ ہم سے خود اللہ تعالیٰ کہہ دیں کہ یہ میری کتاب ہے جب مانیں گے جس کا بیان قریب ہی گزشتہ آیات میں ہو چکا ہے کہ اس کام کے لئے ستر آدمی منتخب کئے گئے اور وہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گئے اور وہاں انہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی کو سنا اور پھر بے حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کردی جس گستاخی پر ایک ہیبت ناک کڑک اور زلزلہ نے

ان کو پکڑ لیا اور جلا کر خاک کر دیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو دوبارہ زندگی عطا ہوئی۔ بہرحال یہ ستر سردار دوبارہ زندگی پا کر قوم کی طرف واپس ہوئے تو انہوں نے قوم سے تمام قصہ کہہ سنایا اور بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے اور بیشک خدا کے فرستادہ ہیں۔ مگر پھر بھی اتنی آمیزش کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر میں یہ بھی فرما دیا تھا کہ تم سے جس قدر عمل ہو سکے کرنا جو نہ ہو سکے معاف ہے۔ تو کچھ تو جبلی شرارت۔ کچھ احکام کی پابندی کی مشقت۔ کچھ اس آمیزش سے ایک حیلہ ملا تو بجائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کا شکر بجا لاتے اور اس کے فضل و کرم کی فراوانی کے پیش نظر فرمانبرداری اور عبودیت کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے۔ انہوں نے اپنی کجروی کو باقی رکھا اور اپنے نمائندوں کی تصدیق کے باوجود تورات کو قبول کرنے میں معاندانہ پس و پیش شروع کر دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشادات پر پوری اطاعت کے ساتھ کان نہ دھرا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو بارگاہ الٰہی میں رجوع کرتے ہوئے قوم کی بے راہ روی کا گلہ کیا۔ درگاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ ان نافرمانوں کے لئے میں تم کو ایک حجت اور معجزہ اور عطا کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جس پہاڑ پر تم مجھ سے ہم کلام ہوتے رہتے ہو اور جس پر تمہاری قوم کے منتخب نمائندوں نے حق کا مشاہدہ کیا اسی پہاڑ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور سائبان کی

طرح بنی اسرائیل کے سروں پر چھا جائے کہ یا تو وہ تورات کے احکام کو تسلیم کریں ورنہ اسی سے دبا کر ختم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جونہی خدا تعالیٰ کا یہ تکوینی فیصلہ ہوا۔ طور ان کے سروں پر مثل سائبان کے نظر آنے لگا۔ اب جب بنی اسرائیل نے یہ عظیم الشان نشان دیکھا تو اب اسے وقتی خوف و دہشت کا ثمرہ سمجھئے یا خداوند تعالیٰ کے عظیم الشان نشان کے مشاہدہ کا نتیجہ جانئے کہ بنی اسرائیل توریت کی جانب متوجہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اس کے احکام کی تعمیل کا اقرار کیا تب خدا تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ اے بنی اسرائیل ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ لو اور جو احکام اس توراۃ میں درج ہیں ان کی پوری تعمیل کرو تا کہ تم پرہیزگار متقی بن سکو مگر افسوس کہ بنی اسرائیل کا یہ عہد و میثاق ہنگامی ثابت ہوا اور زیادہ عرصہ تک وہ اس پر کاربند نہ رہ سکے اور حسب عادت پھر خلاف ورزی شروع کر دی۔

بنی اسرائیل پر عہد لینے میں سختی کیوں کی گئی

اب یہاں کسی کے دل میں ایک شبہ یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ دین میں جبر و اکراہ نہیں۔ قرآن کریم نے سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۶ میں عام اعلان فرمایا ہے لآ اکراہ فی الدین یعنی دین میں جبر و اکراہ نہیں کہ کسی کو زبردستی دین حق کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے لیکن اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو دین حق اور احکام توراۃ کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ تو اس شبہ اور اعتراض کا مفصل جواب تو سورۂ بقرہ کی اسی آیت کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہی ہے کہ بلاشبہ کسی غیر مسلم کو دین حق دین اسلام کے قبول کرنے پر کبھی مجبور نہیں کیا جائے گا اور اس کے لئے اس پر جبر و اکراہ ہرگز نہیں کیا جائے گا ہاں جو شخص اپنی رضا اور رغبت سے ایک مرتبہ اسلام کو قبول کر لے گا تو وہ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی شریعت و اسلامی احکام کا پابند ہو گیا۔ اس کے بعد اگر وہ احکام اسلام کی خلاف ورزی کرنے لگے تو اس پر ضرور جبر کیا جائے گا اور خلاف ورزی کی صورت میں سزا بھی دی جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ لآ اکراہ فی الدین کا تعلق غیر مسلموں سے ہے کہ ان کو بجز دین حق کو قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا جب کہ بنی اسرائیل کے اس واقعہ میں کسی کو دین حق قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان لوگوں نے دین موسوی کو قبول کرنے کے بعد احکام تورات کی پابندی سے انکار کیا تھا اس لئے ان پر کوہ طور اٹھا لایا گیا کہ جب دین موسوی قبول کر چکے ہو تو اس دین کی کتاب آسمانی یعنی توراۃ کے احکام کو ماننا پڑے گا۔ اس لئے ان پر یہ جبر و اکراہ کر کے پابندی کرانا لآ اکراہ فی الدین کے خلاف نہیں۔ یہ مختصراً عرض کیا گیا تفصیل وہیں سورۂ بقرہ (درس ۱۳۷) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ بنی اسرائیل کی طرح اس وقت مسلمانوں میں بھی اپنی آسمانی کتاب قرآن حکیم سے جو انحراف، اعراض اور غفلت کی حالت پیدا ہو گئی ہے یہ انتہائی افسوسناک امر ہے ہم نے جب اسلام کو دین حق سمجھ کر اس کو قبول کر لیا ہے تو پھر اسلامی شریعت سے انحراف اور اس کی خلاف ورزی سے بچایئے اور ہم کو دل و جان سے قرآن کریم کا اتباع نصیب فرمایئے۔

یَااللّٰہ ہمارے اس جرم عظیم پر ہماری گرفت نہ فرمایئے اور ہم کو اس تقصیر کی تلافی کی توفیق عطا فرما کر آپ کو راضی کر لینے کی سعادت نصیب فرمایئے اور سچی توبہ و استغفار سے اپنی طرف ہمیشہ رجوع ہونے کی توفیق مرحمت فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ

وَاِذْ	اَخَذَ	رَبُّكَ	مِنْ	بَنِىْٓ اٰدَمَ	مِنْ	ظُهُوْرِهِمْ	ذُرِّيَّتَهُمْ	وَاَشْهَدَهُمْ	عَلٰى	اَنْفُسِهِمْ	اَلَسْتُ
اور جب	لیا (نکالی)	تمہارا رب	سے (کی)	بنی آدم	سے	اُن کی پشت	ان کی اولاد	اور گواہ بنایا انکو	پر	انکی جانیں	کیا نہیں ہوں میں

اور جبکہ آپ کے رب نے اولاد آدمؑ کی پشت سے انکی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں

بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ۝۱۷۲

بِرَبِّكُمْ	قَالُوْا	بَلٰى	شَهِدْنَا	اَنْ	تَقُوْلُوْا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اِنَّا	كُنَّا	عَنْ	هٰذَا	غٰفِلِيْنَ
تمہارا رب	وہ بولے	ہاں کیوں نہیں	ہم گواہ ہیں	کہ (کبھی)	تم کہو	قیامت کے دن	بیشک ہم	تھے	سے	اس	غافل (جمع)

سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب گواہ بنتے ہیں تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔

أَوْ تَقُولُوٓا إِنَّمَآ أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا

اَوْ	تَقُوْلُوْا	اِنَّمَا	اَشْرَكَ	اٰبَآؤُنَا	مِنْ قَبْلُ	وَكُنَّا	ذُرِّيَّةً	مِّنْ بَعْدِهِمْ	اَفَتُهْلِكُنَا	بِمَا
یا	تم کہو	اسکے سوا نہیں (صرف)	شرک کیا	ہمارے باپ دادا	اس سے قبل	اور تھے ہم	اولاد	انکے بعد	سو کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے	اس پر جو

یا یوں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو انکے بعد انکی نسل میں ہوئے سو کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہمکو

فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝۱۷۳ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝۱۷۴

فَعَلَ	الْمُبْطِلُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	وَلَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ
کیا	اہل باطل (غلط کار)	اور اسی طرح	ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	آیتیں	اور تا کہ وہ	رجوع کریں

ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں اور ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں اور تا کہ وہ باز آجاویں۔

عالم ارواح میں تمام بنی آدم سے لیا گیا عہد

گذشتہ آیت میں حق تعالیٰ نے اس عہد کا ذکر فرمایا تھا جو خاص بنی اسرائیل سے احکام تورات کی پابندی کے سلسلہ میں لیا گیا تھا اور جس کی خلاف ورزی سے وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوئے اب ان آیات میں اس عہد کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو عالم ارواح میں تمام بنی آدم سے اس عالم دنیا میں آنے سے پہلے ازل میں لیا گیا تھا جو عام زبانوں میں عہد الست کے نام سے مشہور ہے۔ گویا اب تمام انسانوں کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ عہد کی پابندی کچھ بنی اسرائیل ہی کی خصوصیت نہ تھی بلکہ تمام بنی آدم اپنے خالق و رب کیساتھ ایک میثاق اور عہد عالم ارواح میں کر چکے ہیں جس کی پابندی بنی نوع انسان پر لازمی ہے۔

جمہور مفسرین اس طرف گئے ہیں اور متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے کے بعد اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے لیا گیا۔ اس عہد ازلی کی بعض تفصیلات روایات حدیث میں آئی ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس آیت میثاق کا مطلب پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تھا اور اس وقت جو جواب میں نے آپ سے سنا تھا وہ یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر اپنا دست قدرت

ان کی پشت پر پھیرا تو ان کی پشت سے جو نیک انسان پیدا ہونے والے تھے وہ نکل آئے تو فرمایا کہ ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ جنت ہی کے کام کریں گے۔ پھر دوسری مرتبہ ان کی پشت پر دست قدرت پھیرا تو جتنے عاصی بدکار گنہگار انسان ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تھے ان کو نکال کھڑا کیا اور فرمایا کہ ان کو میں نے دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ دوزخ میں جانے ہی کے کام کریں گے۔

حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر صحابہ میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ جب پہلے ہی جنتی اور جہنمی متعین کر دیئے گئے تو پھر عمل کس مقصد کے لئے کرایا جاتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کے لئے پیدا فرماتے ہیں تو وہ اہل جنت ہی کے کام کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کا خاتمہ کسی ایسے ہی کام پر ہوتا ہے کہ جو اہل جنت کا کام ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوزخ کے لئے بناتے ہیں تو وہ دوزخ ہی کے کاموں میں لگ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا خاتمہ بھی کسی ایسے ہی کام پر ہوتا ہے جو اہل جہنم کا کام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو معلوم نہیں کہ وہ کس طبقہ میں داخل ہے تو اس کو اپنی قوت اور قدرت و اختیار کو ایسے کاموں میں خرچ کرنا چاہئے جو اہل جنت کے کام ہیں اور یہی امید رکھنا چاہئے کہ وہ انہی میں سے ہوگا۔ (معارف القرآن)

ابن آدم کی عذر خواہی کا انسداد

ان آیات میں اس عہد کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو عالم ارواح میں تمام بنی آدم سے لیا گیا تھا جو تا قیام قیامت حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہونے والی ہے۔ ان کو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے عقل اور تکلم کی قوت عنایت فرمائی اور ان سے دریافت کیا الست بربکم کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب نے جواباً عرض کیا بلٰی، یعنی سب نے کہا بیشک آپ ہمارے پروردگار ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ نے وہاں جتنے ملائکہ اور مخلوقات مثل زمین و آسمان اور حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے سب کو گواہ کر کے سب کی طرف سے فرمایا کہ ہم سب اس واقعہ اور عہد و پیمان کے گواہ بنتے ہیں تا کہ اے بنی آدم تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ اے اللہ ہم تو تیری ربوبیت اور الوہیت اور وحدانیت سے بے خبر تھے۔ ہم کو اس کا علم ہی نہ تھا۔ یا یہ کہنے لگو کہ ترک توحید اور شرک کا جرم تو ہم سے پہلے ہمارے آباء واجداد نے کیا اور ہم ان کے بعد ان کی نسل تھے جیسا ہم نے ان کو کرتے دیکھا ویسا ہی ہم نے بھی کیا تو اگلے ناحق پرستوں کے جرم کی سزا ہمیں کیوں دی جائے؟ ہمارا اس میں کیا قصور ہے؟ اور ان کی غلطی کی سزا ہم کیوں بھگتیں؟۔ گویا اس ازلی سوال و جواب سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کے ایک ایک فرد سے پیدا کرنے سے پہلے ہی اقرار کرا لیا ہے کہ میں اس کا رب ہوں اور اب اس قرآن کے ذریعہ اس کو اس کا عہد یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ قیامت کے دن جزا و سزا اور حساب و کتاب کے وقت وہ یہ عذر نہ کر سکے کہ مجھے تو کوئی عہد یاد نہیں آیا اور نہ کسی یاد دلانے والے نے مجھے یاد دلایا۔ تو اب قیامت میں کسی کا یہ عذر نہیں چلے گا کہ ہم تو اس عہد سے غافل تھے۔ اس آیت کے ذریعہ یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ لوگ غفلت اور کجروی اور کفر و شرک سے باز آ جائیں اور وہ اس عہد اور میثاق کی طرف لوٹ آئیں جو ازل میں کیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ جل شانہٗ کی ربوبیت و الوہیت و وحدانیت کا اعتراف کرنے لگیں اور فطرت سابقہ کی طرف لوٹ آئیں اور اطاعت حق کو لازم سمجھیں۔

عالم ارواح کے عہد سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ

اب یہاں ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ازلی عہد و پیمان کتنا ہی یقینی اور صحیح کیوں نہ ہو مگر کم از کم یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اس دنیا میں آنے کے بعد یہ کسی کو یاد نہیں رہا تو پھر اس عہد کا فائدہ کیا ہوا؟ محقق علما نے اس کے مختلف جوابات لکھے ہیں۔

ایک الزامی جواب تو یہ ہے کہ انسان کو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا بھی یاد نہیں۔ لوگوں کے کہنے سے ماں کو ماں سمجھتا ہے۔ اگر کوئی شخص ماں کا حق ادا نہ کرے اور عذر یہ کرے کہ مجھے اپنا پیدا ہونا یاد نہیں تو میں اس کو کیسے اپنی ماں جانوں تو بتلایئے سب اس کو اول درجہ کا احمق کہیں گے یا نہیں۔ اسی طرح عہد الست کو سمجھا جائے کہ

انسان سے عالم ارواح میں جو عہد لیا گیا تھا وہ اس قفس عنصری میں آنے کے بعد اسے بھول گیا مگر جب اس قفس عنصری سے رہا ہوگا اور یہ حجابات جسمانی مرتفع ہو جائیں گے تو وہ بھولا ہوا سبق اس کو پھر یاد آ جائے گا۔(معارف القرآن از حضرت مولانا کاندھلویؒ)

اس سوال کا ایک دوسرا محققانہ جواب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں یہ لکھا ہے۔

کہ بہت سے کام ایسے ہوتے جو بالخاصہ اثر رکھتے ہیں چاہے وہ کام کسی کو یاد رہے یا نہ رہے۔ بلکہ اس کی خبر بھی نہ ہو مگر وہ اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ عہد و اقرار بھی ایسی ہی حیثیت رکھتا ہے کہ دراصل اس اقرار نے ہر انسان کے دل میں معرفت حق کا ایک بیج ڈال دیا جو پرورش پا رہا ہے چاہے اس کو خبر ہو یا نہ ہو۔ اور اسی بیج کے پھل پھول ہیں کہ ہر انسان کی فطرت میں حق تعالیٰ کی محبت و عظمت پائی جاتی ہے خواہ اس کا ظہور بت پرستی اور مخلوق پرستی کے کسی غلط پیرایہ میں ہی کیوں نہ ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ (بخاری و مسلم) یعنی ہر پیدا ہونے والا دین فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو دوسرے خیالات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بالخاصہ اثر رکھنے والے بہت سے اعمال و اقوال ہیں مثلاً بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت و تکبیر کہنے کی جو سنت ہر مسلمان جانتا ہے اور جو بحمد اللہ پورے عالم اسلام میں جاری ہے اگر چہ بچہ نہ کلمات کے معنی سمجھتا ہے نہ اس کو بڑا ہونے کے بعد یاد رہتا ہے کہ میرے کان میں کیا الفاظ کہے گئے تھے۔ اس کی حکمت یہی تو ہے کہ اس کے ذریعہ اس اقرار ازلی کو قوت پہنچا کر کانوں کی راہ سے دل میں ایمان کی تخم ریزی کی جاتی ہے اور اسی کا یہ اثر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ بڑا ہونے کے بعد اگر چہ یہ اسلام اور اسلامیات سے کتنا ہی دور ہو جائے مگر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور مسلمانوں کی فہرست سے الگ ہونے کو انتہائی برا سمجھتا ہے۔"

دعا کیجئے

یَااللہ قیامت کے دن ہم کو اس عہد الست کو دنیا میں پورا کرنے والے مومنین کے گروہ میں حشر فرما اور دنیا میں جب تک آپ زندہ رکھیں اہل جنت کے کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿١٧٥﴾

وَاتْلُ	عَلَيْهِمْ	نَبَاَ	الَّذِيْٓ	اٰتَيْنٰهُ	اٰيٰتِنَا	فَانْسَلَخَ	مِنْهَا	فَاَتْبَعَهُ	الشَّيْطٰنُ	فَكَانَ	مِنَ	الْغٰوِيْنَ
اور پڑھ (سناؤ)	ان پر (انہیں)	خبر	وہ جو کہ	ہم نے اسکو دی	ہماری آیتیں	تو صاف نکل گیا	اس سے	تو اسکے پیچھے لگا	شیطان	سو ہو گیا	سے	گمراہ (جمع)

اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے کہ اسکو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اسکے پیچھے لگ لیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ

وَلَوْ	شِئْنَا	لَرَفَعْنٰهُ	بِهَا	وَ	لٰكِنَّهٗ	اَخْلَدَ	اِلَى الْاَرْضِ	وَاتَّبَعَ	هَوٰىهُ	فَمَثَلُهٗ	كَمَثَلِ	الْكَلْبِ
اور اگر	ہم چاہتے	اسے بلند کرتے	انکے ذریعہ	اور	لیکن وہ	گر پڑا (مائل ہو گیا)	زمین کی طرف	اور اس نے پیروی کی	اپنی خواہش	تو اسکا حال	مانند۔ جیسا	کتا

اور اگر ہم چاہتے تو اسکو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اسکی حالت کتے کی سی ہو گئی

اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

اِنْ	تَحْمِلْ	عَلَيْهِ	يَلْهَثْ	اَوْ تَتْرُكْهُ	يَلْهَثْ	ذٰلِكَ	مَثَلُ	الْقَوْمِ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
اگر	تو لادے	اس پر	وہ ہانپے	یا اسے چھوڑ دے	ہانپے	یہ	مثال	لوگ	وہ جو کہ	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات

کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اسکو چھوڑ دے تب بھی ہانپے یہ ہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٧٦﴾ سَآءَ مَثَلَا اِۨلْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

فَاقْصُصِ	الْقَصَصَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَفَكَّرُوْنَ	سَآءَ	مَثَلَا	الْقَوْمُ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
پس بیان کردو	(قصے) احوال	تا کہ وہ	غور کریں	بری	مثال	لوگ	وہ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات

سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔ اُن لوگوں کی حالت بھی بُری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں

وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿١٧٧﴾

وَاَنْفُسَهُمْ	كَانُوْا	يَظْلِمُوْنَ
اور اپنی جانیں	وہ تھے	ظلم کرتے۔

اور وہ اپنا نقصان کرتے ہیں۔

شیطان کے ایجنٹ

گذشتہ آیات میں یہ بات سب کو یاد دلائی گئی تھی کہ ہر فرد و بشر اس دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رب اور معبود ماننے کا عہد و پیان کر چکا ہے۔ اب ان آیات میں ایسے ہوا پرستوں اور گرفتاران حرص وطمع کا حال اور انجام اور مثال بیان فرمائی جاتی ہے جو حق کو قبول کر لینے اور پوری طرح سمجھ لینے کے بعد محض دنیوی حرص وطمع اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں احکام الٰہیہ کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے لگیں اور احکام خداوندی سے منحرف ہو جائیں اور خدا سے کئے ہوئے عہد و میثاق کی کچھ پرواہ نہ کریں۔

بنی اسرائیل کی ایک عبرتناک شخصیت

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو یہ واقعہ سنایئے۔ جس میں بنی اسرائیل کے ایک بڑے عالم وعارف اور مشہور پیشوا کا ایسا ہی حال یعنی عروج کے بعد تنزل اور ہدایت کے بعد گمراہی کا مذکور ہے۔ کہ وسیع علم اور پوری معرفت

حاصل ہونے کے باوجود جب نفسانی اغراض اس پر غالب آئیں تو یہ سب علم و معرفت اور مقبولیت ختم ہو کر گمراہ اور ذلیل و خوار ہو گیا۔

اکثر مفسرین کے نزدیک ان آیات میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا حال مذکور ہے جس کا نام بلعم بن باعوراء تھا جو ایک عالم اور صاحب تصرف درویش تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے بہت کچھ علم دیا تھا اور اسے مستجاب الدعوات بھی بنایا تھا مگر بعد میں اللہ کی آیات و ہدایات کو چھوڑ کر ایک عورت کے اغواء سے اور مال و دولت کے لالچ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سرکشی کی اور آپ کے مقابلہ میں اپنے تصرفات چلانے اور ناپاک تدبیریں بتلانے کے لئے تیار ہو گیا لیکن موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا اور خود مردود ابدی بنا۔ ساری کرامتیں اس کی چھن گئیں اور اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل آئی اور دنیا میں ذلیل اور آخرت میں عذاب عظیم کا مستحق ہوا۔

اس قصہ میں علماء کے لئے خاص تنبیہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ علم و ہدایت سے نوازے اسے چاہئے کہ نفسانی خواہش کا اتباع ہرگز ہرگز نہ کرے اور مال و دولت کی طمع اور حرص کے پیچھے نہ پڑے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علمائے سوء کے لئے ان آیات میں بڑا عبرتناک سبق ہے اگر وہ دھیان کریں۔

بلعم بن باعوراء کے تفصیلی حالات

فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کرنے کا حکم ملا اور جبارین نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کا لشکر لے کر پہنچ گئے اور ان کے مقابل قوم فرعون کا غرق و غارت ہونا ان کو پہلے سے معلوم ہو چکا تھا تو ان کو فکر ہوئی اور جمع ہو کر بلعم بن باعوراء کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سخت آدمی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے لشکر ہیں اور وہ اس لئے آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دیں۔ آپ اللہ سے یہ دعا کریں کہ ان کو ہمارے مقابلہ سے واپس کر دیں اور لوگوں کی اس درخواست کی وجہ یہ تھی کہ بلعم بن باعوراء کو اسم اعظم معلوم تھا وہ اس کے ذریعہ جو دعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔ بلعم نے کہا افسوس ہے تم کیسی بات کہتے ہو۔ وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں۔ میں ان کے خلاف بددعا کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ ان کا مقام جو اللہ کے نزدیک ہے وہ بھی جانتا ہوں۔ اگر میں ایسا کروں گا تو میرے دین و دنیا دونوں تباہ ہو جاویں گے۔ ان لوگوں نے بے حد اصرار کیا تو اس پر بلعم نے کہا کہ اچھا میں اپنے رب سے اس معاملہ میں معلوم کر لوں کہ ایسی دعاء کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اس نے اپنے معمول کے مطابق معلوم کرنے کے لئے استخارہ یا کوئی عمل کیا۔ خواب میں اس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے۔ اس نے قوم کو بتلا دیا کہ مجھے بددعاء کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس وقت قوم جبارین نے بلعم کو کوئی بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی اس نے ہدیہ قبول کر لیا تو پھر اس قوم کے لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے کہ آپ ضرور یہ کام کر دو اور الحاح و اصرار کی حد نہ رہی۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کی بیوی نے مشورہ دیا کہ یہ رشوت قبول کر لیں اور ان کا کام کر دیں۔ اس وقت بیوی کی رضاجوئی اور مال کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا شروع کی۔ اس وقت قدرت الٰہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ جو کلمات بددعا کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لئے کہنا چاہتا تھا اس کی زبان سے وہ الفاظ بددعا خود اپنی قوم جبارین کے لئے نکلے۔ وہ چلا اٹھے کہ تم تو ہمارے لئے بددعا کر رہے ہو۔ بلعم نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ میری زبان اس کے خلاف پر قادر نہیں نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر بھی تباہی نازل ہوئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان اس کے سینہ پر لٹک گئی اور اب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میری تو دنیا و آخرت تباہ ہو گئی۔ اب دعا تو میری چلتی نہیں لیکن میں تمہیں ایک چال بتاتا ہوں جس کے ذریعہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر غالب آ سکتے ہو۔ وہ یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزین کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور ان کو یہ تاکید کر دو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان کے ساتھ جو کچھ کریں کرنے دیں۔ رکاوٹ نہ بنیں۔ یہ

لوگ مسافر ہیں اپنے گھروں سے مدت کے نکلے ہوئے ہیں۔ اس تدبیر سے ممکن ہے کہ یہ لوگ حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام کاری انتہائی مبغوض چیز ہے۔ جس قوم میں یہ ہو اس پر ضرور قہر و عذاب نازل ہوتا ہے۔ وہ فاتح اور کامراں نہیں ہو سکتی۔ بلعم کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آ گئی۔ اس پر عمل کیا گیا۔ بنی اسرائیل کا ایک بڑا آدمی اس چال کا شکار ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس وبال سے روکا۔ مگر وہ باز نہ آیا اور شیطانی جال میں مبتلا ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں سخت قسم کا طاعون پھیلا جس سے ایک روز میں ستر ہزار اسرائیلی مر گئے۔ یہاں تک کہ جس شخص نے برا کام کیا تھا اس جوڑے کو بنی اسرائیل نے قتل کر کے منظر عام پر لٹکا دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور توبہ کی اس وقت یہ طاعون رفع ہوا۔" (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دنیا پرستوں کی حالت

اخیر میں بتلایا گیا کہ ان دنیا کے دلدادوں نے اللہ کی آیتوں کو تو پیٹھ پیچھے ڈال دیا یہ تو دنیا طلبی میں دنیا کے نام و نمود کے لئے دیوانہ وار دوڑے چلے جا رہے ہیں اور چاروں طرف اندھیرا ہے کیونکہ روشنی تو فقط اللہ کی آیتوں سے حاصل ہو سکتی تھی اس کو تو انہوں نے جھوٹی اور من گھڑت کہہ کر پس پشت ڈال دیا۔ اب کوئی چیز نہیں کہ انہیں راستہ کے مہلک گڑھوں اور ٹھوکروں سے بچاوے وہ کسی گڑھے میں اوندھے منہ جا گریں گے۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا کر اور ان کی تکذیب کر کے اپنی ہی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں۔ اس ہوا پرستی کی بدولت یہ لوگ دنیا میں کتوں کے مشابہ بنے اور آخرت میں بھی کتوں جیسا معاملہ ہوگا۔

عبرتیں و نصیحتیں

اول یہ کہ کسی شخص کو اپنے علم و فضل اور زہد و عبادت پر ناز نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور استقامت کی دعا اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ ایسے مواقع اور ان کے مقدمات سے بھی آدمی کو پرہیز کرنا چاہئے جہاں اس کو اپنے دین کی خرابی کا اندیشہ ہو۔

تیسرے یہ کہ مفسد اور گمراہ لوگوں کے ساتھ تعلق اور ان کا ہدیہ یا دعوت وغیرہ قبول کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

چوتھے یہ کہ بے حیائی اور حرام کاری پوری قوم کے لئے تباہی اور بربادی کا سامان ہوتی ہے۔

پانچویں یہ کہ آیات الٰہیہ کی خلاف ورزی خود بھی ایک عذاب ہے اور اس کی وجہ سے شیطان اس پر غالب آ کر ہزاروں خرابیوں میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ دنیوی حرص و طمع اور نفسانی خواہشات کے پیچھے ہم احکام الٰہیہ کے چھوڑنے والے نہ بنیں۔

یَا اللہ ہمیں جو علم دین کا آپ نے عطا فرمایا ہے اس پر عمل خیر کی توفیق بھی نصیب فرمائیے۔ اور ہدایت عطا کرنے کے بعد گمراہی اور کجروی سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیے۔

یَا اللہ ان قرآنی واقعات سے ہمیں کامل عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرما اور ہر طرح کی بدی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا

مَنْ	يَّهْدِ	اللّٰهُ	فَهُوَ	الْمُهْتَدِيْ	وَمَنْ	يُّضْلِلْ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ	وَلَقَدْ ذَرَاْنَا
جو۔جس	ہدایت دے	اللہ	تو وہی	ہدایت یافتہ	اور جس	گمراہ کردے	سو وہی لوگ	وہ	گھاٹا پانے والے	اور ہم نے پیدا کئے

جسکو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کردے سو ایسے ہی لوگ خسارہ میں پڑجاتے ہیں۔اور ہم نے ایسے بہت

لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ

لِجَهَنَّمَ	كَثِيْرًا	مِّنَ	الْجِنِّ	وَالْاِنْسِ	لَهُمْ	قُلُوْبٌ	لَّا يَفْقَهُوْنَ	بِهَا	وَلَهُمْ	اَعْيُنٌ
جہنم کیلئے	بہت سے	سے	جن	اور انسان	انکے	دل	سمجھتے نہیں	ان سے	اور ان کیلئے	آنکھیں

سے جن اور انسان دوزخ کیلئے پیدا کئے ہیں جنکے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جنکی آنکھیں ایسی ہیں

لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ

لَّا يُبْصِرُوْنَ	بِهَا	وَلَهُمْ	اٰذَانٌ	لَّا يَسْمَعُوْنَ	بِهَا	اُولٰٓئِكَ	كَالْاَنْعَامِ	بَلْ	هُمْ	اَضَلُّ
نہیں دیکھتے	ان سے	اور ان کیلئے	کان	نہیں سنتے	ان سے	یہ لوگ	چوپایوں کے مانند	بلکہ	وہ	بدترین گمراہ

جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ جو پایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْغٰفِلُوْنَ
یہی لوگ	وہ	غافل (جمع)

یہ لوگ غافل ہیں۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

گذشتہ آیات میں عبرت ونصیحت کے لئے تارک حق کا واقعہ سنا کر عام اہل ضلالت ومنکرین ومعاندین اور احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کی حالت بیان کی گئی تھی۔ چونکہ حق واضح ہوجانے کے باوجود کفار ومشرکین عرب کا اختلاف دین حق سے محض عناد کی وجہ سے تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے آگے آپ کی تسلی کے لئے مضمون ارشاد ہوتا ہے کہ بس جسے خدا ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہی میں پڑا رہنے دے تو ایسے لوگ ابدی خسارہ میں پڑنے والے ہیں یعنی علم وفضل بھی انسان کو جب ہی کام دیتا ہے کہ خدا کی ہدایت ودستگیری سے علم صحیح کے موافق چلنے کی توفیق ہو ورنہ جسے وہ سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق نہ دے تو کتنی ہی بڑی علمی فضیلت وقابلیت رکھتا ہو سمجھو لو کہ خسارہ کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا اس لئے انسان اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو بلکہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے ہدایت وتوفیق کا طلبگار رہے۔

انسانیت کے درجہ سے گرے ہوئے لوگ

اس ارشاد کے بعد کہ اللہ جس کو ہدایت دے وہی ہدایت یاب ہے اور جن کو اللہ گمراہ چھوڑ دے وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں اور ناکام ونامراد رہنے والے ہیں یہ بتلایا جاتا ہے کہ بہت سے جنات اور انسان ایسے ہیں کہ جن کو جہنم ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے جن کے دل، آنکھ، کان سب موجود ہیں لیکن نہ دل سے آیات اللہ میں غور کرتے ہیں نہ سوچنے سمجھنے کا کام لیتے ہیں۔ آنکھیں ہیں مگر ان سے انہیں کام کی باتیں نہیں سوجھتیں۔ کان ہیں مگر فائدہ کی باتیں نہیں سنتے۔ آدمی

کی شکل ہیں لیکن جس طرح چوپائے جانوروں کی تمام سوجھ بوجھ صرف کھانے پینے اور بہیمی جذبات کے پورا کرنے میں محدود ہوتی ہے یہی حال ان کا ہے کہ دل و دماغ ہاتھ پاؤں کان آنکھ غرض خدا کی دی ہوئی سب قوتیں محض دنیوی لذائذ اور مادی خواہشات کی تحصیل وتکمیل کے لئے وقف ہیں۔ انسانی کمالات اور ملکوتی خصال کے اکتساب سے کوئی سروکار نہیں بلکہ غور کیا جائے تو ان کا حال ایک طرح چوپائے جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ جانور مالک کے بلانے پر چلا آتا ہے اس کو ڈانٹنے سے رک جاتا ہے۔ جانور جس کا کھاتے ہیں تو اس کا کام بھی کرتے ہیں اور اس کو پہچانتے ہیں اور یہ ہیں کہ مالک حقیقی کو پہچانتے ہی نہیں۔ اس کی آواز پر کان ہی نہیں دھرتے۔ عقل آنکھ کان ہوتے ہوئے نہ اس کے احکام سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ اس کی سنتے ہیں تو اس طرح یہ غافل، جانوروں سے بھی زیادہ بدتر ہیں پھر ان سے توقع ہدایت کرنا اور ہدایت نہ ہونے سے مغموم ہونا بیکار ہے۔ یہ تسلی کا مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جارہا ہے۔

ان آیات میں یہاں ضمناً اس بات کی تعلیم ہے کہ خدا کے عطا کردہ اعضائے جسم اور قوتیں حق اور معرفت کے مصرف میں استعمال ہونا چاہیے ورنہ بے محل استعمال سے اصل مقصود فوت ہو جاتا ہے

کافروں کے پاس اگرچہ دل و دماغ کان آنکھ سب کچھ ہوتا ہے مگر جب تک ان کا صحیح استعمال نہ کیا جائے ان کا ہونا بے کار ہے اور ایسے انسان جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے۔ اس لئے کہ جانور بھی اپنے نفع نقصان کو ظاہر طور پر جانتا ہے مگر کافر و مشرک جان بوجھ کر خود عناد سے دوزخ میں جانے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے دو چیزیں عقل اور شہوت پیدا کی ہیں۔ فرشتوں کو تو فقط عقل عطا کی کہ ان میں کوئی خواہش نہیں جو اللہ کی عبادت سے روکے اور جانوروں کو فقط شہوت دی پس وہ کھانے پینے وغیرہ کی خواہشات میں مشغول ہیں ان میں عقل نہیں کہ معرفت حاصل کر سکیں۔ رہا انسان تو اس میں دونوں چیزیں جمع کر دیں پس اگر اس نے عقل کی پیروی کی معرفت واطاعت حاصل کی تو فرشتوں سے بڑھ گیا کیونکہ شہوت کو روک کر اس نے ترقی کی اور اگر شہوت کی پیروی سے نافرمان بنا تو جانوروں سے بدتر ہو گیا اور ناپاک گڑھے میں پھسل پڑا۔ سب جانور اپنے خالق کے فرمانبردار ہیں مگر کافر نافرمانی کرتا ہے۔ سب جانور اپنے پروردگار کو پہچانتے ہیں اور یاد کرتے ہیں مگر کافر نہیں پہچانتا۔ سب جانور اگر ان کو کوئی ہانکنے والا اور چلانے والا ہو تو سیدھی راہ پر چلتے ہیں مگر کافر رسول ہادی کی رہنمائی کو نہیں مانتا اور کج روی اختیار کرتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں وہ دماغ دیں کہ جس سے یا اللہ آپ کی معرفت واطاعت حاصل ہو

یَا اللّٰہ ہمیں وہ کان عطا فرما کہ جو حق کے سننے والے ہوں اور ہمیں وہ آنکھیں عطا فرما کہ جو حق کو دیکھنے والی ہوں۔

یَا اللّٰہ آپ نے ہمیں انسان بنا کر جو شرف عزت بخشا ہے تو اپنی معرفت و اطاعت کی توفیق عطا فرما کر حقیقی عزت عطا فرما اور ہدایت کے راستہ پر ہم کو مستقیم رکھئے اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ

وَلِلّٰهِ	الْاَسْمَآءُ	الْحُسْنٰى	فَادْعُوْهُ	بِهَا	وَذَرُوا	الَّذِيْنَ	يُلْحِدُوْنَ	فِيْ	اَسْمَآئِهٖ	سَيُجْزَوْنَ
اور اللہ کیلئے	نام (جمع)	اچھے	پس اسکو پکارو	ان سے	اور چھوڑ دو	وہ لوگ جو	کج روی کرتے ہیں	میں	اسکے نام	عنقریب وہ بدلہ پائیں گے

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں ان لوگوں کو انکے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وَمِمَّنْ	خَلَقْنَا	اُمَّةٌ	يَهْدُوْنَ	بِالْحَقِّ	وَبِهٖ	يَعْدِلُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا
جو	وہ کرتے تھے	اور سے۔ جو	ہم نے پیدا کیا	ایک اُمت (گروہ)	وہ بتلاتے ہیں	حق کیساتھ (ٹھیک)	اور اسکے مطابق	فیصلہ کرتے ہیں	اور وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا

کئے کی ضرور سزا ملے گی۔ اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری

بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

بِاٰيٰتِنَا	سَنَسْتَدْرِجُهُمْ	مِنْ حَيْثُ	لَا يَعْلَمُوْنَ	وَاُمْلِيْ	لَهُمْ	اِنَّ	كَيْدِيْ	مَتِيْنٌ
ہماری آیات کو	آہستہ آہستہ انکو پکڑیں گے	اس طرح	وہ نہ جانیں گے (خبر نہ ہوگی)	اور میں ڈھیل دوں گا	ان کیلئے	بیشک	میری خفیہ تدبیر	پختہ

آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم انکو بتدریج لئے جا رہے ہیں اس طور کہ انکو خبر بھی نہیں۔ اور انکو مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور ان کی خاصیت

گذشتہ آیات میں مخالفین حق یعنی کفار و مشرکین جن کو غافلین کا لقب دیا گیا تھا ان کا حال ذکر ہوا تھا اب مومنین کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ تم غفلت اختیار نہ کرنا۔ غفلت دور کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے۔ سو تم ہمیشہ اس کو اسماء الحسنٰی یعنی اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔

اسمآء الحسنیٰ یعنی ''اچھے ناموں'' سے مراد وہ نام ہیں جن سے خدا کی عظمت۔ برتری اس کے تقدس اور پاکیزگی اور اس کی صفات کمالیہ کا اظہار ہوتا ہو۔ مشرکین اللہ پاک کو ایسے ناموں سے پکارتے تھے جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ مثلاً کفار عرب اللہ سے دعا کرتے وقت کہتے یا ابا لمکارم یا ابیض الوجہ اور نصاریٰ کہتے تھے یا ابا المسیح اور یا ابا لملائکہ پھر مشرکوں نے اپنے دیوتاؤں کے کچھ نام تراش رکھے تھے اور اللہ کے ناموں سے ان کو مشتق کر لیا تھا۔ مثلاً عزیز سے عزیٰ منان سے منات اور الٰہ سے لات بنا کر بتوں کے نام رکھ چھوڑے تھے۔

اس سب کی تردید میں یہاں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے لئے اچھے اچھے نام مخصوص ہیں۔ سو انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ اور یاد کرو

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ یعنی ایک کم سو جو ان کا احصاء یعنی ان کو حفظ کر لے گا اور ان کا ورد رکھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تو ایک حکم یہاں یہ دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ اس کے اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔ اور اس کے ہر نام سے وہ حاجت طلب کرو جو اس نام کے مناسب ہو۔ مثلاً اے رحمان مجھ پر رحم فرما۔ اے رزاق مجھ کو رزق عطا فرما۔ اے ہادی مجھ کو ہدایت نصیب کر۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حکم ہو رہا ہے کہ جو لوگ اس کے اسماء اور صفات کے بارہ میں کج روش اختیار کرتے ہیں ان سے علیحدہ رہو اور ایسے سے بالکل بے تعلق رہو وہ جیسا کریں گے بھگتیں گے۔

اسمائے الٰہی میں کجروی نہ کرو

خدا کے ناموں اور صفتوں کے متعلق الحاد یعنی کجروی یہ ہے کہ خدا کو ایسے نام دیئے جائیں جن کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم و بزرگی سے گرے ہوئے ہوں جو اس کے ادب کے منافی ہوں۔

یہاں اسمائے حسنہ میں الحاد یعنی تحریف و کجروی کی جو ممانعت

فرمائی گئی ہے اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں ایک تنبیہ عوام کے لئے لکھی ہے جو قابل غور ہے حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''اسمائے حسنیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جن کو خود قرآن وحدیث میں دوسرے لوگوں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ تو جن ناموں کا استعمال غیر اللہ کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت ہے وہ نام تو اوروں کے لئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ جیسے رحیم، رشید، علی، کریم، عزیز وغیرہ اور اسمائے حسنیٰ میں سے وہ نام جن کا غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ ان کو غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا الحاد مذکور میں داخل اور ناجائز و حرام ہے۔ مثلاً رحمٰن، سبحان، رزاق، خالق، غفار، قدوس وغیرہ۔

الغرض اہل اسلام کو ہدایت یہ کی گئی کہ ذکر اللہ حمد وثنا اور مشکلات و حاجات کیلئے صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو اور اس کو انہی ناموں سے پکارو جو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں۔ اسمائے الٰہیہ میں کجروی کی ممانعت فرمائی گئی۔

اہل حق اور اہل باطل

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اور حق ہی کے موافق انصاف اور فیصلہ کرتے ہیں۔ یعنی ہماری مخلوق میں سب کے سب ہی گمراہ اور کجرو نہیں۔ ایک جماعت اہل حق کی بھی ہے جو دوسروں کو دین حق کے مطابق ہدایت کرتی رہتی ہے اور خود بھی بندوں کے ساتھ معاملات میں اسی قانون حق کے ماتحت برتاؤ کرتی رہتی ہے یہ جماعت امت محمدیہ ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے کہ یہ تم ہو۔ تو یہاں امت مسلمہ کی تعریف فرمائی گئی کہ جو ہر قسم کی افراط وتفریط اور کج روی سے علیحدہ ہو کر سچائی اور انصاف اور اعتدال کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہے اور اسی کی طرف دوسروں کو دعوت دیتی ہے۔

آگے اس امت کے مخالفین اور حق کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ ایسے طریقہ سے تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ ہاں جب تک ان کو ڈھیل دی جارہی ہے وہ دی جارہی ہے یعنی جھٹلانے والے مجرموں کو بسا اوقات فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ دنیوی عیش اور فراخی کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ خدائی سزا سے بے فکر ہو کر ارتکاب جرائم پر اور زیادہ دلیر بن جاتے ہیں اس طرح جو انتہائی سزا ان پر جاری کرنی ہے رفتہ رفتہ مجرمین اپنے کو کامل طور پر اس کا مستحق ثابت کر دیتے ہیں یہی خدا کی ڈھیل اور استدراج ہے۔ وہ حماقت اور بے حیائی سے سمجھتے ہیں کہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے عیش وآرام کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور حقیقت میں انتہائی عذاب کے لئے تیار کیا جارہا ہے۔ خدا کا ''کید'' یعنی داؤں اور خفیہ تدبیر اسی کو کہا ہے کہ ایسی کارروائی کی جائے کہ جس کا ظاہر انعام واکرام اور رحمت نظر آتا ہو مگر باطن قہر وعذاب اور تذلیل و تحقیر سے پر ہو۔ بیشک خدا کی تدبیر بڑی مضبوط اور پختہ ہے۔ جس کی کسی حیلہ اور تدبیر سے مدافعت نہیں ہو سکتی۔

قانون استدراج

یہ آیات بڑی عبرتناک ہیں اور یہاں استدراج ومہلت اور ڈھیل دینے کے قانون کو بیان کیا گیا ہے۔ جس میں مفسدین اور منکرین کو خبردار کیا جارہا ہے کہ جزائے عمل کا قانون ان کی طرف سے غافل نہیں ہے وہ آہستہ آہستہ اس نتیجہ پر پہنچ کر رہیں گے جو سرکشی اور نافرمانی کا لازمی نتیجہ ہے۔ جنہوں نے آیات اللہ کی تکذیب کی اور احکام الٰہیہ سے منہ موڑا ان کو اکثر فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ ان کو غفلت میں بڑھنے دیا جاتا ہے اور دنیا کی دولت، عزت، قوت وشوکت خوب دی جاتی ہے وہ خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ، رسول، کتاب، قیامت اور حشر نشر سب ڈھکوسلے بنا رکھے ہیں۔ دیکھو ہم اپنی ہوشیاری اور دانائی سے کہاں سے کہاں پہنچے ہیں۔ تو چونکہ ان لوگوں کو دنیا ہی میں بدترین سزا دینی منظور ہوتی ہے اس لئے ایک دم فوراً مواخذہ نہیں کیا جاتا ورنہ اس پکڑ کے بعد نافرمانی آگے نہ بڑھتی اور وہ پوری اور آخری سزا کے مستحق نہ ہوتے اس لئے سزا کے اس مقررہ نشانہ پر پہنچانے کے لئے ان کو کھانے، پینے، کھیلنے، کودنے اور عیش وعشرت کی مہلت دی جاتی ہے تاکہ ان کی حرکتیں بھی بڑھتی رہیں اور قانون کا شکنجہ بھی آہستہ آہستہ کستا چلا جائے اس طرح کہ پھر یک لخت اور اچانک گرفت سے باہر نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔ یہی حاصل ہے قانون استدراج کا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ

اَوَ	لَمْ يَتَفَكَّرُوْا	مَا بِصَاحِبِهِمْ	مِّنْ	جِنَّةٍ	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ	اَوَ	لَمْ يَنْظُرُوْا	فِيْ
کیا	وہ غور نہیں کرتے	نہیں انکے صاحب کو	سے	جنون	نہیں	وہ	مگر	ڈرانے والے	صاف	کیا	وہ نہیں دیکھتے	میں

کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ انکا جن سے سابقہ ہے انکو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والے ہیں۔اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا

مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ

مَلَكُوْتِ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَمَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	مِنْ شَيْءٍ	وَّاَنْ	عَسٰى	اَنْ	يَّكُوْنَ	قَدِ اقْتَرَبَ
بادشاہت	آسمان (جمع)	اور	زمین	اور جو	پیدا کیا	اللہ	کوئی چیز	اور یہ کہ	شاید	کہ	ہو	قریب آگئی ہو

کہ آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں کہ ممکن ہے کہ انکی اجل قریب ہی آپہنچی ہو

اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ

اَجَلُهُمْ	فَبِاَيِّ	حَدِيْثٍ	بَعْدَهٗ	يُؤْمِنُوْنَ	مَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَلَا	هَادِيَ	لَهٗ	وَيَذَرُهُمْ
انکی اجل (موت)	توکس	بات	اس کے بعد	وہ ایمان لائیں گے	جس	گمراہ کرے	اللہ	تو نہیں	ہدایت دینے والا	اسکو	وہ چھوڑ دیتا ہے انہیں

پھر قرآن کے بعد کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ چھوڑ دے اسکو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا

فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾	فِيْ	طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ	
اور اللہ تعالیٰ انکو انکی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔	میں	اُن کی سرکشی	بھٹکتے ہیں	

گمراہی وانکار حق کے اسباب

گذشتہ آیات میں گمراہ منکرین اور آخرت سے غافلوں کی تہدید وتوبیخ کا ذکر تھا اور ان سے متعلق قانون استدراج کا بیان ہوا تھا۔اب ان آیات میں ان کی غفلت اور گمراہی کے سبب کا ذکر ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ غور وفکر سے کام نہیں لیتے اس لئے کبھی نبوت ورسالت کے بارہ میں ان کو شبہ لاحق ہوتا ہے اور کبھی خداوند تعالیٰ کی وحدانیت' الوہیت اور ربوبیت میں شبہ پیش آتا ہے۔اگر یہ لوگ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور معجزات میں غور کرتے تو آپ کی نبوت ورسالت میں ان کو شبہ نہ ہوتا اور اگر آسمان وزمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے تو خدا کی وحدانیت میں کوئی شبہ نہ رہتا۔چاہیے تو انکو یہ تھا کہ وہ اس بات میں غور کرتے کہ شاید ان کی موت اور ہلاکت کا وقت قریب آگیا ہو اس لئے موت آنے سے پہلے سنبھل جانا چاہئے تھا اور موت کے بعد کی تیاری کرنی چاہئے تھی۔

شان نزول

ان آیات کے شان نزول کے متعلق حضرت قتادہؓ کی روایت ہے ایک بار مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل قریش کو نام بنام پکارا اور ایسے الفاظ سے پکارا جو دشمن کے خطرہ کے وقت استعمال کئے جاتے تھے۔سب لوگ جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبیلہ کو نام بنام عذاب الٰہی سے ڈرایا۔آئندہ کے واقعات جو موت بلکہ قیامت تک ان پر واقع ہونے والے تھے بتائے اور فنا اور زوال کا نقشہ ان کے سامنے کھینچ کر رکھا تو اس پر بعض منکرین اور کفار مکہ نے کہا کہ (نعوذ

باللہ) ان کو جنون ہو گیا ہے۔اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کی تصدیق تین طرح سے فرمائی:۔

اول یہ کہ ذرا غور کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت تم کو دے رہے ہیں۔معاذ اللہ وہ کوئی دیوانے اور مجنون تو نہیں کہ آپ کے اظہار حقائق کی تکذیب کی جائے۔آپ ساری عمر تمہارے پاس رہے آپ کے ہر چھوٹے بڑے حال سے تم واقف ہو۔آپ کی عقل و دانش اور امانت و دیانت پہلے سے مسلم اور معروف ہے۔نبوت سے پہلے ساری قوم آپ کو ایک نہایت سلیم الطبع اور صادق و امین کی حیثیت سے جانتی تھی۔ نبوت کے بعد جب آپ نے خدا کا پیغام پہنچانا شروع کیا تو یکا یک آپ کو نعوذ باللہ کفار مکہ مجنون کہنے لگے۔

دوسرے اگر یہ آسمان زمین کے نظام پر غور کرتے یا خدا کی پیدا کی ہوئی کائنات میں غور کرتے دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کل کائنات خالق کے وجود پر دلالت کر رہی ہے۔ صحرا کا ہر ذرہ' پہاڑوں کا ہر ریزہ' درختوں کا ہر پتہ' حیوانات کی ہر کیفیت و حالت' سورج' چاند اور ستاروں کا طلوع و غروب۔آگ' پانی' ہوا' مٹی غرض ہر چیز نمایاں طور پر کائنات کا ذرہ ذرہ اثبات توحید کی شہادت دے رہا ہے۔پھر یہی بات اگر رسول کی زبان سے نکلتی ہے اور وہ موت اور مابعد الموت سے ڈراتے ہیں تو کیوں آپ کی تکذیب کی جاتی ہے۔

تیسرے ان منکرین و مکذبین نے اس پر نظر نہ کی اور یہ نہ سوچا کہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ہو سکتا ہے کہ ان کی موت قریب ہی ہو جس کے بعد ایمان و عمل کا موقع جاتا رہے گا اور فرصت ختم ہو جائے گی اور بعد الموت کے لئے جو تیاری کرنی چاہئے اس سے محروم ہو جائیں گے۔

ان آیات کا حاصل یہی ہے کہ حق کی دعوت دینے والوں کو ہمیشہ مجنون اور دیوانہ کہا گیا ہے اگر مکہ کے کفار فکر و نظر سے کام لیتے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی جوان ہی میں پیدا ہوئے۔ان ہی میں رہے سہے۔ان کے لئے سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہوتی۔آپ کے دوسرے معجزات جن میں قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے یہ اپنی جگہ پر ہیں لیکن آپ کے عادات و اطوار اور پاکیزہ زندگی بھی ایک معجزہ ہے۔جس میں دوسرا کوئی ہرگز آپ کی برابری نہیں کر سکتا مگر ان کفار کو نہ تو دین حق تک پہنچانے والی دلیل کی فکر ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک ایک ایک ذرہ میں جلوہ گر ہے اور نہ ہی اس فکر میں مدد دینے والی چیز یعنی موت کی طرف ان کا دھیان ہے تو پھر ان پر ایمانی راہ کھلے تو کیونکر کھلے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت کے راستہ پر چلنے اور اس پر تا زندگی قائم رہنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

قرآن پاک پر ایمان کے ساتھ اس پر عمل کی توفیق کاملہ بھی عطا فرماویں۔اور ہم کو اپنی موت کا دھیان اور آخرت کی تیاری کی فکر نصیب فرماویں۔

یَااللہ دین کی تمام باتوں پر ایمان کامل اور یقین صادق ہم کو نصیب فرما اور دین کی باتوں میں شکوک و شبہات سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	السَّاعَةِ	اَيَّانَ	مُرْسٰىهَا	قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا	عِنْدَ	رَبِّيْ	لَا يُجَلِّيْهَا	لِوَقْتِهَا
وہ آپ سے پوچھتے ہیں	سے (متعلق)	گھڑی (قیامت)	کب ہے؟	اُس کا قائم ہونا	کہدیں	صرف	اس کا علم	پاس	میرا رب	اسکو ظاہر نہ کریگا	اسکے وقت پر

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اسکا وقوع کب ہوگا آپ فرمادیجئے کہ اسکا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اسکے وقت پر اسکو سوا

اِلَّا هُوَ ؔ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ

اِلَّا	هُوَ	ثَقُلَتْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	لَا	تَاْتِيْكُمْ	اِلَّا	بَغْتَةً	يَسْـَٔلُوْنَكَ	كَاَنَّكَ	حَفِيٌّ	عَنْهَا
سوا	وہ (اللہ)	بھاری ہے	میں	آسمانوں	اور زمین	نہ	آئے گی تم پر	مگر	اچانک	آپ سے پوچھتے ہیں	گویا کہ آپ	متلاشی	اسکے

اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اسکی تحقیقات کر چکے ہیں

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۷ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا

قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ	قُلْ	لَّاۤ اَمْلِكُ	لِنَفْسِيْ	نَفْعًا
کہدیں	صرف	اسکا علم	پاس	اللہ	اور لیکن	اکثر	لوگ	نہیں جانتے	کہدیں	میں مالک نہیں	اپنی ذات کیلئے	نفع

آپ فرمادیجئے کہ اسکا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا

وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ

وَ	لَا	ضَرًّا	اِلَّا	مَا	شَآءَ اللّٰهُ	وَلَوْ	كُنْتُ	اَعْلَمُ	الْغَيْبَ	لَاسْتَكْثَرْتُ	مِنَ	الْخَيْرِ	وَمَا مَسَّنِيَ
اور	نہ	نقصان	مگر	جو	چاہے اللہ	اور اگر	میں ہوتا	جانتا	غیب	میں البتہ جمع کرلیتا	سے	بہت بھلائی	اور نہ پہنچتی مجھے

اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا خدا تعالیٰ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر

السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۸۸

السُّوْٓءُ	اِنْ	اَنَا	اِلَّا	نَذِيْرٌ	وَّبَشِيْرٌ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ
کوئی برائی	پس فقط	میں	مگر (صرف)	ڈرانے والا	اور خوشخبری سنانے والا	لوگوں کیلئے	ایمان رکھتے ہیں

واقع نہ ہوتی میں تو محض بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

منصب رسالت کے بارے میں مشرکین کی غلط فہمی

اسی طرح مکہ کے مشرکین تمسخر اور انکار کی راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ اگر سچ مچ قیامت آنے والی ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو کیوں نہیں آپ اس کا معین وقت یعنی تاریخ اور دن بتلا دیتے؟ یعنی جاہل منکرین حشر کا استدلال اس طرح تھا کہ جب آپ رسالت کے مدعی ہیں تو علم غیب بھی آپ کو ضرور ہوگا۔ اور جب علم غیب ہے تو وقوع قیامت کا تفصیلی علم بھی آپ کے لئے لازمی ہے۔ اگر یہ علم نہیں رکھتے تو آپ کا دعوائے رسالت بھی صحیح نہیں۔ گویا وہ غیب دانی کو جزو منصب رسالت سمجھتے تھے۔ اسی بناء پر کفار یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو

27

ہمارے کہنے کے موافق کیوں نہیں ہمارے دنیوی مضرات دور کردیتے اور کیوں نہیں ہمیں غنی کردیتے۔ ہمارے فلاں عزیز اقارب مرگئے ہیں یا قریب مرگ ہیں ان کو تندرست یا زندہ کردو۔ ہم کو اس مال میں نفع ہوگا یا نقصان؟ مینہ کب برسے گا؟ فلاں گمشدہ کہاں ہے؟ اور کب آئے گا؟ اگر آپ نبی ہیں تو کیوں ہم کو غیب کی باتیں نہیں بتلادیتے۔

کفار ومشرکین کی غلط فہمیوں کا ازالہ

کفار کے ان خیالات کی تردید میں اور ان کے اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کب ہوگی حق تعالیٰ نے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سوال کا جواب تلقین فرمایا کہ آپ جواب میں یہ کہہ دیں کہ قیامت کے تعین کا علم بجز خدائے علام الغیوب کے کسی کے پاس نہیں۔ وہی وقت معین ومقدر پر اسے واقع کر کے ظاہر کردے گا کہ خدا کے علم میں اس کا یہ وقت تھا۔ آسمان و زمین میں وہ بڑا بھاری واقعہ ہوگا اور اس کے وقوع کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں گو اس واقعہ یعنی قیامت کی بہت سی نشانیاں انبیاء علیہم السلام خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں تاہم ان سب علامات کے بعد جب قیامت کا وقوع ہوگا تو بالکل بے خبری میں اچانک ہوگا جیسا کہ احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔

بخاری ومسلم کی حدیث میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے اچانک آنے کے متعلق یہ بیان فرمایا کہ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں گے ایک شخص نے گاہک کو دکھلانے کے لئے کپڑے کا تھان کھولا ہوا ہوگا وہ ابھی معاملہ طے نہ کرپائیں گے کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر چلے گا اور ابھی اس کو استعمال نہ کرنے پائے گا کہ قیامت آجائے گی کوئی شخص اپنے حوض کی مرمت کررہا ہو گا اس سے فارغ نہ ہوپائے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔ کوئی شخص کھانے کا لقمہ ہاتھ میں اٹھائے گا ابھی منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت برپا ہوجائے گی۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

قیامت کا معین وقت پیغمبر کو بھی معلوم نہیں ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے طرز سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا وہ آپ کی نسبت یوں سمجھتے ہیں کہ آپ بھی اس مسئلہ کی تحقیق و تفتیش اور کھوج لگانے میں مشغول رہے ہیں اور تلاش کے بعد اس کے علم تک رسائی حاصل کرچکے ہیں حالانکہ یہ علم حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس چیز کے پیچھے نہیں پڑا کرتے جس سے خدا نے اپنی مصلحت کی بناء پر انہیں روک دیا ہو نہ ان کے اختیار میں ہے کہ جو چاہیں کوشش کر کے ضرور ہی معلوم کرلیا کریں۔ ان کا منصب یہ ہے کہ جن بے شمار علوم وکمالات کا خدا کی طرف سے القاء ہو نہایت شکر گزاری اور قدر شناسی کے ساتھ قبول کرتے ہیں مگر ان باتوں کو اکثر عوام کیا سمجھیں۔ اکثر آدمی لاعلم ہیں نہیں جانتے کہ قیامت کے وقوع کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم

پھر آگے بتلایا گیا کہ بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو نہ اپنے اندر ''اختیار مستقل'' رکھتا ہے اور نہ ''علم محیط'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو علوم اولین وآخرین کے حامل تھے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کو جتنا علم دیا گیا تھا وہ سب اور اس سے بھی زیادہ آپ کو عطا فرمایا گیا تھا۔ اور اسی عطا شدہ علم کے موافق آپ نے ہزاروں غیب کی باتوں کی خبریں دیں جن کی سچائی کا ہر خاص وعام نے مشاہدہ کیا۔ اس کی وجہ سے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزاروں لاکھوں غیب کی چیزوں کا علم عطا کیا گیا تھا مگر اس بات کو قرآنی اصطلاح میں علم غیب نہیں کہہ سکتے۔ اور اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

آپ کو حق تعالیٰ کی جانب سے یہ اعلان کرنے کا حکم ہو رہا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ قیامت کے وقوع کے تعین علم تو درکنار مجھے اپنے نفس پر بھی حقیقی قدرت نہیں۔ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی حقیقی مالک نہیں مگر اسی قدر جتنا اللہ چاہے اتنے ہی پر میرا قابو ہے۔ اگر میں غیب کی ہر بات جان لیا کرتا تو بہت سی وہ بھلائیاں اور کامیابیاں بھی حاصل کرلیتا جو علم غیب نہ ہونے کی وجہ سے کسی وقت فوت ہوجاتی ہیں۔ نیز کبھی کوئی ناخوشگوار حالت مجھ کو پیش نہ آیا کرتی غرض ''علم محیط'' اور ''اختیار مستقل'' نہ میرے لوازم میں سے ہے نہ

نبوت کے لئے یہ لازمی ہے ہاں شرعیات کا علم جو انبیاء علیہم السلام کے منصب سے متعلق ہے وہ کامل ہونا چاہئے۔ اس لئے میرا کام یہ ہے کہ اہل ایمان کو عذاب سے خوف دلاؤں اور ثواب کی بشارت سناؤں یعنی لوگوں کو برے کام سے بچنے اور نیک کام کرنے کا حکم دوں۔ تو حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع قیامت کی تعیین کے متعلق اپنی لاعلمی کے اظہار کا حکم ہوا ہے۔

پیغمبر کو قیامت کے معین وقت کا علم نہ ہونے کی علت

آگے دوسری آیت میں اس لاعلمی کی علت بیان کرنے کا حکم ہے۔ الغرض خلاصہ اور منشاء بیان یہ ہے کہ نبوت کا اصلی مقصد تکوینی چیزوں کا احاطہ کرنا نہیں ہوتا اس لئے ایسی چیزوں کا جاننا جن میں قیامت کی تعین بھی داخل ہے نبی کے لئے ضروری نہیں ہے۔ البتہ نبوت کا اصلی جوہر شرعیات کا مکمل جاننا ہے جس کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اولین و آخرین سے زیادہ عطا فرمایا۔ یہاں ایک شبہ کا ازالہ کردینا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ان آیات سے بالکل احوال قیامت کے علم کی نفی نہیں نکلتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی مفصل نشانیاں بتلادیں

ان آیات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت اور احوال قیامت کے متعلق کچھ علم نہ تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ دن، تاریخ، وقت معین طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا باقی علامات، آثار اور قرائن یہ آپ نے مفصل بیان فرمادیئے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

ایک شبہ یہاں علم غیب کی نفی سے یہ ہوسکتا ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملائکہ، عرش کرسی، لوح وقلم، احوال قیامت، جنت، دوزخ، حساب کتاب اور بعض آئندہ واقعات جو سب امور غیب سے ہیں کیا ان کا علم بھی نہ تھا حالانکہ ان سب کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دی ہے اگر علم نہ تھا تو پھر خبر کیسے دی؟ تو اس کا جواب مفسرین نے اس طرح دیا ہے کہ ان آیات میں خود الا ماشآء اللہ فرمایا گیا ہے "مگر جو اللہ چاہے" اس طرح جتنا اختیار۔ تصرف اور علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا جس میں آپ کے تمام کمالات نبوت، اختیارات رسالت، تصرفات روحانی، خوارق عادات، معجزات اور غیب کی خبریں پیشین گوئیاں گذشتہ واقعات کی اطلاع وغیرہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ ان کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے جس جس بات کا جتنا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمانا چاہا عطا فرمایا اور اتنا عطا فرمایا کہ وہاں تک فرشتوں دیگر انسانوں اور جنوں کے علم کو رسائی تک نہ تھی۔ ان آیات میں جو نفی قدرت اور غیب دانی ہے تو وہی ہے کہ جس کو منکرین ومخالفین نبی کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ یعنی "مستقل قدرت" اور "علم محیط" سو یہ دونوں بیشک علاوہ خدا تعالیٰ کے کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہم کو اپنا علم وعقیدہ شریعت کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرما اور قیامت کا فکر ہم کو عطا فرما تاکہ اس دن کے لئے آج زندگی میں اور اس دنیا میں کچھ سامان کرلیں۔

یَا اللّٰہُ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن نیک کاموں پر بشارت دی ہے ان نیک کاموں کا ہم کو کرنے والا بنادیجئے اور جن کاموں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے منع فرمایا ہے ان کاموں سے ہم کو بچنے والے بنادیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا

هُوَ	الَّذِىْ	خَلَقَكُمْ	مِنْ	نَّفْسٍ	وَّاحِدَةٍ	وَّجَعَلَ	مِنْهَا	زَوْجَهَا	لِيَسْكُنَ	اِلَيْهَا	فَلَمَّا
وہ	جو۔جس	پیدا کیا تمہیں	سے	جان	ایک	اور بنایا	اس سے	اسکا جوڑا	تا کہ وہ سکون حاصل کرے	اسکی طرف (پاس)	پھر جب

وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس اپنے جوڑے سے اُنس حاصل کرے

تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا

تَغَشّٰهَا	حَمَلَتْ	حَمْلًا	خَفِيْفًا	فَمَرَّتْ	بِهٖ	فَلَمَّا	اَثْقَلَتْ	دَّعَوَا اللّٰهَ	رَبَّهُمَا	لَئِنْ	اٰتَيْتَنَا
مرد نے اسکو ڈھانپ لیا	اسے حمل رہا	حمل	ہلکا سا	پھر وہ لئے پھری	اسکے ساتھ (اسکو)	پھر جب	بوجھل ہوگئی	دونوں نے پکارا	دونوں کا (اپنا) رب	اگر	تو نے ہمیں دیا

پھر جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اسکو حمل رہ گیا ہلکا سا سو وہ اسکو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بی بی اللہ سے جو کہ انکا مالک ہے دعاء کرنے لگے

صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ

صَالِحًا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الشّٰكِرِيْنَ	فَلَمَّا	اٰتٰهُمَا	صَالِحًا	جَعَلَا	لَهٗ	شُرَكَآءَ	فِيْمَا	اٰتٰهُمَا
صالح	ہم ضرور ہوں گے	سے	شکر کرنیوالے	پھر جب	اس نے دیا انہیں	صالح بچہ	ان دونوں نے ٹھہرائے	اسکے	شریک	اسمیں جو	انہیں دیا

کہ اگر آپ نے ہمکو صحیح سالم اولاد دیدی تو ہم خوب شکر گذاری کریں گے سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح سالم اولاد دے دی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

فَتَعٰلَى	اللّٰهُ	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ
سو برتر	اللہ	اس سے جو	وہ شریک کرتے ہیں

سو اللہ تعالیٰ پاک ہے انکے شرک سے۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیت پر اس سورۂ اعراف کے ۲۳ رکوعات کا بیان ختم ہوا۔اب یہ آخری اور خاتمہ کا چوبیسواں رکوع ان آیات سے شروع ہو رہا ہے۔اس خاتمہ کے رکوع میں پھر توحید باری تعالیٰ کو ذہن نشین کرانے کے لئے پہلے اپنی قدرت کاملہ کا ایک مظہر حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کی پیدائش کو بیان فرمایا جن سے آگے انسانوں کی نسل بڑھی۔سارے انسانوں کو ایک ہی جنس سے پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے ان کا خالق ایک ہی ہے پھر شرک کی مذمت بیان فرمائی گئی اور پھر سورۃ کے بالکل خاتمہ پر تبلیغ اور دعوت حق کے اصول بیان فرما کر آیت سجدہ پر اس سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

قدرت کاملہ فقط اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے

گذشتہ آیات میں مضمون اس بات پر ختم ہوا تھا کہ کفار ومشرکین جو "قدرت کاملہ" اور "علم محیط" نبی کے لئے ضروری سمجھتے تھے اس کی تردید فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ علم غیب اور تمام کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم محیط صرف حق تعالیٰ جل شانہٗ کی مخصوص صفت ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔مشرکین اپنی غلطی سے جن اوصاف الوہیت کو نبی کی ذات میں ہونا خیال کرتے تھے ان کی گذشتہ آیات میں تردید بیان کر دینے کے بعد اب ان اوصاف الوہیت کا صحیح محل بیان کیا جاتا ہے جس سے توحید باری تعالیٰ' اس کا "علم محیط" اور "قدرت کاملہ" خاص اس ذات پاک کے لئے ثابت ہوتا ہے جس نے تمام انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔

حضرت آدم وحوا کی تخلیق قدرت کاملہ کی دلیل ہے

یہ ایک دلیل اس کے کمال قدرت اور وحدانیت کی ہے کہ اس نے اپنی

قدرت سے ایک جان سے اتنے انسان پیدا کر دیئے اور چونکہ ایسی قدرت والا اور کوئی نہیں اس لئے تمام انسانوں کا تنہا خالق ہونے کی وجہ سے تمام انسانوں کی عبادت و بندگی کا تنہا وہی مستحق ہے پس ایک دلیل توحید تو یہ ہوئی۔

دوسری دلیل اس کے کمال قدرت کی یہ ہوئی کہ ایک نوع سے دوسری نوع پیدا کر دی یعنی حضرت آدم علیہ السلام جو کہ مرد تھے۔ ان سے ان کی بیوی حضرت حوا کو جنس عورت پیدا کیا اور چونکہ یہ قدرت بھی کسی اور میں نہیں اس لئے اس لحاظ سے بھی وہ تنہا معبود ہے۔ اور حضرت حوا کو اس لئے پیدا کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان سے انس وسکون حاصل ہو۔ یہ بھی ایک انعام واحسان ہے جو مقتضی ہے اس کو کہ اس کی اس نعمت کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی صفات میں کسی مخلوق کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

انسان کی غفلت شعاری وکفران نعمت

مگر بنی آدم میں غفلت شعار انسان نے معاملہ اس کے خلاف کیا اور بجائے شکر کے ناشکری کی مختلف صورتیں اختیار کیں۔ اور بنی آدم کی غفلت وناشکری کی ایک مثال بیان فرمائی جاتی ہے کہ جب انسانوں میں مرد وعورت کے باہمی اختلاط سے کسی عورت کو حمل قرار پایا تو شروع شروع میں جب تک حمل کا کوئی بوجھ نہ تھا تو عورت آزادی کے ساتھ چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تین پردوں اور اندھیروں کے اندر اس حمل کی تربیت وپرورش کر کے اس کو بڑھایا اور عورت کو اس کا بوجھ محسوس ہونے لگا تو اب میاں بیوی دونوں فکر میں پڑے کہ نہ معلوم اس حمل سے کیسی اولاد پیدا ہو کیونکہ بعض اوقات عورت کے پیٹ سے عجیب طرح کی مخلوق بھی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض مرتبہ ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوتا ہے کبھی اندھا بہرا گونگا یا ہاتھ پیر سے معذور بھی پیدا ہوتا ہے۔ تو ان خطرات کے سبب دونوں میاں بیوی مرد وعورت اس خدا سے جو کہ ان کا پروردگار ہے یوں دعاء کرنے لگے کہ اگر خدا ہم کو صحیح سالم جیتا جاگتا بچہ عطا فرمائے تو ہم ضرور اس کے شکر گزار ہوں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مشرکین بھی خدا کے سوا اور کسی کو اس کا اہل نہ جانتے تھے کہ جو ان کی یہ خواہش پوری کر سکے گویا مشرکین بھی اس بات کو مانتے تھے کہ ہر انسان کو وجود عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تو ان تمام واقعات کا مقتضی تو یہ تھا کہ اس خالق کو وحدہٗ لاشریک مانا جاتا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جاتا لیکن باوجود ان تمام باتوں کے جب خدا نے ان کی دعائیں سن لیں اور ان کو اچھا خاصہ جیتا جاگتا صحیح سالم بچہ عطا کر دیا تو اب شکر گزاری کے بجائے ماں باپ شرک میں مبتلا ہو گئے اور اپنا عہد و پیان بھی بھول گئے اور یہ اولاد ان کے شرک میں مبتلا ہونے کا سبب بن گئی جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں مثلاً جو بچہ کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے دیا تھا اس کو کسی غیر کی طرف منسوب کرنے لگے۔ کوئی کہنے لگا کہ فلاں کی نذر نیاز مانی تھی اس پر یہ اولاد ملی۔ کسی نے کہا کہ بیٹا ستاروں کی تاثیر سے پیدا ہوا ہے۔ کسی نے کہا کہ ہمارے بتوں نے ہم کو بخشا ہے۔ اسی بناء پر مشرکین عرب اپنی اولاد کے نام عبدالعزیٰ، عبدالات، عبدالمنات، عبدالشمس وغیرہ رکھتے۔ (عزیٰ، لات، اور منات یہ مشرکین عرب کے مشہور بتوں کے نام تھے) یعنی منعم حقیقی کی نسبت سے تو نام نہ رکھا۔ عبداللہ، عبدالرحمان وغیرہ بلکہ غیر اللہ کی طرف اس کو منسوب کر دیا اور عبدالشمس اور عبدالعزیٰ وغیرہ نام رکھ دیا۔ حق تو یہ تھا خدا تعالیٰ کا جو کہ منعم وخالق اور محسن وقادر ہے اور اس حق کو دے دیا دوسروں کو۔ اخیر میں ایسے لوگوں کی کجروی اور بے راہی کو واضح کرنے کے لئے فرمایا فتعالى الله عما يشركون یعنی پاک ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جس کو ان لوگوں نے اختیار کیا۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور صنعت عجیبہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ تمام اولاد آدم یعنی بنی نوع انسان ہمیشہ اس خالق اور منعم حقیقی کی شکر گزار ہوتی اور اس کی وحدانیت کی معترف ہوتی اور کسی مخلوق کو اس کی صفات کاملہ میں شریک نہ ٹھہراتی مگر غفلت شعار انسان نے معاملہ اس کے خلاف کیا اور بجائے شکر گزاری کے شرک اختیار کیا۔

دعا کیجئے: یَا اللہ ہم کو صحیح توحید نصیب فرما جس کا مطالبہ قرآن پاک کرتا ہے۔ شرک کی تمام رسموں اور باتوں سے ہمیں محفوظ فرما اور اپنی شب وروز کی نعمتوں کا ہم کو شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَا

اَیُشْرِکُوْنَ	مَا	لَا یَخْلُقُ	شَیْئًا	وَّهُمْ	یُخْلَقُوْنَ	وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ	لَهُمْ	نَصْرًا	وَّلَا
کیاوہ شریک ٹھہراتے ہیں	جو	نہیں پیدا کرتے	کچھ بھی	اور وہ	پیدا کیے جاتے ہیں	وہ قدرت نہیں رکھتے	انکی	مدد	اور نہ

کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہوں۔ اور وہ انکو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود

أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ

اَنْفُسَهُمْ	یَنْصُرُوْنَ	وَاِنْ	تَدْعُوْهُمْ	اِلَی	الْهُدٰی	لَا یَتَّبِعُوْکُمْ	سَوَآءٌ	عَلَیْکُمْ
خود اپنی	مدد کرتے ہیں	اور اگر	تم انہیں بلاؤ	طرف	ہدایت	نہ پیروی کریں تمہاری	برابر	تم پر (تمہارے لئے)

اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔ اور اگر تم انکو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم انکو پکارو

أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ

اَدَعَوْتُمُوْهُمْ	اَمْ	اَنْتُمْ	صَامِتُوْنَ	اِنَّ	الَّذِیْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	عِبَادٌ
خواہ تم انہیں بلاؤ	یا	تم	خاموش رہو	بیشک	وہ جنہیں	تم پکارتے ہو	سے	سوائے اللہ	بندے

اور یا تم خاموش رہو۔ واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو

أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا

اَمْثَالُکُمْ	فَادْعُوْهُمْ	فَلْیَسْتَجِیْبُوْا	لَکُمْ	اِنْ	کُنْتُمْ	صٰدِقِیْنَ	اَلَهُمْ	اَرْجُلٌ	یَّمْشُوْنَ	بِهَا
تمہارے جیسے	پس پکارو انہیں	پھر چاہیے کہ وہ جواب دیں	تمہیں	اگر	تم ہو	سچے	کیا انکے	پاؤں (جمع)	وہ چلتے ہیں	ان سے

پھر انکو چاہیئے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا انکے پاؤں ہیں جس سے وہ چلتے ہوں یا انکے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو تھام سکیں

أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا

اَمْ	لَهُمْ	اَیْدٍ	یَّبْطِشُوْنَ	بِهَا	اَمْ	لَهُمْ	اَعْیُنٌ	یُّبْصِرُوْنَ	بِهَا	اَمْ لَهُمْ	اٰذَانٌ	یَّسْمَعُوْنَ	بِهَا
یا	انکے	ہاتھ	وہ پکڑتے ہیں	ان سے	یا	انکی	آنکھیں	دیکھتے ہیں	ان سے	یا انکے	کان	سنتے ہیں	ان سے

یا انکی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا انکے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں

اے انسان افسوس کہ تو نے بے جان ومردہ کو معبود بنالیا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ مشرکوں کی بھی عجیب کیفیت ہے۔ جب تک مطلب رہتا ہے جان خطرہ میں رہتی ہے تو خدا کو پکارتے ہیں۔ اس سے دعائیں کرتے ہیں شکر گزاری کے وعدے کرتے ہیں اور جب مطلب پورا ہو جاتا ہے بامراد بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر ناشکری اور شرک کرنے لگتے ہیں اور باطل معبودوں کو اللہ کی ربوبیت اور الوہیت میں شریک کرتے ہیں۔ بتوں اور دیوتاؤں کو اللہ کے ساتھ ملا کر حصہ دار بناتے ہیں۔ ان کی طرف بچہ کو منسوب کر کے ان کی عبدیت کے ساتھ نام رکھتے ہیں۔

ان آیات میں انہی بتوں کا بیان ہے کہ مشرکین اللہ کے ساتھ

شریک بناتے بھی ہیں تو ایسے شریکوں کو کہ وہ خود کچھ نہیں پیدا کر سکتے بلکہ دوسروں کے ہاتھوں کے خود بنے ہوئے ہیں۔ یعنی اپنی خلقت میں دوسروں کے محتاج ہیں۔ پھر خود خالق کس طرح ہو سکتے ہیں اس کے علاوہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے۔ کتنا ہی ان کی عبادت کرو۔ اللہ کا حصہ دار بناؤ مگر مصیبت پڑنے پر کسی کی مدد نہیں کر سکتے اور دوسروں کی مدد تو کیا کر سکتے خود اپنی ذات پر کچھ دکھ آئے تو اس کو دور نہیں کر سکتے گویا وہ اپنی پیدائش میں بھی دوسروں کے محتاج ہیں اور پیدائش کے بعد کسی تکلیف کے دور کرنے میں بھی غیروں کی مدد کے ضرورت مند ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو کا واقعہ

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو کا قصہ مشہور ہے کہ یہ دونوں جوان صحابی مشرکوں کے بت توڑ کر تلف کر ڈالتے تھے اور بت اگر لکڑی کے ہوتے تو وہ لکڑی توڑ پھوڑ کر لے جا کر غریب بیوہ عورتوں کو دیدیتے۔ حضرت معاذ بن عمرو کے باپ حالت کفر میں اپنی قوم کے سردار تھے اور انہوں نے ایک بت بنا رکھا تھا جس کو روز غسل دیتے خوشبو لگاتے اور آراستہ کرتے۔ لیکن یہ دونوں جوان صحابی رات کو آ کر اس بت کو اوندھا کر کے نجاست میں آلودہ کر دیتے تھے۔ صبح کو پھر وہ آ کر نہلا دھلا کر بنا سنوار کر رکھ دیتے تھے۔ ایک روز انہوں نے بت کے پاس تلوار رکھ دی اور کہہ دیا کہ اگر تجھ کو کوئی آ کر ستائے تو اس تلوار سے اس کو قتل کر ڈالنا۔ ان دونوں جوان صحابیوں نے رات کو جا کر بت کے پاؤں میں رسی باندھی اور پھر اس کو ایک مردار کتے کے ساتھ رسی میں بندھا اور ایک اندھے کنویں میں لٹکا دیا۔ صبح کو عمرو بن جموح نے اٹھ کر بت کی یہ حالت دیکھی تو سمجھا کہ میں باطل دین اور غلط اعتقاد پر ہوں۔ یہ بت نہ اپنی حفاظت کر سکتے اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اسی وقت بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو گئے اور پھر جنگ احد میں شہید ہوئے۔

مشرکین کو تفہیم کہ تمہارے یہ بت تمہاری پکار ہرگز نہیں سن سکتے

مشرکین کے بت جن کو انہوں نے اپنا معبود ٹھہرایا اور خدائی کا حق دیا اب ایک دوسرے طریقے سے ان کی مجبوری ظاہر کی جاتی ہے وہ یہ کہ گو مشرکین ان بتوں کے ظاہر ہاتھ پاؤں کان آنکھ ناک سب کچھ بناتے ہیں لیکن ان اعضاء میں وہ قوتیں نہیں جن سے انہیں اعضا کہا جا سکے۔ نہ وہ پکارنے سے مصنوعی پاؤں سے چل کر آ سکتے ہیں نہ ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑ سکتے ہیں نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ کانوں سے کوئی بات سنتے ہیں۔ اگر پکارتے پکارتے مشرکین کا گلا بھی پھٹ جائے تب بھی وہ ان کی آواز سننے والے اور اس پر چلنے والے یا اس کا جواب دینے والے نہیں۔ ان کے سامنے چلاؤ یا خاموش رہو دونوں حالتیں یکساں ہیں نہ اس سے فائدہ نہ اس سے نفع تو تعجب ہے کہ اے مشرکین جو چیزیں مملوک اور مخلوق ہونے میں تم ہی جیسی عاجز اور درماندہ ہوں بلکہ وجود اور کمالات وجود میں تم سے بھی گئی گزری ہوں انہیں خدا بنا لیا جائے۔ لہٰذا اے مشرکین تمہارا بتوں کے آگے جھکنا جو تم سے بہت کمتر اور عاجز ہیں کمال درجہ کی بیوقوفی اور حماقت نہیں تو کیا ہے۔

ان آیات میں بت پرستی کی تردید کرتے ہوئے یہ بھی اشارہ کر دیا گیا کہ معبود وہ ہونے کے لائق ہے جو قادر، خالق، صاحب اختیار اور صاحب بصیرت ہو اور وہ تنہا صرف اللہ کی ذات ہے۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ قادر، خالق، صاحب اختیار صرف آپ ہیں اس لئے آپ ہی تنہا معبود ہونے کے لائق ہیں۔ یا اللہ ہمیں اپنی بندگی، پرستش اور عبادت میں لگائے رکھئے اور ہمارے حقیقی کارساز حاجت روا مشکل کشا اور مددگار حامی و ناصر ہونے کا یقین کامل ہم کو نصیب فرمائیے۔

یَااَللّٰہُ ہمیں ہر حال میں اپنی ہی ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ اور غیروں کی طرف نظر کرنے سے بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ

قُلِ	ادْعُوْا	شُرَكَآءَكُمْ	ثُمَّ	كِيْدُوْنِ	فَلَا تُنْظِرُوْنِ	اِنَّ	وَلِيِّۦَ	اللّٰهُ	الَّذِيْ	نَزَّلَ	الْكِتٰبَ
کہدیں	پکارو	اپنے شریک	پھر	مجھ پر داؤ چلو	پس نہ دو مجھے مہلت	بیشک	میرا کارساز	اللہ	وہ جس	نازل کی	کتاب

آپ کہدیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلالو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو۔ یقیناً میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ

وَهُوَ	يَتَوَلَّى	الصّٰلِحِيْنَ	وَالَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	لَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	نَصْرَكُمْ	وَلَا
اور وہ	حمایت کرتا ہے	نیک بندے	اور جنکو	تم پکارتے ہو	اسکے سوا	نہیں	قدرت رکھتے وہ	تمہاری مدد	اور نہ

اور وہ نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے ۔ اور تم جن لوگوں کی خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۖ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ

اَنْفُسَهُمْ	يَنْصُرُوْنَ	وَاِنْ	تَدْعُوْهُمْ	اِلَى	الْهُدٰى	لَا يَسْمَعُوْا	وَ	تَرٰىهُمْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَيْكَ
خود اپنی	وہ مدد کریں	اور اگر	تم پکارو انہیں	طرف	ہدایت	نہ سنیں وہ	اور	تو انہیں دیکھتا ہے	وہ تکتے ہیں	تیری طرف

وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اور انکو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور انکو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں

وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

وَهُمْ	لَا يُبْصِرُوْنَ
حالانکہ	نہیں دیکھتے ہیں وہ

اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

بت کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

گذشتہ آیات میں مشرکین کے باطل معبودوں اور ان کے گھڑے ہوئے بتوں کی عاجزی اور درماندگی بیان فرما کر ان کا رد کیا گیا تھا۔ مشرکین مکہ نے جب اپنے بتوں کی اس طرح مذمت ہوتے سنی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکیاں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر تم ہمارے ان معبودوں کی مخالفت کرنے سے باز نہ آئے اور ان کی طرف لوگوں کے عقیدے اسی طرح خراب کرتے رہے تو تم پر ان کا غصہ ٹوٹ پڑے گا اور نہ معلوم وہ کیا آفت نازل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں اس کا جواب تعلیم فرماتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ جس قدر تمہارے دیوی دیوتا معبود ہیں جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو سب کو بلا لو اور میرے ضرر پر آمادہ کرو۔ پھر تم اور تمہارے دیوتا سب مل کر میرے ضرر پہنچانے کی تدبیریں کرو اور مجھے بالکل بچاؤ کا موقعہ اور مہلت نہ دو۔ میں دیکھوں کوئی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے جو کچھ ہوگا اللہ کی مشیت سے ہوگا۔ بغیر اس کی مشیت کے کچھ نہیں ہو سکتا اور اللہ میرا حافظ و ناصر ہے بلکہ تمام نیک لوگوں کا وہی کارساز و مددگار ہے میں تو پھر اس کا رسول و نبی ہوں وہ میری مدد کیوں نہ کرے گا۔ رہے تمہارے بت اور دیوتا وہ مجبور محض ہیں۔ نہ ان میں دفع ضرر کی طاقت کہ تمہاری مدد کر سکیں یا اپنے اوپر ہی سے دکھ دور کر سکیں نہ ان کے پاس کان اور آنکھ کہ سن سکیں اور دیکھ سکیں۔ ان کو کتنا ہی پکارو مگر ان کے پاس کان ہی نہیں کہ سنیں۔ بظاہر آنکھیں دکھائی دیتی ہیں یعنی کافروں نے بتوں کی آنکھیں بنادی ہیں مگر ان میں نور نہیں پھر

دکھائی کس طرح دے غرض یہ کہ جب وہ اپنا دکھ دور نہیں کر سکتے دوسروں کی مدد نہیں کر سکتے۔ کسی کے کام نہیں آ سکتے۔ کچھ سن نہیں سکتے۔ کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ تو پھر مجھے ضرر کیسے پہنچا سکتے ہیں۔ باوجودیکہ میرا حافظ و ناصر خدا ہے یعنی ایک تو ان میں ضرر رسانی کی طاقت نہیں دوسرے خدا میرا مددگار پھر مجھے کیا اندیشہ۔

صالحین کی شان

یہاں آیت اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ میں اخیر جملہ میں وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ فرما کر ایک عام ضابطہ بتلا دیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کی تو بڑی شان ہے۔

عام صالح اور نیک مسلمانوں کا بھی اللہ تعالیٰ متولی اور کفیل ہوتا ہے ان کی مدد فرماتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ صالحین وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی اولاد کے لئے کچھ اندوختہ نہیں کیا تھا۔ لوگوں نے اس کو مصلحت بینی کے خلاف سمجھا اور آپ کی توجہ اس طرف دلائی۔ آپ نے فرمایا میری اولاد صالح ہوگی یا غیر صالح اگر صالح ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور کارساز ہے پھر ان کو میرے مال کی کیا حاجت اور اگر غیر صالح ہوگی تو میرا اس سے کیا تعلق۔ اس کے اہتمام میں میرا مشغول ہونا بیکار ہے۔ (تفسیر بیان السبحان)

مومن کامل کسی شیطانی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتا

الغرض ان آیات میں اس طرف اشارہ ہے کہ مومن کامل کو کسی شیطانی طاقت سے خوف زدہ اور ڈرنا نہ چاہئے۔ صالح بندوں کو حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور اس کو اپنا حقیقی کارساز ہونے کا یقین رکھنا چاہئے۔ ان کو کسی دشمن کی مخالفت اور دشمنی مضر نہیں ہوتی۔ اکثر اوقات تو دنیا ہی میں وہ غالب کر دیا جاتا ہے اور اگر کسی وقت بتقاضائے حکمت غالب بھی نہ ہو تو بھی اس کے اصل مقصد میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ وہ ظاہر میں ناکام ہو کر بھی مقصد کے لحاظ سے کامیاب ہی ہوتا ہے کیونکہ مومن صالح کا اصل مقصد ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔ اگر وہ دنیا میں کسی وجہ سے ناکام بھی ہو جائے تو رضائے الٰہی کا اصل مقصد تو بہرحال اس کو حاصل ہوتا ہے اور اس طرح وہ کامیاب ہی ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہمیں اپنی ذات عالی پر بھروسہ اور اپنی کارسازی پر یقین کامل عطا فرما اور اپنی حمایت و نصرت ہر حال میں ہمارے شامل حال فرما۔

یَا اللّٰہُ ہمیں اپنے دشمنوں پر کامیابی اور کامرانی نصیب فرما۔ اور ان کی چالوں سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ

خُذِ	الْعَفْوَ	وَأْمُرْ	بِالْعُرْفِ	وَأَعْرِضْ	عَنِ	الْجٰهِلِيْنَ	وَإِمَّا	يَنْزَغَنَّكَ	مِنَ	الشَّيْطٰنِ
پکڑیں (کریں)	درگزر	اور حکم دیں	بھلائی کا	اور منہ پھیرلیں	سے	جاہل (جمع)	اور اگر	تجھے ابھارے	سے	شیطان

اے نبی سرسری برتاؤ کو قبول کرلیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کردیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہوجایا کیجئے۔ اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے

نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ

نَزْغٌ	فَاسْتَعِذْ	بِاللّٰهِ	اِنَّهٗ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	اِذَا	مَسَّهُمْ	طٰۗىِٕفٌ	مِنَ	الشَّيْطٰنِ
کوئی چھیڑ	تو پناہ میں آجا	اللہ کی	بیشک وہ	سننے والا	جاننے والا	بیشک	جولوگ	ڈرتے ہیں	جب	انہیں چھوتا ہے (پہنچتا ہے)	کوئی گزرنے والا (وسوسہ)	سے	شیطان

تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ یقیناً جولوگ خداترس ہیں جب انکو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے

تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

تَذَكَّرُوْا	فَاِذَا	هُمْ	مُّبْصِرُوْنَ	وَ	اِخْوَانُهُمْ	يَمُدُّوْنَهُمْ	فِي	الْغَيِّ	ثُمَّ	لَا يُقْصِرُوْنَ
وہ یاد کرتے ہیں	تو فوراً	وہ	دیکھ لیتے ہیں	اور	انکے بھائی	وہ انہیں کھینچتے ہیں	میں	گمراہی	پھر	وہ کمی نہیں کرتے

تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک انکی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ انکو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں جو بت پرستوں کی حماقت و جہالت ظاہر کی گئی اور مشرکین کے معبودان باطلہ کی مذمت بیان کی گئی اور ان کا بالکل عاجز اور درماندہ ہونا بتلایا گیا تو بہت ممکن تھا کہ جاہل مشرکین اس پر برہم ہو کر کوئی ناشائستہ حرکت کرتے یا برالفظ زبان سے نکالتے۔ جیسا کہ بعض مواقع پر کفار و مشرکین مکہ ایسا کر بھی گزرے ہیں اور اپنی کجروی' عناد و ہٹ دھرمی پر مصر رہتے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ایسے اخلاق فاضلہ کی ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ جس سے آپ کو اولین و آخرین میں صاحب خلق عظیم کا خطاب دیا گیا۔

شان نزول

مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ روایت بھی حضرت سعد بن عبادہؓ سے نقل کی ہے کہ غزوۂ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا گیا اور کفار نے بڑی بے دردی سے آپ کے اعضاء کاٹ کر لاش کی بڑی بے حرمتی کی تو اس حالت اور ہیئت میں لاش کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج اور سخت صدمہ ہوا اور اس وقت کفار کی اس حرکت پر طبیعت میں غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے حمزہؓ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے میں ان کے ستر آدمیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کر کے چھوڑوں گا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور آپ کو بتایا گیا کہ آپ کے خلق عظیم اور علم و متانت کے یہ شایان شان نہیں۔ آپ کا مقام بہت اعلیٰ اور نہایت بلند ہے آپ عفو و درگزر سے کام لیجئے۔ نیز تفسیر ابن جریر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین سے اس کا مطلب دریافت فرمایا تو جبریل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتلایا کہ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کردیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے قطع تعلق کرے آپ اس سے بھی ملا کریں۔

پیغمبر علیہ السلام کا خلق عظیم

الغرض یہاں ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت

فرمائی گئی کہ آپ عفو و درگزر کی عادت رکھئے۔ نصیحت کرنے سے تو نہ رکا جائے معقول بات ضرور کہئے۔ اس پر اگر جاہل الجھیں تو ان کی جہالت آمیز حرکتوں پر ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ اور اگر کسی وقت ان کی کسی نالائق حرکت پر غصہ آ جائے اور شیطان لعین چاہے کہ دور سے چھیڑ چھاڑ کر کے آپ کو ایسے معاملہ پر آمادہ کر دے جو خلاف مصلحت ہو یا آپ کے خلق عظیم اور علم و متانت کے شایان نہ ہو تو آپ فوراً اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کیجئے۔ آپ کی عصمت و وجاہت کے سامنے شیطان مردود کا کوئی کید اور داؤ گھات نہیں چل سکے گا۔ کیونکہ خداوند قدیر و قدوس جو ہر پناہ چاہنے والے کی بات سننے والا اور ہر حالت کا جاننے والا ہے اس نے آپ کی صیانت و حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

متقین کی شان

یہاں ان آیات میں پہلے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا خطاب فرمایا گیا گو مقصود صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو تعلیم دینا نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آپ کے امتیوں کو بھی یہی حکمت سکھانا ہے۔ آگے عام متقین یعنی خدا ترس پرہیز گاروں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ عام متقین کے حق میں یہ محال نہیں کہ شیطان لعین کا گزر ان کی طرف ہو اور کوئی چرکہ لگ جائے مگر متقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغواء سے کسی لمبی غفلت میں نہیں پڑتے بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدائے قدوس کو یاد کر کے وہ چونک پڑے۔ ذرا سی ٹھوکر لگی اور فوراً سنبھل گئے اور سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں۔ غفلت کا پردہ اٹھ گیا اور نیکی و بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد نازیبا کام سے رک گئے۔ یہ تو متقین کے متعلق فرمایا گیا باقی غیر متقین یعنی جن کے دل میں خداوند تعالیٰ کا ڈر اور خوف نہ ہو اور جنہیں شیطان کی برادری کہنا چاہئے ان کا حال یہ بتلایا گیا کہ شیاطین ہمیشہ انہیں گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں۔ ادھر یہ لوگ ان شیاطین کی اقتدا اور پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے اور اس طرح ان شیاطین کے غرور اور سرکشی کو اور زیادہ بڑھاتے رہتے ہیں۔ بہر حال متقی کی یہ شان ہے کہ جب شیطان دق کرے فوراً خدا سے پناہ مانگے دیر نہ کرے ورنہ غفلت میں جوڑو با تو پھر رجوع الی اللہ کی توفیق بھی نہ رہے گی۔

داعیٔ دین کے اخلاق

لوگ دو قسم کے ہیں ایک محسن یعنی اچھے کام کرنے والے دوسرے بدکار ظالم۔ یہاں پہلی آیت نے دونوں طبقوں کے ساتھ اخلاق کریمانہ برتنے کی یہ ہدایت دی کہ نیک کام کرنے والوں سے ان کی ظاہری نیکی کو قبول کر لو۔ زیادہ تفتیش اور تجسس میں نہ پڑو اور نیکی کے بہت ہی اعلیٰ معیار کا ان سے مطالبہ نہ کرو بلکہ وہ جتنا آسانی سے کر سکیں اس کو کافی سمجھو اور بدکاروں کے معاملہ میں یہ ہدایت دی کہ ان کو نیک کام سکھلاؤ اور نیکی کا راستہ بتلاؤ اگر وہ اس کو قبول نہ کریں اور اپنی گمراہی اور غلطی پر جمے رہیں اور جاہلانہ گفتگو سے پیش آئیں تو ان سے کنارہ کش ہو جائیں اور ان کی جاہلانہ گفتگو کا جواب نہ دیں اس طرز سے یہ امید ہے کہ ان کو کسی وقت ہوش آ جائے اور اپنی غلطی سے باز آ جائیں۔ (معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ)

سوال

یہاں آیت واما ینزغنک من الشیطٰن نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم (اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔ بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے) سے متعلق ایک اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ آیت میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقینی معصوم تھے پھر وسوسہ شیطانی کا اندیشہ اور اس کو دور کرنے کے لئے اللہ کی پناہ چاہنا کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب

اس کے علماء نے کئی جواب لکھے ہیں۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم ہیں اور شیطان کی مجال نہیں کہ ان حضرات پر اپنا کوئی داؤ چلا سکے اور اس آیت کا مضمون عصمت نبوی کے منافی

نہیں اس لئے کہ اوپر کی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حلم اور درگزر کرنے کا حکم ہوا تھا اب اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کسی وقت جاہلوں کی جہالت پر آپ کو بتقاضائے بشریت غصہ وغیرہ آ جائے اور حکم سابق کے خلاف کوئی خیال آپ کے دل میں گزرے تو فوراً اللہ پاک سے پناہ مانگئے اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھئے اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال شان عصمت کے ذرہ برابر منافی نہیں۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دوسرا بہترین جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام یقیناً معصوم ہوتے ہیں مگر نبی کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ان سے گناہ نہیں کرا سکتا۔ یہ مطلب نہیں کہ گناہ کی رائے بھی نہیں دے سکتا۔ آخر اگر کوئی کافر کسی نبی کے روبرو کفر بکنے لگے تو اس سے نبی کی نبوت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہی حال شیطانی وسوسہ کا سمجھنا چاہئے شیطانی وسوسہ کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ شیطان کوئی رائے سامنے پیش کرے تو کسی گناہ کی رائے اور تجویز کا پیغمبر کے سامنے پیش ہونا خواہ وہ انسان کی طرف سے ہو یا شیطان کی طرف سے جب کہ اس کا کچھ اثر نہ ہو تو یہ کسی درجہ میں بھی شان نبوت کیلئے مخل نہیں اور قرآن مجید تو ہر بری تحریک کو شیطان ہی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ پس شیطان کی وسوسہ اندازی انبیاء کرام کے عصمت کے خلاف نہیں۔ (بیان القرآن وکمالین)

دعا کیجئے

یَااللّٰہ ہم سے جب کوئی غلطی سرزد ہو جائے اس پر ہم کو تنبیہ نصیب ہو اور ہم اس غلطی سے توبہ کرلیں اور اس سے باز آ جائیں۔

یَااللّٰہ اپنے ذکر وفکر کی دائمی توفیق ہم کو نصیب ہو اور ہر حال میں آپ کی طرف متوجہ ہونا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ

وَاِذَا	لَمْ تَاْتِهِمْ	بِاٰيَةٍ	قَالُوْا	لَوْلَا	اجْتَبَيْتَهَا	قُلْ	اِنَّمَا	اَتَّبِعُ	مَا يُوْحٰى	اِلَيَّ	مِنْ	رَّبِّيْ
اور جب	تم نہ لاؤ انکے پاس	کوئی آیت	کہتے ہیں	کیوں نہیں	اسے گھڑ لیا	کہدیں	صرف	میں پیروی کرتا ہوں	جو وحی کی جاتی ہے	میری طرف	سے	میرا رب

اور جب آپ کوئی معجزہ انکے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیونکر نہ لائے آپ فرما دیجئے کہ میں اسکا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف

هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۰۳ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ

هٰذَا	بَصَآئِرُ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	وَهُدًى	وَّرَحْمَةٌ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ	وَاِذَا	قُرِئَ	الْقُرْاٰنُ
یہ	سوجھ کی باتیں	سے	تمہارا رب	اور ہدایت	اور رحمت	لوگوں کیلئے	ایمان رکھتے ہیں	اور جب	پڑھا جائے	قرآن

سے حکم بھیجا گیا ہے یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب قرآن پڑھا جایا کرے

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۲۰۴

فَاسْتَمِعُوْا	لَهٗ	وَاَنْصِتُوْا	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ
تو سنو	اسکو	اور چپ رہو	تاکہ تم پر	رحم کیا جائے

تو اُسکی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔

مشرکین کی فتنہ انگیزیاں

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ متقی اور خدا سے ڈرنے والے ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ انہیں کوئی شیطانی خیال آتا ہے تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اس پر ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور تنبہ ہو جاتا ہے اور جو شیاطین کے بھائی بنے ہوئے ہیں تو وہ برابر گمراہی میں چلے جاتے ہیں اور اپنی سرکشی اور گناہ پر اصرار کرتے رہتے ہیں اور شیاطین ان کو گمراہی میں اور بڑھاتے ہیں مراد اس سے کفار اور مشرکین ہیں۔ انہی مشرکین میں سے کچھ ایسے بھی شریر تھے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور اپنی کج بحثی سے طرح طرح کے معجزات طلب کرنے لگتے تھے اور جب ان کی خواہش اور فرمائش کے مطابق معجزے ظاہر نہیں ہوتے تھے تو کہتے کہ آپ نے اپنی طرف سے یہ معجزہ کیوں ظاہر نہیں کر دیا۔

فتنہ انگیز بدباطنوں کو جواب

ایسے بدباطن لوگوں کو ان آیات میں جواب دیا جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جواب تعلیم فرمایا گیا وہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ نبی کا یہ منصب اور کام نہیں کہ اپنی طرف سے خدا پر افتراء کرے یا لوگوں کے کہنے سننے پر اقدام کر کے خدا سے وہ چیزیں مانگے جس کا دینا اس کی حکمت کے منافی ہے۔ یا وہ چیز طلب کرے جس کی اجازت نہیں ہے نبی کا کام تو یہ ہے کہ جو کچھ خدا وحی بھیجے اسے قبول کرے۔ اس پر عمل پیرا ہو اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی دعوت دے۔ باقی تم جو مجھ سے فرمائشی معجزات طلب کرتے ہو تو قرآن سے بڑھ کر کونسا معجزہ ہوگا جو سارے جہان کے لئے بصیرت افروز حقائق و مواعظ کا خزانہ اور ایمان لانے والوں کیلئے خاص قسم کی ہدایت و رحمت کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی کو تم کب ماننے کے لئے تیار ہوئے جو فرمائشی معجزات کو تسلیم کر لوگے۔

عظمت قرآن

یہاں قرآن کو بصائر و ہدایت و رحمت فرمایا گیا اس لئے اس کی تعظیم و احترام تعمیل احکام متوجہ ہو کر ادب کے ساتھ خاموشی سے سننے

کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا کہ جب قرآن ایسی دولت بے بہا اور علم و ہدایت کی کان ہے تو اس کی قراءت کا حق سامعین پر یہ ہے کہ پوری فکر و توجہ سے ادھر کان لگائیں اور اس کی ہدایات کو قبول کرنے والے دل سے سنیں اور ہر قسم کی بات چیت، شور و شغب چھوڑ کر ادب کے ساتھ خاموش رہیں تا کہ خدا کی رحمت اور مہربانی کے مستحق ہوں۔ اگر کافر اس طرح قرآن سنے تو کیا بعید ہے کہ خدا کی رحمت سے مشرف بایمان ہو جائے اور پہلے سے مسلمان ہے تو اجر و ثواب میں اور زیادہ نوازا جائے۔

مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے

اس آیت سے کہ جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔ علماء احناف نے یہ بات بھی مستنبط کی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو جہری نمازوں میں خاموش رہنا چاہئے اور اسی بناء پر سورۃ فاتحہ مقتدی کو نماز میں پڑھنے سے حنفیہ نے منع کیا ہے جہری نمازوں میں تو مقتدی کا خاموش رہنا اس آیت سے ظاہر ہی ہے مگر سری نمازوں میں حنفیہ اس آیت کے ساتھ ایک حدیث کا حکم بھی سامنے رکھتے ہیں جس میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو نمازی امام کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا شمار ہوگا۔

مسجد میں تلاوت کرنے کے آداب

فقہاء نے مسجد میں ذکر جہر کرنے اور ایسی آواز سے تلاوت قرآن کرنے کو ناجائز اور ممنوع لکھا ہے کہ جس سے لوگوں کی نماز اور ذکر اللہ میں حرج اور خلل واقع ہوتا ہو۔ ہاں اگر مسجد میں کوئی نماز یا تسبیح و ذکر وغیرہ میں مشغول نہ ہو تو پھر بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔ اسی طرح قرآن خوانی کو مجمع میں بلند آواز سے ناجائز اور ممنوع لکھا ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا کسی اور جگہ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس قرآنی حکم

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

کے خلاف ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہمیں قرآن پاک کی صحیح عظمت و وقعت اور ادب و احترام نصیب فرما اور اس کے علم کے ساتھ اس کے اتباع کی بھی دولت نصیب فرما۔

یَا اللہ ہمیں اپنے کرم سے دین کی سمجھ و فہم عطا فرما دے اور ہر معاملہ میں ہمارے لئے دین سے رہنمائی حاصل کرنا آسان فرما دے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ

وَاذْكُرْ	رَبَّكَ	فِيْ	نَفْسِكَ	تَضَرُّعًا	وَخِيْفَةً	وَدُوْنَ	الْجَهْرِ	مِنَ	الْقَوْلِ	بِالْغُدُوِّ	وَالْاٰصَالِ
اور یاد کرو	اپنا رب	میں	اپنا دل	عاجزی سے	اور ڈرتے ہوئے	اور بغیر	بلند	سے	آواز	صبح	اور شام

اور اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

وَلَا تَكُنْ	مِنَ	الْغٰفِلِيْنَ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	عِنْدَ	رَبِّكَ	لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ	عَنْ	عِبَادَتِهٖ
اور نہ ہو	سے	بے خبر (جمع)	بیشک	جو لوگ	نزدیک	تیرا رب	تکبر نہیں کرتے	سے	اسکی عبادت

اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔ یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے

وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدۃ

وَيُسَبِّحُوْنَهٗ	وَلَهٗ	يَسْجُدُوْنَ
اور اسکی تسبیح کرتے ہیں	اور اسی کو	سجدہ کرتے ہیں

اور اس کی پاکی بیان کرتے اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

ذکر اللہ کی اہمیت اور اس کے آداب

یہ سورۂ اعراف کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں قرآن کریم کو بصائر ہدایت ورحمت بتلا کر اس کی تعظیم واحترام اور تعمیل احکام کے لئے متوجہ ہو کر سننا اور اس وقت خاموش رہنا بیان فرمایا گیا تھا جو یاد الٰہی کی ایک خاص شکل اور تعمیل حکم کی ایک خاص صورت تھی۔ اب عمومی ذکر اللہ کا حکم دیا جاتا ہے اور اس کے بعض آداب بیان فرمائے جاتے ہیں۔

اور ذکر عام ہے خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضائے جسمانی سے۔ خواہ تلاوت قرآن کی شکل میں ہو یا نماز ودعاء وغیرہ کی صورت میں۔ یہ تمام ذکر الٰہی کی صورتیں ہیں۔ اس جگہ ذکر اللہ کے چھ آداب تلقین فرمائے جارہے ہیں۔

اول یہ کہ دل میں یاد الٰہی ہو یعنی ذکر اللہ کی اصلی روح یہ ہے کہ جو زبان سے کہے دل سے اس کی طرف دھیان رکھے تاکہ زبان اور دل دونوں خدا کی یاد میں مشغول ہوں۔

دوسرا ادب یہ کہ عجز ونیاز کے ساتھ یاد الٰہی ہو۔

تیسرے یہ کہ خوف کی حالت میں ہو یعنی کبھی اپنی عبادت کے ناقص ہونے کا اندیشہ لگا ہو۔ کبھی اللہ کی بے نیازی کا خوف ہو۔

چوتھے یہ کہ چلا کر نہ ہو کہ عظمت اور جلال خداوندی سے آواز کا پست ہونا قدرتی بات ہے۔ اس لئے آہستہ ہو بلند آواز سے نہ ہو۔

پانچواں یہ کہ صبح وشام یاد الٰہی کا خاص اہتمام ہو چونکہ یہ دونوں وقت شب وروز کے تبادلہ کے وقت ہیں اور رات دن کے انقلاب سے انسان کی جسمانی وروحانی حالت میں بھی خاص انقلاب پیدا ہوتا ہے لہٰذا اس وقت ذکر الٰہی زیادہ ضروری ہے۔ فرشتوں کی توجہ بھی خاص طور پر اس وقت بندوں کی طرف ہوتی ہے۔ چھٹے یہ کہ یاد الٰہی فقط صبح وشام یا مخصوص اوقات ہی میں نہ ہو بلکہ ہر وقت ہو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے ہمہ وقت اللہ کی طرف سے توجہ نہ ہٹنی چاہئے۔

آگے ہمہ وقت ذکر الٰہی کرنے کی ترغیب کے لئے یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ حکم تمہارے ہی لئے فقط نہیں ہے بلکہ مقرب فرشتوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بھی اللہ کی بندگی اور عبادت میں ہمہ وقت لگے رہتے ہیں تو جب مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے عار نہیں تو انسان کو اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اس کے ذکر وفکر اور عبادت وجود سے غافل نہ رہے۔

سورۂ اعراف کی آخری نصیحت

تو گویا یہ آخری نصیحت اور حکم ہے جو سورۃ کے ختم پر فرمائی گئی ہے اور اس کی غرض یہ بیان کی گئی کہ تمہارا حال کہیں غافلوں کی طرح نہ ہو جائے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ صاف سمجھ میں آ جائے کہ اس دنیا میں انسانوں سے جو گمراہی، فتنہ فساد اور بدکاری وبدعملی ظاہر ہوتی ہے اس

کا واحد سبب غفلت ہے۔ انسان غافل ہو کر یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ رب العزت اس کا خالق اور رازق ہے وہ اللہ کا بندہ ہے اور دنیا میں اس کو امتحان اور آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور دنیا کی زندگی میں اس کا ایک ایک قول و فعل ضبط کر کے محفوظ کیا جا رہا ہے۔ جس کا حساب کتاب روز قیامت اس کو اپنے رب کے پاس حاضر ہو کر دینا ہے اور اس کی جزا و سزا ملنی ہے جس کا نتیجہ جنت یا جہنم ہونا ہے۔

غفلت تکبر ہے اور تکبر ہلاکت ہے

پروردگار سے غفلت ایک قسم کا تکبر اور ایک نوع کی نخوت ہے اور یہ تکبر اور نخوت اس درجہ بری چیز ہے کہ جس سے طالبان قرب خداوندی غایت درجہ اجتناب اور احتراز کرتے ہیں اور شیطان لعین بھی جو اپنے تکبر کے سبب راندہ درگاہ ہوا وہ بھی اس کی برائی کو یاد کر کے اب بھی افسوس کرتا ہے صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدم کا بیٹا کوئی آیت سجدہ پڑھتا ہے اور پھر سجدہ تلاوت کرتا ہے تو شیطان اسے دیکھ کر روتا ہوا بھاگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے افسوس انسان کو سجدہ کرنے کا حکم ملا اور اس نے تعمیل کر لی تو اس کا ٹھکانہ جنت ہوا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے نافرمانی کی اور تکبر برتا تو میرا ٹھکانہ جہنم ہوا۔

سجدہ کے خصوصی ذکر کی وجہ

یہاں خاتمہ کی آیت میں عبادت نماز میں سے جو تمام عبادات میں اعلیٰ درجہ رکھتی ہے صرف سجدہ کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ اس لئے کہ تمام ارکان نماز میں سجدہ کو خاص فضیلت حاصل ہے اور قرب خداوندی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ایک صاحب نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو ایک مشہور صحابی ہیں کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جس سے میں جنت میں جا سکوں؟ حضرت ثوبانؓ خاموش رہے۔ ان صاحب نے پھر سوال کیا پھر بھی خاموش رہے۔ جب تیسری مرتبہ سوال کو دہرایا تو حضرت ثوبانؓ نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ آپ نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ کثرت سے سجدے کیا کرو کیونکہ جب تم ایک سجدہ کرتے ہو تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بڑھا دیتے ہیں اور ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ یہ صاحب جنہوں نے سوال کیا تھا کہتے ہیں کہ حضرت ثوبانؓ کے بعد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا (یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور صحابی ہیں) تو ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

اس حدیث کے متعلق محدثین نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدیث میں کثرت سجود سے مراد یہ ہے کہ کثرت سے نوافل پڑھا کریں کہ جتنی نفلیں زیادہ ہوں گی سجدے بھی زیادہ ہوں گے۔

آیت سجدہ

اس سورۂ اعراف کی یہ آخری آیت، آیت سجدہ ہے یعنی اس آیت کو پڑھنے یا سننے کے بعد سجدہ کرنا امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہو جاتا ہے۔ یہ قرآن پاک میں پہلا سجدہ ہے۔ اسی طرح ۱۳ مقامات اور ہیں جہاں آیات سجدہ آئی ہیں۔ اس طرح تمام قرآن پاک میں ۱۴ سجدہ تلاوت ہیں۔

سجدۂ تلاوت کے مسائل

سجدہ کی آیت کو جو شخص پڑھے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور جو سنے اس پر بھی واجب ہو جاتا ہے۔ سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرے اور سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھا لے۔

جو چیزیں نماز کے لئے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لئے بھی شرط ہیں یعنی وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف سجدہ کرنا وغیرہ

ایک مجلس میں ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی آیت کو کئی بار دہرا کر پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدہ نہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہوگا۔ سوائے توبہ و استغفار کے اور کوئی صورت معافی کی نہیں۔ نماز میں سجدہ کی آیت پڑھ کر اگر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں یہ نیت دل میں کر لے کہ میں سجدۂ تلاوت کی طرف سے بھی یہ رکوع کرتا ہوں تب بھی سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

اگر کسی کے ذمہ بہت سے تلاوت کے سجدے باقی ہوں اب تک ادا نہ کئے ہوں تو اب ادا کر لے۔ عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ادا کر لینے چاہئیں ورنہ گنہگار رہے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ	يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْاَنْفَالِ	
یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں	آپ سے پوچھتے ہیں	سے (بارے میں)	غنیمت	

زمانۂ نزول، تعداد آیات ورکوعات وغیرہ اور موضوع

بحساب موجودہ ترتیب یہ قرآن پاک کی آٹھویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۹۵ لکھا ہے یعنی اس سورۃ انفال سے پہلے ۹۴ سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور ۱۹ سورتیں اس کے بعد نازل ہونا بیان کی گئی ہیں۔ اس سورۃ میں دس رکوع ۷۵ آیات ۱۲۵۳ کلمات اور ۵۵۲۲ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور ۲ھ میں جنگ بدر کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورۃ کے پہلے ہی جملہ میں انفال کا لفظ آیا ہے۔ اسی لفظ کو اس سورۃ کے نام کے لئے مقرر کر لیا گیا۔ انفال جمع ہے نفل کی جس کے لفظی معنی زیادتی کے ہیں مگر شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ مال ہوتا ہے جو جنگ کے بعد دشمن سے حاصل ہو جس کو مال غنیمت بھی کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں اسلام اور کفر کی سب سے پہلی معرکۃ الآرا جنگ یعنی غزوۂ بدر پر مستقل تبصرہ کیا گیا ہے اور اس کا اخلاقی مقصد کو بتایا گیا ہے جو حق و باطل کے اس معرکہ کا تھا اور ہونا چاہئے۔ اہل ایمان کو خطاب کر کے متعدد احکام دیئے گئے پھر کفار اور مشرکین کو نہایت سبق آموز انداز میں تنبیہ کی گئی اور مال غنیمت سے متعلق احکام بتائے گئے ہیں۔ جنگ و صلح کے کچھ اسلامی قوانین بیان کئے گئے ہیں۔ اور اسلامی مملکت کے دستوری قانون کی بعض دفعات بیان کی گئی ہیں۔

شان نزول: غزوۂ بدر

اس سورۃ میں چونکہ عموماً اسی عظیم الشان معرکہ بدر کے اجزاء و متعلقات کا بیان ہوا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بدر اور اس سے تعلق رکھنے والے حالات کو مختصراً یہاں بیان کر دیا جائے تا کہ اس سورۃ کا تاریخی پس منظر بھی واضح ہو جائے۔

مسلمانوں کی مظلومیت اور صبر و تحمل اور قتال کی اجازت

مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مشرکین نے جو دردناک اور ہوشربا مظالم مٹھی بھر مسلمانوں پر روا رکھے اور مظلوم مسلمانوں نے جس صبر و استقلال اور جس استقامت وللہیت سے مسلسل تیرہ برس تک ان ہولناک مصائب کا تحمل کیا وہ دنیا کی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے۔ صبر و تحمل کے امتحان کی آخری حد یہ تھی کہ مسلمان مقدس وطن عزیز و اقارب اہل و عیال مال و دولت سب چیزوں کو خیر باد کہہ کر خالص خدا اور رسول کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے لئے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کے لئے نکل پڑے۔ جب مشرکین کا ظلم و تکبر اور مسلمانوں کی مظلومیت اور بے کسی حد سے گزر گئی۔ تب ان مظلوموں کو جو کہ مکہ چھوڑنے پر بھی امن حاصل نہ کر سکے تھے ظالموں سے لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت دی گئی۔

قریش کے تجارتی قافلہ پر حملہ کا پروگرام

۲ھ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ایک بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں قریش مکہ کا شام کو روانہ ہوا ہے ابوسفیان کا یہ تجارتی قافلہ جس کے ساتھ تقریباً ۶۰ قریشی ایک ہزار اونٹ اور ۵۰ ہزار دینار کا مال تھا جب شام سے مکہ کو واپس ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کے موافق آپ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ آیا اس جماعت سے تعرض کیا جائے؟ چنانچہ مشورہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین سو سے کچھ زائد صحابہ کی جمعیت لے کر قافلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چونکہ کسی بڑے مسلح لشکر سے مڈبھیڑ ہونے کی توقع نہ تھی اس لئے جمعیت اور سامان اسلحہ وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا فی الوقت جو صحابہ کرام اکٹھے ہو گئے سرسری سامان کے ساتھ روانہ ہوئے۔

باقاعدہ جنگ کی صورتحال کا سامنا

اتفاقاً باقاعدہ جنگ کی صورت اللہ نے پیدا فرما دی اور صورت اس کی یہ ہوئی کہ ابوسفیان سردار قافلہ کو حالات کی بناء پر خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں مسلمانوں کا کوئی طاقتور دستہ اس پر حملہ نہ کر دے اس لئے سردار قافلہ ابوسفیان نے مدینہ سے گزرنے والے مکہ کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور ایک آدمی کو مکہ کی طرف دوڑا دیا کہ وہاں

سے مدد لے آئے۔ اس شخص نے مکہ پہنچتے ہی شور مچانا شروع کر دیا کہ 28
اے قریش اپنے قافلہ تجارت کی خبر لو۔ تمہارے مال جو ابوسفیان کے ساتھ ہیں خطرہ میں ہیں۔ مجھے امید نہیں کہ تم انہیں پا سکو گے۔ تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا جس میں ۶۰۰ ذرہ پوش اور ۱۰۰ اسواروں کا دستہ بھی شامل تھا۔ اور ان کے پیش نظر صرف یہی کام نہ تھا کہ اپنے قافلہ کو بچا لائیں بلکہ وہ اس ارادہ سے نکلے تھے کہ اس آئے دن کے خطرہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں اور مدینہ میں جو مسلمانوں کی طاقت ابھی نئی نئی جمع ہونی شروع ہوئی ہے اسے کچل ڈالیں تا کہ آئندہ کے لئے یہ تجارتی راستہ بالکل محفوظ ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفراء میں تھے جب معلوم ہوا کہ ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے سردار کفار کے ماتحت مشرکین کا لشکر یلغار کرتا چلا آ رہا ہے تو اس صورتحال کے پیش آ جانے پر آپ نے صحابہ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں تمہارے سامنے ہیں ایک طرف تجارتی قافلہ ہے اور دوسری طرف فوجی لشکر۔ خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو مسلط کرے گا۔ بتلاؤ کہ اب کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو؟ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ میں صحابہ جنگ کی تیاری کر کے نہ آئے تھے اس لئے اپنی تعداد اور سامان وغیرہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض کی یہ رائے ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رائے سے خوش نہ تھے اس لئے آپ نے اپنا سوال دہرایا۔

صحابہ کرام کی جاں نثاری

اس پر مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت مقدادؓ نے نہایت پرجوش اور ولولہ انگیز جوابات دیئے۔ حضرت مقداد نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ! جدھر آپ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے اسی طرف چلئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ جس طرف بھی آپ جائیں ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں ہیں کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نہیں ہم کہتے ہیں کہ آپ چلئے ہم آپ کے ساتھ جائیں لڑائیں گے۔ مگر لشکر سے مقابلہ

اور لڑائی کے فیصلہ کے لئے انصار کی رائے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرنا چاہی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ اس پر انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور انہوں نے عرض کیا شاید حضور کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ فرمایا ہاں اس پر حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور اس امر کی گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت و جاں نثاری کے بارہ میں ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں یا رسول اللہ آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرما دی۔ جو منشاء مبارک ہو اس پر چلئے اور جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے اموال میں سے آپ جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں اور مال کا وہ حصہ جو آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو گا کہ جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ اور آپ ہم کو جو حکم دیں گے ہم اس کے تابع ہیں۔ آپ ہم کو جہاں جانے کا حکم دیں گے ہم ضرور بالضرور آپ کے ساتھ جائیں گے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم میں کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ بالتحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور سچے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلئے (زرقانی ج ا ماخوذ از سیرۃ المصطفیٰ جلد دوم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے یہ جان نثارانہ جواب سن کر نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔

قریشیوں کے اپنے سے تین گناہ زیادہ طاقتور لشکر سے جنگ کرنے کا فیصلہ

ان تقریروں کے بعد فیصلہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرما

سے مدد لے آئے۔ اس شخص نے مکہ پہنچتے ہی شور مچانا شروع کر دیا کہ اے قریش اپنے قافلہ تجارت کی خبر لو۔ تمہارے مال جو ابوسفیان کے ساتھ ہیں خطرہ میں ہیں۔ مجھے امید نہیں کہ تم انہیں پا سکو گے۔ تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا جس میں ۶۰۰ زرہ پوش اور ۱۰۰ اسواروں کا دستہ بھی شامل تھا۔ اور ان کے پیش نظر صرف یہی کام نہ تھا کہ اپنے قافلہ کو بچالائیں بلکہ وہ اس ارادہ سے نکلے تھے کہ اس آئے دن کے خطرہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں اور مدینہ میں جو مسلمانوں کی طاقت ابھی نئی نئی جمع ہونی شروع ہوئی ہے اسے کچل ڈالیں تا کہ آئندہ کے لئے یہ تجارتی راستہ بالکل محفوظ ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفراء میں تھے جب معلوم ہوا کہ ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے سردار کفار کے ماتحت مشرکین کا لشکر یلغار کرتا چلا آ رہا ہے تو اس صورتحال کے پیش آ جانے پر آپ نے صحابہ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں تمہارے سامنے ہیں ایک طرف تجارتی قافلہ ہے اور دوسری طرف فوجی لشکر۔ خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو مسلط کرے گا۔ بتلاؤ کہ اب کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو؟ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ میں صحابہ جنگ کی تیاری کر کے نہ آئے تھے اس لئے اپنی تعداد اور سامان وغیرہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض کی یہ رائے ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رائے سے خوش نہ تھے اس لئے آپ نے اپنا سوال دہرایا۔

صحابہ کرام کی جاں نثاری

اس پر مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت مقدادؓ نے نہایت پر جوش اور ولولہ انگیز جوابات دیئے۔ حضرت مقداد نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ! جدھر آپ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے اسی طرف چلئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ جس طرف بھی آپ جائیں ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں ہیں کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نہیں ہم کہتے ہیں کہ آپ چلئے ہم آپ کے ساتھ جائیں گے لڑائیں گے۔ مگر لشکر سے مقابلہ اور لڑائی کے فیصلہ کے لئے انصار کی رائے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرنا چاہی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ اس پر انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور انہوں نے عرض کیا شاید حضور کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ فرمایا ہاں اس پر حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور اس امر کی گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت و جاں نثاری کے بارہ میں ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں یا رسول اللہ آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرما دی۔ جو منشاء مبارک ہو اس پر چلئے اور جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے اموال میں سے آپ جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں اور مال کا وہ حصہ جو آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو گا کہ جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ اور آپ ہم کو جو حکم دیں گے ہم اس کے تابع ہیں۔ آپ ہم کو جہاں جانے کا حکم دیں گے ہم ضرور بالضرور آپ کے ساتھ جائیں گے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم میں کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ بالتحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور سچے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلئے (زرقانی ج ا ماخوذ از سیرۃ المصطفیٰؐ جلد دوم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے یہ جان نثارانہ جواب سن کر نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔

قریشیوں کے اپنے سے تین گناہ زیادہ طاقتور لشکر سے جنگ کرنے کا فیصلہ

ان تقریروں کے بعد فیصلہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرما

دیا کہ تجارتی قافلہ کے بجائے لشکر قریش ہی کے مقابلہ پر چلنا چاہئے لیکن یہ فیصلہ کوئی معمولی فیصلہ نہ تھا۔ ایک طرف صرف تین سو سے کچھ زائد افراد جن میں صرف دو گھوڑے تھے اور ۷۰ اونٹ سے زیادہ نہ تھے جن پر تین تین چار چار اصحاب باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ سامان جنگ بھی بالکل ناکافی تھا۔ صرف ۶۰ حضرات کے پاس زرہیں تھیں۔ دوسری طرف کفار کے قریب ایک ہزار لشکری تھے جن میں ۱۰۰ سوار ۶۰۰ زرہ پوش اور سب سامان جنگ سے لیس تھے۔ مگر مومنین صادقین سمجھ چکے تھے کہ یہ وقت جان کی بازی لگانے ہی کا ہے اس لئے اللہ کے بھروسہ پر وہ نکل کھڑے ہوئے اور سیدھی وہ راہ لی جدھر سے قریش کا لشکر آ رہا تھا۔

مقام بدر پر حق و باطل کا آمنا سامنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اور جمعہ کا روز ہے ایک طرف سے حق کی جماعت اور دوسری طرف سے باطل کی جماعت میدان کارزار بدر کے مقام پر جو مدینہ سے قریب ۸۰ میل کے فاصلہ پر ہے ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش کی عظیم الشان جماعت کو پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان کارزار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو خداوند قدوس جل وعلا کے آگے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے اور انتہائی تضرع سے عرض کیا کہ اے اللہ یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے۔ تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے رسول کو جھٹلاتا ہے اے اللہ اپنی فتح و نصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا اور اے اللہ ان کو ہلاک کر۔

مدد الٰہی کا آغاز

میدان بدر میں کفار قریش پہلے پہنچ کر ایسی جگہ پر قابض ہو چکے تھے جو جنگی محاذ کے لئے بہتر تھی۔ پانی کے مواقع بھی سب انہی کی طرف تھے۔ مسلمانوں کے حصہ میں ایسی ریتلی زمین آئی کہ اس میں چلنا دشوار ہونے کے علاوہ پانی بالکل نہ تھا۔ لیکن خداوند عالم فتح و نصرت کا وعدہ فرما چکا تھا۔ اسی وقت بارش شروع ہوئی جس سے زمین کی ریت جم گئی۔ تمام اسلامی لشکر نے سیراب ہو کر پانی پیا اور اپنے سب برتن بھر لئے۔ ادھر کفار کی جانب اسی بارش نے زمین پر اس قدر کیچڑ پیدا کر دی کہ چلنا مشکل ہو گیا۔

صف آرائی اور بہادروں کی مبارزت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو مرتب فرمایا اور صف آرائی فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے حضرت سعد بن معاذؓ کی رائے سے ٹیلہ پر ایک چھپر جھونپڑی نما کھجور کی شاخوں کا بنایا گیا کہ جہاں کھڑے ہو کر تمام میدان کارزار نظر آتا تھا۔ الغرض جب صفیں درست ہو گئیں تو پہلے کفار قریش کے تین بہادر نکلے۔ مسلمانوں میں سے حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور عبیدہؓ بن حارث نے ان کا مقابلہ کیا۔ تینوں کافر قتل ہوئے۔

حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی شہادت

مسلمانوں میں سے حضرت عبیدہؓ زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ نے ان کو کندھے پر اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ نے اپنے پائے مبارک سے تکیہ لگا کر ان کو لٹایا اور ان کے چہرہ کا غبار خود دست مبارک سے صاف فرمایا۔ حضرت عبیدہؓ نے دم توڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں شہادت سے محروم رہا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم شہید ہو اور میں اس پر گواہ ہوں۔ جب حضرت عبیدہؓ کی وفات ہو گئی تو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور اپنے دست مبارک سے دفن کیا۔ یہ امتیازی فضیلت تمام صحابہ میں صرف حضرت عبیدہؓ کا حصہ تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

گھمسان کی جنگ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت

غرض گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی اور میدان کارزار گرم ہو گیا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر خشوع و خضوع کی ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ بارگاہ خداوندی میں کبھی سر بسجود تضرع فرماتے کبھی سائلانہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر فتح و نصرت کی دعاء مانگتے۔ آپ کی محویت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی چادر دوش مبارک سے گر گر پڑتی تھی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہو گی۔ دیر تک آپ یہی دعاء فرماتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے چادر اٹھا کر آپ کے دوش مبارک پر ڈالی اور پیچھے سے آ کر آپ کی کمر سے چمٹ گئے اور عرض

کیا یا رسول اللہ بس کافی ہے۔ بالتحقیق آپ نے اللہ کے حضور میں بہت الحاح وزاری کی۔ وہ اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا۔

مدد الٰہی کا نزول اور کفار کی شکست

الغرض ظاہر اسباب میں صحابہ کی تھوڑی سی جماعت تھی مگر خداوند عالم نے فرشتوں کی فوج مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیج دی۔ پہلے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے اتارے گئے۔

چونکہ اس جنگ میں کفار و مشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا تھا۔ اس لئے حق جل وعلا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے حضرت جبرائیل' حضرت میکائیل و حضرت اسرافیل کی سرکردگی میں آسمان سے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا۔ جب جنگ کی شدت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھپر سے باہر تشریف لائے اور حضرت جبرئیل امین کے اشارہ سے ایک مشت خاک لے کر قریش کے لشکر کی طرف پھینکی اور صحابہ کو حکم دیا کہ سب یکبارگی کفار پر حملہ کرو۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس مشت خاک میں کیا تاثیر تھی کہ اس کے پھینکتے ہی کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا۔ کوئی کافر و مشرک لشکر میں ایسا نہ تھا کہ جس کی آنکھ' ناک اور منہ میں یہ مٹی نہ پہنچی ہو۔ کفار آنکھیں ملنے لگے اور ہر شخص پریشان تھا کہ کہاں اور کدھر جائے۔ کفار کے بڑے بڑے سردار' بہادر اور جانباز قتل اور قید ہونے لگے اور مسلمان خدا کے دشمنوں کے قتل کرنے اور گرفتار کرنے میں مشغول ہو گئے بالآخر حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عنایت فرمائی اور قریش اپنے سارے غرور و طاقت کے باوجود ان بے سروسامان فدائیوں کے ہاتھوں بری طرح شکست کھا گئے کافروں کے بڑے بڑے ۷۰ سردار مارے گئے اور ۷۰ ہی قید ہوئے مسلمانوں میں سے کل ۱۴ صحابی شہید ہوئے (۶ مہاجرین میں سے اور ۸ انصار میں سے) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ قریش کے بڑے بڑے سردار جو اسلام کے سخت مخالف تھے سب اس معرکہ میں ختم ہو گئے اور ان کا ساز وسامان غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

مال غنیمت کا مسئلہ

جب معرکہ بدر کے بعد مسلمانوں کو پہلی بار بہ حیثیت ایک جماعت کے شکست کھائے ہوئے کافروں سے مال ہاتھ آیا تو قدرۃً یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ مال غنیمت جو دشمن سے جنگ کے بعد حاصل ہوا کس کا حق ہے اور اس کے تقسیم کی بنیاد کیا ہونی چاہئے؟ ظاہر ہے کہ یہ سوال کرنے والے حضرات صحابہ ہی میں تھے۔ انہی میں آپس میں یہ سوال اٹھا تھا۔ اس وقت سورۃ کی ابتدائی آیات کا نزول ہوا چنانچہ سورۃ کی ابتداء اسی جملہ سے ہوئی کہ یسئلونک عن الانفال یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ اس کے متعلق جو حکم حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آ رہا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ اصحاب بدر کے طفیل میں ان مسلمین کی بھی مدد فرما دے جو اس وقت دشمنان اسلام سے برسرپیکار ہیں۔

یَا اللّٰہُ اس حق و باطل کے معرکہ بدر میں جس طرح حق کو آپ نے فتح وغلبہ عطا فرمایا اور باطل کو شکست اور ذلت وخواری نصیب فرمائی

یَا اللّٰہُ اب بھی جہاں جہاں حق و باطل میں ٹکراؤ اور معرکہ آرائی ہو رہی ہے اپنی قدرت سے حق کی امداد و اعانت فرما اور حق کو غلبہ عطا فرما۔ اور باطل کی شکست سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ

قُلِ	الْاَنْفَالُ	لِلّٰهِ	وَالرَّسُوْلِ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَصْلِحُوْا	ذَاتَ	بَيْنِكُمْ	وَاَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ
کہدیں	غنیمت	اللہ کیلئے	اور رسول	پس ڈرو	اللہ	اور درست کرو	اپنے تعلق	آپس میں	اور اطاعت کرو	اللہ	اور اس کا رسول

آپ فرمادیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ کی اور اسکے رسول کی اطاعت کرو

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا

اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ	اِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	الَّذِيْنَ	اِذَا	ذُكِرَ اللّٰهُ	وَجِلَتْ	قُلُوْبُهُمْ	وَاِذَا
اگر	تم ہو	مومن (جمع)	درحقیقت	مومن (جمع)	وہ لوگ	جب	ذکر کیا جائے اللہ	ڈر جائیں	ان کے دل	اور جب

اگر تم ایمان والے ہو۔بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو اُنکے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب

تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ② الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

تُلِيَتْ	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُهٗ	زَادَتْهُمْ	اِيْمَانًا	وَ	عَلٰى رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ	الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ
پڑھی جائیں	اُن پر	اُسکی آیات	وہ زیادہ کریں	ایمان	اور	وہ اپنے رب پر	بھروسہ کرتے ہیں	وہ لوگ جو	قائم کرتے ہیں	نماز

اللہ کی آیتیں انکو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں انکے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ③ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

وَمِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ	اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْمُؤْمِنُوْنَ	حَقًّا	لَهُمْ	دَرَجٰتٌ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ
اور اس سے جو	ہم نے انہیں دیا	وہ خرچ کرتے ہیں	یہی لوگ	وہ	مومن (جمع)	سچے	انکے لئے	درجے	پاس	انکا رب

اور ہم نے انکو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کیلئے بڑے درجے ہیں انکے رب کے پاس

وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④

وَمَغْفِرَةٌ	وَرِزْقٌ	كَرِيْمٌ
اور بخشش	اور رزق	عزت والا

اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔

شان نزول: ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب بدر میں گئے کافروں اور مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ ہوا۔کافروں کو اللہ نے شکست فاش دی۔مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے ایک گروہ نے کافروں کا تعاقب کیا اور ان کو قتل وقید کرنا شروع کر دیا دوسرا گروہ مال غنیمت جمع کرنے لگا۔تیسرا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد حلقہ کئے رہا تاکہ کوئی دشمن مکر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر نہ پہنچا سکے۔جب رات ہوئی اور سب لوگ جمع ہوئے تو مال غنیمت کے مستحق ہونے کے باہم کچھ اختلاف ہوا۔جنہوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا انہوں نے کہا یہ ہم نے جمع کیا ہے اور ہمارا حق ہے۔دشمن کا تعاقب کرنے والوں نے کہا کہ ہم نے دشمن کو شکست دی اور بھگایا یہ ہمارا حق ہے۔تیسرے گروہ نے کہا کہ ہم نے دشمن کے فریب کے اندیشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حلقہ میں لے لیا اور حضور کی حفاظت کی۔اس لئے ہم حق دار ہیں۔اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

مال غنیمت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے

چونکہ اہل اسلام کی کفار سے یہ جنگ بدر پہلی جنگ تھی اس سے پہلے دشمن سے چھینے ہوئے مال کے تقسیم کا موقع نہیں آیا تھا۔اس لئے یہاں مال غنیمت کی تقسیم کے قانون کی بابت ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا اور سب سے پہلے یہ سمجھایا گیا کہ یہ سب مال اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔اللہ ہی کو اختیار ہے کہ تقسیم کا حکم جس طرح چاہے دے یا جو کچھ چاہے کرے اور رسولؐ ہی کی معرفت اس حکم الٰہی کا اعلان ہوگا کہ وہی اس دنیا میں اس مالک ومختار کی مرضی اور اقتدار کے نمائندہ ہیں۔ابھی مومنین کو دل وجان سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلہ کو ماننے کیلئے مستعد کیا جارہا ہے۔اور تین احکام دیئے جارہے ہیں۔

پہلا حکم فاتقوا اللّٰہ دیا یعنی اللہ سے ڈرتے رہو۔جو کام کرو فقط اللہ کی رضا کا خیال کرو اور اس کی ناراضی سے ڈرو۔

دوسرا حکم دیا واصلحوا ذات بینکم اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو۔یعنی اپنے آپس کے معاملات وتعلقات کو ایسا سنبھالو اور سنوارو کہ باہمی رشک ومسابقت کا نام ونشان نہ رہے۔

تیسرا حکم فرمایا اطیعوا اللّٰہ و رسولہ ۔اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ان تینوں احکام کی اطاعت کو ایمان کا معیار بتلایا گیا اور فرمایا گیا۔ ان کنتم مؤمنین یعنی اگر تم ایمان والے ہو تو ایمان کا مقتضا اطاعت اور تقویٰ ہے تو جب تم مومن ہو تو تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور اللہ ورسول کی مکمل اطاعت کو لازم جانو۔تو یہاں یہ سمجھایا گیا کہ ایمان کا تقاضا ہے اطاعت اور اطاعت نتیجہ ہے تقویٰ کا اور جب یہ چیزیں حاصل ہوجائیں تو آپس کے اختلافات ونزاعات خود بخود ختم ہوجائیں گے۔اور اختلاف کی بجائے دلوں میں الفت ومحبت پیدا ہوجائے گی۔

ایمان والوں کی پانچ صفات

اول اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت سے قلوب کا معمور ہونا یعنی جب ان کے سامنے اللہ جل شانہٗ کا ذکر کیا جائے تو عظمت الٰہی سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

دوسرے تلاوت قرآن اور سماع کلام الٰہی سے ایمان میں زیادتی کا ہونا۔یعنی جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور زیادہ قوی ہوجاتا ہے۔اور نور ایمان میں ترقی ہوجاتی ہے اور تلاوت کے انوار وبرکات سے ان کے باطن میں نوریقین زیادہ ہوجاتا ہے اور ظاہر میں طاعت اور اعمال صالحہ کی زیادتی ہوجاتی ہے۔

تیسری صفت اللہ پر توکل اور اعتماد ہونا یعنی وہ اپنے تمام اعمال واحوال میں حق تعالیٰ کی ذات واحد پر اعتماد اور بھروسہ رکھتے ہیں۔اسی سے مانگتے ہیں اسی سے مدد چاہتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توکل کا یہ مطلب نہیں کہ اپنی حاجات اور ضروریات کے لئے مادی اسباب اور تدابیر کو ترک کرکے بیٹھ جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مادی اسباب وآلات کو اصل کامیابی کے لئے کافی نہ سمجھے بلکہ سمجھے کہ اسباب بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ان اسباب کے ثمرات بھی وہی پیدا کرتا ہے۔

چوتھی صفت اقامت صلوٰۃ ہے یعنی وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں اور وقت پر جملہ آداب وشرائط کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

پانچویں صفت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بتلائی گئی یعنی ہر وہ چیز جو ان کے پاس ہے وہ اس کو اللہ کی عطا اور دین سمجھتے ہیں اور ہر موقع پر اس میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔اور یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا عام ہے۔تمام صدقات' خیرات' زکوٰۃ' صدقہ فطر ودیگر واجبات شرعی کے علاوہ مہمانوں' دوستوں اور بزرگوں کی مالی خدمت وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔اور یہ سب کب ہی ممکن ہے جب قلب حرص' طمع اور بخل سے پاک ہو۔

یہ پانچ صفات بیان فرما کر ارشاد ہوا۔ اولٓئک ھم المؤمنون حقاً (ایسے ہی لوگ سچے مومن ہیں) یعنی یہ پانچ خصلتیں اور صفات ہوں تو وہی سچے مومن ہیں اور یوں کہنے کو تو ہر ایک اپنے کو مومن ہی کہتا ہے لیکن بات تو جب ہے اور کام اسی وقت بنے گا جب اپنے اخلاق و اعمال سے بھی ثابت کردے کہ میں واقعی مومن ہوں۔

سچے مومنین سے وعدہ

الغرض سچے مومن کی یہ پانچ علامات وصفات بیان فرمانے کے بعد ایسے سچے مومنین سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا جاتا ہے۔لھم درجٰت عند ربھم و مغفرۃ ورزق کریم یعنی ایک درجات عالیہ یعنی ایسے مومنین کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اونچے درجہ ہیں۔دوسرے مغفرت یعنی ان کی کوتاہیاں معاف کردی جائیں گی اور تیسرے رزق کریم یعنی عزت کی روزی عموماً مفسرین نے رزق کریم سے جنت کی نعمتیں مراد لی ہیں یعنی جنت میں ان کو کھانے پینے آرام وراحت کے سب سامان عطا کئے جائیں گے اور وہ عزت کے ساتھ اپنی آرام گاہوں پر بیٹھے بیٹھے یہ سب کچھ پائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ

كَمَآ	اَخْرَجَكَ	رَبُّكَ	مِنْ	بَيْتِكَ	بِالْحَقِّ	وَاِنَّ	فَرِيْقًا	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	لَكٰرِهُوْنَ	يُجَادِلُوْنَكَ
جیسا کہ	آپ کو نکالا	آپکا رب	سے	آپکا گھر	حق کے ساتھ	اور بیشک	ایک جماعت	سے (کا)	اہل ایمان	ناخوش	وہ آپ سے جھگڑتے تھے

جیسا آپ کے رب نے آپ کے گھر سے (یعنی مدینہ سے) مصلحت کے ساتھ آپکو روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اسکو گراں سمجھتی تھی۔ وہ اس مصلحت

فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ

فِي	الْحَقِّ	بَعْدَ	مَا	تَبَيَّنَ	كَاَنَّمَا	يُسَاقُوْنَ	اِلَى	الْمَوْتِ	وَهُمْ	يَنْظُرُوْنَ	وَاِذْ	يَعِدُكُمُ	اللّٰهُ
میں	حق	بعد	جبکہ	وہ ظاہر ہو چکا	گویا کہ وہ	ہانکے جا رہے ہیں	طرف	موت	اور وہ	دیکھ رہے ہیں	اور جب	تمہیں وعدہ دیتا تھا	اللہ

میں بعد اسکے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا آپ سے اس طرح بحث کر رہے تھے کہ گویا انکو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔ اور تم لوگ اس وقت کو

اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ

اِحْدَى	الطَّآئِفَتَيْنِ	اَنَّهَا	لَكُمْ	وَتَوَدُّوْنَ	اَنَّ	غَيْرَ	ذَاتِ الشَّوْكَةِ	تَكُوْنُ	لَكُمْ	وَ	يُرِيْدُ
ایک کا	دو گروہ	کہ وہ	تمہارے لئے	اور چاہتے تھے	کہ	بغیر	کانٹے والا	ہو	تمہارے لئے	اور	چاہتا تھا

یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجاوے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی تجارتی قافلہ)

اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ

اللّٰهُ	اَنْ	يُّحِقَّ	الْحَقَّ	بِكَلِمٰتِهٖ	وَيَقْطَعَ	دَابِرَ	الْكٰفِرِيْنَ	لِيُحِقَّ	الْحَقَّ	وَيُبْطِلَ	الْبَاطِلَ
اللہ	کہ	ثابت کر دے	حق	اپنے کلمات سے	اور کاٹ دے	جڑ	کافر (جمع)	تا کہ حق ثابت کر دے	حق	اور باطل ثابت کر دے	باطل

تمہارے ہاتھ آجاوے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور ان کافروں کی بنیاد کو قطع کر دے۔ تا کہ حق کا حق ہونا

وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸

وَلَوْ	كَرِهَ	الْمُجْرِمُوْنَ
خواہ	ناپسند کریں	مجرم (جمع)

اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔

بدر کے واقعات میں غور کرو کہ فتح کس نے دلائی؟

گذشتہ آیات میں غنیمت کے مال کی بابت حکم ہوا تھا کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ اپنے رسول کے ذریعہ سے جیسے چاہے گا تقسیم کا حکم دے گا۔ اسی بات کو ان آیات میں اور اس سے آگے کی آیتوں میں بدر کی لڑائی کے بڑے بڑے واقعات بیان کر کے سمجھایا گیا ہے کہ ان واقعات پر غور کرو اور سوچو کہ یہ محض اللہ کی مرضی اور اس کے حکم سے واقع ہوئے۔ شروع سے لے کر آخر تک تمہاری مرضی کو ان میں کوئی دخل نہیں پھر اس میں تمہاری فتح بھی محض اللہ کی مدد سے ہوئی ورنہ تمہارے پاس فتح کا کچھ سامان نہ تھا۔ پھر اب تم مال پر اپنا حق کیسے جتاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ جس کی رہنمائی سے جنگ ہوئی اور جس کی مدد سے فتح ہوئی وہی اس مال کا مالک ہے ہوسکتا ہے کہ یہ مال غنیمت کا لوگوں کی مرضی کے موافق تقسیم نہ ہونا گو بعض کو طبعاً گراں گزرے لیکن حقیقۃً یہ حکم ایسا ہی پر مصلحت ہے جیسا کہ یہ ساری لڑائی شروع سے آخر تک ہوئی۔ شروع میں ہی اللہ نے اپنے نبیؐ کے دل

میں یہ بات ڈالی کہ کفار سے ان کے خلاف انسانیت سوز سلوک کے بدلہ لینے کا یہی موقع ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی ایک جماعت تو شروع ہی سے لڑائی کرنے میں ہچکچا رہی تھی۔ یہ اشارہ اسی واقعہ اور حالت کی طرف ہے کہ جب صحابہ نے دیکھا کہ اب مقابلہ تجارتی قافلہ سے نہیں بلکہ خود لشکر جرار سے آپڑا ہے اور لشکر بھی کیسا اپنے سے تعداد اور سامان دونوں میں کئی گنا زائد۔ قدرۃً کچھ کو تذبذب' تامل اور تردد پیدا ہوا لیکن خود صحابہ ہی کے گرہ میں سے مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور انصار میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جوش اطاعت سے لبریز تقریریں کیں جب آپ بدر کی طرف روانہ ہوئے تو یہاں ان آیات میں انہی واقعات کی طرف اشارے ہیں کہ جب تجارتی قافلہ سے نہیں بلکہ خود مسلح لشکر سے مقابلہ آپڑا تو بعض بحث کرنے لگے اور ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ گویا ان کو موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے مگر یہ اللہ ہی کی مرضی تھی کہ قریش سے مقابلہ ہو اور نہتے مسلمانوں کی فتح ہو۔ یہاں بعض صحابہ کے جس خوف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ خوف و اندیشہ بالکل قدرتی تھا اور یہ طبعی کیفیت مورد عتاب نہیں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی متقی اور صالح شخص سانپ کا یا شیر کا اچانک سامنا ہو جانے پر ڈر جائے پھر آیت میں فریقاً من المومنین سے یہ امر بھی واضح ہے کہ یہ خوف و تردد بھی سب کو نہ تھا۔ صرف بعض کی طرف سے ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے تم سے فتح کا وعدہ کیا تھا

پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے کہ جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا دو جماعتوں میں سے ایک کے لئے کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی اور تم یہ چاہ رہے تھے کہ غیر مسلح یعنی تجارتی قافلہ تمہارے ہاتھ آ جائے اور تم بغیر لڑے دشمن کو مالی زک پہنچاؤ۔ لیکن اللہ عالم الغیب نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ تمہارا مسلح لشکر سے مقابلہ ہو اور کافروں کو شکست ہو اور اللہ کے حکم سے حق کا حق ہونا دنیا پر ظاہر ہو جائے اور باطل مٹ جائے اور کافروں کو ایسی شکست ہو کہ ان کی جڑ کٹ جائے۔ چنانچہ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ بدر ایک فیصلہ کن جنگ تھی تمام مشرکین مکہ کی قسمت کا پانسہ اسی جنگ نے ہمیشہ کیلئے پلٹ دیا۔

احکام الٰہی میں چوں چرا نہ کرو

یہاں دراصل یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ احکام الٰہی میں چون وچرا نہ کرنا چاہئے بلکہ فوراً بلا تاخیر تعمیل حکم کرنا چاہئے کیونکہ آدمی نتیجہ سے ناواقف ہوتا ہے۔ ظاہری سہولت کو پسند کرتا ہے اور وہ کام کرنا چاہتا ہے جس میں تکلیف ومشقت نہ اٹھانی پڑے مگر ہر حکم کی مصلحت وحکمت سے اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہیں اس لئے تعمیل حکم میں پس وپیش مناسب نہیں۔

کامیابی کے شرائط

یہاں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ظاہری ساز وسامان اور اسباب کامیابی کی ضروری شرائط میں سے نہیں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے البتہ ثابت قدم رہنا اور نیت صحیح رکھنا اور حق کی حمایت کرنا یہ لازم ہے۔ اگر آدمی ثابت قدم اور راسخ العقیدہ ہے تو اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور باطل کو مغلوب ضرور فرماتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو ایمان واسلام پر ثابت قدم رکھ اور ہر حال میں ہم کو حق کی حمایت کرنے والا بنا دے۔

یا اللہ اس وقت بھی روئے زمین پر جہاں جہاں کفار اور اہل اسلام میں مقابلہ اور جنگ ہے یا اللہ اہل اسلام کی تائید فرما اور ان کو فتح ونصرت عطا فرما اور باطل کو مغلوب اور ذلیل فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿٩﴾

اِذْ	تَسْتَغِيْثُوْنَ	رَبَّكُمْ	فَاسْتَجَابَ	لَكُمْ	اَنِّيْ	مُمِدُّكُمْ	بِاَلْفٍ	مِنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	مُرْدِفِيْنَ
جب	تم فریاد کرتے تھے	اپنا رب	تو اس نے قبول کرلی	تمہاری	کہ میں	مدد کروں گا تمہاری	ایک ہزار	سے	فرشتے	ایک دوسرے کے پیچھے (لگاتار)

اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تمکو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آویں گے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ

وَمَا	جَعَلَهُ	اللّٰهُ	اِلَّا	بُشْرٰى	وَ	لِتَطْمَئِنَّ	بِهٖ	قُلُوْبُكُمْ	وَمَا	النَّصْرُ	اِلَّا	مِنْ	عِنْدِ اللّٰهِ
اور نہیں	بنایا اسے	اللہ	مگر	خوشخبری	اور	تاکہ مطمئن ہوں	اس سے	تمہارے دل	اور نہیں	مدد	مگر	سے	اللہ کے پاس

اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس کیلئے کی کہ بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جاوے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠﴾ ع

اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا

جو کہ زبردست حکمت والے ہیں۔

اللہ نے ایک ہزار فرشتوں سے مدد کی

ان آیات میں اور اگلی آیات میں بعض ان انعامات اور احسانات کا بیان ہو رہا ہے جو جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے فرمائے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو شمار فرمایا تو تین سو سے کچھ اوپر تھے اور مشرکین کی تعداد قریب ایک ہزار کے تھی۔ چنانچہ آپ قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ اس وقت آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور تہ بند بندھی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے کہ اے اللہ تو نے جو وعدہ فرمایا ہے اس موقع پر پورا کر۔ اگر مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی تو اس زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے اور دعائیں مانگ رہے تھے حتیٰ کہ چادر آپ کے شانوں پر سے گر پڑی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آکر اس کو آپ کے کاندھوں پر ڈال دیا اور آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! بس اب آپ کی دعا کافی ہو چکی اللہ عنقریب اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ ان آیات میں اسی فریاد و دعاء کی طرف اشارہ ہے۔ مگر چونکہ آیت میں یہاں تستغیثون یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے یعنی تم سب فریاد کرنے لگے تو مفسرین کا یہاں اختلاف ہے کہ استغاثہ اور دعا کس نے کیا تھا۔ عام مسلمانوں نے یا فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے؟ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرات صحابہ نے یقین کر لیا کہ لڑائی اب کفار سے ضرور ہوگی اور ہماری تعداد کم ہے اور کافروں کی زائد ہے علاوہ ازیں ہم اکثر نہتے ہیں اور وہ مسلح ہیں تو انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ الٰہی ہم کو کافروں پر فتح عنایت کر۔ ہماری فریاد رسی فرما۔ لیکن عام مفسرین کی رائے یہ ہے کہ صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کل مسلمانوں کی طرف سے تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے استغاثہ کرنے والے تمام مسلمانوں کو قرار دیا اور جمع کا صیغہ استعمال فرمایا۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور فرمایا کہ ایک ہزار فرشتہ تمہاری مدد کے لئے بھیجوں گا جو لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہیں گے۔

غزوۂ بدر میں کتنے فرشتے اترے تھے

یہاں اس آیت میں فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے۔ اور سورۂ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار کا ذکر ہوا ہے۔ اس کی وضاحت مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ شروع میں فرشتے ایک ہزار تھے اور پھر دو ہزار کا اضافہ ہوا اور دو ہزار اور بڑھائے گئے تو کل پانچ ہزار ہو گئے۔

فرشتے بھیجنے کا مقصد

اب یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر کافروں کو ہلاک کرنا تھا تو ایک فرشتہ بھی کافی تھا چنانچہ قوم لوط کی آبادی کو فقط جبرئیل علیہ السلام نے تہ و بالا کر ڈالا تھا اور صرف ایک پر کے ذریعہ سے زمین کا تختہ الٹ دیا تھا۔ تو ہزاروں کی تعداد میں فرشتے بھیجنے سے کیا مقصود تھا؟ اس کا جواب یہیں آیت میں آگے دیا جا رہا ہے کہ یہ فرشتوں کا بھیجنا مسلمانوں کو خوش کرنے اور ان کے دلوں کو اطمینان دلانے کے لئے تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی فطرت سے واقف ہے کہ وہ تعداد سے بھی متاثر ہوتے ہیں ورنہ خداوند تعالیٰ تو مدد کرنے پر ہر طرح قادر ہے اس کو مدد کے لئے فرشتوں کی حاجت تھوڑی ہی ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا کہ یہ مدد تو درحقیقت خدا کی مدد تھی فرشتے تو مدد کی ظاہری صورت تھے۔ چنانچہ فرشتوں نے مسلمانوں کی طرف سے جنگ کی اور کافروں کو قتل کیا۔ اور اس کے ثبوت میں متعدد دلائل ہیں اول تو خود آئندہ آیت میں فرشتوں کو مخاطب کر کے حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ کافروں کی گردنوں پر بلکہ پور پور پر مارو۔ دوسرے جنگ میں فرشتوں کی شرکت کے ثبوت میں بکثرت احادیث و آثار صحابہ وارد ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جنگ بدر کے موقعہ پر ایک مسلمان نے ایک کافر کا پیچھا کیا۔ اچانک اوپر سے کوڑا مارنے کی آواز سنی۔ اتنے میں مشرک کو دیکھا کہ گدی کے بل زمین پر پڑا ہے اور کوڑے کی ضرب سے اس کا چہرہ پھٹ گیا ہے۔ ایک انصاری نے حاضر ہو کر یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ یہ آسمانی مدد تھی۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے ایک مشرک کا پیچھا کیا لیکن میری تلوار پڑنے سے پہلے اس کا سر میرے سامنے آ گرا۔ لکھا ہے کہ جس وقت ابو جہل زخمی پڑا ہوا تھا تو حضرت ابن مسعودؓ سے بولا وہ آواز کہاں سے آتی تھی جو ہم کو بدحواس بنا رہی تھی باوجودیکہ آواز دینے والا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا وہ فرشتوں کی آواز تھی۔ ابو جہل بولا پھر تو وہ ہم پر غالب ہوئے تم ہم پر غالب نہیں ہوئے۔ بخاری کی ایک روایت ہے کہ جبرئیلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ اپنی جماعت میں اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے افضل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ بھی ایسے ہی ہیں۔ بہرحال فرشتوں کے آنے کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کو امداد الٰہی کی بشارت ہو اور اپنی فتح کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہمیں بھی ہر حال میں اپنی ذات پاک سے دعا کرنے کی توفیق نصیب فرما اور اپنی قدرت اور حکمت سے ہماری امداد کی صورت ظاہر فرما۔ اور اسلام اور اہل اسلام کو غلبہ و نصرت عطا فرما۔ یَا اللہ اس وقت جہاں جہاں روئے زمین پر اہل اسلام اور دشمنانِ دین کفار مشرکین سے مقابلہ ہے۔ اہل اسلام کو کامیابی اور فتح اور غلبہ نصیب فرما اور دشمنان دین کو خاسر نا کام نامراد اور ملیا میٹ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ

اِذْ	يُغَشِّيْكُمُ	النُّعَاسَ	اَمَنَةً	مِّنْهُ	وَيُنَزِّلُ	عَلَيْكُمْ	مِّنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	لِّيُطَهِّرَكُمْ	بِهٖ
جب	تمہیں ڈھانپ لیا	اُونگھ	تسکین	اس سے	اور اُتارا اس نے	تم پر	سے	آسمان	پانی	تا کہ پاک کردے تمہیں	اس سے

اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ کو طاری کررہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کیلئے اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو

وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾

وَيُذْهِبَ	عَنْكُمْ	رِجْزَ	الشَّيْطٰنِ	وَلِيَرْبِطَ	عَلٰى	قُلُوْبِكُمْ	وَيُثَبِّتَ	بِهٖ	الْاَقْدَامَ
اور دُور کردے	تم سے	پلیدی (ناپاکی)	شیطان	اور تا کہ باندھ دے	پر	تمہارے دل	اور جمادے	اس سے	قدم

پاک کردے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے پاؤں جمادے۔

باران رحمت کا نزول

بدر کا معرکہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لئے بہت ہی سخت آزمائش اور عظیم الشان امتحان کا موقع تھا۔ مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے بے سروسامان تھے۔ فوجی مقابلہ کے لئے تیار ہوکر نہ نکلے تھے۔ مقابلہ پر ان سے تگنی تعداد کا لشکر تھا جو پورے ساز وسامان سے لیس اور کبر وغرور کے نشہ میں سرشار تھا۔ مسلمانوں اور کافروں کی یہ پہلی قابل ذکر ٹکر تھی پھر صورت ایسی پیش آئی کہ میدان بدر میں مشرکین پہلے جا پہنچے تھے اور اچھی جگہ اور پانی پر قبضہ کرلیا تھا۔ مسلمان بعد میں پہنچے اور خشک ریگستانی حصہ میں اترے جہاں پانی نہ ہونے سے پیاس کی بھی شدت اور نماز کے وقت وضو اور غسل سے بھی عاجز اور تیمم کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ادھر ریگستان میں چلنا پھرنا مصیبت کہ اس میں پاؤں دھنسے جاتے تھے گرد وغبار نے الگ پریشان کر رکھا تھا۔ ان اسباب سے قدرۃً قلب پریشان ہوا اور پر سے شیطان نے وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ اگر تم اللہ کے نزدیک مقبول اور منصور ہوتے تو اس پریشانی میں کیوں پھنستے اور ایسی مایوسی کی صورتحال پیش نہ آتی حالانکہ یہ وسوسہ محض بے بنیاد تھا مگر پریشانی بڑھانے کے لئے کافی تھا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اول باران رحمت نازل فرمائی۔ جس سے پانی کی فراوانی ہوگئی۔ لوگوں نے پانی پیا بھی' وضو اور غسل بھی کیا اور ریت بھی جم گئی۔ برخلاف اس کے کفار نرم زمین پر تھے وہاں کیچڑ اور پھسلن ہوگئی جس سے چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔

سکون وراحت کا نزول

جب یہ ظاہری پریشانیاں دور ہوئیں اور سب وساوس اور تشویشات دفع ہوگئے تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک قسم کی غنودگی طاری کردی' اونگھ کا غلبہ ہوا۔ پھر آنکھ جو کھلی تو دلوں سے سارا خوف و ہراس اور بے چینی جاتی رہی اور دل مضبوط ہوگئے۔ یہ جنگ کے موقعہ پر اونگھ اور نیند کا آنا دو بار ہوا۔ ایک غزوہ بدر میں اور دوسرے جنگ احد میں۔ ایسی حالت جنگ کے وقت میں اونگھ اور نیند کا آنا ایک خارق عادت امر ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے معجزہ تھا اور صحابہ کرام کے اعتبار سے کرامت تھی۔ اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جنگ کے وقت اور خاص کر جب کہ دشمنوں کی کثرت ہو آدمی کو غلبہ فکر اور خوف سے نیند نہیں آتی۔ دل مضطرب رہتا ہے۔ اہل بدر پر خدا تعالیٰ نے یہ احسان کیا کہ ان پر ایک ہلکی نیند یا اونگھ کو طاری کردیا۔ جس کی وجہ سے ان کا اضطراب جاتا رہا اور دشمن کا ذرا اندیشہ نہ رہا۔ علماء نے لکھا ہے کہ جب اہل ایمان پر کوئی خوف اور اضطراب طاری ہوتا ہے تو غیبی طور پر ان کی مدد ہوتی ہے تا کہ ان کے دل مطمئن ہو جائیں۔ کبھی

باران رحمت کا نزول ہوتا ہے اور کبھی ان پر نعاس طاری ہوتی ہے نعاس اس نیند کو کہتے ہیں جو سر میں ہوتی ہے جس سے سر نیچے کو جھکنے لگتا ہے یہ ایک قسم کا غیر شعوری سجدہ ہے۔

تو اس آیت میں انہی واقعات کی طرف اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ بدر کے موقع پر تائید الٰہی اور خدا کی کارسازی نے مسلمانوں کی ساری مشکلیں حل کر دیں۔ دلوں کو چین دینے کے لئے نیند کا ایک جھونکا آیا اور آنکھ کھلی تو سارا خوف و ہراس دور ہو چکا تھا۔ پھر عین موقع پر بارش ہوگئی اور اتنی ہوئی کہ مسلمان سب خوب نہا دھو کر صاف ستھرے چاق و چوبند اور تازہ دم ہو گئے۔ ریت جم گئی۔ پاؤں کے دھنسنے والی حالت جاتی رہی اور شیطانی وساوس دور ہو گئے۔

انعامات کی یاددہانی کا مقصد

یہ جنگ بدر کے واقعات اور متعدد احسانات و انعامات ایک ایک کر کے جو یاد دلائے جا رہے ہیں تو اس سے مقصود دراصل اسی انفال یعنی مال غنیمت کی حقیقت کو واضح کرنا ہے جس کے متعلق ابتداء میں ارشاد ہوا تھا کہ اس مال غنیمت کو اپنی جانفشانی کا ثمرہ سمجھ کر اس کا مالک اور مختار اپنے کو نہ سمجھ لینا یہ تو دراصل عطیہ الٰہی ہے اور اس کے ثبوت میں یہ واقعات گنوائے جا رہے ہیں کہ اس فتح میں خود ہی اندازہ لگا لو کہ تمہاری اپنی جانفشانی کا کتنا حصہ ہے اور اللہ کی عنایت و نوازش کا کتنا حصہ ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ آپ نے ہمیں بھی جو کچھ عطا فرما رکھا ہے یہ دراصل آپ ہی کا عطیہ ہے اس پر ہمیں شکر گزاری کی توفیق نصیب ہو۔ اور جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق نصیب ہو۔

یَا اللّٰہُ اصحاب بدر کے طفیل ہم سے بھی اپنے دین اور اسلام کی کوئی خدمت لے لے۔ اور اسلام کو غلبہ اور شوکت عطا فرما دے۔ کفر کو مغلوب فرما دے۔ یا اللہ آج بھی روئے زمین پر جہاں کفار اور اہل اسلام کا مقابلہ ہے اہل اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرما اور کفار کو مغلوب اور ذلیل فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ اٰمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ

إِذْ	يُوحِي	رَبُّكَ	إِلَى	الْمَلٰٓئِكَةِ	أَنِّي	مَعَكُمْ	فَثَبِّتُوا	الَّذِينَ	اٰمَنُوا	سَأُلْقِي	فِي	قُلُوبِ	الَّذِينَ
جب	وحی بھیجی	تیرا رب	طرف	فرشتے	کہ میں	تمہارے ساتھ	تم ثابت رکھو	جو لوگ	ایمان لائے	عنقریب میں ڈالدونگا	میں	دل (جمع)	جن لوگوں نے

اس وقت کو یاد کرو جبکہ آپکا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے

كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۱۲ ذٰلِكَ

كَفَرُوا	الرُّعْبَ	فَاضْرِبُوا	فَوْقَ	الْأَعْنَاقِ	وَاضْرِبُوا	مِنْهُمْ	كُلَّ	بَنَانٍ	ذٰلِكَ
کفر کیا	رعب	سو تم ضرب لگاؤ	اوپر	گردنیں	اور ضرب لگاؤ	ان سے	ہر	پور	یہ اس لئے

دیتا ہوں سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اسکے رسول کی مخالفت کی

بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۱۳

بِأَنَّهُمْ	شَاقُّوا	اللّٰهَ	وَرَسُولَهُ	وَ	مَنْ	يُشَاقِقِ	اللّٰهَ	وَرَسُولَهُ	فَإِنَّ	اللّٰهَ	شَدِيدُ	الْعِقَابِ
کہ وہ	مخالف ہوئے	اللہ	اور اس کا رسول	اور	جو	مخالف ہوگا	اللہ	اور اسکا رسول	تو بیشک	اللہ	سخت	عذاب

اور جو اللہ کی اور اسکے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔

ذٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكٰفِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ۱۴

ذٰلِكُمْ	فَذُوقُوهُ	وَأَنَّ	لِلْكٰفِرِينَ	عَذَابَ	النَّارِ
تو تم	پس چکھو	اور یقیناً	کافروں کیلئے	عذاب	دوزخ

سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کیلئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتارا

اب ایک دوسرے انعام کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا ہے جنگ بدر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس معرکہ میں خود ابلیس لعین عرب کے ایک قبیلہ کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں ظاہر ہوکر ابوجہل کے پاس آیا اور مشرکین کے خوب دل بڑھائے کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ میں اور میرا سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے۔ ابلیس کے جھنڈے کے نیچے بڑا بھاری لشکر شیاطین کا تھا۔ یہ واقعہ آگے چھٹے رکوع میں آئے گا اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کے دستے حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کی ماتحتی میں یہ کہہ کر بھیجے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر شیاطین آدمیوں کی صورت میں آکر کفار کے حوصلے بڑھا سکتے ہیں اور ان کی طرف سے لڑنے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کے قلوب میں وسوسہ ڈال کر خوفزدہ کررہے ہیں تو تم مظلوم اور ضعیف مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ ادھر تم ان کی ہمت بڑھاؤ گے۔ ادھر میں کفار کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈال دوں گا۔ تم مسلمانوں کے ساتھ ہوکر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو کیونکہ آج ان سب کافروں نے مل کر خدا اور رسول سے مقابلہ کی ٹھہرائی ہے۔ سو انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت

سزا ملتی ہے۔ آخرت میں جو سزا ملے گی اصل تو وہی ہے لیکن دنیا میں بھی اس کا تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیں اور عذاب الٰہی کا کچھ مزا چکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ نے خود فرشتوں کو قتل کا طریقہ بتایا

فرشتوں کو قتال کا حکم ہوا تو بنی آدم کی طرح فرشتوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ کافروں کے قتل اور ضرب کا کیا طریقہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل اور ضرب کا طریقہ بتلایا کہ گردن کے بالائی حصہ پر مارو تا کہ سر قلم ہو جائے اور پوروں اور انگلیوں پر مارو تا کہ تلوار اور ہتھیار نہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال کیا جیسا کہ حضرت ربیعؓ سے مروی ہے کہ بدر کے دن مسلمانوں کے ہاتھ کے مقتول اور فرشتوں کے ہاتھ کے مقتول واضح طور پر پہچانے جاتے تھے۔ کسی کا سر گردن سے اڑا ہوا ہے اور کسی کے پوروں پر ضرب کے نشان ہیں۔ جیسے آگ کے جلانے سے داغ اور نشان پڑ جاتا ہے اسی طرح مقتولین کفار بدر کے ہاتھوں اور پوروں پر داغ دیکھے گئے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ایک نمونہ دکھا دیا کہ اگر کبھی شیاطین الجن والانس ایسے غیر معمولی طور پر حق کے مقابل جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اہل حق اور مقبول بندوں کو ایسے غیر معمولی طریقہ سے فرشتوں کی کمک پہنچا سکتا ہے۔ باقی ویسے تو فتح و غلبہ بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام خدا ہی کی مشیت و قدرت سے انجام پاتا ہے اسے نہ فرشتوں کی احتیاج ہے نہ آدمیوں کی اور اگر فرشتوں ہی سے کوئی کام لے تو ان کو وہ طاقت بخشی ہے کہ تنہا ایک فرشتہ بڑی بڑی بستیوں کو اٹھا کر پٹک سکتا ہے یہاں تو عالم تکلیف و اسباب میں ذرا سی تنبیہ کے طور پر شیاطین کی غیر معمولی دوڑ دھوپ کا جواب دینا تھا سو ظاہر فرما دیا۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ ہمارے اور دین کے دشمنوں کے مقابلہ میں آپ ہمارے ساتھی اور مددگار ہو جائیں۔

یَا اللہُ آپ کی نصرت، تائید اور مدد ہم کو کافی ہو جائے یا اللہ جن کفار و مشرکین نے از راہ غرور و تکبر سر اٹھا رکھا ہے اور اہل اسلام کو مظلوم بنا رکھا ہے۔

یَا اللہُ ان مظلوم مسلمین کی حمایت اور نصرت فرما۔ اور ظالم کفار و مشرکین کی سرکوبی فرما۔ ان کا غرور و تکبر خاک میں ملا دے اور ان ظالموں کو کفار مکہ کی طرح اپنے عذاب اور گرفت کا نمونہ دکھا دے یا اللہ ہمیں وہ حقیقی ایمان و اسلام عطا فرما کہ جس کے ذریعے آپ کی نصرت و حمایت ہمارے ہر معاملہ میں شامل حال ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	اِذَا	لَقِيْتُمُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	زَحْفًا	فَلَا تُوَلُّوْهُمُ	الْاَدْبَارَ	وَمَنْ
اے	جولوگ	ایمان لائے	جب	تمہاری مڈبھیڑ ہو	ان لوگوں سے	کفر کیا	لڑنے کو	تو اُن سے منہ پھیرو	پیٹھ (جمع)	اور جو کوئی

اے ایمان والو جب تم کافروں سے دُوبدو مقابل ہوجاؤ تو اُن سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص اُن سے اس موقع پر پشت پھیرے گا

يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ

يُّوَلِّهِمْ	يَوْمَئِذٍ	دُبُرَهٗ	اِلَّا	مُتَحَرِّفًا	لِّقِتَالٍ	اَوْ	مُتَحَيِّزًا	اِلٰى	فِئَةٍ	فَقَدْ بَآءَ	بِغَضَبٍ
ان سے پھیرے	اس دن	اپنی پیٹھ	سوائے	گھات لگاتا ہوا	جنگ کیلئے	یا	جا ملنے کو	طرف	اپنی جماعت	پس وہ لوٹا	غصہ کے ساتھ

مگر ہاں جو لڑائی کیلئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجاوے گا

مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠

مِنَ	اللّٰهِ	وَمَاْوٰىهُ	جَهَنَّمُ	وَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ	فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	قَتَلَهُمْ
سے	اللہ	اور اسکا ٹھکانہ	جہنم	اور بُری	پلٹنے کی جگہ	سو تم نے نہیں قتل کیا انہیں	بلکہ	اللہ	انہیں قتل کیا

اور اسکا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔سو تم نے انکو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انکو قتل کیا اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ

وَ	مَارَمَيْتَ	اِذْ	رَمَيْتَ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	رَمٰى	وَلِيُبْلِيَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	مِنْهُ	بَلَآءً	حَسَنًا	اِنَّ
اور	آپ نے نہ پھینکی تھی	جب	آپ نے پھینکی	بلکہ	اللہ	پھینکی	اور تاکہ وہ آزمائے	مومن (جمع)	اپنی طرف سے	آزمائش	اچھا	بیشک

لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے خوب اجر دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	ذٰلِكُمْ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	مُوْهِنُ	كَيْدِ	الْكٰفِرِيْنَ
اللہ	سُننے والا	جاننے والا	یہ تو ہوا	یہ کہ	اللہ	سُست کرنیوالا	مکر۔داؤ	کافر (جمع)

خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا۔

کافروں سے مقابلہ ہو تو ہرگز پیٹھ نہ پھیرو

اہل ایمان کو جہاد کے متعلق اب حکم دیا جارہا ہے کہ جس وقت تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان سے ڈر کر بھاگنا نہیں چاہئے بلکہ مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہئے جہاد میں سے نکل کر بھاگنا اور لڑائی میں کفار کو پیٹھ دکھانا بہت سخت گناہ ہے۔ اگر کافر تعداد میں مسلمانوں سے دگنے ہوں تو اس وقت تک پیٹھ پھیرنے کی اجازت نہیں دی گئی مگر دو موقعوں پر ایک تو یہ کہ اگر پسپائی کسی جنگی مصلحت سے ہو مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ موثر ہے یا دوسرا موقع یہ کہ ایک جماعت سپاہیوں کی مرکزی فوج سے جدا ہوگئی وہ اپنے بچاؤ کے لئے پسپا ہو کر مرکز سے ملنا چاہتی ہے تو ایسی پسپائی جرم نہیں۔ گناہ اس وقت ہے جبکہ پسپائی محض لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے ہو۔ اور گناہ بھی

کیسا کہ ان دوصورتوں کے علاوہ جو شخص جہاد سے منہ پھیرے گا وہ خدا کے غضب میں مبتلا ہوگا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔ ایک شرک باللہ دوسرے والدین کی نافرمانی اور ان سے سرکشی تیسرے میدان جہاد فی سبیل اللہ سے فرار۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔

(۱) شرک باللہ (۲) جادو کرنا (۳) کسی کو ناحق قتل کر دینا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور (۷) پاک دامن اور بے گناہ عورت پر الزام لگانا اسی بناء پر شریعت اسلامیہ کا مسئلہ یہ ہے کہ جہاد سے بھاگنا حرام ہے ہاں اگر کافر دوگنے سے زیادہ ہوں۔ تو اسی سورۃ انفال میں نویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف کا حکم نازل فرمایا جس کی رو سے اگر کافر دوگنے سے زیادہ ہوں تو فرار کی اجازت ہے اور جب دوگنے سے زیادہ نہ ہوں تب پیٹھ پھیرنے کے جواز کی دو ہی صورتیں ہیں جو اوپر بیان ہوئیں۔

جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا ثمرہ ہے

اب آگے اس بات پر روشنی ڈالی جارہی ہے کہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اسی لئے مجاہدین اسلام کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ ان کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ در حقیقت اللہ نے قتل کیا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ میدان جنگ سے واپس آ کر مجاہدین میں گفتگو شروع ہوئی۔ صحابہ کرام اپنے اپنے کارنامے ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے کہ میں نے اس سردار مشرک کو قتل کیا کسی نے کہا کہ میں نے اتنے مشرکین کو قتل کیا اس پر تلقین فرمائی گئی کہ اپنی سعی و عمل پر ناز نہ کرو یہ جو کچھ ہوا وہ صرف تمہاری محنت کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ خالص حق تعالیٰ کی نصرت و امداد کا ثمرہ تھا۔ جو مشرکین اور دشمنان دین تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ان کو در حقیقت تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔ اسی کو فرمایا گیا فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم (تم نے ان کافروں کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا ہے) یعنی مجاہدین اسلام کو یہ سمجھایا گیا کہ جنگ بدر میں تمہارا اپنے دشمنوں کو باوجود ان کی کثرت اور تمہاری قلت کے ان کو قتل و قید کرنا یہ تمہاری قوت سے نہیں ہوا بلکہ اللہ کی غیبی نصرت اور مدد سے ہوا۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس فتح اور غلبہ کو اپنا کارنامہ سمجھے اور اس پر ناز کرے جو کچھ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی نے کیا۔ وہ اگر اہل اسلام کی مدد نہ کرتا اور ان کے دلوں کو مضبوط نہ کرتا اور ان کے پاؤں نہ جمائے رکھتا اور پھر فرشتوں کو ان کی امداد اور کفار کے قتل و قتال کیلئے نہ بھیجتا تو یہ کسی ایک مشرک کو بھی قتل نہ کر سکتے تھے۔ یہ اللہ کا اہل اسلام پر انعام و احسان ہے کہ اس نے ان مجاہدین کے ہاتھوں یہ کام کروایا۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ (آپ نے خاک کی مٹھی ان کی طرف نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی) یعنی یہ مٹھی جو آپ نے ریت کی پھینکی وہ در پردہ حقیقت اللہ تعالیٰ نے پھینکی اور اسی نے اپنی قدرت سے ایک مشت خاک کے تمام ریزوں کو تمام کافروں کی آنکھوں میں پہنچا دیا اور ان کو خیرہ اور سراسیمہ بنا دیا اور کوئی مشرک اس سے نہ بچ سکا تو یہ صرف دست قدرت تھا کہ جس نے ایک مشت خاک سے ایک لشکر جرار کے منہ پھیر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا یہ کرشمہ آپ کے ہاتھوں ظاہر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیریں ناکام کرنا چاہتے ہیں

اخیر میں ارشاد ہوا ذٰلکم وان اللہ موھن کید الکٰفرین یعنی یہ فتح و نصرت منجانب اللہ مسلمانوں کو اس لئے بھی دی گئی کہ اس کے ذریعہ کافروں کی تدبیروں کو ناکام و ناکارہ بنا دیا جائے۔ اور ان کے سارے منصوبے ملیامیٹ کر دیئے جائیں اور جیسے اس وقت جنگ بدر کے موقع پر خدا نے کفار مکہ کے منصوبے خاک میں ملا دیئے آئندہ بھی ان کی تدبیروں کو سست کر دیا جائے گا۔

آیات مذکورہ کی تعلیمات کا خلاصہ

ان آیات میں ایک تعلیم تو یہ دی گئی کہ جہاد کے میدان سے بغیر عذر شرعی کے پیٹھ پھیر کر بھاگنا گناہ عظیم ہے۔ دوسرے یہ کہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ہاتھ سے کبھی کبھی معجزہ کا اظہار کرا دیتا ہے۔ بظاہر وہ نبی کا فعل معلوم ہوتا ہے مگر در حقیقت وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور معجزہ کی یہی حقیقت ہے۔ الغرض ان آیات میں تو اہل ایمان کو خطاب تھا۔ اب آگے کفار مشرکین کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور کفر و شرک سے باز آنے کی تنبیہ جاتی ہے۔ اور پھر اہل ایمان کو مزید ہدایات دی جاتی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ ۚ

إِنْ	تَسْتَفْتِحُوا	فَقَدْ	جَآءَكُمُ	الْفَتْحُ	وَإِنْ	تَنْتَهُوا	فَهُوَ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	وَإِنْ	تَعُودُوا	نَعُدْ
اگر	تم فیصلہ چاہتے ہو	تو البتہ	آگیا تمہارے پاس	فیصلہ	اور اگر	تم باز آجاؤ	تو وہ	بہتر	تمہارے لئے	اور اگر	پھر کروگے	ہم پھر کریں گے

اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آموجود ہوا اور اگر باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۱۹ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا

وَلَنْ	تُغْنِيَ	عَنْكُمْ	فِئَتُكُمْ	شَيْئًا	وَ	لَوْ كَثُرَتْ	وَ	أَنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الْمُؤْمِنِينَ	يٰٓأَيُّهَا	الَّذِينَ	اٰمَنُوٓا
اور ہرگز نہ	کام آئیگا	تمہارے	تمہارا جتھا	کچھ	اور	خواہ کثرت ہو	اور	بیشک	اللہ	ساتھ	مومن (جمع)	اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے

تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آوے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔ اے ایمان والو

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۲۰ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

أَطِيعُوا	اللّٰهَ	وَرَسُولَهُ	وَ	لَا تَوَلَّوْا	عَنْهُ	وَأَنْتُمْ	تَسْمَعُونَ	وَلَا تَكُونُوا	كَالَّذِينَ
حکم مانو	اللہ	اور اسکا رسول	اور	مت پھرو	اس سے	جبکہ تم	سُنتے ہو	اور نہ ہو جاؤ	ان لوگوں کی طرح جو

اللہ کا کہنا مانو اور اسکے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم سن لیتے ہی ہو۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ

قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۲۱ إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ

قَالُوا	سَمِعْنَا	وَهُمْ	لَا يَسْمَعُونَ	إِنَّ	شَرَّ	الدَّوَآبِّ	عِنْدَ	اللّٰهِ	الصُّمُّ	الْبُكْمُ	الَّذِينَ
اُنہوں نے کہا	ہم نے سُنا	حالانکہ وہ	وہ نہیں سُنتے	بیشک	بدترین	جانور (جمع)	نزدیک	اللہ	بہرے	گونگے	جو کہ

ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔ بیشک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں

لَا يَعْقِلُونَ ۲۲ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُونَ ۲۳

لَا يَعْقِلُونَ	وَلَوْ	عَلِمَ اللّٰهُ	فِيهِمْ	خَيْرًا	لَأَسْمَعَهُمْ	وَلَوْ	أَسْمَعَهُمْ	لَتَوَلَّوْا	وَهُمْ	مُّعْرِضُونَ
سمجھتے نہیں	اور اگر	جانتا اللہ	ان میں	کوئی بھلائی	تو ضرور سُنا دیتا انکو	اور اگر	انہیں سُنا دے	وہ ضرور پھر جائیں	اور وہ	مُنہ پھیرنے والے

جو کہ ذرا نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ انمیں کوئی خوبی دیکھتے تو انکو سننے کی توفیق دیتے اور اگر انکو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

مشرکین کو حسرت کے سوا کچھ نہ ملا

گذشتہ آیات میں واقعات بدر سے متعلق اہل ایمان سے خطابات تھے اب یہاں ان آیات میں پہلے شکست خوردہ کفار قریش سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور ان کو تنبیہ کے ساتھ ان کی حرکتوں پر عار اور حسرت دلائی جاتی ہے ہجرت سے پہلے کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے۔ متیٰ ھذا الفتح ان کنتم صادقین یعنی ہمارے تمہارے درمیان یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اور روایات میں ہے کہ جب کفار قریش کا لشکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہوگیا تو مکہ سے نکلنے سے پہلے لشکر کے سردار ابوجہل وغیرہ نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر یہ دعا مانگی تھی کہ اے خدا

29

ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر میں تیرے نزدیک جو اعلیٰ اور افضل ہے اور جو باعتبار دین کے بہتر اور برتر ہے اس کو فتح دے اور فساد مچانے والے کو مغلوب کر۔ تو کفار قریش اپنی کم عقلی سے یوں سمجھ رہے تھے کہ بمقابلہ اہل اسلام کے ہم ہی اعلیٰ اور افضل ہیں اور ہم ہی دین کے لحاظ سے بہتر اور برتر ہیں۔ لہذا یہ دعا وہ اپنے حق میں ہونا سمجھ کر اس دعا کے ذریعہ یہ چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے اور جب ہم فتح پائیں گے تو گویا یہ فیصلہ خدا کی طرف سے ہمارے حق پر ہونے کا ہوگا۔ مگر ان ظالموں کو یہ خبر نہ تھی کہ دعا میں درحقیقت وہ اپنے لئے بددعا اور اہل اسلام کے لئے دعا کر رہے ہیں بہرحال جنگ بدر کا انجام سامنے آ جانے کے بعد ان آیات میں پہلے حق تعالیٰ کفار قریش کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تم خدائی فیصلہ چاہتے تھے تو وہ سامنے آ چکا کہ حق کو فتح اور باطل کو شکست ہوگئی میدان بدر میں تم نے دیکھ لیا کہ کس طرح تم کو کمزور اور قلیل التعداد مسلمانوں کے ہاتھوں سے سزا ملی۔ اس میں تمہاری اس دعاء کا بھی جواب ہو گیا جو تم نے مکہ سے چلتے وقت خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر مانگی تھی۔ تو جو واقعی اعلیٰ اور افضل تھے ان کو فتح مل گئی اور مفسد ذلیل و رسوا ہوئے۔ اب اگر تم اللہ کے رسول کی مخالفت چھوڑ دو۔ کفر و شرک اور اپنے ضد و عناد سے باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ دنیا و آخرت کی بہتری اسی میں ہے ورنہ اگر پھر تم اپنی شرارت اور جنگ کی طرف لوٹے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی مسلمانوں کی اسی طرح امداد کریں گے اور انجام کار تم ذلیل و خوار ہو گے۔ جب خدا کی تائید اہل اسلام کے ساتھ ہے تو تمہاری جماعت اور جتھے خواہ کتنی ہی تعداد میں زیادہ ہوں تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے۔

مشرکین آئندہ بھی شکست کھائیں گے

یہاں پہلی آیت میں درپردہ اشارہ اور پیشین گوئی بھی ہے کہ آئندہ مشرکین بڑی جماعت بنا کر مسلمانوں پر چڑھائی کریں گے مگر کچھ فائدہ نہ اٹھائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غزوۂ خندق یا جنگ احزاب میں قریش نے بڑی زبردست جنگی تیاری اور لشکر بندی کی تھی مگر ذلیل و خوار ہو کر ناکام ہوئے۔

مومن صادق کا کردار

کفار قریش کو اس تنبیہ کے بعد پھر اہل ایمان کو خطاب فرمایا جاتا ہے۔ اور ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ ان کا معاملہ خدا اور رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے۔ جس سے وہ خدا کی حمایت و نصرت کے مستحق ہوں سو بتلایا گیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن اللہ اور رسول کا فرمانبردار ہو۔ احوال و حوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر اللہ اور رسول کی باتوں کو جب وہ سن کر سمجھ چکا اور تسلیم کر چکا تو قولاً اور فعلاً کسی حال ان سے منہ نہ پھیرے یہ شان مومن کی ہرگز نہ ہونی چاہئے کہ اللہ اور رسول کی باتوں کو سن کر ان سنے کے برابر کر دے یعنی زبان سے تو کہے کہ ہم نے حکم سن لیا لیکن اس پر توجہ نہ دے اور عمل نہ کرے تو وہ سننا ہی کیا جو آدمی سیدھی سی بات کو سن کر سمجھے نہیں یا سمجھ کر قبول نہ کرے اور اس کے موافق عمل نہ کرے۔ یہ شان مومن کی نہیں بلکہ یہ حالت تو یہود، مشرکین اور منافقین کی سی ہے۔

مومن کفار و مشرکین سے مختلف ہوتا ہے

یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا سمعنا و عصینا ہم نے سن لیا مگر مانا نہیں۔ مشرکین مکہ کا قول چند آیات آگے آتا ہے قد سمعنا لو نشآء لقلنا مثل ھذا یعنی جو قرآن آپ سناتے ہیں بس ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اسی جیسا کلام بنا کر لے آئیں۔ مدینہ کے منافقین کا یہ شیوہ تھا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں کے سامنے زبانی اقرار کر گئے اور دل سے اسی طرح منکر رہے تو مومن صادق کی شان ان یہود مشرکین اور منافقین کی طرح نہ ہونی چاہئے۔ اہل ایمان پر تو لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے دشمنوں اور اس کے باغیوں یعنی کافروں اور منافقوں کی مشابہت اور مماثلت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں جیسا کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من تشبہ بقوم فھو منھم جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ دیکھ لیجئے دنیا میں کوئی بادشاہ اور

فرمانروا یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کی وفاداری کا دعویدار اس کے دشمنوں کا ہم رنگ اور ہم لباس اور ہم صورت یا سیرت بنے۔ اسی طرح دعویٰ تو ہوا ایمان کا اور خدا اور رسول کی محبت کا اور صورت و سیرت وطرز معاشرت' لباس اور طور طریق سارا کا سارا ہو دشمنان خدا اور سول کا سا۔ یہ تو گویا اجتماع ضدین ہے جو تمام حکماء اور عقلاء کی نظر میں احمقانہ دعویٰ ہے۔ یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں اپنے دشمنوں کی مشابہت سے بچایئے۔ آمین۔

اندھے' بہرے اور گونگے لوگ

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جنہیں خدا نے بولنے کو زبان سننے کو کان اور سمجھنے کو دل و دماغ دیئے پھر انہوں نے یہ سب قوتیں معطل کر دیں۔ نہ زبان سے حق بولنے اور حق کو دریافت کرنے کی توفیق ہوئی نہ کانوں سے حق کی آواز سنی' نہ دل و دماغ سے حق کو سمجھنے کی کوشش کی۔ غرض خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اس اصلی کام میں صرف نہ کیا جس کے لئے فی الحقیقت عطا کی گئی تھیں بلاشبہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ ان کی زبانیں ہیں مگر حق کی گویا نہیں اس لئے یہ گونگے ہیں۔ ان کے کان ہیں مگر صداقت کو نہیں سنتے اس لئے یہ بہرے ہیں۔ ان کے پاس ہوش وحواس اور عقل ہے مگر حق کو سمجھنے والی اور ہدایت وبصیرت کو سوچنے والی نہیں اس لئے یہ بے عقل ہیں۔ تو جو لوگ زبان' کان اور عقل ہوتے ہوئے گونگے بہرے اور بے عقل ہوں وہ یقیناً تمام حیوانات سے بدتر ہیں۔

مسخ فطرت لوگ

آگے بتلایا جاتا ہے اصل یہ ہے کہ ان لوگوں میں بھلائی کی جڑ ہی نہیں کیونکہ حقیقی بھلائی انسان کو اس وقت ملتی ہے جب اس کے دل میں طلب حق کی سچی تڑپ اور نور ہدایت قبول کرنے کی لیاقت ہو۔ جو افراد طلب حق کی روح سے یکسر خالی ہو چکے ہوں اور اس طرح خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اپنے ہاتھوں برباد کر چکے ہوں رفتہ رفتہ ان میں قبول حق کی لیاقت اور استعداد بھی نہیں رہتی۔ اسی کو فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں قبول خیر وہدایت کی لیاقت نہیں دیکھی۔ اگر ان میں کچھ بھی لیاقت دیکھتا تو اپنی عادت کے موافق ضرور ان کو اپنی آیتیں سنا کر سمجھا دیتا۔ باقی بحالت موجودہ اگر انہیں آیات سنا اور سمجھا دی جائیں تو یہ ضدی اور معاند لوگ سمجھ کر بھی تسلیم اور قبول کرنے والے نہیں۔ یعنی ان کی ڈھٹائی کی وجہ سے ان میں اچھی باتیں سننے اور سمجھنے کی قابلیت ہی نہیں رہی اس لئے ان کو سنانا بیکار ہے۔ اور ایسی حالت میں اگر سنایا بھی جائے تو سوا اس کے کہ وہ اس سے منہ پھیر کر چل دیں ان سے اور کیا توقع ہوسکتی ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہم کو حق کہنے والی زبان' حق سننے والے کان اور حق کو سمجھنے اور قبول کرنے والا دل و دماغ عطا فرما اور حق بات کو سن کر اس کا حق ادا کرنے یعنی عمل کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اسْتَجِيْبُوْا	لِلّٰهِ	وَلِلرَّسُوْلِ	اِذَا	دَعَاكُمْ	لِمَا يُحْيِيْكُمْ	وَاعْلَمُوْٓا
اے	وہ لوگ جو ایمان لائے	قبول کرلو	اللہ کا	اور اسکے رسول کا	جب	وہ بلائیں تمہیں	اس کیلئے جو زندگی بخشے تمہیں	اور جان لو

اے ایمان والو تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تمکو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اَنَّ	اللّٰهَ	يَحُوْلُ	بَيْنَ	الْمَرْءِ	وَقَلْبِهٖ	وَ	اَنَّهٗ	اِلَيْهِ	تُحْشَرُوْنَ	
کہ	اللہ	حائل ہوجاتا ہے	درمیان	آدمی	اور اسکا دل	اور	یہ کہ	اسکی طرف	تم اٹھائے جاؤ گے	

کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اُس کے قلب کے درمیان اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

اے مومنو! اطاعت رسول پر کمر بستہ رہو

گذشتہ آیت میں ایمان والوں کو خطاب کر کے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا تھا اور ہدایت کی گئی تھی کہ اللہ اور رسول کا حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرنا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور حقیقت میں وہ سنتے سناتے کچھ نہیں کیونکہ مقصد سننے سے ماننا اور قبول کرنا اور اس کے موافق عمل کرنا ہونا چاہئے اگر یہ نہیں تو کیا خاک سنا۔ اسی سلسلہ میں اطاعت کی مزید ترغیب اور معصیت و نافرمانی سے ڈرانے کے لئے پھر ایمان والوں کو خطاب کر کے اللہ اور اس کے رسول کا کہنا ماننے کے لئے حکم دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ خدا اور رسول تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں مثلاً جہاد وغیرہ اس میں سراپا تمہاری بھلائی ہے اور فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ کا حکم اور اس کے رسول کا حکم ایک ہی بات ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتے جو اللہ کی مرضی کیخلاف ہو۔ آپ کا دعوتی پیغام تمہارے لئے دنیا میں عزت اور اطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے پس مومنین کی شان یہ ہے کہ خدا اور رسول کی پکار پر فوراً لبیک کہیں اور اگر کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہ بھی آوے تب بھی رسول کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھے اور یقین کرے کہ اسی میں بہتری ہے جو آدمی رسول کے حکم میں پس و پیش کرے گا اور حکم بجالانے میں دیر کرے گا اس کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں احکام کی بجاآوری میں سستی و کاہلی اور شک و شبہ کی شامت سے کہیں اس کا دل نہ پھر جائے۔ انسان کا دل سراسر اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہے پھیر دے۔ بیشک وہ اپنی رحمت سے ابتداءً نہ کسی کا دل روکتا ہے نہ اس پر مہر کرتا ہے ہاں جب بندہ احکام کی بجاآوری میں سستی و کاہلی کرتا ہے تو اس کی سزا میں دل پھیر دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عناد کو شیوہ بنالے تو اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے اور اس پر قفل ڈال دیتا ہے جس سے دل کے اندر خیر پہنچنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

مہلت عمر کو غنیمت سمجھو

یہاں سمجھایا یہ جارہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ فرصت عمر اور فرصت وقت کو غنیمت جانے اور جب کسی نیک کام کے کرنے یا کسی گناہ سے بچنے کا موقع و محل درپیش ہو تو اس کو فوراً کر گزرے۔ دیر نہ کرے اور ٹال مٹول سے کام نہ لے کیونکہ بعض اوقات آدمی کے ارادے کے درمیان قضائے الٰہی حائل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوتا۔ کبھی اچانک کوئی بیماری پیش آگئی۔ یا کوئی اور مشغلہ پیش آگیا یا موت ہی اچانک آگئی اور پھر اس نیکی کے کرنے یا اس بدی سے بچنے

کا موقع نہ ملا۔ پھر انسان کا قلب حق تعالیٰ کے خاص تصرف میں ہے۔ جب وہ کسی بندے کی برائیوں سے حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے قلب اور گناہوں کے درمیان آڑ کر دیتے ہیں اور جب کسی کی بدبختی مقدر ہوتی ہے تو اس کے دل اور نیک کاموں کے درمیان آڑ کر دی جاتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اپنی دعاؤں میں کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ یامقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک یعنی اے دلوں کے پلٹنے والے خدا میرے دل کو اپنے دین پر ثابت اور قائم رکھیے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

یہاں آیت کے پہلے جملہ یعنی يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائیں تم کو۔ اس سے متعلق حدیث میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو بلایا (حضرت ابی بن کعبؓ ایک مشہور صحابی ہیں) اتفاق سے اس وقت ابی بن کعبؓ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بلانے پر آنے میں دیر کیوں ہوئی؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آئندہ اس کی اطاعت کروں گا۔ اگر بحالت نماز بھی آپ بلائیں گے تو فوراً حاضر ہو جاؤں گا۔ بعض فقہا نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ حکم رسولؐ کی اطاعت سے نماز میں جو کام بھی کریں اس سے نماز میں خلل نہیں ہوتا۔ بہر حال حاصل اس کا بھی وہی ہے کہ اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل میں دیر نہ لگاؤ۔ تو مقصد آیت کا یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم سچے دل سے بجالاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے بڑھ کر تمہارے دلوں کے احوال اور اسرار پر مطلع ہے خیانت اس کے آگے نہیں چل سکے گی۔ اسی کے پاس سب کو جمع ہونا ہے وہاں سارے بھید اور راز کھول کر رکھ دیئے جائیں گے اور جہاں تم سے تمہارے سارے اعمال کی باز پرس اور مواخذہ ہوگا۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہمارے دلوں کی بھی حفاظت فرما دیں اور ہمارے دلوں کو اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے لئے مستعد رکھیں۔

یَااللہ قیامت و آخرت کا یقین کامل ہمارے دلوں میں اتار دیجئے جس کے باعث ہمارے لئے آپ کی اطاعت آسان ہو جائے اور گناہوں سے بچنا سہل ہو جائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

وَاتَّقُوْا	فِتْنَةً	لَّا تُصِيْبَنَّ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْكُمْ	خَآصَّةً	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
اور ڈرو تم	وہ فتنہ	نہ پہنچے گا	وہ لوگ جو	انہوں نے ظلم کیا	تم میں سے	خاص طور پر	اور جان لو	کہ	اللہ	شدید	عذاب

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں

خود بھی فرمانبردار رہو اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرتے رہو

گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجا آوری کی تاکید فرمائی گئی تھی اور یاد دلایا گیا تھا کہ بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔ اس وقت طاعت پر جزا اور نافرمانی پر سزا ہوگی۔ اس طرح ہر ایک ایمان والے کو اپنی ذات سے طاعت واجبہ کی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی تھی۔ اب اس آیت میں اہل ایمان کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ جہاں ایک مومن کو اللہ اور رسول کی حکم برداری کے لئے خود تیار رہنا چاہئے وہیں دوسرے نافرمانوں کو نصیحت وفہمائش کی بھی تاکید کرنی چاہئے۔ اس طرح اہل ایمان کو اس فتنہ سے پرہیز کرنا چاہئے جس کا وبال فقط ظالموں اور اصل مجرموں پر ہی نہیں پڑے گا بلکہ ان کی شامت اعمال سے سب پر پڑے گا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ کسی جگہ قوم کے اکثر افراد نے ظلم وعصیان کا وطیرہ اختیار کیا کچھ لوگ جو اس سے علیحدہ رہے انہوں نے مداہنت برتی۔ نہ نصیحت کی نہ اظہار نفرت کیا تو یہ وہ فتنہ ہے کہ جس کی لپیٹ میں وہ ظالم اور یہ خاموش مداہن سب آ جائیں گے۔ جب عذاب آئے گا تو حسب مراتب سب اس میں شامل ہوں گے۔ کوئی نہ بچے گا یہاں تک کہ جانوروں تک کو اس کو بھگتنا پڑتا ہے۔

مداہنت نہ کرو

اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں آیت میں فتنہ سے مداہنت فی الدین کا فتنہ مراد ہے کہ جب لوگ کھلم کھلا منکرات کا ارتکاب کرنے لگیں اور اہل علم اور اصحاب قدرت واستطاعت باوجود قدرت کے مداہنت برتیں اس طرح کہ اس برائی کو قوت وطاقت سے روکنے اور ختم کرنے کی قدرت ہو مگر ایسا نہ کریں اور خاموش رہیں اور نہ زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور نہ دل سے اس برائی سے نفرت کریں جو آخری درجہ ہے اور نہ ایسے لوگوں سے میل جول کو چھوڑیں تو ایسی صورت میں اگر من جانب اللہ کوئی عذاب آیا تو وہ عام ہوگا جس میں اہل معاصی اور مرتکبین منکرات کی کوئی تخصیص نہ ہوگی بلکہ وہ عذاب مداہنت کرنے والوں پر بھی واقع ہوگا۔ کیونکہ منکرات ومعاصی اگر لوگوں میں عام ہو جائیں تو ان کی روک تھام حسب قدرت سب پر واجب ہے اور جو باوجود قدرت کے سکوت کرے تو گویا دل سے وہ بھی راضی ہے اور راضی حکم میں عامل کے ہے۔ بلکہ بعض اوقات رضا بالمنکر ارتکاب منکر سے بھی زیادہ دین کے لئے مضر ہوتی ہے اس لئے ایسے فتنہ پر جو عقوبت ومصیبت نازل ہوگی وہ سب کو عام ہوگی۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ایسی باتوں کا حکم دیتے رہو جو شرع میں اچھی ہیں (یعنی امر بالمعروف) اور ایسی باتوں سے منع کرتے رہو جو شرع میں بری ہیں (یعنی نہی عن المنکر) ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسی قوم کو مسلط کر دے گا جس سے بچنے کی تم دعائیں کرو گے مگر قبول نہ ہوں گی۔ ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقل ارشاد کیا گیا ہے کہ جو قوم بدکاری کرے اور ان میں کوئی باعزت شخص ہو جو روک سکتا ہو۔ مگر نہ روکے تو اللہ سب کو عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب زمین میں بدعملیاں اور بدکاریاں پھیلیں گی تو اللہ ان پر عذاب نازل فرمائے گا حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں اللہ کے فرمانبردار بندے بھی ہوں گے؟ فرمایا ہاں ہوں گے لیکن مرنے کے بعد وہ اللہ کی رحمت میں چلے جائینگے۔

سخت تنبیہ: یہاں واعلموآ ان اللہ شدید العقاب اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے فرما کر ایمان والوں کو ایک طرح کی سخت تنبیہ کی گئی ہے اور یہ جتلا دیا گیا ہے کہ برے کاموں کا وبال فقط کرنے والوں تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ دوسروں تک پہنچتا ہے اس لئے مقصود یہ ہے کہ احتیاط سے چلو۔ برائی کے پاس جاتے ہوئے بھی ڈرو اور برائیوں کو روک کر نیکیوں کو پھیلاؤ ورنہ اگر تھوڑے بھی برائی کریں گے تو خمیازہ سب بھگتیں گے۔ آگے بھی اہل ایمان کو خطاب فرمایا گیا ہے اور بعض انعامات واحسانات یاد دلا کر شکر گزاری کی تلقین فرمائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ

وَ	اذْكُرُوْٓا	اِذْ	اَنْتُمْ	قَلِيْلٌ	مُّسْتَضْعَفُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ	تَخَافُوْنَ	اَنْ	يَّتَخَطَّفَكُمُ	النَّاسُ
اور	یاد کرو	جب	تم	تھوڑے	ضعیف سمجھے جاتے تھے	میں	زمین	تم ڈرتے تھے	کہ	اُچک لے جائیں تمہیں	لوگ

اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تمکو لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں

فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

فَاٰوٰىكُمْ	وَاَيَّدَكُمْ	بِنَصْرِهٖ	وَرَزَقَكُمْ	مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
پس ٹھکانہ دیا اس نے تمہیں	اور تمہیں قوت دی	اپنی مدد سے	اور تمہیں رزق دیا	سے	پاکیزہ چیزیں	تاکہ تم	شکرگزار ہو جاؤ	اے	وہ لوگ جو

سو اللہ تعالیٰ نے تمکو رہنے کو جگہ دی اور تمکو اپنی نصرت سے قوت دی اور تمکو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو۔ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا

اٰمَنُوْا	لَا تَخُوْنُوا	اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	وَتَخُوْنُوْٓا	اَمٰنٰتِكُمْ	وَ	اَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	وَاعْلَمُوْٓا
ایمان لائے	خیانت نہ کرو	اللہ	اور رسول	اور نہ خیانت کرو	اپنی امانتیں	جبکہ	تم	جانتے ہو	اور جان لو

تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت نہ کرو اور اپنی قابلِ حفاظت چیزوں میں خیانت نہ کرو اور تم تو جانتے ہو۔ اور تم اس بات کو جان رکھو

اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ ع

	اَنَّمَآ	اَمْوَالُكُمْ	وَ	اَوْلَادُكُمْ	فِتْنَةٌ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ	
	درحقیقت	تمہارے مال	اور	تمہاری اولاد	بڑی آزمائش	اور یہ کہ	اللہ	پاس	اجر	بڑا	

کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔

اسلام کے احسانات

اب احکام الٰہیہ کی اطاعت کو آسان کرنے اور اس پر ترغیب دینے کے لئے اہل اسلام کو ان کی ابتدائی خستہ حالی اور ضعف و کمزوری کو یاد دلا کر پھر حق تعالیٰ نے جو اپنے فضل و انعام سے حالات بدل کر مسلمانوں کو قوت اور اطمینان عطا فرمایا اس کو یاد دلایا جاتا ہے تاکہ منعم حقیقی کی نعمتوں کو اور اس کے انعامات و احسانات کو یاد کر کے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا شوق ہو۔

ہجرت سے پہلے مکہ میں مسلمانوں کی جو عمومی حالت تھی اس کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ دیکھو ہجرت سے پہلے سرزمین مکہ میں تمہاری تعداد تھوڑی تھی۔ تم کمزور بھی تھے۔ اس لئے خائف بھی رہتے تھے۔ سامان بھی نہ تھا۔ تمہاری کمزوری کو دیکھ کر تمہارے مخالفین کو طمع ہوتی تھی کہ تم کو ہضم کر جائیں تمہیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا کہ دشمنان اسلام تم کو نوچ کھسوٹ کر نہ لے جائیں مگر اللہ نے تم کو مدینہ میں ٹھکانا دیا۔ انصار و مہاجرین میں بے مثال بھائی چارہ قائم کر دیا۔ پھر معرکہ بدر میں کیسی کھلی غیبی امداد پہنچائی کہ کفار کی جڑ کاٹ دی۔ تم کو فتح نصیب کی۔ مال غنیمت خوب ہاتھ لگا۔ غرض حلال طیب ستھری چیزیں اور انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم اس کے شکرگزار بندے بنے رہو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ عرب میں یہ لوگ

بہت ہی خستہ حالت میں تھے کہ ان کی زندگی بہت تباہ تھی۔ پیٹ سے بھوکے، جسم سے ننگے، انہیں کھانے کو نہ ملتا تھا بلکہ انہی کو کھایا جا رہا تھا۔ ہمیں تو نہیں معلوم کہ دنیا بھر میں ان سے بڑھ کر کوئی ضعیف اور کمزور حالت میں ہو لیکن اسلام کی برکت سے کیا ہوا۔ یہی کمزور لوگ ملکوں پر قابض ہو گئے۔ امیر اور بادشاہ بن گئے رزق ڈھیروں ملنے لگا۔ بادشاہوں پر بھی حکم چلانے لگے۔ اللہ نے انہیں وہ سب کچھ دیا جو آج تم دیکھ رہے ہو۔ اب اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو وہ منعم حقیقی ہے شکر گزار بندوں کو پسند کرتا ہے اور دولت و نعمت کو اور بڑھاتا ہے۔

اولاد و اموال کا فتنہ

اب یہاں جو آیت میں فرمایا گیا کہ واعلموآ انمآ اموالکم واولادکم فتنة یعنی تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک فتنہ یعنی امتحان کی چیز ہے تو قرآن کریم میں لفظ فتنہ امتحان اور آزمائش کے معنیٰ میں بھی آیا ہے اور عذاب کے معنیٰ میں بھی اور ایسی چیزوں کو بھی فتنہ کہا گیا ہے جو عذاب کا سبب بنیں۔ تو یہاں مال و اولاد کے لئے فتنہ کا لفظ تینوں معانی کی گنجائش رکھتا ہے۔

اول یہ کہ مال و اولاد کے ذریعہ انسانوں کا امتحان لینا مقصود ہے کہ یہ چیزیں انعامات الٰہیہ میں سے ہیں تو انسان یہ نعمتیں پا کر شکر گزار اور اطاعت گزار بنتا ہے یا ناشکرا اور نافرمان بنتا ہے۔ پھر دوسرے معنیٰ بھی ظاہر ہیں کہ بعض اوقات انسان کے لئے یہ مال و دولت اور یہ بیوی بچے دنیا ہی میں وبال جان بن جاتے ہیں۔ اور ان کے سبب غفلت و معصیت میں مبتلا ہو کر سبب عذاب بن جاتے ہیں اور اگر مال دولت اور آل و اولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تو یہی مال و اولاد آخرت میں انسان کے لئے سانپ بچھو اور آگ میں داغ دینے کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اس لئے ان آیات کے اخیر میں وان اللہ عندہ اجر عظیم فرما کر یہ سمجھایا گیا کہ سمجھ لو کہ جو شخص اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل میں مال و اولاد کی غلط محبت سے مغلوب نہ ہو تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر و ثواب ہے۔

حضرت ابولبابہؓ کا واقعہ

آخری دو آیات کا مضمون اگرچہ عام ہے اور سب اہل اسلام کو شامل ہے مگر اکثر مفسرین کے نزدیک ان دو آیات کا شان نزول ایک انصاری صحابی حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ ہے جو مدینہ میں غزوۂ بنوقریظہ میں پیش آیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی قریظہ یہودیوں کا ایک بڑا خاندان تھا جو مدینہ کے قریب آباد تھا۔ انہوں نے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کے جنگ احزاب میں جب کہ مشرکوں نے مدینہ پر چڑھائی کر کے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا۔ مشرکین مکہ کی مدد کی اور معاہدہ کی سخت خلاف ورزی کی جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچا۔ بہرحال جنگ احزاب جب ختم ہو گئی اور مشرکین مکہ واپس بھاگ گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے باشارہ خداوندی یہود بنی قریظہ کا محاصرہ کیا۔ اور یہ محاصرہ اکیس روز تک جاری رہا جس سے یہودی تنگ ہوئے تو صلح اور امان کے خواستگار ہوئے اور اپنا وطن چھوڑ کر ملک شام کو چلے جانے کی درخواست کی۔ ان یہود کی شرارتوں کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ تم سے صلح کی صورت صرف یہ ہے کہ سعد بن معاذ جو انصار مدینہ میں سے تھے اور اہل مدینہ میں بڑے مشہور تھے۔ وہ تمہارے بارہ میں جو کچھ فیصلہ کریں اس کو تم بھی تسلیم کرو اور ہم بھی مان لیں۔ انہوں نے درخواست کی کہ سعد بن معاذ کی بجائے ابولبابہ کو یہ کام سپرد کیا جائے اور یہ تجویز یہود نے اس خیال سے پیش کی کہ حضرت ابولبابہ کے اہل و عیال اور جائیداد بنوقریظہ میں تھے۔ ان کی طرف سے خیال کیا کہ وہ ہمارے معاملہ میں رعایت کریں گے۔ بہرحال آپ نے ان کی درخواست پر حضرت ابولبابہؓ کو ان کے پاس گفت و شنید کے لئے بھیج دیا۔ بنوقریظہ کے سارے یہود مرد و زن سب ان کے گرد جمع ہو کر رونے لگے اور یہ پوچھا کہ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنے قلعہ سے اتر آئیں تو کیا وہ ہمارے معاملہ میں کچھ نرمی فرمائیں گے۔ حضرت ابولبابہؓ کو معلوم تھا کہ ان یہود کے معاملہ میں نرمی

برتنے کی رائے نہیں ہے۔ حضرت ابولبابہؓ نے کچھ ان لوگوں کی گریہ و زاری سے متاثر ہو کر اور کچھ اپنے اہل وعیال سے متاثر ہو کر جو بنو قریظہ ہی میں رہتے تھے اپنے گلے پر تلوار کی طرح ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتلایا کہ قتل کئے جاؤ گے۔ گویا اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر کر دیا۔ حضرت ابولبابہ اس وقت یہ اشارہ تو کر گزرے مگر فوراً تنبہ ہوا کہ میں نے خدا اور رسول کی خیانت کی اور اس کے بعد بہت پچھتائے اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس درجہ ندامت طاری تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کی بجائے سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے اور مسجد کے ایک ستون کے ساتھ رسی سے اپنے آپ کو بندھوا دیا اور قسم کھالی کہ جب تک میری توبہ اس فعل سے قبول نہ ہوگی۔ نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ اسی طرح مر جاؤں گا یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرما لے۔ چنانچہ سات روز اسی طرح بندھے کھڑے رہے ان کی بیوی اور لڑکی وہاں موجود رہتی تھیں۔ انسانی ضرورت اور نماز کے وقت کھول دیتیں اور فارغ ہونے کے بعد پھر باندھ دیتی تھیں۔ کھانے پینے کے پاس نہ جاتے تھے اور فاقہ سے غشی طاری ہو جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اول اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اگر وہ پہلے ہی میرے پاس آ جاتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا اور توبہ قبول ہو جاتی۔ اب چونکہ حق تعالیٰ سے بلا واسطہ رجوع کیا ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی حکم فرمائیں۔ اب تو قبولیت توبہ نازل ہونے کا انتظار ہی کرنا ہے۔ چنانچہ سات روز بعد آخر شب میں توبہ قبول ہونے کے متعلق اگلی آیت نازل ہوئی۔ دوسری صحابہ خوش ہو کر بشارت دینے کے لئے ان کے پاس گئے اور کھولنا چاہا تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ میں اپنے کو نہ کھولوں گا جب تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے میری رسی نہ کھولیں۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا۔

خلاصہ یہ کہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت ومحبت کو سب چیزوں پر مقدم رکھے اور امتحان اور آزمائش میں ثابت قدم رہے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ اب بھی جہاں اہل اسلام قلت اور خوف کی حالت میں ہیں ان کے ضعف اور خوف کو دور فرما کر دشمنوں پر غلبہ اور فتح ونصرت عطا فرما۔

یَااللّٰہ آپ نے اپنے فضل سے ہم کو جو مال واولاد عطا فرمایا ہے تو اس امتحان اور آزمائش کی چیز میں ہم کو کامیابی اور کامرانی عطا فرما۔ اور اپنی مرضیات کو ہر حال میں مقدم رکھنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنْ	تَتَّقُوا	اللّٰهَ	يَجْعَلْ	لَّكُمْ	فُرْقَانًا	وَّيُكَفِّرْ	عَنْكُمْ	سَيِّاٰتِكُمْ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اگر	تم ڈرو گے	اللہ	وہ بنادے گا	تمہارے لئے	فرقان	اور دُور کردیگا	تم سے	تمہاری برائیاں

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تمکو ایک فیصلہ کی چیز دیگا اور تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ	وَاللّٰهُ	ذُو الْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ	وَاِذْ	يَمْكُرُ بِكَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِيُثْبِتُوْكَ
اور بخشدے گا تمہیں	اور اللہ	فضل والا	بڑا	اور جب	خفیہ تدبیریں کرتے تھے آپ کے بارہ میں	وہ لوگ جنھوں نے	کفر کیا (کافر)	تمہیں قید کرلیں

اور تمکو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا آپ کو قتل کرڈالیں

اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

	اَوْ يَقْتُلُوْكَ	اَوْ يُخْرِجُوْكَ	وَ	يَمْكُرُوْنَ	وَيَمْكُرُ اللّٰهُ	وَاللّٰهُ	خَيْرُ	الْمٰكِرِيْنَ	
	یا قتل کردیں تمہیں	یا نکال دیں تمہیں	اور	وہ خفیہ تدبیریں کرتے تھے	اور خفیہ تدبیریں کرتا ہے اللہ	اور اللہ	بہترین	تدبیر کرنیوالے	

یا آپ کو خارج وطن کردیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کررہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کررہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔

گذشتہ تمام نصیحتوں کا خلاصہ اور اطاعت خدا اور رسول کا ثمرہ

پچھلے سارے رکوع میں اللہ اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین فرمائی گئی تھی اور ساتھ ہی اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں ان میں غفلت کوتاہی یا کمی کا سبب عموماً انسان کے اموال و اولاد ہوا کرتے ہیں اس لئے اس پر تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ دنیا میں یہ مال و اولاد انسان کے لئے ایک امتحان اور آزمائش کی چیز ہیں تو جو شخص اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل میں مال و اولاد کی غلط محبت سے مغلوب نہ ہوگا تو پھر اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے۔

اب گذشتہ میں بیان میں کی ہوئی ساری نصیحتوں کا خلاصہ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کا ثمرہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اگر تم نے تقویٰ اختیار کیا یعنی خدا سے ڈرتے رہے اور اس کی مخالفت سے بچتے رہے تو اللہ تعالیٰ تم کو تین چیزیں عطا کرے گا۔ ایک فرقان' دوسرے گناہوں سے معافی' تیسرے مغفرت' فرقان کی تشریح مفسرین نے کئی طرح سے کی ہے۔ بعض نے اس کے مطلب یہ لکھے ہیں کہ وہ تم کو مخالفین سے کامل امتیاز بخشے گا یعنی دنیا میں تم کو غلبہ دے کر اور دوسرے انعامات کے ذریعہ سے اور آخرت میں نجات دے کر یعنی تم جنت میں دائمی رہو گے اور تمہارے مخالفین کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا بعض نے فرقان کے مطلب یہ بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حق و باطل' نیک و بد میں تمیز کرنے کی قوت عطا کرے گا۔ جس سے قدم قدم پر تمہیں معلوم ہوتا رہے گا کہ کونسا رویہ صحیح ہے اور کونسا غلط۔ کس بات میں خدا کی رضا ہے اور کس میں اس کی ناراضی ہے یعنی تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا جس سے تم ذوقاً اور وجداناً حق و باطل میں فیصلہ کرسکو گے اس کے علاوہ تقویٰ کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری برائیاں دور

کر دے گا۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دے گا۔ تو یہاں حضرت ابولبابہؓ کے واقعہ کی طرف اور ان کی قبولیت توبہ کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔ آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک احسان عظیم اور انعام خصوصی کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے جو نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ کرام و جملہ اہل اسلام پر بلکہ پوری دنیا پر ایک خاص انعام واحسان ہے کہ قبل از ہجرت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کفار کے نرغہ میں تھے اور وہ آپ کے قتل یا قید یا شہر بدر کرنے کے مشورہ کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور ان کی ساری تدبیروں کو ملیا میٹ کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بسلامت و عافیت مدینہ منورہ پہنچا دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہمیشہ غالب آتی ہے اور اس کی تدبیر کے سامنے کفار کی ساری تدبیریں بے سود اور ناکام ہو کر رہ جاتی ہیں۔

واقعۂ ہجرت

یہاں اس دوسری آیت میں واقعۂ ہجرت کی طرف اشارہ ہے جس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ جب انصار اہل مدینہ نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور مکہ میں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر لی تو کفار قریش کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور قوت بڑھ نہ جائے اور آپ کا دین سب دینوں پر غالب نہ آ جائے۔ تو اس کی روک تھام کی تدبیر کرنے کے لئے سرداران قریش مکہ میں دارالندوہ میں جمع ہوئے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں آپس میں مشورہ کریں اور مشورہ کے بعد جو بات طے پائے اس پر سب باتفاق عمل کریں۔ اس مجمع اور مشورہ میں سب بڑے بڑے سردار قریش جیسے عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل، ابوسفیان، نضر بن الحارث، ابوالبختری بن ہشام وغیرہ وغیرہ شامل تھے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو ابلیس لعین بھی ایک بزرگ شیخ کی صورت بنا کر ان میں آ موجود ہوا۔ جب لوگوں نے اس کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ میں نے تمہارے مجمع کا حال سنا تو میں بھی تمہارے پاس آ گیا تاکہ عمدہ رائے سے تمہاری خیر خواہی کروں۔ ان لوگوں نے بڑی خوشی سے شیخ لعین کو بھی مجمع میں شامل کر لیا۔ جب لوگوں سے رائے لی گئی تو ابوالبختری نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ کر مضبوط باندھ لو اور ایک گھر میں مقید کر کے اس کا دروازہ بند کر دو اور ایک روشندان کھلا رہنے دو اسی میں سے کھانا پانی ڈال دیا کرو۔ یہاں تک کہ جیسے اور پہلے شاعر مر کھرا گئے یہ بھی اپنی موت مر جائیں گے۔ جب ابلیس لعین نے یہ بات سنی تو کہنے لگا کہ تمہاری رائے غلط اور بری ہے اگر تم نے قید کر لیا تو یہ ناممکن ہے کہ یہ خبر باہر نہ نکلے اور پھر جب ان کے ساتھی اس کو سنیں گے تو جنگ کر کے تمہارے ہاتھ سے ان کو چھڑا لے جائیں گے۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا شیخ نجدی سچ کہتا ہے پھر ہشام بن عمرو کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم ان کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اپنے یہاں سے نکال دو جب وہ تم سے غائب ہو جائیں گے تو تم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور تم ان کی طرف سے راحت میں ہو جاؤ گے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے تو بہت نکمی ہے۔ تم ایسے شخص کو جس نے تمہاری عقلوں پر جادو کر دیا ہے اپنے غیروں کی طرف نکالتے ہو۔ کیا تم نے ان کی فصاحت کلامی اور شیریں زبانی کو نہیں دیکھا اور اس بات پر نظر نہیں کی ان کی باتیں لوگوں پر کیا اثر کرتی ہیں اگر تم نے ایسا کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ یہاں سے چلے جائیں گے اور دوسری قوموں کو مائل کر کے تم پر چڑھا لائیں گے پھر تم کو تمہارے شہر سے نکال دیں گے۔ جب لوگوں نے ابلیس لعین کا یہ قول سنا تو سب نے کہا کہ شیخ نجدی نے سچ کہا۔ اس کے بعد ابوجہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ میں سے ایک آدمی لیا جائے اور سب مل کو دفعۃً ان کو قتل کر دیں۔ تاکہ یہ خون تمام قبیلوں میں بٹ جائے اور ظاہر ہے کہ بنی ہاشم تمام قبائل عرب سے نہیں لڑ سکتے۔ ضرور بالضرور دیت پر راضی ہو جائیں گے اور ہم خوں بہا دے کر چھوٹ جائیں گے۔ میری رائے تو یہی ہے۔ شیخ نجدی نے جب یہ رائے سنی تو خوشی سے اچھل پڑا۔ اور کہا کہ بیشک رائے تو

یہی ہے جو اس جوان نے دی۔اس سے بہتر کوئی رائے نہیں۔الغرض ابوجہل کے قول پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ اسی شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے اور مجمع اس طے شدہ رائے کے بعد برخاست ہو گیا۔ یہاں تو اشقیا نے یہ منصوبے گانٹھے ادھر ان کے توڑ میں اللہ تعالیٰ کی بہترین اور لطیف تدبیر یہ ہوئی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور تمام واقعہ کی آپ کو خبر دی اور کہا کہ آپ رات یہاں نہ گزاریں۔ حسب وحی حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹا دیا اور فرمایا کہ میری چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔ تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور آپ سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے اور ان کو ساتھ لے کر غار ثور میں رات ہی میں پہنچ گئے۔ کفار اپنے منصوبے کے موافق آپ کے گھر کو رات بھر گھیرے پڑے رہے۔ صبح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو جستجو میں چاروں طرف پھیل گئے۔ جس غار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ حضرت صدیق اکبرؓ تشریف رکھتے تھے وہاں تک بعض تلاش کرنے والوں کو قدم کے نشانات دیکھ کر قیافہ شناسوں نے لا کر کھڑا کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو لاعلم رکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین شب اسی غار میں رہ کر بخیر و عافیت مدینہ منورہ جا پہنچے۔ اسی قصہ کی طرف آیت میں اشارہ ہے کہ کفار اپنی تدبیروں میں مصروف تھے اور ادھر اللہ عزوجل تدبیر فرما رہے تھے۔ آخر اللہ کی تدبیر غالب آئی کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بہتر تدبیر کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہم کو بھی تقویٰ کی دولت عطا فرماویں کہ جس کے باعث ہمارے گناہوں کی بخشش اور مغفرت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو دارین میں نواز دیں۔

یَا اللّٰہُ جیسے آپ نے مکہ کے کافروں کی تدبیروں کو ملیامیٹ فرما دیا اور اہل اسلام کو غالب فرمایا۔

یَا اللّٰہُ موجودہ کفار اور دشمنان دین کی تدبیروں کو بھی خاک میں ملا کر اور ان کو ذلیل و خوار فرما دے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

وَاِذَا	تُتْلٰی	عَلَیْهِمْ	اٰیٰتُنَا	قَالُوْا	قَدْ سَمِعْنَا	لَوْ نَشَآءُ	لَقُلْنَا	مِثْلَ	هٰذَا	اِنْ	هٰذَا	اِلَّآ
اور جب	پڑھی جاتی ہیں	اُن پر	ہماری آیات	وہ کہتے ہیں	البتہ ہم نے سُن لیا	اگر ہم چاہیں	کہ ہم کہہ لیں	مثل	اس	نہیں	یہ	مگر (صرف)

(اور ان کفار کی یہ حالت ہے کہ) جب انکے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم ارادہ کریں تو اسکے برابر ہم بھی کہہ لاویں یہ تو کچھ بھی نہیں

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ

اَسَاطِیْرُ	الْاَوَّلِیْنَ	وَاِذْ	قَالُوْا	اللّٰهُمَّ	اِنْ	كَانَ	هٰذَا	هُوَ	الْحَقَّ	مِنْ	عِنْدِكَ	فَاَمْطِرْ
قصے کہانیاں	پہلے	اور جب	وہ کہنے لگے	اے اللہ	اگر	ہے	یہ	وہ	حق	سے	تیری طرف	تو برسا

صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں۔اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے

عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ

عَلَیْنَا	حِجَارَةً	مِنَ	السَّمَآءِ	اَوِ	ائْتِنَا	بِعَذَابٍ	اَلِیْمٍ	وَمَا كَانَ	اللّٰهُ	لِیُعَذِّبَهُمْ	وَاَنْتَ
ہم پر	پتھر سے	سے	آسمان	یا	لے آ ہم پر	عذاب	دردناک	اور نہیں ہے	اللہ	کہ انہیں عذاب دے	جبکہ آپ

پتھر برسایئے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے۔اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے انکو عذاب دیں

فِیْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

فِیْهِمْ	وَمَا	كَانَ	اللّٰهُ	مُعَذِّبَهُمْ	وَهُمْ	یَسْتَغْفِرُوْنَ
ان میں	اور نہیں	ہے	اللہ	انہیں عذاب دینے والا	جبکہ وہ	بخشش مانگتے ہوں

اور اللہ تعالیٰ انکو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔

کفار قریش کے متکبرانہ دعوے اور احمقانہ اقوال

ان آیات میں کفار قریش کے تمرد اور عناد اور ان کے متکبرانہ دعوے اور احمقانہ اقوال و عادات کا بیان ہے جس سے مقصود ان کی مذمت و شناعت اور ان کے مستحق عذاب ہونے کو بیان کرنا ہے کہ یہ لوگ اپنے جہل و عناد اور عادات شنیعہ کی بناء پر اس قابل ہیں کہ ان کو سخت عذاب دیا جائے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو از راہ تکبر وعناد یہ کہتے ہیں کہ ہاں ہم نے سن لیا۔ یہ قرآن ہے ہی کیا۔ اس میں اگلے لوگوں کے قصہ کہانیوں کے سوا اور ہے کیا؟ ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا ہی کلام بنا ڈالیں۔

نضر بن حارث مشرک اور ابو جہل

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات نضر بن حارث مشرک کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ جو ملک فارس اور حیرہ سے رستم اور اسفندیار کی داستانیں سن آیا تھا۔ جہاں بیٹھتا وہیں لوگوں کو یہ قصے سنایا کرتا اور یہ کہتا کہ جیسے قصہ تم کو محمد سناتے ہیں ویسے ہی قصہ میں تم کو سناتا ہوں۔ ان کا کلام ہے ہی کیا اگر میں چاہوں تو ویسا ہی کلام بنالوں حالانکہ اس کا یہ کہنا صریح کذب بیانی اور حق کو جھٹلانا تھا۔ قرآن پاک نے تو مکی اور مدنی سورتوں میں بار بار بانگ دہل یہ اعلان کیا ہے اور تمام دنیا کے جن وانس کو چیلنج دیا ہے کہ جس کو قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک وشبہ ہو تو اس کے مثل لے آئے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ پوری کتاب اس قرآن کے مثل تو کیا لا سکو گے دس

سورتیں ہی اس جیسی بنالاؤ۔اس کے بعد کہا گیا کہ اچھا دس نہ سہی تو ایک ہی سورت اس کے مثل بنالاؤ لیکن تمام عرب وعجم ایسا نہ کر سکے اور قرآن جیسے فصیح و بلیغ کلام سے سب عاجز رہے۔

پھر کفار مکہ کا ایک دوسرا قول نقل کیا جاتا ہے وہ کہتے تھے کہ واقعی اگر یہ قرآن اور یہ دین حق ہے جس کی ہم اتنے دنوں سے اور اس قدر شدومد سے تکذیب کر رہے ہیں تو اس کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ ہم پر آسمان سے پتھر برستے اور دردناک عذاب ہمارے اوپر ٹوٹ پڑتا مگر جب ایسا نہیں ہوا تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ نہ یہ قرآن حق ہے نہ یہ دین حق ہے۔نہ منجانب اللہ ہے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قول بھی نضر بن حارث ہی نے کہا تھا جس سے مقصود قرآن کے (معاذ اللہ) باطل ہونے پر اپنے یقین کا ظاہر کرنا تھا۔پھر یہی نضر بن حارث بدر کے دن گرفتار ہوا اور بھوکا پیاسا رکھ کر اس کی گردن ماردی گئی۔اور ابوجہل نے بھی اسی طرح کہا تھا وہ بھی بدر کے دن ذلت اور رسوائی کے ساتھ مارا گیا اور ایک کنویں میں اس کی لاش پھینک دی گئی۔

حماقت کا مظاہرہ

اگر ذرا بھی عقل ہوتی تو یہ دعا کرتے کہ اے اللہ اگر یہ دین حق ہے اور تیرے پاس سے آیا ہے تو ہم کو ہدایت دے اور اس کے اتباع اور پیروی کی توفیق دے۔تو اول تو اپنی حماقت سے یہ احمقانہ دعاء مانگی پھر جب خدا کی کسی مصلحت وحکمت سے مکہ میں عذاب نازل نہ ہوا تو اپنی اس احمقانہ دعا سے اپنی حقانیت پر ناز کرنے لگے۔اور یہ نہ سمجھا کہ سنت اللہ یہی ہے کہ جب کسی قوم پر تکذیب انبیاء کی وجہ سے عذاب نازل کرتے ہیں تو اپنے پیغمبر کو ان سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ جیسے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام وغیرہ کے معاملہ میں مشاہدہ ہوا کہ جب تک یہ حضرات بستی میں رہے عذاب نہیں آیا۔جب وہاں سے نکال لئے گئے اس وقت عذاب نازل ہوا تو سید الانبیاء والمرسلین جو رحمۃ اللعالمین کا لقب دے کر بھیجے گئے آپ کے مکہ میں موجود ہوتے ہوئے اہل مکہ پر عذاب عام آنا آپ کی شان کے خلاف تھا۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام کے منافی تھا تو نضر بن حارث اور دوسرے کفار مکہ نے جو یہ کہا کہ اے اللہ اگر یہ اسلام دین حق ہے تو اس کے نہ ماننے پر ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دوسرا سخت عذاب نازل کر تو اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ **وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے مکہ میں ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل کردیں کیونکہ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے علیحدہ کر لیا تو جنگ بدر کے عذاب میں کفار مکہ پکڑے گئے۔دوسرا جواب عام عذاب کفار مکہ پر نہ آنے کا یہ بتلایا گیا **وما کان اللہ معذبھم و ھم یستغفرون** یعنی اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرنے والے نہیں جب تک کہ وہ استغفار کرتے ہیں۔

استغفار کا فائدہ

اس جملہ کے مفسرین نے ایک مطلب تو یہ بیان کیا ہے کہ دوسری چیز جو نزول عذاب سے مانع ہے وہ ان کا استغفار ہے اور نزول عذاب سے امن اور سلامتی کا باعث ہے۔مشرکین طواف وغیرہ کی حالت میں غفرانک غفرانک کہا کرتے تھے۔یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔تو ان کا یہ استغفار کفر وشرک کے ساتھ گو آخرت میں نافع نہ ہو مگر دنیا میں اس کا بھی یہ نفع ان کو مل گیا کہ دنیا میں عام نزول عذاب سے بچ گئے۔نیز مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ جب کافر کا استغفار دنیا میں نزول عذاب سے مانع ہو سکتا ہے تو مسلمان کا استغفار تو بدرجہ اولیٰ نزول عذاب سے مانع ہو سکتا ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ اپنی رحمت سے اور نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ہم کو ایمان واسلام پر استقامت نصیب فرما۔اور ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ یا اللہ کفار نے تو تیرے کلام پاک کی تصدیق نہ کی اور اس پر ایمان نہ لائے مگر ہم نے اس پر ایمان لا کر بھی اس کے حقوق ادا نہ کئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ

وَمَا	لَهُمْ	اَلَّا	يُعَذِّبَهُمُ	اللّٰهُ	وَهُمْ	يَصُدُّوْنَ	عَنِ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَمَا	كَانُوْٓا	اَوْلِيَآءَهٗ
اور کیا	انکے لئے	کہ نہ	انہیں عذاب دے	اللہ	جبکہ وہ	روکتے ہیں	سے	مسجد حرام	اور نہیں	وہ ہیں	اسکے متولی

اور انکا کیا استحقاق ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ سزا نہ دے حالانکہ وہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ

اِنْ	اَوْلِيَآؤُهٗٓ	اِلَّا	الْمُتَّقُوْنَ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ	وَمَا	كَانَ	صَلَاتُهُمْ	عِنْدَ
نہیں	اسکے متولی	مگر	متقی (جمع)	اور لیکن	ان میں سے اکثر	نہیں جانتے	اور نہیں	تھی	انکی نماز	نزدیک

متولی تو سوائے متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے اور انکی نماز خانہ کعبہ کے پاس

الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

الْبَيْتِ	اِلَّا	مُكَآءً	وَّتَصْدِيَةً	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا	كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ
خانہ کعبہ	مگر	سیٹیاں	اور تالیاں	پس چکھو	عذاب	اسکے بدلے جو	تم کفر کرتے تھے

صرف یہ تھی سیٹیاں اور تالیاں بجانا سو اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر کے سبب۔

کفار قریش کے مظالم

ان آیات میں بھی کفار مکہ کا حال بیان کیا جا رہا ہے گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ ان پر عذاب دو وجہ سے رکا ہوا ہے۔ ورنہ یہ اپنی ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے کب کے عذاب کے مستحق ہو چکے تھے۔ ایک تو یہ وجہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان میں موجود ہونے کی وجہ سے عذاب نہ بھیجا۔ دوسری وجہ یہ کہ ان میں تلبیہ اور طواف وغیرہ میں توبہ واستغفار کی آواز بلند ہے۔ اور مسلمان بھی ان میں ملے جلے ہیں اور وہ اللہ سے اس کی مغفرت ورحمت طلب کرتے رہتے ہیں اور اللہ استغفار کرنے والوں پر عذاب نہیں بھیجتا۔ اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان پر عذاب کا نہ آنا ان دو سبب سے ہے جو اوپر مذکور ہوئے ورنہ ان کی شرارتیں اور ظلم وشقاوت تو ایسی چیزیں ہیں کہ فوراً عذاب آ جانا چاہئے اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہوگا کہ توحید پرستوں کو حرم شریف میں آنے یا عبادت کرنے سے طرح طرح کے حیلے تراش کر روکا جائے بلکہ ان کو وطن مکہ سے نکال کر ہمیشہ کے لئے کوشش کی جائے کہ یہ خدا کے پاکباز اور عبادت گزار بندے یہاں نہ آنے پائیں اور ستم ظریفی یہ کہ اس ظلم کے جواز کے لئے یہ سند پیش کی جاتی کہ ہم حرم شریف کے متولی بااختیار ہیں جس کو چاہیں آنے دیں جسے چاہیں روک دیں یہ ہمارا حق ہے۔ اس میں اشارہ واقعہ حدیبیہ کی طرف ہے جبکہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہ کرامؓ کو عمرہ کرنے اور مکہ میں مسجد حرام میں داخل ہونے سے کفار مکہ نے روک دیا تھا۔ اور احمق یوں سمجھتے تھے کہ ہم مسجد حرام کے متولی ہیں جس کو چاہیں حرم میں آنے کی اجازت دیں اور جس کو چاہیں اجازت نہ دیں۔

بہر حال ان پر عذاب ضرور آئے گا

خلاصہ یہ کہ ان پر عذاب ضرور آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے آئے اور جو کمزور اور بے طاقت اہل ایمان ان کے پنجہ میں گرفتار تھے وہ بھی کسی تدبیر سے نکل آئے تو جنگ بدر کی شکل میں ان پر عذاب نازل ہوا پھر دوسرے غزوات میں بھی شکستوں پر شکستیں نصیب ہوئیں۔ ہزاروں مارے گئے بالآخر مکہ بھی فتح ہوا اور جنھوں نے اسلام قبول نہ کیا وہ دوامی عذاب میں مبتلا ہوئے۔ آگے بھی آخرت کے اسی دائمی عذاب جہنم اور دنیا کی بھی نامرادی و ناکامی کی وعید کفار کو سنائی جاتی ہے اگر وہ باز نہ آئے اور اگر باز آجائیں تو جو کچھ وہ گذشتہ میں کر چکے ہیں وہ معاف کر دیا جائے گا جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاء اللہ ہوگا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ دین دنیا میں اپنے عذاب سے ہم کو محفوظ رکھیں۔ امت مسلمہ اور اسلام کو سربلندی عطا فرماویں۔ کفر و شرک کو ذلیل و خوار فرمائیں۔

یَا اللّٰہ ان مساجد کے حقوق واحترام کی ہم کو توفیق کاملہ عطا فرما اور ان مساجد میں شور و غل اور شر و فساد مچانا جو کفار مکہ کی خصلت تھی اس سے اہل اسلام کو بچنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ

إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	يُنفِقُونَ	أَمْوَالَهُمْ	لِيَصُدُّوا	عَنْ	سَبِيلِ اللهِ	فَسَيُنفِقُونَهَا	ثُمَّ
بیشک	جن لوگوں نے	کفر کیا	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	تا کہ روکیں	سے	راستہ اللہ کا	سواب خرچ کریں گے	پھر

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ

تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ

تَكُونُ	عَلَيْهِمْ	حَسْرَةً	ثُمَّ	يُغْلَبُونَ	وَ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	إِلَىٰ	جَهَنَّمَ	يُحْشَرُونَ	لِيَمِيزَ
ہوگا	ان پر	حسرت	پھر	وہ مغلوب ہونگے	اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	طرف	جہنم	اکٹھے کئے جائیں گے	تا کہ جدا کردے

مال انکے حق میں باعث حسرت ہوجاویں گے پھر مغلوب ہوجاویں گے اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جاوے گا۔ تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کردے

اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا

اللهُ	الْخَبِيثَ	مِنَ	الطَّيِّبِ	وَيَجْعَلَ	الْخَبِيثَ	بَعْضَهُ	عَلَىٰ	بَعْضٍ	فَيَرْكُمَهُ	جَمِيعًا
اللہ	گندا	سے	پاک	اور رکھے	گندا	اسکے ایک	پر	دوسرے	پھر ڈھیر کردے	سب

اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر دے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے ایسے ہی لوگ پورے خسارہ میں ہیں۔

فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَنتَهُوا

فَيَجْعَلَهُ	فِي	جَهَنَّمَ	أُولَٰئِكَ	هُمُ	الْخَاسِرُونَ	قُلْ	لِلَّذِينَ	كَفَرُوا	إِنْ	يَنتَهُوا
پھر ڈال دے اسکو	میں	جہنم	یہی لوگ	وہ	خسارہ پانے والے	کہدیں	ان سے جو	انہوں نے کفر کیا	اگر	وہ باز آجائیں

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجاویں گے تو اُن کے سارے گناہ جو پہلے ہوچکے ہیں سب معاف کردیئے جاویں گے اور اگر اپنی

يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِن يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوهُمْ

يُغْفَرْ	لَهُمْ	مَا	قَدْ سَلَفَ	وَإِنْ	يَعُودُوا	فَقَدْ	مَضَتْ	سُنَّتُ	الْأَوَّلِينَ	وَقَاتِلُوهُمْ
معاف کردیا جائے	انہیں	جو	گزر چکا	اور اگر	پھر وہی کریں	تو تحقیق	گزر چکی ہے	سنت	پہلے لوگ	اور ان سے جنگ کرو

وہی عادت رکھیں گے تو کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ ہوچکا ہے اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے

حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ

حَتَّىٰ	لَا تَكُونَ	فِتْنَةٌ	وَيَكُونَ	الدِّينُ	كُلُّهُ	لِلَّهِ	فَإِنِ	انتَهَوْا	فَإِنَّ	اللهَ	بِمَا	يَعْمَلُونَ
یہاں تک کہ	نہ رہے	کوئی فتنہ	اور ہوجائے	دین	سب	اللہ کا	پھر اگر	وہ باز آجائیں	تو بیشک	اللہ	جو	وہ کرتے تھے

اور دین اللہ ہی کا ہوجاوے پھر اگر یہ باز آجاویں تو اللہ تعالیٰ انکے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں ۔

بَصِيْرٌ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ 30

بَصِيْرٌ	وَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	مَوْلٰىكُمْ	نِعْمَ	الْمَوْلٰى	وَنِعْمَ	النَّصِيْرُ
دیکھنے والا	اور اگر	وہ منہ موڑلیں	تو جان لو	کہ	اللہ	تمہارا ساتھی	خوب	ساتھی	اور خوب	مددگار

اور اگر رُوگردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔

حق کو روکنے کے لئے کفار مکہ کی مالی کوششیں

گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے اقوال اور اعمال بدنیہ کا حال ذکر ہوا تھا اب ان آیات میں پہلے ان کے اعمال مالیہ کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ لکھا ہے کہ کفار مکہ کے ۱۲ سرداروں نے بدر میں ایک ایک دن اپنے ذمہ لیا تھا کہ ہر روز ایک سردار لشکر کو کھانا کھلائے گا چنانچہ دس اونٹ روزانہ کسی ایک کی طرف سے ذبح کئے جاتے تھے پھر جب بدر میں شکست ہوگئی تو ہزیمت خوردہ مجمع نے مکہ پہنچ کر ابوسفیان وغیرہ سے کہا کہ جو مال تجارتی قافلہ لایا ہے وہ سب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے انتقام لینے میں خرچ کیا جائے چنانچہ سب اس پر راضی ہوگئے تو کفار کے اس طرح کے مال خرچ کرنے کا ذکر پہلے یہاں آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ ان معاندین کے مالی وسائل بھی مخالفت اسلام کے لئے وقف ہیں اور یہ اپنے مال اللہ کے راستہ سے روکنے کے لئے خرچ کرتے ہیں مگر اس مخالفت اسلام میں مال خرچ کرنے کا انجام اور نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ ان کی یہ مالی کوششیں بھی رائیگاں رہیں گی اور جب دنیا میں آثار ناکامی دیکھیں گے اور مغلوب ہوں گے اور آخرت میں عذاب جہنم حاصل ہوگا تب افسوس وحسرت سے ہاتھ کاٹیں گے کہ مال بھی گیا اور کامیابی بھی نہ ہوئی۔

چنانچہ اول غزوہ بدر میں پھر جنگ احزاب وغیرہ میں سب مالی اور جسمانی طاقتیں خرچ کر دیکھیں مگر انجام میں آخر ہلاک ہوئے یا رسوا ہوئے اور فتح مکہ کے دن تو اس کا ظہور ہوا کہ سارا جزیرۃ العرب مقہور اور مغلوب ہوا اور کفار نے سالہا سال میں جو اسلام کی دشمنی میں خرچ کیا تھا وہ سب ضائع اور بیکار گیا اور دنیوی واخروی دونوں قسم کا نقصان اور خسارہ اٹھایا اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور خسارہ کیا ہوسکتا ہے کہ انسان جس راہ میں اپنا تمام وقت، محنت، قابلیت اور پورا سرمایہ زندگی کھپادے اور پھر اس کی انتہا پر پہنچ کر اسے معلوم ہو کہ وہ اسے تباہی اور ہلاکت کی طرف لے آئی ہے اور اس راہ میں جو کچھ اس نے کھپایا ہے اس پر حصول مقصد کی بجائے الٹا اسے ناکامی اور جرمانہ بھگتنا پڑا تو ایسے ہی لوگ پورے خسارہ اور نقصان میں ہیں۔

چنانچہ یہاں پہلی دو آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

کفار ایمان لے آئیں تو بہتر ورنہ ہلاکت ان کا مقدر ہے

الغرض ان آیات کے سننے کے بعد کفار کی دو حالتیں ہوسکتی ہیں۔ اسلام لے آنا یا کفر پر قائم رہنا اس لئے آگے ان دونوں حالتوں کے متعلق احکام بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اگر یہ اب بھی کفر وطغیان اور عداوت اسلام سے باز آجائیں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت قبول کرلیں تو پہلے حالت کفر میں جو گناہ کرچکے وہ سب معاف کردیئے جائیں گے۔ یہ حکم تو حالت اسلام کا ہوا اور اگر برخلاف اس کے اپنی وہی کفر کی عادت رکھیں گے اور وہی سابق شرارتیں کریں گے تو پہلے لوگوں کا طریقہ گزرہی چکا ہے پس جو حشر ان کا ہوا وہی ان کا ہوگا۔ یعنی دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں عذاب۔

فتنہ کا خاتمہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے

مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ تم لوگ ان کفار عرب سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو کہ شر باقی نہ رہے یا تو وہ نیست ونابود ہوجاویں یا کفر چھوڑ کر مسلمان ہوجائیں اور سارا دین خدا کا ہوجاوے اور بتوں کی

شرکت بالکل ختم ہو جاوے۔ نہ بت رہیں نہ بت پرست۔ یہ حکم چونکہ مشرکین عرب کے مقابلہ میں ہے اوران کے لئے صرف دو ہی حکم ہیں یا اسلام یا تلوار اور سوائے مشرکین عرب کے دوسرے کفار اور مشرکین کے لئے جزیہ کا بھی قانون ہے تو حق تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہے ہیں کہ ان کفار عرب سے لڑتے رہو کہ ان کافروں کا زور نہ رہے کہ ایمان سے روک سکیں یا مذہب حق کو موت کی دھمکی دے سکیں اور یہی جہاد کا آخری مقصد ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے اور حکم اکیلے خدا کا چلے اور دین حق سب ادیان پر غالب آ جائے پھر اگر یہ کفار کسی وقت ظاہر میں اپنی شرارت اور کفر سے باز آ جائیں تو ان سے قتال نہیں ان کے دلوں کا حال اور مستقبل کی کیفیات کو خدا کے سپرد کیا جائے گا جیسا وہ کام کریں گے ویسی جزا ان کو ملے گی اور اگر وہ برابر ایمان سے پیٹھ پھیرتے رہیں تو تم برابر جنگ جاری رکھو اور مسلمانوں کو چاہئے کہ خدا کی مدد اور حمایت پر بھروسہ کر کے جہاد کریں۔ کفار کی کثرت اور ساز و سامان سے مرعوب نہ ہوں۔

اسلام لانے سے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد گذشتہ معاصی، شرک و کفر سب معاف ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ جب میرے دل میں خدا نے مسلمان ہونے کا خیال پیدا کیا تو میں مکہ سے چل کر مدینہ آیا اور خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ میں بیعت کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میں کچھ شرطیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا شرطیں کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے معاف کر دیں یا میرے لئے استغفار کریں فرمایا کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام گذشتہ گناہوں کو ڈھا دیتا ہے اور ہجرت پہلے گناہوں کو ڈھا دیتی ہے اور حج بھی اگلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہم کو ایسے اعمال اور افعال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جن کے ذریعے آپ کی حمایت و نصرت ہمیں ہر حال اور ہر آن حاصل ہو۔

یَااللہ ہماری زندگی کا سرمایۂ وقت و محنت سب آپ کے راستہ میں آپ کی رضا کے لئے لگے۔

یَااللہ اہل ایمان کو دنیا میں بھی غلبہ و شوکت عطا ہو اور آخرت میں بھی جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں میسر ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

وَاعۡلَمُوۡٓا

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

وَ	اَعْلَمُوْٓا	اَنَّمَا	غَنِمْتُمْ	مِّنْ	شَيْءٍ	فَاَنَّ	لِلّٰهِ	خُمُسَهٗ	وَلِلرَّسُوْلِ	وَ	لِذِي الْقُرْبٰى	وَالْيَتٰمٰى
اور	تم جان لو	جو کچھ	تم غنیمت لو	سے	کسی چیز	سو	اللہ کے واسطے	اسکا پانچواں حصہ	اور رسول کیلئے	اور	قرابت داروں کیلئے	اور یتیموں

اور اس بات کو جان لو کہ جو شئے بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے اور آپ کے قرابت داروں کا ہے اور یتیموں کا ہے

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا

وَالْمَسٰكِيْنِ	وَابْنِ السَّبِيْلِ	اِنْ	كُنْتُمْ	اٰمَنْتُمْ	بِاللّٰهِ	وَمَآ	اَنْزَلْنَا	عَلٰى	عَبْدِنَا
اور مسکینوں	اور مسافروں	اگر	تم ہو	ایمان رکھتے	اللہ پر	اور جو	ہم نے نازل کیا	پر	اپنا بندہ

اور غریبوں کا ہے اور مسافروں کا ہے اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ پر

يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۱

يَوْمَ الْفُرْقَانِ	يَوْمَ	الْتَقَى الْجَمْعٰنِ	وَاللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	
فیصلہ کے دن	جس دن	دونوں فوجیں بھڑ گئیں	اور اللہ	پر	ہر چیز	قدرت والا ہے	

فیصلہ کے دن جس دن کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئی تھیں نازل فرمایا تھا اور اللہ ہر شئے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

تقسیم غنیمت کا قانون

اس آیت میں مال غنیمت کی تقسیم کا قانون بیان فرمایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کو یہ شرف بخشا کہ مال غنیمت کو ان کیلئے حلال کردیا۔ پہلی امتوں کیلئے مال غنیمت حلال نہ تھا بلکہ ان کیلئے یہ حکم تھا کہ مال غنیمت کو ایک میدان میں لے جا کر رکھ دیں۔ جہاں آسمان سے ایک آگ آتی اور اس کو جلا دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس امت کیلئے مال غنیمت حلال کردیا اور اس آیت میں اس کی تقسیم کا طریقہ ارشاد فرمایا اور وہ یہ کہ جنگ کے بعد جو مال بھی کفار کا ہاتھ لگے تمام مجاہدین ہر طرح کا مال غنیمت لا کر امیر یا امام لشکر کے سامنے رکھ دیں اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھیں پھر کل مال غنیمت کے پانچ حصہ کئے جائیں جن میں سے چار حصہ یعنی کل مال غنیمت کا ۴/۵ حصہ تو غازیوں میں تقسیم ہو جائے گا اور ایک حصہ یعنی کل کا پانچواں حصہ اللہ کی نذر ہوگا جسے خدا کی نیابت کے طور پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام وصول کر کے پانچ جگہ خرچ کر سکتے ہیں۔ ایک اپنی ذات پر، دوسرے اپنے ان قرابتداروں پر جنہوں نے قدیم سے خدا کے کام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و امداد کی اور سلام کی خاطر یا محض قرابت کی وجہ سے آپ کا ساتھ دیا اور مد زکوٰۃ وغیرہ سے لینا ان کے لئے حرام ہوا۔ تیسرے یتیموں پر، چوتھے حاجت مند مسلمانوں پر، پانچویں مسافروں پر، یہ ضعیفوں اور ناتواں کا گروہ ہے جن کی برکت سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

اب چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا چکے ہیں اس لئے آپ کا حصہ ساقط ہوگیا اور چونکہ آپ کے اہل قرابت کا حصہ بوجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کے تھا اور وفات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت باقی نہیں رہی لہٰذا یہ حصہ بھی ساقط ہوگیا۔ اب خمس یعنی پانچویں حصہ کے پانچ مصارف میں سے حنفیہ کے نزدیک صرف تین مصارف اخیر کے باقی رہ گئے ہیں یعنی ان تین حصوں کے اندر تقسیم یوں ہوگی کہ ایک ثلث یتیموں کا حصہ ہوا۔ ایک ثلث مسکینوں کو اور ایک ثلث مسافروں کو۔ (بیان القرآن)

فتح وغنیمت سب اللہ کی عطا ہے لہٰذا اس کے قانون کو شاق مت سمجھو

اب اللہ تعالیٰ نے جو یہ قانون مال غنیمت کی تقسیم کا مقرر فرما دیا تو مسلمانوں کو تلقین کی جاری ہے کہ تم اس تقسیم میں کچھ پس و پیش نہ کرو اور یہ پانچویں حصہ کا نکالنا کسی پر شاق نہ ہو اور یہ سمجھ لو کہ یہ ساری غنیمت اللہ ہی کی امداد سے تو ہاتھ آئی تو اگر پانچواں حصہ نہ ملا تو کیا ہوا۔ پھر ''یوم بدر'' جس کو آیت میں فیصلہ کا دن فرمایا کہ جس میں حق و باطل کا کھلا ہوا فیصلہ ہو گیا اس دن کے احسان جتلائے جاتے ہیں کہ اس دن حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر فتح و نصرت اتاری فرشتوں کی امدادی کمک بھیجی اور سکون و اطمینان کی کیفیت نازل فرمائی تو جو لوگ خدا پر اور اس کی تائید غیبی پر ایمان رکھتے ہیں ان کو غنیمت میں سے خدا کے نام کا پانچواں حصہ نکالنا بھاری نہیں ہو سکتا۔ جیسے اس دن یعنی یوم بدر میں تم کو مظفر اور منصور کیا وہ قادر ہے کہ آئندہ بھی تم کو غلبہ اور فتوحات عنایت فرمائے۔

مال غنیمت کی تقسیم کا جو قانون اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اسی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ لڑائی کے بعد اعلان فرمادیا کرتے تھے کہ یہ غنیمتیں تمہارے ہی لئے ہیں۔ میری اپنی ذات کا ان میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ بجز خمس کے اور وہ خمس بھی یعنی پانچواں حصہ بھی تمہارے ہی اجتماعی مصالح پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ایک ایک سوئی اور ایک ایک تاگا تک لا کر رکھ دو۔ کوئی چھوٹی یا بڑی چیز چھپا کر نہ رکھو کہ ایسا کرنا شرمناک ہے اور اس کا نتیجہ دوزخ ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد کے موافق مال غنیمت کے معاملہ میں جس دیانت اور امانت کا معاملہ برتا اس کا اندازہ تاریخی واقعات سے بخوبی ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: اپنے راستہ میں ہمیں بھی کفار سے جنگ و جہاد نصیب فرما اور ہمیں اپنی نصرت سے سرخروئی عطا فرما اور کفار کو ذلیل و خوار اور خاسر و ناکام فرما۔ آمین۔

یا اللہ: آپ نے مجھے عافیت بخشی' آپ کے فضل و کرم سے بہت نعمتیں آپ کی کھائیں اور برتیں آپ نے کبھی بھوکا نہیں رکھا' برابر روزی پہنچائی۔ آپ کی ان نعمتوں کے کھانے سے قوت آئی لیکن میں نے اس قوت کو بجائے آپ کی فرمانبرداری کے نافرمانی میں خرچ کیا' کتنے ہی میں نے عیب کیئے۔ آپ نے لوگوں سے پردہ میں رکھا' کبھی آپ کا خوف آیا تو آپ کے امن و عافیت سے دھوکہ کھا گیا اور سمجھا کہ مجھے آپ نہ پکڑیں گے اور آپ کی پکڑ کا خیال بھی آیا تو آپ کے حلم کی طرف دھیان گیا اور کرم کی امید میں گناہ کر بیٹھا۔ اے اللہ! میں ہر ایسے گناہ سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ

اِذْ	اَنْتُمْ	بِالْعُدْوَةِ	الدُّنْيَا	وَهُمْ	بِالْعُدْوَةِ	الْقُصْوٰى	وَالرَّكْبُ	اَسْفَلَ	مِنْكُمْ	وَلَوْ
جب	تم	کنارہ پر	ادھروالا	اور وہ	کنارہ پر	پرلا	اور قافلہ	نیچے	تم سے	اور اگر

یہ وہ وقت تھا کہ جب تم اس میدان کے ادھر والے کنارہ پر تھے اور وہ لوگ اس میدان کے اُدھر والے کنارہ پر تھے اور وہ قافلہ تم سے نیچے کی طرف کو تھا اور اگر

تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ

تَوَاعَدْتُّمْ	لَاخْتَلَفْتُمْ	فِي الْمِيْعٰدِ	وَلٰكِنْ	لِّيَقْضِيَ	اللّٰهُ	اَمْرًا	كَانَ	مَفْعُوْلًا	لِّيَهْلِكَ
تم باہم وعدہ کرتے	البتہ تم اختلاف کرتے	وعدہ میں	اور لیکن	تا کہ پورا کر دے	اللہ	جو کام	تھا	ہو کر رہنے والا	تا کہ ہلاک ہو

تم اور وہ کوئی بات ٹھیراتے تو ضرور اس تقرر کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا لیکن تا کہ وہ کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے تا کہ جس کو برباد ہونا ہے

مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۴۲﴾

مَنْ	هَلَكَ	عَنْ	بَيِّنَةٍ	وَيَحْيٰى	مَنْ	حَيَّ	عَنْ	بَيِّنَةٍ	وَاِنَّ	اللّٰهَ	لَسَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ
جو	ہلاک ہو	سے	دلیل	اور زندہ رہے	جس	زندہ رہنا ہے	سے	دلیل	اور بیشک	اللہ	سننے والا	جاننے والا

وہ نشان آئے پیچھے برباد ہو اور جس کو زندہ ہونا ہے وہ نشان آئے پیچھے زندہ ہو اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں

یاد کرو کہ اللہ نے کیسے مدد کی

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلمانوں کو مختلف طور پر امداد ملی اور اہل ایمان پر متعدد احسانات و انعامات فرمائے گئے۔ اس آیت میں بدر کے مقام پر دونوں جماعتوں اور کفار کے تجارتی قافلہ کی جگہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور جنگ بدر کے اتفاقیہ آنے کی مصلحت ظاہر فرمائی گئی یعنی جنگ بدر صرف اتفاقیہ بات تھی۔ ادھر سے مسلمان تجارتی قافلہ پر حملہ کی نیت سے چلے تھے ادھر سے ابو جہل اور سرداران قریش اپنی جمعیت کو لے کر قافلہ کی حمایت کو نکلے۔ تجارتی قافلہ تین میل کترا کر ساحلی نشیبی حصہ میں ہو کر نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہو گیا ورنہ مسلمانوں کا ارادہ گھر سے نکلتے وقت جنگ کا نہ تھا۔ چنانچہ اس آیت میں مسلمانوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اس دن جس روز دونوں جماعتوں کا مقابلہ ہوا وہ وقت تھا جبکہ تم میدان کے اس کنارے پر تھے جو مدینہ سے قریب تھا جو جنگی حیثیت سے بوجہ پانی نہ ہونے کے اور ریت کی کثرت کے جس میں پاؤں دھنسے جاتے تھے اور چلنا بھی دو بھر تھا نہایت ناموزوں تھا اور وہ مشرکین میدان کے اس کنارہ پر تھے جو مدینہ سے دور تھا جو کہ پانی کی موجودگی اور زمین کے درست ہونے کی وجہ سے جنگی حیثیت سے موزوں تھا اور تجارتی قافلہ نیچے ساحل پر تھا جس سے مشرکین کو کافی مدد پہنچ سکتی تھی اور ان وجوہ سے تمہاری حالت نہایت نازک اور مشرکین کی حالت ہر طرح بہتر تھی اور اس لئے تمہارے غلبہ کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی اور ایسی حالت میں اللہ نے تم کو غلبہ دیا تھا اور تم نے مال غنیمت حاصل کیا تھا پس ہمارے انعام کو یاد کر کے تم کو ہمارے حکم کی تعمیل کرنی چاہئے اور تقسیم مال غنیمت کے متعلق جو قانون مقرر کیا گیا ہے اس میں پس و پیش نہ ہونا چاہئے۔

جنگ بدر کی حکمت

آگے جنگ بدر واقع ہو جانے کے مصالح و حکمت کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ عام دستور اور معمول کے مطابق جنگ کیلئے فریقین اپنے قصد اور مرضی سے کوئی میدان اور تاریخ مقرر کرتے ہیں۔ اگر یہی

صورت یہاں بھی رہنے دی جاتی تو کوئی نہ کوئی فریق کوئی عذر پیدا کر لیتا جس سے مقابلہ کی نوبت نہ آتی اور جو فائدے اس سے اب مشاہدہ میں آرہے ہیں یہ ظہور ہی میں نہ آئے ہوتے اسی لئے حالات تکوینی کا ایسا اجتماع کر دیا گیا کہ مسلمانوں کو قصد وارادہ کے بغیر بھی لڑنا پڑ گیا اور اس سے بہت سے مصالح پورے ہو گئے اور جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دی تا کہ حق کا نشان ظاہر ہو جائے اور دنیا دیکھ لے کہ اس افرادی قوت اور سامان کی کمی کے باوجود مسلمان غالب آئے جو ایک حد تک یہ واضح کرنے کیلئے کافی ہے کہ اسلام حق ہے اس کے بعد جو گمراہ ہوگا وہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد ہوگا جس سے عذاب کا پورا استحقاق ہو جاتا ہے اور عذر کی گنجائش نہیں رہتی اس طرح جس کو ہدایت پانا ہوگا وہ حق کو قبول کر لے گا اور بلاشبہ حق تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں کہ اس حق کی وضاحت کے بعد زبان اور قلب سے کون کفر کرتا ہے اور کون ایمان لاتا ہے۔

دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی

معلوم ہوا کہ جنگ بدر کے اتفاقیہ پیش آ جانے میں اللہ تعالیٰ کی بڑی مصلحت تھی اور جنگ بدر کے نتیجہ میں حقانیت اسلام اور صداقت رسول کو پوری طرح واضح کرنا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس جہاد میں کسی مسلح لشکر سے جنگ کی تیاری کر کے نہ نکلے تھے بلکہ محض کفار قریش کے ایک تجارتی قافلہ کا راستہ روکنے اور ان سے مڈبھیڑ کرنے کے خیال سے صرف تین سو تیرہ اصحابؓ بے سروسامانی کے عالم میں نکل کھڑے ہوئے تھے مگر غیر ارادی طور پر کفار قریش کے ایک ہزار جوانوں کے مسلح لشکر سے مقابلہ ہو گیا۔ قرآن کریم کی اس آیت نے بتلایا کہ ظاہر میں اگرچہ یہ واقعہ اتفاقی حادثہ کی صورت میں پیش آیا لیکن خالق کائنات احکم الحاکمین کی نظر میں اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ تھیں خاص طور سے اس جنگ سے حق تعالیٰ کو دنیا والوں کی تائید غیبی کا کرشمہ دکھلانا منظور تھا جس سے حق و باطل اور کھرے و کھوٹے کا پورا امتیاز ہر سمجھدار انسان کے سامنے آ گیا اور اسلام کی حقانیت اور کفر و شرک کے باطل و مردود ہونے کو کھول کر سامنے رکھ دیا گیا کہ آئندہ جو زندہ رہے وہ دیکھ بھال کر زندہ رہے اور جو ہلاکت میں پڑے وہ بھی دیکھ بھال کر پڑے اور اندھیرے اور مغالطہ میں کوئی نہ رہے۔ غزوہ بدر میں حق واضح ہو جانے کے بعد کسی غلط فہمی کا عذر اور احتمال ہو گیا اب جو اسلام اختیار کرتا ہے وہ دیکھ بھال کر دائمی زندگی اختیار کر رہا ہے اور جو کفر اختیار کرتا ہے وہ دیکھتی آنکھوں ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔ ابھی آگے بھی جنگ بدر کے موقع پر اہل ایمان پر جو حق تعالیٰ نے انعام و احسان فرمایا اس کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ: آپ نے اہل بدر کی امداد فرما کر جس طرح اسلام کی حقانیت کو دنیا پر واضح فرمایا اسی طرح اپنی قدرت سے اب بھی اہل اسلام کی مدد فرمائیں اور اسلام و مسلمین کو کفار کے مقابلہ میں غلبہ اور شوکت عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو بھی اسلام کیلئے اپنی جان و مال کی قربانی پیش کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرما اور آپ ہی کی تائید و توفیق سے ہم سے جو خدمت دین ہو جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما آمین۔

یا اللہ: میں آپ سے ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جو آپ کے غضب کا باعث ہو اور ہر اس گناہ سے بھی جس کو آپ نے منع کیا تھا اور میں کر گزرا اور اس گناہ سے بھی معافی مانگتا ہوں جس کی نحوست میں آپ کی عبادت و اطاعت سے محروم ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ

اِذْ	يُرِيْكَهُمُ	اللّٰهُ	فِيْ	مَنَامِكَ	قَلِيْلًا	وَلَوْ	اَرٰىكَهُمْ	كَثِيْرًا	لَفَشِلْتُمْ	وَ	لَتَنَازَعْتُمْ	فِي الْاَمْرِ
جب	تمہیں دکھایا انہیں	اللہ	میں	تمہارے خواب	تھوڑا	اور اگر	تمہیں دکھاتا انہیں	بہت زیادہ	تو تم بزدلی کرتے	اور	تم جھگڑتے	معاملہ میں

وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے خواب میں آپ کو وہ لوگ کم کر کے دکھلائے اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دکھلا دیتے تو تمہاری ہمتیں ہار

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ

وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	سَلَّمَ	اِنَّهٗ	عَلِيْمٌ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	وَاِذْ	يُرِيْكُمُوْهُمْ	اِذِ	الْتَقَيْتُمْ
اور لیکن	اللہ	بچالیا	بیشک وہ	جاننے والا	دلوں کی بات	اور جب	وہ تمہیں دکھلائے	جب۔تو	تم آمنے سامنے ہوئے

جائیں اور اس امر میں تم میں باہم نزاع ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا بیشک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں جبکہ تم مقابل ہوئے

فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ

فِيْٓ	اَعْيُنِكُمْ	قَلِيْلًا	وَيُقَلِّلُكُمْ	فِيْٓ	اَعْيُنِهِمْ	لِيَقْضِيَ	اللّٰهُ	اَمْرًا	كَانَ	مَفْعُوْلًا
میں	تمہاری آنکھ	تھوڑا	اور تھوڑے دکھلائے تم	میں	اُن کی آنکھیں	تا کہ پورا کردے	اللہ	کام	تھا	ہوکر رہنے والا

اُن لوگوں کو تمہاری نظر میں کم کر کے دکھلا رہے تھے اور انکی نگاہ میں تم کو کم کر کے دکھلا رہے تھے تا کہ جو کام اللہ کو منظور تھا اس کی تکمیل کر دے

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾

وَ	اِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ
اور	طرف	اللہ	لوٹنا۔بازگشت	کام (جمع)

اور سب مقدمے خدا ہی کی طرف رجوع کیے جاویں گے

لڑائی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

ان آیات میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں ایک یہ کہ لڑائی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں نظر آیا کہ کافر تھوڑے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اطلاع صحابہ کو دی۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب سے مقابلہ کی مزید جرأت پیدا ہوگئی اگر ان کی تعداد زیادہ نظر آتی تو کفار کو زیادہ سمجھ کر کوئی لڑنے کی ہمت کرتا کوئی نہ کرتا۔اس طرح اختلاف ہوکر کام میں رکاوٹ پڑ جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں کفار کی تھوڑی تعداد دکھلا کر مسلمانوں کو آپس میں باہمی اختلاف اور کم ہمتی سے بچالیا۔بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جاننے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس بات سے دلوں میں ہمت و شجاعت پیدا ہوتی ہے اور کس بات سے بزدلی اور کم ہمتی۔

مقابلہ کے وقت کافروں کی تعداد کم نظر آئی

دوسری بات یہ بتائی کہ جب کافروں اور مسلمانوں کی صفیں ایک دوسرے کے سامنے آ کر پڑیں۔اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نظروں میں کافروں کی تعداد قلیل کر کے دکھلائی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کے مطابق مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرلیا کہ کافروں کی تعداد ہم سے کم ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا تھا میرے خیال میں کافر ۷۰ ہوں گے۔ساتھی نے جواب نہیں دیا۔کوئی ۱۰۰ ہیں۔اس کے بعد جب ایک قیدی گرفتار ہوکر آیا اور اس سے کافروں کی تعداد پوچھی تو اس نے ہزار بتائی۔اس سے مسلمانوں کی جرأت اور بھی

بڑھ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب ان کو سچ ثابت ہو گیا اور واقع میں بھی سچ تھا کیونکہ جتنے لوگ قریش کی طرف سے میدان جنگ میں آئے تھے ان میں سے اکثر کچھ زمانہ کے بعد مسلمان ہو گئے اس طرح کفر پر قائم رہنے والے بہت ہی کم تھے تو گویا کہ خدا تعالیٰ نے صرف انہی کو خواب میں دکھایا جن بدقسمتوں کی قسمت میں کفر دائمی طور پر لکھا گیا تھا اور وہ تعداد میں کم تھے یا جس وقت آپ نے یہ خواب دیکھا اس وقت کافر تعداد میں کم تھے۔ ہاں خواب کے بعد پھر کفار مکہ سے پہنچ کر مشرکین کی فوج میں شامل ہو گئے۔ بہر حال یہ خواب اپنی جگہ بالکل سچا تھا کیونکہ نبی کا خواب کبھی غلط نہیں ہوتا۔

کافروں کو مسلمانوں کی تعداد کم نظر آئی

تیسری بات یہ بتلائی کہ مقابلہ کے وقت کافروں کی نظر میں مسلمانوں کی تعداد کم نظر آئی اگر کافروں کی نظر میں مسلمانوں کی تعداد بہت دکھائی دیتی تو وہ بھاگ جاتے۔ مقابلہ نہ ہوتا۔ کفر کے ستر سردار قتل نہ ہوتے۔ کفر کی جڑ نہ کٹتی۔ اسلام کا غلبہ نہ دکھائی دیتا۔ ابتدائے جنگ میں ابوجہل مسلمانوں کی جماعت کو دیکھ کر بولا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کیا ہیں۔ ہمارے اونٹوں کا ایک لقمہ ہیں۔ پھر کہا کہ ان لوگوں کے ساتھ ہتھیاروں سے نہ لڑو بلکہ یونہی پکڑ کر ان کی مشکیں باندھ لو اور رسیوں میں باندھ کر مکہ لے چلو۔ بعد ازاں جب لڑائی شروع ہوئی تو اس وقت حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں کی نظر میں دگنا کر دیا کفار یکایک یہ منظر دیکھ کر مبہوت اور شکستہ دل ہو گئے اور شکست کھا گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کو تو ایک کام کا فیصلہ کرنا تھا۔ اسلام کا نمایاں غلبہ اور کفر کا کمزور کرنا مقصود تھا اور ہمیشہ کیلئے اسلام کی بنیاد قائم کرنی تھی۔ اس لئے یہ تدبیر فرمائی اور تمام کاموں کا مرجع حق تعالیٰ ہی ہیں۔ اس لئے یہ تمام کام انہی کے کرنے کے تھے اور انہوں نے ہی کئے۔ اسباب کی تاثیر اسی کے ہاتھ میں ہے پس وہ اگر اپنی قدرت کاملہ سے کسی وقت اپنے ہی پیدا کئے ہوئے اسباب کو توڑ پھوڑ کر کوئی کرشمہ ظاہر فرمائے تو وہ نا قابل تعجب اور نہ محل تردد ہے۔ اسباب بالذات موثر نہیں بلکہ اسباب کی تاثیر اس کے ارادہ اور مشیت کے تابع ہے کیونکہ وہ مسبب الاسباب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تھوڑے آدمی نگاہ میں بہت معلوم ہوں یا بہت آدمی تھوڑے نظر آئیں۔ اس قسم کے خوارق عادت اور کرشمہائے قدرت کا ظہور کوئی عجیب نہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرت سے ابتداء جنگ میں مسلمان کافروں کی نظروں میں تھوڑے دکھلائی دیئے اور واقع میں بھی مسلمانوں کی تعداد تھوڑی ہی تھی لیکن جب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی اور آسمان سے ملائکہ کا لشکر مسلمانوں کی مدد کیلئے پہنچا تو اس وقت مسلمان کفار کی نظروں میں دگنے نظر آنے لگے جیسا کہ سورہ آل عمران میں ذکر کیا گیا اور یہ تمام انعامات اسی لئے بتائے اور سنائے جا رہے ہیں کہ ان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کے حکم کو مانا جائے اس کی قدرت کو سمجھا جائے اور اسی کی ذات عالی پر بھروسہ کیا جائے اور اسی کی امداد پر تکیہ کیا جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: اپنی قدرت سے مسلمانوں کی امداد کی غیبی صورتیں ظاہر فرما۔ یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں کہیں کافروں اور مسلمانوں میں مقابلہ کی صورت ہے یا اللہ کافروں کو مغلوب فرما۔ اہل اسلام کو غالب فرما اور اپنی قدرت اور تدبیر سے مسلمانوں کی نصرت و امداد فرما اور دشمنان دین کی چالوں اور تدبیروں کو ملیامیٹ فرما۔ یا اللہ: میں ہر اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کی مخلوق میں سے کسی کو گناہ میں لگا دیا ہو حیلہ و حوالہ کر کے اس کو گناہ کی بات میں پھنسا دیا ہو یا اسے تو اس گناہ کی بات کا علم نہ تھا میرے بتانے سے اس نے گناہ کو مانا اور کیا' کسی کے گناہ کا باعث ہوا ہوں' کل قیامت کے روز ان گناہوں کو لے کر کس طرح سامنے آؤں گا۔ الٰہی! مجھے اور میرے ہر ایسے گناہ کو معاف فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۴۵

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا	اِذَا	لَقِيْتُمْ	فِئَةً	فَاثْبُتُوْا	وَاذْكُرُوْا	اللّٰهَ	كَثِيْرًا	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
اے	ایمان والے	جب	تمہارا آمنا سامنا ہو	کوئی جماعت	تو ثابت قدم رہو	اور یاد کرو	اللہ	بکثرت	تاکہ تم	فلاح پاؤ

اے ایمان والو جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو گے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

وَاَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَ	لَا تَنَازَعُوْا	فَتَفْشَلُوْا	وَتَذْهَبَ	رِيْحُكُمْ	وَاصْبِرُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ
اور اطاعت کرو	اللہ	اور اسکا رسول	اور	آپس میں جھگڑا نہ کرو	پس بزدل ہو جاؤ گے	اور جاتی رہے گی	تمہاری ہوا	اور صبر کرو	بیشک	اللہ

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جاوے گی اور صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۴۶ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۤءَ النَّاسِ

مَعَ	الصّٰبِرِيْنَ	وَلَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	خَرَجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ	بَطَرًا	وَ	رِئَاۤءَ	النَّاسِ
ساتھ	صبر کرنیوالے	اور نہ ہو جانا	انکی طرح جو	نکلے	سے	اپنے گھروں	اتراتے	اور	دکھاوا	لوگ

والوں کے ساتھ ہیں۔ اور ان لوگوں کے مشابہ مت ہونا کہ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۴۷

	وَيَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	مُحِيْطٌ	
	اور روکتے	سے	راستہ	اللہ	اور اللہ	سے-جو	وہ کرتے ہیں	احاطہ کئے ہوئے	

اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہیں

فتح ونصرت الٰہی کی پہلی شرط: استقامت

ان آیات میں ایمان والوں کو مخاطب فرما کر حق تعالیٰ نے چھ باتوں کی تعلیم فرمائی ہے کہ جو فتح وکامیابی کا سرچشمہ ہیں:

پہلی بات یہ فرمائی کہ جب کفار کے لشکر سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔ احادیث میں روایت ہے کہ بعض لڑائیوں میں جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتظر رہے جب آفتاب ڈھل گیا تو فرمایا لوگو دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ سے عافیت کی دعا مانگتے رہو لیکن جب دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے اور تم ان سے بھڑ جاؤ تو پھر صبر اور ثبات قلب کے ساتھ ثابت قدم رہو اور یقین جانو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے۔

دوسری شرط: یاد الٰہی کی کثرت

دوسری ہدایت اللہ کو بکثرت یاد کرنے کی دی جا رہی ہے۔ ذکر اللہ میں نماز، دعا، تکبیر وغیرہ سب شامل ہیں۔ ذکر اللہ کی تاثیر یہ ہے کہ ذاکر کا دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے جس کی جہاد میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا۔ تمام قرآن کریم میں سوائے ذکر اللہ کے اور کسی عبادت کو کثرت کے ساتھ کرنے کا حکم نہیں دیا اور پھر ذکر اللہ کیلئے کوئی شرط و پابندی وضو طہارت، پاکی ناپاکی لباس، قبلہ رخ وغیرہ وغیرہ کی بھی نہیں لگائی

گئی۔ ایک مومن ہر حال میں ذکر اللہ کر سکتا ہے اور ذکر اللہ صرف زبان یا دل سے ذکر کرنے ہی کو نہیں کہتے بلکہ جو کام بھی شریعت اسلامیہ کے موافق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں کیا جائے وہ بھی ذکر اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

تیسری ہدایت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی دی جارہی ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہنا ماننے کیلئے دل وجان سے تیار ہو جائیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تو ہمیشہ اور ہر حال میں واجب ہے یہاں اس کی تاکید سے مراد یہ ہے کہ حالت جہاد میں بھی احکام شریعت کے دائرہ سے قدم ذرا بھی باہر نہ نکلے۔ اطاعت کی برکت سے فتح نصیب ہوگی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باوجود بے سروسامانی کے فارس اور روم جیسی عظیم سلطنتوں پر جو فتح نصیب ہوئی وہ اسی اطاعت کی برکت تھی۔

چوتھی شرط: باہمی نزاع سے بچو

چوتھی ہدایت باہمی نزاعات سے بچنے کی دی جارہی ہے یعنی آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑے اور اختلاف بالکل نہ پھیلاؤ اگر ایسا کیا تو تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی ہوا اکھڑ جائے گی دشمنوں کے دل پر تمہاری دھاک نہ رہے گی اور تمہارے بداندیش تم پر غالب آجائیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ جس لشکر میں اختلاف اور باہم عناد و پھوٹ ہو اس کو فتح یابی حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح جس قوم میں باہم مخالفت ہو اس کو عزت وشوکت نہیں مل سکتی۔

نزاع سے بچنے کا نسخہ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے ''کہ نزاع اور جھگڑوں سے بچنے کا کامیاب نسخہ واصبروا یعنی صبر کو لازم پکڑو بتلایا گیا ہے اور بیان اس کا یہ ہے کہ کوئی جماعت کتنی ہی متحد الخیال اور متحد المقصد ہو مگر افراد انسانی کی طبعی خصوصیات ضرور مختلف ہوا کرتی ہیں۔ نیز کسی مقصد کیلئے سعی اور کوشش میں اہل عقل و تجربہ کی رایوں کا اختلاف بھی ناگزیر ہے۔ اس لئے دوسروں کے ساتھ چلنے اور ان کو ساتھ رکھنے کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آدمی خلاف طبع امور پر صبر کرنے اور نظر انداز کرنے کا عادی ہو۔

پانچویں شرط: صبر

پانچویں ہدایت صبر سے کام لینے کی دی جارہی ہے یعنی جو سختیاں اور شدائد جہاد کے وقت پیش آئیں ان کو صبر واستقامت سے برداشت کرو۔ بھوک پیاس' جفاکشی اور محنت غرض ہر قسم کی تکلیف میں صابر رہو۔ نہ دشمن کی قوت کو دیکھ کر بھاگو نہ مالی لالچ میں آکر ٹوٹ جاؤ۔ نہ بھوک پیاس اور جفاکشی سے جی چراؤ کیونکہ اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ ان کا رفیق ہوتا ہے۔

چھٹی شرط: نمود ونمائش سے پرہیز رکھو

چھٹی تعلیم وہدایت یہ دی گئی کہ گھمنڈ اور نمائش کرنے والے کافروں کا سا چلن اختیار نہ کرو۔ اس میں اشارہ ہے کفار قریش کی طرف جن کا لشکر مکہ سے بڑی دھوم دھام اور باجے گاجے کے ساتھ نکلا تھا تاکہ مسلمان مرعوب ہو جائیں اور دوسرے قبائل عرب پر مشرکین کی دھاک بیٹھ جائے۔ راستہ میں ابوجہل کو ابوسفیان کا پیام پہنچا کہ ہمارا تجارتی قافلہ سخت خطرہ سے بچ نکلا ہے اب تم مکہ کو لوٹ جاؤ۔ ابوجہل نے نہایت غرور سے کہا کہ ہم اس وقت واپس جاسکتے ہیں جبکہ بدر کے چشمہ پر پہنچ کر مجلس طرب ونشاط منعقد کرلیں۔ گانے والی عورتیں خوشی اور کامیابی کے گیت گائیں۔ شرابیں پئیں مزے اڑائیں اور تین روز تک اونٹ ذبح کر کے قبائل عرب کی ضیافت کا انتظام کریں تاکہ یہ دن عرب میں ہمیشہ کیلئے ہماری یادگار رہے اور آئندہ کیلئے ان مٹھی بھر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں کہ پھر کبھی ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ کریں لیکن اسے کیا خبر تھی کہ جو منصوبے باندھے جارہے ہیں اور جو تجویزیں سوچی جارہی ہیں وہ سب خدا کے قابو میں ہیں چلنے دے یا نہ چلنے دے بلکہ چاہے تو ان

ہی پر پلٹ دے چنانچہ یہی ہوا۔ بدر میں جام شراب کی جگہ انہیں موت کا پیالہ پینا پڑا محفل سرور ونشاط کو منعقد نہ کر سکے ہاں نوحہ و ماتم کی صفیں بدر سے مکہ تک بچھ گئیں۔ جو مال تفاخر ونمائش میں خرچ کرنا چاہتے تھے وہ مسلمانوں کیلئے لقمہ غنیمت بنا۔ بہر حال مسلمانوں کو آگاہ فرمایا کہ جہاد محض ہنگامہ کشت وخون کا نام نہیں بلکہ عظیم الشان عبادت ہے۔ عبادت اترادے یا دکھاوے کو کرے تو ہرگز قبول نہیں لہٰذا تم فخر وغرور اور نمود ونمائش میں کفار کی چال مت چلو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان احکام میں ایسے پورے اترے کہ ان کے کارنامے رہتی دنیا تک کیلئے بے مثال ہو گئے۔ یہی شجاعت، یہی اطاعت رسول، یہی صبر واستقلال تھا جس کے باعث نصرت خداوندی ان کے شامل حال تھی اور بہت ہی کم مدت میں باوجود تعداد اور اسباب کی کمی کے مشرق ومغرب کو فتح کر لیا اور نہ صرف لوگوں کے ملکوں ہی کے مالک بنے بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر کے خدا کی طرف لگا دیا۔ عربی، عجمی، رومی، فارسی، ترکی، حبشی، مصری غرض دنیا کا بیشتر حصہ سرنگین کر لیا۔ اللہ کے کلمہ کو بلند کیا۔ دین حق کو پھیلا دیا اور اسلامی حکومت کو دنیا کے کونے کونے میں جما دیا اور تیس سال کے مختصر عرصہ میں دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے خلوص ثابت قدمی، نیک نیتی ذکر اللہ کی کثرت اتحاد واتفاق اور اطاعت رسول کا کوئی حصہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم کو اور روئے زمین کے مسلمانوں کو ان قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ جہاں جہاں مسلمان کفار کے تسلط کے باعث پریشان خاطر ہیں اللہ تعالیٰ ان کی حمایت ونصرت فرمائیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو سربلندی عطا فرمائیں آمین۔

یا اللہ: میں ہر ایسے گناہ سے پناہ چاہتا ہوں جو گمراہی اور کفر کی طرف لے جائے، راہ سے بے راہ کر دے، لوگوں میں بے وقار کر دے، دنیا وآخرت میں رسوائی ہو جائے اور ویگر ایسے گناہ کر گزرا تو الٰہی مجھے معاف فرما دے۔

اے اللہ! ایسے گناہ کہ جن کے ارتکاب سے میں نے اپنے جسم کو تھکا دیا اور مخلوق سے پردہ کرتا رہا لیکن ہائے تجھ سے پردہ نہ ہو سکتا تھا لیکن تجھ سے پردہ میں ہو جانے کا خیال بھی نہ آیا۔

اس کے باوجود کہ آپ مجھ کو رسوا کر سکتے تھے مجھے رسوائی سے بچا لیا اور حقیقت میں آپ کے سوا اور کون ایسا ہے کہ گناہ دیکھتا ہو اور پردہ پوشی کرتا ہو۔ اے اللہ! میرے ہر گناہ کو معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَاغَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ

وَاِذْ	زَیَّنَ	لَهُمُ	الشَّیْطٰنُ	اَعْمَالَهُمْ	وَقَالَ	لَاغَالِبَ	لَكُمُ	الْیَوْمَ	مِنَ	النَّاسِ	وَاِنِّیْ
اور جب	خوشنما کردیا	ان کیلئے	شیطان	اُنکے کام	اور کہا	کوئی غالب نہیں	تمہارے لئے - تم پر	آج	سے	لوگ	اور بیشک میں

اور اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے جب کہ شیطان نے انکو انکے اعمال خوشنما کر کے دکھلائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں

جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَیْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْ

جَارٌ	لَّكُمْ	فَلَمَّا	تَرَآءَتِ	الْفِئَتٰنِ	نَكَصَ	عَلٰى	عَقِبَیْهِ	وَقَالَ	اِنِّیْ	بَرِیْٓءٌ	مِّنْكُمْ	اِنِّیْ
رفیق	تمہارا	پھر جب	آمنے سامنے ہوئے	دونوں لشکر	اُلٹا پھر گیا وہ	پر	اپنی ایڑیاں	اور بولا	بیشک میں	جدا لاتعلق	تم سے	میں بیشک

اور میں تمہارا حامی ہوں پھر جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں میں ان

اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ؀۴۸ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

اَرٰى	مَا	لَا تَرَوْنَ	اِنِّیْ	اَخَافُ	اللّٰهَ	وَاللّٰهُ	شَدِیْدُ	الْعِقَابِ	اِذْ	یَقُوْلُ	الْمُنٰفِقُوْنَ
دیکھتا ہوں	جو	تم نہیں دیکھتے	میں بیشک	ڈرتا ہوں	اللہ	اور اللہ	سخت	عذاب	جب	کہنے لگے	منافق - جمع

چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں میں تو خدا سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب منافقین

وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ۭ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

وَ	الَّذِیْنَ	فِیْ قُلُوْبِهِمْ	مَرَضٌ	غَرَّ	هٰٓؤُلَآءِ	دِیْنُهُمْ	وَمَنْ	یَتَوَكَّلْ	عَلَى اللّٰهِ
اور	وہ جو کہ	ان کے دلوں میں	مرض	مغرور کردیا	انہیں	ان کا دین	اور جو	بھروسہ کرے	اللہ پر

اور جن کے دلوں میں بیماری تھی یوں کہتے تھے کہ ان لوگوں کو انکے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ؀۴۹	فَاِنَّ	اللّٰهَ	عَزِیْزٌ	حَكِیْمٌ
تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں	تو بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا

شیطان کی چالبازیاں

یہاں پہلی آیت میں شیطانی فریب کا پردہ چاک کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب مشرکین مکہ سے باجے گاجے اور فخر ونمود کے ساتھ بدر کی طرف چلے تھے تو شیطان لعین ان کا پشت پناہ بنا ہوا تھا۔ انہیں پھسلا رہا تھا اور ان کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ بھلا تمہیں کون ہرا سکتا ہے۔ آج لوگوں میں کوئی نہیں جو تم پر غالب آسکے۔ میں تمہارا حمایتی ہوں۔ بے فکر رہو۔ شیطان کا کام بھی یہی ہے کہ جھوٹے وعدے دے۔ نہ ہوتی امیدیں دلائے اور دھوکہ کے جال میں پھنسائے جب شیطان نے انکے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوشنما کر کے دکھلائے اور مسلمانوں سے گتھ جانے کیلئے ابھار دیا اور مشرکوں کے دلوں میں ڈالتا رہا کہ بس تم بازی لے گئے لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ شروع ہوا اور اس خبیث کی نظریں فرشتوں پر پڑیں جو مسلمانوں کی امداد کیلئے بدر میں نازل ہوئے تھے تو شیطان کفار کو چھوڑ کر یہ کہتا ہوا الٹے پاؤں بھاگا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ

نہیں۔ تم جانو تمہارا کام۔ میں اب تمہارے ساتھ نہیں ٹھہر سکتا میں اپنی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تمہیں سجھائی نہیں دیتا۔ میرا ڈر کے مارے دم نکلا جا رہا ہے۔ اللہ کے غضب کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا میری تو کیا مجال ہے۔ اس کا عذاب بہت ہی سخت ہے۔

شیطان نے سرداران قریش کو کیسے ورغلایا

اس آیت کی تفسیر میں علمائے مفسرین کے دو قول ہیں بعض مفسرین نے تو آیت سے مراد مجازی معنی لئے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ شیطان مجسم ہو کر سامنے نہیں آیا تھا بلکہ اس نے وسوسہ اندازی کی تھی اور قریش کے دلوں میں یہ وسوسہ اور خیال پیدا کیا تھا کہ آج تم مغلوب نہیں ہو سکتے۔ تمہاری تعداد بہت اور ساز و سامان بکثرت ہے۔ تمہارا لشکر بڑا آراستہ اور پیراستہ ہے۔ بعض مفسرین نے آیت سے حقیقی معنی مراد لئے ہیں کہ شیطان نے ان سے واقعی یہ قول کہا تھا اور اس کی صورت مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ قریش مکہ کی قبیلہ بنو کنانہ سے ہمیشہ کی چھیڑ چھاڑ اور دشمنی تھی۔ جس وقت قریش کا لشکر مٹھی بھر مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے نکلا تو ان کو یہ خطرہ دامن گیر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنو کنانہ ہماری راہ میں رکاوٹ بنیں۔ شیطان نے یہ سوچ کر کہ کہیں قریش اس خطرہ کی وجہ سے مسلمانوں کے مقابلے سے ہٹ نہ جائیں فوراً بنو کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں خود کو پیش کیا اور قریش کو خوب بہکایا اور حمایت کا یقین دلایا اور کہا کہ تم گھبراؤ نہیں بنی کنانہ کی طرف سے تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اس کا میں ذمہ دار ہوں اور تم میری پناہ میں ہو آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ اس طرح اس نے ابو جہل وغیرہ کو اطمینان دلایا اور مسلمانوں سے جنگ پر آمادہ کیا۔ بالآخر جب کفار نے شکست کھائی اور بدر کے بھگوڑے جب مکہ واپس پہنچے تو وہاں جا کر یہ کہا کہ ہم کو سراقہ نے شکست دلائی۔ جب یہ خبر سراقہ کے پاس پہنچی تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے تو اتنی بھی خبر نہیں کہ تم لڑائی کے ارادہ سے کب نکلے تھے جب تم ہاں شکست کھا کر واپس آئے اس وقت مجھ کو تمہاری لڑائی اور شکست کا حال معلوم ہوا۔ قریش نے کہا کہ کیا تو فلاں فلاں دن ہمارے پاس نہیں آیا تھا؟ اور کیا تو نے ہم سے یہ باتیں نہیں کی تھیں؟ اس نے قسم کھائی کہ مجھے ان باتوں کی ذرا بھی خبر نہیں۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ شیطان ابلیس تھا جو سراقہ کی شکل میں ظاہر ہوا تھا۔ تو جن مفسرین نے آیت کے حقیقی اور ظاہری معنی لئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ شیطان اور جنات کو اپنی شکل مختلف انداز میں بدلنے کی قدرت خداوند تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے جیسے گرگٹ لحظہ بلحظہ رنگ بدلتا ہے بس اسی طرح ان مخلوقات کو بھی اپنی صورتوں کے بدلنے پر منجانب اللہ قدرت حاصل ہے۔ بہرحال شیطان در پردہ ہر قسم کے وسوسہ پیدا کرتا ہے اور خیالات بدلتا ہے اور آدمی کی شکل میں بھی آ کر شیطنت کرتا ہے۔ لیکن جب اپنا کام کر چکتا ہے تو اپنا ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور تمام الزام آدمی کے سر تھوپ دیتا ہے۔

منافقوں سے شیطان کی چکر بازی

آگے دوسری آیت زیر تفسیر میں بتلایا جاتا ہے کہ تزئین شیطانی کفار مکہ ہی میں منحصر نہیں بلکہ مدینہ کے منافقین بھی اس میں مبتلا ہیں اور ان کے دل میں جو نفاق بیماری ہے وہ اسی تزئین شیطانی کا اثر ہے۔ معرکہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی تھوڑی جمعیت اور بے سرو سامانی اور اسی پر ایسی شجاعت اور دلیری دیکھتے ہوئے مدینہ کے منافقین جو مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے اور جن پر کفار کی ظاہری طمطراق کا بڑا رعب تھا وہ مسلمانوں کی بابت کہنے لگے تھے کہ یہ مسلمان اپنے دین اور حقانیت کے خیال میں مغرور ہیں جو اس طرح اپنے کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں۔ کہاں ۳۱۳ ٹوٹے پھوٹے مسلمان اور کہاں ہزار جنگجو اور بہادر قریش جو یہ ان سے لڑنے چلے ہیں ان کی شامت نے دھکا دیا ہے جو یہ ان سے جا کر بھڑ رہے ہیں۔

شیطانی وسوسہ کا جواب

اس آیت میں حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ مسلمانوں کا غرور نہیں بلکہ خدا پر توکل ہے اور جو حق تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے اور اس کیلئے کافی ہو جاتا ہے اور جس کو خدا کی زبردست قدرت پر اعتماد ہو وہ یقین رکھے کہ جو کچھ ادھر سے ہوگا

عین حکمت وصواب ہوگا وہ حق کے معاملہ میں ایسا ہی بے جگر اور دلیر ہو جاتا ہے اور اللہ وہم وگمان سے بڑھ کر اسکی مدد کرے گا کیونکہ اللہ عزیز بھی ہے یعنی وہ سب سے زیادہ زبردست ہے۔ اس کے مقابلہ میں سب ہیچ ہیں اور وہ حکیم بھی ہے وہ ہر بات کی حقیقت سے واقف ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی حکمت کے مطابق کرتا ہے اس کے حکم بردار بندے اس پر بھروسہ کر کے بے فکر ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے سب کام بنا دیتا ہے اور اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے بے سرو سامان دوستوں کو دشمنوں کے لشکر جرار پر فتح دے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم کو بھی اپنی ذات پاک پر توکل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور توکل کرنے والوں کو اللہ پاک کی جو نصرت اور حمایت حاصل ہوتی ہے یا اللہ وہی نصرت وحمایت ہم کو بھی عطا فرمائیں۔ دین واسلام کی باتوں میں شک وتردد جو منافقانہ خصلت ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔ یا اللہ اپنے وعدوں پر ہم کو پورا ایمان ویقین نصیب فرمایئے اور ان میں کسی شک وتردد سے ہم کو بچایئے آمین۔

یا اللہ: میں تو نافرمانی کرتا رہا لیکن آپ نے اپنے حلم سے مجھے ڈھیل دیدی' مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھے چھوڑے رکھا' اس بداعمالی کے ساتھ میں نے جو مانگا آپ نے دیدیا۔ آپ کا کہاں تک شکرادا کروں' مجھ پر میرے دشمنوں نے خفیہ وعلانیہ حملے کئے مجھے ایذا پہنچانی چاہی لیکن آپ نے مجھے ان سے ان کے حملوں سے بچالیا اور مجھے رسوا نہ ہونے دیا۔ آپ نے مجھ گنہگار وعاصی کی اس طرح مدد کی جیسے آپ اپنے اطاعت گزار بندوں کی مدد فرماتے ہیں مجھے اس طرح رکھا جیسے اپنے پسندیدہ بندوں کو رکھا کرتے ہیں لیکن اے پروردگار! اس کرم کے ہوتے ہوئے بھی میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا اور باز نہ آیا' الٰہی! مجھے محض اپنے فضل وکرم سے بخش دیجئے۔

اے پروردگار! میں نے کتنی بار توبہ کی' قسمیں کھائیں' واسطے دیئے کہ اب یہ گناہ نہ کروں گا لیکن جب شیطان نے اس گناہ کی طرف دعوت دی' مجھے میرے نفس نے اس کو مزین کر کے سامنے کیا تو میں نے بے دھڑک اس گناہ کا ارتکاب کیا۔ افسوس مجھے لوگوں سے تو حیا آئی لیکن آپ سے کبھی حیا نہ کی کہ آپ ہر وقت دیکھنے اور خبر رکھنے والے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ سے کہاں چھپ سکتا ہوں نہ کوئی مکان' نہ اندھیرا' نہ کوئی حیلہ وتدبیر آپ سے اوجھل کرسکتا ہے۔ افسوس میری اس جرأت پر کہ جس کام کو آپ نے منع کیا تھا میں نے جان کے بھی مخالفت کی پھر بھی آپ نے پردہ فاش نہ کیا بلکہ اپنے بندوں میں اس طرح شامل رکھا کہ گویا میں بھی آپ کا فرمانبردار بندہ ہوں۔ ان گناہوں سے شرمندہ ہوں کہ ان کو سوائے آپ کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ چاہتے گناہ کرنے کے بعد کوئی نشان چہرے پر لگا دیتے لیکن اے اللہ! تو نے نیکیوں کا سا چہرہ بنائے رکھا' لوگوں کی نگاہ میں باعزت رہا۔ لوگ مجھے اپنے نزدیک اچھا ہی سمجھتے رہے ورنہ میں تو جیسا تھا آپ کے علم میں ہے' یہ محض آپ ہی کا فضل وکرم تھا۔ الٰہی! ایسے سب گناہ میرے بخش دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا

وَلَوْ	تَرٰۤى	اِذْ	یَتَوَفَّى	الَّذِیْنَ كَفَرُوا	الْمَلٰٓئِكَةُ	یَضْرِبُوْنَ	وُجُوْهَهُمْ	وَ اَدْبَارَهُمْ	وَ ذُوْقُوْا
اور اگر	تو دیکھے	جب	جان نکالتے ہیں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	فرشتے	مارتے ہیں	ان کے چہرے	اور انکی پیٹھ (جمع)	اور چکھو

اور اگر آپ دیکھیں جبکہ فرشتے ان کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں انکے منہ پر اور انکی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ آگ

عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿٥٠﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿٥١﴾

عَذَابَ	الْحَرِیْقِ	ذٰلِكَ	بِمَا	قَدَّمَتْ	اَیْدِیْكُمْ	وَ اَنَّ	اللّٰهَ	لَیْسَ	بِظَلَّامٍ	لِّلْعَبِیْدِ
عذاب	بھڑکتا ہوا-دوزخ	یہ	بدلہ جو	آگے بھیجے	تمہارے ہاتھ	اور یہ کہ	اللہ	نہیں	ظلم کرنیوالا	بندوں پر

کی سزا جھیلنا۔ یہ عذاب ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنیوالے نہیں

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ

كَدَاْبِ	اٰلِ فِرْعَوْنَ	وَ الَّذِیْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	كَفَرُوْا	بِاٰیٰتِ اللّٰهِ	فَاَخَذَهُمُ	اللّٰهُ	بِذُنُوْبِهِمْ
جیسا کہ دستور	فرعون والے	اور جو لوگ	ان سے پہلے	انہوں نے انکار کیا	اللہ کی آیتوں کا	تو انہیں پکڑا	اللہ	انکے گناہوں پر

انکی حالت ایسی ہے جیسے فرعون والوں کی اور ان سے پہلے کے لوگوں کی حالت تھی کہ انہوں نے آیات الٰہیہ کا انکار کیا سو خدا تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر انکو پکڑ لیا

اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا

اِنَّ	اللّٰهَ	قَوِیٌّ	شَدِیْدُ	الْعِقَابِ	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	لَمْ یَكُ	مُغَیِّرًا	نِعْمَةً	اَنْعَمَهَا
بیشک	اللہ	قوت والا	سخت	عذاب	یہ	اس لئے	کہ اللہ	نہیں ہے	بدلنے والا	کوئی نعمت	اسے دی

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں۔ یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے

عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿٥٣﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ

عَلٰى قَوْمٍ	حَتّٰى	یُغَیِّرُوْا	مَا	بِاَنْفُسِهِمْ	وَ اَنَّ	اللّٰهَ	سَمِیْعٌ	عَلِیْمٌ	كَدَاْبِ	اٰلِ فِرْعَوْنَ
کسی قوم کو	جب تک	وہ بدلیں	جو	انکے دلوں میں	اور یہ کہ	اللہ	سننے والا	جاننے والا	جیسا کہ دستور	فرعون والے

جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں۔ انکی حالت فرعون والوں

وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ

وَ	الَّذِیْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	كَذَّبُوْا	بِاٰیٰتِ	رَبِّهِمْ	فَاَهْلَكْنٰهُمْ	بِذُنُوْبِهِمْ	وَ اَغْرَقْنَا
اور	وہ لوگ جو	ان سے پہلے	انہوں نے جھٹلایا	آیتوں کو	اپنا رب	تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا	انکے گناہوں کے سبب	اور ہم نے غرق کر دیا

اور ان سے پہلے والوں کی سی حالت ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا اس پر ہم نے اُن کو انکے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا

31

	اٰلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۵۴	اٰلَ فِرْعَوْنَ	وَكُلٌّ	كَانُوْا	ظٰلِمِيْنَ	
	اور فرعون والوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے	فرعون والے	اور سب	تھے	ظالم	

موت کے وقت اور موت کے بعد کفار کی حالت

اگرچہ بعض مفسرین نے ان آیات کو بھی بدر کے واقعہ میں داخل کیا ہے۔یعنی اس وقت جو کافر مارے جا رہے تھے ان کے ساتھ فرشتوں کا یہ معاملہ تھا مگر الفاظ عام ہیں۔اللہ تعالیٰ نے کفار بدر کی تخصیص نہیں فرمائی اس لئے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ ہر کافر کا مرتے وقت یہی حال ہوتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار جو ناحق حق کی مخالفت پر کمربستہ ہیں ان کی یہ حالت اسی وقت تک ہے جب تک یہ لوگ زندہ ہیں اور کاش اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان کی حالت اس وقت دیکھیں جبکہ فرشتے ان کافروں کی روح یوں قبض کرتے ہیں کہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر کوڑے یا آگ کے گرز مارتے ہیں اور ساتھ ہی یہ کہتے جاتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں جب آگ میں جلنا پڑے گا تب حقیقت کھلے گی اور یہ سب تمہارے کرتوت کی سزا ہے ورنہ خدا کے یہاں ظلم کی کوئی صورت نہیں۔پس نہ پوچھو کہ اس وقت انکی کیا حالت ہوگی او وہ اپنی حرکات پر کیسے کیسے نادم ہوں گے اور ان پر کیسا کیسا پچھتائیں گے۔تو ان آیات سے اور قرآن مجید کی دوسری آیات سے اور بہت سی احادیث سے موت اور اس کے بعد عالم برزخ میں کفار کو عذاب ہونا ثابت ہے مگر اس کا تعلق عالم غیب سے ہے اور اس عالم دنیا سے نہیں۔اس لئے عام طور پر آنکھوں سے دیکھا نہیں جاتا۔

کفار مکہ کا حالت فرعونیوں جیسا ہے

آگے مکہ کے کافروں کے طرز عمل کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ دین حق اور نبی برحق کی تکذیب اور عداوت میں ان کا وہی طور طرق ہے جو فرعونیوں کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا اور فرعونیوں سے پہلے جیسے تمام سرکشوں اور کافروں نے اپنے اپنے پیغمبروں کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔انہوں نے ان باتوں کو جو اللہ نے اپنے رسول کی معرفت نہیں بتائیں نہ مانا۔اللہ کے احکام سے سرتابی کی اور آیات الٰہیہ کی تکذیب کی اور اس کے انبیاء سے جنگ کرنے پر مصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جرائم کی پاداش میں ان کی گرفت کی اور ان کے گناہوں کے سبب ان کو پکڑ لیا۔یہی حال کفار و مقتولین بدر کا ہوا کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو نہ مانا اور دنیا ہی میں قتل وقید کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔بے شک اللہ تعالیٰ بڑا قوی ہے اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔اس کو ہر طرح کی طاقت ہے اور کسی کی طاقت اس کے سامنے نہیں چل سکتی۔

کفار مکہ کی محرومی

اور یہ عذاب جو ان لوگوں پر ان کے جرائم کی پاداش میں نازل ہوا اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو نعمت کسی قوم کو دے دیتا ہے وہ اس کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنے حالات کو نہ بدلیں یعنی خدا تعالیٰ نے اہل مکہ کو یہ نعمت دی کہ ان کی ہدایت کیلئے اشرف الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان میں بھیجا اور ان کو عقل وفہم اور قبول حق کی استعداد عطاء کی پس جب ان لوگوں نے خدا کی اس عظیم الشان نعمت کی ناشکری کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا تو اللہ نے ان سے اس نعمت کو چھین لیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے نکل کر انصار مدینہ میں چلے گئے اور یہ لوگ نور ہدایت سے محروم ہو گئے۔نیز ان کفار مکہ نے اپنے حالات درست کرنے کے بجائے پہلے سے بھی زیادہ گندے اور خبیث کر لئے کہ صلہ رحمی کو چھوڑ کر مسلمان ہو جانے والے اپنے بھائی بھتیجوں پر وحشیانہ مظالم کرنے لگے مہمان نوازی کے بجائے مسلمانوں پر آب ودانہ بند کر کے ان کا بائیکاٹ کیا اور اس بات کے عہد نامہ لکھے گئے اللہ کے گھر بیت اللہ میں مسلمانوں کو عبادت سے منع کرنے لگے اور حرم میں ان کو داخل

ہونے سے روکنے لگے تو جب کفار قریش نے اپنے حالات کو بدلا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی نعمتوں کو چھین لیا اوران کی اس زوال نعمت میں وہی حالت ہوئی جو فرعونیوں اوران سے پہلے کافروں کی ہوئی تھی کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کیا۔ کسی کو زمین میں دھنسا کر' کسی کو زلزلہ سے' کسی کو ہوا سے' کسی کو پتھر برسا کر اور فرعونیوں کو بحر قلزم میں غرق کر کے دکھا دیا اور جو نعمتیں انکو دے رکھی تھیں وہ سب چھین لیں نہ انکے وہ محلات رہے نہ باغات رہے۔ نہ وہ نہریں اور کھیتیاں رہیں اور وہ اگلے پچھلے سب ہی ظالم تھے۔ اللہ نے ان پر کوئی ظلم و ستم نہیں کیا بلکہ ان بدبختوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا کہ خدا سے مقابلہ کی ٹھانی۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ نہ کرتے تو خدا ان سے اپنی دی ہوئی نعمتیں نہ چھینتا۔

اقوام کی ترقی وتنزلی کا قانون

یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک ضابطہ قدرت اور قانون فطرت بیان فرمایا ہے کہ عادت الٰہی یونہی اور قانون عدل اسی طور پر نافذ ہے کہ جو قوم اپنی حالت خود بدل لیتی ہے خداداد نعمت کا شکر ادا کرنے کی بجائے کفران نعمت کرتی ہے' راہ ہدایت کو چھوڑ کر کج روی اختیار کرتی ہے۔ انصاف وعدل کی بجائے حق تلفی اور ظلم و ستم کرنے لگتی ہے خداوند قدوس بھی اپنی دی ہوئی نعمت اس سے چھین لیتا ہے ورنہ حق تعالیٰ اپنی دی ہوئی نعمت کسی سے نہیں چھینتے۔ تو گویا یہاں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ قوموں اور جماعتوں کے ابھرنے یا گرنے یا ان کی عزت وذلت کا قانون کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی مقررہ سنت یہی ہے کہ جب وہ کسی قوم کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو اس میں از خود تبدیلی نہیں فرماتا جب تک کہ لوگ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہمیں اسلام کی زندگی اور ایمان کی موت نصیب فرمائیں اور ہماری جانوں کو رحمت کے فرشتے خوشخبری کے ساتھ قبض کریں۔ یا اللہ آپ نے جو نعمتیں اپنے فضل سے ہم کو دین ودنیا کی عطا فرمائی ہیں ان نعمتوں کی صحیح قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق بھی نصیب فرمایئے۔ کفران نعمت کے گناہ اور وبال سے ہم کو بچایئے اور ظالمین کے گروہ سے ہم کو علیحدہ رکھئے آمین۔

یا اللہ: میں ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی لذت سے میں نے ساری رات کالی کردی اس کی فکر میں دماغ سوزی کرتا رہا' رات سیاہ کاری میں گزاری اور صبح نیک بن کر باہر آیا حالانکہ میرے دل میں بجائے نیکی کے وہی گناہ کی گندگی بھری رہی۔

اے پروردگار! تیری ناراضگی کا کوئی خوف ہی نہ کیا' میرا کیا حال ہوگا۔ الٰہی! مجھے اپنی مہربانی سے معاف فرمادے۔ اے اللہ! میں اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں جس کے سبب آپ کے کسی ولی پر ظلم کیا ہو یا آپ کے کسی دشمن کی مدد کی ہو یا تیری مخالفت میں کھڑا ہوا ہوں یا تیرے اوامر ونواہی کے خلاف تگ ودود میں لگا رہا ہوں ایسے سب گناہ معاف فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۵﴾ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ

إِنَّ	شَرَّ	الدَّوَابِّ	عِندَ اللَّهِ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	فَهُمْ	لَا يُؤْمِنُونَ	الَّذِينَ	عَاهَدتَّ	مِنْهُمْ
بیشک	بدترین	جانور-جمع	اللہ کے نزدیک	وہ جنہوں نے	کفر کیا	سو وہ	ایمان نہیں لاتے	وہ لوگ جو	تم نے معاہدہ کیا	ان سے

بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافر لوگ ہیں تو یہ ایمان نہ لاویں گے۔ جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے عہد لے چکے ہیں پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں

ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿۵۶﴾ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ

ثُمَّ	يَنقُضُونَ	عَهْدَهُمْ	فِي	كُلِّ مَرَّةٍ	وَهُمْ	لَا يَتَّقُونَ	فَإِمَّا	تَثْقَفَنَّهُمْ	فِي الْحَرْبِ
پھر	توڑ دیتے ہیں	اپنا معاہدہ	میں	ہر بار	اور وہ	ڈرتے نہیں	پس اگر	تم انہیں پاؤ	جنگ میں

اور وہ ڈرتے نہیں سو اگر آپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو پائیں تو انہیں ایسی سزا دیں کہ جو لوگ اُن کے پس پشت ہوں وہ انکو دیکھ کر بھاگ جائیں عجب نہیں کہ اُنکو

فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۵۷﴾ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً

فَشَرِّدْ	بِهِم	مَّنْ	خَلْفَهُمْ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُونَ	وَإِمَّا	تَخَافَنَّ	مِن	قَوْمٍ	خِيَانَةً
تو بھگا دو	ان کے ذریعہ	جو	ان کے پیچھے	عجب نہیں کہ وہ	عبرت پکڑیں	اور اگر	تمہیں خوف ہو	سے	کسی قوم	خیانت

اس سے عبرت ہو۔ اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد انکو اس طرح

فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿۵۸﴾

فَانبِذْ	إِلَيْهِمْ	عَلَىٰ	سَوَاءٍ	إِنَّ	اللَّهَ	لَا يُحِبُّ	الْخَائِنِينَ
تو پھینک دو	ان کی طرف	پر	برابری	بیشک	اللہ	پسند نہیں کرتا	دغا بازی

واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ برابر ہو جائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتے

شان نزول

ان آیات میں کفار اہل کتاب یعنی یہود کے احوال وقتال کا بیان ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا سبب نزول یہود بنی قریظہ کی عہد شکنی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے انہی یہود بنی قریظہ کے ساتھ باہمی تعاون ومددگاری کا معاہدہ کیا تھا چنانچہ یہود کا معاہدہ یہ تھا کہ ہم مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی مدد نہ کریں گے مگر جب جنگ بدر واقع ہوئی تو ان یہود نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور سامان جنگ سے مشرکین کی مدد کی جب ان سے جواب طلب کیا گیا تو کہنے لگے ہم بھول گئے تھے اب ایسا نہ کریں گے لیکن غزوہ خندق میں دوبارہ عہد شکنی کی اور مشرکوں کو مدد پہنچائی بلکہ کعب بن اشرف نے جو یہود مدینہ کا ایک سردار بنا ہوا تھا مکہ جاکر قریش سے معاہدہ کیا اور کفار قریش کی خاطر بتوں کو سجدہ کیا اور اقرار کیا کہ مسلمانوں کی بہ نسبت تم راہ راست پر ہو۔ ہم تمہاری مدد کریں گے اور بالآخر یہود بنی قریظہ مشرکوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابلہ میں میدان میں آئے۔

بدعہدی کے خوگر یہودی سخت سزا کے مستحق ہیں

اگرچہ ان آیات کا سبب نزول خصوصی ہے مگر آیات کا حکم عمومی ہے جن میں یہ بتلایا گیا کہ جو لوگ ہمیشہ کیلئے کفر اور بے ایمانی پر تل گئے اور

انجام سے بالکل بے خوف ہو کر غداری اور بدعہدی کے خوگر ہو رہے ہیں وہ اللہ کے نزدیک جانوروں سے بھی بدتر ہیں آگے بتلایا گیا کہ ایسے غداروں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ یہ دغاباز غدار معاہدوں کو علانیہ پس پشت ڈال کر آپ کے مقابل میدان میں آجائیں تو ان کو ایسی سخت سزا دی جائے جسے دیکھ کر ان کے پیچھے رہنے والے یا ان کے بعد آنے والی نسلیں بھی عبرت حاصل کریں اور عہد شکنی کی کبھی جرأت نہ کرسکیں اور اگر ایک قوم نے علانیہ دغا بازی نہیں کی ہاں آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ عہد شکنی پر آمادہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت دی گئی کہ مصلحت سمجھیں تو ان کا عہد واپس کردیں اور معاہدہ سے دست برداری کی اطلاع کر کے مناسب کارروائی کریں تاکہ فریقین پچھلے معاہدات کی نسبت شک وشبہ میں نہ رہیں دونوں مساویانہ طور پر آگاہ و بیدار ہو کر اپنی تیاری اور حفاظت میں مشغول ہوں۔ کوئی خیانت یا چوری چھپے کا معاملہ نہ ہو۔ سب معاملہ صاف ہو۔ حق تعالیٰ خیانت کی کارروائی کو خواہ کفار کے ساتھ ہو پسند نہیں کرتے۔

معاہدوں کی پاسداری کا ضابطہ

سنن ابی داؤد میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان کوئی میعادی معاہدہ تھا۔ میعاد کے اندر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوجوں کو رومیوں کی سرحد کے قریب جمع کرنا شروع کیا تاکہ جب عہد کی میعاد ختم ہو تو فوراً رومیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ ایک بزرگ صحابی کا اس طرف گزر ہوا تو اس ماجرے کو دیکھ کر یہ فرمایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لاغدراً۔ یعنی وفا چاہئے عہد شکنی نہیں اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کسی قوم سے معاہدہ ہو تو اس کی کوئی گرہ نہ کھولی جائے اور نہ باندھی جائے یہاں تک کہ معاہدہ کی مدت پوری ہو جائے یا برابری کی حالت میں ان کے عہد کو ان کی طرف پھینک دیا جائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو بے لڑے اپنے ملک واپس آگئے۔

فقہائے کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ برابری کی حالت میں عہد پھینکنا اس وقت ہے کہ جب قرائن اور علامات سے یہ معلوم ہو کہ وہ عہد شکنی کرنے والے ہیں لیکن اگر انہوں نے فی الحقیقت عہد شکنی کر دی ہے تو پھر عہد پھینکنے کی کوئی ضرورت نہیں ان کی بغیر اطلاع کے ان پر حملہ کرنا جائز ہے جیسا کہ قریش نے جب صلح حدیبیہ کو توڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر اطلاع دیئے قریش پر حملہ کیا اور مکہ فتح کر لیا۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ)

دعا کیجئے

یا اللہ: ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف اور خشیت عطا فرما کہ جو ہم کسی آن اور کسی حال میں خیانت کے مرتکب نہ ہوں چاہے وہ اعضاء و جوارح سے ہو یا دل و دماغ سے ہو۔ یا حقوق اللہ و حقوق العباد میں ہو۔ یا تعلقات میں ہو۔ یا اللہ ہم ہر حال میں صراط مستقیم پر قائم رہیں۔ اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما آمین۔

یا اللہ: اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض و عداوت اور منافرت پھیلا دی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت و مصیبت آگئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم

وَلَا يَحْسَبَنَّ	الَّذِينَ كَفَرُوا	سَبَقُوا	إِنَّهُمْ	لَا يُعْجِزُونَ	وَأَعِدُّوا	لَهُم	مَا	اسْتَطَعْتُم
اور ہرگز خیال نہ کریں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	وہ بھاگ نکلے	بیشک وہ	وہ عاجز نہ کرسکیں گے	اور تیار رکھو	ان کیلئے	جو	تم سے ہوسکے

اور کافر لوگ اپنے کو یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ گئے یقیناً وہ لوگ عاجز نہیں کر سکتے خدا تعالیٰ کو اور ان کافروں کیلئے جس قدر تم سے ہو سکے

مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ ۚ

مِن	قُوَّةٍ	وَ	مِن	رِبَاطِ الْخَيْلِ	تُرْهِبُونَ	بِهِ	عَدُوَّ اللَّهِ	وَعَدُوَّكُمْ	وَآخَرِينَ	مِن	دُونِهِمْ
سے	قوت	اور	سے	پلے ہوئے گھوڑے	دھاک بٹھاؤ تم	اس سے	اللہ کے دشمن	اور تمہارے (اپنے) دشمن	اور دوسرے	سے	انکے سوا

ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اسکے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور انکے علاوہ دوسروں پر بھی

لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ

لَا تَعْلَمُونَهُمُ	اللَّهُ	يَعْلَمُهُمْ	وَمَا	تُنفِقُوا	مِن شَيْءٍ	فِي	سَبِيلِ اللَّهِ	يُوَفَّ	إِلَيْكُمْ
تم انہیں نہیں جانتے	اللہ	جانتا ہے انہیں	اور جو	تم خرچ کروگے	کچھ	میں	اللہ کا راستہ	پورا پورا دیا جائیگا	تمہیں

جن کو تم نہیں جانتے انکو اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا

وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾	وَأَنتُمْ	لَا تُظْلَمُونَ
اور تمہارے لئے کچھ کمی نہ ہوگی	اور تم	تمہارا نقصان نہ کیا جائیگا

گزشتہ حکم پر ایک اشکال کا ازالہ

گزشتہ آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ معاہد کفار کی طرف سے اگر معاہدہ کی خلاف ورزی کے آثار نمودار ہو جائیں اور عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو اہل اسلام بھی معاہدہ توڑ دیں اور اس فسخ معاہدہ کی اطلاع دشمن کو دے دیں۔ اس سے شبہ ہو سکتا تھا کہ جب فسخ معاہدہ کی اطلاع دشمنوں کو دے دی جائے گی تو وہ ہوشیار اور بے دار ہو جائیں گے اور بیدار ہو کر پوری تیاری اور قدرت حاصل کرلیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر وہ مسلمانوں کے قبضہ کے نہ رہیں گے۔ اس شبہ کو ان آیات میں دفع فرمایا جاتا ہے کہ اہل ایمان انکو خبردار اور بیدار کرنے سے قطعاً اندیشہ نہ کریں۔ وہ کسی طرح اللہ کے قبضہ سے نکل نہیں سکتے۔ گویا مسلمانوں کی تسلی کردی کہ وہ خدا پر بھروسہ کر کے اس کے احکام کی تکمیل کریں تو وہ سب پر غالب آئیں گے۔

مسلمانوں کیلئے بھرپور تیاری ضروری ہے

اب آگے یہ بتلایا گیا کہ خدا پر بھروسہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کردیا جائے۔ نہیں۔ بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی استطاعت کے موافق جہاں تک ہو سکے سامان جہاد اور جنگ کا ساز وسامان جمع کریں۔ اس میں سواری کے گھوڑے اور تمام اسلحہ وآلات حرب وضرب اور فنون حربیہ کا سیکھنا اور جمع کرنا سب شامل ہے تاکہ دشمن کے مقابلہ میں کام آئیں اور اس جنگی ساز و سامان سے کافروں پر رعب اور دھاک بیٹھ جائے اس لئے کافروں کو مرعوب کرنے کیلئے جنگی ساز وسامان اور جہاد کی تیاری میں جہاں تک ممکن ہو اپنا مال خرچ کرو پھر آگے یہ بھی بتلادیا کہ اس طرح جہاد

کی تیاری میں جو مال صرف کرو گے اس کا اجر و بدلہ پورا پورا تم کو ملے گا ذرہ برابر حق تلفی نہ کی جائے گی۔

یہاں اس آیت میں کفار کے مقابلہ میں جہاد کی تیاری کا جو حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے وہ کسی خاص زمانہ کیلئے مخصوص نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے حکم عام ہے اور اس آیت میں ایک بڑی گہری حقیقت کی تعلیم ہے وہ یہ کہ اہل کفر برابر اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہا ہی کریں گے چنانچہ ان سے مقابلہ کیلئے مسلمانوں کو ہمیشہ تیار رہنے اور ان کی طرف سے کبھی غافل نہ ہونے اور اپنے پاس وہ تمام سامان جہاد برابر تیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ جس سے کفار پر ہیبت طاری ہو اور ان کے دل دہلتے رہیں۔

دعا کیجئے

ہمیں بھی دین کیلئے جانی و مالی جہاد کی ہمہ وقت تیاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے راستہ میں ہم کو اپنی جان و مال خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ کفر کی وجہ سے جو اسلام' دین اور مسلمانوں کے دشمن ہیں ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب اور رسوا فرما اور دنیا و آخرت میں انہیں سزایاب فرما اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت عطا فرما کہ دین کا بول بالا ہو اور کلمہ اسلام سربلند ہو آمین۔

یا اللہ: آپ کی ہدایت آجانے کے بعد اور دین کی بات کا علم ہو جانے کے بعد بھی میں نے اپنے آپ کو غافل بنائے رکھا۔ آپ نے حکم دیا' یا منع کیا' کسی عمل کی رغبت دلائی' اپنی رضا و محبت کی طرف بلایا اور اپنے قریب کرنے کے لئے اعمال خیر کی دعوت دی۔ آپ نے سب کچھ انعام کیا لیکن میں نے کوئی پروانہ کی۔ الٰہی! میری ہر ایسی خطاؤں کو معاف فرما دے۔ جس گناہ کو کر کے بھول گیا ہوں لیکن آپ کے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اس کو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپ کے یہاں موجود پاؤں گا۔ میں نے بارہا علانیہ گناہ کیا آپ نے چھپالیا' لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کرے گا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول فرمالیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦١﴾ وَاِنْ

وَاِنْ	جَنَحُوْا	لِلسَّلْمِ	فَاجْنَحْ	لَهَا	وَ	تَوَكَّلْ	عَلَى	اللّٰهِ	اِنَّهٗ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ	وَاِنْ
اور اگر	وہ جھکیں	صلح کی طرف	تو صلح کرلو	اسکی طرف	اور	بھروسہ رکھو	پر	اللہ	بیشک	وہ	سننے والا	جاننے والا	اور اگر

اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جایئے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ اور اگر

يُرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾

يُرِيْدُوْا	اَنْ	يَّخْدَعُوْكَ	فَاِنَّ	حَسْبَكَ	اللّٰهُ	هُوَ	الَّذِيْ	اَيَّدَكَ	بِنَصْرِهٖ	وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ
وہ چاہیں	کہ	تمہیں دھوکہ دیں	تو بیشک	تمہارے لئے کافی	اللہ	وہ	جس نے	تمہیں زور دیا	اپنی مدد سے	اور مسلمانوں سے

وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کیلئے کافی ہیں وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے قوت دی

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ

وَ اَلَّفَ	بَيْنَ	قُلُوْبِهِمْ	لَوْ	اَنْفَقْتَ	مَا	فِي الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	مَّا	اَلَّفْتَ	بَيْنَ	قُلُوْبِهِمْ	وَلٰكِنَّ
اور الفت ڈال دی	درمیان - میں	انکے دل	اگر	تم خرچ کرتے	جو	زمین میں	سب کچھ	نہ	اُلفت ڈال سکتے	میں	انکے دل	اور لیکن

اور انکے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی انکے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں

اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٣﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾

اللّٰهَ	اَلَّفَ	بَيْنَهُمْ	اِنَّهٗ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ	يٰۤاَيُّهَا	النَّبِيُّ	حَسْبُكَ	اللّٰهُ	وَمَنِ	اتَّبَعَكَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
اللہ	الفت ڈالدی	انکے درمیان	بیشک وہ	غالب	حکمت والا	اے	نبی	کافی ہے تمہیں	اللہ	اور جو	تمہارے پیرو ہیں	سے	مومن (جمع)

باہم اتفاق پیدا کر دیا بیشک وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اے نبی آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں

کفار سے صلح کے احکام

ان آیات میں صلح کے احکام بیان فرمائے جارہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اگر کفار صلح کی طرف جھکیں اور مائل ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صلح کا ہاتھ بڑھادیں کیونکہ جہاد سے مقصود خونریزی نہیں بلکہ دفع فتنہ اور اعلائے کلمۃ اللہ مقصود ہے تو اگر بدوں خونریزی کے یہ مقصد حاصل ہوسکے تو خون بہانے کی کیا حاجت ہے اور اگر یہ احتمال ہو کہ شاید کفار صلح کے پردہ میں ہم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ اپنا ساز و سامان درست کرلیں۔ جنگی قوت بڑھالیں۔ تو آپ کچھ پروا نہ کیجئے۔ اللہ پر بھروسہ رکھئے اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کو جانتا اور ان کے اندرونی مشوروں کو سنتا ہے۔ اس کی حمایت اور نصرت کے سامنے ان کی بدنیتی نہ چل سکے گی۔ آپ اپنی نیت صاف رکھئے اور اگر صلح کر کے وہ لوگ یعنی کفار دغابازی اور عہد شکنی کا ارادہ کرلیں تو فکر نہ کیجئے۔ خدا آپ کی مدد کیلئے کافی ہے۔ ان کے سب فریبوں کو بیکار کردے گا۔ اسی نے بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبی امداد فرمائی اور ظاہری طور پر جان نثار اور سرفروش مسلمانوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے۔

اسلام کا احسان کہ اس نے مثالی اخوت ومساوات قائم کردی

اس میں اشارہ ہے اس بھائی چارے اور الفت ومحبت کی طرف جو اللہ

تعالیٰ نے ایمان لانے والے اہل عرب کے درمیان پیدا کر کے ان کو ایک مضبوط جتھا بنا دیا تھا۔ اسلام سے پہلے عرب میں جدال وقتال کا بازار گرم تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قبیلے آپس میں ٹکراتے رہتے تھے اور جب دو جماعتوں میں لڑائی شروع ہو جاتی تو صدیوں تک اس کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی تھی۔ مدینہ کے دو زبردست قبیلوں اوس اور خزرج کی دیرینہ عداوت اور بغض کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا۔ ہر ایک دوسرے کے خون کا پیاسا اور عزت و آبرو کا بھوکا تھا۔ ان حالات میں آقائے نامدار فخر موجودات سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید و معرفت اور اتحاد اور اخوت کا عالمگیر پیغام لے کر مبعوث ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے سارے پرانے کینے اور عداوتیں چھوڑ کر ایک دوسرے سے حقیقی بھائیوں سے زیادہ الفت اور محبت کرنے لگے اور پھر سب کی الفتوں کا اجتماعی مرکز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہوگئی۔ بلاشبہ روئے زمین کے خزانہ خرچ کر کے بھی یہ مقصد حاصل نہ کیا جا سکتا تھا۔ جو اللہ کی رحمت اور اعانت سے ایسی سہولت کے ساتھ حاصل ہو گیا۔ قلوب کو دفعتاً ایسا پلٹ دینا اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ دلوں کا اس طرح آپس میں جوڑ دینا۔ یقیناً انسانی طاقت سے بالاتر تھا اور دنیوی اسباب کی مدد سے یہ عظیم الشان کارنامہ کبھی انجام نہیں پا سکتا تھا۔

اس انعام کو جتلانے سے مقصد یہ ہے کہ جب اللہ کی تائید اور نصرت نے یہ کچھ کر دکھایا ہے تو آئندہ بھی اہل ایمان کی نظر محض دنیوی اسباب پر نہیں بلکہ خدا کی تائید پر ہونی چاہئے کہ جو کچھ کام بنتا ہے اللہ کی نصرت و حمایت سے بنتا ہے نہ کہ محض ظاہری تدبیروں سے۔

حسب ضرورت کفار سے صلح ہو سکتی ہے

ان آیات کے تحت آئمہ دین وفقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی وقت دشمن صلح کی طرف مائل ہو اور اہل اسلام سے صلح کی درخواست کرے تو حسب ضرورت و مصلحت ایک مدت معینہ کیلئے صلح کرنا جائز ہے مگر واجب نہیں اس لئے کہ اصل فریضہ کفار سے جہاد وقتال کرنا ہے البتہ حسب ضرورت و مصلحت کفار سے صلح کی اجازت ہے۔ حکم نہیں۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں میں کافروں کے مقابلہ کی طاقت اور قوت ہو تو پھر ان سے صلح کرنا کسی طرح مناسب اور زیبا نہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے کافروں سے جہاد وقتال کا حکم دیا ہے پس اگر کفار سے صلح کی جائے تو فریضہ جہاد کا ترک یا اس میں تاخیر لازم آئے گی اور مسلمانوں کے امیر کیلئے یہ کسی طرح زیبا اور لائق نہیں کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں سے بغیر ضرورت اور بغیر مجبوری کے صلح کرے اس لئے کہ حق جل شانہ کا ارشاد ہے۔ ''وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ'' (سورہ آل عمران)

''یعنی اے مسلمانو تم دشمنان اسلام سے جہاد وقتال میں کمزور اور سست نہ پڑو اور اس راہ میں جو تکلیف پہنچے اس سے رنجیدہ اور غمگین نہ ہو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم سچے اور پکے مومن ہو''۔ آگے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور اگر مسلمانوں میں کافروں کے مقابلہ کی قوت نہ ہو تو پھر صلح کر لینے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ ایسی حالت میں صلح کرنا ہی مسلمانوں کیلئے خیر و مصلحت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا'' یعنی اگر کافر صلح کی طرف مائل ہیں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔ نیز ایسی حالت میں صلح کر لینا یہ درپردہ جہاد وقتال کی ایک تدبیر ہے اس لئے کہ مجاہد پر یہ فرض ہے کہ اولاً وہ اپنی قوت کو محفوظ کرے اور قوت حاصل ہو جانے کے بعد پھر دشمن اسلام پر غلبہ کی کوشش کرے جب کبھی اسکو یہ موقع ملے۔ (از معارف القرآن از کاندھلوی)

دعا کیجئے: یا اللہ تمام مومنوں کے قلوب کو آپس میں جوڑ دے۔ ان میں باہم اخلاص اور محبت پیدا فرما دے۔ ان کے آپس کے اختلاف اور تفرقہ کو اپنی رحمت سے دور فرما دے۔ ان کو آپس میں صلح اور صفائی کی توفیق عطا فرما دے۔ یا اللہ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرما دے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ

يٰاَيُّهَا	النَّبِيُّ	حَرِّضِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	عَلَى	الْقِتَالِ	اِنْ	يَّكُنْ	مِنْكُمْ	عِشْرُوْنَ	صٰبِرُوْنَ
اے	نبی	ترغیب دو	مومن (جمع)	پر	جہاد	اگر	ہوں	تم میں سے	بیس	صبر والے

اے پیغمبر! آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آ جاویں گے اور اگر تم میں کے سو آدمی

يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

يَغْلِبُوْا	مِائَتَيْنِ	وَاِنْ	يَكُنْ	مِنْكُمْ	مِائَةٌ	يَغْلِبُوْا	اَلْفًا	مِنَ	الَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	بِاَنَّهُمْ	قَوْمٌ
غالب آئینگے	دو سو	اور اگر	ہوں	تم میں سے	ایک سو	وہ غالب آئینگے	ایک ہزار	سے	وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	اس لئے کہ وہ	لوگ

ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آ جاویں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے

لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ

لَا يَفْقَهُوْنَ	اَلْئٰنَ	خَفَّفَ	اللّٰهُ	عَنْكُمْ	وَعَلِمَ	اَنَّ	فِيْكُمْ	ضَعْفًا	فَاِنْ	يَكُنْ	مِنْكُمْ	مِائَةٌ
سمجھ نہیں رکھتے	اب	تخفیف کردی	اللہ	تم سے	اور معلوم کرلیا	کہ	تم میں	کمزوری	پس اگر	ہوں	تم میں سے	ایک سو

اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں جوش کی کمی ہے سو اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے

صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

صَابِرَةٌ	يَغْلِبُوْا	مِائَتَيْنِ	وَاِنْ	يَكُنْ	مِنْكُمْ	اَلْفٌ	يَغْلِبُوْا	اَلْفَيْنِ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ
صبر والے	وہ غالب آئینگے	دو سو	اور اگر	ہوں	تم میں سے	ایک ہزار	وہ غالب رہیں گے	دو ہزار	حکم سے	اللہ

تو دو سو پر غالب آ جاویں گے اور اگر تم میں کے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آ جاویں گے

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾

وَاللّٰهُ	مَعَ	الصّٰبِرِيْنَ
اور اللہ	ساتھ	صبر والے

اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں

کفار سے جنگ کا اصول

گزشتہ آیات میں بوقت ضرورت وحسب مصلحت کفار سے صلح کی اجازت کا مضمون بیان ہوا تھا اب آگے ان آیات میں یہ تلقین فرمائی جاتی ہے کہ کافروں سے صلح محض جائز اور مباح کے درجہ میں ہے اصلی حکم تو کافروں سے جہاد وقتال ہی کا ہے اس لئے اہل اسلام کو کفار سے جہاد کا شوق دلایا جارہا ہے اور اس سلسلہ میں پہلے قانون جنگ کی ایک دفعہ بیان کی جارہی ہے پھر اس کو نرم کر کے دوسری دفعہ کی شکل میں ترمیم بیان کی گئی ہے۔

آثار صحابہؓ سے ثابت ہے کہ ابتدائے اسلام میں مسلمان بہت جری تھے۔ ایک سو مسلمان ہزار کافروں کا مقابلہ کر لیتے تھے بلکہ کبھی دس نفر ہزار کے لشکر پر بھی حملہ کر دیتے تھے اس وقت ان کے دلوں میں جوش ایمان موجزن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ سہولت کیلئے ایک خاص حکم نازل فرمادیا اور تعداد کی خاص تعیین کردی کہ اپنے سے دس گنا کافروں کے سامنے سے فرار کرنا روا نہیں ہاں اگر کفار

اس سے زائد ہوں تو جائز ہے کہ جان بچانے کیلئے مسلمان معرکہ سے پہلوتہی کرلیں لیکن کہیں اگر دس گنا کافروں سے زائد کا مقابلہ بھی کریں گے تو ناجائز نہیں لیکن کچھ زمانہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف فرمادی اور صرف دوگنا کافر سے مقابلہ کا وجوبی حکم باقی رہ گیا یعنی اگر مسلمان ۱۰ اور کافر ۲۰ ہوں یا مسلمان ۱۰۰ اور کافر ۲۰۰ ہوں یا مسلمان ۱۰۰۰ اور کافر ۲۰۰۰ ہوں تو ایسی صورت میں استقامت اور مقابلہ واجب ہے اور میدان جنگ سے منہ موڑنا کسی طرح جائز نہیں اور گر کفار دوچند سے زائد ہوں تو مقابلہ سے ہٹ جانا جائز ہے۔

مومن اور کافر کے مقاصد ونفسیات کا فرق

یہاں ان آیات میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی کہ تھوڑے بھی ہوں تو کفار کی کثرت کے مقابلہ میں جی نہ چھوڑیں۔ خدا کی رحمت سے دشمنوں پر غالب آئیں گے اور اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمان کی لڑائی محض خدا کیلئے ہے وہ خدا کو اور اس کی مرضی اور حکم کو پہچان کر اور یہ سمجھ کر میدان جنگ میں قدم رکھتا ہے کہ خدا کے راستہ میں مرنا اصلی زندگی ہے اس کو یقین ہے کہ میری تمام قربانیوں کا ثمرہ آخرت میں ضرور ملنے والا ہے خواہ میں غالب ہوں یا مغلوب اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جو تکلیف میں اٹھاتا ہوں وہ فی الحقیقت مجھ کو دائمی خوشی اور ابدی مسرت سے ہمکنار کرنے والی ہے۔ مسلمان جب یہ سمجھ کر جہاد کیلئے قدم اٹھاتا ہے تو تائید الٰہی مددگار ہوتی ہے اور موت سے وحشت اور خوف نہیں رہتا۔ اس لئے پوری دلیری اور بے جگری سے لڑتا ہے۔ کافر چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا اس لئے محض حقیر اور فانی اغراض کیلئے جانور کی طرح لڑتا ہے اور قوت قلبی اور امداد غیبی سے محروم رہتا ہے اس بناء پر خبر اور بشارت کے رنگ میں حکم دیا گیا کہ مومنین کو اپنے سے دس گنا دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی سے لڑنا چاہئے اگر مسلمان ۲۰ ہوں تو ۲۰۰ کے مقابلہ سے نہ ہٹیں اور سو ہوں تو ہزار کو پیٹھ نہ دکھلائیں۔

تعداد کے قانون میں ترمیم کے اسباب

یہاں آیت میں ۲۰ اور ۱۰۰ کے دو عدد مثال کے طور پر بیان فرمادیئے گئے اور یا شاید اس لئے بیان فرمائے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے سریہ کم از کم ۲۰ اور جیش میں ۱۰۰ سپاہی ہوتے ہوں گے اس کے کچھ مدت کے بعد اگلی آیت اتری اس وقت مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی اس لئے سریہ کم از کم ایک سو کا اور جیش ایک ہزار کا ہوگا۔ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ شروع میں مسلمانوں کو دس گنا کافروں سے مقابلہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم تھا جب لوگوں کو یہ حکم بھاری ہوا تو اسکے بعد ''الن خففف اللہ'' پوری آیت نازل ہوئی یعنی خدا نے تمہارے جوش کی کمی کو دیکھ کر پہلا حکم اٹھالیا اب صرف اپنے سے دوگنی تعداد کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا ضروری اور بھاگنا حرام ہے۔ جس وجہ سے یہ حکم میں تخفیف ہوئی اس کی وجہ علماء مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ ابتدائے ہجرت میں گنے چنے مسلمان تھے اور عادتاً جب کام کرنے والے کم اور کام اہم سمجھا جائے تو ہر شخص کو ایک خاص فکر اور لگن ہوا کرتی ہے کہ یہ کام میرے ہی کرنے سے ہوگا ایسی صورت میں کوئی بھی دوسرے کا سہارا نہیں دیکھتا بلکہ ہر شخص اپنی ذمہ داری خود محسوس کر کے فرض سے زیادہ اس کی ادائیگی کی کوشش کیا کرتا ہے اس لئے ہمت زیادہ ہوجاتی ہے مگر جب کام کرنے والے بڑھ جایا کرتے ہیں تو کام کرنے والوں میں ایک گونہ بے فکری سی پیدا ہوجاتی ہے ہر شخص کو خیال ہوا کرتا ہے کہ مجھ ہی پر کیا منحصر ہے کام کرنے والے اور بھی تو ہیں۔ اس طرح پہلے سے جوش وخروش اور ہمت اور سرگرمی میں کمی سی آجایا کرتی ہے یہ ایک طبعی بات ہے جو ہر کام اور تحریک کے آغاز وانجام پر اثر انداز ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ۸ھ میں سریہ موتہ میں تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے لشکر سے رومیوں کے ڈیڑھ لاکھ لشکر کا مقابلہ ہوا اور رومیوں کو شکست ہوئی۔ (سیرۃ خاتم الانبیاء علیہ السلام) اور ایک جنگ میں ایک ہزار مسلمان ۸۰ ہزار سے لڑے ہیں (فوائد حضرات عثمانی) اخیر میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی جنگ میں صبر واستقامت لازم ہے کثرت اور

قلت کو اس میں زیادہ دخل نہیں جو لوگ جم کر یکدل ہو کر لڑیں گے نصرت الٰہی ان کے ساتھ ہو گی۔

دوگنی طاقت کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا واجب ہے

یہاں ان آیات میں اگر چہ اس حکم کو خبر کے عنوان سے بیان کیا جا رہا ہے لیکن مقصود خبر دینا یا پیشین گوئی کرنا نہیں ہے بلکہ حکم دینا ہے کہ میدان جنگ میں دوگنی طاقت کے آگے بھی ثابت قدم رہنا واجب ہے بھاگنا جرم ہے اور سنگین جرم۔ یہ عربی زبان اور بلاغت قرآنی کا ایک عام اسلوب بیان ہے کہ زور اور تاکید کے موقع پر حکم وجوبی کو خبر کی صورت میں بیان کر دیا جاتا ہے۔

الغرض یہاں جہاد وقتال کے مسائل اور احکام کا بیان تھا اور چونکہ جہاد اور قتال میں بسا اوقات کفار قید ہو کر آتے ہیں اس لئے آئندہ آیات میں اسیران جنگ خاص کر اسیران بدر کے متعلق احکام ظاہر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ: روئے زمین پر جہاں جہاں اس وقت اہل اسلام اور کفار میں مقابلہ ہے۔ اہل اسلام کو صحیح جذبے کے ساتھ کفار سے جہاد کی توفیق عطا فرمایئے اور اپنی تائید سے اہل اسلام کو غلبہ اور کفار کو مغلوب فرمایئے۔ یا اللہ صابرین کے ساتھ آپ کی معیت اور امداد و نصرت کا وعدہ ہے جو ہمیشہ پورا ہوا اور پورا ہوتا رہے گا۔ یا اللہ ہم کو بھی دین پر صبر و استقامت عطا فرما اور اپنے حکم سے ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما۔

یا اللہ: میں نے ایسے گناہ بھی کئے کہ میں کرتا رہا اور ڈرتا رہا ہوں کہ اب پکڑا جاؤں گا مگر آپ نے بچائے رکھا میں نے گناہ کرنے میں پوری کوشش صرف کر دی' رسوائی کا بھی خیال نہ کیا لیکن آپ نے پردہ پوشی ہی فرمائی الٰہی وہ گناہ بھی میرے معاف کر دے۔

مجھے اس گناہ کی وعید اور سزا معلوم تھی آپ نے اس کے عذاب سے ڈرایا اس کی برائی بیان کی مجھے علم تھا لیکن نفس و شیطان نے اسے ایسا سجایا کہ میں نے آپکی وعید و دھمکی سے بے اعتنائی برتی اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔ آمین۔

میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کر دیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں عزت سے محروم کر دیں اور برائی کے لائق کر دیں آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔

میں ہر اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے آپ کی کسی مخلوق کو عار دلائی ہو' یا آپ کی مخلوق کو فعل قبیح میں مبتلا کر دیا ہو اور خود میں بھی اس میں لگ گیا ہوں اور جرأت کے ساتھ کر رہا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ

مَا كَانَ	لِنَبِيٍّ	اَنْ	يَّكُوْنَ	لَهٗ	اَسْرٰى	حَتّٰى	يُثْخِنَ	فِى	الْاَرْضِ	تُرِيْدُوْنَ	عَرَضَ	الدُّنْيَا
نہیں ہے	کسی نبی کیلئے	کہ	ہوں	اس کے	قیدی	جب تک	خونریزی کرلے	میں	زمین	تم چاہتے ہو	مال	دنیا

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کرلیں تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ

وَاللّٰهُ	يُرِيْدُ	الْاٰخِرَةَ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ	لَوْ	لَا	كِتٰبٌ	مِّنَ اللّٰهِ	سَبَقَ	لَمَسَّكُمْ
اور اللہ	چاہتا ہے	آخرت	اور اللہ	غالب	حکمت والا	اگر	نہ	لکھا ہوا	اللہ سے	پہلے ہی	تمہیں پہنچتا

اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے

فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

فِيْمَآ	اَخَذْتُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ	فَكُلُوْا	مِمَّا	غَنِمْتُمْ	حَلٰلًا	طَيِّبًا	وَّاتَّقُوْا	اللّٰهَ
اس میں جو	تم نے لیا	عذاب	بڑا	پس کھاؤ	اس سے جو	تمہیں غنیمت میں ملا	حلال	پاک	اور ڈرو	اللہ

اسکے بارہ میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔ سو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ ع

اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
بیشک	اللہ	بخشنے والا	نہایت مہربان

بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں

شان نزول

ان آیات کا سبب نزول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب بدر کی جنگ میں ستر کافر قیدی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو کر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس معاملہ میں رائے طلب کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ سب قیدی اپنے خویش واقارب اور بھائی بند ہیں۔ بہتر ہے کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اس نرم سلوک اور احسان کے بعد ممکن ہے کہ کچھ لوگ مسلمان ہو کر وہ خود اور ان کی اولاد ہمارے دست وبازو بنیں اور جو مال فی الوقت ہاتھ آئے اس سے جہاد وغیرہ دینی کاموں میں سہارا لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلان بھی فطری رحمدلی اور شفقت وصلہ رحمی کی بناء پر اسی رائے کی طرف تھا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عام رائے اسی جانب تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ قیدی کفر کے امام اور مشرکین کے سردار ہیں۔ ان کو ختم کردیا جائے تو کفر وشرک کا سر ٹوٹ جائے گا تمام مشرکین پر ہیبت طاری ہوجائے گی۔ آئندہ مسلمانوں کے ستانے اور خدا کے راستے سے روکنے کا حوصلہ نہ رہے گا اور خدا کے آگے مشرکین سے ہماری انتہائی نفرت وبغض اور کامل بیزاری کا اظہار ہوجائے گا کہ ہم نے خدا کے معاملہ میں اپنی قرابتوں اور مالی فوائد کی کچھ پرواہ نہیں کی اس لئے مناسب ہے کہ ان قیدیوں میں سے جو کوئی ہم میں سے کسی کا عزیز وقریب ہو وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ الغرض بحث وتمحیص کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل ہوا کیونکہ کثرت رائے ادھر تھی۔ غرض ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا

اور یہ شرط کرلی کہ آئندہ مسلمانوں سے نہ لڑیں لیکن اسلام اس وقت جن حالات میں سے گزر رہا تھا ان پر نظر کرتے ہوئے وقتی مصالح کا تقاضا یہ تھا کہ کفار کے مقابلہ میں سخت کمرشکن کارروائی کی جائے اس لئے اس رائے کو اختیار فرمانا وقتی مصالح اور ہنگامی حیثیت سے حق تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہ ہوا اور یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اسی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی یہ ایک اجتہادی غلطی قرار دی گئی اور جنہوں نے زیادہ تر مالی فوائد پر نظر کرکے اس رائے سے اتفاق کیا تھا کہ فدیہ لے کر کفار قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے ان کو "تریدلون عرض الدنیا" سے خطاب فرمایا گیا۔ یعنی تم دنیا کے فانی اسباب پر نظر کررہے ہو حالانکہ مومن کی نظر انجام پر ہونی چاہئے۔

بدر کے مشرک قیدیوں کا قضیہ

روایات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ محض صلہ رحمی اور رحمدلی کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رجحان اس رائے کی طرف تھا البتہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعض صرف مالی فوائد کے پیش نظر اور اکثر حضرات دوسری مصالح دینیہ اور اخلاقی داعیہ کے ساتھ مالی ضروریات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ رائے پیش کررہے تھے گویا صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ میں کلاً یا جزءً کسی درجہ میں مالی حیثیت ضرور زیر نظر تھی جو صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے مقربین کی شان عالی اور منصب جلیل کے منافی سمجھا گیا اسی لئے ان آیات میں عتاب آمیز لہجہ اختیار کیا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ غلطی اپنی ذات کے اعتبار سے ایسی تھی کہ سخت سزا ان لوگوں کو دی جاتی ہے جنہوں نے دنیوی سامان کا خیال کرکے ایسا مشورہ دیا مگر سزا دہی سے وہ چیز مانع ہے جو اللہ تعالیٰ پہلے سے لکھ چکے اور طے کرچکے ہیں۔

وہ کیا امر تھا جس نے سزا کو روک لیا

اب وہ کیا بات تھی جو اللہ تعالیٰ پہلے سے لکھ چکے اور طے فرماچکے تھے جس کی وجہ سے سزا واقع نہ ہوئی اس میں مفسرین نے حسب ذیل متعدد اقوال لکھے ہیں:۔

(۱) ایک یہ کہ قانون الٰہی یہی ہے کہ خطائے اجتہادی پر سزا نہیں۔

(۲) جب تک اللہ تعالیٰ کسی چیز کا صاف حکم کرنے یا نہ کرنے کا بیان نہ فرمائیں اس وقت تک اس کے مرتکب کو عذاب نہیں دیتے۔

(۳) اہل بدر کی گزشتہ اور آئندہ تمام خطاؤں کو اللہ تعالیٰ معاف فرماچکا ہے۔

(۴) یہ طے شدہ ہے کہ جب تک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں موجود ہیں یا لوگ صدق دل سے استغفار کرتے ہیں عذاب نہ آئے گا۔

(۵) ان قیدیوں میں سے اکثریت کی قسمت میں اسلام لانا لکھا گیا تھا الغرض ارشاد فرمایا گیا کہ اگر اس قسم کے موانع نہ ہوتے تو یہ غلطی اتنی عظیم وثقیل تھی کہ سخت سزا واقع ہوجانی چاہئے تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس قولی تنبیہ کے بعد وہ سزا جو اس قسم کی غلطی پر ہوسکتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نہایت قرب کرکے پیش کی گئی گویا یہ قولی تنبیہ کو زیادہ موثر بنانے کی ایک شکل تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منظر کو دیکھ کر گریہ وزاری میں مشغول ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا سبب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے وہ عذاب پیش کیا گیا جس کا آنا ان پر ممکن تھا اگر موانع مذکورہ بالا نہ ہوتے۔ اس عتاب اور تہدید سے مسلمان ڈر گئے کہ مال غنیمت کو جس میں قیدیوں سے وصول کیا ہوا فدیہ بھی شامل ہے۔ اب ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہئے۔ اس پر اگلی آیت نازل ہوئی اور تسلی فرمائی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور مال غنیمت اور زرفدیہ حاصل کرنے اور ہر قسم کا تصرف کرنے کو مباح قرار دیا اور ارشاد ہوا کہ خیر اب جو کچھ تم نے ان سے لے لیا ہے یا مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ تمہارے لئے حلال طیب ہے۔ کھاؤ پیو اللہ معاف کرنے والے ہیں مگر آئندہ پرہیز رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

ایک اہم بات

یہاں ایک بات یہ سمجھ لینے کی ہے کہ اس اجتہاد میں اگرچہ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا اللہ کے ہاں درست ہونا معلوم ہوا جو ان کی عظمت میں چار چاند لگاتا ہے اور ایسے کئی موقعوں پر ان کا جوہر کمال کھلا ہے تاہم دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خطاء اجتہادی پر بھی اجر وثواب کا وعدہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام اور پیغمبر علیہ السلام سے باوجود معصوم ہونے کے کسی درجہ میں

اجتہادی لغزش ہو سکتی ہے مگر وہ اس پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ بذریعہ وحی فوراً متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ جب نبی علیہ السلام معصوم سے خطاء اجتہادی ہو سکتی ہے تو مشائخ' بزرگ اور اولیاء جو غیر معصوم ہیں ان سے تو بدرجہ اولیٰ خطائے اجتہادی ممکن ہے۔
الغرض بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس اجتہادی غلطی کو حق تعالیٰ نے معاف فرمادیا اور فدیہ کی رقم جو قیدیوں سے وصول کی گئی وہ بھی حلال فرمادی۔ بعدازاں بعض قیدی مسلمان ہو گئے اور زرفدیہ بھی ادا کر دیا تو یہ فدیہ کی ادائیگی ان پر گراں گزری جس سے وہ دل شکستہ ہوئے اس پر ان کی تسلی کیلئے اگلی آیات نازل ہوئیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم آپ ہی کی ہدایت اور توفیق سے راہ ہدایت پر قائم رہ سکتے ہیں ہماری ہر حال میں امداد و نصرت فرمایئے اور اپنی تائید اور توفیق کو ہمارے شامل حال رکھئے۔ یا اللہ ہماری غلطیوں پر ہماری گرفت اور مواخذہ نہ فرمایئے اور اپنے فضل و کرم سے ہماری مغفرت فرما کر رحم و احسان کا معاملہ فرمایئے آمین۔

یا اللہ: گناہ کر کے توبہ اور توبہ کرنے کے بعد پھر وہی کیا اپنی توبہ کو جانتا رہا اور گناہ کرتا رہا۔ رات کو معافی مانگی دن کو پھر وہیں چلا گیا اور بار بار یہی حال رہا۔ الٰہی! میں اپنے گناہوں کا اقراری ہوں اور آپ کی نعمتوں کا بھی اقرار کرتا ہوں مجھے معاف فرمادے۔

میں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہو یا نذر مان کر کوئی عبادت واجب کی ہو یا آپ کی کسی مخلوق سے وعدہ کر کے پھر گیا ہوں یا غرور میں آ کر اس کو ذلیل و حقیر سمجھا ہو' اے اللہ! اس کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور مجھے معاف فرمادے۔

آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا کتنا برا کیا' آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی۔ میں آپ کے غضب و عذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرمادیں گے اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا' میرے سب گناہ معاف فرمادیجئے۔

میرے گناہوں کو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں میں تو کر کے بھول بھی گیا ہوں مگر آپ کے علم میں سب ہیں۔ کل بروز قیامت آپ مجھ سے سوال کریں گے' سوائے اقرار کرنے کے اور کیا جواب دوں گا اے اللہ! مواخذہ نہ فرمانا آج ہی وہ سب گناہ معاف فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	قُلْ	لِمَنْ	فِيْ	اَيْدِيْكُمْ	مِنَ	الْاَسْرٰى	اِنْ	يَعْلَمِ	اللّٰهُ	فِيْ	قُلُوْبِكُمْ	خَيْرًا
اے	نبی	کہدیں	ان سے جو	میں	تمہارے ہاتھ	سے	قیدی	اگر	معلوم کرلیگا	اللہ	میں	تمہارے دل	کوئی بھلائی

اے پیغمبر آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ اُن سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے

يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا

يُؤْتِكُمْ	خَيْرًا	مِمَّا	اُخِذَ	مِنْكُمْ	وَيَغْفِرْ	لَكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَحِيْمٌ	وَاِنْ	يُرِيْدُوْا
تمہیں دیگا	بہتر	اس سے جو	لیا گیا	تم سے	اور بخش دیگا	تمہیں	اور اللہ	بخشنے والا	نہایت مہربان	اور اگر	وہ ارادہ کریں گے

اس سے بہتر تم کو دیدے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔ اور اگر یہ لوگ آپ کے ساتھ خیانت کرنے

خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

خِيَانَتَكَ	فَقَدْ خَانُوا	اللّٰهَ	مِنْ قَبْلُ	فَاَمْكَنَ	مِنْهُمْ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ
آپ سے خیانت کا	تو انہوں نے خیانت کی	اللہ	اس سے قبل	تو قبضہ میں دیدیا	ان سے (انہیں)	اور اللہ	جاننے والا	حکمت والا

کا ارادہ رکھتے ہوں تو اس سے پہلے انہوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کرادیا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں

شان نزول

ان آیات کا سبب نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ منجملہ اسیران بدر کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے وہ بھی گرفتار ہوکر آئے اور جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس دن بدری قیدی گرفتار ہوکر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس رات نیند نہیں آئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان قیدیوں میں سے میرے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی آہ وبکا کی آواز میرے کانوں میں آرہی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس وقت ان کی قید کھول دی تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند آئی۔ انہیں ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کا جو معاوضہ فی کس مقرر فرمایا تھا۔ تو قریش نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا اور چھڑا لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں تو بالکل غریب ہوگیا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم نے اور تمہاری بیوی ام فضل نے سونا دفن کر رکھا ہے وہ کہاں ہے؟ جس کے بارے میں تم اپنی بیوی کو وصیت کرکے آئے ہو کہ اگر میں سفر میں کسی مصیبت کا شکار ہوگیا تو یہ میرے بیٹوں کے کام آئے گا۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ حیران اور ششدر رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ اے بھتیجے تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو میرے پروردگار نے بتلایا یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یقین ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہیں اور بے ساختہ بول اٹھے کہ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اس دفینے کے واقعہ کو میرے اور میری بیوی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ اچھا یوں کیجئے کہ میرے پاس سے ۲۰ اوقیہ سونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکریوں کو ملا ہے اسی کو میرا زرفدیہ سمجھ لیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مال آپ کفر کی امداد واعانت کیلئے ہمراہ لائے تھے وہ تو مسلمانوں کا مال

غنیمت بن گیا وہ مال تو ہمیں خدا نے اپنے فضل سے دلوا دیا۔ اب فدیہ اس کے علاوہ ہونا چاہئے روایات میں ہے کہ انصار نے عرض بھی کیا کہ یارسول اللہ ضعیف العمر عباس سے فدیہ معاف کر دیا جائے مگر اسلامی مساوات میں عزیز وقریب اور دوست ودشمن سب برابر تھے۔ انصار رضی اللہ عنہم کے کہنے پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قبول نہیں فرمایا۔ (سیرۃ خاتم الانبیاء) اور جس طرح سب سے فدیہ لیا گیا ان سے بھی اسی طرح وصول کیا گیا کیونکہ عام اسیروں سے چار ہزار درہم اور امراء سے کچھ زائد لیا گیا تھا اور چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی امرائے مکہ میں شمار تھے اس لئے ان کو بھی عام اسیروں کی بہ نسبت چار ہزار درہم سے کچھ زیادہ دینا پڑا اور ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ آپ اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی ادا کریں۔

اسلامی مساوات وعدل کا ایک عجیب واقعہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ابو العاص (یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر جو اس وقت تک مکہ میں مقیم تھیں) وہ بھی اسیران جنگ میں شامل تھے چونکہ یہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے تو ان کے پاس بھی فدیہ کیلئے مال نہ تھا۔ اس لئے ان کی زوجہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جو مکہ میں مقیم تھیں کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ جب ان کے پاس یہ مطالبہ پہنچا تو ان کے گلے میں ایک ہار تھا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جہیز میں دیا تھا وہی گلے سے اتار کر بھیج دیا چنانچہ جب یہ ہار مدینہ پہنچا تو اس کو دیکھ کر بے اختیار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سب راضی ہو تو زینب رضی اللہ عنہا کے پاس یہ اس کی والدہ کی یادگار ہے اس کو واپس کر دیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشاروں پر مر مٹنے والے تھے وہ پھر اس کو کس طرح گوارا کر سکتے تھے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بخوشی قبول کر کے اس کو واپس کر دیا اور ابو العاص رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد یہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر اسلام کی برکتیں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے ہی حق میں نازل ہوئی ہے اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ ۲۰ اوقیہ سونے کی بجائے حالت اسلام میں اللہ نے مجھے ۲۰ غلام عطا کئے جو خود بھی بہت قیمتی ہیں۔ گھٹیا غلام کی قیمت تقریباً ۲۰ ہزار درہم ہے اور پھر ہر غلام میرے لئے کثیر مال تجارت لگا کر بیوپار کرتا ہے۔ یہ تو بدلہ دنیا میں عطا فرمایا گیا اور دوسرا وعدہ مغفرت کی آخرت میں امید رکھتا ہوں۔ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت مالدار ہو گئے تھے۔ بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صوبہ بحرین سے کثیر مال آیا اتنا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا۔ حکم دیا کہ مسجد میں پھیلا دو۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تقسیم کرنا شروع کیا جو سامنے آتا اس کو دیتے اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی آئے اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے بھی۔ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھ سے لے لو۔ انہوں نے چادر میں گٹھڑی باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اٹھا نہ سکے تو کہا یارسول اللہ کسی کو حکم دیجئے کہ میرے کاندھے پر چڑھا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا میں تو کسی سے نہیں کہتا کہا اچھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ذرا اٹھوا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا بھی انکار کیا۔ آخر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ کم کر دیا اور بمشکل اٹھا کر لے چلے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو تعجب کی نظر سے دیکھتے رہے جب تک کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو گئے اس کے بعد سب مال بانٹ چکے ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اٹھے

32

اور اپنے گھر ایک درہم بھی نہ بھجوایا تھا۔

اسیران بدر کو نصیحت و تسلی

الغرض ان آیات کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ بدر کے ان قیدیوں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں ہیں کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم سے فدیہ کی شکل میں لیا گیا ہے اس پر تم افسوس نہ کرو اگر تمہارے دل میں نیکی ہوگی اور ایمان لے آؤ گے اور سچے دل سے اسلام کے مقابلہ میں تلوار نہ اٹھانے کا عہد کرو گے تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اللہ اس سے بہتر تم کو عنایت کر دے گا اور تمہارے قصور معاف کر دے گا اور اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکہ دینا چاہیں گے اور پھر شرارت کرنے کا ان کا ارادہ ہوگا وہ عہد و پیمان کے خلاف ان کے دلوں میں مکاری چھپی ہوگی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ خود ذلیل ہوں گے پہلے بھی شرارت کر چکے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں گرفتار ہوئے دوبارہ ایسی حرکت کریں گے تو پھر ایسی سزا پائیں گے خدا کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں۔ اس کو ان کی نیتوں اور آئندہ ارادوں کا اب بھی علم ہے لیکن اس کی حکمت و مصلحت ہے کہ ظاہر نہیں فرماتا اور کسی کا پردہ فاش نہیں کرتا۔

خلاصہ یہ کہ اسیران بدر کو نصیحت اور تسلی آمیز ہدایت کی جا رہی ہے کہ سچے دل سے مسلمان ہو جاؤ آئندہ زندگی درست رکھو تو تم کو اس سے بہتر مال ملے گا جو تم اپنی قید چھڑانے میں خرچ کر چکے ہو اور آخرت میں بھی مغفرت ہو جائے گی۔ ورنہ مکاری کرو گے تو خود تباہ ہو جاؤ گے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: آپ علام الغیوب ہیں دلوں کے بھید اور راز سے بھی واقف ہیں۔

یا اللہ: ہم کو دیانت و امانت کے اوصاف عطا فرمایئے اور ہمارے اعضاء و جوارح اور قلب کو ہر طرح کی خیانت سے پاک رکھئے۔

یا اللہ آپ علیم و خبیر ہیں ہم سے گزشتہ زندگی میں آپ کے حقوق یا بندوں کے حقوق میں جو کوتاہی و خیانت سرزد ہوئی ہو اس کی تلافی کی توفیق مرحمت فرمایئے اور اس پر ہم سے مواخذہ نہ فرمایئے آمین۔

یا اللہ: بہت سے گناہ اس طرح کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ آپ کے سامنے ہوں مگر خیال کیا توبہ کر لوں گا' معافی چاہ لوں گا اللہ العالمین! گناہ کر لیا اور نفس و شیطان نے توبہ و استغفار سے باز رکھا' گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا رہا۔ الٰہی میری اس جرأت پر نظر نہ فرمانا' اپنی شان کریمی کے صدقے مجھے معاف فرما دے میں توبہ کرتا ہوں معافی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف کر دے۔ آپ کے سوا اور کون معاف کرنے والا ہے۔

ایسا بھی ہوا کہ گناہ کر کے میں نے آپ سے حسن ظن رکھا کہ آپ عذاب نہ دیں گے' آپ معاف کر دیں گے اس وقت میرے نفس نے یہی پٹی پڑھائی کہ اللہ کا کرم و رحمت تو بہت وسیع ہے اور آپ پردہ ڈالتے رہے بس میں سمجھا کہ جب وہ پردہ پوشی فرما رہے ہیں تو عذاب بھی نہ دیں گے۔ بس اسی خیال میں آ کر بہت سے گناہ کر لئے' اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

ان گناہوں کی بھی معافی چاہتا ہوں جن کی وجہ سے دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو گیا' روزی کی برکت اور خیر نہ رہی ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

جن گناہوں کے سبب لاغری آتی ہے اور نقاہت چھا جاتی ہے بروز قیامت حسرت و ندامت ہوگی ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔ جو گناہ باعث تنگی رزق ہوں' باعث مانع خیر و برکت ہوں' باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

إِنَّ	الَّذِينَ	آمَنُوا	وَهَاجَرُوا	وَجَاهَدُوا	بِأَمْوَالِهِمْ	وَأَنفُسِهِمْ	فِي	سَبِيلِ	اللَّهِ	وَالَّذِينَ
بیشک	جو لوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے ہجرت کی	اور جہاد کیا	اپنے مالوں سے	اور اپنی جانیں	میں	راستہ	اللہ	اور وہ لوگ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت بھی کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے رستے میں جہاد بھی کیا اور جن لوگوں نے

آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم

آوَوا	وَّنَصَرُوا	أُولَٰئِكَ	بَعْضُهُمْ	أَوْلِيَاءُ	بَعْضٍ	وَالَّذِينَ	آمَنُوا	وَلَمْ يُهَاجِرُوا	مَا لَكُم
ٹھکانہ دیا	اور مدد کی	وہی لوگ	ان کے بعض	رفیق	بعض	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے ہجرت نہ کی	تمہیں نہیں

رہنے کو جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا ان سے

مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ

مِّن	وَلَايَتِهِم	مِّن شَيْءٍ	حَتَّىٰ	يُهَاجِرُوا	وَإِنِ	اسْتَنصَرُوكُمْ	فِي الدِّينِ	فَعَلَيْكُمُ
سے	اُن کی رفاقت	کچھ شے (سروکار)	یہاں تک کہ	وہ ہجرت کریں	اور اگر	وہ تم سے مدد مانگیں	دین میں	تو تم پر (لازم ہے)

میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمے مدد کرنا واجب ہے

النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ

النَّصْرُ	إِلَّا	عَلَىٰ	قَوْمٍ	بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهُم	مِّيثَاقٌ	وَاللَّهُ	بِمَا تَعْمَلُونَ	بَصِيرٌ	وَالَّذِينَ
مدد	مگر	پر (خلاف)	وہ قوم	تمہارے درمیان	اور اُنکے درمیان	معاہدہ	اور اللہ	جو تم کرتے ہو	دیکھنے والا	اور وہ لوگ جو

مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں باہم عہد ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں۔ اور جو لوگ کافر ہیں

كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾

كَفَرُوا	بَعْضُهُمْ	أَوْلِيَاءُ	بَعْضٍ	إِلَّا تَفْعَلُوهُ	تَكُن	فِتْنَةٌ	فِي	الْأَرْضِ	وَفَسَادٌ	كَبِيرٌ
انہوں نے کفر کیا	ان کے بعض	رفیق	بعض (دوسرے)	اگر تم ایسا نہ کرو گے	ہوگا	فتنہ	میں	زمین	اور فساد	بڑا

وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر اس پر عمل نہ کرو گے تو دنیا میں بڑا فتنہ اور فساد پھیلے گا

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں کفار کے قتال اور ان سے صلح اور ان کو قید کرنے کا ذکر تھا اور یہ تینوں باتیں مسلمانوں کے غلبہ اور شوکت کے وقت واقع ہوتی ہیں۔ قتل اور قید تو ظاہر ہے اور صلح کی بھی کفار جب ہی درخواست کرتے ہیں جب کسی قدر مسلمانوں سے دبتے ہیں پس اب تک تو احکام غلبہ کے متعلق ہوئے۔ گاہے مسلمان مغلوب ہوتے ہیں کہ نہ قتل اور قید پر قادر اور نہ ان سے کفار صلح کرنا چاہتے ہیں ایسے وقت ہجرت کی ضرورت واقع ہوتی ہے اس لئے اب ہجرت کے بعض احکام جو میراث کے متعلق ہیں بیان فرمائے جاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چار گروہ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار طرح کے مسلمانوں کا ذکر فرمایا ہے اور ہر ایک کی صفات بھی

الگ الگ بیان کردی ہیں۔ پھر پانچویں درجہ میں تمام دنیا کے مختلف مذاہب کے کفار کا ایک ہی فرقہ قرار دیا ہے۔

پہلا گروہ' مہاجرین

ایک قسم تو مسلمانوں کی وہ لوگ ہیں جو شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ہجرت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے مدینہ میں آ کر رہنے لگے۔ ان کے چار اوصاف بیان فرمائے اول۔ یہ کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ملائکہ وقیامت پر سچے دل سے ایمان لائے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے اللہ کی خوشنودی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے ترک وطن کیا۔ تمام اعزاء واقارب' بال بچوں کو چھوڑا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ جوڑا۔ جلاوطنی کتنی سخت چیز ہے اس کو وہی لوگ جانتے ہیں جن پر گزری ہے تیسرا اور چوتھا وصف یہ ہے کہ راہ خدا میں انہوں نے جان ومال قربان کر دیا۔ سخت ترین معرکوں میں جانیں لڑا دیں مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت نہ چھوڑی۔ مکہ کے اندر گھاٹی میں قید ہوئے۔ شعب ابی طالب میں تین سال تک ترک تعلقات کی تکلیف اٹھائی۔ قوم نے لین دین سلام کلام بند کر دیا۔ مگر ان مہاجرین کی ہمتیں کمزور نہ پڑیں۔ غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے جس مکان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی اس مکان کے اندر حضور کی بجائے خود اپنی جان کو کافروں کے نرغہ میں پھنسایا۔ جنگ بدر' احد' احزاب وغیرہ میں ساتھ رہے۔ مالی قربانیاں اس حد تک کیں کہ گھر میں کوئی چیز تک نہ چھوڑی۔ ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈال دی۔ غرض تن من دھن کسی چیز سے دریغ نہ کیا۔

دوسرا گروہ۔ انصار مدینہ

دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مہاجرین اولین کو اپنے مکانوں میں جگہ دی باوجودیکہ خود تنگ حال تھے مگر اپنے معزز مہمانوں کی ہر طرح خاطر مدارات کی۔ خود بھوکے رہے' اہل وعیال کو بھوکا رکھا مگر مہمانوں کو تکلیف نہ ہونے دی۔ تمام دنیائے کفر کے خلاف مہاجرین کی مدد کی۔ دنیا ان کے گھروں پر چڑھ گئی مگر انہوں نے کسی کی پروانہ کی۔ اپنے اہل وعیال کی طرح مہاجرین کی حفاظت کی گویا انہوں نے بھی راہ خدا میں جانیں لڑا دیں اور اسلام کی اعانت میں کسی مال قربانی سے دریغ نہ کیا۔

تیسرا گروہ جو ہجرت نہ کر سکے

تیسرا وہ گروہ جو فتح مکہ سے قبل مسلمان تو ہو گیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق تو کی۔ احکام شریعت کی تعمیل بھی کی مگر خاص وجوہ کے تحت ترک وطن نہ کر سکے۔ کچھ کافروں کے پنجہ میں گرفتار ہونے کے باعث مجبور رہے۔ کوئی بیماری کے سبب حرکت نہ کر سکے کسی کو اور قسم کے موانع روکے رہے۔

چوتھا گروہ جو بعد میں مسلمان ہوئے

چوتھے وہ مسلمان ہیں جو بعد میں مسلمان ہوئے اپنا وطن چھوڑ کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اختیار کی۔ آخری جہادوں میں بھی شریک ہوئے۔ یہ چار قسم کے مسلمان ہوئے۔ ہر گروہ کے جدا جدا احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

مہاجرین وانصار میں مواخات کا حکم

اول الذکر دونوں قسموں کے متعلق یعنی مہاجرین اولین اور انصار مدینہ کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق' دوست جان ومال' بلکہ دین وایمان کے ساتھی ہیں اور میراث میں ایک دوسرے کے حقدار ہیں۔ اس آیت کی بناء پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ اور برادری کرادی تھی۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ اس اسلامی رشتہ کے بھائی چارہ سے ساری باتوں میں ایک دوسرے کی شرکیت وملکیت کے ویسے ہی حقدار ہو جاتے جیسے حقیقی بھائی ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر ایک مر جاتا تو دوسرا اس کا وارث ہو جاتا تھا۔ یہ مواخات دو مرتبہ ہوئی ایک مرتبہ مکہ میں جو صرف مہاجرین کے درمیان ہوئی تھی

اور دوسری دفعہ مدینہ میں جو مہاجرین اور انصار کے درمیان ہوئی تھی ایک قول کے مطابق یہ ۱۹۰ اشخاص تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۱۰۰ انفوس تھے۔ مسلمانوں میں اسلامی بھائی چارگی کا ایسا ولولہ پیدا ہو گیا تھا کہ خون کے عزیزوں سے کہیں زیادہ جس انصاری کی مواخاۃ کسی مہاجر سے ہوگئی تو اس نے اپنا نصف مال نصف جائیداد دے دی۔ یہاں تک کہ اگر کسی کی دو بیویاں تھیں تو ایک بیوی کو طلاق دے کر مہاجر کے نکاح میں دینے کی آمادگی ظاہر کردی لیکن آیت میراث نازل ہونے کے بعد انصار و مہاجرین کے میراث کا حکم منسوخ ہو گیا۔

تیسرے گروہ کا حکم

تیسرے گروہ کا حکم بیان فرمایا کہ ان لوگوں کو حق موالات حاصل نہیں۔ دین میں اشتراک ضرور ہے۔ مذہبی تعاون بھی لازم ہے مگر مواخات و موالات کا درجہ ان کو حاصل نہیں تاوقتیکہ وطن یعنی مکہ کو نہ چھوڑیں۔ مہاجرین اولین کو ایمان اور ہجرت دو فضیلتیں حاصل تھیں اور ان کو صرف فضیلت ایمان حاصل ہے۔ آغاز اسلام میں ہجرت لوازم ایمان میں سے تھی۔ لہٰذا دونوں گروہ مساوی درجہ کے نہیں ہوسکتے۔ ہاں اس تیسرے گروہ کی دینی اعانت ضرور ہے۔ اگر وہ کفار کے مقابلہ میں مہاجرین و انصار سے مدد کے خواستگار ہوں تو ان کی مدد کرنی لازم ہے۔ بشرطیکہ ان کی چڑھائی ایسے کافروں پر نہ ہو جن سے مہاجرین و انصار کا معاہدہ ہو۔ کیونکہ اس صورت میں اگر ان کی امداد کی جائے گی تو نقض عہد اور معاہدہ کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ چوتھی قسم کے مسلمانوں کا حکم آئندہ آیات میں آتا ہے۔

کفار سب ایک دوسرے کے دوست و معاون ہیں

اب رہ گئے کفار تو ان کے متعلق فرمایا کہ یہ سب ایک برادری ہیں ان میں باہم تعاون ہے۔ یعنی اگرچہ مختلف مذاہب کے پیرو ہیں اور مختلف عقائد رکھتے ہیں مگر مخالفت اسلام میں سب ایک دوسرے کے حلیف اور معاون ہیں اور اسلام کے مقابلہ میں سب متحد ہیں چنانچہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف مشرکوں سے اتحاد کرلیا اور ان کی مدد کی باوجودیکہ یہودیت اور بت پرستی میں عقائد کے اعتبار سے اتنی ہی دوری تھی جتنی اسلام اور شرک میں لہٰذا مسلمانوں کو بھی باہم اتحاد و تعاون و تناصر کرنا چاہیے تاکہ مجموعی طاقت اور یگانگت سے کفر کا مقابلہ ہوسکے ورنہ زمین میں فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا جس سے اسلام کو ضعف اور کفر کو قوت حاصل ہوگی۔

دعا کیجئے

یااللہ: ہم کو بھی اپنے راستہ میں دین اسلام کیلئے جانی و مالی قربانی کرنے کی توفیق و ہمت و عزم عطا فرما دے اس وقت جہاں جہاں کفار اور اہل اسلام میں مقابلہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیواؤں کی غیب سے مدد اور نصرت عطا فرمائیں اور مسلمانوں کو غلبہ و شوکت عطا فرمائیں اور کفار کا آپس میں ٹکراؤ اور افتراق پیدا فرمائیں اور ان کی قوتوں کو پاش پاش فرمائیں مسلمانوں کی عزت و آبرو کو بلند فرمائیں۔ اسلام کا غلبہ قائم فرمائیں آمین۔ یااللہ: جس گناہ کی میں نے تعریف کی ہو یا کینہ کی طرح دل میں چھپایا ہو دل میں عزم مصمم کرلیا ہو کہ یہ گناہ کروں گا یا زبان سے اظہار بھی کردیا ہو یا وہ گناہ جو میں نے اپنے قلم سے لکھا ہو یا اعضاء سے اس کا ارتکاب کرلیا ہو یا اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس گناہ کے کرنے پر آمادہ کرلیا ہو ایسے سب گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔

میں نے گناہ رات کو بھی کیے دن کو بھی کیے۔ لیکن آپ نے اپنے حلم سے پردہ پوشی فرمائی کہ کسی مخلوق کو اس کا علم نہ ہونے دیا' میں نے آپ کی اس ستاری فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا میرے نفس نے اس گناہ کو پھر مزین کر کے پیش کیا اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے پھر کر گزرا۔ میں بار بار ایسا ہی کرتا رہا۔ الہ العالمین! میرے اس حال کو خوب جانتے ہیں آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ سے توفیق مانگتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں معافی چاہتا ہوں۔ الٰہی! معاف فرما دیجئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ

وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَهَاجَرُوْا	وَجٰهَدُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَالَّذِيْنَ	اٰوَوْا	وَّنَصَرُوْا	اُولٰٓئِكَ
اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے ہجرت کی	اور جہاد کیا انہوں نے	میں	اللہ کا راستہ	اور وہ لوگ جو	ٹھکانہ دیا	اور مدد کی	وہی لوگ

اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے اپنے یہاں ٹھہرایا اور انکی مدد کی یہ لوگ ایمان کا

هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا

هُمُ	الْمُؤْمِنُوْنَ	حَقًّا	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّرِزْقٌ	كَرِيْمٌ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مِنْۢ بَعْدُ	وَهَاجَرُوْا
وہ	مومن (جمع)	سچے	ان کیلئے	بخشش	اور روزی	عزت	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اس کے بعد	اور انہوں نے ہجرت کی

پورا حق ادا کرنے والے ہیں ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے۔ اور جو لوگ بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے

وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ

وَجٰهَدُوْا	مَعَكُمْ	فَاُولٰٓئِكَ	مِنْكُمْ	وَاُولُوا الْاَرْحَامِ	بَعْضُهُمْ	اَوْلٰى	بِبَعْضٍ	فِيْ	كِتٰبِ اللّٰهِ
اور انہوں نے جہاد کیا	تمہارے ساتھ	پس وہی لوگ	تم میں سے	اور قرابت دار	انکے بعض	قریب (زیادہ حقدار)	بعض (دوسرے) کے	میں (رو سے)	اللہ کا حکم

ساتھ جہاد کیا سو یہ لوگ تمہارے ہی شمار میں ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسر کے زیادہ حقدار ہیں

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

اِنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيْمٌ
بیشک	اللہ	ہر چیز	جاننے والے

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

مہاجرین وانصار کے دو انعام

گزشتہ آیات میں مہاجرین وانصار کے متعلق بیان تھا۔ ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کیلئے دو انعام مقرر ہیں۔

اول تو یہ کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کی تمام تقصیرات معاف فرما دینگے۔ دوسرے یہ کہ ان کے واسطے اجر جزیل اور باعزت وباکرامت ثواب اور جنت کی روزی موجود ہے۔

ایک غلط نظریے کی تردید

یہاں اس بات کی صاف صراحت ہے کہ مہاجرین سابقین اور انصار مدینہ قطعی مومن ہیں۔ ان کے کمال ایمان میں کوئی شک نہیں۔ اس آیت سے ان لوگوں کے عقیدہ کی صاف تردید ہوتی ہے۔ جنہوں نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نعوذ باللہ خارج از ایمان قرار دے رکھا ہے اور برائے نام لفظ مسلم کا ان پر اطلاق کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ ان حضرات مہاجرین اور انصار کے کامل الایمان ہونے کی اور کیا گواہی ہوگی کہ حق تعالیٰ اس جگہ خود ارشاد فرمارہے ہیں۔ (یہ سب سچے مسلمان اور پورے پورے مومن ہیں) (ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے جنت میں)

بعد والے مہاجرین وانصار

تین قسم کے مسلمانوں کا بیان تو گزشتہ آیات میں ہو چکا تھا ہے چوتھی قسم کے مسلمان یعنی وہ لوگ جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت کر کے مہاجرین اور انصار کے ساتھ مل کر جہاد کیا ان کا شمار بھی مہاجرین اور انصار میں ہے۔ یعنی بہ اعتبار احکام شرعی کے مہاجرین

سابقین اور مہاجرین مابعد میں بہ اعتبار فضل و مرتبہ جو کچھ بھی فرق ہو۔ بہ اعتبار احکام شرعی سب برابر ہیں۔ یہاں آیت میں بعد کو ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ غزوہ بدر کے بعد بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد۔ بعض نے کہا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد۔ بعض نے کہا اس سے دوسری ہجرت والے مراد ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی۔ بہرحال بعد سے کچھ بھی مراد لی جائے مگر فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی شرط ضرور لگانا پڑے گی۔ کیونکہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا۔

ہجرت کے اقسام واحکام

ہجرت تین قسم کی ہوتی ہے اول وہ ہجرت جو ابتدائے اسلام میں ہوئی جب کہ اسلام کی حالت بالکل کمزور اور ابتدائی تھی۔ دوسری وہ ہجرت جو صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے ہوئی۔ اول قسم کے مہاجرین۔ مہاجرین سابقین کہلاتے ہیں اسلام میں سب سے زیادہ اعزاز انہی کا ہے۔ دوسری ہجرت بھی ہجرت ہے تیسری قسم وہ ہے جو قیامت تک باقی ہے یعنی اپنے وطن کو جو کفرستان میں واقع ہو چھوڑ کر کسی اسلامی ملک کی طرف ہمیشہ کیلئے چل جانا۔ اس تیسری قسم کی ہجرت کے دو حکم ہیں۔ (۱) واجب۔ (۲) مستحب۔ جس ملک میں غلبہ کفر کی وجہ سے اسلامی فرائض وواجبات ادا کرنے کی روک ٹوک ہو وہاں سے ہجرت اب بھی واجب ہے اور جہاں حدود اسلامی جاری نہ ہوں۔ فرائض وواجبات ادا کرنے کی روک ٹوک نہ ہوں وہاں سے ہجرت کر جانا مستحب ہے۔ تو حاصل ارشاد یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہو کر جتنے مہاجرین مابعد مہاجرین اولین سے ملتے جائیں اور دین کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹائیں اور دینی سعی اور کوشش میں ان کے ساتھ رہیں تو وہ بھی ان کے بھائی برادر ہیں۔ ان کے اندرونی وبیرونی تعلقات وہی ہیں۔ جو مہاجرین اول کے بیان کئے گئے۔ ہاں اگر پہلے مہاجروں کے قریبی رشتہ دار مسلمان ہو کر ہجرت کر کے چلے آئیں تو وہ پھر اپنے رشتہ داروں کے وارث ہوں گے اور اللہ کی کتاب میں جو قرابتداروں کا حصہ میراث میں مقرر کیا گیا ہے اس کے مطابق میت کا مال تقسیم ہوگا۔ نئے اور اسلامی بھائی چارہ کی وجہ سے وہ محروم نہ کئے جائیں گے۔ بھائی چارہ کی وجہ سے ورثہ اسی وقت ملے گا جب تک اصلی رشتہ دار ہجرت کر کے اپنے رشتہ دار سے نہیں آملتے جب وہ آملے تو ان کا حق مقدم ہے اور میت کا ورثہ انہی میں تقسیم ہوگا۔

اخیر میں آیت کو "ان اللہ بکل شیء علیم" کہہ کر ختم فرمایا گیا یعنی بے شک اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے اسی نے ہر وقت کے مناسب احکام دیئے ہیں اور احکام میراث وغیرہ میں ہر ایک کی مصلحت کا پورا لحاظ رکھا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: مہاجرین سابقین اور انصار اولین کے طفیل ہم کو بھی صراط مستقیم اور ایمان کامل نصیب فرمائیں۔ ہمیں بھی دین اسلام کیلئے اپنی جان ومال کے خرچ کرنے کی توفیق حسن عطا فرمائیں۔

یا اللہ: گناہ کر کے توبہ اور توبہ کرنے کے بعد پھر وہی کیا۔ اپنی توبہ کو جانتا رہا اور گناہ کرتا رہا۔ رات کو معافی مانگی دن کو پھر وہیں چلا گیا اور بار بار یہی حال رہا۔ الٰہی! میں اپنے گناہوں کا اقراری ہوں اور آپ کی نعمتوں کا بھی اقرار کرتا ہوں مجھے معاف فرمادے۔ میں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہو یا نذر مان کر کوئی عبادت واجب کی ہو یا آپ کی کسی مخلوق سے وعدہ کر کے پھر گیا ہوں یا غرور میں آکر اس کو ذلیل وحقیر سمجھا ہو اے اللہ! اس کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور مجھے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ①

بَرَآءَةٌ	مِنَ	اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	اِلَى	الَّذِيْنَ	عَاهَدْتُّمْ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ
بیزاری (قطع تعلق)	سے	اللہ	اور اسکا رسول	طرف	وہ لوگ جنہوں نے	تم سے عہد کیا	سے	مشرکین

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے دست برداری ہے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا

ترتیب و مقام نزول اور نام

بحساب ترتیب یہ قرآن پاک کی نویں سورۃ ہے اور بحساب نزول اس کا شمار ۱۱۳ ہے یعنی قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۱۱۲ سورتیں اس سورہ توبہ سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اور صرف ایک سورہ مائدہ اس کے بعد سب سے اخیر میں نازل ہوئی۔ یہ سورۃ بالاتفاق مدنی ہے اور فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس سورۃ میں ۱۲۹ آیات ۱۶ رکوعات ۲۵۲۷ کلمات اور ۱۱۳۶۰ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سورت دو ناموں سے مشہور ہے ایک التوبۃ دوسرے البرأت توبہ اس لحاظ سے کہ اس میں ایک جگہ تین نیک مسلمانوں کے قصوروں کی معافی اور ان کی توبہ قبول فرمانے کا ذکر ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ اس سورۃ میں توبہ کا ذکر بار بار آیا ہے اور برأۃ اس لحاظ سے کہ اس کی ابتداء ہی میں مشرکین سے بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے۔

اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ

اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دوسری سورتوں کی طرح نہیں لکھی جاتی۔ اسکے متعلق مفسرین کے پانچ اقوال ہیں مگر سب سے زیادہ صحیح رائے وہی ہے جو امام رازی رحمہ اللہ نے لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی یعنی اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نازل ہی نہیں ہوئی۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نہیں لکھی اور بعد کے لوگ بھی اسی کی پیروی کرتے رہے اور یہ اس بات کا مزید ایک ثبوت ہے کہ قرآن کریم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جوں کا توں لینے اور جیسا دیا گیا تھا ویسے ہی اس کو محفوظ رکھنے میں کس درجہ احتیاط اور اہتمام سے کام لیا گیا ہے۔

اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

مگر دوران تلاوت اس سورۃ سے پہلے بسم اللہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ جو شخص خود اس سورۃ سے قرأت شروع کرے یا اس کے درمیان سے کہیں شروع کرے ان دونوں حالتوں میں وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا اور جو اوپر سے پڑھتا آتا ہو وہ بغیر بسم اللہ پڑھے اس سورۃ کو شروع کردے۔ یہ سورۃ ۹ھ میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

سورۃ برأت کے مضامین کا خلاصہ

اس سورۃ کا اجمالی خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) جن مشرکین عرب نے نقض عہد کیا ان سے برأت اور بے زاری کا اعلان کردیا جائے اور چار مہینہ کی ان کو مہلت دیدی جائے کہ اس مدت میں جہاں چاہیں پھریں کوئی روک ٹوک نہیں۔ اگر اس مدت کے اندر اندر اسلامی برادری میں داخل ہو جائیں تو بہتر ہے ورنہ اس مدت کے گزر جانے کے بعد جہاں پائے جائیں گے قتل کردیئے جائیں گے۔ اب راستے دو ہی ہیں یا تو اسلام لے آئیں یا قتل کیلئے تیار ہو جائیں۔

(۲) اور جن لوگوں سے اہل اسلام کا کوئی عہد ہی نہ تھا یا ایسا عہد تھا جس کی کوئی مدت مقرر نہ تھی ان کو بھی یہ اطلاع دے دی گئی کہ اب ہم آئندہ تم سے کوئی معاہدہ کرنا اور رکھنا نہیں چاہتے۔ کفر سے صلح اور عہد کا وقت ختم ہوا۔ اس لئے از راہ رحم و کرم تم کو بھی چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر اسلام قبول کرلو تو تمہارے لئے سعادت ہے ورنہ سرزمین عرب کو اپنے ناپاک وجود سے خالی کردو ورنہ پھر جہاں پائے جاؤ گے پکڑے جاؤ گے اور قتل کردیئے جاؤ گے۔

(۳) تیسرے جن لوگوں کا اہل اسلام سے کوئی ایسا عہد جس کی مدت مقرر تھی اور وہ اپنے عہد پر قائم بھی ہوں تو ان کے عہد کی مدت اہل اسلام کو پوری کر دینے کا حکم ہوا۔ خواہ وہ کتنی ہی مدت ہو۔

گویا ان اعلانات سے عرب میں ہمیشہ کیلئے بت پرستی کا خاتمہ ہوگیا اور کعبہ کی تولیت اب مشرکین کے قبضہ میں نہ رہے گی۔ روم کی عیسائی سلطنت مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر اس کے دبانے کی تیاری کر رہی تھی اس کی بابت خبریں اور ان سے جولڑائی آئندہ ہوگی اس کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں۔ منافقین کے ساتھ اب کسی طرح کی نرمی نہ برتنے اور مسلمانوں کو ان سے الگ اور ان سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ سورۃ کے اخیر میں مجاہدین اسلام یعنی مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر توجہات وعنایات خداوندی کا ذکر فرمایا گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تین حضرات جو غزوہ تبوک میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے ان کی قبولیت توبہ کا ذکر فرمایا گیا اور اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کمال شفقت کا ذکر فرمایا گیا۔

شان نزول

۶ ہجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور کفار نے رکاوٹ کی اور مکہ میں جانے نہ دیا تو اس کے نتیجہ میں صلح حدیبیہ کے نام سے ایک عہد نامہ فریقین کی رضامندی سے مرتب ہوگیا جس کی دفعات کی پابندی دس سال کیلئے ضروری قرار دی گئی تھی اور عرب کے مختلف قبائل کے متعلق یہ طے پایا کہ وہ کسی بھی فریق کے ساتھ ہو سکتے ہیں چنانچہ ایک قبیلہ بنی خزاعہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگیا اور قبیلہ بنوبکر قریش مکہ کا ساتھی ہوگیا۔ غرض کہ سال بھر کوئی نئی بات پیش نہیں آئی۔ ۷ھ میں قرارداد کے مطابق عمرہ قضا کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ تشریف لائے اور فراغت کے بعد مدینہ واپس ہوگئے۔ ۶، ۷ ماہ کے بعد یعنی صلح حدیبیہ کے ۱۷ یا ۱۸ مہینے گزرنے پر قریش کے ساتھی قبیلہ بنوبکر نے رات کو اچانک مسلمانوں کے ساتھی قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے یہ سمجھ کر کہ اول تو رات کا وقت ہے کون دیکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مسلمانوں کو کیا خبر ہوگی کہ قریش نے اپنے حلیفوں کا ساتھ دیا اور ہتھیاروں اور جوانوں سے ان کی مدد کی۔ اس طرح گویا اپنا کیا ہوا عہد توڑنے میں خود انہوں نے پہل کی چنانچہ جب اس کی اطلاع بنی خزاعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی پوشیدہ طریقہ پر تیاری کر کے ۸ ہجری میں قریش پر لشکر کشی کر دی اور مکہ معظمہ فتح ہوگیا۔ فتح مکہ کے وقت عرب کے قبیلوں کے ساتھ مسلمانوں کے مختلف قسم کے تعلقات تھے۔ مکہ پر قبضہ ہونے کے یہ معنی تھے کہ تمام جزیرۃ العرب پر قبضہ ہوگیا جہاں سوائے مسلمانوں کے کسی کا عمل دخل نہ ہوگا۔ ۹ ہجری میں سورہ توبہ نازل ہوئی جس میں تمام جزیرۃ العرب کو براہ راست مسلمانوں کے بلاشرکت غیرے زیر اقتدار لانے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ چنانچہ ۹ ہجری میں حج کے موقع پر عرفات یا منیٰ میں حضرت علیؓ نے اس سورۃ کی تیس یا چالیس آیتیں مجمع عام میں سنانے کے بعد اس امر کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے موافق اعلان کر دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرنے پائے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کے گرد برہنہ طواف کرنے پائے گا۔ چنانچہ ۱۰ ہجری میں خالص اسلامی طریقہ پر حج ہوا اور یہی وہ مشہور حج ہے جسے اسلامی تاریخ میں حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثیر جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ۱۰ ہجری میں جب بالکل شرک کا استیصال ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج ادا فرمایا۔

آیت مذکورہ کی تشریح

ان ضروری فوائد کو جان لینے کے بعد اب اس آیت کا ترجمہ سنئے جس میں ارشاد ہوتا ہے: ''اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کے عہد سے دست برداری ہے جن سے تم نے بلا تعین مدت عہد کر رکھا تھا''۔

یعنی مشرکین عرب کی مسلسل عہد شکنیوں کے بعد اب انہیں نوٹس دیا جا رہا ہے کہ اتنی مدت کے بعد جس کا تعین اگلی آیت میں

فرمایا گیا ہے تم سے سارے معاہدے ختم۔ بس اب تمہارے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا یا تلوار۔ ان دونوں باتوں میں سے جس کو چاہو پسند کرلو۔ مشرکین عرب کیلئے جزیہ کی بھی گنجائش نہیں۔ اس اعلان برأت سے عرب میں شرک اور مشرکین کا وجود گویا عملاً خلاف قانون ہوگیا اور ان کیلئے سارے ملک جزیرۃ العرب میں کوئی جائے پناہ نہ رہی کیونکہ ملک کا غالب حصہ اسلام کے زیرحکم آچکا تھا۔ اس اعلان کی مزید تشریح ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگی۔

دعا کیجئے

یا اللہ: کفار و مشرکین جو اسلام اور مسلمانوں کیلئے ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں اور اب بھی دشمنی کررہے ہیں۔ یا اللہ ان دشمنان دین و اسلام سے آپ اسی طرح نمٹ لیں جیسا کہ کفار مکہ سے آپ نے انتقام لے کر سرزمین عرب کو مشرکین کے وجود سے پاک فرمادیا تھا آمین۔

یا اللہ: بہت سے گناہ بڑے تھے لیکن میں نے ان کو چھوٹا سمجھا اور محض اس خیال سے کہ کرلو دیکھا جائے گا میں کرگزرا۔ اب آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ بچنے کی توفیق دیدینا اب میں معافی چاہتا ہوں ایسے سب گناہ بخش دیجئے۔

میں نے آپ کی کسی مخلوق کو گمراہ کیا ہو، اس کو گناہ کی بات بتائی ہو، اکسایا ہو، اپنے آپ کو بچانے کی خاطر اس کو گناہ میں پھنسادیا ہو یا میرے نفس نے گناہ کو ایسا سجا دیا ہو کہ مجھے دیکھ کر دوسرا اس گناہ میں مبتلا ہوگیا ہو اور جان بوجھ کر گناہ کرتا رہا۔ الٰہ العالمین! سب گناہوں کو معاف کردیجئے۔

میں نے امانت میں خیانت کی ہو، خیانت مال کی ہو یا زبان کی ہو اور نفس نے اس کو مزین کردیا اور میں اس میں مبتلا ہوگیا یا شہوانی خیانت کرلی ہو یا کسی کو گناہ کرنے میں امداد دی ہو یا کسی بھی طریقہ سے اس کو گناہ کرنے پر قوت پہنچائی ہو یا اس کا ساتھ دیا ہو، کبھی کوئی نصیحت کرنے والا آیا میں نے اس کو برا بھلا کہا ہو، کسی قسم کی اس کو ایذا دی ہو یا تکلیف پہنچائی ہو یا کسی حیلہ کے ذریعہ اس کو ناحق ستایا ہو اے اللہ! میں معافی چاہتا ہوں مجھے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ

فَسِيحُوا	فِي الْأَرْضِ	أَرْبَعَةَ	أَشْهُرٍ	وَاعْلَمُوا	أَنَّكُمْ	غَيْرُ	مُعْجِزِي اللَّهِ	وَأَنَّ	اللَّهَ
پس چل پھر لو	زمین میں	چار	مہینے	اور جان لو	کہ تم	نہیں	اللہ کو عاجز کرنیوالا	اور یہ کہ	اللہ

پس اے مشرکو تم لوگ اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو اور یہ جان رکھو کہ تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے اور یہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ

مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝٢ وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ

مُخْزِي	الْكَافِرِينَ	وَأَذَانٌ	مِنَ اللَّهِ	وَرَسُولِهِ	إِلَى	النَّاسِ	يَوْمَ	الْحَجِّ الْأَكْبَرِ	أَنَّ	اللَّهَ
رسوا کرنیوالے	کافر (جمع)	اور اعلان	اللہ سے	اور اس کا رسول	طرف (لئے)	لوگ	دن	حج اکبر	کہ	اللہ

کافروں کو رسوا کریں گے اور اللہ اور رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ

بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا

بَرِيءٌ	مِنَ	الْمُشْرِكِينَ	وَرَسُولُهُ	فَإِنْ	تُبْتُمْ	فَهُوَ	خَيْرٌ لَكُمْ	وَإِنْ	تَوَلَّيْتُمْ	فَاعْلَمُوا
قطع تعلق	سے	مشرک (جمع)	اور اسکا رسول	پس اگر	تم توبہ کرو	تو یہ	تمہارے لئے بہتر	اور اگر	تم نے منہ پھیر لیا	تو جان لو

اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین سے پھر اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم نے اعراض کیا

أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٣ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ

أَنَّكُمْ	غَيْرُ	مُعْجِزِي اللَّهِ	وَبَشِّرِ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	بِعَذَابٍ	أَلِيمٍ	إِلَّا	الَّذِينَ	عَاهَدْتُمْ
کہ تم	نہ	عاجز کرنیوالے اللہ	خوشخبری دو (آگاہ کردو)	وہ لوگ جو	انہوں نے کفر کیا	عذاب سے	دردناک	سوائے	وہ لوگ جو	تم نے عہد کیا تھا

تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کرسکو گے اور ان کافروں کو ایک دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ ہاں مگر وہ مشرکین مستثنےٰ ہیں

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ

مِنَ	الْمُشْرِكِينَ	ثُمَّ	لَمْ يَنْقُصُوكُمْ	شَيْئًا	وَ	لَمْ يُظَاهِرُوا	عَلَيْكُمْ	أَحَدًا	فَأَتِمُّوا	إِلَيْهِمْ
سے	مشرک (جمع)	پھر	انہوں نے تم سے کمی نہ کی	کچھ بھی	اور	نہ انہوں نے مدد کی	تمہارے خلاف	کسی کی	تو پورا کرو	ان سے

جن سے تم نے عہد لیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی سو اُن کے

عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝٤

عَهْدَهُمْ	إِلَىٰ	مُدَّتِهِمْ	إِنَّ	اللَّهَ	يُحِبُّ	الْمُتَّقِينَ
ان کا عہد	تک	ان کی مدت	بیشک	اللہ	دوست رکھتا ہے	پرہیزگار (جمع)

معاہدہ کو اُن کی مدت تک پورا کرو واقعی اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

مشرکین سے معاہدات کی منسوخی کا اعلان

سورۂ انفال کے ساتویں رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا تھا کہ اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت یعنی نقض عہد اور غداری کا اندیشہ ہو تو علی الاعلان اس کا معاہدہ اس کی طرف پھینک دیں اور اسے خبردار کر دیں کہ اب ہمارا تم سے کوئی معاہدہ باقی نہیں ہے۔ اس اعلان کے بغیر کسی معاہد قوم کے خلاف جن کی کارروائی شروع کر دینے کو اللہ نے پسند نہیں فرمایا کہ وہ ایک طرح کی خیانت ہے۔ اسی ضابطۂ اخلاق کے مطابق ۹ ہجری میں جب سورۃ توبہ کا نزول ہوا تو مشرکین سے معاہدات کی منسوخی کے اعلان عام کا حکم ان تمام قبائل کے خلاف کیا گیا جو عہد و پیمان کے باوجود ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے تھے۔ اور موقع پاتے ہی پاس عہد کو بالائے طاق رکھ کر دشمنی پر اتر آتے تھے۔

غیر میعادی معاہدوں کیلئے مہلت کا اعلان

اس سورۃ کی مختلف آیات مختلف قبائل کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ شروع کی آیت میں ان مشرکین کا ذکر ہے جن سے معاہدہ تھا مگر میعادی نہ تھا یا جن مشرکین نے معاہدہ سے نقض عہد کیا تھا ان کو ان ابتدائی آیات کے حکم کے موافق اطلاع کر دی گئی کہ ہم آئندہ معاہدہ نہیں رکھنا چاہتے۔ چار ماہ کی مہلت تم کو دی جاتی ہے اس مدت کے اندر سوچ سمجھ کر یا تو اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ یا وطن چھوڑ کر مرکز ایمان و توحید کو اپنے مشرکانہ وجود سے خالی کر دو یا پھر جنگی مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

یہاں آیت میں حج اکبر کے دن اعلان عام ہونے کا جو ذکر فرمایا گیا تو حج اکبر سے مراد اکثر مفسرین نے ۱۰ ذی الحجہ یعنی یوم الاضحیٰ کا دن مراد لیا ہے کہ اس دن حج تمام ہوتا ہے۔ اور رمی اور قربانی اور حلق اور طواف زیارۃ کر کے محرم حلال ہو جاتا ہے۔ حج اکبر شریعت میں ہر حج کو کہتے ہیں کیونکہ وہ عمرہ کے مقابل ہے جو حج اصغر کہلاتا ہے۔ اکثر عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ حج اکبر وہ حج ہے جو خاص جمعہ کے دن ہو تو اس کی شریعت میں کوئی اصلیت نہیں سوائے اس کے کہ اتفاقی طور پر جس سال یعنی ۱۰ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا ہے اس میں عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ جمعہ کا دن تھا یہ اپنی جگہ ایک فضیلت ضرور ہے مگر قرآنی اصطلاح میں ہر سال کا حج اکبر ہی ہے۔ (معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ)

لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے ۹ ہجری حج کے موقع پر مکہ عرفات اور منیٰ میں کہ تمام قبائل عرب کا وہاں اجتماع تھا جن کی معرفت تمام عرب میں اس کی شہرت ہو جانا لازمی امر تھا اس اعلان کو مشتہر کر دیا تو بعض کافروں نے اس اعلان کا جواب دیا کہ اے علی اپنے بھائی سے کہہ دیجئے کہ ہم نے خود معاہدہ کو پس پشت ڈالا۔ اب تلوار ہے یا تیر۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت کو کوئی نہیں روک سکتا

آگے ان آیات میں مشرکین کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ خوب سمجھ لینا کہ تم خدا کی مشیت کو روک نہیں سکتے اگر اسلام نہ لائے تو وہ تم کو دنیا اور آخرت میں رسوا کرنے والا ہے۔ تم اپنی تدبیروں اور حیلہ بازیوں سے اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے۔ جن قبائل سے کوئی معاہدہ ہی نہ تھا انہیں بھی چار ماہ کی مہلت دی گئی۔ یہ چار ماہ کی مہلت ذی الحجہ ۹ ہجری کی دس تاریخ سے شروع ہو کر ۱۰ ربیع الثانی ۱۰ ہجری پر ختم ہوئی تھی۔

آگے سمجھایا جاتا ہے کہ اگر یہ سب لوگ شرک و کفر سے توبہ کر لیں تو ان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی ورنہ تو خدا کا جو ارادہ ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ کوئی طاقت اور تدبیر اسے مغلوب نہیں کر سکتی اور کافروں کو کفر اور بدعہدی کی سزا مل کر رہے گی۔

سابقہ معاہدوں کی میعاد ختم ہونے پر نیا معاہدہ کوئی نہیں ہوگا

ان قبائل کی عہد شکنی اگرچہ فتح مکہ ۸ ہجری سے پہلے ہو چکی تھی بلکہ اسی کے جواب میں مکہ فتح کیا گیا تاہم ۹ ہجری کے حج کے موقع پر اس کا بھی اعلان عام کرایا گیا تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کے جتنے لوگ ہیں ان سے کسی قسم کا معاہدہ باقی نہیں رہا۔ اب بعض قبائل ایسے بھی تھے جن کا معاہدہ میعادی تھا پھر وہ اس پر برابر قائم بھی رہے اور کوئی کوتاہی ایفائے عہد میں نہیں کی۔ نہ بذات خود کوئی کارروائی خلاف عہد کی نہ دوسرے بدعہدوں کو مدد پہنچائی ان کے متعلق اعلان کر دیا گیا کہ میعاد معاہدہ پورا ہونے تک مسلمان بھی برابر معاہدہ کا احترام کریں گے میعاد

ختم ہونے کے بعد کوئی معاہدہ نہیں۔ اس وقت ان کے لئے بھی وہی راستہ ہے جو اوروں کے لئے تھا۔ اخیر میں فرمایا گیا۔ ان اللّٰہ یحب المتقین (بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے اور اسی تقویٰ اور پرہیزگاری کا ایک فرد ایفائے عہد بھی ہے)

اسلام میں ایفائے عہد کی اہمیت

اب یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن اور اسلام مسلمانوں کو عہد و پیمان کا پورا کرنا اور بدعہدی سے بچنا کتنا اہم اور ضروری بتلاتا ہے۔ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اگر مسلمان ایسا نہ کرے گا تو اسلام کا نام بدنام ہوگا اور مسلمانوں کو لوگ کہنے لگیں گے کہ یہ بات کہہ کر مکر جاتے ہیں اور اپنی زبان سے کئے ہوئے عہد کا پاس نہیں کرتے۔ یہ اس قابل نہیں کہ ان پر اعتبار کیا جائے تو سوچنا یہ ہے کہ قرآن مجید تو یہ ہدایت کر رہا ہے کہ ایسا کوئی کام نہ کرو جس سے تم بدنام ہو جاؤ اور دنیا تم پر اعتبار کرنا چھوڑ دے جو اسلام کی بدنامی کا باعث ہوگا اور اب ہماری کیا حالت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو دنیا بھر کی برائیوں کا اڈہ بنالیا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ جو باتیں کہ غیر مسلم بھی معیوب جانتے ہیں وہ اسلام کا لیبل لگانے کے بعد فخریہ اور علی الاعلان کی جاتی ہیں اور پھر ہم اپنی بدحالی کا اور مصائب ذلت اور پریشانی کا رونا روتے ہیں۔ اللہ پاک ہماری حالتوں پر رحم فرمائیں اور نیک و بد کی تمیز و فہم ہم کو عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ شرک اور کفر کو جیسا عرب کی سرزمین سے آپ نے مٹادیا اور کافروں کے وجود سے اس سرزمین کو پاک فرمادیا۔ اب بھی جہاں کافروں نے سر اٹھا رکھا ہے اور اہل اسلام کو اذیت پہنچا رہے ہیں یا اللہ کفر کی طاقت کو ملیامیٹ فرمادے اور ان کی قوت کو پاش پاش فرمادے۔ ان کی جمعیت میں افتراق ڈال دے اور ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسادے اور ان کو ذلیل دنیا میں بھی فرمادے اور آخرت میں بھی عذاب میں گرفتار فرمادے۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ میں آپ سے گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے غضب کے قریب ہوگیا ہوں یا کسی مخلوق کو گناہ کی طرف لے گیا یا ایسی خواہش دلائی ہو کہ وہ اطاعت وعبادت سے دور ہوگیا ہو۔

اے اللہ! میں نے عجب کیا ہو' ریاکاری کی ہو' کوئی آخرت کا عمل شہوت کی نیت سے کیا ہو' کینہ' حسد' تکبر' اسراف' کذب' غیبت' خیانت' چوری' اپنے اوپر اترانا' دوسرے کو ذلیل کرنا یا اس کو حقیر سمجھ کر یا حمیت وعصبیت میں آکر بے جا سخاوت' ظلم' لہو ولعب' چغلی یا اور کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو جس کے سبب میں ہلاکت میں آگیا ہوں' الٰہی! مجھے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ

فَإِذَا	انسَلَخَ	الْأَشْهُرُ	الْحُرُمُ	فَاقْتُلُوا	الْمُشْرِكِينَ	حَيْثُ	وَجَدتُّمُوهُمْ	وَخُذُوهُمْ	وَاحْصُرُوهُمْ
پھر جب	گزر جائیں	مہینے	حرمت والے	تو قتل کرو	مشرک (جمع)	جہاں	تم انہیں پاؤ	اور انہیں پکڑو	اور انہیں گھیر لو

سو جب حرمت والے مہینہ گذر جاویں تو ان مشرکین کو جہاں پاؤ مارو پکڑو باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں میں ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے

وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ

وَاقْعُدُوا	لَهُمْ	كُلَّ مَرْصَدٍ	فَإِن	تَابُوا	وَأَقَامُوا	الصَّلَاةَ	وَآتَوُا الزَّكَاةَ	فَخَلُّوا	سَبِيلَهُمْ
اور بیٹھو	ان کیلئے	ہر گھات	پھر اگر	وہ توبہ کرلیں	اور قائم کریں	نماز	اور زکوۃ ادا کریں	تو چھوڑ دو	انکا راستہ

لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنیوالے بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ

إِنَّ	اللَّهَ	غَفُورٌ	رَّحِيمٌ	وَإِنْ	أَحَدٌ	مِّنَ	الْمُشْرِكِينَ	اسْتَجَارَكَ	فَأَجِرْهُ	حَتَّىٰ	يَسْمَعَ
بیشک	اللہ	بخشنے والا	نہایت مہربان	اور اگر	کوئی	سے	مشرکین	آپ سے پناہ مانگے	تو اُسے پناہ دیدو	یہاں تک کہ	وہ سُن لے

کا طالب ہو تو آپ اس کو پناہ دیجئے تاکہ وہ کلام الٰہی سُن لے پھر اس کو اسکے امن کی جگہ میں پہنچا دیجئے

كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾

كَلَامَ اللَّهِ	ثُمَّ	أَبْلِغْهُ	مَأْمَنَهُ	ذَٰلِكَ	بِأَنَّهُمْ	قَوْمٌ	لَّا يَعْلَمُونَ
اللہ کا کلام	پھر	اسے پہنچا دیں	اسکی امن کی جگہ	یہ	اس لئے کہ وہ	لوگ	علم نہیں رکھتے

یہ حکم اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے۔

مہلت کے بعد جزیرہ عرب کو شرک سے پاک کرنیکا حکم

ان آیات میں مسلمانوں کو بتلایا جاتا ہے کہ جن مشرکین کو مہلت دی گئی تھی جب انکی پناہ کے چار ماہ گزر جائیں تو پھر مسلمانوں پر لازم ہے کہ مشرکوں کو جہاں پائیں قتل کریں۔ گرفتار کریں۔ محاصرہ کریں۔ ان کی تاک میں مورچوں میں بیٹھیں اور مشرکین اس مہلت کے ختم تک جو چاہیں اپنا بندوبست کرلیں اس کے بعد جزیرۃ العرب کو ان کے وجود سے پاک کرنے کی خاطر جنگ سے چارہ نہیں۔ جو کچھ برتاؤ جنگ میں ہوتا ہے مارنا' پکڑنا' داؤ لگانا' گھات میں رہنا وہ سب ہوگا۔ البتہ اگر بظاہر مشرکین کفر سے توبہ کر کے اسلامی برادری میں داخل ہوجائیں اور توحید و رسالت کا اقرار کر کے نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر مسلمانوں کو ان سے تعرض کرنے' ان کا راستہ روکنے' ان کو مارنے یا گرفتار کرنے کی اجازت نہیں۔ رہا باطن کا معاملہ وہ خدا کے سپرد ہے۔ مسلمانوں کا معاملہ ظاہر کو دیکھ کر ہوگا۔

نماز و زکوٰۃ کی اہمیت

ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ پھر اگر توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو یعنی قید یا قتل مت کرو تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کلمہ اسلام پڑھ کر نماز ادا نہ کرے یا زکوۃ نہ دے تو مسلمان راستہ روک سکتے ہیں۔ اسی آیت کی بناء پر امام احمدؒ امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اسلامی حکومت کا

فرض ہے کہ بے نمازی اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اسلامی حکومت اسے خوب زدوکوب کرے اور قید میں رکھے حتیٰ کہ مر جائے یا توبہ کرے۔ رہے زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے تو ان کے اموال میں سے اسلامی حکومت جبراً زکوٰۃ وصول کرے اگر وہ لوگ مل کر حکومت سے آمادۂ پیکار ہوں تو راہ راست پر لانے کے لئے ان سے جنگ کی جائے۔

اسی آیت کی رو سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف جہاد کیا تھا۔

اسی طرح آگے ایک آیت میں فرمایا جا رہا ہے۔ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ یعنی صاف صاف ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر کفر وشرک سے توبہ کے بعد نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زبان سے اسلام کا اقرار کرے مگر احکام اسلام کا التزام نہ کرے مثلاً نماز اور زکوٰۃ کو فریضۂ خداوندی نہ سمجھے تو وہ مسلمانوں کا بھائی نہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ میں اطاعت خداوندی اور اطاعت رسول دونوں ہی کا حکم دیا ہے اسی طرح وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ میں نماز اور زکوٰۃ کی بجاآوری کو فرض قرار دیا ہے پس جس طرح اطاعت خداوندی اور اطاعت رسول میں تفریق کفر ہے اسی طرح نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت میں بھی تفریق کفر اور ارتداد ہے البتہ جو شخص نماز اور زکوٰۃ کو فرض سمجھے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرے اور اس کوتاہی پر اپنے کو گنہ گار اور قصوروار سمجھے تو ایسا شخص کافر اور مرتد نہیں بلکہ ایک گنہگار مسلمان ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

مشرک وکافر کو پناہ دینا

اب ممکن تھا کہ کسی شخص کو اصول اسلام سے آگاہی نہ ہو اور وہ تحقیق یا رفع شکوک کی غرض سے مسلمانوں کے پاس رہنا چاہے تو اس کی نسبت حکم دیا گیا کہ اسے اپنی پناہ اور حفاظت میں لے کر خدا کا کلام اور اسلام کے حقائق و دلائل سناؤ اگر سب کچھ سن سنا کر اور سمجھ کر وہ یہی فیصلہ کرے کہ میں اسلام میں داخل نہیں ہوتا تو اس کو قتل مت کرو بلکہ وہ جہاں جانا چاہے اور سمجھتا ہو کہ وہاں وہ امن سے رہ سکے گا تو اسے وہاں پہنچا دو جہاں پہنچ کر وہ مامون اور مطمئن ہو جائے اس کے بعد وہ سب کافروں کے برابر ہے اور یہ امن دینے کا حکم اس لئے ہے کہ اسلامی اصول وحقائق سے ان لوگوں کو آگاہی نہیں ہے لہٰذا ان کے سامنے حق اچھی طرح واضح کر دینا چاہئے اگر اس کے بعد بھی نہ ماننے کا فیصلہ کریں تو وہ جانیں۔ محض نہ جاننا ایسا قصور نہیں کہ جس کی بناء پر اس کا قتل جائز ہو یہ ہے وہ اسلامی رواداری اور قرآنی احکام کہ جو غیر مسلموں کو خود بخود اسلام کی طرف مائل کرتے تھے اور اس آیت سے صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ مشرکوں کے قتل کرنے کا حکم جو اوپر دیا گیا وہ اس لئے نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اسلام قبول نہ کرتے تھے بلکہ اس لئے کہ اسلام کو مٹانے پر تلے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو محض دشمنی اور عناد کی بنا پر دنیا سے مٹانا چاہتے تھے۔

ان آیات سے فقہائے مفسرین نے ایک مسئلہ یہ نکالا ہے کہ حربی امن گزین کو چھیڑا یا ستایا نہ جائے بلکہ اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی جائے۔ ذمیوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اسی آیت سے نکالی گئی ہے۔

اسی سے فقہا نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ کافر حربی کا دارالاسلام میں زیادہ عرصہ تک ٹھہرنا ٹھیک نہیں اسے چاہیے کہ بس ضرورت بھر قیام کرے اور چلا جائے۔ یہ حکم بھی فقہا نے یہاں سے نکالا ہے کہ جو کوئی دین کے مسائل واحکام ہم سے دریافت کرنا چاہے تو ہم پر اس کا بتانا واجب ہے۔

دعا کیجئے: یَا اللّٰہ اسلام کے فوائد و برکات ہمارے ذریعہ سے غیر مسلموں کو پہنچنا نصیب فرمایئے اور جن کفار ومشرکین کے لئے ہدایت پانا آپ کی مشیت میں آ چکا ہے یا اللہ ان کی ہدایت کا سامان فرما دیجئے۔

یَا اللّٰہ بہت سے گناہ اس طرح کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ آپ کے سامنے ہوں مگر خیال کیا توبہ کرلوں گا' معافی چاہ لوں گا۔ الٰہ العالمین! گناہ کرلیا اور نفس وشیطان نے توبہ واستغفار سے باز رکھا' گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا رہا۔ الٰہی! میری اس جرا!ت پر نظر نہ فرمانا' اپنی شان کریمی کے صدقے مجھے معاف فرما دے میں توبہ کرتا ہوں' معافی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف کر دے۔ آپ کے سوا اور کون معاف کرنے والا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

كَيْفَ	يَكُوْنُ	لِلْمُشْرِكِيْنَ	عَهْدٌ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَ	عِنْدَ رَسُوْلِهٖ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	عٰهَدْتُّمْ
کیونکر	ہو	مشرکوں کیلئے	عہد	اللہ کے پاس	اور	اسکے رسول کے پاس	سوائے	وہ لوگ جو	تم نے عہد کیا

ان مشرکین کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہے گا مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک عہد لیا ہے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۷

عِنْدَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	فَمَا	اسْتَقَامُوْا	لَكُمْ	فَاسْتَقِيْمُوْا	لَهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُتَّقِيْنَ
پاس	مسجد حرام	سو جب تک	وہ قائم رہیں	تمہارے لئے	تو تم قائم رہو	ان کیلئے	بیشک	اللہ	دوست ہے	پرہیزگار (جمع)

سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی اُن سے سیدھی طرح رہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ

كَيْفَ	وَاِنْ	يَّظْهَرُوْا	عَلَيْكُمْ	لَا يَرْقُبُوْا	فِيْكُمْ	اِلًّا	وَّ	لَا ذِمَّةً	يُرْضُوْنَكُمْ	بِاَفْوَاهِهِمْ
کیسے	اور اگر	وہ غالب آجائیں	تم پر	نہ لحاظ کریں	تمہاری	قرابت	اور	نہ عہد	وہ تمہیں راضی کردیتے ہیں	اپنے منہ (جمع) سے

صلح کیونکر رہ سکتی ہے حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پاجائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں

وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۸ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا

وَتَاْبٰى	قُلُوْبُهُمْ	وَاَكْثَرُهُمْ	فٰسِقُوْنَ	اِشْتَرَوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا	فَصَدُّوْا
لیکن نہیں مانتے	انکے دل	اور انکے اکثر	نافرمان	بیچ ڈالے انہوں نے	احکام	اللہ	قیمت	تھوڑی	پھر انہوں نے روکا

اور نہ قول قرار کا یہ لوگ تم کو اپنی زبانی باتوں سے راضی کررہے ہیں اور انکے دل نہیں مانتے اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں۔

عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۹ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ

عَنْ	سَبِيْلِهٖ	اِنَّهُمْ	سَاۗءَ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	لَا يَرْقُبُوْنَ	فِيْ	مُؤْمِنٍ	اِلًّا	وَ	لَا ذِمَّةً
سے	اس کا راستہ	بیشک وہ	بُرا	جو	وہ کرتے ہیں	لحاظ نہیں کرتے ہیں	بارہ (میں)	کسی مومن	قرابت	اور	نہ عہد

انہوں نے احکام الٰہیہ کے عوض متاع ناپائدار کو اختیار کررکھا ہے سو یہ لوگ اللہ کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں یقیناً یہ ان کا عمل بہت ہی بُرا ہے۔

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۱۰ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ

وَ	اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْمُعْتَدُوْنَ	فَاِنْ	تَابُوْا	وَاَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتَوُا الزَّكٰوةَ	فَاِخْوَانُكُمْ
اور	وہی لوگ	وہ	حد سے بڑھنے والے	پھر اگر وہ	توبہ کرلیں	اور قائم کریں	نماز	اور	ادا کریں زکوٰۃ	تو تمہارے بھائی

یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول وقرار کا اور یہ لوگ بہت ہی زیادتی کررہے ہیں۔ سو اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں

فِي الدِّيْنِ ۚ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ

عَهْدِهِمْ	مِنْ بَعْدِ	اَيْمَانَهُمْ	نَّكَثُوْٓا	وَاِنْ	يَّعْلَمُوْنَ	لِقَوْمٍ	الْاٰيٰتِ	وَنُفَصِّلُ	الدِّيْنِ	فِي
اپنا عہد	کے بعد سے	اپنی قسمیں	وہ توڑ دیں	اور اگر	علم رکھتے ہیں	لوگوں کیلئے	آیات	اور کھول کر بیان کرتے ہیں	دین	میں

تو وہ تمہارے دینی بھائی ہوجاویں گے اور ہم سمجھ دار لوگوں کیلئے احکام کو خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں ۔ اور اگر وہ لوگ عہد کے بعد

وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

يَنْتَهُوْنَ	لَعَلَّهُمْ	لَهُمْ	اَيْمَانَ	لَا	اِنَّهُمْ	اَئِمَّةَ الْكُفْرِ	فَقَاتِلُوْٓا	دِيْنِكُمْ	فِيْ	وَطَعَنُوْا
باز آجائیں	شاید وہ	ان کی	قسم	نہیں	بیشک وہ	کفر کے سردار	تو جنگ کرو	تمہارا دین	میں	اور عیب نکالیں

اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو تم لوگ اس قصد سے کہ یہ باز آجاویں ان پیشوایان کفر سے لڑو ان کی قسمیں نہیں رہیں۔

مشرکین سے معاہدات ختم کرنے کی علت

گذشتہ آیات میں مشرکوں کے معاہدہ کو ختم کر دینے کا حکم تھا مگر اسکی وجہ فسخ کوئی نہیں بیان کی گئی تھی۔ ان آیات میں اس کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین عرب سے کیا عہد قائم رہ سکتا ہے اور آئندہ کیا صلح ہو سکتی ہے جن کا حال تم مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ اگر کسی وقت ذرا تم پر قابو حاصل کر لیں تو ستانے اور نقصان پہنچانے میں نہ قرابت کا بالکل لحاظ کریں اور نہ قول وقرار کا۔ چونکہ اتفاق سے تم پر غلبہ اور قابو حاصل نہیں ہے اس لئے محض زبانی عہد و پیمان کر کے تم کو خوش رکھنا چاہتے ہیں ورنہ ان کے دل ایک منٹ کے لئے بھی اس عہد پر راضی نہیں۔ ہر وقت عہد شکنی کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں چونکہ ان میں اکثر لوگ غدار اور بدعہد ہیں اگر کوئی اکا دکا وفائے عہد کا خیال بھی کرتا ہے تو کثرت کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ بہر حال ایسے دغا باز بدعہد لوگوں سے خدا اور رسول کا کیا عہد ہو سکتا ہے البتہ جن قبائل سے تم بالخصوص مسجد حرام کے پاس معاہدہ کر چکے ہو سو تم ابتدا کر کے معاہدان سے نہ توڑو۔ جب تک وہ وفاداری کے راستہ پر سیدھے چلیں تم بھی ان سے سیدھے رہو اور بڑی احتیاط رکھو کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات ایسی نہ ہونے پائے جس سے تمہارا دامن عہد شکنی کی گندگی سے داغدار ہو۔ خدا کو وہی لوگ محبوب ہیں جو پوری احتیاط کرتے ہیں چنانچہ جن قبائل نے مسلمانوں سے بدعہدی نہ کی تھی۔ مسلمانوں نے نہایت دیانت داری اور احتیاط کے ساتھ اپنا عہد پورا کیا۔

مشرکین کی اغراض پرستی

آگے مشرکین کی ایک دوسری حالت بیان کی جاتی ہے کہ یہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی تھوڑی سی طمع اور اپنی نفسانی اغراض کی خاطر خدا کے احکام وآیات کو رد کر دیا۔ اس طرح خود بھی خدا کے راستہ پر نہ چلے اور دوسروں کو بھی چلنے سے روکا۔ جو ایسے بدترین اور نالائق کاموں میں پھنسے ہوں اور خدا سے نہ ڈریں وہ عہد شکنی کے وبال سے کیا ڈریں گے۔ اور اپنے قول وقرار پر کیا قائم رہیں گے۔

مشرکین مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں

آگے مزید مشرکین کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ کچھ تمہارے ہی ساتھ نہیں بلکہ مسلمان نام سے ان کو دشمنی ہے کوئی مسلمان ہو موقع پانے پر اس کو نقصان پہنچانے کے لئے سب تعلقات قرابت اور قول و قرار اٹھا کر رکھ دیتے ہیں۔ اس بارہ میں ان کی ظلم وزیادتی حد سے بڑھی

33 ہوئی ہے ان سب باتوں کے باوجود بھی اگر اب کفر و شرک سے توبہ کر کے احکام دینیہ نماز زکوٰۃ وغیرہ پر عمل پیرا ہوں تو نہ صرف یہ کہ آئندہ کے لئے محفوظ اور مامون ہو جائیں گے بلکہ اسلامی برادری میں شامل ہو کر ان حقوق کے مستحق ہوں گے جن کے دوسرے مسلمان مستحق ہیں جو کچھ بدعہدیاں اور شرارتیں پہلے کر چکے ہیں سب معاف کر دی جائیں گی لیکن اگر انہوں نے اپنا عہد و پیمان توڑ ڈالا اور کفر سے باز نہ آئے بلکہ دین حق کے متعلق طعنہ زنی اور گستاخانہ عیب جوئی کرتے رہے تو سمجھ لو کہ اس طرح کے لوگ آئمۃ الکفر یعنی کفر کے سردار اور امام ہیں کیونکہ ان کی حرکات دیکھ کر اور باتیں سن کر بہت سے کجرو اور بیوقوف پیچھے ہو لیتے ہیں۔ ایسے سرغنوں سے پورا مقابلہ و مقاتلہ کرو کیونکہ ان کا کوئی قول و قسم اور عہد و پیمان باقی نہیں رہا۔ ممکن ہے کہ تمہارے ہاتھوں کچھ سزا پا کر اپنی شرارت اور سرکشی سے باز آ جائیں۔ مفسرین نے یہاں لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (تا کہ وہ باز آ جائیں) اس جملہ سے اخذ کیا ہے کہ مسلمانوں کی جنگ و جہاد کا مقصد عام دنیا کے لوگوں کی طرح دشمن کو ستانا اور جوش انتقام کو ٹھنڈا کرنا یا عام سلاطین اور بادشاہوں کی طرح ملک گیری نہ ہونا چاہئے بلکہ ان کی جنگ کا مقصد دشمنوں کی خیر خواہی میں اس جذبہ سے ہونا چاہیئے کہ وہ لوگ اپنی غلط روش سے باز آ جائیں۔

اسلامی برادری میں شامل ہونے کی تین شرطیں

یہاں بھی ایک گذشتہ آیت کی طرح فَإِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ مشرکین کے اسلامی برادری میں داخل ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اول کفر و شرک سے توبہ' دوسرے نماز کی ادائیگی اور تیسرے زکوٰۃ کا دینا۔ جب تک ان پر عمل نہ ہو ان کے ساتھ قتال بند نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جن نومسلموں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا ان کے مقابلہ میں حضرت صدیق اکبرؓ نے جہاد کرنے کے لئے اسی آیت سے استدلال کیا تھا اور تمام صحابہ کرام کو ان سے جہاد پر مطمئن کر دیا تھا۔ پھر فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ فرما کر (یعنی اگر مشرکین توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو اب یہ تمہارے دینی بھائی ہیں) یہ بھی بتلا دیا کہ کوئی کیسا ہی دشمن رہا ہو اور کتنی ہی ایذائیں اس نے پہنچائی ہوں جب وہ مسلمان ہو گیا تو جس طرح اللہ تعالیٰ اس کے سب پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ پچھلے سب معاملات کو دل سے بھلا دیں اور ان کو اپنا دینی بھائی سمجھیں اور برادرانہ تعلق کے حقوق ادا کریں۔ یہ ہے اسلامی عدل و انصاف اور اسلامی رواداری۔

گستاخ رسول کی سزا

پھر انہی آیات سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرے یا کوئی عیب لگائے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حالت پر طعنہ زنی کرے تو وہ واجب القتل ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ کفار و مشرکین کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ و مامون فرما اور اس وقت جہاں جہاں کفار و مشرکین سے مسلمانوں کا مقابلہ و مقاتلہ ہو رہا ہے مسلمانوں کو غالب فرما۔ کفار و مشرکین کو مغلوب' رسوا اور ذلیل فرما۔ یَا اللہ میرے گناہوں کو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں' میں تو کر کے بھول بھی گیا ہوں مگر آپ کے علم میں سب ہیں۔ کل بروز قیامت آپ مجھ سے سوال کریں گے' سوائے اقرار کرنے کے اور کیا جواب دوں گا۔ اے اللہ! مواخذہ نہ فرمانا آج ہی وہ سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ

أَلَا تُقَاتِلُونَ	قَوْمًا	نَّكَثُوا	أَيْمَانَهُمْ	وَهَمُّوا	بِإِخْرَاجِ	الرَّسُولِ	وَهُم	بَدَءُوكُمْ	أَوَّلَ مَرَّةٍ
کیاتم نہ لڑوگے؟	ایسی قوم	اُنہوں نے توڑ ڈالا	اپنا عہد	اور ارادہ کیا	نکالنے کا	رسولؐ	اور وہ	تم سے پہل کی	پہلی بار

تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے جلاوطن کردینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے خود پہلے چھیڑ نکالی

أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ

أَتَخْشَوْنَهُمْ	فَاللَّهُ	أَحَقُّ	أَن	تَخْشَوْهُ	إِن كُنتُم	مُّؤْمِنِينَ	قَاتِلُوهُمْ	يُعَذِّبْهُمُ	اللَّهُ
کیاتم ان سے ڈرتے ہو؟	تو اللہ	زیادہ حقدار	کہ	تم اس سے ڈرو	اگر تم ہو	ایمان والے	تم ان سے لڑو	انہیں عذاب دے	اللہ

کیاان سے ڈرتے ہو سو اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اُن سے لڑو اللہ تعالیٰ اُنکو تمہارے ہاتھوں سزا

بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ

بِأَيْدِيكُمْ	وَيُخْزِهِمْ	وَيَنصُرْكُمْ	عَلَيْهِمْ	وَيَشْفِ	صُدُورَ	قَوْمٍ	مُّؤْمِنِينَ	وَيُذْهِبْ
تمہارے ہاتھوں سے	اور انہیں رسوا کرے	اور تمہیں غالب کرے	اُن پر	اور شفا بخشے	سینے (دل)	لوگ	مومن (جمع)	اور دُور کردے

دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا۔ اور انکے قلوب کے غیظ کو دور کرے گا

غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾

	غَيْظَ	قُلُوبِهِمْ	وَ	يَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ	مَن	يَشَاءُ	وَاللَّهُ	عَلِيمٌ	حَكِيمٌ	
	غصہ	انکے دل (جمع)	اور	اللہ توبہ قبول کرتا ہے	جسے	چاہے	اور اللہ	علم والا	حکمت والا	

اور جس پر منظور ہوگا اللہ تعالیٰ توجہ فرماوے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔

مشرکین کے طرزِ عمل کے پیشِ نظر جہاد کی اہمیت

گذشتہ سے کفار ومشرکین عرب کے متعلق مضمون بیان ہوتا چلا آرہا ہے ان آیات میں بھی قریش کی بدعہدی کی طرف اشارہ ہے اوران کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے قریش نے جو معاہدے اور حلف نامے کئے تھے وہ توڑ دیئے تھے کیونکہ حدیبیہ کے عہدنامہ کے خلاف قبیلہ خزاعہ کے مقابلہ میں بنوبکر کی مدد کی اور ہجرت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن مقدس یعنی مکہ معظمہ سے نکالنے کی تجاویز سوچیں اور وہی آپ کی ہجرت کا سبب بنے۔ مکہ میں بے قصور مسلمانوں پر مظالم کی ابتداء کی۔ جب ابوسفیان کا تجارتی قافلہ بچ نکلا تو ازراہ تکبر وغرور بدر کے میدان میں مسلمانوں سے جنگ چھیڑ کرنے کے لئے گئے۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد بھی اپنی جانب سے عہد شکنی کی ابتداء کی کہ مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابلہ پر بنوبکر جو قریش کے حلیف تھے ان کی پیٹھ ٹھوکتے رہے اور اسلحہ وغیرہ سے ان کی امداد کرتے رہے۔ جو کہ معاہدہ کی خلاف ورزی تھی آخرکار مسلمان ان سے لڑے اور مکہ معظمہ کو مشرکین کے قبضہ سے پاک کیا تو مسلمانوں کو جہاد کی اس طرح ترغیب دی جارہی ہے کہ جو قوم اس طرح کے احوال رکھتی ہو اس سے جنگ کرنے میں مسلمانوں کو کسی وقت بھی کچھ تامل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر ان کی طاقت وجمعیت اور ساز وسامان کا خوف ہو تو بتلایا جاتا ہے کہ مومنین کو سب سے بڑھ کر خدا کا خوف ہونا چاہئے خدا کا ڈر جب دل میں آ

جائے تو پھر سب ڈر دل سے نکل جاتے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ خدا کی نافرمانی سے ڈرے اور اس کے قہر وغضب سے لرزاں و ترساں رہے کیونکہ نفع وضرر سب اسی کے ہاتھ میں ہے کوئی مخلوق ادنیٰ سے ادنیٰ ضرر پہنچانے پر بغیر اس کی مشیت کے قادر نہیں۔

جہاد کی مشروعیت کی ایک حکمت

آگے مشروعیت جہاد کی ایک حکمت پر متنبہ فرمایا جاتا ہے قرآن کریم میں سابقہ امتوں کے جو قصے بیان فرمائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم کفر وشرارت اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب وعداوت میں حد سے بڑھ جاتی تھی تو قدرت کی طرف سے کوئی تباہ کن آسمانی عذاب ان پر نازل کیا جاتا تھا جس سے ان کے سارے مظالم اور کفریات کا دفعۃً خاتمہ ہو جاتا تھا۔ بلاشبہ عذاب کی یہ اقسام بہت سخت مہلک اور آئندہ نسلوں کے لئے عبرتناک تھیں لیکن ان صورتوں میں معذبین کو دنیا میں رہ کر اپنی ذلت و رسوائی کا نظارہ نہیں کرنا پڑتا تھا اور نہ آئندہ کے لئے ان کی توبہ ورجوع کا کوئی امکان باقی رہتا تھا۔ یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ مشروعیت جہاد کی اصلی غرض وغایت یہ ہے کہ مکذبین اور معتوبین کو حق تعالیٰ بجائے بلاواسطہ عذاب دینے کے اپنے مخلص ووفادار بندوں کے ہاتھ سے سزا دلوائے۔ سزادہی کی اس صورت میں مجرمین کی رسوائی اور مخلصین کی قدر افزائی زیادہ ہے۔ وفادار بندوں کا نصرت وغلبہ علانیہ ظاہر ہوتا ہے ان کے دل یہ دیکھ کر ٹھنڈے ہوتے ہیں کہ جو لوگ کل تک انہیں حقیر وناتواں سمجھ کر ظلم وستم اور استہزاء وتمسخر کا تختہ مشق بنائے ہوئے تھے۔ آج خدا کی تائید ورحمت سے انہیں کے رحم وکرم یا عدل وانصاف پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کفر وباطل کی شوکت ونمائش کو دیکھ کر جو اہل حق گھٹتے رہتے تھے یا جو ضعیف اور مظلوم مسلمان کفار کے مظالم کا انتقام نہ لے سکنے کی وجہ سے دل ہی دل میں غیظ کھا کر چپ ہو رہتے تھے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے ان کے قلوب تسکین پاتے تھے اور آخری بات یہ ہے کہ خود مجرمین کے حق میں سزادہی کا یہ طریقہ نسبۃً زیادہ نافع ہے کیونکہ سزا پانے کے بعد بھی رجوع اور توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ حالات سے عبرت حاصل کر کے بہت سے مجرموں کو توبہ نصیب ہو جائے چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں سارا عرب صدق دل سے دین الٰہی کا حلقہ بگوش بن گیا اخیر میں ارشاد ہوا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے اور حکمت والے ہیں یعنی ہر ایک کی حالت کو جان کر حکمت کا معاملہ کرتے ہیں اور ہر زمانہ میں اس کے مناسب احکام بھیجتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں اہل ایمان کو کفار بدعہد سے جہاد کرنے کی ترغیب دی گئی اور اس امر کی وضاحت فرمائی گئی کہ اگر ان بدعہد مشرکین سے لڑائی کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے اقدام نہ ہوگا بلکہ اپنے تحفظ اور بقا کے لئے مدافعانہ کارروائی ہوگی کیونکہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی ابتداء ان ہی کی طرف سے ہوئی۔ پھر شروع سے یہ مسلمانوں کو تکلیفیں دیتے چلے آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔

مسلمانوں کو انہوں نے طرح طرح سے ایذائیں دیں اور پھر اسی پر بس نہ کیا بلکہ معاہدہ کے بعد خود ہی معاہدہ توڑنے کی ابتدا کی۔ نیز یہاں پیشین گوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مسلمانوں کو فتح یاب کرے گا اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کفار کو ذلیل و برباد اور رسوا کرے گا اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا اور پھر اس کی ازلی مشیت میں کفار میں سے جس کی قسمت میں ایمان اور اسلام لانا لکھا ہو گا ان کو مسلمان ہونے کی توفیق دے گا اور ان کی توبہ قبول کریگا۔

دعا کیجئے: یَا اللّٰہُ آپ نے قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ سے جو وعدے فرمائے اور ان کو پورا فرمایا آج بھی اسلام کا نام لینے والوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کو کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں فتح وکامیابی نصیب فرما اور اہل اسلام کے ہاتھوں کفار کو مغلوب، رسوا اور ذلیل فرما۔ اور کفار کی بربادی اور ذلت دکھلا کر مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈک عطا فرما۔

یَا اللّٰہُ کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی۔ میں آپ کے غضب وعذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرما دیں گے اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا' میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ

اَمْ حَسِبْتُمْ	اَنْ	تُتْرَكُوْا	وَلَمَّا	يَعْلَمِ اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	جٰهَدُوْا	مِنْكُمْ	مِنْ دُوْنِ
کیا تم گمان کرتے ہو	کہ	تم چھوڑ دیئے جاؤ گے	اور ابھی نہیں	معلوم کیا اللہ	وہ لوگ جو	انہوں نے جہاد کیا	تم میں سے	اور انہوں نے نہیں بنایا

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو اور

اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

	اللّٰهِ	وَ	لَا رَسُوْلِهٖ	وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ	وَلِيْجَةً	وَاللّٰهُ	خَبِيْرٌ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	
	سوا اللہ	اور	نہ اس کا رسول	اور نہ مومن (جمع)	راز دار	اور اللہ	باخبر	اس سے جو تم کرتے ہو	

اللہ اور رسول اور مومنین کے سوا کسی کو خصوصیت کا دوست نہ بنایا ہو اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے سب کاموں کی۔

مشروعیت جہاد کی ایک اور حکمت

اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جہاد و قتال سے مقصود فقط ذلت کفار ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی آزمائش اور امتحان بھی مقصود ہے۔ یعنی ایمان اور بندگی کے زبانی دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں لیکن امتحان کی کسوٹی پر جب تک کسا نہ جائے کھرا اور کھوٹا ظاہر نہیں ہوتا۔ جہاد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کتنے مسلمان ہیں جو اس کی راہ میں جان و مال نثار اور قربان کرنے کو تیار ہیں اور خدا اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا راز دار یا خصوصی دوست بنانا نہیں چاہتے خواہ وہ ان کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو گویا یہ معیار ہے جس پر مومنین کا ایمان پرکھا جاتا ہے۔ جب تک عملی جہاد نہ ہو صرف زبانی جمع خرچ سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی پس جہاد کے مشروع کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے گو اللہ تعالیٰ تو ہر چیز سے واقف ہے۔ جو ہوگا وہ بھی اسے معلوم ہے اور جو نہیں ہوا وہ جب ہوگا اور کس طرح ہوگا یہ بھی وہ جانتا ہے چیز کے ہونے سے پہلے ہی اسے اس کا علم حاصل ہے اور ہر چیز کی حالت سے وہ واقف ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ دنیا پر بھی کھرا کھوٹا ظاہر کر دے اس لئے یہ ناممکن ہے کہ امتحان اور آزمائش بغیر

مسلمان بھی چھوڑ دیئے جائیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ تم اس آزمائش سے گزر کر یہ ثابت کر دو کہ واقعی تم خدا اور اس کے دین کی اپنی جان و مال اور اپنے بھائی بندوں سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہو اس لئے جہاد میں تمہاری ثابت قدمی دیکھی جائے گی کہ تمام دنیا کے تعلقات پر کس طرح خدا اور رسول کو ترجیح دیتے ہو اور پھر آیت کے اخیر میں وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ عمل بھی جو کچھ کیا جاتا ہے اس کی خبر خدا کو ہے کہ صدق و اخلاص سے کیا۔ اللہ رسول کی محبت اور بجا آوری میں کیا یا نمود و ریا سے کیا۔ جیسا عمل ہوگا ادھر سے اسی کے موافق پھل ملے گا۔

کافروں سے دوستی کی ممانعت

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جہاد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دو امور دیکھنا چاہتے ہیں ایک تو یہ کہ کتنے مسلمان ہیں کہ جو اس کی راہ میں جان و مال کو قربان کرنے کو تیار ہیں اور دوسرے یہ کہ اللہ اور رسول اور مسلمانوں کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا راز دار یا خصوصی دوست بنانا نہیں چاہتے۔ تو اس آیت اور قرآن پاک کی دوسری آیات کی بناء پر مسلمانوں کے خلاف کافروں سے دوستی کرنا حرام ہے اور اس کی بڑی شدت اور سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ سورۂ آل عمران میں ایک

جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:۔ "اے ایمان والو اپنے سوا کسی کو صاحب خصوصیت اور گہرا دوست نہ بناؤ" پھر دوسری جگہ اسی سورۂ آل عمران میں حکم ہوا ہے "مسلمانوں کو نہ چاہئے کہ مومنوں کے ہوتے ہوئے کافروں کو اپنا دوست بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ اللہ کے ہاں کسی شمار میں نہیں"۔ ان آیات کی بناء پر مسلمانوں کو کافروں' منکروں اور اللہ کے باغیوں کے ساتھ دوستی کا تعلق ظاہر اور باطن میں قائم کرنے کی قطعی ممانعت ہے۔ اور عقلاً بھی یہ ملی اور قومی خودداری کے بالکل منافی ہے۔ قانون اسلام کے منکروں اور باغیوں سے تعلقات ایک خاص حد سے آگے بڑھانے کی اجازت کسی مسلم کو یا اسلامی اسٹیٹ کی رعایا کو نہیں۔ اس سے فرد و ملت دونوں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ کسی سے مخفی نہیں اور اس صریحی' معقول اور مناسب و ضروری انتظام کا نام بعض عقل کے دشمنوں نے "تنگ نظری" رکھا ہے۔ سبحان اللہ! وبائی امراض میں پرہیز اور احتیاط کا نام تو فخر کے ساتھ "اصول حفظان صحت" رکھا جائے اور جو انتظام کفر و طغیان یعنی دنیا و آخرت دونوں کی بربادی سے بچنے کے لئے کیا جائے اس کا نام "تنگ نظری" پڑ جائے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کے اس حکم پر عمل میں سستی غفلت اور مداہنت برتی جس کا نتیجہ اب یہ ہے کہ مسلمان کی زندگی کے ہر شعبہ میں کافروں کا غلبہ و تسلط نمایاں ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

دعا کیجئے

یَا اَللہُ یا اللہ ہم کو اپنی جان و مال آپ کے راستہ میں خرچ کرنے اور نثار کرنے کی ہمت و عزم عطا فرما۔

یا اللہ اہل اسلام کا دشمنان دین سے اس وقت جہاں جہاں مقابلہ و مقاتلہ درپیش ہے یا اللہ اہل اسلام کو غلبہ عطا فرما اور اپنی تائید اور نصرت سے ان کو کامیابی و کامرانی و سربلندی عطا فرما۔ آمین۔

یا اللہ تمام مسلمانوں کو قرآن مجید پڑھنے سمجھنے کی اور اسکے مطابق اپنی زندگی سنوارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہم سب کو معاشرہ میں پھیلے ہوئے تمام شرور و فتن سے شرک و بدعت سے غیر اسلامی تہذیب و معاشرت سے محفوظ فرما کر ہدایت کے راستے پر چلا اور پوری زندگی اتباع سنت میں گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمایئے۔

یَا اَللہُ غیر اللہ سے عقلی طور پر ڈر گیا ہوں' تیرے کسی ولی سے دشمنی کی ہو الٰہی! تیرے دشمنوں سے دوستی کی ہو اور تیرے دوستوں کو رسوا کیا ہو یا تیرے غضب میں آجانے کا کام کیا ہو تو الٰہی! مجھے معاف فرما دے' میری توبہ ہے۔

الٰہ العالمین! وہ گناہ جو آپ کے علم میں موجود ہیں اور میں بھول گیا ہوں ان سب گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔

کوئی گناہ کیا اور اس سے توبہ کی لیکن جرأت کر کے پھر اس توبہ کی پرواہ نہ کی ہو یکے بعد دیگرے گناہ کرتا چلا گیا۔

الٰہی! ان تمام گناہوں سے پناہ دیدے اور مجھے بخشدے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ

ماکان	للمشرکین	ان	یعمروا	مسجد اللہ	شھدین	علی	انفسھم	بالکفر
نہیں ہے	مشرکوں کیلئے	کہ	وہ آباد کریں	اللہ کی مسجدیں	تسلیم کرتے ہوں	پر	اپنی جانیں اپنے اوپر	کفر کو

مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جس حالت میں کہ وہ خود اپنے کفر کا اقرار کررہے ہیں

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ

اولئک	حبطت	اعمالھم	و	فی النار	ھم	خلدون	انما	یعمر	مسجد اللہ	من
وہی لوگ	اکارت گئے	انکے اعمال	اور	جہنم میں	وہ	ہمیشہ رہیں گے	صرف	وہ آباد کرتا ہے	اللہ کی مسجدیں	جو

ان لوگوں کے سب اعمال اکارت ہیں اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے ۔ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى

امن	باللہ و	الیوم الاخر	و	اقام الصلوۃ	و	اتی الزکوۃ	و	لم یخش	الا	اللہ	فعسی
ایمان لایا	اللہ پر اور	آخرت کا دن	اور	اس نے نماز قائم کی	اور	زکوۃ ادا کی	اور	وہ نہ ڈرا	سوائے	اللہ	سو امید ہے

جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں

اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

اولئک	ان	یکونوا	من	المھتدین
وہی لوگ	کہ	ہوں	سے	ہدایت پانیوالے

سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جاویں گے۔

اللہ تعالیٰ کے گھروں کو کون آباد رکھ سکتا ہے

ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ خدا کی مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ ان میں خدائے واحد کی عبادت اس کی شان کے لائق ہو۔ ذکر اللہ کرنے والے کثرت سے موجود ہوں جو بے روک ٹوک خدا کو یاد کریں۔لغویات اور خرافات سے ان پاک مقامات کو محفوظ رکھا جائے۔ یہ مقصد کفار و مشرکین سے کب حاصل ہوسکتا ہے؟ مشرکین مکہ بڑے فخر سے اپنے کو مسجد حرام کا متولی اور خادم کعبہ کہتے تھے۔حالانکہ حقیقۃً اولو العزم مسلمانوں ہی کے دم سے مساجد آباد رہ سکتی ہیں۔

شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس جب اسلام لانے سے پہلے غزوۂ بدر میں گرفتار ہوئے اور مسلمانوں نے ان کو کفر و شرک پر قائم رہنے سے عار دلائی تو انہوں نے جواب دیا کہ تم لوگ صرف ہماری برائیاں یاد رکھتے ہو اور بھلائیوں کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم بیت اللہ اور خانہ کعبہ کو آباد رکھنے اور اس کا انتظام کرنے اور حجاج کو پانی پلانے وغیرہ کی خدمات کے مہتمم و متولی بھی ہیں۔اس پر قرآن کریم کی یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ مشرکین کو اللہ کی مساجد کی آباد کاری کا کوئی حق نہیں جبکہ وہ خود اپنے کفر و شرک کے گواہ ہیں ان لوگوں کے اعمال ضبط اور ضائع ہوگئے اور وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔

مشرکین کا کردار

مشرکین مکہ بڑے فخر سے اپنے کو مسجد حرام اور بیت اللہ کا متولی اور خادم کعبہ کہا کرتے تھے مگر ان کی بڑی خدمت گزاری یہ تھی کہ پتھر

کی سینکڑوں مورتیاں کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں ان ہی کی نذر نیاز کرتے اور منتیں مانتے۔ پھر برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے۔ ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اور خدائے واحد کے سچے پرستاروں کو وہاں تک پہنچنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ لے دیکر ان کی بڑی عبادت یہ تھی کہ حاجیوں کے لئے پانی کی سبیل لگادی۔ یا حرم شریف میں چراغ جلا دیا۔ یا کعبہ پر غلاف چڑھا دیا یا کبھی ضرورت ہوئی تو ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کرادی مگر یہ اعمال محض بے جان اور بے روح تھے کیونکہ شرک اور کفر کے ساتھ کوئی عمل خدا کے نزدیک مقبول نہیں اسی کو آیت میں حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ (ان کے اعمال اکارت ہو گئے) سے تعبیر فرمایا۔ الغرض اس آیت میں بتلایا گیا کہ کفار و مشرکین جو اپنے حال وقال سے اپنے کفر و شرک پر ہر وقت شہادت دیتے رہتے ہیں اس لائق نہیں کہ ان سے مساجد خصوصاً مسجد حرام کی حقیقی آبادی ہو سکے یہ کام صرف ان لوگوں کا ہے جو دل سے خدائے واحد اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اپنے اعضاء سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں۔ اموال میں سے باقاعدہ زکوۃ ادا کرتے رہتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنے کا مطلب

ایک بات یہاں یہ بھی سمجھ لی جائے کہ آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اس کا معنی یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی کے خوف سے اللہ کے حکم کو ترک نہ کرے۔ ورنہ خوف کی چیزوں سے ڈرنا اور دہشت کھانا تو تقاضائے عقل وفطرت ہے۔ درندے اور زہریلے جانوروں سے چور ڈاکو سے طبعی طور پر ڈرنا اس کے خلاف نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب جادوگروں نے رسیوں کے سانپ بنا کر دکھلائے تو وہ ڈر گئے۔ اَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى اس لئے ایذا اور نقصان پہنچانے والوں سے طبعی خوف نہ حکم قرآنی کے خلاف ہے نہ رسالت اور ولایت کے۔ ہاں اس خوف سے مغلوب ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکام میں خلل ڈالنا یا ان کو ترک کر دینا یہ مومن کی شان نہیں اور یہی اس جگہ مراد ہے۔ تو

ایسے مومنین جو دل وزبان ہاتھ پاؤں مال و دولت غرضیکہ ہر چیز سے خدا کے مطیع وفرمانبردار ہیں ان کا فرض منصبی ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور تعمیر مساجد کے جھوٹے دعوے رکھنے والے مشرکین کو خواہ اہل قرابت ہی کیوں نہ ہوں مسلمان ان کو وہاں سے نکال باہر کریں کیونکہ ان کے وجود سے مساجد کی آبادی نہیں بلکہ بربادی ہے۔

مشرک بیت اللہ کا متولی نہیں ہوسکتا

یہاں آیت میں اگرچہ بات عام کہی گئی ہے اور اپنی حقیقت کے لحاظ سے یہ عام ہے بھی لیکن خاص طور پر اس کا یہاں ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ خانہ کعبہ اور مسجد حرام پر سے مشرکین کی تولیت کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس پر ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کی تولیت قائم کردی جائے۔

ان آیات کا ایک حاصل تو یہ ہے کہ کفار کے نیک اعمال مقبول نہیں ہیں باقی کسی کافر کا مسجد بنانا یا اس کی خدمت کرنا یہاں اس سے بحث نہیں ہے اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے دلائل سے یہ ہے کہ اگر وہ کافر اپنے مذہب کی رو سے اس کو ثواب سمجھے تو اجازت دے دی جاوے گی ورنہ نہیں۔ البتہ ثواب سمجھنے کے باوجود اگر کسی اسلامی مصلحت کے لحاظ سے اجازت دینا نامناسب ہو تو اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور یہی حکم کفار کا مسجد کی تعمیر وغیرہ میں چندہ دینے کا ہے۔

مسجد کی تعمیر' صفائی اور انتظام کی فضیلت

دوسری بات یہاں یہ معلوم ہوئی کہ جس کے ہاتھوں سے مسجد کی آبادی ہو تو اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو شخص مساجد کی حفاظت' صفائی اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا اور دیکھ بھال رکھتا ہے اور جو عبادت اور ذکر اللہ کے لئے یا علم دین اور قرآن پڑھنے پڑھانے کے لئے مسجد میں آتا جاتا ہے اس کے یہ اعمال اس کے مومن کامل ہونے کی شہادت ہے۔ آیت میں مسجد کی عمارت کا لفظ آیا ہے۔ عمارت عربی محاورہ میں ضد ہے ویرانی کی۔ سو عمارت کے تحت مسجدوں کا آباد کرنا' ان میں داخل ہونا ان کی تعمیر کرنا اور ان کی خدمت کرنا سب کچھ آ گیا۔ مفسر قرآن حضرت

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ عمارت مسجد میں یہ بھی داخل ہے کہ مسجد کو ایسی چیزوں سے پاک کرے جن کے لئے مسجدیں نہیں بنائی گئی مثلاً خرید وفروخت دنیا کی باتیں کسی گم شدہ چیز کی تلاش، یا دنیا کی چیزوں کا لوگوں سے سوال، یا فضول قسم کے اشعار، لڑائی، جھگڑا، شور وشغب وغیرہ۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو کہ وہ مسجد کو لازم پکڑے ہوئے ہے تو اس کے ایمان کے گواہ ہو جاؤ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مسجدوں کے آباد کرنے والے اللہ والے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے اللہ عزوجل فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت کی اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کو آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں، اور صبح سحر کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظر ڈال کر اپنے عذاب کو ہٹا لیتا ہوں۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ ہمیں بھی مسجدوں کے آباد کرنے والوں میں شامل فرمادیں اور ہمیں بھی ایمان واسلام کے ساتھ نمازوں کو قائم کرنے والا، زکوٰۃ کو ادا کرنے والا اور بجز اللہ کے اور کسی سے نہ ڈرنے والا بنائیں۔ آمین۔

یَا اللہُ جس گناہ کے کرنے سے عذاب کے قریب ہو گیا ہوں اور آپ سے محروم ہو گیا ہوں یا تیری رحمت سے وہ گناہ حجاب میں ہو گیا ہو یا اس کی وجہ سے تیری کسی نعمت سے محروم ہو گیا ہوں ان تمام گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔

میں نے آپ کے مقید حکم کو مطلق کر دیا ہو یا مطلق حکم کو مقید کر دیا ہو اور میں اس کی وجہ سے خیر سے محروم کر دیا گیا ہوں اے اللہ! اس کو معاف فرمادے۔

جو گناہ آپ کے عافیت دینے کے باوجود عافیت میں دھوکہ کھا کر کر لیا ہو یا تیری نعمت کو غلط ناجائز استعمال کیا ہو یا آپ کے رزق کی وسعت کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہو گیا یا عمل تیری رضا کے لئے کر رہا تھا لیکن نفس کی شہوت کے غلبہ سے وہ کام تیری رضا سے نکل گیا ہو اس کی معافی دیدے۔

کوئی گناہ تھا میں نے رخصت سمجھ کر کر لیا، جو حرام تھا اس کو حلال سمجھ کر کر لیا ہو تو آج اسے بھی معاف فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ

اَجَعَلْتُمْ	سِقَايَةَ	الْحَآجِّ	وَ	عِمَارَةَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	كَمَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	وَجٰهَدَ
کیاتم نے بنایا (ٹھہرایا)	پانی پلانا	حاجی (جمع)	اور	آباد کرنا	مسجد حرام	اسکے مانند	ایمان لایا	اللہ پر	اور	یوم آخرت	اوراس نے جہاد کیا

کیاتم لوگوں نے حجاج کے پانی پلانے کواور مسجد حرام کے آباد رکھنے کواس شخص کی برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ پراور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہواوراس نے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾ اَلَّذِيْنَ

فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	لَا يَسْتَوٗنَ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِى	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ	اَلَّذِيْنَ
میں	اللہ کی راہ	وہ برابر نہیں	اللہ کے نزدیک	اور اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	ظالم (جمع)	جولوگ

اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا۔ جو لوگ

اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً

اٰمَنُوْا	وَهَاجَرُوْا	وَجٰهَدُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	بِاَمْوَالِهِمْ	وَ	اَنْفُسِهِمْ	اَعْظَمُ	دَرَجَةً
ایمان لائے	اورانہوں نے ہجرت کی	اور جہاد کیا	میں	اللہ کا راستہ	اپنے مالوں سے	اور	اپنی جانیں	بہت بڑا	درجے

ایمان لائے اور انہوں نے ترکِ وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں

عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ

عِنْدَ اللّٰهِ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْفَآئِزُوْنَ	يُبَشِّرُهُمْ	رَبُّهُمْ	بِرَحْمَةٍ	مِّنْهُ	وَرِضْوَانٍ
اللہ کے ہاں	اوروہی لوگ	وہ	مراد کو پہنچنے والے	انہیں خوشخبری دیتا ہے	ان کا رب	رحمت کی	اپنی طرف سے	اورخوشنودی

اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضا مندی

وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾

وَجَنّٰتٍ	لَهُمْ	فِيْهَا	نَعِيْمٌ	مُقِيْمٌ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	اَبَدًا	اِنَّ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ
اور باغات	ان کیلئے	ان میں	نعمت	دائمی	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	ہمیشہ	بیشک	اللہ	اس کے ہاں	اجر	عظیم

اور ایسے باغوں کی کہ ان کیلئے ان میں دائمی نعمت ہوگی۔ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

شانِ نزول: اسلام لانے سے پہلے جب حضرت عباس غزوۂ بدر میں گرفتار ہوکر مسلمانوں کی قید میں آئے اوران کے مسلم عزیزوں نے ان کواس پر ملامت کی کہ آپ نعمت ایمان سے محروم ہیں تو انہوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ لوگ ایمان وہجرت کواپنا بڑا سرمایہ فضیلت سمجھتے ہیں مگر ہم بھی تو بیت اللہ کی عمارت اور حجاج کو پانی پلانے کی اہم خدمات کے متولی ہیں جن کے برابر کسی کا عمل نہیں ہوسکتا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ ایک روز جمعہ کے دن مسجد نبوی میں چند حضرات صحابہ جمع تھے۔حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ اسلام اور ایمان کے بعد میرے نزدیک حجاج کو پانی پلانے سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں اور مجھے اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے عمل کی پروانہیں۔

دوسرے صاحب نے ان کے جواب میں کہا کہ نہیں اللہ کی راہ میں جہاد سب سے بڑا عمل ہے اور تمام عبادات واعمال سے افضل واشرف ہے۔ اس طرح آپس میں مذاکرہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹا کہ تم جمعہ کے وقت منبر نبوی کے پاس بیٹھ کر اس طرح بحثیں کر رہے ہو۔ ذرا صبر کرو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے فارغ ہو جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چیز دریافت کر لینا چنانچہ جمعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

بغیر ایمان کوئی عمل مقبول نہیں

یہاں بتلایا جاتا ہے کہ شرک کے ساتھ تو کوئی عمل کتنا ہی بڑا ہو مقبول اور قابل ذکر ہی نہیں اس لئے کسی مشرک کو بیت اللہ کی یا حجاج کے پانی پلانے کی وجہ سے کوئی فضیلت اور بزرگی مسلمانوں کے مقابلہ میں حاصل نہیں ہو سکتی اور ایمان کے بعد بھی ایمان و جہاد کا درجہ بہ نسبت عمارت بیت اللہ اور سقایۃ الحجاج کے بہت زیادہ ہے۔ جو مسلمان ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ میں مقدم رہے وہ ان مسلمانوں سے افضل ہیں جنہوں نے جہاد میں شرکت نہیں کی اور صرف بیت اللہ کی عمارت اور حجاج کے پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے رہے تو یہاں مشرکین کی بات کا بھی جواب ہو گیا کہ بیت اللہ کی عمارت کی دیکھ بھال اور حجاج کو پانی پلانا ان دونوں سے ایمان بھی افضل ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی۔ اور مسلمانوں کی بات کا بھی جواب ہو گیا کہ اسلام اور ایمان کے بعد جہاد فی سبیل اللہ عمارت مسجد الحرام اور حجاج کو پانی پلانے سے افضل ہے۔

عمارت مسجد کا معنی و مقام

تفسیر مظہری میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو عمارت مسجد پر جہاد کو فضیلت اور ترجیح دی گئی ہے یہ عمارت کے ظاہری معنیٰ کی رو سے ہے یعنی مسجد کی تعمیر اور ضروری انتظامات کہ جہاد فی سبیل اللہ کا ان کے مقابلہ میں افضل ہونا مسلم ہے۔ لیکن عمارت مسجد کے ایک دوسرے معنیٰ عبادت اور ذکر اللہ کے لئے مسجد میں حاضری کے بھی آتے ہیں اور درحقیقت مسجد کی اصلی عمارت و آبادی اسی سے ہے اور اس معنی کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کی بناء پر عمارت مسجد جہاد سے افضل اور اعلیٰ ہے جیسا کہ مسند احمد اور ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابودرداء کی روایت میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل بتلاؤں جو تمہارے تمام اعمال سے بہتر اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ افضل ہو اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا اور سونے چاندی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بھی افضل ہو اور اس سے بھی افضل ہو کہ تم جہاد میں دشمن سے سخت مقابلہ کرو جس میں تم ان کو قتل کرو وہ تمہیں قتل کریں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ عمل ضرور بتلایئے آپ نے فرمایا کہ وہ عمل ذکر اللہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کی فضیلت جہاد سے بھی زیادہ ہے اور عمارت مسجد جب بمعنیٰ ذکر اللہ لی جائے تو وہ بھی جہاد سے افضل ہے مگر اس جگہ مشرکین کا فخر و غرور ظاہر ہے کہ ذکر اللہ اور عبادت کی بناء پر نہ تھا بلکہ ظاہری تعمیر اور انتظامات کی بناء پر تھا اس لئے جہاد کو اس پر افضل قرار دیا گیا۔

ایمان، جہاد اور ہجرت پر بشارت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ خوب سمجھ لو کہ جو لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور پھر اللہ کے لئے اپنے گھربار اور خویش واقارب سب کو چھوڑا اور پھر خدا کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور اللہ اس کے رسول کی محبت میں اپنے خویش واقارب سے جنگ کی۔ ایسے لوگ اللہ کے نزدیک بڑے درجہ والے ہیں اور ایسے ہی لوگ دونوں جہان میں کامیاب ہیں۔ ان کو ان کا پروردگار خوشخبری دیتا ہے اپنی خاص رحمت کی اور رضامندی کی اور ایسے باغوں کی جن میں ان کے لئے دائمی نعمت ہوگی جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ انہی باغوں میں رہیں گے بیشک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے جس کے سامنے تمام دنیا ہیچ ہے اور خداوند تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی جنت سے بھی بڑھ کر ہے۔

یہاں پہلی آیت میں تین چیزوں کا ذکر تھا۔ ایمان، جہاد اور ہجرت۔ ان تین پر بشارت بھی تین چیزوں کی دی رحمت، رضوان، اور

جنت میں داخلہ یعنی رحمت ایمان پر مرتب ہے۔ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا اور رضوان جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔مجاہد فی سبیل اللہ تمام نفسانی لذات اور تعلقات ترک کر کے خدا کے راستہ میں جان و مال نثار کرتا ہے اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے۔لہذا اس کا صلہ بھی انتہائی ہونا چاہئے اور وہ حق تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔باقی ہجرت وہ خدا کے لئے اپنے وطن اور گھربار چھوڑنے کا نام ہے اس لئے مہاجر کو خوشخبری اور بشارت دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملے گا جس میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی آسائش اور راحت سے رہنا ہوگا جس سے علیحدگی کی کبھی نوبت نہیں آئے گی۔

خلاصہ یہ کہ کافر کی کوئی نیکی مقبول نہیں۔اس کا کفر سب نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے بخلاف اس کے جو لوگ ایمان باللہ رکھتے ہیں اور پھر انہوں نے اللہ کے واسطے ہجرت بھی کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا ان کو اللہ تعالیٰ بڑے درجات عنایت فرمائے گا اور ایسے لوگوں کے لئے تین بشارتیں ہیں۔رحمت' خوشنودی اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخلے کا ویزا۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ ایمان اور اسلام کے ساتھ ہم کو جہاد فی سبیل اللہ کی دولت عطا فرمائیں اور ان آیات میں دی ہوئی بشارت کا ہم کو بھی مصداق بنائیں۔یا اللہ اپنی رحمت سے ہم سب کو نواز دے اور اپنی خوشنودی عطا فرما دے اور اپنی جنت میں ہیشگی کا داخلہ نصیب فرما دے۔آمین

یَا اللہُ بہت سے گناہ آپ کی مخلوق سے چھپا کر کر لئے لیکن آپ سے کہاں چھپا سکتا تھا۔الٰہی! میں اپنا عذر پیش کرتا ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں معافی چاہنے کے بعد بھی گناہ ہو جائے تو اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔

جس گناہ کی طرف میرے پیر چلے ہوں' میرے ہاتھ بڑھے ہوں' میری نگاہوں نے ایسا ویسا دیکھا ہو' زبان سے گناہ ہوئے ہوں' آپ کا رزق بے جا برباد کر دیا ہو لیکن آپ نے باوجود اس کے اپنا رزق مجھ سے نہیں روکا اور عطا کیا۔میں نے پھر اس عطا کو تیری نافرمانی میں لگایا اس کے باوجود میں نے زیادہ رزق مانگا' آپ نے زیادہ دیا' میں نے گناہ علی الاعلان کیا لیکن آپ نے رسوا نہ ہونے دیا۔میں گناہ پر اصرار کرتا رہا آپ برابر حلم فرماتے رہے۔پس اے اکرم الاکرمین! میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوْٓا	اٰبَآءَكُمْ	وَاِخْوَانَكُمْ	اَوْلِيَآءَ	اِنِ	اسْتَحَبُّوا	الْكُفْرَ
اے	وہ لوگ جو ایمان لائے (ایمان والے)	تم نہ بناؤ	اپنے باپ دادا	اور اپنے بھائی	رفیق	اگر	وہ پسند کریں	کفر

اے ایمان والو اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے عزیز رکھیں اور جو شخص تم میں سے انکے ساتھ رفاقت

عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ

عَلَى الْاِيْمَانِ	وَ	مَنْ	يَّتَوَلَّهُمْ	مِّنْكُمْ	فَاُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ	قُلْ	اِنْ	كَانَ	اٰبَاۗؤُكُمْ
ایمان پر (ایمان کے خلاف)	اور	جو	دوستی کریگا ان سے	تم میں سے	تو وہی لوگ	وہ	ظالم (جمع)	کہدیں	اگر	ہوں	تمہارے باپ دادا

رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں ۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بھائی

وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ

وَاَبْنَاۗؤُكُمْ	وَاِخْوَانُكُمْ	وَاَزْوَاجُكُمْ	وَعَشِيْرَتُكُمْ	وَاَمْوَالُ	اقْتَرَفْتُمُوْهَا	وَتِجَارَةٌ
اور تمہارے بیٹے	اور تمہارے بھائی	اور تمہاری بیویاں	اور تمہارے کنبے	اور مال (جمع)	جو تم نے کمائے	اور تجارت

اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے ماند پڑجانے کا تم کو اندیشہ ہو

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ

تَخْشَوْنَ	كَسَادَهَا	وَمَسٰكِنُ	تَرْضَوْنَهَآ	اَحَبَّ	اِلَيْكُمْ	مِّنَ اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَجِهَادٍ
تم ڈرتے ہو	اس کا نقصان	اور حویلیاں	جو تم پسند کرتے ہو	زیادہ پیاری	تمہارے لئے (تمہیں)	اللہ سے	اور اس کا رسول	اور جہاد

اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو

فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰي يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾

فِيْ سَبِيْلِهٖ	فَتَرَبَّصُوْا	حَتّٰي	يَاْتِيَ	اللّٰهُ	بِاَمْرِهٖ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْفٰسِقِيْنَ
اس کی راہ میں	انتظار کرو	یہانتک کہ	آجائے	اللہ	اس کا حکم	اور اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	نافرمان

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو انکے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

ایمان، جہاد وہجرت کے سامنے رشتہ داری کی کوئی حیثیت نہیں ہے

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ ایمان باللہ کے ساتھ جہاد وہجرت اعظم اور افضل ترین اعمال ہیں لیکن بسا اوقات جہاد اور ہجرت میں عزیز و اقارب، کنبہ برادری کے تعلقات خلل انداز ہوتے ہیں اس لئے اب ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر عزیز ہے ایک مومن کو انہیں ہرگز عزیز نہیں رکھنا چاہیے اگر وہ اس کے باپ اور بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ مومن کی شان نہیں کہ ان سے رفاقت اور دوستی

کا دم بھرے حتیٰ کہ یہ تعلقات اس کو جہاد اور ہجرت سے مانع ہو جائیں۔ ایسا کرنے والے گنہ گار بن کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوں گے۔

جہاد کی مزید تاکید

آگے جہاد کے لئے مزید تاکید اور تنبیہ کی غرض سے نہایت موثر انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کو بتا دیجئے کہ اگر خدا اور رسول کے احکام کو ماننے اور ہجرت یا جہاد کرنے سے یہ خیال رکاوٹ ہو کہ کنبہ اور برادری چھوٹ جائے گی اموال تلف ہوں گے۔ تجارت ماند پڑ جائے گی یا بند ہو جائے گی۔ آرام کے مکانوں سے نکل کر بے آرام ہونا پڑے گا تو پھر خدا کی طرف سے حکم سزا کا انتظار کرو جو اس تن آسانی اور دنیا طلبی پر آنے والا ہے۔ مزید تنبیہ اور تاکید کے لئے آیت کے اخیر میں فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ یعنی جو لوگ مشرکین کے تعلقات یا دنیوی خواہشات یا مال و دولت کی محبت میں پھنس کر احکام الٰہیہ کی تعمیل نہ کریں اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے باز رہیں تو ان کو حقیقی کامیابی کا راستہ نہیں مل سکتا۔ ایک حدیث میں بھی ارشاد ہے کہ جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور "جہاد" چھوڑ بیٹھو گے تو خدا تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جس سے کبھی نکل نہ سکو گے یہاں تک کہ پھر اپنے دین یعنی جہاد فی سبیل اللہ کی طرف واپس آؤ۔

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتلا دیا کہ ایک طرف خدا اور رسول کی محبت اور اطاعت اور دوسری طرف ماں باپ بھائی بہن دوست احباب عزیز و اقارب مال و دولت کاروبار دکان مکان سامان ان سب کی محبت۔ اب اگر کوئی خدا اور رسول کا وفادار ہے تو وہ لازمی طور سے ان میں سے کسی ایک کا کہنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی میں نہ مانے گا اور ان میں سے کسی چیز کی محبت اس کو جہاد فی سبیل اللہ اور خدمت دین سے نہ روک سکے گی۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو وہ خدا کا دوست اور سچا مومن نہیں ہو سکتا بلکہ آیت کا اخیر جملہ واللہ لایھدی القوم الفسقین اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ وہ فاسق اور نافرمان شمار ہوگا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ جہاد

بدر کی لڑائی سب سے افضل اور سب سے زیادہ مہتم بالشان لڑائی ہے اس لئے کہ اس میں مقابلہ نہایت سخت تھا۔ مسلمانوں کی جماعت نہایت قلیل اور بے سرو سامان اور کفار کی تعداد نسبتاً تگنی اور جنگی ساز و سامان کے ساتھ۔ ان سب باتوں کے باوجود حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت براء بن عازبؓ جن کی عمر اس وقت ۱۲ '۱۳ برس کے قریب ہوگی لڑائی میں شرکت کے شوق میں گھر سے چل دیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ ہونے کی وجہ سے راستہ میں سے لوٹا دیا۔ یہ دونوں حضرات احد کی لڑائی میں بھی واپس کئے گئے تھے جو بدر کی لڑائی کے ایک سال بعد ہوئی۔ جب اس میں بھی یہ بچوں میں شمار کئے گئے تو بدر میں تو اور بھی چھوٹے تھے مگر ان حضرات کا شوق تھا کہ بچپن ہی سے یہ ولولہ اور شوق جوش مارتا تھا اور ہر لڑائی میں شریک ہونے اور اجازت ملنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ تو تھا بچوں کا حال اب عورتوں کی حالت دیکھئے۔ حضرت خنساء جنہوں نے ہجرت کر کے اور مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کیا اور جو عرب کی مشہور شاعرہ تھیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ۱۶ ہجری میں قادسیہ کی لڑائی ہوئی جس میں حضرت خنساء اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں۔

لڑکوں کو ایک دن پہلے نصیحت کی اور لڑائی کی شرکت کا شوق دلایا اور کہنے لگیں کہ میرے بیٹو تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی نہ میں نے تمہاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا۔ نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کے لئے کافروں سے لڑائی میں کیا کیا ثواب رکھا ہے۔ تمہیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہو جانے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ لہٰذا کل صبح کو جب تم صحیح سالم اٹھو تو لڑائی میں شریک ہو اور اللہ تعالیٰ سے دشمن کے مقابلہ میں مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر آ گئی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو اس میں بلا

دریغ گھس جانا اور کافروں کا مقابلہ کرنا۔ ان شاء اللہ جنت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہو کر رہو گے۔ چنانچہ صبح کو جب لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں میں سے ایک ایک نمبروار آگے بڑھتا اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر امنگ پیدا کرتا اور جب شہید ہو جاتا تو اسی طرح دوسرا بڑھتا بالآخر چاروں شہید ہوئے اور جب ماں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا۔ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ میں بھی ان چاروں کے ساتھ اللہ کی رحمت کے سایہ میں رہوں گی اگر آپ صحابہ کرام مرد عورتوں اور بچوں کے حالات پڑھیں تو دو چار دس بیس نہیں سینکڑوں ہزاروں واقعات و حالات اس نوعیت کے پائیں گے۔ پھر جیسا انہوں نے اللہ اور رسول کی محبت اور دین کے لئے اپنا جان مال قربان کیا اللہ پاک نے پھر ویسا ہی انہیں درجات عالیہ سے نوازا۔

کامل ایمان: مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ سچا ایمان اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ اللہ اور رسول کی محبت ساری دنیا اور خود اپنی جان سے بھی زیادہ ہو۔ اسی لئے ایک صحیح حدیث میں جو بخاری و مسلم میں بروایت حضرت انسؓ منقول ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوامامہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی سے دوستی کی تو اللہ کے لئے اور دشمنی کی تو وہ بھی اللہ ہی کے لئے کی اور مال کو خرچ کیا تو وہ بھی اللہ کے لئے اور کسی جگہ خرچ کرنے سے رکا تو وہ بھی اللہ کے لئے اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایمان کی تکمیل اس پر موقوف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو اور انسان کی دوستی، دشمنی دینا، نہ دینا سب حکم خدا اور رسول کے تابع ہو۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ یہ قرآن پاک کی آیات و احکام جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تھے ویسی ہی رہتی دنیا مسلمانوں کے لئے ہیں مگر ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ تیرے احکام کی ادائیگی اور ان کے خاطر خواہ حقوق کی بجا آوری سے قاصر رہے۔

یا اللہ آپ قدرت والے ہیں آپ نے جو کام صحابہ کرام سے لینا چاہا لیا

یا اللہ ہم ناکاروں سے بھی دین اسلام کی کوئی خدمت لے لیجئے۔ دنیا میں اسلام کو سربلند کرنے میں ہمارا بھی کوئی حصہ رکھ دیجئے۔ آمین۔

یَا اللہُ جس گناہ کے صغیرہ ہونے سے عذاب آئے، جس گناہ کے کبیرہ ہونے سے عذاب زیادہ ہو جائے اور ان کے وبال میں ابتلا ہو جائے اور ان پر اصرار کرنے سے نعمت زائل ہو جائے ایسے سب گناہ میرے معاف کر دیجئے۔

جس گناہ کو صرف آپ نے دیکھا آپ کے سوا کسی نے نہ دیکھا اور سوائے آپ کے عفو و نجات کا کوئی ذریعہ نہیں انہیں بھی آپ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

لَقَدْ	نَصَرَكُمُ	اللّٰهُ	فِيْ	مَوَاطِنَ	كَثِيْرَةٍ	وَ	يَوْمَ حُنَيْنٍ	اِذْ	اَعْجَبَتْكُمْ	كَثْرَتُكُمْ
البتہ	تمہاری مدد کی	اللہ	میں	میدان (جمع)	بہت سے	اور	حنین کے دن	جب	تم خوش ہوئے اترا گئے	اپنی کثرت

تم کو خدا تعالیٰ نے بہت موقعوں میں غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جب کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہوگیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵

فَلَمْ تُغْنِ	عَنْكُمْ	شَيْـًٔا	وَّضَاقَتْ	عَلَيْكُمُ	الْاَرْضُ	بِمَا رَحُبَتْ	ثُمَّ	وَلَّيْتُمْ	مُّدْبِرِيْنَ
تو نہ فائدہ دیا	تمہیں	کچھ	اور تنگ ہوگئی	تم پر	زمین	فراخی کے باوجود	پھر	تم پھر گئے	پیٹھ دیکر

نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

ثُمَّ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	سَكِيْنَتَهٗ	عَلٰي	رَسُوْلِهٖ	وَعَلَي	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَاَنْزَلَ	جُنُوْدًا	لَّمْ تَرَوْهَا
پھر	نازل کی	اللہ	اپنی تسکین	پر	اپنے رسول	اور پر	مومنوں	اور اُتارے اسنے	لشکر	وہ تم نے نہ دیکھے

اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور دوسرے مؤمنین پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا

وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ

وَعَذَّبَ	الَّذِيْنَ+كَفَرُوْا	وَذٰلِكَ	جَزَاۗءُ	الْكٰفِرِيْنَ	ثُمَّ	يَتُوْبُ	اللّٰهُ	مِنْ بَعْدِ	ذٰلِكَ
اور عذاب دیا	وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا (کافر)	اور یہی	سزا	کافر (جمع)	پھر	توبہ قبول کریگا	اللہ	بعد	اس

اور کافروں کو سزا دی اور یہ کافروں کی سزا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ

عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷

عَلٰي	مَنْ يَّشَاۗءُ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
پر	جس کی چاہے	اور اللہ	بخشنے والا	نہایت مہربان

نصیب کردیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنیوالے بڑی رحمت کرنیوالے ہیں۔

غزوۂ حنین کا واقعہ: ان آیات میں غزوۂ حنین کا واقعہ یاد دلایا جاتا ہے۔ ۸ ہجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو فتح مکہ سے دو ہفتہ بعد آپ کو اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف وغیرہ بہت سے قبائل عرب نے ایک لشکر جرار تیار کر کے بڑے ساز و سامان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے یہ خبر پاتے ہی آپ نے دس ہزار مہاجرین و انصار کی فوج گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لئے مدینہ سے ہمراہ آئی تھی طائف کی طرف کوچ کر دیا۔ اس فوج میں دو ہزار نو مسلم جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے وہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ ۱۲ ہزار کی عظیم الشان جمعیت کیل کانٹے اور جنگی سامان سے لیس ہو کر میدان جہاد میں نکلے۔ حنین ایک مقام ہے طائف اور مکہ کے درمیان وہاں مشرکین کا لشکر جس کی تعداد چار ہزار تھی جمع ہوا تھا۔ جب اسلامی لشکر جس کی تعداد ۱۲ ہزار تھی ساز و سامان سے چلا تو بعض صحابہ سے یہ منظر دیکھ کر رہا نہ گیا اور بے ساختہ بول اٹھے کہ جب ہم بہت تھوڑے تھے اس وقت

ہمیشہ غالب رہے ہیں تو آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں۔ یہ جملہ مردان توحید کی زبان سے نکلنا بارگاہ خداوندی میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے۔ فریق مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی جو سر کو کفن باندھ کر اور سب عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے پوری تیاری سے نکلے تھے۔ اونٹ' گھوڑے' مواشی اور گھروں کا کل اندوختہ کوڑی کوڑی اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔ ہوازن کا قبیلہ تیر اندازی کے فن میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے بڑے ماہر تیر اندازوں کا دستہ وادیٔ حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔

صحیحین میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ پہلے معرکہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی وہ بہت سا مال چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے اس وقت ہوازن کے تیر اندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا۔ آن واحد میں چاروں طرف سے مسلمانوں پر اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا۔ پہلے نومسلموں میں بھگدڑ پڑی اور پھر بقیہ کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ زمین باوجود فراخی کے تنگ ہوگئی کہیں پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مع چند رفقاء کے دشمنوں کے نرغہ میں تھے۔ تقریباً ۱۰۰ یا ۸۰ صحابہ جن میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ میدان جنگ میں باقی رہ گئے تھے۔ جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آتے تھے۔ یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت و توکل اور معجزانہ شجاعت کا کارنامہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ آپ سفید خچر پر سوار ہیں۔ حضرت عباسؓ ایک رکاب اور حضرت ابوسفیان دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں۔ چار ہزار کا مسلح لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹا پڑتا ہے۔ ہر چار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ ساتھی منتشر ہو چکے ہیں مگر رفیق اعلیٰ آپؐ کے ساتھ ہے اس وقت بھی زبان پر نہایت استغنا اور اطمینان کے ساتھ انا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب جاری ہے یعنی بیشک میں سچا پیغمبر ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔ پھر آپ کی ہدایت کے موافق حضرت عباسؓ نے جو نہایت بلند آواز تھے اصحاب کو پکارا۔ لوگ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوئے۔ اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھا کر لشکر کفار پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھ پر پڑی ادھر حق تعالیٰ نے فرشتوں کی فوجیں آسمان سے بھیج دیں جن کا نزول مسلمانوں کی تقویت و ہمت افزائی اور کفار کی مرعوبیت کا سبب ہوا۔ پھر کیا تھا مسلمانوں نے جو پلٹ کر حملہ کیا تو آناً فاناً میں مطلع صاف تھا۔ بالآخر کفار نے شکست کھائی بہت سے قتل و قید ہوئے اور ہزاروں قیدی بندھے ہوئے آپ کے سامنے کھڑے کئے گئے۔ مال غنیمت کے ڈھیر لگ گئے۔ چوبیس ہزار اونٹ اور چار ہزار اوقیہ چاندی (جو تقریباً چار من بنتی ہے) اور چالیس ہزار سے زائد بکریاں مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ (تفسیر معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ) اس طرح کافروں کو دنیا میں سزا دی گئی۔ بعد میں بہت سوں نے حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ سچی توبہ کی اور پکے مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان کے گرفتار بال بچوں کو رہا فرما دیا۔

تو ان آیات میں واقعہ حنین جتلا کر یہ بتلایا کہ کفار سے مقابلہ کے وقت فتح فقط اللہ کی مدد پر موقوف ہے۔ آدمی اور سامان کی کمی بیشی سے کچھ نہیں ہوتا۔ گو ہر کام کے لئے تدبیر اور کوشش ضروری ہے مگر بھروسہ فقط اللہ پر ہونا چاہئے۔

ان آیات کے تحت اور غزوۂ حنین کے واقعات کے ضمن میں جو بعض احکام وہدایات مفسرین کرام نے تحریر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں۔

قوت وطاقت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے

آیات مذکورہ میں سب سے پہلی ہدایت تو یہ دی گئی کہ مسلمانوں کو کسی وقت بھی اپنی جمعیت اور طاقت پر غرور نہ کرنا چاہئے۔ جس طرح کمزوری اور بے سامانی کے وقت ان کی نظر اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد پر رہتی ہے اسی طرح قوت و طاقت کے وقت بھی ان کا مکمل اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی امداد ہی پر ہونا چاہئے۔ غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی تعداد کثرت اور سامان حرب کے کافی ہونے کی وجہ سے

34

بعض صحابہ کرام کی زبان پر جو بڑا بول آ گیا تھا کہ آج تو کسی کی مجال نہیں جو ہم سے بازی لے جا سکے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی اس محبوب جماعت کی زبان سے ایسے کلمات پسند نہ آئے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابتدائی حملہ کے وقت مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد سے یہ میدان فتح ہوا۔

دشمنوں کے ساتھ عدل وانصاف کا سبق

دوسری ہدایت اس واقعہ سے یہ حاصل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے لئے مکہ کے مفتوح غیر مسلموں سے جو سامان جنگ زرہیں اور نیزے لئے تھے یہ ایسا موقع تھا کہ ان سے زبردستی بھی یہ چیزیں لی جا سکتی تھیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاریت کہہ کر لیا اور ان کی مستعار چیزیں جنگ کے بعد واپس کر دیں۔ اس واقعہ نے مسلمانوں کو دشمنوں کے ساتھ بھی پورے عدل وانصاف اور رحم وکرم کے معاملہ کا سبق دیا۔

رحمۃ اللعالمینی

تیسری ہدایت اس غزوۂ حنین سے یہ ملتی ہے کہ ہوازن کے شکست خوردہ لوگوں کے بار بار حملہ آور ہونے اور تیر برسانے کے جواب میں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بددعاء کی بجائے ان کے لئے ہدایت کی دعاء مسلمانوں کو یہ سبق دے رہی ہے کہ مسلمانوں کی جنگ وجہاد کا مقصد صرف دشمن کو زیر کرنا نہیں بلکہ ان کو ہدایت پر لانا ہے۔ اس لئے اس کوشش سے کسی وقت غفلت نہ ہونی چاہئے۔

مایوس نہ ہوں

آخری آیت نے یہاں یہ ہدایت کر دی کہ جو کفار مقابلہ میں مغلوب ہو جائیں ان سے بھی مایوس نہ ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کو پھر اسلام وایمان کی ہدایت دے دیں۔ جیسا کہ وفد ہوازن کے واقعۂ اسلام سے ثابت ہوا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہم ضعف کی حالت میں ہوں یا طاقت کی حالت میں ہر حال میں ہمارا اعتماد توکل اور بھروسہ آپ کی ذات عالی پر ہو۔

یا اللہ جس طرح آپ نے ابتدائے اسلام میں اہل ایمان کی مدد فرمائی اور کفر وشرک کے زور کو توڑا۔ یا اللہ اب بھی مسلمانوں کی مدد فرما دے اور جہاں جہاں اہل اسلام اور اہل کفر میں مقابلہ ومقاتلہ ہے یا اللہ اسلام کو غلبہ فتح ونصرت عطا فرما اور کفر کو ذلیل وخوار فرما۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ جس گناہ سے نعمت زائل ہو جائے' پردہ دری ہو جائے' مصیبت آ جائے' بیماری لگ جائے' درد ہو جائے یا وہ کل کو عذاب لائے ان گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اِنَّمَا	الْمُشْرِكُوْنَ	نَجَسٌ	فَلَا يَقْرَبُوا	الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ	بَعْدَ	عَامِهِمْ	هٰذَا
اے	جو لوگ ایمان لائے	اسکے سوا نہیں	مشرک	پلید	لہٰذا وہ قریب نہ جائیں	مسجد حرام	بعد	سال	اس

اے ایمان والو مشرک لوگ نرے ناپاک ہیں سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آنے پاویں

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۲۸

وَاِنْ	خِفْتُمْ	عَيْلَةً	فَسَوْفَ	يُغْنِيْكُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ	اِنْ شَاۗءَ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ
اور اگر	تمہیں ڈر ہو	محتاجی	تو جلد	تمہیں غنی کردیگا	اللہ	سے	اپنا فضل	اگر وہ چاہے	بیشک	اللہ	جاننے والا	حکمت والا

اور اگر تم مفلسی کا اندیشہ ہو تو خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا محتاج نہ رکھے گا بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے

اب مشرکین حرم کے پاس نہ آنے پائیں

اس آیت میں کفار کے نجس ہونے کی صراحت کے ساتھ ان کے لئے حدود حرم میں داخلہ کی ممانعت کا حکم دیا جاتا ہے اور مشرکین کی حدود حرم میں آمد ورفت بند کر دینے سے بعض مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ تجارت وغیرہ کو نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ اہل مکہ کی گزران معاش تجارت پر تھی۔ دوسرے ملکوں سے مشرکین مکہ میں غلہ لاتے تھے۔ جب مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ مشرکین کو حدود حرم میں داخل نہ ہونے دیا جائے تو مسلمانوں کو یہ خوف ہوا کہ تجارت کے بند ہو جانے سے ہم تنگدست ہو جائیں گے۔ اس لئے اس اندیشہ کو بھی دفع کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے اور اسی کو اپنا کفیل کارساز سمجھنے کی تلقین اور اسی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔

جب حق تعالیٰ نے شرک کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کا صدر مقام یعنی مکہ معظمہ رمضان ۸ ہجری میں فتح کرا دیا اور قبائل عرب جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تب ۹ ہجری میں یہ اعلان کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک یا کافر مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ اس کے نزدیک یعنی حدود حرم میں بھی نہ آنے پائے کیونکہ ان کے قلوب شرک اور کفر کی نجاست سے اس قدر پلید اور گندے ہیں کہ اس سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز توحید وایمان میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔

اس کے بعد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرۃ العرب سے مشرکین اور یہود ونصاریٰ سب کے نکال دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت کے موافق حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ حکم عملاً نافذ ہوا۔

تمہاری تجارت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے

اب حدود حرم میں مشرکین کی آمد ورفت بند کر دینے سے بعض مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ اس وجہ سے تجارت کو نقصان پہنچے گا اور جو سامان تجارت یہ لوگ لاتے تھے وہ نہیں آئے گا۔ اس لئے مسلمانوں کی حق تعالیٰ نے تسلی کر دی کہ تم اس سے مت گھبراؤ اور یہ نہ خیال کرو کہ اگر یہ نہ آئیں گے تو تجارت تباہ ہو جائے گی۔ تم کو غنی عطا فرمانا یہ محض اس کی مشیت پر موقوف ہے وہ چاہے گا تو کچھ دیر نہ لگے گی۔ چنانچہ یہی ہوا خدا تعالیٰ نے جزیرۃ العرب کے علاوہ آس پاس کے ممالک والے سارے مسلمان کر دیئے۔ مختلف ممالک سے تجارتی سامان آنے لگا۔ بارشیں خوب ہوئیں جس سے پیداوار بڑھ گئی فتوحات وغنائم کے دروازے کھول دیئے۔ اہل کتاب یہود ونصاریٰ سے جزیہ کی رقم وصول ہونے لگی غرض مختلف طرح سے حق تعالیٰ نے اسباب غنا جمع کر دیئے۔ آیت کے اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ بیشک خدا کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ لہٰذا تم بے چون وچرا اس

کے حکم کی تعمیل کرو اور دل میں کوئی اندیشہ نہ لاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان براءت حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے ذریعہ موسم حج میں ۹ ہجری میں کرایا ہے اس لئے ۹ ہجری سے ۱۰ ہجری تک مہلت کا سال ہے۔ ۱۰ ہجری کے بعد یہ قانون نافذ ہوا۔

مشرکین کے نجس ہونے کی وضاحت

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک آیت میں مشرکین کو مسجد حرام کے قریب جانے سے منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ سال سے ان کو مشرکانہ طرز پر حج وعمرہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور دلیل یہ ہے کہ جس وقت موسم حج میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے ذریعہ اعلان براءت کر دیا گیا تو اس میں اعلان اسی کا تھا کہ لایحجن بعد العام مشرک جس میں ظاہر کر دیا گیا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا۔ اس لئے اس آیت میں فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کے معنیٰ بھی اس اعلان کے مطابق یہی ہیں کہ ان کو حج وعمرہ کی ممانعت کر دی گئی اور کسی ضرورت سے باجازت امیر المومنین داخل ہو سکتے ہیں۔ وفد ثقیف کا واقعہ اس کا شاہد ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا۔ حالانکہ یہ لوگ اس وقت کافر تھے۔ صحابہ کرام نے عرض بھی کیا یا رسول اللہ یہ نجس قوم ہے تو آپ نے فرمایا کہ مسجد کی زمین پر ان لوگوں کی نجاست کا کوئی اثر نہیں پڑتا (جصاص)

ان روایات نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ قرآن کریم میں مشرکین کو نجس کہنے سے ان کی نجاست کفر وشرک مراد ہے جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مشرک مسجد کے پاس نہ جائے بجز اس کے کہ وہ کسی مسلمان کا غلام یا کنیز ہو تو بضرورت اس کو داخل کر سکتے ہیں۔ (قرطبی) یہ حدیث بھی اسی کی شاہد ہے کہ نجاست ظاہری کو سبب قرار دے کر مشرکین کو مسجد حرام سے نہیں روکا گیا ورنہ اس میں غلام اور باندی کی کوئی قید نہ تھی۔ بلکہ بنیاد اصل کفر وشرک اور ان کے غلبہ کا خطرہ ہے۔ غلام وکنیز میں یہ خطرہ نہیں ان کو اجازت دے دی گئی۔ اس کے علاوہ ظاہری نجاست کے اعتبار سے تو مسلمان بھی اس میں داخل ہیں کہ نجاست یا حدث اکبر کی حالت میں ان کے لئے بھی مسجد حرام کا داخلہ ممنوع ہے۔ نیز جمہور کی تفسیر کے مطابق مسجد حرام سے اس جگہ جب پورا حرم مراد ہے تو وہ بھی اسی کا مقتضیٰ ہے کہ یہ ممانعت ظاہری نجاست کی بنیاد پر نہیں بلکہ کفر وشرک کی نجاست کی بناء پر ہے اسی لئے صرف مسجد حرام میں ان کا داخلہ ممنوع نہیں کیا گیا بلکہ پورے حرم محترم میں ممنوع قرار دیا گیا۔ کیونکہ وہ اسلام کا ایک قلعہ ہے۔ اس میں کسی غیر مسلم کو رکھنا گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ نجاسات سے مساجد کی تطہیر بھی ایک مستقل مسئلہ ہے جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے لیکن اس آیت کا تعلق اس مسئلہ سے نہیں بلکہ اسلام کے اس سیاسی حکم سے ہے جس کا اعلان سورۂ براءت کے شروع میں کیا گیا ہے کہ جتنے مشرکین مکہ میں موجود تھے ان سب سے حرم محترم کو خالی کرانا مقصود تھا لیکن بتقاضائے عدل وانصاف ورحم وکرم مکہ فتح ہوتے ہی سب کو یک قلم خارج کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ جن لوگوں سے کسی خاص میعاد کا معاہدہ تھا اور وہ لوگ اس معاہدہ پر قائم رہے تو ان کی میعاد معاہدہ پوری کر کے اور باقیوں کو کچھ کچھ مہلت دے کر سال بھر کے اندر اس تجویز کی تکمیل پیش نظر تھی۔ (معارف القرآن جلد نمبر ۴)

دعا کیجئے: یا اللہ جیسے آپ نے سرزمین عرب سے کفار ومشرکین کے زور اور طاقت کو ختم فرما کر اہل اسلام کو غلبۂ عزت اور شوکت عطا فرمائی۔

یا اللہ ان گناہوں کی بھی معافی چاہتا ہوں جن کی وجہ سے دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو گیا روزی کی برکت اور خیر نہ رہی۔ ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

یا اللہ جن گناہوں کے سبب لاغری آتی ہے اور نقاہت چھا جاتی ہے بروز قیامت حسرت وندامت ہوگی ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے

وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا

اور اسکے رسول نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں اُن سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر

الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں۔

قَاتِلُوا تم لڑو	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَلَا اور نہ	بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یوم آخرت پر
وَلَا يُحَرِّمُوْنَ اور نہ حرام جانتے ہیں	مَا حَرَّمَ جو حرام ٹھہرایا	اللّٰهُ اللہ	وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول	وَ اور لَا يَدِيْنُوْنَ نہ قبول کرتے ہیں	
دِيْنَ الْحَقِّ دین حق	مِنَ سے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اُوْتُوا الْكِتٰبَ کتاب دیئے گئے (اہل کتاب)	حَتّٰى یہانتک	يُعْطُوا وہ دیں
الْجِزْيَةَ جزیہ	عَنْ سے	يَدٍ ہاتھ	وَهُمْ اور وہ	صٰغِرُوْنَ ذلیل ہو کر	

اہل کتاب سے جہاد وقتال کا حکم اور اس کا مقصد

گذشتہ آیات میں مشرکین سے متعلق بیان ہوا تھا۔ اب آگے اس آیت میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے قتال و جہاد کا بیان ہے۔ گویا غزوۂ تبوک کی تمہید ہے کہ جو اہل اسلام کو اہل کتاب کے مقابلہ میں پیش آیا تھا۔

یہاں آیت میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے متعلق چار باتیں بتلائی گئیں کہ جن کی وجہ سے ان سے جہاد وقتال کا حکم دیا گیا ہے۔ ورنہ ذلت کے ساتھ جزیہ یعنی سالانہ ٹیکس ادا کریں اور مسلمانوں کی پرامن رعایا بن کر رہیں یا مسلمان ہو جائیں وہ چار باتیں اہل کتاب کی یہ بیان فرمائی گئیں۔

پہلی یہ کہ اہل کتاب کا اللہ پر ایمان نہیں۔ بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ اہل کتاب تو خدا کو مانتے تھے پھر ان کے ایمان باللہ کی نفی کیوں کی گئی؟ مفسرین نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے کے معنی یہ نہیں کہ آدمی بس اس بات کو مان لے کہ خدا ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی خدا کو اللہ واحد اور رب واحد تسلیم کرے اور اس کی ذات اس کی صفات اور اس کے حقوق اور اس کے اختیارات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے لیکن نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ کر اور یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دے کر اس کی خدائی میں شریک ٹھہرا لیا جیسا کہ اگلی آیات میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے یہود و نصاریٰ کا اقرار توحید لغو اور ایمان باللہ کا دعویٰ غلط ہو گیا ان کے ایمان کو ایمان باللہ نہیں کہا جا سکتا۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ روز آخرت پر ان کا ایمان نہیں۔ اہل کتاب اگرچہ روز قیامت کو ماننے کے مدعی ہیں مگر درحقیقت وہ حقیقی قیامت کے قائل نہیں۔ ان کی قیامت بھی نرالی ہے کہ نہ ان سے حساب کتاب ہوگا نہ ان پر عذاب بس کھڑے جنت میں پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ یہود کہتے تھے کہ ہم خدا کے چہیتے ہیں اور نبیوں کی اولاد ہیں ہمیں عذاب نہ ہوگا اور ہمارے سوا اور کوئی جنت میں نہ جائے گا۔ نصاریٰ کہتے تھے کہ حضرت یسوع مسیح دنیا میں سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ دے گئے اب نجات آخرت محض ہمارے لئے ہے اور جنت میں ہمارے سوا اور کوئی نہ جائے گا۔ تیسری بات یہ بتائی کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو حرام کر دیا اس کو حرام نہیں سمجھتے یعنی بہت سی چیزیں جن کو توراۃ وانجیل نے حرام قرار دیا تھا یہ اس کی حرمت کے بھی قائل نہیں جیسے سور اور بہت سی کھانے پینے کی چیزیں جو توراۃ اور انجیل میں حرام قرار دی گئی تھیں انہوں نے ان کو حرام نہ سمجھا اور ان میں مبتلا ہو گئے۔

چوتھی بات یہ بتلائی کہ دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے یعنی اسلام کو حق نہیں جانتے اور اپنے اپنے مذہب کو نا قابل منسوخی خیال کرتے ہیں۔ تو یہ چار باتیں ہیں جن کی بناء پر ان یہود و نصاریٰ سے بھی مجاہدانہ قتال کا حکم دیا گیا حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ماتحت ہو کر جزیہ ادا کرنے لگیں۔ اب قرآن اور دین اسلام جو چاہتا ہے وہ تو یہ ہے کہ دین حق کے متبعین صاحب اقتدار، حاکم اور صاحب امر بن کر رہیں اور یہود و نصاریٰ ان کے ماتحت۔ تابع اور مطیع بن کر اسلامی حکومت میں رہیں اور سالانہ مقررہ جزیہ اسلامی حکومت کو ادا کریں۔ گویا اسلام کو غلبہ شوکت و عزت کے ساتھ دنیا میں سربلند رہنا نصیب ہو اور باطل ادیان والے ان کے ماتحت اور ان کے زیر اثر ہو کر رہیں۔ مگر آج قرآن کو چھوڑنے کا نتیجہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہود و نصاریٰ اور بے دین کفار و مشرکین تو دنیا کے مالک بنے ہوئے ہیں اور مسلمان ان کے تابع اور مطیع۔ اناللہ و انا الیہ راجعون.

جزیہ کے معنیٰ ومفہوم اور مقصد

جزیہ کے لفظی معنیٰ بدلہ اور جزا کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اس سے مراد وہ رقم ہے جو کفار سے قتل کے بدلہ میں لی جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کفر و شرک اللہ اور رسول کی بغاوت ہے۔ جس کی اصلی سزا قتل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ان کی سزا میں یہ تخفیف کر دی کہ اگر وہ اسلامی حکومت کی رعیت بن کر عام اسلامی قانون کے ماتحت رہنا منظور کریں تو ان سے ایک معمولی رقم جزیہ کی لے کر چھوڑ دیا جائے اور اسلامی ملک کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے ان کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت اسلامی حکومت کے ذمہ ہو گی۔ ان کی مذہبی رسوم میں کوئی مزاحمت نہ کی جائے۔ اسی رقم کو جزیہ کہا جاتا ہے۔

جزیہ کی مقدار

جزیہ کا تعین اگر باہمی مصالحت اور رضامندی سے ہو تو شرعاً اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ جتنی مقدار اور جس چیز پر باہمی معاہدہ صلح کا ہو جائے وہی ان سے لیا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمایا کہ ان کی پوری جماعت سے سالانہ دو ہزار حلے دینے پر معاہدہ ہو گیا۔ حلہ دو کپڑوں کے جوڑے کو کہتے ہیں۔ ایک تہ بند ایک چادر۔ ہر حلہ کی قیمت کا اندازہ بھی یہ طے کر دیا گیا تھا کہ ایک اوقیہ چاندی کی قیمت کا ہو گا۔ اوقیہ ۴۰ درہم یعنی ہمارے وزن کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے گیارہ تولہ چاندی ہوتی ہے۔ اسی طرح نصاریٰ بنی تغلب سے حضرت فاروق اعظمؓ کا اس پر معاہدہ ہوا کہ ان کا جزیہ اسلامی زکوٰۃ کے حساب سے وصول کیا جائے مگر زکوٰۃ سے دوگنا۔ اور اگر مسلمانوں نے کسی ملک کو جنگ کے ذریعہ فتح کیا پھر وہاں کے باشندوں کی جائیدادوں کو انہی کی ملکیت پر برقرار رکھا اور وہ رعیت بن کر رہنے پر رضامند ہو گئے تو ان کے جزیہ کی مقرر شرح یہ ہو گی جو حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں نافذ فرمائی کہ سرمایہ دار سے چار درہم ماہانہ اور متوسط حال سے اس کا نصف صرف دو درہم ماہانہ اور غریب سے جو تندرست اور محنت مزدوری یا صنعت و تجارت وغیرہ کے ذریعہ کماتا ہے اس سے اس کا بھی آدھا صرف ایک درہم ماہوار یعنی ساڑھے تین ماشہ چاندی یا اس کی قیمت لی جائے اور جو بالکل مفلس یا اپاہج یا معذور ہیں ان سے کچھ نہ لیا جائے۔ اسی طرح عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سے اور ان کے تارک الدنیا مذہبی پیشواؤں سے کچھ نہ لیا جائے۔

اتنی قلیل مقدار لینے کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات یہ تھیں کہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے اور جو شخص کسی غیر مسلم باشندہ پر ظلم کرے گا تو میں قیامت کے روز ظالم کے مقابلہ میں اس غیر مسلم کی حمایت کروں گا۔ (معارف القرآن جلد چہارم)

دعا کیجئے: یا اللہ اسلام اور مسلمانوں کو پھر پہلا سا غلبہ اور عظمت و شوکت عطا فرما۔ اور اہل اسلام کو سچا جذبہ جہاد عطا فرما۔
یا اللہ ایسا بھی ہوا کہ گناہ کر کے میں نے آپ سے حسن ظن رکھا کہ آپ عذاب نہ دیں گے آپ معاف کر دیں گے اس وقت میرے نفس نے بھی پٹی پڑھائی کہ اللہ کا کرم و رحمت تو بہت وسیع ہے اور آپ پردہ ڈالتے رہے بس میں سمجھا کہ جب وہ پردہ پوشی فرما رہے ہیں تو عذاب بھی نہ دیں گے۔
بس اسی خیال میں آ کر بہت سے گناہ کر لئے اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں یہ اُن کا قول ہے ان کے منہ سے کہنے کا

بِاَفْوَاهِهِمْ یُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰

یہ بھی ان لوگوں کی سی باتیں کرنے لگے جوان سے پہلے کافر ہوچکے ہیں خدا ان کو غارت کرے یہ کدھر الٹے جارہے ہیں۔

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَمَا

انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو رب بنا رکھا ہے اور مسیح بن مریم کو بھی حالانکہ ان کو

اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝۳۱

صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ انکے شرک سے پاک ہے۔

وَقَالَتِ اور کہا	اَلْیَهُوْدُ یہود	عُزَیْرُ عزیر	اِبْنُ اللّٰهِ اللہ کا بیٹا	وَقَالَتِ اور کہا	النَّصٰرٰی نصاریٰ	الْمَسِیْحُ مسیح	ابْنُ اللّٰهِ اللہ کا بیٹا	ذٰلِكَ یہ
قَوْلُهُمْ انکی باتیں	بِاَفْوَاهِهِمْ اُن کے منہ کی	یُضَاهِئُوْنَ وہ ریس کرتے ہیں	قَوْلَ بات	الَّذِیْنَ+ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)				
مِنْ قَبْلُ پہلے	قَاتَلَهُمُ ہلاک کرے انہیں	اللّٰهُ اللہ	اَنّٰی کہاں	یُؤْفَكُوْنَ بہکے جاتے ہیں وہ	اِتَّخَذُوْا انہوں نے بنالیا	اَحْبَارَهُمْ اپنے احبار (علماء)		
وَرُهْبَانَهُمْ اور اپنے راہب درویش	اَرْبَابًا رب (جمع)	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	وَالْمَسِیْحَ اور مسیح	ابْنَ مَرْیَمَ ابن مریم	وَمَا اور نہیں		
اُمِرُوْا انہیں حکم دیا گیا	اِلَّا مگر	لِیَعْبُدُوْا یہ کہ وہ عبادت کریں	اِلٰهًا وَّاحِدًا معبود واحد	لَا نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	
عَمَّا اس سے جو	یُشْرِكُوْنَ وہ شرک کرتے ہیں							

یہودیوں کا باطل عقیدہ

ان آیات میں یہود و نصاریٰ کی حالت الگ الگ بیان کی گئی ہے۔ پہلے یہود کے متعلق بتلایا گیا کہ انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا بتایا تھا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں لیکن یہ عقیدہ عام یہود کا نہ تھا اور زمانۂ مابعد میں تو بعض علماء نے لکھا ہے کہ اب کوئی یہودی اس عقیدہ کا نہیں رہا۔ حضرت عزیرؑ جن کو یہودی اپنے دین کا مجدد مانتے ہیں ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۴۵۰ سال قبل کے لگ بھگ بتایا جاتا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ

یہود کو حضرت عزیرؑ کے متعلق جو یہ وہم ہوا اس کا قصہ تفسیر ابن کثیر میں اس طرح لکھا ہے کہ جب عمالقہ بنی اسرائیل پر غالب آ گئے تو ان کے علمائے تورات کو قتل کر دیا اور ان کے رؤسا کو قید کر لیا اور توراۃ کے نسخے چن چن کر ختم کر ڈالے۔ عزیر علیہ السلام علم کے اٹھ جانے سے اور علماء کے قتل ہو جانے سے اور بنی اسرائیل کی تباہی سے سخت رنجیدہ ہوئے آپ جنگلوں میں نکل گئے اور مدتوں روتے پھرے یہاں تک کہ پلکیں بھی جھڑ گئیں۔ ایک دن اسی طرح روتے ہوئے جا رہے تھے کہ اتفاقاً کسی قبر پر کوئی بڑھیا عورت بیٹھی اور رو اویلا کرتی دکھائی دی جو کہہ رہی تھی کہ ہائے میرے کھانے کا کیا ہوگا؟ میرے کپڑوں کا کیا ہوگا؟ حضرت عزیرؑ اس کے پاس ٹھہرے اور اس عورت سے پوچھا کہ پہلے تجھے کون کھلاتا اور پہناتا تھا؟ اس پر اس عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو اب بھی زندہ اور باقی

ہے۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا کہ آپ یہ تو بتلائیں کہ بنی اسرائیل کو پہلے علم و کتاب دینے والا کون تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ اس پر اس عورت نے کہا کہ پھر آپ یہ رونا دھونا لے کر کیوں بیٹھے ہیں؟ حضرت عزیرؑ اس پر متنبہ ہوئے کہ یہ جناب باری تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہے چنانچہ حکم الٰہی ہوا کہ فلاں چشمہ پر جاؤ وہاں ایک بوڑھا ملے گا وہ جو کچھ تمہیں کھلائیں کھالو۔ چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ نہا کر نماز ادا کی۔ دیکھا کہ ایک شخص ہیں کہہ رہے ہیں کہ منہ کھولو۔ تو آپ نے منہ کھول دیا۔ انہوں نے کوئی چیز آپ کے منہ میں ڈالی۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور توریت آپ کو حفظ ہو گئی۔ آپ بنی اسرائیل میں واپس آئے اور ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس توریت لایا ہوں اور توراۃ حفظ سنائی۔ پھر پہاڑوں اور غاروں میں توراۃ کے بعض نسخے جو چھپا دیئے تھے وہ لوگ نکال کر لائے اور ان سے مقابلہ کیا تو بالکل صحیح پایا۔ اب بعض جاہلوں کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔

عیسائیوں کا غلط عقیدہ

رہے نصاریٰ تو ان کے عقیدہ کی بنیاد کہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے ہیں وہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ شیرخوارگی کی حالت میں کلام کیا اور والدہ کی عصمت کی گواہی دی۔ پھر مردوں کو بحکم خداوندی زندہ کیا۔ پرندوں میں روح پھونکی۔ بیماروں کو یکدم تندرست کیا اور خود شادی بھی نہیں کی۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بار بار اللہ تعالیٰ کو اب یعنی باپ کا لفظ کہہ کر خطاب کیا اور مختلف دعاؤں میں یہ لفظ بولا اگرچہ آپ کا مقصود صرف محاورہ تھا۔ بغرض تعظیم الٰہی مگر عیسائی آپ کو عام طور پر خدا کا بیٹا کہنے لگے۔

یہود و نصاریٰ کی گمراہی

پس ان دونوں گروہ کی غلط بیانی بتلائی جاتی ہے کہ یہ صرف ان کی زبانی باتیں ہیں۔ جو محض بے دلیل ہیں۔ جس طرح ان سے پہلے کے لوگ کفر و ضلالت میں تھے ان ہی کی تقلید میں انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا ہے۔ خدا انہیں غارت کرے توحید کی صاف اور تیز روشنی پہنچنے کے بعد یہ کدھر اندھیرے میں چلے جا رہے ہیں۔ ان کے پیشوا اور مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے کہہ دیتے ہیں خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیں بس اسی کو سند سمجھ لیتے ہیں۔ کتب سماویہ سے کچھ سروکار نہ رکھا تھا۔ بس اپنے بڑوں کے احکام پر چلتے تھے اور ان کا یہ حال تھا کہ تھوڑا سا مال یا جاہ کا فائدہ دیکھا اور حکم شریعت کو بدل ڈالا جیسا کہ دو آیتوں کے بعد مذکور ہے۔ پس جو منصب خدا کا تھا یعنی حلال و حرام کی تشریع وہ انہوں نے اپنے پیشوا و مشائخ کو دے دیا تھا۔ اسی لحاظ سے آیت میں فرمایا کہ انہوں نے اپنے پیشوا عالموں اور درویشوں کو خدا ٹھہرالیا۔

عدی بن حاتم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں

حدیث میں آیا ہے کہ عدی بن حاتم کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچا تو شام کی طرف بھاگ نکلے۔ جاہلیت ہی میں یہ نصرانی بن گئے تھے۔ ان کی بہن اور قبیلہ کی ایک جماعت قید ہوگئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم کی سخاوت کے باعث بطور احسان ان کی بہن کو آزاد کر دیا اور کچھ رقم بھی دی۔ یہ سیدھی اپنے بھائی عدی کے پاس گئیں اور انہیں اسلام کی رغبت دلائی اور سمجھایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ چنانچہ یہ مدینہ طیبہ آئے۔ اپنی قوم طے کے سردار تھے اور ان کے باپ حاتم طائی کی سخاوت تمام عرب میں مشہور تھی۔ جب عدی بن حاتم مدینہ آئے تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچائی۔ آپ خود ان کے پاس تشریف لائے اس وقت عدی کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی آیت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی تلاوت ہو رہی تھی یعنی یہود و نصاریٰ نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔ تو عدی نے کہا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویش کو کہاں اپنا رب بنا رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں سنو! ان کے کئے ہوئے حرام کو حرام سمجھنے لگے اور جسے ان کے

علماء اور درویش حلال بتلادیں اسے حلال سمجھنے لگے یہی ان کی عبادت تھی۔ پھر آپ نے فرمایا عدی کیا تم اس سے منکر ہو کہ اللہ سب سے بڑا ہے؟ کیا تمہارے خیال میں خدا سے بڑا اور کوئی ہے؟ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں؟ کیا تمہارے نزدیک اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق ہے؟ پھر آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے مان لی اور خدا کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی۔ آپ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور فرمانے لگے یہود پر غضب خدا اترا ہے اور نصرانی گمراہ ہوگئے ہیں۔

اہل کتاب کا جھوٹا دعویٰ ایمان

یہاں آیت میں دو الزام یہود و نصاریٰ پر یعنی کسی کو خدا کا بیٹا قرار دینا (نعوذ باللہ) اور کسی کو شریعت سازی کا حق دے دینا کہ اپنی طرف سے حلال حرام جائز و ناجائز کے حدود بنالے اس بات کے الزام میں پیش کیے گئے ہیں کہ یہ لوگ ایمان باللہ کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ خدا کی ہستی کو چاہے یہ مانتے ہوں مگر ان کا تصور خدا کی ذات وصفات کا اس قدر غلط ہے کہ اس وجہ سے ان کا خدا کو ماننا نہ ماننے کے برابر ہو گیا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ بیشک آپ کی ذات پاک ہر طرح کے شرک سے پاک ہے۔ آپ ہی معبود حقیقی ہیں۔ آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

یا اللہ! جب ہمیں آپ نے اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے تو توحید کی حقیقت بھی نصیب فرمائیے اور ہر طرح کے شرک خفی وجلی سے ہماری اور تمام اہل اسلام کی حفاظت فرمائیے۔ آمین

یَا اللہُ جس گناہ کی وجہ سے نیکی زائل ہوگئی' گناہ پر گناہ بڑھے' تکالیف اتریں اور تیرے غضب کا باعث ہوں ان سب گناہوں کو معاف فرمادے۔

گناہ تو صرف آپ ہی معاف کر سکتے ہیں۔ آپ نے بہت سے گناہ اپنے علم میں چھپا لئے ہیں آپ ان کو معاف کردیجئے۔

میں نے تیری مخلوق پر کسی قسم کا ظلم کیا یا تیرے دوستوں کے خلاف چلا۔ تیرے دشمنوں کی امداد کی ہو' اہل اطاعت کے مخالف' اہل معصیت سے جا ملا ہوں' ان کا ساتھ دیا ہو' الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ

وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بدوں اس کے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچادے مانے گا نہیں گو کافر لوگ

الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ

کیسے ہی ناخوش ہوں۔ وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں

كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾

پر غالب کردے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

يُرِيدُونَ وہ چاہتے ہیں	أَنْ کہ وہ	يُطْفِئُوا وہ بجھادیں	نُورَ اللَّهِ اللہ کا نور	بِأَفْوَاهِهِمْ اپنے منہ سے (جمع)	وَيَأْبَى اللَّهُ اور نہ رہیگا اللہ	إِلَّا مگر	أَنْ یہ کہ	
يُتِمَّ پورا کرے	نُورَهُ اپنا نور	وَلَوْ خواہ	كَرِهَ پسند نہ کریں	الْكَافِرُونَ کافر (جمع)	هُوَ وہ الَّذِي وہ جس نے	أَرْسَلَ بھیجا	رَسُولَهُ اپنا رسول	بِالْهُدَىٰ ہدایت کیساتھ
وَ اور	دِينِ الْحَقِّ دینِ حق	لِيُظْهِرَهُ تاکہ اسے غلبہ دے	عَلَى پر	الدِّينِ دین	كُلِّهِ تمام۔ ہر	وَلَوْ خواہ	كَرِهَ پسند نہ کریں	الْمُشْرِكُونَ مشرک

اہل کتاب گمراہی پھیلانا چاہتے ہیں

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان یہود و نصاریٰ میں جن کو یہاں ان کے عقائد کی وجہ سے کافر و مشرک کہا گیا ہے فقط یہی خرابی نہیں کہ خود تاریکی میں ہیں بلکہ اللہ کے آفتاب ہدایت کے چراغ کو اپنی پھونکوں سے بجھانا اور دوسروں کو بھی تاریکی میں رکھنا چاہتے ہیں۔ خود گمراہ ہیں دوسروں کو بھی گمراہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے ان کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے لئے جو قرآن نازل کیا اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آپ نے ان کو دعوت اسلام و ایمان دی تو اس سے یہ سرتابی کرتے ہیں بلکہ جھوٹ' بہتان اور افتراء باندھتے ہیں اور طرح طرح کی لغو باتیں کرتے ہیں تاکہ دین حق نہ پھیلے۔ مسلمانوں کو غلبہ و شوکت نہ نصیب ہو مگر ان کافروں اور مشرکوں یعنی یہود و نصاریٰ کے عزائم سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ تو اپنے دین کی روشنی اطراف عالم میں پوری طرح پھیلا کر رہے گا۔

اسلام غالب ہو کر رہا

شان اسلام مشرق و مغرب میں جلوہ گر ہوگی خواہ ان کافروں کو کتنا ہی بینا گوار ہو۔ دین اسلام غالب آکر رہے گا۔ اللہ نے اپنے رسول کو عقائد و اعمال کی اصلاح کے اصول و قواعد دے کر بھیجا ہی اس لئے ہے کہ اسلام کو ہر دین پر غالب کردے خواہ یہ مشرک یہود و نصاریٰ کتنا ہی برا مانیں۔

غلبۂ اسلام کی پیشین گوئی

یہاں حق تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ دین اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ عطا کیا جائے اور یہی مضمون سورۃ الفتح میں اور سورۃ الصف میں بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ ظہور اور غلبہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق حضرت کاندھلویؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دلیل و برہان کے اعتبار سے یعنی دین اسلام باعتبار دلیل اور برہان کے تمام دینوں پر غالب ہو۔ مطلب یہ کہ دین اسلام کی حقانیت پر ایسے براہین اور دلائل قائم کئے جائیں جس سے دین اسلام کا حق ہونا اور دوسرے دینوں کا باطل ہونا واضح ہو جائے اور غلبہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ باعتبار تیغ و سنان کے ہو یعنی دین حق کی شوکت اور سطوت کے سامنے دوسرے دین سرنگوں ہو جائیں اور اسلام ہی کی حکومت ہو اور اسی کا قانون ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت میں ظہور اور غلبہ سے دونوں قسم کا غلبہ

مراد ہے۔ دلیل و برہان کے اعتبار سے غلبہ تو اسلام کو ابتداء ہی سے حاصل تھا اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا البتہ دوسری قسم کا غلبہ اسلام کو بتدریج حاصل ہوا۔ مکہ مکرمہ میں دین اسلام باعتبار قوت و شوکت کے ابتداءً کمزور تھا۔ ہجرت اور جہاد کے بعد بتدریج رفتہ رفتہ اسلام کی قوت و شوکت میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ فتح مکہ سے حجاز اور نجد اور یمن کے تمام علاقہ پر اسلام کی حکومت قائم ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت میں روئے زمین پر دو عظیم سلطنتیں تھیں۔ ایک ایران کی دوسرے روم کی۔ ان دونوں بادشاہوں کی سطوت و جبروت نے تمام دنیا کو گھیر رکھا تھا اور دوسرے مذاہب ان کی قوت کے سامنے مضمحل ہو رہے تھے۔ کسریٰ شاہ ایران مجوسی تھا اور قیصر روم عیسائی تھا۔ دنیا میں عیسائیت اور مجوسیت یہی دو مذاہب سب سے طاقتور تھے۔ جن کو کسریٰ اور قیصر کی سرپرستی حاصل تھی اور انہی کا دین تمام ادیان پر غالب تھا اور دیگر ادیان بمصداق الناس علیٰ دین ملو کھم مغلوب تھے۔ ملک عرب میں بت پرستی کا زور تھا اور کچھ قدرے قلیل عیسائی اور یہود بھی تھے۔ ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ بشارت دی گئی کہ دین اسلام تمام دینوں پر غالب ہو کر رہے گا۔

غلبۂ دین کی مرحلہ وار تکمیل

اب ظاہر ہے کہ اس غلبہ کی صورت سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ روم اور ایران کی سلطنتیں درہم برہم ہو جائیں اور ان کی جگہ اسلام کی پرشوکت حکومت قائم ہو جائے کہ حکم اور قانون اسلام کا چلے۔ غلبۂ دین کی اس پیشین گوئی کے ظہور کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ہوا کہ حجاز اور نجد اور یمن میں اسلام کو قوت و شوکت حاصل ہوئی اور دین اسلام کو بت پرستوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ یہ غلبہ دین کی ایک منزل طے ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم دنیا سے تشریف لے گئے اور وعدہ کی تکمیل آپ کے خلفائے ثلثہ کے ہاتھوں ہوئی اور انہیں کے زمانہ میں دنیا کی سب سے بڑی دو سلطنتیں روم اور ایران زیر و زبر ہوئیں اور ان دونوں سلطنتوں پر اسلام کا فاتحانہ قبضہ ہوا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب سلطنت قیصر مغلوب ہوئی تو گویا تمام ولایات فرنگ مغلوب ہوگئیں اس لئے کہ ولایات فرنگستان یعنی ریاست ہائے انگلستان سب قیصر روم کے ماتحت تھیں۔ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں سلطنت کسریٰ کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ ۳۰ ہجری میں کسریٰ مارا گیا اور مغرب کی جانب میں اسلامی سلطنت کی حدود اندلس اور قیروان اور بحر محیط تک پہنچی اور مشرق میں بلاد چین تک پہنچی اور مشارق و مغارب سے مدینہ میں خراج آنے لگا اس طرح اللہ نے اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کیا اور اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ (معارف القرآن جلد پنجم)

پیروان اسلام میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے

الغرض ان آیات میں اشاعت اور غلبۂ اسلام کی ایک زبردست پیشین گوئی فرمائی گئی اور اس کی صداقت پر امت مسلمہ کی تاریخ گواہ ہے۔ یہود و نصاریٰ و مشرکین غرض ہر مخالف و معاند مکر و حیلۂ زور و جبر کے ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی بیخ کنی میں لگا رہا اور لگا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اسلام ہے کہ پھیلتا ہی جاتا ہے اور پیروان اسلام کی تعداد میں اضافہ روز افزوں ہے یہاں تک کہ مسیحی مشنریوں نے بھی اعتراف کیا کہ بے دریغ روپیہ خرچ کرنے اور نہایت درجہ مستحکم نظام کے باوجود مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے مشن افریقہ وغیرہ میں ناکام ہو رہے ہیں۔

ادیان باطلہ کا نیست و نابود ہونا

ان آیات کی تشریح میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اسلام کا غلبہ باقی اور ادیان پر معقولیت اور حجت و دلیل کے اعتبار سے تو ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔ باقی حکومت و سلطنت کے اعتبار سے وہ اس وقت حاصل ہوا ہے اور ہوگا جبکہ مسلمان اصول اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان و تقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہوں گے اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کر کے بالکل صفحہ ہستی سے محو کر دے یہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قرب قیامت میں ہوگا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ دشمنان دین، مشرکین، کفار، یہود و نصاریٰ سب ہی تیرے نور دین اسلام اور مسلمین کے بدخواہ اور درپے آزار رہے ہیں اور اب بھی ہیں مگر اے اللہ آپ نے اپنی قدرت و حکمت سے اپنی نصرت و تائید سے اسلام کو چمکایا اور غالب فرمایا اور کفر و شرک کو مٹایا اور مغلوب کیا۔ اب بھی آپ اپنی قدرت سے اور اپنی تائید و نصرت سے اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ و شوکت عطا فرمائیں۔ دین حق کو فتح یابی اور کامرانی نصیب فرمائیں۔ آمین

یَا اللّٰہُ جن گناہوں کے باعث ذلت و خواری میں آ گیا ہوں یا تیری رحمت ہی سے ناامید ہو گیا ہوں یا طاعت کی طرف آنے سے گریز کرتا رہا اپنے گناہ کو بڑا سمجھ کر ناامیدی پیدا کر لی ہو اسے معاف فرما دیجئے۔

بعض گناہ ایسے بھی کیے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ یہ گناہ کی بات ہے اور آپ میرے حال کو جانتے ہیں لیکن گناہ کو ہلکا خیال کیا اور تیری پکڑ کا خیال نہ کیا۔ اپنی رو میں کر گزرا الٰہی! ان کو بھی معاف فرما دیجئے۔

دن کی روشنی میں تیرے بندوں سے چھپ کر گناہ کیا اور رات کے اندھیرے میں تیرا حکم توڑا یہ صرف میری نادانی ہی تھی کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ہر پوشیدہ ظاہر ہے۔ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ کے یہاں سوائے آپ کی رحمت کے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی۔ اے اللہ! مجھے قلب سلیم عطا فرما اور مجھے معاف فرما۔

ان گناہوں سے جن کی وجہ سے تیرے بندوں میں ناپسندیدہ ہو جاؤں اور تیرے دوست نفرت کرنے لگیں اور تیرے اہل طاعت کو وحشت ہونے لگے ایسے گناہوں کا ارتکاب کر لیا ہو تو آپ معاف فرما دیجئے اور ان حالات سے پناہ میں رکھیے۔

جو گناہ کفر تک پہنچائے، تنگی اور محتاجی لائے تنگی و سختی کا سبب ہو جائے، خیر سے دور کر دے، پردہ دری کا سبب بن جائے، فراخی کو روک لے اگر کر لئے ہوں تو معاف فرما ورنہ محفوظ رکھ یا اللہ العالمین!۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ

اے ایمان والو اکثر احبار اور رُہبان لوگوں کے مال ناشروع طریقے سے کھاتے ہیں

بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ

اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں

وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ

خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جاوے گا

نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ

پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جاوے گا یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کر کے رکھا تھا

فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	اِنَّ بیشک	كَثِيْرًا بہت	مِّنَ سے	الْاَحْبَارِ علماء	وَالرُّهْبَانِ اور راہب (درویش)	
لَيَاْكُلُوْنَ کھاتے ہیں	اَمْوَالَ مال (جمع)	النَّاسِ لوگ (جمع)	بِالْبَاطِلِ ناحق طور پر	وَيَصُدُّوْنَ اور روکتے ہیں	عَنْ سے	سَبِيْلِ راستہ	اللّٰهِ اللہ	
وَ اور	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَكْنِزُوْنَ جمع کر کے رکھتے ہیں	الذَّهَبَ سونا	وَالْفِضَّةَ اور چاندی	وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا اور وہ اسے خرچ نہیں کرتے	فِيْ میں		
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	فَبَشِّرْهُمْ سو انہیں خوشخبری دو	بِعَذَابٍ عذاب	اَلِيْمٍ دردناک	يَوْمَ جس دن	يُحْمٰى دھکائیں گے	عَلَيْهَا اس پر	فِيْ میں	
نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	فَتُكْوٰى بِهَا پھر داغا جائیگا اس سے	جِبَاهُهُمْ ان کی پیشانی (جمع)	وَ اور	جُنُوْبُهُمْ انکے پہلو (جمع)	وَظُهُوْرُهُمْ اور اُنکی پیٹھ			
هٰذَا یہ ہے	مَا جو	كَنَزْتُمْ تم نے جمع کر کے رکھا	لِاَنْفُسِكُمْ اپنے لئے	فَذُوْقُوْا پس مزہ چکھو	مَا جو	كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ تم جمع کر کے رکھتے تھے		

اہل کتاب کے اہل علم واہل عبادت کا کردار

یہود و نصاریٰ کا ذکر گذشتہ آیات سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ یہود کے علماء کو احبار اور نصاریٰ کے عابدوں کو رہبان کہتے ہیں۔

اب ان احبار اور رہبان کی بعض حالتیں جن سے عوام میں گمراہی پھیلتی تھی بیان کی جاتی ہیں کہ ان کی بھی حالت عجیب ہے کہ بظاہر مذہبی پیشوا' درویش' تارک الدنیا بنے بیٹھے ہیں مگر باطن میں عجب خباثت بھری ہے۔ ان میں سے اکثر کی یہ حالت ہے کہ طرح طرح سے لوگوں کا مال مارتے اور اس کو جمع کرتے ہیں۔ تحفہ اور نذرانہ کے بہانہ سے لوگوں سے رشوتیں لیتے ہیں اور روپیہ لے کر کتاب الٰہی اور احکام میں تحریف کرتے ہیں احکام واخبار شرعیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ ادھر عوام الناس نے انہیں جیسا گذشتہ درس میں بیان ہوا خدا کا مرتبہ دے رکھا ہے۔ جو کچھ غلط سلط کہہ دیں وہ ہی ان کے نزدیک حجت ہے۔ اس طرح یہ احبار و رہبان نذرانے وصول کرنے اور اپنی سیادت و ریاست قائم رکھنے کے لئے عوام کو مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر راہ حق یعنی دین اسلام سے روکتے رہتے ہیں کیونکہ عوام اگر ان کے جال سے نکل جائیں اور دین حق اختیار کر لیں تو ان کی ساری

آمدنی بند ہو جائے یہ حال مسلمانوں کو خطاب کر کے سنایا جارہا ہے تا کہ متنبہ ہو جائیں کہ امتوں کی خرابی و تباہی کا بڑا اسبب تین جماعتوں کا خراب اور بے راہ ہونا اور اپنے فرائض کو چھوڑ دینا ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والے مالداروں کا انجام

علماء و مشائخ اور اغنیاء یعنی مالدار لوگ۔ان میں سے دو کا تو ذکر ہو چکا یعنی احبار اور رہبان کا۔ تیسری جماعت یعنی اغنیاء اور مالدار لوگوں کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو۔مگر خدا کے راستہ میں خرچ نہ کریں مثلاً زکوٰۃ نہ دیں حقوق واجبہ نہ نکالیں جہاد کے موقع پر مجاہدین اور سامان جہاد پر خرچ نہ کریں۔ تو ان کی یہ سزا ہے کہ ان کے سونے چاندی کو اول دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس تپائے ہوئے سونے چاندی سے ان کے بدن کو تپایا جائے گا۔ بخیل دولتمند سے جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ زیادہ کہو تو اعراض کر کے ادھر سے پہلو بدل لیتا ہے۔ اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔اس لئے سونا چاندی تپا کر ان ہی تین موقعوں یعنی پیشانی پہلو پیٹھ پر داغ دیئے جائیں گے تا کہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔ اور داغ دیتے وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی خزانہ تو ہے جو تم نے اپنے نفع کے لئے جمع کر رکھا تھا اور خدا کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے آج تمہارے لئے باعث عذاب بنا۔

مسلمانوں کے لئے عبرت و تنبیہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا مضمون مومنین کو خطاب کر کے اس لئے بتایا کہ یہ متنبہ ہوں اور ایسے کام نہ کریں اور ایسے علماء و مشائخ سے پرہیز کریں جو دنیا کی حرص و طمع میں گرفتار ہیں۔ یہاں سونا چاندی کے جمع کرنے اور اس کو راہ خدا میں خرچ نہ کرنے پر جس عذاب کی خبر سنائی گئی ہے اس بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے یہودی اور عیسائی مذہبی پیشوا علماء و مشائخ ہی مراد ہیں جن کا تذکرہ متصل آیات میں ہوتا چلا آیا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ نہ دینے والے مسلمان مراد ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض مسلمانوں پر بہت دشوار گزری۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر مسلمانوں کی حالت کا تذکرہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تم پر زکوٰۃ اسی لئے تو فرض کی ہے کہ اس کو نکال کر بقیہ مال کو پاک رکھو۔ تیسرا قول حضرت ابوذرؓ کا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب اور اہل اسلام دونوں کے حق میں نازل ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ مال اپنی ذات میں کوئی بری چیز نہیں بلکہ بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہے خواہ وہ اربہا ارب کیوں نہ ہو۔ شریعت نے نہ ذاتی ملکیت کو ممنوع قرار دیا ہے اور نہ اس کی کوئی حد مقرر کی ہے۔ البتہ اس میں حقوق واجب کئے ہیں۔ حقوق واجبہ کے ادا کر دینے کے بعد مال دولت کی مضرت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی منفعت باقی رہ جاتی ہے۔ یہ حکم عام ہے۔

ان آیات سے اور دیگر احادیث سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا کہ سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔

الغرض یہاں تک گذشتہ آیات میں پہلے اہل کتاب سے قتال کا حکم دیا اور پھر ان سے جہاد و قتال کے وجوہ بیان کئے اور پھر ان کے علماء و مشائخ کی حرص و طمع کو بیان کیا کہ اس حرص و طمع نے ان کی دین و دنیا کو خراب کیا۔ اب پھر مشرکین عرب کی بعض حالتوں کو آگے بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان کی مذمت ہمارے علمائے اسلام کے لئے بھی باعث عبرت و نصیحت ہو اور حرص و طمع کی لالچ سے ان کو بچنا نصیب ہو۔

یا اللہ جو گناہ باعث تنگی رزق ہوں باعث مانع خیر و برکت ہوں باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

یقیناً شمار مہینوں کا کتابِ الٰہی میں اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیے تھے

مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا

ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں یہی دین مستقیم ہے سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں اپنا نقصان مت کرنا اور ان مشرکین سے

الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ

سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے۔ مہینوں کا یہ ہٹا دینا

زِيَادَةٌ فِی الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا

کفر میں اور ترقی ہے جس سے کفار گمراہ کیے جاتے ہیں کہ وہ اس حرام مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام سمجھتے ہیں

لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ

تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کیے ہیں ان کی گنتی پوری کرلیں پھر اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینے کو حلال کرلیتے ہیں ان کی بداعمالیاں اُن کو مستحسن معلوم ہوتی ہیں

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

اور اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اِنَّ بیشک	عِدَّةَ تعداد	الشُّهُوْرِ مہینے	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	اثْنَا عَشَرَ بارہ	شَهْرًا مہینے	فِیْ میں	كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ کی کتاب	يَوْمَ جس دن
خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	مِنْهَا ان سے (اُن میں)	اَرْبَعَةٌ چار	حُرُمٌ حرمت والے	ذٰلِكَ یہ		
الدِّيْنُ الْقَيِّمُ سیدھا دین	فَلَا تَظْلِمُوْا پھر نہ ظلم کرو تم	فِيْهِنَّ ان میں	اَنْفُسَكُمْ اپنے اوپر	وَ اور	قَاتِلُوْا لڑو	الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں		
كَآفَّةً سب کے سب	كَمَا جیسے	يُقَاتِلُوْنَكُمْ وہ تم سے لڑتے ہیں	كَآفَّةً سب کے سب	وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	مَعَ ساتھ	
الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگار (جمع)	اِنَّمَا یہ جو	النَّسِیْٓءُ مہینے کا ہٹا دینا	زِيَادَةٌ اضافہ	فِی الْكُفْرِ کفر میں	يُضَلُّ گمراہ ہوتے ہیں	بِهِ اس میں		
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	يُحِلُّوْنَهٗ وہ اُس کو حلال کرتے ہیں	عَامًا ایک سال	وَيُحَرِّمُوْنَهٗ اور اسے حرام کر لیتے ہیں					
عَامًا ایک سال	لِيُوَاطِـُٔوْا تاکہ وہ پوری کرلیں	عِدَّةَ گنتی	مَا جو	حَرَّمَ حرام کیا	اللّٰهُ اللہ	فَيُحِلُّوْا تو وہ حلال کرتے ہیں	مَا حَرَّمَ جو حرام کیا	اللّٰهُ اللہ
زُيِّنَ مزین کردیے گئے	لَهُمْ انہیں	سُوْٓءُ برے	اَعْمَالِهِمْ ان کے اعمال	وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِی ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ قوم	الْكٰفِرِيْنَ کافر (جمع)	

نسیئ کی رسم اور اہل کتاب و مشرکین میں مشابہت

عرب میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے وقت سے معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے اشہر حرم یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم و رجب یہ خاص ادب اور احترام کے مہینے سمجھے جاتے تھے۔ ان میں خونریزی اور جدال قتال بند کر دیا جاتا تھا۔ اور امن و امان آزادی کے ساتھ سفر کر سکتے تھے۔ کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا تھا بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصل ملت ابراہیمی میں یہ

چار ماہ اشہر حرم قرار دیئے گئے تھے۔ اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال وقتال میں بعض بعض قبائل کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ جذبہ انتقام میں کسی آسمانی یا زمینی قانون کے پابند نہ رہے تو نسئ کی رسم نکالی یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ ماہ محرم میں جنگ کرنے کا ہوا تو قبیلہ کے سردار نے اعلان کر دیا کہ امسال ہم نے محرم کو اشہر حرم سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا۔ پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسب دستور قدیم محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اس طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی حرمت کی تعیین میں حسب خواہش ردو بدل کرتے رہتے تھے اور عام طور پر لوگ اسی کو قبول کر لیتے تھے گویا عہد جاہلیت میں کافروں کے کفر و گمراہی کو بڑھانے کے لئے ایک چیز یہ بھی تھی کہ خدا کے حلال یا حرام کئے ہوئے مہینہ کو بدل ڈالتے۔ ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کا حال تھا۔ کہ انہوں نے حلال و حرام کی باگ ڈور غرض پرست احبار و رہبان کے ہاتھوں میں دے دی تھی۔ دونوں جماعتوں یعنی مشرکین و اہل کتاب کی مشابہت ظاہر کرنے کے لئے نسئ کی رسم کا ذکر یہاں کیا گیا اور اس کا ان آیات میں رد فرمایا گیا۔

مہینوں کی ترتیب بدلنا گناہ کا کام ہے

بتلایا گیا کہ آج سے نہیں جب سے آسمان و زمین پیدا کئے خدا کے نزدیک بہت سے احکام شرعیہ جاری کرنے کے لئے سال کے بارہ مہینہ رکھے گئے ہیں جن میں سے چار اشہر حرم یعنی ادب و احترام کے مہینہ ہیں جن میں گناہ اور ظلم سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔ یہی سیدھا دین ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تم ان سب مہینوں کے بارہ میں دین کے خلاف کر کے جو کہ موجب گناہ ہے اپنا نقصان مت کرنا یعنی اس عادت جاہلیت کے موافق مت کرنا اور مشرکین سے جب کہ یہ اپنی کفریات کو جن میں یہ خاص عادت و رسم بھی آ گئی نہ چھوڑیں تو ان سے لڑنا جیسا کہ وہ مسلمانوں سے ہر وقت لڑنے کو تیار رہا کرتے ہیں اور اگر ان کی جمعیت اور سامان سے اندیشہ ہو تو یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے یعنی ایمان اور تقویٰ کو اپنا شعار رکھو اور کسی سے مت ڈرو۔ پھر مشرکین کی رسم نسئ یعنی مہینوں کو ٹال دینے کی تردید فرمائی کہ یہ مشرکین کس طرح اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں تو گویا ان آیات میں سمجھایا گیا کہ یہ مشرکین اور اہل کتاب دونوں اللہ کے دین کو بگاڑ چکے ہیں اور چیزوں کا حلال و حرام کرنا انہوں نے اپنی رائے پر موقوف کر لیا ہے اس لئے ان سے لڑے اور ان کو دبائے بغیر چارہ نہیں۔

تاریخ قمری کی حفاظت

ان آیات سے معلوم ہوا کہ چونکہ احکام شرعیہ کا مدار حساب قمری پر ہے اس لئے اس کی حفاظت اہل اسلام پر فرض علی الکفایہ ہے۔ پس اگر ساری امت دوسری اصطلاح کو اپنا معمول بنالے جس سے حساب قمری ضائع ہو جائے تو سب گنہ گار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی مباح ہے لیکن خلاف سنت و سلف ضرور ہے اور حساب قمری کا برتنا بوجہ اس کے فرض کفایہ ہونے کے یقیناً افضل و احسن ہے۔

محترم مہینوں میں قتال

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مفسر و محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ ان آیات سے نکلتا ہے کہ کافروں سے لڑنا ہمیشہ روا ہے چنانچہ غزوہ تبوک جس کا ذکر آگے آتا ہے ماہ رجب میں ہوا اور آپس میں ظلم کرنا ہمیشہ گناہ ہے اور ان مہینوں میں زیادہ۔ اکثر علماء کی رائے یہی ہے لیکن بہتر ہے کہ اگر کوئی کافر ان مہینوں کا ادب کرے تو ہم بھی ان مہینوں میں اس سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ دین کے جذبہ کے ساتھ ہم کو کفار و مشرکین سے جنگ وقتال میں صبر و استقلال اور جرأت عطا فرما۔

یَا اللہُ جو گناہ عمر کو خراب کریں امید سے نا امید کر دیں۔ نیک اعمال کو برباد کر دیں الٰہی! ایسے گناہوں سے بچا کر رکھنا اگر کر لئے ہوں تو معاف فرمانا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ

اے ایمان والو تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

کیا تم نے آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر قناعت کر لی سو دنیاوی زندگی کا تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ

اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے

وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہوا	اِذَا جب	قِيْلَ کہا جاتا ہے	لَكُمُ تمہیں	انْفِرُوْا کوچ کرو	فِيْ میں	
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	اثَّاقَلْتُمْ تم گرے جاتے ہو	اِلَى طرف	الْاَرْضِ زمین	اَرَضِيْتُمْ کیا تم نے پسند کرلیا	بِالْحَيٰوةِ زندگی کو	الدُّنْيَا دنیا	مِنَ سے	
الْاٰخِرَةِ آخرت	فَمَا سو نہیں	مَتَاعُ سامان	الْحَيٰوةِ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	فِي میں	الْاٰخِرَةِ آخرت	اِلَّا مگر	قَلِيْلٌ تھوڑا
اِلَّا تَنْفِرُوْا اگر نہ نکلو گے	يُعَذِّبْكُمْ تمہیں عذاب دے گا	عَذَابًا عذاب	اَلِيْمًا دردناک	وَ اور	يَسْتَبْدِلْ بدلہ میں لے آئے گا	قَوْمًا اور قوم	غَيْرَكُمْ تمہارے سوا	
وَ اور	لَا تَضُرُّوْهُ نہ بگاڑ سکو گے اس کا	شَيْـًٔا کچھ بھی	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا			

غزوۂ تبوک کا واقعہ

تبوک ملک شام میں ایک مقام ہے جو مدینہ کے شمال میں سرحد شام پر واقع ہے۔ شام اس وقت عیسائیوں کی رومن سلطنت کا ایک صوبہ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ اور غزوۂ حنین وغیرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو آپ کو اطلاع ملی کہ روم کا نصرانی بادشاہ مدینہ پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے اور وہ فوج تبوک میں کہ اس کی عملداری کے حدود میں ہے جمع کی جاوے گی۔ آپ نے خود ہی مقابلہ کیلئے سفر کا ارادہ فرمایا اور مسلمانوں میں اس کا اعلان عام فرما دیا۔ ۳۰ ہزار کی جمعیت آپ کے ہمراہ جمع ہوگئی تاہم اب مقابلہ کسی قبیلہ سے نہیں بلکہ ایک باضابطہ قواعد دان شاہی فوج سے کرنا تھا پھر وہ موسم بھی شدید گرمی کا تھا۔ کھجوروں کے پکنے اور توڑنے کا زمانہ قریب تھا اور سفر خاصا دور دراز کا اس لئے اس غزوہ میں جانا بڑی ہمت کا کام تھا اس لئے ان آیات میں اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے اور چونکہ منافقین بوجہ عدم ایمان و عدم اخلاص کے اس میں شرکت سے طرح طرح کے بہانے پیش لائے اور ان کی طرح طرح سے خباثتیں ظاہر ہوئیں۔ اس لئے ان پر بھی تشنیع ہوئی ہے۔ ایسی مہم میں مومنین مخلصین کے سوا کس کا حوصلہ تھا کہ جانبازانہ قدم اٹھا سکتا۔ بعض مسلمان بھی ایسے سخت وقت میں اس طویل اور پرمشقت سفر سے ہچکچا رہے تھے۔ لیکن اس ساری سختی، مشکلات اور تکالیف کے باوجود شرکت جہاد سے باز رہنے والوں کی مجموعی تعداد برائے نام تھی۔ بھاری اکثریت انہی مسلمانوں کی تھی جو اپنے سارے منافع و راحت کو قربان کر کے اللہ کی راہ میں ہر طرح کی مشقت برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی لئے اس جہاد میں اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔ جو اس سے پہلے کسی جہاد میں نہ تھی۔ بہرحال ۳۰ ہزار سرفروش مجاہدین کا لشکر جرار لے کر

حدود شام کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے۔ لشکر نصاریٰ کو جن کی تعداد دو لاکھ بتلائی جاتی ہے۔ جب لشکر اسلام کی اس مستعدی کی خبر ملی تو خود ہی ان کے حوصلہ پست ہو گئے اور ان کی ہمت فوج کشی کی نہ ہوئی۔ آپ نے مقام تبوک میں ڈیرے ڈال دیئے اور بیس دن وہاں قیام فرمایا۔ قیصر روم نے اپنی فوجیں ہٹالیں اور اس طرح جو اخلاقی فتح حاصل ہوئی اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی سمجھا اور سلطنت روم اور دارالاسلام کے درمیان جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں واقع تھیں اور اب تک رومیوں کے زیر اثر رہی تھیں وہ فوجی دباؤ سے سلطنت اسلامی کی باجگزار بن گئیں۔ جن عرب قبائل کو رومی اب تک عرب کے خلاف استعمال کرتے تھے اب ان کا بیشتر حصہ رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا معاون بن گیا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے غالب ومنصور واپس تشریف لائے اور خدا نے بڑی بڑی سلطنتوں پر اسلام کی دھاک بٹھلادی تو منافقین مدینہ بڑے شرمندہ ہوئے نیز چند سچے مسلمان جو محض سستی اور کسل کی بناء پر غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہوئے تھے بے حد نادم اور حسرت زدہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں تمام ملک شام فتح ہوا۔ غزوۂ تبوک رجب ۹ ہجری میں ہوا۔

غزوۂ تبوک کے متعلق مختلف لوگوں کی حالتیں

یہاں سے سورۃ کے اخیر آیات تک غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوۂ کے متعلق لوگوں کی کئی حالتیں ہو گئی تھیں۔ اول جو بلا تردد ساتھ ہو لئے۔ دوم جو بعد تردد ساتھ ہو لئے۔ سوم جو عذر کی وجہ سے نہ جا سکے۔ چہارم وہ مومنین جو باوجود عذر نہ ہونے کے محض سستی کے سبب نہ جا سکے۔ پنجم اکثر منافقین جو باوجود عذر نہ ہونے کے نفاق کے سبب نہیں گئے۔ آیات کثیرہ میں ان ہی کا ذکر ہے۔ ششم بعض منافقین جو بقصد تجسس وشرارت ساتھ ہو لئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا ذکر ختم سورۃ تک کہیں کہیں آیا ہے۔

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب

ان آیات میں مسلمانوں کو خطاب کر کے بڑی شدت سے جہاد کی طرف ابھارا جاتا ہے اور بتلایا ہے کہ تھوڑے سے عیش و آرام میں پھنس کر جہاد کو چھوڑنا گویا بلندی سے پستی کی طرف گر جانے کے مترادف ہے۔ مومن صادق کی نظر میں دنیا کے عیش و آرام اور مال و دولت کی آخرت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہ ہونی چاہئے۔ چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ اگر خدا کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ پھر آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ خدا کا کام کسی پر منحصر اور موقوف نہیں۔ تم اگر سستی کرو گے تو وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی دوسری قوم کو دین حق کی خدمت کے لئے کھڑا کر دے گا اور تم اس سعادت سے محروم رہو گے جو تمہارے ہی نقصان کا باعث ہے۔ درحقیقت یہ تو خدا کا فضل و احسان ہے کہ وہ تمہیں اپنے دین کی خدمت کا موقع دے رہا ہے۔

سستی وکاہلی کے اثرات اور اس کا علاج

ان آیات میں بظاہر اس چوتھی جماعت کا ذکر ہے جو بغیر کسی صحیح اور قوی عذر کے محض اپنی سستی کی بناء پر شریک جہاد نہ ہو سکے تھے۔ ان کو اس سستی اور غفلت پر تنبیہ کی گئی اور ساتھ ہی غفلت اور سستی کا سبب اور پھر اس کا علاج بھی تعلیم فرمایا گیا۔

''مرض کا جو سبب اور علاج اس جگہ بیان فرمایا گیا ہے اگرچہ اس جگہ اس کا تعلق ایک خاص واقعہ سے تھا لیکن اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ دین کے معاملہ میں ہر کوتاہی' سستی اور غفلت اور تمام جرائم اور گناہوں کا اصلی سبب یہی دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت ہے۔ اسی لئے حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنی دنیا کی محبت ہر خطا و گناہ کی بنیاد ہے۔ اسی لئے آیت مذکورہ میں فرمایا گیا کہ ''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تمہیں اللہ کے راستہ میں نکلنے کے لئے کہا جاتا ہے تو تم زمین کو لگتے جاتے ہو (حرکت کرنا نہیں چاہتے) کیا تم آخرت کے بدلے صرف دنیا کی زندگی پر مگن ہو گئے''۔

تشخیص مرض کے بعد اس کا علاج اگلے جملہ میں اس طرح ارشاد

ہوا کہ ''دنیوی زندگی سے نفع اٹھانا تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل وحقیر ہے'' جس کا حاصل یہ ہے کہ بڑی فکر آخرت کی دائمی زندگی کی ہونی چاہئے۔ اور یہ فکر آخرت ہی درحقیقت سارے امراض کا واحد اور مکمل علاج ہے اور انسداد جرائم کے لئے بے نظیر نسخۂ اکسیر ہے۔ عقائد اسلام کے بنیادی اصول تین ہیں۔ توحیدؔ رسالت اور آخرت۔ ان میں عقیدۂ آخرت درحقیقت اصلاح عمل کی روح اور جرائم اور گناہوں کے آگے ایک آہنی دیوار ہے۔ اگر غور کیا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوگا کہ دنیا میں امن وسکون اس عقیدہ کے بغیر قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ آج کی دنیا میں مادی ترقیات اپنے شباب کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جرائم کے انسداد کے لئے بھی کسی ملک اور قوم میں مادی تدبیروں کی کوئی کمی نہیں۔ قانون کی جکڑ بندی اور اس کے لئے انتظامی مشینری روز بروز ترقی پر ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی آنکھوں دیکھا حال ہے کہ جرائم ہر جگہ اور ہر قوم میں روز بروز ترقی ہی پر ہیں۔ ہماری نظر میں اس کی وجہ اس کے سوا نہیں کہ مرض کی تشخیص اور علاج کا رخ صحیح نہیں۔ مرض کا سرچشمہ مادہ پرستی اور مادیات میں انہماک اور آخرت سے غفلت اور اعراض ہے اور اس کا واحد علاج ذکر اللہ اور آخرت کی فکر ہے۔ جس وقت اور جس جگہ بھی دنیا میں اس اکسیری نسخہ کو استعمال کیا گیا پوری قوم اور اس کا معاشرہ صحیح انسانیت کی تصویر بن کر فرشتوں کے لئے قابل رشک ہو گیا۔ عہد رسالتؐ اور عہد صحابہ کرام کا مشاہدہ اس لئے کافی دلیل ہے آج کی دنیا جرائم کا انسداد تو چاہتی ہے مگر خدا اور آخرت سے غافل ہو کر چاہتی ہے اور قدم قدم پر ایسے سامان جمع کرتی ہے جس میں رہ کر خدا اور آخرت کی طرف دھیان بھی نہ آئے تو اس کا لازمی نتیجہ وہی ہے جو آنکھوں کے سامنے آرہا ہے کہ بہتر سے بہتر قانون اور قانونی مشینریاں سب فیل نظر آتی ہیں۔ جرائم اپنی جگہ نہ صرف موجود بلکہ روز بروز طوفانی رفتار سے بڑھ رہے ہیں۔ کاش ایک مرتبہ عقلائے دنیا اس قرآنی نسخہ کو استعمال کر کے دیکھیں تو انہیں معلوم ہو کہ کس قدر آسانی کے ساتھ جرائم پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ آگے دوسری آیت میں سستی اور کاہلی برتنے والوں کو ان کے مرض اور علاج پر متنبہ کرنے کے بعد آخری فیصلہ یہ بھی سنا دیا کہ ''اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیں گے اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو کھڑا کر دیں گے' اور دین پر عمل نہ کرنے سے تم اللہ کو یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ ہم کو اور ہماری پوری قوم کو جہاد فی سبیل اللہ کا جذبۂ صادق عطا فرما۔ یا اللہ دین کے مقابلہ میں دنیا کی اہمیت کو ہماری نظروں میں ہیچ کر دے۔ یا اللہ آخرت کا فکر ہمارے دلوں میں ایسا بٹھا دے کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں۔ یا اللہ یہ آپ کا فضل واحسان ہے کہ اگر کسی سے دین کی کوئی خدمت لے لیں یا اللہ ہم ناکاروں کو بھی اپنی رحمت سے دین کی خدمت کا اخلاص کے ساتھ کوئی حصہ عطا فرما دے۔ آمین۔

یَااللّٰہُ آپ نے قلب کو پاک کیا' میں نے گناہوں سے ناپاک کر لیا' آپ نے پردہ رکھا میں نے خود اس کو چاک کر دیا اپنے برے اخلاق کو مزین کیا اور نیک بنا رہا ایسے گناہ بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ

اگر تم لوگ رسول اللہ علیہ السلام کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جبکہ آپ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا جبکہ دو میں ایک آپ تھے

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ

جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے سو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی تسلی نازل فرمائی

بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ

اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات نیچی کر دی اور اللہ ہی کا بول بالا رہا

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾

اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

إِلَّا تَنصُرُوهُ اگر تم مدد نہ کرو گے اسکی	فَقَدْ نَصَرَهُ تو البتہ اسکی مدد کی ہے	اللَّهُ اللہ	إِذْ جب	أَخْرَجَهُ اس کو نکالا	الَّذِينَ وہ لوگ	كَفَرُوا جو کافر ہوئے (کافر)	
ثَانِيَ دوسرا	اثْنَيْنِ دو میں	إِذْ هُمَا جب وہ دونوں	فِي میں	الْغَارِ غار	إِذْ جب	يَقُولُ وہ کہتے تھے	لِصَاحِبِهِ اپنے ساتھی سے	لَا تَحْزَنْ گھبراؤ نہیں
إِنَّ یقیناً	اللَّهَ اللہ	مَعَنَا ہمارے ساتھ	فَأَنزَلَ تو نازل کی	اللَّهُ اللہ	سَكِينَتَهُ اپنی تسکین	عَلَيْهِ اس پر	وَ اور	أَيَّدَهُ اسکی مدد کی
بِجُنُودٍ ایسے لشکروں سے	لَّمْ تَرَوْهَا جو تم نے نہیں دیکھے	وَجَعَلَ اور کر دی	كَلِمَةَ بات	الَّذِينَ وہ لوگ جو	كَفَرُوا انہوں نے کفر کیا (کافر)			
السُّفْلَىٰ پست	وَ اور	كَلِمَةُ اللَّهِ اللہ کا کلمہ	هِيَ وہ	الْعُلْيَا بالا	وَاللَّهُ اور اللہ	عَزِيزٌ غالب	حَكِيمٌ حکمت والا	

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی نصرت کیلئے کافی ہے

غزوۂ تبوک کے سلسلہ میں گذشتہ آیات میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی تھی جنہوں نے جہاد میں شرکت سے کچھ سستی اور پست ہمتی دکھلائی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ تم اگر جہاد پر نہ جاؤ گے تو اللہ کی پکڑ میں آ جاؤ گے اور تمہاری بجائے اللہ دوسری قوم کو اسلام کی حمایت کے لئے پیدا فرما دے گا۔ اسی سلسلہ میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ بالفرض اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد جہاد کی شرکت سے نہ کرو گے تو نہ سہی۔ آپ کا منصور اور کامیاب ہونا کسی کی حمایت اور امداد پر موقوف نہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد و نصرت کے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست غیب سے امداد پہنچا سکتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے چنانچہ نصرت خداوندی کی مثال میں ہجرت کے واقعہ کو بتلایا جاتا ہے کہ ایک وقت پہلے ایسا آ چکا ہے جب ایک یار غار کے سوا کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا اور جب کہ دونوں غار ثور میں تھے۔ اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مغموم دیکھ کر ان سے فرمایا تھا کہ تم ملول مت ہو حق تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ نہ یہ کفار میرا کچھ کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے تم کو غم ہے نہ تمہارا کچھ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی خاص تسکین نازل فرمائی اور فرشتوں کو آپ کی حفاظت کے لئے نازل فرمایا اور کفار کی ساری تدبیروں کو خاک میں ملا دیا اور وہ اپنے ارادوں میں ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی بات اونچی رہی۔

واقعۂ ہجرت

مکہ والوں کے مظالم سے تنگ آ کر چند مسلمان مکہ سے ہجرت کر گئے تھے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہجرت کا حکم ہوا۔ مشرکین کا آخری مشورہ یہ قرار پایا تھا کہ ہر قبیلہ کا ایک نوجوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر بیک وقت آپ پر تلواروں سے حملہ کر دیں تاکہ خون

بہادینا پڑے تو سب قبائل پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کی یہ ہمت نہ ہو کہ خون کے انتقام میں سارے عرب سے لڑائی مول لیں۔ جس شب میں اس ناپاک ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور ڈرومت تم کو کوئی کسی قسم کا گزند نہ پہنچا سکے گا۔ قریش اگرچہ حضورؐ کے جانی دشمن تھے لیکن آپ کو صادق وامین سمجھتے تھے اور امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے وہ سب امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد کیں کہ صبح کو یہ امانتیں لوگوں تک پہنچا دینا۔ پھر خود بنفس نفیس ظالموں کے ہجوم میں سے شاھت الوجوہ فرماتے ہوئے اور ان کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے صاف نکل آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو ہمراہ لے کر جبل ثور جو مکہ سے قریب تین میل پر ہے وہاں پہنچ کر ایک غار میں قیام فرمایا یہ غار جو اب غار ثور کے نام سے مشہور ہے ایک پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری چٹان میں ہے۔ جس میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ ہے وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان اس میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا۔ صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا۔ غار کے اندر اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جا کر اسے اپنی چادر سے صاف کیا۔ غار کے اندر بہت سے سوراخ تھے جو آپ نے اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر سب سوراخ کپڑے سے بند کئے کہ کوئی کیڑا گزند نہ پہنچا سکے۔ ایک بڑا سوراخ باقی تھا جس کا بھراؤ کپڑا نہ ہونے کے باعث نہ ہو سکا۔ اس میں اپنا پاؤں کا انگوٹھا حضرت صدیقؓ نے اڑا دیا۔ یہ سب انتظام کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کو کہا اور حضورؐ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ تھوڑی دیر سو رہیں تا کہ سفر کا تکان رفع ہو جائے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غار کے پتھر سے کمر لگا کر اور اس سوراخ میں پیر کا انگوٹھا اڑا کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے جو درحقیقت کسی زہریلے سانپ کا بل تھا اور وہ سانپ اپنی آمد و رفت کا راستہ بند دیکھ کر اندر گھبرا رہا تھا۔ آخر وہ مقید رہنے کی تاب نہ لا سکا اور اس نے حضرت صدیق

اکبرؓ کے اس انگوٹھے میں کاٹ لیا جو اس کو باہر نکلنے سے روک رہا تھا۔ حضرت صدیقؓ کو سانپ کے زہر نے بے چین کر دیا لیکن وہ پیر اپنی جگہ سے اس لئے نہ ہلایا کہ اس کے حرکت کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل جانے کا اندیشہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت صدیقؓ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہونے لگا اور بے تابی کے سبب آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اپنے رفیق کی حالت غیر دیکھ کر وجہ پوچھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انگوٹھا سوراخ سے علیحدہ کر دیا اور دہن مبارک کا لعاب کاٹی ہوئی جگہ پر لگا دیا جس نے تریاق کا اثر کیا۔ سوزش یکدم زائل ہو گئی اور فوراً آرام ہو گیا۔ ادھر کفار قدموں کے نشان سے پہچاننے والوں کی مدد سے حضورؐ کی تلاش میں نکلے۔ انہوں نے غار ثور تک نشان قدم کی شناخت کی۔ مگر خدا کی قدرت کہ غار کے دروازہ پر مکڑی نے جالا تن لیا اور جنگلی کبوتر نے انڈے دیدئے یہ دیکھ کر کفار کہنے لگے کہ یہ جالا تو پرانا معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی اندر داخل ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے صحیح سالم رہ سکتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اندر سے کفار کے پاؤں نظر پڑتے تھے۔ انہیں فکر تھی کہ جان سے زیادہ محبوب جس کے لئے سب کچھ فدا کر چکے ہیں دشمنوں کو نظر نہ پڑ جائیں گھبرا کر کہنے لگے یا رسول اللہ اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر اپنے قدموں کی طرف نظر کی تو ہم کو دیکھ پائیں گے اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں مارا جاؤں تو فقط ایک شخص ہلاک ہوگا لیکن نصیب دشمناں اگر آپ مارے گئے تو ساری امت ہلاک ہو جائے گی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی تسلی کے لئے ارشاد فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اے ابوبکر! تم غمگین نہ ہو۔ تسلی رکھو اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی تسکین کے لئے دعاء بھی فرمائی جس سے اللہ کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ پر ایک خاص سکینت اور خاص طمانیت نازل ہوئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر تمہارا کیا خیال ہے ان دو کی نسبت جن کا تیسرا اللہ ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار ثور پر فرشتوں کا پہرہ لگا

دیا جس کی وجہ سے مشرکین کے دلوں پر ایسا رعب چھایا کہ غار کے اندر جھانکنے کی ہمت نہ ہوئی اور مشرکین کا اس جانب خیال بھی نہ ہوا کہ غار کے اندر گھس کر تلاش کریں کیونکہ جالے کا تناؤ اور انڈوں کا نظر آنا اس بات کی ظاہر علامت تھی کہ غار کے اندر کوئی نہیں گیا۔ یہ تائید غیبی ہی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا جیسی کمزور چیز مضبوط اور مستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعہ تحفظ بن گیا۔ اس طرح خداوند قدوس نے دشمنوں کی تدابیر خاک میں ملادیں اور کفار کو غار کے کنارہ سے نامراد واپس کر دیا آپ تین روز غار میں قیام فرما کر بعافیت تمام مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ بیشک انجام کار خدا ہی کا بول بالا رہتا ہے اور اللہ ہی غالب ہے جس کو چاہے جس طرح عزت و غلبہ عطا فرمائے اور حکمت والا ہے کبھی اسباب کے پردہ میں مدد کرتا ہے اور کبھی بلا اسباب کے مدد فرماتا ہے تو اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے واقعہ کو پیش کر کے بتلا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول کسی انسان کی نصرت اور امداد کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہے اور وہ غیب سے آپ کی مدد فرماتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت

اس آیت مبارکہ سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت کیسی صریح اور صاف معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کسی حال میں نہ چھوڑی۔ اور اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اگر فکر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ واقعی اس واقعہ غار میں حضرت صدیق اکبرؓ کی جان نثاری قابل صد آفریں ہے۔ یار غار کی مثل جو دنیا میں مشہور ہے وہ یہیں سے چلی ہے۔ جو شخص یاری و غمگساری کا حق ادا کرے اور اس کی محبت اور اخلاص انتہا کو پہنچ جائے تو ایسے محب مخلص کو محاورہ میں یار غار کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابوبکر مجھے صرف غار کی فضیلت دیدیں اور مجھ سے تمام عمر کی عبادت اور نیکیاں لے لیں تو میں اس پر راضی ہوں۔ امت مرحومہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار صرف حضرت صدیقؓ تھے۔ حتیٰ کہ مخالفین بھی اس کے مقر اور معترف ہیں پس یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو حضرت صدیقؓ کی شان عظمت کو واضح کر رہی ہے اور اگر عند اللہ آپ کو شرف قبولیت حاصل نہ ہوتا تو آپ کی اس فضیلت کو خصوصیت اور خاص شان کے ساتھ قرآن کریم میں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ جس شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی جگہ پر سلایا اور خود حضرت ابوبکر کی رفاقت میں غار ثور کی طرف روانہ ہوئے بلاشبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ جان نثاری بھی قابل تحسین وصد آفرین ہے مگر حق جل شانہ نے اس آیت میں سفر ہجرت اور حضرت صدیق کی رفاقت کا بیان کیا ہے اور حضرت علیؓ کے بستر پر سونے کا واقعہ ذکر نہیں فرمایا اور قرآن کریم میں جس تشخیص و تعیین کے ساتھ اور صراحت و وضاحت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق کی رفاقت اور فضیلت کو بیان کیا ہے اس طرح کسی اور کی فضیلت کا بیان نہیں پس جو شخص اس آیت کو پڑھے گا اس کو حضرت صدیق اکبرؓ کے سرتاج اہل ایمان اور سالار قافلہ اہل عرفان ہونے میں کوئی شک نہیں رہ سکتا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ آپ نے جس طرح اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اے اللہ اب بھی اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کی مدد فرمادے۔

یَا اللّٰہُ وہ گناہ جن کے ارتکاب سے آپ کے وعدوں سے محروم ہو جاؤں اور آپ کے غصہ و عذاب میں آجاؤں۔ الٰہی! مجھ پر رحمت رکھنا اور ایسے سب گناہ معاف فرمادیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

نکل پڑو تھوڑے سامان سے اور زیادہ سامان سے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ

اگر تم یقین رکھتے ہو۔ اگر کچھ لگتے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ

تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی اور ابھی خدا کی قسمیں کھاویں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے

اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

یہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔

اِنْفِرُوْا تم نکلو	خِفَافًا ہلکے	وَثِقَالًا اور (یا) بھاری	وَجَاهِدُوْا اور جہاد کرو	بِاَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں سے	وَاَنْفُسِكُمْ اور اپنی جانوں	فِيْ میں		
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	ذٰلِكُمْ یہ تمہارے لئے	خَيْرٌ بہتر	لَكُمْ تمہارے لئے	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	تَعْلَمُوْنَ جانتے ہو	لَوْ اگر	كَانَ ہوتا
عَرَضًا مال (غنیمت)	قَرِيْبًا قریب	وَسَفَرًا اور سفر	قَاصِدًا آسان	لَّاتَّبَعُوْكَ تو آپ کے پیچھے ہو لیتے	وَلٰكِنْ اور لیکن	بَعُدَتْ دور نظر آیا		
عَلَيْهِمُ ان پر	الشُّقَّةُ راستہ	وَسَيَحْلِفُوْنَ اور اب قسمیں کھائیں گے	بِاللّٰهِ اللہ کی	لَوِ اسْتَطَعْنَا اگر ہم سے ہوسکتا	لَخَرَجْنَا ہم ضرور نکلتے			
مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	يُهْلِكُوْنَ وہ ہلاک کر رہے ہیں	اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	اِنَّهُمْ کہ وہ	لَكٰذِبُوْنَ یقیناً جھوٹے ہیں		

غزوۂ تبوک کی تیاری کا حکم ایک آزمائش

گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو سمجھا دیا گیا کہ اگر تم اللہ اور رسول کے حکم پر مستعدی کے ساتھ کمربستہ ہو کر نہ اٹھے تو اللہ کے کام کسی کی شرکت کرنے یا نہ کرنے سے رکے نہیں رہتے۔ اگر سعادت دارین حاصل کرنی ہے تو اس کا یہی وقت ہے کام کیلئے تیار ہو جاؤ۔

غزوۂ تبوک کے لئے تیاری کا حکم واقعی مسلمانوں کے لئے بڑا سخت امتحان تھا۔ حنین اور طائف سے لڑتے لڑتے تھکے ماندے واپس آئے تھے۔ گرمی بلا کی پڑ رہی تھی۔ سفر کافی لمبا تھا اور جس علاقے میں سے شام کی سرحد تک پہنچنے کے لئے گزرنا تھا وہاں تپتی ہوئی ریت کے میدان اور گرم ہواؤں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اوپر سے پانی کی کم یابی۔ مدینہ میں اس وقت بڑی چہل پہل تھی۔ کھجوریں پک کر تیار ہو گئی تھیں۔ کھانے پینے کی کمی نہ تھی۔ تیز دھوپ سے پناہ لینے کے لئے سایہ دار درخت تھے۔ یہ سب آرام و راحت کے اسباب چھوڑ کر جنگل بیابان میں دور دراز کا سفر اختیار کرنا۔ لو کے جھلسا دینے والے تھپیڑے کھانا۔ تپتی ہوئی دھوپ میں چلنا۔ حقیقت میں یہ کام اللہ کے انہی بندوں کا تھا جن کے سینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے تمام کدورتوں اور وساوس سے پاک صاف ہو گئے تھے اور جن کے دل عشق الٰہی اور اس کے رسول کی محبت سے لبریز تھے۔ انہوں نے دنیا کو اصلی رنگ میں دیکھ لیا تھا اور اسے آخرت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ قرآن مجید کے الفاظ اور احکام ان کی ہمتوں کیلئے تازیانہ کا کام دیتے تھے۔ چنانچہ جب اس غزوۂ تبوک کے لئے جہاد کا عمومی حکم نازل ہوا اور ارشاد ہوا کہ کوئی پیادہ ہو یا سوار۔ غنی ہو یا فقیر۔ جوان ہو یا بوڑھا' فارغ ہو یا مشغول' خوشحال ہو یا تنگدست' بھاری ہوں یا ہلکے' پیشہ ور ہوں یا تاجر' قوی ہوں یا کمزور غرض جو جس

حال میں ہو فوراً اٹھ کھڑا ہو اور راہ خدا میں جہاد کے لئے چل پڑے۔ جس کے پاس صرف جان ہو وہ جان اور جس کے پاس مال بھی ہو وہ جان اور مال دونوں لے کر حاضر ہو۔ اس وقت کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ یہ ان باتوں کے سوچنے کا موقع نہیں کہ گرمی سخت ہے۔ ساز و سامان نہیں ہے۔ یا پختہ فصلیں کاٹنی ہیں۔ اس وقت اپنے سپہ سالار اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا اعتماد کرو اور یقین رکھو کہ اس سفر جنگ میں تمہارے لئے بہتری ہی بہتری ہے آگے چل کر تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ اس سفر سے مسلمانوں کے کیا ہاتھ آئے گا۔ بظاہر تو نقصان ہی نقصان نظر آ رہا ہے۔ گھر کا آرام و ٹھنڈ چھوڑنا' گرمی کی شدت برداشت کرنا' خشک جنگلوں میں بھوکے پیاسے سفر کرنا پھر فصلوں کا نقصان الگ رہا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فدا کاریاں

اس عمومی حکم جہاد کو سن کر مومنین مخلصین جان و مال سے غزوۂ تبوک کے سفر کے لئے تیاری میں مصروف ہو گئے۔ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ نے کل مال لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اہل وعیال کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ تو حضرت صدیقؓ نے جواب دیا کہ صرف اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے تمام مال کا نصف حصہ پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ۲۰۰ اوقیہ چاندی لا کر حاضر کی۔ حضرت عاصمؓ بن عدی نے ۷۰ وسق کھجوریں پیش کیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ۳۰۰ اونٹ مع ساز و سامان کے اور ایک ہزار دینار یعنی اشرفیاں لا کر بارگاہ نبوی میں پیش کئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے بار بار ان اشرفیوں کو پلٹتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اس عمل صالح کے بعد عثمان کو کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوا تو بھی اس سے راضی ہو۔ اکثر صحابہ نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس مہم میں امداد کی مگر پھر بھی سواری اور زاد راہ کا پورا سامان نہ ہو سکا۔ چند صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم بالکل نادار ہیں اگر سواری کا ہم کو کچھ تھوڑا بہت بھی سہارا ہو جائے تو ہم اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں۔ اس پر وہ حضرات روتے ہوئے واپس چلے۔ انہی بے سہارا حضرات صحابہ کی شان میں اسی سورۂ توبہ میں آگے یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ یعنی "اور نہ لوگوں پر کوئی گناہ اور الزام ہے کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ ان کو کوئی سواری دے دیں اور آپ ان سے کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں تم کو سوار کر دوں تو وہ اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ افسوس ان کو سامان جہاد کی تیاری میں خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں"۔ روایت میں آتا ہے کہ ایسے بے سہارا حضرات میں بعض کا معاملہ تو یہ ہوا کہ شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عذر کر دیا کہ میرے پاس سواری کا کوئی انتظام نہیں مگر یہ لوگ روتے ہوئے واپس ہوئے اور روتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسا سامان کر دیا کہ چھ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی وقت آ گئے۔ آپ نے یہ ان کو دے دیئے (مظہری) اور ان میں سے تین صاحبان کے لئے سواری کا انتظام حضرت عثمان غنیؓ نے کر دیا حالانکہ وہ اس سے پہلے بہت بڑی تعداد کا انتظام اپنے خرچ سے کر چکے تھے۔ بعض پھر بھی ایسے رہے کہ جن کو آخر تک سواری نہ ملی اور وہ مجبور ہو کر رہ گئے جن کا عذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔

منافقوں کا کردار

البتہ منافقوں نے طرح طرح کے حیلے بہانے شروع کر دیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی لشکر کو ساتھ لے کر چل دیئے لیکن منافقین ہر منزل پر بچھڑتے جاتے تھے اور حیلے بہانے کر کے اجازت لے کر واپس جا رہے تھے۔ کچھ لوگ پہلے ہی مدینہ میں رہ گئے تھے۔ غرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پر پہنچے وہاں کچھ قیام کیا اور

کچھ مدت کے بعد واپس ہوئے تو راستہ میں منافقوں کے حق میں آیات نازل ہوئیں اور جس میں منافقین کے متعلق بتایا گیا کہ اگر انہیں تھوڑی سی دور چل کر مال غنیمت ملنے کی امید ہوتی اور سفر میں تکلیفیں اور صعوبتیں نہ ہوتیں تو یہ لوگ خوشی خوشی ساتھ ہو لیتے مگر سفر دور دراز کا تھا اور مال غنیمت کے حصول کی قطعی امید نہ تھی اس لئے ساتھ نہ گئے۔ اب مسلمان مدینہ پہنچیں گے تو یہ اللہ کی قسمیں کھا کر عذر پیش کریں گے کہ حضور ہم میں طاقت نہ تھی ہم مجبور تھے اگر مجبوری نہ ہوتی تو ضرور آپ کے ساتھ چلتے مگر اس دروغ گوئی، حیلہ تراشی اور جھوٹی قسمیں کھانے کا وبال ان کو بھگتنا ہوگا۔ وہی اپنے ہاتھوں خود اپنے کو تباہ کریں گے۔ خدا کو خوب معلوم ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

غیر مکلّف لوگ

یہاں پہلی آیت میں جہاد کا عمومی حکم دیا گیا لیکن جن لوگوں میں جہاد کی اہلیت وصلاحیت ہی نہیں مثلاً بچے اور غلام اور عورتیں، بیمار، لنجے اپاہج وہ بوڑھے جن میں چلنے کی طاقت نہیں ایسے غیر مکلف اور نا قابل جہاد لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں باقی لوگوں کے واسطے عمومی حکم ہے۔

الغرض غزوۂ تبوک جو عیسائی رومیوں کے مقابلہ میں پیش آیا تھا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا جس میں آپ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی اس میں اب اہل اسلام کو تاکید کے طور پر اس حکم کا اعادہ فرمایا گیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم عام دیدیا تو اب تم پر ہر حال میں نکلنا فرض ہو گیا اور اس حکم کی تعمیل ہی میں تمہارے لئے دین و دنیا کی بہتری و بھلائی ہے۔ اس حکم کو سن کر مومنین مخلصین اپنے سارے منافع اور راحت و آرام کو قربان کر کے اللہ کی راہ میں ہر طرح کی مشقت برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی تبوک پہنچ گئے مگر منافقین کا طبقہ اپنے نفاق کی وجہ سے اس سخت امتحان میں اپنے نفاق کو نہ چھپا سکا اور شرکت جہاد سے الگ رہا۔ انہی منافقین کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جنہوں نے جھوٹے عذر پیش کر کے غزوۂ تبوک میں نہ جانے کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر لی تھی جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ

ہمیں بھی جان و مال سے اپنی راہ میں جہاد کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔

اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم پر مستعدی سے عمل پیرا ہونے کی ہم کو ہدایت نصیب فرما۔

اس وقت جہاں جہاں کفر و اسلام میں مقابلہ درپیش ہے مجاہدین اسلام اور اسلامی لشکر کو اپنی تائید و نصرت سے فتح یاب اور غالب فرما۔ کفار اور مشرکین کے لشکر کو تہس نہس فرما کر ان کو قتل و قید اور ہزیمت کی سزا نصیب فرما۔ آمین۔

یا اللہ

ایسے گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے ذکر سے غافل رہا ہوں اور آپ کی وعیدوں اور ڈرانے کی آیات سے لاپرواہ ہو گیا اور سرکشی کرتا رہا الٰہی! معاف فرمادے۔

تکالیف میں مبتلا ہو کر کبھی میں نے شرک کر لیا ہو یا آپ کی شان میں گستاخی کر لی ہو۔ آپ کے بندوں سے آپ کی شکایت کی ہو بجائے آپ کے در پر آنے کے بندوں پر حاجت اتاری ہو یا آپ کی مخلوق کے سامنے اس طرح مسکینی کا اظہار کیا ہو یا چاپلوسی کی ہو کہ جیسے حاجت روائی اسی کے قبضے میں ہے۔ الٰہ العالمین ایسے گناہوں کی بھی معافی عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۴۳

اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا۔ آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارہ میں آپ سے رخصت نہ مانگیں گے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝۴۴ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ البتہ وہ لوگ آپ سے رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے

وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝۴۵

اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں۔

عَفَا معاف کرے	اللّٰهُ اللہ	عَنْكَ تمہیں	لِمَ کیوں	اَذِنْتَ تم نے اجازت دی	لَهُمْ انہیں	حَتّٰى یہاںتک کہ	يَتَبَيَّنَ ظاہر ہو جائے	لَكَ آپ پر
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	صَدَقُوْا سچے	وَتَعْلَمَ اور آپ جان لیتے	الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے	لَا يَسْتَاْذِنُكَ نہیں مانگتے آپ سے رخصت	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو			
يُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یوم آخرت	اَنْ کہ	يُّجَاهِدُوْا وہ جہاد کریں	بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے	وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جان (جمع)		
وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ خوب جانتا ہے	بِالْمُتَّقِيْنَ متقیوں کو	اِنَّمَا وہی صرف	يَسْتَاْذِنُكَ آپ سے رخصت مانگتے ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو			
لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یوم آخرت	وَارْتَابَتْ اور شک میں پڑے ہیں	قُلُوْبُهُمْ انکے دل	فَهُمْ سو وہ			
فِيْ میں	رَيْبِهِمْ اپنے شک	يَتَرَدَّدُوْنَ بھٹک رہے ہیں						

منافقین کی عذر خواہیاں

گذشتہ آیت میں منافقین کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیات میں انہی منافقوں کے حال کی اور زیادہ وضاحت کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منافقین آتے اور کہتے کہ ہم اس جنگ میں شرکت ضرور کرتے لیکن اس وقت ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ حالات ہی کچھ ایسے ہیں کہ ہم شامل نہیں ہو سکتے۔ آپ یہ دیکھ کر کہ ان کو شامل ہونا نہ ہونا برابر ہے اور ان کے ساتھ چلنے میں فساد کے سوا اور کوئی بہتری نہیں تو ان کا عذر قبول فرما لیتے اور انہیں گھر ٹھہرنے کی اجازت دے دیتے۔

منافقین کو اجازت نہ ملتی تو بہتر ہوتا

یہاں ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر بتلایا گیا کہ اگر آپ انہیں اجازت ٹھہرنے کی نہ دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا تاکہ جھوٹے اور سچوں میں تمیز ہو جاتی۔ ان کا بھرم کھل جاتا اور یہ کھلم کھلا نافرمان اور جھوٹے ثابت ہو جاتے اور اپنے آپ کو سچے اور فرمانبردار لوگوں میں کبھی نہ گنوا سکتے اور سب مسلمانوں کو معلوم ہو جاتا کہ اس طرح بہانہ کرنا نفاق ہے اور ایسے موقع پر رخصت طلب کرنا ایمان والوں کا کام نہیں۔ پختہ ایمان والے تو ایسے موقعوں کا انتظار کرتے رہتے ہیں کہ تن دہی سے کام کر کے اللہ عزوجل کے سامنے سرخرو ہوں اور آخرت میں انعام واکرام کے مستحق ہوں۔ جہاد سے بیٹھ رہنے کے لئے بہانہ تلاش کرنا اور رخصت کی درخواست کرنا اول درجہ کی بے ایمانی کی نشانی ہے کیونکہ ایمان اس کی اجازت ہی نہیں دیتا کہ اللہ کے حکم سے بچنے کے لئے عذر تلاش کئے جائیں

چنانچہ بتلایا گیا کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی جان و مال کو اللہ کی حکم برداری سے بڑھ کر عزیز نہیں رکھتے وہ تو انتظار کرتے رہتے ہیں کہ کب موقع آئے اور کب ہم اللہ کے لئے اپنی جان و مال پیش کریں۔ بہانہ بازیاں تو وہ لوگ کرتے ہیں جو زبانی تو بہت کچھ کہتے رہتے ہیں لیکن دل میں نہ وہ اللہ کو مانتے ہیں اور نہ آخرت کو کچھ سمجھتے ہیں ان کے دل شک وشبہ میں گرفتار رہتے ہیں اور دنیا کے نفع اور آرام کو سب کچھ سمجھتے ہیں کبھی مسلمانوں سے ان کو فائدہ پہنچ گیا تو ان کی سی کہنے لگے اور جہاں کچھ سختیاں جھیلنے اور مصیبتیں برداشت کرنے اور قربانیاں دینے کا موقع آیا تو طرح طرح کے بہانے تراش کر کھسک گئے اور ظاہر داری کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر حاضری کی رخصت بھی حاصل کر لی۔ بے حیا بن کر جہاد سے علیحدہ رہنے کی اجازت لینا انہی کا شیوہ ہے جن کو خدا کے وعدوں پر یقین نہیں۔ نہ آخرت کی زندگی کو سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کے غالب و منصور ہونے کی جو خبریں دی ہیں ان کے متعلق ہمیشہ شک وشبہ میں گرفتار رہتے ہیں۔

سچا مومن کون ہے؟

ان آیات سے معلوم ہوا کہ پختہ اور سچے ایمان کی علامت یہ ہے کہ اللہ اور رسول کا حکم ملتے ہی فوراً تعمیل کے لئے تیار ہو جائے جو اس کی تعمیل سے حیلے بہانے کر کے قاصر رہا وہ اصل ایمان سے بے بہرہ ہے۔ نیز ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ اور رسول کے حکم کے اتباع میں دل و جان سے دین اسلام کی حمایت کرنے اور اپنی ساری طاقت اور تمام ذرائع اس کو سربلند کرنے کی سعی میں کھپا دینے اور حتی الوسع کسی قربانی سے دریغ نہ کرنے والا ہی سچا مومن ہے۔ بخلاف اس کے جو اسلام اور مسلمانوں کا ساتھ دینے سے دل چرائے اور اسلام کی سربلندی کے لئے جان و مال کی بازی لگانے سے پہلوتہی کرے اور حیلے بہانے سے اپنی جان کو بچانے کی کوشش کرے اس کی یہ روش ظاہر کرتی ہے کہ اس کے دل میں حقیقی ایمان نہیں ہے گو وہ زبانی کیسے ہی بلند دعوے ایمان و اسلام کے کرے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہمیں ایمان حقیقی نصیب فرمائیں۔ ہمیں بھی دل و جان سے اسلام کی حمایت کرنے اور اپنی تمام قوتوں کو اسلام کی سربلندی میں خرچ کرنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ ہمارے دلوں میں سچا جذبۂ جہاد عطا فرما اور دین اسلام کے لئے ہر طرح کی سختی جھیلنے' مصیبت اٹھانے اور قربانی پیش کرنے کی ہمت عطا فرما۔ یا اللہ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرما۔ شک اور تردد سے ہمارے دلوں کو پاک فرما۔ یا اللہ آپ کی نصرت اور حمایت پر ہم کو یقین کامل نصیب ہو اور آپ کی تائید اور توفیق ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ ان معاصی کی مغفرت کا طلبگار ہوں کہ بوقت معصیت تیرے سوا کسی دوسرے کو پکارا ہو اور غیر اللہ سے امداد کی دعا کی ہو۔ تیری عبادت میں جانی و مالی گناہ کا اختلاط کر لیا یا مال کی طمع میں شریعت کا خیال نہ کیا ہو یا کسی مخلوق کی اطاعت کی اور تیری نافرمانی کی' تیرے حکم کو ٹالا اور اس کے برخلاف مخلوق کے حکم کو سراہا ہو۔ محض دنیا کی خاطر ناجائز منت وسماجت کی ہو حالانکہ میں جانتا بھی ہوں کہ آپ کے سوا کوئی حاجت پورا کرنے والا نہیں۔ الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ

اور اگر وہ لوگ چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا کچھ سامان تو درست کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے اُنکو توفیق نہیں دی

اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۠اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ

اور یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو اگر یہ لوگ تمہارے شامل ہو جاتے تو سوا اس کے کہ اور دونا فساد کرتے اور کیا ہوتا

يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا

اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کی فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں اور ان ظالموں کو اللہ خوب سمجھے گا۔انہوں نے

الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

تو پہلے بھی فتنہ پردازی کی فکر کی تھی اور آپ کیلئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے یہاں تک کہ سچا وعدہ آگیا اور اللہ کا حکم غالب رہا اور ان کو نا گوار ہی گذرتا رہا۔

وَلَوْ اور اگر	اَرَادُوا وہ ارادہ کرتے	الْخُرُوْجَ نکلنے کا	لَاَعَدُّوْا ضرور تیار کرتے	لَهٗ اس کیلئے	عُدَّةً کچھ سامان	وَلٰكِنْ اور لیکن	كَرِهَ ناپسند کیا	
اللّٰهُ اللہ	انْۢبِعَاثَهُمْ انکا اٹھنا	فَثَبَّطَهُمْ سوان کوروک دیا	وَقِيْلَ اور کہا گیا	اقْعُدُوْا بیٹھ جاؤ	مَعَ ساتھ	الْقٰعِدِيْنَ بیٹھنے والے	لَوْ اگر	خَرَجُوْا وہ نکلتے
فِيْكُمْ تم میں	مَا نہ	زَادُوْكُمْ تمہیں بڑھاتے	اِلَّا مگر	خَبَالًا خرابی	وَ اور	لَا۠اَوْضَعُوْا دوڑے پھرتے	خِلٰلَكُمْ تمہارے درمیان	
يَبْغُوْنَكُمُ تمہارے لئے چاہتے ہیں	الْفِتْنَةَ بگاڑ	وَفِيْكُمْ اور تم میں	سَمّٰعُوْنَ سننے والے (جاسوس)	لَهُمْ ان کے	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ خوب جانتا ہے		
بِالظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو	لَقَدِ ابْتَغَوُا البتہ چاہا تھا انہوں نے	الْفِتْنَةَ بگاڑ	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَقَلَّبُوْا انہوں نے اُلٹ پلٹ کیں	لَكَ تمہارے لئے			
الْاُمُوْرَ تدبیریں	حَتّٰى یہانتک کہ	جَآءَ آگیا	الْحَقُّ حق	وَظَهَرَ اور غالب آگیا	اَمْرُ اللّٰهِ امر الٰہی	وَهُمْ اور وہ	كٰرِهُوْنَ پسند نہ کرنے والے	

منافقین غزوۂ تبوک میں جاتے تو فتنہ پھیلاتے

ان آیات میں بھی منافقین ہی کے متعلق بیان جاری ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان کا ارادہ ہی گھر سے نکلنے کا نہیں ورنہ اس کا کچھ تو سامان کرتے۔حکم جہاد سنتے ہی جھوٹے عذر نہ لے دوڑتے۔حقیقت یہ ہے کہ خدا نے ان کی شرکت کو پسند ہی نہیں کیا۔اور اس کی وجہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ یہ جاتے تو وہاں فتنے اٹھاتے کیونکہ انہیں اسلام اور جہاد سے کوئی دلچسپی تو ہے نہیں۔اگر مسلمانوں میں مل کر یہ نکلتے بھی تو دوسروں کو بھی فرض سے غافل کرنے کی کوشش کرتے۔اس لئے خدا نے انہیں مجاہدین میں شامل ہونے سے روک دیا اس طرح کہ رکنے کا وبال انہی کے سر پر رہے گویا ان کو تکوینا کہہ دیا گیا کہ جاؤ عورتوں بچوں اور اپاہج آدمیوں کے ساتھ گھر میں گھس کر بیٹھ رہو۔پھر آگے

اور ان کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ اگر یہ دکھلاوے کے مسلمان تمہارے ساتھ نکلتے تو اپنی بزدلی اور نامردی کی وجہ سے دوسروں کی ہمتیں بھی سست کر دیتے اور آپس میں لگا بجھا کر مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرتے اور جھوٹی افواہیں اڑا کر ان کو دشمنوں سے ہیبت زدہ کرنا چاہتے۔غرض ان کے وجود سے بھلائی میں تو کوئی اضافہ نہ ہوتا ہاں برائی بڑھ جاتی اور فتنہ انگیزی کا زور ہوتا۔ان ہی وجوہ سے خدا نے ان کو جانے کی توفیق نہ بخشی۔

منافقین کی فتنہ انگیزیاں

آگے مزید ان کی حالت بتلائی گئی کہ اب بھی ان منافقین کے جاسوس تم میں موجود ہیں جن کی باتوں کو سادہ لوح افراد سنتے اور تھوڑے بہت متاثر ہوتے ہیں۔گو یہ ویسا فتنہ فساد تو برپا نہیں کر سکتے

جو ان شریروں کے وجود سے ہو سکتا تھا تاہم کچھ نہ کچھ فتنہ انگیزی کرتے ہی رہتے ہیں۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود اور منافقین مدینہ آپ کے خلاف طرح طرح کی فتنہ انگیزیاں کرتے رہے اور اسلام کی روز افزوں ترقیات کا تختہ الٹنے کے لئے بہت کچھ الٹ پھیر کی مگر بدر میں جب کفر وشرک کے بڑے بڑے ستون گر گئے اور حیرت انگیز طریقہ پر اسلام کا غلبہ ظاہر ہوا تو بہت سے لوگ خوف کھا کر محض زبان سے کلمۂ اسلام پڑھنے لگے مگر چونکہ دل میں کفر چھپا ہوا تھا اس لئے جوں جوں اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی اور غلبہ دیکھتے دل ہی دل میں جلتے اور غیظ کھاتے۔ غرض ان کی فتنہ پردازی اور مکاری کوئی نئی چیز نہیں۔ شروع سے ان کا یہی وطیرہ رہا ہے مگر آخر دیکھ لیا کہ حق کس طرح غالب ہو کر رہتا ہے۔ اور باطل کیسے ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے۔

عذر کی مقبولیت اور عدم قبولیت کا اصول

ایک اہم اصول جس سے دین کے معاملہ میں کسی عذر کے معقول ہونے یا نامعقول ہونے کا امتیاز ہو سکے یہ معلوم ہوا کہ عذر انہی لوگوں کا قابل قبول ہو سکتا ہے جو تعمیل حکم کے لئے تیار ہوں اور پھر کسی اتفاقی حادثہ کے سبب معذور ہو گئے۔ معذوروں کے تمام معاملات کا یہی حکم ہے اور جس نے تعمیل حکم کے لئے کوئی تیاری ہی نہیں کی اور ارادہ ہی نہیں کیا پھر اگر کوئی عذر بھی پیش آ گیا تو یہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی ایک مثال ہوگی اور صحیح عذر نہیں سمجھا جائے گا۔ مثلاً جو شخص نماز جمعہ کی حاضری کے لئے تیاری مکمل کر چکا ہے اور جانے کا ارادہ کر رہا ہے کہ دفعۃً کوئی ایسا عذر پیش آ گیا جس کی وجہ سے جمعہ کی نماز کے لئے نہ جا سکا تو اس کا عذر معقول ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اس کی عبادت کا پورا اجر عطا فرماتے ہیں اور جس نے کوئی تیاری کی ہی نہیں پھر اتفاقاً کوئی عذر بھی سامنے آ گیا تو وہ محض ایک بہانہ ہے۔ کسی نے صبح کو سویرے نماز کے لئے اٹھنے کی تیاری پوری کی۔ گھڑی میں الارم لگایا یا کسی کو مقرر کیا جو وقت پر جگا دے پھر اتفاق سے یہ تدبیریں غلط ہو گئیں جس کی وجہ سے نماز فجر قضا ہو گئی تو یہ عذر صحیح اور معقول ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفر میں لیلۃ التعریس میں پیش آیا کہ وقت پر جاگنے کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ حضرت بلالؓ کو مامور فرمایا اور بٹھا دیا کہ وہ صبح ہوتے ہی سب کو جگا دیں مگر اتفاق سے ان پر بھی نیند غالب آ گئی اور آفتاب نکلنے کے بعد سب کی آنکھ کھلی تو یہ عذر نماز کے قضا ہونے کا صحیح اور معقول ہے جس کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ لاتفریط فی النوم۔ انما التفریط فی الیقظة یعنی نیند میں آدمی معذور ہے۔ کوتاہی وہ ہے جو جاگتے ہوئے کوتاہی کرے۔ تو چونکہ اپنی طرف سے وقت پر جاگنے کا مکمل انتظام کر لیا گیا تھا اس لئے یہ عذر نماز کے قضا ہو جانے کا صحیح اور معقول تھا۔ خلاصہ یہ کہ تعمیل حکم کے لئے تیاری کرنے یا نہ کرنے ہی سے کسی عذر کے معقول یا نامعقول ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا۔

(معارف القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

دعا کیجئے

یَا اللہ آپ نے جس طرح پہلے منافقوں اور کافروں کی چالوں سے اسلام کو اور مسلمانوں کو محفوظ رکھا اور اسلام اور حق کو غالب فرمایا۔

اے اللہ اب بھی منافقوں اور کافروں کی چالوں سے اسلام اور اہل اسلام کو محفوظ فرما۔

یَا اللہ گناہ تو بڑا تھا مگر نفس نے معمولی سمجھا اور اس کے کرتے ہوئے نہ ڈرا نہ رکا۔ الٰہی! ان کی بھی معافی دیدے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ

اوران میں بعضا شخص وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت دے دیجئے اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالئے خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے اور یقیناً

لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا

دوزخ ان کافروں کو گھیرے گی۔ اگر آپ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کیلئے موجب غم ہوتی ہے اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے تو کہتے ہیں

قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ

کہ ہم نے تو پہلے سے اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر لیا تھا اور وہ خوش ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو

لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے وہ ہمارا مالک ہے مسلمانوں کو اپنے سب کام اللہ کے سپرد رکھنے چاہئیں۔

وَمِنْهُمْ اوران میں سے	مَنْ جو کوئی	يَقُوْلُ کہتا ہے	ائْذَنْ اجازت دیں	لِّيْ مجھے	وَلَا تَفْتِنِّيْ اور نہ ڈالیں مجھے آزمائش میں	اَلَا یاد رکھو	فِي میں			
الْفِتْنَةِ آزمائش	سَقَطُوْا وہ پڑ چکے ہیں	وَاِنَّ اور بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	لَمُحِيْطَةٌ گھیرے ہوئے	بِالْكٰفِرِيْنَ کافروں کو	اِنْ اگر	تُصِبْكَ تمہیں پہنچے			
حَسَنَةٌ کوئی بھلائی	تَسُؤْهُمْ انہیں بری لگے	وَاِنْ اور اگر	تُصِبْكَ تمہیں پہنچے	مُصِيْبَةٌ کوئی مصیبت	يَّقُوْلُوْا تو وہ کہیں	قَدْ اَخَذْنَا ہم نے پکڑ لیا تھا				
اَمْرَنَا اپنا کام	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	وَ اور	يَتَوَلَّوْا وہ لوٹ جاتے ہیں	وَهُمْ اور وہ	فَرِحُوْنَ خوشیاں مناتے	قُلْ آپ کہہ دیں	لَنْ يُّصِيْبَنَا ہرگز نہ پہنچے گا ہمیں			
اِلَّا مگر	مَا جو	كَتَبَ لکھ دیا	اللّٰهُ اللہ	لَنَا ہمارے لئے	هُوَ وہی	مَوْلٰنَا ہمارا مولا	وَ اور	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	فَلْيَتَوَكَّلِ بھروسہ چاہیے	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن

شان نزول...... جد بن قیس کی بہانہ بازی

گذشتہ سے منافقین کے متعلق بیان ہوتا چلا آ رہا ہے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جو منافق بہانے کر کے پیچھے ٹھہر جانے کی اجازتیں مانگ رہے تھے۔ انہی میں ایک شخص جد بن قیس تھا جو اپنے قبیلہ بنوسلمہ کا سردار بھی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جد بن قیس سے بھی ہمراہ چلنے اور جہاد میں شریک ہونے کو فرمایا تھا۔ اس نے بطور بہانے کے عرض کیا یا رسول اللہ میری تمام قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کی محبت میں مشہور ہوں اور روم کی عورتوں کا حسن مشہور ہے۔ اگر میں اہل روم کے مقابلہ پر گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں رومی عورتوں کو دیکھ کر ضبط نہ کر سکوں گا لہذا آپ مجھ کو فتنے میں نہ ڈالیں۔ یعنی جہاد پر نہ لے جائیں۔ ہاں میں مال سے آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ یہ آیات اسی منافق جد بن قس کے متعلق نازل ہوئیں۔

منافقوں کی جھوٹی پرہیز گاری

اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر کے حق تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ منافق بظاہر آپ سے فتنہ سے بچنے کی درخواست کرتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ بڑے نیکوکار اور پرہیز گار ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ زنان روم کا فتنہ تو بعد ہی میں پیش آئے گا یہ تو اس سے پہلے ہی فتنہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ رسول کے حکم سے سرتابی اور فرمان الٰہی کو حیلہ بہانہ سے ٹالنا یہ زبردست فتنہ ہے جس میں یہ مبتلا ہیں غرض یہ کہ یہ دل میں کافر اور ظاہر میں مومن بنے ہوئے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جہنم ان سب کافروں کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے جس سے یہ نکل نہیں سکتے۔ ان کی یہ نفاق انگیزیاں اور بہانہ بازیاں دخول جہنم کا سبب ہیں۔ نفاق کی اس لعنت نے انہیں جہنم کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔

منافقوں کی کم ظرفی اور اس کا جواب

پھر منافقین کی ایک اور کم ظرفی کو بتلایا جاتا ہے جن کی عادت تھی کہ جب مسلمانوں کو غلبہ اور کامیابی نصیب ہوتی تو دل میں جلتے اور کڑھتے تھے اور باطنی خباثت اور اندرونی عداوت کے باعث جو سارے فتنوں کی جڑ ہے ان کو مسلمانوں کی فتح بری معلوم ہوتی اور اگر کبھی کوئی سختی کی بات پیش آ گئی مثلاً کچھ مسلمان شہید یا مجروح ہو گئے تو فخریہ کہتے کہ ہم نے ازراہ دوراندیشی پہلے ہی اپنے بچاؤ کا انتظام کر لیا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہ افتاد پڑنے والی ہے لہذا ان کے ساتھ گئے ہی نہیں۔ غرض ڈینگیں مارتے ہوئے اور خوشی سے بغلیں بجاتے ہوئے اپنی مجلسوں سے اٹھتے اور خوش وخرم اپنے گھروں کو واپس جاتے۔ اس پر حق تعالیٰ اہل ایمان کو یہ تعلیم فرما رہے ہیں کہ ان منافقین سے کہدو کہ راحت ومصیبت جو آتی ہے وہ تو آ کر ہی رہے گی سختی یا نرمی جو جس وقت کے لئے مقدر ہے وہ تو ٹل نہیں سکتی۔ مگر ہم چونکہ ظاہر اور باطن سے خدا کو اپنا حقیقی مولا اور پروردگار سمجھتے ہیں لہذا ہماری گردنیں اس کے فیصلے اور حکم کے سامنے جھکی ہوئی ہیں وہی ہمارا نگہبان اور مددگار ہے اس کی طرف سے جو کچھ ہمیں ملے گا اس میں سراسر ہماری ہی بہتری ہوگی۔

مومن کی شان

اس لئے مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دیتا ہے اور ہمہ تن اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول ہو جاتا ہے اور اللہ پر توکل کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ساری قوتیں اور طاقتیں اللہ کے حکموں کی تعمیل میں لگا دیتا ہے اور مصیبت اور سختیوں سے اس کی ہمت پست نہیں ہونے پاتی کیونکہ اسے کامل یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کریگا۔

مسئلہ تقدیر وتوکل

آخری آیت قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰىنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اگرچہ مختصری آیت ہے مگر اس آیت نے مسئلہ تقدیر اور مسئلہ توکل کی اصل حقیقت بھی واضح کر دی کہ تقدیر وتوکل پر یقین رکھنے کا یہ حاصل نہ ہونا چاہئے کہ آدمی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور یہ کہے کہ جو کچھ قسمت میں ہوگا وہ ہو جائے گا۔ بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ اسباب اختیاریہ کے لئے اپنی پوری توانائی اور ہمت صرف کی جائے اور بقدر قدرت اسباب جمع کرنے کے بعد معاملہ کو تقدیر وتوکل کے حوالے کریں۔ نظر صرف اللہ تعالیٰ پر رکھیں کہ نتائج ہر کام کے اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ مسئلہ تقدیر وتوکل میں عام دنیا کے لوگ بڑی افراتفری میں پائے جاتے ہیں۔ کچھ بے دین لوگ تو وہ ہیں جو سرے سے تقدیر وتوکل کے قائل ہی نہیں۔ انہوں نے مادی اسباب ہی کو خدا بنایا ہوا ہے اور کچھ ناواقف ایسے بھی ہیں جنہوں نے تقدیر وتوکل کو اپنی کم ہمتی اور بیکاری کا بہانہ بنالیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد کے لئے پوری پوری ممکنہ تیاری اور اس کے بعد اس آیت کے نزول نے اس افراط وتفریط کو ختم کر کے صحیح راہ دکھلا دی یعنی اسباب اختیاریہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی نعمت ہیں۔ ان سے فائدہ نہ اٹھانا ناشکری اور بیوقوفی ہے۔ البتہ اسباب کو اسباب کے درجہ سے آگے نہ بڑھاؤ اور عقیدہ یہ رکھو کہ نتائج وثمرات ان اسباب کے تابع نہیں بلکہ فرمان حق جل شانہٗ کے تابع ہیں۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

دعا کیجئے

یَا اللہ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک کر دے۔

یَا اللہ ہمیں بھی اپنی ذات عالی پر بھروسہ اور توکل کرنے والا مسلمان بنا دیجئے۔

یَا اللہ جتنے حقوق تیری مخلوق کے مجھ پر ہیں میں ان کے عوض مرہون ہوں۔ الٰہی! ان سب کو میری طرف سے انکے حقوق ادا کر دیجئے بلکہ ان کے حقوق سے اوران کو زیادہ دیدیجئے اور مجھے ان سے معاف کرا دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ

آپ فرمادیجئے کہ تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ

اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا

تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے سو تم انتظار کرو ہم تمہارے ساتھ انتظار میں ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ تم خواہ

اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ

خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے کسی طرح مقبول نہیں بلاشبہ تم عدول حکمی کرنے والے لوگ ہو۔ اور ان کے خیر خیرات قبول ہونے سے

مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى

اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے

وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ۔

قُلْ هَلْ آپ کہدیں کیا	تَرَبَّصُوْنَ تم انتظار کرتے ہو	بِنَا ہم پر	اِلَّا مگر	اِحْدَى ایک کا	الْحُسْنَيَيْنِ دو خوبیوں	وَنَحْنُ اور ہم		
نَتَرَبَّصُ انتظار کرتے ہیں	بِكُمْ تمہارے لئے	اَنْ کہ	يُصِيْبَكُمُ تمہیں پہنچے	اللّٰهُ اللہ	بِعَذَابٍ کوئی عذاب	مِنْ سے	عِنْدِهٖ اس کے پاس	
اَوْ یا	بِاَيْدِيْنَا ہمارے ہاتھوں سے	فَتَرَبَّصُوْا سو تم انتظار کرو	اِنَّا ہم	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	مُتَرَبِّصُوْنَ انتظار کرنے والے (منتظر)	قُلْ آپ کہدیں		
اَنْفِقُوْا تم خرچ کرو	طَوْعًا خوشی سے	اَوْ یا	كَرْهًا ناخوشی سے	لَنْ يُّتَقَبَّلَ ہرگز نہ قبول کیا جائیگا	مِنْكُمْ تم سے	اِنَّكُمْ بیشک تم	كُنْتُمْ تم ہو	
قَوْمًا قوم	فٰسِقِيْنَ فاسق (جمع)	وَمَا اور نہ	مَنَعَهُمْ اُن سے مانع ہوا	اَنْ کہ	تُقْبَلَ قبول کیا جائے	مِنْهُمْ ان سے	نَفَقٰتُهُمْ ان کا خرچ	
اِلَّا مگر	اَنَّهُمْ یہ کہ وہ	كَفَرُوْا منکر ہوئے	بِاللّٰهِ اللہ کے	وَبِرَسُوْلِهٖ اور اسکے رسول کے	وَ اور	لَا يَاْتُوْنَ وہ نہیں آتے	الصَّلٰوةَ نماز	اِلَّا مگر
وَهُمْ اور وہ	كُسَالٰى ست	وَ اور	لَا يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ نہیں کرتے	اِلَّا مگر	وَهُمْ اور وہ	كٰرِهُوْنَ ناخوشی سے		

منافقوں کی کم ظرفی کا دوسرا جواب

ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے کہ مسلمان منافقین سے کہدیں کہ ہمارے لئے جیسے اچھی حالت بہتر ہے ویسے ہی حوادث بھی باعتبار انجام کے بہتر ہیں کہ اس میں رفع درجات وکفارۂ سیئات ہے۔ اس طرح مسلمان کا کسی وقت نقصان نہیں ہوتا اگر فتح پائی تو غازی ہوا ثواب کمایا اور مارا گیا تو شہید ہوا درجہ شہادت پایا گویا اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں۔ مصیبت میں بھی ہمارے فائدہ کی رعایت فرماتے ہیں اس لئے ہم ہر حال میں فائدہ میں ہیں۔ رہے منافق تو وہ بہرحال نقصان میں ہیں اور دو برائیوں میں سے ایک برائی ان کو ضرور پہنچ کر رہے گی یا نفاق وشرارت کی بدولت بلاواسطہ قدرت کی طرف سے کوئی عذاب ان پر مسلط ہوگا یا مسلمانوں کے ہاتھوں سے خدا ان کو سزا دلوائے گا گویا ان کا مرنا اور جینا دونوں ان کے لئے ضرر رساں ہے اور اس کی وجہ محض ان کا نفاق اور قلبی کفر اور اعمال کی ریاکاری ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو دکھاوٹ کی۔ ایمان اور اسلام کا اقرار کرتے ہیں تو دکھاوٹ کے لئے۔

جد بن قیس کی بہانہ بازی کا جواب

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ جد بن قیس نے رومی

عورتوں کے فتنہ کا بہانہ کر کے غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کا عذر کیا تھا مگر اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ کہا تھا کہ میں مالی اعانت کرسکتا ہوں۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ بے اعتقاد کا مال قبول نہیں خواہ خوشی سے خرچ کرے یا ناخوشی سے یعنی خوشی سے خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کی انکو توفیق کہاں تاہم اگر بالفرض خوشی سے بھی خرچ کریں تب بھی خدا قبول نہ کرے گا اور اس کی وجہ بھی بتلا دی گئی کہ عدم قبول کا سبب اصل تو ان کا کفر ہے کہ کافر کا ہر عمل مردہ اور بے جان ہوتا ہے۔ باقی نماز میں ہارے جی سے آنا' یا برے دل سے خرچ کرنا یہ سب باطنی کفر کے ظاہری آثار ہیں۔ ایمان اور اخلاص جو شرائط ہیں قبولیت کے وہ ان میں مفقود ہیں۔ محض اپنی نمود اور شہرت کے لئے زبان سے امداد مالی کا ذکر کرتے ہیں۔ ایسی امداد کی اسلام کو ضرورت نہیں۔

بخلاف ان کے مسلمان خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اللہ کو خوش کرنے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں نماز ادا کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی خیر خیرات اللہ کے یہاں مقبول ہے اور جو کافر و منافق ہیں ان کا کوئی عمل مقبول نہیں جب تک اللہ اور رسول سے صحیح تعلق نہ قائم کریں اور خدا اور اس کے رسول سے صحیح تعلق ایمان کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ آپ ہی ہمارے لئے بہتری کی صورت ظاہر فرما دیں۔ ہمارے دلوں میں سچا جذبۂ جہاد عطا فرما دیں ہم اپنی نمازوں کو ذوق شوق اور اہتمام اور فکر سے ادا کرنے والے ہوں اور اللہ کے راستہ میں اپنے مال کو اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے والے ہوں۔

یا اللہ ریا اور نمائش جو منافقانہ اعمال میں سے ہیں ان سے ہمارے دل ودماغ کو پاک رکھئے۔ اور ان سے کامل طور پر بچایئے۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ میرے تمام ہر قسم کے اہل حقوق کو بخش دیجئے ان کو دوزخ سے بچا کر جنت الفردوس عطا فرمایئے۔ اے اللہ! اگرچہ حقوق بہت ہیں مگر آپ کے پردۂ عفو میں کچھ بھی نہیں مجھے سبکدوش فرما کر عفو وعافیت ومعافات کے ساتھ دنیا سے اٹھایئے۔

کسی آپ کے بندے یا بندی کا مال ناحق لیا ہو کسی کی آبرو خراب کر دی ہو اس کے جسم کے کسی حصہ پر مارا ہو۔ اس پر ظلم کیا ہو۔ انہوں نے مطالبہ حق کیا لیکن میں نے طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نہ دیا ہو یا لاپرواہی برتی ہو ان سے بھی معاف نہ کرا سکا ہوں آپ کے سب اختیار میں ہے میری معافی فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

36 فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

سو اُن کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں اُن کو گرفتار عذاب رکھے

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور اُن کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے۔

فَلَا تُعْجِبْكَ سو تمہیں تعجب نہ ہو	اَمْوَالُهُمْ ان کے مال	وَلَا اور نہ	اَوْلَادُهُمْ ان کی اولاد	اِنَّمَا یہی	يُرِيْدُ چاہتا ہے	اللّٰهُ اللہ	لِيُعَذِّبَهُمْ کہ عذاب دے انہیں
بِهَا اس سے	فِي میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَتَزْهَقَ اور نکلیں	اَنْفُسُهُمْ ان کی جانیں	وَهُمْ اور وہ	كٰفِرُوْنَ کافر ہوں	

کفار و منافقین کی مالداری پر اشکال

گزشتہ آیات میں منافقین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ خواہ وہ مال خوشی سے خرچ کریں یا ناخوشی سے وہ مقبول نہیں۔ اول تو خدا کے راستہ میں خوشی سے مال خرچ کرنے کی ان کو توفیق کہاں تاہم بالفرض اگر وہ خوشی سے خرچ بھی کریں تب بھی خدا قبول نہ کرے گا اور اس عدم قبول کا اصلی سبب یعنی ان کا کفر بھی گزشتہ آیات میں بیان کر دیا گیا تھا۔

اب یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب ایسے مردود ہیں تو ان کو مال و دولت اور اولاد کی کثرت وغیرہ نعمتوں سے کیوں نوازا گیا؟ جب یہ غیر مقبولین ہیں تو انہیں مال و اولاد کی نعمتیں کیسے نصیب ہو رہی ہیں؟ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا جس میں اگرچہ بظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن جواب کی یہ تعلیم دینا کل مسلمانوں کو مقصود ہے۔ چنانچہ آج بھی یہ وسوسہ کافر قوموں کی خوشحالی، کثرت آبادی، اور ان کی ظاہر اقبال مندی کو دیکھ کر اکثر کمزور ایمان والے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے حالانکہ دنیوی نعمتوں کے لئے مقبولیت ذرا بھی شرط نہیں عموماً دنیا پرست طبقہ مرفہ حال اور فارغ البال ہوتا ہے سیدھے سادھے مسلمان ان کی دولت مندی اور آسودگی سے مرعوب ہو جاتے ہیں اور بعض شبہ کرنے لگتے ہیں کہ یہ خدا کے مقبول بندے ہیں ورنہ یہ اس قدر بے غم اور ہم اتنے بدحال کیوں ہوتے۔ منافقین بھی اپنی مالداری پر مغرور ہو کر عام مسلمانوں پر رعب جمانا چاہتے تھے۔ مدینہ کے منافقین زیادہ تر بلکہ تمام تر مال دار اور سن رسیدہ لوگ تھے۔ ابن کثیرؒ نے ان کی جو فہرست دی ہے اس میں صرف ایک نوجوان کا ذکر ملتا ہے اور غریب ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ یہ لوگ مدینہ میں جائیدادیں اور پھیلے ہوئے کاروبار رکھتے تھے۔ اسلام جب مدینہ پہنچا اور آبادی کے ایک بڑے حصہ نے پورے اخلاص اور جوش ایمانی کے ساتھ اسے قبول کر لیا تو ان لوگوں نے اپنے آپ کو ایک عجیب مخمصہ میں مبتلا پایا۔ اگر وہ دین اسلام کا ساتھ دیتے ہیں تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ سارے عرب سے بلکہ اطراف و اکناف کی قوموں اور سلطنتوں سے بھی لڑائی مول لینے کے لئے تیار ہو جائیں مگر اسلام کی بڑھتی ہوئی شوکت و غلبہ کو دیکھ کر یہ بھی ہمت نہ ہوتی تھی کہ کفر و انکار پر کھلم کھلا قائم رہتے۔ اس میں بھی ان کو اپنی ریاست، عزت اور شہرت سب خاک میں ملتی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس لئے ان کو اپنے مفاد کے تحفظ کی بہترین صورت یہی نظر آئی کہ ایمان کا دعویٰ کریں تا کہ مسلمانوں کے درمیان اپنی ظاہری عزت اور اپنی جائیدادوں اور اپنے کاروبار کو برقرار رکھ سکیں مگر مخلصانہ ایمان نہ اختیار کریں تا کہ ان خطرات اور نقصانات سے دوچار نہ ہوں جو اس وقت اخلاص کے ساتھ اسلام کو اختیار کرنے والوں کو لازماً پیش آنے تھے۔

اشکال کا ازالہ

انہی منافقین کی دولت مندی اور کثرت مال و اولاد کی حقیقت کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ نعمتیں ان کے حق میں نعمتیں نہیں بڑا عذاب ہیں۔ جس طرح ایک لذیذ اور خوشگوار غذا تندرست آدمی کی صحت و قوت کو

بڑھاتی ہے مگر فاسد مادہ سے بھرے ہوئے مریض کو ہلاکت سے قریب تر کر دیتی ہے۔ یہی حال ان دنیوی نعمتوں مال و دولت کا ہے۔ ایک کافر کے حق میں یہ چیزیں بدمزاجی کی وجہ سے زہر ہلاہل ہیں۔ چونکہ کفار دنیا کی حرص و محبت میں غرق ہوتے ہیں اس لئے اول اس کے جمع کرنے میں کوفت اٹھاتے ہیں پھر ذرا صدمہ یا نقصان پہنچ گیا تو جس قدر محبت ان چیزوں سے ہے اسی قدر غم سوار ہوتا ہے اور کوئی وقت اس کے فکر و اندیشہ اور ادھیڑ بن سے خالی نہیں جاتا اور یہ دکھ فقط زندگی ہی کا نہیں مرنے کے وقت پھر جب موت ان محبوب چیزوں سے جدا کرتی ہے اس وقت کے صدمہ اور حسرت کا اندازہ کرنا مشکل ہے روح مال و اولاد میں لگی رہتی ہے گویا موت بھی چین کی نصیب نہیں۔ غرض دنیا کے عاشق اور حریص کو کسی وقت حقیقی چین اور اطمینان میسر نہیں۔ چنانچہ یورپ اور امریکہ وغیرہ کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کے اقوال و احوال اس پر شاہد ہیں باقی مومنین جو مال و دولت کے نہ پجاری ہوتے ہیں۔ اور نہ اسے زندگی کا نصب العین جانتے ہیں اور چونکہ ان کے دل میں حب دنیا کا مرض نہیں ہوتا اس لئے یہی چیزیں ان کے حق میں نعمت اور دین کی اعانت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر کفار کثرت مال و اولاد پر مغرور ہو کر کفر و طغیان میں اور زیادہ شدید ہو جاتے ہیں۔ جو اس کا سبب بنتا ہے کہ اخیر دم تک کافر ہی رہیں نیز منافقین مدینہ جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ان کا حال یہ تھا کہ بادل نخواستہ جہاد وغیرہ کے موافق ریا اور نفاق سے مال خرچ کرتے تھے اور ان کی اولاد میں بعض لوگ مخلص مسلمان ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد مین شریک ہوتے تھے۔ یہ دونوں چیزیں منافقین کے منشائے قلبی کے بالکل خلاف تھیں اس طرح اموال و اولاد ان کے لئے دنیا میں عذاب بن گئے تھے۔

دعا کیجئے

یا اللہ نے ہم کو جو دنیا میں مال و دولت اور اولاد وغیرہ عطا کر رکھی ہیں اس کو ہمارے لئے حصول آخرت کا ذریعہ بنائیں۔

یا اللہ اپنے ذکر و فکر اور اپنی رضا کو ہماری زندگی کا نصب العین بنا دیجئے اور ایمان و اسلام کی موت نصیب فرما کر آخرت کی دائمی راحت چین و سکون عطا فرمایئے۔ آمین۔

یا اللہ جتنے میرے گناہ آپ کے علم میں ہیں۔ سب معاف فرما دیجئے۔
آپ کا وعدہ ہے کہ اگر کوئی بندہ اتنے کہ زمین و آسمان بھر جائے گناہ لے کر بھی آئے تو میں اتنی مغفرت لے کر چلتا ہوں اور اسے معاف کر دیتا ہوں الٰہی! مجھے بھی معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۗ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُونَ

اور یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں کے ہیں حالانکہ وہ تم میں کے نہیں لیکن وہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ان لوگوں کو اگر کوئی

مَلْجَأً أَوْ مَغٰرٰتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ

پناہ کی جگہ مل جاتی یا غار یا کوئی گھس بیٹھنے کی ذرا جگہ تو یہ ضرور منہ اٹھا کر اُدھر چل دیتے۔اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات کے بارہ

فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿۵۸﴾

میں آپ پر طعن کرتے ہیں سو اگر ان صدقات میں سے ان کو مل جاتا ہے تو وہ راضی ہوجاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے انکو نہیں ملتا تو وہ ناراض ہوجاتے ہیں

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ۙ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ

اور ان کیلئے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے

وَرَسُولُهُ ۙ إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رٰغِبُونَ ﴿۵۹﴾

ہم کو اور دے گا اور اس کے رسول دیں گے ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔

وَيَحْلِفُونَ اور قسمیں کھاتے ہیں	بِاللّٰهِ اللہ کی	إِنَّهُمْ بیشک وہ	لَمِنْكُمْ البتہ تم میں سے	وَمَا حالانکہ نہیں	هُمْ وہ	مِنْكُمْ تم میں سے	وَلٰكِنَّهُمْ اور لیکن وہ	
قَوْمٌ لوگ	يَفْرَقُونَ ڈرتے ہیں	لَوْ يَجِدُونَ اگر وہ پائیں	مَلْجَأً پناہ کی جگہ	أَوْ مَغٰرٰتٍ اور غار (جمع)	أَوْ یا	مُدَّخَلًا گھسنے کی جگہ	لَوَلَّوْا تو وہ پھر جائیں	
إِلَيْهِ اسکی طرف	وَهُمْ اور وہ	يَجْمَحُونَ رسیاں تڑاتے ہیں	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَنْ جو (بعض)	يَلْمِزُكَ طعن کرتا ہے آپ پر	فِي میں		
الصَّدَقٰتِ صدقات	فَإِنْ سو اگر	أُعْطُوا انہیں دیدیا جائے	مِنْهَا اس سے	رَضُوا وہ راضی ہوجائیں	وَإِنْ اور اگر	لَمْ يُعْطَوْا انہیں نہ دیا جائے		
مِنْهَا اس سے	إِذَا اسی وقت	هُمْ وہ	يَسْخَطُونَ ناراض ہوجاتے ہیں	وَلَوْ کیا اچھا ہوتا	أَنَّهُمْ اگر وہ	رَضُوا راضی ہوجاتے	مَا جو	اٰتٰهُمُ انہیں دیا
اللّٰهُ اللہ	وَرَسُولُهُ اور اسکا رسول	وَقَالُوا اور وہ کہتے	حَسْبُنَا ہمیں کافی ہے	اللّٰهُ اللہ	سَيُؤْتِينَا اب ہمیں دیگا	اللّٰهُ اللہ	مِنْ سے	
فَضْلِهِ اپنا فضل	وَرَسُولُهُ اور اس کا رسول	إِنَّا بیشک ہم	إِلَى طرف	اللّٰهِ اللہ	رٰغِبُونَ رغبت رکھتے ہیں			

منافقین کا مفاد پرستانہ ایمان

گذشتہ آیات سے منافقین کا حال بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔منافقوں کو اندیشہ تھا کہ اگر اظہار اسلام نہ کریں گے تو مسلمان ان کی حفاظت اور سرپرستی نہ کریں گے بلکہ دوسرے کافروں کی طرح سمجھیں گے اور ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں گے جیسا دیگر مشرکوں کے ساتھ کرتے ہیں اس ڈر کی وجہ سے بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے ظاہر میں نمازیں پڑھتے زکوٰۃ دیتے اور دوسرے ارکان اسلامی بجالاتے مگر دل میں مسلمانوں سے نفرت کرتے کیونکہ صدق دل سے تو اسلام اختیار نہیں کیا تھا اور مسلمانوں سے اپنے بچاؤ کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہ منافقین محض اس خوف سے کہ کفر ظاہر کریں تو کفار کا سا معاملہ ان کے ساتھ بھی ہونے لگے گا۔قسمیں کھاتے ہیں اور مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم تو تمہاری ہی جماعت مسلمین میں شامل ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔اگر آج ان کو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا کسی غار میں

چھپ کر زندگی بسر کر سکیں یا کم از کم ذرا سر گھسانے کی جگہ ہاتھ آ جائے غرض حکومت اسلامی کا خوف نہ رہے تو سب دعوے چھوڑ کر بے تحاشا اسی طرف بھاگنے لگیں چونکہ نہ اسلامی حکومت کے مقابلہ کی طاقت ہے نہ کوئی پناہ کی جگہ ملتی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کی انتہائی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم بھی تم میں سے ہیں یعنی جیسے تم مخلص مسلمان ہو ہم بھی سچے مسلم ہیں مگر حق تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا کہ واقع میں وہ مسلمان نہیں ایسی باتیں صرف ڈر کی وجہ سے کہتے ہیں ورنہ اگر ان کو کوئی پناہ اور بچاؤ کی جگہ مل جائے تو فوراً بھاگ کر وہاں پناہ گیر ہو جائیں گے اور تمہاری طرف رخ بھی نہ کریں گے۔تو یہاں منافقین کی ایک بدترین حالت جھوٹی قسموں کا کھانا بتلایا گیا۔جھوٹی قسم کھانا ایسی سخت چیز ہے کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹی قسم کھانا بستیوں کو اجاڑ دیتا ہے۔

صدقات وخیرات میں منافقوں کی طمع

آگے منافقین کی ایک دوسری قبیح حالت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ بعض اہل نفاق تقسیم صدقات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور دنیوی حرص اور خود غرضی کی راہ سے حضور کی نسبت زبان طعن کھولتے ہیں کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔اگر خواہش کے موافق ان کو مال دے دیا جائے تو راضی رہتے ہیں ورنہ ناراض ہو جاتے ہیں حالانکہ مناسب تو یہ تھا کہ اللہ اور رسول کے حکم پر راضی رہتے اور خدا اور رسول کی مرضی پر خوش ہوتے اور اللہ کی خوشنودی کو اپنا مرکز توجہ اور مآل زندگی قرار دیتے۔بجائے مال کے اللہ کو اپنا کفیل اور کارساز جانتے اور اس بات کا یقین رکھتے کہ یہ مال بے مقدار چیز ہے۔اللہ اپنے فضل سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عنایت سے آئندہ ہم کو بہت کچھ عطا کریں گے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور مال حقیر کو قبلہ مقصود ٹھہرا لیا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ منافقین کا طبقہ اہل اسلام کے لئے ہمیشہ مار آستین بنا رہا ہے اور اب بھی یہی ثابت ہو رہا ہے۔اس ملک خداداد میں منافقین در پردہ تدبیریں کرتے رہتے ہیں۔

یا اللہ ان منافقین کی قسمت میں اگر ہدایت مقدر ہے تو ان کو اسلام وایمان کی سچی محبت عطا فرما دے۔ورنہ ان کے وجود سے اس ملک خداداد کو پاک کر دے۔اور ان مار آستینوں کو ذلیل وخوار کر کے ملیامیٹ کرنے والا کوئی مرد مجاہد پیدا فرما دے۔آمین۔

یَا اللّٰہُ جب بندہ تین مرتبہ رب اغفرلی کہتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اے بندے! میں نے معاف کیا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں الٰہ العالمین! میں تین مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔رب اغفرلی رب اغفرلی رب اغفرلی

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور قرضداروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

إِنَّمَا صرف	الصَّدَقٰتُ زکوٰۃ	لِلْفُقَرَآءِ مفلس (جمع)	وَالْمَسٰكِيْنِ مسکین (جمع) محتاج	وَالْعٰمِلِيْنَ اور کام کرنے والے	عَلَيْهَا اس پر	وَالْمُؤَلَّفَةِ اور الفت دیئے جائے	
قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	وَفِي اور میں	الرِّقَابِ گردنوں (کے چھڑانے)	وَالْغٰرِمِيْنَ تاوان بھرنے والے قرضدار	وَ اور	فِيْ میں	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	
وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافر	فَرِيْضَةً فریضہ (ٹھہرایا ہوا)	مِّنَ سے	اللّٰهِ اللہ	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ علم والا	حَكِيْمٌ حکمت والا	

مصارف زکوٰۃ اور منافقوں کے اعتراضات کا رد

گذشتہ آیات میں بعض ان منافقین کا ذکر ہوا تھا جو صدقات و مال زکوٰۃ کی تقسیم کے وقت دنیوی حرص اور خود غرضی کی راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر اعتراض کرتے اور نعوذ باللہ کہتے تھے کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ چونکہ تقسیم صدقات کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا گیا تھا اس لئے اس آیت میں متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ صدقات کی تقسیم کا طریقہ خدا کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اس نے صدقات و زکوٰۃ کے مصارف متعین فرما کر فہرست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی ہے آپ اسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے کسی کے خواہش کے تابع نہیں ہو سکتے۔ خود ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے زکوٰۃ صدقات کی تقسیم کو نبی یا غیر نبی کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ بذات خود اس کے مصارف متعین کر دیئے ہیں۔ جو آٹھ ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں بیان فرمائے گئے۔ یعنی فقراء، مساکین، عاملین، مولفۃ القلوب، رقاب، غارمین، فی سبیل اللہ، ابن السبیل

آیت میں زکوٰۃ و صدقات کے ان آٹھوں مصارف کو بیان فرما کر تصریح فرما دی گئی کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔

اس آیت میں باجماع صحابہ و تابعین اسی صدقہ واجبہ کے مصارف کا بیان ہے جو نماز کی طرح مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ جو مصارف اس آیت میں متعین کئے گئے ہیں وہ صدقات فرض کے مصارف ہیں۔ نفلی صدقات میں روایات کی تصریحات کی بناء پر بہت وسعت ہے اور وہ ان آٹھ مصاف میں منحصر نہیں ہیں۔

زکوٰۃ کا پہلا مصرف فقراء

اب ان آٹھوں مصارف کی قدرے تفصیل و تشریح سن لیجئے جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

سب سے پہلے زکوٰۃ و صدقات کا مستحق فقراء کو کہا گیا۔ فقیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی معیشت کے لئے دوسرے کی مدد کا محتاج ہو۔ یہ لفظ تمام حاجتمندوں کے لئے عام ہے خواہ وہ جسمانی نقص یا بڑھاپے کی وجہ سے مستقل طور پر محتاج اعانت ہو گئے ہوں یا کسی عارضی سبب سے سردست مدد کے محتاج ہوں۔

جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو غرض کہ سخت افلاس اور بدحالی کا نام فقر ہے۔

دوسرا مصرف مساکین

فقراء کے بعد مساکین کو مستحق زکوٰۃ و صدقات بتلایا گیا۔ مسکنت

کے لفظ میں عاجزی، درماندگی، بیچارگی کے مفہومات شامل ہیں۔ اس اعتبار سے مساکین وہ لوگ ہیں جو عام حاجتمندوں کی بہ نسبت زیادہ خستہ حال ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں کو مستحق امداد ٹھہرایا ہے جو اپنی ضروریات کے مطابق ذرائع نہ پارہے ہوں اور سخت تنگ حال ہوں مگر نہ تو ان کی خودداری کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی اجازت دیتی ہو نہ انجان انہیں حاجت مند سمجھ کر ان کی مدد کو ہاتھ بڑھائے چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسکین وہ ہے جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتا اور نہ پہچانا جاتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا ہے۔ بہرحال احتیاج فقیر میں بھی پائی جاتی ہے اور مسکین میں بھی۔

تیسرا مصرف عاملین

پھر عاملین کو مستحق زکوٰۃ بتایا گیا جو لوگ اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل و وصول صدقات و زکوٰۃ پر مامور ہوں یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے والے اور وصول شدہ مال کی حفاظت کرنے اور ان کا حساب کتاب لکھنے اور انہیں تقسیم کرنے میں حکومت کی طرف سے استعمال کئے جائیں۔ ایسے لوگ خواہ فقیر مسکین نہ ہوں ان کی خدمت کا معاوضہ بہرحال صدقات و زکوٰۃ ہی کی مد سے دیا جائے گا۔ پس عاملین کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ان کی دینی خدمت کا صلہ اور انعام ہے نہ کہ بطور صدقہ اور زکوٰۃ۔

چوتھا مصرف - مولفۃ القلوب

پھر مؤلفۃ القلوب کو مستحق زکوٰۃ و صدقات بتلایا گیا۔ تالیف قلب کے معنیٰ ہیں دل موہنا اس سے مراد ایسے نو مسلم ہیں جنہوں نے اسلام تو قبول کر لیا مگر ہنوز ان کا اسلام کمزور ہے اور وہ غریب و نادار ہیں اندیشہ ہے کہ پھسل نہ جائیں۔ اس لئے ان کو صدقات و زکوٰۃ کی مد سے دیا جائے گا۔ تاکہ اسلام پر ثابت قدم رہیں اور مالی امداد سے توقع یہ ہو کہ انہیں اسلام سے مزید محبت پیدا ہو جاوے گی۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لئے مخصوص تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا کہ اب زکوٰۃ اور صدقات میں مولفۃ القلوب کا حصہ ختم ہو گیا۔ البتہ مولفۃ القلوب میں جو لوگ حاجت مند اور غریب ہوں تو فقراء میں ہونے کی وجہ سے اب بھی ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

پانچواں مصرف: رقاب

پھر رقاب یعنی گردنوں کے چھڑانے کی مد میں زکوٰۃ و صدقات کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔ گردن چھڑانے سے مراد یہ ہے کہ غلاموں کی آزادی میں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جائے مثلاً کسی غلام کو اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ تو اتنا روپیہ دے دے تو آزاد ہے۔ اس غلام کو زکوٰۃ دی جائے تاکہ وہ اپنے آقا کو دے کر آزاد ہو جائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ غلام یا باندی مسلمان ہوں۔ مگر اس وقت مسئلہ غلامی پوری دنیا سے تقریباً ختم ہو چکا ہے۔

چھٹا مصرف: قرضدار

پھر غارمین یعنی قرضداروں کے قرض ادا کرنے میں زکوٰۃ و صدقات کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے خواہ وہ قرض دار بجائے خود غنی و متمول ہو مثلاً جس کے پاس دس ہزار روپیہ موجود ہو اور گیارہ ہزار کا قرضدار ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے مقروضوں کے ساتھ عملی ہمدردی کا سبق دیا ہے اور اس گروہ کو بھی فقراء و مساکین ہی کی طرح حاجتمند سمجھا ہے مگر متعدد فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جس شخص نے بداعمالیوں اور فضول خرچیوں میں اپنا مال اڑا کر اپنے آپ کو قرضداری میں مبتلا کیا ہو اس

کی مدد نہ کی جائے جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ جس نے معصیت کے کاموں کیلئے قرض لیا ہو اس کو صدقات میں سے کچھ نہ دیا جائے۔

ساتواں مصرف: فی سبیل اللہ

پھر فی سبیل اللہ کی مد میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔ یہاں اکثر مفسرین نے فی سبیل اللہ سے مراد جہاد فی سبیل اللہ لیا ہے۔ یعنی بے سروسامان مجاہدین کی امداد میں ان کے سفرخرچ کے لئے ان کی سواری کے لئے۔ آلات واسلحہ اور سروسامان کی فراہمی کے لئے زکوٰۃ سے مدد دی جاسکتی ہے۔ خواہ وہ خود کھاتے پیتے لوگ ہوں اور اپنی ذاتی ضروریات کے لئے ان کو مدد کی ضرورت نہ ہو۔ بعض فقہاء یہ کہتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے دین کے طالب علم مراد ہیں جو خالص دین کی تعلیم میں مشغول ہوں اور ان کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہ ہو تو ایسے حاجتمند طالب علموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے خالص دینی تعلیم کے لئے۔ خالص دینی تعلیم کی قید اس لئے لگائی گئی کہ جو خالص دنیوی تعلیم کا طالب ہو وہ تو ظاہر ہے کہ وہ کسی طرح بھی فی سبیل اللہ کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ البتہ جو دینی ودنیوی مخلوط تعلیم کا طالب علم ہو وہ بھی صحیح طور پر فی سبیل اللہ کا مصداق نہیں۔۔ اور تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ فاسق فاجر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ۔ جلد پنجم)

آٹھواں مصرف: مسافر

اخیر میں آٹھواں مصرف ابن السبیل فرمایا گیا یعنی مسافر خواہ اپنے گھر میں غنی ہو لیکن حالت سفر میں اگر وہ مدد کا محتاج ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ کی مد سے مدد کی جاسکتی ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک ابن السبیل سے وہ حاجی مراد ہیں جن کے پاس سفر میں کچھ نہ رہا ہو۔ پس یہ آٹھ مصارف زکوٰۃ کے یہاں بیان کئے گئے۔ مصارف زکوٰۃ کی ان قسموں میں شرط یہ ہے کہ لینے والا مسلمان ہو اور ہاشمی ومطلبی سید نہ ہو۔ آیت میں اگرچہ یہ شرط مذکور نہیں مگر احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تخصیص کر دی ہے۔

زکوٰۃ کے ان آٹھوں مصارف کو بیان کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ یعنی یہ حکم اللہ کا فرض کیا ہوا ہے۔ وہ اللہ جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ یعنی بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اور اپنے حکم میں حکمت والا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مال داروں کے مال میں سے جو صدقہ نکالنے کا حکم دیا گیا تو یہ اغنیاء کا فقراء پر کوئی احسان نہیں بلکہ فقراء کا ایک حق ہے جس کی ادائیگی ان کے ذمہ لازم ہے۔ جیسا کہ سورۃ الذریات پارہ ۲۶ میں صاف حق ہونے کی تصریح فرمائی گئی ہے جہاں ارشاد ہے۔ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ جس میں بتلا دیا کہ مالداروں کے مال میں اللہ تعالیٰ نے ایک معین مقدار کا حصہ فقراء کے لئے رکھ دیا ہے جو ان فقراء کا حق ہے۔ پھر یہاں آیت میں فریضۃ من اللہ جو ارشاد فرمایا گیا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حق اللہ تعالیٰ کے نزدیک متعین ہے۔ یہ نہیں کہ جس کا جی جب چاہے اس میں کمی بیشی کر دے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرط

جمہور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ زکوٰۃ کے معینہ آٹھ مصارف میں بھی زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے یہ شرط ہے کہ ان مصارف میں سے کسی مستحق کو مال زکوٰۃ پر مالکانہ قبضہ دیدیا جائے۔ بغیر مالکانہ قبضہ دیئے اگر کوئی مال انہی لوگوں کے فائدے کے لئے خرچ کر دیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اسی وجہ سے ائمہ اربعہ اور جمہور فقہائے امت اس پر متفق ہیں کہ رقم زکوٰۃ کو مساجد یا مدارس یا شفاخانے کی تعمیر میں یا ان کی دوسری ضروریات میں صرف کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ ان تمام چیزوں سے فائدہ ان فقراء اور دوسرے حضرات کو پہنچتا ہے جو مصرف زکوٰۃ نہیں۔ مگر ان کا مالکانہ قبضہ ان چیزوں پر نہ ہونے کے سبب زکوٰۃ

اس سے ادا نہیں ہوتی۔ البتہ یتیم خانوں میں اگر یتیموں کا کھانا کپڑا وغیرہ مالکانہ حیثیت سے دیا جاتا ہے تو صرف اس خرچ کی حد تک رقم زکوٰۃ صرف ہوسکتی ہے اسی طرح شفاخانوں میں جو دوا حاجتمند غرباء کو مالکانہ حیثیت سے دے دی جائے اس کی قیمت رقم زکوٰۃ میں سے ادا ہوسکتی ہے۔ اسی طرح فقہائے امت کی تصریحات ہیں کہ لاوارث میت کا کفن رقم زکوٰۃ سے نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ میت میں مالک ہونے کی صلاحیت نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ رقم زکوٰۃ کسی غریب مستحق کو دے دی جائے اور وہ اپنی خوشی سے اس رقم کو لاوارث میت کے کفن پر خرچ کر دے۔ اسی طرح اگر میت کے ذمہ قرض ہے تو اس قرض کو رقم زکوٰۃ سے براہ راست ادا نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں اس کے وارث غریب جو مستحق زکوٰۃ ہوں تو ان کو مالکانہ طور سے دیا جاسکتا ہے اور وہ اس رقم کے مالک ہو کر اپنی رضامندی کے ساتھ اس رقم سے میت کا قرض ادا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح رفاہ عام کے سب کام جیسے کنواں یا پل یا سڑک وغیرہ کی تعمیر اگرچہ ان کا فائدہ مستحقین زکوٰۃ کو بھی پہنچتا ہے مگر ان کا مالکانہ قبضہ نہ ہونے کے سبب اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ ان مسائل میں چاروں ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور فقہائے امت متفق ہیں۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ جلد چہارم)

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ جو غرباء، فقراء و مساکین کے آپ نے حقوق مقرر فرمائے ہیں ہمیں ان کو پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

یَا اللّٰہُ فریضہ زکوٰۃ بھی آپ نے مثل نماز کے ہم پر فرض فرمایا ہے یا اللہ اس فریضہ کے جو مستحقین آپ نے بیان فرمائے ہیں اور ان کے جو حقوق ہمارے اموال میں آپ نے متعین فرمائے ہیں ان حقوق کو کما حقہ ہمیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ غرباء، فقراء محتاج و مساکین کے امداد و اعانت کا جذبہ ہم کو عطا فرما اور ہمارے دلوں میں ان کی ہمدردی فی سبیل اللہ اور لوجہ اللہ عطا فرما۔ آمین

یَا اللّٰہُ آخری سانس تک جتنے گناہ ہو چکے ہوں گے سب بخش دیجئے۔ اول بھی، آخر کے بھی، بھولے سے کئے یا جان بوجھ کے کئے، خطا ہوگئی، قلیل و کثیر۔ صغیرہ و کبیرہ، باریک اور موٹے، پرانے اور نئے، پوشیدہ و ظاہر الٰہ العالمین! ان سب گناہوں کو بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

اور ان میں سے بعضے ایسے ہیں کہ نبی کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دیکر سن لیتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ نبی کان دے کر

وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ

تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کا یقین کرتے ہیں اور آپ اُن لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ

جو تم میں ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کے لئے دردناک سزا ہوگی۔ یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی

يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ

قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اس کو راضی کریں۔ کیا انکو خبر نہیں

لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾

کہ جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے

وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	الَّذِيْنَ جو لوگ	يُؤْذُوْنَ ایذا دیتے (ستاتے) ہیں	النَّبِيَّ نبی	وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں	هُوَ وہ	اُذُنٌ کان	قُلْ آپ کہہ دیں
اُذُنُ کان	خَيْرٍ بھلائی	لَّكُمْ تمہارے لئے	يُؤْمِنُ وہ ایمان لاتے ہیں	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَيُؤْمِنُ اور یقین رکھتے ہیں	لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر	
وَرَحْمَةٌ اور رحمت	لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مِنْكُمْ تم میں	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يُؤْذُوْنَ ستاتے ہیں	رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ کا رسول	
لَهُمْ انکے لئے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	يَحْلِفُوْنَ وہ قسمیں کھاتے ہیں	بِاللّٰهِ اللہ کی	لَكُمْ تمہارے لئے	لِيُرْضُوْكُمْ تاکہ تمہیں خوش کریں	
وَاللّٰهُ اور اللہ	وَرَسُوْلُهٗ اور اسکا رسول	اَحَقُّ زیادہ حق	اَنْ کہ	يُّرْضُوْهُ وہ انکو خوش کریں	اِنْ اگر	كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ وہ ایمان والے ہیں	
اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا وہ نہیں جانتے	اَنَّهٗ کہ وہ	مَنْ جو	يُّحَادِدِ مقابلہ کریگا	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول	فَاَنَّ تو بیشک	لَهٗ اس کیلئے
نَارَ جَهَنَّمَ دوزخ کی آگ	خَالِدًا ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	ذٰلِكَ یہ	الْخِزْيُ رسوائی	الْعَظِيْمُ بڑی		

منافقین کی خباثتیں

منافقین کی حرکات شنیعہ اور ان کی جہالتوں اور خباثتوں کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوتا چلا آ رہا ہے۔ درمیان میں صدقات واجبہ کا ذکر آ گیا تھا۔ اب آگے پھر انہی منافقین کی خباثتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اور حق جل شانہ نے ان آیات میں منافقین کی جن حرکات بد کا ذکر کیا ہے ان میں سے اول تو یہ ہے کہ یہ منافقین ادب سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں خلاف ادب اور تحقیر آمیز الفاظ زبان سے نکالتے ہیں۔ دوم یہ کہ یہ لوگ اپنی مجلسوں میں دین اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں۔ سوم یہ کہ جب اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپ کو ان کے استہزا اور تمسخر سے آگاہ کر دیتا ہے اور آپ ان سے باز پرس کرتے تو وہ اس کی بے سرو پا تاویلیں کرتے۔

چنانچہ منافقین آپس میں بیٹھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بدگوئی کرتے۔ جب ان میں سے کوئی کہتا کہ ہماری یہ

باتیں اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچ گئیں تو ہماری خبر لی جائے گی تو دوسرے منافقین کہتے کہ کچھ پروا نہ کرو۔ ہم جھوٹی تاویلیں کر کے اپنی برأت کا آپ کو یقین دلا دیں گے کیونکہ وہ تو کان ہی کان ہیں جو سنتے ہیں فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ ان کو باتوں میں لے آنا کچھ مشکل نہیں حالانکہ منافقین کی چالاکیوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی مروت اور حسن اخلاق کی وجہ سے تھی۔ آپ اپنے حیاء، وقار اور کریم النفسی سے جھوٹے کا جھوٹ پہچانتے تب بھی پکڑ نہ فرماتے۔ خلق عظیم کی بناء پر حضور تغافل اور مسامحت برتتے اور وہ بے وقوف جانتے کہ آپ نے سمجھا ہی نہیں۔

حق تعالیٰ نے اس کا جواب ان آیات میں دیا اور بتلایا کہ اہل نفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں آپ کی غیبت کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے تو فقط کان ہیں جو کچھ کہہ دو سن لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا کہ ہاں وہ کان ضرور ہیں مگر تمہارے حق میں جو بات خیر کی ہے اسی کو وہ کان دھر کر سنتے ہیں۔ وہ شر اور فساد پیدا کرنے والی باتوں کو نہیں سنتے۔ بلکہ بھلائی کی باتوں کو سنتے ہیں۔ اللہ پر ان کا ایمان ہے اور اہل ایمان کی باتوں کو سچ جانتے ہیں یعنی منافقوں کے قول کو جھوٹ سمجھتے ہیں لیکن دانستہ چشم پوشی کرتے ہیں منافقین کے نفاق سے ناواقف نہیں ہیں اور تم میں سے جو لوگ کامل الایمان اور صادق الاسلام ہو جاتے ہیں ان کے لئے رحمت مجسم ہیں۔ غرض کہ تمہاری ذات سے ان کو دشمنی نہیں بلکہ تمہارے نفاق و کفر سے ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہارا نفاق جاتا رہے اور تم سچے مسلمان ہو جاؤ۔ باقی منافقین کی حرکت شنیعہ خدا سے پوشیدہ نہیں۔ رسول کی پیٹھ پیچھے جو بدگوئی کرتے ہیں اور اس طرح آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں اس پر سخت سزا کے منتظر رہیں۔

منافقین کی کج فہمی

منافقین کی اگر کسی وقت دغا بازی پکڑی جاتی تو مسلمانوں کے روبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بری نیت نہ تھی تاکہ ان کو راضی کر کے اپنی طرف کر لیں اور ان منافقین نے یہ نہ سمجھا کہ دغا بازی خدا اور رسول کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اگر دعوئے ایمان میں واقعی سچے ہیں تو دوسروں کو چھوڑ کر خدا اور رسول کو راضی کرنے کی فکر کریں۔ مومنین کی رضاجوئی پر اللہ اور رسول کی رضاجوئی کہیں مقدم ہے۔ یہ منافقین اتنی سی بات بھی اب تک نہ سمجھے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو یہ بات طے ہو چکی ہے کہ اس کے لئے دوزخ کی آگ اس طرح ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ جلے گا اور یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے پرہیز کرو

یہاں منافقین کو یہ سمجھایا گیا کہ تم کو چاہئے کہ اللہ کے رسولؐ کی ایذا رسانی سے پرہیز کرو نہ آپ کے تقسیم صدقات پر اعتراض کرو، نہ آپ کی شان میں گستاخی کرو، بلکہ آپ کو راضی رکھنے کی فکر کرو۔

گناہوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی ہے

اب یہاں اگرچہ ذکر منافقین مدینہ کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی زندگی میں اپنے اقوال و افعال سے ایذا پہنچاتے تھے جس پر ان کو عذاب الیم، نار جہنم اور خزی العظیم کی وعید اور سزا سنائی گئی۔ تو زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آزار اور تکلیف کفار مشرکین اور منافقین نے پہنچائی وہ تو اپنی جگہ تھی ہی مگر یہاں یہ خیال آ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا دعویٰ رکھ کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر جو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر مبارک میں بے چین کرتے ہیں جو ایک طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آزار ہی پہنچانا ہے تو یہ امر کیا لائق مذمت اور باعث صد ہزار افسوس نہیں۔

"کوئی بھی معصیت ایسی نہ ہوگی جس سے کسی نہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ ایسا کوئی امر نہ نکلے گا جو کسی نہ کسی کے لئے سبب آزار نہ ہو۔ شاید

آپ سوچتے ہوں گے کہ ہمارے گناہوں سے کس کو آزار پہنچتا ہے؟ تو آپ ایک حکایت سے اس کا اندازہ کر لیجئے مرزا بیدل شاعر کی حکایت ہے کہ ان کے اشعار تصوف کا رنگ لئے ہوتے تھے۔ کسی ایرانی نے ان کے اشعار کو دیکھ کر بہت پسند کیا اور ان کو بزرگ سمجھ کر ان کے پاس آیا۔ جب ان کے پاس پہنچا تو یہ شاعر صاحب حجام سے داڑھی منڈا رہے تھے۔ اس کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا اور جھلا کر اس نے پوچھا آغا ریش می خراشی۔ شاعر نے جواب دیا آرے ریش میتراشم ولے دلے کسے نمی خراشم۔ وہ ایرانی بیچارہ مخلص تھا۔ اس نے آزادانہ جواب دیا آرے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میتراشی۔ شاعر نے تصوف مزعوم کے اعتبار سے جواب دیا تھا کہ دل کسے نمی خراشم۔ ایرانی نے جواب دیا کہ ظالم تو تو سب سے بڑے دل کو چھیل رہا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ دل کسے نمی خراشم بلے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم می خراشی۔ تم یہ داڑھی پر استرہ نہیں پھرا رہے ہو بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چھری چلا رہے ہو۔ حضور کی خدمت میں جب اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ میری امت کا ایک شخص یہ حرکت کرتا ہے تو کیا اس سے آپ کا دل نہیں دکھتا اور کیا آپؐ کا دل دکھانا چھوٹی بات ہے۔ آپ کا قلب تو سید القلوب ہے۔ جب تم سید القلوب کو تکلیف دیتے ہو پھر یہ دعویٰ کیسے کرتے ہو کہ ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے ہیں۔ ارے تم در پے آزار تو ہو گئے۔ یہ سن کر مرزا بیدل شاعر کی آنکھ کھلی اور چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو توبہ کی اور بزبان حال یا قال یہ کہتا تھا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی
مرابا جان جاں ہمراز کر دی

یعنی میں تو اندھا تھا۔ میری کبھی ادھر نظر ہی نہیں گئی کہ مجھ سے اتنے بڑے قلب کو ایذا ہو رہی ہے یہاں تک تو میرے ذہن کی رسائی ہی نہیں ہوئی۔ تو نے میری آنکھیں کھول دیں۔ خدا تجھ کو اس کی جزا دے۔ اب اس حکایت سے سمجھ لیجئے کہ جب آپ سے کوئی امر غیر مشروع سرزد ہوگا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آزار ہوگا یا نہیں؟" (وعظ آداب التبلیغ)

دعا کیجئے

ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عظمت نصیب فرما اور آپ کی محبت و عظمت کے ساتھ آپ کا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرما۔ آمین۔

کلماتِ استغفار

یا اللہ! کل حساب کے وقت مجھ سے حساب نہ لینا بلا حساب جن بندوں کو آپ جنت میں بھیجیں گے مجھے بھی معاف فرما کر ان کے ساتھ کر دینا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ

منافق لوگ اس سے اندیشہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ ہوجاوے جوانکو ان منافقین کے مافی الضمیر پر اطلاع دیدے آپ فرمادیجئے

اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ

کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کرکے رہے گا جس سے تم اندیشہ کرتے تھے۔اور اگر آپ ان سے پوچھئے تو کہہ دیں گے کہ

وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ

ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کررہے تھے آپ کہہ دیجئے گا کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اُسکی آیتوں کیساتھ اور اسکے رسول کیساتھ تم ہنسی کرتے تھے۔تم اب

اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع

عذر مت کرو۔تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تاہم بعض کو تو سزا دیں گے بسبب اس کے کہ وہ مجرم تھے۔

يَحْذَرُ ڈرتے ہیں	الْمُنٰفِقُوْنَ منافق (جمع)	اَنْ تُنَزَّلَ کہ نازل ہو	عَلَيْهِمْ ان (مسلمانوں) پر	سُوْرَةٌ کوئی سورة	تُنَبِّئُهُمْ انہیں جتادے	
بِمَا وہ جو	فِيْ میں	قُلُوْبِهِمْ انکے دل (جمع)	قُلِ آپ کہدیں	اسْتَهْزِءُوْا ٹھٹھے کرتے رہو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	مُخْرِجٌ کھولنے والا
مَا تَحْذَرُوْنَ جس سے تم ڈرتے ہو	وَلَىِٕنْ اور اگر	سَاَلْتَهُمْ تم اُن سے پوچھو	لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے	اِنَّمَا کچھ نہیں (صرف)	كُنَّا ہم تھے	
نَخُوْضُ دل لگی کرتے	وَنَلْعَبُ اور کھیل کرتے	قُلْ آپ کہدیں	اَبِاللّٰهِ کیا اللہ کے	وَاٰيٰتِهٖ اور اسکی آیات	وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول	
كُنْتُمْ تم تھے	تَسْتَهْزِءُوْنَ ہنسی کرتے	لَا تَعْتَذِرُوْا نہ بناؤ بہانے	قَدْ كَفَرْتُمْ تم کافر ہوگئے ہو	بَعْدَ بعد	اِيْمَانِكُمْ تمہارا (اپنا) ایمان	اِنْ اگر
نَّعْفُ ہم معاف کردیں	عَنْ سے (کو)	طَاۗىِٕفَةٍ ایک گروہ	مِّنْكُمْ تم میں سے	نُعَذِّبْ ہم عذاب دیں	طَاۗىِٕفَةً ایک (دوسرا) گروہ	
بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	كَانُوْا تھے	مُجْرِمِيْنَ مجرم (جمع)				

منافقوں کے دلوں کا شک

منافقین اپنی مجلسوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدگوئی کرتے۔مومنین صادقین پر آوازیں کستے۔مہمات دین کا مذاق اڑاتے۔پھر جب خیال آتا کہ ممکن ہے یہ باتیں حضورؐ تک پہنچ جائیں تو کہتے کیا مضائقہ ہے۔وہ تو کان ہی کان ہیں۔جو تاویل وتلبیس کردیں گے سن کر اسی کو قبول کرلیں گے۔مگر چونکہ بسا اوقات وحی الٰہی کے ذریعہ سے ان کے نفاق اور بدباطنی کی قلعی کھلتی رہتی تھی اس لئے یہ ڈر بھی لگا رہتا تھا کہ کوئی سورت قرآن میں ایسی نازل نہ ہوجائے جو ہماری پوشیدہ باتوں اور خفیہ نیتوں کا پردہ فاش کردے۔اصل یہ ہے کہ منافقین کا قلب کسی ایک طرف قائم نہ ہوتا تھا۔ان کے دل ہمیشہ شک وشبہ میں رہتے تھے۔کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مروت وچشم پوشی وکریم النفسی کو دیکھ کر اپنے دلوں کو تسلی دے لیتے مگر پھر قرآن کی صاف گوئی سے ڈرتے۔اسی لئے ان منافقین کے متعلق حق تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا کہ اچھا تم ٹھٹھے کرتے رہو اور مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کا عمل جاری رکھو اور پیغمبرؐ کی نسبت یہ کہہ کر تسلی کرلو کہ وہ تو سب کچھ سن لیتے ہیں لیکن خدا اس چیز کو ضرور کھول کر رہے گا جس کا تم کو ڈر لگا ہوا ہے۔وہ تمہارے مکروفریب کا تار تار بکھیر کر رکھ دے گا۔

خوش وقتی کے رنگ میں منافقت کا اظہار

غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے بعض منافقین نے ازراہ تمسخرو طعن کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ شام کے محلات اور روم کے شہروں کو فتح کر لینے کے خواب دیکھتے ہیں۔ انہوں نے رومیوں کی جنگ کو عربوں کی باہمی جنگ پر قیاس کر رکھا ہے ہمیں یقین ہے کہ رومیوں سے جنگ میں یہ مسلمان رسیوں سے بندھے ہوئے کھڑے ہوں گے۔ یہ کیا روم کی باقاعدہ فوجوں سے جنگ کریں گے۔ اس طرح کی خرافات اور مقولے مسلمانوں کو روم سے مرعوب اور ہیبت زدہ کرنے اور شکستہ خاطر بنانے کے لئے کہہ رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بات پہنچی اور ان کی باتیں نقل ہوئیں۔ آپ نے بلا کر باز پرس کی تو کہنے لگے کہ حضرت ہم کہیں سچ مچ ایسا اعتقاد تھوڑا ہی رکھتے ہیں۔ محض خوش وقتی اور دل لگی کے طور پر کچھ کہہ رہے تھے اس پر حق تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں کہ کیا دل لگی اور خوش وقتی کا موقع محل یہ ہے کہ اللہ، رسول اور ان کے احکام کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کیا جائے۔ خدا اور رسول کا استہزاء اور احکام الٰہیہ کا مذاق اڑانا تو وہ چیز ہے کہ اگر محض زبان سے دل لگی کے طور پر بھی کیا جائے وہ بھی کفر عظیم ہے چہ جائیکہ منافقین کی طرح ازراہ شرارت و بدباطنی سے ایسی حرکت سرزد ہو آگے بتلایا گیا یہ جھوٹے عذر تراشنے اور حیلے حوالہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں جن کو نفاق اور استہزاء کی سزا ملنی ہے وہ مل کر رہے گی ہاں جواب بھی صدق دل سے توبہ کر کے اپنے جرائم سے باز آجائیں گے انہیں خدا معاف کر دے گا۔

ایک اہم تنبیہ

ان آیات سے فقہاء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ کلمۂ کفر خواہ ارادہ اور سنجیدگی سے ادا کیا جائے خواہ محض ایک لطیفہ اور خوش طبعی کے طور پر۔ حکم شرعی کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ قرآن نے منافقین کے عذر لہو لعب کو بالکل مسترد کر دیا اور حکم کفران پر باقی رکھا۔ ہاں حالت جبر و اکراہ کا حکم اس سے الگ ہے۔ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ حکم شرعی کے اعتبار سے استہزاء کی یہ تینوں قسمیں، یعنی استہزاء باللہ، استہزاء بآیات اللہ اور استہزاء برسول اللہ سب برابر ہیں اور سب کفر ہیں۔

دعا کیجئے

دین کی عظمت ہمارے دلوں میں اتار دے اور ہم دین کو ہر معاملہ میں مقدم رکھیں۔ اور دین کی خدمت اور دین کے لئے مر مٹنے کی ہمت و عزم عطا فرما دے۔ یا اللہ جو لوگ اس وقت اسلام کا لیبل لگا کر اسلامی احکام کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کرتے ہیں وہ درحقیقت منافقانہ خصلت رکھنے والے ہیں اور دین اسلام کے لئے مار آستین بنے ہوئے ہیں۔

یا اللہ ایسے درپردہ دشمنان اسلام سے اس ملک اور قوم کو پاک فرما دے اور ان کی شرارتوں سے اہل اسلام کو محفوظ فرما دے۔ آمین۔

استغفر اللہ الذی لآ الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ کہتا ہوں اور میری دعا یہ ہے کہ ہر آن ہر حرکت و سکون پر ابد لآباد تک میرے نامۂ اعمال میں لکھے جانے کا حکم دیدیں کہ ہر وقت میری معافی ہوتی رہے اور میرے نامۂ اعمال میں اتنے استغفار کثرت سے ہو جائیں تا کہ اس دن مجھے خوشی حاصل ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بُری بات کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات سے منع کرتے ہیں

عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ

اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا۔ بلا شبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں۔

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ

اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اُن کیلئے کافی ہے

حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾

اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور ان کو دائمی عذاب ہوگا

اَلْمُنٰفِقُوْنَ منافق مرد (جمع)	وَالْمُنٰفِقٰتُ اور منافق عورتیں	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض	مِنْ سے	بَعْضٍ بعض کے	يَاْمُرُوْنَ وہ حکم دیتے ہیں	
بِالْمُنْكَرِ بُرائی کا	وَيَنْهَوْنَ اور منع کرتے ہیں	عَنِ سے	الْمَعْرُوْفِ نیکی	وَيَقْبِضُوْنَ اور بند رکھتے ہیں	اَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ	نَسُوا وہ بھول بیٹھے
اللّٰهَ اللہ	فَنَسِيَهُمْ تو اس نے انہیں بھلا دیا	اِنَّ بیشک	الْمُنٰفِقِيْنَ منافق (جمع)	هُمُ وہ (ہی)	الْفٰسِقُوْنَ نافرمان (جمع)	وَعَدَ اللّٰهُ اللہ نے وعدہ دیا
الْمُنٰفِقِيْنَ منافق مرد (جمع)	وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتیں (جمع)	وَالْكُفَّارَ اور کافر (جمع)	نَارَ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے		
فِيْهَا اس میں	هِيَ وہی	حَسْبُهُمْ ان کیلئے کافی	وَلَعَنَهُمُ ان پر لعنت کی	اللّٰهُ اللہ	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب
مُّقِيْمٌ ہمیشہ رہنے والا						

منافقوں کی عام نشانیاں

یہاں منافقین کی عام نشانیاں اور مشترک خصائل بیان کئے گئے ہیں اور بتلایا گیا کہ یہ سب منافقین مرد ہوں یا عورتیں نفاق میں سب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی عداوت میں سب متفق ہیں۔ یہ بد باطن منافق جن کے مرد و عورت زبانی اقرار و اظہار اسلام کے باوجود شب و روز اسی تگ و دو اور دوڑ دھوپ میں لگے رہتے ہیں کہ ہر قسم کے حیلے اور فریب کر کے لوگوں کو اچھی باتوں سے بیزار اور برے کاموں پر آمادہ کریں۔ یہ منافق مرد ہوں یا عورت سب اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں سب کی حالت یکساں ہے سب کفر و شرک اور ان امور کے دل سے قائل ہیں جو عقل و شرع کی رو سے برے ہیں اور اچھی باتوں کے خود منکر بلکہ دوسروں کو بھی روکنے والے ہیں پھر یہ بھی ان سب کا مشترک خاصہ ہے کہ نیکی کے کام میں خرچ کرنے کے لئے ان کا ہاتھ کبھی نہیں کھلتا۔ امور خیر میں خرچ کرنے سے مٹھیاں بند کئے رہتے ہیں۔ غرض عقائد و اعمال اور اخلاق و عادات میں ان کی حالت مسلمانوں کے بالکل خلاف ہے۔ ظاہر میں کلمہ پڑھتے رہیں لیکن نہ ان کی زبان سے کسی کو بھلائی پہنچے نہ ان کے حال سے۔ خدا اور اس کے انتقام سے بالکل غافل ہو چکے گویا خدا کو بھول گئے۔ اس لئے خدا نے بھی ان کو اپنے فضل و کرم سے محروم کر دیا گویا خدا بھی ان کو بھول گیا۔ در حقیقت ان کا نفاق ہی ان کی سرتابی اور نافرمانی کی علت ہے۔ خدا نے ان کے لئے دوامی دوزخ مقرر کر دی اور ان کو اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور یہ ایسی کافی سزا ہے جس کے بعد دوسری سزا کی ضرورت نہیں رہتی۔

اس جگہ نفاق کی زبردست تین علامتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) بری باتوں کا حکم دینا۔

(۲) اچھی باتوں سے روکنا۔

(۳) کار خیر میں خرچ کرنے سے کنجوسی کرنا۔

اور ان کی سزا بھی ظاہر فرما دی گئی یعنی منافق اور کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔اور دائرہ رحمت میں کبھی داخل نہ ہوں گے۔

گذشتہ رکوعات میں بیان کی گئی نشانیاں

(۱) جہاد کے موقعہ پر جھوٹی قسمیں کھا کر حیلہ بہانہ پیش کر کے اپنی جان بچالینا۔

(۲) اگر جہاد میں شریک ہوں تو مسلمانوں میں فتنہ انگیزی اور فتنہ پردازی کی فکر رکھنا۔

(۳) اگر مسلمانوں کو کوئی خوشی کی بات پیش آئے تو منافقین کو ناگوار و ناخوش ہونا۔اور اگر مسلمانوں کو کوئی مصیبت یا ناخوشی کی بات پیش آجائے تو منافقین کا خوش ہونا۔

(۴) نمازوں میں کاہلی اور سستی سے شریک ہونا۔

(۵) اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا پڑے تو ناگواری اور بے دلی سے مجبور ہو کر خرچ کرنا۔

(۶) اپنی دورخی پالیسی کی وجہ سے ہر وقت ڈرے اور سہمے رہنا اور اس تردد میں پڑے رہنا کہ فتح ونصرت کے جو وعدے مسلمانوں سے کئے گئے ہیں کہیں وہ پورے نہ ہو جائیں۔

(۷) مسلمانوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نکتہ چینی کرنا۔

(۸) مال کے ایسے حریص ولالچی کہ ان کی خوشی و ناخوشی کا مدار صرف متاع دنیوی ہونا۔

(۹) خدا اور رسول کے ساتھ استہزاء اور جب تحقیق کی جائے تو مذاق اور تفریح کا بہانا بنا دینا۔

(۱۰) ان کا اصل رشتہ تعلق منافقوں کے ساتھ ہونا۔

(۱۱) امر بالمعروف کی بجائے بری باتوں کا حکم دینا اور بھلی باتوں سے روکنا۔

دعا کیجئے

اپنی راہ میں ہم کو اپنا مال دل کھول کر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔کفار و منافقین کے متعلق جو وعدہ نار جہنم کا فرمایا گیا ہے آخرت میں آپ اس کو تو ضرور پورا فرمائیں گے۔مگر دنیا میں بھی کفار و مشرکین پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا دے۔ اے اللہ یہ کفار مشرکین جو ناپاک عزائم کے ساتھ اہل اسلام سے برسر پیکار ہیں ان کو شکست و ہزیمت اور قتل وقید کی سزا نصیب فرما دے۔آمین۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ستر بار استغفار فرماتے تھے میں نے بھی یہ عدد پورا کیا ہے' اے اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل و واسطہ سے میری مغفرت فرما دے۔آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا

اے منافقو تمہاری حالت ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں جو شدت قوت میں اور کثرت اموال و اولاد میں تم سے بھی زیادہ تھے تو انہوں نے

بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا سو تم نے بھی اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا

وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

اور تم بھی بُری باتوں میں ایسے ہی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع گئے اور وہ لوگ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ

بڑے نقصان میں ہیں کیا ان لوگوں کو ان کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود

وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ

اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور اُلٹی ہوئی بستیاں کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر صاف نشانیاں لے کر آئے

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾

سو اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

كَالَّذِيْنَ جس طرح وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے قبل	كَانُوْا وہ تھے	اَشَدَّ بہت زور والے	مِنْكُمْ تم سے	قُوَّةً قوت	وَاَكْثَرَ اور زیادہ	اَمْوَالًا مال میں
وَاَوْلَادًا اور اولاد	فَاسْتَمْتَعُوْا سو انہوں نے فائدہ اٹھایا	بِخَلَاقِهِمْ اپنے حصے سے	فَاسْتَمْتَعْتُمْ سو تم فائدہ اٹھالو	بِخَلَاقِكُمْ اپنے حصے سے			
كَمَا جیسے	اسْتَمْتَعَ فائدہ اٹھایا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	بِخَلَاقِهِمْ اپنے حصے سے	وَخُضْتُمْ اور تم گھسے	كَالَّذِيْ جیسے وہ	
خَاضُوْا گھسے	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	حَبِطَتْ اکارت گئے	اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل (جمع)	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت	وَاُولٰٓئِكَ اور وہی لوگ	
هُمْ وہ	الْخٰسِرُوْنَ خسارہ اٹھانے والے	اَلَمْ يَاْتِهِمْ کیا ان تک نہ آئی	نَبَاُ خبر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	قَوْمِ نُوْحٍ قوم نوح	
وَعَادٍ اور عاد	وَثَمُوْدَ اور ثمود	وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ اور قوم ابراہیم	وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ اور مدین والے	وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اور الٹی ہوئی بستیاں			
اَتَتْهُمْ انکے پاس آئے	رُسُلُهُمْ انکے رسول (جمع)	بِالْبَيِّنٰتِ واضح احکام و دلائل کے ساتھ	فَمَا سو نہیں	كَانَ تھا	اللّٰهُ اللہ		
لِيَظْلِمَهُمْ کہ وہ ان پر ظلم کرتا	وَلٰكِنْ لیکن	كَانُوْا وہ تھے	اَنْفُسَهُمْ اپنے اوپر	يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے			

قرآن کریم کا منفرد انداز

قرآن پاک کا طرز بیان عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ اگر کسی کو نصیحت کرنی ہوتی ہے تو نرمی سے ان کو پہلے سمجھایا جاتا ہے جن امور کی تلقین و ہدایت کرنی ہوتی ہے ان کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔ اگر کچھ کج فہم اس پر بھی نہیں مانتے اور اپنے اقوال و اعمال کو اچھا خیال کرتے ہیں تو ان

کے کرتوت کی خرابیاں بیان کی جاتی ہیں تا کہ وہ اپنے افعال شنیعہ کی خرابیاں محسوس کر کے بداعمالی سے رک جائیں۔اس کے بعد اگر پھر بھی وہ ضد پر قائم رہتے ہیں تو ان کے اعمال بد کا نتیجہ ظاہر کیا جاتا ہے اور ان قوموں کی حالت بیان کی جاتی ہے جن کے اعمال واقوال اور عقائد ان کی طرح تھے اور چونکہ ان کا نتیجہ خراب ہوا۔لامحالہ ان کا نتیجہ بھی خراب ہوگا کیونکہ ان کے حرکات بھی انہی کی طرح ہیں چنانچہ اس مقام پر بھی خدا تعالیٰ نے اول منافقین کو نرمی سے نصیحت کی پھر ان کے افعال شنیعہ بیان فرمائے پھر ان کی بداعمالیوں کا نتیجہ بد ظاہر کیا۔پھر ان گذشتہ اقوام سے ان کو تشبیہ دی جن کے حرکات و سکنات ان کی طرح تھے پھر ان اقوام کا نتیجہ اور مآل ظاہر کیا اور بالآخر ان کے تخم عمل کا برا پھل جو کچھ ہوگا وہ ظاہر فرمایا۔

اے منافقو! سابقہ اقوام سے عبرت پکڑو

گذشتہ آیات میں منافقین کا غائبانہ ذکر ہوا تھا اب ان سے براہ راست خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے منافقو! تمہاری حالت ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں جو طاقت وقوت اور مال واولاد کی کثرت میں تم سے بھی کہیں زیادہ تھے۔دنیوی لذائذ کا جو حصہ ان کے لئے مقدر تھا اس سے فائدہ اٹھا گئے اور آخری انجام کا خیال نہ کیا۔تم بھی انہی کی طرح آخری انجام کے تصور سے غافل ہو کر دنیا کی متاع فانی سے جتنا مقدر ہے حصہ پا رہے ہو اور ساری چال ڈھال انہی کی سی رکھتے ہو تو سمجھ لو جو حشر ان کا ہوا وہی تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔ان کے پاس مال واولاد اور جسمانی قوتیں تم سے زائد تھیں پھر انتقام الٰہی کی گرفت سے نہ بچ سکے تو تم کو کس چیز پر بھروسہ ہے جو خدا کی سزا سے اس قدر بے فکر ہو بیٹھے ہو۔اس براہ راست خطاب کے بعد پھر منافقین کا غائبانہ ذکر شروع ہوگیا کہ جو حالت گذشتہ معذب قوموں کی تھی وہی ان کی حالت ہے نتیجہ اعمال میں دونوں ایک جیسے ہیں ان کا بھی کیا کرایا نابود اور ملیامیٹ ہوگیا۔ان کا حاصل زندگی بھی برباد ہے۔ وہ بھی تباہ ہوئے یہ بھی تباہ ہوں گے۔قوم نوح طوفان سے۔عاد آندھی سے، ثمود چیخ سے ہلاک ہوئے۔اصحاب مدین زلزلہ وغیرہ سے تباہ ہوئے۔قوم لوط کی بستیاں الٹ دی گئیں اور اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ان سب اقوام کے قصے بجز قوم ابراہیم کے سورۂ اعراف میں گزر چکے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حق تعالیٰ نے عجیب وغریب خارق عادت طریقہ سے تائید فرمائی جنہیں دیکھ کر ان کی قوم ذلیل وناکام ہوئی ان کا بادشاہ نمرود نہایت بدحالی کی موت مارا گیا۔ان سب نے انبیاء کی تکذیب کی احکام الٰہی کو نہ مانا۔بالآخر تباہ ہوئے اور اپنے کرتوت سے تباہ ہوئے۔انہوں نے خود ہی اپنے لئے کفر وشرک کی زندگی کو پسند کیا جو انہیں بربادی کی طرف لے جانے والی تھی۔اللہ نے تو انہیں سوچنے۔سمجھنے اور سنبھلنے کا پورا موقع دیا۔ان کے سمجھانے کے لئے رسول بھیجے۔رسولوں کے ذریعہ سے ان کی غلط روی کے برے نتائج سے آگاہ کیا اور انہیں کھول کھول کر نہایت واضح طریقہ سے بتادیا کہ ان کے لئے فلاح کا راستہ کونسا ہے اور ہلاکت اور بربادی کا کونسا۔ مگر جب انہوں نے اللہ کے رسول کی کوئی بات نہ سنی بلکہ الٹا ان سے مقابلہ اور ان کی تکذیب وتذلیل پر کمر بستہ رہے اور ہلاکت کی راہ چلنے ہی پر اصرار کیا تو لامحالہ ان کا وہ انجام ہونا ہی تھا جو بالآخر ہو کر رہا۔یعنی دنیا میں بھی تباہ وبرباد ہوئے اور آخرت کا بھی دائمی عذاب مول لیا اور یہ ظلم ان پر اللہ نے نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر کیا۔اللہ تعالیٰ کسی کو بلاوجہ اور بے موقع سزا نہیں دیتے۔لوگ خود ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں جس کے بعد عذاب الٰہی کا آنا ناگزیر ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ گذشتہ کفار قوموں کی طرح موجودہ کفار ومشرکین کو تباہ وبرباد فرما۔آمین۔

استغفر اللہ الذی لآ الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط

اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر ہے حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے ایسے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط

باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہونگے

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع

اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سب سے بڑی چیز ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَ اور	اَلْمُؤْمِنُوْنَ مومن مرد (جمع)	وَالْمُؤْمِنٰتُ اور مومن عورتیں (جمع)	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض	اَوْلِيَآءُ رفیق (جمع)	بَعْضٍ بعض			
يَأْمُرُوْنَ وہ حکم دیتے ہیں	بِالْمَعْرُوْفِ بھلائی کا	وَيَنْهَوْنَ اور روکتے ہیں	عَنِ سے	الْمُنْكَرِ برائی	وَيُقِيْمُوْنَ اور وہ قائم کرتے ہیں	الصَّلٰوةَ نماز		
وَيُؤْتُوْنَ اور ادا کرتے ہیں	الزَّكٰوةَ زکوۃ	وَيُطِيْعُوْنَ اور اطاعت کرتے ہیں	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ			
سَيَرْحَمُهُمُ کہ ان پر رحم کریگا	اللّٰهُ اللہ	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَزِيْزٌ غالب	حَكِيْمٌ حکمت والا	وَعَدَ وعدہ دیا	اللّٰهُ اللہ	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مرد (جمع)
وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں (جمع)	جَنّٰتٍ جنتیں	تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنگے	فِيْهَا ان میں		
وَمَسٰكِنَ اور مکانات	طَيِّبَةً پاکیزہ	فِيْ میں	جَنّٰتِ عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے باغات	وَرِضْوَانٌ اور خوشنودی	مِّنَ سے	اللّٰهِ اللہ	اَكْبَرُ سب سے بڑی	
ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِيْمُ بڑی					

مومنین کی صفات

قرآن پاک کا عمومی طرز بیان اسی طرح ہے کہ بروں کو نصیحت کرنے کے لئے ان کے اعمال کا انجام اور نتیجہ ظاہر فرماتا ہے تاکہ نتیجہ پر غور کر کے وہ ڈر جائیں اور بدکرداری سے باز آجائیں پھر ان کے مقابل نیک طبقہ کا ذکر فرماتا ہے ان کے عقائد صحیحہ اور افعال حسنہ کے عمدہ نتائج ظاہر کرتا ہے تاکہ بدکرداروں کو اپنے افعال سے توبہ کرنے اور نیکی کرنے کی طرف رغبت ہو۔ کیونکہ نصیحت کے صرف دو ہی طریقے ممکن ہیں۔ ترہیب اور ترغیب۔ چنانچہ یہاں بھی خدا تعالیٰ نے پہلے منافقوں کی حالت ان کی خصوصیات اور بالآخر نتیجہ بد کو ظاہر فرمایا اب ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کی حالت خصوصیات اور نیک انجام کو ان آیات میں بیان فرمایا۔

یہاں ان آیات میں مومن مرد اور مومن عورتوں کے آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہونے کو بتلا کر حق تعالیٰ نے مومن کے خصوصی پانچ اوصاف بیان فرمائے:۔

پہلا وصف فرمایا یامرون بالمعروف وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے

ہیں یعنی جو امور عقل و شریعت کی رو سے اچھے ہیں ان پر خود بھی کاربند ہوتے ہیں اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

دوسرا وصف: وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ فرمایا یعنی شریعت اور عقل نے جس چیز کو برا کہا ہے اس سے خود بھی باز رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔

تیسرا وصف: وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ فرمایا یعنی نماز کو ٹھیک وقت پر اعتدال ارکان اور پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ منافقوں کی طرح سستی، گرانی، بے دلی اور دکھلاوٹ کے لئے نہیں پڑھتے۔

چوتھا وصف فرمایا: وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں یعنی غربا فقراء وغیرہ کی مالی امداد کا جو طریقہ شریعت نے مقرر فرمایا ہے اس پر چلتے ہیں اور اہل حاجت کی حکم شرعی کے موافق مدد کرتے ہیں۔

پانچواں وصف فرمایا: وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ اللہ اور رسول کے ہر حکم کو مانتے اور فرمان کی تعمیل کرتے ہیں۔ اپنی خواہش مرضی اور عقل کو دخل نہیں دیتے اور بغیر چون و چرا کرنے کے حکم مانتے ہیں۔

مومنین کا انعام

جن مومنین میں یہ صفات ہوں گی ان پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایسے مسلمان مرد اور عورتوں کو بغیر کسی عذاب کے ابتداء ہی سے ان کو دوامی جنتیں اور پاکیزہ خوشگوار مکانات رہنے کو عطا فرمائے گا پھر ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک بڑی عنایت ان پر ہوگی وہ یہ کہ ان کو رضائے مولیٰ حاصل ہوگی۔ جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مقام ہے۔ حق تعالیٰ مومنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی و روحانی نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمائے گا مگر سب سے بڑی نعمت مولائے کریم محبوب حقیقی کی دائمی رضا ہوگی۔ صحیح حدیث میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جب وہ جنت میں پہنچ جائیں گے خطاب فرمائیں گے۔ جنتی جواب دیں گے لبیک وسعدیک۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کیا تم خوش اور راضی ہوگئے؟ اہل جنت عرض کریں گے پروردگار ہم کیونکر راضی نہ ہوں گے۔ آپ نے ہم کو وہ چیزیں عنایت کی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دیں۔ ارشاد ہوگا کیا میں اس سے بہتر چیز عطا کروں؟ اہل جنت عرض کریں گے پروردگار اس سے افضل چیز کیا ہے؟ ارشاد ہوگا میں اپنی دائمی رضامندی تم کو دیتا ہوں اس کے بعد کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خداوند قدوس عزوجل کی رضامندی سے افضل کوئی نعمت نہیں۔ رضائے خداوندی کا درجہ بہشت سے بھی بڑھ کر ہے۔ اللہ پاک اپنی رضا کی دولت و نعمت ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

مقام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ان آیات میں جو خصوصی اوصاف مومنین کے بیان فرمائے گئے ہیں ان اوصاف کے ساتھ خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کا موصوف ہونا احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا وہ اس بشارت غفران و رضوان کے اولین مستحق اور سزاوار ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق دنیا ہی میں اعلان کردیا گیا۔ رضی اللّٰہ ورضوا عنہ اس سے بڑھ کر کیا سعادت و کرامت ہوگی کہ مرنے سے پہلے ہی صحابہ کرامؓ نے اپنے لئے رضا خداوندی کا مژدہ جانفزا سن لیا اور قرآن میں تصریح ہے۔ ان اللہ لایرضیٰ عن القوم الفسقین اللہ فاسقوں سے راضی نہیں ہوتا۔ تو جب صحابہ کرام کے متعلق رضی اللہ ورضوا عنہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام معاذ اللہ فاسق نہ تھے جیسا کہ ایک فرقۂ باطلہ الزام لگاتا ہے۔ بلکہ صحابہؓ سے ناراض ہونے والا ہی فاسق ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دعا کیجئے: یَا اللّٰہ ایمانی خصلتیں اور اوصاف ہم سب کو نصیب فرما۔ یَا اللّٰہ اپنے رسول کی اطاعت کو ہماری زندگی کا مقصود و مطلوب بنا اور دنیا میں بھی ہم پر رحم فرما اور آخرت میں بھی اپنی نعمت جنت اور جنت میں سب سے بڑی نعمت دائمی خوشنودی نصیب فرما۔

یَا اللّٰہ تمام اہل اسلام کو ایک دوسرے کی ہمدردی و شفقت رکھنے والا دل عطا فرما۔ آمین۔

استغفر اللہ الذی لآ الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیه

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوٰىهُمْ

اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے

يَاأَيُّهَا اے | النَّبِيُّ نبی | جَاهِدِ جہاد کریں | الْكُفَّارَ کافر (جمع) | وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافقین | وَ اور | اغْلُظْ سختی کریں | عَلَيْهِمْ اُن پر | وَمَأْوٰىهُمْ اور ان کا ٹھکانہ | جَهَنَّمُ جہنم | وَبِئْسَ اور بری | الْمَصِيْرُ پلٹنے کی جگہ

منافقین اور کفار سے سختی کا حکم

اس آیت سے اس سورہ توبہ کے دسویں رکوع کی ابتداء ہوتی ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں سے لے کر سورۃ کے اخیر تک کی آیات غزوہ تبوک سے واپسی پر نازل ہوئی ہیں۔ گزشتہ آیات میں جب کفار ومنافقین کی برائیاں۔ ان کے ناشائستہ اقوال وافعال کا ذکر ہو چکا تو اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ ان منافقین کے ساتھ جواب تک درگزر۔ نرمی اور ملاطفت کا معاملہ ہورہا تھا اس کو ترک کیجئے اور ان کے ساتھ شدت اور سختی سے پیش آیئے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق نہایت وسیع اور عظیم تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کے ساتھ جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے لطف اور نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اب اس کی ممانعت فرمادی گئی اور بتلادیا گیا کہ دشمنان الٰہی کے ساتھ شدت یہی خلق عظیم ہے۔ اس غزوہ تبوک کے موقع پر جبکہ منافقین کا نفاق آشکار ہوگیا اور اب تک جوان کا نفاق پوشیدہ تھا وہ قطعی اور بدیہی طور پر عیاں ہوگیا تو اب ان منافقین دشمنان دین کے ساتھ نرمی کی ضرورت نہ رہی۔ ان کو دین حق کے سمجھنے کا موقع بھی کافی دیا جا چکا۔ اب یہ نابکار اسی کے مستحق ہیں کہ دنیا میں بھی ان کے ساتھ سختی کی جائے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہو جو بہت ہی بری جگہ ہے جس کو شقاوت اور بدبختی کے اسباب ہر طرف سے محیط ہوں ان کیلئے براہی ٹھکانہ مناسب ہے۔

جہاد اور اس کی مختلف نوعیتیں

یہاں کفار اور منافقین سے جو ''جہاد'' کا حکم ہوا تو لفظ جہاد کے معنی کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے کیلئے اپنی انتہائی طاقت اور کوشش خرچ کرنے کے ہیں خواہ یہ کوشش سیف وسنان یعنی تیر وتلوار سے ہو یا زبان حجت اور برہان سے ہو۔ جہاد اصل معنی کے لحاظ سے عام ہے جو دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو کفار سے جہاد کا حکم آیا ہے۔ اس سے جہاد بالسیف والسنان مراد ہے اور منافقین سے جو جہاد کا حکم آیا ہے اس سے زبان اور برہان کے ذریعہ جہاد کرنا مراد ہے اس لئے کہ منافقین اپنے آپ کو بظاہر مسلمان بتاتے تھے اور دوسری قومیں بھی ظاہر کے لحاظ سے انہیں مسلمان سمجھتی تھیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے قتل سے اعراض فرمایا اور کھلے کافروں جیسا ان کے ساتھ معاملہ نہیں کیا۔ اس لئے مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کرنا مراد ہے اور منافقین کے ساتھ زبان اور قلم اور حجت اور برہان کے ذریعہ جہاد کرنا مراد ہے اور یہ حکم اس وقت تک ہے کہ جب تک نفاق پوشیدہ رہے اور جب نفاق عیاں اور ظاہر ہو جائے تو پھر منافقین سے بھی جہاد بالسیف ہوسکتا ہے۔

یہاں جس سختی کا حکم دیا گیا ہے اس سے عملی سختی ہی مراد ہے کہ احکام اسلام جاری کرنے میں کوئی رعایت ونرمی نہ برتی جائے زبان اور کلام میں سختی اور سب وشتم یہ ہرگز مراد نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی فہم وسمجھ عطا فرمائیں اور صحیح معنی میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

یااللہ: ہم کو دشمنان دین سے جہاد کا جذبہ صادقہ عطا فرما۔

اس ملک پاکستان میں بھی منافقین گھسے ہوئے ہیں جو اسلام اسلام زبان سے تو پکارتے ہیں مگر دل سے اسلام کے مخالف ہیں۔

ان منافقین سے اس ملک کو پاک فرمادے اور ان منافقین کے وجود کو اس ملک سے مٹا دے اور صحیح معنی میں اس ملک پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنادے اور دشمنان دین کے عزائم کو ملیا میٹ فرمادے آمین۔

یااللہ: آپ نے مجھے عافیت بخشی' آپ کے فضل وکرم سے بہت نعمتیں آپ کی کھائیں اور برتیں آپ نے کبھی بھوکا نہیں رکھا' برابر روزی پہنچائی۔ آپ کی ان نعمتوں کے کھانے سے قوت آئی لیکن میں نے اس قوت کو بجائے آپ کی فرمانبرداری کے نافرمانی میں خرچ کیا' کتنے ہی میں نے عیب کئے۔ آپ نے لوگوں سے پردہ میں رکھا' کبھی آپ کا خوف آیا تو آپ کے امن وعافیت سے دھوکہ کھا گیا اور سمجھا کہ مجھے آپ نہ پکڑیں گے اور آپ کی پکڑ کا خیال بھی آیا تو آپ کے حلم کی طرف دھیان گیا اور عفو وکرم کی امید میں گناہ کر بیٹھا۔ اے اللہ! میں ہر ایسے گناہ سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔ میں آپ سے ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جو آپ کے غضب کا باعث ہو اور ہر اس گناہ سے بھی جس کو آپ نے منع کیا تھا اور میں کر گزرا اور اس گناہ سے بھی معافی مانگتا ہوں جس کی نحوست سے میں آپ کی عبادت واطاعت سے محروم ہوا۔

میں ہر اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کی مخلوق میں سے کسی کو گناہ میں لگا دیا ہو حیلہ وحوالہ کر کے اس کو گناہ کی بات میں پھنسا دیا ہو یا اسے تو اس گناہ کی بات کا علم نہ تھا میرے بتانے سے اس نے گناہ کو مانا اور کیا' کسی کے گناہ کا باعث ہوا ہوں' کل قیامت کے روز ان گناہوں کو لے کر کس طرح سامنے آؤں گا۔ الٰہی مجھے اور میرے ہر ایسے گناہ کو معاف فرما دے۔ میں ہر ایسے گناہ سے پناہ چاہتا ہوں جو گمراہی اور کفر کی طرف لے جائے' راہ سے بے راہ کر دے' لوگوں میں بے وقار کر دے' دنیا وآخرت میں رسوائی ہو جائے اور دیگر ایسے گناہ کر گزرا تو الٰہی مجھے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ

وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلانی بات نہیں کہی حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کی بات کہی تھی اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ انکو اللہ نے اور اسکے رسول نے رزق خداوندی سے

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا

مالدار کر دیا سو اگر توبہ کریں تو ان کیلئے بہتر ہو گا اور اگر روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا

وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

اور آخرت میں دردناک سزا دے گا اور ان کا دنیا میں نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار

يَحْلِفُوْنَ وہ قسمیں کھاتے ہیں	بِاللّٰهِ اللہ کی	مَا قَالُوْا نہیں انہوں نے کہا	وَلَقَدْ قَالُوْا حالانکہ ضرور انہوں نے کہا	كَلِمَةَ الْكُفْرِ کفر کا کلمہ		
وَكَفَرُوْا اور انہوں نے کفر کیا	بَعْدَ بعد	اِسْلَامِهِمْ ان کا (اپنا) اسلام	وَهَمُّوْا اور قصد کیا انہوں نے	بِمَا اس کا جو	لَمْ يَنَالُوْا انہیں نہ ملی	وَ اور
مَا نَقَمُوْٓا انہوں نے بدلہ نہ دیا	اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ انہیں غنی کر دیا اللہ نے	وَرَسُوْلُهٗ اور اسکا رسول	مِنْ سے	فَضْلِهٖ اپنا فضل
فَاِنْ سو اگر	يَّتُوْبُوْا وہ توبہ کریں	يَكُ ہو گا	خَيْرًا بہتر	لَّهُمْ ان کیلئے	وَاِنْ اور اگر	يَّتَوَلَّوْا وہ پھر جائیں
يُعَذِّبْهُمُ عذاب دے گا انہیں						
اللّٰهُ اللہ	عَذَابًا عذاب	اَلِيْمًا دردناک	فِى میں	الدُّنْيَا دنیا	وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت	وَمَا اور نہیں
لَهُمْ ان کیلئے	فِى الْاَرْضِ زمین میں					
مِنْ کوئی	وَّلِيٍّ حمایتی	وَّلَا اور نہ	نَصِيْرٍ کوئی مددگار			

منافقوں کے جرائم

گزشتہ آیت میں منافقین کے متعلق حکم ہوا تھا کہ ان کے ساتھ شدت اور سختی کی ضرورت ہے اور وہ اسی کے مستحق ہیں اس لئے اس اور آئندہ آیات میں منافقین کے چند جرائم کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو ان سے جہاد اور سختی کو مقتضی ہیں۔ اس سلسلہ میں حق تعالیٰ نے منافقین کے پانچ جرائم کا ذکر فرمایا ہے۔

جرم اول: یہ کہ کفر کی باتیں کرتے ہیں اور پھر جب پوچھا جاتا ہے تو مکر جاتے ہیں اور جھوٹی قسم کھا لیتے ہیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی۔

دوسرا جرم: منافقین کی احسان فراموشی۔

تیسرا جرم: بدعہدی۔

چوتھا جرم: مومنین مخلصین کے صدقات وخیرات پر طعنہ زنی جو مسلمان زیادہ لاتا اس کو یہ منافقین کہتے کہ یہ نام ونمود کیلئے لایا ہے اور جو کم لاتا اس کو یہ کہتے کہ خدا کو اس کے صدقہ کی کیا ضرورت تھی محض انگلی کٹا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے۔

پانچواں جرم: منافقین کا غزوہ تبوک میں خود بھی شریک نہ ہونا اور دوسروں کو بھی شرکت سے منع کرنا کہ گرمی شدت سے پڑ رہی ہے ایسی حالت میں گھر سے باہر نہ جاؤ۔

منافقین کے یہ جرائم بیان کرنے کا مقتضی یہی ہے کہ اس قسم کے مجرمین سے کسی قسم کی نرمی نہ کی جائے۔ جرم اول ودوم کی وضاحت اس آیت زیر تفسیر میں فرمائی گئی ہے اور دوسرے جرائم آئندہ آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔

شان نزول

تبوک سے واپسی کے موقع پر چند منافقوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سازش کی کہ فلاں گھاٹی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب میں گزریں گے۔ سب مل کر آپ پر حملہ کر دیں اور ہو سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہی خاتمہ کر دیں۔ چنانچہ راستہ میں ایک جگہ چھپ کر رات کو بیٹھ گئے اور اپنے چہروں کو چھپا لیا تاکہ پہچان میں نہ آسکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صحابیوں میں سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ان منافقین کو مار کر پیچھے ہٹایا اور یہ بزدل منتشر ہو گئے۔ رات کے اندھیرے میں اور چہرے کے چھپے ہونے کے باعث پہچانے نہ گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک خبر پہنچائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا کہ وہ بارہ آدمی فلاں فلاں تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا کہ کسی پر ظاہر نہ کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم نے ایسا ایسا مشورہ کیا تھا اور ایسا ارادہ کیا تھا؟ تو انہوں نے حلف کے ساتھ انکار کر دیا اور قسمیں کھالیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہ کوئی کلمہ کہا نہ ہم نے کوئی فاسد ارادہ کیا۔ انہی بارہ منافقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جو ناپاک قصد انہوں نے کیا مگر جو خدا کے فضل سے پورا نہ ہوا۔

شان نزول کا دوسرا واقعہ

ایک دوسری روایت میں شان نزول کے متعلق یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر ایک خطبہ دیا جس میں منافقین کی بدحالی اور انجام بد کا ذکر فرمایا۔ حاضرین میں ایک منافق جلاس بھی موجود تھا۔ اس نے اپنی مجلس میں جا کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔ اس کا یہ کلمہ ایک صحابی حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے سن لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر تبوک سے واپس مدینہ پہنچے تو حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور جلاس اپنے کہے سے مکر گیا اور کہنے لگا کہ عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے مجھ پر تہمت باندھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو حکم دیا کہ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر قسم کھائیں۔ جلاس نے بے دھڑک قسم کھالی کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ عامر جھوٹ بول رہے ہیں۔ حضرت عامر کا نمبر آیا تو انہوں نے بھی قسم کھائی اور پھر دعاء کیلئے ہاتھ اٹھائے کہ یا اللہ آپ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی اس معاملہ کی حقیقت روشن فرما دیں۔ ان کی دعا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں نے آمین کہی۔ ابھی یہ لوگ اس جگہ سے ہٹے بھی نہ تھے کہ جبرئیل امین وحی لے کر حاضر ہو گئے جس میں آیت مذکور تھی۔ جلاس نے جب یہ آیت سنی تو فوراً کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ غلطی مجھ سے ہوئی تھی اور عامر بن قیس نے جو کچھ کہا وہ سچ تھا مگر اسی آیت میں حق تعالیٰ نے مجھے توبہ کا بھی حق دیدیا ہے۔ میں اب اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور بعد میں یہ اپنی توبہ پر قائم رہے اور ان کے حالات درست ہو گئے اور آئندہ زندگی اسلام کی خدمت کیلئے وقف کر دی۔

منافقین کی احسان فراموشی

آگے دوسرے جرم یعنی منافقین کی احسان فراموشی کے بارے میں بتلایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت تم کو نعمتیں بخشی گئیں کہ اللہ نے تمہیں دولت مند کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل مدینہ تنگ دست تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک مدینہ میں آیا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی کھیتی باڑی اور باغوں کی پیداوار میں برکت عطا فرمائی اور مدینہ میں پیداوار اچھی ہونے لگی۔ پھر منافقوں کو مسلمانوں میں ملے جلے رہنے کی وجہ سے غنیموں میں سے حصہ ملتا رہا۔ جس سے وہ مالدار ہو گئے

ان کو چاہیے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احسان کے مشکور ہوتے مگر منافقوں نے بجائے شکر گزاری کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ باندھا۔ان احسانات کا بدلہ ان احسان فراموش نے یہ دیا کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دغا بازی کرنے لگے اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں کو ستانے پر کمر باندھ لی۔ پھر بھی اگر سچی توبہ کر کے شرارتوں اور احسان فراموشوں سے باز آجائیں تو ان کے حق میں بہتر ہے ورنہ خدا دنیا اور آخرت میں ان منافقین کو وہ سزا دیگا جس سے بچانے والا کوئی نہ ملے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم کو ایمان صادق اور اسلام کامل عطا فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے ایمان واسلام کو بچا۔ہم کو اپنی خطاؤں پر توبہ کی توفیق نصیب فرما اور ہر طرح کی ظاہری و باطنی نافرمانی سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ: ایسے گناہ کہ جن کے ارتکاب سے میں نے اپنے جسم کو تھکا دیا اور مخلوق سے پردہ کرتا رہا لیکن ہائے تجھ سے پردہ نہ ہو سکتا تھا لیکن تجھ سے پردہ میں ہو جانے کا خیال بھی نہ آیا۔

اس کے باوجود کہ آپ مجھ کو رسوا کر سکتے تھے مجھے رسوائی سے بچالیا اور حقیقت میں آپ کے سوا اور کون ایسا ہے کہ گناہ دیکھتا ہو اور پردہ پوشی کرتا ہو۔اے اللہ! میرے ہر گناہ کو معاف فرمادے۔

اے پروردگار میں تو نافرمانی کرتا رہا لیکن آپ نے اپنے حلم سے مجھے ڈھیل دیدی' مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھے چھوڑے رکھا' اس بداعمالی کے ساتھ میں نے جو مانگا آپ نے دیا۔آپ کا کہاں تک شکر ادا کروں' مجھ پر میرے دشمنوں نے خفیہ وعلانیہ حملے کئے مجھے ایذا پہنچانی چاہی۔لیکن آپ نے مجھے ان سے ان کے حملوں سے بچالیا اور مجھے رسوا نہ ہونے دیا۔ آپ نے مجھ گنہگار و عاصی کی اس طرح مدد کی جیسے آپ اپنے اطاعت گزار بندوں کی مدد فرماتے ہیں۔ مجھے اس طرح رکھا جیسے اپنے پسندیدہ بندوں کو رکھا کرتے ہیں لیکن اے پروردگار! اس کرم کے ہوتے ہوئے بھی میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا اور باز نہ آیا' الٰہی! مجھے محض اپنے فضل و کرم سے بخش دیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ

اور ان میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرماوے تو ہم خوب خیرات کریں اور ہم خوب

الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾

نیک کام کیا کریں سو جب اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے دیدیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کے عادی ہیں۔

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا

سو اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں انکے دلوں میں نفاق کردیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک رہیگا اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ

يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾

جھوٹ بولتے تھے۔ کیا انکو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انکے دل کا راز اور انکی سرگوشی سب معلوم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں

وَمِنْهُمْ اوران سے	مَنْ جو	عٰهَدَ اللّٰهَ عہد کیا اللہ سے	لَئِنْ البتہ اگر	اٰتٰنَا ہمیں دے دہ	مِنْ سے	فَضْلِهٖ اپنا فضل	لَنَصَّدَّقَنَّ ضرور صدقہ دیں ہم		
وَلَنَكُوْنَنَّ اور ہم ضرور ہو جائینگے	مِنَ سے	الصّٰلِحِيْنَ صالح (جمع)	فَلَمَّا پھر جب	اٰتٰهُمْ اس نے دیا انہیں	مِنْ سے	فَضْلِهٖ اپنا فضل			
بَخِلُوْا انہوں نے بخل کیا	بِهٖ اس میں	وَتَوَلَّوْا اور پھر گئے	وَّهُمْ اور وہ	مُّعْرِضُوْنَ روگردانی کرنیوالے ہیں	فَاَعْقَبَهُمْ تو اسنے انکا انجام کار کیا				
نِفَاقًا نفاق	فِيْ میں	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	اِلٰى تک	يَوْمِ اس روز	يَلْقَوْنَهٗ وہ اسے ملیں گے	بِمَا کیونکہ	اَخْلَفُوا انہوں نے خلاف کیا	اللّٰهَ اللہ	مَا جو
وَعَدُوْهُ اس سے انہوں نے وعدہ کیا	وَبِمَا اور کیونکہ	كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ وہ جھوٹ بولتے تھے	اَلَمْ کیا نہیں	يَعْلَمُوْٓا وہ جانتے	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ				
يَعْلَمُ جانتا ہے	سِرَّهُمْ انکے بھید	وَنَجْوٰىهُمْ اور ان کی سرگوشی	وَ اور	اَنَّ یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	عَلَّامُ خوب جاننے والا	الْغُيُوْبِ غیب کی باتیں		

منافقوں کی بدعہدی

گزشتہ کئی آیات سے منافقین کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے گزشتہ آیت میں منافقین کے دو جرائم یعنی جھوٹی قسمیں کھانا اور احسان فراموشی کرنے کے متعلق بیان ہوا تھا۔ اب ان آیات میں تیسرے جرم یعنی بدعہدی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ایک منافق شخص ثعلبہ کا واقعہ

منافقوں میں سے ایک خاص شخص کی حالت ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے کہ جس نے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مالدار کردے تو میں بڑی سخاوت کروں اور نیک بن جاؤں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے دولت مند اور خوشحال بنادیا اس نے وعدہ شکنی کی اور بخیل بن بیٹھا جس کی سزا میں قدرت نے اس کے دل میں ہمیشہ کیلئے نفاق جمادیا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے مالداری کی دعا فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ثعلبہ وہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس کثیر مال سے بہتر ہے جس کا شکر ادا کرنے کی طاقت تجھ میں نہ ہو۔ ثعلبہ نے مکرر درخواست کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تیری حالت ہو۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔ ثعلبہ نے تیسری بار اصرار کیا اور عرض کیا قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی

بنا کر بھیجا اگر آپ اللہ سے دعا کریں اور خدا تعالیٰ مجھے مالدار کر دے تو میں ہر حق دار کو اس کا حق ضرور پہنچاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کیلئے مال کی کثرت کی دعا فرمائی چنانچہ ثعلبہ نے چند بکریاں لیں اور تھوڑی مدت میں اتنی کثرت ہوئی کہ ثعلبہ مدینہ میں نہ رہ سکا۔ آبادی سے باہر اس نے اپنا مسکن بنالیا لیکن اب اس نے فجر' مغرب اور عشاء کی جماعت چھوڑ دی اور صرف ظہر وعصر کی جماعت میں آکر شریک ہوتا تھا اور کچھ دنوں کے بعد ظہر اور عصر کی جماعت بھی چھوڑ دی صرف جمعہ کو آتا رہا۔ بکریوں کی کثرت اور زیادتی برابر جاری تھی۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد جمعہ سے بھی غیر حاضر ہو گیا اور آنے جانے والوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دریافت کرلیا کرتا تھا ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ثعلبہ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار افسوس کیا پھر جب حکم الٰہی ہوا کہ صدقات وزکوٰۃ وصول کئے جائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحابی مقرر کئے اور مسلمانوں سے وصول صدقات کی تحریر ان کو لکھ دی اور دونوں سے فرمایا کہ ثعلبہ کے اور فلاں اسلمی شخص کے پاس بھی جانا اور مال صدقہ ان سے لے آنا۔ حسب الحکم دونوں روانہ ہو کر ثعلبہ کے پاس پہنچے اور فرمان گرامی سنا کر کر مال صدقہ طلب کیا تو وہ کہنے لگا کہ واہ یہ تو بالکل جزیہ ہوا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا اچھا اب تو جاؤ۔ لوٹتے ہوئے آنا۔ دونوں صاحب چل دیئے اور اسلمی شخص کے پاس پہنچے ان کے پاس اونٹ تھے۔ انہوں نے بے چون وچرا کئے بہترین اونٹ صدقہ میں دیئے۔ ہر چند محصلوں نے کہا کہ ہم کو بہترین مال لینے کا حکم نہیں ہوا۔ ایسے عمدہ چھنٹے ہوئے اونٹ صدقہ میں دینا واجب نہیں۔ مگر اسلمی نے ایک نہ مانی اور کہا کہ واجب نہ سہی میری خوشی اسی میں ہے۔ میں اپنی خوشی سے بہترین جانور دینا چاہتا ہوں آپ انہیں قبول فرمائیے۔ بالآخر انہوں نے لے لئے۔ دوسرے مسلمانوں سے مقررہ زکوٰۃ وصول کی اور لوٹ کر پھر ثعلبہ کے پاس پہنچے اس نے کہا کہ ذرا مجھے وہ پرچہ تو دکھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے۔ پڑھ کر کہنے لگا کہ یہ تو صاف صاف جزیہ ہے کافروں پر جیسا ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے یہ تو ویسا ہی ہے تم اس وقت جاؤ میں اس کے متعلق غور کروں گا۔ دونوں حضرات لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ابھی کچھ عرض بھی نہ کیا تھا انہیں دیکھتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثعلبہ کی بربادی اور اسلمی کیلئے برکت کی دعا دی۔ دونوں صاحبوں نے سلام عرض کر کے واقعہ عرض کیا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ نزول آیات کے وقت ثعلبہ کا ایک رشتہ دار موجود تھا۔ اس نے جا کر ثعلبہ کو اطلاع دی کہ تیرے حق میں یہ وعید نازل ہوئی ہے اور اس کے عزیز واقرباء نے اس پر طعن وتشنیع کی تو ثعلبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور خواہش کی کہ اس کے صدقہ کا مال قبول کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کرنے سے مجھے منع فرمادیا ہے۔ الحاصل ثعلبہ ناکام واپس چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس کا صدقہ قبول نہ فرمایا۔ پھر خلافت صدیقی میں آیا اور کہنے لگا کہ میری جو عزت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپؓ نے جواب دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا تو میں کیوں قبول کروں؟ غرض آپؓ نے بھی انکار کر دیا۔ جب آپؓ کا بھی انتقال ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر المومنین ہوئے تو پھر آیا اور کہا کہ آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کرسکتا ہوں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔ پھر خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ ازلی منافق پھر آیا اور منت سماجت کرنے لگا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں خلفاء رضی اللہ عنہما نے تیرا صدقہ قبول نہیں

فرمایا۔ تو میں کیسے قبول کرلوں؟ چنانچہ قبول نہیں کیا۔ خلافت عثمانی رضی اللہ عنہ میں ثعلبہ پھر مرگیا۔ الغرض اس نے پہلے تو قسمیں کھا کھا کر سخاوت کا وعدہ کرلیا لیکن بعد میں بجائے سخاوت کے اور بخیل ہوگیا اور وعدہ شکنی کی۔ اس جھوٹ اور عہد شکنی کے بدلے اس کے دل میں نفاق پیوست ہوگیا جو پوری زندگی اس کے ساتھ رہا۔ ان آیات کی شان نزول کی روایتوں میں اگر چہ نام خاص صرف ایک شخص ثعلبہ بن حاطب کا لیا گیا ہے لیکن روایات شان نزول کا حاصل صرف اس قدر ہوتا ہے کہ آیت کا سبب نزول وہ مخصوص واقعہ تھا یہ مقصود ہرگز نہیں ہوتا کہ آیت کا حکم یا آیت کی دلالت صرف اس شخص یا واقعہ تک محدود ہے۔

ثعلبہ کی زکوٰۃ بعد میں کیوں قبول نہ کی گئی

اس آیت سے متعلق مفسرین نے ایک شبہ کا ازالہ بھی کیا ہے اور وہ شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ جب ثعلبہ بعد میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا اور قبول نہ ہونے پر واویلا بھی مچایا تو اس کی توبہ قبول کیوں نہ ہوئی؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ ثعلبہ کا زکوٰۃ لے کر حاضر ہونا اور قبول نہ ہونے پر واویلا مچانا بر بنائے اخلاص نہ تھا بلکہ بدنامی اور عار سے بچنے کیلئے تھا اور بہت ممکن ہے کہ قبول کرنے کو منع کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی مراد ہو کہ چونکہ صدقہ قبول کرنے کیلئے ایمان شرط ہے اور نص سے اس شرط کی نفی ہو رہی ہے پھر اگر اخلاص ہوتا تو وہ خود بھی مساکین کو زکوٰۃ دے سکتا تھا لیکن اس کا از خود ادا کرنا کہیں منقول نہیں۔ یہ بھی خلوص نہ ہونے کی دلیل ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زکوٰۃ کو قبول نہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کیسے قبول کرسکتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ: آپ نے اپنے فضل سے جو ہم کو مال و دولت عطا فرمائی ہے اس کے حقوق ادا کرنے اور اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں ایسا مال کہ جو دنیا اور آخرت میں ہمارے لئے وبال ہو اللہ تعالیٰ ایسے مال سے ہم کو محفوظ فرمائیں۔ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک صاف رکھئے۔ اس دور میں ہر ظاہری و باطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ: میں نے کتنی بار توبہ کی، قسمیں کھائیں، واسطے دیئے کہ اب یہ گناہ نہ کروں گا لیکن جب شیطان نے اس گناہ کی طرف دعوت دی مجھے میرے نفس نے اس کو مزین کر کے سامنے کیا تو میں نے بے دھڑک اس گناہ کا ارتکاب کیا۔ افسوس مجھے لوگوں سے تو حیا آئی لیکن آپ سے کبھی حیا نہ کی کہ آپ ہر وقت دیکھنے اور خبر رکھنے والے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ سے کہاں چھپ سکتا ہوں نہ کوئی مکان، نہ اندھیرا، نہ کوئی حیلہ و تدبیر آپ سے اوجھل کرسکتا ہے۔ افسوس میری اس جرأت پر کہ جس کام کو آپ نے منع کیا تھا میں نے جان کے بھی مخالفت کی پھر بھی آپ نے پردہ فاش نہ کیا بلکہ اپنے بندوں میں اس طرح شامل رکھا کہ گویا میں بھی آپ کا فرمانبردار بندہ ہوں۔ ان گناہوں سے شرمندہ ہوں کہ ان کو سوائے آپ کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ چاہتے گناہ کرنے کے بعد کوئی نشان چہرے پر لگا دیتے لیکن اے اللہ! تو نے نیکوں کا سا چہرہ بنائے رکھا، لوگوں کی نگاہ میں باعزت رہا۔ لوگ مجھے اپنے نزدیک اچھا ہی سمجھتے رہے ورنہ میں تو جیسا تھا آپ کے علم میں ہے یہ محض آپ ہی کا فضل و کرم تھا۔ الٰہی! ایسے سب گناہ میرے بخش دیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

یہ ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو بجز محنت ومزدوری

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ

اور کچھ میسر نہیں ہوتا یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس تمسخر کا بدلہ دے گا اور ان کیلئے دردناک سزا ہوگی۔ آپ خواہ اُنکے لئے استغفار کریں

اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ

یا اُن کیلئے استغفار نہ کریں اگر آپ اُن کیلئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ اُن کو نہ بخشے گا یہ اس وجہ سے ہے کہ

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾

انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا

اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَلْمِزُوْنَ عیب لگاتے ہیں	الْمُطَّوِّعِيْنَ خوشی سے کرتے ہیں	مِنَ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن (جمع)	فِي میں	الصَّدَقٰتِ صدقہ (جمع) خیرات
وَ اور	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يَجِدُوْنَ نہیں پاتے	اِلَّا مگر	جُهْدَهُمْ اپنی محنت	فَيَسْخَرُوْنَ وہ مذاق کرتے ہیں	مِنْهُمْ ان سے
سَخِرَ مذاق (کا جواب دیا)	اللّٰهُ اللہ	مِنْهُمْ اُن سے	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ تو بخشش مانگ ان کیلئے
اَوْ یا	لَا تَسْتَغْفِرْ بخشش نہ مانگ	لَهُمْ ان کیلئے	اِنْ اگر	تَسْتَغْفِرْ آپ بخشش مانگیں	لَهُمْ انکے لئے	سَبْعِيْنَ ستر
مَرَّةً بار	فَلَنْ يَّغْفِرَ تو ہرگز نہ بخشے گا	اللّٰهُ اللہ	لَهُمْ ان کو	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ کیونکہ وہ	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا
بِاللّٰهِ اللہ سے	وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول	وَ اور	اللّٰهُ اللہ	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الْفٰسِقِيْنَ نافرمان

منافقوں کی مسلمانوں پر نکتہ چینی

منافقوں کی بدخصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں پر ہر وقت نکتہ چینی کرتے تھے اگر کوئی مسلمان بخلوص خاطر کچھ زائد مال صدقہ میں دیتا تو وہ کہتے کہ اس نے دکھانے اور ریا کرنے کیلئے دیا ہے اور کوئی غریب مسلمان جس کو زیادہ مال میسر نہ تھا معمولی چیز بطور صدقہ پیش کرتا تو اس کا مذاق اڑاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار دینار یا درہم حاضر کردیئے۔ ایک دوسرے صحابی عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ایک سو وسق کھجوریں جن کی قیمت چار ہزار درہم ہوتی تھی پیش کیں۔ منافقین کہنے لگے کہ ان دونوں نے دکھلاوے اور نام ونمود کو اتنا دیا ہے ایک غریب صحابی رضی اللہ عنہ جو محنت ومشقت سے تھوڑا سا کما کر لائے اس میں سے ایک صاع چھوارے صدقہ کیا تو منافقین مذاق اڑانے لگے کہ یہ خواہ مخواہ لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ بھلا اس کی ایک صاع کھجوریں کیا پکار کریں گی۔ غرض تھوڑا دینے والا اور زیادہ دینے والا کوئی ان کی زبان سے بچتا نہ تھا۔ کسی پر طعن، کسی پر تمسخر۔ حق تعالیٰ نے اس پر وعید سنائی کہ اس کے طعن وتمسخر کا ان کو بدلہ ملے گا۔ بظاہر تو وہ چند روز کیلئے مسخراپن کرنے کیلئے آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں لیکن فی الحقیقت اندر ہی اندر ان کی جڑیں کٹتی چلی جارہی ہیں اور عذاب الیم ان کیلئے تیار ہے جو قطعی طور پر ان کیلئے تجویز ہو چکا ہے۔ لہٰذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان طعن وتمسخر کرنے والے منافقین کیلئے دعا مغفرت کریں یا نہ کریں ان کے حق میں بالکل بیکار اور بے فائدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان کیلئے ستر مرتبہ بھی خدا سے مغفرت مانگیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا کہ تمسخر کی حد تک پہنچ

گئے۔ جس سے مغفرت کی صلاحیت اور اہلیت ہی ختم ہوگئی۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخر اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے دل پر مہر لگ چکی ہے اور ایسے فاسقوں اور نافرمانوں کو جو اپنے کفر میں اتنے سرکش ہوگئے ہوں اللہ تعالیٰ راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔ خدا ان بدبخت کافروں اور نافرمانوں کو کبھی معاف نہ کرے گا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے جنازہ کا واقعہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں دوسری آیت "استغفرلھم اولا تستغفرلھم" سے متعلق مدینہ میں واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا۔ اس کے بیٹے عبداللہ مومن مخلص تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے باپ کے مرنے کی اطلاع دی اور باپ کیلئے دعائے مغفرت کے طالب ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ پڑھانے کی بھی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص مبارک کفن میں دیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں آڑے آتے تھے اور کہتے تھے کہ یارسول اللہ یہ وہی شخص تو ہے جس نے فلاں فلاں وقت ایسی ایسی نالائق حرکات کیں۔ ہمیشہ منافقین کا علمبردار رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ آزاد رکھا گیا ہے کہ استغفار کروں یا نہ کروں یہ خدا کا فعل ہے کہ ان کو معاف نہ کرے یعنی ان کے حق میں استغفار نافع نہ ہو سو ان کے حق میں نہ سہی ممکن ہے دوسروں کے حق میں میرا یہ طرز عمل نافع ہو جائے دوسرے لوگ موذی اور دشمن کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وسعت اخلاق اور وفور رحمت وشفقت کو دیکھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام کے گرویدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بہت سے یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مہربانی دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ۷۰ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ۷۰ مرتبہ سے زائد استغفار کرتا گویا اس جملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمادیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس حق میں استغفار کو غیر مفید تصور فرما رہے تھے۔ فرق اس قدر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر بغض فی اللہ کے جوش میں صرف اسی نقطہ پر تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میت کے فائدہ سے قطع نظر فرما کر عام پیغمبرانہ شفقت کے اظہار کے فائدہ کا خیال فرما رہے تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور روایت میں ہے کہ اس نماز میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں تھے اور جنازہ کے ساتھ بھی گئے اور دفن میں بھی موجود رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد مجھے اپنی اس گستاخی پر بہت ہی افسوس ہونے لگا کہ میں نے ایسی اور اس قدر جرأت کیوں کی۔ لیکن آخر کار صریح حکم اس معاملہ میں نازل ہوا اور آیت "ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ" جو چند آیات کے بعد آگے آتی ہے۔ نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان میں سے اگر کوئی مرجائے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے۔ اس حکم کے نزول کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ تو حاصل ارشاد ان آیات کا یہ ہے کہ منافق درحقیقت کافر ہیں۔ لہٰذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کیلئے دعا مغفرت کریں یا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا کیونکہ یہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ یعنی ان کا کفران کی مغفرت نہ ہونے کا سبب ہے۔

کسی کا مذاق اڑانا ناجائز ہے

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ کسی مومن پر ناجائز طنزیا کسی کا مذاق اڑانا نفاق کی علامت ہے اس لئے مسلمانوں کو اس سے سختی سے پرہیز لازم ہے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ یا خیرات خواہ قلیل ہو یا کثیر اگر بخلوص نیت ہو تو مقبول ہے۔ جس طرح دولت مندوں کا دل کھول کر راہ خدا میں دینا قابل مدح ہے ویسے ہی غریب مزدوروں کا محنت مزدوری کر کے تھوڑی سی خیرات کرنی بھی قابل تحسین ہے۔ نیز یہ بھی صاف معلوم ہوا کہ کفر ایسی سخت چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم برحق تک کی استغفار سودمند نہیں۔

فقہاء نے یہیں سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ کافر کیلئے استغفار اور اس کی نماز جنازہ جائز نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہوں اگرچہ وہ خدا کو مانتے ہوں تب بھی وہ کافر ہی ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

یہ پیچھے رہ جانیوالے خوش ہو گئے رسول اللہ کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ

اور جان کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا اور کہنے لگے کہ تم گرمی میں مت نکلو آپ کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا

كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸۲

اگر وہ سمجھتے۔ سو تھوڑے دنوں ہنس لیں اور بہت دنوں روتے رہیں ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ کیا کرتے تھے

فَرِحَ خوش ہوئے	الْمُخَلَّفُوْنَ پیچھے رہنے والے	بِمَقْعَدِهِمْ اپنے بیٹھ رہنے سے	خِلٰفَ خلاف (پیچھے)	رَسُوْلِ رسول	اللّٰهِ اللہ	
وَكَرِهُوْٓا اور انہوں نے نا پسند کیا	اَنْ کہ	يُّجَاهِدُوْا وہ جہاد کریں	بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے	وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانیں	فِيْ میں	
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	لَا تَنْفِرُوْا نہ کوچ کرو	فِي الْحَرِّ گرمی میں	قُلْ آپ کہدیں	نَارُ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	
اَشَدُّ سب سے زیادہ	حَرًّا گرمی میں	لَوْ کاش	كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ وہ سمجھ رکھتے	فَلْيَضْحَكُوْا چاہئے وہ ہنسیں	قَلِيْلًا تھوڑا	وَلْيَبْكُوْا اور روئیں
كَثِيْرًا زیادہ	جَزَاۗءً بدلہ	بِمَا اس کا جواب	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے			

غزوہ تبوک کا پس منظر

اب آگے پانچواں جرم ان منافقین کے متعلق بیان فرمایا جاتا ہے جو غزوہ تبوک کی شرکت سے علیحدہ رہے۔ غزوہ تبوک بھی تاریخ اسلام میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس لئے آیت کی تشریح سے پہلے غزوہ تبوک کا تاریخی پس منظر بیان کیا جاتا ہے۔

اسلامی وفد اور قاصد کا قتل

صلح حدیبیہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت پھیلانے کیلئے جو وفد عرب کے مختلف حصوں میں بھیجے تھے ان میں سے ایک شمال کی طرف سرحد شام سے متصل قبائل میں بھی گیا تھا یہ زیادہ تر عیسائی مذہب کے پیروکار تھے اور قیصر شاہ روم کے زیر اثر تھے۔ ان لوگوں نے اسلامی وفد کے ۱۵ حضرات کو قتل کر دیا اور صرف رئیس وفد حضرت کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ بچ کر واپس آئے۔

اسی زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بصریٰ کے رئیس و سردار شرحبیل کے نام بھی دعوت اسلام کا پیغام بھیجا تھا مگر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اول قید کیا پھر سامنے بلا کر قتل کر دیا۔ یہ سردار بھی عیسائی تھا اور براہ راست قیصر روم کے احکام کا تابع تھا۔

تین ہزار مجاہدین کے لشکر کی روانگی

ان وجوہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج اور غصہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاولیٰ ۸ ہجری میں تین ہزار مجاہدین کی ایک فوج سرحد شام کی طرف بھیجی کہ اس ظالم اور بد عہد سردار شرحبیل سے اس غدر اور بے رحمی کا انتقام لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فوج کا سپہ سالار اور امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ کو مقرر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اول اس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو بہتر ورنہ اللہ ذوالجلال سے اعانت اور امداد کی درخواست کر کے ان سے جہاد و قتال کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس کچھ دور اس لشکر کے ہمراہ تشریف لے گئے اور پھر لشکر کو

رخصت کرتے وقت یہ وصیت فرمائی کہ ہر حال میں تقویٰ و پرہیز گاری کو ملحوظ رکھیں۔ اپنے رفقاء کی خیر خواہی کریں اللہ کی راہ میں اللہ کے نام پر اللہ سے کفر کرنے والوں سے جہاد وقتال کریں۔ غدر اور خیانت نہ کریں کسی بچہ' عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کریں۔

دو لاکھ سے زائد کافروں کا لشکر

شرحبیل کو جب اسلامی لشکر کی روانگی کا علم ہوا تو ایک لاکھ سے زائد لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے جمع کیا اور ایک لاکھ فوج سے ہرقل شاہ روم خود شرحبیل کی مدد کیلئے تیار تھا۔

مجاہدین کا اہم مشورہ اور کافروں سے مقابلہ

اسلامی لشکر جب راستہ معان میں پہنچا تو مسلمانوں کو اس کا علم ہوا کہ دو لاکھ سے زیادہ سپاہ کا لشکر جرار ہم تین ہزار مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے مقام بلقاء میں جمع ہوا ہے۔ مسلمانوں کا لشکر دو شب معان میں ٹھہرا اور مشورہ ہوتا رہا کہ کیا کرنا چاہئے۔ رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور مزید فوجی امداد کا انتظار کیا جائے اور مدینہ سے کافی کمک آجائے تو آگے بڑھا جائے۔ لشکریوں میں سے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اے قوم خدا کی قسم جس بات کو تم مکروہ سمجھ رہے ہو وہ تو وہی شہادت ہے جس کی تلاش میں تم مدینہ سے نکلے ہو۔ ہم کافروں سے کسی قوت اور کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے ہمارا لڑنا تو محض اس دین اسلام کی وجہ سے ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عزت بخشی ہے۔ پس اٹھو اور چلو دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل ہو گی۔ یا تو کفار پر غلبہ حاصل ہو گا یا شہادت کی نعمت نصیب ہو گی''۔ یہ سن کر مسلمانوں کے بدن میں حرارت پیدا ہو گئی اور رگ شجاعت میں ہمت و مردانگی کا خون دوڑنے لگا اور سب نے کہا کہ خدا کی قسم ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بالکل سچ کہا اور خدائے واحد کے پرستاروں اور جانبازوں کی یہ تین ہزار کی جمعیت دشمنان دین کے دو لاکھ کے لشکر جرار کے مقابلہ کیلئے موتہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور موتہ کے میدان میں دونوں جماعتیں مقابلہ کیلئے آمنے سامنے ہو گئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور مجاہدین کی جانبازیاں

مدینہ سے چلتے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی سرداری کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تھا اور یوں فرمایا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جھنڈا لینا چاہئے اور جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ جھنڈا لیں اور یہ بھی شہید ہوں تو مسلمانوں میں سے کوئی شخص حاکم بنا لیا جائے گویا ان الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کر دیا تھا کہ ایسا ضرور ہونا چاہئے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی میدان جنگ میں کشت وخون کا بازار گرم ہوا۔ خون کی سرخ ندیاں بہنے لگیں آخر حضرت زید رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور نیزوں کی چھاؤں میں گھر گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید کے ہاتھ سے اسلامی جھنڈے کا چھوٹنا تھا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے لپک کر اسے اٹھا لیا اور للکارا کہ بہادر مسلمانو آگے بڑھو اور خدا پر نظر رکھ کر دشمنوں کا قلع قمع کر دو۔ مسلمان شیر ببر کی طرح لپکے اور دشمنوں کے جم غفیر میں گھستے چلے گئے۔ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ دشمنوں نے حضرت جعفر کو ہر طرف سے گھیر لیا اور آپ کا گھوڑا زخمی ہو گیا تو گھوڑے سے اتر کر آئے اور خدا کے دشمنوں سے لڑتے رہے لڑتے لڑتے جب داہنا ہاتھ کٹ گیا تو علم کو بائیں ہاتھ سے سنبھالا۔ جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو علم کو سینہ پر رکھ کر دانتوں سے داب لیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت جعفر کی لاش کو تلاش کیا گیا تو ۹۰ سے زیادہ تیر' اور تلوار کے زخم تھے اور سب زخم سامنے تھے۔ پشت کی جانب کوئی زخم نہ تھا۔ چونکہ ان کے دونوں ہاتھ خدا کی راہ میں کام آئے اس لئے حق تعالیٰ نے ان کو دو بازو عطا فرمائے جن میں پرواز کی طاقت دی گئی کہ جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھریں۔ چنانچہ اب بھی ان کا لقب جعفر طیار اور ذوالجناحین ہے جس کے معنی ہیں اڑنے والا اور دو بازو والا۔

حضرت جعفر طیار کے ہاتھ سے اسلامی نشان گرا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فوراً اپنے ہاتھ میں لے لیا اور آگے بڑھے لڑے اور خوب لڑے مگر امر حق ان کیلئے مقدر ہو چکا تھا اس لئے تھوڑی ہی دیر بعد یہ بھی شہید ہو کر عالم بقا کو سدھارے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری اور فتح

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امیر لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنائے گئے اور انہوں نے اسلامی نشان لے کر قدم آگے بڑھایا اور نہایت شجاعت اور مردانگی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور عیسائی لشکر کو چیرتے پھاڑتے آگے چلے گئے۔ حضرت سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں یکے بعد دیگرے نو تلواریں بدلنی پڑیں اور آخر ایک چوڑی یمانی تلوار نے دیر تک کام دیا۔ جس کا آخر انجام یہ ہوا کہ رومی عیسائی فوج ٹھہر نہ سکی اور سینکڑوں ہزاروں لاشیں چھوڑ کر میدان سے رخ پھیر گئی۔ اسلامی لشکر بھی لڑتے لڑتے تھک گیا تھا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں میں ۱۲ شہید ہوئے تھے۔ رومیوں کی پسپائی کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تعاقب ان کا مناسب نہ سمجھا اور یوں بھی جنگ سے مقصود ملک گیری نہ تھا بلکہ اس ظلم کا انتقام لینا تھا جو قاصد رسول صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم شہید حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا اسی موتہ کے مقام پر انکو شرحبیل حاکم بصریٰ نے قتل کرایا تھا۔ سو انتقام بھرپور حاصل ہو چکا تھا اس لئے مدینہ کی طرف واپسی مناسب معلوم ہوئی اور اسلامی لشکر مدینہ واپس ہوا۔

جنگ موتہ کے نتائج

اس جنگ موتہ کے نتیجہ کو دیکھ کر سارا عرب اور تمام قرب و جوار کے ممالک یہ دیکھ کر ششدر اور حیران رہ گئے کہ کفار باوجود اتنی کثرت کے اہل اسلام پر غالب نہ آسکے اور بری طرح شکست کھائی۔ اس جنگ کے نتیجہ میں اور شام اور اس سے متصل رہنے والے قبائل اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔

قیصر روم کی تیاری اور غزوہ تبوک کی شروعات

اب قیصر روم نے جو اس وقت دنیا کی دو بڑی سلطنتوں میں سے ایک تھی مسلمانوں کو جنگ موتہ کی سزا دینے کیلئے تیاری شروع کر دی اور دوسرے ہی سال اس کے ماتحت جتنے سردار تھے وہ سب فوجیں اکٹھا کرنے لگے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ شاہ روم مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور لشکر جرار لے کر براہ شام حجاز کی طرف آنے کا قصد رکھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ خود ہی اس پر لشکر کشی فرمائیں۔ اور اس سے پہلے کہ وہ حدود عرب میں داخل ہو اس کو روک کر مقابل بنائیں۔ چنانچہ ماہ رجب ۹ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کا ارادہ فرمایا تا کہ دشمنوں کی سرحد (تبوک) پر پہنچ کر وہیں ان کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے عام مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ شاہ روم پر حملہ کی غرض سے جہاد کی جلد تیاریاں کریں۔ مسلمانوں کیلئے یہ وقت بھی سخت امتحان کا تھا کہ سفر دور دراز کا تھا اور گرمی سخت پڑ رہی تھی کہ گھروں میں بھی آرام نہ ملتا تھا۔ پھر کھجور کی فصل جس پر اہل مدینہ کی سال بھر کی گزران کا دارومدار تھا تیار تھی اور اس کے توڑنے کیلئے صبح شام کا انتظار تھا پھر آلات جنگ کی بہت کمی اور تنگی تھی۔ سواریوں اور سروسامان کا انتظام مشکل تھا سرمایہ کی کمی تھی۔ اور مقابلہ دنیا کی دو سب سے بڑی طاقتوں میں سے ایک سے تھا۔ لیکن اسی حالت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری جنگ کا اعلان عام کر دیا۔ سروسامان کی فراہمی کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام چندہ کی تحریک فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جن کے پاس ہتھیار نہ ہوں ان کو ہتھیار دو۔ جن کے پاس سواریاں نہ ہوں ان کو سواریاں دو جن کے پاس زادراہ اور کھانے پینے کا سامان نہ ہو ان کے لئے وہ مہیا کرو اور جان سے مال سے زبان سے ہمت سے جو کچھ مدد ہو سکے کرو اور جلد چلو تا کہ رومی لشکر حدود حجاز میں داخل نہ ہو جائے مومنین مخلصین سمعاً وطاعۃً کہہ کر جان و مال سے تیاری میں مصروف ہو گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثال قربانی

سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کل مال لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اہل و عیال کیلئے

38

کیا چھوڑا ہے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام اثاث البیت نقد اور جنس کا نصف حصہ پیش کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ اعانت کی۔ تین سو اونٹ مع ساز و سامان کے اور ایک ہزار دینار یعنی سونے کی اشرفیاں اور ایک روایت میں ۹۰۰ اونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار سرخ پیش کرنا بتلایا ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے اور یہ فرمایا کہ اس عمل صالح کے بعد عثمان کو کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ۲۰۰ اوقیہ چاندی لا کر پیش کی۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ۷۰ وسق کھجوریں پیش کیں (ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے) اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس مہم میں امداد کی مگر پھر بھی سواری اور زادراہ کا پورا سامان نہ ہو سکا۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم بالکل نادار تھے اور جن کے پاس نہ سواری تھی نہ زادراہ وہ روتے تھے کہ ہم اس شرکت جہاد کی سعادت سے محروم نہ رہیں۔

مدینہ منورہ میں انتظامیہ کا تقرر

یہ موقع عملاً ایمان و نفاق کے امتیاز کی کسوٹی بن گیا تھا۔ تقریباً ۸۲ شخص جو دکھاوے کے مسلمان تھے حیلے بہانے کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم چلنے کیلئے تیار ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام اور مدینہ کا والی مقرر کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل و عیال کی حفاظت اور خبر گیری کیلئے مدینہ میں چھوڑا اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنی مسجد کا امام مقرر فرمایا۔

روانگی اور مشکلات سفر

بہر حال رجب ۹ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰ ہزار مجاہدین کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے جس میں دس ہزار گھوڑے تھے پھر بھی لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ کئی کئی مجاہدین رضی اللہ عنہم کیلئے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے جس سے ہونٹ سوج گئے تھے پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں اونٹ اگر چہ سواری کیلئے پہلے ہی کم تھے ذبح انہی کو کر کے ان کے پیٹ سے پانی نکال کر پینے کی نوبت آئی۔

معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دوران سفر ایک منزل پر ٹھہرے تو پانی نہ تھا لشکری سخت پریشان تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے اللہ تعالیٰ نے مینہ برسا دیا جس سے سب سیراب ہو گئے۔ تبوک پہنچنے سے ایک روز پیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ کل چاشت کے وقت تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے جس میں پانی بہت قلیل ہے تو جو شخص اس چشمہ پر مجھ سے پہلے پہنچ جائے اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے روز اس چشمہ پر پہنچے تو پانی کا ایک ایک قطرہ اس میں سے رس رہا تھا۔ بدقت تمام کچھ پانی ایک برتن میں جمع کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے اپنا منہ ہاتھ دھو کر پھر اسی چشمہ میں ڈال دیا اور بعض روایات میں ہے کہ کلی چشمہ میں ڈال دی۔ کلی کا ڈالنا تھا کہ پانی فوارہ کی طرح چشمہ سے ابلنے لگا اور خدا جانے کہاں سے اتنے سوت کھل گئے کہ قریب ۲۰ دن کے عرصہ میں ۳۰ ہزار کا لشکر پینے، وضو کرنے، نہانے، دھونے اور جانوروں کے پلانے کیلئے کفایت سے بھی زیادہ خرچ کرتا رہا اور آج تک وہ فوارہ جاری ہے۔

تبوک میں قیام اور کامیاب واپسی

تبوک پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس روز قیام فرمایا مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا اور معلوم ہوا کہ قیصر روم اور اس کے تابعین نے مقابلہ پر آنے کی بجائے اپنی فوجیں سرحد سے ہٹا کر اندرون ملک لے گئے اور مقابلہ کی نوبت نہ آئی دشمن مرعوب ہو گیا اور آس پاس کے قبائل نے حاضر ہو کر سر تسلیم خم کیا اور اسلامی سلطنت کو جزیہ دینا منظور کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو صلح نامہ لکھوا کر عطا فرمایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع الخیر تبوک سے مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے تھی غزوہ تبوک کی تفصیل اور تاریخی پس منظر۔

منافقین کا کردار

ان آیات میں منافقوں کا حال بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے منافقوں کی جو جماعت حیلے بہانے کر کے مدینہ میں رہ گئی تھی وہ اپنے حیلہ کی کامیابی اور چال چلنے پر خوش ہوئی۔ اس کو گوارا نہ ہوا کہ راہ خدا میں مالی اور جانی قربانی کرے بلکہ گرمی کی شدت کی وجہ سے انہوں نے باہم ایک دوسرے کو جہاد پر جانے سے منع کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم کو موسمی گرمی کا خیال ہوا حالانکہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش ان میں اتنی سمجھ ہوتی کہ تھوڑی دیر کی تکلیف کو اختیار کرتے اور ابدی نجات حاصل کرتے مگر انہوں نے ابدی عذاب اختیار کیا اور تھوڑی دیر کی تکلیف برداشت نہ کی۔ اب ان کو بے انتہا ہمیشہ رونا پڑے گا اور یہ دوامی گریہ انکی بداعمالی کی وجہ سے ہے۔ جیسا کیا ویسا بھریں گے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرما اور منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہمارے نفوس وقلوب کو محفوظ فرما۔ ان شہدائے اسلام کے طفیل جنہوں نے دین کیلئے اپنی جانیں قربان کر دیں ہم کو بھی کفار ومشرکین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرما اور دین اسلام کی خدمت میں ہمارا بھی کوئی حصہ مقدر فرما آمین۔

یا اللہ: جس گناہ کو کر کے میں بھول گیا ہوں لیکن آپ کے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اس کو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپ کے یہاں موجود پاؤں گا۔ میں نے بارہا اعلانیہ گناہ کیا آپ نے چھپا لیا۔ لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کرے گا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول فرما لیجئے۔

میں نے ایسے گناہ بھی کئے کہ میں کرتا رہا اور ڈرتا رہا ہوں کہ اب پکڑا جاؤں گا مگر آپ نے بچائے رکھا، میں نے گناہ کرنے میں پوری کوشش صرف کر دی، رسوائی کا بھی خیال نہ کیا لیکن آپ نے پردہ پوشی ہی فرمائی۔ الٰہی وہ گناہ بھی میرے معاف کر دے۔

مجھے اس گناہ کی وعید اور سزا معلوم تھی آپ نے اس کے عذاب سے ڈرایا اس کی برائی بیان کی مجھے علم تھا لیکن نفس و شیطان نے اسے ایسا سجایا کہ میں نے آپ کی وعید و دھمکی سے بے اعتنائی برتی۔ اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوا

سو اگر خدا تعالیٰ آپ کو اُن کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے پھر یہ لوگ چلنے کی اجازت مانگیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو گے

مَعِيَ أَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا

اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن سے لڑو گے تم نے پہلے بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا تو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو

مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ

جو پیچھے رہ جانے کے لائق ہی ہیں۔ اور ان میں کوئی مرجاوے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو جئے

كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨٤﴾

انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالتِ کفر ہی میں مرے ہیں۔

فَإِنْ پھر اگر	رَّجَعَكَ وہ آپکو واپس لے جائے	اللّٰهُ اللہ	إِلٰى طرف	طَآئِفَةٍ کسی گروہ	مِّنْهُمْ ان سے	فَاسْتَأْذَنُوكَ پھر وہ آپ سے اجازت مانگیں		
لِلْخُرُوجِ نکلنے کیلیے	فَقُلْ تو آپ کہہ دیں	لَّنْ تَخْرُجُوا تم ہرگز نہ نکلو گے	مَعِيَ میرے ساتھ	أَبَدًا کبھی بھی	وَ اور	لَنْ تُقَاتِلُوا ہرگز نہ لڑو گے		
مَعِيَ میرے ساتھ	عَدُوًّا دشمن	إِنَّكُمْ بیشک تم	رَضِيتُمْ تم نے پسند کیا	بِالْقُعُودِ بیٹھ رہنے کو	أَوَّلَ پہلی	مَرَّةٍ بار	فَاقْعُدُوا سو تم بیٹھو	مَعَ ساتھ
الْخَالِفِينَ پیچھے رہ جانے والے	وَلَا تُصَلِّ اور نہ پڑھنا نماز	عَلٰى پر	أَحَدٍ کوئی	مِّنْهُمْ ان سے	مَاتَ مر گیا	أَبَدًا کبھی	وَلَا تَقُمْ اور نہ کھڑے ہونا	
عَلٰى پر	قَبْرِهِ اس کی قبر	إِنَّهُمْ بیشک وہ	كَفَرُوا انہوں نے کفر کیا	بِاللّٰهِ اللہ سے	وَرَسُولِهِ اور اسکا رسول	وَمَاتُوا اور وہ مرے	وَهُمْ جبکہ وہ	فَاسِقُونَ نافرمان

منافقین کو جہاد میں لے جانے کی ممانعت

منافقین مدینہ کے متعلق بیان گذشتہ آیات سے چلا آرہا ہے غزوۂ تبوک کے موقع پر جو ایک نہایت اہم غزوہ تھا اکثر منافقین نے حیلے بہانے اور جھوٹے عذر پیش کر کے خود بھی آرام طلب بنے اور دوسروں کو بھی کہتے کہ ایسی سخت گرمی میں اتنے لمبے اور سخت سفر کے لئے نہ نکلو۔ جس پر انہیں وعید سنائی گئی تھی۔ تو اب آئندہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ اب اگر آئندہ یہ منافقین بطور خوشامد اور دفع الزام کسی دوسرے غزوہ میں آپ کے ساتھ نکلنے کی اجازت بھی مانگیں تو ان کو اجازت جہاد میں شرکت کی نہ دی جائے اور ان کو صاف جواب دے دیا جائے کہ بس تمہاری ہمت اور شجاعت کا بھانڈا پھوٹ چکا اور تمہارے دلوں کا حال پہلے ظاہر ہو چکا۔ نہ تم کبھی ہمارے ساتھ جہاد میں نکلنے کو پسند کرتے ہو اور نہ دشمنان اسلام کے مقابلہ میں جان و مال کی بازی لگا سکتے ہو۔ لہذا اب تم کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے پہلے گھروں میں بیٹھے رہنے پر خوش رہے سو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ گھر میں گھسے عورتوں بچوں اپاہجوں کی طرح بیٹھے رہو۔ جس چیز کو تم نے پہلی بار اپنے لئے پسند کر لیا بس اسی حالت پر رہو۔ خلاصہ یہ کہ یہ حکم منافقین کے لئے بطور دنیاوی سزا کے نافذ کیا گیا کہ اگر آئندہ یہ سچ مچ بھی کسی جہاد میں شرکت کی درخواست کریں تو بھی انہیں شریک نہ کیا جائے۔ تو ایک ہدایت یہاں آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے منافقین کے متعلق یہ دی گئی۔

منافق کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت

اب آگے ان کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد برتاؤ بیان کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا کہ ان منافقین میں سے

کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ آپ کبھی نہ پڑھیں اور دعاء و استغفار کے لئے یا اہتمام دفن کے لئے اس کی قبر پر نہ جائیں اور اس کی وجہ بھی ساتھ ہی ارشاد فرمادی گئی کہ گو بظاہر یہ منافقین مسلمان بنے ہوئے ہیں مگر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ اسی حالت کفر میں مرتے ہیں یعنی مرتے دم تک اپنے نفاق سے سچی توبہ انہیں نصیب نہیں ہوتی۔

باتفاق محدثین و مفسرین یہ آیت عبداللہ بن ابی جو مدینہ میں رئیس المنافقین بنا ہوا تھا اس کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی جس کا بیان گذشتہ چند آیات پہلے بھی ہو چکا ہے۔

چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔

منافق کے جنازہ پڑھنے کی ممانعت ابدی ہے

گویا اس آیت کے نزول کے بعد منافقین کا جنازہ پڑھنا قطعاً ممنوع ہو گیا اور یہ حکم ابدی ہوا یعنی منسوخ نہ ہو گا اس لئے کہ نماز جنازہ ایک قسم کی شفاعت ہے اور کافر و منافق کے لئے شفاعت نہیں اور نماز تو درکنار کسی کافر اور منافق کی قبر پر کھڑا بھی ہونا اور اس کی تجہیز و تکفین میں شرکت کرنا ممنوع ہو گیا کیونکہ اس میں کافر کا اکرام ہے اور اس کی قبر اللہ کے غضب اور قہر کا محل ہے اس لئے مومن کے لئے جائز نہیں کہ ایسی جگہ ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہو جہاں اللہ کا غضب اور قہر نازل ہو۔

حضرت عمرؓ کی احتیاط

روایات میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ احتیاطاً ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھتے تھے جس کی نماز جنازہ میں حضرت حذیفہؓ شریک نہ ہوں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو منافقین کا نام بنام علم کرا دیا تھا۔ اسی لئے ان کا لقب ''صاحب سر رسول اللہ'' ہوا۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار۔

ایک اشکال کا ازالہ

ان آیات سے متعلق ایک اشکال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن ابی ایک ایسا منافق تھا جس کا نفاق مختلف اوقات میں ظاہر بھی ہو چکا تھا اور سب منافقوں کا سردار مانا جاتا تھا تو اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امتیازی سلوک کیسے ہوا کہ اس کے کفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عطا فرمایا؟ تو علمائے محققین نے اس کے دو سبب لکھے ہیں:۔

اول یہ کہ عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ ایک مخلص صحابی تھے۔ ان کی درخواست کو ان کی دلجوئی کے لئے منظور فرمالیا گیا تھا۔ دوسرا سبب ایک یہ بھی ہو سکتا ہے جو بخاری کی حدیث میں بروایت حضرت جابرؓ منقول ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر جب کچھ قریشی سردار گرفتار کئے گئے تو ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے بدن پر کرتا نہیں تو صحابہ سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو قمیص پہنا دیا جائے۔ حضرت عباس دراز قد تھے۔ عبداللہ بن ابی بھی دراز قد تھا اور اس کے سوا کسی کا قمیص حضرت عباس کے بدن پر درست نہ آیا تو عبداللہ بن ابی کا قمیص لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو پہنا دیا تھا اس کے اسی احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص اس کے صاحبزادے کو عطا فرما دیا تھا (قرطبی و معارف القرآن جلد ۴)

پھر علمائے محققین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ میرے قمیص سے یا نماز پڑھانے سے اس کی مغفرت نہیں ہو گی مگر اس سے دوسری مصالح اسلامیہ حاصل ہونے کی توقع تھی کہ اس کے خاندان کے لوگ اور دوسرے کفار جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ اس کے ساتھ دیکھیں گے تو وہ اسلام کے قریب آ جائیں گے۔ اور مسلمان ہو جائیں گے اور ممانعت صریح نماز پڑھنے کی اس وقت تک موجود نہ تھی اس لئے آپ نے نماز جنازہ پڑھ لی۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا کرتہ اس کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا مگر میں نے یہ کام اس لئے کیا کہ مجھے امید ہے کہ اس عمل سے اس کی قوم کے ہزار سے زائد آدمی مسلمان ہو جائیں گے چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ اس واقعہ کو دیکھ کر خزرج قبیلہ کے قریب ایک ہزار آدمی مسلمان ہوئے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرما اور منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ جو گناہ باعث تنگی رزق ہوں باعث مانع خیر و برکت ہوں باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرما دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَاَوۡلَادُهُمۡؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الدُّنۡيَا

اور اُن کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیا میں

وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوۡا

ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کا دم حالتِ کفر ہی میں نکل جاوے۔ اور جب کبھی کوئی ٹکڑا قرآن کا اس مضمون میں نازل کیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور

مَعَ رَسُوۡلِهِ اسۡتَاۡذَنَكَ اُولُوا الطَّوۡلِ مِنۡهُمۡ وَقَالُوۡا ذَرۡنَا نَكُنۡ مَّعَ الۡقٰعِدِيۡنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوۡا

اسکے رسول کے ہمراہ ہوکر جہاد کرو تو ان میں کے مقدور والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی یہاں ٹھیرنے والوں کیساتھ رہ جاویں

بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ﴿۸۷﴾

وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ سمجھتے ہی نہیں۔

وَلَا تُعۡجِبۡكَ اور آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں	اَمۡوَالُهُمۡ ان کے مال	وَاَوۡلَادُهُمۡ اور ان کی اولاد	اِنَّمَا صرف	يُرِيۡدُ چاہتا ہے	اللّٰهُ اللہ	اَنۡ کہ	
يُّعَذِّبَهُمۡ انہیں عذاب دے	بِهَا اس سے	فِى الدُّنۡيَا دنیا میں	وَتَزۡهَقَ اور نکلیں	اَنۡفُسُهُمۡ انکی جانیں	وَهُمۡ جبکہ وہ	كٰفِرُوۡنَ کافر ہوں	
وَاِذَاۤ اور جب	اُنۡزِلَتۡ نازل کی جاتی ہے	سُوۡرَةٌ کوئی سورت	اَنۡ کہ	اٰمِنُوۡا ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَجَاهِدُوۡا اور جہاد کرو	مَعَ ساتھ
رَسُوۡلِهِ اس کا رسول	اسۡتَاۡذَنَكَ آپ سے اجازت چاہتے ہیں	اُولُوا الطَّوۡلِ مقدور والے	مِنۡهُمۡ ان سے	وَقَالُوۡا اور کہتے ہیں	ذَرۡنَا چھوڑ دے ہمیں		
نَكُنۡ ہم ہو جائیں	مَعَ ساتھ	الۡقٰعِدِيۡنَ بیٹھ رہ جانیوالے	رَضُوۡا وہ راضی ہوئے	بِاَنۡ کہ وہ	يَّكُوۡنُوۡا ہو جائیں	مَعَ ساتھ	الۡخَوَالِفِ پیچھے رہ جانیوالی عورتیں
وَطُبِعَ اور مہر لگ گئی	عَلٰى پر	قُلُوۡبِهِمۡ انکے دل	فَهُمۡ سو وہ	لَا يَفۡقَهُوۡنَ سمجھتے نہیں			

کافروں ومنافقوں کی خوشحالی پر اشکال

ان آیات مذکورہ میں بھی انہی منافقین کا حال بیان کیا گیا ہے جو غزوۂ تبوک میں شریک ہونے سے حیلے بہانے کر کے رک گئے تھے۔ ان منافقین مدینہ میں اکثر مال دار اور خوشحال لوگ ہی تھے۔ ان کی ظاہری دولت مندی اور آسودگی سے سیدھے سادے مسلمانوں کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ جب یہ لوگ یعنی منافقین مردود و نامقبول ہیں تو دنیا میں ان کو مال و دولت کی نعمتیں کیوں ملیں۔ اور یہ کیوں اس قدر بے غم اور آسودہ حال ہیں تو اس شبہ کے ازالہ میں یہاں بتلایا گیا کہ دنیوی عیش و آرام اور کثرت مال و اولاد موجب فضیلت یا مقبولیت نہیں۔ کفار و منافقین کی دولتمندی اور کثرت اولاد درحقیقت رحمت و نعمت نہیں بلکہ زحمت ہے۔ یہ اموال و اولاد دنیا میں بھی ان کے لئے عذاب ہی ہے۔ اور آخرت کا عذاب تو اس کے علاوہ ہے ہی ایسی ہی آیت اسی سورۃ میں چار رکوع پہلے بھی گزر چکی ہے مگر چونکہ ایک عظیم شبہ کے ازالہ پر مشتمل ہے اس لئے بغرض تاکید اس کو دوبارہ ذکر کیا گیا۔

اشکال کا ازالہ

اس لئے کہ عام طبیعتوں میں حرص کا مادہ غالب ہوتا ہے اس لئے مال و دولت کو دیکھ کر نظریں چکا چوند ہو جاتی ہیں سو بتلا دیا کہ اگر مال و دولت خدا تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ بنیں تو نعمت ہیں اور اگر اس سے غفلت اور اس کی معصیت و نافرمانی کا ذریعہ بنیں تو عذاب اور مصیبت ہیں اور ان کے مال و اولاد کا عذاب ہونا اس طرح ہے کہ دنیا میں تحصیل مال اور اس کی حفاظت اور پھر اس کے بڑھانے کی فکر۔

محنت ومشقت میں لگے رہیں کہ کسی وقت کسی حال میں ان کو چین وسکون قلبی نصیب نہ ہو۔ پھر اگر اس مال میں کوئی نقصان یا کمی آ گئی تو اس کی محبت کے باعث اس کے فکروغم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اولاد کے لئے سامان راحت مہیا کرنے میں ہر وقت محنت ومشقت کھینچتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ دنیا کا مال ومتاع چونکہ ان کو آخرت سے غافل کر کے کفرو معاصی میں انہماک کا سبب بنتا ہے اس لئے سبب عذاب ہونے کی وجہ سے بھی اس کو عذاب کہا جاسکتا ہے۔ غرضیکہ جیتے جی یہ مال واولاد ان کے لئے عذاب ہے اور پھر یہ دکھ فقط زندگی ہی کا نہیں۔ مرنے کے وقت ان کی روح مال واولاد میں لٹکتی رہتی ہے اور مال واولاد چھوڑنے کی حسرت وندامت مرتے وقت بھی چین نہیں لینے دیتی اور اسی بے چینی میں جان تڑپ تڑپ کر نکلتی ہے۔ گویا موت بھی چین کی نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ایسی موت سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں اور اپنے ذکروفکر کے ساتھ ایمان واسلام کی چین وسکون کی موت ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الحاصل اس طرح یہ کثرت مال اور اولاد کفار ومنافقین کے حق میں دنیا اور دین کے وبال کا باعث ہے۔

منافقوں کی حیلہ تراشی

یہ بتلا کر پھر منافقین کی حیلہ تراشی' بے ایمانی' احکام الٰہی سے سرتابی کی کیفیت بیان ہوتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب قرآن کا کوئی حصہ یا سورۃ مالی وجانی جہاد کا حکم لے کر نازل ہوتا ہے تو اچھے تندرست مالدار اور صاحب استطاعت منافق اجازت لینے آتے ہیں کہ ہم کو ان لوگوں کے ساتھ رہنے دیجئے جو کمزور نحیف یا بیمار یا زیادہ بوڑھے یا کم عمر بچے ہیں۔ گویا انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ رہ جانا پسند کیا جو کسی شرعی عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک ہونے سے معذور ہیں۔ تو بات دراصل یہ ہے کہ ایمان سے ان کے دل خالی ہیں۔ ان کے دلوں پر زنگ بلکہ پردہ اور مہر الٰہی لگ چکی ہے پس وہ جہاد کے انوار وبرکات اور اس کی سعادت کو نہیں سمجھتے۔ دانشمندی اور دینی سمجھ اور انجام کار کو سمجھنا ان سے بہت دور ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جزا وسزا عذاب وثواب کا یقین ہی نہیں رکھتے ان کا اللہ اور رسول پر ایمان ہی نہیں پھر کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کر سکتے ہیں اور جانی ومالی قربانی پیش کر سکتے ہیں۔

جہاد سے گریز نفاق کی علامت ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حکم الٰہی خصوصاً حکم جہاد سے گریز کرنے کے لئے حیلہ تراشی کرنا یہ نفاق کی پکی علامت ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب انسان خود احکام الٰہی سے سرتابی کرتا رہتا ہے تو اس کے دل پر زنگ آ جاتا ہے اور زنگ کے بعد پردہ پڑ جاتا ہے۔ اور اسی کو مہر لگ جانے سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے بعد خیر وشر اور حق وباطل کا امتیاز بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہم کو اپنے راستہ میں جان ومال کی قربانی پیش کرنے کا عزم وجذبہ نصیب فرما۔ مال ودولت کی محبت سے ہمارے دلوں کو فارغ رکھ اور اپنی خوشنودی کے لئے ہمیں اپنے راستہ میں مال خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ بہت سے گناہ اس طرح کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ آپ کے سامنے ہوں مگر خیال کیا توبہ کرلوں گا' معافی چاہ لوں گا۔ الٰہ العالمین! گناہ کرلیا اور نفس وشیطان نے توبہ واستغفار سے باز رکھا' گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا رہا۔ میں توبہ کرتا ہوں' معافی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف کردے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ

ہاں لیکن رسول اللہ اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہیں انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہی کیلئے

الْخَيْرٰتُ ؗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

وہ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

لٰكِنِ لیکن	الرَّسُوْلُ رسول	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ	جٰهَدُوْا انہوں نے جہاد کیا	بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے	
وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانیں	وَاُولٰٓئِكَ اور وہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	الْخَيْرٰتُ بھلائیاں	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ	هُمْ وہ	الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے	
اَعَدَّ تیار کیا	اللّٰهُ اللہ	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے
فِيْهَا ان میں	ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِيْمُ بڑی				

مخلص و فرمانبرداروں کی تعریف

گذشتہ آیت میں ان منافقین کی مذمت بیان ہوئی تھی جو وسعت، طاقت اور قوت کے ہوتے ہوئے جہاد کے لئے نہیں نکلتے تھے۔ اب ان منافقین کے مقابلہ میں یہاں حق تعالیٰ اپنے مخلص فرمانبردار تابعدار بندوں کا مدح کے پیرایہ میں تذکرہ اور ان کے نیک انجام کا ذکر فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اپنے مولیٰ کی رضاجوئی کے لئے جان و مال قربان کرنا یہی بندگی مقبولیت اور محبوبیت کی علامت ہے۔ دیکھو یہ ہیں خدا کے وفادار بندے جو اس کے راستہ میں نہ جان سے ہٹتے ہیں نہ مال سے۔ کیسا ہی خطرہ کا موقع ہو اسلام کی حمایت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہر قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پھر ایسوں کے لئے فلاح و کامیابی نہ ہوگی تو اور کس کے لئے ہوگی۔

تو یہاں صحابہ کرامؓ کے اخلاص کی مدح ان کی جانی و مالی قربانیوں کی مقبولیت کی طرف صاف اشارہ ہے۔ یہاں آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخلصین مومنین کا بھی تذکرہ فرمایا اور اس میں نیک طبقہ کو بھی شامل فرما دیا جنہوں نے تمام احکام خداوندی کی تصدیق کی اور کسی قسم کی مالی و جانی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ جہاد کی دونوں قسموں میں حصہ لیا یعنی مال سے مدد کرنا اور جان سے کوشش کرنا۔ پھر ایسے مومنین کے لئے صراحت فرما دی کہ انہی کے حصہ میں بھلائیاں اور خوبیاں ہیں۔ یہی کامیابی حاصل کرنے والے اور فلاح پانے والے لوگ ہوں گے۔ خصوصاً آخرت میں ان کو جنت نصیب ہوگی جو فی الحقیقت سب سے بڑی کامیابی ہے۔

غزوۂ تبوک میں صحابہ کرام کی بے مثال قربانی

غزوۂ تبوک کی تیاری کا مومنین کو جس حالت اور جس زمانہ میں حکم ہوا ہے اس کا کچھ حال گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا ہے۔ صحابہ کرام تھکے ماندے لڑائی سے مدینہ واپس آئے ہی تھے کہ فوراً دوسری جنگ کے لئے پھر حکم ہوا۔ گرمی بلا کی تھی۔ سفر دور کا تھا۔ اور مقابلہ بھی اس وقت کی دو بڑی مستحکم سلطنتوں میں سے ایک سلطنت روم سے تھا۔ لیکن اس موقع پر جو مستعدی صحابہ کرامؓ نے دکھائی خلوص اور اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ حکم ملتے ہی تمام مسلمان تعمیل حکم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اپنی جان کو لے کر اس کو اسلام پر قربان کرنے کے لئے سب حاضر ہو گئے۔ جو مالدار تھے انہوں نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق مال لا کر حاضر کر دیا۔ بلکہ اکثروں

نے حیثیت سے زیادہ دیا اور یہ سب کسی دنیوی لالچ کے لئے نہیں بلکہ سچے دل سے اللہ کی اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس پر ان کے لئے دونوں جہان کی کامیابی کا حکم سنایا گیا جو دنیا میں یوں پورا ہوا کہ غزوۂ تبوک سے بامراد واپس ہوئے اور اطراف عالم میں مسلمانوں کا دبدبہ اور شوکت و رعب بیٹھ گیا۔ یہ تو دنیا کی ان کی کامیابی تھی اور اس غزوہ میں شامل ہونے کے لئے اللہ اور رسول کی خاطر سایہ دار درخت' ٹھنڈا پانی' گھر کا آرام سب کچھ چھوڑا۔ ان کے لئے آخرت میں سرسبز میووں سے لدے ہوئے باغ تیار ہونے' ٹھنڈے پانی کی نہریں جاری ہونے اور ان سب نعمتوں سے جی بھر کر ابدالآباد تک لطف اندوز ہونے کی بشارت سنائی گئی۔ جہاں سے ان کو کوئی نکالنے والا نہیں۔ ہمیشہ آرام و آسائش کے ساتھ بسر کریں گے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہوگی۔ دنیا کے عارضی چند روزہ آرام کو اللہ اور رسول کے لئے چھوڑ کر اور ان کی فرمانبرداری میں دھوپ گرمی اور پیاس سہہ کر آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے آرام کا تمام سامان حاصل کر لینا واقعی خوش قسمتی کی انتہا ہے۔ اور آج بھی جو خوش نصیب یہ ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے آج بھی قربانی کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ یعنی جہاد جانی و مالی۔ پھر اس کے ساتھ فلاح و کامیابی کا وعدہ حق تعالیٰ کا موجود ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت

ان آیات کو اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ مخصوص کیا جائے تو غور کیجئے کہ کتنے وجوہ سے ان کی فضیلت رہتی دنیا تک اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ظاہر فرما دیں:-

اول تو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا جس کی کوئی حاجت نہ تھی۔ لیکن اس سے بھی صحابہ کرام ہی کی مدح مقصود ہے کہ جہاد میں ان کا خلوص بھی کامل ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکمل ہے۔

دوسرے یہ کہ ان حضرات کے جہاد کی مقبولیت کا اظہار فرمایا اور سرٹیفکیٹ عنایت فرما دیا کہ انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔

تیسرے ان حضرات کے حق میں صاف فرمایا وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ انہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں۔

چوتھے یہ بشارت سنا دی۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یہی لوگ کامیاب ہیں۔

پانچواں یہ انعام خداوندی سنا دیا۔

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

چھٹے یہ مژدہ اور خوشخبری بھی سنا دی۔ خَالِدِينَ فِيهَا وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔

ساتویں ان حضرات کی خوش قسمتی اور کامیابی کو بتلایا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ یہی بڑی کامیابی اور کامرانی ہے۔

ان تمام امور سے صحابہ کرام کی فضیلت کا اندازہ لگایئے۔

دعا کیجئے

یا اللہ صحابہ کرام کی قربانیوں کے طفیل میں اور ان کی مقبولیت کے صدقہ میں ہم کو بھی دین کے لئے اور اپنی خوشنودی کے لئے اپنے راستہ میں جان و مال خرچ کرنے کا عزم و ہمت اور توفیق عطا فرما۔ آمین۔

یا اللہ میرے گناہوں کو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں' میں تو کر کے بھول بھی گیا ہوں مگر آپ کے علم میں سب ہیں۔ کل بروز قیامت آپ مجھ سے سوال کریں گے' سوائے اقرار کرنے کے اور کیا جواب دوں گا۔ اے اللہ! مواخذہ نہ فرمانا آج ہی وہ سب گناہ معاف فرما دیجئے۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور کچھ بہانہ باز لوگ دیہاتیوں میں سے آئے تاکہ اُنکو اجازت مل جاوے اور جنہوں نے خدا سے اور اسکے رسول سے بالکل ہی جھوٹ بولا تھا

سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۹۰ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى

وہ بالکل ہی بیٹھ رہے ان میں جو کافر رہیں گے انکو دردناک عذاب ہوگا۔کم طاقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى

اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ کرنے کو میسر نہیں جبکہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے ساتھ خلوص رکھیں ۔ان نکوکاروں پر

الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۹۱

کسی قسم کا الزام نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

وَجَآءَ اور آئے	الْمُعَذِّرُوْنَ بہانہ بنانیوالے	مِنَ سے	الْاَعْرَابِ دیہاتی (جمع)	لِيُؤْذَنَ کہ رخصت دی جائے	لَهُمْ ان کو	وَقَعَدَ بیٹھ رہے
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	كَذَبُوا جھوٹ بولا	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	سَيُصِيْبُ عنقریب پہنچے گا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا
مِنْهُمْ ان سے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	لَيْسَ نہیں	عَلَى پر	الضُّعَفَآءِ ضعیف (جمع)	وَلَا اور نہ
عَلَى پر	الْمَرْضٰى مریض (جمع)	وَلَا اور نہ	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ	لَا يَجِدُوْنَ نہیں پاتے	مَا جو
يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کریں	حَرَجٌ کوئی حرج	اِذَا جب	نَصَحُوْا وہ خیر خواہ ہوں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	وَ اور	رَسُوْلِهٖ اس کا رسول
مَا نہیں	عَلَى پر	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والے	مِنْ سَبِيْلٍ کوئی راہ (الزام)	وَاللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان

مضافات مدینہ کے منافقوں کے دو گروہ

اب تک گذشتہ آیات میں شہر مدینہ کے منافقین کا ذکر تھا۔اب دیہات کے منافقین کا ذکر ہے۔ان میں سے یہاں دو قسموں کا ذکر فرمایا ایک تو وہ جو باوجود نفاق کے محض رسم ظاہر داری نبھانے کے لئے جھوٹے حیلے بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے آئے تھے۔جب ان دیہاتی منافقین کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو شام کی طرف جنگ کے ارادے سے کوچ کرنے کا حکم مل چکا ہے اور لوگ اس کے لئے تیاری کر رہے ہیں تو ان میں سے بعض تو ظاہری تعلقات کی بناء پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس موقع پر ہماری شرکت مشکل ہوگی۔علاوہ فصل کی تیاری اور موسمی گرمی کے ہمیں یہ بھی خطرہ ہے کہ آس پاس کے دشمن ہماری غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ہمارے گھر بار و مال لوٹ لیں گے اس لئے ہمیں اجازت مل جائے کہ ہم گھر ہی پر ٹھہریں یوں تو دعوے ایمان میں سبھی منافقین جھوٹے تھے مگر جو عذر کرنے آئے تھے انہوں نے اپنے دعوے کو ظاہر داری میں تو نباہا۔اور کچھ ایسے متکبر اور بے باک تھے جنہوں نے ظاہر داری بھی نہ برتی وہ جیسے دل میں جھوٹے تھے ظاہر میں بھی ان کا جھوٹ کھل گیا۔جہاد کا نام سن کر گھروں میں بیٹھ رہے۔بالکل بے باک اور بے حیا ہو کر عذر کرنے بھی نہ آئے۔یہاں ان آیات میں دونوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ قابل الزام ہیں۔اب اگر انہیں آگے چل کر توبہ نصیب نہ ہوئی اور اپنے کفر پر اخیر دم تک قائم رہے تو ان کے لئے آخرت میں عذاب دردناک ہوگا۔

واقعی معذور

ان جھوٹے عذر کرنے والوں اور جھوٹ موٹ بہانے بنانے والوں کے بعد سچے معذورین کا بیان ہوتا ہے جن کے عذر قابل قبول ہیں اور وہ عذر یہ ہیں کمزوری' بیماری اور تنگدستی ۔ کمزوری کے عذر میں عورتیں' بچے بوڑھے سب آ گئے یہ اگر جنگ کے لئے جہاد میں شامل نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔اسی طرح وہ لوگ جو بیماری کی وجہ سے مشقت بدنی برداشت کرنے کے قابل نہیں مثلاً لولے لنگڑے' اپاہج یہ بھی غیر حاضر ہو سکتے ہیں۔ مفلس اور تنگدست بھی معذور رکھے جا سکتے ہیں کیونکہ سفر کے واسطے زادراہ' سواری' اور لڑائی کے واسطے اسلحہ' ہتھیار اور بچاؤ کے سامان کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر شامل ہونا اپنے کو خطرے اور ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ یہ تین قسم کے لوگ اگر جنگ میں شامل نہ ہوں تو ان کا عذر قبول کیا جا سکتا ہے کہ یہ واقعی معذور ہیں۔

قبولیت عذر کی شرط

لیکن ان کی معذوری اور معافی کی بھی ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ رہیں خدا اور رسول کے ساتھ معاملہ ٹھیک رکھیں مسلمانوں کو اخلاقی مدد سے تقویت پہنچائیں۔ تندرست مالدار لوگوں کو جنگ میں شامل ہونے کی ترغیب دیں اور ایسی کوئی بات اپنے قول و فعل سے ظاہر نہ ہونے دیں جس سے دوسروں کی ہمت ٹوٹے۔ اپنی ہر بات سے نیکی اور خلوص کا ثبوت دیں اور مسلمانوں کی خیر خواہی جو ان کے بس میں ہو کرتے رہیں۔ ایسے لوگ واقعی معذور ہیں اور ان پر جہاد کی عدم شرکت سے کچھ الزام نہیں۔ ایسے معذور مخلصین سے اگر بتقاضائے بشریت کوئی کوتاہی ہو جاوے تو حق تعالیٰ کی مہربانی اور بخشش سے توقع ہے کہ وہ درگزر فرمائے گا۔

اب یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جن کا جہاد میں شرکت نہ کرنے کا عذر قبول فرمایا گیا اور ضعیفی۔ بیماری اور تنگدستی کی وجہ سے وہ معذور سمجھے گئے اور ان پر کوئی الزام جہاد میں شرکت نہ کرنے کا نہیں رکھا گیا ان کے لئے بھی جہاد کی شرکت سے معافی اور استثنا اس شرط کے ساتھ ہے۔ **اذا نصحوا للّٰہ و رسولہ** یعنی یہ

۱- کمزور اور ناتواں بوڑھے' بچے اور عورتیں۔

۲- مریض بیمار جس میں اندھے' لولے' لنگڑے بھی داخل ہیں۔

۳- غریب و نادار جن کے پاس نہ سواری ہے نہ ہتھیار اور نہ سرمایہ ہے کہ جس سے سامان جہاد مہیا کر سکیں۔ ایسے لوگوں پر جہاد سے پیچھے رہ جانے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ لوگ دل و جان سے اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ اور مخلص و وفادار ہوں۔ اور اللہ اور رسول کے احکام میں خلوص رکھیں اور ان کی دل سے اطاعت کرنے والے ہوں۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہم کو ہر حال میں اپنا مخلص بندہ بنا کر زندہ رکھئے۔ اور اسی حالت پر موت نصیب فرمائیے۔
ہم کو ہر حال میں اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا عزم و نیت صادق رکھنے کی سعادت عطا فرما اور اپنے مخلص بندوں میں شامل ہونا مقدر فرما۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی۔ میں آپ کے غضب و عذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرما دیں گے اب اس امیدوار کو نا امید نہ فرمانا' میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا

اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ اور الزام ہے کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ اُن کو سواری دیدیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں

وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝۹۲ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى

جس پر میں تم کو سوار کر دوں تو وہ اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ ان کو خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں۔ بس الزام

الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى

تو صرف ان لوگوں پر ہے جو باوجود اہل سامان ہونے کے اجازت چاہتے ہیں وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور اللہ نے انکے

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۹۳

دلوں پر مہر کردی جس سے وہ جانتے ہی نہیں۔

وَلَا اور نہ	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اِذَا جب	مَآ اَتَوْكَ جب آپ کے پاس آئے	لِتَحْمِلَهُمْ تاکہ آپ انہیں سواری دیں	قُلْتَ آپ نے کہا		
لَآ اَجِدُ میں نہیں پاتا	مَآ اَحْمِلُكُمْ تمہیں سوار کروں گا	عَلَيْهِ اس پر	تَوَلَّوْا وہ لوٹے	وَ اور	اَعْيُنُهُمْ ان کی آنکھیں	تَفِيْضُ بہہ رہی ہیں	مِنَ سے	
الدَّمْعِ آنسو (جمع)	حَزَنًا غم سے	اَلَّا يَجِدُوْا کہ وہ نہیں پاتے	مَا جو	يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کریں	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں صرف	السَّبِيْلُ راستہ (الزام)		
عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَسْتَاْذِنُوْنَكَ آپ سے اجازت چاہتے ہیں	وَهُمْ اور وہ	اَغْنِيَآءُ غنی (جمع)	رَضُوْا وہ خوش ہوئے	بِاَنْ کہ		
يَكُوْنُوْا وہ ہو جائیں	مَعَ ساتھ	الْخَوَالِفِ پیچھے رہ جانے والی عورتیں	وَطَبَعَ اور مہر لگادی	اللّٰهُ اللہ	عَلَى پر	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	فَهُمْ سو وہ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے

وہ حضرات جو بے سرو سامانی کے سبب رہ گئے

• گذشتہ آیات میں ان شرعی مجبوریوں کا ذکر ہوا تھا کہ جن کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص جہاد میں نہ جائے تو اس پر مواخذہ نہیں۔

اب ایک چوتھی جماعت کا بیان ہوتا ہے کہ جن پر جہاد کی شرکت نہ کرنے پر کوئی الزام اور گناہ نہیں اور یہ صحابہ کرام کی وہ جماعت تھی جو جہاد کی شرکت کے لئے تڑپتے تھے مگر اسباب سے مجبور ہو کر بادل نخواستہ رک جاتے۔ جب جہاد کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہوا اور مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو بعض صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا کہ حضور ہمارے پاس سواریاں نہیں۔ آپ ہماری سواریوں کا انتظام فرمادیں تاکہ ہم بھی راہ خدا میں جہاد کرنے کا اور آپ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کریں آپ نے جواب دیا کہ اس وقت تو میرے پاس ایک بھی سواری نہیں۔ یہ ناامید ہو کر غمزدہ اور رنجیدہ روتے ہوئے لوٹے۔ ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اس وقت ہمرکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ اور عورتوں کی طرح انہیں یہ مدت گھروں میں گزارنی پڑے گی۔ نہ ان کے پاس خود ہی کچھ ہے نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے پس جناب باری تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر ان کی تسلی کردی۔

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ تبوک کے اثنائے سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ مدینہ میں تم کچھ لوگ ایسے چھوڑ آئے ہو جو ہر قدم پر تمہارے اجر میں شریک ہیں۔ تم جو قدم خدا کے راستہ میں اٹھاتے ہو یا کوئی جنگل قطع کرتے ہو یا کسی پگڈنڈی پر چلتے ہو وہ برابر ہر موقع پر تمہارے ساتھ ساتھ ہیں۔ صحابہ کرام نے تعجب سے کہا "کیا مدینہ میں رہتے ہوئے"؟ آپ نے فرمایا ہاں

مدینہ ہی میں رہتے ہوئے کیونکہ مجبوری نے ان کو روک لیا تھا ورنہ وہ خود رکنے والے نہ تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایثار

کتب تفسیر و تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ متعدد حضرات تھے اور انصار میں سے تھے۔ وہ غم کے مارے روتے ہوئے اپنے گھروں کی طرف واپس ہوئے تھے اور روتے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسا سامان کر دیا کہ چھ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے آپ نے یہ ان کو دے دیئے اور ان میں سے تین کے لئے سواری کا انتظام حضرت عثمان غنیؓ نے کر دیا حالانکہ وہ اس سے پہلے بہت بڑی تعداد میں مجاہدین کا انتظام اپنے خرچ سے کر چکے تھے۔

قبولیت عذر

پھر بھی بعض ایسے رہ گئے جن کو آخر وقت تک سواری نہ ملی اور مجبور ہو کر رہ گئے اور جن کا عذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ارشاد فرمادیا کہ ان معذورین پر کوئی الزام و مواخذہ نہیں۔ واقعی میں جو مورد الزام اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کے مجرم ہیں وہ تو وہی لوگ ہیں جو ہٹے کٹے اور مالدار ہیں پھر بھی جہاد میں شرکت نہ کرنے کی اجازت چاہتے ہیں اور معذور طبقہ کے ساتھ مدینہ میں رہنا چاہتے ہیں اور باوجود قدرت و استطاعت کے جہاد سے پہلو تہی کرتے ہیں اور نہایت بے حمیتی سے یہ عار گوارا کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح گھر میں گھس کر بیٹھ جائیں ان کی اس بداعمالی کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر خداوندی لگ چکی ہے کہ اب انہیں اپنے بھلے برے کی کوئی سمجھ ہی نہ رہی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ صدق نیت اور خلوص ہر مومن کے لئے لازم ہے اگرچہ کام کی استطاعت حاصل نہ ہوتا ہم وہ صادق النیت جو عمل کرنے سے شرعاً معذور ہے نیکوکار ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ اپنے ان مقبول و محبوب صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے متعلق قرآن پاک کی یہ آیات نازل ہوئیں ہم کو بھی صادق جذبۂ جہاد عطا فرما۔

اپنے دین اسلام کی خدمت اور سربلندی کے لئے ہم کو بھی کوئی خدمت نصیب فرما دے۔ ہم کو بھی اپنی جان و مال کو آپ کے راستہ میں قربان کرنے کا جذبہ عطا فرما دے۔

ہر کام اور عمل میں ہم کو نیت صادق اور خلوص عطا فرما دے۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کر دیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں۔ عزت سے محروم کر دیں اور برائی کے لائق کر دیں۔ آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔

میں ہر اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے آپ کی کسی مخلوق کو عار دلائی ہو یا آپ کی مخلوق کو فعل قبیح میں مبتلا کر دیا ہو اور خود میں بھی اس میں لگ گیا ہوں اور جرأت کے ساتھ کر رہا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آدابِ تلاوت

مسواک اور وضو کے بعد تنہائی میں نہایت احترام اور تواضع کے ساتھ قبلہ رخ ہو کر نہایت ہی دل کے حضور اور خشوع کے ساتھ اس لطف سے جو اُس وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق تعالیٰ جل شانہٗ کو کلام پاک سنا رہا ہے۔

اگر معنیٰ سمجھتا ہے تو تدبر اور تفکر کے ساتھ آیات رحمت پر دُعائے مغفرت مانگے اور آیات عذاب پر اللہ سے پناہ چاہے۔ کہ اُس کے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں۔

اور از خود تلاوت میں رونا نہ آئے...... تو بہ تکلف رونے کی کوشش کرے۔

کلام پاک کو کسی اونچی جگہ پر رکھے...... تلاوت کے درمیان کسی سے کلام نہ کرے۔

اگر کوئی ضرورت پیش ہی آ جائے تو کلام پاک بند کر کے بات کرے۔ اور پھر اُس کے بعد اعوذ پڑھ کر شروع کرے۔

اگر مجمع میں لوگ سونے یا اپنے اپنے دینی یا دنیوی کام میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ورنہ آواز سے پڑھنا افضل ہے۔

دل کو وساوس اور خطرات سے پاک رکھے...... معنیٰ میں غور و فکر کرے اور لذت کیساتھ پڑھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اسی آیت کو پڑھ کر گزار دی

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورۃ المائدہ: ۱۱۸)

اے اللہ اگر تو ان کو عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرمائے تو تو عزت و حکمت والا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ایک رات اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (سورۃ یٰسین: ۵۹)

ترجمہ: او مجرمو! آج قیامت کے دن...... فرمانبرداروں سے الگ ہو جاؤ۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جب کلام پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تھے تو بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے اور زبان پر یہ جاری ہو جاتا تھا۔

هٰذَا كَلَامُ رَبِّي هٰذَا كَلَامُ رَبِّي یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے

بہر حال آیت رحمت زبان پر ہے تو دل سرورِ محض بن جائے اور آیت عذاب اگر آ گئی ہے تو دل لرز جائے۔ کانوں کو اس درجہ متوجہ بنا دے کہ گویا حق تعالیٰ کلام فرما رہے ہیں اور یہ سُن رہا ہے۔

تجوید کی پوری رعایت رکھتے ہوئے بلا تکلف خوش الحانی سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ (فضائل قرآن)

قرآن مجید کے حقوق کا خیال کیجئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ آپ قرآن کریم کو چومتے تھے اور یہ کلمات کہتے تھے۔ عهد ربی و منشور ربی عزوجل. (یہ میرے رب کا عہد ہے اور میرے رب کا منشور ہے) اس کے معنی و مطلب میں غور کریں اور سوچیں کہ اس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے کچھ وعدے لئے ہیں۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ سے ہمارا ایک معاہدہ ہے۔ دوسرے یہ بھی سوچیں کہ یہ تمام احکام محبت کے احکام ہیں۔ ہماری بہتری کے احکام ہیں۔ ان میں کوئی حکم مشکل نہیں۔

اس لئے جب تلاوت شروع کریں تو یہی ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور اُن کا کلام خود اُنہی کو سنا رہا ہوں اور وہ اپنا کلام سن کر خوش ہو رہے ہیں۔ یوں کلام پاک کی تلاوت شروع کی جائے۔ ظاہر ہے کہ انسان خوب دل سے حاضر اور متوجہ ہو کر خشوع و خضوع کے ساتھ اور الفاظ کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے خوب مزے لے لے کر تلاوت کرے گا۔

قرآن مجید کے دو قسم کے مضمون بہت غور طلب ہیں۔ ایک وہ مضامین جہاں قرآن ایمان والوں کی صفات بیان کرتا ہے ایمان والے ایسے ہوتے ہیں۔...... ایسے مقام پر سوچیں کہ مومن تو ہم کہلاتے ہیں اور خود بھی اپنے کو مومن سمجھتے ہیں پھر یہ قرآن کی بیان کی ہوئی صفات ہم میں کیوں نہیں یہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور ساتھ ساتھ دعا بھی کی جائے۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں قرآن کی صفات کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن نصیحت ہے سینے کی بیماریوں کیلئے شفا ہے اور ہدایت ہے اور مومنین کیلئے رحمت ہے۔ لہٰذا قرآن کریم پڑھتے وقت اس کی فکر کی جائے کہ ہمارے اندر یہ صفات آجائیں۔

قرآن کا سب سے بڑا حق اُس پر عمل کرنا ہے۔

آج عمل تو درکنار مسلمان کو قرآن کریم کے الفاظ بھی صحیح نہیں آتے۔ شاید لاکھوں میں ایک مسلمان ہو جو قرآن صحیح پڑھتا ہو۔ جب اسکے ہر حرف کو دوسرے سے الگ اس کے صحیح مخرج سے ادا کریں گے۔ مثلاً ذ... ز... ض... ظ... یہ چاروں الگ الگ حروف ہیں۔ جب تک آپ ان میں فرق نہیں کریں گے تب تک وہ قرآن کا صحیح تلفظ نہیں کہلائے گا۔ افسوس! مسلمان دوسری زبانوں میں بہت ہوشیار ہیں کوئی بولنے میں ذرا غلطی کرے پکڑیں گے مگر قرآن کتنا ہی غلط پڑھا جائے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک کی بجائے دوسرا حرف پڑھنے سے معنیٰ بالکل بدل جاتے ہیں۔ مثلاً ذَلَّ ذلیل ہوا' زَلَّ پھسل گیا' ضَلَّ گمراہ ہوا' ظَلَّ قریب ہو گیا' چاروں کے معنی الگ الگ ہیں۔ لوگ سب کو ایک ہی طرح زَلَّ پڑھتے ہیں۔ قرآن صحیح سیکھ کر پڑھئے۔ دنیوی تعلیم کیلئے کیا کچھ کر گذرتے ہیں۔ کتنی کتنی فیسیں ادا کرتے ہیں مگر دین کا یہ حشر کہ اسکی پوری تعلیم تو الگ رہی صرف قرآن کے الفاظ ہی صحیح ادا نہیں ہوتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ قرآن پاک باقاعدہ کسی اچھے قاری سے صحیح کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام الٰہی کے حقوق پہچاننے اور اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (ملخص حقوق القرآن)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ۭ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ

یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے

قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ۭ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ

اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری کارگذاری دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۴ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

جو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتادے گا جو جو کچھ تم کرتے تھے۔ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاویں گے

لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ اِنَّهُمْ رِجْسٌ

جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم اُن کو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو وہ لوگ بالکل گندے ہیں

وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۹۵ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ

اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔یہ اس لئے قسمیں کھاویں گے کہ تم ان سے راضی ہوجاؤ

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝۹۶

سو اگر تم ان سے راضی بھی ہوجاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔

يَعْتَذِرُوْنَ عذر لائیں گے	اِلَيْكُمْ تمہارے پاس	اِذَا جب	رَجَعْتُمْ تم لوٹ کر جاؤ گے	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	قُلْ آپ کہدیں		
لَا تَعْتَذِرُوْا عذر نہ کرو	لَنْ نُّؤْمِنَ ہرگز ہم یقین نہ کریں گے	لَكُمْ تمہارا	قَدْ نَبَّاَنَا ہمیں بتا چکا ہے	اللّٰهُ اللہ	مِنْ اَخْبَارِكُمْ تمہاری سب خبریں	وَ اور	
سَيَرَى ابھی دیکھے گا	اللّٰهُ اللہ	عَمَلَكُمْ تمہارے عمل	وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول	ثُمَّ پھر	تُرَدُّوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے	اِلٰى طرف	عٰلِمِ جاننے والا
الْغَيْبِ پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	فَيُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تمہیں بتادے گا	بِمَا وہ جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	سَيَحْلِفُوْنَ اب قسمیں کھائیں گے		
بِاللّٰهِ اللہ کی	لَكُمْ تمہارے آگے	اِذَا جب	انْقَلَبْتُمْ واپس جاؤ گے تم	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	لِتُعْرِضُوْا تاکہ تم درگزر کرو	عَنْهُمْ ان سے	
فَاَعْرِضُوْا سو تم منہ موڑلو	عَنْهُمْ ان سے	اِنَّهُمْ بیشک وہ	رِجْسٌ پلید	وَمَاْوٰىهُمْ اور ان کا ٹھکانہ	جَهَنَّمُ جہنم	جَزَاۗءً بدلہ	بِمَا اس کا جو
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے ہیں	يَحْلِفُوْنَ وہ قسمیں کھاتے ہیں	لَكُمْ تمہارے آگے	لِتَرْضَوْا تم راضی ہوجاؤ	عَنْهُمْ ان سے	فَاِنْ تو بیشک		
تَرْضَوْا تاکہ تم راضی ہوجاؤ	عَنْهُمْ ان سے	فَاِنَّ سو اگر	اللّٰهَ اللہ	لَا يَرْضٰى راضی نہیں ہوتا	عَنِ سے	الْقَوْمِ لوگ	الْفٰسِقِيْنَ نافرمان

غزوۂ تبوک سے واپسی پر منافقین کی حیلہ بازیاں

یہاں سے گیارہویں پارہ کی ابتدا ہو رہی ہے۔ گذشتہ آیات تک تو ان منافقین کا ذکر تھا جنہوں نے غزوۂ تبوک کے روانگی کے وقت بہانے تراشے تھے۔ اب ان آیات میں واپسی کے وقت بہانہ بازیاں کرنے والوں کا بیان ہے۔ گویا یہ آیات تبوک سے مدینہ کو واپس پہنچنے سے پہلے نازل ہو گئی تھیں جن میں منافقین کی بہانہ بازیوں کی پیشین گوئی کر دی گئی اور بتلایا گیا کہ جیسے تبوک کی طرف روانہ ہونے کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے تھے۔ اسی طرح جب اہل ایمان مدینہ واپس پہنچیں گے اس وقت بھی یہ لوگ جھوٹے عذر پیش کر کے مسلمانوں کو مطمئن بنانا چاہیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر پھر قسمیں کھائیں گے کہ حضرت ہمارا پکا ارادہ تھا کہ آپ کے ساتھ چلیں مگر فلاں فلاں موانع پیش آ جانے کی وجہ سے مجبور رہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جواب تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ایسے لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تمہارے سب عذر فضول اور بیکار ہیں ہم کو حق تعالیٰ تمہارے جھوٹ اور منافقت پر مطلع کر چکا۔ پھر کس طرح ہم تمہاری لغویات پر یقین کر سکتے ہیں۔ اب پچھلے قصہ کو چھوڑو آئندہ تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا کہ اپنے دعوے کو کہاں تک پورا کرتے ہو۔ سب جھوٹ سچ ظاہر ہو کر رہے گا اور بہرحال اس عالم الغیب والشھادۃ سے تو کوئی راز اور عمل یا نیت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اسی کے یہاں سب کو جانا ہے۔ وہ جزا دینے کے وقت تمہارا ہر چھوٹا بڑا ظاہری اور باطنی عمل کھول کر رکھ دے گا اور اسی کے موافق بدلہ دیا جائے گا۔

منافقوں کی عذر خواہیوں کا مقصد

آگے بتلایا جاتا ہے کہ تبوک سے واپسی کے بعد منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کریں گے اس سے ان کی غرض یہ ہو گی کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو اپنی قسموں اور ملمع سازیوں سے راضی اور مطمئن کر لیں تا کہ بارگاہ رسالت سے ان پر کوئی عتاب و ملامت اور دار و گیر نہ ہو اور مسلمان ان سے کچھ تعرض نہ کریں۔ حق تعالیٰ نے ہدایت فرما دی کہ بہتر ہے تم ان سے تعرض مت کرو لیکن یہ تعرض نہ کرنا راضی اور مطمئن ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ ان کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک و صاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہٰذا اس غلاظت کی پوٹ کو دور پھینک دینا اور اس سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے خدا خود ان کو ٹھکانے لگا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ بڑی کوشش ان منافقین کی یہ ہے کہ مکر و فریب سے مسلمانوں کو خوش کر لیں۔ فرض کر دا گر چکنی چپڑی باتوں سے مخلوق راضی ہو بھی جائے تو کیا نفع پہنچ سکتا ہے جبکہ خدا ان سے راضی نہ ہو۔ خدا کے آگے تو کوئی چالاکی اور دغا بازی نہیں چل سکتی گویا متنبہ فرما دیا کہ جس سے خدا راضی نہ ہو کوئی مومن کیسے راضی ہو سکتا ہے لہٰذا جھوٹی باتوں سے پیغمبر علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو خوش کر لینے کا خبط ان منافقین کو دماغ سے نکال دینا چاہیے۔

خلاصہ آیات

آیات کا خلاصہ یہ کہ آئندہ واقعات کے متعلق یہاں ایک پیشین گوئی فرمائی جا رہی ہے جو تبوک سے واپس ہونے کے بعد حرف بحرف پوری ہوئی اور مسلمانوں کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ منافقوں سے علیحدہ رہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ منافقین کی خاص شناخت یہ ہے کہ یہ اللہ کی بجائے اس کے بندوں کی رضا جوئی اور چاپلوسی میں لگے رہتے ہیں۔ نیز قرآن مجید نے یہاں صراحت سے واضح فرما دیا کہ بندوں کی رضا مندی اللہ کی رضا مندی کو لازم نہیں۔ اور اللہ کی رضا مندی کے بغیر بندوں کی رضا مندی محض بیکار ہے۔ اس لئے فکر اللہ کی رضا کی ہونا چاہیے۔ بندے راضی ہوں یا نہ ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں اگر سارا جہان بھی ناراض ہو تو بھی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔ حضرت مجذوبؒ نے اسی کو ایک شعر میں اس طرح کہا ہے۔

تیری رضا میں ہے سارا جہاں خفا ہم سے
اگر یہی ہے زیاں تو کچھ زیادہ نہ ہوا

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی رضا کی فکر نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں دشمنان دین سے بے تعلق رکھیں اور دین کے معاملہ میں بہانہ بازی اور حیلہ سازی سے ہم کو محفوظ فرما دیں اور اس وقت اہل اسلام جہاں جہاں کفار و مشرکین سے جہاد میں مشغول ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہیے کہ ان کو اُن احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں

رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔ اور ان دیہاتیوں میں سے بعض ایسا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اُس کو جرمانہ سمجھتا ہے

وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٩٨﴾ وَمِنَ

اور تم مسلمانوں کے واسطے گردشوں کا منتظر رہتا ہے بُرا وقت اُن ہی پر پڑنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں اور

الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ

اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عنداللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ

وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ

اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں یاد رکھو ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان کیلئے موجب قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرلیں گے

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩٩﴾

اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

الْأَعْرَابُ دیہاتی	أَشَدُّ بہت سخت	كُفْرًا کفر میں	وَنِفَاقًا اور نفاق میں	وَأَجْدَرُ اور زیادہ لائق	أَلَّا يَعْلَمُوا کہ وہ نہ جانیں	حُدُودَ احکام		
مَا جو	أَنْزَلَ نازل کئے	اللَّهُ اللہ	عَلَىٰ پر	رَسُولِهِ اپنا رسول	وَاللَّهُ اور اللہ	عَلِيمٌ جاننے والا	حَكِيمٌ حکمت والا	وَمِنَ اور سے
الْأَعْرَابِ دیہاتی	مَنْ جو	يَتَّخِذُ لیتے ہیں	مَا يُنْفِقُ جو وہ خرچ کرتے ہیں	مَغْرَمًا تاوان	وَيَتَرَبَّصُ اور انتظار کرتے ہیں	بِكُمُ تمہارے لئے		
الدَّوَائِرَ گردشیں	عَلَيْهِمْ ان پر	دَائِرَةُ گردش	السَّوْءِ بری	وَاللَّهُ اور اللہ	سَمِيعٌ سننے والا	عَلِيمٌ جاننے والا	وَمِنَ اور سے	
الْأَعْرَابِ دیہاتی	مَنْ جو	يُؤْمِنُ ایمان رکھتے ہیں	بِاللَّهِ اللہ پر	وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور آخرت کا دن	وَيَتَّخِذُ اور سمجھتے ہیں	مَا يُنْفِقُ جو وہ خرچ کریں		
قُرُبَاتٍ نزدیکیاں	عِنْدَ اللَّهِ اللہ سے	وَ اور	صَلَوَاتِ دعائیں	الرَّسُولِ رسول	أَلَا ہاں ہاں	إِنَّهَا یقیناً وہ	قُرْبَةٌ نزدیکی	لَهُمْ ان کیلئے
سَيُدْخِلُهُمُ جلد داخل کریگا انہیں	اللَّهُ اللہ	فِي میں	رَحْمَتِهِ اپنی رحمت	إِنَّ بیشک	اللَّهَ اللہ	غَفُورٌ بخشنے والا	رَحِيمٌ نہایت مہربان	

دیہاتیوں کی جہالت وتندمزاجی

ان آیات میں خصوصیت کے ساتھ دیہاتیوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ آدمی جس قدر جاہل اور بے علم ہوگا اور جس قدر علما اور فضلا کی صحبت سے دور رہے گا۔ اتنا ہی گنوار تندخو اور سخت مزاج ہوگا۔ اس کی عقل پر جہالت کے پردہ اور نادانی کا زنگ چڑھا ہوگا۔ دیہاتی عموماً دانشمندوں اور عقلمندوں سے میل جول کم رکھتے ہیں۔ دانا اور بینا لوگوں کی صحبت انہیں میسر نہیں ہوتی۔ مجالس علم وحکمت میں بیٹھنے کے مواقع نہیں

ملتے اس لئے تہذیب اور شائستگی کا اثر اور علم وعرفان کی روشنی کم قبول کرتے ہیں۔ ہاں بعض دیہاتی سمجھدار بھی ہوتے ہیں۔ اہل علم کی صحبت سے مستفیض دانشمندوں سے تعلق رکھتے ہیں ایسے لوگ اگرچہ جاہل طبقہ کے ساتھ رہتے ہوں مگر ان میں دانش اور سمجھ بوجھ کا مادہ تیار رہتا ہے۔ کسی صاحب نظر کی ادنیٰ التفات سے اکسیر بن جاتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں پہلے دیہاتی منافقین کا حال بتلایا جاتا ہے کہ قوانین الٰہی اور سنت رسول اللہ سے بے بہرہ رہنے اور کفر ونفاق میں شدید ہونے کے لائق یہ دیہاتی عموماً ہوتے ہیں۔ ان دیہاتیوں میں سے بعض افراد سخت منافق ہیں جو اگرچہ بظاہر مسلمانوں سے ملے ہوئے ہیں۔ احکام اسلامی کی ظاہری تعمیل بھی کرتے ہیں۔ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں مگر یہ سب ظاہری ہوتا ہے۔ صداقت اسلام ان کے دلوں میں نہیں اتری۔ جو کچھ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں تاوان سمجھ کر خرچ کرتے ہیں اور ہر وقت منتظر رہتے ہیں کہ مسلمان کسی گردش میں پھنس جائیں مگر ان کی یہ امید پوری نہ ہوگی بلکہ بربادی اور برائی کے چکر میں یہ خود ہی پھنسیں گے۔

بعض دیہاتی خلوص ووفا کے پیکر ہوتے ہیں

ہاں کچھ دیہاتی پکے خالص مومن بھی ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ کار خیر میں صرف کرتے ہیں اس کو قرب الٰہی اور دعائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہیں یعنی محض اس لئے دیتے ہیں کہ قرب الٰہی حاصل ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ان کو نصیب ہوں تو واقعی ان کے یہ صدقات قرب الٰہی کا ذریعہ بنیں گے ان کو اللہ اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور ان کی غلطیاں معاف کردے گا گویا قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا حیرت انگیز کرشمہ دکھلایا ہے کہ ان ہی سخت مزاج اور تندخو دیہاتیوں میں ایسے عارف اور مخلص افراد پیدا کردیئے۔

خلاصۂ آیات

ان آیات میں جہالت سے گریز کرنے کی طرف اور اہل علم وارباب ہدایت کے ساتھ رہنے کی طرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کی بدخواہی سے ممانعت ہے اور اس پر ضمنی تنبیہ کہ مسلمانوں کی بدخواہی کرنا منافقت ہے اور یہ سب منافقوں کا کام ہے۔ نیز کار خیر میں بخلوص خاطر خرچ کرنے کی مدح اور تاوان کے طور پر خرچ کرنے کی مذمت ظاہر فرمائی اور اس امر کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ مومن کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ قرب الٰہی حاصل ہو اور قرب الٰہی کے حصول کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنی لازم ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مومن کے لئے باعث نجات وصلاح وفلاح دارین ہے۔

ان آیات کے ماتحت عارفین نے کہا ہے کہ صحبت صالحین سے دور ہونے سے طریق خیر کے ساتھ مناسبت میں کمی ہوجاتی ہے اور اسی لئے اہل طریق صحبت کا بڑا اہتمام رکھتے ہیں۔

ان آیات سے یہ پہلو بھی نکلتا ہے کہ حاسد وبدبین خود ہی گرفتار بلا ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ امور خیر میں دل کھول کر مال خرچ کرنے کی ہم کو توفیق نصیب فرما اور کار خیر میں خرچ کرنے سے دل میں تنگی ہونے کی منافقانہ عادت سے ہمارے قلوب کو پاک صاف فرما۔ بخل وحسد جیسی منافقانہ عادتوں سے یا اللہ ہمارے نفوس کو محفوظ فرما۔

یا اللہ جو حاسد اور بدبین مسلمانوں کے درمیان گھسے ہوئے ہیں ان کی منافقانہ حرکتوں سے ہماری حفاظت فرما اور جو اہل ایمان کے ساتھ چالبازیاں سازشیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں یا اللہ ان کو ناکام اور ذلیل فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ

یہ بڑی کامیابی ہے۔اور جو کچھ تمہارے گردو پیش والوں میں اور کچھ مدینے والوں ایسے منافق ہیں کہ

مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ړ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ

نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں آپ اُن کو نہیں جانتے اُن کو ہم جانتے ہیں

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

ہم ان کو دوہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جاویں گے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ اور سبقت کرنے والے	الْاَوَّلُوْنَ سب سے پہلے	مِنَ سے	الْمُهٰجِرِيْنَ مہاجرین	وَالْاَنْصَارِ اور انصار	وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں		
اتَّبَعُوْهُمْ ان کی پیروی کی	بِاِحْسَانٍ نیکی کے ساتھ	رَضِيَ اللّٰهُ راضی ہوا اللہ	عَنْهُمْ ان سے	وَ اور	رَضُوْا وہ راضی ہوئے	عَنْهُ اس سے	
وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ بہتی ہیں	تَحْتَهَا انکے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	
فِيْهَا ان میں	اَبَدًا ہمیشہ	ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ کامیابی بڑی	وَ اور	مِمَّنْ ان میں جو	حَوْلَكُمْ تمہارے اردگرد	مِنَ سے ۔بعض
الْاَعْرَابِ دیہاتی	مُنٰفِقُوْنَ منافق	وَ اور	مِنْ سے	اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مدینہ والے	مَرَدُوْا اڑے ہوئے ہیں	عَلٰى پر	النِّفَاقِ نفاق
لَا تَعْلَمُهُمْ تم نہیں جانتے ان کو	نَحْنُ ہم	نَعْلَمُهُمْ جانتے ہیں انہیں	سَنُعَذِّبُهُمْ جلد ہم انہیں عذاب دینگے	مَرَّتَيْنِ دوبار	ثُمَّ پھر		
يُرَدُّوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے	اِلٰى طرف	عَذَابٍ عذاب	عَظِيْمٍ عظیم				

سابقین اولین: یہاں آیت میں السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ جو فرمایا یعنی جو مہاجرین وانصار میں سے سابق اور مقدم ہیں ان کے تعین میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔بعض نے کہا ہے کہ وہ مہاجرین وانصار مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔بعض کے نزدیک وہ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں یعنی خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر تک کے مسلمان سابقین اولین ہیں۔بعض صلح حدیبیہ تک اسلام لانے والوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ تمام مہاجرین اور انصار۔اطراف کے مسلمانوں اور پیچھے آنے والی نسلوں کے اعتبار سے سابقین اولین ہیں۔بہرحال اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ کی خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ اللہ نے ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔

مقتدایان امت

محققین اہل سنت نے اسی آیت سے یہ اخذ کیا ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتدایان امت ہیں اور تمام صالحین ان کے تابع ہیں اور سابقین اولین کا اتباع لازم ہے چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کے پیچھے جاؤ گے راہ ہدایت مل جائے گی اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ یہ آیت میری تمام امت کے واسطے ہے اور رضامندی کے بعد پھر ناراضی نہیں۔

اہم تنبیہ

اس آیت کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ایک اہم تنبیہ اپنی تفسیر میں یہ لکھی ہے کہ جو لوگ صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات اور اُن میں پیش آنے والے واقعات کی بنا پر بعض صحابہ کرام کے متعلق ایسی تنقیدات کرتے ہیں جن کو پڑھنے والوں کے قلوب اُن کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہو سکیں وہ اپنے آپ کو ایک خطرناک راستہ پر ڈال رہے ہیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ (معارف القرآن)

صحابی کا درجہ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "بالاجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا مؤمن جس کو صحابی کہا جاتا ہے۔ غوث اور قطب اور بڑے بڑے ولی اللہ سے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو افضل ہے"۔ گویا اس کو یوں سمجھئے جیسا کہ اکثر بزرگان دین سے منقول ہے کہ بڑے سے بڑے غیر صحابی ولی اللہ کا درجہ جہاں ختم ہوتا ہے وہاں سے ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے درجہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مبارک جماعت کے درجات کو اور بلند فرمائیں۔ آمین۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

پھر یہاں رضی اللہ عنہم کے ساتھ ورضوا عنہ جو فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ بندوں کی طرف سے رضا یہ ہے کہ انہوں نے دل سے اللہ تعالیٰ کی طاعت واطاعت اختیار کی۔ عارفین اور مشائخ طریقت نے بندہ کی رضامندی کے تین طبقہ قرار دیئے ہیں:۔

(۱) دل مانے یا نہ مانے مگر اتباع احکام لازم ومقدم جانے۔ یہ مبتدی صاحب تقویٰ کا مقام ہے۔

(۲) تقدیر الٰہی اور احکام حق تعالیٰ ایسے بامزہ اور محبوب ہو جائیں کہ نفسانی خواہشوں کی طرف التفات ہی نہ ہو یہ متوسطین کا طبقہ ہے جن کا مقام لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ہوتا ہے۔

(۳) کمال توحید وعرفان الٰہی میں ایسا مستغرق ہو کہ یہ تمام کائنات ذاتی وصفاتی عین فعل وامر حق ہی دکھائی دے۔ اسباب کا حجاب اور وسائل کا دخل ہی نہ رہ جائے یہ مقام کاملین کا ہوتا ہے۔ امام غزالی کا قول ہے کہ مقام رضا سے فائق وافضل کوئی مقام نہیں۔

مخفی منافق

صحابہ کرام کی فضیلت کے اظہار کے بعد پھر خاص مدینہ اور اس کے آس پاس رہنے والے ان منافقین کا بیان ہے جن کے متعلق بتلایا گیا کہ ان کا نفاق اس حد کمال کو پہنچا ہوا ہے اور اس قدر عمیق اور خفی ہے کہ ان کے قرب مکانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال فراست وذہانت کے باوجود آپ بھی قطعی طور پر معین طور پر محض علامات اور قرائن سے ان کے نفاق پر مطلع نہ ہو سکے۔ ان کا ٹھیک ٹھیک تعین صرف خدا کے علم میں ہے جس طرح عام منافقین کا پتہ رنگ ڈھنگ، لب ولہجہ اور بات چیت سے لگ جاتا تھا ان کا نفاق اتنا گہرا ہے کہ اس قسم کی ظاہری علامات ان کا پردہ فاش نہیں کرتیں۔ پھر ایسے منافقین کی سزا بیان فرمائی گئی کہ ان کو دہری سزا قبل آخرت ہوگی ایک سزا نفاق کی دوسری سزا کمال نفاق کی اور پھر آخرت میں تو سب سے بڑا عذاب ہوگا ہی۔

دعا کیجئے: یا اللہ اس وقت ملک اور قوم میں ایک فتنہ یہ بھی پھیلا ہوا ہے اور ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ جن میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر نکتہ چینی کی گئی ہے انکی عیب جوئی کی گئی ہے۔ یا اللہ اس فتنہ عظیم سے ہماری حفاظت فرمایئے اور جو اس فتنہ میں مبتلا ہیں انکو ہدایت نصیب فرمایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ

اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے اور کچھ بُرے اللہ سے امید ہے کہ

اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

ان پر توجہ فرماویں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جسکے ذریعہ سے آپ انکو

وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

پاک صاف کردیں گے اور ان کیلئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کیلئے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے ہیں خوب جانتے ہیں

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ

کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اور کچھ اور	اعْتَرَفُوْا انہوں نے اعتراف کیا	بِذُنُوْبِهِمْ اپنے گناہوں کا	خَلَطُوْا انہوں نے ملایا	عَمَلًا صَالِحًا ایک عمل اچھا	وَاٰخَرَ اور دوسرا			
سَيِّئًا برا	عَسَى قریب ہے	اللّٰهُ اللہ	اَنْ کہ	يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ معاف کردے انہیں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان
خُذْ لے لیں آپ	مِنْ سے	اَمْوَالِهِمْ ان کے مال	صَدَقَةً زکوٰۃ	تُطَهِّرُ تم پاک کردو	هُمْ انہیں	وَتُزَكِّيْهِمْ اور صاف کردو	بِهَا اس سے	
وَصَلِّ اور دعا کرو	عَلَيْهِمْ ان پر	اِنَّ بیشک	صَلٰوتَكَ آپ کی دعا	سَكَنٌ سکون	لَّهُمْ ان کیلئے	وَاللّٰهُ اور اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا	عَلِيْمٌ جاننے والا
اَلَمْ يَعْلَمُوْا کیا انہیں علم نہیں	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	هُوَ وہ	يَقْبَلُ قبول کرتا ہے	التَّوْبَةَ توبہ	عَنْ سے	عِبَادِهٖ اپنے بندے	وَيَاْخُذُ اور قبول کرتا ہے
	الصَّدَقٰتِ صدقات	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	هُوَ وہ	التَّوَّابُ توبہ قبول کرنے والا	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان		

تفسیر وتشریح: جب ان منافقین کا حال بیان ہو چکا جو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے رک گئے تھے تو اب بعض مومنین جو غزوۂ تبوک میں محض سُستی کی بنا پر پیچھے رہ گئے تھے اب یہاں سے بیان ان کا شروع ہو رہا ہے۔

شانِ نزول: مفسرین نے ان آیات کے شان نزول میں بیان کیا ہے کہ یہ آیات حضرت ابی لبابہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں حضرت ابی لبابہ ان لوگوں میں سے تھے جو بیعت عقبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ پھر جنگ بدر، جنگ احد اور دوسرے معرکوں میں برابر شریک رہے مگر غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ سستی نے غلبہ کیا اور جہاد میں شریک نہ ہو سکے ایسے ہی مخلص ان کے بعض دوسرے ساتھی بھی تھے اور ان سے بھی یہ کمزوری سرزد ہو گئی اور باوجود مومن ہونے کے سستی سے شریک جہاد نہ ہوئے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے اور ان پیچھے رہ جانے والے حضرات کو جن کی تعداد

حضرت ابی لبابہ کو ملا کر سات بتائی جاتی ہے جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق وعیدوں کا نازل ہونا معلوم ہوا تو انہیں سخت ندامت ہوئی۔ قبل اس کے کہ کوئی باز پرس ہوتی انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ لیا اور عہد کر لیا کہ جب تک ہم معاف نہ کردیئے جائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ کھولیں ہم یوں ہی بندھے بندھے ختم ہو جائیں گے چنانچہ کئی روز وہ اسی طرح بغیر کھائے پئے بندھے رہے۔ حتیٰ کہ بعض بیہوش ہو کر گر بڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو بندھا ہوا دیکھا اور معلوم ہوا کہ انہوں نے عہد یہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے ان کے کھولنے کا حکم نہ دے گا۔ اس پر ان حضرات کے توبہ کی قبولیت میں پہلے صرف آیت اول زیر تفسیر نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھولنے کا حکم دیدیا اور وہ کھول دیئے گئے لیکن جب حضرت ابی لبابہ کو کھولنے کا ارادہ کیا گیا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو کر مجھے اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے میں بندھا رہوں گا چنانچہ فجر کی نماز میں جب آپ تشریف لائے تو اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا۔

آج بھی قدیم حصہ مسجد نبوی کے اندر ریاض الجنہ میں سات ستون انہی سے ایک ستون سے حضرت ابی لبابہ نے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا اور ان آیات معافی کے نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا تھا۔ اب بھی زائرین مسجد نبوی میں اس جگہ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اپنے گناہوں کی معافی و مغفرت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں تو ان حضرات نے بندش سے رہائی پانے کے بعد فرط اخلاص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ جس مال اور گھر کی آسائش نے ہمیں فرض سے غافل کیا ہم چاہتے ہیں کہ اپنا تمام مال خدا کی راہ میں صدقہ کردیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرنے سے انکار فرمایا کہ مجھے مال لینے کا حکم نہیں ہے۔ اس پر زیر تفسیر دوسری آیت خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سارا مال دینے کی ضرورت نہیں۔ ایک تہائی کافی ہے چنانچہ وہ انہوں نے اسی وقت فی سبیل اللہ وقف کر دیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما کر فقرا اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیا۔

امید گاہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا نزول اگرچہ خاص اشخاص کے متعلق ہے مگر حکم عام ہے۔ حضرت ابوعثمانؓ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک قرآن میں یہ آیات مومنوں کے لئے امید گاہ ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ منافقین کے سوا اور دوسرے لوگ جو جہاد سے رک گئے اور انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف اور اقرار کر لیا اور ساتھ ہی یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے عمل ملے جلے ہیں یعنی بھلائی اور برائی مخلوط ہے۔ برائی تو مثلاً یہی کہ نفیر عام کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر غزوۂ تبوک میں حاضر نہ ہوئے بعدہ اس غیر حاضری پر دل سے پشیمان ہونا اور ظاہری باطنی توبہ کرنا اور دوسرے اعمال صالحہ نماز روزہ حج زکوٰۃ یا دوسرے غزوات میں شرکت بجالانا یہ سب ان کی بھلائیوں کی فہرست میں داخل ہیں۔ ایسے حضرات کی تقصیر کو اللہ پاک نے معاف فرما دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے یعنی درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر تلقین فرمائی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک صاف کر دیں اور ان کے حق میں دعائے رحمت بھی کر دیں کیونکہ آپ کی دعا ان کے لئے وجہ تسکین ہوگی۔ پھر آگے بتلایا گیا کہ توبہ اور صدقات کا قبول کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے کیونکہ وہی جانتا ہے کہ کس نے اخلاص قلب اور شرائط قبول کی رعایت کے ساتھ توبہ کی یا صدقہ دیا چنانچہ پہلے منافقین پر عتاب ہو چکا کہ ہمیشہ کے لئے ان کی زکوٰۃ کو لینا موقوف ہوا اور ان کے صدقات کو مردود ٹھہرایا گیا اور ان کے حق میں دعا اور استغفار کو بھی بے سود بتلایا بلکہ جنازہ پڑھنے کی بھی ممانعت فرما دی۔ جن کا ذکر ان آیات میں ہے۔ ان کی توبہ قبول ہوئی

اوران کے صدقات قبول کرنے کا حکم دیا گیا اوران کے حق میں دعاء کرنے کی ہدایت فرمائی گئی اور یہ سب اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ تواب الرحیم ہیں۔خلوص کی توبہ کوقبول فرمالیتے ہیں۔اوراگرکبھی بلاتوبہ معاف کرنے میں حکمت ہوتوایسا بھی کردیتے ہیں۔

خلاصۂ آیات

۱۔گنہگارمومن کے لئے توبہ سے ناامیدی جائز ہی نہیں۔امید قبول عفو کی برابراس وقت تک قائم ہے جب تک بندہ گناہ کے ساتھ کچھ نیکی بھی کئے جاتا ہے۔

۲۔مومن گنہگاروں کو یہاں توبہ کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔

۳۔توبہ سے اگرچہ گناہ معاف ہو جاتا ہے لیکن گاہے اس کی کدورت اورظلمت کا اثر باقی رہ جاتا ہے اور گو اس پر مواخذہ نہیں لیکن اس سے آئندہ گناہوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔پس صدقہ سے خصوصاً ودیگر اعمال صالحہ سے یہ ظلمت وکدورت عموماً دورہوجاتی ہے اس لئے گناہوں سے توبہ کے ساتھ کچھ مال بھی بطور کفارہ صدقہ کرنا چاہئے تاکہ دل گناہ کی کدورت سے بالکل پاک صاف ہوجائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم بھی آپ کے کرم ورحم کے امیدوار ہیں اورآپ کی بارگاہ میں نبی الرحمۃ رحمت للعالمین کا صدقہ اور طفیل پیش کر کے اپنی خطاؤں اور گناہوں سے معافی کے خواستگار ہیں۔

یا اللہ آپ اپنے کرم ورحم سے ہماری مغفرت فرمادیں اور ہمارے حال پر توجہ فرمائیں۔

یا اللہ ان حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اخلاص کے طفیل سے جن کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی تھیں ہماری توبہ کوبھی اپنی رحمت سے قبول فرمالیجئے اورہمیں بھی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک کردیجئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى

اور آپ کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ سو ابھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور اہل ایمان اور ضرور تم کو ایسے کے پاس جانا ہے

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ

جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا۔ اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے

اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔

وَقُلْ اور کہدیں آپ	اعْمَلُوْا تم کیے جاؤ عمل	فَسَيَرَى پس اب دیکھے گا	اللّٰهُ اللہ	عَمَلَكُمْ تمہارے عمل	وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول
وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن	وَسَتُرَدُّوْنَ اور جلد لوٹائے جاؤ گے	اِلٰى طرف	عٰلِمِ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	فَيُنَبِّئُكُمْ سو وہ تمہیں جتادے گا
بِمَا وہ جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	وَاٰخَرُوْنَ اور کچھ اور	مُرْجَوْنَ وہ موقوف رکھے گئے	لِاَمْرِ اللّٰهِ اللہ کے حکم پر	اِمَّا خواہ
يُعَذِّبُهُمْ وہ انہیں عذاب دے	وَاِمَّا اور خواہ	يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ توبہ قبول کرلے ان کی	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا

سابقہ لغزشوں پر توبہ کر کے آئندہ محتاط رہو

گذشتہ آیات میں حضرت ابی لبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر تھا کہ جو غزوۂ تبوک میں محض سستی کی بناء پر شریک نہ ہوئے تھے۔ ان حضرات کی قبول توبہ میں گذشتہ آیات نازل ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دست مبارک سے ان کو کھولا۔

اب ان عذر کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں اور دیگر بندگان خدا کے لئے ترغیب وترہیب میں ایسی بات کہی جاتی ہے کہ اگر کوئی اس کا لحاظ رکھے تو معاصی سے بچنے اور اطاعت الٰہی کے اختیار کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہے اور اس کو آخرت اور جزائے اعمال کا استحضار رہے اور قرآن مجید ہر ایسے موقع پر اسی علاج اور ترغیب وترہیب سے کام لیتا ہے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان تائبین سے کہہ دیجئے کہ توبہ وغیرہ سے گذشتہ تقصیرات معاف ہو گئیں لیکن آگے دیکھا جائے گا کہ تم کہاں تک صدق اور استقامت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہو۔ اس جہاد میں قصور ہوا تو خیر آئندہ اور جہاد ہوں گے۔ پیغمبر علیہ السلام یا آپ کے خلفاء کے روبرو ان میں امتحان ہوگا کہ کیسا عمل کرتے ہو؟ پھر خدا کے یہاں جا کر ہر عمل کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا کیونکہ وہی تمام کھلی چھپی چیزوں اور ظاہری عمل اور باطنی نیتوں پر مطلع ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اس کی واقعی حالت کے موافق معاملہ کرے گا۔

غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے تین اور صحابہ کرام

آگے دوسری آیت میں مومنین کے ایک دوسرے طبقہ کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ تین حضرات تھے یعنی حضرت کعب بن مالکؓ مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ۔ یہ تینوں انصاری بزرگ تھے جو اس غزوۂ تبوک سے پہلے بیعت عقبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے غزوات میں شریک رہ چکے تھے۔ مگر اس غزوۂ تبوک کے موقعہ پر اتفاقی طور پر غزوۂ میں عدم شرکت کی لغزش میں مبتلا ہو گئے۔ منافقین جو اس جہاد میں اپنے نفاق کی وجہ سے شریک نہ ہوئے تھے انہوں نے بھی ان کو ایسے ہی مشورہ دیئے جس سے ان کی ہمت ٹوٹ گئی۔

رہ جانے کے اسباب

خود ایک حدیث میں حضرت کعب بن مالک نے اپنا حال یوں بیان کیا ہے کہ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر ہر روز صبح کو ارادہ کرتا کہ جہاد کی تیاری کروں مگر بغیر کسی تیاری کے واپس آ جاتا۔ یونہی آج کل میں میرا ارادہ ٹلتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی لشکر جہاد کے لئے روانہ ہو گیا۔ پھر بھی میرے دل میں یہ آتا رہا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور کہیں راستہ میں مل جاؤں اور کاش میں ایسا کر لیتا مگر یہ کام افسوس ہے کہ نہ ہو سکا۔

حضرت مرارہ جو غزوۂ بدر کے مجاہدین میں سے تھے ان کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا تھا کہ ان کا ایک باغ تھا جس کا پھل اس وقت پک رہا تھا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ تم نے اس سے پہلے بہت سے غزوات میں حصہ لیا ہے اگر اس سال جہاد میں نہ جاؤ تو کیا حرج ہے۔ اور تیسرے بزرگ حضرت ہلال بن امیہ یہ بھی غزوۂ بدر کے مجاہدین میں سے تھے۔ ان کا یہ واقعہ ہوا کہ ان کے اہل وعیال عرصہ سے متفرق تھے۔ اس غزوۂ تبوک کے موقعہ پر سب جمع ہو گئے تھے تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ اس سال میں جہاد میں نہ جاؤں اپنے اہل وعیال میں بسر کروں۔ الغرض یہ تینوں انصاری حضرات شریک جہاد نہ ہو سکے اور غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر نہ تو منافقین کی طرح کچھ عذر اتراشے نہ تائبین صادقین حضرت ابی لبابہؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرح یہ بھی نہ کیا کہ اپنے کو ستونوں سے باندھ دیتے یا خود کوئی اور سزا اپنے کو دینے لگتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور فیصلہ کا انتظار

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دیکر محض سیدھی اور سچی بات عرض کر دی جو واقعہ تھا اور جو قصور ہوا تھا صاف صاف بغیر کمی بیشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کر دیا۔ انہیں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب ملا کہ وحی الٰہی کا انتظار کرو جیسا بھی حکم تمہارے بارہ میں نازل ہو۔ چنانچہ ان تینوں حضرات کے بارہ میں پہلے یہی دوسری آیت زیر تفسیر وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ نازل ہوئی یعنی ان کا معاملہ ابھی التواء میں ہے چند روز خدا کے حکم کا انتظار کرو پھر وہ خواہ ان کو سزا دے یا معاف کرے جو اس کے علم وحکمت کا اقتضا ہو گا کیا جائے گا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تا نزول حکم ثانی صحابہ کرام کو حکم دیا کہ مسلمانوں ان کا بائیکاٹ کریں۔ ان سے سلام کلام بند کر دیں۔ پچاس دن تک ان کے ساتھ یہی معاملہ رہا پھر ان تینوں حضرات کے لئے بھی معافی کی آیت نازل ہوئی اور ان کے قصور معاف فرما دیئے گئے۔ ان حضرات کے واقعات کی تفصیل اگلے رکوع کے خاتمہ پر ان شاء اللہ بیان ہو گی جہاں ان کے متعلق معافی کی آیت کا بیان ہے۔ یہاں فی الحال ان حضرات کے معاملہ کو التواء میں رکھنے کا حکم باری تعالیٰ کا ہوا۔

دعا کیجئے

یا اللہ گذشتہ زمانہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق ہم کو عطا فرما اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرما کر ہماری مغفرت فرما۔

یا اللہ ہم ضعیف الایمان ہیں ہم کسی کو استقامت نصیب فرما۔ اور ہر معاملہ میں آخرت اور اپنی خوشنودی کو پیش نظر رکھنے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ کفار سے جہاد کی ہم کو ہمت وجرات عطا فرما اور استقامت اور استقلال نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا

اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کیلئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچاویں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ

قیام کا سامان کریں جو اسکے قبل سے خدا اور رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھا جاویں گے بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَي التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ

بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ

اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾

آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	اتَّخَذُوْا انہوں نے بنائی	مَسْجِدًا مسجد	ضِرَارًا نقصان پہنچانے کو	وَّكُفْرًا اور کفر کیلئے	وَّتَفْرِيْقًا اور پھوٹ ڈالنے کو	بَيْنَ درمیان		
الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	وَاِرْصَادًا اور گھات کی جگہ بنانے کیلئے	لِّمَنْ اس کے واسطے جو	حَارَبَ اس نے جنگ کی	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	مِنْ سے		
قَبْلُ پہلے	وَلَيَحْلِفُنَّ اور وہ البتہ قسمیں کھائیں گے	اِنْ نہیں	اَرَدْنَآ ہم نے چاہا	اِلَّا مگر	الْحُسْنٰى بھلائی	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَشْهَدُ گواہی دیتا ہے	
اِنَّهُمْ وہ یقیناً	لَكٰذِبُوْنَ جھوٹے ہیں	لَا تَقُمْ آپ نہ کھڑے ہونا	فِيْهِ اس میں	اَبَدًا کبھی	لَمَسْجِدٌ بیشک وہ مسجد	اُسِّسَ بنیاد رکھی گئی	عَلَي پر	
التَّقْوٰى تقویٰ	مِنْ سے	اَوَّلِ پہلے	يَوْمٍ دن	اَحَقُّ زیادہ لائق	اَنْ کہ	تَقُوْمَ آپ کھڑے ہوں	فِيْهِ اس میں	فِيْهِ اس میں
رِجَالٌ ایسے لوگ	يُّحِبُّوْنَ وہ چاہتے ہیں	اَنْ کہ	يَّتَطَهَّرُوْا وہ پاک رہیں	وَاللّٰهُ اور اللہ	يُحِبُّ محبوب رکھتا ہے	الْمُطَّهِّرِيْنَ پاک رہنے والے		

شان نزول-مسجد ضرار-ابو عامر راہب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے قبیلہ خزرج میں ایک شخص ابو عامر راہب کے نام سے مشہور تھا اور یہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ مدینہ کے اور آس پاس کے لوگ اس کے زہد اور درویشی کے بڑے معتقد ہو گئے تھے اور اس کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اس کو اپنا رئیس اور سردار کہنے لگے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو عامر راہب حاضر خدمت ہوا اور اسلام پر اعتراضات کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جوابات دیئے مگر اس بدنصیب کا اطمینان نہ ہوا۔ اور اس نے اخیر میں یہ کہا کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو وہ مردود اور احباب و اقارب سے دور ہو کر سفر میں مرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”آمین“۔ یعنی خدا ایسا ہی کرے۔

مسلمانوں کے خلاف ابو عامر کے حملے

اب چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے سامنے اس کی ریاست کا چراغ مردہ اور بالکل گل ہو گیا تو اس کو اپنی ریاست کے زائل ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص عداوت اور حسد پیدا ہو گیا اور آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا۔ بہت ہاتھ پیر مارے مگر کچھ نہ چل سکی۔ جنگ بدر میں جب اسلام کو غلبہ نصیب ہوا تو اس حاسد ابو عامر کو تاب نہ رہی اور بھاگ کر مکہ پہنچا تا کہ کفار مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں چڑھا کر لائے۔ چنانچہ معرکہ احد میں قریش کے ساتھ خود آیا۔ اور احد کے میدان جنگ میں اسی نے وہ گڑھے کھدوائے تھے جن میں سے ایک میں گر کر نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے۔ پھر جنگ احزاب میں جو لشکر مدینہ میں چڑھ کر آیا تھا اس کو چڑھا لانے میں اس کا نمایاں حصہ تھا۔ اس کے بعد جنگ حنین تک ہر معرکہ میں کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑتا رہا کیونکہ اس نے عہد کیا تھا کہ جو قوم بھی مسلمانوں کے ساتھ لڑے گی میں اس کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑوں گا۔

شام کی طرف جلاوطنی اور ذلت کی موت

بالآخر جنگ حنین میں جب کفار کو شکست ہوئی تو اس بدبخت ابو عامر نے محسوس کر لیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو یہ عرب سے بھاگ کر ملک شام پہنچا جو اس وقت نصرانیوں کا مرکز تھا۔ وہیں ملک شام میں اپنے احباب واقارب سے دور ہو کر تنہا غربت و بے کسی کی موت مرا اور جو دعاء اس نے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مباحثہ میں کی تھی کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو خدا اس کو وطن سے دور تنہا غربت اور بے کسی کی موت مارے وہ اس کے سامنے آ گئی اور خود اپنی ہی دعاء سے ذلیل وخوار ہو کر مرا۔

قدرت خداوندی کا کرشمہ

مگر اس خداوند قدوس کی قدرت دیکھئے کہ اسی حاسد اور مفسد کے لڑکے حضرت حنظلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سچے اور پکے صحابی تھے کہ جو جنگ احد میں کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے اور تاریخ اسلام میں جو غسیل ملائکہ کے نام سے مشہور ہوئے جن کی لاش کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

مدینہ کے منافقوں کو مرکز بنانے کی ہدایت

مگر باپ اپنی گمراہی پر قائم رہا اور جب تک زندہ رہا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برابر سازشوں میں لگا رہا چنانچہ شام پہنچ کر اس نے شاہ روم کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے لشکر سے مدینہ پر چڑھائی کر دے اور مسلمانوں کو وہاں سے نکال دے اور اس نے منافقین مدینہ کو جن کے ساتھ اس کا ساز باز تھا خط لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک لشکر جرار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں لانے والا ہوں جو چشم زدن میں ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دے گا اور مسلمانوں کو بالکل پامال کر کے چھوڑے گا (العیاذ باللہ) مگر تم لوگوں کی کوئی اجتماعی طاقت ہونی چاہئے جو اس وقت قیصر کی مدد کرے۔ تم فی الحال ایک مکان مسجد کے نام سے مدینہ میں بناؤ اور یہ ظاہر کرو کہ ہم مسجد بنا رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کو شبہ نہ ہو جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہو سکیں اور میرا قاصد تم کو میرے خطوط وغیرہ وہیں پہنچا دیا کرے اور میں بذات خود مدینہ آؤں تو وہی میرے ٹھہرنے اور ملنے کی جگہ ہو۔

منافقوں کے مرکز کی تعمیر

یہ تھی وہ ناپاک سازش جس کے تحت بارہ منافقین مدینہ نے مدینہ منورہ کے محلہ قبا میں جہاں اول ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اور ایک مسجد بنائی تھی جو آج تک مسجد قبا کے نام سے موجود ہے۔ اسی محلہ قبا میں ان منافقین نے ایک دوسری مسجد کی بنیاد رکھی جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینے کی کوشش

تو یہ منافقین کے خبیث مقاصد تھے جن کے لئے مسجد تعمیر ہوئی جس کا نام تاریخ اسلام میں مسجد ضرار ہوا اور مسلمانوں کو فریب دینے اور دھوکہ میں رکھنے کے لئے یہ ارادہ کیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جگہ ایک نماز پڑھوا دیں تاکہ سب مسلمان مطمئن ہو جائیں کہ یہ بھی ایک مسجد ہے جیسے اس سے پہلے ایک مسجد اسی محلہ قبا میں بن چکی ہے۔ چنانچہ ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قبا کی موجودہ مسجد بہت سے لوگوں سے دور ہے ضعیف اور بیمار آدمیوں کو وہاں تک پہنچنا مشکل ہے اور بارش اور سردی میں بالخصوص کمزوروں کو مسجد قبا تک جانا دشوار ہوتا ہے اس لئے ہم نے ایک دوسری مسجد بنائی ہے تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو اور خصوصاً ضعیف مسلمانوں کو فائدہ پہنچے اور مسجد قبا میں تنگی مکان کی شکایت نہ رہے۔ حضور ایک مرتبہ وہاں چل کر نماز پڑھ لیں تو ہمارے لئے موجب برکت وسعادت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو ہمیں سفر درپیش ہے۔ اللہ نے چاہا تو واپسی پر ایسا ہو سکے گا۔

آیات کا نزول اور منافقت کا افشاء

لیکن غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت جب آپ مدینہ طیبہ کے قریب ایک مقام پر ٹھہرے تو جبرئیل امین یہ اگلی آیات لے کر حاضر ہوئے جن میں منافقین کی سازش کھول دی گئی اور ان کی ناپاک

اغراض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا گیا۔

مسجد ضرار کو آگ لگانے کا حکم

ان آیات کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ابھی جا کر اس مکان کو جس کا نام ازراہ مکر وفریب مسجد رکھا تھا گرا کر پیوند زمین بنا دو اور اس میں آگ لگا دو۔ یہ سب اصحاب اسی وقت گئے اور فوراً حکم کی تعمیل کی اور اس عمارت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور ڈھا کر زمین برابر کر دی۔ اس طرح منافقین اور ابو عامر فاسق کے سب ارمان دل کے دل میں رہ گئے اور بجائے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے خود ملیا میٹ ہو گئے۔

منافقت کی نحوست کا زمین پر اثر

پھر تفسیر مظہری میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچ گئے تو مسجد ضرار کی جگہ خالی پڑی تھی۔ آپ نے ایک صحابی عاصم بن عدی کو اجازت دی کہ وہ اس جگہ اپنا مکان بنا لیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہو چکی ہوں تو میں اس منحوس زمین پر اپنا گھر بنانا پسند نہیں کرتا البتہ ثابت ضرور تمند ہیں۔ ان کے پاس کوئی گھر نہیں۔ ان کو اجازت دے دیجئے کہ یہاں وہ اپنا گھر بنا لیں۔ چنانچہ آپ نے یہ جگہ حضرت ثابت کو دے دی۔ مگر ہوا یہ کہ جب سے حضرت ثابت اس مکان میں مقیم ہوئے ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی یا زندہ نہ رہا۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ انسان تو کیا اس جگہ میں کوئی مرغی بھی انڈے دینے کے لائق نہ رہی اور کوئی کبوتر اور جانور بھی اس جگہ میں پھلا پھولا نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد سے یہ جگہ آج تک قبا میں ویران پڑی ہے اور اس منہدم کی ہوئی مسجد کا لقب مسجد ضرار مشہور ہوا کہ جو مسلمانوں کے ضرر پہنچانے کیلئے بنائی گئی تھی۔

مسجد ضرار کی تعمیر کے مقاصد

یہاں ان آیات میں اسی مسجد ضرار کا ذکر فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ منافقین نے مسجد کا نام رکھ کر ایک ایسی عمارت بنائی جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا تھا اور اس مسجد مذکورہ کے بنانے کی تین اغراض فاسدہ بتلائی گئیں:۔

(۱) اول غرض مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے جس کے لئے لفظ ضراراً استعمال ہوا۔

(۲) دوسری غرض اس مسجد کی تَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ فرمائی گئی یعنی منافقین کا مطلب اس مسجد بنانے سے یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پڑ جائے یعنی مسلمانوں کی جماعت کے دو ٹکڑے ہو جاویں۔ ایک ٹکڑا قدیم مسجد قبا سے کٹ کر اس جدید مسجد میں نماز پڑھنے والوں کا ہو جائے اور قدیم مسجد قبا کے نمازی گھٹ جائیں۔

(۳) تیسری غرض فاسد اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ بتلائی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ اس مسجد سے یہ کام بھی لیا جائے کہ یہاں اللہ اور رسول کے دشمنوں کو پناہ ملے اور وہ یہاں مسلمانوں کے خلاف سازش کیا کریں۔

پس ایسی مسجد جس کی بنیاد محض ضد، کفر و نفاق عداوت اسلام اور مخالفت خدا اور رسول پر رکھی گئی ہو اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ کبھی اس مسجد میں نماز کیلئے کھڑے نہ ہوں۔

مسجد قباء

ہاں آپ کی نماز کے لائق وہ مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن ہی سے تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم ہوئی (مراد اس سے مسجد قبا ہے) اور جس کے نمازی گناہوں اور شرارتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر و باطن خوب پاک صاف رکھتے ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے۔ حدیث میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل قبا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تمہاری مسجد کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکی اور طہارت کی تعریف فرمائی ہے اور تمہارے حق میں بطور مدح کے فرمایا فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (یعنی اس مسجد قبا کے نمازی ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے) تو تم طہارت اور پاکیزگی کا کیا خاص اہتمام رکھتے ہو جو حق تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی مدح فرمائی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مٹی کے ڈھیلوں کو استعمال کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بس یہی بات ہے لہذا آئندہ بھی تم اس پر کاربند رہو۔

دعا کیجئے: یا اللہ جس طرح اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت آپ نے ابتدا میں اعدائے دین سے فرمائی۔ یا اللہ جس طرح منافقین کی چالیں ابتدا میں ملیا میٹ فرمائیں اسی طرح یا اللہ موجودہ منافقین کی چالوں اور منصوبوں کو ملیا میٹ فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد

بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

کسی گھاٹی کے کنارہ پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا۔

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ

انکی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا ہو جاویں

تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

تو خیر اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔

اَفَمَنْ سو کیا وہ جو	اَسَّسَ بنیاد رکھی اس نے	بُنْيَانَهٗ اپنی عمارت	عَلٰى پر	تَقْوٰى خوف	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	وَرِضْوَانٍ اور خوشنودی	خَيْرٌ بہتر
اَمْ یا	مَّنْ جو۔جس	اَسَّسَ بنیاد رکھی	بُنْيَانَهٗ اپنی عمارت	عَلٰى پر	شَفَا کنارہ	جُرُفٍ کھائی	هَارٍ گرنے والا	فَانْهَارَ سو گر پڑی
بِهٖ اسکو لے کر	فِيْ میں	نَارِ جَهَنَّمَ دوزخ کی آگ	وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الظّٰلِمِيْنَ ظالم
لَا يَزَالُ ہمیشہ رہے گی	بُنْيَانُهُمُ ان کی عمارت	الَّذِيْ جو کہ	بَنَوْا بنیاد رکھی	رِيْبَةً شک	فِيْ میں	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	اِلَّآ مگر
اَنْ تَقَطَّعَ یہ ٹکڑے ہو جائیں	قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا

مخلص مومنین اور منافقین کی حالت کا فرق

گذشتہ آیات میں منافقین کی مسجد ضرار اور اس کے مقابلہ میں مومنین مخلص کی مسجد قبا کا حال بیان ہوا تھا۔

ان آیات میں مخلص اہل ایمان اور دوغلے منافقین کی حالت کا فرق اور ہر گروہ کا انجام کار یعنی اخلاص اور نفاق کا فرق ایک مثال دے کر سمجھایا جاتا ہے اور وہ مثال یہ دی گئی کہ دو قسم کے آدمی ہیں اور ہر ایک نے اپنی عمارت علیحدہ بنائی ہے۔ ایک کے پیش نظر تو خوف خدا اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اس نے عمارت اس لئے بنائی کہ تقویٰ یقین و اخلاص اور خدا کی رضا جوئی حاصل ہو۔ دوسرے کی عمارت کی بنیاد فساد نیت پر قائم ہے اس نے کسی گہرے غار کے بالکل کمزور کنارہ پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھی یعنی اس کی نیت میں نفاق و معصیت ہے تو ظاہر ہے کہ اول شخص کی عمارت قوی اچھی اور افضل ہو گی اور دوسرے کی عمارت کمزور اور گر جانے والی ہو گی۔ یہی حال مومن اور منافق کے اعمال کا ہے۔ مومن کی بنائی ہوئی مسجد چونکہ خلوص نیت پر مبنی ہے اس لئے افضل اور مقبول ہے اور منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد نفاق پر مبنی ہے تو گویا وہ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ بنائی گئی ہے جو بہت جلد گر جائے گی خود بھی جہنم رسید ہو گی اور اپنے بنانے والوں کو بھی اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائے گی۔ الغرض منافقوں کی اور ان کی مسجد کی معنوی تمثیل تو خدا تعالیٰ نے آیت میں دی ہی تھی اور مرنے کے بعد ان کا نتیجہ عمل ظاہر فرمایا ہی تھا مگر دنیا میں بھی اس مسجد ضرار کی تباہی اور آتش زدہ ہونا دکھا دیا۔ جب مسجد ضرار بنانے والے منافقین کی مراد پوری نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا پردہ

فاش کر دیا اور ان کا گرو ابو عامر خوار و ذلیل ہو کر مر گیا تو اب ان کو اپنی حالت کی بنا پر سخت اندیشہ ہوا کہ خدا جانے مسلمان ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے لیکن اس اندیشہ اور خوف کے باوجود صداقت سے پھر بھی دور ہی رہے اور مرتے وقت تک دلوں سے نفاق نہ نکلا۔

مومن و منافق کے عمل میں فرق کی اعلیٰ تمثیل

امام رازیؒ فرماتے ہیں میں تمام عالم میں اس سے بڑھ کر کوئی مثال منافقوں کے حال کے مطابق نہیں پاتا۔ بعض مفسرین نے اس مثال کو جو یہاں آیت میں دی گئی ہے اور وسعت دی ہے اور اسے پوری تعمیر حیات پر چسپاں کیا ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ لیا ہے کہ جو لوگ اپنے عمل کی بنیاد خدا سے بے خوفی اور اس کی رضا سے بے نیازی پر رکھتے ہیں اور ان کے مقاصد ناپاک اور ان کی نیت میں معصیت ونفاق ہوتا ہے ان کی تعمیر حیات اس عمارت کی مثل ہے جو ایک کھوکھلے اور بے ثبات کنارہ دریا پر اٹھائی گئی ہو کہ پانی زمین کے حصہ کو اندر سے کھا لیتا ہے اور اوپر زمین کی سطح ہموار نظر آتی ہے۔ تو جو عمارت ایسی زمین پر ہو وہ اپنے نیچے ٹھوس زمین نہ رکھنے کی وجہ سے کوئی پائیداری نہیں رکھتی اور کسی وقت بھی گر کر تباہ و برباد ہو سکتی ہے۔ اس دنیوی زندگی میں مومن ہو یا منافق' کافر ہو یا مسلم' فاجر ہو یا فاسق' تمام ہی انسان عمل کرتے ہیں اور اپنے کارنامہ زندگی کی عمارت اٹھاتے ہیں جس کی مضبوطی اور پائیداری کا انحصار اس پر ہے کہ اس کے نیچے خدا کے خوف اور اس کے حضور جواب دہی کے احساس اور اس کی مرضی کے اتباع کی ٹھوس بنیاد موجود ہو۔ ورنہ جو نادان محض حیات دنیا کے ظاہری پہلو پر اعتماد کر لیتا ہے اور دنیا میں خدا سے بے خوف اور اس کی رضا اور احکام سے بے پرواہ ہو کر کام کرتا ہے وہ دراصل اپنی تعمیر زندگی کے نیچے سے اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے اور اس کا آخری انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ بے بنیاد تعمیر جس پر اس نے اپنی تمام عمر عزیز کا سرمایہ خرچ کیا ایک دن یکا یک گر جائے اور اس کی ساری عمر عزیز کا سرمایہ ضائع اور برباد ہو جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! منافقین اور اعدائے دین کو ابتدا میں جیسا ذلیل فرما کر ختم کیا اسی طرح موجودہ دشمنان اسلام کو ذلیل وخوار فرما کر ختم فرما۔ ان کے عزائم کو ملیا میٹ فرما۔ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت نصیب فرما۔ یا اللہ تقویٰ کی دولت ہم کو عطا فرما اور ہم کو اپنے اعمال صدق و دیانت اور امانت کی بنا پر اٹھانے کی توفیق نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کی عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ

وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں

وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ

اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھیرایا ہے

بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ

خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ وہ مجاہدین ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے

السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے اور ایسے مؤمنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔

إِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	اشْتَرٰى خرید لئے	مِنَ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	اَنْفُسَهُمْ انکی جانیں	وَاَمْوَالَهُمْ اوران کے مال	بِاَنَّ اس کے بدلے
لَهُمُ ان کیلئے	الْجَنَّةَ جنت	يُقَاتِلُوْنَ وہ لڑتے ہیں	فِيْ میں	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	فَيَقْتُلُوْنَ سو وہ مارتے ہیں	وَيُقْتَلُوْنَ اور مارے جاتے ہیں	
وَعْدًا وعدہ	عَلَيْهِ اس پر	حَقًّا سچا	فِي التَّوْرٰىةِ تورات میں	وَالْاِنْجِيْلِ اور انجیل	وَالْقُرْاٰنِ اور قرآن	وَمَنْ اور کون	اَوْفٰى زیادہ پورا کرنیوالا
بِعَهْدِهٖ اپنا وعدہ	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	فَاسْتَبْشِرُوْا پس تم خوشیاں مناؤ	بِبَيْعِكُمُ اپنے سودے پر	الَّذِيْ جو کہ	بَايَعْتُمْ تم نے سودا کیا	بِهٖ اس سے	
وَذٰلِكَ اور یہ	هُوَ وہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِيْمُ عظیم	اَلتَّآئِبُوْنَ توبہ کرنیوالے	الْعٰبِدُوْنَ عبادت کرنیوالے	الْحٰمِدُوْنَ حمد وثنا کرنیوالے	
السَّآئِحُوْنَ روزہ رکھنے والے	الرّٰكِعُوْنَ رکوع کرنیوالے	السّٰجِدُوْنَ سجدہ کرنیوالے	الْاٰمِرُوْنَ حکم دینے والے	بِالْمَعْرُوْفِ نیکی کا	وَالنَّاهُوْنَ اور روکنے والے		
عَنِ سے	الْمُنْكَرِ برائی	وَالْحٰفِظُوْنَ اور حفاظت کرنے والے	لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اللہ کی حدود کی	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دو	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن		

مجاہدین کی فضیلت: گذشتہ آیات میں جہاد سے جان چرانے والے منافقین کا بیان ہوا تھا اب ان کے مقابلہ میں مجاہدین کی فضیلت اور خالص پختہ مومنوں کے اوصاف اور ان کا نتیجہ خیر بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ایک سودا کیا یعنی جس طرح خرید وفروخت میں اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے عقد معاوضہ کیا۔ اہل ایمان اپنے جان و مال اللہ تعالیٰ

کے ہاتھ فروخت کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض ان کو جنت عطا فرمائے گا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اصل حقیقت کے لحاظ سے تو انسان کی جان و مال کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ وہی اس کا خالق اور ان سب چیزوں کا خالق ہے جو اس کے پاس ہیں اور اسی نے وہ سب کچھ انسان کو بخشا ہے جس پر وہ اپنا تصرف کر رہا ہے۔

تو یہ لطف و عنایت اور کرم و نوازش کی حد ہے کہ اس ذرا سی چیز کے معاوضہ میں حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت انہی کی ہے معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لئے مخصوص کر دیا پھر یہ نہیں کہ ہمارے جان و مال خرید لئے گئے تو فوراً ہمارے قبضہ سے نکال لئے جائیں صرف اس قدر مطلوب ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستہ میں پیش کرنے کیلئے تیار رہیں۔ دینے سے بخل نہ کریں پھر وہ خواہ لیں یا نہ لیں۔ اسی کے پاس چھوڑے رکھیں۔ اسی لئے یہاں فرمایا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے۔ بعدہٗ ماریں یا مارے جائیں وہ انعام بے بدل یعنی جنت مقتول ہونے یا شہادت پانے ہی پر منحصر نہیں۔ محض اپنی طرف سے جان پیش کر دینے پر ہے دنیا میں انجام اس کا خواہ کچھ بھی ہو دوسروں کو قتل کریں یا خود قتل ہو جائیں دونوں صورتوں میں عقد بیع پورا ہو گیا اور یقینی طور پر قیمت کے مستحق ٹھہر گئے۔

سب سے سچا و پکا وعدہ

اب ممکن ہے کہ کسی کو وسوسہ گزرتا کہ معاملہ تو بیشک سودمند اور فائدہ بخش ہے لیکن قیمت نقد نہیں ملتی اس کا جواب دیا گیا وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ یعنی اس پر ہماری طرف سے سچا وعدہ ہے اور پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا کہ یہ مضمون سب ہی کتب آسمانی میں درج ہو چکا ہے یعنی تورات، انجیل اور قرآن میں پختہ دستاویز لکھ دی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ کیا خداوند قدوس سے بڑھ کر صادق القول، راستباز اور وعدہ کا پکا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا اس کا ادھار بھی دوسروں کے نقد سے ہزاروں درجہ پختہ اور بہتر ہو گا۔ پھر مومنین کے لئے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کے لئے اس سے بہتر کون سا موقع ہو گا کہ خود رب العزت ان کا خریدار بنے اور اس شان سے بنے۔

مجاہدین کی نو صفات

آگے ان مجاہدین کی جو جان و مال سے خدا کے ہاتھ پر بک چکے ہیں مزید نو صفات بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) وہ مجاہدین توبہ کرتے رہنے والے ہیں۔ (۲) اللہ کی عبادت کرتے رہنے والے ہیں۔ (۳) اللہ کی حمد کرنیوالے ہیں۔ (۴) روزہ رکھنے والے ہیں۔ (۵) رکوع کرنیوالے ہیں۔ (۶) سجدہ کرنیوالے ہیں۔ (۷) نیک باتوں کی تعلیم کرنیوالے ہیں۔ (۸) بری باتوں سے باز رکھنے والے ہیں۔ (۹) اللہ کی حدوں کا یعنی احکام کا خیال رکھنے والے ہیں۔

اخیر میں ارشاد ہوا کہ ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے کہ ان سے جنت کا وعدہ مذکور ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان صفات کی قید لگانے کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر ان صفات کے جہاد کا ثواب نہیں ملتا کیونکہ نصوص کثیرہ میں صرف جہاد پر بشارات وارد ہیں۔ البتہ ایمان شرط ضروری ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان سب کے اجتماع پر ثواب اور فضیلت میں اور کثرت اور قوت ہو جاتی ہے۔ تاکہ نرے جہاد پر نہ بیٹھ جاویں بلکہ ان عبادات مذکورہ کو بھی ہمیشہ بجا لاویں۔

جہاد کا حکم پچھلی امتوں میں

یہاں جو آیت میں فرمایا گیا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ جو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں یعنی کبھی قتل کرتے ہیں اور کبھی قتل کئے جاتے ہیں۔ اس قتل پر ان سے جنت کا سچا وعدہ کیا گیا ہے۔ توریت میں بھی۔ انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی تو اس سے معلوم ہوا کہ جہاد و قتال کا حکم تمام پچھلی امتوں کے لئے بھی سب کتابوں میں نازل کیا گیا اور یہ جو مشہور ہے کہ انجیل میں جہاد کا حکم نہیں تو ممکن ہے کہ بعد کے لوگوں نے جو تحریفات اس میں کی ہیں اس میں احکام جہاد کو خارج کر دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ

اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔اور ابراہیمؑ کا اپنے باپ کیلئے مغفرت مانگنا وہ

إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ

صرف وعدہ کے سبب سے تھا جوانہوں نے اس سے وعدہ کرلیا تھا پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے

إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿۱۱۴﴾

واقعی ابراہیم بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے۔

مَاكَانَ نہیں ہے	لِلنَّبِيِّ نبی کیلئے	وَ اور	الَّذِينَ آمَنُوا جولوگ ایمان لائے	أَنْ کہ	يَسْتَغْفِرُوا وہ بخشش چاہیں	لِلْمُشْرِكِينَ مشرکوں کیلئے
وَلَوْ خواہ	كَانُوا وہ ہوں	أُولِي قُرْبَىٰ قرابت دار	مِنْ بَعْدِ اس کے بعد	مَا تَبَيَّنَ جب ظاہر ہوگیا	لَهُمْ اُن پر	أَنَّهُمْ کہ وہ
أَصْحَابُ الْجَحِيمِ دوزخ والے	وَمَاكَانَ اور نہ تھا	اسْتِغْفَارُ بخشش چاہنا	إِبْرَاهِيمَ ابراہیم	لِأَبِيهِ اپنے باپ کیلئے	إِلَّا مگر	
عَنْ مَوْعِدَةٍ ایک وعدہ کے سبب	وَعَدَهَا جواس نے وعدہ کیا	إِيَّاهُ اس سے	فَلَمَّا پھر جب	تَبَيَّنَ ظاہر ہوگیا	لَهُ اس پر	أَنَّهُ کہ وہ
عَدُوٌّ لِلَّهِ اللہ کا دشمن	تَبَرَّأَ وہ بیزار ہوگیا	مِنْهُ اس سے	إِنَّ بیشک	إِبْرَاهِيمَ ابراہیمؑ	لَأَوَّاهٌ نرم دل	حَلِيمٌ بُردبار

مشرکین سے برأت وبیزاری کے حکم کی تاکید

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کا مومنین کی جان و مال کا جنت کے عوض خریدنے کا بیان ہوا تھا۔اب بتلایا جاتا ہے کہ مومنین جب جان و مال سے خدا کے ہاتھ فروخت ہوچکے تو ضروری ہے کہ تنہا اسی کے ہوکر رہیں۔اعداء اللہ سے جن کا دشمن خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہوچکا ہے محبت اور مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں۔خواہ یہ دشمنان خدا ان کے ماں باپ چچا نانا اور خاص بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں۔جو خدا کا باغی اور دشمن ہے وہ ان کا دوست کیسے ہوسکتا ہے۔پس جس کی بابت پتہ چل جائے کہ بالیقین دوزخی ہے خواہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے یا اس طرح کے علانیہ کفر وشرک پر اس کو موت آچکی ہو اس کے حق میں مسلمانوں کا استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہوا۔یا یوں سمجھئے کہ اس سورۂ توبہ کے شروع میں کفار ومشرکین سے برأت اور بیزاری کا ذکر تھا پھر اس کے بعد منافقین کی قباحتوں کا ذکر ہوا تو اب اسی بیزاری کی تاکید کے لئے یہ حکم دیا جاتا ہے۔کہ جس طرح زندگی میں کفار اور مشرکین سے برأت و بیزاری ایمان کے لوازم میں سے ہے اسی طرح ان کے مرنے کے بعد بھی ان سے بیزاری ایمان کے لوازم میں سے ہے کہ مرنے کے بعد نہ کافر کا جنازہ پڑھنا جائز ہے اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا جائز ہے اور نہ اس کے لئے دعاء مغفرت جائز ہے اگرچہ وہ مسلمانوں کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔گویا گذشتہ آیات میں زندہ کافروں سے برأت وبیزاری کا حکم تھا اب ان آیات میں مردہ کافروں سے برأت وبیزاری کا حکم ہے اور اہل ایمان کے لئے ممنوع ہوا کہ مشرکوں اور کافروں کے لئے ان کے مرنے کے بعد دعاء مغفرت کی جائے اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

جناب ابوطالب کا قصہ

شان نزول: بعض احادیث میں مذکور ہے اور مشہور قول یہی ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے حق میں یہ آیات اتریں۔ جن کا واقعہ بخاری ومسلم کی روایات کے مطابق اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب اگرچہ مسلمان نہ ہوئے تھے مگر عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت وحفاظت کرتے رہے اور اس معاملہ میں برادری کے کسی فرد کا کہنا نہیں مانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا بڑا اہتمام تھا کہ کسی طرح یہ کلمۂ اسلام پڑھ لیں اور ایمان لے آئیں تو شفاعت کا موقع مل جائے گا۔ اور یہ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں گے مرض وفات میں جب ان کا آخری وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی فکر تھی کہ اس وقت بھی کلمہ شریف پڑھ لیں تو کام بن جائے چنانچہ اس حالت میں آپ ان کے پاس پہنچے مگر ابوجہل، عبداللہ بن امیہ پہلے سے وہاں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے چچا کلمہ لآ اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیں تو میں آپ کی بخشش کے لئے کوشش کروں گا مگر ابوجہل بول اٹھا کہ کیا تم عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ پھر اپنا کلام دہرایا مگر ہر مرتبہ ابوجہل یہی بات کہہ دیتا یہاں تک کہ آخری کلام میں ابوطالب نے یہی کہا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔ اسی حالت میں وفات ہو گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں آپ کے لئے برابر استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔ اس پر یہ آیت ممانعت کی نازل ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کو کفار ومشرکین کے لئے دعاء مغفرت کرنے سے منع فرما دیا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

(معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ جلد چہارم)

اور بعض نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے آباء مشرکین کیلئے جو مر چکے تھے استغفار کریں اس آیت میں انکو منع کیا گیا کہ کفار مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر وشرک پر معلوم ہو جائے استغفار جائز نہیں۔

بہر حال شان نزول کچھ بھی ہو اور ہو سکتا ہے۔ کہ چند اسباب کے موجود ہونے کے بعد آیت کا نزول یک بارگی سب کے متعلق ہوا ہو۔

جو کفر پر مر چکے ان کے لئے استغفار کی ممانعت

یہاں یہ حکم دیا گیا کہ جب مشرکوں کا جہنمی ہونا آیات قرآن معلوم ہو گیا تو اگر کوئی شخص بحالت کفر مر جائے اور کفر پر مرنا محقق ہو تو ایسی صورت میں کسی اہل ایمان کیلئے جائز نہیں کہ اس کیلئے دعا مغفرت کرے اگرچہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو۔ اور عام اہل ایمان تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی جائز نہ رکھا گیا کہ کسی مردہ کافر کیلئے استغفار فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والدین کیلئے استغفار

اب اگر کسی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے شبہ ہو کہ انہوں نے اپنے مشرک باپ کے لئے دعائے مغفرت کی تھی تو اس شبہ کا جواب بھی دے دیا گیا۔ سورۂ مریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے قبول حق سے اعراض کیا اور ضد وعناد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا تو آپ نے والدین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ یعنی میں خدا سے تیرے لئے استغفار کروں گا۔ اس وعدہ کے موافق آپ برابر استغفار کرتے رہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں۔ اس کا جواب حق تعالیٰ نے دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ کی بنا پر صرف اس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اسے کفر وشرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور بخشا جائے۔ پھر جب کفر وشرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بالکلیہ بیزار ہو گئے اور دعاء استغفار ترک کر دیا۔ پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے جب توبہ اور رجوع کے احتمالات منقطع ہو گئے تو آپ نے باپ کی خیر خواہی سے ہاتھ اٹھا لیا اور اس حادثہ کو پیغمبرانہ صبر وتحمل سے برداشت کیا۔

یہاں آیت میں صراحت فرما دی گئی کہ کافر خواہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو اگر کفر پر مر جائے تو اس کے لئے استغفار کرنا جائز نہیں اور یہ حکم تا قیامت تمام اہل اسلام کے لئے واجب ہے اس میں درپردہ اس امر کی بھی تلقین ہے کہ کافر کی مسلمان سے کوئی یگانگت نہیں رہتی۔ ہر اللہ کا دشمن مسلمان کا دشمن ہے کوئی دینی مذہبی تعلق اس کا مسلمان سے باقی نہیں رہتا گویا قرآن پاک نے قومیت اور قرابت کی بنا محض مذہب اور دین پر قائم کی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کئے پیچھے گمراہ کردے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں بیشک

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا اور مارتا ہے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے۔

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	اللّٰهُ اللہ	لِيُضِلَّ کہ وہ گمراہ کرے	قَوْمًا کوئی قوم	بَعْدَ بعد	اِذْ هَدٰىهُمْ جب انہیں ہدایت دیدی	حَتّٰى جب تک	
يُبَيِّنَ واضح کردے	لَهُمْ ان پر	مَا جس	يَتَّقُوْنَ وہ پرہیز کریں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا	عَلِيْمٌ جاننے والا	اِنَّ بیشک
اللّٰهَ اللہ	لَهٗ اس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	يُحْيٖ وہ زندگی دیتا ہے	وَيُمِيْتُ اور وہ مارتا ہے	
وَمَا لَكُمْ اور تمہارے لئے نہیں	مِنْ کوئی	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مِنْ سے	وَلِيٍّ کوئی حمایتی	وَلَا نَصِيْرٍ اور نہ مددگار		

جو مومن مشرک کیلئے استغفار کی ممانعت سے پہلے استغفار کرتے تھے اور اب فوت ہو چکے ہیں انکا حکم

گذشتہ آیات میں مشرکوں کے لئے استغفار کرنے کی ممانعت تھی۔ لیکن ممانعت سے پہلے بعض مسلمان اپنے اقارب مشرکین کے لئے جو مر گئے تھے استغفار کیا کرتے تھے اور بعض مسلمان جو استغفار کرتے تھے اس ممانعت سے پہلے انتقال کر چکے تھے اور جو زندہ تھے ان کو اپنے فعل پر سخت ندامت اور خوف تھا کہ جنہوں نے مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کی کیا ان کی پکڑ ہوگی؟ اس کے جواب میں تسلی کے لئے ان آیات کا نزول ہوا اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو ہدایت کر دیتا ہے تو پھر اس کو گمراہ قرار نہیں دیتا۔ تاوقتیکہ ان کے سامنے تمام ممنوعات بیان نہ کردے۔ جب ممنوعات کی تفصیل اور ان سے بچنے کی ہدایت کر دیتا ہے اور پھر وہ ان کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ مواخذہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو ایمان دیا اور ہدایت دی اور ابھی تک یہ حکم نہیں دیا تھا کہ مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ان کو اس فعل پر کیسے گمراہ قرار دے سکتے ہیں جو تم ممانعت سے پہلے جو کر چکے ہو وہ معاف ہے البتہ ممانعت کے بعد اگر حکم کی خلاف ورزی کی تو کوئی بچانے والا نہیں۔ غرض یہ کہ ممانعت سے پہلے جنہوں نے مشرکوں کے لئے استغفار کی تو اس سے مسلمان نہ گمراہ ہوئے اور نہ گنہگار۔

مومن کو اللہ تعالیٰ کی مدد کافی ہے

اس کے بعد بعض اہل اسلام کے دل میں یہ کھٹکا تھا کہ اللہ نے کفار عزیز و اقارب بلکہ جمیع کفار کی دوستی سے منع کر دیا اور سب سے لڑنے کا حکم دیا اور ہماری قدرت و طاقت معلوم ہے پھر ان کی معاونت بغیر کیا ہوگا۔ اس خیال کے دور کرنے کو بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے وہ قادر مطلق تم کو اعانت و نصرت کے لئے کافی ہے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی حمایتی مددگار نہیں۔ تمہارا مددگار اللہ کافی ہے۔ یعنی مومنین کو اللہ کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور خدا کے دشمنوں سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اور اگر خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنا چاہتے ہو تو اس کے دشمنوں سے تعلق نہ رکھو۔

دعا کیجئے: یا اللہ اپنے ہر چھوٹے بڑے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری ہم کو نصیب فرما اور جو احکام یا اللہ آپ کے ہم کو پہنچ چکے ہیں ان کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ آپ ہمارے حامی اور مددگار ہو جایئے اور غیروں کی مدد و حمایت کا ہم کو حاجتمند نہ رکھئے۔ یا اللہ موت و حیات آپ ہی کے قبضہ میں ہے یا اللہ ہم کو اسلام کی زندگی اور ایمان کی موت نصیب فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا

سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ

بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہوچلا تھا پھر اللہ نے اُن کے حال پر توجہ فرمائی

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔

لَقَدْ تَّابَ البتہ توجہ فرمائی	اللّٰهُ اللہ	عَلَى پر	النَّبِيِّ نبی	وَالْمُهٰجِرِيْنَ اور مہاجرین	وَالْاَنْصَارِ اور انصار	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	
اتَّبَعُوْهُ اسکی پیروی کی	فِيْ میں	سَاعَةِ گھڑی	الْعُسْرَةِ تنگی	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا كَادَ جب قریب تھا	يَزِيْغُ پھر جائیں	قُلُوْبُ دل
فَرِيْقٍ ایک فریق	مِّنْهُمْ ان سے	ثُمَّ پھر	تَابَ وہ متوجہ ہوا	عَلَيْهِمْ ان پر	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِهِمْ اُن پر	رَءُوْفٌ انتہائی شفیق رَّحِيْمٌ نہایت مہربان

غزوۂ تبوک کی مشکلات

یہ آیت بھی غزوۂ تبوک ہی سے متعلق ہے۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے شام کی طرف چلنے کے لئے عام حکم دیا تو وہ وقت بہت سخت تھا۔ قحط سالی کا سال تھا۔ کھیتیاں اجاڑ تھیں کھجوریں پکنے کا زمانہ تھا اور یہی اس وقت بڑی سرمایہ تھیں۔ اور سال بھر کے گزران کا سہارا اس پر تھا۔ پھر سفر بڑی دور دراز کا تھا۔ موسم شدید گرمی کا تھا۔ سواری کی اتنی کمی کہ ایک ایک اونٹ دس دس مجاہدین کے حصہ میں آیا۔ سامان رسد کی کمی جس کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک ایک کھجور دو دو شخصوں میں تقسیم ہوئی۔ اور آخر میں اتنا بھی نہ رہ گیا۔ پھر مقابلہ کسی متفرق و منتشر قبائل سے نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی تربیت یافتہ اور قواعد دان رومی شہنشاہی فوج سے تھا جو ہر طرح کے سامان جنگ سے آراستہ تھی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اثناء راہ میں اہل اسلام کو سخت تکالیف و مصائب کا سامنا ہوا۔ لو کی سخت لپٹ' پیاس کی تکلیف' بھوک کی شدت' اس قدر سخت حالی کہ دو دو لشکری ایک ایک چھوارا پھاڑ کر بانٹ لیتے اور ایک چھوارہ کو چند آدمی باری باری سے چوس لیتے اور اس پر پانی پی لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم سفر تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ایک پڑاؤ پر اترے اور اتنی پیاس لگی کہ دم سوکھ گیا۔ بعض آدمیوں نے اونٹ ذبح کر کے اس کے اندر سے پانی کی تھیلی نکال کر کچھ پانی پیا اور کچھ جگر پر ملا۔ ان حالات میں ثابت قدم رہنا ہر ایک کے بس کا نہیں۔

بشری کمزوریاں

ان شدائد و مصائب سے تنگ آ کر بعض کمزور مسلمانوں کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا اور ایک کمزور خیال اس بات کا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی چھوڑ دیں اور جہاد میں مزید سفر سے ہمت ہارنے کو تھے کیونکہ ادھر تو بھوک پیاس کی تکلیف گرمی اور لو کی شدت ادھر لشکر میں بعض منافقین کی ریشہ دوانیاں۔ بعض کمزور مسلمان اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے نہ مڑے مگر وسوسہ دل میں ضرور رہا۔

رحمت الٰہی کی بارش

ان شدائد کو دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ حضور کی دعا

میں اللہ نے اثر عطا فرمایا ہے۔ آپ ہمارے لئے دعا فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا ابوبکر کیا تم کو یہ بات پسند ہے؟ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء باران رحمت کے لئے دست مبارک اٹھائے اور ابھی ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ بارش برسنے لگی لوگوں نے تمام برتن بھر لئے۔ لشکر خوب سیراب ہو گیا۔ لوگوں نے ادھر ادھر جا کر دیکھا تو لشکر سے باہر پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ تو ان آیات میں یہی بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی مہربانیاں پیغمبر علیہ السلام پر بے شمار ہیں اور آپ کی برکت سے مہاجرین وانصار پر بھی حق تعالیٰ کی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ ان کو ایمان وعرفان سے مشرف فرمایا۔ اتباع نبوی' جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کو سرانجام دینے کی ہمت وتوفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مومنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈگمگانے لگے تھے اور رفاقت نبوی سے پیچھے ہٹنے کے وسوسہ آنے لگے تھے مگر حق تعالیٰ نے پھر دستگیری اور مہربانی فرمائی کہ ان کو اس قسم کے خطرات ووساوس پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا اور مومنوں کی ہمت کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔

عظمت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہاں اس آیت میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر توجہ ومہربانی فرمانے کا ذکر کیا گیا اور پھر مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر عنایات وتوجہ کا ذکر فرمایا گیا۔ اس موقع پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس مقام پر اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی محبوبیت تو اظہر من الشمس ہے مگر اول تو تبرکا اور پھر حضرات صحابہ کرام کا دل خوش کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا گیا۔ تو اس آیت سے بھی مدح صحابہ اور ان کی خصوصی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے شدائد اور سختیوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدم رکھا اور ان کے حال پر توجہ اور مہربانی فرمائی۔ ایسے مشکل وقت میں جہاں ہر طرف سے مشقتوں کا ہجوم ہو ضعف بشری کی بنا پر دل میں وساوس کا آ جانا اگرچہ گناہ نہیں مگر محبین صادقین کے شایان شان نہیں۔ قانون محبت کے لحاظ سے اس پر گرفت ہو سکتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس محبوب جماعت کے خیالات اور خطرات سے درگزر فرمایا بلکہ اس تنگدستی اور سختی کے وقت میں ساتھ دینے کی وجہ سے ان کی تمام لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کر دیا جیسا کہ اہل بدر کے بارہ میں فرمایا تھا۔ اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم بدر پہلا غزوۂ تھا اور تبوک آخری غزوہ تھا جو عسرت اور شدت میں غزوۂ بدر سے کہیں زیادہ تھا۔ اس لئے اس آخری غزوۂ میں شریک ہونے والے حق تعالیٰ کی خاص الخاص عنایات اور توجہات کے مورد بنے۔

دعا کیجئے

یا اللہ جیسی آپ نے حضرات مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر توجہ وعنایت فرمائی ان حضرات کے نام لیوا ہم بھی ہیں۔ ان کی مقبولیت ومحبوبیت کے طفیل میں ہم پر بھی مہربانی وعنایت فرمایئے۔ یا اللہ جیسا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو غزوۂ تبوک میں عزم وہمت عطا فرمایا تھا ان کے عزم وہمت اور اخلاص کے طفیل میں ہم کو بھی دشمنان دین اسلام سے جہاد فی سبیل اللہ کی ہمت عطا فرمایئے۔ یا اللہ صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے ہاتھوں سے کفر وشرک اور باطل مٹایا گیا آپ ہم کو بھی قوت وہمت عطا فرمائیں کہ ہم دشمنان دین کو سرنگوں کر سکیں اور حق کو سربلند کر سکیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

اوران تین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ

اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے

عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾ع

پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

وَ اور	عَلَى پر	الثَّلٰثَةِ وہ تین	الَّذِيْنَ وہ جو	خُلِّفُوْا پیچھے رکھا گیا	حَتّٰٓي یہاں تک	اِذَا جب	ضَاقَتْ تنگ ہوگئی	عَلَيْهِمُ ان پر
الْاَرْضُ زمین	بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادگی	وَضَاقَتْ اور وہ تنگ ہوگئی	عَلَيْهِمْ ان پر	اَنْفُسُهُمْ ان کی جانیں	وَظَنُّوْٓا اور انہوں نے جان لیا			
اَنْ کہ	لَا مَلْجَاَ نہیں پناہ	مِنَ سے	اللّٰهِ اللہ	اِلَّآ مگر	اِلَيْهِ اسکی طرف	ثُمَّ پھر	تَابَ عَلَيْهِمْ وہ متوجہ ہوا ان پر	لِيَتُوْبُوْا تا کہ وہ توبہ کریں
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	هُوَ وہ	التَّوَّابُ توبہ قبول کرنیوالا	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان					

غزوۂ تبوک سے رہ جانیوالے

تین حضرات کا واقعہ واقعہ کا اجمالی تعارف

یہ تین اصحاب جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور جس میں قبول توبہ کی بشارت دی گئی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ تینوں انصاری صحابہ تھے جو اس غزوۂ تبوک سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے غزوات میں شریک رہ چکے تھے مگر غزوۂ تبوک کے موقع پر اتفاقی طور پر سے اس لغزش میں مبتلا ہو گئے کہ غزوۂ تبوک کے جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں سفر نہ کر سکے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو منافقین نے تو حاضر ہو کر جھوٹے عذر پیش کر کے اور جھوٹی قسمیں کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باطنی حالت کو اللہ کے سپرد کیا اور ظاہری قسموں کو قبول کر لیا اور یہ لوگ آرام سے پھر رہنے لگے۔ کچھ لوگوں نے ان تینوں انصاری صحابہ کو بھی یہی مشورہ دیا کہ تم بھی کوئی عذر کر کے اپنی صفائی دربار رسالت میں پیش کر دو مگر ان حضرات کے دلوں نے ملامت کی کہ ایک غلطی تو جہاد سے پیچھے رہ جانے کی ہم سے سرزد ہوئی اب دوسرا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ عذر پیش کرنے کا کریں۔ اس لئے ان حضرات نے صاف صاف اپنے قصور کا اعتراف کر لیا تھا۔ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سلام و کلام کے ختم کرنے کا حکم دیا تھا۔ بالآخر پچاس دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض اور صحابہ کرام کے مقاطعۂ سلام و کلام کی انتہائی سخت مصیبت جھیلنے کے بعد ان حضرات کی قبولیت توبہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور یہ حضرات پھر بڑی سرخروئی اور مبارکبادیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں میں مقبول ہوئے۔ انہی تینوں انصاری حضرات کے قصہ کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے جو بخاری و مسلم و دیگر کتب حدیث میں تفصیل سے منقول ہے۔

واقعہ کی تفصیلات حضرت کعب کی زبانی

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہر جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں صرف غزوۂ بدر

اور غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوسکا۔ غزوۂ بدر کا واقعہ چونکہ اچانک پیش آیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اس میں شریک ہونے کا حکم بھی نہیں دیا تھا اور شریک نہ ہونے والوں پر کوئی عتاب بھی نہیں فرمایا تھا اس میں بھی شریک نہ ہوسکا۔ اور میں لیلۃ العقبہ کی بیعت میں بھی حاضر تھا جس میں ہم نے اسلام کی حمایت وحفاظت کا معاہدہ کیا تھا اور مجھے یہ بیعت عقبہ کی حاضری غزوۂ بدر کی حاضری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ اگرچہ غزوۂ بدر لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔

غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوسکنے کے اسباب

اور میرا واقعہ غزوۂ تبوک میں غیر حاضری کا یہ ہے کہ میں کسی وقت بھی اس وقت سے زیادہ خوشحال اور مالدار نہ تھا۔ بخدا میرے پاس کبھی اس سے پہلے دو سواریاں جمع نہ ہوئی تھیں جو اس وقت موجود تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ غزوات کے معاملہ میں یہ تھی کہ مدینہ سے نکلنے کے وقت اپنے ارادہ کے اخفا کے لئے ایسا کرتے کہ جس سمت میں جا کر جہاد کرنا منظور ہوتا مدینہ سے اس کے خلاف سمت سے نکلتے تھے تاکہ منافقین مخبری کر کے فریق مقابل کو آگاہ نہ کردیں اور فرمایا کرتے تھے کہ جنگ میں اس طرح کا خداع (دھوکہ) جائز ہے۔ یہاں تک کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ پیش آیا۔ اور صرف غزوۂ تبوک ایسا غزوہ ہے کہ آپ نے پہلے ہی اظہار فرما دیا تھا کہ فلاں جگہ چلنا ہے کیونکہ اس وقت شدید گرمی پڑ رہی تھی اور سفر کافی طویل دور دراز کا تھا۔ اور مقابلہ بھی ایک زبردست دشمن سے ہونا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کا کھل کر اعلان فرما دیا تاکہ مسلمان اس جہاد کے لئے پوری تیاری مناسب حال کرسکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والوں کی تعداد بہت تھی (ایک روایت میں دس ہزار سے زائد ہے اور ایک روایت میں تیس ہزار سے زائد ہے) اس جہاد میں نکلنے والوں کی کوئی فہرست نہیں لکھی گئی تھی۔ اس لئے جو لوگ جہاد میں جانا نہیں چاہتے تھے ان کو یہ موقع مل گیا کہ ہم نہ گئے تو کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد کے لئے نکلے تو یہ وہ وقت تھا کہ کھجوریں پک رہی تھیں باغات والے ان میں مشغول تھے۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں نے سفر کی تیاری شروع کردی۔ میں بھی نکل کر آتا کہ صحابہ کے ساتھ تیاری کروں اور جاؤں مگر کوئی فیصلہ نہ کر پاتا اور واپس آجاتا۔ دل میں کہتا تجھے تیاری ہی کیا کرنی ہے۔ مگر معاملہ یونہی آج کل پر ٹلتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمان جہاد کے لئے روانہ ہوگئے۔ پھر بھی میرے دل میں یہ آتا رہا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور کہیں راستہ میں مل جاؤں اور کاش کہ میں ایسا کرلیتا مگر میں سوچتا ہی رہ گیا کہ کل چلوں گا اور پرسوں چل دوں گا اور جاملوں گا مگر کچھ طے نہ کرسکا اور بات ٹلتی رہی اور مجاہدین دور نکل گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں مدینہ میں باہر نکلتا تو یہ بات مجھے غمگین کرتی تھی کہ اس وقت پورے مدینہ میں یا تو وہ لوگ نظر پڑتے تھے جو نفاق میں ڈوبے ہوئے تھے یا پھر ایسے بیمار معذور جو قطعاً سفر کے قابل نہ تھے۔ دوسری طرف پورے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا خیال کہیں نہیں آیا۔ تبوک پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں ذکر کیا کہ کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنوسلمہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو اپنے عمدہ لباس اور پھلوں کے دیکھنے میں رہ گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا کہ تم نے بری بات کہی۔ یا رسول اللہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے کعب بہت اچھے آدمی ہیں۔ ان میں خیر کے سوا ہم نے کچھ نہیں پایا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔

غزوہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کی خبر

شدہ شدہ ایک دن یہ خبر بھی آگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں۔ اب مجھے فکر سوار ہوئی اور قریب تھا کہ میں اپنی غیر حاضری کا کوئی عذر گھبرا کر تیار کرلیتا اور ایسی باتیں پیش کردیتا کہ جس کے ذریعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے نکل جاتا۔ میرے دل میں یہ خیالات گھومتے رہے یہاں تک کہ جب یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں تو خیالات فاسدہ میرے دل سے مٹ گئے اور میں نے طے کرلیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حیلہ سازی کر کے بری نہیں ہوسکتا۔ لہذا میں نے بالکل سچ بات عرض کر دینے کا عزم کرلیا اور سمجھ لیا کہ مجھے صرف سچ ہی نجات دلا سکتا ہے۔

واپسی اور لوگوں کی عذر خواہی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد نبوی میں تشریف لاتے دو رکعت نماز پڑھتے اس کے بعد حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور پھر ازواج مطہراتؓ سے ملتے۔ اسی عادت کے موافق حسب معمول آپ اول مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ دو رکعت نماز ادا کی پھر مسجد میں بیٹھ گئے۔ جو لوگ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے جن کی تعداد اسی سے کچھ اوپر تھی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جھوٹے عذر پیش کر کے اس پر جھوٹی قسمیں کھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری قول وقسموں کو قبول کرلیا اور ان کے باطنی حالات کو اللہ کے سپرد کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری حاضری

اسی حال میں میں بھی حاضر خدمت ہوا اور سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ جب میں نے سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا تبسم فرمایا جیسے ناراضگی میں کبھی کوئی کیا کرتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ پھیر لیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھ سے چہرہ مبارک کیوں پھیرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے منافقت نہیں کی۔ نہ دین کے معاملہ میں کسی شک وشبہ میں مبتلا ہوا۔ نہ اس میں کوئی تبدیلی کی۔ آپ نے فرمایا کہ پھر جہاد میں کیوں نہیں گئے؟ کیا تم نے سواری نہیں خرید لی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ حضور بالکل صحیح ہے۔ اگر میں آپ کے سوا دنیا کے کسی دوسرے آدمی کے سامنے ہوتا تو یقیناً کسی عذر یا حیلہ سازی یا بحث وتمحیص کے ذریعہ بری ہو جاتا لیکن خدائے قدوس کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ اگر آج میں بہانہ سازی کر کے آپ کو خوش کرلوں تو کچھ دور نہیں کہ حقیقت حال اللہ تعالیٰ آپ پر کھول کر مجھ سے ناراض کر دیں گے اور اگر سچی بات عرض کر دی تو فی الحال آپ مجھ پر بیشک ناراض ہو جائیں گے مگر اس صورت میں اللہ سے معافی کی قوی امید رکھتا ہوں۔ صحیح بات یہ ہے کہ جہاد سے غائب رہنے میں میرا کوئی عذر نہیں تھا بلکہ اس وقت تو میں زندگی کے بہت خوشحال دور میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب نے سچ کہا۔ اچھا جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ فرما دیں۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ تو بنی سلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے آئے اور کہنے لگے کہ اس سے پہلے تو ہمارے علم میں تم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ جس طرح دوسرے شرکت نہ کرنے والوں نے عذر کئے تم بھی کوئی عذر بیان کر دیتے۔ تمہارے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار فرما دیتے۔ بس کافی ہو جاتا۔ بخدا یہ لوگ مجھے بار بار ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں لوٹ جاؤں اور جا کر کچھ عذر بیان کر ہی دوں۔

دوسرے دو ساتھی

لیکن پہلے میں نے تحقیق کی کہ میرا جیسا معاملہ کسی اور کے ساتھ بھی ہوا ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا دو آدمی اور ہیں ایک مرارہ بن ربیع دوسرے ہلال بن امیہ۔ ان دونوں نے بھی میری طرح سیدھی سچی بات کہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی یہی فرمایا ہے جو مجھ سے کہا۔ یعنی اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ یہ دونوں بزرگ بہت نیک طینت اور مجاہدین بدر میں سے تھے تو میں نے کہا کہ بس میرے لئے انہی دونوں بزرگوں کا عمل قابل تقلید ہے۔ یہ کہہ کر میں اپنے گھر چلا گیا۔

لوگوں کو ہم سے سلام کلام کی ممانعت اور غم واندوہ کے چالیس دن

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہم تینوں کے ساتھ سلام وکلام کرنے سے منع فرما دیا۔ اس وقت ہم تو سب مسلمانوں سے بدستور محبت کرتے تھے مگر ان سب کا رخ ہم سے پھر گیا تھا۔ اب ہمارا یہ حال ہو گیا کہ ہم لوگوں کے پاس جاتے تو کوئی ہم سے کلام نہ کرتا۔ نہ سلام کرتا نہ سلام کا جواب دیتا۔ اس وقت ہماری دنیا بالکل بدل گئی۔ وطن کی زمین آسمان در ودیوار سب اجنبی نظر آنے لگے۔ مجھے سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر میں اسی حال میں مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے یا خدانخواستہ اگر اس عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں عمر بھر اسی طرح سب لوگوں میں ذلیل وخوار پھرتا رہوں گا۔ اسی حال میں ہم نے پورے چالیس دن گزارے۔ اس زمانہ میں میرے دونوں ساتھی مرارہ اور ہلال تو شکستہ دل ہو کر گھر میں بیٹھ رہے اور رات دن روتے رہتے تھے لیکن میں جوان آدمی تھا باہر نکلتا اور چلتا پھرتا تھا اور نماز میں سب مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا بازاروں میں بھی پھرتا تھا مگر کوئی مسلمان نہ مجھ سے کلام کرتا نہ میرے سلام کا

جواب دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نماز کے بعد حاضر ہوتا اور سلام کرتا تو یہ دیکھا کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کو جواب سلام کے لئے حرکت ہوئی یا نہیں۔ پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا تو نظر چرا کر آپ کی طرف دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آپ میری طرف دیکھتے ہیں اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا ہوں تو آپ رخ پھیر لیتے ہیں۔ اس تنہا اور بے بس زندگی سے میں تنگ آ گیا تھا۔

میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

ایک روز میں اپنے چچازاد بھائی قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جو میرے سب سے زیادہ دوست تھے۔ میں ان کے باغ میں گیا اور ان کو سلام کیا۔ خدا کی قسم انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا کہ اے قتادہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ اس پر بھی انہوں نے سکوت کیا کوئی جواب نہ دیا۔ جب میں نے بار بار یہ سوال دہرایا تو انہوں نے صرف اتنا کہا "اللہ جانتا ہے اور اس کا رسول" مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور واپس چلا آیا۔

ایک اور آزمائش۔ غسانی بادشاہ کا خط

اسی زمانہ میں میں ایک روز مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ ایک شامی شخص جو غلہ فروخت کرنے شام سے مدینہ آیا تھا اس کو دیکھا کہ لوگوں سے پوچھ رہا ہے کہ کیا کوئی مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتا سکتا ہے؟ لوگوں نے مجھے دیکھ کر میری طرف اشارہ کیا۔ وہ آدمی میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا جو ایک ریشمی رومال پر لکھا ہوا تھا اور جس کا مضمون یہ تھا۔

"اما بعد مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے نبی نے آپ سے بے وفائی کی اور آپ کو دور کر رکھا ہے حالانکہ نہ تم ذلیل کئے جا سکتے ہو نہ تم جیسے کو یوں ضائع کیا جا سکتا ہے۔ فوراً ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم ہمدردی اور چارہ جوئی کریں گے۔"

میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا کہ یہ ایک اور امتحان اور آزمائش آئی کہ اہل کفر کو مجھ سے اس کی توقع اور طمع ہو گئی کہ میں ان کے ساتھ مل جاؤں۔ میں یہ خط لے کر آگے بڑھا۔ ایک دکان پر تنور لگا ہوا تھا میں نے خط کو تنور میں جھونک دیا۔

بیویوں سے علیحدگی کا حکم

اسی بے بسی میں چالیس دن گزر چکے تھے کہ ایک دن اچانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قاصد خزیمہ بن ثابت میرے پاس آ رہے ہیں آ کر یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کر لو۔ میں نے پوچھا کہ کیا طلاق دے دوں؟ انہوں نے بتلایا کہ نہیں۔ بس عملاً اس سے الگ رہو قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح کا حکم میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی پہنچا۔ میں نے بیوی سے کہدیا کہ تم اپنے میکہ میں چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرمائیں۔

حضرت ہلال کی اہلیہ کی درخواست

ہلال بن امیہ کی اہلیہ یہ حکم سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بن امیہ ایک ضعیف بوڑھے آدمی ہیں اور کوئی ان کا خادم نہیں کیا آپ یہ پسند نہیں فرمائیں گے کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں۔ فرمایا کہ خدمت کرنے کی ممانعت نہیں البتہ وہ تمہارے پاس نہ جائیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ انہیں تو کسی چیز کی بھی خواہش نہیں ہوتی جس روز سے یہ قصہ ہوا ہے ان پر تو مسلسل گریہ طاری ہے۔ رات دن روتے رہتے ہیں۔

اس پر میرے بھی گھرانے سے کسی نے کہا کہ تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی بھی تمہاری خدمت کر دیا کریں۔ میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ خدا جانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں۔ دوسرے ہلال تو بوڑھے ہیں میں تو جوان آدمی ہوں چنانچہ اسی حال میں میں نے دس راتیں اور گزاریں۔ یہاں تک کہ پچاس راتیں مکمل ہو گئیں۔

پچاس دنوں کے بعد معافی کی بشارت

پچاسویں رات پوری کر کے صبح کو میں نماز پڑھ کر آیا اور اپنے گھر کی چھت

پر بیٹھا تھا اور حالت وہ تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے کہ مجھ پر میری جان اور زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو چکی تھی کہ اچانک میں نے سلع پہاڑ کے اوپر سے کسی چلانے والے کی آواز سنی جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالک بشارت ہو خوش ہو جاؤ۔ پکار سنتے ہی میں سجدہ میں گر گیا۔ سمجھ گیا کہ رہائی کا وقت آ گیا ہے اور انتہائی فرحت سے رونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھ کر اعلان فرما دیا تھا کہ اللہ جل شانہٗ نے ہم کو معاف کر دیا ہے۔ اب سب طرف سے لوگ ہم تینوں کو مبارکباد دینے کے لئے دوڑ پڑے۔ بعض لوگ گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پاس پہنچے مگر پہاڑ پر سے آواز دینے والے کی آواز سب سے پہلے پہنچ گئی۔

مبارکبادیاں

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے نکلا تو لوگ جوق در جوق مجھے مبارکباد دینے کے لئے آ رہے تھے۔ ہر طرف سے یہی آواز آ رہی تھی کعب مبارک ہو خدا نے تم پر رحم فرمایا۔ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے گرد صحابہ کرام کا مجمع ہے مجھے دیکھ کر سب سے پہلے طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو کر میری طرف لپکے اور مجھ سے مصافحہ کر کے قبول توبہ پر مبارکباد دی۔ طلحہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارکباد

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے کعب بشارت ہو آج جیسا بہترین دن تم پر تمہاری پیدائش سے آج تک نہ آیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

سچ کی برکت

آپ نے فرمایا کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تم نے سچ بولا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچائی کو ظاہر فرما دیا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو عرض کیا یا رسول اللہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے سب مال و متاع سے نکل جاؤں کہ سب کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ کچھ مال اپنی ضرورت کے لئے رہنے دو۔ یہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اچھا آدھا مال صدقہ کر دوں۔ آپ نے اس سے بھی انکار فرمایا میں نے پھر ایک تہائی مال کی اجازت مانگی تو آپ نے اس کو قبول فرما لیا۔

سچ پر قائم رہنے کا معاہدہ

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے۔ اس لئے میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کبھی سچ کے سوا کوئی کلمہ نہیں بولوں گا۔ پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولنے کا عہد کیا تھا الحمد للہ کہ آج تک کوئی کلمہ جھوٹ کا میری زبان پر نہیں آیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اسلام کے بعد اس سے بڑی نعمت مجھے نہیں ملی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولا۔ جھوٹ سے پرہیز کیا کیونکہ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاکت میں پڑ جاتا جس طرح دوسرے جھوٹی قسمیں کھانے والے ہلاک ہوئے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ان تینوں حضرات سے بائیکاٹ کے ۵۰ دن تک جاری رہنا شاید اس حکمت پر مبنی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک میں ۵۰ دن ہی صرف ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانی

یہ واقعہ ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا ان تینوں حضرات پر پہلی مہربانی تو اللہ تعالیٰ کی یہی تھی کہ ایمان و اخلاص بخشا۔ نفاق سے بچایا پھر دوسری مہربانی یہ ہوئی کہ توبۂ نصوح کی توفیق دے کر پھر اپنی طرف کھینچ لیا اور کوتاہیوں کو معاف فرما دیا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے اور آپ ہی کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرما اور اپنی شان تواب الرحیمی سے ہماری توبہ کو قبول فرما اور ہر حال میں اپنا کرم و توجہ ہم پر مبذول فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو

يَاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے	اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ سے	وَكُوْنُوْا اور ہو جاؤ	مَعَ ساتھ	الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ	

سابقہ واقعہ سے ملنے والا سبق

گذشتہ آیت میں غزوۂ تبوک سے غیر حاضری کے سلسلہ میں تین حضرات صحابہ کرام یعنی کعب بن مالک حضرت ہلال بن امیہ حضرت مرارہ بن ربیع کے واقعہ کی طرف اشارہ تھا اور ان حضرات کی قبولیت توبہ کا بیان ہوا تھا۔ ان حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سچ بولنے اور کوئی حیلہ وعذر پیش نہ کرنے کے سبب ۵۰ دن کی سختی تو ضرور برداشت کرنی پڑی مگر توبہ مقبول ہوئی۔ ان حضرات کے واقعہ سے جو نصیحت وسبق تمام مسلمانوں کو دینا منظور ہے وہ اس مختصر سی آیت میں بیان فرمایا گیا ہے جس میں تمام ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو تم کو چاہئے کہ اللہ کے غضب اور عقاب سے ڈرو اور ہمیشہ ان لوگوں کی جماعت میں شامل رہو جنہوں نے خلوص اور سچائی کو اختیار کیا اور اپنے طرز عمل سے ان سے جدا نہ ہونا جیسا کہ تم میں سے اس جہاد میں بعض لوگوں نے غلطی سے ایسا کیا۔ گویا تقویٰ صدق واخلاص اختیار کرنے اور صادقین کی معیت کا حکم علی العموم المسلمین کو دیا جارہا ہے کہ سچ بولنا سچوں کے ساتھ شامل ہونا اور ہر وقت اور ہر حال میں صداقت کا اظہار کرنا قول وعمل نشست وبرخاست خواب وبیداری حرکت و سکوں ہر چیز میں ہر حال میں صداقت کو ترک نہ کرنا۔

صحبت ومجلس کا اثر

یہاں آیت میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ایک تو اختیار تقویٰ دوسرے صادقین کی معیت ورفاقت۔ انسان کا خاصہ ہے کہ اچھے سے اچھے نظریات اس پر کم اثر انداز ہوتے ہیں لیکن معمولی سے معمولی صحبت اس کو اپنا لیا کرتی ہے قرآن حکیم نے اسی فطری اصول سے انسانی کردار کی رہنمائی فرمائی اور تلقین فرمائی کہ اگر تم تقویٰ اور پرہیزگاری کی دولت کے خواہشمند ہو تو پرہیزگار اور متقی لوگوں کی صحبت اور ان کی رفاقت اختیار کرلو تم بھی سچے اور متقی بن جاؤ گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جھوٹ نہ سنجیدگی کے طور پر بول سکتے ہو نہ دل لگی کے طور پر۔ سند چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ پھر فرمایا کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ کوئی بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہوسکتا ہے۔

اس جگہ قرآن حکیم نے متقی علماء وصلحا کے بجائے صادقین کا لفظ اختیار فرما کر متقی عالم وصالح کی پہچان بھی بتلادی کہ متقی وصالح صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جس کا ظاہر وباطن یکساں ہو۔ نیت اور ارادے کا بھی سچا ہو قول وفعل کا بھی سچا ہو۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد تقویٰ ضروری ہے اور پھر صادقین کی معیت یعنی صحبت بھی ضروری ہے کیونکہ کوئی کمال بغیر اس کمال کے کامل کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً کمال علم کے لئے محض مطالعہ کتب کافی نہیں بلکہ کسی عالم کی صحبت میں اور خدمت میں رہ کر علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہی حال ہر علم وفن کا ہے۔ صحبت ومرافقت کا اثر تمام عقلا کے نزدیک مسلم ہے۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ اس میں چوری کا مادہ ہوتا ہے ایک ساتھی کی طبیعت دوسرے ساتھی کے اخلاق وعادات کو چراتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جہاں اس آیت میں صادقین کی معیت ورفاقت کا حکم دیا وہیں ساتویں پارہ سورۂ انعام میں ظالموں اور فاسقوں سے دوستی اور ان کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا۔ ارشاد ہے۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ تاکہ ظلم اور فسق کے جراثیم اس تک متعدی نہ ہوں!

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنے صادق بندوں کی معیت نصیب فرما اور ظالمین وفاسقین کی معیت ورفاقت وصحبت سے ہم کو بچا اے اللہ ہم کو اپنے ہر قول و فعل میں صدق وخلوص نصیب فرما اور جھوٹ سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی ہمت وتوفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ

مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گردو پیش میں ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں

اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا

اور نہ یہ کہ اپنی جان کو آپ کی جان سے عزیز سمجھیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو

نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا

ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور

يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر

الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ

ضائع نہیں کرتے۔ اور جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے

وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

مَا كَانَ نہ تھا	لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ مدینہ والوں کو	وَ اور	مَنْ جو	حَوْلَهُمْ اُن کے اردگرد	مِنَ الْأَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے		
أَن يَتَخَلَّفُوا کہ وہ پیچھے رہ جاتے	عَن سے	رَسُولِ رسول	اللَّهِ اللہ	وَلَا يَرْغَبُوا اور یہ کہ زیادہ چاہیں وہ	بِأَنفُسِهِمْ اپنی جانوں کو	عَن سے	
نَفْسِهِ ان کی جان	ذَٰلِكَ یہ	بِأَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	لَا يُصِيبُهُمْ نہیں پہنچی ان کو	ظَمَأٌ کوئی پیاس	وَلَا نَصَبٌ اور نہ کوئی مشقت	وَلَا اور نہ	
مَخْمَصَةٌ کوئی بھوک	فِي سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کی راہ میں	وَلَا يَطَئُونَ اور نہ وہ قدم رکھتے ہیں	مَوْطِئًا ایسا قدم	يَغِيظُ غصے ہوں	الْكُفَّارَ کافر		
وَلَا يَنَالُونَ اور نہ وہ چھینتے ہیں	مِنْ سے	عَدُوٍّ دشمن	نَّيْلًا کوئی چیز	إِلَّا مگر	كُتِبَ لَهُمْ لکھا جاتا ہے ان کیلئے	بِهِ اس سے	عَمَلٌ صَالِحٌ عمل نیک
إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ	لَا يُضِيعُ ضائع نہیں کرتا	أَجْرَ اجر	الْمُحْسِنِينَ نیکوکار جمع	وَ اور	لَا نہ	يُنفِقُونَ وہ خرچ کرتے ہیں	نَفَقَةً خرچ
صَغِيرَةً چھوٹا	وَلَا كَبِيرَةً اور نہ بڑا	وَلَا يَقْطَعُونَ اور نہ طے کرتے تھے	وَادِيًا کوئی وادی	إِلَّا مگر	كُتِبَ لَهُمْ لکھا جاتا ہے ان کیلئے		
لِيَجْزِيَهُمُ تا کہ جزا دے انہیں	اللَّهُ اللہ	أَحْسَنَ بہترین	مَا جو	كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ کرتے تھے (ان کے اعمال)			

اطراف مدینہ کے مسلمانوں کو تنبیہ

چونکہ غزوۂ تبوک میں ساکنان مدینہ اور اردگرد کے مسلمانوں کو جہاد پر چلنے کی عام دعوت دی گئی تھی اور دور کے رہنے والے مسلمانوں کو عمومی دعوت نامہ نہیں بھیجے گئے تھے اس لئے خصوصیت کے ساتھ مدینہ اور اطراف مدینہ والوں کے متعلق ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تمہیں اللہ کے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محنت ومشقت میں مستعدی اور خلوص کے ساتھ شریک ہونا چاہئے تھا۔ یہ کسی طرح مناسب اور زیبا نہیں کہ اللہ کے رسول تو آرام چھوڑ کر بنفس نفیس جہاد پر تشریف لے جائیں اور اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے سختیاں اٹھائیں اور تم آرام سے گھروں کے اندر آرام طلبی' تن آسانی کے لئے بیٹھ کر کھانے پینے اور راحت وآرام میں مشغول رہو۔

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ بھی غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد اپنے باغ میں گئے۔ وہاں خوشگوار سایہ تھا حسین وجمیل بیوی سامنے تھیں۔ انہوں نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کیا۔ چٹائی کا فرش کیا۔ تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور سرد وشیریں پانی حاضر کیا۔ یہ سامان عیش اور راحت وآرام کے دیکھ کر حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کے دل میں دفعۃً ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر میں تو خوشگوار سائے' ٹھنڈے پانی اور باغ وبہار کے مزے لوٹ رہا ہوں اور خدا کا محبوب پیغمبر ایسی سخت گرمی لو اور تشنگی کے عالم میں کوہ وبیابان طے کر رہا ہے یہ خیال آتے ہی سواری منگائی۔ تلوار حمائل کی۔ نیزہ سنبھالا اور حضور کے نقش قدم پر چل نکلے۔ اونٹنی تیز ہوا کی طرح چل رہی تھی آخر لشکر کو جا پکڑا حضورؐ نے دور سے دیکھا کہ کوئی اونٹنی سوار ریت کے ٹیلے قطع کرتا چلا آ رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ہو۔ تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

مجاہدین کے لئے عظیم اجر وثواب

آگے بتلایا جاتا ہے کہ راہ خدا میں سفر کرنے والوں کو دوران سفر میں جس قسم کی بھی تکلیف اٹھانی پڑے بھوک ہو' پیاس ہو' تکان ہو' ان کا چلنا ہو' دشمنوں سے مقابلہ ہو یا ان کو نقصان پہنچانا ہو۔ بہرحال کچھ بھی ہو ہر حرکت کے عوض مجاہد کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے باوجودیکہ ان میں بعض افعال غیر اختیاری ہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ اس درجہ عظیم ہے کہ اس کے ضمن میں افعال اختیاریہ غیر اختیاریہ سب ہی پر اجر وثواب لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ جہاد کے گھوڑے کے کودنے اور پھاندنے اور لید کرنے پر بھی مجاہد کو اجر ملتا ہے اور نیکی کا اجر رائیگاں نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اجر وثواب کو ضائع نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ مسلمان جو بھی خرچ کریں تھوڑا ہو یا بہت اور جو چیز بھی اللہ کے واسطے دیں چھوٹی ہو یا بڑی اور جو راستہ وہ محض اللہ کے واسطے اور اسلام کی مدد کرنے کے لئے طے کریں یہ سب کچھ ان کے نامہ اعمال میں نیک عمل شمار کر کے درج کر لیا جائے گا اور اس کے بدلے ان کی ایسی اجرت ملے گی جو ان کے کام سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگی۔ پس ایسی حالت میں جہاد سے جان چرانا اور اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینا کسی طرح مناسب وزیبا نہ تھا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں مسلمانوں کی ساری جانی بدنی' مالی قربانیوں کی بابت بتایا گیا ہے کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ بلکہ ہر ایک چھوٹی یا بڑی قربانی کا اللہ کے ہاں بہت بڑا بدلہ ملے گا۔

دین کی نصرت

ان آیات کے ماتحت فقہائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں جس معیت رسول کا ذکر ہوا ہے یہ معیت ونصرت صرف عرب تک محدود یا شان رسالت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ نصرت دین مقصود ہے اس لئے ہر مسلم پر ہر زمانہ میں واجب ہے کہ امام وقت کی طاعت میں حفاظت دین کے لئے مستعد رہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ دین کے لئے ہم نے محنت کرنا اور سختیاں اٹھانا چھوڑ دیا اور آرام طلبی اور تن آسانی میں پڑ گئے اور دنیا کے عیش وراحت کو مقدم کر لیا۔ اسی وجہ سے ہم میں جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ جاتا رہا۔ یا اللہ صحابہ کرامؓ کے طفیل سے جنہوں نے دین کی نصرت وحمایت میں ہر طرح کی جانی ومالی قربانیاں پیش کیں ہم کو بھی دین کے دشمنوں سے مقابلہ ومقاتلہ کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے

لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾

تا کہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تا کہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آویں ڈرادیں تا کہ وہ احتیاط رکھیں

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	الْمُؤْمِنُونَ مومن	لِيَنْفِرُوا کہ وہ کوچ کریں	كَافَّةً سب کے سب	فَلَوْ بس کیوں	لَا نَفَرَ نہ کوچ کرے
مِنْ سے	كُلِّ فِرْقَةٍ ہر گروہ	مِّنْهُمْ ان سے۔ انکی	طَائِفَةٌ ایک جماعت	لِّيَتَفَقَّهُوا تا کہ وہ سمجھ حاصل کریں	فِي الدِّينِ دین میں
وَلِيُنذِرُوا اور تا کہ وہ ڈر سنائیں	قَوْمَهُمْ اپنی قوم	إِذَا جب	رَجَعُوا وہ لوٹیں	إِلَيْهِمْ انکی طرف	لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ عجب نہیں
					يَحْذَرُونَ بچتے رہیں

جہاد اور تعلیم و تبلیغ سب پہلوؤں کا لحاظ رکھو

اس سورۂ توبہ میں غزوۂ تبوک کا ذکر بڑی اہمیت سے مسلسل ہوتا چلا آیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان عام اور حکم عام فرمایا گیا تھا کہ سب مسلمان اس غزوہ میں شریک ہوں۔ اس لئے اس حکم کی خلاف ورزی بلا کسی صحیح عذر کے کسی مسلمان کے لئے جائز نہ تھی۔ اور جو خلاف ورزی میں مبتلا ہوئے جن میں زیادہ تر منافقین تھے ان کو جہاد سے پیچھے رہ جانے پر ملامت کی گئی اور وعیدیں سنائی گئیں۔ تو ان تمام واقعات سے یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ اب ہر جہاد اور غزوۂ میں سبھی مسلمانوں کا نکلنا فرض ہے۔ اس لئے غزوۂ تبوک کے بعد جب کسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے کوئی فوجی دستہ بھیجنا چاہا تو سارے کے سارے مسلمان جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آئندہ کے لئے مستقل ہدایت ہوگئی کہ سب کے سب مسلمان شہر خالی کر کے یکبارگی نہ نکل کھڑے ہوں۔ بجز اس حال کے کہ امام ہی نفیر عام کا حکم دے دے اور جہاد ہر فرد پر فرض عین ہو جائے جیسا کہ غزوۂ تبوک میں صورت ہوئی تھی۔ چنانچہ اس آیت میں حکم دیا گیا کہ آئندہ کے لئے نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان یکدم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں یعنی ہر جہاد میں جانا فرض عین نہیں بلکہ فرض علی الکفایہ ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت جہاد کے لئے نکلے اور باقی لوگ دوسری ضروریات دین میں مشغول ہوں۔ جب کوئی لشکر جہاد کے لئے روانہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں مقیم ہوں تو ایک جماعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہ کر تفقہ فی الدین یعنی دین کا علم اور دین کی سمجھ حاصل کرنا چاہئے۔ اور مجاہدین کی غیر موجودگی میں جو وحی اور معرفت کی باتیں سنیں ان سے واپسی کے بعد مجاہدین کو خبردار کریں۔ اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں تو ہر قوم اور قبیلہ سے جو جماعت آپ کے ہمراہ نکلے گی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر دین اور احکام دینیہ کی سمجھ حاصل کرے گی اور واپس آ کر باقی ماندہ قوم کو مزید تعلیم و تجربہ کی بنا پر اچھے برے سے آگاہ کرے گی۔

حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ جہاد فی نفسہ تو فرض کفایہ ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ کچھ لوگ اس فریضہ کو انجام دیں اور کچھ لوگ دین کے دوسرے کاموں مثلاً احکام کی تعلیم و تعلم میں لگیں۔ ایک دم سب لوگ جہاد میں لگ جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کون رہے گا اور آپ پر جو وحی کا نزول ہوگا اس سے استفادہ کی کیا صورت ہوگی کچھ لوگ اس کام کے لئے بھی وقف رہنے چاہئیں یہ پہلو تو دینی مصلحت کا

ہوا لیکن دنیاوی مصلحت تقاضا بھی یہی ہے کہ سب کے سب جہاد میں نہ چلے جائیں ورنہ دارالاسلام اور دارالخلافہ خالی رہ جائے گا جس سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ غرضیکہ ان دونوں مصلحتوں کی رعایت اور دونوں نقصان سے حفاظت ضروری ہے۔ ہاں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود بھی تشریف لے جائیں اور مسلمانوں کو حکم عام بھی جہاد کی شرکت کے لئے فرماویں تو پھر جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہو جائے گا ورنہ آبادی کا ایک حصہ جہاد کے لئے باہر جائے گا دوسرا حصہ شہر اور ملک ہی میں رہے اور احکام کی تعلیم اور دین کی سمجھ حاصل کرے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اس آیت سے تحصیل علم دین کا وجوب نکلا اور اس کا فرض کفایہ ہونا ثابت ہوا۔ پس ہر شہر اور ہر گروہ میں سے ایک تعداد کا علم دین کی طلب میں لگے رہنا واجب ہے ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا کیسا ہے

جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے فرض کفایہ کے درجے میں رہے اس وقت تک اولاد کے لئے بغیر ماں باپ کی اجازت کے جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شریک جہاد ہونے کی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ ”کیا تمہارے والدین زندہ ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہاں زندہ ہیں آپ نے فرمایا **ففیھما فجاھد** یعنی بس تو اب تم ماں باپ کی خدمت میں رہ کر جہاد کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی خدمت ہی میں تمہیں جہاد کا ثواب مل جائے گا۔ دوسری روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ اس شخص نے بیان کیا کہ میں اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ ان کو ہنساؤ جیسا کہ ان کو رلایا ہے۔ یعنی ان سے جا کر کہہ دو کہ میں آپ کی مرضی کے خلاف جہاد میں نہیں جاؤں گا۔ (قرطبی)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی کفار سے جہاد کا سچا عزم نصیب فرمائیں اور ساتھ ہی دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور یا اللہ جو کچھ ہم کو دین کا علم حاصل ہو اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ جملہ فرائض و واجبات میں ہم کو شرعی آداب ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے اور ہم میں سے ہر ایک کو دین کی خدمت کا کوئی نہ کوئی حصہ نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ

اے ایمان والو ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (۱۲۳)

اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو ایمان لائے	قَاتِلُوا لڑو	الَّذِيْنَ وہ جو	يَلُوْنَكُمْ نزدیک تمہارے	مِنَ الْكُفَّارِ کفار سے	
وَلْيَجِدُوْا اور چاہیے کہ وہ پائیں	فِيْكُمْ تمہارے اندر	غِلْظَةً سختی	وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	مَعَ الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیساتھ

گذشتہ آیت میں بتایا گیا تھا کہ جہاد فی نفسہ فرض کفایہ ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ لوگ اس فریضہ کو انجام دیں اور کچھ لوگ اجتماعی تقسیم کار کے اصول پر دین کے دوسرے کاموں مثلاً دینی احکام کی تعلیم و تعلم وغیرہ میں لگیں۔ اب اس آیت میں جہاد کی ترتیب کا ذکر ہے کہ اول جہاد ان کفار سے ہونا چاہیے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں بعدہٗ ان کے قریب رہنے والوں سے اسی طرح درجہ بدرجہ حلقہ جہاد کو وسیع کرنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے جہاد اسی ترتیب سے ہوئے۔ "دفاعی جہاد" میں بھی فقہا نے یہی ترتیب رکھی ہے کہ جس اسلامی ملک پر کفار حملہ آور ہوں وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے متصل رہنے والے مسلمانوں پر وہ کافی نہ ہوں تو پھر جو مسلمان ان سے متصل ہیں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ کے اندر و باہر کچھ لوگ مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی انتہائی کوشش کرتے تھے۔ مدینہ کے یہودی اور دوسرے کفار ہر وقت مسلمانوں کی بیخ کنی کی تدبیروں میں سرگرم رہتے تھے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اسلام کے خلاف سازشوں کی بیخ کنی کرو اور کافروں سے قتال کرو اور جہاد میں ابتدا ان لوگوں سے ہونی چاہیے جو قریب ترین رہنے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کے موافق کفار سے جہاد کئے۔ چنانچہ اول مشرکین عرب سے قتال کیا اور پھر بنی قریظہ اور بنی نضیر اور خیبر کے یہود سے قتال کیا جو مدینہ کے اردگرد رہتے تھے۔ پھر جب ان سے فارغ ہوئے تو شام کا قصد کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اسی پر عمل کیا۔ عرب سے فارغ ہو کر ملک شام، روم، عراق، فارس، مصر وغیرہ ممالک کو فتح کیا اور کفر کی بستیوں میں اسلام کا جھنڈا بلند فرمایا۔

پھر آیت میں مومن مجاہدین کی شان بتلائی کہ دشمنان دین و خدا کے معاملہ میں سخت و شدید ہونا چاہیے تاکہ نرمی اور ڈھیلا پن دیکھ کر دشمن جری نہ ہو جائے گویا موجودہ جنگی اصطلاح میں ملت کو ایک مستقل لام بندی کی حالت میں رہنا چاہیے یعنی اہل ایمان ہمیشہ اپنی جگہ پر مضبوط آمادۂ جہاد، مستعد اور کیل کانٹے سے لیس رہیں تاکہ دشمن کی ہمت ہی نظر بد ڈالنے کی نہ پڑے۔

آیت کے اخیر میں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ یعنی جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے فرما کر متنبہ فرمادیا کہ جہاد و قتال کی بنیاد تقویٰ ہی پر ہونا چاہیے اس طرح اہل ایمان کو جہاد و قتال میں ایک طرف اخلاص کامل کی تعلیم دے دی اور طمع مال اور حصول شہرت وغیرہ کے راستے بند کر دیئے تو دوسری طرف ان کا علاقہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ کر یہ بتلا دیا کہ تمہیں اب دشمنوں سے خوف و ہراس کی کیا بات ہے؟ کفار کی کثرت ان کے اسلحہ جنگ کی بہتات اور قوت و شوکت کی فراوانی سے اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری نصرت کے لئے ہر قوی سے قوی تر ناصر و حافظ موجود ہے۔

مفسر ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جن مسلمان سلاطین نے یہ تقویٰ کی شرط پوری کی اور احکام شریعت پر عمل جاری رکھا ان کے زمانہ میں فتوحات بھی برابر ہوتی رہیں اور جوں جوں وہ شرائط تقویٰ سے ہٹتے گئے فتح مندی بھی ان سے کنارہ کرتی گئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورۃ نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی سو جو لوگ ایماندار ہیں

اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

اس سورۃ نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں اور جن کے دلوں میں

مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ

آزار ہے اس سورۃ نے ان میں ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھادی اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے۔ اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا

اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دوبار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ

اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں پھر

انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

چل دیتے ہیں خدا تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں

وَاِذَا مَآ اور جب	اُنْزِلَتْ نازل کی جاتی ہے	سُوْرَةٌ کوئی سورۃ	فَمِنْهُمْ تو ان میں سے	مَنْ بعض	يَّقُوْلُ کہتے ہیں	اَيُّكُمْ تم میں سے کس	
زَادَتْهُ زیادہ کردیا اس کا	هٰذِهٖٓ اس نے	اِيْمَانًا ایمان	فَاَمَّا سو جو	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے		
فَزَادَتْهُمْ اس نے زیادہ کردیا ان کا	اِيْمَانًا ایمان	وَهُمْ اور وہ	يَسْتَبْشِرُوْنَ خوشیاں مناتے ہیں	وَاَمَّا اور جو	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو		
فِيْ میں	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	مَرَضٌ بیماری	فَزَادَتْهُمْ اس نے زیادہ کردی اُن کی	رِجْسًا گندگی	اِلٰى طرف	رِجْسِهِمْ انکی گندگی	
وَمَاتُوْا اور وہ مرے	وَهُمْ اور وہ	كٰفِرُوْنَ کافر	اَوَ کیا	لَا يَرَوْنَ وہ نہیں دیکھتے	اَنَّهُمْ کہ وہ	يُفْتَنُوْنَ آزمائے جاتے ہیں	
فِيْ كُلِّ عَامٍ ہر سال میں	مَرَّةً ایک بار	اَوْ یا	مَرَّتَيْنِ دوبار	ثُمَّ پھر	لَا يَتُوْبُوْنَ نہ وہ توبہ کرتے ہیں	وَلَا اور نہ	هُمْ وہ
يَذَّكَّرُوْنَ نصیحت پکڑتے ہیں	وَاِذَا مَآ اور جب	اُنْزِلَتْ اتاری جاتی ہے	سُوْرَةٌ کوئی سورۃ	نَظَرَ دیکھتا ہے	بَعْضُهُمْ ان میں سے		
اِلٰى کو	بَعْضٍ بعض	هَلْ کیا	يَرٰىكُمْ دیکھتا ہے تمہیں	مِنْ اَحَدٍ کوئی	ثُمَّ پھر	انْصَرَفُوْا وہ پھر جاتے ہیں	صَرَفَ پھیر دیئے
اللّٰهُ اللہ	قُلُوْبَهُمْ ان کے دل	بِاَنَّهُمْ کیونکہ وہ	قَوْمٌ لوگ	لَا يَفْقَهُوْنَ سمجھ نہیں رکھتے			

گذشتہ آیت میں کفار سے جہاد وقتال کا حکم دیا گیا تھا جہاد دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو تلوار کے ذریعہ سے دوسرا برہان و حجت سے۔ منافقین چونکہ بظاہر اسلام کے مدعی تھے اس لئے ان کے مقابلہ میں تلوار سے جہاد کا حکم نہ تھا۔ لیکن برہانی جہاد ضروری تھا۔ منافقین اپنی باطنی خباثت سے اہل ایمان کو راہ حق سے روکتے تھے اور طرح طرح کے شکوک مسلمانوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے تو ان کے مقابلہ کے لئے جب تک ان کی فریب کاریاں ظاہر نہ کر دی جائیں اور مسلمانوں کو ان کی فتنہ پردازیوں کی اطلاع نہ دے دی جائے اس وقت تک فساد کی جڑ نہیں کٹ سکتی تھی کافر جو کھلم کھلا اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے تھے ان کی بندش کے لئے قتال کا حکم گذشتہ آیت میں دیا گیا۔ منافقین جو اندرونی طور پر شجرۂ اسلام کی جڑ کاٹنے کی کوشش کرتے تھے ان کے پول کھولنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔

منافقین کی فریب کاریاں

عام قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے اجتماع کا اعلان کراتے اور پھر مجمع عام میں اس سورۃ کو خطبہ کے طور پر تلاوت فرماتے۔ اس مجلس میں اہل ایمان کا حال تو یہ ہوتا کہ ہمہ تن متوجہ ہو کر سنتے اور کسی کو ایک دوسرے کی طرف توجہ کرنے کا خیال بھی نہ آتا۔ لیکن منافقین کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہوتا۔ وہ مجلس میں آتو اس لئے جاتے تھے کہ حاضری کا حکم تھا اور اجتماع میں شریک نہ ہونے کے معنیٰ اپنی منافقت کا راز خود فاش کر دینے کے تھے۔ مگر اس مجلس سے ان کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ نہایت بددلی کے ساتھ اکتائے ہوئے بیٹھے رہا کرتے اور اپنے آپ کو حاضرین میں شمار کرا لینے کے بعد انہیں بس یہ فکر لگی رہتی تھی کہ کسی طرح جلدی سے جلدی یہاں سے بھاگ نکلیں۔ ان کی اسی حالت کا بیان ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔

منافقین کے دل بیمار ہیں

بتلایا جاتا ہے کہ جب قرآن پاک کا کوئی جدید حصہ نازل ہوتا تو منافقین بطور استہزا و از راہ تمسخر بھولے بھولے سادہ دل غرباء مسلمانوں سے کہتے کہ کیوں صاحب تم میں سے کس کس کا ایمان اس سورۃ نے بڑھایا۔ مطلب یہ تھا کہ معاذ اللہ اس سورۃ میں رکھا ہی کیا ہے کون سے حقائق و معارف ہیں جو ایمان و یقین کی ترقی کا موجب ہوں۔ حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ بیشک کلام الٰہی سن کر مومنین کے ایمان میں تازگی اور ترقی ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں فرحت اور روحوں میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ ہاں جن کے دلوں میں کفر و نفاق کی بیماری اور گندگی ہے ان کی بیماری اور گندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ یہ بیماری ان کی جان ہی لے کر چھوڑتی ہے۔ تو یہ اپنے اپنے ظرف قابلیت کا اختلاف ہے اور صحت و مرض کا اختلاف ہے جن کی روحیں سعید ہیں ان کو قرآنی آیات سے مزید قوت ایمانی حاصل ہوتی ہے لیکن جن کے دل بیمار ہیں۔ اور روحیں نجس ہیں ان کو اس قرآنی پاکیزہ مفرح و مقوی غذا سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ ان کی روحانی مرض اور کفر کی خباثت میں اور زیادتی ہو جاتی ہے۔

منافقین کی بے حسی

آگے منافقین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ہر سال کم از کم ایک دو مرتبہ ان منافقین کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ مثلاً قحط، بیماری وغیرہ کسی آفت ارضی و سماوی میں مبتلا ہوتے ہیں یا پیغمبر علیہ السلام کی زبانی ان کا نفاق اعلانیہ ظاہر کر کے رسوا کیا جاتا ہے یا جنگ و جہاد کے وقت ان کی بزدلی بے نقاب کر دی جاتی ہے مگر وہ ایسے بے حیا اور بدباطن واقع ہوئے ہیں کہ تازیانے کھا کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ نہ پچھلی خطاؤں سے توبہ کرتے ہیں نہ آئندہ کو نصیحت پکڑتے ہیں۔

منافقین پر مجلس نبوی میں بیٹھنا گراں ہے

آگے مزید ان کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ جب وحی نازل ہوتی ہے اور منافق مجلس میں موجود ہوتے ہیں تو کلام الٰہی کا سننا ان پر بہت شاق گزرتا ہے خصوصاً وہ آیات جن میں ان کے عیوب کھولے جاتے اور مجلس میں بیٹھنا گوارا نہ ہوتا مگر چونکہ کھلم کھلا اٹھ کر چلے جانے سے نفاق کے اظہار کا اندیشہ ہوتا اور یہ خیال ہوتا کہ کہیں مسلمان ہم کو منافق نہ سمجھنے لگیں اس لئے آپس میں ایک دوسرے کی طرف نظروں سے اشارے کرتے اور ادھر ادھر دیکھتے کہ مجلس میں کسی مسلمان نے ہم کو پرکھا نہ ہو۔ پھر نظر بچا کر

مجلس سے کھسک جاتے۔ ان کی اس حالت پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ مجلس نبوی سے کیا پھرے ان کا دل ہی اللہ نے ایمان سے بلکہ ہر خیر و طاعت سے پھیر دیا کہ وہ اپنے جہل وحماقت سے ایمان وعرفان کی باتوں کو سمجھنا اور قبول کرنا نہیں چاہتے اور یہ بے وقوف خود اپنے مفاد کو نہیں سمجھتے اور ان کو احساس نہیں کہ کتنی بڑی نعمت ہے جو اس قرآن اور ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان کو دی جارہی ہے۔ اس نادانی اور حماقت کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ نے انہیں استفادہ کی توفیق سے محروم کردیا۔

ایمان میں ترقی

یہاں جو آیت میں ایمانداروں کے متعلق فرمایا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا یعنی ایمان دار جب کسی نئی نازل شدہ سورۃ کو سنتے ہیں تو ان کے ایمان میں زیادتی ہو جاتی ہے اور یہ قرآن کا سننا ان کے ایمان کو ترقی دیتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آیات قرآنیہ کی تلاوت و سماعت' ان میں غور وفکر اور ان کے مقتضیٰ پر عمل کرنے سے ایمان میں ترقی اور زیادتی ہوتی ہے یہ زیادتی نور ایمان اور حلاوت ایمان کی ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آسان نظر آنے لگتی ہے عبادت میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے۔ گناہوں سے طبعی نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور ان سے کلفت محسوس ہونے لگتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایمان جب قلب میں آتا ہے تو ایک سفید نورانی نقطہ جیسا ہوتا ہے۔ پھر جوں جوں ایمان میں ترقی ہوتی ہے تو یہ سفیدی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ سارا قلب نورانی ہو جاتا ہے اسی طرح کفر ونفاق شروع میں ایک سیاہ داغ کی طرح قلب پر لگتا ہے پھر جوں جوں معاصی کا ارتکاب اور کفر کی شدت بڑھتی جاتی ہے یہ نقطہ پھیلتا رہتا ہے یہاں تک کہ پورا قلب سیاہ ہو جاتا ہے اسی لئے صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کہ کہا کرتے تھے کہ کچھ دیر مل کر بیٹھو۔ دین و آخرت کی باتوں کا مذاکرہ کرو تا کہ ہمارا ایمان بڑھے۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری اس تلاوت وسماعت قرآن کو ہمارے ایمان میں زیادتی کا سبب بنائیں۔ اور قرآنی انوار سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے قلوب کو ایمانی صفات سے مزین فرما اور منافقانہ خصلتوں سے بالکلیہ پاک فرما۔ یا اللہ ہم کو تلاوت وسماعت قرآن کا ذوق شوق عطا فرما اور ہم کو جو کچھ آپ کے احکام کا علم ہو اس پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

رہتے ہیں۔ ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں۔ پھر اگر روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

معبود ہونے کے کہ لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ البتہ تمہارے پاس آیا	رَسُوْلٌ ایک رسول	مِّنْ سے	اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانیں	عَزِيْزٌ گراں	عَلَيْهِ اس پر
مَا عَنِتُّمْ جو تمہیں تکلیف پہنچے	حَرِيْصٌ بہت خواہشمند	عَلَيْكُمْ تم پر	بِالْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر	رَءُوْفٌ انتہائی شفیق	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان
فَاِنْ تَوَلَّوْا پھر اگر وہ منہ موڑیں	فَقُلْ تو کہدیں	حَسْبِيَ مجھے کافی ہے	اللّٰهُ اللہ	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود
اِلَّا هُوَ اس کے سوا	عَلَيْهِ اس پر	تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَهُوَ اور وہ	رَبُّ مالک	الْعَرْشِ عرش
الْعَظِيْمِ عظیم					

اخلاق نبوی کی ایک جھلک

گذشتہ آیات میں منافقین کی یہ حالت زار بیان کی گئی تھی کہ جب قرآنی سورۃ نازل ہوتی ہے اور ان کے سامنے برسر عام پڑھی جاتی ہے تو ان کو اس کے سننے سے ایسی وحشت و نفرت ہوتی ہے کہ وہاں بیٹھنا بھی گوارا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے دل حق کو سننے اور سمجھنے سے پھرے رہتے ہیں اس لئے خاتمہ سورۃ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ اور شفقت و رافت کو بیان کیا گیا ہے تاکہ خاتمہ کلام اس پر دلالت کرے کہ ایسے شفیق اور مہربان رسول کی دعوت و تبلیغ کے بعد حجت پوری ہو چکی ہے اس کے بعد بھی اگر یہ کفار و منافقین اپنی ضد و عناد پر قائم رہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ اللہ پر توکل کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت و نصرت کے لئے کافی ہے اور مخالفین کے شر سے محافظ و نگہبان ہے آپ ان معاندین کی ذرہ برابر پرواہ نہ کیجئے۔

پہلی بات فرمائی لَقَدْ جَآءَكُمْ یعنی یہودی اور عیسائی اور دیگر مذاہب و ملل والے جس نبی کے منتظر تھے بلا شبہ یقیناً وہ رسول آ گئے اور یہ تم پر خدا کا بڑا احسان ہے۔ ایسی صورت میں اللہ کے احسان کی قدر یہی ہے کہ اس کے رسول کا اتباع کیا جائے۔

دوسری صفت رَسُوْلٌ فرمائی یعنی جو رسول تمہارے پاس پہنچے ہیں وہ بڑے عظیم الشان اور عالی مرتبہ رسول ہیں یہ اللہ کا دوسرا بڑا احسان ہے کہ اس نے سب سے زیادہ عظمت والا رسول تمہاری ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

تیسری بات مِّنْ اَنْفُسِكُمْ فرمائی یعنی اللہ کا تم پر یہ تیسرا احسان ہے کہ اس نے تمہاری قوم اور ملک میں سے اپنا رسول مبعوث فرمایا۔ ہوسکتا تھا کہ یہ شرف عرب کے علاوہ اور کسی قوم کو حاصل ہو جاتا مگر اللہ نے اپنی رحمت سے یہ شرف تم کو عطا فرمایا تم میں سے مبعوث ہونے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ تم آپ کے کل حالات سے واقف ہو اب بھی اگر تم کو آپ کی نبوت میں شک باقی رہے تو یہ اللہ کی احسان فراموشی اور اس کے انعام کی ناقدری ہے۔

چوتھی بات عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ فرمائی یعنی یہ اللہ کا چوتھا احسان ہے کہ اس نے ایسا رسول مبعوث فرمایا جو تمہارے دلی دردمند اور

خیر خواہ ہیں وہ چیز جو تم کو تکلیف دہ اور ضرر رساں ہے ان پر شاق وگراں ہے۔ کافروں کا کفر کرنا' مشرکوں کا شرک کرنا' منافقوں کا نفاق کرنا' گنہگاروں کا گناہ کرنا سب ان رسول پر سخت گراں ہے۔ ہر وہ چیز جو دنیا ودین میں تمہاری ہلاکت وبربادی کا باعث ہو ان پر شاق ہے۔

پانچویں صفت حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ فرمائی یعنی یہ اللہ کا پانچواں احسان ہے کہ وہ رسول تمہارے رفیق وشفیق ہیں۔ ان کی شفقت کی یہ حالت ہے کہ گویا وہ تمہاری بہبودی بھلائی اور ہدایت کے غایت درجہ حریص ہیں۔

چھٹی بات بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ فرمائی یعنی اللہ کا یہ چھٹا احسان ہے کہ وہ رسول اگرچہ تمام کائنات انسانی کے خیر خواہ ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ وہ اہل ایمان پر مہربان اور رحیم وکریم ہیں۔ مومنوں کے خاص طور پر ہمدرد وغمگسار مونس وغمخوار اور حد درجہ مہربان ہیں۔

مقصود ان صفات اور احسانات سے بتلانا یہ ہے کہ انسانوں کو چاہیے کہ ایسے رسول کی قدر ومنزلت سمجھیں اور آپ کے حکم پر خوشی کے ساتھ چلیں۔ ایسے شفیق اور مہربان رسول کے اتباع سے انحراف تو کمال درجہ کی بیوقوفی اور انتہائی حماقت ہے۔

دعوت وتبلیغ کی اہمیت

مفسرین نے لکھا ہے کہ سورۃ کے آخر میں یہ مضمون اس لئے لانا مناسب ہوا کہ اس پوری سورۃ میں کفار سے برات قطع تعلق قتال وجہاد کا ذکر تھا جو دعوت الی اللہ کی آخری صورت ہے جبکہ زبانی دعوت وتبلیغ سے اصلاح کی توقع نہ رہے لیکن اصل کام انبیاء علیہم السلام کا یہی ہے کہ شفقت ورحمت اور ہمدردی وخیر خواہی کے جذبے سے خلق خدا کو خدا کی طرف آنے کی دعوت دیں اور ان کی طرف سے اعراض اور کوئی تکلیف پیش آئے تو اس کو اللہ کے سپرد کر دیں۔ اس پر توکل کریں کیونکہ وہ رب العرش العظیم ہے یعنی وہ کل کائنات عالم پر محیط ہے۔

عرش الٰہی

یہاں خاص طور پر عرش کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ ساری مخلوق میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور عرش کی عظمت اور بڑائی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس ساری دنیا میں آفتاب کئی گنا بڑا ہے۔ لیکن آفتاب کی حیثیت آسمان دنیا کے سامنے جو ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے اور آسمان دنیا یعنی آسمان اول دوسرے آسمان کے سامنے ہیچ ہے۔ اور اسی طرح دوسرا آسمان تیسرے آسمان کے سامنے ہیچ ہے اور اسی طرح تیسرا آسمان چوتھے آسمان کے آگے ہیچ ہے اور چوتھا پانچویں کے آگے اور پانچواں چھٹے کے آگے اور چھٹا آسمان ساتویں آسمان کے آگے ہیچ ہے۔ اور سارے آسمانوں کا مجموعہ کرسی کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے اور پھر کرسی عرش الٰہی کے سامنے ایسی ہے جیسے کسی جنگل بیابان میں کوئی انگوٹھی پڑی ہو۔ پس کیا ٹھکانہ ہے عرش عظیم کی عظمت اور بڑائی کا۔

آیات مذکورہ کے خواص وفضائل

ابوداؤد میں حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ جو صبح وشام ۷ مرتبہ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام غم وفکر کو کافی ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام آسان فرما دیتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق یہ سورۂ توبہ کی آخری دو آیات جن کا یہاں بیان ہوا قرآن کریم کی آخری آیتیں ہیں ان کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ ہم کو اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔ یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کی قدر شناسی اور شکر گزاری کی صحیح توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا وفادار امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ یا اللہ اس سورۃ میں ہم نے جو کچھ پڑھا اور سنا ہے اس پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ اور جذبۂ جہاد سے ہمارے دلوں کو معمور فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَةُ يُونُسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّ تِسۡعُ اٰيَاتٍ وَّ اَحَدَ عَشَرَ رُكُوۡعًا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۱﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى

الٓر۔ یہ پُر حکمت کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں۔ کیا اُن (مکہ کے) لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے اُن میں سے

رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ

ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو (احکام خداوندی کے خلاف کرنے پر) ڈرایئے اور جو ایمان لے آئے اُنکو یہ خوشخبری

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۲﴾

سنائے کہ اُن کے رب کے پاس (پہنچ کر) اُن کو پورا مرتبہ ملے گا۔ کافر کہنے لگے کہ نعوذ باللہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔

الٓرٰ الٓر	تِلۡكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الۡكِتٰبِ کتاب	الۡحَكِيۡمِ حکمت والی	اَكَانَ کیا ہوا	لِلنَّاسِ لوگوں کو	عَجَبًا تعجب	
اَنۡ کہ	اَوۡحَيۡنَاۤ ہم نے وحی بھیجی	اِلٰى طرف	رَجُلٍ ایک آدمی	مِّنۡهُمۡ ان سے	اَنۡ کہ	اَنۡذِرِ وہ ڈراتے	النَّاسَ لوگ	
وَبَشِّرِ اور خوشخبری دے	الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا جو لوگ ایمان لائے	اَنَّ کہ	لَهُمۡ ان کیلئے	قَدَمَ پایہ	صِدۡقٍ سچا	عِنۡدَ پاس		
رَبِّهِمۡ ان کا رب	قَالَ بولے	الۡكٰفِرُوۡنَ کافر	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ کھلا جادوگر				

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کے دسویں رکوع میں قوم حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر آیا ہے جس سے اہل مکہ کو نصیحت کرنا مقصود ہے کہ یونس علیہ السلام کی قوم بروقت ایمان لے آئی تو اس ایمان نے ان کو نفع دیا اور عذاب خداوندی سے بچ گئے۔ اسی طرح اگر اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے تو نفع حاصل کرنے والے ہو جائیں گے۔ اسی ذکر کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ یونس ہو گیا۔

تمام صحابہ کرامؓ اس کو اسی نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ سورۃ مکی ہے مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

اب تک جن سورتوں کا بیان ہوا وہ زیادہ تر مدنی تھیں، جن میں صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ صوم۔ حج۔ جہاد۔ میراث۔ نکاح۔ طلاق۔ قصاص۔ سیاست و معاملات وغیرہ کے احکام فقہی و تفصیلات شریعت زیادہ تھیں۔ اس سورۃ میں عام مکی سورتوں کی طرح عقائد اور اصول دین مثل توحید۔ رسالت، قیامت، آخرت، جزاو سزا وغیرہ کا بیان ہے۔

حروف مقطعہ

اس سورۃ کی ابتداء حروف مقطعۃ الٓر سے فرمائی گئی ہے۔ اس قسم کے الفاظ کو جو بعض سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں حروف مقطعۃ کہتے ہیں۔ جن کے متعلق جمہور علمائے امت کا مسلک یہی ہے کہ اس قسم کے حروف کتاب خداوندی کے رموز ہیں جن کی مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ اس لئے ان کی کوئی تفسیر نہیں کی جاتی۔ ان کے متعلق کلام خداوندی ہونے کا عقیدہ رکھے اور ان کے معنی اور تاویل کی فکر و تحقیق میں نہ پڑے بلکہ ان کی مراد کو اللہ کے علم کے سپرد کرے۔

پر حکمت کتاب

تلک ایٰت الکتٰب الحکیم. یہ پر حکمت کتاب یعنی قرآن مجید کی آیات ہیں جو آگے آتی ہیں۔یعنی یہ آیتیں ایسی مضبوط اور محکم کتاب کی ہیں جن کی ہر بات پکی ہے۔الفاظ اس لئے کہ ہمیشہ تبدیل وتحریف سے محفوظ رہیں گے۔علوم اس لئے کہ تمام تر عقل وحکمت کے موافق ہیں۔احکام اس وجہ سے کہ آئندہ کوئی دوسری ناسخ کتاب آنے والی نہیں۔اخبار وقصص اس طرح کہ ٹھیک ٹھیک واقعہ کے مطابق ہیں۔یہ آیات ہر قسم کے عیب وخلل سے پاک ہیں جس میں غلطی اور خطا کا امکان نہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خدائے علیم وحکیم نے اس کو اپنے علم کامل کے زور سے اتارا ہے اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قرآن کا نزول شروع ہوا اس وقت قریب قریب تمام عالم جہالت اور گمراہی کے سمندر میں غرق تھا۔باطل عقائد اور بدکاریوں کی کالی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔

چونکہ کفار کے عقائد اور خیالات باطلہ کی تردید کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ قرآن کا کتاب اللہ ہونا ثابت کیا جائے اس لئے سب سے اول ابتدائی آیت میں یہ بتایا گیا کہ قرآن کی یہ آیات جو نازل ہوچکیں۔یا ہو رہی ہیں یا آئندہ ہوں گی یہ کتاب حکیم کے احکام ہیں جس کے اندر دین ودنیا کی اصلاح کے قوانین ہیں۔عقائد‘ عبادات‘ معاملات‘ سیاسیات‘ حقوق وغیرہ کے مکمل ضوابط موجود ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ اس کے الہامی اور منزل من اللہ ہونے کا انکار کیا جاسکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار کی غلط فہمیاں

اس کے بعد مسئلہ نبوت ورسالت کو بیان فرمایا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت وسچائی کو ظاہر کیا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کفار مکہ کو تصدیق سے مانع تین امور تھے۔ایک تو ان کو اس بات پر تعجب تھا کہ بھلا انسان کیونکر رسول ہوسکتا ہے۔کسی آدمی کو اللہ سے اتنا قرب ہوجائے کہ اس کو رسول بنادیا جائے یہ کس طرح ممکن ہے اگر دنیا میں رسول کا ہونا ہی ضروری تھا تو کوئی غیر انسان یعنی فرشتہ یا جن رسول بنا کر بھیجا جاتا۔دوسرا شبہ کفار کو یہ تھا کہ اگر انسان ہی کو رسول بنایا جاتا تو کسی غیر معمولی فوق البشریت انسان کو بنایا جاتا۔ہم میں سے ہی ایک معمولی انسان کے پاس کس طرح اللہ کا پیام آسکتا ہے۔جو بالکل ہماری طرح پیدا ہوا ہو۔جس کا کھانا پینا‘ چلنا پھرنا‘ سونا جاگنا‘ ہماری مثل ہے۔تیسرا شبہ یہ تھا کہ اگر ہمارے ہی میں سے کسی آدمی کا نبی ہونا ضروری تھا تو یہ جزا وسزا کے احکام‘ ثواب وعذاب کا جھگڑا‘ بعد الموت کا قصہ‘ قیامت وحشر ونشر کا واقعہ جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم فرماتے تھے تو ان کی کیا ضرورت ہے۔

غرض انہی اسباب کے ماتحت کفار نے تعجب انگیز پیرایہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔

کفار کو تفہیم کہ تمہارا طرز فکر غلط ہے

اللہ تعالیٰ نے یہاں کافروں کے وجوہ تعجب کو انکاری طرز میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ انسانوں کی صلاح وہدایت کے لئے حق تعالیٰ ایک انسان ہی کو مامور فرمادے اور اس کی طرف وہ پیغام بھیج دے۔جس کی دوسروں کو بلاواسطہ خبر نہ ہو۔وہ تمام لوگوں کو خدا کی نافرمانی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرے اور خدا کی بات ماننے والوں کو بشارت سنائے کہ رب العزت کے ہاں اعمال صالحہ کی بدولت ان کا کتنا اونچا مرتبہ اور کیسا بلند پایہ ہے اور کیسی سعادت وفلاح ان کے لئے لکھی جاچکی ہے۔

بہرحال کفار ایک طرف تو وحی ورسالت کا انکار کرتے لیکن دوسری طرف وہ یہ بھی دیکھتے کہ ایسے معجزات آپ سے صادر ہوتے جو عام لوگوں سے نہیں ہوسکتے تھے تو کہتے کہ ان میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے پھر جب اس کی کوئی توجیہ نہ بن پڑتی تو کہنے لگتے ہو نہ ہو یہ جادوگر ہیں اور قرآن جادوگری ہے۔نعوذ باللہ۔

کفار کی خود فریبی

کفار کا یہ کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کی حیرت انگیز تاثیر کی سب سے بڑی شہادت ہے۔گویا آپ کی رسالت اور قرآن کا اثر اس درجہ نمایاں اور قطعی تھا کہ انکار اور عناد کے باوجود کفار بھی اس سے انکار نہیں کرسکتے تھے۔ہاں اپنے ضمیر کو

جھٹلانے کے لئے جادوگری سے تعبیر کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے اور اللہ کے رسول کے معجزات کو دیکھ کر آپ کو جادوگر بتلاتے تھے اور یہ نہیں سمجھتے تھے کہ دراصل ان کا متکبر اور مغرور نفس جو صفات فرعونیہ کا حامل تھا اصل جادوگر وہ ہے جس نے ان کی عقلوں کو مسحور کر دیا تھا کہ خدا کے برگزیدہ رسول کے سامنے تواضع اور انکسار کو اپنے لئے عار سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھ کر کفار مکہ کا یہ کہنا کہ یہ تو صریح جادوگر ہیں ایسا ہی تھا جیسا کہ انبیائے سابقین کے معجزات کو دیکھ کر ان کی امت کے معاندین اور کفار نے ان کو جادوگر بتلایا تھا جیسا کہ قرآن شاہد ہے۔ الغرض کفار مکہ کا یہ قول بالکل غلط اور صریح کذب و بہتان تھا اس لئے کہ جو مکارم اخلاق اور محاسن اعمال اور حکمت نظریہ اور حکمت عملیہ کے حقائق و معارف بیان کرتا ہو اور حلال وحرام کی تفصیل کرتا ہو وہ کہاں سے جادوگر ہوسکتا ہے۔ اور کتاب حکیم جو اس پر نازل ہو رہی ہے وہ کہاں سے جادو ہوسکتی ہے اس لئے کہ سحر تو ایک ملمع کاری ہوتی ہے اس کو صدق و حقیقت سے کیا واسطہ۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار پکا و سچا امتی بن کر زندہ رہنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم آپ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کی صداقت پر صدق دل سے ایمان لے آئے ہیں۔ یا اللہ ہم کو اس پر استقامت نصیب فرما اور جو بشارت اور خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کے لئے سنائی ہیں یا اللہ وہ سب ہم کو دنیا اور آخرت میں نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

بلاشبہ تمہارا رب (حقیقی) اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کر دیا پھر عرش (یعنی تخت شاہی)

عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

پر قائم ہوا، وہ ہر کام کی (مناسب) تدبیر کرتا ہے۔ (اس کے سامنے) کوئی سفارش کرنیوالا (سفارش) نہیں کر سکتا بغیر اسکی اجازت کے۔

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۳﴾

ایسا اللہ تمہارا رب (حقیقی) ہے سو تم اسکی عبادت کرو۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

إِنَّ بیشک	رَبَّكُمْ تمہارا رب	اللّٰهُ اللہ	الَّذِي وہ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْأَرْضَ اور زمین	فِي میں / سِتَّةِ چھ
أَيَّامٍ دن	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰى قائم ہوا	عَلَى الْعَرْشِ عرش پر	يُدَبِّرُ تدبیر کرتا ہے	الْأَمْرَ کام	مَا نہیں / مِنْ کوئی	شَفِيعٍ سفارشی
إِلَّا مگر	مِنْ بَعْدِ بعد	إِذْنِهٖ اس کی اجازت	ذٰلِكُمُ وہ ہے	اللّٰهُ اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا رب	فَاعْبُدُوهُ پس اس کی بندگی کرو	
أَفَلَا تَذَكَّرُونَ سو کیا تم دھیان نہیں کرتے							

عقائد باطلہ کی تردید

اس آیت میں توحید الوہیت کی تلقین ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب خلق اور امر دونوں اللہ ہی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں یعنی وہی کائنات کی ہستی کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کے حکم و قدرت سے اس کا انتظام ہو رہا ہے تو عبادت میں کسی دوسرے کو اس کے ساتھ شریک کرنا کیسے ممکن ہے۔ تو اس آیت میں مشرکین عرب کے عقائد باطلہ کا رد ہو گیا جو اللہ کے وجود کے تو قائل تھے مگر شرک فی الصفات کرتے اور صفات الوہیت مخلوق میں مانتے تھے۔ اپنے دیوتاؤں اور جھوٹے معبودوں کو متصرف اور فاعل مختار جانتے اور ان کی پرستش اس لئے کرتے کہ وہ اللہ کے قرب کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور بارگاہ الٰہی میں سفارش کریں گے اور ہمارے کام بنائیں گے۔ یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ تمہارا پروردگار اور تمہارا معبود اور تمہارا مربی اور مدبر امور وہ اللہ ہے جس نے محض اپنی قدرت سے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا اور عرش سے لے کر فرش تک تمام کائنات کو عدم سے وجود میں لایا اور یہ تمام کارخانہ اسی کی تدبیر اور حکمت سے چل رہا ہے۔ اس میں کوئی اس کا شریک اور حصہ دار نہیں۔ پھر وہ خلاق عالم۔ رب العلمین۔ احکم الحاکمین جب زمین آسمان اور تمام کائنات کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اپنی شان کے موافق عرش پر جو تخت سلطنت کے مشابہ ہے جلوہ فرما ہوا جو تمام مخلوقات میں سب سے بڑا ہے اور اتنا بڑا ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین بھی اس کے سامنے ہیچ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عرش پر قائم ہونا اس بنا پر نہیں کہ وہ کسی عرش یا فرش کا محتاج ہے اس لئے کہ وہ کون و مکان اور زمین و زمان کے پیدا کرنے سے پہلے موجود تھا اور اسی طرح وہ مکان و زمان کے پیدا کرنے کے بعد بھی اسی شان سے موجود ہے۔ معاذ اللہ عرش اللہ تعالیٰ کا مکان نہیں اور اس کی نشست گاہ نہیں کیونکہ جس چیز کے لئے مکان و جہت ہو وہ متناہی اور محدود ہوتی ہے اور جو محدود ہے وہ مخلوق ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق نہیں۔ تو عرش عظیم معاذ اللہ اس کا مکان نہیں بلکہ اس کی شان احکم الحاکمینی کی جلوہ گاہ ہے۔ جہاں سے احکام خداوندی کا صدور ہوتا ہے اور کائنات کے ہر امر کی بلاشرکت غیرے وہ تدبیر و انتظام فرماتا

ہے۔اس میں کوئی اس کا شریک اور ساتھی نہیں۔اور کسی دوسرے کا دخیل ہونا تو در کنار۔کوئی اتنا بھی اختیار نہیں رکھتا کہ سفارش کے لئے بھی بدوں اس کی اجازت کے لب ہلا سکے اور کوئی حرف زبان سے نکال سکے۔

جب رب اللہ ہے تو معبود بھی وہی ہے

آگے نتیجہ کے طور پر بتلایا گیا ہے کہ جب فی الواقع اللہ ہی تمہارا رب ہے اور وہی تمام کاموں کی تدبیر وانتظام کرتا ہے تو اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔اخیر میں اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ (کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے) فرما کر یہ جتلا دیا کہ ایسے رب کے سوا جس کی صفات وقدرت اور حکمت وعظمت اوپر بیان ہوئیں دوسرا کون ہے جس کی پرستش یا بندگی یا عبادت کی جائے۔

آسمان وزمین کی تخلیق کا دورانیہ

اب یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ یعنی یہ سب آسمان اور زمین اتنے وقت میں پیدا کئے گئے جو چھ دن کے برابر تھا۔بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہاں دنیا کے چھ دن سے مراد چھ ہزار سال کی مقدار کا زمانہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔بہر حال مقصود ارشاد یہ ہے کہ زمین وآسمان دفعۃً بنا کر نہیں کھڑا کر دیئے گئے بلکہ بتدریج موجودہ شکل میں بمعہ تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہیں۔یوں تو اللہ تعالیٰ قادر تھے کہ ایک لمحہ میں سب کچھ پیدا فرما دیتے۔مگر جس طرح اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ انسان کو ایک لمحہ میں پیدا فرما دے مگر اس نے انسان کی پیدائش کے لئے مدت مقرر کر دی ہے جس میں اس کی بے انتہا حکمتیں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اسی طرح آسمان وزمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔

استواء علی العرش

دوسری بات آیت میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ فرمائی گئی۔ یعنی پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے بالکل پاک اور منزہ ہیں۔نہ اس کا وجود کسی خاص سمت وجہت سے تعلق رکھتا ہے نہ اس کا قیام کسی مکان میں اس طرح کا ہے جس طرح دنیا کی چیزوں کا قیام اپنی اپنی جگہ پر ہوا کرتا ہے۔پھر حق تعالیٰ کا عرش پر قائم ہونا کس طرح اور کس کیفیت کے ساتھ ہے۔یہ متشابہات میں سے ہے جس کو انسانی عقل وفہم نہیں پا سکتی۔اسی لئے قرآن کریم میں متشابہات کے بارہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۷) یعنی ان کی صحیح مراد کیفیت اور حال سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔اور مضبوط اور صحیح علم والے اس پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں۔اور اس کی حقیقت جاننے کے فکر میں نہیں پڑتے۔اسی طرح قرآن وحدیث میں جہاں حق تعالیٰ کے لئے اعضائے مثل ید، وجہ، ساق وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کے متعلق جمہور علمائے امت کا عقیدہ یہی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ یہ کلمات اپنی جگہ پر حق ہیں اور ان سے جو مراد حق تعالیٰ کی ہے وہ صحیح ہے باقی اس کی کیفیت اور حقیقت چونکہ انسانی عقل سے بالاتر ہے اس کو علم الٰہی پر چھوڑ دے۔صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کا مسلک یہی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم آپ کی ربوبیت والوہیت کا اقرار کرتے ہیں آپ ہی ہمارے اور کل کائنات کے پیدا کرنے والے پالنے والے اور ہر کام کی تدبیر فرمانے والے ہیں۔یا اللہ آپ واحد ہیں۔احد ہیں صمد ہیں۔وحدہٗ لاشریک ہیں۔اسی ایمان ویقین پر آپ ہم کو زندہ رکھیئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔یا اللہ آپ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے اور اسی اعتقاد توحید پر ہم کو تازندگی قائم رکھیئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ

تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اللہ نے (اس کا) سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بیشک وہ پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی (قیامت کو)

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ

پیدا کرے گا' تا کہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ (پوری پوری) جزا دے اور جن لوگوں نے

حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴

کفر کیا اُنکے واسطے (آخرت میں) کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا' اُنکے کفر کی وجہ سے۔

اِلَيْهِ اسی کی طرف	مَرْجِعُكُمْ تمہارا لوٹ کر جانا	جَمِيْعًا سب	وَعْدَ وعدہ	اللّٰهِ اللہ	حَقًّا سچا	اِنَّهٗ بیشک وہی	يَبْدَؤُا الْخَلْقَ پہلی بار پیدا کرتا ہے
ثُمَّ پھر	يُعِيْدُهٗ دوبارہ پیدا کریگا	لِيَجْزِيَ تا کہ جزا دے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے		
الصّٰلِحٰتِ نیک	بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	كَفَرُوْا کفر کیا	لَهُمْ اُن کیلئے	شَرَابٌ پینا ہے	مِّنْ سے	
حَمِيْمٍ کھولتا ہوا	وَعَذَابٌ اور عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	بِمَا کیونکہ	كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ وہ کفر کرتے تھے			

آخرت کی زندگی یقینی اور ضروری ہے

آخرت کی زندگی کا مشرکین عرب کو انکار تھا۔ لہذا آخرت پر استدلال کے لئے اس آیت میں دو باتوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے ایک تو یہ کہ پہلی مرتبہ انسان کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے لہذا دوبارہ بھی انسان کو اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا۔ پس اگر پہلی پیدائش پر یقین کرتے ہو تو دوسری پیدائش پر تمہیں تعجب اور انکار کیوں ہے؟ جو شخص یہ تسلیم کرتا ہو کہ خدا نے خلق کی ابتدا کی ہے وہ اس بات کو ناممکن یا بعید از فہم قرار نہیں دے سکتا کہ وہی خدا اس خلق کا پھر اعادہ کرے گا اور دوسری بات آخرت کے استدلال پر یہ فرمائی کہ جزائے عمل کا قانون چاہتا ہے کہ جس طرح ایک زندگی عمل کی آزمائش کے لئے ہے اسی طرح ایک زندگی جزائے عمل کے لئے بھی ہونی چاہیئے۔

کیونکہ یہ دنیا لوگوں کے امتحان اور آزمائش کے لئے پیدا کی گئی ہے اور دنیا کے خالق نے لوگوں کو آزاد اور مطلق العنان نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس دنیا کو ان کے لئے دار العمل بنایا ہے۔ پس ضروری ہے کہ خالق کی جانب سے امر بھی ہو اور نہی بھی ہو اور پھر اس دار العمل کے گزر جانے کے بعد ایک دار الجزاء بھی ہو جس میں نیکوکاروں کو جزاء و ثواب اور بدکاروں کو سزا و عذاب ملے تا کہ اچھے اور برے میں امتیاز ہو جائے۔ اور نیک اور بد میں فرق اور امتیاز عقلاً ضروری ہے تو گویا انسان کو دوبارہ پیدا کرنا عقل و انصاف کی رو سے ضروری ہے تا کہ جو لوگ خدا کو اپنا رب واحد مان کر صحیح بندگی کا رویہ اختیار کریں وہ اس کے مستحق ہیں کہ انہیں اپنے اس صحیح اور بجا طرز عمل کی پوری پوری جزا ملے اور جو لوگ حقیقت سے انکار کر کے اس کے خلاف زندگی بسر کریں وہ بھی اس کے مستحق ہیں کہ وہ اپنے اس بے جا طرز عمل کا برا نتیجہ دیکھیں۔ جب یہ جزا اور سزا موجودہ دنیوی زندگی میں جو امتحان اور مہلت کا وقت ہے پوری نہیں ہو رہی ہے تو اسے پورا کرنے کے لئے یقیناً آخرت کی دوبارہ زندگی ناگزیر ہے۔

مقصود تنبیہ سے یہ نکلا کہ تم ایمان لا کر مستحق جزا بنو اور کفر کر کے مستحق سزا نہ بنو۔

بعث بعد الموت

مرنے کے بعد زندہ ہونا یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جو صرف مذہب اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام کتب سماویہ بعث بعد الموت اور جزاء اعمال پر متفق ہیں۔ البتہ اس کے وقوع کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ ہر مذہب میں حشر ونشر کی علیحدہ علیحدہ صورت بیان کی گئی ہے۔ مذہب اسلام یہ کہتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد ایک بار دوبارہ جسمانی طور پر زندہ ہو کر خاک سے اٹھے گا اور اپنے اعمال دنیا کے مطابق جزا وسزا پائے گا۔ قرآن کریم نے بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کو جس کو مشرکین عرب محال جانتے تھے اس کثرت اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس میں نہ انکار کی گنجائش ہے نہ تاویل کی۔ حق جل شانہٗ نے قرآن کریم میں بعث بعد الموت کو یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کو مختلف مثالوں اور دلیلوں کے ذریعہ واضح فرمایا ہے۔ مثلاً۔

جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح مردہ انسان بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

یا جس طرح ایک قطرہ ناچیز سے ایک سمیع بصیر انسان کا پیدا ہونا ممکن ہے اسی طرح انسان کے متفرق اور منتشر ذرات کو جمع کر کے دوبارہ اس کو پہلی ہیئت پر پیدا کرنا بھی ممکن ہے۔

یا جو خدا انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

یا جو خدا آسمان وزمین جیسی عظیم مخلوق کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ سات بالشت کے انسان کو پیدا کرنے پر کیوں قادر نہیں۔

یا نیند موت کی بہن ہے۔ پس جو خدا سلانے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھا سکتا ہے وہ موت کے بعد بھی دوبارہ زندگی عطا کر سکتا ہے۔

الغرض خلاصہ یہ کہ انسانوں کو یہاں بتلایا جا رہا ہے کہ تم اپنے آپ کو ایک ذمہ دار مخلوق سمجھو اور یقین کر لو کہ ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہی کرنی ہوگی۔ جب کہ اطاعت گزار بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور اسی طرح نافرمانوں کو رنج والم و عذاب دیا جائے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آج اس دنیا میں اور اس زندگی میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو کل قیامت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں اور ان اعمال وافعال سے بچا لیجئے جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

یا اللہ! ہمیں بعث بعد الموت پر ایسا یقین کامل عطا فرما کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہ سے بچ جائیں اور ہمہ وقت آپ کی رضا کے فکر میں لگے رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ

وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو (بھی) نورانی بنایا اور اُس (کی چال) کیلئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی

السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالۡحَـقِّۚ يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ

اور حساب معلوم کرلیا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔ وہ یہ دلائل اُن لوگوں کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔

يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾ اِنَّ فِى اخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ

بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں

وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَّقُوۡنَ ﴿۶﴾

اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے (توحید کے) دلائل ہیں جو ڈر مانتے ہیں۔

هُوَ وہ	الَّذِىۡ جس نے	جَعَلَ بنایا	الشَّمۡسَ سورج	ضِيَآءً جگمگاتا	وَالۡقَمَرَ اور چاند	نُوۡرًا نور چمکتا	وَقَدَّرَهٗ اور مقرر کردیں اسکی
مَنَازِلَ منزلیں	لِتَعۡلَمُوۡا تاکہ تم جان لو	عَدَدَ گنتی	السِّنِيۡنَ برس	وَالۡحِسَابَ اور حساب	مَا خَلَقَ نہیں پیدا کیا	اللّٰهُ اللہ	ذٰلِكَ یہ
اِلَّا مگر	بِالۡحَـقِّ حق سے	يُفَصِّلُ وہ کھول کر بیان کرتا ہے	الۡاٰيٰتِ نشانیاں	لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ علم والوں کیلئے	اِنَّ بیشک		
فِىۡ میں	اخۡتِلَافِ بدلنا	الَّيۡلِ رات	وَالنَّهَارِ اور دن	وَمَا اور جو	خَلَقَ اللّٰهُ اللہ نے پیدا کیا	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	
وَالۡاَرۡضِ اور زمین	لَاٰيٰتٍ نشانیاں ہیں	لِقَوۡمٍ يَّتَّقُوۡنَ پرہیزگاروں کیلئے					

مظاہر کائنات سے قدرت الٰہی پر استدلال

جو شخص بھی ان عجائبات قدرت میں ذرا غور وفکر کرے گا تو سمجھ جائے گا کہ اس کارخانہ عالم کا خالق وصانع کوئی قادر اور حکیم ضرور ہے۔ کائنات عالم میں سے مثال کے طور پر یہاں سورج اور چاند اور رات دن کا ادل بدل اور یکے بعد دیگرے آنے جانے میں خدا کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے دلائل اور نشانیاں موجود ہونا بتلایا گیا ہے۔ پھر یہ امور علاوہ دلائل قدرت کے اس کی بے مثال نعمتیں بھی ہیں جن سے خدائے واحد کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے اور اس کی عظمت وجلال سے دل پر ہو جاتا ہے۔

الغرض یہاں قدرت الٰہی کے اثبات میں سورج و چاند کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے سورج و چاند میں روشنی پیدا کی یعنی مادہ کا فطری خاصہ کثافت وتاریکی ہے لیکن آفتاب ومہتاب کے مادہ کو اللہ نے ایسا روشن بنایا کہ جس سے تمام عالم روشن ہو جاتا ہے۔ پھر آفتاب و ماہتاب میں سے ہر ایک کے منازل اور مقامات رفتار کے ایسے پیمانے مقرر فرمائے جن سے سال مہینے اور تاریخ اور اوقات کے ایک ایک منٹ کا حساب معلوم کیا جاسکتا ہے۔ نہ کبھی ان کی رفتار میں فرق آتا ہے نہ کبھی اپنے راستہ سے آگے پیچھے ادھر ادھر ہوتے ہیں۔ نہ کبھی یہ گھستے اور ٹوٹتے پھٹتے ہیں۔ نہ کبھی ان میں ٹوٹ پھوٹ کی مرمت ہوتی ہے۔ جس شان سے قدرت خداوندی نے انہیں ازل سے چلا دیا تھا اسی شان سے برابر چل رہے ہیں اور جب تک حکم خداوندی ہے چلتے رہیں گے اور جب اسی قادر مطلق کا حکم ہوگا تو ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو جائیں گے۔

وقت کی پیمائش و تعیین کا نظام

اللہ تعالیٰ کی ان عظیم الشان نشانیوں شمس و قمر میں انسانوں کا علاوہ روشنی کے یہ فائدہ بھی بتلایا گیا کہ ان کے ذریعہ وہ سال اور مہینہ اور اس کی تاریخوں کا حساب معلوم کر سکتے ہیں اور یہ حساب بھی اگر چہ شمس و قمر دونوں ہی سے معلوم ہو سکتا ہے اور دنیا میں دونوں طرح کے سال اور مہینے شمسی اور قمری قدیم زمانہ سے رائج بھی ہیں لیکن چاند کے ذریعہ مہینہ اور تاریخ کا حساب مشاہدہ اور تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے بخلاف سورج کے کہ اس کے حسابات سوائے سائنس دانوں اور ریاضی والوں کے دوسروں کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس لئے احکام اسلام میں ہر جگہ ہر موقع پر قمری حساب کی رعایت رکھی گئی ہے کہ ان کی ادائیگی ہر شخص کے لئے آسان ہو خواہ وہ کوئی لکھا پڑھا آدمی ہو یا ان پڑھ ہو۔ شہری ہو یا دیہاتی ہو۔

اکثر اسلامی فرائض و احکام میں جیسے حج زکوٰۃ' روزہ' عدت وغیرہ قمری حساب سے رکھا گیا ہے مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ شمسی حساب لکھنا یا استعمال کرنا ناجائز ہے۔ بلکہ اس کا اختیار ہے کہ کوئی شخص روزہ' حج' زکوٰۃ' عدت وغیرہ کے معاملہ میں تو قمری حساب شریعت کے مطابق استعمال کرے اور اپنے کاروبار' تجارت' ملازمت وغیرہ میں شمسی حساب استعمال کرے مگر شرط یہ ہے کہ مجموعی طور پر مسلمانوں میں قمری حساب جاری رہے تا کہ رمضان اور حج وغیرہ کے اوقات معلوم ہوتے رہیں۔ اسی لئے فقہا نے قمری حساب باقی رکھنے کو مسلمانوں کے ذمہ فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ سنت انبیاء اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت خلفائے راشدین قمری حساب ہی کے استعمال میں ہے اور اس کا اتباع موجب برکت و ثواب ہے۔

درس بصیرت

اہل بصیرت اور عقل و دانش رکھنے والا طبقہ جانتا ہے کہ یہ شمس و قمر اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اللہ نے ان کو بے کار اور عبث نہیں پیدا کیا ہے۔ شمس و قمر یہ سب حکمت الٰہی کے مسخر اور قدرت خداوندی کے تابع ہیں۔ یہ خود نہیں پیدا ہو گئے۔ نہ ان میں خود کوئی تاثیر اور قدرت ہے۔ پھر یہ شب و روز کا اختلاف اور دن رات کا آنا جانا اور تمام کائنات ارضی و سماوی اپنے اندر خاص درس بصیرت رکھتی ہے مگر صرف انہی لوگوں کے لئے جو خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مصنوع سے صانع پر استدلال کرتے ہیں۔ شرک سے بچتے اور غیر اللہ سے منہ موڑ کر اللہ ہی سے رشتہ جوڑتے ہیں۔ بس ایسے ہی لوگوں کو ہر چیز میں اللہ کی قدرت اور اس کی ہستی کا وجود نظر آتا ہے۔ اور ایسے ہی سمجھ دار لوگ مصنوعات کے اس نظام کو دیکھ کر خداوند قادر و حکیم کی ہستی کا سراغ پاتے ہیں۔ بلاشبہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں خدا کی ہستی اور وحدانیت کے دلائل موجود ہیں۔

چاند اور سورج کی تخصیص کی وجہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں شمس و قمر یعنی سورج چاند کا ذکر خاص طور پر اس لئے فرمایا کہ شمس پرستی اور قمر پرستی دنیا میں بہت عام رہی ہے اور اب تک ان کے پرستار موجود ہیں تو یہاں یہ حقیقت ظاہر کر دی کہ اللہ نے ان کو خود انسان کی خدمت و راحت اور نفع رسانی کے لئے پیدا کیا ہے تو انسان کی یہ کیسی شدید حماقت ہے کہ وہ الٹی انہیں کی پوجا پاٹ شروع کر دے۔

دعا کیجئے

یا اللہ بے شک یہ کائنات اور اس کی ہر چیز آپ نے اپنی قدرت سے حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کی ہے اور ہر چیز آپ کے وجود کی شہادت دے رہی ہے اور ہر شے میں آپ کی وحدانیت کے دلائل موجود ہیں۔

یا اللہ آپ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر ہمیں اپنی توحید کو کامل بنانے اور ہر طرح کے شرک سے بچنے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ

جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں (آئندہ کی کچھ خبر نہیں)

هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُونَ ٧ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ٨ إِنَّ الَّذِينَ

اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں۔ایسے لوگوں کا ٹھکانا اُن کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔اور یقیناً جو لوگ

اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ

ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اُن کا رب اُن کو بوجہ اُنکے مومن ہونے کے اُنکے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچا دے گا۔اُن کے (مسکن کے)

الْأَنْهٰرُ فِي جَنّٰتِ النَّعِيمِ ٩ دَعْوٰىهُمْ فِيهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا

نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں۔اُن کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ!اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا

سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ١٠

السلام علیکم!اور اُن کی (اُس وقت کی اُن باتوں میں) اخیر بات یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	لَا یَرْجُوْنَ امید نہیں رکھتے	لِقَآءَنَا ہمارا ملنا	وَ اور	رَضُوْا وہ راضی ہوگئے	بِالْحَیٰوۃِ زندگی پر	الدُّنْیَا دنیا	
وَاطْمَاَنُّوْا اور وہ مطمئن ہوگئے	بِھَا اس پر	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	ھُمْ وہ	عَنْ سے	اٰیٰتِنَا ہماری آیات	غٰفِلُوْنَ غافل	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ	
مَاْوٰىھُمْ ان کا ٹھکانہ	النَّارُ جہنم	بِمَا اس کا بدلہ	کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے	اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے			
وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	یَھْدِیْھِمْ انہیں راہ دکھائے گا	رَبُّھُمْ ان کا رب	بِاِیْمَانِھِمْ ان کے ایمان کی بدولت				
تَجْرِیْ بہتی ہوں گی	مِنْ سے	تَحْتِھِمُ انکے نیچے	الْاَنْھٰرُ نہریں	فِیْ میں	جَنّٰتِ باغات	النَّعِیْمِ نعمت	دَعْوٰىھُمْ انکی دعا	فِیْھَا اس میں
سُبْحٰنَکَ پاک ہے تو	اللّٰھُمَّ اے اللہ	وَتَحِیَّتُھُمْ اور ملاقات کے وقت کی دعا	فِیْھَا اس میں	سَلٰمٌ سلام	وَاٰخِرُ اور خاتمہ			
دَعْوٰىھُمْ ان کی دعا	اَنِ کہ	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	رَبِّ رب	الْعٰلَمِیْنَ سارے جہان			

دنیا پرست انسانی گروہ

یہاں ان آیات میں کائنات انسانی کے دو گروہوں کا ذکر ہے اور دونوں کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔ایک گروہ تو وہ ہے جس نے دنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کوئی خبر ہی نہ رہی۔بس اسی چند روزہ حیات کو مقصود بنالیا۔نہ خدا کی طرف لوٹ کر جانے کا عقیدہ نہ حشر ونشر عذاب ثواب کا خیال۔بس جو کچھ ہے دنیوی زندگی ہے اور اس کا عیش وآرام مقصود ہے۔قدرت کی جو نشانیاں گذشتہ آیات میں بیان ہوئیں۔ان میں کبھی غور وفکر نہ کیا کہ ایسا مضبوط اور حکیمانہ نظام یونہی بیکار نہیں بنایا گیا۔ضرور اس سارے کارخانہ کا کوئی خاص مقصد ہوگا۔

دنیا پرستوں کا انجام

جب قدرت نے ساری مخلوقات کو انسان کا خادم بنادیا ہے تو انسان کے ذمہ بھی کوئی کام لگایا ہوگا۔ اور پھر اس کا اسے حساب بھی دینا ہوگا۔ جس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی روز جزا اور روز حساب مقرر ہو۔ اسی کا دوسرا نام آخرت ہے۔

جو لوگ آیات قدرت سے غافل ہیں اور اس دنیا میں ایسے مطمئن ہو کر بیٹھے ہیں کہ گویا یہاں سے کہیں جانا ہی نہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے ان کو کبھی یہ دھیان نہیں آتا کہ اس دنیا سے ہر انسان کو رخصت ہونا ایسا یقینی اور ظاہر ہے کہ جس میں کبھی کسی کو شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جب یہاں سے جانا یقینی ہے تو جہاں جانا ہے وہاں کی تیاری کچھ نہ کرنا اور وہاں سے احمقانہ غفلت میں پڑے رہنا یہ شقی اور بدنصیب گروہ کفار اور منکرین کا ہے اور انہوں نے اپنے دل و دماغ سے' زبان سے' ہاتھ پاؤں سے جو کچھ انہوں نے کمائی کی اس کا بدلہ آخرت میں دوزخ کی آگ ہے اور یہ سزا خود ان کے اپنے عمل کا نتیجہ ہے۔

اہل ایمان و یقین کا خوش بخت گروہ

الغرض اوپر تو حال کفار و منکرین قیامت کے گروہ کا بیان فرمایا گیا ان کے مقابل دوسرا گروہ وہ خوش نصیب بتلایا گیا جو اللہ کی توحید۔ الوہیت' ربوبیت' تصرف کل' قدرت کاملہ کا یقین رکھتا ہے۔ احکام الٰہی رسالت' قیامت' عذاب ثواب' حشر نشر جنت' جہنم پر ایمان رکھتا ہے اور ایمان کے مطابق نیک عمل بھی کرتا ہے۔

اہل ایمان و یقین کا انعام

اس گروہ کو ایمان کی بدولت اور اس کی روشنی میں حق تعالیٰ ان کو مقصد اصلی یعنی آخرت میں جنت تک پہنچائے گا اور جب یہ جنتی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل و احسان کو دیکھیں گے تو سبحان اللہ پکاریں گے اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنے کی خواہش ہوگی مثلاً کوئی پرندہ یا پھل یا اور کوئی رغبت کی چیز دیکھی تو سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ اتنا سنتے ہی فرشتے وہ چیز فوراً حاضر کریں گے گویا یہی ایک لفظ تمام دعاؤں کے قائم مقام ہوگا۔ اور یہ جنتی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے۔ نیز فرشتوں کا جنتیوں کو سلام کرنا بلکہ خود خداوند رب العزت کی طرف سے تحفۂ سلام کا آنا قرآن میں منصوص ہے۔ سورۂ یٰسٓ میں ہے۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ جنتیوں کی مزید حالت بیان کی گئی کہ جنت میں پہنچ کر جب دنیوی تفکرات اور کدورات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور محض سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہنے پر ہر چیز حسب خواہش ملتی رہے گی تو جنتیوں کی ہر دعا کا خاتمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر ہوگا۔ یعنی اخیر میں اللہ کی حمد اور شکر کریں گے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے یہ نعمتیں عطا کیں۔

دنیا اور انسان کا تعلق

ان آیات پر غور کرنے سے اس دنیا سے انسان کا تعلق واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ انسان ایک مخلوق ہے جس کا اصل تعلق عالم آخرت سے ہے۔ جو لوگ انسان کو ایک ذمہ دار ہستی نہیں جانتے اور اللہ کے روبرو اپنے اعمال کا حساب دینے کے قائل نہیں ان کی نظر میں دنیا ہی سب کچھ ہے اور ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگ قانون الٰہی کے سمجھنے اور اس کے پابند ہونے کی کوشش کیوں کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوگا ان کے اعمال انہیں لے جا کر جہنم میں جھونک دیں گے۔ برخلاف ان کے جو لوگ اللہ کو پہچان کر آخرت اور قیامت کے عقیدہ کے مقر ہوں گے اور اللہ کے سامنے حاضر ہونے اور سوال و جواب کی فکر رکھنے والے ہوں گے اور اس آخرت کی فکر کی بناء پر اللہ کی مقرر کردہ احکام و شریعت کے اس دنیوی زندگی میں پابند ہوں گے تو اس کو اس دنیا سے گزرنے کے بعد آخرت کے عالم میں ہر طرح کی سلامتی' راحت اور امن چین اور عیش و آرام کی زندگی ہمیشہ کے لئے میسر ہوگی جس پر وہ اللہ کا شکر ادا کریں گے اور مزے سے دائمی طور پر خوش و خرم رہیں گے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو آخرت کا فکر اس دنیا میں عطا فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر (اُن کے جلدی مچانے کے موافق) جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کیلیے جلدی مچاتے ہیں تو اُن کا وعدہ (عذاب) کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا۔

الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ

سو (اس لئے) ہم اُن لوگوں کو جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اُن کے حال پر (بلا عذاب چندروز) چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے

دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا

تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی، بیٹھے بھی، کھڑے بھی۔ پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہے کہ

إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾

گویا جو تکلیف اسکو پہنچی تھی اس کے ہٹانے کیلیے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال (بد) اُن کو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں۔

وَلَوْ اور اگر	يُعَجِّلُ جلد بھیج دیتا	اللّٰهُ اللہ	لِلنَّاسِ لوگوں کو	الشَّرَّ برائی	اسْتِعْجَالَهُمْ جلد چاہتے ہیں	بِالْخَيْرِ بھلائی	لَقُضِيَ تو پھر ہو چکی ہوتی
إِلَيْهِمْ ان کی طرف	أَجَلُهُمْ انکی عمر کی میعاد	فَنَذَرُ پس ہم چھوڑ دیتے ہیں	الَّذِينَ وہ لوگ جو	لَا يَرْجُونَ وہ امید نہیں رکھتے			
لِقَاءَنَا ہماری ملاقات	فِي میں	طُغْيَانِهِمْ ان کی سرکشی	يَعْمَهُونَ وہ بھٹکتے ہیں	وَإِذَا اور جب	مَسَّ پہنچتی ہے	الْإِنْسَانَ انسان	
الضُّرُّ کوئی تکلیف	دَعَانَا وہ ہمیں پکارتا ہے	لِجَنْبِهِ اپنے پہلو پر	أَوْ یا	قَاعِدًا بیٹھا ہوا	أَوْ اور	قَائِمًا کھڑا ہوا	فَلَمَّا پھر جب
كَشَفْنَا ہم دور کردیں	عَنْهُ اس سے	ضُرَّهُ اس کی تکلیف	مَرَّ چل پڑا	كَأَنْ گویا کہ	لَمْ يَدْعُنَا ہمیں پکارا نہ تھا	إِلَىٰ کسی	ضُرٍّ تکلیف
مَسَّهُ اسے پہنچی	كَذَٰلِكَ اسی طرح	زُيِّنَ بھلا کر دکھایا	لِلْمُسْرِفِينَ حد سے بڑھنے والوں کو	مَا جو	كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ کرتے تھے		

اللہ تعالیٰ کا قانون مہلت اور مشرکین کی بے وقوفی

گذشتہ آیات میں منکرین آخرت کو عذاب نار کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ کفار اس پر تکذیب کی غرض سے کہا کرتے تھے کہ ہم تو عذاب کی دھمکی کو جب حق سمجھیں کہ ہم پر یہاں دنیا ہی میں عذاب نازل ہو جائے۔ منکرین آخرت جو دنیا کی نعمتوں اور راحتوں میں مسرور تھے یہ شبہ کیا کرتے تھے کہ اب کیوں خدا ہم کو ہمارے برے کاموں کی سزا نہیں دیتا۔ آخرت پر عذاب کو کیوں موقوف کر رکھا ہے۔ کفار مکہ اکثر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے نبی ہیں تو ان کی مخالفت کرنے پر عذاب کیوں نہیں آتا اور ہم پر آسمان سے پتھر کیوں نہیں برستے اور ہم ہلاک کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔ منکرین کے انہیں شبہات کا جواب یہاں دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ خدا ایسے مجرموں کو دنیا میں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ مہلت اور ڈھیل دیتا ہے حالانکہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ کبھی بے باک اور بے حیا بن کر خود اپنے اوپر جلد عذاب آنے کا مطالبہ کرتے ہیں یا کبھی دنیا میں حوادث سے تنگ آ کر اپنے یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بددعائیں کرنے لگتے ہیں۔ اب اگر خدائے تعالیٰ ان کی درخواست اور دعا کے موافق فوراً ہاتھوں ہاتھ کوئی عذاب یا برائی اسی قدر جلد ان کو پہنچا دے جتنی جلد وہ بھلائی کے پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں تو بدی کے وبال سے ایک منٹ

بھی فرصت نہ پائیں اور کب کی ان کو موت آ چکی ہوتی اور ان کا نام نشان بھی نہ رہتا مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں نیکی اور بدی دونوں میں حسب حکمت و مصلحت تاخیر و تحمل ہوتا ہے۔ تا کہ نیک لوگ تربیت پائیں اور بدکار اپنی غفلت اور سرکشی میں پڑ کر پیمانہ شرارت لبریز کریں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہو جائے اور یا عجب نہیں کہ کوئی اللہ کے اس حلم اور بردباری اور رحمت کو دیکھ کر شرمائے اور سنبھل جائے اور حق کو قبول کر لے۔ اس لئے منکرین اور مخالفین پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔ ویسے اللہ تعالیٰ کو ان کے پکڑنے پر ہر وقت قدرت ہے مگر وہ حلیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ اپنے لطف و کرم سے ان نادانوں کی پکڑ میں جلدی نہیں کرتا۔ یہ تو منکرین کو ان کے شبہات کا جواب دیا گیا کہ جس بنا پر فوری عذاب نہیں کرتا۔

انسان کی احسان فراموشی

آگے انسانوں کی ناشکری، ناسپاسی اور احسان فراموشی کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ یہ انسان اول تو بے باکی سے خود عذاب طلب کرتا اور برائی اپنی زبان سے مانگتا ہے مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں تکلیف پہنچی اور مصیبت اور سختی آئی تو غرور کا سارا نشہ کافور ہوا اور جب تک مصیبت رہی کھڑے لیٹے بیٹھے ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا پھر جہاں تکلیف ہٹائی گئی سب کہا سنا بھول گیا۔ گویا خدا سے کبھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہی غرور، غفلت کا نشہ، وہی اکڑفوں رہ گئی جس میں پہلے مبتلا تھا۔

حق تعالیٰ نے کفار مکہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے کبھی کچھ تکلیفیں نازل کیں تا کہ متنبہ ہو جائیں اور سنبھل جائیں مگر ان کا حال یہ رہا کہ جب مصیبت نے آ پکڑا اور نہایت درماندہ اور عاجز ہوئے تو اس وقت اپنے بتوں کو بھول بیٹھے اور اس وقت خدا یاد آنے لگا۔ گویا مصیبت کے ایک تازیانے نے سمجھا دیا کہ شرک سراسر باطل ہے۔ پھر جب خدا تعالیٰ نے ان کی تکلیف اور سختی دور کر دی تو پھر خدا کو بھول بیٹھے اور بدستور اپنے پہلے طریق کفر و غفلت پر چلنے لگے اور ایسا خدا سے غافل ہوئے گویا کبھی خدا کو پکارا ہی نہ تھا۔

مقصود یہاں یہ بتلانا ہے کہ کافر انسان نزول بلا کے وقت بے صبر اور حصول نعمت کے وقت ناشکرا ہے۔ تکلیف کے وقت اسے خدا یاد آتا ہے اور راحت کے وقت خدا کو بھول جاتا ہے اور یہ اس کی بے ایمانی کی دلیل ہے اور مومن کامل وہ ہے جو کسی وقت اپنے خدا کو نہ بھولے۔ بلا اور مصیبت میں صابر رہے اور راحت و نعمت میں شاکر رہے۔ یہاں ان آیات میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا جا رہا ہے کہ توحید ایک فطری بات ہے۔ رنج و مصیبت کی حالت میں انسان کے اندر وجدانی طور پر یہ ولولہ اٹھتا ہے کہ ایک بالاتر ذات موجود ہے جو میرا دکھ درد دور کر سکتی ہے۔ گو جب پھر مصیبت دور ہو جاتی ہے تو پھر عیش و راحت کی غفلتوں میں پڑ کر اسے بھول جاتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ کفار و منکرین کی جس حالت کی شکایت آپ نے ان آیات میں فرمائی ہے تمام اہل اسلام کو اس حالت سے بچائیے اور رنج و غم اور مصیبت و تکلیف کے وقت تو آپ کو یاد کرنا اور پھر آپ کو بھول جانا اس سے ہم کو بچائیے۔

یا اللہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے غفلت و جہل سے آخرت کی طرف سے غفلت برتی۔ یا اللہ اب ہماری آنکھیں کھول دے اور ہم کو ہر حال میں اور ہر آن میں اپنے سے صحیح و قوی تعلق نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

(جس طرح ہم نے ابھی بیان کیا ہے) اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو (انواع عذاب سے) ہلاک کر دیا ہے جبکہ انہوں نے ظلم کیا (یعنی کفر و شرک) حالانکہ اُنکے پاس اُنکے پیغمبر بھی

وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ⑬ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ

دلائل لے کر آئے اور وہ (بوجہ غایت عناد کے) ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (جیسا ہم نے ابھی بیان کیا ہے)

فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ⑭

پھر اُن کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے اُن کے تم کو آباد کیا تا کہ (ظاہری طور پر) ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اور ہم نے ہلاک کر دیں	الْقُرُوْنَ اُمتیں	مِنْ سے	قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	لَمَّا جب	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا
وَجَآءَتْهُمْ اور ان کے پاس آئے	رُسُلُهُمْ ان کے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کے ساتھ	وَمَا اور نہ	كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ایمان لاتے تھے	
كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِي ہم بدلہ دیتے ہیں	الْقَوْمَ قوم	الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کی	ثُمَّ پھر	جَعَلْنٰكُمْ ہم نے بنایا تمہیں
خَلٰۗىِٕفَ جانشین	فِي الْاَرْضِ زمین میں	مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	لِنَنْظُرَ تا کہ ہم دیکھیں	كَيْفَ کیسے	تَعْمَلُوْنَ تم کام کرتے ہو

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ کفار اور منکرین حشر تکذیب کی غرض سے مطالبہ کیا کرتے تھے کہ عذاب واقعی کوئی چیز ہے تو ہم پر دنیا میں کیوں نہیں نازل ہوتا۔

اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ اگر ان منکرین کی درخواست کے موافق جلدی اور فوری عذاب نہ آئے یا تکلیف و مصیبت آ کر ٹل جائے تو بے فکر نہیں ہونا چاہئے۔ ظلم و شرارت اور بے ایمانی کی سزا جلد یا بدیر مل کر رہے گی۔ سنت اللہ قدیم سے بھی ہے کہ جب لوگ انبیاء و مرسلین کے کھلے نشانات دیکھنے کے بعد بھی ظلم و تکذیب پر کمر بستہ رہے اور کسی طرح ایمان و تسلیم کی طرف نہ جھکے تو بالآخر آسمانی عذاب نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ ہمیشہ مجرموں کو کسی نہ کسی رنگ میں سزا ملتی رہی ہے اور ہلاکت سے ہمکنار ہونا پڑا ہے۔ ہلاکت کی دو صورتیں ہیں۔ باطنی و ظاہری۔ باطنی ہلاکت تو یہ ہے کہ بظاہر اگرچہ آدمی صحیح و سالم تنومند اور فارغ البال ہو مگر اس کا دل مردہ ہو۔ باطن اس کا مسخ ہو چکا ہو۔ نور ایمان کی ایک جھلک بھی کسی وقت اس کے دل پر نہ پڑتی ہو۔ اس کو جو بات اور تدبیر سوجھتی ہو وہ روحانی تباہی کا باعث ہو۔ ظاہری ہلاکت کے یہ معنی ہیں کہ تمام اسباب عیش اور سامان راحت فنا ہو جائے۔ اہل و عیال اور مال و منال برباد ہو جائے۔ نسل منقطع ہو جائے۔ زندگی تباہ ہو جائے۔ اور بالآخر ذلت کی موت آ جائے۔ یہاں آیت میں دونوں طرح کی ہلاکت مراد ہے۔

جملہ اہل مکہ بلکہ اہل عرب کو خطاب ہے اور سنانا مقصود روئے زمین کے کل انسانوں کو ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ دیکھو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں اس دنیا میں گزری ہیں جنہوں نے حق عبودیت کو نہ پہچانا۔ پیغمبر اور انبیاء انکے سمجھانے کیلئے بھیجے گئے۔ واضح آیات اور کھلے کھلے نشانات دکھا کر راہ راست پر آنے کی دعوت دی گئی۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی بالآخر جب انہوں نے حق کو نہ پہچانا اور صداقت کی تکذیب و انکار پر اصرار ہی کرتے رہے تو پھر خدا کی طرف سے انکو سزا دی گئی انکا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ انکے اونچے اونچے محل، سرسبز باغات اور تمام سامان عیش خاک میں مل گیا اور ابدی بربادی نصیب ہوئی۔ تو اگر تم یہ نہیں چاہتے کہ جو انجام نافرمان قوموں کا ہوا ہے وہی تمہارا ہو تو پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اور ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو ان کی تباہی کا موجب ہوئیں۔ اب پہلوں کی بجائے تم کو زمین پر بسایا تا کہ دیکھا جائے کہ تم کہاں تک خالق و مخلوق کے حقوق پہچانتے ہو اور خدا کے پیغمبر کیساتھ کیا معاملہ کرتے ہو۔ نیک و بد جیسے عمل کرو گے اسی کے مناسب تم سے برتاؤ کیا جائے گا۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ انسان پچھلوں سے عبرت پکڑے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ

اور جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے (آپ سے) یوں کہتے ہیں کہ

غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ

اسکے سوا کوئی (پورا) دوسرا قرآن (ہی) لائیے یا (کم سے کم) اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں۔ بس

أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝١٥

میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔

قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا

آپ یوں کہہ دیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ میں تم کو یہ (کلام) پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی تو میں ایک بڑے

مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝١٦ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ

حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں۔ پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔ سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اُس کی آیتوں

كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ۝١٧

جھوٹا بتلا دے۔ یقیناً ایسے مجرموں کو اصلا فلاح نہ ہوگی (بلکہ معذب ابدی ہوں گے)

وَإِذَا اور جب	تُتْلَىٰ پڑھی جاتی ہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	آيَاتُنَا ہماری آیات	بَيِّنَاتٍ واضح	قَالَ کہتے ہیں	الَّذِينَ وہ لوگ جو	
لَا يَرْجُونَ امید نہیں رکھتے	لِقَاءَنَا ہم سے ملنے کی	ائْتِ تم لے آؤ	بِقُرْآنٍ کوئی قرآن	غَيْرِ هَٰذَا اس کے علاوہ	أَوْ یا		
بَدِّلْهُ بدل دو اسے	قُلْ آپ کہہ دیں	مَا يَكُونُ نہیں ہے	لِي میرے لئے	أَنْ کہ	أُبَدِّلَهُ اسے بدلوں	مِنْ سے	تِلْقَاءِ جانب
نَفْسِي اپنی	إِنْ أَتَّبِعُ میں نہیں پیروی کرتا	إِلَّا مَا مگر جو	يُوحَىٰ وحی کی جاتی ہے	إِلَيَّ میری طرف	إِنِّي بیشک میں	أَخَافُ ڈرتا ہوں	
إِنْ اگر	عَصَيْتُ میں نے نافرمانی کی	رَبِّي اپنا رب	عَذَابَ عذاب	يَوْمٍ دن	عَظِيمٍ بڑا	قُلْ آپ کہہ دیں	
لَوْ شَاءَ اللَّهُ اگر چاہتا اللہ	مَا تَلَوْتُهُ نہ پڑھتا میں اسے	عَلَيْكُمْ تم پر	وَلَا أَدْرَاكُمْ اور نہ خبر دیتا تمہیں	بِهِ اس کی			
فَقَدْ لَبِثْتُ تحقیق میں رہ چکا ہوں	فِيكُمْ تم میں	عُمُرًا ایک عمر	مِنْ قَبْلِهِ اس سے پہلے	أَفَلَا سو کیا نہ	تَعْقِلُونَ عقل سے کام لیتے تم		
فَمَنْ سو کون	أَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنِ اس سے جو	افْتَرَىٰ باندھے	عَلَى اللَّهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	أَوْ كَذَّبَ یا جھٹلائے	
بِآيَاتِهِ اس کی آیتوں کو	إِنَّهُ بیشک وہ	لَا يُفْلِحُ فلاح نہیں پاتے	الْمُجْرِمُونَ مجرم				

قرآن کریم کے ساتھ مشرکین کے رویہ کا جواب

آگے اس معاملہ کا ذکر ہے جو قرآن کریم یا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام یا خداوند قدوس عزوجل کے ساتھ انہوں نے کیا۔ مشرکین عرب اور منکرین حشر پیغمبر اسلام کی صداقت وفضیلت سے تو انکار نہیں کر سکتے تھے لیکن بت پرستی یا ان کے مخصوص عقائد ورسوم کا رد ہوتا تو وحشت کھاتے اور ناک بھوں چڑھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ اپنے خدا سے کہہ کر یا تو دوسرا قرآن لے آیئے جس میں یہ مضامین نہ ہوں اور اگر یہی قرآن رہے تو اتنے حصہ میں ترمیم کر دیجئے جو بت پرستی وغیرہ کی مذمت وغیرہ سے متعلق ہے۔ جن لوگوں نے پتھر کی مورتیوں پر خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے تھے ان کی ذہنیت سے کچھ بعید نہیں کہ ایک پیغمبر کو اس طرح کے تصرفات و اختیارات کا مالک فرض کر لیں یا ان کا یہ کہنا بھی محض الزام اور استہزاء کے طور پر ہوگا۔ بہرحال اس کا تحقیقی جواب دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کسی فرشتہ یا پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے کلام الٰہی میں ترمیم کر کے ایک شوشہ بھی تبدیل کر سکے۔ پیغمبر کا فرض یہ ہے کہ جو وحی خدا کی طرف سے آئے بلاکم وکاست اس کے حکم کے موافق چلتا رہے۔ وہ خدا کی وحی کا تابع ہوتا ہے۔ خدا اس کا تابع نہیں ہوتا کہ جیسا کلام تم چاہو خدا کے یہاں سے لا کر پیش کر دے۔ وحی الٰہی میں ادنیٰ سے ادنیٰ تصرف اور قطع برید کرنا بڑی بھاری معصیت اور جرم ہے۔ پھر جو معصوم بندے خدا کا سب سے زیادہ ڈر رکھتے ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام وہ ایسی بات کے قریب کہاں جا سکتے ہیں۔ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان منکرین کو جواباً آپ کہہ دیجئے کہ جو خدا کو منظور ہوتا ہے اور اللہ چاہتا ہے میں وہی تمہارے سامنے پڑھتا ہوں اور جتنا وہ چاہتا ہے میرے ذریعہ سے تم کو خبردار کرتا ہے اور اگر وہ اس کے خلاف چاہتا تو میری کیا طاقت تھی کہ خود اپنی طرف سے ایک کلام بنا کر اس کی طرف منسوب کر دیتا۔

آخر میرے عمر کے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گزرے۔ اس قدر طویل مدت میں تم کو میرے حالات کے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہو چکا۔ میری امانت ودیانت تم میں ضرب المثل رہی۔ میرا امی ہونا اور کسی ظاہری معلم سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھنا ایک معروف ومسلم واقعہ ہے۔ پھر چالیس برس تک جس نے نہ کتاب کھولی ہو نہ قلم ہاتھ میں لیا ہو۔ نہ کسی درسگاہ میں بیٹھا ہو نہ کوئی قصیدہ لکھا ہو نہ کوئی شعر کہا ہو۔ دفعۃً ایسا کلام بنا لائے جو اپنی فصاحت و بلاغت‘ شوکت‘ سلاست وروانی سے جن وانس کو عاجز کر دے۔ اس کے علوم وحقائق کے سامنے تمام دنیا کے معارف ماند پڑ جائیں۔ ایسا مکمل اور عالمگیر قانون ہدایت نوع انسانی کے ہاتھوں میں پہنچائے کہ جو ابدی حیات اور نئی زندگی بخشنے والا ہو تو یہ بات کس کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ تم کو سوچنا چاہئے کہ جس انسان نے چالیس برس تک کسی انسان پر جھوٹ نہ لگایا ہو کیا وہ ایک دم ایسی جسارت کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند قدوس پر جھوٹ باندھے اور افترا کرنے لگے۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ جو کلام الٰہی تم کو سناتا ہوں اس کے بنانے یا پہنچانے میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے میری زبان سے تم کو سنواتا ہے۔ ایک نقطہ یا زیر وزبر تبدیل کرنے کا کسی مخلوق کو حق حاصل نہیں۔ یہ جواب دیا گیا کفار مشرکین کے اس مطالبہ کا کہ یا تو دوسرا قرآن لے آیئے یا اس میں ترمیم کر دیجئے جو ہمارے عقائد کے خلاف نہ ہو جس میں بت پرستی اور ہمارے بتوں کی مذمت نہ ہو۔

تم ہی بتاؤ کہ حق پر کون ہے اور باطن پر کون؟

آگے فرمایا جاتا ہے کہ تم ان دو باتوں کا انکار نہیں کر سکتے ایک تو جو شخص اللہ پر افترا کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور دوسرے جو کسی سچے کو جھٹلائے وہ بھی سب سے بڑھ کر شریر انسان ہے اب تم خود فیصلہ کر لو کہ ظالم اور مجرم کون ہے؟ اوپر جو دلیل بیان کی گئی اس سے میرا سچا ہونا ثابت ہے پس تم جو جہل وعناد سے خدا کے کلام کو جھٹلا رہے ہو تو اب روئے زمین پر تم سے بڑھ کر ظالم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ کا یہ قانون کہ مجرموں کو فلاح نہیں دیا کرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ صادر ہو گیا کہ جو جھٹلا رہے تھے ان کا نام ونشان بھی نہیں رہا۔

حامل شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم)

ان آیات میں اس حقیقت کو صاف تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم صرف حامل شریعت ہیں ۔بانی شریعت نہیں ۔احکام الٰہی کا اتباع آپ پر بھی اسی درجہ میں ضروری تھا جتنا کسی اور فرد بشر پر۔ فقہا نے یہیں سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ بدعت نہایت سخت جرم ہے۔ دین میں نئی بات پیدا کرنے کا حق جب معصوم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کو حاصل نہ تھا تو کسی غیر معصوم کو کب اس کا حوصلہ ہو سکتا ہے۔ پھر قرآن کریم کے منجانب اللہ اور کلام الٰہی ہونے کی جو دلیل یہاں دی گئی ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اے اہل مکہ میں نے تمہارے سامنے نزول قرآن سے پہلے چالیس سال کی طویل مدت گزاری ہے اور اس زمانہ میں تم میرے چال چلن اور صدق و دیانت و امانت کا تجربہ کر چکے ہو کہ میں نے تمام عمر کبھی کسی دنیوی معاملہ میں جھوٹ نہیں بولا تو چالیس برس کے بعد یک لخت بیٹھے بٹھائے خدا پر کیسے بہتان باندھ سکتا ہوں اور کوئی جھوٹ بات کیسے کہہ سکتا ہوں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جو ہم کو دین حق دین اسلام نصیب ہوا۔ یا اللہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہر میں اور باطن میں کامل اتباع نصیب فرما اور قرآن کے احکام کی فرمانبرداری نصیب فرما کہ ہم کو دین و دنیا دونوں جہاں میں صلاح وفلاح نصیب ہو۔

یا اللہ جیسے پہلے کفار ومشرکین آپ کے پیغمبروں کو جھٹلانے والے تباہ و برباد ہوئے۔ ایسے ہی اب بھی دشمنان دین اسلام کو جو امت مسلمہ کو مٹانے اور ظلم وستم کرنے پر کمربستہ ہیں۔ ہلاکت ظاہری و باطنی نصیب فرما۔ یا اللہ گذشتہ قوموں کے حالات سے ہم کو عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا

اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انکو ضرر پہنچا سکیں اور نہ اُن کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں'

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم نہیں' نہ آسمان میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا

اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔ اور تمام آدمی ایک ہی طریقے کے تھے پھر (اپنی کجرائی سے) انہوں نے اختلاف پیدا کرلیا'

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے' تو جس چیز میں یہ اختلاف کررہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا۔

وَيَعْبُدُوْنَ اور وہ پوجتے ہیں	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَا جو	لَا يَضُرُّهُمْ نہ ضرر پہنچا سکے انہیں	وَ اور	لَا يَنْفَعُهُمْ نہ نفع دے سکے انہیں
وَ اور	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	هٰٓؤُلَآءِ یہ سب	شُفَعَآؤُنَا ہمارے سفارشی	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	قُلْ آپ کہہ دیں	اَتُنَبِّئُوْنَ کیا تم خبر دیتے ہیں
اللّٰهَ اللہ	بِمَا اس کی جو	لَا يَعْلَمُ وہ نہیں جانتا	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَ اور	لَا نہ	فِى الْاَرْضِ زمین میں
سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	وَتَعٰلٰى اور بالاتر	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شرک کرتے ہیں	وَمَا كَانَ اور نہ تھے	النَّاسُ لوگ	اِلَّآ مگر
اُمَّةً وَّاحِدَةً امت واحدہ	فَاخْتَلَفُوْا پھر انہوں نے اختلاف کیا	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ	كَلِمَةٌ بات	سَبَقَتْ پہلے ہو چکی	مِنْ سے
رَّبِّكَ تیرا رب	لَقُضِىَ تو فیصلہ ہو جاتا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	فِيْمَا اس میں جو	فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ وہ اختلاف کرتے ہیں	

مشرکین کے توہمات وخوش فہمیوں کی تردید

کفار مکہ اور مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ دنیا کی ہر مصیبت کو ہمارے معبود سفارش کر کے دور کرا دیتے ہیں۔ ہر کام کے دیوتا مختار ہیں۔ اگر بالفرض عذاب وثواب کا جھگڑا ہوا بھی تو ہمارے یہ معبود سفارش اور شفاعت کر کے ہم کو رہا کرالیں گے۔ اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بتلایا کہ اللہ کو چھوڑ کر کفار ایسے باطل اور بے حقیقت معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ اگر ان کی پرستش کی جائے تو فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور پرستش نہ کی جائے تو ضرر نہیں دے سکتے۔ پھر ان کی عبادت کس خوف و رجاء کی وجہ سے ہے؟ جب مشرکوں سے یہ پوچھا جاتا تو کہتے کہ بیشک بڑا خدا تو ایک ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے مگر ان بتوں کو خوش رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ سفارش کر کے بڑے خدا سے دنیا میں ہمارے اہم کام درست کرا دیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا تو وہاں بھی ہماری سفارش کر کے ہم کو چھڑا لیں گے۔ باقی چھوٹے موٹے کام جو خود ان کے حدود اختیار میں ہیں ان کا تعلق تو صرف ان ہی سے ہے اس بناء پر ہم کو ان کی عبادت کرنا چاہئے۔ عرب کے مشرکوں کا تو یہی عقیدہ تھا۔ عیسائی بھی اسی کے قائل ہیں کہ مسیح سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ وہ باپ سے سفارش کر کے ہم کو عذاب سے بچالیں گے۔ لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے۔ بتوں کا

سفارشی ہونا اور سفارشی کا مستحق عبادت ہونا دونوں دعوے غلط اور بے اصل ہیں۔ حق تعالیٰ نے اس کے رد میں بتلایا کہ اللہ کے علم میں تمہارے سفارشیوں کا وجود ہی نہیں اور اللہ کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں۔ پھر جب ایسے سفارشیوں کی ہستی کا علم آسمانوں وزمین میں کہیں خدا کو نہیں تو تم کہاں سے ایسے سفارشی لا سکتے ہو۔ یہ ایک نہایت لطیف انداز بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ تو جانتا نہیں کہ زمین یا آسمان میں کوئی اس کے حضور تمہاری سفارش کرنے والا ہے پھر یہ تم کن سفارشیوں کی اس کو خبر دے رہے ہو؟ یہ تمہارے خیالات فاسدہ ہیں۔ اللہ کے کارخانۂ قدرت میں ایسے سفارشی شریک نہیں ہو سکتے۔ وہ شریکوں سے پاک اور بری ہے۔ اس کی مرضی ومشیت میں کسی کو دخل نہیں۔

اللہ کا دین ایک ہی رہا ہے

مشرکین عرب لاجواب ہو کر کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم اگر دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں اور بتوں کو پوجتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ قدیم سے یہی دستور تھا۔ خدا نے ان کی پرستش کو تمہارے دین میں منع کیا ہو گا ہمارے دین میں منع نہیں کیا۔ اس کی تردید کرتے ہوئے جواب دیا جاتا ہے کہ تمہارا یہ کہنا غلط ہے۔ اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر مدت دراز تک سب لوگ فطرت کے موافق ایک ہی ملت اور ایک ہی گروہ یعنی موحد اور مومن تھے۔ کچھ مدت کے بعد فطرت الٰہیہ کے خلاف کجرووں اور گمراہوں نے اہل توحید سے اختلاف کر کے بت پرستی اور گمراہی اختیار کر لی۔ جب لوگ بہک کر جدا جدا ہو گئے خدا نے ان کو سمجھانے اور دین حق پر لانے کو انبیاء بھیجے۔ کسی زمانہ اور کسی ملت میں خدا نے شرک کو جائز نہیں رکھا۔ تو بت پرستی قدیم نہیں ہے بلکہ توحید قدیم ہے بت پرستی تو بعد کی انسانی دماغ کی ایجاد ہے۔

بت پرستی کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟

روایات حدیث اور سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک ایک ہی امت ایک ہی قوم موحدین کی تھی۔ شرک وکفر وبت پرستی کا نام نہ تھا۔ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شرک وکفر ظاہر ہوا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کو کفر وشرک کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک ایک کافی طویل زمانہ ہے۔ توراۃ کے بیان کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی دسویں پشت میں ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح میں بتوں کی پوجا بزروں کی پرستش سے شروع ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ کے بیان کے مطابق بت پرستی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام ودٗ سواع' یغوث اور یعوق نسرہ تھے۔ لوگوں نے ان کی تصاویر بنالیں تاکہ ان کے احوال اور عبادت وغیرہ کی یاد تازہ رہے۔ کچھ مدت کے بعد ان صورتوں کے مجسمے تیار کر لئے حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد ان کی پرستش ہونے لگی اور یہ بت ان ہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے۔ چنانچہ انبیائے اولوالعزم کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور وحی الٰہی سے سرتابی کرنے والوں پر اول عذاب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا۔ الغرض آدم علیہ السلام دنیا میں عقیدۂ توحید لے کر آئے اور ان کی اولاد اور نسل بھی ایک زمانہ تک انہی کے عقیدہ اور طریقہ توحید پر رہی۔ پھر بعد میں بعض نے اپنی کجروی سے اختلاف پیدا کیا اور توحید سے پھر کر شرک اختیار کیا۔ اس طرح شرک وبت پرستی قدیم نہیں' بلکہ توحید قدیم ہے اور بت پرستی صدیوں بعد کی چیز ہے جو شیطانی اغوا سے رائج ہوئی۔

ایک سوال کا جواب

اب یہاں ایک شبہ اور سوال یہ ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس اختلاف کو شروع ہی سے کیوں نہ مٹا دیا؟ تو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ لوگوں کے باہمی اختلافات کو زبردستی اس لئے نہیں مٹایا گیا کہ پہلے سے خدا کے علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ یہ دنیا دارالعمل ہے۔ آزمائش اور امتحان کی جگہ ہے۔ قطعی اور آخری فیصلہ کی جگہ نہیں۔ یہاں انسانوں کو کسب واختیار دے کر قدرے آزاد چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو راہ عمل چاہیں اختیار کریں اگر یہ بات پیشتر طے نہ ہو چکی ہوتی تو سارے اختلافات کا قطعی فیصلہ ایک دم کر دیا جاتا یعنی دنیا ہی میں

مشرکین اور مکذبین کو ہلاک کر دیا جاتا اور اہل حق کو بچالیا جاتا اور عذاب کے ذریعہ حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا مگر اس نے اپنی حکمت سے آخری اور قطعی فیصلہ کیلئے قیامت کا دن مقرر کیا ہے۔ اس لئے کافروں پر دنیا میں فیصلہ کن عذاب نازل نہیں ہوتا جس کو وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ خدا ہم سے اور ہمارے دین سے راضی اور خوش ہے۔ جب تو ہمیں دنیا میں یہ برتری و بالائی اور ترقی و خوشحالی نصیب ہے۔ اس باطل نظریہ کی قرآن کریم نے کئی جگہ صاف صاف تردید فرمائی ہے۔ گذشتہ سورۂ توبہ ہی میں یہ آیت گزر چکی ہے۔ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ یعنی جب یہ کفار و منافقین ایسے مردود ہیں تو ان کے اموال اور اولاد آپ کو اس تعجب میں نہ ڈالیں کہ ایسے غیر مقبول مردود لوگوں کو اتنے انعامات کس طرح عطا ہوئے کیونکہ واقع میں ان کے لئے نعمت نہیں ایک قسم کا عذاب ہی ہے۔ کیونکہ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں بھی ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے۔ جس سے آخرت میں بھی گرفتار عذاب ہوں تو جس مال و اولاد کا یہ انجام ہو اس کو انعام سمجھنا ہی غلطی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہر طرح کے نفع و نقصان کے حقیقی مالک آپ ہی ہیں۔ اور بغیر آپ کے حکم کے نہ کوئی کسی کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

یا اللہ ہمیں اس عقیدہ پر یقین کامل نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہر طرح کے شرک سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور مرتے دم تک ہماری حفاظت فرمایئے اور توحید کامل کے ساتھ اس جہان سے کوچ کر کے آخرت کی طرف جانا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُولُونَ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا ٱلْغَيْبُ لِلَّهِ فَٱنتَظِرُوٓا۟ إِنِّى

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا۔ سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف خدا کو ہے (مجھ کو نہیں) سو تم بھی منتظر رہو

مَعَكُم مِّنَ ٱلْمُنتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا

میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور جب ہم لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے

لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ ٱللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾

میں شرارت کرنے لگتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا۔ بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں۔

وَ اور	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	لَوْلَآ أُنزِلَ اگر نہ اتری	عَلَيْهِ اس پر	آيَةٌ کوئی نشانی	مِّن رَّبِّهِ اس کے رب سے	فَقُلْ تو کہدیں	
إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْغَيْبُ غیب	لِلَّهِ اللہ کیلئے	فَانتَظِرُوا سو تم انتظار کرو	إِنِّي میں	مَعَكُم تمہارے ساتھ	مِّنَ سے	
الْمُنتَظِرِينَ انتظار کرنے والے	وَإِذَا اور جب	أَذَقْنَا ہم چکھائیں	النَّاسَ لوگ	رَحْمَةً رحمت	مِّن بَعْدِ بعد	ضَرَّاءَ تکلیف	
مَسَّتْهُمْ انہیں پہنچی	إِذَا اس وقت	لَهُم ان کیلئے	مَّكْرٌ حیلہ	فِي میں	آيَاتِنَا ہماری آیات	قُلِ آپ کہدیں	اللَّهُ اللہ
أَسْرَعُ سب سے جلد	مَكْرًا خفیہ تدبیر	إِنَّ بیشک	رُسُلَنَا ہمارے فرشتے	يَكْتُبُونَ وہ لکھتے ہیں	مَا تَمْكُرُونَ جو تم حیلہ سازی کرتے ہو		

مشرکین کی فرمائشیں اور ان کا جواب

مشرکین عرب کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اپنی خواہش اور منشا کے موافق معجزات طلب کیا کرتے تھے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تمام انبیاء سے زائد تھے۔ ظاہری بھی اور معنوی بھی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو جمیع اقسام عالم میں معجزات عنایت فرمائے۔ درحقیقت آپ کی تو ساری زندگی سرتاپا معجزہ ہی تھی لیکن یہ سب جویائے حق اور اہل بصیرت کے لئے تھی۔ باقی جو ازلی کافر اور معاند و متعصب تھے وہ از راہ عناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغلوب کرنے کی نیت سے بیہودہ طور پر فرمائشی معجزات طلب کرتے تھے۔ کبھی کہتے کہ یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے۔ کبھی کہتے کہ فرشتے اتر کر ہم سے آپ کی رسالت وصداقت کا اظہار کریں۔ کبھی کہتے کہ فلاں فلاں کھانوں کا خوان آسمان سے نازل ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ غرض اسی قسم کی بے سروپا باتیں کرتے۔ ایک تو اس قسم کی فرمائشوں کی تکمیل ضابطۂ قدرت اور قانون نبوت کے خلاف تھی دوسرے یہ کہ یہ طلب معجزات معاندانہ تھی نہ کہ تحقیق حق کی راہ سے۔ چونکہ کسی معجزہ یا نشانی سے انہیں تسکین مقصود ہی نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے کوئی اعجازی واقعہ یا حال دیکھتے تو اس کی کوئی مادی تاویل اور توجیہ پیدا کر لیتے اور اس پر اعتراض کر کے جھٹ دوسرے معجزہ کی فرمائش شروع کر دیتے۔ یہاں ان آیات میں اسی کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ کفار یہ کہتے ہیں کہ جن نشانیوں یا معجزات کی وہ فرمائش کرتے تھے ان میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری؟ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار سے کہہ دیجئے کہ صداقت کے نشان پہلے بہت دیکھ چکے ہو۔ فرمائشی نشان دکھلانا ضروری نہیں۔ نہ چنداں مفید ہے۔ آئندہ جو خدا کی مصلحت ہوگی وہ نشان دکھلائے گا۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے کہ مستقبل میں کس شان اور نوعیت کے نشان ظاہر کرے گا سو تم جیسے معاندین کا جواب اتنا ہی ہے کہ تم نتیجہ کے منتظر رہو

ہم بھی انتظار کرتے ہیں کہ تمہاری اس تکذیب کا نتیجہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔یعنی عنقریب دیکھ لوگے کہ خدا تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے۔مطلب یہ کہ وہ حق کو باطل پر غلبہ دے گا۔

مشرکوں کی حیلہ سازیاں

آگے کفار کی ایک دوسری حالت کا بیان ہے کہ جن پر حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کے باعث سات سال کا قحط مسلط کیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بھوک کی وجہ سے مردار کی کھال اور درختوں کے پتے اور چھال تک کھا گئے۔ جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو گھبرا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب اٹھ جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔آپ نے دفع قحط کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بلا دفع کی۔خوب بارش ہوئی اور فراخی حاصل ہوئی۔اس وقت لازم تھا کہ کفر کو چھوڑ کر ایمان کی طرف رخ کرتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ جونہی قحط دفع ہوا اور فراخی حاصل ہوئی پھر وہی شرارتیں کرنے لگے۔ بجائے اس کے کہ آپ کی دعا سے سات سالہ قحط شدید کے دور ہونے کو خدا کی قدرت اور نعمت کا کرشمہ اور آپ کی نبوت وصداقت کا نشان جان کر ایمان لاتے خدا کی آیتوں کو پھر جھٹلانے لگے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طعن اور جرح کرتے۔اور اس انعام الٰہی کی نسبت ستاروں کی طرف کرنے لگے کہ یہ بارش فلاں ستارے اور فلاں برج کی تاثیر سے ہوئی ہے۔اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ان کفار کو جواب دیا گیا کہ اچھا تم خوب مکر وفریب اور حیلہ بازی کرلو مگر یہ یاد رہے کہ تمہاری حیلہ سازیاں ایک ایک کر کے لکھی جارہی ہیں۔وہ سارا دفتر قیامت کے دن تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ پھر جب تمہاری کوئی حیلہ بازی فرشتوں سے مخفی نہیں تو خدا کے علم محیط سے کہاں باہر رہ سکتی ہے۔تم اپنے مکر اور حیلہ سازی پر مغرور ہو حالانکہ خدا کی خفیہ تدبیر تمہارے مکر وتدبیر سے کہیں تیز ہے۔وہ مجرم کی باگ اتنی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ مجرم کو نشہ غفلت میں چور ہو کر سزا کا تصور بھی نہیں آتا۔جب پیمانہ شقاوت لبریز ہو جاتا ہے تو دفعۃً پکڑ لیا جاتا ہے۔ لہٰذا عاقل کو چاہئے کہ خدا کی نرمی اور بردباری اور خوش کن حالات کو دیکھ کر مغرور نہ ہو نہ معلوم نرمی کے بعد کیسی سختی آنے والی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ شکوک وشبہات اور نفسانی اور شیطانی وساوس وخطرات سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرما اور ہم کو اپنے وعدہ اور وعید پر یقین صادق نصیب فرما۔یا اللہ ہمیں جو احکام آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب کے واسطہ سے پہنچے ہیں ان پر ایمان کامل نصیب فرما اور دین وآخرت سے غفلت سے ہمیں بالکلیہ محفوظ و مامون فرما۔یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ

وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب (بعض اوقات) تم کشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں

طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا

اور وہ لوگ ان (کی رفتار) سے خوش ہوتے ہیں (اس حالت میں دفعتہً) اُن پر ایک جھونکا (مخالف) ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے اُن پر موجیں اُٹھی چلی آتی ہیں،

اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ

اور وہ سمجھتے ہیں، کہ (بُرے) آگھرے (اُس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں (کہ اے اللہ) اگر آپ ہم کو اس (مصیبت) سے بچالیں تو ہم ضرور

مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ

حق شناس (موحّد) بن جاویں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اُن کو (اس مہلکہ سے) بچالیتا ہے، تو فوراً ہی وہ (اطراف واقطار) زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو!

اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا

(سُن لو) یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال (جان) ہونے والی ہے۔ (بس) دنیوی زندگی میں (چندے اس سے) حظ اُٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم سب کو آنا ہے۔

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلادیں گے (اور اس کی سزا دیں گے)

هُوَ وہی	الَّذِیْ جو کہ	یُسَیِّرُكُمْ تمہیں چلاتا ہے	فِی الْبَرِّ خشکی میں	وَالْبَحْرِ اور دریا	حَتّٰی یہاں تک	اِذَا جب	كُنْتُمْ تم ہو
فِی الْفُلْكِ کشتی میں	وَجَرَیْنَ اور وہ چلیں	بِهِمْ ان کے ساتھ	بِرِیْحٍ ہوا کے ساتھ	طَیِّبَةٍ پاکیزہ	وَفَرِحُوْا اور وہ خوش ہوئے	بِهَا اس سے	
جَآءَتْهَا اس پر آئی	رِیْحٌ ایک ہوا	عَاصِفٌ تند و تیز	وَجَآءَهُمُ اور ان پر آئی	الْمَوْجُ موج	مِنْ سے	كُلِّ مَكَانٍ ہر جگہ	
وَظَنُّوْٓا اور انہوں نے جان لیا	اَنَّهُمْ کہ وہ	اُحِیْطَ گھیر لیا گیا	بِهِمْ انہیں	دَعَوُا وہ پکارنے لگے	اللّٰهَ اللہ	مُخْلِصِیْنَ خالص ہو کر	لَهُ اس کے
الدِّیْنَ دین	لَئِنْ البتہ اگر	اَنْجَیْتَنَا تو نجات دے ہمیں	مِنْ سے	هٰذِهٖ اس	لَنَكُوْنَنَّ تو ہم ضرور ہوں گے	مِنَ سے	الشّٰكِرِیْنَ شکر گزار
فَلَمَّا پھر جب	اَنْجٰىهُمْ انہیں نجات دے دی	اِذَا اس وقت	هُمْ وہ	یَبْغُوْنَ سرکشی کرنے لگے	فِی میں	الْاَرْضِ زمین	بِغَیْرِ الْحَقِّ ناحق
یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	بَغْیُكُمْ تمہاری شرارت	عَلٰٓی پر	اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانیں	مَتَاعَ فائدے	الْحَیٰوةِ زندگی	
الدُّنْیَا دنیا	ثُمَّ پھر	اِلَیْنَا ہماری طرف	مَرْجِعُكُمْ تمہیں لوٹنا	فَنُنَبِّئُكُمْ پھر ہم بتلادیں گے تمہیں	بِمَا وہ جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	

مشرکین کی عجیب صورتحال

گذشتہ آیات میں مشرکین کی ایک معاندانہ حالت کا ذکر ہوا تھا کہ جب ان کے سر پر کوئی بڑی مصیبت پڑتی ہے تو اللہ کو پکارنے لگتے ہیں اور

جب اللہ نے وہ سختی اور مصیبت ہٹا دی تو پھر اعراض اور کفران نعمت کرنے لگتے ہیں اور آیات الٰہیہ کے ساتھ تکذیب اور استہزاء سے پیش آنے کی شرارت کرنے لگتے ہیں جس پر انہیں سزا کی وعید سنائی گئی تھی۔

مشرکین کی ناشکری کی ایک دلیل

مشرکین کی اسی عادت اور خصلت سے متعلق ایک مثال بحری سفر کی یہاں ان آیات میں بیان فرمائی جاتی ہے اور مشرکین عرب کی نافرمانی اور کفران نعمت اور ناحق شناسی کی جس سے تصدیق ہوتی ہے۔ جس پر انہیں زجر و تنبیہ فرمائی جاتی ہے۔ چنانچہ جب کشتیوں میں سوار ہو کر لوگ دریائی یا سمندری سفر کو نکلتے ہیں اور ہوا خوشگوار اور موافق ہوتی ہے تو کشتیاں خوب چلتی ہیں تو مسافر خوش و خرم ہنستے کھیلتے آرام سے چلے جاتے ہیں لیکن جب ہوا مخالف ہوئی۔ تند جھونکے آنے لگے اور طوفانی صورتحال زور پر ہوئی اور چاروں طرف سے پانی کے پہاڑ اٹھ کر کشتی یا جہاز سے ٹکرانے لگے اور موجوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور غرق ہو جانے کا یقین ہو گیا اور سمجھ لیا کہ اب ہر طرف سے موت کے منہ میں گھر گئے۔ بھاگنے اور نکلنے کی کوئی سبیل نہیں تو سارے فرضی معبودوں کو چھوڑ کر خدائے واحد قادر مطلق کو پکارنے لگتے ہیں جو اصل فطرت انسانی کا تقاضا تھا۔ ہر چیز سے مایوس ہو کر خالص خدا کی بندگی کے عہد و پیمان کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اس مصیبت سے خدا نے نجات دی تو ہمیشہ اس کے شکر گزار رہیں گے۔ کوئی بات کفران نعمت کی نہ کریں گے لیکن جب اللہ نے بچا دیا اور بیڑا پار لگ گیا اور کشتی منزل مقصود پر پہنچ گئی اور ساحل پر امن نصیب ہوا تو پھر شرارتیں اور سرتابی شروع کر دیتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں اور حسب سابق کفر و شرک کرنے لگتے ہیں۔ اور جو وعدہ مصیبت کے وقت انہوں نے اللہ سے کیا تھا اسے بھلا دیتے ہیں حق تو یہ تھا کہ جب اللہ نے ان کی جان بچا دی تھی تو شکر کرتے مگر بجائے اس کے شرک کرنے لگے۔

اس شرک و شرارت کا انجام

آگے تمام کو یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ سے خطاب فرما کر کہا گیا کہ اے لوگو! اس شرارت شرک انگیزی اور نافرمانی کا نتیجہ بدخود تم کو اٹھانا پڑے گا اور تمہاری شرارتوں کا وبال تمہیں پر پڑے گا۔ تم خیال کرتے ہو کہ ہم خدا کو دھوکہ دے کر کامیاب ہو گئے۔ مال و دولت صحت و قوت سب کچھ حاصل ہم کو حاصل ہو گیا۔ اب کوئی ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ تو یہ خیال تمہارا غلط ہے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کے جس عیش و طرب مال و منال اور اہل و عیال پر پھولے ہوئے ہو وہ چند روزہ ہے۔ ناپائیدار ہے۔ فانی ہے۔ دنیوی زندگانی کے مزے اور آرام عنقریب اٹل ہونے والے ہیں۔ کچھ دنوں عیش کر لو۔ آخر میں تو تم سب کو خدا ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت تمہارا سب کیا دھرا آگے آئے گا۔ اس وقت اپنے کئے کو سزا ملے گی اور اپنے اعمال کی پاداش بھگتنی ہوگی اور معلوم ہوگا کہ اپنے کرتوتوں کا یہ نتیجہ ہے۔

عکرمہ بن ابوجہل کا واقعہ

ان آیات کے تحت شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ ان آیات میں ان مدعیان اسلام کے لئے بڑی عبرت ہے کہ جو جہاز کے طوفان میں گھر جانے کے وقت بھی خدائے واحد ذوالجلال کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ابوجہل کے بیٹے عکرمہ مسلمان نہ ہوئے تھے اور مکہ سے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا۔ سمندر میں کچھ دور سفر کرنے پر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا۔ ملاح نے مسافروں سے کہا کہ اب ایک خدا کو پکارو۔ وہی بچا سکتا ہے عکرمہ نے یہ سن کر کہا کہ یہی تو ایک خدا ہے جس کی طرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو بلاتے ہیں۔ اگر بحر یعنی پانی میں رب محمد کے بغیر نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اس کی دستگیری اور اعانت کے بغیر نجات پانا محال ہے اور دعاء کی کہ اے خدا اگر تو نے اس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنے اخلاق کریمانہ سے میری تقصیرات کو معاف فرما دیں گے۔ چنانچہ طوفان سے بچ کر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ یا اللہ اس دنیوی زندگی میں غفلت سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرمایئے اور اپنے ذکر و فکر سے ہمارے دلوں کو آباد رکھئے۔ یا اللہ ہر حال میں ہم کو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری نصیب ہو اور ہر حال میں ہم آپ ہی کو پکارنے والے ہوں۔ (آمین) وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ

بس دنیاوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس (پانی) سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں

مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۭ حَتّٰىٓ إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ

خوب گنجان ہو کر نکلے۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی

وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ أَتٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا

اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے۔ تو (ایسی حالت میں) دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آپڑا (جیسے پالا یا خشکی یا اور کچھ)

كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل وہ (یہاں موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے جو سوچتے ہیں۔

إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	مَثَلُ مثال	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	كَمَآءٍ جیسے پانی	أَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	
فَاخْتَلَطَ تو ملا جلا نکلا	بِهٖ اس سے	نَبَاتُ الْأَرْضِ زمین کا سبزہ	مِمَّا جس سے	يَأْكُلُ کھاتے ہیں	النَّاسُ لوگ	وَ اور
الْأَنْعَامُ چوپائے	حَتّٰىٓ یہاں تک کہ	إِذَا جب	أَخَذَتِ پکڑلی	الْأَرْضُ زمین	زُخْرُفَهَا اپنی رونق	وَ اور | ازَّيَّنَتْ مزین ہو گئی
وَظَنَّ اور خیال کیا	أَهْلُهَا زمین والے	أَنَّهُمْ کہ وہ	قٰدِرُوْنَ قدرت رکھتے ہیں	عَلَيْهَا اس پر	أَتٰهَا اس پر آیا	أَمْرُنَا ہمارا حکم
لَيْلًا رات میں	أَوْ نَهَارًا یا دن کے وقت	فَجَعَلْنٰهَا تو ہم نے کر دیا	حَصِيْدًا کٹا ہوا ڈھیر	كَأَنْ گویا کہ	لَّمْ تَغْنَ وہ نہ تھی	
بِالْأَمْسِ کل	كَذٰلِكَ اسی طرح	نُفَصِّلُ ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	الْاٰيٰتِ آیتیں	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ جو غور و فکر کرتے ہیں	

دنیا کی حقیقت

گذشتہ آیت میں لوگوں کی شرارت و سرکشی کا بیان ہوا تھا اور تمام انسانوں کو خطاب کر کے بتلایا گیا تھا کہ تمہاری سرکشی کا وبال تمہاری ہی جانوں پر پڑنا ہے اور یہ دنیاوی زندگی کا چند روزہ عیش آخرت میں تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ اس لئے آگے اس آیت میں دنیا کی حقیقت سمجھائی گئی ہے اور اس دنیا کا فنا اور زوال اور اس کی ناپائیداری کی ایک لطیف مثال بیان کی گئی ہے تاکہ انسان کو معلوم ہو جائے کہ ایسی ناپائیدار چیز سے دل لگانا اور اس کی وجہ سے عیش جاودانی کو چھوڑنا اور اس سے محروم رہنا کتنی بڑی سخت غلطی اور حماقت ہے۔

دنیا کی بے ثباتی کی مثال

یہاں اس آیت میں دنیا کی بے ثباتی کو مثال کی صورت میں یوں پیش کیا ہے کہ جیسے آسمان سے خوب زور کی بارش ہو۔ ہر قسم کی نباتات کی خوب تازگی ہو۔ انسانوں کے کھانے کے قابل پھل میوے غلے اور جانوروں کے کھانے کے قابل گھاس چارہ وغیرہ کی خوب پیداوار ہو۔ پھر جب ہر طرف خوب سرسبزی و شادابی پھیل جائے اور انسان سمجھنے لگے کہ بس ہم ان تمام لذتوں اور نعمتوں سے لطف اٹھانے کے پوری طرح مالک اور مختار ہیں کہ یک بیک حکم الٰہی سے کوئی ایسا آسمانی یا زمینی حادثہ پیش آ جائے کہ سارا گل و گلزار تہس نہس ہو کر رہ جائے اور حالت یہ ہو

جائے کہ گویا کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں پس اسی طرح سمجھو کہ دنیا کی زندگی بھی یکا یک جاتی رہے گی اور تم دیکھتے اور ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے یہ مرقع ہے انسانی زندگی کا کہ بڑے سے بڑے نامور اور با اقبال انسان کا بھی خاتمہ دفعۃً موت پر ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ حال ہے دنیا کا جس میں غافل انسان ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ جس طرح اس زمین کی یہ آرائش محض عارضی اور اپنے مالکوں کو دھوکہ دینے والی ہے یونہی حیاۃ دنیا بھی محض عارضی اور اپنے طالبوں کو دھوکہ دینے والی ہے۔ تو سمجھانا یہ مقصود ہے کہ تم کو اس پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے اور آخرت کی فکر کرنی چاہئے۔

غور و فکر کی اہمیت وضرورت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ تم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حیاۃ دنیا کا ناقابل التفات ہونے کو کیسے عمدہ طریقہ سے ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یوں وضاحت کے ساتھ دلائل بیان کرتے ہیں مگر ان ہی لوگوں کے لئے جو ان میں غور و فکر کریں اور سمجھیں کہ اس دار فانی کے چند روزہ آرائش و زیبائش پر غرہ کرنا ایسی ہی حماقت ہے جیسے کہ کوئی کاشتکار اور باغبان کھیتی کی سرسبزی کو دیکھ کر کہ غرہ کرنے لگے کہ ہم اس پر پورے قادر اور قابو یافتہ ہو چکے ہیں اور یہ نہ سمجھے کہ یہ دار فانی محل آفات ہے۔ کاشتکار اور باغبان اسی غرہ میں تھا کہ یکا یک بجلی گری۔ کہ یہ سرد ہوا چلی یا آندھی آئی رات میں یا دن میں اور دم کے دم میں ساری کھیتی برباد ہو گئی۔ تو خوب سمجھ لو کہ یہ دار فانی محل آفات ہے۔ اس پر ناز و گھمنڈ اور بھروسہ کرنا محض حماقت ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس دنیا کا فنا زوال اور ناپائیداری پیش نظر رکھنے کی توفیق ہم کو عطا فرما دے تا کہ دار بقا اور آخرت کی تیاری سے ہم غفلت میں نہ پڑیں۔

یا اللہ ہماری آنکھیں آخرت کی طرف سے کھول دے اور ہمارے دلوں کو آخرت کی فکر عطا فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ دارالبقاء کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ جن لوگوں نے

اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

نیکی کی ہے اُنکے واسطے خوبی (جنت) ہے۔ اور مزید برآں (خدا کا دیدار) بھی اور ان کے چہروں پر نہ کدورت (غم کی) چھاوے گی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ

جنت میں رہنے والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے بدکام کیے اُن کی بدی کی سزا اُس کے برابر ملے گی اور اُنکو

ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ

ذلت چھالے گی۔ اُن کو اللہ (کے عذاب سے) کوئی نہ بچا سکے گا (اُنکے چہروں کی کدورت کی ایسی حالت ہوگی کہ) گویا انکے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت

الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

لپیٹ دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	يَدْعُوْٓا بلاتا ہے	اِلٰى طرف	دَارِ السَّلٰمِ سلامتی کا گھر	وَيَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہے	اِلٰى طرف
صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	لِلَّذِيْنَ وہ لوگ جو کہ	اَحْسَنُوا انہوں نے بھلائی کی	الْحُسْنٰى بھلائی ہے	وَزِيَادَةٌ اور زیادہ	
وَلَا يَرْهَقُ اور نہ چڑھے گی	وُجُوْهَهُمْ ان کے چہرے	قَتَرٌ سیاہی	وَلَا ذِلَّةٌ اور نہ ذلت	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنت والے	
هُمْ وہ سب	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	كَسَبُوا انہوں نے کمائیں	السَّيِّاٰتِ برائیاں	جَزَآءُ بدلہ
سَيِّئَةٍ برائی	بِمِثْلِهَا اس جیسا	وَتَرْهَقُهُمْ اور ان پر چڑھے گی	ذِلَّةٌ ذلت	مَا لَهُمْ ان کیلئے نہیں	مِّنَ سے	اللّٰهِ اللہ	مِنْ کوئی
عَاصِمٍ بچانے والا	كَاَنَّمَآ گویا کہ	اُغْشِيَتْ ڈھانک دیئے گئے	وُجُوْهُهُمْ انکے چہرے	قِطَعًا ٹکڑے	مِّنَ سے	الَّيْلِ رات
مُظْلِمًا تاریک	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	اَصْحٰبُ النَّارِ جہنم والے	هُمْ وہ سب	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے	

دنیا فانی ہے مگر بے کار نہیں

آیت گذشتہ میں دنیا کی بے ثباتی اور حیات انسانی کی ناپائیداری بیان کر کے اہل بصیرت کو آخرت کے فکر کی دعوت دی گئی تھی۔

اب ان آیات میں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ عالم دنیا اگرچہ ناپائیدار ہے مگر بیکار نہیں۔ یہ آخرت کی کھیتی ہے۔ مرنے کے بعد وہی جنس کاٹنی ہے جو یہاں بوئی تھی۔ اصل رہنے کا مقام دار آخرت ہے۔ اگرچہ کم فہم انسان اس دنیا کو دار اقامت سمجھے ہوئے ہیں اور اس کو مقصود اصلی جانتے ہیں مگر درحقیقت یہ دائمی عافیت اور سلامتی کا مقام نہیں ہے بلکہ دارالسلام یعنی سلامتی کا گھر دوسرا ہے اور یہ عالم دنیا اس کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو دارالسلام کی دعوت دے رہے ہیں کہ ابدی نجات اور دوامی سلامتی کے گھر کی طرف آؤ۔

جنت کو دار السلام کیوں فرمایا

دار السلام سے مراد جنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دار السلام جنت کے سات ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کو دار السلام کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کی سلامتی امن، چین، سکون ہوگا اور جو ہر قسم کی آفت اور رنج و غم اور فنا و زوال سے سالم دائم اور باقی ہے نہ وہاں کوئی تکلیف ہے نہ بیماری نہ حالت بدل جانے اور کسی نعمت کے چھن جانے کی فکر۔ دوسری وجہ جنت کا نام دار السلام ہونے کی یہ بھی ہے کہ اس میں رہنے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیز فرشتوں کی طرف سے سلام پہنچتا رہے گا۔

مومن کیلئے عبرت اور منکروں کیلئے سرزنش

عارفین نے لکھا ہے کہ۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اس میں مومنین کیلئے تو عبرت ہے کہ شہنشاہ خود بلا رہا ہے اور غلام حاضری میں توقف کر رہے ہیں اور منکرین کے لئے سرزنش ہے کہ وہ کیسی دعوت و نعمت سے محروم رہے جا رہے ہیں اور دنیا پرستوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے کہ وہ کیسی پست و حقیر چیزوں میں پڑے ہوئے ہیں اور عاشقوں کے لئے بشارت ہے کہ ان کے حق میں اشارہ خلوت خاص کے ہو رہے ہیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ کا خطاب

حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ کے سلسلہ میں بطور نصیحت عوام کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے آدم کے بیٹے۔ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے دار السلام کی طرف بلایا۔ تو اس دعوت الٰہیہ کی طرف کب اور کہاں سے قدم اٹھائے گا؟ اے ابن آدم خوب جان لے اور خوب سمجھ لے کہ اگر تو نے اس دنیا ہی سے کوشش شروع کر دی تو وہ کامیاب ہوگی اور تو دار السلام میں پہنچ جائے گا اور اگر تو نے اس دنیا کی عمر کو ضائع کرنے کے بعد یہ چاہا کہ قبر میں پہنچ کر اس دعوت کی جانب چلوں گا تو تیرا راستہ روک دیا جائے گا۔ تو وہاں ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے گا کیونکہ وہ دار العمل نہیں ہے یہ دنیا ہی دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ہے۔ اس دنیا میں جو لوگ اچھا بیج بوئیں گے۔ آخرت میں ان کا اچھا ثمرہ ملے گا۔ دنیا میں بھلے کام کرنے والوں کو آخرت میں بھلی جگہ جنت اور اس سے زیادہ بھی کچھ ملے گا یعنی حق تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار۔

جنت میں دیدار الٰہی کا شرف

آیت میں زِيَادَةٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کی تفسیر "دیدار الٰہی" کئی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے اور بہت سے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا اے اہل جنت! تمہارے لئے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے جو اب پورا کرنا چاہتا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے؟ کیا خدا نے اپنے فضل سے ہماری حسنات کا پلہ بھاری نہیں کر دیا۔ کیا اس نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں بنایا۔ کیا اس نے ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت جیسے مقام میں نہیں پہنچایا۔ یہ سب کچھ تو ہو چکا آگے کون سی چیز باقی رہی۔ اس پر حجاب اٹھا دیا جائے گا اور جنتی حق تعالیٰ کے جمال کی زیارت کریں گے۔ پس خدا کی قسم کوئی نعمت جو ان کو عطا ہوئی ہے دولت دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہوگی۔ نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز آنکھیں ٹھنڈی کر سکے گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ لذت دیدار کو تمام مومنین کو اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائیں۔

جنتیوں کو کوئی غم نہیں ہوگا

آگے جنتیوں کی ایک کیفیت اور بیان کی جاتی ہے کہ محشر میں جس طرح کفار فجار کے چہروں پر سخت ذلت و ظلمت چھائی ہوگی۔ جنتیوں کے چہرے اس کے خلاف ہوں گے۔ وہاں تو نور ہی نور اور رونق ہی رونق ہو گی۔ مومنین کو دوام عیش تو حاصل ہی رہے گا لیکن اس کے علاوہ کسی صدمہ اور غم والم سے بھی وہ کبھی دوچار نہ ہوں گے۔ یہ تو حال جنتیوں کا بیان ہوا۔

ان کے مقابل دوزخیوں کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ انہیں بدی کی سزا بس بدی کے برابر ہی ملے گی۔ اس سے زائد نہیں۔ یعنی نیکی کا صلہ تو اس معاوضہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ملے گا کہ انعام میں اضافہ جود و کرم ہے لیکن بدی کا معاوضہ بس اسی درجہ کا ملے گا اس سے زائد نہیں کیونکہ سزا میں اضافہ عدل و انصاف کے خلاف ہے اور ہر طرح کی توہین اور رسوائی بھی ان کے شامل حال رہے گی اور اللہ کی گرفت اور عذاب الٰہی سے انہیں کوئی نہ بچا سکے گا۔ حشر جو حقائق کے ظہور اور انکشاف کا وقت ہوگا اس وقت اہل کفر کے دلوں کی سیاہیاں چہروں سے نمایاں ہو کر رہیں گی اور ان کے چہرے اس قدر سیاہ اور تاریک ہوں گے گویا اندھیری رات کی تہیں ان پر جما دی گئی ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا

اور وہ دن قابل ذکر ہے، جس روز ہم اُن سب (خلائق) کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھیرو پھر ہم اُن کے آپس میں

بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا

پھوٹ ڈالیں گے، اور اُن کے وہ شرکا کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے،

وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ

کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کرلے گا۔

وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾

اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو اُن کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جاویں گے اور جو کچھ معبود (تراش) رکھے تھے سب اُن سے غائب ہوجاویں گے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	نَحْشُرُهُمْ ہم اکٹھا کرینگے انہیں	جَمِيعًا سب	ثُمَّ پھر	نَقُولُ ہم کہیں گے	لِلَّذِينَ ان لوگوں کو	أَشْرَكُوا جنہوں نے شرک کیا	
مَكَانَكُمْ اپنی جگہ	أَنتُمْ تم	وَشُرَكَاؤُكُمْ اور تمہارے شریک	فَزَيَّلْنَا پھر ہم جدائی ڈالدیں گے	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَقَالَ اور کہیں گے		
شُرَكَاؤُهُم ان کے شریک	مَا كُنتُمْ تم نہ تھے	إِيَّانَا ہماری	تَعْبُدُونَ تم بندگی کرتے	فَكَفَىٰ پس کافی	بِاللَّهِ اللہ	شَهِيدًا گواہ	
بَيْنَنَا ہمارے درمیان	وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	إِن کہ	كُنَّا ہم تھے	عَنْ سے	عِبَادَتِكُمْ تمہاری بندگی	لَغَافِلِينَ البتہ بے خبر	
هُنَالِكَ وہاں	تَبْلُو جانچ لے گا	كُلُّ نَفْسٍ ہر کوئی	مَا جو	أَسْلَفَتْ اس نے بھیجا	وَرُدُّوا اور وہ لوٹائے جائینگے	إِلَى طرف	اللَّهِ اللہ
مَوْلَاهُمُ ان کا مولیٰ	الْحَقِّ سچا	وَضَلَّ اور گم ہوجائے گا	عَنْهُم ان سے	مَا جو	كَانُوا يَفْتَرُونَ وہ جھوٹ باندھتے تھے		

جھوٹے عابدوں اور معبودوں کا حشر

چونکہ مشرکین اپنے معبودوں کو اپنا شفیع کہتے تھے اس لئے ان آیات میں قیامت کے روز کا حال ان مشرکین اور ان کے معبودوں کا بیان کیا جاتا ہے تاکہ مشرکوں پر انکے شرک کی حقیقت اور کیفیت خوب واضح ہوجائے۔

چنانچہ ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ اس دنیا کے فنا ہوجانے کے بعد یعنی قیامت کے دن پھر سب کو جمع کیا جائے گا اور وہ حشر کا دن ہو گا۔اس دن تمام مخلوقات اکٹھے کئے جائیں گے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا حکم نہ چلے گا۔قیامت کے دن مشرکوں سے خطاب کرتے ہوئے حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم اپنی جگہ ٹھہرو اور وہ باطل معبود جن کی تم پرستش کرتے تھے اور اپنے خیال میں ان کو صفات وقدرت میں خدا کا شریک اور سفارشی جانتے تھے اپنی جگہ ٹھہریں۔اس وقت عجیب افراتفری اور نفسی نفسی ہوگی۔عابدین اور معبودین میں جدائی پڑ جائے گی اور دنیا میں اپنے اوہام وخیالات کے موافق جو رشتے جوڑ رکھے تھے۔سب توڑ دیئے جائیں گے اس ہولناک وقت میں جبکہ مشرکین کو اپنے فرضی معبودوں سے بہت کچھ توقعات تھیں اور جن کی شفاعت پر امید لگائے بیٹھے تھے وہ صاف جواب دے دیں گے کہ تمہارا ہم سے کیا تعلق تم جھوٹ بکتے ہو کہ ہماری بندگی کرتے تھے۔تم اپنے عقیدہ کے موافق جس چیز کو پوجتے تھے۔اس کے لئے وہ خدائی صفات تجویز کرتے تھے جو فی الواقع اس میں موجود نہیں تھیں۔مشرکین

کے معبودین اپنی پاکدامنی اور بریئت ظاہر کرنے کے لئے کہیں گے اور اللہ کی قسمیں کھا کر خدا کو گواہ کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم ہماری پرستش ہرگز نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے وسوسوں اور خواہش نفسانی کے پرستار تھے جس کو چاہا تم نے معبود و مسجود بنالیا۔ ہم کو تو تمہاری عبادت اور پرستش کا پتہ بھی نہیں۔ ہم تمہاری پرستش سے بالکل بے خبر تھے۔ اس وقت مشرکین کے جھوٹے اور بے اصل توہمات سب رفو چکر ہو جائیں گے۔ ہر شخص یہ مشاہدہ کرلے گا کہ اس سچے مالک کے سوا اور رجوع کرنے کا کوئی ٹھکانا نہیں اور ہر ایک انسان کو اپنے تمام برے بھلے اعمال کا اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا وزن رکھتے ہیں۔ ہر طرح کی بہتان تراشی اور شرک بندی زائل ہو جائے گی صرف ایک مولیٰ اور سچا مولیٰ رہ جائے گا اور اس کی طرف سے سزا و جزا اٹھانی پڑے گی اور اس وقت یہ ظاہر ہو جائے گا کہ مشرکوں کا یہ دعویٰ کہ ہمارے معبود ہمارے سفارشی ہیں سراسر افترا۔ بہتان اور جھوٹ تھا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے

خلاصہ یہ کہ یہاں مشرکین پر اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ تم جن پیشواؤں کو اپنی حاجت روائیوں کے لئے پکارتے ہو ان تک نہ تو تمہاری پکار پہنچتی ہے۔ نہ تمہاری عبادت اور پرستاری کی انہیں کچھ خبر ہے۔ پھر وہ تمہاری حاجت روائی کیا کریں گے؟ بلکہ قیامت کے دن وہ صاف کہیں گے کہ ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ گو ہمارا نام لیتے ہوں لیکن فی الحقیقت ہمیں نہیں پوجتے تھے اپنی ہوا اور نفس کے پجاری تھے۔ ہمیں تو ان کی پرستش کی خبر بھی نہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ قیامت کے دن کی ذلت اور رسوائی سے ہم کو بچایئے۔ اور اس دن کی ہولناکیوں اور سختیوں سے ہم کو محفوظ فرمایئے اور اپنے فضل و کرم سے دائمی چین و آرام کی جگہ یعنی جنت نعیم میں ہمارا ٹھکانا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ

آپ (ان مشرکین سے) کہیے کہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا کہ وہ کون ہے جو (تمہارے) کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ

جان دار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ تو اُن سے کہیے

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى

کہ پھر (شرک سے) کیوں نہیں پرہیز کرتے۔ سو یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے۔ پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے۔ پھر (حق کو چھوڑ کر) کہاں

تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

(باطل کی طرف) پھرے جاتے ہو اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تمام نافرمان لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔

قُلْ آپ پوچھیں	مَنْ کون	يَرْزُقُكُمْ رزق دیتا ہے تمہیں	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	وَالْاَرْضِ اور زمین	اَمَّنْ یا کون	يَمْلِكُ مالک ہے	
السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں	وَمَنْ اور کون	يُخْرِجُ نکالتا ہے	الْحَيَّ زندہ	مِنَ سے	الْمَيِّتِ مُردہ	وَيُخْرِجُ اور نکالتا ہے	الْمَيِّتَ مُردہ
مِنَ سے	الْحَيِّ زندہ	وَمَنْ اور کون	يُدَبِّرُ الْاَمْرَ تدبیر کرتا ہے کام	فَسَيَقُوْلُوْنَ سو وہ بول اٹھیں گے	اللّٰهُ اللہ	فَقُلْ آپ کہہ دیں		
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم نہیں ڈرتے	فَذٰلِكُمُ پس یہ ہے تمہارا	اللّٰهُ اللہ	رَبُّكُمُ تمہارا رب	الْحَقُّ سچا	فَمَاذَا پھر کیا رہ گیا			
بَعْدَ الْحَقِّ سچ کے بعد	اِلَّا سوائے	الضَّلٰلُ گمراہی	فَاَنّٰى پس کدھر	تُصْرَفُوْنَ تم پھرے جاتے ہو	كَذٰلِكَ اسی طرح	حَقَّتْ سچی ہوئی		
كَلِمَتُ بات	رَبِّكَ تیرا رب	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	فَسَقُوْا انہوں نے نافرمانی کی	اَنَّهُمْ کہ وہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہ لائیں گے		

عقلمندی یہ ہے کہ تم اپنے خالق و مالک کو پہچانو

قرآن مجید دنیا کے اندر شرک کو مٹانا چاہتا ہے اور انسانوں کو بتلاتا ہے کہ تمام قوتوں کا مالک صرف ایک اللہ ہے لہٰذا اسی کو پہچانو۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی سے مدد مانگو۔ اسی سے التجا اور فریاد کرو۔ قرآن مجید میں آسمان اور زمین کی کائنات اور حوادث کا جگہ جگہ ذکر کیا گیا ہے اور جن آیتوں میں ان کا ذکر ہے ان کو اکثر ان الفاظ پر ختم کیا گیا ہے جیسے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ پھر کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ کیا تمہارے کان نہیں ہیں۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا تمہاری آنکھیں نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی عقل۔ کان، آنکھ اور علم کا اصل کام یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز سے اور گرد و پیش کے تمام حوادث و واقعات سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان سب چیزوں کا بنانے والا قائم رکھنے والا اور ان کا انتظام کرنے والا فقط ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا کوئی نہ ساتھی ہے نہ مددگار۔ نہ شریک۔ اگر مطالعۂ کائنات سے انسان اس نتیجہ پر نہیں پہنچتا تو وہ اور چاہے کتنی ہی مادی ترقی کر لے قرآنی اصطلاح میں وہ نادان ہے۔ انسانی عقل کے کمال کا اور انسان کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے خالق۔ رازق اور مالک اللہ کو پہچانے اور اس کے بتائے ہوئے قانون پر چلے۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر تم عقل سے ٹھیک طرح کام لو تو سب سے پہلے تمہارے سامنے یہ سوال آنے چاہئیں کہ ہمیں ہماری ضرورت کی چیزیں اور رزق کون دیتا ہے؟ بارش کون

برساتا ہے؟ ہوائیں کون چلاتا ہے؟ سورج کی گرمی اور روشنی کون پہنچاتا ہے؟ کون زمین کو گرماتا ہے؟ اسے زرخیز بناتا ہے۔ اس سے نباتات اور کھیتیاں اگاتا ہے؟ مانا کہ ہمارے ہاتھ پیر ہلانے کو بھی اس میں کچھ دخل ہے لیکن ہمیں اپنے اعضاء سے کام لینے کے قابل کس نے بنایا؟ دیکھنے کو آنکھیں کس نے دیں؟ سننے کو کان کس نے عطا کئے؟ پھر یہ بے جان چیزوں کے اندر جاندار چیزیں اور جانداروں کے اندر سے بے جان چیزیں کون نکالتا ہے؟ مثلاً انڈا بے جان چیز ہے اس کے اندر سے بچہ نکالنا اور پرندہ جاندار ہے اس سے انڈا بے جان نکالنا یا جاندار انسان اور جانوروں سے نطفہ بے جان اور نطفہ بے جان سے جاندار انسان وحیوان نکالنا۔ پھر اس ساری کائنات کا انتظام کون کرتا ہے؟ یہ باہم ایک دوسرے کے مخالف قوتیں مل جل کر کیسے چل رہی ہیں؟ یہ سارے سوالات مشرکین سے بطور جرح ہو رہے ہیں۔

جب کارساز حقیقی اللہ ہی ہے تو شرک کیوں کرتے ہو

یہاں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ سوالات میں ایک خاص ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ پہلا سوال رزق سے متعلق ہے جو سلسلہ ربوبیت میں نمبر اول پر ہے۔ پھر انسان کے حواس ظاہری سے متعلق ہے۔ جن کے بغیر انسان بالکل بیکار ہے پھر حیات اور موت سے متعلق ہے اور آخری سوال انتظام امور سے متعلق ہے۔ ان تمام سوالات کا متفقہ اور مسلمہ جواب بس ایک ہی ہے وہ یہ کہ یہ کل کارسازی اللہ کی ہے۔ مشرکین عرب کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ جب بالاتفاق اللہ کی یہ کارسازی مسلم ہے تو پھر غیر اللہ کی طرف توجہ کرنا۔ خدا سے منہ موڑنا اور دوسرے معبودوں سے رشتہ جوڑنا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ معبود تو وہی ہونا چاہئے جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور مدبر عالم ہو۔ یعنی جس میں یہ صفات پائی جائیں کہ وہ تمہارا رزاق ہو۔ تمہیں سماعت وبصارت عطا کرنے والا ہو۔ تمہاری موت وحیات کا مالک ہو اور سارے عالم کا انتظام کرنے والا ہو۔ جو سوائے اللہ واحد کے اور کوئی نہیں۔ تو جب سچا وہی ایک رب مطلق ہے تو سچ کے بعد بجز جھوٹ کے اور کیا رہ گیا۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹے اوہام میں بھٹکنا عاقل کا کام نہیں ہوسکتا۔ بس پکی بات یہ ہے کہ اس قدر دلائل وبراہین اور آثار قدرت دیکھنے اور ان کو تسلیم کرنے کے بعد بھی جو یہ کفار ومشرکین دعوت حق پر لبیک نہیں کہتے اور صداقت اسلام کو نہیں مانتے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان پر ازلی نوشتہ کی مار ہے۔ یعنی اللہ نے ازل سے ان سرکشوں کی قسمت میں ایمان نہ لانا لکھ دیا ہے۔ جس کا سبب علم الٰہی میں ان کی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ اسی طرح خدا کی لکھی ہوئی بات ان پر فسق ونافرمانی کی وجہ سے راست آئی۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ ان کفار ومشرکین کے ایمان نہ لانے پر اس قدر مغموم اور محزون کیوں ہوں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اثبات توحید اور ابطال شرک پر ایسے دلائل بیان فرمائے کہ منکر کو بھی سوائے اقرار اور اعتراف کے چارہ نہیں۔

الوہیت کے چار خواص

اس مقام پر الوہیت کے چار خواص ذکر کئے جن کو کفار اور مشرکین عرب بھی اللہ کے لئے مخصوص مانتے تھے:۔

۱۔ آسمان اور زمین سے مخلوق کو روزی دینا۔

۲۔ سمع وبصر کا مالک ہونا جس کو چاہا بینا بنایا جس کو چاہا بہرا اور نابینا بنایا۔

۳۔ جاندار سے بے جان کو اور بے جان سے جاندار کو نکالنا یعنی موت وحیات اور وجود وعدم کا مالک ہونا۔

۴۔ تدبیر عالم یعنی سارے عالم کا انتظام کرنا۔

پس دلیل یہاں یہ بیان فرمائی کہ قابل پرستش اور لائق عبادت وہ ذات ہے جس میں یہ مذکورہ اوصاف پائے جاتے ہوں اور یہ اوصاف بجز ذات وحدہٗ لاشریک کے کسی اور میں نہیں پائے جاتے تو پھر دوسرا عبادت وبندگی کے لائق کیوں اور کیسے ہوا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما تا کہ ہم آپ ہی کو حقیقی کارساز سمجھیں۔ آپ ہی کی عبادت کریں اور آپ ہی سے مدد چاہیں۔

یا اللہ کائنات کی ہر شے سے ہم کو آپ کی معرفت نصیب ہو تا کہ ہم آپ ہی کو اپنا رب حقیقی جانیں اور آپ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگے رہیں۔ اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں۔ یا اللہ موت وحیات کے مالک آپ ہی ہیں جب تک ہم کو زندہ رکھیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ

آپ (ان سے) یوں (بھی) کہیے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی پیدا کرے پھر دوبارہ بھی کرے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے

ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۳۴﴾ قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ ؕ قُلِ

پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ سو پھر تم کہاں (حق سے) پھرے جاتے ہو۔ آپ کہیے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو۔ آپ کہہ دیجئے

اللّٰهُ يَهۡدِىۡ لِلۡحَـقِّ ؕ اَفَمَنۡ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّىۡۤ اِلَّاۤ

کہ اللہ ہی امر حق کا راستہ بتلاتا ہے۔ تو پھر آیا جو امر حق کا راستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ جس کو بے بتلائے خود ہی راستہ نہ سوجھے

اَنۡ يُّهۡدٰى ۚ فَمَا لَـكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكۡثَرُهُمۡ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ

تو تم کو کیا ہو گیا، تم کیسی تجویزیں کرتے ہو۔ اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں۔ یقیناً بے اصل خیالات

لَا يُغۡنِىۡ مِنَ الۡحَـقِّ شَيۡـئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۶﴾

امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے۔

قُلۡ آپ پوچھیں	هَلۡ کیا	مِنۡ سے	شُرَكَآئِكُمۡ تمہارے شریک	مَّنۡ يَّبۡدَؤُا جو پہلی بار پیدا کرے	الۡخَلۡقَ مخلوق	ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ پھر اسے لوٹائے	
قُلِ آپ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ	يَبۡدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے	الۡخَلۡقَ مخلوق	ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ پھر اسے لوٹائے گا	فَاَنّٰى پس کدھر	تُؤۡفَكُوۡنَ پلٹے جاتے ہو تم	
قُلۡ آپ پوچھیں	هَلۡ کیا	مِنۡ سے	شُرَكَآئِكُمۡ تمہارے شریک	مَّنۡ جو	يَّهۡدِىۡۤ راہ بتائے	اِلَى الۡحَـقِّ حق کی طرف	قُلِ آپ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ
يَهۡدِىۡ راہ بتاتا ہے	لِلۡحَـقِّ صحیح	اَفَمَنۡ پس کیا جو	يَّهۡدِىۡۤ راہ بتاتا ہے	اِلَى الۡحَـقِّ حق کی طرف	اَحَقُّ زیادہ حقدار	اَنۡ کہ	يُّتَّبَعَ پیروی کی جائے
اَمَّنۡ یا جو	لَّا يَهِدِّىۡۤ وہ راہ نہیں پاتا	اِلَّاۤ مگر	اَنۡ یہ کہ	يُّهۡدٰى اسے راہ دکھائی جائے	فَمَا لَـكُمۡ سو تمہیں کیا ہوا	كَيۡفَ کیسا	
تَحۡكُمُوۡنَ تم فیصلہ کرتے ہو	وَ اور	مَا يَتَّبِعُ پیروی نہیں کرتے	اَكۡثَرُهُمۡ ان کے اکثر	اِلَّا ظَنًّا مگر گمان	اِنَّ بیشک	الظَّنَّ گمان	
لَا يُغۡنِىۡ نہیں کام دیتا	مِنَ سے	الۡحَـقِّ حق	شَيۡـئًا کچھ بھی	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَلِيۡمٌۢ خوب جانتا ہے	بِمَا وہ جو	يَفۡعَلُوۡنَ وہ کرتے ہیں

زندگی و موت کا مالک کون؟

گذشتہ آیات سے وحدانیت والوہیت کے اثبات اور ہر قسم کے شرک کے ردو ابطال میں مضمون چل رہا ہے۔ ان آیات میں بھی مزید اتمام حجت کے لئے یہی مضمون جاری ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اے نبی! آپ ان مشرکین سے کہیے کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ آیا تمہارے معبودوں میں سے جن کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو کوئی ایسی قدرت رکھتا ہے کہ جو ابتداءً بھی مخلوق کو پیدا کرتا ہو اور پھر وہی مرنے کے بعد دوبارہ بھی

پیدا کرے۔ ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں مشرکین اپنا کوئی معبود ایسا نہیں بتلا سکتے پس اگر وہ اپنی عار کی وجہ سے اس سوال کا جواب دینے میں تامل کریں تو اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ابتداء بھی پیدا کرتا ہے اور یہی دلیل ہے اس کی کہ وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا کیونکہ دوبارہ پیدا کرنا ابتداء پیدا کرنے کی بہ نسبت کچھ مشکل نہیں ہے اور جب وہ ابتداء پیدا کر سکتا ہے تو دوبارہ بھی ضرور پیدا کر سکتا ہے اور جب تم اس کا اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان موت و حیات اور سمع و بصر یعنی سننے اور دیکھنے کی قوتیں سب کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا وہی ہے تو ظاہر ہے کہ مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دینا اور دہرا دینا بھی اسی کا فعل ہو سکتا ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی زبانی جب وہ خود اس دہرانے کی خبر دیتا ہے تو اس کے تسلیم میں کیا عذر ہے اور تم اس قادر معبود کو چھوڑ کر عاجز معبودوں کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو۔

کیا تمہارے مصنوعی معبود تعلیم وہدایت دے سکتے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جاتا ہے کہ آپ ان سے یہ کہئے کہ اچھا اسے جانے دو۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ میں تم سے ایک معمولی بات پوچھتا ہوں تم یہ تو بتلاؤ کیا تمہارے معبودوں میں کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف ہدایت کر سکے۔ یعنی دینی اور دنیوی منافع کی تعلیم دے سکے اور مضرت و نقصان سے بچنے کی تدبیر بتلا سکے۔ تم سوچو کہ کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے یا وہ جو حق کی طرف ہدایت کرنا تو درکنار خود بھی صحیح راستہ نہیں معلوم کر سکتا۔ اس کا اتباع کیا جائے اس کا جواب عقل صحیح یہی دے گی کہ جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ قابل اتباع ہے نہ کہ وہ جو خود بھی راہ نہ پا سکے تو جب واقعہ یہ ہے تو اے مشرکین تم کیسا الٹا فیصلہ کرتے ہو کہ ہادی کو چھوڑ کر ایسوں کا اتباع کرتے ہو جو خود بھی راہ نہیں پا سکتے۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مشرکین کے معبود ہرگز قابل پرستش نہیں۔

باطل خیالات کی پیروی

پھر آگے اس حقیقت کو بھی بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین میں سے بہت سے لوگ کسی دلیل سے اپنے باطل معبودوں کی پرستش نہیں کرتے بلکہ صرف ایک خیال باطل کے پیرو ہیں جس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے اور بہت سے اس واسطے کہا گیا کہ بعض بعض مشرکین تو خود بھی سمجھتے ہیں کہ وہ قابل پرستش نہیں مگر ضد سے اس پر جمے ہوئے ہیں۔ تو یہ مشرکین محض بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور بے دلیل حق کو جھٹلا رہے ہیں اور ان کا یہ گمان کہ یہ بت ہماری شفاعت کریں گے۔ خیال باطل ہے۔ پس ضرورت ہے کہ وہ اپنے خیال باطل کو چھوڑ کر امر حق کو تسلیم کریں اور جب وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کو واضح رہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں سے خوب واقف ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ان کے جھوٹے وعدے اور بے دلیل اپنے گمان کی پیروی اور ان کی بدکاریاں خدا سے مخفی نہیں۔ اس لئے وہ ان سے ان کے اعمال اور افعال پر مواخذہ کرے گا اور سزا دے گا۔

خلاصہ یہ کہ نہایت استدلالی اور برہانی شکل میں توحید و الوہیت باری تعالیٰ کو ثابت کیا گیا اور شرک کی بیخ کنی کی گئی اور ابطال شرک پر ایسے دلائل قائم فرمائے کہ جن کے جواب سے مشرکین بھی عاجز تھے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اسلام کی جو صراط مستقیم ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلا دی ہے اسی صراط مستقیم پر ہم کو تا زندگی قائم رہنے کی استقامت عطا فرما۔ یا اللہ اس وقت جو طرح طرح کی گمراہیاں اور فتن پھیل رہے ہیں ہمیں ان سب سے بچنے اور دین حق پر قائم رہنے کی ہدایت نصیب فرما۔ یا اللہ اس وقت بے اصل خیالات پر چلنے کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس پر ہم کو تنبہ عطا فرما اور ہم کو حقیقی اسلام کی راہ حق پر خود چلنے اور دوسروں کو بھی چلانے کی توفیق حسن عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ

اور یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو اُن کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے قبل (نازل) ہو چکی ہیں۔

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے۔اس میں کوئی بات شک کی نہیں رب العلمین کی طرف سے ہے۔کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو افترا کر لیا ہے۔

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورۃ (بنا) لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو اُن کو بُلا لو اگر تم سچے ہو۔

صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ

بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔جو لوگ ان سے پہلے

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

ہوئے ہیں اسی طرح انہوں نے بھی جھٹلایا تھا سو دیکھ لیجئے کہ ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔اور ان میں سے بعض

يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾

ایسے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لے آویں گے اور بعضے ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لاویں گے۔اور آپ کا رب مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔

وَ اور	مَا كَانَ نہیں ہے	هٰذَا یہ۔اس	الْقُرْاٰنُ قرآن	اَنْ يُّفْتَرٰى کہ وہ بنالے	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے بغیر	وَلٰكِنْ اور لیکن	
تَصْدِيْقَ تصدیق	الَّذِيْ اس کی جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے	وَتَفْصِيْلَ اور تفصیل	الْكِتٰبِ کتاب	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں	فِيْهِ اس میں		
مِنْ سے	رَبِّ رب	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان	اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ وہ اسے بنالایا ہے	قُلْ آپ کہدیں	فَاْتُوْا پس لے آؤ تم	
بِسُوْرَةٍ ایک ہی سورت	مِثْلِهٖ اس جیسی	وَادْعُوْا اور بلالو تم	مَنِ جسے	اسْتَطَعْتُمْ تم بلاسکو	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اِنْ اگر	
كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	بَلْ بلکہ	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِمَا وہ جو	لَمْ يُحِيْطُوْا نہیں پابو پایا	بِعِلْمِهٖ اس کے علم پر	وَلَمَّا اور ابھی نہیں	
يَاْتِهِمْ انکے پاس آئی	تَاْوِيْلُهٗ اسکی حقیقت	كَذٰلِكَ اسی طرح	كَذَّبَ جھٹلایا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	فَانْظُرْ پس آپ دیکھیں		
كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَنْ جو	يُّؤْمِنُ ایمان لائینگے	بِهٖ اس پر	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے
مَنْ جو	لَا يُؤْمِنُ نہیں ایمان لائیں گے	بِهٖ اس پر	وَ اور	رَبُّكَ تیرارب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِالْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والوں کو		

قرآن کریم کا اعجاز وصداقت: گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ مشرکین محض بے اصل خیالات کی پیروی کرتے ہیں۔ان آیات میں قرآن شریف کا ذکر فرمایا کہ آج دنیا میں یہی ایک کتاب صحیح راستہ بتلانے والی اور گمان ووہم کے مقابلہ میں سچے حقائق پیش کرنے والی ہے جو انسانوں

کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے۔لہذا اس قرآن کی طرف آنا چاہئے جو حق کی ہدایت اور تعلیم کرتا ہے تو ان آیات میں قرآن کریم کے اعجاز کا بیان ہے۔جس سے مقصود اثبات نبوت ہے اور مشرکین کے ایک شبہ اور اعتراض کو بھی رفع کرنا ہے جو ان کو قرآن کے کلام خداوندی اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر تھا۔مشرکین قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں سمجھتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے۔حق تعالیٰ جل شانہ نے ان آیات میں بتایا کہ یہ قرآن کسی غیر اللہ کی بنائی ہوئی کتاب نہیں یہ تو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔یہ خدا کا کلام ہے۔بشر کا کلام نہیں۔اس کے علوم و معارف۔احکام و قوانین اور معجزات فصاحت و بلاغت پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ یہ قرآن وہ کتاب نہیں جو خداوند قدوس کے سوا کوئی دوسرا شخص بنا کر پیش کر سکے۔

صداقت قرآن کے چار دلائل

۱......پہلی دلیل یہ دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔یہیں پرورش پائی۔جوان ہوئے۔درمیانی عمر کو پہنچے نہ کسی سے پڑھا نہ لکھا۔اس کے باوجود ایک ایسی کتاب پیش کی جس میں گذشتہ آسمانی کتابوں کے تمام اصول کی تائید و تصدیق ہے۔جو عقائد اور اصول احکام دوسری آسمانی کتابوں میں موجود تھے وہی اس میں موجود ہیں۔اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر تحصیل علم کئے اور بلا پڑھے لکھے کیسے معلوم ہو گیا کہ سابقہ کتب میں یہی احکام و عقائد بیان کئے گئے ہیں۔

۲......دوسری دلیل یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے جو احکام مقرر کر دیئے ہیں ان کی پوری تفصیل قرآن میں ہے یعنی معنوی اعتبار سے بھی قرآن کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہے کیونکہ اس کے اندر جو تعلیم دی گئی ہے وہ فطرت الٰہیہ اور قانون فطرت کے موافق ہے۔

۳......تیسری دلیل یہ دی گئی کہ قرآن کے الفاظ' الفاظ کی ترکیب' کلام کی رفتار' احکام کی تفصیل' گذشتہ واقعات کے بیان' آئندہ امور کے متعلق پیشین گوئی' اللہ کی ذات و صفات کے متعلق عقیدہ' قیامت' حشر و نشر' عذاب و ثواب کے متعلق توضیح۔غرض اس کے کل مضامین میں عاقل کو سر مو شک کی گنجائش نہیں۔ایسا جامع' بلیغ پر حکمت اور نور صداقت سے بھرا ہوا کلام رب العالمین ہی کا ہو سکتا ہے۔قرآن نے جو قواعد اصلاح مقرر کئے ان سے بہتر قوانین آج تک دنیا کے عقلاء نہ پیش کر سکے۔قرآن نے گذشتہ واقعات کی جو تفصیل کی اہل تاریخ اس سے انکار نہ کر سکے۔قرآن نے آئندہ امور کے متعلق جو پیشین گوئیاں کیں واقعات نے ان کو صحیح ثابت کر دیا۔قرآن نے اصلاح بشری کے لئے جن باتوں کی تعلیم دی اہل حق نے ان کے اصلاحی ہونے کو تسلیم کیا۔یہ تمام امور بتا رہے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

۴......چوتھی دلیل یہ پیش کی گئی کہ یہ قرآن دعوت مقابلہ دے رہا ہے۔جس کسی کو شک ہو وہ مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔اپنے تمام مددگاروں کو بلا لے اور سب سے درخواست کرے کہ بالاتفاق کوئی حصہ کلام جو قرآن کی ایک ہی سورت کے برابر ہو اس کی طرح بنا کر لے آؤ۔لہذا کوشش کرو کہ ایک ہی قرآن جیسی سورت بنا لو۔جب یہ نہیں کر سکتے تو قائل ہو جاؤ کہ یہ خدائے قدوس کا کلام ہے۔

کفار و مشرک سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں

آگے کفار کی حالت بتلائی جاتی ہے کہ ان کفار نے قرآن کو سننے کے ساتھ ہی بلا سوچے سمجھے تکذیب کر دی حالانکہ ان کو سوچنا سمجھنا اور غور کرنا چاہئے تھا۔قرآنی حقائق و علوم کی تحقیق کرنی چاہئے تھی اس کے بعد جو بھی فیصلہ کرتے کرتے۔پھر آئندہ واقعات کے متعلق پیشین گوئیوں کے جانچنے کا تو ان کو موقع ہی نہ آیا تھا۔باوجود موقع نہ آنے کے ان کی بھی تکذیب کر بیٹھے۔انہوں نے وہی رنگ ڈھنگ اختیار کیا جو ان سے پہلے دوسری قومیں اختیار کر چکی تھیں۔جو سلوک سابقہ اقوام نے اپنے زمانہ کے انبیاء سے کیا وہی کفار عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔یہ انہی کے نقش قدم پر چلے لہذا نتیجہ بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔جو نتیجہ سابقہ اقوام کا ہوا وہی ان کا ہو گا۔ان کا نام و نشان مٹ گیا ان کا بھی مٹ جائے گا۔

جو غور و فکر کرنیوالے ہیں وہ ضرور ایمان لائینگے

پھر آخر میں ایک پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے کہ آگے چل کر ان کفار میں سے بعضے ایسے ہیں جو قرآن پر ایمان لے آدیں گے اور اسلام کو قبول کر لیں گے اگرچہ اس وقت معاند اور کافر ہیں لیکن بعض لوگ بدستور کفر پر قائم رہیں گے اور خدا ہی کو معلوم ہے کہ کون کفر پر جما رہے گا اور شرک کا فساد اور کفر کی تباہی پھیلانے پر تلا رہے گا۔اللہ ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے ان کے حرکات بد کی ضرور سزا دے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ

اور اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا تم میرے کئے ہوئے کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے

مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا

کا جواب دہ نہیں ہوں، اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو (ظاہر میں) آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں۔ کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو۔

يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾

اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ (ظاہراً) آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ تو پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْــــًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾

یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں۔

وَ اور	اِنْ اگر	كَذَّبُوْكَ وہ آپ کو جھٹلائیں	فَقُلْ تو کہہ دیں	لِيْ میرے لئے	عَمَلِيْ میرے عمل	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	عَمَلُكُمْ تمہارے عمل	
اَنْتُمْ تم	بَرِيْٓــُٔوْنَ جواب دہ نہیں	مِمَّا اسکے جو	اَعْمَلُ میں کرتا ہوں	وَاَنَا اور میں	بَرِيْٓءٌ جواب دہ نہیں	مِمَّا اس کا جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	
مِنْهُمْ ان میں سے	مَنْ جو	يَسْتَمِعُوْنَ کان لگاتے ہیں	اِلَيْكَ آپ کی طرف	اَفَاَنْتَ تو کیا تم	تُسْمِعُ سناؤ گے	الصُّمَّ بہرے	وَلَوْ خواہ	
كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ وہ عقل نہ رکھتے ہوں	وَمِنْهُمْ اور ان سے	مَنْ جو	يَنْظُرُ دیکھتے ہیں	اِلَيْكَ آپ کی طرف	اَفَاَنْتَ پس کیا تم	تَهْدِي راہ دکھادو گے		
الْعُمْيَ اندھے	وَلَوْ خواہ	كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھتے نہ ہوں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يَظْلِمُ ظلم نہیں کرتا	النَّاسَ لوگ	شَيْــًٔا کچھ بھی	
	وَلٰكِنَّ اور لیکن	النَّاسَ لوگ	اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ پر	يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے ہو				

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان اندھوں اور بہروں کے ایمان نہ لانے سے آپ پر کچھ نہیں

باوجود واضح اور قطعی دلائل کے کفار و منکرین جو اسلام نہیں قبول کرتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر جمے ہوئے تھے تو طبعاً اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے یہاں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے اور آپ کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبیؐ اب بھی اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور نہیں مانتے تو آپ صاف صاف کہہ دیجئے کہ میں تو اپنا فرض ادا کر چکا۔ تم سمجھانے پر نہیں مانتے تو اب میرا اور تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ تم اپنے عمل کے ذمہ دار ہو میں اپنے عمل کا۔ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں میرے اعمال میرے ساتھ ہیں۔ جیسا تم کرو گے تم پاؤ گے میں جیسا کروں گا میں پاؤں گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ بعض لوگ بظاہر قرآن شریف اور آپ کا کلام مبارک سنتے ہیں اور آپ کے معجزات و کمالات دیکھتے ہیں مگر دیکھنا اور سننا وہ نافع ہے جو دل کے کانوں اور دل کی آنکھوں سے ہو۔

یہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ آپ دل کے بہروں کو اپنی بات سنا دیں۔ حالانکہ وہ سخت بہرہ پن کی وجہ سے قطعاً کسی کلام کو نہ سمجھ سکتے ہوں۔ یا دل کے اندھوں کو راہ حق دکھلا دیں جب کہ انہیں کچھ بھی نہ سوجھتا ہو۔ یعنی ایسے اندھے اور بہرے جو علاوہ نہ سننے اور دیکھنے کے ہر قسم کی سمجھ بوجھ سے بھی محروم ہیں ان کو آپ کس طرح سنا اور دکھا کر منوا سکتے ہیں۔ لہٰذا کچھ فکر نہ کیجئے جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا

یعنی جن کے دل میں اثر نہیں ہوتا یہ انہیں کی تقصیر ہے کہ اپنے حواس اور فہم کو بگاڑ کر ان کے فوائد سے محروم ہو جاتے ہیں خود اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے انہوں نے اپنے فہم وادراک کو تباہ کرلیا ہے ورنہ اصل فطرت سے تو ہر انسان کو اللہ نے سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد بخشی ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ظاہری آنکھوں سے دیکھنا جیسا کہ کفار مکہ نے دیکھا حصول نجات کے لئے کافی نہ ہوا بلکہ چشم بصیرت اور باطنی آنکھوں سے دیکھنا جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے دیکھا تمام سعادتوں کے حصول کا سرچشمہ ہوا۔

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ کان اور آنکھ انسان کو حصول سعادت میں اسی وقت مدد کر سکتے ہیں جب ان کے ساتھ دل بھی متوجہ ہو۔ ورنہ کانوں اور آنکھوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ ایک سننا اس طرح کا ہوتا ہے جیسے جانور بھی آواز سن لیتا ہے دوسرا سننا وہ ہوتا ہے جس میں مطلب، معنیٰ اور مفہوم کی طرف توجہ ہو اور دل میں عزم اور ارادہ صحیح اور سچی بات کو تسلیم کرنے کا ہو۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ان ظاہری کانوں اور آنکھوں کے ساتھ ہمیں باطنی دل کے کان اور دل کی آنکھ بھی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمارا سننا اور دیکھنا حصول سعادت کا ذریعہ بنا دے۔ اور جو احکام ہم آپ کے سنیں ان پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرما دے۔ یا اللہ بیشک آپ تو کسی پر ظلم نہیں فرماتے لیکن ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ یا اللہ ہم کو دین کی فہم اور سمجھ عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ

اور اُن کو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ تعالیٰ اُن کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ گویا وہ سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے

خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٤٥﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي

واقعی (اس وقت سخت) خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے۔ اور جس (عذاب) کا اُن سے ہم وعدہ کر رہے ہیں

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ

اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپکو دکھلادیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں سو ہمارے پاس تو اُن کو آنا ہی ہے پھر اللہ اُن کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہے۔ اور ہر ہر

أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَآءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾

اُمت کیلئے ایک حکم پہنچانے والا ہے۔ سو جب ان کا وہ رسول آ چکتا ہے اُن کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

وَيَوْمَ اور جس دن	يَحْشُرُهُمْ جمع کریگا انہیں	كَأَنْ گویا	لَّمْ يَلْبَثُوٓا وہ نہ رہے تھے	إِلَّا مگر	سَاعَةً ایک گھڑی	مِّنَ النَّهَارِ دن سے	
يَتَعَارَفُونَ وہ پہچانیں گے	بَيْنَهُمْ آپس میں	قَدْ خَسِرَ البتہ خسارہ میں رہے	الَّذِينَ وہ لوگ	كَذَّبُوا انہوں نے جھٹلایا	بِلِقَآءِ اللّٰهِ اللہ سے ملنے کو		
وَمَا كَانُوا وہ نہ تھے	مُهْتَدِينَ ہدایت پانیوالے	وَإِمَّا اور اگر	نُرِيَنَّكَ ہم تجھے دکھادیں	بَعْضَ بعض	الَّذِي وہ جو	نَعِدُهُمْ وعدہ کرتے ہیں ہم ان سے	
أَوْ یا	نَتَوَفَّيَنَّكَ ہم تمہیں اٹھالیں	فَإِلَيْنَا پس ہماری طرف	مَرْجِعُهُمْ ان کا لوٹنا	ثُمَّ پھر	اللّٰهُ اللہ	شَهِيدٌ گواہ	عَلَىٰ پر	مَا يَفْعَلُونَ جو وہ کرتے ہیں
وَلِكُلِّ اور ہر ایک کیلئے	أُمَّةٍ امت	رَّسُولٌ رسول	فَإِذَا پس جب	جَآءَ آگیا	رَسُولُهُمْ ان کا رسول	قُضِيَ فیصلہ کردیا گیا	
بَيْنَهُمْ انکے درمیان	بِالْقِسْطِ انصاف کیساتھ	وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُونَ ظلم نہیں کئے جاتے				

قیامت کے دن کافروں کی حسرت

ان آیات میں اغراض عن الحق کی سزا اور وہ کیفیت حسرت بیان فرمائی جاتی ہے جو قیامت کے دن ان منکرین کو پیش آئے گی۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ باوجود اس دنیا میں بڑی بڑی طویل عمریں پانے کے جب وہ حشر میں اٹھائے جائیں گے تو محشر کے ہولناک احوال و حوادث کو دیکھ کر عمر بھر کا عیش و آرام اس قدر حقیر اور قلیل نظر آئے گا گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہ تھے اور افسوس کریں گے کہ ساری عمر کیسی فضول اور بے کار گزری۔ نیز وہاں کے مصائب دیکھ کر خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں کچھ مدت قیام ہی نہ ہوا جو یہ وقت آ گیا۔ گھڑی دو گھڑی ٹھہرے اور یہاں آ پھنسے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ عالم برزخ میں ٹھہرنے کی مدت کو ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے۔ واللہ اعلم بہرحال میدان حشر میں جب جمع ہوں گے تو ایک دوسرے کو پہچانیں گے مگر ایک دوسرے کے کام نہ آ سکیں گے۔ نفسی نفسی پڑی ہوگی بھائی بھائی کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آئے گا اور میدان حشر میں ان کو علم ہوگا کہ جو لوگ خدا کے سامنے جانے اور دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے منکر تھے وہ راستی پر نہ تھے۔ اب وبال اٹھانا ان کے لئے لازم ہے اور دنیوی زندگی کی تجارت میں ان کو نقصان ہوا۔ نفع نہ ملا۔ باقی جنہوں نے لقاء اللہ کی تصدیق کی اور سیدھی راہ پر چلے وہ سراسر فائدہ میں ہوں گے۔ تو منکرین کے عذاب کا اصلی وقت تو یوم حشر ہی ہوگا اور دنیا میں ان پر عذاب واقع ہونا سو اس کی نسبت بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے کفار کو عذاب دینے کے جو وعدے کئے ہیں خواہ ان

میں سے بعض وعدے کسی حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پورے کر کے دکھلا دیئے جائیں جیسے "بدر" وغیرہ دکھا دیا۔ یا آپ کی وفات ہو جائے اس لئے آپ کے سامنے ان میں سے بعض کا ظہور نہ ہو۔ بہرصورت یہ یقینی ہے کہ وہ سب پورے ہو کر رہیں گے۔ اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کفار کو سزا نہ دی گئی تو آخرت میں ملے گی۔ اللہ سے بچ کر کہاں بھاگ سکتے ہیں۔ سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے اور ان کے تمام اعمال سے خدا تعالیٰ خوب واقف ہے۔

جزا وسزا ضابطہ کے مطابق ہوگی

آگے ایک عام ضابطہ اور قانون عذاب وسزا دینے کا بیان فرمایا جاتا ہے کہ ہر جماعت اور فرقہ کے پاس خدا کے احکام پہنچانے والے ہادی بھیجے گئے ہیں تا کہ خدا کی حجت تمام ہو۔ اتمام حجت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ لوگ عمل پہلے سے کرتے ہیں مگر دنیا میں ان کو سزا ہادی پہنچنے اور حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے۔ خدا کے ہاں یہ ظلم اور اندھیر نہیں کہ بغیر پہلے سے آگاہ کرنے اور جرم ثابت ہونے کے مجرموں کو فیصلہ سنا دیا جائے۔ قیامت میں بھی باقاعدہ پیشی ہوگی۔ فرد جرم لگائے جائیں گے گواہ پیش ہوں گے۔ ہر ہر قوم اور امت کے ساتھ ان کے پیغمبر اور ہادی موجود ہوں گے۔ ان کے بیانات وشہادت وغیرہ کے بعد نہایت انصاف سے فیصلہ ہوگا۔ گویا پوری طرح تبلیغ احکام اور اتمام حجت کے بعد سرکشوں اور باغیوں کو سزا دی جاتی ہے۔ اس طرح اجرائے سزا میں کوئی سوال ہی ظلم وزیادتی کا باقی نہیں رہ جاتا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو آخرت کی وہ فکر نصیب فرما کہ ہم کسی آن اس سے غافل نہ ہوں۔ یا اللہ میدان حشر کی ذلت اور رسوائی سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھئے اور اس وقت کے پچھتانے اور حسرت وافسوس کرنے سے ہم کو بچایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔آپ فرمادیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کیلئے تو کسی نفع کے حاصل کرنے کا اور کسی ضرر کے دفع کرنے کا اختیار رکھتا ہی نہیں

وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔ ہر امت کے (عذاب کے) لئے (اللہ کے نزدیک) ایک معین وقت ہے سو جب ان کا وہ وقت معین آپہنچتا ہے تو

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا

ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔آپ فرمادیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب رات کو آپڑے یا دن کو

مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَقَدْ

تو یہ بتلاؤ کہ عذاب میں کون چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اسکو جلدی مانگ رہے ہیں۔کیا پھر جب وہ آہی پڑے گا (اس وقت) اس کی تصدیق کروگے ہاں اب مانا حالانکہ

كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ

تم اُس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو

تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾

تم کو تو تمہارے ہی کیئے کا بدلہ ملا ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	مَتٰى کب	هٰذَا یہ	الْوَعْدُ وعدہ	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	قُلْ آپ کہدیں	
لَآ اَمْلِكُ نہیں مالک ہوں میں	لِنَفْسِيْ اپنی جان کیلئے	ضَرًّا کسی نقصان	وَلَا نَفْعًا اور نہ نفع	اِلَّا مگر	مَا جو	شَآءَ اللّٰهُ چاہے اللہ		
لِكُلِّ اُمَّةٍ ہرایک امت کیلئے	اَجَلٌ ایک وقت مقرر	اِذَا جب	جَآءَ آجائے گا	اَجَلُهُمْ ان کا وقت	فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ پس نہ تاخیر کریں گے وہ			
سَاعَةً ایک گھڑی	وَ اور	لَا نہ	يَسْتَقْدِمُوْنَ جلدی کریں گے وہ	قُلْ آپ کہدیں	اَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو	اِنْ اَتٰىكُمْ اگر تم پر آئے		
عَذَابُهٗ اس کا عذاب	بَيَاتًا رات کو	اَوْ نَهَارًا یا دن کے وقت	مَّاذَا کیا ہے وہ	يَسْتَعْجِلُ جلدی کرتے ہیں	مِنْهُ اس سے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم		
اَثُمَّ کیا پھر	اِذَا جب	مَا وَقَعَ واقع ہوگا	اٰمَنْتُمْ تم ایمان لاؤگے	بِهٖ اس پر	آٰلْئٰنَ اب	وَ اور	قَدْ كُنْتُمْ البتہ تم تھے	بِهٖ اس کی
تَسْتَعْجِلُوْنَ تم جلدی مچاتے	ثُمَّ پھر	قِيْلَ کہا جائیگا	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	ذُوْقُوْا تم چکھو	عَذَابَ عذاب		
الْخُلْدِ ہمیشگی	هَلْ کیا نہیں	تُجْزَوْنَ تمہیں بدلہ دیا جاتا	اِلَّا مگر	بِمَا وہ جو	كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ تم کماتے تھے			

جب عذاب کا وقت آپہنچے گا تو آئے گا

کفار مکہ تو دوبارہ قیامت میں زندہ ہوکر اٹھائے جانے کو یعنی حشر نشر کو اور پھر جزاوسزا اور عذاب وثواب کو مانتے نہ تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے یا آپ کے صحابہ کرام سے عذاب کی وعیدیں سنتے تو بقصد تکذیب یوں کہتے کہ جس عذاب کی تم ہم کو دھمکی دیتے ہو وہ کب آئے گا۔ اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب واقع کیوں نہیں کرا دیتے؟ کفار کا اس طرح سوال کرنا اور ان کے اس سوال کے جواب میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و مشرکین کہتے ہیں کہ جو عذاب آنے کی دھمکیاں دیتے ہو یہ محض بے اصل ہیں اگر واقعی سچے ہو تو عذاب کو کیوں نہیں لے آتے؟ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ عذاب بھیجنا خدا کا کام ہے۔ میرے قبضہ اور اختیار میں نہیں۔ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع کے حاصل کرنے کا اور کسی ضرر کے دفع کرنے کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔ پس جب خاص اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کے نفع نقصان کا کیونکر ہوں گا پس عذاب واقع کرنا میرے اختیار میں نہیں اور بات یہ ہے کہ ہر امت کے عذاب کے لئے اللہ کے نزدیک ایک وقت معین ہے سو جب ان کا وہ معین وقت آ پہنچتا ہے تو اس وقت عذاب واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تمہارے عذاب کا بھی وقت معین ہے اور جو میعاد خدا کے علم میں مقرر ہے جب میعاد پوری ہو کر اس کا وقت پہنچ جائے گا اس سے ایک گھڑی آگے پیچھے نہیں سرک سکتے۔

منکر و کفار عذاب الٰہی کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے

آگے بتلایا گیا کہ وہ جو یہ فرمائش کرتے ہیں کہ جو کچھ ہونا ہے جلدی ہو جائے تو اس کے متعلق فرما دیجئے کہ اگر رات کو سوتے ہوئے یا دن میں جب تم دنیا کے دھندوں میں مشغول ہو اگر اچانک خدا کا عذاب آ دبائے تو مجرم جلدی کر کے کیا بچاؤ کر سکیں گے؟ جب بچاؤ نہیں کر سکتے پھر وقت پوچھنے اور جلدی مچانے سے کیا فائدہ؟

منکرین کو عذاب آنے کا یقین نہیں

درحقیقت ان کا عذاب کے لئے جلدی کرنا اس بنا پر ہے کہ انہیں اس کے آنے کا یقین نہیں۔ انہیں اس وقت یقین ہوتا تو فائدہ ہو سکتا تھا کہ بچنے کی کوشش کرتے۔ عذاب آچکنے کے بعد یقین آیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ اس وقت خدا کی طرف سے کہہ دیا جائے گا کہ اچھا اب قائل ہوتے ہو اور پہلے سے جھٹلاتے رہے اس وقت اقرار کرنے سے اور اس وقت کے ایمان و یقین سے کچھ نفع نہیں جیسے سمندر میں غرق ہوتے وقت فرعون نے کہا تھا اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَاَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی خدا نہیں بجز اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلموں میں داخل ہوتا ہوں مگر حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ایمان قبول نہیں ہوا اور جواب دیا گیا کہ اب تو ایمان لاتا ہے اب تک تو سرکشی ہی کرتا رہا اور مفسدوں ہی میں شامل رہا۔ جس کا ذکر اسی سورت میں آگے ان شاء اللہ آئے گا۔ حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی رہتا ہے جب تک کہ وہ غرغرۂ موت میں گرفتار نہ ہو جائے یعنی غرغرۂ موت کے وقت کا ایمان اور توبہ اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔ اسی طرح دنیا میں وقوع عذاب سے پہلے پہلے توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ جب عذاب سر پر آ پڑے تو پھر توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اسی سورت کے اخیر میں قوم یونس علیہ السلام کا جو واقعہ آ رہا ہے کہ ان کی توبہ قبول کر لی گئی تو وہ اسی ضابطہ کے ماتحت ہے کہ انہوں نے عذاب کے ابتدائی آثار کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر سچے دل سے توبہ کر لی اس لئے عذاب ہٹا لیا گیا۔ اگر عذاب ان پر واقع ہو جاتا تو پھر توبہ قبول نہ ہوتی۔ یہ تو رہا دنیا میں قبول ایمان کا معاملہ اور پھر قیامت میں جو کفر و شرک اور تکذیب کرتے رہتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ اس کا مزہ چکھتے رہو۔ جو کفر و شرک اور تکذیب کرتے رہتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ اس کا مزہ چکھتے رہو۔ جو کفر و معصیت ساری عمر دنیا میں کماتے رہے اسی کی یہ سزا پا رہے ہو۔

خلاصہ یہ کہ کفار کی جہالت کا یہاں اظہار کیا جاتا ہے اور اس امر کی صراحت کہ نفع اور نقصان کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ گو کارخانۂ قدرت کا کوئی مالک اور متصرف نہیں۔ ہاں اللہ نے اپنی مشیت سے جس کو جتنا اختیار دیا ہے اتنا ہی اس کو حاصل ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ کا عذاب کفار اور مشرکین کے لئے خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اس کا وقوع یقینی ہے اس لئے پہلے سے اس سے بچنا ضروری ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ قرآن پاک نے جن باتوں کی خبر دی ہے ان پر ہم کو کامل یقین اور ایمان نصیب فرما۔ یا اللہ ہماری آنکھیں اس دنیا میں آخرت کے لئے کھول دے اور مرنے سے پہلے آخرت کا زادِ راہ تیار کرنے کی فکر نصیب فرما دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ

اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ وہ واقعی امر ہے۔اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

اور اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا (مال) ہو کہ ساری زمین میں بھر جاوے تب بھی اس کو دے کر اپنی جان بچانے لگے۔اور جب عذاب دیکھیں

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا

گے تو پشیمانی کو پوشیدہ رکھیں گے۔اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا۔اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں

فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

سب اللہ ہی کی مِلک ہیں۔یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے۔

هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

وہی جان ڈالتا ہے وہ جان نکالتا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے۔

وَ اور	يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ آپ سے پوچھتے ہیں	اَحَقٌّ کیا سچ ہے	هُوَ وہ	قُلْ آپ کہدیں	اِىْ وَرَبِّىْٓ ہاں میرے رب کی قسم	اِنَّهٗ بیشک وہ	
لَحَقٌّ ضرور سچ	وَمَا اور نہیں	اَنْتُمْ تم ہو	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کرنے والے	وَلَوْ اور اگر	اَنَّ ہو	لِكُلِّ ہر ایک کیلئے	نَفْسٍ شخص
ظَلَمَتْ اس نے ظلم کیا	مَا جو کچھ	فِى الْاَرْضِ زمین میں	لَافْتَدَتْ البتہ فدیہ دے دے	بِهٖ اس کو	وَاَسَرُّوا اور وہ چھپے چھپکے ہوں گے		
النَّدَامَةَ پشیمان	لَمَّا جب	رَاَوُا وہ دیکھیں گے	الْعَذَابَ عذاب	وَقُضِىَ اور فیصلہ ہوگا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ	
وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کئے جائیں گے	اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ بیشک	لِلّٰهِ مَا اللہ کیلئے جو	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچ	وَلٰـكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ جانتے نہیں	هُوَ وہی
يُحْىٖ زندگی دیتا ہے	وَيُمِيْتُ اور مارتا ہے	وَاِلَيْهِ اور اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے				

بعث بعد الموت میں شک کرنیوالوں کی حیرت

ان آیات میں منکرین میں سے ان لوگوں کی بات نقل کی جارہی ہے جو تعلیمات اسلامیہ اور عقائد قرآنیہ کا صاف انکار تو نہیں کرتے تھے البتہ ان کو تردد اور تامل ضرور تھا۔وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و دیانت پر غور کرتے تو ان کا دل کہتا کہ سچے کی زبان سے جھوٹی بات نہیں نکل سکتی لیکن پھر جب دیکھتے کہ آپ کی دعوت ایسی باتوں کا یقین دلاتی ہے جن سے وہ اور ان کے باپ دادا یکسر وقطعاً نا آشنا رہے ہیں تو ان کی طبیعت رکتی اور شک و حیرت میں مبتلا ہو جاتے اور پوچھنے لگتے کیا جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں فی الحقیقت ایسا ہی ہے؟ کیا یہ سچ ہے کہ موت کے بعد پھر ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے کیا واقعی ریزہ ریزہ ہو کر اور خاک میں مل کر پھر از سرِ نو ہم کو موجود کیا جائے گا؟ گویا انہیں تعجب اور حیرت تھی کہ مرنے اور مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد

تمام ذرات کال کراور پھر مجسم ہوکر زندہ ہونا کس طرح ممکن ہے؟

منکرین قیامت کو جواب

اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ پرزور طریقہ پران سے کہہ دیجئے کہ تعجب کی کیا بات ہے۔ یہ چیز تو یقینا ہونے والی ہے اور اللہ کی قسم کے ساتھ کہہ دیجئے کہ قیامت کا دن ضرور ہوگا۔تم ذرہ ذرہ ہو جاؤ تمہاری خاک کا ریزہ ریزہ ہوکراڑ جائے یا کوئی دریا میں ڈوب جائے یا آگ میں جل جائے۔بہرحال تمہاری کوئی حالت روز قیامت کو آنے۔ذرات کوسمٹ کر مجسم ہونے اور دوبارہ زندہ ہوکر حساب کتاب کے بعد عذاب ثواب پانے سے نہیں روک سکتی۔کوئی کام قدرت الٰہی سے خارج نہیں وہ سب کچھ کرسکتا ہے اور تم میں اتنی قدرت نہیں کہ تم خدا کو اپنے پکڑنے سے عاجز کرسکو اور اس کے عذاب وقہر کو روک سکو تمہارا مرکر مٹی میں مل جانا اور ریزہ ریزہ ہو جانا خدا کو اس سے عاجز نہیں کرسکتا کہ وہ تم کو دوبارہ زندہ نہ کرسکے اور تمہیں کفر وشرک کے عذاب کا مزہ نہ چکھائے۔اور دیکھو کفر وشرک کا جرم اس قدر عظیم ہے کہ قیامت کے دن اگر کافر ومشرک کے پاس روئے زمین کا مال ومتاع ہو تو وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کے لئے یہ سب کچھ فدیہ دینے کیلئے تیار ہوگا۔یہ منکر انسان آج جس دنیا کے پیچھے دیوانہ بنا ہوا ہے اور آخرت سے منہ موڑے ہوئے ہے کل کو عذاب آخرت سے رہائی کے لئے تمام خزائن اور اموال دنیا کو اپنی جان بچانے کے لئے بطور فدیہ دینے کو تیار ہوگا مگر اس وقت نہ ایسا ممکن ہے نہ یہ فدیہ قبول ہوگا منکرین قیامت عذاب آخرت کو اپنے سامنے دیکھ کر دلوں میں بہت پشیمان ہوں گے کہ افسوس ہم نے رسول کا فرمان نہ مانا اور ان کی تعلیمات کو قبول نہ کیا۔لیکن وقت گزر جانے کے بعد پشیمانی کا کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔بس اس وقت تو جزاوسزا کا فیصلہ ہوگا۔فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جائے گا کوئی مجرم نہ بھاگ سکتا ہے نہ رشوت دے کر چھوٹ سکتا ہے۔

ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے اسی کے تصرف میں ہے اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔لہذا قیامت کا وعدہ بھی برحق ہے لیکن بدفہمی اور غفلت سے اکثر لوگ ان حقائق کو نہیں سمجھتے۔اس لئے جو زبان پر آئے بک دیتے ہیں اور جو جی میں آئے کرتے ہیں جبکہ یہ بات بدیہی ہے کہ سب کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔پھر مارتا بھی وہی ہے تو جب جلانا اور مارنا اسی کا فعل ہے تو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے پاس لوٹ کر جانے سے انکار کیا جاوے۔تم یقینا مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور حساب کتاب ہوگا اور جزاوسزا ہوگی لہذا آخرت کو حق سمجھو اور اس کے لئے بجائے شک کرنے کے تیاری کرو۔ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ وقوع قیامت کا پرزور دلیل کے ساتھ اثبات فرمایا جا رہا ہے اور کفار کی جو حالت قیامت میں ہوگی اس کا اظہار کیا گیا مگر اس وقت کی ندامت اور پشیمانی بے سود ہوگی۔ساتھ ہی عدل الٰہی کی صراحت اور ہمہ گیر قدرت کی توضیح فرمائی گئی۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم قیامت وآخرت پر ایمان رکھتے ہوئے آخرت سے غافل ہیں اور دنیا کی زندگی میں منہمک ہیں اور آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔

یا اللہ اس جہل اور غفلت کو ہمارے دلوں سے دور فرمادے اور ہماری آنکھیں آخرت کی طرف سے کھول دے۔

یا اللہ یہ دنیا آخرت کی کمائی کی جگہ ہے ہم کو یہاں ذخیرہ آخرت جمع کرنے کی توفیق عطا فرما اور میدان حشر میں سرخروئی کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں اُن کیلئے شفا ہے

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ

اور رہنمائی کرنیوالی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔آپ کہہ دیجئے کہ لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے۔

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

وہ اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں۔

يَآيُّهَا اے	النَّاسُ لوگو	قَدْ جَآءَتْكُمْ تحقیق آگئی تمہارے پاس	مَّوْعِظَةٌ نصیحت	مِّنْ سے	رَّبِّكُمْ تمہارا رب	وَشِفَآءٌ اور شفاء	لِّمَا اس کیلئے
فِي الصُّدُوْرِ سینوں میں	وَهُدًى اور ہدایت	وَرَحْمَةٌ اور رحمت	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	قُلْ آپ کہدیں	بِفَضْلِ فضل سے	اللّٰهِ اللہ	
وَبِرَحْمَتِهٖ اور اس کی رحمت	فَبِذٰلِكَ سو اس پر	فَلْيَفْرَحُوْا وہ خوشی منائیں	هُوَ وہ۔یہ	خَيْرٌ بہتر	مِّمَّا اس سے جو	يَجْمَعُوْنَ وہ جمع کرتے ہیں	

عذاب آخرت سے بچاؤ کا طریقہ

گزشتہ آیات میں وقوع قیامت' حساب کتاب' جزا و سزا کا پرزور دلیل کے ساتھ اثبات فرمایا گیا تھا۔اب تمام انسانوں کو خطاب کر کے عذاب آخرت سے نجات اور قیامت میں بدانجامی اور بداحوالی سے بچنے کا ذریعہ اور طریقہ بتلایا جاتا ہے کہ وہ قرآن ہے اور قرآن کے محاسن بیان فرمائے جاتے ہیں تا کہ قرآن پر ایمان و عمل کی ترغیب ہو۔

یہاں يَآيُّهَا النَّاسُ سے خطاب فرمایا گیا ہے جس سے مراد بعض مفسرین نے اہل مکہ کو لیا ہے لیکن لفظ ناس کی عمومیت کی بناء پر بعض مفسرین نے کہا ہے کہ کل دنیا کے انسانوں کی طرف روئے سخن ہے۔ چنانچہ دنیا بھر کے رہنے والے انسانوں کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے کہ اے انسانو! ہوشیار ہو جاؤ۔اللہ کی حجت اب تمام ہوگئی۔اللہ کی کتاب قرآن مجید اب تمہارے پاس آ پہنچی جو تمہارے لئے اول سے آخر تک موعظت اور حکمت بھی ہے اور سرتاسر پند و نصیحت بھی ہے۔جو تم کو مہلک۔مضر اور بری باتوں سے روکتی ہے اور شکوک و شبہات کی بیماری سے دل کو شفا بخشنے والی بھی ہے۔ وصول الی اللہ رضائے خداوندی اور حق کا راستہ بتاتی ہے اور گمراہی سے بچاتی ہے اور اپنے ماننے والوں کو دنیا اور آخرت میں رحمت الٰہیہ کا مستحق ٹھہراتی ہے جس کے اتباع کی برکت سے ظاہر و باطن اللہ کی رحمت و عنایت کا مورد بنتا ہے۔ پس افسوس ہے ان پر کہ جو اس نسخۂ شفا اور اس اکسیر اور کیمیا سے انحراف کرتے ہیں تم کو چاہیے کہ فوراً اس پر ایمان لاؤ۔اور ایسی کتاب کو حرز جان بناؤ۔ یہ قرآن آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل و برہان ہے لہذا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لاؤ۔

قرآن کریم کے چار اوصاف

پہلی صفت مَّوْعِظَةٌ فرمائی یعنی ایسی کتاب جو برائیوں سے روکنے اور نیکیوں کی ترغیب کے لئے ایک مکمل وعظ اور نصیحت نامہ ہے مَّوْعِظَةٌ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دل میں اتر جانے والی دلیلوں اور روح کو متاثر کرنے والے طریقوں سے تمام باتوں کی ترغیب دیتی ہے جو خیر و حق کی ہوں اور ان تمام باتوں سے روکتی ہے جو شر اور برائی کی ہوں۔

دوسری صفت قرآن کریم کی شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ فرمائی یعنی ایسی کتاب کہ اگر اس کی ہدایتوں کے موافق عمل اور عقیدہ ہو تو ہر قسم کے امراض قلب اور عوارض باطنی یعنی روحانی بیماریوں کو شفا ہو جائے۔ گویا یہ قرآن دل کی بیماریوں کیلئے نسخہ شفا ہے۔ انفرادی یا

اجتماعی طور پر جو بھی اس نسخۂ شفاء پر عمل کرے گا وہ ہر طرح کے مفاسد اور رذائل سے پاک ہو جائے گا۔

تیسری صفت قرآن کریم کی ھدًی فرمائی یعنی ایسی کتاب جو ہدایت اور رہنمائی کرنے والی ہے۔ چوتھی صفت رحمۃ فرمائی یعنی یہ قرآن اہل ایمان کے لئے ہدایت ہے کہ ان کو خدا تک پہنچنے کا راستہ بتاتا ہے اور اپنے پیروؤں کو خدا کی رحمت وعنایت کا مورد بناتا ہے اور بقدر اتباع کے رحمت الٰہیہ کے انوار و برکات کا نزول ہوتا ہے دنیا کو قرآن کے آنے سے ظلمات کفر وضلالت سے نجات ملی اور آخرت میں ظلمات نار سے نجات ملے گی۔ یہ کتاب پیغام رحمت ہے یعنی ظلم و عداوت، بغض وعناد سے نجات دلاتی ہے اور رحمت ومحبت امن و سلامتی سے روح کو منور کرتی ہے۔ ان صفات کے ساتھ للمؤمنین کی قید لگا کر یہ بتایا گیا کہ مومنین ہی اس کی ان صفات سے استفادہ کریں گے اور یہ تمام فوائد انہی کو حاصل ہوں گے جن کی قسمت میں ایمان ہے اور جو مریض اپنی جان کا دشمن طبیب اور علاج سے دشمنی ہی کی ٹھان لے تو ظاہر ہے کہ جس قدر علاج اور دوا سے نفرت کر کے بھاگے گا اسی قدر نقصان اٹھائے گا۔

فضل ورحمت اور حضرت عمرؓ کا واقعہ

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَخَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یعنی لوگوں کو خدا کے اس فضل ورحمت پر خوش ہونا چاہیے وہ اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں تو یہاں آیت میں مفسرین نے احادیث کی روشنی میں اللہ کے فضل سے مراد قرآن کے لئے ہیں اور رحمت سے مراد اسلام۔ یا قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے لئے ہیں۔ اس آیت سے متعلق روایت میں ایک حکایت لکھی ہے کہ جب عراق کا خراج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ اس کے دیکھنے کے لئے نکل آئے۔ آپ کے خادم بھی ساتھ تھے۔ حضرت عمرؓ خراج میں آئے ہوئے اونٹوں کو گننے لگے لیکن کہاں تک گنتے۔ گنتے گنتے تھک گئے تو کہنے لگے خدا کا شکر ہے ان کے خادم نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بھی خدا کا فضل ورحمت ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فرما کر قرآن اور اس سے استفادہ مراد لیا ہے اس لئے اس کو فضل ورحمت نہیں بلکہ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ سمجھنا چاہیے کیونکہ ہمارا جمع کردہ ہے۔ فضل ورحمت کی تو بہت بڑی شان ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم قرآن پاک کی نعمت وعظمت کے آگے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کو ہیچ وحقیر سمجھیں۔

یا اللہ قرآن پاک کو ہمارے لئے بھی ظاہری اور باطنی رحمتوں اور برکتوں کے حصول کا ذریعہ بنا دے اور اس کی برکتوں سے ہمارے دلوں میں ایمان ویقین کی زندگی پیدا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ

آپ کہہ دیجئے" کہ یہ تو بتلاؤ" کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا' پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا۔ آپ پوچھئے

اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ

کہ کیا تمکو خدا نے حکم دیا ہے' یا اللہ پر افترا ہی کرتے ہو۔ اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں' ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے۔

الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَمَا

واقعی لوگوں پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے' لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں' اور آپ کسی حال میں ہوں'

تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا

اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور لوگو تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے

عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ

جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں

فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾

نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے' اور نہ کوئی چیز بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

قُلْ آپ کہدیں	اَرَءَيْتُمْ بھلا دیکھو	مَآ اَنْزَلَ جو اس نے اتارا	اللّٰهُ الله	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْ سے	رِزْقٍ رزق	فَجَعَلْتُمْ پھر تم نے بنالیا	
مِنْهُ اس سے	حَرَامًا کچھ حرام	وَحَلٰلًا اور کچھ حلال	قُلْ آپ کہدیں	آٰللّٰهُ کیا الله	اَذِنَ حکم دیا	لَكُمْ تمہیں	اَمْ یا	عَلَى اللّٰهِ الله پر
تَفْتَرُوْنَ تم جھوٹ باندھتے ہو	وَمَا اور کیا	ظَنُّ خیال	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَفْتَرُوْنَ گھڑتے ہیں	عَلَى اللّٰهِ الله پر	الْكَذِبَ جھوٹ		
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ الله	لَذُوْ فَضْلٍ فضل کرنے والا	عَلَى النَّاسِ لوگوں پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر		
لَا يَشْكُرُوْنَ شکر نہیں کرتے	وَ اور	مَا تَكُوْنُ نہیں ہوتے تم	فِيْ شَاْنٍ کسی حال میں	وَمَا تَتْلُوْا اور نہیں پڑھتے	مِنْهُ اس سے	مِنْ سے۔کچھ		
قُرْاٰنٍ قرآن	وَلَا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں کرتے	مِنْ عَمَلٍ کوئی عمل	اِلَّا مگر	كُنَّا ہم ہوتے ہیں	عَلَيْكُمْ تم پر	شُهُوْدًا گواہ		
اِذْ تُفِيْضُوْنَ جب تم مشغول ہوتے ہو	فِيْهِ اس میں	وَمَا اور نہیں	يَعْزُبُ غائب	عَنْ سے	رَّبِّكَ تمہارا رب	مِنْ سے	مِّثْقَالِ برابر	
ذَرَّةٍ ایک ذرہ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	فِيْ میں	السَّمَآءِ آسمان	وَلَا اور نہ	اَصْغَرَ چھوٹا	مِنْ سے	ذٰلِكَ اس
وَلَا اور نہ	اَكْبَرَ بڑا	اِلَّا مگر	فِيْ میں	كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کتاب روشن				

کفار و مشرکین کے جاہلانہ قوانین کا رد

کفار و مشرکین عرب نے طرح طرح کے جاہلانہ قوانین بنا رکھے تھے۔ بعض قسم کے جانور جن کو بحیرہ، سائبہ وغیرہ کہتے تھے خود اپنی رائے سے اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے اور بعض مردار وغیرہ کو حلال قرار دے رکھا تھا یا مشرکین عرب اپنی کھیتی و مویشی میں سے ایک حصہ بتوں کے نام مخصوص کر دیتے اور اس سے انتفاع کو حرام جانتے تھے۔ قرآن مجید نے ان پر بار بار گرفت کی ہے۔

چنانچہ یہاں تنبیہ کی جاتی ہے کہ یہ کیا واہیات ہے کہ خدا نے تو تمہارے نفع کے لئے ہر قسم کی روزی پیدا کی پھر تم نے محض اپنی رائے اور خواہش سے اس میں سے کسی چیز کو حلال کسی کو حرام ٹھہرا لیا۔ بھلا تحلیل و تحریم کا تم کو کیا حق ہے؟ کیا تم یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے ایسا حکم دیا یا یوں ہی خدا پر افترا کر رہے ہو۔ پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں وہ روز قیامت کے متعلق کیا خیال کر رہے ہیں کہ کیا معاملہ ان کے ساتھ ہوگا۔ کیا وہ قیامت میں سستے چھوٹ جائیں گے اور ان سے باز پرس نہ ہوگی؟ کیا انہیں عذاب بھگتنا نہیں پڑے گا؟ کن خیالات میں پڑے ہیں یاد رکھیں جو دردناک سزا ان کو ملنے والی ہے وہ ٹل نہیں سکتی۔ دنیا میں خدا اپنے فضل سے بہت کچھ مہلت دیتا ہے۔ بہت سی تقصیرات سے درگزر کرتا ہے لیکن بہت سے لوگ اس نرمی اور مہلت کو دیکھ کر بجائے شکر گزار ہونے کے اور زیادہ دلیر اور بے خوف ہو جاتے ہیں۔ آگے مشرکین کی تنبیہ کے لئے حق تعالیٰ اپنے احاطۂ علمی کو ظاہر فرماتے ہیں جس سے مقصود دو باتیں ہیں ایک تو کفار کی تنبیہ مقصود ہے کہ اے مشرکین تم ہمارے نبی اور رسول اور دین کی عداوت میں جو کچھ کر رہے ہو وہ ہم پر پوشیدہ نہیں۔ تمہاری سازشوں اور تدبیروں سے کچھ نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کا محافظ اور نگہبان ہے اور اللہ تم سے ذرہ ذرہ کا حساب لے گا۔ دوسرے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہے کہ آپ گھبرائیے نہیں۔ ان کی حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں۔ زمین و آسمان میں ایک ذرہ برابر یا اس سے چھوٹی بڑی چیز نہیں جو خدائے تعالیٰ کے علم محیط سے غائب ہو۔ ہر چیز علم الٰہی کے ساتھ کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں درج ہے۔ تو جب حق تعالیٰ پر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز پوشیدہ نہیں تو ان مکذبین کے معاملات اور احوال کیسے مخفی رہ سکتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

الغرض یہاں اپنی طرف سے کسی چیز کو حال اور کسی چیز کو حرام قرار دینے پر مشرکین کو وعید سنائی گئی۔ اور کلام الٰہی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں محض کورانہ تقلید کی در پردہ مذمت فرمائی گئی اور اس امر کی صراحت کہ تحریم و تحلیل محض اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ خود رائی کو اس میں دخل نہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ جس طرح دشمنوں کے معاملات اس کے سامنے ہیں ان کے بالمقابل ذرہ ذرہ حال دوستوں کا بھی اس کے علم میں ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا واقعی ہم پر بڑا فضل و کرم ہے کہ جو ہم کو آپ نے اپنی رحمت سے زندگی کی مہلت دے رکھی ہے اور توبہ کا موقع دے رکھا ہے۔

یا اللہ ہم کو اس مہلت کی قدر شناسی کی توفیق مرحمت فرما اور اس زندگی میں اپنے اصلاح کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ آپ بے شک ذرہ ذرہ سے باخبر ہیں اور کوئی امر آپ سے مخفی نہیں۔

یا اللہ ہم کو اس پر یقین کامل نصیب فرما تا کہ ہم کو کسی نافرمانی کو جرأت نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟

یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ وہ (اللہ کے دوست) وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔

يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَـٰتِ

اُن کیلئے دُنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا

ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ ٱلْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ

یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور آپ کو اُن کی باتیں غم میں نہ ڈالیں تمام تر غلبہ خدا ہی کیلئے ہے۔

هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾ أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَن فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَمَن فِى ٱلْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ

وہ سنتا ہے جانتا ہے۔ یاد رکھو جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب اللہ ہی کے (مملوک) ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر

ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ شُرَكَآءَ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں۔ محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں۔

يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَٱلنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِى

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے۔

ذَٰلِكَ لَـَٔايَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾

اس میں دلائل ہیں اُن لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں۔

أَلَآ یاد رکھو	إِنَّ بیشک	أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ اللہ کے دوست	لَا خَوْفٌ نہ کوئی خوف	عَلَيْهِمْ ان پر	وَلَا اور نہ	هُمْ وہ	يَحْزَنُونَ غمگین ہوں گے	
ٱلَّذِينَ وہ لوگ جو	ءَامَنُوا ایمان لائے	وَكَانُوا اور وہ رہے	يَتَّقُونَ تقویٰ کرتے رہے	لَهُمْ ان کیلئے	ٱلْبُشْرَىٰ بشارت	فِى میں		
ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَ اور	فِى میں	ٱلْـَٔاخِرَةِ آخرت	لَا تَبْدِيلَ تبدیلی نہیں	لِكَلِمَـٰتِ باتوں میں	ٱللَّهِ اللہ	ذَٰلِكَ یہ	هُوَ وہ
ٱلْفَوْزُ کامیابی	ٱلْعَظِيمُ بڑی	وَلَا اور نہ	يَحْزُنكَ تمہیں غمگین کرے	قَوْلُهُمْ ان کی بات	إِنَّ بیشک	ٱلْعِزَّةَ غلبہ	لِلَّهِ اللہ کیلئے	
جَمِيعًا تمام	هُوَ وہ	ٱلسَّمِيعُ سننے والا	ٱلْعَلِيمُ جاننے والا	أَلَآ یاد رکھو	إِنَّ بیشک	لِلَّهِ اللہ کیلئے	مَن جو کچھ	فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ آسمانوں میں
وَمَن اور جو	فِى ٱلْأَرْضِ زمین میں	وَمَا کیا۔ کس	يَتَّبِعُ پیروی کرتے ہیں	ٱلَّذِينَ وہ لوگ جو	يَدْعُونَ پکارتے ہیں	مِن دُونِ سوائے		
شُرَكَآءَ شریک	إِن يَتَّبِعُونَ وہ نہیں پیروی کرتے	إِلَّا مگر	ٱلظَّنَّ گمان	وَ اور	إِنْ نہیں	هُمْ وہ	إِلَّا مگر	يَخْرُصُونَ اٹکلیں دوڑاتے ہیں
هُوَ وہی	ٱلَّذِى جو۔ جس	جَعَلَ بنایا	لَكُمُ تمہارے لئے	ٱلَّيْلَ رات	لِتَسْكُنُوا تاکہ تم سکون حاصل کرو	فِيهِ اس میں	وَٱلنَّهَارَ اور دن	
مُبْصِرًا دکھانے والا	إِنَّ بیشک	فِى ذَٰلِكَ اس میں	لَـَٔايَـٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ سننے والے لوگوں کیلئے				

اولیاء اللہ کا تعارف

گذشتہ آیات میں مخالفین کو وعید سنائی گئی تھی اب ان کے مقابلہ میں اولیاء اللہ کو بشارت سنائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ یعنی خدا کے دوستوں پر آخرت میں کوئی خوف اور اندیشہ ناک واقعہ نہیں پڑھے گا اور نہ وہ دنیا کے چھوٹ جانے پر غمگین ہوں گے جن اولیاء اللہ کو یہ بشارت سنائی گئی آگے ان کی تعریف فرمائی جاتی ہے۔ کہ یہ کون ہوں گے؟ فرمایا اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ (جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا) یعنی ایمان اور تقویٰ یہ دو صفات اولیاء اللہ کی بیان فرمائی گئیں۔ یہ پہلے کئی مواقع میں عرض کیا جا چکا ہے کہ ایمان اور تقویٰ کے بہت سے درجات ہیں۔ پس جس درجہ کا ایمان و تقویٰ کسی میں موجود ہوگا اسی درجہ میں ولایت کا ایک حصہ اس کے لئے ثابت ہوگا۔ اس حیثیت سے سب مومنین فی الجملہ ولی کہلائے جا سکتے ہیں لیکن عرف میں ولی اسی کو کہا جاتا ہے جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان وتقویٰ کا پایا جاتا ہو۔

اولیاء اللہ کی علامات

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت ذکر وفکر خداوندی میں دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ کہ جب دیکھو یاد خدا میں مصروف۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے بندوں میں ایسے بھی بندے ہیں کہ انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کرتے ہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں ہم بھی ان سے محبت رکھیں گے فرمایا انبیاء کے لئے بھی قابل رشک لوگ وہ ہیں کہ نہ مال کا کوئی تعلق۔ نہ نسب کا لگاؤ مگر صرف اللہ کے لئے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ لوگ جہاں خوف سے تھرا جائیں وہاں ان پر ذرا بھی آثار خوف نہ ہوگا۔ لوگوں پر رنج وغم طاری ہوگا اور ان کو رنج سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ اللہ کے اولیاء یہی لوگ ہیں۔

اولیاء اللہ کیلئے دو بشارتیں

الغرض ایک بشارت تو اولیاء اللہ کو یہ دی گئی کہ ان پر قیامت میں نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ دوسری بشارت یہ دی گئی کہ ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں۔ مثلاً فرشتے موت کے وقت ان کو جنت اور مغفرت کی خوشخبری دیتے ہیں یا کثرت سے سچے اور مبارک خواب انہیں نظر آتے ہیں یا ان کی نسبت دوسرے بندگان خدا کو اچھے خواب دکھائی دیتے ہیں۔ یا ان کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی امداد و تائید ہوتی ہے۔ یا خواص میں اور کبھی خواص سے گزر کر عوام میں بھی ان کی مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور لوگ ان کی مدح وثنا اور ذکر خیر کرتے ہیں یہ سب چیزیں دنیوی بشارت کے تحت میں درجہ بدرجہ آسکتی ہیں۔ رہی بشارت اخروی تو وہ قرآن پاک میں متعدد جگہ مذکور ہے کہ جنت کی ابدالآباد نعمتیں میسر ہوں گی۔ آگے یہ بھی بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں اور اس کے وعدے سب پختہ اور اٹل ہیں۔ جو بشارتیں دی ہیں ضرور پہنچ کر رہیں گی اور یہ بشارتیں جو مذکور ہوئیں ان کا مل جانا بھی بڑی کامیابی ہے۔

شرک احمقانہ فعل

اب مشرکین عرب جو توحید سے منہ موڑ کر صفات الٰہیہ میں دوسروں کو شریک قرار دیتے اور باری تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) ساحر کاہن اور شاعر کہتے۔ ان امور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی رنج پہنچتا تھا اس لئے آگے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے اور پھر مشرکین کو ان کے باطل عقیدہ پر تنبیہ کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان احمقوں اور شریروں کی کفریات اور دل خراش باتوں سے مغموم ورنجیدہ نہ ہوں۔ یہ ان متکبرین کی چند روزہ لن ترانیاں ہیں عنقریب ختم ہو جائیں گی غلبہ اور زور سب خدا کے لئے ہے وہ اپنے زور تائید سے حق کو غالب و منصور اور مخالفین کو ذلیل ورسوا کر کے چھوڑے گا۔ وہ ان کے تمام اقوال و

اعمال کو سنتا اور جانتا ہے اور ان کے انجام سے بھی واقف ہے۔ رہا کافروں کا یہ گمان کہ ان کے باطل معبود اور مصنوعی شرکاء الوہیت کچھ اختیار وقوت رکھتے ہیں اور نقصان نفع پہنچانے کی ان میں طاقت ہے تو یہ محض باطل گمان ہے۔ کل زمین اور آسمان میں خدائے واحد کی سلطنت ہے سب جن وانس وفرشتے اسی کے مملوک ومخلوق ہیں۔ مشرکین کا غیر اللہ کو پکارنا اور انہیں خدائی کا حصہ دار بنانا محض اٹکل کے تیر اور واہی تباہی خیالات ہیں۔ ان کے ہاتھ میں نہ کوئی حقیقت ہے۔ نہ حجت' نہ برہان' نہ دلیل۔ یہ لوگ فقط جھوٹے گمان اور وہم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ گمان قائم کرلیا کہ اللہ کے سوا دوسرے معبود بھی نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں لہٰذا ان کی پرستش کرنے لگے۔ یہ معبود پرستی نہ ہوئی بلکہ وہم پرستی ہوئی ان کو اتنا نہیں سوجھتا کہ رات اور دن تو اللہ نے بنائے۔ سکون اور چین کے لئے رات کو تاریک بنایا اور کام کاج کے لئے دن کو روشن بنایا۔ تو ایسے قادر اور مربی خالق کو چھوڑ کر معذور مخلوق کی پرستش کرنا کتنا احمقانہ فعل ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے اولیاء اللہ کے گروہ میں ہم کو بھی شامل ہونا نصیب فرمائیں اور دنیا وآخرت کی کامیابی ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ دنیا میں ایمان اور تقویٰ کی دولت ہم کو نصیب فرما اور قیامت میں مومنین متقین کے ساتھ ہمارا حشر فرما کہ جن پر نہ کوئی غم ہوگا نہ خوف۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ

تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ ؕ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

جھوٹ افترا کرتے ہیں وہ (کبھی) کامیاب نہ ہوں گے۔ یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش ہے پھر ہمارے ہی پاس اُن کو آنا ہے

ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

پھر ہم اُن کو اُن کے کفر کے بدلے سزائے سخت (کا مزہ) چکھادیں گے۔

قَالُوْا وہ کہتے ہیں	اتَّخَذَ بنالیا	اللّٰهُ اللہ	وَلَدًا بیٹا	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	هُوَ وہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	لَهٗ اس کیلئے	مَا جو
فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اِنْ نہیں	عِنْدَكُمْ تمہارے پاس	مِنْ کوئی	سُلْطٰنٍ دلیل	بِهٰذَا اس کیلئے	اَتَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو
عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	قُلْ آپ کہہ دیں	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَفْتَرُوْنَ گھڑتے ہیں	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	الْكَذِبَ جھوٹ
لَا يُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے	مَتَاعٌ کچھ فائدہ	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	ثُمَّ پھر	اِلَيْنَا ہماری طرف	مَرْجِعُهُمْ ان کا لوٹنا	ثُمَّ پھر	نُذِيْقُهُمْ ہم چکھائیں گے انہیں	الْعَذَابَ عذاب
الشَّدِيْدَ شدید	بِمَا اس کے بدلے	كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ وہ کفر کرتے تھے						

عقائد باطلہ کی تردید

مشرکین کے باطل عقائد کی تردید اور اثبات توحید باری تعالیٰ اور حقانیت دین اسلام کا مضمون مختلف اسلوب و دلائل کے ساتھ گزشتہ سے بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ بعض کفار مکہ اور مشرکین عرب فرشتوں کو نعوذ باللہ خدائے تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا۔ اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا فرزند کہتے تھے۔ یہاں ان آیات میں مشرکین کے اس اتہام کی تردید فرمائی جا رہی ہے اور تین دلائل سے مشرکین کے اس قول و عقیدہ کو باطل ٹھہرایا جا رہا ہے۔

پہلی دلیل

سبحان اللہ کلمہ تعجب کے طور پر کبھی اظہار حیرت کے لئے بولا جاتا ہے اور کبھی اس کے واقعی معنیٰ ہی مراد ہوتے ہیں یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے منزہ اور پاک ہے۔ یہاں لفظ سبحٰنہ' دونوں معنیٰ دے رہا ہے۔ مشرکین کے اس قول پر اظہار حیرت بھی مقصود ہے اور ان کی بات کے جواب میں یہ کہنا بھی مقصود ہے کہ اللہ تو بے عیب ہے اس کی طرف اولاد کی نسبت کس طرح ہو سکتی ہے اگر اس عقیدہ کو مانا جائے تو خدا کی ذات عالی اور ذات واحد پر بہت سے عیوب۔ بہت سی کمزوریاں بہت سے نقائص اور بہت سی احتیاجوں کی تہمت لگتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب تمام نقائص اور تمام کمزوریوں سے پاک ہے۔ مثلاً اولاد تو باپ کے ہم جنس ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مجانست' مشابہت اور مماثلت سے پاک اور منزہ ہے۔ نیز اولاد باپ کا جزو ہوتی ہے اور معاذ اللہ خدا تعالیٰ مرکب نہیں۔ نیز بیٹے کا محتاج وہ ہوتا ہے جس کو بقا اور دوام نہ ہوتا کہ اس

کی فنا اور زوال کے بعد بیٹا اس کے قائم مقام ہو۔ اللہ تعالیٰ تو ازلی اور ابدی اور اول و آخر ہے۔ پھر اسے بیٹے کی کیا ضرورت۔

دوسری دلیل

هُوَ الْغَنِيُّ یعنی اللہ بے نیاز ہے فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ خداوند قدوس بیوی بچوں سے پاک ہے۔ خدا کو اس کی ضرورت ہی کیا پیش آئی۔ معاذ اللہ کیا اسے اولاد کی حسرت تھی؟ یا یہ فکر تھی کہ اس کے بعد مال و دولت کا وارث اور اس کا نام روشن کرنے والا کون ہوگا؟ یا یہ کہ بڑھاپے یا حرج مرض میں کس سے سہارا ملے گا؟ العیاذ باللہ وہ تو سب سے زیادہ بے نیاز ہے اسے کسی اولاد وغیرہ کی احتیاج ہی نہیں۔ یہ سب باتیں محتاجی کی ہیں اور اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک اور منزہ ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔

تیسرے جملہ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ میں صاف کہہ دیا گیا کہ زمین و آسمان میں سب اللہ کے بندے ہیں اور اس کے مملوک اور غلام ہیں۔ گویا مخلوق کا رشتہ اپنے خالق کے ساتھ صرف ملکیت اور مملوکیت کا ہے نہ کہ فرزندی و دلبندی وغیرہ خرافات کا۔ جب سب چیزیں اس کی مملوک مخلوق ہیں تو پھر خالق و مخلوق اور مالک و مملوک کے درمیان ان نسبی رشتوں کی کہاں گنجائش ہے۔ یہ بڑی سخت بات ہے کہ خدا کی نسبت محض جہالت سے ایسی جھوٹی اور بے سند باتیں کہی جائیں۔

خدا پر جھوٹ بولنے والے ناکام ہی رہیں گے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ خدا پر جھوٹ باندھنے والے خواہ دنیا میں کیسی ہی طاقت رکھتے ہوں اور اپنے ساز و سامان پر مغرور ہوں لیکن انہیں حقیقی بھلائی اور کامیابی ہرگز نہیں نصیب ہوسکتی۔ تھوڑے دن دنیا کے مزے اڑالیں انجام کار ان کا معاملہ خدا کی طرف رجوع ہوگا۔ جہاں سے اپنے جرائم کی پاداش میں نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

ترقی و کامیابی کیا ہے؟

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ کامیابی صرف یہ ہے کہ آدمی آخرت کے عذاب سے بچ جاوے۔ اور دنیا میں چند روز عیش و آرام سے بسر کر لینا جس کا خاتمہ ذلت اور مصیبت پر ہو اسے فلاح اور کامیابی ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ پھر مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا کہہ کر قرآن مجید نے منکر و مکذب قوموں کی بالکل صحیح تصویر کھینچ دی ہے۔ تفصیل کیلئے امریکہ و برطانیہ روس اور فرانس وغیرہ بڑی بڑی نام نہاد ''مہذب'' اور ''ترقی یافتہ'' قوموں کا حال مطالعہ ہو۔ ان کے آپس کے رشک و حسد کا حال۔ ان کی حرام کاریوں کا حال۔ ان کے ہاں کے امراض خبیثہ کا حال۔ معلوم کر کے پھر فیصلہ کیجئے کہ متاع دنیا کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ رکھنے کے بعد بھی ان منکرین حق کو باوجود اپنی نام نہاد انتہائی ترقیوں کے فلاح کس معنی میں حاصل ہے؟ اور آج جو کج فہم قوم و ملت کو انہی ترقی یافتہ قوموں کی روش پر چلانا چاہتے ہیں وہ ملت کو فلاح کی جنت کی طرف لئے جا رہے ہیں یا دنیا میں ہی دوزخ کے عذاب کی طرف؟ قرآن مجید تو ہر جگہ اور بار بار یہی بتا رہا ہے اور ہمارے مشاہدہ سے اس کی تصدیق کرا رہا ہے کہ جو قوم صحیح ایمان اور تقویٰ سے عاری ہیں وہ عیش ابدی سے تو خیر محروم ہی ہیں لیکن دنیا میں بھی ان کا عیش محض ظاہری و سطحی ہوتا ہے اندر سے بالکل کھوکھلا۔

دعا کیجئے

یا اللہ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی دنیا پرستی سے اور ان کے روش پر چلنے سے امت مسلمہ کو محفوظ فرما۔ ہمارے دلوں میں دین کی وقعت عطا فرما اور تا زندگی صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر قائم رہنے کی سعادت مقدر فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِي

اور آپ ان کو نوحؑ کا قصہ پڑھ کر سنایئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا اور احکام خداوندی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے

وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ

تو میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے سو تم اپنی تدبیر (جو کچھ کر سکو) مع اپنے شرکاء کے پختہ کرلو پھر تمہاری وہ تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونا چاہیئے

أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ ﴿٧١﴾ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ

پھر میرے ساتھ (جو کچھ کرنا ہے) کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ پھر بھی اگر تم اعراض ہی کئے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا

أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٧٢﴾ فَكَذَّبُوهُ

میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں رہوں۔ سو وہ لوگ ان کو جھٹلاتے رہے

فَنَجَّيْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا

پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے انکو نجات دی اور ان کو آباد کیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو غرق کر دیا۔

بِآيَاتِنَا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ﴿٧٣﴾

سو دیکھنا چاہیے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ڈرائے جاچکے تھے۔

وَاتْلُ اور پڑھو	عَلَيْهِمْ ان پر	نَبَأَ خبر	نُوحٍ نوحؑ	إِذْ قَالَ جب اسنے کہا	لِقَوْمِهِ اپنی قوم سے	يَٰقَوْمِ اے میری قوم	إِن كَانَ اگر ہے
كَبُرَ گراں	عَلَيْكُم تم پر	مَّقَامِي میرا قیام	وَتَذْكِيرِي اور میرا نصیحت کرنا	بِآيَاتِ اللَّهِ اللہ کی آیتوں سے	فَعَلَى اللَّهِ پس اللہ پر		
تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	فَأَجْمِعُوا پس تم مقرر کرلو	أَمْرَكُمْ اپنا کام	وَشُرَكَاءَكُمْ اور تمہارے شریک	ثُمَّ پھر	لَا يَكُنْ نہ رہے	أَمْرُكُمْ تمہارا کام	
عَلَيْكُمْ تم پر	غُمَّةً کوئی شبہ	ثُمَّ اقْضُوا پھر تم کرگزرو	إِلَيَّ میرے ساتھ	وَ اور	لَا تُنظِرُونِ مجھے مہلت نہ دو	فَإِن پھر اگر	تَوَلَّيْتُمْ تم منہ پھیرلو
فَمَا سَأَلْتُكُم تو میں نے نہیں مانگا تم سے	مِّنْ أَجْرٍ کوئی اجر	إِنْ تو صرف	أَجْرِيَ میرا اجر	إِلَّا مگر	عَلَى اللَّهِ اللہ پر	وَأُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	
أَنْ کہ	أَكُونَ میں رہوں	مِنَ سے	الْمُسْلِمِينَ فرمانبردار	فَكَذَّبُوهُ تو انہوں نے اسے جھٹلایا	فَنَجَّيْنَاهُ سو ہم نے بچالیا اسے	وَمَن اور جو	
مَّعَهُ اس کے ساتھ	فِي الْفُلْكِ کشتی میں	وَجَعَلْنَاهُمْ اور ہم نے بنایا انہیں	خَلَائِفَ جانشین	وَأَغْرَقْنَا اور ہم نے غرق کردیا	الَّذِينَ وہ لوگ جو		
كَذَّبُوا انہوں نے جھٹلایا	بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو	فَانظُرْ سو دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الْمُنذَرِينَ ڈرائے گئے لوگ	

انبیائے کرام کے واقعات ذکر کرنے کے مقاصد

گذشتہ مضامین کی تائید کے لئے اب چند قصے گذشتہ انبیاء اور ان کی اقوام کے بیان کئے جارہے ہیں جس میں توحید و رسالت کی تائید بھی مقصود

ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو تسلی دینا بھی مقصود ہے تا کہ تبلیغ وایمان میں مزید پختگی حاصل ہو کہ ہمیشہ سے کفار کا یہی دستور چلا آیا ہے کہ اہل حق کو بقدر امکان ایذا و تکلیف دیتے رہے ہیں۔ گذشتہ انبیاء اور ان کی اقوام کے قصہ بیان فرمانے سے یہ بھی مقصد ہے کہ کفار مکہ کو عبرت ہو کہ نبی کی اطاعت نہ کرنے اور سرکشی اور سرتابی کرنے کی وجہ سے گذشتہ اقوام تباہ و برباد ہو چکی ہیں کہیں ہمارا بھی وہی حشر نہ ہو۔ ان مقاصد کے علاوہ گذشتہ انبیاء اور ان کی اقوام کے مفصل واقعات و حالات بیان کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز نبوت بھی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ باوجودیکہ آپ امی تھے۔ کبھی کسی سے کچھ لکھنے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ پھر بھی سینکڑوں اور ہزاروں برس پہلے کے ایسے واقعات بیان فرمائے کہ جو اصل سے سرمو متفاوت نہیں۔ اہل تاریخ اور گذشتہ الہامی کتابوں کے پڑھنے والے سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور کوشش کریں کہ بیان قرآن کی کوئی تغلیط کر سکیں یہ ناممکن ہے۔

حضرت نوحؑ کا واقعہ

ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ سے آغاز فرمایا ہے۔ جو سب کے جد امجد اور آدم ثانی ہیں اور کفار کے مقابلہ میں پہلے رسول ہیں جو کفر کے مقابلہ کے لئے مبعوث ہوئے۔ اسی معنیٰ میں آپ کو حدیث میں اول رسول الی اہل الارض کہا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام بلاشبہ اللہ کے سب سے پہلے رسول مکلم تھے جن سے خدا تعالیٰ نے بلاواسطہ کلام فرمایا اور ان سے سلسلۂ نبوت و رسالت کا آغاز فرمایا مگر ان کے زمانہ میں دنیا میں کفر کا نام و نشان نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دس زمانوں بعد دنیا میں کفر کا آغاز ہوا۔ اس وقت نوح علیہ السلام بھیجے گئے تا کہ کافروں کو ایمان کی دعوت دیں۔ جب مسلسل اور عرصہ دراز تک تبلیغ وہدایت کا اثر قوم نے نہ لیا اور نافرمانی پر جمے رہے تو ان پر طوفان آیا اور سب کفار غرق کیے گئے۔ اور قوم نوحؑ دنیا میں پہلی قوم تھی جو نافرمانی کے باعث عذاب خداوندی سے ہلاک ہوئی۔

قوم کی بے حسی پر حضرت نوحؑ کا خطاب

حضرت نوح علیہ السلام جب مسلسل اور بہت طویل تبلیغ کے بعد اپنی قوم سے عاجز آ گئے اور مایوس ہو گئے تو قوم سے انقطاعی گفتگو فرمائی جس کا حال ان آیات میں بیان فرمایا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہاری خوشی ناخوشی یا موافقت و مخالفت کی مجھے ذرہ برابر پروا نہیں۔ میرا بھروسہ صرف خدائے واحد پر ہے۔ اگر تم میری نصیحت وفہمائش سے برا مانو تو مانا کرو۔ میں اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں قصور نہیں کر سکتا۔ تم برا مان کر مجھ سے دشمنی کرو اور نقصان پہنچانا چاہو تو یہ چیز میرے ارادوں پر قطعاً اثر ڈالنے والی نہیں۔ جو کچھ تمہارے امکان میں ہے شوق سے کر گزرو۔ میرے خلاف مشورہ کر کے کوئی تجویز پختہ کر لو۔ اپنے ساتھیوں بلکہ فرضی معبودوں کو بھی جمع کر کے ایک رائے پر قائم ہو جاؤ۔ پھر متفقہ طاقت سے اسے جاری کر ڈالو۔ ایک منٹ کی مہلت بھی مجھ کو نہ دو پھر دیکھ لو کہ پیغمبرانہ استقامت وتوکل کس طرح غالب اور منصور رہتا ہے۔ تمہارے مقابلہ میں نہ جانی وبدنی تکالیف سے گھبراتا ہوں۔ نہ مالی نقصان کی کوئی فکر ہے کیونکہ میں نے خدمت تبلیغ و دعوت کا کچھ معاوضہ تم سے طلب نہیں کیا جو یہ اندیشہ ہو کہ تمہاری ناخوشی سے میری تنخواہ بند ہو جائے گی میں جس کا کام کر رہا ہوں اور حکم بجالا رہا ہوں اسی کے ذمہ میری اجرت ہے جب میں اس کا فرمانبردار ہوں اور جو خدمت میرے سپرد کی گئی ہے اس کو بے خوف وخطر انجام دیتا ہوں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے فضل ورحمت کے دروازے مجھ پر نہ کھولے رکھے۔

ہمیشہ اہل باطل برباد ہی ہوتے ہیں
اہل ایمان صبر وتوکل پر قائم رہیں

جب ان لوگوں کو سینکڑوں برس نوح علیہ السلام نے نصیحت کی۔ نفع وضرر سے آگاہ کیا۔ جب کوئی بات موثر نہ ہوئی بلکہ الٹا عناد وفرار بڑھتا گیا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے سخت طوفان پانی کا بھیجا کہ سب مکذبین غرقاب کر دیئے گئے۔ صرف نوح علیہ السلام اور آپ کے چند ساتھی جو کشتی میں سوار تھے محفوظ رہے۔ انہی سے آگے نسل انسانی چلی اور ڈوبنے والوں کی جگہ یہی آباد ہوئے۔

یہاں کفار کو تباہی و بربادی کی دھمکی۔ اہل ایمان کو کافروں کی ایذا رسانی پر صبر کرنے کی تلقین اور اللہ پر بھروسہ رکھنے کی ہدایت دی گئی اور اس بات کا حکم کہ اہل ایمان کو غیر اللہ سے خوف نہ کرنا چاہئے نیز اس امر کا ضمنی اظہار ہے کہ بالآخر اہل حق غالب آتے ہیں اور باطل پرست حق کی مخالفت کرنے والے برباد ہو جاتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور رسولوں کو اُن کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ اُن کے پاس معجزات لے کر آئے پھر جس چیز کو اُنہوں نے اول میں

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا

جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اُس کو مان لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔ پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے

مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا

موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات دے کر بھیجا، سو اُنہوں نے تکبر کیا، اور وہ لوگ

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ

جرائم کے خوگر تھے۔ پھر جب اُن کو ہمارے پاس سے صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔ موسیٰؑ نے فرمایا،

مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا

کیا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جبکہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو کیا یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ وہ لوگ کہنے

اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا

لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اُس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے، اور تم دونوں کو دنیا میں ریاست مل جاوے

نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

اور ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے۔

ثُمَّ پھر	بَعَثْنَا ہم نے بھیجے	مِنْ بَعْدِهٖ اس کے بعد	رُسُلًا کئی رسول	اِلٰى طرف	قَوْمِهِمْ ان کی قوم	فَجَآءُوْهُمْ وہ آئے انکے پاس		
بِالْبَيِّنٰتِ روشن دلیلوں کیساتھ	فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا سو ان سے نہ ہوا کہ وہ ایمان لے آئیں	بِمَا اس پر جو	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِهٖ اس کو				
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَطْبَعُ ہم مہر لگاتے ہیں	عَلٰى پر	قُلُوْبِ دل	الْمُعْتَدِيْنَ حد سے بڑھنے والے	ثُمَّ پھر		
بَعَثْنَا ہم نے بھیجا	مِنْ بَعْدِهِمْ انکے بعد	مُّوْسٰى موسیٰؑ	وَهٰرُوْنَ اور ہارونؑ	اِلٰى طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَا۟ئِهٖ اسکے سردار		
بِاٰيٰتِنَا اپنی نشانیوں کیساتھ	فَاسْتَكْبَرُوْا تو انہوں نے تکبر کیا	وَكَانُوْا اور وہ تھے	قَوْمًا لوگ	مُّجْرِمِيْنَ گنہگار	فَلَمَّا تو جب	جَآءَهُمْ آیا انکے پاس		
الْحَقُّ حق	مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے	قَالُوْۤا وہ کہنے لگے	اِنَّ بیشک	هٰذَا یہ	لَسِحْرٌ البتہ جادو	مُّبِيْنٌ کھلا	قَالَ کہا	مُوْسٰى موسیٰ
اَتَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو	لِلْحَقِّ لَمَّا حق کیلئے جب	جَآءَكُمْ وہ آگیا تمہارے پاس	اَسِحْرٌ کیا جادو	هٰذَا یہ	وَلَا يُفْلِحُ اور کامیاب نہیں ہوتے			

اَلسّٰحِرُوْنَ جادوگر	قَالُوْا وہ بولے	اَجِئْتَنَا کیا تو آیا ہمارے پاس	لِتَلْفِتَنَا کہ پھیر دے ہمیں	عَمَّا اس سے جو	وَجَدْنَا پایا ہم نے
عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اس پر اپنے باپ دادا	وَتَكُوْنَ اور ہو جائے	لَكُمَا تم دونوں کیلئے	الْكِبْرِيَآءُ بڑائی	فِى الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا اور نہیں / نَحْنُ ہم
لَكُمَا تم دونوں کیلئے	بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والوں میں سے				

سابقہ امتوں کی سنگدلی

نوح علیہ السلام کے بعد جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے متعدد پیغمبر اپنی اپنی قوم کی طرف آئے مثلاً (۱) حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ (۲) حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۴) حضرت لوط علیہ السلام (۵) حضرت شعیب علیہ السلام وغیرہ۔ ان سب انبیاء کو اپنی اپنی قوم کی طرف کھلے ہوئے نشانات و معجزات دے کر بھیجا گیا لیکن جس جہالت اور کفر کی حالت میں وہ لوگ اپنے اپنے پیغمبر کی بعثت سے پہلے تھے اور جن چیزوں کو پیشتر سے جھٹلاتے چلے آ رہے تھے یہ نہ ہوا کہ انبیاء کے تشریف لانے اور سمجھانے کے بعد ان کو مان لیتے اور جب پہلی مرتبہ منہ سے ''نہ'' نکل گئی تو یہ ممکن نہ ہوا کہ پھر کبھی ''ہاں'' نکل سکے۔ اسی بے ایمانی اور تکذیب حق پر آخر تک اڑے رہے۔ چونکہ انہوں نے راہ حق سے تجاوز اختیار کیا اور تکذیب اور عداوت حق میں حد سے نکل جانے والے تھے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں پر گمراہی کی مہر لگادی۔

قانون قدرت یہی ہے اور دلوں پر مہر لگنے کی یہی صورت ہوتی ہے کہ اول جو لوگ تکذیب کرتے ہیں پھر اس پر ضد اور اصرار کرتے کرتے محض دشمنی اور عناد کی روش اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ دل کی کلیں بگڑ جاتی ہیں اور قبول حق کی استعداد باقی نہیں رہتی۔ اسی کو دلوں پر مہر لگ جانے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا واقعہ

اس کے بعد حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ جو قوم فرعون کے ساتھ پیش آیا بیان فرمایا جاتا ہے۔ جو بہت سے واقعات کو شامل ہے اور سب کا خلاصہ یہ ہے کہ کمبل پوش نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود بے سروسامانی کے کامیاب و کامران ہوئے اور فرعون باوجود پورے ساز وسامان اور حکومت و سلطنت کے ناکام و نامراد ہوا اور آخر کو ذلت خواری کے ساتھ غرق آب ہو کر ہلاک ہوا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ فرعونی جرائم پیشہ لوگ تھے۔ نافرمانی ان کی عادت بن چکی تھی۔ انہوں نے تکبر برتا اور خدا کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی اس کے رسولوں کو نہ مانا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جادوگری کا الزام

معجزات دیکھ کر اور موسیٰ علیہ السلام کی نہایت پرتاثیر باتیں سن کر کہنے لگے کہ یہ سب کھلا ہوا جادو ہے کیونکہ ان کے خیال میں تمام فوق العادت چیزوں کا آخری درجہ ''جادو'' ہی ہو سکتا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرعونیوں سے فرمایا کہ تم حق کو جادو کہتے ہو۔ کیا جادو ایسا ہوتا ہے۔ اور کیا جادو کرنے والے نبوت کا دعویٰ کر کے حق و باطل کی کشمکش سے کامیاب نکل سکتے ہیں۔ سحر اور معجزہ میں تمیز نہ کر سکنا ان کوتاہ فہموں کا کام ہے جو سونے اور پیتل میں تمیز نہ کر سکیں۔ پیغمبر کے روشن چہرہ، پاکیزہ اخلاق، نور تقویٰ، پرشوکت و عظمت احوال میں بدیہی شہادت اس کی موجود ہوتی ہے کہ جادوگری اور شعبدہ بازی سے انہیں کوئی دور کی بھی نسبت نہیں۔ پھر پیغمبر کو ساحر کہنا کس درجہ بے حیائی یا دیوانگی ہے۔

فرعونیوں کی پروپیگنڈہ مہم

اب فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کیا جواب دیا وہ نقل کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ اسلام سے کہا کہ تمہاری غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مذہبی حیثیت سے ایک انقلاب عظیم برپا کر کے اس ملک میں اپنی حکومت اور سرداری جمانا چاہتے ہو۔ ہمارا اتنا پرانا طریقہ جو پشتہا پشت سے چلا آتا ہے اسے ہٹا کر چاہتے ہو کہ اپنا اثر جماؤ۔ سو یاد رہے کہ یہ خواہش پوری ہونے والی نہیں۔ ہم لوگ ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے۔ اور نہ تمہاری بزرگی تسلیم کریں گے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم تم پر ایمان لا کر اپنی عزت خاک میں ملائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَۃُ قَالَ لَھُمْ مُّوْسٰٓی

اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو حاضر کرو سو جب وہ آئے موسیٰ نے اُن سے فرمایا کہ

اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِہِ ۙ السِّحْرُ ۭ اِنَّ

ڈالو جو کچھ تم کو ڈالنا ہے۔ سو جب اُنہوں نے ڈالا تو موسیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تم لائے ہو جادو یہ ہے یقینی بات ہے کہ

اللّٰہَ سَیُبْطِلُہٗ ۭ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَیُحِقُّ اللّٰہُ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ

اللہ تعالیٰ اسکو ابھی درہم برہم کئے دیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے

وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

گو مجرم لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں۔

وَقَالَ اور کہا	فِرْعَوْنُ فرعون	ائْتُوْنِیْ لے آؤ میرے پاس	بِکُلِّ ہر	سٰحِرٍ جادوگر	عَلِیْمٍ علم والا	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَ آگئے	السَّحَرَۃُ جادوگر	
قَالَ کہا	لَھُمْ ان سے	مُوْسٰی موسیٰ	اَلْقُوْا تم ڈالو	مَا جو	اَنْتُمْ تم	مُلْقُوْنَ ڈالنے والے ہو	فَلَمَّا پھر جب	اَلْقَوْا انہوں نے ڈالا	قَالَ کہا
مُوْسٰی موسیٰ	مَا جو	جِئْتُمْ بِہٖ تم لائے ہو	السِّحْرُ جادو	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	سَیُبْطِلُہٗ ابھی باطل کردے گا اسے	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ			
لَا یُصْلِحُ نہیں درست کرتا	عَمَلَ کام	الْمُفْسِدِیْنَ فساد کرنے والے	وَیُحِقُّ اور حق کردے گا	اللّٰہُ اللہ	الْحَقَّ حق	بِکَلِمٰتِہٖ اپنے حکم سے			
وَلَوْ خواہ	کَرِہَ ناپسند کریں	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم							

فرعون نے جادوگروں کا سہارا لیا مگر ناکام ہوگیا

گذشتہ آیات میں فرعونیوں کا قول نقل کیا گیا تھا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات عصا اور ید بیضا دیکھ کر یہی خیال کیا کہ ان کو نیچا دکھانے کے لئے ماہر جادوگروں کی ضرورت ہے تا کہ وہ موسیٰ کا مقابلہ کریں اور اپنے جادو کے زور سے انہیں نیچا دکھائیں چنانچہ فرعون نے اپنی عزت اور ناموس کے تحفظ کے لئے اپنے درباریوں سے کہا کہ موسیٰ کے مقابلہ کے لئے تمام قلمرو مصر میں سے تلاش کر کے ماہر جادوگروں کو بلاؤ اور جمع کرو۔ چنانچہ جادوگر جمع ہوئے۔ مقابلہ کا دن مقرر ہوا۔ ایک میدان میں سب جمع ہوئے۔ سورۂ اعراف میں یہ قصہ مفصلاً گزر چکا ہے۔ فرعون کے جمع کردہ ساحرین نے موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اپنا کرتب دکھلانے میں تم پہل کرتے ہو یا ہم پہل کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم کو دکھلانا ہے دکھلاؤ کیونکہ باطل کی پوری زور آزمائی اور نمائش کے بعد حق کا آنا اور باطل کو نیچا دکھلا کر ملیامیٹ کر دینا زیادہ موثر اور غلبہ حق کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ اس پر ساحرین نے اپنی لاٹھیاں و رسیاں جن سے وہ جادو کیا کرتے تھے زمین پر پھینک دیں اور نظر بندی سے دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا تمام میدان سانپوں سے بھرا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو یہ "جادو" ہے۔ وہ جادو نہ تھا جس کو فرعون اور اس کی قوم نے جادو کہا۔ میں جو لایا ہوں وہ جادو نہیں بلکہ حق اور معجزہ ہے۔ جادو تو یہ ہے جو تم لائے ہو۔ بس تم اپنی قوت صرف کر چکے اب تم دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس لائے ہوئے

جادو کو میرے لائے ہوئے حق سے ملیامیٹ کر دے گا اور تم میرے مقابلہ میں ذلیل وخوار ہو گے اور تمہارا کھیل میرے مقابلہ میں کبھی نہیں سنور سکے گا۔ کیونکہ خدا کی عادت اور حکمت کے یہ خلاف ہے کہ مصلح ومفسد کے مقابلہ کے وقت جبکہ اس سے مقصود خالص اتمام حجت ہو۔ مفسدوں اور شریروں کی بات سنوار دے اور کلمۂ حق کو پست ومغلوب کر دے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ مفسدوں کا کام نہیں بننے دیتا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق حق کو بلند اور ثابت فرماتا ہے اگرچہ مجرموں کو یہ کیسا ہی ناپسند ہو۔ چنانچہ اس مقابلہ میں ایسا ہی ہوا جیسا کہ قرآن پاک کے دوسرے مقامات میں مذکور ہے۔ جادوگر مغلوب ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اژدہا بن کر جادوگروں کے سارے کھیل کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔ جس پر وہ جادوگر تو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے مگر فرعون جو اس معاملہ میں بھی ذلیل وخوار ہوا اور جو ربوبیت کا دعویٰ وہ کرتا تھا اس کا پول کھل گیا۔ فرعون نے اپنے وسائل وذرائع سے نبوت پر غلبہ پانے کی کوشش کی مگر فرعون باوجود حکومت سلطنت اور عظمت شان کے نبی کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور اللہ کا بول بالا ہو کر رہا۔

یہاں کفار مکہ کو یہ سنا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ تم لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اگر مخالفت پر قائم رہے تو خود ہی ذلیل وبرباد ہو گے۔ اللہ کے نبی کا کچھ نہ بگڑے گا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ معجزہ اور کرامت افعال الٰہیہ حقہ میں سے ہیں اور سحر افعال باطلہ میں سے اور مقابلہ میں حق بالآخر باطل پر غالب آ جاتا ہے اور معجزہ یا کرامت کے مقابلہ میں جادو یا سحر کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی رحمت سے اس ملک پاکستان میں بھی کوئی ایسا مرد مومن پیدا فرما دے جو اس ملک میں اسلام کو بلند کر دے اور حقیقی معنیٰ میں اس ملک کو اسلامی حکومت وسلطنت بنا دے اور باطل کو یہاں سے مٹا دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ

پس موسیٰ پر اُن کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے، وہ بھی فرعون سے اور اپنے احکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں انکو

اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

تکلیف (نہ) پہنچاوے اور واقع میں فرعون اس مُلک میں زور رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد سے باہر ہو جاتا تھا۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ

اور موسیٰ نے فرمایا، کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اُسی پر توکل کرو، اگر تم اطاعت کرنے والے ہو۔

مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾

اُنہوں نے عرض کیا، کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ان ظالموں اک تختۂ مشق نہ بنا۔

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ

اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافر لوگوں سے نجات دے۔ اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی (ہارونؑ) کے پاس وحی بھیجی، کہ تم دونوں اپنے

تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾

ان لوگوں کیلئے مصر میں گھر برقرار رکھو اور تم سب اپنے انہیں گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو اور نماز کے پابند رہو اور آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں۔

فَمَا سونہ	اٰمَنَ ایمان لایا	لِمُوْسٰى موسیٰ پر	اِلَّا مگر	ذُرِّيَّةٌ چند لڑکے	مِنْ سے	قَوْمِهٖ اس کی قوم	عَلٰى خَوْفٍ خوف کی وجہ سے	مِنْ سے
فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَا۟ئِهِمْ اور ان کے سردار	اَنْ کہ	يَّفْتِنَهُمْ وہ آفت میں ڈالے انہیں	وَاِنَّ اور بیشک	فِرْعَوْنَ فرعون	لَعَالٍ سرکش	فِى میں	
الْاَرْضِ زمین	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	لَمِنَ البتہ	الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھنے والے	وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰى موسیٰ	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اِنْ اگر	
كُنْتُمْ تم ہو	اٰمَنْتُمْ ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	فَعَلَيْهِ تو اس پر	تَوَكَّلُوْٓا بھروسہ کرو	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	مُّسْلِمِيْنَ فرمانبردار	
فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	تَوَكَّلْنَا ہم نے بھروسہ کیا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	لَا تَجْعَلْنَا نہ بنا ہمیں	فِتْنَةً تختۂ مشق	لِّلْقَوْمِ قوم کا		
الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَنَجِّنَا اور ہمیں چھڑا دے	بِرَحْمَتِكَ اپنی رحمت سے	مِنَ سے	الْقَوْمِ قوم	الْكٰفِرِيْنَ کافر	وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی بھیجی		
اِلٰى طرف	مُوْسٰى موسیٰ	وَاَخِيْهِ اور اس کا بھائی	اَنْ تَبَوَّاٰ کہ گھر بناؤ تم	لِقَوْمِكُمَا اپنی قوم کیلئے	بِمِصْرَ مصر میں	بُيُوْتًا گھر	وَّاجْعَلُوْا اور بناؤ	
بُيُوْتَكُمْ اپنے گھر	قِبْلَةً قبلہ رو	وَّاَقِيْمُوا اور قائم کرو	الصَّلٰوةَ نماز	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دو	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن			

نوجوان جو ایمان لائے ان کا خوف و اندیشہ

مصر میں قوم بنی اسرائیل فرعونیوں کے ہاتھوں سخت مصیبت اور ذلت اٹھا رہے تھے اور پرانی پیشین گوئیوں کے مطابق منتظر تھے کہ فرعون کے مظالم کا خاتمہ کرنے اور اس کی سلطنت کا تختہ الٹنے والا اسرائیلی پیغمبر مبعوث ہو۔ موسیٰ علیہ السلام ٹھیک اسی شان سے تشریف لائے جس کا انہیں

انتظار تھا۔ اس لئے تمام بنی اسرائیل دل سے تو موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کو نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے مگر چونکہ مصر کی سرزمین میں فرعون بڑا سرکش جبار اور سفاک بادشاہ تھا اور بنی اسرائیل پر ظلم کرنے میں وہ حد سے بڑھ چکا تھا۔ اس لئے اکثر بنی اسرائیل بھی فرعون اور فرعونی سرداروں سے خوف زدہ تھے۔ اس لئے ابتداء میں شرعی طور پر اپنے ایمان و اسلام کا اظہار نہیں کیا اور وقت کے منتظر رہے کہ جس وقت حق کو غلبہ ہوگا اپنے ایمان اور اسلام کا اعلانیہ اظہار کر دیں گے۔

تاہم جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کے تھوڑے سے نوجوانوں نے ہمت کر کے باوجود فرعون کی قوم سے خائف ہونے کے اپنے اسلام و ایمان کا اظہار کر دیا۔ چند گنے چنے قبطی بھی جو فرعون کی قوم سے تھے ساحروں کی شکست اور مغلوبیت اور ان کے ایمان لے آنے سے موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا سکہ ان کے قلوب پر بیٹھ گیا اور وہ بھی مشرف بایمان ہو گئے۔ مگر اس کے بعد فرعون نے مزید مظالم کے پہاڑ ڈھانا شروع کئے۔ کوئی سختی اور تکلیف نہ تھی جو بنی اسرائیلیوں سے اٹھا کر رکھی ہو آخر کو تنگ آ کر بنی اسرائیل نے اپنے خوف اور پریشانی کا اظہار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا اور ان کا خوف کھانا بھی کچھ بے جا نہ تھا۔ کیونکہ اس وقت ملک میں فرعون کی مادی طاقت بہت بڑھ چڑھ کر تھی اور اس کا ظلم و سرکشی حد سے متجاوز ہو چکا تھا اور کمزوروں کو ستانے کے لئے اس نے بالکل ہاتھ کھلا چھوڑ رکھا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تسلی اور رہنمائی

موسیٰ علیہ السلام نے جب ان اہل ایمان کو فرعون سے خائف دیکھا تو ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ گھبرانے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ ایک فرمانبردار مومن کا کام اپنے مالک حقیقی کی طاقت پر بھروسہ کرنا ہے جسے خدا کی لامحدود قدرت و رحمت پر یقین ہوگا وہ یقیناً ہر معاملہ میں خدا پر اعتماد کرے گا اور اس اعتماد کا اظہار جب ہی ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے کو بالکلیہ خدا کے سپرد کر دے۔ اسی کے حکم پر چلے اور تمام جدوجہد میں صرف اسی پر نظر رکھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی اس نصیحت پر انہوں نے اخلاص کا اظہار کیا کہ بیشک ہمارا بھروسہ خالص خدا پر ہے اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنائے کہ یہ ہم پر اپنے زور و طاقت سے ظلم ڈھاتے رہیں اور ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ اللہ ہی ہم کو ان ظالموں کی غلامی و محکومی سے نجات دے اور ان کافروں کے پنجہ سے رہائی عطا فرمادے۔

بگڑتے ہوئے حالات کی حکمت عملی

جادوگروں کی شکست کے بعد فرعون اور زیادہ مشتعل ہو گیا تھا اور مصر میں اسرائیلیوں کے جتنے عبادت خانہ تھے سب اس نے برباد کر دیئے تھے۔ کوئی اسرائیلی باہر نکل کر خدا کی عبادت نہ کر سکتا تھا۔ اسرائیلی پہلے ہی سے خائف اور پریشان تھے مگر کچھ تو ان کی تسلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت اور تعلیم توکل علی اللہ اور رجوع الی اللہ سے فرمائی گئی۔ مزید تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم فرمایا کہ بنی اسرائیل فرعونیوں سے ڈر کر اپنے گھر نہ چھوڑیں بلکہ بدستور مصر میں اپنے گھروں پر قرار رکھیں اور اپنے مکانوں میں ٹھہرے رہیں اور چونکہ فرعونیوں نے بنی اسرائیلیوں کی عبادت گاہیں خراب کر دی تھیں۔ اس لئے حکم ہوا کہ نماز کے اوقات میں اسرائیلی اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں۔ پچھلی امتوں میں چونکہ عبادت گاہوں کے علاوہ اور جگہ نماز و عبادت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے خطرات کے باعث حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو گھروں کے اندر نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی جیسا کہ ابتدائے اسلام میں خود مسلمانوں کا مکہ کی سرزمین پر یہی حال تھا تاہم بنی اسرائیل کو اس اجازت کے ساتھ یہ تنگی بھی تھی کہ گھروں میں بھی ایک جگہ متعین کرنی پڑتی تھی۔ یہ نہیں کہ گھر میں بھی جہاں چاہا نماز پڑھ لی۔ یہ تو امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ جہاں چاہو نماز پڑھ سکتے ہو۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اسرائیلیوں کو نماز کی پابندی کی تاکید کا حکم دیا گیا تاکہ نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ جلدی اس مصیبت سے چھڑا دے اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ اسرائیلیوں کو بشارت سنا دیجئے کہ عنقریب تمہارا دشمن تباہ و برباد ہوگا اور تمہاری مصیبت ختم ہو جائے گی۔

مسلمانوں کو تعلیم و تلقین

ان آیات سے ان ابتدائی دور کے مکی مسلمانوں کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے ساری قوم کی شدید مخالفت اور ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے تعلیم و تلقین بھی مقصود ہے کہ ان تمام مصائب کا علاج رجوع الی اللہ اور توکل علی اللہ میں پنہاں ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تعلیم فرمایا تو یہ قرآنی تعلیمات جس طرح ابتدائی دور کے مسلمانوں کے لئے تھیں اسی طرح آئندہ اور تاقیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ

اور موسیٰ نے عرض کیا' کہ اے ہمارے رب! آپ نے فرعون کو اور اُس کے سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں

الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ

اے ہمارے رب! اسی واسطے دیئے ہیں' کہ وہ آپ کی راہ سے گمراہ کریں۔ اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے' اور ان کے دلوں کو

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ

سخت کر دیجئے سو یہ ایمان نہ لانے پاویں' یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا' کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے'

دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

سو تم مستقیم رہو۔ اور اُن لوگوں کی راہ نہ چلنا جن کو علم نہیں۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓى

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا' پھر اُن کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادے سے چلا۔ یہاں تک کہ

اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ

جب ڈوبنے لگا' تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اُس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں'

وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾

اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں' جواب دیا گیا' کہ اب ایمان لاتا ہے۔ پہلے سے سرکشی کرتا رہا' اور مفسدوں میں داخل رہا۔

وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰى موسیٰ	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّكَ بیشک تو	اٰتَيْتَ تو نے دیا	فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَاَهٗ اور اسکے سردار	زِيْنَةً زینت	
وَاَمْوَالًا اور مال	فِى میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	رَبَّنَا اے ہمارے رب	لِيُضِلُّوْا کہ وہ گمراہ کریں	عَنْ سے	سَبِيْلِكَ تیرا راستہ		
رَبَّنَا اے ہمارے رب	اطْمِسْ تو مٹادے	عَلٰى پر	اَمْوَالِهِمْ ان کے مال	وَاشْدُدْ اور مہر لگادے	عَلٰى قُلُوْبِهِمْ انکے دلوں پر			
فَلَا يُؤْمِنُوْا کہ وہ نہ ایمان لائیں	حَتّٰى یہانتک کہ	يَرَوُا وہ دیکھ لیں	الْعَذَابَ عذاب	الْاَلِيْمَ دردناک	قَالَ اس نے فرمایا			
قَدْ اُجِيْبَتْ قبول ہوچکی	دَّعْوَتُكُمَا تمہاری دعا	فَاسْتَقِيْمَا سو تم دونوں ثابت قدم رہو	وَ اور	لَا تَتَّبِعٰٓنِّ نہ چلنا	سَبِيْلَ راہ	الَّذِيْنَ ان لوگوں کی جو		
لَا يَعْلَمُوْنَ ناواقف ہیں	وَجٰوَزْنَا اور ہم نے پار کردیا	بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو	الْبَحْرَ دریا	فَاَتْبَعَهُمْ پس پیچھا کیا ان کا	فِرْعَوْنُ فرعون			
وَجُنُوْدُهٗ اور اسکا لشکر	بَغْيًا وَّعَدْوًا سرکشی اور زیادتی	حَتّٰى یہانتک کہ	اِذَآ اَدْرَكَهُ جب اسے آپکڑا	الْغَرَقُ غرقابی	قَالَ وہ کہنے لگا	اٰمَنْتُ میں ایمان لایا		
اَنَّهٗ کہ وہ	لَآ نہیں	اِلٰهَ معبود	اِلَّا سوائے	الَّذِىْٓ اٰمَنَتْ وہ جس پر ایمان لائے	بِهٖ اس پر	بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	وَاَنَا اور میں	مِنَ سے
الْمُسْلِمِيْنَ فرمانبردار	آٰلْئٰنَ کیا اب	وَقَدْ عَصَيْتَ اور البتہ تو نافرمانی کرتا رہا	قَبْلُ پہلے	وَكُنْتَ اور تو رہا	مِنَ سے	الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنیوالے		

فرعونیوں کے خلاف

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی قبولیت

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدت دراز تک ہر طرح وعظ و نصیحت اور تبلیغ کر چکے اور عظیم الشان معجزات دکھلا چکے مگر فرعونیوں کا کفر پر اصرار اور حق سے عناد بڑھتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ جب وحی الٰہی سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ کبھی ایمان لانے والے نہیں۔ تب بالآخر مجبور ہو کر ان کی ہلاکت کے لئے بددعا فرمائی اور فرعونیوں کی تباہی کی استدعا باری تعالیٰ سے پیش کی اور عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ آپ نے جو ان فرعونیوں کو بکثرت مال و دولت دے رکھا ہے مصر سے لے کر ارض حبشہ تک سونے چاندی اور زبرجد و زمرد یاقوت وغیرہ جواہرات کی کانیں عطا فرما رکھی ہیں جس کا اثر یہ ہے کہ یہ گمراہیاں پھیلا رہے ہیں اور راہ راست سے لوگوں کو بھٹکا رہے ہیں ان کے اموال کو تباہ اور ملیامیٹ کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر لگ جائے کہ ان کو ایمان لانا نصیب ہی نہ ہو۔ اور ایمان لائیں بھی تو ایسے وقت جبکہ ایمان لانا مفید ہی نہیں۔ یعنی جب آنکھوں سے عذاب الیم کا مشاہدہ کر لیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا پر حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ارشاد ہوا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہو گئی اور اب یہ نافرمان ہلاک ہی ہو کر رہیں گے۔ اگرچہ دعا کرنے والے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے اس لئے جواب میں صیغہ تثنیہ استعمال کیا گیا اور اُجِیبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فرمایا گیا یعنی تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔

ایک ضمنی مسئلہ

مفسر ابن کثیرؒ نے اس آیت سے یہ مسئلہ استخراج کیا ہے کہ اگر نماز میں صرف امام سورۂ فاتحہ قرأت کرے اور مقتدی آمین کہیں تو قرأت امام کو قرأت مقتدی بھی قرار دیا جائے گا جیسا کہ دعا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی اور حضرت ہارن علیہ السلام نے آمین کہی تھی مگر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو معلوم ہوا کہ دعا میں حضرت ہارون علیہ السلام بھی شریک تھے۔ اگرچہ صرف آمین کہی تھی۔

قبولیت دعا کے ساتھ دو ہدایات

دعا کی قبولیت کے اظہار کے ساتھ دو باتوں کی ہدایت بھی فرمائی گئی۔ ایک تو فرمایا گیا فَاسْتَقِيمَا یعنی تم دونوں اپنے کام ثابت قدمی اور استقلال سے انجام دیتے رہو یعنی فرض منصبی پر قائم رہو اور دعوت و تبلیغ میں بدستور لگے رہو دوسری بات فرمائی وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ان لوگوں کی راہ نہ چلنے لگنا جو علم نہیں رکھتے یعنی اگر قبول دعا کے آثار دیر سے ظاہر ہوں تو نادان لوگوں کی طرح شتابی مت کرنا وقت مقرر پر یہی ہو کر رہے گا۔ عجلت اور گھبرانے سے کچھ حاصل نہیں گویا یہ تعلیم فرمائی کہ دعاء کے قبول ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ فوری اثر ظاہر ہو جائے۔ لکھا ہے کہ اس دعا کے بعد فرعون چالیس سال زندہ رہا۔ بعض مفسرین نے صرف ۴۰ روز زندہ رہنا بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

فرعونیوں کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی آزادی کا واقعہ

بہرحال مشیت الٰہی میں جو وقت مقرر تھا جب وہ پورا ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم ہوا کہ اب وقت آ گیا ہے۔ آپ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین کی جانب لے جایئے۔ حسب الحکم ایک رات کو موسیٰ علیہ السلام کئی لاکھ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات بحر احمر کی راہ پر ہو لئے اور روانہ ہونے سے پہلے مصری عورتوں کے زیورات اور قیمتی پارچہ جات جو ایک تہوار میں بنی اسرائیلیوں نے مستعار لئے تھے وہ بھی واپس نہ کر سکے۔ فرعون کو جب اطلاع ملی کہ بنی اسرائیل مصر سے فرار ہونے کے لئے شہروں سے نکل گئے فرعون نے اسی وقت ایک لشکر جرار لے کر ان کا تعاقب کیا تا کہ اس کے پنجۂ ظلم سے چھوٹنے نہ پاویں اور آفتاب نکلنے کے وقت بنی اسرائیل تک پہنچ گیا۔ بنی

اسرائیل جب بحر قلزم کے کنارے پہنچے تو سخت پریشان ہوئے۔ آگے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ مضطرب ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار پوچھنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی اور فرمایا خوف نہ کرو۔ خدا کا وعدہ سچا ہے وہ تم کو نجات دے گا اور پھر درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے۔ وحی الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو پانی پر مارو چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ لاٹھی مارتے ہی سمندر میں پانی ادھر ادھر پھٹ کر دونوں جانب دو پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا اور درمیان میں خدا نے بارہ راستے خشک بنا دیئے اور بنی اسرائیل کا ہر خاندان ایک راستہ میں داخل ہو کر پار پہنچ گیا۔ ادھر فرعون لشکر سمیت سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ فرعون نے جو سمندر خشک دیکھا اور بنی اسرائیل کو اس میں سے بآسانی اور بحفاظت تمام گزرتے ہوئے دیکھا تو مع اپنے لشکر کے خود بھی سمندر میں داخل ہو گیا۔ جب ایک ایک کر کے تمام فوجی سمندر کے اندر پہنچ گئے تو پانی بحکم الٰہی اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور فرعون اور اس کا تمام لشکر جو بھی درمیان ہی میں تھا غرق ہو گیا۔ جب فرعون غرق ہونے لگا اور ملائکہ عذاب سامنے نظر آنے لگے تو اس وقت گھبرا کر ایمان اور اسلام کا لفظ زبان پر لایا اور پکار کر کہنے لگا کہ میں اسی خدا پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور اب میں اسی کے فرمانبرداروں میں ہوں۔ مگر یہ ایمان چونکہ حقیقی ایمان نہ تھا بلکہ گذشتہ فریب کاریوں کی طرح نجات حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ایک مضطربانہ بات تھی اس لئے خدا کی طرف سے ملائکہ کے ذریعہ سے یہ جواب ملا کہ اس سے پیشتر تمام عمر جب ایمان کا موقع تھا تو ایمان نہ لایا اور ساری عمر مخالف ہو کر گمراہی اور فساد پھیلاتا رہا۔ اب عذاب دیکھ کر یقین لایا جبکہ ایمان کا وقت نہ رہا۔ خدا کو خوب معلوم ہے کہ تو مسلمین میں سے نہیں۔ بلکہ مفسدین میں سے ہے۔

قبولیت دعا کا مشاہدہ

یہاں موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی فَلَا يُؤْمِنُوا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں تو اس کی مقبولیت کا اللہ تعالیٰ نے مشاہدہ کرا دیا کہ ان کی دعا لفظاً بلفظ قبول ہوئی کہ فرعون عذاب کو دیکھ کر ہی ایمان لایا۔ اس سے پہلے اسے ایمان لانا نصیب نہ ہوا۔ ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ جب فرعون نے اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا کہا اس وقت میرا حال عجیب تھا۔ کاش آپ مجھے اس وقت دیکھتے کہ میں سمندر سے کیچڑ لے کر فرعون کے منہ میں ٹھونستا تھا کہ کہیں (کلمۂ ایمان کی برکت سے) اس کو اللہ کی رحمت نہ پہنچ جائے اور بعض روایت میں یہ لفظ آئے ہیں کہ مجھے ڈر ہوا کہ اس کو اللہ کی رحمت پکڑ لے اور اس کی مغفرت ہو جائے۔

عجیب واقعہ

حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا کاندھلویؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں یہ حکایت لکھی ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جبرائیل امین فرعون کے پاس ایک استفتاء لے کر آئے جس کا مضمون یہ تھا کہ تیرا اس غلام کے بارہ میں کیا فتویٰ ہے جو آقا کے مال و نعمت میں پلا پھر اس غلام نے اپنے آقا کی نعمت کا کفران کیا اور اس کا حق نہ مانا اور خود آقا ہونے کا دعویٰ کیا تو ایسے غلام کا کیا حکم ہے؟ فرعون نے اپنے ہاتھ سے اس کا جواب لکھا کہ ایسے غلام کی سزا یہ ہے کہ اس کو سمندر میں ڈبو دیا جائے اور اس فتوے پر جبرئیل امین نے فرعون سے دستخط بھی لے لئے۔ فرعون نے اپنے قلم سے لکھ دیا یہ وہ جواب ہے کہ ولید بن مصعب یعنی فرعون نے لکھا ہے۔ جب فرعون غرق ہونے لگا اور ایمان ظاہر کرنے لگا تو جبرائیل امین نے اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ اس کو دکھلایا اور کہا فتوے کے بموجب تیرے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کیوں کی

ان آیات کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعونیوں کے لئے بددعا کرنے پر مفسرین نے ایک شبہ کا اظہار کر کے اس کا جواب بھی لکھا ہے۔ شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ رسول تو قوم کے لئے ہدایت اور ایمان

چاہتا ہے نہ کہ گمراہی اور کفر۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے یہ بددعا کیسے فرمائی کہ ان فرعونیوں کے دلوں کو یا اللہ اور سخت کر دیجئے کہ یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں۔ تو اس شبہ کے مفسرین محققین نے کئی جوابات لکھے ہیں۔

ایک جواب تو یہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ساری تدبیریں کرنے کے بعد ان فرعونیوں کی اصلاح سے مایوس ہو چکے تھے اور اب چاہتے تھے کہ یہ اپنے اعمال کی سزا دیکھیں۔ اس میں یہ احتمال تھا کہ کہیں یہ لوگ عذاب آتا دیکھ کر ایمان کا اقرار نہ کر لیں اور اس طرح عذاب ٹل جائے اس لئے کفر سے بغض اور نفرت اس بددعاء کا سبب بنی جیسے فرعون غرق ہونے کے وقت ایمان کا اقرار کرنے لگا تو جبرئیل امین نے اس کا منہ کیچڑ ٹھونس کر بند کر دیا کہ کہیں رحمت الٰہی متوجہ ہو کر یہ عذاب سے نہ بچ جائے۔ (معارف القرآن از مفتی صاحبؒ)

ایک جواب یہ لکھا ہے کہ جب فرعون اور فرعونیوں کا کفر و عناد حد سے گزر گیا اور وحی الٰہی کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا کہ یہ ایمان لانے والے نہیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح بددعا فرمائی جیسا کہ سورۂ نوح پارہ نمبر ۲۹ میں ارشاد ہے:۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا یعنی نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے پروردگار اب اس زمین پر ایک کافر کو بھی زندہ نہ چھوڑیئے ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام نے بعد علم کے بددعا فرمائی (معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

الغرض اپنی غرقابی کے وقت فرعون کے نجات آخرت طلب کرنے اور ایمان لا کر غرق سے بچ جانے کے جواب میں حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ اب کہتا ہے کہ میں اسلام لایا اور ایمان لایا جب کہ اس کا وقت گزر چکا اب تک تو سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا اب معائنہ آخرت پر نجات چاہتا ہے۔ ایک دوسرا جواب جو فرعون کو خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا وہ اگلی آیت میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنی کوتاہیوں پر زندگی ہی میں تنبہ نصیب فرما دے اور اس پر توبہ کی توفیق عطا فرما دے اور اپنے فضل و کرم سے ہماری توبہ کو قبول فرما لے اور موت سے پہلے آخرت کی فکر اور وہاں کا سامان تیار کرنا نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے' تاکہ تو اُن کیلئے موجبِ عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی

عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

ہماری عبرتوں سے غافل ہیں۔

فَالْيَوْمَ سو آج	نُنَجِّيْكَ ہم تجھے بچادیں گے	بِبَدَنِكَ تیرے بدن سے	لِتَكُوْنَ تاکہ تو رہے	لِمَنْ ان کیلئے جو	خَلْفَكَ تیرے بعد آئیں
اٰيَةً ایک نشانی	وَاِنَّ اور بیشک	كَثِيْرًا اکثر	مِّنَ النَّاسِ لوگوں میں سے	عَنْ سے	اٰيٰتِنَا ہماری نشانیاں
لَغٰفِلُوْنَ غافل ہیں					

فرعون کی آخری پکار کا جواب

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب فرعون سمندر میں ڈوبنے لگا اور ملائکہ عذاب کے نظر آنے لگے تو اس وقت کہنے لگا کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں اور مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں جس کا جواب اس کو فرشتہ کے ذریعہ سے یہ دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے جب کہ ایمان کا موقع نہیں رہا۔ درحقیقت فرعون کی تہہ پکار ایسی پکار تھی جو عذاب الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد اضطراری اور بے اختیاری کی حالت میں نکلتی ہے۔

تو فرعون نے غرق سے بچنے اور عذاب آخرت سے نجات ملنے کی جو منشا ظاہر کی تھی اس کا جواب جو اسے دیا گیا وہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ فرعون کو حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ اب تو جس نجات آخرت کو طلب کررہا ہے وہ تو مل نہیں سکتی اس کی بجائے آج ہم تیری لاش کو پانی میں تہ نشین ہونے سے نجات دیں گے تاکہ تو آئندہ نسلوں کے لئے موجب عبرت ہو کہ لوگ تیری بدحالی اور تباہی دیکھ کر مخالفت احکام الٰہیہ سے ڈریں۔

یہاں آیت میں فرعون کی لاش بچالینے اور پانی پر تیرانے کو مجازاً تمسخر کے طور پر نجات سے تعبیر فرمادیا ہے کہ تجھے ایسی نجات مل رہی ہے جو تیرے لئے مزید رسوائی کا باعث ہوگی۔ گویا اس طرح اس کی تشہیر کرکے اس کے دعوئے خدائیت میں ذلت کی آخری کیل ٹھونک دی گئی تاکہ اس کے مردہ بدن کو دیکھ کر لوگ سمجھ جائیں کہ انسان خدا نہیں ہوسکتا۔

فرعون کی نعش عبرت ونصیحت کا سامان

منقول ہے کہ فرعون کی باقی ماندہ قوم جو مصر میں مقیم تھی اس کو کسی طرح یقین نہ آتا تھا کہ فرعون غرق ہوکر ہلاک ہوگیا۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہلاک ہونے کی خبر دی تو وہ لوگ فرعون سے کچھ اس قدر مرعوب تھے کہ ان کو فرعون کا ہلاک ہونا یقین نہیں آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اور دوسروں کی عبرت کے لئے سمندر کی موجوں کو حکم دیا کہ اس کی لاش کو بہا کر کنارہ پر ڈال دیں تاکہ ایک طرف تو بنی اسرائیل اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرکے سکون قلب اور ایمانی قوت حاصل کریں اور دوسری طرف مصری قوم کی غلط فہمی دور ہوجائے اور وہ اللہ کی قدرت کو دیکھ کر ڈریں۔ چنانچہ موجوں نے فرعون کی لاش کو ایسی جگہ لاکر ساحل پر ڈالا کہ سب نے دیکھ لیا اور مصری قوم نے اس ذلت آمیز شکست کو چھپانے کے لئے بہ عجلت تمام اس لاش کو حنوط کرکے دفن کردیا۔ مصری ایسا مصالحہ جانتے تھے جس کے مل دینے سے لاش خراب نہیں ہوتی تھی۔ لاش کے شکم کے اندرونی حصہ کی صفائی کا کوئی خاص مخصوص طریقہ استعمال کرتے تھے کہ بغیر شکم کے چاک کئے ہوئے پیٹ کے اندرونی حصہ کی صفائی ہوجاتی تھی۔ کچھ عرصہ نامعلوم رہنے کے بعد انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں مصر کے آثار قدیمہ کی تحقیقاتی مہم میں یہ لاش برآمد ہوگئی اور آج قاہرہ کے عجائب خانہ میں تماشہ گاہ خاص وعام بنی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ ڈوبتے وقت کسی پتھر سے ٹکرا کر اس کی ٹھوڑی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ یہ ہڈی اب

بھی ٹوٹی ہوئی ہے باقی تمام لاش اسی طرح بجنسہ آج بھی محفوظ ہے۔

اس کی لاش کی دریافت نے تیرہ سوسال بعد قرآن کریم کے الفاظ۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً

''سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تا کہ تو ان لوگوں کے لئے جو تیرے بعد آئیں گے عبرت کی نشانی ہو''۔

کو سچا کر دکھایا۔ کیا دنیا اب بھی قرآن کی صداقت کا ثبوت تلاش کرنا چاہتی ہے۔

فرعون کے غرق اور بنی اسرائیل کے نجات کا واقعہ محرم کی دسویں تاریخ یعنی یوم عاشورہ کو ہوا اور جس جگہ فرعون کی لاش پائی گئی تھی آج تک وہ جگہ جبل فرعون کے نام سے مشہور ہے۔

بے بصیرت لوگ

آیت کے اخیر میں ارشاد فرمایا گیا کہ حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی بہت سے آدمی ہماری ایسی عبرتوں اور نشانیوں سے غافل ہیں اور مخالفت احکام سے نہیں ڈرتے اور ان واقعات میں غور وفکر نہیں کرتے اور عبرت حاصل نہیں کرتے تو اس آیت اور گذشتہ آیات میں جہاں متعدد بصیرتیں اور عبرتیں موجود ہیں وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت اور قرآن کریم کے الہامی ہونے کا نا قابل تردید ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کسی انسان سے علم حاصل نہ کرنے کے ایسا مفصل واقعہ صحیح صحیح بیان فرمایا کہ تمام تاریخ دان بھی اس کی صحت کے مقر ہیں۔ یہاں تک کہ مرتے وقت فرعون نے جو الفاظ کہے تھے وہ بھی ظاہر فرمادیئے اور پھر اس کا نتیجہ بھی ذکر کر دیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ جیسا کہ مظلوم اسرائیلیوں کو آپ نے فرعونیوں کے ظلم وستم سے نجات دی تھی اسی طرح اب بھی روئے زمین پر جہاں اہل اسلام مظلوم اور مجبور ہیں ان کی حمایت فرما اور ظالموں کے ظلم وستم سے ان کو نجات عطا فرما اور ظالموں کے بیڑہ کو غرق فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے اُن کو نفیس چیزیں کھانے کو دیں۔ سو انہوں نے

اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

اختلاف نہیں کیا' یہاں تک کہ اُن کے پاس علم پہنچ گیا۔ یقینی بات ہے کہ آپ کا رب اُن کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ کریگا

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا اور البتہ ہم نے ٹھکانہ دیا	بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ بنی اسرائیل	مُبَوَّأَ ٹھکانہ	صِدْقٍ اچھا	وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے رزق دیا انہیں	
مِنَ الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں میں	فَمَا اخْتَلَفُوْا سو انہوں نے اختلاف نہ کیا	حَتّٰى یہانتک کہ	جَآءَهُمُ آگیا ان کے پاس	الْعِلْمُ علم	اِنَّ بیشک
رَبَّكَ تمہارا رب	يَقْضِيْ فیصلہ کریگا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	فِيْمَا اس میں جو	كَانُوْا وہ تھے
فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ وہ اختلاف کرتے				

آزادی کے بعد بنی اسرائیل پر انعامات کی بارش

بنی اسرائیل پر مادی انعام و اکرام کے سلسلہ میں بتلایا گیا کہ فرعون کے غرق کرنے کے بعد ان کو رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اچھا ٹھکانا دیا۔ مفسرین نے اس اچھے ٹھکانے سے مراد ملک مصر اور ملک شام لیا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ فرعونیوں کی تباہی کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کو دوبارہ مصر گئے تھے اور فرعونیوں نے جو محلات تیار کئے تھے اور بے شمار باغات و چشمے چھوڑے تھے ان سب کے وارث بنی اسرائیل ہوئے۔ لیکن اکثر مفسرین اور اہل تاریخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی مصر کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک آیت میں مُبَوَّأَ صِدْقٍ یعنی اچھا ٹھکانے سے مراد فلسطین و شام وغیرہ مراد ہے۔ دونوں ملک سرسبز و شاداب تھے جہاں حلال' پاک اور ستھری چیزوں کی افراط تھی۔ غرضیکہ بنی اسرائیل حلال اور طیب نعمتوں سے مالا مال کر دیئے گئے پھر مادی انعامات و اکرامات کے ساتھ دینی و روحانی نعمت سے بھی سرفراز کئے گئے کہ توراۃ عنایت کی گئی جس میں دین کے اصول و فروع بیان ہوئے تھے اور اگلوں اور پچھلوں کے متعلق خبریں دی گئی تھیں۔

بنی اسرائیلیوں کی بدبختی

ان واضح حقائق سے خبردار ہونے کے بعد لائق نہ تھا کہ آپس میں اختلاف کر کے پھوٹ ڈالتے اور فرقہ بندی کی نحوست میں گرفتار ہوتے مگر باوجود علم صحیح اور خبر صادق پہنچ جانے کے طرح طرح کے اختلافات پیدا کئے اور پھوٹ ڈال کر رہے۔ بعض احکام میں اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کٹ حجتی کی اور بعد میں آنے والے پیغمبر خصوصاً نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض نے تصدیق کی اور اکثر نے تکذیب کی حالانکہ ان کے متعلق بہت سی پیشینگوئیوں پر مطلع ہو چکے تھے۔ بلکہ بعثت محمدی سے پہلے نبی آخر الزمان کی آمد کے منتظر رہتے تھے اور مشرکین سے کہا کرتے تھے کہ ہم پیغمبر آخر الزمان کے ساتھ ہو کر تمہاری خبر لیں گے۔

فرقہ پرستی و گروہ بندی کی نحوست

پھر نہ صرف اسی مسئلہ میں اختلاف ہوا بلکہ خود اپنے مذہب میں تحریف کر کے اصول و فروع بدل ڈالے اور رفتہ رفتہ بیسیوں فرقہ پیدا ہو گئے اور یہ جو کچھ انہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کئے اور نئے

نئے مذہب نکالے اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کو حقیقت کا علم نہیں دیا گیا تھا اور ناواقفیت کی بناء پر انہوں نے ایسا کیا بلکہ فی الحقیقت یہ سب کچھ ان کے اپنے نفس کی شرارتوں کا نتیجہ تھا۔ خدا کی طرف سے تو انہیں واضح طور پر بتا دیا گیا تھا کہ دین حق یہ ہے یہ اس کے اصول ہیں یہ اس کے تقاضا اور مطالبہ ہیں۔ مگر ان تمام صاف صاف ہدایتوں کے باوجود انہوں نے دین میں تفرقہ ڈال لئے اور خدا کی دی ہوئی بنیادوں کو چھوڑ کر کچھ دوسری ہی بنیادوں پر اپنے مذہبی فرقوں کی عمارتیں کھڑی کر لیں۔

بہر حال آیت میں آگے بتلایا گیا کہ ایک دن وہ آتا ہے کہ جب یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت میں ان کے درمیان اس چیز کا عملی فیصلہ کر دیں گے جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں کہ حق و باطل نکھر جائے گا۔ اہل حق جنت میں اور اہل باطل جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

دور نبوی کے یہودیوں کو تنبیہ

مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو سنانا ہے کہ بنی اسرائیل پر اللہ نے کیا انعامات کئے مگر انہوں نے کفران نعمت کیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ماننا بھی داخل ہے۔ جبکہ علمائے یہود توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اخلاق اور علامات برابر پڑھتے چلے آتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو باوجود علم صادق کے محض دنیا پرستی اور حصول زر کے سبب صداقت رسول سے انحراف کرنے لگے اور ایمان نہ لائے اور ان کا یہ اختلاف محض حسد و عداوت کی بنا پر تھا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی نعمتیں جو ہم کو عطا فرمائی ہیں ان کا ہم کو حقیقی شکر گزار ہونے کی توفیق عطا فرماویں اور ہم کو اپنے اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کاملہ نصیب فرماویں۔ موجودہ دشمنان دین واسلام کو ایسا ہی تباہ و برباد فرماویں جیسا کہ فرعونیوں کو تباہ و برباد اور ہلاک کیا گیا اور موجودہ مظلوم مسلمانوں کو ایسی ہی عزت اور غلبہ عطا فرماویں جیسا بنی اسرائیلیوں کو فرعونیوں پر غلبہ دیا گیا تھا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

پھر اگر بالفرض آپ اس (کتاب) کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کی کتابوں کو

لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ

پڑھتے ہیں بیشک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔ اور نہ ان لوگوں میں ہوں

مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ

جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ورنہ آپ نقصان اُٹھانے والوں میں ہوجاویں گے۔ یقیناً جن لوگوں کے حق میں

عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا

آپ کے رب کی بات ثابت ہوچکی ہے۔ وہ ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل پہنچ جاویں۔ جب تک کہ

الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں۔

فَاِنْ پس اگر	كُنْتَ تو ہے	فِيْ شَكٍّ میں شک میں	مِمَّا اس سے جو	اَنْزَلْنَا ہم نے اتارا	اِلَيْكَ تیری طرف	فَسْئَلِ تو پوچھ لیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو
يَقْرَءُوْنَ پڑھتے ہیں	الْكِتٰبَ کتاب	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	لَقَدْ جَآءَكَ تحقیق آگیا میرے پاس	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَّبِّكَ تیرارب	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنَ سے	وَلَا تَكُوْنَنَّ اور نہ ہونا	الْمُمْتَرِيْنَ شک کرنے والے	مِنَ سے	فَلَا تَكُوْنَنَّ پس نہ ہونا		
اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جو	الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانے والے	مِنَ سے	فَتَكُوْنَ پھر ہوجائے	اللّٰهِ اللہ	بِاٰيٰتِ آیتوں کو	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	
جَآءَتْهُمْ آجائے انکے پاس	وَلَوْ خواہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے	رَبِّكَ تیرارب	كَلِمَتُ بات	عَلَيْهِمْ ان پر	حَقَّتْ ثابت ہوگئی	
كُلُّ اٰيَةٍ ہرنشانی	حَتّٰى یہاںتک کہ	يَرَوُا وہ دیکھ لیں	الْعَذَابَ عذاب	الْاَلِيْمَ دردناک			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں فرعونیوں کی سرگذشت اور اسرائیلی تاریخ کے بعض واقعات کا ذکر ہوا تھا تو ایسے عظیم الشان حقائق وواقعات کو سن کر کفار قریش ومشرکین عرب حیرت زدہ رہ جاتے تھے اور جہل وتعصب کی وجہ سے ان کی صداقت وواقعیت میں شک وتردد کا اظہار کرنے لگتے تھے۔

ان آیات میں اگرچہ بظاہر خطاب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے لیکن حقیقت میں بات ان لوگوں کو سنانی مقصود ہے جو آپ کی دعوت میں اور قرآن میں بتلائے ہوئے واقعات میں شک کررہے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود اپنی لائی ہوئی چیزوں میں اور اپنی بتلائی ہوئی باتوں میں کیسے شک وشبہ فرماسکتے تھے۔ اور جس کی طرف تمام انسانوں کو دعوت دیتے اور پہاڑ سے زیادہ مضبوط یقین سننے والوں کے قلوب میں پیدا فرمادیتے تھے اس کو خود جھٹلانا یا اس میں شک کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی سلسلہ میں چند آیات ہی کے بعد صاف فرمایا گیا ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ یعنی آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو.... تو یہ آیت صاف

بتلا رہی ہے کہ شک کرنے والے دوسرے لوگ تھے جن کے مقابلہ میں آپ اپنے غیر متزلزل اور اٹل عقائد کا اعلان فرمار ہے تھے۔ اسی بناء پر حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لااشک ولااسال یعنی نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ میں کسی سے پوچھتا ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ درحقیقت یہاں مخاطب وہ لوگ ہیں جو شک اور شبہ میں پڑے ہوئے تھے اور مقصود یہ ہے کہ دوسرے سننے والوں کے دلوں میں بیان قرآن کی صداقت وحقانیت جم جائے۔

بہر حال ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کے ہر ایک مخاطب کو متنبہ کیا کہ کفر و تکذیب کی بیماری شک وشبہ سے شروع ہوتی ہے اسی لئے تفسیر مظہری میں حضرت علامہ شیخ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس شخص کو دین کے معاملہ میں کوئی شبہ پیش آئے تو اس پر لازم ہے کہ علمائے حق سے سوال کر کے اپنے شبہات کو دور کرے۔ ان شبہات کی پرورش دل میں نہ کرتا رہے۔ تو یہاں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر روئے سخن منکرین قرآن کی طرف ہے خصوصاً کفار قریش منشاء خطاب ہیں کیونکہ ان کو اہل کتاب کے علم پر بڑا اعتماد تھا اور یہود ونصاریٰ ہی کو وہ اہل علم جانتے تھے تو کفار قریش سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم کو قرآن کے بیان کردہ واقعات میں شک وشبہ ہو تو جاؤ اہل کتاب سے پوچھ لو جو کتب سابقہ کا علم رکھتے ہیں آخر ان میں سے کچھ انصاف پسند اور منصف مزاج بھی ہیں۔ وہ اس امر کی تصدیق کریں گے کہ نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ بیان فرمایا وہ کس درجہ درست ہے اور قرآن جس چیز کی دعوت دے رہا ہے یہ وہی چیز ہے جس کی دعوت تمام پچھلے انبیاء دیتے رہے ہیں۔ بلاشبہ جو کچھ آپ لائے وہ سچ کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن کی حقانیت وصداقت پر شک وتردد کی قطعاً گنجائش نہیں کیونکہ وہ پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔ اگر کسی کو کوئی بیہودہ شک ہو تو وہ اس کا علاج کرے کیونکہ اگر بیہودہ شکوک کا علاج نہ کیا جائے تو پھر یہی شکوک ترقی کر کے تکذیب کی حد تک جا پہنچیں گے جس کا نتیجہ خسران اور خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر تکذیب کے بعد ایک اور درجہ ہے جہاں پہنچ کر دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ تکذیب کرتے کرتے قبول حق کی استعداد برباد ہو جاتی ہے۔ پھر ایسا شخص اگر دنیا جہان کے سارے نشان دیکھ لے تب بھی ایمان نہ لائے اسے عذاب الیم ہی دیکھ کر یقین آئے گا جبکہ اس یقین سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے کفار قریش قرآن نے جو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بیان کیا ہے اگر تم کو ان واقعات میں شک و شبہ ہو تو جن لوگوں کے علم کے تم قائل ہو ان ہی سے پوچھ دیکھو۔ اہل کتاب کو تم صاحب علم جانتے ہو ان ہی سے دریافت کر لو وہ بھی ان واقعات مذکورہ کی تصدیق کریں گے۔ لہٰذا تم قطعاً اس کی صداقت میں شک نہ کرو۔ ورنہ تمہارا بھی وہی حال ہوگا جو دیگر اہل تکذیب کا ہوا۔ جو نقصان ان کو اٹھانا پڑا تم کو بھی وہی اٹھانا پڑے گا۔

خلاصہ یہ کہ قرآن پاک نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے خواہ وہ احکام وعقائد ہوں یا مواعظ ونصائح ہوں یا معجزات و خوارق ہوں یا واقعات وقصص ہوں اس طرح قرآن کی حقانیت سے حقانیت اسلام پر استدلال کیا جا رہا ہے۔

اب آگے بتلایا گیا ہے کہ جتنے لوگ تکذیب انبیاء اور مخالفت حق اور اپنی شرارتوں کی وجہ سے عذاب کے حقدار ٹھہرے ان میں سے کسی کو ایسی طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات مل جاتی سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے کہ جس نے ایمان لاکر اپنے کو آسمانی عذاب سے بچالیا۔ اور پھر اس ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر سے آنے والی بلا ٹال دی اور جس وقت تک انہیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد وبرکات سے متمتع کیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے ایمان کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہم کو اسلام پر استقامت عطا فرمایئے۔ اسلام ہی پر جینا اور مرنا نصیب فرمایئے اور نفس وشیطان کی ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت تادم آخر فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا

چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اُس کو نافع ہوتا' ہاں مگر یونس (علیہ السلام) کی قوم۔ جب وہ ایمان لے آئے' تو ہم نے رسوائی کے

كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

عذاب کو دنیوی زندگی میں اُن پر سے ٹال دیا۔اور ان کو ایک وقت خاص تک عیش دیا۔

فَلَوْلَا پس کیوں نہ	كَانَتْ ہوتی	قَرْيَةٌ کوئی بستی	اٰمَنَتْ کہ وہ ایمان لاتی	فَنَفَعَهَآ تو نفع دیتا اس کو	اِيْمَانُهَآ اس کا ایمان	اِلَّا مگر
قَوْمَ يُوْنُسَ قوم یونس	لَمَّا جب	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے	كَشَفْنَا ہم نے اٹھالیا	عَنْهُمْ اُن سے	عَذَابَ عذاب	الْخِزْيِ رسوائی
	فِي میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَمَتَّعْنٰهُمْ اور نفع پہنچایا انہیں	اِلٰى حِيْنٍ ایک مدت تک		

قوم یونس کے حالات سے نصیحت پکڑو

گذشتہ آیات میں کفار قریش اور مشرکین عرب کو سنایا گیا تھا کہ قرآن پاک نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے۔لہذا اس کی صداقت میں شک وشبہ نہ لانا چاہئے ورنہ یہی شکوک ترقی کر کے تکذیب کی حد تک جا پہنچائیں گے۔

اب یہاں اس آیت میں منکرین و مکذبین کو ایمان و توبہ کی ترغیب دینے کے لئے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے جس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ جس طرح قوم یونس کفر کے بعد ایمان لے آئی اور اس ایمان نے اس کو نفع دیا اسی طرح تم بھی کفر کے بعد ایمان لے آؤ گے تو تم کو ایمان نفع دے گا اور ایمان لانے سے سابق کفر منہدم ہو جائے گا۔

گذشتہ امتوں میں جتنی بستیاں بھی کفر و شرک اور تکذیب انبیاء کی وجہ سے عذاب دنیا میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہوئیں ان میں سے کسی کو اس طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات مل جاتی سوائے ایک حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے جس نے آثار عذاب دیکھ کر کفر و شرک سے سچی توبہ کر لی اور ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بچا لیا۔ پھر ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر سے نہ صرف آنے والی بلا ٹال دی بلکہ جس وقت تک انہیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد و برکات سے متمتع کیا اور راحت و آرام کی زندگی نصیب فرمائی۔اس طرح غفلت شعار منکرین کو تنبیہ فرمائی گئی کہ اب بھی ہوش میں آ جاؤ۔زندگی کی فرصت کو غنیمت جانو۔انکار و سرکشی سے باز آ جاؤ خداوند قدوس کی طرف رجوع ہو کر گذشتہ سے سچی اور پکی توبہ کر لو اور ایمان صادق لے آؤ ورنہ پھر ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ توبہ کرو گے تو توبہ قبول نہ ہوگی اور ایمان لاؤ گے تو ایمان مقبول نہ ہوگا اور وہ وقت یا تو قیامت کا دن ہوگا یا جبکہ موت کے وقت آخرت کا عذاب سامنے آ جائے اور اس کا مشاہدہ ہونے لگے خواہ وہ طبعی موت ہو یا کسی دنیوی عذاب میں مبتلا ہو کر جیسے فرعون کو پیش آیا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا تعارف اور دعوت و تبلیغ کی تفصیلات

حضرت یونس علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں۔اور آپ کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریب ۸۰۰ سال قبل کا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک کی چھ سورتوں میں فرمایا گیا ہے۔آپ اہل نینوا جس کی آبادی قرآنی بیان کے مطابق ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ تھی کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔نینوا موجودہ عراق کے شمال میں دریائے دجلہ کے ساحل پر موصل کے علاقہ میں ایک نہایت مستحکم اور مرکزی شہر تھا۔ یہاں کے لوگ بت پرستی میں مبتلا تھے۔حضرت یونس علیہ السلام لگاتار سات یا نو سال تک ان کو دین حق کی تبلیغ اور توحید کی دعوت دیتے رہے اور پند و نصیحت کرتے رہے مگر

انہوں نے آپ کے اعلان حق پر کان نہ دھرا بلکہ روز بروز انکار و تکذیب بڑھتا ہی رہا۔ جب ان کا کفر وعصیان حد سے بڑھ گیا تو حضرت یونس علیہ السلام قوم کی پیہم مخالفت و معاندت سے متاثر ہو کر قوم سے خفا ہو گئے اور ان کو آگاہ کیا کہ اگر تم باز نہ آئے تو تین دن کے اندر تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ جب تیسری شب آئی تو حضرت یونس علیہ السلام آدھی رات گزرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے اور قوم کے درمیان سے غضبناک ہو کر روانہ ہو گئے۔

عذاب کے آثار دیکھنے پر قوم کی سچی توبہ

صبح ہوتے ہی اہل نینوا کو آثار عذاب کے نظر آنے لگے۔ آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا اور وہ آبادی سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ یہ آثار دیکھ کر جب لوگوں کو اپنی ہلاکت اور حضرت یونس علیہ السلام کی صداقت کا یقین ہوا تو انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرنا شروع کیا۔ لیکن آپ تو بستی سے جا چکے تھے۔ جب آپ نہ ملے تو وہ سخت خوفزدہ ہوئے اور ساری قوم عورتوں اور بچوں سمیت بلکہ مویشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر ایک وسیع میدان میں سب جمع ہوئے اور خوف سے چیخیں مارتے اور روتے جاتے تھے اور اخلاص وتضرع سے خدا کو پکار رہے تھے۔ چاروں طرف آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور کہتے جاتے تھے امنا بما جآء به یونس (جو کچھ یونس علیہ السلام لے کر آئے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں) روایات میں ہے کہ یہ عاشورہ یعنی ۱۰ محرم کا دن تھا۔ حق تعالیٰ نے ان کی سچی توبہ اور آہ وزاری پر رحم فرمایا اور ان کا ایمان قبول فرمایا اور ابتدائی آثار عذاب جو ظاہر ہو چکے تھے اٹھا لئے گئے۔ اس طرح قوم یونس علیہ السلام جب ایمان لے آئی تو دنیا کی اس ذلت وخواری سے بھی بچ گئے جو ظلم وکفر وشرک کی وجہ سے پیش آنے والی تھی۔ اور بقیہ زندگی میں بھی دنیوی فوائد سے بہرہ مند ہوئے۔

یہاں اس سورۂ یونس میں آیت زیر تفسیر میں اتنا ہی فرمایا ہے کہ دنیا میں آثار عذاب دیکھ کر ایمان ویقین لانا کسی قوم کو نصیب نہ ہوا سوائے قوم یونس علیہ السلام کے۔

ظہور عذاب کے وقت ایمان کیسے قبول ہوگیا

اس آیت کے تحت اکثر تفاسیر میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ قوم یونس کا یہ قبول ایمان مشاہدہ عذاب سے پہلے تھا یا بعد؟ تو اس کے جواب میں جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ ابھی تک عذاب الٰہی نازل نہ ہوا تھا صرف اس کے ابتدائی آثار نمودار ہوئے تھے۔ جس کو دیکھ کر قوم یونسؑ ایمان لے آئی اور ان کا ایمان مقبول ہو گیا۔ اگر عین عذاب کو دیکھ لیتے تو پھر ایمان لانا کچھ نفع نہ دیتا۔ چنانچہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ اکثر علماء یہی کہتے ہیں کہ ابھی اصلی عذاب کا معائنہ قوم یونسؑ کو نہ ہوا تھا۔ صرف علامات اور آثار نظر آئے تھے۔ ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے۔ وہ ایمان جو معتبر اور مقبول نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ عین عذاب کو دیکھ کر اس میں پھنس کر ایمان لانا جیسے فرعون نے سمندر کی موجوں میں پھنس کر اقرار کیا تھا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں اسلام وایمان پر استقامت عطا فرما اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرماتے ہوئے ایمان واسلام پر ہی موت نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و پند ونصائح پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرما اور اس میں جواب تک ہم سے کوتاہی ہوئی اس کو اپنی رحمت سے معاف فرما اور اس کے تدارک کا عزم وہمت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے۔سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں

حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ

جس میں وہ ایمان ہی لے آویں؟ حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بغیر خدا کے حکم کے ممکن نہیں۔اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر (کفر کی)

الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

گندگی واقع کر دیتا ہے۔آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں۔

وَمَا تُغْنِی الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ

اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے' ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں۔سو وہ لوگ صرف اُن لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے

اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ہیں جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

ثُمَّ نُنَجِّی رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچالیتے تھے ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ ہمارے ذمہ ہے۔

وَلَوْ اور اگر	شَآءَ چاہتا	رَبُّكَ تیرا رب	لَاٰمَنَ البتہ ایمان لے آتے	مَنْ جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	كُلُّهُمْ جَمِيْعًا وہ سب کے سب	
اَفَاَنْتَ پس کیا تو	تُكْرِهُ مجبور کریگا	النَّاسَ لوگ	حَتّٰى جہاں تک کہ	يَكُوْنُوْا وہ ہوجائیں	مُؤْمِنِيْنَ مومن	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	
لِنَفْسٍ کسی شخص کیلئے	اَنْ کہ	تُؤْمِنَ ایمان لائے	اِلَّا مگر	بِاِذْنِ اللّٰهِ اذن الٰہی سے	وَيَجْعَلُ اور وہ ڈالتا ہے	الرِّجْسَ گندگی	
عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يَعْقِلُوْنَ عقل نہیں رکھتے	قُلِ آپ کہدیں	انْظُرُوْا دیکھو	مَاذَا کیا ہے	فِی میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں
وَ اور	الْاَرْضِ زمین	وَمَا تُغْنِی اور نہیں فائدہ دیتیں	الْاٰيٰتُ نشانیاں	وَالنُّذُرُ اور ڈرانے والے	عَنْ سے	قَوْمٍ لوگ	
لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ نہیں مانتے	فَهَلْ تو کیا	يَنْتَظِرُوْنَ وہ انتظار کرتے ہیں	اِلَّا مگر	مِثْلَ جیسے	اَيَّامِ دن	الَّذِيْنَ وہ لوگ	خَلَوْا جو گزر چکے
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	قُلْ آپ کہدیں	فَانْتَظِرُوْا پس تم انتظار کرو	اِنِّیْ بیشک میں	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	مِنَ سے		
الْمُنْتَظِرِيْنَ انتظار کرنے والے	ثُمَّ پھر	نُنَجِّی ہم بچالیتے ہیں	رُسُلَنَا اپنے رسول	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے		
كَذٰلِكَ اسی طرح	حَقًّا عَلَيْنَا حق ہم پر	نُنْجِ ہم بچالیں گے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنین				

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

گذشتہ آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے ایمان لانے کا واقعہ ذکر فرمایا گیا تھا جس سے کفار قریش کو یہ بتانا مقصود تھا کہ جس طرح قوم

یونسؑ کفر وشرک کے بعد ایمان لے آئی اور اس ایمان نے ان کو نفع دیا اسی طرح اگر تم بھی کفر وشرک کے بعد ایمان لے آ ؤ گے اور کفر سے سچی توبہ کر لو گے تو تم کو بھی یہ ایمان لانا نفع دے گا۔ مگر باوجود ہر طرح کے واضح دلائل اور روشن حقائق کے جو کفر وشرک پر اصرار اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر جمے ہوئے تھے تو ایسے لوگوں کے ایمان نہ لانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی اور حد درجہ اندوہ و ملال ہوتا تھا اور آپ کی انتہائی خواہش تھی کہ تمام عرب وعجم کے آدمی اسلام قبول کر کے ایمان لے آویں اس لئے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی عطا فرمائی اور بتلایا جاتا ہے کہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی اور خدا چاہتا تو سب آدمی اہل ایمان ہو جاتے۔ کوئی شخص اللہ اور اس کی توحید کا منکر دنیا میں نہ رہتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب آدمیوں کے دل میں ایمان ڈال سکتا تھا اس کے لئے یہ مشکل نہ تھا کہ تمام روئے زمین پر مومن اور مطیع پیدا کرتا مگر ایسا کرنا اس کی تکوینی حکمت اور مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لئے ایسا نہیں کیا۔ خدا کی مشیت اور توفیق اور حکم تکوینی کے بدون کوئی ایمان نہیں لا سکتا۔ اللہ نے لوگوں کو عقل دی ہے سوچنا سمجھنا ان کا کام ہے تو جو عقل سلیم رکھتے ہیں اور خدا کے نشانات میں غور کرتے ہیں اور عقل وفہم سے کام لیتے ہیں نفسانیت اور ضد وعناد سے پاک ہیں۔ ان کو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے اور جو بے سمجھ ہیں عقل سے صحیح کام نہیں لیتے اور سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے انہیں خدا تعالیٰ کفر وشرک کی گندگی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔ یعنی جس طرح تمام نعمتیں تنہا اللہ کے اختیار میں ہیں اور کوئی شخص کسی نعمت کو بھی اللہ کے اذن کے بغیر نہ خود حاصل کر سکتا ہے نہ کسی دوسرے شخص کو بخش سکتا ہے اسی طرح یہ نعمت بھی کہ کوئی شخص صاحب ایمان ہو اور راہ راست کی طرف ہدایت پائے اللہ کی اجازت پر منحصر ہے۔ کوئی شخص نہ اس نعمت کو اذن الٰہی کے بغیر پا سکتا ہے اور نہ کسی کے اختیار میں یہ ہے کہ جس کو چاہے یہ نعمت عطا کر دے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صاف فرمایا گیا کہ آپ کو بھی یہ قدرت نہیں کہ زبردستی کسی کے دل میں ایمان اتار دیں۔

جو ضدی ہیں انہیں چھوڑیئے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے آسمان اور زمین میں خدا کی قدرت وحکمت اور اس کی توحید کے کیا کچھ نشان موجود ہیں۔ ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ توحید الٰہی اور معرفت پروردگار پر دلالت کرتا ہے لیکن جو کسی بات کو ماننا اور تسلیم کرنا ہی نہیں چاہتے ان کے لئے یہ سب نشان و دلائل بے کار ہیں اور ڈرانے والے پیغمبروں کی تنبیہ بھی غیر موثر ہے۔ ایسے ضدی اور معاند لوگوں کے لئے جو کسی دلیل اور نشان کو نہ مانیں اور تکذیب اور کفر پر اصرار کئے جائیں اور کچھ باقی نہیں بجز اس کے کہ گذشتہ مکذبین پر جو آفات وحوادث نازل ہوئے ہیں۔ ان کا یہ بھی انتظار کریں۔ جس طرح سابق کفار نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور رسولوں کی معاذ اللہ ہلاکت کے منتظر رہے۔ اسی طرح یہ کفار عرب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور معاذ اللہ آپ کی ہلاکت کے منتظر ہیں۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تم بھی انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں۔ دیکھو نتیجہ کس کے موافق رہتا ہے۔ بالآخر تم ہی ہلاک ہو گے اور رسول خدا کا بال بیکا نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ کا یہ دستور ہے کہ جب کفار ومکذبین کا انبیاء مومنین سے مقابلہ ہوا تو اللہ نے مکذبین کو ہلاک کر کے پیغمبر اور مومنین کو بچا لیا۔ اسی طرح موجودہ اور آج کے مومنین کی نسبت اللہ کا وعدہ ہے کہ مومنین کو نجات دیں گے آخرت میں عذاب الیم سے اور دنیا میں کفار کے مظالم اور سختیوں سے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ مومنین مومنین ہوں یعنی وہ صفات اور خصائل رکھتے ہوں جو قرآن وحدیث میں مومنین کی بیان ہوئی ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کو مطلوب ہیں۔

غلبہ اسلام کی بشارت

یہاں ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے مضمون کے علاوہ اس طرف بھی لطیف اشارہ ہے کہ عنقریب اسلام کو غلبہ اور فتح حاصل ہو گی۔ مسلمین مومنین کو کامیابی نصیب ہو گی۔ اللہ کا بول بالا ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پھیل کر رہے گا کفار ومشرکین اور اعدائے اسلام کو شکست ہو گی۔ غلبہ کفر ٹوٹ جائے گا اور عرب سے بت پرستی اور کفر وشرک کی دنیا مٹ جائے گی۔ سو الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ایسا ہی ہوا۔

دعا کیجئے: یا اللہ روئے زمین پر جہاں اس وقت مسلمان مظلوم ومجبور ہیں ان کو کفار کے ظلم وستم سے نجات عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِن كُنتُمْ فِى شَكٍّ مِّن دِينِى فَلَآ أَعْبُدُ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ

آپ کہہ دیجئے" کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔

مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَٰكِنْ أَعْبُدُ ٱللَّهَ ٱلَّذِى يَتَوَفَّىٰكُمْ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ

لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں، جو تمہاری جان قبض کرتا ہے، اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔

ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٤﴾ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٥﴾

اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا" کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور (مجھ کو یہ حکم ہوا ہے) کہ کبھی مشرک مت بننا،

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ

اور خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر (بالفرض) ایسا کیا تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے

ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا

والوں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچاوے تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں ہے۔ اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے،

رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾

تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرماویں۔ اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں۔

قُلْ آپ کہہ دیں	يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ اے لوگو!	إِن اگر تم	كُنتُمْ تم ہو	فِى شَكٍّ کسی شک میں	مِّن سے	دِينِى میرے دین	
فَلَآ أَعْبُدُ تو میں عبادت نہیں کرتا ہوں	ٱلَّذِينَ وہ جو	تَعْبُدُونَ تم پوجتے ہو	مِن دُونِ سوائے	ٱللَّهِ اللہ	وَلَٰكِنْ اور لیکن		
أَعْبُدُ ٱللَّهَ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں	ٱلَّذِى وہ جو	يَتَوَفَّىٰكُمْ تمہیں اٹھالیتا ہے	وَأُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	أَنْ کہ	أَكُونَ میں ہوں		
مِنَ سے	ٱلْمُؤْمِنِينَ مومنین	وَأَنْ اور یہ کہ	أَقِمْ سیدھا رکھ	وَجْهَكَ اپنا منہ	لِلدِّينِ دین کیلئے	حَنِيفًا سب سے منہ موڑ کر	
وَلَا تَكُونَنَّ اور ہرگز نہ ہونا	مِنَ سے	ٱلْمُشْرِكِينَ مشرکین	وَلَا تَدْعُ اور نہ پکار	مِن دُونِ سوائے	ٱللَّهِ اللہ	مَا جو	
لَا يَنفَعُكَ نہ تجھے نفع دے	وَلَا اور نہ	يَضُرُّكَ نقصان پہنچائے	فَإِن پھر اگر	فَعَلْتَ تو نے کیا	فَإِنَّكَ تو بیشک تو	إِذًا اس وقت	مِّنَ سے
ٱلظَّٰلِمِينَ ظالم	وَإِن اور اگر	يَمْسَسْكَ پہنچائے تجھے	ٱللَّهُ اللہ	بِضُرٍّ کوئی نقصان	فَلَا كَاشِفَ تو نہیں ہٹانے والا	لَهُۥٓ اس کا	إِلَّا هُوَ اس کے سوا
وَإِن اگر	يُرِدْكَ تیرا چاہے	بِخَيْرٍ بھلا	فَلَا رَآدَّ تو نہیں کوئی روکنے والا	لِفَضْلِهِۦ اسکے فضل کو	يُصِيبُ وہ پہنچاتا ہے	بِهِۦ اس کو	مَن جسے
يَشَآءُ چاہتا ہے	مِنْ سے	عِبَادِهِۦ اپنے بندے	وَهُوَ اور وہ	ٱلْغَفُورُ بخشنے والا	ٱلرَّحِيمُ نہایت مہربان		

اتمام حجت

یہ سورۂ یونس کا آخری رکوع ہے جس مضمون سے اس سورۃ کی ابتدا ہوئی تھی۔ اسی مضمون پر سورۃ کو ختم کیا جارہا ہے۔ ابتدائے سورۃ سے گذشتہ آیت تک اصول دین یعنی حقیقت و مسائل توحید ورسالت، قیامت و آخرت حشر ونشر جزا وسزا وغیرہ اور ان کے دلائل بیان فرمائے گئے اور دین اسلام کی حقانیت کو روشن دلیلوں سے واضح کیا گیا۔ اب بطور آخری فیصلہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام لوگوں سے خواہ وہ مکہ کے ہوں یا کہیں اور کے علی الاعلان کہہ دیجئے کہ حجت الٰہی تمام ہو چکی۔ توحید پر عقلی وفطری دلائل کا بیان ہو چکا۔ اللہ کی الوہیت اور ربوبیت اور مرکر دوبارہ زندہ ہونے اور حشر ونشر کا ثبوت کامل طور پر کر دیا گیا۔ اب بھی اگر تم کو میرے اس روشن دین کے بارہ میں تردد ہے اور مسائل توحید، رسالت قیامت وآخرت وغیرہ میں تم کو شک ہے تو ہوا کرے۔ مگر تم اس خیال خام میں نہ رہنا کہ میں تمہارے مہمل اور باطل دین کو قبول کرلوں گا۔ میں تمہارے اس باطل وہمی اور شکی دین سے بیزار ہوں۔ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے نفور ہوں جو کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جاندار اور بے جان مخلوق کی پرستش کرتے ہو میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لئے ہے جس کے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں کہ جب تک چاہے انہیں جسموں میں چھوڑے رکھے اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے۔ گویا موت وحیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اسی کی ہو سکتی ہے اور نہ صرف یہ کہ جوارح سے اس کی بندگی کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ دل میں اس کی توحید پر پورا یقین وایمان ہو اور ظاہر وباطن میں اسی دین حنیف پر جو ابراہیم خلیل اللہ کا دین ہے پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرک جلی وخفی کا تسمہ نہ لگا رہنے دیا جائے اور جس طرح عبادت وبندگی صرف اسی ایک وحدہ لاشریک کی کریں استعانت کے لئے بھی اسی ایک کو پکاریں کیونکہ ہر قسم کا نفع اور نقصان اور بھلائی و برائی تنہا اسی کے قبضہ میں ہے۔ مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لئے پکارنا جو کسی نفع نقصان کے مالک نہ ہوں سخت بے موقع بات بلکہ ظلم عظیم ہے۔

تکلیف وراحت اور بھلائی کے برائی کے پورے سلسلہ پر کامل قبضہ ایک اللہ واحدہ کا ہے جس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو دنیا میں کوئی ہٹا نہیں سکتا اور جس پر وہ فضل ورحمت فرمانا چاہے تو کسی کی طاقت نہیں کہ اسے محروم کر سکے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے ایمان کو ہر طرح کے شرک خفی وجلی سے بچانا اور اس امر کا یقین کامل نصیب فرمانا کہ نفع نقصان کے مالک آپ ہی ہیں اس لئے ہم ہر خیر طلب کرنے کے لئے آپ ہی کی طرف رجوع کریں۔ اور ہر برائی سے بچنے کے لئے بھی آپ ہی سے مدد کے طالب ہوں۔

یا اللہ ہم ہر حال میں آپ کے فضل وکرم کے محتاج ہیں۔ ہم پر اپنا فضل عظیم فرما اور ہمارا جینا اور مرنا سب اپنے لئے خاص بنا تا کہ ہم آپ کی مغفرت ورحمت کے مورد ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے۔ سو جو شخص راہ راست پر آجاوے گا سو وہ اپنے نفع کے

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝۱۰۸ وَاتَّبِعْ

واسطے راہ راست پر آوے گا۔ اور جو شخص بے راہ ہوگا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا۔ اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا۔ اور آپ اس کا اتباع کرتے رہئے

مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۱۰۹

جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کردیں گے۔ اور وہ سب فیصلہ کرنیوالوں میں اچھے ہیں۔

قُلْ آپ کہدیں	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو	قَدْ جَآءَكُمْ پہنچ چکا تمہارے پاس	الْحَقُّ حق	مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارا رب	فَمَنْ تو جو	اهْتَدٰى ہدایت پائی		
فَاِنَّمَا تو صرف	يَهْتَدِىْ اس نے ہدایت پائی	لِنَفْسِهٖ اپنی جان کیلئے	وَ اور	مَنْ جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	فَاِنَّمَا تو صرف	يَضِلُّ وہ گمراہ ہوا	
عَلَيْهَا اس پر	وَمَا اور نہیں	اَنَا میں	عَلَيْكُمْ تم پر	بِوَكِيْلٍ مختار	وَاتَّبِعْ اور پیروی کرو	مَا جو	يُوْحٰٓى وحی ہوتی ہے	اِلَيْكَ تمہاری طرف
وَاصْبِرْ اور صبر کرو	حَتّٰى یہاں تک کہ	يَحْكُمَ فیصلہ کردے	اللّٰهُ اللہ	وَهُوَ اور وہ	خَيْرُ بہترین	الْحٰكِمِيْنَ فیصلہ کرنے والا ہے		

منکرین اسلام سے خطاب

اب سورۃ کے خاتمہ پر اتمام حجت کے طور پر منکرین اسلام سے خطاب کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان عام فرما دیں اور تمام منکرین حق سے کہہ دیں کہ اب حق آچکا۔ رسول برحق اور قرآن صادق کے آنے کے بعد حق و باطل کا فیصلہ ہو چکا اسلام واضح دلائل اور براہین کے ساتھ پہنچ چکا جس کے قبول نہ کرنے کا کوئی معقول عذر کسی کے پاس نہیں رہا۔ خدا کی آخری حجت بندوں پر تمام ہوگئی۔ اے منکرین اب تمہارے پاس بے خبری اور لاعلمی کا عذر بھی باقی نہیں رہا۔ اب تم حق تعالیٰ کے سامنے اپنی گمراہی کا کوئی عذر و حیلہ پیش نہیں کر سکتے۔ اب ہر ایک اپنا نفع و نقصان سوچ لے اور سمجھ لے۔ جو خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر چلے گا دنیا اور آخرت میں کامیاب اور بامراد ہوگا اور جو اسے چھوڑ کر ادھر ادھر بھٹکتا پھرے گا خود ناکام اور ذلیل و خوار ہوگا۔ اپنے بھلے برے کو خوب سمجھ کر ہر شخص اپنے مستقبل کا انتظام کرلے اور جو راستہ پسند ہو اختیار کرے۔ جو ہدایت کی راہ اختیار کرے گا یعنی ایمان لا کر اطاعت کرے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور اپنے ہی نفع کے لئے ہدایت اختیار کرے گا۔ اور جو کفر و نافرمانی پر اڑا رہے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اور اس کی گمراہی کا وبال اسی کی ذات پر ہوگا۔ اللہ کے رسول کا کام۔ احکام الٰہیہ کا پہنچا دینا ہے اور اس کی اطلاع دے دینا ہے۔ ان کا کام آگاہ کر دینے اور راستہ بتلا دینے کا ہے۔ اس پر چلنا یا نہ چلنا یہ چلنے والے کے اختیار میں ہے۔ وہ کسی کے ذمہ دار اور جواب دہ نہیں کسی کے کفر کی ان سے باز پرس نہ ہوگی اگر ساری روئے زمین کے باشندے بھی کفر کرنے لگیں تو خداوند قدوس کی عظمت و کبریائی میں ذرہ برابر کمی نہ آئے گی۔ نہ اللہ کے رسول کا کوئی نقصان ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ کی طرف سے تسلی اور ہدایات

سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق

تعالیٰ کی طرف سے تسلی دی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے رہیۓ اور تبلیغ دین کے کام میں لگے رہیے۔ یہ منکرین اگر حق کو قبول نہ کریں تو آپ اپنے کو غم میں نہ گھلائیں اور جو تکالیف اس راستہ میں آپ کو پہنچیں ان پر صبر کیجئے۔ مخالفین کی ایذارسانیوں کا تحمل کرتے رہیے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان بہترین فیصلہ کردے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اس لئے کہ وہ ظاہر و باطن ماضی اور حال اور مستقبل سب کو یکساں جانتا ہے اور اس کے حکم اور فیصلہ میں بھول چوک یا کسی غلطی کا امکان نہیں۔ لہذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان دشمنان دین کی ایذارسانیوں پر صبر کیجئے اور اللہ کے فیصلوں کا انتظار فرمایئے وہ حسب وعدہ آپ کو فتح ونصرت عطا کرے گا یا جہاد وجزیہ کا حکم نازل کرے گا۔

واضح رہے کہ یہ سورۂ یونس مکیہ ہے اور اس وقت تک منکرین سے قتال وجہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

خلاصہ یہ کہ نزول قرآن کے بعد اب کسی کو لاعلمی پر قائم رہنے اور باطل پرستی پر جمے رہنے کا عذر یا موقع نہیں رہا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے انسان کو سمجھانے کا حق ادا کر دیا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں کمی ہے تو ہماری ہی ہے اور الزام عائد ہوتا ہے تو ہم پر ہی ہوتا ہے کہ ہم نے اسلام اور قرآن کو دنیا کے سامنے کما حقہٗ صحیح رنگ میں پیش کرنے میں کوتاہی کی۔ وہ صحابہ کرام اور سلف صالحین ہی تھے کہ جنہوں نے اپنے عقائد اعمال اور اخلاق کے ذریعہ اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی اور لاتعداد غیر مسلموں کو اسلام کا گرویدہ اور معتقد بنایا اور ایک آج ہم ہیں کہ جو دنیا میں اپنی بداعمالی اور بداحوالی اور بداخلاقی سے اسلام کو بھی بدنام اور رسوا کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اللہ تعالیٰ اسلام کی سچی وقعت اور عظمت ہمارے دلوں میں اتار دے اور ہم کو قرآن پاک کا اتباع صحیح معنوں میں نصیب فرما دے۔ اور دنیا میں اس کی تبلیغ اور اشاعت کی سعادت کا کوئی حصہ ہمارے لئے بھی مقدر فرما دے۔ آمین۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنا نفع ونقصان سوچنے اور سمجھنے والا دل ودماغ عطا فرما اور قرآنی ہدایات وتعلیمات کو اپنانے کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ اب تک قرآن پاک سے انحراف اور اعراض کر کے اس ملک نے جو نقصان عظیم اٹھایا اور جرم عظیم کیا۔ یا اللہ اپنی رحمت سے اس جرم کو معاف فرما دیا اور اب ہم کو اپنی آخری کتاب سے صحیح تعلق نصیب فرما دے۔ اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما دے۔

یا اللہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی اسلام وایمان پر قائم رہنے اور قرآنی راستہ پر چلنے کی سعادت عطا فرما اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری اور ان کی حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثَلٰثٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحمت والے ہیں۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ①

الٓرٰ۔ یہ (قرآن) ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں۔ پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔

الٓرٰ الٓرٰ	كِتٰبٌ یہ کتاب	اُحْكِمَتْ مضبوط کی گئیں	اٰيٰتُهٗ اس کی آیات	ثُمَّ پھر	فُصِّلَتْ تفصیل کی گئیں
مِنْ سے	لَّدُنْ پاس	حَكِيْمٍ حکمت والے	خَبِيْرٍ خبردار		

اس سورۃ کا نام ''ھود'' کیوں ہے

اس سورت میں تاریخی شہادت کے طور پر قوم عاد اور اس کی طرف بھیجے ہوئے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ہود مقرر ہوا۔

مقام نزول اور ترتیب

یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور تقریباً اسی دور میں جس میں گذشتہ سورۂ یونس کا نزول ہوا۔ جب کہ جہالت بت پرستی کفرو شرک کا بازار مکہ میں گرم تھا۔

سورۃ کی اہمیت وفضیلت

سورۃ ھود ان سورتوں میں سے ہے جن میں گذشتہ اقوام پر نازل ہونے والے قہر الٰہی اور مختلف قسم کے عذابوں کا اور پھر قیامت کے ہولناک واقعات کا ذکر خاص انداز میں فرمایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں کچھ بال سفید ہو گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے بطور اظہار رنج کے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ آپ بوڑھے ہوگئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں مجھے سورۂ ھود نے بوڑھا کردیا۔ اور بعض روایات میں سورۂ ھود کے ساتھ سورۃ واقعہ، سورۃ مرسلات، سورۃ عم یتساء لون اور سورۃ اذا لشمس کورت کا بھی ذکر ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ چونکہ ان سورتوں میں قیامت کا ذکر ہے اس لئے وہاں کے واقعات کے خیال اور فکر سے میرے قویٰ کمزور ہوگئے اور بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

سورۃ ھود کے مضامین

اس سورۃ میں مضامین تقریباً وہی ہیں جو گذشتہ سورۂ یونس میں تھے یعنی دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں پہلے قرآن کریم کی عظمت اور اعجاز کو اور اس کے منزل من اللہ ہونے کا بیان فرمایا گیا اور پھر توحید و رسالت کا ذکر ہے اور ایمان لانے پر دونوں جہان کی بھلائی کا وعدہ اور نہ لانے پر وعید ہے۔ اسی مناسبت سے پھر آخرت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان رزاقیت کا بیان پھر زمین و آسمان کی پیدائش اور عرش کا حال۔ انسان کی عجلت پسندی اور ناشکری کا حال۔ کفار مکہ کی بکواس اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا بیان پھر قرآن کے سلسلہ میں کافروں کو چیلنج، پھر طالبین دنیا کا حال، مومنین کی فضیلت اور کفار کی بدانجامی اور ان دونوں میں فرق کی مثال۔ پھر انہی مضامین کی تائید کے لئے گذشتہ انبیاء کے واقعات کا ذکر ہے۔ پھر قیامت کی جزاوسزا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مضمون بیان ہوا۔ مسلمانوں کو کفار سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنے کاموں میں لگے رہنے کی تلقین۔ استقامت دین، صبر و نماز کے اثرات، انبیائے سابقین کے حالات بیان کرنے کی وجہ اور حکمت اور اخیر میں کفار سے یہ کہہ کر بات ختم کردینے کی تلقین کہ اگر نہیں مانتے تو جس حال میں چاہے رہو۔ نتیجہ خود دیکھ لوگے۔ اور پھر اللہ کا عالم الغیب اور سب کاموں کا مرجع ہونا اور اسی کی عبادت اور اسی پر توکل کرنے کے حکم پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

الٓرا

اس سورۃ کی ابتداء بھی سورۂ یونس کی طرح حروف مقطعات الٓرا سے ہوئی ہے۔ یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہیں اور ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو تھا۔ قرآن کلام الٰہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ روئے خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ کلام الٰہی کا یہ حصہ مثل ان شاہی فرمانوں کے ہے۔ جس کو صرف مخاطب ہی سمجھتا ہے۔ امت کے سمجھنے کے لئے فلاح دارین کے قواعد وضوابط احکام واعمال کافی ہیں ہم کو ان حروف کی تفتیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بس ان کے متعلق کلام الٰہی ہونے کا اعتقاد رکھے اور ان کی حقیقی مراد کو اللہ کے سپرد کرے کہ یہ اللہ کے اور اس کے رسول کے درمیان ایک راز ہے۔ جس پر دوسروں کو مطلع نہیں کیا گیا۔

قرآن کریم کے تین اوصاف

۱......اس کی آیات محکم اور مضبوط ہیں۔

۲......اس کی آیات مفصل ہیں۔

۳......اس کا نزول حکیم وخبیر خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ان ابتدائی آیات میں یہی مضمون ارشاد فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

گویا ابتدا سورۃ کی قرآن پاک کی حقیقت کے اظہار سے ہوتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم وہ عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب ہے جس کی آیتیں لفظی ومعنوی ہر حیثیت سے نہایت جچی تلی ہوئی ہیں۔ نہ ان میں تناقض ہے نہ تضاد۔ نہ کوئی مضمون حکمت یا واقع کے خلاف ہے۔ نہ باعتبار معجزانہ فصاحت وبلاغت کے ایک حرف پر نکتہ چینی ہوسکتی ہے۔ جس مضمون کو جس عبادت میں ادا کیا گیا ہے محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہوسکے۔ الفاظ کی شستگی اور شیرینی عبارت کی رونق وسلاست لاجواب ہے۔ جن اصول وفروع۔ اخلاق واعمال۔ پند ونصائح پر اس کی آیات شامل ہیں اور جن دلائل وبراہین کے لئے استعمال کی گئی ہیں وہ سب علم وحکمت کے کانٹے میں تلی ہوئی ہیں۔ قرآنی حقائق ودلائل ایسے مضبوط ومحکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی قلا بازیاں کھائے ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ قیامت تک پیش آنے والے تغیرات وحوادث کی رہنمائی موجود ہے۔ پھر ان تمام حکیمانہ خوبیوں کے باوجود یہ نہیں کہ اجمال اور ابہام کی وجہ سے کتاب معمہ ہو بلکہ تمام مہمات کو خوب کھول کھول کر اور موقع بموقع دلائل' احکام مواعظ قصص' پند ونصیحت ہر چیز بڑی خوبصورتی اور قرینہ سے الگ الگ رکھی ہے اور تمام ضروریات کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ بالآخر قائل ہونا پڑے گا کہ ان تمام آیات کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو حکیم مطلق اور خبیر برحق ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس قرآن عظیم کی ہمیں سچی محبت عطا فرما اور اس کی حرمت وبرکت سے ہمیں دین ودنیا کی عزت ورفعت عطا فرما۔

یا اللہ آج تمام عالم اسلام میں جو ابتری پھیلی ہوئی ہے اس کا واحد سبب اہل اسلام کا قرآن کریم سے انحراف واعراض ہے ورنہ آپ کا وعدہ ہے و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے)

یا اللہ اب ہماری آنکھیں قرآن کریم کی طرف سے کھول دے اور اس کے اتباع کی توفیق وسعادت عطا فرمادے اور ہم سے اب تک جو قرآن کریم کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوئی ہیں اس کی تلافی کا عزم نصیب فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللَّهَ ۚ إِنَّنِي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ۝٢ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا

یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔ اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ

رب سے معاف کراؤ، پھر اس کی طرف متوجہ رہو، وہ تم کو وقت مقررہ تک (حیوۃ طیبہ کی) خوش عیشی دے گا اور (آخرت میں) ہر زیادہ عمل

كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُۥ ۖ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔ اور اگر تم لوگ اعراض ہی کرتے رہے تو مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے عذاب کا اندیشہ ہے۔

يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝٣ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝٤ أَلَآ إِنَّهُمْ

تم (سب) کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ دوہرا کئے دیتے ہیں

يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ

اپنے سینوں کو تاکہ اپنی باتیں خدا سے چھپا سکیں۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں، وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے، جو کچھ

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝٥

چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں، اور جو کچھ وہ ظاہر باتیں کرتے ہیں بالیقین وہ دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے۔

اَلَّا یہ کہ نہ	تَعْبُدُوْا عبادت کرو	اِلَّا اللّٰہَ اللہ کے سوا	اِنَّنِیْ بیشک میں	لَکُمْ تمہارے لئے	مِنْهُ اس سے	نَذِیْرٌ ڈرانیوالا	
وَّبَشِیْرٌ وَاَنِ اور یہ کہ	اسْتَغْفِرُوْا مغفرت طلب کرو	رَبَّکُمْ اپنا رب	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ اس کی طرف رجوع کرو			
یُمَتِّعْکُمْ وہ فائدہ پہنچائے گا تمہیں	مَتَاعًا متاع	حَسَنًا اچھی	اِلٰی تک	اَجَلٍ وقت	مُّسَمًّی مقرر	وَیُؤْتِ اور دے گا	
کُلَّ ہر	ذِیْ فَضْلٍ فضل والا	فَضْلَهٗ اپنا فضل	وَاِنْ اور اگر تم	تَوَلَّوْا پھر جاؤ	فَاِنِّیْٓ تو بیشک میں	اَخَافُ ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ تم پر
عَذَابَ عذاب	یَوْمٍ ایک دن	کَبِیْرٍ بڑا	اِلَی اللّٰہِ اللہ کی طرف	مَرْجِعُکُمْ لوٹنا ہے تمہیں	وَهُوَ اور وہ	عَلٰی ہر	کُلِّ شَیْءٍ ہر شے
قَدِیْرٌ قدرت والا	اَلَآ یاد رکھو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	یَثْنُوْنَ دوہرے کرتے ہیں	صُدُوْرَهُمْ اپنے سینے	لِیَسْتَخْفُوْا تاکہ چھپالیں		
مِنْهُ اس سے	اَلَا یاد رکھو	حِیْنَ جب	یَسْتَغْشُوْنَ پہنتے ہیں	ثِیَابَهُمْ اپنے کپڑے	یَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا یُسِرُّوْنَ جو وہ چھپاتے ہیں	
وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِیْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے بھید				

بعثت انبیاء کے مقاصد

گذشتہ ابتدائی آیت میں اول قرآن کریم کی عظمت وحقانیت اور اس کا منجانب اللہ نازل ہونا بیان فرمایا گیا۔ اب چونکہ قرآن کریم کے نازل کرنے کا

اہم اور خاص مقصد یہ ہے کہ دنیا کو صرف ایک خدائے واحد کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے اور اس کے طریقہ سکھائے جائیں۔ اسی جلیل اور عظیم مقصد کے لئے انبیاء دنیا میں تشریف لائے اس لئے یہاں ان آیات میں سب سے پہلے توحید فی العبادت کا حکم دیا جا رہا ہے کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اس طرح شرک کی جڑ کاٹ دیگئی۔ کیونکہ شرک ہی سرچشمہ غیر اللہ کی عبادت کا ہے۔ ساتھ ہی جو اس کتاب کو مانے اور شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت اور بندگی بجالائے اسے اللہ کے رسولؐ فلاح دارین کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اس بناء پر آپ کی صفت بشیر فرمائی گئی اور جو نہ مانے اور کفر و شرک اختیار کرے اس کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا۔ اس بنا پر آپ کی صفت نذیر فرمائی گئی۔ اس طرح پہلے توحید و رسالت کو تسلیم کرنے کے لئے حکم دیا گیا توحید رسالت کے بعد استغفار کا حکم دیا گیا۔ اور استغفار کے بعد توبہ کا۔ استغفار کے معنی ہیں گناہوں کی مغفرت کا خواستگار ہونا اور توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا۔ جب تک کسی آئینہ کا زنگ نہ صاف کیا جائے اس کی صفائی ممکن ہے۔ نفس سرکش جب تک گناہ کا ارتکاب ترک نہ کردے خلوص عبادت اور جلاء روحانی نہیں پیدا ہوتی اس لئے فرمایا گیا کہ پہلے گناہوں کو چھوڑ دو۔ گذشتہ خطائیں معاف کرالو۔ ہر قسم کی بری بات کو ترک کرو پھر صفائی کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو۔ دل سے بھی رجوع کرو۔ زبان سے بھی اور اعضائے جسمانی سے بھی۔ غرض یہ کہ ممنوعات سے باز رہو۔ پھر اوامر کی تعمیل کرو۔ اس کے بعد اطاعت اور نافرمانی کے جدا جدا نتائج بھی بیان فرما دیئے۔ اطاعت و فرمانبرداری کا نتیجہ فلاح دارین ہے اور نافرمانی کا انجام آخرت کی تباہی ہے کیونکہ اللہ کے پاس جانا لازمی ہے اور وہ ہر طرح کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ لہٰذا نافرمانی کی سزا بھی دے گا۔

استغفار و توبہ پر ایک کا وعدہ

یہاں آیت میں استغفار اور توبہ یعنی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنے اور اس کی طرف سے رجوع کرنے اور پلٹ آنے پر دنیا میں مَتَاعًا حَسَنًا کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ مَتَاعًا حَسَنًا سے مراد مفسرین نے حیوۃ طیبہ لی ہے جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر سورۂ نحل چودھویں پارہ میں ارشاد ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً جو شخص بھی ایمان کے ساتھ نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے تو یہاں آیت میں مَتَاعًا حَسَنًا کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ دنیا میں تمہارے ٹھہرنے کے لئے جو وقت مقرر ہے اور جتنی زندگی اللہ نے دنیا میں رہنے کے لئے دی ہے وہ بھی اچھی زندگی عطا کی جائے گی۔ یعنی برکتوں سے سرفراز ہوگے اور سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کروگے۔ اس طرح راہ راست کو اختیار کرنے سے اور تقویٰ و طہارت اور عمل صالح کی زندگی بسر کرنے سے تمہاری صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا بھی بنے گی۔ آخرت کی طرح اس دنیا کی حقیقی عزت و کامیابی بھی ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے جو سچی خداپرستی کے ساتھ صالح زندگی بسر کریں۔ یہ تو دنیا کی زندگی کے متعلق بشارت دی گئی۔

صالح و غیر صالح کا انجام

آخرت کے متعلق بتلایا گیا کہ جو شخص جس قدر بڑھ کر عمل صالح کرے گا اللہ اس کو اتنا ہی بڑا درجہ عطا کرے گا اور وہ اسی قدر خدا کے فضل سے زیادہ حصہ پائے گا۔ یہ تو اطاعت اور فرمانبرداری کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں بیان ہوا۔ آگے نافرمانی اور اعراض کا نتیجہ بتلایا گیا کہ اگر ایمان لانے سے لوگ اعراض ہی کرتے رہے تو پھر قیامت کا عذاب یقینی ہے کیونکہ اس دنیا سے مر کر سب کو اللہ کے پاس جانا ہے اور اللہ سزا دینے کی پوری قدرت اور کامل اختیار رکھتا ہے اور پھر خدا ہر کھلی اور چھپی چیز کو یکساں جانتا ہے۔ حتیٰ کہ دلوں کی تہہ میں جو خیالات ارادے اور نیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں ان پر بھی مطلع ہے۔ پھر کوئی مجرم اپنے جرم کو کس طرح اس سے مخفی رکھ کر نجات حاصل کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی راز پوشیدہ نہیں ہے

مشرکین اور بعض منافقین یہ کہتے تھے کہ جب ہم گھر کے دروازے بند کرلیں اور پردے چھوڑ دیں اور اپنے کپڑوں میں اپنے آپ کو چھپالیں اور اپنے سینہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت رکھیں تو ہمارے اس راز کو کون جان سکتا ہے۔ یہاں آیت میں اسی قسم کے لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ اخفاء کی یہ تدبیر کرنا گویا اللہ سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا ہے تو ان کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ یاد رکھیں کہ جس وقت وہ اس طرح چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس وقت بھی سب جانتے ہیں اور جس وقت ظاہر باتیں کرتے ہیں اس کا علم بھی سب رکھتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے اندر کی باتیں بھی جانتا ہے تو زبان سے کہی ہوئی تو کیوں نہ جانے گا۔ پس عداوت و مخالفت رسول پر پوری سزا دے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط

اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اُس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روز رہنے کی جگہ کو جانتا ہے

كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ

سب چیزیں کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں ہیں اور وہ اللہ ایسا ہے کہ سب آسمان اور زمین کو چھ دن کی مادر میں پیدا کیا اور اس وقت اُس کا عرش

عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ

پانی پر تھا تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔ اور اگر آپ کہتے ہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد

لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷

زندہ کئے جاؤ گے تو جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ تو نرا صاف جادو ہے۔

وَمَا اور نہیں	مِنْ سے	دَآبَّةٍ چلنے والا	فِي میں	الْاَرْضِ زمین	اِلَّا مگر	عَلَى پر	اللّٰهِ اللہ	رِزْقُهَا اس کا رزق وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے
مُسْتَقَرَّهَا اس کا ٹھکانا	وَمُسْتَوْدَعَهَا اور اسکے سونپے جانے کی جگہ	كُلٌّ سب کچھ	فِي میں	كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ روشن کتاب	وَهُوَ اور وہی	الَّذِيْ جو		
خَلَقَ پیدا کیا اس نے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَ اور	الْاَرْضَ زمین	فِي میں	سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دن	وَكَانَ اور تھا	عَرْشُهٗ اس کا عرش	عَلَى الْمَآءِ پانی پر
لِيَبْلُوَكُمْ تاکہ تمہیں آزمائے	اَيُّكُمْ تم میں کون	اَحْسَنُ بہتر	عَمَلًا عمل میں	وَلَئِنْ اور اگر	قُلْتَ آپ کہیں	اِنَّكُمْ کہ تم		
مَّبْعُوْثُوْنَ اٹھائے جاؤ گے	مِنْ بَعْدِ بعد	الْمَوْتِ موت	لَيَقُوْلَنَّ تو ضرور کہیں گے وہ	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	كَفَرُوْٓا انہوں نے کفر کیا			
اِنْ هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّا مگر	سِحْرٌ جادو	مُّبِيْنٌ کھلا					

علم الٰہی کی وسعت

حق تعالیٰ ہر چیز کو ہر حالت میں جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتا۔ وہ دلوں کے ارادہ اور انسان کی نیتوں سے خوب واقف ہیں تو زبان سے نکلی ہوئی باتیں گو وہ چپکے چپکے کی جائیں یا ظاہر کر کے وہ کہاں اللہ سے مخفی رہ سکتی ہیں۔ اب حق تعالیٰ کا علم محیط ہونے کی ایک اور دلیل دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ زمین پر چلنے والا ہر جاندار جس میں انسان، حیوان، چرند، پرند، درند، کیڑے مکوڑے سب آ گئے جسے رزق کی احتیاج ہو اس کو روزی پہنچانا خدا نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ کر لیا ہے۔ جس قدر روزی جس کے لئے مقدر ہے وہ یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ جو وسائل اور اسباب بندہ اختیار کرتا ہے وہ محض روزی پہنچنے کے دروازہ ہیں اور خدا کی قدرت کو ان اسباب میں محصور و مقید نہ سمجھا جائے۔ وہ کبھی سلسلہ اسباب کو چھوڑ کر بھی روزی پہنچا دیتا ہے۔

بہر حال جب تمام جان رکھنے والوں کو حسب استعداد غذا اور معاش مہیا کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اس کا علم ان سب پر محیط ہو ورنہ ان کی روزی کی خبر گیری کیسے کر سکے گا۔ اس لئے ہر جاندار جو روئے زمین پر موجود ہے اس کے مستقل اور عارضی قیام کی جگہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور ہر ایک کو وہیں رزق پہنچاتا ہے اور گو سب چیزیں علم الٰہی میں تو ہیں ہی مگر اس کے ساتھ ہی سب چیزیں کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں منضبط بھی ہیں۔ یعنی قضا و قدر میں جو رزق اس کا مقدر اور معین ہو چکا ہے وہ اس کو پہنچ کر رہے گا۔

ایک سوال اوراس کا جواب

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جب ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ایسے واقعات پیش کیوں آتے ہیں شدید قحط وغیرہ کے۔ کہ بہت سے جانور اور انسان غذا نہ ملنے کے سبب بھوک پیاس سے مرجاتے ہیں۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ خدا کے رزق کے خزانوں مس ی تو کوئی کمی نہیں۔ پس اگر کوئی بھوک اور فاقہ سے مر جائے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ خدا کے خزانہ میں رزق نہیں رہا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کو اب اس کا زندہ رکھنا ہی مقصود نہیں۔ وہ کسی کو فاقہ سے مارتا ہے کسی کو بیماری وغیرہ سے۔ جس کی جب عمر پوری ہوگئی تو اس کو بہر حال مرنا ہے اور اس جہان سے گزرنا ہے جس کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ کبھی جلنا' کبھی ڈوبنا' کبھی چوٹ سے اور زخم سے کبھی قتل سے' کبھی کسی بیماری اور مرض سے تو انہی اسباب میں سے ایک یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا رزق بند کردیا جائے اور اس سے موت واقع ہوجائے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہما کا واقعہ

امام قرطبیؒ نے اس آیت میں ومامن دآبة فی الارض الاعلی الله رزقها کے تحت حضرت ابوموسیٰ اور ابو مالک اشعریؓ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ قبیلہ اشعری کے یہ لوگ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو جو کچھ توشہ اور کھانے پینے کا سامان ان کے ساتھ تھا وہ سب ختم ہوگیا تھا۔ انہوں نے اپنا ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض کے لئے بھیجا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرمائیں۔ یہ صاحب جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچے تو اندر سے آواز آئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔ وما من دآبة فی الارض الا علی الله رزقها. ان صاحب کو یہ آیت سن کر خیال آیا کہ جب اللہ نے سب جانداروں کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم اشعری بھی اللہ کے نزدیک دوسرے جانوروں سے گئے گزرے نہیں وہ ضرور ہمیں بھی رزق دیں گے۔ یہ خیال کر کے وہ وہیں سے واپس ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حال نہیں بتلایا۔ واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہو جاؤ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد آرہی ہے۔ ان کے اشعری ساتھیوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ ان کے ساتھی نے حسب قرارداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حاجت کا ذکر کیا ہے اور آپ نے انتظام کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے۔ وہ یہ سمجھ کر مطمئن بیٹھ گئے۔ وہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دیکھا کہ دو آدمی ایک بڑے برتن مثل تشلہ یا سینی گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا اٹھائے لا رہے ہیں۔ لانے والوں نے یہ کھانا ان اشعرین کو دے دیا۔ انہوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھایا پھر بھی بچ رہا تو ان لوگوں نے یہ مناسب سمجھا کہ باقی کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس بھیج دیں تا کہ اس کو آپ اپنی ضرورت میں صرف فرماویں۔ اپنے دو آدمیوں کو یہ کھانا دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت زیادہ اور بہت نفیس ولذیذ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا۔ تب انہوں نے پورا واقعہ عرض کیا کہ ہم نے اپنے فلاں آدمی کو آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس نے واپس آکر یہ جواب دیا۔ جس سے ہم یہ سمجھے کہ کھانا آپ نے بھیجا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میں نے نہیں بلکہ اس ذات قدوس نے بھیجا ہے۔ جس نے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے۔

قدرت الٰہی

الغرض یہاں حق تعالیٰ اپنی ربوبیت اور احاطہ علمی سے اپنی الوہیت پر استدلال فرما رہے ہیں آگے ربوبیت کے بعد اپنی قدرت کا اظہار فرمایا جاتا ہے اور شان خلاقیت سے الوہیت کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ اللہ ایسی قدرت والا ہے کہ جس نے تمام آسمان اور زمین کو اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا پیدا کیا۔ یہی بات یعنی آسمانوں اور زمین کا چھ دن میں پیدا کیا جانا سورۂ اعراف میں بھی بیان فرمایا گیا تھا اور وہاں یہ بتلایا جاچکا ہے کہ بعض مفسرین نے یہ چھ دن دنیا کی مقدار کے برابر لئے ہیں اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ چھ دن سے عالم آخرت کے چھ دن کی مقدار مراد ہے کہ جہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہوگا۔ گویا موجودہ زمین وآسمان چھ ہزار سال میں بجمیع مرتب و موجود ہوئے اور اس آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہوا

جو آئندہ اشیاء کا مادۂ حیات بننے والا تھا۔ اس وقت عرش خداوندی اسی کے اوپر تھا۔ جیسے اب ساتوں آسمان کے اوپر ہے۔

تخلیق کائنات کے مراحل

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پانی کو پیدا کیا اور پھر عرش کو پیدا کیا پھر قلم کو پھر لوح محفوظ کو اور پھر پچاس ہزار سال بعد آسمان اور زمین پیدا کئے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک وقت ایسا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تھی اور اس کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اور ایک حدیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو خطاب کر کے ارشاد فرمائی ہے کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (یعنی اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھی۔ نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا۔ نہ چاند تھا نہ جن تھا نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اسی نور کے چار حصے کئے اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا۔ دوسرے سے لوح۔ تیسرے سے عرش۔ پھر طویل حدیث ہے تو اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا ثابت ہوا۔ (نشر الطیب از حضرت تھانویؒ)

تخلیق کائنات کا مقصد

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سارے نظام کے پیدا کرنے اور ترتیب دینے سے مقصود انسان کو یہاں دنیا میں بسانا اور امتحان کرنا ہے کہ کہاں تک اس عجیب وغریب نظام اور سلسلۂ مصنوعات میں غور کر کے انسان خالق و مالک کی صحیح معرفت حاصل کرتا ہے اور محسن شناسی اور سپاس گزاری کا فطری فرض بجالاتا ہے۔ گویا یہ مقام انسان کی آزمائش کا ہے۔ مالک حقیقی دیکھتا ہے کہ انسانوں میں کون غلام صادق' اخلاص اور سلیقہ مندی سے اچھا کام کرتا اور فرائض بندگی انجام دیتا ہے۔

موت کے بعد اٹھنا

الغرض جب یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے تو ضرور اس کے بعد جزا وسزا انعام وانتقام کا سلسلہ شروع ہوتا ہے کہ مومنین شاکرین اور کافرین کو اپنے اپنے کئے کا پھل ملے۔ اسی لئے یہاں مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کا ذکر کیا گیا۔ مگر کفار مکہ کو یقین نہیں آتا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور اپنے جرائم کی سزا بھگتیں گے۔ اس لئے جب وہ قرآن میں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا موثر بیان سنتے تو کہتے کہ یہ بیان تو کھلا ہوا جادو ہے۔ یعنی دوبارہ زندگی کی بات مثل جادو کے دھوکہ اور فریب ہے۔ جس کی حقیقت کچھ نہیں۔ مطلب یہ کہ اس قرآن میں جادو کی باتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہو کر اٹھیں گے۔ جس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب اور مسحور کر لیا کہ جو اس بات کو مان گئے مگر ہم پر جادو چلنے والا نہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے اپنی مخلوق کے لئے جو رزق کا وعدہ فرمایا ہے اس پر ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے۔ اور جو کچھ یا اللہ ہم کو آپ رزق عطا فرمائیں وہ آپ ہی کی بندگی واطاعت اور فرمانبرداری میں کام آئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ

اور اگر تھوڑے دنوں تک ہم ان سے عذاب کو ملتوی رکھتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں' کہ اس عذاب کو کون چیز روک رہی ہے؟ یاد رکھو جس دن وہ عذاب اُن پر

لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا

آ پڑیگا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا' اور جس عذاب کے ساتھ یہ استہزاء کر رہے تھے وہ اُن کو آ گھیرے گا۔ اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر

رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝۹ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ

اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ نا اُمید اور ناشکر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اُس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو کہنے لگتا ہے

ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝۱۰ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ

کہ میرا سب دُکھ درد رخصت ہوا۔ پس وہ اترانے لگتا ہے' شیخی بگھارنے لگتا ہے' مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں' اور نیک کام کرتے ہیں' وہ ایسے نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۱

کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

وَلَئِنْ اور اگر	اَخَّرْنَا ہم روک رکھیں	عَنْهُمْ اُن سے	الْعَذَابَ عذاب	اِلٰى تک	اُمَّةٍ ایک مدت	مَّعْدُوْدَةٍ گنی ہوئی معین	لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے	
مَا يَحْبِسُهٗ کیا روک رہی ہے اسے	اَلَا یاد رکھو	يَوْمَ جس دن	يَاْتِيْهِمْ اُن پر آئے گا	لَيْسَ نہ	مَصْرُوْفًا ٹالا جائے گا	عَنْهُمْ اُن سے	وَ اور	
حَاقَ گھیر لے گا وہ	بِهِمْ انہیں	مَا جو	كَانُوْا تھے	بِهٖ اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے	وَلَئِنْ اور اگر	اَذَقْنَا اسے چکھا دیں	الْاِنْسَانَ انسان کو
مِنَّا اپنی طرف سے	رَحْمَةً کوئی رحمت	ثُمَّ پھر	نَزَعْنٰهَا ہم چھین لیں وہ	مِنْهُ اس سے	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَيَـُٔوْسٌ البتہ مایوس	كَفُوْرٌ ناشکرا	
وَلَئِنْ اور اگر	اَذَقْنٰهُ اسے چکھا دیں	نَعْمَآءَ نعمت	بَعْدَ ضَرَّآءَ سختی کے بعد	مَسَّتْهُ اسے پہنچی	لَيَقُوْلَنَّ تو وہ ضرور کہے گا	ذَهَبَ جاتی رہیں		
السَّيِّاٰتُ برائیاں	عَنِّيْ مجھ سے	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَفَرِحٌ اترانے والا	فَخُوْرٌ شیخی خور	اِلَّا مگر	الَّذِيْنَ صَبَرُوْا جن لوگوں نے صبر کیا		
وَعَمِلُوْا اور عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةٌ بخشش	وَّاَجْرٌ اور ثواب	كَبِيْرٌ بڑا		

اپنے مقررہ وقت پر قیامت آ کر رہے گی

گذشتہ آیات میں اس عالم کی پیدائش اور اس کی غرض وغایت کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو انسانوں کی آزمائش کے لئے پیدا کیا کہ کون اچھا عمل کرتا ہے اور ابتلاء اور امتحان کے لئے جزا وسزا ضروری ہے۔ اس لئے سب انسان اس دنیا میں زندگی گزارنے اور مرجانے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ کر کے برائے حساب کتاب اٹھائے جائیں گے۔ تو کفار مکہ جب قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مر کر دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق سنتے تو انہیں یقین نہ آتا اور کہتے کہ یہ کیسے ممکن ہے جو اس پر یقین لایا جائے اور اہل اسلام جنہوں نے اس نظریہ کو تسلیم کر لیا تھا ان کے متعلق کہتے کہ یہ محض سحر اور جادو کے اثر سے مسحور ومرعوب ہو گئے ہیں جو ایسی محال چیز کو مان لیا۔ اب انہیں کفار مکہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب ان کو ان کے کفر وشرک اور تکذیب قیامت وآخرت وغیرہ پر عذاب سے ڈرایا جاتا تو تکذیب اور استہزاء کے طور پر کہتے کہ وہ عذاب کہاں ہے۔ آخر

آتا کیوں نہیں؟ کس چیز نے اسے پکڑ رکھا ہے؟ کفار کے ان اقوال کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے منکرو تم کیا عذاب کا مذاق کرتے ہو۔ وقت معین پر جب عذاب آئے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹل سکے گا اور ہر طرف سے گھیر کر تباہ و برباد کر کے چھوڑے گا۔

حضرت انسان کی کمزوری

نیز بتلایا گیا کہ یہ کفار اب تو کہتے ہیں کہ عذاب کہاں ہے؟ کیوں نہیں آتا؟ لیکن انسان ایسا بودا اور کمزور دل ہے کہ خدا اگر چند روز اپنی مہربانی سے عیش و آرام میں رکھنے کے بعد تکلیف میں مبتلا کر دے تو پچھلی مہربانیاں بھی بھلا دیتا ہے اور ناامید ہو کر آئندہ کے لئے آس توڑ بیٹھتا ہے۔ گذشتہ پر ناشکری اور آئندہ سے مایوسی یہی اس کی زندگی کا حاصل ہے۔ اور اگر مصیبت کے بعد خدا آرام و آسائش نصیب کرے تو سمجھتا ہے کہ گویا اب ہمیشہ کے لئے مصائب و تکالیف کا خاتمہ ہو چکا۔ پچھلی کیفیت کبھی لوٹ کر آنے والی نہیں۔ اس وقت غافل و مغرور ہو کر شیخیاں مارتا اور اتراتا پھرتا ہے۔ حالانکہ چاہیے تھا کہ پچھلی حالت یاد کر کے خدا کا شکر ادا کرتا اور اس کے احسان کے سامنے جھک جاتا۔

اولوالعزم وفادار بندے

یہ حال جو عام انسانوں کا بیان ہوا۔ اس سے اللہ کے وہ بندے مستثنٰی ہیں جو تکالیف و مصیبت کا مقابلہ صبر و استقامت سے کرتے ہیں اور امن و راحت کے وقت شکر گزاری کے ساتھ عمل صالح میں مستعدی دکھاتے ہیں۔ ایسے اولوالعزم وفاداروں کی جماعت ہی عظیم الشان بخشش و انعام کی مستحق ہے۔ اور ان کو وہم و گمان سے بڑھ کر اجر و ثواب ملے گا۔

مومن و کافر کا فرق

یہاں کافر اور مومن کے امتیازی فرق کو بیان فرمایا اور بتلایا گیا کہ مصیبت کے وقت راحت سے مایوسی یا رحت و آرام کے وقت مصیبت سے بے خوف ہو کر مغرور ہو جانا یہ مومن کی خصلت نہیں۔ مومن تو کسی حالت میں بھی نیکوکاری کو ترک نہیں کرتا۔ مایوس ہو جانا اترانا اور فخر کرنا یہ کافروں کی خصلتیں ہیں۔ رنج پر صبر کرنا۔ نعمت پر شکر کرنا اور دنیا کے دکھ سکھ میں پڑ کر نیکوکاری کو ترک نہ کرنا یہ مومن اور اہل حق کی نشانی ہے۔

دنیا کا رنج و راحت عارضی ہے

یہاں ان آیات میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دنیا کی نعمت اور کلفت دونوں کے بارہ میں قرآن کریم نے اذقنا یعنی چکھانے کا لفظ استعمال کیا ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اصل نعمت اور کلفت تو آخرت کی ہے۔ دنیا میں نہ راحت مکمل ہے نہ کلفت بلکہ ذائقہ چکھنے اور نمونہ کے درجے میں ہے تاکہ انسان کو آخرت کی نعمتوں اور کلفتوں کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ اس بنا پر بھی دنیا کی راحت نہ کچھ زیادہ خوش ہونے کی چیز ہے نہ مصیبت کچھ زیادہ غم کرنے کی۔ اس لئے مومن کامل وہی ہے کہ دنیا میں اگر زوال نعمت کا وقت آ پڑے تو صبر و استقلال سے کام لے اور اگر عطاء نعمت کا وقت دیکھنا نصیب ہو تو اس وقت شکر و طاعت بجالائے اور ہر تغیر اور انقلاب اور ہر رنج و راحت میں خداوند قدوس کی طاقت و قدرت کا مشاہدہ کرے اور اسباب سے زیادہ مسبب الاسباب کی طرف نظر کرے اور اس سے اپنا تعلق اور رشتہ مضبوط کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں بھی اس کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

یا اللہ! نعمت مل کر ان پر غافل اور مغرور ہو جانا اس کافرانہ خصلت سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو ان اہل حق کی جماعت میں شامل رکھیے کہ جن کے صبر اور عمل صالح پر مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور جو کسی حال میں آپ کے ذکر و فکر سے غافل نہیں ہوتے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

سو شاید آپ ان احکام میں سے جو کہ آپ کے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ نبی ہیں تو ان پر کوئی خزانہ کیوں

كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

نہیں نازل ہوا؟ یا اُن کے ہمراہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ اور پورا اختیار رکھنے والا ہر شے پر تو اللہ ہی ہے۔ کیا یوں کہتے ہیں،

افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کہ آپ نے اس کو اپنی طرف سے خود بنا لیا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم بھی اس جیسی دس سورتیں، جو تمہاری بنائی ہوئی ہوں لے آؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو،

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ

اگر تم سچے ہو۔ پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا کہنا نہ کر سکیں، تو تم (اُن سے کہہ دو کہ اب تو) یقین کر لو کہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اُترا ہے اور یہ بھی (یقین کر لو)

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں، تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو؟

فَلَعَلَّكَ تو شاید تم	تَارِكٌۢ چھوڑ دو گے	بَعْضَ کچھ حصہ	مَا جو	يُوْحٰٓى وحی کیا گیا	اِلَيْكَ تیری طرف	وَضَآئِقٌۢ اور تنگ ہوگا	بِهٖ اس سے	
صَدْرُكَ تیرا سینہ	اَنْ يَّقُوْلُوْا کہ وہ کہتے ہیں	لَوْلَآ کیوں نہ	اُنْزِلَ اُترا	عَلَيْهِ اس پر	كَنْزٌ خزانہ	اَوْ یا	جَآءَ آیا	مَعَهٗ اس کے ساتھ
مَلَكٌ فرشتہ	اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں	اَنْتَ کہ تم	نَذِيْرٌ ڈرانے والے	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَىْءٍ ہر شے	وَكِيْلٌ اختیار رکھنے والا	
اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ اس کو خود گھڑ لیا ہے	قُلْ آپ کہہ دیں	فَاْتُوْا تو تم لے آؤ	بِعَشْرِ سُوَرٍ دس سورتیں	مِّثْلِهٖ اس جیسی			
مُفْتَرَيٰتٍ گھڑی ہوئی	وَّادْعُوْا اور تم بلا لو	مَنِ اسْتَطَعْتُمْ جس کو تم بلا سکو	مِّنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے		
فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا پھر اگر وہ جواب نہ دے سکیں	لَكُمْ تمہارا	فَاعْلَمُوْٓا تو جان لو	اَنَّمَآ کہ یہ تو	اُنْزِلَ نازل کیا گیا ہے	بِعِلْمِ اللّٰهِ اللہ کے علم سے			
وَاَنْ اور یہ کہ	لَآ اِلٰهَ کوئی معبود نہیں	اِلَّا هُوَ اسکے سوا	فَهَلْ پس کیا	اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ تم اسلام لاتے ہو				

مشرکین مکہ کی ذہنی ایذا رسانیاں

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو قرآن سناتے اور قرآنی عقائد کی تبلیغ فرماتے تو کفار مکہ کبھی تو معاذ اللہ قرآن کو سحر کہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ ساحر ہونے کا الزام لگاتے۔ کبھی کہتے کہ اس قرآن میں ہمارے بتوں کو برا کہا گیا ہے اس لئے ہم اس پر ایمان نہیں لا سکتے۔ اور فرمائش کرتے کہ یا تو آپ کوئی دوسرا قرآن لائیں یا اسی کو بدل کر اس میں ترمیم کر دیں۔ پھر شرک اور بت پرستی کی جتنی آپ تردید فرماتے مشرکین اس پر غیظ کھاتے اور ان کے غصہ کی آگ بھڑکتی۔ کبھی کوشش کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ میں ذرا ڈھیلا کر دیں اور اس سب سے بڑے اور بنیادی اور اہم مسئلہ توحید کی تبلیغ میں نرمی اور تساہل برتنے پر آمادہ کرتے۔ جب اس سے مایوس ہوتے تو محض دق کرنے کو عجیب بیہودہ فرمائشیں کرنے لگتے۔ مثلاً کبھی کہتے کہ ہم آپ کی نبوت و رسالت کو جب مانیں گے جب یہ جبل احد سونے کا پہاڑ بن جائے۔ کبھی کہتے کہ آپ سچے ہیں اور منصب رسالت پر مامور ہو کر آئے ہیں تو آپ کے ساتھ مال و دولت کا خزانہ خدا کے

یہاں سے آنا چاہئے تھا۔ یا آسمان سے کوئی فرشتہ آتا اور وہ آپ کے ساتھ یہ تصدیق کرتا پھرے کہ یہ بیشک اللہ کے رسول ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان بیہودہ اور لغو فرمائشوں سے سخت مغموم اور دلگیر ہوتے۔ ان کی تکذیب اور عناد کی وجہ سے آپ کا دل تنگ ہوتا کیونکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ان کفار مشرکین کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کے ایمان لانے کی فکر کو دل سے نکال دیں اور نہ یہ ممکن تھا کہ ان کی بیہودہ فرمائشوں کو پورا کریں کیونکہ اول تو یہ فرمائشیں نری بے عقلی پر مبنی تھیں۔ پھر بت اور بت پرستی اور دوسری کفر و شرک کی چیزوں کو برا نہ کہا جائے تو ہدایت کیسے ہو۔ غرض کہ وہ ایسا نازک اور سخت وقت تھا کہ تمام دنیا باطل پرستی کے شور سے گونج رہی تھی اور صرف ایک مقدس ہستی تھی جس کی زبان مبارک سے حق کی آیات نکل کر باطل کے قلعوں میں زلزلہ ڈالتی تھیں۔ آپ چاروں طرف سے موذی دشمنوں کے نرغہ میں گھرے رہتے تھے۔ کوئی جھٹلاتا' کوئی طعن کرتا' کوئی مذاق اڑاتا' اس ماحول کا تصور کیجئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قلب اور ہمت مردانہ کا اندازہ لگایئے۔ آپ جب مغموم و محزون و دلگیر ہوتے تو صرف اپنے پروردگار کی آواز ہی سے تسلی پاتے اور دنیا کے مقابلہ میں تازہ دم ہو کر کھڑے ہو جاتے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور مشرکین عرب کو چیلنج

اسی سلسلہ میں آپ کی تسلی کے لئے یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا کہ اے نبیؐ آپ ان لوگوں کی بیہودہ خرافات اور فرمائشوں کی وجہ سے اس قدر فکر مند اور غمگین نہ ہوں۔ نہ اپنے دل میں ان لوگوں کی مراعات کا خیال لائیں۔ کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ وحی الٰہی نے جو چیزیں آپ کو سکھلائی ہیں اور جس بے خوف و خطر تبلیغ کا حکم دیا ہے اس کے بعض حصہ کو ان لوگوں کی خرافات سے تنگ دل ہو کر چھوڑ بیٹھیں۔ جب یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ پیغمبرانہ عصمت اور اولوالعزمی مانع ہے تو تنگدل ہونے سے کیا فائدہ۔ آپ کا کام صرف بھلے برے سے آگاہ کر دینا ہے۔ ان کی ہدایت کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ خدا تعالیٰ جس کے سپرد ہر چیز ہے ان کا معاملہ بھی اسی کے سپرد کیجئے اور صبر و استقامت کے ساتھ فرائض تبلیغ کی انجام دہی میں ثابت قدم رہئے۔ اور ان کی ہرزہ سرائیوں کی طرف التفات نہ کیجئے۔ یہ فرمائشی معجزہ طلب کرتے ہیں جن کا دیا جانا مصلحت نہیں اور جو سب سے بڑا معجزہ قرآن ان کے سامنے ہے اسے مانتے نہیں۔ کہتے ہیں یہ تو معاذ اللہ تمہاری بنائی ہوئی بات ہے۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ آخر تم بھی عرب ہو۔ فصاحت و بلاغت اور زبان دانی کا دعویٰ رکھتے ہو۔ سب مل کر ایسی ہی دس سورتیں گھڑ کر پیش کر دو۔ اور اس کام میں مدد دینے کیلئے تمام مخلوق کو بلکہ اپنے ان معبودوں کو بھی بلا لاؤ جنہیں خدائی کا شریک سمجھتے ہو۔ اگر نہ کر سکو اور کبھی نہ کر سکو گے تو سمجھ لو کہ یہ ایسا کلام خالق ہی کا ہو سکتا ہے جس کا مثل لانے سے تمام مخلوق عاجز ہے۔ تو یقیناً یہ وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے پیغمبر پر اتارا ہے۔ بیشک جس کے کلام کا مثل نہیں ہو سکتا تو اس کی ذات و صفات میں کون شریک ہو سکتا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے۔

کیا اب بھی نہ مانو گے؟

قرآن کریم نے اس جگہ دس سورتیں مقابلہ میں بنا کر لانے کو ارشاد فرمایا اور جب وہ اس سے عاجز ہو گئے تو پھر ان کے عاجز ہونے کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے سورۂ بقرہ جو بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی وہاں فرمایا گیا کہ اگر تم قرآن کو کسی انسان کا کلام سمجھتے ہو تو تم بھی زیادہ نہیں صرف ایک ہی قرآن جیسی سورۃ بنا لاؤ۔ مگر ساتھ ہی یہ پیشینگوئی بھی وہاں فرما دی گئی کہ تم قیامت تک بھی ایسا نہ کر سکو گے تو اس چیلنج سے بھی قرآن پاک کا اللہ کا کلام ہونا ثابت ہو گیا۔ اسی لئے آخر میں یہاں فرمایا۔ **فھل انتم مسلمون** کیا تم اب بھی مسلمان اور اللہ کے اطاعت گزار بنو گے یا اسی خواب غفلت میں رہو گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا

جو شخص محض حیاتِ دنیوی اور اس کی رونق چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال (کی جزا) ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور اُن کے لئے

يُبْخَسُوْنَ ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ

دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب ناکارہ ہوگا اور جو کچھ کر رہے ہیں

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ

اور سب بھی بے اثر ہے۔ کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو کہ اسکے رب کی طرف سے آیا ہے۔ اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود ہے

كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ

اور ایک اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو کہ امام ہے اور رحمت ہے۔ ایسے لوگ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو شخص دوسرے فرقوں میں سے اس کا انکار کرے گا تو دوزخ اس کے

فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۷

وعدہ کی جگہ ہے۔ سو (اے مخاطب) تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑنا بلا شک و شبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے۔ لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے

مَنْ جو	كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَزِيْنَتَهَا اور اس کی زینت	نُوَفِّ ہم پورا کریں گے	اِلَيْهِمْ ان کیلئے			
اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل	فِيْهَا اس میں	وَهُمْ اور وہ	فِيْهَا اس میں	لَا نہ	يُبْخَسُوْنَ کمی کئے جائیں گے	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	
لَيْسَ لَهُمْ ان کیلئے نہیں	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	اِلَّا النَّارُ آگ کے سوا	وَحَبِطَ اور اکارت گیا	مَا جو	صَنَعُوْا انہوں نے کیا	فِيْهَا اس میں		
وَبٰطِلٌ اور نابود ہوئے	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	اَفَمَنْ پس کیا جو	كَانَ ہو	عَلٰى پر	بَيِّنَةٍ کھلا راستہ	مِنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کے	
وَيَتْلُوْهُ اور اس کے ساتھ ہو	شَاهِدٌ گواہ	مِنْهُ اس سے	وَ اور	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے	كِتٰبُ مُوْسٰٓى موسیٰ کی کتاب	اِمَامًا امام		
وَرَحْمَةً اور رحمت	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں	بِهٖ اس پر	وَمَنْ اور جو	يَكْفُرْ بِهٖ منکر ہو اس کا	مِنَ الْاَحْزَابِ گروہوں میں		
فَالنَّارُ تو آگ	مَوْعِدُهٗ اس کا ٹھکانہ	فَلَا تَكُ پس تو نہ ہو	فِيْ مِرْيَةٍ شک میں	مِنْهُ اسی سے	اِنَّهُ الْحَقُّ بیشک ہو حق	مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب سے		
	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے					

قرآن پر ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل آخرت میں کام نہ دے گا

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ یقیناً یہ قرآن پاک وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ سنا کر کفار و مشرکین کو دعوت توحید و اسلام کی دی گئی تھی کہ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے۔ مگر جب منکرین قرآن اور منکرین توحید و رسالت کو قیامت و آخرت کے عذاب کی وعیدیں سنائی جاتیں تو منجملہ دیگر جوابات کے وہ یہ بھی کہتے کہ اگر بالفرض قیامت و آخرت ہوئی اور جزا و سزا کی نوبت آئی تو ہم بھی بڑے بڑے نیک کام کرتے ہیں اور وہ سند میں اپنی خیرات و صدقات، غربا پروری، صلہ رحمی اور مہمان نوازی اور خدمت خلق اور رفاہ عام کے کاموں

کو پیش کرتے کہ ہم ایسے نیک کام کرتے ہیں تو پھر ہم کو عذاب کیوں ہوگا؟ تو کفار کے اس زعم باطل کی تردید فرمائی جاتی ہے اوران آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص ایسے واضح ثبوت کے بعد قرآن پر ایمان نہیں لاتا یا اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتا بلکہ دنیا کی چند روزہ زندگی اور فانی ٹیپ ٹاپ ہی کو قبلہ مقصود ٹھہرا کر عملی جدوجہد کرتا ہے اگر بظاہر کوئی نیک کام مثل صدقات' خیرات وغیرہ کرتا ہے تو اس سے بھی آخرت کی بہتری اور خدا کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی۔ محض دنیوی فوائد حاصل کر لینا پیش نظر ہوتا ہے۔ جیسے دنیا میں اس کی نیک نامی' شہرت وعزت ہو۔

ایسے لوگوں کی بابت خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین و منافقین یا دنیا پرست ریا کار مسلمان یہاں بتلا دیا کہ دنیا ہی میں ان کا بھگتان کر دیا جائے گا۔ جو اعمال اور کوششیں وہ حصول دنیا کے لئے کریں گے ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اپنے علم وحکمت سے جس قدر مناسب جانے گا اور دینا چاہے گا یہیں دنیا میں عطا فرمادے گا

کافروں کی بھلائیوں کا صلہ دنیا میں پورا کر دیا جاتا ہے

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جو خیرات وغیرہ کے کام کرے اس کی یہ ظاہری حسنات جو روح ایمان سے یکسر خالی ہیں دنیا میں رائیگاں نہیں جاتیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال عدل وانصاف کی بنا پر ان کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تندرستی' مال' اولاد' عزت' حکومت وغیرہ دنیا میں دے کر سب کھاتہ بے باق کر دیتے ہیں۔ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کوئی چیز اس کے کام آنے والی نہیں۔ جس کافر کے لئے جس درجہ کی سزا تجویز ہو چکی ہے وہ کبھی اس سے ٹلنے یا کم ہونے والی نہیں۔ اور وہ آخرت میں ان اعمال ظاہری پر دوزخ کے سوا کسی اور چیز کے مستحق نہیں۔ کفار ومشرکین ابدی طور پر اور ریا کار مسلمان محدود مدت کے لئے۔ ہاں خدا تعالیٰ بعض ایسے مسلمانوں کو محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادے وہ الگ بات ہے۔

الغرض آخرت میں جو اعمال اخلاص اور للّٰہیت سے خالی ہوں وہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ الٹا باعث عذاب ہوں گے۔

قرآن کا پیروکار اور منکر برابر نہیں ہے

اس لئے آگے ان آیات میں بھی بتلایا جاتا ہے کہ جو ایک شخص فطرت کے صحیح راستہ پر چل رہا ہے یعنی توحید' اسلام اور قرآن کے راستہ پر وہ اور یہ ریا کار دنیا پرست جن کا ذکر اوپر ہوا ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ قرآن عظیم جو اپنی حقانیت کا خود گواہ ہے گواہی دیتا ہے کہ دین فطرت یعنی توحید واسلام پر چلنے والا بیشک ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے۔ اور پھر قرآن سے پہلے جو وحی کسی نبی پر نازل کی گئی تھی وہ بھی ''دین فطرت'' کی صداقت پر گواہ تھی۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام پر جو عظیم الشان کتاب توریت اتاری گئی۔ قرآن سے پہلے وہ شاہد تھی ان لوگوں کی حقانیت پر جو دین فطرت کے صحیح راستہ پر چلے۔ اس طرح یہاں صراحت فرمائی گئی کہ جو راستہ قرآن دکھلاتا ہے وہی حق ہے۔

اب اس کے بعد اعلان عام فرمایا گیا ہے کہ جو بھی خواہ کسی فرقہ اور گروہ سے ہو۔ یہود' نصاریٰ' بت پرست' مجوس' عرب' عجم' مشرق' مغرب' یورپ' ایشیا' کسی فرقہ' جماعت' ملک وملت سے تعلق رکھتا ہو۔ جب تک قرآن کو نہ مانے گا۔ نجات نہیں ہو سکتی۔ اور یہ خطاب اور اعلان ہر شخص کے لئے ہے جو قرآن سنے کہ قرآن کی صداقت اور اس کے منجانب اللہ ہونے میں قطعاً شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ نہیں مانتے وہ احمق ہیں یا معاند۔

یہاں قرآن کی حقانیت وصداقت کے اعلان کے ساتھ ایک بڑی تلخ مگر گہری حقیقت کا اظہار فرمایا گیا اور وہ یہ کہ جو لوگ یا قوم سرتا سر دنیا ہی کو اور اسی کی ترقیوں اور اسی کی زینت کو منتہائے نظر اور نصب العین بنائے ہوئے ہیں اور اپنی ساری سرگرمیوں کا مرکز اسی کو قرار دیئے ہوئے ہیں وہ گھبرائیں نہیں انہیں مایوسی نہیں ہوگی انہیں اپنی ساری جدوجہد کا صلہ یہیں دنیا میں مل جاتا ہے۔ خواہ دولت یا حکومت یا عزت وناموری' باقی حیات دنیوی اور زینت دنیوی کو آخرت کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنا مقصود بنالینا اس کا انجام آخرت کے لحاظ سے بھی بتلا دیا گیا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ

اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ ایسے لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ فرشتے

الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝١٨ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ

ہوں کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی رکھتیں۔ سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جو کہ دوسروں کو بھی

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝١٩ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ

خدا کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی نکالنے کی تلاش میں رہا کرتے تھے اور وہ آخرت کے بھی منکر تھے۔ یہ لوگ زمین پر بھی خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں

فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا

کر سکتے تھے یہ لوگ زمین پر بھی خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے تھے اور نہ اُن کا خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا ایسوں کو دونی سزا ہوگی۔ یہ لوگ

يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝٢٠ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ

نہ سن سکتے تھے۔ اور نہ دیکھتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو معبود اُنہوں نے

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝٢١ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝٢٢

تراش رکھے تھے اُن سے سب غائب ہوگئے۔ لازمی بات ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے۔

وَمَنْ اور کون	اَظْلَمُ سب سے بڑا ظالم	مِمَّنِ اسے جو	افْتَرٰى باندھے	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	اُولٰٓئِكَ یہ لوگ		
يُعْرَضُوْنَ پیش کیے جائیں گے	عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے	وَيَقُوْلُ اور کہیں گے وہ	الْاَشْهَادُ گواہ	هٰٓؤُلَآءِ یہی ہیں	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے			
كَذَبُوْا جھوٹ بولا	عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب پر	اَلَا یاد رکھو	لَعْنَةُ اللّٰهِ اللہ کی پھٹکار	عَلَى پر	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَصُدُّوْنَ روکتے ہیں	
عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَيَبْغُوْنَهَا اور اس میں ڈھونڈتے ہیں	عِوَجًا کجی	وَهُمْ اور وہ	بِالْاٰخِرَةِ آخرت سے	هُمْ وہ	كٰفِرُوْنَ منکر	
اُولٰٓئِكَ یہ لوگ	لَمْ يَكُوْنُوْا نہیں ہیں	مُعْجِزِيْنَ عاجز کرنیوالے	فِى الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لَهُمْ ان کیلئے	مِنْ سے	دُوْنِ سوا	
اللّٰهِ اللہ	مِنْ کوئی	اَوْلِيَآءَ حمایتی	يُضٰعَفُ دوگنا	لَهُمْ ان کیلئے	الْعَذَابُ عذاب	مَا نہ	كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ وہ طاقت رکھتے تھے	السَّمْعَ سننا
وَمَا اور نہ	كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھتے تھے	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	خَسِرُوْٓا نقصان کیا	اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں کا	وَضَلَّ اور گم ہوگیا		
عَنْهُمْ ان سے	مَا جو	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افترا کرتے تھے	لَا جَرَمَ شک نہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ	فِى الْاٰخِرَةِ آخرت میں			
هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وہ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے								

کفار و مشرکین کے جھوٹے و کھوکھلے عقیدے

اب کفار مکہ اور مشرکین عرب جو منکرین قرآن تھے ان کی ان آیات میں مذمت بیان فرمائی جاتی ہے اور ان کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جو

اپنے عقائد اعمال اور اقوال میں افتراء پرداز اور کاذب تھے۔ بتوں کو اپنا شفیع سمجھتے تھے اور اسی بنا پر ان کی پرستش کرتے تھے۔ فرشتوں کو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے۔ قرآن کو کلام بشر کہتے۔ قیامت کے منکر تھے۔ حشر ونشر عذاب وثواب جزا وسزا کو وہمی باتیں خیال کرتے۔ صفات الوہیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے۔ ایسے لوگوں کے متعلق بتلایا گیا کہ ان سے زیادہ بے جا حرکت کرنے والا ناشناس حق اور تباہ حال کون ہو سکتا ہے جو اپنے عقائد واعمال میں افترا پرداز اور کاذب ہوں اور خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں۔ اللہ تعالیٰ تو بار بار فرمائیں کہ یہ قرآن میرا کلام ہے مگر باوجود روشن دلائل کے کوئی جھٹلاتا رہے اور کہتا رہے کہ یہ تو خدا کا کلام نہیں تو محشر میں جب خدا تعالیٰ کے سامنے ایسے لوگ پیش ہوں گے اور ان کی شرارتوں کے دفتر کھولے جائیں گے اس وقت گواہی دینے والے ملائکہ انبیاء صالحین بلکہ خود ان کے ہاتھ پاؤں کہیں گے کہ یہی وہ بدبخت ظالم ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ بکا تھا۔

لعنتی لوگ

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ ظلم اور ناانصافی سے خدا کے کلام کو جھوٹا بتلاتے ہیں۔ اللہ کی وحدانیت اور اس کی وحی کا انکار کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت کے منکر ہیں۔ دوسروں کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے ہیں اور راہ خدا یعنی دین اسلام میں کجی شکوک و شبہات ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔ ایسے ظالموں پر خدا کی خصوصی لعنت ہے۔

خدائی گرفت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اتنی وسیع زمین میں یہ لوگ نہ کہیں بھاگ کر خدا سے چھپ سکتے ہیں اور نہ ان کو کوئی مددگار اور حمایتی مل سکتا ہے۔ جو خدا کے عذاب سے ان کو بچالے یا چھڑا لے۔ ایسوں کو دوہری سزا دی جائے گی۔ ایک اپنی گمراہی کی اور ایک دوسروں کو گمراہ کرنے کی۔ یہ دنیا میں ایسے اندھے اور بہرے بنے کہ نہ حق بات سننے کی تاب تھی نہ خدا کی نشانیوں کو دیکھتے تھے جنہیں دیکھ کر ممکن تھا کہ راہ ہدایت پالیتے۔ قیامت کے روز ایسے لوگوں کی یہ حالت ہوگی کہ یہ ابدی عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اور سب جھوٹے دعوے وہاں پہنچ کر گم ہو جائیں گے۔ لہذا آخرت میں برباد ذلیل اور ہلاک ہوں گے اور ان کی جتنی افترا پردازیاں تھیں سب کو بھول جاویں گے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ فرشتے اور بت اور مسیح اور دیوی دیوتا ہماری شفاعت کریں گے سب غلط نکلا۔ پس لازمی نتیجہ اس کا یہی ہوگا کہ یہ گروہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والا ہوگا۔

جھوٹے عقیدے گھڑنے والے کی ذلت وسزا

یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں یعنی منکرین قرآن کی مندرجہ ذیل دس حالتوں اور ذلتوں کو بیان فرمایا ہے۔

۱- افترى على الله یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اور خدا کی طرف غلط باتیں منسوب کیں۔
۲-مقام ذلت میں ان کو قیامت میں کھڑا کیا جائے گا۔
۳-خدائی گواہ گواہی دیں گے کہ ان لوگوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا۔
۴-یہ ظالم اللہ کے نزدیک ملعون ہیں۔
۵-یہ ظالم لوگوں کو حق سے روکتے ہیں۔
۶-دین میں شبہ نکالتے ہیں۔
۷-آخرت کے منکر ہیں۔
۸-خدا سے بھاگ کر چھپ نہیں سکتے۔
۹-ان کا کوئی حامی ومددگار نہ ہوگا۔
۱۰-ان کا عذاب دوچند ہے۔

تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا اور افترا کرنا سب سے زیادہ بے جا حرکت ہے۔ جو حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا اس کو اللہ کی طرف نسبت کرنا بدترین ظلم ہے۔ اور یہی حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا اور جھوٹ بولنے کا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کئے اور دل سے اپنے رب کی طرف جھکے ایسے لوگ اہل جنت ہیں۔ وہ

فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ

اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ دونوں فریق کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص اندھا بھی اور بہرا بھی ہو اور ایک شخص کو دیکھتا بھی اور سنتا بھی ہو کیا یہ دونوں شخص

مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٢٥﴾ أَنْ لَا تَعْبُدُوا

حالت میں برابر ہیں۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟ اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا' میں تم کو صاف صاف ڈراتا ہوں۔ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی

إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾

عبادت مت کرو۔ میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ جو لوگ	آمَنُوا ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصَّالِحَاتِ نیک	وَأَخْبَتُوا اور عاجزی کی
إِلَىٰ رَبِّهِمْ اپنے رب کے آگے	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	أَصْحَابُ الْجَنَّةِ جنت والے	هُمْ وہ	فِيهَا اس میں	خَالِدُونَ ہمیشہ رہیں گے
مَثَلُ مثال	الْفَرِيقَيْنِ دونوں فریق	كَالْأَعْمَىٰ جیسے اندھا	وَالْأَصَمِّ اور بہرا	وَالْبَصِيرِ اور دیکھتا	وَالسَّمِيعِ اور سنتا
هَلْ يَسْتَوِيَانِ کیا دونوں برابر ہیں	مَثَلًا مثال میں	أَفَلَا تَذَكَّرُونَ کیا تم غور نہیں کرتے	وَ اور	لَقَدْ أَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	نُوحًا نوح
إِلَىٰ طرف	قَوْمِهِ اس کی قوم	إِنِّي بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	نَذِيرٌ ڈرانے والا	مُبِينٌ کھلا
أَنْ کہ	لَا تَعْبُدُوا نہ پرستش کرو تم	إِلَّا سوائے	اللَّهَ اللہ	إِنِّي أَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں	عَلَيْكُمْ تم پر
عَذَابَ عذاب	يَوْمٍ أَلِيمٍ دکھ دینے والا دن				

سعادت وجنت مومنین کے لئے ہے

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار ومشرکین کے ظلم وافتراء کا بیان فرمایا تھا۔ اب ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کی حالت بیان کی جاتی ہے اور ان کا انجام خیر بتلایا جاتا ہے اور کافر اور مومن کی حالت تمثیلی بیان کی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں دوامی طور پر جنت کے مالک وہی لوگ ہوں گے جن میں یہ تین صفات موجود ہوں۔

(۱) ایک وہ مومن جو اللہ کی توحید' تمام انبیاء کی رسالت ونبوت اور تمام آسمانی کتابوں اور قیامت' حشر نشر مع ان کی تفصیلات کے مانتے ہوں۔ فرائض دینیہ کے منکر نہ ہوں قضا وقدر اور فرشتوں کے وجود کے قائل ہوں۔

(۲) دوسرے وہ مومن جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرتے ہوں یعنی وہ امور جن کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور جن امور سے عالم کی اصلاح وخیر وابستہ ہے ان کو اختیار کرتے ہیں اور وہ امور جن کے کرنے سے شریعت روکتی ہے اور جن کا ارتکاب دنیا میں فتنہ وفساد پیدا کرتا ہے ایسے امور کو ترک کرتے ہیں۔

(۳) تیسرے وہ مومن جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ متقی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہوں اور عاجزی کرتے ہوں۔ اللہ کے سامنے خشوع وخضوع کرتے ہوں۔ عبادت ونیکی ریاکاری سے نہیں بلکہ خدا کے ڈر سے کرتے ہوں۔ حاصل یہ کہ جو لوگ قولاً عملاً اور اعتقاداً نیکوکار اور حق پرست ہوں۔ وہی اہل نجات اور حامل سعادت ہیں۔ جنت انہی کو نصیب ہوگی۔

مومن وکافر کی حالت کی مثال

اس کے بعد کافر ومومن کی حالت مثال کے طریق پر بتلائی گئی ہے کہ کافر اندھے اور بہرے کی طرح ہے کہ جس کو نہ کچھ سنائی دیتا ہو نہ دیکھ سکتا ہو یعنی اس کے کان حق کو سننے سے بہرے ہیں اور اس کی آنکھیں صداقت کو دیکھنے سے اندھی ہیں رہا مومن تو وہ آنکھوں والا ہے۔حق ناحق کو دیکھتا ہے اور جھوٹ سچ میں تمیز کرتا ہے اور اس کے کان کھلے ہوئے ہیں جو نصیحت یا حکم سنتا ہے اس کو دل میں اتار لیتا ہے تو نتیجہ یہ کہ جس طرح بینا اور نابینا اور سننے والا اور بہرا برابر نہیں اسی طرح مومن وکافر برابر نہیں۔ دونوں کے شرف اور مرتبہ میں بڑا فرق ہے۔ دونوں کا انجام کس طرح یکساں ہوسکتا ہے۔گویا نصیحت یہاں یہ کی جارہی ہے کہ تم دل کے بینا بن جاؤ تاکہ آخرت کی تجارت کرسکو۔اور اگر خود بینا نہیں تو کسی بینا کی سنو اور اس پر چلو۔ اصل بینا وہ ہے کہ جو حق کو حق اور باطل کو باطل دیکھے اور حق کی پیروی کرے اور باطل سے بچے اور جو حق کو نہ دیکھتا ہو اور نہ سنتا ہو وہ حقیقتاً نابینا اور بہرا ہے۔آگے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ اسی مضمون کی تائید وتاکید میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اعلان حق

قرآن پاک میں مختلف مقامات پر مختلف قصص بیان فرمائے ہیں بلکہ بعض قصوں کو تو چار چار پانچ پانچ مقامات پر قدرے طویل اور اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔لیکن مقتضائے حال کے مطابق ہر موقع پر اتنا ہی قصہ بیان کیا ہے جتنی ضرورت تھی۔

یہاں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی ابتداء اس طرح فرمائی جاتی ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے قوم میں شرک اور بدافعالی کو پھیلتے دیکھا تو شروع میں توحید اور نیکی کی طرف راغب کیا جب کسی طرح کی ترغیب مفید نہ ہوئی تو عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ کیونکہ انسان فطرتاً نفع حاصل کرنے سے زیادہ نقصان کو دور کرنے کا خواستگار ہوتا ہے۔غرض تبشیر اور ترغیب جب بے سود ثابت ہوئی تو مجبوراً انذار اور ترہیب کی طرف آپ مائل ہوئے اور انذار عذاب دنیا یعنی طوفان سے اور عذاب آخرت یعنی جہنم سے ڈرایا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نوحؑ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔ ۹۵۰ برس قوم کو نصیحت وتبلیغ کرتے رہے اس کے بعد طوفان آیا۔طوفان کے ۶۰ برس بعد تک زندہ رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ ونصائح کا اثر اگر کچھ لیا تو غریبوں نے لیا۔مگر دولت مند اور مال دار قوم کے سرداروں پر کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ غرور اور تکبر کا سبب مال ودولت ہی اکثر ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے جو اپنے مومن بندوں کی صفات بتلائی ہیں وہ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اس زندگی میں عطا فرما اور ہم کو اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگائے رکھے اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔

یا اللہ! بیشک اندھا اور بہرا اور سمیع وبصیر برابر نہیں۔یا اللہ! آپ ہم کو جب تک زندہ رکھیں سمیع وبصیر بنا کر زندہ رکھیں اور اندھا وبہرا ہونے سے بچالیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا

سو اُن کی قوم میں جو کافر سردار تھے' کہنے لگے' کہ ہم تو تم کو اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہی لوگوں نے کیا ہے'

الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

جو ہم میں بالکل رذیل ہیں پھر وہ بھی محض سرسری رائے سے'اور ہم تم لوگوں میں کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے' بلکہ ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

فَقَالَ تو بولے	الْمَلَاُ سردار	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	مِنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم کے	مَا نَرٰىكَ ہم تجھے نہیں دیکھتے	اِلَّا مگر	بَشَرًا ایک آدمی
مِّثْلَنَا ہمارے اپنے جیسا	وَ اور	مَا نَرٰىكَ ہم نہیں دیکھتے تجھے	اتَّبَعَكَ تیری پیروی کریں	اِلَّا سوائے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	هُمْ وہ
اَرَاذِلُنَا نیچ لوگ ہم میں	بَادِيَ الرَّاْيِ سرسری نظر سے	وَمَا اور نہیں	نَرٰى ہم دیکھتے	لَكُمْ تمہارے لئے	عَلَيْنَا ہم پر	مِنْ کوئی
فَضْلٍ فضیلت	بَلْ نَظُنُّكُمْ بلکہ ہم خیال کرتے ہیں تمہیں	كٰذِبِيْنَ جھوٹے				

سرداران کی طرف سے دعوت نوحؑ کا جواب

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے یکسر ناآشنا ہو چکی تھی۔ اور حقیقی معبود خداوند قدوس کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رشد و ہدایت کے لئے ان ہی میں سے ایک ہادی اور خدا کے سچے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو راہ حق کی طرف پکارا اور سچے مذہب کی طرف دعوت دی لیکن قوم نے نہ مانا اور نفرت و حقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کیا امرا اور سرداران قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب و تحقیر کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ حق کے جواب میں ان کی قوم کے سرداروں نے جو جواب حضرت نوح علیہ السلام کو دیا وہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ ان کافر سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت و رسالت کو رد کیا اور اس کی تین وجوہات بتلائیں۔ ایک وجہ تو ان کافر سرداروں نے یہ بیان کی کہ رسول کو تمام قوم کے مقابلہ میں کوئی نمایاں امتیاز ہونا چاہئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہماری طرح جنس بشر سے ہو۔ رسول کو انسانیت کے درجہ سے بلند کوئی فرشتہ یا غیبی مخلوق ہونا چاہئے تھا۔ جس کے سامنے خواہ مخواہ انسانوں کی گردنیں جھک جائیں۔ پھر تم بشر بھی ایسے نہیں کہ کوئی خاص برتری اور بڑائی ہم پر حاصل ہو مثلاً بڑے دولت مند یا جاہ و حکومت کے مالک ہوتے جن کو نہ دولت و ثروت میں ہم پر برتری حاصل ہے نہ وہ انسانیت کے مرتبہ سے بلند ہے تو اس کو کیا حق ہے کہ وہ ہمارا پیشوا بنے اور ہم اس کے احکام کی تعمیل کریں؟ دوسری وجہ حضرت نوح علیہ السلام کو نہ ماننے کی ان کافر سرداروں نے یہ بیان کی کہ قوم کے چند غریب اور کمزور افراد جو تمہارے تابع ہوئے ہیں وہ بھی سب کے سب مفلس' رذیل' پست اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنا بھی ہم جیسے سرداروں اور شریفوں کے لئے موجب ننگ و عار ہے۔ بھلا کم از کم آپ کا اتباع کرنے والے ہی کوئی معزز اور بڑے آدمی ہوتے۔ ایسے سطحی لوگوں کا جن کی پستی اور رذالت بالکل عیاں ہے بے سوچے سمجھے اور بغیر غور و تامل کے ظاہری اور سرسری طور پر ایمان لے آنا آپ کا کونسا کمال ہے؟ اور ایسے لوگوں کا آپ کے تابع ہو جانا آپ کے لئے کیا موجب فضل و شرف ہو سکتا ہے؟ اور یہ کس طرح صداقت کی دلیل بن سکتی ہے؟ یہ نہ ذی رائے ہیں کہ ہماری طرح جانچ پرکھ رائے سے کام لیتے اور نہ ذی شعور ہیں کہ حقیقت حال کو سمجھ لیتے۔

تیسری بات ان کافر سرداروں نے یہ کہی کہ تم کو اور تمہاری جماعت کو ہم پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ کیا ساری خدائی میں سے تم

ہی ملے تھے جنہیں خدا نے اپنے منصب ورسالت پر مامور فرمایا۔ آخر ہم تم سے حسب نسب، مال ودولت، خلق وخلق کس بات میں کم تھے جو ہمارا انتخاب اس عہدہ کے لئے نہ ہوا؟ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی (نعوذ باللہ) سب جھوٹے ہو۔ تم نے ایک بات بنائی اور چند بے وقوفوں نے ہاں میں ہاں ملا دی تا کہ اس طرح ایک نئی تحریک اٹھا کر کوئی امتیاز اور بزرگی حاصل کر لیں۔ یہ ان ملعون منکر سرداروں کا جواب تھا جو یہاں آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔

مشرکین عرب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوالات

ایسے ہی جاہلانہ اعتراضات کفار مکہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش کرتے تھے کہ جو ہماری ہی طرح ایک معمولی انسان ہیں اور ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں بازار میں چلتے پھرتے ہیں سوتے جاگتے ہیں ہم کیسے مان لیں کہ وہ خدا کی طرف سے پیغمبر ہو کر آئے ہیں؟ پھر ان کے پاس مال ودولت کے خزانے نہیں۔ پھر ان کے ماننے والے اکثر غریب کمزور غلام ہیں جن کے پاس اور برابر میں بیٹھنے میں بھی ہماری ہتک اور بے عزتی ہے۔ حالانکہ شروع سے عادۃ اللہ یہی رہی ہے کہ پیغمبروں پر اول ایمان لانے والے غربا اور فقرا ہی ہوتے ہیں۔ ہرقل شاہ روم کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی نامہ مبارک دعوت اسلام کے لئے پہنچا تو اس کو یہ فکر ہوئی کہ معاملہ کی تحقیق کرے۔ چنانچہ اس وقت جو عرب کے لوگ ملک شام میں آئے ہوئے تھے ان کو بلا کر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کئی سوالات کئے اور ان کے جوابات سنے۔ اس کے سوالات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عرب قوم میں سے ان کی دعوت اسلام قبول کرنے والے اور ان کا اتباع کرنے والے قوم کے کمزور اور غریب لوگ ہیں یا قوم کے بڑے اور سردار۔ تو عربوں نے جواب دیا تھا کہ کمزور اور غریب لوگ اس پر ہرقل شاہ روم نے اقرار کیا یہ علامت تو سچے نبی ہونے کی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا اول اول اتباع کرنے والے یہی غریب لوگ ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو وہ نور بصیرت عطا فرمادیں کہ جو ہم اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حقیقی کمالات کو مدنظر رکھ کر آپ کے اتباع کو اپنے اوپر لازم جانیں۔ آپ کی لائی ہوئی ہدایات وتعلیمات کا ہم کو پوری طرح اتباع نصیب ہو۔ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی پوری پابندی ظاہر میں اور باطن میں ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ! حب دنیا کے مرض سے ہمارے دلوں کو پاک رکھئے اور مال ودولت کے فتنہ سے ہم کو بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم! بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اُس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ

ہو پھر وہ تم کو نہ سوجھتی ہو تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں۔ اور تم اُس سے نفرت کئے چلے جاؤ۔ اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کچھ مال تو نہیں مانگتا۔

اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّىْۤ اَرٰىكُمْ

میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔ اور میں تو ایمان والوں کو نکالتا نہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں لیکن واقعی میں تم لوگوں کو

قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ

دیکھتا ہوں کہ جہالت کر رہے ہو۔ اور اگر میں ان کو نکال بھی دوں تو مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچالے گا۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ؟۔ اور میں تم سے یہ

لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِىْۤ

نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہوں۔

اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ ۖۚ اِنِّىْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

میں اُن کی نسبت (تمہاری طرح) یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز اُن کو ثواب نہ دے گا۔ اُن کے دل میں جو کچھ ہو اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ میں تو اگر ایسی بات کہہ دوں تو اس صورت میں ستم ہی کروں

قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اَرَءَيْتُمْ تم دیکھو تو	اِنْ اگر	كُنْتُ میں ہوں	عَلٰى پر	بَيِّنَةٍ واضح دلیل	مِّنْ رَّبِّىْ اپنے رب سے
وَاٰتٰىنِىْ اور اس نے دی مجھے	رَحْمَةً رحمت	مِّنْ عِنْدِهٖ اپنے پاس سے	فَعُمِّيَتْ وہ دکھائی نہیں دیتی	عَلَيْكُمْ تمہیں			
اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کیا ہم وہ تمہیں زبردستی منوائیں	وَ اور	اَنْتُمْ تم	لَهَا اس سے	كٰرِهُوْنَ بیزار ہو	وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم		
لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ میں نہیں مانگتا تم سے	عَلَيْهِ اس پر	مَالًا کچھ مال	اِنْ نہیں	اَجْرِىَ میرا اجر	اِلَّا مگر	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	وَمَاۤ اَنَا اور نہیں میں
بِطَارِدِ ہانکنے والا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو ایمان لائے	اِنَّهُمْ بیشک وہ	مُّلٰقُوْا ملنے والے	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَلٰكِنِّىْۤ اور لیکن میں	اَرٰىكُمْ دیکھتا ہوں تمہیں	
قَوْمًا ایک قوم	تَجْهَلُوْنَ جہالت کرتے ہو	وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم	مَنْ يَّنْصُرُنِىْ کون بچائے گا مجھے	مِنَ سے	اللّٰهِ اللہ	اِنْ اگر	
طَرَدْتُّهُمْ میں ہانک دوں انہیں	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا تم غور نہیں کرتے	وَ اور	لَاۤ اَقُوْلُ میں نہیں کہتا	لَكُمْ تمہیں	عِنْدِىْ میرے پاس		
خَزَآئِنُ اللّٰهِ اللہ کے خزانے	وَ اور	لَاۤ اَعْلَمُ میں نہیں جانتا	الْغَيْبَ غیب	وَ اور	لَاۤ اَقُوْلُ میں نہیں کہتا	اِنِّىْ کہ میں	مَلَكٌ فرشتہ
وَ اور	لَاۤ اَقُوْلُ میں نہیں کہتا	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہیں	تَزْدَرِىْۤ حقیر سمجھتی ہیں	اَعْيُنُكُمْ تمہاری آنکھیں	لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ ہرگز نہ دیگا انہیں		
اللّٰهُ اللہ	خَيْرًا کوئی بھلائی	اَللّٰهُ اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا	بِمَا جو کچھ	فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ انکے دلوں میں	اِنِّىْۤ بیشک میں	اِذًا اس وقت
لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ البتہ ظالموں سے							

سرداروں کے اعتراضات کا جواب

گذشتہ آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار سرداروں کا قول نقل کیا گیا تھا جنہوں نے نہ صرف نوح علیہ السلام کی رسالت کا انکار کیا بلکہ تین شبہ اور اعتراض بھی ظاہر کئے۔

اب ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا جواب بتلایا جاتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے ان کافر سرداروں سے جواباً فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں پھر مجھ کو خدا نے رسول کیوں بنایا۔ تو بیشک یہ صحیح ہے کہ میں انسان ہوں مگر انسان ہونا نبوت و رسالت کے منافی نہیں۔ بیشک مجھے نبوت کا کوئی ذاتی استحقاق نہیں لیکن یہ اللہ کی رحمت و عنایت ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اس لئے مجھے راہ راست دکھائی۔ معجزات و نبوت عطا کی۔ پس میں خدا کی طرف سے اپنی نبوت و رسالت کے روشن دلائل لے کر آیا ہوں۔ تم کو کھلا ہوا سیدھا راستہ اور معجزات بھی نہ سوجھیں تو میرا اس میں کیا قصور۔ میں زبردستی حقانیت اور راستی کو تمہارے سر ڈال تو نہیں سکتا۔ رہی یہ بات کہ شاید تم یہ خیال کرو کہ میں نبوت و ہدایت کا دعویٰ کر کے تمہارا مال و دولت چھین کر مالدار بننا چاہتا ہوں تو یاد رکھو کہ میں بالکل تم سے مال کا خواستگار نہیں ہوں۔ تم سے کسی قسم کا معاوضہ نہیں چاہتا کہ جس کا دینا تم پر شاق اور گراں ہو میں تو اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں اور اسی سے اجر کا طالب ہوں اور تم جو کہتے ہو کہ غریب اور کمزور طبقہ نے میرا ساتھ دیا اور وہی میرے ساتھ ہیں اور تم ان سے ملنا اور ان کے پاس بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ لوگ مومن ہو گئے میری رسالت کا انہوں نے اقرار کرلیا اور اپنے پچھلے عقائد چھوڑ دیئے اور میرے گروہ میں داخل ہو گئے تو یہ خدا کے مخلص بندے ہیں۔ ان کو میں کس طرح اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں۔ جس کے تم خواہش مند ہو۔ اگر میں ان کے ساتھ ایسا معاملہ کروں تو یہ بے انصافی اور ظلم ہے اور میں تمہاری رعایت سے خدا کے مخلص بندوں کے ساتھ بے انصافی نہیں کر سکتا۔ خدانخواستہ اگر میں ایسا کروں تو مجھے خدا کی گرفت سے کون بچا سکے گا۔ میں تو خدا کے دردناک عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے۔ امیر غریب کا وہاں کوئی سوال نہیں۔ ایمان اور اطاعت سے اللہ کے نزدیک عزت ملتی ہے یہ کمزور اور نادار افراد جو خدا پر سچے دل سے ایمان لائے ہیں تمہاری نگاہوں میں اس لئے حقیر و ذلیل ہیں کہ تمہاری طرح صاحب مال و دولت نہیں ہیں اور اسی لئے تمہارے خیال میں یہ نہ خیر حاصل کر سکتے ہیں اور نہ سعادت۔ سو واضح رہے کہ خدا کی خیر و سعادت کا قانون ظاہری دولت و حشمت کے تابع نہیں ہے۔ بظاہر تو یہ مومن ہیں اور مومن ہونا ان کے استحقاق خیر کی دلیل ہے۔ پھر تمہاری طرح میں ان کو کس طرح رذیل سمجھ کر دور کر سکتا ہوں۔ رہی میری فضیلت تو ظاہر ہے کہ مجھے نہ فرشتہ ہونے کا دعویٰ ہے نہ غیب دانی کا میں مدعی ہوں کہ میرے پاس اللہ کے غیبی خزانہ موجود ہیں۔ یعنی تمہارا یہ خیال ہی غلط ہے کہ نبی کو فرشتہ یا غیب دان ہونا چاہئے اور نہ یہ ضروری ہے کہ رسول کے پاس دولت کے انبار لگے ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس طرح ان کے جملہ اعتراضات کا جواب دے کر ان کو لاجواب کر دیا۔

اخلاق انبیاء

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کھلی ہوئی حقانیت بھی دل کے اندھوں کو نہیں سوجھتی۔ اور جاہلوں کے جواب میں حلم اور بردباری سے کام لینا اخلاق انبیاء ہے۔ دولت اور افلاس کو معیار بلندی و پستی قرار دینا نادانی ہے۔ غریب طبقہ اگر مومن ہو گیا تو اس مالدار طبقہ سے بہتر ہے جو کافر اور بے ایمان رہا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی نہ فرشتہ ہوتا ہے نہ غیب دان نہ خزائن الٰہیہ کا مالک۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے نوحؑ! تم ہم سے بحث کر چکے پھر بحث بھی بہت کر چکے سو جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو وہ ہمارے سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ

انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بشرطیکہ اس کو منظور ہو تمہارے سامنے لاویگا۔ اور اُس وقت پھر تم اُس کو عاجز نہ کر سکو گے۔ اور میری خیر خواہی تمہارے کام نہیں آ سکتی گو

اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾

میں تمہاری کیسی ہی خیر خواہی کرنا چاہوں جبکہ اللہ ہی کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہو۔ وہی تمہارا مالک ہے۔ اور اُسی کے پاس تم کو جانا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد نے یہ قرآن تراش لیا ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے تراشا ہو گا تو میرا یہ جرم مجھ پر عائد ہوگا اور میں تمہارے جرم سے بری الذمہ رہونگا

قَالُوْا وہ بولے	يٰنُوْحُ اے نوحؑ	قَدْ جٰدَلْتَنَا تو نے جھگڑا کیا ہم سے	فَاَكْثَرْتَ سو بہت	جِدَالَنَا پس لے آ	فَاْتِنَا ہم سے جھگڑا کیا		
بِمَا تَعِدُنَآ وہ جو تو ہم سے وعدہ کرتا ہے	اِنْ اگر	كُنْتَ تو ہے	مِنَ سے	الصّٰدِقِيْنَ سچے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ صرف لائے گا تم پر	
بِهٖ اس کو	اللّٰهُ اللہ	اِنْ شَآءَ اگر چاہے گا وہ	وَمَآ اَنْتُمْ اور تم نہیں	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کر دینے والے	وَلَا يَنْفَعُكُمْ اور نہ نفع دے گی تمہیں		
نُصْحِيْٓ میری نصیحت	اِنْ اگر	اَرَدْتُّ میں چاہوں	اَنْ اَنْصَحَ کہ میں نصیحت کروں	لَكُمْ تمہیں	اِنْ اگر	كَانَ ہے	
اللّٰهُ يُرِيْدُ اللہ چاہے	اَنْ يُّغْوِيَكُمْ کہ گمراہ کرے تمہیں	هُوَ وہ	رَبُّكُمْ تمہارا رب	وَاِلَيْهِ اور اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے		
اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ بنا لایا ہے اس کو	قُلْ کہدیں	اِنِ افْتَرَيْتُهٗ اگر میں نے اسے بنا لیا ہے	فَعَلَيَّ تو مجھ پر		
اِجْرَامِيْ میرا گناہ	وَاَنَا اور میں	بَرِيْٓءٌ بری	مِّمَّا اس سے جو	تُجْرِمُوْنَ تم گناہ کرتے ہو			

سرداران قوم کا لاجواب ہو کر عذاب کی فرمائش کرنا

حضرت نوح علیہ السلام قبل از طوفان ساڑھے نو سو برس اپنی قوم میں رہے۔ شب و روز انہیں نصیحت فرماتے۔ ہر شبہ کا جواب دیتے۔ تبلیغ و تفہیم و بحث و مناظرہ کا سلسلہ جاری رہتا۔ بہرحال حضرت نوح علیہ السلام نے انتہائی کوشش کی کہ بدبخت قوم سمجھ جائے اور رحمت الٰہی کے آغوش میں آ جائے مگر قوم نے نہ مانا اور جس قدر آپ کی جانب سے تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض و عناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا۔ اور ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال کیا گیا۔ صدیاں اسی جھگڑے میں گزر گئیں۔ کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کی حقانی بحثوں اور شب و روز کی روک ٹوک سے عاجز آ کر کہا کہ اب یہ سلسلہ بند کیجئے۔ بس اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہے ہو وہ فوراً لے آؤ تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔

حضرت نوحؑ کا جواب کہ عذاب اللہ کے حکم سے ہوگا

حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ چیز میرے قبضہ میں نہیں۔ خدا جس وقت اپنی حکمت کے

موافق چاہے گا عذاب نازل کر دے گا۔ میرا فرض صرف آگاہ کر دینا تھا۔ باقی عذاب کا لانا نہ لانا یہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور اختیار میں ہے۔ جب اس کی مشیت نزول عذاب کی ہو گی تو پھر کہیں بھاگ کر پناہ نہ لے سکو گے اور ایسا کون ہے جو معاذ اللہ خدا کو تھکا کر عاجز کر سکے۔ تمہارے کفر پر اصرار اور ضد اور انتہائی شوخ چشمی اور بے باکی سے نزول عذاب کی استدعا پتہ دیتی ہے کہ خدا کا ارادہ یہ ہی ہے کہ تم کو گمراہی میں پڑا رہنے دے اور آخر کار ہلاک کر دے۔ بس اگر تمہاری بدکرداری کے سبب سے خدا نے یہی چاہا تو میں کتنا ہی نصیحت و خیر خواہی کر کے تم کو نفع پہنچانا چاہوں تو کچھ نافع اور موثر نہ ہو گا۔ تمہارا رب وہی ہے جس کے قبضہ قدرت اور ملک و تصرف میں ہر چیز ہے جیسا جس کے ساتھ معاملہ کرے کوئی روک نہیں سکتا۔ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ ہی سب کے اعمال کی جزا و سزا دینے والا ہے۔

کفار مکہ کا رد

یہاں نوح علیہ السلام کے قصہ میں آگے کلام بطور جملہ معترضہ کے ہے اور روئے سخن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ یہ کفار مکہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن خود بنالائے ہیں۔ اس کا تحقیقی جواب تو اسی سورۃ میں ایک رکوع پہلے گزر چکا کہ اگر یہ قرآن گھڑا ہوا ہے تو تم بھی اسی جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آؤ۔ یہاں آخری جواب ہے کہ قرآن کا کلام الٰہی ہونا نہایت واضح اور محکم دلائل سے بار بار ثابت کیا جا چکا ہے ایسی روشن چیز کی تکذیب کر کے جو گناہ تم سمیٹ رہے ہو اس کا وبال تم ہی پر پڑے گا۔ میں تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا ہوں اب جو غلطیاں تم کرو میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ اگر بفرض محال میں نے افتراء کیا ہو گا تو اس کا گناہ مجھ ہی پر پڑے گا۔ اپنا جرم میں خود بھگت لوں گا تم اپنی خبر لو۔ یہ درمیان میں مشرکین مکہ کے اعتراض کو رد کیا جاتا ہے۔ آگے پھر قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا جاری ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہماری سعادت اور دین و دنیا کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ ہم اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے اتباع کریں اور آپ کے پکے و سچے امتی ہونے کا شرف حاصل کریں۔

یا اللہ! آپ ہی توفیق بخشنے والے ہیں ہم آپ ہی سے توفیق حسن کے طالب ہیں۔ ہمارے لئے اپنی ہدایت کے راستے کھول دے اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے بچالے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

اور نوحؑ کے پاس وحی بھیجی گئی' کہ سوا اُن کے جو ایمان لا چکے ہیں' اور کوئی نیا شخص تمہاری قوم میں ایمان نہ لائے گا' سو جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں

كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

اس پر کچھ غم نہ کرو۔ اور تم ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر لو اور مجھ سے کافروں کے بارے میں کچھ گفتگو نہ کرنا

اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ

وہ سب غرق کئے جائیں گے۔ اور وہ کشتی تیار کرنے لگے۔ اور جب کبھی اُن کی قوم میں کسی رئیس گروہ کا اُن پر گذر ہوتا تو اُن سے ہنسی کرتے۔ آپ فرماتے

اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا تم ہم پر ہنستے ہو سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب

يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دیگا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔

وَاُوْحِيَ اور وحی بھیجی گئی	اِلٰى نُوْحٍ نوح کی طرف	اَنَّهٗ کہ وہ	لَنْ يُّؤْمِنَ ہرگز ایمان نہیں لائیگا	مِنْ سے	قَوْمِكَ تیری قوم	اِلَّا سوائے		
مَنْ جو	قَدْ اٰمَنَ ایمان لاچکا	فَلَا تَبْتَئِسْ پس تو غمگین نہ ہو	بِمَا اس پر جو	كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں	وَاصْنَعِ اور تو بنا	الْفُلْكَ کشتی		
بِاَعْيُنِنَا ہمارے سامنے	وَوَحْيِنَا اور ہمارے حکم سے	وَلَا تُخَاطِبْنِيْ اور نہ بات کرنا مجھ سے	فِي میں	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا جن لوگوں نے ظلم کیا				
اِنَّهُمْ بیشک وہ	مُغْرَقُوْنَ ڈوبنے والے	وَيَصْنَعُ اور وہ بناتا تھا	الْفُلْكَ کشتی	وَكُلَّمَا اور جب بھی	مَرَّ گزرتے	عَلَيْهِ اس پر	مَلَاٌ سردار	
مِنْ سے	قَوْمِهٖ اس کی قوم	سَخِرُوْا وہ ہنستے	مِنْهُ اس سے	قَالَ اس نے کہا	اِنْ اگر	تَسْخَرُوْا تم ہنستے ہو	مِنَّا ہم سے	فَاِنَّا تو بیشک ہم
نَسْخَرُ ہنسیں گے	مِنْكُمْ تم سے	كَمَا جیسے	تَسْخَرُوْنَ تم ہنستے ہو	فَسَوْفَ سو عنقریب	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے	مَنْ يَّاْتِيْهِ کس پر آتا ہے		
عَذَابٌ ایسا عذاب	يُّخْزِيْهِ اس کو رسوا کرے	وَيَحِلُّ اور اُترتا ہے	عَلَيْهِ اس پر	عَذَابٌ عذاب	مُّقِيْمٌ دائمی			

دعوتی مرحلہ کا اختتام

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔ اور ۹۵۰ سال جیسا کہ بیسویں پارہ سورۂ عنکبوت میں تصریح ہے۔ دعوت ایمانی' تبلیغ اور سعی اصلاح میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا اور طوفان کے بعد ۶۰ سال زندہ رہے۔ اس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کل عمر ۱۰۵۰ سال ہوئی۔

اس طویل مدت میں آپ برابر اپنی قوم کو دین حق اور کلمۂ توحید کی دعوت دیتے رہے۔ قوم کی ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو اور دوسری کے بعد تیسری کو اس امید پر دعوت شب و روز دیتے رہے کہ شاید حق کو قبول کرلیں۔ جب اس عمل پر صدیاں گزر گئیں اور قوم کی ایذا رسانی اور ظلم و تعدی حد سے بڑھ گیا قوم آپ کو دیوانہ اور مجنون کہتی اور آپ پر پتھراؤ کرتی یہاں تک کہ آپ بیہوش ہو جاتے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ

خداوندی میں فریاد کی۔ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (پ ۲۷ سورۂ قمر) کہ میں مغلوب وضعیف ہوں آپ ان سے بدلہ لے لیجئے اور دعا کی:۔ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا کَذَّبُوْنِ (پ ۱۸ سورۂ مومنون) اے میرے پروردگار ان کی تکذیب کے بالمقابل آپ میری مدد کیجئے۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام کی تسلی کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے جو خطاب فرمایا گیا وہ ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ جن گنے چنے افراد کی قسمت میں ایمان لانا تھا وہ لا چکے۔ اب اور کوئی شخص ان میں ایمان لانے والا نہیں ہے۔ لہذا اب آپ ان کی عداوت وتکذیب اور ایذا رسانی سے زیادہ غمگین نہ ہوں۔ عنقریب اب خدا کی شمشیر بے نیام ہونے والی ہے۔ جو شرارتوں اور شریروں کا خاتمہ کر ڈالے گی۔ اب دعوت اور حجت کا وقت ختم ہوا اور عقوبت اور سزا کا وقت قریب آ گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کو بتلایا گیا کہ عنقریب پانی کا ایک ایسا سخت طوفان آنے والا ہے جس سے یہ سب ظالمین اور مکذبین غرق کر کے ہلاک کئے جائیں گے۔ ان کے حق میں اب یہ فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا۔ اور آپ کسی ظالم کافر کی سفارش وغیرہ کے لئے ہم سے کوئی بات نہ کریں اور ہمارے حکم، تعلیم اور الہام کے موافق ایک کشتی تیار کرنا شروع کریں۔

اہل ایمان کے تحفظ کے لئے کشتی کی تیاری

چنانچہ تعمیل ارشاد میں حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی تیار کرنا شروع کر دی۔ لیکن جب حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم ملا تو اس وقت نہ وہ کشتی کو جانتے تھے نہ اس کے بنانے کو۔ روایات حدیث میں ہے کہ جبرئیل امین نے بذریعہ وحی الٰہی حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی سازی کی تمام ضروریات اور اس کا طریقہ بتلایا۔ لکھا ہے کہ کشتی کئی سال میں تیار ہوئی اور وہ کشتی کیا تھی گویا بڑا جہاز تھا۔ جس میں الگ الگ درجہ تھے۔ بعض تاریخی روایات میں اس کی پیمائش یہ بتلائی گئی ہے کہ یہ تین سو گز لمبی، پچاس گز چوڑی اور تیس گز اونچی تین منزلی کشتی تھی۔ روایات میں بعض سلف سے نقل کیا گیا ہے کہ انسان کے لئے جتنی صنعتوں کی ضرورت تھی ان سب کی ابتداء بذریعہ وحی الٰہی کسی پیغمبر کے ذریعہ عمل میں آئی ہے۔ پھر حسب ضرورت اس میں اضافے اور سہولتیں مختلف زمانوں میں ہوتی رہیں۔

قوم کے لوگوں کا استہزاء

الغرض جب اللہ کے حکم سے حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مشغول تھے تو قوم کے کافر سردار جب ادھر سے گزرتے تو ہنسی اڑاتے اور کہتے کہ پیغمبر سے اب بڑھئی بن گئے۔ کبھی ایک عجیب سی چیز دیکھ کر نوح علیہ السلام سے پوچھتے کہ یہ کیا بناتے ہو؟ تو آپ فرماتے کہ پانی کا طوفان آنے والا ہے۔ ایک گھر بناتا ہوں جو پانی پر چلے گا اور پانی میں ڈوبنے سے بچائے گا تو یہ سن کر قوم مذاق اڑاتی اور استہزاء کرتی کہ خشک زمین پر پانی سے ڈوبنے کا بچاؤ کیا جا رہا ہے۔ چونکہ اس سے پہلے کشتی لوگوں نے دیکھی بھی نہ تھی اور نہ اس کے استعمال کے طریقہ سے واقف تھے اس لئے تعجب کرتے اور قہقہے لگاتے۔ حضرت نوح علیہ السلام جواب میں فرماتے کہ آج تم ہم پر ہنستے ہو اور ہمیں احمق بناتے ہو لیکن وہ وقت قریب ہے کہ جب تمہاری حماقت پر ہم کو ہنسنے کا موقع ملے گا۔ کہ جب تم اپنے جرائم کی پاداش میں سزایاب ہوگے۔ اب زیادہ تاخیر نہیں ہے۔ جلد آشکارا ہو جائے گا کہ دنیا کا رسواکن اور آخرت کا دائمی عذاب کس پر نازل ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ نوح علیہ السلام کشتی تیار کرتے رہے اور سوال و جواب اور تمسخر کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ وعدہ کے موافق خدا کا حکم پہنچ گیا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو اسلام اور ایمان سے نواز کر اپنے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ یا اللہ! ہم کو اپنے مومنین صادقین کے زمرہ میں شامل رہ کر جینا نصیب فرمایئے۔ اور حق کی نصرت حمایت اور تائید کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور حق کی عداوت وتکذیب سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔ یا اللہ! اسلام اور ایمان کی برکت سے آپ ہم کو دنیا میں ہر طرح کے عذاب سے مامون ومحفوظ فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور زمین میں سے پانی اُبلنا شروع ہوا۔ ہم نے فرمایا کہ ہر قسم میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس میں چڑھا

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

لو اور اپنے گھر والوں کو بھی باستثنا اس کے جس پر حکم نافذ ہو چکا ہے اور دوسرے ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے اُن کے ساتھ کوئی ایمان نہ لایا تھا

حَتّٰٓى یہاں تک کہ	اِذَا جَآءَ جب آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	وَفَارَ اور جوش مارا	التَّنُّوْرُ تنور	قُلْنَا ہم نے کہا	احْمِلْ چڑھا لے	فِيْهَا اس میں
مِنْ سے	كُلٍّ زَوْجَيْنِ ہر ایک جوڑا	اثْنَيْنِ دو (نر و مادہ)	وَاَهْلَكَ اور اپنے گھر والے	اِلَّا سوائے	مَنْ جو	سَبَقَ ہو چکا	عَلَيْهِ اس پر
	الْقَوْلُ حکم	وَمَنْ اور جو	اٰمَنَ ایمان لایا	وَمَآ اور نہ	اٰمَنَ ایمان لائے	مَعَهٗٓ اس پر	اِلَّا قَلِيْلٌ مگر تھوڑے

عذاب کی آمد

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ اسلام سے فرمایا تھا کہ جب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنے لگا تو سمجھ لیں کہ طوفان آ گیا۔ یہاں آیت میں وفار التنور فرمایا گیا ہے یعنی جب تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا۔ اس جگہ لفظ تنور کے معنیٰ میں مفسرین میں اختلاف ہے۔ بعض مطلق روٹی پکانے کا تنور مراد لیتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ ایک تنور حضرت حوا سے منتقل ہوتے ہوتے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچا تھا وہ ان کے گھر میں طوفان کا نشان ٹھہرایا گیا تھا کہ جب اس سے پانی ابلنے لگے تو سمجھ لیں کہ طوفان شروع ہو گیا۔ اور پھر کشتی میں سوار ہو جائیں۔ بعض نے کہا ہے کہ تنور کوئی خاص چشمہ تھا۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ تنور کے معنی سطح زمین کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا محفوظ کر لیا گیا

الغرض جب حکم خداوندی آ پہنچا اور طوفان کی ابتدا ہوئی۔ روٹی پکانے کے تنور سے جہاں آگ بھری ہوتی ہے۔ پانی ابل پڑا تو اوپر سے بادلوں کو حکم ہوا کہ برس پڑیں اور نیچے زمین کی سطح سے چشموں کی طرح جوش مار کر پانی ابلنے لگا۔ جب پانی ابلنا شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ کا حکم حضرت نوح علیہ السلام کو ہوا کہ جن جانوروں کی ضرورت ہے اور جن کی نسل باقی رہنی مقدر ہے ان میں سے ایک ایک جوڑا نر و مادہ لے کر کشتی پر سوار کر لیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام میں ساری دنیا بھر کے جانور جمع نہیں کئے گئے تھے۔ بلکہ صرف وہ جانور جو نر و مادہ کے جوڑے سے پیدا ہوتے ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے اس لئے تمام دریائی جانور اس سے نکل گئے اور خشکی کے جانوروں میں بھی بغیر نر و مادہ کے پیدا ہونے والے حشرات الارض سب نکل گئے۔

الغرض جن خشکی کے جانوروں کا حکم ہوا وہ کشتی پر سوار کر لئے گئے اور ساتھ ہی نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ اپنے گھر والوں کو اور ساتھیوں کو جو آپ پر ایمان لائے ہیں ان کو کشتی پر سوار کر لیں جن کی تعداد بہت قلیل تھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کشتی میں سوار ہونے والے مومنین کم وبیش ۸۰ تھے جن میں حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام حام یافث اور آپ کی تین بیبیاں تھیں۔ چوتھا بیٹا یام جس کا لقب کنعان تھا وہ کفار کے ساتھ رہ کر طوفان میں غرق ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِیَ تَجْرِیْ

اور نوح نے فرمایا کہ اسی کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔ بالیقین میرا رب غفور ہے رحیم ہے۔ اور وہ کشتی اُن کو لے کر

بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰی نُوْحُ ٰ ابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا

پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوحؑ نے اپنے ایک بیٹے کو پکارا اور وہ علیحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ

وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ يَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ

سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو اور کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی سے بچا لے گا نوحؑ نے کہا کہ آج اللہ کے قہر سے

الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس پر وہی رحم کرے اور دونوں کے بیچ میں ایک موج حائل ہو گئی پس وہ غرق ہو گیا!

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ

اور حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی

عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور

وَقَالَ اور اس نے کہا	ارْكَبُوْا سوار ہو جاؤ	فِيْهَا اس میں	بِسْمِ اللّٰهِ اللہ کے نام سے	مَجْرٖىهَا اسکا چلنا	وَمُرْسٰىهَا اور اس کا ٹھہرنا	اِنَّ بیشک	
رَبِّیْ میرا رب	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا	رَحِيْمٌ نہایت مہربان	وَهِیَ اور وہ	تَجْرِیْ چلی	بِهِمْ ان کو لے کر	فِیْ مَوْجٍ لہروں میں	كَالْجِبَالِ پہاڑ جیسی
وَنَادٰی اور پکارا	نُوْحُ نوح	ابْنَهٗ اپنا بیٹا	وَكَانَ اور تھا	فِیْ مَعْزِلٍ کنارے میں	يّٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے	ارْكَبْ سوار ہو جا	
مَعَنَا ہمارے ساتھ	وَلَا تَكُنْ اور نہ رہو	مَعَ الْكٰفِرِيْنَ کافروں کے ساتھ	قَالَ اس نے کہا	سَاٰوِیْ میں جلد پناہ لے لیتا ہوں	اِلٰی جَبَلٍ کسی پہاڑ کی طرف		
يَعْصِمُنِیْ وہ بچالے گا مجھے	مِنَ الْمَآءِ پانی سے	قَالَ اس نے کہا	لَا عَاصِمَ کوئی بچانے والا نہیں	الْيَوْمَ آج	مِنْ سے	اَمْرِ اللّٰهِ اللہ کا حکم	
اِلَّا سوائے	مَنْ رَّحِمَ جس پر وہ رحم کرے	وَحَالَ اور آ گئی	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	الْمَوْجُ موج	فَكَانَ تو وہ ہو گیا	مِنَ سے	
الْمُغْرَقِيْنَ ڈوبنے والے	وَقِيْلَ اور کہا گیا	يٰۤاَرْضُ اے زمین	ابْلَعِیْ نگل لے	مَآءَكِ اپنا پانی	وَيٰسَمَآءُ اور اے آسمان	اَقْلِعِیْ تھم جا	
وَغِيْضَ اور خشک کر دیا گیا	الْمَآءُ پانی	وَقُضِیَ اور پورا ہو چکا	الْاَمْرُ کام	وَاسْتَوَتْ اور جا لگی	عَلَی الْجُوْدِیِّ جودی پہاڑ پر		
وَقِيْلَ اور کہا گیا	بُعْدًا دوری	لِّلْقَوْمِ لوگوں کیلئے	الظّٰلِمِيْنَ ظالم				

اہل ایمان کشتی نوح پر

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی طرف سے ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ اس میں مومنین کو

سوار کرلیا جائے تا کہ طوفان سے وہ بچ جائیں جس میں دوسرے سب کفار غرق ہوکر ہلاک کئے جائیں گے۔ چنانچہ جب کشتی تیار ہوگئی اور پانی زمین سے ابلنا شروع ہوا اور طوفان کی ابتدائی ہوئی تو نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جن کی تعداد میں اختلاف ہے زیادہ سے زیادہ تعداد قریب ۸۰ کے لکھی ہے ان کو فرمایا کہ بنام خدا کشتی پر سوار ہو جاؤ اور طوفان کی کچھ فکر مت کرو۔ اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا سب خدا کے حکم اور اس کے نام کی برکت سے ہے۔ غرقابی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ نجات کا دارومدار اسی کی رحمت پر ہے۔ یہ کشتی اس کا ظاہری سبب ہے ۔لہٰذا بھروسہ اور نظر اللہ پر رکھو۔ نہ کہ کشتی پر۔ میرا پروردگار مومنین کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے۔ وہ اپنے فضل سے ہم کو صحیح سلامت اتارے گا۔

کشتی پر سوار ہونے کی دعا

علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ سے معلوم ہوا کہ کشتی وغیرہ پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ کہنا چاہئے اور حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لئے امن کی چیز جبکہ کشتی میں سوار ہوویں اس آیت کا پڑھنا ہے۔ یعنی بِسْمِ اللَّهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔

غرض کشتی پہاڑ جیسی موجوں کو چیرتی پھاڑتی بے خوف وخطر چلی جارہی تھی۔

کنعان کو دعوت اور اس کی غرقابی

سوار ہونے کے بعد نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو جو اپنے باپ بھائی سارے کنبے سے کنارہ کش ہوکر کافروں کی صحبت میں تھا آواز دی کہ ان بدبخت کافروں کی معیت چھوڑ کر ہمارے ساتھ سوار ہو جا تا کہ اس مصیبت عظمیٰ سے نجات پاسکے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یا تو نوح علیہ السلام اسے مومن خیال کرتے تھے اس لئے آواز دی خواہ واقع میں مومن نہ ہو یا کافر جانتے ہوں مگر یہ توقع ہوگی کہ ان ہولناک نشانات کو دیکھ کر مسلمان ہو جائے گا۔ یا شفقت پدری کے جوش سے ایسا کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

کنعان اپنے جہل وشقاوت سے ابھی یہ خیال کر رہا تھا کہ جس طرح معمولی سیلابوں میں بعض اوقات بلندی پر چڑھ کر آدمی جان بچالیتا ہے میں بھی کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ کر جان بچالوں گا۔ چنانچہ اس نے نوح علیہ السلام کو یہی جواب دیا کہ میں کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی میں ڈوبنے سے بچالے گا۔ وہ وقت ابتدائے طوفان کا تھا۔ پہاڑوں کے اوپر پانی ابھی نہیں پہنچا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے احمقانہ جواب پر پھر فرمایا کہ کس خبط میں پڑا ہے۔ یہ معمولی سیلاب نہیں۔ عذاب الٰہی کا طوفان ہے۔ پہاڑ کی کیا حقیقت ہے۔ کوئی چیز آج عذاب سے کافروں کو نہیں بچاسکتی۔ ہاں خدا ہی کسی پر رحم کرے تو بچ سکتا ہے مگر اس داروگیر اور مقام انتقام میں مجرموں پر رحم کیسا؟ باپ بیٹے کی یہ گفتگو پوری نہ ہوئی تھی کہ پانی کی ایک موج نے درمیان میں حائل ہوکر ہمیشہ کے لئے دونوں کو جدا کر دیا۔ اور کنعان کو غرق کر دیا۔ اور ایک مدت تک اس قدر پانی برسا کہ آسمان کے دہانہ کھل گئے اور زمین کے پردے پھٹ پڑے۔ درخت اور پہاڑیاں تک پانی میں چھپ گئیں اصحاب کشتی کے سوا تمام لوگ جن کے حق میں نوح علیہ السلام نے بددعا کی تھی سب غرق ہو گئے اس وقت خداوند قدوس نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی نگل جا اور بادل کو فرمایا کہ تھم جا چنانچہ پانی خشک ہونا شروع ہو گیا۔ کشتی جودی پہاڑ پر جالگی جو بعض کے نزدیک موصل میں تھا اور جو کام خدا نے چاہا یعنی مجرمین کو سزا دینا وہ پورا ہو چکا۔

ظالموں کے حق میں کہہ دیا گیا کہ خدا کی رحمت سے دور ہو کر ہمیشہ کے لئے مصیبت کے غار میں پڑے رہو۔

کشتی پر سوار رہنے کی مدت

بعض تفاسیر میں مرقوم ہے کہ نوح علیہ السلام ۱۰ ماہ رجب المرجب کو کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ چھ مہینہ تک یہ کشتی طوفان میں پانی کے اوپر چلتی رہی۔ جب بیت اللہ شریف کے مقام پر پہنچی تو سات مرتبہ طواف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیت کو بلند کر کے غرق سے بچالیا تھا۔ پھر ۱۰ محرم یوم عاشورہ میں طوفان ختم ہو کر کشتی جبل جودی پر جا کر ٹھہر گئی جو عراق میں موصل کے قریب ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس روز شکرانہ کے طور پر روزہ رکھا اور کشتی میں جتنے آدمی تھے سب کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

طوفان نوح کی حدود

جمہور مفسرین کا قول ہے کہ یہ طوفان عام اور عالمگیر تھا۔ سوائے اہل کشتی کے کوئی جاندار اس عذاب سے جانبر نہیں ہوا اور قرآن مجید کے ارشادات اور آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ طوفان عام تھا اور جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کرنا یہ بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کیونکہ اگر طوفان عام نہ ہوتا تو جانوروں کے سوار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے مقامات پر تو جانور موجود ہی تھے۔ اس طوفان عام کے بعد دنیا میں صرف نوح علیہ السلام کی نسل جاری ہوئی اسی وجہ سے نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (سورۃ نوح) یعنی اے میرے پروردگار اب ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑیئے یہ بھی دلیل ہے کہ طوفان تمام اہل زمین کے لئے تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزی میں فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی بعثت اگرچہ عام نہ تھی صرف اپنی قوم کے ساتھ مخصوص تھی مگر اس وقت ان کی قوم اور ان کی امت ہی کل اہل زمین اور اہل جہان کا مصداق تھی اور ان کی امت ہی ساری دنیا تھی۔ موجودہ دنیا کی طرح ساری زمین آباد نہ تھی۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت' وہی ان کی امت تھی۔ اسی طرح تمام اہل زمین حضرت نوح علیہ السلام کی قوم تھی۔

مطلب یہ کہ اس زمانہ میں جہاں تک دنیا آباد تھی وہاں تک طوفان آیا جو سب کو عام اور شامل تھا۔ جس سے سوائے نوح علیہ السلام اور اہل ایمان کے کوئی نہیں بچا۔ غرض کہ صرف نوح علیہ السلام اور وہ لوگ جو کشتی میں ان کے ساتھ سوار تھے زندہ رہے۔ اور طوفان کے بعد دنیا از سر نو آباد ہوئی۔ آج کل کے بعض مدعیان تحقیق یہ کہتے ہیں کہ ۸۰ آدمیوں سے دنیا کا آباد ہونا محال نظر آتا ہے۔ ان نادانوں کو یہ خبر نہیں کہ یہ ساری دنیا صرف حضرت آدمؑ اور حضرت حوا سے آباد ہوئی ہے۔ (ماخذ معارف القرآن)

دعا کیجئے: یا اللہ! اسلام و ایمان کی برکت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہم کو دنیا میں بھی امن و عافیت عطا فرمایئے اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ و عذاب سے محفوظ و مامون فرمایئے اور آخرت میں بھی اپنی شان غفور رحیمی کا معاملہ فرمایئے۔ یا اللہ! ہم کو دنیا میں اہل حق کے ساتھ وابستہ رکھنا اور مومنین صادقین کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمانا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِىْ مِنْ اَهْلِىْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا اے میرے رب یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے' اور آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔

الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوحؑ یہ شخص تمہارے گھر والوں میں سے نہیں' یہ تباہ کار ہے۔ سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں۔

لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّىْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ سے ایسے امر کی درخواست

مَا لَيْسَ لِىْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِىْ وَتَرْحَمْنِىْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾

کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو۔ اور اگر آپ میری مغفرت نہ فرمائیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمائیں گے تو میں بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔

وَنَادٰى اور پکارا	نُوْحٌ نوح	رَبَّهٗ اپنا رب	فَقَالَ پس اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اِنَّ بیشک	ابْنِىْ میرا بیٹا	مِنْ اَهْلِىْ میرے گھر والوں میں سے	
وَاِنَّ اور بیشک	وَعْدَكَ تیرا وعدہ	الْحَقُّ سچا	وَاَنْتَ اور تو	اَحْكَمُ سب سے بڑا حاکم	الْحٰكِمِيْنَ حاکم	قَالَ اس نے فرمایا	يٰنُوْحُ اے نوح	اِنَّهٗ بیشک وہ
لَيْسَ نہیں	مِنْ سے	اَهْلِكَ تیرے گھر والے	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَمَلٌ عمل	غَيْرُ صَالِحٍ ناشائستہ	فَلَا تَسْئَلْنِ سو مجھ سے سوال نہ کر		
مَا لَيْسَ ایسی بات کہ نہیں	لَكَ تجھ کو	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ علم	اِنِّىْۤ اَعِظُكَ بیشک میں نصیحت کرتا ہوں تجھے	اَنْ کہ	تَكُوْنَ تو ہو جائے	مِنَ سے	
الْجٰهِلِيْنَ نادان	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اِنِّىْۤ اَعُوْذُ میں پناہ چاہتا ہوں	بِكَ تیری	اَنْ کہ	اَسْئَلَكَ میں سوال کروں تجھ سے		
مَا لَيْسَ ایسی بات کہ نہیں	لِىْ مجھے	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ علم	وَ اور	اِلَّا تَغْفِرْ لِىْ اگر تو نہ بخشے مجھے	وَتَرْحَمْنِىْۤ اور تو مجھ پر رحم نہ کرے	اَكُنْ ہو جاؤں	
مِنَ سے	الْخٰسِرِيْنَ نقصان پانے والے							

کنعان

قرآن پاک نے سورۂ تحریم ۲۸ ویں پارہ میں تصریح کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی طرح کافرہ تھی۔ بظاہر تعلق اللہ کے برگزیدہ رسول سے تھا لیکن دل سے کافروں کی شریک حال تھی جس کے انجام میں وہ بھی طوفان میں غرق ہوئی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ کنعان اگرچہ نوح علیہ السلام کے گھر میں رہتا تھا مگر اس کا دل اپنے ہم مشرب دوستوں کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متبعین سیدھی سادھی طبیعت والے تھے۔ ان کے پاس بیٹھنا' ان سے ملنا جلنا' ان کی صحبت کا اثر لینا پسند نہ تھا۔ برخلاف اس کے شہر کے لوگوں میں اس کو زندگی کی بہار نظر آتی تھی اور انہی کے ساتھ وقت گزارنا اور مشغول رہنا پسند کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بری صحبت زہر ہلاہل سے بھی زیادہ قاتل ہے اور اس کا ثمرہ ونتیجہ ذلت' خسران اور تباہی کے علاوہ کچھ نہیں۔ انسان کے لئے جس طرح نیکی ضروری شے ہے اس سے زیادہ صحبت نیکاں ضروری ہے اور جس طرح بدی سے بچنا لازمی ہے اس سے کہیں زیادہ بروں کی صحبت سے خود کو بچانا ضروری ہے۔

حضرت نوحؑ کی دعوت اور کنعان کی سرکشی

الغرض جب طوفان کی ابتداء ہوئی اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو ایمان لانے کے لئے فرمایا تو اس نے نہ مانا اور کشتی میں سوار ہونے کے لئے تیار نہ ہوا۔ تو اس کے غرق ہونے سے قبل حضرت

نوح علیہ السلام نے اس امید پر کہ شاید حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے دل میں ایمان القا فرما دے اور یہ ایمان لے آوے۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے کہ گھر والوں میں جو ایمان والے ہیں ان کو بچالوں گا تو گو یہ سردست ایمان والا اور مستحق نجات نہیں ہے۔ لیکن آپ احکم الحاکمین اور بڑی قدرت والے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس کو مومن بنا دیں تا کہ یہ بھی اس وعدۂ حقہ کا محل بن جائے۔ اس درخواست کے جواب میں حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے نوح یہ شخص ہمارے علم ازلی میں تمہارے ان گھر والوں میں نہیں جو ایمان لا کر نجات پاویں گے یعنی اس کی قسمت میں ایمان نہیں بلکہ یہ خاتمہ تک تباہ کار یعنی کافر رہنے والا ہے۔ اس لئے ہم سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں کہ ایسی دعا کرنا نادانی کی بات ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام حق تعالیٰ کا یہ جواب سن کر کانپ اٹھے اور اپنی عبدیت کے اعتراف کے ساتھ مغفرت کے طالب ہوئے اور عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آئندہ آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں کہ جس کی مجھ کو خبر نہ ہو۔ اب معاف فرما دیجئے کیونکہ اگر آپ میری مغفرت نہ فرماویں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں تو بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔ یہ حضرات انبیاء کی شان عبدیت ہے گویا ہر وقت مناجات اور معبود حقیقی کے سامنے عجز و نیاز اور ابتہال و استغفار میں لگتے رہتے ہیں۔

حضرت نوحؑ کی معذرت

یہاں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے جو معذرت پیش ہوئی اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور التجا اور گذشتہ لغزش کی معافی اور مغفرت و رحمت کی دعا اور درخواست فرمائی گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ انسان سے اگر کوئی خطا سرزد ہو جائے تو آئندہ اس سے بچنے کے لئے محض اپنے عزم اور ارادہ پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہے اور یہ دعا مانگے کہ یا اللہ آپ ہی مجھے خطاؤں اور گناہوں سے بچا سکتے ہیں اور آپ ہی توبہ پر قائم رکھ سکتے ہیں۔

مومن وکافر کی رشتہ داری دینی امور میں موثر نہیں ہے

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مومن اور کافر کے درمیان اگرچہ رشتہ قرابت کا ہو مگر دینی اور اسلامی معاملات میں اس رشتہ داری کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ کوئی شخص کتنا ہی عالی نسب ہو۔ کتنے ہی بڑے بزرگ کی اولاد ہو۔ یہاں تک کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں داخل ہونے کا شرف رکھتا ہو۔ اگر وہ مومن نہیں ہے تو دینی معاملات میں اس کے اس نسب عالی اور قرابت نبوی کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا۔ تمام دینی معاملات میں تو مدار کار ایمان اور صلاح و تقویٰ پر ہے جو صالح و متقی ہے وہ اپنا ہے جو ایسا نہیں وہ بیگانہ ہے۔ اگر دینی معاملات میں بھی ان رشتہ داریوں کی رعایت ہوتی تو بدر اور احد کے میدانوں میں بھائی کی تلوار بھائی پر نہ چلتی۔ بدر و احد اور احزاب کے معرکے تو سب کے سب ایک ہی خاندانوں کے افراد کے درمیان پیش آئے۔ جس نے واضح کر دیا کہ اسلامی قومیت اور برادری نسبی تعلقات یا وطنی اور لسانی وحدتوں پر دائر نہیں ہوتی بلکہ ایمان اور عمل پر دائر ہے۔ ایمان والے خواہ کسی ملک کے باشندے ہوں اور کسی خاندان کے افراد اور کوئی زبان بولنے والے ہوں سب ایک قوم اور ایک برادری ہیں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کا یہی مطلب ہے اور جو ایمان و عمل صالح سے محروم ہیں وہ اسلامی برادری کے فرد نہیں۔ اس مسئلہ میں دینی معاملات کی قید اس لئے لگائی ہے کہ دنیوی معاملات میں حسن معاشرت حسن اخلاق اور احسان و کرم کا سلوک کرنا الگ چیز ہے وہ غیر صالح سے بھی جائز بلکہ مستحسن اور ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا تعامل اور غیر مسلموں کے ساتھ احسان و سلوک کے بے شمار واقعات اس پر شاہد ہیں۔ آج کل جو وطنی اور لسانی یا لونی بنیادوں پر قومیت کی تعمیر کی جاتی ہے جیسے عرب برادری ایک قوم ہندی سندھی دوسری قوم قرار دی جاتی ہے یہ قرآن و سنت کے خلاف اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول سیاست سے بغاوت کے مترادف ہے"۔ (معارف القرآن)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ

کہا گیا کہ اے نوحؑ اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہونگی اور ان جماعتوں پر جو کہ تمہارے ساتھ ہیں اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہونگی کہ ان کو ہم

يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٨﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا

چندروزہ عیش دینگے پھر ان پر ہماری طرف سے سزائے سخت واقع ہوگی۔ یہ قصہ منجملہ اخبار غیب کے ہے۔ جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں۔ اس

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٩﴾

کو اس کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لئے ہے۔

قِيْلَ کہا گیا	يٰنُوْحُ اے نوحؑ	اهْبِطْ اتر جاؤ تم	بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ	مِّنَّا ہماری طرف سے	وَبَرَكٰتٍ اور برکتیں	عَلَيْكَ تجھ پر	وَ اور
عَلٰٓى اُمَمٍ گروہ پر	مِّمَّنْ سے جو	مَّعَكَ تیرے ساتھ	وَاُمَمٌ اور کچھ گروہ	سَنُمَتِّعُهُمْ ہم انہیں جلد فائدہ دینگے	ثُمَّ پھر	يَمَسُّهُمْ انہیں پہنچے گا	
مِّنَّا ہم سے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	تِلْكَ یہ	مِنْ سے	اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ غیب کی خبریں	نُوْحِيْهَآ ہم وحی کرتے ہیں اسے	
اِلَيْكَ تمہاری طرف	مَا نہ	كُنْتَ تَعْلَمُهَآ تم ان کو جانتے تھے	اَنْتَ تم	وَلَا اور نہ	قَوْمُكَ تمہاری قوم	مِنْ سے	قَبْلِ هٰذَا اس سے پہلے
فَاصْبِرْ پس صبر کریں	اِنَّ بیشک	الْعَاقِبَةَ اچھا انجام	لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے				

طوفان کے بعد
حضرت نوح علیہ السلام کا زمین پر اترنا

الغرض طوفان نوح میں دنیائے کفر کا حصہ پوری طرح برباد کر دیا گیا۔ اور قوم نوح کے کافر مرد و عورت، بوڑھے جوان، چھوٹے بڑے سب طوفان کی ہلاکت کا شکار ہوئے۔ جب باری تعالیٰ جل شانہٗ نے طوفان بند کرنے اور عذاب ختم کرنے کا ارادہ فرمالیا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیج دی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور زمین سے پانی ابلنا بند ہو گیا۔ ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جو اب تک پانی برسا رہے تھے۔ بند کر دیئے گئے۔ زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہو گیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا۔ جب طوفان پوری طرح ختم ہو گیا اور زمین رہنے بسنے کے لائق ہو گئی تو ساکنان کشتی نے دوسری بار امن و سلامتی کے ساتھ خدا کی سرزمین پر قدم رکھا۔ اسی بناء پر حضرت نوح علیہ السلام کا لقب ''ابوالبشر ثانی'' یا ''آدم ثانی'' یعنی انسانوں کے دوسرے باپ مشہور ہوا۔ اور غالباً اسی اعتبار سے ان کو حدیث میں ''اول الرسل'' کہا گیا۔ جب جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہرنے کے بعد کشتی سے ''جودی'' پر اور جودی سے زمین پر اتر آنے کا حکم باری تعالیٰ نوح علیہ السلام کو ہوا تو یہ بشارت دی گئی کہ آئندہ تم پر اور ان اقوام پر جو تمہارے ساتھیوں سے پیدا ہونے والی ہیں۔ سلامتی اور برکتیں رہیں گی۔ فی الحال جو زمین طوفان سے بالکل اجڑ گئی ہے خدا دوبارہ آباد کر دے گا اور اس کی رونق اور برکت پھر عود کر آئے گی یہاں بسلم منا کے الفاظ فرما کر حق تعالیٰ نے تسلی فرما دی کہ پھر ساری نوع انسانی پر قیامت سے پہلے دنیا میں ایسی عام ہلاکت نہ آئے گی مگر بعض فرقہ ہلاک ہوں گے۔ کچھ قومیں ایسی بھی ہوں جن کو دنیا میں عیش و آرام اور راحت و چین ملے گا کچھ زمانہ تک وہ مزہ اڑائیں گے اور بالآخر ان کا انجام برا ہوگا۔ اخروی سعادت نصیب نہ ہوگی۔

قصۂ نوح کا بیان نبوت محمدی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل ہے

یہاں پہنچ کر اس سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی تفصیلات ختم ہو جاتی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر اس قصہ کے دو فائدے بتلائے جاتے ہیں ایک یہ کہ یہ قصہ جو ہم نے وحی کے ذریعہ سے آپ کو بتلایا ہے یہ باتیں منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں۔ اس قصہ کو ہمارے بتلانے سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ اس طرح یہ آپ کے نبوت کے دلائل میں سے ہے کہ ایک امی کی زبان سے امم سابقہ کے ہزاروں برس پہلے کے مستند و مفصل واقعات سنوائے جائیں۔

اصحاب تواریخ نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک ۱۶۴۲ سال کا عرصہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت سے حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ تقریباً ۴۴۰۰ سال قبل کا ہے۔ اتنے عرصہ کے دوسرے سب اسباب علم کے یقیناً مفقود تھے۔ آپ کو وحی کے ذریعہ سے علم ہوا اور یہی نبوت کی دلیل ہے۔

اہل حق کے لئے تسلی کہ غلبہ ہمیشہ حق کا ہی ہوتا ہے

دوسرا فائدہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی مقصود ہے کہ آپ ان کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں اور خدا سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کے قصہ میں معلوم ہوا کہ کفار کا انجام برا اور اہل ایمان کا انجام اچھا ہوا۔ اسی طرح ان کفار مکہ کا چند روزہ زور و شور ہے پھر اخیر میں غلبہ حق ہی کو ہوگا اور آپ کا اور آپ کے رفقاء کا انجام بھی بہتر ہوگا۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ دنیا پر ایسا ہی ثابت ہوا۔

اس آخری آیت میں ایک عام نصیحت اور پیام قیامت تک کے اہل اسلام کیلئے یہ ہے کہ اہل باطل کے غلبہ سے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر دین حق اور اسلام کے دامن کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہئے۔ آخر کار انجام میں فتح و غلبہ اہل حق ہی کو نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اور پرہیزگاری کی سعادت ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اس وقت جو اہل اسلام طرح طرح کے مشکلات و مصائب میں گرفتار ہیں اور یہود و نصاریٰ اور بے دین مشرک کافران پر جہاں بھی مسلط ہیں۔ یہ سب ہمارا اپنا ہی قصور ہے۔

ہم نے قرآن وسنت کی پیروی چھوڑ کر یہ مصائب اور ذلت وخواری خود مول لی ہے۔

یا اللہ! ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما۔ اور ہم کو اپنا بھولا ہوا سبق پھر یاد کر لینے کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴿٥٠﴾

اور ہم نے عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم محض مفتری ہو۔

يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٥١﴾ وَيَا قَوْمِ

اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔ جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور اے میری قوم

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ

تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت میں ترقی کر

قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ﴿٥٢﴾

دے گا۔ اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو۔

وَ اور	اِلٰی طرف	عَادٍ قوم عاد	اَخَاهُمْ ان کے بھائی	هُوْدًا ہود	قَالَ اس نے کہا	یٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْبُدُوا تم عبادت کرو	اللّٰهَ اللہ
مَا لَكُمْ تمہارا نہیں	مِنْ اِلٰهٍ کوئی معبود	غَیْرُهٗ اس کے سوا	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم	اِلَّا مگر	مُفْتَرُوْنَ جھوٹ باندھتے ہو	یٰقَوْمِ اے میری قوم	
لَآ اَسْئَلُكُمْ میں تم سے نہیں مانگتا	عَلَیْهِ اس پر	اَجْرًا کوئی اجر	اِنْ نہیں	اَجْرِیَ میرا صلہ	اِلَّا مگر	عَلَی پر	الَّذِیْ فَطَرَنِیْ جس نے مجھے پیدا کیا	
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پھر تم سمجھتے نہیں	وَیٰقَوْمِ اور اے میری قوم	اسْتَغْفِرُوْا تم بخشش مانگو	رَبَّكُمْ اپنا رب	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ اسکی طرف رجوع کرو			
یُرْسِلِ وہ بھیجے گا	السَّمَآءَ آسمان	عَلَیْكُمْ تم پر	مِدْرَارًا زور کی بارش	وَیَزِدْكُمْ اور تمہیں بڑھائے گا	قُوَّةً قوت	اِلٰی طرف		
قُوَّتِكُمْ تمہاری قوت	وَ اور	لَا تَتَوَلَّوْا اور روگردانی نہ کرو	مُجْرِمِیْنَ مجرم ہوکر					

قوم ہود میں بت پرستی کی ابتداء

گذشتہ آیات میں نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ بیان ہوا تھا۔ اب ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔

اس سورۃ میں نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک سات انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے واقعات وحالات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مگر سورۃ کا نام حضرت ہود علیہ السلام کے نام اور واقعہ سے منسوب کیا گیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کے قصہ اور واقعہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

طوفان نوح کے بعد دنیا رفتہ رفتہ پھر آباد ہوگئی۔ قوم عاد کا زمانہ طوفان نوح کے قریب ۷۰۰ سال بعد کا مانا جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ کے پڑپوتے عاد بن ارم کی نسل سے ایک بڑی شہ زور صاحب حکومت قوم پیدا ہوئی جو جنوب مشرقی عرب میں سرزمین احقاف میں پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ تک حضرت نوحؑ سے مسلسل اس قوم میں خالص دین قائم رہا مگر جب اس قوم کو انتہائے عروج کا زمانہ نصیب ہوا تو یہ لگے بگڑنے۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ خرابی کی کہ جو نیک اور بزرگ آدمی مرتا تھا تو یہ اس کا ہمشکل مجسمہ بطور یادگار بنا لیتے تھے پھر ایسا کرنے لگے کہ ان مجسموں کے وسیلہ سے خدا سے اپنی مرادیں مانگتے تھے اور بزرگوں اور بادشاہوں کی قبر پر بڑی عالیشان

عمارتیں تیار کراتے تھے اوران کی روحانی طاقتوں کو سفارش کرنے والا قرار دے کر خدا سے دعا کرتے تھے جب ان میں مشرکانہ عادتیں جڑ پکڑ گئیں تو بت تراشی اور بت پرستی میں ماہر ہو گئے اور پھر لگے بتوں کی پوجا پاٹ کرنے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت

حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کے ایک فرد تھے۔اس لحاظ سے ان کے وطنی یا نسبی بھائی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا رسول مقرر کر کے ان کو سمجھانے کے لئے مبعوث فرمایا۔انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید اوراس کی عبادت کی طرف دعوت دی اور لوگوں پر ظلم و جور کرنے سے منع فرمایا۔ یہ نہایت فارغ البال قوم تھی ان کے یہاں اموال واولاد کی کثرت تھی اور ملک نہایت سرسبز وشاداب تھا جس کی بناء پر یہ لوگ مطمئن اور آسودہ حال تھے۔لیکن یہ شان دار اورزبردست قوم گم کردہ ہدایت ہوکر اور شیطانی اغوا کی بناء پر شرک اور بت پرستی کے گناہ کبیرہ کی مرتکب تھی۔ روزی دینے' مینہ برسانے' اولاد دینے' تندرستی عطا کرنے اور مختلف مطالب اور حاجات کے لئے الگ الگ بت بنا رکھے تھے۔جن کی عام طور پر پرستش ہوتی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے روکا اور شرک کا بطلان کیا۔آپ نے قوم سے فرمایا کہ بھلا پتھر کے بت اور مٹی کی مورتیں صاحب اختیار و مالک وحاکم ہوسکتی ہیں؟ یہ تم کس گمراہی میں پڑے ہو۔شرک کی کوئی عقلی ونقلی دلیل موجود نہیں۔ یہ محض افترا۔کذب اور بہتان ہے۔یہ سارے معبود جن کی تم بندگی اور پرستش کر رہے ہو حقیقت میں کسی قسم کی بھی خدائی صفات اور طاقتیں نہیں رکھتے۔بندگی اور پرستش کا کوئی استحقاق ان کو حاصل نہیں ہے۔تم نے خواہ مخواہ ان کو معبود بنا رکھا ہے اور بلاوجہ ان سے آس لگائے ہوئے ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت اور حکمت عملی

حضرت ہود علیہ السلام اپنی تبلیغ و دعوت اور پیغام حق کے ساتھ بار بار یہ بھی دہراتے کہ میں تم سے کسی اجر و معاوضہ کا خواہاں نہیں۔تمہارے مال کی مجھے ضرورت نہیں۔ میرا پیدا کرنے والا ہی میری تمام دنیوی ضروریات اور اخروی اجر و ثواب کا کفیل ہے۔ یہ بات ہر ایک پیغمبر نے اپنی قوم سے کہی تا کہ نصیحت بے لوث اور موثر ہو۔لوگ ان کی محنت کو دنیوی طمع پر محمول نہ کریں۔حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایک شخص بے طمع' بےغرض' محض دردمندی اور خیر خواہی سے تمہاری فلاح دارین کی بات کہتا ہے اور تم اسے دشمن اور بدخواہ سمجھ کر دست وگریبان ہوتے ہو۔

توبہ اور رجوع الی اللہ کی برکات

قوم عاد چونکہ کھیتی اور باغ لگانے سے بڑی دلچسپی رکھتی تھی۔اس لئے ایمان لانے کے ظاہری فوائد وبرکات بھی بیان کئے جوان کے حق میں خصوصی طور پر موجب ترغیب ہوں۔لکھا ہے کہ قوم عاد تین سال سے خشک سالی اور بارش نہ ہونے کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ہود علیہ السلام نے تلقین کی کہ اگر خدا پر ایمان لا کر خدا کی طرف رجوع ہو گئے تو یہ مصیبت بھی دور ہو جائے گی اور معبود و مالک حقیقی تمہاری مالی اور بدنی قوت بڑھائے گا۔اولاد میں برکت دے گا خوشحالی میں ترقی ہو گی اور مادی قوت کے ساتھ روحانی و ایمانی قوت بھی عطا فرمائے گا۔بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہوکر اس کی اطاعت سے مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔تم اپنے کفروشرک سے توبہ کرو یعنی اس کا پختہ ارادہ کہ اب اس کفروشرک کی زندگی کو ترک کردیں گے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔تو اس

توبہ واستغفار کے نتیجہ میں آخرت کی نجات اور فلاح ابدی تو ملے ہی گی لیکن دنیا میں بھی اس کے بڑے فوائد نصیب ہوں گے۔ تمہاری قحط سالی دور ہو جائے گی۔ وقت پر خوب بارش ہوگی جس سے رزق کی پیداوار میں وسعت وترقی ہوگی۔ مال واولاد میں برکت ہوگی۔ خوش عیشی کی زندگی دنیا میں گزارو گے۔

یہی بات اس سورۃ کے پہلے رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوائی گئی تھی کہ اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تم کو دنیا میں حیات طیبہ کی خوشحالی دے گا۔ دونوں جگہ استغفار اور توبہ کی دنیاوی برکات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں بھی استغفار کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے ہر تنگی سے کشادگی عطا فرماتا ہے اور روزی ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو اس کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو۔

دعا کیجئے

یا اللہ! تا زندگی حقیقی توحید اور اسلام و ایمان پر ہم کو قائم رکھنا اور اسی پر موت نصیب فرمانا۔ یا اللہ! اس ملک اور قوم نے جو قرآن وسنت سے اعراض کر کے جرم عظیم کیا ہے اس کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما دے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝٥٣

ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہود آپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش نہیں کی اور ہم آپکے کہنے سے تو اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم کس طرح آپکا یقین کرنیوالے نہیں

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْۗءٌ

ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے ہود نے فرمایا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اُن چیزوں سے

مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝٥٤ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝٥٥ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ

بیزار ہوں جن کو تم خدا کے سوا شریک قرار دیتے ہو۔ سوتم سب مل کر میرے ساتھ داؤ گھات کرلو۔ پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو۔ میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے۔ جو میرا بھی

رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَاۗبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٥٦ فَاِنْ تَوَلَّوْا

مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں۔ سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے۔ یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔ پھر اگر تم پھرے رہو

فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَـيْـــًٔـا ۭ

گے تو میں تو جو پیغام دیکر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں اور تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو زمین میں آباد کر دیگا اور اس کا تم کچھ نقصان نہیں کر رہے

اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝٥٧

بالیقین میرا رب ہر شئے کی نگہداشت کرتا ہے

قَالُوْا وہ بولے	يٰهُوْدُ اے ہود	مَا جِئْتَنَا تو نہیں آیا ہمارے پاس	بِبَيِّنَةٍ کوئی دلیل لیکر	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِتَارِكِيْٓ چھوڑنے والے		
اٰلِهَتِنَا اپنے معبود	عَنْ قَوْلِكَ تیرے کہنے سے	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	لَكَ میرے لئے	بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	اِنْ نہیں		
نَقُوْلُ ہم کہتے	اِلَّا مگر	اعْتَرٰىكَ تجھے آسیب پہنچایا ہے	بَعْضُ کسی	اٰلِهَتِنَا ہمارا معبود	بِسُوْٓءٍ بری طرح	قَالَ اس نے کہا	اِنِّىْٓ بیشک میں	
اُشْهِدُ گواہ کرتا ہوں	اللّٰهَ اللہ	وَاشْهَدُوْٓا اور تم گواہ رہو	اَنِّىْ بیشک میں	بَرِيْۗءٌ بیزار ہوں	مِّمَّا اُن سے	تُشْرِكُوْنَ تم شریک کرتے ہو		
مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	فَكِيْدُوْنِيْ سو مکر کرو میرے بارہ میں	جَمِيْعًا سب	ثُمَّ پھر	لَا تُنْظِرُوْنِ مجھے مہلت نہ دو	اِنِّىْ بیش میں			
تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	رَبِّيْ میرا رب	وَرَبِّكُمْ اور تمہارا رب	مَا نہیں	مِنْ کوئی	دَاۗبَّةٍ چلنے والا	اِلَّا مگر	هُوَ وہ
اٰخِذٌ پکڑنے والا	بِنَاصِيَتِهَا اس کو چوٹی سے	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب	عَلٰي پر	صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	فَاِنْ پھر اگر	
تَوَلَّوْا تم روگردانی کروگے	فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ میں نے تمہیں پہنچا دیا	مَّآ اُرْسِلْتُ جو مجھے بھیجا گیا	بِهٖٓ اس کے ساتھ	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف				
وَيَسْتَخْلِفُ اور قائم مقام کردیگا	رَبِّيْ میرا رب	قَوْمًا کوئی اور قوم	غَيْرَكُمْ تمہارے سوا	وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ اور تم نہ بگاڑ سکوگے اس کا	شَـيْـــًٔـا کچھ			
اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب	عَلٰي پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	حَفِيْظٌ نگہبان				

قوم ہود کا جواب اور باطل معبودوں کا زعم

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ ان کو حضرت ہودؑ کی نصائح شاق گزرتی تھیں اور وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے خیالات اُن کے عقائد اعمال غرض ان کے کسی ارادہ میں بھی کوئی شخص حائل ہو اور ان کے لئے ناصح و مشفق بنے۔ اس لئے انہوں نے یہ روش اختیار کی کہ حضرت ہود علیہ السلام کا مذاق اڑایا۔ ان کو نعوذ باللہ بیوقوف گردانا اور ان کی حقانیت و صداقت کے تمام یقینی دلائل و براہین کو جھٹلانا شروع کیا اور حضرت ہود علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم اس ڈھونگ میں آنے والے نہیں کہ تم کو خدا کا رسول مان لیں او راپنے معبودوں کی عبادت چھوڑ کر یہ یقین کرلیں کہ وہ خدائے اکبر کے سامنے ہمارے سفارشی نہ ہوں گے۔ ہم محض تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور نہ کبھی تمہاری پیغمبری پر ایمان لا سکتے ہیں اور تم جو یہ بہکی باتیں کرتے ہو اور ساری قوم کو بیوقوف بتلا کر اپنا دشمن بنا رہے ہو تو ہمارا خیال یہ ہے کہ ہمارے دیوتاؤں میں سے کسی نے آسیب پہنچا کر تمہیں مجنون اور پاگل کر دیا ہے۔ جب سے تم نے ہمارے معبودوں کو برا کہنا اور ہم کو ان کی عبادت سے باز رہنے کے لئے تلقین کرنا شروع کیا تمہارا حال خراب ہو گیا ہے۔ اور ہمارے معبودوں نے اس گستاخی کی سزا دی کہ اب تم بالکل دیوانوں کی سی باتیں کرنے لگے ہو۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

حضرت ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر

حضرت ہود علیہ السلام نے یہ سب کچھ نہایت ضبط و صبر سے سنا اور پھر ان سے یوں مخاطب ہوئے کہ میں خدا کو اور تم سب کو گواہ بنا کر سب سے پہلے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اس اعتقاد سے قطعاً بری ہوں کہ ان بتوں میں یہ قدرت ہے کہ مجھ کو یا کسی کو کسی قسم کی بھی کوئی برائی پہنچا سکتے ہیں۔ یہ بیچاری پتھر کی مورتیں تو مجھے کیا گزند پہنچا سکتیں۔ تم جو بڑے شہ زور اور طاقت ور نظر آتے ہو اپنے دیوتاؤں کی فوج میں بھرتی ہو کر مجھ پر پوری قوت سے بیک وقت ناگہاں حملہ کر کے بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتے میں تم کو اور تمہارے معبودان باطل کو چیلنج کرتا ہوں کہ تم سب جمع ہو کر مجھے کوئی ضرر پہنچا سکتے ہو تو پہنچاؤ۔ نہ ذرا کوتاہی کرو اور نہ مجھے ایک منٹ کی مہلت دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ میرا بھروسہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ہے جو میرا رب ہے اور وہی تمہارا بھی مالک و حاکم ہے۔ گو بدفہمی سے تم نہیں سمجھتے۔ نہ صرف میں اور تم بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز جو زمین پر چلتی ہے خالص اس کے قبضہ اور تصرف میں ہے۔ گویا ان کے سر کے بال اس کے ہاتھ میں ہیں۔ جدھر چاہے پکڑ کر کھینچے اور پھیر دے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے قبضۂ اختیار سے نکل کر بھاگ جائے۔ نہ ظالم اس کی گرفت سے چھوٹ سکتے ہیں۔ نہ سچے اس کی پناہ میں رہ کر رسوا ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ میرا پروردگار عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر ہے اور اپنے بندوں کو نیکی اور خیر کی جو سیدھی راہ اس نے بتلائی بیشک اسی پر چلنے سے وہ ملتا ہے اور اس پر چلنے والوں کی حفاظت کرنے کے لئے خود ہر وقت وہاں موجود ہے۔ ایسی صاف اور کھری کھری باتیں سن کر بھی نہ مانو گے تو اب میرا کچھ نقصان نہیں۔ میں فرض تبلیغ پوری طرح ادا کر چکا۔ تم اپنی فکر کرلو۔ ضرور ہے کہ اس قسم کی ہٹ دھرمی اور تعصب اور عناد پر آسمان سے عذاب آئے جو تم کو ہلاک کر ڈالے۔ خدا کی زمین تمہاری تباہی سے ویران نہ ہو گی وہ دوسرے لوگوں کو تمہارے اموال وغیرہ کا وارث بنا دے گا۔ تمہارا قصہ ختم کر دینے سے یاد رکھو خدا یا اس کے پیغمبروں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ نہ اس کا ملک خراب ہوتا ہے۔ جب وہ ہر چیز کا محافظ اور نگران ہے تو ہر قابل حفاظت چیز کی حفاظت کے سامان اپنی قدرت کاملہ سے کر دے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اور جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے ہود کو اور جو اُن کے ہمراہ اہل ایمان تھے اُن کو اپنی عنایت سے بچا لیا۔

غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾

اور یہ قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم ضدی تھے۔

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا

اور اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی۔ خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے

لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع

دوری ہوئی عاد کو جو کہ ہود کی قوم تھی۔

وَ اور	لَمَّا جب	جَآءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	نَجَّيْنَا ہم نے بچالیا	هُوْدًا ہود	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ
بِرَحْمَةٍ رحمت سے	مِّنَّا اپنی	وَنَجَّيْنٰهُمْ اور ہم نے بچالیا انہیں	مِّنْ سے	عَذَابٍ عذاب	غَلِيْظٍ سخت	وَتِلْكَ اور یہ	عَادٌ عاد	
جَحَدُوْا انہوں نے انکار کیا	بِاٰيٰتِ آیتوں کا	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَعَصَوْا اور انہوں نے نافرمانی کی	رُسُلَهٗ اپنے رسول	وَاتَّبَعُوْٓا اور پیروی کی	اَمْرَ حکم		
كُلِّ جَبَّارٍ ہر سرکش	عَنِيْدٍ ضدی	وَاُتْبِعُوْا اور انکے پیچھے لگادی گئی	فِيْ میں	هٰذِهِ الدُّنْيَا اس دنیا	لَعْنَةً لعنت	وَيَوْمَ اور روز	الْقِيٰمَةِ قیامت	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ بیشک	عَادًا عاد	كَفَرُوْا وہ منکر ہوئے	رَبَّهُمْ اپنا رب	اَلَا یاد رکھو	بُعْدًا پھٹکار	لِّعَادٍ عاد کیلئے	قَوْمِ هُوْدٍ ہود کی قوم

قوم عاد کی سرکشی کی انتہا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم عاد کو خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کی ہر طرح ترغیب اور تلقین اور تبلیغ فرمائی مگر قوم عاد کی انتہائی شرارت اور بغاوت کہ وہ اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بغض وعناد ہی برتتے رہے۔ آخر حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی مسلسل بغاوت وسرکشی پر اعلان فرمایا کہ اگر عاد کا رویہ یہی رہا اور حق سے اعراض اور روگردانی کی اسی روش پر چلتے رہے اور میری پندو نصیحت کو گوش دل سے نہ سنا تو پھر ان کے لئے ہلاکت یقینی ہے۔

سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں بھی قوم عاد کا ذکر ہو چکا ہے۔ جب حضرت ہود علیہ السلام نے عذاب الٰہی کی گرفت سے قوم کو ڈرایا تو وہ ایسے بے باک اور گستاخ تھے کہ حضرت ہود علیہ السلام سے کہنے لگے کہ جس عذاب کی ہم کو دھمکی دیتے ہو اگر سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ۔ حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر میری مخلصانہ وصادقانہ نصائح کا یہی جواب ہے تو بسم اللہ اور تم کو اگر عذاب کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر وہ بھی کچھ دور نہیں ہے۔

عذاب وہلاکت

الحاصل قوم عاد کی پاداش عمل اور قانون جزا کا وقت آ پہنچا اور ایک ہولناک عذاب نے ان کو آ گھیرا۔ جیسا کہ سورۂ اعراف میں بیان ہوا۔ سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا اور ان کو اور ان کی آبادی کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا۔ مکان گر گئے۔ چھتیں اڑ گئیں۔ درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں سے کہیں جا پڑے۔ ہوا تند وتیز ہونے کے ساتھ ایسی زہریلی تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی۔ وہ تنومند قوی ہیکل انسان جو اپنی جسمانی قوتوں کے

گھمنڈ میں سرمست سرکش تھے بے حس وحرکت پڑے نظر آتے تھے۔ ہزاروں لاکھوں لاشوں کے ڈھیر گلی کوچوں میں لگ گئے۔ مکانوں کے اندر دب گئے ہوا سے اڑکر پہاڑوں اور درختوں سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ غرض ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا تا کہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنیں اور دنیا اور آخرت کی لعنت اور عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔

پیروان حق کی حفاظت

ایک طرف تو سرکشوں اور نافرمانوں کا یہ عالم ہوا۔ دوسری طرف حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے پیروان اسلام خدا کی رحمت سے اس ہولناک عذاب سے دنیا میں بھی بالکل محفوظ رہے اور عذاب آنے سے پہلے ان کو اس جگہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ اور ایمان اور عمل صالح کی بدولت آخرت کے بھاری عذاب سے بھی نجات میں رہے۔

سامان عبرت

یہ ہے قوم عاد کی وہ داستان عبرت جو اپنے اندر بے شمار پند و نصائح رکھتی ہے۔ خدائے قدوس واحد کے احکام کی تعمیل اور تقویٰ وطہارت کی زندگی کی جانب دعوت دیتی ہے۔ شرارت' سرکشی اور خدا کے احکام سے بغاوت کے انعام بد سے آگاہ کرتی ہے۔ اور وقتی خوش عیشی پر گھمنڈ کر کے نتیجہ کی بدبختی پر مذاق اڑانے سے ڈراتی اور باز رکھتی ہے۔ یہ وہ قوم عاد تھی جن کے بڑوں نے بہت طمطراق سے اپنے پروردگار کی باتوں کا مقابلہ کیا۔ اور اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی اور چھوٹوں نے بڑے شیطانوں کی پیروی کی۔ آخر سب تباہ و برباد ہوئے۔ قرآن کریم نے ان واقعات کا ذکر اسی غرض سے فرمایا ہے کہ ان واقعات سے موعظت وعبرت اور گرانمایہ پند و نصائح کا سامان فراہم کیا جائے کہ دنیا اور آخرت کی سعادت وفلاح کا بہترین طریقہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔

قوم عاد و تکذیب رسل

یہاں آیت میں قوم عاد کے متعلق وَعَصَوْا رُسُلَهٗ فرمایا یعنی قوم عاد نے اللہ کے پیغمبروں کی نافرمانی کی حالانکہ قوم عاد میں صرف ہود علیہ السلام کا تشریف لانا ثابت ہے۔ پھر ان کی تباہی کو رسولوں کی نافرمانی کا نتیجہ کیوں قرار دیا اور وَعَصَوْا رُسُلَهٗ کیوں فرمایا۔ یہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ اس کا جواب مفسرین نے دو طرح دیا ہے۔ اول یہ کہ پیغمبر وقت پر ایمان لانا اس شرط پر موقوف ہے کہ اس سے پہلے کے تمام پیغمبروں کو مانا جائے۔ قوم عاد نے نہ فقط ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تھی بلکہ آپ سے پہلے کے کسی پیغمبر کو نہیں مانتی تھی۔ نہ حضرت نوح علیہ السلام کو نہ حضرت ادریس علیہ السلام کو نہ حضرت شیث علیہ السلام کو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تمام پیغمبر فرض رسالت اور اصول پیغمبری اور مسئلہ توحید میں سب یکساں ہیں اس لئے اگر ایک پیغمبر کا بھی انکار کر دیا جائے تو باوجود دوسرے پیغمبروں کے تصدیق کے ایسے شخص کو عموماً پیغمبروں کا منکر قرار دیا جائے گا۔ قوم عاد علیہ السلام نے حضرت ہود علیہ السلام کا انکار کیا تو گویا کل پیغمبروں کا انکار کیا۔ کیونکہ دوسرے پیغمبروں نے ہود علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی اور جب پیغمبروں کی رسالت کی تصدیق کو نہ مانا تو گویا ان کی بھی تکذیب کی۔

اعمال پر گھمنڈ نہیں ہونا چاہئے

یہاں آیت میں حضرت ہود علیہ السلام کو اور آپ کے ہمراہی اہل ایمان کو جن کی تعداد بعض مفسرین نے چار ہزار تک لکھی ہے نجات دینے اور عذاب سے بچا لینے میں لفظ برحمۃ فرمایا یعنی محض اپنے کرم ورحم سے بچا لیا۔ لفظ برحمۃ میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو اپنے اعمال وافعال پر خواہ کیسے ہی نیک ہوں گھمنڈ نہ کرنا چاہئے۔ یہ حق تعالیٰ کی رحمت اور کرم ہی ہے کہ جو دنیوی عذاب سے بچائے ہوئے ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ

اور ہم نے ثمود کے پاس اُن کے بھائی صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اُس نے تم کو

مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾

زمین سے پیدا کیا اور اس نے تم کو اس میں آباد کیا تو تم اپنے گناہ اس سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو۔ بیشک میرا رب قریب ہے۔ قبول کرنے والا ہے۔

وَ اور	اِلٰی ثَمُوْدَ ثمود کی طرف	اَخَاهُمْ ان کا بھائی	صٰلِحًا صالح	قَالَ اس نے کہا	یٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْبُدُوا اللّٰہَ اللہ کی عبادت کرو
مَا نہیں	لَکُمْ تمہارے لئے	مِنْ اِلٰہٍ کوئی معبود	غَیْرُہٗ اس کے سوا	ھُوَ وہ	اَنْشَاَکُمْ پیدا کیا تمہیں	مِنَ الْاَرْضِ زمین سے
وَاسْتَعْمَرَکُمْ اور بسایا تمہیں اس نے	فِیْهَا اس میں	فَاسْتَغْفِرُوْہُ سو اس سے بخشش مانگو	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ رجوع کرو اسکی طرف	اِنَّ بیشک	
رَبِّیْ میرا رب	قَرِیْبٌ نزدیک	مُجِیْبٌ قبول کرنے والے				

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا تعارف

حضرت صالح علیہ السلام اسی قوم ثمود میں پیدا ہوئے۔ مورخین نے حضرت صالح علیہ السلام کا زمانہ تقریباً ۲۴۰۰ قبل مسیح لکھا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے تقریباً تین ہزار سال قبل اور طوفان نوح سے تقریباً ۸۳۲ سال بعد سلسلۂ نسب حضرت صالح علیہ السلام کا چھٹی پشت میں حضرت نوح علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور ۲۸۰ سال آپ کی عمر ہوئی اور حضرت ہود علیہ السلام کے درمیان ۱۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ ثمود کہاں آباد تھے اور کس خطہ میں پھیلے ہوئے تھے اس کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ ان کی آبادیاں شمالی اور مغربی عرب حجر میں تھیں۔ گویا اس وقت حجاز اور شام کے درمیان وادی قریٰ تک جو میدان نظر آتا ہے یہ سب اس کا مقام سکونت تھا۔ ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات اور آثار آج تک موجود ہیں۔ یہ قوم ثمود بھی عاد کی طرح نہایت قوی الجثہ طاقتور اور طویل العمر لوگ تھے۔ فن تعمیر اور فن سنگ تراشی میں ان لوگوں کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ فن سنگ تراشی میں اس قوم نے بڑی ترقی اور عظمت حاصل کی تھی۔ قرآن مجید نے ثمود کے حال میں ان کی سنگ تراشی اور فن تعمیر کا جگہ جگہ تذکرہ کیا ہے۔ حجاز اور شام کے مابین جہاں یہ قوم کسی زمانہ میں آباد تھی پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر نہایت شاندار پر تکلف اور پائیدار عمارتیں بنائی تھیں جن کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں۔ غرض یہ قوم نہایت آسودہ حال تھی۔ مال و دولت کی فراوانی تھی اور ان کی زندگی بڑی عیش و عشرت میں گزرتی تھی۔ یہ قوم بھی خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودان باطل کی پرستار اور شرک میں مبتلا تھی اس لئے ان کی اصلاح کے لئے ان کی قوم میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا گیا تا کہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلائیں جن سے صبح و شام محظوظ ہوتے رہتے ہیں اور ان پر واضح کریں کہ کائنات کی ہر شے خداوند قدوس کی توحید اور یکتائی پر شاہد ہے اور پرستش عبادت کے لائق ذات احد کے علاوہ دوسرا اور کوئی نہیں ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ و تفہیم

اس آیت زیر تفسیر میں بتایا جاتا ہے کہ قوم ثمود کے قومی وطنی

بھائی صالح علیہ السلام کو ان کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ ہر پیغمبر کی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو حقیقی توحید کی طرف دعوت دی اور کہا کہ صرف خدائے واحد یکتا کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا دوسرا معبود نہیں ہے۔ مشرکین اتنا تو تسلیم کرتے تھے کہ ان کا خالق اللہ ہی ہے اسی مسلمہ حقیقت کو سامنے رکھ کر حضرت صالح علیہ السلام نے بطور دلیل کے ان کو سمجھایا کہ جب وہ اللہ ہی ہے جس نے زمین کے بے جان مادہ سے تم کو یہ انسانی وجود بخشا یعنی اول حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر وہ بھی اللہ ہی ہے جس نے زمین میں تم کو آباد کیا یعنی پیدا کر کے باقی رکھا۔ بقا کا سامان کیا۔ زمین کے آباد کرنے کی ترکیبیں بتلائیں اور تدبیریں الہام فرمائیں تو پھر اللہ کے سوا خدائی اور کس کی ہو سکتی ہے۔ اور کسی دوسرے کو یہ حق کیسے حاصل ہوتا ہے کہ تم اس کی بندگی اور پرستش کرو۔ جب اللہ ہی ایسا منعم اور محسن ہے تو چاہئے آدمی اسی کی طرف ایمان و طاعت کے ساتھ رجوع کرے اور کفر و شرک وغیرہ جو گناہ کر چکا ہے ان کی معافی چاہے۔ اللہ تعالیٰ بندہ سے بالکل نزدیک ہے ہر بات خود سنتا ہے اور جو توبہ و استغفار صدق دل سے کیا جائے اسے سن کر قبول فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان بندہ نوازی

حضرت صالح علیہ السلام کا یہ جملہ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ یقیناً میرا رب قریب ہے اور وہ دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ کفار و مشرکین کی ایک بہت بڑی غلطی اور باطل عقیدہ کو رد کرتا ہے۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کو اپنے دنیوی بادشاہوں کی حالت پر قیاس کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح ایک معمولی شخص کی رسائی بادشاہ کے دربار میں نہیں ہوتی اور اگر اس کو بادشاہ کے حضور میں کوئی درخواست پیش کرنا ہو تو شاہی مقربین میں سے کسی کا وسیلہ پکڑنا پڑتا ہے اس کے ذریعہ سے بادشاہ کے حضور تک اپنی درخواست پہنچانا پڑتا ہے۔ پھر اگر اس کو اپنی درخواست کا کوئی جواب بھی بادشاہ کے دربار سے ملنا نصیب ہوتا ہے تو وہ بھی کسی مقرب بارگاہ ہی کے ذریعہ اور واسطہ سے ملتا ہے۔ اس غلط قیاس کی بناء پر مشرکین نے خیال کر رکھا تھا کہ خالق اکبر کے در تک رسائی عام انسان کی ناممکن ہے۔ اس تک پہنچنے کے لئے کسی وسیلہ سفارشی اور مقرب بارگاہ کی ضرورت ہے۔ اس بناء پر انہوں نے بہت سے چھوٹے بڑے معبودوں کی پرستش اور بندگی کو اختیار کیا تھا۔ کہ ان کو خوش کر کے ان کے ذریعہ اور سفارش سے ہمارے کام خالق اکبر کی بارگاہ عالی سے بن سکتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس چھوٹے سے جملہ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ میں اس جاہلی خیال کی پوری تردید فرما دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی دو صفات قریب اور مجیب بتلا کر یہ واضح کر دیا کہ تمہارا خالق معبود حقیقی باوجود اپنی علوشان کے بندے سے بہت قریب ہے۔ اور وہ پھر براہ راست ہر بندے کی دعا و فریاد کو سنتا ہے تو جب خداوند خالق کائنات کا دربار ہر خاص و عام کے لئے ہمہ وقت کھلا ہوا ہے اور وہ ہر کس و ناکس کے قریب ہی موجود ہے تو پھر تم اپنے خود ساختہ بتوں کو من گھڑت طریقہ پر اپنا شفیع اور سفارشی کیوں مانتے ہو اور کیوں ان کی تصویریں اور مجسمے پوجتے ہو کہ یہ خوش ہو کر خالق اکبر کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں گے۔ اور ہمارے کام کرا دیں گے۔ اس طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بت پرستی اور باطل پرستی کی جڑ کاٹ دی اور توحید حقیقی کی طرف آنے کی دعوت دی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالح تم تو اس کے قبل ہم میں ہونہار تھے کیا تم ہم کو ان کی عبادت سے منع کرتے ہو۔ جس کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور جس دین کی

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ

طرف تم ہم کو بلا رہے ہو واقعی ہم تو اسکی جانب سے بڑے شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی

مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾

جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو سو اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں تو پھر مجھ کو خدا سے کون بچائے گا تو تم تو سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو

قَالُوْا وہ بولے	يٰصٰلِحُ اے صالح	قَدْ كُنْتَ تو تھا	فِيْنَا ہم میں	مَرْجُوًّا مرکز امید	قَبْلَ هٰذَآ اس سے قبل	اَتَنْهٰىنَآ کیا تو ہمیں منع کرتا ہے
اَنْ نَّعْبُدَ کہ ہم پرستش کریں	مَا يَعْبُدُ اسے جس کی پرستش کرتے تھے	اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	وَاِنَّنَا اور بے شک ہم	لَفِيْ شَكٍّ شک میں ہیں		
مِّمَّا اس سے جو	تَدْعُوْنَآ تو ہمیں بلاتا ہے	اِلَيْهِ اس کی طرف	مُرِيْبٍ قوی شبہ میں	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اَرَءَيْتُمْ کیا دیکھتے ہو تم
اِنْ كُنْتُ اگر میں ہوں	عَلٰى بَيِّنَةٍ روشن دلیل پر	مِّنْ رَّبِّيْ اپنے رب سے	وَاٰتٰىنِيْ اور اس نے مجھے دی	مِنْهُ اپنی طرف سے	رَحْمَةً رحمت	
فَمَنْ تو کون	يَّنْصُرُنِيْ میری مدد کریگا	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	اِنْ اگر	عَصَيْتُهٗ میں اسکی نافرمانی کروں	فَمَا تو نہیں	تَزِيْدُوْنَنِيْ تم میرے لیے بڑھاتے
غَيْرَ سوائے	تَخْسِيْرٍ نقصان					

حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت پر قوم کا تبصرہ

گذشتہ آیت سے ثمود قوم صالح علیہ السلام کا قصہ شروع فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ قوم ثمود کی اصلاح کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا تا کہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں۔ خدائے تعالیٰ کی توحید کی تعلیم دیں اور ان کی باطل پرستی اور شرک میں مبتلا ہونے کی گمراہی کو ظاہر کریں۔ چنانچہ دلائل کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام قوم کو بار بار سمجھاتے اور نصیحت فرماتے مگر قوم پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ اس کا حضرت صالح علیہ السلام سے بغض وعناد ترقی پاتا رہا۔ اور ان کی مخالفت بڑھتی رہی۔ اگرچہ ایک مختصر اور کمزور جماعت نے ایمان قبول کر لیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کا رسول تسلیم کر کے آپ کی متبع ہوگئی مگر قوم کی اکثریت اور سرمایہ دار اور بڑے بڑے سردار اسی طرح باطل پرستی پر قائم رہے۔

ہر پیغمبر میں دیانت وصداقت، فہم وذکاء عقل وفراست حلم و رشد کے آثار شروع ہی سے نمایاں رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت سے پہلے سارا عرب امین کا خطاب دیتا اور آپ کی دیانت وامانت کا نہایت درجہ معتقد تھا۔ نبوت کا دعویٰ اور بت پرستی سے ممانعت کرنے پر یہ سب مخالف ہو گئے۔ اسی طرح نبوت سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام کو بھی قوم والے بڑا ہونہار اور ہوشمند سمجھتے تھے۔ منصب رسالت کے بعد جب آپ نے توحید اور آخرت اور مکارم اخلاق کی دعوت دینی شروع کی تو قوم نے سب سے پہلے یہی کہا کہ اے صالح تم تو اس کے قبل قوم میں بڑے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ ہمیں تو تم سے بڑی بڑی امیدیں تھیں کہ اپنی

لیاقت و جاہت سے فخر قوم اور ہمارے لئے مایہ ناز اور ہمارے سرپرست بنو گے مگر افسوس کہ اس وقت جو باتیں کر رہے ہو اس سے تو ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آتی ہیں۔ تم نے ہمارے باپ دادا کے قدیم مذہب کے خلاف علانیہ جہاد شروع کر کے سب توقعات خاک میں ملا دیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم ایک خدا کو لے کر سارے پرانے دیوتاؤں کو چھوڑ بیٹھیں۔ تم کیا غضب کر رہے ہو کہ ہمیں اپنے آبائی دین سے روک رہے ہو۔

حق و باطل کے استدلال میں فرق

یہاں جاہلیت اور اسلام اور حق و باطل کے طرز استدلال کا فرق بالکل نمایاں ظاہر ہے۔ حضرت صالح علیہ اسلام نے تو جیسا کہ گذشتہ آیت میں بیان ہوا یہ فرمایا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ دی تھی کہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا اور زمین میں آباد کیا۔ اس کے جواب میں ان کی مشرک قوم کہتی ہے کہ ہمارے یہ معبود بھی مستحق عبادت ہیں۔ اور ان کی عبادت ترک نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ باپ دادا کے وقتوں سے ان کی عبادت ہوتی چلی آ رہی ہے۔ یہ تھی مشرکین کی دلیل اور باپ دادا کی اندھی تقلید۔ نیز قوم نے حضرت صالحؑ سے یہ بھی کہا کہ جن چیزوں کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں۔ تم ہمیں اس سے منع مت کرو۔ ہمارے نزدیک اپنے باپ دادا کی روش کے خلاف ایسا مسلک اختیار کرنا جس کی تم دعوت دیتے ہو یعنی توحید سخت شبہ کی چیز ہے جسے ہمارا دل کسی طرح نہیں مانتا۔

کسی کے شک وشبہ کی وجہ سے حق کا راستہ نہیں چھوڑا جا سکتا

الغرض قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام یہ مطالبہ کیا کہ تم بت پرستی سے منع مت کرو اور توحید کی دعوت مت دو۔ اس کا جواب حضرت صالح علیہ اسلام نے قوم کو یوں دیا کہ اگر تمہیں توحید کی دعوت میں شک وشبہ ہے تو تمہارے شک وشبہ کی وجہ سے میں ایک صاف اور سیدھا راستہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ خدا نے مجھ کو سمجھ دی اور اپنی رحمت عظیمہ سے منصب پیغمبری عطا کیا۔ اب بفرض محال میں اگر اس کی نافرمانی کرنے لگوں اور جن چیزوں کے پہنچانے اور دعوت وتبلیغ کرنے کا حکم ہے نہ پہنچاؤں تو مجھ کو اس کی سزا سے کون بچائے گا۔ بجائے اس کے کہ تم اپنے سچے خیر خواہ اور محسن کی قدر کرتے۔ مجھے فرائض دعوت وتبلیغ سے رک جانے کا مشورہ دیتے ہو۔ اگر خدانخواستہ تمہارا مشورہ قبول کرلوں تو بجز نقصان کے اور کیا ہاتھ آئے گا۔ سبحان اللہ کیسے عجیب پیرایہ میں قوم کے غیر معقول مطالبہ کو رد فرمایا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! شریعت مطہرہ کی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچالے۔ اور ہم کو ظاہر میں اور باطن میں اپنے رسول پاک کا اتباع نصیب فرمادے۔

یا اللہ! اس وقت امت مسلمہ میں بھی بعض غیر شرعی رسوم محض باپ دادا کی کورانہ تقلید کی بنا پر رائج ہو رہی ہیں۔ یا اللہ! ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور قرآن وسنت کی تعلیمات کا اتباع نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

اور اے میری قوم یہ اُونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ

مت لگانا کبھی تم کو فوری عذاب آ پکڑے۔ سو انہوں نے اُس کو مار ڈالا تو صالح نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں تین روز اور بسر کر لو یہ ایسا

وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

وعدہ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں۔ سو جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے صالح کو اور جو اُن کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا

وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

اور اُس دن کی بڑی رسوائی سے بچا لیا بیشک آپ کا رب ہی بڑی قوت والا غلبہ والا ہے۔ اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے آ دبایا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ

جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے خوب سن لو ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾

خوب سن لو رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی

وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم	هٰذِهٖ یہ	نَاقَةُ اللّٰهِ اللہ کی اونٹنی	لَكُمْ تمہارے لئے	اٰيَةً نشانی	فَذَرُوْهَا پس اسکو چھوڑ دو	تَاْكُلْ کھائے	فِيْ میں
اَرْضِ اللّٰهِ اللہ کی زمین	وَلَا تَمَسُّوْهَا اور اس کو نہ چھوؤ تم	بِسُوْٓءٍ برائی سے	فَيَاْخُذَكُمْ پس تمہیں پکڑ لے گا	عَذَابٌ عذاب	قَرِيْبٌ قریب		
فَعَقَرُوْهَا انہوں نے اسکی کونچیں کاٹ دیں	فَقَالَ اس نے کہا	تَمَتَّعُوْا برت لو	فِيْ دَارِكُمْ اپنے گھروں میں	ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ تین دن	ذٰلِكَ یہ		
وَعْدٌ وعدہ	غَيْرُ مَكْذُوْبٍ نہ جھوٹا ہونے والا	فَلَمَّا پھر جب	جَاۗءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	نَجَّيْنَا ہم نے بچا لیا	صٰلِحًا صالح	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو
اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ	بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت سے	وَ اور	مِنْ خِزْيِ رسوائی سے	يَوْمِىِٕذٍ اس دن کی	اِنَّ بیشک	
رَبَّكَ تمہارا رب	هُوَ وہ	الْقَوِيُّ قوی	الْعَزِيْزُ غالب	وَاَخَذَ اور آ پکڑا	الَّذِيْنَ وہ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	الصَّيْحَةُ چنگھاڑ
فَاَصْبَحُوْا پس انہوں نے صبح کی	فِيْ میں	دِيَارِهِمْ اپنے گھر	جٰثِمِيْنَ اوندھے پڑے رہ گئے	كَاَنْ گویا	لَمْ يَغْنَوْا نہ بسے تھے	فِيْهَا یہاں	
اَلَا یاد رکھو	اِنَّ بیشک	ثَمُوْدَا۟ ثمود	كَفَرُوْا منکر ہوئے	رَبَّهُمْ اپنے رب کے	اَلَا یاد رکھو	بُعْدًا پھٹکار	لِّثَمُوْدَ ثمود پر

قوم کا منہ مانگا معجزہ

گذشتہ آیات میں حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے مکالمہ بیان ہوا کہ کس طرح حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم ثمود کو پیغمبرانہ دعوت ونصیحت فرمائی مگر مغرور اور سرکش قوم کی اکثریت نے آپ کو پیغمبر ماننے سے انکار کیا۔ قوم ثمود جب حضرت صالح علیہ

السلام کی تبلیغ حق سے اکتا گئی تو اس کے سرگروہ افراد نے قوم کی موجودگی میں مطالبہ کیا کہ اے صالح اگر تم واقعی خدا کے بھیجے ہوئے ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ۔ تا کہ ہم تمہاری صداقت پر ایمان لے آویں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ نشانی آنے کے بعد بھی انکار پر مصر اور سرکشی پر قائم رہو۔ قوم کے سرداروں نے وعدہ کیا کہ ہم ایمان لے آئیں گے۔ تب حضرت صالح علیہ السلام نے انہی سے دریافت کیا کہ وہ کس قسم کی نشان چاہتے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سامنے والے پہاڑ کی چٹان میں سے ایک ایسی اونٹنی ظاہر کرو کہ جو گابھن ہو اور فوراً بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں دعا کی اور اسی وقت ان سب کے سامنے پتھر کی چٹان میں سے حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔ یہ دیکھ کر ان سرداروں میں سے صرف ایک تو اسی وقت مشرف باسلام ہو گیا باقی دوسرے سرداروں اور قوم والوں نے یہ حیرت زدہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کیا۔

ناقۃ اللہ کا احترام اور قوم ثمود کی بدبختی

اب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔ خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر رہو۔ ایک دن اس اونٹنی کا ہوگا اور ایک دن قوم کے سارے چوپایوں کا۔ اور خبردار اس کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اگر تم نے خدا کی اس نشانی کو جو تم نے خود مانگ کر حاصل کی ہے تکلیف پہنچائی تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں ہے۔ قرآن عزیز نے اس اونٹنی کو ناقۃ اللہ یعنی خدا کی اونٹنی کہا ہے۔ چونکہ ثمود نے اس کو خدا کی ایک نشانی کی شکل میں طلب کیا تھا اس لئے اس کی خصوصیت اور اعزاز نے اس کو ناقۃ اللہ کا لقب دلایا اور نیز اس کو لکم اٰیۃ کہہ کر یہ بھی بتایا کہ یہ نشانی اپنے اندر خاص اہمیت رکھتی ہے لیکن بدقسمت قوم ثمود زیادہ عرصہ تک اس ناقہ کے وجود کو برداشت نہ کر سکی اور آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے تو اس باری والے قصہ سے نجات ملے کیونکہ ہمارے چوپایوں کے لئے اور خود ہمارے لئے یہ قید ناقابل برداشت ہے۔ بالآخر ایک اور سازش کر کے اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔

عذاب کی آمد

حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو حسرت اور افسوس کے ساتھ قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا۔ اے بدبخت قوم تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو اور تین روز کے بعد وہ نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا کہ جو تم سب کو ہمیشہ کے لئے تہس نہس کر جائے گا۔ علامہ سید محمود آلوسیؒ اپنی مشہور تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ثمود پر عذاب آنے کی علامات اگلی صبح ہی سے شروع ہو گئیں۔ یعنی پہلے روز ان سب کے چہرے زرد پڑ گئے۔ دوسرے روز سب کے چہرے سرخ تھے اور تیسرے روز ان سب کے چہرے سیاہ تھے اور یہ تین مہلت کے دن' جمعرات' جمعہ' اور ہفتہ تھے۔ بہرحال ان تین دن کے بعد وقت موعود آ پہنچا اور رات کے وقت ایک ہیبت ناک آواز نے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تھی۔ ہر مجرم کو اسی حالت میں ہلاک کر دیا جس حالت میں وہ تھا۔ قرآن کریم نے اس ہلاکت آفرین آواز کو کسی مقام پر صاعقہ یعنی کڑک اور بجلی اور کس جگہ رَجْفَۃ یعنی زلزلہ ڈال دینے والی شی اور بعض جگہ صاغیہ دہشت ناک اور بعض جگہ صیحۃ زبردست چیخ فرمایا ہے۔ یہ تمام تعبیرات ایک ہی حقیقت کے مختلف اوصاف کے اعتبار سے کی گئی ہیں تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدائے تعالیٰ کے اس عذاب کی ہولناکیاں کیسی گوناگوں

تھیں۔ ایک طرف ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا۔ دوسری طرف صالح علیہ السلام اور ان کے پیرو اہل ایمان کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور ان کو اس عذاب سے محفوظ رکھا۔ سید آلوسیؒ ہی نے اپنی تفسیر میں ایک قول نقل کیا ہے جس میں بتایا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے مومن جو عذاب سے محفوظ اور نجات یافتہ رہے ان کی تعداد ۱۲۰ تھی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا سبق آموز خطاب

قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے مکہ معظمہ یا ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی۔ جاتے ہوئے مڑ کر ان کی لاشوں کے انبار دیکھے اور ہلاک شدگان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ سبق آموز اور عبرت انگیز الفاظ ارشاد فرمائے۔ جو سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں نقل فرمائے گئے ہیں۔ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ یعنی پھر صالح علیہ السلام الٹے پھرے ان سے اور بولے کہ اے میری قوم بلاشبہ میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم تک پہنچایا اور تم کو نصیحت کی لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو دوست ہی نہ رکھتے تھے۔ ہلاک شدہ قوم کی جانب حضرت صالح علیہ السلام کا خطاب اسی طرح کا خطاب تھا جس طرح بدر میں مشرکین مکہ کے سرداروں کی ہلاکت کے بعد مردہ نعشوں کے گڑھے پر کھڑے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اے فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کیا تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پسند آئی؟ بلاشبہ ہم نے تو وہ پالیا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ پس کیا تم نے بھی وہ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا؟

دراصل یہ طریق خطاب حزن وملال کے اظہار کیلئے ہوتا ہے اور اس قسم کے خطاب کے اصل مخاطب وہ زندہ انسان ہوتے ہیں جو ان مردہ نعشوں کو دیکھ رہے ہیں تا کہ ان کو عبرت حاصل ہو اور وہ اس قسم کی سرکشی کی جرأت نہ کر سکیں۔

آخر میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ جو اپنے پروردگار کی آیات و احکام سے منکر ہو اس کی یہ گت بنتی ہے اور ایسی پھٹکار پڑتی ہے مقصود یہ ہے کہ یہ سن کر عبرت حاصل کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے بچو۔

قوم ثمود کے کھنڈرات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ثمود کی بستیوں کے نشانات وادی القریٰ میں موجود تھے اور صحیح بخاری و مسند احمد وغیرہ کی روایتوں کے مطابق غزوۂ تبوک کو جاتے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ثمود کی ویران بستی پر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی پیدائش اور چلنے پھرنے کی جگہ بتائی اور جس کنوئیں سے وہ اونٹنی پانی پیتی تھی اس کے سوا اور کنوؤں کے پانی کو آپ نے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ اور کہا کہ جب تک اس بستی سے گزر نہ ہو جائے استغفار کرتے رہو۔ بعض صحابہ کرام نے اس بستی میں دوسرے کنوؤں کے پانی سے جو آٹا گوندھ لیا تھا وہ آپ نے استعمال کرنے سے منع فرمادیا اور آپ کی اجازت سے وہ اونٹوں کو کھلا دیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم ان حجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے ہوئے۔ عجز و زاری کرتے اور روتے ہوئے داخل ہوا کرو ورنہ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر آئے اور انہوں نے سلام کیا۔ ابراہیم نے بھی سلام کیا پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا

حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ

لائے سو جب ابراہیم نے دیکھا کہ اُن کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوفزدہ ہوئے وہ فرشتے کہنے لگے ڈرو مت

اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ

ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ابراہیمؑ کی بی بی کھڑی تھیں پس ہنسیں سو ہم نے بشارت دی اُن کو اسحٰق کی۔ اور اسحٰق سے پیچھے

يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ

یعقوب کی۔ کہنے لگیں کہ ہائے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں ہیں بالکل بوڑھے واقعی یہ بھی عجیب بات ہے۔

عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ

فرشتوں نے کہا کیا تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اس خاندان کے لوگو! تم پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔

اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

بیشک وہ تعریف کے لائق بڑی شان والا ہے

وَ اور	لَقَدْ جَآءَتْ البتہ آئے	رُسُلُنَا ہمارے فرشتے	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	بِالْبُشْرٰى خوشخبری لے کر	قَالُوْا وہ بولے	سَلٰمًا سلام	قَالَ اس نے کہا	سَلٰمٌ سلام	
فَمَا لَبِثَ پھر اس نے دیر نہ کی	اَنْ کہ	جَآءَ بِعِجْلٍ ایک بچھڑا لے آیا	حَنِيْذٍ بھنا ہوا	فَلَمَّا پھر جب	رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ اس نے دیکھے ان کے ہاتھ				
لَا تَصِلُ نہیں پہنچتے	اِلَيْهِ اس کی طرف	نَكِرَهُمْ وہ ان سے ڈرا	وَ اَوْجَسَ اور محسوس کیا	مِنْهُمْ ان سے	خِيْفَةً خوف	قَالُوْا وہ بولے			
لَا تَخَفْ تم ڈرو مت	اِنَّآ اُرْسِلْنَآ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں	اِلٰى طرف	قَوْمِ لُوْطٍ قوم لوط کی طرف	وَامْرَاَتُهٗ اور اس کی بیوی	قَآئِمَةٌ کھڑی ہوئی				
فَضَحِكَتْ تو وہ ہنس پڑی	فَبَشَّرْنٰهَا سو ہم نے اسے خوشخبری دی	بِاِسْحٰقَ اسحٰق کی	وَ اور	مِنْ وَّرَآءِ سے بعد	اِسْحٰقَ اسحٰق	يَعْقُوْبَ یعقوب	قَالَتْ وہ بولی		
يٰوَيْلَتٰى اے خرابی	ءَاَلِدُ کیا میرے بچہ ہوگا	وَاَنَا حالانکہ میں	عَجُوْزٌ بڑھیا	وَهٰذَا اور یہ	بَعْلِيْ میرا خاوند	شَيْخًا بوڑھا	اِنَّ بیشک		
هٰذَا یہ	لَشَيْءٌ ایک چیز	عَجِيْبٌ عجیب	قَالُوْا وہ بولے	اَتَعْجَبِيْنَ کیا تو تعجب کرتی ہے	مِنْ سے	اَمْرِ اللّٰهِ اللہ کا حکم	رَحْمَتُ اللّٰهِ اللہ کی رحمت		
وَبَرَكٰتُهٗ اور اس کی برکتیں	عَلَيْكُمْ تم پر	اَهْلَ الْبَيْتِ اے گھر والو	اِنَّهٗ بیشک وہ	حَمِيْدٌ خوبیوں والا	مَّجِيْدٌ بزرگی والا				

قوم لوط کا علاقہ بدکرداری اور حضرت لوطؑ کی دعوت و تبلیغ

اس سورۃ میں گذشتہ انبیاء کے قصوں کی ترتیب اسی طرح ہے جیسی سورۂ اعراف میں بیان ہوئی تھی۔ صرف قوم لوط کے قصہ سے پہلے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھوڑا سا ذکر بیان فرمایا ہے مگر طرز بیان سے یہی ظاہر ہے کہ مقصود اصلی لوط علیہ السلام ہی کا قصہ

بیان کرنا ہے۔ چونکہ لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے قصوں میں کئی طرح کی مناسبت اور تعلق پایا جاتا تھا اس لئے بطور تمہید حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مذکور ہوا۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ جو آپ کے ہمراہ عراق سے ہجرت کر کے آئے تھے اور فلسطین اور اطراف شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام بھی پیغمبر تھے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تابع۔ اردن کی وہ جانب جہاں آج بحر میت (DEAD SEA) واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جس میں سدوم اور عامورہ کی بستیاں تھیں۔ اور جہاں لوط علیہ السلام نے قیام کیا تھا۔ یہ تمام حصہ جواب بحر میت (DEAD SEA) کے نام سے موسوم ہے۔ اور سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلہ آئے تب یہ زمین تقریباً ۴۰۰ میٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا جس کا نام اب تک بحر میت اور بحر لوط ہے۔ لوط علیہ السلام نے جب یہاں آکر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دنیا کی سرکش، بداخلاق و بداطوار اقوام کے دوسرے عیوب و فواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مرد لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔

ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی۔

قوم کی ہٹ دھرمی اور عذاب کا فیصلہ

مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ ہوا حتیٰ کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بستی سے اخراج اور سنگساری کی دھمکیاں دینے لگے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی اور ان کی سیاہ بختی نے کسی طرح اخلاقی زندگی پر آمادہ نہ ہونے دیا تب ان کو بھی وہی پیش آیا جو خدا کے بنائے ہوئے قانون جزا کا یقینی اور حتمی فیصلہ ہے۔ یعنی بدکرداریوں پر اصرار کی سزا بربادی و ہلاکت۔ فرشتوں کی ایک جماعت انسانی شکل میں نازل ہوئی۔ اہل تفسیر کا اس میں اختلاف ہے کہ فرشتوں کی تعداد کتنی تھی۔ بعض نے صرف تین حضرت جبرئیلؑ میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کا آنا لکھا ہے۔ بعض نے تعداد آٹھ نو اور گیارہ تک ظاہر کی ہے۔ بہر حال بالاتفاق جبرئیل علیہ السلام ایک ضرور تھے۔

فرشتوں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں آمد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی

یہی ملائکہ بشکل انسانی لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس یہ فرشتے کیوں آئے۔ اور کیا گفتگو ہوئی یہ ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب یہ فرشتے بشکل انسانی پہنچے تو فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا۔ آپ نے بھی جواب میں سلام کیا مگر آپ پہچان نہ سکے کہ یہ فرشتے ہیں۔

بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں نووارد انسان سمجھ کر مہمان نوازی کے لئے اٹھے اور ایک نہایت فربہ بچھڑا ذبح کر کے بھون تل کر سامنے حاضر کیا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھ کر سوچا کہ یہ کون ہیں اور کس غرض سے آئے ہیں؟ ہم کھانا پیش کرتے ہیں یہ اسے ہاتھ نہیں لگاتے۔ اس وقت کے دستور کے موافق جو مہمان کھانے سے انکار کرتا سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی اچھے خیال سے نہیں آیا۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کچھ خوفزدہ ہوئے۔ کہ ان کا کھانے سے انکار ضرور کچھ معنیٰ رکھتا ہے۔ یہیں سے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ خوف و ہراس امور طبعی ہیں جس طرح بھوک و پیاس اور مرتبہ ولایت کیا معنی مرتبہ رسالت کے بھی ذرہ برابر منافی نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے لئے اسحاقؑ کی بشارت

غرض جب مہمانوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اضطراب دیکھا تو کہنے لگے کہ خوف اور ڈر کی کوئی بات نہیں۔ ہم فرشتے ہیں جو قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے وہاں جا رہے ہیں آپ کچھ اندیشہ نقصان کا نہ کیجئے ہم آپ کے پاس تو ایک بشارت لے کر آئے ہیں کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ اسحٰق اور ان کے ایک فرزند پیدا ہوگا یعقوب۔ فرشتوں نے بشارت اس لئے کہا کہ ایک تو اولاد خوشی کی چیز ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے بہت ہوگئے تھے اور آپ کی زوجہ اولیٰ حضرت سارہؓ بھی بہت بوڑھی تھیں۔ امید اولاد کی نہ رہی تھی۔ تو ایک تو خلاف توقع اولاد کی بشارت پھر ضمناً یہ بشارت بھی آگئی کہ اسحٰق زندہ رہیں گے اور وہ بھی صاحب اولاد ہوں گے۔

حضرت سارہؓ کا تعجب

یہ گفتگو حضرت سارہؓ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی جو اس وقت تک لاولد تھیں کہیں کھڑی سن رہی تھیں۔ پس اولاد کی خبر سن کر جس کی ان کو بعد اس کے کہ اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے پیٹ سے پیدا ہو چکے تھے۔ تمنا بھی تھی تو خوشی سے ہنسیں اور بولتی پکارتی آئیں اور تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ ہائے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر۔ کہتے ہیں کہ حضرت سارہ کی عمر اس وقت ۹۰ سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر قریب ۱۲۰ سال کے تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ بھی بالکل بوڑھے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو بالکل انوکھی اور عجیب وغریب بات ہوگی فرشتوں نے کہا کہ جس گھرانے پر خدا کی اس قدر نعمتیں اور برکتیں رہی ہیں اور جنہیں ہمیشہ معجزات اور معاملات عجیبہ دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا کیا ان کے لئے یہ کوئی تعجب کا مقام ہے۔ تمہیں تو بشارت سن کر تعجب کی جگہ اللہ کا شکر اور اس کی تعریف بیان کرنا چاہئے کہ سب بڑائیاں اور خوبیاں اسی کی ذات میں جمع ہیں۔ اور وہ بڑے سے بڑا کام کرسکتا ہے۔

آیات مذکورہ سے معلوم شدہ معاشرتی قوانین

(۱) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے سنت ہے کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کریں۔ آنے والے مہمان کو اس میں پیش قدمی کرنی چاہئے اور دوسرے کو جواب دینا چاہئے۔

(۲) مہمان نوازی اور میزبانی کے آداب میں سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ مہمان کے آتے ہی جو کچھ کھانے کی چیز میسر ہو اور جلدی سے مہیا ہو سکے وہ لا رکھے۔ پھر اگر صاحب وسعت ہے تو مزید میزبانی کا انتظام بعد میں کرے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مہمان کے لئے بہت زیادہ تکلفات کی فکر میں نہ پڑے۔ آسانی سے جو اچھی چیز میسر ہو جائے وہ مہمان کی خدمت میں پیش کردے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں گائے بیل تھے اس لئے بچھڑا ذبح کر کے فوری طور پر اس کا گوشت تل کر سامنے لا رکھا۔

(۳) آنے والے کی میزبانی کرنا انبیاء کی سنت اور صلحا کی عادت ہے۔

(۴) مہمان کے سامنے جو چیز پیش کی جائے اس کو قبول کر لے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاۗءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝٧٤ إِنَّ

پھر جب ابراہیم کا وہ خوف زائل ہوگیا اور اُن کو خوشی کی خبر ملی تو ہم سے لوط کی قوم کے بارہ میں جدال کرنا شروع کیا۔ واقعی

إِبْرٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ۝٧٥ يٰٓإِبْرٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ إِنَّهُ قَدْ جَاۗءَ أَمْرُ رَبِّكَ

ابراہیم بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج اور رقیق القلب تھے۔ اے ابراہیم اس بات کو جانے دو۔ تمہارے رب کا حکم آ پہنچا ہے

وَإِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝٧٦ وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ

اور اُن پر ضرور ایسا عذاب آنیوالا ہے جو کسی طرح ہٹنے والا نہیں۔ اور جب ہمارے وہ فرشتے لوط کے پاس آئے تو لوط اُن کی وجہ سے مغموم ہوئے

بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝٧٧ وَجَاۗءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ إِلَيْهِ ۭ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا

اور اُن کے سبب تنگدل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری ہے۔ اور ان کی قوم اُن کے پاس دوڑی ہوئی آئی اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا

يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ

ہی کرتے تھے لوط فرمانے لگے کہ اے میری قوم یہ میری بیٹیاں (جو تمہارے گھروں میں ہیں) موجود ہیں وہ تمہارے لئے اچھی خاصی ہیں۔ سو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں

فِيْ ضَيْفِيْ ۭ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝٧٨ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ

مجھ کو رسوا مت کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو آپ کی بیٹیوں کی ضرورت نہیں

حَقٍّ ۚ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝٧٩

اور آپ کو تو معلوم ہے جو ہمارا مطلب ہے۔

فَلَمَّا پھر جب	ذَهَبَ جاتا رہا	عَنْ سے	إِبْرٰهِيمَ ابراہیم	الرَّوْعُ خوف	وَجَاۗءَتْهُ اور اس کے پاس آگئی	الْبُشْرٰى خوشخبری	
يُجَادِلُنَا ہم سے جھگڑنے لگا	فِيْ میں	قَوْمِ لُوْطٍ قوم لوط	إِنَّ بیشک	إِبْرٰهِيمَ ابراہیم	لَحَلِيمٌ بردبار	أَوَّاهٌ نرم دل	
مُنِيبٌ رجوع کرنیوالا	يٰٓإِبْرٰهِيمُ اے ابراہیم	أَعْرِضْ اعراض کر	عَنْ هٰذَا اس سے	إِنَّهُ بیشک یہ	قَدْ جَاۗءَ آچکا	أَمْرُ رَبِّكَ تیرے رب کا حکم	
وَإِنَّهُمْ اور بیشک اُن	اٰتِيْهِمْ اُن پر آگیا	عَذَابٌ عذاب	غَيْرُ مَرْدُوْدٍ نہ ٹلایا جانے والا	وَلَمَّا اور جب	جَاۗءَتْ آئے	رُسُلُنَا ہمارے فرشتے	
لُوْطًا لوط کے پاس	سِيْۗءَ وہ غمگین ہوا	بِهِمْ ان سے	وَضَاقَ اور تنگ ہوا	بِهِمْ ان سے	ذَرْعًا دل میں	وَقَالَ اور بولا	هٰذَا یہ
يَوْمٌ عَصِيْبٌ بڑا سختی کا دن	وَجَاۗءَهٗ اور اس کے پاس آئی	قَوْمُهٗ اس کی قوم	يُهْرَعُوْنَ دوڑتی ہوئی	إِلَيْهِ اس کی طرف	وَمِنْ قَبْلُ اور اس سے قبل		
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	السَّيِّاٰتِ برے کام	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	هٰٓؤُلَاۗءِ یہ	بَنَاتِيْ میری بیٹیاں	هُنَّ یہ	
أَطْهَرُ نہایت پاکیزہ	لَكُمْ تمہارے لئے	فَاتَّقُوا پس ڈرو	اللّٰهَ اللہ	وَ اور	لَا تُخْزُوْنِ نہ رسوا کرو مجھے	فِيْ ضَيْفِيْ میرے مہمانوں میں	
أَلَيْسَ کیا نہیں	مِنْكُمْ تم سے	رَجُلٌ ایک آدمی	رَشِيْدٌ نیک چلن	قَالُوْا وہ بولے	لَقَدْ عَلِمْتَ تو جانتا ہے	مَا لَنَا ہمارے لئے نہیں	
فِيْ بَنٰتِكَ تیری بیٹیوں میں	مِنْ کوئی	حَقٍّ حق	وَإِنَّكَ اور بیشک تو	لَتَعْلَمُ خوب جانتا ہے	مَا نُرِيْدُ ہم کیا چاہتے ہیں؟		

قوم لوط علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندیشہ کا جواب

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی آمد کا مقصد بتلایا کہ وہ آپ کے پاس تو ایک فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت لے کر آئے ہیں اور قوم لوط پر ہلاکت کا عذاب لے کر آئے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان ہو گیا کہ یہ نو وارد مہمان کوئی دشمن نہیں ہیں بلکہ اللہ کے فرشتے ہیں اور قوم لوطؑ کی ہلاکت کے متعلق وہ بتلا ہی چکے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اب لوط علیہ السلام کے قوم کی ہلاکت و تباہی کی فکر ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی فطری شفقت' نرم خوئی اور رحمدلی سے اس قوم پر ترس کھا کر حق تعالیٰ کی جناب میں کچھ عرض و معروف کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ فرشتوں سے فرمانے لگے کہ تم اس قوم کو کیسے برباد کرنے جا رہے ہو کہ جس میں لوطؑ جیسا خدا کا برگزیدہ نبی موجود ہے اور میرا برادر زادہ بھی ہے اور ملت حنیف کا پیرو بھی۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں۔ مگر خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ قوم لوط اپنی سرکشی' بدعملی' بے حیائی اور فواحش پر اصرار کی وجہ سے ضرور ہلاک کی جائے گی اور لوط علیہ السلام اور ان کا خاندان اس عذاب سے محفوظ رہے گا البتہ ان کی بیوی قوم کی حمایت اور ان کی بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں شرکت کی وجہ سے قوم لوط ہی کے ساتھ عذاب پائے گی۔

قوم لوط کی بستی میں فرشتوں کی آمد

غرض ملائکۃ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہو کر لوط علیہ السلام کی بستی میں پہنچے اور فرشتے نہایت حسین و جمیل خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ ابتداءً لوط علیہ السلام نے نہ پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں۔ معمولی مہمان سمجھے۔ ادھر قوم کی بے حیائی اور خوئے بد معلوم تھی۔ سخت فکرمند اور تنگدل ہوئے کہ یہ بدبخت قوم نہ معلوم میرے مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی۔ ابھی حضرت لوط علیہ السلام اسی حیص بیص میں تھے کہ قوم کو خبر لگ گئی اور لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ آئے۔ اس قوم کو نامعقول حرکتوں اور خلاف فطرت فواحش کی جو عادت پڑی ہوئی تھی کہاں چین سے بیٹھنے دیتی۔ خبر پاتے ہی دوڑے اور پوری قوت اور شدت سے مطالبہ کیا کہ مہمان ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔

مہمانوں کے متعلق قوم والوں کی خباثت روکنے کیلئے حضرت لوطؑ کی کوششیں

حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا اور مہمانوں کی آبرو بچانے کی ہر قسم کی کوشش کی اور ان سے کہا کہ کیا تم میں کوئی بھی بھلا مانس نہیں ہے کہ وہ انسانیت کو برتے اور حق کو سمجھے۔ تم کیوں اس لعنت میں گرفتار ہو اور خواہشات نفس کو پورا کرنے کے لئے فطری طریق عمل کو چھوڑ کر اور حلال طریقہ سے عورتوں کو رفیقہ حیات بنانے کی جگہ اس ملعون بے حیائی کے درپے ہو۔ کم از کم میری ہی رعایت کرو کہ میں ان شریف مہمانوں کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ ہوں۔ مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہے۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نہیں جو سیدھی سادھی باتوں کو سمجھ کر نیکی اور تقویٰ اختیار کرے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہر چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق عطا فرما اور جو گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر سچی توبہ کر کے آپ کی مغفرت و رحمت حاصل کرنے کی سعادت عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا

لوط فرمانے لگے کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا فرشتے کہنے لگے کہ اے لوطؑ ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے

اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ

(فرشتے ہیں) آپ تک ہرگز اُن کی رسائی نہ ہوگی۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جایئے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی

اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا

نہ دیکھے ہاں مگر آپ کی بیوی نہ جاوے گی اس پر بھی وہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آوے گی ان کے وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں۔

سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِیَ

سو جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے اس زمین (کو الٹ کر اس) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا (اور نیچے کا اوپر) اور اس زمین پر کنکریلے پتھر برسانا شروع کئے جو لگا تار گر رہے تھے جن پر آپکے رب کے

مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۳﴾

پاس خاص نشان بھی تھا اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں

قَالَ اس نے کہا	لَوْ اَنَّ کاش کہ	لِیْ میرے لئے	بِكُمْ تم پر	قُوَّةً کوئی زور	اَوْ اٰوِیْٓ یا میں پناہ لیتا	اِلٰی طرف	رُكْنٍ شَدِیْدٍ مضبوط پایہ	
قَالُوْا وہ بولے	یٰلُوْطُ اے لوط	اِنَّا بیشک ہم	رُسُلُ بھیجے ہوئے	رَبِّكَ تمہارا رب	لَنْ یَّصِلُوْٓا وہ ہرگز نہ پہنچیں گے	اِلَیْكَ تم تک	فَاَسْرِ سو لے نکل	
بِاَهْلِكَ اپنے گھر والوں کے ساتھ	بِقِطْعٍ کوئی حصہ	مِّنَ سے	الَّیْلِ رات	وَلَا یَلْتَفِتْ اور نہ مڑ کر دیکھے	مِنْكُمْ تم میں سے	اَحَدٌ کوئی	اِلَّا سوا	
امْرَاَتَكَ تمہاری بیوی	اِنَّهٗ بیشک وہ	مُصِیْبُهَا اس کو پہنچنے والا	مَآ جو	اَصَابَهُمْ ان کو پہنچے گا	اِنَّ بیشک	مَوْعِدَهُمُ انکا وعدہ	الصُّبْحُ صبح	
اَلَیْسَ کیا نہیں	الصُّبْحُ صبح	بِقَرِیْبٍ نزدیک	فَلَمَّا پس جب	جَآءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	جَعَلْنَا ہم نے کردیا	عَالِیَهَا اس کا اوپر	سَافِلَهَا اسکا نیچا
وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائے	عَلَیْهَا اس پر	حِجَارَةً پتھر	مِّنْ سِجِّیْلٍ کنکر	مَّنْضُوْدٍ تہہ بہ تہہ	مُّسَوَّمَةً نشان کئے ہوئے	عِنْدَ رَبِّكَ تیرے رب کے پاس		
وَمَا اور نہیں	هِیَ یہ	مِنَ سے	الظّٰلِمِیْنَ ظالم	بِبَعِیْدٍ کچھ دور				

فرشتوں کا حضرت لوطؑ کو حقیقت حال سے باخبر کرنا

جب لوط علیہ السلام کے اضطراب اور پریشانی کی حد ہوگئی تب مہمانوں نے کہا کہ آپ کس فکر و تردد میں ہیں۔ آپ مطلق پریشان نہ ہوں ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جوان کو تباہ و ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ خبیث ہمارا تو کیا بگاڑ سکتے۔ آپ تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

تفاسیر میں ہے کہ وہ شریر لوگ دروازہ توڑ کر یا دیوار پھاند کر اندر گھسے جاتے تھے۔ تب جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر لوط علیہ السلام کو علیحدہ بٹھا دیا اور ایک ذرا سا بازو ان ملعونوں کی طرف ہلایا سب کے سب نپٹ اندھے ہوگئے اور کہنے لگے کہ بھاگو! لوط کے مہمان تو بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔

فرشتوں کی حضرت لوطؑ کو ہدایات دینا اور قوم پر عذاب کا آنا

ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو ہدایت کی کہ صبح کو عذاب آنے والا ہے۔ تھوڑی رات رہے آپ اپنے متعلقین کو لے کر یہاں سے تشریف لے جائیے اور اپنے ہمراہیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ جلدی کریں اور کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ ہاں آپ کی بیوی کہ وہ ساتھ نہ جائے گی۔ یا پیچھے پھر کر دیکھے گی۔ اس طرح اسی عذاب کی لپیٹ میں آ جائے گی جو سب قوم کو پہنچنے والا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس عورت نے قوم کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا تھا۔ بہر حال ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اطمینان دلایا کہ آپ مطمئن رہیں اب ان ظالموں کے ہلاک ہونے میں کچھ دیر نہیں ہے۔ صبح ہوتے ہی سب کا صفایا ہو جائے گا۔ چنانچہ اخیر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے بستیوں کو تہ و بالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ اور وہی ہوا جو گذشتہ قوموں کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہوا تھا۔ قصہ کے اخیر میں فرمایا گیا وما ھی من الظٰلمین ببعید اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں یعنی یہ اہل مکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہیں اس قصہ سے عبرت پکڑیں کیونکہ قوم لوط علیہ السلام کی تباہ شدہ بستیاں ان کفار مکہ سے کچھ زیادہ دور نہیں۔ ملک شام کو آتے جاتے ان کی بربادی کے آثار دیکھتے ہیں۔ پس ان کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے۔

گذشتہ چار قصوں کا خلاصہ

ان قصص میں یہ بات خاص طور سے قابل غور اور لائق ذکر ہے کہ کفر و شرک تو تمام گناہوں سے بڑھ کر اور سب گناہوں کی جڑ ہے۔ تو جو قوم اس میں مبتلا ہو اس کو پہلے توحید و ایمان ہی کی دعوت دی جاتی ہے۔ ایمان سے پہلے دوسرے معاملات اور اعمال پر توجہ نہیں دیجاتی۔ دنیا میں ان کی نجات یا عذاب بھی اسی ایمان و کفر کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ تمام انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے واقعات و حالات جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اسی طرز عمل کے شاہد ہیں مگر صرف دو قومیں ایسی ہیں جن پر عذاب نازل ہونے میں کفر کے ساتھ ان کے اعمال خبیثہ کو بھی دخل رہا ہے۔

ایک لوط علیہ السلام کی قوم جس کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے۔ ان پر جو عذاب پوری بستی الٹ دینے اور اوپر سے پتھر برسانے کا واقع ہوا اس کا سبب ان کے عمل خبیث کو بتلایا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ عنکبوت بیسویں پارہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ”ہم اس بستی کے باشندوں پر ایک آسمانی عذاب ان کی بدکاریوں کی سزا میں نازل کرنے والے ہیں“۔ تو لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کی وجہ ان کی بدکاری بتلائی گئی۔

دوسری قوم شعیب علیہ السلام کی ہے جن کے عذاب کا سبب کفر و شرک کے علاوہ ناپ تول میں کمی کرنے کو بھی قرار دیا گیا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! گذشتہ اقوام پر جو آپ کے بھیجے ہوئے عذاب نازل ہوئے وہ ان اقوام کی نافرمانی بدعملی اور بدکرداری پر اصرار ہی کی وجہ سے نازل ہوئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ

اور ہم نے مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اور تم ناپ اور تول میں کمی مت

وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا

کیا کرو میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھ کو تم پر اندیشہ ہے ایسے دن کے عذاب کا جو انواع مصائب کا جامع ہوگا اور اے میری قوم

الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا اُن کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو۔ اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد سے مت نکلو

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾

اللہ کا دیا ہوا جو کچھ بچ جاوے وہ تمہارے لئے بدر جہا بہتر ہے اگر تم کو یقین آوے۔ اور میں تمہارا پہرہ دینے والا تو ہوں نہیں۔

وَ اور	اِلٰى مَدْيَنَ مدین کی طرف	اَخَاهُمْ ان کا بھائی	شُعَيْبًا شعیب	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْبُدُوا عبادت کرو	اللّٰهَ اللہ		
مَا لَكُمْ تمہارے لئے نہیں	مِنْ اِلٰهٍ کوئی معبود	غَيْرُهٗ اسکے سوا	وَ اور	لَا تَنْقُصُوا نہ کمی کرو	الْمِكْيَالَ ماپ	وَالْمِيْزَانَ اور تول	اِنِّيْٓ بیشک میں		
اَرٰىكُمْ تمہیں دیکھتا ہوں	بِخَيْرٍ آسودہ حال	وَاِنِّيْٓ اور بیشک میں	اَخَافُ ڈرتا ہوں	عَلَيْكُمْ تم پر	عَذَابَ عذاب				
يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ایک گھیر لینے والا دن	وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم	اَوْفُوا پورا کرو	الْمِكْيَالَ ماپ	وَالْمِيْزَانَ اور تول	بِالْقِسْطِ انصاف سے				
وَلَا تَبْخَسُوا اور نہ گھٹاؤ	النَّاسَ لوگ	اَشْيَآءَهُمْ انکی چیزیں	وَلَا تَعْثَوْا اور نہ پھرو	فِى الْاَرْضِ زمین میں	مُفْسِدِيْنَ فساد کرتے ہوئے				
بَقِيَّتُ بچا ہوا	اللّٰهِ اللہ	خَيْرٌ بہتر	لَّكُمْ تمہارے لئے	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان والے	وَمَا اور نہیں	اَنَا میں	
عَلَيْكُمْ تم پر	بِحَفِيْظٍ نگہبان								

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا تعارف

قرآن کریم میں شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا تذکرہ سورۃ اعراف میں قدرے تفصیلاً گزر چکا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ تقریباً سولھویں صدی قبل مسیح بیان کیا گیا ہے۔ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا سلسلہ نسب چوتھی یا پانچویں پشت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین میں ہوئی تھی۔ مدین کسی مقام کا نام نہیں بلکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یہ قبیلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا۔ جو آپ کی تیسری بیوی قطورا سے پیدا ہوئے تھے۔ اہل مدین جزیرہ نمائے سینا اور حجاز کے شمال مغربی حصوں میں آباد تھے۔ یہ جگہ شام' افریقہ اور عرب کے تجارتی قافلوں کے ملنے کی جگہ تھی۔ تاریخ میں اہل مدین ایک تاجر قوم کی حیثیت سے نمایاں تھی جس نے قومی حیثیت سے اس پیشہ کو اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کاروبار اور تجارت کے سلسلہ کے تمام عیوب اور بدعنوانیاں اس قوم میں پائی جاتی تھیں۔ ناپ تول میں کمی' لین دین میں بے ایمانی' خرید و فروخت میں دھوکہ دہی اور غیر

دیانتداری' سود بٹہ اس قسم کی تمام دوسری گمراہیاں اور بداعمالیاں جو تجارت پیشہ طبقوں سے مخصوص ہیں۔ ان میں موجود تھیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت اور قوم کو دعوت ایمان واصلاح

شعیب علیہ السلام جب اس قوم میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ خدا کی نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب صرف افراد ہی میں نہیں پایا جاتا بلکہ ساری قوم بداعمالیوں میں اس قدر سرمست اور سرشار ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے معصیت اور گناہ ہے۔ بلکہ اپنے ان اعمال کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ قوموں کے عام رواج کے مطابق ان کی خوشحالی' دولت وثروت کی فراوانی' زمین اور باغوں کی زرخیزی اور شادابی نے ان کو اس قدر مغرور بنا دیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور ایک ساعت کے لئے بھی ان کے دل میں یہ خطرہ نہیں گزرتا تھا کہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی عطا وبخشش ہے کہ شکرگزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔ مذہبی اعتبار سے بھی ان میں بت پرستی اور مشرکانہ رسوم کا رواج تھا۔ اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو خدا کی توحید اور شرک سے بیزاری کا جو تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک تعلیم ہے دعوت دی۔ ساتھ ہی قوم کی مخصوص بداخلاقیوں پر توجہ دلانے اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے آپ نے اس قانون کو بھی اہمیت دی کہ خرید وفروخت کے معاملہ میں یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو جس کا حق ہے وہ پورا پورا اس کو ملے۔ تاجرانہ بے ایمانیاں جو تمہاری عادت بن گئی ہے ان کو ترک کردو۔ خدا نے جو فراغت اور خوشحالی تمہیں عنایت فرمائی ہے اس کا شکر بجالاؤ اور ڈرتے رہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بداعمالی سے یہ آسائش اور آسودگی سلب کر لی جائے اور عذاب الٰہی نازل ہو جائے اور صرف ناپ تول ہی میں نہیں کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو اور شرک وکفر سے یا کم ناپنے تولنے سے یا دوسری طرح ظلم وستم کر کے زمین میں فساد مت مچاؤ۔ آپ نے مزید سمجھایا کہ ایک ایماندار کے لئے اللہ کا دیا ہوا جو ٹھیک ٹھیک حقوق ادا کر کے بچ رہے گو قلیل ہو اس کثیر سے بہتر ہوگا جو حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے یا جس میں لوگوں کے حقوق مارے جائیں۔ مال حلال میں جو ٹھیک ناپ تول کر لیا دیا جائے برکت ہوتی ہے اور خدا کے ہاں اجر ملتا ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ میں نے تم کو نصیحت کر دی۔ آگے میں اس کا ذمہ دار نہیں کہ تم سے زبردستی عمل کرا کے چھوڑوں۔

آیات مذکورہ سے حاصل ہونے والا سبق

معلوم ہوا کہ ہر نبی کی پہلی اور بنیادی دعوت توحید ہی ہوتی ہے پھر قرآن مجید اعتقادی گمراہیوں کے ازالہ کے ساتھ ساتھ اخلاقی معاشرتی معاملات کی بھی برابر اصلاح کرتا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے یہاں صاف بتا دیا کہ تجارتی خیانتوں اور مالی معاملات میں بددیانتی کا نتیجہ معاشرہ کی درہمی برہمی اور ملک وقوم کے حق میں عدم توازن کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جس کو قرآن پاک اپنی اصطلاح میں فساد فی الارض قرار دیتا ہے۔ تمام انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے واقعات جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اس طرز عمل کے شاہد ہیں کہ کفر وشرک چونکہ سب گناہوں کی جڑ ہے اس لئے جو قوم اس میں مبتلا ہو اس کو پہلے توحید وایمان کی دعوت دی جاتی ہے توحید وایمان کی دعوت کے بعد دوسرے معاملات اور اعمال پر توجہ دی جاتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب کیا تمہارا تقدس تم کو تعلیم دے رہا ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال

مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ

میں جو چاہیں تصرف کریں۔ واقعی آپ ہیں بڑے عقلمند دین پر چلنے والے۔ شعیب نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں

رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْھٰکُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ

اور اُس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک عمدہ دولت (یعنی نبوت) دی ہو تو پھر کیسے تبلیغ نہ کروں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو منع کرتا ہوں۔

اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿۸۸﴾

میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے امکان میں ہے۔ اور مجھ کو جو کچھ توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں

وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ ھُوْدٍ

اور اے میری قوم تمہاری ضد تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جاوے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آ پڑیں جیسی قوم نوحؑ یا قوم ہود

اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ

یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور قوم لوط تو تم سے بہت دور زمانہ میں نہیں ہوئی۔ اور تم اپنے رب سے اپنے گناہ معاف کراؤ۔ پھر اُس کی طرف متوجہ ہو۔ بلاشک میرا رب

رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

بڑا مہربان اور بڑی محبت والا ہے۔

قَالُوْا وہ بولے	یٰشُعَیْبُ اے شعیب	اَصَلٰوتُکَ کیا تیری نماز	تَاْمُرُکَ تجھے حکم دیتی ہے	اَنْ کہ	نَتْرُکَ ہم چھوڑ دیں	مَا یَعْبُدُ جو پرستش کرتے تھے		
اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	اَوْ یا	اَنْ نَّفْعَلَ ہم نہ کریں	فِیْۤ اَمْوَالِنَا اپنے مالوں میں	مَا نَشٰٓؤُا جو ہم چاہیں	اِنَّکَ بیشک تو	لَاَنْتَ البتہ تو		
اَلْحَلِیْمُ بردبار	الرَّشِیْدُ نیک چلن	قَالَ اس نے کہا	یٰقَوْمِ اے میری قوم	اَرَءَیْتُمْ کیا تم دیکھتے ہو	اِنْ اگر	کُنْتُ میں ہوں	عَلٰی پر	
بَیِّنَةٍ روشن دلیل	مِنْ سے	رَبِّیْ اپنا رب	وَرَزَقَنِیْ اور اس نے مجھے روزی دی	مِنْهُ اپنی طرف سے	رِزْقًا روزی	حَسَنًا اچھی		
وَمَآ اُرِیْدُ اور میں نہیں چاہتا	اَنْ کہ	اُخَالِفَکُمْ میں اسکے خلاف کروں	اِلٰی طرف	مَآ اَنْھٰکُمْ جس سے میں تمہیں روکتا ہوں	عَنْهُ اس سے			
اِنْ نہیں	اُرِیْدُ میں چاہتا	اِلَّا مگر	الْاِصْلَاحَ اصلاح	مَا جو	اسْتَطَعْتُ مجھ سے ہو سکے	وَمَا اور نہیں	تَوْفِیْقِیْ میری توفیق	اِلَّا مگر
بِاللّٰهِ اللہ سے	عَلَیْهِ اس پر	تَوَکَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَاِلَیْهِ اور اسی کی طرف	اُنِیْبُ میں رجوع کرتا ہوں	وَیٰقَوْمِ اور اے میری قوم			
لَا یَجْرِمَنَّکُمْ تمہیں نہ کموا دے	شِقَاقِیْ میری ضد	اَنْ کہ	یُصِیْبَکُمْ تمہیں پہنچے	مِثْلُ اس جیسا	مَآ اَصَابَ جو پہنچا	قَوْمَ نُوْحٍ قوم نوح		
اَوْ یا	قَوْمَ ھُوْدٍ قوم ہود	اَوْ یا	قَوْمَ صٰلِحٍ قوم صالح	وَمَا اور نہیں	قَوْمُ لُوْطٍ قوم لوط	مِنْکُمْ تم سے	بِبَعِیْدٍ کچھ دور	وَ اور
اسْتَغْفِرُوْا بخشش مانگو	رَبَّکُمْ اپنا رب	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ اس کی طرف رجوع کرو	اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب	رَحِیْمٌ نہایت مہربان	وَدُوْدٌ محبت والا	

حضرت شعیبؑ کی دعوت پرقوم کا جواب

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم اہل مدین کو توحید اور خدا پرستی کی دعوت اور اس کے ساتھ تجارت لین دین میں دیانتداری اور ناپ تول میں کمی نہ کرنے اور کسی کا حق نہ مارنے کی تعلیم و نصیحت فرمائی۔ بتلایا جاتا ہے کہ قوم نے بطور استہزا اور تمسخر کے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ بس زیادہ بزرگ نہ بنئے۔ کیا ساری قوم میں آپ ہی بڑے عقلمند' باوقار اور نیک چلن رہ گئے ہیں؟ باقی ہم اور ہمارے باپ دادا کیا سب جاہل اور احمق ہی رہے؟ حضرت شعیب علیہ السلام چونکہ نماز بہت کثرت سے پڑھتے تھے۔ لکھا ہے کہ دن بھر قوم کو وعظ و نصیحت فرماتے اور رات بھر نماز پڑھتے۔ تو بطور طعنہ کے قوم والے کہنے لگے کہ شاید آپ کی نماز یہی حکم دیتی ہے کہ ہم سے باپ دادا کا پرانا دین چھڑا دیں اور ہمارے مال و دولت میں ہمارے مالکانہ اختیار نہ رہنے دیں۔ بس آپ اپنی نماز پڑھے جایئے۔ ہمارے مذہبی اور دنیوی معاملات میں اور ناپ تول لین دین کے قصوں میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ گویا اہل مدین بتوں کی پرستش کو جو ان کو باپ دادا سے ورثہ میں ملی تھی اس آبائی مسلک کے خلاف حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت توحید کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ پھر حقوق العباد کی حفاظت بھی ان کے فہم سے بالاتر چیز تھی۔ مال و دولت کی ہوس نے ان کو اندھا کر دیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم اپنے مالوں کے مالک اور مختار ہیں جس طرح چاہیں ان میں تصرف کریں۔ مطلب یہ تھا کہ آپ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دیں اور دغا بازی سے بچنے کا وعظ نہ کہیں۔

قوم کے ردعمل پر
حضرت شعیبؑ کا پرسوز و پرحکمت جواب

قوم نے اپنے مشفق ہادی و مصلح کی خالص ہمدردی دلسوزی اور نصیحت کا جواب طعن و تشنیع کے ساتھ دیا۔ مگر شعیب علیہ السلام یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی اسی ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ مخاطب ہو کر مزید فہمائش فرمانے لگے کہ اے میری قوم مجھے یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت' روشن دلیل اور علم و ہدایت پر ہوں اور خدا تعالیٰ نے نبوت و رسالت اور علم و حکمت اور فہم و بصیرت عطا فرما کر مجھ کو وہ صاف راستہ دکھلا دیا۔ جو تم کو نظر نہیں آیا اور اس دولت علم و حکمت سے مالا مال کیا جس سے تمہیں حصہ نہیں ملا تو اس کا حق یہ ہے کہ میں ''معاذ اللہ'' تمہاری طرح اندھا بن جاؤں اور خدا کے احکام سے روگردانی کرنے لگوں یا تمہارے استہزاء اور تمسخر سے گھبرا کر نصیحت کرنا اور سمجھنا چھوڑ دوں۔ یا تمہاری احمقانہ اور جاہلانہ باتوں کی وجہ سے حق کی دعوت اور تبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دوں اور تم کو بت پرستی اور ناپ تول میں کمی کرنے سے اور دھوکہ دینے اور دغا بازی سے منع نہ کروں۔ پھر یہ بھی تو سمجھو کہ جن بری باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں خود میں بھی تو ان کے پاس نہیں جاتا۔ اگر میں تمہیں منع کرتا اور خود اس کا ارتکاب کرتا تو تمہارے لئے یہ کہنے کی گنجائش تھی اور تم یہ الزام مجھ پر رکھ سکتے تھے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے میں تم کو جو نصیحت کرتا ہوں میں تم سے پہلے اس کا عامل اور اس پر پابند ہوں۔ اور میرا مقصد اس ساری جدوجہد اور اس بار بار کی فہمائش اور تمام تر کوشش سے یہی ہے کہ تمہاری دینی اور دنیوی حالت کی اصلاح ہو جائے۔ تمہارے عقائد اور معاملات درست ہو جائیں۔ اس

مقصد اصلاح کے سوا دوسرا مقصد نہیں جسے میں اپنے مقدور اور استطاعت کے موافق کسی حال نہیں چھوڑ سکتا۔ باقی یہ کہ میری بات بن آئے اور اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں یہ سب خداوند قدوس کے قبضہ میں ہے۔ اسی کی امداد اور توفیق سے سب کام انجام پاسکتے ہیں میرا بھروسہ اسی پر ہے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

قوم کو عذاب خداوندی سے بچنے کی دعوت

اس پند و نصیحت اور موعظت سراپا حکمت کے بعد مزید سمجھاتے ہیں کہ اے میری قوم تم کو میری دشمنی اور عداوت اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم میری نافرمانی کرو اور پھر تم کو ویسا ہی سخت تباہ کن عذاب پہنچے جیسا کہ قوم نوحؑ کو پانی کا طوفان پہنچا اور وہ سب غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ یا قوم ہود کو ہوا کا طوفان پہنچا اور وہ پارہ پارہ ہوئے۔ یا قوم صالح علیہ السلام کو ایک سخت چیخ کی آواز اور زلزلہ نے تباہ و برباد کیا۔ تم ان قوموں کے حالات سے واقف ہو۔ ان پر تکذیب و عداوت انبیاء کی بدولت جو عذاب آئے وہ پوشیدہ نہیں۔ تم کو چاہئے کہ ان سے عبرت پکڑو۔ اور اگر ان کو تباہ ہوئے کچھ زیادہ زمانہ گزر گیا ہے تو لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ تو ان سب کے بعد ماضی قریب ہی میں ہوا ہے۔ اس کی یاد تو تمہارے حافظہ میں تازہ ہوگی۔ ان کو تو فراموش مت کرو بلکہ ان سے عبرت حاصل کرو اور اپنی ضد سے باز آ جاؤ اور اپنے پروردگار سے اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگو اور نافرمانیوں سے توبہ کرو۔ کفر و شرک اور ناپ تول میں کمی کو چھوڑ دو۔ اور آئندہ کے لئے اسی کی طرف رجوع کرو یعنی اس کے حکم پر چلو۔ بیشک میرا پروردگار بڑا مہربان ہے استغفار کرنے والوں پر۔ کیسا ہی پرانا اور کٹر مجرم جب صدق دل سے اس کی بارگاہ میں رجوع ہو کر معافی چاہے تو وہ اپنی مہربانی سے معاف فرما دیتا ہے۔ اور نہ صرف معاف کر دیتا ہے بلکہ اس بندہ سے محبت فرمانے لگتا ہے۔ اور اس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں خداوند تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

حضرت شعیبؑ کی فصاحت و بلاغت

اب یہاں حضرت شعیب علیہ السلام کے قوم کی جاہلیت اور باطل کی جاہلانہ دلیل کے مقابلہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی تقریر دلپذیر جو سراپا موعظت و حکمت ہے۔ قابل غور ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے شیریں کلامی حسن خطابت طرز بیان اور طاقت لسانی میں بہت نمایاں تھے اسی لئے مفسرین آپ کو خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے تو قوم کو توحید اور صرف ایک اللہ کی پرستش اور بندگی کی دعوت دی اور تلقین فرمائی اس کے مقابلہ میں جاہلیت کا نظریہ اور بت پرستی کی دلیل یہ قوم نے پیش کی کہ بس باپ دادا سے جو طریقہ چلا آ رہا ہے اسی کی پیروی کرنی چاہئے اور اس بت پرستی کے لئے باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ نیز حضرت شعیب علیہ السلام کی نافرمان قوم نے اپنے ہادی اور پیغمبر کی اس نصیحت کے مقابلہ میں کہ ناپ تول لین دین میں راست بازی اور ایمانداری برتو کم تول کر یا کم ناپ کر کسی کا نقصان نہ کرو اور کسی کا حق مت مارو یہ باطل نظریہ پیش کیا کہ ہم کو اپنے مالوں میں اپنے منشاء کے موافق تصرف کرنے کا اختیار ہے ہم اپنے سرمایہ کے مالک اور مختار ہیں اور اس کے کمانے اور خرچ کرنے میں آزاد ہیں۔ یہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تقسیم کیسی۔

سرمایہ دارانہ نظام کے بے لگام نظریہ کی تردید

شریعت اسلامیہ کہتی ہے یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیشک تم اپنے مالوں کے مالک ہو مگر ہم تمہارے وجود کے اور تمہارے مالوں کے مالک مطلق اور مالک حقیقی ہیں تم سب ہمارے بندے اور غلام ہو۔ تم اپنی تجارت اور زراعت میں ہمارے نازل کردہ قانون کے پابند ہو۔ جس طرح تمہارا وجود ہمارا عطیہ ہے اسی طرح تمہارے اموال ہمارے عطا کردہ ہیں۔ ہمارے عطا کردہ اعضاء اور جوارح سے اور ہمارے عطا کردہ قدرت اور اختیار سے تم نے یہ دولت کمائی ہے۔ تم ہمارے بندے اور غلام ہو۔ تمہیں ہمارے حکم کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں۔ ہم نے اپنی رحمت اور مہربانی سے یہ کہہ دیا ہے کہ تم ان اموال کے مالک ہو مگر ہماری اس عنایت اور رحمت کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہمارے نازل کردہ قانون شریعت کی حدود و قیود اور اوامر و نواہی سے آزاد ہو کہ خلاف قانون جو چاہو تصرف کرو۔ شریعت شخصی اور انفرادی ملکیت کو برقرار رکھتی ہے۔ اشتراکیت کی طرح شریعت شخصی اور انفرادی ملکیت کی منکر نہیں۔ البتہ اس کی آزادی اور مطلق العنانی کی منکر ہے جس طرح ایک مجازی غلام اور خادم کا تصرف اور تجارتی کاروبار مجازی آقا کے ماتحت ہے ملک کی رعایا حکومت اور صدر مملکت اور وزرائے سلطنت کی مخلوق نہیں اور اپنی ذاتی قدرت اور اختیار میں حکومت کے محتاج نہیں۔ مگر بایں ہمہ ملک کی رعایا قانون حکومت کے ماتحت تصرف کر سکتی ہے اس کے خلاف تصرف نہیں کر سکتی۔ پس جب کہ مجازی اور قانون حکومت میں رعایا کا تصرف قانون حکومت کے ماتحت ہونا تہذیب اور تمدن کے خلاف نہیں۔ تو خدا کی مخلوق کے تصرف کو خدا کے نازل کردہ قانون شریعت کے ماتحت قرار دینا کیسے خلاف تمدن ہو سکتا ہے آج کل کے سرمایہ داروں کی طرح قوم شعیب علیہ السلام بھی یہی کہتی تھی کہ کیا آپ کی نماز یعنی دین داری ہم کو یہ حکم دیتی ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنا چھوڑ دیں اور اپنے مالوں میں حسب منشاء تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ ان مغرورین و متکبرین کو جواب یہ ہے کہ ہاں نماز ایسی ہی باتوں کا حکم دیتی ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ تحقیق نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اس لئے شعیب علیہ السلام کی نماز ان کو آمادہ کرتی تھی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں"۔

(معارف القرآن جلد ششم)

دعا کیجئے

یااللہ! قرآنی واقعات سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی سعادت نصیب فرما۔ اور اس بگڑی ہوئی قوم اور ملک کے افراد کی اصلاح کی صورت غیب سے ظاہر فرما اور قرآنی احکام کا نفاذ اس ملک کو نصیب فرما۔

یااللہ! ہم کو اپنا فرمانبردار اور غلام اور بندہ بن کر جینا اور مرنا نصیب فرما اور ہر طرح کی سرکشی و نافرمانی سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تم کو اپنے میں کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارے خاندان کا پاس نہ ہوتا

لَرَجَمْنٰكَ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ

تو ہم تم کو سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری تو کچھ توقیر ہی نہیں۔ شعیبؑ نے فرمایا اے میری قوم! کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک اللہ سے بھی زیادہ باتوقیر ہے۔ اور اس کو تم نے پس پشت

ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ

ڈال دیا یقیناً میرا رب تمہارے سب اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں۔ اب جلدی تم کو

تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا

معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا۔ اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا تھا۔ اور تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

اور جب ہمارا حکم آپہنچا ہم نے شعیبؑ کو اور جو ان کی ہمراہی میں اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے بچالیا اور ان ظالموں کو ایک سخت آواز نے آپکڑا سو اپنے

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

گھروں کے اندر اوندھے گرے رہ گئے۔ جیسے کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے خوب سن لو مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے

قَالُوْا انہوں نے کہا	يٰشُعَيْبُ اے شعیبؑ	مَا نَفْقَهُ ہم نہیں سمجھتے	كَثِيْرًا بہت	مِّمَّا تَقُوْلُ ان سے جو تو کہتا ہے	وَاِنَّا اور بیشک ہم			
لَنَرٰىكَ تجھے دیکھتے ہیں	فِيْنَا اپنے درمیان	ضَعِيْفًا ضعیف	وَلَوْ اور اگر	لَا رَهْطُكَ تیرا کنبہ نہ ہوتا	لَرَجَمْنٰكَ تجھ پر پتھراؤ کرتے	وَمَا اور نہیں		
اَنْتَ تو	عَلَيْنَا ہم پر	بِعَزِيْزٍ غالب	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اَرَهْطِيْٓ کیا میرا کنبہ	اَعَزُّ زیادہ زور والا	عَلَيْكُمْ تم پر	مِّنَ سے
اللّٰهِ اللہ	وَاتَّخَذْتُمُوْهُ اور تم نے اسے لیا	وَرَاۗءَكُمْ اپنے سے پرے	ظِهْرِيًّا پیٹھ پیچھے	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اسے جو تم کرتے رہو		
مُحِيْطٌ احاطہ کئے ہوئے	وَيٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْمَلُوْا تم کام کرتے ہو	عَلٰي پر	مَكَانَتِكُمْ اپنی جگہ	اِنِّىْ بیشک میں	عَامِلٌ کام کرتا ہوں		
سَوْفَ جلد	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے	مَنْ کون	يَّاْتِيْهِ اس پر آتا ہے	عَذَابٌ عذاب	يُّخْزِيْهِ اس کو رسوا کر دے گا	وَمَنْ اور کون؟		
هُوَ وہ	كَاذِبٌ جھوٹا	وَارْتَقِبُوْٓا اور تم انتظار کرو	اِنِّىْ میں بیشک	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	رَقِيْبٌ انتظار	وَلَمَّا اور جب	جَاۗءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم
نَجَّيْنَا ہم نے بچالیا	شُعَيْبًا شعیبؑ	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ	بِرَحْمَةٍ رحمت سے	مِّنَّا اپنی سے	وَ اور	اَخَذَتِ آلیا
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	الصَّيْحَةُ کڑک	فَاَصْبَحُوْا سو صبح کی انہوں نے	فِيْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں میں	جٰثِمِيْنَ اوندھے پڑے ہوئے			
كَاَنْ گویا	لَّمْ يَغْنَوْا وہ نہیں بسے	فِيْهَا اس میں	اَلَا یاد رکھو	بُعْدًا دوری ہے	لِّمَدْيَنَ مدین کیلئے	كَمَا بَعِدَتْ جیسے دور ہوئے	ثَمُوْدُ ثمود	

قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت پر اعتراض

اب قوم اس پر کیا جاہلانہ جواب دیتی ہے اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام ان کو آخری فیصلہ کی بات کیا سناتے ہیں اور بالآخر اہل مدین اپنی تکذیب اور سرکشی پر اصرار کی وجہ سے عذاب الٰہی کی گرفت میں آ کر ہلاک کئے جاتے ہیں۔ یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی تقریر پر جو گذشتہ درس میں ذکر ہوئی قوم نے کہا اے شعیب علیہ السلام تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی نہیں۔ اب ان کے اس جاہلانہ جواب پر غور کیجئے۔ یہ سمجھ میں نہ آنا کچھ اس بناء پر نہ تھا کہ حضرت شعیب کسی غیر زبان میں کلام کرتے تھے یا آپ کی باتیں بہت گہری اور پیچیدہ ہوتی تھیں۔ باتیں تو سب صاف اور سیدھی ہی تھیں اور اسی زبان میں کی جاتی تھیں جو یہ لوگ بولتے تھے۔ لیکن عناد، حق پوشی، تعصب اور خواہش نفس کی بندگی نے اندھا اور بہرا بنا رکھا تھا۔ سمجھتے سب کچھ تھے لیکن کہتے کہ تمہاری بات ہم کچھ نہیں سمجھتے۔ نہ معلوم کیا مجذوبوں کی بڑ ہانکتے ہو (العیاذ باللہ) دوسرے انہوں نے یہ کہا کہ تم ہم میں سب سے کمزور اور غریب ہو۔ یعنی ایک کمزور اور بے حقیقت آدمی خواہ مخواہ ساری قوم کو دشمن بنا رہا ہے۔ جاہلی قومیں دباؤ صرف قوت کا مانتی تھیں۔ چنانچہ اب سلسلہ بحث اور استدلال کو چھوڑ کر قوم شعیبؑ صاف صاف کہہ رہی ہے کہ تم ہم پر کچھ غالب و حاکم تو ہو نہیں۔ قوت تو ہمیں کو حاصل ہے۔ ہم تو صرف تمہارے کنبہ اور قبیلہ کا لحاظ کر رہے ہیں۔ جو ہمارے ہم مذہب ہیں ورنہ ہم تو اب تک تم پر سزائے سنگ ساری جاری کر چکے ہوتے (العیاذ باللہ)

حضرت شعیبؑ کا جواب اور عذاب کی پیشینگوئی

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کی ان دھمکیوں کے جواب میں کہا کہ افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو۔ اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور صاف اور صریح نشانات اپنی سچائی کے دکھلا رہا ہوں۔ گویا تمہاری نگاہ میں میرے خاندان کی عزت اور اس کا دباؤ خداوند قدوس سے زیادہ ہے۔

خدا کی عظمت و جلال کو ایسا بھلا دیا کہ کبھی تمہیں اس کا تصور بھی نہیں آتا۔ جو قوم خدا تعالیٰ کو بھلا کر (معاذ اللہ) پس پشت ڈال دے اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے تمام اعمال و افعال خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کے احاطہ میں ہیں۔ تم کوئی عمل کرو اور کسی حالت میں ہو ایک آن کے لئے بھی اس کے قابو سے باہر نہیں۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ یہ قوم اپنی بداعمالیوں پر قائم رہے گی اور آباء واجداد کے مسلک سے نہ ہٹے گی تو اظہار برأت اور تنبیہ وعید کے طور پر فرمایا لو اچھا جب تم نہیں مانتے تو اپنی ضد اور ہٹ پر جمے رہو۔ میں خدا کی توفیق سے راہ ہدایت پر ثابت قدم ہوں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے کس کو خدا کا عذاب رسوا کرتا ہے اور کون جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اب ہم اور تم دونوں آسمانی فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں۔

عذاب الٰہی کی آمد اور سرکشوں کی ہلاکت

آخر پھر وہی ہوا جو قانون الٰہی کا ابدی اور سرمدی فیصلہ ہے یعنی بحث اور برہان کی روشنی آنے کے بعد بھی جب باطل پر اصرار ہو اور صداقت کا مذاق اڑایا جائے اور اس کی مخالفت و انکار پر اصرار ہو تو پھر خدا کا عذاب اس مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کر دیتا اور آنے والی قوموں کے لئے اس کو عبرت کا نشان بنا دیا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز بتلاتا ہے کہ نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں اہل مدین یعنی قوم شعیب علیہ السلام کو تین قسم کے عذاب نے آ

گھیرا۔ یہاں تو اہل مدین یعنی قوم شعیب علیہ السلام کا کڑک یعنی فرشتہ کی چیخ سے ہلاک ہونا مذکور ہے۔ سورۂ اعراف میں رجفہ کا لفظ آیا ہے یعنی زلزلہ سے ہلاک ہوئے اور سورۂ شعراء میں عذاب یوم الظلۃ آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے بادل سائبان کی طرح ان پر محیط ہو گئے۔ یہ تینوں قسم کے عذاب اس قوم کے حق میں جمع کر دیئے گئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صبح کو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کل کے سرکش اور مغرور آج اپنے گھروں میں اوندھے مرے پڑے ہیں گویا وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ یہ حال تو منکرین کا ہوا لیکن حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کے متبعین مومنین کو جو آپ پر ایمان لے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس ہلاکت وعذاب سے بچا لیا۔

برحمة منا (یعنی اپنی رحمت خاص سے) فرما کر پھر ایک بار اس حقیقت کی وضاحت کر دی گئی کہ نجات جس کسی کو بھی ملتی ہے مومنین بلکہ پیغمبر تک کو بھی فضل خداوندی ہی سے ملتی ہے الغرض قوم مدین کا بھی وہی انجام ہوا جو ان سے قبل قوم ثمود کا ہو چکا تھا۔

ادھورا نظریہ اور اس کا نقصان

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے ان واقعات و حالات سے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ ہم قرآن کریم کی تعلیمات سے غافل ہونے کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے کہ اسلامی زندگی کے ارکان میں صرف ''عبادات'' ہی اہم رکن ہیں اور ''معاملات'' و ''معاشرت'' کو اسلام میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اسی غلط فہمی کی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں فساق امت کا تو ذکر ہی کیا اکثر دیندار اور پرہیزگار بھی حقوق العباد اور معاملات میں بے پروا نظر آتے ہیں۔

الا ماشآء اللہ مگر حقوق العباد کی حفاظت اور معاملات میں دیانت وامانت اور معاشرتی و رستکاری کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اسی کو قرار دیا۔ اور لین دین، ناپ تول، خرید وفروخت جیسے امور کی اصلاح حال کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔ خرید وفروخت میں دوسرے کے حق کو پورا نہ دینا انسانی زندگی میں ایسا روگ لگا دیتا ہے کہ یہ بد اخلاقی بڑھتے بڑھتے تمام حقوق العباد کے بارہ میں حق تلفی کی خصلت پیدا کر دیتی ہے اور اس طرح انسان شرافت اور باہمی ہمدردی اخوت ومودت کے رشتہ کو منقطع کر کے لالچ، حرص، خود غرضی اور خست ودنائت جیسے رذائل کا حامل بنا دیا کرتی ہے۔ جس کا تجربہ اس وقت کھلی آنکھوں آپ اپنے ملک اور قوم میں کر رہے ہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

دعا کیجئے

یا اللہ! یہ ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ یہاں اسلام کو سرسبز وشاداب فرما۔ اسلامی تعلیمات وہدایات کو عام فرما۔ ہر چھوٹے بڑے، حاکم محکوم، مرد عورت، بچہ بوڑھے سب کو اسلام کا شیدائی بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی اور اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے معجزات اور دلیل روشن دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو وہ لوگ فرعون کی رائے

فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ

پر چلتے رہے۔ اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی۔ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر ان کو دوزخ میں جا اُتارے گا۔

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے اُترنے کی جس میں یہ لوگ اُتارے جائیں گے۔ اور اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَاۗىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

یہ اُن (غارت شدہ) بستیوں کے بعض حالات تھے جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں (سو) بعض بستیاں تو اُن میں (اب بھی) ہیں اور بعض کا بالکل خاتمہ ہوگیا اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا سو اُن کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپ کے

شَيْءٍ لَّمَّا جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى

رب کا حکم آ پہنچا اور اُلٹا ان کو نقصان پہنچایا۔ اور آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب وہ کسی بستی پر پکڑ کرتا ہے

وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ

جبکہ وہ ظلم کیا کرتے ہوں۔ بلاشبہ اس کی پکڑ بڑی ایذاء رساں (اور سخت) ہے اور واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾

ڈرتا ہو وہ ایسا دن ہوگا کہ اس میں تمام آدمی جمع کئے جاویں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے۔ اور ہم اس کو صرف تھوڑی مدت کے لئے ملتوی کئے ہوئے ہیں

وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	مُوْسٰى موسیٰ	بِاٰيٰتِنَا اپنی نشانیوں کیساتھ	وَ اور	سُلْطٰنٍ دلیل	مُّبِيْنٍ روشن	اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف
وَمَلَا۟ئِهٖ اور اسکے سردار	فَاتَّبَعُوْٓا تو انہوں نے پیروی کی	اَمْرَ فِرْعَوْنَ فرعون کا حکم	وَمَآ اور نہ	اَمْرُ فِرْعَوْنَ فرعون کا حکم	بِرَشِيْدٍ درست		
يَقْدُمُ آگے ہوگا	قَوْمَهٗ اپنی قوم	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	فَاَوْرَدَهُمْ تو لا اتارے گا انہیں	النَّارَ دوزخ	وَبِئْسَ اور برا	الْوِرْدُ گھاٹ	
الْمَوْرُوْدُ اُترنے کا مقام	وَاُتْبِعُوْا اور انکے پیچھے لگادی گئی	فِيْ هٰذِهٖ اس میں	لَعْنَةً لعنت	وَ اور	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	بِئْسَ برا	
الرِّفْدُ انعام	الْمَرْفُوْدُ انہیں انعام دیا گیا	ذٰلِكَ یہ	مِنْ سے	اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى بستیوں کی خبریں	نَقُصُّهٗ ہم یہ بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تجھ پر	
مِنْهَا ان سے	قَاۗىِٕمٌ قائم	حَصِيْدٌ کٹ چکیں	وَ اور	مَا ظَلَمْنٰهُمْ ہم نے ظلم نہیں کیا ان پر	وَلٰكِنْ اور لیکن	ظَلَمُوْٓا انہوں نے ظلم کیا	

اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں پر	فَمَآ اَغْنَتْ سو نہ کام آئے	عَنْهُمْ ان سے	اٰلِهَتُهُمُ ان کے معبود	الَّتِیْ وہ جو	يَدْعُوْنَ وہ پکارتے تھے		
مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی	لَمَّا جب	جَآءَ آیا	اَمْرُ رَبِّكَ تیرے رب کا حکم	وَ اور	مَا زَادُوْهُمْ نہ بڑھایا انہیں
غَيْرَ تَتْبِيْبٍ سوائے ہلاکت	وَ اور	كَذٰلِكَ ایسی ہی	اَخْذُ پکڑ	رَبِّكَ تیرا رب	اِذَآ اَخَذَ جب اس نے پکڑا	الْقُرٰی بستیاں	وَهِیَ اور وہ
ظَالِمَةٌ ظلم کرتے ہوں	اِنَّ بیشک	اَخْذَهٗ اسکی پکڑ	اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ دردناک سخت	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	
لِمَنْ خَافَ اس کیلئے جو ڈرا	عَذَابَ الْاٰخِرَةِ آخرت کا عذاب	ذٰلِكَ یہ	يَوْمٌ ایک دن	مَجْمُوْعٌ جمع ہوں گے	لَهُ اس میں	النَّاسُ سب لوگ	
وَذٰلِكَ اور یہ	يَوْمٌ ایک دن	مَشْهُوْدٌ پیش ہونے کا	وَ اور	مَا نُؤَخِّرُهٗ ہم نہیں ہٹاتے پیچھے	اِلَّا مگر	لِاَجَلٍ ایک مدت کیلئے	مَعْدُوْدٍ گنی ہوئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا تذکرہ

اس سے قبل حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیب علیہم السلام کے قصے بیان ہوئے۔ چونکہ ان میں سے ہر نبی کو مخصوص معجزہ عطا کیا گیا تھا۔ اس لئے معاندین کو خیال ہوسکتا تھا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص کا دماغ صرف ایک مخصوص معجزہ دیکھ کر پیغمبر کی صداقت کا یقین کرلے۔ خدا نے اتمام حجت کیوں نہ کیا اور کیوں ہر ایک پیغمبر کو متواتر بکثرت معجزات عطا فرمائے۔ جس سے کہ کم فہم طبقہ کو بھی ہدایت ہوسکتی اس شبہ کے ازالہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا جو ان آیات میں بیان فرمایا گیا جس کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ فقط یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نوحؑ، ہودؑ صالحؑ وغیرہم علیہم السلام کو ایک ایک مخصوص معجزہ دے کر اقوام کی ہدایت کے لئے بھیجا بلکہ ایسا بھی ہوا کہ ایک پیغمبر کو متعدد معجزات بکثرت دلائل نبوت اور براہین توحید عطا فرما کر مبعوث کیا مگر سرکش باغیوں نے پھر بھی نہ مانا۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو مختلف نشانیاں، متعدد معجزات اور دلائل اور براہین نبوت دے کر اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا تا کہ وہ فرعون اور اس کے گروہ کو ہدایت کریں مگر روشن دلائل اور کھلے کھلے نشان دیکھ کر بھی فرعونیوں نے پیغمبر خدا کی بات نہ مانی۔ اسی دشمن خدا فرعون کے حکم پر چلتے رہے۔ حالانکہ اس کی یعنی فرعون کی کوئی بات ٹھکانے کی نہ تھی جسے مان کر انسان بھلائی حاصل کرسکتا اور جس طرح فرعون یہاں کفر وتکذیب میں ان کا پیشوا تھا۔ قیامت کے دن بھی فرعونیوں کا امام رہے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کی اندھی تقلید کر رہے تھے وہ اس کے پیچھے پیچھے آخری منزل جہنم تک پہنچ جائیں گے۔ یہی وہ گھاٹ ہے جہاں ٹھنڈے پانی کی جگہ بھسم کردینے والی آگ ملے گی۔ اور رہتی دنیا تک لوگ فرعون اور فرعونیوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ پھر قیامت میں اللہ کے فرشتہ اور میدان حشر میں کھڑی ہونے والی مخلوق کی طرف سے لعنت پڑے گی۔ غرض لعنت کا سلسلہ لگاتار ان کے ساتھ چلتا رہے گا۔ گویا یہ انعام ہے جو ان کے کارناموں پر دیا گیا کہ اکثر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت ان کے گلے کا ہار بنادی گئی۔

مذکورہ تمام واقعات کا خلاصہ ونچوڑ

آگے تمام گذشتہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے قصوں کا نچوڑ ظاہر فرمایا جارہا ہے۔ اور بتلایا گیا کہ پچھلی قوموں کے قصے جو بیان کئے گئے کہ کس طرح انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب اور گستاخیاں کیں پھر کس طرح تباہ ہوئے ان میں سے بعض بستیاں تو صفحہ زمین پر اپنا نام ونشان رکھتی ہیں اور بعض اجڑ گئیں اور ان کے کچھ کھنڈر باقی ہیں اور بعض کا نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہا۔ جیسے قوم لوط کی بستیاں کہ وہ سرے سے ملیامیٹ ہوگئیں یا جیسے مصر کہ جو فرعون کا مقام تھا کہ فرعونی ڈبو دیئے گئے باقی وہ علاقہ اور زمین بدستور قائم ہیں یا جیسے قوم ثمود کے کھنڈرات کہ غزوۂ تبوک میں مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے راستہ میں قوم ثمود کا کنواں اور اونٹنی کی آمد ورفت کا راستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دکھایا تھا۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ خدا نے بے قصور کسی کو نہیں پکڑا جو ظلم کا وہم

ہو سکے۔ جب وہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے آگے نکل گئے اور اسی طرح اپنے کو کھلم کھلا سزا کا مستحق ٹھہرا دیا تب خدا کا عذاب آیا پھر دیکھ لو جن باطل معبودوں اور دیوتاؤں کا انہیں بڑا اسہارا تھا اور جن سے بڑی بڑی توقعات قائم کر رکھی تھیں۔ وہ ایسی سخت مصیبت کے وقت بھی کچھ کام نہ آسکے اور وہ باطل معبود کام تو کیا آتے؟ الٹے ہلاکت کا سبب بنے۔ جب انہیں نفع نقصان کا مالک سمجھا امدیں قائم کیں۔ چڑھاوے چڑھائے۔ تو یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ پھر بھی ظالموں کو بڑی حد تک مہلت دی جاتی ہے جب کسی طرح باز نہیں آتے تب پکڑ کر گلا دبا دیا جاتا ہے۔ مجرم چاہے کہ اس کی پکڑ سے چھوٹ کر بھاگ نکلے یا تکلیف و سزا کم ہو تو ناممکن ہے۔ اور یہ دنیا جو "دار عمل" ہے جب اس میں شرک و کفر اور تکذیب انبیاء اور عصیان و نافرمانی پر سزائیں ملتی ہیں اور اس قدر سخت ملتی ہیں تو یہ ایک نشان اس بات کے معلوم کرنے کا ہے کہ آخرت میں جو خالص "دارالجزاء" ہے کیا کچھ سزا ان جرائم پر ملے گی اور کیا صورت چھٹکارے کی ہوگی۔ عقلمند آدمی کے لئے جو اپنے انجام کو سوچ کر ڈرتا رہتا ہے اس چیز میں بڑی عبرت و نصیحت ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ تمام دنیا کا بیک وقت فیصلہ اسی دن ہوگا جب سارے اولین و آخرین اکٹھے کئے جائیں گے۔ اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہ سکے گا۔ گویا خدا کی عدالت کی سب سے بڑی پیشی کا دن وہی ہوگا۔ اللہ کے علم میں جو میعاد مقرر ہے وہ پوری ہو جائے گی تب وہ دن آئے گا اور تاخیر سے یہ گمان کوئی نہ کرے کہ یہ محض فرضی اور وہمی بات ہے۔

یہاں ساتواں قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا اور یہ قصہ اس سورۃ کا آخری قصہ ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ خدا اور رسول کے مقابلہ میں حکومت و سلطنت و مال و دولت اور دنیوی قوت و شوکت کچھ کام نہیں آتی۔ عزت حق کے اتباع میں ہے اور باطل کے اتباع میں دین و دنیا دونوں کی تباہی و بربادی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو تازیست حق پر قائم رکھیں اور حق کے اتباع کی برکت سے دین و دنیا دونوں جہان میں عزت عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت سخت ہے

ان قصص سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سخت ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ ظالم کو مہلت اور ڈھیل دیتا رہتا ہے پھر جب اس کی گرفت کر لیتا ہے تو پھر اس کو رہائی نہیں دیتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ ارشاد کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ اور آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی سخت ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دارو گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم کیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ اس کی پکڑ بڑی الم رساں اور سخت ہے۔

جس پر ہلاکت آئی اس کی اپنی بداعمالی سے آئی

پھر ان آیات میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر عذاب نازل کر کے جو تباہ فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا کہ ان کو بلاقصور ہلاک کر دیا ہو۔ بلکہ اول ان کو نصیحت کی گئی۔ اور نافرمانی کے بعد بھی فوراً ان کو نہیں پکڑا بلکہ ان کو مہلت دی جب ان لوگوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اللہ کے پیغمبروں کے مقابلہ پر اتر آئے اور کسی طرح اپنے ظلم و عناد سے باز نہ آئے تب اللہ نے ان کو ہلاک فرمایا۔ تو انسان کی بدحالی خود اس کی تباہی کا سبب ہوتی ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! قیامت میں جب میدان حشر میں آپ سب کو جمع فرمائیں تو ہمارا حشر اپنے محبوبین و مقبولین کے ساتھ فرمائیے۔ یا اللہ! آج اس دنیا میں، ہم کو یوم آخرت کی تیاری کا اور اس روز کے لئے توشہ جمع کرنے کا دھیان عطا فرما دے۔ اور یوم آخرت میں ہمارا حساب کتاب آسان فرما دے اور اپنی مغفرت و رحمت کاملہ سے دین و دنیا دونوں جہان میں ہمیں سرفراز فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي

جس وقت وہ دن آئے گا کوئی شخص بدوں خدا کی اجازت کے بات نہ کر سکے گا پھر اُن میں بعض تو شقی ہوں گے اور بعض سعید ہوں گے سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ میں

النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ

ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں اُن کی چیخ و پکار پڑی رہے گی۔ اور ہمیش ہمیش کو اس میں رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو

رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٠٧﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا

تو دوسری بات ہے آپ کا رب جو کچھ چاہے اسکو پورا کر سکتا ہے۔ اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے

دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ﴿١٠٨﴾ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ

جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا۔ سو جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں

مِّمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ

اس کے بارہ میں ذرا شبہ نہ کرنا۔ یہ لوگ بھی اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جس طرح اُنکے قبل انکے باپ دادا عبادات کرتے تھے۔ اور ہم یقیناً اُن کا حصہ

نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ﴿١٠٩﴾

اُن کو (بروز قیامت) پورا پورا بے کم و کاست پہنچا دیں گے

يَوْمَ جس دن	يَأْتِ وہ آئے گا	لَا تَكَلَّمُ نہ بات کرے گا	نَفْسٌ کوئی شخص	إِلَّا مگر	بِإِذْنِهِ اس کی اجازت سے	فَمِنْهُمْ سو ان میں سے	
شَقِيٌّ کوئی بدبخت	وَسَعِيدٌ اور کوئی خوش بخت	فَأَمَّا پس	الَّذِينَ جو لوگ	شَقُوا بدبخت	فَفِي سو میں	النَّارِ دوزخ	لَهُمْ ان کیلئے
فِيهَا اس میں	زَفِيرٌ چیخنا	وَشَهِيقٌ اور دھاڑنا	خَالِدِينَ ہمیشہ رہیں گے	فِيهَا اس میں	مَا دَامَتِ جب تک ہیں	السَّمَاوَاتُ آسمان	
وَالْأَرْضُ اور زمین	إِلَّا مگر	مَا شَاءَ جتنا چاہے	رَبُّكَ تیرا رب	إِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	فَعَّالٌ کر گزرنے والا	لِّمَا يُرِيدُ جو وہ چاہے
وَأَمَّا اور جو	الَّذِينَ وہ لوگ جو	سُعِدُوا خوش بخت ہوئے	فَفِي الْجَنَّةِ سو جنت میں	خَالِدِينَ ہمیشہ رہیں گے	فِيهَا اس میں	مَا دَامَتِ جب تک ہیں	
السَّمَاوَاتُ آسمان	وَالْأَرْضُ اور زمین	إِلَّا مگر	مَا شَاءَ جتنا چاہے	رَبُّكَ تیرا رب	عَطَاءً عطا	غَيْرَ مَجْذُوذٍ ختم نہ ہونے والی	
فَلَا تَكُ پس تو نہ رہ	فِي مِرْيَةٍ شک و شبہ میں	مِّمَّا اس سے جو	يَعْبُدُ پوجتے ہیں	هَٰؤُلَاءِ یہ لوگ	مَا يَعْبُدُونَ وہ نہیں پوجتے	إِلَّا مگر	
كَمَا جیسے	يَعْبُدُ پوجتے تھے	آبَاؤُهُم ان کے باپ دادا	مِّن قَبْلُ اس سے قبل	وَإِنَّا اور بیشک ہم	لَمُوَفُّوهُمْ انہیں پورا پھیر دیں گے		
نَصِيبَهُمْ انکا حصہ	غَيْرَ مَنقُوصٍ گھٹائے بغیر						

قیامت کے دن کی ہیبت و وحشت

گذشتہ آیت میں روز قیامت کا ذکر ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں یوم آخرت ہی کے متعلق مزید بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن

بغیر اذن الٰہی کے کوئی کسی سے کچھ بات نہ کر سکے گا۔ اور بغیر اجازت خداوندی کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یعنی واقعات قیامت کی ہولناکی اور جلال الٰہی کے ظہور کے سبب کوئی بات نہ کر سکے گا۔ زبان سے کوئی لفظ نہ نکلے گا۔ ہاں جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت یا حکم ہوگا وہی بول سکے گا۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تمام جمع شدہ نفوس میں سے دو گروہ ہوں گے۔ ایک گروہ بد بخت شقی لوگوں کا ہوگا۔ دوسرا گروہ خوش نصیب اور سعید لوگوں کا ہوگا۔ پہلا گروہ مبتلائے عذاب ہوگا۔ دوسرا گروہ نجات یافتہ۔

قیامت کے دن تمام انسانوں کی باعتبار اعمال کے تقسیم

یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ جل شانہ نے اہل محشر کی دو قسمیں ذکر فرمائیں ایک سعداء دوسرے اشقیا مگر ایک تیسری قسم اور بھی ہے جیسا کہ علمائے محققین نے لکھا ہے جن کے ذکر سے حق تعالیٰ نے سکوت فرمایا وہ وہ لوگ ہیں جن کی حسنات وسیئات برابر ہوں گی یا وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس نہ حسنات ہوں گی نہ سیئات جیسے دیوانے' نابالغ لڑکے اور چھوٹے بچے سو یہ تیسری قسم اللہ کے زیر مشیت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جو چاہیں گے ان کے درمیان حکم اور فیصلہ فرمادیں گے چونکہ اس قسم کا حکم زیر مشیت خداوندی مستور ہے اس لئے آیت میں اس تیسری قسم کا ذکر نہیں فرمایا۔ باقی دو قسم کے ذکر کرنے سے تیسری قسم کی نفی لازم نہیں آتی۔ دو قسموں کا حکم بتلا دیا۔ تیسری قسم کا حکم مخفی رکھا۔

(معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

گنہگار مسلمانوں کا کیا کیا ہوگا؟

اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق گنہگار مسلمان باعتبار ایمان اور اسلام کے سعید ہے مگر معاصی اور گناہوں کی وجہ سے اس میں شقاوت کی آمیزش آگئی۔ جس کی تلافی اور تدارک اگر اس نے سچی توبہ واستغفار سے دنیا میں نہ کی تو اس قسم کے لوگ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے موافق تطہیر کے لئے حکم خداوندی سے دوزخ میں داخل کئے گئے تو اگر رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کسی کے دل میں ہوگا تو کسی وقت اس کو دوزخ سے رہائی ضرور ہو جائے گی۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے یا کسی کی شفاعت سے۔

بد بخت وخوش بخت لوگ

آگے شقی وسعید گروہ کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور ان میں فرق بتلایا گیا۔ شقی یعنی کافر وہ تو دوزخ میں ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ وپکار پڑی رہے گی اور شدت کرب وغم اور شدت رنج والم سے اشقیا کی یہ حالت ہوگی کہ گدھوں کی طرح چیختے اور چنگھاڑتے ہوں گے اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اس حال میں رہیں گے۔ کوئی نکلنے کی سبیل نہ ہوگی ہاں اگر خدا تعالیٰ ہی کو نکالنا منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو پوری قدرت اور اختیار ہے مگر باوجود قدرت کے یہ یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ بات نہ چاہیں گے۔ اس لئے کفار کو نکلنا بھی نصیب نہ ہوگا۔ تمام اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ کافروں کو جہنم میں رہنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ نہ کبھی وہاں سے نکالے جائیں گے نہ کبھی ان کو وہاں موت وفنا ہے۔ اور جو لوگ سعید ہیں وہ جنت میں ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے گو بعض نے جنت میں جانے کے قبل کچھ سزا گناہوں کی بھگتی ہو۔ وہ بھی جنت سے کبھی نہ نکلیں گے ہاں اگر خدا ہی کو نکالنا منظور ہو تو دوسری بات ہے اس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے اور اس کو ہر طرح کا اختیار ہے مگر اہل جنت کو یہ بتلا دیا گیا کہ جنتیوں کا جنت میں رہنا عطاء خداوندی ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی اور عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ فرما کر بشارت دے دی کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد وہاں سے خروج نہیں۔

کافروں کی دنیاوی خوشحالی سے دھوکہ نہ کھاؤ

اب جب کفر کا وبال اوپر کی آیتوں سے معلوم ہو چکا تو اب سمجھایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی دنیا میں خوشحالی اور مالداری دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا چاہئے اور اتنی مخلوق کا شرک و بت پرستی کے راستہ پر پڑلینا اور اب تک سزایاب نہ ہونا کوئی ایسی چیز نہیں جس سے دھوکہ کھا کر آدمی شبہ میں پڑ جائے۔ یہ لوگ بت پرستی اور گمراہی میں اپنے باپ داداؤں کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں اور یہ گمراہی ان کو باپ دادا سے بطور میراث ملی ہے۔ وہ جھوٹے معبود ان کے کیا کام آئے۔ جو ان کے کام آ جائیں گے۔ یقیناً ان سب کو آخرت میں عذاب کا پورا حصہ ملے گا جس میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ بلاکم وکاست ان کے جرم کے مطابق ان کو عذاب ملے گا۔

خوش بختی و بدبختی کی علامات

اب یہاں سعادت و شقاوت اور سعید و شقی گروہ کی مناسبت سے۔ امام بلخیؒ کا ایک قول قابل ذکر ہے۔ فرماتے ہیں کہ سعادت کی پانچ نشانیاں ہیں۔ اول دل کی نرمی۔ دوم اللہ کے خوف سے بہت رونا۔ سوم آزار کا تھوڑا ہونا۔ چہارم دنیا سے نفرت۔ پنجم اللہ کے سامنے شرمندہ رہنا اور علی ہذا شقاوت کی بھی پانچ نشانیاں ہیں۔

اول دل کی سختی۔ دوم آنکھوں کی خشکی۔ سوم دنیا کی رغبت۔ چہارم آرزو کا زیادہ ہونا۔ پنجم بے حیائی۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے

یا اللہ! شقاوت سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھئے اور شقی لوگوں کو جو عذاب جہنم ہوگا اس سے ہم کو بالکل محفوظ فرمایئے۔ یا اللہ! قیامت کی سختیوں اور ہولناکیوں سے ہم کو بچایئے اور مومنین، صادقین و صالحین کے ساتھ ہم کو جنت میں داخل فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو انکا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ اور بالیقین سب کے سب ایسے ہی ہیں کہ آپ کا رب اُن کو اُن کے اعمال کا پورا پورا حصہ دے گا۔ وہ بالیقین ان کے سب اعمال

خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا

کی پوری خبر رکھتا ہے۔ تو آپ جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیے اور وہ لوگ بھی جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ سے ذرا

اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

مت نکلو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔ اور ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور خدا کے سوا کوئی تمہارا

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر حمایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہو۔ اور آپ نماز کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔ اور صبر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے

وَ اور	لَقَدْ اٰتَيْنَا البتہ ہم نے دی	مُوْسَى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب	فَاخْتُلِفَ سو اختلاف کیا گیا	فِيْهِ اس میں	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ
كَلِمَةٌ ایک بات	سَبَقَتْ پہلے ہو چکی	مِنْ سے	رَّبِّكَ تیرا رب	لَقُضِيَ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	
لَفِيْ شَكٍّ البتہ شک میں	مِّنْهُ اس سے	مُرِيْبٍ دھوکہ میں ڈالنے والا	وَاِنَّ اور بیشک	كُلًّا سب	لَّمَّا جب	لَيُوَفِّيَنَّهُمْ انہیں پورا بدلہ دیگا	
رَبُّكَ تیرا رب	اَعْمَالَهُمْ انکے عمل	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِمَا يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں	خَبِيْرٌ باخبر	فَاسْتَقِمْ سو تم قائم رہو	كَمَآ جیسے	اُمِرْتَ تمہیں حکم دیا گیا
وَمَنْ اور جو	تَابَ توبہ کی	مَعَكَ تمہارے ساتھ	وَلَا تَطْغَوْا اور سرکشی نہ کرو	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِمَا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا
وَ اور	لَا تَرْكَنُوْٓا نہ جھکو	اِلَى طرف	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	ظَلَمُوْا ظلم کیا انہوں نے	فَتَمَسَّكُمُ پس تمہیں چھوئے گی	النَّارُ آگ	وَمَا اور نہیں
لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْ دُوْنِ سوا	اللّٰهِ اللہ	مِنْ اَوْلِيَآءَ کوئی (مددگار) دوست	ثُمَّ پھر	لَا تُنْصَرُوْنَ نہ مدد دیئے جاؤ گے	وَاَقِمِ اور قائم رکھو	
الصَّلٰوةَ نماز	طَرَفَيِ دونوں طرف	النَّهَارِ دن	وَزُلَفًا کچھ حصہ	مِّنَ سے	الَّيْلِ رات	اِنَّ بیشک	الْحَسَنٰتِ نیکیاں
يُذْهِبْنَ مٹا دیتی ہیں	السَّيِّاٰتِ برائیاں	ذٰلِكَ یہ	ذِكْرٰى نصیحت	لِلذّٰكِرِيْنَ نصیحت ماننے والوں کیلئے	وَاصْبِرْ اور صبر کرو	فَاِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ
لَا يُضِيْعُ ضائع نہیں کرتا	اَجْرَ اجر	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنیوالے					

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کے ضمن میں نجات وہلاکت کے راستہ کی تفہیم

گذشتہ آیات میں سعادت و شقاوت کا ذکر ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں یہ بتایا جاتا ہے کہ حکم خداوندی کا اتباع موجب سعادت ونجات ہے اور حکم خداوندی سے اختلاف و انحراف موجب ہلاکت وباعث شقاوت ہے۔

اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرما کر بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ عنایت فرمائی مگر لوگوں نے اس میں اختلاف کیا۔ کسی نے مانا کسی نے نہ مانا۔ کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا جس سے وہ لوگ مورد عتاب الٰہی بنے۔ یہی معاملہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی کتاب یعنی قرآن کے ساتھ پیش آیا پس آپ مغموم نہ ہوں اور کافروں کے اختلاف وتکذیب سے گھبرائیں نہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ آپ سے اختلاف کرنے والے فرعونیوں کے حکم میں ہیں۔ بیشک خدا کو قدرت تھی کہ یہ اختلاف وتفریق پیدا نہ ہونے دیتا یا پیدا ہو چکنے کے بعد تمام مکذبین کا فوراً استیصال کر کے سارے جھگڑے ایک دم میں چکا دیتا مگر اس کی حکمت تکوینی اس کو مقتضی نہ ہوئی۔ ایک بات اس کے یہاں پہلے سے طے شدہ ہے کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے۔ آیا خالق ومخلوق کا ٹھیک ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت و کرامت کا مستحق بنتا ہے یا کجروی اور غلط کاری سے صحیح راستہ کو چھوڑ کر اپنے کو غضب اور غصہ کا مستحق قرار دیتا ہے اور یہ کہ پوری جزا وسزا ان کو آخرت میں ہوگی۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ وہ نیکی یا بدی کے اختیار کرنے میں بالکل مجبور اور مضطر نہ ہو۔ عام لوگ ان حکمتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ آئندہ بھی ان اختلافات کا فیصلہ ہوگا یا نہیں۔ اس کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ابھی وقت نہیں آیا کہ ہر ایک کے عمل کا پورا بھگتان کیا جائے۔ لیکن جب وقت آئے گا تو یقیناً ذرہ ذرہ کا حساب کر دیا جائے گا۔ تاخیر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اسے تمہارے اعمال کی خبر نہیں۔

اہل حق کو استقامت واعتدال کا حکم

آگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو رہا ہے کہ لوگ حق کو قبول کریں یا نہ کریں آپ اپنی ذات سے صراط مستقیم اور دین حق پر سیدھے قائم رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے کفر وغیرہ سے توبہ کر کے آپ کی معیت اختیار کر لی اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ان کو بھی آپ کی طرح احکام الٰہیہ پر نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ ہمیشہ جمے رہنا چاہئے۔ عقائد' اخلاق' عبادات' معاملات' دعوت وتبلیغ وغیرہ ہر چیز میں افراط وتفریط سے علیحدہ ہو کر استقامت کی راہ پر سیدھے قائم رہیں تاکہ منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ اب افراط وتفریط سے علیحدہ ہو کر ٹھیک اعتدال پر قائم رہنا اور درمیان میں چلنا اور کسی جانب ملتفت نہ ہونا اور حق اطاعت کو پورا پورا بجالانا بہت دشوار ہے۔

استقامت کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ ہود نے مجھ کو بوڑھا بنا دیا اس لئے کہ استقامت نہایت سخت اور دشوار ہے۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں ایک بزرگ حضرت ابوعلی سریؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ایسا فرمایا

ہے کہ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے پھر دریافت کیا کہ اس سورۃ میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور ان کی قوموں پر عذاب کا ذکر ہے کیا اس نے آپ کو بوڑھا کیا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ (معارف القرآن)

اس موقع پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے۔

استقامت کی اسی اہمیت کی بنا پر حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہر نماز میں بلکہ نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا و درخواست تلقین فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی استقامت فی الدین نصیب فرمائے۔ آمین۔

تم ظالموں سے دور رہو اور قرب الٰہی میں آگے سے آگے بڑھتے رہو

آگے بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ ہر آن تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ تمہاری اطاعت واستقامت اور اور تمہارے گناہ اور سرکشیاں سب اس کی نظروں کے سامنے ہے اور جو ظالم لوگ حد سے نکلنے والے ہیں ان کی طرف تمہارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی نہ ہو۔ گناہ اور سرکشیاں تو بڑی چیز ہے۔ ظالموں اور فاسقوں اور نافرمانوں کی طرف تو ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی بہت برا ہے اور خطرناک ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ ظالموں اور نافرمانوں کی طرف میلان اور رغبت کی بناء پر تم کو دوزخ کی آگ نہ لگ جائے اور ان کے ساتھ تم بھی آگ کی لپیٹ میں نہ آ جاؤ۔ ظالموں کی طرف میلان کے یہ معنی ہیں کہ ان کے طور طریق اور ان کے حال و وضع کو پسند کرنے لگے کیونکہ جب کوئی یہود و نصاریٰ اور ہنود و مجوس کی وضع قطع اختیار کرے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس کو کافروں کی وضع اور چال ڈھال پسند ہے۔ نیز ظالموں سے دوستی کرنا ان کا کہنا ماننا ان سے راضی ہونا ان پر اعتماد کرنا ان کی صحبت میں بیٹھنا ان کی شکل وصورت اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب ظالموں کی طرف میلان اور جھکاؤ میں شامل ہے اور آیت میں ان سب کی ممانعت ہے۔ اور جب ظالموں کی طرف جھکنے والوں کا یہ حال بتلایا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ظالموں کے ساتھ تمہیں بھی جہنم کی آگ لگ جائے تو سمجھ لو کہ خود ظالم کا کیا حال ہوگا۔ اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کے سوا کوئی تمہارا مددگار نہیں پھر اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہوئے تو سمجھ لو تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ خدا ان لوگوں کی مدد نہیں کرتا جو اس کے دشمنوں اور نافرمانوں کی طرف مائل اور راغب ہوں اور اے بندگان خدا تم ان ظالموں کو چھوڑو اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور صبح و شام اور رات کی تاریکی میں خشوع وخضوع سے نمازیں ادا کرو کہ یہ ہی بڑا ذریعہ خدا کی مدد حاصل کرنے کا ہے۔ اللہ کی طرف رغبت اور میلان کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ خاص کر فجر وعصر اور تہجد کی نمازیں کہ یہ اوقات خدا تعالیٰ کی خاص انوار وتجلیات کے وقت ہیں۔ آگے بتلایا گیا ہے کہ بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں کیونکہ نیکی نور ہے اور برائی ظلمت ہے اور ظاہر ہے کہ جب نور آئے گا تو ظلمت اور تاریکی دور ہوگی اور جس درجہ کا نور ہوگا اسی قدر تاریکی دور ہوگی اور خوب سمجھ لو یہ بات کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ ایک جامع نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے کیونکہ اس میں قاعدہ کلیہ بتا دیا گیا کہ نیکیاں گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں اور نیکیوں میں اول نمبر نماز کا ہے اور چونکہ استقامت نہایت سخت اور دشوار ہے اور طغیان اور ظالموں کی طرف میلان سے اپنے کو

محفوظ رکھنا یہ بھی نفس پر شاق اور گراں ہے اور نماز بھی نفس پر شاق اور گراں ہے اس لئے ان سب احکام کے بعد صبر کا حکم دیا گیا کیونکہ صبر کامیابی کی کنجی ہے اور صبر تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور نیکی کرنے والوں کے اجر کو حق تعالیٰ ضائع نہیں کرتے۔

مذکورہ آیات میں دیئے گئے احکام

(۱) سب مسلمان مل کر اپنی کتاب مبین قرآن کریم کو مضبوطی کے ساتھ پکڑیں اور افتراق اور اختلاف سے پرہیز کریں۔

(۲) جادۂ شریعت اور صراط مستقیم پر پوری طرح استقامت سے جم جائیں کہ اس میں کسی قسم کا تزلزل اور تذبذب باقی نہ رہے۔

(۳) حدود شریعت سے باہر نہ جائیں۔

(۴) بے دینوں کی شان وشوکت دیکھ کر ان کی طرف مائل نہ ہوں' ان کے رسوم' طور طریق اور معاشرہ کو اختیار نہ کریں اور اہل دنیا فساق وفجار سے علیحدہ رہیں۔

(۵) اللہ کے سوا مسلمانوں کا کوئی مددگار نہیں اگر مسلمان ظالموں کی طرف جھکے اور نافرمانوں کی طرف مائل ہوئے اور ان کا طور طریق پسند کیا تو ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

(۶) ظالموں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف مسلمانوں کو متوجہ ہونے کا حکم۔

(۷) نمازوں کی مداومت وپابندی کا حکم۔

(۸) نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

(۹) صبر کا حکم اور صبر ونماز سے استعانت حاصل کرنا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرما۔ اور ظالموں اور کافروں کے گروہ سے ہم کو دنیا میں بھی علیحدہ رہنا نصیب فرما اور آخرت میں بھی علیحدہ رہنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ

تو جو اُمتیں تم سے پہلے ہو گذری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک میں فساد پھیلانے سے منع کرتے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَمَا

بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے (عذاب سے) بچا لیا تھا اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے۔

كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ

اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں۔ اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿١١٨﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ

کا (یعنی سب کو مومن) بنا دیتے اور (آئندہ بھی) ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو۔ اور (اس اختلاف کا غم نہ کیجئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١١٩﴾

نے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو گی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں سے بھر دوں گا۔

فَلَوْ پس کیوں	لَا كَانَ نہ ہوئے	مِنَ سے	الْقُرُوْنِ قومیں	مِنْ سے	قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	اُولُوْا بَقِيَّةٍ صاحب خیر	يَّنْهَوْنَ روکتے	
عَنِ سے	الْفَسَادِ فساد	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑے	مِّمَّنْ سے	اَنْجَيْنَا ہم نے بچالیا	مِنْهُمْ ہم نے بچالیا	
وَاتَّبَعَ اور پیچھے رہے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	مَآ اُتْرِفُوْا جو انہیں دی گئی	فِيْهِ اس میں	وَكَانُوْا اور تھے وہ	مُجْرِمِيْنَ گنہگار		
وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	رَبُّكَ تیرا رب	لِيُهْلِكَ کہ ہلاک کردے	الْقُرٰى بستیاں	بِظُلْمٍ ظلم سے	وَّاَهْلُهَا جبکہ وہاں کے لوگ	مُصْلِحُوْنَ نیکوکار		
وَلَوْ اور اگر	شَآءَ چاہتا	رَبُّكَ تیرا رب	لَجَعَلَ تو کردیتا	النَّاسَ لوگ	اُمَّةً امت	وَّاحِدَةً ایک	وَّ اور	لَا يَزَالُوْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے
مُخْتَلِفِيْنَ اختلاف کرتے ہوئے	اِلَّا مگر	مَنْ جس	رَّحِمَ رحم کیا	رَبُّكَ تیرا رب	وَلِذٰلِكَ اور اسی لئے	خَلَقَهُمْ پیدا کیا انہیں		
وَتَمَّتْ اور پوری ہوئی	كَلِمَةُ بات	رَبِّكَ تیرا رب	لَاَمْلَئَنَّ البتہ بھردونگا	جَهَنَّمَ جہنم	مِنَ سے	الْجِنَّةِ جن	وَالنَّاسِ اور انسان	اَجْمَعِيْنَ اکٹھے

سابقہ قوموں کی ہلاکت کے اسباب

ان آیات میں نہایت سبق آموز طریقہ سے ان قوموں کی تباہی کے اصل سبب پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کے حالات پچھلے چھ رکوع میں بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہاں پہلی آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ پچھلی قوموں اور پہلی امتوں میں جو اپنی نافرمانی و سرکشی کے باعث عذاب خداوندی سے ہلاک ہوئیں کیوں نہ ان میں کچھ ایسے نیک اور سمجھدار لوگ ہوئے جو اپنی قوم کو فساد کرنے سے باز رکھتے اور قوم کو کفر و معصیت کرنے سے منع کرتے۔ جو تھوڑے لوگ ایسے قوم میں تھے جو لوگوں کو کفر و شرک اور بداعمالی سے منع کرتے تھے وہ مغلوب تھے۔ قوم کے لوگ ان کا کہنا نہیں مانتے تھے۔ جن تھوڑے لوگوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کا اتباع کیا وہی عذاب سے محفوظ رہے۔ اور باقی قوم تباہ ہوئی۔

امت محمدیہ کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم

پچھلی قوموں کا حال سنا کر امت محمدیہ کو جتلایا گیا ہے کہ ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں۔ اسی لئے حدیث صحیح میں ہے کہ جب ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روکا جائے اور لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر بیٹھیں تو قریب ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا عام عذاب بھیجے جو کسی کو نہ چھوڑے۔ (العیاذ باللہ)

مسلمانوں کا اشرف الناس اور امت محمدیہ کا اشرف الامم ہونا ہی اس لئے قرآن کریم نے بتلایا تھا کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنکر و تؤمنون بالله تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کے نفع رسانی کے لئے نکالے گئے ہو۔ تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اس امت مسلمہ کا بہترین امت ہونا اسی لئے فرمایا گیا کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ گذشتہ قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش وعشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے اور بااثر لوگوں نے برائیوں سے روکنا اور منع کرنا چھوڑ دیا۔ اس طرح کفر اور نافرمانی اور ظلم اور سرکشی سے قوم کی جو حالت بگڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا۔ چند گنتی کے آدمیوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا۔ نتیجہ یہی ہوا کہ قوم ہلاک وتباہ ہوئی آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس بستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ نیکی کو رواج دیں ظلم وفساد کو روکیں تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ انہیں زبردستی پکڑ کر ہلاک کر دے۔ عذاب اسی وقت آتا ہے جب لوگ کفر اور نافرمانی اور ظلم اور سرکشی میں حد سے نکل جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے از خود سب کو ہدایت یافتہ کیوں نہیں بنایا؟

اب یہاں کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ اوپر جو اقوام گذشتہ کی ہلاکت وتباہی کا سبب بیان کیا گیا کہ ان میں اہل خیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے نہ رہے یا رہے تو بہت ہی کم تھے تو یہ بھی تو آخر اللہ ہی کی مشیت سے تھا۔ کیوں نہ اللہ نے ان میں سب اہل خیر یا بہت سے نیک لوگ پیدا کر دیئے؟ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اس حقیقت حال کو صاف صاف بیان کیا جاتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو ایسا بھی کر سکتا تھا کہ تمام انسانوں کو ایک ہی امت اور ملت بنا دیتا۔ سب مرکز حق پر ہوتے۔ اور اختلاف پیدا ہی نہ ہوتا۔ تمام انسانوں کو زبردستی قبول اسلام پر مجبور کر ڈالتے اور سب کے سب اہل ایمان ہو جاتے ان میں کوئی اختلاف نہ رہتا مگر بتقاضائے حکمت اس کی مشیت الٰہی ایسی نہ ہوئی بلکہ اس نے انسان کو ایک قسم کا اختیار اور آزادی دنیا میں بخشی ہے اس کے ماتحت وہ جو چاہے اچھا یا برا عمل کر سکتا ہے۔ انسان کو مختلف راہوں پر چلنے کی قدرت دے دی اور اس کے سامنے نیک وبد جنت وجہنم دونوں کے راستہ کھول دیئے۔ اب یہ انسان اپنی پسند اور اختیار سے جس راہ کو چاہے اپنے لئے پسند کرے تاکہ ہر ایک نتیجہ میں جو کچھ بھی پائے اپنے سعی اور کسب کے نتیجہ میں پائے۔ اور انسان کی طبیعتیں مختلف ہیں اور عمل بھی مختلف ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ دین حق سے اختلاف کرتے ہی رہیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی حکمت تکوینی

اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کو ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا۔ اس لئے حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ اور رہے گا مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے صاف اور صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔ اگر فطرت سلیمہ کے موافق سب لوگ چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ الغرض دنیا کی آفرینش سے حق تعالیٰ کی غرض ہی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی صفات جمالیہ وصفات جلالیہ کا ظہور ہو۔ اس لئے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے تا کہ ایک جماعت اپنے خالق و مالک کی وفاداری اور اطاعت دکھا کر رحمت و کرم اور رضوان وغفران کا مظہر بنے اور دوسری جماعت اپنی بغاوت وغداری، سرکشی و نافرمانی سے اس کی صفت عدل و انتقام کا مظہر بن کر حبس دوام کی سزا بھگتے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے دوزخ بھی پیدا کی۔ جنت بھی پیدا کی۔ اور ازلی فیصلہ ہے کہ کچھ لوگ جنتی ہیں اور کچھ دوزخی۔ اس لئے ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا ہے کہ کچھ لوگ دین حق سے علیحدہ ہو گئے۔ راہ راست چھوڑ بیٹھے اور طریق انبیاء سے اختلاف کرنے لگے اور فرقے فرقے بن گئے اور جن پر خدا کا فضل ہوا وہ گروہ طریق انبیاء پر قائم رہا اور اس نے تعلیم رسول سے سرمو اختلاف نہ کیا۔ ان میں پہلا گروہ جہنمی اور دوسرا جنتی ہے۔ اور حق تعالیٰ یہ طے کر چکے ہیں کہ جنت و جہنم دونوں انسانوں اور جنات سے بھری جائیں گی۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی توفیق عطا فرما۔ اور ساری امت کو اس فریضہ پر مستقیم ہونے کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ! آپ اپنی رحمت سے ہم کو اصحاب الجنہ میں شامل فرمالیں اور اصحاب جہنم سے بچا لیں۔ یا اللہ! آپ کو جنت اور جہنم انسانوں اور جنات سے بھرنا ہے۔ یا اللہ! ہمارے لئے اپنی جنت میں داخلہ مقدر فرمادے۔ اور یا اللہ! اس ملک اور قوم پر بھی اپنا کرم فرمادے ان کو حق پر قائم اور مستقیم رہنے کی سعادت عطا فرمادے اور حق سے اختلاف اور افتراق کی لعنت سے بچالے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ

اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ

الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ

کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو خود بھی راست ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے اور یاد دہانی ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے اُن سے کہہ دیجئے کہ تم اپنی

اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ

حالت پر عمل کرتے رہو۔ ہم بھی عمل کر رہے ہیں۔ اور تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں اُن کا علم خدا ہی کو ہے اور

يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

سب اُمور اسی کی طرف رجوع ہونگے تو آپ اُسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ کیجئے۔ اور آپ کا رب اُن باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو

وَكُلًّا اور ہر بات	نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تجھ پر	مِنْ سے	اَنْۢبَآءِ خبریں	الرُّسُلِ رسول	مَا نُثَبِّتُ کہ ہم ثابت کریں	
بِهٖ اس سے	فُؤَادَكَ تیرا دل	وَجَآءَكَ اور تیرے پاس آیا	فِيْ هٰذِهِ اس میں	الْحَقُّ حق	وَمَوْعِظَةٌ اور نصیحت	وَذِكْرٰى اور یاد دہانی	
لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	وَقُلْ اور کہدیں	لِلَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	اعْمَلُوْا تم کام کئے جاؤ	عَلٰى پر	مَكَانَتِكُمْ اپنی جگہ	
اِنَّا ہم	عٰمِلُوْنَ کام کرتے ہیں	وَانْتَظِرُوْا اور تم انتظار کرو	اِنَّا ہم بھی	مُنْتَظِرُوْنَ منتظر	وَلِلّٰهِ اور اللہ کے پاس	غَيْبُ غیب	
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	يُرْجَعُ بازگشت	الْاَمْرُ کام	كُلُّهٗ تمام	فَاعْبُدْهُ سو اُس کی عبادت کرو	
وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کرو	عَلَيْهِ اس پر	وَمَا اور نہیں	رَبُّكَ تمہارا رب	بِغَافِلٍ غافل	عَمَّا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	

سابقہ انبیاء کے واقعات کے تذکرہ کی حکمتیں

یہ سورۂ ہود کی خاتمہ کی آیات ہیں اور پوری سورۃ کا نچوڑ ہیں اوپر کئی انبیاء ورسل کے قصص مذکور ہوئے تھے۔ اب ختم سورۃ پر ان قصص کے ذکر کرنے کی بعض حکمتوں اور فوائد پر مطلع کیا جاتا ہے۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ ہم نے آپ کو جو گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کے واقعات سنائے ہیں ان سے ایک فائدہ تو یہ ہے کہ آپ کے دل کو تقویت پہنچے اور ان واقعات وحالات کو سن کر آپ کو سکون و اطمینان ہو جائے کہ دعوت وتبلیغ میں انبیائے کرام کو یہ یہ حالات پیش آئے اور انبیاء نے ان جاہلوں کی اذیت پر کس طرح صبر کیا۔ بالآخر انبیاء اور ان کے متبعین نے نجات پائی اور ان کے دشمن عذاب الٰہی سے تباہ و برباد ہوئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ان واقعات کے ضمن میں حق آپ کے سامنے آ گیا کہ حق ایسا ہوتا ہے کہ ابتداء ضعیف و ناتواں ہوتا ہے اور آخر میں ایسا قوی اور جوان ہوتا ہے کہ بڑے بڑے متکبروں اور سرکشوں کو زمین پر پچھاڑتا ہے اور دنیا کو باطل کی ذلت کا تماشہ دکھاتا ہے اور تیسرا فائدہ یہ کہ ان واقعات میں اہل ایمان کے لئے نصیحت وعبرت ہے۔ نصیحت تو یہ ہے کہ جن عقائد اعمال وافعال کی وجہ سے مجرموں کی گرفت ہوئی اور دنیا ہی میں یہ سزا ملی کہ ہلاک و

برباد ہوئے۔ یہ ان اعمال وافعال سے پوری طرح بچیں اوران حرکات کے پاس بھی نہ پھٹکیں اور عبرت یہ ہے کہ ان واقعات کو سن کر اللہ سے ڈریں اور پناہ مانگیں اور دعا کریں کہ اے اللہ تو ہم کوان تباہ کاروں کے راستہ سے دور رکھنا۔اے اللہ تو ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک کی نافرمانی سے بچانا۔ اے اللہ تعالیٰ تو اپنی ہدایت اور توفیق کو ہر حال میں شامل حال رکھنا اوراپنے محبین اور مخلصین کے راستہ پر چلنا نصیب فرمانا۔اے اللہ نفس وشیطان کی گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمانا۔

ایمان نہ لانے والوں کے لئے آخری اعلامیہ

اوپر مجموعہ سورۃ میں توحید ورسالت اور حقانیت قرآن اور وعدہ وعید کے اثبات اور شبہات کے ازالہ سے اتمام دعوت اور الزام حجت کا حق ادا کردیا گیا اور حقیقت کو پوری طرح واضح کردیا گیا۔ اب جولوگ اس پر بھی نہ مانیں توان سے آخری کلام کیا جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوتلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان ایمان نہ لانے والے منکرین ومعاندین سے کہہ دیجئے کہ اگر تم میری بات نہیں مانتے' میری نصیحت قبول نہیں کرتے' میرے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تو بہتر ہے اپنی ضد پر جمے رہو۔ میں اپنے مقام پر مستقیم ہوں۔ نیز تم میرے لئے حوادث زمانہ کا انتظار کرتے رہو میں تمہارے انجام بد کا منتظر ہوں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ظالموں کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔اورحق وباطل کھل کر سامنے آجائے گا۔

حق والوں کو تسلی کہ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے

سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان منکرین ومعاندین کے کفر وشرارت سے دلگیر نہ ہوں ۔ آپ اپنا کام کئے جائیں اور ان کا فیصلہ خدا کے حوالہ کریں۔ جس سے زمین وآسمان کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ اللہ کو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ سب معاملات پھر کر اسی طرف لوٹنے والے ہیں۔ وہاں ان کو پتہ لگ جائے گا کہ وہ کس خبط میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ تو دل وجان سے اپنے پروردگار کی بندگی اور فرمانبرداری میں لگے رہیے۔اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجایئے اور تنہا اسی کی اعانت پر بھروسہ کیجئے۔

وہ لوگوں کے اعمال سے بےخبر نہیں۔ اہل ایمان کا اخلاص اور کافروں اور مشرکوں اور منافقوں کا کفرونفاق سب اس کے علم میں ہے۔ اسی کے موافق ان سب سے معاملہ کرے گا اور ہر ایک اپنی جزا وسزا کو پہنچے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرما۔

یا اللہ! ان گذشتہ اقوام کے واقعات وحالات سے ہم کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کا عزم وہمت نصیب فرما۔ یا اللہ! اپنے دین حق کی خدمت کے لئے ہمارے مال اور جان کو بھی قبول فرما۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین حق کی خدمت وحمایت میں ہمارا کوئی نہ کوئی حصہ مقدر فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بے حد رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی۔ ہم نے اُس کو اُتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔

الٓرٰ الٓرٰ	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ کتاب	الْمُبِيْنِ روشن	اِنَّا بیشک ہم نے	اَنْزَلْنٰهُ اسے نازل کیا	قُرْءٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی
				لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَعْقِلُوْنَ سمجھو			

سورۃ کا موضوع، شانِ نزول اور مقامِ نزول وغیرہ

اس سورۃ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور اس سورۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کے اور ان کے نتائج کے اور کوئی مضمون نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں تفصیلاً سوائے اس سورۃ کے اور کہیں بیان نہیں کیا گیا۔ جبکہ دوسرے انبیاء کے حالات متعدد مقامات پر مختلف پیراؤں میں ذکر کئے گئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ شروع سے لے کر آخر تک تمام وکمال ایک ہی جگہ بیان فرمایا گیا ہے اسی نسبت سے اس کو سورۂ یوسف کا نام دیا گیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا نام قرآن کریم میں ۲۶ مرتبہ ذکر کیا گیا ہے جس میں ۲۴ جگہ صرف اس سورۂ یوسف میں اور ایک جگہ سورۂ انعام میں اور ایک جگہ سورۂ مومن میں ذکر آیا ہے۔

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور قیام مکہ کے آخری دور کی سورتوں میں سے ہے جبکہ کفار قریش یہ مشورہ کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر دیں یا قید کر دیں۔ یا جلاوطن کر دیں۔ بحساب ترتیب قرآنی یہ بارہویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۷۵ لکھا ہے۔

اس سورۂ یوسف میں ۱۲ رکوع، ۱۱۱ آیات، ۱۸۰۸ کلمات اور ۷۴۱۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۂ یوسف کے شان نزول کے بارہ میں حدیثی روایات اور مفسرین کے اقوال کا حاصل یہ ہے کہ کفار مکہ نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہود سے گفتگو کی اور اپنی درماندگی اور پریشانی کا اظہار کیا۔ اس پر یہود نے کفار مکہ سے کہا کہ اس مدعی نبوت کو زچ کرنے اور نعوذ باللہ جھوٹا بنانے کے لئے تم ان سے یہ سوال کرو کہ یعقوبؑ کی اولاد شام سے مصر کیوں منتقل ہوئی اور یوسف علیہ السلام سے متعلق جو واقعات ہیں ان کی تفصیل کیا ہے؟ اگر یہ نبی نہیں ہیں تو ہرگز نہ بتا سکیں گے۔

کفار مکہ نے یہود کی ہدایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں سوال کئے۔ چونکہ قریش مکہ اس قصہ سے ناواقف تھے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر نہیں سنا گیا تھا اس لئے کفار مکہ کو توقع تھی کہ آپ اس کا مفصل جواب نہ دے سکیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ پوری سورۃ نازل فرما کر پورا قصہ یوسف علیہ السلام کا آپ کی زبان مبارک سے سنوا دیا۔ جس میں نہ صرف اس بات کا جواب ہے کہ بنی اسرائیل شام سے منتقل ہو کر مصر کس طرح پہنچے اور وہاں آباد ہوئے بلکہ یہ

سورت عجیب وغریب بصیرتوں اور عبرتوں پر بھی مشتمل ہے۔

حضرت یوسفؑ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے مشابہت

یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وواقعات سے بہت مشابہت رکھتا ہے مثلاً جیسا کہ یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائیوں نے حسد کیا اور طرح طرح کی ان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو صبر و استقامت کی برکت سے عزت وغلبہ نصیب فرمایا اور جب آپ کو غلبہ اور شوکت نصیب ہوئی تو بھائیوں سے کوئی انتقام نہیں لیا بلکہ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔

کہہ کر درگزر فرمایا اور مزید برآں ان کو انعام واکرام سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ سے بہت سی تکالیف وایذائیں پہنچیں لیکن حسب ارشاد خداوندی آپ نے صبر واستقامت سے کام لیا بالآخر جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اس وقت آپ نے کفار قریش مکہ سے انتقام نہیں لیا۔ نہ انہیں ملامت کی اور نہ گذشتہ کا کوئی شکوہ کیا بلکہ یوسف علیہ السلام کی طرح یہ فرمایا۔ لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الرحمین آج تم پر کوئی ملامت نہیں میں نے تمہارا قصور معاف کیا۔ اللہ بھی تمہارا قصور معاف کرے اور وہ تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو جس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ سلوک اور احسان کیا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے ساتھ سلوک واحسان فرمایا۔

یوسفؑ کے قصہ سنانے کے مقاصد

اس طرح یہ قصہ متعدد اہم مقاصد کے لئے نازل فرمایا گیا جس میں قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت اور آپ کی تسلی وتشفی بھی ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی ایذاؤں پر صبر کیا آپ بھی قریش مکہ کی ایذارسانیوں پر صبر کیجئے اور جادۂ حق پر قائم ومستقیم رہیے اور نتیجہ کا انتظار کیجئے۔

نیز اس قصہ سے یوسف علیہ السلام کی عظمت وعفت اور طہارت ونزاہت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ باوجود قوت شباب کے کس درجہ عورتوں کے مکر سے محفوظ رہے تاکہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ انبیائے کرام کی عصمت' عفت' طہارت' نزاہت ایسی ہوتی ہے کہ کسی حال میں نفس اور شیطان کا ان پر بس نہیں چلتا۔

نیز اس قصہ میں قریش مکہ کو جتلایا گیا اور ایک طرح پیشین گوئی فرمادی گئی کہ آج تم جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر رہے ہو وہی کچھ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا مگر جس طرح برادران یوسف مشیت خداوندی سے اپنی تدابیر میں کامیاب نہ ہوئے اور آخر کار اسی بھائی کے آگے جھکنا پڑا جس کو انہوں نے بے رحمی کے ساتھ کنوئیں میں ڈالا تھا۔ اسی طرح تمہاری تدابیر اور چالیں بھی خدائی تدبیر کے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور ایک دن تمہیں بھی برادران یوسف کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم وکرم طلب کرنا پڑے گا جنہیں آج تم ایذائیں پہنچا رہے ہو چنانچہ فتح مکہ کا دن اس پیشین گوئی پر گواہ ہے۔

الغرض حضرت یوسف علیہ السلام جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ خدائے برتر کے جلیل القدر پیغمبر بنے اور ملت ابراہیم کی دعوت وتبلیغ کی خدمت انجام دی۔ ان کے اس قصہ میں بے نظیر عبرتیں اور بصیرتیں پنہاں ہیں جو انشاء اللہ موقع بموقع آئندہ درسوں میں بیان ہوتی رہیں گی اس تمہید کے بعد ان ابتدائی آیات کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔

حروف مقطعات

اس سورۃ کی ابتداء بھی الٓرٰ حروف مقطعات سے ہوئی ہے جیسا کہ اس سے پہلے سورۂ یونس اور سورۂ ہود کی ابتدا ہوئی تھی۔ حروف مقطعات کے متعلق مفصل کلام سورۂ بقرہ کے شروع میں ہو چکا ہے مختصراً یہ کہ ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا اللہ! تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ جمہور سلف صحابہ وتابعین کا یہی فیصلہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک راز ہے۔ جس کی حقیقی مراد کو کوئی تیسرا نہیں جانتا۔ نہ اس کے لئے مناسب ہے کہ اس کی تحقیق کے درپے ہو۔ ان پر اسی طرح ایمان واعتقاد رکھنا چاہئے اس کے بعد سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کی حقانیت' صداقت اور منزل من اللہ ہونے سے کی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ یہ سورۂ یوسف قرآن مبین کی آیات ہیں جس کا من عند اللہ ہونا بالکل واضح ہے۔ اور جن احکام وشرائع یا مواعظ و نصائح پر وہ مشتمل ہے نہایت روشن اور صاف ہیں اور عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح ووسیع اور منضبط و پرشوکت زبان ہے نزول قرآن کے لئے منتخب کی گئی جب خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام عربی ہیں تو ظاہر ہے کہ دنیا میں اس کے اولین مخاطب عرب ہوں گے پھر عرب کے ذریعہ سے چاروں طرف روشنی پھیلے گی۔ اسی کی طرف لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ میں اشارہ فرمایا کہ اے اہل عرب تمہیں یہ باتیں کسی دوسری زبان میں نہیں سنائی جارہی ہیں تمہاری اپنی ہی مادری عربی زبان میں ہیں۔ اور تمہاری زبان میں اتارنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تم پیغمبر علیہ السلام کی قوم ہو اول اس کے علوم ومعارف کا مزہ چکھو پھر دوسروں کو چکھاؤ۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ ہم کو قرآن پاک جیسی کتاب اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے حق تعالیٰ ہم کو ان نعمتوں کا قدردان بنادیں اور ہم کو قرآن پاک پر صدق دل سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی ہم کو پوری فرمانبرداری اور تابعداری ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَإِنْ كُنْتَ

ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں۔ اور اُس کے قبل

مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ إِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِأَبِيْهِ يٰٓأَبَتِ إِنِّيْ رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ

آپ محض بے خبر تھے۔ وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے گیارہ ستارے اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى إِخْوَتِكَ

سورج اور چاند دیکھے ہیں۔ اُن کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اُنہوں نے فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو بھائیوں کے روبرو بیان مت کرنا

فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۖ إِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

پس وہ تمہارے لئے کوئی خاص تدبیر کریں گے۔ بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے

نَحْنُ ہم	نَقُصُّ بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تم پر	أَحْسَنَ بہت اچھا	الْقَصَصِ قصہ	بِمَآ اس لئے کہ	أَوْحَيْنَآ ہم نے بھیجا	إِلَيْكَ تمہاری طرف	
هٰذَا یہ	الْقُرْاٰنَ قرآن	وَإِنْ اور تحقیق	كُنْتَ تو تھا	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل	لَمِنَ البتہ سے	الْغٰفِلِيْنَ بے خبر	إِذْ جب	قَالَ کہا
يُوْسُفُ یوسف	لِأَبِيْهِ اپنے باپ سے	يٰٓأَبَتِ اے میرے باپ	إِنِّيْ بیشک میں	رَأَيْتُ میں نے دیکھا	أَحَدَ عَشَرَ گیارہ	كَوْكَبًا ستارے		
وَالشَّمْسَ اور سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	رَأَيْتُهُمْ میں نے نہیں دیکھا	لِيْ اپنے لئے	سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے	قَالَ اس نے کہا	يٰبُنَيَّ اے میرے بیٹے		
لَا تَقْصُصْ نہ بیان کرنا	رُءْيَاكَ اپنا خواب	عَلٰٓى پر	إِخْوَتِكَ اپنے بھائی	فَيَكِيْدُوْا وہ چال چلیں گے	لَكَ تیرے لئے	كَيْدًا کوئی چال		
إِنَّ بیشک	الشَّيْطٰنَ شیطان	لِلْإِنْسَانِ انسان کیلئے	عَدُوٌّ دشمن	مُّبِيْنٌ کھلا				

احسن القصص

گذشتہ ابتدائی آیات میں قرآن کریم کی حقانیت اور اس کا عربی زبان میں نازل ہونا بیان فرمایا گیا تھا اب ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ وحی کے ذریعہ سے جو قرآن کی صورت میں آپ پر نازل ہوتی ہے ہم ایک نہایت اچھا بیان نہایت حسین طرز میں آپ کو سناتے ہیں جس سے اب تک اپنی قوم کی طرح آپ بھی بے خبر تھے۔ گو یہ واقعہ کتب تاریخ اور انجیل میں پہلے سے مذکور تھا۔ مگر محض ایک افسانہ کی صورت میں تھا۔ قرآن کریم نے اس کے ضروری اور مفید اجزاء کو ایسی عجیب ترتیب اور بلیغ و موثر انداز میں بیان فرمایا کہ جس سے نہایت اعلیٰ نتائج کی رہنمائی ہوتی ہے اور قصہ کے ضمن میں علوم و ہدایات کے ابواب کھول دیئے۔ قرآن عزیز نے یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو احسن القصص کہا ہے اس لئے کہ اس ایک واقعہ میں جس قدر عبرت و موعظت نصائح اور تذکیر و پند موجود ہیں۔ دوسرے کسی واقعہ میں یکجا موجود نہیں ہیں مثلاً یہ کہ خداوند قدوس کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں روک سکتی اور خدا جب کسی پر فضل کرنا چاہے تو سارا جہان مل کر بھی اپنی ساری امکانی تدابیر سے اسے محروم نہیں کر سکتا۔ صبر و استقامت دنیوی و اخروی

کامیابی کی کلید ہے۔ حسد اور عداوت کا انجام خدا آن اور نقصان کے سوا کچھ نہیں۔ عقل انسانی بڑا شریف جوہر ہے جس کی بدولت آدمی بہت سی مشکلات پر غالب آتا اور اپنی زندگی کو کامیاب بنالیتا ہے اخلاقی شرافت عفت اور پاکدامنی موجب عزت اور رفعت ہے اور انسان کو دشمنوں اور حاسدوں کی نظر میں بھی آخر کار معزز بنا دیتی ہے۔ یہ اور اس قسم کے بے شمار حقائق ہیں جن پر اس احسن القصص کے ضمن میں متنبہ فرمایا ہے۔

بچپن میں حضرت یوسفؑ کا خواب دیکھنا

یوسف علیہ السلام کے قصہ کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بچپن کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا جس کو انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا۔ خواب حضرت یوسف علیہ السلا نے یہ بیان کیا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج میرے آگے جھک رہے ہیں اور پست ہورہے ہیں اور مجھے سجدہ کررہے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے چہیتے بیٹے کا یہ خواب سنا تو سختی کے ساتھ ان کو منع کردیا کہ اپنا یہ خواب کسی کے سامنے نہ دہرانا۔ ایسا نہ ہو کہ اس کو سن کر تمہارے بھائی برائی کے ساتھ پیش آئیں کیونکہ شیطان انسان کے پیچھے لگا ہے وسوسہ اندازی کر کے بھائیوں کو تمہارے خلاف اکسا دے گا۔ کیونکہ خواب کی تعبیر بہت ظاہر تھی اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو بہر حال خاندان نبوت میں سے تھے ایسے واضح خواب کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہ تھا کہ ستارہ گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج ماں باپ ہیں گویا یہ سب کسی وقت میں یوسف علیہ السلام کی عظمت شان کے سامنے سر جھکائیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی تو ایک ''بنیامین'' تھے۔ باقی دس بھائی سوتیلے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام خواب سے پیشتر ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے ساتھ باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر ان کے سوتیلے بھائی دل ہی دل میں کڑھتے تھے اب انہوں نے خیال کیا کہ اگر کہیں یہ خواب سن پائے تو شیطان حسد کی آگ ان کے دلوں میں بھڑکا دے گا اور جوش حسد سے آنکھیں بند کر کے ممکن ہے وہ کوئی ایسا حرکت کر گزریں جو یوسف کی اذیت کا سبب ہو اس لئے آپ نے یوسف علیہ السلام کو منع فرمادیا کہ بنیامین کے سامنے بھی ذکر نہ کریں گو اس حقیقی بھائی سے کچھ برائی کا اندیشہ نہ تھا لیکن یہ ممکن تھا کہ وہ سن کر بے احتیاطی سے دوسرے بھائیوں کے سامنے تذکرہ کردیتے۔

خواب کے متعلق ضروری ہدایات

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب بھائیوں کے سامنے بیان کرنے سے منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خواب ایسے شخص کے سامنے بیان نہ کرنا چاہئے جو اس کا خیر خواہ اور ہمدرد نہ ہو اور نہ ایسے شخص کے سامنے جو تعبیر خواب میں ماہر نہ ہو یعنی خواب کا ہر شخص سے بیان کرنا درست نہیں۔ جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچا خواب نبوت کے چالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور خواب معلق رہتا ہے جب تک کہ کسی سے بیان نہ کیا جائے جب بیان کردیا گیا اور سننے والے نے کوئی تعبیر دے دی تو تعبیر کے مطابق واقع ہوجاتا ہے۔ اس لئے چاہئے کہ خواب کسی سے بیان نہ کرے بجز اس شخص کے کہ جو عالم و عاقل ہو یا کم از کم اس کا دوست اور خیر خواہ ہو۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ جس خواب کی کوئی بات تکلیف و مصیبت کی نظر آئے وہ کسی سے بیان نہ کرے تو روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت محض شفقت اور ہمدردی کی بناء پر ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کے اس خواب کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعبیر کا فوراً ظاہر ہونا کچھ ضروری نہیں۔ اس لئے اگر کسی سے بیان کر دے تو کوئی گناہ نہیں۔

چند معاشرتی آداب

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کو دوسرے کے شر سے بچانے کے لئے اس کی کسی بری خصلت یا نیت کا اظہار کر دینا جائز ہے۔ یہ غیبت میں داخل نہیں مثلاً کسی شخص کو معلوم ہو جائے کہ فلاں آدمی کسی دوسرے آدمی کے گھر میں چوری کرنے یا اس کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اس شخص کو باخبر کر دے۔ یہ غیبت حرام میں داخل نہیں جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کا اظہار کر دیا کہ بھائیوں سے ان کی جان کا خطرہ ہے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کے متعلق یہ احتمال ہو کہ ہماری خوشحالی اور نعمت کا ذکر سنے گا تو اس کو حسد ہوگا اور نقصان پہنچانے کی فکر کرے گا تو اس کے سامنے اپنی نعمت دولت وعزت وغیرہ کا ذکر نہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اپنے مقاصد کو کامیاب بنانے کیلئے ان کو راز میں رکھنے سے مدد حاصل کرو کیونکہ دنیا میں ہر صاحب نعمت سے حسد کیا جاتا ہے۔"

یوسفؑ کے بھائی پیغمبر نہ تھے

ان آیات اور بعد کی آیات سے جن میں حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے یا کنوئیں میں ڈالنے کا مشورہ اور اس پر عمل مذکور ہے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اللہ کے نبی اور پیغمبر نہ تھے ورنہ قتل یوسف کا مشورہ اور پھر ان کو ضائع کرنے کی تدبیر اور باپ کی نافرمانی کا عمل ان سے نہ ہوتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا سب گناہوں سے پاک ہونا اور معصوم ہونا ضروری ہے۔ بعض کتابوں میں (کتاب طبری میں) جو ان کو انبیاء کہا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔

دعا کیجئے

اچھے اور نیک خواب جو حق تعالیٰ کی ایک نعمت ہے وہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور حاسدوں کے شر اور دشمنوں کی عداوتوں سے ہماری حفاظت فرمائیں یا اللہ! شیطان کی دشمنی اور مکر وفریب سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھئے اور اس کی چالوں سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ

اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا۔ اور تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا۔ اور تم پر اور یعقوب کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے گا۔

آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦﴾

جیسا اس کے قبل تمہارے دادا پر دادا یعنی ابراہیم (علیہ السلام) اور اسحٰق (علیہ السلام) پر اپنا انعام کامل کر چکا ہے واقعی تمہارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ ﴿٧﴾

یوسف کے اور اُن کے بھائیوں کے قصہ میں دلائل موجود ہیں جو پوچھتے ہیں

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	يَجْتَبِيكَ چُن لے گا تجھے	رَبُّكَ تیرا رب	وَيُعَلِّمُكَ اور سکھائے گا تجھے	مِنْ سے	تَأْوِيلِ انجام نکالنا	الْأَحَادِيثِ باتیں
وَيُتِمُّ اور مکمل کریگا	نِعْمَتَهُ اپنی نعمت	عَلَيْكَ تجھ پر	وَ اور	عَلَىٰ پر	آلِ يَعْقُوبَ یعقوبؑ کے گھر والے	كَمَا جیسے	أَتَمَّهَا اس نے اسے پورا کیا
عَلَىٰ پر	أَبَوَيْكَ تیرے باپ دادا	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	إِبْرَاهِيمَ ابراہیمؑ	وَإِسْحَاقَ اور اسحٰقؑ	إِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	عَلِيمٌ علم والا
حَكِيمٌ حکمت والا	لَقَدْ كَانَ بیشک ہیں	فِي میں	يُوسُفَ یوسفؑ	وَإِخْوَتِهِ اور اسکے بھائی	آيَاتٌ نشانیاں	لِلسَّائِلِينَ پوچھنے والوں کیلئے

حضرت یوسفؑ کے لئے بچپن ہی میں نبوت اور خصوصی علم ملنے کی بشارت

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کو سن کر آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے سمجھ لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو وہ عزت اور بلندی عطا فرمائے گا کہ جو سب ان کے بھائی اور گھرانے والے ان کے مطیع اور ماتحت ہوں گے۔ اس لئے ایک ہدایت تو یوسف علیہ السلام کو یہ دی کہ اپنا خواب کسی بھائی سے بیان نہ کریں۔ اب حضرت یعقوب علیہ السلام مزید بشارت یوسف علیہ السلام کو دے رہے ہیں جس کا بیان ان آیات میں کیا گیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ جس طرح تمہیں اللہ نے ایسا اچھا خواب دکھلایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں تم کو خصوصی قرب عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی اور طرح طرح کی ظاہری و باطنی نوازشیں نصیب ہوئیں اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو علوم دقیقہ مثلاً خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا۔ یعنی خواب سن کر اس کے اجزاء کو ذہانت اور فراست سے سمجھ کر اس کی تعبیر کی تہ تک پہنچنے اور اس کے نتائج کو فوراً پرکھ لینے کی سمجھ عطا کرے گا اور اخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں بھی عطا فرمائے گا یعنی نبوت کے ساتھ بادشاہت میں بھی حصہ دے گا اور شدائد وسختیوں سے نجات دے کر خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی عطا فرمائے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ فقط تجھے ہی اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے سرفراز نہیں فرمائے گا بلکہ میری دوسری نسل کو گوناگوں نعمتیں مرحمت کرے گا۔ جس طرح تیرے اسلاف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو نوازا تھا۔ یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا اور اپنا ذکر بوجہ انکسار نہیں کیا۔ حضرت

یعقوب علیہ السلام نے جو پیشین گوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کیں تو غالباً اس کا کچھ حصہ تو حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب سے سمجھے ہونگے اور اس بات سے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایسا موزوں اور مبارک خواب دیکھا اور کچھ حضرت یوسف علیہ السلام کے خصائل و حالات سے یا وحی الٰہی کے ذریعہ سے مطلع ہوئے ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اے یوسف بیشک تیرا رب علیم و حکیم ہے۔ یعنی وہ ہر ایک کی مناسبت اور استعداد سے باخبر ہے اور اپنی حکمت سے اسی کے موافق فیض پہنچاتا ہے۔

قصۂ یوسف میں اہل مکہ کے لئے عبرت ونصیحت کا سامان

حضرت یعقوب علیہ السلام کی ان بشارتوں کے بعد جو آپ نے یوسفؑ کو دیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس طرح کے واقعات دریافت کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں ان کے لئے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کی سرگذشت میں ہدایت وعبرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ اس قصہ کو سن کر قلوب میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت کا نقشہ جم جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بین ثبوت ملتا ہے کہ آپ باوجود امی ہونے اور کسی کتاب یا معلوم سے علم ظاہری حاصل نہ کرنے کے ایسے تاریخی حالات کا انکشاف فرما رہے ہیں جن کے بیان کی بجز وحی الٰہی کے اور کوئی توجیہ نہیں ہوسکتی۔ خصوصاً قریش مکہ کے لئے جو یہود کے اکسانے سے اس قصہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہے تھے۔ اس واقعہ میں بڑا عبرت آموز سبق ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے گھر سے نکالا اور از راہ حسد قتل یا جلاوطن کرنے کے مشورہ کئے۔ طرح طرح سے ایذائیں پہنچائیں آخر ایک دن وہ آیا کہ یوسف علیہ السلام کی طرف نادم اور محتاج ہو کر آئے۔

یوسف علیہ السلام کو خدا نے دین و دنیا کے اعلیٰ مناصب پر فائز کیا اور انہوں نے اپنے عروج اور اقتدار کے وقت بھائیوں کے جرائم سے چشم پوشی کی اور نہایت دریادلی سے سب کے قصور معاف کر دیئے ٹھیک اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری برادری نے آپ کے متعلق ناپاک منصوبے باندھے۔ دکھ پہنچائے۔ حتیٰ کہ وطن چھوڑ جانے پر مجبور کیا لیکن جلد وہ دن آنے والا تھا جب وطن سے علیحدہ ہو کر آپ کی کامیابی اور رفعت شان کا آفتاب چمکا اور چند سال کے بعد فتح مکہ کا وہ تاریخی دن آ پہنچا۔ جب کہ آپ نے اپنے قومی اور وطنی بھائیوں کی گذشتہ تقصیرات بعینہ حضرت یوسف علیہ السلام والے کلمات لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فرما کر سب کو معاف فرمادیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنی دین و دنیا کی نعمتوں سے ہم کو سرفراز فرما اور اپنی نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکر گزار بندہ بن کر زندہ رہنا اور اسی طرح مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! آپ نے ہم کو قرآن جیسی کتاب اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے ہیں تو ہم کو ان انعامات کی حقیقی وقعت اور قدر نصیب فرما اور جملہ قرآنی احکام پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَٰلٍ

وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ اُن کے بھائیوں نے گفتگو کی کہ یوسف اور ان کے بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت

مُّبِينٍ ﴿٨﴾ ٱقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ ٱطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنۢ بَعْدِهِۦ

کی جماعت ہیں واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں ہیں۔ یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو یا اُن کو کسی سرزمین میں ڈال آؤ تو تمہارے باپ کا رُخ تمہاری طرف ہو

قَوْمًا صَٰلِحِينَ ﴿٩﴾

جائے گا اور تمہارے سب کام بن جاویں گے۔

اِذْ جب	قَالُوْا انہوں نے کہا	لَیُوْسُفُ ضرور یوسف	وَ اور	اَخُوْہُ اس کا بھائی	اَحَبُّ زیادہ پیارا	اِلٰی طرف	اَبِیْنَا ہمارا باپ	مِنَّا ہم سے
وَنَحْنُ جبکہ ہم	عُصْبَۃٌ ایک جماعت	اِنَّ بیشک	اَبَانَا ہمارے باپ	لَفِیْ ضَلٰلٍ البتہ غلطی میں	مُّبِیْنٍ صریح	اقْتُلُوْا مار ڈالو	یُوْسُفَ یوسف	
اَوْ یا	اطْرَحُوْہُ اسے ڈال آؤ	اَرْضًا کسی سرزمین	یَخْلُ خالی ہو جائے	لَکُمْ تمہارے لئے	وَجْہُ منہ	اَبِیْکُمْ تمہارے باپ	وَتَکُوْنُوْا اور تم ہو جاؤ	
مِنْ سے	بَعْدِہٖ اس کے بعد	قَوْمًا لوگ	صٰلِحِیْنَ نیک					

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور ان میں یوسفؑ کی خصوصیت

ان آیات میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے یوسف علیہ السلام کو شامل کر کے ۱۲ لڑکے تھے۔ ان بارہ لڑکوں میں سے دس بڑے لڑکے حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت لیا کے بطن سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے مرحومہ کی ہمشیرہ راحیل سے نکاح کر لیا۔ ان کے بطن سے دو لڑکے یعنی یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے۔ اس لئے حضرت یوسفؑ کے حقیقی بھائی صرف ایک بنیامین تھے۔ باقی دس سوتیلے بھائی یعنی باپ شریک تھے۔ یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال بھی ان کے بچپن ہی میں بنیامین کی ولادت کے ساتھ ہو گیا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف اور ان کے بھائی بنیامین سے زیادہ محبت فرماتے تھے کیونکہ یہ دونوں اپنے سب سوتیلے بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ اور ان کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اور خاص کر حضرت یوسف علیہ السلام سے غیر معمولی محبت رکھتے تھے۔ علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام سے زیادہ اور خصوصی محبت کرنا محض حسن ظاہری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت اور جمال نبوت و صدیقیت اور نور فہم و فراست اور نور عفت بھی اس کے ساتھ شامل تھا اور ان محاسن و شمائل اور کمالات و فضائل میں کوئی بھائی شریک نہ تھا۔

حضرت یعقوبؑ کی حضرت یوسفؑ سے محبت

حضرت یعقوب علیہ السلام نور نبوت اور چشم بصیرت سے ان باطنی محاسن کو بھی دیکھتے تھے۔ اس لئے حضرت یوسفؑ ان کی نظر میں زیادہ محبوب تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نور نبوت یا الہام ربانی سے سمجھ چکے تھے کہ یوسفؑ کا مستقبل نہایت درخشاں ہے اور نبوت کا خاندانی سلسلہ انہی کی ذات سے وابستہ ہونے والا

ہے۔ یوسفؑ میں نبوت و صدیقیت کے آثار نمایاں تھے اس لئے یعقوب علیہ السلام ان کی طرف زیادہ مائل تھے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ خدا کا برگزیدہ پیغمبر ہونے والا ہے۔ تو اگرچہ حضرت یوسفؑ اپنے باطنی فضائل وشمائل کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام کی نظر میں زیادہ محبوب تھے مگر عملی طور پر حقوق فرزندیت کے اعتبار سے معاملہ سب بیٹوں کے ساتھ یکساں تھا اور پورے پورے عدل و انصاف کے ساتھ تھا۔ یہ کہیں قرآن وحدیث سے ثابت نہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو دوسرے بھائیوں پر حقوق واجبہ میں یا کسی ایسے امر میں ترجیح دی ہو جو ان کے اختیار میں ہو اور محبت جس کی حقیقت میلان طبعی ہے وہ امر اختیاری نہیں اس میں عدل ومساوات ناممکن ہے اور نہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا مکلف بنایا ہے اگر کوئی باپ اپنے کسی عالم اور متقی پرہیزگار دیندار بیٹے کو بہ نسبت غیر عالم بیٹے کے زیادہ محبوب رکھے تو باپ پر یہ الزام رکھنا کہ آپ اس عالم اور متقی بیٹے سے زیادہ محبت میں غلطی پر ہیں یہ صریح غلطی ہے۔ اولاد میں اور بیویوں میں طبعی میلان ومحبت کے اعتبار سے ''مساوات عادۃً'' ناممکن نظر آتی ہے۔

بھائیوں کا یوسفؑ اور بنیامین سے حسد

جب دسوں سوتیلے بھائیوں نے دیکھا کہ باپ کی نظر عنایت و محبت یوسفؑ کی طرف زیادہ ہے تو آپس میں یہ کہنے لگے کہ ہمارے والد کو بہ نسبت ہمارے یوسفؑ اور اس کے حقیقی بھائی بنیامین سے زیادہ محبت ہے اور وہ ہمارے باپ کو زیادہ محبوب ہیں۔ حالانکہ ہم دس ہیں اور ان سے بڑے ہیں۔ باپ کو ہر طرح سے راحت و آرام پہنچا سکتے ہیں۔ اور جو تکلیف پیش آئے اس کو دور کرسکتے ہیں اور ہر کام کے لئے کافی ہیں۔ گھر کی دیکھ بھال اور کام کاج کی قوت رکھتے ہیں اور یہ دونوں چھوٹے بچے ہیں نوعمری کی وجہ سے ان سے یہ باتیں ممکن نہیں۔ لہذا قاعدہ کے مطابق محبت ہم سے زیادہ ہونی چاہئے پھر اگر زیادہ نہ ہوتی تو خیر برابر ہی ہوتی۔ ہمارے والد کو اس کا خیال کرنا اور ہم سے زیادہ محبت کرنا چاہئے تھا مگر انہوں نے اس معاملہ میں کھلی ہوئی بے انصافی کر رکھی ہے کہ اپنے نفع اور نقصان کا ان کو صحیح اندازہ نہیں۔

حضرت یوسف کے قتل کے لئے بھائیوں کا باہمی مشورہ

سوتیلے بھائیوں میں رشک وحسد کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی اور آخر میں آپس میں مشورہ کیا کہ یوسفؑ کی موجودگی میں ممکن نہیں کہ والد کی خصوصی محبت اور توجہ کو ہم اپنی طرف کھینچ سکیں اس لئے یوسف کا قصہ ہی یہاں ختم کردینا چاہئے۔ اگر یہ باپ کی نظروں سے دور ہوجائے تو پھر ہمارا معاملہ درست ہوسکتا ہے اور ممکن ہے کہ اسی درمیان میں ان کو کسی طرح یوسف علیہ السلام کے خواب کی بھی خبر ہوگئی ہو اس لئے مشورہ کیا کہ کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہئے کہ یوسف باپ کے سامنے نہ رہے خواہ قتل کردو یا کسی دور دراز ملک کی طرف پھینک دو جہاں سے واپس نہ آسکے اور باپ وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔ دونوں صورتوں میں جب یوسف باپ سے جدا ہوجائے گا اور یہاں نہ ہوگا تو باپ کی ساری توجہ اور مہربانیوں اور شفقت وعنایت کے تنہا ہم ہی حقدار رہ جائیں گے۔ بنیامین یعنی حضرت یوسفؑ کے چھوٹے بھائی کے معاملہ کو غالباً ان کے یہاں کوئی اہمیت نہیں تھی اس لئے ان کے متعلق کچھ خیال نہ کیا۔ الغرض دسوں سوتیلے بھائیوں نے یہ سوچا کہ یوسف کا اس طرح خاتمہ ہو تو یوسف کے بعد ہمارے سب کام ٹھیک اور درست ہوجائیں گے اور باپ کا دست شفقت یوسف سے مایوس ہوکر صرف ہمارے ہی سروں پر رہا کرے گا اور ہم باپ کے منظور نظر ہوجائیں گے اور قتل کے بعد باپ سے عذر و معذرت کرکے پھر ویسے ہی ہوجائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ

اُنہیں میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو اور ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو تا کہ اُن کو کوئی راہ چلتا نکال لے جائے اگر تم کو

كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ

کرنا ہے سب نے کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف کے بارہ میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم ان کے خیر خواہ ہیں آپ ان کو کل کے روز

مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ

ہمارے ساتھ بھیجئے کہ ذرا وہ کھاویں کھیلیں ہم اُن کی پوری حفاظت رکھیں گے۔ یعقوبؑ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ تم اسکو لے جاؤ اور

اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ

میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اسکو کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے بے خبر رہو۔ وہ بولے کہ اگر ان کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور ہم ایک جماعت

اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گزرے ہوئے۔

قَالَ کہا	قَآئِلٌ ایک کہنے والا	مِنْهُمْ ان سے	لَا تَقْتُلُوْا نہ قتل کرو	يُوْسُفَ یوسف	وَاَلْقُوْهُ اور اُسے ڈال آؤ	فِيْ میں	غَيٰبَتِ اندھا	الْجُبِّ کنواں
يَلْتَقِطْهُ اٹھالے اس کو	بَعْضُ کوئی	السَّيَّارَةِ چلتا مسافر	اِنْ اگر	كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ تم کرنیوالے ہو	قَالُوْا کہنے لگے	يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا		
مَا لَكَ کیا ہوا تجھے	لَا تَاْمَنَّا تو ہمارا اعتبار نہیں کرتا	عَلٰى پر	يُوْسُفَ یوسف	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَهٗ اس کے	لَنٰصِحُوْنَ البتہ خیر خواہ		
اَرْسِلْهُ اسے بھیج دے	مَعَنَا ہمارے ساتھ	غَدًا کل	يَّرْتَعْ وہ کھائے	وَيَلْعَبْ اور کھیلے کودے	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَهٗ اسکے	لَحٰفِظُوْنَ البتہ محافظ	
قَالَ اس نے کہا	اِنِّيْ بیشک مجھے	لَيَحْزُنُنِيْٓ غمگین کرتا ہے	اَنْ کہ	تَذْهَبُوْا تم لے جاؤ	بِهٖ اسے	وَاَخَافُ اور میں ڈرتا ہوں	اَنْ کہ	
يَّاْكُلَهُ اسے کھا جائے	الذِّئْبُ بھیڑیا	وَاَنْتُمْ اور تم	عَنْهُ اس سے	غٰفِلُوْنَ بے خبر	قَالُوْا وہ بولے	لَئِنْ اگر	اَكَلَهُ اسے کھا جائے	
الذِّئْبُ بھیڑیا	وَنَحْنُ اور ہم	عُصْبَةٌ ایک جماعت	اِنَّا بیشک ہم	اِذًا اس صورت میں	لَّخٰسِرُوْنَ زیاں کار			

منصوبہ کی تیاری

گزشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں کو رشک و حسد پیدا ہوا اور یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش ہونے لگی۔ چنانچہ ان سب بھائیوں نے جمع ہو کر یوسف علیہ السلام کے خلاف مشورہ کیا۔ کسی نے کہا کہ ان کو قتل کر دو لیکن سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ قتل کرنا تو بہت سخت بات ہے اور ہمارا مقصد بغیر اس کے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر تم یوسف کو یہاں سے علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو آسان صورت یہ ہے کہ اس کو بستی سے دور کسی گمنام کنوئیں میں ڈال دو۔ جس سے غرض یہ تھی کہ عمداً قتل کرنے کا گناہ بھی اپنے سر نہ لیں اور ایسے کنوئیں میں ڈال دینے کے بعد بہت ممکن ہے کہ کوئی مسافر ادھر سے گزرے اور خبر پا کر کنوئیں سے نکال لے جائے اس صورت میں ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا اور خون ناحق میں ہاتھ نہ رنگنے پڑیں گے۔

حضرت یعقوبؑ سے برادران یوسف کی مکارانہ درخواست

جب سب بھائیوں نے یہ مشورہ طے کرلیا کہ یوسف کو ساتھ لے جائیں اور کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈال آئیں۔ چنانچہ اس مشورہ پر اتفاق کر لینے کے بعد اپنے والد کو دھوکہ دینے کے لئے سب مل کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور کہتے ہیں کہ اباجی آخر کیا بات ہے کہ جو آپ ہمیں یوسف کے بارہ میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں۔ اس کی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کرسکتا ہے۔ ان کی ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید پہلے بھی وہ کچھ اس قسم کی درخواستیں کر چکے تھے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کا دل ان کے ساتھ بھیجنے پر مطمئن نہیں ہوا۔ الغرض سب بھائیوں نے مل کر حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ یوسف کو ہمارے ساتھ جنگل بھیج دیجئے۔ آخر ہم گھر بھر کی بکریاں جانور چراتے ہیں دن بھر جنگل کی تازی ہوا کھاتے ہیں۔ آپ ہیں کہ یوسف کو کبھی اپنی آنکھ سے اوجھل ہی نہیں ہونے دیتے۔ اسے پھرنے چلنے کھیلنے کودنے کا کوئی موقع ہی نہیں دیتے۔ بچوں کو روز نہیں تو کبھی کبھی تو آزادی کے ساتھ کھیلنا کودنا چاہئے۔ یوسف کے قویٰ خالی گھر میں پڑے رہنے سے بیکار ہوئے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ اس کو ہمارے ساتھ جنگل بھیج دیجئے۔ وہاں جنگل کے پھل و میوے خوب کھائے گا اور کھیل کود سے جسمانی ورزش بھی ہو جائے گی۔ غرض یعقوب علیہ السلام سے یوسف کو ساتھ لے جانے کی پرزور درخواست کی اور اطمینان دلایا کہ ہم برابر اس کی حفاظت کریں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اندیشہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے اصرار کے جواب میں فرمایا کہ یوسف کی جدائی اور تمہارے ساتھ جانے کا تصور ہی مجھے غمگین بنائے دیتا ہے اس پر یہ خوف مزید رہا کہ یوسف بچہ ہے تمہاری بے خبری اور غفلت میں بھیڑیا وغیرہ کوئی درندہ نہ پھاڑ کھائے۔ یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کا خطرہ یا تو اس وجہ سے ہوا کہ کنعان میں بھیڑیوں کی کثرت تھی اور یا اس وجہ سے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ کسی پہاڑی کے اوپر ہیں اور یوسف اس کے دامن میں نیچے ہیں۔ اچانک دس بھیڑیوں نے انہیں گھیر لیا اور ان پر حملہ کرنا چاہا مگر ایک بھیڑیئے ہی نے مدافعت کر کے چھڑا دیا۔ پھر یوسف زمین کے اندر چھپ گئے۔ جس کی تعبیر بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ دس بھیڑیئے یہ دس بھائی تھے اور جس بھیڑیئے نے مدافعت کر کے ان کو ہلاکت سے بچایا وہ سب سے بڑا بھائی تھا اور یوسف کا زمین میں چھپ جانا کنوئیں کی گہرائی سے تعبیر تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو اس خواب کی بناء پر خود ان بھائیوں سے خطرہ تھا۔

برادران یوسف کا جھوٹی تسلی و تشفی دینا

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس جنگل میں بھیڑیئے بھی کثرت سے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو انہوں نے لے لیا اور دماغ میں بسالیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے۔ یوسف کو الگ کر کے باپ کے سامنے یہی گھڑنت گھڑ دینگے۔ چنانچہ اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ نے بھلا فکر کیا ہمارے جیسی طاقت ور جماعت کی موجودگی میں بھیڑیا کھا جائے تو سمجھئے کہ ہم بالکل ہی گئے گزرے ہوئے اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا۔ کہ ہم دس تنومند بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے ایک کمزور بچہ بھیڑیئے کے منہ میں پہنچ جائے۔ گویا یہ ممکن نہیں اگر ایسا ہو جائے تو ہم سب بیکار نکلے۔ عاجز اور نقصان والے ہی ہوئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ

سو جب اُن کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کرلیا کہ اُن کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دیں۔ اور ہم نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے

هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ

اور وہ تم کو پہچانیں گے بھی نہیں۔ اور وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے۔ کہنے لگے ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے

وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾

اور یوسف کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا بس ایک بھیڑیا اُن کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی سچے ہوں۔

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ

اور یوسف کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے۔ یعقوبؑ نے فرمایا بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

نام نہ ہوگا اور جو باتیں تم بناتے ہو اُن میں اللہ ہی مدد کرے۔

فَلَمَّا پھر جب	ذَهَبُوْا وہ لے گئے	بِهٖ اس کو	وَاَجْمَعُوْٓا اور انہوں نے اتفاق کرلیا	اَنْ يَّجْعَلُوْهُ کہ اسے ڈال دیں	فِيْ غَيٰبَتِ میں اندھا		
الْجُبِّ کنواں	وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی بھیجی	اِلَيْهِ اس کی طرف	لَتُنَبِّئَنَّهُمْ کہ تو انہیں ضرور جتائے گا	بِاَمْرِهِمْ ان کا کام	هٰذَا اس	وَهُمْ اور وہ	
لَا يَشْعُرُوْنَ نہ جانتے ہوں گے	وَجَآءُوْٓ اور وہ آئے	اَبَاهُمْ اپنے باپ کے پاس	عِشَآءً اندھیرا پڑے	يَّبْكُوْنَ روتے ہوئے	قَالُوْا وہ بولے		
يٰٓاَبَانَآ اے ہمارے ابا	اِنَّا ہم	ذَهَبْنَا دوڑنے گئے	نَسْتَبِقُ آگے نکلنے	وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑ دیا	يُوْسُفَ یوسف	عِنْدَ پاس	مَتَاعِنَا اپنا اسباب
فَاَكَلَهُ تو اسے کھا گیا	الذِّئْبُ بھیڑیا	وَمَآ اور نہیں	اَنْتَ تو	بِمُؤْمِنٍ باور کرنے والا	لَّنَا ہم پر	وَلَوْ كُنَّا اور خواہ ہوں ہم	صٰدِقِيْنَ سچے
وَجَآءُوْ اور وہ آئے	عَلٰى پر	قَمِيْصِهٖ اس کی قمیص	بِدَمٍ خون کے ساتھ	كَذِبٍ جھوٹا	قَالَ اس نے کہا	بَلْ بلکہ	سَوَّلَتْ بنالی
لَكُمْ تمہارے لئے	اَنْفُسُكُمْ تمہارے دل	اَمْرًا ایک بات	فَصَبْرٌ پس صبر	جَمِيْلٌ اچھا	وَاللّٰهُ اور اللہ	الْمُسْتَعَانُ مدد چاہتا ہوں	
عَلٰى پر	مَا تَصِفُوْنَ جو تم بیان کرتے ہو						

بھائیوں کا حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں گرا دینا

گذشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہہ سن کر حضرت یوسفؑ کو ان کے سوتیلے بھائی جنگل سیر و تفریح کرانے کے بہانے سے اپنے ہمراہ لے گئے۔ اب آگے کیا صورت حال ہوئی۔ یہ ان آیات میں بتلایا گیا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ باپ کے آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب بھائیوں نے یوسف کو ایذائیں دینی شروع کردیں۔ مارتے پیٹتے برا بھلا کہتے اس کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوئیں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے

ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے۔ مایوس ہو گئے سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنوئیں میں لٹکا دیا۔ آپ نے کنوئیں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا دیا۔ کنوئیں میں آدھی دور آپ پہنچے ہوں گے کہ انہوں نے رسی کاٹ دی۔ آپ تہ میں جا گرے۔ کنوئیں کے درمیان ایک پتھر تھا جس پر آپ کھڑے ہو گئے۔

کنوئیں میں پہنچتے ہی وحی الٰہی کا نزول

عین اس مصیبت، سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب وحی کی کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے آپ صبر و سہار سے کام لیں اور انجام کا آپ کو علم ہو جائے۔ یہ وحی بطریق الہام تھی یا فرشتہ کے ذریعہ اس کی تفصیل قرآن پاک میں نہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں پھینکے گئے تھے تو ان کے لئے ایک بہشتی لباس آیا تھا۔ یہ لباس تبرکات کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا۔ آپ نے یوسف علیہ السلام کے گلے میں تعویذ کی طرح ڈال دیا تھا۔ بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالتے وقت آپ کے کرتے کو اتار لیا تھا کہ اسے خون سے آلودہ کر کے باپ کو دکھائیں گے۔ ننگے بدن آپ کو کنوئیں میں ڈالا تو جبرئیل امین آئے اور حضرت ابراہیمؑ والا پیراہن جو تعویذ کی طرح گلے میں لٹکا تھا اسے کھول کر پہنایا اور مراتب عالیہ کی بشارتیں سنائیں اور بتلایا کہ آپ کے بھائی مجبور اور مطیع ہو کر آپ کے پاس آویں گے۔ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام میں باہمی مفارقت کے متعدد وجوہ مذکور ہوئے ہیں جو احتیاطاً ترک کئے جاتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے خاصان کے مصائب انتقام کے لئے نہیں بلکہ انعام کے لئے ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ کی طرف سے یوسف علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ گھبراؤ نہیں۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ سب کارروائیاں تم ان کو یاد دلاؤ گے اور اس وقت تم ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ پر ہو گے

کہ یہ تم کو پہچان نہ سکیں گے اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی کہ یہ جو ہم سے بول رہا ہے یہی یوسف ہے۔ چنانچہ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ کس طرح حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو مصر کی بادشاہت عطا کی اور کس طرح آپ کے بھائی سائل بن کر آپ کے دربار میں پہنچے۔

برادران یوسف بھائی کی قمیص کو خون آلود کر کے اور روتے پیٹتے باپ کے پاس

الغرض یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال کر اب سب بھائیوں نے گھر کی طرف واپسی کا ارادہ کیا۔ گویا گھر پہنچتے پہنچتے اندھیرا ہو گیا یا جان بوجھ کر اندھیرے سے آئے کہ دن کے اجالے میں باپ کو منہ دکھانا زیادہ مشکل تھا اور رات کی تاریکی ان کی سنگدل اور جھوٹی آہ و بکا کی کسی حد تک پردہ داری کر سکتی تھی۔ جب اندھیرا چھا گیا تو ان بھائیوں نے گھر پہنچ کر رونا دھونا شروع کر دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام رونے کی آواز سن کر گھبرا کر باہر نکلے اور پوچھا کہ کیا ہوا اور یوسف کہاں ہے؟ تو کہنے لگے کہ ابا جان کیا کہیں جنگل میں جا کر جی چاہا کہ بھاگیں دوڑیں۔ یوسف کو سامان کے پاس بٹھا دیا اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو بھاگ دوڑ شروع کی بس ذرا آنکھ سے اوجھل ہونا تھا کہ بھیڑیئے نے یوسف کو آ دبوچا۔ اس موقع پر اتنی ذرا سی دیر میں احتمال بھی نہ تھا کہ بھیڑیا پہنچ کر فوراً یوسف کو شکار کر لے گا۔ آپ تو یوسف کے معاملہ میں پہلے ہی سے ہماری طرف سے بدگمان ہیں۔ ہم لاکھ سچے ہوں مگر آپ ہمارا یقین کاہے کو کرنے لگے۔ یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ کم از کم رونے کی آواز تو بنا ہی رکھی تھی۔ اگر اندھیرا نہ ہوتا تو ان کا چہرہ بھی بتا دیتا یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔ پھر بھی کہانی صاف گھڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اور ایک ڈھونگ یہ رچایا کہ یوسفؑ کی قمیص جو کنوئیں میں ڈالتے وقت ان کے بدن سے اتار لی تھی کسی جانور کو مار کر اس کے خون سے بھر لی تھی اور وہ جھوٹا خون آلود کرتہ پیش کر کے کہنے لگے کہ بھیڑیئے کے زخمی

کرنے سے یہ کرتا یوسف کا خون آلود ہو گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام پر سازش کا انکشاف اور آپ کا صبر کرنا

نادان یہ نہ سمجھے کہ بھیڑیا پکڑتا تو سب سے پہلے قمیص پھٹتی اس کے کیا معنی کہ بدن تو زخمی اور لہولہان ہو گیا لیکن قمیص پر ذرا بھی آنچ نہ آئی اور وہ بالکل صحیح سالم رہی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہ ساری کہانی تمہاری گھڑی ہوئی ہے اور یہ خون جھوٹا خون ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام کہنے لگے کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم و متین ہوگا جو یوسف کو تو لے گیا اور خون آلود کرتہ کو نہایت احتیاط سے صحیح سالم اتار کر رکھ گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر سمجھ لیا کہ یہ سب ان کی سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں۔ بہر حال فرمایا کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا نہ تم سے انتقام کی کوشش۔ صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کر رہے ہو ان کی حقیقت اس طرح آشکارا کر دے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کئے گئے ہیں وہ پورا ہو کر رہے گا اور ایک مدت معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملے گی۔ فی الحال ڈھونڈنے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یوسف ابھی ملیں گے نہیں۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ من جانب اللہ ایک ابتلا اور آزمائش ہے۔ ظالم کے ظلم پر اور ماکر کے مکر پر تو صبر ضروری نہیں مگر قضا و قدر پر صبر ضروری ہے۔ قضا و قدر کے مقابلہ میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس وقت صبر جمیل ہی بہتر ہے اور صبر جمیل کے یہ معنی ہیں کہ جب کوئی مصیبت نازل ہو تو بندوں سے شکایت نہ کرے کہ یہ مصیبت مجھ پر کہاں سے آ گئی۔ اس لئے یعقوب علیہ السلام رو دھو کر خاموش بیٹھ گئے اور نہ یوسف کی جستجو میں پڑے اور نہ بیٹوں سے انتقام کا ارادہ فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس باپ بیٹے کے قصے سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ دیکھو صبر جمیل ایسا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسکین و تسلی

چنانچہ اس قصہ سے ایک طرف تو حضرت یعقوب اور یوسف علیہما السلام کے صبر و تحمل کا نقشہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھینچنا تھا تا کہ آپ کے قلب مبارک کو تسکین ہو اور معلوم ہو جائے کہ بعض وقت اپنے ہی بھائی بند اپنے ذاتی اغراض اور دلی جذبات کے تحت اپنے ہی عزیز بھائی کے جانی دشمن ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ بدسلوکی پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ پھر اس قصہ میں ان لوگوں کے لئے بھی تنبیہ موجود ہے جو جذبات میں پھنس کر اپنے ہی بھائیوں اور عزیزوں کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ انہیں اس قصہ سے یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ اس قسم کا سلوک کرنے والے آخر کار ذلیل و خوار ہوتے ہیں اور جن کو وہ ظلم و ستم سے دبانا بلکہ نیست و نابود کرنا چاہتے تھے وہ ہی انجام کار کامیاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے عزت و شوکت عطا فرماتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کے اس قصہ کو قرآن کریم کا جزو بنا کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا تا کہ ہر زمانہ میں اس سے ظالم اور مظلوم دونوں سبق حاصل کرتے رہیں اور ظلم کے انجام سے غافل نہ ہوں۔ ظالم ظلم سے رکے اور مظلوم ہمت اور صبر سے کام لے اور یقین رکھے کہ ظالم آخر کار پست ہو کر رہے گا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم نہ ظالم، نہ مظلوم ہوں۔ ظلم سے ہر طرح فارغ رہیں۔ یا اللہ! ہم کو زندگی کے ہر حال میں حق سے وابستہ رکھنا اور ناحق سے بچانا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجَآءَتۡ سَيَّارَةٌ فَاَرۡسَلُوۡا وَارِدَهُمۡ فَاَدۡلٰى دَلۡوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشۡرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوۡهُ

اور ایک قافلہ آ نکلا اور اُنہوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے بھیجا' اُس نے اپنا ڈول ڈالا' کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا

بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوۡهُ بِثَمَنٍۢ بَخۡسٍ دَرَاهِمَ مَعۡدُوۡدَةٍ ۚ وَكَانُوۡا

نکل آیا اور اُن کو مال قرار دیکر چھپالیا۔ اور اللہ کو ان سب کی کارگزاریاں معلوم تھیں۔ اور ان کو بہت ہی کم قیمت کو بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض؛

فِيۡهِ مِنَ الزّٰهِدِيۡنَ ﴿۲۰﴾

اور وہ لوگ کچھ اُن کے قدردان تو تھے ہی نہیں

وَجَآءَتۡ اور آیا	سَيَّارَةٌ ایک قافلہ	فَاَرۡسَلُوۡا پس انہوں نے بھیجا	وَارِدَهُمۡ اپنا پانی بھرنے والا	فَاَدۡلٰى پس اس نے ڈالا	دَلۡوَهٗ اپنا ڈول
قَالَ اس نے کہا	يٰبُشۡرٰى آہا	هٰذَا یہ	غُلٰمٌ ایک لڑکا	وَاَسَرُّوۡهُ اور اسے چھپالیا	بِضَاعَةً مال تجارت سمجھ کر
وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيۡمٌۢ جاننے والا	بِمَا اسے جو	يَعۡمَلُوۡنَ وہ کرتے تھے	وَشَرَوۡهُ اور انہوں نے اسے بیچ دیا	بِثَمَنٍۢ دام
بَخۡسٍ کھوٹے	دَرَاهِمَ درہم	مَعۡدُوۡدَةٍ گنتی کے	وَكَانُوۡا اور وہ تھے	فِيۡهِ اس میں	مِنَ سے
الزّٰهِدِيۡنَ بے رغبت					

قافلہ والوں کا حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکالنا

لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تین روز تک کنوئیں میں رہے اور قدرت الٰہی نے ان کی حفاظت کی۔ بھائیوں نے کنوئیں میں تو ڈال دیا تھا لیکن ان کی خبرگیری برابر کرتے رہے کیونکہ وہ یہ تو نہیں چاہتے تھے کہ یہ مرجائیں۔ بلکہ ان کی دلی خواہش یہی تھی کہ کسی دوسرے ملک کا مسافر نکال لے جائے تو ہمارے درمیان سے یہ کانٹا نکل جائے اس لئے حضرت یوسفؑ کو بھائی کنوئیں میں ڈال کر بے فکر نہیں ہوگئے تھے بلکہ روزانہ خیر خبر رکھتے تھے اور کچھ کھانا بھی پہنچاتے تھے۔

ایک دن مدین سے مصر کو جانے والا ایک قافلہ وہاں سے گزرا انہوں نے کنواں دیکھ کر اپنا آدمی پانی بھرنے کو بھیجا۔ اس نے ڈول کنوئیں میں ڈالا تو یوسف علیہ السلام چھوٹے تو تھے ہی ڈول میں ہو بیٹھے اور رسی اپنے ہاتھ سے پکڑ لی اب جو کھینچنے والے نے ڈول کھینچا تو یہ دیکھ کر کہ کنوئیں سے ایک خوبصورت حسین و جمیل لڑکا نکلا تو بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجیب لڑکا ہے۔ اچھی قیمت پر بکے گا۔ چنانچہ وہ کھینچنے والا ان کو قافلہ میں لایا مگر اس واقعہ کو دوسرے ہمراہیوں سے چھپانا چاہا تاکہ اوروں کو خبر نہ ہو۔ اس لئے کہ اوروں کو خبر ہوگی تو سب شریک ہوجائیں گے تو شاید اس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اس کے مالکوں نے مجھ کو دیا ہے تاکہ مصر کے بازار میں فروخت کروں۔

بھائیوں کی سنگدلی کا ایک اور منظر کہ بھائی کو بیچ دیا

قدرت خداوندی یہ سب دیکھ رہی تھی کہ بھائی تو یوسفؑ کو بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلہ والے بیچ کر دام وصول کرنے کا ارادہ کررہے تھے اور خدا تعالیٰ خزائن مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو ان کارروائیوں کو ایک سیکنڈ میں روک دیتا۔ لیکن اس کی مصلحت تاخیر میں تھی۔ اس لئے سب چیزوں کو جانتے ہوئے اور دیکھتے ہوئے انہیں ڈھیل دی گئی۔ اور اپنی تکوینی مصلحتوں و عظمتوں کے تحت ان کے منصوبوں کو چلنے دیا۔

برادران یوسف تو برابر کھوج میں لگے ہی تھے جب ان کو خبر ہوئی کہ قافلہ والے یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال لے گئے تو وہاں پہنچے اور ظاہر کیا کہ یہ ہمارا غلام بھاگ آیا ہے چونکہ اسے بھاگنے کی عادت ہے اس لئے ہم رکھنا نہیں چاہتے۔ تم خرید و تو خرید سکتے ہو مگر بہت سخت نگرانی رکھنا کہیں بھاگ نہ جاوے۔ لکھا ہے کہ کل ۱۸ درہم میں بیچ ڈالا۔ اور نو سوتیلے بھائیوں نے دو دو درہم (جس کے تقریباً آٹھ آنہ ہمارے پاکستانی سکہ میں ہوتے ہیں بانٹ لئے) ایک سوتیلے بھائی نے حصہ نہیں لیا۔ اسی طرح اونے پونے بیچ کر اپنے سر سے بلا ٹالی اور قافلہ یوسف کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوا۔ ان بھائیوں نے جو اس قدر سستا بیچ دیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ وہ تو اتنے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے۔ جو پیسے مل گئے غنیمت سمجھا۔ لکھا ہے کہ حضرت یوسف نے بھی اپنے تئیں ظاہر نہ کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ قتل ہی کر دیں اس لئے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ بک گئے اور قافلہ والے ان کو لے کر مصر پہنچے۔

حضرت یوسفؑ کا صبر

اب غور کیجئے کہ حضرت یوسفؑ کی زندگی کا یہ پہلو اپنے اندر کیسی عظمتیں پنہاں رکھتا ہے۔ چھوٹی سی عمر ہے والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ باپ کی آغوش محبت تھی وہ بھی چھوٹی۔ وطن چھوٹا' بھائیوں نے کیسی بے وفائی کی۔ آزادی کی جگہ غلامی نصیب ہوئی۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود نہ شور وشیون ہے نہ ہائے واویلا۔ نہ جزع وفزع ہے نہ الحاح وزاری۔ قسمت پر شاکر۔ مصائب پر صابر اور اللہ کے فیصلہ پر راضی برضا۔ سر نیاز خم کئے مصر کے بازار میں فروخت ہونے جا رہے ہیں۔ اللہ اکبر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی

علامہ ابن کثیرؒ **واللہ علیم بما یعملون** یعنی اللہ تعالیٰ کو ان کی سب کارگزاریاں معلوم تھیں۔ اس پر لکھتے ہیں کہ اس جملہ میں حق تعالیٰ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ ہدایت اور تسلی ہے کہ آپ کی قوم جو کچھ آپ کے ساتھ اس وقت کر رہی ہے یا کرے گی وہ سب اللہ کے علم وقدرت سے باہر نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو ایک آن میں سب کو بدل ڈالیں اور مخالفین ومعاندین کے کسی منصوبہ کو نہ چلنے دیں لیکن تقاضائے حکمت یہی ہے کہ ان لوگوں کو اس وقت اپنی قوت آزمائی کرنے دی جائے۔ اور ان کے منصوبوں کو چلنے دیا جائے لیکن انجام کار آپ کو غالب کر کے حق کو غالب کیا جائے گا۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنی حکمت ورحمت پر ہم کو بھی یقین کامل نصیب فرما۔

یا اللہ! دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ آپ کی مشیت ہی کے تحت ہو رہا ہے۔ ظالموں نے ظلم پر جو کمر باندھ رکھی ہے اور مظلوموں نے جو آہ وبکا کر رکھی ہے یہ سب آپ کے علم میں ہے اور آپ کو قدرت ہے کہ آپ ایک سیکنڈ میں حالات بدل دیں مگر آپ کی حکمت جس امر کو مقتضی ہوتی ہے ویسے ہی حالات پیش آتے ہیں۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے ہمارے ساتھ زندگی کے ہر لمحہ میں اپنی رحمت وشفقت کا ہی معاملہ فرما اور اپنے شکر گزار بندوں میں شامل ہونا نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ

اور جس شخص نے مصر میں اُن کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ ہمارے کام آوے یا ہم اسکو بیٹا بنالیں

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ؗ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ

اور ہم نے اسی طرح یوسفؑ کو اس سرزمین خوب قوت دی اور تا کہ ہم اُن کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلا دیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے

عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ

کام پر غالب ہے ولیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔ اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے اُن کو حکمت اور علم عطا فرمایا

وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾

اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

وَقَالَ اور بولا	الَّذِی وہ جو	اشْتَرٰىهُ اسے خریدا	مِنْ سے	مِصْرَ مصر	لِامْرَاَتِهٖ اپنی عورت کو	اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ اسے عزت واکرام سے رکھ	
عَسٰی شاید	اَنْ کہ	یَّنْفَعَنَا ہم کو نفع پہنچائے	اَوْ یا	نَتَّخِذَهٗ ہم اسے بنالیں	وَلَدًا بیٹا	وَكَذٰلِكَ اور اس طرح	مَكَّنَّا ہم نے جگہ دی
لِیُوْسُفَ یوسفؑ کو	فِی میں	الْاَرْضِ زمین	وَلِنُعَلِّمَهٗ اور تا کہ ہم اسے سکھائیں	مِنْ سے	تَاْوِیْلِ انجام نکالنا	الْاَحَادِیْثِ باتیں	وَاللّٰهُ اور اللہ
غَالِبٌ غالب	عَلٰٓى اَمْرِهٖ اپنے کام پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَلَمَّا اور جب	بَلَغَ پہنچ گیا
اَشُدَّهٗ اپنی قوت	اٰتَیْنٰهُ ہم نے اسے عطا کیا	حُكْمًا حکم	وَعِلْمًا اور علم	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	نَجْزِی ہم جزا دیتے ہیں	الْمُحْسِنِیْنَ نیکی کرنیوالے	

مصر کے بازار میں حضرت یوسفؑ کا عزیز مصر کے ہاتھ فروخت ہونا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے اپنا غلام بتلا کر ایک مصر جانے والے قافلہ کے مسافروں کے ہاتھ فروخت کر کے ان کی حراست میں آپ کو دے دیا۔ اور قافلہ مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ برادران یوسف اب بے فکر ہو گئے اور سمجھ لیا کہ باپ کی پوری توجہ ہماری ہی طرف ہو گی لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

یوسف علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی دینی منظور تھی۔ بھائیوں کی دشمنی اور ناشائستہ حرکات ان کے عروج کے لئے اکسیر ثابت ہوئیں۔ اگر اس طرح فروخت نہ کئے جاتے تو مصر کیسے پہنچتے اور مملکت مصر کیسے حاصل ہوتی۔ الغرض قافلہ مصر پہنچا۔ مصر کی حکومت کا مدارالمہام جس کو ہماری اصطلاح میں وزیراعظم سمجھئے اور جس کا لقب عزیز تھا۔ وہ سیر کے لئے مصر کے بازار سے گزر رہا تھا کہ یوسفؑ پر اس کی نظر پڑی اور آپ کے حسن و جمال سے متاثر ہوا اور کیوں نہ متاثر ہوتا۔ صحیح مسلم میں شب معراج کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یوسف علیہ السلام سے ملا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پورے عالم کے حسن و جمال میں سے آدھا ان کو عطا فرمایا ہے اور باقی آدھا سارے جہان میں تقسیم ہوا ہے۔ تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ لوگوں نے بڑھ بڑھ کر قیمتیں لگانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ یوسف علیہ السلام کے وزن کے برابر سونا اور اسی کی برابر مشک اور اسی وزن کے

ریشمی کپڑے قیمت لگ گئی۔ عزیز مصر کو یہ دولت ملنی تھی۔ اس نے یہ سب چیزیں قیمت میں ادا کر کے یوسف علیہ السلام کو خرید لیا۔

عزیز مصر کا حضرت یوسفؑ کو اپنا بیٹا بنا کر گھر میں رکھنا

عزیز مصر حضرت یوسف کو لے کر اپنے گھر آیا اور چونکہ لاولد تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ نہایت پیارا' قبول صورت اور ہونہار لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو پوری عزت آبرو سے رکھو۔ غلاموں کا سا معاملہ مت کرو شاید بڑا ہو کر ہمارے کام آئے۔ ہم اپنا کاروبار اس کے سپرد کر دیں یا جب اولاد نہیں ہے تو بیٹا بنالیں۔

چنانچہ اس عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کے ساتھ غلاموں کا سا معاملہ نہیں کیا بلکہ اپنی اولاد کی طرح عزت واحترام کے ساتھ رکھا اور حضرت یوسف اپنی عصمت مآب زندگی' حلم ووقار' امانت وسلیقہ مندی کے پاک اوصاف کی بدولت اس کی آنکھوں کا تارا اور دل کے مالک بن جاتے ہیں۔ جس نے اپنی ریاست' دولت ثروت اور گھریلو زندگی کی تمام ذمہ داریاں سب حضرت یوسف کے سپرد کر دیں اور ان سب کا امین بنا دیا۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور تدبیر لطیف سے یوسف کو بھائیوں کی حاسدانہ بختیوں اور کنوئیں کی قید سے نکال کر عزیز مصر کے یہاں پہنچا دیا۔ پھر اس کے دل میں حضرت یوسفؑ کی محبت ووقعت القاء فرمائی۔

گذشتہ حالات وآزمائشوں کی حکمت

اس طرح ہم نے ان کو مصر میں ایک معزز جگہ دی اور اہل مصر کی نظروں میں ان کو وجیہ اور محبوب بنا دیا تاکہ یہ چیز آئندہ ترقیات اور سربلندیوں کا پیش خیمہ ہو۔ اور بنی اسرائیل کو مصر میں بسانے کا ذریعہ بنے۔ ساتھ ہی یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے ہمراہ رہ کر بڑے سرداروں کی صحبت دیکھیں تاکہ سلطنت کے رموز واشارات سمجھنے اور تمام باتوں کو ان کے ٹھکانے پر بٹھانے کا کامل سلیقہ اور تجربہ حاصل ہو۔ بھائیوں نے تو حضرت یوسف کو گرانا چاہا اور اللہ نے ان کو آسمان رفعت پر پہنچا دیا۔ مگر اکثر لوگ کوتاہ نظری سے دیکھتے نہیں کہ انسانی تدبیروں کے مقابلہ میں کس طرح خدا کا بندوبست غالب آتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی خاص بندے پر عنایت کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے کیسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اسباب ظاہرہ ہی کو سب کچھ سمجھ کر بس انہی کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ مسبب الاسباب اور قادر مطلق کی طرف دھیان نہیں دیتے جو غالب اور قادر ہے اور جو اس کا ارادہ ہوتا ہے اس کے ویسے ہی اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ پر علم وحکمت کا فیضان

گذشتہ حالات جن سے حضرت یوسف علیہ السلام گزرے ان سے آپ کی تعلیم وتربیت مقصود تھی اگرچہ بظاہر وہ کس قدر تکلیف دہ تھے۔ جب یوسف علیہ السلام کے تمام قویٰ حد کمال کو پہنچ گئے اور جوان بالغ ہو گئے تو خدا کے یہاں سے عظیم الشان علم وحکمت کا فیض پہنچا۔ آپ بڑی خوبی اور دانائی سے لوگوں کے نزاعات چکاتے اور ان کے درمیان فیصلہ فرماتے۔ علم شرائع کے پورے ماہر اور تعبیر رویاء کا علم تو آپ کا مخصوص حصہ تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کی بناء پر ایک عام قانون الٰہی بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ فطرت کی رہنمائی یا تقلید صالحین اور توفیق ازلی سے مصائب و حوادث پر صابر رہ کر عمدہ اخلاق' نیک چال چلن اختیار کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان پر ایسے ہی انعام فرماتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ

اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ رہتے تھے وہ اُن سے اپنا مطلب حاصل کرنے کو اُنکو پھسلانے لگی اور سارے دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی آ جاؤ تم ہی سے کہتی ہوں یوسف علیہ السلام نے کہا معاذ اللہ وہ یعنی تمہارا شوہر عزیز مصر میرا

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا

مربی ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا۔ بلا شبہ ظالم فلاح نہیں پاتے۔ اور تحقیق فکر کی اس عورت نے اسکی یعنی یوسف علیہ السلام کو پھانسنے کی اور یوسف نے فکر کی عورت کے جال سے نکلنے کی اگر یوسف علیہ السلام نے اپنے پروردگار کی

لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾

دلیل و حجت کو نہ دیکھا ہوتا (تو ایسے وقت میں ثابت قدم رہنا مشکل تھا) اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو اپنی برہان دکھلائی تا کہ ہم اُن سے بے حیائی اور برائی کو دور رکھیں۔ بیشک وہ ہمارے برگزیدہ مخلص بندوں میں سے تھے

وَرَاوَدَتْهُ اور اسے پھسلایا	الَّتِیْ وہ عورت جو	هُوَ اس	فِیْ میں	بَیْتِهَا اس کا گھر	عَنْ نَّفْسِهٖ اپنے آپ کو روکنے سے	وَغَلَّقَتِ اور بند کر دیئے		
الْاَبْوَابَ دروازے	وَقَالَتْ اور بولی	هَیْتَ لَكَ آ جا جلدی کر	قَالَ اس نے کہا	مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ کی پناہ	اِنَّهٗ بیشک وہ	رَبِّیْ میرا مالک		
اَحْسَنَ بہت اچھا	مَثْوَایَ اور رہنا سہنا	اِنَّهٗ بیشک	لَا یُفْلِحُ بھلائی نہیں پاتے	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	وَلَقَدْ هَمَّتْ اور بیشک اس عورت نے ارادہ کیا			
بِهٖ اس کا	وَهَمَّ اور وہ ارادہ کرتے	بِهَا اس کا	لَوْلَاۤ اگر نہ ہوتا	اَنْ کہ	رَّاٰ وہ دیکھے	بُرْهَانَ دلیل	رَبِّهٖ اپنا رب	كَذٰلِكَ اسی طرح
لِنَصْرِفَ ہم نے پھیر دیا	عَنْهُ اس سے	السُّوْٓءَ برائی	وَ اور	الْفَحْشَآءَ بے حیائی	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	الْمُخْلَصِیْنَ برگزیدہ

حضرت یوسفؑ کی دوسری آزمائش زلیخا کی غلط کوششیں اور حضرت یوسف کا اس سے بچ نکلنا

جیسا کہ گذشتہ دروس میں ذکر ہو چکا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی بچپن کی پہلی مصیبت یا آزمائش کا دور ختم ہو چکا تھا اور اب وہ عزیز مصر کے بہت بڑے گھرانے کے مالک بنے ہوئے تھے۔ اب وقت کی ایک دوسری کٹھن اور سخت آزمائش شروع ہوئی اور وہ یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جوانی کا عالم تھا۔ حسن و خوبروئی کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جو ان کے اندر موجود نہ ہو۔ عزیز مصر کی بیوی اپنے دل پر قابو نہ پا سکی اور یوسف علیہ السلام پر پروانہ وار فدا اور نثار ہونے لگی۔ خانوادہ نبوت کا چشم و چراغ اور منصب نبوت کے لئے منتخب بھلا ان سے یہ کس طرح ممکن تھا کہ ناپاکی اور فحش میں مبتلا ہوں اور عزیز مصر کی بیوی کے ناپاک عزائم پورے ہوں۔ لیکن عزیز مصر کی اس عورت نے اس طرح جادو چلتے نہ دیکھا تو ایک روز بے قابو ہو کر مکان کے دروازے بند کر دیئے اور اپنی ناپاک خواہش کا بے تابانہ اظہار کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے یہ وقت سخت آزمائش کا تھا۔ ایک طرف شاہی خاندان کی نوجوان عورت۔ آرائش حسن و زینت کی بے پناہ نمائش، عیش و نشاط کے سامان، نفسیاتی جذبات پورا کرنے کی ہر قسم کی سہولتیں، دوسری طرف خود یوسف علیہ السلام کی جوانی کی عمر، قوت کا زمانہ، تجرد کی زندگی، یہ سب دواعی اور اسباب ایسے تھے کہ جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا مگر خدائے قدوس نے جس کو محسن قرار دے کر علم و حکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا اس پر کیا مجال تھی کہ شیطان کا داؤ چل جاتا۔ یوسف علیہ السلام نے جب یہ حال دیکھا کہ بھاگنے کے لئے راستہ ہی نظر نہیں آتا۔ سب دروازے بند ہیں تو گھبرا کر اول تو یہ کہا معاذ اللہ یعنی خدا کی پناہ۔ اللہ مجھے اس کام سے بچائے اور عزیز مصر کی بیوی سے کہا جس کی طرف تو مجھے بلاتی ہے جس کی قباحت و

شناعت میں کوئی شبہ نہیں۔ پھر یہ کہ عزیز مصر تیرا شوہر جس نے مجھے خریدا ہے وہ میرا مربی اور محسن ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا اور مجھ پر احسان کیا۔ اس کے احسان کے بدلہ میں میں اس کے ساتھ برائی نہیں کرسکتا۔ ولی نعمت کے حق کی رعایت عقلاً و شرعاً فرض ولازم ہے اس لئے میں اس کے حرم میں خیانت کے دست درازی نہیں کرسکتا۔ جس محسن نے مجھے ایسی عزت وراحت سے رکھا کیا میں اپنے محسن کے ناموس پر حملہ کروں؟ ایسی محسن کشی اور بے انصافی کرنے والے کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ ظالم لوگ جو حق کو نہ پہچانیں اور نیکی کے بدلہ بدی کریں وہ فلاح نہیں پاتے۔ پس اگر معاذ اللہ میں بھی ایسا کروں تو ظالم ٹھہروں گا اور فلاح نہ پاؤں گا۔ نیز جب ظاہری مربی کا ہم کو اس قدر پاس ہے تو سمجھ لو کہ اس پروردگار حقیقی سے ہمیں کس قدر شرمانا اور حیا کرنا چاہئے۔ لہٰذا تجھ کو بھی چاہئے کہ اس برے کام سے بھاگ کر اللہ کی پناہ میں داخل ہو جا اور سمجھ لے کہ زنا اپنے اوپر بھی ظلم ہے اور شوہر کے اوپر بھی ظلم ہے۔ غرض نہ آپ کا خیال پہلے کبھی اس عورت کی طرف تھا اور نہ اس وقت اسے بری نظر سے دیکھ رہے تھے۔ بلکہ اس کی حالت پر افسوس اور رحم کی نظر ڈال رہے تھے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت کے متعلق حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان کا خیال بھی پاک صاف رکھا اور گناہ کو عمل میں لانے سے بھی بچایا۔ کیونکہ ہم تو پہلے ہی ان کو برے کاموں اور برے خیال سے چھڑا کر اپنا خالص بندہ بنا چکے تھے۔

گناہوں سے محفوظ رکھنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے

الغرض ان آیات سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے روکنے والی اصل چیز اللہ کا خوف ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ مجھے فتنہ نے گھیر لیا ہے تو فوراً منہ سے معاذ اللہ نکالا اور دل سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس گناہ سے بچایئے۔ تو جس کی نظروں میں خداوند ذوالجلال والاکرام کی عظمت وجلال ہو وہ نفس و شیطان کے جال میں کہاں پھنس سکتا ہے۔ تو یہاں یہ ہدایت اور تعلیم ملتی ہے کہ اگر گناہ یا بری بات میں پھنسنے کا اندیشہ ہو تو فوراً اللہ تعالیٰ کی مدد کے لئے پکارنا چاہئے اور اس سے عرض کرنی چاہئے کہ وہ گناہ سے بچائے۔

حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے مختلف ارادے

یہاں ان آیات میں **ولقد همت به وهم بها** کا جو جملہ آیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تحقیق عورت نے فکر کی یا ارادہ کیا اس کا اور اس نے یعنی یوسفؑ نے فکر کی یا ارادہ کیا اس عورت کا تو **ولقد همت به** کی تفسیر میں بالاتفاق سب مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ اس عورت یعنی عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے فکر کی یوسف علیہ السلام کو پھانسنے کی اور ان سے اپنی بری غرض حاصل کرنے کی لیکن **وهم بها** یعنی یوسف علیہ السلام نے اس عورت کے متعلق کس بات کی فکر کی یا ارادہ کیا؟ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے اس عورت کی اسکے تفسر میں، مفسرین کے مختلف اقوال ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے اس عورت کے متعلق کس بات کی فکر کی یا ارادہ کیا؟ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے اس عورت کے مارنے اور دفع کرنے کا ارادہ کیا۔ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے بھاگنے اور اس کے جال سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے نفس سے اس امر قبیح کے دفعیہ کا ارادہ کیا۔

اسی سلسلہ میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ روحانی اور کشفی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کے قصہ میں یہ فرمایا ہے۔

ولقد همت به وهم بها

اوراس ھم کی کوئی تعیین نہیں فرمائی۔ بظاہر اشتراک معلوم ہوتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے جواب میں یہ فرمایا ہاں تم نے سچ کہا لیکن وہ اشتراک صرف لفظ میں ہے نہ کہ معنی میں۔اس نے یہ ارادہ کیا کہ مجھے اپنے مطلب پر مجبور کرے اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں اس کے دفعہ کرنے میں غالب آجاؤں۔ پس اشتراک طلب قہر اور غلبہ میں ہے مگر ہر ایک کا مقصد اور مطلب الگ الگ اور جدا جدا ہے۔ اور فرمایا کہ دلیل اس کی یہ ہے کہ خود امراۃ العزیز نے اقرار کیا الئٰن حصحص الحق انا راودتہ عن نفسہ (یعنی عزیز مصر کی بیوی نے کہا حق بات سب کے سامنے بالکل ظاہر ہوگئی میں نے ہی یوسف سے اپنی بری نیت کی خواہش کی تھی یعنی میں نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا) اور میری قصہ میں کسی جگہ قرآن میں یہ نہیں آیا کہ میں نے اس عورت سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ اور یہ فرمایا کہ میں کیسے اس کا ارادہ کرتا اللہ نے مجھے اپنی برہان دکھلائی'' (معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

برہان ربی

اب یہاں قرآن کریم نے یہ واضح نہیں کیا کہ وہ برہان ربی جو یوسف علیہ السلام کے سامنے آئی کیا چیز تھی؟ اس لئے اس میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ اس خلوت گاہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت اس طرح ان کے سامنے کردی کہ وہ اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے ان کو متنبہ کر رہے ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ عزیز مصر کی صورت ان کے سامنے کردی گئی۔ بعض نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کی نظر چھت کی طرف اٹھی تو اس میں یہ آیت قرآنی لکھی ہوئی دیکھی۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا

یعنی زنا کے پاس نہ جاؤ کیونکہ وہ بڑی بے حیائی اور قہر خداوندی کا سبب اور معاشرہ کے لئے بہت برا راستہ ہے۔)

(معارف القرآن جلد پنجم) واللہ اعلم بالصواب)

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنے برگزیدہ پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت وعصمت کے طفیل میں ہم کو بھی نیک چلنی اور پارسائی عطا فرمادے۔

یا اللہ! نفس وشیطان کی چالوں سے ہر حال میں ہماری حفاظت فرما۔ اور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے مخلص بندوں میں ہم کو بھی شامل فرمالے اور جیسی آپ اپنے مخلصین کی حفاظت فرماتے ہیں ہماری بھی ہر حال میں حفاظت فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ

اور دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف کو دوڑے اور اس عوت نے اُن کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا۔ اور دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے

أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي

کے پاس پایا۔ عورت بولی کہ جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا ہے کہ وہ جیل خانہ بھیجا جائے یا اور کوئی

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾

دردناک سزا ہو یوسف نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو پھسلاتی تھی اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک نے گواہی دی کہ اُن کا کرتہ اگر

وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٧﴾ فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ

آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر وہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے سو جب اُن کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ

کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بیشک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہیں۔ اے یوسف اس بات کو جانے دو

وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿٢٩﴾

اور اے عورت تو اپنے قصور کی معافی مانگ بیشک سراسر تو ہی قصوروار ہے۔

وَاسْتَبَقَا اور دونوں دوڑے	الْبَابَ دروازہ	وَقَدَّتْ اور عورت نے پھاڑ دی	قَمِيصَهُ اس کی قمیص	مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے	وَأَلْفَيَا اور دونوں کا ملا			
سَيِّدَهَا عورت کا خاوند	لَدَا الْبَابِ دروازہ کے پاس	قَالَتْ وہ کہنے لگی	مَا جَزَاءُ کیا سزا	مَنْ جو	أَرَادَ ارادہ کیا	بِأَهْلِكَ تیری بیوی سے	سُوءًا برائی	
إِلَّا سوائے	أَنْ یہ کہ	يُسْجَنَ قید کیا جائے	أَوْ یا	عَذَابٌ أَلِيمٌ دردناک عذاب	قَالَ اس نے کہا	هِيَ اس	رَاوَدَتْنِي مجھے پھسلایا	عَنْ سے
نَفْسِي میرا نفس	وَشَهِدَ اور گواہی دی	شَاهِدٌ ایک گواہ	مِنْ سے	أَهْلِهَا اس کے لوگ	إِنْ اگر	كَانَ ہے	قَمِيصُهُ اس کی قمیص	قُدَّ پھٹی ہوئی
مِنْ قُبُلٍ آگے سے	فَصَدَقَتْ تو وہ سچی	وَ اور	هُوَ وہ	مِنَ سے	الْكَاذِبِينَ جھوٹے	فَإِنْ اور اگر	كَانَ ہے	قَمِيصُهُ اسکی قمیص
قُدَّ پھٹی ہوئی	مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے	فَكَذَبَتْ تو وہ جھوٹی	وَهُوَ اور وہ	مِنَ سے	الصَّادِقِينَ سچے	فَلَمَّا تو جب	رَأَى دیکھا	قَمِيصَهُ اسکی قمیص
قُدَّ پھٹی ہوئی	مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے	قَالَ اس نے کہا	إِنَّهُ بیشک یہ	مِنْ سے	كَيْدِكُنَّ تم عورتوں کا فریب	إِنَّ بیشک	كَيْدَكُنَّ تمہارا فریب	
عَظِيمٌ بڑا	يُوسُفُ یوسف	أَعْرِضْ جانے دے	عَنْ سے	هَٰذَا اس	وَاسْتَغْفِرِي اور اے عورت بخشش مانگ	لِذَنْبِكِ اپنے گناہ		
إِنَّكِ بیشک تو	كُنْتِ تو ہے	مِنَ سے	الْخَاطِئِينَ خطا کار					

اپنے اپنے ارادے کی تکمیل کیلئے حضرت یوسف وزلیخا میں کشمکش

گذشتہ آیات میں تذکرہ ہوا تھا کہ عزیز مصر کی بیوی۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے خواہش نفس کے پورا کرنے کے درپے تھی مگر

حضرت یوسفؑ اس سے اپنا پیچھا چھڑا کر علیحدہ رہنا چاہتے تھے حتیٰ کہ ایک موقع پر تنہائی کے لئے گھر کے دروازے بھی بند کر لئے تھے مگر حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اس ابتلاء میں ہر طرح سے محفوظ رکھا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس عورت نے پھر وہی اصرار کیا تو اس وقت یوسف علیہ السلام وہاں سے جان بچا کر بھاگے اور وہ آپ کو پکڑنے کے لئے آپ کے پیچھے لپکی اور دونوں آگے پیچھے دروازہ کی طرف دوڑے۔ آگے حضرت یوسفؑ تھے کہ جلدی دروازہ کھول کر نکل جائیں اور پیچھے عزیز مصر کی بیوی زلیخا آپ کو روکنے کے لئے تعاقب کر رہی تھی۔ اتفاقاً یوسف علیہ السلام کے قمیص کا پچھلا حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے پکڑ کر کھینچنا چاہا یوسف علیہ السلام رکے نہیں۔ آپ نے زور لگا کر آگے دوڑ جاری رکھی۔ اس کھینچا تانی میں آپ کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا۔ مگر اب بھی وہ باز نہ آئی اور برابر ان کو پکڑنے کے لئے آپ کے پیچھے دوڑی چلی گئی۔ مگر یوسف علیہ السلام جوں توں کر کے مکان سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

خاوند کے سامنے زلیخا کی چکر بازی

ادھر یہ دونوں آگے پیچھے دروازہ پر پہنچے ادھر عورت کا خاوند عزیز مصر بھی اتفاقاً پہنچ گیا۔ اب عورت نے جو اپنے خاوند عزیز مصر کو دیکھا تو سخت شرمندہ ہوئی اور فوراً بات بنانی شروع کی اور اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا کہ اس کا ارادہ میرے ساتھ بدی کا تھا اور میں آبرو بچانے کے لئے بھاگی تھی اور یہ میرے پیچھے مجھے پکڑنے بھاگا تھا یہ کہہ کر اس نے کہا کہ اب جس نے آپ کی بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا اس کی اس کے سوا اور کوئی سزا نہیں کہ اسے جیل خانہ بھیجا جاوے یا اور کوئی سخت سزا دی جائے اور جب یوسف علیہ السلام نے اپنی آبرو کو خطرہ میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت چڑھتے دیکھی تو مجبور ہو کر اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے عزیز مصر سے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھی۔ میں نے بھاگ کر جان بچائی یہ میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھی یہاں تک کہ میرا کرتہ بھی پھاڑ دیا۔

حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی پر معصوم گواہ کی فیصلہ کن گواہی

یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ خود عورت کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دینے لگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خوار بچہ تھا جو خدا کی قدرت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ظاہر کرنے کو بول پڑا اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ گواہ کوئی مرد دانا تھا جس نے نہایت پتہ کی بات کہی۔ اگر گواہ شیر خوار بچہ تھا جیسا کہ بعض روایات میں ہے تب تو اس بچہ کا بولنا اور ایسی گواہی دینا جو انجام کار یوسف علیہ السلام کے حق میں مفید ہو خود مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی سچائی کی تھی۔ کرتے کا آگے سے یا پیچھے سے پھٹا ہونا شہادت سے زائد بطور ایک علامت اور قرینہ کے سمجھنا چاہئے اور اگر گواہ کوئی مرد دانا تھا تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خارجی طریقہ سے حقیقت حال پر مطلع ہو چکا تھا مگر اس نے نہایت دانائی سے ایسے پیرایہ میں شہادت دی جو دفعۃً کسی کی جانبداری پر محمول نہ ہو اور آخر کار یوسف علیہ السلام کی برأت ثابت کر دے۔ جو پیرایہ اظہار واقعہ کا اس نے اختیار کیا وہ غیر جانبداروں کے نزدیک نہایت معقول تھا کیونکہ اگر عورت کے دعوے کے موافق یوسف علیہ السلام نے (معاذ اللہ) اس کی طرف اقدام کیا تو ان

کا چہرہ عورت کی طرف ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ کشمکش میں کرتہ بھی سامنے سے پھٹے اور اگر یوسفؑ کا کہنا صحیح ہے کہ عورت مجھ کو اپنی طرف بلاتی تھی میں دروازہ کی طرف بھاگا اس نے پکڑنے کے لئے میرا تعاقب کیا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو گا کیونکہ اس صورت میں یوسف اس کی طرف متوجہ نہیں تھے بلکہ ادھر سے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔

عزیزِ مصر پر بیوی کے مکر کا انکشاف

بہرحال جب دیکھا گیا کہ کرتہ یوسف علیہ السلام کا آگے سے نہیں پیچھے سے پھٹا ہے تو عزیز نے سمجھ لیا کہ یہ سب عورت کا مکر و فریب ہے۔ یوسف قصوروار نہیں چنانچہ اس نے صاف کہہ دیا کہ زلیخا کی پرفریب کارروائی اسی قسم کی ہے جو عموماً عورتیں کیا کرتی ہیں۔ عزیز مصر نے یوسفؑ سے استدعا کی کہ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا آئندہ اس کا ذکر مت کرنا کہ سخت رسوائی اور بدنامی کا موجب ہے اور عورت سے کہا کہ یوسف سے اپنے قصور کی معافی مانگ۔ یقیناً قصور تیرا ہی تھا۔

یہ آیات بتا رہی ہیں کہ عورتوں کا فتنہ اور ان کی مکاری زبردست بلا ہے۔ کسی عالم کا قول ہے کہ میں شیطان سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا کہ عورتوں سے ڈرتا ہوں۔ عورتوں کا کید عظیم ہے اور شیطان کا مکر ضعیف ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے۔ ان کید الشیطٰن کان ضعیفاً نیز شیطان چوروں کی طرح چھپ کر مکر کرتا ہے اور عورت سامنے آ کر مکر کرتی ہے۔

زلیخا نے فوری طور پر ایسی بات گھڑی کہ جو اپنا سارا قصور حضرت یوسفؑ کے سر تھوپ دیا مگر معلوم ہوا کہ نیک بندہ اگر اپنی نیکی پر قائم رہے تو غیب سے اس کی مدد کے سامان ہو جاتے ہیں۔ اس میں قرآن کے متبعین کے لئے ہدایت ہے کہ ہر حال میں صداقت و حقانیت پر قائم رہو۔ کسی لالچ یا خوف سے سچائی کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ اللہ غیب سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! یہ دنیا آپ نے ابتلا اور آزمائش کی جگہ بنائی ہے اور جو جتنا آپ کا مخلص اور مقبول اطاعت گزار اور فرمانبردار بندہ ہوتا ہے اسی قدر اس کا امتحان سخت اور کڑا ہوتا ہے۔ اور وہ آپ ہی کی نصرت اور تائید سے اس امتحان میں کامیاب ہو کر نکلتے ہیں۔

یا اللہ! ہمارے ضعف پر رحم فرما کر ہماری آزمائش کو آسان فرما اور اپنی تائید و نصرت سے ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے فضل و کرم سے ہماری ہر مشکل کو آسان فرما اور صراط مستقیم پر قائم رہنے میں ہماری مدد فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي

اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے واسطے پھسلاتی ہے اس غلام کا عشق اس کے دل

ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٣٠﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ

میں جگہ کر گیا ہے، ہم تو اس کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی یہ بدگوئی سنی تو کسی کے ہاتھ ان کو بلا بھیجا اور ان کے واسطے مسند تکیہ لگایا اور ہر

وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ

ایک کو ان میں سے ایک ایک چاقو دے دیا اور (یوسف سے) کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آ جاؤ سو عورتوں نے جوان کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور ان پر ایسی بدحواسی طاری

لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴿٣١﴾ قَالَتْ فَذَٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ وَلَقَدْ

ہوئی کہ اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاش للہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ وہ عورت بولی تو وہ شخص یہی ہے جس کے بارہ میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی

رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِنْ لَمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِنَ

تھیں اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور اگر آئندہ کو (بھی) میرا کہنا نہیں کریگا تو بے شک جیل خانہ بھیجا جائیگا۔

الصَّاغِرِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ

اور بے عزت بھی ہوگا۔ یوسف نے دعا کی کہ اے میرے رب جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے اور اگر آپ

أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٣﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ

ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔ سو ان کی دعا ان کے رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٣٥﴾

سے دور رکھا۔ بیشک وہ بڑا سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو یہی مصلحت معلوم ہوا کہ ان کو ایک وقت تک قید میں رکھیں

وَقَالَ اور کہا	نِسْوَةٌ عورتیں	فِي الْمَدِينَةِ شہر میں	امْرَأَتُ الْعَزِيزِ عزیز کی بیوی	تُرَاوِدُ پھسلا رہی ہے	فَتَاهَا اپنا غلام	عَنْ سے	نَفْسِهِ اس کا نفس			
قَدْ شَغَفَهَا جگہ پکڑ گئی ہے	حُبًّا اس کی محبت	إِنَّا لَنَرَاهَا بیشک ہم اسے دیکھتی ہیں	فِي میں	ضَلَالٍ گمراہی	مُبِينٍ کھلی	فَلَمَّا پھر جب				
سَمِعَتْ اس نے سنا	بِمَكْرِهِنَّ ان کا فریب	أَرْسَلَتْ دعوت بھیجی	إِلَيْهِنَّ ان کی طرف	وَأَعْتَدَتْ اور تیار کی	لَهُنَّ ان کیلئے	مُتَّكَأً ایک محفل				
وَآتَتْ اور دی	كُلَّ وَاحِدَةٍ ہر ایک کو	مِنْهُنَّ ان میں سے	سِكِّينًا ایک ایک چھری	وَقَالَتِ اور کہا	اخْرُجْ نکل آ	عَلَيْهِنَّ ان پر	فَلَمَّا پھر جب			
رَأَيْنَهُ انہوں نے اسے دیکھا	أَكْبَرْنَهُ ان پر انکا رعب چھا گیا	وَقَطَّعْنَ اور انہوں نے کاٹ لئے	أَيْدِيَهُنَّ اپنے ہاتھ	وَقُلْنَ اور کہنے لگیں	حَاشَ پناہ					
لِلَّهِ اللہ کی	مَا هَٰذَا نہیں یہ	بَشَرًا بشر	إِنْ نہیں	هَٰذَا یہ	إِلَّا مگر	مَلَكٌ فرشتہ	كَرِيمٌ بزرگ	قَالَتْ وہ بولی	فَذَٰلِكُنَّ سو یہ وہی ہے	الَّذِي جو کہ

فَاسْتَعْصَمَ تو اس نے بچالیا	نَفْسِهٖ اس کا نفس	عَنْ سے	وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ اور میں نے اسے پھسلایا	فِيْهِ اس میں	لُمْتُنَّنِيْ تم نے ملامت کی مجھے			
وَلَئِنْ اور اگر	لَمْ يَفْعَلْ اس نے نہ کیا	مَا جو	اٰمُرُهٗ میں کہتی ہوں اسے	لَيُسْجَنَنَّ البتہ قید کردیا جائیگا	وَلَيَكُوْنًا اور البتہ ہوجائیگا	مِنَ سے		
الصّٰغِرِيْنَ بے عزت	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	السِّجْنُ قید	اَحَبُّ زیادہ پسند	اِلَيَّ مجھ کو	مِمَّا اس سے جو	يَدْعُوْنَنِيْٓ مجھے بلاتی ہیں	
اِلَيْهِ اسکی طرف	وَ اور	اِلَّا تَصْرِفْ اگر نہ پھیرا	عَنِّيْ مجھ سے	كَيْدَهُنَّ ان کا فریب	اَصْبُ مائل ہوجاؤں گا	اِلَيْهِنَّ انکی طرف	وَاَكُنْ اور میں ہونگا	
مِنَ سے	الْجٰهِلِيْنَ جاہل	فَاسْتَجَابَ سوقبول کرلی	لَهٗ اس کی دعا	رَبُّهٗ اس کا رب	فَصَرَفَ پس پھیردیا	عَنْهُ اس سے	كَيْدَهُنَّ انکا فریب	
اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہ	السَّمِيْعُ سننے والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا	ثُمَّ پھر	بَدَا لَهُمْ انہیں سوجھا	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد		
مَا رَاَوُا جب انہوں نے دیکھیں	الْاٰيٰتِ نشانیاں	لَيَسْجُنُنَّهٗ اسے ضرور قید میں ڈالیں	حَتّٰى حِيْنٍ ایک مدت تک					

شہر میں واقعہ کا افشاء ہونا اور عورتوں کا زلیخا کو ملامت کرنا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ عزیز مصر نے فیصلہ کردیا یوسف علیہ السلام بے قصور ہیں اور اپنی بیوی سے کہا سراسر تیرا ہی قصور ہے اور تو معافی مانگ اور یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تم اس کا اب ذکر ہی نہ کرو چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اس واقعہ کا اظہار کسی سے نہیں کیا۔ لیکن داستان عشق کہاں چھپتی ہے اس واقعہ کی خبر شہر میں ہوگئی۔ چرچے ہونے لگے۔ چند امیر زادیوں نے نہایت تعجب اور حقارت سے اس قصہ کو دہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے۔ ہمارے نزدیک تو یہ زلیخا کی انتہائی غلطی ہے۔ عشق کا بھوت اس پر بری طرح سوار ہے۔ وہ تو دیوانی ہوگئی ہے کہ ایسے معزز عہدہ دار کی بیوی اور ایک غلام پر گرنے لگی۔

لعن طعن سے بچنے کیلئے زلیخا کی کارروائی

زلیخا کو عورتوں کے اس لعن طعن کی خبر ہوگئی اور اس نے ایک زنانہ مجلس ومحفل آراستہ کی اور ان شہر کی طعنہ دینے والی عورتوں اور امیر زادیوں کو بلا بھیجا کہ تمہاری دعوت ہے اور کھانے پینے کی ایک مجلس ترتیب دی جس میں بعض چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں۔ چنانچہ کھانے اور میوے اور پھل وغیرہ ان کے سامنے چن کر ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک چاقو دے دیا تا کہ تراشنے کے قابل چیزوں کے کاٹنے میں چاقو سے کام لیا جائے۔ یہ سب سامان درست کر کے عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جنہیں کہیں قریب ہی چھپا رکھا تھا آواز دی کہ نکل کر باہر آؤ۔ آپ کا نکلنا تھا کہ بجلی سی کوند گئی تمام عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال مشاہدہ کرنے سے ہوش وحواس کھو بیٹھیں اور مدہوشی کے عالم میں چھریوں سے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ گویا قدرت نے یہ ایک مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی پاکی وصداقت پر قائم فرمادی کہ جس کے جمال بے مثال کی ذراسی جھلک نے دیکھنے والی عورتوں کے حواس گم کردیئے جبکہ یوسف علیہ السلام نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کے حسن وخوبی کی طرف نہ دیکھا تو یقیناً واقعہ یوں ہی ہوا ہوگا کہ زلیخا آپ کے جمال ہوشربا کو دیکھ کر عقل وہوش کھو بیٹھی۔ تو تمام عورتیں بے اختیار بول اٹھیں کہ حاشا وکلاء یہ آدمی نہیں حسن و جمال اور نورانی صورت کے اعتبار سے فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ جب حضرت یوسف سامنے سے چلے گئے اور عورتوں کو ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی تب پتہ چلا کہ بجائے پھلوں کے ہاتھ کاٹ لئے ہیں۔

زلیخا کی حضرت یوسفؑ کو جیل بھجوانے کی دھمکی

اب عزیز مصر کی بیوی زلیخا کو موقع ملا کہ عورتوں کے طعن وتشنیع کا جواب دے۔ چنانچہ اس نے ان عورتوں سے کہا کہ دیکھا تم نے یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے مطعون کرتی تھیں۔ حسن وصورت کے معائنہ میں جب زلیخا نے سب کو شریک کرلیا اور سب

نے اعتراف کرلیا اور زلیخا کو معذور سمجھا تو اس کے بعد اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سیرت کو بیان کیا اور واقعہ کا صاف صاف اظہار کردیا کہ بیشک میں نے اسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضہ میں نہیں آیا۔ لیکن اب میں صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ اگر اس نے میرا کہانہ مانا تو ذلیل ہوگا اور جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ گویا زلیخا نے جب ہر قسم کی ترغیب اور لالچ کی انتہا کردی تو اب دھمکیوں سے مرعوب کرنا چاہا کہ شاید اسی طرح کاربراری ہوجائے۔ عزیز مصر کی بیوی زلیخا تو یوسف علیہ السلام کے پیچھے پڑی ہی تھی وہ سب امیرزادیاں جو زلیخا کی دعوت میں آئی تھیں وہ بھی یوسف علیہ السلام سے زلیخا کی ہمدردی میں کہنے لگیں کہ تم کو اپنی محسنہ سے ایسی بے اعتنائی مناسب نہیں۔ جو یہ کہے ماننا چاہیے۔ ورنہ سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ خواہ مخواہ سر پر مصیبت لینے سے کیا فائدہ۔ زلیخا یہ دھمکی دے ہی چکی تھی کہ اگر میرا کہانہ مانا تو جیل میں ڈلوادوں گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی استقامت و بہادری اور توکل علی اللہ

یوسف علیہ السلام ان سب عورتوں کی بے تکی باتوں سے سخت رنجیدہ ہوئے اور جب یہ دیکھا کہ شیطان اب ہر طرف اپنا جال بچھانے لگا ہے تو نہایت عزم و استقلال اور پیغمبرانہ استقامت سے بارگاہ احدیت میں درخواست کی کہ اے میرے رب مجھے ان کے مکر و فریب سے بچائیے۔ اگر اس سلسلہ میں مجھے قید خانہ جانا پڑے تو میں قید کو ارتکاب معصیت پر ترجیح دیتا ہوں۔ اگر آپ میری دستگیری نہ فرمائیں گے تو ڈر ہے کہ بے عقل ہوکر ان کی ابلہ فریبیوں کی طرف نہ جھک پڑوں۔ اے باری تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ یہاں یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ جتلا دیا گیا کہ انبیاء کی عصمت بھی حق تعالیٰ کی دستگیری سے ہے اور یہ کہ وہ اپنی عصمت پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ حفاظت الٰہی پر نظر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو عصمت و عفت پر پوری طرح ثابت قدم رکھا اور کوئی فریب آپ پر چلنے نہ دیا۔

حضرت یوسفؑ کو جیل بھجوانے کا فیصلہ

عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کی صداقتوں کی تمام نشانیاں دیکھنے اور سمجھ لینے کے باوجود اپنی بیوی کی فضیحت و رسوائی دیکھ کر یہ ہی طے کرلیا اور مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کو ایک مدت تک قید میں رکھا جائے تاکہ یہ معاملہ لوگوں کے دلوں سے محو ہوجائے اور یہ چرچے بند ہوجائیں اس میں ایک غرض تو یہ ہوگی کہ ایک طرف تو عورت کی بدنامی زائل ہو دوسرے ایک مدت تک یوسف علیہ السلام اس کی نظر سے دور رہیں۔ اس طرح یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں جانا پڑا۔

یہاں قید خانہ میں بھی تائید ایزدی نے دستگیری کی اور آپ نے اپنے پاکیزہ کردار اور اخلاق حمیدہ کی بناء پر جلد ہی وہ درجہ حاصل کرلیا کہ داروغہ جیل نے سب انتظام آپ ہی کے ہاتھوں میں سونپ دیا اور وہ جیلخانہ جیل خانہ نہ رہا۔ بلکہ عبادت خانہ اور خلوت خانہ اور خانقاہ اور درس گاہ بن گیا۔

اہل ایمان کے لئے سبق

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مخلص بندے ان اسباب عیش اور ذرائع راحت و آرام کو جو دوامی تباہی کا باعث اور معصیت الٰہی کا سبب ہوتے ہیں ٹھکرا کر مصائب و تکالیف کو پسند کرتے ہیں۔ ان آیات میں مسلمانوں کے لئے یہ سبق موجود ہے کہ وہ دنیوی شوکت و جاہ اور لذت و نعمت جو اخروی تباہی کا سبب ہو۔ ہرگز اختیار نہ کریں بلکہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ فاقہ کرنے، قید ہونے اور گوناگوں تکالیف برداشت کرنے کو قابل ترجیح سمجھیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ

اور یوسف کے ساتھ اور بھی دو جوان قید خانہ میں داخل ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور

اَرٰىنِىْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶

دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں لئے جاتا ہوں اُن میں سے پرندے کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی تعبیر بتلایئے۔

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا

آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں یوسف نے فرمایا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو تم کو کھانے کے لئے ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اُس کی

عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۷

تعبیر تم کو بتلا دوں گا یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے۔ میں نے تو ان لوگوں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ

اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔ اور میں نے اپنے باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیم کا اسحٰق کا اور یعقوب کا ہم کو کس طرح زیبا نہیں کہ اللہ کے

شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۸

ساتھ کسی کو شریک قرار دیں یہ (عقیدۂ توحید) ہم پر اور دوسرے لوگوں پر خدائے تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

وَدَخَلَ اور داخل ہوئے	مَعَهُ اس کیساتھ	السِّجْنَ قید خانہ	فَتَيٰنِ دو جوان	قَالَ کہا	اَحَدُهُمَا ان میں سے ایک	اِنِّيْ اَرٰىنِيْ بیشک میں دیکھتا ہوں	
اَعْصِرُ نچوڑ رہا ہوں	خَمْرًا شراب	وَقَالَ اور کہا	الْاٰخَرُ دوسرا	اِنِّيْ اَرٰىنِيْ میں دیکھتا ہوں	اَحْمِلُ اٹھائے ہوئے ہیں	فَوْقَ اوپر	رَاْسِيْ اپنا سر
خُبْزًا روٹی	تَاْكُلُ کھا رہے ہیں	الطَّيْرُ پرندے	مِنْهُ اس سے	نَبِّئْنَا ہمیں بتلائے	بِتَاْوِيْلِهٖ اسکی تعبیر	اِنَّا نَرٰىكَ بیشک ہم تجھے دیکھتے ہیں	مِنَ سے
الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکار	قَالَ اس نے کہا	لَا يَاْتِيْكُمَا تمہارے پاس نہیں آیگا	طَعَامٌ کھانا	تُرْزَقٰنِهٖ جو تمہیں دیا جاتا ہے	اِلَّا مگر	نَبَّاْتُكُمَا میں تمہیں بتلا دونگا	
بِتَاْوِيْلِهٖ اسکی تعبیر	قَبْلَ قبل	اَنْ کہ	يَّاْتِيَكُمَا وہ آئے تمہارے پاس	ذٰلِكُمَا یہ	مِمَّا اس سے جو	عَلَّمَنِيْ مجھے سکھایا	رَبِّيْ میرا رب
اِنِّيْ بیشک میں	تَرَكْتُ میں نے چھوڑا	مِلَّةَ دین	قَوْمٍ وہ قوم	لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لاتے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَهُمْ اور وہ	بِالْاٰخِرَةِ آخرت سے
هُمْ وہ	كٰفِرُوْنَ انکار کرتے ہیں	وَاتَّبَعْتُ اور میں نے پیروی کی	مِلَّةَ دین	اٰبَاۗءِيْ اپنے باپ دادا	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَاِسْحٰقَ اور اسحٰق	
وَيَعْقُوْبَ اور یعقوب	مَا كَانَ نہیں ہے	لَنَا ہمارے لئے	اَنْ کہ	نُّشْرِكَ ہم شریک ٹھہرائیں	بِاللّٰهِ اللہ کا	مِنْ شَيْءٍ کسی شے	ذٰلِكَ یہ
مِنْ سے	فَضْلِ اللّٰهِ اللہ کا فضل	عَلَيْنَا ہم پر	عَلَي النَّاسِ لوگوں پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يَشْكُرُوْنَ شکر ادا نہیں کرتے

جیل خانہ میں حضرت یوسف کے دو ساتھی

گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا ہے کہ باوجودیکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت و پاکی کے بہت سے نشان دیکھے جا چکے تھے

مگر عزیز مصر اور اس کے گھر والوں کی رائے یہی ہوئی کہ کچھ عرصہ کے لئے یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں پہنچا دیئے گئے۔ اور یوسف علیہ السلام نے جو دعا میں درخواست کی تھی کہ اے پروردگار ایسے زنانخانہ اور محل سرائے سے جیل خانہ بہتر ہے تو بارگاہ خداوندی میں یوسف علیہ السلام کی دعا بلفظ قبول ہوئی کہ زنانخانہ سے نکال کر جیل خانہ بھیج دیئے گئے۔

اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اسی زمانہ میں جب کہ یوسف علیہ السلام قید خانہ میں داخل کئے گئے دو اور نوجوان قیدی جیلخانہ میں لائے گئے۔ جن میں ایک بادشاہ مصر کا باورچی یا نانبائی تھا اور دوسرا ساقی یعنی بادشاہ کو شراب پلانے والا تھا۔ دونوں بادشاہ کو کھانے پینے کی چیز میں زہر ملا دینے کے الزام میں ماخوذ تھے اور تحقیقات ان کے خلاف جاری تھی۔ تحقیقات کے خاتمہ تک ان کو قید خانہ میں رکھے جانے کا حکم ہوا تھا۔

جیل کے قیدیوں اور عملہ پر حضرت یوسفؑ کے اخلاق و کردار کا اثر

یوسف علیہ السلام جیل میں داخل ہوئے تو اپنے پیغمبرانہ اخلاق اور رحمت و شفقت کے سبب سب قیدیوں کی دلداری اور خبر گیری فرماتے۔ جو بیمار ہو گیا اس کی عیادت کرتے۔ خدمت کرتے جس کو غمگین و پریشان پایا اس کو تسلی دیتے۔ صبر کی تلقین اور رہائی کی امید سے اس کا دل بڑھاتے۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام دینے کی فکر کرتے اور رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر جیل کا داروغہ بھی متاثر ہوا اور جیل کے سب قیدی آپ کی بزرگی کے معتقد ہو گئے۔ داروغہ نے کہا کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کو چھوڑ دیتا مگر اب اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

الغرض قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کی مروت و امانت، راست گوئی، حسن اخلاق، کثرت عبادت، معرفت تعبیر رویا اور ہمدردی خلائق کا چرچا تھا۔

جیل کے دو ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر بتلانا اور توحید و رسالت کی تبلیغ کرنا

یہ دونوں قیدی حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت مانوس ہو گئے اور بڑی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ ایک روز دونوں نے یعنی شاہی باورچی اور ساقی نے اپنا اپنا خواب حضرت یوسف علیہ السلام سے بیان کیا۔ ساقی نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب بنانے کے لئے انگور نچوڑ رہا ہوں اور بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں۔ باورچی نے کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیوں کا خوان ہے جس میں سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو بزرگ دیکھ کر تعبیر مانگی۔ یوسف علیہ السلام نے اول ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ بیشک خوابوں کی تعبیر تم کو جلد بتلا دی جائے گی۔ روزہ مرہ جو کھانا تم کو کھانے کو ملتا ہے اس کے آنے سے پیشتر میں تم کو تعبیر بتلا دوں گا لیکن تعبیر خواب سے زیادہ ضروری اور مفید ایک چیز پہلے تم کو سناتا ہوں وہ یہ کہ تعبیر وغیرہ کا علم مجھ کو کہاں سے حاصل ہوا۔ سو یاد رکھو کہ میں کوئی پیشہ ور کاہن یا منجم نہیں بلکہ میرے علم کا سرچشمہ وحی الٰہی اور الہام ربانی ہے جو مجھ کو حق تعالیٰ نے اس کی بدولت عطا فرمایا ہے کہ میں نے ہمیشہ کافروں اور باطل پرستوں کے دین ملت کو چھوڑے رکھا اور اپنے مقدس آباو اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ جیسے انبیاء و مرسلین کے دین توحید پر چلا اور ان کا اسوۂ

حسنہ اختیار کیا۔ ہمارا سب سے بڑا اور مقدم مطمح نظر یہ ہی رہا کہ دنیا کی کسی چیز کو بھی کسی درجہ میں خدا کا شریک نہ بنائیں۔ نہ ذات میں' نہ صفات میں' نہ افعال میں نہ ربوبیت اور معبودیت میں' صرف اسی کے آگے جھکیں۔ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں اور اپنا مرنا جینا سب اسی ایک پروردگار کے حوالہ کر دیں۔ بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع مناسب دیکھ کر نہایت موثر طرز میں ان قیدیوں کو ایمان و توحید کی طرف آنے کی ترغیب دی۔ پیغمبروں کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ دعوت اور تبلیغ حق کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کے دل میری طرف متوجہ اور مجھ سے مانوس ہیں۔ قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ نرم بھی ہوئے ہوں گے تو ان حالات سے فرض تبلیغ کے ادا کر میں فائدہ اٹھائیں اول ان کو دین کی باتیں سکھلائیں اور یہ تسلی پہلے کر دی کہ کھانے کے وقت تک تعبیر خواب کی معلوم ہو جا گی تا کہ وہ نصیحت سے اکتائیں نہیں۔ پھر حضرت یوسف عا السلام نے فرمایا کہ ہمارا خالص توحید اور ملت ابراہیمی پر قائم ر نہ صرف ہمارے حق میں بلکہ سارے جہان کے حق میں رحمت فضل ہے کیونکہ خاندان ابراہیمی ہی کی شمع سے سب لوگ ا دلوں کے چراغ روشن کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بہت لوگ خدا کی اس نعمت عظیمہ کی قدر نہیں کرتے۔ چاہیے یہ تھا اس کا احسان مان کر راہ توحید پر چلتے وہ الٹی ناشکری کر کے شرک وعصیان کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنے انبیاء و رسل کے اسوۂ حسنہ کا کوئی ذرہ ہم کو بھی نصیب فرما دے تا کہ ہماری بھی دین و دنیا سدھر جائے۔

یا اللہ! ہر حال میں ہم کو اپنی ذات عالی سے صحیح اور قوی تعلق نصیب فرما دے تا کہ ہم آپ ہی کی طرف ہر معاملہ میں رجوع کرنے والے اور آپ ہی پر بھروسہ کرنے والے اور آپ ہی سے مدد مانگنے والے بن جائیں اور آپ کے احکام و ہدایات کے تابعدار ہو کر آپ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

اے قید خانہ کے رفیقو! متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف

دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو اُن کی کوئی دلیل بھیجی نہیں۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

حکم خدا ہی کا ہے اُس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اُس کے اور کسی کی عبادت مت کرو یہی سیدھا طریقہ ہے لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا وَاَمَّا الْاٰخَرُ

لوگ نہیں جانتے اے قید خانہ کے رفیقو! تم میں ایک تو (بری ہو کر) اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔ اور دوسرا

فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ

سولی دیا جائے گا اور اُس کے سر کو پرندے کھاویں گے۔ جس بارہ میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا اور جس

لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ

شخص پر رہائی کا گمان تھا اُس سے یوسف نے فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا پھر اسکو اپنے آقا کے سامنے تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا

فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾

تو قید خانہ میں اور بھی چند سال اُن کا رہنا ہوا

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اے میرے قید کے ساتھیو!	ءَاَرْبَابٌ کیا کئی معبود	مُتَفَرِّقُوْنَ جدا جدا	خَيْرٌ بہتر	اَمِ اللّٰهُ یا اللہ	الْوَاحِدُ ایک یکتا	الْقَهَّارُ زبردست	
مَا نہیں	تَعْبُدُوْنَ تم پوجتے	مِنْ دُوْنِهٖٓ اسکے سوا	اِلَّا مگر	اَسْمَآءً نام	سَمَّيْتُمُوْهَا تم نے رکھ لئے ہیں	اَنْتُمْ تم	وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا
مَا نہیں	اَنْزَلَ اللّٰهُ اللہ نے اتاری (اس کیلئے)	بِهَا اس کیلئے	مِنْ سُلْطٰنٍ کوئی سند	اِنْ نہیں	الْحُكْمُ حکم	اِلَّا لِلّٰهِ مگر اللہ کا	
اَمَرَ اس نے حکم دیا	اَلَّا کہ نہ	تَعْبُدُوْٓا عبادت کرو تم	اِلَّا مگر	اِيَّاهُ صرف اس کی	ذٰلِكَ یہ	الدِّيْنُ الْقَيِّمُ سیدھا دین	وَلٰكِنَّ اور لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	يٰصَاحِبَيِ اے میرے ساتھیو	السِّجْنِ قید خانہ	اَمَّا جو	اَحَدُكُمَا تم میں سے ایک		
فَيَسْقِيْ سو وہ پلائے گا	رَبَّهٗ اپنا مالک	خَمْرًا شراب	وَاَمَّا اور جو	الْاٰخَرُ دوسرا	فَيُصْلَبُ تو سُولی دیا جائے گا	فَتَاْكُلُ پس کھائیں گے	
الطَّيْرُ پرندے	مِنْ رَّاْسِهٖ اس کے سر سے	قُضِيَ فیصلہ ہو چکا	الْاَمْرُ کام	الَّذِيْ وہ جو	فِيْهِ اس میں	تَسْتَفْتِيٰنِ تم پوچھتے تھے	وَقَالَ اور کہا
لِلَّذِيْ اس سے جس	ظَنَّ اس نے گمان کیا	اَنَّهٗ کہ وہ	نَاجٍ بچے گا وہ	مِّنْهُمَا ان دونوں سے	اذْكُرْنِيْ میرا ذکر کرنا	عِنْدَ پاس	رَبِّكَ اپنا مالک
فَاَنْسٰىهُ پس اس کو بھلا دیا	الشَّيْطٰنُ شیطان	ذِكْرَ رَبِّهٖ اپنے مالک سے ذکر کرنا	فَلَبِثَ تو رہا	فِي السِّجْنِ قید میں	بِضْعَ سِنِيْنَ چند برس		

قیدیوں کو عقیدہ توحید کی تعلیم و تفہیم

ان آیات میں بھی تبلیغی وعظ و نصیحت کا مضمون جاری ہے اور انہی قیدیوں ہی کو مخاطب فرما کر یوسف علیہ السلام نے سمجھایا کہ مختلف قسم کے چھوٹے بڑے دیوتا جن پر تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں مثلاً کوئی تمہارے عقیدہ میں پانی برسانے والا ہے کوئی ہوا چلانے والا ہے کوئی دھوپ اور روشنی دینے والا ہے۔ کوئی بیماری سے صحت دینے والا ہے وغیرہ وغیرہ تو ان سینکڑوں دیوتاؤں سے لو لگانا اور ہر ایک کے سامنے سر جھکانا بہتر ہے یا اس اکیلے زبردست خدا سے جس کو ساری مخلوق پر کلی اختیار اور کامل تصرف و قبضہ حاصل ہے اور جس کے آگے نہ کسی کا حکم چل سکتا ہے نہ اختیار نہ اسے کوئی بھاگ کر ہرا سکتا ہے نہ مقابلہ کر کے مغلوب کر سکتا ہے تو سوچو کہ سر عبودیت ان میں سے کس کے سامنے جھکایا جائے۔ تم نے یونہی بے سند اور بے ٹھکانے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کی حقیقت ذرہ برابر نہیں ان ہی نام کے خداؤں کی پوجا کر رہے ہو۔ ایسے جہل پر انسان کو شرمانا چاہئے۔ قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ یہی حکم بھیجتا رہا ہے کہ خدا کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو اور اس توحید خالص کے راستہ میں کجی بالکل نہیں۔ سیدھی اور صاف سڑک ہے جس پر چل کر آدمی بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے لیکن بہت لوگ حماقت یا تعصب سے ایسی سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔

دونوں کے خوابوں کی تعبیر اور اس کا سچ ثابت ہونا

اب فرض تبلیغ ادا کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی کہ جس نے خواب میں شیرۂ انگور نچوڑتے اپنے تئیں دیکھا تھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بادشاہ کا پھر ساقی بن جائے گا اور اس کو شراب پلائے گا اور جس نے سر پر سے جانوروں کو روٹیاں نوچ نوچ کر کھاتے دیکھا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سولی دیا جائے گا اور پھر جانور اس کے سر سے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ قضا و قدر کا فیصلہ یہی ہے جو کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا۔ جو بات تم پوچھتے تھے وہ میں نے بتلا دی۔ یہ بالکل طے شدہ امر ہے جس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ساقی بادشاہ کو زہر دینے کی تہمت سے بری ہو گیا اور باورچی کو جرم ثابت ہو جانے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔

بری ہونیوالے قیدی کے ذمہ لگانا کہ وہ بادشاہ سے میرا ذکر کرے اور اس کا بھول جانا

ان دونوں قیدیوں میں سے یوسف علیہ السلام کو جس شخص کے بابت یقین تھا کہ بری ہو جائے گا جب وہ قید خانہ سے نکلا تو یوسف علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اپنے بادشاہ سے میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک ایسا شخص بے قصور قید خانہ میں پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ خواب کی تعبیر بجنسہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا پوری ہوئی اور وہ ساقی قید خانہ سے چھوٹ کر پھر بادشاہ کے دربار میں اپنی پرانی خدمت پر مامور ہو گیا مگر شیطان نے اس چھوٹنے والے قیدی کے دل میں مختلف خیالات اور وساوس ڈال کر ایسا غافل کیا کہ اسے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرنا یاد ہی نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو کئی سال اور قید خانہ میں رہنا پڑا۔

اب غور کیجئے کہ کسی مصیبت سے خلاصی کے لئے کسی شخص کو کوشش کا ذریعہ بنانا اگرچہ شرعاً جائز ہے توکل کے خلاف نہیں مگر اللہ جل شانہٗ کو اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے لئے ایسی جائز کوشش بھی پسند نہیں کہ جس میں سوائے خدائے قدوس کے کسی دوسرے کی مدد پر نظر ہو۔ نبی اور صدیق کے اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہونا ہی انبیاء کا اصلی مقام ہے۔ شاید اسی لئے شیطان کو ساقی پر مسلط کر دیا گیا کہ مدت تک اس کو یوسف علیہ السلام کا بادشاہ سے ذکر کرنا یاد ہی نہ آیا۔ اور اس لئے مزید چند سال قید خانہ میں رہنا پڑا۔ صدیقین و مقربین کے لئے جس درجہ کا صبر و تحمل مناسب ہے ان سے وہی مطلوب ہے۔ سچ ہے۔

جن کے درجے ہیں سوا۔ ان کو سوا مشکل ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّيٓ أَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْبُلٰتٍ

اور بادشاہ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں

خُضْرٍ وَّأُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۖ يٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿٤٣﴾

اور ان کے علاوہ سات خشک ہیں۔ اے دربار والو! اگر تم تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارہ میں مجھ کو جواب دو

قَالُوْٓا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيْلِ الْأَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا

وہ لوگ کہنے لگے کہ یوں ہی پریشان خیالات ہیں۔ اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے اور اُن دو قیدیوں میں سے جو رہا ہو گیا تھا اُس ـــ کہا

وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيْلِهٖ فَأَرْسِلُوْنِ ﴿٤٥﴾ يُوْسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيْقُ أَفْتِنَا فِيْ

اور مدت کے بعد اسکو خیال آیا کہ میں اسکی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں آپ لوگ مجھ کو ذرا جانے کی اجازت دیجئے (وہ قید خانہ میں پہنچا اور کہا) اے یوسف! اے صدق مجسم! آپ

سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّأُخَرَ يٰبِسٰتٍ

ہم لوگوں کو اس (خواب) کا جواب (یعنی تعبیر) دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں اُن کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور سات بالیں ہری ہیں اور اس کے علاوہ (سات) خشک ہیں۔

لَّعَلِّيْٓ أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَأَبًا ۚ فَمَا

تاکہ میں اُن لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں تاکہ اُن کو بھی معلوم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سات سال متواتر غلہ بونا پھر جو فصل

حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْبُلِهٖٓ إِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَأْكُلُوْنَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ

کاٹو اس کو بالوں ہی میں رہنے دینا ہاں مگر تھوڑا سا جو تمہارے کھانے میں آوے (نکال لینا) پھر اس کے بعد سات برس ایسے سخت آویں گے

شِدَادٌ يَّأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ

جو کہ اس ذخیرہ کو کھا جاویں گے جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہو گا۔ ہاں مگر تھوڑا سا جو رکھ چھوڑو گے پھر اس کے بعد

ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿٤٩﴾

ایک برس ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے۔

وَقَالَ اور کہا	الْمَلِكُ بادشاہ	إِنِّيْ کہ وہ	أَرٰى میں دیکھتا ہوں	سَبْعَ سات	بَقَرٰتٍ گائیں	سِمَانٍ موٹی تازی	يَأْكُلُهُنَّ وہ کھاتی ہیں	سَبْعٌ سات
عِجَافٌ دبلی پتلی	وَسَبْعَ اور سات	سُنْبُلٰتٍ خوشے	خُضْرٍ سبز	وَّأُخَرَ اور دوسرے	يٰبِسٰتٍ خشک	يٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ اے میرے سردارو		
أَفْتُوْنِيْ بتلاؤ مجھے تعبیر	فِيْ میں	رُءْيَايَ میرے خواب	إِنْ اگر	كُنْتُمْ ہو تم	لِلرُّءْيَا خواب کی	تَعْبُرُوْنَ تعبیر دینے والے	قَالُوْٓا انہوں نے کہا	
أَضْغَاثُ پریشان	أَحْلَامٍ خواب	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِتَأْوِيْلِ تعبیر دینا	الْأَحْلَامِ خواب	بِعٰلِمِيْنَ جاننے والے	وَقَالَ اور اس نے کہا	
الَّذِيْ وہ جو	نَجَا بچا	مِنْهُمَا ان دو سے	وَادَّكَرَ اور اسے یاد آیا	بَعْدَ بعد	أُمَّةٍ ایک مدت	أَنَا أُنَبِّئُكُمْ میں بتلاؤں گا تمہیں	بِتَأْوِيْلِهٖ اس کی تعبیر	

فَارْسِلُوْنِ سو مجھے بھیج دو	يُوْسُفُ اے یوسف	اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اے بڑے سچے	اَفْتِنَا ہمیں بتا	فِيْ میں	سَبْعِ سات	بَقَرٰتٍ گائیں	سِمَانٍ موٹی تازی	
يَاْكُلُهُنَّ وہ کھارہی ہیں	سَبْعٌ سات	عِجَافٌ دبلی پتلی	وَسَبْعِ اورسات	سُنْۢبُلٰتٍ خوشے	خُضْرٍ سبز	وَّاُخَرَ اوردوسرے	يٰبِسٰتٍ خشک	
لَعَلِّيْ تاکہ میں	اَرْجِعُ میں لوٹوں	اِلَى النَّاسِ لوگوں کی طرف	لَعَلَّهُمْ شایدوہ	يَعْلَمُوْنَ آگاہ ہوں	قَالَ اس نے کہا	تَزْرَعُوْنَ کھیتی باڑی کروگے		
سَبْعَ سات	سِنِيْنَ سال	دَاَبًا لگاتار	فَمَا پھر جو	حَصَدْتُّمْ تم کاٹو	فَذَرُوْهُ تو اسے چھوڑدو	فِيْ سُنْۢبُلِهٖ اس کے خوشہ میں	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑا جتنا
مِمَّا سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھالو	ثُمَّ پھر	يَاْتِيْ آئیں گے	مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد میں	سَبْعٌ سات	شِدَادٌ سخت	يَّاْكُلْنَ کھاجائیں گے وہ	
مَا جو	قَدَّمْتُمْ تم نے رکھا	لَهُنَّ ان کیلئے	اِلَّا سوائے	قَلِيْلًا تھوڑا سا	مِّمَّا سے	تُحْصِنُوْنَ تم بچاؤگے	ثُمَّ پھر	يَاْتِيْ آئے گا
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اسکے بعد	عَامٌ ایک سال	فِيْهِ اس میں	يُغَاثُ بارش برسائی جائیگی	النَّاسُ لوگ	وَفِيْهِ اوراس میں	يَعْصِرُوْنَ وہ نچوڑیں گے		

بادشاہ کا خواب

حضرت یوسف کی رہائی کا غیبی انتظام

گذشتہ آیات میں یہاں تک ذکر ہو چکا کہ کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اب جب قدرت خداوندی کو یہ منظور ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے بعزت واکرام پاکیزگی برات اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس لئے قدرت نے یہ سبب بنایا کہ بادشاہ مصر جن کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ اس نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ بہت متعجب ہوا۔ اس نے اپنا دربار منعقد کیا اور تمام امراء روسا' کاہن منجم وغیرہ کو جمع کیا اور اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں موٹی فربہ ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور سات سوکھی بالیں ہری بالوں پر لپٹتی ہیں اور انہیں خشک کردیتی ہیں۔ یہ خواب بادشاہ مصر نے دیکھا جو آخرکار یوسف علیہ السلام کی رہائی کا سبب اور ظاہری عروج کا سبب بنا۔

یوسف علیہ السلام کے اس قصہ میں جابجا اس پر متنبہ فرمایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ جب کوئی بات چاہتا ہے۔ غیر متوقع طریقہ سے اس کے ایسے اسباب فراہم کردیتا ہے جن کی طرف آدمی کا خیال بھی نہیں جاتا۔ بہرحال ابھی یوسف علیہ السلام قید خانہ ہی میں تھے کہ بادشاہ مصر مذکورہ بالا خواب دیکھ کر صبح کو پریشان خاطر تھا اور اس عجیب وغریب خواب سے حیران تھا۔ چنانچہ دربار کے مشیروں سے اپنا خواب کہا اور خواب کی تعبیر چاہی۔ مگر درباری بھی اس کو سن کر فکر وتردد میں پڑ گئے اور جب حل نہ کرسکے تو اپنی درماندگی اور بیچارگی کو چھپانے کے لئے کہنے لگے کہ بادشاہ سلامت یہ خواب نہیں بلکہ پریشان خیالات ہیں جس کا کوئی خاص مطلب نہیں ہے۔ ہم سچے خواب کی تو تعبیر دے سکتے ہیں مگر پریشان خیالات کو حل نہیں کرسکتے۔

شاہی خواب کی تعبیر کے لئے حضرت یوسفؑ کا تذکرہ خیر

بادشاہ کو درباریوں کے اس جواب سے اطمینان نہ ہوا کہ اس اثناء میں ساقی کو اپنا خواب اور یوسف علیہ السلام کی تعبیر کا واقعہ یاد آ گیا۔ اس نے بادشاہ اور اہل دربار سے کہا کہ اگر مجھے ذرا جانے کی اجازت دے دو تو میں اس خواب کی تعبیر لاسکتا ہوں۔ قید خانہ میں ایک مقدس بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو فن تعبیر کا ماہر ہے میں تعبیر لینے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اجازت دی اور وہ قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ اور حضرت یوسف علیہ

السلام کو بادشاہ کا خواب سنایا اور کہا کہ آپ اس کو حل کیجئے۔ آپ صدق مجسم ہیں جو بات کبھی آپ کی زبان سے نکلی سچ ہو کر رہی۔ امید ہے جو تعبیر اس خواب کی دیں گے ہو بہو پوری ہو کر رہے گی اور کیا عجب ہے کہ جن لوگوں نے مجھے بھیجا ہے جب میں صحیح تعبیر لے کر ان کے پاس واپس جاؤں وہ آپ کی حقیقی قدر و منزلت معلوم کر لیں۔

خواب کی تعبیر اور حضرت یوسفؑ کی پیغمبرانہ بصیرت کا مظاہرہ

اب حضرت یوسف علیہ السلام کا کمال صبر و استقلال اور جلالت قدر کا اندازہ کیجئے کہ آپ نے تعبیر بتلانے میں ذرا نہ دیر کی نہ کوئی شرط لگائی۔ نہ اس ساقی کو ملامت کی۔ نہ اس کو برسوں بھولے رہنے پر جھڑکا۔ نہ یہ سوچا کہ جن ظالموں نے مجھ کو بے قصور قید خانہ میں ڈال رکھا ہے وہ اگر تباہ ہو جائیں اور اس خواب کا حل نہ پا کر برباد ہو جائیں تو اچھا ہے۔ ان کی یہی سزا ہے۔ نہیں ایسا کچھ بھی نہیں کیا بلکہ اسی وقت خواب کی تعبیر دی اور صرف یہی نہیں کہ تعبیر بتلادی بلکہ اپنی جانب سے آئندہ کے لئے صحیح تدبیر بھی بتلادی۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کے اخلاق و مروت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام کا حاصل یہ تھا کہ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں سات برس ہیں جن میں متواتر خوش حالی رہے گی۔ کھیتوں میں خوب پیداوار ہوگی حیوانات و نباتات خوب بڑھیں گے اس کے بعد سات سال قحط ہوگا جس میں سارا پچھلا اندوختہ کھا کر ختم کر ڈالو گے۔ صرف آئندہ تخم ریزی کے لئے کچھ تھوڑا سا باقی رہ جائے گا۔ یہ قحط کے سات سال دبلی گائیں اور سوکھی بالیں ہیں جو موٹی گایوں اور ہری بالوں کو ختم کر دیں گی۔ تعبیر بتلانے کے دوران حضرت یوسف علیہ السلام نے از راہ شفقت و ہمدردی خلائق ایک تدبیر بھی تلقین فرمادی کہ اول سات سال میں جو پیداوار ہوا سے بڑی حفاظت سے رکھو اور کفایت شعاری سے اٹھاؤ۔ کھانے کے لئے جس قدر غلہ کی ضرورت ہوا سے الگ کر لو اور تھوڑا تھوڑا احتیاط سے کھاؤ باقی غلہ بالوں میں رہنے دو تا کہ اس طرح کیڑے اور سڑنے گلنے سے محفوظ رہ سکے اور سات سال کی پیداوار چودہ سال تک کام آئے۔ ایسا نہ کرو گے تو قحط کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا۔ یہ تعبیر اور تدبیر بتلانے کے بعد آپ نے ایک بشارت سنائی جو غالباً آپ کو وحی سے معلوم ہوئی ہوگی۔ یعنی سات سال قحط رہنے کے بعد جو سال آئے گا اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے خوب بارش ہوگی۔ کھیتی باڑی پھل میوے نہایت افراط سے پیدا ہوں گے۔ جانوروں کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے۔ انگور وغیرہ نچوڑنے کے قابل چیزوں سے لوگ خوب رس نچوڑیں گے۔ یہ آخری بات سائل کے حسب حال فرمائی کیونکہ وہ ساقی یہی کام کرتا تھا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی صدق' دیانت' امانت کی پاکیزہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرماویں۔ اور ہر حال میں حق پر قائم رہنے اور شریعت مطہرہ کی پابندی کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و استقلال کے طفیل میں ہم کو بھی دین اسلام پر ثابت قدمی نصیب فرماویں اور مرضیات الٰہی کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ

اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اُن کو میرے پاس لاؤ۔ پھر جب اُن کے پاس قاصد پہنچا آپ نے فرمایا کہ تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا

مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا

پھر اُس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے، جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ میرا رب ان عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے۔ کہا کہ تمہارا

خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ

کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسف سے اپنے مطلب کی خواہش کی عورتوں نے جواب دیا کہ حاش للہ ہم کو ان میں ذرا بھی تو برائی کی بات

سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ

معلوم نہیں ہوئی۔ عزیز کی بیوی کہنے لگی کہ اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی۔ میں نے اُن سے اپنے مطلب کو خواہش کی تھی اور بیشک

لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ

وہی سچے ہیں۔ یوسف نے فرمایا کہ یہ اہتمام محض اس وجہ سے ہے تاکہ عزیز کو یقین کے ساتھ معلوم ہوجائے کہ میں نے اسکی عدم موجودگی میں اسکی آبرو میں دست اندازی نہیں کی

كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

اور یہ کہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

وَقَالَ اور کہا	الْمَلِكُ بادشاہ	ائْتُوْنِيْ میرے پاس لاؤ	بِهٖ اسے	فَلَمَّا پس جب	جَآءَهُ اس کے پاس آیا	الرَّسُوْلُ قاصد	قَالَ اس نے کہا	
ارْجِعْ لوٹ جا	اِلٰى طرف	رَبِّكَ اپنا مالک	فَسْـَٔلْهُ پس اس سے پوچھو	مَا بَالُ کیا حال؟	النِّسْوَةِ عورتیں	الّٰتِيْ وہ جو	قَطَّعْنَ انہوں نے کاٹے	
اَيْدِيَهُنَّ اپنے ہاتھ	اِنَّ رَبِّيْ بیشک میرا رب	بِكَيْدِهِنَّ ان کا فریب	عَلِيْمٌ واقف	قَالَ اس نے کہا	مَا خَطْبُكُنَّ کیا حال تھا تمہارا	اِذْ جب		
رَاوَدْتُّنَّ تم نے پھسلایا	يُوْسُفَ یوسف	عَنْ سے	نَفْسِهٖ اس کا نفس	قُلْنَ وہ بولیں	حَاشَ پناہ	لِلّٰهِ اللہ کی	مَا نہیں	عَلِمْنَا ہم نے معلوم کی
عَلَيْهِ اس پر	مِنْ سُوْٓءٍ کوئی برائی	قَالَتِ بولی	امْرَاَتُ عورت	الْعَزِيْزِ عزیز	الْـٰٔنَ اب	حَصْحَصَ ظاہر ہوگئی	الْحَقُّ حقیقت	اَنَا میں
رَاوَدْتُّهٗ اسے پھسلایا میں نے	عَنْ سے	نَفْسِهٖ اس کا نفس	وَاِنَّهٗ اور وہ بیشک	لَمِنَ البتہ	الصّٰدِقِيْنَ سچے	ذٰلِكَ یہ	لِيَعْلَمَ تاکہ وہ جان لے	
اَنِّيْ بیشک میں	لَمْ اَخُنْهُ نہیں اسکی خیانت کی	بِالْغَيْبِ پیٹھ پیچھے	وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ	لَا يَهْدِيْ نہیں چلنے دیتا	كَيْدَ فریب	الْخَآئِنِيْنَ دغاباز		

بادشاہ کا حضرت یوسف سے متاثر ہوکر دربار میں بلوانا

گذشتہ آیت میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قاصد کو بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر اور اس کے ساتھ ہی تدبیر بھی بتلادی۔ جب خواب کی تعبیر معلوم کر کے قاصد پلٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آ گیا۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تعبیر دینے والا کوئی بہت ہی عالم فاضل شخص ہے جسے خواب کی تعبیر میں کمال حاصل ہے۔ نیز بہت ہی بلند اخلاق اور حسن تدبیر اور

خلق اللہ کا نفع چاہنے والا اور محض بے طمع شخص ہے۔ اب اسے شوق ہوا کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کرے چنانچہ بادشاہ مصر نے اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ انہیں آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ۔

حضرت یوسفؑ کا مقدمہ کے فیصلہ سے پہلے باہر آنے سے انکار

قاصد پیام شاہی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا اور بادشاہ کے طلب واشتیاق کا حال سنایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے باہر آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس طرح تو میں جانے کو تیار نہیں تم اپنے آقا کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ یہ تحقیق کرے کہ ان عورتوں کا معاملہ کیا تھا۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ پہلے یہ بات صاف ہو جائے کہ انہوں نے کیسی کچھ مکاریاں کی تھیں اور میرا پروردگار تو ان کی مکاریوں سے خوب واقف ہے۔

غور کیجئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے قصور اور بے خطا برسوں سے قید خانہ میں بند تھے اور بلاوجہ ان کو قیدی بنایا ہوا تھا۔ اب جبکہ بادشاہ نے مہربان ہو کر رہائی کا مژدہ سنایا تو ایسے موقع پر بڑے سے بڑا انسان مسرت اور خوشی کے ساتھ فوراً قید خانہ سے باہر نکل آتا مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا اور گذشتہ معاملہ کی تحقیق کا مطالبہ شروع کر دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر میں اپنی دینی اور اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی عزت و وجاہت سے زیادہ ضروری تھی۔ آپ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی نسبت لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت اور ارشاد و تبلیغ کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔ آپ نے خیال کیا کہ اگر میں شاہی فرمان کے موافق چپ چاپ قید خانہ سے نکل گیا اور جس جھوٹی تہمت کے سلسلہ میں سالہا سال قید و بند کی مصیبتیں اٹھائیں اس کا قطعی طور پر استیصال نہ ہوا تو بہت ممکن ہے کہ بہت سے ناواقف لوگ میری عصمت کے متعلق تردد اور شبہ میں پڑے رہ جائیں گے اور معاندین کچھ زمانہ کے بعد ان ہی بے اصل واقعات سے فائدہ اٹھا کر کوئی اور منصوبہ میرے خلاف کھڑا کر دیں۔ ان مصالح پر نظر کرتے ہوئے آپ نے حکم شاہی کے امتثال میں جلدی نہ کی بلکہ نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے قاصد کو کہا کہ تو اپنے مالک یعنی بادشاہ مصر سے جا کر دریافت کر کہ ان عورتوں کے قصہ کی کیا حقیقت ہے جنہوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان عورتوں کے ناموں کی تفصیل کہاں سے معلوم ہوگی۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ ایسا واقعہ ضرور عام شہرت حاصل کر چکا ہوگا۔ اس لئے واقعہ کے ایک خاص جزیعنی ہاتھ کاٹنے کو ظاہر کر کے بادشاہ کو توجہ دلائی کہ اس معروف و مشہور قصہ کی تفتیش و تحقیق کرے۔

حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی اور زلیخا کی غلطی کا برملا اعتراف واعلان

الغرض بادشاہ نے جب یہ سنا تو ان عورتوں کو بلوایا اور ان سے کہا کہ صاف صاف اور صحیح صحیح بتاؤ کہ اس معاملہ کی اصل حقیقت کیا ہے جب کہ تم نے یوسف پر ڈورے ڈالے تھے تا کہ تم اس کو اپنی طرف مائل کر لو۔ بادشاہ نے دریافت کرنے کا ایسا عنوان اختیار کیا گویا وہ پہلے سے خبر رکھتا ہے تا کہ انہیں جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہو۔ نیز یوسف علیہ السلام کی استقامت اور صبر کا اثر پڑا ہوگا کہ بغیر اظہار برأت کے جیل سے نکلنا گوارا نہیں

کرتے۔ ادھر ساقی وغیرہ نے واقعات سنائے ہوں گے ان سے بھی یوسف علیہ اسلام کی پاکی اور عورتوں کے مکر و فریب کی تائید ملی ہوگی۔ الغرض وہ سب عورتیں ایک زبان ہو کر بولیں کہ حاشاللہ ہم نے ان میں کوئی برائی کی بات نہیں پائی۔ مجمع میں عزیز کی بیوی بھی موجود تھی۔ سب عورتوں کی متفقہ شہادت کے بعد اس نے بھی صاف اقرار کرلیا کہ قصور امیرا ہے۔ یوسف بالکل سچے ہیں۔ بیشک میں نے ان کو اپنی جانب مائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ ایسے کاہے کو تھے کہ میرے داؤں میں آجاتے۔ غرض تمام صورت مقدمہ اور اظہارات اور ثبوت نزاہت یوسف علیہ السلام کا ان کے پاس کہلا کر بھیجا۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمام اہتمام جو میں نے کیا محض اس وجہ سے تاکہ عزیز کو پورے یقین کے ساتھ معلوم ہو جاوے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی آبرو میں دست اندازی نہیں کی اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام خدا کے سچے پیغمبر اور نبی معصوم تھے اس لئے ان کا دامن ہر قسم کی آلائش سے پاک وصاف تھا اور ان کی مقدس زندگی کا ایک لمحہ بھی کسی آلودگی سے ملوث نہیں ہوا تھا اس لئے خدا تعالیٰ کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے متعلق جس قدر بھی شخصیتیں تھیں ان سب کی زبانی آپ کی طہارت نفس اور عصمت کا اعتراف کرایا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے مراتب اعلیٰ کے طفیل میں ہم کو بھی دیانت وامانت وتقویٰ وطہارت والی زندگی نصیب فرمائیں اور ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور شریعت مطہرہ کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے بچائیں۔ اور نفس و شیطان کے پھندوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

وَمَآ اُبَرِّئُ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم ۵۳

اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتلاتا۔ نفس تو بری بات بتاتا ہے بجز اس کے جس پر میرا رب رحم کرے بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے

وقال الملک ائتونی بہ استخلصہ لنفسی فلما کلمہ قال انک الیوم لدینا مکین

اور بادشاہ نے کہا کہ اُن کو میرے پاس لاؤ میں اُن کو خاص اپنے لئے رکھوں گا۔ پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو بادشاہ نے کہا کہ تم ہمارے نزدیک آج

امین ۵۴ قال اجعلنی علی خزآئن الارض انی حفیظ علیم ۵۵ وکذلک مکنا لیوسف

بڑے معزز اور معتبر ہو۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کردو میں حفاظت بھی رکھوں گا اور خوب واقف بھی ہوں۔ اور ہم نے ایسے طور پر

فی الارض یتبوا منہا حیث یشآء نصیب برحمتنا من نشآء ولا نضیع اجر

یوسف علیہ السلام کو ملک میں بااختیار بنادیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کردیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں

المحسنین ۵۶ ولاجر الاخرۃ خیر للذین امنوا وکانوا یتقون ۵۷

کرتے اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے ایمان اور تقویٰ والوں کیلئے۔

وَ اور	مَا اُبَرِّئُ پاک بے قصور نہیں کہتا	نَفْسِیْ اپنا نفس	اِنَّ بیشک	النَّفْسَ نفس	لَاَمَّارَۃٌ سکھانے والا	بِالسُّوْٓءِ برائی	اِلَّا مگر	مَا رَحِمَ جس پر رحم کیا
رَبِّیْ میرا رب	اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِیْمٌ نہایت مہربان	وَقَالَ اور کہا	الْمَلِکُ بادشاہ	ائْتُوْنِیْ لے آو میرے پاس	
بِہٖٓ اس کو	اَسْتَخْلِصْہُ اس کو خاص کروں	لِنَفْسِیْ اپنی ذات کے لئے	فَلَمَّا پھر جب	کَلَّمَہٗ اس سے بات کی	قَالَ اس نے کہا	اِنَّکَ بیشک تم	الْیَوْمَ آج	
لَدَیْنَا ہمارے پاس	مَکِیْنٌ باوقار	اَمِیْنٌ امین	قَالَ اس نے کہا	اجْعَلْنِیْ مجھے کردے	عَلٰی پر	خَزَآئِنِ خزانے	الْاَرْضِ زمین ملک	اِنِّیْ بیشک میں
حَفِیْظٌ حفاظت کرنیوالا	عَلِیْمٌ علم والا	وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح	مَکَّنَّا ہم نے قدرت دی	لِیُوْسُفَ یوسف کو	فِی الْاَرْضِ زمین میں ملک پر	یَتَبَوَّاُ وہ رہتے		
مِنْہَا اس سیمیں	حَیْثُ جہاں	یَشَآءُ چاہتے وہ	نُصِیْبُ ہم پہنچا دیتے ہیں	بِرَحْمَتِنَا اپنی رحمت سے	مَنْ نَّشَآءُ جس کو ہم چاہتے ہیں	وَ اور		
لَا نُضِیْعُ ہم ضائع نہیں کرتے	اَجْرَ بدلہ	الْمُحْسِنِیْنَ نیکی کرنے والے	وَ اور	لَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ آخرت کا بدلہ البتہ	خَیْرٌ بہتر	لِلَّذِیْنَ انکے لئے جو		
اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَکَانُوْا اور تھے وہ	یَتَّقُوْنَ پرہیزگاری کرتے						

حضرت یوسف علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں تواضع

گذشتہ آیات پر بارھویں پارہ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ کا بیان ختم ہوا تھا۔ اب تیرھویں پارہ وَمَآ اُبَرِّئُ کی ابتدا سے بھی سورۂ یوسفؑ کا بیان جاری ہے۔ گذشتہ آیات سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ وقت آپہنچا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و پاکبازی اور صداقت و طہارت کا معاملہ تہمت لگانے والوں کی زبان ہی سے واضح اور ظاہر ہوگیا۔

چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی برأت اور طہارت نفس پر بہت زیادہ زور دیا تو ایک جلیل القدر نبی اور مقرب بارگاہ

کی وجہ سے یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری تھا کہ میری پاکبازی اور رحمت کا یہ معاملہ میرے اپنے نفس کی بدولت نہیں ہے کیونکہ نفس انسانی تو اکثر برائی پر ابھارتا ہے بلکہ یہ خدا کی رحمت وعنایت کا صدقہ ہے۔ گویا آپ نے اپنی عصمت اور طہارت نفس کی حقیقت کھول دی کہ میں کوئی شیخی نہیں مارتا۔ نہ پاک صاف رہنے میں اپنے نفس پر بھروسہ کرسکتا ہوں۔ محض خدا کی رحمت واعانت ہے جو کسی نفس کو برائی سے روکتی ہے۔ یہی رحمت خصوصی عصمت انبیاء علیہم السلام کی کفیل وضامن ہے ورنہ نفس انسانی کا کام عموماً برائی کی ترغیب دینا تھا۔ خدا تعالیٰ کی خصوصی توفیق اور دستگیری نہ ہوتی تو میرا نفس بھی دوسرے نفوس بشریہ کی طرح ہوتا۔ پس اگر میں معصوم رہایا معصوم رہوں تو اس میں میرا کوئی ذاتی کمال نہیں۔ یہ تو تمام تر میرے مالک ومولیٰ کے فضل خاصہ کا نتیجہ ہے۔

سبحان اللہ! حضرات انبیاء کے مرتبہ تواضع کا کیا کہنا۔ اپنی خوبی کے حصہ کو اپنی جانب منسوب کرنے کی بجائے اسے تمام تر نتیجہ فضل خداوندی کا قرار دیا جارہا ہے۔

نفس انسانی کی اقسام

یہاں اس آیت میں نفس امارہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ نفس مطمئنہ اور نفس لوامہ کا بھی ذکر ہوا ہے۔ اس بنا پر محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کا نفس ایک ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہوگئے ہیں۔ اگر نفس اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری کی طرف مائل ہو اور اس میں اس کو خوشی حاصل ہوتی ہو اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کرتا ہو تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں جس کا ذکر سورۂ فجر (۳۰ویں پارہ) میں ہوا ہے اور اگر نفس دنیا کی لذات وخواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف راغب ومائل ہے اور شریعت کی پیروی سے بھاگتا ہے تو اس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے جس کا ذکر یہاں آیت میں ہوا اور ان دونوں حالتوں کے مابین ایک حالت ہے جب کہ خیر وشر طاعت وگناہ نیکی وبدی میں کشمکش جاری رہتی ہے۔ برے فعل پر اپنے کو ملامت کرتا ہے اور گناہ سے روکتا ہے تو اس کو نفس لوامہ کہتے ہیں جس کا ذکر سورۂ قیامہ (۲۹ویں پارہ) میں آیا ہے۔

بادشاہ سے ملاقات

الغرض بادشاہ مصر پر جب یہ حقیقت منکشف ہوگئی اور اس کو اپنے خواب کی بہترین اور دل لگتی تعبیر معلوم ہوگئی تو اس کے قلب میں حضرت یوسفؑ کی عظمت وقدر کا سکہ بیٹھ گیا۔ اب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا متمنی ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ ان کو جلد میرے پاس لاؤ تاکہ میں انہیں اپنا مشیر خاص مقرر کروں۔

حضرت یوسف علیہ السلام بایں عصمت وپاکبازی اور بایں عقل ودانش عزت واحترام کے ساتھ قید خانہ سے نکل کر بادشاہ کے دربار میں تشریف لائے۔ جب آپ سے بات چیت ہوئی تو بادشاہ حیران رہ گیا کہ اب تک جس کی راستبازی امانت داری اور وفاء عہد کا کچھ تجربہ ہوا تھا وہ عقل ودانش اور علم وحکمت میں بھی آپ اپنی نظیر ہے اور مسرت سے کہنے لگا کہ آج سے آپ ہمارے پاس نہایت معزز اور معتبر ہوکر رہیں گے۔

خزانۂ شاہی کی نگرانی پر مقرر ہونا

پھر بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میرے خواب میں جس قحط سالی کا ذکر ہے اس کے متعلق مجھ کو کیا کیا تدبیر اختیار کرنی چاہئیں اور ایسے زبردست کام کا ذمہ دار کون ہوگا؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ اپنی مملکت کے خزانوں پر مجھے مختار کیجئے۔ (یعنی ہماری اصطلاح میں وزیر خزانہ بنا دیجئے) میں دولت کی حفاظت بھی پوری کروں گا اور اس کی آمد وخرچ کے ذرائع اور حساب کتاب سے خوب واقف ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کہہ کر مالیات وخزانہ کا

کام اپنے سپردگی میں لیا تا کہ اس کے ذریعہ سے عامۂ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں۔ خصوصاً آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبر گیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمدردی خلائق کے لئے مالیات کے قصوں میں پڑنا شان نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی تمام مملکت کا امین وکفیل بنا دیا اور شاہی خزانوں کی کنجیاں آپ کے حوالہ کر کے مختار عام کر دیا گویا بادشاہ مصر برائے نام بادشاہ تھا اور حقیقت میں یوسف علیہ السلام بادشاہی کر رہے تھے۔ اور ''عزیز مصر'' کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ بعض علماء ومفسرین نے لکھا ہے کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور ملک مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ذات سے عدل قائم ہوا۔ اور رعایا میں سے بھی بہت سے لوگ آپ پر ایمان لے آئے۔ اللہ اللہ! خدائے تعالیٰ کی قدرت اور عطا وکرم کی یہ کیسی عجیب داستان ہے کہ یوسف علیہ السلام کو غلامی اور قید خانہ کی زندگی سے نکال کر مملکت مصر اور قوم مصر کا مالک ومختار بنا دیا اور اس مرتبہ پر پہنچا دیا کہ اسباب دنیا کے ماتحت جس کا تصور بھی ممکن نہ تھا قادر مطلق کی کارفرمائی کا یہ معجزانہ مظاہرہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں اور جو بھی بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے خدا اس کو دنیا میں بھی میٹھا پھل دیتا ہے۔ خواہ ثروت وحکومت۔ عیش وآرام' حیات طیبہ' غنائے قلبی وغیرہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ سب چیزیں عنایت فرمائیں۔ رہا آخرت کا اجر سو وہ ایک ایماندار اور پرہیزگار کے لئے دنیا کے اجر سے کہیں بہتر ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں مصری عوام کی خوشحالی

حضرت یوسف علیہ السلام نے امور سلطنت کو ایسا سنبھالا کہ کسی کی کوئی شکایت باقی نہ رہی۔ سارا ملک آپ کا گرویدہ ہو گیا اور پورے ملک میں امن وخوشحالی عام ہو گئی۔ امام تفسیر مجاہدؒ نے لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے پیش نظر چونکہ اس سارے جاہ وجلال سے صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کا رواج اور اس کے دین کی اقامت تھی اس لئے وہ کسی وقت بھی اس سے غافل نہیں ہوئے کہ شاہ مصر کو اسلام وایمان کی دعوت دیں۔ یہاں تک کہ مسلسل دعوت وکوشش کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ بادشاہ مصر بھی ایمان لے آیا۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے زمانہ حکومت میں عوام کی راحت رسانی کے وہ کام کئے جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ جب بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر کے مطابق سات سال خوشحالی کے گزر گئے اور قحط شروع ہوا تو یوسف علیہ السلام نے پیٹ بھر کر کھانا چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا ملک مصر کے سارے خزانے آپ کے قبضہ میں ہیں اور آپ بھوکے رہتے ہیں تو فرمایا کہ یہ میں اس لئے کرتا ہوں تا کہ عام لوگوں کی بھوک کا احساس میرے دل سے غائب نہ ہو اور شاہی باورچیوں کو بھی حکم دے دیا کہ دن میں صرف ایک مرتبہ دوپہر کا کھانا پکا کرے۔ تا کہ شاہی محل کے سب افراد بھی عوام کی بھوک میں کچھ حصہ لے سکیں۔

اللہ اکبر یہ ہیں پیغمبرانہ سیرت کے واقعات وحالات۔

دعا کیجئے: یا اللہ! میدان حشر میں ہم کو مومنین صادقین بندوں کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب فرمایئے اور ہمارے عیوب کی ستاری فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو اس دنیا میں حق اور صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرمایئے اور دوسروں کو بھی چلانا نصیب فرمایئے اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

اور یُوسف کے بھائی آئے پھر یوسف کے پاس پہنچے سو یوسف نے اُن کو پہچان لیا۔ اور اُنہوں نے یوسف کو نہیں پہچانا۔ اور جب یوسف نے اُن کا سامان

بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا

تیار کر دیا تو فرمایا کہ اپنے علاتی بھائی کو بھی ساتھ لانا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پُورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ

خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ

مہمان نوازی کرتا ہوں۔ اور اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا۔ وہ بولے

عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ہم اس کے باپ سے اُس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو ضرور کریں گے۔

وَجَآءَ اور آئے اِخْوَةُ بھائی يُوْسُفَ یوسف فَدَخَلُوْا پس وہ داخل ہوئے عَلَيْهِ اس کے پاس فَعَرَفَهُمْ تو اس نے انہیں پہچان لیا وَهُمْ اور وہ
لَهٗ اس کو مُنْكِرُوْنَ وہ نہ پہچانے وَلَمَّا اور جب جَهَّزَهُمْ انہیں تیار کر دیا بِجَهَازِهِمْ ان کا سامان قَالَ کہا اس نے ائْتُوْنِيْ لاؤ میرے پاس
بِاَخٍ بھائی لَّكُمْ تمہارا اپنا مِّنْ اَبِيْكُمْ تمہارے باپ سے اَلَا تَرَوْنَ کیا تم نہیں دیکھتے اَنِّيْٓ کہ میں اُوْفِي پورا کرتا ہوں الْكَيْلَ پیمانہ
وَاَنَا اور میں خَيْرُ بہترین الْمُنْزِلِيْنَ اتارنے والا مہمان نواز فَاِنْ پھر اگر لَّمْ تَاْتُوْنِيْ میرے پاس نہ لائے بِهٖ اس کو فَلَا كَيْلَ تو کوئی ناپ نہیں
لَكُمْ تمہارے لئے عِنْدِيْ میرے پاس وَلَا تَقْرَبُوْنِ اور نہ آنا میرے پاس قَالُوْا وہ بولے سَنُرَاوِدُ ہم خواہش کریں گے عَنْهُ اس کے متعلق
اَبَاهُ اس کا باپ وَاِنَّا اور ہم لَفٰعِلُوْنَ ضرور کرنیوالے ہیں۔ کرنا ہے

بھائیوں کا غلہ کے لئے مصر آنا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر کا مختارکل بنا دیا۔

اب حضرت یوسف علیہ السلام نے ملک کے انتظام کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور خواب سے متعلق وہ تمام تدابیر شروع کر دیں جو چودہ سال کے اندر مفید کار ہو سکیں اور رعایا قحط سالی کے ایام میں بھی بھوک اور پریشان حالی سے محفوظ رہ سکے۔ افراط کے سات سالوں میں کثرت سے زراعت کرائی اور آنے والی قحط سالی کے زمانہ کے لئے مصر میں بے شمار غلہ کا ذخیرہ کیا گیا۔ چونکہ یہ تفصیل خواب اور اس کی تعبیر کے ضمن میں خود بخود ذہن میں آجاتی ہے اس لئے قرآن کریم نے ان غیر ضروری واقعات کو بیان نہیں کیا۔

غرض جب عام خشک سالی کا زمانہ شروع ہوا تو کنعان میں بھی خاندان یعقوب علیہ السلام یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا آبائی وطن اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ شدہ شدہ یہ خبر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی سنی کہ مصر میں باوجود قحط کے غلہ کی کمی نہیں ہے اور وہاں کا رحمدل حاکم ملکیوں اور غیر ملکیوں دونوں کو غلہ نہایت مناسب قیمت پر فروخت کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دسوں سوتیلے بھائیوں کو غلہ لانے کے لئے مصر بھیجا۔ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لیا چونکہ حضرت یوسفؑ کے جدا ہو جانے کے بعد آپ ان کو بہت عزیز رکھنے لگے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاں بھائیوں کی پیشی

اور غالباً یوسف علیہ السلام نے غلہ کی اس طرح ضابطہ بندی

کی ہوگی کہ بیرونی ممالک میں خاص اجازت ناموں کے بغیر اور خاص مقدار سے زیادہ غلہ نہ جاسکتا ہوگا۔ اس لئے جب برادران یوسف نے غیر ملک سے آ کر غلہ حاصل کرنا چاہا ہوگا تو انہیں اس کے لئے خاص اجازت نامہ حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی ہوگی اور اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کی پیشی کی نوبت آئی ہوگی۔ جب دربار یوسفی میں وہ پیش ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور کیوں نہ پہچانتے۔ رنگ، ڈھنگ، بول چال، لب ولہجہ، نقشہ وصورت اور ساری ادائیں یوسف علیہ السلام کی جانی پہچانی تھیں۔ البتہ وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ اور کس طرح پہچانتے؟ کل جو کم سن بچہ تھا آج وہ تقریباً چالیس سالہ شاہی لباس پہنے تخت شاہی پر متمکن ہے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ یوسف جس کو کنوئیں میں پھینک گئے تھے وہ مصر کا مختار مطلق ہوگا۔ نہ بادشاہی دربار میں عام آدمیوں کی یہ جرأت ہوسکتی ہے کہ بادشاہ کا نام و نسب وغیرہ دریافت کریں۔ مگر یہ واقعہ تھا۔ حقیقت تھی اور اپنے برگزیدہ بندہ کے ساتھ رب العالمین کا وہ معاملہ تھا جو صفحۂ دنیا پر ثبت ہو کر رہا۔ غرض حضرت یوسف علیہ السلام نے اجنبی بن کر والد حقیقی بھائی اور گھر کے حالات کو خوب کرید کرید کر پوچھا اور آہستہ آہستہ سب کچھ معلوم کرلیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی خوب مدارات اور مہمانداری کی۔ اور لطف و عنایت کے ساتھ پیش آئے۔ ایک ایک اونٹ فی کس غلہ دیا۔

اگلی دفعہ حضرت بنیامین کو ساتھ لانے کا وعدہ

یہ خاص مہربانی اور اخلاق دیکھ کر لکھا ہے کہ انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ایک بھائی بنیامین کو بوڑھے غمزدہ باپ نے تسکین خاطر کے لئے اپنے پاس روک لیا ہے کیونکہ اس کا دوسرا سگا بھائی یوسف جو باپ کو بے حد محبوب تھا مدت ہوئی کہیں جنگل میں ہلاک ہو چکا ہے۔ اگر ہمارے گیارہویں بھائی بنیامین کے حصہ کا غلہ بھی ہم کو مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہو گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح غائب کا حصہ دینا خلاف قاعدہ ہے۔ قحط اس قدر سخت ہے کہ تم کو دوبارہ یہاں آنا پڑے گا اس لئے تم پھر دوبارہ آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لاؤ۔ تب اس کا حصہ پاسکو گے۔ میرے اخلاق اور مہمان نوازی کا تم خود مشاہدہ کر چکے ہو۔ کیا اس کے بعد تمہیں اپنے چھوٹے بھائی کو لانے میں کچھ تردد ہوسکتا ہے۔ اگر تم اس کو ساتھ نہ لائے تو سمجھا جائے گا کہ تم جھوٹ بول کر اور دھوکا دے کر خلاف قاعدہ ایک اونٹ غلہ زیادہ لینا چاہتے تھے۔ اس کی سزا یہ ہوگی کہ آئندہ خود تمہارا حصہ بھی سوخت ہوجائے گا بلکہ میرے پاس یا میرے قلمرو میں آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ اس پر برادران یوسف نے کہا کہ گو باپ سے اس کا جدا کرنا سخت مشکل ہے تاہم ہماری یہ کوشش ہوگی کہ ہم باپ کو کسی تدبیر سے راضی کر لیں۔ امید ہے کہ وہ بنیامین کو یہاں بھیجنے میں راضی ہوجائیں گے۔

الغرض یوسف علیہ السلام کے حکم سے دسوں بھائیوں کو غلہ دے دیا گیا اور قیمت وصول کرلی گئی اور یوسف علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ آئندہ بھی یہ بھائی غلہ لینے آئیں اور چھوٹے حقیقی بھائی کو بھی ساتھ لے کر آئیں تاکہ ان سے ملاقات ہوجائے۔ اس کے لئے جہاں بھائیوں کو تاکید کی کہ اگر آئندہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ نہ لائے تو پھر تم میں سے کسی کو بھی غلہ نہ ملے گا۔ ایک دوسرا خفیہ انتظام بھی کیا کہ دوبارہ پھر غلہ لینے سب بھائی آئیں جس کو اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یااللہ! آپ نے جو اپنے مومن بندوں کی صفات بتلائی ہیں وہ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اس زندگی میں عطا فرما اور ہم کو اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگائے رکھے اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى

اور یوسف علیہ السلام نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی ان ہی کے اسباب میں رکھ دو تاکہ جب اپنے گھر جاویں

اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ

تو اس کو پہچانیں شاید پھر دوبارہ آویں۔ غرض جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس پہنچے۔ کہنے لگے اے ابا ہمارے لئے غلہ کی بندش کر دی گئی۔ سو آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو

مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ

ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم پھر غلہ لاسکیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس میں اس کے بارہ میں بھی تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں

عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ

جیسا اس سے پہلے اسکے بھائی یوسف کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں سو اللہ سب سے بڑھ کر نگہبان ہے۔ اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا

وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ

تو اُن کو اُن کی جمع پونجی بھی ملی کہ اُن ہی کو واپس کر دی گئی۔ کہنے لگے کہ اے ابا اور ہم کو کیا چاہیے یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہم کو لوٹا دی گئی ہے۔ اور اپنے گھر والوں کے واسطے اور رسد لاوینگے

وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ

اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے اور ایک اُونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لاویں گے یہ تھوڑا سا غلہ ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا

مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ

جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے کہ تم اس کو ضرور لے ہی آؤ گے ہاں اگر گھر ہی جاؤ تو مجبوری ہے سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے

مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں۔ یہ سب اللہ ہی کے حوالے ہے۔

وَ اور	قَالَ اس نے کہا	لِفِتْيٰنِهِ اپنے خدمت گاروں کو	اجْعَلُوْا اور تم رکھ دو	بِضَاعَتَهُمْ ان کی پونجی	فِيْ رِحَالِهِمْ انکے بوروں میں	لَعَلَّهُمْ شاید وہ	
يَعْرِفُوْنَهَا اس کو معلوم کرلیں	اِذَا انْقَلَبُوْا جب وہ لوٹیں	اِلٰى طرف	اَهْلِهِمْ اپنے لوگ	لَعَلَّهُمْ شاید وہ	يَرْجِعُوْنَ پھر آجائیں	فَلَمَّا پس جب	رَجَعُوْا وہ لوٹے
اِلٰى طرف	اَبِيْهِمْ اپنا باپ	قَالُوْا وہ بولے	يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا	مُنِعَ روک دیا گیا	مِنَّا ہم سے	الْكَيْلُ ناپ	فَاَرْسِلْ پس بھیج دیں	مَعَنَا ہمارے ساتھ
اَخَانَا ہمارا بھائی	نَكْتَلْ ناپ غلہ	لائیں	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَهٗ اسکے	لَحٰفِظُوْنَ نگہبان ہیں	قَالَ اس نے کہا	هَلْ اٰمَنُكُمْ کیا میں تمہارا اعتبار کروں
عَلَيْهِ اس کے متعلق	اِلَّا مگر	كَمَا جیسے	اَمِنْتُكُمْ میں نے تمہارا اعتبار کیا	عَلٰٓى اَخِيْهِ اس کے بھائی کے متعلق	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	فَاللّٰهُ سو اللہ	
خَيْرٌ بہتر	حٰفِظًا نگہبان	وَهُوَ اور وہ	اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ تمام مہربانوں سے بڑا مہربانی کرنیوالا ہے	وَلَمَّا اور جب	فَتَحُوْا انہوں نے کھولا	مَتَاعَهُمْ اپنا سامان	
وَجَدُوْا انہوں نے پائی	بِضَاعَتَهُمْ اپنی پونجی	رُدَّتْ واپس کردی گئی	اِلَيْهِمْ ان کی طرف انہیں	قَالُوْا بولے	يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا	مَا نَبْغِيْ کیا چاہتے ہیں ہم	

هٰذِهٖ یہ	بِضَاعَتُنَا ہماری پونجی	رُدَّتْ لوٹادی گئی	اِلَيْنَا ہماری طرف	وَنَمِيْرُ اور ہم غلہ لائینگے	اَهْلَنَا اپنے گھر	وَ اور	نَحْفَظُ ہم حفاظت کرینگے	اَخَانَا اپنا بھائی	
وَنَزْدَادُ اور زیادہ لینگے	كَيْلَ بوجھ	بَعِيْرٍ ایک اونٹ	ذٰلِكَ یہ	كَيْلٌ بوجھ غلہ	يَسِيْرٌ آسان تھوڑا	قَالَ اس نے کہا	لَنْ اُرْسِلَهٗ ہرگز نہ بھیجوں گا اسے		
مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	حَتّٰى یہاں تک	تُؤْتُوْنِ تم دو مجھے	مَوْثِقًا پختہ عہد	مِنَ سے۔کا	اللّٰهِ اللہ	لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖ تم لے آؤ گے ضرور میرے پاس اس کو			
اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	يُّحَاطَ گھیر لیا جائے	بِكُمْ تمہیں	فَلَمَّا پھر جب	اٰتَوْهُ انہوں نے اسے دیا	مَوْثِقَهُمْ اپنا پختہ عہد	قَالَ کہا اسنے	اللّٰهُ اللہ	
عَلٰى پر	مَا نَقُوْلُ جو ہم کہتے ہیں	وَكِيْلٌ نگہبان۔ضامن							

حضرت یوسف علیہ السلام کے احسانات کے ساتھ بھائیوں کی واپسی

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب برادران یوسفؑ غلہ کے لئے مصر پہنچے تو حضرت یوسفؑ نے تو ان کو پہچان لیا مگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔اس پہلی ملاقات میں بعض مصلحت کی بناء پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں فرمایا۔باقی آپ چاہتے یہی تھے کہ یہ دوبارہ مصر آئیں تو چھوٹے حقیقی بھائی بنیامین کو ضرور ہمراہ لائیں۔چنانچہ اس کے لئے کئی طرح سے تدبیر فرمائی۔اول وعدہ لیا کہ اگر آئندہ چھوٹے بھائی کو ساتھ لاؤ گے تو اس کا بھی حصہ ملے گا۔ دوسرے وعید سنادی کہ اگر نہ لاؤ گے تو اپنا حصہ بھی نہ پاؤ گے بلکہ تمہیں یہاں آنے کی اجازت بھی نہ ہوگی۔تیسرے تدبیر یہ فرمائی کہ جو ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے۔یعنی جو پونجی دے کر انہوں نے غلہ خریدا تھا آپ نے نوکروں کو حکم دیا کہ وہ بھی خفیہ طور پر ان کے اسباب میں رکھ دی جائے تا کہ گھر پہنچ کر جب اسباب کھولیں اور دیکھیں کہ غلہ کے ساتھ قیمت بھی واپس دے دی گئی تو دوبارہ ادھر آنے کی ترغیب مزید ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قیمت کے اس طرح واپس کرنے میں کئی حکمتیں تھیں:۔

اولاً یہ کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور بھائیوں سے قیمت لینا مروت کے خلاف سمجھا۔

دوسرے یہ کہ یوسف علیہ السلام نے خیال کیا کہ ممکن ہے کہ ان کے پاس اور قیمت نہ ہو اور پھر غلہ لینے نہ آئیں۔اس لئے ان کی قیمت واپس کردی تا کہ قیمت پا کر پھر غلہ لینے آئیں۔

تیسرے یہ کہ یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ اس طرح احسان کرنا چاہا کہ ان کو ندامت اور عار نہ ہو۔

چوتھے یہ کہ یوسف علیہ السلام نے خیال کیا کہ جب یہ قیمت واپس پائیں گے تو ان کی امانت و دیانت و مروت اس بات پر آمادہ کرے گی کہ وہ ضرور واپس آئیں اور اس پونجی کی واپسی کا سبب دریافت کریں اور کوشش کریں کہ یہ قیمت واپس لے لی جائے۔

پانچویں یہ چاہا کہ یہ اپنے والد کے سامنے ظاہر کریں کہ مصر کے بادشاہ نے ہمارے ساتھ یہ اکرام کیا ہے اور مزید اکرام سے دوبارہ مع گیارہویں بھائی کے طلب کیا ہے تو یہ سن کر باپ کو بھائی کا بھیجنا گراں نہ گزرے اور جب قیمت پاس ہوگی تو دوبارہ آنے میں سہولت ہوگی۔

غرض کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ساتھ سلوک اور احسان میں ایسا ہی مبالغہ کیا جیسا کہ بھائیوں نے برائی میں مبالغہ کیا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو کارگزاری سنانا اور بنیامین کو ساتھ لے جانے کی درخواست

دسوں بھائی مصر سے غلہ لے کر واپس جب کنعان پہنچے تو اپنی تمام سرگذشت اپنے والد یعقوب علیہ السلام کو سنائی کہ بادشاہ مصر بہت نیک سیرت اور عادل ہے اس نے ہمارا اکرام کیا اور ہماری مہمانداری کی۔یعقوب علیہ السلام خوش ہوئے اور بادشاہ

کو دعائیں دیں اور کہنے لگے کہ ہمیں اپنے گیارہویں بھائی کا حصہ تو ملا نہیں بلکہ آئندہ کے لئے ہمیں یہ شاہی فرمان ہوا ہے کہ ہم لوگ اگر اسے نہ لے گئے تو یہ سمجھا جائے گا کہ ہم لوگ جھوٹ بول کر دغا سے گیارھواں حصہ وصول کرنا چاہتے تھے اور غلہ کا حصہ ہم میں سے کسی ایک کو بھی نہ ملے گا۔ تو اب اس کا علاج یہ ہے کہ ہم درخواست کرتے ہیں کہ اس مرتبہ بنیامین کو بھی ہمارے ہمراہ کر دیجئے۔ ہم اس کے ہر طرح سے نگہبان اور محافظ رہیں گے اور کوئی برائی اور تکلیف اس کو پہنچنے نہ دیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کیا اس بارہ میں بھی میں تمہارا ویسا ہی اعتبار کروں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں۔ یعنی بنیامین کے بارے میں تمہارا اعتبار کس طرح کروں۔ یہی بات جو تم اب کہتے ہو وہی بات تم نے اس کے بھائی یوسف کے بارے میں کہی تھی۔ لیکن تم کہتے ہو کہ غلہ بن یامین کو ساتھ کئے ہوئے بغیر ملے گا نہیں۔ تو خیر اگر بن یامین کو لے ہی جانا ہے تو اسے اللہ کے سپرد کیا۔ خدا ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی رحم کرنے والا نہیں۔ مطلب یہ کہ میرا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہے۔ تم پر اور تمہاری حفاظت پر کوئی بھروسہ نہیں۔ مجھے اسی کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ارحم الراحمین اب مجھ پر دو بیٹوں کی مصیبتوں کو جمع نہ کرے گا۔ اس گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد جب انہوں نے اپنا سامان کھولا جو مصر سے لائے تھے تو دیکھا کہ ساری پونجی جس کے عوض غلہ لیا تھا سب سامان میں موجود ہے۔ یہ دیکھ کر خوشی خوشی پھر اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس گئے اور کہنے لگے اے ابا جان اب اس سے زیادہ اور کیا ہم کو چاہئے دیکھئے غلہ بھی ملا اور ہماری پونجی جوں کی توں لوٹا دی گئی۔ ہم سے قیمت بھی نہ لی۔ ہماری قیمت بھی واپس کر دی اور اس طرح کہ ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔ پس بادشاہ کی اس شفقت وعنایت کا مقتضی یہ ہے کہ آپ ہم کو دوبارہ بادشاہ مصر کے پاس جانے کی اجازت دیں اور اس بات کی اجازت دیں کہ اپنے بھائی بن یامین کو اپنے ساتھ لے جائیں جیسا کہ بادشاہ کی شرط ہے۔ اور اس کے حصہ کا ایک اونٹ غلہ زیادہ مل جائے گا کیونکہ یہ غلہ جو ہم لائے ہیں بہت تھوڑا ہے اس سے ہماری ضرورت پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ اور بغیر بھائی کے دوبارہ غلہ ملنا ممکن نہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا خیر مجھے ایسی حالت میں بن یامین کو بھیجنے سے انکار تو نہیں مگر میں اس وقت تک اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک تم مجھے خدا کی قسم کھا کر یہ عہد و پیمان نہ دو کہ تم اس کو ضرور میرے پاس واپس لاؤ گے۔ ہاں اگر تم کہیں گھر ہی جاؤ اور اس کی حفاظت سے مجبور ہو جاؤ تو اس وقت معذور ہو۔ چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی۔ پھر جب انہوں نے یعقوب علیہ السلام کو اپنا پختہ عہد اور پیمان دے دیا تو یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔

غرض کچھ دنوں کے بعد دوبارہ مصر کے سفر کو مع بنیامین کے سب تیار ہو گئے۔ اور اب جب دوبارہ مصر جانے کے لئے تیار ہو گئے تو چلتے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو بعض تدبیر اور احتیاط کی نصیحت کی اور جب وہ سب دوبارہ مصر یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا یہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ نے جو اپنے مومن بندوں کی صفات بتلائی ہیں وہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اس زندگی میں عطا فرما اور ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگائے رکھے اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ

اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا اور خدا کے حکم کو میں

عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

تم پر سے نہیں ٹال سکتا۔حکم تو بس اللہ ہی کا ہے میں اُسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً

اور جب (مصر پہنچ کر) جس طرح اُن کے باپ نے کہا تھا (اسی طرح شہر کے) اندر داخل ہوئے (تو باپ کا ارمان پورا ہوگیا) ان کے باپ کو ان سے خدا کا حکم ٹالنا

فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

مقصود نہ تھا لیکن یعقوب (علیہ السلام) کے جی میں ایک ارمان تھا جس کو اُنہوں نے ظاہر کردیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا۔لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

وَقَالَ اور اس نے کہا	يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو	لَا تَدْخُلُوْا تم نہ داخل ہونا	مِنْ سے	بَابٍ وَّاحِدٍ ایک دروازہ	وَّادْخُلُوْا اور داخل ہونا	مِنْ سے
اَبْوَابٍ دروازے	مُّتَفَرِّقَةٍ جدا جدا	وَمَآ اُغْنِيْ اور میں نہیں بچاسکتا	عَنْكُمْ تم سے۔کو	مِّنَ سے۔کی	اللّٰهِ اللہ	مِنْ شَيْءٍ کسی چیز۔بات سے
اِنِ نہیں	الْحُكْمُ حکم	اِلَّا سوا	لِلّٰهِ اللہ کا	عَلَيْهِ اس پر	تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَعَلَيْهِ اور اس پر	فَلْيَتَوَكَّلِ پس چاہئے بھروسہ کریں
الْمُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنے والے	وَلَمَّا اور جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	مِنْ حَيْثُ جہاں سے	اَمَرَهُمْ انہیں حکم دیا	اَبُوْهُمْ ان کا باپ	
مَا كَانَ نہیں تھا	يُغْنِيْ وہ بچاسکتا	عَنْهُمْ ان سے۔انہیں	مِّنَ سے۔کی	اللّٰهِ اللہ	مِنْ سے	شَيْءٍ کسی چیز۔بات	اِلَّا مگر
حَاجَةً ایک خواہش	فِيْ میں	نَفْسِ دل	يَعْقُوْبَ یعقوب	قَضٰىهَا وہ اسے پوری کرلی	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	لَذُوْ عِلْمٍ صاحب علم
لِّمَا اس کا جو	عَلَّمْنٰهُ ہم نے اسے سکھایا	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	

بنیامین کو ساتھ لے جانے پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی رضامندی

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ برادران یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام سے برابر اصرار کررہے تھے کہ ان کے سب سے چھوٹے سوتیلے بھائی بنیامین کو اپنے ہمراہ دوبارہ مصر لے جانے اور غلہ لانے کے لئے راضی ہوجائیں۔حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے اس بات کے لئے راضی نہ تھے مگر جب آئندہ کو مصر سے غلہ حاصل کرنا اسی پر موقوف تھا کہ بنیامین کو ہمراہ لے جائیں اور غلہ لانا بھی ضروری تھا تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو کہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کا نہیں۔ہاں یہ اور بات ہے کہ خدانخواستہ تم سب ہی گھر جاؤ اور چھوٹ نہ سکو۔دسوں بیٹوں نے قسمیں کھا کر پختہ وعدہ کیا اور عہد و پیمان کیا کہ بنیامین کا آپ کے پاس واپس پہنچا دینا ہمارے ذمہ ہے۔اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری اس گفتگو کا خدا وکیل ہے اور میں یہ معاملہ اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں۔قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت تھی۔بغیر بھیجے چارہ نہ تھا اس لئے بنیامین کو ان کے ساتھ کردیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹوں کو ہدایت

عہد و پیمان کے بعد برادران یوسف کا قافلہ دوبارہ کنعان سے مصر کو روانہ ہوا اور اس مرتبہ بنیامین بھی ساتھ ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے رخصت کرتے وقت نصیحت فرمائی کہ دیکھو سب ایک ہی دروازے سے مصر میں داخل نہ ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے ایک ایک دو دو کر کے داخل ہونا اور یہ بھی فرمایا کہ اس نصیحت کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم اپنی تدابیر پر مغرور ہو بیٹھو کیونکہ میں تمہیں کسی ایسی بات سے ہرگز نہیں بچا سکتا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہونے والی ہو۔ فرمانروائی تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں کیا تمام بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے اس لئے میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف احتیاطی تدابیر کے طور پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا پر بھروسہ اور یقین کے ساتھ اسباب ظاہری کو احتیاطی تدبیر کے لئے استعمال کرنا خدا پرستی کے خلاف نہیں ہے بلکہ پیغمبروں کی سنت وطریقہ ہی یہ ہے۔

اکٹھے شہر میں داخل نہ ہونے کی حکمت

علمائے تفسیر نے حضرت یعقوبؑ کی اس نصیحت کی وجہ کہ سب گیاروں بھائی اکٹھا مل کر شہر میں داخل نہ ہونا مختلف لکھی ہیں۔ ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ عزیز مصر یعنی یوسف علیہ السلام نے چونکہ پہلی مرتبہ ان کا کافی اعزاز کیا تھا اور یہ قافلہ خاص شان کے ساتھ یوسف علیہ السلام کی دعوت پر مصر میں داخل ہو رہا ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ مصری ان سے حسد کرنے لگیں اور یہ ان کی تکلیف کا باعث بن جائے۔ اس لئے کہا گیا کہ جدا جدا دروازوں سے ایک مسافر کی طرح داخل ہونا۔

بعض مفسرین نے ایک دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹوں پر نظر لگ جانے کا کھٹکا تھا۔ کیونکہ وہ سب اچھے خوبصورت، تنومند، طاقت ور، مضبوط نوجوان تھے۔ اس لئے ہدایت کی کہ اکٹھے ہو کر ایک دروازہ سے شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ ایک ایک دو دو ہو کر جانا۔ نظر بد کا لگ جانا احادیث سے بھی ثابت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر لگ جانے کی تصدیق فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ نظر بد ایک انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں داخل کر دیتی ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے پناہ مانگی ہے اور امت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے ان میں من کل عین لامۃ بھی مذکور ہے۔ یعنی میں پناہ مانگتا ہوں نظر بد سے۔ صحابہ کرام میں ابو سہلؓ کا واقعہ معروف ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر غسل کرنے کے لئے کپڑے اتارے اور ان کے سفید رنگ اور تندرست بدن پر عامر بن ربیعہؓ کی نظر پڑ گئی اور ان کی زبان سے نکلا کہ میں نے تو آج تک اتنا حسین بدن کسی کا نہیں دیکھا۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً حضرت سہل کو سخت بخار چڑھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہ علاج تجویز کیا کہ عامر بن ربیعہؓ وضو کریں اور وضو کا پانی کسی برتن میں جمع کریں اور یہ پانی ابو سہل کے بدن پر ڈالا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا تو فوراً بخار اتر گیا اور وہ بالکل تندرست ہو کر جس مہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے اس پر روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ میں آپ نے عامر بن ربیعہ کو یہ تنبیہ بھی فرمائی:۔

"کوئی شخص اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ جب ان کا بدن تمہیں خوب نظر آیا تو برکت کی دعا کر لیتے۔ نظر کا اثر ہو جانا حق ہے"۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو کسی دوسرے کی جان و مال میں کوئی اچھی بات تعجب انگیز نظر آئے تو اس کو چاہئے کہ اس کے واسطے دعاء کرے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائیں۔ بعض روایات میں ہے۔ ماشآء اللہ لاقوۃ الا باللہ کہے اس سے نظر بند کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی نظر بد کسی کو لگ جائے تو نظر لگانے والے کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا غسالہ اس کے بدن پر ڈالنا نظر بد کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔

الغرض حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک طرف تو نظر بد

یا حسد کے اندیشہ سے اولاد کو یہ تاکید فرمائی کہ سب مل کر ایک دروازہ سے شہر میں داخل نہ ہوں دوسری طرف ایک حقیقت کا اظہار بھی ضروری سمجھا اور ارشاد فرمایا کہ نظر بد سے بچنے کی جو تدبیر میں نے بتلائی ہے میں جانتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کو نہیں ٹال سکتی حکم تو صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔ البتہ انسان کو ظاہری تدبیر کرنے کا حکم ہے اس لئے یہ تاکید کی گئی مگر میرا بھروسہ اس تدبیر پر نہیں بلکہ اللہ ہی پر اعتماد ہے اور ہر شخص کو یہی لازم ہے کہ اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرے ظاہری و مادی تدبیروں پر بھروسہ نہ کرے۔

احتیاطی تدابیر کی حیثیت

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی جانب بھی توجہ دلائی ہے کہ یعقوب علیہ السلام چونکہ صاحب علم و بصیرت تھے اور یہ دولت علم اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو بخشی تھی اس لئے انہوں نے بیٹوں سے یہ نصیحت کی بات کہہ دی جوان کے خیال میں آ گئی تھی ورنہ تو باپ کے حکم کی تعمیل کرنے کے باوجود بھی خدا تعالیٰ کی مشیت نے جو کچھ مقرر کر دیا تھا اس کے مقابلہ میں یہ احتیاط کچھ بھی کام نہ آ سکی۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو کچھ کیا ان کو بمقتضائے علم یہی کرنا چاہئے تھا مگر یہ ضروری نہیں کہ احتیاطی تدبیر ہر جگہ راست ہی آ جائے۔ اگر خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے برعکس مصلحت دیکھتی ہے تو پھر وہی ہو کر رہتا ہے اور سب تدبیریں بیکار ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آنے والے واقعہ میں بنیامین کے ساتھ یہی پیش آیا کہ وہ مصر میں روک لئے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک دوسرا شدید صدمہ پہنچا۔ گو اس کا انجام تمام خاندان یعقوب علیہ السلام کے حق میں بہتر ثابت ہوا۔ جیسا کہ آگے ان شاء اللہ بیان آئے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنے متوکلین بندوں کے گروہ میں ہم کو بھی شامل فرما لیجئے۔ اور ہم کو بھی ہر معاملہ میں اپنی ذات عالی پر نظر رکھنے اور بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

یا اللہ! ظاہری تدبیر کو ہم محض تدبیر کے درجہ میں جانیں اور موثر حقیقی آپ ہی کو اعتقاد میں رکھیں اور آپ ہی کی مدد پر بھروسہ کریں۔

یا اللہ! ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے آپ ہماری حفاظت فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہمارے دین و دنیا کے کاموں کو درست و راست فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا

اور جب یہ لوگ یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملا لیا کہا کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں سو یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں

یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

اسکا رنج مت کرنا پھر جب یوسف (علیہ السلام) نے ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے پکارا

اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ

کہ اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو۔ وہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو پادشاہی پیمانہ نہیں ملتا اور جو شخص اس کو (لا کر) حاضر کرے

الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ

اس کو ایک بار شتر غلہ ملے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور ہم لوگ چوری

فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ

کرنے والے نہیں۔ اُن لوگوں نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے نکلے تو اس کی کیا سزا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ

وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾

جس شخص کے اسباب میں ملے پس وہی شخص اپنی سزا ہے۔ ہم لوگ ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

وَلَمَّا اور جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	عَلٰی یُوْسُفَ یوسف کے پاس	اٰوٰی اس نے جگہ دی	اِلَیْهِ اپنے پاس	اَخَاهُ اپنا بھائی	قَالَ اس نے کہا		
اِنِّیْ بیشک میں	اَنَا اَخُوْكَ میں تیرا بھائی	فَلَا تَبْتَئِسْ سو تو غمگین نہ ہو	بِمَا اس پر جو	كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	فَلَمَّا پھر جب			
جَهَّزَهُمْ انہیں تیار کر دیا	بِجَهَازِهِمْ ان کا سامان	جَعَلَ رکھ دیا	السِّقَایَةَ پینے کا پیالہ	فِیْ میں	رَحْلِ سامان	اَخِیْهِ اپنا بھائی		
ثُمَّ پھر	اَذَّنَ اعلان	مُؤَذِّنٌ منادی کرنیوالا	اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اے قافلے والو	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَسٰرِقُوْنَ البتہ چور ہو	قَالُوْا وہ بولے		
وَاَقْبَلُوْا اور انہوں نے منہ کیا	عَلَیْهِمْ انکی طرف	مَاذَا کیا ہے جو	تَفْقِدُوْنَ تم گم کر بیٹھے	قَالُوْا انہوں نے کہا	نَفْقِدُ ہم گم کر بیٹھے۔نہیں پاتے			
صُوَاعَ پیانہ	الْمَلِكِ بادشاہ	وَلِمَنْ اور اس کے لئے	جَآءَ بِهٖ جو وہ لائے	حِمْلُ بوجھ	بَعِیْرٍ ایک اونٹ	وَّاَنَا اور میں	بِهٖ اس کا	زَعِیْمٌ ضامن
قَالُوْا وہ بولے	تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	لَقَدْ عَلِمْتُمْ تم خوب جانتے ہو	مَا جِئْنَا ہم نہیں آئے	لِنُفْسِدَ کہ ہم فساد کریں	فِی الْاَرْضِ زمین ملک میں			
وَمَا كُنَّا اور ہم نہیں	سٰرِقِیْنَ چور۔جمع	قَالُوْا انہوں نے کہا	فَمَا پھر کیا	جَزَآؤُهٗ سزا اُسکی	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	كٰذِبِیْنَ جھوٹے	
قَالُوْا کہنے لگے وہ	جَزَآؤُهٗ اس کی سزا	مَنْ جو۔جس	وُّجِدَ پایا جائے	فِیْ رَحْلِهٖ اس کے سامان میں	فَهُوَ پس وہی	جَزَآؤُهٗ اس کا بدلہ		
كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِیْ ہم سزا دیتے ہیں	الظّٰلِمِیْنَ ظالموں کو						

حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی ملاقات

اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ لوگ مصر پہنچے اور یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے تو بنیامین کو پیش کر کے کہا

کہ آپ کے حکم کے موافق ہم ان کو لائے ہیں۔آپ نے سب کو سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرایا اور سب بھائیوں کے قیام کا انتظام اس طرح فرمایا کہ دو دو کو ایک ایک کمرہ میں ٹھہرایا۔تو بنیامین تنہا رہ گئے ان کو علیحدہ تنہا ٹھہرایا۔اور بنیامین کے ساتھ ممتاز معاملہ کیا اور خلوت میں یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے۔انہوں نے کہا بنیامین۔یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہاری والدہ کا کیا نام ہے۔بنیامین نے کہا راحیل۔یوسف علیہ السلام نے پھر پوچھا کوئی تمہارا سگا بھائی بھی ہے۔بنیامین نے کہا کہ ایک بھائی تھا وہ ہلاک ہوگیا۔یوسف علیہ السلام نے کہا اگر میں تمہارے اس بھائی کے بدلہ جو ہلاک ہوگیا ہے بھائی ہو جاؤں تو تم اس بات کو پسند کرو گے۔بنیامین نے کہا کہ اے بادشاہ سلامت آپ سے اچھا بھائی کس کو مل سکتا ہے۔لیکن آپ کو یعقوب اور راحیل نے نہیں جنا۔اس وقت یوسف علیہ السلام نے ان کو تنہائی میں آگاہ کر دیا کہ میں تمہارا حقیقی بھائی یوسف ہوں اور اپنا تمام حال سنایا اور پھر بنیامین کی تسلی وتشفی کی کہ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ان کی بدسلوکیوں کا دور ختم ہوگیا۔اب یہ تم کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچاسکیں گے۔اور جو مظالم ان سوتیلے بھائیوں نے ہم پر کئے کہ مجھے باپ سے جدا کر کے کنوئیں میں ڈالا۔غلام بنا کر بیچا اور ہمارے باپ بھائی کو صدمہ میں مبتلا کیا۔اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ سختی کی۔ان تمام باتوں سے اب غمگین مت ہو۔وقت آگیا ہے کہ ہمارے سب غم غلط ہو جائیں اور سختیوں کے بعد حق تعالیٰ راحت وعزت نصیب فرمائیں۔

بنیامین کو اپنے ہاں روکنے کی تدبیر

پھر فرمایا کہ اس حقیقت کو ابھی ان سب پر نہ کھولو۔میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے پاس روک لوں۔پھر مشورہ کیا اس کی کیا صورت ہو۔کیونکہ ویسے رکھنے میں تو اور بھائیوں کا اصرار ہوگا اس لئے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حلفیہ عہد وپیمان کر کے آئے تھے کہ ہمراہ بحفاظت لائیں گے پھر اگر وجہ ظاہر ہوگئی تو راز کھلا جس کو اب بھی مصلحتاً حضرت یوسف علیہ السلام اور سب بھائیوں پر ظاہر نہیں فرمانا چاہتے تھے اور اگر وجہ مخفی رہی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا رنج بڑھے گا کہ بلاسبب بنیامین کیوں رکھے گئے۔یا کیوں رہے۔

یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے فرمایا کہ تدبیر تو تمہارے روکنے کی ہے مگر ذرا تمہاری بدنامی ہے۔بنیامین نے کہا کہ کچھ پروا نہیں۔غرض آپس میں یہ امر قرار پا گیا ادھر سب بھائیوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے ایک ایک اونٹ غلہ دیا گیا اور ان کی رخصت کا سامان درست کیا گیا۔جب ان کا سامان روانگی تیار ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خود یا کسی معتمد کی معرفت پانی پینے کا شاہی برتن جو چاندی کا پیالہ بتلایا جاتا ہے اور وہی پیمانہ غلہ دینے کا بھی تھا اپنے بھائی بنیامین کے اسباب میں رکھ دیا۔جب یہ لاد پھاند کر چلے اور ابھی تھوڑی سی مسافت اس قافلہ نے طے کی ہوگی کہ یوسف علیہ السلام کے کارندوں نے شاہی برتنوں کی دیکھ بھال کی تو اس میں پیالہ ندارد پایا۔سمجھے کہ شاہی مہمان خانہ میں کنعانیوں کا قافلہ ٹھہرا تھا۔اس لئے انہوں نے ہی یہ چوری کی ہے فوراً دوڑے اور چلائے قافلہ والے ٹھہرو تم چور ہو! برادران یوسف کارندوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم کو خواہ مخواہ کیوں الزام لگاتے ہو؟ آخر معلوم تو ہو تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے؟ جس کی چوری کا ہم پر شبہ ہوا۔کارندے کہنے لگے کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ (پیالہ) نہیں ملتا وہ غائب ہے اور ان کارندوں میں سے ایک نے

آگے بڑھ کر کہا کہ جو شخص اس چوری کا پتہ لگادے گا اس کو ایک اونٹ غلہ انعام میں ملے گا۔ میں اس بات کا ضامن ہوں۔

برادران یوسف نے کہا کہ بخدا ہم مصر میں فساد اور شرارت کی غرض سے نہیں آئے۔ تم جانتے ہو کہ ہم اس سے پہلے بھی غلہ لینے آچکے ہیں ہم میں چوری کی قطعاً عادت نہیں۔ نہ یہ ہمارا شیوہ ہے۔

کارندوں نے کہا کہ تم فضول حجتیں کر رہے ہو اگر مال مسروقہ تمہارے پاس سے برآمد ہوگا تو کیا کرو گے؟ جس کے پاس سے یہ چوری نکلے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ خود آپ اپنی سزا ہے یعنی وہ تمہارے حوالہ کر دیا جائے گا تا کہ وہ اپنے جرم کی پاداش میں پکڑا جائے اور ہم اپنے یہاں ایسی زیادتی کرنے والوں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔

شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا یہ تھی کہ جس کے پاس سے چوری کا مال نکلے وہ ایک سال تک غلام ہو کر رہے۔ برادران یوسف نے اپنے قانون شرعی کے موافق بے تامل سزا کا ذکر کر دیا کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ ہم چور نہیں نہ چوری کا مال ہمارے پاس سے برآمد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ان کے سامان کی تلاشی ہوئی۔ سرکاری تفتیش کرنے والوں نے پہلے سب بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے اپنی مخلوق کے لئے جو رزق کا وعدہ فرمایا ہے اس پر ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے۔ اور جو کچھ یا اللہ ہم کو آپ رزق عطا فرمائیں وہ آپ ہی کی بندگی و اطاعت اور فرمانبرداری میں کام آئے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر حال میں دین اسلام پر سختی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرماویں اور ہر معاملہ میں ہم کو اپنی مرضیات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ! نفس اور شیطان کے فریب سے ہم کو محفوظ رکھئے۔ اور صراط مستقیم سے کسی حال میں ہمارے قدم ڈگمگانے نہ پاویں۔

یا اللہ! دیانت و امانت' صداقت اور راستی پر ہمیں ہر حال میں جمے رہنے کی سعادت نصیب ہو۔ اور حقوق شناسی کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ

پھر یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائی کے تھیلہ سے قبل تلاشی کی ابتداءاول دوسرے بھائیوں کے تھیلوں سے کی۔ پھر (آخر میں) اُس (برتن) کو اپنے بھائی کے تھیلے سے برآمد کرلیا۔ ہم نے یوسف (علیہ السلام) کی خاطر سے

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ

اس طرح تدبیر فرمائی یوسفؑ اپنے بھائی کو اس بادشاہ (مصر) کے قانون کی رُو سے نہیں لے سکتے تھے مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا۔ ہم جس کو چاہتے ہیں خاص درجوں تک بڑھا دیتے ہیں۔ اور

فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٦﴾ قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا

تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔ کہنے لگے اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں) اس کا ایک بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے۔ پس یوسف (علیہ السلام) نے اس بات کو اپنے

يُوْسُفُ فِىْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿٧٧﴾

دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے ظاہر نہیں کیا یعنی (دل میں) یوں کہا کہ اس (چوری) کے درجہ میں تم تو اور بھی بُرے ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس کا اللہ ہی کو خوب علم ہے۔

فَبَدَاَ پس شروع کیا	بِاَوْعِيَتِهِمْ انکی خرجیوں (بوروں) سے	قَبْلَ پہلے	وِعَآءِ خرجی (بورا)	اَخِيْهِ اپنا بھائی	ثُمَّ پھر	اسْتَخْرَجَهَا اس کو نکالا	مِنْ سے	
وِعَآءِ بورا	اَخِيْهِ اپنا بھائی	كَذٰلِكَ اسی طرح	كِدْنَا ہم نے تدبیر کی	لِيُوْسُفَ یوسف کے لئے	مَا كَانَ نہ تھا	لِيَاْخُذَ وہ لے سکتا	اَخَاهُ اپنا بھائی	
فِىْ میں	دِيْنِ الْمَلِكِ بادشاہ کا دین	اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	يَّشَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے	نَرْفَعُ ہم بلند کرتے ہیں	دَرَجٰتٍ درجے	مَنْ جو۔جس	نَّشَآءُ چاہیں ہم
وَفَوْقَ اور اوپر	كُلِّ ہر	ذِىْ عِلْمٍ صاحب علم	عَلِيْمٌ ایک علم والا	قَالُوْا بولے	اِنْ اگر	يَّسْرِقْ اس نے چرایا	فَقَدْ سَرَقَ تو چوری کی تھی	
اَخٌ لَّهٗ اس کا بھائی	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	فَاَسَرَّهَا پس اسے چھپایا	يُوْسُفُ یوسف	فِىْ نَفْسِهٖ اپنے دل میں	وَلَمْ يُبْدِهَا اور وہ ظاہر نہ کیا	لَهُمْ اُن پر		
قَالَ کہا	اَنْتُمْ تم	شَرٌّ بدتر	مَّكَانًا درجہ میں	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا تَصِفُوْنَ جو تم بیان کرتے ہو		

بنیامین کا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رکنا

گذشتہ آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے چھوٹے حقیقی بھائی بنیامین کی ملاقات کا حال بیان ہوا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح اپنے عزیز بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لیں مگر اس وقت حکومت مصر کے قانون میں کسی غیر مصری کو بغیر کسی معقول وجہ کے روک لینا سخت ممنوع تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام یہ کسی طرح نہیں چاہتے تھے کہ اس وقت لوگوں پر یا ان کے بھائیوں پر اصل حقیقت حال منکشف ہو اس لئے ایک خفیہ تدبیر فرمائی اور جب قافلہ سب بھائیوں کا مصر سے روانہ ہونے لگا تو بنیامین کے سامان میں شاہی پیالہ بغیر ان کی اطلاع کے رکھ دیا گیا۔ شاہی محافظوں نے جب برتنوں کی دیکھ بھال کی تو پیالہ غائب تھا۔ کارندے قافلہ کے پیچھے دوڑے اور انہیں چوری کے شبہ میں روک لیا۔ اور سوال جواب میں برادران یوسف سے یہ بھی قبول کرلیا کہ جس نے چوری کی ہو وہ اسی کے سپرد کیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہو۔ اس گفتگو کے بعد محافظین سارے قافلہ کو عزیز مصر یعنی یوسف علیہ السلام کے پاس لوٹا لائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں سارا معاملہ پیش کیا۔ آپ نے تفتیش کا حکم دیا۔ پہلے دوسرے بھائیوں کے بورے تھیلے اور سامان دیکھے گئے تو پیالہ برآمد نہ ہوا آخیر میں بنیامین کے سامان کی تلاشی ہوئی تو اس میں سے شاہی پیالہ نکل آیا۔ پیالہ ملتے ہی آپ نے حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری تعالیٰ نے اپنی حکمت سے حضرت یوسف صدیق علیہ

السلام کو سکھائی تھی کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس روک نہیں سکتے تھے۔ لیکن چونکہ بھائیوں کی زبان سے خود یہ فیصلہ نکلا تھا کہ جس کے پاس مال نکلے غلام بنالو۔ اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کر دیا۔ اس پر حق تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں کہ ہم جیسے چاہیں حکمت وتدبیر سکھائیں یا اپنی تدبیر لطیف سے سربلند کریں۔ دیکھو وہی لوگ جنہوں نے باپ سے چوری یوسف کو چند درہم میں بیچ ڈالا تھا آج یوسف علیہ السلام کے سامنے چوروں کی حیثیت میں کھڑے ہیں شاید اس طرح ان کی پچھلی غلطیوں کا کفارہ کرنا منظور ہو۔

اسکے بعد بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا اور دوسرے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے۔ مگر سب جاننے والوں کے اوپر ایک جاننے والا ہے جسے "عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ" کہتے ہیں۔

بھائیوں کا حسد اب بھی نہ گیا

بنیامین کے سامان سے برادران یوسف نے جو پیالہ برآمد ہوتے دیکھا تو ان کی حاسدانہ آگ بھڑک اٹھی اور سب بڑے شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے کہ صاحب اگر اس نے چوری کی تو تعجب نہیں اس سے پہلے اس کا ایک بڑا بھائی تھا وہ بھی اسی طرح چوری کر چکا تھا۔ یہ اشارہ یوسف علیہ السلام کی طرف تھا۔ اپنی پاکبازی جتانے کے لئے بنیامین کے جرم کو پختہ کر دیا اور اتنی مدت کے بعد بھی یوسف معصوم پر جھوٹی تہمت لگانے سے نہ شرمائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ سن کر بھی ضبط سے کام لیا اور راز فاش نہ کیا اور دل میں کہنے لگے کہ اس چوری کے درجہ میں تم تو اور بھی زیادہ برے ہو۔ یعنی ہم دونوں بھائیوں سے تو حقیقۃً چوری صادر نہیں ہوئی اور تم نے تو اتنا بڑا کام کیا کہ کوئی مال غائب کرتا ہے تم نے آدمی غائب کر دیا کہ مجھ کو باپ سے بچھڑا دیا اور ظاہر ہے کہ آدمی کی چوری مال کی چوری سے بڑھ کر ہے تو جو کچھ تم ہم دونوں بھائیوں کے متعلق بیان کر رہے ہو کہ ہم چور ہیں تو اس کی حقیقت کا اللہ ہی کو خوب علم ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر کے متعلق ایک اہم وضاحت

ان آیات کے تحت شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ نے ایک تنبیہ لکھی ہے اور فرماتے ہیں واضح ہو کہ اس تمام واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے کوئی لفظ خلاف واقعہ نہیں نکلا۔ نہ کوئی کام خلاف شرع ہوا۔ زیادہ سے زیادہ آپ نے توریہ کیا۔ توریہ کا مطلب ہے ایسی بات کہنا جس سے دیکھنے سننے والے کے ذہن میں ایک ظاہری اور قریبی مطلب آئے لیکن متکلم کی مراد دوسری ہو جو ظاہری مطلب سے بعید ہے۔ اگر یہ توریہ کسی نیک اور محمود مقصد کے لئے کیا جائے تو اس کے جائز اور بلکہ محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور کسی مذموم اور قبیح غرض کے لئے ہو تو وہ توریہ نہیں دھوکا اور فریب ہے۔ یہاں حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ یعقوب علیہ السلام کے ابتلا اور امتحان کی تکمیل کر دی جائے۔ یوسف علیہ السلام کے بعد بنیامین بھی ان سے جدا ہوں۔ ادھر مدت کے بچھڑے ہوئے دو حقیقی بھائی آپس میں مل کر رہیں۔ یوسف علیہ السلام کو امتحان کی گھاٹیوں سے نکالنے کے بعد اول سوتیلے بھائیوں پھر حقیقی بھائی پھر والد بزرگوار اور سب کنبہ سے بتدریج ملائیں۔ دوسری طرف برادران یوسف سے جو غلطیاں ہوئی تھیں کچھ ٹھوکریں کھا کر وہ بھی عفو ورحم کے دروازہ پر پہنچ جائیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا حکمتیں ہوں گی جن کی وجہ سے اول یوسف علیہ السلام کو تھوڑا سا توریہ کرنے کی اجازت ہوئی کہ آپ نے پیالہ بھائیوں کے اسباب میں رکھا۔ پھر نہ کسی پر اس کی چوری کا الزام لگایا اور نہ یہ کہا کہ ہم فلاں کو چوری کی سزا میں پکڑتے ہیں۔ صورتیں ایسی پیدا ہوتی چلی گئیں جن سے آخر میں بنیامین کے لئے اپنے بھائی کے پاس عزت وراحت سے رہنے کی سبیل نکل آئی"۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

کہنے لگے اے عزیز (بنیامین) کے ایک بہت بوڑھا باپ ہے سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے ایک کو رکھ لیجئے ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں ۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا

یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ ایسی بات سے خدا بچاوے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اسکے سوا دوسرے شخص کو پکڑ کے رکھ لیں اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جاویں گے ۔ پھر جب

اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۗ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ

انکو یوسف (علیہ السلام) سے بالکل اُمید نہ رہی (کہ بنیامین کو دینگے) تو علیحدہ ہوکر باہم مشورہ کرنے لگے اُن سب میں جو بڑا تھا اس نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا قول لے چکے ہیں

مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ

اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر ہی چکے ہو سو میں تو اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے باپ مجھ کو اجازت نہ دیں

اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ

یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھادے اور وہی خوب سلجھانے والا ہے تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور کہو کہ اے ابا آپ کے صاحبزادے نے

سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ

چوری کی اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو معلوم ہوا ہے۔ اور ہم غیب کی باتوں کے تو حافظ نہیں تھے۔ اور اُس بستی والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم موجود تھے

كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور اُس قافلہ والوں سے سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہوکر آئے ہیں۔ اور یقین جانیئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔

قَالُوْا کہنے لگے	یٰٓاَیُّهَا اے	الْعَزِیْزُ عزیز	اِنَّ بیشک	لَهٗ اس کا	اَبًا باپ	شَیْخًا بوڑھا	كَبِیْرًا بڑی عمر کا	فَخُذْ پس لے رکھ لے
اَحَدَنَا ہم میں سے ایک	مَكَانَهٗ اس کی جگہ	اِنَّا نَرٰىكَ ہم دیکھتے ہیں بیشک تجھے	مِنَ سے	الْمُحْسِنِیْنَ احسان کرنیوالے	قَالَ اس نے کہا			
مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ کی پناہ	اَنْ کہ	نَّاْخُذَ ہم پکڑیں	اِلَّا سوا	مَنْ جس کو	وَّجَدْنَا ہم نے پایا	مَتَاعَنَا اپنا سامان	عِنْدَهٗ اسکے پاس	
اِنَّآ اِذًا بیشک ہم جب	لَّظٰلِمُوْنَ البتہ ظالموں سے	فَلَمَّا پھر جب	اسْتَیْـَٔسُوْا وہ مایوس ہوگئے	مِنْهُ اس سے	خَلَصُوْا اکیلے ہو بیٹھے			
نَجِیًّا مشورہ کیا	قَالَ کہا۔ ان کا بڑا	اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا کیا تم نہیں جانتے	اَنَّ کہ	اَبَاكُمْ تمہارا باپ	قَدْ اَخَذَ لیا ہے	عَلَیْكُمْ تم سے		
مَّوْثِقًا پختہ عہد	مِنَ سے۔کا	اللّٰهِ اللہ	وَ اور	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	مَا جو	فَرَّطْتُّمْ تقصیر کی تم نے	فِیْ بارہ میں	یُوْسُفَ یوسف
فَلَنْ پس ہرگز نہ	اَبْرَحَ ٹلوں گا	الْاَرْضَ زمین	حَتّٰی یہاں تک	یَاْذَنَ اجازت دے	لِیْ مجھے	اَبِیْ میرا باپ	اَوْ یا	
یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ حکم دے (تدبیر نکالے اللہ) میرے لئے	وَهُوَ اور وہ	خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا	اِرْجِعُوْٓا لوٹ جاؤ تم					
اِلٰی طرف۔پاس	اَبِیْكُمْ اپنا باپ	فَقُوْلُوْا پس کہو	یٰٓاَبَانَا اے ہمارے باپ	اِنَّ بیشک	ابْنَكَ تمہارا بیٹا	سَرَقَ چوری کی		

وَمَا شَهِدْنَا اور نہیں گواہی دی ہم نے	إِلَّا مگر	بِمَا جو	عَلِمْنَا ہمیں معلوم تھا	وَمَا كُنَّا اور ہم نہ تھے	لِلْغَيْبِ غیب کے	حٰفِظِيْنَ نگہبان
وَسْئَلِ اور پوچھ لیں آپ	الْقَرْيَةَ بستی	الَّتِيْ جو۔جس	كُنَّا ہم تھے	فِيْهَا اسمیں	وَالْعِيْرَ اور قافلہ	الَّتِيْ جو۔جس
أَقْبَلْنَا ہم آئے	فِيْهَا اس میں	وَإِنَّا اور بیشک ہم	لَصٰدِقُوْنَ سچے			

حضرت یوسف علیہ السلام سے بھائیوں کی منت وخوشامد

گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ جب بنیامین کے سامان سے شاہی مال برآمد ہوا اور بھائیوں کے قول واقرار کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے تو اب برادران یوسف اس عہد و پیان کو خیال کر کے جو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے بنیامین کے بحفاظت واپس پہنچانے کے متعلق کیا تھا بہت گھبرائے اور اب سوائے اس کے کوئی صورت نہ تھی کہ یوسف علیہ السلام سے رحم کی درخواست کریں چنانچہ دسوں بھائیوں نے نہایت خوشامدانہ اور عاجزانہ الفاظ میں عرض کیا کہ اے عزیز مصر اس لڑکے یعنی بنیامین کے والد بہت ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں۔اس کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے جس کے صدمہ سے پہلے ہی وہ چور ہیں۔اب اگر یہ لڑکا یہاں رہ گیا تو وہ جانبر نہ ہو سکیں گے۔اس لڑکے سے انہیں بے حد محبت ہے اس لئے ہماری درخواست والتجا ہے کہ آپ اس کو جانے کی اجازت دے دیں۔اور اس کی بجائے ہم میں سے کسی ایک کو روک لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔آپ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں اور ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں امید ہے ہم کو اپنے کرم سے مایوس نہ فرمائیں گے۔آپ بڑے محسن ہیں اتنی عرض ہماری قبول فرمالیں۔حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ مَعَاذَ اللهِ یعنی خدا پناہ میں رکھے کہ ہم کسی کو بے سبب دوسرے کے بدلہ میں پکڑنے لگیں۔ہم تو صرف اسی شخص کو روکیں گے جس کے پاس سے اپنی چیز ملی ہے۔یہاں احتیاط ملاحظہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام ''چور'' کا لفظ نہیں استعمال فرمار ہے بلکہ یہ فرمایا کہ جس کے پاس سے ہم نے اپنا مال پایا ہے تو آپ نے صاف جواب دے دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔اگر ہم مجرم کے بدلے بے قصور کو پکڑیں تو تمہارے خیال اور قانون کے موافق ہم بے انصاف ٹھہریں گے۔

بڑے بھائی کا واپس جانے سے انکار

جب برادران یوسف بنیامین کے چھٹکارے سے مایوس ہو گئے تو مجمع سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔اکثروں کی رائے ہوئی کہ وطن واپس جانا چاہئے لیکن جو سب سے بڑا بھائی تھا اس نے کہا کہ باپ کے سامنے ہم کیا منہ لے کر جائیں گے۔جو عہد ہم سے لیا تھا اس کا کیا جواب دیں گے۔ایک تقصیر تو پہلے ہم یوسف کے معاملہ میں کر چکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلا جانا سخت بے حمیتی ہوگی۔سو میں تو یہاں سے کسی حال میں ٹلنے والا نہیں اور میں یہیں رکا جاتا ہوں یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف کر کے مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دے دیں یا اس درمیان میں قدرت کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جاوے مثلاً تقدیر سے میں یہیں مر جاؤں یا کسی تدبیر سے بن یامین کو چھڑالوں۔لکھا ہے کہ یہ وہی بھائی تھا جس نے یوسف علیہ السلام کے معاملے میں بھی نرم مشورہ دیا تھا۔جب کہ اور بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا تو اس نے روکا تھا۔

والد صاحب کے سامنے پیش کیا جانے والا عذر

تو اس بڑے بھائی نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو اور تم سب جا کر

باپ سے عرض کرو کہ ایسا واقعہ پیش آیا جس کی کوئی توقع نہ تھی۔ اور تمہارے بیٹے بنیامین نے چوری کی اور جو بات ہمارے جاننے میں آئی وہی سچ سچ آپ کے سامنے کہہ دی۔ ہم کو کچھ غیب کا علم تو تھا نہیں کہ پہلے سے جان لیتے کہ اس سے ایسی حرکت سرزد ہونے والی ہے اور یہ بھی کہنا کہ آپ مصر کے لوگوں سے اس کی تصدیق کر لیں۔ نیز اس قافلہ سے بھی کہ جس کے ساتھ مصر سے ہم یہاں آئے ہیں کہ ہم اس معاملہ میں بالکل سچے ہیں۔

چنانچہ سب سے بڑے بھائی کو وہیں چھوڑا اور خود واپس آ کر سارا ماجرا والد سے بیان کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی جدائی کا پہلے ہی صدمہ تھا اب جو یہ بھائی دوبارہ مصر سے بنیامین کے بغیر آئے تو وہ رنج تازہ ہو گیا۔ اور یعقوب علیہ السلام نے کیا جواب دیا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اسلام کے ساتھ ایمان اور ایمان کے ساتھ اخلاص کی دولت عطا فرمائیں تاکہ ہم ہر کام میں یا اللہ آپ کی مرضیات کو پیش نظر رکھیں۔ ریا اور نمائش اور دکھاوے سے یا اللہ ہم کو بچایئے۔

حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق پر اور شریعت پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرماویں۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی شریعت مطہرہ کے موافق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ نفس وشیطان کے فریب سے ہماری حفاظت فرماویں اور صداقت، وامانت و دیانت والی زندگی نصیب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ

یعقوبؑ فرمانے لگے بلکہ تم نے اپنے دِل سے ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کرونگا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اللہ سے اُمید ہے کہ ان سب کو مجھ تک پہنچا دے گا۔

جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۸۳ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ

وہ خُوب واقف ہے بڑی حکمت والا ہے اور ان سے دوسری طرف رُخ کرلیا اور کہنے لگے ہائے یوسفؑ فسوس اور غم سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں

عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝۸۴ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ

سفید پڑگئیں اور وہ غم سے گھٹا کرتے تھے۔ بیٹے کہنے لگے بخدا تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب ہو جاؤ گے

حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝۸۵ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّىْ وَحُزْنِىْۤ اِلَى اللّٰهِ

یا یہ کہ بالکل ہی مرجاؤ گے۔ یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج وغم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۶ يٰبَنِىَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا

اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اے میرے بیٹو! جاؤ یوسفؑ اور ان کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید

مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۷

مت ہو بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ نا اُمید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	بَلْ بلکہ	سَوَّلَتْ بنالی ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	اَنْفُسُكُمْ تمہارا دل	اَمْرًا ایک بات	فَصَبْرٌ پس صبر	جَمِيْلٌ اچھا
عَسَى شاید	اللّٰهُ اللہ	اَنْ يَّاْتِيَنِىْ کہ میرے پاس لے آئے	بِهِمْ انہیں	جَمِيْعًا سب کو	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہ	الْعَلِيْمُ جاننے والا
الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَتَوَلّٰى اور منہ پھیرلیا	عَنْهُمْ ان سے	وَقَالَ اور کہا	يٰۤاَسَفٰى ہائے افسوس	عَلٰى پر	يُوْسُفَ یوسف	
وَابْيَضَّتْ اور سفید ہوگئیں	عَيْنٰهُ اس کی آنکھیں	مِنَ سے	الْحُزْنِ غم	فَهُوَ پس وہ	كَظِيْمٌ گھونٹ رہا تھا	قَالُوْا وہ بولے	
تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	تَفْتَؤُا تو ہمیشہ رہے گا	تَذْكُرُ یاد کرتا	يُوْسُفَ یوسف	حَتّٰى یہاں تک کہ	تَكُوْنَ تم ہو جاؤ	حَرَضًا بیمار	
اَوْ تَكُوْنَ یا ہو جاؤ	مِنَ سے	الْهٰلِكِيْنَ ہلاک ہونے والے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّمَا میں تو صرف	اَشْكُوْا بیان کرتا ہوں	بَثِّىْ اپنی بیقراری	
وَحُزْنِىْ اور اپنا غم	اِلَى طرف سامنے	اللّٰهِ اللہ	وَاَعْلَمُ اور جانتا ہوں	مِنَ سے	اللّٰهِ اللہ	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے
يٰبَنِىَّ اے میرے بیٹو	اذْهَبُوْا تم جاؤ	فَتَحَسَّسُوْا پس کھوج نکالو	مِنْ سے (کا)	يُوْسُفَ یوسف	وَاَخِيْهِ اور اس کا بھائی		
وَلَا تَايْـَٔسُوْا اور نہ مایوس ہو	مِنْ سے	رَّوْحِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يَايْـَٔسُ مایوس نہیں ہوتے	مِنْ سے	رَّوْحِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت	
اِلَّا مگر	الْقَوْمُ لوگ	الْكٰفِرُوْنَ کافر (جمع)					

بیٹوں کی کارگزاری سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب بنیامین کو ہمراہ لے جانے سے دسوں بھائی مایوس ہو گئے تو بڑا بھائی تو مصر ہی میں رہ گیا۔ اور نو بھائی واپس کنعان آئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے تمام سرگذشت بیان کی۔ ان کو جو جواب حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیا وہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ پہلی بار کی بے اعتدالی سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کا اعتبار نہ کیا اور یوسف علیہ السلام کی جدائی کا صدمہ بنیامین کے نہ آنے سے تازہ ہو گیا اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں تمہارے جی نے ایک بات بنالی ہے۔ حقیقت یوں نہیں ہے۔ بنیامین اور چوری؟ یہ نہیں ہو سکتا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ تم مجھ سے حفاظت کے عہد و پیمان کر کے بنیامین کو لے گئے تھے۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو تم سے اتنا بھی نہ ہوا کہ یہ کہتے کہ اسباب میں سے یہ پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہوئی۔ ممکن ہے کہ کسی دوسرے شخص نے اس کے اسباب میں پیالہ چھپا دیا ہو۔ تم نے پیالہ برآمد ہوتے ہی بنیامین کی چوری کا اقرار کر لیا اور خلاف قانون بادشاہ مصر کو شریعت ابراہیمی کا فتویٰ بتلا کر بھائی کو گرفتار کرادیا۔ بادشاہ کو کیا خبر تھی کہ شریعت ابراہیمی میں چور کی یہ سزا ہے۔ تمہارے کہنے کے مطابق بادشاہ نے اس کو غلام بنا لیا۔ تم اگر فتویٰ نہ دیتے تو بادشاہ اپنے قانون پر چلتا اور بن یامین کو گرفتار نہ کرتا۔ کیونکہ مصر کے شاہی قانون میں چور کی سزا یہ نہ تھی کہ اس کو غلام بنا لیا جائے بلکہ چور سے مال مسروقہ کی دوچند قیمت لی جاتی تھی۔ پھر محض پیالہ کے برآمد ہونے سے تم نے چوری کو کیسے تسلیم کر لیا۔ چوری کے ثبوت کے لئے ایسی شہادت اور دلیل چاہئے جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔ بہرحال میں تو اس پر بھی صبر ہی کروں گا۔ کوئی حرف وشکایت زبان پر نہ لاؤں گا۔ خدا کی رحمت اور قدرت سے کیا بعید ہے کہ یوسف اور بنیامین اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے رہ گیا ہے سب کو میرے پاس جمع کر دے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی امید

یہ بات حضرت یعقوب علیہ السلام نے حسن ظن کی بنا پر کہی کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے عسر کے بعد یسر سختی کے بعد آسانی عطا فرماتے ہیں۔ نیز حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یوسف ابھی زندہ ہیں کیونکہ ابھی تک یوسف کے خواب کی تعبیر پوری اور ظاہر نہیں ہوئی تھی اور یوسف کا خواب بلاشبہ سچا اور صحیح ہے۔ وہ ضرور واقعہ ہو کر رہے گا اور یوسف کے رویائے صادقہ کا وقوع اور ظہور اس بات پر موقوف ہے کہ وہ ابھی صحیح سالم زندہ ہوں اور وہ مع اپنے بھائیوں کے مجھ سے ملیں۔ واضح ہو کہ یوسف علیہ السلام نے جیسا کہ شروع سورۃ ہی میں ذکر ہوا ہے یہ خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور چاند و سورج مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی یہ تعبیر سمجھی تھی کہ گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں اور سورج اور چاند سے مراد یوسف کے باپ اور ان کی خالہ مراد ہیں اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ سب ایک دن ان کے آگے جھکیں گے۔ گویا یہ خواب یوسفؑ کی اس رفعت و شان اور علو مرتبت پر دلالت کرتا تھا۔ جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے نور نبوت اور نور معرفت سے جانا کہ یوسف ابھی زندہ ہیں۔ اور حق تعالیٰ سب کے احوال سے خبردار ہے اور ہر ایک کے ساتھ اپنی حکمت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا غم اور صبر

نیا زخم کھا کر پرانا زخم ہرا ہو گیا۔ اور بے اختیار پکار اٹھے کہ ہائے

افسوس یوسف! حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں شدت غم میں روتے روتے سفید پڑ گئی تھیں اور سینہ غم کی سوزش سے جل رہا تھا۔ مگر صبر کے ساتھ اللہ پر تکیہ کئے بیٹھے تھے۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انبیاء کی جماعت حق تعالیٰ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ پھر امتحان کی اقسام ہیں۔ ہر نبی کو حق تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جس امتحان میں چاہے مبتلا کرے۔ یعقوب علیہ السلام کے قلب میں یوسف علیہ السلام کی فوق العادت محبت ڈال دی۔ پھر ایسے محبوب اور ہونہار بیٹے کو جو خاندان ابراہیمی کا چشم و چراغ تھا ایسے دردناک طریقہ سے جدا کیا گیا۔ غمزدہ اور زخم خوردہ یعقوب علیہ السلام کے جگر کو اس روح فرسا صدمہ نے کھا لیا تھا۔ اور اس مفارقت کا صدمہ قریب چالیس سال کے برداشت کرنا پڑا۔ مگر وہ کسی مخلوق کے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے نہ کسی سے انتقام لیتے۔ نہ غصہ نکالتے۔ غم کی بات منہ سے نہ نکلتی ہاں جب اپنے کو بہت گھونٹتے تو دل کا بخار آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتا۔ بیسویں برس تک چشم گریاں اور سینہ بریاں کے باوجود ادائے فرائض وحقوق میں کوئی خلل نہ پڑنے دیا۔ ان کا دل جتنا یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتا تھا۔ اتنا ہی خدا کے حضور میں زیادہ گڑگڑاتے تھے۔ دردوغم کی شدت اور اشک باری کی کثرت جس قدر ان کی بصارت کو ضعیف کرتی اسی قدر نور بصیرت کو بڑھا رہی تھی۔ بیتابی اور اضطراب کا کیسا ہی طوفان اٹھتا دل پکڑ کر اور کلیجہ مسوس کر رہ جاتے۔ زبان سے اف نہ نکالتے۔ بنیامین کی جدائی سے جب پرانے زخم میں نیا چرکہ لگا تو اس وقت بے اختیار یَاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ آہ فراق یوسف زبان سے نکلا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایسا درد اتنی مدت تک دبا رکھنا پیغمبر کے سوا اور کس کا کام ہوسکتا ہے۔

بیٹوں کی تلقین وتسلی پر انہیں جواب

بیٹوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انہیں سمجھانا شروع کیا کہ ابا جی آپ تو یوسف ہی کی یاد میں اپنے تئیں گھلا دیں گے۔ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا میں تو اپنے رب کے پاس اپنا دکھ رو رہا ہوں اور اس کی ذات سے بہت کچھ امیدوار ہوں اور میں اللہ کی جانب سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یوسف کا خواب سچا ہے۔ یعنی مجھ کو یقین ہے کہ یوسف ابھی تک مرا نہیں۔ کیونکہ ابھی تک اس کا خواب پورا نہیں ہوا۔ مجھے امید ہے کہ عنقریب یوسف مجھ سے ملے گا۔ اور جو خواب اللہ نے اس کو دکھلایا ہے وہ حرف بحرف اس کو پورا کرے گا۔ نیز مجھے معلوم ہے کہ صبر کا انجام کیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ اللہ مضطر کی دعاء قبول کرتا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ خدا اپنے دعا کرنے والے بندہ کو محروم اور خالی ہاتھ نہیں چھوڑتا۔ یوسف زندہ ہے اور وہ ضرور ملے گا۔ حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے جنہیں اس کی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مومن کا کام تو یہ ہے کہ اگر پہاڑوں کی چٹانوں اور سمندروں کی موجوں کے برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا امیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ جاؤ کوشش کر کے یوسف کا کھوج لگاؤ اور اس کے بھائی بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔

حضرات انبیائے کرام علم الٰہی سے وہ چیز جانتے ہیں جو دوسرے نہیں جانتے۔ اسی لئے ابتداء میں چاہ کنعان میں تلاش کرنے کا حکم نہ دیا اور جب وقت آیا تو بالقاء الٰہی حکم دیا کہ مصر جا

کریوسف اوراس کے بھائی کوتلاش کرو۔

یعقوب کاغم منصب نبوت کے خلاف نہ تھا

ان آیات کے تحت حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا حب مخلوق میں اس قدر رونا موجب وسوسہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ محبت امر اضطراری ہے اور گریہ بھی دلیل رقت قلب وترحم ہے اور خاص کر جب کہ محبت کا سبب کوئی امر دینی ہو۔تو یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس قدر رنج وغم کرنا منصب نبوت کے خلاف ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ محبت طبعیہ ہے اور یہ حب حق کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے اور کاملین میں یہ محبت ان کو حق تعالیٰ کی رضا سے غافل نہیں کرتی بلکہ اس میں معین ہوتی ہے اور کسی کو شبہ نہ ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ یعنی صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا۔ پھر شکایت زبان پر کیوں لائے۔ اس کا جواب خود ان آیات میں موجود ہے۔ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ یعنی شکایت الی الخلق منافی ہے صبر جمیل کے نہ کہ شکایت الی الخالق کہ عین دعاوالتجا مطلوب ہے۔

ہر مصیبت کا علاج

ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ واقعہ یعقوب علیہ السلام سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی مصیبت اور تکلیف اپنی جان یا اولاد یا مال کے بارہ میں پیش آئے تو اس کا علاج صبر جمیل اور اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہونے سے کرے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی اقتداء کرے۔ اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنی مصیبت سب کے سامنے بیان کرتا پھرے اس نے صبر نہیں کیا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس صبر پر شہیدوں کا ثواب عطا فرمایا اور اس امت میں بھی جو شخص مصیبت پر صبر کرے گا اس کو ایسا ہی اجر ملے گا۔

دعا کیجئے

حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر ورضا کے مقام کے طفیل حق تعالیٰ ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرماویں اور ہر حال میں اپنی طرف متوجہ رہنے کی توفیق عطا فرماویں اور کیسے ہی مایوس کن حالات کیوں نہ ہوں اللہ کی رحمت کے ہم امیدوار رہیں۔

یا اللہ ہم ضعیف الایمان کسی امتحان اور ابتلاء کی طاقت نہیں رکھتے۔

یا اللہ اپنے ان برگزیدہ محبین ومقبولین کے طفیل میں جو آپ کی ہر ابتلاء اور آزمائش میں کامیاب اترے ہم کو بھی ایمان کی سلامتی اور رضا بالقضا کی دولت عطا فرما اور اپنی رحمت واسعہ سے ہمارے معاملات میں آسانی و سہولت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ

پھر جب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم کچھ یہ نکمی چیز لائے ہیں

فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝۸۸ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ

سو آپ غلہ دے دیجئے اور ہم کو خیرات دے دیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔ یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم

بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝۸۹ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَاۤ

نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا۔ کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو انہوں نے فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین)

اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۹۰

میرا (حقیقی) بھائی ہے ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

فَلَمَّا پھر جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	عَلَيْهِ اس پر سامنے	قَالُوْا انہوں نے کہا	يٰۤاَيُّهَا اے	الْعَزِيْزُ عزیز	مَسَّنَا ہمیں پہنچی	وَاَهْلَنَا اور ہمارے گھر	
الضُّرُّ سختی	وَجِئْنَا اور ہم آئے	بِبِضَاعَةٍ پونجی کے ساتھ۔لے کر	مُّزْجٰىةٍ نکمی ناقص	فَاَوْفِ پس پوری دیں	لَنَا ہمیں	الْكَيْلَ ناپ غلہ		
وَتَصَدَّقْ صدقہ کریں	عَلَيْنَا ہم پر ہمیں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	يَجْزِي جزا دیتا ہے	الْمُتَصَدِّقِيْنَ صدقہ کرنیوالے	قَالَ کہا	هَلْ عَلِمْتُمْ کیا تمہیں خبر ہے		
مَا فَعَلْتُمْ کیا تم نے کیا ہے؟	بِيُوْسُفَ یوسف کے ساتھ	وَاَخِيْهِ اور اس کا بھائی	اِذْ اَنْتُمْ جب تم	جٰهِلُوْنَ نادان	قَالُوْا وہ بولے	ءَاِنَّكَ کیا تم ہی		
لَاَنْتَ تم ہی	يُوْسُفُ یوسف	قَالَ اس نے کہا	اَنَا يُوْسُفُ میں یوسف	وَهٰذَا اور یہ	اَخِيْ میرا بھائی	قَدْ مَنَّ البتہ احسان کیا ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلَيْنَا ہم پر
اِنَّهٗ بیشک وہ	مَنْ يَّتَّقِ جو ڈرتا ہے	وَيَصْبِرْ اور صبر کرتا ہے	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	لَا يُضِيْعُ ضائع نہیں کرتا	اَجْرَ اجر	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والے		

بھائیوں کا تیسری مرتبہ حضرت یوسفؑ کے پاس جانا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو اور یوسف (علیہ السلام) کی تلاش میں گھر سے نکلو اور بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرمانے پر نو بھائی مصر کو پھر روانہ ہوئے کیونکہ ان کو یوسفؑ کا تو پتہ معلوم نہ تھا۔ اس خیال سے کہ بنیامین جس کا پتہ معلوم ہے پہلے اس کی فکر کریں اور قحط کی وجہ سے غلہ کی بھی ضرورت ہے اس کے حاصل کرنے کی بھی کوشش کریں گے۔

الغرض یہ نو بھائی پھر تیسری بار مصر پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے اور نہایت ہی خوشامدانہ اور عاجزانہ طریقہ سے کہا کہ اے عزیز مصر! آج کل قحط و ناداری کی وجہ سے ہم پر اور ہمارے گھر پر بڑی سختی گزر رہی ہے۔ سب اسباب گھر کا بک گیا۔ کچھ نکمی اور حقیر سی پونجی رہ گئی ہے وہ غلہ خریدنے کے لئے ساتھ لائے ہیں۔ آپ کے مکارم اخلاق اور گذشتہ مہربانیوں سے امید ہے کہ ہماری ناقص چیزوں کا خیال نہ فرمائیں گے اور تھوڑی قیمت میں غلہ کی مقدار گذشتہ کی طرح پوری دلوا دیں گے۔ اب یہ معاملہ خرید و فروخت لین دین کا نہیں ہے۔ ہم سے قیمت ادا نہیں ہو سکتی اس لئے آپ کی خدمت میں ہماری یہ درخواست ہے کہ ازراہ کرم ہمیں ضرورت مند سمجھ کر اپنی جانب سے احسان فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ و خیرات کرنے والوں کو نیک بدلہ دیتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے نام حضرت یعقوب علیہ السلام کا خط

تفسیر قرطبی و مظہری میں بروایت حضرت ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ اس موقع پر یعقوب علیہ السلام نے عزیز مصر کے نام ایک خط بھی لکھ کر دیا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"من جانب یعقوب صفی اللہ ابن اسحاق ابن ابراہیم خلیل اللہ" بخدمت عزیز مصر۔ امابعد ہمارا پورا خاندان بلاؤں اور آزمائشوں میں معروف ہے۔ میرے دادا ابراہیم خلیل اللہ کا نمرود کی آگ سے امتحان لیا گیا پھر میرے والد اسحاق کا شدید امتحان لیا گیا۔ پھر میرے ایک لڑکے کے ذریعے میرا امتحان لیا گیا جو مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ یہاں تک کہ اس کی مفارقت میں میری بینائی جاتی رہی۔ اس کے بعد اس کا ایک چھوٹا بھائی مجھ غم زدہ کی تسلی کا سامان تھا جس کو آپ نے چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا اور میں بتلاتا ہوں کہ ہم اولاد انبیاء ہیں۔ نہ ہم نے کبھی چوری کی ہے نہ ہماری اولاد میں کوئی چور پیدا ہوا' والسلام۔"

حضرت یوسفؑ کا اپنے آپ کو ظاہر کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے والدین اور بھائیوں کی پریشانی کا حال سنا اور ان کی اس عاجزانہ درخواست اور نیازمندانہ طلب کی مجبور کن حالت پر غور کیا تو دل بھر آیا۔ اور جب والد کا خط پڑھا تو کانپ گئے۔ اب ضبط نہ ہو سکا کہ خود کو چھپائیں۔ شفقت اور رحم دلی کا چشمہ دل میں جوش مار کر آنکھوں سے ابل پڑا اور بے اختیار رو پڑے اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے اجازت ملی کہ اب اپنے آپ کو ظاہر کر دیں۔

چنانچہ اب حق تعالیٰ کے حکم سے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ میں کون ہوں اور تم نے جو میرے ساتھ معاملہ کیا تھا اس کے بعد میں کس مرتبہ پر پہنچا ہوں۔ اور اس راز کا اظہار اس طرح فرمایا کہ اپنے بھائیوں سے تعارف کی تمہید کے طور پر کہنے لگے کیا تم جانتے ہو جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی جہالت و نادانی کی حالت میں کیا تھا؟

حضرت یوسفؑ کا صبر و مروت

اللہ اکبر۔ صبر و مروت اور اخلاق کی حد ہوگئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ اتنا سوال بھی اس لئے کیا کہ وہ لوگ اپنے ذہنوں میں بیسیوں برس پہلے کے حالات کو ایک مرتبہ مستحضر کر لیں تا کہ ماضی اور حال کے موازنہ سے خدا تعالیٰ کے ان احسانات کی حقیقت روشن ہو جو یوسف علیہ السلام پر ان مصائب و حوادث کے بعد ہوئے۔ پھر سوال کا پیرایہ ایسا نرم اختیار فرمایا جس میں ان کے جرم سے زیادہ معذرت کا پہلو نمایاں ہے یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئی ناسمجھی اور بے وقوفی سے ہوگئی۔

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا

بھائیوں نے اس موقع پر غیر متوقع گفتگو سنی تو چونکے کہ اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ پھر عزیز مصر کو یوسف کے قصہ سے کیا مطلب؟ غیر معمولی مہربانیاں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ پہلے سے دیکھ ہی رہے تھے۔ اس سوال نے دفعۃً ان کا ذہن اس طرف منتقل کر دیا کہ کہیں یوسف جسے ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا یہی تو نہیں ہے۔ اس حیرانی اور پریشانی میں تھے کہ ہم عزیز مصر کے دربار میں کھڑے ہیں اس سے باتیں کر رہے ہیں یہ بے محل یوسف کا ذکر کیسا؟ اب صورت شکل اور گفتگو کے طرز انداز کو دوسری نیت سے دیکھا تو یوسفؑ کی شکل نگاہ کے سامنے پھر گئی اور سمجھ گئے کہ بیشک یہ یوسفؑ ہے مگر حالت موجودہ کے پیش نظر قدرتی طور پر یہ جرأت نہیں کہ یہ کہہ اٹھیں کہ تو یوسفؑ ہے؟ بلکہ ایسے موقع کے مناسب لب و لہجہ سے کہنے لگے کہ کیا آپ واقعی یوسف ہی ہیں؟ آپ نے اس سوال

کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ہاں میں یوسف ہی ہوں اور یہ بنیامین میرا حقیقی بھائی ہے۔ جس سے مجھ کو جدا کیا تھا۔ آج میرے پاس بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا۔ جدائی کو ملاپ سے' ذلت کو عزت سے' تکلیف کو راحت سے' تنگی کو عیش سے بدل دیا۔ جو غلام بنا کر چند دراہم میں فروخت کیا گیا تھا آج خدا نے اسے ملک مصر کی حکومت بخشی۔ تقویٰ اور صبر رائیگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی۔

آیات مذکورہ کے احکام و معارف

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ یَجۡزِی الۡمُتَصَدِّقِیۡنَ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صدقہ و خیرات کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرماتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ صدقہ و خیرات کی ایک جزا تو عام ہے جو مومن ہو یا کافر ہر ایک کو دنیا میں ملتی ہے اور وہ ہے رد بلا اور دفع مصائب اور ایک جزاء آخرت کے ساتھ مخصوص ہے یعنی عطائے جنت اور وہ صرف اہل ایمان کا حصہ ہے۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا فرمانے سے معلوم ہوا کہ جب انسان کسی تکلیف یا مصیبت میں گرفتار ہو اور پھر اللہ تعالیٰ اس سے نجات عطا فرما کر اپنی نعمت سے نوازیں تو اب اس گذشتہ مصائب کا ذکر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے اس انعام و احسان ہی کا ذکر کرنا چاہئے جواب حاصل ہوا ہے مصیبت سے نجات اور انعام الٰہی کے حصول کے بعد بھی پچھلی تکلیف و مصیبت کو روتے رہنا ناشکری ہے۔ ایسے ہی ناشکر کو قرآن کریم میں کنود فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ کنود اس شخص کو کہتے ہیں جو احسانات کو یاد نہ رکھے۔ صرف تکلیفوں اور مصیبتوں کو یاد رکھے۔ اسی لئے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے عمل سے عرصہ دراز تک جن مصیبتوں سے سابقہ پڑا تھا ان کا اس وقت کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اللہ جل شانہٗ کے انعام و احسان ہی کا ذکر فرمایا۔

۳۔ اِنَّہٗ مَنۡ یَّتَّقِ وَ یَصۡبِرۡ سے معلوم ہوا کہ تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنا اور تکلیفوں میں حکم خداوندی پر صبر و ثبات یہ دو صفتیں ایسی ہیں جو انسان کو ہر بلا اور مصیبت سے نکال دیتی ہیں۔ قرآن کریم نے کئی مواقع میں انہی دو صفتوں پر انسان کی فلاح اور کامیابی کا مدار رکھا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ صبر و تقویٰ کی دولت ہم کو بھی عطا فرمائیں اور ہر حال میں صبر و شکر کی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہم کو بھی محسنین کے گروہ میں شامل فرما لیجئے۔ یا اللہ!! ہمیں بھی درگزر کرنے اور انتقام نہ لینے کی خصلت جو آپ کو پسند ہے عطا فرما دیجئے اور اپنے کرم سے ہماری ہر مشکل کو آسان فرما دیجئے اور اپنی نعمت و احسان کو یاد رکھنے اور اس پر شکر ادا کرنے کی توفیق نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

وہ کہنے لگے کہ بخدا کچھ شک نہیں تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی اور بے شک ہم خطاوار تھے۔ یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ

اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ اب تم میرا یہ کرتا لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو۔

اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾

اُن کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ اور اپنے باقی گھر والوں کو بھی سب کو میرے پاس لے آؤ۔

قَالُوْا کہنے لگے	تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	لَقَدْ اٰثَرَكَ تجھے پسند کیا فضیلت دی	اللّٰهُ اللہ	عَلَيْنَا ہم پر	وَاِنْ اور بیشک	كُنَّا ہم تھے	لَخٰطِئِيْنَ خطا کار	
قَالَ اس نے کہا	لَا تَثْرِيْبَ ملامت نہیں	عَلَيْكُمُ تم پر	الْيَوْمَ آج	يَغْفِرُ بخشے	اللّٰهُ اللہ	لَكُمْ تم کو	وَهُوَ اور وہ	اَرْحَمُ سب سے زیادہ مہربان
الرّٰحِمِيْنَ مہربانی کرنے والے	اِذْهَبُوْا تم جاؤ	بِقَمِيْصِيْ میری قمیص لے کر	هٰذَا یہ	فَاَلْقُوْهُ پس اس کو ڈالو	عَلٰى پر	وَجْهِ چہرہ	اَبِيْ میرے باپ	
يَاْتِ آئے گا	بَصِيْرًا بینا ہو کر	وَاْتُوْنِيْ اور میرے پاس آؤ۔ لے آؤ	بِاَهْلِكُمْ اپنے گھر والوں کو	اَجْمَعِيْنَ تمام۔سارے				

بھائیوں کا اعتراف جرم
اور حضرت یوسف علیہ السلام کا درگزر فرمانا

جب بھائیوں کو معلوم ہوا کہ یہی یوسف ہیں۔ اعتراف خطا و جرم کے سوا ان کو کیا چارہ تھا۔ بھائیوں نے شرم و ندامت سے آنکھیں نیچی کر لیں اور سر جھکا لئے اور کہنے لگے کہ بخدا اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ہر حیثیت سے ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم سرتاپا قصوروار تھے۔ اللہ نے ہم میں سے تم ہی کو پسند کیا اور اپنے انعام و اکرام سے مالا مال فرمایا۔

اس وقت وہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے کھڑے تھے۔ جنہوں نے ہمیشہ بغض و عداوت برتی تھی جو پہلے آپ کی جان کے درپے ہوئے تھے اور پھر چند درہموں کے عوض بیچ کر آپ کو جلاوطن کر دیا تھا۔ آج ان کے سر آپ کے سامنے جھکے ہوئے تھے اور وہ خود اپنی زبان سے اپنے جرم کا اقبال کر رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیوں کی اس خستہ حالی اور پشیمانی کو دیکھا تو آپ کی اخلاقی برتری اور پیغمبرانہ رحمت و شفقت اس کو برداشت نہ کر سکی اور عفو و درگزر اور حلم و کرم کے ساتھ فوراً یہ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا میں تمہارے سر اب کوئی الزام نہیں لگاتا۔ میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہے۔ میں تمہارا ویسا ہی احترام کرتا ہوں جیسا بڑے بھائیوں کا ہونا چاہئے۔ اب تم سے گزشتہ باتوں کی کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ میں تمہاری سب غلطیاں معاف کر چکا ہوں اب ہم سب کو یہ تمام داستان فراموش کر دینی چاہئے۔ میں بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہاری اس غلطی کو معاف فرما دے کیونکہ وہی سب سے بڑھ کر رحیم و کریم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی

حضرت یوسف علیہ السلام نے انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود انہیں بالکل معاف فرما دیا۔ اس واقعہ کے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال بعد تاریخ نے اپنے آپ کو ایک بار پھر دہرایا جب یہی الفاظ سرزمین مکہ میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کے وطنی بھائیوں کے لئے جاری ہوئے جو ہمیشہ

آپ کے خون کے پیاسے اور ایذا رسانی کے درپے رہے اور بالآخر برادران یوسف کی طرح آپ کو گھر سے بے گھر کر کے دم لیا اور ہجرت پر مجبور کیا۔ جب اس مکہ کی سرزمین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاتح اعظم کی حیثیت سے داخل ہوئے تو برادران یوسف کی طرح شکست خوردہ قریش سرنگوں کھڑے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایک ایک ظلم کا بدلہ لینے پر قادر تھے تو آپ نے ان سے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا۔" قریش نے عرض کیا کہ "آپ ایک عالی ظرف اور کریم بھائی ہیں اور ایک کریم بھائی کے بیٹے ہیں"۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں وہی جواب دیتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو دیا تھا یعنی لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ ہم نے معاف کیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی)

بھائیوں کو مصر بھیجنا کہ سب کنبہ کو لے آؤ

جب یوسف علیہ السلام بھائیوں کو تسلی دے چکے تو فرمایا کہ میں بحالت موجودہ کنعان کا سفر نہیں کر سکتا۔ تم جاؤ اور والدین اور اپنے سب متعلقین کو یہاں لے آؤ۔ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا کنبہ اچھا خاصہ وسیع ہو چکا تھا۔ بہوئیں پوتے پوتیاں سب ملا کر ستر نفوس تھے۔ آپ نے فرمایا کہ سارے گھر والوں کو ساتھ لے کر میرے پاس چلے آؤ۔ پھر چونکہ والد بزرگوار کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کو وحی سے یا بھائیوں کی زبانی معلوم ہو چکا تھا کہ والد کی بینائی مفارقت میں نہیں رہی۔ اس لئے سب سے پہلے اس کی فکر ہوئی اس لئے اپنا قمیص دے کر بھائیوں سے فرمایا کہ یہ لیتے جاؤ اور ان کے چہرہ پر ڈال دینا اور آنکھوں کو لگا دینا۔ اللہ کے فضل سے ان کی بینائی بحال ہو جائے گی۔ یہ یوسف علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا اور ان کو باذن خداوندی معلوم ہو گیا تھا کہ جب ان کا کرتہ والد کے چہرہ پر ڈالا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی بینائی بحال کر دیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ
جس سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی

بعض ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لانے کے لئے جو کرتہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو دیا تھا یہ اس کرتہ کی خصوصیت تھی کیونکہ یہ عام کپڑوں کی طرح نہ تھا۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جنت سے اس وقت لایا گیا تھا جب ان کو برہنہ کر کے نمرود نے آگ میں ڈالا تھا۔ پھر یہ جنت کا لباس ہمیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس محفوظ رہا۔ اور ان کی وفات کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا۔ آپ نے اس کو ایک بڑی متبرک شے کی حیثیت سے ایک نلکی میں بند کر کے یوسف علیہ السلام کے گلے میں بطور تعویذ کے ڈال دیا تھا تاکہ نظر بد سے محفوظ رہیں۔ برادران یوسف نے جب ان کا کرتہ والد کو دھوکہ دینے کے لئے اتار لیا جس میں خون کسی جانور کا لگا کر والد سے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا اور یوسف علیہ السلام برہنہ کر کے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو اس وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور گلے میں پڑی ہوئی نلکی کھول کر اس سے یہ کرتا برآمد کیا اور یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا۔ اور ان کے پاس برابر محفوظ چلا آیا۔ اس وقت بھی جبرئیل امین نے یوسف علیہ السلام کو بتلایا تھا کہ یہ جنت کا لباس ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ نابینا کے چہرہ پر ڈالدو تو وہ بینا ہو جاتا ہے اور فرمایا اس کو اپنے والد کے پاس بھیج دیجئے جن سے اسکو چہرہ پر ڈالتے ہی وہ بینا ہو جائیں گے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو یہ کرتا دیا کہ گھر پہنچ کر

حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈال دیں۔

قدرت الٰہی کی حکمتیں

معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے ہر کام کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کوئی کام جلدی ہو جاتا ہے کوئی دیر میں۔ دیر میں اور مصلحتوں کے علاوہ بعض دفعہ اپنے خاص بندوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے صبر وتحمل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے اجر کے مستحق ہوں اور ان کے درجات بڑھیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان میں (جو موجودہ ملک شام ہے) اور حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں موجود ہیں قافلوں کی آمدورفت بھی جاری ہے لیکن سالہا سال تک نہ ان کی خبر انکو ملتی ہے نہ ان کی خبر ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کو ایک مدت تک حضرت یعقوب علیہ السلام کو آزمائش میں بتلا رکھنا تھا۔ تاکہ وہ بیٹے کی جدائی کا صدمہ جھیلیں' اوراس کے ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اوراس سے ان کے درجات بڑھیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! یہ آپ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہمت مردانہ اور قوت قلب تھی کہ باوجود چاروں طرف سے مخالفین سے گھرے ہونے کے آپ نے تبلیغ دین کا حق ادا فرمایا۔ اور صبر و استقامت کے ساتھ فرائض تبلیغ انجام دیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم ضعیف الایمان لوگوں کو ابتلاء وآزمائش سے مامون فرماویں اور اللہ تعالیٰ ہم کو بھی درگزر کرنے اور معاف کرنے کی خصلت وعادت نصیب فرماویں اور ہر حال میں اپنی مرضیات کی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہماری ہر مشکل اور سختی کو اپنی رحمت سے دور فرما اور ہمارے تمام معاملات میں سہولت اور آسانی فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾ قَالُوا تَاللَّهِ

اور جب قافلہ چلا تو اُن کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ بخدا

إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا

آپ تو اپنے اُسی پُرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ پس جب خوشخبری لانے والا آپہنچا تو اُس نے وہ کرتہ اُن کے منہ پر لاکر ڈال دیا۔ پس فوراً ہی اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا

آپ نے (بیٹوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ سب بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی دُعائے مغفرت کیجئے

إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾

ہم بیشک خطاوار تھے۔ یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دُعائے مغفرت کروں گا بیشک وہ غفور رحیم ہے۔

وَلَمَّا اور جب	فَصَلَتِ جدا جدا روانہ ہوا	الْعِيرُ قافلہ	قَالَ کہا	أَبُوهُمْ ان کا باپ	إِنِّي بیشک میں	لَأَجِدُ البتہ پاتا ہوں	رِيحَ ہوا۔خوشبو	
يُوسُفَ یوسف	لَوْلَا اگر نہ	أَنْ کہ	تُفَنِّدُونِ مجھے بہک گیا جانو	قَالُوا وہ کہنے لگے	تَاللَّهِ اللہ کی قسم	إِنَّكَ بیشک تو	لَفِي میں	ضَلَالِكَ اپنا وہم
الْقَدِيمِ پرانا	فَلَمَّا پھر جب	أَنْ کہ	جَاءَ آیا	الْبَشِيرُ خوشخبری دینے والا	أَلْقَاهُ اس نے وہ (کرتہ) ڈالا	عَلَىٰ پر	وَجْهِهِ اس کا منہ	
فَارْتَدَّ تو لوٹ کر ہو گیا	بَصِيرًا دیکھنے والا	قَالَ بولا	أَلَمْ أَقُلْ کیا میں نے تمہیں کہا تھا	لَكُمْ تم سے	إِنِّي أَعْلَمُ بیشک میں جانتا ہوں			
مِنَ طرف (سے)	اللَّهِ اللہ	مَا جو	لَا تَعْلَمُونَ تم نہیں جانتے	قَالُوا وہ بولے	يَا أَبَانَا اے ہمارے باپ	اسْتَغْفِرْ لَنَا ہمارے لئے بخشش مانگ		
ذُنُوبَنَا ہمارے گناہ	إِنَّا بیشک ہم	كُنَّا تھے	خَاطِئِينَ خطا کار (جمع)	قَالَ اس نے کہا	سَوْفَ جلد	أَسْتَغْفِرُ میں بخشش مانگوں گا	لَكُمْ تمہارے لئے	
رَبِّي اپنا رب	إِنَّهُ بیشک وہ	هُوَ وہ	الْغَفُورُ بخشنے والا	الرَّحِيمُ نہایت مہربان				

حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ کی خوشبو پالینا

برادران یوسف کا قافلہ پیراہن یوسف لے کر کنعان کو چلا تو ادھر خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کو قدرت الٰہی نے شمیم یوسف سے مہکا دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے پوتوں اور گھر والوں سے فرمایا کہ اگر تم یہ نہ کہو کہ بڑھاپے میں عقل ماری گئی تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھ کو یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ گھر والے کہنے لگے بخدا تم تو اپنے اسی پرانے خیال میں پڑے ہو یعنی اس قدر عرصہ گزر جانے کے بعد بھی جبکہ یوسف کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔ تمہیں یوسف ہی کی رٹ لگی ہوئی ہے۔ یوسف کی محبت اس کے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین آپ کے دل میں جاگزین ہے وہی پرانے خیالات ہیں جو یوسف کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں واقع میں نہ خوشبو ہے نہ کچھ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام خاموش ہو رہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا لوٹ آنا

ادھر بیٹوں کا قافلہ مصر سے جب بخیریت پہنچ گیا اور برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ارشاد کے موافق ان کا پیرہن یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈال دیا۔ قمیص کے منہ پر ڈالتے ہی یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی بحال ہوگئی اور دوبارہ حسب سابق نظر آنے لگا۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور بیٹوں کو یاد دلایا کہ اللہ کی مہربانی سے کام اس طرح انجام پایا کرتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت ہے کہ جب برادران یوسف قمیص لے کر آئے اور یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈالا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا کہ یوسف کیسے ہیں یعنی ان کو کس حال میں پایا۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ مصر کے بادشاہ ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کو نہیں پوچھتا کہ وہ بادشاہ ہیں یا فقیر پوچھنا یہ ہے کہ ان کو کون سے دین پر پایا؟ انہوں نے کہا دین اسلام پر۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اب نعمت پوری ہوئی۔

بیٹوں کی معذرت خواہی

بیٹوں نے جب سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ یوسف کو تلاش کرو۔ اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ہم سب کو پھر اکٹھا کر دے۔ دیکھ لو وہی صورت ہوئی اور اسی لئے میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے دیکھو آخر اللہ تعالیٰ میری امید راست لایا۔ برادران یوسف کے لئے یہ وقت بھی بہت کٹھن تھا۔ شرم وندامت میں غرق سر جھکائے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے باپ آپ خدا کی جناب میں ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا فرمایئے کیونکہ اب تو یہ ظاہر ہی ہو چکا کہ ہم نے آپ کو جو کچھ یوسفؑ کے معاملہ میں تکلیف دی اس میں بلاشبہ ہم سخت خطا کار اور قصوروار ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب

اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میں اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ بے شک وہ غفور الرحیم ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ برادران یوسف نے مصر میں اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام سے بھی مغفرت کی دعا کی استدعا کی تھی اور کنعان میں اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے بھی یہی درخواست کی مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے تو اسی وقت ان کی بات منظور کر لی اور فوراً یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے کہہ دیا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ نہیں کیا بلکہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ میں عنقریب تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا کہہ کر صرف توقع ہی دلائی۔ اس فرق کی یہ وجہ لکھی ہے کہ برادران یوسف کی ان تمام خطا کاریوں کا معاملہ براہ راست حضرت یوسف علیہ السلام سے تعلق رکھتا تھا اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اخلاق کریمانہ کی راہ سے اسی وقت ان کو اطمینان کر دیا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ سمجھ کر کہ چونکہ اس معاملہ کا تعلق یوسف علیہ السلام سے ہے اس لئے اس کی مرضی بھی معلوم کر لینا ضروری ہے۔ اس لئے اس طرح جواب دیا کہ توقع اور امید تک بات رہے اور ساتھ ہی اپنی طبیعت کا رجحان بھی ظاہر کر دیا کہ ان کی خواہش یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطا کاریوں کو معاف کر دے۔

بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے آئندہ کے لئے جو وعدہ دعائے مغفرت کا فرمایا تو آپ کو قبولیت کی گھڑی کا انتظار تھا کہ اس وقت اپنے خدا کے آگے تمہارے لئے ہاتھ اٹھاؤں گا یعنی جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔

ایک اہم معاشرتی اور شرعی قانون

یہاں جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے حقیقت واقعہ ظاہر ہو جانے کے بعد جو اپنے بھائی اور والد سے معافی مانگی تو اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ہاتھ یا زبان سے کسی شخص کو ایذا پہنچی یا اس کا کوئی حق اس کے ذمہ رہا تو اس پر لازم ہے کہ فوراً اس حق کو ادا کر دے یا اس سے معاف کرا لے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کسی دوسرے کا کوئی حق مالی واجب ہو یا اس کو کوئی ایذا ہاتھ سے یا زبان سے پہنچائی ہو تو اس کو چاہئے کہ آج اس کو ادا کر دے یا معافی مانگ کر اس سے سبکدوشی حاصل کرے قبل اس کے کہ قیامت کا وہ دن آ جائے جہاں کسی کے پاس کوئی مال حق ادا کرنے کے لئے نہ ہوگا اس لئے اس کے اعمال صالحہ مظلوم کو دے دیئے جائیں گے اور یہ خالی رہ جائے گا اور اگر اس کے پاس اعمال صالحہ بھی نہیں تو دوسرے کے جو گناہ ہیں اس کے سر پر ڈال دیئے جائیں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (از معارف القرآن)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿٩٩﴾

پھر جب یہ سب کے سب یوسفؑ کے پاس پہنچے۔ تو اُنہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا سب مصر میں چلیے خدا کو منظور ہے تو امن چین سے رہیے۔

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ

اور اپنے والدین کو تخت (شاہی) پر اُونچا بٹھایا اور سب کے سب اُن کے آگے سجدہ میں گر گئے اور یوسفؑ نے کہا اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر

مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم

جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا۔ جس کو میرے رب نے سچا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا کہ ایک تو اس نے مجھے قید سے نکالا اور دُوسرا یہ کہ تم سب کو

مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ ۚ

باہر سے یہاں لایا (یہ سب کچھ) بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں فساد ڈلوا دیا تھا۔ بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے۔

إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾

بلاشبہ وہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔

فَلَمَّا پھر جب	دَخَلُوا وہ داخل ہوئے	عَلَىٰ يُوسُفَ یوسف پر (پاس)	آوَىٰ اس نے ٹھکانہ دیا	إِلَيْهِ اپنے پاس	أَبَوَيْهِ اپنے ماں باپ	وَقَالَ اور کہا			
ادْخُلُوا تم داخل ہو	مِصْرَ مصر	إِن اگر	شَاءَ اللَّهُ اللہ نے چاہا	آمِنِينَ امن (جمعی) کے ساتھ	وَرَفَعَ اور اونچا بٹھایا	أَبَوَيْهِ اپنے ماں باپ			
عَلَىٰ پر	الْعَرْشِ تخت	وَخَرُّوا اور وہ گر گئے	لَهُ اس کیلئے (آگے)	سُجَّدًا سجدہ میں	وَقَالَ اور اس نے کہا	يَا أَبَتِ اے میرے ابا	هَٰذَا یہ		
تَأْوِيلُ تعبیر	رُؤْيَايَ میرا خواب	مِن قَبْلُ اس سے پہلے	قَدْ جَعَلَهَا اسکو کر دیا	رَبِّي میرا رب	حَقًّا سچا	وَ اور	قَدْ أَحْسَنَ بیشک اس نے احسان کیا		
بِي مجھ پر	إِذْ جب	أَخْرَجَنِي مجھے نکالا	مِنَ سے	السِّجْنِ قید خانہ	وَجَاءَ اور لے آیا	بِكُم تم سب کو	مِّنَ سے	الْبَدْوِ گاؤں	مِن بَعْدِ اسکے بعد
أَن کہ	نَّزَغَ جھگڑا ڈال دیا	الشَّيْطَانُ شیطان	بَيْنِي میرے درمیان	وَبَيْنَ إِخْوَتِي اور میرے بھائیوں کے درمیان	إِنَّ بیشک	رَبِّي میرا رب			
لَطِيفٌ عمدہ تدبیر کرنیوالا	لِّمَا يَشَاءُ جس کیلئے چاہے	إِنَّهُ بیشک	هُوَ وہ	الْعَلِيمُ جاننے والا	الْحَكِيمُ حکمت والا				

حضرت یعقوب و دیگر کنبہ والوں کا مصر پہنچنا اور ان کا استقبال

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا کہ جب بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر فرما دیا اور ہدایت کی کہ سب گھر والوں کو کنعان سے مصر لے آؤ۔ تو بھائیوں نے یہی کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے سب خاندان کو لے کر مصر روانہ ہو گئے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع ہوئی کہ آپ کے والد خاندان سمیت مصر کے قریب پہنچ گئے تو آپ فوراً استقبال کے لئے باہر نکلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امراء اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب مدت دراز کے بچھڑے ہوئے لخت جگر کو دیکھا تو سینہ سے چمٹا لیا اور جب یہ مسرت افزا اور رقت آمیز ملاقات ہو چکی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا کہ اب آپ عزت و احترام اور امن و حفاظت کے ساتھ شہر میں تشریف لے چلیں یعنی مصر کے دار السلطنت میں۔ حضرت یوسف علیہ السلام والد ماجد

اور تمام خاندان کو بڑے کروفر کے ساتھ شاہی سواریوں میں بٹھا کر شہر دارالسلطنت میں لائے اور شاہی محل میں اتارا۔

خواب کی تعبیر

جب ان تمام باتوں سے فراغت پائی تو اب ارادہ کیا کہ دربار منعقد کریں تا کہ مصریوں کا بھی بزرگ باپ اور خاندان سے تعارف ہو جائے اور تمام درباری ان کے عزت و احترام سے آگاہ ہو جائیں۔ چنانچہ دربار منعقد ہوا تمام درباری اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھ گئے حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے آپ کے والدین کو تخت شاہی پر جگہ دی گئی لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا مگر ان کے انتقال کے بعد یعقوب علیہ السلام نے مرحومہ کی بہن سے نکاح کر لیا تھا جو یوسف علیہ السلام کی خالہ ہونے کی حیثیت سے بھی مثل والدہ کے تھیں اور والد کے نکاح میں ہونے کی حیثیت سے بھی والدہ ہی کہلانے کی مستحق تھیں۔ باقی تمام خاندان نے حسب مراتب نیچے جگہ پائی۔ جب یہ سب انتظامات مکمل ہو گئے تب حضرت یوسف علیہ السلام شاہی محل سے نکل کر تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت تمام درباری حکومت کے دستور کے مطابق تخت شاہی کے سامنے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑے اور اس صورت کو دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کے تمام خاندان نے بھی یہی عمل کیا۔ اور درباریوں کا ساتھ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو فوراً اپنے بچپنے کا خواب یاد آ گیا اور اپنے والدین سے کہنے لگے کہ اباجی! لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہو گئی۔ یہ ہیں گیارہ ستارے اور چاند سورج جو میرے سامنے سجدہ میں ہیں۔ میرے رب نے اس خواب کو سچا کر دکھایا اور اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ یہ خدا کا احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور اس کا احسان یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانہ سے نجات دی اور تم سب کو یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا اور اس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جب کہ کوئی امید دوبارہ ملنے کی نہ رہی تھی کیسے اسباب ہمارے ملاپ کے فراہم کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ فرماتا ہے اس کے ویسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے آسان و سہل کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اور اپنے کاموں میں بڑی حکمت والا ہے۔

شریعت محمدیہ میں تعظیمی سجدہ جائز نہیں ہے

یہاں ایک بات یہ ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ محض ایک گذشتہ واقعہ کی حکایت ہے۔ اسلامی احکام کی تشریح نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کے بیٹوں کا یہ سجدہ تعظیم کا سجدہ تھا جو بقول علامہ ابن کثیرؒ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد تک جائز رہا لیکن اس ملت اسلامیہ اور شریعت محمدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات کے سوا کسی اور کے لئے سجدہ کو مطلقاً حرام قرار دیا اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذؓ ملک شام گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں اور پیشواؤں کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب یہ لوٹے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ آپ نے پوچھا معاذ یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے بہ سبب اس حق کے کہ جو مرد کا عورت پر ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سلمانؓ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا سلمان مجھے سجدہ نہ کرو۔ سجدہ اس خدا کو کرو جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور جس کو کبھی فنا نہیں۔

پیغمبرانہ اولوالعزمی

اب یہاں ان آیات میں یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کے سامنے جو اپنی سرگذشت بیان فرمائی وہ قابل غور ہے۔ آج اگر کسی کو اتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑے جتنے یوسف علیہ السلام پر گزرے اور والدین سے اتنی طویل مفارقت اور مایوسی کے بعد

ملنے کا اتفاق ہو تو وہ والدین کے سامنے اپنی سرگذشت کیا بیان کرے گا کتنا روئے گا اور رلائے گا اور کتنے دن رات مصائب کی داستان سنانے میں صرف کرے گا مگر یہاں طرفین میں اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں۔ان کا طرزِ عمل ملاحظہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی سرگذشت قید خانہ سے شروع کی اور قید خانہ میں داخل ہونے اور وہاں کی تکالیف کا نام نہیں لیا۔ بلکہ قید خانہ سے نکلنے کا ذکر اللہ کے شکر و احسان کے ساتھ بیان کیا۔ گویا سرگذشتہ کے پہلے جملہ میں قید خانہ سے نجات اور اس پر شکر الٰہی کے ضمن میں یہ بتلا دیا کہ میں کسی وقت قید خانہ میں بھی رہا ہوں۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جیل خانہ سے نکلنے کا ذکر کیا لیکن بھائیوں نے جس کنوئیں میں ڈالا تھا اس کا اس حیثیت سے بھی ذکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کنوئیں سے نکالا۔ وجہ یہ کہ بھائیوں کی خطا آپ پہلے معاف کر چکے تھے اور فرما چکے تھے۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یعنی آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ اب اس کنوئیں کا کسی طرح ذکر آئے تا کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں۔ اس کے بعد دوسرے جملہ میں والدین سے ملاقات کا ذکر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ کیا کہ کنعان کے ایک دیہات سے مصر میں پہنچا دیا اور تیسرے جملہ میں بھائیوں کے ظلم وجور کو شیطان کے حوالہ کر کے اس طرح بے باق کر دیا کہ میرے بھائی تو ایسے نہ تھے کہ جو یہ کام کرتے شیطان نے ان کو دھوکہ میں ڈال کر یہ فساد کرا دیا۔ یعنی میرے اور بھائیوں کے درمیان جو جھگڑا پیدا ہوا وہ سب شیطان کا ڈالا ہوا تھا۔ شیطان اگر درمیان میں نہ گھستا تو بھائی مجھ سے ہرگز نہ جھگڑتے۔ سبحان اللہ! کیا حسن خلق ہے! یہ ہے شان نبوت کہ مصائب اور تکالیف پر صرف صبر ہی نہیں بلکہ ہر جگہ شکر کا پہلو نکال لیتے ہیں گویا یوسف علیہ السلام نے اپنی داستان مصائب کو تین جملوں میں ختم کر کے اللہ کی عظمت بڑائی اور احسان کو اس طرح ذکر فرمایا۔

اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

”یعنی بیشک میرا پروردگار جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو اس کی لطیف تدبیر سے سب آسان ہو جاتا ہے بیشک وہی علم والا اور حکمت والا ہے وہ ہر چیز کی حکمت اور مصلحت کو خوب جانتا ہے۔ اس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے“۔ اب چاہ کنعان سے لے کر اس وقت تک ۴۰ سال گزرے اور قسم قسم کے ابتلا پیش آئے۔ جن کی حکمتیں اور مصلحتیں اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اہل تاریخ کا بیان ہے کہ یعقوب علیہ السلام مصر میں یوسف علیہ السلام کے پاس ۲۴ برس تک نہایت خوشحالی اور فارغ البالی اور کمال راحت وعشرت کے ساتھ رہے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ ان کے جسد کو شام کی مقدس زمین میں ان کے باپ اسحاق علیہ السلام کی قبر کے پاس دفن کرنا چنانچہ جب یعقوب علیہ السلام نے مصر میں وفات پائی تو یوسف علیہ السلام ان کی وصیت کے موافق ایک تابوت میں ان کے جسد مبارک کو رکھ کر شام لے گئے اور دفن سے فارغ ہو کر مصر واپس آ گئے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا یقین کامل ہم کو بھی نصیب [illegible] اور اپنی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔
یا اللہ! آپ ہی ہر کام میں تدبیر لطیف فرمانے والے ہیں۔ یا اللہ! ہمارے تمام دین دنیا کے کاموں کی تدبیر لطیف فرما کر راست فرما دیجئے۔ اور حسن خاتمہ کی دولت سے ہم سب کو نواز دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟

اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے

اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾

تو میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اُٹھالے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کرلے۔

رَبِّ اے میرے رب	قَدْ اٰتَیْتَنِیْ تو نے مجھے عطا کیا	مِنَ سے-ایک	الْمُلْكِ ملک	وَعَلَّمْتَنِیْ اور مجھے سکھایا	مِنْ سے	تَاْوِیْلِ انجام نکالنا (تعبیر)
الْاَحَادِیْثِ باتیں (خواب)	فَاطِرَ پیدا کرنیوالا	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضِ اور زمین	اَنْتَ تو	وَلِیّٖ میرا کارساز	فِی الدُّنْیَا دنیا میں
وَ اور	الْاٰخِرَةِ آخرت	تَوَفَّنِیْ مجھے اٹھا	مُسْلِمًا فرمانبرداری کی حالت میں	وَاَلْحِقْنِیْ اور مجھے ملا	بِالصّٰلِحِیْنَ صالح (نیک بندوں کے) ساتھ	

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سات سال کی عمر میں بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا۔ پھر قریب چالیس سال باپ سے جدا رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دوبارہ سب کو ملایا تو سب مل جل کر ۲۴ سال تک حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر میں رہے۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ جب کہ آپ کی عمر ۱۴۷ سال کی تھی۔ جب مصر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ملک شام میں پہنچا کر ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس دفن کرنا۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ آپ کی نعش کو مصری طریقہ کے مطابق حنوط کیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام مع خاندان کے افراد اور اکابرین مصر کے آپ کی نعش کو لے کر کنعان تشریف لائے اور جسم اطہر کو اپنے برگزیدہ دادا اسحاقؑ اور پردادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں سپرد خاک کردیا۔

الغرض حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ ملک شام میں دفن کئے گئے۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ۲۳ سال دین ودنیا کی نعمتوں سے مالا مال رہے۔ پھر یوسف علیہ السلام کو بھی آخرت کا شوق ہوا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا میں حسن خاتمہ کی دعاء خاص طور پر قابل نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص ومقبول بندوں کا یہ رنگ ہوتا ہے کہ کتنے ہی درجات عالیہ دنیا اور آخرت کے ان کو نصیب ہوں اور کتنے ہی جاہ ومنصب ان کے قدموں میں ہوں وہ کسی وقت ان پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ ہر وقت اس کی دعائیں مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ظاہری و باطنی نعمتیں موت تک برقرار رہیں بلکہ ان میں اضافہ ہوتا رہے۔ یوسف علیہ السلام کی یہ دعاء تمنائے موت نہ تھی کہ فی الوقت مجھ کو موت آجائے بلکہ مطلب یہ تھا کہ جب وقت مقرر پر میری موت آئے تو وہ موت دین اسلام ہی پر آئے اور الحاق صالحین مجھے میسر ہو بہرحال یہ موت کی دعاء نہیں بلکہ حسن خاتمہ کی دعا ہے اور یہ دعاء ہر مسلمان کو مانگنی چاہئے حسن خاتمہ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں۔ امام المفسرین امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں اکثر اسی دعا کا ورد رکھتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات

لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کل ۱۱۰ برس کی عمر

پائی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بھائیوں کو یا ان کی اولاد کو وصیت فرمائی کہ اگر کبھی تم لوگ مصر کو چھوڑ کر اپنے آبائی ملک شام کو جانے لگو تو میری لاش اپنے ہمراہ لے جانا۔ حسن عقیدہ کی وجہ سے اہل مصر نے آپ کی لاش کو سنگ مرمر کے تابوت میں رکھ کر دریائے نیل کے وسط میں ایک ٹیلہ پر دفن کیا تا کہ اس کی برکت سے دریائے نیل کے ذریعہ تمام مصر سیراب ہوتا رہے۔

قوم بنی اسرائیل کی مصر میں آبادی

بعد وفات یوسف علیہ السلام کے سلطنت مصر سلاطین مصر ہی کی طرف منتقل ہوگئی کیونکہ یوسف علیہ السلام کو گو اختیار سلطنت حاصل ہو گئے تھے مگر باضابطہ تو پہلا بادشاہ ہی بادشاہ رہا تھا اسی لئے یوسف علیہ السلام عزیز مصر کہلاتے تھے۔ چنانچہ انہی سلاطین مصر کے سلسلہ میں تقریباً ۴۰۰ سال بعد وہ فرعون پیدا ہوا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اور ان برادران یوسف علیہ السلام کی اولاد میں وہ بنی اسرائیل ہوئے جو موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں مصر میں تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا اور آپ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش کا تابوت بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا اور بالآخر یہ مقدس امانت ارض مقدس میں سپرد خاک کی گئی۔ یوسف علیہ السلام کے وقت میں بادشاہ مصر بنی اسرائیل پر بڑا مہربان تھا مگر جو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا وہ بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے فضل و کرم سے ہم کو نبی آخر الزمان اشرف الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرما کر شرف بخشا ہے تو ہم کو اپنے رسول پاک کا اتباع کامل نصیب فرماویں۔ حضور کی سچی محبت و عظمت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہماری دنیا میں بھی کارسازی فرمایئے اور آخرت میں بھی ہمارا بیڑا پار لگایئے۔

یا اللہ! دنیا میں ہم کو اسلام اور ایمان کی زندگی نصیب فرمایئے۔ اور آخرت میں صالحین کے ساتھ ہمارا حشر فرمایئے۔

یا اللہ! آپ نے ہم کو جو ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو مرتے دم تک برقرار رکھئے اور ان میں اپنی رحمت سے اضافہ فرمایئے۔ اور ان پر شکر کی توفیق مرحمت فرمایئے۔

یا فاطر السمٰوٰت والارض. انت و لینا فی الدنیا والأخرة توفنا مسلماً و الحقنا بالصٰلحین . آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ

(اے نبیؐ) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو یہ قصہ بتلاتے ہیں اور آپ اُن کے پاس اُس وقت موجود نہ تھے جبکہ اُنہوں نے اپنا ارادہ پختہ کرلیا تھا اور وہ

یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ

تدبیریں کررہے تھے۔اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو۔اور آپ اُن سے اس پر کچھ معاوضہ تو نہیں چاہتے۔

اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ

یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کیلئے نصیحت ہے۔اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمان میں اور زمین میں جن پر اُن کا گذر ہوتا رہتا ہے

عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا

اور وہ اُن کی طرف توجہ نہیں کرتے۔اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔سو کیا پھر بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں

اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

کہ اُن پر خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آپڑے جو انکو محیط ہوجائے یا اُن پر اچانک قیامت آجاوے اور انکو خبر بھی نہ ہو۔

ذٰلِكَ یہ	مِنْ سے	اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ غیب کی خبریں	نُوْحِیْهِ ہم وہ وحی کرتے ہیں	اِلَیْكَ تمہاری طرف	وَمَا كُنْتَ اور تم نہ تھے	لَدَیْهِمْ انکے پاس	
اِذْ جب	اَجْمَعُوْٓا انہوں نے جمع کیا	اَمْرَهُمْ اپنا کام	وَهُمْ اور وہ	یَمْكُرُوْنَ چال چل رہے تھے	وَمَآ اور نہیں	اَكْثَرُ النَّاسِ اکثر لوگ	
وَلَوْ اگرچہ	حَرَصْتَ تم چاہو	بِمُؤْمِنِیْنَ ایمان لانے والے	وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ اور تم نہیں مانگتے ان سے	عَلَیْهِ اس پر	مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر		
اِنْ هُوَ یہ نہیں	اِلَّا مگر	ذِكْرٌ نصیحت	لِّلْعٰلَمِیْنَ سارے جہانوں کیلئے	وَ اور	كَاَیِّنْ کتنی ہی	مِّنْ اٰیَةٍ نشانیاں	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
وَالْاَرْضِ اور زمین	یَمُرُّوْنَ وہ گزرتے ہیں	عَلَیْهَا ان پر	وَهُمْ لیکن وہ	عَنْهَا اس سے	مُعْرِضُوْنَ منہ پھیرنے والے	وَمَا یُؤْمِنُ اور ایمان نہیں لاتے	
اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر	بِاللّٰهِ اللہ پر	اِلَّا مگر	وَهُمْ اور وہ	مُّشْرِكُوْنَ مشرک (جمع)	اَفَاَمِنُوْٓا پس کیا وہ بے خوف ہوگئے	اَنْ تَاْتِیَهُمْ کہ ان پر آئے	
غَاشِیَةٌ چھا جانیوالی (آفت)	مِّنْ سے	عَذَابِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب	اَوْ یا	تَاْتِیَهُمُ ان پر آجائے	السَّاعَةُ گھڑی (قیامت)	بَغْتَةً اچانک	
وَهُمْ اور وہ	لَا یَشْعُرُوْنَ انہیں خبر نہ ہو						

یہ واقعہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے

قصۂ یوسف علیہ السلام کے خاتمہ پر اب ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سرگذشت میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ سرتاسر غیب کی باتیں ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کے یہ سارے واقعات آپ کو معلوم نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ انہیں ظاہر کیا۔ برادران یوسف جب ان کے باپ سے جدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کی تدبیریں اور مشورہ کررہے تھے تو آپ ان کے پاس موجود نہ تھے کہ ان کی باتیں سنتے اور حالات کا معائنہ کرتے۔ پھر ایسے صحیح واقعات بجز وحی الٰہی کے آپ کو کس نے بتائے۔

سینکڑوں برس پہلے کا واقعہ ہے اور عرب میں عام طور پر لوگ اس سے واقف نہ تھے۔ پھر آپ رسمی طور پر لکھے پڑھے بھی نہ تھے۔ نہ کسی ظاہری معلم نہ استاد سے پڑھنے پڑھانے کی نوبت آئی۔ نہ ان حقائق کی اتنی تفصیل گذشتہ کتابوں میں ہے۔ ایسی صورت میں یہ تفصیلی واقعات سوائے خدائے ذوالجلال کے کس نے معلوم کرائے گویا یہ بات قرآن کی حقانیت اور آپ کی صداقت کی واضح دلیل ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ تصدیق نہ کریں گے۔ باوجودیکہ آپ کی صداقت پر ایسے واضح دلائل موجود ہیں پھر بھی جو ایمان لانے والے نہیں وہ کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔

منکرین کے ایمان نہ لانے سے آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوا

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ جو آپ کو نہیں مانتے نہ مانیں۔ آپ کا کیا نقصان ہے۔ کچھ تبلیغ کا معاوضہ یا تنخواہ تو آپ ان سے چاہتے نہیں کہ وہ بند کرلیں گے۔ نصیحت اور فہمائش تھی سو وہ ہوگئی اور ہو رہی ہے آپ ہدایت و رہنمائی کا کوئی معاوضہ تو ان سے طلب نہیں کرتے۔ نہ عزت نہ حکومت نہ مال نہ کوئی اور ذاتی فائدہ جو کچھ آپ کہتے ہیں انہی کے فائدہ کے لئے کہتے ہیں۔ عذاب الٰہی سے بچانے کے لئے یہ قرآن نازل کیا گیا ہے اس میں تمام دنیا کی ہدایت کے لئے قوانین نصیحت موجود ہیں۔ تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ راہ راست پر آتے۔ نصیحت حاصل کرتے۔ عبرت پکڑتے اور نجات حاصل کرتے مگر انتہائی حماقت ہے کہ ایسی صورت میں بھی آپ کی نصیحت و تعلیم کی یہ لوگ یعنی مشرکین مکہ قدر نہیں کرتے۔ اگر آپ یہ چاہیں کہ منکرین حق آپ کی سچائی کی یہ واضح دلیل دیکھ کر ایمان لے آئیں تو جو ماننے والے نہیں وہ کبھی نہیں مانیں گے۔

مشرکین و منکرین کو تنبیہ

یہاں بظاہر ان آیات میں خطاب تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر تنبیہ مقصود ہے مشرکین مکہ کی جنہوں نے نبوت کی آزمائش اور امتحان کے لئے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اگر تم نبی ہو تو بتاؤ بنی اسرائیل کے مصر جانے کا کیا واقعہ ہے۔ اس کے جواب میں ان کو وہیں اسی وقت پورا قصہ سنا دیا گیا مگر یہ اپنا منہ مانگا ثبوت مل جانے پر بھی مان کر نہیں دیتے تو کتنی بڑی ہٹ دھرمی ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جیسے یہ لوگ منکر نبوت ہیں اسی طرح باوجود دلائل کے منکر توحید بھی ہیں۔ قدرت کی بہت سی نشانیاں' وحدانیت کی بہت سی گواہیاں دن رات ان منکرین کے سامنے ہیں۔ آسمان کے ہر ستارے سے' سمندر کے ہر قطرے سے' زمین کے ہر ذرہ سے۔ پہاڑوں کے پتھر سے' درختوں کے ہر پتہ سے اللہ کی ربوبیت والوہیت ٹپک رہی ہے اور توحید کے دلائل موجود ہیں مگر یہ منکرین غفلت کی حالت میں ہر چیز کی طرف سے گزر جاتے ہیں اور قدرت کی خاموش آواز کو کان دھر کر نہیں سنتے اور توحید الٰہی میں غور وفکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان کیا یہ اس قدر پھیلی ہوئی زمین کیا یہ روشن ستارے۔ یہ گردش والا چاند وسورج' یہ درخت' یہ پہاڑ' یہ کھیتیاں اور سبزیاں' یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر اور یہ ہمہ وقت چلنے والی ہوائیں یہ مختلف قسم کے رنگا رنگ کے میوے۔ یہ الگ الگ غلہ واناج۔ کیا قدرت کی یہ بے شمار نشانیاں ایک عقلمند کے اس قدر بھی کام نہیں آسکتیں۔ کہ وہ ان سے اپنے خدا کی ذات کو پہچان لے اور اس کی صفات وقدرت کا قائل ہو جائے۔

گویا ایک مختصر سے جملہ سے منکرین کو ان کی غفلت پر متنبہ کیا جا رہا ہے کہ زمین اور آسمان کی ہر چیز بجائے خود محض ایک چیز ہی نہیں ہے بلکہ ایک نشانی بھی ہے جو حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جو لوگ ان چیزوں کو محض چیز ہونے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں وہ انسانوں کا سا دیکھنا نہیں بلکہ جانوروں کا سا دیکھنا دیکھتے ہیں۔ درخت کو درخت پہاڑ کو پہاڑ' پانی کو پانی تو جانور بھی دیکھتا ہے اور اپنی اپنی ضرورت کے لحاظ سے ہر جانور ان چیزوں کا مصرف بھی جانتا ہے مگر جس مقصد کے لئے انسان کو حواس کے ساتھ سوچنے والا دماغ بھی دیا گیا ہے وہ صرف اسی حد تک نہیں ہے کہ آدمی ان چیزوں کو

دیکھے اوران کا مصرف اور استعمال معلوم کرے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی حقیقت کی جستجو کرے اوران نشانیوں کے ذریعہ سے اپنے معبود حقیقی کا سراغ لگائے اوراس کی معرفت حاصل کرے۔

توحید کے بعض دعویدار مشرک ہیں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کے شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔پس بدون توحید کے خدا کا ماننا مثل نہ ماننے کے ہے۔مشرکین عرب سے پوچھا جاتا کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہے۔اور آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ سب کا خالق اللہ ہے لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کواس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہرانے اور صفات الٰہیہ کا وجود غیر اللہ میں بھی مانتے اور اسی لئے بت پرستی کرتے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت کا اشارہ قریش مکہ کے حق میں ہوا تھا مگر اکثر مفسرین کا یہ خیال ہے کہ آیت کا مورد کوئی خاص نہیں اور خاص ہو بھی تب بھی حکم عام ہے۔اس طرح خواہ وہ مشرکین عرب ہوں جو بت پرستی کرتے تھے یا صابئی ہوں جو ستارہ پرست تھے۔ یا مجوسی ہوں جو آتش پرست تھے یا یہودی ہوں جو حضرت عزیر کو ابن اللہ یقین کرتے تھے۔یا عیسائی ہوں جو حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔سب اس آیت کے ذیل میں داخل ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قیامت تک جو شخص بھی صفات الٰہیہ کا وجود کسی غیر میں ثابت کرے اور تصرفات خداوندی کا مالک دوسروں کو جانے۔ایسا شرک آمیز ایمان کسی طور پر قابل قبول نہیں۔اور نہ لائق اعتبار ہے۔ پس یہ لوگ اللہ کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں اور نبوت کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں۔

مشرکین کے لئے وعید

آگے وعید اور ترہیب کے طور پر فرمایا کہ کیا ان مشرکوں کو اس بات کا خوف نہیں کہ دنیا ہی میں اللہ کی طرف سے کوئی عذاب آسکتا ہے جس کو ان کے باطل معبود دفع نہیں کر سکتے۔یا موت کا وقت آجائے اوران کو اس کی کسی علامت کا پیشتر سے احساس بھی نہ ہو اس وقت یہ کیا کر سکتے ہیں اور کس طرح عذاب الٰہی سے بچ سکتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان مشرکین کو ڈرنا اور کفر کو چھوڑ دینا چاہئے۔

خلاصۂ آیات

یہاں اس بات کا صاف اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کل دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔کسی قوم اور کسی ملک کی تخصیص نہیں۔اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام عالم کے لئے ہے خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی۔ نیز ان آیات میں قدرت پر گہری نظر ڈالنے اوران سے معرفت الٰہی حاصل کرنے کی لطیف تعلیم دی گئی ہے اور شرک آمیز ایمان کے ناقابل اعتبار ہونے کی صراحت فرمائی گئی ہے۔اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر کسی فعل یا عقیدہ میں شرک کی بو بھی آتی ہو تو اس سے گریز کریں تا کہ کہیں ان کی توحید شرک آمیز نہ ہو جائے اور پھر تمام کیا کرایا برباد ہو جائے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے جب ہمیں اپنے فضل وکرم سے اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اس پر ہم کو استقامت نصیب فرمائیں۔اور توحید حقیقی جو ہر طرح کے شرک سے بالکل پاک ہو ہم کو نصیب فرمائیں اور اس دنیا میں بھی اپنے عذاب سے محفوظ فرماویں۔اور آخرت میں بھی مامون فرماویں یا اللہ! ہم کو دنیا میں ہر شے سے آپ کی معرفت نصیب ہو اور آپ کے ذکر وفکر کی توفیق دائمی نصیب ہو۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے میں خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی اور اللہ (شرک سے) پاک ہے

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ

اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے۔

مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

تو کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے (کافر) ہو گزرے ہیں اور البتہ عالم آخرت ان لوگوں کیلئے نہایت

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓي اِذَا اسْتَيْــــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا

بہبودی کی چیز ہے جو احتیاط رکھتے ہیں سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہوگئے۔ اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہوگیا۔

اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ

کہ ہمارے فہم نے غلطی کی اُن کو ہماری مدد پہنچی پھر ہم نے جس کو چاہا وہ بچالیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا۔

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى

ان (انبیاء وامم سابقین) کے سابقہ قصہ میں سمجھ دار لوگوں کیلئے عبرت ہے یہ قرآن (جس میں یہ قصے ہیں) کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں

وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں ہو چکی ہیں یہ اُن کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر (ضروری) بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں کیلئے ذریعۂ ہدایت اور رحمت ہے۔

قُلْ آپ کہہ دیں	هٰذِهٖ یہ	سَبِيْلِيْ میرا راستہ	اَدْعُوْٓا میں بلاتا ہوں	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	عَلٰي بَصِيْرَةٍ دانائی پر (سمجھ بوجھ کے مطابق)	اَنَا میں			
وَمَنِ اور جو جس	اتَّبَعَنِيْ میری پیروی کی	وَ اور	سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ پاک ہے	وَمَآ اَنَا اور میں نہیں	مِنَ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرک جمع	وَ اور		
مَآ اَرْسَلْنَا ہم نے نہیں بھیجا	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	اِلَّا مگر۔صرف	رِجَالًا مرد	نُّوْحِيْٓ ہم وحی بھیجتے تھے	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	مِنْ سے			
اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں والے	فَلَمْ يَسِيْرُوْا پس انہوں نے سیر نہیں کی	فِي الْاَرْضِ زمین (ملک) میں	فَيَنْظُرُوْا پس وہ دیکھتے	كَيْفَ کیسا۔کیا	كَانَ ہوا				
عَاقِبَةُ انجام	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَ اور	لَدَارُ الْاٰخِرَةِ البتہ آخرت کا گھر	خَيْرٌ بہتر	لِّلَّذِيْنَ ان کیلئے جو			
اتَّقَوْا انہوں نے پرہیز کیا	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ پس کیا تم سمجھتے نہیں	حَتّٰٓي یہاں تک	اِذَا جب	اسْتَيْــــَٔسَ مایوس ہونے لگے	الرُّسُلُ رسول (جمع)				
وَظَنُّوْٓا اور انہوں نے گمان کیا	اَنَّهُمْ کہ وہ	قَدْ كُذِبُوْا ان سے جھوٹ کہا گیا	جَاۗءَهُمْ ان کے پاس آئی	نَصْرُنَا ہماری مدد	فَنُجِّيَ پس بچا دیئے گئے				
مَنْ جنہیں	نَّشَاۗءُ ہم نے چاہا	وَ اور	لَا يُرَدُّ نہیں پھیرا جاتا	بَاْسُنَا ہمارا عذاب	عَنِ سے	الْقَوْمِ قوم	الْمُجْرِمِيْنَ مجرم (جمع)	لَقَدْ البتہ	كَانَ ہے
فِيْ میں	قَصَصِهِمْ ان کے قصے	عِبْرَةٌ عبرت نصیحت	لِّاُولِي الْاَلْبَابِ عقلمندوں کے لئے	مَا كَانَ نہیں ہے	حَدِيْثًا بات	يُّفْتَرٰى بنائی ہوئی			

وَلٰكِنْ اور لیکن	تَصْدِيْقَ تصدیق	الَّذِیْ وہ جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے (اپنے سے) پہلی	وَتَفْصِيْلَ اور تفصیل (بیان)	كُلِّ ہر	شَیْءٍ بات	
وَهُدًى اور ہدایت	وَرَحْمَةً اور رحمت	لِقَوْمٍ لوگوں کے لئے	يُّؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں				

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی وضاحت

یہ سورۂ یوسف مکیہ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔اب واضح الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صاف طور پر کہہ دیجئے کہ خالص توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری یہی میری راہ زندگی ہے۔یہی میری سنت اور یہی میرا طریق ہے۔اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لانے کی ہی میں دعوت دیتا ہوں اور میں بھی اسی عقیدہ وعمل پر قائم ہوں یعنی میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں کہ سب خیالات واوہام کو چھوڑ کر ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف آئیں۔اس کی توحید اس کی صفات وکمالات اور اس کے احکام وغیرہ کی صحیح معرفت صحیح راستہ سے حاصل کریں۔میں اور میرے پیروکار ساتھی اسی سیدھے راستہ پر حجت وبرہان اور بصیرت ووجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں۔ہماری یہ راہ زندگی اور دعوت توحید ایمان بلا سوچے سمجھے اندھا دھند نہیں بلکہ خوب سوچ کر دلائل وبراہین کی روشنی میں ہم نے اس کو اختیار کیا اور دانش وبصیرت کے ساتھ ہی دوسروں کو اس راہ پر چلنے کو بلاتے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ کو تمام عیوب ونقائص سے پاک اور ہر قسم کے شرک سے مبرا جانتے ہیں اور کسی طرح ہم مشرکوں کے گروہ میں سے ہونا پسند نہیں کرتے۔

کافروں کے ایک شبہ کا جواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کافروں کو شبہ تھا اور کہتے تھے کہ اللہ کا پیغمبر کوئی انسان ہو یہ کسی طرح ہو نہیں سکتا۔خدا کا پیغام آدمی کے پاس کس طرح آ سکتا ہے۔آدمی آدمی ہے اور خدا خدا ہے۔کفار کے اس شبہ کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا تھا پہلے بھی آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا۔انبیائے سابقین انہی انسانی بستیوں کے رہنے والے مرد تھے۔جن کے پاس اللہ تعالیٰ وحی بھیجتے چلے آئے ہیں اور وہ آدمی بھی انہیں بستیوں کے رہنے والے تھے۔کسی اجنبی نوع کے افراد نہ تھے۔نہ انسانیت عامہ سے کوئی جداگانہ شکل رکھتے تھے۔پھر ان کے موافق بھی ہوئے اور مخالف بھی۔کچھ لوگوں نے ان کی ہدایت کے موافق عمل کیا۔شرک ومعاصی کو ترک کیا اور ممنوعات سے گریز کیا۔کچھ لوگوں نے سرکشی کی پھر نافرمانوں کا کیا انجام ہوا؟ اس کو ذرا چل کر یعنی شام عراق فلسطین وغیرہ میں دیکھو انبیاء کے جھٹلانے والوں کا کیا نتیجہ ہوا؟ حالانکہ دنیا میں کافروں کو بھی بسا اوقات عیش نصیب ہو جاتا ہے لیکن آخرت کی بہتری تو خالص انہی کے لئے ہے جو شرک وکفر سے پرہیز کرتے ہیں۔ گویا یہ تنبیہ ہے کفار مکہ کو کہ اگلوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں۔اور اس بات کو سمجھو کہ آخرت کی بھلائی اور نیکی انہیں کے لئے ہے جو شرک اور کفر سے پرہیز کرتے ہیں اور توحید اختیار کرتے ہیں۔تو جو لوگ ہدایت انبیاء پر چلے اور ایمان کیساتھ تقویٰ اختیار کیا ان کو تو دنیوی اور اخروی فلاح حاصل ہوئی۔

کافروں کا انجام

اور جو سرکش ایمان نہ لائے اور فوری عذاب بھی ان پر نازل نہیں ہوا اور وہ برابر کفر پر جمے رہے ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان کی یہ حالت ہوئی کہ انبیا نے انتہائی تبلیغ کی۔خدا کے احکام پہنچائے۔نافرمانی اور فرمانبرداری کے نتائج دکھائے۔مگر سرکش طبقہ سرکشی سے باز نہ آیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ پیغمبروں کو ان کے ایمان کی طرف سے ناامیدی ہوگئی اور پیغمبروں نے یقین کرلیا

کہ اب یہ ہماری رسالت کی تصدیق نہ کریں گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد اور غضب کا دریا جوش میں آیا۔ غیب سے انبیاء کی مدد کی گئی۔ جن لوگوں کو بچانا مقصود تھا ان کو بچالیا گیا اور باقی گروہ کو غضب کے عذاب میں مبتلا کیا گیا۔

قرآن میں مذکورہ واقعات کا مقصد

خاتمہ پر آخری آیت میں بتلایا گیا کہ نبیوں کے واقعات' ایمان والوں کی نجات' کافروں کی ہلاکت کے قصے جو قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں یہ عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت والے ہیں اور اس سے عقلمندوں کو سبق لینا چاہئے کہ کفرو بداعمالی کا نتیجہ برا اور ایمان وعمل صالح کا انجام اچھا ہے اور یہ قرآن جس میں یہ قصے ہیں کوئی تراشی ہوئی اور بناوٹی بات تو ہے نہیں۔ بلکہ تمام پہلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ جن قواعد وضوابط کی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے سب کو قرآن نے بیان کیا ہے اور حق و باطل' خیر وشر کا امتیاز کر دیا۔ سیدھا راستہ بتا دیا اور کجراہی سے بچنے کا حکم دیا۔ مفید اور مضر میں فرق کر دیا۔ اب جو لوگ اس کو سچا مان کر اس کے اصول پر چلیں گے ان کے لئے قرآن رحمت مجسم ہے۔ ان کے ظاہری وباطنی اخلاق کا تزکیہ ہو جائے گا کامیابی وکامرانی کی راہیں ان کے سامنے کھل جائیں گی اور دین ودنیا کی فلاح ان کو حاصل ہوگی۔ گویا چار خصوصی اوصاف قرآن پاک کے یہاں بیان کئے گئے ہیں ایک گذشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور یہ اس کے آسمانی کتاب ہونے کی دلیل ہے۔ دوسرے قرآن کے اندر اصلاح عقائد کے اصول اور عملی زندگی کو شائستہ بنانے کے کل قوانین وقواعد صاف صاف موجود ہیں۔ تیسرے قرآن لوگوں کو ہدایت کی تعلیم دیتا ہے' سچائی کی تلقین کرتا ہے اور نیک بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ چوتھے جو لوگ اس کو سچا جانتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کی دونوں جہان کی زندگیاں سدھر جاتی ہیں۔ قرآن ان کے لئے رحمت مجسم ہے۔

دعا کیجئے

یااللہ! آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے اپنی رحمت سے ہم کو قرآن جیسی کتاب سے نوازا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الانبیاء والمرسلین کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یااللہ ہم کو ان نعمتوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی کتاب کی سچی عظمت اور محبت عطا فرما اور ظاہر میں اور باطن میں قرآن پاک کا اتباع نصیب فرما۔ اور دین ودنیا میں اس کو ہمارے لئے باعث رحمت وہدایت بنا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

المرا۔ یہ آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے اور لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔

يُؤْمِنُوْنَ ۝١ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اُس نے آسمانوں کو بدون ستون کے اُونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم آسمانوں کو دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک ایک وقتِ معین پر چلتا رہتا ہے وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝٢

تا کہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کرلو۔

الٓمّٓرٰ الف لام میم را	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ کتاب	وَالَّذِيْٓ اور وہ جو کہ	اُنْزِلَ اُتارا گیا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	مِنْ رَّبِّكَ تمہارے رب کی طرف سے
الْحَقُّ حق	وَلٰكِنَّ اور لیکن (مگر)	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	رَفَعَ بلند کیا	
السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	بِغَيْرِ عَمَدٍ کسی ستون کے بغیر	تَرَوْنَهَا تم اسے دیکھتے ہو	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰى قرار پکڑا	عَلَى الْعَرْشِ عرش پر		
وَسَخَّرَ اور کام پر لگایا	الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	كُلٌّ ہر ایک	يَّجْرِيْ چلتا ہے	لِاَجَلٍ ایک مدت	مُّسَمًّى مقررہ	يُدَبِّرُ تدبیر کرتا ہے
الْاَمْرَ کام	يُفَصِّلُ وہ بیان کرتا ہے	الْاٰيٰتِ نشانیاں	لَعَلَّكُمْ تاکہ	تم بِلِقَآءِ ملنے کا	رَبِّكُمْ اپنا رب	تُوْقِنُوْنَ تم یقین کرلو	

سورۂ رعد کا زمانۂ نزول، وجہ تسمیہ وغیرہ

اس سورت کے دوسرے رکوع کی ایک آیت میں رعد کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں بادل کی گرج۔ علامت کے طور پر یہی سورۃ کا نام ہو گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے آخری دور کی سورتوں میں سے ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی تیرہویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ٩٠ لکھا ہے۔

اس میں چھ رکوع ٤٣ آیات ٨٦٣ کلمات اور ٣٦١٤ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ رعد کا موضوع

تمام مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت، وحی، آخرت، جزا و سزا وغیرہ کا بیان ہے۔ اس سورۃ کا مدعا پہلی ہی آیت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں وہ سب حق ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر یہ اکثر لوگوں کی غلطی اور ہٹ دھرمی ہے کہ اسے قبول نہیں کرتے اور غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ اس سورت میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ قرآن سراسر سچی اور اصلی باتوں پر منحصر ہے اور سراسر حقیقت کا اظہار ہے۔ یہ انسان کے پاس اس کے پیدا کرنے والے اور پالنے والے احکم الحاکمین کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کتاب دے کر تمام انسانوں کی

ہدایت کے لئے بھیجا ہے اس لئے بتایا گیا ہے کہ اس کی سچائی میں شبہ مت کرو۔ یہ کتاب بتاتی ہے کہ عالم کی تمام چیزوں کا بنانے والا اور پیدا کرنے والا ایک اللہ عزوجل ہے۔ لیکن جائے تعجب ہے کہ اکثر لوگ ایسی جامع اور کامل کتاب کو بھی نہیں مانتے اور جو اس کتاب کو نہیں مانتا آخر وہ پھر کس کتاب کو مانے گا۔ اس سلسلہ میں بار بار مختلف طریقوں سے توحید و رسالت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لئے کہا گیا کہ لوگوں کو چاہئے کہ اس کتاب پر ایمان لائیں۔ درمیان میں جابجا مخالفین اور منکرین نبوت کے شبہات و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ اور ان کے شبہات کو رفع کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں اللہ کی وحدانیت اور اس کی صفات کی تشریح کی گئی ہے اور پھر انسان کے لئے اللہ و رسول' قرآن' ملائکہ' آخرت' جنت' دوزخ پر ایمان لانا اس کی نجات کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

الٓمّٓرٰ کی وضاحت

سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات الٓمّٓرٰ سے کی گئی ہے۔ حروف مقطعات کی تشریح ابتدائے سورۂ بقرہ اور گذشتہ سورتوں کے بیان میں ہو چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہی ہے کہ ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ یا اللہ! تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ عام امت کو اس کے معنی کا علم نہیں دیا گیا اور عام امت کو اس کی تحقیق میں پڑنا مناسب بھی نہیں۔ جس جس سورۃ کے اول میں ایسی یہ حروف مقطعات آئے ہیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام خدا ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ جو کچھ اس سورۃ میں پڑھا جانے والا ہے وہ عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں۔ یہ کتاب جو آپ پر پروردگار کی طرف سے اتاری گئی ہے یقیناً حق وصواب ہے لیکن جائے تعجب ہے کہ ایسی صاف اور واضح حقیقت کے ماننے سے بھی بہت لوگ انکار کرتے ہیں مشرکین مکہ اور عام کفار کا خیال تھا کہ قرآن کلام الٰہی نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نعوذ باللہ اپنے دل و دماغ سے تراشیدہ اور گھڑا ہوا ہے۔ اس خیال کو قرآن پاک میں جابجا حق تعالیٰ نے رد فرمایا ہے یہاں بھی اسی کا ازالہ کیا گیا ہے۔

قرآن کی حقانیت

اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی تفہیم

اور سورۃ کی ابتداء ہی اس اعلان کے ساتھ ہوتی ہے کہ قرآن الہامی کتاب ہے اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہے اور امر حق ہے۔ اس طرح حقیقت قرآن واضح فرما دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ہستی۔ اس کی وحدانیت' کمال قدرت اور عظمت وسلطنت اور آخرت کی زندگی پر ان اور اگلی آیات میں استدلال کیا جا رہا ہے اور یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ آسمان وزمین کی ہر چیز کسی ایسی ہستی کی موجودگی کی شہادت دے رہی ہے۔ جس نے جو کچھ بنایا ہے عجیب مصلحتوں اور حکمتوں کے ساتھ بنایا ہے اور یہاں کا ذرہ ذرہ اس کی تدبیر اور انتظام سے چل رہا ہے اور جس نے ایسی عظیم الشان مخلوق کو پیدا کیا ہے اسے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

تخلیق ارض وسماء سے قدرت الٰہی پر استدلال

چنانچہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلاستون کے بلند فرمایا یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان بلند، مضبوط چھت اللہ تعالیٰ نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو اور لطف یہ کہ کوئی ستون یا کھمبا دکھائی نہیں دیتا جس پر اتنی بڑی ڈاٹ کھڑی کی گئی۔ بجز اس کے کیا کہا جائے کہ محض قدرت خداوندی کے سہارے اس کا قیام ہے۔ قرآن پاک میں ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کا تھامنا اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ آسمان بلا کسی روک تھام کے محض اللہ کی قدرت سے رکا ہوا ہے۔ اسی طرح سے زمین بلاستون خالص خدا کی قدرت سے قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عرش پر جلوہ افروزی

پھر بتایا گیا کہ عرش پر جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اللہ تعالیٰ اس طرح قائم اور جلوہ فرما ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے یہ جملہ

یعنی ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قرآن پاک میں حسب موقع سات جگہ آیا ہے (۱) سورۂ اعراف میں (۲) سورۂ یونس میں (۳) آیات زیر تفسیر یعنی سورۂ رعد میں (۴) سورۂ طٰہٰ میں (۵) سورۂ فرقان میں (۶) سورۂ سجدہ میں (۷) سورۂ حدید میں۔ اس جملہ کی ضروری تشریح سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں کی جا چکی ہے۔

یہ جملہ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ متشابہات میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ کا عرش عظیم پر جلوہ اور قائم فرما ہونا اس کی شان کے لائق ہے جس کی حقیقت خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور عرش پر قائم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ خداوند قدوس بادشاہ کی طرح تخت پر بیٹھا ہوا ہے کیونکہ یہ تو صفت جسم ہے جو وضع اور ہیئت کے ساتھ موصوف ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عرش پر قائم ہونے یا قرار پانے سے یہ مراد ہے کہ عرش سے لے کر فرش تک اور فرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب اسی کے قبضہ قدرت و تصرف میں ہے۔ اور یہ جملہ اللہ تعالیٰ کے تخت حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ اس کے اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے۔ سب کام اور انتظام برابر ہو۔ حق تعالیٰ کے اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجۂ کمال موجود ہے یعنی آسمان و زمین پر کامل قبضہ و اقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ و شہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے۔

چاند وسورج وغیرہ سے آخرت پر استدلال

آگے فرمایا گیا کہ چاند اور سورج سب فرمان الٰہی کے تابع ہیں اور ان کی رفتار مقدار مقررہ پر ہے یعنی مقررہ رفتار سے نہ کوئی آگے ہٹتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ ہر ایک کی چال اور منازل کے درجات مقررہ ہیں۔ اور قیامت تک اسی چال سے چلتے رہیں گے۔ اسی طرح تمام عالم کی چیزوں کے لئے اس نے قاعدہ اور قانون مقرر کر رکھے ہیں جن کے مطابق ہر چیز اپنا اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ اس مکمل اور حیرت انگیز نظام کی نشانیاں اللہ عزوجل نے تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دی ہیں تا کہ ان کو دیکھ کر انسانوں کو اللہ کے پاس جانے کا یقین ہو جائے۔ یہاں جن آثار کائنات کو پیش کیا گیا ہے ان کی یہ شہادت تو بالکل ظاہر ہے کہ اس عالم کا خالق اور مدبر ایک ہی ہے لیکن یہ بات کہ موت کے بعد دوسری زندگی۔ اور عدالت الٰہی میں انسان کی حاضری اور جزا و سزا کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبریں دی ہیں ان کے برحق ہونے پر بھی یہی آثار شہادت دیتے ہیں اور اس حقیقت پر خصوصیت کے ساتھ متنبہ کیا گیا ہے کہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین بھی تم کو انہی نشانیوں پر غور کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ جب اس عظیم الشان نظام سے ہم کو یہ شہادت ملتی ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا کمال درجہ کا حکیم ہے تو اس کی حکمت سے یہ بات بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ انسان کو ایک ذی عقل و شعور اور صاحب اختیار و ارادہ مخلوق بنانے کے بعد اور اپنی زمین کی بے شمار چیزوں پر تصرف کی قدرت عطا کرنے کے بعد اس کے کارنامۂ زندگی کا حساب نہ لے۔ ظالموں سے باز پرس اور مظلوموں کی دادرسی نہ کرے۔ نیکو کاروں کو جزا اور بدکاروں کو سزا نہ دے اور اس انسان سے کبھی یہ پوچھے ہی نہیں کہ جو بیش قیمت امانتیں میں نے تیرے سپرد کی تھیں ان کے ساتھ تو نے کیا معاملہ کیا۔ ایک باخبر مدبر، منصف اور طاقت ور گورنمنٹ باغیوں اور مجرموں کو ہمیشہ کے لئے یونہی آزاد نہیں چھوڑے رکھتی۔ اسی طرح وفادار، امن پسند رعایا کی راحت رسانی سے چشم پوشی نہیں اختیار کرتی۔ تو پھر کیسے ممکن ہے کہ خداوند قدوس جو زمین و آسمان کے تخت کا تنہا مالک اور اپنی تدبیر و حکمت سے تمام مخلوقات کا انتظام اس خوش اسلوبی سے قائم رکھنے والا ہو وہ مطیع اور عاصی کو یونہی مہمل چھوڑ دے۔ ضرور ہے کہ ایک دن وفاداروں کو وفاداری کا صلہ ملے اور مجرم اپنی سزا کو پہنچیں۔ پھر جب اس زندگی میں مطیع اور عاصی کے درمیان ہم ایسی صاف تفریق نہیں دیکھتے تو یقیناً ماننا پڑے گا کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جس میں سب کو آسمانی عدالت کے سامنے حاضر ہو کر عمر بھر کے اعمال کا پھل چکھنا ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهٰرًا ۖ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ

اور وہ ایسا ہے کہ اُس نے زمین کو پھیلایا۔اور اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے

فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَفِي الْأَرْضِ

شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کیلئے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں اور زمین میں

قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ

پاس پاس (اور پھر) مختلف قطعے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ ایک تنہ سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعضے میں دو تنے نہیں ہوتے

وَّاحِدٍ ۙ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾

سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے۔اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں ان امور میں سمجھداروں کے واسطے دلائل ہیں۔

وَهُوَ اور وہی	الَّذِي وہ۔جس	مَدَّ پھیلایا	الْأَرْضَ زمین	وَجَعَلَ اور بنایا	فِيهَا اس میں	رَوَاسِيَ پہاڑ جمع	وَأَنْهٰرًا اور نہریں	وَ اور	مِنْ سے
كُلِّ ہر ایک	الثَّمَرٰتِ پھل	جَعَلَ بنایا	فِيهَا اس میں	زَوْجَيْنِ جوڑے	اثْنَيْنِ دو دو قسم	يُغْشِي وہ ڈھانپتا ہے	الَّيْلَ رات	النَّهَارَ دن	
إِنَّ بیشک	فِي میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِّقَوْمٍ لوگوں کے لئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ جو غور وفکر کرتے ہیں	وَفِي اور میں	الْأَرْضِ زمین	قِطَعٌ قطعات	
مُّتَجٰوِرٰتٌ پاس پاس	وَّجَنّٰتٌ اور باغات	مِّنْ سے۔کے	أَعْنَابٍ انگور (جمع)	وَّزَرْعٌ اور کھیتیاں	وَّنَخِيْلٌ اور کھجور	صِنْوَانٌ ایک جڑ سے دوشاخ والی			
وَّغَيْرُ اور بغیر	صِنْوَانٍ دوشاخوں والی	يُّسْقٰى سیراب کیا جاتا ہے	بِمَآءٍ پانی سے	وَّاحِدٍ ایک	وَنُفَضِّلُ اور ہم فضیلت دیتے ہیں	بَعْضَهَا ان کا ایک			
عَلٰى پر	بَعْضٍ دوسرا	فِي میں	الْأُكُلِ ذائقہ	إِنَّ بیشک	فِي میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِّقَوْمٍ لوگوں کے لئے	يَّعْقِلُوْنَ عقل سے کام لیتے ہیں

زمین کی تخلیق سے قدرت الٰہی پر استدلال

گذشتہ آیت میں توحید کا مضمون شروع ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اونچے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کرنے والا چاند اور سورج کو مقررہ رفتار اور معین وقت تک چلانے والا۔ عالم کا انتظام کرنے والا محض اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا وہی لائق پرستش و الوہیت ہے۔گذشتہ آیت میں بلند آسمانوں کا ذکر ہوا تھا اور آسمانوں کے ساتھ چاند سورج کا بیان ہوا تھا۔اب زمین اور زمین کے مختلف احوال اور اس سے تعلق رکھنے والی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔گویا اللہ! عزوجل کی پہچان اور اس کی ہستی کی شہادت کی نشانیاں انسان کے گرد ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔

اوپر نظر اٹھایئے تو آسمان چاند سورج اور بے شمار ستارے زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہمارا بنانے والا بڑی قدرت وحکمت والا ہے۔ نیچے عالم دنیا پر نظر ڈالو تو اس زمینی نظام میں بہت سی نشانیاں ہیں جو اللہ کے پہچاننے کے لئے کافی ہیں۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے کیسی وسیع زمین پھیلائی پھر اس میں جگہ جگہ اپنے اپنے مقام پر جمے ہوئے پہاڑ بنائے۔ساتھ ہی اس میں دریا ندی نالے جاری کئے۔تو گویا زمین پہاڑ اور دریاؤں کا موجود ہونا ہی اللہ کے وجود کی روشن دلیل ہے۔ پھر مزید غور کرو گے تو دیکھو گے کہ تمہارے کام کی ساری چیزیں بھی اسی زمین میں پیدا ہوتی ہیں۔ کبھی تم نے سوچا کہ انہیں کون پیدا کرتا ہے۔انسان زیادہ سے زیادہ ہل چلا لیتا ہے بیج ڈال دیتا ہے اور بھی

کبھی پانی بھی دے دیتا ہے۔لیکن آگے انسان بالکل بے بس ہے یہ اللہ ہی ہے کہ اس سے پھل پیدا کرتا ہے اور پھل بھی طرح طرح اور قسم قسم کے یعنی کسی کو شیریں کسی کو ترش' کوئی چھوٹا کوئی بڑا۔ پھر ہر نوع کے پھل کی دو صفتیں پیدا کیں یعنی نر و مادہ جدید سائنسی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس عالم میں کوئی پھول اور پھل ایسا نہیں جس میں دونوں صفتیں نر و مادہ نہ پائی جاتی ہوں۔ پھر دن رات کے نظام کی طرف خیال کرو اللہ نے شب و روز کا سلسلہ قائم کیا۔ دن کی روشنی کو رات کی تاریکی سے وہی چھپاتا ہے۔ اور رات کی تاریکی کو دور کر کے دن کی روشنی سے وہی اجالا کرتا ہے۔ کیا یہ آپ ہی آپ ہوتا رہتا ہے؟ نہیں ان سب انتظامات اور تصرفات کے اندر نشانیاں ہیں جنہیں وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن میں سوچ وفکر کی عادت موجود ہے ان کا غور وفکر ان کو اس نتیجہ پر پہنچا کر رہتا ہے کہ ان سب کا بنانے والا پھر ان میں ایک دوسرے سے تعلق اور ربط پیدا کرنے والا ایک اللہ ہی ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے یہ سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ پھر زمین ایک ہے لیکن اس کے ٹکڑے مختلف ہیں باوجودیکہ باہم متصل ہیں مگر خاصیت' کیفیت' مزاج اور قابلیت میں جدا جدا ہیں۔ کوئی ٹکڑا شور ہے کوئی قابل زراعت کوئی سخت کوئی نرم کوئی سیاہ کوئی سرخ ایک ٹکڑا پتھریلا ہے تو دوسرا ریتلا تیسرا چکنی مٹی کا کسی ٹکڑے کا آدھا حصہ خراب ہے آدھا اچھا غرض باوجودیکہ مادہ کی یکسانی کے خواص جدا جدا ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ صرف اللہ کی قدرت علم و حکمت اور اختیار و ارادہ کے سبب سے پھر زمین پر مختلف اقسام کے درخت ہیں۔ باغ ہیں طرح طرح کی کھیتیاں ہیں ایک جڑ سے دو شاخہ نکلتا ہے کبھی تنہ ایک ہوتا ہے اور اوپر چل کر دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ہر شاخ کی شکل جدا پھلوں کی مقدار' نوعیت اور کیفیت میں بھی فرق۔ کوئی خوشبو دار اور لذیذ ہے کوئی بدبودار اور بدمزہ باوجودیکہ غذا سب کی ایک ہے۔ ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ ایک ہی سورج سے گرمی حاصل کرتے ہیں۔ زمین بھی ایک ہی ہے پھر یہ انواع اور اقسام کے پھل پیدا ہونا اللہ کی مشیت اور قدرت کی نشانی نہیں تو کیا ہے؟ یہ سب براہین قدرت ہیں۔ دلائل ربوبیت ہیں۔ شواہد صنعت ہیں۔ آثار الوہیت ہیں۔ لیکن کوتاہ فہم' کور بصیرت اور کند ذہن رکھنے والوں کے لئے نہیں بلکہ ہوش و حواس' بصیرت و دانش رکھنے والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ سوچتے ہیں سمجھتے ہیں اور غور کرتے ہیں اور مصنوعات سے صانع پر استدلال کرتے ہیں جس سے اس نتیجہ پر پہنچنا اٹل ہے کہ اللہ موجود ہے اور قادر مطلق ہے۔

انسان کی مختلف طبیعت

بعض علمائے تابعین سے منقول ہے کہ یہی مثال بنی آدم کی ہے۔ باوجودیکہ سب کی اصل ایک ہے مگر خیر و شر' ایمان و کفر میں مختلف ہیں۔ کوئی خبیث ہے اور کوئی طیب اور جس طرح پانی زمین کے مختلف قطعات میں مختلف اثر پیدا کرتا ہے اسی طرح کلام الٰہی مختلف قلوب میں مختلف اثر پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا یعنی یہ قرآن مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور یہی قرآن ظالموں کو خسارہ میں بڑھاتا ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی توحید و معرفت کاملہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور ہم کو وہ دل و دماغ عطا فرماویں کہ جو ہر شے میں اللہ رب العزت کی قدرت و حکمت کو دیکھیں۔ یا اللہ! یہ وسیع زمین جو آپ نے پھیلا رکھی ہے اور جس پر پہاڑ جما دیئے ہیں اور جس میں دریا' ندی نالے بہا رکھے ہیں اور جس زمین سے طرح طرح کے پھل پھلا رکھے ہیں۔ باغات کھیتیاں اور چمن پیدا کر رہے ہیں یہ سب آپ کے وجود عالی کی روشن نشانیاں ہیں۔ یا اللہ! اپنی ان مصنوعات پر غور و فکر کرنے اور اس کے نتیجہ میں اپنی توحید کو مضبوط کرنے کی سمجھ اور توفیق ہم کو عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور اگر آپ کو تعجب ہو تو واقعی اُن کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم خاک ہوگئے کیا پھر ہم (ازسرنو پیدا ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵

اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے۔اور ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ

اور یہ لوگ عافیت سے پہلے آپ سے مصیبت کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) واقعات عقوبت گذر چکے ہیں۔اور یہ بات بھی یقینی ہے

لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بیجا حرکتوں کے معاف کردیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے۔اور یہ کفار یوں کہتے ہیں

كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷

کہ ان پر خاص معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔

وَاِنْ اور اگر	تَعْجَبْ تم تعجب کرو	فَعَجَبٌ تو عجب	قَوْلُهُمْ انکا کہنا	ءَاِذَا کیا جب	كُنَّا ہوگئے ہم	تُرٰبًا مٹی	ءَاِنَّا کیا ہم یقیناً	لَفِيْ خَلْقٍ زندگی پائینگے
جَدِيْدٍ نئی	اُولٰٓئِكَ وہی	الَّذِيْنَ جو لوگ	كَفَرُوْا منکر ہوئے	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے	وَاُولٰٓئِكَ اور وہی ہیں	الْاَغْلٰلُ طوق جمع	فِيْٓ میں	اَعْنَاقِهِمْ انکی گردنیں
وَاُولٰٓئِكَ اور وہی ہیں	اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے	هُمْ وہ	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے	وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ اور وہ تم سے جلدی مانگتے ہیں			
بِالسَّيِّئَةِ برائی۔عذاب	قَبْلَ الْحَسَنَةِ بھلائی رحمت سے پہلے	وَ اور۔حالانکہ	قَدْ خَلَتْ گزر چکی ہیں	مِنْ سے	قَبْلِهِمْ ان سے قبل	الْمَثُلٰتُ سزائیں		
وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لَذُوْ مَغْفِرَةٍ البتہ مغفرت والا	لِّلنَّاسِ لوگوں کیلئے	عَلٰي پر	ظُلْمِهِمْ ان کا ظلم	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	
لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ البتہ سخت عذاب دینے والا	وَيَقُوْلُ اور کہتے ہیں	الَّذِيْنَ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا۔کافر	لَوْ کیوں	لَآ اُنْزِلَ نہ اتری	عَلَيْهِ اس پر		
اٰيَةٌ کوئی نشانی	مِنْ سے	رَّبِّهٖ اس کا رب	اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں	اَنْتَ تم	مُنْذِرٌ ڈرانے والے	وَ اور	لِكُلِّ قَوْمٍ ہر قوم کے لئے	هَادٍ ہادی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کفار کے تین شبہات

کفار مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر تین شبہات تھے اور ان تینوں شبہات کے جوابات مع وعید و تہدید کے ان آیات میں دیئے گئے ہیں۔ پہلا شبہ کفار کا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تعلیم دیتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا اور یہ عقل میں نہیں آتا کہ جب ہم مرکر مٹی میں مل جائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا ہوسکتے ہیں۔ تو یہ کیسے نبی ہیں جو محال اور ناممکن کی خبر دیتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کو کہتے ہیں۔ دوسرا شبہ یہ تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو انکار نبوت پر جس عذاب کی آپ وعید سناتے ہیں وہ عذاب کیوں نہیں آتا؟ تیسرا شبہ یہ تھا کہ جن معجزات کی ہم فرمائش کرتے ہیں وہ کیوں نہیں ظاہر کئے جاتے۔ ان تینوں شبہات کے جوابات ان آیات میں دیئے گئے ہیں۔

پہلے شبہ کا جواب

پہلا شبہ یعنی آخرت اور بعث بعد الموت سے انکار کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ نادان و نافہم جو بڑے تعجب کے لہجہ میں کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم مر کر ایک بار خاک ہو گئے تو دوبارہ پھر مجسم ہو کر برآمد ہوں۔ تو دراصل حیرت اور تعجب کے قابل تو خود یہ ان کا انکار ہے یہ نادان اتنا نہیں سوچتے کہ جب خود انہی کے اقرار کے مطابق خدا مخلوق کو محض عدم سے پیدا کر چکا ہے اور برابر پیدا کرتا رہتا ہے تو اس کے لئے ان کا اعادہ یعنی دوبارہ پیدا کر دینا اور شکل دے دینا کیا مشکل ہے؟ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کر کے یہ لوگ دراصل خداوند قدوس کی شہنشاہی سے منکر ہیں تو ایسے باغیوں کا انجام یہی ہونا ہے کہ گلے میں طوق اور ہاتھ پیر میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ابدی جیل خانہ میں ڈال دیئے جائیں جو حقیقت میں ایسے ہی مجرموں کے لئے بنایا گیا ہے۔

دوسرے شبہ کا جواب

اس کے بعد دوسرے شبہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ کفار کہتے تھے کہ اگر آپ نبی ہیں تو جلدی عذاب منگا دیجئے۔ اس کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ پہلے بہتیری قوموں پر عذاب آ چکے ہیں۔ تم پر عذاب آ جانا کیا مشکل ہے مگر بات صرف اتنی ہے کہ پروردگار اپنی شان حلم اور عفو سے ہر چھوٹے بڑے جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے ظلم و ستم دیکھتا اور درگزر کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ جب مظالم اور شرارتوں کا سلسلہ حد سے گزر جاتا ہے تو پھر اس کے تباہ کن عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

سب سے بڑھ کر امید افزا آیت

حضرت ابن عباسؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں سب سے بڑھ کر پر امید اور پر تسلی یہی آیت ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ اور بیشک آپ کا پروردگار لوگوں کے حق میں باوجود ان کی زیادتیوں کے صاحب مغفرت ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب

تیسرا شبہ کفار کا یہ تھا کہ جو معجزہ و نشانی ہم طلب کرتے ہیں وہ کیوں نہیں ظاہر کیا جاتا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ فرمائشی معجزات کا پورا کرنا یہ پیغمبر اور نبی کے اختیار میں نہیں۔ یہ تو خدائے ذوالجلال کا کام ہے۔ وہ جو معجزہ پیغمبر کی تصدیق کے لئے چاہے دکھلائے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت ثابت کرنے کے لئے صدہا معجزات ظاہر فرمائے اور کفار نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر یہ لوگ ضدی و عنادی ہیں کہ جو معجزہ انہیں دکھایا جاتا ہے اسے جادو کہہ دیتے ہیں۔ اور نئے معجزہ کی فرمائش کرتے ہیں اس لئے ان کی ہر ہر بات پر معجزہ دکھانا بالکل عبث ہے۔ الغرض نبی کا فرض اسی قدر ہے کہ خیر خواہی کی بات سنا دیں اور برائی کے مہلک انجام سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔ پہلے بھی ہر قوم کی طرف ہادی یعنی راہ بتانے والے اور نذیر یعنی ڈرانے والے آتے رہے ہیں ان میں سے یہ کسی کا دعویٰ نہیں کہ جو معجزہ معاندین طلب کریں گے وہ ضرور دکھلا کر رہیں گے۔ ہاں خدا کی راہ دکھانا ان کا کام تھا۔ وہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔ البتہ گزشتہ انبیاء وہ خاص خاص قوم کے لئے ہادی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی ہر قوم کے لئے ہادی ہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید و رسالت پر ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ حق تعالیٰ ہم کو اپنی تابعداری کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اور جو اللہ اور رسول کے احکام ہم تک پہنچیں بلا چوں و چرا اور شک و شبہ کے بغیر دل و جان سے ان کو تسلیم کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ

اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے ہے۔

بِمِقْدَارٍ ۞ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۞ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ

وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا عالیشان ہے۔ تم میں سے جو کوئی بات چپکے سے کہے

وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۞ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ

اور جو پکار کر کہے اور جو شخص کہیں رات میں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب برابر ہیں ہر شخص کیلئے کچھ فرشتے ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا

کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا

بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۞

جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔

اَللّٰهُ اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تَحْمِلُ جو پیٹ میں رکھتی ہے	كُلُّ اُنْثٰى ہر مادہ	وَمَا اور جو	تَغِيْضُ سکڑتا ہے	الْاَرْحَامُ رحم جمع وَمَا اور جو		
تَزْدَادُ بڑھتا ہے	وَكُلُّ اور ہر	شَيْءٍ چیز	عِنْدَهٗ اس کے نزدیک	بِمِقْدَارٍ ایک اندازہ سے	عٰلِمُ الْغَيْبِ جاننے والا ہر غیب			
وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	الْكَبِيْرُ سب سے بڑا	الْمُتَعَالِ بلند مرتبہ	سَوَآءٌ برابر	مِّنْكُمْ تم میں	مَنْ جو	اَسَرَّ آہستہ کہے	الْقَوْلَ بات	
وَمَنْ اور جو	جَهَرَ بِهٖ پکار کر۔ اسکو	وَمَنْ اور جو	هُوَ وہ	مُسْتَخْفٍ چھپ رہا ہے	بِالَّيْلِ رات میں	وَسَارِبٌ اور چلنے والا	بِالنَّهَارِ دن میں	
لَهٗ اسکے	مُعَقِّبٰتٌ پہرے دار	مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اس (انسان) کے آگے سے	وَ اور	مِنْ خَلْفِهٖ اس کے پیچھے سے	يَحْفَظُوْنَهٗ وہ اسکی حفاظت کرتے ہیں			
مِنْ سے	اَمْرِ اللّٰهِ اللہ کا حکم	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يُغَيِّرُ نہیں بدلتا	مَا جو	بِقَوْمٍ کسی قوم کے پاس	حَتّٰى یہاں تک کہ	يُغَيِّرُوْا وہ بدل لیں
مَا جو	بِاَنْفُسِهِمْ اپنے دلوں میں (اپنی حالت)	وَاِذَآ اور جب	اَرَادَ ارادہ کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	بِقَوْمٍ کسی قوم سے	سُوْٓءًا برائی	فَلَا مَرَدَّ تو نہیں پھرنا	
لَهٗ اسکے لئے	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ انکے لئے	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مِنْ وَّالٍ کوئی مددگار				

علم الٰہی کا کمال

ان آیات میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ وہ چیزیں جانتے ہیں تم نہیں جانتے مثلاً یہ وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کیسا ہے۔ نر ہے مادہ ہے۔ پورا ہے ادھورا ہے خوبصورت ہے یا بدصورت ایک ہے یا زیادہ پوری مدت میں پیدا ہوگا یا کم زیادہ میں۔ زندہ ہوگا یا مردہ غرض وہ ہر چیز کو ہر حالت میں اس کے اندازہ اور استعداد کے موافق قائم رکھتا ہے اور ہر مخفی چیز سے واقف ہے اور ہر کھلی چیز کو بھی جانتا ہے۔

صحیح بخاری ومسلم کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ۴۰ دن تک اس کی ماں

کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے پھر اتنے ہی دنوں تک بصورت جمے ہوئے خون کے رہتا ہے پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خالق کل ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے۔ جسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے اس کا رزق، عمر، نیک و بد ہونا۔ غرض ہر حالت، ہر کیفیت اور ہر نوعیت مقدر ہے اور کوئی چیز اس کے احاطۂ علمی سے خارج نہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے علم کے بموجب ہر چیز کا مخصوص اندازہ کر لیا اور وہی مخصوص اندازہ اس کے لئے مقدر فرما دیا۔

انسانوں کے اقوال وافعال کا علم

علم الٰہی کا عموم بیان کر کے بلحاظ مناسبت مقام انسانوں کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ تمہارے ہر قول وفعل کو ہمارا علم محیط ہے جو بات تم دل میں چھپاؤ یا آہستہ کہو اور جو علانیہ پکار کر کہو نیز جو کام رات کے اندھیرے میں پوشیدہ ہو کر کرو اور جو دن دہاڑے برسر بازار کرو۔ دونوں کی حیثیت علم الٰہی کے اعتبار سے یکساں ہے۔

انتظامات الٰہیہ کا کمال

آگے اللہ تعالیٰ کے کمال انتظام کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ہر حال میں براہ راست خود دیکھ رہا ہے اور وہ اس کی تمام حرکات وسکنات سے واقف ہے بلکہ مزید برآں اللہ کے مقرر کیے ہوئے نگران فرشتے بھی ہر شخص کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور اس کے پورے کارنامہ زندگی کا ریکارڈ محفوظ کرتے جاتے ہیں۔ تو گویا خدا کے فرشتے بطور نگہبان اور محافظ کے بندوں کے ارد گرد مقرر ہیں جو انہیں آفتوں اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں اور ان کے اعمال لکھتے جاتے ہیں جو پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے الگ دن کے الگ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔ داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے بائیں جانب والا برائیاں لکھتا ہے۔ یہ فرشتے انسان سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت اور حراست کرتے رہتے ہیں۔ یہ بدلتے رہتے ہیں رات کے الگ دن کے الگ۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے۔ دو کاتب اعمال دائیں بائیں اور دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ تم میں فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے اور دن کے اور ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے۔ جب فرشتے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں تو باوجود علم کے اللہ تبارک وتعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے۔ اسی بناء پر علماء نے لکھا ہے کہ بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر تھوڑی دیر مسجد میں ٹھہرنا مستحب ہے تاکہ دن رات دونوں باریوں کے فرشتے گواہی دیں کہ ہم نے فلاں فلاں بندوں کے مسجد میں پایا۔

حق جل شانہٗ نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہے۔ ہر چیز کے لئے ظاہر میں ایک سبب ظاہری پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ باطنی اسباب و ذرائع بھی پیدا کئے ہیں جن کو ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔ انہی باطنی اسباب میں یہ ملائکہ ہیں جو ہماری حفاظت کا ایک باطنی سبب ہیں۔ غیبی طور پر اللہ تعالیٰ نے ان ملائکہ حفاظت کو ہم سے بلائیں دفع کرنے کا ایک سبب و ذریعہ بنایا ہے۔ مومن کا کام یہ ہے کہ ان کے وجود پر ایمان لائے جیسے ہم کراماً کاتبین کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ نہ وہ ہمیں نظر آتے ہیں نہ ان کی کتابت کی حقیقت اور کیفیت کا ہم کو علم ہے۔ یہ تو بندوں کی سامان حفاظت کا ذکر تھا۔

مصائب کی وجوہات

اب آگے ان آفتوں اور مصیبتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو بداعمالیوں کی وجہ سے بندوں پر نازل ہوتی ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف

سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا۔ جب تک اپنی روش وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب وہ اپنی روش اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدل دیتے ہیں اور بجائے شکر نعمت کے کفران نعمت اور غفلت و معاصی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آفت و مصیبت آتی ہے۔ جب بندے اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کا سا معاملہ کرنے لگتے ہیں۔ بندے جب اپنی حالت بدل دیتے ہیں کہ بجائے طاعت کے معصیت کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے اپنے فضل وعنایت کو اٹھا لیتے ہیں جب کسی قوم میں علانیہ طور پر فسق و فجور اور بدکاری شائع ہو جائے تو وہ قوم بالآخر تباہی کا منہ دیکھتی ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے اور تاریخ اس کی گواہ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرے۔ یعنی قوم کی بدنیتی اور بداعمالی پر اپنی نعمت چھین کر ان کی ذلت وخواری کا ارادہ فرمائیں تو پھر وہ برائی کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی۔ نہ کسی کی مدد اس وقت کام دیتی ہے سوائے خدا کے کوئی مددگار نہیں ہوتا جو بلا کو دفع کر سکے۔ حتیٰ کہ وہ فرشتے جو ان کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کی حفاظت کے لئے کچھ غیبی فرشتے ہر وقت مقرر رہتے ہیں اور ان کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے اور جب تک انسان خود اپنی حالت نہ بگاڑے اللہ تعالیٰ اس کو برباد نہیں کرتا۔ جب وہ خود اسباب ہلاکت فراہم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمت چھین لیتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جو ظاہری و باطنی دینی و دنیوی نعمتیں ہم کو عطا کر رکھی ہیں ان پر حقیقی شکرگزاری کی ہم کو توفیق بھی عطا فرمائیں تا کہ ان نعمتوں میں ترقی ہو۔

یا اللہ! امت مسلمہ کے حق میں خیر کا فیصلہ فرما دیجئے۔ اور ہمارے بگڑے ہوؤں کو سنورنے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور دشمنان دین اسلام کے لئے عقوبت کے فیصلہ فرما دیجئے اور ان پر ایسی سزائیں جاری فرما دیجئے کہ جو کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچ سکے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ

وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور اُمید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں۔ اور رعد (فرشتہ) اس کی

الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ

تعریف کے ساتھ اسکی پاکی بیان کرتا ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے

وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

اور وہ لوگ اللہ کے باب جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے۔ سچا پکارنا اُسی کے لئے خاص ہے۔ اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَىْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ

وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا پانی اُس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہوتا کہ وہ اسکے

بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا

منہ تک (اُڑ کر) آجاوے اور وہ اس کے منہ تک آنے والا نہیں۔ اور کافروں کی (اُن سے) درخواست کرنا محض بے اثر ہے۔ اور اللہ ہی کے سامنے سب سرخم کئے ہوئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں

وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدۃ

اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں۔

هُوَ وہ	الَّذِىْ وہ جو کہ	يُرِيْكُمُ تمہیں دکھاتا ہے	الْبَرْقَ بجلی	خَوْفًا ڈرانے کو	وَطَمَعًا امید دلانے کو	وَيُنْشِئُ اور اٹھاتا ہے
السَّحَابَ بادل	الثِّقَالَ بوجھل	وَيُسَبِّحُ اور پاکیزگی بیان کرتی ہے	الرَّعْدُ گرج	بِحَمْدِهٖ اسکی تعریف کے ساتھ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے	
مِنْ سے	خِيْفَتِهٖ اس کے ڈر سے	وَيُرْسِلُ اور وہ بھیجتا ہے	الصَّوَاعِقَ گرجنے والی بجلیاں	فَيُصِيْبُ پھر گراتا ہے	بِهَا اسے	مَنْ جس
يَّشَآءُ وہ چاہتا ہے	وَهُمْ اور وہ	يُجَادِلُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِى اللّٰهِ اللہ کے بارے میں	وَهُوَ اور وہ	شَدِيْدُ سخت	الْمِحَالِ پکڑ
لَهٗ اس کو	دَعْوَةُ پکارنا	الْحَقِّ حق	وَالَّذِيْنَ اور جن کو	يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ وہ جواب نہیں دیتے
لَهُمْ ان کو	بِشَىْءٍ کچھ بھی	اِلَّا مگر	كَبَاسِطِ جیسے پھیلا دے	كَفَّيْهِ اپنی ہتھیلیاں	اِلَى الْمَآءِ پانی کی طرف	لِيَبْلُغَ تاکہ پہنچ جائے
فَاهُ اسکے منہ تک	وَمَا اور نہیں	هُوَ وہ	بِبَالِغِهٖ اس تک پہنچنے والا	وَمَا اور نہیں	دُعَآءُ پکار (جمع)	الْكٰفِرِيْنَ کافر (جمع) / اِلَّا سوائے
فِىْ میں	ضَلٰلٍ گمراہی	وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کو	يَسْجُدُ سجدہ کرتا ہے	مَنْ جو	فِىْ میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں / وَالْاَرْضِ اور زمین
طَوْعًا خوشی سے	وَّكَرْهًا یا ناخوشی سے	وَّظِلٰلُهُمْ اور ان کے سائے	بِالْغُدُوِّ صبح	وَ اور	الْاٰصَالِ شام	

قدرت الٰہیہ کا کمال

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے کمال عظمت قدرت وہیبت کا بیان فرمایا جارہا ہے۔ مقصود جس سے وہی توحید الوہیت کا ثابت کرنا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ الوہیت کا استحقاق اسی کو ہوسکتا ہے جس کی طاقت وقدرت سب سے بڑی ہو۔ جس میں نفع ونقصان پہنچانے کی قوت ہو۔ جو

مربی بھی ہو اور مصیبت کے وقت کام بھی آسکے۔ چنانچہ ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ صفات بلاشرکت غیرے بیان فرما کر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ وہی معبود برحق اور الٰہ مطلق ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تم بجلی کو چمکتے ہوئے دیکھتے ہو۔ تمہارے دل اس سے دہشت بھی کھاتے ہیں اور اس سے بارش کی امید بھی ہوتی ہے جس سے بڑے بڑے فائدے پہنچنے کی امید رکھتے ہو۔ اللہ اس کے ساتھ بھاری موسلادھار مینہ والے بادل آسمان پر اٹھاتا ہے۔ کڑک اور گرج کی آواز سنتے ہو۔ یہ رعد فرشتہ ہے جو اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بجلی کے کوڑے سے بادلوں کو ہانکتا ہے۔ رعد کی تسبیح اگرچہ انسان اور دیگر حیوانات نہیں سمجھتے۔ مگر ہیبت ناک آواز سب سنتے ہیں۔ بادل کی گرج اللہ کی قدرت و یکتائی کو بزبان حال بیان کرتی ہے اور دوسرے فرشتے اللہ کے ڈر سے اس کی تسبیح میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ برق و رعد اس کے قہر کی نشانیاں ہیں جس سے بندوں کو ڈراتا ہے۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ گرج کے ساتھ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گرا بھی دیتا ہے۔ مضبوط پہاڑ مضبوط مکان۔ اور سبز درخت کوئی چیز بھی اگر اس پر بجلی گر جائے تو سالم نہیں بچتی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی جبروتی طاقت ہے کہ دشمن اس کے قبضہ سے نکل نہیں سکتا۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک متکبر رئیس کے پاس دعوت اسلام کا پیغام بھیجا وہ متکبر بولا کہ اللہ کا رسول کون ہے؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا؟ تیسری مرتبہ جب اس نے یہ گستاخانہ الفاظ کہے تو فوراً ایک بادل اٹھا اور اس پر بجلی گری جس سے اس کی کھوپڑی اڑ گئی۔ اور جل کر ہلاک ہو گیا۔

انسان کی ناشکری و گمراہی

آگے بتلایا جاتا ہے کہ باوجود ان کھلم کھلا نشانیوں کے لوگ اللہ کی توحید کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ دنیا کی اکثر مشرک قومیں بجلی کی کڑک و گرج کو کسی دیوتا کے حربہ کی طرف منسوب کرتی ہیں۔ حالانکہ جس خدا کے نظام کائنات کی کارفرمائیاں اتنی عجیب اور عظیم ہوں اور جس کا اختیار اور اقتدار اتنا ہمہ گیر اور کامل ہو یہ نادان اسی خدا کے مقابلہ میں دوسروں کو لاتے ہیں اور اس کی ذات و صفات میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ وہ معبودان باطلہ جن کی پرستش اہل کفر و شرک کرتے ہیں ان کے اندر ہمہ گیر قدرت اور جبروتی طاقت ہونا تو درکنار اتنی بھی ان کو قدرت نہیں کہ اپنے پرستاروں اور پکارنے والوں کی دعا ہی قبول کر سکیں اور کسی قسم کا نفع پہنچا سکیں یا نقصان پہنچا سکیں یا نقصان دفع کر سکیں۔ حقیقی دعا صرف اللہ ہی کے حضور میں ہو سکتی ہے۔ سننے کی قوت، قبول کرنے کی قوت اسی اکیلے میں ہے اس کے علاوہ کسی اور سے دعا مانگنا حماقت محض نہیں تو اور کیا ہے۔ کسی اور میں کوئی اختیار ہی کب ہے؟ غیر خدا کے آگے عرض و نیاز کرنے اور داد فریاد کرنے کی مثال دی ہے کہ جیسے کوئی احمق پیاسا پانی جیسی بے جان اور بے ارادہ چیز کی طرف اسی امید پر ہاتھ پھیلائے رہے کہ پانی از خود اس کے منہ تک پہنچ کر اس کی پیاس بجھا دے گا تو اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہوگی۔

عقلمند کائنات میں غور کر کے معرفت الٰہی حاصل کرتے ہیں

اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ عالم میں انواع واقسام کی مخلوقات ہے اور ساری کی ساری اللہ کے مقرر کردہ نظام کے تابع ہے۔ کوئی چیز اس قانون قدرت کے باہر نہیں جا سکتی جو اس کے لئے مقرر ہے۔ کوئی اللہ کو مانے یا نہ مانے لیکن ہے اس کے حکم کے ماتحت۔ شعور رکھنے والی مخلوق ہو یا بے شعور سب قانون قدرت کے زیر حکم ہیں۔ کسی چیز کی ذات ہو یا اس کا سایہ کوئی ضابطۂ الٰہی سے خارج نہیں۔ تو بعض

عقلمند عالم کے اس عجیب نظام کو دیکھ کر اللہ کو پہچان لیتے ہیں۔اور اسکو دل سے مان لیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہم قدرت کے مکمل نظام سے نکل نہیں سکتے تو پھر اس کے قائم کرنے والے کا زبان سے اقرار کیوں نہ کریں اور دل سے اس کو یکتا اور وحدہٗ لاشریک لہٗ کیوں نہ مانیں۔چنانچہ وہ اپنی پیشانی عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے زمین پر رکھتے ہیں بعض لوگ جو اللہ کی ذات کو اس پر بھی نہیں پہچانتے لیکن وہ بھی اس کے مقرر کیے ہوئے قانون کے سامنے زبردستی سر جھکائے ہوئے ہیں۔اسی طرح زمین والوں کی پرچھائیاں بھی صبح وشام زمین پر پڑتی ہیں اور اپنی اس روش کو بدل نہیں سکتیں۔یعنی وہ بھی اللہ کے قانون سے باہر نہیں جاسکتیں۔

خلاصۂ آیات

یہاں نہایت بلیغ طرز بیان میں توحید کی تبلیغ فرمائی جارہی ہے اور تمام کائنات کے تابع حکم الٰہی ہونے کا اظہار فرمایا گیا اور غیر اللہ سے مدد مانگنے والوں کی حماقت کا اظہار کیا گیا اور اس امر کی صراحت فرمائی گئی کہ کل دنیا اللہ کے زیر حکم ہے کوئی بالارادہ اطاعت کرتا ہے کوئی بلا ارادہ اپنی فطرت کے لحاظ سے کیونکہ مخلوق اپنے ارادہ کو بدل سکتی ہے اپنی فطرت کو نہیں بدل سکتی پس عقلمند ہیں وہ لوگ جو بالقصد اور اپنے ارادہ سے اطاعت اپنے خالق کی اختیار کریں ورنہ نیچرل اطاعت تو تمام مخلوق ہی کرتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی حقیقی معرفت ہم سب کو نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنی اطاعت کاملہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! ہر معاملہ میں ہم آپ ہی سے مدد کے طلب کرنے والے ہوں اور حقیقی نفع پہچاننے والے اور نقصان سے بچانے والا آپ ہی کی ذات کو یقین کرنے والے ہوں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا

آپ کہیئے کہ آسمانوں اورزمین کا پروردگار کون ہے۔آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہے آپ یہ کہیئے کہ کیا پھر بھی تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار قرار دے رکھے ہیں

يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ

جوخود اپنی ذات کے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔آپ یہ بھی کہیئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتا ہے یا کہیں

تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ

تاریکی اور روشنی برابر ہوسکتی ہے۔یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسا خدا پیدا کرتا ہے پھر انکو پیدا (کرنا ایک سا معلوم ہوا ہو۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد ہے غالب ہے۔اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی نازل فرمایا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے

اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ

پھر وہ سیلاب خس وخاشاک کا بہا لایا جو اس کے اوپر ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور یا اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں

حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ

اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل (اوپر آجاتا) ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی اسی طرح کی مثال بیان کررہا ہے سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے

جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ ﴿۱۷﴾

اور جو چیز لوگوں کے کار آمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے۔اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کیا کرتے ہیں۔

قُلْ پوچھیں آپ	مَنْ کون	رَبُّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب	وَالْاَرْضِ اور زمین	قُلِ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ	قُلْ کہہ دیں	
اَفَاتَّخَذْتُمْ تو کیا تم بناتے ہو	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	اَوْلِيَآءَ حمایتی	لَا يَمْلِكُوْنَ وہ بس نہیں رکھتے	لِاَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں کیلئے			
نَفْعًا کچھ نفع	وَلَا ضَرًّا اور نہ نقصان	قُلْ کہہ دیں	هَلْ کیا	يَسْتَوِى برابر ہوتا ہے	الْاَعْمٰى نابینا اندھا	وَ اور	الْبَصِيْرُ بینا دیکھنے والا
اَمْ یا	هَلْ کیا	تَسْتَوِى برابر ہوجائیگا	الظُّلُمٰتُ اندھیرے جمع	وَالنُّوْرُ اور اجالا	اَمْ کیا	جَعَلُوْا وہ بناتے ہیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے
شُرَكَآءَ شریک	خَلَقُوْا انہوں نے پیدا کیا ہے	كَخَلْقِهٖ اسکے پیدا کرنے کی طرح	فَتَشَابَهَ تو مشتبہ ہوگئی	الْخَلْقُ پیدائش	عَلَيْهِمْ ان پر		
قُلِ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ	خَالِقُ پیدا کرنیوالا	كُلِّ شَىْءٍ ہر شے	وَهُوَ اور وہ	الْوَاحِدُ یکتا	الْقَهَّارُ زبردست غالب	
اَنْزَلَ اس نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَسَالَتْ سو بہہ نکلے	اَوْدِيَةٌ ندی نالے	بِقَدَرِهَا اپنے اپنے اندازہ سے		
فَاحْتَمَلَ پھر اٹھا لایا	السَّيْلُ نالہ	زَبَدًا جھاگ	رَّابِيًا پھولا ہوا	وَمِمَّا اور اس سے جو	يُوْقِدُوْنَ تپاتے ہیں	عَلَيْهِ اس پر	
فِى النَّارِ آگ میں	ابْتِغَآءَ حاصل کرنے "بنانے" کو	حِلْيَةٍ زیور	اَوْ یا	مَتَاعٍ اسباب	زَبَدٌ جھاگ	مِّثْلُهٗ اسی جیسا	كَذٰلِكَ اسی طرح

يَضْرِبُ بیان کرتا ہے	اللهُ اللہ	الْحَقَّ حق	وَالْبَاطِلَ اور باطل	فَأَمَّا سو	الزَّبَدُ جھاگ	فَيَذْهَبُ دور ہو جاتا ہے	جُفَآءً سوکھ کر	
وَأَمَّا اور لیکن	مَا يَنْفَعُ جو نفع پہنچاتا ہے	النَّاسَ لوگ	فَيَمْكُثُ تو ٹھہرا رہتا ہے وہ	فِي الْأَرْضِ زمین میں	كَذٰلِكَ اسی طرح			
	يَضْرِبُ بیان کرتا ہے	اللهُ اللہ	الْأَمْثَالَ مثالیں					

مشرکین کی لاجوابی

گذشتہ آیات سے برابر توحید کی حقیقت کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جس سے شرک کا بطلان بطور خود ثابت ہو جاتا ہے۔ اب مشرکین پر اتمام حجت کے لئے ان سے مناظرہ کا حکم دیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے کہیئے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ مشرکین عرب باوجودیکہ بت پرستی کرتے تھے مگر قائل وہ بھی اس بات کے تھے کہ زمین اور آسمان کا رب اللہ ہے۔ لہٰذا اس سوال کا جواب وہ انکار کی صورت میں نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ یہ انکار خود ان کے اپنے عقیدے کے خلاف تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر وہ اقرار کی صورت میں بھی اس کا جواب دینے سے کتراتے تھے۔ کیونکہ اقرار کے بعد توحید کا ماننا لازم آ جاتا تھا اور شرک کے لئے کوئی معقول بنیاد باقی نہیں رہتی تھی۔ اس لئے وہ اس سوال کے جواب میں چپ سادھ جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان سے پوچھئے زمین و آسمان کا خالق کون ہے؟ کائنات کا رب کون ہے؟ تم کو رزق دینے والا کون ہے؟ پھر حکم دیا جاتا ہے کہ اے نبی آپ خود اس سوال کے جواب میں کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین کا رب اللہ ہے۔ یعنی اے مشرکین جب تم خود ربوبیت کا اقرار صرف خدا کے لئے کرتے ہو تو پھر مدد کے لئے دوسرے حمایتی کہاں سے تجویز کر لئے حالانکہ وہ ذرہ برابر نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ اے مشرکین ذرا سوچو تو سہی کہ کتنی نامعقول بات ہے۔

مومن و مشرک کا فرق

پھر توحید پر قائم رہنے والے مومن اور مشرک کے درمیان فرق بتلایا جاتا ہے۔ جیسے بینا اور نابینا اور توحید و شرک کا مقابلہ ایسا سمجھو جیسے نور و ظلمات تو کیا ایک اندھا مشرک جو شرک کی اندھیریوں میں پھنسا ہو وہ ایک مومن جو نور ایمان سے آراستہ ہے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز دونوں ایک نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ پھر مشرکین سے ایک سوال اور کیا جاتا ہے کہ جیسی مخلوقات خدا تعالیٰ نے پیدا کی کیا تمہارے باطل معبودوں نے بھی کوئی ایسی چیز پیدا کی ہے؟ وہ تو ایک مکھی کا پر اور ایک مچھر کی ٹانگ بھی نہیں بنا سکتے۔ بلکہ تمام چیزوں کی طرح خود بھی اسی زبردست اکیلے خدا کی مخلوق ہیں۔ پھر ایسی عاجز و مجبور چیزوں کو خدائی کے تخت پر بٹھانا کس قدر گستاخی کور شور چشمی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ ہر چیز کا بنانے والا اللہ ہے اور وہ ذات و صفات میں یکتا ہے اور کوئی اس کے برابر نہیں وہ سب پر غالب ہے اور اس کے سوا جو ہے وہ مغلوب ہے اور مغلوب خدا معبود نہیں ہو سکتا۔ تو یہاں استحقاق الوہیت کے عام ضابطہ کا بیان فرمایا گیا ہے کہ جو خالق' مربی اور نفع نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو وہی معبود و الٰہ ہونے کا مستحق ہے۔

حق و باطل کے فرق کی دو مثالیں

ایک مثال تو یہ ہے کہ آسمان سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے ہر نالہ میں اس کے ظرف اور گنجائش کے موافق پانی جاری ہوا۔ چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ۔ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو کوڑا کرکٹ اور گھاس پھونس پانی کی سطح پر بہا لایا۔ دوسری مثال یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جیسے تیز آگ میں چاندی' تانبا' لوہا اور دوسری دھاتیں پگھلاتے ہیں تاکہ زیور برتن اور ہتھیار

وغیرہ تیار کریں اس میں بھی میل کچیل اور جھاگ اوپر اٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد میل کچیل علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور جو اصلی اور کارآمد چیز تھی وہی باقی رہ جاتی ہے جس سے مختلف طور پر لوگ نفع اٹھاتے ہیں۔ یہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو۔ جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو انسانوں کے قلوب اپنے اپنے ظرف واستعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق و باطل جب باہم بھڑ جاتے ہیں تو جس طرح میل کچیل یا کوڑا کرکٹ اوپر آ جاتا ہے اور بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن ایسا عارضی ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد جو اصلی کارآمد چیز تھی وہی رہ جاتی ہے۔

یہاں دو مثالیں دی گئی ہیں اور ان کے ذریعہ سے سمجھایا گیا کہ جب حق و باطل دنیا میں باہم ٹکراتے ہیں اور دونوں کا مقابلہ ہوتا ہے تو گو تھوڑی دیر کے لئے باطل اونچا اور اوپر ہوتا نظر آتا ہے لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر اور غالب ہو کر رہے گا۔ کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ انجام کار حق ہی خالص چیز کی طرح ثابت و قائم رہے گا۔ تو سمجھانا ان مثالوں سے یہ مقصود ہے کہ گو حق کے ساتھ دنیا میں باطل بھی موجود ہے لیکن جس طرح تم پانی اور سونے چاندی وغیرہ کو نافع سمجھ کر ان کی قدر کرتے ہو اور کوڑا کرکٹ اور میل کچیل کی پرواہ نہیں کرتے یونہی تم حق کی قدر کرو کیونکہ وہ نافع ہے اور باطل کو میل کچیل کی طرح دور ہونے دو اور اس کی پروانہ کرو۔

یہاں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ناحق اور کفر کا اگرچہ عارضی چند روزہ تسلط ہو جائے تو اہل ایمان کو اس سے شکستہ دل نہ ہونا چاہئے تھوڑی مدت میں حق نمایاں ہو کر رہے گا اور پھر حق کا ظہور دیرپا ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو توحید اور ایمان واسلام کی دولت سے نوازا۔ اور شرک و کفر کی لعنت سے بچایا۔

یا اللہ! ہم کو تا زیست حق پر قائم رہنے اور اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرما اور باطل سے گریز اور بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہر طرح کے نفع و نقصان کا اختیار آپ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ ہم کو اس پر یقین کامل نصیب فرما اور نفع و نقصان کے ہر معاملہ میں اپنی ہی ذات عالی کی طرف رجوع ہونے کی ہم کو توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ! بیشک حق اور باطل دنیا میں آپ ہی کی حکمت و مشیت سے دونوں چل رہے ہیں یا اللہ اس وقت باطل کو جو عارضی فروغ جہاں نصیب ہوا اس کو دور فرما اور حق کو غلبہ عطا فرما۔

یا اللہ! باطل کو میل کچیل کی طرح پھینکا جانا نصیب فرما اور حق کو قابل قدر جان کر اس کو اپنانا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؕ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ

جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا اُن کے واسطے اچھا بدلہ ہے۔اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں

جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ۬ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ وَبِئْسَ

اور اس کے ساتھ اُسی کی برابر اور بھی ہوتو وہ سب اپنی رہائی کیلئے دے ڈالیں۔ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا۔اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔اور وہ برا قرار گاہ ہے۔

الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰىؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہوسکتا ہے جو کہ اندھا ہے پس نصیحت تو سمجھ دار

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ﴿۲۰﴾

ہی لوگ قبول کرتے ہیں۔یہ سمجھدار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ اُنہوں نے عہد کیا ہے اسکو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو توڑتے نہیں۔

لِلَّذِیْنَ ان کے لئے جنہوں نے	اسْتَجَابُوْا انہوں نے مان لیا	لِرَبِّهِمْ اپنے رب (کا حکم)	الْحُسْنٰى بھلائی	وَالَّذِیْنَ اور جن لوگوں نے			
لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا نہ مانا	لَهٗ اس کا حکم	لَوْ اگر	اَنَّ یہ کہ	لَهُمْ انکے لئے انکا	مَا فِی الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں	جَمِیْعًا سب	وَمِثْلَهٗ اور اس جیسا
مَعَهٗ اسکے ساتھ	لَافْتَدَوْا کہ فدیہ میں دیدیں	بِهٖ اس کو	اُولٰٓئِكَ وہی ہیں	لَهُمْ ان کیلئے	سُوْٓءُ برا	الْحِسَابِ حساب	وَمَاْوٰىهُمْ اور ان کا ٹھکانہ
جَهَنَّمُ جہنم	وَبِئْسَ اور برا	الْمِهَادُ بچھانا (جگہ)	اَفَمَنْ پس کیا جو	یَعْلَمُ جانتا ہے	اَنَّمَا کہ جو	اُنْزِلَ اُتارا گیا	اِلَیْكَ تمہاری طرف
مِنْ سے	رَبِّكَ تمہارا رب	الْحَقُّ حق	كَمَنْ اُس جیسا	هُوَ وہ	اَعْمٰى اندھا	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	یَتَذَكَّرُ سمجھتے ہیں
اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے	الَّذِیْنَ وہ جو کہ	یُوْفُوْنَ پورا کرتے ہیں	بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کا عہد	وَ اور	لَا یَنْقُضُوْنَ وہ نہیں توڑتے	الْمِیْثَاقَ پختہ قول وقرار	

اہل حق واہل باطل کی علامات

گذشتہ آیات میں دو مثالوں کے ذریعے حق و باطل کا حال بیان فرمایا گیا تھا۔ اب اہل حق اور اہل باطل کی علامات و صفات اور ان کے اچھے برے اعمال اور ان کی جزاوسزا کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔

کہ جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی دعوت کو برضا و رغبت قبول کیا یعنی توحید کو اختیار کرلیا اور رسالت کو بھی مان لیا اور غیر اللہ سے منہ موڑ کر اللہ کے ہو رہے اور جو آب ہدایت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا تھا اس کو نوش جان کیا اور شبہات و وساوس کا جو میل کچیل اور خس و خاشاک اس میں سے باہر سے آ لگا تھا اس کو ہدایت کے اوپر سے اتار کر پھینک دیا تو ایسے لوگوں کے لئے بہتری ہی بہتری ہے۔ دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔اور انجام میں اچھا بدلہ یعنی جنت مقرر ہے۔اور جن لوگوں نے اللہ کی دعوت حق کو قبول نہیں کیا اور اپنی کفر و معصیت پر قائم رہے نہ رسول پاک کو مانا نہ قرآن کی صداقت کا اقرار کیا۔ نہ عقائد اسلامیہ کی تصدیق کی تو ان لوگوں کا نتیجہ بہت برا ہوگا۔ یہاں دنیا میں تو خیر جس طرح گزرے لیکن آخرت میں ان کی گھبراہٹ اور پریشانی کا یہ عالم ہوگا کہ اگر تمام دنیا کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں بلکہ اسی قدر اور بھی تو تمنا کریں گے کہ ہم سب فدیہ میں دے کر اس پریشانی اور عذاب آخرت سے چھوٹ جائیں۔ مگر یہ کہاں ممکن ہوگا۔ اول تو ان کے پاس مال کہاں دھرا ہوگا اور اگر بفرض محال ہو بھی تو قبول کہاں سے ہوسکتا ہے۔ پھر جب ان

کے حساب کا وقت آئے گا تو ان کا حساب بھی سخت ہوگا۔ یعنی سختی سے ان کے اعمال کا محاسبہ اور مناقشہ ہوگا اور ذرہ ذرہ پر مواخذہ اور باز پرس ہوگی اور بات بات پر پوری طرح پکڑے جائیں گے۔ پھر نتیجہ میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ کافر چونکہ چشم بصیرت سے کورا ہے اس لئے اس کو راہ ہدایت نظر نہیں آتی اور مومن بینا اور عاقل ہے وہ اپنی عقل سے حق و باطل کا فرق سمجھتا ہے اور چشم بصیرت سے آیات بینات کو دیکھتا ہے۔ ایماندار آنکھوں والے ہیں اور کافر اندھے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بینا اور نابینا برابر نہیں۔ اسی طرح سمجھو کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جن کی آنکھوں میں بینائی ہے اور جن کی عقلیں خالص ہیں وہی نور بصیرت سے اشیاء کے حقائق اور دقائق کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں عقلمند اور سمجھدار یہی لوگ ہیں۔

عقلمندوں کی صفات

اب ان اہل عقل کی صفات ذکر فرمائی جاتی ہیں کہ وہ کیسے ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال کیا ہوتے ہیں۔ دنیا میں ان کی سیرت اور کردار کا کیا رنگ ہوتا ہے۔ ان اہل عقل سمجھدار اور فہیم لوگوں کی پہلی شناخت اور صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ لوگ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اس سے مراد وہ تمام عہد و پیان ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لئے ہیں جن میں سب سے پہلا وہ عہد ربوبیت ہے جو ازل میں تمام ارواح کو حاضر کر کے لیا گیا تھا۔ الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ جس کے جواب میں سب نے یک زبان ہو کر کہا تھا۔ بلیٰ یعنی کیوں نہیں آپ ضرور ہمارے رب ہیں۔ اسی طرح تمام احکام الٰہیہ کی اطاعت۔ تمام فرائض کی ادائیگی اور تمام ناجائز چیزوں سے اجتناب کی منجانب اللہ وصیت اور بندوں کی طرف سے اس کا اقرار مختلف آیات قرآن میں مذکور ہے۔

دوسری صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ کسی عہد و میثاق کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اس میں وہ عہد و پیان بھی داخل ہیں جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں جن کا ذکر اوپر پہلی صفت میں ہوا اور وہ عہد بھی شامل ہیں جو امت کے لوگ اپنے نبی اور رسول سے کرتے ہیں اور وہ معاہدہ بھی شامل ہیں جو ایک انسان دوسرے انسان سے کرتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ تازیست ہم کو بھی اہل حق میں شامل رکھیں اور اہل باطل سے علیحدہ رکھیں یا اللہ ہمارا حساب آسان اور پردہ پوشی کے ساتھ فرمایئگا اور ہم سب کو اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے گا۔

یا اللہ! ہم کو اپنے کئے ہوئے عہد کو ہمہ وقت یاد رکھنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور بدعہدی کی مذموم خصلت سے کامل طور پر بچنے کی توفیق و ہمت عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾

اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے سے

وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسنِ سلوک سے ٹال دیتے ہیں اُس جہان میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے۔ یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں

يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ

جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو لائق ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس

عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ہر دروازہ سے آتے ہوں گے۔ کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔

وَ اور	اَلَّذِيْنَ وہ جو کہ	يَصِلُوْنَ جوڑے رکھتے ہیں	مَا جو	اَمَرَ اللّٰهُ اللہ نے حکم دیا	بِهٖ اس کا	اَنْ کہ	يُّوْصَلَ جوڑا جائے	وَ اور
يَخْشَوْنَ وہ "ڈرتے" ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	وَيَخَافُوْنَ اور خوف کھاتے ہیں	سُوْۗءَ برا	الْحِسَابِ حساب	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	صَبَرُوا انہوں نے صبر کیا		
ابْتِغَاۗءَ حاصل کرنے کیلئے	وَجْهِ خوشی	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَاَقَامُوا اور انہوں نے قائم کی	الصَّلٰوةَ نماز	وَ اور	اَنْفَقُوْا خرچ کیا	مِمَّا اس سے جو	
رَزَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	سِرًّا پوشیدہ	وَّعَلَانِيَةً اور ظاہر	وَّيَدْرَءُوْنَ اور ٹال دیتے ہیں	بِالْحَسَنَةِ نیکی سے	السَّيِّئَةَ برائی			
اُولٰۗىِٕكَ وہی ہیں	لَهُمْ ان کیلئے	عُقْبَى الدَّارِ آخرت کا گھر	جَنّٰتُ باغات	عَدْنٍ ہمیشگی	يَّدْخُلُوْنَهَا اور اس میں داخل ہونگے			
وَمَنْ اور جو	صَلَحَ نیک ہوئے	مِنْ سے "میں"	اٰبَاۗىِٕهِمْ انکے باپ دادا	وَاَزْوَاجِهِمْ اور ان کی بیویاں	وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کی اولاد			
وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ اور فرشتے	يَدْخُلُوْنَ داخل ہوں گے	عَلَيْهِمْ ان پر	مِنْ سے	كُلِّ بَابٍ ہر دروازہ	سَلٰمٌ سلامتی	عَلَيْكُمْ تم پر		
بِمَا اس لئے کہ	صَبَرْتُمْ تم نے صبر کیا	فَنِعْمَ پس خوب	عُقْبَى الدَّارِ آخرت کا گھر					

عقلمندوں کی مزید صفات

گذشتہ آیات میں دو صفات اور شناخت سمجھدار اور عقلمند یعنی مؤمنین کی بیان کی گئی تھیں۔ اول یہ کہ سمجھدار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ انہوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں دوسرے یہ کہ جو عہد کرتے ہیں اس کو توڑتے نہیں۔

اب یہاں ان آیات میں ان کی مزید چند صفات اور آخرت کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔

صلہ رحمی کرنا

تیسری صفت بتلائی جاتی ہے کہ جس چیز کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو جوڑے رکھتے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے رشتہ اور قرابتداری کے حقوق کی نگہداشت مراد ہے یعنی

صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے تعلقات اسی طرح قائم کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں متعدد جگہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں خصوصیت سے صلہ رحمی کی تاکیدیں فرمائی ہے اور تعلقات کے توڑنے پر خصوصی وعیدیں فرمائی ہیں قرآن پاک میں کئی جگہ صلہ رحمی بالخصوص والدین کے حقوق کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح قطع رحمی بالخصوص والدین کے ساتھ بدسلوکی پر سخت تنبیہ بھی فرمائی گئی ہے۔

خوف خداوندی

چوتھی صفت بیان کی گئی کہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ اس لئے جو نیکیاں کرتے ہیں وہ فرمان خدا سمجھ کر کرتے ہیں اور جو برائیاں چھوڑتے ہیں وہ خدا کی نافرمانی سمجھ کر چھوڑتے ہیں۔

خوف آخرت

پانچویں صفت بتلائی گئی کہ وہ آخرت کے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔ یعنی یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ جب آخرت میں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا تو کیا صورت پیش آوے گی۔

صبر واستقلال

چھٹی صفت یہ بیان کی گئی کہ اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہر تکلیف و مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور ان ممنوعات سے نفس کو روکتے ہیں جن کی خواہش ہوتی ہو یعنی اپنے جذبات و میلانات کو حدود شرعیہ کا پابند بناتے ہیں۔ کسی سختی سے گھبرا کر یا کسی لالچ میں آ کر طاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹاتے اور نہ معصیت کی طرف جھکتے ہیں اور یہ سب صبر و استقلال محض حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ دکھلاوے یا اس لئے نہیں کہ دنیا انہیں بہت صابر اور مستقل مزاج کہے اور نہ اس لئے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا۔ مجبور ہو گئے تو صبر کر کے بیٹھ رہے مثلاً کوئی شخص چوری کی نیت سے کسی مکان میں داخل ہو گیا مگر وہاں چوری کا موقع نہ ملا صبر کر کے واپس آ گیا۔ تو غیر اختیاری صبر کوئی مدح و ثواب کی چیز نہیں۔ ثواب جبھی ہے کہ جب گناہ سے بچنا خدا کے خوف اور اس کی رضا جوئی کے سبب ہو۔

نمازوں کی پابندی

ساتویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں یعنی ٹھیک وقت پر پابندی کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔ ظاہری و باطنی آداب و رعایت کے ساتھ۔

صدقات وخیرات کرنا

آٹھویں صفت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے صدقات خیرات زکوٰۃ غرض جملہ مالی حقوق ادا کرتے ہیں۔ فقراء محتاج مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ اور چھپے کھلے دن رات وقت بے وقت برابر راہ اللہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ حسب موقع و مصلحت کبھی اس خرچ کا اظہار بھی کر دیتے ہیں اور کبھی اسے مخفی بھی رکھتے ہیں۔

برائی کا جواب بھلائی سے دینا

نویں صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ بدسلوکی کو اچھے برتاؤ سے دفع کرتے ہیں۔ یعنی برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں۔ کوئی ظلم کرتا ہے تو یہ معاف کرتے ہیں بشرطیکہ معافی سے برائی کے ترقی کرنے کا اندیشہ نہ ہو۔ بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں اگر کبھی کوئی برا کام ہو جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں بھلا کام یعنی توبہ اور اس گناہ کی تلافی کر لیتے ہیں اسی معنی میں ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اپنے طرز عمل کو لوگوں کے طرز عمل کا تابع بنا کر نہ رکھو۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھلائی کریں گے اور لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے۔ تم اپنے نفس کو ایک

قاعدہ کا پابند بناؤ۔ اگر لوگ نیکی کریں تو تم نیکی کرو اور اگر لوگ تم سے بدسلوکی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔

مذکورہ صفات والوں کا انجام

اہل فہم ودانش کی یہ صفات بیان کر کے ان کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو آخرت میں آرام و راحت کی دائمی زندگی نصیب ہوگی۔ یعنی جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ آگے جنت کی بشارت کے ساتھ ایک مزید خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ ایسے کاملین کو جن کی صفات اوپر بیان ہوئیں جنت میں ایک نعمت و مسرت یہ حاصل ہوگی کہ وہ اور ان کے ماں باپ اولاد بیویاں جو اپنی نیکی کی بدولت دخول جنت کے لائق ہوں سب اکٹھے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان متعلقین میں سے اگر کوئی کم رتبہ کا ہوگا تو حق تعالیٰ اپنی نوازش ومہربانی سے درجہ بڑھا کر ان متعلقین کو بھی اس مرد کامل کے پاس پہنچا دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح موجود ہو تو تعلق قرابت سے جنت کے درجات میں ترقی ممکن ہے۔ یہاں آیت میں وَمَنْ صَلَحَ اور جو نیک ہوئے کی شرط نے یہ صاف کر دیا کہ اہل جنت سے مطلق قرابت کا تعلق مغفرت کے لئے کافی نہیں۔ مغفرت تو ایمان پر مرتب ہو گی البتہ جنت میں ترقی درجات ومراتب کی گنجائش اعزہ واقربا کی شفاعت کی بناء پر ہے۔ اور اللہ کے مقبول بندوں کی رعایت وبرکت سے بلند مقام پر پہنچا دیا جائے گا۔

آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان کاملین کی تعظیم وتکریم کے لئے فرشتے ہر طرف سے آ آ کر سلام کریں گے۔ اور مبارکباد دیں گے اور کہیں گے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ یعنی فرشتے کہیں گے تم نے دنیا میں اللہ کے احکام بجالانے میں اور وہاں کی عارضی تکلیفیں اٹھانے میں جو صبر سے کام لیا تھا اس کے بدلہ میں یہاں کی سلامتی، خوشی اور دائمی راحت مبارک ہو اور یہ گھر اس دنیا سے کتنا اچھا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبور شہداء پر تشریف لے جاتے تو یہی آیت پڑھتے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ یعنی سلامتی تم پر تمہارے صبر کے بدلے سو عاقبت کا گھر خوب ملا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی ان مومنین کاملین کے گروہ میں شامل فرمائیں جن کی صفات ان آیات میں بیان ہوئیں۔ یا اللہ! ہمیں بھی ان خصائل محمودہ اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے۔ جن کا مطالبہ یہ قرآنی آیات کر رہی ہیں۔ یا اللہ! جس انجام کی بشارت ان آیات میں دی گئی ہے۔ وہ حسن انجام ہم سب کو نصیب فرما اور ہمارے ماں باپ، بیوی بچوں اور عزیز واقربا کو بھی اپنے کرم سے جنت میں ہمارے ساتھ رہنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ

اور جو لوگ خداتعالیٰ کے معاہدوں کو اُن کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خداتعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے

اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۲۵ اَللّٰهُ يَبْسُطُ

ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کیلئے اُس جہان میں خرابی ہوگی اللہ جس کو چاہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۲۶

زیادہ رزق دیتا ہے اور تنگی کر دیتا ہے اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں۔ اور یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	يَنْقُضُوْنَ توڑتے ہیں	عَهْدَ اللّٰهِ اللہ کا عہد	مِنْ بَعْدِ اس کے بعد	مِيْثَاقِهٖ اس کو پختہ کرنا	وَيَقْطَعُوْنَ اور وہ کاٹتے ہیں	
مَا جو	اَمَرَ اللّٰهُ اللہ نے حکم دیا	بِهٖ اس کا اَنْ کہ	يُّوْصَلَ وہ جوڑا جائے	وَيُفْسِدُوْنَ اور وہ فساد کرتے ہیں	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اُولٰٓئِكَ یہی ہیں
لَهُمُ ان کے لئے	اللَّعْنَةُ لعنت	وَلَهُمْ اور ان کے لئے	سُوْٓءُ الدَّارِ برا گھر	اَللّٰهُ اللہ	يَبْسُطُ کشادہ کرتا ہے	الرِّزْقَ رزق
لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لئے وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے	وَفَرِحُوْا اور وہ خوش ہیں	بِالْحَيٰوةِ زندگی سے	الدُّنْيَا دنیا	وَمَا اور نہیں	
	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	فِي (مقابلہ) میں	الْاٰخِرَةِ آخرت	اِلَّا صرف	مَتَاعٌ متاع حقیر	

بے عقلوں و بدبختوں کی صفات وانجام

گذشتہ آیات میں اہل دانش' مومنین' کاملین کی صفات اور خوبیاں اور ان کا آخری انجام بیان فرمایا گیا تھا۔ اب ان کے مقابل کم فہم' بدبخت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کی خصلتیں اور آخری انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان بدبختوں کا کام یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بدعہدی کریں۔ جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم تھا انہیں توڑیں یعنی قرابت' رشتہ داری' دوستی کا لحاظ نہ کرنا' ہر قسم کے قول وقرار کو توڑنا' ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر امن عامہ کو تباہ کرنا' مخلوق پر ظلم کرنا' دوسروں پر اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے نہ رکنا گویا نیکوں کی جو صفات اوپر بیان ہوئی تھیں ان میں ان کی ضد پائی جاتی ہے۔ تو قدرتاً ان کا انجام بھی ان سے بالکل مختلف ہونا چاہئے۔ اس لئے مومنین کے برخلاف ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ ان پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار پڑے گی اور اس جہان میں بڑی خرابی ہوگی۔ اور سب سے برے مقام پر پہنچائے جائیں گے۔ یعنی دوزخ میں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

گذشتہ آیات اور یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نیک و بدخصلت لوگوں کا ذکر فرمایا اور نیک خصلت لوگوں سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔ اس پر یہ خیال کسی کو ہوسکتا تھا کہ دنیا میں اکثر بدخصلت لوگ بڑی آسائش اور خوشحالی سے بسر کرتے ہیں اور نیک لوگ عموماً تنگ حال تو جن لوگوں سے اللہ راضی نہیں ان کو دنیا میں چین آرام اور راحت و آسائش کیوں نصیب ہے؟ اس شبہ کا ازالہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں رزق کی کمی بیشی اور تنگی و فراخی تو اللہ کے دست قدرت میں ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے فراخ دست کرتا ہے اور جس کو چاہے تنگ دست بنا دیتا ہے مگر ناعاقبت اندیش لوگ دنیوی زندگی کے آرام و آسائش پر اکڑتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں اس دنیوی زندگی کی کوئی وقعت نہیں اور آخرت کے مقابلہ میں

دنیوی زندگی محض ہیچ ہے۔ الغرض دنیا کی تنگی وفراخی مقبول اور مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتی۔ یہ تو محض اللہ کی مشیت اور حکمت پر ہے کافروں کو دنیا پر سہارا ہو گیا اور آخرت سے غافل ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ یہاں کی وسعت وفراخی کوئی حقیقی اور دائمی چیز ہے۔ حالانکہ مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ دنیا کوئی قابل ذکر چیز ہی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اس بات پر متنبہ فرمایا جارہا ہے کہ دنیا میں رزق کی کمی بیشی کا معاملہ اللہ کے ایک دوسرے ہی قانون سے تعلق رکھتا ہے۔ جس میں بے شمار مصلحتوں کے لحاظ سے کسی کو زیادہ دیا جاتا ہے کسی کو کم۔ یہ کوئی معیار نہیں ہے کہ امیری اور غریبی کے لحاظ سے انسان کی قدر و قیمت کا حساب لگایا جائے یا ان کی سعادت و شقاوت کو اس میں دخل ہو۔ انسانوں کی سعادت وشقاوت کی اصل کسوٹی یہ ہے کہ کس نے فکر وعقیدہ اور عمل کی صحیح راہ اختیار کی اور کس نے غلط۔ مگر نادان لوگ اس کی بجائے یہ دیکھتے ہیں کہ کس کو دولت زیادہ ملی اور کس کو کم۔ مال و دولت کی کثرت مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ یہ منجانب اللہ کافروں کے لئے استدراج اور ڈھیل ہے کہ جرم کا پیمانہ خوب لبریز ہو جائے اور جو کرنا ہے وہ دل کھول کر کر لیں پھر یک لخت ان کو گرفتار کر کے تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے۔ اس لئے دنیا میں رزق کا کم یا زیادہ ہونا کفر وایمان پر موقوف نہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ایسی خصلتوں اور اعمال سے بچنے کی توفیق و ہمت نصیب فرماویں جس سے وہ ناراض ہوتے ہیں۔ اور ایسے اعمال ہمارے لئے آسان فرماویں جس سے وہ خوش اور راضی ہوتے ہیں۔

یا اللہ! اپنی شان رزاقی سے ہمارے لئے دنیا میں رزق حلال مقدر فرما اور آخرت میں بھی جنت کی نعمتوں سے سرفراز فرما۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں آخرت کا فکر و یقین عطا فرما۔ آخرت کے مقابلہ میں ہم دنیا کو کسی بات پر ترجیح نہ دینے والے ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ

اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں۔ کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہہ دیجئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کردیتے ہیں

وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ

اور جو شخص اُن کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسکو اپنی طرف ہدایت کردیتے ہیں۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو

اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾

کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوجاتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اُن کیلئے خوشحالی اور نیک انجامی ہے۔

كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا

اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی اُمت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس سے پہلے اور بہت سی اُمتیں گذر چکی ہیں تاکہ آپ اُن کو وہ کتاب پڑھ کر سُنا دیں جو ہم نے آپکے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی ہے

إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾

اور وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ میرا مربی ہے۔ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے۔

وَيَقُولُ اور کہتے ہیں	الَّذِينَ كَفَرُوا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	لَوْ کیوں	لَآ أُنزِلَ نہ اُتاری گئی	عَلَيْهِ اس پر	آيَةٌ کوئی نشانی	مِنْ سے	
رَبِّهِ اس کا رب	قُلْ آپ کہہ دیں	إِنَّ بیشک	اللَّهَ اللہ	يُضِلُّ گمراہ کرتا ہے	مَن يَشَاءُ جس کو چاہتا ہے	وَيَهْدِي اور راہ دکھاتا ہے	
إِلَيْهِ اپنی طرف	مَنْ جو	أَنَابَ رجوع کرے	الَّذِينَ جو لوگ	آمَنُوا ایمان لائے	وَتَطْمَئِنُّ اور اطمینان پاتے ہیں	قُلُوبُهُم جن کے دل	
بِذِكْرِ اللَّهِ اللہ کے ذکر سے	أَلَا یاد رکھو	بِذِكْرِ اللَّهِ اللہ کے ذکر سے	تَطْمَئِنُّ اطمینان پاتے ہیں	الْقُلُوبُ دل (جمع)	الَّذِينَ جو لوگ		
آمَنُوا ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصَّالِحَاتِ نیک (جمع)	طُوبَىٰ خوشحالی	لَهُمْ ان کیلئے	وَحُسْنُ اور اچھا	مَآبٍ ٹھکانا	
كَذَٰلِكَ اسی طرح	أَرْسَلْنَاكَ ہم نے تمہیں بھیجا	فِي میں	أُمَّةٍ اس امت	قَدْ خَلَتْ گزر چکی ہیں	مِن قَبْلِهَا اس سے پہلے	أُمَمٌ اُمتیں	
لِّتَتْلُوَ تاکہ تم پڑھو	عَلَيْهِمُ ان پر ان کو	الَّذِي وہ جو کہ	أَوْحَيْنَا ہم نے وحی کیا	إِلَيْكَ تمہاری طرف	وَهُمْ اور وہ	يَكْفُرُونَ منکر ہوتے ہیں	
بِالرَّحْمَٰنِ رحمٰن کے	قُلْ آپ کہہ دیں	هُوَ وہ	رَبِّي میرا رب	لَا نہیں	إِلَٰهَ کوئی معبود	إِلَّا هُوَ اس کے سوا	عَلَيْهِ اس پر
	تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَإِلَيْهِ اور اس کی طرف	مَتَابِ میرا رجوع				

کفار کی فرمائشیں اور ان کا جواب

مکہ کے معاند کفار اگرچہ سینکڑوں نشانیاں اور معجزات دیکھتے تھے مگر از راہ عناد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہتے کہ ہم جو کہتے جائیں وہ نشانیاں دکھاؤ۔ مثلاً مکہ کے چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ ان پہاڑوں کو اپنی جگہ سے سرکا کر کھیتی باڑی کے لئے زمین وسیع کردو۔ یا زمین کو پھاڑ کر چشمے اور نہریں نکال دو تاکہ پانی کی کمی دور ہوجائے یا ہمارے پرانے مرے ہوئے بڑوں کو زندہ کر کے ہم سے بات چیت کرادو۔ الغرض کفار یہ فرمائش کرتے کہ کوئی معجزہ یا نشانی ایسا دکھلاؤ جو ہم کو ایمان لانے پر مجبور کردے۔ اس کا جواب دیا

جاتا ہے کہ بیشک خدا ایسے نشان دکھلانے پر قدرت رکھتا ہے لیکن اس کی حکمت اس بات کی مقتضی نہیں کہ تمہاری فرمائشیں پوری کیا کرے۔ پیغمبروں کی تصدیق کے لئے جس قدر ضرورت ہے اس سے زاید نشانات دکھلا چکا اور دکھلا رہا ہے۔ دوسرے سینکڑوں معجزات سے قطع نظر کر کے اکیلا قرآن ہی کیسا عظیم الشان معجزہ پیغمبر کی صداقت کا موجود ہے۔ جب تم ان نشانیوں کو دیکھ کر راہ راست پر نہ آئے اور حق کی طرف رجوع نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ قدیم قانون کے موافق خدا کی مشیت یہی ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ گمراہی میں چھوڑے رکھے۔ بلاشبہ اگر تم اتنے بڑے بڑے نشان دیکھ کر اس کی طرف رجوع ہوتے تو وہ اپنی عادت کے موافق تم کو آگے بڑھاتا اور حقیقی کامیابی تک پہنچنے کی راہیں دکھاتا۔ جب تم نے خود یہ نہ چاہا تو اس کی حکمت بھی اسی کی مقتضی ہے کہ تمہیں مجبور نہ کرے۔ پھر فرمائشی نشانیاں دکھانے کی کیا ضرورت رہی۔ بلکہ نہ دکھلانے میں تمہارا فائدہ ہے کیونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ فرمائشی نشان اسی وقت دکھلائے جاتے ہیں جب کسی قوم کو تباہ کرنا مقصود ہو۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم چاہو تو ہم ان کے فرمائشی معجزات دکھلادیں۔ ان کی چاہت کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں اور زمین عرب میں میٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں۔ پہاڑی زمین کو زرعی زمین سے بدل دیتا ہوں لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو ایسا عذاب بھیجا جائے گا جو دنیا میں کسی پر نہ آیا ہو۔ اگر آپ چاہیں تو یہ کردوں اور اگر چاہیں تو ان کے لئے توبہ و رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں۔ تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی۔ چنانچہ یہی معاندانہ فرمائشیں کرنے والے بہت سے بعد کو مسلمان ہو گئے۔

جواب کا خلاصہ طالبان حق کیلئے قرآن کافی ہے

تو حق تعالیٰ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی یہ تمام فرمائشیں معاندانہ ہوتی ہیں۔ طلب حق مقصود نہیں۔ اس لئے ایسی خواہشات قبول نہیں کی جاتیں۔ اگر ان کو اطمینان اور ایمان لانا مقصود ہوتا تو اس کے لئے تو قرآن کافی ہے جن کو ایمان کی خواہش ہوتی ہے اور طلب حق جن کا شعار ہوتا ہے اور خدا کی طرف رجوع ہونے والے ہوتے ہیں تو ان کو ہدایت بھی ہو جاتی ہے اور دولت ایمان نصیب ہو جاتی ہے اور وہ خدا کی یاد سے چین و اطمینان حاصل کرتے ہیں اور ذکر اللہ کا نور ان کے قلوب سے ہر طرح کی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔ دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا فرمائشی نشانات کا دیکھ لینا کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون اور اطمینان قلب سے ہم آغوش نہیں کر سکتی۔ صرف ذکر اللہ اور یاد الٰہی سے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے وہی ہے جو دلوں کے اضطراب اور وحشت کو دور کر سکتا ہے۔ غرض جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے ان کے لئے اس دنیا میں خوشحالی اور آخرت میں نیک انجامی کا وعدہ ہے۔ یہاں دنیا میں خوشحالی سے مراد مالی یا معاشی خوشحالی نہیں بلکہ فراغ خاطر اور قلبی چین و سکون ہی مقصود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں ہے

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ یہ لوگ جو آپ کی رسالت پر شبہات کرتے ہیں تو آپ کی رسالت کوئی انوکھی چیز تو ہے نہیں۔ پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں۔ دنیا میں سلسلہ انبیاء پہلے سے جاری ہے تو کیا منکروں کے کہنے سے وہ انبیا ہر وقت معجزات دکھایا کرتے تھے۔ معجزہ کا ظہور بھی کبھی بوقت ضرورت ہو جاتا ہے ورنہ اصل مقصود تو پیغام الٰہی کا پہنچا دینا ہے اس لئے آپ کو ان کی طرف اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنادیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے اور ان معاندین کو چاہئے

تھا کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرتے اور اس کتاب پر کہ وہ معجزہ بھی ہے ایمان لے آتے مگر وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناشکری کرتے ہیں اور انہوں نے سخت ناشکری اور کفران نعمت پر کمر باندھ لی ہے۔ رحمٰن کا حق ماننے سے منکر ہو گئے بلکہ اس نام سے ہی وحشت کھانے لگے۔ اسی لئے کفار مکہ نے حدیبیہ کے صلح نامہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے میں جھگڑا کیا کہ ہم نہیں جانتے رحمٰن اور رحیم کیا ہے۔

کفار سے کہہ دو کہ تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخیر میں خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان کفار سے فرما دیں کہ جس رحمٰن سے تم انکار کرتے ہو وہی میرا رب ہے اور وہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ میرا آغاز و انجام سب اسی کے ہاتھ میں ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں۔ نہ تمہارے انکار و تکذیب سے مجھے ضرر کا اندیشہ ہے نہ تم مخالفت کر کے میرا کچھ کر سکتے ہو۔ البتہ تمہارا ہی ضرر ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا۔ یا اللہ اپنے ذکر و فکر کی توفیق دائمی ہم کو نصیب فرما اور اپنے ذکر سے ہمارے قلوب کو زندہ فرما اور دنیا میں خوش حالی اور آخرت میں نیک انجامی نصیب فرما اور قرآن پاک جیسی نعمت عظمیٰ کی ہم کو حقیقی قدر دانی عطا فرما۔

یا اللہ! ہدایت و ضلالت آپ ہی کے دست قدرت میں ہے آپ جس کو چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں اور جس کو چاہیں ہدایت سے نواز دیں۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کو نور ہدایت سے منور فرما اور عمل صالحہ کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی کجی سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ! اپنے ذکر و فکر کی توفیق دائمی ہم کو نصیب فرما اور اپنے ذاکرین بندوں میں ہم کو بھی شامل ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو ہر حال میں اپنی ذات عالی کی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور اس رجوع کی برکت سے دین و دنیا دونوں جہان میں ہمارے لئے نیک انجامی اور خوشحالی مقدر فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ ہٹادیئے جاتے یا اسکے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہوجاتی یا اس کے ذریعہ سے مُردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں

جَمِيْعًا اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا وَلَا يَزَالُ

تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے۔ کیا پھر بھی ایمان والوں کو اس بات میں دل جمعی نہیں کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام آدمیوں کو ہدایت کردیتا۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ

اور یہ (مکہ کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے (بد) کرداریوں کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے یا اُن کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے

وَعْدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجاوے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے۔

وَلَوْ اور اگر	اَنَّ یہ کہ	قُرْاٰنًا ایسا قرآن	سُيِّرَتْ چلائے جاتے	بِهِ اس سے	الْجِبَالُ پہاڑ	اَوْ یا	قُطِّعَتْ پھٹ جاتی	بِهِ اس سے
الْاَرْضُ زمین	اَوْ یا	كُلِّمَ بات کرنے لگتے	بِهِ اس سے	الْمَوْتٰى مُردے	بَلْ بلکہ	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الْاَمْرُ کام	جَمِيْعًا تمام
اَفَلَمْ يَايْئَسِ تو کیا اطمینان نہیں ہوا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا وہ لوگ جو ایمان لائے	اَنْ کہ	لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اگر اللہ چاہتا	لَهَدَى تو ہدایت دیدیتا	النَّاسَ لوگ			
جَمِيْعًا سب	وَلَا يَزَالُ اور ہمیشہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہوئے	تُصِيْبُهُمْ انہیں پہنچے گی	بِمَا صَنَعُوْا اسکے بدلے جوانہوں نے کیا				
قَارِعَةٌ سخت مصیبت	اَوْ تَحُلُّ یا اترے گی	قَرِيْبًا قریب	مِّنْ سے	دَارِهِمْ ان کے گھر	حَتّٰى یہاں تک	يَاْتِيَ آجائے	وَعْدُ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَا يُخْلِفُ خلاف نہیں کرتا	الْمِيْعَادَ وعدہ						

شان نزول

چند مشرکین قریش ایک روز حرم شریف میں بیٹھے تھے۔ اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لائے اور آپ نے ان کو اسلام لانے کی رغبت دلائی۔ ابن ابی امیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ کو ہمارا اسلام لے آنا منظور ہے تو ہم چند باتیں چاہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مکہ کے چاروں طرف پہاڑ کھڑے ہوئے ہیں جن میں کھیتی کرنے کو بالکل زمین نہیں ہے۔ اگر تم سچے نبی ہو تو قرآن پڑھ کر ان پہاڑوں کو مکہ سے ہٹادو تاکہ ہمارے کھیتی کرنے کو زمین نکل آئے۔ دوسرے مکہ میں پانی کی بہت کمی ہے۔ اس میں کچھ نہریں اور چشمے ایسے بہادو جس سے پانی کی تکلیف جاتی رہے۔ تیسرے یہ کہ ہوا کو ہمارے تابع کردو تاکہ شام کے ملک سے ہم ضرورت کی چیزیں جلدی لے آیا کریں۔ چوتھے یہ کہ اہل عرب کے کسی بڑے بوڑھے کو قبر سے زندہ کر کے نکال دو کہ وہ تمہارے نبی ہونے کی تصدیق کردے۔ مشرکین کے ان مطالبات کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مشرکین کی فرمائشوں کا جواب

بتلایا جاتا ہے کہ اگر کفار کی فرمائش کے بموجب ایسے محسوس معجزات جو یہ طلب کرتے ہیں ظاہر بھی کردیئے جائیں تب بھی کیا فائدہ۔ نفس کی تاریکی دور ہونے، عقل کی آنکھیں روشن ہوجانے اور روح میں نور معرفت پیدا ہونے کے لئے تو ہر معجزہ سے بڑھ کر قرآن موجود ہے۔ یہ ہی قرآن ہے جس نے روحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹادیا۔ بنی نوع

ان کے قلوب کو پھاڑ کر معرفت الٰہی کے چشمے جاری کر دیئے۔
بل الی اللہ کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرادیئے۔
ہ قوموں اور دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی۔ جب
ے قرآن سے ان پر کوئی اثر نہ ہوا تو دوسرے معجزات سے کیا ہوسکتا
ہ۔ فرض کرو اگر ان کی طلب کے موافق یہ قرآن مادی اور حسی طور پر
لا وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جن کی یہ فرمائش کرتے ہیں تب بھی کیا
ید ہے کہ یہ ایمان لے آئیں گے اور نئی حجتیں اور کج بحثیاں شروع
ردیں گے۔ ان میں جو ضدی اور سرکش واقع ہوئے ہیں وہ کسی
ان کو دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ
یت و گمراہی سب اللہ کے دست قدرت میں ہے۔ جسے وہ نہ
ہے قیامت تک ہدایت نہیں ہوسکتی۔ لیکن وہ اسی کو چاہتا ہے جو اپنی
رف سے قبول حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہو۔ شاید بعض
سلمانوں کو اس وقت یہ خیال گذرا ہو ایک مرتبہ ان کی فرمائش ہی
ری کردی جائے ایمان لے آئیں تو ان مسلمانوں کو سمجھایا جاتا ہے
ہ خاطر جمع رکھو اگر خدا چاہے تو بدون ایک ایک نشان دکھلائے ہی
ب کو راہ راست پر لے آئے لیکن یہ اس کی عادت و حکمت کے
اف ہے۔ اس نے انسان کو ایک حد تک کسب و اختیار کی آزادی
لہ ہدایت کے کافی اسباب فراہم کر دیئے۔ جو چاہے ان سے نفع
ائے۔ کیا ضرورت ہے کہ ان کی فرمائشیں پوری کی جائیں باوجود
افی سامان ہدایت موجود ہونے کے اگر معاندین نہیں مانتے اور
پنے ایمان کو بیہودہ فرمائشوں پر معلق کرتے ہیں تو ہم نے یہ ارادہ بھی
ہیں کیا کہ ساری دنیا کو ضرور منوا ہی دیا جائے۔

معاندین کو عذاب ہی سیدھا کریگا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار مکہ فرمائشی نشانوں سے ماننے والے نہیں۔ یہ تو اس طرح مانیں گے کہ برابر کوئی آفت و مصیبت خود ان پر یا ان کے آس پاس والوں پر پڑتی رہے گی مثلاً جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھوں کچھ قتل ہوں گے کچھ قید کئے جائیں گے۔ کچھ دوسری طرح کے مصائب کا شکار ہوں گے۔ یہ ہی سلسلہ رہے گا جب تک خدا کا وعدہ پورا ہو یعنی فتح مکہ ہو اور جزیرۃ العرب شرک کی گندگی سے پاک صاف ہو جائے۔ بیشک خدا کا وعدہ اٹل ہے۔ پورا ہو کر رہے گا۔ یہاں آیت میں وعدۂ الٰہی سے مراد اکثر صحابہ و تابعین کے نزدیک فتح مکہ ہے۔ بعض کے نزدیک آخرت کا عذاب و قیامت مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

گذشتہ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں انسان کی ہدایت کے لئے سامان تو سب کچھ مہیا کر دیا گیا ہے لیکن اس کی عقل کو اختیار دے کر آزاد چھوڑ دیا گیا ہے وہ اس کائنات کے خالق اور مالک کو اس کی قدرت اور رحمت و غضب کی نشانیاں دیکھ کر پہچانے۔ اس کی کتاب اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مانے ان کی تعلیمات کو گرہ میں باندھے اور برضا و رغبت اللہ کا مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہے۔ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی اور کافروں نے خود آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ مکہ فتح ہوا اور مشرکین کا جزیرۃ العرب سے نام و نشان مٹ گیا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کی توفیق حسن ہر حال میں ہمارے شامل حال رہے۔ اور ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا فرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں۔ اور دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمائیں۔ اسلام اور دین حق کو غلبہ اور کفر و شرک کو مغلوب و پست بنا کر رکھیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو کہ آپ کے قبل ہو چکے ہیں استہزاء ہو چکا ہے۔ پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا رہا۔ پھر میں نے اُن پر دار و گیر کی سو میری سزا کس

كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ

طرح کی تھی۔ پھر کیا جو (خدا) ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو اور اُن لوگوں کے شرکاء برابر ہو سکتے ہیں اور ان لوگوں نے خدا کیلئے شرکاء تجویز کیے ہیں آپ کہ

سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ

کہ اُن کا نام تو لو۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا میں اسکی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے انکو شریک کہتے ہیں۔ بلکہ کافروں کو ا

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

مغالطہ کی باتیں مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور (اسی وجہ سے) یہ لوگ راہ (حق سے) محروم رہ گئے۔ اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں رکھے اس کا کو

مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ

راہ پر لانے والا نہیں۔ اُن کیلئے دنیوی زندگی میں (بھی) عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

اور اللہ سے اُن کا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

وَلَقَدِ اور البتہ	اسْتُهْزِئَ مذاق اُڑایا گیا	بِرُسُلٍ رسولوں کا	مِّنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	فَاَمْلَيْتُ تو میں نے ڈھیل دی	لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر ک
ثُمَّ پھر	اَخَذْتُهُمْ میں نے ان کی پکڑ کی	فَكَيْفَ سو کیسا	كَانَ تھا	عِقَابِ میرا بدلہ	اَفَمَنْ پس کیا جو
هُوَ وہ	قَآئِمٌ نگران	عَلٰى پ	كُلِّ نَفْسٍ ہر شخص	بِمَا كَسَبَتْ جو اس نے کمایا	وَجَعَلُوْا اور انہوں نے بنالئے
لِلّٰهِ اللہ کے	شُرَكَآءَ شریک	قُلْ آپ کہہ دیں	سَمُّوْهُمْ انکے نام	اَمْ یا	تُنَبِّئُوْنَهٗ تم اسے بتلاتے ہو
بِمَا وہ جو	لَا يَعْلَمُ اس کے علم میں نہیں	فِى الْاَرْضِ زمین میں	اَمْ یا	بِظَاهِرٍ محض ظاہری	مِّنَ سے
الْقَوْلِ بات	بَلْ بلکہ	زُيِّنَ خوشنما بنا دیئے گئے	لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا	مَكْرُهُمْ ان کے فریب	وَصُدُّوْا اور رو
عَنِ سے	السَّبِيْلِ راہ	وَمَنْ اور جو	يُّضْلِلِ گمراہ کرے	اللّٰهُ اللہ	فَمَا تو نہیں
لَهٗ اس کیلئے	مِنْ هَادٍ کوئی ہدایت دینے وال	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	فِى میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی
وَ اور	لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ البتہ آخرت کا عذاب	اَشَقُّ نہایت تکلیف د	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے
مِنْ وَّاقٍ کوئی بچانے والا					

کافروں اور مخالفوں کے رویوں سے حق والوں کا کچھ نہیں بگڑتا

گذشتہ آیات میں کفار اور معاندین کا ذکر تھا کہ وہ کیسے مہمل اور نامعقول مطالبات اور فرمائشی معجزات کے ظہور کا مطالبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے اس طرز عمل سے تکلیف ہوتی ہوگی۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے رنج وفکر نہ کریں۔ آپ سے پہلے بھی

پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ یعنی کافروں نے عقل کی تاریکی کی وجہ سے غیبی امور کا انکار کیا اور وحی و رسالت کا مذاق اڑایا ہے تو ان کفار و معاندین کا یہ معاملہ تکذیب و استہزاء کچھ آپ کے ساتھ خاص نہیں اور اسی طرح ان منکرین کے عذاب میں توقف ہونا کچھ ان کے ساتھ خاص نہیں۔ گذشتہ مجرموں کو بھی پہلے ڈھیل دی گئی۔ پھر جب پکڑا تو دیکھ لو کیسا ان کا حشر ہوا۔ آج تک ان کی تباہی کی داستانیں زبانوں پر ہیں۔ آگے پھر مضمون توحید اور مشرکین کا رد فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو خدا ہر شخص کے ہر عمل کی ہر وقت نگرانی رکھتا ہے ایک لمحہ کسی سے غافل نہیں۔ ہر عامل کے خیر و شر کے عمل سے باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ کوئی کام اس کی بے خبری میں نہیں ہوتا۔ ہر حالت کا اسے علم ہے۔ ہر عمل پر وہ موجود ہے۔ تم جہاں ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے تو ان صفتوں والا خدا کیا ان مشرکین کے جھوٹے معبودوں اور پتھر کی مورتیوں کے مثل ہوسکتا ہے۔ جو نہ دیکھیں نہ سنیں نہ اپنے لئے کسی چیز کے مالک نہ کسی اور کے نفع نقصان کا انہیں اختیار۔ تعجب ہے کہ ایسے خدا کی موجودگی میں انسان ایسی عاجز اور حقیر مخلوق کے آگے سر جھکائے اور اس کو خدائی کے اختیارات سونپے اس ظلم کی بھی کوئی انتہا ہے کہ علیم کل اور ہمہ صفت خدا کے شریک وہ ہوں جنہیں خود اپنے وجود کی خبر نہیں۔ اس لئے مشرکین کو مخاطب ہو کر کہا جاتا ہے کہ ذرا آگے بڑھ کر ان شرکاء کے نام تو لو اور پتے تو بتاؤ کیا خدائے قدوس کی یہ صفات سن کر جو اوپر بیان ہوئیں کوئی حیادار ان پتھر کی مورتیوں کا نام بھی لے سکتا ہے اور بے حیائی سے "لات" "عزیٰ" کے نام لینے لگو۔ تو کیا کوئی عاقل ادھر التفات کرسکتا ہے۔

شرک ایک بے حقیقت چیز ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ خدا کو تمام روئے زمین پر اپنی خدائی کا کوئی شریک اور حصہ دار معلوم نہیں کیونکہ ہے ہی نہیں جو معلوم ہو تو اے نادانو! تم نے جو خدا کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کرنے لگے تو یہ محض اٹکل پچو باتیں ہیں جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں تم نے اپنے آپ ان کے نام گھڑ لئے ہیں۔ تم نے ہی انہیں نفع نقصان کا مالک قرار دیا اور تم نے ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کردی۔ یہی تمہارے بڑے کرتے رہے۔ نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی خدائی دلیل ہے نہ کوئی اور دلیل یہ تو صرف وہم پرستی اور خواہش پروری ہے شرک کی حمایت میں ان کی یہ مستعدی اور توحید کے مقابلہ میں اس قدر جدوجہد خالی نفس کا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے۔ اسی نے ان کو راہ حق سے روک دیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ جسے خدا ہدایت کی توفیق نہ دے اسے کون راہ پر لا سکتا ہے اور وہ اسی کو توفیق دیتا ہے جو باختیار خود ہدایت کے دروازہ پر اپنے اوپر بند نہ کرلے ان کافروں کے لئے دنیوی زندگی میں عذاب ہے جیسے مجاہدین اسلام کے ہاتھوں قتل قید اور ذلت ہزیمت وغیرہ اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے کیونکہ شدید بھی ہے اور دائم بھی اور اللہ کے عذاب سے ان کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

خلاصہ آیات

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں پہلے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی اور پھر شرک کا رد فرمایا گیا۔ اس آیت میں کافروں کو دنیوی عذاب کی بھی دھمکی دی گئی ہے کہ اگر رسول پاکؐ سے یونہی سرکشی کرتے رہے تو دنیا میں خراب و خستہ ہوں گے چنانچہ یہ پیشین گوئی بدرجہ اکمل پوری ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں بڑے بڑے سرداران کفر قتل قید خوار اور ذلیل ہوئے اور کچھ مدت کے بعد تو سرزمین عرب کفر کے نام سے بھی پاک ہوگئی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور قرآن پاک جیسی نعمت اور رسول پاکؐ جیسے نبی اور اسلام جیسا دین عطا فرمایا۔ یا اللہ! ان نعمتوں کی قدردانی کی ہم کو توفیق نصیب فرما اور اپنی صحیح معرفت اور توحید حقیقی عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآىِٕمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے اس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام

عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ

متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی

بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ

اور ان ہی کے گروہ میں بعضے ایسے ہیں کہ اسکے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں۔آپ فرمائیے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کر

وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَ لَىِٕنِ

اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤں میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھ کو لوٹ جانا ہے۔اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں۔اور اگر آ

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

(بفرضِ محال) ان کے نفسیاتی خیالات کا اتباع کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم پہنچ چکا ہے تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا

مَثَلُ کیفیت	الْجَنَّةِ جنت	الَّتِیْ وہ جو کہ	وُعِدَ وعدہ کیا گیا	الْمُتَّقُوْنَ پرہیزگار	تَجْرِیْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا اس کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	
اُكُلُهَا اسکے پھل	دَآىِٕمٌ دائم	وَظِلُّهَا اور اسکا سایہ	تِلْكَ یہ	عُقْبَى انجام	الَّذِیْنَ اتَّقَوْا پرہیزگاروں	وَعُقْبَى اور انجام	الْكٰفِرِیْنَ کافروں	
النَّارُ جہنم	وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جو	اٰتَیْنٰهُمْ ہم نے انہیں دی	الْكِتٰبَ کتاب	یَفْرَحُوْنَ وہ خوش ہوتے ہیں	بِمَاۤ اسے جو	اُنْزِلَ نازل کیا گیا		
اِلَیْكَ تمہاری طرف	وَ اور	مِنَ بعض	الْاَحْزَابِ گروہ	مَنْ جو	یُّنْكِرُ انکار کرتے ہیں	بَعْضَهٗ اس کی بعض	قُلْ آپ کہہ دیں	
اِنَّمَاۤ اسکے سوا نہیں	اُمِرْتُ مجھے حکم دیا گیا	اَنْ کہ	اَعْبُدَ میں عبادت کروں	اللّٰهَ اللہ	وَ اور	لَاۤ اُشْرِكَ نہ شریک ٹھہراؤں	بِهٖ اس کا	اِلَیْهِ اسکی طرف
اَدْعُوْا میں بلاتا ہوں	وَاِلَیْهِ اور اسی کی طرف	مَاٰبِ میرا ٹھکانا	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسکو نازل کیا	حُكْمًا حکم			
عَرَبِیًّا عربی زبان میں	وَلَىِٕنِ اور اگر	اتَّبَعْتَ تو نے پیروی کی	اَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشات	بَعْدَ بعد	مَا جَآءَكَ جبکہ تیرے پاس آگیا			
مِنَ الْعِلْمِ علم	مَا لَكَ تیرے لئے نہیں	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	مِنْ وَّلِیٍّ کوئی حمایتی	وَ اور	لَا وَاقٍ نہ کوئی بچانے والا			

متقین کے اخروی انعامات

گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا اور ان کا انجام بتلایا گیا تھا۔اب ان کے مقابلہ میں مومنین و متقین کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اس کے ہر طرف نہریں جاری ہیں۔جہاں چاہیں پانی لے جائیں پھر پانی بھی نہ بگڑنے والا۔پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے اور شراب کی نہریں جس میں صرف لذت ہی لذت ہے نہ بدمزگی نہ بیہودہ نشہ اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے پھل ہیں اور پھر اس کے پھل اور میوہ ہمیشگی والے ہیں یعنی اس کے کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔حدیث شریف میں ہے ک

جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے تو اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا۔اس طرح جنت کے پھلوں اور میووں کی کوئی نوع کبھی ختم نہ ہوگی اور ہمیشہ وہی ملے گا جس کی خواہش کریں گے۔اس طرح جنت کی نہ تو کوئی نعمت فنا ہوگی اور نہ کوئی راحت زائل۔ اسی طرح جنت کی ایک کیفیت یہ بتلائی گئی کہ وہاں سایہ بھی ہمیشہ آرام دہ رہے گا۔نہ کبھی دھوپ کی تپش ہوگی نہ سردی کی تکلیف اور سایہ کے دوام کی وجہ یہ ہے کہ وہاں آفتاب نہ ہوگا بلکہ نور کی روشنی ہوگی۔تو ایسی دائمی نعمتوں والی جگہ جنت متقین کو نصیب ہو گی اور ان کے برخلاف کفار اور مشرکین کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ جو دائمی عذاب کی جگہ ہے گویا اہل حق اور اہل باطل کا انجام ایک دوسرے کے بالمقابل بیان فرمایا۔

اہل کتاب کے منصف لوگ

اب رہے اہل کتاب جو توحید کے مدعی تھے اور آسمانی مذہب کا اپنے کو حامل سمجھتے تھے اور بظاہر قیامت حشر نشر وغیرہ کا بھی اقرار کرتے تھے ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کا ایمان واقعی طور پر اپنی مذہبی کتابوں پر بھی تھا اور قرآن کو بھی وہ سچی آسمانی کتاب جانتے تھے اور اس کے کل احکام کو مانتے تھے جیسے یہود میں حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی وغیرہ اور نصاریٰ میں نجاشی شاہ حبش اور ان کے ہم خیال تو یہ گروہ اہل ایمان کا تھا جن کو دوگنا ثواب ملنے کی صراحت حدیث شریف میں موجود ہے۔ یہ حق پرست اہل علم وانصاف جو فی الحقیقت اپنی آسمانی کتاب کو مانتے تھے تو وہ نزول قرآن سے مسرور تھے۔قرآن کے ہر حکم پر ان کا ایمان تھا اور وہ ہر آیت کو سبب ہدایت جان کر خوش ہوتے۔ چنانچہ اسی قسم کے منصف اور حق پرست یہود و نصاریٰ آخر کار مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن انہی اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں وہ جماعتیں بھی ہیں جو قرآن کے بعض حصوں کو نہیں مانتے اور ان احکام کا انکار کرتے ہیں جو ان کی خواہش کے خلاف ہیں۔اس لئے وہ قرآن سے ناخوش ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق حق تعالیٰ کا آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ کوئی خوش ہو یا ناخوش میں تو اسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرتا ہوں جس کو سب انبیاء بالاتفاق مانتے چلے آئے ہیں۔اسی کے احکام اور مرضیات کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ میرا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے۔میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہیں میرا ٹھکانا ہے اور وہی آخرکار مجھ کو غالب اور منصور اور مخالفین کو مغلوب اور رسوا کرے گا۔لہٰذا کسی کے خلاف وانکار کی مجھے قطعاً پروا نہیں۔

قرآن کریم کی جامعیت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور رسولوں کو خاص خاص زمانوں میں خاص خاص احکام دیئے اور دوسری کتابیں اتاریں اس وقت یہ قرآن اتارا جو عظیم الشان احکام و معارف پر مشتمل ہے اور حق و باطل کا آخری فیصلہ کرنے والا ہے پھر جس طرح ہر پیغمبر کو اسی زبان میں کتاب دی گئی جو اس کی قومی زبان تھی ایسے ہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی زبان میں قرآن دیا گیا جو نہایت وسیع، بلیغ، جامع پر مغز اور پرشوکت زبان ہے۔

اخیر میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ کسی کے انکار اور ناخوشی کی ذرہ برابر پرواہ نہ کیجئے۔حق تعالیٰ نے جو علم عظیم آپ کو دیا ہے اس کی پیروی کرتے رہئے اگر بالفرض محال آپ ان لوگوں کی خواہشات کی طرف جھک گئے تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا نہ بچانے والا۔یہ خطاب دراصل ہر طالب حق کو ہے اور حضور کو مخاطب کر کے دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔

اس آخری آیت کا مضمون کس قدر قابل غور ہے کہ جس میں نبی علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ قرآنی احکام آچکنے کے بعد اگر آپ ان یہودونصاریٰ کی خواہشات کا اتباع کرنے لگیں تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا نہ کوئی بچانے والا۔ تو یہاں دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ قرآنی احکام اور طریقہ محمدیہ اور سنت نبویہ کے علم کے بعد دوسرے طریقوں کو اختیار کرنا گمراہی ہے اور اس پر زبردست وعید سنائی گئی۔

وَيَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ہدایت کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رسائی دینے کے لئے ہدایت فرمادیتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل و کرم سے ہم کو قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی ہے تو ہم کو اس کے اتباع کامل کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور یہود و نصاریٰ کے طریق سے ہم کو کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرمائیں۔ شریعت محمدیہ کی ہم کو ظاہر میں اور باطن میں کامل پابندی اور اتباع نصیب فرماویں۔ اور ہمارا حشر ان متقین کے گروہ میں فرماویں جن کے لئے جنت کا وعدہ ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دیئے اور کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہیں

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ

کہ ایک آیت بھی بدون خدا کے حکم کے لاسکے۔ ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کردیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں

وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝

اور اصل کتاب اُنہی کے پاس ہے۔

وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا البتہ ہم نے بھیجے	رُسُلًا رسول	مِّنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	وَجَعَلْنَا اور ہم نے دیں	لَهُمْ ان کو	اَزْوَاجًا بیویاں
وَّذُرِّيَّةً اور اولاد	وَمَا كَانَ اور نہیں ہوا	لِرَسُوْلٍ کسی رسول کیلئے	اَنْ کہ	يَّاْتِيَ لائے	بِاٰيَةٍ کوئی نشانی	اِلَّا بغیر
بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ کی اجازت سے	لِكُلِّ اَجَلٍ ہر وعدہ کیلئے	كِتَابٌ ایک تحریر	يَمْحُوا مٹادیتا ہے	اللّٰهُ اللہ	مَا يَشَاۗءُ جو وہ چاہتا ہے	
	وَيُثْبِتُ اور باقی رکھتا ہے	وَعِنْدَهٗٓ اور اس کے پاس	اُمُّ الْكِتٰبِ اصل کتاب			

کفار ومشرکین کے اعتراضات اور جوابات

کفار اور مشرکین کا ایک شبہ یہ تھا کہ جس کو اللہ رسول بنا کر بھیجے تو اس کو فرشتوں کے مانند دنیا کی باتوں سے پاک ہونا چاہئے بلکہ وہ یہاں تک کہتے تھے کہ انسان کو پیغمبر ہونا ہی نہ چاہئے۔ فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنا چاہئے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر یہ اعتراض کرتے کہ یہ کیسے نبی ہیں جن کے بیوی بچے ہیں کھاتے پیتے اور بازار سے خرید وفروخت کرتے ہیں۔ کافروں کا ایک شبہ یہ بھی تھا کہ آپ ہمارے کہنے کے موافق معجزات کیوں نہیں دکھاتے۔ آپ کیسے پیغمبر ہیں کہ اتنا اختیار بھی آپ کو نہیں ہے اور ایک شبہ یہ بھی تھا کہ آپ جس عذاب آخرت اور دنیوی مصیبت کی دھمکی ہم کو دیتے ہیں اس کو ابھی کیوں نہیں لاتے۔ تاخیر کیوں ہے؟ ان تمام شبہات کا ترتیب وار جواب یہاں اور اگلی آیات میں دیا گیا ہے۔

پہلے بتلایا گیا کہ اس دنیا میں پیغمبر پہلے بھی ہوئے ہیں۔ وہ آسمان کے فرشتہ نہ تھے اس دنیا کے رہنے والے انسان تھے جو کھانا بھی کھاتے تھے۔ اپنی ضروریات بھی اپنے ہاتھوں انجام دیتے اور بیوی بچے بھی رکھتے تھے۔ وہ بازاروں میں بھی جاتے اور خرید وفروخت بھی کرتے تھے۔

نکاح اور اولاد سے نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بلکہ اس سے بشریت کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ اسلام رہبانیت نہیں سکھاتا۔ حضرات انبیاء جسمانیت و روحانیت دونوں اعتبار سے کامل ہوتے ہیں اس لئے اہل وعیال ان کے فرائض رسالت کی ادائیگی میں حارج اور مزاحم نہیں ہوتے۔ رہا فرمائشی معجزات کا ظہور تو پہلے انبیاء میں بھی کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگ جو نشانی اور معجزات مانگتے وہ ضرور دکھلا ہی دیتے۔ بلکہ موجودہ پیغمبر کی طرح ہر چیز میں خدائی اذن کے منتظر رہتے تھے۔ وہ وہی نشان دکھلاتے اور وہی احکام سناتے جس کی اجازت اللہ تعالیٰ سے ملتی۔ پیغمبروں کو اظہار معجزات کا کوئی ذاتی اختیار نہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتا اپنے رسول کے ہاتھ پر معجزہ کا ظہور کرتا اور جب اس کی مصلحت نہیں ہوتی تو معجزہ کا ظہور نہیں ہوتا تو یہ اللہ عزوجل

کے قبضہ کی چیز ہے وہ جو چاہتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے۔ ہر شے کی ایک مقدار معین ہے اور ہر بات کا ایک مقررہ وقت اور مدت ہے جو کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے ہر زمانہ کے موافق خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔ اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کرے جسے چاہے باقی رکھے۔ جن اسباب کی چاہے تاثیر بدل ڈالے جن کو چاہے نہ بدلے اور خدا تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کے اعتبار سے یہ معمول مقرر ہے کہ ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔ لہذا عذاب و سزا کا بھی ایک وقت معین ہے۔ وقت سے پہلے نہیں آسکتا۔ خدا تعالیٰ مالک ہے۔ مصلحت وقت کے مناسب جس شریعت اور جس حکم کو چاہے منسوخ فرمادے اور جس کو چاہے برقرار رکھے۔ مدت، وقت، ترمیم، تنسیخ سب کچھ لوح محفوظ میں موجود ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ کہ کفار و مشرکین کے شبہات کے جواب میں بتلایا گیا کہ سلسلۂ رسالت تو بہت قدیم ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوئے رسالت دنیا کی تاریخ میں کوئی انوکھا واقعہ نہیں۔ پھر حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمان علیہما السلام جن میں سے بعض کی نبوت کے مشرکین بھی قائل تھے۔ یہ سب حضرات انبیاء عیالدار ہی ہوئے ہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیالداری پر کفار مکہ کو کیوں اعتراض ہے۔

پھر کوئی رسول اپنی طرف سے نہ کوئی معجزہ لاسکتا ہے نہ حکم۔ ہر چھوٹی بڑی شے اللہ ہی کی قدرت و مشیت کے ماتحت ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہوسکتی ہے کہ جب اظہار معجزہ انبیاء کے اختیار میں نہیں تو اظہار کرامت بھی اولیاء کے اختیارات سے باہر ہے۔ جب تک اذن الٰہی نہ ہو کسی ولی کی کرامت ظاہر نہیں ہوسکتی۔ نیز یہاں انبیاء کو ازواج و اولاد عطا کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ عارف باللہ ہوتے ہیں ان کو دنیا میں کوئی شغل ادائے فرض خداوندی سے مانع نہیں ہوسکتا۔ باوجود معاملات دنیوی میں مشغول ہونے کے ایک ہی ذات سے ان کو لو لگی رہتی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا امتی ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ حق تعالیٰ ہم کو اپنے نبی پاک کا پورا پورا اتباع اور تابعداری نصیب فرماویں اور حضور کے لائے ہوئے دین کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں چمکنے کی صورتیں ظاہر فرماویں اور حضور کے دین کی خدمت کسی درجہ میں ہم سب کو بھی نصیب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا

اور جس بات کا ہم اُن سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں خواہ ہم آپ کو وفات دے دیں بس آپ کے ذمہ تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے اور داروگیر کرنا تو

الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ

ہمارا کام ہے۔کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں۔اور اللہ (جو چاہتا ہے) حکم کرتا ہے

لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ

اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ ہو چکے ہیں انہوں نے تدبیریں کیں سو اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے۔

جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ

اس کو سب خبر رہتی ہے جو شخص جو کچھ کرتا ہے اور ان کفار کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے۔اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ

کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں۔آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص

عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔

وَاِنْ اور اگر	مَا نُرِيَنَّكَ تمہیں دکھادیں ہم	بَعْضَ کچھ حصہ	الَّذِيْ وہ جو کہ	نَعِدُهُمْ ہم نے ان سے وعدہ کیا	اَوْ یا	نَتَوَفَّيَنَّكَ ہم تمہیں وفات دیں
فَاِنَّمَا تو اس کے سوا نہیں	عَلَيْكَ تم پر	الْبَلٰغُ پہنچانا	وَعَلَيْنَا اور ہم پر	الْحِسَابُ حساب لینا	اَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا وہ نہیں دیکھتے
اَنَّا نَاْتِي کہ ہم چلے آتے ہیں	الْاَرْضَ زمین	نَنْقُصُهَا اس کو گھٹائے	مِنْ سے	اَطْرَافِهَا اس کے کنارے	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَحْكُمُ حکم فرماتا ہے
لَا مُعَقِّبَ کوئی پیچھے ڈالنے والا نہیں	لِحُكْمِهٖ اسکے حکم کو	وَهُوَ اور وہ	سَرِيْعُ جلد	الْحِسَابِ حساب لینے والا	وَقَدْ مَكَرَ اور چالیں چلیں	الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	فَلِلّٰهِ تو اللہ کیلئے	الْمَكْرُ چال	جَمِيْعًا سب	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا تَكْسِبُ جو کماتا ہے	كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس
وَسَيَعْلَمُ اور عنقریب جان لیں گے	الْكُفّٰرُ کافر	لِمَنْ کس کیلئے	عُقْبَى الدَّارِ عاقبت کا گھر	وَ اور	يَقُوْلُ کہتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا
لَسْتَ تو نہیں	مُرْسَلًا رسول	قُلْ آپ کہدیں	كَفٰى کافی ہے	بِاللّٰهِ اللہ	شَهِيْدًا گواہ	بَيْنِيْ میرے درمیان
وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	وَمَنْ اور جو	عِنْدَهٗ اسکے پاس	عِلْمُ الْكِتٰبِ کتاب کا علم			

مشرکین کا سوال کہ عذاب کیوں نہیں آتا؟

شبہ یہ بھی تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو انکار نبوت پر جس عذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا۔اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے ان آیات میں دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ انکار نبوت پر جس عذاب کا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ عذاب ان پر آپ کی زندگی میں آ جائے یا آپ کی وفات کے بعد۔الغرض عذاب جلد آئے یا بدیر بہرصورت عذاب اپنے وقت مقرر

پر آئے گا ضرور۔ نہ آپ کو اس کے ظہور کی فکر میں پڑنا چاہئے اور نہ تاخیر اور مہلت دیکھ کر ان منکروں کو بے فکر ہونا چاہئے۔ خدا کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مناسب مقرر ہے جس کے پہنچنے پر وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ آپ اپنا فرض تبلیغ ادا کئے جایئے۔ تکذیب کرنے والوں کا حساب ہم خود بے باق کر دیں گے۔

یہاں اس واضح حقیقت کو واضح تو کر دیا کہ رسالت اور الوہیت کے حدود بالکل جداگانہ ہیں۔ خلط ملط کی کوئی گنجائش نہیں۔ رسول اور مقرب ترین رسول کا کام تبلیغ احکام اور تبلیغ دین ہے اور باقی سزا و جزا۔ سوال اور باز پرس اس کا تعلق خداوند قدوس سے ہے۔ وعدہ وعید کو پورا کرنا انبیاء کا کام نہیں۔ نہ لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے ان کا تعلق ہے۔ حساب کرنا اور سرکشی کی صورت میں گرفت کرنا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ اس کے بعد کافروں کی طرف روئے سخن فرمایا جاتا ہے کہ کیا اب بھی کافروں کو اپنی بربادی میں کچھ شک ہے کیا مقدمات عذاب میں سے یہ اس امر کو نہیں دیکھ رہے ہے کہ دن بدن اسلام کو غلبہ ہو رہا ہے۔ کفر کی طاقت گھٹ رہی ہے۔ سرزمین مکہ کے چاروں طرف اسلام کا اثر پھیلتا جا رہا ہے اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے قبائل اور اشخاص کے قلوب پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے اور ان کے دل حق و صداقت کے سامنے فتح ہو رہے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا یہ روشن آثار ان مکذبین کو نہیں بتلاتے کہ خدا کا فیصلہ ان کے مستقبل کے متعلق کیا ہو چکا ہے۔ ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام جس رفتار سے بڑھ رہا ہے۔ وہ کسی طاقت سے رکنے والا نہیں لہٰذا انجام بینی اسی میں ہے کہ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھیں۔ اللہ کا فیصلہ اور حکم اٹل ہے۔ جب وقت آ جائے تو پھر کس کی طاقت ہے کہ ایک منٹ کے لئے ملتوی کر کے پیچھے ڈال دے۔ جہاں حساب کا وقت آن پہنچا وہاں دیر نہ لگے گی اور یہ منکرین جو ایذائے رسول یا مخالفت اسلام میں طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں تو ان سے کچھ نہیں ہوتا۔ انہوں نے چھپ چھپ کر ناپاک تدبیریں کیں۔ لیکن خدا کی تدبیر سب پر غالب رہی۔ اس نے وہ تدبیریں انہیں پر الٹ دیں۔ کیونکہ اللہ سے کوئی حرکت و سکون اور کھلا اور چھپا کام پوشیدہ نہیں۔ اس کے آگے کسی کا مکر کیا چل سکتا ہے وہ ان مکاروں کو خوب مزا چکھائے گا۔ جیسے اگلوں نے اپنے مکر کا انجام دیکھ لیا یہ موجودہ کفار بھی دیکھ لیں گے۔

حق کو جھٹلانے سے حق پر کوئی اثر نہیں پڑتا

سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ اے منکرین میری نبوت کو تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا جبکہ خداوند قدوس میری صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے۔ قرآن جو اس کا کلام ہے جیسے اپنے کلام الٰہی ہونے کی شہادت دیتا ہے اسی طرح میرے پیغمبر برحق ہونے کا گواہ ہے۔ جن کو قرآن کا علم اور اس کے حقائق کی خبر ہوگئی ہے وہ تو میری نبوت کے دل سے گواہ ہیں نیز جنہیں پہلی آسمانی کتابوں اور ان کی پیش گوئیوں کی اطلاع ہے ان کے دل بھی گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ان پیش گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سینکڑوں برس پیشتر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کر چکے تھے۔

اس سورۂ رعد کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جو آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں جو اللہ نے ان پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ بالکل سچ ہے مگر بعض لوگ نادانی سے اس کتاب کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ اب خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ عز و جل اس پر گواہ ہے کہ میں اس کا رسول برحق ہوں۔ اس طرح توحید و رسالت کی حقانیت کا مضمون اس سورۃ میں واضح فرمایا گیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

الرا۔ یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف یعنی خدائے

اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ① اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَوَيْلٌ

غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاویں۔ جو ایسا خدا ہے کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور بڑی خرابی

لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ②

یعنی بڑا سخت عذاب ہے کافروں کو۔

الٓرٰ الف لام را	كِتٰبٌ ایک کتاب	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسکو اتارا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	لِتُخْرِجَ تاکہ تم نکالو	النَّاسَ لوگ
مِنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے	اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف	بِاِذْنِ حکم سے	رَبِّهِمْ ان کا رب	اِلٰى طرف	صِرَاطِ راستہ	الْعَزِيْزِ زبردست
الْحَمِيْدِ خوبیوں والا	اللّٰهِ اللہ	الَّذِيْ وہ جو کہ	لَهٗ اسی کیلئے	مَا جو کچھ	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو کچھ	فِي الْاَرْضِ زمین میں
وَيْلٌ خرابی	لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے	مِنْ سے	عَذَابٍ عذاب	شَدِيْدٍ سخت	

سورۃ کا مقام نزول وجہ تسمیہ وغیرہ

الحمد للہ اب تیرہویں پارہ کی آخری سورۂ ابراہیم کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اس کا نام سورۂ ابراہیم ہو گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکہ کے آخری دور میں نازل ہونا بتلائی گئی ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی چودھویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۷۶ لکھا ہے۔ یعنی مکہ معظمۃ میں ہجرت سے قبل ۷۵ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اور ۳۸ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت میں ۷ رکوعات ۵۲ آیات ۸۳۵ کلمات اور ۳۶۰۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ ابراہیم کے مضامین

اس کے مضامین بھی وہی ہیں جو عموماً مکی سورتوں کے ہیں۔ یعنی توحید و رسالت و قیامت وغیرہ۔ ابتدا میں قرآن مجید کے نزول کی غرض سمجھائی گئی ہے اور جو اس کی ہدایتوں سے کتراتے ہیں ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ یہ سلسلۂ ہدایت قدیم سے قائم ہے اور بہت سے رسول اس کے قائم رکھنے کے لئے دنیا میں آتے رہے ہیں۔ جن قوموں نے رسولوں کا کہنا نہ مانا ان کا انجام بہت برا ہوا۔ مشرکین عرب اور کفار مکہ کو خصوصاً تنبیہ کی گئی کہ تمہارے اندر دنیا میں آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیئے گئے ہیں۔ آپ کی اطاعت میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ ورنہ اللہ کی سلطنت تو ایسی کمزور نہیں کہ تم اس کی تابعداری کرو گے تو قائم رہے گی ورنہ اس میں خلل آ جائے گا۔ پھر بتایا گیا ہے کہ شیطان انسان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے۔ اسے مختلف طریقوں سے بہکاتا ہے۔ لیکن انسان جب اس کے بہکانے کے وبال میں پھنس جاتا ہے تو وہ خود انسان پر سارا

الزام رکھ کر چل دیتا ہے اس کی چالوں سے آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ کتنے ہی سبز باغ دکھائے اس کا کہنا نہ مانو۔ پھر سمجھایا گیا ہے کہ دنیا ہی ایسی جگہ ہے۔ جس میں تم اللہ کے حکم بردار بن کر آخرت کا عیش و آرام حاصل کر سکتے ہو ورنہ مرنے کے بعد کچھ بنائے نہ بنے گا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو وادی مکہ میں لے جا کر بسانے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور شیر خوار بچہ کو جنگل بیابان میں اللہ کے حکم سے اکیلا لے جا کر چھوڑ دیا اور پھر ان دعاؤں کا ذکر فرمایا گیا کہ جو آپ نے وہاں مانگیں۔

پھر یہ بھی سمجھایا گیا کہ اللہ عزوجل کو اپنے اعمال سے غافل نہ سمجھو۔ وہ سب اس کی نگاہ میں ہیں اور قیامت میں جو بڑا ہولناک دن ہو گا وہاں پر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ ہے اس ساری سورۃ کا خلاصہ جس کی تفصیلات ان شاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

بعثت نبویؐ کے مقاصد

اب ابتدائی آیات کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے زمانہ میں دنیا بھر میں کوئی بھی فرقہ صحیح معنے میں خدا پرست نہ تھا۔ اہل کتاب میں یہود کی ابتری تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے ان کو بھی نہ مانا بلکہ آمادۂ فساد و جنگ و جدال ہو گئے اور اس کے بعد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک تو اور بھی بگڑ گئے تھے۔ رہے عیسائی سو تین سو برس کے بعد تو ان کے مذہب میں یہاں تک تثلیث اور الوہیت مسیح اور صلیب پرستی نے رواج پایا تھا کہ بت پرست قومیں بھی ان سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ عرب اور روم اور ہند و ایران و چین کی بت پرستی اور آتش و عناصر پرستی کا تو کچھ ٹکانہ ہی نہ تھا۔ تمام عالم تاریکی کفر و الحاد بت پرستی میں چھپا ہوا تھا۔

ایسے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا احسان ہوا کہ اس نے مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک آفتاب ہدایت جلوہ گر کیا تاکہ لوگوں کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لاویں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر کتاب ہدایت دے کر مامور فرمایا کہ آفتاب عالم تاب یعنی قرآن پاک کی روشنی سے دنیا کو منور کر دو۔ لوگوں کو کفر و الحاد ظلم و استبداد عدم مساوات اور افراط و تفریط کی تاریکی سے نکال کر توحید عدل و مساوات اور ایمان و اصلاح کی روشنی کی طرف لاؤ۔ اسی روشنی کے ذکر سے اس سورۃ کی ابتدا کی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے قرآن پاک کے نزول کا مقصد فرمایا جاتا ہے۔

نزول قرآن کے مقاصد

سورۃ کی ابتدا الٓرٰ سے کی گئی ہے۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ جس کی تشریح سورۂ بقرہ کی ابتداء اور گذشتہ سورتوں میں ہو چکی ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر بتلایا جاتا ہے کہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی عظمت شان کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اتارنے والے اور آپ جیسی رفیع الشان شخصیت اس کی اٹھانے والی اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ اور ارفع ہے۔ جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ کہ خدا کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ عرب ہوں یا عجم۔ کالے ہوں یا گورے، مزدور ہوں یا سرمایہ دار۔ بادشاہ ہوں یا رعایا سب کو جہالت کی گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر معرفت اور ایمان و یقین کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے اور صحیح معرفت الٰہی کی روشنی میں اس راستہ پر چل پڑیں جو زبردست غالب لائق حمد و تعریف شہنشاہ مطلق مالک الکل خدا کا بتایا ہوا اور اس کے مقام رضا تک پہنچانے والا ہے۔ اب اس آفتاب جہانتاب کے طلوع ہونے پر بھی جو تاریکی میں رہنا پسند

کرتے ہیں اور ایسی کتاب نازل ہونے کے بعد بھی کفر وشرک اور جہالت وضلالت کے اندھیرے سے نہ نکلے تو ان کو سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبت کا سامنا ہے۔

آیت کے الفاظ میں یہ نہیں کھولا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے ذریعہ کس طرح لوگوں کو اندھیروں سے نجات دے کر روشنی میں لائیں گے۔ لیکن اتنی بات ظاہر ہے کہ کسی کتاب کے ذریعہ کسی قوم کو درست کرنے کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تعلیمات اور ہدایت کو اس قوم میں پھیلایا جائے اور ان کو اس کا پابند کیا جائے۔ مگر قرآن کریم کی ایک مزید خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تلاوت اور بغیر سمجھے ہوئے اس کے الفاظ پڑھنا بھی بالخاصہ انسان کے نفس پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کو برائیوں سے بچنے میں مدد دیتا ہے۔ کم از کم کفر وشرک کے کیسے ہی خوبصورت جال ہوں قرآن پڑھنے والا اگرچہ بغیر مطلب و معانی سمجھے ہوئے ہی پڑھتا ہو ان کے دام میں نہیں آ سکتا۔ ہندوستان میں ہندوؤں کی تحریک شدھی سنگٹھن کے زمانہ میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ کہ ان کے دام میں کچھ صرف وہ لوگ آئے جو قرآن کی تلاوت سے بھی بیگانہ تھے اور آج عیسائی مشنریاں مسلمانوں کے ہر خطہ میں طرح طرح کے سبز باغ اور سنہرے جال لئے پھرتی ہیں لیکن ان کا اگر کوئی اثر پڑتا ہے تو صرف ان لوگوں پر اور ان گھرانوں پر جو قرآن کی تلاوت سے بھی غافل ہیں خواہ جاہل ہونے کی وجہ سے یا نئی تعلیم کے غلط اثرات سے۔

منکرین قرآن کے لئے ہلاکت ہے

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ سب انسانوں کو اندھیرے سے نکال کر اللہ کے راستے کی روشنی میں لے آئے مگر جو بدنصیب قرآن ہی کے منکر ہو جائیں تو وہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو عذاب میں ڈال رہے ہیں۔ جو لوگ قرآن کے کلام الٰہی ہونے ہی کے منکر ہیں وہ تو وَوَيۡلٌ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدِ کی وعید کے مراد ہیں ہی مگر جو اعتقاداً منکر نہیں مگر عملاً قرآن کو چھوڑے ہوئے ہیں کہ نہ تلاوت سے کوئی واسطہ ہے نہ اس کے سمجھنے اور عمل کرنے کی طرف کوئی التفات ہے وہ بدنصیب بھی مسلمان ہونے کے باوجود اس وعید سے بالکل بری نہیں''۔

الغرض ان آیات کا آخری جملہ فرمایا گیا ہے وَوَيۡلٌ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدِ یعنی جو لوگ اس نعمت قرآن سے منکر ہیں اور کفر وشرک کے اندھیرے ہی میں رہنے کو پسند کرتے ہیں تو ان کے لئے ویل ہے یعنی بڑی بربادی اور ہلاکت ہے اس عذاب شدید سے جو ان پر آنے والا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ جب آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو قرآن جیسی کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے ہیں تو ہم کو ان نعمتوں کی صحیح قدردانی اور شکرگزاری کی توفیق بھی عطا فرمایئے۔

اے اللہ جس مقصد کیلئے آپ نے یہ قرآن نازل فرمایا ہے اور جس روشنی اور ہدایت کو یہ دنیا میں لے کر آیا ہے۔

اے اللہ ہمارے دلوں کو اس روشنی سے منور فرما دے۔ اور ہم کو سرتاپا اس کا تابعدار بنا دے۔ اور اسکی روشنی کو جہان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دے۔ اور جو اسکو قبول کرلیں انکو اپنی رحمت اور ہدایتوں سے نواز دے اور جو اسکی مخالفت کریں ان کافروں کیلئے اپنا وعدہ عذاب دنیا میں بھی دکھلا دے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا

(بڑا سخت عذاب ہے) ان کافروں کو جو دُنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی کے متلاشی رہتے ہیں۔

عِوَجًا اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ ﴿۳﴾

ایسے لوگ بڑی دُور کی گمراہی میں ہیں۔

اَلَّذِیْنَ وہ جو کہ	یَسْتَحِبُّوْنَ پسند کرتے ہیں	الْحَیٰوةَ زندگی	الدُّنْیَا دنیا	عَلَى الْاٰخِرَةِ آخرت پر	وَیَصُدُّوْنَ اور روکتے ہیں	عَنْ سے
سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَیَبْغُوْنَهَا اور اس میں ڈھونڈتے ہیں	عِوَجًا کجی	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	فِیْ میں	ضَلٰلٍ گمراہی	بَعِیْدٍ دُور

قرآن کریم کے منکروں کی خصلتیں

جن کفار اور منکرین قرآن کو سابقہ آیات میں عذاب شدید کی وعید سنائی گئی انکی علامات و آثار اس آیت میں بتلائے جاتے ہیں۔

پہلی علامت:

انکی بتلائی گئی یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ جو دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں یعنی جنہیں ساری فکر بس اسی دنیا کی ہے۔ آخرت کی پرواہ نہیں ان کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا اور شب و روز اسی کی محبت اور فکر میں غرق رہتے ہیں۔ دنیا کے فائدوں لذتوں اور آسائشوں کی خاطر آخرت کا نقصان مول لے لیتے ہیں مگر آخرت کی کامیابی کے لئے دنیا کا کوئی نقصان اور کوئی خطرہ برداشت نہیں کر سکتے۔ غرض یہ کہ وہ دنیا پر شیفتہ اور فریفتہ ہوتے ہیں اور دنیا کی زندگی بہ نسبت آخرت کے زیادہ پسند کرتے ہیں اور ترجیح دیتے ہیں۔

دوسری علامت

کفار و منکرین قرآن کی یہ بتلائی گئی۔ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں یعنی وہ خود اپنی ذات ہی سے گمراہ نہ ہوں گے بلکہ دوسروں کو بھی راہ حق سے روکیں گے کبھی دنیوی لالچ دے کر کبھی باپ دادا کی تقلید کی تعلیم دے کر کبھی کوئی شیطانی کرشمہ دکھا کر گویا جیسے دنیا کی محبت میں خود پھنسے ہیں دوسروں کے لئے بھی یہی چاہتے ہیں کہ دنیا میں پھنسے رہیں۔

تیسری خصلت بتلائی گئی:

وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور اللہ کے سیدھے راستہ میں کجی کے متلاشی رہتے ہیں۔ یعنی انہیں یہ فکر رہتی ہے کہ خدا کے دین میں کوئی عیب نکالیں۔ اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں تا کہ اس پر اعتراض اور طعن کا موقع ملے۔ اور اس جملہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ لوگ اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ کے راستہ یعنی قرآن و سنت میں کوئی چیز ان کے خیالات اور خواہشات کے مطابق مل جائے تو اس کو اپنی حقانیت کے استدلال میں پیش کریں۔

الغرض منکرین قرآن کی یہ تین خصلتیں بتلا کر ان کا انجام بتلایا گیا ہے کہ فی الحقیقت یہ لوگ صحیح راستے سے بھٹک کر بہت ہی دور جا پڑے ہیں۔ خدا کی سخت مار پڑے گی تب ان کی آنکھیں کھلیں گی۔

اہل اسلام کے لئے تعلیم

یہاں کفار و منکرین کی یہ تین خصلتیں بیان کرنے سے اہل اسلام کیلئے یہ تعلیم اور ہدایت ہے کہ مسلمان کے پیش نظر حیات اخروی ہونا چاہئے۔ دنیوی زندگی اس کا اصل مطمح نظر نہ بنی چاہئے پھر مسلمان کو نہ صرف خود راہ راست پر مستقیم ہونا چاہئے بلکہ دوسروں کا بھی رہنما ہونا چاہئے جہاں تک ممکن ہو حق کی تبلیغ کرے۔ پھر راہ پیمائی اور راہنمائی میں خواہش نفس کو دخیل نہ بنانا چاہئے یعنی اللہ کے احکام کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ

اور ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) اُن ہی کی قومی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تا کہ اُن سے (احکام الٰہیہ کو) بیان کریں پھر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں گمراہ کرتے ہیں۔

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ

اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں۔اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔کہ اپنی قوم کو

اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاؤ۔اور ان کو اللہ کے معاملات یاددلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

ہرصابرشاکر کیلئے۔

وَ اور	مَآ اَرْسَلْنَا ہم نے نہیں بھیجا	مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول	اِلَّا مگر	بِلِسَانِ زبان میں	قَوْمِهٖ اُسکی قوم کی	لِيُبَيِّنَ تا کہ کھول کر بیان کردے
لَهُمْ ان کیلئے	فَيُضِلُّ پھر گمراہ کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَيَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو چاہتا ہے	
وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا البتہ ہم نے بھیجا	مُوْسٰى موسیٰ	بِاٰيٰتِنَآ اپنی نشانیوں کیساتھ
اَنْ کہ	اَخْرِجْ تو نکال	قَوْمَكَ اپنی قوم	مِنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے	اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف	وَ اور	ذَكِّرْهُمْ یاد دلا انہیں
بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اللہ کے دن	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر صبر کرنیوالے کیلئے	شَكُوْرٍ شکرگزار

قرآن کریم عربی میں نازل ہونے کی حکمت

گذشتہ آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ قرآن پاک کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ لوگ جہل وضلالت کفروشرک کی تاریکی سے نکل کر ایمان وہدایت کی روشنی میں آجائیں۔لیکن یہ غرض اسی وقت پوری ہوسکتی تھی کہ قرآن براہ راست جس قوم میں نازل ہوا ہے وہ اس کے مطالب اور معانی سمجھ سکے۔اگراس قوم کی زبان کو چھوڑ کر دوسری زبان میں نازل ہوتا تو اس قوم کو مطلب سمجھنے میں بڑی دشواری ہوتی۔چنانچہ اسی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا گیا۔گو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت میں روئے زمین کے تمام جن وانس شامل ہیں تاہم جس قوم میں سے آپ اٹھائے گئے اس کی زبان عربی تھی اور چونکہ عرب ہی آپ کے اولین مخاطب تھے اس لئے سہولت وخوبی کے ساتھ قرآنی تعلیمات واحکامات کو سمجھنا اور محفوظ کرنا عربوں کے لئے جب ہی ممکن تھا کہ پیغام ہدایت ان کی قومی زبان میں ہو۔چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہ کر قرآنی علوم پر دسترس حاصل کی پھر وہ مشرق ومغرب میں پھیل پڑے اور قرآنی علوم کو عام فرمایا تو قومی زبان میں وحی بھیجنے کی حکمت کو ظاہر فرمانے کے لئے عام قانون الٰہی بتلایا جاتا ہے کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قومی زبان میں پیام ہدایت دے کر بھیجا تا کہ واضح طور پر کھلم کھلا قوم والوں کو پیغام الٰہی پہنچایا جاسکے اوران کو ہدایت حاصل ہوسکے۔

ہر قوم میں ایک ہٹ دھرم طبقہ ہوتا ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ باوجود اس کے کہ پیغمبر ساری تبلیغ و تلقین اسی زبان میں کرتے ہیں جسے ساری قوم سمجھتی ہے پھر بھی قوم کے ہر ایک فرد کو ہدایت نصیب نہیں ہو جاتی۔ جو لوگ کور باطن اور ازلی بد بخت ہیں ان کی تاریکی کو کوئی مشعل ہدایت دور نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ہدایت و گمراہی تو اللہ کے قبضہ میں ہے۔ ہدایت کے سامان مکمل کر دیئے گئے۔ اب جو اس سے نفع اٹھانا چاہے اس کی دستگیری فرما کر حق تعالیٰ راہ پر لگا دیتے ہیں اور جس نے روگردانی کی اسے گمراہی میں چھوڑے رکھتے ہیں۔ تو کفار مکہ اور مشرکین عرب کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب سب پیغمبر اپنی اپنی قوم میں احکام قومی زبان میں لے کر آئے تو آپ کے لئے بھی یہی قاعدہ رکھا گیا اور قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید کے لئے یہ بتلایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے۔ پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی مختلف معجزات و آیات دے کر نبی بنا کر بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ لوگوں کے دلوں پر جو کفر و شرک، ضلالت و معصیت و جہالت کے تاریک پردے پڑے ہوئے ہیں ان کو ہدایت کی روشنی میں دور کرو اور تاریکی کے پردوں سے نکال کر نور کے پردوں میں لے آؤ۔ کفر و معاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و اطاعت کی روشنی کی طرف لاؤ۔ اور لوگوں کے دلوں سے غفلت کا زنگ دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات یاد دلاؤ مثلاً معجزات کے ذریعہ سے فرعون کو مغلوب کرنا، ساحروں کا ایمان لانا، طوفان ٹڈی جوئیں اور خون وغیرہ کا عذاب اہل مصر یعنی فرعونیوں پر پہنچنا۔ سمندر میں فرعون اور اس کے لشکر کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کو بچا لینا۔ جنگل بیابان میں ابر کو خیمہ کی طرح سایہ فگن کر دینا۔ غیب سے من و سلویٰ رزق پہنچانا وغیرہ وغیرہ۔

غرض اللہ کے احسانات ان کو یاد دلاؤ۔ جو لوگ مصائب پر صبر کرنے والے اور دکھ سکھ میں ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والے ہیں ان کو گذشتہ مصائب اور پھر مصائب سے نجات کے واقعات سن کر ہدایت و نصیحت ہوگی۔

عربی زبان کی خصوصیات

ان آیات کے تحت مفسرین نے عربی زبان کی بعض خصوصیات بھی بیان کی ہیں جن کے باعث اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو اس زبان عربی میں نازل فرمایا۔ چنانچہ عربی زبان کی چند خصوصیات یہ ہیں۔ عربی زبان آسمان کی دفتری زبان ہے۔ فرشتوں کی زبان عربی ہے۔ لوح محفوظ کی زبان عربی ہے اور جنت جو اہل ایمان کا وطن اصلی اور دائمی ہے اس کی زبان عربی ہے۔ ایک حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ تین وجہ سے عرب سے محبت کرو۔ ایک یہ کہ میں عربی ہوں۔ دوسرے یہ کہ قرآن عربی ہے۔ تیسرے یہ کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے۔ روایات میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان جنت میں عربی تھی۔ زمین پر نازل ہونے اور توبہ قبول ہونے کے بعد عربی ہی زبان میں تغیرات ہو کر سریانی زبان پیدا ہو گئی تھی۔ پھر لغت عرب تمام لغات عالم میں سب سے اشرف اور اکمل اور افصح اور ابلغ ہے۔ اس لئے کتاب الٰہی قرآن کریم کا نزول اسی زبان میں اولیٰ اور انسب ہوا۔

تاریخ کی اہمیت و فائدہ کن لوگوں کو ہوتا ہے

آیت کے اخیر میں جو فرمایا یا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

یعنی پچھلے واقعات خواہ وہ جو منکروں کی سزا اور عذاب سے متعلق ہوں یا اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات سے متعلق ہوں بہر حال ماضی کے واقعات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی بڑی نشانیاں اور دلائل موجود ہیں مگر اسی شخص کے لئے جو بہت صبر کرنے والا اور بہت شکر کرنے والا ہو یعنی اگرچہ کھلی ہوئی نشانیاں اور دلائل ہر غور کرنے والے کی ہدایت کے لئے ہیں۔ مگر بدنصیب کفار ان میں غور وفکر نہیں کرتے۔ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ فائدہ صرف وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو صبر وشکر کے جامع ہیں مراد اس سے اہل ایمان ہیں کیونکہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایمان کے دو حصہ ہیں۔ آدھا صبر اور آدھا شکر۔ اور شکر کی حقیقت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی نافرمانی اور حرام وناجائز کاموں میں خرچ نہ کرے اور زبان اور دل سے اللہ تعالیٰ کا احسان مانے اور شکر ادا کرے اور اپنے افعال واعمال کو بھی اللہ کی مرضی کے موافق بنائے اور صبر کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاف طبع امور پر پریشان نہ ہو۔ اپنے قول وفعل میں ناشکری سے بچے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دنیا میں بھی امیدوار رہے اور آخرت میں صبر کے اجر عظیم کا یقین رکھے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں عربی زبان سے خاص تعلق اور محبت نصیب فرمائیں۔ کیونکہ یہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے اور قرآن کی زبان ہے اور جنتیوں کی زبان ہے۔

یا اللہ! آپ کا فرمان حق ہے کہ آپ جس کو چاہیں نور ہدایت سے نوازیں اور جس کو چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں۔

اے اللہ ہم آپ سے ہدایت کے طالب ہیں آپ ہدایت کے راستے ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔ اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہم سب کا اسلام اور ایمان پر خاتمہ بالخیر فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور اُس وقت کو یاد کیجئے کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم کو فرعون والوں سے نجات دی

یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَیُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ

جو تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔اور اس میں

بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ۟۶ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑا امتحان تھا۔اور وہ وقت یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم

كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۟۷ وَقَالَ مُوْسٰۤی اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ

ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔اور موسیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اور دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرنے لگو۔

جَمِیْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۟۸

تو اللہ تعالیٰ بالکل بے احتیاج ساری خوبیوں والا ہے۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	مُوْسٰی موسیٰ	لِقَوْمِهِ اپنی قوم کو	اذْكُرُوْا تم یاد کرو	نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت	عَلَیْكُمْ اپنے اوپر
اِذْ اَنْجٰىكُمْ جب اس نے نجات دی تمہیں	مِّنْ سے	اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم	یَسُوْمُوْنَكُمْ وہ تمہیں پہنچاتے تھے	سُوْٓءَ الْعَذَابِ برا عذاب		
وَیُذَبِّحُوْنَ اور ذبح کرتے تھے	اَبْنَآءَكُمْ تمہارے بیٹے	وَیَسْتَحْیُوْنَ اور زندہ چھوڑتے تھے	نِسَآءَكُمْ تمہاری عورتیں	وَفِیْ اور میں	ذٰلِكُمْ اس	
بَلَآءٌ آزمائش	مِّنْ سے	رَّبِّكُمْ تمہارا رب	عَظِیْمٌ بڑی	وَاِذْ تَاَذَّنَ اور جب آگاہ کیا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	لَىِٕنْ البتہ اگر
شَكَرْتُمْ تم شکر کرو گے	لَاَزِیْدَنَّكُمْ میں ضرور تمہیں اور زیادہ دوں گا	وَلَىِٕنْ اور البتہ اگر	كَفَرْتُمْ تم نے ناشکری کی	اِنَّ بیشک عَذَابِیْ میرا عذاب		
لَشَدِیْدٌ بڑا سخت	وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰی موسیٰ	اِنْ اگر	تَكْفُرُوْا ناشکری کرو گے	اَنْتُمْ تم	وَمَنْ اور جو
فِی الْاَرْضِ زمین میں	جَمِیْعًا سب	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	لَغَنِیٌّ بے نیاز	حَمِیْدٌ سب خوبیوں والا		

قوم موسیٰ پر ہونے والے انعامات

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید کے لئے یہ بتلایا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں کہ جس کا انکار کیا جاوے۔ پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں۔اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی مختلف معجزات ونشانیاں دے کر اور نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی قوم کو جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر نور ایمان کی طرف لاؤ اور ان کے دلوں سے غفلت دور کرنے کے لئے اللہ کے احسانات اور انعامات اپنی قوم کو یاد دلاؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور اپنی قوم کو گذشتہ مصائب و انعامات کی یاددہانی کرائی اور قوم سے جو فرمایا وہ ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمایا گیا ہے۔

فرعون کے مظالم سے نجات

جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ دیکھوتم میری پیدائش سے قبل مصر میں کس قدر ذلت و مصیبت میں تھے۔ اگر تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو فرعونی اس کو قتل کردیا کرتے تھے اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ شہری حقوق سے تم کو محروم کر رکھا تھا۔ حکومت میں تمہارا کوئی حصہ نہ تھا۔ محنت و مشقت کراتے تھے اور اجرت نہ دیتے یا کم دیتے۔ تمہاری عورتوں سے ناقابل برداشت مشقت لیتے تھے اور یہ تمام مصائب پروردگار کی طرف سے آزمائشی تھے۔ کچھ زمانہ کے بعد خدا نے فرعون کے مظالم سے تم کو نجات دی۔ چین وسکون تم کو عطا کیا۔ راحت وعیش سے تم کو ہمکنار کیا۔ دشمنوں پر تم کو غالب کیا۔

اللہ کا شکر کرو تو زوال نہ ہوگا

موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے یہ بھی فرمایا کہ یادرکھو کہ اگر اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو گے اس کے حکم پر چلو گے تو اس نے وعدہ کرلیا ہے کہ تم کو زوال نہ ہوگا بلکہ مزید عیش وراحت اور عزت و حکومت اور نجات آخرت تم کو حاصل ہوگی اور اگر کفران نعمت کیا۔ احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیا کتاب الٰہی کی پروانہ کی اور شریعت کی خلاف ورزی کی تو موجودہ نعمت' عزت وغیرہ بھی چھین لی جائے گی۔ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ دنیا میں تباہی اور انجام کار آخرت کے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

طاعت ومعصیت میں تمہارا اپنا ہی نفع نقصان ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا تھا کہ لوگو خوب سمجھ لو طاعت ومعصیت سے تمہارا ہی نفع نقصان وابستہ ہے۔ اللہ کی کوئی غرض اس میں نہیں۔ اگر سطح زمین کے تمام جن و انس بھی کفر کرنے لگیں اور کوئی خدا کو نہ مانے اور اس کے حکم پر نہ چلے تب بھی خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ تو غنی یعنی تمام مخلوق سے بے احتیاج اور بے پروا ہے اور ساری خوبیوں کا مالک ہے۔ وہ اپنی ذات میں حمید ہے یعنی مستحق حمد ہے۔ کوئی اس کی حمد نہ کرے تو اللہ کے سارے فرشتے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد کرتا ہے صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے۔ جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے جن وانس سب کے سب ایک اعلیٰ درجہ کے متقی شخص کے نمونہ پر ہو جائیں تو اس سے میرے ملک اور بادشاہت میں کچھ بڑھ نہیں جاتا اور اگر سب اگلے پچھلے جن وانس مل کر بفرض محال ایک بدترین انسان جیسے ہو جائیں (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی۔''

دعوت فکر

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پرمغز نصائح نقل کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی گذشتہ قومی تاریخ پر گہری نظر ڈالنی چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ ہماری ابتداء کی حالت کیسی پست تھی۔ پھر خدا نے ہم کو کس قدر عروج پر پہنچایا اور اب ہماری کیا حالت ہے۔ پستی و بلندی اور عروج وزوال کے اصل اسباب کیا ہیں۔ ہمارا قومی اور شخصی تنزل وترقی کن امور سے وابستہ ہے۔ آیت کے آخری فقرے پیام دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کی طاعت ومعصیت سے غنی ہے۔ اس کو کسی کی طاعت سے فائدہ نہیں پہنچتا۔ نہ کسی کی نافرمانی سے نقصان۔ شکر اور کفران نعمت کا نفع نقصان خود انسان ہی کو پہنچتا ہے۔ نعمت کا شکر کرے گا یعنی اللہ کے احکام پر چلے گا تو نعمت میں مزید اضافہ ہوگا۔ کفران نعمت کرے گا تو اگرچہ فوری عذاب نازل نہ ہو مگر بالآخر نعمت چھین لی جائے گی اور دوامی خسران حاصل ہوگا۔ اسی لئے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ اگر اسلام اور ایمان کی نعمت کا شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس میں زیادتی کرے گا اور مقام احسان

اور مشاہدہ تک پہنچادے گا۔

سرکشوں اور ناشکروں کا انجام

الحاصل ان آیات میں جہاں اہل ایمان کو صبر وشکر اور اطاعت کا سبق دینا منظور ہے وہیں اہل مکہ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ جب کسی قوم پر احسان فرماتا ہے اور جواب میں وہ قوم الٹا سرکشی اور کفران نعمت دکھاتی ہے تو پھر ایسی قوم کو عبرتناک انجام دیکھنا پڑتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنی جس نعمت کی قدر کرنے کا مطالبہ قریش مکہ سے فرما رہا ہے وہ خصوصیت کے ساتھ اس کی یہ نعمت ہے کہ اس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے درمیان پیدا فرمایا اور آپ کے ذریعہ سے ان کے پاس وہ عظیم الشان تعلیم بھیجی جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے بار بار فرمایا کرتے تھے کہ میری ایک بات مان لو عرب اور عجم سب تمہارے تابع ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں اور ہر حال میں اپنے اطاعت گزار اور صابر وشاکر بندوں میں شامل رکھیں آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور سب سے بڑی نعمت دین اسلام اور ایمان کی جو ہم کو عطا فرمائی ہے۔ اس نعمت کی قدر اور اس کی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ کفران نعمت سے اور اس کے وبال سے ہم کو کامل طور پر بچایئے اور اپنی مرضیات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کو کفار مشرکین یہود ونصاریٰ اور بے دینوں نے ستا رکھا ہے اور طرح طرح کی تکالیف اور مصیبتیں آئے دن پہنچاتے رہتے ہیں۔

یا اللہ اہل اسلام کو ان مصائب سے نجات عطا فرما۔ ظالموں کا ظلم وستم ان سے دور فرما اور اپنی شان قہاری و جباری سے ظالموں سے ان مظلوم اہل اسلام کا انتقام لے کر ظالموں کی قوت کو پاش پاش فرما۔

یا اللہ جو اہل اسلام ایسے ابتلا اور آزمائش میں گرفتار ہیں ان کو اپنی طرف رجوع ہونے اور آپ ہی کی امداد طلب کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی قدرت کاملہ سے مظلوموں کی حمایت ونصرت فرما اور ہر حال میں ان کو دین اسلام پر استقامت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْ

(اے کفار مکہ) کیا تمکو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہوگذرے ہیں۔یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں

بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ

جن کا شمار بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔اُن کے پیغمبر اُن کے پاس دلائل لے کر آئے سو ان قوموں نے اپنے ہاتھ اُن پیغمبروں کے منہ میں دے دیئے

اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝

اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کر تم کو بھیجا گیا ہے ہم اسکے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم اس کی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو (ہمکو) تردد میں ڈالے ہوئے ہے

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

اُن کے پیغمبروں نے کہا کیا (تمکو) اللہ کے بارہ میں شک ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کردے۔

وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا

اور معین مدت تک تم کو حیات دے انہوں نے کہا کہ تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں۔تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا جس چیز کی عبادت کرتے تھے

عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ

اس سے ہم کو رُوک دو سو کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ۔اُن کے رسولوں نے کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہی ہیں

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ

لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرما دے اور یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں

اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَا لَنَآ

کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلاسکیں بغیر خدا کے حکم کے اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔اور ہم کو اللہ پر

اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰي مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ

بھروسہ نہ کرنے کا کون امر باعث ہوسکتا ہے حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے راستے بتلادیئے اور تم نے ہم کو جو کچھ ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے۔

وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ ع

اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ کیا تمہیں نہیں آئی	نَبَؤُا خبر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	قَوْمِ نُوْحٍ نوح کی قوم	وَّعَادٍ اور عاد			
وَّثَمُوْدَ اور ثمود	وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	مِنْ بَعْدِهِمْ انکے بعد	لَا يَعْلَمُهُمْ انکی خبر نہیں	اِلَّا سوائے	اللّٰهُ اللہ	جَآءَتْهُمْ انکے پاس آئے		
رُسُلُهُمْ انکے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ نشانیوں کیساتھ	فَرَدُّوْٓا تو انہوں نے لوٹائے	اَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ	فِيْٓ میں	اَفْوَاهِهِمْ انکے منہ	وَ اور		
قَالُوْٓا وہ بولے	اِنَّا كَفَرْنَا بیشک ہم نہیں مانتے	بِمَآ وہ جو	اُرْسِلْتُمْ تمہیں بھیجا گیا	بِهٖ اسکے ساتھ	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَفِيْ البتہ میں	شَكٍّ شک	
مِّمَّا اس سے جو	تَدْعُوْنَنَآ تم ہمیں بلاتے ہو	اِلَيْهِ اس کی طرف	مُرِيْبٍ تردد میں ڈالتے ہو	قَالَتْ کہا	رُسُلُهُمْ انکے رسول	اَفِي اللّٰهِ کیا اللہ میں		
شَكٌّ شبہ۔شک	فَاطِرِ بنانے والا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	يَدْعُوْكُمْ وہ تمہیں بلاتا ہے	لِيَغْفِرَ لَكُمْ تاکہ بخش دے تمہیں	مِّنْ سے		
ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہ	وَيُؤَخِّرَكُمْ اور مہلت دے تمہیں	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقررہ	قَالُوْٓا وہ بولے	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم		
اِلَّا صرف	بَشَرٌ بشر	مِّثْلُنَا ہم جیسے	تُرِيْدُوْنَ تم چاہتے ہو	اَنْ کہ	تَصُدُّوْنَا ہمیں روک دو	عَمَّا اس سے جو	كَانَ يَعْبُدُ پوجتے تھے	
اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	فَاْتُوْنَا پس لاؤ ہمارے پاس	بِسُلْطٰنٍ دلیل	مُّبِيْنٍ روشن	قَالَتْ کہا	لَهُمْ ان سے	رُسُلُهُمْ انکے رسول		
اِنْ نہیں	نَّحْنُ ہم	اِلَّا صرف	بَشَرٌ بشر	مِّثْلُكُمْ تم جیسے	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اللّٰهَ اللہ	يَمُنُّ احسان کرتا ہے	عَلٰي مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہے
مِنْ سے	عِبَادِهٖ اپنے بندے	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لَنَآ ہمارے لئے	اَنْ کہ	نَّاْتِيَكُمْ تمہارے پاس لائیں	بِسُلْطٰنٍ کوئی دلیل	اِلَّا مگر	
بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے	وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ پر	فَلْيَتَوَكَّلِ پس بھروسہ کرنا چاہیے	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن	وَمَا اور کیا	لَنَآ ہمارے لئے			
اَلَّا نَتَوَكَّلَ کہ ہم نہ بھروسہ کریں	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	وَ اور	قَدْ هَدٰىنَا اس نے ہمیں دکھادیں	سُبُلَنَا ہماری راہیں	وَلَنَصْبِرَنَّ اور ہم ضرور صبر کریں گے			
عَلٰي پر	مَآ جو	اٰذَيْتُمُوْنَا تم ہمیں ایذا دیتے ہیں	وَ اور	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	فَلْيَتَوَكَّلِ پس بھروسہ کرنا چاہئے	الْمُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنیوالے		

اقوام عرب کی تاریخ سے اہل مکہ کو تنبیہ

گذشتہ آیات میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا۔

اب از روئے سخن کفار مکہ کی طرف کیا جاتا ہے اور ان آیات میں ان کو براہ راست خطاب کیا جاتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طرح طرح سے شک وشبہ کرتے تھے اور اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔ ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم سے پہلے دنیا میں اور قومیں بھی گزری ہیں۔ قوم نوح قوم ہود اور قوم صالح۔ چونکہ ان تین قوموں کا مسکن سرزمین عرب ہی تھی اور اکثر اہل عرب نے ان کے ویران مکان اور اجاڑ کھنڈر اور تباہ شدہ آثار دیکھے تھے اس لئے ان تینوں کا تو صراحۃً نام لیا اور دوسری قوموں کے متعلق فرمایا کہ یہی تین نہیں بلکہ ان کے بعد اور قومیں بھی گزری ہیں جن کا شمار اور تفصیل حالات یقینی طور پر سوائے خدا کے کوئی بھی نہیں جانتا کیونکہ ان کے حالات تفصیلاً منضبط و منقول نہیں ہوئے۔ اللہ کے پیغمبران کی ہدایت کے لئے ان کے پاس گئے تو انہوں نے پیغمبروں کی ہدایت کو نہ مانا اور ان کی تکذیب کی اور بولے کہ ہم کو تمہاری باتوں کا اعتبار نہیں۔ ہم تمہاری رسالت کو نہیں مانتے اور اللہ کے متعلق جو کچھ تم اوصاف بیان کرتے ہو اس میں بھی ہم کو قوی شک ہے۔ پیغمبروں نے نہایت تعجب کے لہجہ میں دریافت کیا کہ کیا تم خدا کی ہستی اور وحدانیت کے منکر ہو؟ اور کیا خدا کی صفت تخلیق میں تم کو شک ہے؟ یہ تو بدیہی چیز ہے کہ اللہ تمام عالم کا موجد اور پیدا کرنے والا ہے۔ اس کا انکار کس طرح ممکن ہے۔ رہی ہماری رسالت تو ظاہر ہے کہ کسی ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنا پیام ہدایت تم کو پہنچائے گا چنانچہ ہمارے ذریعہ سے اس نے تم کو دعوت حق دی مگر اس سے اس کی اپنی کوئی غرض وابستہ نہیں بلکہ تمہارا ہی دنیا و آخرت میں نفع ہے اگر اللہ کی دعوت کو قبول کروگے تو وہ تمہارے تمام قصوروں کو معاف فرمادے گا اور دنیوی زندگی میں بھی تم عذاب سے محفوظ ہو کر مقررہ میعاد تک زندہ رہوگے۔ مگر

کفار قوم نے اپنے پیغمبروں کو جواب دیا کہ آپ خدا کی بحث کو چھوڑ یئے۔ آپ اپنی نسبت بتلائیں کہ کیا آپ آسمان کے فرشتہ ہیں؟ یا نوع بشر کے علاوہ کوئی دوسری نوع ہیں؟ جب کچھ نہیں ہمیں جیسے آدمی ہو تو آخر کس طرح تمہاری باتوں پر یقین کر لیں۔ تمہاری خواہش یہ ہوگی کہ ہم کو باپ دادا کے قدیم دین و مذہب سے ہٹا کر اپنا تابع بنالیں۔ تو خاطر جمع رکھیں یہ کبھی نہ ہوگا اگر آپ اپنا امتیاز ثابت کرنا اور اس مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو کوئی ایسا کھلا ہوا نشان یا خدائی سرٹیفکیٹ دکھلایئے جس کے سامنے سب کی گردنیں جھک جائیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہماری فرمائش کے مطابق معجزات دکھلائیں۔

کافروں کے پیغمبروں پر اعتراض اور ان کا جواب

گویا پیغمبروں کی رسالت پر کفار نے تین شبہات کئے۔

اول یہ کہ تم ہماری طرح آدمی ہو۔ نہ فرشتہ ہو نہ جن نہ اور کوئی غیبی مخلوق۔ معمولی انسان کا پیغمبر ہونا کس طرح ممکن ہے۔

دوئم یہ کہ تم نئی باتیں بنا کر اور نئی تعلیم دے کر ہم کو اپنے باپ دادا کے طریقہ سے پھیرنا چاہتے ہو۔ جن دیوتاؤں کی پرستش ہمارے بڑے کرتے چلے آئے ہیں ہم ان کو کس طرح ترک کر سکتے ہیں۔

سوئم یہ کہ اگر تم کو پیغمبری کا دعویٰ ہے تو کوئی ایسا معجزہ پیش کرو جس سے تمہارے دعوے کا ثبوت واضح ہو جائے۔

قوم کے ان شبہات و اعتراضات کا جواب پیغمبروں نے اس طرح دیا اور قوم کے کفار سے یوں کہا کہ تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم نہ فرشتہ ہیں اور نہ کوئی غیبی مخلوق۔ بلکہ نفس بشریت میں تم ہی جیسے ہیں لیکن کیا انسانوں میں احوال و مدارج کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق نہیں۔ اتنا تو تم بھی دیکھتے ہو کہ حق تعالیٰ نے جسمانی' دماغی' اخلاقی اور معاشی حالات کے اعتبار سے بعض انسانوں کو بعض پر کس قدر فضیلت دی ہے۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے اپنے بعض بندوں کو اپنی فطری قابلیت کی بدولت روحانی کمال اور باطنی قرب کے اس بلند مقام پر پہنچا دیا جسے مقام ''نبوت'' یا ''منصب رسالت'' کہتے ہیں تو اس میں کیا اشکال اور تعجب ہے؟ بہرحال ہمارے دعوائے نبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اپنی نسبت انسانیت کے سوا کوئی دوسری نوع ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض پر خصوصی احسان فرماتا ہے جو دوسروں پر نہیں ہوتا۔ اب دوسرا اشکال سند اور سرٹیفکیٹ لانے کے متعلق۔ سو خدا کے حکم سے ہم پہلے ہی اپنی نبوت کی سند اور روشن نشانیاں دکھلا چکے ہیں جو آدمی ماننا چاہے اس کے اطمینان کے لئے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ باقی تمہاری فرمائشیں پوری کرنا تو یہ چیز ہمارے قبضہ میں نہیں۔ نہ ہماری تصدیق عقلاً اس پر موقوف ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جو سند اور نشان چاہے دکھلائے گا۔ فرمائشی نشانات دیکھنے سے ایمان نہیں آتا۔ اللہ کے دینے سے آتا ہے لہٰذا ایک ایماندار کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اگر تم نہ مانو گے اور ہماری عداوت اور ایذا رسانی پر تلے رہو گے تو ہمارا بھروسہ خدا کی مہربانی اور امداد پر رہے گا۔ حق تعالیٰ ہم کو ہدایت و معرفت کے راستے بتا چکا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم اس پر توکل نہ کریں۔ تم خواہ کتنی ہی ایذائیں پہنچاؤ۔ خدا کے فضل سے ہمارے توکل میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ متوکلین کا یہ کام نہیں کہ سختیاں دیکھ کر توکل اور استقامت کی راہ سے ہٹ جائیں۔

خلاصہ یہ کہ کفار اور مشرکین عرب کو پہلی قوموں کا اپنے انبیاء کے ساتھ سلوک اور طرز عمل بتلایا گیا۔ مقصد جس سے یہی ہے کہ تم گذشتہ کفار کی طرح مت بنو اور دین حق کو قبول کرو اور رسول وقت کی اطاعت کرو۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی نعمت سے نوازا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا

اور اُن کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ۔

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

پس اُن رسولوں پر اُن کے رب نے وحی نازل فرمائی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کردینگے۔اور اُن کے بعد تم کو اس سرزمین میں آباد رکھیں گے۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾

یہ ہر اس شخص کیلئے ہے جو میرے رُوبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے اور کفار فیصلہ چاہنے لگے اور جتنے سرکش اور ضدی تھے وہ سب بے مراد ہوئے۔

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ

اُسکے آگے دوزخ ہے اور اس کو ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو ہوگا۔ جسکو گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا اور گلے سے آسانی کیساتھ اُتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور ہر طرف سے

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

اس پر موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی طرح سے مرے گا نہیں۔اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	لِرُسُلِهِمْ اپنے رسولوں کو	لَنُخْرِجَنَّكُمْ ضرور ہم تمہیں نکال دیں گے	مِنْ سے	اَرْضِنَآ اپنی زمین		
اَوْ یا	لَتَعُوْدُنَّ تم لوٹ آؤ	فِيْ مِلَّتِنَا ہمارے دین میں	فَاَوْحٰى تو وحی بھیجی	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	رَبُّهُمْ ان کا رب	لَنُهْلِكَنَّ ضرور ہم ہلاک کردینگے	
الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ اور البتہ ہم تمہیں آباد کریں گے	الْاَرْضَ زمین	مِنْۢ بَعْدِهِمْ انکے بعد	ذٰلِكَ یہ	لِمَنْ اس کیلئے جو	خَافَ ڈرا	
مَقَامِيْ میرے رُوبرو کھڑا ہونا	وَ اور	خَافَ ڈرا	وَعِيْدِ اعلان عذاب	وَاسْتَفْتَحُوْا اور انہوں نے فتح مانگی	وَخَابَ اور نامراد ہوا	كُلُّ ہر	جَبَّارٍ سرکش
عَنِيْدٍ ضدی	مِنْ وَّرَآئِهٖ اس کے پیچھے	جَهَنَّمُ جہنم	وَ اور	يُسْقٰى اسے پلایا جائیگا	مِنْ سے	مَّآءٍ پانی	صَدِيْدٍ پیپ والا
يَّتَجَرَّعُهٗ اسے گھونٹ گھونٹ پیئے گا	وَلَا اور نہ	يَكَادُ يُسِيْغُهٗ گلے سے اتار سکے گا اسے	وَيَاْتِيْهِ اور آئے گی اُسے	الْمَوْتُ موت	مِنْ سے		
كُلِّ مَكَانٍ ہر طرف	وَمَا هُوَ اور نہ وہ	بِمَيِّتٍ مرنے والا	وَ اور	مِنْ وَّرَآئِهٖ اس کے پیچھے	عَذَابٌ عذاب	غَلِيْظٌ سخت	

قوموں کا انبیاء علیہم السلام کو جواب

گذشتہ آیات میں حضرات انبیاء کی تقریر نقل فرمائی گئی تھی اور معاندین ومخالفین کے شبہات واعتراضات کے جواب دیئے گئے تھے تو بجائے اس کے کہ منکروں کے دل کچھ نرم پڑتے اور پیغمبروں کی دی ہوئی دعوت کو قبول کرتے الٹا ضد وعناد سے کہنے لگے کہ ہم کو تو تم کیا نصیحت کرتے ہو اپنی خیر مناؤ۔ اور اب دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہے گی یا تو تم چپ چاپ ہمارے مذہب میں واپس آ کر ہم میں رل مل کر رہو گے اور جن کو تم نے بہکایا ہے وہ سب ہمارے پرانے دین میں واپس آئیں گے ورنہ تم سب کو ملک بدر اور جلا وطن کیا جائے گا۔

ایک اہم وضاحت

یہاں ایک بات یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے کبھی اپنی قوم کے دین پر نہیں ہوئے جن کو یہ کہا جا سکے کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ۔ انبیاء کرام شروع

ولادت سے لے کر شرک اور کفر کی آلودگی ونجاست سے ہمیشہ پاک رہے ہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ انبیائے کرام نبوت سے پہلے اپنی قوم کے ساتھ رہتے تھے اور قبل از بعثت ان کو تبلیغ ودعوت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے قوم والے انبیاء کو اپنا ہم مذہب جانتے تھے اور بعثت کے بعد جب انبیاء قوم کو اللہ کے احکام سناتے تو وہ لوگ یہ سمجھتے کہ اب یہ ہمارے دین سے پھر گئے اور ان کو دھمکی دیتے کہ تم ہمارے مذہب میں آجاؤ ورنہ ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ کفار مکہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از بعثت اپنی ملت پر سمجھتے تھے اسی وجہ سے آپ کو بعد نبوت معاذ اللہ صابی کہتے تھے۔ یعنی آبائی دین سے پھر جانے والا اور آپ کے قتل کے درپے تھے۔ قوم کی قوم جب مخالفت پر تل جائے اور اس کے پاس سامان قوت واقتدار بھی ہر طرح کا موجود ہو تو اس کی دھمکیوں سے کسی حد تک متاثر ہونا ایک امر طبعی ہے۔ حضرات انبیاء کو ایسے ہی مواقع پر وحی الٰہی سے تسکین دی جاتی ہے کہ یہ ظالم تم کو کیا نکالیں گے اللہ تعالیٰ ہی ان ظالموں کو تباہ کر کے ہمیشہ کیلئے یہاں سے نکال دیں گے کہ پھر کبھی واپس نہ آسکیں۔ اور ان کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص وفاداروں کو اس سرزمین میں آباد کریں گے۔

کفار مکہ کو تنبیہ

اب یہاں بظاہر تو گذشتہ انبیاء کا ذکر ہو رہا ہے مگر کفار مکہ کو یہ سنانے سے اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ تمہارا مستقبل بھی عرب کی زمین میں رہنے اور بسنے کا اسی پر منحصر ہے کہ تم رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کرلو اور آپ کی مخالفت وایذا دہی سے باز آجاؤ ورنہ اگر ظلم پر اسی طرح کمربستہ رہے تو پھر تمہارا نام ونشان بھی اس سرزمین عرب سے مٹا دیا جائے گا جس سرزمین سے تم اللہ کے رسول اور اس کے متبعین کو مٹانا چاہتے ہو۔ چنانچہ اس بات کو تاریخی واقعات نے ثابت کر دکھایا۔ اور ان آیات کے نزول کے کچھ عرصہ بعد وہی کفار مکہ اور مشرکین عرب جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کو مکہ سے نکالنا چاہتے تھے وہ خود سرزمین عرب سے نکال دیئے گئے اور ان کا نام و نشان باقی نہ رہا اور اسلام اور اہل اسلام کا دائمی تسلط ہو گیا۔

فتح ونصرت اور بخشش کا وعدہ

الغرض حق تعالیٰ کی طرف سے فتح ونصرت کا وعدہ حضرات انبیاء سے تھا کہ تمہارے مخالفین تمہارے سامنے نیست ونابود کئے جائیں گے اور سرفرازی وسربلندی تو تم کو نصیب ہوگی اس کے بعد اس وعدہ کا دائرہ وسیع کر کے اسے ہر مومن کے لئے عام کر دیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا کامیابی ان لوگوں کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ یہ خیال کر کے کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام حرکتوں کو برابر دیکھ رہا ہے اور ایک دن حساب دینے کے لئے اس کے سامنے کھڑا ہونا ہے جہاں اس کے بے پناہ عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور پیغمبروں نے جو یہ مضمون کفار کو سنایا کہ تم نے دلائل کے فیصلہ کو نہ مانا اب عذاب سے فیصلہ ہونے والا ہے یعنی عذاب آنے والا ہے تو کفار چونکہ جہل مرکب اور عناد میں غرقاب تھے اس سے بھی نہ ڈرے بلکہ کمال بے باکی سے وہ فیصلہ چاہنے لگے اور جب وہ فیصلہ آیا تو جتنے سرکش اور ضدی لوگ تھے وہ سب اس فیصلہ میں بے مراد ہوئے یعنی ہلاک ہو گئے۔

کافروں کا اخروی عذاب

اب یہاں تک تو منکرین رسالت کے عذاب دنیوی کا ذکر تھا۔ آگے عذاب اخروی کا ذکر ہے کہ علاوہ دنیوی عذاب کے اس کے آگے دوزخ کا عذاب آنے والا ہے۔ کہ جہاں شدت تشنگی کے وقت ان کو پیپ یا پیپ ولہو جیسا پانی پلایا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ فرشتہ لوہے کے گرز مار مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے جس وقت منہ کے قریب کریں گے شدت حرارت سے دماغ تک

کی کھال اتر کر نیچے لٹک پڑے گی۔ منہ میں پہنچ کر گلے میں پھنسے گا بڑی مصیبت اور تکلیف کے ساتھ ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتاریں گے۔ پیٹ میں پہنچنا ہوگا کہ آنتیں کٹ کر باہر آ جائیں گی۔ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ عذاب جہنم سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ (آمین) صدید یعنی لہو و پیپ کا پینا کیا ہوگا۔ ہر طرف سے موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سر سے پاؤں تک ہر عضو بدن پر سکرات موت طاری ہوگی۔ ہر چار طرف سے مہلک عذاب کی چڑھائی ہوگی۔ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے لیکن موت بھی نہیں آئے گی جو سب تکلیف کا خاتمہ کر دے۔ ایک عذاب کے پیچھے دوسرا تازہ عذاب آتا رہے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ دنیا میں ہم کو مومنین اور مخلصین کے گروہ میں شامل رکھیں اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرماویں۔

یا اللہ! قیامت کی ہولناکیوں سے ہم سب کو مامون و محفوظ رکھئے اور عذاب نار سے ہم سب کو اپنے کرم سے بچا کر جنت نعیم میں داخل فرمایئے۔

یا اللہ! روئے زمین پر جہاں کفار و مشرکین کا تسلط اہل اسلام پر ہے۔ یا اللہ! اہل اسلام کو کافروں کے تسلط سے نجات عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ

جولوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت باعتبار عمل کے یہ ہے کہ جیسے کچھ راکھ ہو جس کو تیز آندھی کے دن میں تیزی کے ساتھ ہوا اُڑا لے جائے

لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ

(اسی طرح) اُن لوگوں نے جو کچھ عمل کئے تھے اس کا کوئی حصہ ان کو حاصل نہ ہوگا یہ بھی بڑی دُور دراز کی گمراہی ہے۔ کیا (اے مخاطب) تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ

آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کردے۔ اور یہ خدا کو کچھ مشکل نہیں۔

عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا

اور خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے

لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ جز ہم سے ہٹا سکتے ہو وہ جواب میں کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو کوئی راہ بتلاتا تو ہم تم کو بھی وہ راہ بتلا دیتے

لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ

ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ ضبط کریں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور جب تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے تو شیطان

لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ

کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے اور میں نے بھی تم سے کچھ وعدے کئے تھے۔ سو میں نے وہ وعدے تم سے خلاف کئے تھے۔ اور میرا تم پر

عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ

اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا سو تم نے میرا کہا مان لیا تو تم مجھ پر ملامت مت کرو اور ملامت اپنے آپ پر کرو۔

مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ

نہ میں تمہارا مددگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس سے قبل مجھ کو (خدا کا) شریک قرار دیتے تھے۔

الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

یقیناً ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

مَثَلُ مثال	الَّذِيْنَ وہ لوگ	كَفَرُوْا جو منکر ہوئے	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے	اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل	كَرَمَادِ راکھ کی طرح	اِشْتَدَّتْ زور کی چلی	بِهِ اس پر		
الرِّيْحُ ہوا	فِيْ میں	يَوْمٍ دن	عَاصِفٍ آندھی والا	لَا يَقْدِرُوْنَ انہیں قدرت نہ ہوگی	مِمَّا اس سے جو	كَسَبُوْا انہوں نے کمایا	عَلٰى شَيْءٍ کسی چیز پر		
ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ	الضَّلٰلُ گمراہی	الْبَعِيْدُ دور	اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہ دیکھا	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین
بِالْحَقِّ حق کیساتھ	اِنْ اگر	يَشَاْ وہ چاہے	يُذْهِبْكُمْ تمہیں لیجائے	وَ اور	يَاْتِ لائے	بِخَلْقٍ مخلوق	جَدِيْدٍ نئی	وَمَا اور نہیں	ذٰلِكَ یہ
عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	بِعَزِيْزٍ کچھ دشوار	وَبَرَزُوْا اور وہ حاضر ہونگے	لِلّٰهِ اللہ کے آگے	جَمِيْعًا سب	فَقَالَ پھر	الضُّعَفٰٓؤُا کمزور	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو		
اسْتَكْبَرُوْا بڑے بنتے تھے	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	لَكُمْ تمہارے	تَبَعًا تابع	فَهَلْ تو کیا	اَنْتُمْ تم	مُغْنُوْنَ دفع کرتے ہو	عَنَّا ہم سے	مِنْ سے	
عَذَابِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب	مِنْ شَيْءٍ کسی قدر	قَالُوْا وہ کہیں گے	لَوْ اگر	هَدٰىنَا ہمیں ہدایت کرتا	اللّٰهُ اللہ	لَهَدَيْنٰكُمْ البتہ ہم ہدایت کرتے تمہیں			
سَوَآءٌ برابر	عَلَيْنَا ہم پر	اَجَزِعْنَا خواہ ہم گھبرائیں	اَمْ یا	صَبَرْنَا ہم صبر کریں	مَا لَنَا نہیں ہمارے لئے	مِنْ مَّحِيْصٍ کوئی چھٹکارا	وَقَالَ اور بولا		
الشَّيْطٰنُ شیطان	لَمَّا جب	قُضِيَ فیصلہ ہوگیا	الْاَمْرُ امر	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	وَعَدَكُمْ وعدہ کیا تم سے	وَعْدَ الْحَقِّ سچا وعدہ	وَ اور		
وَعَدْتُّكُمْ میں نے وعدہ کیا تم سے	فَاَخْلَفْتُكُمْ پھر میں نے اس کے خلاف کیا تم سے	وَمَا اور نہ	كَانَ تھا	لِيَ میرا	عَلَيْكُمْ تم پر	مِّنْ سُلْطٰنٍ کوئی زور			
اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	دَعَوْتُكُمْ میں بلایا تمہیں	فَاسْتَجَبْتُمْ پس تم نے کہا مان لیا	لِيْ میرا	فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ لہٰذا نہ لگاؤ الزام مجھ پر	وَلُوْمُوْٓا اور تم الزام لگاؤ			
اَنْفُسَكُمْ اپنے اوپر	مَآ اَنَا نہیں میں	بِمُصْرِخِكُمْ فریادرسی کرسکتا تمہاری	وَمَآ اور نہ	اَنْتُمْ تم	بِمُصْرِخِيَّ فریادرسی کرسکتے ہو میری				
اِنِّيْ كَفَرْتُ بیشک میں انکار کرتا ہوں	بِمَآ اس سے جو	اَشْرَكْتُمُوْنِ تم نے شریک بنایا مجھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنَّ بیشک	الظّٰلِمِيْنَ ظالم				
لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب								

کافروں کے کئے ہوئے فلاحی کاموں کی حقیقت

گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کے عذاب کا ذکر تھا۔ چونکہ بعض منکرین اپنے خیال اور زعم میں کچھ نیک کام بھی کرتے تھے جیسے صلہ رحمی مسافروں کی مہمانداری' غریبوں کی امداد واعانت' پیاسوں کے لئے سبیل وغیرہ وغیرہ تو اپنے ان اعمال پر نظر کر کے ان کو شبہ ہوسکتا تھا کہ یہ اعمال ہمارے کام آویں گے اور قیامت میں عذاب سے بچالیں گے۔ اسی طرح یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ قیامت میں ہمارا زندہ ہی ہونا محال ہے پھر عذاب کی گنجائش کہاں۔ تو جن کافروں کو اپنی نجات کے متعلق یہ زعم تھا کہ ہمارے اعمال ہم کو نافع ہوں گے۔ یہاں ان کے اعمال کی ایک مثال بیان کی گئی اور ایک قاعدہ اور قانون کلیہ بیان فرمایا گیا۔ قانون یہ بیان فرمایا گیا کہ جو لوگ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور اللہ عزوجل کا انکار کر کے کسی اور کی عبادت کرتے ہیں ان کے اعمال قیامت کے دن کسی کام نہ آئیں گے اور محشر میں اس طرح اڑ جائیں گے جس طرح آندھی کے وقت جب زور کی ہوا چلے تو راکھ کے ذرات اڑ جاتے ہیں۔ اس وقت کفار نیک عمل سے بالکل خالی ہاتھ ہوں گے حالانکہ وہی موقع ہوگا جہاں نیک عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ تو وہ کیسی حسرت کا وقت ہوگا کہ جن اعمال کو ذریعہ قرب ونجات سمجھتے تھے۔ وہ راکھ کے ڈھیر کی طرح عین اس موقع پر بے حقیقت ثابت ہوئے جب کہ دوسرے لوگ اپنی نیکیوں کے ثمر شیریں سے لذت اندوز ہو رہے ہوں گے۔

اللہ کیلئے دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے

اور شاید کفار کو یہ خیال گزرے کہ جب مٹی سے مل کر مٹی ہو

گئے پھر دوبارہ زندگی کہاں؟ یہ قیامت و عذاب ثواب سب کہانیاں ہیں۔ ان کو بتلایا گیا کہ جس خدا نے آسمان وزمین کامل قدرت وحکمت سے پیدا کئے اسے تمہارا از سرنو دوبارہ پیدا کرنا یا کسی دوسری مخلوق کو تمہاری جگہ لے آنا کیا مشکل ہے؟ اگر آسمان وزمین کے محکم نظام کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا کوئی صانع حکیم ہے تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اشرف المخلوقات یعنی انسان کو محض بے نتیجہ پیدا کیا ہوگا اور اس کی پیدائش اور ایجاد سے کوئی عظیم الشان مقصد متعلق نہ ہوگا۔ یقیناً اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہونی چاہئے۔ جس میں آدم کی پیدائش کا مقصد عظیم پورے طریقہ سے آشکارا ہو۔

باطل معبود کوئی فائدہ نہ دیں گے

اب اگر ان کفار کا یہ خیال ہو کہ ہمارے بڑے ہم کو عذاب سے بچالیں گے یا معبودین غیر اللہ ہمارے کام آویں گے تو ان دونوں خیالات کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ کے سامنے سب سے بڑی عدالت میں پیشی ہوگی تو چھوٹے درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ دنیا میں تم بڑے بن کر بیٹھے تھے اور ہم نے تمہاری تابعداری کی تھی۔ آج اس مصیبت کی گھڑی میں کچھ تو کام آؤ۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ عذاب الٰہی کے کسی حصہ کو ہم سے ذرا ہلکا کردو؟ یہ میدان حشر میں کہیں گے یا دوزخ میں جانے کے بعد اس کا جواب بڑے چھوٹوں کو دیں گے کہ اس وقت اگر خدا تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ بتلاتا تو ہم تمہیں وہی راہ بتا دیتے۔ اب تو تمہاری طرح ہم خود مصیبت میں مبتلا ہیں اور مصیبت بھی ایسی جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ نہ صبر کرنے اور خاموش رہنے سے فائدہ۔ نہ گھبرانے اور چلانے سے کچھ حاصل۔ تو اس سوال و جواب سے معلوم ہوگیا کہ طریق کفر کے اکابر بھی اپنے تابعین کے کچھ کام نہ آویں گے۔ رہا یہ بھروسہ کہ معبودین غیر اللہ کام آویں گے اس کا حال اس حکایت سے معلوم ہوجائے گا کہ جب قیامت میں تمام مقدمات فیصل ہوچکیں گے یعنی اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔

شیطان کی تقریر

اہل دوزخ سب شیطان ابلیس لعین کے پاس کہ وہ بھی وہاں ہوگا جاکر ملامت کریں گے کہ کم بخت تو تو ڈوبا ہی تھا ہم کو بھی اپنے ساتھ ڈبویا۔ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثل سفارش وغیرہ کا انتظام کرتا کہ عذاب الٰہی سے رہائی ملے۔ تب ابلیس ان کے سامنے لیکچر دے گا جس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسط سے ثواب و عذاب اور دوزخ و جنت کے متعلق سچے وعدے کئے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل و براہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدہ سے ظاہر ہے۔ میں نے اس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کئے جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ فکر و تامل سے واضح ہوسکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہی ہے۔ میرے پاس نہ حجت و برہان کی قوت تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کردیتا۔ بلاشبہ میں نے بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا۔ تم جھپٹ کر خوشی سے آئے اور میں نے جدھر شہ دی ادھر ہی اپنی رضا و رغبت سے چل پڑے اگر میں نے بہکایا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل سنی نہ دعوے کو پرکھا۔ آنکھیں بند کرکے پیچھے ہو لئے۔ اب انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفسوں پر ملامت کرو۔ میرا جرم اغوا اور بہکانا بجائے خود رہا لیکن مجھے مجرم

گردان کر تم کیسے بری ہو سکتے ہو۔آج تم کو مدد دینا تو درکنار خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزا میں پکڑے ہوئے ہیں۔کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا۔تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا۔بہرحال اپنے جہل وحماقت سے جو شرک تم نے کیا تھا اس وقت میں اس سے منکر اور بیزار ہوں۔اب ہر ایک ظالم اور مشرک کو اپنے کئے کی سزا دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہئے۔شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔

آیات کا خلاصہ ومقصد

یہ حاصل ہوا ابلیس کے جواب کا پس اس سے معبودین غیر اللہ کا بھروسہ بھی ختم ہوا۔پس مقصود ان مکالمات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اس افراتفری اور کفار ومشرکین کی اس حسرت ویاس کا تصور کر کے جو آخرت میں ان کو نصیب ہوگی شیاطین الانس والجن کے اتباع سے باز رہیں۔یہ آیات بتلا رہی ہیں کہ شیطان کو بذات خود کوئی اختیار نہیں نہ وہ کسی کو کسی کام پر مجبور کر سکتا ہے اس کا کام صرف بہکانا اور پھسلانا ہے۔اس لئے ناواقف' جاہل کورانہ تقلید کرنے والے جو شیطان کے کہنے اور بہکاوے سے غلط راہ پر چلنے لگتے ہیں۔وہ جرم سے بری نہیں ہو سکتے اور اپنے پیشواؤں کے ساتھ وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔اس لئے انسان کو خود حق ناحق اور صحیح وغلط کا امتیاز کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ شیطان لعین مردود کے فریب اور دھوکوں سے ہماری حفاظت فرمادیں اور دنیا میں ہم کو شیطانی کاموں سے بچاویں اور دین حق کا کامل اتباع ظاہر وباطن میں نصیب فرمائیں۔

یااللہ!! آج دنیا میں ہم کو دین اور آخرت کی سمجھ اور فہم عطا فرمائے اور گمراہ وبے دین لیڈروں اور رہنماؤں کے پھندے میں جو مسلمان پھنسے ہوئے ہیں ان کو نجات عطا فرمادے۔اور نیک وبد حق وناحق سمجھنے اور معلوم کرنے کی تمیز عطا فرمائے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

اور جولوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے جاویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۖ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ﴿٢٣﴾ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ

وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جائیگا السلام علیکم کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے

طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا

ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جارہی ہوں۔ وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہو۔

وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ

اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ خوب سمجھ لیں۔ اور گندہ کلمہ کی مثال ایسی ہے جیسے

خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾

ایک خراب درخت ہو کہ زمین کے اُوپر ہی اُوپر سے اُکھاڑ لیا جاوے اس کو کچھ ثبات نہ ہو۔

وَأُدْخِلَ اور داخل کئے گئے	الَّذِينَ آمَنُوا جولوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصَّالِحَاتِ نیک	جَنَّاتٍ باغات	تَجْرِي بہتی ہیں		
مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْأَنْهَارُ نہریں	خَالِدِينَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِيهَا اس میں	بِإِذْنِ حکم سے	رَبِّهِمْ اپنا رب	تَحِيَّتُهُمْ ان کا تحفہ ملاقات	
فِيهَا اس میں	سَلَامٌ سلام	أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	كَيْفَ کیسی	ضَرَبَ اللَّهُ بیان کی اللہ نے	مَثَلًا مثال	كَلِمَةً طَيِّبَةً کلمہ طیبہ	
كَشَجَرَةٍ جیسے درخت	طَيِّبَةٍ پاکیزہ	أَصْلُهَا اس کی جڑ	ثَابِتٌ مضبوط	وَفَرْعُهَا اور اسکی شاخ	فِي میں	السَّمَاءِ آسمان	تُؤْتِي وہ دیتا ہے
أُكُلَهَا اپنا پھل	كُلَّ حِينٍ ہروقت	بِإِذْنِ حکم سے	رَبِّهَا اپنا رب	وَيَضْرِبُ اور بیان کرتا ہے	اللَّهُ اللہ	الْأَمْثَالَ مثالیں	
لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَتَذَكَّرُونَ وہ غور وفکر کریں	وَمَثَلُ اور مثال	كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ ناپاک بات	كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ مانند درخت ناپاک		
اجْتُثَّتْ اکھاڑ دیا گیا	مِنْ سے	فَوْقِ اوپر	الْأَرْضِ زمین	مَا لَهَا نہیں اس کیلئے	مِنْ قَرَارٍ کچھ بھی قرار		

اہل ایمان کا انجام

گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کا ذکر ہوا تھا اور ان کا انجام بتلایا گیا تھا۔ اب ان اشقیا کے مقابلہ میں اہل ایمان' اہل ہدایت' اور اہل سعادت کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ کفار کے برخلاف جولوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور ایمان لاکر اچھے اور نیک کام کئے ان کو ان کے رب کے حکم سے ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جو سرسبز وشاداب ہوں گے۔ یہ اہل ایمان اوپر کی منزلوں میں رہیں گے اور نیچے صاف شفاف نہریں جاری ہوں گی۔ دل کو آرام' آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی اور ایک بار داخل ہو جانے کے بعد پھر کبھی وہاں سے نکالے نہ جائیں گے۔ چین وآرام اور عیش وعشرت کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے۔ ہر طرف امن وامان چین وسکون کا سماں ہوگا۔ ان میں آپس کی دعا ملاقات سلام ہوگی جو دلیل ہے ان کے آپس کی محبت اور خیر خواہی کی جو کہ مستقل طور پر خود ایک نعمت ہے۔ کفار کے بعد یہاں مومنین کی

حالت سنائی گئی تا کہ لوگ دونوں حالتوں کا موازنہ کر کے بہتر حالت کو اختیار کریں اور کفر وشرک سے تائب ہو کر صاحب ایمان بن جائیں اور کلمۂ توحید وایمان کو اختیار کریں۔

کلمہ ایمان کی مثال

آگے کلمہ توحید یا کلمہ ایمان واسلام جس کی بدولت اہل سعادت جنت میں پہنچیں گے اس کی ایک مثال بیان فرمائی گئی ہے۔ جس سے کلمہ ایمان کی خوبی اور اس کے مقابل کلمۂ کفر کی برائی سمجھائی گئی ہے اور ایسی باموقع ومعنیٰ خیز مثال دینے سے مقصود یہی ہے کہ عقلمند ان مثالوں میں غور کرے اور جو نفع کی چیز ہے یعنی کلمۂ توحید و ایمان اس کو اختیار کرے اور جو غیر نافع بلکہ مضر اور قابل نفرت ہے یعنی کلمۂ خبیثہ۔ کلمۂ کفر وشرک اس سے احتراز کرے۔

یہاں آیت میں دو مثالیں بیان فرمائی گئی ہیں یعنی ایک کلمہ طیبہ کی دوسری کلمہ خبیثہ کی۔ کلمہ طیبہ کے لفظی معنی تو پاکیزہ اور ستھری بات کے ہیں۔ مگر اس سے مراد بحکم حدیث کلمہ لآ اله الا الله محمد رسول الله ہے یعنی وہ قول حق اور عقیدۂ صالحہ جو سراسر حقیقت اور راستی پر مبنی ہو جس میں توحید کا اقرار۔ انبیاء اور کتب آسمانی کا اقرار۔ آخرت وجزا وسزا کا اقرار۔ ایمانیات معرفت الٰہی کی باتیں۔ حمد وثنا تسبیح وتہلیل یہ سب کلمۂ طیبہ میں داخل ہیں۔ اور اس کی ضد یعنی کلمۂ خبیثہ ہے جس سے مراد ہر وہ باطل قول وعقیدہ ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو اور انبیاء کے واسطے سے نہ آیا ہو خواہ وہ کفر وشرک ہو۔ الحاد وزندقہ ہو۔ نیچریت ودہریت ہو۔ یہ سب کلمۂ خبیثہ میں داخل ہیں۔

یہاں کلمۂ طیبہ کی مثال یہ دی گئی کہ کلمۂ طیبہ اس درخت کی طرح ہے جس میں چار اوصاف ہوں۔

۱:۔ اچھی ذات کا درخت ہو یعنی شکل' صورت' لذت' خوشبو' نفع' سایہ' پھل وپھول ہر لحاظ سے عمدہ ہو۔

۲:۔ اس کی جڑ زمین کے اندر خوب گہری جمی ہوئی ہو کہ زور کی آندھی اور جھکڑ بھی اس کو جڑ سے نہ اکھاڑ سکے۔

۳:۔ اس کی شاخیں اور ٹہنیاں خوب بلند اور پھیلی ہوئی ہوں۔

۴:۔ اس میں پھل ہمیشہ آتے ہوں اور ہر وقت رہتے ہوں تو ایسا درخت بہترین درخت ہو سکتا ہے اور ایسے ہی درخت کی طرح کلمہ طیبہ بھی ہوتا ہے یعنی اس کے اندر بھی یہ چار اوصاف موجود ہیں۔

ایک اس کے اندر جو لذت وکیف اور روحانی سرور ہے وہ اصحاب ذوق ہی جانتے ہیں۔

دوسرے یہ کلمۂ طیبہ کلمۂ حق۔ کلمۂ صداقت اور کلمۂ نور ہے اور اس کی جڑیں نہایت مضبوط ہیں کہ جس کو ہوا وہوس کا کوئی جھونکا اور شیطانی وسوسوں کی کوئی آندھی اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ اس کی جڑیں اللہ کی معرفت ومحبت اور دلائل عقل وفطرت پر قائم ہیں اس وجہ سے یہ کلمہ مومن کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔

تیسرے کلمہ طیبہ کی شاخیں بہت بلند ہیں۔ عالم قدس تک اسکی شاخوں کی رسائی ہے۔ اعمال صالحہ اس کی شاخیں ہیں اور ان شاخوں کو روزانہ صبح وشام آسمانوں کے فرشتے اٹھا کر دربار الٰہی تک لے جاتے ہیں (ایمان ویقین اور حقیقت ومعرفت تک پہنچنا اسکی شاخیں ہیں) الغرض کل جہان اسی پاک کلمہ کی شاخوں کے زیر سایہ ہے۔

چوتھے اس میں ہر وقت پھل آتے رہتے ہیں۔ کلمہ طیبہ کا پھل ہر وقت دنیا میں بھی اچھا ملتا ہے اور آخرت میں بھی اچھا ملے گا۔ مومن اس کلمۂ طیبہ کے پاکیزہ درخت کے ثمرات طیبہ اور انوار الٰہیہ اور برکات ربانیہ سے ہر وقت بہرہ ور اور لذت اندوز ہوتا رہتا ہے۔ شجرہ ایمان کے ثمرات کبھی منقطع نہیں ہوتے دنیا میں مادی اور روحانی ثمرات کے علاوہ آخرت میں جنت میں داخل ہونا۔ وہاں کی لازوال لذتیں ونعمتیں حاصل ہونا۔ نور الٰہی میں ڈوبا رہنا اور دیدار باری تعالیٰ کا نصیب ہونا یہ اس کے اخروی پھل ہیں۔ الغرض نہ دنیا میں یہ کسی وقت ثمر آوری سے خالی رہتا ہے نہ آخرت میں کبھی اس کے پھل ختم ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کلمہ طیبہ کے

ثمرات حسنہ دنیا و آخرت میں ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔

کلمہ کفر کی مثال

اوپر تو کلمہ طیبہ کی مثال تھی اور اسکی ضد کلمہ خبیثہ یعنی کلمہ کفر و شرک۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدشکل درخت ہو جس میں نہ زیادہ سرسبزی ہو نہ اچھے پھل ہوں نہ خوشبو ہو نہ اچھا مزہ ہو۔ نہ اس کا سایہ ہو نہ کوئی فائدہ۔ پھر اس کی جڑ بھی اوپر ہی اوپر رکھی ہوئی ہو۔ زمین میں جمی ہوئی نہ ہو۔ ہوا کے کمزور جھونکے سے جڑ سے اکھڑ پڑے گا اور جب اس کی جڑ ہی کو ثبات نہیں تو شاخیں کہاں سے آئیں گی اس کی شاخوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

کلمہ خبیثہ کو شجرہ خبیثہ کے ساتھ مشابہت دینے میں اشارہ اس طرف ہے کہ کفر کا وجود تو ہے مگر معتد بہ اور پائیدار وجود نہیں۔ اس لئے کہ کفر کا دعویٰ کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں۔ دعویٰ بے دلیل ہے اس کی کوئی جڑ اور بنیاد نہیں اسی وجہ سے اس کی شاخوں اور پھلوں کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ کفار کا کوئی عقیدہ دنیا میں مضبوط دلیل سے قائم نہیں۔ تھوڑا سا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتا ہے نہ اس پر کوئی اخروی ثمرہ مرتب ہوتا ہے۔ نہ اس سے کوئی دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور نہ دل کو سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ملت کفر کا حال اس خبیث درخت کی طرح ہے۔ اس لئے کہ شجرۂ کفر بے حیائیوں اور بے غیرتیوں اور طرح طرح کی بداخلاقیوں اور قسم قسم کی بداعمالیوں کا ایک گندہ درخت ہے جس کا پھل سوائے شقاوت اور خسران ابدی کے کچھ نہیں۔ امریکہ برطانیہ اور یورپی ممالک اسی قسم کے اشجار خبیثہ کے جنگل اور دنگل ہیں۔ جہاں یہ اشجار خبیثہ صرف نفسانی شہوتوں اور دنیاوی لذتوں پر قائم ہیں اور سراسر عقل و فطرت اور غیرت کے خلاف ہیں۔ گویا جس طرح ایسا شجرۂ خبیثہ اپنے خبث کی وجہ سے قابل نفرت اور تکلیف دہ اور نہایت بودا اور کمزور ہے یونہی کلمۂ کفر و شرک بھی سخت قابل نفرت اور تکلیف دہ اور اتنا کمزور کہ دلائل کے سامنے ذرا نہ ٹھہر سکے۔

چونکہ کافر کے اعمال مقبول نہیں ہوتے اس لئے اس درخت کی شاخوں کا ذکر نہیں فرمایا اور چونکہ اس کے اعمال پر رضائے الٰہی مرتب نہیں ہوتی اس لئے پھل کی نفی بھی ظاہر ہے۔

دونوں مثالوں کا حاصل

دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ دین اسلام کا دعویٰ توحید و ایمان پکا اور سچا ہے جس کے دلائل نہایت صاف۔ صحیح اور مضبوط ہیں اور موافق فطرت ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں قلوب کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبولیت سے جالگتی ہیں اس طرح حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سدا بہار درخت پھولتا پھلتا اور پائیداری کے ساتھ اونچا رہتا ہے اور اس کے برخلاف کفر و شرک کے دعوئے باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی۔ لہٰذا لوگوں کو چاہئے کہ کلمۂ طیبہ کو قبول کریں اور اس کے دائمی اور غیر منقطع فوائد سے بہرہ ور ہوں۔ اور کلمۂ کفر و شرک جو قابل نفرت اور تکلیف دہ چیز ہے اس سے احتراز کریں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اس کلمۂ توحید و ایمان کی جڑوں کو ہمارے قلوب میں مضبوطی سے جمادیں اور دین و دنیا میں اس کے مفید نتائج اور فائدہ ہم کو نصیب فرمائیں اور کفر و شرک کی جڑوں کو روئے زمین سے مٹنے کی صورتیں ظاہر فرمادیں اور اس سے ہمیں نفرت اور کراہت عطا فرمائیں۔ کلمہ لآالٰه الا الله محمد رسول الله کو قبول کر کے ہم نے جو ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے یا اللہ ہمیں اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ اور اس کلمہ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے اور ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔

الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾

اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

يُثَبِّتُ مضبوط رکھتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے	بِالْقَوْلِ بات سے	الثَّابِتِ مضبوط	فِي میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	
وَ اور	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	وَيُضِلُّ اور بھٹکا دیتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَيَفْعَلُ اور کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	مَا يَشَآءُ جو چاہتا ہے

کلمۂ ایمان اور کلمۂ کفر کا اثر و نتیجہ

گذشتہ آیات میں کلمہ طیبہ یعنی کلمۂ توحید و ایمان کی خوبی اور کلمہ خبیثہ یعنی کلمۂ کفر و شرک کی برائی مثال کے ذریعہ سے سمجھائی گئی تھی۔

اب اس آیت میں ان دونوں کا اثر بیان فرمایا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کلمہ طیبہ توحید اور ایمان کی باتوں سے مومنین کو دنیا اور آخرت میں مضبوط اور ثابت قدم رکھتا ہے۔ دنیا میں تو اس طرح کہ مومن کلمہ طیبہ کی برکت سے شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ کے اغواء سے محفوظ رہتا ہے اور جب کفار کی طرف سے کوئی فتنہ پیش آتا ہے تو بتوفیق خداوندی ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے اور جادۂ توحید سے اس کا قدم پھسلتا نہیں اور کوئی فتنہ پیش آئے تو اس کے پائے استقامت میں تزلزل نہیں آتا اور اسی طرح مرتے وقت تک ایمان پر قائم رہتا ہے اور اسی کلمہ پر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور آخرت میں اس طرح کہ قبر میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے۔ منکر نکیر کے سوالات کا صحیح جواب دیتا ہے اور قیامت کے ہوش ربا دن حساب کتاب کے وقت اس کو کوئی اندیشہ نہیں۔ الغرض مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمۂ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسے ہی فتن و حوادث پیش آئیں۔ کتنا ہی سخت امتحان ہو۔ قبر یعنی عالم برزخ میں منکر نکیر کا سوال و جواب ہو۔ محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو۔ ہر موقع پر یہی کلمۂ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ یہ تو کلمہ طیبہ کے اثر کا بیان تھا۔ رہے ظالمین یعنی کفار و مشرکین وہ دنیا میں بھی بھٹکے اور اخیر تک بھٹکے رہیں گے۔ کبھی حقیقی کامیابی کا راستہ ہاتھ نہ لگے گا۔ دنیا میں تو ان کا بھٹکنا ظاہر ہے کہ حق اور صدق سے منحرف رہے اور آخرت میں بھٹکنا یہ ہے کہ قبر میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے ان سے نکیرین کے سوال کا جواب نہ بن پڑے گا۔ بلکہ حیرت زدہ ہو کر یہ کہیں گے ھاہ ھاہ لاادری افسوس افسوس میں کچھ نہیں جانتا۔ جو اور لوگ کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا جو سنا وہی کہہ دیا۔ اس پر فرشتے اس کے گرز مار کر کہیں گے کہ نہ تو نے خود سمجھا اور نہ کسی سمجھنے والے کا اتباع کیا۔ فرشتوں کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ایمان تحقیقی کی طرح ایمان تقلیدی بھی معتبر ہے۔ جیسے بعض عوام کو ایمان کی پوری حقیقت معلوم نہیں ہوتی صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور دین ہمارا اسلام ہے۔ یہ ایمان تقلیدی ہے اور عند اللہ یہ بھی معتبر ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

یہاں بظاہر یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ہی ثابت قدم رکھتے ہیں اور وہی بھٹکاتے ہیں تو پھر بھٹکنے والے پر کیا الزام ہے؟ اس کا ایک جواب تو جملہ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ سے ہو گیا کہ انہوں نے ظلم کیا تھا اس کی نحوست سے بچل گئے یہ حکیمانہ جواب

ہے۔ آگے حاکمانہ جواب ارشاد ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ وہ جس کو چاہے ہدایت دے اور ثابت قدم رکھے اور جس کو چاہے ہدایت نہ دے گمراہی میں پڑا رہنے دے۔ اس کی بارگاہ عالی میں یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ مومنوں کو کیوں ثابت قدم رکھا اور ظالموں کو کیوں بھٹکایا اور گمراہ رکھا وہ علیم حکیم ہے۔ اپنی حکمت و مشیت ہے جس کے ساتھ جو مناسب ہوتا ہے وہی معاملہ فرماتا ہے۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ)

نہ اس کی مشیت پر کوئی غالب۔ نہ اس کی قدرت پر کوئی حاکم۔ نہ اس کی راہ میں کوئی حائل یا مانع۔

قبر میں سوال

اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدوں میں ایک عقیدہ یہ ہے کہ قبر یعنی عالم برزخ میں مومن اور کافر سب سے سوال ہوگا اور کافر و فاسق کو ٹھیک جواب نہ دینے پر عذاب ہوگا۔ یہاں آیت میں مومن صالح اور کافر کے ثواب اور عذاب قبر کا ذکر ہے۔ مومن فاسق کا صراحۃً کوئی ذکر نہیں فرمایا اب تو قیاس کیا جائے کہ جس طرح اس کی حالت بین بین ہے۔ یعنی اعتقاد میں مومن کے مشابہ ہے اور عمل میں کافر کے مشابہ اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ بھی قبر میں بین بین ہوگا اور یا مومن فاسق اور گنہگار کے ذکر سے اس لئے سکوت کیا گیا کہ اس کا معاملہ مشیت خداوندی میں مستور ہے۔ اس کی مشیت جو معاملہ چاہے فرمائے۔ قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان واسطہ ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ کیونکہ یہ امر نصوص شریعت سے باجماع امت ثابت ہے۔ رہا بعض منکرین کا یہ کہنا کہ ہم میت کو دیکھتے ہیں مگر ہم کو تو منکر نکیر نظر نہیں آتے اور نہ ہی میت کی آواز اور ان کی گفتگو سنتے ہیں اور نہ میت کے بدن پر کوئی علامت عذاب کی دیکھتے ہیں اور نہ میت کے بدن میں کسی قسم کی جنبش یا اور کوئی علامت دیکھنے میں آتی ہے تو علمائے محققین نے منکرین کے ایسے بے سروپا اور باطل شبہات کے جواب میں لکھا ہے کہ وہ عالم ہی دوسرا ہے اس عالم کے احوال کے مشاہدہ کے لئے اس عالم کی آنکھیں چاہئیں بسا اوقات انسان کو خواب میں شدید الم لاحق ہوتا ہے اور کبھی اس کو مسرت لاحق ہوتی ہے مگر پاس والے آدمیوں کو یہ بات محسوس نہیں ہوتی اور خواب دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں بیداری کی حالت میں یہ چیزیں دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ وہ واقع میں سویا ہوا ہے۔

اصول کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ جب خالق کائنات نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب ثواب کی خبر دے دی تو مسلمانوں کو اس پر اعتقاد اور ایمان رکھنا لازم ہے۔''

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا فضل و کرم اور شکر و احسان ہے کہ دنیا میں ہم کو کلمہ طیبہ پر اعتقاد و ایمان نصیب فرمایا۔

یا اللہ! دنیا عالم برزخ۔ قیامت' حشر نشر سب جگہ اس کلمہ کی برکت سے ہم کو استقامت اور بھلائی نصیب فرما۔

یا اللہ دنیا میں کلمہ طیبہ کے پھیلنے اور کلمہ کفر و شرک کے مٹنے کی صورتیں ظاہر فرما۔

یا اللہ! ہمارا خاتمہ اس کلمہ طیبہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر فرمانا اور ہمارا آخری کلام اس دنیا میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہونا مقدر فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا۔جنہوں نے بجائے نعمتِ الٰہی کے کفر کیا۔اور جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچا دیا۔

وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ

وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بُری جگہ ہے۔اور ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار دیئے (تاکہ دوسروں کو بھی) اس کے دین سے گمراہ کریں۔آپ کہہ دیجئے کہ چندے عیش کرلو۔کیونکہ اخیر انجام

اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

تمہارا دوزخ میں جانا ہے جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں اُن سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

اور آشکارا خرچ کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے کہ جسمیں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی۔

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	اِلَى کو	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	بَدَّلُوْا بدل دیا	نِعْمَتَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت	كُفْرًا ناشکری سے	وَّاَحَلُّوْا اور اتارا	قَوْمَهُمْ اپنی قوم
دَارَ الْبَوَارِ تباہی کا گھر	جَهَنَّمَ جہنم	يَصْلَوْنَهَا اس میں داخل ہوں گے	وَبِئْسَ اور بُرا	الْقَرَارُ ٹھکانا	وَجَعَلُوْا اور انہوں نے ٹھہرائے	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	
اَنْدَادًا شریک	لِّيُضِلُّوْا تاکہ وہ گمراہ کریں	عَنْ سے	سَبِيْلِهٖ اسکا راستہ	قُلْ کہدیں	تَمَتَّعُوْا فائدہ اٹھالو	فَاِنَّ پھر بیشک	مَصِيْرَكُمْ تمہارا لوٹنا
اِلَى طرف	النَّارِ جہنم	قُلْ کہدیں	لِّعِبَادِيَ میرے بندوں سے	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	يُقِيْمُوْا قائم کریں	الصَّلٰوةَ نماز
وَيُنْفِقُوْا اور خرچ کریں	مِمَّا اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	سِرًّا چھپا کر	وَّعَلَانِيَةً اور ظاہر	مِّنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يَّاْتِيَ کہ آجائے	
يَوْمٌ وہ دن	لَّا بَيْعٌ نہ خرید وفروخت	فِيْهِ اس میں	وَلَا خِلٰلٌ اور نہ دوستی				

سرداران مکہ کے رویہ پر تنقید وتبصرہ

گذشتہ آیت میں کلمہ طیبہ یعنی کلمہ توحید وایمان کی خوبیاں اور اس کے نیک اثرات اور کلمہ خبیثہ یعنی کلمہ کفروشرک کی برائی اور اس کے بداثرات ونتائج بیان فرمائے گئے تھے۔

اب ان سرداران اور رؤسائے قریش مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ جنہوں نے کلمہ طیبہ کی بجائے کلمۂ خبیثہ کو اپنا شعار بنا رکھا تھا اور اس وقت جن کے ہاتھوں میں عرب کی باگ ڈور تھی ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان پر کیسے احسان کئے۔ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا قرآن اتارا۔اپنے حرم اور بیت کا مجاور بنایا۔عرب کی سرداری دی۔مگر انہوں نے ان نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ خدا کی ناشکری پر کمر بستہ ہوگئے اس کی باتوں کو جھٹلایا۔اس کے پیغمبر سے لڑائی کی۔آخر اپنی قوم کو لے کر تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔چاہئے تو یہ تھا کہ خدا کے احسانات سے متاثر ہوکر منعم حقیقی کی شکرگزاری اور اطاعت شعاری میں لگتے۔یہ تو نہ ہوا الٹے بغاوت پر کمر بستہ ہوگئے۔خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کردیں جن پر خدائی اختیارات تقسیم کئے اور عبادت جو خدائے واحد کا حق تھا وہ مختلف عنوانات سے ان کے لئے ثابت کرنے لگے تاکہ اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی بھی راہ ماریں اور انہیں بہکا کر اپنے جال میں پھنسائے رکھیں۔پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ بہتر ہے بیوقوفوں کو

جال میں پھنسا کر چند روز جی خوش کرلو اور دنیا کے مزے اڑالو۔ مگر تابکے آخر دوزخ کی آگ میں ہمیشہ کو رہنا ہے کیونکہ اس مزے اڑانے کا یہی نتیجہ ہوگا۔

مومنین کو نصیحت کہ نماز وانفاق پر قائم رہیں

قریش مکہ کے کفران نعمت کے ذکر کے بعد ہی روئے سخن مومنوں کی طرف متوجہ ہوگیا اور کفار کے احوال ذکر کرنے کے بعد مومنین ومخلصین کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ انہیں چاہئے کہ نعمت الٰہی کی قدر بجالائیں اور ناشکری سے بچیں اور اس شکرگزاری نعمت کے سب سے بڑے اور خاص اعمال دو بتلائے گئے ایک قیام صلوٰۃ اور دوسرے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔ گویا خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کی تعلیم دی گئی کہ نمازوں کو ان کے حقوق وحدود کی رعایت کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کرتے رہیں اور اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس کا ایک حصہ خفیہ یا علانیہ جیسا موقع ہو مستحقین پر خرچ کریں۔ غرض کفار جو شرک اور کفران نعمت پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کے بالمقابل مومنین کو جان ومال سے حق تعالیٰ کی طاعت وشکرگزاری میں مستعدی دکھلانا چاہئے۔

سامان آخرت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ نماز اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا یہ نیکیاں اس دن کام آئیں گی جب کہ خرید وفروخت یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ نکلے گا۔ یعنی آخرت میں نہ نیک عمل کسی سے خرید کرسکو گے نہ کوئی ایسا دوست بیٹھا ہے جو بدون ایمان وعمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بناء پر نجات کی ذمہ داری لے لے۔ حاصل مطلب یہ کہ آج تو اللہ تعالیٰ نے طاقت فرصت ومہلت عطا فرما رکھی ہے کہ نماز ادا کریں اور اگر پچھلی عمر میں غفلت سے کوئی نمازیں رہ گئی ہیں تو اس کی قضا ادا کرلیں۔ اسی طرح آج دنیوی حیات میں مال تمہارے قبضہ میں ہے اس کو اللہ کے لئے خرچ کر کے دائمی زندگی کا کام بنا سکتے ہو لیکن وہ دن عنقریب آنے والا ہے جب کہ دونوں قوتیں اور قدرتیں تم سے لے لی جائیں گی۔ نہ تمہارے بدن نماز پڑھنے کے لائق رہیں گے۔ اور نہ تمہاری ملک اور قبضہ میں کوئی مال رہے گا۔ جس سے ضائع شدہ حقوق کی ادائیگی کرسکو اور اس دن میں کوئی خرید وفروخت بھی نہ ہوسکے گی کہ تم کوئی ایسی چیز خرید لو کہ جس کے ذریعہ اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کا کفارہ کرسکو اور اس دن میں آپس کی دوستیاں اور تعلقات بھی کام نہ آسکیں گے۔ کوئی عزیز دوست کسی کے گناہوں کا بار نہ اٹھا سکے گا اور نہ اس کے عذاب کو ہٹا سکے گا۔ ''اس دن'' سے مراد بظاہر حشر اور قیامت کا دن ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ موت کا دن ہو کیونکہ یہ سب آثار موت ہی کے وقت سے ظاہر ہوجاتے ہیں نہ بدن میں کسی عمل کی صلاحیت رہتی ہے نہ مال ہی اپنی ملک وقبضہ میں رہتا ہے۔

صالحین کی دوستی آخرت میں مفید ہوگی

یہاں ایک بات یہ سمجھ لینے کی ہے کہ یہاں آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ قیامت کے روز کسی کی دوستی کسی کے کام نہ آئے گی اس کا مطلب یہ ہے کہ محض دنیاوی دوستیاں اس روز کام نہ آئیں گی لیکن جن لوگوں کی دوستی اور تعلق اللہ کے لئے اور اس کے دین کے لئے ہوا ان کی دوستی اس وقت کام آئے گی کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندے دوسروں کی شفاعت کریں گے۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ میں منقول ہے اور خود قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ یعنی وہ لوگ جو دنیا میں باہم دوست تھے اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے کہ یہ چاہیں گے کہ دوست پر اپنا گناہ ڈال کر خود بری ہو جائیں مگر وہ لوگ جو تقوٰی شعار ہیں کیونکہ اہل تقوی وہاں بھی ایک دوسرے کی مدد بطریق شفاعت کرسکیں گے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو نعمت اسلام وایمان کا حقیقی شکرگزار بندہ بنا دیں اور کفران نعمت کے وبال سے محفوظ فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ

اللہ ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی کو مسخر بنایا تاکہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں چلے۔ اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو مسخر بنایا۔ اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو مسخر بنایا

دَآىِٕبَیْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

جو ہمیشہ چلتے ہی رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو مسخر بنایا۔ اور جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو

لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

تو شمار میں نہیں لاسکتے۔ سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکر ہے۔

اَللّٰهُ الله	الَّذِیْ وہ جو	خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَاَنْزَلَ اور اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَاَخْرَجَ پھر نکالا	
بِهٖ اس سے	مِنَ سے	الثَّمَرٰتِ پھل	رِزْقًا رزق	لَّكُمْ تمہارے لئے	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْفُلْكَ کشتی	لِتَجْرِیَ تاکہ چلے	فِی الْبَحْرِ دریا میں
بِاَمْرِهٖ اسکے حکم سے	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاَنْهٰرَ نہریں	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند		
دَآىِٕبَیْنِ ایک دستور پر چلنے والے	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الَّیْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	وَاٰتٰىكُمْ اور اس نے تمہیں دی	مِنْ سے			
كُلِّ ہر چیز	مَا جو	سَاَلْتُمُوْهُ تم نے اس سے مانگی	وَاِنْ اور اگر	تَعُدُّوْا گننے لگو تم	نِعْمَتَ نعمت	اللّٰهِ اللہ	لَا تُحْصُوْهَا اسے شمار میں نہ لاسکو گے		
اِنَّ بیشک	الْاِنْسَانَ انسان	لَظَلُوْمٌ بیشک بڑا ظالم	كَفَّارٌ ناشکرا						

انعامات الٰہیہ

گذشتہ آیات میں کفار کی ناشکری کا ذکر تھا۔ پھر مومنین کو اقامۃ الصلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دے کر منعم حقیقی کی شکر گزاری کی ہدایت دی گئی تھی۔ اب آگے چند عظیم الشان نعمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو ہر مومن و کافر کے حق میں عام ہیں تاکہ انہیں سن کر مومنین کو شکر گزاری کی مزید ترغیب ہو اور کفار بھی غور کریں تو اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ کیسے بڑے منعم و محسن شہنشاہ سے بغاوت کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں خدا تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت کے دلائل بھی بیان ہو گئے تاکہ ممکن ہے کہ انہیں سن کر کوئی عاقل منصف کفر و شرکیات سے باز آجائے یا عظمت و جبروت کے نشانات میں غور کر کے اس کی گرفت اور سزا سے ڈر جائے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ جس کی نعمت کا کفران کیا جا رہا ہے۔ جس کی بندگی اور اطاعت سے منہ موڑا جا رہا ہے جس کے ساتھ زبردستی کے شریک ٹھہرائے جا رہے ہیں وہ وہی تو ہے جس کی نعمتیں لاتناہی ہیں مثلاً اس نے آسمانوں اور زمین کو تمہارے فائدہ کے لئے بنایا۔ بادلوں سے مینہ برسایا۔ پھر بارش کے پانی سے تمہارے لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں جن میں سے کوئی کھانے اور پینے کے کام میں آتی ہیں کوئی پہننے اوڑھنے اور بچھانے کے اور کوئی دیگر ضروریات زندگی کے سرانجام دہی کے کام آتی ہیں۔ پھر پانی پر سفر کرنے کے لئے کشتی جہاز وغیرہ بنانا سکھایا۔ ایسی تدبیریں بتائیں کہ کشتیاں پانی میں غرق نہ ہوں۔ پھر کشتی اور جہاز بنانے کے لئے لکڑی لوہا وغیرہ

اسی نے پیدا کئے۔ بڑے سے بڑے اور عجیب سے عجیب بحری جہازوں کے موجد بھی اس پر ناز نہیں کر سکتے کہ یہ ہم نے ایجاد کی ہے یا بنائی ہے کیونکہ جن چیزوں سے ان میں کام لیا گیا ہے مثلاً لوہا' لکڑی' تانبا' پیتل وغیرہ ان میں سے کون سی چیز تم نے پیدا کی ہے۔ خالق کائنات کی پیدا کی ہوئی لکڑی ولوہے وغیرہ میں تصرفات کر کے یہ ایجاد کا سہرا انسان نے اپنے سر رکھ لیا اور نہ غور کیجئے اور حقیقت کو دیکھئے تو خود انسان کا اپنا وجود' اس کے ہاتھ پاؤں' اس کی عقل ودماغ یہ خود اس کا بنایا ہوا تو نہیں۔ اسی کو یہاں فرمایا کہ اللہ جل شانہ' نے کشتیوں اور جہازوں کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ وہ اللہ کے حکم سے دریاؤں اور سمندروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ پھر نہروں کو تمہارے بس میں کر دیا۔ جدھر چاہتے ہو لے جاتے ہو۔ ان سے طرح طرح کے کام لیتے ہو۔ مثلاً آبپاشی کرتے ہو۔ چکیاں چلاتے ہو۔ بجلی بنا کر اس سے بکثرت سامان ضرورت فراہم کرتے ہو۔ پھر چاند اور سورج کو تمہارے فائدہ کے لئے ایک خاص چال سے چلایا۔ اگر ان کی چال بگڑ جائے تو انتظام عالم بگڑ جائے۔ نہ پھلوں میں پختگی آئے نہ کھیتیاں پکیں نہ عالم کو گرمی اور خشکی میسر آئے۔ نہ زمین کی رطوبتیں خشک ہوں۔ بکثرت بیماریاں پھیل جائیں۔ بارش بالکل نہ ہو وغیرہ وغیرہ پھر رات اور دن کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ رات اپنے وقت پر آتی ہے اور دن اپنے وقت پر۔ رات میں بھی تمہارے سامان زندگی کی فراہمی ہوتی ہے اور دن میں بھی کاروبار حیات کی تکمیل ہوتی ہے۔ پھر یہ تو کھلی ہوئی نعمتیں ہیں اور انہی پر کیا منحصر ہے تمہاری زندگی کے لئے جو جو کچھ مطلوب تھا مہیا کیا۔ تمہاری فطرت کی ہر مانگ پوری کی تمہاری بقا کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت تھی سب پورے کئے گویا تم نے اپنی زبان قال یا حال سے جو مانگا اور جن چیزوں کی تمہاری بقاء زندگی کو ضرورت ہوئی وہ سب خدا تعالیٰ نے تم کو عطا کیں۔ پھر محسوس نعمتوں کے علاوہ نیم محسوس اور غیر محسوس انعامات اس قدر ہیں کہ شمار کرو تو گن نہ سکو۔

انسان کی ناشکری واحسان فراموشی

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انسان پر اتنی ہیں کہ سب انسان مل کر ان کو شمار کرنا چاہیں تو شمار میں بھی نہیں آ سکتیں۔ غور کیجئے اول تو انسان کا اپنا وجود ہی خود ایسا ہے کہ اس کے آنکھ' کان' ناک' ہاتھ' پاؤں' معدہ' جگر' دل' دماغ بلکہ بدن کے ہر جوڑ اور رگ و ریشہ میں رب العزت کی غیر متناہی نعمتیں مستور ہیں۔ پھر آسمان اور زمین کے درمیان کی مخلوقات سمندروں اور پہاڑوں کی مخلوقات آج جدید تحقیقات کے ماہر بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکے۔ پھر نعمتوں میں یہ مادی اور حسی نعمتیں ہی داخل نہیں بلکہ انسان کا دکھ' درد' مرض' تکلیف' مصیبت پریشانی' رنج وغم سے محفوظ رہنا یہ ہر ایک الگ الگ مستقل نعمت ہے۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اور پورے عطیات' انعامات اور احسانات کا شمار اور اندازہ کس سے ہو سکتا ہے۔ لیکن انسان بڑا ظالم' بڑا احق ناشناس اور ناشکرا ہے۔ اول تو نعمت دینے والے کو پہچانتا ہی نہیں۔ غافل ہے۔ دوسرے منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکتا ہے۔ انہی کو نعمت دینے والا خیال کرتا ہے۔ جنس انسان میں بہتیرے بے انصاف اور ناسپاس ہیں جو اتنے بے شمار احسانات دیکھ کر بھی منعم حقیقی کا حق نہیں پہچانتے حالانکہ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ بے شمار نعمتوں کے بدلہ میں بے شمار عبادات اور بے شمار شکر لازم اور واجب ہوتا مگر اللہ جل شانہ' نے اپنی کریمی ورحیمی سے اس میں بھی اس ضعیف الخلقت انسان کی رعایت فرمائی کہ اگر یہ حقیقت پر نظر کر کے اعتراف کر لے کہ شکر واجب سے سبکدوش ہونا اس کی قدرت میں نہیں تو حق تعالیٰ اپنے کرم وعنایت سے اسی اعتراف کو ادائے شکر کے قائم مقام قرار دے دیتے ہیں۔ (معارف القرآن مفتی صاحبؒ)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

اور جب کہ ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے۔ اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیئے۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ

اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے۔ اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے

فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

سو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمت ہیں۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	اِبْرٰهِيْمُ ابراہیمؑ	رَبِّ اے میرے رب	اجْعَلْ بنا دے	هٰذَا الْبَلَدَ یہ شہر	اٰمِنًا امن کی جگہ
وَاجْنُبْنِيْ اور مجھے دور رکھ	وَبَنِيَّ اور میری اولاد	اَنْ کہ	نَّعْبُدَ ہم پرستش کریں	الْاَصْنَامَ بت	رَبِّ اے میرے رب	اِنَّهُنَّ بیشک وہ
اَضْلَلْنَ انہوں نے گمراہ کیا	كَثِيْرًا بہت	مِّنَ سے	النَّاسِ لوگ	فَمَنْ پس جو	تَبِعَنِيْ میری پیروی کی	فَاِنَّهٗ بیشک وہ	مِنِّيْ مجھ سے
	وَمَنْ اور جو	عَصَانِيْ میری نافرمانی کی	فَاِنَّكَ تو بیشک تو	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	

کفار مکہ کو دعوت توحید

کفار مکہ اور سرداران قریش جن کی ناشکر گزاری اور شرک و کفر اور کفران نعمت کا بیان گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا۔ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کیا جاتا ہے کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہو انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی ان ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر مکہ آباد کیا اور پتھریلے ریگستان میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ وہ دنیا سے یہی دعائیں اور وصیتیں کرتے رخصت ہوئے کہ ان کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔ اب تم کو سوچنا اور شرمانا چاہیئے کہ کہاں تک ان کی وصایا کا پاس کیا یا ان کی دعا سے حصہ پایا اور کس حد تک خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر گزار ہوئے مشرکین مکہ مدعی تھے کہ ہم ملت ابراہیمی کے پیرو ہیں۔ اس لئے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں سنائی جا رہی ہیں تا کہ مکہ اور اس کے اطراف کے ناشکر کفار کو جو ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے یہ معلوم ہو کہ تم حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی برکت سے مکہ میں امن سے بیٹھے ہو۔ یہاں کوئی مار دھاڑ قتل و قتال نہیں کرتا۔ انہی کی دعا سے اس خشک ملک میں میوہ اور پھل اور تازہ ترکاریاں کھاتے ہو۔ انہی کی دعا کی برکت سے لوگ تمہاری طرف آتے ہیں۔ پھر تم کیسے نا اہل اولاد ہو جو خدا کی ناشکری اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کر رہے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو مکہ کے بیابان ریگستان میں اللہ کے حکم سے چھوڑ کر چلے تو بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور سب سے پہلے آپ نے التجا کی کہ پروردگار اس جگہ کو مقام امن بنا دے۔ یعنی اس زمین کو آباد کر دے اور یہاں قتل و غارت کو حرام کر دے چنانچہ مکہ آباد ہوا اور قتل و غارت یہاں تک کہ وحشی جانوروں اور پرندوں کا شکار اور سبزہ درخت کا کاٹنا بھی حرم کے اندر ممنوع قرار پایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لے کر اب تک یہی قانون جاری ہے اور جاہلیت میں بھی کسی نے اس قانون کو منسوخ نہیں کیا۔ بعض مفسرین نے مقام امن سے محفوظ مقام مراد لیا ہے یعنی ایسا مقام جس کو کوئی جابر ظالم منہدم اور غارت نہ

کر سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک سے پہلے ابرہہ شاہ یمن نے مکہ پر لشکر کشی کی۔ ہاتھیوں کی ایک جماعت بھی ساتھ لایا تاکہ کعبہ کو ڈھا دے مگر غیبی طاقت نے اس کو برباد کر دیا اور کعبہ محفوظ رہا۔ جس کا ذکر تیسویں پارہ کی سورۂ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ میں فرمایا گیا ہے۔ دوسری دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ مانگی کہ پروردگار مجھے اور میری اولاد کو شرک یعنی بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھنا۔ یہ پتھر کی مورتیاں بہت آدمیوں کے گمراہی کا سبب ہوئیں سو جس نے توحید خالص کا راستہ اختیار کیا اور میری بات مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے۔ جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستہ سے الگ ہو گیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں۔ آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لاکر اپنے کو رحمت خصوصی اور نجات ابدی کا مستحق بنا سکتا ہے۔ اے رب بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے یعنی تو رحمت و مغفرت پر قادر ہے کہ ان نافرمانوں کو توبہ کی توفیق دے دے اور کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کر دے۔

اہم وضاحت

یہاں یہ بات سمجھ لیجئے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کا اختیار ہے وہ اگر چاہے تو کافروں کو بھی بخش دے لیکن اس نے خبر دے دی کہ مشرک اور کافر اور منافق کو نہیں بخشے گا۔ مگر اس کی قدرت اور اس کا اختیار ویسا ہی ہے۔

(معارف القرآن کاندھلویؒ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعائیں

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعاؤں کا ذکر ہوا۔ ایک تو یہ کہ اس شہر مکہ کو مقام امن بنا دیجئے کہ جو اس میں داخل ہو وہ مامون و محفوظ ہو جائے۔ یعنی اس کو حرم محترم بنا دیجئے دوسری دعا یہ فرمائی کہ مجھ کو اور میری اولاد کو سب کو بت پرستی سے دور رکھئے اس دوسری دعا کے متعلق حضرات مفسرین علمائے کرام نے لکھا ہے کہ انبیاء کرام تو شرک اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہوتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری صلبی اولاد یعنی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بت پرستی سے محفوظ رکھے گا۔ پھر یہ دعا کس لئے فرمائی۔ اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ طبعی خوف کے اثر سے انبیاء بھی ہر وقت اپنے کو خطرہ میں محسوس کرتے رہتے ہیں یا یہ کہ اصل مقصود اپنی اولاد کو شرک و بت پرستی سے بچانے کی دعا کرنا تھا۔ اولاد کو اس کی اہمیت سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو شامل دعا فرما لیا اور یہ دعا اس لئے بھی فرمائی کہ انبیاء کی معصومیت اور محفوظیت خود ان کی پیدا کی ہوئی نہیں اور طبعی اور ذاتی امر نہیں بلکہ اللہ جل شانہٗ کی عصمت اور اس کی حفاظت اور اس کی تائید اور توفیق پر ہے۔ تو مطلب دعاء سے یہ تھا کہ اے اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو توحید خالص پر قائم اور ثابت قدم رکھیئے۔ اور براہ لطف و کرم شرک جلی اور خفی سے دور رکھیئے۔ چنانچہ یہ دعاء ابراہیمی بھی قبول ہوئی اور آپ کے صلبی بیٹے یا جو بیٹے اس دعا کے وقت موجود تھے وہ سب شرک سے محفوظ رہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید حقیقی کی دولت عطا فرمائیں اور ہم کو اور ہماری اولاد اور نسلوں کو ہر طرح کے شرک ظاہری و باطنی سے محفوظ فرمائیں۔ یا اللہ وہ شہر مکہ جس کے امن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی اس کی عزت و حرمت کو بلند فرما اور اس کی عزت کرنے والوں کو بھی عزت و عظمت عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا

اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں

الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ

تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے۔اور ان کو پھل کھانے کو دیجئے۔تاکہ یہ لوگ شکر کریں۔

یَشْكُرُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ

اے ہمارے رب آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کر دیں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ زمین میں

وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ

اور نہ آسمان میں تمامی حمد خدا کیلئے ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ عطا فرمائے۔حقیقت میں میرا رب دُعا کا بڑا سننے والا ہے۔

الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ

اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا اہتمام کرنے والا رکھیئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو۔اے ہمارے رب اور میری دُعا قبول کیجئے۔اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے

وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دِن۔

رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنِّیْ بیشک میں	اَسْكَنْتُ میں نے بسایا	مِنْ سے	ذُرِّیَّتِیْ اپنی اولاد	بِوَادٍ میدان	غَیْرِ بغیر	ذِیْ زَرْعٍ کھیتی والی			
عِنْدَ نزدیک	بَیْتِكَ تیرا گھر	الْمُحَرَّمِ احترام والا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	لِیُقِیْمُوا تاکہ قائم کریں	الصَّلٰوةَ نماز	فَاجْعَلْ پس کر دے				
اَفْئِدَةً دل	مِنَ سے	النَّاسِ لوگ	تَهْوِیْٓ وہ مائل ہوں	اِلَیْهِمْ ان کی طرف	وَارْزُقْهُمْ اور انہیں رزق دے	مِنَ سے	الثَّمَرٰتِ پھل			
لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	یَشْكُرُوْنَ شکر کریں	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّكَ بیشک	تَعْلَمُ تو جانتا ہے	مَا نُخْفِیْ جو ہم چھپاتے ہیں	وَمَا اور جو				
نُعْلِنُ ہم ظاہر کرتے ہیں	وَمَا اور نہیں	یَخْفٰی چھپی ہوئی	عَلَی اللّٰهِ اللہ پر	مِنْ سے	شَیْءٍ چیز	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	فِی میں		
السَّمَآءِ آسمان	اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِیْ وہ جو	وَهَبَ لِیْ بخشا مجھے	عَلَی پر	الْكِبَرِ بڑھاپا	اِسْمٰعِیْلَ اسمٰعیل	وَاِسْحٰقَ اور اسحٰق		
اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب	لَسَمِیْعُ البتہ سُننے والا	الدُّعَآءِ دُعا	رَبِّ اے میرے رب	اجْعَلْنِیْ مجھے بنا تو	مُقِیْمَ قائم کرنے والا	الصَّلٰوةِ نماز			
وَمِنْ اور سے	ذُرِّیَّتِیْ میری اولاد	رَبَّنَا اے ہمارے رب	وَتَقَبَّلْ اور قبول فرما	دُعَآءِ دُعا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اغْفِرْ لِیْ مجھے بخشدے				
وَلِوَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ کو	وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کو	یَوْمَ جس دن	یَقُوْمُ قائم ہوگا	الْحِسَابُ حساب						

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مزید دعائیں

گذشتہ آیات سے سلسلہ کلام اس طرح چل رہا تھا کہ کفار مکہ اور روسائے قریش کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کیا گیا تھا کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف میں امن وامان سے بیٹھے ہو۔انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی

تھی۔ ان ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر مکہ آباد کیا اور ساکنان ارض حرم کو طرح طرح کی ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا۔ حضرت ابراہیمؑ تو دنیا سے یہی دعائیں اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ ان کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔

اب ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مزید دعاؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس وقت سرزمین مکہ کے چاروں طرف دور دور تک چٹیل ریگستان، خشک پہاڑیاں اور بے آب و گیاہ میدان تھا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بحکم الٰہی جب وہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ کو چھوڑا تو باقتضائے بشریت دو خیال پیدا ہوئے اول تو یہ کہ یہاں دور تک کوئی آدمی نہیں ان کا دل گھبرائے گا وحشت ہوگی دوسرے یہ کہ اس لق و دق بیابان میں ظاہری سامان کھانے پینے کا نہیں اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء فرمائی کہ اے پروردگار میں نے اپنی ایک اولاد کو اس بنجر اور چٹیل میدان میں تیرے حکم سے تیرے معظم اور محترم گھر کے پاس بسایا ہے تا کہ یہ اور اس کی نسل تیرے گھر کا حق ادا کریں۔ تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کردے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور شہر کی رونق بڑھے نیز ان کی روزی اور دلجمعی کے لئے غیب سے ایسا سامان فرمادے کہ غلہ اور پانی جو ضروریات زندگی ہیں ان سے گزر کر عمدہ میووں اور پھلوں کی یہاں افراط ہوجائے تا کہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکرگزاری میں لگے رہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی آج تک ہر سال لاکھوں آدمی مشرق و مغرب سے کھنچ کھنچ کر وہاں پہنچتے ہیں اور اعلیٰ قسم کے میوے اور پھلوں کی مکہ میں وہ افراط ہے کہ جو شاید کہیں ہو حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی ثمردار درخت موجود نہ ہوگا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ فرمایا یعنی کچھ آدمیوں کے قلوب ان کی طرف مائل کردیجئے اگر کچھ کا لفظ نہ فرماتے تو مشرق و مغرب کے تمام انسان یہاں تک کہ یہودی اور عیسائی بھی کعبہ کی طرف جھک پڑتے۔

آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا مضمون جاری ہے کہ اے ہمارے رب آپ سب جانتے ہیں جو کچھ کہ ہم ظاہر کرتے ہیں یا جو کچھ ہم پوشیدہ کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں اس لئے آپ جانتے ہیں کہ جو باتیں میں نے عرض کی ہیں وہی میرا مقصود ہے اور کوئی بات بناوٹ کی نہیں ہے۔ پس آپ میری ان درخواستوں کو قبول فرمائیے۔ آگے کچھ دعائیں اور عرض کی گئی ہیں۔ بیچ میں حق تعالیٰ کی بعض نعمتوں پر حمد و شکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا کیا تا کہ شکر کی برکت سے ان دعاؤں کو قبولیت نصیب ہو چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس اللہ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسحاق۔ سارہ کے بطن سے اور اسماعیل ہاجرہ کے بطن سے غیر متوقع طور پر عطا کیے۔ تو جیسے اولاد کے متعلق آپ نے میری دعاء سنی اور قبول فرمائی یہ دعائیں بھی قبول فرمائیے۔ اے میرے رب آپ مجھے بھی نمازوں کا قائم رکھنے والا بنائیں اور میری اولاد میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نمازوں کو ٹھیک طور پر قائم رکھیں۔ اے میرے رب میری سب دعائیں قبول فرمائیے اور پھر اخیر میں یہ دعا فرمائی کہ اے ہمارے پروردگار حساب کے دن یعنی قیامت کے روز میری مغفرت کردیجئے اور میرے ماں باپ کی اور کل مومنین کی بھی۔

آداب دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بتا رہی ہے کہ دعا میں ایک خاص ترتیب کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ سب سے پہلے انسان اپنی ذات کے لئے دعا کرے۔ پھر قریب ترین تعلق رکھنے والوں کے لئے پھر اہل ایمان کیلئے جیسا کہ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ سے تعلیم ملتی ہے۔

دعاء ابراہیمی

پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے شروع دعاء میں اپنے بچہ اور اس کی والدہ کی بے بسی کا ذکر کرنے کے بعد سب سے پہلے جو دعاء کی وہ لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ ہے۔ یعنی ان کو نماز کا پابند بنا دے کیونکہ نماز دنیا و آخرت کی تمام خیرات و برکات کے لئے جامع ہے اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے حق میں اس سے بڑی کوئی ہمدردی اور خیر خواہی نہیں کہ ان کو نماز کا پابند بنا دیا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ فرمایا یعنی کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے۔ سب لوگوں کے قلوب مائل ہو جانے کی دعا نہیں فرمائی۔ امام تفسیر حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اگر دعا میں کہہ دیا جاتا کہ تمام لوگوں کے قلوب مائل کر دیجئے تو ساری دنیا کے مسلم غیر مسلم یہود و نصاریٰ اور مشرق و مغرب کے سب آدمی مکہ پر ٹوٹ پڑتے جو باعث زحمت ہو جاتا اس حقیقت کے پیش نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں یہ فرمایا کہ کچھ لوگوں کے قلوب مائل کر دیجئے۔

آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ جامع دعاء کہ اے میرے پروردگار میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرما اس دن جبکہ محشر میں تمام زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائیگا۔

اب یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے لئے اور مومنین کے لئے دعاء مغفرت کرنا تو ایک صاف اور سیدھی بات ہے البتہ شبہ اس میں ہو سکتا ہے کہ اپنے کافر باپ کے حق میں دعائے مغفرت کیسے کر دی؟ مفسرین نے اس کا جواب لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دعاء اس وقت کی ہو جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافروں کی سفارش اور دعاء مغفرت سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ یا اگر یہ دعا آپ نے باپ کی زندگی میں کی تھی تو آپ کی مراد یہی ہوگی کہ باپ کو توفیق ہدایت دے کر ان کی مغفرت کا سامان کر دیا جائے واللہ اعلم بالصواب۔

ان آیات سے دعاء کے آداب یہ معلوم ہوئے کہ لفظ ربنا کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے اور دعا بار بار الحاح وزاری کے ساتھ کی جائے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی کی جائے اس طرح دعا کی قبولیت کی بڑی امید ہوتی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس مقبول دعا میں ہم کو بھی شامل فرمائیں اور یوم حساب میں ہماری اور ہمارے والدین کی اور جملہ مؤمنین و مؤمنات کی مغفرت فرمائیں۔

یا اللہ! حرم مکہ کی عزت و عظمت کو قائم اور دائم رکھیئے اور اس کی عزت و عظمت کرنے والوں کو بھی عزت عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہمارے دلوں کو کعبہ ابراہیمی کی طرف مائل فرما اور ہم کو اپنے اس بیت عتیق کی زندگی میں زیارت نصیب فرما اور جن کو یہ شرف نصیب ہو چکا ہے ان کو پھر بار بار وہاں کی حاضری نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اور ہماری اولاد اور نسلوں کو نماز کا قائم رکھنے والا بنایئے۔ اور دین و دنیا دونوں جہان کی صلاح و فلاح نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾

اور (اے مخاطب) جو کچھ یہ ظالم لوگ کر رہے ہیں اُس سے خدائے تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھ ان کو صرف اس روز تک مہلت دے رکھی ہے جس میں اُن لوگوں کی نگاہیں پھٹی رہ جاویں گی۔

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ

دوڑتے ہوں گے اپنے سر اوپر اُٹھا رکھے ہوں گے۔ اُن کی نظر اُن کی طرف ہٹ کر نہ آوے گی اور اور اُن کے دِل بہت بدحواس ہوں گے۔ اور آپ

النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ

ان لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جس دن اُن پر عذاب آپڑے گا۔ پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو مہلت دے دیجئے ہم آپ کا

دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ

سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے کیا تم نے اس کے قبل قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو کہیں جانا ہی نہیں ہے حالانکہ تم اُن پہلے لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے

فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

جنہوں نے اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیونکر معاملہ کیا تھا اور ہم نے تم سے مثالیں بیان کیں۔

وَلَا اور نہ	تَحْسَبَنَّ تم ہرگز گمان کرنا	اللّٰهَ اللہ	غَافِلًا بے خبر	عَمَّا اس سے جو	يَعْمَلُ وہ کرتے ہیں	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	اِنَّمَا صرف	يُؤَخِّرُهُمْ انہیں مہلت دیتا ہے
لِيَوْمٍ اس دن تک	تَشْخَصُ کھلی رہ جائیں گی	فِيْهِ اس میں	الْاَبْصَارُ آنکھیں	مُهْطِعِيْنَ وہ دوڑتے ہوں گے	مُقْنِعِيْ اٹھائے ہوئے			
رُءُوْسِهِمْ اپنے سر	لَا يَرْتَدُّ نہ لوٹ سکیں گی	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	طَرْفُهُمْ اُن کی نگاہیں	وَاَفْـِٕدَتُهُمْ اور اُن کے دل	هَوَآءٌ اُڑے ہوئے			
وَاَنْذِرِ اور ڈراؤ	النَّاسَ لوگ	يَوْمَ وہ دن	يَاْتِيْهِمُ ان پر آئیگا	الْعَذَابُ عذاب	فَيَقُوْلُ تو کہیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	
رَبَّنَا اے ہمارے رب	اَخِّرْنَا ہمیں مہلت دے	اِلٰى طرف	اَجَلٍ ایک دن	قَرِيْبٍ تھوڑی	نُجِبْ ہم قبول کرلیں	دَعْوَتَكَ تیری دعوت		
وَنَتَّبِعِ اور ہم پیروی کریں	الرُّسُلَ رسول	اَوَ یا	لَمْ تَكُوْنُوْا تم نہ تھے	اَقْسَمْتُمْ تم قسمیں کھاتے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	مَا لَكُمْ تمہارے لئے نہیں		
مِنْ زَوَالٍ کوئی زوال	وَسَكَنْتُمْ اور تم رہے تھے	فِيْ میں	مَسٰكِنِ گھر	الَّذِيْنَ جن لوگوں	ظَلَمُوْا نے ظلم کیا تھا	اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں پر		
وَتَبَيَّنَ اور ظاہر ہو گیا	لَكُمْ تم پر	كَيْفَ کیسا	فَعَلْنَا ہم نے کیا	بِهِمْ ان سے	وَ اور	ضَرَبْنَا ہم نے بیان کیں	لَكُمْ تمہارے لئے	الْاَمْثَالَ مثالیں

خدائی گرفت میں ڈھیل سے غفلت میں نہ پڑو

اس آخری رکوع میں ان آیات میں حق تعالیٰ متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر ظالموں یعنی کفار و مشرکین کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہو تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ خدا ان کی حرکات سے بے خبر ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان ظالموں کا کوئی چھوٹا بڑا کام خدا سے پوشیدہ نہیں۔ البتہ خدا تعالیٰ کی یہ عادت نہیں کہ مجرم کو فوراً پکڑ کر تباہ کر دے۔ وہ بڑے سے بڑے ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یہ یا تو اپنے جرائم سے باز آجائے یا پھر ارتکاب جرائم میں اس حد تک پہنچ جائے کہ قانونی حیثیت سے اس کے مستحق سزا ہونے میں کسی طرح کی کوئی کسر باقی نہ رہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان معاند کافروں کو جو فوراً سزا نہیں مل رہی ہے تو یہ اس لئے ہرگز نہیں کہ حق تعالیٰ انکی طرف سے غافل ہیں اس کا

تو احتمال بھی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مصالح کی بنا پر جزا و سزا کو ایک وقت مقرر کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ یعنی یوم حشر کیلئے اس کے بعد یوم حشر کی ہولناکی اور دہشت انگیزی کا منظر پیش کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس روز یعنی قیامت کے دن ہول اور دہشت سے ان ظالموں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اور محشر میں سخت پریشانی اور خوف و حیرت سے اوپر کو سر اٹھائے ٹکٹکی باندھے گھبرائے ہوئے چلے آئیں گے۔ جدھر نظر اٹھ گئی ادھر سے ہٹے گی نہیں۔ ہکا بکا ہو کر ایک طرف دیکھتے ہوں گے۔ ذرا پلک بھی نہ جھپکے گی۔ دلوں کا حال یہ ہوگا کہ عقل و فہم اور بہتری کی امید سے یکسر خالی اور دہشت و خوف کی زیادتی سے اڑے جا رہے ہوں گے۔ غرض ظالموں کے لئے وہ سخت حسرتناک اور ہیبت ناک وقت ہوگا۔

ناکام حسرت

حشر میں جب حقائق کا انکشاف ہو جائے گا اور غفلت کے پردہ ہر طرح چاک ہو جائیں گے تو یہ بدنصیب ظالم عرض کریں گے کہ خدایا اب ہم نے خوب مزہ چکھ لیا اب ایک بار پھر ہمیں مہلت حیات عطا ہو کہ ہم دنیا میں جا کر از سرنو زندگی بسر کریں اور اپنی پوری فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا ثبوت دیں۔ ان کے جواب میں ارشاد ہوگا کہ دنیا میں رہنے کی تمہیں مہلت قلیل تو نہیں بلکہ مدت طویل ملی تھی پھر تم نے اس سے کیا فائدہ اٹھایا بلکہ تم تو الٹے قسمیں کھا کھا کر بڑے زور اور دعوے کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ یہ حشر و نشر کا قصہ سب ڈھکوسلا ہے۔ وجود جو کچھ ہے صرف اسی مادی دنیا اور اسی مادی زندگی سے ہے۔ اس کے آگے کچھ بھی نہیں۔ مزید حق تعالیٰ کی طرف سے جواب میں کہا جائے گا کہ تمہارے پچھلے ان ہی بستیوں میں یا ان کے آس پاس آباد ہوئے۔ جہاں اگلے ظالم سکونت رکھتے تھے اور انہی کی عادات و اطوار اختیار کیں۔ حالانکہ تاریخی روایات و حکایات اور متواتر خبروں سے ان پر روشن ہو چکا تھا کہ ہم اگلے ظالموں کو کیسی کچھ سزا دے چکے ہیں اور ہم نے گذشتہ امتوں کے یہ قصے کتب سماویہ میں درج کر کے انبیاء علیہم السلام کی زبانی ان کو آگاہ بھی کر دیا تھا مگر انہیں ذرہ بھر عبرت نہ ہوئی۔ اسی سرکشی عناد اور عداوت حق پر اڑے رہے۔

خلاصہ یہ کہ کفار و مشرکین کو دنیا میں سمجھایا گیا تھا کہ جن باتوں کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ناممکن نہیں ہیں اور وہ ایک دن اسی طرح پیش آنی ہیں مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور ان کی قیامت میں یہ درخواست کہ ہم دنیا میں ایک مرتبہ پھر بھیج دیئے جائیں نامنظور ہوگی اور وہ اپنے کیے کی سزا کو پہنچائے جائیں گے۔

غفلت شعاروں کے لئے تنبیہ

اب یہاں بظاہر خطاب کفار و مشرکین کی طرف ہے اس میں امت کے ان غفلت شعار اور آخرت سے لاپروا ہو کر زندگی گزارنے والوں کے لئے بھی تنبیہ و ہدایت ہے کہ وہ ان آیات کو سن کر ہوش میں آ جائیں اور اس دنیا کی زندگی کی اہمیت اور قدر و قیمت کو جان لیں کہ بس یہی موقع ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر لیں ورنہ پھر آخرت میں پچھتانے اور حسرت و افسوس سے کیا حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہماری آنکھیں اس دنیا میں آخرت کی طرف سے کھول دیں اور غفلت کے پردوں کو چاک فرما دیں اور آج اس دنیاوی زندگی میں آخرت کی زندگی سنوارنے اور بنا لینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

آگے خاتمہ کی آیات میں بعض احوال قیامت کو بیان فرما کر لوگوں کو تنبیہ کی گئی کہ کفر اور شرک سے باز آ جائیں اور قابل عبادت و اطاعت صرف ایک ذات اللہ تعالیٰ کو جانیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اس دنیا میں غفلت میں پڑنے سے بچائیں اور ہمہ وقت آخرت کی فکر نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا

اور اُن لوگوں نے اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں کیں اور اُن کی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں۔ اور واقعی اُن کی تدبیریں ایسی تھیں کہ اُن سے پہاڑ بھی ٹل جاویں۔ پس اللہ تعالیٰ کو

تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ

اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست پُورا بدلہ لینے والا ہے۔ جس روز دوسری زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے علاوہ

وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي

اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے رُوبرو پیش ہوں گے اور تو مجرموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا۔

الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ

اُن کے کرتے قطران کے ہوں گے اور آگ اُن کے چہروں پر لپٹی ہوگی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہر (مجرم) کو اس کے کئے کی سزا دے

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ

یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی جلد حساب لینے والا ہے۔ یہ (قرآن) لوگوں کیلئے احکام کا پہنچانا ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ سے ڈرائے جاویں اور تاکہ اس بات کا یقین کر لیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے

وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

اور تاکہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔

وَ اور	قَدْ مَكَرُوْا انہوں نے داؤ چلے	مَكْرَهُمْ اپنے داؤ	وَ اور	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے آگے	مَكْرُهُمْ ان کا داؤ	وَ اور	اِنْ اگرچہ	كَانَ تھا
مَكْرُهُمْ انکا داؤ	لِتَزُوْلَ کہ ٹل جائے	مِنْهُ اس سے	الْجِبَالُ پہاڑ	فَلَا تَحْسَبَنَّ پس تو ہرگز خیال نہ کر	اللّٰهَ اللہ	مُخْلِفَ خلاف کرے گا		
وَعْدِهٖ اپنا وعدہ	رُسُلَهٗ اپنے رسول	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَزِيْزٌ زبردست	ذُو انْتِقَامٍ بدلہ لینے والا	يَوْمَ جس دن	تُبَدَّلُ بدل دی جائے گی	
الْاَرْضُ زمین	غَيْرَ الْاَرْضِ اور زمین	وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان	وَبَرَزُوْا وہ نکل کھڑے ہوں گے	لِلّٰهِ اللہ کے آگے	الْوَاحِدِ یکتا	الْقَهَّارِ سخت قہر والا		
وَتَرَى اور تو دیکھے گا	الْمُجْرِمِيْنَ مجرم	يَوْمَئِذٍ اس دن	مُقَرَّنِيْنَ باہم جکڑے ہوئے	فِي میں	الْاَصْفَادِ زنجیریں	سَرَابِيْلُهُمْ انکے کرتے		
مِنْ سے	قَطِرَانٍ گندھک	وَ اور	تَغْشٰى ڈھانپ لے گی	وُجُوْهَهُمُ ان کے چہرے	النَّارُ آگ	لِيَجْزِيَ تاکہ بدلہ دے	اللّٰهُ اللہ	كُلَّ نَفْسٍ ہر جان
مَا جو	كَسَبَتْ اس نے کمایا	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	سَرِيْعُ الْحِسَابِ جلد حساب لینے والا	هٰذَا بَلٰغٌ یہ پہنچا دینا	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے		
وَلِيُنْذَرُوْا تاکہ وہ ڈرائے جائیں	بِهٖ اس سے	وَلِيَعْلَمُوْٓا اور تاکہ وہ جان لیں	اَنَّمَا اسکے سوا نہیں	هُوَ وہ	اِلٰهٌ معبود	وَّاحِدٌ یکتا		
وَلِيَذَّكَّرَ اور تاکہ نصیحت پکڑیں	اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے							

کفار و مشرکین کی شکست و ناکامی

گذشتہ آیات میں ظالمین یعنی کفار و مشرکین کا جو حال قیامت میں ہوگا اس کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ انہیں ظالمین یعنی کفار مشرکین کے

متعلق ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب اگلے پچھلے ظالم اپنے اپنے داؤ کھیل چکے ہیں۔ انبیاء کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کی کوئی تدبیر اور سازش انہوں نے اٹھا نہیں رکھی۔ ان کی سب تدبیریں اور داؤ گھات خدا کے سامنے ہیں اور ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ ان کا بدلہ دینے والا ہے اور ان ظالموں نے بہتیرے داؤ کر کے دیکھ لئے مگر خدا کی حفاظت کے آگے سب ناکام رہے اور جو وعدے دین حق کی نصرت کے اور انبیاء کے غلبہ کے حق تعالیٰ نے فرمائے وہ سب اسی طرح پورے ہو کر رہے۔ اور یہ مجرم نہ اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتے ہیں اور نہ وہ خود ایسے مجرموں کو سزا دیئے بغیر چھوڑ سکتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کو یہ زمین و آسمان جس ہیئت سے اب موجود ہیں باقی نہ رہیں گے۔ یعنی یا تو ان کی ذات ہی بدل دی جائے گی اور یا صرف صفات میں تغیر ہو جائے گا۔

روز قیامت مجرموں کی حالت

اور ان ظالمین کی مزید کیفیت، بیان کی گئی کہ قیامت میں ایک ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم اکٹھے زنجیروں میں باندھے جائیں گے اور ان دوزخیوں کے جسم پر ایسا لباس ہوگا جو آگ کو خوب اور تیزی کے ساتھ قبول کر لے اور جس وقت حساب ہوگا تو پھر دیر نہ لگے گی۔ تمام اولین و آخرین جن وانس کے ذرہ ذرہ عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا۔ کیونکہ نہ خدا پر کوئی چیز مخفی ہے نہ اس کو ایک شان دوسری شان سے مشغول کرتی ہے۔

ابھی پیغام حق کو قبول کر کے ناکامی سے بچ جاؤ

آخر میں سورۃ اس پر ختم کی گئی کہ یہ قرآن لوگوں کے لئے ایک پیام ہے کہ وہ پیام اور پیامبر دونوں کی تصدیق کریں اور خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ سعادت اور شقاوت کو پہچانیں اور ظلمتوں سے نکل کر نور کی طرف آئیں اور خدا سے ڈر کر اس کی آیات میں غور کریں جس سے اس کی وحدانیت کا یقین حاصل ہو اور عقل وفکر سے کام لے کر نصیحت پر کاربند ہوں۔

زمین و آسمان کی تبدیلی

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ یعنی قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ اس میں موجودہ زمین بھی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی تو زمین اور آسمان کے بدل دینے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کی صفات اور شکل و صورت بدل دی جائے جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیات اور روایات حدیث میں ہے کہ پوری زمین ایک سطح مستوی بنا دی جائے گی جس میں نہ کسی مکان کی آڑ ہوگی نہ درخت کی نہ کوئی پہاڑ اور ٹیلہ رہے گا نہ غار اور گہرائی۔ بلکہ سب صاف میدان ہو جائے گا۔ اور تبدیلی زمین و آسمان کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ بالکل ہی اس زمین کے بدلہ میں دوسری زمین اور اس آسمان کی جگہ دوسرے آسمان بنا دیئے جائیں۔ روایات حدیث جو اس کے متعلق منقول ہیں ان میں بھی بعض سے صرف صفات کی تبدیلی معلوم ہوتی ہے اور بعض سے ذات کی تبدیلی۔

اس لئے مفسرین کے اس آیت میں دو قول ہو گئے:۔

پہلا قول یہ ہے کہ آیت میں تبدیلی صفات مراد ہے یعنی اصل زمین و آسمان تو رہیں گے مگر ان کی حالت اور صفت بدل دی جائے گی۔ زمین کے پہاڑ اور ٹیلے برابر کر کے تمام زمین ایک ہموار میدان بنا دی جائے گی اور زمین پر کسی درخت، مکان، یا اونچ نیچ کا نشان باقی نہ رہے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زمین و آسمان کی ذات میں تغیر و تبدل ہوگا۔ یعنی یہ اصل زمین اور آسمان ہی بدل دیئے جائیں گے اور نئی زمین نیا آسمان پیدا کر دیا جائے گا۔ اور وہ نئی زمین چاندی کی طرح سفید ہوگی جس پر اللہ کی کوئی معصیت نہ کی گئی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

رُبَمَا

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

الرٰا۔ یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب کی اور قرآن واضح کی۔کافر لوگ باربار تمنا کریں گے کیا خوب ہوتا

لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾

اگر وہ مسلمان ہوتے۔

الٓرٰ الف۔لام۔را | تِلْكَ یہ | اٰيٰتُ آیتیں | الْكِتٰبِ کتاب | وَقُرْاٰنٍ اور قرآن | مُّبِيْنٍ واضح۔روشن | رُبَمَا بسا اوقات

يَوَدُّ آرزو کریں گے | الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جو کافر ہوئے | لَوْ كَانُوْا کاش وہ ہوتے | مُسْلِمِيْنَ مسلمان

تفسیر وتشریح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اب سورہ حجر گویا چودھویں پارہ کی ابتدا سے بیان شروع ہورہا ہے اس وقت سورۂ حجر کی دو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام وزمانہ نزول وجہ تسمیہ تعداد آیات' رکوعات' کلمات' حروف اور موضوع ومباحث بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کے چھٹے یعنی آخری رکوع میں اصحاب الحجر کا تذکرہ ہوا ہے۔

سورۂ حجر کی وجہ تسمیہ

حجر قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا اور اس کے کھنڈر مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں مدینہ منورہ سے تبوک وشام جاتے ہوئے شاہراہ عام پر ملتے ہیں اور قافلے اس وادی میں سے ہوکر گزرتے ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق یہاں کوئی قیام نہیں کرتا۔تو چونکہ حجر کی بستی اور یہاں کے باشندوں کا ذکر اس سورۃ میں ہوا ہے اور ان کی ہلاکت کا بیان ہے اس لئے اس کا نام سورۂ حجر ہوگیا۔یہ سورۃ بھی مکی ہے یعنی مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل نازل ہوئی ہے۔ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی پندرھویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۷ لکھا ہے یعنی مکہ معظمہ میں ۵۶ سورتیں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور پھر ۵۷ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔اس سورت میں ۶ رکوعات' ۹۹ آیات' ۶۶۳ کلمات اور ۲۹۰۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ حجر کے مضامین

اس سورۃ میں دیگر مکی سورتوں کی طرح زیادہ تر منکرین نبوت اور مکذبین رسالت کی عقوبت اور ہلاکت کا ذکر اور خدا کی وحدانیت اور قیامت وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔انسان کو اس کی زندگی اور موت دونوں کی بابت یاد دلایا گیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی کی طرف اتنا ہی دھیان دینا چاہئے جتنا زندگی کے قیام کے لئے ضروری ہے۔انسان کی پیدائش کا حال بتا کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کا ایک دشمن اس کے ساتھ ہی پیدا ہوچکا ہے جس نے اس کے بہکانے اور ہر طرح سے برباد کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے اس لئے اس سے خبردار رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ جو اس کے بہکاوے میں آکر راہ راست سے ہٹ جاویں گے مرنے کے بعد ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت بری جگہ ہے لیکن جو شیطان سے منہ موڑ کر تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کریں گے ان کے واسطے جنت تیار ہے جہاں انہیں ہر طرح کا چین اور دائمی آرام نصیب ہوگا۔اس کے بعد اللہ کے فرمانبردار نیک بندوں کے کچھ حالات سنا کر ان کا رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی

گئی ہے اور کچھ نافرمانوں کے قصہ بیان کر کے ان سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کی گئی ہے تاکہ کہیں انہیں جیسا انجام نہ ہو جائے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل کی مہربانیوں کا ذکر ہے جس نے اپنے فضل سے انسانوں کی ہدایت کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری رسول مقرر کیا اور قرآن عظیم عطا کیا۔ اس لئے مسلمانوں کو بتایا گیا کہ تم اس کو مضبوط پکڑو۔ یہ ہے خلاصہ اس سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ دروس میں سامنے آئیں گی۔ اب آیات زیر تفسیر کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔

قرآن مبین

اس سورۃ کی ابتداء بھی گذشتہ سورتوں کی طرح حروف مقطعات الٓر سے کی گئی ہے۔ حروف مقطعات کے متعلق گذشتہ سورتوں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا جن جن سورتوں کے ابتدا میں حروف مقطعات آئے ہیں۔ وہاں عموماً ان حروف کے بعد یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان کتاب ہے۔ چنانچہ یہاں بھی الٓر کے بعد فرمایا گیا کہ یہ اس جامع اور عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف' دلائل روشن' احکام معقول' دعوت نمایاں اور ظاہر اور بیانات واضح اور فیصلہ کن ہیں۔ قرآن پاک نے جابجا اپنے اس وصف پر زور دیا ہے کہ وہ ''مبین'' ہے۔ یعنی ظاہر ہے نمایاں ہے۔ روشن ہے۔ واضح ہے یعنی اس کی کوئی بات ایسی نہیں کہ جو الجھی ہوئی ہو۔ مشکل ہو۔ ناقابل فہم ہو۔ اس تمہید سے سورۃ شروع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جب قرآن پاک ایسی عظیم الشان صفات کی کتاب ہے تو جو کچھ آگے بیان کیا جانے والا ہے۔ مخاطبین کو پوری توجہ سے سننا چاہئے۔

منکرین قرآن کا عبرتناک انجام

چنانچہ اس مختصر سی تمہید کے بعد فوراً ہی اصل موضوع پر کلام شروع ہو جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ آج منکرین نے قرآن واسلام جیسی عظیم الشان نعمت الٰہیہ کی قدر نہیں کی لیکن ایسا وقت آنیوالا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کریں گے اور حسرت سے ہاتھ مل کر کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ یہ کلمات حسرت وتاسف کافروں کی زبان پر آخرت میں جاری ہوں گے جب اپنا حشر ان پر منکشف ہو چکے گا اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہونے لگیں گے۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا وہاں رہیں گے۔ تو کفار و مشرکین ان گنہ گار مسلمانوں پر طعن کریں گے کہ تمہارے ایمان وتوحید نے تم کو کیا فائدہ دیا۔ تم بھی آج تک ہماری طرح جہنم میں داخل ہو۔ تمہارا کلمہ شہادت کچھ بھی کام نہ آیا۔ اس پر معاً غیرت الٰہی حرکت میں آئے گی اور کل کلمہ گو آگ سے آزاد کر کے جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے۔ اس وقت کافروں کی زبان سے یہ پر حسرت کلمات نکلیں گے اور یہ آخری موقع ہوگا کہ جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی کلمہ گو ہوتے۔

یہاں آیت میں لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ بتلایا یعنی کاش ہم مسلمان ہوتے۔ متقین' خاشعین وغیرہ نہیں۔ تو اس آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مراتب' طاعت اور تقویٰ کا تو ذکر ہی نہیں۔ مجرد اسلام اور اقرار کلمہ بھی کتنی بڑی رحمت اور نعمت عظیم ہے۔ مفسرین نے اور بھی کئی موقع لکھے ہیں جبکہ کفار قیامت میں اس بات کی آرزو اور حسرت کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں مسلمان ہوتے۔ ایک موقع تو وہ ہوگا جب کفار یہ دیکھیں گے کہ انبیاء کے ماننے والوں کو ثواب مل رہا ہے اور ان کے نہ ماننے والوں کو عذاب مل رہا ہے تو اس وقت یہ خواہش کریں گے کہ کاش دنیا میں ہم مسلمان ہوتے۔ پھر جب قیامت میں کفر وانکار کا انجام کفار اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو بار بار یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں مسلمان ہوتے مگر اس وقت یہ تمنا محض بے سود ہوگی اس وجہ سے کہ ماننے اور ایمان لانے کی جگہ یہ دنیا ہے نہ کہ آخرت۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝۳ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ

آپ ان کو ان کے حال پر رہنے دیجئے، کہ وہ کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں، انکو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔اور ہم نے جتنی بستیاں

إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ۝۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝۵ وَقَالُوا

ہلاک کی ہیں، اُن سب کیلئے ایک معین (وقت) نوشتہ ہوتا رہا ہے۔کوئی امت اپنی میعاد مقرر سے نہ پہلے ہلاک کی ہوئی ہے اور نہ پیچھے رہی ہے۔اور ان کفار نے یوں کہا

يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝۶ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ

کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تحقیق تم مجنون ہو۔اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے۔

الصَّادِقِينَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُنْظَرِينَ ۝۸

ہم فرشتوں کو صرف فیصلہ ہی کیلئے نازل کیا کرتے ہیں، اور اُس وقت اُن کو مہلت بھی نہیں دی جاتی۔

ذَرْهُمْ انہیں چھوڑ دو	يَأْكُلُوا وہ کھائیں	وَيَتَمَتَّعُوا اور فائدہ اُٹھالیں	وَيُلْهِهِمْ اور غفلت میں رکھے انہیں	الْأَمَلُ امید	
فَسَوْفَ پس عنقریب	يَعْلَمُونَ وہ جان لیں گے	وَمَا اور نہیں	أَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کیا	مِنْ کسی	قَرْيَةٍ بستی / إِلَّا مگر
وَلَهَا اس کیلئے	كِتَابٌ ایک لکھا ہوا	مَعْلُومٌ مقررہ وقت	مَا تَسْبِقُ نہ سبقت کرتی ہے	مِنْ أُمَّةٍ کوئی امت	أَجَلَهَا اپنا مقررہ وقت
وَمَا اور نہ	يَسْتَأْخِرُونَ وہ پیچھے رہتے ہیں	وَقَالُوا اور وہ بولے	يَا أَيُّهَا اے وہ	الَّذِي نُزِّلَ وہ جو کہ اتارا گیا	عَلَيْهِ اس پر
الذِّكْرُ یاددہانی	إِنَّكَ بیشک تو	لَمَجْنُونٌ دیوانہ	لَوْ کیوں	مَا تَأْتِينَا ہمارے پاس تو نہیں لے آتا	بِالْمَلَائِكَةِ فرشتوں کو / إِنْ اگر
كُنْتَ تو ہے	مِنَ سے	الصَّادِقِينَ سچے	مَا نُنَزِّلُ ہم نازل نہیں کرتے	الْمَلَائِكَةَ فرشتے / إِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ
وَمَا كَانُوا اور نہ ہوں گے	إِذًا اس وقت	مُنْظَرِينَ مہلت دیئے گئے			

کفار اپنے عمل کے ہاتھوں خود ہلاکت کو پہنچیں گے

اب اس سورۃ کا جو زمانہ نزول ہے یعنی مکہ معظمہ میں ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وہ وہ وقت تھا جبکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مکہ میں دعوت حق دیتے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا مگر مخاطب قوم کے اکثر افراد اس وقت تک ہٹ دھرمی، ضد و عناد، استہزا اور مذاق اور ظلم و ستم ہی سے پیش آ رہے تھے اور ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قوم کے اصرار کفر سے غم اور فکر کی کیفیت بار بار طاری ہوتی تھی جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تسلی دی جاتی تھی اور آپ کی دعوت کا انکار کرنے والوں اور آپ کا مذاق اڑانے والوں اور آپ کی مخالفت کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی جاتی تھی۔ چنانچہ یہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کے کفر پر زیادہ غم نہ کیجئے۔ ہمارا پیغام آپ نے انہیں پہنچا دیا ہے اب اگر یہ نہیں مانتے تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیئے۔ جب کوئی نصیحت کارگر نہیں تو آپ ان کے غم میں نہ پڑیئے۔ چند روز یہ خوب کھا پی لیں اور دنیا کے مزے اڑالیں اور مستقبل کے متعلق لمبی چوڑی امیدیں باندھتے رہیں۔ عنقریب وقت آیا چاہتا ہے جب حقیقت حال کھل جائے گی اور اگلا پچھلا کھایا پیا سب نکل جائے گا اور ان کافروں پر جو فی الفور گرفت نہیں ہوتی اور ان کو فوراً ہلاک

نہیں کیا جاتا۔اس کی وجہ یہی ہے کہ ابھی ان کا وقت موعود نہیں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے بہت سی قوموں اور بستیوں کو ان کی ضد وعناد اور شرارت کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں۔خدا کے علم میں ہر ایک کی ہلاکت کا ایک وقت معین تھا جس میں نہ بھول چوک ہو سکتی ہے نہ آگے پیچھے۔نہ خدا کا وعدہ ٹل سکتا ہے جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوئی اور عذاب کا وقت آ پہنچا تو ایک دم میں غارت کر دی گئی۔ لہٰذا موجودہ کفار بھی مہلت اور تاخیر عذاب پر مغرور نہ ہوں۔جب ان کا وقت آئے گا خدائی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔جو تاخیر کی جارہی ہے اس میں خدا کی بہت سی حکمتیں ہیں۔

کفار کی سرکشی و گستاخی

آگے اللہ تعالیٰ کفار مکہ کی سرکشی اور ان کے عناد کی خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے مزاح کے طور پر گستاخانہ کہا کہ تم اپنے اتباع کی طرف بلاتے ہو اور ہمارے باپ دادا کے دین کو چھڑاتے ہو۔یہ کھلی ہوئی دیوانگی ہے۔ (العیاذ باللہ) اور پھر کفار مکہ صرف اس جاہلانہ بیہودگی پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے کہ اگر بارگاہ ربوبیت میں آپ کو ایسا ہی قرب حاصل ہے اور ساری قوم میں خدا نے منصب رسالت کے لئے آپ ہی کا انتخاب کیا ہے تو فرشتوں کی خدائی فوج آپ کے ساتھ کیوں نہ آئی جو کھلم کھلا آپ کی تصدیق کرتی اور ہم سے آپ کی بات منواتی اس کے جواب میں حق تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ ماننے والوں کے لئے اب بھی کافی سے زائد نشان موجود ہیں باقی جن کا ارادہ ہی ماننے کا نہیں وہ فرشتوں کے آنے پر بھی نہیں مانیں گے۔ پھر ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے۔حق تعالیٰ فرشتوں کو زمین پر اپنی حکمت کے موافق کسی غرض صحیح کے لئے بھیجتے ہیں اور عموماً عادت اللہ یہ ہی رہی ہے کہ جب کسی قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور سارے مراحل سمجھانے بجھانے اور ہدایت کرنے کے طے ہو جاتے ہیں تو فرشتوں کی فوج اس قوم کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ پھر اس کو قطعاً مہلت نہیں دی جاتی۔تو اگر تمہاری خواہش کے موافق فرشتے اتارے جائیں تو اس سے صرف یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ تم کو بلا تاخیر ہلاک کر دیا جائے جو فی الحال حکمت الٰہی کے موافق نہیں کیونکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

دنیا کی حرص و ہوس کفر کی علامت ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی لذتوں میں پڑے رہنا۔ فوری اور وقتی مقصدوں کے الٹ پھیر میں لگے رہنا۔ مدت عمر کو دور دراز کی خیالی آرزوؤں اور منصوبوں میں گزارتے رہنا۔ یہ سب خصوصیات آخرت سے غافل اور خدا فراموش قوموں کی ہیں۔اور جس طرح گذشتہ مشرک اور جاہل قوموں کے حق میں صادق تھیں آج بھی نام نہاد ''مہذب'' اور ''روشن خیال'' مغربی قوموں پر صادق آرہی ہیں۔

ان آیات سے صاف اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ لمبی امید میں پڑے رہنا ہرگز مومن کے شایان شان نہیں۔اور لمبی امید کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی محبت اور حرص میں انہماک اور موت و آخرت سے بے فکری کے ساتھ دور دراز کے منصوبے بنائے جائیں۔ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس امت کے پہلے طبقہ کی نجات ایمان کامل اور دنیا سے اعراض کی وجہ سے ہوگی اور آخری امت کے لوگ بخل اور لمبی امید کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ایک دوسری حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں بدبختی اور بدنصیبی کی علامت ہیں۔(۱) آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہونا یعنی اپنے گناہوں غفلتوں پر نادم ہو کر نہ رونا۔

(۲) سخت دلی (۳) لمبی امید اور (۴) دنیا کی حرص۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اس دنیوی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دنیا کو مطلوب و مقصود بنانے سے ہم کو محفوظ فرما دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝٩ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي شِيَعِ

ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔اور ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے گروہوں میں بھیجا تھا۔

الْأَوَّلِينَ ۝١٠ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝١١ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي

اور کوئی رسول اُن کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزانہ کیا ہو۔اسی طرح ہم یہ استہزاء اُن مجرموں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔

قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝١٢ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝١٣ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا

یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور یہ دستور پہلوں ہی سے ہوتا آیا ہے۔اور اگر ہم ان کیلئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں

مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝١٤ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ

پھر یہ دن کے وقت اس میں چڑھ جاویں۔تب بھی یوں کہہ دیں کہ ہماری نظر بندی کردی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر تو بالکل

مَّسْحُورُونَ ۝١٥

جادو کرر کھا ہے۔

إِنَّا بیشک	نَحْنُ ہم	نَزَّلْنَا ہم نے نازل کیا	الذِّكْرَ یاددہانی	وَإِنَّا اور بیشک ہم	لَهُ اس کے	لَحَافِظُونَ نگہبان	
وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا اور یقیناً ہم نے بھیجے	مِن سے	قَبْلِكَ تم سے پہلے	فِي میں	شِيَعِ گروہ	الْأَوَّلِينَ پہلے	وَمَا يَأْتِيهِم اور نہیں آیا انکے پاس	
مِّن رَّسُولٍ کوئی رسول	إِلَّا مگر	كَانُوا وہ تھے	بِهِ اس سے	يَسْتَهْزِئُونَ استہزاء کرتے	كَذَٰلِكَ اسی طرح	نَسْلُكُهُ ہم اسے ڈال دیتے ہیں	
فِي میں	قُلُوبِ دل	الْمُجْرِمِينَ مجرموں	لَا يُؤْمِنُونَ وہ ایمان نہیں لائیں گے	بِهِ اس پر	وَقَدْ خَلَتْ اور پڑ چکی ہے	سُنَّةُ رسم۔روش	
الْأَوَّلِينَ پہلے	وَلَوْ اور اگر	فَتَحْنَا ہم کھول دیں	عَلَيْهِم اُن پر	بَابًا کوئی دروازہ	مِّنَ سے	السَّمَاءِ آسمان	فَظَلُّوا وہ رہیں
فِيهِ اسمیں	يَعْرُجُونَ چڑھتے	لَقَالُوا تو کہیں گے	إِنَّمَا اسکے سوانہیں	سُكِّرَتْ باندھ دی گئی	أَبْصَارُنَا ہماری آنکھیں	بَلْ بلکہ	
	نَحْنُ ہم	قَوْمٌ لوگ	مَسْحُورُونَ سحرزدہ				

حفاظت قرآن کا الٰہی وعدہ

گذشتہ آیات میں سرکش کفار اور مشرکین مکہ کا قول نقل کیا گیا تھا کہ وہ قرآن سن کر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ اور مجنون کہتے تھے۔اس کا ایک جواب تو گذشتہ آیت میں دیا جا چکا تھا۔دوسرا جواب کفار کو یہ دیا گیا کہ تمہارا استہزاء اور گستاخی اور قرآن لانے والے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جنون کی نسبت کرنا قرآن اور حامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

یاد رکھو کہ اس قرآن کے اتارنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔تم جو نزول قرآن کے منکر ہو اور قرآن کو سن کر نعوذ باللہ اسے دیوانہ کی بات کہتے ہو تو سن لو کہ دیوانہ کی بات نہیں بلکہ پیام نصیحت ہے اور پھر یہ بھی کسی انسانی دماغ کا خود ساختہ اور عقل بشری کا تراشیدہ نہیں بلکہ اللہ ہی کا نازل کردہ ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہمیشہ کیلئے ہر قسم کے تغیر وتبدل اور تحریف سے محفوظ ہے اور جس شان اور ہیئت سے وہ

اترا ہے بدوں ایک شوشہ یا زیر و زبر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف اور کمی بیشی سے محفوظ رہے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے میں ساعی ہوں گی لیکن اس کے ایک نقطہ کو بھی کم نہ کرسکیں گی۔ چنانچہ حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب اور مغرور مخالفین کے سر نیچے ہو گئے۔ واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا ہے کہ جس نے قرآن کے علوم اور مطالب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی قاریوں نے طرز اداء کی۔ حافظوں نے اس کے الفاظ و عبارت کی۔ وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک ایک زیر و زبر تبدیل نہ ہو سکا کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے۔ کسی نے آیتیں شمار کیں کسی نے قرآن کے حروف کی تعداد بتلائی حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جاسکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظ قرآن کی دنیا میں موجود نہ رہی ہو غور کرنے کی بات ہے کہ آٹھ دس سال کا بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جز کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی بڑی کتاب جو متشابہات سے پر ہے کس طرح فر فر سنا دیتا ہے۔ پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا زیر و زبر کی فروگذاشت ہو جائے تو ایک بچہ اس کو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے بول اٹھتے ہیں ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔

حفظ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اسی کی طرف وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی۔

کفار کے رویوں سے دلگیر ہونیکی ضرورت نہیں ہے

پھر آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ ان کفار و مشرکین کی تکذیب و استہزاء سے آپ دلگیر نہ ہوں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ منکرین کی عادت رہی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آیا اس کی ہنسی اڑائی کبھی مجنون کہا۔ کبھی محض دق کرنے کے لئے لغو اور دور از کار مطالبے کرنے لگے۔ تو منکرین ہمیشہ یونہی جھٹلاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں اور سنت اللہ یہ رہی ہے کہ سرکش ضدی ہلاک کئے جاتے رہے اور انجام کار حق کا بول بالا رہا۔ آگے ان کفار معاندین کی حالت بیان کی گئی کہ ان کے عناد کی یہ کیفیت ہے کہ فرشتوں کا آسمان سے آنے کا مطالبہ تو درکنار اس سے بڑھ کر اگر خود ان کو آسمان پر بھیج دیا جائے اور یہ دن کے وقت کہ جس میں اونگھ و نیند وغیرہ کا شبہ بھی نہ ہو آسمان کو چڑھ جاویں تب بھی یوں کہہ دیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی تھی یا ہم لوگوں پر جادو کر رکھا ہے گویا ضدی اور معاند حق کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

تحریف قرآن کا قائل کافر ہے

معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کی جو پیشین گوئی فرمائی ہے کہ قرآن کی کسی آیت یا حکم میں قیامت تک کسی طرح کا تغیر ترمیم اور تبدیلی و تحریف نہیں ہو سکتی۔ اس سے اس قول کا باطل ہونا بالکل ظاہر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ موجودہ قرآن مصحف عثمانی ہے اور حضرت عثمان نے اس میں بعض سورتیں اور آیتیں کم کر دی ہیں۔ کسی جماعت یا گروہ یا فرقہ کا قرآن کریم میں کسی زیادتی اور کمی کا عقیدہ رکھنا کفر صریح ہے اور نفاق بین ہے۔ (تاریخ قرآن مولفہ مولانا عبد القیوم ندوی)

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ نے ہم کو جو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر ہم کو تا زیست قائم رکھیے اور اسلام اور ایمان کی برکت سے دونوں جہان میں صلاح و فلاح نصیب فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾

اور بیشک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کیلئے اس کو آراستہ کیا۔اور اس کو ہر شیطان مردود سے محفوظ فرمایا۔

إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَأَلْقَيْنَا فِيْهَا

ہاں مگر کوئی بات چوری چھپے سن بھاگے تو اُس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہولیتا ہے۔اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور

رَوَاسِيَ وَأَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ

اس میں ہر قسم کی چیز ایک معین مقدار سے اُگائی۔اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور ان کو

لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾

بھی معاش دی کہ جن کو تم روزی نہیں دیتے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا اور یقینا ہم نے بنائے	فِي میں	السَّمَآءِ آسمان	بُرُوْجًا برج	وَزَيَّنّٰهَا اور اُسے زینت دی	لِلنّٰظِرِيْنَ دیکھنے والوں کیلئے		
وَحَفِظْنٰهَا اور ہم نے حفاظت کی اسکی	مِنْ سے	كُلِّ ہر	شَيْطٰنٍ شیطان	رَّجِيْمٍ مردود	إِلَّا مگر	مَنْ جو	اسْتَرَقَ چوری کرے
السَّمْعَ سنتا تو اسکا پیچھا کرتا ہے	فَأَتْبَعَهٗ اسکے پیچھے	شِهَابٌ شعلہ	مُّبِيْنٌ چمکتا ہوا	وَالْأَرْضَ اور زمین	مَدَدْنٰهَا ہم نے اس کو پھیلادیا		
وَأَلْقَيْنَا اور ہم نے رکھے	فِيْهَا اس میں	رَوَاسِيَ پہاڑ	وَأَنْۢبَتْنَا اور ہم نے اُگائی	فِيْهَا اس میں	مِنْ سے	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	
مَّوْزُوْنٍ موزوں	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	مَعَايِشَ سامان معیشت	وَمَنْ اور جو۔جس		
لَّسْتُمْ تم نہیں	لَهٗ اس کیلئے	بِرٰزِقِيْنَ رزق دینے والے					

کائنات سے اللہ کی وحدانیت کا ثبوت

گذشتہ آیات میں حفاظت قرآن کے متعلق مضمون تھا جس سے مسئلہ نبوت کا اثبات فرمایا گیا تھا اب یہاں سے دلائل توحید کا بیان ہے کیونکہ منکرین رسالت توحید کے بھی منکر تھے۔توحید کے ثبوت کے لئے علاوہ دلائل عقلی کے مشاہدہ فطرت بھی شاہد ہے۔اس لئے ان آیات میں عقلی دلائل کو چھوڑ کر ان واضح براہین کو بیان فرمایا کہ جن کا اقرار کرنے پر ہر محسوس پرست بھی مجبور ہے۔یہاں اور اگلی آیات میں دلائل توحید کا بیان ترتیب وار کیا گیا ہے کہ عالم میں بہت نشانیاں موجود ہیں جو اللہ پاک کا وجود اور اس کی قدرت ثابت کررہی ہیں۔اول کائنات سماوی کا بیان۔پھر زمین کی حالت کا اظہار اس کے بعد زمین میں نباتات کا پیدا کرنا اور اسباب معیشت قائم کرنا۔پھر نباتات کے پیدا ہونے کا اصل سبب یعنی پانی برسانا اور پانی برسنے کی تدبیر کرنا پھر دنیا کے فنا ہونے کی صراحت اور قدرت الٰہیہ کی ہمہ گیری اور سب سے اخیر میں حشر انسانی کا تذکرہ نہایت حکیمانہ انداز کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ پہلے آسمان کے متعلق بتلایا گیا کہ اس بلند آسمان کو دیکھو۔رات کو تمہیں ساری فضا چمکتے ہوئے ستاروں سے بھرپور نظر آئے گی۔ان کے بڑے بڑے گچھے جہاں تک نظر جاتی ہے پھیلے ہوئے ہیں اور دیکھنے والوں کو بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔تو آخر سوچو کہ یہ لمبی چوڑی فضا ایسے روشن قمقموں سے کس نے سجائی ہے اور اس کی حفاظت کون کرتا ہے۔غور وفکر

کرنے والوں کے لئے اس میں کتنے نشان حق تعالیٰ کی صنعت کاملہ اور حکمت عظیمہ کے پائے جاتے ہیں۔

شیاطین سے آسمانوں کی حفاظت کا انتظام

پھر آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا بلکہ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے تو ان کا گزر بھی وہاں نہیں ہو سکتا۔ اب انتہائی کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کر کے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت سے نزدیک ہو کر غیبی خبروں کی اطلاعات حاصل کریں۔ اس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتش بازی کی جائے۔

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق جب آسمانوں پر کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت کے موافق فرشتے اس کا مذاکرہ کرتے ہیں۔ شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں لیکن ان کے پیچھے آگ کا دہکتا ہوا انگارا لپکتا ہے۔ جو ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ اس ہنگامہ دار و گیر میں جو ایک آدھ بات شیاطین کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاہن لوگ اسی ادھوری سی بات میں سینکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے۔ قرآن و حدیث نے یہ واقعات بیان کر کے متنبہ کر دیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہی عالم ملکوت ہے۔ شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز کذب وافترا کوئی چیز نہیں۔ نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اتنے مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں کہ وہاں قدم رکھ سکے یا وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر دسترس حاصل کر سکے۔

زمین کا نظام توحید الٰہی کی واضح دلیل ہے

آسمانوں کے ذکر کے بعد زمین کے متعلق بتلایا کہ اول تو زمین کی وسعت ہی حیرت انگیز ہے۔ اس کو چاروں طرف دور دور تک پھیلا دینا ہی قدرت الٰہی کا کام ہے۔ پھر اس کی ہموار سطح چونکہ نرم مٹی کی ہے اس لئے اس میں پائیداری نہیں اس کے ٹھہراؤ اور مضبوطی کے لئے اونچے اونچے مضبوط پہاڑ کھڑے کر دیئے تاکہ ان کی سختی اور بوجھ کی وجہ سے زمین ڈگمگا نہ جائے پھر زمین سے طرح طرح کی چیزیں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور ان میں سے بہت سی چیزیں تمہیں زندگی کی ضروریات بہم پہنچاتی ہیں۔ اور بہت سی جاندار چیزیں چوپائے وغیرہ ایسے ہیں کہ جن کا رزق تمہارے اوپر موقوف نہیں جن سے کام اور خدمت انسان لیتا ہے اور روزی ان کی خدا کے ذمہ ہے۔ تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ آخر یہ زبردست زمینی نظام کیا آپ ہی آپ ہو گیا؟ نہیں یہ سب ایک علیم وحکیم خالق اور رب زمین اور آسمان کی ایجاد ہے۔ جس نے ہر شے کو اس کے مناسب مقام پر لا کھڑا کیا اور اس کے قیام وثبات کا ایک مقررہ مدت تک انتظام کر دیا کیا ایسی چیزوں کو دیکھ کر تم ان کے پیدا کرنے والے اور قائم رکھنے والے کو نہیں سمجھ سکتے؟

خلاصۂ آیات

یہاں حق تعالیٰ کے وجود، خالقیت، وحدانیت اور علم وقدرت کے واضح دلائل، آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کے حالات ومشاہدات سے بیان کئے گئے ہیں جن میں ذرا بھی غور وخوض کیا جائے تو کسی عاقل کو انکار کی مجال نہیں رہتی۔

پہلی دلیل یہاں یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کیے۔ یہاں آسمان سے مراد فضائے آسمانی ہے جس کو آج کل کی اصطلاح میں خلا کہا جاتا ہے۔ آج کل کے نیچری دہریہ سائنس دان کہتے ہیں کہ آسمان کوئی چیز نہیں۔ بہت سے بہت ایک منتہائے بصر اور حد نظر ہے۔ ہمارے علمائے محققین نے جہاں اس کے اور فلسفیانہ جوابات دیئے ہیں وہاں ایک مختصر مگر عجیب دلیل آسمان کے وجود کی یہ دی ہے کہ آسمان کا عکس دریا اور جھیل اور تمام پانیوں اور پانی کے برتنوں میں نظر آتا ہے اور عکس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ شے موجود ہو۔ معدوم کا عکس نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل زمین کو پیدا کرنے اس کو پھیلانے اس پر پہاڑ قائم کرنے اور زمین میں مخلوق کی روزی اور سامان زندگی کے پیدا کرنے میں دی گئی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید کاملہ نصیب فرمائیں۔ اور ہر چیز میں قدرت الٰہیہ کو دیکھنے والی بصیرت عطا فرمائیں۔

یا اللہ! اپنی ذات پاک کی صفات کی معرفت کاملہ ہم کو نصیب فرما اور توحید خالص و کامل پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! یہ آسمان اور زمین بلاشبہ آپ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور آپ ہی کے حکم سے قائم ہیں۔

یا اللہ! آسمانی انتظامات آپ کی قدرت سے ایسے مکمل ہیں کہ وہاں کسی شیطان کی مجال نہیں کہ کوئی دخل دے سکے۔

یا اللہ! یہ زمینی نظام کے بھی آپ ہی خالق ہیں آپ جس کی حفاظت فرمائیں شیطان لعین کی کیا مجال کہ زمین پر اس کا مکروفریب چل سکے۔ شیطان کے فریب میں تو وہی گرفتار ہوتے ہیں جو شیطانی وساوس کا اتباع کرتے ہیں اور اس کے کہنے پر چلتے ہیں۔

یا اللہ! آپ ہماری اس شیطان لعین سے حفاظت فرمایئے۔ جب تک ہم زندہ ہیں اس کے مکروفریب کو ہم سے دور رکھئے اور اس کی چالوں سے ہمیں بچایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ

اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے ہیں، اور ہم اُس (چیز) کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں۔ اور ہم ہی ہواؤں کو بھیجتے

لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ

رہتے ہیں جو کہ بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں، پھر ہم ہی آسمانوں سے پانی برساتے ہیں، پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں، اور تم اتنا پانی جمع کر کے نہ رکھ سکتے تھے۔ اور ہم ہی

نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی رہ جائیں گے۔ اور ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں۔

الْمُسْتَاْخِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾

اور بیشک آپ کا رب ہی اُن سب کو محشور فرمائے گا بیشک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے۔

وَاِنْ اور نہیں	مِنْ شَیْءٍ کوئی چیز	اِلَّا مگر	عِنْدَنَا ہمارے پاس	خَزَآئِنُهٗ اسکے خزانے	وَمَا اور نہیں	نُنَزِّلُهٗ ہم اس کو اُتارتے	
اِلَّا مگر اندازہ سے	مَعْلُوْمٍ مناسب	وَاَرْسَلْنَا اور ہم نے بھیجیں	الرِّیٰحَ ہوائیں لَوَاقِحَ بھری ہوئی	فَاَنْزَلْنَا پھر ہم نے اتارا	مِنَ سے		
السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ پھر ہم نے وہ تمہیں پلایا	وَمَا اور نہیں	اَنْتُمْ تم	لَهٗ اس کے	بِخٰزِنِیْنَ خزانہ کرنے والے	
وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَنَحْنُ البتہ ہم	نُحْیٖ زندگی دیتے ہیں	وَنُمِیْتُ اور ہم مارتے ہیں	وَنَحْنُ اور ہم	الْوٰرِثُوْنَ وارث		
وَلَقَدْ عَلِمْنَا اور تحقیق ہمیں معلوم ہیں	الْمُسْتَقْدِمِیْنَ آگے گزرنے والے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَلَقَدْ عَلِمْنَا اور تحقیق ہمیں معلوم ہیں				
الْمُسْتَاْخِرِیْنَ پیچھے رہ جانے والے	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	هُوَ وہ	یَحْشُرُهُمْ انہیں جمع کرے گا	اِنَّهٗ بیشک وہ		
حَكِیْمٌ حکمت والا	عَلِیْمٌ علم والا						

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عطا ہے

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمام چیزوں کا تنہا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں۔ یعنی جو چیز جتنے مقدار میں چاہے پیدا کر دے۔ گویا تمام چیزوں کا خزانہ اس کی لامحدود قدرت ہوئی جس سے ہر چیز حکمت کے موافق ایک معین نظام کے ماتحت ٹھہرے ہوئے اندازہ پر بلا کم و کاست نکلی چلی آتی ہے۔

جوہر حیات کا انتظام

پھر نباتات کے پیدا ہونے کا اصل سبب یعنی پانی برسانا اور پانی برسنے کی تدبیر فرمانا اس کے متعلق بتلایا گیا کہ برساتی ہوائیں بھاری بھاری بادلوں کو پانی سے بھر کر لاتی ہیں۔ ان سے پانی برستا ہے جو نہروں، چشموں اور کنوؤں میں جمع ہو کر تمہارے کام آتا ہے۔ یہی پانی تمہارے پینے کے کام بھی آتا ہے اور اسی سے دریا نہر کنوئیں چشمہ وغیرہ بن جاتے ہیں اور تمہاری ضرورتوں کے لئے پانی کا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ تمہارے بس کا نہیں کہ اپنی کھیتی باڑی کے لئے اور اپنے پینے اور دیگر استعمال کے لئے پانی کا کافی ذخیرہ اکٹھا کر لو۔ پانی آسمان سے بارش، برف، اولوں وغیرہ کی شکل میں ہواؤں کے ذریعہ زمین پر برستا ہے جس میں سے کچھ دریاؤں، نہروں وغیرہ کی شکلوں

میں زمین کی سطح پر بہنے لگتا ہے اور کچھ زمین میں جذب ہو کر اس کے اندر جمع ہو جاتا ہے۔ جس کو تم بوقت ضرورت کنوئیں وغیرہ کھود کر حاصل کر لیتے ہو۔ اگر اللہ عزوجل اس تدبیر سے بادلوں کے ذریعہ پانی نہ برسائے تو تم پانی کا ذخیرہ اپنے لئے اکٹھا نہیں کر سکتے۔ نہ اوپر بارش کے خزانہ پر تمہارا قبضہ ہے نہ نیچے چشمہ اور کنویں تمہارے اختیار میں ہیں۔ خدا جب چاہے بارش برسائے نہ تم روک سکتے ہو نہ اپنے حسب خواہش لا سکتے ہو۔ اگر چشموں اور کنوؤں کا پانی خشک کر دے یا زیادہ نیچے اتار دے کہ تمہاری دسترس سے باہر ہو جائے تو کیسے تم پانی کو حاصل کر سکتے ہو۔ تو مقصود اس بتلانے سے یہ ہے کہ قدرت کی ان تمام نشانیوں اور کارگزاریوں کو دیکھ کر انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو پہچانے اور اسی کو تمام جہان کا پیدا کرنے والا اور اس ساری کائنات کا انتظام کرنے والا اور پالنے والا مانے کیونکہ کوئی مخلوق اس قابل نہیں جو یہ سب کام کر سکے۔

جس نے حیات بخشی وہی موت دے گا اور جزا دیگا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا فنا ہو جائے گی ایک خدا اپنی کامل صفات کے ساتھ باقی رہے گا وہی انسانوں کو جلانے والا ہے اور وہی مارنے والا ہے۔ اور اگلا پچھلا کوئی شخص یا اس کے اعمال اللہ تعالیٰ کے احاطہ علمی سے باہر نہیں۔ حق تعالیٰ کو ازل سے ہر چیز کا تفصیلی علم ہے۔ اسی کے مطابق ہر معاملہ دنیا میں پیش آتا ہے اور اسی کے موافق آخرت میں تمام مخلوق کا انصاف کیا جائے گا۔ ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔ جب اس کی حکمت مقتضی ہوگی تو تمام انسانوں کو بیک وقت انصاف کے لئے اکٹھا کیا جائے گا اور اپنے علم و حکمت کے مطابق ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا و سزا عدل و انصاف کے ساتھ دے گا۔

خلاصہ مقصود بیان یہ ہوا کہ جس رب کے کمال علم اور کمال قدرت اور کمال صنعت اور کمال انتظام کی یہ حالت ہے جو اوپر بیان ہوئی تو قیامت میں منکرین کو وہ جمع کرے گا اور ان سے ان کے انکار و استہزاء وغیرہ کا بدلہ لے گا۔

اخیر میں إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ فرما کر یہ جتلا دیا کہ اس کی حکمت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ وہ سب کو اکٹھا کرے اور اس کا علم سب پر اس طرح حاوی ہے کہ کوئی متنفس اس سے چھوٹ نہیں سکتا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی ذات پاک کی معرفت اور ایمان کامل و یقین صادق ہم سب کو عطا فرماویں اور قیامت میں ہم کو اپنے مخلصین کے گروہ میں محشور فرماویں۔

یا اللہ! جتنی زندگی ہم کو دنیا کی آپ نے عطا فرمائی ہے وہ ایمان و اسلام اور اتباع و فرمانبرداری کی زندگی ہو اور جب ہم کو موت نصیب فرماویں تو ایمان اسلام ہی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرماویں۔

یا اللہ! آپ کی بے شمار اور بے حساب نعمتوں کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ کوئی لمحہ اور کوئی آن ہم پر ایسا نہیں گزرتا کہ جو آپ کی نعمتوں کی بارش ہم پر نہ ہو رہی ہو۔ یا اللہ! ہمیں ان نعمتوں کا احساس نصیب فرما اور صحیح شکر گزاری کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ! ہماری موت و حیات آپ ہی کے قبضہ میں ہے اور اس دنیا سے گزر کر ہم کو پھر آپ ہی کے پاس حاضر ہونا ہے۔

یا اللہ! ہمیں جب تک آپ زندہ رکھیں صراط مستقیم پر قائم رکھئے اور جب موت دیں تو مغفرت اور رحمت سے نوازیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝٢٦ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ

اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوئی تھی پیدا کیا۔اور جن کو اس کے قبل آگ سے کہ وہ

مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝٢٧

ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا اور تحقیق ہم نے پیدا کیا	الْإِنْسَانَ انسان	مِنْ سے	صَلْصَالٍ کھنکنا تا ہوا	مِنْ حَمَإٍ سیاہ گارے سے	مَّسْنُونٍ سڑا ہوا
وَالْجَآنَّ اور جن	خَلَقْنٰهُ ہم نے اسے پیدا کیا	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	مِنْ سے	نَّارِ السَّمُوْمِ آگ بے دھوئیں کی	

تخلیق انس کی ابتداء

گذشتہ آیات سے توحید باری تعالیٰ کے اثبات کا مضمون چل رہا ہے اور متعدد دلائل گذشتہ آیات میں بیان فرمائے گئے تھے۔

اب ان آیات میں انسان اور جن کی پیدائش کی ابتداء کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ اپنی توحید ثابت فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور فرشتوں کو تعظیمی سجدۂ آدم کا حکم اور ابلیس کا انکار ان تمام واقعات کا بیان تفصیل سے سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ یہاں اس آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ قدرت الٰہی نے کس طرح ایک حقیر ترین چیز سے جو ہمیشہ تمہارے قدموں سے پامال ہوتی رہتی ہے تمہاری ہستی کو پیدا کیا اور اسے اس درجہ تک بلند کیا کہ ملائکہ کی مسجود ہوئی۔

مادۂ تخلیق

حضرت آدم علیہ السلام کی ساخت میں اگرچہ ہوا۔ آگ اور پانی کے اجزاء بھی شامل ہیں مگر چونکہ خاک کا حصہ زیادہ تھا اس لئے تعمیر و تخلیق آدم کا اصل مادہ خاک کو قرار دیا قرآن پاک میں مختلف مواقع پر مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ کہیں تراب یعنی خاک کہیں طین یعنی کیچڑ کہیں حَمَإٍ مَّسْنُونٍ یعنی سڑے ہوئے گارے اور کہیں صَلْصَالٍ یعنی کھنکناتی ہوئی پختہ مٹی اور ایک جگہ صَلْصَالٍ کو فخار یعنی ٹھیکری سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ بہر حال ان تمام تصریحات میں یہی بتلایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا لیکن مٹی پر مختلف دور گزرنے سے مختلف حالات طاری ہوتے رہے۔ شروع میں معمولی خاک تھی پھر پانی ملایا گیا تو کیچڑ بن گئی۔ پھر کچھ مدت پڑی رہی تو سڑ گئی اور آخر میں بالکل خشک صَلْصَالٍ بن گئی پھر صَلْصَالٍ میں مزید پختگی پیدا ہوئی تو وہ فخار ٹھیکری کی طرح ہو گئی۔ پھر جیسا کہ اگلی آیات کے بیان سے معلوم ہوگا حضرت آدم کے پتلے میں روح ڈالی گئی اور فرشتوں سے سجدہ تعظیمی کرایا گیا تو یہاں مقصود یہ بتلانا ہے کہ عاقل اگر غور کرے تو بہت جلد اقرار کر سکتا ہے کہ خاک اور پانی کا از خود جمع ہونا اور اس میں روح پڑنا از خود ممکن نہیں ضرور یہ کسی حکیم و علیم اور بڑی قدرت والے خلاق عظیم کا کام ہے اس طرح نوع انسانی کی اصل اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے پیدائش کا حال بیان کر کے توحید کا اثبات فرمایا گیا۔

تخلیق جنات

آگے دوسری آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ صرف آدمؑ ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا نہیں فرمایا بلکہ آدم علیہ السلام سے سینکڑوں ہزاروں برس پیشتر نوع جنات کی اصل اول جان کو آگ سے پیدا کر چکے ہیں۔ جمہور مفسرین کا قول یہی ہے کہ جس طرح تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام

ہیں اسی طرح تمام جنات کے باپ کا نام جان ہے۔ جان کے معنی لغت میں چھپانے والے کے ہیں۔ چونکہ جنات نظر سے مخفی ہیں اس لئے ان کو جان کہا جاتا ہے۔ جنات کی پیدائش کے متعلق قرآن پاک میں دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ایک نار السموم یعنی وہ آگ جو دھواں نہ ہونے کی وجہ سے گرم ہو اور لو کی طرح ہو اور دوسرا لفظ مارج آیا ہے یعنی آگ کا بھڑکتا شعلہ۔ بہرحال حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ جنات کی پیدائش شفاف آگ سے ہوئی ہے۔ گویا ملائکہ اور انسان کے درمیان جنات کی خلقت ہے کہ نہ انسان کی طرح کثیف مادہ سے ہوئی ہے۔ نہ فرشتہ کی طرح نور مجرد سے۔ چونکہ ہر چیز اپنی لطافت کی وجہ سے مختلف اشکال کو بآسانی قبول کر سکتی ہے اور بسہولت ترک کر سکتی ہے مثلاً پانی مٹی سے لطیف ہے اس لئے جس برتن میں ڈالا جائے اسی کی شکل قبول کر لیتا ہے پانی سے زیادہ لطیف ہوا ہے اور ہوا سے زیادہ لطیف آگ ہے اس لئے جس مخلوق کی پیدائش صاف و شفاف آگ سے ہوئی ہو اس میں تغیر اشکال کی زیادہ قابلیت ہے اور چونکہ جنات کو قوت ارادہ بھی عطا کی گئی ہے اس لئے وہ ہر شکل کو آسانی کے ساتھ اختیار کر لیتے ہیں اور پھر آسانی کے ساتھ اس کو چھوڑ بھی دیتے ہیں۔

تاہم جنات بھی بالکل انسانوں جیسے بے بس مخلوق ہیں۔ کوئی وصف ذرہ بھر بھی ان میں معبودیت کا موجود نہیں۔ فرق صرف مادہ کا ہے۔ انسان کی ترکیب اور پیدائش کی ابتدا مٹی سے ہوئی اور جنات کی آگ سے۔ ان کی مخلوقیت اور عجز کو دکھانے ہی کے لئے قرآن مجید نے ان کا ذکر انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ کیا۔ بہرحال آیت سے یہ بات ثابت ہے کہ نوع جن انسانوں کے علاوہ ایک دوسری مخلوق ہے۔ جس کی پیدائش حضرت آدم کی پیدائش سے قبل ہوئی اور انسانوں کے باپ کو ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں مٹی کا عنصر غالب تھا اور جنوں کا باپ اس مادہ سے پیدا ہوا جس میں آگ کا عنصر غالب تھا۔ ابلیس یعنی شیطان بھی اسی نوع جنات میں سے تھا۔

مقصود بیان

یہاں ان آیات میں انسان اور جنات کی پیدائش کا حال بیان فرما کر یہ جتلانا بھی مقصود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو ابتداء پیدا کرنے پر قادر تھے تو ان کا دوبارہ پیدا کرنا قیامت میں کیا مشکل ہے۔ پس یہ بھی ایک دلیل ہے حشر کی۔ اور چونکہ اس جگہ انسان اور جن کی پیدائش کا ذکر آ گیا ہے اور یہ ہی پیدائش بنیاد ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اشرف المخلوقات میں پیدا کر کے اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور قرآن پاک جیسی کتاب عطا فرمائی اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل کی دولت سے مرتے وقت تک نوازیں اور ہم کو اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرما دیں اور شیطان ابلیس لعین کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝۲۸ فَاِذَا

اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے، جب آپ کے رب نے ملائکہ سے فرمایا، کہ میں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں

سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝۲۹ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۳۰

سو جب میں اُس کو پورا بنا چکوں اور اس میں جان ڈال دوں، تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا۔ سو سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝۳۱ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ

مگر ابلیس نے کہ اُس نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس! تجھ کو کون امر باعث ہوا

السّٰجِدِيْنَ ۝۳۲ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝۳۳

کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	رَبُّكَ تیرا رب	لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو	اِنِّىْ بیشک میں	خَالِقٌ بنانے والا	بَشَرًا انسان	مِنْ سے
صَلْصَالٍ کھنکناتا ہوا	مِنْ سے	حَمَاٍ سیاہ گارا	مَسْنُوْنٍ سڑا ہوا	فَاِذَا پھر جب	سَوَّيْتُهٗ میں اُسے درست کرلوں	وَنَفَخْتُ اور پھونکوں	
فِيْهِ اس میں	مِنْ رُّوْحِىْ اپنی روح سے	فَقَعُوْا تو گر پڑو تم	لَهٗ اس کیلئے	سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے ہوئے	فَسَجَدَ پس سجدہ کیا	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتوں	
كُلُّهُمْ وہ سب	اَجْمَعُوْنَ سب کے سب	اِلَّا سوائے	اِبْلِيْسَ ابلیس	اَبٰى اس نے انکار کیا	اَنْ کہ	يَّكُوْنَ وہ ہو	مَعَ ساتھ
السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے	قَالَ اس نے فرمایا	يٰٓاِبْلِيْسُ اے ابلیس	مَا لَكَ تجھے کیا ہوا	اَلَّا تَكُوْنَ کہ تو نہ ہوا	مَعَ ساتھ		
السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے	قَالَ اس نے کہا	لَمْ اَكُنْ میں نہیں ہوں	لِّاَسْجُدَ کہ سجدہ کروں	لِبَشَرٍ انسان کو	خَلَقْتَهٗ تو نے اس کو پیدا کیا		
مِنْ سے	صَلْصَالٍ کھنکناتا ہوا	مِنْ سے	حَمَاٍ سیاہ گارا	مَسْنُوْنٍ سڑا ہوا			

تخلیق انسان پر شیطان کا ردعمل

گذشتہ آیات میں نوع انسان کی اصل اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور نوع جنات کی اصل یعنی جان کی پیدائش کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ ابلیس جو بعد کو شیطان کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ اسی قوم جنات میں سے تھا جیسا کہ سورۂ کہف میں نص موجود ہے۔ تو چونکہ اوپر انسان اور جنات کی پیدائش کا ذکر آ گیا اور یہی پیدائش بنیاد ہے حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے قصہ کی اس لئے عبرت حاصل کرنے کے لئے اس قصہ کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک مخلوق مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ جب اس کا بدن ٹھیک ٹھاک تیار ہو جائے گا تو اس میں اپنے حکم سے روح داخل کروں گا۔ اس وقت تم سب اس کے آگے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔ چنانچہ جب وہ مٹی کا بدن ہر طرح سے درست ہو گیا اور اس میں روح داخل کر دی گئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق سارے فرشتے اس کے سامنے سجدہ میں تعظیم کے لئے گر گئے لیکن ابلیس جو خلقت میں جنات میں سے تھا اور کثرت عبادت سے اس کو فرشتوں کے ساتھ آسمان میں رہنے کا حکم مل گیا تھا وہ فرشتوں کے ساتھ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے میں

شریک نہ ہوا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اے ابلیس کیا وجہ کہ تو نے فرشتوں میں مل کر رہتے ہوئے میرے حکم کی تعمیل نہ کی اور دوسرے فرشتوں کے ساتھ آدم کو سجدہ نہ کیا اور تعظیم نہ بجا لایا۔تو ابلیس نے عقلی گھوڑے دوڑانے شروع کئے اور باطل قیاس آرائیوں کی بنا پر کہنے لگا کہ ایسے حقیر و ذلیل مادہ سے بنی ہوئی مخلوق کو میں سجدہ کروں جو نورانی مادہ آتش سے بنا ہوا ہے آتشی کہیں خاکی کے آگے اور نورانی کہیں ظلماتی کے آگے جھک سکتا ہے۔گویا اپنے فعل کی یہ دلیل دینے لگا کہ مادۂ لطیف مادۂ کثیف سے افضل و بہتر ہوتا ہے اور افضل کو غیر افضل کے آگے کبھی کسی اعتبار سے جھکنا نہیں چاہئے۔گویا امر الٰہی کے مقابلہ میں اپنی رائے کو چلانے لگا اور حکم الٰہی کو خلاف عقل سمجھ کر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

امر الٰہی کی تعمیل لازمی ہے

یہاں شیطان کا سجدہ سے انکار کرنا بتلا رہا ہے کہ امر الٰہی کی تعمیل لازم ہے۔اس میں چوں و چرا کرنا اور اس حکم کی وجہ دریافت کرنا خلاف دانش ہے۔اگرچہ ابلیس نے اپنے باطل قیاس کی بناء پر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا خلاف عقل جانا مگر چونکہ امر الٰہی تھا اس لئے اس کی تعمیل واجب تھی۔یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی حکم الٰہی خلاف عقل نہیں ہوا کرتا گو بظاہر کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔اس واقعہ سے ان خشک دماغ لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو احکام الٰہیہ کو خلاف عقل سمجھ کر ان کی تعمیل سے سینہ زوری کرتے ہیں اور ہر جگہ اپنی ناقص العقل کو دوڑاتے ہیں۔کمبخت مردود ابلیس یہ نہ سمجھا کہ میرا اولین فرض اپنے خالق مالک اور رب کا حکم بجالانا ہے۔آقا کے قطعی حکم کے بعد بندے کی مجال نہیں کہ فرمانبرداری میں چوں و چرا کرے۔اگر ایسا کرے گا تو ابلیس کا حشر جو ہوا اور جو آئندہ آیات میں بتلایا گیا ہے وہ سامنے رکھے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ایسی عقل و فہم عطا فرماویں کہ ہم احکام الٰہیہ کے آگے چوں و چرا کرنے والے نہ ہوں۔بلکہ فراخدلی کے ساتھ حکم الٰہی کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے ہوں۔یا اللہ! آپ کے احکام کی حکمت و راز خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہمارا وظیفہ تو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری ہو۔

یا اللہ! ہم کو شیطانی وساوس سے محفوظ فرمایئے۔جو ہمیشہ اسی چال میں لگا رہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح بندوں سے نافرمانی کے کام کراوے۔ یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے شیطان کی چالوں سے ہم کو بچایئے گا اور تادم آخر اسلام و ایمان کے ساتھ اپنی اطاعت نصیب فرمایئے گا۔یا اللہ! اب امت کے بعض افراد میں بھی یہ مرض پیدا ہونے لگا ہے کہ احکام شرعیہ کی حکمت سمجھنے کے پیچھے پڑتے ہیں اور جب ان کی کوتاہ عقل میں کسی حکم کی حکمت سمجھ میں نہیں آتی تو اس حکم سے اعراض برتنے لگتے ہیں۔

یا اللہ! اس مرض سے ہم کو بچایئے گا اور احکام شرعیہ کی اطاعت بغیر چوں چرا ہم کو نصیب فرمایئے گا۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ

ارشاد ہوا تو آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو مردود ہوگیا۔اور بے شک تجھ پر لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے لگا

فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

تو پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ارشاد ہوا تو تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ

کہنے لگا کہ اے میرے رب بسبب اس کے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں اُن کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ

اور اُن سب کو گمراہ کروں گا۔بجز آپ کے اُن بندوں کے جو اُن میں منتخب کئے گئے ہیں۔ارشاد ہوا، کہ یہ ایک سیدھا رستہ ہے، جو مجھ تک پہنچتا ہے۔واقعی میرے

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ

ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا،ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیری راہ پر چلنے لگے۔اور اُن سب سے جہنم کا وعدہ ہے۔

اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾

جس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کیلئے اُن لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	فَاخْرُجْ پس نکل جا	مِنْهَا یہاں سے	فَاِنَّكَ بیشک تو	رَجِيْمٌ مردود	وَّاِنَّ اور بیشک	عَلَيْكَ تجھ پر	اللَّعْنَةَ لعنت	اِلٰى تک
يَوْمِ الدِّيْنِ روزِ انصاف	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	فَاَنْظِرْنِيْ تو مجھے مہلت دے	اِلٰى تک	يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ جس دن اُٹھائے جائیں			
قَالَ اس نے کہا	فَاِنَّكَ بیشک تو	مِنَ سے	الْمُنْظَرِيْنَ مہلت دیئے جانے والے	اِلٰى تک	يَوْمِ دن	الْوَقْتِ وقت	الْمَعْلُوْمِ معلوم	
قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	بِمَآ جیسا کہ	اَغْوَيْتَنِيْ تو نے مجھے گمراہ کیا	لَاُزَيِّنَنَّ تو میں ضرور آراستہ کروں گا	لَهُمْ ان کیلئے			
فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اور میں ضرور گمراہ کروں گا اُنکو	اَجْمَعِيْنَ سب	اِلَّا سوائے	عِبَادَكَ تیرے بندے	مِنْهُمْ ان میں سے			
الْمُخْلَصِيْنَ مخلص	قَالَ اس نے کہا	هٰذَا یہ	صِرَاطٌ راستہ	عَلَيَّ مجھ تک	مُسْتَقِيْمٌ سیدھا	اِنَّ بیشک	عِبَادِيْ میرے بندے	
لَيْسَ نہیں	لَكَ تیرے لئے	عَلَيْهِمْ اُن پر	سُلْطٰنٌ کوئی زور	اِلَّا مگر	مَنِ جو	اتَّبَعَكَ تیری پیروی کی	مِنَ سے	الْغٰوِيْنَ بہکے ہوئے
وَاِنَّ اور بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	لَمَوْعِدُهُمْ ان کیلئے وعدہ گاہ	اَجْمَعِيْنَ سب	لَهَا اس کیلئے	سَبْعَةُ سات	اَبْوَابٍ دروازے		
لِكُلِّ بَابٍ ہر دروازہ کے لئے	مِنْهُمْ اُن سے	جُزْءٌ ایک حصہ	مَقْسُوْمٌ تقسیم شدہ					

شیطان کا مردود و ملعون ہونا: گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا۔ابلیس جو جنات میں سے تھا اور اپنی کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں کے اندر جا ملا تھا وہ فرشتوں کے ساتھ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے میں شریک نہ ہوا اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اے ابلیس تو نے فرشتوں

کے ساتھ مل کر آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا تو ابلیس نے جواب دیا تھا کہ آدم تو ایسے حقیر وذلیل مادہ یعنی سڑی ہوئی مٹی سے بنایا گیا ہے اور میں نورانی مادہ آتش سے پیدا ہوا ہوں تو میں نورانی ہو کر ظلماتی کو سجدہ کیسے کرتا۔ اس پر جو حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا اور ابلیس نے جو پھر اس کا جواب دیا اور پھر حق تعالیٰ کی طرف سے جو جواب الجواب دیا گیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جب ابلیس حقیقت امر کو نہ سمجھ سکا اور حکم الٰہی کے مقابلہ میں اپنی رائے اور قیاس باطل چلانے لگا تو خدائے تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو اس بلند مقام اور مرتبہ کے قابل نہیں اس لئے یہاں سے نکل جا تو مردود بارگاہ ہو گیا۔ اب یہ کہاں سے نکلنے کا حکم ہوا اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ جنت سے نکلنے کا حکم ہوا۔ بعض کے نزدیک گروہ ملائکہ سے لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک آسمان سے نکل جانے کا حکم ہوا۔

شیطان کا منشور انسانوں کو گمراہ کرنا ہے

اب ابلیس ملعون کی آنکھیں کھلیں اور سوچا کہ یہ تو معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا۔ آدم کی وجہ سے مجھے یہ دائمی ذلت نصیب ہوئی اس لئے اس سے اور اس کی اولاد سے سمجھوں گا تو جھٹ بارگاہ خداوندی میں روز حشر تک زندہ رہنے کی درخواست پیش کر دی جس سے مطلب اس کا یہ تھا کہ اگر وقت حشر تک زندہ رکھنے کا خدا نے وعدہ فرما لیا تو پھر موت بھی نہ آئے گی کیونکہ حشر کے بعد تو موت کبھی نہ آئے گی کیونکہ حشر کے بعد تو موت آ ہی نہیں سکتی۔ تو اللہ تعالیٰ تو سب ڈھکی چھپی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حشر تک تو مہلت نہ دی البتہ ابتدائے قیامت یعنی نفخۂ اولیٰ تک مہلت عطا فرما دی اور فرمایا کہ اچھا تجھے وقت معلوم یعنی فناء عالم کے دن تک مہلت ہے جس وقت تمام مخلوق فنا ہو جائے گی ان کے ساتھ تو بھی مرے گا اور دوبارہ صور پھونکے جانے کے بعد سب کے ساتھ تو بھی زندہ ہو گا۔ اب ابلیس کا حال اس وقت وہی ہوا جو کسی مجرم کا اپنے خلاف فیصلہ سن کر ہو سکتا ہے۔ احکم الحاکمین کا تو وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا لیکن اپنے مقابلہ میں جیتنے والے حریف کی جان کا دشمن ہو گیا اور قسم کھا کر بولا کہ اے رب چونکہ آپ نے مجھے آدم کی وجہ سے مردود بارگاہ کر دیا ہے اس لئے میں بھی اولاد آدم کی نظر فریبی۔ دلکشی اور گمراہی کے سامان فراہم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ اور سب کو بہکاؤں گا۔ ہاں آپ کے مخلص اور برگزیدہ تو میری دسترس سے باہر ہوں گے۔ ان پر تو میرا بس نہیں چلے گا لیکن اوروں کو سیدھی راہ سے ہٹانے میں جان توڑ کوشش کروں گا۔

اللہ والوں پر شیطان کامیاب نہیں ہو سکتا

اس پر احکم الحاکمین کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میرا راستہ جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے صاف ہے جو لوگ اس راستہ کو اختیار کر لیں گے ان پر تیرا بس نہ چلے گا ہاں جو راہ مستقیم چھوڑ کر تیری پیروی کریں گے وہ ضرور گمراہ ہوں گے اور تم سب یعنی تو اور تیری پیروی کرنے والے سب جہنم رسید ہوں گے۔ جس کے سات دروازہ ہیں اور ہر گروہ کے لئے ایک ایک دروازہ مخصوص ہو جائے گا اور ہر گروہ اپنے اپنے دروازہ سے جہنم رسید ہو گا مثلاً مشرکوں اور کافروں کا دروازہ۔ سرکشوں اور حال مستوں کا دروازہ' ڈاکوؤں اور قاتلوں کا دروازہ' شہوت پرستوں اور زنا کاروں کا دروازہ' چوروں اور دھوکہ بازوں کا دروازہ وغیرہ وغیرہ۔

مقصود بیان: اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا یہ قصہ بیان کرنے سے مقصود کفار و مشرکین کو اس حقیقت پر متنبہ کرنا ہے کہ تم اپنے ازلی دشمن شیطان ابلیس کے پھندے میں پھنس گئے ہو اور اس کے مکر و فریب میں گرفتار ہو۔ اللہ کے نبی تو تمہیں اس کے پھندے سے نکال کر صراط مستقیم کی طرف لانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن تم احمق لوگ ہو کہ اپنے دشمن کو دوست اور اپنے خیر خواہ کو دشمن سمجھتے ہو اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی اسی قصہ سے ان پر واضح کی گئی ہے کہ تمہارے لئے راہ نجات صرف ایک ہے اور وہ ایک اللہ کی اطاعت و بندگی ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر تم جس راہ پر بھی جاؤ گے وہ شیطان کی راہ ہے جو سیدھی جہنم کی طرف جاتی ہے۔ تیسری بات جو اس قصہ کے ذریعہ سے ان کو سمجھائی گئی ہے یہ ہے کہ اپنی اس غلطی کے ذمہ دار تم خود ہو۔ شیطان کا کام اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ دنیا کی دلفریبیوں سے تم کو دھوکہ دے کر تمہیں صراط مستقیم سے منحرف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس سے دھوکہ کھانا تمہارا خود اپنا فعل ہے اور جس کی ذمہ داری تمہارے سوا کسی اور پر نہیں۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ

بیشک خدا سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔تم اُن میں سلامتی اور امن سے داخل ہو۔اور اُن کے دلوں میں جو کینہ تھا

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۷﴾ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا

ہم وہ سب دُور کردیں گے، کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔وہاں اُن کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے

بِمُخْرَجِیْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾

نکالے جاویں گے۔آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت والا رحمت والا بھی ہوں۔اور یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔

اِنَّ بیشک	الْمُتَّقِیْنَ پرہیزگار	فِیْ میں	جَنّٰتٍ باغات	وَّعُیُوْنٍ اور چشمے	اُدْخُلُوْهَا تم ان میں داخل ہوجاؤ	بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ	
اٰمِنِیْنَ بےخوف وخطر	وَنَزَعْنَا اور ہم نے کھینچ لیا	مَا جو	فِیْ میں	صُدُوْرِهِمْ ان کے سینے	مِّنْ سے	غِلٍّ کینہ	اِخْوَانًا بھائی بھائی
عَلٰى پر	سُرُرٍ تخت	مُّتَقٰبِلِیْنَ آمنے سامنے	لَا یَمَسُّهُمْ انہیں نہ چھوئے گی	فِیْهَا اس میں	نَصَبٌ کوئی تکلیف	وَّمَا اور نہ	
هُمْ وہ	مِّنْهَا اس سے	بِمُخْرَجِیْنَ نکالے جائیں گے	نَبِّئْ خبر دیدو	عِبَادِیْٓ میرے بندے	اَنِّیْٓ کہ بیشک	اَنَا میں	الْغَفُوْرُ بخشنے والا
الرَّحِیْمُ نہایت مہربان	وَاَنَّ اور یہ کہ	عَذَابِیْ میرا عذاب	هُوَ وہ	الْعَذَابُ عذاب	الْاَلِیْمُ دردناک		

اہل ایمان متقیوں کی جزائے خیر کا بیان

گذشتہ آیات میں ابلیس کی پیروی کرنے والوں کو یعنی کفار اور مشرکین کو جہنم میں داخل کئے جانے کی وعید سنائی گئی تھی۔

سرکشوں اور نافرمانوں کی سزا کی صراحت کے بعد مناسب تھا کہ اہل ایمان اور متقی پرہیزگار فرمانبرداروں کی جزاء خیر کو بیان کر دیا جائے اس لئے ان آیات میں اہل ایمان، متقین ومومنین کے حسن عمل کے ثواب کی تصریح فرمائی اور بتلایا جاتا ہے کہ متقین یعنی وہ اہل ایمان جو شیطان کی پیروی سے بچے رہے ہوں اور جنہوں نے اللہ سے ڈرتے ہوئے عبدیت کی زندگی دنیا میں گزاری ہو اور کفر وشرک اور گناہوں سے پرہیز کیا وہ حسب مراتب جنت کے باغوں میں رہیں گے جہاں بڑے قرینہ سے چشمیں ونہریں بہتی ہوں گی اور اس خوشخبری کے ساتھ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا کہ تم تمام آفات وعیوب سے صحیح وسالم اور آئندہ ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی فکر پریشانی گھبراہٹ اور خوف وہراس سے بے کھٹکے رہو اور جنت میں پہنچ کر اہل جنت میں باہم کوئی گذشتہ کدورت باقی نہ رہے گی۔ بالکل پاک صاف کر کے داخل کئے جائیں گے۔ نہ وہاں ایک کو دوسرے پر حسد ہوگا بلکہ بھائی بھائی ہو کر انتہائی محبت والفت سے رہیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور ومحظوظ ہوگا اور عزت وکرامت کے تختوں پر بیٹھ کر آمنے سامنے باتیں کریں گے۔

جنت کی راحت وعیش لازوال ہوگی

انہیں نہ وہاں کسی مشقت واذیت سے پالا پڑے گا نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ کیسی ہی عظیم ترین لذت وراحت ہو مگر دو چیزیں اس کو مکدر کر دیتی ہیں ایک تو لذت وراحت کے ساتھ کسی اذیت، تکلیف، مرض، دکھ یا کسی

اورنا گوار خاطر بات کا ظاہر ہونا۔ دوسرے زوال اور فناء نعمت کا اندیشہ۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لئے دونوں اندیشوں کو دور فرما کر اطمینان دلایا کہ جنتیوں کو وہاں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔ اس کی تشریح ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے۔ اور اب تم ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت تم کو نہ آئے گی۔ اور اب تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بڑھاپا تم پر نہ آئے گا اور اب تم ہمیشہ آرام سے مقیم رہو گے کبھی سفر کی تکلیف تمہیں اٹھانی نہ پڑے گی۔ اس کی مزید تشریح قرآن پاک کی بعض دیگر آیات و نیز احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ جنت میں اہل جنت کو اپنی معاش اور اپنی ضروریات کی فراہمی کے لئے کوئی تکلیف و محنت نہ کرنی پڑے گی۔ سب کچھ انہیں بلا سعی و مشقت ملے گا۔ تو دونوں قسم کے لوگوں کے حالات بیان فرما دیئے گئے۔

بخشش الٰہی کا اعلان

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے بندوں کو یہ بتلا دیجئے کہ میں ہی بڑا مغفرت اور نہایت معاف کرنے والا بھی ہوں اور نیز یہ کہ میری سزا بھی دردناک سزا ہے۔ یعنی میں مغفرت و رحمت میں بھی کامل ہوں اور تعذیب میں بھی۔ تو مقصود یہ نکلا کہ جن لوگوں نے نفسانیت یا کسی دھوکے سے ابلیس لعین کا اتباع کیا ہے وہ توبہ کر لیں میں معاف کر دوں گا اور اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو پھر میں سزا بھی ایسی دوں گا جیسی دینی چاہیئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے جن متقین اہل جنت بندوں کا ذکر ان آیات میں فرمایا ہے یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی ان متقین بندوں میں شامل فرما لیجئے تا کہ ان کے ساتھ ہمیں بھی امن و سلامتی کے ساتھ آپ کی جنت میں داخل ہونا نصیب ہو۔

یا اللہ! ہمارے حق میں اپنی صفت و شان غفور الرحیمی ظاہر فرمایئے اور ہم سب کی اپنی رحمت سے مغفرت فرما دیجئے۔

یا اللہ! اپنے عذاب سے ہمیں اس دنیا میں بھی محفوظ فرمایئے اور آخرت میں بھی مامون فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيْمَ ۝۵۱ إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۗ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۝۵۲

اور آپ ان کو ابراہیمؑ کے مہمانوں کی بھی اطلاع دیجئے۔ جبکہ وہ ان کے پاس آئے پھر انہوں نے السلام علیکم کہا۔ ابراہیمؑ کہنے لگے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝۵۳ قَالَ أَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى أَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ

انہوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا۔ ابراہیمؑ کہنے لگے، کہ کیا تم مجھ کو اس حالت پر بشارت دیتے ہو

فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝۵۴ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝۵۵ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ

کہ مجھ پر بڑھاپا آگیا، سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو۔ وہ بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا

مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ إِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝۵۶ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۷ قَالُوْٓا إِنَّآ أُرْسِلْنَآ

اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے۔ فرمانے لگے کہ اب تم کو کیا مہم درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم

إِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝۵۸ إِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۗ إِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ أَجْمَعِيْنَ ۝۵۹ إِلَّا امْرَأَتَهٗ قَدَّرْنَآ

قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ مگر لوطؑ کا خاندان، کہ ہم اُن سب کو بچالیں گے۔ بجز اُن کی بی بی کے کہ اُس کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ

إِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۶۰

ضرور اسی مجرم قوم میں رہ جائے گی۔

وَنَبِّئْهُمْ اور انہیں خبر دو	عَنْ سے	ضَيْفِ مہمان	إِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	إِذْ جب	دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے	عَلَيْهِ اُس پر	
فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	سَلٰمًا سلام	قَالَ اس نے کہا	إِنَّا بیشک ہم	مِنْكُمْ تم سے	وَجِلُوْنَ ڈرنے والے ہیں	قَالُوْا انہوں نے کہا	
لَا تَوْجَلْ ڈرو نہیں	إِنَّا نُبَشِّرُكَ بیشک ہم تمہیں خوشخبری دیتے ہیں	بِغُلٰمٍ ایک لڑکا	عَلِيْمٍ علم والا	قَالَ اس نے کہا			
أَبَشَّرْتُمُوْنِيْ کیا تم مجھے خوشخبری دیتے ہو	عَلٰى پر	أَنْ کہ	مَّسَّنِيَ مجھے پہنچ گیا	الْكِبَرُ بڑھاپا	فَبِمَ سو کس بات		
تُبَشِّرُوْنَ تم خوشخبری دیتے ہو	قَالُوْا وہ بولے	بَشَّرْنٰكَ ہم نے تمہیں خوشخبری دی	بِالْحَقِّ سچائی کیساتھ	فَلَا تَكُنْ آپ نہ ہوں			
مِنَ سے	الْقٰنِطِيْنَ مایوس ہونے والے	قَالَ اس نے کہا	وَمَنْ اور کون	يَّقْنَطُ مایوس ہوگا	مِنْ سے	رَّحْمَةِ رحمت	رَبِّهٖ اپنا رب
إِلَّا سوائے	الضَّآلُّوْنَ گمراہ	قَالَ اس نے کہا	فَمَا خَطْبُكُمْ پس کیا ہے تمہارا کام	أَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے بھیجے ہوئے	قَالُوْا وہ بولے		
إِنَّا ہم بیشک	أُرْسِلْنَا بھیجے گئے	إِلٰى طرف	قَوْمٍ ایک قوم	مُّجْرِمِيْنَ مجرم	إِلَّا سوائے	اٰلَ لُوْطٍ گھر والے لوط کے	إِنَّا ہم
لَمُنَجُّوْهُمْ البتہ ہم انہیں بچالیں گے	أَجْمَعِيْنَ سب	إِلَّا سوائے	امْرَأَتَهٗ اس کی عورت	قَدَّرْنَا ہم نے فیصلہ کرلیا ہے			
إِنَّهَا بیشک وہ	لَمِنَ سے	الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے					

رحمت وغضب الٰہی کا مظاہرہ

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا کہ اللہ عزوجل کی رحمت وغضب دونوں صفات کی طرف بندوں کو متوجہ کریں اور ان کو بتا دیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والے ہیں وہیں ان کا عذاب بھی سخت ہے اور بڑی دردناک سزا دینے والے بھی ہیں۔ چونکہ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وغضب کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے ان آیات میں اس دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وغضب کے نمونہ دو قصوں کے ضمن میں ذکر فرمائے جاتے ہیں۔ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین کے لئے رحمت اور دوسری طرف قوم لوط پر عذاب وہلاکت کی تصویر پیش کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں کے ذریعہ بیٹے کی بشارت

یہ قصہ سورۂ ہود میں قدرے تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے یہاں اختصار کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس چند مسافر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی تو مشہور ہے۔ فوراً ان مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرایا اور کھانا لا کر رکھا۔ مہمانوں نے کھانا کھانے سے ہاتھ روکا۔ دراصل یہ مہمانوں کی صورت میں آنے والے اللہ کے فرشتے تھے۔ اس لئے انہیں کھانے سے کیا کام۔ ان کے کھانا نہ کھانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطرہ محسوس ہوا کیونکہ اس زمانہ میں دستور تھا کہ کوئی شخص اگر کسی سے دل میں دشمنی رکھتا تھا تو اس کے گھر کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ یہی علامت عداوت کی تھی۔ تو ان مہمانوں کے کھانا نہ کھانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا اظہار ان مہمانوں سے فرمایا کہ ہم تو تم سے خائف ہیں۔ اس پر فرشتوں نے حقیقت حال کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اظہار کیا اور بتلایا کہ ہم فرشتے ہیں اور منجانب اللہ آپ کے پاس ایک بشارت اور خوشخبری لے کر آئے ہیں اور وہ یہ کہ آپ کی زوجہ حضرت سارہ جن سے کوئی اولاد نہ تھی ان سے ایک نہایت دانا اور عالم فرزند پیدا ہوگا۔ مراد اس سے حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ تو چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سنی۔ حضرت ابراہیمؑ کو اپنی پیرانہ سالی دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی اور اس خوشخبری پر حیرت بھی ہوئی اور تعجب بھی کہ کیا بوڑھوں کے ہاں بھی اولاد ہو سکتی ہے۔ بہرحال فرشتوں نے پھر اطمینان دلایا کہ یہ بشارت بالکل سچی ہے اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہی ہو کر رہے گا اور حضرت ابراہیمؑ سے کہنے لگے کہ آپ اللہ کی رحمت پر یقین رکھئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اللہ کی رحمت سے مایوس یا نا امید نہیں ہوں۔ یہ مایوسی تو گمراہوں کو ہوا کرتی ہے جو اللہ عزوجل کو نہیں مانتے میں تو اپنے رب رحیم وکریم پر پورا یقین رکھتا ہوں۔

قوم لوط کی ہلاکت کا فیصلہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے پوچھا کہ کیا تم محض یہ بشارت ہی سنانے کے لئے بھیجے گئے ہو یا کوئی اور مہم ہے جس پر مامور ہو کر آئے ہو۔ غالباً قرائن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ اصل مقصد ان فرشتوں کی تشریف آوری میں کوئی اور ہے۔ اس پر فرشتوں نے جواب دیا کہ اب ہمیں لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف جانا ہے وہ ایک بری لت میں مبتلا ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کا کہنا نہیں مانتے ہم اس قوم کو جا کر ہلاک کریں گے۔ مگر لوط علیہ السلام اور ان کے گھرانے والے جس میں ان کے متبعین بھی آ گئے ان سب کو بچا دیں گے۔ سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ نہ بچ سکے گی۔ اس کی بابت اللہ عزوجل نے ہمیں فیصلہ سنا دیا ہے کہ وہ حضرت لوط سے چھوٹ کر ہلاک ہونے والوں میں رہ جائے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا اور آخرت میں اپنی رحمتوں میں ڈھانپے رکھیں۔ اور اپنے غصہ وغضب سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے ہم کو اس دنیا اور اس زندگی میں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے جن کے باعث آپ ہم سے راضی رہیں اور ان اعمال سے یا اللہ ہم کو بچائیے جن کے باعث آپ کا غصہ وغضب قوموں پر نازل ہوا کرتا ہے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا

پھر جب وہ فرشتے خاندان لوطؑ کے پاس آئے۔ کہنے لگے تم تو اجنبی آدمی ہو۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں

كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ

یہ لوگ شک کیا کرتے تھے۔ اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جایئے

وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ

اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھے اور جس جگہ کا تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب چلے جانا۔ اور ہم نے لوطؑ کے پاس یہ حکم بھیجا کہ

الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾

صبح ہوتے اُن کی بالکل جڑ ہی کٹ جائے گی۔ اور شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے پہنچے۔ لوطؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ

سو مجھ کو فضیحت مت کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو۔ وہ کہنے لگے کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں (کو مہمان بنانے)

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ

سے منع نہیں کر چکے۔ لوطؑ نے فرمایا کہ یہ میری بیٹیاں (جو تمہارے گھروں میں ہیں) موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو۔ آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً

پس سورج نکلتے نکلتے اُن کو آواز سخت نے آدبایا۔ پھر ہم نے اُن بستیوں کا اُوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور اُن لوگوں پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کیے۔

مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ

اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کیلئے۔ اور یہ بستیاں ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں۔ ان بستیوں میں

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

اہل ایمان کیلئے بڑی عبرت ہے۔

فَلَمَّا پس جب	جَآءَ آئے	اٰلَ لُوْطِ لوطؑ کے گھر والے	الْمُرْسَلُوْنَ بھیجے ہوئے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّكُمْ بیشک تم	قَوْمٌ لوگ
مُّنْكَرُوْنَ اوپرے	قَالُوْا وہ بولے	بَلْ بلکہ	جِئْنٰكَ ہم آئے ہیں تمہارے پاس	بِمَا اسکے ساتھ جو	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهِ اس میں
يَمْتَرُوْنَ شک کرتے	وَاَتَيْنٰكَ اور ہم تمہارے پاس آئے ہیں	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَاِنَّا اور ہم بیشک	لَصٰدِقُوْنَ البتہ سچے		
فَاَسْرِ پس لے نکلیں آپ	بِاَهْلِكَ اپنے گھر والوں کو	بِقِطْعٍ ایک حصہ	مِّنَ سے	الَّيْلِ رات	وَاتَّبِعْ اور خود چلیں	اَدْبَارَهُمْ انکے پیچھے

وَلَا اور نہ	يَلْتَفِتْ پیچھے مڑ کر دیکھے	مِنْكُمْ تم میں سے	اَحَدٌ کوئی	وَّامْضُوْا اور چلے جاؤ	حَيْثُ جیسے	تُؤْمَرُوْنَ تمہیں حکم دیا گیا	
وَقَضَيْنَآ اور ہم نے فیصلہ بھیجا	اِلَيْهِ اس کی طرف	ذٰلِكَ اس	الْاَمْرَ بات	اَنَّ کہ	دَابِرَ جڑ	هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	مَقْطُوْعٌ کٹی ہوئی
مُّصْبِحِيْنَ صبح ہوتے	وَجَآءَ اور آئے	اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ شہر والے	يَسْتَبْشِرُوْنَ خوشیاں مناتے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّ کہ		
هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	ضَيْفِيْ میرے مہمان	فَلَا تَفْضَحُوْنِ پس مجھے رسوا نہ کرو تم	وَاتَّقُوا اور ڈرو	اللّٰهَ اللہ	وَلَا تُخْزُوْنِ اور مجھے خوار نہ کرو		
قَالُوْا وہ بولے	اَوَ کیا	لَمْ نَنْهَكَ ہم نے تجھے منع نہیں کیا	عَنِ سے	الْعٰلَمِيْنَ سارے جہان	قَالَ اس نے کہا	هٰٓؤُلَآءِ یہ	
بَنٰتِيْٓ میری بیٹیاں	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	فٰعِلِيْنَ کرنیوالے	لَعَمْرُكَ تمہاری جان کی قسم	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَفِيْ البتہ میں	
سَكْرَتِهِمْ اپنے نشہ	يَعْمَهُوْنَ مدہوش تھے	فَاَخَذَتْهُمُ پس انہیں آلیا	الصَّيْحَةُ چنگھاڑ	مُشْرِقِيْنَ سورج نکلتے وقت	فَجَعَلْنَا پس ہم نے کردیا		
عَالِيَهَا اس کے اوپر کا حصہ	سَافِلَهَا اس کے نیچے کا حصہ	وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائے	عَلَيْهِمْ اُن پر	حِجَارَةً پتھر	مِّنْ سے		
سِجِّيْلٍ سنگِ گل	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ غور و فکر کرنے والوں کیلئے	وَاِنَّهَا اور بیشک وہ	
لَبِسَبِيْلٍ راستہ پر	مُّقِيْمٍ سیدھا	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کیلئے	

قوم لوط کی بدمستی

گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ کا ذکر بطور نظیر و نمونہ فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ رحمت والے بھی ہیں اور عذاب دینے والے بھی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بشارت اور حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے متبعین کے لئے نجات اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نمونہ تھے۔ قوم لوط کے قصہ کا بقیہ حصہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس میں مجرمین پر غضب اور ان کی ہلاکت کا نمونہ دکھلایا گیا ہے چنانچہ فرشتے بشکل انسانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے وہ آپ کے پاس سے روانہ ہو کر لوط علیہ السلام کی بستی میں پہنچے۔ اس کے آگے کا حال ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اس جگہ قصہ لوط علیہ السلام کو ترتیب واقعات کے ساتھ نہیں بیان کیا گیا بلکہ واقعات کے بیان میں تقدیم و تاخیر کردی گئی ہے مفصل قصہ سورۂ ہود میں گزر چکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرالی شان

یہاں درمیان واقعہ کے ایک جملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست خطاب فرمایا گیا ہے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عمر یا جان کی قسم قوم لوط اپنے جوش شہوت بدمستی اور سرشاری میں اندھی تھی۔ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ذات محمدی سے زیادہ اشرف و اکرم خدا تعالیٰ نے کسی اور کو پیدا نہیں کیا۔ میں نے نہیں سنا کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ نے کسی اور پیغمبر یا فرشتہ کی زندگی کی قسم کھائی ہو مگر یہاں ایک شریعت کا مسئلہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انسانوں کو کسی اور کی قسم کھانا حرام ہے۔ بہت سی حدیثوں میں اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے بندوں کو لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائیں مگر خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھائیں۔

سامان عبرت

الغرض یہاں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے قصہ کو بیان کر کے اخیر میں فرمایا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ یقیناً اس میں ایمان داروں کے لئے عبرت کی نشانی ہے کہ اللہ اپنے نیک

اور مخلص بندوں کو بغیر ظاہری اسباب کے بھی نوازتا ہے اور تباہ کار سرکش کافر باوجود ظاہری اسباب نہ ہونے کے بھی تباہ کر دیئے جاتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں جن کا تختہ الٹا گیا۔ آج بھی یہ مقام سطح سمندر سے کافی گہرائی میں موجود ہیں جس کے ایک بہت بڑے رقبہ پر ایک خاص قسم کا پانی سمندر کی سی صورت اختیار کیے ہوئے ہے۔ اور اس پانی میں اب بھی یہ خاصیت ہے کہ کوئی مچھلی مینڈک وغیرہ جانور اس میں زندہ نہیں رہ سکتا اسلیئے اس کو بحر میت انگریزی میں (Dead Sea) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تو اہل بصیرت کے لئے ایک نشان تو ان واقعات میں یہ ہے کہ برے فعل کا نتیجہ آخر کار برا ہوتا ہے۔ اگر کچھ دن کی مہلت اور ڈھیل مل جائے تو اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ دائمی اور باقی رہنے والی عزت وراحت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان اور ان کی اطاعت پر موقوف ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کر کے فریب میں مبتلا نہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ سب کچھ ظاہری اسباب کے خلاف بھی جو چاہے کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعات کاملہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

مجرم اور نافرمان قوموں کے حالات سے اور ان کی خصلت وعادات سے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ فرمائیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل میں ہم کو دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ہر طرح کے عذاب' ذلت اور آفت سے اپنی حفاظت میں رکھیئے۔ اور ان مجرم قوموں کے انجام سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کاملہ نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾

اور اصحاب ایکہ (بَن والے) بڑے ظالم تھے۔سو ہم نے اُن سے بدلہ لیا اور دونوں بستیاں صاف سڑک پر ہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾

اور حجر والوں نے پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا۔اور ہم نے اُن کو اپنی نشانیاں دیں سو وہ لوگ اُن سے روگردانی کرتے رہے۔

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ

اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر اُن میں گھر بناتے ہیں کہ امن میں رہیں۔سو اُن کو صبح کے وقت آوازِ سخت نے آن پکڑا۔سو

اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾

اُن کے ہنر اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے۔

وَاِنْ اور تحقیق	كَانَ تھے	اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ایکہ والے	لَظٰلِمِيْنَ ظالم	فَانْتَقَمْنَا ہم نے بدلہ لیا	مِنْهُمْ اُن سے	وَاِنَّهُمَا اور بیشک وہ دونوں
لَبِاِمَامٍ راستہ پر	مُّبِيْنٍ کھلے	وَلَقَدْ كَذَّبَ اور البتہ جھٹلایا	اَصْحٰبُ الْحِجْرِ حجر والے	الْمُرْسَلِيْنَ رسول	وَاٰتَيْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں دیں	
اٰيٰتِنَا اپنی نشانیاں	فَكَانُوْا پس وہ تھے	عَنْهَا اس سے	مُعْرِضِيْنَ منہ پھیرنے والے	وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ اور وہ تراشتے تھے	مِنَ سے	
الْجِبَالِ پہاڑ	بُيُوْتًا گھر	اٰمِنِيْنَ بے خوف وخطر	فَاَخَذَتْهُمُ پس انہیں آلیا	الصَّيْحَةُ چنگھاڑ	مُصْبِحِيْنَ صبح ہوتے	فَمَآ اَغْنٰى تو نہ کام آیا
عَنْهُمْ ان کے	مَا جو	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کمایا کرتے تھے				

اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ کے واقعہ سے کفارِ مکہ کو تنبیہ

ان آیات میں اصحاب ایکہ اور اصحاب حجر یعنی حضرت شعیب اور حضرت صالح علیہما السلام کی قوم کا تذکرہ ہے جن کا تفصیلی بیان سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں ہو چکا ہے۔ایکہ کے معنی ہیں گنجان گھنے درخت۔یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی ان کی بستی کے پاس درختوں کے بہت جھنڈ تھے اس لئے ان کو اصحاب ایکہ یعنی بن اور جنگل والے کہا جاتا تھا۔بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اہل مدین ہی کو اصحاب ایکہ کہتے ہیں لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ جدا جدا قومیں تھیں۔مگر دونوں کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔یہ اصحاب ایکہ اور اہل مدین دونوں ظالم تھے اور مشرک بھی تھے۔رہزنی بھی کرتے تھے اور ناپ تول میں بے ایمانی بھی کرتے تھے۔حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا نہ مانے۔سرکشی اور تکذیب کی تو عذاب نازل ہوا۔سات روز سخت گرمی پڑی۔دم گھٹنے لگے جانیں لبوں پر آ گئیں۔آٹھویں روز ابر کا ایک ٹکڑا اٹھا۔لوگوں کو بارش کی امید ہوئی لیکن مینہ کی بجائے ابر سے آگ کے شعلے برسے۔سب جل کر خاکستر ہو گئے۔مدینہ منورہ سے شام کو جانے والے راستہ میں اس تباہ کار قوم کے آثار دیکھے جاتے ہیں۔اللہ نے یہ سزا ان کی بدکاری کی پاداش میں دی۔دوسری قوم جس کا یہاں ذکر فرمایا

گیا ہے اصحاب حجر ہے یعنی حجر کے رہنے والے جس سے مراد قوم ثمود ہے جو صالح علیہ السلام کی امت تھی۔ یہ قوم بھی بدکار تھی اور انہوں نے پہاڑوں میں گھر تراشے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور معجزہ طلب کیا۔ جس پر اونٹنی پہاڑ سے بطور معجزہ پیدا ہوئی۔ مفصل قصہ سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے۔ بالآخر انہوں نے بھی اپنے پیغمبر وقت کی تکذیب و نافرمانی کی جس پر عذاب الٰہی آیا اور سب مر گئے۔ قوم ثمود کے کچھ افراد مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ ان اہل ایمان نے اپنی بستی الگ بنائی تھی۔ ان کا کنواں بھی علیحدہ تھا۔

غزوۂ تبوک کو جاتے وقت جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر وادی حجر کی طرف سے ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک نیچا کر لیا اور سواری کو تیز کر دیا اور صحابہ کرام سے فرمایا جو بستی عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئی ہے اس کی طرف مت جاؤ اور ادھر سے گزرو تو روتے ہوئے اور اگر رونا نہ آئے تو خوف الٰہی سے رونی شکل بنا لو تا کہ وہ عذاب جو ان پر آیا تھا اس سے تم محفوظ رہو۔ قوم ثمود کے کنویں سے بعض صحابہ نے پانی بھر کر اس سے آٹا گوندھا اور ہانڈیاں پکائی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ہانڈیاں الٹوا دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلوا دیا اور آگے بڑھ کر وہاں قیام کیا جہاں حضرت صالحؑ اور آپ کے ساتھی مومن رہتے تھے۔ وہیں سے پانی بھرا اور استعمال کیا۔ یہ آپ نے مسلمانوں کو ادب سکھلایا کہ آدمی اس قسم کے مقامات میں پہنچ کر عبرت حاصل کرے اور خدا کے خوف سے لرزاں و ترساں رہو۔ محض سیر و تماشہ نہ سمجھے۔

غرض کہ ان آیات میں اصحاب ایکہ اور اصحاب حجر پر جو عذاب نازل ہوا تھا اس کی طرف کفار مکہ کو خیال دلایا جا رہا ہے۔

مسلمانوں کو ہدایت

ان آیات میں جہاں منکرین کو تنبیہ ہے کہ عذاب الٰہی بلا وجہ نہیں آتا بلکہ اعمال کی پاداش ہوتی ہے اور جس قوم پر عذاب الٰہی آتا ہے تو پھر ان کے دنیوی علوم و فنون ان کی ہنرمندی اور صناعیاں ان کی دولت ثروت اور ان کی انجینئری اور ان کی ایجادیں کوئی چیز بھی انہیں خدائی گرفت سے پناہ نہیں دے سکتیں۔ وہیں در پردہ ان آیات میں مسلمانوں کے لئے بھی ہدایت ہے کہ تم کو بھی اقوام کے عروج و زوال اور واقعات عالم کو نظر عبرت سے دیکھنا اور غور کرنا چاہئے۔ اللہ کی نشانیوں سے عبرت نہ حاصل کرنا اور آیات قدرت پر غور و خوض نہ کرنا اور ان سے صحیح نتیجہ اخذ نہ کرنا ہی اعراض اور روگردانی ہے۔ نشانہائے قدرت کو صرف ظاہری آنکھوں سے دیکھنا کافی نہیں بلکہ نور بصیرت سے دیکھنا لازم ہے۔ قوم ثمود نے آیات قدرت کو آنکھوں سے تو دیکھا مگر نور بصیرت سے نہ دیکھا اور روگردانی کی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ان نافرمان قوموں کے حالات اور انجام سے ہم کو نصیحت اور سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اور ہم کو اپنا اور اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنا کر دنیا میں زندہ رکھیں۔

یا اللہ! اپنی شان مغفرت و رحمت کا معاملہ ہمارے ساتھ فرما۔ اور ہماری کوتاہیوں اور خطاؤں کو اپنی رحمت سے معاف فرما اور دین و دنیا میں اپنے عذاب سے محفوظ و مامون فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کی درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے پیدا نہیں کیا۔اور ضرور قیامت آنے والی ہے سو آپ خوبی کے ساتھ

الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ

درگذر کیجئے۔ بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق بڑا عالم ہے۔اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں

الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

اور قرآن عظیم دیا۔آپ اپنی آنکھ اُٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھئے جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کیلئے دے رکھی ہے

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّىْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾

اور اُن پر غم نہ کیجئے اور مسلمانوں پر شفقت رکھیئے۔اور کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

وَمَا اور نہیں	خَلَقْنَا پیدا کیا ہم نے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	اِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ
وَاِنَّ اور بیشک	السَّاعَةَ قیامت	لَاٰتِيَةٌ ضرور آنیوالی	فَاصْفَحِ پس درگزر کرو	الصَّفْحَ درگزر کرنا	الْجَمِيْلَ اچھا	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب
هُوَ وہ	الْخَلّٰقُ پیدا کرنے والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا	وَلَقَدْ اور تحقیق	اٰتَيْنٰكَ ہم نے تمہیں دیں	سَبْعًا سات	مِّنَ سے	
الْمَثَانِيْ بار بار دہرائی جانیوالی	وَالْقُرْاٰنَ اور قرآن	الْعَظِيْمَ عظمت والا	لَا تَمُدَّنَّ ہرگز نہ بڑھائیں آپ	عَيْنَيْكَ اپنی آنکھیں			
اِلٰى طرف	مَا مَتَّعْنَا جو ہم نے برتنے کو دیا	بِهٖ اس کو	اَزْوَاجًا کئی جوڑے	مِّنْهُمْ اُن کے	وَلَا تَحْزَنْ اور نہ غم کھائیں	عَلَيْهِمْ ان پر	
وَاخْفِضْ اور جھکا دیں آپ	جَنَاحَكَ اپنے بازو	لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	وَقُلْ اور کہدیں	اِنِّىْ بیشک میں	اَنَا میں	النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ڈرانے والا علانیہ	

مکی زندگی کے مایوس کن حالات میں تسلی واطمینان

شروع سورۃ میں کفار مکہ کے شدت عناد اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت کا بیان تھا اور اسی کے ساتھ اجمالاً آپ کی تسلی کا مضمون بھی ارشاد فرمایا تھا۔ پھر درمیان میں اور مضامین مناسبت سے مذکور ہوئے تھے۔اب خاتمہ سورۃ پر اسی عناد و مخالفت کے بارہ میں تفصیلاً مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مذکور ہے اور خطاب براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ یہ عقلوں کو دنگ کردینے والا عظیم الشان نظام کائنات' آسمان' زمین سورج اور چاند یونہی بے مقصد اور خود بخود نہیں۔ یہ سب ایک حکیمانہ نظم کے ماتحت ایک خاص مقصود کی طرف لے جانے والا ہے اور وہ منزل آخرت کی ہے جہاں سب کا حساب کتاب امتحان یقینی ہے قیامت ضرور آنے والی ہے جو ان سب کے آخری فیصلہ کا دن ہے۔ آپ ان کفار کے عناد و مخالفت سے زیادہ غم میں نہ پڑیئے۔ آپ حسن خوبی کے ساتھ درگزر کرتے رہئے۔ اللہ جو سب کا پیدا کرنے والا ہے وہ سب کی حالت جانتا ہے آپ کے صبر اور ان کے ایذا کی سب خبر ہے۔ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دیگا یہ تسلی اور تسکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھ مومنین کو اس وقت دی جارہی ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام سب کے سب مکہ میں انتہائی خستہ حالی میں مبتلا تھے اور تمام مسلمان مکے اور اطراف کی بستیوں میں انتہائی مظلومی کی زندگی بسر کررہے تھے۔ ہر طرف سے مطعون تھے۔ ہر جگہ تذلیل وتحقیر کا نشانہ بنے ہوئے تھے اور ساتھ ہی مظلوموں کو جسمانی اذیتوں سے بھی ستایا جارہا تھا۔ دوسری طرف سرداران قریش اور کفار مکہ دنیا کی

نعمتوں سے مالا مال اور اپنی خوشحالی میں مگن تھے۔ ان حالات میں فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور آپ کے ساتھی شکستہ خاطر نہ ہوں آپ کو تو ہم نے وہ دولت عطا کی ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ ہیں۔

سورۂ فاتحہ عظیم دولت ہے

اور وہ دولت یہ ہے کہ ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم عطا کیا۔ سبعاً من المثانی یعنی وہ سات آیتیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اس سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک سورۂ فاتحہ ہے۔ جس کو الحمد شریف بھی کہتے ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے۔ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو فرمایا کہ یہی سبع مثانی ہے۔ اس سورۃ کو ام القرآن بھی اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ گویا یہ ایک خلاصہ اور متن ہے جس کی تفصیل اور شرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہئے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ سورۂ فاتحہ کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ قرآن کی تمام تعلیم کا خلاصہ اور قرآن کے تمام علوم و مطالب کا اجمالی نقشہ تنہا اس سورۃ میں موجود ہے۔ نیز حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے توراۃ' انجیل' زبور' قرآن کسی کتاب میں اس کا مثل نازل نہیں فرمایا۔ یہاں سے یہ بات بھی متحقق ہوگئی کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ فاتحہ سات وقفوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور ہر آیت کا آخری لفظ کسی قدر کھینچ کر ختم کرتے تھے۔ ایسا نہیں فرماتے تھے کہ صرف تین وقفوں میں پوری سورۃ ختم کر دیں جیسا کہ بعض عوام نے طریقہ اختیار کر لیا ہے اور فی الحقیقت سورۂ فاتحہ پڑھنے کا قدرتی اور صحیح طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ ہر آیت پر وقفہ کرے کیونکہ سورۂ فاتحہ ایک دعاء ہے اور اس کی ہر آیت سائل کی زبان سے نکلی ہوئی طلب اور الحاح کی ایک صدا کا حکم رکھتی ہے۔ جب ایک سائل کسی کے آگے کھڑا ہوتا ہے اور اس کی مدح و ثنا کر کے حرف مطلب زبان پر لاتا ہے تو ایسا نہیں کرتا کہ ایک مسلسل تقریر کرنا شروع کر دے اور ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جائے بلکہ طلب اور نیاز کے لہجہ میں ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک بات کہے گا۔ طلب و نیاز اور عجز و الحاح کی حالت اسے اجازت ہی نہ دے گی کہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جائے۔ موقع کی مناسبت سے یہ بات سورۂ فاتحہ کے متعلق ضمناً عرض کر دی گئی۔

کفار کا سامان عیش توجہ کے لائق نہیں ہے

اصل مضمون آیات کا آگے یہ ہے کہ یہ مشرکین یہود و نصاریٰ اور دوسرے دشمنان خدا اور رسول کو دنیا کی چندروزہ زندگی کا جو سامان عیش و بہار ملا ہے وہ التفات کے لائق نہیں۔ اس کی طرف نظر نہ کی جائے۔ یہ تو سرتا سر عارضی اور فانی چیزیں انہیں مستعار عنایت ہوئی ہیں۔ تھوڑے دنوں مزہ اڑالیں خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ دولت قرآن دی ہے۔ جس کے آگے سب دنیاوی دولتیں گرد ہیں۔ چنانچہ روایت حدیث میں آیا ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا پھر کسی کی اور نعمت دیکھ کر ہوس کرے تو اس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ معاندین کے پیچھے اپنے کو زیادہ فکر وغم میں مبتلا نہ کیجئے اور یہ غم نہ کھائیے کہ یہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ بس آپ فرض تبلیغ ادا کرتے رہیں ان پر غم و تاسف نہ کیجئے۔ آپکی شفقت و ہمدردی کے مستحق تو مومنین ہیں ان کے ساتھ شفقت نرمی۔ ملاطفت اور تواضع کا سلوک رکھئے اور آپ کہہ دیجئے کہ کوئی مانے یا نہ مانے میں خدا کا پیغام صاف صاف پہنچائے دیتا ہوں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دنیا داروں کی کثرت مال کی مسلمانوں کو کوئی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ ان کی دولتمندی' فراخ حالی اور عیش و نشاط کی زندگی کو دیکھ کر لالچ اور آرزو کو دل میں بھی نہ آنے دینا چاہئے۔ روحانی سعادت اور قرآنی ہدایت مادی دولت و ثروت سے کہیں وزنی اور قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی فہم اور سمجھ عطا فرماویں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ

جیسا ہم نے ان لوگوں پر (عذاب) نازل کیا تھا جنھوں نے (کتاب الٰہی کے) حصے کرر کھے تھے۔یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزاء قرار دیئے تھے۔سوآپکے پروردگار

اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٤﴾ اِنَّا

کی قسم ہم اُن سب سے اُن کے اعمال کی ضرور باز پُرس کریں گے۔پس اے نبی آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اُس کو صاف صاف سُنا دیجئے۔اور اُن مشرکوں کی پروانہ کیجئے۔

كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَقَدْ

یہ لوگ جو ہنستے ہیں (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں،اُن سے آپ کیلئے ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٩٨﴾

اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اُن سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں۔سوآپ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کرتے رہئے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہیے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿٩٩﴾

اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجاوے۔

كَمَا جیسے	اَنْزَلْنَا ہم نے نازل کیا	عَلَى پر	الْمُقْتَسِمِيْنَ تقسیم کرنے والے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	جَعَلُوْا انہوں نے کر دیا	الْقُرْاٰنَ قرآن	
عِضِيْنَ ٹکڑے ٹکڑے	فَوَرَبِّكَ سو تیرے رب کی قسم	لَنَسْئَلَنَّهُمْ ہم ضرور پوچھیں گے ان سے	اَجْمَعِيْنَ سب	عَمَّا اکی بابت جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے		
فَاصْدَعْ پس صاف صاف کہہ دیں آپؐ	بِمَا جس کا	تُؤْمَرُ تمہیں حکم دیا گیا	وَاَعْرِضْ اور اعراض کریں	عَنِ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرک		
اِنَّا بیشک ہم	كَفَيْنٰكَ کافی ہیں تمہارے لئے	الْمُسْتَهْزِءِيْنَ مذاق اڑانے والے	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَجْعَلُوْنَ بناتے ہیں	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ		
اِلٰهًا معبود	اٰخَرَ کوئی دوسرا	فَسَوْفَ پس عنقریب	يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے	وَلَقَدْ نَعْلَمُ اور البتہ ہم جانتے ہیں	اَنَّكَ بیشک تم	يَضِيْقُ تنگ ہوتا ہے	
صَدْرُكَ تمہارا سینہ	بِمَا اس سے	يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	فَسَبِّحْ تو تسبیح کریں	بِحَمْدِ حمد کے ساتھ	رَبِّكَ اپنا رب	وَكُنْ اور ہو	مِنَ سے
السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے	وَاعْبُدْ اور عبادت کریں	رَبَّكَ اپنا رب	حَتّٰى یہانتک کہ	يَاْتِيَكَ آئے آپؐ کے پاس	الْيَقِيْنُ یقینی بات		

پہلی قوموں کی طرح تم پر بھی عذاب آسکتا ہے

یہ سورۂ حجر کی آخری آیات ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبت ہے اور اسی پر سورة کو ختم فرمایا گیا ہے۔گذشتہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا کہ آپ اعلان کر دیجئے کہ میں کھلم کھلا اے منکرین تم کو عذاب خدا سے ڈرانے والا ہوں اور خدا کی طرف سے تم کو یہ مضمون پہنچاتا ہوں کہ وہ عذاب جس سے ہمارا نبی ڈراتا ہے ہم تم پر اے کفار

مکہ ضرور کسی وقت نازل کریں گے جیسا ہم نے وہ عذاب ان لوگوں پر مختلف اوقات گذشتہ میں نازل کیا ہے جنہوں نے احکام الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کرر کھے تھے۔یعنی آسمانی کتاب کے وہ اجزا جو ان کی مرضی اور مطلب کے موافق تھے ان کو تسلیم کرر کھا تھا اور جو مرضی کے خلاف ہوا اس سے انکار کر دیا۔یا ان کو چھپا لیا یا بدل ڈالا یا مطلب الٹا بیان کیا۔مراد اس سے سابق یہود و نصاریٰ ہیں جن پر مخالفت انبیاء علیہم السلام سے عذابوں کا ہونا

مثلاً سوراور بندروں کی شکل ہو جانا اور قتل وقید وغیرہ کی ذلت کے واقعات مشہور ومعروف تھے۔ مطلب یہ کہ کفار مکہ پر عذاب کا نازل ہونا کوئی امر بعید نہیں۔ پہلے ہو چکا ہے پس اگر تم پر بھی ہو جائے تو تعجب کیا ہے۔

آپ کھلم کھلا اعلان حق کرتے رہیں

آگے حق تعالیٰ اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم سب ان اگلوں اور پچھلوں سے ان کے اعمال کی قیامت کے روز ضرور باز پرس کریں گے۔ پھر ہر ایک کو اس کے مناسب سزا دیں گے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اب حکم الٰہی اور خدائی پیغامات کو علی الاعلان ظاہر کیجئے۔ کسی سے ڈرنے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ آپ اب برسر عام بے خوف وخطر تبلیغ کیجئے۔ یہ مشرکین آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ یہ لوگ جو آپ کے اور خدا کے مخالف ہیں۔ یعنی رسول کے ساتھ استہزا کرتے ہیں اور خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں تو ان دونوں باتوں کا انجام یہ لوگ دیکھ لیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ کے قول سے ثابت ہے کہ اس آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو صاف صاف سنا دیجئے اور ان مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے کہ نزول سے قبل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم موقع اور وقت کو دیکھ کر چپکے چپکے تبلیغ فرمایا کرتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے جانثار صحابہ کرامؓ علی الاعلان احکام الٰہی کا اظہار کرنے لگے چونکہ ابتداء میں مسلمانوں کی حالت بہت کمزور تھی اور تعداد بھی کم تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ اگر علی الاعلان توحید کا اظہار کیا گیا تو کفار میں سے عام لوگ مذاق اڑائیں گے اور مجموعی طاقت کے ساتھ کمزور مسلمانوں کو دکھ پہنچائیں گے۔ اور بعض بیچاروں میں اذیت کفار برداشت کرنے کی طاقت نہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپکے چپکے ہی تبلیغ کو مناسب خیال فرماتے تھے اور علی الاعلان اظہار کے لئے وقت خاص اور حکم خاص کے منتظر تھے چنانچہ جب یہ حکم مل گیا تو کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ شروع فرمادی۔ چونکہ کفار کے انکار واستہزا اور پیام حق کا مذاق اڑانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دلگیر ہوتے تھے کہ یہ طبعی بات تھی اس لئے بطور تسلی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے کہ ہم کو معلوم ہے کہ جو یہ کفار کفر واستہزا کی باتیں کرتے ہیں اور ان کی ہٹ دھرمی سے آپ کو جو تنگ دلی ہوتی ہے تو ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن خدا کی تسبیح اور حمد وثنا میں مشغول رہیے۔ خدا کا ذکر نماز' سجدہ' عبادت الٰہی وہ چیزیں ہیں جن کی تاثیر سے قلب مطمئن اور منشرح رہتا ہے اور فکر وغم دور ہوتے ہیں تو آپ زندگی کے اخیر لحہ تک عبادت میں لگے رہئے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مہم اور فکر کی بات پیش آتی تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے۔

فرضیت عبادات کی اہمیت

اس آخری آیت سے علما نے استدلال کیا ہے کہ نماز وغیرہ عبادت فرض انسان پر فرض اور ضروری ہے جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش وحواس ثابت ہوں جیسی اس کی حالت ہو اسی کے مطابق نماز ادا کرے۔ تندرست ہو تو کھڑے ہو کر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اور یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر۔ بہرحال انسان جب تک زندہ ہے عبادت الٰہی واجب ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتَّۃَ عَشَرَ رُکُوْعًا

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ط سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ① یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ

منکر و خدائے تعالیٰ کا حکم آپہنچا سو تم اس میں جلدی مت مچاؤ، وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ وہ فرشتوں کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں

مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

میں سے جس پر چاہیں نازل فرماتے ہیں یہ کہ خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو مجھ سے ڈرتے رہو۔

اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ آپہنچا اللہ کا حکم	فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ سو اس کی جلدی نہ کرو	سُبْحٰنَہٗ وہ پاک	وَتَعٰلٰی اور برتر	عَمَّا اس سے جو	یُشْرِکُوْنَ وہ شریک بناتے ہیں			
یُنَزِّلُ وہ نازل کرتا ہے	الْمَلٰٓئِکَۃَ فرشتے	بِالرُّوْحِ وحی کے ساتھ	مِنْ سے	اَمْرِہٖ اپنے حکم	عَلٰی پر	مَنْ یَّشَآءُ جسے چاہتا ہے		
مِنْ عِبَادِہٖ اپنے بندے سے	اَنْ کہ	اَنْذِرُوْٓا تم ڈراؤ	اَنَّہٗ کہ وہ	لَا نہیں	اِلٰہَ کوئی معبود	اِلَّا سوائے	اَنَا میرے	فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو

سورۂ نحل کی وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول وغیرہ

اس سورۃ کے نویں رکوع کی ایک آیت میں لفظ نحل آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں شہد کی مکھی اور قدرت کی عجیب و غریب صنعت کے بیان کے سلسلہ میں شہد کی مکھیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے اسی لفظ نحل کو علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام قرار دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ ہجرت حبشہ کے بعد مکہ مکرمہ کے آخری دور میں اس کا نزول ہوا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی سولہویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۷۳ لکھا ہے یعنی مکہ معظمہ میں ۷۲ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں۔ اور ۱۷ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں ہجرت کے بعد۔ اس سورۃ میں ۱۶ رکوع، ۱۲۸ آیات، ۱۸۱۷ کلمات اور ۴۷۹۷ حروف ہیں۔

سورۃ النحل کے مضامین

اس سورۃ میں دوسری مکی سورتوں کی طرح توحید کا اثبات، شرک کا ابطال، دعوت پیغمبر کو نہ ماننے کے برے نتائج اور حق کی مخالفت و مزاحمت پر کفار و مشرکین کو زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ سورۃ کا آغاز بغیر کسی خاص تمہید کے ایک تنبیہی جملے سے ہوتا ہے جس میں منکرین کو مخاطب کیا گیا ہے۔ کفار مکہ بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ جب ہم تمہیں اور تمہارے دین کو جھٹلا چکے ہیں اور کھلم کھلا تمہاری مخالفت کر رہے ہیں تو آخر وہ خدا کا عذاب آ کیوں نہیں جاتا۔ جس کی تم ہمیں دھمکیاں دیتے ہو۔ سورۃ کی ابتداء اسی کے جواب سے کی گئی ہے کہ اے کم عقلو خدا کا عذاب ٹوٹ پڑنے کے لئے جلدی نہ مچاؤ بلکہ جو مہلت دی جا رہی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد فوراً ہی تفہیم کی تقریر شروع ہو جاتی ہے اور مندرجہ ذیل مضامین بار بار یکے بعد دیگرے سامنے آتے ہیں:۔

(۱) معقول دلیلوں اور کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں کی شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ شرک باطل ہے اور توحید ہی حق ہے۔

(۲) منکرین کے اعتراضات، شکوک، حجتوں اور حیلوں کا ایک ایک کر کے جواب دیا گیا ہے۔

(۳) باطل پر اصرار اور حق کا انکار کرنے والوں کو برے نتائج سے ڈرایا گیا ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین یعنی اسلام انسانی زندگی میں کیا خوبیاں پیدا کرتا ہے۔ اس کا دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی تسلی اور ہمت افزائی کی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ مخالفین کی مزاحمتوں اور منکرین کی سختیوں کے مقابلہ میں ان کا کیا رویہ ہونا چاہئے۔ یہی مضامین اس تمام سورت میں بیان فرمائے گئے ہیں جن کی تفصیلات ان شاءاللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

کفار مکہ کے سوال اور ان کے جوابات

اب ان آیات کی تفسیر وتشریح اس طرح ہے کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو بار بار عذاب الٰہی اور روز قیامت سے ڈراتے تھے جس کے جواب میں کفار مکہ کہتے کہ تم جس عذاب اور روز قیامت سے ڈراتے ہو وہ کہاں ہے؟ اگر سچے ہو تو لے آؤ ہم بھی دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ کافروں کا دوسرا قول یہ بھی تھا کہ اگر عذاب قیامت آ بھی گیا تو ہمارا کیا بگڑے گا۔ ہمارے ہزاروں سفارشی ہیں۔ بکثرت دیوتاؤں کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ نذریں دیتے ہیں وہ ہم کو عذاب سے بچالیں گے۔ کفار کا تیسرا قول یہ بھی تھا کہ اگر بالفرض تم کو ہم سچا مان بھی لیں تو اس کی وجہ بتاؤ کہ فرشتے ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟ ہم کو براہ راست عذاب کی اطلاع کیوں نہیں دی جاتی؟ تمہارے ہی پاس اللہ کے فرشتے پیام لے کر آتے ہیں۔ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے۔ ان کے ان تینوں اقوال کا جواب ان ابتدائی آیات میں دیا گیا ہے جن کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ خدا کا قطعی فیصلہ اور یہ حکم کہ پیغمبر علیہ السلام کی جماعت غالب اور منصور اور حق کے مخالف مغلوب اور ذلیل ہوں گے جنہیں دنیا میں مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں اور آخرت میں براہ راست احکم الحاکمین کے دربار سے شرک وکفر کی سزا ملے گی۔ اس حکم کے وقوع کا وقت قریب آ پہنچا اور قیامت کی گھڑی بھی دور نہیں ہے جس چیز کا آنا یقینی ہو اسے آیا ہوا ہی سمجھنا چاہئے پھر جلدی مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر جب حق کا غالب ہونا اور کفر وشرک پر سزا ملنا یقینی ہے تو اے کفار! توحید کی راہ اختیار کرو اور مشرکانہ طور وطریق سے علیحدہ ہو جاؤ۔ جنہیں تم خدائی کا شریک ٹھہراتے ہو۔ ان میں سے کوئی خدا کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ تمہارے دیوتاؤں کا سفارشی ہونا اور باطل معبودوں کا عذاب الٰہی سے بچالینا یہ تو ناممکن ہے کیونکہ اللہ اپنی الوہیت' ربوبیت کمال قدرت اور ہمہ گیر طاقت میں ہر طرح کے شرک سے پاک ہے۔ وہ مختار کل ہے اس کے کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ اب رہی تیسری بات تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ خدا ہر کس وناکس کے پاس اپنے فرشتہ نہیں بھیجا کرتا۔ وہ بندے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ ساری مخلوق میں سے اپنی حکمت کے موافق اپنے کامل اختیار سے چن لیتا ہے۔ انہی کے پاس فرشتے کلام الٰہی لے کر بحکم خدا آتے ہیں جو توحید کی تعلیم' شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

کافروں کی شکست اور احتساب کا وعدہ

اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں آیت میں اَمۡرُ اللّٰهِ یعنی خدا تعالیٰ کے حکم سے مراد وہ وعدہ ہے جو اللہ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے کہ ان کے دشمنوں کو زیر ومغلوب کیا جاوے گا اور مسلمانوں کو فتح ونصرت اور عزت وشوکت حاصل ہوگی اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت میں حکم اللہ سے مراد قیامت ہے اور اس کے آ پہنچنے کا مطلب یہی ہے کہ اس کا وقوع قریب ہے۔

یہاں اس ابتدائی جملہ میں ایک پیشین گوئی ہے اور اس قدر وثوق اور یقین کے ساتھ ہے جو قرآن مجید کی آیتوں کے سوا کسی جگہ نہیں ملتی۔ ایسے ماحول میں جہاں دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہو اور ہر طرح کی ایذا رسانی پر تلے ہوئے ہوں اس طرح بے دھڑک ان سے کہہ دینا کہ عنقریب تم دنیا ہی میں اپنی سزا کو پہنچنے والے ہو۔ تم سب فنا کے گھاٹ اتارے جاؤ گے اور اہل اسلام کو عزت و شوکت حاصل ہوگی اور سارے عرب پر اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا۔ یہ اللہ کے رسول کے سوا اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ جس وقت یہ آیات نازل ہوئی ہیں تو ان کفار کا سان وگمان بھی نہ تھا کہ یہ تھوڑے سے مسلمان مکہ مکرمہ کے سارے طاقتور لوگوں پر غالب آ جائیں گے۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ نہ صرف مکہ مکرمہ سے بلکہ سارے جزیرۂ عرب سے مشرکین کفار ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے گئے۔ نیز یہاں آیت میں توحید کا روایتی اور نقلی ثبوت پیش کیا گیا کہ دنیا میں اللہ کے جتنے بھی نبی اور رسول آئے دنیا کے کسی خطہ میں کسی قوم میں کسی زمانہ میں سب نے یہی عقیدۂ توحید لا الٰہ الا اللہ پیش کیا۔ اور اسی کی دعوت دی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو اسلام و ایمان کی نعمت اور توحید کی دولت سے نوازا۔ اور کفر و شرک کی نجاست سے بچایا۔

یا اللہ! ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ اس وقت امت مسلمہ کے بعض افراد بھی قیامت اور آپ کے عذاب سے کچھ ایسے بے خوف ہو گئے ہیں اور غفلت میں پڑ گئے ہیں کہ بے دھڑک آپ کی نافرمانی میں ملوث ہیں۔

یا اللہ! ہم کو ہدایت اسلام کے بعد ہر طرح کی گمراہی سے بچالے اور خوف آخرت ہمارے دلوں میں عطا فرما دے تا کہ ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے دنیا میں اپنے کو بچالیں اور آپ کی سچی بندگی اختیار کر کے آپ کی اطاعت کاملہ میں لگ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

آسمانوں کو اور زمین کو حکمت سے بنایا، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ انسان کو نطفہ سے بنایا پھر وہ یکایک کھلم کھلا جھگڑنے لگا۔

نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝۴ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ

اور اُسی نے چوپایوں کو بنایا اُن میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں

وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَتَحْمِلُ

اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ شام کے وقت لاتے ہو اور جبکہ صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو۔ اور وہ تمہارے

اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷

بوجھ بھی ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدوں جان کو محنت میں ڈالے ہوئے نہیں پہنچ سکتے تھے واقعی تمہارا رب بڑی شفقت اور رحمت والا ہے۔

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸ وَعَلَى

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور نیز زینت کیلئے بھی، اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں۔ اور

اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹

سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے اور بعضے راستے ٹیڑھے بھی ہیں، اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو مقصود تک پہنچا دیتا۔

خَلَقَ اس نے پیدا کئے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	تَعٰلٰى برتر	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شریک کرتے ہیں		
خَلَقَ پیدا کیا اس نے	الْاِنْسَانَ انسان	مِنْ سے	نُّطْفَةٍ نطفہ	فَاِذَا پھر ناگہاں	هُوَ وہ	خَصِيْمٌ جھگڑالو	مُّبِيْنٌ کھلا	وَالْاَنْعَامَ اور چوپائے
خَلَقَهَا اسنے انکو پیدا کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا ان میں	دِفْءٌ گرم سامان	وَّمَنَافِعُ اور فائدے	وَمِنْهَا ان میں سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو		
وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِيْهَا ان میں	جَمَالٌ خوبصورتی شان	حِيْنَ جس وقت	تُرِيْحُوْنَ شام کو چرا کر لاتے ہو	وَحِيْنَ اور جس وقت			
تَسْرَحُوْنَ صبح کو چرانے لے جاتے ہو	وَتَحْمِلُ اور وہ اٹھاتے ہیں	اَثْقَالَكُمْ تمہارے بوجھ	اِلٰى طرف	بَلَدٍ شہر	لَّمْ تَكُوْنُوْا نہ تھے تم			
بٰلِغِيْهِ ان تک پہنچنے والے	اِلَّا بغیر	بِشِقِّ ہلکان کرکے	الْاَنْفُسِ جانیں	اِنَّ بیشک	رَبَّكُمْ تمہارا رب	لَرَءُوْفٌ انتہائی شفیق	رَّحِيْمٌ رحم کرنیوالا	
وَالْخَيْلَ اور گھوڑے	وَالْبِغَالَ اور خچر	وَالْحَمِيْرَ اور گدھے	لِتَرْكَبُوْهَا تاکہ تم ان پر سوار ہو	وَزِيْنَةً اور زینت	وَيَخْلُقُ اور وہ پیدا کرتا ہے			
مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	وَ اور	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	قَصْدُ سیدھی	السَّبِيْلِ راہ	وَمِنْهَا اور اس سے	جَآئِرٌ ٹیڑھی	وَلَوْ شَآءَ اور اگر وہ چاہے
لَهَدٰىكُمْ تو وہ تمہیں ہدایت دیتا	اَجْمَعِيْنَ سب							

اثبات توحید کے چار عقلی دلائل

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی اپنے انبیاء کے پاس بھیجتا ہے اور توحید کی تعلیم شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت یہ

ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ و متفقہ نصب العین رہا ہے۔ گویا اثبات توحید کی یہ نقلی دلیل گذشتہ آیات میں بیان فرمائی گئی تھی۔ اب آگے ان آیات میں عقلی دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل:۔ یہ فرمائی گئی کہ اللہ نے زمین و آسمان کا نظام ایسا درست اور استوار بنایا ہے جسے دیکھ کر لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ تمام کائنات کا سلسلہ صرف ایک ہی مالک مختار کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ اگر کئی بااختیار خداؤں کے ہاتھوں میں باگ ہوتی تو یہ محکم انتظام اتنی مدت تک ہرگز قائم نہ رہتا۔ آپس میں ٹکر ہو جاتی بلکہ کئی آزاد خداؤں کی کشمکش باہمی سرے سے اس نظام عام کو موجود ہی نہ ہونے دیتی۔ تو جب اللہ کے سوا کوئی اور خالق نہیں تو لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔

دوسری دلیل:۔ یہ بیان فرمائی کہ اللہ نے انسان کو ایک قطرۂ ناچیز سے بنایا۔ یعنی نطفہ تھا اس کا خون بنا خون کا لوتھڑا بنا۔ لوتھڑے کا جسم تیار ہوا۔ پھر جسم کے اندرونی بیرونی اعضاء کی تکمیل ہوئی۔ ہر عضو کو اس کے مقام پر رکھا۔ ظاہری و باطنی حواس پیدا کئے۔ عقل کی روشنی سے اس کے دماغ کو منور کیا اور روح حیات پھونک کر جیتا جاگتا انسان بنا ڈالا۔ تو انسان اگر خود اپنی خلقت میں غور کرے تو حق تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت و قدرت کا سبق ملے گا مگر انسان ہے کہ اپنی اصل اپنی تخلیق اور کیفیت تخلیق کو بھول کر اللہ کی کارسازی، وحدانیت، ربوبیت یہاں تک کہ اس کی ہستی میں جھگڑنے لگا۔ کسی نے خدا کو مجبور محض جانا کسی نے ایک کی بجائے متعدد معبود بنالئے اور کسی نے یہاں تک رسائی کی کہ اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا انکار کر دیا۔ کیا انسان کی پیدائش اس کی ایجاد اور ترقی اپنی زبان فطرت سے اللہ کی وحدانیت ہمہ گیر طاقت اور لاشریک ذات پر شہادت نہیں دے رہی۔ کیا انسان کو بنانے والا اس کو عقل و شعور، حواس اور علم عطا کرنے والا اور پھر اس میں ترقی دینے والا کوئی اور بھی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس کی توحید میں یہ جھگڑا کیوں ہے۔

تیسری دلیل:۔ یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ نے چوپائے یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری تمہارے لئے پیدا کئے۔ جن کے موٹے موٹے چار فوائد تو ہر شخص جانتا ہے۔ ایک بھیڑ و اونٹ وغیرہ کے اون سے سردی سے بچنے کے لئے لباس تیار کیا جاتا ہے۔ کمبل دھسے، ڈیرے، خیمہ وغیرہ اور مختلف قسم کے لباس تیار کرتے ہیں۔ دوسرا فائدہ ان کا دودھ پیا جاتا ہے۔ گوشت کھایا جاتا ہے۔ چربی علاوہ کھانے کے دوسرے کاموں میں آتی ہے۔ پھر تیسرا نمایاں فائدہ یہ ہے کہ جس شخص کے پاس مویشی بکثرت ہوتے ہیں تو اس کو ایک خاص امتیاز اور عزت حاصل ہوتی ہے۔ صبح کو اس کے جانور جنگل کو چرنے جاتے ہیں شام کو واپس آتے ہیں مالک خود بھی ان کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے فلاں کو کیسا دھن دولت دیا ہے عرب کے پورے ملک میں مویشیوں کی کثرت امتیاز خصوصی سمجھا جاتا تھا۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ مویشی بار برداری کے کام آتے ہیں۔ اونٹ وغیرہ کے ذریعہ سے آدمی اپنا اسباب تجارت یا سامان ضرورت لاد کر دور دراز کے مقامات پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں پیادہ جانے اور سر پر بوجھ اٹھا کر لے جانے میں سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہ خدا کی کتنی بڑی شفقت و مہربانی ہے کہ ان حیوانات کو تمہاری خدمت میں لگا دیا اور ان سے کام لینے کی اجازت دی اور بعض بڑی سخت اور مشکل مہمات ان جانوروں کے ذریعہ سے آسان کر دیں۔

چوتھی دلیل:۔ یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے گدھے اور خچر بھی تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کئے اور ان سے تمہاری شان و شوکت کا مظاہرہ ہوتا ہے اور تمہاری سواری کے کام آتے ہیں۔ اگر اللہ ان جانوروں کو پیدا نہ کرتا اور سواری کے لائق جسمانی ساخت

ان کو نہ دیتا تو ظاہر ہے کہ یہ فوائد انسان کو حاصل نہ ہوتے۔ اس کے بعد اجمالاً اشارہ ان جانوروں یا سواریوں کی طرف بھی کر دیا جن پر سوار ہونے کا رواج اس وقت عرب میں نہ تھا یا نزول قرآن کے وقت تک ان کی ایجاد ہی نہ ہوئی تھی۔ مثلاً ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ۔ تو جن حیوانات کا اوپر ذکر ہوا ان کے علاوہ حق تعالیٰ تمہارے نفع کے لئے وہ چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے یا پیدا کرتا رہے گا جن کی تمہیں فی الحال خبر بھی نہیں۔ اس میں وہ سب سواریاں بھی آ گئیں جو قیامت تک بنتی اور ایجاد ہوتی رہیں گی۔

یہ چاروں دلائل توحید کو ثابت کرنے کے لئے بیان کئے گئے۔ اب جہاں خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ پرورش کیا۔ اس کی بقا و آسائش کے سامان بنائے وہیں اصل مقصد یعنی اپنی بارگاہ قدس تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی بتا دیا اور جس طرح زمینی راستہ طے کر کے منزل مقصود تک انسان پہنچتا ہے۔ ایسے ہی خدا کی طرف پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی کھلا ہوا ہے۔ جس کی سمجھ سیدھی ہو گی وہ مذکورہ بالا دلائل و بصائر میں غور کر کے حق تعالیٰ کی قدرت و عظمت و وحدانیت پر ایمان لائے گا اور توحید و تقویٰ کی سیدھی راہ پر چل کر بے کھٹکے خدا تک پہنچ جائے گا لیکن جس کی عقل سیدھی نہیں اسے سیدھی سڑک پر چلنے کی توفیق کہاں ہو سکتی ہے وہ ہمیشہ غلط اور باطل خیالات کی پیچدار پگڈنڈیوں میں پڑا بھٹکتا رہے گا۔

انبیاء کو مبعوث کرنے کی حکمت

اب یہاں یہ سوال ہو سکتا تھا کہ اللہ کو احکام نازل کرنے اور انبیاء مبعوث فرمانے کی کیا ضرورت تھی وہ سب کو بلاواسطہ ہدایت کر دیتا تو کوئی گمراہ نہ رہتا۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ خدا کچھ اس بات سے عاجز نہیں تھا کہ ساری دنیا کے انسانوں کو ایک ہی راہ حق پر لگا دیتا لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ سب کو ایک ہی ڈھنگ اور راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دے بلکہ اس کی مشیت یہی ہوئی کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے اسی آزادی کے استعمال کیلئے اس کو علم کے ذرائع دیئے گئے عقل و فکر کی صلاحیتیں دی گئیں خواہش اور ارادہ کی طاقتیں بخشی گئیں۔ اپنے اندر اور باہر کی بے شمار چیزوں پر تصرف کے اختیارات عطا کئے گئے کہ آیا وہ خالق اور مخلوق کا ٹھیک ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت و کرامت کا مستحق بنتا ہے یا کجروی اور غلط کاری سے اپنے کو اس کے غصہ و غضب کا مظہر ٹھہراتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ چاہتے کہ سب کو سیدھے راستہ پر مجبور کر کے ڈال دیں تو یہ بھی ان کے اختیار میں تھا۔ مگر حکمت و مصلحت کا تقاضہ یہ تھا کہ جبر نہ کیا جائے بلکہ دونوں راستے سامنے کر دیئے جائیں۔ چلنے والا سمجھے غور کرے اور جس راستہ پر چلنا چاہے چلا جائے۔ صراط مستقیم اللہ اور جنت تک پہنچائے گا اور ٹیڑھے راستہ جہنم تک پہنچائیں گے۔ انسان کو اختیار دے دیا کہ جس کا چاہے انتخاب کر لے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو حقیقی توحید اور اپنی ذات پاک کی صحیح معرفت نصیب فرماویں۔ اور دنیا میں جتنی چیزیں ہم کو عطا فرمائی ہیں ان سے اپنی مرضیات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔

یا اللہ! آپ نے اپنے فضل سے ہم کو جو دین اسلام کی صراط مستقیم دکھلا دی ہے اس پر ہم کو تازندگی قائم رکھئے۔ اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ﴿۱۰﴾

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور اس (کے سبب) سے درخت (سبزہ و گھاس پیدا ہوتے) ہیں جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو۔

یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ

(اور) اس (پانی) سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے، بیشک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ

سوچنے والوں کیلئے دلیل ہے۔اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر بنایا

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ

اور ستارے اُس کے حکم سے مسخر ہیں۔ بیشک اس میں عقل مند لوگوں کیلئے چند دلیلیں ہیں۔اور اُن چیزوں کو بھی جن کو تمہارے لئے

فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

زمین میں اس طور پر پیدا کیا کہ اُن کے اقسام مختلف ہیں، بیشک اس میں سمجھ دار لوگوں کیلئے دلیل ہے۔

هُوَ وہی	الَّذِیْ جس نے	اَنْزَلَ نازل کیا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْهُ اس سے	شَرَابٌ پینا	وَمِنْهُ اور اس سے
شَجَرٌ درخت	فِیْهِ اس میں	تُسِیْمُوْنَ تم چراتے ہو	یُنْۢبِتُ وہ اُگاتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	بِهٖ اس سے	الزَّرْعَ کھیتی	وَالزَّیْتُوْنَ اور زیتون		
وَالنَّخِیْلَ اور کھجور	وَالْاَعْنَابَ اور انگور	وَ اور	مِنْ سے	كُلِّ ہر	الثَّمَرٰتِ پھل	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰیَةً البتہ نشانیاں	
لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	یَتَفَكَّرُوْنَ غور و فکر کرتے ہیں	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	الَّیْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	وَالشَّمْسَ اور سورج			
وَالْقَمَرَ اور چاند	وَالنُّجُوْمُ اور ستارے	مُسَخَّرٰتٌ مسخر	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے	اِنَّ بیشک	فِیْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں		
لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	یَعْقِلُوْنَ وہ عقل سے کام لیتے ہیں	وَمَا اور جو	ذَرَاَ پیدا کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	فِی الْاَرْضِ زمین میں	مُخْتَلِفًا مختلف			
	اَلْوَانُهٗ اس کے رنگ	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰیَةً البتہ نشانیاں	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	یَذَّكَّرُوْنَ وہ سوچتے ہیں			

اثبات توحید کی دو اور عقلی دلیلیں

گذشتہ آیات میں توحید کے چار دلائل بیان فرمائے گئے تھے۔ اب آگے مزید دلائل ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ گویا پانچویں دلیل یہ دی جا رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمان سے مینہ برسایا اور پانی اتارا جس کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ تم اس پانی کو پیتے ہو اور پی کر جیتے ہو۔ جہاں کنوؤں اور نہروں کا پانی نہیں وہاں تو اسی پر زندگی ہے۔ اور کنوؤں و نہروں کا پانی بھی اگر برسات نہ ہو تو خشک ہو جاوے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ اس پانی سے زمین سرسبز ہوتی ہے۔ سبزہ اور گھاس اگتا ہے جس سے تمہارے چوپایوں کی زندگی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ فرمایا کہ کھیتیاں بھی پانی ہی سے پیدا ہوتی ہیں گویا طرح طرح کے اجناس اور غلہ جو انسان کی روزی ہیں ان کا پانی سے پیدا فرمانا

ذکر کیا۔ چوتھا فائدہ ہر قسم کے پھل مثلاً زیتون کھجور اور انگور وغیرہ کی پیدائش بھی پانی ہی پر موقوف ہے۔ اس طرح کھانے پینے کی ساری لذتوں اور نعمتوں کا آخری سرا اسی خالق اور قادر مطلق کے دست قدرت میں ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے خدا کی قدرت کاملہ اور صفت عجیبہ کا کتنا بڑا نشان ہے کہ ایک زمین ایک آفتاب ایک ہوا ایک پانی سے کیسے قسم قسم اور رنگ برنگ کے پھول وپھل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک پانچ دلائل توحید باری تعالیٰ بیان ہوئے۔

آگے دلیل فرمائی جاتی ہے کہ رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تاکہ دنیا کا کاروبار چلے اور لوگ سکون وآرام حاصل کرسکیں۔ رات انسان کو آرام کے سامان مہیا کرتی ہے اور دن اس کے کام کا راستہ ہموار کرتا ہے۔ اسی طرح چاند سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں۔ رات دن کے آنے جانے اور چاند سورج کے طلوع وغروب کے ساتھ انسانوں کے بیشمار فوائد وابستہ ہیں بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ان کے بغیر انسان کی زندگی محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اقتدار کامل سے چاند، سورج اور کل ستاروں کو مزدوروں کی طرح ہمارے کاموں پر لگا رکھا ہے مجال نہیں کہ ذرا سستی یا سرتابی کرسکیں۔ یہ تمام دلائل قدرت ہیں۔ براہین الوہیت ہیں۔ آثار ربوبیت اور علامات توحید ہیں۔ مگر انہی لوگوں کے لئے جن کو فہم و دانائی کا کوئی حصہ ملا ہے۔ جو عقل و بصیرت رکھتے ہیں۔ جو سوچتے سمجھتے اور غور وخوض کرتے ہیں۔

اس سارے نظام کے جزئیات وتفصیلات پر اگر انسان عقل وتدبر سے کام لے تو خود بول اٹھے بیشک جس نے ایسے کامل اور مستحکم انتظامات کر رکھے ہیں وہی ذات واحد قادر مطلق اور حکیم کل اور سب کی پروردگار ہے۔

الغرض حق جل شانہٗ نے اپنی الوہیت اور وحدانیت عقلی طور پر ثابت کرنے کے لئے اول آسمان وزمین کی پیدائش اور ان کے عجائب وغرائب سے استدلال فرمایا۔ کیونکہ مخلوقات میں زمین وآسمان نہایت عظیم ہیں۔ پھر آسمان وزمین کے بعد انسان کی پیدائش اور اس کے احوال سے استدلال فرمایا کہ ایک قطرۂ آب سے کیسا عجیب وغریب انسان پیدا فرمایا پھر احوال انسانی کے بعد حیوانات کے احوال سے استدلال فرمایا کہ جو انسان کے کام آتے ہیں پھر ان چوپایوں کی پیدائش سے استدلال فرمایا کہ جو انسان کے لئے سواری اور بار برداری اور زیب وزینت کا ذریعہ ہیں پھر عجائب حیوانات کے بعد عجائب نباتات سے اپنی قدرت وحکمت پر استدلال فرمایا کہ یہ قسم قسم کے نباتات اس کی قدرت کاملہ کی روشن دلیل ہیں پھر احوال نباتات کے بعد چاند وسورج اور ستاروں وسیاروں کے احوال سے استدلال فرمایا تاکہ کوئی نادان یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ کھیتوں اور پھلوں کا پکنا چاند وسورج اور ستاروں کی تاثیر سے ہے۔ نہیں بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ سے ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنے ذات وصفات کی توحید خالص اور یقین کامل ہم سب کو نصیب فرماویں۔

یا اللہ! آپ نے اپنی شان ربوبیت سے جو یہ نظام قائم کر رکھا ہے اس سے اپنی ذات عالی پر ہم کو ایمان صادق نصیب فرمایئے۔ اور ہم کو اپنی اطاعت وبندگی کی توفیق کاملہ نصیب فرمایئے۔ اور اپنے انعامات واحسانات پر شکر گزاری کا جذبہ مرحمت فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ

اور وہ ایسا ہے کہ اُس نے سمندر کو مسخر بنایا تا کہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زینت کی وہ چیز نکالو جسکو تم پہنتے ہو،

وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ

اور تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ پانی چیرتی ہوئی چلی جارہی ہیں اور تا کہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے

رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ

تا کہ وہ تم کو لے کر ڈگمگانے نہ لگے، اور اس نے نہریں اور راستے بنائے تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ اور بہت سی نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے بھی

يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۚ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

لوگ رستہ معلوم کرتے ہیں۔ سو کیا جو پیدا کرتا ہو، وہ اس جیسا ہو جاوے گا۔ جو پیدا نہیں کر سکتا، پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو،

لَا تُحْصُوْهَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾

تو نہ گن سکو گے واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

وَهُوَ اور وہی	اَلَّذِيْ جو۔جس	سَخَّرَ مسخر کیا	الْبَحْرَ دریا	لِتَاْكُلُوْا تا کہ تم کھاؤ	مِنْهُ اس سے	لَحْمًا گوشت	طَرِيًّا تازہ	وَتَسْتَخْرِجُوْا اور تم نکالو
مِنْهُ اس سے	حِلْيَةً زیور	تَلْبَسُوْنَهَا تم وہ پہنتے ہو	وَتَرَى اور تم دیکھتے ہو	الْفُلْكَ کشتی	مَوَاخِرَ پانی چیرنے والی	فِيْهِ اس میں		
وَلِتَبْتَغُوْا اور تا کہ تلاش کرو	مِنْ سے	فَضْلِهٖ اس کا فضل	وَلَعَلَّكُمْ اور تا کہ تم	تَشْكُرُوْنَ شکر کرو	وَاَلْقٰى اور ڈالے	فِي الْاَرْضِ زمین میں		
رَوَاسِيَ پہاڑ	اَنْ تَمِيْدَ کہ جھک نہ پڑے	بِكُمْ تمہیں لے کر	وَاَنْهٰرًا اور نہریں۔دریا	وَسُبُلًا اور راستے	لَعَلَّكُمْ تا کہ تم	تَهْتَدُوْنَ راہ پاؤ		
وَعَلٰمٰتٍ اور علامتیں	وَبِالنَّجْمِ اور ستارہ	هُمْ وہ	يَهْتَدُوْنَ راستہ پاتے ہیں	اَفَمَنْ کیا۔پس جو	يَّخْلُقُ پیدا کرے	كَمَنْ اس جیسا جو		
لَا يَخْلُقُ پیدا نہیں کرتا	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا۔پس تم غور نہیں کرتے	وَاِنْ اور اگر	تَعُدُّوْا تم شمار کرو	نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت				
	لَا تُحْصُوْهَا اس کو پورا نہ گن سکو گے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان				

سمندر توحید الٰہی کی دلیل ہے

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کاملہ اس کی وحدانیت اور شان ربوبیت کے متعدد دلائل بیان فرمائے گئے وہی سلسلہ ان آیات میں بھی جاری ہے۔ چنانچہ دلائل قدرت اور علامات توحید میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ سمندر بھی اسی کے قانون تکوینی کے محکوم و مسخر ہیں یعنی ایسے ٹھاٹھیں مارنے والے خوفناک سمندر کو بھی جس کے سامنے ضعیف انسان کی کچھ بساط نہیں تمہارے کام میں لگا دیا کہ اس میں بے تکلف مچھلی کا شکار کر کے نہایت لذیذ اور تروتازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ اب سمندر کا پانی کتنا کھاری اور شور ہوتا ہے مگر مچھلی جو اس سے نکلتی ہے اس کا گوشت کھاری اور کڑوا نہیں۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کی دلیل ہے ایسے کھاری اور کڑوے پانی میں سے ایک لذیذ چیز تمہارے کھانے کیلئے نکال دی اور اس کے بعض حصوں میں سے موتی اور مونگے نکالتے ہو جس کے قیمتی زیور تیار کئے جاتے ہیں۔ بھلا سمندر کی موجوں کو دیکھو جن کے سامنے بڑے بڑے جہازوں کی ایک تنکے کے برابر حقیقت نہیں لیکن ایک چھوٹی سی کشتی کس طرح ان موجوں کو

چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خدا کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل دی اور ایسی چیزیں تیار کر لینے کی ترکیب سجھائی جن کے ذریعہ سے گویا سمندروں کو مسخر کر لیا گیا اور جہازوں اور کشتیوں پر تجارتی مال لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پہنچاتے ہو اور خدا کے فضل سے روزی حاصل کرتے ہو۔ پس خدا کا احسان مان کر اس کی نعمتوں کے شکر گزار رہو۔

پہاڑ بھی توحید الٰہی کی دلیل ہیں

آگے اللہ تعالیٰ کی ایک دوسری قدرت کو ظاہر فرمایا جارہا ہے کہ یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ خدا تعالیٰ نے زمین پر بھاری پہاڑ رکھ دیئے۔ اور زمین کو بھاری اور وزنی بنانے کے لئے پہاڑوں کی میخیں قائم کیں۔ روایات اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اس میں پہاڑ پیدا کئے جن سے اس کی کپکپی بند ہوئی۔ آج کل جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔ پہاڑوں کو قائم کر کے جابجا دریا اور چشمے جاری فرمائے۔ ندیوں اور نہروں کا سرچشمہ کہیں پہاڑوں میں ہوتا ہے لیکن وہ میدانوں اور پہاڑوں کو قطع کرتی ہوئی سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت پر پہنچتی ہیں۔ پھر پہاڑ' ٹیلے' چشمہ' درخت' وادی میدان وغیرہ مختلف قسم کی علامتیں قائم کر دی ہیں۔ جن سے مسافروں کے قافلہ ٹھیک راستہ کا پتہ چلا لیتے ہیں اگر زمین کی ساری سطح یکساں سپاٹ ہوتی کہیں درخت میدان' پہاڑ وغیرہ کے نشان نہ ہوتے تو مسافروں کو منزل پر پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ پھر رات کے وقت سمندر' دریا اور خشکی کے سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ راستہ کا پتہ لگا لیا جاتا ہے۔ ''قطب نما'' سے جو رہنمائی ہوتی ہے وہ بھی بالواسطہ ستارہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اب سوچنا چاہئے کہ یہ کس قدر حماقت' جہالت اور ظلم ہے کہ جو مکھی کا ایک پر اور مچھر کی ایک ٹانگ' جو کا ایک دانہ' ریت کا ایک ذرہ یا درخت کا ایک پتہ اور پانی کا ایک قطرہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں انہیں معبود ٹھہرا کر خداوند قدوس کے برابر کر دیا جائے جو مذکورہ بالا عجیب و غریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور ان کے محکم نظام کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس گستاخی کو دیکھو اور خدا کے انعامات خیال کرو۔ حقیقت میں انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ یہ انسان صرف اپنے ہی وجود پر نظر ڈالے کہ اللہ نے اسے صحت دی' قوت اور طاقت دی عقل دی' سننے کے لئے کان دیئے بولنے کے لئے زبان دی۔ دیکھنے کو آنکھیں دیں۔ پکڑنے کے لئے ہاتھ دیئے۔ چلنے کے لئے پیر دیئے غرض کہ بے شمار نعمتیں تم کو دیں کہ اگر گننا چاہو تو تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ ان کو گن بھی سکو۔ تمہاری زندگی کا ہر سانس اس کی کسی نہ کسی نعمت کا رہین منت ہے تو ان بے شمار نعمتوں کا شکر پوری طرح کس سے ادا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ادائے شکر میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے۔ خداوند کریم و رحیم اس سے بھی درگزر کرتا ہے اور تھوڑے سے شکر پر بہت سا اجر عطا فرما دیتا ہے کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے اور اسی صفت غفران کے تقاضا سے وہ کفار اور مشرکین تک کی توبہ قبول کر کے انہیں اسلام اور ایمان قبول کر لینے پر بخش دیتا ہے اور صفت رحم کے تقاضہ سے وہ مشرکوں اور کافروں کو ان کی زندگی میں دنیوی نعمتوں سے یکسر محروم نہیں کرتا۔

خلاصۂ کلام

الغرض حق تعالیٰ یہ دلائل دے کر اور اپنی مختلف نعمتیں بتلا کر اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اے انسانو تم ایسے خالق' رازق اور منعم کی پرستش و بندگی کرو کہ جس کی نعمتوں کو تم شمار بھی نہیں کر سکتے اور پھر جو ایسا کریم اور مہربان ہے کہ باوجود تمہاری تقصیرات کے اور شب و روز کی نافرمانی کے اپنی نعمتیں تم پر بند نہیں کرتا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ اور ظاہری احوال سب جانتے ہیں۔اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمْ

اور وہ خود ہی مخلوق ہیں۔مُردے ہیں زندہ نہیں اور اُن کو خبر نہیں کہ مردے کب اٹھائے جائیں گے۔تمہارا معبود

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾

برحق ایک ہی معبود ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے دل منکر ہو رہے ہیں اور وہ تکبر کرتے ہیں۔

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے سب احوال پوشیدہ و ظاہر جانتے ہیں یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تُسِرُّوْنَ جو تم چھپاتے ہو	وَمَا اور جو	تُعْلِنُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو	وَالَّذِيْنَ اور جنہیں	يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں	
مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	لَا يَخْلُقُوْنَ وہ پیدا نہیں کرتے	شَيْئًا کچھ بھی	وَهُمْ اور وہ	يُخْلَقُوْنَ پیدا کئے گئے	اَمْوَاتٌ مُردے	غَيْرُ نہیں
اَحْيَآءٍ زندہ	وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں جانتے	اَيَّانَ کب	يُبْعَثُوْنَ وہ اٹھائے جائینگے	اِلٰهُكُمْ تمہارا معبود	اِلٰهٌ معبود	وَّاحِدٌ ایک	
فَالَّذِيْنَ پس جو لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	قُلُوْبُهُمْ انکے دل	مُّنْكِرَةٌ منکر	وَهُمْ اور وہ		
مُّسْتَكْبِرُوْنَ تکبر کرنیوالے	لَا جَرَمَ یقینی بات	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا جو	يُسِرُّوْنَ وہ چھپاتے ہیں	وَمَا اور جو
	يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا	الْمُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرنے والے			

شکر گزار اور ناشکرے سب اللہ کے علم میں ہیں

گذشتہ آیات سے دلائل توحید اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے۔

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص اس کی نعمتوں پر کس حد تک دل سے اور کس حد تک جوارح سے شکر گزار بنتا ہے اور کون ایسا ہے جس کا ظاہر و باطن ادائے حق نعمت سے خالی رہتا ہے یا مذکورہ بالا دلائل و نعمتوں کو سن کر کون ہے جو سچے دل سے اس پر ایمان لاتا ہے۔اور کون ہے جو ظاہر میں دلائل سے لاجواب ہو کر بھی حق کو قبول نہیں کرتا۔خدا کے علم میں جس کا جو حال ہوگا اسی کے موافق معاملہ کرے گا۔

شرک اور مشرکین کی مذمت

آگے شرک اور مشرکین کی مذمت کی جاتی ہے کہ خدا تو وہ ہے جس کے عظیم الشان اور لاتعداد انعامات کا اوپر ذکر ہوا مگر مشرکین کی حماقت دیکھو کہ ایسے خالق و رازق اور مختار و مالک خدا کا شریک ان بتوں کو ٹھہرا دیا جو گھاس کا ایک تنکا پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود اپنے وجود تک کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہیں کہ گھڑ کر بنائے جاتے ہیں۔تو وہ کوئی چیز تو کیا پیدا کرتے خود پیدا کئے جاتے ہیں۔یہ مشرکین جن کو وہ خدا کے سوا پوجتے ہیں سب مردے بے جان ہیں۔پس جس چیز کا وجود دوسرے کا عطا کیا ہوا

ہواور وہ جب چاہے چھین لے اسے خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ یا عبادت کے لائق کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسے بے خبروں کو معبود تسلیم کر لینا جہل اور حماقت کی انتہا ہے۔ مشرکین کے تجویز کئے ہوئے بت یہ عجیب خدا ہیں کہ جنہیں کچھ خبر نہیں کہ قیامت کب ہوگی اور وہ خود یا ان کے پرستار کب حساب کے لئے اٹھائے جائیں گے۔ جو دلائل وحقائق اوپر بیان ہوئے ایسے صاف اور واضح ہیں جس میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان توحید کا یقین کرسکتا ہے لیکن غور وفکر تو وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو۔ جن کو آخرت اور موت کے بعد دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں نہ انجام کی طرف دھیان ہے وہ دلائل پر کب کان دھرتے اور ایمان وکفر کے نیک و بد انجام کی طرف کب التفات کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں توحید کا اقرار اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تواضع سے گردن جھکانے کا خیال آئے تو کہاں سے آئے؟ آگے مشرکین کو جتلایا جاتا ہے کہ خوب سمجھ لو کبر وغرور کوئی اچھی اور پسندیدہ چیز نہیں۔ اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا توحید کا انکار جو تم اے مشرکین دلوں میں رکھتے ہو اور غرور وتکبر جس کا اظہار تمہاری چال ڈھال اور طور وطریق سے ہو رہا ہے سب خدا کے علم میں ہے۔ وہی ہر کھلے چھپے جرم کی سزا تم کو دے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جو توحید کی دولت ہم کو عطا فرمائی ہے اس پر ہمیشہ ہم کو قائم رکھیں اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرماویں۔ بیشک ہمارا معبود برحق بس ایک ہی معبود ہے جس کے وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے کی ہم گواہی دیتے ہیں۔

یا اللہ ہم کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرما لیجئے اور اپنی بے انتہا نعمتوں پر شب وروز اور ہر لمحہ ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوٓا أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوٓا أَوْزَارَهُمْ

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو

كَامِلَةً يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ ٱلَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَآءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ

قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا بوجھ اور جن کو یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کر رہے تھے اُن کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا خوب یاد رکھو کہ جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں وہ بُرا بوجھ ہے۔

ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى ٱللَّهُ بُنْيَٰنَهُم مِّنَ ٱلْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ ٱلسَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ

جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں، سو اللہ تعالیٰ نے اُن کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر اوپر سے اُن پر چھت آپڑی

وَأَتَىٰهُمُ ٱلْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآءِيَ

اور اُن پر عذاب اس طرح آیا کہ اُن کو خیال بھی نہ تھا۔ پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن کو رسوا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میرے شریک جن کے بارے میں

ٱلَّذِينَ كُنتُمْ تُشَٰٓقُّونَ فِيهِمْ ۚ قَالَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا ٱلْعِلْمَ إِنَّ ٱلْخِزْيَ ٱلْيَوْمَ وَٱلسُّوٓءَ عَلَى

تم لڑا جھگڑا کرتے تھے کہاں ہیں جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے۔

ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٢٧﴾ ٱلَّذِينَ تَتَوَفَّىٰهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ظَالِمِىٓ أَنفُسِهِمْ ۖ فَأَلْقَوُا ٱلسَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِن

جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر میں قبض کی تھی، پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی بُرا کام نہ کرتے تھے

سُوٓءٍ ۚ بَلَىٰٓ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ فَٱدْخُلُوٓا أَبْوَٰبَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۖ

کیوں نہیں بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو،

فَلَبِئْسَ مَثْوَى ٱلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٢٩﴾

غرض تکبر کرنے والوں کا وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

وَإِذَا اور جب	قِيلَ کہا جائے	لَهُمْ ان سے	مَاذَا کیا	أَنزَلَ نازل کیا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	قَالُوا وہ کہتے ہیں	أَسَاطِيرُ کہانیاں
الْأَوَّلِينَ پہلے لوگ	لِيَحْمِلُوا انجام کار وہ اٹھائیں گے	أَوْزَارَهُمْ اپنے بوجھ	كَامِلَةً پورے	يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن	وَمِنْ اور کچھ	أَوْزَارِ بوجھ	
الَّذِينَ ان کے جنہیں	يُضِلُّونَهُمْ وہ گمراہ کرتے ہیں	بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر	أَلَا خوب سن لو	سَاءَ برا	مَا يَزِرُونَ جو وہ لادتے ہیں		
قَدْ مَكَرَ تحقیق مکاری کی	الَّذِينَ وہ لوگ جو	مِن قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	فَأَتَى پس آیا	اللَّهُ اللہ	بُنْيَانَهُمْ ان کی عمارت	مِنَ سے	الْقَوَاعِدِ بنیاد
فَخَرَّ پس گر پڑی	عَلَيْهِمُ ان پر	السَّقْفُ چھت	مِن سے	فَوْقِهِمْ ان کے اوپر	وَأَتَاهُمُ اور آیا ان پر	الْعَذَابُ عذاب	مِنْ سے
حَيْثُ جہاں سے	لَا يَشْعُرُونَ انہیں خیال نہ تھا	ثُمَّ پھر	يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن	يُخْزِيهِمْ وہ انہیں رسوا کرے گا	وَيَقُولُ اور کہے گا		

اَيْنَ کہاں	شُرَكَآءِيَ میرے شریک	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	كُنْتُمْ تم تھے	تُشَآقُّوْنَ جھگڑتے	فِيْهِمْ ان میں	قَالَ کہیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو		
اُوْتُوا الْعِلْمَ دیئے گئے علم	اِنَّ بیشک	الْخِزْيَ رسوائی	الْيَوْمَ آج	وَ اور	السُّوْٓءَ برائی	عَلٰى پر	الْكٰفِرِيْنَ کافر	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	تَتَوَفّٰهُمُ انکی جان نکالتے ہیں
الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	ظَالِمِيْٓ ظلم کرتے ہوئے	اَنْفُسِهِمْ اپنے اوپر	فَاَلْقَوُا پس ڈالیں گے	السَّلَمَ پیغام اطاعت	مَا كُنَّا نَعْمَلُ ہم نہ کرتے تھے				
مِنْ سُوْٓءٍ کوئی برائی	بَلٰٓى ہاں ہاں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِمَا وہ جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	فَادْخُلُوْٓا سو تم داخل ہو		
اَبْوَابَ دروازے	جَهَنَّمَ جہنم	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہو گے	فِيْهَا اس میں	فَلَبِئْسَ البتہ برا	مَثْوَى ٹھکانہ	الْمُتَكَبِّرِيْنَ تکبر کرنیوالے			

شان نزول

اب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دین حق کی دعوت دیتے ہوئے مکہ مکرمہ میں کئی سال گزر چکے تھے چنانچہ جب عرب میں دین اسلام کا چرچا پھیلا تو مکہ کے لوگ باہر جہاں کہیں آتے جاتے تو ان سے پوچھا جاتا کہ تمہارے ہاں جو اللہ کے نبی ہونے کا دعویٰ کر کے نئے دین کی تعلیم دیتے ہیں اور قرآن کو اللہ کا کلام بتلاتے ہیں تو وہ اللہ کا کلام بتلایا ہوا کیسا ہے؟ اور اس میں کیا تعلیم دی گئی ہے؟ اور اللہ نے اس میں کیا بیان کیا ہے؟ غرض اسی قسم کے سوالات ناواقف بغرض تحقیق کفار مکہ سے پوچھتے تو ان کے سوالات کے جواب میں وہ ایسی باتیں کہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن کریم اور آپ کے تعلیم کردہ دین کے متعلق طرح طرح کے شکوک وشبہات اور اعتراضات ان ناواقفوں کے دلوں میں بیٹھ جاتے۔

قرآن کریم کے بارے میں سرداروں کی خیانت

اسی طرح ایام حج میں جب اہل عرب مکہ میں آ کر کفار مکہ سے بغرض تحقیق دریافت کرتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو مدعی نبوت ہیں اور قرآن کو کلام الٰہی بتاتے ہیں اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ تو سرداران قریش جو جواب دیتے وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ناواقف اشخاص بغرض تحقیق جب ان مکذبین یعنی کفار مکہ سے کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دعوے میں کہاں تک سچے ہیں؟ تو یہ مکذبین کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن میں رکھا ہی کیا ہے بجز اس کے کہ کتب سابقہ اور گذشتہ قوموں کی کچھ پرانی بے سند باتیں اور چند قصے کہانیاں نقل کر دی گئی ہیں۔ نبوت و رسالت اور قیامت اور جنت وجہنم کے کچھ افسانے اس میں بتلائے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے کفار کے اس قول کی مذمت کی جاتی ہے اور اس پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ ان کفار کے اس کہنے سے غرض یہ ہے کہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کریں اور اس طرح اپنے کفر کی پوری پوٹ کے ساتھ کچھ بوجھ ان لوگوں کے بہکانے کا بھی سر پر رکھیں جنہیں اپنی نادانی اور جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔

سابقہ اقوام کے منکروں سے عبرت پکڑو

آگے بتلایا جاتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور پیغام حق کو پست کرنے کی جو تدبیریں آج کی جارہی ہیں ان سے پہلے دوسری قومیں بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ایسی تدبیریں گذشتہ دور میں کر چکی ہیں۔ انہوں نے مکر وتلبیس کے بڑے اونچے محل کھڑے کر دیئے پھر جب خدا کا حکم پہنچا تو اس نے پکڑ کر بنیادیں ہلا دیں۔ آخر عذاب الٰہی کے ایک جھٹکے میں ان کے تیار کئے ہوئے محل ان ہی پر آ پڑے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی تدبیریں خود ان ہی پر الٹ دی گئیں اور جو سامان

مخالفین نے غلبہ اور حفاظت کا کیا تھا وہ فنا اور ہلاکت کا سبب بن گیا اور جیسا کہ گذشتہ دور میں انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے والے ناکام ہوئے اور دنیا میں ان پر خدا کا عذاب آیا اسی طرح یہ کفار مکہ بھی ناکام ہوں گے۔

قیامت میں کفار کا انجام

آگے قیامت میں کفار کی کیا حالت ہوگی اور ان کا انجام کیا ہوگا یہ بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں یہ منکرین پوری اور انتہائی طور پر ذلت اور رسوائیوں کے شکار ہوں گے اور منجملہ دوسری رسوائیوں کے ایک رسوائی یہ ہوگی کہ حق تعالیٰ ان کفار سے فرمائے گا کہ اب بتلاؤ وہ تمہارے معبود کدھر گئے جن کو دنیا میں تم نے الوہیت اور ربوبیت کا شریک سمجھ رکھا تھا اور جن کی خاطر تم ہمارے پیغمبروں اور اہل ایمان سے ہمیشہ لڑتے جھگڑتے تھے؟ آج وہ کہاں ہیں اور تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے؟ آج ان کو اپنی مدد کے لئے بلاؤ کہ وہ تمہیں عذاب سے بچالیں اور اس ذلت اور مصیبت سے نکال لیں؟ وہ منکرین اس کا تو کیا جواب دیتے البتہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اور صلحاء اور عام اہل ایمان بول اٹھیں گے کہ آج کے دن جیسا کہ ہم دنیا میں کہا کرتے تھے اور سمجھتے رہتے تھے پوری ذلت اور رسوائی اور ساری سختی اور مصیبت منکرین حق ہی کے لئے ہے جو مرتے دم تک کفر پر رہے۔ اس پر ہیبت اور ہولناک منظر سے دوچار ہو کر منکرین حق اب خوشامدانہ لہجہ میں عرض کرنا شروع کریں گے کہ بھلا ہماری کیا مجال تھی جو ہم شرک میں مبتلا ہوتے۔ کہاں تو دنیا میں اتنا اکڑے ہوئے رہتے تھے اور کہاں اب خوشامد پر اتر آئیں گے۔ اس وقت ساری فوں فاں نکل جائے گی اور جو شرارت اور بغاوت دنیا میں کرتے تھے سب کا انکار کر کے اطاعت و وفاداری کا اظہار کریں گے کہ ہم نے کبھی کوئی بری حرکت نہیں کی ہمیشہ نیک چلن رہے اس پر ان سے کہا جائے گا کہ کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو جس کے علم میں تمہاری ساری حرکات ہیں۔ آج تمہارا کوئی مکر و جھوٹ خدائی سزا سے نہیں بچا سکتا وقت آ گیا ہے کہ اپنی کرتوت کا مزہ چکھو پھر جہنم کے اندر مختلف دروازوں سے داخل ہونے کا حکم ہوگا اور ہر ایک چھوٹا بڑا مغرور کافر اپنے اپنے کفر و تکبر کی حیثیت کے موافق دوزخ کے جدا جدا طبقوں میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جائے گا۔

الغرض حاصل ان آیات کا یہ ہوا کہ اے کفار مکہ تم نے اپنے سے پہلے کافروں کا حال خسارہ و عذاب دنیا و آخرت کا سن لیا اسی طرح جو تدبیر و مکر دین حق کے مقابلہ میں تم کر رہے ہو اور خلق کو گمراہ کرنا چاہتے ہو یہی انجام تمہارا ہوگا۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ ان آیات کے نزول کے چند ہی سال بعد کفار و مشرکین نہ صرف مکہ بلکہ تمام جزیرۃ العرب سے نیست و نابود ہو گئے اور جس دین حق کو وہ مٹانا چاہتے تھے وہ غالب ہو کر رہا۔ اور خود وہ مٹ گئے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو دین و دنیا میں عزت و برتری اور غلبہ و شوکت نصیب فرمائیں اور کفار و مشرکین کو پست، مغلوب اور ذلیل و خوار فرمائیں۔ اس دنیا میں بھی کفار و مشرکین عذاب الٰہی سے دوچار ہوں اور آخرت میں بھی جہنم رسید ہوں۔

یا اللہ! جن کفار و مشرکین نے آپ کے کلام کی ناقدری کی اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت اور نافرمانی کی اس کے نتیجہ میں وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوں اور آخرت کا عذاب بھی مول لیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا

اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر نازل فرمائی ہے جن لوگوں نے نیک کام کیے ہیں اُن کیلئے اس دنیا میں

حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي

بھی بھلائی ہے، اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ متقین کا اچھا گھر ہے۔ وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے۔

مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ

اُن باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی، اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب متقین کو دے گا۔ جن کی روح

الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾

فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔

وَقِيلَ اور کہا گیا	لِلَّذِينَ اتَّقَوْا ان لوگوں سے جنہوں نے پرہیزگاری کی	مَاذَا کیا	أَنزَلَ اتارا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	قَالُوا وہ بولے	خَيْرًا بہترین	
لِلَّذِينَ ان کیلئے جو لوگ	أَحْسَنُوا بھلائی کی	فِي هَٰذِهِ اس میں	الدُّنْيَا دنیا	حَسَنَةٌ بھلائی	وَلَدَارُ الْآخِرَةِ اور آخرت کا گھر	خَيْرٌ بہتر	
وَلَنِعْمَ اور کیا خوب	دَارُ الْمُتَّقِينَ پرہیزگاروں کا گھر	جَنَّاتُ باغات	عَدْنٍ ہیشگی	يَدْخُلُونَهَا وہ ان میں داخل ہوں گے	تَجْرِي بہتی ہیں		
مِن تَحْتِهَا انکے نیچے سے	الْأَنْهَارُ نہریں	لَهُمْ ان کیلئے	فِيهَا وہاں	مَا يَشَاءُونَ جو وہ چاہیں گے	كَذَٰلِكَ ایسی ہی	يَجْزِي جزا دیتا ہے	اللَّهُ اللہ
الْمُتَّقِينَ پرہیزگار	الَّذِينَ وہ جو کہ	تَتَوَفَّاهُمُ ان کی جان نکالتے ہیں	الْمَلَائِكَةُ فرشتے	طَيِّبِينَ پاک ہوتے ہیں	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں		
سَلَامٌ سلامتی	عَلَيْكُمُ تم پر	ادْخُلُوا تم داخل ہو	الْجَنَّةَ جنت	بِمَا اسکے بدلے جو	كُنتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے		

قرآن کے مومنین کے لئے بشارت

گذشتہ آیات میں کافروں کا احمقانہ قول' جاہلانہ عقائد اور بداعمالی کا تذکرہ کرکے ان کے انجام اور نتائج بد کو بیان فرمایا گیا تھا۔

ان آیات میں کافروں کے مقابلہ میں متقین کا قول' ان کے صالح اعمال' ان کی نیک انجامی' اور دنیا و آخرت کی بھلائی و خوبی کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا کہ کفار سے پوچھا جاتا کہ کیا چیز اتری ہے۔ تو وہ کہتے اَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ یعنی اگلوں کے بے سند قصے۔ اب ان کے مقابل گروہ مومنین کا قول بیان فرمایا جاتا ہے کہ جب ان سے قرآن کی بابت سوال کیا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی تو وہ نہایت عقیدت وادب سے کہتے ہیں کہ نیک بات جو سراپا خیر و برکت ہے۔ ایسے متقین کو بشارت دیجاتی ہے کہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جس نے بھلائی کی دنیا میں اسے بھلائی کا خوشگوار پھل مل کر رہے گا خدا کے ہاں کسی کی محنت اور ذرہ برابر نیکی ضائع نہیں جاتی اور آخرت کی بھلائیوں اور نعمتوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں دنیا کی بھلائی سے مراد یہاں کی کل نعمتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً حکومت' سلطنت' فتح' مال غنیمت' نیک نامی' فارغ البالی' اطمینان قلب وغیرہ وغیرہ اور پھر عالم آخرت اس سے بھی بڑھ چڑھ کر بہتر اس لحاظ سے ہوگا کہ اول تو وعدۂ اجر وثواب کے ظہور کا مقام وہی ہوگا اور پھر وہاں کی نعمتیں کیا بلحاظ تعداد کیا بلحاظ مقدار اور کیا بلحاظ دوام و قیام اور کیا بلحاظ کیفیت و نوعیت۔ دنیا کی نعمتوں سے کوئی نسبت ہی نہ رکھتی ہوں گی۔ دنیا و

مافیہا کی نعمتیں آخرت کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مقابلہ میں بھی ہیچ ہیں۔ جنت کے باغات میں یہ متقین ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہوں گے جہاں جس قسم کی راحت اور روحانی مسرت چاہیں گے وہاں حاصل ہوں گی۔

جنت کی حقیقت

یہاں اس آیت میں جنت کی اصولی حقیقت کوایک مختصر سے جملے لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ یعنی سب کچھ وہاں عین ان کی خواہش کے مطابق ہوگا میں ظاہر فرمائی گئی ہے۔ایک ایک نعمت اور اس کی جزئیات اور تفصیلات کہاں تک بیان کئے جا سکتے تھے۔بس ایک جامع بات ہر مذاق اور ہر درجہ کے جنتی کے متعلق بتلائی گئی کہ جنتی وہاں جو کچھ چاہے گا وہی اسے ملے گا اور کوئی چیز اس کی مرضی اور پسند کے خلاف واقع نہیں ہوگی۔

انعامات ملنے کی شرط تقویٰ ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس طرح کا عوض اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو دیتا ہے۔اب یہاں یہ بشارت اور وعدہ اہل تقویٰ یعنی متقین کیلئے ہے کہ متقیوں کو یہ نعمتیں نصیب ہوں گی۔ جس قدر تقویٰ ہوگا اسی قدر اجر ملے گا۔شرک وکفر سے تقویٰ کبیرہ گناہوں سے تقویٰ، تمام معاصی سے تقویٰ، ہر اس چیز سے تقویٰ جو یاد الٰہی سے غافل کرنے والی ہے۔ پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر غیر اللہ کے خیال سے تقویٰ اور ذات الٰہی یا صفات خداوندی میں کامل استغراق اور اپنی ہستی کو بھی فراموش کر دینا۔ یہ تمام مراتب تقویٰ ہیں۔متقین کا لفظ عام ہے اور ان جملہ مراتب کو شامل ہے۔

متقین کی صفت

آگے ایک صفت متقین کی بیان فرمائی کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو آخر وقت تک توحید وایمان پر قائم رہتے ہیں اور ان کی جانیں موت کے وقت تک کفر وشرک کی نجاست سے پاک اور فسق و فجور کے میل کچیل سے صاف رہیں اور حق تعالیٰ کی صحیح معرفت ومحبت کی وجہ سے نہایت خوش دلی اور انشراح بلکہ اشتیاق کے ساتھ اپنی جان جان پیدا کرنے والے کے حوالہ کی۔ اور جس وقت فرشتے ان متقین کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو مومنین کی تعظیم واکرام سے سلام کرتے ہیں اور جنت کی خوشخبری سناتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں کہ اپنے نیک اعمال کے صلہ میں جنت میں داخل ہوں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک حیثیت سے روحانی طور پر تو انسان مرنے کے بعد ہی جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ہاں جسمانی حیثیت سے پوری طرح دخول حشر کے بعد ہوگا تو ممکن ہے کہ فرشتوں کی اس بشارت میں دونوں قسم کے دخول کی طرف اشارہ ہو۔مفسرین نے ایک فائدہ یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ فرشتوں کا یہ کہنا کہ تم داخل ہو جاؤ جنت میں اپنے اعمال کے سبب اس تصریح میں اور ان نصوص کے درمیان جن میں یہ کہا گیا ہے کہ جنت تو صرف فضل ورحمت الٰہی سے ملے گی کوئی تعارض و تناقض نہیں۔ سبب حقیقی تو بے شک وہی رحمت الٰہی ہے لیکن سبب قریب اور سبب عادی ان لوگوں کا یعنی متقین کا حسن عمل ہے۔

خلاصہ کلام

ان آیات سے دو خاص امور اور ضروری باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ مومنین پر لازم ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے احکام کو ہر حال میں اچھا اور مفید اور خیر وبرکت والے ہی کہیں۔ اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جو لوگ خدا سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں اور تقویٰ اختیار کر لیتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کا وعدہ دنیا میں بھی بھلائی عطا کرنے کا ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اور دنیا وآخرت دونوں جہان کی بھلائی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ

یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجاویں یا آپ کے پروردگار کا حکم آجاوے، ایسا ہی ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی کیا تھا،

مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ

اور اُن پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا، لیکن وہ آپ ہی اپنے اوپر ظلم کررہے تھے۔ آخر اُن کے اعمال بد کی اُن کو

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

سزائیں ملیں اور جس عذاب پر وہ ہنستے تھے اُن کو اُسی نے آن گھیرا۔ اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ

لَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَاۗؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ

اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بدوں کسی چیز کو حرام کہہ سکتے،

مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾

جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی ہی حرکت انہوں نے بھی کی تھی سو پیغمبروں کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

هَلْ کیا	يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار کرتے ہیں	اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	تَاْتِيَهُمُ ان کے پاس آئیں	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	اَوْ يَاْتِيَ یا آئے	اَمْرُ حکم	
رَبِّكَ تیرا رب	كَذٰلِكَ ایسا ہی	فَعَلَ کیا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَ اور	مَا ظَلَمَهُمُ نہیں ظلم کیا ان پر	اللّٰهُ اللہ	
وَلٰكِنْ اور بلکہ	كَانُوْا وہ تھے	اَنْفُسَهُمْ اپنی جانیں	يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے	فَاَصَابَهُمْ پس انہیں پہنچیں	سَيِّاٰتُ برائیاں	مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا		
وَحَاقَ اور گھیر لیا	بِهِمْ ان کو	مَا جو	كَانُوْا وہ تھے	بِهٖ اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے	وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اَشْرَكُوْا انہوں نے شرک کیا
لَوْ اگر	شَاۗءَ اللّٰهُ چاہتا اللہ	مَا نہ	عَبَدْنَا ہم پرستش کرتے	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوائے	مِنْ شَيْءٍ کوئی۔ کسی شے	نَّحْنُ وَلَآ اور نہ ہم		
اٰبَاۗؤُنَا ہمارے باپ دادا	وَلَا حَرَّمْنَا اور نہ حرام ٹھہراتے ہم	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مِنْ شَيْءٍ کوئی شے	كَذٰلِكَ اسی طرح	فَعَلَ کیا			
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ اُن سے پہلے	فَهَلْ پس کیا	عَلَى پر	الرُّسُلِ رسول	اِلَّا مگر	الْبَلٰغُ پہنچا دینا	الْمُبِيْنُ صاف صاف	

اہل کفر کی غفلت وضد

گذشتہ آیات میں مومنین متقین سے پہلے کفار کی اپنی گمراہی اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا ذکر تھا۔ مقام کی مناسبت سے اور ترہیب وترغیب کے مضمون کی تکمیل کے لئے درمیان میں متقین کا ذکر آ گیا تھا۔ اب پھر آگے کفار کے عناد و اصرار پر وعید ہے کہ جو محض دنیوی سامانوں پر غافل ہو کر آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں۔ اور اپنا انجام سدھارنے کی کوئی فکر نہیں کرتے اور باوجود حق کے واضح ہو جانے کے اپنی ضد و ہٹ پر قائم ہیں۔ ایسے منکرین ومعاندین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ جس وقت فرشتے جان نکالنے کو آجائیں گے یا خدا کے حکم کے موافق قیامت قائم ہو جائے گی یا مجرموں کی سزادہی کا حکم پہنچ جائے گا اور جوتہ سر پر پڑنے لگے گا تب ایمان لا کر اپنی حالت درست کریں گے۔ حالانکہ اس وقت کا ایمان توبہ یا رجوع کچھ نافع نہ ہوگا۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ موت سے پہلے بعد الموت کی تیاری کی جائے اور عذاب آنے سے پیشتر بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔

ان کا انجام بھی سابقہ منکر اقوام کی طرح ہوگا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگلے معاندین بھی اسی طرح غرور وغفلت کے نشہ میں پڑے رہے تھے۔ باطل پرستی پر جمے رہے توبہ کے وقت توبہ نہ کی۔ اخیر تک انبیاء کی تکذیب ومخالفت پر تلے رہے اور ان کی باتوں کی ہنسی اڑاتے رہے۔ آخر جو کیا تھا سامنے آیا اور عذاب الٰہی وغیرہ کی جن خبروں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے وہ آنکھوں سے دیکھ لیں ان کا استہزا اور تمسخر انہی پر الٹ پڑا۔ بھاگ کر جان بچانے کی کوئی سبیل نہ رہی۔ اپنی شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ جو بویا تھا سو کاٹا۔ خدا کو ان سے کوئی بیر نہ تھا۔ نہ اس کے یہاں ظلم وتعدی کا امکان ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری۔ کسی کا کیا بگڑا انہی کا نقصان ہوا۔ ان آیات میں مکہ والوں کو اور ان کے ذریعہ دنیا بھر کے انسانوں کو جتلایا جارہا ہے کہ پہلی قوموں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہ مان کر اپنا کام دنیا ہی میں بگاڑ لیا اور آخر ان کی سرکشی ونافرمانی اپنا رنگ لائی۔ قانون الٰہی نے اپنا کام کیا اور انہیں اپنے کرتوتوں کا نتیجہ بھگتنا پڑا سو ایسا ہی اے کفار تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ اگر کفر وعناد پر اسی طرح اصرار رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر اسی طرح جمے رہے۔

مشرکین کی ایک جاہلانہ دلیل کا رد

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب کفار ومشرکین کو بری باتوں سے منع فرماتے اور ان کے کفر وشرک پر رد فرماتے اور عذاب الٰہی سے ڈراتے تو مشرکین ایک جواب یہ بھی دیا کرتے کہ شرک اگر برائی ہے تو خدا کیوں ہمیں برائی کرنے دیتا ہے۔ ہمارا یہ شرک کرنا بتوں کو پوجنا اور اسی طرح بتوں کے نام کی چیزوں کو تعظیماً حرام سمجھنا کچھ آج سے نہیں بلکہ باپ دادا کے زمانہ دراز سے چلا آتا ہے۔ اگر یہ امر خدا کو منظور نہ ہوتا تو نہ انہیں کرنے دیتا نہ ہمیں کرنے دیتا کیونکہ بندے اسکے بس میں ہیں۔ اگر خدا چاہے تو اب بھی ہمیں روک سکتا ہے۔ اس ہنگامہ کی جگہ جو تم نے بپا کر رکھا ہے (العیاذ باللہ) کیوں خدا سے نہیں کہتے کہ ہمیں روک دے۔ یہ ان کی حجت معاندانہ تھی جس سے انکار نبوت بھی مقصود تھا۔ مشرکوں کا یہ قول قرآن پاک میں جا بجا نقل کیا گیا ہے۔ آٹھویں پارہ سورۂ انعام کی ایک آیت میں فرمایا گیا "جو لوگ شرک کرتے ہیں اب کہیں گے کہ اللہ اگر چاہتا تو شرک نہ ہم کرتے نہ ہمارے باپ دادا کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کر سکتے"۔ چنانچہ یہاں بھی آیت میں ان کا یہی قول نقل کیا ہے اور پھر اس کا جواب دیا گیا ہے۔ مشرکین اپنے شرک اور اعمال شرکیہ کا جواز ثابت کرنے کے لئے کہتے کہ اگر غیر اللہ کی پرستش یا بعض جانوروں مثل بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام ٹھہرالینا برے اور بے سند کام ہوتے جنہیں خدا پسند نہ کرتا تو ہم کو کرنے کیوں دیتا۔ ضرور تھا کہ جب ہم اس کی مرضی کے خلاف کام کریں تو اس سے روک دے۔ نہ کریں تو فوراً سزا دے اگر ایسا نہیں ہوا تو یہ دلیل ہے کہ خدا کو وہ کام ناپسند نہیں۔ مشرکین کے اس باطل دلیل اور لچر پوچ عذر کا تفصیلی جواب آٹھویں پارہ سورۂ انعام والی آیت سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ میں گزر چکا۔

یہاں اس آیت میں اجمالی جواب دیا جاتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو انہوں نے کہدی پہلے بھی لوگ ایسی ہی روش اختیار کر چکے ہیں لیکن یہ روش گمراہی اور ہٹ دھرمی کی روش ہے۔ اللہ کے رسول اس لئے نہیں آتے کہ لوگوں سے برائی کرنے کی طاقت سلب کرلیں اور انہیں ایسا بنا دیں کہ برائی کر ہی نہ سکیں۔ وہ تو پیام حق پہنچانے والے ہیں اور پیام پہنچانے والے کا کام صرف یہ ہے کہ صاف صاف اور روشن طریقہ پر پیام پہنچا دے۔ اب اسے ماننا یا نہ ماننا یہ سننے والوں کا کام ہے۔ پیام پہنچانے والا اس کے لئے ذمہ دار نہیں کہ سب کو منوا ہی دے۔ جب اللہ کی مشیت یہی ہوئی کہ انسان کو کسی ایک حالت پر مجبور نہ کردیا جائے بلکہ ہر طرح کی حالت اختیار کرنے کی قدرت دی جائے تو اللہ کے رسولوں سے کیوں اس کی توقع کی جائے کہ لوگوں سے یہ قدرت سلب کرلیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ

اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو، سو اُن میں بعضے وہ ہوئے ہیں

مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعضے اُن میں وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہوگیا، تو زمین مین چلو پھرو پھر دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ

کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کیا کرتا

مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

جس کو گمراہ کرتا ہے اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔

وَ اور	لَقَدْ بَعَثْنَا تحقیق ہم نے بھیجا	فِي میں	كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت	رَسُوْلًا کوئی رسول	اَنِ کہ	اعْبُدُوا عبادت کرو تم	اللّٰهَ اللہ	وَ اجْتَنِبُوا اور بچو
الطَّاغُوْتَ طاغوت (سرکش)	فَمِنْهُمْ سوان میں سے بعض	مَنْ هَدَى جسے ہدایت دی	اللّٰهُ اللہ	وَمِنْهُمْ اوران میں سے	مَنْ بعض			
حَقَّتْ ثابت ہوگئی	عَلَيْهِ اس پر	الضَّلٰلَةُ گمراہی	فَسِيْرُوْا پس چلو پھرو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَانْظُرُوْا پھر دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	
عَاقِبَةُ انجام	الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والے	اِنْ اگر	تَحْرِصْ تم حرص کرو	عَلٰى هُدٰىهُمْ ان کی ہدایت کیلئے	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ			
لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	مَنْ جسے	يُّضِلُّ وہ گمراہ کرتا ہے	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مِنْ کوئی	نّٰصِرِيْنَ مددگار		

انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ قوموں کے رویے

چونکہ کفار کے عناد، ان کے باطل اقوال اور بیہودہ مجادلہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچتا تھا اس لئے گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے ساتھ حقیقت رسالت کو بھی ظاہر فرمایا گیا تھا کہ پیغمبروں کے ذمہ تو احکام الٰہی کا صرف صاف صاف بندوں تک پہنچا دینا ہے اور نیک و بد کو بتلا دینا ہے۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے یہ اس کا فعل ہے۔ پیغمبر اس کے ذمہ دار نہیں اور ان کفار کا معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نئی بات نہیں۔ گذشتہ آیات میں بھی کفار نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ یہی کیا تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ان کفار کے ساتھ توحید اور دین حق کی طرف بلانا کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس کی تعلیم بھی قدیم سے چلی آئی ہے چنانچہ امم سابقہ سے ہر امت میں کوئی نہ کوئی ہادی یا پیغمبر اس بات کی تعلیم کے لئے آتا رہا ہے کہ بندے خاص اللہ کی عبادت کریں اور شیطان کے راستہ کفر و شرک وغیرہ سے بچتے رہیں۔ سو یہ توحید اور دین حق کی تعلیم کوئی نئی تعلیم نہیں۔ شروع سے چلی آ رہی ہے۔ پھر ہر پیغمبر کی آمد کے بعد اس کی قوم دو حصوں میں تقسیم ہوئی۔ بعض نے اپنے پیغمبر کی بات کو مانا اور یہ مان لینا اللہ کی توفیق سے تھا اور بعض اپنی گمراہی پر جمے رہے۔ مطلب یہ کہ کفار اور انبیاء میں یہ معاملہ اسی طرح چلا آ رہا ہے اور ہدایت و گمراہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے۔ تو یہاں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسکین دی گئی کہ آپ زیادہ غم و تردد نہ کیجئے۔ ضلالت و

ہدایت کے یہ معاملات تو قدیم سے چلے آرہے ہیں۔

زمین میں پھر کر دیکھو جھوٹوں کا کیا انجام ہوا

آگے مشرکین سے خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ تم زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا۔ تاریخ اور آثار سے مدد لے کر دیکھو کہ وہ سرکش اور نافرمان قوموں کا کیا انجام بیان کر رہے ہیں۔ کسی پر کچھ مصیبت آئی۔ کسی پر کچھ۔ جب کسی قوم کی شرارت حد کو پہنچی تو انتقام الٰہی کا بھی وقت آ گیا اور مختلف طور پر دنیا میں عذاب اترے کوئی دشمن کی تیغ بے دریغ کا لقمہ بنا۔ کوئی قحط اور زلزلوں سے ہلاک ہوئے۔ کسی کو آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے سے جلایا گیا۔ کسی کو مہلک وباؤں سے ختم کیا گیا۔ (العیاذ باللہ) آگے پھر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے اور آپ کی افراط شفقت علی الخلق کی بنا پر آپ کو اس حقیقت پر توجہ دلائی جا رہی ہے کہ جو لوگ خود اپنی ہدایت کی پروا نہیں کرتے ان کے لئے قانون الٰہی بدلا نہیں جائے گا۔ اور وہ بوجہ اپنے عناد کے بدستور یونہی گمراہی میں پڑے رہیں گے۔

معلوم ہوا کہ حق سے عناد بڑی خطرناک چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو اپنی رحمت سے عناد عن الحق سے محفوظ فرماویں۔ کفار مکہ جو عناد اور مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمے رہے ان کو ہدایت نصیب نہ ہوئی اور جو عناد کو چھوڑ کر حقیقت کے طالب ہوئے ان کو ہدایت اسلام قبول کرنے اور ایمان لانے کی دولت نصیب ہوگئی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ ہم کو سید الانبیاء والمرسلین نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ! ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کی توفیق کاملہ عطا فرما۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں ہمیشہ حق کی طلب رہے اور یا اللہ اپنی رحمت سے ہم کو ہدایت کے راستہ پر قائم رکھئے۔ اور ہر طرح کی کجروی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ! دنیا میں آپ نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے سب ہی نے یہ ہدایت کی کہ آپ کی عبادت اور بندگی کی جائے اور شیطان لعین کے مکر و فریب سے بچا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ امت مسلمہ کے بعض افراد بھی اس وقت شیطان کے داؤ گھات میں پھنس گئے اور اس کے چکموں میں آ کر دنیا کے پیچھے پڑ گئے اور آخرت سے غافل ہو گئے اور آپ کی نافرمانی میں لگ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور پیروی چھوڑ بیٹھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یا اللہ! ہدایت آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہمارے دلوں کو ہدایت پر جمائے رکھئے اور شیطان لعین کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ

اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا کیوں نہیں کرے گا، اُس وعدہ کو تو اللہ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ ۙ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

لیکن اکثر لوگ یقین نہیں لاتے۔ تاکہ جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے، اُن کے روبرو اس کا اظہار کردے اور تاکہ کافر لوگ یقین کرلیں

اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾

کہ واقعی وہی جھوٹے تھے۔ ہم جس چیز کو چاہتے ہیں پس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا ہوتا ہے کہ تو ہوجا پس وہ ہوجاتی ہے۔

وَاَقْسَمُوْا اور انہوں نے قسم کھائی	بِاللّٰهِ اللہ کی	جَهْدَ سخت	اَيْمَانِهِمْ اپنی قسم	لَا يَبْعَثُ نہیں اٹھائے گا	اللّٰهُ اللہ	مَنْ يَّمُوْتُ جو مر جاتا ہے	
بَلٰى کیوں نہیں	وَعْدًا وعدہ	عَلَيْهِ اس پر	حَقًّا سچا	وَّلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے
لِيُبَيِّنَ تاکہ ظاہر کردے	لَهُمُ ان کیلئے	الَّذِيْ جو	يَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے ہیں	فِيْهِ اس میں	وَلِيَعْلَمَ اور تاکہ جان لیں		
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا جن لوگوں نے کفر کیا	اَنَّهُمْ کہ وہ	كَانُوْا كٰذِبِيْنَ جھوٹے تھے	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	قَوْلُنَا ہمارا فرمانا			
لِشَيْءٍ کسی چیز کو	اِذَآ اَرَدْنٰهُ جب ہم اس کا ارادہ کریں	اَنْ نَّقُوْلَ کہ ہم کہتے ہیں	لَهٗ اسکو	كُنْ "ہوجا"	فَيَكُوْنُ تو وہ ہوجاتا ہے		

شان نزول

ان آیات کے متعلق ایک خصوصی شان نزول بھی بیان کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کا کسی کافر پر کچھ روپیہ قرض تھا۔ مسلمان نے مطالبہ کیا۔ کافر نے انکار کیا۔ مسلمان نے دوران گفتگو کہا کہ مجھے بروز قیامت خدا سے ایسی ایسی امیدیں ہیں۔ کافر نے نہایت تعجب سے کہا کہ تجھے خیال ہے کہ مر کر گل سڑ جانے کے بعد تو پھر زندہ ہوگا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ اس کافر نے کہا کہ اچھا جب میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں اس وقت تیرا قرضہ ادا کردوں گا۔ اسی پر ان آیات کا نزول ہوا۔

بتلایا گیا کہ یہ مشرکین بڑے زور و شور اور دعوے کے ساتھ خدا کو شاہد کر کے کہتے ہیں کہ کیسا حشر و نشر؟ یہ کچھ بھی ہونا ہوانا نہیں۔ جو مر گیا وہ گل سڑ کر ختم ہوگیا۔ لہٰذا نہ قیامت آوے گی اور نہ کوئی دوبارہ زندہ ہوگا۔ کفار و مشرکین کے اس قول کی تردید فرمائی جاتی ہے کہ تمہارے اس انکار قیامت سے ہوتا کیا ہے۔ تمہاری قسمیں سراسر جھوٹی ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔ اس نے اس کا وعدہ کیا ہے اور وعدہ بھی ایسا پکا وعدہ کہ جو اس پر بطور حق کے لازم ہے کہ ریزہ ریزہ ہڈیوں کا جمع کر کے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ مگر بہت سے لوگ جہالت سے اس پر یقین نہیں لاتے۔

بعث بعد الموت کی حکمت

آگے قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کی حکمت بیان کی جاتی ہے کہ وہیں تو ان کافروں پر پوری طرح ظاہر ہو کر رہے گا کہ اس دار ابتلاء میں جن جن مسائل کے باب میں وہ اہل حق سے لڑتے جھگڑتے تھے ان میں وہ کس قدر ناحق اور جھوٹ پر تھے اور خدا کے پیغمبر جو بیان کرتے تھے وہ سب حق تھا اور جوان

باتوں کے مخالف تھے وہ سب غلطی پر تھے۔ غرضکہ کہ قیامت کے قائم ہونے میں دو حکمتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ حق و باطل کے بارہ میں دنیا میں جو اختلاف تھا اس کا فیصلہ ہو جائے اور سب کو کھلی آنکھوں حق و باطل نظر آجائے اور دوسری حکمت یہ ہے کہ صدق و کذب کا فیصلہ ہو جائے رہا کفار کا یہ شبہ کہ ریزہ ریزہ ہڈیاں کس طرح جمع کی جائیں گی اور کس طرح ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بات کچھ دشوار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی کام کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا اس کی قدرت تو ایسی عظیم ہے کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے بس اس کا محض ارادہ کافی ہے۔ ادھر ارادۂ الٰہی کسی چیز سے متعلق ہوا ادھر فی الفور وہ شے عدم سے وجود میں آگئی۔ تو اتنی بڑی قدرت کاملہ رکھنے والے کے روبرو بے جان میں دوبارہ جان کا پڑ جانا کیا دشوار ہے یا تعجب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے وہ کسی بات سے عاجز نہیں۔ جب وہ قادر مطلق معدوم سے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً عدم سے نکل کر وجود میں آجاتا ہے تو ایسی ذات عالی قادر مطلق کو مردوں کو زندہ کرنا کیا دشوار ہے۔ جب زندہ کرنا چاہے گا فوراً زندہ ہو جائیں گے۔

قیامت کا آنا حق ہے

یہاں مشرکین کے اس شبہ اور قول کا جواب دیا گیا کہ جو وہ قسمیں کھا کر کہتے کہ دوبارہ زندہ ہونا نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قیامت کا آنا حق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے اور حق و ناحق کے فیصلہ کے لئے اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کی جزا و سزا کے لئے قیامت کا قائم ہونا ضروری ہے اور جس قادر مطلق نے پہلی بار انسان کو ایک قطرۂ ناچیز سے پیدا کیا اس کے لئے مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دینا کوئی مشکل نہیں۔ اور یہ قیامت و آخرت کی دوسری زندگی ہی کا اعتقاد و یقین ہے کہ جو انسان دنیا میں نیکی و بدی کی پرواہ کرتا ہے ورنہ بس انسان کا مطمحِ نظر دنیا ہی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آخرت کا یقین و اعتقاد کامل ہمارے دلوں میں اتار دیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی باتوں پر پورا پورا ایمان اور یقین کامل نصیب فرمائیں۔ اور اس یقین کے ساتھ ہم کو قیامت کے دن کے لئے عمل صالح کا ذخیرہ جمع کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔

یا اللہ! بیشک آپ قدرت عظیمہ کے مالک ہیں اور جو چاہیں وہ کن سے کر سکتے ہیں۔

یا اللہ! ہم کو میدان حشر میں مومنین صالحین کے زمرہ میں شامل ہو کر کھڑا ہونا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑ دیا بعد اس کے کہ اُن پر ظلم کیا گیا ہم اُن کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے،

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور آخرت کا ثواب بدرجہابڑا ہے، کاش اُن کو خبر ہوتی۔ وہ ایسے ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	هَاجَرُوْا انہوں نے ہجرت کی	فِي اللّٰهِ اللہ کیلئے	مِنْ بَعْدِ اسکے بعد	مَا ظُلِمُوْا کہ اُن پر ظلم کیا گیا	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ضرور ہم انہیں جگہ دینگے		
فِي الدُّنْيَا دنیا میں	حَسَنَةً اچھی	وَلَاَجْرُ اور بیشک اجر	الْاٰخِرَةِ آخرت	اَكْبَرُ بہت بڑا	لَوْ کاش	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو
صَبَرُوْا انہوں نے صبر کیا	وَ اور	عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب پر	يَتَوَكَّلُوْنَ بھروسہ کرتے ہیں				

شان نزول

یہاں ذکر ان مومنین سابقین صادقین کا ہے جنہوں نے کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نہ صرف شہر مکہ بلکہ ملک حجاز اور سارے علاقہ عرب کو چھوڑ کر ایک دور دراز ملک حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ تاریخ اسلام کی یہ پہلی ہجرت تھی اور دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی تھی۔ جب کفار مکہ نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان اور ایمان کے بچاؤ کے لئے حبشہ کو چلا جائے۔ اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲ مرد اور ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں مکہ سے نکلا اور جہاز میں سوار ہو کر حبشہ کو روانہ ہو گیا۔ اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور آپ کی بیوی سیدہ حضرت رقیہؓ آپ کے ساتھ تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوط اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے۔ ان کے پیچھے اور بھی مسلمان ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں مکہ سے نکلے اور حبش روانہ ہوئے۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیارؓ بھی تھے قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حضرات مہاجرین کے لئے بشارت

ان حضرات مہاجرینؓ نے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن مکہ کو چھوڑا۔ حق کی حمایت اور خدا کی رضا جوئی کے لئے سفر کی صعوبت اٹھائی۔ گھر بار مال وجائیداد اعزہ واقارب سب کو خیر باد کہا ان حضرات کو بشارت دی جا رہی ہے اور ان کا اجر بیان فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مہاجرین کو دنیا میں بھی اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

ہجرت کی دو شرطیں

یہاں آیت میں ہجرت کی دو شرطیں بیان فرمائیں ایک راہ خدا میں ہجرت ہو۔ ہجرت یعنی ترک وطن سے مقصود محض رضائے الٰہی کا حصول ہو کوئی دنیوی طمع دامن گیر نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مظلوم ہونے کے بعد ہجرت ہو۔ ظلم کا لفظ عام ہے جسمانی ہو۔ مالی ہو یا مذہبی یا اور کسی طرح کا تو جب یہ حضرات صحابہؓ ہر طرح کے ظلم اور سختی کو برداشت کرتے رہے بالآخر وطن محبوب اور خویش واقارب کے چھوٹنے کی بھی پرواہ

نہیں کی۔ رضائے الٰہی کے راستہ سے ذرا قدم نہ ڈگمگایا۔ ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہے۔ خالص اسی کی امداد اور اٹل وعدوں پر بھروسہ کیا یہاں تک کہ دیکھ لیا کہ جو خدا کا ہو رہتا ہے کس طرح خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

ہجرت کا حکم

حبشہ کی ہجرت کے بعد پھر روز بروز مصائب و تکالیف اور کافروں کی طرف سے ایذا رسانی میں اضافہ ہوتا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت دی اور خود بھی ایک روز بحکم خداوندی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر راہ خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے اور گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ مدینہ پہنچ کر اعلان عام فرمادیا کہ جہاں کہیں جو مسلمان ہو اس کے بس میں ہو تو مدینہ کو چلا آئے۔ فتح مکہ کے پہلے پہلے یہ حکم جاری رہا لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور اسلامی حکومت وہاں قائم ہو گئی اور اسلامی قوانین پر عمل کرنے میں مزاحمت کا خطرہ نہ رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا۔ **لاھجرۃ بعد الفتح** یعنی فتح مکہ کے بعد اب ہجرت کا وجوب نہ رہا۔ البتہ جہاد کا حکم باقی رہا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہجرت کا حکم بالکل منسوخ ہو گیا۔ ہاں صرف مدینہ کو ہجرت کا وجوب جاتا رہا۔ باقی حکم ہجرت بدستور باقی ہے جہاں فرائض و واجبات شرعیہ میں مزاحمت ہوتی ہو حکومت وقت یا اہل وطن اسلامی قوانین پر عمل کرنے سے روکتے ہوں اور مسلمانوں کا جان و مال محفوظ نہ ہو اور دفع کی طاقت بھی نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر جانا اور کہیں امن کی جگہ جا کر رہنا ضروری ہے۔ آیت میں اگرچہ سبب نزول خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صعوبتیں برداشت کرتے ہیں خدا تعالیٰ دنیا میں بھی ان کو عافیت، چین و سکون اور راحت و عزت وغیرہ عطا فرماتا ہے اور آخرت کا بہت بڑا اجر تو ہے ہی۔ چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے حبشہ یا بعد میں مدینہ منورہ کی ہجرت کی تو جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین سے فرمائے تھے سب نے مشاہدہ کر لیا کہ وہ دنیا میں کس طرح پورے ہوئے مدینہ منورہ کو ان کا کیسا اچھا ٹھکانہ بنادیا۔ مکہ کے ایذا دینے والے پڑوسیوں کے بجائے غمخوار، ہمدرد، غمگسار، جاں نثار پڑوسی ملے۔ دشمنوں پر فتح و غلبہ نصیب ہوا۔ ہجرت کے کچھ ہی عرصہ گزرنے کے بعد ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے گئے۔ فقراء و مساکین مالدار ہو گئے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں فتح ہوئیں اور ان کے خزانے ان مہاجرین اولین کے قدموں میں آپڑے۔ ان کو اور ان کی نسلوں کو اللہ نے عزت و شرف بخشا۔ یہ تو دنیا میں ہونے والے وعدے تھے جو پورے ہو چکے اور اب آخرت کا وعدہ بھی پورا ہونا یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات مہاجرین اولین کے درجات عالیہ اور بلند فرمائیں اور ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی ہم کو توفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

جن حضرات صحابہ کرام مہاجرین اولین کی بشارت اور تسلی کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں حق تعالیٰ ان کے درجات عالیہ کو مزید بلند فرمائیں۔ یا اللہ آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہم کو بھی جو مصائب پیش آئیں ان کو برداشت کرنے کی صلاحیت عطا فرما اور ہر حال میں ہم کو دین اسلام پر قائم رہنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور ہم نے آپ کے قبل صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دے کر بھیجے ہیں کہ اُن پر وحی بھیجا کرتے تھے سو اگر تم کو علم نہیں،

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

تو اہل علم سے پوچھ دیکھو، اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے اُن کو آپ اُن سے ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ فکر کیا کریں۔

وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	اِلَّا رِجَالًا مردوں کے سوا	نُّوْحِيْٓ ہم وحی کرتے ہیں	اِلَيْهِمْ اُن کی طرف
فَسْئَلُوْٓا پس پوچھو	اَهْلَ الذِّكْرِ یاد رکھنے والے	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	بِالْبَيِّنٰتِ نشانیوں کے ساتھ
وَالزُّبُرِ اور کتابیں	وَاَنْزَلْنَآ اور ہم نے نازل کی	اِلَيْكَ تمہاری طرف	الذِّكْرَ یادداشت	لِتُبَيِّنَ تاکہ واضح کردو	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے
	مَا نُزِّلَ جو نازل کیا گیا	اِلَيْهِمْ اُن کی طرف	وَلَعَلَّهُمْ اور تاکہ وہ	يَتَفَكَّرُوْنَ وہ غور وفکر کریں	

مشرکین کا اعتراض

گذشتہ آیات میں پہلے کفار مکہ کے بعض شبہات کفریہ نقل فرما کر ان کے جوابات دیئے گئے تھے۔ یہاں مشرکین مکہ کے اعتراض کو نقل کئے بغیر اس کا جواب دیا جا رہا ہے۔ اعتراض وہی ہے جو پہلے بھی تمام انبیاء علیہم السلام پر ہو چکا تھا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر بھی کفار مکہ نے بارہا کیا کہ تم ہماری ہی طرح کے انسان ہو پھر ہم کیسے مان لیں کہ خدا نے تم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ گویا کفار عرب کو اپنی جہالت کے سبب نبوت اور بشریت میں منافات نظر آتی تھی۔ اسی بناء پر قریش نے کہا تھا کہ اللہ کی شان اس سے برتر اور اعلیٰ ہے کہ کسی آدمی کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجے۔ اگر اس کو رسول بھیجنا ہوتا تو کم از کم کسی فرشتہ کو رسول بناتا۔ گویا نہ صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کا انکار کیا بلکہ انسان کے نبی ہونے کو خلاف عقل سمجھا۔ چونکہ یہ بات کفار کی کج فہمی پر مبنی تھی اس لئے انکے اس خیال کی تردید ان آیات میں فرمائی جاتی ہے۔

جواب

انہی منکرین کو سنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ لوگ جو آپ کی رسالت کا اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ رسالت اور بشریت میں منافات سمجھتے ہیں محض مہمل بات ہے کیونکہ ہم نے آپ کے قبل بھی صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات و کتابیں دے کر بھیجے ہیں۔ عادت اللہ یونہی جاری رہی کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت کے لئے فرشتے نازل نہیں کئے بلکہ انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تو جتنے رسول سابق میں اللہ تعالیٰ نے بھیجے وہ سب انسان ہی تھے اور مرد تھے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں کیا تعجب ہے۔

کوئی عورت نبی نہیں ہوئی

یہاں آیت میں رجالاً کا لفظ آیا ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مرتبہ نبوت مردوں ہی کے لئے محدود رہا ہے اور کسی عورت کو اس منصب نبوت و رسالت پر فائز نہیں کیا گیا۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول نہیں بنایا اور نہ ان کی طرف وحی نبوت و رسالت بھیجی۔ حضرت مریم اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف جس وحی کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ وحی الہام اور وحی ولایت تھی نہ کہ وحی نبوت و رسالت کیونکہ وحی کا لفظ قرآن کریم میں مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

اہل علم سے پوچھ کر اطمینان کرلو

آگے مشرکین سے خطاب ہے اور ارشاد ہو رہا ہے کہ جنہیں تم بھی اہل علم سمجھتے ہو یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ ان ہی سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھ گچھ کر کے اپنا اطمینان کرلو کہ جن میں گذشتہ دور میں پیغمبر آتے رہے اور تحقیق کرلو کہ فی الواقع پہلے بھی آدمی ہی پیغمبری کے منصب پر معجزے اور کتابیں دے کر بھیجے گئے یا نہیں۔ اگر قرآن اور قول رسول کا تمہیں یقین نہیں تو دوسرے اہل کتاب سے دریافت کرلو جن کے علم کے تم معتقد ہو۔ سب کے سب تو جھوٹ نہیں بولیں گے۔ انسانوں کا نبی ہونا تو ان کو بھی مسلم ہے پھر جس طرح ہم نے دوسرے انبیاء کو اپنی کتابیں اور معجزات دے کر بھیجا تھا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا تا کہ آپ احکام وقوانین الٰہیہ کی تشریح و تفصیل سے خلق کو روشناس کردیں تا کہ لوگ اس کے مضامین میں غور وفکر کریں اور ہدایت پا جائیں غور وفکر سے انسان حق کی راہ پاتا ہے اور عناد و غفلت آدمی کو تباہ و برباد کر کے چھوڑتی ہے۔

ایک اہم ضابطہ

یہاں آیت میں یہ جملہ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم کو علم نہیں تو دوسرے اہل علم سے پوچھ دیکھو۔) اس کے متعلق حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس جگہ اگرچہ ایک خاص مضمون کے بارہ میں آیا ہے مگر آیت کے الفاظ عام ہیں جو تمام معاملات کو شامل ہیں۔ اس لئے قرآنی اسلوب کے اعتبار سے درحقیقت یہ اہم ضابطہ ہے جو عقلی بھی ہے نقلی بھی کہ جو لوگ احکام کو نہیں جانتے وہ جاننے والوں سے پوچھ کر عمل کریں۔ اور نہ جاننے والوں پر فرض ہے کہ جاننے والوں کے بتلانے پر عمل کریں۔ اسی کا نام تقلید ہے۔ یہ قرآن کا واضح حکم بھی ہے اور عقلاً بھی اس کے سوا عمل کو عام کرنے کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ امت میں عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک بلا اختلاف اسی ضابطہ پر عمل ہوتا آیا ہے۔ جو تقلید کے منکر ہیں وہ بھی اس تقلید کا انکار نہیں کرسکتے کہ جو لوگ عالم نہیں وہ علماء سے فتویٰ لے کر عمل کریں۔ اور تقلید اسی کا نام ہے کہ نہ جاننے والا کسی جاننے والے کے اعتماد پر کسی حکم کو شریعت کا حکم قرار دے کر عمل کرے۔ (معارف القرآن-مفتی اعظمؒ)

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب فرماویں اور یہ قرآن پاک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کے احکامات کا ہم کو پورا فرمانبردار بنادیں اور قرآن پاک میں غور وفکر کی دولت نصیب فرماویں اور جو بات ہم کو معلوم نہ ہو وہ علمائے دین سے دریافت کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح عقائد اور دین کی صحیح فہم و سمجھ عطا فرمائیں اور صراط مستقیم پر استقامت اخیر دم تک نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ

جو لوگ بُری بُری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو زمین میں دھنسا دے یا اُن پر ایسے موقع سے عذاب آپڑے

حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ یَاْخُذَهُمْ

جہاں سے اُن کو گمان بھی نہ ہو۔ یا اُن کو چلتے پھرتے پکڑ لے سو یہ لوگ خدا کو ہرگز ہرا نہیں سکتے۔ یا اُن کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے،

عَلٰی تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۷﴾

سو تمہارا رب شفیق مہربان بڑا ہے۔

اَفَاَمِنَ کیا بے خوف ہوگئے ہیں	الَّذِیْنَ جن لوگوں نے	مَکَرُوا داؤ کئے	السَّیِّاٰتِ بُرے	اَنْ کہ	یَّخْسِفَ دھنسادے	اللّٰهُ اللہ	بِهِمُ ان کو	الْاَرْضَ زمین
اَوْ یا	یَاْتِیَهُمُ ان پر آئے	الْعَذَابُ عذاب	مِنْ حَیْثُ اس جگہ سے	لَا یَشْعُرُوْنَ وہ خبر نہیں رکھتے	اَوْ یا	یَاْخُذَهُمْ انہیں پکڑ لے	فِیْ میں	
تَقَلُّبِهِمْ ان کو چلتے پھرتے	فَمَا پس نہیں	هُمْ وہ	بِمُعْجِزِیْنَ عاجز کرنے والے	اَوْ یا	یَاْخُذَهُمْ انہیں پکڑ لے وہ	عَلٰی پر	تَخَوُّفٍ ڈرانا	
	فَاِنَّ پس بیشک	رَبَّکُمْ تمہارا رب	لَرَءُوْفٌ انتہائی شفیق	رَحِیْمٌ نہایت رحم کرنے والا				

کیا یہ منکر عذاب الٰہی سے نہیں ڈرتے

کفار و مشرکین مکہ کے شبہات و اعتراضات کا بیان کافی گذشتہ آیات سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ان کے ایک ایک اعتراض کا جواب دیا گیا اور ان کو تنبیہ بھی فرمائی گئی۔ اور ان کو عذاب قیامت سے بھی ڈرایا گیا۔ اسی سلسلہ میں ان کفار و مشرکین کو جو دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتے رہتے تھے اور اسلام کو مٹانے کے لئے مکر و فریب کی تدبیریں کرتے رہتے تھے اور اپنی طاغوتی جعلسازیوں میں منہمک رہتے تھے اور نتائج کی طرف سے غافل ہو کر اپنی دماغ آرائیوں کو قدرت الٰہیہ کے مقابلہ میں برسر کار لاتے تھے ایسے گمراہ و مغرور منکرین کو ان آیات میں تنبیہ فرمائی جاتی ہے اور دنیوی عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اگلے انبیاء اور ان کی قوموں کا حال سننے اور قرآن ایسی مکمل یادداشت پہنچ جانے کے بعد بھی کیا کفار مکہ حق کے مقابلہ میں اپنی مکاریوں اور داؤ فریب سے باز نہیں آتے۔ کیا ان کو ان چار باتوں میں سے کسی کا خطرہ نہیں رہا اور کیا ان کے پاس ان چاروں خطرات و مہلکات سے بچنے کی طاقت ہے۔

(۱) ہو سکتا ہے کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے۔ زمین پھٹ جائے الٹ جائے اور وہ نیچے دب جائیں اور زمین کے اندر گھس جائیں۔ گذشتہ تاریخ دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بکثرت افراد خدا کے اس عذاب میں ماخوذ ہوئے ہیں۔ کیا قارون کا زمین میں دھنس جانا مشہور نہیں۔

(۲) کیا یہ امکان نہیں کہ کوئی ناگہانی عذاب غیر محسوس طور پر آ جائے اور ایسی طرح سے اور ایسی جگہ سے آ جائے جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو مثلاً آسمان سے آگ برسنے لگے یا اولے گرنے لگیں یا تند آندھی طوفان بارش آ جائے جس سے یہ سرکش تباہ و برباد ہو جائیں۔ مختلف اقوام ان غیبی عذابوں سے ہلاک ہو چکی ہیں پھر یہ کیوں مطمئن اور بے باک ہیں۔

(۳) خدا تو اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں چلتے پھرتے کام کاج کرتے یا بستروں پر کروٹیں بدلتے ہوئے ایک دم پکڑ لے اور بالکل عاجز اور بے بس کر دے۔ اس کو سب قدرت ہے وہ ہر وقت غیبی گرفت کر سکتا ہے۔ اس کے قابو سے کوئی بھی کسی وقت باہر نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ بے باکی کیوں ہے؟ وہ کونسی طاقت ہے جو اللہ کی گرفت سے بچا سکتی ہے؟

(۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ناگہانی بلا نازل نہ کرے بلکہ پہلے علامات اور آثار عذاب نمایاں ہوں مرنے سے پہلے لوگوں میں بے چینی خوف و ہراس پیدا ہو پھر رفتہ رفتہ سب کو ہلاک کر دے۔ مثلاً قحط پڑ جائے وبا پھیل جائے دشمنوں کا تسلط آہستہ آہستہ قائم ہو جائے اور اس طرح تدریجاً معتوب قوم ختم ہو جائے۔

الغرض خدا تعالیٰ ارضی و سماوی اور فضائی آفتوں میں مبتلا کر کے ناگہانی طور پر ہلاک کر سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ علامات و آثار نمودار کرنے کے بعد آہستہ آہستہ ہلاک و برباد کر دے یعنی خدا سب کچھ کر سکتا ہے مگر اپنی مہربانی اور کرم سے ایسا نہیں کرتا۔ اس کی نرمی اور مہربانی مانع ہے کہ مجرمین پر فوراً عذاب نازل کر دے اس کی شفقت اور رحمت مقتضی ہے کہ مجرمین کو مہلت اور اصلاح کا موقع دیا جائے۔ اس لئے فوراً عذاب کی گرفت میں نہیں لے لیتا بلکہ رجوع اور توبہ کے لئے بار بار مہلت دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سرکش منکروں اور نافرمانوں کو حق تعالیٰ اپنی ہمہ گیر طاقت اور محیط کل قدرت سے ڈرا کر راہ راست پر چلنے کی تاکید فرما رہے ہیں۔

یہاں دنیا کے مختلف اقسام عذاب کا ذکر کرنے کے بعد خاتمہ آیات پر فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ جو فرمایا کہ تمہارا رب بڑا شفیق اور مہربان ہے تو اس میں اول تو لفظ رب سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیا کے عذاب انسان کو متنبہ کرنے کے لئے شان ربوبیت کے تقاضے سے ہیں۔ پھر حق تعالیٰ کا شفیق اور مہربان ہونا بتلا کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ دنیا کی تنبیہات بھی شفقت و رحمت ہی کے داعیہ سے ہیں تاکہ غافل انسان متنبہ ہو کر اپنے اعمال کی اصلاح کر لے اللہ تعالیٰ اپنے عذاب و گرفت کا خوف ہمارے دل میں بھی پیدا فرمائیں۔ تاکہ ہم بداعمالیوں سے رک جائیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی رحمت و شفقت سے اپنے ہر چھوٹے بڑے عذاب سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ و مامون فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اپنی بداعمالیوں پر تنبہ نصیب فرما اور سچی توبہ اور آپ کی طرف رجوع ہونے سے ان کا تدارک نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے جملہ احکام کا ہم کو مطیع فرمانبردار بنا کر زندہ رکھئے اور اسلام و ایمان کی برکت سے دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ

کیا ان لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے جاتے ہیں کہ خدا کے تابع ہیں

وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ

اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں۔اور اللہ ہی کی مطیع ہیں جتنی چیزیں چلنے والی آسمانوں میں اور زمین میں موجود ہیں اور (بالخصوص)

وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ

فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ اُن پر بالا دست ہے اور اُن کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے

مَا يُؤْمَرُونَ ۩ ﴿٥٠﴾

وہ اس کو کرتے ہیں

اَوَ کیا	لَمْ یَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	اِلٰی طرف	مَا خَلَقَ جو پیدا کیا	اللّٰہُ اللہ	مِنْ شَیْءٍ جو چیز	یَتَفَیَّؤُا ڈھلتے ہیں	ظِلٰلُہٗ اس کے سائے	
عَنِ سے	الْیَمِیْنِ دائیں	وَالشَّمَآئِلِ اور بائیں	سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	وَھُمْ اور وہ	دٰخِرُوْنَ عاجزہ کرنے والے		
وَلِلّٰہِ اور اللہ کیلئے	یَسْجُدُ سجدہ کرتا ہے	مَا جو	فِی میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	مِنْ سے	دَآبَّۃٍ جاندار
وَالْمَلٰٓئِکَۃُ اور فرشتے	وَھُمْ اور وہ	لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ تکبر نہیں کرتے	یَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	رَبَّھُمْ اپنا رب	مِنْ سے	فَوْقِھِمْ اُنکے اوپر		
وَیَفْعَلُوْنَ اور وہ (وہی) کرتے ہیں	مَا جو	یُؤْمَرُوْنَ انہیں حکم دیا جاتا ہے						

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مطیع ہے

گذشتہ آیات میں دنیا میں عذاب الٰہی کی مختلف صورتیں بیان فرما کر منکرین کو جتلایا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ ارضی وسماوی اور فضائی آفتوں میں مبتلا کر کے اچانک ہلاک کر سکتا ہے اور یہ بھی اس کی قدرت میں ہے کہ آثار وعلامات نمودار کر کے آہستہ آہستہ ہلاک و برباد کر دے۔غرض اس کے قابو سے کوئی بھی کسی وقت باہر نہیں ہو سکتا۔اب آگے ان آیات میں اپنی قدرت کاملہ کے آثار بیان فرما کر تمام موجودات و کائنات کا فرمان پذیر اور مطیع حکم ہونا بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تکوینی طور پر ہر چیز خدا کے سامنے عاجز اور مطیع ہے حتیٰ کہ سایہ دار چیزوں کا سایہ بھی اسی کے حکم اور قانون قدرت کے موافق گھٹتا بڑھتا یا ادھر ادھر ڈھلتا رہتا ہے۔قوانین الٰہی کے عجائبات میں سے ایک عجیب و غریب منظر اجسام کے سائے کا بھی ہے۔یہ کبھی بڑھتا ہے کبھی گھٹتا ہے کبھی ظاہر ہوتا ہے کبھی غائب ہو جاتا ہے کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی جھکتا ہے کبھی داہنے ہاتھ ہوتا ہے کبھی بائیں۔اس کی ان تمام حالتوں کا قانون اس درجہ قطعی اس درجہ یکساں اور اس درجہ منظم ہے کہ اس میں فرق اور فتور پڑنے کا کوئی وہم و گمان بھی نہیں کر سکتا۔چنانچہ جس وقت تک گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں یہی ''سایہ'' گھڑی کا کام دیتا تھا اور اسی سے دھوپ گھڑی بنی تھی۔آج کل بھی میدانوں اور دیہاتوں میں جہاں گھڑی نہیں ہوتی دیہاتی سایہ دیکھ کر معلوم کر لیتے ہیں کہ کتنا دن چڑھ چکا ہے۔تو یہاں آیت میں ''سایہ'' کا ذکر کر کے منکرین کو توجہ دلائی جا رہی

ہے کہ یہ ہر وقت تمہارے جسم کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ ہمیشہ اس پر تمہاری نگاہیں رہتی ہیں پس غور کرو کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کس طرح یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہاں کی ہر چیز کسی مدبر اور حکیم ہستی کے احکام کے آگے سربسجود ہے اور اس قادر مطلق نے جس چیز کے لئے جو حکم نافذ کر دیا ہے ممکن نہیں کہ اس کی تعمیل میں بال برابر بھی انحراف ہو۔ پھر کچھ سایہ جیسے بیجان چیز ہی کی تخصیص نہیں بلکہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جاندار چلنے والی چیزیں ہیں وہ بھی سب اللہ کے سامنے عاجز و مقہور ہیں۔ مجال نہیں کہ اس کے حکم سے ذرا سرتابی کریں۔ فرشتے جیسی مقرب و معظم ہستیاں بھی اس کے آگے سربسجود ہیں کوئی شیخی یا غرور ان میں نہیں جو اپنے مالک کے آگے سر جھکانے سے رکیں۔ فرشتے باوجود اس قدر قرب و جاہت کے اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو حکم پاتے ہیں فوراً بجالاتے ہیں۔ تو حاصل ارشاد یہ ہوا کہ جب جاندار اور بے جان سب اس کے حکم سے ذرا سرتابی نہیں کر سکتے تو اسے عذاب دینا جس کی مختلف صورتیں گذشتہ آیات میں بیان ہوئی تھیں کیا مشکل ہے۔ اور اس کی مخالفت کر کے اس کے عذاب سے بے فکر ہو جانے کا بجز حماقت کے اور کیا منشا ہو سکتا ہے۔ پس منکرین کو عذاب الٰہی سے دنیا میں کسی وقت بھی بے فکر نہ ہونا چاہئے۔

ہر چیز کا سجدہ

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو جاندار آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ تو ہر چیز کے سجدہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کا کہنا ہے کہ فرشتوں کا سجدہ کرنا تو بالکل بدیہی بات ہے۔ حقیقی سجدہ۔ فرمان پذیری، مسخر حکم ہونا اور اطاعت امر سب کچھ فرشتوں میں موجود ہے۔ رہا دیگر اشیا کا سجدہ کرنا تو ظاہر ہے کہ حقیقی معنیٰ مراد نہیں بلکہ ہر شے اپنی پیدائش اور نظم خاص پر چلنے کے لحاظ سے قانون الٰہی سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ سرتابی نہ کرنا قانون الٰہی پر چلنا اور نظام قدرت کا تابع اور مطیع ہونا اسی کو سجدہ سے تعبیر فرمایا تو حاصل آیات کا یہ ہے کہ مخلوق چھوٹی یا بڑی کوئی سی بھی ہو عالم ارواح یا عالم اجسام میں کہیں بھی ہو سب کی سب عظمت الٰہی اور قانون قدرت کی مسخر و مطیع ہیں اس لئے انسانوں کا منصب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کی بندگی کریں۔ اور جو کچھ وہ حکم دے بر سر چشم بجالائیں۔

دعا کیجئے

جس طرح نظام قدرت کے ہم تکوینی طور پر مسخر و محکوم ہیں حق تعالیٰ ہم کو تشریعی طور پر بھی اپنے احکامات کا مطیع و فرمانبردار بنا کر رکھیں۔ اپنی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچاویں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرماویں۔

یا اللہ! جس طرح کائنات کی ہر چیز آپ کے حکم اور قانون قدرت کی مسخر ہے۔ کوئی نظام قدرت سے سرتابی نہیں کر سکتا۔

یا اللہ! ہم اشرف المخلوقات ہو کر آپ کے احکام کی جو سرتابی اور نافرمانی کرتے ہیں تو یہ سراسر ظلم ہے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے اوپر اس طرح ظلم کرنے سے بچا لیجئے اور اپنی اطاعت کاملہ کو ہر حال میں نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دو معبود مت بناؤ بس ایک معبود ہی ہے تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرا کرو۔ اور اُسی کی ہیں سب چیزیں

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ

جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور لازمی طور پر اطاعت بجالانا اُسی کا حق ہے، کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو۔ اور تمہارے پاس

مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۚ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ

جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے، پھر جب تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو۔ پھر جب تم سے اُس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں کی ایک جماعت

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ ۙ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں، خیر چند روزہ عیش اڑالو اب جلدی تم کو خبر ہوئی جاتی ہے

وَقَالَ اور کہا	اللّٰهُ اللہ	لَا تَتَّخِذُوْا نہ تم بناؤ	اِلٰهَيْنِ دو معبود	اثْنَيْنِ دو	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	هُوَ وہ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ معبود یکتا	فَاِيَّايَ پس مجھ ہی سے
فَارْهَبُوْنِ تم مجھ سے ڈرو	وَلَهٗ اور اسی کیلئے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَلَهٗ اور اسی کیلئے	الدِّيْنُ اطاعت وعبادت		
وَاصِبًا لازم	اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تو کیا اللہ کے سوا	تَتَّقُوْنَ تم ڈرتے ہو	وَمَا اور جو	بِكُمْ تمہارے پاس	مِنْ نِّعْمَةٍ کوئی نعمت	فَمِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے		
ثُمَّ پھر	اِذَا جب	مَسَّكُمُ تمہیں پہنچتی ہے	الضُّرُّ تکلیف	فَاِلَيْهِ تو اس کی طرف	تَجْئَرُوْنَ تم روتے (چلاتے) ہو	ثُمَّ پھر	اِذَا جب	
كَشَفَ کھولدے (دُور کردیتا ہے)	الضُّرَّ سختی	عَنْكُمْ تم سے	اِذَا جب	فَرِيْقٌ ایک فریق	مِّنْكُمْ تم میں سے	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ		
يُشْرِكُوْنَ وہ شریک کرتا ہے	لِيَكْفُرُوْا تا کہ وہ ناشکری کریں	بِمَا اس سے جو	اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	فَتَمَتَّعُوْا تو تم فائدہ اٹھالو	فَسَوْفَ پس عنقریب	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے		

دلائل توحید

گذشتہ آیات میں یہ فرمایا گیا تھا کہ تمام عالم ایک خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور سب اسی کے آگے سر تسلیم جھکائے ہوئے ہیں۔ تمام آسمانی اور زمینی مخلوق اسی ایک خدا کے سامنے عاجز و مقہور ہے۔ اب یہاں سے مضمون کا رخ پھر توحید کی طرف پھیرا جاتا ہے اور شرک کی مذمت اور برائی ظاہر فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں اپنا وہ حکم نقل فرمایا جاتا ہے جو مختلف انبیاء کی زبانی بندوں تک اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا تا کہ انسان خالص توحید کو اختیار کریں اور عقائد اعمال اور اقوال میں شرک سے پرہیز کریں۔ اور عبادت خالص اس مالک کی کریں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ کسی دوسرے کو اس کی خدائی میں شریک نہ کریں اس کے بعد توحید الوہیت کی دو کھلی ہوئی دلیلیں بیان کی جاتی ہیں جن سے غیر اللہ کی الوہیت و عبادت کی نفی اور وحدانیت الٰہی کا ثبوت ہوتا ہے۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ معبود وہی ہوسکتا ہے جو دنیا کی ہر چیز کا خالق و مالک اور مطلق حکمران ہو۔ اس کے قبضۂ تصرف سے کوئی شے باہر نہ ہو۔ ہر چیز دوامی طور پر اس کی فرمان پذیر اور مطیع حکم ہو اور جو چیز مخلوق ہو خالق نہ ہو۔ مملوک ہو مالک نہ ہو۔ محکوم ہو حاکم نہ ہو۔ وہ کسی طرح الوہیت اور معبودیت کا استحقاق نہیں رکھتی۔ چونکہ زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک۔ خالق حاکم اور متصرف خدا ہی ہے لہٰذا اس کے سوا کوئی

بھی الوہیت کا مستحق نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ الوہیت و معبودیت کا حق اسی کو پہنچتا ہے جس کے ہاتھ میں نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت ہو۔ انسان کو جس قسم کی بھی نعمت حاصل ہے اور اس کا سرچشمہ ذات خداوندی ہی ہے۔ اس طرح ہر نعمت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ پھر جب کوئی تکلیف یا مصیبت پڑتی ہے تو اس حالت میں لوگ سب کو بھول کر اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور انجام کار وہی اس تکلیف کو دور کرتا ہے۔ تو جب سب بھلائیاں اور نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور ہر ایک برائی یا سختی کا دفع کرنا بھی اسی کے قبضہ میں ہے تو دوسرا کون ہے جو اس کی الوہیت میں حصہ دار بن سکے یا جس سے انسان خوف کھائے یا امیدیں باندھے۔ جہاں سختی دور ہوئی منعم حقیقی کو بھلا بیٹھے۔ نہ محسن حقیقی کا احسان مانا' نہ یہ اندیشہ کیا کہ ناشکری کی سزا میں پکڑے جائیں گے یا کفران نعمت' سلب نعمت کا موجب ہو جائے گا۔ گویا خدائے وحدہ لاشریک لہٗ نے جو انعام فرمایا تھا بالکل اس کے انکار پر تل گئے۔ بہتر ہے چند روز کی انہیں مہلت دی جاتی ہے خوب دنیا کے مزے اڑالیں آخر معلوم ہو جائے گا کہ اس مشرکانہ کفران نعمت کی کیسی سزا ملتی ہے۔

فخر المفسرین امام رازیؒ نے ان آیات کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ آج یکم محرم ۶۰۳ھ کو جب میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا ہوں۔ صبح کے وقت شدید زلزلہ آیا اور لوگ دعا و تضرع میں مصروف ہو گئے لیکن جب زلزلہ ختم ہو گیا تو اسے بھول بھال کر پھر غفلت میں پڑ گئے اور اپنے دھندوں میں لگ گئے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نفع نقصان پہنچانے کی طاقت صرف خداوند تعالیٰ ہی کو ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ غیر اللہ سے طمع نہ رکھے نہ خوف بلکہ امید اور خوف تنہا ذات الٰہی کو قرار دے یہ بھی ان آیات سے معلوم ہوا کہ غفلت کفر و شرک اور نافرمانی کے ساتھ دنیا کی نعمتیں اور راحتیں وبال جان ثابت ہوں گی اور آخرت کی دائمی اور غیر متناہی نعمتوں سے محرومی کا باعث ہوں گی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی۔ اور تمام نعمتوں سے بڑھ کر ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی بخشی ہوئی ہر نعمت کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اپنی ذات پاک کے نفع و نقصان کا مالک ہونے کا کامل یقین عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو آپ ہی کی ذات کا خوف ہو اور آپ ہی سے امید ہو۔ یا اللہ غیروں پر نظر کرنے سے ہمیں بچا لیجئے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے جو احکامات الٰہیہ ہم کو پہنچے ہیں ان پر دل و جان سے ظاہر میں اور باطن میں عمل پیرا ہونے کی توفیق و سعادت نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾

اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کا حصہ لگاتے ہیں، جن کے متعلق اُن کو کچھ علم نہیں، قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری ان افتراء پردازیوں کی ضرور باز پرس ہوگی۔

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ

اور اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ! اور اپنے لئے چاہتی چیز۔ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو سارے دن

ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ

اُس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہو اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے (سوچے کہ) آیا

أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِينَ

اس کو ذلت پر لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے، خوب سن لو اُن کی یہ تجویز بہت ہی بُری ہے۔ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾

ان کی بُری حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے تو بڑی اعلیٰ درجہ کی صفات ثابت ہیں اور وہ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں۔

وَ اور	يَجْعَلُونَ وہ مقرر کرتے ہیں	لِمَا اس کیلئے جو	لَا يَعْلَمُونَ وہ نہیں جانتے	نَصِيبًا حصہ	مِمَّا اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	
تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	لَتُسْئَلُنَّ تم سے ضرور پوچھا جائے گا	عَمَّا اس سے جو	كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ تم جھوٹ باندھتے ہیں	وَ اور	يَجْعَلُونَ وہ بناتے (ٹھہراتے)		
لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الْبَنٰتِ بیٹیاں	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	وَلَهُمْ اور اپنے لئے	مَا جو	يَشْتَهُوْنَ ان کا دل چاہتا ہے	وَاِذَا اور جب	بُشِّرَ خوشخبری دی جائے
اَحَدُهُمْ ان میں سے کسی کو	بِالْاُنْثٰى لڑکی کی	ظَلَّ ہوجاتا (پڑجاتا) ہے	وَجْهُهٗ اس کا چہرہ	مُسْوَدًّا سیاہ	وَهُوَ اور وہ	كَظِيْمٌ غصہ سے بھرجاتا ہے	
يَتَوَارٰى چھپتا پھرتا ہے	مِنَ سے	الْقَوْمِ قوم	مِنْ سے۔ سبب	سُوْٓءِ برائی	مَا جو	بُشِّرَ بِهٖ خوشخبری دی گئی جس کی	اَيُمْسِكُهٗ یا اس کو رکھے
عَلٰى هُوْنٍ رسوائی کیساتھ	اَمْ یا	يَدُسُّهٗ دباوے (دفن کردے)	فِى التُّرَابِ مٹی میں	اَلَا یاد رکھو	سَآءَ برا ہے	مَا يَحْكُمُوْنَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں	
لِلَّذِيْنَ جو لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	مَثَلُ حال	السَّوْءِ برا	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	الْمَثَلُ الْاَعْلٰى شان بلند	
وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا					

مشرکین کے شرکیہ اعمال وعقائد

ایام جاہلیت میں مشرکین عرب مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کرتے تھے۔ انہوں نے ہر ایک کا فرضی نام بھی رکھ چھوڑا تھا اور کارخانہ قدرت میں دخل دینے کی ایک مخصوص نوعیت بھی ہر ایک کے لئے جدا جدا مقرر کر رکھی تھی۔ کسی کو بارش کی دیوی کہتے کسی کو کھیتی کا دیوتا کسی کو روشنی کا مالک۔ کسی کو حسن و جمال کی مالکہ۔ ان فرضی معبودوں کی اصل حقیقت سے وہ قطعاً ناواقف تھے۔ ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ فرضی نام جن کو باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں کیا ان کی کچھ حقیقت بھی تھی اور ان کا واقعی اقتدار بھی کچھ ہے یا نہیں اور ہے تو کس طرح ہے۔ انہی فرضی معبودوں کے بت بنا رکھے تھے جن کے نام پر بھینٹ چڑھاتے اور نذر و نیاز ان کے سامنے پیش کرتے۔ مال و اولاد اور کھیتیوں

میں سے ان کے حصہ مقرر کرتے۔ کوئی جانور یا کوئی بیٹا ان کے نام سے نامزد کر دیتے۔ ان کے نام پر سانڈ چھوڑ دیتے اور قریش کے قبائل بنوخزاعہ اور بنو کنانہ میں ایک بلا یہ زائد تھی اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جو مختلف کاموں پر مقرر ہیں۔ (العیاذ باللہ) ان نظر نہ آنے والی دیویوں کو کارخانہ قدرت میں دخل ہے جو کچھ چاہتی ہیں کرتی ہیں۔ (استغفر اللہ) ہندوستان کے بعض کفار و مشرکین کا عقیدہ جیسے کالی مائی، بھوانی دیوی، لکشمی دیوی وغیرہ بھی اسی طرح کی خرافات پر مبنی ہے۔

مشرکین کے عقائد و اعمال کا رد

ان آیات میں مشرکین کے انہی عقائد و اعمال کی تردید فرمائی جا رہی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین ہماری ان نعمتوں میں جو ہم نے انہیں دے رکھی ہیں ان معبودوں کا بھی حصہ لگاتے ہیں جن کے معبود ہونے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ جو اپنے کھیت میں مواشی میں تجارت میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نذر نیاز ٹھہراتے ہیں جنہیں یہ مشرکین جہالت اور بے خبری سے معبود یا مالک نفع وضرر سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی کوئی دلیل یا سند ان کے پاس نہیں۔ پھر شرکاء بھی تجویز کئے گئے تو پتھر کے بت جو ہر قسم کے علم و شعور سے کورے ہیں۔ تو مشرکین کو مخاطب کر کے کہا جاتا ہے کہ قیامت میں ان افترا پردازیوں کی تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ خدا کے دیئے ہوئے مال میں کیا حق تھا کہ دوسروں کو شریک بناؤ۔ عرب کے بعض مشرکین قبائل جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے (نعوذ باللہ) ان کا رد فرمایا جاتا ہے کہ اللہ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے لئے اولاد ثابت کی جائے اور وہ بھی بیٹیاں۔ تعجب ہے یہ لوگ حق تعالیٰ کی نسبت ایسی جرأت کس طرح کرتے ہیں۔ خود اپنے لئے بیٹیاں دیئے جانے پر رضامند نہیں جب مانگیں گے بیٹا مانگیں گے۔ ان کی اپنی حالت تو یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کو خبر دی جائے کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو نفرت وغم سے تیوری چڑھ جائے اور دن بھر چہرہ ناخوشی سے بے رونق اور دل گھٹتا رہے کہ یہ مصیبت کہاں سے سر آئی۔ رسمی ننگ و عار کے تصور سے کہ لڑکی زندہ رہی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا۔ ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے اور شب و روز ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے اور تجویز میں سوچتا ہے کہ دنیا کی عار قبول کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں دبا کر ہلاک کر ڈالے عرب میں ایام جاہلیت میں بہت سے سنگدل لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے یا زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ اسلام نے اس رسم قبیح کو مٹایا اور ایسے قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد سارے ملک عرب میں اس بے رحمی کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ دنیا کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ عرب کے اور مشرک قوموں نے بھی اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے

الغرض مشرکین کی حالت اپنی بیٹیوں کے متعلق بیان کر کے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لڑکیوں کے متعلق جو ظالمانہ فیصلہ ان کا تھا اس سے زیادہ برا فیصلہ یہ ہے کہ خدا کے لئے اولاد تجویز کریں۔ پھر اولاد بھی لڑکی جس سے خود یہ مشرکین اتنا گھبراتے ہیں۔ گویا اچھی چیز اپنے لئے اور ناقص چیز خدا کے لئے (العیاذ باللہ) آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین جنہیں اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام پر یقین نہیں بری مثال یا بری صفت و حالت ان ہی کی ہے وہی اولاد کے محتاج ہیں دکھ اور ضعیفی وغیرہ میں کام آنے کے لئے ان کو لڑکوں کا سہارا چاہئے۔ غرض ہر نہج سے بری مثال اور نقص و عیب کی نسبت ان ہی کی طرف ہونی

چاہئے۔ حق تعالیٰ کی طرف ان صفات کی نسبت کرنا جو مخلوق کا خاصہ ہیں اور معاذ اللہ بیٹے بیٹیاں تجویز کر کے حقیر اور پست مثالیں دینا اس کی شان عظیم اور رفیع کے منافی ہے۔ اس کے لئے تو وہی مثالیں اور صفات ثابت کی جاسکتی ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ہر بلند چیز سے بلند تر ہوں۔ اخیر میں فرمایا کہ وہ خداوند زبردست تو ایسا ہے کہ تمہاری گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے لیکن فوراً سزا دینا اس کی حکمت کے مناسب نہیں لہٰذا مہلت اور ڈھیل دی جاتی ہے کہ اب بھی باز آ جائیں۔ اور رویہ درست کرلیں۔

معارف ومسائل

مفسرین نے لکھا ہے کہ اول آیت سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کے نام کی نذر بھینٹ یا قربانی یا کوئی جانور چھوڑنا وغیرہ سب حرام ہے۔ ہاں نذر و نیاز خدا کے واسطے کی جائے تو اس کا ثواب خواہ اپنے لئے مخصوص کرے یا کسی دوسرے زندہ یا مردہ کو بخش دے یہ جائز ہے اور یہ اس آیت کی ممانعت میں نہیں آتا۔ نیز ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان آیات میں اشارہ پایا گیا کہ گھر میں لڑکی پیدا ہونے کو مصیبت و ذلت سمجھنا جائز نہیں۔ یہ کفار کا فعل اور ان کی خصلت ہے۔ مسلمان کو چاہئے کہ لڑکی پیدا ہونے سے زیادہ خوشی کا اظہار کرے تا کہ اہل جاہلیت کے فعل پر رد ہو جاوے اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پیٹ سے پہلے لڑکی پیدا ہو۔ قرآن کریم کی آیت یَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ تو یہاں بھی اناث یعنی بیٹیوں کو مقدم کرنے سے اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ پہلے پیٹ سے لڑکی پیدا ہونا افضل ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو شرک و کفر سے بچا کر توحید کی دولت عطا فرمائی۔

یا اللہ! ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر ہم کو جینا اور مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! جاہلیت کی رسموں سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما اور جملہ احکام الٰہیہ پر ہم کو دل و جان سے ایمان و یقین اور ان پر عمل پیرا ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ! اسلام نے تو دنیا سے تمام قبیح رسموں کو مٹایا مگر آج اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں بعض جاہلیت کی باتیں پھر گھس آئی ہیں۔

یا اللہ! ہم کو اسلام حقیقی اپنانا نصیب فرما۔ اسی پر جینا اور اسی پر مرنا مقدر فرما اور زندگی کے ہر شعبہ میں جاہلیت کی رسموں سے بچنے اور اتباع سنت اختیار کرنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر اُن کے ظلم کے سبب دارو گیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے لیکن ایک میعاد معین تک مہلت دے رہے ہیں

مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ

پھر جب اُن کا وقت معین آپہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کیلئے وہ امور تجویز کرتے ہیں

مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ

جن کو خود ناپسند کرتے ہیں اور اپنی زبان سے جھوٹے دعوے کرتے جاتے ہیں کہ اُن کے لئے ہر طرح کی بھلائی ہے، لازمی بات ہے کہ اُن کے لئے دوزخ ہے

وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور بے شک وہ لوگ سب سے پہلے بھیجے جاویں گے۔

وَلَوْ اور اگر	يُؤَاخِذُ گرفت کرے	اللّٰهُ اللہ	النَّاسَ لوگ	بِظُلْمِهِمْ ان کے ظلم کے سبب	مَا تَرَكَ نہ چھوڑے وہ	عَلَيْهَا اس (زمین) پر	مِنْ کوئی
دَآبَّةٍ چلنے والا	وَلٰكِنْ اور لیکن	يُؤَخِّرُهُمْ وہ ڈھیل دیتا ہے انہیں	اِلٰى تک	اَجَلٍ ایک مدت	مُسَمًّى مقررہ	فَاِذَا پھر جب	جَآءَ آگیا
اَجَلُهُمْ ان کا وقت	لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ نہ پیچھے ہٹیں گے	سَاعَةً ایک گھڑی	وَ اور	لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ نہ آگے بڑھیں گے	وَيَجْعَلُوْنَ اور وہ بناتے (ٹھہراتے ہیں)		
لِلّٰهِ اللہ کیلئے	مَا جو	يَكْرَهُوْنَ وہ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں	وَتَصِفُ اور بیان کرتی ہیں	اَلْسِنَتُهُمُ ان کی زبانیں	الْكَذِبَ جھوٹ	اَنَّ کہ	
لَهُمُ ان کیلئے	الْحُسْنٰى بھلائی	لَا جَرَمَ لازمی بات	اَنَّ کہ	لَهُمُ ان کیلئے	النَّارَ جہنم	وَاَنَّهُمْ اور بیشک وہ	مُفْرَطُوْنَ آگے بھیجے جائیں گے

اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم

گذشتہ آیات میں مشرکین کے عقائد باطلہ اور اقوال فاسدہ بیان کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ زبردست تو ایسا ہے کہ ان مشرکین کی گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے مگر فوراً دینا اس کی حکمت کے مناسب نہیں لہذا ڈھیل دی جاتی ہے کہ اب بھی باز آجاویں اور اپنی حالت درست کر لیں اسی سلسلہ میں اب یہ بتایا جاتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو لوگوں کی گستاخی اور ناانصافی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو چند گھنٹے میں زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی کیونکہ دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے اور چھوٹی موٹی خطا قصور سے تو کوئی خالی نہیں ہوگا۔ جب خطا کار اور بدکار فوراً ہلاک کر دیئے گئے تو صرف معصوم انبیاء کے زمین پر بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی بلکہ ان کا ملائکہ معصومین کے ساتھ رہنا زیادہ موزوں ہے۔ جب نیک و بد انسان دونوں زمین پر نہ رہے تو دوسرے حیوانات کا رکھنا بھی بے فائدہ ہوگا کیونکہ وہ سب بنی آدم ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ نیز فرض کیجئے خدا نے انسانوں کے ظلم اور سرکشی پر بارش بند کر دی تو کیا آدمیوں کے ساتھ جانور نہیں مریں گے بہر حال اگر اللہ تعالیٰ بات بات پر دنیا میں گرفت فرمائے اور فوراً سزا دے تو اس دنیا کا سارا قصہ منٹوں میں ختم ہو جائے۔ مگر وہ اپنے علم و حکمت سے ایسا نہیں کرتا بلکہ مجرموں کو توبہ و اصلاح کا موقع دیتا ہے اور وقت موعود تک انہیں ڈھیلا چھوڑتا ہے جب وقت آپہنچا پھر ایک سیکنڈ ادھر ادھر نہیں ہوسکتا۔

مشرکین کی گستاخیاں

آگے مشرکین کی حالت پھر بیان کی جاتی ہے کہ جو چیزیں بری سمجھ کر اپنے لئے پسند نہیں مثلاً بیٹیاں' یا اپنی ملک میں کسی اجنبی کی شرکت وہ خداوند قدوس کے لئے ثابت کرتے ہیں اور پھر باوجود ایسی گستاخیوں کے زبان پر یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ہم تو دنیا میں بھی بھلی چیزوں کے لائق ہیں اور اگر آخرت وغیرہ کے قصہ سچ ہوئے تو وہاں بھی خوب چین اڑائیں گے۔ ان گستاخیوں کے ساتھ ایسی باطل آرزوئیں رکھنا ہی اس کی دلیل ہے کہ ان کے لئے کوئی خوبی اور بھلائی تو کیا ہوتی۔ البتہ دوزخ تیار ہے جس کی طرف وہ بڑھائے جارہے ہیں۔

عذاب الٰہی سے ڈرتے رہو

خلاصہ یہ کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے حلم وکرم' لطف ورحم کا بیان ہورہا ہے کہ بندوں کے گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی انہیں مہلت دیتا ہے اگر فوراً ہی پکڑ لے تو پھر روئے زمین پر کوئی چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔

ان آیات کے تحت جو بات خوف کھانے اور ڈرنے کی ہے وہ یہ ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ باوجود حلم اور اپنے جود وکرم کے دنیا میں کسی قوم پر عذاب عام نازل کرنا چاہتا ہے تو حدیث میں ہے کہ وہ عذاب ان سب کو پہنچ جاتا ہے جو اس قوم میں موجود ہوں ولیکن قیامت کے دن گنہگار اور بے گناہ ہر ایک اپنی اپنی نیت پر اٹھائے جائیں گے۔ (مسلم) جب ظلم ومعصیت عام ہوجائے تو اللہ کی طرف سے جو عذاب آتا ہے وہ عام ہوتا ہے۔ ظالم اور غیر ظالم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ظالم اپنے ظلم کے سبب ہلاک ہوتا ہے اور غیر ظالم ظلم کی نحوست کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ ظالم کی ہلاکت بطور انتقام ہوتی ہے اور غیر ظالم ظلم کی نحوست کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد نویں پارہ سورۂ انفال میں ہے۔ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً (اور ڈرتے رہو اس وبال سے جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں) اس طرح عذاب عام کی لپیٹ میں دنیا میں تو سب اچھے برے آجاتے ہیں مگر قیامت کے دن اپنی اپنی نیتوں کے مطابق قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

(معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

اللہ تعالیٰ اپنے جود وکرم سے ہم کو عذاب عام میں گرفتار ہونے سے بچائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

اے اللہ یہ آپ کا کرم اور رحم ہے جو ہم اس روئے زمین پر سانس لے رہے ہیں۔

اے اللہ آپ نے اپنے فضل سے جو ہماری پردہ پوشی دنیا میں فرمائی ہے تو آخرت میں بھی ہمارے عیوب کی ستاری فرمائیں اور اپنی مغفرت سے نواز دیں۔ یا اللہ! ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنہ سے اور اس کے وبال سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو ہمہ وقت سچی توبہ واستغفار کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبول فرماتے ہوئے ہر طرح کے عذاب سے امن عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ

بخدا آپ سے پہلے جو امتیں ہو گذری ہیں، اُن کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا سو اُن کو بھی شیطان نے اُن کے اعمال مستحسن کر کے دکھلائے پس وہ آج اُن کا رفیق ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

اور اُن کے واسطے دردناک سزا ہے۔اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ لوگوں پر اس کو ظاہر فرما دیں

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

اور ایمان والوں کی ہدایت اور رحمت کی غرض سے۔اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس سے زمین کو اس کے مُردہ ہونے کے بعد زندہ کیا

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾

اس میں ایسے لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سنتے ہیں۔

تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	لَقَدْ اَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجے	اِلٰى طرف	اُمَمٍ امتیں	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	فَزَيَّنَ پھر اچھا کر دکھایا	لَهُمُ ان کیلئے		
الشَّيْطٰنُ شیطان	اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	فَهُوَ پس وہ	وَلِيُّهُمُ ان کا رفیق	الْيَوْمَ آج	وَ اور	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دردناک	
وَمَا اور نہیں	اَنْزَلْنَا اتاری ہم نے	عَلَيْكَ تم پر	الْكِتٰبَ کتاب	اِلَّا مگر	لِتُبَيِّنَ اس لئے کہ تم واضح کردو	لَهُمُ ان کیلئے	الَّذِى جو۔جس	
اخْتَلَفُوْا انہوں نے اختلاف کیا	فِيْهِ اس میں	وَهُدًى اور ہدایت	وَرَحْمَةً اور رحمت	لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يُّؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائے ہیں			
وَاللّٰهُ اور اللہ	اَنْزَلَ اتارا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	فَاَحْيَا پھر زندہ کیا	بِهِ اس سے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ بعد
	مَوْتِهَا اس کی موت	اِنَّ بیشک	فِىْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِقَوْمٍ لوگوں کے لئے	يَّسْمَعُوْنَ وہ سنتے ہیں	

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

گذشتہ آیات میں مشرکین عرب اور کفار مکہ کی گستاخیوں اور ان کے لغو اور بیہودہ اقوال کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ان کی ان حرکتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچتا تھا اس لئے آگے آپ کی تسلی فرمائی جاتی ہے جس کے ضمن میں اثبات رسالت وحقانیت قرآن کو بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے کفر و جہالت پر غم نہ کیجئے۔آپ سے پہلے بھی اقوام اور امتوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے۔خیر و شر' نیک و بد' حق و باطل کی انہوں نے تفریق کی۔مگر جو لوگ شیطانی پھندوں میں گرفتار تھے وہ باغواء شیطانی اپنے غلط اور باطل اعمال کو حق سمجھتے رہے اور ہدایت یاب نہ ہوئے اور وہ لوگ پیغمبروں کی تعلیمات سے غیر متاثر رہ کر اپنی کفریات ہی کو پسند کرتے رہے تو شیطان جس نے اگلوں کو بہکایا تھا وہی ان کفار مکہ کا رفیق بنا ہوا ہے۔لہٰذا جو حشر ان کا ہوا ان کا بھی یہی ہوگا۔جو سزا انہیں ملی لامحالہ انہی کی سی سزا یہ بھی پائیں گے۔آپ ان کے لئے غم و تردد میں نہ پڑیئے اور یہ قرآن اس لئے آپ پر نازل کیا گیا ہے کہ جن سچے اصولوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور جھگڑے ڈال رہے ہیں مثلاً توحید و رسالت قیامت و آخرت' حشر و نشر جزا و سزا احکام حلال و حرام وغیرہ ان سب کو وضاحت اور تحقیق کے ساتھ بیان کر دیں کوئی اشکال اور خفا باقی نہ رہے۔گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ قرآن تمام نزاعات کا دوٹوک فیصلہ سنا دیں

اور بندوں پر خدا کی حجت تمام کر دیں۔ آگے ماننا نہ ماننا خود مخاطبین کا کام ہے۔ جسے توفیق ہو گی قبول کرے گا۔ آپ کو پریشان اور رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے تو کتاب الٰہی کے ذریعہ حق کو باطل سے خیر کو شر سے' صحیح کو غلط سے جدا کر دیا اور اختلاف کی بیخ کنی کر دی تو یہ فیصلہ بیان تو سب کے لئے ہے لیکن اس کی ہدایت سے متمتع ہونا اور رحمت الٰہیہ کی آغوش میں آنا اور اس آفتاب ہدایت کی روشنی سے فائدہ اٹھانا صرف انہی کا حصہ ہے جو اس فیصلہ کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور برضا ورغبت ایمان لاتے ہیں یعنی اس قرآنی تعلیم سے فائدہ اٹھانے والا گروہ صرف اہل ایمان کا ہے اس لئے یہ کتاب الٰہی مجسم ہدایت اور پیکر رحمت انہی مومنین کے لئے ثابت ہو گی جو راہ راست پر آنے والے۔ قوانین الٰہیہ پر کاربند رہنے والے اور ضوابط شریعت پر چلنے والے ہیں۔

مومن و کافر کی مثال

مومنین کے لئے قرآن پاک کا رحمت ہونا اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے کو ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے باران رحمت کہ جس سے خشک زمین ہری بھری ہو جاتی ہے گویا مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے۔ سبزہ اور کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ اسی طرح قرآن سے مردہ روحوں میں جان پڑ جاتی ہے دل میں پاک جذبات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ جان بخش ہواؤں کے جھونکے دل و جان کو تر و تازہ رکھتے ہیں۔ اخیر میں اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ یعنی اس میں ایسے لوگوں کے لئے توحید کی بڑی دلیل ہے جو دل سے ان باتوں کو سنتے ہیں فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ جس طرح پانی کو آسمان سے برسا کر زمین کی زندگی کا سبب بنایا اسی طرح قرآن پاک کو آسمان سے نازل فرما کر جاہل مردہ دلوں کی زندگی کا ذریعہ قرار دیا تاکہ دل کے کانوں سے سننے والے زندہ ہو جائیں لیکن جس طرح پتھریلی زمین پانی جذب ہی نہیں کرتی پانی کا ریلا ادھر سے ادھر بہ جاتا ہے اسی طرح کور باطن' غافل دل والے قرآن سے کوئی اثر نہیں لیتے بلکہ جس طرح گندہ اور بدبودار زمین میں پانی برسنے سے مزید تعفن پھیلتا ہے اسی طرح بدباطن کج فہم اور عنادی طبیعت والوں کے دلوں میں قرآن کے سننے سے مزید گمراہی اور بدکاری کی ضد بڑھتی ہے۔

شیطان کی تحریک

ان آیات سے معلوم ہوا کہ شیطانی تحریک اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایسی چیزوں کی جو واقعی حسن و زیبائی سے خالی ہیں ظاہری اور عارضی خوشنمائی دے دیتی ہیں۔ چنانچہ جتنے بھی شیطانی اعمال ہیں ان کا جائزہ لے ڈالئے سب میں یہی چیز مشترک ملے گی۔ شرابی کو فوری اور عارضی لذت شراب میں محسوس ہوتی ہے۔ سینما باز سینما میں' جواری کو جوئے میں' وعلیٰ ہذا القیاس اس سے بچنے کا آسان اور موثر طریقہ صرف اپنی عقل اور قوت فکر کا صحیح استعمال ہے اور قرآنی تعلیمات و ہدایات سے رہنمائی حاصل کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ جہاں انسان نے غور و تامل سے کام لیا اور اشیاء کا اصلی حسن و قبح اس کی نظر میں ظاہر ہونے لگا شیطانی ترغیبات کی کشش بھی اس کے لئے از خود مفقود ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ شیطانی مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ شیطانی ترغیبات و تحریکات سے ہماری کامل طور پر حفاظت فرمائیں اور اس قرآن پاک کے ذریعہ سے ہمارے قلوب کو ہدایت و رحمت نصیب فرماویں اور ہمارے مردہ دلوں کو قرآن پاک سے زندگی عطا فرماویں اور اس کی ظاہر میں اور باطن میں ہم کو پابندی اور اتباع نصیب فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا

اور (نیز) تمہارے لئے مواشی میں بھی غور در کار ہے، اُن کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے

خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ

والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں، اور کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو،

سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

بے شک اس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل رکھتے ہیں۔

وَاِنَّ اور بیشک	لَكُمْ تمہارے لئے	فِي میں	الْاَنْعَامِ چوپائے	لَعِبْرَةً البتہ عبرت	نُسْقِيْكُمْ ہم پلاتے ہیں تم کو	مِمَّا اس سے جو	فِيْ میں	
بُطُوْنِهٖ ان کے پیٹ	مِنْۢ بَيْنِ درمیان سے	فَرْثٍ گوبر	وَّدَمٍ اور خون	لَّبَنًا دودھ	خَالِصًا خالص	سَآئِغًا خوشگوار		
لِّلشّٰرِبِيْنَ پینے والوں کیلئے	وَمِنْ سے	ثَمَرٰتِ پھل	النَّخِيْلِ کھجور	وَالْاَعْنَابِ اور انگور	تَتَّخِذُوْنَ تم بناتے ہو	مِنْهُ اس سے		
سَكَرًا شراب	وَّرِزْقًا اور رزق	حَسَنًا اچھا	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِّقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّعْقِلُوْنَ عقل رکھتے ہیں

ربوبیت الٰہیہ کی بخشائشیں دودھ وغیرہ

ان آیات میں ربوبیت الٰہی کی بخشائشوں اور اس کی صنعت و حکمت کی کرشمہ سازیوں پر توجہ دلائی جاتی ہے جس میں توحید اور صفات باری تعالیٰ کا کامل ثبوت ہے۔ اور وہ دلائل موجود ہیں کہ جن سے خدا تعالیٰ کا وجود اور اس کا وحدہ لاشریک ہونا اور ہر چیز کا اس کے دست قدرت میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بھیڑ بکری، گائے بھینس وغیرہ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ یہ بھی اپنے خالق کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں اور وہ اس طرح کہ یہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں تو غذا پیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگا دی ہے جو غذا کے کچھ اجزاء کو تحلیل کر کے فضلہ یعنی گوبر و مینگنی کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ اجزاء کو خون بنا کر رگوں اور نسوں میں پھیلا دیتی ہے جو ان کی حیات اور بقا کا سبب بنتا ہے اور اسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزاء گوبر اور بعض خون بن گئے ان دو گندی چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز دودھ تیار کرتی ہے جو نہایت پاک طیب اور خوشگوار چیز ہے۔ تو غور کا مقام ہے کہ جانور کے پیٹ کے اندر جہاں گندی چیزیں گوبر اور خون وغیرہ پیدا ہوتے ہیں وہیں سے دودھ جیسی پاکیزہ اور نفیس نعمت انسان کے لئے تیار ہوتی ہے اور اس طرح کہ نہ اس کی سفیدی میں فرق آئے نہ حلاوت میں نہ مزہ میں۔ معدے میں غذا پہنچی وہاں سے خون رگوں کی طرف دوڑ گیا۔ پیشاب نے مثانہ کا راستہ پکڑا گوبر اپنے مخرج کی طرف جمع ہوا۔ نہ ایک دوسرے سے ملے نہ ایک دوسرے کو بدلے۔ گویا ایک ہی کارخانہ میں ایک ہی مادہ سے ایک طرف تو غلاظت بنتی اور نکلتی رہتی ہے۔ دوسری طرف ایک ایسا جوہر غذا و لذت بھی بنتا اور نکلتا ہے جو پینے والے کے حلق میں آرام سے اتر جائے۔ اور تیسری طرف خون بنتا ہے تو وہ کون ہے جس کی حکمت نے یہ عجیب و غریب کارخانہ یا مشین بنائی۔ کیا یہ ایک کھلی ہوئی دلیل کسی صناع اعظم اور حکیم و قدیر رب العالمین کے وجود پر نہیں۔ جانوروں کے گوبر اور خون کے درمیان سے صاف شفاف دودھ نکلنے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جانور جو گھاس کھاتا ہے جب وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتی ہے تو معدہ اس کو پکاتا ہے معدہ کے اس عمل سے غذا کا فضلہ علیحدہ ہو کر نیچے بیٹھ

جاتا ہے اوپر دودھ ہوتا ہے اور اس کے اوپر خون' پھر قدرت نے یہ کام جگر کے سپرد کیا ہے کہ ان تینوں قسموں کو الگ الگ ان کے مقامات میں تقسیم کر دیتا ہے خون کو الگ کر کے رگوں میں منتقل کر دیتا ہے۔ دودھ کو الگ کر کے جانوروں کے تھنوں میں پہنچا دیتا ہے اب صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے جو گوبر کی صورت میں علیحدہ نکلتا ہے۔

پھر انسانی غذا میں دودھ سے بہتر کوئی دوسری غذا نہیں۔ اسی لئے قدرت نے ہر انسان وحیوان کی پہلی غذا دودھ ہی بنائی ہے جو ماں کی چھاتیوں سے اسے ملتی ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دودھ پیو تو یہ دعا کرو۔ **اللھم بارک لنافیه وزدنامنه** یعنی اے اللہ ہمارے لئے اس میں برکت دیجئے اور زیادہ عطا فرمایئے۔ اور فرمایا کہ جب تم کوئی کھانا کھاؤ تو یہ کہو **اللھم بارک لنا فیه و اطعمنا خیرامنه** یعنی اے اللہ اس میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور آئندہ اس سے اچھا کھانا نصیب فرما۔

پھل اور میوے

اس نعمت کے بیان کیساتھ ہی دوسری نعمت بیان ہوئی کہ اللہ نے طرح طرح کے میوے اور پھل پیدا کئے جن میں نہایت لطیف' خوش مزہ انگور و کھجور بھی ہیں۔ یہ پھل مٹی پانی اور ہوا سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ویسے ہی کھا لئے جاتے ہیں اور کچھ شراب' شربت' سرکہ وغیرہ بنانے کے کام میں آتے ہیں۔ ان کے عرق سے نشہ کی چیز بنا لیتے ہیں اور اچھی اور جائز غذائیں بھی ان سے بنتی ہیں تو غور کرو کہ ان کا مادہ اصل میں کیا تھا اور پھر خدا تعالیٰ نے اس کو کیا بنا دیا۔ تم ایک خشک گٹھلی مٹی میں دبا دیتے ہو۔ مٹی وہی گٹھلی ان نعمتوں کی شکل میں تمہیں واپس دے دیتی ہے۔ تو وہ کون ہے جس کی ربوبیت اور حکمت وقدرت مٹی کے ذروں سے یہ خوش ذائقہ اور غذائیت کے خزانہ اگلوا رہی ہے؟ جن لوگوں کو عقل کا حصہ دیا گیا ہے وہ خدا کی قدرت وعظمت کو ان چیزوں اور نعمتوں سے بھی پہچان سکتے ہیں۔

ایک اہم تنبیہ

یہاں مفسرین نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ یہ آیات مکی ہیں اور شراب مکہ میں حرام نہ ہوئی تھی۔ پینے والے اس وقت تک بے تکلف پیتے تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں شراب کی حرمت کے احکام نازل ہوئے پھر یہاں خطاب صرف مومنین کو نہیں بلکہ مشرکین وکفار مکہ کو بھی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بطور انعام واحسان کے اس جگہ نشہ آور چیز یعنی شراب کا تذکرہ فرمایا ہے مگر ایک لطیف اشارہ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے یہاں اس آیت میں بھی شراب کی حرمت کی طرف موجود ہے۔ کیونکہ یہاں سکرا یعنی نشہ آور چیز کو وَرِزْقًا حَسَنًا یعنی اچھی پاکیزہ روزی کے مقابلہ میں ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب اچھی اور پاکیزہ روزی نہیں اور یہی معنیٰ حرام کے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خاص عنایت فرمائی کہ ان کی عقلوں کی حفاظت کیلئے شراب کو صاف صاف اور صریحاً حرام قرار دے دیا۔

خلاصۂ آیات

الغرض بتلانا یہ مقصود ہے کہ ہر خاص وعام کو خواہ مومن ہو یا مشرک وکافر کہ یہ سب خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ شکم حیوان سے جو خون اور گوبر کا منبع ہے اس سے خالص دودھ نکلتا ہے اور اس عمدہ غذا سے تم کو سیراب کرتا ہے۔ جس میں نہ خون کی رنگت ہے نہ گوبر کی بدبو جس سے خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کا ظہور ہوتا ہے کہ دو ناپاک اور بدبودار چیزوں کے درمیان سے کیسی عمدہ اور لذیذ غذا پیدا فرما دی۔ یہ صنعت سوائے خداوند قدیر کے کون کر سکتا ہے پس جس نے تمہارے لئے یہ نعمت پیدا کی اسی کا احسان مانو اور اسی کی پرستش کرو۔

یہاں ان چیزوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جتنی نعمتیں ہیں وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ آدمی کس طرح منعم حقیقی کے احسانات بھلا کر دوسروں کا غلام بن جاتا ہے۔ گویا تعلیم توحید کے ساتھ شرک کے رد کی طرف بھی اشارہ فرما دیا۔ نیز ان آیات سے معلوم ہوا کہ لذیذ اور شیریں کھانے پینے کا استعمال زہد کے خلاف نہیں ہے جبکہ اس کو حلال طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو اور اس میں اسراف وفضول خرچی نہ کی گئی ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں اُن میں

ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ

پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر۔ پھر اپنے رب کے راستوں میں چل جو آسان ہیں اُس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

مختلف ہوتی ہیں کہ اُس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے، اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے، جو سوچتے ہیں۔

وَاَوْحٰى اور الہام کیا	رَبُّكَ تمہارا رب	اِلٰى طرف	النَّحْلِ شہد کی مکھی	اَنْ کہ	اتَّخِذِىْ تو بنالے	مِنَ سے	الْجِبَالِ پہاڑ	بُيُوْتًا گھر	وَمِنْ اور میں	
الشَّجَرِ درخت	وَمِمَّا اس سے جو	يَعْرِشُوْنَ چھتریاں بناتے ہیں	ثُمَّ پھر	كُلِىْ کھا	مِنْ سے	كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھل	فَاسْلُكِىْ پھر چل			
سُبُلَ راستے	رَبِّكِ اپنا رب	ذُلُلًا نرم وہموار	يَخْرُجُ نکلتی ہے	مِنْ سے	بُطُوْنِهَا ان کے پیٹ	شَرَابٌ پینے کی ایک چیز	مُّخْتَلِفٌ مختلف	اَلْوَانُهٗ اسکے رنگ		
فِيْهِ اس میں	شِفَآءٌ شفا	لِّلنَّاسِ لوگوں کیلئے	اِنَّ بیشک	فِىْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيَةً نشانی	لِّقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ سوچتے ہیں		

شہد کی تیاری

گذشتہ آیات میں پہلے کتاب اللہ کے نازل ہونے کی مناسبت سے آسمان سے پانی اتارنے کا ذکر فرمایا تھا پھر پانی کی مناسبت سے دودھ کا تذکرہ فرمایا۔ پھر پھلوں کے رس سے شراب وشربت اور سرکہ وغیرہ بنانے کا تذکرہ ہوا۔ گویا مشروبات کی تین قسم یعنی پانی، دودھ شراب کا تذکرہ ہوا۔ ۲۶ ویں پارہ سورۂ محمد دوسرے رکوع میں جنت میں مشروبات کی چار قسم بیان ہوئی ہیں۔ پانی، دودھ، شراب وشہد۔ تو یہاں تین قسم یعنی پانی، دودھ و شراب کا تذکرہ فرما کر اب چوتھی قسم یعنی شہد کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے اور اس سے توحید اور قدرت خداوندی پر استدلال کیا جاتا ہے۔

شہد مہال کی مکھی سے پیدا ہوتا ہے۔ مہال کی مکھی مختلف پھلوں اور پھولوں سے رس چوس کر ہضم کرتی ہے اس کے معدہ میں یہی رس ہضم ہو کر شہد کی شکل میں خارج ہوتا ہے۔ اب ذرا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کرنا چاہئے کہ شہد کے چھتے میں تمہارے لئے شب و روز کس طرح شہد تیار ہوتا رہتا ہے۔ تم دنیا کے سارے پھول اور پھل جمع کر کے چاہو کہ شہد کا ایک قطرہ بنالو تو کبھی نہ بنا سکو گے لیکن ایک چھوٹی سی مکھی بناتی رہتی ہے اور اس نظم وضبط، محنت واستقلال، ترتیب وتناسب، اجتماع واشتراک اور یکسانیت و ہم آہنگی کے ساتھ بناتی رہتی کہ اس کی ہر بات ہماری عقل کو درماندہ کر دینے والی ہے۔ سب سے پہلے قدرت خداوندی نے شہد کی مکھی کو فطری طور پر یہ بات تعلیم کی کہ وہ پہاڑوں میں درختوں میں اونچے مکانوں میں چھتوں میں اور دوسرے بلند مقام میں اپنا گھر بنائے تاکہ زمین سے جو بخارات خارج ہوتے رہتے ہیں وہ شہد کو خراب نہ کر سکیں۔ پھر گھر بھی بنائے تو کس کاریگری اور باریک صنعت اور کیسے خوبصورت اور ہندسی پیمانہ کے موافق کہ کوئی بڑے سے بڑا انجینئر بھی ان کی پیمائش میں فرق ثابت نہیں کر سکتا۔ ساری مکھیاں ایک بڑی مکھی کے ماتحت رہ کر پوری فرمانبرداری کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ ان کے سردار کو یعسوب

کہا جاتا ہے جس کے ساتھ مکھیوں کا جلوس چلتا ہے جب کسی جگہ مکان بناتی ہیں تو سب خانے مسدس کی شکل پر ہوتے ہیں اور بغیر کسی مسطر اور پرکار کے اس قدر صحیح ٹھیک ایک ہی شکل پر تمام خانوں کو رکھتی ہیں کہ آدمی کو حیرت زدہ کر دیتا ہے پھر ان مکھیوں کو ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں سے رس چوسنے کی تعلیم دی گئی۔ غور کا مقام ہے کہ پھل مختلف خاصیت اور مختلف ذائقہ کے ہوتے ہیں کوئی خوشگوار کوئی ناگوار کوئی شیریں کوئی تلخ لیکن شہد کی مکھی خوشگوار پھلوں کا شیریں عرق ہی چوستی ہے اور شہد کا جو رنگ مقرر ہے سفید، سرخ یا زرد اس میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس کے بعد چھتے کے اندر آنے جانے کے جو راستہ مقرر ہیں انہی میں سے داخل ہونے اور نکلنے کا القا ہوا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جو راستہ اندر داخل ہونے کا ہے اس سے مکھی باہر آئے یا نکلنے کے راستہ سے اندر داخل ہو۔ پھر کچھ مکھیاں بطور خادم چھتہ کے دروازوں پر مقرر ہوتی ہیں جو داخل ہونے والی ہر مکھی کو سونگھ کر اندر گھسنے دیتی ہیں۔ اگر کسی گندی چیز پر بیٹھ کر مکھی رس چوس کر آتی ہے تو اس کو مار کر نکال دیتی ہیں اندر داخل ہونے نہیں دیتیں۔ یہ سب کچھ القا فطری ہے۔ ان تمام تیاریوں کے بعد شہد بنتا ہے۔

شہد کی خصوصیات وفضائل

شہد کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ سفید، سرخ، زرد۔ کہتے ہیں کہ رنگوں کا اختلاف موسم، غذا اور مکھی کی عمر کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ نوجوان مکھی سے سفید اور کامل جوان سے زرد اور بوڑھی سے سرخ شہد پیدا ہوتا ہے۔ پھر بہت سی بیماریوں میں یہ شہد خالص یا کسی دوسری دوا میں شامل کر کے دیا جاتا ہے جو باذن اللہ مریضوں کی شفایابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص کو دست آ رہے تھے ان کے بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے شہد پلانے کی رائے دی۔ شہد پینے کے بعد اسہال میں ترقی ہو گئی انہوں نے پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت دست زیادہ آنے لگے تو آپؐ نے فرمایا صدق الله و کذب بطن اخیک (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) پھر شہد پلاؤ۔ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی۔ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ آخر تیسری مرتبہ پلانے سے دست بند ہو گئے اور طبیعت صاف ہو گئی۔

قدرت الٰہی کی نشانی

یہاں جو قرآن میں فرمایا ہے فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے یہ باعتبار بعض امراض کے ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ خاصیت تو اکثر ادویہ میں ہے کہ بعض امراض کے لئے نافع ہے تو پھر شہد کی کیا خصوصیت ہوئی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ مکھی شہد کی ایک زہری جانور ہے چنانچہ اس کے کاٹنے سے سخت تکلیف کا ہونا اس کی ظاہر دلیل ہے پس ایسے زہریلے جسم سے تریاق وشفا کا پیدا کرنا یہ قدرت خداوندی ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ اس کے اندر بڑی نشانی ہے توحید الٰہی اور قدرت خداوندی کی ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں کہ مکھی جیسی بے طاقت اور حقیر چیز کا تمہارے لئے شہد بنانا یہ غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ کی عظمت و خالقیت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ اسی سے لوگ اپنے خدا کے قادر، حکیم، علیم، کریم و رحیم ہونے پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔

فوائد

(۱) ایک یہ کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ عقل و شعور انسانوں کے علاوہ دوسرے جانداروں میں بھی ہے البتہ عقل کے درجات مختلف ہیں۔ انسانوں کی عقل تمام ذی حیات اشیاء کی عقول سے زیادہ کامل ہے اسی وجہ سے وہ احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر جنون کی وجہ سے انسان کی عقل میں

فطوراً جائے تو دوسری مخلوقات کی طرح وہ بھی مکلف نہیں رہتا۔

(۲) شہد کی مکھی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی فضیلت میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ترجمہ ''دوسرے ایذا رساں جانداروں کی طرح مکھیوں کی بھی تمام قسمیں جہنم میں جائیں گی جو وہاں جہنمیوں پر بطور عذاب مسلط کر دی جائیں گی مگر شہد کی مکھی جہنم میں نہیں جائے گی۔(نوادرالاصول بحوالہ قرطبیؒ)

نیز ایک اور حدیث میں آپ نے اس کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔(ابوداؤد)

(۳) فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوا سے مرض کا علاج کرنا جائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بطور انعام ذکر کیا ہے۔ ارشاد خداوندی فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ کہ اس میں بہت سی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔ اس پر بعض اللہ کے اہل یقین اور اہل دل بندے وہ بھی ہیں جن کو شہد کے کسی بھی مرض کے لئے شفاء ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ان کو اپنے رب کے قول کے اس ظاہر ہی پر اس قدر مستحکم یقین اور مضبوط اعتقاد ہے کہ وہ پھوڑے اور آنکھ کا علاج بھی شہد سے کرتے ہیں اور جسم کے دوسرے امراض کا بھی۔ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق روایات میں ہے کہ ان کے بدن پر اگر پھوڑا بھی نکل آتا تو اس پر شہد کا لیپ کر کے علاج کرتے۔ بعض لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو جواب میں فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں جیسا ان بندوں کا اپنے رب کے متعلق اعتقاد اور حسن ظن ہوتا ہے۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔ انا عندظن عبدی بی یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ جو کچھ مجھ سے گمان رکھتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں یعنی اس کے مطابق کر دیتا ہوں۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے اوپر دو شفاؤں کو لازم پکڑو۔ یعنی شہد اور قرآن۔ اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علی الصبح ہر روز تین انگلیاں شہد کی چاٹ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پر اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ہمیں بھی یقین کامل نصیب فرمائیں۔ مگر اس وقت روحانیت کی کمی اور مادیت کی ترقی نے ہمارے ایمان و یقین کو کمزور بنا رکھا ہے اور ایک حکیم و ڈاکٹر کے قول پر جتنا ہمارا اعتماد ہوتا ہے اتنا اللہ اور اس کے ارشاد پر نہیں۔ الا ماشآء اللہ۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنی شب و روز کی نعمتوں پر ہم کو غور و فکر کی توفیق عطا فرما اور اپنی نعمتوں پر حقیقی شکر گزاری کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے کلام کی عظمت و توقیر ہم کو نصیب فرما اور ہمارے دلوں میں اپنے کلام پر یقین کامل نصیب فرما اور ہماری توحید کو مضبوط اور خالص بنا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے اور بعض تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے

عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ

باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے،

فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ

سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس طرح کبھی دینے والے نہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں، کیا پھر بھی

اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾

خدائے تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	خَلَقَكُمْ پیدا کیا تمہیں	ثُمَّ پھر	يَتَوَفّٰىكُمْ وہ موت دیتا ہے تمہیں	وَمِنْكُمْ اور تم میں سے بعض	مَّنْ جو	يُّرَدُّ اِلٰٓى لوٹایا (پہنچایا) جاتا ہے طرف			
اَرْذَلِ الْعُمُرِ ناکارہ۔ ناقص عمر	لِكَيْ تاکہ	لَا يَعْلَمَ وہ بے علم ہو جائے	بَعْدَ بعد	عِلْمٍ علم	شَيْـًٔا کچھ	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	
قَدِيْرٌ قدرت والا	وَاللّٰهُ اور اللہ	فَضَّلَ فضیلت دی	بَعْضَكُمْ تم میں سے بعض	عَلٰي پر	بَعْضٍ بعض	فِي میں	الرِّزْقِ رزق	فَمَا پس نہیں	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	فُضِّلُوْا فضیلت دئے گئے	بِرَاۗدِّيْ لوٹا دینے والے	رِزْقِهِمْ اپنا رزق	عَلٰي پر۔ کو	مَا مَلَكَتْ جو مالک ہوئے	اَيْمَانُهُمْ انکے ہاتھ			
فَهُمْ پس وہ	فِيْهِ اس میں	سَوَاۗءٌ برابر	اَفَبِنِعْمَةِ پس۔ کیا۔ نعمت سے	اللّٰهِ اللہ	يَجْحَدُوْنَ وہ انکار کرتے ہیں				

انسان کے حالات سے توحید وقدرت خداوندی پر استدلال

انسان کو پیدا کرنے موت دینے اور بعض کو بہت بوڑھا ناکارہ بنا دینے کا سارا کام صرف اسی خالق اکبر حق تعالیٰ ہی کا ہے۔ کوئی اس میں اس کا شریک وسہیم نہیں۔ یہ نہیں کہ پیدائش کا دیوتا کوئی اور موت کا کوئی اور زندہ رکھنے کا کوئی اور۔ انسان کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ خود اپنے اندرونی حالات میں غور کرے کہ وہ کچھ نہ تھا۔ خدا نے وجود بخشا۔ پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی واپس لے لی یہ کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی پیرانہ سالی کے ایسے درجہ میں پہنچا دیا کہ ہوش وحواس ٹھکانے نہ رہے۔ نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی۔ بالکل نکما ہو گیا۔ نہ کوئی بات سمجھتا ہے نہ سمجھی ہوئی بات یاد رکھتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم وقدرت اسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے۔ جب اور جس قدر چاہے دے اور جب چاہے واپس کر لے۔ بعض اہل علم نے انسانی عمر کے چار حصہ کئے ہیں۔ پہلا حصہ ۳۳ برس تک کا ہے۔ یہ سن بڑھوتری اور جسمانی ترقی کا ہوتا ہے پھر ۳۳ سے ۴۰ تک دوسرا حصہ یہ وقوف کا سن ہے۔ اس میں نہ ترقی ہوتی ہے نہ تنزل مگر عقل کامل ہو جاتی ہے۔ تیسرا حصہ ۴۰ سے ۶۰ تک کا ہے۔ یہ بڑھاپے کا زمانہ ہے۔ اس میں انحطاط اور قوت کا زوال ہونے لگتا ہے مگر آہستہ آہستہ۔ افعال جسمانی ودماغی سے انسان مجبور نہیں ہوتا۔ چوتھا حصہ ۶۰ سے اوپر کا ہے اور یہی ارذل العمر کہلاتا ہے جس کو یہاں آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس میں انسان کے تمام جسمانی ودماغی قویٰ مختل ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس عمر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اللھم انی اعوذبک من سوء العمر اور ایک روایت میں ہے۔ اللھم انی

اعوذبک من ان اردالیٰ ارذل العمر یعنی یا اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بری عمر سے اور پناہ مانگتا ہوں ارذل العمر سے۔ یعنی پیرانہ سالی کے ایسے انتہائی درجہ میں پہنچنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی جس میں نہ قوت جسمانیہ رہتی ہے نہ قوت عقلیہ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے وہ تمام معلومات بھول کر بالکل بچے کے مانند ہو جاتا ہے۔ جس کو نہ علم و خبر نہ فہم و فراست۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل و کرم سے ایسی ناکارہ کر دینے والی پیرانہ سالی سے ہم کو محفوظ فرمائیں۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے کی یہ حالت نہ ہوگی۔ یا اللہ ہم کو دائمی توفیق تلاوت قرآن کی نصیب فرما اور مرتے دم تک اس کی برکتیں و رحمتیں عطا فرما۔ آمین۔

الغرض انسان کو اپنی پیدائش اور موت اور بڑھاپے پر غور کرنے کو فرمایا گیا کہ اس میں کس طرح خدا کی عظیم الشان قدرت اور بے مثال حکمت نظر آتی ہے۔

معاشی حالات کے تفاوت پر غور کی دعوت

آگے ایک دوسری بات کی طرف متوجہ فرمایا جارہا ہے کہ انسانوں میں کوئی غنی ہے کوئی فقیر اور یہ بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اگر یہ بات عقل و علم پر موقوف ہوتی تو کوئی بدعقل اور جاہل مالدار نہ ہوتا اور عالم و دانا مفلس و فقیر نہ ہوتا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے کسی کو مالدار اور با اقتدار بنایا جس کے ہاتھ تلے بہت سے غلام نوکر چاکر ہیں کسی کو غریب بنایا جس کے سر پر کوئی مالک اور آقا ہوتا ہے۔ تو عام طور پر اس کو اہل کفر گوارا نہیں کرتے کہ اپنی دولت و عزت اور کھانے پہننے میں اپنے غلاموں اور زیردستوں کو برابر کا شریک کرلیں۔ اس لئے یہاں بطور الزام مشرکوں سے فرمایا جاتا ہے کہ جب مالک اور مملوک میں اور آقا اور غلام میں تمہارے نزدیک بھی مساوات ممکن نہیں اور تم خود اس کو گوارا نہیں کرتے تو پھر بھلا اللہ کے زیردست بندوں کو اس کا شریک کس قاعدہ سے قرار دیتے ہو؟ یہ تو اللہ کے احسان کا صریحی انکار ہے کہ روزی تو دے خدا اور اس کے ساتھ برابر کا حق دار سمجھو دوسروں کو گویا یہاں بھی اثبات توحید کے ساتھ شرک کی برائی اور مذمت اور اس کا باطل ہونا سمجھایا گیا۔

اس آیت سے اس حقیقت پر پوری طرح روشنی پڑگئی کہ مال و دولت میں عدم مساوات فطری و طبعی ہے۔ اور تقسیم دولت میں مساوات کا دعویٰ بجائے خود بے بنیاد اور خلاف فطرت ہے یہیں سے سوشلزم اور کمیونزم کا بطلان بھی ہو گیا اور اس کا خلاف فطرت ہونا بھی معلوم ہوا۔

اسلام' سرمایہ داری اور کمیونزم کی افراط و تفریط سے پاک ہے

قرآن حکیم نے ظالمانہ نظام سرمایہ داری اور احمقانہ نظام اشتراکیت کی دونوں انتہاؤں کے درمیان افراط و تفریط سے پاک ایک ایسا نظام بنایا ہے کہ رزق و دولت میں فطری تفاوت کے باوجود کوئی فرد یا جماعت عامہ مخلوق کو اپنا غلام نہ بنا سکے اور مصنوعی گرانی اور قحط میں مبتلا نہ کر سکے۔ سود اور جوئے اور رشوت کو حرام قرار دے کر ناجائز سرمایہ داری کی بنیاد منہدم کر دی پھر ہر مسلمان کے مال میں غریبوں کا حق متعین کر کے شریک کر دیا جو غریبوں پر احسان نہیں بلکہ ادائیگی فرض ہے۔ پھر مرنے کے بعد مرنے والے کی تمام ملکیت کو افراد خاندان میں تقسیم کر کے ارتکاز دولت کا خاتمہ کر دیا۔ قدرتی چشموں' سمندروں اور پہاڑی جنگلوں کی خودرو پیداوار کو تمام خلق خدا کا مشترک سرمایہ قرار دیدیا جس پر کسی فرد یا جماعت کا قبضہ مالکانہ جائز نہیں جبکہ سرداری نظام میں یہ سب چیزیں صرف سرمایہ داروں کی ملکیت قرار دی گئی ہیں۔ خالق کائنات نے جہاں عقلی و جسمانی قوتوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس کے تابع رزق اور مال میں تفاوت قائم فرمایا۔ وہیں معاش کا ایسا نظام محکم بھی قائم فرمایا کہ ایسا نہ ہونے پائے کہ دولت کے خزانوں اور کسب معاش کے مرکزوں پر چند افراد یا کوئی جماعت قبضہ کرلے اور باقی مخلوق کو اپنا معاشی غلام بنانے پر مجبور کرے۔" (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً

اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیبیاں بنائیں اور اُن بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں

وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾

کیا پھر بھی بے بنیاد چیز پر ایمان رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا

اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں گے جو اُن کو نہ آسمان میں سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں اور نہ زمین میں سے

وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور نہ قدرت رکھتی ہیں۔ سو تم اللہ کیلئے مثالیں مت گھڑو، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	جَعَلَ بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ سے	اَنْفُسِكُمْ تم میں سے	اَزْوَاجًا بیویاں	وَّجَعَلَ اور بنایا (پیدا کیا)	
لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ سے	اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویاں	بَنِيْنَ بیٹے	وَحَفَدَةً اور پوتے	وَّرَزَقَكُمْ اور تمہیں عطا کیا	مِّنَ سے	
الطَّيِّبٰتِ پاک چیزیں	اَفَبِالْبَاطِلِ تو کیا باطل کو	يُؤْمِنُوْنَ وہ مانتے ہیں	وَبِنِعْمَتِ اور نعمت	اللّٰهِ اللہ	هُمْ وہ	يَكْفُرُوْنَ انکار کرتے ہیں	
وَيَعْبُدُوْنَ اور پرستش کرتے ہیں	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَا جو	لَا يَمْلِكُ اختیار نہیں	لَهُمْ ان کیلئے	رِزْقًا رزق	مِّنَ سے
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	شَيْئًا کچھ	وَ اور	لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہ وہ قدرت رکھتے ہیں	فَلَا تَضْرِبُوْا پس تم نہ چسپاں کرو		
لِلّٰهِ اللہ کیلئے۔ پر	الْاَمْثَالَ مثالیں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	وَاَنْتُمْ اور تم	لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	

ازواج و اولاد اور پاکیزہ رزق کی نعمت

گزشتہ آیات سے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ ہوتا چلا آ رہا ہے جس سے یہی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جب یہ تمام احسانات کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو پھر کسی دوسرے کو اس کی ربوبیت والوہیت میں شریک کیسے کیا جا سکتا ہے۔ گزشتہ آیات میں انسان کی پیدائش و موت اور تغیرات جسمانی و دماغی، فضیلت معاش اور اس کی حکمت کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ کے ان احسانات و انعامات سے توحید کا اثبات اور شرک کا بطلان فرمایا گیا تھا۔

اب ان آیات میں بعض دوسرے احسانات کو بیان فرمایا جا رہا ہے چنانچہ ایک احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بیویاں عطا کیں۔ تاکہ خانہ داری کا انتظام مال کی حفاظت بچوں کی نگہداشت قلبی انس و سکون حاصل کر سکیں۔ اگر عورت نہ ہوتی تو مرد کا وجود کیسے ہوتا۔ پھر غیر مانوس اور کسی اجنبی نوع کی بیویاں نہیں دیں بلکہ انسانی نوع کی تمہاری ہی شناسا جنس میں سے عطا کیں تاکہ کامل طور پر انس حاصل ہو سکے۔ پھر بیویاں دینے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بیٹے، پوتے اور نواسے بھی دیئے تاکہ آڑے اور ضرورت کے وقت میں تمہارے معین و مددگار ہو سکیں۔ پھر بقائے حیات کے لئے رزق ضروری تھا۔ رزق دو طرح کا ہو سکتا ہے۔ پاک و ناپاک۔ تو خدائے تعالیٰ نے بقائے حیات کے لئے پاک رزق میں سے مخصوص قسم یعنی حلال طیب چیزیں عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہ تمام احسانات ہیں کیا ان کے ہوتے ہوئے دوسروں کو اس کی ربوبیت والوہیت میں شریک کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے غلط بات کا

یقین کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں دیوتا نے ہم کو بیٹا بیٹی یا مال و دولت عطا کیا۔ اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرنا ظلم اور ناحق شناسی نہیں تو اور کیا ہے۔ بھلا ایسی بے بس اور بے کس چیزوں کی قولی اور عملی پرستش کرنا جن میں نہ خود کچھ طاقت ہے نہ دوسرے کو وہ کچھ دے سکتے ہیں حماقت اور باطل پرستی نہیں تو اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

مشرکین کا غلط عقیدہ اور اس کی تردید

مشرکین غیر اللہ کی پرستش اور دیوتاؤں سے منتیں اور مرادیں مانگنے کے ثبوت میں شیطانی قیاس اور طاغوتی وساوس سے کام لیتے اور عوام کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے اپنے مطلب کی ایک مثال گھڑ کر کہا کرتے تھے کہ اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے دنیوی بادشاہ' بادشاہ تک ہر کس و ناکس کی رسائی نہیں ہوتی اور نہ اس سے براہ راست ہر شخص اپنی حاجت طلب کر سکتا ہے۔ اس لئے بادشاہ اپنے نائب اور عمال حکومت مقرر کر دیتا ہے اور بہت کچھ اختیارات ان کو دے دیتا ہے تاکہ عام رعایا ان کی طرف اپنی ضروریات و حاجات کو پورا کرنے کے لئے رجوع کرے اور وہ عطا کردہ اختیارات سے یا تو خود رعایا کی حاجت پوری کر دیں یا بادشاہ تک عرضی پہنچا دیں۔ پھر حاکم کے پیشکاروں کو حاکم کی مرضی میں اور وزیروں کو بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل ہوتا ہے وہ جس کی عرضی چاہتے ہیں منظور کرا دیتے ہیں اس لئے ان کو راضی رکھنا بادشاہ کی رضامندی سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ کی عظمت شان تو دنیا کے تمام بادشاہوں سے بڑھ چڑھ کر ہے پھر ہماری وہاں تک رسائی قطعاً ناممکن ہے۔ ہمارے دیوتا کارخانۂ قدرت کے اہل کار ہیں۔ ان کو خدا نے کافی اختیارات دے رکھے ہیں اور جن باتوں کا ان کو اختیار ہے اس میں سفارش کر سکتے ہیں اور منظور بھی کرا سکتے ہیں کیونکہ بارگاہ خداوندی میں ان کی کامل رسائی ہے اس لئے ان کی خوشنودی حاصل کرنی اور ان کی عبادت کرنی اور ان سے مرادیں مانگنی بہت زیادہ اہم فرض ہے۔ مشرکین کا یہ عقیدہ اور مثال چونکہ بالکل لغو تھا۔ خالق کو مخلوق پر قادر کو مجبور پر' عالم کل کو جاہل پر قیاس کرنا صراحۃً باطل ہے۔ بادشاہ اپنی مجبوری اور کمزوری اور محیط کل علم نہ ہونے کی وجہ سے وزرا اور مصاحبین کا دست نگر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر مطلق اور عالم کل ہے اس کو اس سلسلہ نیابت کی کیا ضرورت ہے۔ مشرکین کے قول کی تردید میں یہ بتلایا جاتا ہے۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دنیوی بادشاہوں کی سی مثال مت گھڑو۔ اس کی مثال ناممکن ہے۔ لہٰذا اللہ کی مشابہت و مماثلت کا خیال بھی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت شان اور بے مثال ہونے کو جانتا ہے تم اس کی حقیقت' واقعی حالت اور حقیقی صفات سے ناواقف ہو۔ لہٰذا ناواقفیت و جہالت کے ہوتے ہوئے تشبیہ و تمثیل دینا ناجائز ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے شرک و کفر سے بچا کر ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی۔

یا اللہ اس دولت ایمان کی ہم کو وقعت اور قدر اور صحیح شکر گزاری کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! آپ نے دنیا کی نعمتیں جس میں بی بی بچے اہل و عیال سبھی شامل ہیں جو ہم کو عطا فرمائی ہیں ان کو آخری اور اپنی رضامندی کے حصول کا ذریعہ بنایئے اور اپنی ہر ظاہری و باطنی نعمت کی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک غلام ہے مملوک کہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دی ہے

فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ یَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

تو وہ اُس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے، کیا اس قسم کے شخص آپس میں برابر ہو سکتے ہیں، ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے لائق ہیں بلکہ ان میں اکثر تو جانتے ہی نہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى

اور اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ دو شخص ہیں جن میں ایک تو گونگا ہے گویا کوئی کام نہیں کرسکتا، اور وہ اپنے مالک پر ایک وبالِ جان ہے

مَوْلٰىهُ ۙ اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ ؕ هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ ۙ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ

وہ اس کو جہاں بھیجتا ہے، کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا، کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو

وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۷۶﴾ ع

اور خود بھی ایک معتدل طریقہ پر ہو۔

ضَرَبَ بیان کیا	اللّٰهُ اللہ	مَثَلًا ایک مثال	عَبْدًا ایک غلام	مَّمْلُوْكًا ملک میں آیا ہوا	لَّا یَقْدِرُ وہ اختیار نہیں رکھتا	عَلٰى پر	شَیْءٍ کسی شے
وَّمَنْ اور جو	رَّزَقْنٰهُ ہم نے اسے رزق دیا	مِنَّا اپنی طرف سے	رِزْقًا رزق	حَسَنًا اچھا	فَهُوَ سو وہ	یُنْفِقُ خرچ کرتا ہے	مِنْهُ اس سے
سِرًّا پوشیدہ	وَّجَهْرًا اور ظاہر	هَلْ کیا	یَسْتَوٗنَ وہ برابر ہیں	اَلْحَمْدُ تمام تعریف	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	بَلْ بلکہ	اَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر
لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَضَرَبَ اور بیان کیا	اللّٰهُ اللہ	مَثَلًا ایک مثال	رَّجُلَیْنِ دو آدمی	اَحَدُهُمَا ان میں سے ایک	اَبْكَمُ گونگا	
لَا یَقْدِرُ وہ اختیار نہیں رکھتا	عَلٰى شَیْءٍ کسی شے پر	وَّهُوَ اور وہ	كَلٌّ بوجھ	عَلٰى پر	مَوْلٰىهُ اپنا آقا	اَیْنَمَا جہاں کہیں	یُوَجِّهْهُّ وہ بھیجے اسکو
لَا یَاْتِ وہ نہ لائے	بِخَیْرٍ کوئی بھلائی	هَلْ کیا	یَسْتَوِیْ برابر	هُوَ وہ۔ یہ	وَمَنْ اور جو	یَاْمُرُ حکم دیتا ہے	بِالْعَدْلِ عدل کے ساتھ
وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	صِرَاطٍ راہ	مُّسْتَقِیْمٍ سیدھی				

اللہ تعالیٰ کے صحیح تعارف کے لئے دو مثالیں

گذشتہ آیات میں شرک کا بطلان فرماتے ہوئے مشرکین سے کہا گیا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی غلط اور مہمل مثالیں مت گھڑو کہ اللہ تعالیٰ کی مثال بادشاہان دنیا کی سی ہے کہ ہر شخص ان سے عرض حاجت نہیں کرسکتا اس لئے اس کے نائب ہوتے ہیں کہ عوام ان سے عرض حاجت کرتے ہیں پھر وہ سلاطین سے عرض کرتے ہیں۔ گویا مشرکین کی یہ دلیل غیر اللہ اور اپنے دیوتاؤں سے مرادیں مانگنے اور حاجتیں طلب کرنے میں جس کا رد گذشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا اور مشرکین کو تنبیہ کی گئی تھی کہ تم نہیں جانتے کہ خدا کے لئے کس طرح کی مثال پیش کرنی چاہئے جو اصل حقیقت اور صحیح مطلب کو سمجھانے والی ہو۔ اگر صحیح مثال چاہو تو غور سے سنو اور تمثیل کی غرض کو سمجھو چنانچہ ان آیات میں دو مثالیں یہاں بیان فرمائی جاتی ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ

کے آگے تمام مخلوق عاجز اور بے بس ہے اور اس کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کر سکتا۔

پہلی مثال: فرض کرو دو شخص ہیں۔ ایک شخص وہ ہے جو آزاد نہیں غلام ہے اور مملوک ہے کسی طرح کی قدرت اور اختیار نہیں رکھتا ہر ایک تصرف میں مالک کی اجازت کا محتاج ہے۔ بغیر اجازت مالک کچھ نہیں کر سکتا۔ دوسرا شخص وہ ہے جو آزاد ہے۔ خود مختار ہے اور جسے خدا نے مقدرت اور روزی بھی بہت کچھ عنایت فرمائی ہے۔ جس میں سے دن رات جس طرح چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ اور نہ کوئی اس سے باز پرس کرنے والا ہے کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا۔ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں شخص قدرت اور اختیار میں برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے۔ سب تعریفیں اور خوبیاں اس کے خزانہ میں ہیں جس کو جو چاہے دے کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں۔ ذرہ ذرہ پر بھی اختیار اور کامل قبضہ رکھتا ہے تو یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ ایک پتھر کے بت کو جو کسی چیز کا مالک نہیں اس کے برابر کر دیا جائے جو ہر چیز کا مالک ہے اس مثال کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ یہ اتنی کھلی ہوئی اور بدیہی توضیح ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر اس وضاحت کے باوجود اکثر مشرکین اس قدر جاہل واقع ہوئے ہیں کہ اکثر کو اس نمایاں فرق کا بھی پتہ نہیں۔

دوسری مثال: فرض کرو دو شخص ہیں ایک گونگا ہے تو لازمی طور پر بہرا بھی ہوگا گویا نہ اپنی کہہ سکے نہ دوسرے کی سن سکے۔ پھر نکما بھی ہے۔ جس کام کو بھیجو بگاڑ کر آتا ہے۔ کوئی کام ٹھیک کر ہی نہیں سکتا۔ دوسرا شخص وہ ہے جو دانشمند، سمجھدار اور ہوشیار ہے۔ خود بھی سیدھی چال چلتا ہے دوسروں کو بھی صحیح اعتدال کی راہ چلنے کا مشورہ دیتا ہے۔ ان دونوں میں مساوات کس طرح ہو سکتی ہے؟ جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے تو ایک خود تراشیدہ پتھر کی مورتی کو (العیاذ باللہ) خدائی کا درجہ کیونکر دیا جا سکتا ہے۔

یہاں مشرکین کو یہ بتلایا گیا کہ اگر مثالوں ہی سے بات سمجھنی ہے تو اللہ تعالیٰ صحیح مثالوں سے تم کو حقیقت سمجھاتا ہے تم جو مثالیں دے رہے ہو وہ غلط ہیں اس لئے تم ان سے غلط نتیجے نکال بیٹھتے ہو۔ تو در پردہ یہاں اس بات کی طرف ایماء ہے کہ کفار و مشرکین جن معبودوں کو پکارتے ہیں اور ان پر بھینٹ چڑھاتے ہیں اور نذر و نیاز مانتے ہیں اور بعض چیزوں کا ان کو مختار جانتے ہیں یہ بالکل لغو اور بے بنیاد عقیدہ ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی اور کفر و شرک کی گندگی سے بچایا۔

یا اللہ ہم کو حق پر قائم رہنے اور باطل سے بچنے کی تا زندگی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ایمان و اسلام پر تا زیست زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ

اور آسمانوں اور زمین کی (تمام) پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں، اور قیامت کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی

اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

جلدی، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ

کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اور اس نے تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تاکہ تم شکر کرو۔ کیا لوگوں نے

يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمانوں کے (تلے) فضا میں مسخر ہو رہے ہیں، ان کو کوئی نہیں تھامتا بجز اللہ کے، اس میں ایمان والے لوگوں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾

کے لئے چند دلیلیں ہیں۔

وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	غَيْبُ پوشیدہ باتیں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا اور نہیں	اَمْرُ السَّاعَةِ کام (آنا) قیامت			
اِلَّا مگر	كَلَمْحِ الْبَصَرِ جیسے جھپکنا آنکھ	اَوْ یا	هُوَ وہ	اَقْرَبُ اس سے بھی قریب	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ ہر
شَيْءٍ شے	قَدِيْرٌ قدرت والا	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَخْرَجَكُمْ تمہیں نکالا	مِنْ سے	بُطُوْنِ پیٹ	اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری مائیں		
لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہ جانتے تھے	شَيْئًا کچھ بھی	وَجَعَلَ اور اس نے بنایا	لَكُمُ تمہارے لئے	السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں			
وَالْاَفْئِدَةَ اور دل	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ تم شکر ادا کرو	اَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا	اِلَى طرف	الطَّيْرِ پرندہ			
مُسَخَّرٰتٍ حکم کے پابند	فِيْ میں	جَوِّ السَّمَآءِ آسمان کی فضا	مَا نہیں	يُمْسِكُهُنَّ تھامتا انہیں	اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ	اِنَّ بیشک		
	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں			

الوہیت کی خصوصیات

ان آیات میں الوہیت باری تعالیٰ کی بعض خصوصیات بیان فرمائی جاتی ہیں ایک خصوصیت کمال علم کی بیان فرمائی گئی کہ اللہ ہی کو ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کی واقفیت مخلوق کو نہیں۔ یعنی آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتیں جو کسی کو معلوم نہیں باعتبار علم کے اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ پس صفت علم میں وہ کامل ہیں اور منجملہ غیبی چیزوں کے قیامت بھی ہے یعنی تمام انسانوں کا دوبارہ زندہ ہو کر جمع ہونا۔ تو قیامت کب ہوگی اور کیسے ہوگی؟ اس کا علم خدا ہی کو ہے ہاں اتنی بات بتا دی گئی کہ قیامت جلد آئے گی تو یہاں کمال علم اور کمال قدرت کا اظہار منظور ہے کہ نہ صرف حق تعالیٰ کو اس کا علم ہے کہ قیامت کب آوے گی بلکہ وہ ان کے قبضہ قدرت میں بھی ہے

کہ جب قیامت کا مقرر وقت آ جائے گا تو پھر اس کے واقع ہونے میں اتنی دیر بھی نہ لگے گی جتنی پلک جھپکنے میں لگتی ہے۔اور پھر حق تعالیٰ کا ارادہ ہوتے ہی چشم زدن میں ساری دنیا دوبارہ موجود ہو جائے گی۔تو گویا علم غیب اور قدرت کا کمال دونوں اللہ تعالیٰ کی خصوصیات ہیں۔مشرکین کے باطل معبود نہ تو علم رکھتے ہیں نہ قدرت اس لئے ان کو استحقاق الوہیت نہیں۔

قدرت الٰہیہ کے چند دلائل

آگے منجملہ دلائل قدرت کے یہ بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو وقت پیدائش تم بالکل جاہل تھے۔نہ کچھ جانتے تھے اور نہ کچھ سمجھتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے تم کو علم کے ذرائع عطا کئے۔کان سننے کے لئے، آنکھیں دیکھنے کے لئے اور دل سمجھنے کے لئے دیئے تاکہ تم اس کی اس امتیازی بخشش کا شکر ادا کرو۔اگر انسان کے آنکھ کان اور عقل نہ ہو تو ساری ترقیات کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔جوں جوں بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی علمی اور عملی قوتیں بتدریج بڑھتی جاتی ہیں۔اس کی شکر گزاری تو یہ تھی کہ ان قوتوں کو مولیٰ کی اطاعت میں خرچ کرتے اور حق شناسی میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے نہ یہ کہ بجائے احسان ماننے کے الٹے بغاوت پر کمر بستہ ہو جائیں اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر اینٹ و پتھروں کی پرستش کرنے لگیں۔پھر دیکھنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ پرندے ایسے ہی گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنے ہوئے ہیں جیسے انسان اور دوسرے چرندے و درندے بنے ہوئے ہیں۔ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ دیگر حیوانوں کی طرح یہ بھی زمین سے اوپر نہ اڑ سکتے اور جسم ثقیل کی وجہ سے نیچے گر پڑتے مگر یہ خدا کی قدرت ہے کہ پرندے وسط ہوا میں معلق اڑتے پھرتے ہیں قدرت نے ان کے پر بازو اور دم وغیرہ کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ نہایت آسانی سے آسمانی فضا میں اڑتے رہتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ ان کا جسم ثقیل نیچے آ پڑے یا زمین کی عظیم الشان کشش انہیں اپنی طرف کھینچ لے اور اڑان سے روک دے۔کیا خدا کے سوا کسی اور کا ہاتھ ہے جس نے ان کو بے تکلف فضائے آسمانی میں روک رکھا ہے۔اہل بصیرت کے لئے اس میں اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں موجود ہیں۔یوں تو ہر شخص پرندوں کو اڑتا دیکھتا ہے مگر جن لوگوں کو نور فطرت نصیب ہوا ہے۔وہ مادیات سے بالاتر مسبب الاسباب کو دیکھ کر ذات وصفات میں اللہ تعالیٰ کو واحد بے ہمتا یقین کرتے ہیں۔

یہاں نہایت لطیف پیرایہ میں ضمناً پرند پرستی کی بھی تردید آ گئی۔مشرک قوموں نے پرندوں تک کو بغیر معبود بنائے نہیں چھوڑا۔باز، شکرا، الو، مور اور بہت سے پرندوں کی پرستش ہو چکی ہے۔اور نیل کنٹھ کا تقدس تو اب بھی ہندوستان میں دیکھا جا سکتا ہے۔تو یہاں یہ تنبیہ ہوئی کہ یہ پرند غریب معبود ہونے کی صلاحیت تو کیا رکھتے اپنے کو ہوا میں سنبھال بھی نہیں سکتے۔بغیر حکم خداوندی کے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسانی جامہ پہنا کر پیدا فرمایا۔اور پھر اسلام و توحید کی دولت ہم کو عطا فرمائی۔اور کفر و شرک کی نجاست سے ہم کو بچایا۔

یا اللہ! ہم کو وہ دل و دماغ عطا فرما کہ جو ہم ہر چیز میں آپ کی قدرت کی نشانی و دلیل دیکھیں جس سے ہم کو آپ کی معرفت نصیب ہو۔یا اللہ اپنی ہر ظاہری و باطنی نعمت کی ہم کو شکر گزاری کی توفیق عطا فرما اور ہر نعمت کا حق بجالانے کی سعادت نصیب فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے

تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ

جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام کے دن ہلکا پاتے ہو، اور اُن کی اُون اور اُن کے رُوؤں اور اُن کے بالوں سے گھر کا سامان

اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝۸۰ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ

اور فائدہ کی چیزیں ایک مدت کے لئے بنائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنی بعض مخلوقات کے سائے بنائے اور تمہارے لئے پہاڑوں میں

اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ

پناہ کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں اور ایسے کرتے بنائے جو تمہاری لڑائی سے تمہاری حفاظت کریں

يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝۸۱ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۸۲

اللہ تعالیٰ تم پر اسی طرح اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم فرمانبردار رہو۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۳ ع

وہ لوگ خدا کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کے منکر ہوتے ہیں اور زیادہ ان میں ناسپاس ہیں۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	جَعَلَ بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْ سے	بُيُوْتِكُمْ تمہارے گھروں	سَكَنًا سکونت کی جگہ	وَجَعَلَ اور بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے
مِنْ جُلُوْدِ کھالوں سے	الْاَنْعَامِ چوپائے	بُيُوْتًا گھر	تَسْتَخِفُّوْنَهَا تم ہلکا پاتے ہو انہیں	يَوْمَ ظَعْنِكُمْ اپنے کوچ کے دن	وَيَوْمَ اور دن		
اِقَامَتِكُمْ اپنا قیام	وَمِنْ اور سے	اَصْوَافِهَا اس کی اُون	وَ اور	اَوْبَارِهَا ان کی پشم	وَاَشْعَارِهَا اور ان کے بال	اَثَاثًا سامان	
وَمَتَاعًا اور برتنے کی چیزیں	اِلٰى تک	حِيْنٍ ایک وقت	وَاللّٰهُ اور اللہ	جَعَلَ بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِمَّا اس سے جو	خَلَقَ اس نے پیدا کیا
ظِلٰلًا سائے	وَجَعَلَ اور بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ سے	الْجِبَالِ پہاڑوں	اَكْنَانًا پناہ گاہیں	وَجَعَلَ اور بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے
سَرَابِيْلَ کرتے	تَقِيْكُمُ بچاتے ہیں تمہیں	الْحَرَّ گرمی	وَسَرَابِيْلَ اور کرتے	تَقِيْكُمْ بچاتے ہیں تمہیں	بَاْسَكُمْ تمہاری لڑائی		
كَذٰلِكَ اسی طرح	يُتِمُّ وہ مکمل کرتا ہے	نِعْمَتَهٗ اپنی نعمت	عَلَيْكُمْ تم پر	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تُسْلِمُوْنَ فرمانبردار بنو	فَاِنْ پھر اگر	
تَوَلَّوْا وہ پھر جائیں	فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں	عَلَيْكَ تم پر	الْبَلٰغُ پہنچادینا	الْمُبِيْنُ کھول کر (صاف صاف)	يَعْرِفُوْنَ وہ پہچانتے ہیں		
نِعْمَتَ نعمت	اللّٰهِ اللہ	ثُمَّ پھر	يُنْكِرُوْنَهَا منکر ہوجاتے ہیں اسکے	وَاَكْثَرُهُمُ اور اُن کے اکثر	الْكٰفِرُوْنَ کافر۔ ناشکرے		

اللہ تعالیٰ نے گھروں کا سکون عطا کیا

گذشتہ آیات میں منجملہ دلائل قدرت کے انسان کی پیدائش کا حال بتلایا گیا تھا کہ تم ماں کے پیٹ سے اس حال میں پیدا ہوئے تھے کہ نہ کچھ جانتے تھے اور نہ کچھ سمجھتے تھے۔ پھر اللہ نے ذریعہ علم یعنی آنکھ کان دل و دماغ عطا کئے اور نہ فقط علم و یقین کے ذرائع عطا

کئے بلکہ مادی زندگی کو باقی رکھنے اور آسائش کے ساتھ گزارنے کے اسباب بھی فراہم کر دیئے۔ چنانچہ ان آیات میں ایسے ہی متعدد انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

سب سے پہلے یہ بتلایا گیا کہ اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ یعنی تمہارے رہنے سہنے آرام و راحت حاصل کرنے کے لئے تمہیں مکانات دے رکھے ہیں۔ اس میں اینٹ، پتھر مٹی چونے اور لکڑی کے گھر جو بیشتر انسانی آبادی کے مسکن ہیں سب آ گئے جو انسان کے لئے راحت قلب اور سکون خاطر کا کتنا بڑا ذریعہ اور سبب ہیں۔ اس کی قدر کوئی اس غریب سے پوچھے جو بیچارہ بے گھر ہو اور اپنا چھوٹا بڑا کوئی مکان نہ رکھتا ہو۔ چونکہ بچپن سے ہر شخص اپنی حیثیت و بساط کے لائق چھوٹے بڑے مکان ہی میں رہتا ہے اس لئے اس کا اندازہ ہی نہیں ہونے پاتا کہ مکان کتنی بڑی نعمت ہے۔ بہرحال قرآن کریم نے اسے وجہ سکون اور مایہ تسکین فرمایا اور یہ انسان کی حالت حضر کا ذکر ہوا اس کے بعد خیموں کی سفری زندگی کا بیان فرمایا کہ اینٹ پتھر کے مکانوں کو کہیں منتقل نہیں کر سکتے اس لئے جانوروں کی کھالوں کے ڈیرے خیمہ بنانے سکھا دیئے جو بسہولت منتقل کئے جا سکتے ہیں۔ سفر و حضر میں جہاں چاہو نصب کر لو اور جب چاہو لپیٹ کر رکھ دو۔ عرب اہل بادیہ تو نسلاً بعد نسلاً ڈیرہ خیموں ہی میں زندگی بسر کرتے تھے اس لئے اس کا ان کے لئے نعمت ہونا مثل مکان ہی کے تھا۔ اس کے علاوہ بھیڑ بکریوں کے بال اور اون اور اونٹوں کے روؤں سے بہت سے گھر کے سامان تیار کئے جاتے ہیں جو ایک وقت معین یا مدت دراز تک کام دیتے ہیں اس میں کمبل، دھسے، شال، دوشالیں، تھیلے، مشکیزے اور دیگر گھریلو سامان سب آ گیا۔ اگر خدا تعالیٰ آنکھ، کان اور ترقی کرنے والا دل و دماغ نہ دیتا تو کیا یہ سامان میسر آ سکتے تھے۔

ٹھنڈے سائے اور پانی عطا کئے

پھر ایک دوسری نعمت کا ذکر فرمایا کہ جو عرب جیسے گرم ملک کے لئے خاص نعمت ہے۔ یعنی بہت سی چیزوں کے گھیرے سایہ بنائے مثلاً درخت، مکان، پہاڑ، بادل وغیرہ کا سایہ قانون قدرت کے موافق زمین پر پڑتا ہے جس میں مخلوق آرام پاتی ہے اور ٹھنڈ میں بیٹھنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پھر پہاڑوں میں پناہ لینے اور چھپنے کی جگہ بنائیں۔ مثلاً غار کہ سردی گرمی سے بارش سے دشمن سے جنگلی جانوروں سے سب ہی سے پناہ کا کام دیتے ہیں پھر گرمی سے بچاؤ کے لئے تمہیں کرتے بنانے سکھائے جن کو پہن کر دھوپ کی تپش سے اپنے بدن کو محفوظ رکھتے ہو۔ پھر لوہے کے حلقوں کو جوڑ کر ایک اور قسم کے کرتے بنانے سکھائے جنہیں زرہ کہتے ہیں وہ لڑائی کے وقت تمہارے بدن کو زخمی ہونے سے بچاتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی مختلف نعمتوں ہی کی تفصیل ہو رہی ہے کہ دیکھو کس طرح تمہاری ہر قسم کی ضروریات کا اپنے فضل سے انتظام فرمایا اور کیسی علمی اور عملی قوتیں مرحمت فرمائیں۔ جن سے کام لے کر انسان عجیب و غریب تصرفات کرتا رہتا ہے۔ تو کم از کم ان نعمتوں ہی کے اعتراف میں تم فرمانبردار بنو اور اس کے احسانات کے آگے گردنیں جھکا دو اور اس منعم حقیقی اور محسن اعظم کے مطیع و فرمانبردار ہو کر رہو۔

احسان فراموشوں کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے

• آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اس قدر احسانات سن کر بھی خدا کے سامنے نہ جھکیں تو آپ کچھ غم نہ کھایئے۔ آپ اپنا فرض ادا کر چکے کھول کھول کر تمام ضروری باتیں سنا دی گئیں آگے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔

بے شک بعض بندے شکر گزار بھی ہیں لیکن اکثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھنے اور اس کے احسانات کو سمجھتے ہیں مگر جب شکر گزاری اور اظہار اطاعت کا وقت آتا ہے تو سب بھول جاتے ہیں اور اپنی عملی زندگی میں اللہ منعم حقیقی کی طرف سے انجان بن کر غیر اللہ کے ساتھ معاملہ اللہ کا سا کرنے لگتے ہیں۔

گھر بنانے کا فلسفہ و مقصد

ان آیات کے تحت حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہاں آیات میں پہلا ہی جملہ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا فرمایا یعنی اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ اس میں حق تعالیٰ نے انسان کے بیت یعنی گھر کو سکن فرما کر گھر بنانے کا فلسفہ اور حکمت واضح فرما دی کہ اس کا اصل مقصد جسم اور قلب کا سکون ہے۔ عادتاً انسان کا کسب وعمل گھر سے باہر ہوتا ہے اس کے گھر کا اصلی منشا یہ ہے کہ جب حرکت عمل سے تھک جائے تو اس میں جا کر آرام کرے اور سکون حاصل کرے اگرچہ بعض اوقات انسان اپنے گھر میں بھی حرکت وعمل میں مشغول رہتا ہے مگر یہ عادتاً کم ہے اس کے علاوہ سکون اصل میں قلب ودماغ کا سکون ہے وہ انسان کو اپنے گھر میں ہی حاصل ہوتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انسان کے مکان کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ اس میں سکون ملے۔ آج کی دنیا میں تعمیرات مکان کا سلسلہ اپنے عروج پر ہے اور ان میں ظاہری ٹیپ ٹاپ میں بہت کچھ خرچ بھی کیا جاتا ہے لیکن ان میں ایسے مکانات بہت کم ہیں جن میں قلب اور جسم کا سکون حاصل ہو۔ بعض اوقات تو مصنوعی تکلفات خود ہی آرام وسکون کو برباد کر دیتے ہیں اور وہ بھی نہ ہو تو گھر میں جن لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے وہ اس سکون کو ختم کر دیتے ہیں۔ ایسے عالی شان مکانات سے وہ کچا مکان اور جھونپڑا اچھا ہے جس کے رہنے والے کو قلب وجسم کو سکون حاصل رہا ہو۔ قرآن کریم ہر چیز کی روح اور اصل کو بیان کرتا ہے۔ انسان کے گھر کا اصل مقصد اور سب سے بڑی غرض وغایت سکون کو قرار دیا۔ اسی طرح ازدواجی زندگی کا اصل مقصد بھی سکون قرار دیا۔ لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا فرمایا۔ جس ازدواجی زندگی سے یہ مقصد حاصل نہ ہو وہ اس کے لئے فائدے سے محروم ہے۔ آج کی دنیا میں رسمی اور غیر رسمی تکلفات اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی حد نہیں رہی اور مغربی تمدن ومعاشرت نے مکانوں میں ظاہری زیب وزینت کے سارے سامان جمع کر دیئے مگر سکون قلب وجسم سے قطعاً محروم کر ڈالا۔ (از معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ)

خلاصۂ مقصود

الغرض یہاں بھی ان نعمتوں کے ذکر سے مقصود یہی نکلا کہ یہ تمام نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں ان کو دیکھ کر انسان کو چاہئے کہ اس منعم حقیقی کے سامنے جھک جائے اور جس خدا نے اس کی حفاظت اور آرام وآرائش کے لئے سروسامان مہیا فرمایا ہے اس کے سامنے سر نیاز رکھ دے۔ اسکی توحید الوہیت اور ربوبیت کو قبول کرے اور اسی کی طاعت وبندگی کو اختیار کرے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی دینی ودنیاوی نعمتوں کا ہم کو وہ احساس عطا فرمائیں کہ جو ہم کو مولائے کریم کی نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ! ہم کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور اسی حالت پر موت نصیب فرمایئے۔ یا اللہ! ہماری غفلت کو دور فرما دے اور ہمارے دلوں کو نور بصیرت عطا فرما دے تاکہ ہم آپ کو منعم حقیقی جان کر ہمہ وقت آپ کی رضامندی کے جویاں رہیں اور آپ کی ناراضگی سے بچتے رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ قائم کریں گے پھر اُن کافروں کو اجازت نہ دی جائے گی اور نہ اُن کو حق تعالیٰ کے راضی کرنے کی

يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾

فرمائش کی جائے گی۔اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو وہ عذاب نہ اُن سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ کچھ مہلت دیئے جائیں گے۔

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ

اور جب وہ مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار وہ ہمارے شریک یہی ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم اُن کی پوجا کرتے ہیں

دُونِكَ ۚ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ

سو وہ ان کی طرف کلام کو متوجہ کریں گے کہ تم جھوٹے ہو۔اور یہ لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ

اور جو کچھ افترا پردازیاں کرتے تھے وہ سب گم ہو جاویں گے۔جو لوگ کفر کرتے تھے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے اُن کے لئے ہم ایک سزا پر

عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾

دوسری سزا بمقابلہ اُن کے فساد کے بڑھادیں گے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	نَبْعَثُ ہم اٹھائیں گے	مِنْ سے	كُلِّ ہر	أُمَّةٍ امت	شَهِيدًا ایک گواہ	ثُمَّ پھر	لَا يُؤْذَنُ نہ اجازت دی جائیگی
لِلَّذِينَ وہ لوگ	كَفَرُوا انہوں نے کفر کیا	وَ اور	لَا هُمْ نہ وہ	يُسْتَعْتَبُونَ عذر قبول کئے جائیں گے	وَإِذَا اور جب	رَأَى دیکھیں گے	
الَّذِينَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوا انہوں نے ظلم کیا	الْعَذَابَ عذاب	فَلَا يُخَفَّفُ پھر نہ ہلکا کیا جائے گا	عَنْهُمْ اُن سے	وَلَا اور نہ		
هُمْ وہ	يُنْظَرُونَ مہلت دی جائے گی	وَإِذَا اور جب	رَأَى دیکھیں گے	الَّذِينَ وہ لوگ جو	أَشْرَكُوا انہوں نے شرک کیا	شُرَكَاءَهُمْ اپنے شریک	
قَالُوا وہ کہیں گے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	هَٰؤُلَاءِ یہ ہیں	شُرَكَاؤُنَا ہمارے شریک	الَّذِينَ وہ جو کہ	كُنَّا نَدْعُوا ہم پکارتے ہیں	مِنْ دُونِكَ تیرے سوا	
فَأَلْقَوْا پھر وہ ڈالیں گے	إِلَيْهِمُ ان کی طرف	الْقَوْلَ قول	إِنَّكُمْ بیشک تم	لَكَاذِبُونَ البتہ تم جھوٹے	وَأَلْقَوْا اور وہ ڈالیں گے	إِلَى طرف	
اللَّهِ اللہ	يَوْمَئِذٍ اُس دن	السَّلَمَ عاجزی	وَضَلَّ اور گم ہو جائے گا	عَنْهُمْ اُن سے	مَا جو	كَانُوا يَفْتَرُونَ افترا کرتے (جھوٹ گھڑتے تھے)	
الَّذِينَ وہ لوگ جو	كَفَرُوا انہوں نے کفر کیا	وَصَدُّوا اور روکا	عَنْ سے	سَبِيلِ راہ	اللَّهِ اللہ	زِدْنَاهُمْ ہم بڑھادیں گے	عَذَابًا عذاب
فَوْقَ پر	الْعَذَابِ عذاب	بِمَا کیونکہ	كَانُوا يُفْسِدُونَ وہ فساد کرتے تھے				

کفرو ناشکری کا انجام

گذشتہ آیات میں مختلف احسانات وانعامات کا تذکرہ کرکے توحید کی طرف مائل اور شکرگزاری اور فرمانبرداری پر آمادہ کیا۔اب اخیر میں تنبیہ ووعید ترہیب وتوبیخ کا رنگ اختیار کرکے اتمام تبلیغ فرماتا ہے اور کفرو ناشکری کا انجام بتلایا جاتا ہے تاکہ جو دلائل قدرت سے یا انعامات و

احسانات سننے کے بعد بھی توحید ورسالت کے اقرار پر مائل نہ ہو سکے وہ انجام اور سزا کو سن کر شاید مائل باقرار توحید ہو جاویں۔ چنانچہ ان آیات میں کفار و مشرکین کو سنایا جاتا ہے کہ یاد رکھو وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی امتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہوں گی اور ہر امت کا نبی یا جانشین نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا تا کہ اپنی امت کے نیک و بد اور مطیع اور عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیسا معاملہ حق کے پیغام اور پیغامبر کے ساتھ کیا ہے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں کہ کوئی شہادت پیش کرے مگر چونکہ اتمام حجت مقصود ہوگا اس لئے انبیاء اور ان کے خلفاء کی شہادت پیش فرمائے گا۔ انبیاء کہیں گے کہ ہم نے تیرا حکم پہنچا دیا مگر انہوں نے نہ مانا اور شرک و معصیت میں بتلا رہے۔ اس وقت منکروں کو اجازت نہ ہوگی کہ کچھ لب کشائی کر سکیں یا اب بعد از وقت توبہ کر کے سزا سے چھوٹ جائیں اور لب کشائی کا ہے میں کریں گے درآنحالیکہ انہیں اپنے مجرم ہونے اور کسی قسم کی معذرت نہ چل سکنے کا پورا انکشاف ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی سمجھ لیں گے کہ یہ دار جزا ہے دار عمل نہیں جو اب توبہ کر کے خطائیں معاف کرالیں۔ جب میدان حشر میں لے جا کر کھڑے کئے جائیں گے اور عذاب الٰہی سامنے نمودار ہوگا اس وقت مایوس ہو کر درخواستیں کریں گے اور کچھ مہلت کے طالب ہوں گے تا کہ نیکی کر کے رہائی پا سکیں اور بدرجہ مجبوری تخفیف عذاب کے آرزو مند ہوں گے مگر دونوں میں سے ایک خواہش بھی پوری نہ کی جائے گی اور جہنم آموجود ہوگی جو ستر ہزار لگاموں والی ہوگی اور جس کی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتہ متعین ہوں گے اس میں ایک گردن نکلے گی جو اس طرح پھن پھیلائے گی کہ تمام اہل محشر خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ اس وقت جہنم اپنی زبان سے باواز بلند اعلان کرے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں جس نے خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا ہو اور ایسے ایسے کام کئے ہوں چنانچہ وہ کئی قسم کے گنہ گاروں کا ذکر کرے گی جیسے کہ حدیث میں ہے پھر وہ ان تمام لوگوں کو لپٹ جائے گی اور میدان حشر میں سے مجرمین کو اس طرح اچک لے گی جیسے پرند دانہ چگتا ہے۔

جھوٹے معبود کچھ کام نہ آئیں گے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں شرک کیا تھا اور جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے اور جن کو اللہ کی الوہیت و ربوبیت میں شریک بنا رکھا تھا ان کو سامنے دیکھ کر کہیں گے کہ پروردگار اصل گمراہ کرنے والے یہ ہیں۔ تجھے چھوڑ کر ہم ان کو پکارتے تھے ہم تو ان کی بدولت مارے گئے۔ اس سے مشرکین کا شاید یہ مطلب ہو کہ ہم بذات خود بے قصور ہیں۔ اس پر ان کے وہ معبود مشرکین کو صاف جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو جو ہم کو خدا کا شریک ٹھہرالیا۔ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو۔ فی الحقیقت تم اپنے اوہام و خیالات کو پوجتے تھے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہ تھی۔ غرض جن کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا سب اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اور ان مشرکین کی ساری طمطراق اور افتراء پردازیاں جو دنیا میں اس وقت کر رہے تھے اس وقت غائب ہو جائیں گی۔ سب عاجز اور مقہور ہو کر خدا کے سامنے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کریں گے۔ یہ تو ان لوگوں کی حالت کا تذکرہ تھا جو خود گمراہ اور مشرک تھے۔ لیکن وہ لوگ جو گمراہ بھی تھے اور گمراہ کن بھی خود بھی کافر تھے اور دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے تھے اور کفر پر آمادہ کرتے تھے ایسے لوگوں کو دوگنی سزا ملے گی ایک تو گمراہ ہونے کی دوسرے گمراہ کرنے کی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اہل جنت کے منازل و مدارج میں فرق ہوگا اسی طرح جہنمیوں کو عذاب میں بھی فرق ہوگا۔ سب کافروں کو ایک ہی طرح کا عذاب نہ ہوگا۔ کسی کا عذاب سخت کسی کا زیادہ سخت اور کسی کا سخت ترین۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا

اور جس دن ہم ہر ہر امت میں ایک ایک گواہ جو اُن ہی میں کا ہوگا اُن کے مقابلہ میں قائم کریں گے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو

عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً

گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر قرآن اُتارا ہے کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت

وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾

اور خوشخبری سنانے والا ہے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	نَبْعَثُ ہم اٹھائیں گے	فِي میں	كُلِّ أُمَّةٍ ہر امت	شَهِيدًا ایک گواہ	عَلَيْهِمْ ان پر	مِنْ أَنفُسِهِمْ ان ہی میں سے
وَجِئْنَا اور ہم لائیں گے	بِكَ آپ کو	شَهِيدًا گواہ	عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ان سب پر	وَنَزَّلْنَا اور ہم نے نازل کی	عَلَيْكَ آپ پر	الْكِتَابَ الکتاب
تِبْيَانًا (مفصل) بیان	لِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا	وَهُدًى اور ہدایت	وَرَحْمَةً اور رحمت	وَبُشْرَىٰ اور خوشخبری	لِلْمُسْلِمِينَ مسلمانوں کیلئے	

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کی شہادت

گذشتہ آیات میں قیامت کے دن میں کفار و مشرکین کو عذاب کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ ہر امت کا نبی گواہ کھڑا کیا جائے گا جو اپنی امت پر شہادت دے گا۔ اب آگے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جب ہر امت کا نبی اور جانشین اپنی امت کے کافروں کے کفر پر شہادت دے گا اور اپنے فریضہ تبلیغ کو ادا کرنے کا اظہار کرے گا تو کافر منکر ہو جائیں گے اور کہیں گے یہ غلط کہتے ہیں۔ ہم کو انہوں نے خدا کا حکم نہیں پہنچایا۔ اس وقت رسول مقبول اشرف الانبیاء والمرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کی تصدیق اور کافروں کی تکذیب فرمائیں گے۔ دوسری آیت میں اس طرح آیا ہے کہ انبیاء کی تصدیق امت محمدیہ کے نیک آدمی کریں گے کیونکہ قرآن پاک کی صراحت سے ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ مختلف انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو دعوت توحید دی تھی اور تبلیغ دین کی تھی اور پھر امت محمدیہ کی تصدیق خود حضور اقدس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بہ نفس نفیس فرمائیں گے۔ بعض مفسرین نے وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔ اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جیسے ہر ایک پیغمبر اپنی امت کے معاملات کے متعلق بارگاہ احدیت میں بیان دے گا اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کی حالت پر بیان دیں گے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ اعمال خیر دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

مرزا بیدل کا واقعہ

اس موقع پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت جو آپ نے اپنے ایک وعظ میں بیان فرمائی تھی وہ نقل کی جاتی ہے۔ یہ حکایت حضرت اقدسؒ نے اپنے وعظ آداب التبلیغ میں اس طرح بیان فرمائی تھی۔ ''شاید آپ سوچتے ہوں گے کہ ہمارے گناہوں سے کس کو آزار پہنچتا ہے۔ تو آپ

ایک حکایت سے اس کا اندازہ کر لیجئے۔ مرزا بیدل شاعر دہلوی کی حکایت ہے کہ ان کے اشعار تصوف کا رنگ لئے ہوئے تھے۔ کسی ایرانی نے ان کے اشعار کو دیکھ کر پسند کیا اور ان کو بزرگ سمجھ کر سفر کر کے ان کے پاس دہلی آیا۔ جب ان کے پاس پہنچا تو اتفاق سے مرزا بیدل شاعر حجام سے داڑھی منڈوا رہے تھے اس کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا اور جھلا کر اس نے پوچھا آغا ریش میتراشی۔ شاعر نے جواب دیا آرے ریش میتراشم ولے دلے کسی نمی خراشم وہ بیچارہ مخلص تھا اس نے آزادانہ جواب دیا آرے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میتراشی شاعر نے تو عرفی تصوف کے طور پر جواب دیا تھا کہ دلے کسی نمی خراشم ایرانی نے جواب دیا ظالم تو تو سب سے بڑے دل کو چھیل رہا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ دلے کسی نمی خراشم۔ بلے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میتراشی۔ تم یہ داڑھی پر استرہ نہیں پھرا رہے ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چھری چلا رہے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ میری امت کا ایک شخص یہ حرکت کرتا ہے کیا اس سے آپ کا دل نہیں دکھتا۔ اور کیا آپ کا دل دکھانا چھوٹی بات ہے آپ کا قلب تو سید القلوب ہے۔ جب تم سید القلوب کو تکلیف دیتے ہو پھر یہ دعویٰ کیسے کرتے ہو کہ ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے ہیں۔ یہ سن کر مرزا بیدل کی آنکھ کھلی اور چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو توبہ کی اور بزبان حال یا قال یہ کہتا تھا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی
مرا باجان جاں ہمراز کر دی

"یعنی میں تو اندھا تھا۔ میری کبھی ادھر نظر ہی نہیں گئی کہ مجھ سے اتنے بڑے قلب کو ایذا ہو رہی ہے۔ یہاں تک میرے ذہن کی رسائی ہی نہیں ہوئی۔ تو نے میری آنکھیں کھول دیں خدا تجھ کو اس کی جزا دے" یہ حکایت بیان فرما کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اب اس حکایت سے سمجھ لیجئے کہ جب آپ سے کوئی امر غیر مشروع سرزد ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آزار ہوگا یا نہیں۔"

تو یہاں آیت میں فرمایا وَجِئۡنَا بِكَ شَهِيۡدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ اور ان سب کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے تو یہاں هٰٓؤُلَآءِ سے عام طور پر مراد امت محمدی سے لی گئی ہے۔ گو بعض نے هٰٓؤُلَآءِ سے مراد انبیاء سابقین کو لیا ہے جیسا اوپر عرض کیا گیا۔ تو مراد یہاں یہ ہے کہ آپ کی شہادت عالمگیر ہوگی۔ سب کے مقابلہ میں حجت ہوگی چونکہ آپ کی امت دعوت تو ساری انسانی آبادی ہے جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے۔ اس لئے آپ کی شہادت بھی عالمگیر ہی ہوگی۔

قرآن کریم میں ہدایت کا مکمل سامان موجود ہے

آگے فرمایا گیا کہ اس ہماری اتاری ہوئی کتاب میں ہم نے آپ سے سب کچھ بیان کر دیا ہے یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔ اس میں قیامت کے یہ واقعات بھی آ گئے جن کا ذکر اوپر ہوا تو اگرچہ قرآنی ہدایات عام ہیں لیکن چونکہ اس سے فائدہ اٹھانے والے صرف مسلمان ہی ہیں اس لئے انہیں کے لئے مخصوص ہدایت نامہ اور رحمت و بشارت ہے۔

یہاں اس آیت میں قرآن پاک کا اپنے فرمانبرداروں کے لئے تین باتوں کا صاف اور صریح اعلان ہے۔

(۱) وَهُدًى یعنی بڑی ہدایت۔
(۲) وَرَحۡمَةً یعنی بڑی رحمت۔
(۳) وَبُشۡرٰى یعنی خوشخبری سنانے والا۔ مگر شرط فرمانبرداری کی ہے۔

مسلمانوں کے لئے مقام فکر

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت مذکورہ بالا کی تشریح

میں لکھا ہے کہ "آیت میں اگرچہ ذکر کافروں کا ہے تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا' اس میں تدبر نہ کرنا' اس پر عمل نہ کرنا' اس کی تلاوت نہ کرنا' اس کی تصحیح قرأت کی طرف توجہ نہ کرنا اس کے احکام سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا۔ یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں۔" تو اب غور کا مقام ہے کہ جب حشر کے میدان میں شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم دربار خداوندی میں یہ شکایت فرمائیں گے تو کیا صورت ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس الزام سے بچنے کی اور کیا تدارک اور تدبیر ہو سکے گی اس وقت خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کے گرفت سے بچنے کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قرآن کریم کی طرف سے ہماری آنکھیں اس دنیا میں کھول دیں اور اس کے حقوق پہچاننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور میدان حشر میں ہم کو رسول اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ندامت وشرمندگی سے بچالیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم پر اپنا کرم ورحم فرمائیں اور ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع وفرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اس قرآن پاک کو ہمارے لئے ہدایت ورحمت وبشارت کا ذریعہ بنا دیجئے اور اس سے غفلت وکوتاہی سے ہمیں بچالیجئے۔

یا اللہ! ہم سے اب تک جو حقوق قرآن میں لاپروائی ہوئی ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیجئے اور ہمیں اپنی اس کوتاہی پر ندامت کے ساتھ اس کے تدارک کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

یا اللہ! میدان حشر میں ہمیں شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمایئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی اور اپنی ناراضگی سے بچالیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ

بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا اور احسان کا اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی بُرائی اور مطلق بُرائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں۔

وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

اِنَّ بیشک	اللّٰہ اللہ	یَاْمُرُ حکم دیتا ہے	بِالْعَدْلِ عدل کا	وَالْاِحْسَانِ اور احسان	وَاِیْتَآئِ اور دینا	ذِی الْقُرْبٰی رشتہ دار	وَیَنْھٰی اور منع کرتا ہے
عَنِ سے	الْفَحْشَآءِ بے حیائی	وَالْمُنْکَرِ اور ناشائستہ	وَالْبَغْیِ اور سرکشی	یَعِظُکُمْ تمہیں نصیحت کرتا ہے	لَعَلَّکُمْ تاکہ تم	تَذَکَّرُوْنَ دھیان کرو	

قرآن کریم کی اہم ترین اور جامع آیت

یہ آیت شریفہ جہاں تک کہ تعلیمات اسلام کا تعلق ہے۔ قرآن مجید کی اہم ترین اور کلیدی آیات میں سے ہے۔ ایک معجزانہ جامعیت کے ساتھ اس کے اندر دین وشریعت کے اہم ترین اوامر ونواہی دونوں آ گئے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ہر خیر وشر کے بیان کو اس آیت کے اندر اکٹھا کر دیا ہے اور کوئی عقیدہ خلق، نیت عمل، معاملہ اچھا یا برا ایسا نہیں جو امراً ونہیاً اس کے تحت میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ حضرات تابعین کے بھی خیال میں سارے دستور حیات کا ایک جامع اور مکمل خاکہ اس آیت کے اندر آ گیا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے وقت سے یہ آیت اہل سنت کے خطبات جمعہ میں داخل ہو گئی تاکہ ہر ہفتہ متواتر امت کے کان اس صدائے حق سے آشنا ہوتے رہیں اور اس وقت سے آج تک یہ آیت امت کے اکثر وبیشتر خطبات جمعہ وعیدین کا جزو بنی ہوئی چلی آ رہی ہے۔

تمام نیکیوں کی بنیاد عدل، احسان اور ایتاء ہے

اس آیت کی جامعیت سمجھانے کیلئے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے تاہم تھوڑا سا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ آیت میں تین چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ عدل، احسان، ایتاء ذی القربیٰ۔ جن پر پورے انسانی معاشرہ کی درستی کا انحصار ہے۔ پہلی چیز عدل ہے۔ عدل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات، اعتدال اور انصاف کی ترازو میں تلے ہوں۔ افراط وتفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے۔ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اس کا ظاہر وباطن یکساں ہو۔ جو بات اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ دوسری چیز احسان فرمائی۔ احسان کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان بذات خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بنکر دوسروں کا بھلا چاہے۔ اس لفظ احسان میں نیک برتاؤ، فیاضانہ معاملہ، ہمدردانہ رویہ، رواداری، خوش خلقی، درگزر، باہمی مراعات، ایک دوسرے کا پاس لحاظ، دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جانا یہ سب احسان میں داخل ہے۔ گویا عدل وانصاف سے یہ ایک زائد چیز ہے اور مقام عدل وانصاف سے ذرا اور بلند مقام ہے۔ تیسری بات وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی فرمائی گئی یعنی اہل قرابت کو دینے کا حکم۔ عدل واحسان تو اپنے نفس اور ہر ایک خویش و بیگانہ اور دوست دشمن سے متعلق تھیں۔ لیکن اقارب کا حق اجنبیوں سے کچھ زائد ہے۔ جو تعلقات قرابت قدرت نے باہم

رکھ دیئے ہیں انہیں نظرانداز نہ کیا جائے بلکہ اقارب کی ہمدردی اوران کے ساتھ مروت واحسان اجنبیوں سے کچھ زائد بڑھ کر ہونا چاہئے صلۂ رحمی ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب اور رشتہ داروں کے لئے درجہ بدرجہ استعمال ہونی چاہئے چنانچہ متعدد احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ آدمی کے اولین حقدار اس کے والدین' اس کے بیوی بچے اوراس کے بھائی بہن ہیں پھر وہ جوان کے بعد قریب تر ہوں اور پھر وہ جوان کے قریب تر ہوں۔ گویا احسان کے بعد ذِی الْقُرْبٰی کا باتخصیص ذکر کر کے متنبہ فرمادیا کہ عدل وانصاف تو سب کے لئے یکساں ہے لیکن مروت واحسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت واہتمام کے قابل ہیں۔ فرق مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کئے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔ اب ان تینوں لفظوں کی ہمہ گیری پیش نظر رکھتے ہوئے سمجھ دار آدمی فیصلہ کرسکتا ہے کہ وہ کونسی فطری خوبی' بھلائی اور نیکی دنیا میں ایسی رہ گئی ہے جو ان تین فطری اصولوں کے باہر ہو۔

برائیوں کی جڑ فحشاء منکر اور بغی ہے

تو یہاں تین بھلائیوں کا حکم دیا گیا تھا اس کے بعد تین ہی چیزوں سے منع ہی فرمایا گیا جو انفرادی حیثیت سے افراد کو اور اجتماعی حیثیت سے پورے معاشرے اور قوم کو خراب کرنے والی ہیں وہ تین چیزیں۔ فحشاء، منکر، اور بغی فرمائیں۔ پہلی چیز فحشاء ہے۔ جس کا اطلاق تمام بیہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں نہایت قبیح ہو فحش ہے۔ مثلاً زنا' چوری' شراب نوشی' برہنگی' عریانی' گانا بجانا' گالیاں بکنا' بدکلامی کرنا' اسی طرح علی الاعلان برے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے۔ جس میں جھوٹ' تہمت تراشی' بدکاریوں پر ابھارنے والے افسانے' ڈرامے' فلمیں' عورتوں کا ناچ گانا وغیرہ۔ سب فحش میں داخل ہیں۔ دوسری چیز منکر فرمائی جس سے مراد ہر وہ برائی ہے جسے انسان بالعموم برا جانتے ہیں۔ ہمیشہ سے برا کہتے رہے ہیں اور تمام شرائع الٰہیہ نے جس سے منع کیا ہے۔ تیسری چیز بغی ہے یعنی اپنی حد سے تجاوز کرنا اور سرکشی کر کے حد سے نکل جانا اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنا خواہ وہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے۔ اسی طرح ہر طرح کا ظلم وتعدی اور دوسروں کے جان ومال عزت وآبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا یہ سب بغی میں داخل ہیں۔

آیت کے اخیر میں یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ فرما کر یہ بھی جتلادیا کہ یہ آیت تم کو اس لئے سنائی جارہی ہے کہ تم اپنے حقوق وفرائض کو سمجھو اور ہر وقت یاد رکھو کہ تمہیں کیا کام کرنے ہیں اور کیا نہیں کرنے ہیں۔

اکثم صیفی کے مسلمان ہونے کا واقعہ

اس آیت کے تحت علامہ ابن کثیرؒ نے حضرت اکثم بن صیفیؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ تو اسی آیت کی بنا پر اسلام میں داخل ہوئے۔ واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ اکثم بن صیفی اپنی قوم کے سردار تھے جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئے نبوت اور اشاعت اسلام کی خبر ملی تو ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں مگر قوم کے لوگوں نے کہا آپ ہی سب کے بڑے اور سردار ہیں۔ آپ کا خود جانا مناسب نہیں۔ اس پر اکثم نے کہا کہ اچھا تو قبیلہ کے دو آدمی منتخب کرو جو وہاں جائیں اور حالات کا جائزہ لے کر مجھے بتلائیں چنانچہ یہ دونوں قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اکثم بن صیفی کی طرف سے دو باتیں دریافت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اکثم کے دو سوال یہ ہیں۔

من انت؟ وما انت؟ آپ کون ہیں اور آپ کیا ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس کے بعد آپ نے سورۂ نحل کی یہی زیر تفسیر آیت اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ تلاوت فرمائی۔ ان دونوں قاصدوں نے درخواست کی کہ یہ جملے ہمیں پھر سنایئے۔ آپ اس کی تلاوت فرماتے رہے یہاں تک کہ ان قاصدوں کو آیت یاد ہو گئی۔

قاصد واپس اکثم بن صیفی کے پاس آئے اور بتلایا کہ ہم نے پہلے سوال میں یہ چاہا تھا کہ آپ کا نسب معلوم کریں مگر آپ نے اس پر زیادہ توجہ نہ دی صرف والد کا نام بتلا دینے پر اکتفا کیا مگر جب ہم نے دوسروں سے آپ کے نسب کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ بڑے عالی نسب شریف ہیں پھر بتلایا کہ ہمیں کچھ کلمات بھی انہوں نے سنائے تھے وہ ہم بیان کرتے ہیں۔ ان قاصدوں نے آیت مذکورہ اکثم بن صیفی کو سنائی۔ آیت سنتے ہی انہوں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکارم اخلاق کی ہدایت کرتے ہیں اور برے اور رذیل اخلاق سے روکتے ہیں تم سب ان کے دین میں جلد داخل ہو جاؤ تاکہ تم دوسرے لوگوں سے مقدم اور آگے رہو۔ پیچھے اور تابع بن کر نہ رہو۔

الغرض قرآن کریم کی یہ ایک نہایت جامع ترین آیت ہے جس میں پوری اسلامی تعلیمات کو معجزانہ طریقہ پر چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے۔ اور غور کیا جائے تو اس آیت نے جو چھ احکام دیئے ہیں۔ تین ایجابی کرنے کے اور تین تحریمی ممانعت کے تو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فلاح کا نسخہ اکسیر ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی اس آیت مقدسہ کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور جن نیکیوں اور بھلائیوں اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کا مطالبہ یہ آیت شریفہ ہم سے کرتی ہے ان کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اور جن برائیوں اور بداخلاقیوں سے یہ آیت روکتی ہے اور منع کرتی ہے ان تمام برے کاموں سے ہمیں بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اس ملک پاکستان کی اس آیت کے اوامر و نواہی کی توفیق مرحمت فرما کر بقا اور سلامتی عطا فرما اور ہر چھوٹے بڑے حاکم و محکوم کو اس آیت کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم نے جو آپ کے کلام پاک سے اب تک اعراض کر کے آپ کے بعض اوامر کی نافرمانی کی اور بعض نواہی سے اجتناب نہ کیا تو اس بنا پر ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا۔

یا اللہ! اب ہم کو اس قرآن پاک کے حقوق کی بصیرت عطا فرما دے اور اس ملک میں قرآنی احکام کا نفاذ فرما دے۔ اور قرآنی برکات و ثمرات اس ملک کو دیکھنا نصیب فرما دے۔ اور ملک میں جو فسق و فجور کی فضا پھیل رہی ہے اس کو مٹا کر دین داری کی فضا پھیلا دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ

اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم اس کو اپنے ذمہ کرلو،اور قسموں کو بعد اُن کے مستحکم کرنے کے مت توڑو

جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ

اور تم اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو بیشک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔اور تم اُس عورت کے مشابہ مت بنو جس نے اپنا سوت کاتا

غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۗ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى

اور پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا، کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے

مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾

بڑھ جاوے بس اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے،اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے قیامت کے دن اُن سب کو تمہارے سامنے ظاہر کردے گا۔

وَ اَوْفُوْا اور پورا کرو	بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کا عہد	اِذَا جب	عَاهَدْتُّمْ تم عہد کرو	وَلَا تَنْقُضُوْا اور نہ توڑو	الْاَيْمَانَ قسمیں	بَعْدَ بعد		
تَوْكِيْدِهَا ان کو پختہ کرنا	وَ اور	قَدْ جَعَلْتُمُ تحقیق تم نے بنایا	اللّٰهَ اللہ	عَلَيْكُمْ اپنے اوپر	كَفِيْلًا ضامن	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	
يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تَفْعَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	وَلَا تَكُوْنُوْا اور تم نہ ہو جاؤ	كَالَّتِيْ اس عورت کی طرح	نَقَضَتْ اس نے توڑا	غَزْلَهَا اپنا سوت			
مِنْۢ بَعْدِ بعد	قُوَّةٍ قوت (مضبوطی)	اَنْكَاثًا ٹکڑے ٹکڑے	تَتَّخِذُوْنَ تم بناتے ہو	اَيْمَانَكُمْ اپنی قسمیں	دَخَلًۢا دخل کا بہانہ			
بَيْنَكُمْ اپنے درمیان	اَنْ کہ	تَكُوْنَ ہو جائے	اُمَّةٌ ایک گروہ	هِيَ وہ	اَرْبٰى بڑھا ہوا (غالب)	مِنْ سے	اُمَّةٍ دوسرا گروہ	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں
يَبْلُوْكُمُ آزماتا ہے تمہیں	اللّٰهُ اللہ	بِهٖ اس سے	وَلَيُبَيِّنَنَّ اور وہ ضرور ظاہر کریگا	لَكُمْ تم پر	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	مَا جو	كُنْتُمْ تم تھے	
فِيْهِ اس میں	تَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے تم							

شان نزول

گذشتہ آیت میں جن چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم تھا ان میں سے ایک خاص امر یعنی وفائے عہد کو بالتخصیص یہاں ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

مفسرین نے ایک خاص شان نزول بھی ان آیات کے متعلق نقل کیا ہے کہ ایک جماعت نے مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان پر قائم رہنے کا قول وقرار کیا تھا اور قسمیں کھائی تھیں لیکن جب ظاہری طور پر قریش کا غلبہ اور مسلمانوں کا ضعف دیکھا تو جو لوگ ضعیف الایمان تھے ان کے دلوں میں شیطان نے وسوسے ڈالے اور عہد تڑوا کر گمراہ کرنا چاہا۔ ان کو ایفائے عہد پر ثابت قدم رکھنے کے لئے یہ ہدایت آمیز حکم نازل ہوا۔ اس سے عمومی طور پر معاہدہ اور قسم کے پورا کرنے کی تعلیم بھی ثابت ہوتی ہے اور نزول اگرچہ مخصوص ہو لیکن حکم میں ہر معاہدہ اور محالفہ کی پابندی رکھنے کا عموم ہے۔

تین قسم کے معاہدے اور ان کی پابندی کی اہمیت

یہاں علی الترتیب تین قسم کے معاہدوں کو ان کی اہمیت کے لحاظ سے الگ الگ بیان کر کے ان کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک وہ عہد جو انسان نے خدا کے ساتھ باندھا ہو اور یہ اپنی اہمیت میں سب سے بڑھ کر ہے دوسرا وہ عہد جو ایک انسان یا

جماعت نے دوسرے انسان یا جماعت سے باندھا ہو اور اس پر اللہ کی قسم کھائی ہو یا کسی نہ کسی طور پر اللہ کا نام لے کر اپنے قول کی پختگی کا یقین دلایا ہو۔ یہ دوسرے درجہ کی اہمیت رکھتا ہے۔ تیسرا وہ عہد و پیمان جو اللہ کا نام لئے بغیر کیا گیا ہو۔ اس کی اہمیت اوپر کی دونوں قسموں کے بعد ہے۔ لیکن پابندی ان سب کی ضروری ہے اور خلاف ورزی ان میں سے کسی کی بھی روا نہیں ہے۔ چنانچہ یہاں حکم دیا جاتا ہے کہ جب خدا کا نام لے کر اور قسمیں کھا کر معاہدے کرتے ہو تو خدا کے نام پاک کی حرمت قائم رکھو۔ کسی قوم سے یا کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) مسلمان کا فرض ہے کہ اسے پورا کرے خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ خصوصاً جب خدا کا نام لے کر اور حلف کر کے ایک معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ قسم کھانا گویا خدا کو اس معاملہ میں گواہ یا ضامن بنانا ہے۔ وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنا رہے ہو اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت یا بدعہدی کی وہ اپنے علم محیط کے موافق سزا دے گا کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کھلی چھپی بات اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

بدعہدی کی مثال

پھر بدعہدی کی برائی ایک مثال سے سمجھائی جاتی ہے کہ عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت اور دیوانگی ہے جیسے کوئی عورت دن بھر محنت کر کے سوت کاتے پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ پھوڑ کر پارہ پارہ کر دے چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت مشہور تھی جو ایسا ہی کیا کرتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔

عہد شکنی کی بدترین صورت

آگے خصوصیت کے ساتھ عہد شکنی کی ایک بدترین قسم پر ملامت کی گئی ہے کہ باہمی اصلاح کی بجائے تم معاہدوں اور قسموں کو فریب و دغا مکاری اور حیلہ سازی کا آلہ مت بناؤ کہ جو آپس میں فساد پھیلے یعنی قسمیں کھانے سے تمہاری مراد عہد کا استحکام نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہو کہ تمہاری قسموں سے مطمئن ہو کر دوسرا آدمی دھوکہ کھا جائے۔ تمہاری عہد شکنی کا اصل مبنیٰ یہ ہے کہ تعداد اور مال و جاہ میں کفار تم کو بڑھے چڑھے نظر آتے ہیں اور مسلمان فقر و افلاس میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ یہ تمہاری آزمائش ہے۔ تمہارے ایمان اور ایقان کے استحکام کو اللہ آزمانا چاہتا ہے۔ یہاں امتحان ہے نتیجہ امتحان قیامت کے دن کھل جائے گا جس وقت سب جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔ تو یہاں آیت کا اصل منشاء ان بعض نو مسلموں کو عہد بیعت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کرنی ہے جو کفار کی کثرت و دولت دیکھ کر اپنی ایمانی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے انحراف کرنے کا وسوسہ دل میں لاتے تھے۔

الغرض کسی سے عہد معاہدہ کرنے کے بعد عہد شکنی کرنا بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح جس جائز کام کی قسم کھائی اس کے خلاف کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ یہاں ایک اور عظیم گناہ اور وبال سے بچنے کی ہدایت ہے وہ یہ کہ قسم کھاتے وقت ہی اس قسم کے خلاف کرنے کا ارادہ ہو۔ صرف مخاطب کو فریب دینے کے لئے قسم کھائی جائے تو یہ عام قسم توڑنے سے زیادہ خطرناک گناہ ہے۔ جس کے نتیجہ میں یہ خطرہ ہے کہ ایمان کی دولت ہی سے محروم ہو جائے۔ ایفائے عہد کی تاکید قرآن کریم میں متعدد جگہ فرمائی گئی ہے۔ اور جتنا اس صفت کو ایک مسلمان کے لئے لازمی اور ضروری بتلایا گیا ہے افسوس ہے کہ ہم اسی قدر اس سے بے پروا اور مستغنی ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

دعا کیجئے: یا اللہ! اب امت مسلمہ میں بھی دینی کمزوری کی وجہ سے یہ بدعہدی کا مرض گھس آیا ہے جو یقیناً آپ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ یا اللہ! ہمیں قرآنی احکام کی ہر حال میں پابندی نصیب فرما اور ہر حال میں ایفائے عہد پر ثابت قدم فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتے لیکن جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ پر ڈال دیتے ہیں

وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ

اور تم سے تمہارے سب اعمال کی ضرور باز پرس ہوگی۔ اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ کبھی کسی اور کا قدم جمنے کے بعد نہ پھسل جاوے

قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ

پھر تم کو اس سبب سے کہ تم راہ خدا سے مانع ہوئے تکلیف بھگتنا پڑے، اور تم کو بڑا عذاب ہوگا۔

عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

اور تم لوگ عہد خداوندی کے عوض میں تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو پس اللہ کے پاس کی جو چیز ہے وہ تمہارے لئے بدرجہا بہتر ہے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا

تم سمجھنا چاہو۔ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا، اور جو لوگ ثابت قدم ہیں

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ہم اُن کے اچھے کاموں کے عوض اُن کا اجر اُن کو ضرور دیں گے۔

وَلَوْ اور اگر	شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہتا	لَجَعَلَكُمْ تو البتہ بنا دیتا تمہیں	اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت	وَلٰكِنْ اور لیکن	يُّضِلُّ گمراہ کرتا ہے		
مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	وَ اور	يَهْدِيْ ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَلَتُسْـَٔلُنَّ اور تم سے ضرور پوچھا جائیگا			
عَمَّا اسکی بابت	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	وَ اور	لَا تَتَّخِذُوْٓا تم نہ بناؤ	اَيْمَانَكُمْ اپنی قسمیں	دَخَلًا دخل کا بہانہ	بَيْنَكُمْ اپنے درمیان	
فَتَزِلَّ کہ پھسلے	قَدَمٌ کوئی قدم	بَعْدَ ثُبُوْتِهَا اپنے جم جانے کے بعد	وَتَذُوْقُوا اور تم چکھو	السُّوْۗءَ برائی (وبال)	بِمَا اس لئے کہ		
صَدَدْتُّمْ روکا تم نے	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	عَذَابٌ عذاب	عَظِيْمٌ بڑا	وَ اور	لَا تَشْتَرُوْا تم نہ لو
بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کے عہد کے بدلے	ثَمَنًا مول	قَلِيْلًا تھوڑا	اِنَّمَا بیشک جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے ہاں	هُوَ وہی	خَيْرٌ بہتر	لَّكُمْ تمہارے لئے
اِنْ اگر	كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانو	مَا جو	عِنْدَكُمْ تمہارے پاس	يَنْفَدُ وہ ختم ہوجاتا ہے	وَمَا اور جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	
بَاقٍ باقی رہنے والا	وَلَنَجْزِيَنَّ اور ہم ضرور دیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	صَبَرُوْٓا انہوں نے صبر کیا	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	بِاَحْسَنِ اس سے بہتر		
مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے						

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات کا مضمون اس پر ختم ہوا تھا کہ یہ دنیا دار امتحان ہے اور اس امتحان کا نتیجہ قیامت کے دن کھل جائے گا جس وقت حق و باطل کے سب جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔ نیز گذشتہ آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ بتایا گیا تھا کہ مکہ میں ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر قائم رہنے کا قول وقرار کیا تھا اور قسمیں کھائی تھیں۔

کفرواسلام کے اختلاف کا فلسفہ

ان آیات میں حق وباطل یعنی کفرواسلام کے اختلاف کا فلسفہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت تھی کہ اختلاف نہ رہنے دیتا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو دنیا بھر کا ایک ہی مذہب ومسلک ہوتا مگر حکمت الٰہی اس کو مقتضی نہ تھی اور حق وباطل کا ساتھ ساتھ رہنا اور خیر وشر کا دوش بدوش چلنا قانون الٰہی کے مطابق ہے۔ اگر دنیا میں سب حق پر ہو جائیں اور شر کا وجود عالم سے مٹ جائے تو نظم دنیا درہم برہم ہو جائے۔ اچھائی برائی کا امتیاز نہ رہے۔ آدمی معذور ہو جائے دنیا دارامتحان نہ رہے۔ انسانی ارادہ مختار نہ رہے۔ مجبور ہو جائے پھر قیامت میں کسی سے باز پرس نہ ہو سکے۔ اسی لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو سب کو ایک گروہ کر دیتا سب کا عقیدہ اور مذہب ایک ہو جاتا۔ مگر حق و باطل کا یہ اختلاف بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ گمراہی اور ہدایت تو اسی کے دست قدرت میں ہے جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ انسان کو عقل و خیر وشر پہچاننے کے لئے عطا کر دی اور اس کو ارادہ کی آزادی بھی بخش دی۔ پس دنیا میں ہدایت وگمراہی کو اختیار کرنا آدمی کا کام ہے۔ اسی لئے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی۔

ایمان واسلام پر استقامت کا حکم

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض قبائل نے بیعت کر کے زبان سے تو اسلام کا اقرار کرلیا تھا مگر ایمان ان کے دلوں میں جاگزین نہ ہوا تھا۔ ان کی تہدید کے لئے مکرر تہدید آمیز حکم دیا کہ دیکھو اگر قدم جمانے کے بعد تم لغزش کھاؤ گے اور عہد و پیمان توڑو گے اور اسلام سے انحراف کرو گے تو تم پر آخرت میں جو سخت عذاب ہوگا وہ تو ہوگا ہی دنیا میں بھی اپنے کئے کا سخت مزہ چکھو گے۔ تمہارے دیکھا دیکھی دوسرے بھی بیعت شکست کریں گے اور تم سے بدعہدی سیکھ کر اوروں کو بھی عہد شکنی کی جرات ہوگی۔ اس لئے گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا وبال تم پر ہوگا۔ پھر قریش مکہ کمزور ایمان رکھنے والے مسلمانوں کو لالچ دیتے اور کہتے کہ اگر پھر ہمارا دین قبول کرلو گے تو ہم تم کو امیر بنا دیں گے۔ ایک تو مسلمانوں کا ضعف دوسرے کفار مکہ کی ایذا رسانی اور پھر اس پر لالچ دنیوی مال دولت کا اس لئے کمزور ایمان والوں کو صبر سے کام لے کر ایمان پر پختہ اور ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائی اور عہد الٰہی کو دنیوی مال دولت کے عوض فروخت کرنے اور معاہدہ بیعت کی خلاف ورزی کرنے کی ممانعت فرمادی اور جذبہ طمع کی بیخ کنی اس طرح فرمائی کہ دنیوی عیش اگرچہ بیش از بیش ہو مگر فنا ہونے والا اور ایک دن ختم ہونے والا ہے۔ انسان دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہے۔ دنیا بے ثبات ہے۔ البتہ آخرت کا ثواب دائمی ہے۔ اس کو فنا نہیں۔ رہا شدائد ومصائب کا ہجوم تو آخرت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے اس کو برداشت کرنا جان و مال کا نقصان اٹھانا اور ہر سختی پر صبر کرنا یہ نیکوکاروں کا شیوہ ہے۔ اس لئے صبر سے کام لے کر ایمان پر پختہ رہنا چاہئے اور جو لوگ خدا کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور تمام مشکلات اور صعوبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں گے ان کا اجر ضائع ہونے والا نہیں۔ ایسے بہترین عمل کا بدلہ ضرور اللہ تعالیٰ سے مل کر رہے گا۔

پس مقصود یہ نکلا کہ وفائے عہد کر کے آخرت کی دولت کثیرہ غیر فانیہ کو حاصل کرو اور قلیل وفانی کے لئے نقض عہد مت کرو۔ ان آیات میں جہاں ابتدائی دور کے مسلمانوں کو تلقین تھی وہیں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ اسلام کے راستہ میں کیسی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑیں مگر ان کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ انتہائی جرات سے سب کو برداشت کرنا چاہئے۔ اور ایمان اور اسلام پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنا چاہئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

جوشخص کوئی نیک کام کرے گاخواہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہوتو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے اور اُن کے اچھے کاموں کے عوض

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ

میں اُن کا اجر دیں گے ۔تو جب آپ قرآن پڑھناچاہیں تو شیطان مَردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا

یقیناً اُس کا قابو اُن لوگوں پرنہیں چلتاجو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔بس اُس کا قابو تو صرف

سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

اُن ہی لوگوں پر چلتا ہے جواُس سے تعلق رکھتے ہیں اوران لوگوں پر جواللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

مَنْ جو۔جس	عَمِلَ عمل کیا	صَالِحًا کوئی نیک	مِنْ ذَكَرٍ مرد ہو	اَوْ یا	اُنْثٰى عورت	وَهُوَ جبکہ وہ	مُؤْمِنٌ مومن	فَلَنُحْيِيَنَّهٗ تو ہم اسے ضرور زندگی دینگے
حَيٰوةً زندگی	طَيِّبَةً پاکیزہ	وَ اور	لَنَجْزِيَنَّهُمْ ہم ضرور انہیں دیں گے	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	بِاَحْسَنِ اس سے بہت بہتر	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	
فَاِذَا پس جب	قَرَاْتَ تم پڑھو	الْقُرْاٰنَ قرآن	فَاسْتَعِذْ تو پناہ لو	بِاللّٰهِ اللہ کی	مِنَ سے	الشَّيْطٰنِ شیطان	الرَّجِيْمِ مردود	اِنَّهٗ بیشک وہ
لَيْسَ نہیں	لَهٗ اس کیلئے	سُلْطٰنٌ کوئی زور	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَ اور	عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب پر	يَتَوَكَّلُوْنَ وہ بھروسہ کرتے ہیں
اِنَّمَا اسکے سوانہیں	سُلْطٰنُهٗ اس کا زور	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَتَوَلَّوْنَهٗ اس کو دوست بناتے ہیں	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	هُمْ وہ		
بِهٖ (اللہ) اس کے ساتھ	مُشْرِكُوْنَ شریک ٹھہراتے ہیں							

نیک اعمال کے اجر کیلئے ضابطہ

گذشتہ آیت میں صابرین یعنی جولوگ احکام دین پر قائم وثابت قدم رہے اوراس کے لئے ہرسختی اور کڑی جھیل گئے ان کے اجر کا ذکر فرمایا گیا تھا۔اب آگے تمام اعمال صالحہ کے متعلق عام ضابطہ اور قانون الٰہی بیان فرمایا جاتا ہے کہ جوکوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے بشرطیکہ وہ کام صرف صورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً نیک ہوں یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ اور اخلاص کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اس کو ضرور پاک ستھری اور بالطف زندگی عنایت کریں گے۔مثلاً دنیا میں حلال روزی' قناعت و غنائے قلبی' سکون وطمانیت' ذکراللہ کی لذت' حب الٰہی کا مزہ' طاعت و بندگی کی خوشی' کامیاب مستقبل کا تصور' تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کے متعلق ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر سلاطین کوخبر ہوجائے کہ شب بیداروں کورات کے اٹھنے میں کیا دولت ولذت حاصل ہوتی ہے تواس کے چھیننے کے لئے اسی طرح لشکرکشی کریں جیسے ملک گیری کے لئے کرتے ہیں بہرحال مومنین ومتقین کی پاکیزہ زندگی اسی دنیا سے شروع ہوجاتی ہے۔قبر میں پہنچ کراس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔آخرانتہا اس حیاۃ طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق بتلایا گیا کہ زندگی بلاموت کے غنا بلافقر کے صحت بلا بیماری کے۔ ملک بلازوال کے اور سعادت بلاشقاوت کے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کوآخرت کی یہ زندگی نصیب فرمائیں۔

قرأت قرآن کے بعض آداب

اب چونکہ عمل صالح اوراس پراجر کا ذکر ہوااور نیک کاموں کی ترغیب دی گئی اورقرآن ہی تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔حدیث شریف میں ہے۔ خیرکم من تعلم القرآن و علمه' تم میں بہتر وہ ہے کہ جوقرآن

سیکھے اور سکھلائے تو معلوم ہوا کہ مومن کے لئے قرأت قرآن بہترین نیکی ہے اس لئے یہاں قرأت قرآن کے بعض آداب کی تعلیم فرمائی جاتی ہے تاکہ مومن بے احتیاطی سے اس بہترین کام کا اجر نہ ضائع کر بیٹھے۔ شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے خصوصاً قرأت قرآن جیسے نیک کام کو جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے کب ٹھنڈے دل سے گوارا کرسکتا ہے۔ ضرور اس کی کوشش ہوگی کہ مومن کو اس سے باز رکھے اور اس میں کامیاب نہ ہو اور ایسی آفات میں مبتلا کردے جو قرأت قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں۔ ان سب شیطانی تدبیروں اور پیش آنے والی خرابیوں سے حفاظت کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ جب مومن قرات قرآن کا ارادہ کرے پہلے صدق دل سے حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور شیطان مردود کی زد سے نکل کر خداوند قدوس کی پناہ میں آجائے۔ اصلی استعاذہ یعنی پناہ میں آنا تو دل سے ہے مگر زبان اور دل کو موافق کرنے کے لئے ہدایت کی گئی کہ ابتدائے قرات میں زبان سے بھی اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھے۔ آیت میں اگرچہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مراد خطاب تمام امت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو محفوظ من اللہ تھے۔ شیطان آپ کے پاس بھی نہ آسکتا تھا۔ اس لئے مقصود خطاب تمام اہل اسلام ہیں اور جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے شیطان سے بچ کر اللہ کی پناہ میں آنے کا حکم دیا۔ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اغواء شیطانی کا اندیشہ بھی نہ تھا تو پھر عام مسلمان جو معصوم اور محفوظ من اللہ نہیں ہیں ضرور شیطان سے بچاؤ کی تدبیر کرنے کے مکلف ہیں۔ اسی نکتہ کو پیش نظر رکھ کر عام طور پر قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا اگرچہ مقصد روئے سخن مسلمانوں کی طرف ہے۔ چونکہ آیت میں انتہائی زور اور تاکید کے ساتھ شیطان سے بچ کر اللہ کی پناہ میں داخل ہونے اور اعوذ پڑھنے کا حکم دیا گیا اس لئے کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ شیطان بھی کوئی عظیم الشان ہستی ہے جو نعوذ باللہ خدا کی حریف اور مدمقابل ہوسکتی ہے۔ اس وہم و گمان کو دور کرنے کے لئے شیطان کی طاقت کی کیفیت بیان فرمائی کہ شیطان کا زور ایک قسم کے آدمیوں پر ہرگز نہیں چل سکتا اور ایک قسم کے آدمی شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہوتے ہیں۔ جس نے خدا پر بھروسہ کیا اور اللہ کی پناہ ڈھونڈی اس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہو سکتا۔ یعنی ان اہل ایمان پر جن کو نہ اللہ کے سوا کسی سے حقیقی طمع وامید ہوتی ہے اور نہ سوائے خدا کے کسی سے ضرر کا اندیشہ۔ ظاہری اسباب میں مشغول رہتے ہوئے بھی جن کا اعتماد اعانت اور توکل اللہ ہی پر ہوتا ہے ان پر تو شیطان اپنا تسلط اور قبضہ نہیں جما سکتا۔ اور جو لوگ از خود شیطان کو اپنا رفیق بنالیں اور بجائے ایک خدا پر بھروسہ کرنے کے شرک اختیار کرلیں یا شیطانی اغواء سے دوسری چیزوں کو خدا کا شریک مانیں۔ انہی پر شیطان کا پورا قبضہ اور تسلط ہے کہ جدھر چاہتا ہے انگلیوں پر نچاتا ہے۔

حیوٰۃ طیبہ سے کیا مراد ہے......؟

یہاں آیت میں ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جس حیوٰۃ طیبہ کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کو کبھی دنیا میں فقر یا مرض یا کوئی تکلیف و آزار نہ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے اس کے قلب میں ایسا نور پیدا ہوگا جس سے وہ ہر حال میں شاکر و صابر اور رضا و تسلیم سے رہے گا۔ یہاں ایمان اور عمل صالح پر جس حیوٰۃ طیبہ کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے ان تمام بدفہم، کم نظر، کوتاہ عقل اور بے صبر لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہوجانی چاہئے جو یہ سمجھتے ہیں کہ سچائی اور دیانت، پرہیزگاری اور تقویٰ کی روش اختیار کرنے سے آدمی کی آخرت چاہے بن جاتی ہو مگر اس کی دنیا تو نہیں سنورتی۔ تو یہاں آیت میں اس خیال کی صاف تردید فرمادی گئی ہے کہ ایمان اور عمل صالح سے محض آخرت ہی نہیں بنتی دنیا بھی سنورتی ہے۔

اعمال کے اجر میں عورت و مرد برابر ہیں

ان آیات کی تصریح نے اس حقیقت کو بھی روشن کردیا کہ اجر اعمال کے لحاظ سے عورت اسلام کی نظر میں مرد سے کم نہیں اور مشرک قوموں نے عورت کو اللہ کی پست اور حقیر مخلوق جو ٹھہرالیا تھا یا اب بھی ٹھہراتے ہیں اس کی پوری تردید ہوگئی۔ اور آج کی جاہلیت جدید جو دنیا کو مغربی تاثرات کی بنا پر اس عقیدہ کی جانب لے جارہی ہے کہ نظام فطرت میں عورت نہیں بلکہ مرد پست و حقیر ہے تو قرآن مجید کی یہ آیات اس وہم کی تردید کے لئے بھی کافی ہوگی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ شیطانی مکر و فریب سے ہم ضعیف الایمانوں کی بھی حفاظت فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اُس کو وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افترا کرنے والے ہیں

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى

بلکہ انہیں میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں تا کہ ایمان والوں کو

وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ

ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہو جاوے۔ اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلا جاتا ہے

الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اُس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ

اُن کو اللہ تعالیٰ کبھی راہ پر نہ لاویں گے اور ان کیلئے دردناک سزا ہوگی۔ پس جھوٹ افترا کرنے والے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے۔

وَاِذَا اور جب	بَدَّلْنَا ہم بدلتے ہیں	اٰيَةً کوئی حکم	مَكَانَ جگہ	اٰيَةٍ دوسرا حکم	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا اسکو جو	يُنَزِّلُ وہ نازل کرتا ہے
قَالُوْا وہ کہتے ہیں	اِنَّمَا اسکے سوانہیں	اَنْتَ تو	مُفْتَرٍ تم گھڑ لیتے ہو	بَلْ بلکہ	اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے	قُلْ آپ کہہ دیں	
نَزَّلَهٗ اسے اتارا ہے	رُوْحُ الْقُدُسِ روح القدس (جبرئیل)	مِنْ سے	رَبِّكَ رب	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	لِيُثَبِّتَ تاکہ ثابت قدم کرے			
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَهُدًى اور ہدایت	وَبُشْرٰى اور خوشخبری	لِلْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کیلئے	وَ اور	لَقَدْ نَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں		
اَنَّهُمْ کہ وہ	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	اِنَّمَا اسکے سوانہیں	يُعَلِّمُهٗ اس کو سکھاتا ہے	بَشَرٌ ایک آدمی	لِسَانُ زبان	الَّذِيْ وہ جو کہ		
يُلْحِدُوْنَ کجراہی (نسبت) کرتے ہیں	اِلَيْهِ اس کی طرف	اَعْجَمِيٌّ عجمی	وَهٰذَا اور یہ	لِسَانٌ زبان	عَرَبِيٌّ عربی	مُبِيْنٌ واضح	اِنَّ بیشک	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے ہیں	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں پر	لَا يَهْدِيْهِمُ ہدایت نہیں دیتا	اللّٰهُ اللہ	وَلَهُمْ اور ان کیلئے			
عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	اِنَّمَا اسکے سوانہیں	يَفْتَرِي بہتان باندھتا ہے	الْكَذِبَ جھوٹ	الَّذِيْنَ وہ لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے			
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں پر	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ	هُمُ وہ	الْكٰذِبُوْنَ جھوٹے					

مشرکین کے اعتراض کا جواب

گذشتہ آیات میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ قرآن پڑھتے وقت شیطان مردود کے کید سے اللہ کی پناہ مانگ لی جائے کیونکہ شیطان سب سے

بڑھ کر جس چیز کا در پے ہے وہ یہی ہے کہ ابن آدم قرآن سے ہدایت نہ حاصل کرنے پائے۔اس لئے آدمی کو اللہ سے مدد مانگتے رہنا چاہئے کہ کہیں شیطان کی دراندازیاں اسے اس سرچشمۂ ہدایت کے فیض سے محروم نہ کردیں کیونکہ جس نے قرآن سے ہدایت نہ پائی وہ پھر کہاں سے ہدایت پاسکے گا۔تو استعاذہ یعنی اللہ کی پناہ میں آنے کا حکم اوپر ہوا تھا تا کہ کہیں شیطان اس بہترین کام یعنی قرأت قرآن میں رکاوٹ اور خرابی نہ ڈالے۔

اب آگے بعض شیطانی رکاوٹوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو قرآن کے متعلق وہ پیدا کرتا تھا اور مشرکین مکہ جو اعتراضات قرآن مجید پر کرتے تھے ان کا جواب دیا جارہا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ پورا قرآن ایک مرتبہ تو نازل ہوا نہیں موقع بموقع آیات نازل ہوتی تھیں ان میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے پھر دوسرے وقت حالات کے تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آ جاتا تھا۔مثلاً ابتدا میں قتال سے ممانعت اور ہاتھ روکے رہنے کا حکم تھا۔ایک زمانہ کے بعد قتال کی اجازت دی گئی۔یا ابتداء میں حکم تھا قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا نِّصۡفَہٗۤ یعنی رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہو۔ہاں تھوڑا حصہ اگر شب کا آرام کرو تو مضائقہ نہیں۔تھوڑی مدت کے بعد اس حکم میں تخفیف ہوگئی جیسا کہ سورۂ مزمل ہی میں بعد کی آیات نازل ہوئیں تو کفار ایسی چیزوں کو سن کر اعتراض کرتے کہ یہ خدا کا کلام کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا (معاذ اللہ) خدا نے پہلے بے خبری سے ایک بات کا حکم دیدیا تھا؟ پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اتارا۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بنالاتے ہیں ورنہ خدا کے احکام ایسے نہیں ہو سکتے کہ کبھی کچھ کبھی کچھ۔کفار کے اس قول کی تردید میں اور ان کے اعتراض کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں اور بتلایا گیا کہ تمہارا یہ اعتراض محض جہالت سے ہے۔اللہ اپنے نازل کردہ احکام کے مصالح کو بخوبی جانتا ہے یہ اعتراض کرنے والے کیا جانیں۔پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ان کفار کے اعتراض کے جواب میں فرمادیں کہ یہ میرا یا کسی بشر کا بنایا ہوا کلام نہیں۔یہ تو وہ کلام ہے جو بلاشبہ میرے رب نے روح القدس یعنی پاک فرشتہ جبرئیل امین کے ذریعہ سے عین حکمت اور مصلحت کے موافق مجھ پر نازل فرمایا۔اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں نہ کذب وافترا کو دخل ہے۔

روح القدس

یہاں آیت میں وحی لانے والے فرشتہ کا نام لینے کی بجائے ان کا لقب روح القدس یعنی پاک روح استعمال کیا گیا ہے جس سے اس حقیقت پر متنبہ کرنا مقصود ہے کہ اس کلام الٰہی کو ایسی روح لے کر آرہی ہے جو بشری کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے۔وہ نہ خائن ہے کہ اللہ کچھ بھیجے اور وہ اپنی طرف سے کمی بیشی کر کے کچھ اور بنادے۔نہ کذاب و مفتری ہے کہ خود کوئی بات گھڑ کے اللہ کے نام سے بیان کردے۔نہ بدنیت ہے کہ اپنی کسی نفسانی غرض کی بناء پر دھوکے اور فریب سے کام لے وہ تو سراسر ایک مقدس اور مطہر روح ہے جو اللہ کا کلام پوری امانت کے ساتھ لاکر پہنچاتی ہے۔

قرآن کریم کو تدریجاً نازل کرنے کے فوائد

اب رہا یہ کہ ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرنا یا ایک حکم کے بعد دوسرا حکم بھیجنا تو اس کا کھلا ہوا فائدہ منجملہ دیگر فوائد کے یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں نور ایمان متمکن ہے ان کا ایمان اور قوانین شریعت کی پابندی اس ترمیم و تنسیخ کی وجہ سے پختہ اور راسخ ہو جاتی ہے۔اگر ایک دم احکام نازل کر دیئے جاتے تو ممکن تھا ان کے ایمان میں تزلزل پیدا ہو جاتا کیونکہ ان سے آبائی رسم و رواج کے خلاف فوری احکام کی یکدم تعمیل نہ ہو سکتی پھر یہ بھی مقصود تھا کہ قرآن سے لوگوں کو ہدایت ہو اور ہدایت بغیر تدریجی ترمیم و تنسیخ کے ممکن نہ تھی۔تیسرے یہ بھی غرض تھی کہ وہ لوگ جو واقعی مسلم ہیں جنہوں نے اپنی جان و مال

یہاں تک کہ خواہشات نفس کو اللہ کے حکم کے تابع بنا دیا ہے ان کو دوامی نجات کی خوشخبری بھی پہنچ جائے۔ اگر نسخ نہ ہوتا تو ان کا مسلم مخلص ہونا کیسے ظاہر ہوتا۔ یہ کیسے واضح ہوتا کہ وہ اللہ کے ہر حکم کو ہر وقت ماننے والے ہیں۔ لیکن اس فائدہ کو سمجھنے کے لئے نور ایمان اور ضیاء اسلام کی دل میں ضرورت ہے۔ جس کے دل میں زنگ و کدورت بھری ہوئی ہے اور روح میں کفر بیٹھا ہوا ہے اس کو یہ فائدہ کیسے سمجھ میں آ سکتا ہے۔

مشرکین کی بہتان طرازی کا جواب

آگے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں بعض رومی اور فارسی غلام بھی تھے جن کو صاف طور پر فصیح عربی میں بات چیت بھی کرنی نہ آتی تھی البتہ عیسائی اور مجوسی مذہب سے ان کو واقفیت ضرور تھی خواہ سن سنا کر یا کتابیں پڑھ کر۔ مکہ مکرمہ کے جاہلوں میں وہی عالم سمجھے جاتے تھے۔ یہ غلام کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے پاس گاہے گاہے تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ قریش کو جب نکتہ چینی کا اور کوئی موقع نہ ملا اور قرآن کے اعجاز کے مقابلہ میں لاجواب ہوئے تو کہنے لگے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ فلاں فلاں غلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا جاتا ہے اور پھر یہ خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اس قول کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی طرف یہ لوگ قرآن کو منسوب کرتے ہیں۔ اس کی اصلی زبان تو عجمی ہے عربی سے وہ صحیح طور پر واقف بھی نہیں اور قرآن کی زبان فصیح و بلیغ عربی ہے۔ ناواقف آدمی جو خود زبان پر قدرت نہیں رکھتا وہ کس طرح ایسا بلیغ کلام بنا سکتا ہے۔ مگر جن لوگوں کے دلوں میں جوہر ایمان نہ ہو جو صداقت و حقانیت کی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی سچ نہ جانتے ہوں اور اپنی کٹ حجتی پر قائم ہوں ان کو اللہ ہدایت نہیں فرماتا۔

صداقت قرآن کی ایک اور دلیل

قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی ایک اور دلیل آگے بیان کی جاتی ہے کہ افترا پردازی اور دروغ بافی تو وہ لوگ کرتے ہیں جن کو آیات الٰہی پر ایمان نہیں۔ یعنی جو اللہ کی الوہیت اور ربوبیت کے قائل نہیں ہوتے اور جو احکام الٰہی سے سرتابی کرتے ہیں اور آدمیوں میں باہمی معاملات میں جھوٹ بولتے' دغا فریب کرتے اور بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کسی کی امانت میں خیانت نہیں کی۔ کسی سے فریب نہیں کیا۔ یہاں تک کہ قوم کی طرف سے صادق الامین کے معزز لقب سے مشہور ہوئے تو پھر خدا پر وہ بہتان کیسے باندھ سکتے ہیں۔ کمزور ترین جھوٹ نہ بولنے والا ایسی عظیم الشان دروغ بافی کس طرح کر سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ کفار خود جھوٹے ہیں جو صادق الامین کو نعوذ باللہ مفتری و کذاب خیال کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کی واضح دلیل بیان فرمائی گئی اور یہ بھی صراحت فرمائی گئی کہ جو لوگ خود ایمان لانا نہ چاہیں اور ہٹ دھری پر قائم رہیں وہ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اس قرآن پاک کو ہمارے لئے بھی ہدایت و بشارت بنائیں اور ہم اس کے جملہ احکام پر صادق دل سے ایمان لانے والے اور اس پر عمل پیرا ہونے والے ہوں۔ یا اللہ! ہمارے لئے سچی ہدایت مقدر فرما دیجئے اور شیطانی کذب و افتراء سے ہم کو بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ

جو شخص ایمان لائے پیچھے اللہ کے ساتھ کفر کرے مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اُس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو

مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ ذٰلِكَ

لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور اُن کو بڑی سزا ہوگی۔ یہ اس سبب سے ہوگا

بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾

کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور اس سبب سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگادی ہے اور یہ لوگ بالکل غافل ہیں۔

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾

لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل گھاٹے میں رہیں گے۔

مَنْ جو	كَفَرَ منکر ہوا	بِاللّٰهِ اللہ کا	مِنْ بَعْدِ بعد	اِيْمَانِهٖ اس کے ایمان	اِلَّا سوائے	مَنْ جو	اُكْرِهَ مجبور کیا گیا	وَقَلْبُهٗ جبکہ اس کا دل
مُطْمَئِنٌّ مطمئن	بِالْاِيْمَانِ ایمان پر	وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ)	مَنْ جو	شَرَحَ کشادہ کرے	بِالْكُفْرِ کفر کیلئے	صَدْرًا سینہ	فَعَلَيْهِمْ تو ان پر	
غَضَبٌ غضب	مِنَ اللّٰهِ اللہ کا	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عَظِيْمٌ بڑا عذاب	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	اسْتَحَبُّوا انہوں نے پسند کیا		
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا زندگی دنیا	عَلَى پر	الْاٰخِرَةِ آخرت	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الْكٰفِرِيْنَ کافر	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ
الَّذِيْنَ وہ جو کہ	طَبَعَ اللّٰهُ اللہ نے مہر لگادی	عَلٰى پر	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	وَسَمْعِهِمْ اور ان کے کان	وَاَبْصَارِهِمْ اور ان کی آنکھیں	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ		
هُمُ وہ	الْغٰفِلُوْنَ غافل	لَا جَرَمَ کچھ شک نہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	هُمُ وہ	الْخٰسِرُوْنَ خسارہ اٹھانے والے		

انتہائی بے بسی کی حالت میں ایک رخصت کا بیان

گذشتہ آیات میں کفار و منکرین توحید و رسالت کے حق میں وعیدیں مذکور ہوئیں۔ ایک تو مجرم وہ تھے جو سینکڑوں دلائل و آیات سن کر بھی ایمان و اسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ مگر ان سے بھی بڑھ کر مجرم وہ ہیں جو اسلام اور ایمان کو قبول کر لینے کے بعد شیطانی شبہات و وساوس سے متاثر ہو کر حق سے منکر ہو جائیں اور ایمان لانے کے بعد پھر مرتد ہو جائیں۔ العیاذ باللہ ایسے لوگوں کی سزا آگے ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے۔ درمیان میں ایک استثنا بیان کر دیا گیا یعنی اگر کوئی مسلمان صدق دل سے برابر ایمان پر قائم ہے۔ ایک لحہ کے لئے بھی ایمانی روشنی اور قلبی طمانیت اس کے قلب سے جدا نہیں ہوئی صرف کسی خاص حالت میں بہت ہی سخت دباؤ اور سختی سے مجبور ہو کر شدید ترین خوف کے وقت جان بچانے اور گلو خلاصی کے لئے محض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کوئی کلمہ اسلام کے خلاف نکال دے

بشرطیکہ اس وقت بھی اس کے قلب میں ایمان واسلام کی طرف سے کوئی تردد نہ ہو محض زبانی لفظ سے کراہت ونفرت ہو تو ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔

رخصت کی حدود

یہاں آیت میں جو یہ استثناء بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ان اہل ایمان کے معاملہ سے بحث کی گئی ہے جن پر اس وقت کفار کی طرف سے مظالم توڑے جارہے تھے اور ناقابل برداشت اذیتیں دے دے کر کفر پر مجبور کیا جارہا تھا۔ ان کے متعلق بتایا گیا کہ اگر کسی وقت کفار کے ظلم سے مجبور ہو کر محض جان بچانے کے لئے کلمہ کفر زبان سے ادا کردیا جبکہ قلب عقیدہ کفر سے محفوظ ہے۔ تو یہ کلمہ کفر معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر کسی نے دل سے کفر قبول کرلیا تو دنیا میں چاہے جان بچ جائے آخرت میں خدا کے عذاب الیم سے نہ بچا جاسکے گا۔

یہاں آیت میں جو یہ اجازت دی گئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہہ دینا چاہئے۔ بلکہ یہ صرف رخصت ہے اگر ایمان دل میں رکھتے ہوئے کوئی مسلمان مجبوراً ایسا کہہ دے تو مواخذہ نہ ہوگا۔ ورنہ مقام عزیمت یہی ہے کہ خواہ جسم کا تکا بوٹی کردیا جائے مگر وہ کلمہ حق ہی کا اعلان کرتا رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جان نثاریاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں دونوں قسم کی نظیریں پائی جاتی ہیں۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے شروع ہی میں چند نفوس کے بعد اسلام قبول کرلیا تھا۔ یہ ایک عورت کے غلام تھے اس کو جو معلوم ہوا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے ان کے سر کو اس سے داغ دیتی تھی۔ لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ جس سے گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے تھے اور بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹا دیا جاتا تھا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل گیا تھا۔ ایک مرتبہ آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا اور آپ کی کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی مگر اس سب کے باوجود سختی سے دین اسلام پر جمے رہے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو مشہور صحابی ہیں اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں مسجد نبوی کے ہمیشہ موذن رہے شروع میں ایک کافر کے غلام تھے۔ اسلام لانے پر طرح طرح کی اذیتیں کافر دیتے تھے۔ سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر پتھر کی چٹان سینہ پر رکھ دی جاتی تھی کہ حرکت نہ کرسکیں اور اسی حال میں مر جائیں یا زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں۔ مگر اس حالت میں بھی احد احد ہی کہتے تھے۔ یعنی معبود ایک ہی ہے رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تاکہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جاویں یا تڑپ تڑپ کر مر جاویں۔ مشرکین مکہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر مکے کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان کھینچے کھینچے پھرتے تھے اور مطالبہ کیا جاتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرو اور لات وعزیٰ کی پرستش اختیار کرو۔ مگر دنیا کا کوئی ظلم وستم آپ کو اسلام اور کلمہ توحید سے نہ ہٹا سکا۔ حضرت عمارؓ کے والد حضرت یاسر کو اتنی ایذائیں دی گئیں کہ حضرت یاسر اسی حالت تکلیف میں وفات پا گئے اور آپ کی والدہ حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں ملعون ابوجہل نے برچھا مارا جس سے وہ شہید ہوگئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں۔ حالانکہ بوڑھی تھیں۔ ضعیف تھیں مگر اس ملعون نے کسی چیز کا خیال نہ کیا اور اسلام میں سب سے پہلی شہادت انہی کی ہے۔ تو جان دے دی مگر اسلام سے پھرنا منظور نہ کیا۔ یہ ہیں وہ مثالیں جس پر ظالم عیسائی کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ ایک طرف تو یہ عزیمت کی نظیریں ہیں۔ دوسری طرف حضرت عمار بن یاسرؓ کی مثال رخصت بھی موجود ہے کہ جن کی آنکھوں کے سامنے ان کے والد اور والدہ کو

سخت اذیت دے دے کر شہید کر دیا گیا پھر خود حضرت عمار کو اتنی ناقابل برداشت اذیت دی گئی کہ آخر کار انہوں نے جان بچانے کے لئے وہ سب کچھ کہہ دیا جو کفار ان سے کہلوانا چاہتے تھے۔ پھر وہ روتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے نہ چھوڑا گیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا اور ان کے معبودوں کو اچھا نہ کہہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تمہارے دل میں کیا تھا؟ حضرت عمار نے عرض کیا میرا دل اس وقت بھی ایمان سے لبریز تھا۔ آپ نے فرمایا ایسی سخت صورتوں میں اگر وہ ظالم تم سے ایسا کہلوائیں تو دوبارہ پھر کہہ دینا۔

مرتد کی سزا

ان آیات میں بتلایا گیا کہ جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے بعد اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کریں یعنی مرتد ہو جائیں تو ان لوگوں کے لئے اللہ کا غضب ہے اور بڑا سخت عذاب ہے بجز اس کے کہ جس پر جبر کیا جائے اور زبردستی ان کی زبان سے کلمہ کفر نکلوایا جائے اور وہ کفر کا کلمہ تو اپنی زبان سے نکال لے لیکن اس کا دل نور ایمانی سے منور اور حلاوت ایمان سے پرسکون اور مطمئن ہو یعنی اس کے اعتقاد میں کسی قسم کی خرابی نہ آئی ہو تو وہ سزا سے بری ہے۔ لیکن جو جی کھول کر کفر کرے اور کفر کو دل سے پسند بھی کرے تو وہ مستحق عذاب الیم ہے۔ اور یہ عذاب عظیم انہیں اس وجہ سے دیا جائے گا کہ انہوں نے آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلہ میں دنیا کی فانی زندگی کو پسند کیا اور دنیا کے عیش و آرام میں مبتلا ہو کر آخرت کی کچھ پروانہ کی تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو توفیق ہدایت نہیں عطا فرماتا اور وہ ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں گر کر مستحق عذاب قرار پاتا ہے۔ یہ لوگ دنیا طلبی اور ہوا پرستی کے نشہ میں ایسے مست و بے ہوش ہیں کہ ان کے ہوش میں آنے کی کوئی امید نہیں۔ خدا کی بخشی ہوئی قوتیں انہوں نے سب بیکار کر دیں آخر کانوں سے حق کی آواز سننے۔ آنکھوں سے حق کے نشان دیکھنے اور دلوں سے حق بات سمجھنے کی توفیق سلب ہو گئی تو ظاہر ہے کہ جو لوگ اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے خدا کی بخشی ہوئی قوتیں تباہ کر ڈالیں اور دنیا ہی کو قبلہ مقصود بنالیں تو ان سے بڑھ کر خراب انجام کس کا ہوگا۔

جبر و اکراہ سے مقصود

جبر و اکراہ جس کی یہاں اجازت کا بیان ہوا اس کی شرائط اور تفصیل فقہا نے کتب فقہ میں تفصیلاً لکھی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو وہ اگر قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے تو کلمۂ کفر کا تلفظ زبان سے جائز ہو جائے گا لیکن جبکہ ڈرانے والا اس پر قادر نہ ہو یا خوف صرف مار پیٹ کا دلایا جائے تو یہ عذر کافی نہ ہوگا۔ یہاں آیات میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ مسلمان کا مرکز توجہ صرف آخرت ہونی چاہئے۔ دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینا مسلمان کا شیوہ نہیں بلکہ یہ کفار کی خصلت ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ایمان اور اسلام کے بعد ہمارے قلوب شر کی طرف مائل نہ ہوں اور اسلام اور ایمان ہی کی زندگی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب ہو۔ یا اللہ! ہم کو دنیوی زندگی پر آخرت کو ترجیح دینے کی توفیق ہر حال میں نصیب ہو۔

یا اللہ! ایمان اور اسلام کے بعد ہمارے قلوب شر کی طرف مائل نہ ہوں اور اسلام اور ایمان ہی کی زندگی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب ہو۔ یا اللہ! مظلومین کی آپ نے ہمیشہ حمایت فرمائی ہے۔ اب بھی مسلم مظلومین کی مدد فرما دے۔ اور ان کے دشمنوں کو ملیا میٹ فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ

پھر بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے کہ جنہوں نے کافروں کی ایذارسانی کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور قائم رہے تو آپ کا رب

مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۱۰ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ

ان (اعمال) کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔ جس روز ہر شخص اپنی ہی طرفداری میں گفتگو کرے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے کا

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۱۱۱ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً

پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ امن واطمینان میں تھے

يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ

اُن کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے اُن کے پاس پہنچا کرتی تھیں سو انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے

وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۱۱۲ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ

اُن کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزا چکھایا۔ اور ان کے پاس اُن ہی میں کا ایک رسول بھی آیا، سو اُس کو انہوں نے جھوٹا بتلایا،

الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۱۱۳

تب اُن کو عذاب نے آن پکڑا جبکہ وہ بالکل ہی ظلم پر کمر باندھنے لگے۔

ثُمَّ پھر	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے	هَاجَرُوْا انہوں نے ہجرت کی	مِنْ بَعْدِ اس کے بعد	مَا کہ	فُتِنُوْا ستائے گئے وہ	
ثُمَّ پھر	جٰهَدُوْا انہوں نے جہاد کیا	وَصَبَرُوْا اور انہوں نے صبر کیا	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	مِنْ بَعْدِهَا اس کے بعد	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا		
رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	يَوْمَ جس دن	تَاْتِيْ آئے گا	كُلُّ ہر	نَفْسٍ شخص	تُجَادِلُ جھگڑا کرتا	عَنْ سے	نَفْسِهَا اپنی طرف	وَتُوَفّٰى اور پورا دیا جائیگا
كُلُّ ہر	نَفْسٍ شخص	مَّا جو	عَمِلَتْ اس نے کیا	وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کئے جائیں گے	وَ اور	ضَرَبَ اللّٰهُ بیان کی اللہ نے	مَثَلًا ایک مثال
قَرْيَةً ایک بستی	كَانَتْ وہ تھی	اٰمِنَةً بے خوف	مُّطْمَئِنَّةً مطمئن	يَّاْتِيْهَا اسکے پاس آتا تھا	رِزْقُهَا اس کا رزق	رَغَدًا بافراغت	مِّنْ سے	
كُلِّ مَكَانٍ ہر جگہ	فَكَفَرَتْ پھر اس نے ناشکری کی	بِاَنْعُمِ نعمتوں سے	اللّٰهِ اللہ	فَاَذَاقَهَا تو چکھایا اسکو	اللّٰهُ اللہ	لِبَاسَ لباس	الْجُوْعِ بھوک	
وَالْخَوْفِ اور خوف	بِمَا اسکے بدلے جو	كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ وہ کرتے تھے	وَ اور	لَقَدْ جَآءَهُمْ بیشک انکے پاس آیا	رَسُوْلٌ ایک رسول	مِّنْهُمْ ان میں سے		
فَكَذَّبُوْهُ سو انہوں نے اسے جھٹلایا	فَاَخَذَهُمُ تو انہیں آپکڑا	الْعَذَابُ عذاب	وَهُمْ اور وہ	ظٰلِمُوْنَ ظالم				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایسے لوگوں کے لئے وعید بیان کی گئی تھی جو ایمان اختیار کر لینے کے بعد پھر کفر کو اختیار کرلیں۔ یعنی مرتد ہو جائیں۔ مگر اس وعید سے ان کو مستثنیٰ رکھا گیا تھا جو مجبور ہو کر محض جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر زبان سے کہدیں اور دل میں ایمان راسخ اور برقرار ہو جیسا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ گذشتہ آیات کے سلسلہ میں بیان ہوا تھا۔ ابتدائے اسلام میں

جہاں حضرت عمار کے والدین حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی مثالیں موجود ہیں کہ جنہوں نے جان دے دی اور کلمۂ توحید سے نہ ہٹے۔ وہیں کچھ ایسی بھی مثالیں تھیں کہ جب کفار مکہ کو بعض حضرات کے اسلام کی خبر ہوئی تو کم بختوں نے ایسی سخت تکلیفیں دینی شروع کیں کہ مجبوراً ان غریبوں کو کفار کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے صورۃً ان کی موافقت کرنی پڑی۔ جیسے عمارؓ کی جان بچانے کے لئے وقتی طور پر کافروں کے جبر و اکراہ پر کلمہ کفر زبان سے کہہ دیا اور ایمان و اسلام کو دل میں قائم رکھا۔

ایمان پر استقامت کے انعامات

یہاں پہلی آیت میں یہ بتلایا گیا کہ ایمان ایسی دولت ہے کہ جو کافر یا مرتد سچا ایمان لے آئے تو اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز مہاجرین اولین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے متعلق بتلایا گیا کہ انہوں نے کافروں کی ایذا رسانی اور ظلم و ستم کے بعد وطن سے ہجرت کی اور پھر ترک وطن ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خدا کی راہ میں خدا کے دین کے لئے اپنی قوم کے کافروں سے جہاد بھی کیا تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور کفر ذلیل و خوار ہو اور اس راہ میں جو بھی مصائب پیش آئے ان پر صبر کیا اور ان مصائب میں اسلام پر ثابت قدم رہے اور پائے استقامت میں کوئی تزلزل نہیں آیا تو ایسوں کے لئے حق تعالیٰ کی مغفرت و رحمت میں کوئی شبہ نہیں۔ رحمت الٰہیہ سے ان کو جنت اور اس میں بڑے بڑے درجے ملیں گے اور اہل ایمان کے لئے یہ وعدہ اور اہل کفر کے لئے وعید ۔اس کے پورے ظہور کا وقت قیامت کے دن ہوگا جس دن کہ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور ہر ایک اپنی اپنی فکر میں ہوگا کہ کسی طرح جھوٹے سچے عذر کر کے اپنی رہائی حاصل کرے لیکن اس وقت کی ساری عذر و معذرت بے سود ہوگی اور ہر جان کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ نہ ثواب میں کمی ہوگی اور نہ عذاب میں زیادتی ہوگی۔

کفر کی پاداش میں دنیوی عذاب کا نزول

آگے بتلایا جاتا ہے کہ کفر پر دنیوی آفات کا نزول بھی بعید نہیں چنانچہ کفار مکہ کو ایک مثال دے کر تنبیہ کی جاتی ہے کہ اگر تمہاری یہی حالت رہی تو تمہارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو سکتا ہے جو اس مثال میں بیان فرمایا گیا۔ مثال یہ بیان فرمائی گئی کہ ایک بستی تھی جس کے رہنے والوں کو اطمینان و چین کے ساتھ بافراغت ہر طرف سے آسائش کی روزی ملتی تھی۔ نہ باہر سے دشمن کا کھٹکا۔ نہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش۔ خوب امن چین سے زندگی گزرتی تھی۔ کھانے کے لئے غلے اور پھل وغیرہ کھنچے چلے آتے تھے۔ ہر چیز کی افراط تھی گھر بیٹھے دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں لیکن اس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی اور دنیا کے مزوں میں پڑ کر ایسے غافل اور بدمست ہوئے کہ منعم حقیقی کا دھیان بھی نہ آیا۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں بغاوت و سرکشی کی ٹھان لی۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان کی ناشکری اور کفران نعمت کا مزہ چکھایا یعنی امن چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور فراغت کی روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے ان کو اس طرح گھیر لیا جیسا کپڑا پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے۔ دشمن کا خوف اور فقر و فاقہ کی تکلیف ہر وقت چاروں طرف سے ان کو محیط ہوگئی۔ مزید ان بستی والوں کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ ظاہری نعمتوں کے علاوہ جو اوپر مذکور ہوئیں ایک بڑی زبردست باطنی نعمت بھی ان کو دی گئی تھی یعنی انہی بستی والوں کی قوم اور نسب میں سے ایک رسول بھیجا گیا جس کا اتباع کر کے وہ خدا کی

خوشنودی کے بڑے اونچے مقامات حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اتباع وتصدیق کی جگہ اس رسول کی تکذیب ومخالفت پر کمر باندھ لی اور اس طرح پستی میں گرتے چلے گئے آخر قدیم سنت اللہ کے موافق ظالموں اور گنہگاروں کو عذاب الٰہی نے آ پکڑا پھر کسی کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔

قریہ سے مراد کون سا شہر ہے؟

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں آیات میں کسی معین بستی کا تذکرہ نہیں محض بطور تمثیل کسی تباہ شدہ بستی کا حوالہ دے کر یا ایک ایسی بستی کا وجود فرض کر کے کفار مکہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوسکتا ہے۔ کفران نعمت اور تکذیب وعداوت رسول کی سزا سے بے فکر نہ ہوں لیکن بعض علمائے مفسرین کے نزدیک اس مثال میں بستی سے مراد خود مکہ معظمہ ہے جہاں ہر قسم کا امن وچین تھا۔ اور باوجود وادی غیر ذی زرع ہونے کے طرح طرح کے پھل اور میوے کھنچے چلے آتے تھے۔ عام ملک عرب میں تجارت کمیاب تھی مگر مکہ والے بڑے بڑے تاجر تھے۔ اگر چہ ملک میں عمومی طور پر امن مفقود تھا ہر وقت خونریزی ہوتی تھی مگر مکہ والے اس سے بے خوف تھے۔ جو یہاں آجائے امن میں سمجھا جاتا تھا۔ اہل مکہ نے ان نعمتوں کی قدر نہ جانی۔ شرک وعصیان بے حیائی اور اوہام پرستی میں منہمک ہوگئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں بھیجی مگر کفار مکہ نے انکار وتکذیب میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ آخر خدا تعالیٰ نے امن واطمینان اور فراخ روزی کی جگہ سات سال کا قحط ان پر مسلط کر دیا جس میں کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آ گئی پھر چونکہ روز بروز اسلام کا غلبہ نظر آ رہا تھا اس لئے ہر وقت مسلمانوں کا خوف سینہ پر سوار رہنے لگا تھا اور بالآخر بدر کے معرکہ میں غازیان اسلام کے ہاتھوں خدا کا عذاب کفار مکہ پر ٹوٹ پڑا اور ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر سے خوف زدہ رہنے لگے۔ بالآخر شہر مکہ پر چڑھائی کی گئی اور فتح کر لیا گیا یہ تھا ان کی بداعمالیوں کا ثمرہ کہ ظلم اور زیادتی پر اڑے ہوئے تھے اور خدا کے رسول کی تکذیب کرتے رہے تھے۔

ہجرت، جہاد اور صبر

یہاں ان آیات میں اہل ایمان کے تین اعمال یعنی **ھجرت، جہاد اور صبر** کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو دارالکفر سے دارالاسلام میں اس ارادہ سے چلے جانا کہ وہاں فرائض الٰہیہ کو آزادی کے ساتھ ادا کیا جائے۔ دوسرے تمام ممنوعات ومکروہات کو چھوڑ دینا یہاں تک کہ اپنی انانیت ومرضی کو بھی ترک کر دینا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کونسی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا جو بات تمہارے پروردگار کو ناگوار ہو اس کو ترک کر دینا بہترین ہجرت ہے۔ دریافت کیا گیا حضورؐ مہاجر کون ہے؟ فرمایا جس نے ممنوعات الٰہیہ کو ترک کر دیا وہی مہاجر ہے۔ اس قسم کی ہجرت میں انتقال مکانی کی ضرورت نہیں۔ ہر جگہ اور ہر وقت کوشش کرنے والے کو یہ ہجرت نصیب ہوسکتی ہے۔

اسی طرح جہاد کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو اس نیت سے کفار سے لڑنا کہ توحید الٰہی کی اشاعت ہو۔ فساد کی بیخ کنی ہو۔ دنیا میں امن پھیل جائے کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے۔ مخلوق الٰہی چین سے زندگی بسر کرے۔ دوسرے اللہ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس سے جنگ کرنا۔ خواہشات کو قربان کرنا ہر کام اللہ کے واسطے کرنا۔ رضائے مولا کے حصول کے لئے اپنے ارادہ کو فنا کر

دینا اور تسلیم کے درجہ میں پہنچ جانا۔ یہی جہاد اکبر ہے۔

اسی طرح صبر کے بھی دو معنیٰ ہیں۔ ایک ان شدائد و مصائب کو بخوشی برداشت کرنا جو راہ خدا میں پیش آئیں۔ دوسرے ان حدود پر اپنے نفس کو روکنا جہاں اللہ نے رکنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ گویا حد شریعت سے تجاوز نہ کرنے کا نام صبر ہے۔ خواہ نفس کو کتنی ہی تکلیف ہو۔

یہاں ان آیات میں ہجرت، جہاد اور صبر کی کوئی خاص قسم ذکر نہیں فرمائی اس لئے ہر قسم اس کے ذیل میں داخل ہے۔ اور یہاں جو مثال دی گئی تو اس مثال سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کفر و انکار کے نتائج اس دنیا میں بھی کیسے سخت اور ہولناک ہو سکتے ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ یہ انجام ظاہر ہو کر رہے۔

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ دنیا میں امن و فراغت سے رہنا سہنا اور کافی سامان معیشت بہم پہنچتے رہنا حق تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے جو تحقیر کے لئے نہیں بلکہ شکر گزاری کے قابل ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ دنیوی نعمتوں کی ناشکری بھی عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے تو معلوم ہوا کہ جب مخلوق احسان کا بدلہ ناشکری سے کرتی ہے تو اس سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔ اس قانون میں مسلمانوں کو بھی در پردہ تنبیہ ہے کہ خدا تعالیٰ تم کو اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمائے تو تمہارا فرض ہے کہ شکر کرو اور ناشکری سے بچو اور سب سے بڑی نعمت جو مسلمانوں کو عطا ہوئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے تو جتنی بڑی یہ نعمت ہے اتنا ہی بڑا شکر بھی واجب ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ روز جزا میں اپنی مغفرت و رحمت ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ تمام منہیات اور ممنوعات شرعیہ کو ترک کرنے کی ہجرت ہم سب کو نصیب فرما اور ہر حال میں ظاہراً و باطناً حدود شرعیہ کی پابندی نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اپنی دینی و دنیوی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رہنا نصیب فرما۔

یا اللہ! آپ نے نہایت اعلیٰ نعمت سید الرسل، اشرف الانبیاء والمرسلین نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی جو ہم کو عطا فرمائی ہے تو اس نعمت عظمیٰ کی حقیقی قدر دانی اور سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرما۔ اور آپ کا پکا و سچا وفادار امتی ہو کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے راستہ میں اپنی رضا کے لئے اسلامی و حقیقی جہاد ہم کو بھی زندگی میں نصیب فرما۔

یا اللہ! آپ کی فرمانبرداری اور حصول رضاء میں ہم کو اپنے نفس سے جنگ کرنا اور ناجائز خواہشات کو ترک کرنا جو جہاد اکبر ہے وہ نصیب فرما۔ اور دشمنان دین سے بھی اسلام کو بلند و بالا کرنے کے لئے جہاد کرنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۱۱۴﴾

سو جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں اُن کو کھاؤ، اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ

تم پر تو صرف مُردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص کہ بالکل بے قرار ہو جائے

غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ

بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ بخش دینے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ اور جن چیزوں کے بارہ میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے

هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ

اُن کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دو گے بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں

الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۱۷﴾

وہ فلاح نہ پائیں گے۔ یہ چند روزہ عیش ہے اور اُن کیلئے دردناک عذاب ہے۔

فَكُلُوا پس تم کھاؤ	مِمَّا اس سے جو	رَزَقَكُمُ اللَّهُ تمہیں دیا اللہ نے	حَلَالًا حلال	طَيِّبًا پاک	وَاشْكُرُوا اور شکر کرو	نِعْمَتَ نعمت	اللَّهِ اللہ	إِنْ اگر
كُنْتُمْ تم ہو	إِيَّاهُ صرف اس کی	تَعْبُدُونَ تم عبادت کرتے ہو	إِنَّمَا اس کے سوا نہیں	حَرَّمَ حرام کیا	عَلَيْكُمُ تم پر	الْمَيْتَةَ مردار	وَالدَّمَ اور خون	
وَ اور	لَحْمَ گوشت	الْخِنْزِيرِ خنزیر	وَمَا اور جس	أُهِلَّ پکارا جائے	لِغَيْرِ اللَّهِ اللہ کے علاوہ	بِهِ اس پر	فَمَنِ پس جو	اضْطُرَّ لاچار ہوا
غَيْرَ بَاغٍ نہ سرکشی کرنیوالا	وَ اور	لَا عَادٍ نہ حد سے بڑھنے والا	فَإِنَّ اللَّهَ تو بے شک اللہ	غَفُورٌ بخشنے والا	رَحِيمٌ نہایت مہربان	وَ اور	لَا تَقُولُوا تم نہ کہو	
لِمَا وہ جو	تَصِفُ بیان کرتی ہیں	أَلْسِنَتُكُمُ تمہاری زبانیں	الْكَذِبَ جھوٹ	هَٰذَا یہ	حَلَالٌ حلال	وَهَٰذَا اور یہ	حَرَامٌ حرام	
لِتَفْتَرُوا کہ بہتان باندھو	عَلَى پر	اللَّهِ اللہ	الْكَذِبَ جھوٹ	إِنَّ بیشک	الَّذِينَ وہ لوگ جو	يَفْتَرُونَ بہتان باندھتے ہیں	عَلَى پر	
اللَّهِ اللہ	الْكَذِبَ جھوٹ	لَا يُفْلِحُونَ فلاح نہ پائیں گے	مَتَاعٌ فائدہ	قَلِيلٌ تھوڑا	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	أَلِيمٌ دردناک	

عبادت گزاری کے تقاضے

گذشتہ آیات میں ایک مثال دے کر یہ سمجھایا گیا تھا کہ جب مخلوق اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہے تو پھر بطور سزا کے وہ نعمتیں چھین لی جاتی ہیں اور خدا کے ساتھ کفر وشرک کرنا جس میں کفر بالرسول بھی داخل ہے گویا خدا کی نعمتوں کی سب سے بڑی ناقدری کرنا ہے۔ اس طرح کفر وشرک کا مذموم ہونا سمجھایا گیا تھا اور ناشکری سے ڈرایا گیا تھا۔

اب آگے اسی سلسلہ میں بتلایا جاتا ہے کہ جس کو خدا کی پرستش کا دعویٰ ہو اسے لائق ہے کہ خدا کی دی ہوئی حلال وطیب روزی سے کھائے پیئے اور اس کا احسان مان کر شکر گزار بندہ بنے۔ حلال کو حرام نہ سمجھے اور حرام کو حلال نہ جانے اور نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولے بلکہ اس پر اور اس

کے بھیجے ہوئے پیغمبر پر ایمان لائے اور اسی کے احکام وہدایت کی پابندی کرے۔ واضح رہے کہ مشرکین عرب بھی دعویٰ دین ابراہیمی پر ہونے کا کرتے تھے اور اس طرح خدا کی پرستش کے بھی اپنے زعم میں دعوے دار تھے۔ تو ان کو حقیقت سے آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر تم بزعم خود خدا کی عبادت کے دعوے دار ہو تو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو حرام مت سمجھو جیسا کہ مشرکین نے بعض حلال چیزوں کو حرام بنا رکھا تھا۔ بلکہ ان کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اور جس طرح حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرے ایسی طرح حرام چیزوں کو حلال نہ ٹھہرائے۔

حرام وحلال کی تعیین کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

اب آگے چند حرام چیزوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ تم پر صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔ انہی چار چیزوں کا ذکر سورۂ بقرہ اور سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام میں گزر چکا ہے۔ جہاں ان کی تفصیلات ذکر ہو چکی ہیں۔ غرض یہاں یہ تنبیہ کی گئی کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اسی کا حق ہے جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ چنانچہ اشیاء مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو لاچاری کی حالت میں جان بچانے کے لئے اجازت ہے کہ قدر ضرورت ان اشیاء میں سے کھالے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو۔ آگے یہی مضمون تحریم و تحلیل اور وضاحت کے ساتھ بیان ہوتا ہے کہ بغیر کسی مستند دلیل کے کسی چیز کے متعلق منہ اٹھا کر کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام بڑی سخت جسارت اور کذب وافترا ہے۔ حلال وحرام تو وہی ہو سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے حرام یا حلال کیا ہو۔ اگر کوئی محض اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہراتا ہے اور خدا کی طرف اس کی نسبت کرتا ہے جیسے مشرکین کرتے تھے۔ تو فی الحقیقت یہ خدا پر بہتان باندھنا ہے۔ اس لئے مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ جو از راہ جھوٹ و بہتان جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام کہہ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تو ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ یہ روش اختیار کر کے کسی بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے۔ تھوڑے دن دنیا کا مزہ اڑا لیں پھر ہمیشہ کا جیل خانہ تیار ہے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا رزق کھا کر اس کی شکر گزاری کی تعلیم دی گئی ہے اور اس بات کی صاف تصریح کر دی گئی کہ خدا کے سوا حلال وحرام کرنے کا حق کسی کو بھی نہیں بالفاظ دیگر جائز و ناجائز کا قانون و فیصلہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ دوسرا جو بھی جائز و ناجائز کا فیصلہ اپنی طرف سے کرنے کی جرأت کرے گا تو اس کا یہ خود مختارانہ فعل اللہ پر جھوٹ اور بہتان قرار دیا جائے گا اور ایسا کرنے والوں کے لئے صاف فرمایا گیا کہ وہ ہرگز فلاح نہیں پانے والے اور آخر کار ان کے لئے دردناک سزا کی وعید بیان فرمائی گئی۔

دعا کیجئے: یا اللہ! جو حلال، پاک اور طیب رزق آپ نے ہم کو عطا فرما رکھا ہے اس کو کھا کر اس پر شکر گزاری کی توفیق ہم کو نصیب فرما۔ اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری کے کام کرنا نصیب فرما یا اللہ آپ کا عطا کردہ رزق کھا کر اور پھر آپ ہی کی نافرمانی کرنا یہ ظلم عظیم ہے۔ یا اللہ! ہم کو اس ظلم اور کفران نعمت سے کامل طور پر بچنا نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! آپ نے جو اشیاء حرام فرمادی ہیں ان سے ہمیں آخر دم تک پرہیز اور بچنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کردی تھیں جس کا بیان ہم اس کے قبل آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے اُن پر کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی

كَانُوٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ

اپنے اوپر زیادتی کیا کرتے تھے۔ پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے جنھوں نے جہالت سے بُرا کام کرلیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی

ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

اور اپنے اعمال درست کرلئے تو آپ کا رب اس کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

وَ اور	علَى پر	الَّذِيْنَ هَادُوْا جولوگ یہودی ہوئے	حَرَّمْنَا ہم نے حرام کیا	مَا قَصَصْنَا جو ہم نے بیان کیا	عَلَيْكَ تم پر	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل			
وَ اور	مَا ظَلَمْنٰهُمْ نہیں ہم نے ظلم کیا ان پر	وَلٰكِنْ بلکہ	كَانُوْا وہ تھے	اَنْفُسَهُمْ اپنے اوپر	يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے	ثُمَّ پھر	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	
لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو	عَمِلُوْا عمل کئے	السُّوْٓءَ بُرے	بِجَهَالَةٍ نادانی سے	ثُمَّ پھر	تَابُوْا انہوں نے توبہ کی	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	ذٰلِكَ اس		
وَاَصْلَحُوْا اور انہوں نے اصلاح کی	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	مِنْۢ بَعْدِهَا اس کے بعد	لَغَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان				

تحریم اشیاء کی ایک خاص قسم

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس چیز کو چاہا حرام کرلیا اور جس چیز کو چاہا حلال کرلیا۔ چنانچہ مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کردیا گیا ہو ان کا حرام ہونا بیان فرمایا گیا۔ مگر سخت ترین مجبوری کی حالت میں جب جان جانے کا اندیشہ ہو تو جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت ان حرام چیزوں کا کھالینا بھی جائز بتلایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں ایک قسم حرمت کی ان آیات میں بیان فرمائی گئی۔ مثلاً یہود پر ان کی شرارتوں کی سزا میں ہر ناخن یعنی کھر والا جانور جس کی انگلیاں پھٹی نہ ہوں۔ جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ، خرگوش وغیرہ حرام کردیا گیا تھا۔ نیز گائے بکری کی جو چربی پشت یا انتڑیوں پر نہ لگی ہو یا ہڈی کے ساتھ نہ ملی ہو ان پر حرام کردی گئی تھی جیسے گردہ کی چربی، جس کا بیان سورۃ الانعام میں ہوا۔ یہود کی شرارت اور نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر یہ چیزیں حرام ہوئی تھیں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہ تھا بلکہ ان کے کرتوت کی سزا تھی۔

مقصد یہاں یہ بیان کرنے سے یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے یا کسی خاص قوم کے لئے معین وقت تک حرام کی ہے عین حکمت ہے کسی بشر کو حق نہیں کہ اس میں تصرف کرکے حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنائے۔

ایک وہم کا ازالہ

اب یہاں ایک وہم پیدا ہوسکتا تھا کہ جب یہودیوں کی سرکشی و معصیت سے خدا تعالیٰ نے درگزر نہ فرمایا اور دنیا ہی میں ان پر سختی کردی تو کیا پھر مسلمان گنہ گاروں کو معافی سے مایوس ہو جانا چاہئے اور کیا ان کے گناہوں کی پاداش بھی ملنی یقینی ہے؟ یہاں پہلی آیت سے یہ شبہ ہوسکتا تھا اس لئے اس شبہ کے ازالہ کے لئے اگلی آیت نازل فرمائی گئی جس میں بتلایا گیا کہ جو لوگ نادانستہ جہالت سے گناہ کر بیٹھیں اور پھر سچے دل سے توبہ کرلیں اور اخلاص سے توبہ کرنے کی علامت یہ ہے کہ وہ آئندہ اس گناہ

سے بچیں اور اپنے اعمال درست کرلیں تو خدا چونکہ غفور و رحیم ہے اس لئے ان کی توبہ قبول فرمائے گا اور مواخذہ نہ کرے گا۔

توبہ اور اس کی شرائط

اب یہاں اس دوسری آیت میں تین امور قابل تشریح ہیں:۔

(۱) ناواقفیت اور نادانی سے کئے ہوئے گناہ کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ یہاں جہالت یا نادانی سے اس لئے فرمایا کہ خدا کی جو نافرمانی اور گناہ آدمی کرتا ہے خواہ جان بوجھ کر ہی کرے وہ فی الحقیقت نادان اور بے عقل بن کر ہی کرتا ہے اگر ذرا عقل سے کام لے اور گناہ کے بدنتائج تصور کرے تو ہرگز معصیت پر اقدام نہیں کرسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی گناہ بغیر نادانی کے نہیں ہوتا۔

(۲) دوسرے توبہ۔ لغت میں توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا اور لوٹنا' بندہ اگر اپنے گناہ سے لوٹ جائے اور رجوع کرلے تو اس کو تائب کہا جاتا ہے توبہ کا اظہار اگرچہ قول و فعل دونوں سے ہوتا ہے مگر دراصل توبہ دل سے ہوتی ہے گویا دل سے گناہ نہ کرنے کا عہد اور اعمال واقوال سے اس کا مظاہرہ کیا جائے گا تو ایسے شخص کو تائب کہا جاتا ہے اور کبھی اظہار کا موقع نہیں ملتا مثلاً دل سے توبہ کرنے کے بعد ناگہانی طور پر کوئی شخص مرجاوے تو اگرچہ اس کو اپنی توبہ کے ظاہر کرنے کا وقت نہیں ملا مگر عنداللہ وہ تائب قرار پائے گا۔

(۳) تیسری چیز جو یہاں آیت میں فرمائی گئی وہ توبہ کے بعد اصلاح عمل بشرط قدرت ضروری ہے۔ توبہ کرنے والے کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی حالت کی اصلاح کرلے۔ اصلاح کا باب بہت وسیع ہے قول فعل اعتقاد ہر ایک کی اصلاح کو یہ لفظ شامل ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات۔ حقوق الٰہی ہوں یا حقوق العباد۔ یا اپنے نفس کے حقوق سب کے اندر اصلاحی جذبہ کارفرما ہونا چاہئے۔ اس لئے مقصود یہ نکلا کہ جو لوگ اب تک گناہ کرتے رہے ہیں ان کو چاہئے کہ توبہ کرلیں اور اپنی حالت درست کرلیں تاکہ ان کو معاف کردیا جائے اور ان پر رحم کیا جائے۔ اسی طرح کفار و مشرکین بھی اگر کفریات سے توبہ کرکے مسلمان ہوجائیں اور آئندہ کے لئے اپنی حالت درست کرلیں تو حق تعالیٰ تمام گذشتہ گناہ معاف فرمادیتے ہیں خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں۔

اب توبہ کی حقیقت کیا ہے؟ یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں مختصراً سن لیجئے:۔

فرماتے ہیں "جاننا چاہئے کہ اول توبہ سے نور معرفت پیدا ہوتا ہے اور آدمی اس نور کی روشنی سے دیکھتا ہے کہ گناہ زہر قاتل ہے اور جب دیکھتا ہے کہ اس نے اس زہر کو بہت کھایا ہے اور اب ہلاکت کے نزدیک پہنچ گیا ہے تو بالضرور اس میں پشیمانی اور خوف پیدا ہوجاتا ہے جیسے وہ آدمی جس نے زہر کھایا ہو پشیمان ہوتا ہے اور ڈرتا ہے اور اس پشیمانی کی وجہ سے حلق میں انگلی ڈالتا ہے تاکہ قے کردے اور پھر اس کی وجہ سے دوا کی تدبیر کرتا ہے تاکہ اس زہر کا جو اثر پیدا ہوا ہے وہ رفع ہوجائے اسی طرح آدمی جب دیکھتا ہے کہ میں نے شہوت پرستی کی' وہ زہر آلود شہد کی طرح تھی کہ اس وقت تو شیریں معلوم ہوتا ہے لیکن آخر کو سانپ کی طرح کاٹتا ہے تو وہ گنہگار انسان اپنے گذشتہ گناہوں پر پشیمان ہوتا ہے اور اس کی جان میں خوف کی آگ لگ جاتی ہے اور اس میں جو خواہش و گناہ کی حرص ہوتی ہے وہ اس آگ میں جل جاتی ہے اور وہ خواہش حسرت سے مبدل ہوجاتی ہے اور وہ گذشتہ گناہوں کی تلافی کا قصد و ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آئندہ کبھی بھی گناہ کے نزدیک نہ جائے گا اور وہ لباس جفا کو اتار ڈالتا ہے اور بساط وفا کو بچھالیتا ہے اور اپنے تمام حرکات و سکنات کو بدل ڈالتا ہے جیسے کہ وہ پہلے بالکل گھمنڈ' خوشی اور غفلت میں تھا اسی طرح اب سراپا گریہ' حسرت اور اندوہ بن جاتا ہے اور پہلے اہل غفلت کے پاس بیٹھا کرتا تھا اب اہل معرفت کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ پس توبہ حقیقت میں پشیمانی ہے اور اس کی اصل معرفت اور ایمان کا نور ہے اور اس کی فرع حالات کا تبدیل کردینا اور معصیت و مخالفت سے تمام اعضاء کو باز رکھ کر حق تعالیٰ کی موافقت و عبادت کرنا ہے"۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ

بیشک ابراہیمؑ بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے شکر گذار تھے

اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ

اللہ تعالیٰ نے اُن کو منتخب کرلیا تھا اور اُن کو سیدھے راستہ پر ڈال دیا تھا۔ اور ہم نے اُنکو دنیا میں بھی خوبیاں دی تھیں اور وہ آخرت میں بھی

لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ

اچھے لوگوں میں ہوں گے۔ پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیمؑ کے طریقہ پر جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے چلئے اور وہ شرک

الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَیَحْكُمُ بَیْنَهُمْ

کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ بس ہفتہ کی تعظیم تو صرف اُن ہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنھوں نے اس میں خلاف کیا تھا، بیشک آپ کا رب قیامت کے دن اُن میں باہم

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

فیصلہ کردے گا جس بات میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

اِنَّ بیشک	اِبْرٰهِیْمَ ابراہیم	كَانَ تھے	اُمَّةً ایک جماعت (امام)	قَانِتًا فرمانبردار	لِّلّٰهِ اللہ کے	حَنِیْفًا یک رخ	وَ اور	لَمْ یَكُ نہ تھے
مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ مشرک سے	شَاكِرًا شکرگزار	لِّاَنْعُمِهٖ اسکی نعمتوں کیلئے	اِجْتَبٰىهُ اُس نے اُسے چن لیا	وَهَدٰىهُ اور اس کی رہنمائی کی	اِلٰى طرف			
صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھی راہ	وَاٰتَیْنٰهُ اور اس کو دی ہم نے	فِی الدُّنْیَا دنیا میں	حَسَنَةً بھلائی	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	فِی الْاٰخِرَةِ آخرت میں			
لَمِنَ البتہ۔ سے	الصّٰلِحِیْنَ نیکوکار	ثُمَّ پھر	اَوْحَیْنَا وحی بھیجی ہم نے	اِلَیْكَ تمہاری طرف	اَنِ کہ	اتَّبِعْ پیروی کرو تم	مِلَّةَ دین	
اِبْرٰهِیْمَ ابراہیم	حَنِیْفًا یک رخ	وَمَا كَانَ اور نہ تھے وہ	مِنَ سے	الْمُشْرِكِیْنَ مشرک	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	جُعِلَ مقرر کیا گیا		
السَّبْتُ ہفتہ کا دن	عَلَى پر	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اخْتَلَفُوْا انہوں نے اختلاف کیا	فِیْهِ اس میں	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب		
لَیَحْكُمُ البتہ فیصلہ کریگا	بَیْنَهُمْ ان کے درمیان	یَوْمَ الْقِیٰمَةِ روزِ قیامت	فِیْمَا اس میں جو	كَانُوْا وہ تھے	فِیْهِ اس میں	یَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے		

ملت ابراہیمی کے تقاضے

کفار مکہ اگرچہ بت پرست اور مشرک تھے لیکن کعبہ کو مانتے تھے اور چونکہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اپنا پیشوا جانتے تھے اور باوجود بت پرستی کے مدعی تھے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہیں اوران کی نسل سے ہیں۔ اسی طرح یہود بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قائل تھے اوراپنے خرافات کو ملت ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ توراۃ میں جو کچھ احکام میں سختی ہوئی اور پاک چیزیں ان پر حرام ہوئیں ان کو سنت ابراہیمیہ سمجھتے تھے۔ اس لئے ان دونوں فریق کے سنانے کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صفات حمیدہ اور آپ کے طریقہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔ یہ جتلانے کے لئے کہ تم اے مشرکین و یہود دین اور ملت ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ رکھتے ہو حالانکہ ملت ابراہیمی سے تمہیں نسبت دور کی بھی نہیں رہی۔ چنانچہ ان آیات میں مشرکین عرب کو خطاب کیا

جاتا ہے کہ تم کس منہ سے حضرت ابراہیم کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تم تو ہر معاملہ میں ان کی بالکل ضد اور خلاف ہو۔ وہ قانت یعنی فرمانبردار تھے تم نافرمان ہو۔ وہ مومن حنیف تھے یعنی اللہ کی طرف یکسوئی سے لگے ہوئے اور ایک رخ تھے اور تم ادھر سے منہ موڑے ہوئے دنیا طلبی پر گرے ہوئے ہو۔ وہ موحد تھے تم مشرک ہو۔ وہ شکر گزار بندے تھے تم ناشکرے ہو۔ تمہارے اور ان کے درمیان رشتہ اشتراک ہی کیا؟ تو اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متعدد صفات کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگوں کے امام و پیشوا تھے اور اپنے اللہ کے سچے فرمانبردار تھے اور سب بتوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے ہمہ تن اللہ ہی کی طرف مائل ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ نیز وہ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ کیا اور دین کا سیدھا راستہ ان کو بتا دیا اور اللہ نے ان کو دنیا میں بھی خیر و برکت عطا فرمائی تھی اور بلاشبہ وہ آخرت میں بھی اللہ کے بڑے مرتبہ والے بندوں میں سے ہوں گے۔

مقصد یہ ہے کہ ایسے مقبول کا جو طریقہ ہو گا وہ بالکل مقبول ہو گا۔ اس کو اختیار کرنا چاہئے اور وہ طریقہ اب منحصر ہے طریقہ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں۔ پس حلال و حرام کے بیان اور اصول دین میں اصل ملت ابراہیمی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی ملت کی اقامت و اشاعت اور بسط و تفصیل کیلئے تشریف لائے ہیں۔ اگر اصلی دین پر چلنا ہے تو اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کرو۔

اہل اسلام پر اہل کتاب کے اعتراض کا جواب

جب اہل اسلام نے دعویٰ کیا کہ ہمارا دین ملت ابراہیمی کے موافق ہے اور صحیح معنیٰ میں ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیشوا مانتے ہیں تو اہل کتاب یعنی یہود نے اعتراض کیا کہ اہل اسلام طریقہ ابراہیمی سے علیحدہ ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم کی شریعت میں ہفتہ یعنی سنیچر کا دن قابل عظمت مانا جاتا تھا اور اہل اسلام نے سنیچر کا دن ترک کر کے جمعہ کا دن مقرر کیا۔ اس کا بھی جواب دیا گیا کہ اصل ملت ابراہیمی میں ہفتہ کی عظمت کا حکم نہ تھا اس لئے ملت اسلامیہ میں بھی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً ۵۰۰ سال بعد کا تھا۔ یہود نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ کے حکم سے اختلاف کر کے اس معاملہ میں باہم جھگڑا کیا۔ پہلے شریعت موسوی میں بھی جمعہ کا دن قابل عظمت قرار دیا گیا تھا اور اس دن کو مخصوص عبادت کا دن مقرر کیا گیا تھا لیکن یہود نے اختلاف کیا اور مصر ہوئے کہ ہم تو سنیچر کے دن کی تعظیم کریں گے جس میں خدا تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہوا۔ ان کی درخواست پر ہفتہ کی تعظیم مقرر کر دی گئی اور حکم ہوا کہ اس روز یعنی سنیچر میں مچھلی کا شکار نہ کیا جائے۔ مگر یہ حکم کسی نے مانا' کسی نے نہ مانا' نہ ماننے والے دنیا میں بندر اور سور بنا دیئے گئے اور آخرت میں جو فیصلہ ہو گا وہ الگ رہا اور ایک اسی پر کیا منحصر ہے آخرت میں تو سارے جھگڑے اور اختلافات چکا دیئے جائیں گے اور ہر شخص آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ کون غلطی پر تھا کون راستی پر۔

خلاصہ یہ کہ کفار مکہ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہیں کیونکہ پیروی کا ثبوت عمل سے ہوتا ہے قول سے ہوتا ہے اور عقیدہ سے ہوتا ہے ان مشرکین کا نہ عقیدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے نہ قول و فعل میں مشابہت ہے پھر فقط دعویٰ ہی دعویٰ کرنا محض غلط ہے۔ ہاں ملت اسلامیہ کی تعلیم ضرور شریعت ابراہیمی کی طرح ہے۔ شریعت اسلامیہ انہی عقائد انہی اصول اعمال کی ہدایت کرتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شعار تھے۔

یہاں آیت میں اس بات کی طرف بھی ضمنی اشارہ ہے کہ اتباع کے معنٰی ہیں عقائد و اعمال میں اتحاد و یگانگت اور ناحق و باطل سے روگردانی کر کے حق کی طرف مائل ہونے سے آخرت کے اجر کے علاوہ دنیا میں بھی بھلائی نصیب ہوتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے

اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ

آپ کا رب خوب جانتا ہے اُس شخص کو بھی جو اُس کے راستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔اور اگر بدلہ لینے لگو

فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَھُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا

تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے۔اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا

صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ

صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے اور اُن پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اُس سے تنگ دل نہ ہو جیئے اللہ تعالیٰ ایسے

الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

اُدْعُ تم بلاؤ	اِلٰی طرف	سَبِیْلِ راستہ	رَبِّکَ اپنا رب	بِالْحِکْمَۃِ حکمت (دانائی) سے	وَالْمَوْعِظَۃِ اور نصیحت	الْحَسَنَۃِ اچھی	
وَجَادِلْھُمْ اور بحث کروان سے	بِالَّتِیْ ایسے جو	ھِیَ وہ	اَحْسَنُ سب سے بہتر	اِنَّ بیشک	رَبَّکَ تمہارا رب	ھُوَ وہ	اَعْلَمُ خوب جاننے والا
بِمَنْ اس کو جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	عَنْ سے	سَبِیْلِہٖ اس کا راستہ	وَھُوَ اور وہ	اَعْلَمُ خوب جاننے والا	بِالْمُھْتَدِیْنَ راہ پانے والوں کو	
وَاِنْ اور اگر	عَاقَبْتُمْ تم تکلیف دو	فَعَاقِبُوْا تو انہیں تکلیف دو	بِمِثْلِ ایسی ہی	مَا عُوْقِبْتُمْ جو تمہیں تکلیف دی گئی	بِہٖ اس سے		
وَلَئِنْ اور اگر	صَبَرْتُمْ تم صبر کرو	لَھُوَ تو وہ	خَیْرٌ بہتر	لِّلصّٰبِرِیْنَ صبر کرنے والوں کیلئے	وَاصْبِرْ اور صبر کرو	وَمَا اور نہیں	
صَبْرُکَ تمہارا صبر	اِلَّا مگر	بِاللّٰہِ اللہ کی مدد سے	وَلَا تَحْزَنْ اور غم نہ کھاؤ	عَلَیْھِمْ اُن پر	وَلَا تَکُ اور نہ ہو	فِیْ میں	ضَیْقٍ تنگی
مِمَّا اس سے جو	یَمْکُرُوْنَ وہ فریب کرتے ہیں	اِنَّ بیشک	اللّٰہَ اللہ	مَعَ ساتھ	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اتَّقَوْا انہوں نے پرہیزگاری کی	
	وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جو	ھُمْ وہ	مُحْسِنُوْنَ نیکوکار				

دعوت حق کا لائحہ عمل: گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات حمیدہ بیان کر کے مشرکین مخاطبین کو آگاہ کیا گیا تھا کہ یہ پیغمبر اصل ملت ابراہیمی لے کر آئے ہیں اگر کامیابی چاہتے ہو اور "حنیف" ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چل پڑو۔ اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم دی جارہی ہے کہ لوگوں کو کس طرح راستہ پر لانا چاہئے اس کے تین طریقہ بتلائے گئے:۔ ۱-حکمت ۲-موعظت حسنہ ۳-جدال احسن حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین مضبوط دلائل اور براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔

موعظت حسنہ سے مراد موثر اور رقت انگیز نصائح ہیں۔جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو۔اخلاص ہمدردی اور شفقت وحسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہوجاتے ہیں اور لوگ ترغیب وترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تحاشا دوڑنے لگتے ہیں۔

دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جس کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث ومناظرہ کا بازار گرم ہو۔اس لئے تیسری صورت وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ یعنی ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے فرمادیا کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو۔خواہ مخواہ دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو کہ جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے۔

دعوت کی راہ میں استقامت اور صبر ضروری ہے

آگے مزید ہدایت کی جاتی ہے کہ طریق دعوت اور تبلیغ میں آپ کو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہئے اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا۔نتیجہ کو خدا کے سپرد کیجئے وہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے۔جیسا مناسب ہوگا ان کے ساتھ معاملہ کرے گا۔آگے خطاب محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔عام امت سے ہے کہ اگر دعوت وتبلیغ کی راہ میں تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے پر برابر کا بدلہ لے سکتے ہو۔اجازت ہے لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔اگر صبر کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خود زیادتی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہوگا۔یہاں یہ خوب سمجھ لیا جائے کہ شریعت نے عام فطرت بشری کا لحاظ کر کے انتقام لینا جائز رکھا ہے مگر یہ مقام رخصت ہے۔عزیمت کے درجہ میں بہتر اور افضل تو انتقام نہ لینا ہی ہے۔صبر وتحمل اور عفو ودرگزر کا مقام بلند ہے۔لیکن اگر اس پر قدرت نہ ہو اور مجرم کو سزا دینے ہی پر تل جاؤ تو یہ بہرحال لازم ہے کہ سزا بس جرم ہی کے متناسب ہو اس سے زائد ہرگز نہ ہونے پائے۔انتقام کا وقت بھی نازک ہوتا ہے۔مظلوم کا نفس جوش انتقام میں عموماً حد سے آگے بڑھ جاتا ہے اور اب خود ظالم ہوجاتا ہے۔قرآن مجید نے اس اشتعال کے وقت جذبات پر قابو رکھنے کی بار بار تاکید کی ہے اور انتقام کو حدود کے اندر رکھنے کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔بعض مفسرین نے یہاں یہ لکھا ہے کہ یہ آیت آیت قتال سے منسوخ ہے۔لیکن فخر المفسرین امام رازیؒ نے فرمایا کہ اس کو جہاد وقتال کے مسئلہ سے کوئی سروکار نہیں اس میں تو دعوۃ الی اللہ کی ایک اخلاقی تعلیم حسن ادب کی اور لوگوں کے ساتھ زیادتی نہ کرنے کی دی گئی ہے۔اور حکم قتال وجہاد وہ اپنی جگہ قائم ہے اب چونکہ مظالم وشدائد پر صبر کرنا سہل کام نہیں خدا ہی مدد فرمائے تو ہوسکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا رہے اور اف نہ کرے۔اس لئے آگے یہ بھی بتلادیا کہ انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقویٰ وپرہیزگاری اور نیکی وحسن سلوک اختیار کرے گا اسی قدر خدا کی امداد واعانت اس کے ساتھ ہوگی۔چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقویٰ اور احسان دونوں کے اعلیٰ ترین مقام پر سرفراز تھے اس لئے حق تعالیٰ کی معیت بھی سب سے بڑھ کر آپ کو حاصل تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا گیا کہ ان مخالفین اور منکرین کی بڑی سے بڑی چالیں بھی آپ کو ضرر نہ پہنچا سکیں گی۔اس لئے آپ ان لوگوں کی مخالفت پر غم نہ کیجئے۔اس سے آپ کا کوئی ضرر نہ ہوگا کیونکہ آپ تقویٰ اور احسان کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کئے رہتے ہیں اور نیک کردار ہوتے ہیں۔

دعوت الی اللہ کا مقام

ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ ان

آیات میں دعوت وتبلیغ کا مکمل نصاب اس کے اصول وآداب کی پوری تفصیل چند کلمات میں سموئی ہوئی ہے۔

دعوت الی اللہ دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کا منصب ہے۔ امت کے علماء اس منصب کو ان کا نائب ہونے کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں تو لازم یہ ہے کہ اس کے آداب اور طریقے بھی انہی سے سیکھیں جو دعوت ان طریقوں پر نہ رہے وہ دعوت کی بجائے عداوت اور جنگ وجدال کا موجب ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ اور کفار کے مجادلات سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں کہیں نظر نہیں آتا کہ کسی اللہ کے رسول نے حق کے خلاف ان پر طعنہ زنی کرنے والوں کے جواب میں کوئی ثقیل کلمہ بھی بولا ہو۔ دعوت پیغمبرانہ کے اصول میں جو قرآن کریم میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے لئے سورۂ طٰہٰ میں نقل کی گئی ہے کہ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى یعنی فرعون سے نرم بات کہو شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔ یہ ہر داعی حق کو ہر وقت سامنے رکھنا ضروری ہے کہ فرعون جیسا سرکش کافر جس کی موت بھی علم الٰہی میں کفر ہی پر ہونے والی تھی اس کی طرف بھی جب اللہ تعالیٰ اپنے داعی کو بھیجتے ہیں تو نرم گفتاری کی ہدایت کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ آج ہم جن لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں اور ہم میں سے کوئی موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے برابر ہادی وداعی نہیں تو جو حق اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں پیغمبروں کو نہیں دیا کہ مخاطب سے سخت کلامی کریں۔ اس پر فقرے کسیں۔ اس کی توہین کریں۔ وہ حق ہمیں کہاں سے حاصل ہو گیا۔ دعوت وتبلیغ میں ہر مخاطب اور ہر موقع کے مناسب کلام کرنے میں حکیمانہ اصول اور عنوان وتعبیر میں حکمت و مصلحت کی رعایتیں بھی جو انبیاء علیہم السلام نے اختیار فرمائی ہیں اور دعوت الی اللہ کو مقبول ومؤثر اور پائیدار بنانے کے لئے جو طرز عمل اختیار فرمایا ہے وہی دراصل دعوت کی روح ہے۔ اس کی تفصیلات تو تمام تعلیمات نبوی علیہ السلام میں پھیلی ہوئی ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند چیزیں دیکھئے۔

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت وتبلیغ اور وعظ و نصیحت میں اس کا بڑا لحاظ رہتا تھا کہ مخاطب پر بار نہ ہونے پائے۔ صحابہ کرام جیسے عشاق رسول جن سے کسی وقت بھی اس کا احتمال نہ تھا کہ وہ آپ کی باتیں سننے سے اکتا جائیں گے ان کے لئے بھی آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وعظ ونصیحت روزانہ نہیں بلکہ ہفتہ کے بعض دنوں میں فرماتے تھے تاکہ لوگوں کے کاروبار کا حرج اور ان کی طبیعت پر بار نہ ہو۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے بعض ایام ہی میں وعظ فرماتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں اور دوسروں کو بھی آپ کی طرف سے یہی ہدایت تھی۔

(۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر آسانی کرو دشواری پیدا نہ کرو اور ان کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سناؤ۔ مایوس یا متنفر نہ کرو۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ تمہیں چاہئیے کہ ربانی حکماء علماء اور فقہاء بنو صحیح بخاری میں یہ قول نقل کر کے لفظ ربانی کی یہ تفسیر فرمائی کہ جو شخص دعوت وتبلیغ اور تعلیم میں تربیت کے اصول کو ملحوظ رکھ کر پہلے آسان آسان باتیں بتلائے جب لوگ اس کے عادی ہو جائیں تو اس وقت دوسرے احکام بتلائے جو ابتدائی مرحلہ میں مشکل ہوتے ہیں وہ عالم ربانی ہے۔

آج کل جو وعظ وتبلیغ کا اثر بہت کم ہوتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عموماً اس کام کے کرنے والے ان اصول وآداب کی رعایت نہیں کرتے۔ لمبی تقریریں وقت بے وقت نصیحت۔ مخاطب کے حالات کو معلوم کئے بغیر اس کو کسی کام پر مجبور کرنا ان کی عادت بن گئی ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت واصلاح کے کام میں اس کا بھی بڑا اہتمام تھا کہ مخاطب کی سبکی یا رسوائی نہ ہو اس لئے جب کسی شخص کو دیکھتے کہ کسی غلط اور برے کام میں مبتلا ہے تو اس کو براہ راست خطاب کرنے کی بجائے مجمع عام کو مخاطب کر کے

فرماتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ فلاں کام کرتے ہیں۔ اس عام خطاب میں جس کو سنانا اصل مقصود ہوتا وہ بھی سن لیتا اور دل میں شرمندہ ہو کر اس کے چھوڑنے کی فکر میں لگ جاتا۔ انبیاء علیہم السلام کی عام عادت یہی تھی کہ مخاطب کو شرمندگی سے بچاتے تھے۔

(۵) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت کا خط ہرقل شاہ روم کے نام بھیجا اس میں اول تو شاہ روم کو "عظیم الروم" کے لقب سے یاد فرمایا۔ جس میں اس کا جائز اکرام ہے کیونکہ اس میں اس کے عظیم ہونے کا اقرار بھی ہے مگر رومیوں کے لئے اپنے لئے نہیں اس کے بعد ایمان کی دعوت اس عنوان سے دی گئی ہے:۔ "اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف جلدی سے آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔"

جس میں پہلے آپس کا ایک مشترکہ نقطہ وحدت ذکر کیا کہ توحید کا عقیدہ ہمارے اور تمہارے درمیان میں مشترک ہے اس کے بعد عیسائیوں کی غلطی پر متنبہ فرمایا۔

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا:۔ "علم تو اہل علم وفضل کے مابین ایک رحم متصل (رشتہ اخوت و برادری) ہے۔ تو وہ لوگ جنہوں نے علم ہی کو عداوت بنالیا ہے وہ دوسروں کو اپنے مذہب کی اقتداء کی دعوت کس طرح دیتے ہیں۔ ان کے پیش نظر دوسرے پر غلبہ پانا ہی ہے تو پھر ان سے باہمی انس ومودت اور مروت کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اور ایک انسان کے لئے اس سے بڑھ کر شر اور برائی کیا ہوگی کہ وہ اس کو منافقین کے اخلاق میں مبتلا کردے اور مومنین ومتقین کے اخلاق سے محروم کردے۔"

امام غزالیؒ نے فرمایا کہ علم دین اور دعوت حق میں اشتغال رکھنے والا یا تو اصول صحیحہ کے تابع اور مہلک خطرات سے مجتنب رہ کر سعادت ابدی حاصل کر لیتا ہے یا پھر اس مقام سے گرتا ہے تو شقاوت ابدی کی طرف جاتا ہے۔ اس کا درمیان میں رہنا بہت مستبعد ہے۔ کیونکہ جو علم نافع نہ ہو وہ عذاب ہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ "سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت کے دن وہ عالم ہوگا جس کے علم سے "اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع نہ بخشا ہو"۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ "علم دین کو اس غرض سے نہ سیکھو کہ اس کے ذریعہ دوسرے علماء کے مقابلہ میں فخر وعزت حاصل کرو یا کم علم لوگوں سے جھگڑے کرو یا اس کے ذریعہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرلو اور جو ایسا کرے گا وہ آگ میں ہے"۔

اسی لئے ائمہ فقہا اور اہل حق کا مسلک اس معاملہ میں یہ تھا کہ علمی مسائل میں جھگڑا اور جدال ہرگز جائز نہیں سمجھتے تھے۔ دعوت حق کے لئے اتنا کافی ہے کہ جس کو خطاء پر سمجھے اس کو نرمی اور خیر خواہی کے عنوان سے دلائل کے ساتھ اس کی خطاء پر متنبہ کردے۔ پھر وہ قبول کرے تو بہتر ورنہ سکوت اختیار کرے۔ جھگڑے اور بدگوئی سے کلی احتراز کرے۔

حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے:۔ "امام مالکؒ نے فرمایا کہ علم میں جھگڑا اور جدال نور علم کو انسان کے قلب سے نکال دیتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ ایک شخص جس کو سنت کا علم ہو کیا وہ حفاظت سنت کے لئے جدال کرسکتا ہے۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ اس کو چاہیئے کہ مخاطب کو صحیح بات سے آگاہ کردے پھر قبول کرے تو بہتر ورنہ سکوت اختیار کرے"۔

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا۔ "جس شخص کو کسی غلطی پر متنبہ کرنا ہے۔ اگر تم نے اس کو تنہائی میں نرمی کے ساتھ سمجھایا تو یہ نصیحت ہے اور اگر علانیہ لوگوں کے سامنے اس کو رسوا کیا تو یہ فضیحت ہے"۔

آج کل تو ایک دوسرے کے عیوب کو اخباروں اشتہاروں کے ذریعہ منظر عام پر لانے کو دین کی خدمت سمجھ لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین اور اس کی دعوت کی صحیح بصیرت اور آداب کے مطابق اس کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض یہاں خاتمہ سورۃ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادائے رسالت کے حقوق وآداب کی تعلیم وتلقین ہے جس کے عموم میں تمام مومنین شریک ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

سُبْحٰنَ الَّذِیْ

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ مِائَةٌ وَّاَحَدَ عَشَرَ اٰیَةً وَّاِثْنَا عَشَرَ رُکُوْعًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم اُن کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

سُبْحٰنَ پاک	الَّذِیْ وہ جو	اَسْرٰی لے گیا	بِعَبْدِهٖ اپنے بندہ کو	لَیْلًا راتوں رات	مِنَ سے	الْمَسْجِدِ مسجد	الْحَرَامِ حرام	اِلَی تک	
الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مسجد اقصا	الَّذِیْ جس کو	بٰرَكْنَا برکت دی ہم نے	حَوْلَهٗ اس کے اردگرد	لِنُرِیَهٗ تا کہ دکھادیں ہم اسکو	مِنْ سے				
اٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہ	السَّمِیْعُ سننے والا	الْبَصِیْرُ دیکھنے والا					

تفسیر وتشریح

اس سورۃ کے پہلے ہی رکوع میں بنی اسرائیل کا ذکر آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر یہی نام سورۃ کو دیا گیا اور چونکہ اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء اور معراج کا بیان ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ الاسراء بھی ہے۔ جمہور علماء مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ یہ پہلی ہی آیت اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ یہ سورۃ معراج کے موقع پر نازل ہوئی۔ معراج کا واقعہ حدیث وسیرت کی اکثر کتب کے مطابق مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل پیش آیا تھا۔ اس لئے یہ سورۃ بھی انہی سورتوں میں سے ہے جو مکی دور کے آخری زمانہ میں ہجرت سے قبل نازل ہوئیں۔

مکی دور کی دوسری سورتوں کی طرح اس میں بھی توحید و رسالت کی حقانیت اور کفر وشرک کا بطلان قیامت وآخرت اور جزا وسزا۔ وغیرہ کا بیان بڑے دلنشین اور نصیحت آمیز طریقہ پر فرمایا گیا ہے۔

اس معراج کے واقعات جو احادیث میں بیان فرمائے گئے ہیں وہ مختصراً اس طرح ہیں کہ ایک رات آپ حطیم کعبہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے۔ آپ کو براق پر سوار کیا گیا جس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ جس جگہ اس کی نظر پڑتی تھی وہیں قدم پڑتا تھا۔ اسی سرعت رفتار کے ساتھ اول آپ کو ملک شام میں مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے سابقین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے لئے بطور معجزہ جمع فرما دیا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر اذان دی اور نماز کے لئے تمام انبیاء ورسل کی صفیں تیار ہو کر کھڑی ہوئیں لیکن سب اس کا انتظار کر رہے تھے کہ نماز کون پڑھائے۔ جبرئیل امین نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر آگے کر دیا۔ آپ نے تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائی۔ یہاں تک عالم دنیا کی سیر تھی جو براق پر ہوئی۔ اس کے بعد بترتیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے

ملاقات ہوئی۔ دوسرے پر حضرت عیسیٰ وحضرت یحییٰ علیہما السلام سے تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے۔ اور چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے۔ پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے۔ چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں حوض کوثر پر گزر ہوا پھر جنت میں داخل ہوئے وہاں دست قدرت کے وہ عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ پھر دوزخ آپ کے سامنے پیش کی گئی جو ہر قسم کے عذاب اور سخت وشدید آگ سے بھری ہوئی تھی۔ جس کے سامنے لوہے پتھر جیسی سخت چیزوں کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے چلے اور جبرئیل امین یہیں ٹھہر گئے کیونکہ ان کو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا۔ اور اس وقت آپ کو خداوند جل وعلا کی زیارت ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں بلکہ آنکھوں سے ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور تمام محققین صحابہؓ اور ائمہ کی یہی تحقیق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر پڑے اور خداوند قدوس سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت نمازیں فرض کی گئیں۔ جس کی تفصیلات احادیث میں اس طرح آئی ہے کہ رات دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا میں نے کہا کہ ۵۰ نمازوں کا رات دن میں حکم ہوا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ کی امت سے پچاس نمازیں ہرگز رات دن میں نہ پڑھی جاویں گی۔

واللہ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔ اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں۔ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں واپس گیا سو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا تو مجھ کو ہر روز میں ۱۰ نمازوں کا حکم ہوا۔ میں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی امت ہر روز میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی۔ اور میں آپ کے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو دیکھ چکا ہوں۔ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور تخفیف اپنے لئے اور مانگئے آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں اب شرما گیا اور اب راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں جب موسیٰ کو یہ جواب دیکر آگے روانہ ہوا تو ایک پکارنے والے نے حق تعالیٰ کی جانب سے پکارا کہ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں۔ میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد آپؐ واپس ہوئے اور پھر براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں مختلف مقامات پر قریش کے تین تجارتی قافلوں پر گزرے جن میں سے بعض کو آپؐ نے سلام کیا اور انہوں نے آپ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد اس کی شہادت دی۔ صبح سے پہلے ہی یہ سفر مبارک تمام ہو گیا۔

جب صبح ہوئی اور یہ خبر قریش میں پھیلی تو ان کا ایک عجیب عالم تھا۔ کوئی تالیاں بجاتا تھا۔ کوئی تعجب سے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اور کوئی تمسخر سے ہنس رہا تھا۔ پھر سب نے بغرض امتحان آپ سے سوالات شروع کئے اور اس طرح کے سوالات کئے کہ مسجد اقصیٰ کے کتنے دروازے ہیں کتنے طاق ہیں۔ وغیرہ وغیرہ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں کون شمار کرتا ہے اس لئے آپ کو سخت اضطراب ہوا مگر بطور معجزہ مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے کر دی گئی۔ آپ شمار کرتے اور بتاتے جاتے تھے۔ اب تو قریش بھی چپ ہوئے کہ حالات و صفات تو بالکل درست بیان کئے ہیں۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق سے خطاب کر کے کہنے لگے کہ کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ آپ ایک رات میں مسجد اقصیٰ تک پہنچ بھی گئے اور لوٹ بھی آئے۔ حضرت صدیق نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں ایمان لاتا ہوں کہ صبح و شام ذرا سی دیر میں آپ کو آسمانی خبریں پہنچ جاتی ہیں۔ تو پھر اس میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ قریش نے پھر بغرض امتحان اپنے تجارتی قافلوں کے متعلق دریافت کیا۔ اس کے بھی آپ نے جوابات دیئے اور پھر ان قافلوں نے بھی آپ کے بیانات کی تصدیق کی۔ تو اب ان معاندین کے لئے بھی اس کے سوا انکار کا کوئی راستہ باقی نہ رہا کہ آپ کے اس سفر کو سحر اور معاذ اللہ آپ کو جادوگر کہہ کر واپس ہو گئے۔ یہ واقعات بہت ہی مختصراً تحریر کئے گئے ہیں۔ تفصیلات احادیث میں موجود ہیں۔ سورۂ نجم ۲۷ ویں پارہ میں انشاء اللہ اس کی مزید تفصیلات بیان کی جائیں گی۔ معراج کے اجمالی ذکر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ذکر شروع فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ بیت المقدس کو جو اہل اسلام کا قبلہ اول تھا یہود ملعون کی قوم کے تسلط سے نجات عطا فرما دے اور اس متبرک مقام کا قبضہ پھر اہل اسلام کو عطا فرما دے۔

یا اللہ یہ ہماری شامت اعمال ہی کا نتیجہ ہے کہ جو ہم کو ایسا روز بد دیکھنا پڑا کہ ہم اپنے قبلہ اول کی بھی حفاظت نہ کر سکے۔ یہ امت مسلمہ میں افتراق اور اختلاف ہی کا سبب ہے کہ آج کئی سال کا عرصہ گزر جانے پر بھی تمام امت مسلمہ متحد ہو کر یہود سے جہاد کرنے پر تیار نہ ہو سکی اور دشمنان دین کے مادی وسائل سے مرعوب رہ کر زبانی قیل وقال میں الجھ کر رہ گئی۔
انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یا اللہ اب امت مسلمہ کو حقیقی جذبہ جہاد اسلامی عطا فرما دے اور اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے کی توفیق مرحمت فرما دے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کا عزم نصیب فرما دے۔

یا اللہ ہمیں اپنی ذات عالی پر اعتماد اور توکل عطا فرما دے اور اپنی قدرت کاملہ پر یقین کامل نصیب فرما دے تا کہ ہم پھر مجاہدین اسلام بن کر کھڑے ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اُس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا کوئی کارساز مت قرار دو۔

وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳

اے اُن لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا وہ نوحؑ بڑے شکر گذار بندہ تھے

وَ اور	اٰتَيْنَا ہم نے دی	مُوْسٰى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب	وَجَعَلْنٰهُ اور ہم نے بنایا اسے	هُدًى ہدایت	لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کے لئے
اَلَّا تَتَّخِذُوْا کہ نہ ٹھہراؤ تم	مِنْ دُوْنِيْ میرے سوا	وَكِيْلًا کار	ذُرِّيَّةَ اولاد	مَنْ جو	حَمَلْنَا ہم نے سوار کیا	مَعَ نُوْحٍ نوح کے ساتھ
اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	عَبْدًا بندہ	شَكُوْرًا شکرگزار			

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیت میں ''اسرا'' یعنی معراج کا مجملاً ذکر فرمایا گیا تھا۔ معراج کے ذکر کے بعد یکا یک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا جو ذکر شروع کر دیا گیا اس کی مفسرین کرام نے چند وجوہ بیان کی ہیں جو مختصراً حسب ذیل ہیں۔

(۱) معراج کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰؑ کی ملاقات کو خاص دخل تھا۔ آپ ہی کی استدعا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بار تعداد نماز میں تخفیف کی درخواست بارگاہ الٰہی میں کی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر ارض شام یعنی بیت المقدس میں جاؤ۔ ادھر شب اسرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیت المقدس کی سیاحت فرمائی۔

(۲) چونکہ ''اسرا'' کے ذیل میں مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک جانا مذکور ہوا تھا۔ آگے مسجد اقصیٰ اور اس کے قدیم متولیوں یعنی بنی اسرائیل پر جو مختلف دور گزرے منکرین کی عبرت اور خود بنی اسرائیل کی نصیحت کے لئے ان کا بیان کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ مسجد اقصیٰ جس کو اہل اسلام بیت المقدس کہتے ہیں اور جس کو اہل کتاب ہیکل سلیمانی کہتے ہیں۔ ہزار ہا انبیاء سابقین کا قبلہ رہا ہے۔ جس کو فلسطین کے مشہور شہر یروشلم میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ۵۰۰ برس بعد تعمیر کیا تھا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کا قبلہ اولین جب تک کہ مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ قبلہ مقرر نہ ہوا تھا۔ یہی بیت المقدس قبلہ رہا۔ جو آج ہماری شامت اعمال اور بداعمالی و بداحوالی کی بدولت یہودیوں کے قبضہ میں آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر وہ دن دیکھنا نصیب فرمائیں کہ ہم اپنے قبلہ اول کو اہل اسلام کے قبضہ میں دیکھیں۔

(۳) تیسری وجہ یہ لکھی ہے کہ معراج میں بیت المقدس کا ذکر تھا۔ اس کے بعد جو کچھ نابکار یہود کی حرکات وافعال سے اس متبرک مقام یعنی بیت المقدس پر مصائب آئے ان کا ذکر بھی مناسب ہوا۔ تا کہ قریش کے کان کھل جائیں کہ کعبہ کی بدولت جو تم امن سے رہ کر روزی کھاتے ہو اور شرارت کرتے ہو اور اللہ کے رسول جو ابھی اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر آئے ہیں ان کی تکذیب کرتے ہو تو بنی اسرائیل کے حال سن لو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ اللہ کی طرف سے کتاب پانے والے جب اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں سر اٹھاتے ہیں تو پھر ان کو کیسی دردناک سزا دی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا گیا۔

(۴) چوتھی وجہ یہ لکھی ہے کہ معراج کے واقعہ کو سن کر منکرین جو انکار اور تمسخر کرتے تھے اور جس کی صداقت میں گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی اور بڑائی اور ہر نقص و عجز سے پاک ہونا بیان فرمایا تھا اور منکرین کو جتلایا گیا تھا کہ وہ خدا جو اپنی کمال قدرت سے اپنے خاص بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شب میں مسجد حرام سے بیت المقدس لے گیا تو وہ خدا ہرگز ایسے تصرفات سے عاجز نہیں جیسا کہ ان منکرین کا خیال ہے۔ اور منکرین کو واضح کیا گیا تھا کہ خدا سمیع اور بصیر ہے۔ اس لئے وہ ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے اس لئے منکرین کے اقوال وافعال اس سے مخفی نہیں ہیں اور وہ انہیں سزا دے گا جیسا کہ اس قسم کے معاندین کو سزا دی بھی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بنی اسرائیل کو جو سزائیں دی گئیں ان کو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(۵) پانچویں وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ گذشتہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت اسراء و شرف معراج کا ذکر تھا۔ اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کے ایک شرف' عزت اور کرامت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر بلا کر ان سے کلام فرمایا۔ گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر جانا اور کلام خداوندی سے مشرف ہونا یہ موسیٰ علیہ السلام کی معراج تھی۔ معراج محمدی کے ساتھ معراج موسوی کا ذکر نہایت لطیف ہے۔

الغرض یہ ہیں مختلف وجوہ کہ جو مفسرین نے بیان کی ہیں۔ انہی مناسبات سے معراج کے تذکرہ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر اگلی چند آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اگرچہ دوسرے مومنین بھی تھے مگر طوفان اترنے کے بعد جب کشتی سے اترے تو کچھ ہی مدت میں سب مر گئے ان کی نسل بھی باقی نہ رہی۔ البتہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے حام سام اور یافث باقی رہے۔ اور انہی کی نسل عالم میں پھیلی۔ اس لئے آیت مذکورہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی مراد ہے واللہ اعلم بالصواب حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے ایک بیٹا جس کا نام یام تھا وہ طوفان میں غرق ہوا۔ باقی تین سے مختلف نسلیں دنیا میں پھیلیں۔ اقوام ایشیا' سام کی اولاد بتلائے جاتے ہیں۔

اقوام افریقہ حام کی اولاد اور اقوام یورپ و امریکہ یافث کی اولاد بتلائے جاتے ہیں۔ الغرض حضرت نوح کی تکذیب اور نافرمانی کرنے والے غرقاب کر دیئے گئے تھے۔ اور جو آپ کے متبعین تھے وہی باقی رہے۔ پھر نجات یافتہ لوگوں میں بھی حضرت نوحؑ کا درجہ سب میں ممتاز تھا اور آپ کی ایک خصوصی صفت یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کی دوسری نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ طوفان سے نجات پانے کا بہت زیادہ شکریہ ادا کرتے تھے۔ اس لئے یہاں آپ کی صفت عَبْدًا شَكُوْرًا فرمائی گئی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ہمراہیان نوحؑ کی اولاد قرار دیتے ہوئے یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم ان کی اولاد ہو جو نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر عذاب الٰہی سے بچے تھے۔ جو احسان تمہارے بڑوں پر کیا گیا اسے فراموش مت کرو اور جب انبیاء تمہارے بڑے شکر کرتے رہے تو تم کیسے اس کے تارک ہو سکتے ہو۔ گویا یہاں ترغیب اتباع ہدایت اور اطاعت احکام الٰہیہ کی دی گئی۔ آگے بنی اسرئیل کی مخالفت احکام اور اس کی وجہ سے ان کو جو سزا ملی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور ہم کو قرآن جیسی کتاب اور ایمان واسلام جیسی نعمتیں عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے عقیدۂ توحید کو اتنا مضبوط بنا دے کہ ہم کسی حال میں آپ کی کارسازی کے خلاف وسوسہ تک دل میں نہ لاویں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَضَيْنَآ إِلٰى بَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشین گوئی) بتلادی تھی کہ تم سرزمین میں دوبار خرابی کرو گے اور بڑا زور چلانے لگو گے۔

كَبِيرًا ﴿٤﴾ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُولِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلٰلَ

پھر جب اُن دوبار میں سے پہلی بار کی میعاد آوے گی ہم تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگ جو ہوں گے پھر وہ تمہارے گھروں میں گھس گئے

الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ﴿٥﴾ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنٰكُم بِأَمْوٰلٍ

اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا۔ پھر ہم اُن پر تمہارا غلبہ پھر کردیں اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری مدد کریں گے'

وَبَنِينَ وَجَعَلْنٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ﴿٦﴾ إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ

اور ہم تمہاری جماعت کو بڑھا دیں گے ۔ اگر اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرو گے' اور اگر تم بُرے کام

فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوٓءُا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ

کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے پھر جب پچھلی بار کی میعاد آوے گی ہم پھر دوسروں کو مسلط کریں گے تاکہ (مار مار کر) تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ لوگ مسجد میں گھسے تھے

مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ﴿٧﴾ عَسٰى رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا

یہ (پچھلے) لوگ بھی اس میں گھس پڑیں اور جس جس پر ان کا زور چلے سب کو برباد کر ڈالیں۔ عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرماوے اور اگر پھر وہی (شرارت) کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِينَ حَصِيرًا ﴿٨﴾

اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا (ہی) رکھا ہے

وَقَضَيْنَآ اور صاف کہہ دیا ہم نے	إِلٰى طرف	بَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ بنی اسرائیل	فِى الْكِتٰبِ کتاب	لَتُفْسِدُنَّ البتہ تم فساد کرو گے ضرور	فِى میں		
الْأَرْضِ زمین	مَرَّتَيْنِ دومرتبہ	وَلَتَعْلُنَّ اور تم ضرور زور پکڑو گے	عُلُوًّا كَبِيرًا بڑا زور	فَإِذَا پس جب	جَآءَ آیا	وَعْدُ وعدہ	أُولٰىهُمَا دو میں سے پہلا
بَعَثْنَا ہم نے بھیجے	عَلَيْكُمْ تم پر	عِبَادًا لَّنَآ اپنے بندے	أُولِى بَأْسٍ لڑائی والے	شَدِيدٍ سخت	فَجَاسُوا تو وہ گھس پڑے	خِلٰلَ الدِّيَارِ شہروں کے اندر	
وَكَانَ اور تھا	وَعْدًا ایک وعدہ	مَّفْعُولًا پورا ہونے والا	ثُمَّ پھر	رَدَدْنَا ہم نے پھردی	لَكُمُ تمہارے لئے	الْكَرَّةَ باری	عَلَيْهِمْ ان پر
وَأَمْدَدْنٰكُم اور ہم نے تمہیں مدد دی	بِأَمْوٰلٍ مالوں سے	وَبَنِينَ اور بیٹے	وَجَعَلْنٰكُمْ اور ہم نے تمہیں کردیا	أَكْثَرَ زیادہ	نَفِيرًا جتھا لشکر		
إِنْ اگر	أَحْسَنتُمْ تم نے بھلائی کی	أَحْسَنتُمْ تم نے بھلائی کی	لِأَنفُسِكُمْ اپنی جانوں کے لئے	وَإِنْ اور اگر	أَسَأْتُمْ تم نے برائی کی		
فَلَهَا تو انکے سامنے	فَإِذَا پھر جب	جَآءَ آیا	وَعْدُ الْآخِرَةِ دوسرا وعدہ	لِيَسُوٓءُا کہ وہ بگاڑ دیں	وُجُوهَكُمْ تمہارے چہرے	وَلِيَدْخُلُوا اور وہ گھس جائیں	
الْمَسْجِدَ مسجد	كَمَا دَخَلُوهُ جیسے وہ گھسے اس میں	أَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار	وَلِيُتَبِّرُوا اور برباد کر ڈالیں	مَا عَلَوْا جہاں غلبہ پائیں وہ	تَتْبِيرًا پوری طرح برباد		

عَسٰی امید ہے	رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَنْ کہ	يَرْحَمَكُمْ وہ تم پر رحم کرے	وَاِنْ اور اگر	عُدْتُّمْ تم پھر وہی کروگے	عُدْنَا ہم وہی کرینگے	
	وَ اور	جَعَلْنَا ہم نے بنایا	جَهَنَّمَ جہنم	لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لئے	حَصِيْرًا قید خانے		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا گیا تھا جس سے مقصود مخاطبین قرآن کو اتباع ہدایت اور اطاعت احکام الٰہیہ کی ترغیب تھی۔ اب آگے ان آیات میں بنی اسرائیل کی مخالفت احکام اور اسکے نتائج بیان فرما کر مخاطبین قرآن کو تنبیہ وعبرت حاصل کرنے کا مضمون بیان فرمایا جارہا ہے۔

ان آیات میں اجمالاً دو واقعات کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک بار معاصی میں انہاک کیا تو ان پر اس کے دشمن مسلط ہوئے اور ان کو تباہ کیا۔ پھر شرارت کم ہوئی تو پھر سنبھل گئے مگر بعد چندے پھر ویسی ہی شرارت کی اور پھر اسی طرح تباہ ہوئے۔ تاریخ سے اس قوم پر متعدد حوادث کا پڑنا ثابت ہے اور ان کی تباہیوں اور بربادیوں کی ایک مسلسل سرگذشت ہے۔ جس کا اجمال اور خلاصہ یہ ہے۔

واقعہ اول

سلیمان علیہ السلام کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد حاکم بیت المقدس نے بے دینی اختیار کی اس پر شاہ مصر چڑھ آیا اور بیت المقدس سے بہت سا اسباب چاندی وسونے کا لوٹ کرلے گیا مگر شہر اور مسجد یعنی ہیکل سلیمانی کو منہدم نہیں کیا۔

واقعہ دوم

سلیمان علیہ السلام کے تخمیناً چار سو سال کے بعد بنی اسرائیل میں بت پرستی اور نا اتفاقی پیدا ہوئی نحوست سے ایک اور بادشاہ مصر کا چڑھ آیا اور کسی قدر شہر کی عمارتوں اور ہیکل سلیمانی کو بھی نقصان پہنچایا۔

واقعہ سوم

چند سال بعد بخت نصر شاہ بابل نے چڑھائی کی اور شہر یروشلم کو فتح کر کے اپنے ساتھ بہت سے بنی اسرائیلیوں کو قیدی بنا کر لے گیا اور مال و دولت لوٹا اور ایک شخص کو پہلے بادشاہ کے خاندان میں سے اپنا نائب مقرر کر کے چلا گیا۔

واقعہ چہارم

اس نئے بادشاہ نے جو کہ بت پرست اور بدکار تھا اور حضرت ارمیا علیہ السلام کی نصیحت نہ سنتا تھا بخت نصر سے بغاوت کی وہ پھر یروشلم پر چڑھ آیا اور اس قدر کشت وخون اور قتل وغارت کیا جس کی حد نہیں اور شہر اور ہیکل سلیمانی میں آگ لگادی اور بالکل میدان کردیا اور یہ حادثہ عظیم تخمیناً ۴۱۵ سال بعد تعمیر ہیکل سلیمانی کے گزرا ہے اور اس کے بعد یہود جلاوطن ہو کر ۷۰ سال تک بابل میں نہایت ذلت و خواری سے رہے۔ پھر شاہ بابل کا شاہ ایران کے ہاتھوں استیصال ہوا تو شاہ ایران نے پھر یہود پر رحم کر کے ان کے ملک شام میں پہنچادیا اور سامان بھی واپس کردیا۔ پھر یہود نے شاہان ایران کی مدد سے پھر ہیکل سلیمانی کو نمونہ سابق پر تیار کیا اور شہر پناہ وغیرہ کو بھی از سر نو بنایا اور اب تک یہود اپنے افعال قبیحہ پر نادم اور تائب تھے۔

واقعہ پنجم

مگر اس کے بعد یہود کو پھر وہی پرانی شرارتیں سوجھیں تو ایسے اسباب جمع ہوئے کہ ایک بادشاہ بیت المقدس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۱۷۰ برس پیشتر چڑھ آیا۔ ۴۰ ہزار یہود کو قید اور ۴۰ ہزار کو قتل کیا۔ بیت المقدس کی بڑی بے عزتی کی۔ پھر اس بادشاہ کے جانشینوں میں سے ایک بادشاہ نے شہر اور بیت المقدس کو ویران کردیا پھر بعد چندے سلاطین روم کی اس جگہ حکومت ہوگئی۔ انہوں نے بیت المقدس کی عبادت گاہ کو درست کیا اور اس کے آٹھ سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

واقعہ ششم

پھر یہود نے سلاطین روم سے بغاوت اختیار کی آخر رومیوں نے پھر شہر اور بیت المقدس کی وہی حالت بنائی اور اس وقت کا

رومی بادشاہ نہ یہودی تھا نہ نصرانی اور یہ حادثہ عیسیٰ علیہ السلام کے صعود یعنی آسمان پر اٹھالئے جانے سے چالیس برس بعد ہوا اور اس کے بعد بیت المقدس عرصہ تک ویران رہا حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کے خلافت کے زمانہ میں بیت المقدس عیسائیوں نے اہل اسلام کے قبضہ میں دے دیا اور حضرت عمرؓ کے حکم سے مسجد اقصیٰ تعمیر کرائی گئی اور اسی مسجد اقصیٰ کا ذکر اس سورۃ کی ابتدائی آیت میں فرمایا گیا ہے۔ جس کو بیت المقدس بھی کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہود مدینہ نے آپ کی مخالفت کی تو پھر قتل قید ذلیل اور جلاوطن ہوئے۔ نیز مستند احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ان یہود کو اور ایسی سزا ملنے والی ہے کہ روئے زمین سے ان کا بیج بھی مٹ جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ دجال جو قوم یہود میں سے ہوگا ظاہر ہوگا اور عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلی ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ عین اس وقت جب مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ان پر اتر آئیں گے۔ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دمشق کی جامع مسجد میں اتریں گے۔ تو امام پیچھے پلٹے گا تا کہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں مگر عیسیٰ علیہ السلام اس کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ۔ کیونکہ یہ تمہارے لئے ہی کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی امام نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھولو۔ چنانچہ وہ کھولا جائے گا باہر دجال ۷۰ ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ جونہی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی اس پر نظر پڑے گی وہ اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اور وہ بھاگ نکلے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میرے پاس تیرے لئے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہ جاسکے گا۔ پھر وہ اسے لد کے مشرقی دروازہ پر جالیں گے اور اللہ یہودیوں کو ہزیمت نصیب کرے گا۔ اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جائے سب دنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی۔

واضح رہے کہ مقام لد جہاں دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوگا یہ موجودہ اسرائیلی حکومت میں تل ابیب سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جہاں اس وقت یہودیوں نے بہت بڑا ہوائی اڈہ بنا رکھا ہے۔ بخاری ومسلم وغیرہ کی صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے اور جنگ کا خاتمہ کردیں گے اور مال کی وہ کثرت ہوگی کہ اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور حالت یہ ہو جائے گی کہ ایک سجدہ کر لینا دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔ اور بھی دوسری احادیث ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیت اور یہودیت کو بالکل ختم کردیں گے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں پیشگوئیوں کے مطابق وہ وقت آنے والا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور یہودیوں کو جو دجال کے لشکر میں ہوں گے کوئی چیز پناہ نہ دے گی۔ یہاں تک کہ بوقت شب کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں بھی کوئی یہودی پناہ گزیں ہوگا تو وہ بھی آواز دے گا کہ اے مومن آ یہ کافر میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اسے قتل کر۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"بنی اسرائیل کے یہ واقعات قرآن کریم میں بیان کرنے اور مسلمانوں کو سنانے سے بظاہر مقصد یہی ہے کہ مسلمان بھی ضابطہ الٰہیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ دنیا اور دین میں ان کی عزت اور شوکت اور مال و دولت اطاعت خداوندی کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انحراف کریں گے تو ان کے دشمنوں اور کافروں کو ان پر غالب اور مسلط کر دیا جائے گا جن

کے ہاتھوں ان کے معابد و مساجد کی بے حرمتی بھی ہوگی۔ آج کل جو حادثہ فاجعہ بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضہ کا اور پھر اس کو آگ لگانے کا سارے عالم اسلام کو پریشان کئے ہوئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی قرآنی ارشاد کی تصدیق ہو رہی ہے۔ مسلمانوں نے خدا اور رسول کو بھلایا۔ آخرت سے غافل ہو کر دنیا کی شان و شوکت میں لگ گئے اور قرآن و سنت کے احکام سے بیگانہ ہو گئے تو وہی ضابطہ قدرت الٰہیہ سامنے آیا کہ کروڑوں عربوں پر چند لاکھ یہودی غالب آ گئے۔ انہوں نے ان کی جان و مال کو بھی نقصان پہنچایا اور شریعت اسلام کی رو سے دنیا کی تین عظیم الشان مسجدوں میں سے ایک جو تمام انبیاء کا قبلہ رہا ہے وہ ان سے چھین لیا گیا اور ایک ایسی قوم غالب آ گئی جو دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار سمجھی جاتی رہی ہے۔ یعنی یہود۔ اس پر مزید یہ مشاہدہ ہے کہ وہ قوم نہ تعداد میں مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت رکھتی ہے اور نہ مسلمانوں کی مجموعی موجودہ سامان حرب کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ واقعہ یہود کو کوئی عزت کا مقام نہیں دیتا البتہ مسلمانوں کے ان کی سرکشی کی سزا ضرور ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ ہوا ہماری بداعمالیوں کی سزا کے طور پر ہوا اور اس کا علاج بجز اس کے کچھ نہیں کہ ہم پھر اپنی بداعمالیوں پر نادم ہو کر سچی توبہ کریں۔ احکام الٰہیہ کی اطاعت میں لگ جائیں۔ سچے مسلمان بنیں۔ غیروں کی نقالی اور غیروں پر اعتماد کے گناہ عظیم سے باز آ جائیں تو حسب وعدہ ربانی انشاء اللہ تعالیٰ بیت المقدس اور فلسطین پھر ہمارے قبضہ میں آ جائے گا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آج کل کے عرب حکمران اور وہاں کے عام مسلمان اب تک بھی اس حقیقت پر متنبہ نہیں ہوئے اور اب بھی غیروں کی امداد پر سہارا لگائے ہوئے بیت المقدس کی واپسی کے پلان اور نقشے بنا رہے ہیں جس کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

وہ اسلحہ اور سامان جس سے بیت المقدس اور فلسطین پھر مسلمانوں کو واپس مل سکتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف انابت و رجوع، آخرت پر یقین، احکام شرعیہ کا اتباع، اپنی معاشرت اور سیاست میں غیروں پر اعتماد اور ان کی نقالی سے اجتناب اور پھر اللہ پر بھروسہ کر کے خالص اسلامی اور شرعی جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے عرب حکمرانوں اور دوسرے مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

ایک عجیب معاملہ

اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں اپنی عبادت کے لئے دو جگہوں کو عبادت کرنے والوں کا قبلہ بنایا ہے۔ ایک بیت المقدس۔ دوسرا بیت اللہ، مگر قانون قدرت دونوں کے متعلق الگ الگ ہیں۔ بیت اللہ کی حفاظت اور کفار کا اس پر غالب نہ آنا یہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اس کا نتیجہ وہ واقعہ فیل ہے جو قرآن کریم کی سورۂ فیل میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ یمن کے نصرانی بادشاہ نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تو اللہ تعالیٰ نے مع اس کی ہاتھیوں کی فوج کے بیت اللہ کے قریب تک جانے سے پہلے ہی پرندہ جانوروں کے ذریعہ ہلاک اور برباد کر دیا۔ لیکن بیت المقدس کے متعلق یہ قانون نہیں بلکہ آیات مذکورہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب مسلمان گمراہی اور معاصی میں مبتلا ہوں گے تو ان کی سزا کے طور پر ان سے یہ قبلہ بھی چھین لیا جائے گا اور کفار اس پر غالب آ جائیں گے''۔ (معارف القرآن جلد پنجم صفحہ ۴۳۸-۴۳۹)

اب ان آیات میں جہاں منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ ہے وہیں اہل اسلام کو بھی در پردہ ہدایت کرنی مقصود ہے کہ نبی کی پیروی کرنی، شریعت الٰہیہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا احکام خداوندی کی تعمیل کرنا اور حدود شریعت پر قائم رہنا ہی کامرانی عزت اور سطوت کا سبب ہے جو مسلمان شریعت کو پس پشت ڈال کر، احکام خداوندی کی مخالفت کر کے عروج و ترقی حاصل کرنا چاہیں گے تو اس طرح انجام میں ان کو ترقی ہرگز میسر نہ ہوگی۔

اس عام ضابطۂ خداوندی کو بتلا کر آگے بیان فرمایا جاتا ہے کہ اگر راہ مستقیم کی تم کو تلاش ہے اور دین و دنیا کی فلاح پیش نظر ہے تو قرآن کی طرف آؤ یہ تم کو دنیا میں سیدھا راستہ اور مابعد زندگی میں نجات کا صحیح طریقہ بتائے گا جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے۔ اور ان ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا

کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا۔ اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ایک دردناک سزا

اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا

تیار کر رکھی ہے۔ اور (بعضا) انسان برائی کی ایسی درخواست کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست۔ اور انسان جلد باز ہے۔

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا سو رات کی نشانیاں کو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانیاں کو ہم نے روشن بنایا تاکہ (دن کو)

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرلو اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے

اِنَّ بیشک	هٰذَا الْقُرْاٰنَ یہ قرآن	یَهْدِیْ رہنمائی کرتا ہے	لِلَّتِیْ اس کے لئے جو	هِیَ وہ	اَقْوَمُ سب سے سیدھی	وَیُبَشِّرُ اور بشارت دیتا ہے
الْمُؤْمِنِیْنَ مومن (جمع)	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	یَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں	الصّٰلِحٰتِ اچھے	اَنَّ لَهُمْ کہ ان کے لئے	اَجْرًا كَبِيْرًا بڑا اجر	
وَاَنَّ اور یہ کہ	الَّذِیْنَ جو لوگ	لَا یُؤْمِنُوْنَ ایمان لانے والے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	اَعْتَدْنَا ہم نے تیار کیا	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابًا عذاب
اَلِیْمًا دردناک	وَیَدْعُ اور دعا کرتا ہے	الْاِنْسَانُ انسان	بِالشَّرِّ برائی کے لئے	دُعَآءَهٗ اس کی دعا	بِالْخَیْرِ بھلائی کی	وَكَانَ اور ہے
الْاِنْسَانُ انسان	عَجُوْلًا جلد باز	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	الَّیْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	اٰیَتَیْنِ دو نشانیاں	فَمَحَوْنَآ پھر ہم نے مٹادیا
اٰیَةَ الَّیْلِ رات کی نشانیاں	وَجَعَلْنَآ اور ہم نے بنایا	اٰیَةَ النَّهَارِ دن کی نشانیاں	مُبْصِرَةً دکھانے والی	لِتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش کرو	فَضْلًا فضل	
مِنْ رَّبِّكُمْ اپنے رب سے (کا)	وَلِتَعْلَمُوْا اور تاکہ تم معلوم کرو	عَدَدَ گنتی	السِّنِیْنَ برس (جمع)	وَالْحِسَابَ اور حساب	وَ اور	
كُلَّ شَیْءٍ ہر چیز	فَصَّلْنٰهُ ہم نے بیان کیا ہے	تَفْصِیْلًا تفصیل کیساتھ				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں ایک عام ضابطہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتلایا جاتا ہے کہ اگر راہ مستقیم اور درجۂ عدل کی تلاش ہے اور دنیا و دین کی فلاح پیش نظر ہے تو قرآن کی طرف آؤ۔ یہ ساری دنیا کو سب سے زیادہ اچھی۔ سیدھی اور مضبوط راہ بتلاتا ہے۔ لہذا اگر کامیابی اور نجات چاہتے ہو تو خاتم الانبیاء کی پیروی میں اسی سیدھی سڑک پر چلو۔ کہ قرآن تو لوگوں کو سب سے بڑی بھلائی کی طرف بلاتا ہے اجر کبیر کی بشارتیں سناتا اور بدی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرتا ہے۔ جس سے کفار مکہ کو اس بات پر متنبہ کرنا مقصود تھا کہ بیوقوفو۔ خیر مانگنے کے بجائے عذاب مانگتے ہو۔ تمہیں پتہ نہیں کہ خدا کا عذاب جب کسی قوم پر آتا ہے تو اس کی کیا گت بنتی ہے پھر فرمایا گیا کہ انسان طبعًا کچھ جلد باز ہی واقع ہوا ہے کہ دیر میں نتیجہ نیک برآمد ہونے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اسی لئے آخرت کی

نعمتوں کی پروانہ کر کے دنیا کی موجودہ لذات پر فریفتہ ہو جاتا ہےاور اپنی جلد بازی سے کسی چیز کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ لیتا ہے لیکن انجام کے دورس نتائج پر غور نہیں کرتا۔

اس میں ایک لطیف تنبیہ مسلمانوں کے لئے بھی تھی جو کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر کبھی کبھی ان کے حق میں نزول عذاب کی دعاء کرنے لگتے تھے۔ حالانکہ ابھی انہیں کفار میں بہت سے وہ لوگ موجود تھے جو آگے چل کر ایمان لانے والے اور دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے والے تھے۔ اس پر نصیحت فرمائی گئی کہ انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔ ہر وہ چیز مانگ بیٹھتا ہے جس کی بروقت ضرورت محسوس ہوئی حالانکہ بعد میں خود اسے تجربہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر اس وقت اس کی دعا قبول کر لی جاتی تو وہ اس کے حق میں خیر نہ ہوتی۔ آگے یہ سمجھانے کے لئے کہ گھبرانے اور جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدائے تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا خیر ہو یا شر ایک وقت اور انداز مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ رات و دن اپنی دو نشانیوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جیسے رات کسی کی جلد بازی سے کم نہیں ہو جاتی یا دن بڑھ نہیں جاتا اپنے وقت پر آپ صبح و شام ہوتی ہے۔ رات کے پیچھے دن اور دن کے پیچھے رات برابر لگی چلی آتی ہے۔ ایسے ہی دنیا کے تمام خیر وشر کا سلسلہ ایک معین ضابطہ اور نظام کے ماتحت ہے جس کا توڑ ڈالنا کسی کے امکان میں نہیں۔

پھر بتلایا گیا کہ رات کا اندھیرا اور دن کا اجالا دونوں خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کے نمونہ ہیں جس کے ساتھ سینکڑوں فوائد و مصالح وابستہ ہیں۔ رات کا نمونہ تاریک اور دن کے وقت سورج کی روشنی جس میں ہر چیز صاف دکھائی دیتی ہے۔ لوگ تازہ دم ہو کر روزی کی تلاش میں نکلتے اور مختلف قسم کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر لیل و نہار کی آمد و رفت میں اور شمس و قمر کے طلوع و غروب میں مہینوں اور سالوں کی گنتی اور بہت طرح کے چھوٹے بڑے حساب متعلق ہیں۔

یہاں ان آیات میں بھی اور قرآن پاک میں متعدد دوسری آیات میں جہاں اہل ایمان کو اجر کبیر اور اجر عظیم کی بشارت دی گئی ہے وہاں ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط بھی لگی ہوئی ہے۔ نیز انسان کی عجلت پسندی کی صراحت فرمائی گئی کہ انسان فوراً نتیجہ کا خواستگار ہوتا ہے وہ نہیں سمجھتا کہ تاخیر میں کیا حکمت ہے۔ کبھی شدت مرض، کثرت افکار اور فراوانی مصائب سے تنگ آ کر اپنے لئے بددعا کرنے لگتا ہے کہ الٰہی موت جلدی بھیج دے اور کہتا ہے کہ اگر میں مر جاتا تو اس سے بہتر ہوتا۔ اس کو مصائب اور تکالیف کی حکمت سے واقفیت نہیں ہوتی اس لئے اپنی کوتاہ اندیشی اور فطری جلد بازی سے موت کا طالب ہوتا ہے اور جو منہ پر آ جاتا ہے کہہ دیتا ہے اور اب تو بے دینی کی وجہ سے عجلت پسندی کا یہ حال ہے کہ آئے دن آپ اخباروں میں خودکشی کے واقعات پڑھتے رہتے ہیں۔ کسی مصیبت یا پریشانی سے گھبرا کر اپنی زندگی کا خاتمہ اپنے ہاتھوں کر لینا یہ شریعت اسلامیہ میں حرام موت مرنا ہے۔ الغرض قرآن کریم نے سب کو سیدھی راہ بتلا دی اور دکھلا دی ہے اب جو اس پر چلے یا نہ چلے۔ اپنے طریق عمل کا نفع و نقصان ہر شخص کو پہنچے گا اور اپنے ہر چھوٹے بڑے نیک و بد عمل کا نتیجہ قیامت میں وہ دیکھ لے گا۔ جیسا کہ اگلی آیات میں فرمایا گیا جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے ساتھ عمل صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور قرآن پاک کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ پر ہم کو چلنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں صراط مستقیم پر قائم رکھئے اور آخرت سے غفلت اور بے فکری کے مرض سے ہم کو بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ⑬

اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر کے رکھا ہے' اور (پھر) قیامت کے دن ہم اس کا نامہ اعمال اس کے واسطے نکال کر سامنے کر دیں گے'

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ⑭ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا۔ اپنا نامہ اعمال (خود) پڑھ لے آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔ جو شخص (دنیا میں) راہ پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے راہ پر چلتا ہے'

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا

اور جو شخص بے راہی کرتا ہے سو وہ بھی اپنے ہی نقصان کیلئے بے راہ ہوتا ہے' اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا' اور ہم

مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ⑮

سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

وَ اور	كُلَّ اِنْسَانٍ ہر انسان	اَلْزَمْنٰهُ اسکو لگا دی	طٰٓئِرَهٗ اس کی قسمت	فِيْ عُنُقِهٖ اسکی گردن میں	وَنُخْرِجُ اور ہم نکالیں گے	لَهٗ اس کیلئے		
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت	كِتٰبًا ایک	يَّلْقٰىهُ اور اُسے پائیگا	مَنْشُوْرًا کھلا ہوا	اِقْرَاْ پڑھ لے	كِتٰبَكَ اپنی کتاب	كَفٰى کافی ہے	بِنَفْسِكَ تو خود	
الْيَوْمَ آج	عَلَيْكَ اپنے اوپر	حَسِيْبًا حساب لینے والا	مَنِ جس	اهْتَدٰى ہدایت پائی	فَاِنَّمَا تو صرف	يَهْتَدِيْ اُس نے ہدایت پائی	لِنَفْسِهٖ اپنے لئے	
وَمَنْ اور جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	فَاِنَّمَا تو صرف	يَضِلُّ گمراہ ہوا	عَلَيْهَا اپنے اوپر	وَلَا تَزِرُ اور بوجھ نہیں اُٹھاتا	وَازِرَةٌ کوئی اٹھانے والا		
وِزْرَ اُخْرٰى دوسرے کا بوجھ	وَ اور	مَا كُنَّا ہم نہیں	مُعَذِّبِيْنَ عذاب دینے والے	حَتّٰى جب تک	نَبْعَثَ ہم نہ بھیجیں	رَسُوْلًا کوئی رسول		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں قرآن کریم کا سارے عالم کو سب سے زیادہ سیدھی اچھی اور مضبوط راہ کا دکھلانا بیان ہوا تھا۔

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر انسان کا عمل نیک ہو یا بد اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے۔ گلے کا ہار ہونا محاورۂ عرب میں کمال ربط کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ یعنی ہر شخص کا عمل دنیا میں خواہ نیک ہو یا بد اس کے ساتھ لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ اس سے چھوٹ نہیں سکتے۔ وہی اس کو قیامت میں نظر آئیں گے اور ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کر لے کہ جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی لکھے جانے سے باقی تو نہیں رہا۔ یا کوئی کام زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر انسان اس وقت یقین کر لے گا کہ ذرہ ذرہ عمل بلا کمی بیشی اعمال نامہ میں موجود ہے اس طرح ہر شخص اپنا برا بھلا خود سوچ لے کیونکہ اس کے اعمال کا نفع یا نقصان اسی کو پہنچے گا۔ ایک کے گناہوں کی گٹھڑی دوسرے کے سر پر نہیں رکھی جاوے گی۔ یعنی ہر انسان اپنی شخصی حیثیت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ حضرت قتادہؓ سے منقول ہے کہ اس روز بے پڑھا آدمی بھی اپنا نامہ اعمال پڑھ لے گا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ بلاشبہ برے عمل آفت لاتے ہیں مگر حق تعالیٰ بغیر سمجھائے نہیں پکڑتے۔ اسی واسطے دنیا میں انبیاء و رسل بھیجے کہ لوگوں کو بے خبر اور غافل نہ رہنے دیں۔ نیک و بد سے پوری طرح آگاہ کر دیں جن چیزوں کے ادراک میں محض عقل کافی نہ ہوا نہیں

وحی اور الہام کی روشنی میں پیش کر دیں۔ اسی لئے ابتدائے آفرینش سے حق تعالیٰ نے وحی اور رسالت کا سلسلہ جاری رکھا تا آنکہ انبیاء علیہم السلام کے انوار و فیوض و تعلیمات و ہدایات نے دنیا میں ایسی فضا پیدا کر دی کہ کوئی معذب قوم دنیا یا آخرت میں جہل اور بے خبری کا عذر پیش کر کے عذاب الٰہی سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نظام عدالت میں انبیاء و رسل ایک بنیادی اہمیت رکھتے ہیں ہر پیغمبر اور اس کا لایا ہوا پیغام بندوں اور اس کی امت کے لئے خدا کی حجت ہے اگر یہ حجت قائم نہ ہو تو بندے اس صورت میں عذر پیش کر سکتے کہ ہمیں احکام خداوندی کا علم ہی نہیں پہنچا تھا۔ ہمیں آگاہ کئے بغیر یہ گرفت اور مواخذہ کیسا؟ مگر جب یہ حجت قائم ہو جائے تو اس کے بعد عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ان لوگوں کو سزا دی جائے جنہوں نے خدا کے بھیجے ہوئے پیغام سے منہ موڑا ہو یا اسے پا کر پھر اس سے انحراف کیا ہو۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت' رسالت عامہ تا قیامت تمام عالم کے لئے ہے۔ صحابہؓ تابعین' تبع تابعین' ائمہ دین اور علمائے امت کے ذریعہ سے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب دنیا کے ہر گوشہ میں آپ کی دعوت پہنچ چکی ہے اس لئے سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ اب کسی منکر خدا اور کسی مشرک کے لئے عذر باقی نہیں رہا۔

اب جبکہ کسی بستی یا قوم کو پیغام خداوندی پہنچ چکتا ہے اور پھر وہ اس پیغام سے سرکشی برتتی ہے اور نافرمانی پر مصر رہتی ہے تو پھر وہ قوم سزا کی مستحق ہوتی ہے اور گذشتہ بہت سی امتوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو چکا ہے جیسا کہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہم کو جو احکام قرآنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تعلیمات پہنچ چکی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم اپنی بداعمالیوں کا جواب اس وقت کیا دے سکیں گے اس لئے ہمیں ان کے تدارک کا فکر و غم ابھی اس دنیا میں نصیب فرما دے۔ اپنی بداعمالیوں پر سچی ندامت اور حقیقی توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔

یا اللہ آج ندامت کے آنسوؤں سے ہم کو اپنے اعمال ناموں سے اپنی بداعمالیوں کو دھو لینے کی توفیق عطا فرما دے تاکہ جب ہم تیرے حضور قیامت میں حاضر ہوں تو تیرے کرم و رحم سے ہماری مغفرت ہو جائے اور ہم عذاب اور گرفت سے بچ جائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر (جب) وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں اُن پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔

فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ

پھر ہم اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں۔اور ہم نے بہت سی اُمتوں کو نوحؑ کے بعد (کفر ومعصیت کے سبب) ہلاک کیا ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں

عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿١٧﴾

کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے

وَإِذَا اور جب	أَرَدْنَا ہم نے چاہا	أَنْ نُّهْلِكَ کہ ہم ہلاک کریں	قَرْيَةً کوئی بستی	أَمَرْنَا ہم نے حکم بھیجا	مُتْرَفِيهَا اس کے خوشحال لوگ	
فَفَسَقُوا تو انہوں نے نافرمانی کی	فِيهَا اس میں	فَحَقَّ پھر پوری ہوگئی	عَلَيْهَا ان پر	الْقَوْلُ بات	فَدَمَّرْنَاهَا پھر ہم نے انہیں ہلاک کیا	
تَدْمِيرًا پوری طرح ہلاک	وَكَمْ اور کتنی	أَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کردیں	مِنَ سے	الْقُرُونِ بستیاں	مِنْ بَعْدِ بعد سے	نُوحٍ نوح
وَكَفَىٰ اور کافی	بِرَبِّكَ تیرا رب	بِذُنُوبِ گناہوں کو	عِبَادِهِ اپنے بندے	خَبِيرًا خبر رکھنے والا	بَصِيرًا دیکھنے والا	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجے کسی کو عذاب نہیں دیتے یعنی قانون اور معمول خداوندی ہے کہ جب تک اتمام حجت نہ کرلیں اور رسول بھیج کر اپنے احکام مخلوق کو نہ پہنچادیں اس وقت تک کسی کو سزا نہیں دیتے۔ ہاں اتمام حجت کے بعد اگر کوئی نہ مانے تو ہلاکت وعذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ دنیا میں فوراً اپنا عذاب نازل ہی کردیں اکثر تو ڈھیل ہی دیئے جاتے ہیں تاکہ توبہ کی گنجائش باقی رہے لیکن اس پر بھی اگر کوئی باز نہیں آتا اور کفر وعصیان اس کی ہلاکت کا مقتضی ہوتا ہے تو پھر وہ صورت اختیار کی جاتی ہے جو یہاں ان آیات میں بتلائی گئی۔ یعنی جب کسی بستی کو بداعمالیوں کی بدولت تباہ کرنا منظور ہوتا ہے یونہی دفعۃً پکڑ کر ہلاک نہیں کردیا جاتا بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ اول پیغمبر یا اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے خوشحال امیر اور بارسوخ لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے جن کے ماننے یا نہ ماننے کا اثر عوام پر پڑتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کردیتے ہیں اور کھلے بند نافرمانیاں کر کے تمام بستی کی فضا کو مسموم ومکدر بنا دیتے ہیں اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کر کے عذاب الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قوموں کے ہلاک کئے جانے کا سلسلہ بعثت نوح علیہ السلام کے بعد سے شروع ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام ونوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں سب آدمی اسلام پر رہے پھر شرک و بت پرستی وغیرہ شروع ہوئی۔ نوح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے اور سینکڑوں برس سمجھایا۔ جب نہ مانے آخر سب منکرین ہلاک کئے گئے۔ اس کے بعد پھر بہت سی قومیں عاد وثمود وغیرہ تباہ ہوتی رہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کسی کو بے قصور نہیں پکڑتے۔ نہ غیر مناسب سزا دیتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک کے گناہوں کو دیکھ کر اور اس کے افعال واطوار کو پوری طرح

جان کر موزوں اور مناسب برتاؤ کرتے ہیں۔

ان آیات میں اس حقیقت پر متنبہ کیا گیا ہے کہ جب کسی قوم کی شامت آنے کو ہوتی ہے تو اس قوم کے دولت مند امیر و رئیس فسق و فجور پر اتر آتے ہیں۔ شہوات و لذات میں مست ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ ظلم و ستم اور بدکاریاں اور شرارتیں کرنے لگتے ہیں اور آخر یہی فتنہ پوری قوم کو لے کر ڈوبتا ہے۔

یہاں آیت میں خصوصیت سے خوش عیش، دولت مند اور مالداروں کا ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فطری طور پر عوام اپنے بڑوں، رئیسوں اور مالداروں اور حاکموں کے اخلاق و اعمال سے متاثر ہوتے ہیں جب یہ بدعمل ہو جاتے ہیں تو پوری قوم پر اس کا اثر پڑتا ہے اور نتیجہ میں پوری قوم بدعمل ہو جاتی ہے اس لئے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دیا ہے اور ریاست حکومت و امارات بخشی ہے ان کو اس کی فکر بہت زیادہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے اعمال و اخلاق پر نظر رکھیں اور اپنی اصلاح کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بڑوں کی عیش پرستی، دنیا طلبی، آخرت سے بے فکری اور دین سے غفلت کے باعث پوری قوم غلط راستہ پر پڑ جائے اور اس طرح قوم کی بداعمالی اور بداحوالی کا وبال بھی ان پر پڑے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اقوام عالم کی تباہی کا تذکرہ فرما کر کافروں کو تو یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ اگر تم بھی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سرکشی جاری رکھو گے تو مستحق عذاب ہو جاؤ گے اور دور حاضر کے مسلمانوں کے لئے بھی تازیانہ عبرت ہے۔ جن کے اکثر امراء رؤسا بادۂ غفلت اور عیش پرستی میں سرشار ہیں اور جو شب و روز بس دنیا سمیٹنے کی دھن میں گرفتار ہیں۔ خود بھی اللہ و رسول کی نافرمانیاں کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی اس کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

آگے بتلایا گیا ہے کہ نتائج عمل کے لحاظ سے دنیا میں انسانوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو اپنے ہر عمل سے دنیا کا طالب ہے۔ دوسرا گروہ اپنے ہر عمل سے آخرت کا طالب ہے پھر ہر گروہ کا انجام ظاہر فرمایا گیا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے بڑوں اور چھوٹوں، امراء رؤسا حاکم اور محکوم سب کو اپنی ہدایت سے نوازیں اور ہم کو اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکا اور سچا امتی بننا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہماری نافرمانیوں اور معصیتوں سے درگزر فرما اور دین و دنیا دونوں جہان میں اپنے عذاب اور گرفت سے مامون و محفوظ فرما۔

اے اللہ گذشتہ مجرم امتوں کے واقعات سے ہم کو عبرت حاصل کرنے والا بنا دے اور بے دینی اور بدعملی کی فضائیں جو اس ملک میں چل گئی ہیں ان کا خاتمہ فرما دے اور ہم کو سچی توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ

جو شخص دنیا کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دیدیں گے پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے

يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ

وہ اس میں بد حال راندہ (درگاہ) ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے جیسی سعی کرنا چاہیے ویسی ہی سعی بھی کرے گا

مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ

بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی۔ آپ کے رب کی عطا میں۔ سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے ہیں اور اُن کی بھی؛

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ

اور آپ کے رب کی عطا بند نہیں۔ آپ دیکھ لیجئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے' اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے

اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔

مَنْ جو کوئی	كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	الْعَاجِلَةَ جلدی	عَجَّلْنَا ہم جلد دیدیں گے	لَهٗ فِيْهَا اسکو اِس دنیا میں	مَا نَشَآءُ جتنا ہم چاہیں	لِمَنْ جس کو			
نُرِيْدُ ہم چاہیں	ثُمَّ پھر	جَعَلْنَا ہم نے بنادیا	لَهٗ اس کیلئے	جَهَنَّمَ جہنم	يَصْلٰهَا وہ داخل ہوگا اس میں	مَذْمُوْمًا مذمت کیا ہوا			
مَّدْحُوْرًا دُور کیا ہوا	وَمَنْ اور جو	اَرَادَ چاہے	الْاٰخِرَةَ آخرت	وَسَعٰى اور کوشش کی اس نے	لَهَا اس کیلئے	سَعْيَهَا اسکی سی کوشش	وَهُوَ اور وہ		
مُؤْمِنٌ مومن	فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ	كَانَ ہے	سَعْيُهُمْ انکی کوشش	مَّشْكُوْرًا قدر کی ہوئی	كُلًّا ہر ایک	نُّمِدُّ ہم دیتے ہیں	هٰٓؤُلَآءِ ان کو بھی		
وَ اور	هٰٓؤُلَآءِ انکو بھی	مِنْ سے	عَطَآءِ بخشش	رَبِّكَ تیرا رب	وَ اور	مَا كَانَ نہیں ہے	عَطَآءُ بخشش	رَبِّكَ تیرا رب	مَحْظُوْرًا روکی جانیوالی
اُنْظُرْ دیکھو	كَيْفَ کس طرح	فَضَّلْنَا ہم نے فضیلت دی	بَعْضَهُمْ انکے بعض	عَلٰى پر	بَعْضٍ بعض	وَلَلْاٰخِرَةُ اور البتہ آخرت			
اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ سب سے بڑے درجے	وَ اور	اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا سب سے برتر فضیلت میں							

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ نتائج عمل کے لحاظ سے انسان کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جس کی ساری طلب دنیا کی چند روزہ زندگی ہی کے لئے ہے۔ اس کے پیش نظر صرف دنیا ہی اور دنیا ہی کے فوائد کا وہ طلبگار ہے اور اپنا مطمح نظر اسی عارضی اور فانی دنیا کو بنا رکھا ہے اور اپنے عمل سے مقصود بس یہ دنیا ہی ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس کا اصل مطمح نظر دار آخرت ہے۔ اور جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد بھی ایک زندگی ہے اس لئے اس دوسری زندگی کی سعادت کا بھی طالب ہے۔ پھر ان دونوں گروہوں کے متعلق قانون خداوندی بیان فرمایا گیا۔

اول گروہ کے متعلق بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں جتنا چاہیں گے اور جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال عطا کر دیں گے۔ غور کیجئے کہ یہاں مطلق وعدہ نہیں ہے کہ ہر طالب دنیا کو اس کی خاطر

خواہ دنیا ہی مل جائے گی بلکہ دو اہم قید بیان فرمائیں ایک یہ کہ صرف اسی کو ملے گی جس کے لئے حق تعالیٰ چاہیں اور دوسرے صرف اتنی ہی مقدار میں ملے گی جس حد تک مشیت الٰہی ہوگی۔ مگر اس گروہ کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت میں بدحال اور راندۂ درگاہ ہو کر جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

دوسرے گروہ کے متعلق یعنی جو اپنے اعمال سے آخرت کی نیت رکھے گا اس کے متعلق بتلایا گیا کہ اللہ کے ہاں ایسوں کو پورا اجر مل کر رہے گا اور نجات ابدی اور سعادت دائمی حاصل ہوگی مگر یہاں بھی تین شرائط کے ساتھ یہ وعدہ ہے۔

پہلی شرط وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ فرمائی یعنی جو اپنے عمل سے مقصود آخرت کو رکھے گویا قبولیت کی پہلی شرط تصحیح نیت ہوئی۔

دوسری شرط فرمائی وَسَعٰی لَهَا سَعْيَهَا یعنی آخرت کے لئے جیسی سعی کرنی چاہئے ویسی سعی بھی کرے یعنی محض تمنا اور آرزو کافی نہیں بلکہ انسان جب نیکی حاصل کرنا چاہے تو لازم ہے کہ عملاً بھی اس کی طرف قدم بڑھائے اور وہ عمل بھی اپنے ظن وگمان اور ہوائے نفس کے ماتحت نہیں بلکہ قانون اور قواعد شرعیہ کے مطابق ہو گویا دوسری شرط تصحیح عمل ہوئی یعنی اعمال کا شریعت اور سنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہونا۔ اپنے دل سے گھڑی ہوئی دینی رسوم اور بدعات گو وہ بظاہر دیکھنے میں کیسی ہی بھلی نظر آئیں ہرگز آخرت میں نافع نہ ہو سکیں گے۔ اگر معیار شریعت سے ہٹے ہوئے رہے۔

تیسری شرط فرمائی۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ یعنی وہ شخص مومن بھی ہو۔ یہ تیسری اور سب سے زبردست شرط تصحیح عقیدہ کی فرمائی۔ یعنی صحیح نیت اور صحیح عمل کے ساتھ صحیح ایمان بھی ضروری ہے۔ غلط ایمان مثل عدم ایمان کے ہے۔ اللہ کی ذات وصفات' رسالت' ملائکہ' انبیاء' آسمانی کتب' جنت دوزخ' حشر ونشر' حساب وکتاب وغیرہ وغیرہ پر صحیح ایمان مدار نجات ہے تو ایمان ثابت نیت صادق اور عمل صحیح یہ تینوں امور طلبگار آخرت کے لئے لازم ہیں اور ان شرائط کے ساتھ اعمال عنداللہ مقبول اور لائق اجر ہوں گے۔

آگے کارخانۂ دنیا میں فیضانِ ربوبیت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں تو رزق اور سامان زندگی دنیا پرستوں کو بھی مل رہا ہے اور آخرت کے طلبگاروں کو بھی۔ یہاں دنیا میں تو نیک و بد سعید وشقی' مقبول ومردود' کافر ومشرک' متقی و پرہیزگار' خزانہ غیب سے سب ہی مدد پاتے رہتے ہیں چنانچہ یہ تو روز کا مشاہدہ ہے کہ ہوا اور پانی اور سورج کی گرمی اور چاند کی ٹھنڈک اور روشنی اور حیوانی اور نباتی موجودات سے جس طرح مومن نفع اٹھا سکتے ہیں اسی طرح شدید منکرین بھی نفع اٹھا رہے ہیں تو عطاء دنیوی میں تو مقبولین بھی حصہ پا رہے ہیں اور غیر مقبولین بھی بلکہ عطاء دنیوی میں تو اکثر کفار اکثر مومنین سے زیادہ تنعم رکھتے ہیں پس یہ چیزیں قابل وقعت نہیں البتہ آخرت جو مخصوص ہے مقبولین کے ساتھ اور جو درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اس کا اہتمام کرنا چاہئے جس کے شرائط اوپر بیان فرمائے گئے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس گروہ میں شامل فرما لے۔ جن کو ہر عمل سے آخرت اور رضائے مولا مطلوب ومقصود ہوتی ہے۔

یا اللہ اس دنیائے فانی کو مطمح نظر بنا لینے سے ہمیں بچا لیجئے۔ اور ایمان کے ساتھ ہمیں تصحیح نیت وتصحیح عمل کی دولت عطا فرما دیجئے۔

اور دنیوی مال ودولت آخرت کے اجر وانعام کے مقابلہ میں ہماری نظروں میں ہیچ بنا دیجئے۔

یا اللہ ہمیں دنیا کا سودائی ہونے سے بچا لیجئے اور دین وآخرت کا شیدائی بن کر زندہ رہنے کی سعادت نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

اللہ کے ساتھ کوئی معبود مت تجویز کرورنہ تو بدحال بے یارو مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔ اور تیرے رب نے حکم کردیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو

اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا

اور تم ماں باپ کیساتھ حُسن سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جادیں

تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ

تو اُن کو کبھی ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ

الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ

جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

اگر تم سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کردیتا ہے۔

لَا تَجْعَلْ تو نہ ٹھہرا	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود	فَتَقْعُدَ پس تو بیٹھ رہے گا	مَذْمُوْمًا مذمت کیا ہوا	مَّخْذُوْلًا بے بس ہوکر		
وَقَضٰى اور حکم فرمادیا	رَبُّكَ تیرا رب	اَلَّا تَعْبُدُوْٓا کہ نہ عبادت کرو	اِلَّآ اِيَّاهُ اس کے سوا	وَبِالْوَالِدَيْنِ اور ماں باپ سے	اِحْسَانًا حُسنِ سلوک		
اِمَّا يَبْلُغَنَّ اگر وہ پہنچ جائیں	عِنْدَكَ تیرے سامنے	الْكِبَرَ بڑھاپا	اَحَدُهُمَآ ان میں سے ایک	اَوْ یا	كِلٰهُمَا وہ دونوں	فَلَا تَقُلْ تو نہ کہہ	
لَّهُمَآ انہیں	اُفٍّ اُف	وَّلَا تَنْهَرْهُمَا اور نہ جھڑکو انہیں	وَقُلْ اور کہو	لَّهُمَا ان دونوں سے	قَوْلًا بات	كَرِيْمًا ادب کیساتھ	وَاخْفِضْ اور جھکادے
لَهُمَا ان دونوں کیلئے	جَنَاحَ بازو	الذُّلِّ عاجزی	مِنَ سے	الرَّحْمَةِ مہربانی	وَقُلْ اور کہو	رَّبِّ اے میرے رب	ارْحَمْهُمَا ان دونوں پر رحم فرما
كَمَا جیسے	رَبَّيٰنِيْ انہوں نے میری پرورش کی	صَغِيْرًا بچپن	رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا جو	فِيْ نُفُوْسِكُمْ تمہارے دلوں میں	
اِنْ اگر	تَكُوْنُوْا تم ہوگے	صٰلِحِيْنَ نیک	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	كَانَ ہے	لِلْاَوَّابِيْنَ رجوع کرنیوالوں کیلئے	غَفُوْرًا بخشنے والا	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں آخرت کو مطمح نظر بنانے کی ترغیب دی گئی تھی اور دنیا پرستی کی مذمت فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ طالب آخرت کے لئے اور اعمال کی مقبولیت کے لئے تین شرائط لازمی ہیں۔ ایک تصحیح نیت' دوسرے تصحیح عمل' تیسرے تصحیح عقیدہ۔

اب یہاں سے عقائد و اعمال کا وہ دستور العمل بیان فرمایا جاتا ہے کہ جن کو طالب آخرت اختیار کر کے اور ان پر کاربند ہو کر سعادت ابدی حاصل کرسکتا ہے۔ دستور زندگی کی مختلف دفعات ہیں۔ بعض کا تعلق عقائد سے ہے بعض کا افعال واقوال سے۔ بعض کا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے۔ بعض کا بندگان خدا کے ساتھ اچھا برا سلوک کرنے سے۔ پھر مخلوق میں بھی کچھ اقارب ہیں کچھ غیر اقارب۔ بعض

قریب ترین تعلق رکھنے والے ہیں۔ بعض کا سلسلہ کسی قدر بعید ہے۔ غرض تفاوت درجہ کے اعتبار سے حقوق میں بھی تفاوت ہے۔ اس لئے ان آیات میں وہ احکامات بیان فرمائے گئے ہیں جن میں آخرت کی سعی کا طریقہ بتلایا گیا ہے جن پر چلنے سے انسان کو دار آخرت کی ابدی سعادت حاصل ہوتی ہے اور چونکہ اس کی بڑی شرط ایمان وتوحید ہے اس لئے ان احکام کو توحید سے شروع کیا ہے اور توحید ہی پر ختم کیا ہے۔

چنانچہ پہلا حکم یہ دیا جاتا ہے کہ اللہ برحق کے ساتھ کوئی اور معبود نہ ٹھہراؤ یعنی اللہ کی الوہیت اور ربوبیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اپنا حاجت روا، خالق، مربی، مختار کل سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو نہ سمجھا جائے کیونکہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف دوڑنے سے سوائے ناکامی اور ذلت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ شرک کی ایک نمایاں قباحت اس دنیا میں تو یہ نظر آتی ہے کہ انسان توحید سے کٹ کر بالکل بے سہارے اور بے یار ومددگار رہ جاتا ہے اور آخرت میں بھی بے بسی اور بے کسی سے مشرک کو دوچار ہونا پڑے گا۔ غرض اللہ تعالیٰ کا یہ قطعی حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کی جائے۔ توحید یعنی خدا تعالیٰ کے حقوق بندگی کے بعد والدین یعنی ماں باپ کے حقوق ذکر کئے گئے ہیں اور۔

دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ ماں باپ کے ساتھ ہر قسم کا حسن سلوک اور بھلائی کی جائے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے جیسا کہ حدیث میں مضمون آیا ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم ومحبت کرے۔ مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑھے۔ ان کے لئے دعاء واستغفار کرے۔ ان کے کئے ہوئے عہد تا مقدور پورے کرے ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم وحسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئے۔ پھر بڑھاپے میں چونکہ خدمت کی احتیاج ماں باپ کو زیادہ ہوتی ہے جس سے بعض اوقات اہل وعیال بھی اکتانے لگتے ہیں اور زیادہ پیرانہ سالی میں تو ہوش وحواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے۔ بڑی سعادت مند اولاد کا کام ہے کہ اس وقت بوڑھے والدین کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری سے جی نہ ہارے اس لئے تنبیہ کی گئی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلہ میں زبان سے "ہوں" بھی مت کہو۔ بلکہ بات کرنے کے وقت پورے ادب اور تعظیم کو ملحوظ رکھو۔ خدمت والدین کے سلسلہ میں آگے مزید احکامات دیئے جارہے ہیں کہ انسان یہ سوچے کہ جب میں بالکل کمزور و ناتواں تھا تو انہوں نے میری پرورش میں خون پسینہ ایک کردیا۔ اپنے خیال کے موافق میرے لئے ہر ایک راحت وخوبی کی فکر کی۔ ہزارہا آفات وحوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ بارہا میری خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ آج ان کی ضعیفی کا وقت آیا ہے اب جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی خدمت وتعظیم کرتا ہوں لیکن پورا حق ادا نہیں کرسکتا اس لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست ودعا کرے کہ اے پروردگار ان پر رحمت فرما گویا انہیں دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی سے بہرہ ور کر۔ پھر تعلیم دی گئی کہ والدین کی تعظیم اور ان کے سامنے تواضع وفروتنی صمیم قلب سے ہونی چاہئے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے ماں باپ کی خدمت کرتا ہے اگر فی الواقع تم دل سے نیک اور سعادت مند ہوگے اور خدا کی طرف رجوع ہوکر اخلاص اور حق شناسی کے ساتھ ان کی خدمت کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ اگر کسی وقت باوجود نیک نیتی کے تنگ دلی یا تنگ مزاجی سے کوئی والدین کی خدمت میں فروگذاشت ہوگئی پھر توبہ اور رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں۔

یہاں حق تعالیٰ نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی توحید اور عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے۔ اور اسی طرح سورۂ لقمان ۲۱ ویں پارہ میں

فرمایا اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی تو یہاں بھی اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم اور اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکر گزار ہونا لازمی ہے۔ ان آیات کے تحت فقہائے امت نے لکھا ہے کہ والدین اگر مشرک ہوں جب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک و حسن معاشرت واجب ہے بجز اس کے کہ باب شرک میں ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ اس کی تفصیل کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کن کن چیزوں میں ہے اور کن میں نہیں۔ کتب فقہ میں ملتی ہے مختصراً اتنا سمجھ لیا جائے کہ والدین کی اطاعت اگرچہ واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم والدین کے حکم سے مقدم ہے۔ کسی ناجائز یا حرام کے ارتکاب یا ترک فرائض وواجبات کے متعلق والدین کا کوئی حکم لائق اطاعت نہیں۔ علاوہ قرآنی حکم کے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کرنے کے متعلق بڑی تاکید فرمائی گئی ہے۔

یہاں موقع کی مناسبت سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ملفوظ کا ذکر کرتا ہوں لکھا ہے کہ ایک موقع پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اہل سلوک کے طریقہ میں پانچ چیزوں کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ ان پانچ چیزوں میں پہلی چیز ماں باپ کے چہرہ کی زیارت کرنا ہے۔ جو فرزند اپنے ماں باپ کی صورت خالص اللہ کے واسطے دیکھتا ہے تو مطابق حدیث شریف اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے۔ دوسری چیز قرآن شریف کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ تیسری چیز علما کے چہرہ کی طرف محبت وعقیدت کے ساتھ دیکھنا عبادت ہے۔ چوتھی چیز خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے اور پانچویں چیز پیرو مرشد کی طرف دیکھنا عبادت ہے''۔

الغرض طالب آخرت کے اختیار کرنے کے لئے ان آیات میں دو حکم دیئے گئے۔ اول حکم توحید فی العبادت کا' دوسرا حکم والدین کے ساتھ حسن سلوک اوران کے حقوق کی ادائیگی کا۔

اب آگے دیگر اہل حقوق کے حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر طرح کے چھوٹے اور بڑے شرک سے بچا کر سچی توحید نصیب فرمائیں اور اپنی بندگی اور عبادت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

یا اللہ اپنی رحمت سے ہماری قوم اور ملک کے لئے رحمت وہدایت کے فیصلہ فرمادے اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری ہمارے لئے آسان فرمادے۔

یا اللہ ہمیں اپنے والدین کی دعاؤں کی برکت سے دنیا میں بھی عزت' امن وعافیت نصیب فرمایئے اور آخرت میں بھی جنت میں بے حساب داخل ہونا نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ان کی قبروں کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنا دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اُڑانا۔ بے شک بے موقع اڑانے والے

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ

شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور اگر اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی اُمید ہو

ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً

اُسکے انتظار میں تجھ کو اُن سے پہلوتہی کرنا پڑے تو ان سے نرمی کی بات کہہ دینا۔ اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیئے

اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہوکر بیٹھ رہے گا۔ بلا شبہ تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ ع

اور وہی تنگی کر دیتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے۔

وَاٰتِ اور دو تم	ذَا الْقُرْبٰى قرابت دار	حَقَّهٗ اس کا حق	وَالْمِسْكِيْنَ اور مسکین	وَ اور	ابْنَ السَّبِيْلِ مسافر	وَلَا تُبَذِّرْ اور نہ فضول خرچی کرو		
تَبْذِيْرًا اندھا دھند	اِنَّ بیشک	الْمُبَذِّرِيْنَ فضول خرچ	كَانُوْٓا ہیں	اِخْوَانَ بھائی	الشَّيٰطِيْنِ شیطان	وَكَانَ اور ہے	الشَّيْطٰنُ شیطان	
لِرَبِّهٖ اپنے رب کا	كَفُوْرًا ناشکرا	وَاِمَّا اور اگر	تُعْرِضَنَّ تو منہ پھیر لے	عَنْهُمُ ان سے	ابْتِغَآءَ انتظار میں	رَحْمَةٍ رحمت	مِّنْ سے	رَّبِّكَ اپنا رب
تَرْجُوْهَا تو اس کیا امید رکھتا ہے	فَقُلْ تو کہہ	لَّهُمْ ان سے	قَوْلًا مَّيْسُوْرًا نرمی کی بات	وَ اور	لَا تَجْعَلْ تو نہ رکھ	يَدَكَ اپنا ہاتھ	مَغْلُوْلَةً بندھا ہوا	
اِلٰى تک	عُنُقِكَ اپنی گردن	وَ اور	لَا تَبْسُطْهَا نہ اسے کھول	كُلَّ الْبَسْطِ پوری طرح کھولنا	فَتَقْعُدَ پھر تو بیٹھا رہ جائے	مَلُوْمًا ملامت زدہ	مَّحْسُوْرًا تھکا ہوا	
اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	يَبْسُطُ فراخ کر دیتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کا وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کر دیتا ہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	
بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں سے	خَبِيْرًا خبر رکھنے والا	بَصِيْرًا دیکھنے والا						

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات سے سلسلہ بیان واوامر نواھی کا شروع ہوا تھا اور واضح کیا گیا تھا کہ طالبین آخرت کے اعمال کیسے ہونے چاہئیں اور سعادت اخروی حاصل کرنے کے لئے سعی کن امور کی کرنی چاہیئے۔

پہلے گذشتہ آیات میں توحید فی العبادت کی تلقین کی گئی کہ اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی و پرستش نہ کرو اور اسکے بعد والدین کے حقوق کی طرف توجہ دلائی اور ان کی خدمت واطاعت کے احکام بیان فرمائے۔

اب آگے قرابت داروں اور غیر قرابت داروں یعنی مسکین و محتاجوں کے حقوق بیان فرمائے جا رہے ہیں۔ حق کا لفظ مالی اور غیر مالی ہر قسم کے حقوق پر شامل ہے لیکن یہاں ذکر حقوق مالی ہی کا ہو رہا ہے۔ اس لئے مال و دولت کے متعلق بھی احکام بتلائے گئے چنانچہ ان آیات میں حکم ہوتا ہے کہ اہل قرابت یعنی اپنے عزیز و اقارب کے حقوق ادا کرو۔ اب اقربا میں بھی سب اہل قرابت ایک طرح نہیں ہیں۔ کسی کا حق مقدم ہے کسی کا موخر۔

جیسا جس سے رشتہ ہو ویسا ہی کم و بیش اس کے ساتھ مالی اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مالدار پر محتاج رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہے۔

آگے فرمایا کہ مال فضول اور بے موقع مت اڑاؤ۔ لغویات اور بیہودہ کاموں میں صرف نہ کیا جائے اور ضروری کاموں میں خرچ کرنے کے وقت بھی مقدار ضرورت اور اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی ہو اور بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقع ملے اس کو بے جا اڑانا ناشکری ہے۔ اور آدمی ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان و ضلالت میں خرچ کیا۔ اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں اڑایا۔ اور انسان کی مذمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ شیطان مردود سے تشبیہ دی جائے جو سرچشمہ ساری برائیوں کا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جب وہ لوگ جن کا حق دار ہونا ابھی اوپر گزر چکا ہے تم سے طالب اعانت ہوں اور عارضی طور پر تم خود اس وقت تہی دست ہو اور مالی امداد و اعانت نہیں کر سکتے تو نرم اور میٹھے طریقہ سے معذرت کر دے۔ مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ جب خدا ہم کو دے گا۔ انشاء اللہ ہم تمہاری خدمت کریں گے۔ سختی اور بداخلاقی سے ہرگز جواب نہ دے ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں اگلی خیراتیں بھی برباد نہ ہو جائیں۔ پھر خرچ میں میانہ روی اور اعتدال کی ہدایت ہے کہ دینے کے وقت نہ اتنا ہاتھ روک لیا جائے کہ گویا گردن سے باندھا ہوا ہے۔ دینے کے لئے پھیلتا ہی نہیں اور نہ بالکل پھیلا دیا جائے یعنی اپنا تمام مال دے ڈالے اور طاقت سے بڑھ کر یا آمدنی سے زائد ایسی کشادہ دستی دکھلائے کہ پھر بھیک مانگنی پڑے اور اپنے آپ کو محتاج ہو جائے۔ غرض اس معاملہ میں توسط اور اعتدال مدنظر رکھنا چاہیئے۔ آگے کل مال نہ دینے کی علت بیان فرمائی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے تنگدست بناتا ہے وہ اپنے بندوں کے حال و مصالح سے خوب واقف ہے۔ یعنی اگر تم اپنا مال سب کا سب بھی دے ڈالو تو کل ناداروں کی ناداری تو دور نہیں کر سکتے۔ فقیر محتاج بہرحال قائم رہیں گے اور تم خود محتاج اور دوسروں کے دست نگر بن کر تکلیف اٹھاؤ گے۔ اور مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ فقیر و غنی بنانا اور روزی کا کم و بیش کرنا محض خدا کے قبضہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حالت کو خوب جانتا ہے۔ اور سب کو دیکھتا ہے کوئی اس سے پوشیدہ نہیں۔

اور اصل بات یہ ہے کہ اس آیت میں بدنظمی کیساتھ خرچ کرنے کو منع کیا گیا ہے آگے آنے والے حالات سے قطع نظر کر کے جو کچھ پاس ہے اسے اسی وقت خرچ کر ڈالے۔ کل کو دوسرے صاحب حاجت لوگ آئیں اور کوئی دینی اہم ضرورت پیش آ جائے تو اب اس کیلئے قدرت نہ رہے یا اہل و عیال جن کے حقوق اس کے ذمہ واجب ہیں انکے حق ادا کرنے سے عاجز ہو جائے (مظہری) (معارف القرآن جلد پنجم)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام مال و دولت کے کسب اور جمع کا مانع نہیں البتہ پہلے تو وہ کسب مال کے لئے شرائط یعنی پاکیزہ و حلال کی قید لگاتا ہے اور پھر صرف مال کے قاعدے مقرر کرتا ہے۔ کہ مال و دولت پر عزیزوں کے، مسکینوں کے ناداروں کے اور مسکینوں پ پردیسیوں اور مسافروں کے حق قائم ہیں۔ اسلام مالدار کو یہ حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنے آسائش پر سرے سے کچھ خرچ ہی نہ کرے۔ جائز حدود کے اندر اس نے اس کی بھی پوری اجازت دی ہے البتہ اسراف و تبذیر سے قطعاً روکتا ہے کہ دونوں اسراف و تبذیر کا حاصل ایک ہی ہے کہ محل معصیت میں خرچ کرنا اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک معصیت بالذات مثلاً قمار، جوا، شراب نوشی، زنا، سینما بینی وغیرہ وغیرہ۔ اس میں کچھ بھی صرف کرنا ہر حال میں حرام ہے۔ دوسرے معصیت بالغیر یعنی عمل تو بجائے خود جائز ہو لیکن اس سے مقصود نام و نمود، شہرت، تفاخر، ریا وغیرہ ہو۔ اس میں بھی مال خرچ کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھیں اور ہم کو ان آیات مبارکہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرماویں۔ آگے مزید احکامات طالب آخرت کے لئے اگلی آیات میں دیئے گئے ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً

اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک اُن کا قتل کرنا بڑا بھاری

كَبِيْرًا ۝۳۱ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝۳۲

گناہ ہے۔اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بُری راہ ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اور نہ قتل کرو تم	اَوْلَادَكُمْ اپنی اولاد	خَشْيَةَ ڈر	اِمْلَاقٍ مفلسی	نَحْنُ ہم	نَرْزُقُهُمْ ہم رزق دیتے ہیں انہیں	وَاِيَّاكُمْ اور تم کو		
اِنَّ بیشک	قَتْلَهُمْ ان کا قتل	كَانَ ہے	خِطْاً كَبِيْرًا گناہ بڑا	وَلَا تَقْرَبُوا اور نہ قریب جاؤ	الزِّنٰٓى زنا	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	فَاحِشَةً بے حیائی
وَسَآءَ اور بُرا	سَبِيْلًا راستہ							

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں اقربیٰ ومساکین وغیرہ کے اَدائے حقوق اوراسراف وتبذیر کی ممانعت کے احکام بیان ہوئے تھے۔

اب آگے مزید احکام ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب کے بعض قبائل میں دستور تھا کہ اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے اور اس کا سبب ہمہ گیر افلاس تھا۔ عرب میں تجارت کے ذرائع محدود' زراعت کی کمی' صنعت کا فقدان تھا۔اس لئے عموماً مواشی کی پرورش یا غارتگری اور رہزنی وجہ معاش تھی۔اور ظاہر ہے کہ ان ذرائع معاش میں کیا وسعت ہوسکتی ہے اس لئے کھانے پینے کی عموماً تکلیف رہتی تھی۔ پیدائش اولاد میں بیٹوں سے چونکہ غارتگری اور کسب معاش میں اعانت ہوسکتی تھی اس لئے لڑکوں کی پرورش وکفالت تو عرب کے جاہل بخوشی گوارا کر لیتے تھے مگر لڑکیاں اس کام کی نہیں ہوسکتی تھیں وہ تو محض بار بنتی تھیں اس لئے ان کی کفالت و پرورش کو ناقابل برداشت جانتے تھے اور اس مصیبت کو دور کرنے کی انہوں نے یہ تدبیر نکالی تھی کہ پیدا ہوتے ہی لڑکی کو قتل کر دیتے تھے۔ قرآن پاک نے اس فعل شنیع کی ممانعت فرمادی اور حکم دیا کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ یعنی وہ تمہاری اولاد ہے تمہارا خون ہے۔ تمہارا پارہ جگر ہے۔ ایسی سنگ دلی مت اختیار کرو۔ رہا افلاس کا خوف تو تم خود اپنے رزاق نہیں ہو۔ اولاد کے رزق کی کیوں فکر کرتے ہو۔ اللہ تمہاری روزی کا بھی کفیل ہے اور تمہاری اولاد کے رزق کا بھی۔ یہ فکر تو خدا کو ہونی چاہئے ۔ رازق رسانی تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ یاد رکھو قتل اولاد زبردست گناہ ہے۔ اس کا مواخذہ بہت سخت ہوگا۔ حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت مذکور ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا اللہ کا ہمسر قرار دینا باوجودیکہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اولاد کو قتل کرنا اس خیال کے ماتحت کہ وہ تیرے ساتھ رزق میں شریک ہوجائے گی۔

آگے ایک دوسرا حکم دیا جاتا ہے کہ زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو یعنی زنا کرنا تو بہت سخت چیز ہے اس کے پاس بھی مت جاؤ۔ گویا زنا کے مقدمات اور ان ابتدائی محرکات سے بھی دور رہو جو اس راستہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ مثلاً اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر شرعی نظر کرنا' نامحرم عورتوں سے تخلیہ کرنا' ان سے ہنسی مذاق کرنا' رسم ملاقات بڑھانا' ناچ رنگ گانے بجانے کے جلسوں میں شرکت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ حاصل یہ کہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى کی ممانعت کے ماتحت بے حیائی اور بے حجابی کے سارے قولی' فعلی'

تقریری، تحریری، تصویری، لباسی مظاہرے آ گئے۔ یہ شریعت اسلامی ہی ہے جس نے ہر غیر نکاحی از دواجی تعلق کو ہر حال اور ہر صورت میں حرام قرار دے دیا ہے۔ ورنہ اکثر قدیم مذاہب اور جدید فرنگی جاہلی تہذیب اور قانون میں زنا بجائے خود تو گویا کوئی جرم ہی نہیں جب تک کہ جبر کی آمیزش یا حقوق شوہری میں دست اندازی وغیرہ شامل نہ ہو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بابل، مصر، ایران، ہند قدیم کے جاہلی مذہبوں نے تو خاص خاص حالات میں اس کو ایک عمل مقدس مان رکھا تھا۔ یہ تو اسلام ہی دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا کہ جس نے افراد اور معاشرہ کی روحانی پاکیزگی، اخلاقی طہارت اور اجتماعی صالحیت پر کسی مفسدہ، مضرت اور خطرہ کا ایک داغ بھی گوارا نہیں کیا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ غیروں کو کیا کہا جائے اب تو فرزندان توحید ہی کے افراد شرعی اور اسلامی لبادہ کو اوڑھنے سے بے نیاز ہوتے جا رہے ہیں اور مغربیت اور یورپین تہذیب و معاشرہ کے جال میں پھنستے جا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الغرض ان آیات میں دو حکم بیان فرمائے گئے ایک تو قتل اولاد کی ممانعت دوسرے زنا جیسی بے حیائی اور بری راہ سے بچنا۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

''کہ قرآن کریم کے ارشاد سے اس معاملے پر بھی روشنی پڑتی ہے جس میں آج کی دنیا گرفتار ہے کہ کثرت آبادی کے خوف سے ضبط تولید اور منصوبہ بندی کو رواج دے رہی ہے۔ اس کی بنیاد بھی اسی جاہلانہ فلسفہ پر ہے کہ رزق کا ذمہ دار اپنے آپ کو سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ معاملہ قتل اولاد کے برابر گناہ نہ بھی مگر اس کے مذموم ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں''۔

قرآن پاک کی یہ آیت بتلاتی ہے کہ انسان کی یہ خام خیالی ہے کہ وہ معاشی ذرائع کی تنگی کے وہمی اندیشہ سے افزائش نسل کا سلسلہ روک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ آیت انسانوں کو اس بات پر متنبہ کرتی ہے کہ رزق رسانی کا انتظام اے کوتاہ نظر انسان تیرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس خدا کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے اور جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے بعد کے آنے والوں کو بھی دے گا اور تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا کے ملکوں میں کھانے والی آبادی جتنی بڑھتی گئی ہے۔ اتنے ہی بلکہ نسبتاً اس سے بہت زیادہ معاشی ذرائع وسیع ہوتے چلے گئے ہیں۔ لہٰذا خداوند رب العالمین کے تخلیقی انتظامات میں انسان کی بے جا دخل اندازیاں دین سے جہالت اور اعلیٰ درجہ کی حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور قرآن کی فہم عطا فرمائیں۔ ابھی احکامات کا سلسلہ اگلی آیات میں جاری ہے۔ یہاں اپنی اولاد کو قتل کی ممانعت تھی آگے کسی غیر کو قتل کی ممانعت ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کے جو احکام اس قرآن پاک کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ان کی سمجھ عطا فرما اور ان پر ایمان اور یقین کامل کے ساتھ عمل بھی نصیب فرما۔ اے اللہ آپ ہی مخلوق کے رازق ہیں۔ بیشک آپ ہی سب کو رزق پہنچاتے ہیں ہم کو اس پر ایمان و یقین کامل عطا فرما دے۔ اور جو رزق ہم کو عطا فرمائیں اس میں برکت عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ

اور جس شخص (کے قتل) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اُس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق پر، اور جو شخص ناحق قتل کیا جاوے تو ہم نے اُس کے وارث کو

سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

اختیار دیا ہے، سو اُس کو قتل کے بارہ میں حد (شرع) سے تجاوز نہ کرنا چاہیے، وہ شخص طرفداری کے قابل ہے۔

وَ اور	لَاتَقْتُلُوْا نہ قتل کرو	النَّفْسَ جان	الَّتِیْ وہ جو کہ	حَرَّمَ اللّٰہُ اللہ نے حرام کیا	اِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَمَنْ اور جو	قُتِلَ مارا گیا
مَظْلُوْمًا مظلوم	فَقَدْ جَعَلْنَا تو تحقیق ہم نے کردیا	لِوَلِیِّهٖ اس کے وارث کے لئے	سُلْطٰنًا ایک اختیار	فَلَا یُسْرِفْ پس وہ حد سے نہ بڑھے				
فِی الْقَتْلِ قتل میں	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	مَنْصُوْرًا مدد دیا گیا					

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات سے عقائد واعمال کا وہ دستور العمل بیان ہوتا چلا آ رہا ہے جس پر کاربند ہو کر انسان کو آخرت کی دوامی سعادت حاصل ہوسکتی ہے۔

اب آگے اس آیت میں مزید بعض احکام بیان فرمائے جارہے ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب میں قتل وغارت گری کا بھی عمومی رواج تھا۔ اس وقت اس کو اکثر لوگ نہ فقط مستحسن سمجھتے تھے بلکہ اس پر فخر کرتے تھے اور فخریہ قصیدے لکھتے تھے۔ ایام جاہلیت کی عرب کی شاعری کا بیشتر حصہ اسی جاہلانہ تفاخر سے بھرا پڑا ہے۔ پھر ایک کے عوض ایک ہی کو قتل نہ کرتے تھے بلکہ قاتل کے خاندان اور طرفداروں کی جڑ بنیاد کھود ڈالتے تھے۔ قرآن پاک نے ان ناشائستہ حرکتوں کی ممانعت فرمادی اور ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا چنانچہ حکم دیا جاتا ہے کہ جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے قواعد شرعیہ کی رو سے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو سوائے اس وقت کے جبکہ وجوب یا اباحت قتل کا کوئی شرعی سبب پایا جائے اس وقت قتل کرنا درست ہے۔ یہاں قتل سے صرف دھار دار آہنی آلہ سے جان لینا مراد نہیں ہے بلکہ قتل یہاں اپنے وسیع لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور جان لے لینے کی ہر صورت پر شامل ہے۔ مزید یہاں قتل نفس سے مراد صرف دوسرے انسان کا قتل ہی نہیں ہے بلکہ خود اپنے آپ کو قتل کرنا بھی اس حکم میں شامل ہے اس لئے کہ نفس جس کو اللہ نے ذی حرمت ٹھہرایا ہے اس میں دوسرے نفوس کی طرح انسان کا اپنا نفس بھی داخل ہے۔ لہٰذا جتنا بڑا جرم اور گناہ قتل انسان ہے اتنا ہی بڑا جرم اور گناہ خودکشی بھی ہے۔ یہ انسان کی بڑی غلط فہمی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی جان کا مالک اور اپنی اس ملکیت کو باختیار خود تلف و ضائع کردینے کا مجاز سمجھتا ہے۔ حالانکہ یہ جان اللہ کی ملکیت ہے اور ہم اس کو تلف کرنے کے تو کیا اس کے کسی بے جا استعمال کے بھی مجاز نہیں ہیں تو یہاں خواہ دوسرے کا قتل ہو یا اپنا صریح ممانعت فرمائی گئی۔

چونکہ قتل انسان بغیر کسی شرعی سبب کے بڑا شدید جرم ہے اس لئے احادیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بڑی تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ قاتل کا جہنمی ہونا تو خیر تھا مقتول کا کیا قصور ہے؟ فرمایا وہ بھی اپنے مقابل کو قتل کرنے کا خواہشمند تھا۔

خلاصہ یہ کہ ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا گیا اور اولیائے مقتول

کو قاتل سے انتقام لینے کی اجازت دی مگر زیادتی کرنے سے منع فرمایا پھر اولیائے مقتول کو یہ بھی اختیار ہے خواہ قصاص لیں یا خون بہا۔ اور دستوری قصاص سے بڑھ کر اس پر زیادتی کرنا یہ ناجائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج ۱۰ھ میں جو فرمایا اور جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے اس موقع پر ۹ ذی الحجہ عرفات کے میدان میں جو خطبہ آپ نے دیا وہ بہت ہی اہم تعلیمات اور نصائح پر مبنی ہے۔

جس میں آپؐ نے فرمایا۔ آپس میں تمہاری جان اور تمہارا مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے قیامت تک اتنا ہی مقدس ہیں جتنا آج کا دن۔ آج کا مہینہ اور یہ محترم سرزمین۔

اب آپ ایک طرف تو یہ قرآنی احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات سامنے رکھئے اور دوسری طرف دور حاضر کے مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالئے کہ آپس میں قتل وخون ایک کھیت کی مانند ہو گیا ہے۔ اخبار بین دن رات دیکھتے ہیں کہ آپس میں اختلاف ہوا پھر نہ مقابل کی عزت کی پروا نہ آبرو کی پروا اور نہ جان و مال کی پروا۔ یہ تعلیمات قرآنی اور ہدایات نبوی اور شریعت اسلامی تو تمام عالم اور تمام انسانیت کے لئے رحمت بن کر آئی تھی۔ مگر جبھی تو کہ جب ہم اس کو اپنانے کے لئے تیار ہوں ورنہ جو انجام دنیا میں دیکھ رہے ہیں وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ آگے آخرت کا جو حال ہوگا وہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

الغرض یہاں قتل ناحق کی ممانعت کا حکم دیا گیا۔ آگے یتامیٰ کے مال کی حفاظت اور اس سے متعلق احکام اور بعض معاشرتی احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔ جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ دنیا تو جتنی اور جس کے لئے آپ نے مقدر فرما دی ہے اتنی ہی نصیب ہوگی۔ دنیا کی حرص ولالچ سے ہم کو بچایئے اور آخرت کا حریص بنا کر زندہ رکھئے۔

یا اللہ ہمیں جو کچھ بھی آپ اپنی رحمت سے دنیا عطا فرمائیں اسے آخرت کے بنانے اور سنوارنے کے لئے ذریعہ رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ اب دنیا طلبی کا مرض اس امت مسلمہ میں بھی گھس آیا ہے۔ اور دنیا کی بڑائی ہمارے لئے قابل فخر ہونے لگی ہے۔

حق تعالیٰ اس امت مسلمہ کی اصلاح کی صورت غیب سے فرماویں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی ظاہر اور باطن میں ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو پابندی نصیب فرماویں۔ جملہ قرآنی احکام کی تابعداری ہم کو نصیب فرماویں اور ایک مسلمان کی جان، مال، عزت وآبرو کی حرمت ہمارے دلوں میں پیدا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے اور عہد (شروع) کو پورا کیا کرو

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ

بیشک (ایسے) عہد کی (قیامت میں) باز پرس ہونے والی ہے۔اور جب ناپ تول کر دو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کر دو

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

یہ اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا اور پاس نہ جاؤ	مَالَ الْيَتِيْمِ یتیم کا مال	اِلَّا مگر	بِالَّتِيْ اس طریقہ سے	هِيَ وہ	اَحْسَنُ سب سے بہتر	حَتّٰى یہاں تک کہ
يَبْلُغَ وہ پہنچ جائے	اَشُدَّهٗ اپنی جوانی	وَاَوْفُوْا اور پورا کرو	بِالْعَهْدِ عہد کو	اِنَّ بیشک	الْعَهْدَ عہد	كَانَ ہے
مَسْئُوْلًا پرسش کیا جانے والا	وَاَوْفُوْا اور پورا کرو	الْكَيْلَ پیمانہ	اِذَا كِلْتُمْ جب تم ماپ کر دو	وَزِنُوْا اور وزن کرو تم	بِالْقِسْطَاسِ ترازو کے ساتھ	الْمُسْتَقِيْمِ سیدھی
ذٰلِكَ یہ	خَيْرٌ بہتر	وَاَحْسَنُ اور سب سے اچھا	تَاْوِيْلًا انجام کے اعتبار سے			

تفسیر وتشریح

اس سورہ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کے شروع میں جو سلسلہ احکام طالبین آخرت کے لئے بیان فرمانا شروع ہوئے تھے وہی سلسلہ ان آیات اور اگلی آیات میں ابھی جاری ہے۔ گذشتہ آیت میں قتل ناحق کی ممانعت تھی اب ان آیات میں یتیم کے مال کی حفاظت اور اس میں ناحق تصرف کی ممانعت اپنے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کرنا اور ناپ تول میں کمی نہ کرنے کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

عرب میں ایام جاہلیت میں یتیموں کا مال اڑانے اور اس میں بے جا تصرف کرنے کا بھی رواج تھا۔یتیم بچے جس کی زیر نگرانی رہتے وہ ان کے مال میں خوب خورد برد کرتا۔قرآن پاک نے اس فعل کی پرزور ممانعت فرمادی لیکن یتیموں کی کفالت ان کے مال کی نگرانی اور درستی بھی لازم تھی اور اس کی تکمیل بغیر اس کے ہو نہیں سکتی تھی کہ یتیم کے مال میں کچھ حصہ جائز ضرورتوں میں بقدر ضرورت صرف کیا جائے اس لئے ممانعت کے ساتھ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فرمادیا جس کے تحت میں صرف مال یتیم کے وہ سارے طریقہ آگئے جن سے یتیم کی خدمت اور اس کے مال کا نفع مقصود ہو۔تو جہاں تک یتیم کے مال کی نگہداشت، حفاظت، خیر خواہی مقصود ہو اسی حد تک اس کے مال میں سے ولی کو خرچ کرنے کی اجازت ہے۔پھر جب یتیم پوری طرح سن شعور کو پہنچ جائے اور اپنے نفع و نقصان کو خوب سمجھنے لگے اس وقت اس کی جائیداد اور مال اس کے حوالہ کردیا جائے۔

آگے دوسرا حکم اپنے کئے ہوئے عہد کی پابندی کرنا اور عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی ممانعت میں فرمایا جاتا ہے اور حکم ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کے موافق جو عہد و پیمان یا وعدہ کرلیا جائے اس کی پابندی اور ایفا لازم ہے۔بصورت خلاف ورزی قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔یعنی جیسے قیامت میں اور فرائض وواجبات اور احکام الٰہیہ کے پورا کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہوگا ایسے ہی باہمی معاہدات کے متعلق بھی سوال ہوگا۔اب اس حکم کے تحت میں ہر قسم کے جائز وعدے اور معاہدے آگئے خواہ اللہ

سے کئے جائیں یا بندوں سے۔

تیسرا حکم لین دین میں ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرنے اور ٹھیک ٹھیک ناپنے تولنے کے متعلق ہوتا ہے۔ کفار عرب اول تو تجارت پیشہ ہی بہت کم تھے اور تھے بھی تو بے ایمانی کرتے تھے۔ زیادہ لے لیتے اور کم دیتے۔ ترازو سے تولنے میں ڈنڈی مار دیتے۔ اس کی اہل اسلام کو ممانعت فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ صحیح ناپنے اور تولنے سے بہتری حاصل ہوتی ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔ یعنی آدمی کو دنیا میں بھی نیک نامی اور تجارتی فروغ اور مالی برکت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بھی روسیاہی سے بچ جائے گا۔ غرض کہ تجارتی و معاشرتی زندگی کے ہر شعبہ اور معاملات باہمی کی ہر شاخ میں پوری طرح دیانت، امانت و صداقت کے اصول پر کاربند رہنے کا حکم فرمایا گیا۔ جس کا حاصل یہی ہے کہ جس کا جتنا حق ہے اس سے کم دینا حرام ہے۔

ان قرآنی ہدایات سے معلوم ہوا کہ اسلام کچھ رسمی قسم کے اعمال کا نام نہیں بلکہ سارے نظام زندگی کو قانون الٰہی کے سانچہ میں ڈھال لینے کا نام "اسلام" ہے۔ کیونکہ جس طرح اسلام نے عقائد و عبادات کی تعلیم دی ہے ویسے ہی معاملات و معاشرات و اخلاقیات کی بھی تعلیم دی ہے۔ معاملات میں سچائی اور ایمانداری کی تعلیم بھی اسلام کی اصولی اور بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کامل اور مومن صادق بننا نصیب فرمائیں۔ آمین ابھی اسی سلسلہ میں مزید چند احکام اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ جن کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور معاشرات و معاملات میں قرآنی اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ عہد و پیمان کی پابندی اور وعدہ کا ایفا ہم کو پوری طرح نصیب فرما۔

یا اللہ لین دین، خرید و فروخت تجارت و کاروبار میں ہم کو قرآنی اور اسلامی احکام کے ماتحت اپنی زندگی گزارنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہم نے جو کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اور اس پر ایمان لا کر عہد اور اقرار کیا ہے ہم کو اس عہد میں سچا اور امانت دار بنا کر زندہ رکھئے اور اسی کلمہ طیبہ پر ہمارا خاتمہ فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ

اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی

مَسْـُٔـوْلًا ۝۳۶ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝۳۷

اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل (کیونکہ) تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے۔

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝۳۸ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ

یہ سارے بُرے کام تیرے رب کے نزدیک ناپسند ہیں۔ یہ باتیں اُس حکمت میں کی ہیں جو خدائے تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہیں

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۳۹ اَفَاَصْفٰىكُمْ

اور اے مخاطب اللہ برحق کے ساتھ کوئی اور معبود تجویز مت کرنا ورنہ تو الزام خوردہ اور راندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جاوے گا۔ (اے مشرکو)

رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝۴۰

تو کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنائی ہیں بے شک تم بڑی (سخت) بات کہتے ہو۔

وَلَا تَقْفُ اور پیچھے نہ پڑو	مَا لَيْسَ جس کا نہیں	لَكَ تیرے لئے	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ علم	اِنَّ بیشک	السَّمْعَ کان	وَالْبَصَرَ اور آنکھ	وَ اور	الْفُؤَادَ دل
كُلُّ ہر ایک	اُولٰۗىِٕكَ یہ	كَانَ ہے	عَنْهُ اس سے	مَسْـُٔوْلًا پُرسش کیا جانیوالا	وَلَا تَمْشِ اور نہ چل	فِي الْاَرْضِ زمین میں	مَرَحًا اکڑ کر	اِنَّكَ بیشک تو	
لَنْ تَخْرِقَ ہرگز نہ چیر ڈالے گا	الْاَرْضَ زمین	وَلَنْ تَبْلُغَ اور ہرگز نہ پہنچے گا	الْجِبَالَ پہاڑ	طُوْلًا بلندی	كُلُّ تمام	ذٰلِكَ یہ	كَانَ ہے	سَيِّئُهٗ اس کی بُرائی	
عِنْدَ نزدیک	رَبِّكَ تیرا رب	مَكْرُوْهًا ناپسندیدہ	ذٰلِكَ یہ	مِمَّا اس سے جو	اَوْحٰى وحی کی	اِلَيْكَ تیری طرف	رَبُّكَ تیرا رب	مِنَ الْحِكْمَةِ حکمت سے	
وَلَا اور نہ	تَجْعَلْ بنا	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِلٰـهًا معبود	اٰخَرَ کوئی اور	فَتُلْقٰى پھر تو ڈالدیا جائے	فِيْ جَهَنَّمَ جہنم میں	مَلُوْمًا ملامت زدہ		
مَدْحُوْرًا دھکیلا ہوا	اَفَاَصْفٰىكُمْ کیا تمہیں چن لیا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	بِالْبَنِيْنَ بیٹوں کیلئے	وَاتَّخَذَ اور بنالیا	مِنَ سے	الْمَلٰۗىِٕكَةِ فرشتے			
اِنَاثًا بیٹیاں	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَتَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہو	قَوْلًا عَظِيْمًا بڑا بول						

تفسیر وتشریح: ان آیات میں مزید چند احکام بیان فرمائے جاتے ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ بلاتحقیق ہر سنی سنائی بات کے پیچھے نہ ہو لیا کرو یعنی بے تحقیق بات نہ زبان سے نکالو۔ نہ اس کی اندھا دھند پیروی کرو۔ انسان کو چاہئے کہ کان' آنکھ دل و دماغ سے کام لے کر اور بقدر کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے۔ سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یونہی اٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عملدرآمد شروع نہ کردے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا غلط تہمتیں لگانا بے تحقیق باتیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا۔ یا بغض وعداوت قائم کر لینا۔ باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا ان دیکھی یا ان سنی چیزوں کی دیکھی یا سنی بتلانا غیر معلوم کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں۔ یہ سب صورتیں اس آیت کے حکم کے تحت داخل ہیں

اور ممنوع ہیں۔ پھر بغرض تنبیہ کے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا؟ بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟ ہر ہر شخص سے سوال اس کا ہوگا کہ کان سے سننے کا' آنکھ سے دیکھنے کا اور دل سے سوچنے سمجھنے اور یقین کرنے کا کام جائز اور صحیح موقعوں پر کتنا لیا اور ناجائز اور غلط موقعوں پر کتنا؟ اب غور کیجئے احساس ذمہ داری کی تعلیم ہر ہر فرد کو اس سے بہتر اور کہاں ملے گی۔

آگے دوسرا حکم دیا جاتا ہے کہ زمین پر اترا کر نہ چلا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں تعلیم و تہذیب کا فقدان تھا۔ جہالت اور بربریت کا دور تھا۔ اسی بناء پر جسمانی قوت' جتھے کی کثرت اور جاہلانہ شجاعت پر عموماً فخر کیا کرتے تھے اور اس فخر کا مظاہرہ صرف زبانی ہی نہ ہوتا تھا بلکہ طور طریق اور چال ڈھال میں بھی اس کے آثار نمایاں ہوتے تھے۔ اس خود پسندی اور اکڑفوں کو دور کرنے کا حکم دیا گیا اور بتلایا گیا کہ متکبروں کی چال چلنا' انسان کو زیب نہیں۔ نہ تو زور سے پاؤں مار کر زمین کو پھاڑ سکتا ہے نہ گردن ابھارنے اور سینہ تاننے سے اونچا ہو کر پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ پھر ایسے ضعف اور عجز اور اس بساط پر اکڑنے سے کیا فائدہ۔ تو یہاں جب متکبرین کی وضع و ہیئت کو اس قدر ممنوع و مذموم بتلایا تو نفس تکبر کس درجہ مذموم ہوگا۔ گویا مقصود ہر طرح کے فخر و تکبر کی روک تھام ہے۔

ان جملہ احکام کے اخیر میں فرمایا گیا کہ اوپر جو پر مغز اور بیش بہا نصیحتیں کی گئیں یہ وہ علم و حکمت اور تہذیب و اخلاق کی باتیں ہیں جنہیں عقل سلیم قبول کرتی ہے اور جو خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجی ہیں گویا ان جملہ احکام پر عمل کرنے کی ترغیب کے واسطے ان کا عین علم و حکمت ہونا بیان فرمایا گیا اور اس مضمون کو اسی مضمون توحید پر ختم کیا جاتا ہے جس سے اس کا آغاز فرمایا گیا تھا تا کہ مخاطب سمجھ سکے کہ تمام حسنات کا آغاز و انجام خالص توحید کو ہونا چاہئے۔ اخیر میں مشرکین عرب سے خطاب ہے کہ جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے (نعوذ باللہ) کہ ایک تو خدا کے لئے اولاد تجویز کرنا اور اولاد بھی بیٹیاں جنہیں تم خود نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو یہ بڑی بھاری گستاخی ہے یعنی جب شرک کا قبیح اور باطل ہونا سن لیا تو پھر بھی ایسی باتوں کے قائل ہوتے ہو جو توحید کے خلاف ہیں۔

مشرکین عرب کے معبودوں میں دیوتا کم تھے۔ دیویاں زیادہ تھیں اور ان دیویوں کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ نعوذ باللہ یہ خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اسی طرح وہ فرشتوں کو بھی خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ تو انہیں یہاں تنبیہ کی گئی کہ جب شرک کا قبیح اور باطل ہونا سن لیا تو پھر ایسی باتوں کے کیوں قائل ہوتے ہو جو توحید کے خلاف ہیں۔

اب چونکہ یہاں توحید کی تقریر تھی اس لئے آگے بھی وہی مضمون ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ جو قرآنی احکام ہم کو معلوم ہو جائیں ان پر دل و جان سے ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما دے۔ ہم سے جو کوتاہیاں قرآن کے حقوق کی ادائیگی میں ہو رہی ہیں ان کو قرآن عظیم کے طفیل میں یا اللہ معاف فرما دے۔ اور اس سرچشمہ رحمت و ہدایت کی ہم کو حقیقی عظمت عطا فرما دے۔ ہمارا مرنا اور جینا اسی قرآن عظیم کے موافق بنا دے۔ یا اللہ ہمارے عقیدۂ توحید کو اتنا مضبوط بنا دے کہ ہم کسی حال میں آپ کی کارسازی کے خلاف وسوسہ تک دل میں نہ لاویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤١﴾ قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ

اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تا کہ (اس کو) اچھی طرح سے سمجھ لیں اور اُن کی نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے آپ فرمایئے کہ اگر اس کے

آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ

ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے تک انہوں نے راستہ ڈھونڈھ لیا ہوتا۔ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس سے پاک

عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿٤٣﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا

اور بہت زیادہ برتر ہے۔ تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں اُس کی پاکی بیان کررہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں

يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤٤﴾

جو تعریف کے ساتھ اُس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ اُن کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو وہ بڑا حلیم ہے بڑا غفور ہے۔

وَ اور	لَقَدْ صَرَّفْنَا البتہ ہم نے طرح طرح سے بیان کیا	فِي میں	هَٰذَا الْقُرْآنِ اس قرآن	لِيَذَّكَّرُوا تا کہ وہ نصیحت پکڑیں	وَمَا اور نہیں			
يَزِيدُهُمْ بڑھتی ان کو	إِلَّا مگر	نُفُورًا نفرت	قُلْ کہدیں آپ	لَوْ كَانَ اگر ہوتے	مَعَهُ اسکے ساتھ	آلِهَةٌ اور معبود	كَمَا جیسے	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں
إِذًا اس صورت میں	لَابْتَغَوْا وہ ضرور ڈھونڈتے	إِلَىٰ طرف	ذِي الْعَرْشِ عرش والے	سَبِيلًا کوئی راستہ	سُبْحَانَهُ وہ پاک ہے	وَتَعَالَىٰ اور برتر		
عَمَّا اس سے جو	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	عُلُوًّا برتر	كَبِيرًا بہت بڑا	تُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتے ہیں	لَهُ اس کی	السَّمَاوَاتُ آسمان	السَّبْعُ سات	
وَالْأَرْضُ اور زمین	وَمَنْ اور جو	فِيهِنَّ ان میں	وَإِنْ اور نہیں	مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز	إِلَّا مگر	يُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتی ہے	بِحَمْدِهِ اس کی حمد کیساتھ	
وَلَٰكِنْ اور لیکن	لَا تَفْقَهُونَ تم نہیں سمجھتے	تَسْبِيحَهُمْ ان کی تسبیح	إِنَّهُ بیشک وہ	كَانَ ہے	حَلِيمًا بُردبار	غَفُورًا بخشنے والا		

تفسیر و تشریح

قرآن مجید کا اصلی، مرکزی و بنیادی موضوع تو توحید ہی ہے۔ مذمت شرک و مدح توحید کی تکرار اور تصریحات سے قرآن مجید اسی لئے لبریز ہے کہ یہ خوب دلوں میں گھر کر جائے۔ لیکن مشرکین کی ضد اور کج فہمی کا یہ عالم تھا کہ انہیں اور الٹی توحید سے نفرت و بیزاری ہی بڑھتی جاتی تھی۔ گذشتہ آیت میں شرک کی مذمت فرمائی گئی تھی اور توحید کی تعلیم دی گئی تھی۔ اسی سلسلہ کلام میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم مختلف طریقوں اور طرح طرح کے دلائل و شواہد سے ان مشرکین کو فہمائش کرتا ہے لیکن بجائے نصیحت حاصل کرنے کے یہ بدبخت اور زیادہ بدکتے اور وحشت کھا کر بھاگتے ہیں۔

آگے پھر ایک دلیل توحید باری تعالیٰ۔ اس کی شان ربوبیت، شان الوہیت اور شان حاکمیت کی دی جاتی ہے کہ اگر ذات باری تعالیٰ خداوند قدوس معبود برحق کے ساتھ اور بھی خدا ہوتے جیسا کہ یہ مشرکین کہتے ہیں اور بتوں یا دیوی دیوتاؤں کو خدائی کا شریک اور الوہیت کا حصہ دار بتلاتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے یعنی خدائے حقیقی تک مخالفانہ طور پر پہنچنے کا انہوں نے کبھی کا راستہ ڈھونڈھ لیا ہوتا۔ یعنی مخالفت اور مقابلہ واقع ہوتا۔ پھر

عالم کا نظام موجودہ کیسے باقی رہتا۔ یہ نظام عالم کبھی کا درہم برہم ہو چکا ہوتا۔ جب یہ نظام عالم قائم ہے تو ثابت ہوا کہ حاکمیت کی شان اعلیٰ ایک معبود برحق ہی کی ہے جس میں کسی دوسرے کی شرکت کا گزر نہیں۔ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی کل مخلوق اس کی پاکی، بزرگی اور بڑائی۔ تعظیم جلالت اور تعریف بیان کرتی ہے۔ ہر ایک مخلوق اپنے خالق کی قدوسیت کا اعلان اپنے مرتبہ وجود کے مناسب اور مطابق برابر کرتی رہتی ہے اور موجودات عالم کا ذرہ ذرہ اپنے صانع حقیقی اور قادر مطلق کے نہ صرف وجود کی بلکہ یکتائی اور صناعی قدرت کی بھی شہادت برابر دے رہا ہے۔ آگے مشرکوں سے خطاب ہوتا ہے کہ تم نے جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور اپنی عقل کو اندھا کر لیا ہے تو تمہاری سمجھ میں یہ دلالت نہیں آتی جو ہر مخلوق ہر وقت اپنے خالق اور صناع عالم کی قدوسیت و توحید کے ثبوت میں پیش کر رہی ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ جس طرح انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف زبانیں بنائی ہیں۔ عربی، ترکی، فارسی اردو ہندی وغیرہ۔ جب تک ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی زبان نہ سیکھے گا دوسری زبان کا ایک لفظ نہ سمجھے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان اور کائنات کی ہر شے سب کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک خاص زبان دی ہے جو اپنی زبان میں اپنے پیدا کرنے والے کی تسبیح رات دن کرتے ہیں تو تمام مخلوق جس کی پاکی بیان کرے۔ اے مشرکین تم اس کے لئے شرکاء اولاد اور بیٹیاں تجویز کرو۔ یہ ایسی گستاخی تھی کہ تم کو تو فوراً ہلاک کر کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا مگر اس کی ذات حلیم ہے اور یہ اس کی صفت حلم کا اثر ہے کہ جو مشرکانہ عقائد و اعمال پر فوراً گرفت نہیں ہوتی اور مہلت ملتی رہتی ہے اس لئے اگر اب بھی توبہ کر لو تو اس کی صفت مغفرت اب بھی سارے قصور معاف کر دے گی کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا غفور ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں پھر شرک کی پرزور تردید الزامی اور برہانی دلائل سے کی گئی نیز اس امر کی صراحت فرمائی گئی کہ ہر چیز اللہ کی پاکی اور حمد بیان کرتی ہے۔ مگر انسان اس کی تسبیح نہیں سمجھتا اب باوجود اس کے کہ قرآن میں مضمون توحید بار بار نہایت پرمغز دلائل سے بیان کیا گیا ہے۔ مگر کفار کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ متکبرین کی وضع و ہیئت اور فخر و تکبر سے ہمیں نفرت عطا فرما اور عجز و تواضع کی پسندیدہ خصلت عطا فرما۔

یا اللہ ہماری آنکھیں قرآن کریم کی طرف سے کھول دے۔ اس کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھا دے اس کے اتباع کی توفیق ہم کو عطا فرما دے۔

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا تسبیح خواں بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔ اور حقیقی توحید کی دولت عطا فرمائیں۔

یا اللہ کائنات کی ہر چیز آپ کی تسبیح خواں ہے ہم کو بھی آپ کی تسبیح و تحمید کی دائمی توفیق نصیب ہو۔

یا اللہ ہم کو قرآن پاک سے صحیح تعلق اور لگاؤ نصیب فرما اور اس کی ہدایات و تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝۴۵

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان میں ایک پردہ حائل کردیتے ہیں۔

وَّجَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ

اور ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں اس سے کہ وہ (قرآن کے مقصود) کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں اور جب آپ

فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝۴۶ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ

قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے ہیں۔ جس وقت یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم

يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۴۷

خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں اور جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۴۸

جس پر جادو کا اثر ہوگیا ہے۔ آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کیلئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہوگئے تو راستہ نہیں پاسکتے۔

وَاِذَا اور جب	قَرَاْتَ تم پڑھتے ہو	الْقُرْاٰنَ قرآن	جَعَلْنَا ہم کردیتے ہیں	بَيْنَكَ تمہارے درمیان	وَ اور	بَيْنَ درمیان	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	
لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	حِجَابًا ایک پردہ	مَّسْتُوْرًا چھپا ہوا	وَّجَعَلْنَا اور ہم نے ڈال دیئے	عَلٰي پر	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل		
اَكِنَّةً پردے	اَنْ کہ	يَّفْقَهُوْهُ وہ نہ سمجھیں اسے	وَ اور	فِيْٓ میں	اٰذَانِهِمْ انکے کان	وَقْرًا گرانی	وَاِذَا اور جب	ذَكَرْتَ تم ذکر کرتے ہو
رَبَّكَ اپنا رب	فِي الْقُرْاٰنِ قرآن میں	وَحْدَهٗ یکتا	وَلَّوْا وہ بھاگتے ہیں	عَلٰي پر	اَدْبَارِهِمْ اپنی پیٹھ	نُفُوْرًا نفرت کرتے ہوئے	نَحْنُ ہم	
اَعْلَمُ خوب جانتے ہیں	بِمَا جس غرض سے	يَسْتَمِعُوْنَ وہ سنتے ہیں	بِهٖ اس کو	اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ جب وہ کان لگاتے ہیں	اِلَيْكَ تیری طرف			
وَاِذْ اور جب	هُمْ وہ	نَجْوٰٓى سرگوشی کرتے ہیں	اِذْ يَقُوْلُ جب کہتے ہیں	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	اِنْ نہیں	تَتَّبِعُوْنَ تم پیروی کرتے	اِلَّا مگر	
رَجُلًا ایک آدمی	مَّسْحُوْرًا سحرزدہ	اُنْظُرْ تم دیکھو	كَيْفَ ضَرَبُوْا کیسی انہوں نے چسپاں کیں	لَكَ تمہارے لئے	الْاَمْثَالَ مثالیں			
فَضَلُّوْا سو وہ گمراہ ہوگئے	فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پس وہ استطاعت نہیں پاتے	سَبِيْلًا کسی اور راستے						

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ آسمان زمین اور ان کے اندر کی ہر چیز خداوند قدوس کی تسبیح یعنی پاکی اور بڑائی بیان کرتی ہے مگر مشرکین جنہوں نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور اپنی عقل کو اندھا کرلیا ان کی سمجھ میں تو یہ قرآن بھی نہیں آتا کہ جو خاص ان کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اور اس کی وجہ بھی بتائی جاتی ہے کہ قرآن میں باوجود اتنی قوی تاثیر کے ان منکرین اور معاندین پر اثر کیوں نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ جو شخص آخرت کو نہ مانے اور اپنے بھلے برے انجام کی کچھ فکر نہ رکھے وہ نصیحت کی طرف کیوں دھیان کرنے لگا۔ جب اسے نجات ہی کی فکر نہیں تو نجات دلانے والے پیغمبر کے اقوال میں غور وفکر کی کیا ضرورت ہوگی۔ بس یہی عدم ایمان بالآخرت اور انجام کی طرف سے بے فکری وہ معنوی پردہ ہے جو منکر آخرت اور نبی کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔ معاندین کفار کے بظاہر آنکھیں بھی تھیں کان بھی تھے۔ دل ودماغ بھی وہ رکھتے

تھے۔آنکھوں سے دیکھتے اور کانوں سے سنتے۔مگر ان کی بصیرت کی آنکھیں اندھی تھیں اور ہوش وحواس والے کان بہرے تھے۔ حقیقت ان کو نظر نہ آتی تھی۔حقانیت کی آواز ان کو سنائی نہ دیتی تھی۔صداقت کی بات سمجھنے اور غور وفکر کی قوت مردہ ہو چکی تھی۔ دلوں پر پردہ پڑ چکے تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پاک کی آیات تلاوت فرماتے تو کلام الٰہی کی صداقت کا ان کو یقین نہیں آتا۔مسائل شریعت کی حقانیت ان کی سمجھ میں نہ آتی اور توحید الٰہی کا اعلان سن کر پیٹھ پھیر کر بھاگتے اور نفرت کا اظہار کرتے۔آخرت پر ان کا پہلے سے ایمان نہ تھا اس لئے آخرت کا بیان ان کو مذاق معلوم ہوتا۔یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطاب کر کے یہ فرمایا گیا کہ جب آپ تبلیغ کے لئے قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو منکرین آخرت ہیں ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں۔

سچ ہے انسان پر جب گمراہی اور بدبختی سوار ہو جاتی ہے تو اس کے حواس ماؤف ہو جاتے ہیں۔دل ودماغ درست نہیں رہتا۔عقل سے حق سمجھنے کی طاقت زائل ہو جاتی ہے اور کھلا ہوا پیام حق بھی وہ سمجھنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔اس کی گمراہی اس کے حواس اور قلب کے لئے حجاب ہو جاتی ہے۔تو کفار مکہ اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے ہی نہ تھے اور جو کبھی کسی مجلس میں ٹھہر گئے یا چھپ کر قرآن سن لیا تو اس غرض سے کہ اس پر تمسخر اور ہنسی کریں اور پھر آپس میں جمع ہو کر مشورہ اور سرگوشیاں کرتے اور یہ کہتے کہ یہ لوگ حواس نبی کے تابع ہو رہے ہیں۔احمق ہیں (العیاذ باللہ) یہ تو خود جادو کے مارے ہوئے ہیں۔کسی نے ان پر سحر کر دیا ہے اس لئے ایسی نئی نئی باتیں کرتے ہیں۔یہ تو (نعوذ باللہ) دیوانہ ہو گئے ہیں۔اس پر حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ دیکھئے یہ بد نصیب آپ پر کیا بے اصل عیب لگاتے ہیں اور کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں۔کبھی شاعر کہتے ہیں کبھی جادوگر کبھی کاہن کبھی مسحور کبھی مجنوں۔ان کی یہ متضاد باتیں خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ حقیقت ان کو معلوم نہیں ہے جو منہ میں آیا بک دیا۔غرض بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں کسی ایک بات پر جماؤ نہیں کبھی ایک الزام رکھتے ہیں پھر آپ ہی محسوس کرتے ہیں کہ یہ چسپاں نہیں ہوتا تو دوسرا الزام لگا دیتے ہیں پھر اسے بھی لگتا ہوا نہ پا کر تیسرا الزام گھڑ دیتے ہیں۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ صداقت سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔محض عداوت کی بناء پر ایک سے ایک بڑھ کر جھوٹ گھڑے جا رہے ہیں۔تو انہیں ہدایت کا راستہ کہاں سے دکھائی دے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن کا نور بصیرت بوجہ عناد کے مردہ ہو جائے ان کو کوئی پیام صداقت وحقانیت فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ان کے دلوں پر گمراہی کے پوشیدہ پردے پڑ جاتے ہیں اور کانوں میں ضلالت کا بہرا پن پیدا ہو جاتا ہے۔آخری آیت یہ دلالت کر رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخفیف اور توہین کی نظر سے دیکھنے والے ہمیشہ ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔یہاں تک تو کفار کے انکار توحید، رسالت اور قرآن کا ذکر تھا اب آگے ان کے انکار آخرت کے متعلق ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو آخرت پر حقیقی ایمان نصیب فرماویں تا کہ ہم شب وروز وہاں کی تیاری میں لگے رہیں۔یا اللہ ہمیں حق کو دیکھنے والی آنکھیں اور حق کو سننے والے کان اور حق کو سمجھنے والا دل عطا فرما۔یا اللہ قرآن کا ہمیں ذوق وشوق اس کی عظمت و محبت اور اس کا اتباع نصیب فرما۔یا اللہ قرآن پاک کے مقصود کو سمجھنے کے لئے ہمارے دلوں میں نور ہدایت اور فہم سلیم عطا فرما۔

یا اللہ ہمارے ملک میں ہم کو قرآنی حکومت دیکھنا نصیب فرما اور قرآنی احکام کا یہاں نفاذ ہونا اور اس کے برکات وثمرات کا دیکھنا نصیب فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور چورا ہو جاویں گے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا اور زندہ کئے جاویں گے۔ آپ جواب میں فرما دیجئے کہ

حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ

تم پتھر یا لوہا۔ یا اور کوئی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو اس پر پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا' آپ فرما دیجئے

فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى

کہ وہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اس پر آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ (اچھا بتلاؤ) یہ کب ہوگا' آپ فرما دیجئے کہ عجب نہیں

اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٥٢﴾

یہ قریب ہی آپہنچا ہو۔ یہ اس روز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرلو گے اور تم یہ خیال کرو گے کہ تم بہت ہی کم رہے تھے۔

وَقَالُوْا	اور وہ کہتے ہیں
ءَاِذَا	کیا جب
كُنَّا	ہم ہو گئے
عِظَامًا	ہڈیاں
وَّرُفَاتًا	اور ریزہ ریزہ
ءَاِنَّا	کیا ہم یقیناً
لَمَبْعُوْثُوْنَ	پھر جی اٹھیں گے
خَلْقًا	پیدائش
جَدِيْدًا	نئی
قُلْ	کہہ دیں
كُوْنُوْا	تم ہو جاؤ
حِجَارَةً	پتھر
اَوْ	یا
حَدِيْدًا	لوہا
اَوْ	یا
خَلْقًا	اور مخلوق
مِّمَّا	اس سے جو
يَكْبُرُ	بڑی ہو
فِيْ	میں
صُدُوْرِكُمْ	تمہارے سینے
فَسَيَقُوْلُوْنَ	پھر اب کہیں گے
مَنْ	کون
يُّعِيْدُنَا	ہمیں لوٹائے گا
قُلِ	فرما دیں
الَّذِيْ	وہ جس نے
فَطَرَكُمْ	تمہیں پیدا کیا
اَوَّلَ	پہلی
مَرَّةٍ	بار
فَسَيُنْغِضُوْنَ	تو وہ ہلائیں گے مٹکائیں گے
اِلَيْكَ	تمہاری طرف
رُءُوْسَهُمْ	اپنے سر
وَيَقُوْلُوْنَ	اور کہیں گے
مَتٰى	کب
هُوَ	وہ یہ
قُلْ	آپ فرما دیں
عَسٰى	شاید
اَنْ	کہ
يَّكُوْنَ	وہ ہو
قَرِيْبًا	قریب
يَوْمَ	جس دن
يَدْعُوْكُمْ	وہ پکارے گا تمہیں
فَتَسْتَجِيْبُوْنَ	تو تم جواب دو گے (تعمیل کرو گے)
بِحَمْدِهٖ	اسکی تعریف کیساتھ
وَتَظُنُّوْنَ	اور تم خیال کرو گے
اِنْ	کہ
لَّبِثْتُمْ	تم رہے
اِلَّا	صرف
قَلِيْلًا	تھوڑی دیر

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مختلف رائے ظاہر کرتے تھے۔

کفار کے ان اقوال کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ یہ ریزے اور ہڈیوں کا چورا تو بہر حال انسانی لاش کا ہے جس میں پیشتر زندگی رہ چکی ہے۔ اس سے بڑھ کر تم کو اجازت دی جاتی ہے کہ ہڈیوں کا چورا نہیں اگر ممکن ہو تو پتھر یا لوہا بن جاؤ جو آثار حیات کے قبول کرنے سے بالکل محروم نظر آتے ہیں بلکہ اس لوہے اور پتھر سے بھی کوئی سخت چیز بن کر تجربہ کر لو جس کا زندہ ہونا لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ مشکل ہو پھر بھی اس قادر مطلق کو تمہارا دوبارہ زندہ کر دینا بالکل آسان ہے۔ اور تم ضرور دوبارہ اٹھ کر رہو گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس پر کفار پوچھیں گے کہ کون ہے وہ جو ہمیں پھر زندگی کی طرف پلٹا کر لائے گا؟ اس کا جواب تلقین فرمایا جاتا ہے کہ جواباً کہہ دیا جائے کہ تم کو دوبارہ وہی زندگی دے گا جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا تھا۔ یعنی جس نے پہلی بار تم کو مٹی یا نطفہ سے پیدا کیا اور بے جان سے جاندار بنایا تو کیا اب اس میں قدرت نہیں رہی کہ خاک کے ذرات اور مردہ لاش کے اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ زندگی عنایت کر

دے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس پر کفار استہزاء اور تمسخر سے سر ہلا ہلا کر پوچھیں گے کہ ہاں صاحب بوسیدہ ہڈیوں کے ریزوں میں کب جان پڑے گی اور کب مردے قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے حساب کے لئے اٹھائے جائیں گے؟ مطلب یہ کہ قیامت کب آئے گی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تم عاجز ہو کر اللہ کی تسبیح و تحمید کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی کی طرف دوڑو گے اور سمجھو گے کہ دنیا میں یا قبر میں ہم بہت ہی کم ٹھہرے تھے اس وقت قیامت ہوگی۔ مطلب یہ کہ اس وقت تو انسان خود مختار ہے مجبور نہیں یہ دار عمل ہے۔ دار جزا نہیں۔ جب خدا تعالیٰ انسانی اختیارات کو سلب کر لے گا اور ہر منکر و مقر۔ اقرار و اعتراف پر مجبور ہو کر اپنا ملجا و ماویٰ اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھے گا اور دنیوی زندگی اس کو بہت ہی قلیل نظر آئے گی وہ وقت قیامت کا ہوگا۔ یہ تو روز قیامت کی کیفیت کا بیان ہوا۔ رہا تعین کا سوال تو اس کا ٹھیک وقت خداوند قدوس نے کسی کو نہیں بتلایا۔ کیونکہ خداوند قدوس مختار مطلق ہے۔ مجبور نہیں جب وہ چاہے گا تم کو قبروں سے زندہ کر کے بلا لے گا۔ اس کا اس کو اختیار ہے ہاں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ قیامت قریب ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ جس دن اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری قبروں سے زندہ کر کے نکالے گا اور میدان حشر کی طرف تم کو پکارے گا اور بلائے گا تو یہ بلانا بواسطہ فرشتہ اسرافیل علیہ السلام کے ہوگا جب وہ دوسرا صور پھونکیں گے تو سب مردے زندہ ہو کر میدان حشر کی طرف چل پڑیں گے۔ کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوگی اور میدان حشر میں آنے کے وقت سب کے سب اضطراری طور پر خدا کی حمد وثنا کرتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ تو اس آیت کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مومن اور کافر سب کا یہی حال ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ مگر کافر کو اس وقت کی حمد وثنا کرنا ان کو کوئی نفع نہ دے گا کیونکہ اس کا یہ کہنا اضطراری طور پر جبراً وقہراً ہوگا کیونکہ یہ کافر جب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے تو غیر اختیاری طور پر ان کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے الفاظ نکلیں گے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ قیامت کے دن تو چار ناچار اللہ کی الوہیت و وحدانیت کا قرار اور حمد الٰہی کا قول کہنا پڑے گا پھر کیا وجہ ہے کہ اس دنیا میں جہاں کی زندگی آخرت میں بہت ہی قلیل نظر آئے گی۔ دعوت الٰہیہ پر لبیک کہتے ہوئے اور حمد الٰہی کرتے ہوئے خدا کی طرف نہیں دوڑتے۔ پس عقلمند کو چاہئے کہ اس قلیل اور تھوڑی سی فانی زندگی کو اس ابدی اور دائمی زندگی کے لئے صرف کرے تاکہ اس دن حسرت اور ندامت کی ذلت میں مبتلا نہ ہو۔

الغرض کفار و مشرکین کی جاہلانہ باتیں اور ان کے طرح طرح کے بے جا الزامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگانا اہل ایمان کو بڑا ناگوار اور گراں گزرتا تھا اور ہو سکتا تھا کہ اہل ایمان بھی جواباً سختی پر اتر آئیں اس لئے آگے مومنین کو نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ منکرین اسلام سے وہ کیسا طرز گفتگو کریں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام و ایمان کی دولت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں آخرت کے لئے ہمارے بھی آنکھیں کھول دے۔ اور ہمہ وقت آخرت کی تیاری کی ہم کو توفیق عطا فرما دے۔ یا اللہ ہماری اس غفلت کو دور فرما دے اور ہمیں اپنی اس زندگی کے ہر لمحہ میں آخرت کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرما دے تاکہ ہم سے آپ کی نافرمانی کا کوئی کام سرزد نہ ہو اور آخرت میں ہمیں ندامت کا سامنا نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ

اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہدیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو شیطان لوگوں میں فساد ڈلوادیتا ہے واقعی شیطان

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ

انسان کا صریح دشمن ہے۔تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحمت فرمادے یا اگر وہ چاہے تو تم کو عذاب دینے لگے

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ۝ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

اور ہم نے آپ (تک) کو ان (کی ہدایت) کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور ہم نے

بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝

بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم داؤد کو زبور دے چکے ہیں۔

وَقُلْ اور فرمادیں	لِعِبَادِیْ میرے بندے کو	یَقُوْلُوا وہ کہیں	الَّتِیْ وہ جو	هِیَ وہ	اَحْسَنُ سب سے اچھی	اِنَّ بیشک	الشَّیْطٰنَ شیطان	
یَنْزَغُ فساد ڈالتا ہے	بَیْنَهُمْ ان کے درمیان	اِنَّ بیشک	الشَّیْطٰنَ شیطان	كَانَ ہے	لِلْاِنْسَانِ انسان کا	عَدُوًّا دشمن	مُّبِیْنًا کھلا	
رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِكُمْ تمہیں	اِنْ اگر	یَّشَاْ وہ چاہے	یَرْحَمْكُمْ تم پر رحم کرے وہ	اَوْ یا	اِنْ اگر	یَّشَاْ وہ چاہے
یُعَذِّبْكُمْ تمہیں عذاب دیں	وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے تمہیں بھیجا	عَلَیْهِمْ ان پر	وَكِیْلًا داروغہ	وَرَبُّكَ اور تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے		
بِمَنْ جو کوئی	فِیْ میں	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَ اور	لَقَدْ فَضَّلْنَا تحقیق ہم نے فضیلت دی	بَعْضَ بعض	النَّبِیّٖنَ نبی (جمع)	
عَلٰی بَعْضٍ بعض پر	وَاٰتَیْنَا اور ہم نے دی	دَاوٗدَ داؤد	زَبُوْرًا زبور					

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں مشرکین، کفار و منکرین کی جہالت اور طعن و تمسخر کا بیان تھا جو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات لگاتے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کفار کی زیادتیوں سے تنگ آکر مسلمانوں کی زبان سے ایسے فقرہ نکل جاتے تھے کہ تم جہنمی ہو۔ تم دوزخ میں جاؤ گے۔ یا تم کو خدا عذاب دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو اس بات سے نصیحت کی گئی۔ اس میں ایک تعلیم تو یہ ہے کہ تعین کے ساتھ کسی انسان یا جماعت کو یہ نہ کہا جائے کہ تم جہنمی ہو کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ کس آدمی کا خاتمہ کس حال پر ہونے والا ہے۔ بہت ممکن ہے جسے تم جہنمی کہہ رہے ہو اسے ہدایت کی توفیق ملنے والی ہو اور اس کی جگہ جنتیوں میں ہو۔

بعض مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ میرا نفس فرعون کے نفس سے بہتر ہے اس نے اپنا تکبر ظاہر کر دیا۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی عام فہم توجیہ اور تشریح یوں لکھی ہے کہ جب تک اس عالم سے گزر نہ جائے اس کا اطمینان نہیں ہو سکتا کہ وہ فرعون سے بہتر ہے کیونکہ انجام کا حال معلوم نہیں تو بلا دلیل اپنے کو فرعون سے بہتر سمجھنا تکبر ہے۔ مزید حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل حال حضرات اس امر کو وجداناً محسوس کرتے ہیں انہیں توجیہ کی حاجت نہیں باقی نفس کے بدتر ہونے سے افعال کا بدتر ہونا لازم نہیں۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی اپنے اعمال ایمانیہ کو فرعون کے اعمال کفری سے یقیناً بہتر سمجھا

جائے گا۔ الغرض ایک تعلیم تو اہل ایمان کو یہاں یہ دی گئی کہ تعین کے ساتھ کسی کو یہ نہ کہا جائے کہ تم جہنمی ہو دوسرے یہ کہ اگر ایک انسان غلط راہ پر چل رہا ہے تو سختی، خشونت، اشتعال اور سب وشتم سے ممکن ہے کہ وہ اپنی غلطی میں اور زیادہ ضدی ہو جائے پس سختی سے کوئی فائدہ نہیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ ہم نے آپ تک کو ان کفار ومشرکین کی ہدایت کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا یعنی آپ کا کام صرف تبلیغ اور پیغام حق پہنچا دینا ہے اور جب آپ باوجود نبوت کے ذمہ دار نہیں بنائے گئے تو اور امتی تو کیونکر ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔ کہ مخالفین ہدایت پر آ ہی جائیں تو اس قدر درپے ہونا اور سختی سے کام لینے کی کیا ضرورت۔

مشرکین مکہ یہود کے بہکانے سکھانے سے انکار رسالت میں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ کیا خدا نے ہدایت کے لئے انہیں غریب اور مفلس لوگوں کو پسند کر لیا ہے اور کیا نبوت ایک یتیم ہی پر اترنے کو تھی کہ جو انہیں نبی بنایا گیا۔

اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ ہر بات کی مصلحت وحکمت خدا خوب جانتا ہے۔ زمین اور آسمان کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں وہ خوب واقف ہے کہ آسمان والوں اور زمین والوں یعنی ملائکہ جن و انس ان میں سے کس کو نبی بنانا مناسب ہے اور کس کو نہیں۔ پس اگر آپ کو نبی بنا دیا تو کیا تعجب ہے اور اس طرح اگر آپ کو فضیلت دی تو کیا تعجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی خود انبیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور آپ کے قبل داؤد علیہ السلام کو زبور دے چکے ہیں تو اسی طرح اگر آپ کو قرآن دیا تو کیا تعجب ہے۔

اہل عرب تو آسمانی کتابوں کا علم رکھتے نہ تھے۔ علمی باتیں یہودیوں سے پوچھ لیا کرتے تھے کیونکہ اہل کتاب میں ان ہی پر کافی اعتماد یہود ہمیشہ سے فتنہ انگیز واقع ہوئے ہیں۔ کفار مکہ سے کہا کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آیا نہ آ سکتا ہے اور توریت کے بعد دوسری کتاب بھی نہیں آ سکتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کے الہامی اور آسمانی کتاب ہونے کے بھی یہ قائل نہ تھے۔ مگر داؤد علیہ السلام کو نبی مانتے اور زبور کو کتاب الہامی جانتے تھے اس لئے انہیں یہود کے مسلمہ عقیدے کو پیش کرتے ہوئے الزامی جواب دینے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام اور زبور کا تذکرہ فرمایا کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ملک وسلطنت ہونے کی طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا۔ تو یہاں داؤد علیہ السلام اور زبور کے ذکر میں یہود کو جن کے مشورہ سے کفار مکہ اعتراضات کیا کرتے تھے یہ جتلانا مقصود ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی داؤد علیہ السلام نے خبر دی کہ جن کو شوکت وسلطنت بھی دی جاوے گی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار ومشرکین سے اور دین کے مخالفین سے گفتگو اور مکالمہ بدزبانی اور تیز کلامی اور کوئی ایسی بات کرنا جس سے اشتعال پیدا ہو کر فتنہ فساد کی نوبت آ جائے نہ کرنی چاہئے۔ مخالفین خواہ کیسی ہی ناگوار باتیں کریں اہل ایمان کو بہر حال نہ تو کوئی بات خلاف حق زبان سے نکالنی چاہئے اور نہ غصہ میں آپے سے باہر ہو کر بیہودگی کا جواب بیہودگی سے دینا چاہئے شریعت میں اگر ضرورت ہو تو کفار کے ساتھ جہاد اور قتل وقتال کرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ قتل وقتال کے ذریعہ کفر کی شوکت اور اسلام کی مخالفت کو دبایا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس کی اجازت ہے لیکن بدزبانی سخت کلامی اور سب وشتم گالی گلوچ سے نہ کوئی قلعہ فتح ہوتا ہے نہ کسی کو ہدایت ہوتی ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا ہے اب غور کرنے کی بات ہے کہ جب کفار ومشرکین اور اعدائے دین سے یہ اخلاقی عمل برتنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو مسلمانوں کو آپس میں ایسی کوئی بات کہنا کہ جس سے اشتعال اور فتنہ فساد پیدا ہو کب روا اور جائز ہو سکتا ہے جیسا کہ اس وقت کے بعض نام نہاد واعظین اور مقررین اور لیڈروں کا طرز عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔

اب آگے شرک کی ایک خاص صورت کا رد ہے اور کفار و مشرکین کو ہلاکت وعذاب کی تنبیہ سنائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿٥٦﴾

آپ فرمادیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود قرار دے رہے ہو ذرا اُن کو پکارو تو سہی سو وہ نہ تم سے تکلیف کو دُور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اُسکے بدل ڈالنے کا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ

یہ لوگ کہ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف ذریعہ ڈھونڈھ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور وہ اس کی رحمت

وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿٥٧﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا

کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل۔ اور (کفار کی) ایسی کوئی بستی نہیں جسکو ہم قیامت

قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿٥٨﴾

سے پہلے ہلاک نہ کریں، یا (قیامت کے روز) اُس کو عذاب سخت نہ دیں، یہ بات کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔

قُلْ کہدیں	اُدْعُوا پکارو تم	الَّذِيْنَ وہ جن کا	زَعَمْتُمْ تم گمان کرتے ہو	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	فَلَا يَمْلِكُوْنَ پس وہ اختیار نہیں کرتے	كَشْفَ دور کرنا		
الضُّرِّ تکلیف	عَنْكُمْ تم سے	وَ اور	لَا نہ	تَحْوِيْلًا بدلنا	اُولٰٓئِكَ وہ لوگ	الَّذِيْنَ جنہیں	يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں	يَبْتَغُوْنَ ڈھونڈتے ہیں
اِلٰى طرف	رَبِّهِمُ اپنا رب	الْوَسِيْلَةَ وسیلہ	اَيُّهُمْ ان میں سے کون	اَقْرَبُ زیادہ قریب	وَيَرْجُوْنَ اور وہ امید رکھتے ہیں	رَحْمَتَهٗ اسکی رحمت	وَ اور	
يَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	عَذَابَهٗ اس کا عذاب	اِنَّ بیشک	عَذَابَ عذاب	رَبِّكَ تیرا رب	كَانَ ہے	مَحْذُوْرًا ڈر کی بات	وَاِنْ اور نہیں	مِنْ قَرْيَةٍ کوئی بستی
اِلَّا مگر	نَحْنُ ہم	مُهْلِكُوْهَا اسے ہلاک کرنیوالے	قَبْلَ پہلے	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کا دن	اَوْ یا	مُعَذِّبُوْهَا اسے عذاب دینے والا	عَذَابًا عذاب	
شَدِيْدًا سخت	كَانَ ہے	ذٰلِكَ یہ	فِي الْكِتٰبِ کتاب میں	مَسْطُوْرًا لکھا ہوا				

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ تو وہ ہے کہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم و مہربانی فرمائے۔ جس کو جس قدر چاہے دوسروں پر فضیلت عطا کرے اس کی قدرت کامل اور علم محیط ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں مشرکین نے جو اپنے معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی حقیقت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جاہلیت میں جنات کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جن مسلمان ہو گئے اور یہ پوجنے والے اپنی جہالت پر قائم رہے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جنات، ملائکہ، حضرت مسیحؑ اور حضرت عزیزؑ کو الوہیت کا درجہ دینے والے سب مشرکین اس آیت کے تحت میں شامل ہیں اور یہاں ایسے ہی مشرکین کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ تم نے جن کو خدا بنا رکھا ہے اور تم جن کو پکارتے ہو کیا ان میں ایک بھی ایسا مستقل اختیار رکھتا ہے کہ ذرا سی تکلیف کو تم سے دور کر سکے یا ہلکی کر دے یا تم سے ہٹا کر کسی دوسرے پر ڈال دے۔ جن ہستیوں کو تم معبود و مستعان سمجھ کر پکارتے ہو وہ خود اپنے رب کا بیش از بیش قرب تلاش کرتے رہتے ہیں وہ بیچارے تو خود قرب الٰہی کے خواستگار ہیں اور اس کے لئے وسائل تلاش کرتے ہیں۔

خود معبود ہونا یا تمہاری سفارش و شفاعت کرنا تو درکنار رہا وہ خود اللہ کے عذاب سے ڈرتے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔ کیونکہ عذاب الٰہی واقعی خوفناک اور واجب الاجتناب چیز ہے۔ پس جب تمہارے تجویز کئے ہوئے معبودوں کا خدا کے سامنے یہ حال ہے تو اپنے تئیں خود فیصلہ کرلو کہ خدا تعالیٰ کو خوش رکھنا کہاں تک ضروری ہے۔ غیر اللہ کی پرستش سے نہ خدا خوش ہوتا ہے نہ وہ جنہیں تم خوش رکھنا چاہتے ہو۔ پس اس طرح جب وہ خود مضرت یعنی عذاب سے بچنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تو اوروں سے کیا مضرت کو کیا دفع کر سکتے ہیں؟ پھر ان کا معبود و معین بنانا محض باطل ہوگا۔ آگے کفار مکہ کو ڈرایا جاتا ہے اور ایک تنبیہ سنائی جاتی ہے کہ کفار کی ایسی کوئی بستی نہیں کہ قیامت سے پہلے اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں تباہ و برباد نہ کر دی جائے یا کسی نہ کسی وقت خواہ قیامت سے پہلے یا بعد عذاب کے مزے نہ چکھے۔ یہ فیصلہ بالکل حتمی اور اٹل ہے جو علم الٰہی میں طے ہو چکا ہے۔ اور لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے۔ کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ لہٰذا اہل مکہ کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ ان کو بالکل برباد نہ کر دیا جائے یا ہلاک نہ کیا گیا تو سخت مصائب نازل ہوں گے چنانچہ سخت ترین قحط وغیرہ میں اہل مکہ مبتلا ہوئے۔

ان آیات میں جہاں مصائب اور حوادث میں گرفتار ہونے کی تنبیہ کفار و مشرکین کو ہے وہیں مسلمانوں کو بھی سبق اس سے لینا چاہئے اس لئے کہ مصائب و حوادث جس کی مختلف شکلیں ہیں۔ مثلاً قحط' زلزلہ' جابر حکومت کا تسلط' فتنہ عامہ' آپس میں خون ریزی' سیلاب' طوفان جنگ وغیرہ وغیرہ ان کا ظہور عام ہو رہا ہے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ لوگ ڈر کر اللہ کی طرف رجوع کریں اور اللہ اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم سمجھیں۔

اب آگے کفار مکہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائشی معجزات دکھلانے کا مطالبہ کرتے تھے تو ان کے فرمائشی معجزات واقع نہ ہونے کی حکمت ظاہر فرمائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات کے کام اس دار عمل میں ہم سے کرالیں اور اپنی ناخوشی اور ناراضگی کے کاموں سے ہم کو بچا لیں۔ ہم کو شب و روز اپنی حمد و ثنا کی اس زندگی میں توفیق عطا فرماویں۔ تا کہ ہم قیامت کے روز اس کے دربار میں حمد و ثنا ہی کرتے حاضر ہوں۔

یا اللہ ہم ایمان کے درجہ میں تو مانتے ہیں کہ ہم مر کر پھر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے مگر اس پر جیسا یقین ہونا چاہئے وہ نہیں ہے اور ہم قیامت و آخرت کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں۔ اور دنیا میں جو مصائب و حوادث آرہے ہیں ان سے ہمیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں۔

یا اللہ اپنے احکام کی پابندی ہم کو نصیب فرما۔ اور خلاف شرع باتوں سے ہم کو بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرما اور دنیا و آخرت دونوں جہان میں اپنے عذاب سے مامون و محفوظ فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ

اور ہم کو خاص (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے یہی امر مانع ہوا کہ پہلے لوگ ان کی تکذیب کر چکے ہیں' اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی

مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ

جو بصیرت کا ذریعہ تھی' سو ان لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا' اور ہم ایسے معجزات کو صرف ڈرانے کیلئے بھیجا کرتے ہیں۔ اور آپ وہ وقت یاد کر لیجئے جبکہ ہم نے آپ سے کہا تھا

بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ

کہ آپ کا رب اپنے علم سے تمام لوگوں کو محیط ہو رہا ہے' اور ہم نے جو منظر آپ کو دکھلایا تھا' اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے ہم نے تو ان دونوں چیزوں کو ان لوگوں کیلئے موجب گمراہی کر دیا'

وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ ع

اور ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی بڑی سرکشی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اور نہیں ہمیں روکا	اَنْ کہ	نُّرْسِلَ ہم بھیجیں	بِالْاٰيٰتِ نشانیاں	اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	كَذَّبَ جھٹلایا	بِهَا ان کو	الْاَوَّلُوْنَ اگلے لوگ		
وَاٰتَيْنَا اور ہم نے دی	ثَمُوْدَ ثمود	النَّاقَةَ اونٹنی	مُبْصِرَةً دکھانے کو	فَظَلَمُوْا بِهَا انہوں نے اس پر ظلم کیا	وَ اور	مَا نُرْسِلُ ہم نہیں بھیجتے	بِالْاٰيٰتِ نشانیاں			
اِلَّا مگر	تَخْوِيْفًا ڈرانے کو	وَاِذْ اور جب	قُلْنَا ہم نے کہا	لَكَ تم سے	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	اَحَاطَ احاطہ کئے ہوئے	بِالنَّاسِ لوگوں کو		
وَمَا جَعَلْنَا اور ہم نے نہیں کیا	الرُّءْيَا نمائش	الَّتِيْٓ وہ جو کہ	اَرَيْنٰكَ ہم نے تمہیں دکھائی	اِلَّا مگر	فِتْنَةً آزمائش	لِّلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَالشَّجَرَةَ اور درخت			
الْمَلْعُوْنَةَ جس پر لعنت کی گئی	فِي الْقُرْاٰنِ قرآن میں	وَنُخَوِّفُهُمْ اور ہم ڈراتے ہیں انہیں	فَمَا يَزِيْدُهُمْ تو نہیں بڑھتی انہیں	اِلَّا مگر	طُغْيَانًا سرکشی	كَبِيْرًا بڑی				

تفسیر و تشریح: کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند نشانیاں طلب کیں۔ مثلاً یہ کہا کہ کوہ صفا کو سونے کا بنا دیا جائے۔ یا مکہ کے چاروں طرف جو پہاڑ ہیں وہ ہٹا دیئے جائیں تاکہ کھیتی کے لئے ہموار زمین مل جائے یا ہمارے مردوں کو زندہ کر دیجئے کہ ہم ان سے باتیں کریں اور وہ آپ کا نبی ہونا ہم کو بتا دیں۔ اگر یہ فرمائشی نشانات یا معجزات آپ پورا کر دیں تو ہم آپ کو مان لینگے۔ اسکے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ ایسے فرمائشی نشان دکھانا خدا تعالیٰ کو کچھ دشوار نہیں لیکن انبیائے سابقین سے بھی انکی امت کے کافروں نے ایسے ہی فرمائشی معجزات طلب کئے تھے۔ لیکن جب انکی فرمائش کے مطابق نشان دکھلائے گئے تب بھی ایمان نہ لائے بلکہ سرکشی میں اور ترقی کر گئے۔ آخر سنت اللہ کے موافق اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالکل نیست و نابود کر دیئے گئے۔

چنانچہ ان آیات میں ان ہی تاریخی نظائر کی طرف اجمالی اشارہ فرما دیا کہ اگر فرمائشی نشان دیکھنے کے بعد تکذیب کی اور یقیناً کرو گے تو جو حشر پہلوں کا ہوا وہی تمہارا ہوگا لیکن حکمت الٰہیہ مقتضی نہیں کہ تم کو اس طرح تباہ کیا جائے لہٰذا تمہارے طلب کردہ فرمائشی نشانات پورے نہیں کئے جاتے اور یہ سراسر اللہ کی رحمت ہے کہ وہ ایسا معجزہ نہیں بھیج رہا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تمہیں سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت دے رہا ہے مگر تم ایسے کم عقل ہو کہ فرمائشی معجزات کا مطالبہ کر کے قوم ثمود کے انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہو۔ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ پہاڑ کی فلاں چٹان میں سے اونٹنی نکال دیجئے اور اونٹنی بھی ایسی کہ حاملہ ہو کہ فوراً بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا پر خدا نے نکال دی۔ مگر بجائے اس کے کہ اپنا منہ مانگا فرمائشی معجزہ دیکھ کر آنکھیں کھلتیں قلبی بصیرت حاصل ہوتی اور اپنے پیغمبر پر ایمان لے

آتے۔ الٹے ظلم وعداوت پر کمربستہ ہوگئے۔ چنانچہ اونٹنی کو مارڈالا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ آخر جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہ تمام قوم تباہ کی گئی۔

کفار ومشرکین سے اس مخاطبت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے اور آپ کی تسلی وتسکین فرمائی جاتی ہے کہ ممکن ہے آپ کو خیال ہوا ہو کہ فرمائشی نشان نہ دکھلانے پر کفار کو ہنسنے اور طعن کرنے کا موقع ملے گا کہ اگر سچے پیغمبر ہوتے تو ہماری طلب کے موافق نشان دکھلا دیتے اس لئے آپ کو مطمئن کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت نے سب لوگوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ نہ کوئی اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کی قدرت کے نیچے سے نکل کر کہیں جاسکتا ہے۔ سب اس کے قبضہ میں ہیں آپ ان کے طعن وتشنیع کی طرف قطعاً التفات نہ کریں۔ وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ اپنی دعوت اور تبلیغ کا کام کئے جایئے اور ان کے فیصلوں کو بالکلیہ ہم پر چھوڑ دیجئے۔ ہم جانتے ہیں کہ فرمائشی نشان دیکھ کر بھی یہ معاندین آپ کی بات ماننے والے نہیں اور اس کے بعد ہماری سزا سے چھوٹ کر نکل بھاگنا بھی ممکن نہیں اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں سے کون فی الحال تباہ کرڈالنے کے لائق ہیں اور کن لوگوں کا باقی رکھنا مصلحت ہے۔ لہٰذا آپ فکر وتردد میں نہ پڑیں۔ یہ سب ہمارے محاصرہ میں ہیں اور ان کے ایمان لانے نہ لانے کا بھی ہم کو علم ہے۔

جب مشرکین مکہ کی طلب اور خواہش کے موافق معجزات کے بھیجنے سے صاف جواب ہوگیا تو ان کو اور بھی دلیری ہوئی اور کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) آپ نبی نہیں اس کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر جس کا ذکر اسی سورۃ کی ابتدا میں آچکا ہے اور بھی مضحکہ کرتے تھے کہ ہمارے کہنے سے معجزہ تو دکھایا نہیں گیا۔ آسمانوں پر چلے گئے اور شبا شب بیت المقدس پہنچ گئے جنت و دوزخ دیکھ آئے اور نیز قرآن پر ہنسی کرتے کہ عجیب کلام ہے جس میں دوزخیوں کے لئے آگ میں رہنا اور زقوم کا درخت کھانا مذکور ہے۔ اس زقوم کے درخت کو تلخ اور بدمزہ ہونے کی وجہ سے شجرہ ملعونہ کہا گیا اور قدیم عرب ایسی بری چیزوں کو ایسے ہی الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ تو کفار مذاق اڑاتے کہ کہیں درخت بھی آگ میں رہ سکتے ہیں؟ کہاں درخت کی سبزی اور کہاں آگ کی خشکی وگرمی؟ آگ سے تو درخت جل جاتا ہے نہ کہ اس میں پیدا ہو۔ تو ان دونوں امر کو سن کر کفار نے تکذیب کی۔ معراج کی تو اس لئے کہ ایک شب میں اتنی دور جانا اور پھر بالخصوص آسمان پر جانا کسی طرح ممکن نہیں اور شجرۂ زقوم کی اس لئے کہ وہ دوزخ میں بتلایا جاتا ہے جہاں کہ آگ کا ہونا کہا جاتا ہے۔ اور آگ میں درخت جل جاتا ہے نہ کہ اس میں پیدا ہو اور قائم رہے۔ کفار کے ان اقوال کا جواب دیا جاتا ہے کہ ہم نے اس رؤیا جس سے اکثر مفسرین نے شب معراج کا منظر دیکھنا مراد لیا ہے اور شجر ملعونہ جس سے مراد زقوم کا درخت ہے۔ ان دونوں چیزوں کو ان کفار کے لئے فتنہ یعنی آزمائش کی چیز کر دیا کہ کم عقل اور بداعتقاد اس پر اعتراض کرتے ہیں اس طرح یہ دونوں چیزیں ان کے لئے باعث گمراہی ہوگئیں۔ اور جب کہ ہم ان کو مختلف طریقوں سے ڈراتے بھی ہیں تو ان کو چاہئے تھا کہ اپنی سرکشی سے باز آجاتے مگر ان سب باتوں سے بھی ان کی سرکشی ہی بڑھتی ہے حالانکہ ان باتوں کا مقتضا یہ تھا کہ وہ سرکشی سے باز آتے اور اطاعت قبول کرتے پس جب دوا ان کے لئے زہر کا کام دیتی ہے تو ان کی صحت کی کیا امید ہوسکتی ہے۔ اور فرمائشی نشان دیکھنے پر قبول حق کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں متنبہ کیا گیا کہ اللہ اور رسول کی باتوں کو بے چون و چرا ماننا چاہئے۔ ان پر اعتراض کرنا اور ان میں شبہات نکالنا شیطان کا کام ہے۔ تو یہ کافر بھی اسی کی چال چل رہے ہیں جو بات بات میں کج بحثیاں کرتے ہیں مگر یاد رہے کہ ان کا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو ان کے امام ابلیس لعین کا ہوگا۔ اسی مناسب سے اگلی آیات میں ابلیس لعین کا ذکر فرمایا گیا ہے جو اپنی کٹ حجتی اور کج بحثی کے باعث مردود اور راندہ درگاہ ہوا۔ اور اس کا اور اس کے متبعین کا انجام بتلایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا ﴿۶۱﴾

اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو سو اُن سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے۔ کہا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جسکو آپ نے مٹی سے بنایا ہے۔

قَالَ اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ ز لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗٓ

کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے تو بھلا بتایئے تو اس میں کیا فضیلت ہے خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے زمانہ تک مہلت دیدی تو میں (بھی) بجز قدرے

اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

قلیل لوگوں کے اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کرلوں گا۔ ارشاد ہوا جا جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہولے گا سو تم سب کی سزا جہنم ہے سزا پوری۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ

اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لانا

فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ

اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا اور اُن سے وعدے کرنا اور شیطان اُن لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے۔ میرے خاص بندوں پر

لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰی بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ﴿۶۵﴾

تیرا ذرا قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔

وَاِذْ اور جب	قُلْنَا ہم نے کہا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے	اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو	لِاٰدَمَ آدمؑ کو	فَسَجَدُوْٓا تو انہوں نے سجدہ کیا	اِلَّآ سوائے	اِبْلِیْسَ ابلیس	
قَالَ اس نے کہا	ءَاَسْجُدُ کیا میں سجدہ کروں	لِمَنْ اس کو جسے	خَلَقْتَ تو نے پیدا کیا	طِیْنًا مٹی سے	قَالَ اس نے کہا	اَرَءَیْتَكَ بھلا تو دیکھ	هٰذَا یہ	
الَّذِیْ وہ جسے	كَرَّمْتَ تو نے عزت دی	عَلَیَّ مجھ پر	لَئِنْ البتہ اگر	اَخَّرْتَنِ تو مجھے ڈھیل دے	اِلٰی تک	یَوْمِ الْقِیٰمَةِ روز قیامت		
لَاَحْتَنِكَنَّ جڑ سے اکھاڑوں گا ضرور	ذُرِّیَّتَهٗ اس کی اولاد	اِلَّا سوائے	قَلِیْلًا چند ایک	قَالَ اس نے فرمایا	اذْهَبْ تو جا	فَمَنْ پس جس	تَبِعَكَ تیری پیروی کی	
مِنْهُمْ ان میں سے	فَاِنَّ تو بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	جَزَآؤُكُمْ تمہاری سزا	جَزَآءً سزا	مَّوْفُوْرًا بھرپور	وَاسْتَفْزِزْ ور پھسلالے	مَنِ جو	اسْتَطَعْتَ تیرا بس چلے
مِنْهُمْ ان میں سے	بِصَوْتِكَ اپنی آواز سے	وَاَجْلِبْ اور چڑھالا	عَلَیْهِمْ اُن پر	بِخَیْلِكَ اپنے سوار	وَرَجِلِكَ اور پیادے	وَشَارِكْهُمْ اور ان سے ساجھا کرلے		
فِی میں	الْاَمْوَالِ مال	وَالْاَوْلَادِ اور اولاد	وَعِدْهُمْ اور وعدے کر اُن سے	وَمَا یَعِدُهُمُ اور نہیں اُن سے وعدہ کرتا	الشَّیْطٰنُ شیطان	اِلَّا مگر	غُرُوْرًا دھوکہ	
اِنَّ بیشک	عِبَادِیْ میرے بندے	لَیْسَ نہیں	لَكَ تیرا	عَلَیْهِمْ اُن پر	سُلْطٰنٌ زور	وَكَفٰی اور کافی	بِرَبِّكَ تیرا رب	وَكِیْلًا کارساز

تفسیر وتشریح: تخلیق آدم علیہ السلام کا قصہ دراصل یہ بات ذہن نشین کرنے کے لئے بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں ان کافروں کی سرکشی اور تنبیہات سے ان کی یہ بے اعتنائی اور کجروی پر ان کا یہ اصرار جس کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا یہ سراسر اس شیطان ابلیس لعین کی پیروی ہے جو ازل سے انسان کا دشمن ہے اور اس روش کو اختیار کر کے درحقیقت یہ کفار و منکرین اس جال میں پھنس رہے

ہیں جس میں اولاد آدم کو پھانس کر تباہ کر دینے کے لئے شیطان نے ابتداہی میں بیڑہ اٹھایا تھا نیز اس قصہ کے یہاں بیان کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح ابلیس لعین آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں مردود ہوا۔ اب اے اہل مکہ تم جو بنی آدم ہو کر شیطان کے بہکانے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتے ہو تو گویا اپنے جد اعلیٰ کی نسل سے نکل کر شیطانی لشکر میں داخل ہوتے ہو جو تمہارے مردود ہونے کا قوی سبب ہے۔ اس مناسبت سے یہاں اس قصہ کو ذکر کیا گیا اور ابلیس کی قدیمی عداوت سے انسان کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ وہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا کھلا دشمن تھا۔ اس کی ذریت بھی سراسر اسی طرح تمہاری دشمن ہے۔

یہاں جو ان آیات میں شیطانی لشکر کے سوار اور پیادوں کا ذکر ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں بھی شیطان کے کچھ افراد سوار ہوں اور کچھ پیادے بلکہ یہ محاور پورے لشکر اور پوری طاقت استعمال کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جتنے افراد بھی کفر و معصیت کی حمایت کے لئے لڑنے کو چلتے ہیں وہ سب شیطان ہی کا پیادہ و سوار لشکر ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ابلیس انسانوں کا قوی ترین اور قدیم ترین دشمن ہے اور ہر وقت اپنی پوری طاقت کے ساتھ گھات میں لگا ہوا ہے مگر اس کے باوجود وہ بزور کسی کو گمراہ نہیں کرسکتا اس لئے اگر کوئی بچنا چاہے تو بچ سکتا ہے تو جہاں کفار و مشرکین کو اس واقعہ سنانے سے یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ شیطان پرستی چھوڑ دو اور حق پرستی اختیار کرو وہیں اس میں مسلمانوں کے لئے بھی سبق ہے کہ ابلیس کے داؤ پیچ سے ہمیشہ چوکنا رہنا چاہئے۔ شیطان اپنے کام سے کبھی غافل نہیں رہا اور ہر زمانہ میں نہایت سرگرمی سے اپنے کام کرتا ہے لیکن جس قدر زمانہ نبوت قریب رہا اسی قدر اس کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوتی رہی اور جس قدر زمانہ نبوت سے بعد ہوتا گیا اس کی کامیابی بھی روز افزوں ترقی کرتی رہی اور اس کے راستہ پر چلنے کے لئے لوگ بکثرت آمادہ ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ آج مکائد شیطانی کا بازار کھلا ہوا ہے اور ہر ہر قدم پر شیطانی جال بچھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہماری دستگیری فرمائیں اور شیطانی جالوں سے ہم کو بچائیں کہ شیطان کا فتنہ بہت سخت ہے اور ہم ضعیف و ناتواں ہیں۔ بغیر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حفاظت کے معصیت سے نہیں بچ سکتے اور بغیر اللہ تعالیٰ کی اعانت اور قوت کے اطاعت نہیں کر سکتے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ان آیات کے خاتمہ پر وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۝ میں اشارہ اسی طرف ہے کہ جو بندہ خدا پر توکل اور بھروسہ کرے اور اس کی امداد و اعانت و حفاظت کا طالب ہو شیطان مردود اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ الغرض اصل مضمون گذشتہ سے توحید خداوندی اور شرک کی مذمت اور برائی سے متعلق بیان ہوتا چلا آرہا تھا۔ اب آگے پھر اسی اصل مضمون یعنی اثبات توحید باری تعالیٰ اور رد شرک کا بیان جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے فریب سے ہماری حفاظت فرماویں۔ اور ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل رکھیں جن کی حفاظت حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں شریعت مطہرہ کی پابندی اور اتباع سنت نصیب فرما اور اس کی برکت سے اس پرفتن وقت میں ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھئے۔ یا اللہ ہم ضعیف اور کمزور ہیں آپ کی حمایت و اعانت اور حفاظت و نصرت کے طالب ہیں ہم کو اپنا بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور شیطان کے شر سے بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾

تمہارا رب ایسا ہے کہ تمہارے لئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تاکہ تم اس کے رزق کی تلاش کرو' بے شک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے۔

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ

اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بجز خدا کے اور جتنوں کی تم عبادت کرتے تھے سب غائب ہوجاتے ہیں' پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو تم پھر پھر جاتے ہو

وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ

اور (واقعی) انسان ہے بڑا ناشکرا۔ تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے ہو کہ تم کو خشکی کی جانب میں لاکر زمین میں دھنسا دیوے یا تم پر کوئی ایسی تند ہوا بھیج دیوے

حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ

جو کنکر پتھر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ۔ یا تم اس سے بے فکر ہوگئے کہ خدائے تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جاوے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان

عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾

بھیج دے' پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب غرق کردے' پھر اس بات پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا تم کو نہ ملے۔

رَبُّكُمْ تمہارا رب	الَّذِيْ وہ جو کہ	يُزْجِيْ چلاتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	الْفُلْكَ کشتی	فِي الْبَحْرِ دریا میں	لِتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش کرو	
مِنْ سے	فَضْلِهٖ اس کا فضل	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	بِكُمْ تم پر	رَحِيْمًا نہایت مہربان	وَاِذَا اور جب	مَسَّكُمْ تمہیں چھوتی ہے
الضُّرُّ تکلیف	فِي الْبَحْرِ دریا میں	ضَلَّ گم ہوجاتے ہیں	مَنْ جو	تَدْعُوْنَ تم پکارتے تھے	اِلَّآ اِيَّاهُ اس کے سوا	فَلَمَّا پھر جب	
نَجّٰىكُمْ وہ تمہیں بچا لایا	اِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف	اَعْرَضْتُمْ تم پھر جاتے ہو	وَكَانَ اور ہے	الْاِنْسَانُ انسان	كَفُوْرًا بڑا ناشکرا		
اَفَاَمِنْتُمْ سو کیا تم نڈر ہوگئے ہو	اَنْ کہ	يَّخْسِفَ دھنسا دے	بِكُمْ تمہیں	جَانِبَ الْبَرِّ خشکی کی طرف	اَوْ یا	يُرْسِلَ بھیجے	عَلَيْكُمْ تم پر
حَاصِبًا پتھر برسانے والی ہوا	ثُمَّ پھر	لَا تَجِدُوْا تم نہ پاؤ	لَكُمْ اپنے لئے	وَكِيْلًا کوئی کارساز	اَمْ یا	اَمِنْتُمْ تم بے فکر ہوگئے ہو	
اَنْ کہ	يُّعِيْدَكُمْ وہ تمہیں لے جائے	فِيْهِ اس میں	تَارَةً اُخْرٰى دوبارہ	فَيُرْسِلَ پھر بھیجدے وہ	عَلَيْكُمْ تم پر	قَاصِفًا سخت جھونکا	
مِنَ سے۔کا	الرِّيْحِ ہوا	فَيُغْرِقَكُمْ پھر تمہیں غرق کردے	بِمَا بدلہ میں	كَفَرْتُمْ تم نے ناشکری کی	ثُمَّ پھر	لَا تَجِدُوْا تم نہ پاؤ	
لَكُمْ اپنے لئے	عَلَيْنَا ہم پر ہمارا	بِهٖ اس پر	تَبِيْعًا پیچھا کرنے والا				

تفسیر وتشریح

عرب بھی اس زمانہ میں پانی میں سفر کرتے تھے یا خشکی میں اور بتلایا جاتا ہے کہ انسان طلب معاش' تجارت وسوداگری یا دوسرے کاروبار یا مختلف اغراض کے لئے بحر یعنی دریا یا سمندر میں کشتی میں سوار ہوکر سفر کرتا ہے اور حسب اتفاق اگر سمندر میں پہنچنے کے بعد طوفان آتا ہے اور ہوا مخالف چلتی ہے تو جب اس مصیبت کے وقت میں ظاہری اسباب جان بری کے نظر نہیں آتے اور کوئی تدبیر سوجھائی نہیں دیتی۔ ہر چہار طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے۔ ہلاکت آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے اور نجات کا راستہ کوئی نظر نہیں آتا اس وقت انسان فطرۃً تمام باطل و فرضی معبودوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے گڑگڑاتا ہے عاجزی کرتا ہے اور اللہ ہی کو پکارتا ہے۔ مشرکین عرب ایسا ہی کرتے تھے کہ حالت اضطراب میں وہ اس وقت خاص اللہ کو پکارتے تھے۔ مگر جب

طوفان سے نجات دے دی جاتی اور کشتی ساحل پر لگتی اور خشکی پر آتے تو پھر اپنے باطل معبودوں کی طرف پھر جاتے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ الزام دیتے ہیں کہ انسان کیسا غافل اور ناشکرا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف دوڑتا پھرتا ہے۔ جب خدا مصیبت دور کر دیتا ہے تو بجائے شکر گزاری کے ناشکری کرنے لگتا ہے آگے اللہ تعالیٰ اس غفلت و جہالت پر تنبیہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ سمندر یا دریا سے نجات پانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا کی گرفت سے بھی آزادی مل جاتی ہے۔ کیا خدا پانی سے نجات دینے کے بعد خشکی میں زمین کے اندر دھنسا سکتا یا ہوا کا زبردست طوفان بھیج کر آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک نہیں کر سکتا یا سمندر میں دوبارہ لے جا کر ہوا کا طوفان بھیج کر ہلاک نہیں کر سکتا۔ خدا کے نزدیک ان میں سے کوئی بات دشوار یا محال ہے؟ اور پھر اس ہلاکت پر خدا سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں۔ ان آیات کے مضمون کی تائید وتصدیق میں مفسرین نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز ابوجہل کے لڑکے عکرمہ اپنی جان بچانے کے لئے مکہ سے بھاگے اور چونکہ یہ بھی اپنے باپ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین دشمن تھے اس لئے فتح مکہ کے دن ان کے قتل کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے کشتی میں سوار ہو کر حبشہ بھاگ کر جانا چاہا تو راستہ میں سمندر میں طوفان آیا۔ موجوں کا تلاطم، پانی کی طغیانی، رات کی تاریکی اور ہوا کا زور کشتی کو ڈگمگانے لگا۔ جب نجات کی کوئی سبیل نہ رہی تو کشتیبانوں نے مسافروں سے کہا کہ اب یہ وقت محض دعا کا ہے۔ مدد کے لئے ایک خدا کو پکارو۔ سب اللہ کے سامنے سربسجود ہو کر گڑگڑاؤ۔ مسافروں نے انتہائی عاجزی سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی بحکم خدا طوفان تھما اور کشتی صحیح سالم کنارے لگ گئی۔ عکرمہ جو اس وقت تک کفر پر قائم تھے اور بعد میں مسلمان بن کر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہے جانے لگے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں غور کیا کہ اگر سمندر میں سوائے اللہ کے اور کوئی مدد نہیں کر سکتا تو سمندر سے باہر خشکی پر بھی وہی کارساز ہے۔ اس کے سوا کوئی حامی و مددگار نہیں۔ اس لئے اب اگر میں عافیت کے ساتھ مکہ پہنچ گیا تو اپنا ہاتھ رسول خدا کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث مکہ ہی میں رہیں اور اسلام لے آئیں اور بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کے لئے جان بخشی اور امن کے لئے درخواست کی۔ رحمت عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کے لئے امان کی درخواست کو فوراً منظور فرما لیا۔ امان مل جانے پر ام حکیم عکرمہ کے پاس پہنچیں اور کہا کہ میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے زیادہ نیکوکار شخص کے پاس سے آئی ہوں اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کر لیا ہے۔ تم اپنے آپ کو اب ہلاکت میں مت ڈالو۔ یہ سن کر عکرمہ نے ام حکیم کے ساتھ مکہ واپس آنے کا قصد کیا۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کے پہنچنے سے پہلے ہی صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا عکرمہ مومن ہو کر آ رہا ہے لہٰذا اس کے باپ کو برا نہ کہنا۔ مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ اکبر! یہ تھا اخلاق نبویؐ۔ الغرض عکرمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور بیوی ساتھ تھیں جو نقاب ڈالے ایک طرف کھڑی ہو گئیں۔ عکرمہ نے عرض کیا کہ یہ میری بیوی حاضر ہے۔ اس نے مجھ کو خبر دی ہے کہ آپ نے مجھ کو امان دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ تجھ کو امان ہے۔ الغرض عکرمہ نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا اور کہا کہ میں اللہ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور مجاہد ہوں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ آپؐ نے عکرمہ کے لئے دعاء مغفرت فرمائی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ سخت مصیبت اور تکلیف کے وقت انسان اپنی فطرت اول پر آ جاتا ہے اور اضطراری طور پر خدا کو پکارتا ہے لیکن جب اضطرار دور ہو جاتا ہے اور ہوش و حواس ٹھکانے لگتے ہیں تو پھر شیطانی جال میں پھنس کر خدا کو بھول جاتا ہے اور عقل پر غفلت کے پردہ پڑ جاتے ہیں۔ گویا ان آیات میں اثبات توحید اور ابطال شرک کے علاوہ یہ تعلیم بھی دینی مقصود ہے کہ دانشمند انسان وہ ہے جو دکھ و سکھ دونوں میں خدا کو یاد کرے۔ دکھ میں یاد کرنا اور سکھ میں بھول جانا یہ خلاف عقل اور خلاف انسانیت ہے۔ ابھی آگے بعض مزید انعامات یاد دلا کر توحید اور فکر آخرت کی دعوت دی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور ہم نے آدمؑ کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا' اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوق

عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴿۷۰﴾ یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ

پر فوقیت دی۔ جس روز ہم تمام آدمیوں کو اُن کے نامۂ اعمال سمیت بلاویں گے پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے

كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ

داہنے ہاتھ میں دیا جاوے گا تو ایسے لوگ اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا۔ اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا

اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾

سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا۔

وَلَقَدْ اور تحقیق	كَرَّمْنَا ہم نے عزت بخشی	بَنِیْٓ اٰدَمَ اولاد آدمؑ	وَحَمَلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں سواری دی	فِی الْبَرِّ خشکی میں	وَالْبَحْرِ اور دریا	
وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں رزق دیا	مِنَ سے	الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں فضیلت دی	عَلٰی پر	كَثِیْرٍ بہت سی	مِمَّنْ اس سے جو
خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	تَفْضِیْلًا بڑائی دیکر	یَوْمَ جس دن ہم	نَدْعُوْا بلائیں گے	كُلَّ اُنَاسٍ تمام لوگ	بِاِمَامِهِمْ ان کے پیشواؤں کے ساتھ	
فَمَنْ پس جو	اُوْتِیَ دیا گیا	كِتٰبَهٗ اسکی کتاب	بِیَمِیْنِهٖ اسکے دائیں ہاتھ میں	فَاُولٰٓئِكَ تو وہ لوگ	یَقْرَءُوْنَ پڑھیں گے	كِتٰبَهُمْ اپنا اعمال نامہ
وَلَا اور نہ	یُظْلَمُوْنَ وہ ظلم کئے جائیں گے	فَتِیْلًا ایک دھاگے برابر	وَمَنْ اور جو	كَانَ رہا	فِیْ هٰذِهٖٓ اس (دنیا) میں	اَعْمٰی اندھا
فَهُوَ پس وہ	فِی الْاٰخِرَةِ آخرت میں	اَعْمٰی اندھا	وَاَضَلُّ اور بہت بھٹکا ہوا	سَبِیْلًا راستہ		

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں انسانوں پر بعض انعامات الٰہیہ کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ ساتھ ہی قدرت خداوندی اور اس کی گرفت سے ڈرایا گیا تھا۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو بعض صفات خاصہ عطا فرمانے سے عزت دی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمی کو حسن صورت علم و عقل فہم و سمجھ ہوش و حواس عنایت فرمائے جن سے دنیا اور آخرت کے نفع و نقصان کو سمجھتا اور اچھے برے میں تفریق کرتا ہے۔ ہر طرف ترقی کی راہیں اس کے لئے کھلی ہوئی ہیں۔ دوسری مخلوقات کو قابو میں لا کر اپنے کام میں لگاتا ہے۔ خشکی میں جانوروں کی پیٹھ یا دوسری طرح کی سواریوں میں سفر کرتا ہے اور سمندروں کو کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ بے تکلف طے کرتا چلا جاتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کھانے کپڑے مکانات' اور دنیوی آسائش اور رہائش کے سامانوں سے نفع اٹھاتا ہے۔ ان ہی انسانوں کے سب سے پہلے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے مسجود ملائکہ اور ان کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل مخلوقات کا سردار بنایا۔ غرض نوع انسانی کو حق تعالیٰ نے کئی حیثیت سے عزت اور شرافت دے کر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی۔ پس انسانوں کو چاہئے کہ اس نعمت کی قدر کریں اور اس کا حق ادا کریں۔ یعنی توحید کو اختیار کریں اور ایک پروردگار عالم کی طاعت بجالاویں۔

آگے انسانوں کو قیامت کے دن کی یاد دلائی جاتی ہے جہاں دیکھا جائے گا کہ دنیا میں فطری حیثیت سے انسانوں کو جو عزت و فضیلت بخشی تھی اس نے کہاں تک قائم رکھی اور کتنے ہیں جنہوں نے انسانی عزوشرف کو خاک میں ملا دیا۔ جب کہ میدان حشر میں سب اولین وآخرین انسان حاضر کئے جائیں گے اوران کے نامہ اعمال اڑا دیئے جائیں گے۔ کسی کا اعمال نامہ سامنے سے داہنے ہاتھ میں اور کسی کا پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ گویا یہ ایک حسی علامت ان کے مقبول یا مردود ہونے کی سمجھی جائے گی۔ اصحاب یمین یعنی داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑنے والے وہ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں حق کو قبول کر کے اپنی فطری شرافت اور انسانی کرامت کو باقی رکھا اور جس طرح دنیا میں انہوں نے دیکھ بھال کر اور سوچ سمجھ کر کام کئے آخرت میں ان کی وہ احتیاط کام آئی۔ اس دن وہ بڑی خوشی سرور اور انبساط سے اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے۔ اور دوسروں کو کہیں گے۔ لو آؤ میری کتاب پڑھ لو۔

یوں تو اپنا نامہ اعمال تمام آدمی پڑھیں گے۔ داہنے ہاتھ میں لینے والے بھی اور بائیں ہاتھ میں لینے والے بھی۔ مگر بائیں ہاتھ میں لینے والوں کا نامہ اعمال چونکہ بدکاریوں سے پر ہوگا اس لئے وہ بادل ناخواستہ پڑھیں گے اور داہنے ہاتھ میں لینے والے خوشی خوشی پڑھیں گے اور خوشی سے پڑھنا ہی درحقیقت پڑھنا ہے۔ اس لئے یہاں پڑھنے کے لئے داہنے ہاتھ میں لینے والوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ باقی دوسرے لوگ یعنی اصحاب شمال جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا ان کا کچھ حال آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص دنیا میں راہ نجات دیکھنے سے اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی منزل تک یعنی بہشت تک پہنچنے سے اندھا رہے گا۔

جو شخص اللہ کی الوہیت وتوحید پر استدلال نہیں کر سکتا اور کھلی ہوئی راہ حق کو چھوڑ کر اندھا دھند گمراہی کے غاروں میں گرتا ہے اور اس طرح انسانی شرف وعزت جو اسے دیا گیا تھا خاک میں ملا دیتا ہے اس کو آخرت میں راہ جنت نہ دکھائی دے گی۔ خوشی اور راحت ابدی کا منہ نہ دیکھ سکے گا۔ سو ایسے شخص کا بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔

قرآن مجید کی دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال کفار کو دیا جائے گا اور داہنے ہاتھ میں اہل ایمان کو دیا جاوے گا خواہ عاصی ہوں یا غیر عاصی پھر خوش ہو کر جو نامہ اعمال پڑھے گا بلکہ اوروں کو بھی بلا کر پڑھوائے گا یہ خوشی ایمان کی ہوگی۔ گو بعض اعمال پر سزا بھی ہو جائے۔ قرآن پاک میں تو داہنے اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال کے دیئے جانے کی کیفیت مذکور نہیں لیکن بعض احادیث میں آیا ہے کہ سب نامۂ اعمال عرش کے نیچے جمع ہوں گے۔ اس وقت ایک ہوا آوے گی کہ اڑا کر کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پہنچا دے گی۔ تو اس دنیا میں اور اس زندگی میں آج موقع ہے کہ راہ حق اور راہ نجات کی تلاش وسعی کر لی جائے اور اللہ نے ہم کو انسان بنا کر جو اشرف المخلوقات ہونے کی فضیلت بخشی ہے اس کی قدر دانی کر لی جائے ورنہ یہ دنیا میں راہ حق سے اندھا پن آخرت کے اندھے پن کا باعث ہوگا۔

اب آگے دنیا میں راہ حق سے اندھے یعنی کفار ومشرکین کی بعض عداوت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جو وہ اللہ کے رسول اور راہ حق کے ہادی سے برتتے تھے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اشرف المخلوقات انسان بنایا اور پھر انسان بنا کر اسلام وایمان نصیب فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّا

اور یہ (کافر) آپ کو اس چیز سے بچلانے ہی لگے تھے۔ جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے تا کہ آپ اس کے سوا ہماری طرف غلط بات کی نسبت کردیں

تَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۝٧٣ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝٧٤ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ

اور ایسی حالت میں آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے۔ اگر ایسا ہوتا

ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝٧٥

تو ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد موت کے دوہرا عذاب چکھاتے' پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے۔

وَاِنْ اور تحقیق	كَادُوْا وہ قریب تھا	لَيَفْتِنُوْنَكَ کہ تمہیں بچلادیں	عَنِ سے	الَّذِیْ وہ لوگ جو	اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کی	اِلَيْكَ تمہاری طرف	
لِتَفْتَرِیَ تا کہ تم جھوٹ باندھو	عَلَيْنَا ہم پر	غَيْرَهٗ اس کے سوا	وَاِذًا اور اس صورت میں	لَّا تَّخَذُوْكَ البتہ وہ تمہیں بنا لیتے	خَلِيْلًا دوست		
وَلَوْلَآ اور اگر نہ	اَنْ یہ کہ	ثَبَّتْنٰكَ ہم تمہیں ثابت قدم رکھتے	لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ البتہ تم جھکنے لگتے	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	شَيْـًٔا کچھ	قَلِيْلًا تھوڑا	
اِذًا اس صورت میں	لَّاَذَقْنٰكَ ہم تمہیں چکھاتے	ضِعْفَ دوگنی	الْحَيٰوةِ زندگی	وَضِعْفَ اور دوگنی	الْمَمَاتِ موت	ثُمَّ پھر	لَا تَجِدُ تم نہ پاتے
	لَكَ اپنے لئے	عَلَيْنَا ہم پر	نَصِيْرًا کوئی مددگار				

تفسیر وتشریح

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں بعض مخصوص روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کو ہاتھ لگاتے ہوئے دیکھ کر آپ سے کہا کہ جس طرح ایک پتھر حجر اسود ہے۔ ایسے ہی ہمارے بت بھی ہیں۔ اگر ایک دفعہ آپ ہمارے بتوں کو ہاتھ لگالیں تو آئندہ ہم حجر اسود کو چھونے کی اجازت دیں گے ورنہ نہیں۔ یہ بات سن کر آپ کے دل میں ایک طرح کا پس وپیش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا پس وپیش رفع کرنے اور مشرکوں کے بہکاوے سے محفوظ رکھنے کی غرض سے یہ آیات نازل فرمائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ کو ہمارے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے تو ان رذیل غلاموں اور شکستہ حال غریب لوگوں کو اپنے پاس سے الگ کردو تا کہ ہم لوگ آپ کے پاس آسکیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کے بعد کچھ مائل ہوئے تھے کہ آیات مذکورہ کا نزول ہوا۔ اور بھی مختلف واقعات ان آیات کے نزول کے اسباب میں لکھے ہیں۔ چونکہ نبی کا کوئی دینی فعل وحی کے بغیر نہیں ہوتا اس لئے اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی خواہش پوری کردیتے تو لوگ اس کو وحی کی اجازت پر منحصر کرتے اور واقع میں یہ غلط انتساب ہوتا جس کو قرآنی الفاظ میں افترا کہا گیا ہے۔ تو اگر آپ العیاذ باللہ بفرض محال ایسا کرگزرتے تو بیشک یہ کفار ومشرکین آپ کو گاڑھا دوست بنالیتے مگر آپ پیغمبر معصوم ہیں کفار کی چالوں سے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرماتا رہا۔ اور آپ کی تائید ونصرت برابر کرتا رہا۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وشرف کا نہایت لطیف پیرایہ میں اظہار فرمایا جارہا ہے۔ مقربین کے لئے جیسے انعامات بہت بڑے ہیں ایسے ہی ان کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی یا

کوتاہی پر گرفت بھی سخت ہوتی ہے۔ جیسے ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو سورۂ احزاب ۲۱ ویں پارہ کے ختم پر فرمایا گیا کہ اگر بالفرض تم سے کوئی بداخلاقی کا کام ہو جائے تو جو سزا اوروں کو اس کام پر ملتی ہے اس سے دگنی سزا ملے گی۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا مرتبہ معمولی نہیں۔ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی ہو تو دنیا میں اور آخرت میں دوگنا مزہ چکھنا پڑے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ مومنین کو چاہئے کہ ان آیات کو تلاوت کرتے وقت دوزانوں بیٹھ کر انتہائی خوف وخشیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی شان جلال و جبروت میں غور کریں۔ اور وہی کہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نزول پر فرمایا تھا۔ "اللهم لاتكلني الىٰ نفسي طرفة عين" خداوندا! چشم زدن یعنی ایک لحہ کے لئے بھی مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے۔ یعنی ہمیشہ اپنی ہی حفاظت وکفالت میں رکھے۔

یہاں یہ سمجھ لیجئے۔ کہ یہ ارشاد الٰہی بطور الزام نہیں بلکہ آپکے کمال ایمانی کا مظہر ہے۔ اور یہ عتاب نہیں بلکہ اظہار محبوبیت ہے کہ آپ ایسے محبوب ہیں کہ کفار کی طرف کچھ قدرے قلیل رجحان اور میلان سے بھی بچالیا۔ محققین علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات اس باب میں نص ہیں کہ حضرات انبیاء کا محافظ بھی حق تعالیٰ ہی ہے۔ محض ان کی قدرت قدسیہ کافی نہیں تو کسی دوسرے کو اپنے تقدس اور نسبت باطنی پر ناز اور بھروسہ کرنے کا کیا حق ہے؟ یہیں سے فقہانے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ علماء اور خواص پر جاہل عوام سے سخت تر گرفت ہوگی۔

یہاں کفار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس عداوت کا ذکر ہوا یہ تو تھی دین کے اعتبار سے آگے ان کی عداوت کا جو دنیا کے اعتبار سے تھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو دین پر ثابت قدمی عطا فرماویں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرماویں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچاویں۔ اور ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائیں اور دنیا وآخرت میں اپنی مغفرت ورحمت سے نوازیں۔

یا اللہ ہم کو ایک لحہ کے لئے بھی ہمارے نفس کے حوالہ نہ کیجئے اور نفس وشیطان کی شرارتوں سے ہر حال میں ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ اب امت میں یہ فتنہ بھی پھیل چلا ہے کہ دنیا کے مفاد کے خاطر دین وآخرت کو نظر انداز کردیتے ہیں۔

یا اللہ! اس خصلت سے ہم کو ہر حال میں بچایئے۔ اور دین کو مقدم رکھنے کی سعادت عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہمارے قدم صراط مستقیم سے کسی حال میں ڈگمگانے نہ پاویں۔

یا اللہ ہم کو وہ عزم وہمت عطا فرما کہ ہم دین اور آپ کی خوشنودی کے مقابلہ میں دنیا کے کسی نقصان اور خسارہ کا خیال بھی دل میں نہ آنے دیں۔

یا اللہ ہم کو مضبوطی کے ساتھ دین پر جمے رہنے کی توفیق وہمت عطا فرما اور دشمنان دین کی دوستی اور رفاقت سے ہم کو دور رکھیئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا

اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھہرنے پاتے۔

قَلِيْلًا ۝۷۶ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝۷۷ اَقِمِ

جیسا کہ اُن صاحبوں کے باب میں (ہمارا) قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ اور آپ ہمارے (اُس) قاعدے میں تغیر نہ پاویں گے۔

الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝۷۸

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے اور صبح کی نماز بھی' بیشک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝۷۹

اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے' جو کہ آپ کیلئے زائد چیز ہے' امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

وَاِنْ اور تحقیق	كَادُوْا قریب تھا	لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ کہ تمہیں پھسلا ہی دیں	مِنَ سے	الْاَرْضِ زمین (مکہ)	لِيُخْرِجُوْكَ تاکہ وہ تمہیں نکال دیں
مِنْهَا یہاں سے	وَاِذًا اور اس صورت میں	لَا يَلْبَثُوْنَ وہ نہ ٹھہر پاتے	خِلٰفَكَ تمہارے پیچھے	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑا / سُنَّةَ سنت / مَنْ جو
قَدْ اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	قَبْلَكَ آپ سے پہلے	مِنْ سے	رُسُلِنَا اپنے رسول (جمع)	وَلَا تَجِدُ اور تم نہ پاؤ گے	لِسُنَّتِنَا ہماری سنت میں
تَحْوِيْلًا کوئی تبدیلی	اَقِمِ قائم کریں آپ	الصَّلٰوةَ نماز	لِدُلُوْكِ ڈھلنے سے	الشَّمْسِ سورج	اِلٰى تک / غَسَقِ اندھیرا / الَّيْلِ رات
وَقُرْاٰنَ اور قرآن	الْفَجْرِ فجر (صبح)	اِنَّ بیشک	قُرْاٰنَ الْفَجْرِ صبح کا قرآن	كَانَ ہے	مَشْهُوْدًا حاضر کیا گیا (فرشتوں کو) / وَمِنَ اور کچھ حصہ
الَّيْلِ رات	فَتَهَجَّدْ سو بیدار ہیں	بِهٖ اس (قرآن کے) ساتھ	نَافِلَةً نفل (زائد)	لَّكَ تمہارے لئے	عَسٰۤى قریب / اَنْ يَّبْعَثَكَ کہ تمہیں کھڑا کرکے
رَبُّكَ تمہارا رب	مَقَامًا مَّحْمُوْدًا مقام محمود				

تفسیر وتشریح

یہاں یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار ومشرکین چاہتے ہیں کہ آپ کو تنگ کر کے اور گھبرا کر مکہ سے نکال دیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ ایسا کیا تو وہ خود زیادہ دنوں تک یہاں نہ رہ سکیں گے۔ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔ مشرکین کے ظلم وستم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا سبب بنے۔ آپ کا مکہ سے تشریف لے جانا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد بدر کی جنگ واقع ہوئی جس میں مکہ کے بڑے بڑے نامور سردار گھروں سے نکل کر میدان بدر میں آئے اور نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے۔ کفر کا دھڑ ٹوٹ گیا۔ وہی سرداران قریش جو ندوہ میں جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے جبراً نکالنے کے منصوبہ کرتے تھے میدان بدر میں تہ تیغ ہوئے اور ان کی سب شان وشوکت خاک میں مل گئی۔ اور اس کے ۵-۶ سال بعد مکہ پر اسلام کا قبضہ ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ کفار کی حکومت وشوکت تباہ ہو گئی اور پھر قریب ۲ سال کے اندر اندر سرزمین عرب مشرکین کے وجود سے پاک کر دی گئی اور پورے جزیرۃ العرب میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مخالف بھی باقی نہ رہا۔ جو بھی اس

ملک میں رہا مسلمان بن کر رہا۔ مشرک بن کر وہاں نہ ٹھہر سکا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ سارے انبیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی معاملہ رہا ہے کہ جب کسی بستی میں پیغمبر خدا کو نہ رہنے دیا تو بستی والے خود نہ رہے۔ یا تو خدا کے عذاب نے انہیں ہلاک کیا یا کسی دشمن قوم کو اس پر مسلط کیا گیا یا خود اسی نبی کے پیروؤں سے ان کو مغلوب کرا دیا گیا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان کفار و مشرکین کی منصوبہ بندیوں کی فکر نہ کیجئے آپ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہیں اور نمازوں کو ٹھیک ٹھاک قائم رکھیں۔ تعلق مع اللہ وہ چیز ہے جو انسان کو تمام مشکلات و مصائب پر غالب کر دیتی ہے۔

اس لئے آگے آیت میں مجملاً یہ بتایا گیا کہ پنج وقتہ نماز جو معراج کے موقع پر فرض کی گئی تھی اس کے اوقات کس طرح مقرر کئے جائیں حکم ہوا کہ ایک نماز تو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لی جائے یعنی فجر کی اور باقی چار نمازیں زوال آفتاب کے بعد سے ظلمت شب تک پڑھی جائیں گویا ظہر عصر مغرب عشاء کی احادیث میں آتا ہے کہ اس حکم کی تشریح کے لئے جو یہاں فرمایا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام بھیجے گئے جنہوں نے نماز کے ٹھیک ٹھیک اوقات کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی چنانچہ ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ نے دو مرتبہ مجھ کو بیت اللہ کے قریب جا کر نماز پڑھائی۔ پہلے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ سورج ابھی ڈھلا ہی تھا اور سایہ ایک جوتی کے تسمہ سے زیادہ دراز نہ تھا۔ پھر عصر کے نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا پھر مغرب کی نماز ٹھیک اس وقت پڑھائی جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ پھر عشاء کی نماز شفق غائب ہوتے ہی پڑھا دی۔ اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن انہوں نے مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا اور عصر کی نماز اس وقت جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا ہو گیا اور مغرب کی نماز اس وقت جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزر جانے پر اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیل جانے پر۔ پھر جبرئیلؑ نے پلٹ کر مجھ سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہی اوقات انبیاء کے نماز پڑھنے کے ہیں اور نمازوں کے اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔ یعنی پہلے دن ہر وقت کے نماز کی ابتدا اور دوسرے دن ہر وقت کی انتہا بتائی گئی کہ جن کے درمیان نماز ادا ہونا چاہئے۔ قرآن مجید میں خود بھی مختلف مواقع پر نماز کے ان پانچوں اوقات کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔ حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ فجر اور عصر کے وقت دن رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے لہٰذا ان دو وقتوں میں رات اور دن کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو فجر اور عصر کی نماز ان کے روبرو ہوئی جو مزید برکت کا موجب ہے اور اس وقت اوپر آسمان پر جانے والے فرشتے جب صعود کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال پر چھوڑا۔ وہ عرض کرتے ہیں پروردگار جب ہم ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم نے ان کو چھوڑا اس وقت بھی وہ نماز میں تھے۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر میں شب و روز کے ملائکہ جمع ہوتے ہیں جو بارگاہ الٰہی میں حاضرین صلوٰۃ فجر کے متعلق شہادت دیتے ہیں یہاں آیت میں اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا یعنی بیشک صبح کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے۔ یہی فرشتوں کی حاضری مراد ہے۔ ان پانچ وقتوں کی فرض نمازوں کے علاوہ رات میں تہجد کی نماز بھی

پڑھنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ کسی قدر رات کے حصہ میں نماز تہجد ادا کیا کیجئے۔ جو آپ کے لئے پنج گانہ نمازوں کے علاوہ ایک زائد نماز ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص نماز تہجد کا حکم دینے کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا امید ہے یعنی وعدہ ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

اس آیت میں مقام محمود سے جہاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کرنے کا وعدہ فرمایا جاتا ہے باتفاق تمام مفسرین وہ مقام مراد ہے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز مخلوق کی شفاعت کرنے کو کھڑے ہوں گے۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک سب انبیاء نفسی نفسی کہیں گے اور کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بارگاہ الٰہی میں مخلوق کے لئے شفاعت اور میدان حشر کی تکالیف سے نجات دیئے جانے کے لئے عرض معروض کر سکیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو میدان حشر کی تکالیف سے چھڑائیں گے اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد و تعریف ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف فرمائیں گے گویا شان محمدی علیہ الصلوٰۃ کا پورا ظہور اس وقت ہوگا۔

آیت کے آخری حصہ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا میں شفاعت کبریٰ اور مقام محمود کا ذکر جو آیا ہے اس کی تفصیل احادیث میں ذکر فرمائی گئی ہے۔ موقع کی مناسبت سے جس کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت میں ہمارے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقام محمود پر فائز کر کے بلند درجات عطا فرماویں۔ حق تعالیٰ ہم کو نمازوں کا قائم کرنے والا بنائیں۔ اور پنجگانہ نمازوں کو جماعت کی پابندی سے ان کے آداب وحقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرماویں اور اپنے فضل وکرم سے تہجد کی نماز کے ادا کرنے کی دولت بھی ہم سب کو عطا فرماویں۔

یا اللہ آپ کے فرشتوں کی شہادت آپ کی بارگاہ میں ہمارے حق میں قبول ہو کر ہماری مغفرت کا ذریعہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ

اور آپ یوں دعا کیجئے اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو۔ اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ

سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

نصرت ہو۔ اور کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا' واقعی باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔

وَقُلْ اور کہیں	رَبِّ اے میرے رب	اَدْخِلْنِیْ مجھے داخل کر	مُدْخَلَ داخل کرنا	صِدْقٍ سچا	وَّاَخْرِجْنِیْ اور مجھے نکال	مُخْرَجَ نکالنا	صِدْقٍ سچا				
وَّاجْعَلْ اور عطا کر	لِّیْ میرے لئے	مِنْ لَّدُنْكَ اپنی طرف سے	سُلْطٰنًا غلبہ	نَّصِیْرًا مدد دینے والا	وَقُلْ اور کہہ دیں آپ	جَآءَ آیا	الْحَقُّ حق				
وَزَهَقَ اور نابود ہو گیا	الْبَاطِلُ باطل	اِنَّ بیشک	الْبَاطِلَ باطل	كَانَ ہے ہی	زَهُوْقًا مٹنے والا						

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی اور سکون روحانی اور اطمینان قلبی کے لئے اقامت الصلوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا اور ساتھ ہی مقام محمود پر فائز کرنے کی بشارت سنائی گئی تھی۔ جس میں یہ اشارہ بھی موجود تھا کہ آج آپ کے مخالفین آپ کے کذب و عداوت میں کمربستہ ہیں مگر ایک وقت وہ آنے والا ہے جب کہ آپ ساری خلقت کے ممدوح بنیں گے اور اولین و آخرین تمام کے تمام آپ کی تعریف و توصیف کریں گے۔

اب آگے اس امر مقدر کے متعلق دعا کرنے کی تلقین فرمائی جارہی ہے کہ جو کفار کی قوت سے نہیں بلکہ اسلامی مصالح کے پیش نظر ہونا ضروری تھا یعنی بہ مشیت الٰہی مکہ کو چھوڑنا اور مدینہ میں سکونت اختیار کرنا۔ اس دعاء کی تلقین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کا وقت اب قریب آ لگا تھا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا تلقین فرمائی گئی۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ اے میرے رب جہاں مجھے پہنچانا ہے (یعنی مدینہ میں) نہایت آبرو' خوبی' خوش اسلوبی سے پہنچا کہ حق کا بول بالا رہے اور جہاں سے نکالنا یعنی علیحدہ کرنا ہو (یعنی مکہ سے) تو وہ بھی آبرو' خوبی اور خوش اسلوبی سے ہو کہ دشمن ذلیل و خوار اور دوست شاداں و فرحاں ہو بہر صورت صداقت کا دامن کسی حال میں نہ چھوٹے اور سچائی کی فتح اور جھوٹ کا سر نیچا ہو اور مجھے ایسا غلبہ اور تسلط عنایت فرما جس کے ساتھ آپ کی مدد اور نصرت ہوتا کہ حق کا بول بالا رہے اور معاندین ذلیل و پست ہوں۔

اب غور کیجئے کہ یہ اعلان اور عظیم الشان پیشین گوئی مکہ میں اس وقت کی گئی تھی جبکہ بظاہر وہاں کوئی سامان غلبہ حق کا نہ تھا۔ کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مسلمانوں کی ایک جماعت مکہ چھوڑ کر حبش میں پناہ گزین تھی۔ اور جو مسلمان مکہ یا اطراف مکہ میں تھے وہ بھی سخت بے کسی اور مظلومی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو کفار کی طرف سے ہر وقت خطرہ تھا اس وقت بظاہر باطل ہی کو غلبہ تھا اور غلبہ حق کے بظاہر کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔ مگر اسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ صاف صاف ان باطل پرستوں کو سنا دیں کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ ایسے وقت میں یہ عجیب اعلان باطل پرستوں اور معاندین کو محض زبانی دعویٰ محسوس ہوا اور انہوں نے تمسخر اور

ٹھوں میں اڑا دیا۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ اس اعلان کے چند ہی سال بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اور کعبے میں جا کر اس باطل کو مٹا دیا جو ۳۶۰ بتوں کی صورت میں وہاں سجا رکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ ۲۰ رمضان یوم جمعہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور اس پر بیٹھے بیٹھے آپ نے طواف کیا۔ اس وقت تک بیت اللہ کے چاروں طرف سیسے سے جمے ہوئے ۳۶۰ بت نصب تھے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ بتوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حق آ گیا اور باطل گیا گزرا ہوا۔ بیشک باطل تھا ہی مٹنے والا۔ چنانچہ ہر بت جس کے چہرہ کی طرف اشارہ فرماتے وہ گدی کے بل اور جس کی گدی کی طرف اشارہ فرماتے وہ چہرے کے بل خود بخود گرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ کوئی بھی بت باقی نہ رہا جو گر نہ گیا ہو۔ اس طرح قرآن کی یہ پیشین گوئی بحمد للہ تعالیٰ پوری ہوئی۔ یہ دعا

رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ
وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۝

ایک شہر یا بستی سے دوسری بستی یا شہر جانے اور پہنچنے کی حالت میں تو ضرور ورد ہونی ہی چاہئے۔ مگر علمائے محققین اور بعض مشائخ طریقت نے لکھا ہے کہ یہ دعا ہر دینی یا دنیوی مشاغل اور حالت کے آغاز و انجام کے بخوبی مکمل ہونے کے لئے نہایت مؤثر دعا ہے۔ اس لئے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف یا ایک کام سے دوسرے کام کی طرف جب کوئی جانا چاہے تو اس بابرکت دعا کو ورد کرنا چاہئے۔ مثلاً صبح آپ گھر سے مسجد نماز کے لئے آنا چاہیں تو گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھئے۔ جب مسجد میں داخل ہونے کے قریب ہوں تو پھر اس دعا کو پڑھئے۔ جب مسجد سے نکل کر گھر جانا چاہیں تو پھر اس دعاء کو پڑھئے۔ اسی طرح جب گھر سے دفتر یا کسی کام کو جانا ہو تو اس کو پڑھئے اور جب دفتر یا جائے کار پر پہنچنا ہو تو وہاں داخل ہونے سے پہلے پھر پڑھئے اور مطلب سمجھ کر پڑھیے کہ کیا دعا کر رہا ہوں۔ کس سے دعا کر رہا ہوں اور کس بات کی دعا کر رہا ہوں۔ ان شاء اللہ آپ اس کی برکات سے ضرور مستفیض ہوں گے۔

الغرض یہاں حق و باطل کا ذکر فرما کر حق یعنی توحید اور دین اسلام کے غالب آنے اور باطل یعنی کفر و شرک و بت پرستی کے مٹنے کی پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے اور اب آگے قرآن کریم کی طرف متوجہ کیا ہے کہ جس نے حق و باطل کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ لہذا جو اس کو حق سمجھ کر اس پر ایمان لائیں گے اور اس پر عمل کریں گے ان کے لئے یہ سراسر رحمت ثابت ہوگا اور جو اس سے انکار ضد اور مخالفت برتیں گے وہ سراسر نقصان اور خسارہ میں پڑیں گے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی اور باطل سے علیحدہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ حق تعالیٰ نے جیسے اس دین حق کو ابتدا میں غالب کیا اور باطل کو مغلوب فرمایا اسی طرح اب بھی حق کو غالب فرمائیں اور باطل کو مغلوب فرمائیں اپنی نصرت و تائید سے اہل اسلام کو غلبہ نصیب فرمائیں اور اعدائے دین کو ذلت و خواری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس ملک میں اسلام کے چمکنے کی صورتیں ظاہر فرما اور جو دشمنان دین نفاذ نظام اسلام میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں یا اللہ ان کے عزائم کو ملیامیٹ فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝۸۲

اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہے اور ناانصافوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۝۸۳ قُلْ

اور آدمی کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے۔ آپ فرما دیجئے

كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝۸۴

کہ ہر شخص اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہو۔

وَ اور	نُنَزِّلُ ہم نازل کرتے ہیں	مِنَ سے	الْقُرْاٰنِ قرآن	مَا هُوَ شِفَآءٌ جو وہ شفا	وَّرَحْمَةٌ اور رحمت	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	وَلَا يَزِيْدُ اور نہیں زیادہ ہوتا	
الظّٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)	اِلَّا سوائے	خَسَارًا گھاٹا	وَاِذَا اور جب	اَنْعَمْنَا ہم نعمت بخشتے ہیں	عَلٰى پر۔جو	الْاِنْسَانِ انسان	اَعْرَضَ وہ روگردان ہو جاتا ہے	
وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور پہلو پھیر لیتا ہے	وَاِذَا اور جب	مَسَّهُ اسے پہنچتی ہے	الشَّرُّ برائی	كَانَ وہ ہو جاتا ہے	يَـُٔوْسًا مایوس	قُلْ کہدیں	كُلٌّ ہر ایک	
يَّعْمَلُ کام کرتا ہے	عَلٰى پر	شَاكِلَتِهٖ اپنا طریقہ	فَرَبُّكُمْ سو تمہارا پروردگار	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَنْ کہ وہ	هُوَ کون	اَهْدٰى زیادہ صحیح	سَبِيْلًا راستہ

تفسیر وتشریح

قرآن جو سب سے بڑی نعمت الٰہی ہے کفار اس کی قدر نہیں پہچانتے اور اس کے ماننے سے اعراض اور پہلو تہی کرتے ہیں پھر جب اس کفران نعمت اور اعراض وانکار کا برا نتیجہ سامنے آئے گا اس وقت قطعاً مایوسی ہوگی کسی طرف امید کی جھلک نظر نہ پڑے گی۔

یہاں اب یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ بیشک کفار نے تو قرآن جیسی نعمت الٰہی کی قدر نہ پہچانی اور اس سے بیگانہ اور اسکی تعلیمات کے منکر اور منحرف ہی رہے لیکن یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اب کچھ ایسے بدطینت مار آستین بھی موجود ہیں کہ جنہوں نے ایک طرف تو اسلام کا لیبل لگا رکھا ہے اور دوسری طرف قرآن حکیم کو نعوذ باللہ نعوذ باللہ فرسودہ کتاب سمجھ کر اور اسکی تعلیمات کو نامکمل جان کر سوشلزم جیسی لعنت کے دلدادہ اور علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اے اللہ تجھی سے فریاد ہے یہ اسلام تیرا پسندیدہ دین ہے۔ یہ قرآن تیرا کلام اور تیرا قانون ہے تو ہی اس کا محافظ اور نگران ہے۔ تو نے بڑے بڑے سرکش اور جابر مخالفین اسلام وقرآن کی گردنیں توڑ دی ہیں۔ اے اللہ تو ہی اب بھی اسلام اور قرآن کے مار آستینوں کو سمجھ لے اور تیری قہاری وجباری ان سے نبٹ لے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک کافر یا مومن اپنے اپنے طریقے اور مذہب پر چلتا اور اسی میں مگن رہتا ہے لیکن یاد رہے خدا کے علم محیط سے کسی شخص کا کوئی عمل باہر نہیں ہوسکتا وہ ہر ایک کے طریق عمل اور حرکات وسکنات کو برابر دیکھ رہا ہے اور بخوبی جانتا ہے کہ کون کتنا سیدھا چلتا ہے اور کس میں کس قدر کجروی اور کج راہی ہے ہر ایک کے ساتھ اسی کے موافق برتاؤ کریگا اور اسی کے موافق جزا دے گا۔ یہاں انسان جس سے مراد کافر اور ناشکر گزار انسان ہے اس کی اس کمزوری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب اسے خوش حالی ملتی ہے تو غافل ہو جاتا ہے اور جب رنج وغم پہنچتا ہے تو مایوس ہو جاتا ہے اور ان دونوں حالتوں میں اس کے لئے نامرادی ہے۔ معلوم ہوا کہ سعادت کی راہ یہ ہے کہ خوش حالی میں غافل نہ ہو۔ کیونکہ غفلت کا نتیجہ محرومی ہے اور بدحالی میں مایوس ہو کر بیٹھ نہ رہے کیونکہ مایوسی کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ تو غفلت اور مایوسی یہ دونوں مومنین کی شان نہیں بلکہ کفار اور ناشکر گزار انسانوں کی خصلتیں ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھیں۔ اوپر سے کفار کا معاملہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے آگے بھی رسالت کے امتحان کے لئے جو آپؐ سے کفار نے سوال کیا تھا اس کا جواب ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

اور یہ لوگ آپ سے روح کو پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ اور آپ سے پوچھتے ہیں	عَنِ سے۔متعلق	الرُّوْحِ روح	قُلِ کہدیں	الرُّوْحُ روح	مِنْ اَمْرِ حکم سے	رَبِّيْ میرا رب	وَ اور
مَآ اُوْتِيْتُمْ تمہیں نہیں دیا گیا	مِنَ الْعِلْمِ علم سے	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑا سا				

تفسیر و تشریح

بروایت حضرت ابن عباسؓ اس آیت کے سبب نزول کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار مکہ میں چند اہل قریش نے جمع ہو، کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم لوگوں میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے۔ ہمیشہ صادق اور امین رہے۔ ہم نے دروغ وخیانت کا الزام کبھی ان پر نہیں لگایا۔ لیکن یہ جو دعویٰ نبوت و رسالت کا انہوں نے کیا ہے اس کے متعلق کچھ لوگوں کو یہود مدینہ کے پاس بھیج کر دریافت کرنا چاہئے۔ وہ اہل علم واہل کتاب ہیں شاید کچھ بتا سکیں چنانچہ باتفاق رائے کچھ لوگ مدینہ گئے اور یہود سے کیفیت واقعہ دریافت کی۔ یہود جو توریت کے حامل تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ ان سے تین باتیں دریافت کرو۔ اگر تینوں کا جواب دے دیں تو سمجھ لو کہ نبی نہیں ہیں اور اگر کسی کا جواب نہ دیں تب بھی نبی نہ ماننا۔ ہاں دو باتیں بتا دیں تو نبی ہو سکتے ہیں۔ اول یہ پوچھو کہ گذشتہ زمانہ میں چند جوان گم ہو گئے تھے اور ان کا واقعہ بڑا عظیم الشان ہوا وہ کون لوگ تھے؟ دوسری بات یہ ہے کہ وہ کون تھا جو سرحد مشرق ومغرب تک پہنچا تھا؟ تیسری بات یہ ہے کہ روح کیا ہے۔ یعنی اس کی حقیقت وماہیت کیا ہے؟ یہودیوں کے مشورہ کے موافق قریش نے آ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تینوں سوال کئے جس سے مقصود آپ کی آزمائش تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل جواب دوں گا اس بھروسہ پر کہ جبرئیل آئیں گے تو دریافت کروں گا جبرئیل علیہ السلام پندرہ دن تک نہ آئے چونکہ انشاء اللہ نہ فرمایا تھا اس لئے وحی میں تاخیر ہوگئی اہل مکہ کا تقاضا ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تب جبرئیل امین آیت وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ لائے جس کا ترجمہ ہے اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے۔ یہ آیت اگلی سورۂ کہف میں آئی ہے اس کے بعد تینوں سوالات کا جواب دیا گیا دو سوالات کے جواب اگلی سورۂ کہف میں ہیں جو اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں تھے اور تیسرے سوال کا جواب اس آیت میں دیا گیا جس میں یہود نے روح کی حقیقت اور ماہیت دریافت کی تھی۔

الغرض دو سوالات کے جوابات جو اصحاب کہف اور ذوالقرنین سے متعلق تھے۔ ان کے جوابات انشاء اللہ سورۂ کہف جو اگلی سورۃ ہے اس میں آویں گے یہاں اس آیت میں تیسرے سوال کا جواب ہے کہ جو کفار نے مکہ میں یہود کے مشورہ سے کیا تھا کہ روح انسانی کیا چیز ہے یعنی اس کی ماہیت وحقیقت کیا ہے؟ یہاں اس سوال کے لانے سے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ جن چیزوں کے سمجھنے کی ان لوگوں کو ضرورت ہے ادھر سے تو اعراض کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل ہیں از راہ عناد جھگڑتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس کی تھی کہ وحی قرآنی سے باطنی زندگی حاصل کرتے اور اس نسخہ شفا سے فائدہ اٹھاتے مگر انہیں معاندان بحثوں سے فرصت کہاں حالانکہ ایسے مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات موقوف ہے نہ یہ بحثیں انبیاء کے فرائض تبلیغ سے تعلق رکھتی ہیں۔

گویا تین سوالات میں دو کا تفصیلی جواب دیا گیا ایک کا نہیں دیا گیا اور یہود نے قریش مکہ سے یہی کہا تھا کہ اگر تینوں کا جواب دے دیں تو سمجھ لینا کہ نبی نہیں ہیں اور تینوں میں سے کسی کا جواب نہ دیں تب بھی سمجھ لینا کہ نبی نہیں ہیں۔ اگر دو کا جواب دیں تو نبی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ دو ہی سوالات کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی سورۂ کہف میں آئے گا۔ باقی روح کے متعلق تیسرے سوال کا جواب تفصیلاً نہیں دیا گیا اور اس کی وجہ ظاہر فرما دی گئی کہ اس کی حقیقت کا ادراک انسان کی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ انسان کو حقائق اشیاء کے ادراک کا بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ اس وقت کے جہلائے عرب سے ان کے اس سوال کے جواب میں بجز اس قدر جواب کے اور کیا کہا جا سکتا تھا۔ ویسے روح کی حقیقت میں قدیم سے لے کر آج تک مختلف طبقے اور مذاہب کے پیشواؤں نے روح پر روشنی ڈالی ہے اور ہر ایک نے اپنا اپنا راگ الاپا ہے۔ مگر سب بے سود اور سب بے معنیٰ قیاس آرائیاں ہیں۔ اسلام نے قرآن وحدیث میں روح کے متعلق دوسرے عالم میں ثواب وعذاب کی بہت کچھ تصریح فرمائی اور اصل حالات سے آگاہ کیا ہے۔

آگے قرآن کی حقانیت اور اس کا بے نظیر اور بے مثال کلام ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ان نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری کی توفیق ہم کو عطا فرما۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے۔ کہ جن کو ہم اپنے اعمال نامہ میں دیکھ کر قیامت میں خوش ہوں۔

یا اللہ ہمارے اعمال نامہ میدان حشر میں ہم کو ہمارے داہنے ہاتھ میں ملنا نصیب فرما۔ اور یا اللہ ہماری آخری منزل اور ابدی ٹھکانا اپنی جنت میں مقدر فرما۔

یا اللہ جب ہم میدان حشر میں بلائے جائیں تو ہم کو اپنے مومنین ومخلصین بندوں کی صف میں کھڑا ہونا نصیب فرما اور میدان محشر میں سرخروئی نصیب فرما۔

حق تعالیٰ ہمارے قلوب کو کتاب وسنت کی روشنی سے منور فرما دے اور قرآن وحدیث سے جو باتیں ہم کو پہنچیں ان پر ہم کو ایمان کامل اور یقین صادق عطا فرمائیں۔ اور ہماری زندگی کا ہر لمحہ شریعت مطہرہ کی ظاہری اور باطنی پابندی کے ساتھ گزرے جس سے ہماری روحیں عالم برزخ اور عالم آخرت میں سرسبز شاداب ہوں اور جنت کے پر بہار باغوں میں لذتوں اور نعمتوں سے سرشار ہوں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾ اِلَّا رَحْمَةً

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر ہم نے آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کرلیں پھر اس کے (واپس لانے کے) لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر (یہ)

مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ

آپ کے رب کی رحمت ہے بے شک آپ پر اُس کا بڑا فضل ہے۔آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات کیلئے جمع ہوجاویں

يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

کہ ایسا قرآن بنالاویں تب بھی ایسا نہ لاسکیں گے اور اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جاوے۔اور ہم نے لوگوں کے لئے

لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾

اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے۔

وَلَئِنْ اوراگر	شِئْنَا ہم چاہیں	لَنَذْهَبَنَّ تو البتہ ہم لے جائیں	بِالَّذِيْ وہ جو کہ	اَوْحَيْنَا ہم نے وحی کی	اِلَيْكَ تمہاری طرف	ثُمَّ لَا تَجِدُ پھر تم نہ پاؤ			
لَكَ اپنے واسطے	بِهٖ اس کے لئے	عَلَيْنَا ہمارے (مقابلہ) پر	وَكِيْلًا کوئی مدد	اِلَّا مگر	رَحْمَةً رحمت	مِنْ رَّبِّكَ تمہاری رب سے	اِنَّ بیشک		
فَضْلَهٗ اس کا فضل	كَانَ ہے	عَلَيْكَ تم پر	كَبِيْرًا بڑا	قُلْ کہدیں	لَئِنِ اگر	اجْتَمَعَتِ جمع ہو جائیں	الْاِنْسُ تمام انسان	وَالْجِنُّ اور جن	عَلٰى پر
اَنْ کہ	يَّاْتُوْا وہ لائیں	بِمِثْلِ مانند	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	لَا يَاْتُوْنَ نہ لاسکیں گے آپ	بِمِثْلِهٖ اس کے مانند	وَلَوْ كَانَ اور اگرچہ ہو جائیں			
بَعْضُهُمْ ان کے بعض	لِبَعْضٍ بعض کے لئے	ظَهِيْرًا مددگار	وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور ہم نے طرح طرح سے بیان کیا	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے					
فِيْ میں	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	مِنْ سے	كُلِّ مَثَلٍ ہر مثال	فَاَبٰى پس قبول نہ کیا	اَكْثَرُ النَّاسِ اکثر لوگ	اِلَّا سوائے	كُفُوْرًا ناشکری		

تفسیر وتشریح

گذشتہ سے اصل مضمون وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ سے یہ چل رہا تھا کہ یہ قرآن پاک جس کو اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما رہے ہیں یہ روحانی امراض کے لئے شفا ہے مگر ایمان واعتقاد شرط ہے۔

یہاں ان آیات میں خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن مقصود لوگوں کو سنانا ہے۔ کہ اے لوگو! قرآن کو اللہ کی ایک بڑی زبردست نعمت سمجھو۔اس پر ایمان کے ساتھ عمل کرو اور اس نعمت کی ناقدری نہ کرو۔ ورنہ خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ اس پر بھی قادر ہیں کہ اس نعمت کو واپس لے لیں۔ چنانچہ ایک وقت جب دنیا میں گمراہی عام ہو جائے گی تو قیامت سے پہلے اس قرآن کو دنیا سے اٹھا لیا جائے گا چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت ہے کہ بالکل اخیر زمانہ میں قیامت کے قریب شام کی طرف سے ایک سرخ ہوا چلے گی اس وقت قرآن کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا ایک حرف بھی باقی نہ رہے گا پھر آپ نے اسی آیت وَلَئِنْ شِئْنَا کی تلاوت کی۔ تو یہاں پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم اور احسان بیان فرماتے ہیں کہ قرآن کا جو علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی دیا ہے خدا چاہے تو ذرا

سی دیر میں چھین لے اور پھر کوئی واپس نہ لا سکے لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑی مہربانی اور عنایت ہے کہ جو ایسا نہیں کرتا پھر قرآن کا ایک اعجاز اور بیان فرمایا جاتا ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلہ سے عاجز ہے۔ کسی کے بس میں اس جیسا کلام بنانا ممکن نہیں۔ جس طرح اللہ بے مثل بے نظیر اور بے شریک ہے اسی طرح اس کا یہ کلام بھی بے نظیر اور بے مثال ہے۔ اگر تمام روئے زمین کے انسان و جنات یا دونوں جمع ہو کر چاہیں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی یہ ہرگز ایسا نہ لا سکیں گے یہ چیلنج اس سے پہلے بھی قرآن مجید میں گزر چکا ہے۔

قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ان تمام آیات میں استدلال کیا گیا کہ یہ قرآن اپنی زبان۔ اسلوب بیان طرز استدلال۔ مضامین۔ مباحث۔ تعلیمات اور اخبار غیب وغیرہ وغیرہ کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے جس کا نظیر لانا انسانی قدرت سے باہر ہے۔ اخیر میں پھر قرآن پاک کی بزرگی بیان فرمائی جاتی ہے کہ حق تعالیٰ نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر قسم کا مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے باوجود اس کے بھی لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور خدا کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ آیات بتا رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کا جو فضل و کرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل حال تھا وہ خصوصی فضل تھا انسانوں کی سرکشی اور کفران نعمت تو اسی کی مقتضی تھی کہ ان کو قرآن جیسا پیام ہدایت نہ دیا جاتا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کے تصدق میں یہ کلام ہدایت آفرین ہم کو مل گیا جس کی مثل دنیا کی کوئی طاقت نہیں بنا سکتی۔

مگر یہ کفار مکہ اور مشرکین عرب طرح طرح کی الٹی باتیں کرتے ہیں اور خرافات بکتے ہیں اور ایمان لانے کے لئے کیسی کیسی شرطیں لگاتے ہیں جن کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جب ہم کو قرآن جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے تو اس نعمت کی قدر دانی اور شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں اس قرآن پاک کی سچی عظمت و وقعت ہم کو نصیب فرمائیں اور اس کا علم اس پر عمل اور اس کا ذوق و شوق اس کے احکام کا اتباع اور تعلیمات کی پیروی نصیب فرمائیں اور اس نعمت کی ناشکری اور ناقدری کے وبال سے ہم کو بچائیں۔

یا اللہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اس میں اب تک قرآنی احکام سے جو اعراض برتا گیا ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دے اور ہمارے حکمرانوں کی آنکھیں قرآن اور اسلام کی طرف سے کھول دے اور ہمیں قرآنی تعلیمات کو اپنانے کی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿٩٠﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک آپ ہمارے لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کردیں۔ یا خاص آپ کیلئے

نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا

کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کردیں۔ یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرادیں

كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿٩٢﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي

یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے نہ لاکھڑا کردیں۔ یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر نہ چڑھ جاویں'

السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا

اور ہم تو آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا بھی کبھی باور نہ کریں جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لاویں' جسکو ہم پڑھ بھی لیں' آپ فرما دیجئے کہ سبحان اللہ

بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٣﴾

میں بجز اُس کے کہ انسان ہوں (مگر) پیغمبر ہوں اور کیا ہوں۔

وَقَالُوْا اور وہ بولے	لَنْ نُّؤْمِنَ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیںگے	لَكَ تجھ پر	حَتّٰى یہانتک کہ	تَفْجُرَ تو رواں کردے	لَنَا مِنَ الْاَرْضِ ہمارے لئے زمین سے				
يَنْۢبُوْعًا کوئی چشمہ	اَوْ تَكُوْنَ یا ہوجائے	لَكَ تیرے لئے	جَنَّةٌ ایک باغ	مِّنْ سے۔کا	نَّخِيْلٍ کھجور	وَّعِنَبٍ اور انگور	فَتُفَجِّرَ پس تو رواں کردے		
الْاَنْهٰرَ نہریں	خِلٰلَهَا اسکے درمیان	تَفْجِيْرًا بہتی ہوئی	اَوْ یا	تُسْقِطَ تو گرادے	السَّمَآءَ آسمان	كَمَا جیسا کہ	زَعَمْتَ تو کہا کرتا ہے	عَلَيْنَا ہم پر	
كِسَفًا ٹکڑے	اَوْ تَاْتِيَ یا تو آوے	بِاللّٰهِ اللہ کو	وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتے	قَبِيْلًا روبرو	اَوْ یا	يَكُوْنَ ہو	لَكَ تیرے لئے	بَيْتٌ ایک گھر	مِّنْ سے۔کا
زُخْرُفٍ سونا	اَوْ یا	تَرْقٰى تو چڑھ جائے	فِي السَّمَآءِ آسمان میں	وَلَنْ نُّؤْمِنَ اور ہم ہرگز نہ مانیں گے	لِرُقِيِّكَ تیرے چڑھنے کو	حَتّٰى یہاں تک کہ			
تُنَزِّلَ تو اتارے	عَلَيْنَا ہم پر	كِتٰبًا ایک کتاب	نَّقْرَؤُهٗ ہم پڑھ لیں جسے	قُلْ آپ کہدیں	سُبْحَانَ پاک ہے	رَبِّيْ میرا رب	هَلْ كُنْتُ نہیں ہوں میں		
اِلَّا مگر۔صرف	بَشَرًا ایک بشر	رَّسُوْلًا رسول							

تفسیر وتشریح

ان آیات میں ان کفار ومشرکین کی سرکشی کی بعض باتیں نقل فرمائی جاتی ہیں۔ ان آیات کے سبب نزول کے متعلق بروایت حضرت ابن عباسؓ نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز مغرب کے بعد خانہ کعبہ کے پیچھے بڑے بڑے سرداران قریش جمع ہوئے۔ جیسے ابوجہل' امیہ بن خلف' ولید بن مغیرہ' ابوسفیان وغیرہ سب نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلاؤ اور مباحثہ ومکالمہ کر کے اپنی طرف سے ایسی باتیں پیش کرو تاکہ مقابلہ قرآن کی دعوت سے جو مجبوری ہماری قوم میں ظاہر ہوگئی ہے وہ اس بہانہ سے دور ہو جائے اور کمزوری کا دھبہ دھل جائے۔ چنانچہ باتفاق رائے ایک قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف وسردار جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم تو قوم کی ہدایت کے شیفتہ ہی تھے۔ آپ کے جی میں آیا کہ بہت ممکن ہے خدا نے انہیں سمجھ دے دی ہو اور یہ راہ راست پر آجائیں اس لئے آپ فوراً ہی تشریف لے آئے۔ سردار ان قریش نے گفتگو شروع کی اور کہنے لگے کہ سنئے۔ آج ہم آپ پر حجت پوری کر دیتے ہیں تا کہ پھر ہم پر کسی قسم کا الزام نہ آئے۔ اسی لئے ہم نے آپ کو بلوایا ہے۔ واللہ! کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہ ڈالا ہوگا جو مصیبت تم نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے۔ تم ہمارے دین کو برا کہتے ہو۔ ہمارے باپ داداؤں پر عیب لگاتے ہو۔ ہمارے دیوتاؤں اور معبودوں کو برا کہتے ہو۔ تم نے ہم میں تفریق ڈال دی۔ لڑائیاں کھڑی کر دیں واللہ تم نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کسر نہیں اٹھا رکھی۔ (العیاذ باللہ) اب صاف صاف سن لیجئے اور سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔ اگر آپ کا ارادہ ان تمام باتوں سے جو آپ کہتے ہیں مال جمع کرنے کا ہے تو ہم موجود ہیں۔ ہم خود آپ کو اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کے برابر ہم میں سے کوئی مالدار نہ ہو اور اگر آپ کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ آپ ہم پر سرداری کریں تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ ہم آپ کی سرداری کو تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی تابعداری کو منظور کرتے ہیں۔ اگر آپ بادشاہت کے طالب ہیں تو بخدا ہم آج آپ کی بادشاہت کا اعلان کرتے ہیں۔ اگر آپ کے دماغ میں کوئی فتور ہے (نعوذ باللہ) کوئی جن آپ کو ستا رہا ہے تو ہم موجود ہیں۔ دل کھول کر رقمیں خرچ کر کے آپ کا معالجہ کریں گے۔ یہاں تک کہ آپ کو شفا ہو جائے۔ یہ سب سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو! بحمد اللہ مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسیب وغیرہ نہیں۔ نہ ہی اپنی اس رسالت کی وجہ سے مالدار بننا چاہتا ہوں نہ کسی سرداری کی طمع ہے۔ نہ بادشاہ بننا چاہتا ہوں۔ بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسول برحق بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبریاں سنادوں اور وعیدیں بھی بتلادوں۔ میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے۔ تمہاری سچی خیر خواہی کی۔ تم اگر قبول کر لو گے تو دونوں جہاں میں نصیب دار بن جاؤ گے اور اگر نامنظور کرو گے تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ جناب باری تعالیٰ شانہٗ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ فرما دے۔ اب سرداران قوم نے کہا کہ اگر آپ کو ہماری ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں تو اب اور سنو۔ یہ تو خود تمہیں بھی معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ تنگ شہر کسی اور کا نہیں۔ ہم سے زیادہ کم مال کوئی قوم نہیں۔ ہم سے زیادہ کم روزی حاصل کرنے والی بھی کوئی قوم نہیں تو آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو اپنی رسالت دے کر بھیجا ہے یہ کرا دو کہ یہ سامنے کے پہاڑ ہٹ جائیں اس میں نہریں، دریا چشمے جاری ہو جائیں جیسے کہ شام اور عراق میں ہیں اور یہ بھی کیجئے کہ ہمارے باپ دادا جو مر چکے ہیں زندہ ہو جائیں اور ہم ان سے پوچھ لیں وہ آپ کی بابت جو کہہ دیں گے ہمیں اطمینان ہو جائے گا۔ اگر آپ نے یہ کر دیا تو ہمیں آپ کی رسالت پر ایمان آجائے گا اور ہم آپ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس لئے نہیں بھیجا گیا ہے نہ میں ایسا کر سکتا ہوں میں تو خدا کی باتیں تمہیں پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔ مان لو گے تو تمہیں دین و دنیا میں اجر ملے گا اور دونوں جہاں میں خوش رہو گے۔ نہ قبول کرو گے تو میں صبر کروں گا اور اللہ کے حکم پر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ پروردگار عالم مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرما دے۔ قریش نے پھر اس پر کہا کہ اچھا یہ بھی نہ سہی تو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ آپ کے پاس بھیج دے جو آپ کی

باتوں کی سچائی کی تصدیق کر دے اور آپ کی طرف سے ہمیں جواب دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی پہلے کی طرح دیا۔ قریش پھر بولے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ ہماری طرح بازاروں میں طلب معاش میں چلتے پھرتے ہیں اللہ سے اتنا ہی کرالو کہ تمہارے لئے باغات ہوں جن کے اندر نہریں جاری ہوں اور کوئی خزانہ اور سونے کے مکان ہوں۔ اگر ایسا ہو جائے گا تو ہم پہچان لیں گے کہ اللہ کے نزدیک آپ کو ہم پر فضیلت حاصل ہے اور اس لئے آپ کو رسول بنایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی گذشتہ کی طرح دیا۔ پھر قریش نے کہا کہ تم کہا کرتے ہو کہ اگر اللہ چاہے تو دم بھر میں آسمانوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی ہم پر گرا دو۔ بغیر اس کے ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ پھر مشرکین نے کہا کہ کیا آپ کے رب کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تم سے ایسے سوالات کریں گے پھر اس نے تم کو پہلے سے ان کے جوابات کیوں نہ بتا دیئے اور جب ہم تمہاری نہ مانیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک شخص ہے وہ سکھا جاتا ہے۔ واللہ ہم تو اس کی بابت کبھی نہیں مانیں گے ان میں سے ایک شخص بولا کہ ہم تو ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔ دوسرا بولا ہم کو تمہاری بات کا اس وقت تک یقین نہیں جب تک فرشتوں کو اور خدا کو ہمارے روبرو نہ لا کر کھڑا کر دو گے۔ غرض حضور اقدسؐ یہ بیہودہ باتیں سن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ کا ایک بیٹا عبداللہ بن ابی امیہ ساتھ ہو لیا اور راستہ میں کہنے لگا کہ یہ تو بڑے ناانصافی کی بات ہے کہ قوم نے جو کہا وہ بھی آپ نے منظور نہ کیا۔ پھر جو طلب کیا وہ بھی آپ نے پورا نہ کیا۔ پھر جس چیز سے آپ ڈراتے تھے وہ مانگا وہ بھی آپ نے نہ کیا۔ اب جس وقت تک میرے سامنے آسمان تک سیڑھی بنا کر اس پر نہ چڑھو گے اور وہاں سے چار فرشتے اپنے ساتھ ایک گواہ اور ایک کتاب جس میں تمہاری تصدیق ہو نہ لاؤ گے میں تمہاری بات کو نہیں مانوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام باتوں سے رنجیدہ ہو کر گھر تشریف لائے اور ان آیات کا نزول ہوا۔

معلوم ہوا کہ رسالت کے لئے نہ فرمائشی معجزات کی تکمیل لازم ہے نہ رسول اور پیغمبر کے قبضہ میں غیبی طاقت اور قدرت کے خزانہ ہیں۔ وہ تو مشیت الٰہی کے سراسر تابع ہیں۔ اس صراحت سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اس کور بصیرت طبقہ کو جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فوق البشریت ہستی خیال کرتا ہے اور کل الٰہی طاقتوں اور خزانوں کا خود مختار کہتا ہے جو قرآنی صراحت کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ پاک ہم کو دین کی سمجھ اور قرآن کا فہم عطا فرمائیں۔ تو یہاں کفار کے بعض شبہات متعلقہ رسالت کا جواب تھا۔ آگے بھی ان کے اس شبہ کا جواب ہے کہ رسول بشر نہ ہونا چاہئے فرشتہ ہونا چاہئے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان اور اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ اور قرآن جیسی کتاب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔ اللہ پاک ہم کو ان انعامات کی قدر اور حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک کا سچا متبع بنا دیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا

آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے (رہتے) ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔

رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ

آپ (اخیر بات) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے۔اور اللہ جس کو راہ

يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ

پر لاوے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دے تو خدا کے سوا آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے اور ہم قیامت کے روز

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾

ان کو اندھا گونگا بہرا کر کے منہ کے بل چلاویں گے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہ جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی ان کیلئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔

ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم ازسر نو پیدا کر کے

خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ

اٹھائے جاویں گے۔کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر دے

مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

اور ان کیلئے ایک میعاد معین کر رکھی ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں اس پر بھی بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے۔

وَمَا اور نہیں	مَنَعَ روکا	النَّاسَ لوگ (جمع)	اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا کہ وہ ایمان لائیں	اِذْ جَآءَهُمْ جب انکے پاس آگئی	الْهُدٰٓى ہدایت	اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	قَالُوْٓا انہوں نے کہا
اَبَعَثَ کیا بھیجا	اللّٰهُ اللہ	بَشَرًا ایک بشر	رَسُوْلًا رسول	قُلْ کہہ دیں	لَوْ كَانَ اگر ہوتے	فِى الْاَرْضِ زمین میں	مَلٰٓئِكَةٌ فرشتے	يَمْشُوْنَ چلتے پھرتے
مُطْمَئِنِّيْنَ اطمینان سے رہتے	لَنَزَّلْنَا ہم ضرور اتارتے	عَلَيْهِمْ ان پر	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَلَكًا فرشتہ	رَسُوْلًا رسول	قُلْ کہہ دیں	كَفٰى کافی ہے	
بِاللّٰهِ اللہ کی	شَهِيْدًا گواہ	بَيْنِىْ میرے درمیان	وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کا	خَبِيْرًا خبر رکھنے والا	
بَصِيْرًا دیکھنے والا	وَمَنْ اور جسے	يَهْدِ ہدایت دے	اللّٰهُ اللہ	فَهُوَ پس وہی	الْمُهْتَدِ ہدایت پانیوالا	وَمَنْ اور جسے	يُّضْلِلْ گمراہ کرے	
فَلَنْ تَجِدَ پس تو ہرگز نہ پائے گا	لَهُمْ انکے لئے	اَوْلِيَآءَ مددگار	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	وَنَحْشُرُهُمْ اور ہم اٹھائیں گے انہیں	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن			

عَلٰی پر۔بل	وُجُوْهِهِمْ انکے چہرے	عُمْیًا اندھے	وَّبُكْمًا اور گونگے	وَصُمًّا اور بہرے	مَاْوٰىهُمْ انکا ٹھکانا	جَهَنَّمُ جہنم	كُلَّمَا جب کبھی	خَبَتْ بجھنے لگے گی
زِدْنٰهُمْ ہم ان کیلئے زیادہ کردیں گے	سَعِيْرًا بھڑکانا	ذٰلِكَ یہ	جَزَآؤُهُمْ انکی سزا	بِاَنَّهُمْ کیونکہ وہ	كَفَرُوْا انہوں نے انکار کیا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کا		
وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا	ءَاِذَا کیا جب	كُنَّا ہو جائینگے ہم	عِظَامًا ہڈیاں	وَّرُفَاتًا اور ریزہ ریزہ	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ ضرور اٹھائے جائینگے		
خَلْقًا پیدا کر کے	جَدِيْدًا از سرنو	اَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان
وَالْاَرْضَ اور زمین	قَادِرٌ قادر	عَلٰی پر	اَنْ يَّخْلُقَ کہ وہ پیدا کرے	مِثْلَهُمْ ان جیسے	وَجَعَلَ اس نے مقرر کیا	لَهُمْ ان کے لئے		
اَجَلًا ایک وقت	لَا رَيْبَ نہیں شک	فِيْهِ اس میں	فَاَبٰی تو قبول نہ کیا	الظّٰلِمُوْنَ ظالم (جمع)	اِلَّا كُفُوْرًا ناشکری کے سوا			

تفسیر وتشریح

یہاں کفار ومشرکین کے بیہودہ سوالات کے جواب میں جوحق تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا نہ کفار ومشرکین کی بیوقوفی کا اظہار کیا گیا نہ ان کی معاندانہ شرارت کا ذکر کیا گیا بلکہ نہایت سادہ الفاظ میں اصل حقیقت کو واضح کردیا گیا کہ تم لوگ شاید یہ سمجھتے ہو کہ جو شخص خدا کا رسول ہو کر آئے وہ سارے خدائی اختیارات کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہونا چاہئے اور اس کو ہر بات کرنے کی قدرت اور اختیار ہونا چاہئے تو یہ خیال ہی بالکل غلط اور فاسد ہے۔ اللہ کے رسول کا کام اللہ کے پیغام کا پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی رسالت ونبوت کو ثابت کرنے کے لئے ان کو مناسب حال معجزات عطا فرماتے ہیں اور ان معجزات کا ظہور اللہ کی قدرت اور مشیت سے ہوتا ہے نہ کہ رسولوں کے اختیار اور مشیت سے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا اور میری تصدیق کے لئے بہت سے معجزات دیئے جو تمہارے ان فرمائشی معجزات سے ہرگز کم نہیں۔ الغرض اول تو کفار مکہ ضرورت نبوت ہی کے قائل نہ تھے لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے براہین قاطعہ سے رسالت کی ضرورت ثابت فرمائی اور کفار لاجواب ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نبوت پر اعتراض کرنے لگے ان کا عقیدہ تھا کہ اگر نبی کا ہونا ہی ضروری ہے تو انسان کیسے نبی ہوسکتا ہے۔ یہ کھاتا پیتا ہے چلتا پھرتا ہے نکاح کرتا ہے بیوی بچے رکھتا ہے۔ دکھ سکھ اسے پہنچتا ہے۔ انسانیت اور بشریت کے لوازم جس میں موجود ہوں اس کا خدا سے تعلق کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر بنی نوع انسان کو ہدایت کرنی ضروری تھی تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجا جاتا جو کثافت مادہ سے پاک ہوتا جسمانی لوازم کی آلائش اس میں نہ ہوتی۔ خالص نور ہوتا وہ شمع ہدایت بنتا۔

ہر زمانہ کے جاہل اور پیغمبروں کے مخالفین ومنکرین اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے ہے کہ بشر کبھی پیغمبر نہیں ہوسکتا اسلئے جب کوئی رسول آیا تو انہوں نے یہ دیکھ کر یہ کھاتا ہے پیتا ہے بیوی بچے رکھتا ہے۔ گوشت پوست کا بنا ہوا ہے فیصلہ کردیا کہ یہ پیغمبر نہیں ہے کیونکہ بشر ہے چنانچہ کفار مکہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر یہی اعتراض کیا کہ آپ بشر ہیں اور بشر رسول ہو نہیں سکتا۔ حق تعالیٰ نے اسکے جواب میں آیات مذکورہ نازل فرمائیں اور بتلایا گیا کہ نور ہدایت پہنچنے کے بعد بھی ان منکرین اور معاندین کی آنکھیں نہ کھلیں اور یہی کہتے رہے کہ آدمی ہو کر رسول کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا تھا تو آسمان سے کوئی فرشتہ اتارتا۔ اس لئے آگے انسانوں میں انسان کو رسول بنا کر بھیجنے کی حکمت بتلائی جاتی ہے۔ کہ اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی بستی ہوتی تو بیشک موزوں ہوتا کہ ہم فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ آدمیوں کی طرف اگر فرشتہ اس کی اصلی صورت میں بھیجا جائے تو آنکھیں اور دل تحمل بھی نہ کرسکیں۔ فائدہ اٹھانا تو الگ رہا اور انسان کی صورت میں آئے تو شبہ میں پڑے رہیں۔ زمین پر انسان کی بستی ہے ان کی اصلاح کے لئے بھی انسان کا ہی ہونا ضروری ہے تا کہ ہادی ہم نوع ہوتے ہوئے نمونہ عمل بن کر قولی اور عملی ہدایت کر سکے۔ چونکہ معاندین اس پر بھی نہ مانے اس لئے آگے آخری خطاب اور اس کے ساتھ قیامت کے روز وعید عذاب اور اس کے ضمن میں

قیامت کے متعلق شبہ کا جواب ارشاد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ جب یہ لوگ باوجود دلائل واضحہ اور دفع شبہات کے بھی نہیں مانتے تو آپ اخیر بات کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کے اختلافات میں کافی گواہ ہے یعنی خدا جانتا ہے کہ میں واقع میں رسول ہوں۔ تم نہیں مانتے مت مانو ایک روز نتیجہ بھگتو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا اور خوب دیکھتا ہے۔ تمہارے عناد کو بھی دیکھتا اور جانتا ہے تم کو اس کی سزا دے گا۔ آگے پھر اس حقیقت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ واقعی بات یہ ہے کہ خدا کی توفیق اور دستگیری ہی سے آدمی راہ حق پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کی بدبختی، ہٹ دھرمی اور عناد حق کی وجہ سے خدا دستگیری نہ فرمائے اسے کون ہے جو ٹھیک راستہ پر لگا سکے۔ پھر اس کی کج راہی اور بے راہ روی کا نتیجہ قیامت کے دن یہ نکلے گا کہ جس طرح دنیا میں ٹیڑھی چال اختیار کی تھی اسی طرح آخرت میں الٹی چال سے یعنی منہ کے بل دوزخ کی طرف جانا ہوگا۔ اور قبروں سے اٹھنے کے وقت تو ایسی حیرت طاری ہوگی کہ ظاہری حواس بھی گم ہو جائیں گے۔ نہ آنکھوں سے کچھ دیکھے گا نہ کانوں سے کچھ سنائی دے گا اور نہ زبان میں گویائی کی طاقت ہوگی یہ قیامت کے بعض موقع پر ہوگا کہ کافر منہ کے بل اندھے گونگے کر کے چلائے جائیں گے۔ ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن لوگ تین طرح سے چلیں گے پاپیادہ۔ سوار ہو کر اور اوندھے منہ کے بل۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ کے بل کس طرح چلیں گے؟ ارشاد فرمایا جس نے آدمی کو پاؤں پر چلایا وہ قادر ہے کہ سر سے چلا دے۔ باقی جہنمیوں کو منہ کے بل گھسیٹنا وہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ پھر عذاب جہنم کی کیفیت بتلائی جاتی ہے کہ عذاب معین اندازے سے کم نہیں ہونے دیں گے اگر بدن جل کر تکلیف میں کمی ہونے لگے گی تو پھر نئے چمڑے چڑھا دیئے جائیں گے۔ اور وہاں کے شدت عذاب کی یہ کیفیت ہوگی کہ جہنم کی آگ جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی اس کو اور بھڑکایا جائے گا اور یہ سزا ان کو اس وجہ سے ملے گی کہ انہوں نے حشر نشر اور قیامت کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ جب ہم مر کر ہڈیاں اور گل سڑ کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر از سر نو پیدا کر کے قبروں سے اٹھائے جائیں گے؟ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان و زمین جیسے بڑے اجسام پیدا کئے اسے تم جیسے آدمی چھوٹی سی چیز کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ بیشک وہ تم کو اور تمہارے جیسے سب آدمیوں کو بے تکلف پیدا کر سکتا ہے اور منکرین کو شاید یہ وسوسہ ہو کہ آخر اتنے مر چکے ہیں وہ اب تک کیوں نہیں اٹھائے گئے تو فرما دیا کہ سب کے واسطے قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے وہ ضرور آ کر رہے گا۔ تاخیر دیکھ کر انکار کرنا حماقت ہے اور ایسے واضح مضامین و دلائل سن کر بھی ناانصافوں کے کفر و ضلال اور ناشکری میں ترقی ہی ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں ان آیات میں کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر یہ اعتراض کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ رسول تو کوئی فرشتہ نوری ہونا چاہئے تھا اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوایا گیا کہ اگر زمین پر فرشتے رہتے ہوتے اور اس میں وہ چلتے بستے تو بیشک اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے مگر چونکہ زمین پر انسان بستے ہیں اس لئے انسان اور بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ تو یہ آیت قابل غور اور یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ایسی کھلی ہوئی قرآنی تصریحات کے باوجود بھی بعض یہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت بخشیں اور قرآن کے مطابق ہم کو عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آگے کفار مکہ اور مشرکین عرب کی مذمت کی جاتی ہے اور ان کو فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد دلایا جاتا ہے جب کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو سرزمین مصر سے اکھاڑ پھینکنے کی تدبیر کی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں ہی کو غرق سمندر کر کے انہیں مٹا دیا جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانے کے مختار ہوتے تو اس صورت میں تم (اُس کے) خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور ہاتھ روک لیتے اور آدمی

الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝۱۰۰ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ

ہے بڑا تنگ دل۔ اور ہم نے موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے۔ سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھئے

فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰي مَسْحُوْرًا ۝۱۰۱ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا

تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کردیا ہے۔ موسیٰ نے فرمایا تو (دل میں) خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَاۗىِٕرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝۱۰۲ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ

آسمان اور زمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کیلئے ذرائع ہیں اور میرے خیال میں ضرور تیری کمبختی کے دن آگئے ہیں۔ پھر اس نے چاہا کہ بنی اسرائیل کا

مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝۱۰۳ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

اس سرزمین سے قدم اکھاڑ دے سو ہم نے اُس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کردیا۔ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ اب تم اس

اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝۱۰۴

سرزمین میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آجاوے گا تو ہم سب کو جمع کرکے حاضر لاکریں گے۔

قُلْ آپ کہہ دیں	لَوْ اگر	اَنْتُمْ تم	تَمْلِكُوْنَ مالک ہوتے	خَزَآئِنَ خزانے	رَحْمَةِ رحمت	رَبِّيْٓ میرا رب	اِذًا جب	لَّاَمْسَكْتُمْ تم ضرور بند رکھتے
خَشْيَةَ ڈر سے	الْاِنْفَاقِ خرچ ہو جانا	وَكَانَ اور ہے	الْاِنْسَانُ انسان	قَتُوْرًا تنگ دل	وَ اور	لَقَدْ اٰتَيْنَا البتہ ہم نے دی	مُوْسٰى موسیٰ	تِسْعَ نو
اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ کھلی نشانیاں	فَسْئَلْ پس پوچھ تو	بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل	اِذْ جب	جَاۗءَهُمْ ان کے پاس آیا	فَقَالَ تو کہا	لَهٗ اس کو	فِرْعَوْنُ فرعون	
اِنِّىْ بیشک میں	لَاَظُنُّكَ تجھ پر گمان کرتا ہوں	يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	مَسْحُوْرًا جادو کیا گیا	قَالَ اس نے کہا	لَقَدْ البتہ	عَلِمْتَ تو نے جان لیا		
مَآ اَنْزَلَ نہیں نازل کیا	هٰٓؤُلَاۗءِ اس کو	اِلَّا مگر	رَبُّ پروردگار	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضِ اور زمین	بَصَاۗىِٕرَ بصیرت	وَاِنِّىْ اور بیشک میں	
لَاَظُنُّكَ تجھ پر گمان کرتا ہوں	يٰفِرْعَوْنُ اے فرعون	مَثْبُوْرًا ہلاک شدہ	فَاَرَادَ پس اس نے ارادہ کیا	اَنْ کہ	يَّسْتَفِزَّهُمْ انہیں نکال دے			
مِنَ سے	الْاَرْضِ زمین	فَاَغْرَقْنٰهُ تو ہم نے اسے غرق کردیا	وَمَنْ اور جو	مَّعَهٗ اسکے ساتھ	جَمِيْعًا سب	وَّقُلْنَا اور ہم نے کہا		
مِنْۢ بَعْدِهٖ اسکے بعد	لِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل کو	اسْكُنُوْا تم رہو	الْاَرْضَ زمین	فَاِذَا پھر جب	جَاۗءَ آئے گا	وَعْدُ الْاٰخِرَةِ آخرت کا وعدہ		
جِئْنَا ہم لے آئیں گے	بِكُمْ تم کو	لَفِيْفًا جمع کرکے						

تفسیر وتشریح: گذشتہ رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا گیا تھا۔ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ پر بہت بڑا فضل کیا ہے کہ قرآن جیسی بے مثال دولت عطا فرمائی۔ مشرکین مکہ جن وجوہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کا انکار کرتے تھے ان میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ اس طرح انہیں آپ کا فضل وشرف ماننا پڑتا تھا اور اپنے کسی معاصر اور ہم چشم کا فضل ماننے کے لئے انسان مشکل ہی سے آمادہ ہوا کرتا ہے اسی پر فرمایا جارہا ہے کہ جن لوگوں کی بخیلی کا حال یہ ہے کہ کسی کے واقعی مرتبہ کا اقرار اور اعتراف کرتے ہوئے بھی ان کا دل دکھتا ہے انہیں اگر کہیں خدا نے اپنے خزانہائے رحمت کی کنجیاں حوالہ کردی ہوتیں تو وہ کسی کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دیتے تو یہ مشرکین کہاں گوارا کر سکتے تھے کہ مکہ وطائف کے بڑے بڑے متکبر' دولت مند' اور سرداران کو چھوڑ کر وحی ونبوت کی یہ بیش بہا دولت بنی ہاشم کے ایک "دریتیم" کو مل جائے۔ یہ حق تعالیٰ کا فیض ہے کہ جس میں جیسی قابلیت واستعداد دیکھی اس کے مناسب کمالات وانعامات کے خزانے انڈیل دیئے۔

جیسا کہ گذشتہ آیات میں بیان ہوا کفار مکہ کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ یہ یہ کام نہ کر کے دکھائیں جواب میں ان سے کہا جارہا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے قرآن مجید دیا اور بہت کچھ مہربانیاں آپ پر فرمائیں اسی طرح پہلے موسیٰ علیہ السلام کو صداقت کے نو کھلے ہوئے نشانات ان کے مناسب حال عطا فرما چکے ہیں جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس فرعون کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے تشریف لائے تھے۔

چونکہ مشرکین مکہ یہود کے مشورہ اور کہنے پر سوال کرتے تھے اس لئے حضرت موسیٰ اور آپ کے معجزات کے متعلق مشرکین سے کہا جارہا ہے کہ ان باتوں کی تصدیق کے لئے اگر چاہو تو بنی اسرائیل کے باخبر اور منصف مزاج علماء سے پوچھ دیکھو کہ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کہاں تک صحیح ہیں۔

تو یہاں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کا ایک بار پھر ذکر کرنے کا موقع آیا۔ جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جیسے مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسحور یعنی سحر زدہ کا خطاب دیا کرتے تھے ٹھیک اسی خطاب سے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو نوازا تھا اور کہا تھا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کردیا ہے جس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو یہ دیا تھا کہ گو تو زبان سے انکار کرتا ہے مگر تیرا دل خوب جانتا ہے کہ یہ عظیم الشان نشان تیری آنکھیں کھولنے کے لئے اسی خدائے قادر مطلق نے دکھلائے ہیں جو آسمان اور زمین کا سچا مالک ہے۔ اب جو شخص جان بوجھ کر محض ظلم وتکبر کی راہ سے حق کا انکار کرے تو اس کی نسبت بجز اس کے کیا خیال کیا جاسکتا ہے کہ تباہی کی گھڑی اس کے سر پر آپہنچی۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ کا اثر بڑھتا جاتا ہے تو اس خیال سے کہ کہیں بنی اسرائیل زور نہ پکڑ جائیں اس لئے ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا۔ مگر آخر اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی جڑ کاٹ دی اور بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دی اور مصر وشام میں جہاں چاہیں آزادی سے رہنے کا موقع عطا فرمایا۔

اصل غرض اس قصہ کو یہاں بیان کرنے کی یہی ہے کہ مشرکین مکہ اس فکر میں تھے کہ مسلمانوں کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرزمین عرب سے ناپید کردیں اس پر انہیں یہ سنایا جارہا ہے کہ یہی کچھ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے ساتھ کرنا چاہا تھا مگر ہوا یہ کہ فرعون اور اس کے ساتھی ناپید کردیئے گئے اور زمین پر موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروان ہی بسائے گئے۔

اب اگر اس روش پر تم چلو گے تو تمہارا انجام بھی یہی ہونا ہے۔

اخیر میں بتلایا گیا کہ جب قیامت آئے گی تو پھر ایک مرتبہ تم سب کو اکٹھا کر کے سعید وشقی' ہالک وناجی کا دائمی فیصلہ کردیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کفار ومشرکین کو تنبیہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ اور مسلمانوں کی کامیابی کی درپردہ بشارت دینی مقصود ہے اور فتح مکہ کی طرف لطیف اشارہ ہے چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ ایسا ہی ثابت ہوا فرعونیوں کی طرح کفار مکہ مٹ گئے اور اہل اسلام کو ان کی بستیوں کی حکومت دے دی گئی۔

اب آگے پھر اصل مضمون یعنی قرآن کی حقانیت کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝١٠٥ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ

اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا اور وہ راستی ہی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور قرآن میں ہم نے

لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝١٠٦ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

جا بجا فصل رکھا تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو اتارنے میں بھی تدریجاً اتارا۔ کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان لاؤ خواہ ایمان نہ لاؤ'

الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝١٠٧ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ

جن لوگوں کو قرآن سے پہلے (دین کا) علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب (وعدہ خلافی سے) پاک ہے۔

اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝١٠٨ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝١٠٩ (السجدة)

بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے۔

وَبِالْحَقِّ اور حق کیساتھ	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا	وَبِالْحَقِّ اور سچائی کے ساتھ	نَزَلَ نازل ہوا	وَمَآ اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے آپ کو بھیجا		
اِلَّا مگر	مُبَشِّرًا خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈرسنانے والا	وَقُرْاٰنًا اور قرآن	فَرَقْنٰهُ ہم نے جدا جدا کیا	لِتَقْرَاَهٗ تاکہ تم اسے پڑھو عَلَى پر		
النَّاسِ لوگ	عَلٰى مُكْثٍ ٹھہر ٹھہر کر	وَّنَزَّلْنٰهُ اور ہم نے اسے نازل کیا	تَنْزِيْلًا آہستہ آہستہ	قُلْ آپ کہدیں	اٰمِنُوْا تم ایمان لاؤ	بِهٖ اس پر	
اَوْ یا	لَا تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہ لاؤ	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل	اِذَا جب	يُتْلٰى وہ پڑھا جاتا ہے
عَلَيْهِمْ انکے سامنے	يَخِرُّوْنَ وہ گر پڑتے ہیں	لِلْاَذْقَانِ ٹھوڑیوں کے بل	سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے	وَ اور	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	سُبْحٰنَ پاک ہے	
رَبِّنَا ہمارا رب	اِنْ بیشک	كَانَ ہے	وَعْدُ وعدہ	رَبِّنَا ہمارا رب	لَمَفْعُوْلًا ضرور پورا ہوکر رہنے والا	وَيَخِرُّوْنَ اور وہ گر پڑتے ہیں	
لِلْاَذْقَانِ ٹھوڑیوں کے بل	يَبْكُوْنَ روتے ہوئے	وَيَزِيْدُهُمْ اور ان میں زیادہ کرتا ہے	خُشُوْعًا عاجزی				

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب روئے سخن پھر قرآن کریم کی طرف پھیر دیا گیا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تو تھے ہی لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں سب سے بڑا علمی معجزہ یہ قرآن کریم ہے۔ آگے پھر اس کی حقانیت وغیرہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔

مفسرین نے ان آیات کے سبب نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ان آیات میں کفار مکہ کو جواب دیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا۔ یعنی اس میں نہ کسی شیطان یا جن کو دخل ہے نہ کسی انسان کی ساخت کو پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا وہ عین حکمت کے موافق اور اپنے علم عظیم اور اعلیٰ درجہ کی سچائی پر مشتمل کر کے اتارا ہے۔ اور ٹھیک اسی سچائی کے ساتھ وہ آپ تک پہنچ گیا۔ درمیان میں ادنیٰ ترین تغیر یا تبدل بھی نہیں ہوا۔ یعنی ایسے فرشتہ کی معرفت نازل کیا جو غلطی نسیان یا خودسازی سے پاک ہے۔ مجسم حق ہے اور جن پر نازل ہوا وہ بھی رسول امین ہیں جو دروغ بانی۔ غلط بیانی اور خودسازی سے بالکل پاک ہیں۔ پھر قرآن جن عقائد احکام واقعات' قصص اور پیشین گوئیوں کو لے کر نازل ہوا وہ سب حق ہیں۔ ایسی صورت میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ کا کام صرف تبلیغ ہے خواہ بصورت

ترغیب ہو یا بشکل ترہیب رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب الٰہی کی دھمکی سنا دیں نیکوکار اور باعمل بندوں کو نجات ابدی و سعادت اخروی کی بشارت دیں اور نافرمان بدکردار کافروں کو ابدی ہلاکت سے ڈرائیں۔

قرآن پاک کی صداقت میں کفار مکہ کو ایک شبہ اور بھی تھا جس کو اب بھی مخالفین اسلام بڑے زور و شور کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ قرآن مجموعی طور پر یک دم کیوں نہ نازل ہوا۔ تھوڑا تھوڑا کیوں اترا اس سے معاندین اور مخالفین یہ الزام لگاتے ہیں کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا وقت دیکھا اور جو واقعہ پیش آیا اسی کے مطابق چند آیتیں اپنی طرف سے بنالیں۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ تدریجاً نزول قرآن کی وجہ مصلحت تبلیغ ہے کیونکہ انزال قرآن سے مقصود اصلی مطلب سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے۔ اگر یکدم نازل ہوتا تو اصل فائدہ یعنی سمجھنا اور عمل کرنا دشوار ہوتا۔ عرب کے صحرائی نہ پڑھے نہ لکھے اہل دانش اور ارباب علم کی صحبت سے محروم ہمیشہ سے قدامت پرستی اور آبائی رسم و رواج کے شیدائی وہ پوری کتاب کو یک دم کیسے سمجھتے اور کیسے عمل کرتے۔ ایک حکم کے نازل کرنے میں سمجھنا اور عمل کرنا سہل ہو گیا۔ رفتہ رفتہ بری عادتیں چھوٹ گئیں۔ غلط عقائد زائل ہو گئے۔ یکدم نزول سے ایک ہیجان برپا ہو جاتا اور اس پر عمل کے لئے کوئی آمادہ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہی مصلحت و حکمت اور شفقت علی العباد تھی جو تدریجاً نزول کی باعث ہوئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ منکرین قرآن سے فرمادیں کہ اب تم قرآن کو سچا مانو یا نہ مانو تم کو اختیار ہے اللہ اور اس کے رسول کی کوئی غرض نہیں ہے کہ تم ایمان لاؤ گے تو خدا اور رسول کو فائدہ پہنچے گا انکار کرو گے تو ان کا نقصان ہو جائے گا۔ یہ تو اللہ کی اپنے بندوں پر شفقت تھی کہ اپنا ہدایت نامہ آہستہ آہستہ انسانی حالات کے مطابق نازل فرمایا۔ رسول کا کام تھا ہدایت نامہ پہنچانا۔ پڑھ کر سنانا مطلب سمجھانا اور خود احکام الٰہیہ پر عمل کر کے دکھلا دینا۔ فرمانبرداروں کو خوشخبری دینا اور نافرمانوں کو ڈرانا۔ سو یہ کام بھی پورا ہو گیا اب ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ نفع نقصان تمہارا ہے مانو یا نہ مانو تمہیں اختیار ہے۔

اس کے آگے عمومی ترغیب اسلام کے لئے ان اہل کتاب کی تعریف فرمائی جاتی ہے جو قرآنی آیات سن کر اللہ کے وعدوں کی تصدیق کرتے اور انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ سجدہ میں گر پڑتے۔ مفسرین نے صراحت کی ہے کہ آیت میں حضرت نجاشی شاہ حبش اور ان کے بعض مومن ساتھیوں کی حالت کا اظہار فرمایا ہے جن کو حضرت جعفرؓ نے جب سورۂ مریم کی کچھ آیات سنائیں تو ان کے دل نرم پڑ گئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بے اختیار سجدہ میں گر پڑے۔ بعض علمائے تفسیر کا خیال ہے کہ آیت کا نزول حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ہوا جو کتب سابقہ کی تصریحات کے سبب نبی آخر الزمان کے منتظر تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر ان کو ملی تو بے اختیار کھچ کر آ گئے اور کلام الٰہی کو سن کر رونے لگے۔ مطلب یہ کہ جو اہل علم قبل نزول سے موجود تھے وہ تو اس کتاب اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منتظر ہی تھے وہ اس کلام کو سن کر اپنی اگلی کتابوں کی پیشینگوئیوں اور خوشخبریوں کی تصدیق پاتے ہیں اور قرآن کو پا کر سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں کہ جس آخری کتاب کا آخری نبی پر نازل کرنے کا وعدہ کتب سابقہ میں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا فرمادیا۔

تنبیہ:۔ یہ آخری آیت سجدہ کی آیت ہے اس لئے سب پڑھنے اور سننے والوں پر سجدہ کرنا واجب ہے اس لئے سب حضرات دعا کے بعد ایک سجدۂ تلاوت کرلیں اور یہ بھی مسئلہ سمجھ لیں کہ ایک مجلس میں اگر آیت سجدہ کئی بار بھی پڑھی یا سنی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے خوف سے یا جذبۂ شکر سے سجدہ میں چلے جانا اور گریہ وزاری کرنا اور اللہ کی پاکی بیان کرنا قابل مدح عمل ہے اور جو لوگ روز ازل سے خوش نصیب ہیں ان کا عجز و انکسار اور تضرع و خشوع اور تعلق مع اللہ آیات قرآنی کو سن کر بڑھتا ہے اور جو کم نصیب ہیں ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر توحید کی تحقیق و تعلیم ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَلَا تَجْهَرْ

آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے سو اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ

پڑھیئے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیئے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے۔ اور کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اُسی اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں

يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ

جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے

وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے۔

قُلْ آپ کہدیں	اُدْعُوا تم پکارو	اللّٰهَ اللہ	اَوِ ادْعُوا یا تم پکارو	الرَّحْمٰنَ رحمٰن	اَیًّا مَّا جو کچھ بھی	تَدْعُوْا تم پکارو گے	فَلَهٗ سو اسی کیلئے
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی سب سے اچھے نام	وَلَا تَجْهَرْ اور نہ بلند کرو تم	بِصَلَاتِكَ اپنی نماز میں	وَلَا تُخَافِتْ اور نہ بالکل پست کرو تم	بِهَا اس میں			
وَابْتَغِ اور ڈھونڈو	بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان	سَبِيْلًا راستہ	وَقُلِ اور کہدیں	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِيْ وہ جس نے	
لَمْ يَتَّخِذْ نہیں بنائی	وَلَدًا کوئی اولاد	وَ اور	لَمْ يَكُنْ نہیں ہے	لَّهٗ اس کیلئے	شَرِيْكٌ کوئی شریک	فِي الْمُلْكِ سلطنت میں	
وَلَمْ يَكُنْ اور نہیں ہے	لَّهٗ اس کا	وَلِيٌّ کوئی مددگار	مِّنَ سبب	الذُّلِّ ناتوانی	وَكَبِّرْهُ اور اس کی بڑائی کرو	تَكْبِيْرًا خوب بڑائی	

تفسیر وتشریح

ان آیات کے اسباب نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایک روز دعاء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا اللہ یا رحمٰن فرمایا مشرکین نے سنا تو اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تو دو معبودوں کے پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو معبودوں کو پکارتے ہیں اس پر آیت کا پہلا ٹکڑا قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوا اور آیت کا دوسرا حصہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کے سبب نزول کی یہ روایت ہے کہ مکہ میں جب آپ نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تو مشرکین جنہیں قرآن کے سننے سے نفرت تھی قرآن اور حق تعالیٰ اور جبرئیل علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے اس پر آیت کا دوسرا جزو وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ نازل ہوا اور سورۃ کے اخیر آیت میں وحدانیت کاملہ کے اظہار کے لئے یہودیوں عیسائیوں عرب کے مشرکوں اور مجوسیوں کے عقائد باطلہ کی تردید فرمائی گئی تا کہ اسلامی توحید اور غیر اسلامی توحید میں فرق نمایاں ہو جائے۔ یہودی اور عیسائی بھی زبان سے اللہ کو ایک کہتے تھے مگر یہود حضرت عزیر اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہما السلام کو نعوذ باللہ اللہ کا بیٹا قرار دے کر شرک میں گرفتار تھے اسی طرح عرب کے بعض قبائل زبان سے مدعی توحید تھے مگر ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ فرقہ صابیہ اور فرقہ مجوس کا عقیدہ تھا کہ اگر اللہ کے مددگار نہ ہوتے تو وہ عاجز ہو جاتا۔ چونکہ یہ تمام عقائد شرک آمیز تھے اس لئے آخری آیت میں ان سب کی تردید فرما دی۔ یہ تو سبب نزول تھے ان آیات کے رہا مشرکین کا اعتراض کہ ہم کو دو معبودوں کے نام لینے سے منع کیا جاتا ہے اور خود اللہ کے سوا دوسرے خدا رحمٰن کو پکارتے ہیں اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ اللہ اور رحمٰن ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔ تم اس کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر بات ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں اور ہر ایک صفت کے لحاظ سے اس کا ایک علیحدہ نام ہے تو اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں اور ہر ایک صفت کے

لحاظ سے اس کا ایک علیحدہ نام ہے تو اللہ تعالیٰ کے جس قدر اسمائے حسنیٰ ہیں ان میں سے کوئی نام لے کر پکارو مقصود ایک ہی ہے۔ اس میں شرک سے کوئی علاقہ نہیں کیونکہ مسمیٰ تو ایک ہی ہے ہاں اسماء متعدد ہیں۔ شرک تو جب ہوتا جب مسمیٰ دوسرا ہوتا چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں یعنی ایک کم ۱۰۰ جو شخص یاد کرے ان کو داخل ہوگا جنت میں۔ نیز ان کو ورد کر کے ان کے توسل سے دعا مانگنا موجب قبولیت ہے۔

آگے مشرکین جو بلند آواز سے قرآن پڑھنے پر گستاخی کرتے تھے اسکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ اپنی جہری نمازوں میں نہ تو قرآن بہت پکار کر پڑھیے کہ جسے سن سن کر مشرکین خرافات بکیں اور قلب نماز میں مشوش ہو اور نہ بالکل آہستہ پڑھیے جو نمازیوں کو بھی نہ سنائی دے بلکہ دونوں کے درمیان ایک متوسط طریقہ اختیار کر لیجئے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم صرف مکہ میں انہی حالات کیلئے تھا۔ مدینہ میں جب حالات بدل گئے تو یہ حکم باقی نہ رہا۔

آخری اور خاتمہ آیت میں کفار پر رد کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ آپ علی الاعلان کہہ دیجئے کہ ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنی ہر صفت و کمال میں یگانہ ہے اور ہر قسم کے عیب و قصور اور نقص و فتور سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ اس کی ذات میں کسی طرح کی کمزوری نہیں جس کی تلافی کے لئے دوسرے کی حاجت پڑے۔ دوسرے سے مدد لینے میں تین صورتیں ہوسکتی ہیں چھوٹے سے مدد لی جائے جیسے باپ اولاد سے لیتا ہے یا برابر والے سے جیسے کہ ایک شریک کو دوسرے شریک سے مدد پہنچتی ہے یا بڑے سے جس طرح کمزور و ضعیف ذلت و مصیبت کے وقت بڑے آدمیوں سے مدد لیتے ہیں تو یہاں تینوں صورتوں کی نفی فرما دی گئی جس میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب کے عقائد کا رد ہو گیا اور توحید خالص کا اعلان فرمایا گیا۔

خلاصہ یہ کہ اس سورۃ کی ابتداء سبحان اللہ سے ہوئی اور آخری آیت الحمدللہ سے شروع ہوئی اور اللہ اکبر کے مفہوم پر ختم ہوئی اور بیچ کا مضمون صاف لا الٰہ الا اللہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح یہ سورۃ اللہ کی توحید و معرفت سے متعلق ہے۔ جس کے مفہوم کا خلاصہ یہ کلمات ہوئے سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

اس سورۃ کی آخری آیت کے متعلق علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے اور آپ نے اس آیت کا نام آیت العز یعنی عزت والی آیت رکھا تھا۔ بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جائے اس گھر میں کوئی آفت یا چوری نہیں ہوسکتی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بنی عبدالمطلب میں جب کوئی بچہ زبان کھولنے کے قابل ہوجاتا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا

اس کو سکھا دیتے تھے (مظہری) اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا اس طرح کہ میرا ہاتھ آپکے دست مبارک میں تھا۔ آپ کا گزر ایک ایسے صاحب پر ہوا جو بہت شکستہ حال اور پریشان تھے۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیسے ہوگیا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ بیماری اور تنگدستی نے یہ حال کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں چند کلمات بتلاتا ہوں۔ وہ پڑھو گے تو تمہاری بیماری اور تنگدستی جاتی رہے گی۔ وہ کلمات یہ تھے۔ **توکلت علی الحی الذی لایموت. الحمد لله الذی لم یتخذولداً ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل و کبره تکبیراً** اسکے کچھ عرصہ بعد پھر آپؐ اس طرف تشریف لے گئے تو اس کو اچھے حال میں پایا۔ آپؐ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ جب سے آپ نے مجھے یہ کلمات بتلائے تھے میں پابندی سے انکو پڑھتا ہوں۔ (مظہری)

الحمدللہ اس درس پر سورۂ بنی اسرائیل کا بیان ختم ہوا جس میں ۱۲ رکوع تھے۔ اس کے بعد ان شاء اللہ الرحمٰن سورۂ کہف کا بیان شروع ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰيَاتٍ وَّ اثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ ①

تمام خوبیاں اس اللہ کیلئے ثابت ہیں جس نے اپنے (خاص) بندہ پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِيْٓ وہ جس نے	اَنْزَلَ نازل کی	عَلٰى عَبْدِهٖ اپنے بندہ پر	الْكِتٰبَ کتاب	وَلَمْ يَجْعَلْ اور نہ رکھی	
	لَّهٗ اس میں	عِوَجًا کوئی کجی					

تفسیر وتشریح

الحمدللہ اب پندرھویں پارہ کی سورۂ کہف کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت صرف ایک ابتدائی آیت تلاوت کی گئی ہے اس کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی فضیلت، سبب نزول، مقام اور زمانہ نزول، وجہ تسمیہ، موضوع و مباحث تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کے پہلے ہی رکوع میں کہف کا لفظ آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اسی کو سورۃ کا نام دے دیا گیا۔ کہف کے معنی ہیں وسیع پہاڑی غار اس طرح اصحاب کہف کے معنی ہوئے غار والے۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے جب کہ مخالفین کی طرف سے ظلم و ستم اور مزاحمت نے شدت اختیار کر لی تھی۔ اس وقت جو مسلمان ستائے جا رہے تھے ان کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا گیا تا کہ ان کی ہمت بندھے اور انہیں معلوم ہو کہ اہل ایمان اپنا ایمان بچانے کے لئے پہلے کیا کچھ کر چکے ہیں۔

یہ سورۃ مشرکین مکہ کے تین سوالات کے جوابات میں نازل ہوئی تھی جو انہوں نے یہود مدینہ کے مشورہ اور سکھلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے۔ مشرکین مکہ نے یہود سے جا کر کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ کچھ ایسے سوال بتاؤ کہ جو امتحان کی غرض سے پوچھے جائیں۔ چنانچہ یہود مدینہ نے تین سوال سکھلائے کہ یہ جا کر پوچھو۔ اب یہاں دو روایات ہیں کہ یہود کے تین سوالات کیا تھے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ تین سوال یہ تھے۔

۱- ایک سوال روح کے متعلق تھا۔

۲- دوسرا سوال اصحاب کہف کے متعلق تھا اور تیسرا سوال ذوالقرنین کے متعلق تھا جس میں سے روح کے متعلق جواب گذشتہ سورۃ بنی اسرائیل میں دیا گیا اور باقی دو سوالوں کے جواب میں یہ سورۂ کہف نازل ہوئی اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کے تین سوالات یہ تھے۔

۱- اصحاب کہف کون تھے؟

۲- قصہ خضر اور موسیٰؑ کی کیا حقیقت ہے؟

۳- ذوالقرنین کا کیا قصہ ہے؟

یہ تینوں قصے عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخ سے متعلق تھے۔ حجاز میں اہل عرب میں ان کا کوئی چرچا نہ تھا اس لئے یہود نے امتحان کی غرض سے ان سوالات کا انتخاب کیا تھا تا کہ یہ بات کھل جائے کہ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی غیبی ذریعہ علم ہے یا نہیں۔ چنانچہ ان کے پوچھے ہوئے سوالات کے جوابات دیئے بلکہ ان تینوں قصوں کو پوری طرح اس صورتحال پر چسپاں بھی کر دیا جو اس وقت مکہ میں کفر و اسلام کے درمیان درپیش تھی۔ اصحاب کہف کے قصہ سے اہل ایمان کو یہ سبق دیا گیا کہ اگر کفار کا کہیں

غلبہ بے پناہ ہو اور ایک مومن کو ظالم معاشرے میں دین و ایمان پر قائم رہنا مشکل ہو تب بھی اس کو باطل کے آگے سر نہ جھکانا چاہئے۔ جس طرح خدائے قادر مطلق نے اصحاب کہف کو ایک مدت دراز یعنی کچھ اوپر تین سو سال تک مدت کی نیند سلا کر پھر جلا اٹھایا اسی طرح اس کی قدرت سے دوبارہ قیامت میں تمام انسانوں کو زندہ کر کے اٹھانا کچھ بعید نہیں۔ جس سے کفار انکار کرتے تھے۔

گویا اصحاب کہف کا واقعہ قیامت کی دلیل اس اعتبار سے ہے کہ جو خدا کئی سو سال سلانے کے بعد بیدار کر سکتا ہے وہ صدہا اور ہزارہا سال کی مدت کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے کیونکہ نیند اور خواب موت کا بھائی ہے۔ پس دونوں بھائیوں کا حکم یکساں ہے۔

اس کے بعد قصہ ذوالقرنین سنایا گیا۔

ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لے وہ آٹھ روز تک (یعنی اگلے جمعہ تک) ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ اور اگر دجال نکل آئے تو یہ اس کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص سورۂ کہف جمعہ کے دن تلاوت کرے اس کے قدم سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ہو جائے گا جو قیامت کے دن روشنی دے گا اور پچھلے جمعہ سے اس دن تک اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

حضرت ابو درداءؓ سے ایک روایت ہے کہ جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور ایک دوسری روایت میں یہی مضمون سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں یاد کرنے کے متعلق ہے۔

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ کہف پوری کی پوری ایک وقت میں نازل ہوئی۔ اور ۷۰ ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے جس سے اس کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے۔

اس تمہیدی بیان کے بعد اب ابتدائی آیت کی تشریح سنئے۔ سورۃ کی ابتداء اللہ عزوجل اپنی حمد و تعریف سے فرماتے ہیں یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ تعریف اور حمد و ثنا اور شکر کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے۔

سورۃ کے شروع میں نزول قرآن کا ذکر اس لئے فرمایا کہ قرآن عظیم آپ کی نبوت و رسالت کی برہان عظیم ہے اس لئے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دلیل کو ذکر فرمایا اس کے بعد اصحاب کہف کا قصہ منکرین نبوت کے شبہ کے جواب میں ذکر فرمایا۔ اور اس قرآن کریم کی صفت یہ بتلائی وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا یعنی اس کتاب یعنی قرآن مجید فرقان حمید میں ذرہ برابر کسی قسم کی کجی نہیں رکھی یعنی اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ نہ عبارت میں کہیں سے تناقص نہ عقائد میں کوئی اینچ پینچ۔ ہر بیان مدلل ہر حکم واضح تعلیم نہایت متوسط اور معتدل افراط و تفریط سے پاک ہر زمانہ اور طبیعت کے مناسب اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔

آگے قرآن پاک کی مزید صفات اور اس کے نازل کرنے کی غرض کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے قرآن پاک جیسی کتاب ہم کو عطا فرمائی۔

یا اللہ قیامت کے دن قرآن پاک کے متبعین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمایئے یا اللہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا یہاں قرآنی حکومت ہم کو دیکھنا نصیب فرما۔ اور قرآن کریم کے احکام کا یہاں نفاذ ہونے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

(اس کتاب کو) بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا تا کہ وہ ایک سخت عذاب سے جو کہ منجانب اللہ ہوگا ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دے

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝٢ مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝٣ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝٤ مَا لَهُمْ

کہ ان کو اچھا اجر ملے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور تا کہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ نہ تو اسکی

بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا

کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھی بڑی بھاری بات ہے جو ان کے مُنہ سے نکلتی ہے وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ بکتے ہیں۔

كَذِبًا ۝٥ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝٦ اِنَّا

سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دیدیں گے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بہ ہلاکت کردے) ہم نے

جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ

زمین پر کی چیزوں کو اس زمین کیلئے باعث رونق بنایا تا کہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔ اور ہم زمین پر کی

مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝٨ۭ

تمام چیزوں کو ایک صاف میدان (یعنی فنا) کردیں گے۔

قَيِّمًا ٹھیک سیدھی	لِيُنْذِرَ تا کہ ڈرسنائے	بَأْسًا عذاب	شَدِيْدًا سخت	مِنْ لَّدُنْهُ اس کی طرف سے	وَيُبَشِّرَ اور خوشخبری دے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں		
الَّذِيْنَ وہ جو	يَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں	الصّٰلِحٰتِ اچھے	اَنَّ لَهُمْ کہ ان کیلئے	اَجْرًا حَسَنًا اچھا اجر	مّٰكِثِيْنَ وہ رہیں گے	فِيْهِ اس میں	اَبَدًا ہمیشہ	
وَيُنْذِرَ اور وہ ڈرائے	الَّذِيْنَ قَالُوا وہ جن لوگوں نے کہا	اتَّخَذَ اللّٰهُ اللہ نے بنالیا ہے	وَلَدًا بیٹا	مَا نہیں	لَهُمْ بِهٖ ان کو اس کا	مِنْ عِلْمٍ کوئی علم		
وَلَا اور نہ	لِاٰبَآئِهِمْ ان کے باپ دادا کو	كَبُرَتْ بڑی ہے	كَلِمَةً بات	تَخْرُجُ نکلتی ہے	مِنْ سے	اَفْوَاهِهِمْ ان کے منہ	اِنْ نہیں	
يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	اِلَّا مگر	كَذِبًا جھوٹ	فَلَعَلَّكَ تو شاید آپ	بَاخِعٌ ہلاک کرنیوالا	نَفْسَكَ اپنی جان	عَلٰى پر	اٰثَارِهِمْ ان کے پیچھے	اِنْ اگر
لَّمْ يُؤْمِنُوْا وہ ایمان نہ لائے	بِهٰذَا اس	الْحَدِيْثِ بات	اَسَفًا غم کے مارے	اِنَّا بیشک ہم	جَعَلْنَا ہم نے بنایا	مَا جو	عَلَى الْاَرْضِ زمین پر	
زِيْنَةً زینت	لَهَا اس کیلئے	لِنَبْلُوَهُمْ تاکہ ہم انہیں آزمائش	اَيُّهُمْ کون ان میں سے	اَحْسَنُ بہتر	عَمَلًا عمل میں	وَاِنَّا اور بیشک ہم		
لَجٰعِلُوْنَ البتہ کرنے والے	مَا عَلَيْهَا جو اس پر	صَعِيْدًا صاف میدان	جُرُزًا بنجر					

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں بیان ہوا تھا کہ حمد وستائش اور تمام خوبیاں اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے لئے ہیں کہ جس نے اپنے خاص بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب یعنی قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کتاب کے دو وصف بیان فرمائے گئے۔ ایک وصف تو گذشتہ آیت میں بیان ہوا تھا۔ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا یعنی اس کتاب میں ذرا بھی کسی قسم کی کجی نہیں رکھی گئی۔ یہ تو

اس کتاب کے کمال ذاتی کی طرف اشارہ تھا۔ دوسرا وصف ان آیات میں فرمایا قَيِّمًا یعنی یہ کتاب قیم بھی ہے۔ یعنی بنی آدم کی سعادت دارین کی کسوٹی اور راہ راست اور ان کے تمام دنیوی و اخروی مصالح کی متکلف ہے۔ قیم اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کی مصالح کا متکلف ہو۔ اس قیم کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔ اول یہ کہ جس کا یہ قیم ہو اس کو پیش آنے والی ہلاکتوں سے مطلع کرے اور خوف دلادے دوسرے یہ کہ تدابیر حسنہ اور اعمال صالحہ کا مژدہ و خوشخبری بھی دے۔ تاکہ بری باتوں سے نفرت اور اعمال صالحہ کی طرف رغبت ہو اسی طرح قرآن پاک کی صفت قیم فرمائی یعنی قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے برے اعمال پر جو ہلاکتیں اور عذاب پیش آتے ہیں خواہ دنیا میں خواہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں ان سب سے بندوں کو متنبہ کرتا ہے اور مومنین کو دائمی خوشی اور ابدی راحت کی خوشخبری دیتا ہے۔ پھر مومنین کا وصف ذکر فرمایا گیا کہ مومنین کون ہیں؟ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جو عمل صالح کرتے ہیں تو ظاہر ہوا کہ قرآن پاک ان مومنین کو خوشخبری دیتا ہے جو کہ نیک کام کرنے والے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سعادت اخروی کے لئے محض ایمان لانا کافی نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ضروری ہے تو سعادت اخروی کے لئے دو چیزیں لازم ہوئیں۔ ایمان اور عمل صالح پھر ان دو چیزوں پر دو ہی وعدہ فرمائے جاتے ہیں۔ ایک اَجْرًا حَسَنًا یعنی ان کے لئے اچھا بدلہ ملے گا یعنی حیات ابدی اور نعمائے جنت۔ دوسرے مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا کہ وہ اس اجر یعنی بہشت میں ہمیشہ رہا کریں گے یہ نہیں کہ وہ چند روزہ ہو پھر خوف دلانا ایک تو عام لوگوں کو عام باتوں پر ہوتا ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور ایک خاص امر پر خوف دلانا ہوتا ہے تو عرب کے مشرکین فرشتوں کو نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے بلکہ اب تک کہتے ہیں اور بعض یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے۔ تو بالخصوص ان لوگوں کو قرآن پاک عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے جو نعوذ باللہ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس اعتقاد باطل پر ان کے پاس تو کیا ان کے باپ دادا کے پاس بھی کوئی یقین دلانے والی سند نہیں۔ محض وہم فاسد ہے کوئی تحقیق اور اصول نہ ان کے ہاتھ میں ہے نہ ان کے باپ دادا کے ہاتھ میں تھا جن کی اندھی تقلید میں ایسی بھاری بات یہ زبان سے نکال رہے ہیں۔ گویا خداوند تعالیٰ کی شان قدوسیت وسبوحیت کی ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اس کی جناب میں ایسی گستاخیاں کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے اور بالکل جھوٹ بکتے ہیں۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے چونکہ آپ تمام دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

اگر یہ کافر آپ کی اور قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے کو نہ گھلایئے۔ آپ کو اس قدر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ تبلیغ و دعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں۔ آپ تو بہر حال کامیاب ہیں۔ اشقیا اگر قبول نہ کریں تو ان ہی کا نقصان ہے۔ لہذا آپ ان کے کفر کے نتیجہ کی فکر میں نہ پڑیئے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی اسی طرح آپ کے متبعین مومنین صادقین کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ یہ جو کچھ دنیا کی زینت اور سامان بہار ہم نے پیدا کیا ہے یہ اس لئے ہے کہ اس میں اچھے اور بروں کا امتحان ہو جائے کہ کون اس کی رونق اور چند روزہ بہار اور دلفریبی پر دوڑتا ہے اور کون اسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے اور حلال حرام جائز و ناجائز کی تمیز

کر کے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف جھپٹتا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا تو آزمائش کی جگہ ہے اس عالم کو اللہ نے اسی لئے زینت دے رکھی ہے کہ جانچ لیں کون اس پر جھک کر آخرت سے غافل ہوتا ہے اور کون اس میں رہ کر سامان آخرت فراہم کرتا ہے۔ آخرکار ایک دن اللہ تعالیٰ سب کو نیست و نابود کر کے اس زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے جس میں گھاس پھونس اور درخت کا ایک پتہ تک نہ رہے گا۔ جو لوگ اس کے بناؤ سنگھار پر ریجھ رہے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ یہ زرق برق کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں۔ دنیا کے زمینی سامان خواہ کتنے ہی جمع کر لو اور مادی ترقی سے کیسا ہی ساری زمین کو لالہ و گلزار بنا لو جب تک آسمانی ہدایت اور روحانی دولت سے تہی دست رہو گے ابدی نجات اور فلاح سے ہم آغوش نہیں ہو سکتے۔ آخری اور دائمی کامیابی صرف انہی کے لئے ہے جو مولائے حقیقی کی خوشنودی پر دنیا کی ہر ایک زائل اور فانی خوشی کو قربان کرتے ہیں اور راہ حق پر چلنے سے کسی صعوبت سے نہیں گھبراتے۔

اسی سلسلہ میں آگے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی تسلی بھی کر دی کہ جس دنیا کی زندگی اور عیش و بہار پر مغرور ہو کر یہ منکرین حق کو ٹھکراتے ہیں وہ سب ایک دن کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی جائے گی۔ اور آخرکار سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا اس وقت سارے جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔

الغرض اصحاب کہف کے واقعہ حیرت خیز کا ذکر اگلی آیات سے شروع فرمایا جا رہا ہے جس کو قریش مکہ نے پوچھا تھا جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس دنیا میں جو آزمائش گاہ ہے مجھ کو اور آپ کو اور تمام امت مسلمہ کو حق پر قائم رہنے اور دین پر جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور اللہ پاک کی نازل کی ہوئی اس کتاب کا ہم کو متبع بنا دیں اور اس طرح ہمارے وجود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک بننا نصیب ہو۔ اللہ پاک نے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عرب کے کفار و مشرکین کو اپنی رحمت و ہدایت سے نوازا اور ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں نصیب فرمائیں اسی رحمت اور اسی رحمۃ للعالمین کے طفیل سے آج بگڑی ہوئی امت مسلمہ کو ہدایت و سنورنے کی غیب سے صورتیں ظاہر فرماویں۔ اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر قائم رہنے والے کفار و مشرکین کو سرزمین عرب سے نیست و نابود فرمایا اسی طرح آج بھی اعدائے دین اور مخالفین اسلام کی ہلاکت کی غیب سے صورتیں ظاہر فرماویں۔ اور اسلام کو غلبہ اور دشمنان دین کو مغلوب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز ہے۔وہ وقت قابل ذکر ہے

إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى

جب کہ ان نوجوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی پھر کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمایئے اور ہمارے لئے کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے۔

اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا

سو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا۔ پھر ہم نے اُن کو اُٹھایا تا کہ ہم معلوم کرلیں کہ ان دونوں گروہ میں سے کونسا گروہ

لَبِثُوْٓا أَمَدًا ﴿١٢﴾

ان کے رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا۔

أَمْ حَسِبْتَ کیا تم نے گمان کیا؟	أَنَّ کہ	أَصْحٰبَ الْكَهْفِ اصحاب کہف	وَ اور	الرَّقِيْمِ رقیم	كَانُوْا وہ تھے	مِنْ سے	
اٰيٰتِنَا عَجَبًا ہماری نشانیاں عجیب	إِذْ جب	أَوَى پناہ لی	الْفِتْيَةُ جوان	إِلَى طرف	الْكَهْفِ غار	فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	رَبَّنَا اے ہمارے رب
اٰتِنَا ہمیں دے	مِنْ لَّدُنْكَ اپنی طرف سے	رَحْمَةً رحمت	وَّهَيِّئْ اور مہیا کر	لَنَا ہمارے لئے	مِنْ أَمْرِنَا ہمارے کام میں	رَشَدًا درستی	
فَضَرَبْنَا پس ہم نے مارا	عَلٰى پر	اٰذَانِهِمْ ان کے کان	فِي الْكَهْفِ غار میں	سِنِيْنَ عَدَدًا کئی سال	ثُمَّ پھر	بَعَثْنٰهُمْ ہم نے انہیں اُٹھایا	
لِنَعْلَمَ تا کہ ہم دیکھیں	أَيُّ کون	الْحِزْبَيْنِ دونوں گروہ	أَحْصٰى خوب یاد رکھا	لِمَا لَبِثُوْا کتنی دیر رہے	أَمَدًا مدت		

تفسیر وتشریح

یہ گذشتہ درسوں میں بتلایا جا چکا ہے کہ قریش مکہ نے یہود کے سکھلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ اصحاب کہف کون تھے؟ اصحاب کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے انہوں نے خاص اہمیت دی تھی اس لئے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ ان آیات میں اجمالاً أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ کے نام سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں اور ان کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ یہ لوگ کون اور کس زمانہ کے تھے اس کی جزم و وثوق کے ساتھ قرآن پاک یا احادیث صحیحہ میں تفصیل نہیں۔ قرآن مجید کو بحث و سروکار چونکہ صرف عبرتوں، بصیرتوں اور اخلاقی اسباق و نتائج سے رہتی ہے اس لئے وہ تاریخی اور جغرافی تفصیلات کو اکثر نظرانداز کر دیتا ہے۔ بہرحال مفسرین قدیم وجدید کی اکثریت نے اسے مسیحی دور کی حکایت قرار دیا ہے۔ رومی شہنشاہ دقیانوس جس کا سن وفات ۲۵۱ء مورخین نے بیان کیا ہے اپنے مذہب بت پرستی میں بڑا سخت تھا۔ اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت اور شاہی خاندان سے تھا اور خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں ان کے دل خشیت الٰہی اور نور سے بھرپور تھے۔

بادشاہ کے روبرو جا کر بھی انہوں نے ایمانی جرأت اور استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ ان کی نوجوانی کا خیال آیا کچھ اور دوسرے مصالح مانع آئے کہ فوراً انہیں قتل نہ کیا۔ چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور اور نظر ثانی کر لیں۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جب کہ جبر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہر حال خطرہ ہے مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کریں۔ آخر ان نوجوانوں نے شہر سے خاموشی سے نکل کر کسی قریب پہاڑی غار میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تاکہ ضروریات خرید کر لا سکے اور شہر کے احوال سے بقیہ سب ساتھیوں کو مطلع کرتا رہا کرے۔ ان میں سے ایک جو اس کام پر معمور تھا اس نے ایک روز اطلاع دی کہ شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے اور ہمارے اقارب و اعزہ کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں۔ غار کے اندر یہ مذاکرہ ہو رہا تھا کہ ان سبھوں نے حق تعالیٰ سے فریاد اور دعاء کی۔ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی تشویش اور بے چینی دفع کرنے کے لئے ان پر دفعۃً نیند طاری کر دی۔ لکھا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا پتہ نہ لگا اور وہ کچھ اوپر تین سو سال تک سوتے رہے۔ ان کے ساتھ غار میں جاتے وقت ایک کتا بھی ساتھ ہو لیا تھا اور وہ غار کی دہلیز پر بیٹھ گیا اور خواب و بیداری میں اس کا بھی انہیں جیسا حال ہوا۔ تین صدیاں یونہی گزر گئیں۔ تخت روم پر کئی بادشاہ بدلے۔ آخر تین صدی بعد ایسا بادشاہ آیا کہ جو بت پرستی چھوڑ کر عیسائی مذہب پر تھا مگر اس کے عہد میں مر کر زندہ ہونے پر باہم بحث تھی۔ ایک فریق منکر تھا اور ایک فریق قائل۔ خود

بادشاہ کو تردد تھا۔ اور خدا تعالیٰ سے التجا کرتا تھا کہ اس امر میں اس کو کوئی شافی دلیل دکھا دے۔ خدا کی قدرت کہ ۳۰۹ برس بعد اصحاب کہف کی آنکھ کھلی۔ اللہ تعالیٰ نے اتنے عرصہ تک اپنی قدرت سے انہیں محفوظ رکھا۔ اب جب جاگے اور از سر نو زندگی عطا ہوئی تو انگڑائیاں لیتے ہوئے اور آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے اور باہم ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کس قدر سوئے۔ جس وقت اصحاب کہف غار میں سوئے تھے تو غروب آفتاب کا وقت تھا اور بیداری کا بھی قریب وہی وقت تھا۔ اس لئے ان میں سے کچھ کہنے لگے کہ تقریباً پورے دن ہم سوئے ہوں گے مگر جب اپنے سر کے بال اور ناخن بڑھے ہوئے دیکھے تو سمجھے کہ ہم عرصہ دراز تک سوئے ہیں اس لئے کچھ کہنے لگے کہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ ہم کتنی دیر سوئے۔ اب بھوک و پیاس بھی معلوم ہوئی۔ پھر یہ بھی فکر تھا کہ خدا جانے ہمارے بھاگنے کے بعد کیا فیصلہ ہوا اس لئے اپنے میں سے ایک کو شہر کی طرف روپیہ دے کر بھیجا کہ سرکاری آدمیوں سے بچتے بچاتے خوش تدبیری کے ساتھ شہر میں جائے اور چپکے سے کچھ کھانا خرید کر لائے۔ اور یہ ہدایت کی کہ اس طرح چھپ کر جائے کہ کسی کو معلوم نہ ہو کیونکہ یہ سمجھ رہے تھے کہ بادشاہ دقیانوس موجود ہے اور اسی کا زمانہ ہے اگر وہ قابو پا جاوے گا تو یا قتل کر ڈالے گا یا اپنے مذہب بت پرستی پر مجبور کرے گا۔ پس ایک شخص ان میں سے غار سے نکلا اور لوگوں سے بچتے ہوئے شہر کے دروازہ پر آیا تو اس کی ہیئت بدلی ہوئی پائی۔ حیرت ہوئی کہ یہ شہر کیا ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے دروازہ پر گیا تو اس کا نقشہ بھی بدلا ہوا پایا۔ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ نہ وہ بازار ہے نہ وہ آدمی ہیں نہ وہ قدیم عمارتیں ہیں۔ نہ وہ طرز معاشرت ہے۔ یا تو کوئی عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیوا نہ تھا یا اب بہتیرے آدمی دین دار اور شکل و شباہت سے نیکو کار نظر آتے

ہیں۔غرض اسی حیرانی میں ایک دوکاندار سے کچھ کھانے کا سامان خریدنے کے لئے سکہ نکالا۔دوکاندار پرانا سکہ دیکھ کر حیران اور متعجب ہوا اور شبہ ہوا کہ اس کو کہیں گڑا ہوا خزانہ ملا ہے۔بازار میں بھیڑ لگ گئی۔لوگ پوچھنے لگے کہ سچ بتاؤ تم کون ہو اور یہ روپیہ تم کو کہاں سے ملا؟ ضرور کوئی پرانا دفینہ تم نے پایا۔آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ وقت کے روبرو پیش ہوئے۔اس نے پوچھا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ کہاں کے ہو؟ اور یہ روپیہ کہاں سے لائے ہو؟ آخرالامر انہوں نے سب سرگذشت بیان کی۔

اس بادشاہ نے تسلی دی کہ دقیانوس کے زمانہ کو کئی سو برس گزر گئے۔اب میں بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا ہوں۔ارکان دولت اور بادشاہ نے دیگر قرائن اور تحقیقات سے معلوم کرلیا کہ یہ وہی لوگ ہیں۔اس طرح سب کو مرکر دوبارہ زندہ ہونے پر یقین آ گیا۔پھر بادشاہ مع ارکان دولت ان کو ساتھ لے کر غار پر پہنچا جہاں ان کے دوسرے ساتھی چھپے ہوئے تھے۔اور انتظار کررہے تھے۔انہوں نے کہا کہ پہلے غار کے اندر مجھے جانے دو تاکہ میرے ساتھی بھیڑ دیکھ کر نہ گھبرائیں۔وہ غار میں گئے اور پھر باہر نہ آئے۔بادشاہ نے بہت کوشش کی کہ اندر جاکر تلاش کرے مگر قضاوقدر نے راستہ نہ دیا۔خدا جانے وہ دوبارہ سوگئے۔یا وفات پا گئے بادشاہ نے پتھر یا سیسہ کی تختی کا کتبہ غار کے دہانہ پر اصحاب کہف کے متعلق لگوادیا اور وہاں بطور یادگار ایک عبادت گاہ بنوا دی۔انہی کے قصہ کی طرف اجمالاً ان آیات میں اشارہ فرمایا گیا۔

یہاں جو اصحاب کہف کی دعاء نقل فرمائی

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا اس سے یہ تعلیم دینی مقصود ہے کہ جو شخص دنیوی جوروستم اور کفروشرک سے بھاگ کر خداتعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔اس کو سب سے پہلے اللہ سے نزول رحمت کی دعاء اور انجام بخیر ہونے کی التجا کرنی ضروری ہے۔

پھر یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ جو قوم اللہ کی ہوجاتی ہے اور تضرع و زاری کے ساتھ اللہ سے دعاء کرتی ہے تو خداوند تعالیٰ اس کی بہبودی اور عافیت کے سامان خود فراہم کردیتا ہے اور کوئی قہار جابر حکومت بھی اس کا بال بیکا نہیں کرسکتی۔

الغرض ان آیات میں تو اصحاب کہف کا قصہ اجمالاً ذکر فرمایا گیا۔اگلی آیات سے تفصیلاً یہ قصہ ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی نوازے اور ہمارے ہر کام میں کامیابی اور درستی عطا فرمائے۔اور ہمیں ہر حال میں اپنے طرف رجوع کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

یا اللہ ہماری بہبودی اور صلاح وفلاح دارین کے اسباب ظاہر فرمادے اور ہم سب کو انجام کی خیر خوبی نصیب فرمادے۔

یا اللہ ہم کو بھی دین حق پر سختی اور مضبوطی سے ہر حال میں جمے رہنے کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا

ہم اُن کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کردی تھی۔ اور ہم نے

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ

اُن کے دل مضبوط کردیئے۔ جبکہ وہ (دین میں) پختہ ہوکر کہنے لگے کہ ہمارا ربّ تو وہ ہے) جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم تو اُس کو چھوڑ کر کسی معبود کی

اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ

عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی ہی بیجا بات کہی۔ یہ جو ہماری قوم ہے انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں پر

بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے تو اس شخص سے زیادہ کون غضب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگاوے۔ اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہوگئے ہو اور اُن کے معبودوں سے بھی

اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

مگر اللہ سے (الگ نہیں ہوئے) تو تم (فلاں) غار میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کردیگا۔

نَحْنُ ہم	نَقُصُّ بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تجھ سے	نَبَاَهُمْ ان کا حال	بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک	اِنَّهُمْ بیشک وہ	فِتْيَةٌ چند نوجوان	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے	
بِرَبِّهِمْ اپنے رب پر	وَزِدْنٰهُمْ هُدًى اور ہم نے اور زیادہ دی انہیں۔ ہدایت	وَرَبَطْنَا اور ہم نے گرہ لگادی	عَلٰى پر	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	اِذْ جب			
قَامُوْا وہ کھڑے ہوئے	فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	رَبُّنَا ہمارا رب	رَبُّ پروردگار	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	لَنْ نَّدْعُوَا۟ ہم ہرگز نہ پکاریں گے		
مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوائے	اِلٰهًا کوئی معبود	لَقَدْ قُلْنَآ البتہ ہم نے کہی	اِذًا اس وقت	شَطَطًا بے جا بات	هٰٓؤُلَآءِ یہ ہے	قَوْمُنَا ہماری قوم		
اتَّخَذُوْا انہوں نے بنالئے	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اٰلِهَةً اور معبود	لَوْ کیوں	لَا يَاْتُوْنَ وہ نہیں لاتے	عَلَيْهِمْ ان پر	بِسُلْطٰنٍ کوئی دلیل		
بَيِّنٍ واضح	فَمَنْ پس کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنِ اس سے جو	افْتَرٰى افترا کرے	عَلَى پر	اللّٰهِ اللہ	كَذِبًا جھوٹ	وَاِذِ اور جب
اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ تم نے ان سے کنارہ کرلیا	وَ اور	مَا يَعْبُدُوْنَ جو وہ پوجتے ہیں	اِلَّا اللّٰهَ اللہ کے سوا	فَاْوٗٓا تو پناہ لو	اِلَى طرف	الْكَهْفِ غار		
يَنْشُرْ لَكُمْ پھیلا دے گا تمہیں	رَبُّكُمْ تمہارا رب	مِّنْ سے	رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت	وَيُهَيِّئْ مہیا کرے گا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ سے		
اَمْرِكُمْ تمہارے کام	مِرْفَقًا سہولت							

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا تذکرہ اجمالاً فرمایا گیا تھا۔ اب یہاں سے اس قصہ کی تفصیلات شروع ہوتی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ ان نوجوانوں نے یعنی اصحاب کہف نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تھا اور اپنے پروردگار پر ان سب کا ایمان تھا۔ چونکہ وہ دل سے مومن ہو چکے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو مزید ہدایت اور ایمان پر استقلال عطا فرمایا اور ان کے دلوں میں ہمت وجرأت پیدا کردی۔ انہوں نے اپنے ظالم بت پرست بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوکر صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تیری دھمکیوں میں آ کر شرک کرنے والے نہیں۔ ہمارا رب تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم سے یہ ہرگز نہ ہوگا کہ اسے چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا رب کہیں جنہیں تم نادانی سے پوجتے ہو۔ یہ ہماری عقل

کے خلاف ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ سوائے اس تمام کائنات کے بنانے والے کے ہمارا رب کوئی اور بھی ہوسکتا ہے۔ معاذ اللہ اگر ہم ایسی بات منہ سے نکالیں۔ یعنی معبود حقیقی کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا رب کہیں تو یہ پرلے درجے کی حماقت ہوگی جسے عقل کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس کے بعد ان صاحب ایمان جوانوں نے کہا کہ معلوم نہیں ہماری قوم کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ ایسے قدرت والے اللہ کو جو سب کو پال رہا ہے اور ہر ایک کی ضرورت کی ساری چیزیں اپنی رحمت سے عطا کر رہا ہے۔ جس کی بخشش کی کوئی انتہا نہیں اور جس کا رحم و کرم بے حد و حساب ہے۔ اسے چھوڑ کر بے جان بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے پاس کفر و شرک کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ عزوجل کے ماننے والوں کے پاس تو فقط ایک اللہ کو ماننے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں بے بس نظر آتی ہے نہ کسی کے اپنے بس میں جینا ہے نہ مرنا۔ پھر ان بے بس مخلوقات سے جنہیں اپنے ہلنے جلنے تک کی بھی قدرت نہیں یہ توقع رکھنا کہ یہ کسی کی مدد کریں گے۔ عقل سلیم کے بالکل خلاف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کی اوچھی نظر اور بے بنیاد خیالات نے ان کی عقل کو دبا دیا ہے اور بے ہودہ توہمات میں پھنسا دیا ہے یہ ایک بالکل بے بنیاد بات کو واقعی بات سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ خود ان کی عقل اگر اسے ان توہمات کی الجھنوں سے نکلنا نصیب ہو جائے تو صاف گواہی دے گی کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کو معبود بنانا جھوٹی بات ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں پھر ان سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے۔ یہ اہل ایمان نوجوان ان بادشاہ کے ملازم بھی تھے۔ ان کی اس تقریر پر بادشاہ جابر بہت برہم ہوا اور حکم دیا کہ یا تو بتوں کو سجدہ کرو ورنہ قتل کیے جاؤ گے یا روئی میں لپیٹ کر جلائے جاؤ گے۔ تب ان نوجوانوں نے کچھ مہلت طلب کی یا خود کسی مصلحت کی بناء پر بادشاہ نے ان کو مہلت دی۔ تو انہوں نے اپنے مقام پر واپس آ کر مشورہ کیا اور آپس میں کہنے لگے کہ جب تم اپنی مشرک قوم اور ان کے بتوں سے کھلم کھلا الگ ہو گئے اور ان سے کنارہ کشی کر لی تو اب پہاڑوں کے بیچ میں جو غار ہے چلو اس غار میں جا چھپو اور وہاں اپنا ٹھکانا بناؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت تم پر نازل فرمائے گا اور ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ تمہیں آرام و چین نصیب ہوگا اور اس بادشاہ کی تم تک پہنچ نہ ہوگی۔

اس قصہ کی ان آیات سے کئی باتیں معلوم ہوئیں (۱) ایک یہ کہ جو لوگ راہ خدا کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پروردگار پر ایمان صادق رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہدایت عطا فرماتا ہے اور ہدایت پر ثابت قدم رکھتا ہے (۲) دوسرے یہ کہ اہل ایمان کو اظہار حقانیت و اعلان صداقت میں بے باک اور نڈر ہونا چاہئے۔ کسی پر جبروت طاقت سے مرعوب نہ ہونا چاہئے (۳) تیسرے یہ کہ شرک اور غیر اللہ کی پرستش کا کوئی واضح ثبوت ممکن نہیں اور جس بات کا ثبوت نہ ہو وہ واجب الترک ہے۔ (۴) چوتھے یہ کہ اپنی طرف سے شرعی مسائل یا عقائد کا فیصلہ کرنا اور اس فیصلہ کو بغیر کسی ثبوت کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بڑا ظلم اور حق تعالیٰ پر بہتان تراشی اور افترا بندی ہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ جو مادی وسائل و ذرائع سے نظر اٹھا کر اللہ عزوجل کی طرف دل و جان سے متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یقیناً ان کی مدد فرماتا ہے۔

یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ قصہ اصحاب کہف ٹھیک اس صورت حال پر چسپاں ہوتا ہے جو اس سورۃ اور ان آیات کے نزول کے وقت مکہ میں کفر و اسلام کے درمیان درپیش تھی۔ ان مومنین صادقین کو استقامت اور دین پر ثابت قدم رکھنے اور کفار مکہ کے ظلم و ستم کے مقابلہ میں بلند ہمت بنانے اور وہاں سے ہجرت کی ترغیب دینے میں کس درجہ مؤثر تعلیم و تلقین اس قصہ میں دی گئی ہے۔ مقصود قرآن یعنی توحید کی دعوت و تبلیغ اور شرک کا رد و ابطال کس معنیٰ خیز پیرایۂ میں فرمایا گیا ہے۔ نیز اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سابق اہل کتاب میں سے بھی پکے موحدین گزرے ہیں یہ نہیں کہ موجودہ عیسائیوں کی طرح ابتدا ہی سے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نعوذ باللہ خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ موجود تھا۔ یہ باطل اور شرک آمیز عقیدہ تو بعد کے گمراہ نصاریٰ کی پیداوار ہے۔

ابھی اصحاب کہف کا قصہ اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ

اور اے مخاطب جب دُھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ غار سے داہنی جانب کو بچی رہتی ہے اور جب وہ چھپتی ہے تو (غار کے) بائیں طرف

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِىْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ

ہٹی رہتی ہے اور وہ لوگ اُس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ

اور جس کو وہ بے راہ کردیں تو آپ اُس کیلئے کوئی مددگار راہ بتلانے والا نہ پاویں گے۔ اور اے مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے

وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِ اطَّلَعْتَ

اور ہم انکو (کبھی) داہنی طرف اور (کبھی) بائیں طرف کروٹ دے دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا اگر (اے مخاطب) تو

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر اُن کی دہشت سما جاتی۔

وَتَرَى اور تم دیکھو گے	الشَّمْسَ سورج	اِذَا جب	طَلَعَتْ وہ نکلتی ہے	تَّزٰوَرُ بچ کر جاتی ہے	عَنْ سے	كَهْفِهِمْ انکا غار	ذَاتَ الْيَمِيْنِ دائیں طرف
وَاِذَا اور جب	غَرَبَتْ وہ ڈھل جاتی ہے	تَّقْرِضُهُمْ اُن سے کترا جاتی ہے	ذَاتَ الشِّمَالِ بائیں طرف	وَهُمْ اور وہ	فِىْ میں	فَجْوَةٍ کھلی جگہ	مِّنْهُ اس کی
ذٰلِكَ یہ	مِنْ سے	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی نشانیاں	مَنْ جو	يَّهْدِ ہدایت دے	اللّٰهُ اللہ	فَهُوَ الْمُهْتَدِ پس وہ ہدایت یافتہ	وَمَنْ اور جو / يُّضْلِلْ وہ گمراہ کرے
فَلَنْ تَجِدَ پس تو ہرگز نہ پائے گا	لَهٗ اس کیلئے	وَلِيًّا کوئی رفیق	مُّرْشِدًا سیدھی راہ دکھانے والا	وَتَحْسَبُهُمْ اور تو انہیں سمجھے	اَيْقَاظًا بیدار		
وَهُمْ حالانکہ وہ	رُقُوْدٌ سوئے ہوئے	وَّنُقَلِّبُهُمْ اور ہم بدلواتے ہیں انہیں	ذَاتَ الْيَمِيْنِ دائیں طرف	وَ اور	ذَاتَ الشِّمَالِ بائیں طرف	وَكَلْبُهُمْ اور انکا کتا	
بَاسِطٌ پھیلائے ہوئے	ذِرَاعَيْهِ دونوں ہاتھ	بِالْوَصِيْدِ دہلیز پر	لَوِ اطَّلَعْتَ اگر تو جھانکتا	عَلَيْهِمْ ان پر	لَوَلَّيْتَ تو پیٹھ پھیرتا	مِنْهُمْ ان سے	
فِرَارًا بھاگتا ہوا	وَّلَمُلِئْتَ اور تو بھر جاتا	مِنْهُمْ ان سے	رُعْبًا دہشت میں				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا قصہ یہاں تک بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ آپس میں مشورہ کر کے ایک پہاڑی غار میں چھپ کر چلے گئے اور حق تعالیٰ سے دعا کی رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا جس پر حق تعالیٰ نے ان پر ایک نیند غار میں طاری کر دی اور لیٹ کر سو گئے۔ اسی قصہ میں آگے یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ ۳۰۹ برس تک اسی غار میں سوتے رہے۔

اب ان آیات میں اس کیفیت کو بیان کیا جا رہا ہے جو اصحاب کہف پر نیند طاری ہونے کی حالت میں گزری۔ یعنی اس غار کی اندر سے کیا حالت تھی۔ دھوپ یا تازہ ہوا پہنچنے یا نہ پہنچنے کی کیا کیفیت تھی؟

ایک طویل مدت تک خواب کی حالت میں رہنے کی کیا شکل تھی؟ کیا ایک ہی کروٹ پر سویا کئے؟ یا زندہ انسانوں کی طرح کروٹیں

بدلتے رہتے تھے؟ ان کے ساتھ جو کتا ہولیا تھا وہ کس طرح وفاداری کا حق ادا کر رہا تھا۔ اس مجموعی کیفیت کا اثر باہر سے جھانک کر دیکھنے والے انسان پر کیسا پڑتا تھا؟ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں مامون اور مطمئن ہو کر آرام کرتے رہے۔ غار ایسی وضع اور ہیئت پر واقع ہوا تھا کہ جس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی اور بدوں ایذا دیئے نکل جاتی یعنی دھوپ نہ ان پر چڑھتے وقت پڑتی تھی اور نہ ڈھلتے وقت۔ کوہستانی غار اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ اندر ہی اندر بہت دور تک چلے جاتے ہیں کہیں تنگ اور کہیں کشادہ یہ جگہ جہاں یہ اصحاب کہف اہل توحید مقیم تھے تنگ نہ تھی خوب کشادہ تھی۔ بیچ میں فرمایا جاتا ہے کہ یہ قصہ جو اوپر بیان ہوا یہ حق تعالیٰ کی قدرت حکمت اور ربوبیت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور ظاہری و باطنی رہنمائی سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ دیکھ لو جب دنیا بچل رہی تھی کس طرح اصحاب کہف کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی راہ بتلائی کہ جس کا دہانہ اگرچہ تنگ ہے مگر اس کے اندر بہت کافی وسعت ہے کہ وہاں برسوں تک خدا کے نیک بندے دنیا کے علائق سے جدا ہو کر بحالت خواب بسر کر سکے جب کہ سامان خورد و نوش اور دیگر وسائل دنیوی سے قطعاً محروم تھے یہ ایسے امور ہیں جو خدا تعالیٰ کی کھلی نشانیاں کہی جا سکتی ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس طرح کے خدائی نشانات کو دیکھ کر اور سن کر سب ہی توحید کے قائل ہو جاتے لیکن ہدایت پاتا وہی ہے جس کے شامل حال توفیق الٰہی ہوتی ہے اور جسے وہ ان کے پاداش عمل میں گمراہی میں پڑا رہنے دے ان کی ہدایت یابی کی کوئی صورت نہیں۔

آگے پھر اصحاب کہف کی حالت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اگرچہ ان پر اعجازی رنگ میں نیند مسلط کر دی گئی تھی مگر ان کے نورانی چہروں کی رونق و تازگی اور ان کی آنکھوں کا سوتے میں کھلا ہوا دیکھ کر انہیں جاگتا ہوا ہی سمجھے جو دیکھے۔ حق تعالیٰ نے ان لوگوں میں شان ہیبت و جلال اور اس مکان میں دہشت ایسی رکھی تا کہ لوگ تماشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں اور وہ سوتے ہی میں کبھی داہنی اور کبھی بائیں طرف کروٹ لیتے۔ پھر ان کے کتے کا ذکر فرمایا کہ جو ان کے ساتھ غار نشین ہو گیا تھا کہ وہ غار کی دہلیز پر اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا تھا جیسا کہ اس جانور کی عام عادت ہے تو یہ سب امور ان کے اسباب حفاظت تھے کہ ان کو اس حالت میں کوئی دور سے جھانک کر بھی دیکھتا تو ان سے بوجہ دہشت کے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا۔

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ اور ان کا کتا دونوں ہاتھ پھیلائے غار کے دہانہ پر موجود تھا۔ تو اس جملہ کی تفسیر کے سلسلہ میں علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے ''سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے اس کتے کی کتنی شان ہوگئی اور اس کو کیسی عزت بخشی گئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر خیر کیا گیا۔ پھر علامہ لکھتے ہیں کہ ان اصحاب کہف میں سے کسی کا یہ شکاری کتا تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا تھا چونکہ وہ باورچی بھی اصحاب کہف میں شامل تھا ان کا کتا ان کے پیچھے لگ لیا تھا۔ واللہ اعلم مگر علامہ ابن کثیرؒ نے اس موقع پر ایک نکتہ یہ خوب لکھا ہے کہ کتا بطور پہرہ دار کے غار کے باہر دہلیز پر بیٹھا تھا اور باہر اس لئے بیٹھا تھا کہ جس گھر کے اندر کتا تصویر یا جنبی یعنی نہانے کی حاجت والا آدمی ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے''۔

یہاں اس موقع پر اصحاب کے کتے کا حال سن کر ہمارے اس زمانہ کے بعض فرنگی تہذیب کے دلدادہ کہیں اپنی سگ پروری کی

شوقینی کی وقعت اپنے ذہن میں نہ لے آویں اس لئے یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلامیہ میں باوجود اس جانور کی عام عادت وفاداری اور آقا پرستی کے اس کو خبیث اور نجس قرار دیا گیا ہے۔ اور بلا ضرورت کتا پالنا ناجائز اور ممنوع ہے اور احادیث صحیحہ میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ (۱) ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتے یعنی رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

(۲) ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو (یعنی جاندار کی تصویر) یا جنبی یعنی نہانے کی حاجت والا آدمی ہو یا کتا موجود ہو۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

غرض حکم شرعی کو بلا نزاع مان لینا واجب ہے ہاں ماننے کے بعد تحقیق حکمت کے لئے بطور استفادہ کے اگر غور کیا جاوے تو وجہ بھی نکل آتی ہے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے خود اپنا ایک واقعہ آگے لکھا ہے کہ میں ایک بار ریل میں سفر کرتا تھا ایک نوجوان کتا لئے ہوئے سوار تھے اور انہوں نے کتے کے کمالات بیان کر کے یہی سوال کیا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب بیشک کتے میں یہ کمالات ہیں مگر اس میں ایک عیب ایسا سخت ہے جس نے تمام کمالات پر خاک ڈال دی کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہے۔ اپنے ہم جنس کو دیکھ کر اس کی جو کیفیت ہوتی ہے سب کو معلوم ہے۔ چونکہ جواب صحیح تھا اور سائل کے مذاق کے موافق بھی تھا بس دم بخود ہو گئے۔ بلکہ خوش ہو کر موافقت کر لی۔ آگے حضرتؒ لکھتے ہیں کہ بعض لوگ زبردستی کی ضرورتیں تراش لیتے ہیں کہ ہم نے حفاظت مکان کے لئے پالا ہے۔ صاحبو اللہ تعالیٰ ارادہ اور نیت کو دیکھتے اور جانتے ہیں۔ جب خاص مقصد تفریح سے پالتے ہیں تو ایسی تصنیفی ضرورت سے اجازت نہیں ہو سکتی"۔

یہاں اس درس میں کتے اور ضمناً تصویر کے متعلق درمیان میں یہ مضمون اصحاب کہف کے کتے کے سلسلہ میں آ گیا تھا جو ضروری سمجھ کر عرض کیا گیا۔ ابھی اصحاب کہف کا قصہ اور حالات اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہدایت آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو آپ ہدایت بخشیں وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو آپ ہدایت نہ دیں اس کے لئے ہدایت پانے کی کوئی صورت نہیں۔ یا اللہ ہم آپ ہی سے ہدایت کے طالب ہیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے واسطے سے درخواست کرتے ہیں کہ اس پرفتن دور میں ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھئے اپنا کرم و رحم ہمارے شامل حال رکھئے۔ اپنے احکام کی اطاعت اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرمایئے اور اصحاب کہف کی دعا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ہمارے حق میں قبول فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا

اوراسی طرح ہم نے اُن کو جگادیا تا کہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں، اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (حالتِ نوم میں) کس قدر رہے ہوگے؟ بعضوں نے کہا

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى

کہ (غالباً) ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے دوسرے بعضوں نے کہا کہ یہ تو تمہارے خدا ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر رہے اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو

الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ

پھر وہ شخص تحقیق کرے کہ کونسا کھانا حلال ہے سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آوے اور (سب) کام خوش تدبیری سے کرے، اور کسی کو تمہاری خبر

اَحَدًا ۝۱۹ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا

نہ ہونے دے (کیونکہ) اگر وہ لوگ کہیں تمہاری خبر پاجاویں گے تو تم کو یا تو پتھروں سے مار ڈالیں گے یا تم کو (جبراً) اپنے طریقہ میں پھر کرلیں گے اور ایسا ہوا تو تمکو

اِذًا اَبَدًا ۝۲۰ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا

کبھی فلاح نہ ہوگی۔ اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کردیا تا کہ وہ لوگ اس بات کا یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں

رَيْبَ فِيْهَا ڃ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ

وقت بھی قابلِ ذکر ہے جبکہ اُس زمانہ کے لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑ رہے تھے سو ان لوگوں نے کہا کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنوادو ان کا رب انکو خوب جانتا تھا

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے انہوں نے کہا، کہ ہم تو ان کے پاس ایک عبادت خانہ بنادیں گے۔

وَكَذٰلِكَ اوراسی طرح	بَعَثْنٰهُمْ ہم نے انہیں اٹھایا	لِيَتَسَآءَلُوْا تا کہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں	بَيْنَهُمْ آپس میں	قَالَ کہا	قَآئِلٌ ایک کہنے والا		
مِنْهُمْ ان میں سے	كَمْ لَبِثْتُمْ تم کتنی دیر رہے	قَالُوْا انہوں نے کہا	لَبِثْنَا ہم رہے	يَوْمًا ایک دن	اَوْ یا	بَعْضَ يَوْمٍ ایک دن کا کچھ حصہ	
قَالُوْا انہوں نے کہا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا لَبِثْتُمْ جتنی مدت تم رہے	فَابْعَثُوْٓا پس بھیجو تم	اَحَدَكُمْ اپنے میں سے ایک		
بِوَرِقِكُمْ اپنا روپیہ دے کر	هٰذِهٖ یہ	اِلَى طرف	الْمَدِيْنَةِ شہر	فَلْيَنْظُرْ پس وہ دیکھے	اَيُّهَا کونسا	اَزْكٰى پاکیزہ تر	طَعَامًا کھانا
فَلْيَاْتِكُمْ تو وہ تمہارے لئے لے آئے	بِرِزْقٍ کھانا	مِنْهُ اس سے	وَلْيَتَلَطَّفْ اور نرمی کرے	وَ اور	لَا يُشْعِرَنَّ اور وہ خبر نہ دے بیٹھے		
بِكُمْ تمہاری	اَحَدًا کسی کو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	اِنْ يَّظْهَرُوْا اگر وہ خبر پالیں گے	عَلَيْكُمْ تمہاری	يَرْجُمُوْكُمْ تمہیں سنگسار کردیں گے	اَوْ یا	
يُعِيْدُوْكُمْ تمہیں لوٹالیں گے	فِيْ میں	مِلَّتِهِمْ اپنی ملت	وَ اور	لَنْ تُفْلِحُوْٓا تم ہرگز فلاح نہ پاؤ گے	اِذًا اس صورت میں	اَبَدًا کبھی	
وَكَذٰلِكَ اوراسی طرح	اَعْثَرْنَا ہم نے خبردار کردیا	عَلَيْهِمْ ان پر	لِيَعْلَمُوْٓا تا کہ وہ جان لیں	اَنَّ کہ	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	وَاَنَّ اور یہ کہ
السَّاعَةَ قیامت	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں	فِيْهَا اس میں	اِذْ جب	يَتَنَازَعُوْنَ وہ جھگڑتے تھے	بَيْنَهُمْ آپس میں	اَمْرَهُمْ ان کا معاملہ	

فَقَالُوا تو انہوں نے کہا	ابْنُوا بناؤ	عَلَيْهِمْ ان پر	بُنْيَانًا ایک عمارت	رَبُّهُمْ ان کا رب	أَعْلَمُ بِهِمْ خوب جانتا ہے انہیں	قَالَ کہا
الَّذِينَ غَلَبُوا وہ لوگ جو غالب تھے	عَلَىٰ پر	أَمْرِهِمْ اپنے کام	لَنَتَّخِذَنَّ ہم ضرور بنائیں گے	عَلَيْهِمْ ان پر	مَسْجِدًا ایک مسجد	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کی اس کیفیت کو بیان فرمایا گیا تھا جوان پر غار میں نیند طاری ہونے کے بعد گزری تھی اور حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے وہاں جو اسباب جمع فرمادیئے تھے اس کے بعد آگے ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اصحاب کہف کو مدت دراز تک بغیر کسی تغیر کے محفوظ رکھا اور اتنی لمبی نیند سلایا اسی طرح کمال قدرت کے اظہار کے لئے ان کو بیدار کیا اور ان کو اس لمبی نیند سے جگایا۔ اب جب اصحاب کہف بیدار ہوئے تو اٹھے اور آپس میں مذاکرہ کرنے لگے اور باہم ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ ان میں سے بعض نے جواب دیا کہ غالباً ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم سوئے ہوں گے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ اس تفتیش کی اب کیا ضرورت ہے۔ یہ تو ٹھیک ٹھیک تمہارے خداوند تعالیٰ ہی کو خبر ہے کہ تم یہاں کتنا سوئے۔ اس وقت تک سینکڑوں برس سونے کا انہیں علم نہ تھا اور یہی سمجھ رہے تھے کہ وہی جابر ظالم بت پرست بادشاہ دقیانوس موجود ہوگا۔ اور ہماری تلاش میں سرکاری آدمی گھوم رہے ہوں گے۔ سو کر اٹھنے کے بعد بھوک و پیاس بھی معلوم ہو رہی تھی اور کھانے کا کچھ سامان موجود نہ تھا اس لئے اپنوں میں سے ایک کو دقیانوسی سکہ دیکر شہر جانے کو کہا اور ہدایت اور تاکید کی کہ خوش تدبیری سے چھپتے چھپاتے جانا اور دانشمندی کے ساتھ کھانے کا حلال سامان خرید کرنا۔ کیونکہ ان کے غار میں پوشیدہ ہونے کے وقت بتوں کا ذبیحہ بکثرت بکتا تھا۔ اس لئے جانے والے کو بتا کید سب کام خوش تدبیری سے کرنے کی ہدایت کی تاکہ کسی شہر والے کو پتہ نہ چل سکے۔ ایسا نہ ہو کہ شہر والوں کو پتہ لگ جائے اور پھر شاہی آدمی ہمیں پکڑ لیں۔ کیونکہ گرفتار کرنے کے بعد یا تو ہم کو سنگسار کر کے مار ڈالا جائے گا یا جبر واکراہ دین حق سے ہٹایا جائے گا۔ ایسا ہوا تو جو اعلیٰ کامیابی اور فلاح کی صورت ہم چاہتے ہیں وہ کبھی حاصل نہ ہوگی۔

الغرض ایک ان میں سے روپیہ لے کر شہر میں داخل ہوا۔ اب اس کے بعد کا قصہ یعنی ان کا شہر میں جانا شہر کی عمارت' بازار طرز معاشرت' اور مذہبی کیفیت کا متغیر پانا ایک دوکان پر پہنچ کر سکہ دینا۔ پرانا سکہ دیکھ کر لوگوں کا تعجب کرنا' شدہ شدہ بادشاہ وقت تک اطلاع پہنچنا۔ پھر ان کا حاضر دربار ہونا اور دریافت کئے جانے پر اور بادشاہ وقت کی تسلی دینے پر کہ دقیانوس ظالم وبت پرست بادشاہ کا زمانہ نہیں بلکہ دین عیسوی کا وہاں پھیل جانا پھر ان کا اپنا سارا واقعہ بیان کرنا اور پھر تحقیق سے یہ ثابت ہو جانا کہ یہ وہی مفقود الخبر جماعت ہے۔ پھر بادشاہ وقت کا مع اپنے ارکان حکومت کے غار پر دوسرے اصحاب کہف کی زیارت اور ملاقات کے لئے آنا۔ یہ تمام واقعات یہاں آیات میں مذکور نہیں ہیں۔ کتب تفسیر میں مفصلاً مذکور ہیں۔ قرآن پاک قصص اور روایات کی کتاب نہیں اس کا مقصد تاریخی افسانے بیان کرنا نہیں ہے۔ جتنے قصص قرآن پاک میں مذکور ہوئے ہیں۔ سب کی غرض عبرت ونصیحت واصلاح ہے۔ کہیں عقائد کی راستی کہیں اعمال کی درستگی مقصود ہوتی ہے چنانچہ اصحاب کہف کو تین سو نو برس تک نیند کی حالت میں رکھنا اور پھر بیدار کرنا اور ان کا قصہ بیان کر کے اس سے بھی یہی مقصود ہے۔ الغرض جب اصحاب کہف غار میں پوشیدہ ہوئے تھے تو اس وقت شہر میں حکومت ایک ظالم وجابر بت پرست بادشاہ کی تھی اور جب ان میں سے ایک شہر میں دوبارہ آئے تو بت پرست بادشاہ کے بجائے دین عیسوی کے پیروکار اور

ایک نیک خصلت بادشاہ کی حکومت تھی اور اس وقت شہر میں "بعث بعدالموت" یعنی قیامت میں دوبارہ زندہ ہو کر کھڑا ہونا اس کے متعلق بڑا جھگڑا اور قتل وقتال ہو رہا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں کوئی کہتا تھا کہ محض روحانی بعث ہے جسمانی نہیں کوئی روحانی وجسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہ وقت حق پرست اور منصف تھا۔ چاہتا تھا کہ ایک طرف کی کوئی ایسی نظیر ہاتھ لگے جس سے سمجھانے میں آسانی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نظیر بھیج دی۔ آخر منکرین آخرت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھنے اور سننے کے بعد آخرت پر یقین لائے۔ یہ نظارہ خاص طور پر ان کی طبائع پر اثر انداز ہوا اور سمجھے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو تنبیہ کی ہے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ تحقیق لکھی ہے کہ یہ صحیح پتہ نہیں کہ دوبارہ ظاہر ہونے کے بعد اصحاب کہف زندہ رہے یا انتقال کر گئے۔ انتقال ہوا تو کب ہوا۔ زندہ رہے تو کب تک رہے یا کب تک رہیں گے۔ بہرحال اہل شہر نے ان کے عجیب وغریب احوال پر مطلع ہو کر فرط وعقیدت سے چاہا کہ اس غار کے پاس کوئی مکان بطور یادگار تعمیر کر دیں جس سے زائرین کو سہولت ہو اس میں اختلاف رائے ہوا ہو گا کہ کس قسم کا مکان بنایا جائے اس اختلاف کی تفاصیل تو خدا کو معلوم ہیں اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ یہ تجویز ان کی موت کے بعد ہوئی یا اس سے قبل دوبارہ نیند طاری ہونے کی حالت میں اور لوگوں کو غار تک پہنچ کر ان کی ملاقات میسر ہو سکی یا نہیں تاہم جو بارسوخ اور ذی اقتدار لوگ تھے ان کی رائے یہ قرار پائی کہ غار کے پاس عبادت گاہ تعمیر کر دی جائے۔

یہاں ایک امر قابل ذکر یہ بھی ہے کہ قرآن پاک کی ہر طرح کی خدمت کرنے والے اللہ تعالیٰ نے اس امت مسلمہ میں پیدا فرمائے ہیں یہ خدمت اس مقدس کلام الٰہی کی قرأت، تجوید، تفسیر، معانی ومطالب وترجمہ وغیرہ سے صرف نہیں کی گئی بلکہ اس کے حروف اور کلمات اور حتیٰ کہ زیر زبر پیش مد تشدید اور نقطے تک کے اعداد وشمار کی خدمات انجام دی ہیں۔ ہر ہر حرف یعنی الف سے لے کری تک جتنی مرتبہ قرآن پاک میں ایک ایک حرف آیا ہے ان کی تعداد وشمار تک قلمبند کر دی گئی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں لفظ ولیتلطف آیا ہے جس میں حروف کے اعداد کے اعتبار سے قرآن پاک کا نصف حرف تاء پر ہوتا ہے۔ یعنی لفظ ولیتلطف میں نصف اول ی پر ختم ہوا۔ باعتبار حروف کے اور آخر نصف ت کے بعد جو لام ہے اس سے شروع ہوا۔ اس طرح بحمد للہ تعالیٰ قرآن پاک کے نصف اول کا بیان باعتبار حروف کے پورا ہوا۔ اور دوسرا نصف شروع ہو گیا۔ اصحاب کہف کے متعلق بقیہ بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے اس کلام اعجاز سے ہمارے قلوب کو بھی منور فرمائیں اور اس کی لائی ہوئی ہدایات پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرماویں اور اس کا ذوق وشوق اور انس ومحبت نصیب فرماویں اور اس کی شب وروز کی تلاوت سے ہمارے ایمان و یقین میں ترقی پر ترقی عطا فرماویں۔ یا اللہ اس وقت اس پرفتن ماحول میں دین کا سنبھالنا بڑا مشکل ہو رہا ہے آپ ہی اپنی رحمت سے ہماری مدد فرمائیں اور مرتے دم تک دین اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں اور ایمان کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کرنا نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ

بعضے لوگ تو کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا اُن کا کتا ہے اور بعضے کہیں گے کہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔ (اور) یہ لوگ بے تحقیق بات کو ہانک رہے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ

سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّىٓ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ

وہ سات آٹھواں ان کا کتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اُن کا شمار خوب (صحیح صحیح) جانتا ہے اُن (کے شمار) کو بہت قلیل لوگ جانتے ہیں سو آپ ان کے بارے

إِلَّا مِرَآءً ظٰهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَاْىۡءٍ إِنِّى فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾

میں بجز سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے اور آپ ان کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے بھی کچھ نہ پوچھئے۔ اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کردوں گا۔

إِلَّآ أَن يَشَآءَ اللّٰهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسٰىٓ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّى لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کیجئے اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت کی) دلیل بننے کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے۔

سَيَقُولُونَ اب وہ کہیں گے	ثَلٰثَةٌ تین	رَّابِعُهُمْ ان کا چوتھا	كَلْبُهُمْ ان کا کتا	وَيَقُولُونَ اور وہ کہیں گے	خَمْسَةٌ پانچ	سَادِسُهُمْ ان کا چھٹا			
كَلْبُهُمْ ان کا کتا	رَجْمًا بات پھینکنا	بِالْغَيْبِ بن دیکھے	وَيَقُولُونَ اور کہیں گے وہ	سَبْعَةٌ سات	وَثَامِنُهُمْ اور ان کا آٹھواں	كَلْبُهُمْ ان کا کتا			
قُلْ کہدیں آپ	رَبِّىٓ میرا رب	أَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِعِدَّتِهِمْ انکی گنتی	مَا يَعْلَمُهُمْ انہیں نہیں جانتے ہیں	إِلَّا مگر صرف	قَلِيلٌ تھوڑے			
فَلَا تُمَارِ پس نہ جھگڑو	فِيهِمْ ان میں	إِلَّا سوائے	مِرَآءً بحث	ظٰهِرًا ظاہری	وَ اور	لَا تَسْتَفْتِ نہ پوچھ	فِيهِمْ انکے بارہ میں		
مِنْهُمْ ان میں سے	أَحَدًا کسی	وَلَا تَقُولَنَّ اور ہرگز نہ کہنا تم	لِشَاْىۡءٍ کسی کام کو	إِنِّى کہ میں	فَاعِلٌ کرنیوالا ہوں	ذٰلِكَ یہ	غَدًا کل		
إِلَّا مگر	أَنْ یہ کہ	يَشَآءَ چاہے	اللّٰهُ اللہ	وَاذْكُرْ اور تو یاد کر	رَبَّكَ اپنا رب	إِذَا جب	نَسِيتَ تو بھول جائے	وَقُلْ اور کہہ	عَسٰى امید ہے
	أَنْ يَهْدِيَنِ کہ مجھے ہدایت دے	رَبِّى میرا رب	لِأَقْرَبَ بہت زیادہ قریب کی	مِنْ هٰذَا اس سے	رَشَدًا بھلائی				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا ضروری قصہ بیان فرمایا گیا تھا۔ چونکہ اس قصہ میں پہلے سے اہل کتاب میں اختلاف چلا آتا تھا۔

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ آپ جس وقت یہ صحیح قصہ بیان کریں گے تو سامعین یہ اصحاب کہف کا قصہ سن کر جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے اٹکل کے تیر چلائیں گے اور ان کی تعداد میں اختلاف کریں گے۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا۔ اور بعضے کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔ لیکن یہ سب اقوال ایسے ہیں جیسے کوئی بے نشانہ دیکھے تیر چلاتا رہے۔ اور بعضے کہیں گے کہ اصحاب کہف تعداد میں سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ہدایت کی جاتی ہے کہ آپ ان اہل اختلاف سے کہہ دیجئے کہ اس قسم کی غیر معتد بہ باتوں میں جھگڑنا لاحاصل ہے۔ عدد کے معلوم ہونے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں۔ جتنی بات خدا نے بتلا دی اس سے زیادہ تحقیق کے درپے ہونا یا جس قدر تردید خدا تعالیٰ کر چکا اس سے زیادہ جھگڑنا اور تردید کرنا فضول ہے۔ حق تعالیٰ ان کی تعداد صحیح جانتے ہیں دوسرے لوگ ان کو صحیح نہیں جانتے بجز تھوڑے لوگوں کے یعنی یہ مستثنیٰ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کو دیکھا تھا اور یا وہ لوگ جن کو کسی ذریعہ سے صحیح خبر پہنچی چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں ان قلیل

لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے معلوم کرلیا کہ اصحاب کہف سات ہی تھے کیونکہ حق تعالیٰ نے پہلے دو قول کو رجماً بالغیب فرمایا یعنی بے تحقیق بات ہانک رہے ہیں اور تیسرے قول کے ساتھ یہ نہیں فرمایا۔ غرض ہدایت یہ فرمائی گئی کہ آپ وحی کے موافق ان کے روبرو قصہ بیان کردیجئے اور زیادہ سوال و جواب نہ کیجئے اور نہ ان سے کچھ پوچھ گچھ کیجئے کیونکہ وحی میں ضروری تعلیم ہو چکی اور غیر ضروری غیر ضروری ہے۔

آگے ایک دوسری ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی ہے جس کا تعلق اس سورۃ کے سبب نزول سے بتلایا جاتا ہے۔ مشرکین نے یہود کے سکھانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات کئے تھے جس سے مقصود آپ کی نبوت کی آزمائش تھی۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ ان کے جوابات کل بتاؤں گا اور یہ اس بھروسہ پر کہ جبرئیل امین آئیں گے تو دریافت کروں گا لیکن جبرئیل امین ۱۵ دن تک نہ آئے جس پر مشرکین نے ہنسنا شروع کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تو یہ سورت نازل ہوئی اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی آئی کہ آئندہ کی بات کے متعلق بغیر انشاء اللہ کے وعدہ نہ کرنا چاہئے چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر یہ لوگ آپ سے کوئی بات قابل جواب دریافت کریں اور آپ جواب کا وعدہ کریں تو اس کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ یا اس کے ہم معنی کوئی کلمہ ضرور ملالیا کریں۔

آگے تیسری ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ ان لوگوں سے جنہوں نے امتحان نبوت کے لئے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا تھا کہہ دیجئے کہ تم نے جو اصحاب کہف کے متعلق امتحاناً پوچھا تھا جس کا جواب میری نبوت کے دلائل میں سے ہے تو یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس سوال کا جواب دیدینا میرے نبوت کے لئے کوئی اعظم دلیل اور سرمایہ ناز و افتخار ہے جیسا تم نے اس قصہ کو عجیب تر سمجھ کر پوچھا ہے۔ مطلب یہ کہ میری نبوت ایسا امر محقق اور یقینی ہے کہ اس پر استدلال کرنے کے لئے جس دلیل کو تم اعظم سمجھتے ہو میں اس سے بھی اعظم دلیلیں اس پر رکھتا ہوں۔

الغرض ان آیات میں اصحاب کہف کی تعداد کے بارہ میں بیان فرمایا گیا۔ آگے ان کی مدت نوم اور اس میں لوگوں کے اختلاف کے متعلق مضمون فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہم کو جو باتیں دین کی قرآن و حدیث سے معلوم ہو جائیں۔ حق تعالیٰ ہم کو ان پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیں۔ اور دین کی باتوں میں ناحق اختلاف سے ہم کو بچائیں۔ یا اللہ جب آپ نے اپنے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اشرف وسید الانبیاء والمرسلین کا امتی ہونا ہم کو نصیب فرمایا اور آپ کو ہمارے لئے کامل نمونہ دنیا میں بنا کر بھیجا تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عظمت کے ساتھ آپ کی پوری اطاعت اور کامل فرمانبرداری بھی نصیب فرما اور ہر حال میں آپ کے اتباع کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ بے تحقیق کسی بات کو کہنا جو آپ کو پسند نہیں اس سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں اور ہر آن میں اپنی ذات پاک پر بھروسہ رکھنے کی دولت عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ

اور وہ لوگ اپنے غار میں (حالت خواب میں) تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے رہنے کی مدت کو زیادہ جانتا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے۔ وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک کرتا ہے۔

وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

اور آپ کے پاس جو آپکے رب کی کتاب وحی کے ذریعے سے آئی ہے وہ (لوگوں کے سامنے) پڑھ دیا کیجئے اسکی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ خدا کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہ پاویں گے۔

وَلَبِثُوْا اور وہ رہے	فِیْ كَهْفِهِمْ اپنے غار میں	ثَلٰثَ مِائَةٍ تین سو	سِنِیْنَ سال	وَازْدَادُوْا اور ان کے اوپر	تِسْعًا نو	قُلِ آپ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ
اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا لَبِثُوْا کتنی مدت وہ ٹھہرے	لَهٗ غَیْبُ اسی کو غیب	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	اَبْصِرْ بِهٖ کیا وہ دیکھتا ہے		
وَاَسْمِعْ اور کیا وہ سنتا ہے	مَا لَهُمْ ان کیلئے نہیں	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مِنْ وَّلِیٍّ کوئی مددگار	وَّلَا یُشْرِكُ اور وہ شریک نہیں کرتا	فِیْ حُكْمِهٖ اپنے حکم میں		
اَحَدًا کسی کو	وَاتْلُ اور آپ پڑھیں	مَاۤ اُوْحِیَ جو وحی کی گئی	اِلَیْكَ آپ کی طرف	مِنْ سے	كِتَابِ کتاب	رَبِّكَ آپکا رب	
لَا مُبَدِّلَ نہیں کوئی بدلنے والا	لِكَلِمٰتِهٖ اس کی باتوں کو	وَ اور	لَنْ تَجِدَ تم ہرگز نہ پاؤ گے	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مُلْتَحَدًا کوئی پناہ گاہ		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا تھا کہ آپ جس وقت یہ صحیح قصہ اصحاب کہف کا جو وحی کے ذریعہ آپؐ پر نازل کیا گیا بیان کریں گے تو جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے سامعین رائے زنی کر کے اٹکل کے تیر چلائیں گے۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی تھی کہ آپ اصحاب کہف کی تعداد وغیرہ کے متعلق ان کے ساتھ بحث و مباحثہ میں نہ پڑیں۔ وحی الٰہی کے ذریعہ سے قصۂ اصحاب کہف کے متعلق جتنی معلومات آپ کو دے دی گئی ہیں وہ بالکل کافی ہے۔

گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کی تعداد کے بارہ میں مضمون تھا اور جیسا کہ اصحاب کہف کی تعداد میں اختلاف تھا اسی طرح ان کی مدت نوم میں بھی اختلاف تھا کہ وہ پہاڑی غار میں کتنا عرصہ سوئے۔ اس لئے ان آیات میں اس معاملہ میں امر واقعی بتلایا جاتا ہے کہ وہ لوگ یعنی اصحاب کہف اپنے غار میں حالت خواب میں ۳۰۹ برس رہے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اہل اختلاف اگر اس کو سن کر بھی اختلاف کریں تو آپ فرما دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے غار میں رہنے کی مدت کو تم سے تو زیادہ جانتا ہے پس حق تعالیٰ نے جو بتلایا وہی صحیح ہے۔ اور اسی واقعہ مدت خواب اصحاب کہف پر کیا موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو ہر چھوٹا بڑا واقعہ روشن ہے۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے۔ وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ صحیح علم اللہ ہی کو ہے اور جب اس نے یہ مدت قطعی طور پر بتا دی تو اب کسی چون و چرا کی گنجائش ہی نہیں۔

پس اہل اختلاف کو چاہئے کہ ایسے صاحب علم محیط کے ساتھ دعویٰ معلومات میں معارضہ نہ کریں ورنہ مستحق سزا ہوں گے اور سزا کے وقت ان کا خدا کے سوا جتنے ہیں ان میں سے کوئی بھی مددگار نہیں

ہوگا اور جس طرح حق تعالیٰ کا علم محیط ہے اس کی قدرت اور اختیار بھی سب پر حاوی ہے۔ جیسے اس کے علم غیب میں کوئی شریک نہیں اختیارات اور قدرت میں بھی کوئی شریک اور سہیم نہیں ہوسکتا۔ اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا کام صرف اس قدر ہے کہ آپ اپنے فرض منصبی کے انجام دہی میں مشغول رہیے۔ جو جامع و مانع کافی وشافی کتاب آپ کے رب نے آپ کو مرحمت فرمائی اسے پڑھ کر سناتے رہیے۔ خدا نے جو باتیں اس میں سنائیں اور جو وعدے کئے کوئی طاقت نہیں جو انہیں بدل یا ٹال سکے یا غلط ثابت کر سکے اگر کوئی ان باتوں کے بدلنے کے درپے ہوگا یا اس کتاب سے اعراض کرے گا تو وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں۔ ہاں وفاداروں کو پناہ دینے کے لئے اس کی رحمت وسیع ہے۔ چنانچہ دیکھ لو اصحاب کہف کو جو خدا کی باتوں پر جمے رہے کیسے جگہ ان کو مرحمت فرمائی۔

اصحاب کہف کا قصہ تو گذشتہ آیات میں ختم ہوگیا تھا اس پر ضروری تبصرہ بھی ان آیات میں ختم ہوا۔ اب وہ خاص سبق واہم نصیحتیں جو اس قصہ اصحاب کہف سے ملتی ہیں مختصراً حسب ذیل ہیں:۔

۱:۔ ایک سچے مومن کو کسی حال میں حق میں منہ موڑنے اور باطل کے آگے سر جھکانے کے لئے ہرگز تیار نہ ہونا چاہئے۔

۲: مومن کا اعتماد اسباب دنیا پر نہیں بلکہ اللہ کی ذات پاک پر ہونا چاہئے اور پھر جب اللہ پر بھروسہ کیا جاتا ہے تو وہ غیب سے امداد فرماتے ہیں۔

۳: جو عادت جاریہ یا قانون فطرت دنیا میں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اور جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں اس عادت کو بدل کر غیر معمولی کام لے سکتے ہیں۔

۴: نوع انسانی کی تمام اگلی پچھلی نسلوں کو بیک وقت زندہ کر کے اٹھا دینا جس کی خبر انبیاء اور کتب آسمانی نے دی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ مشکل نہیں اور ایک دن ایسا ہونا ہے۔

۵: آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے کا وعدہ یا اقرار کرنا ہو تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کا کلمہ ضرور ملا لینا چاہئے۔

۶: اہل ایمان کو اپنی توجہ بس کام کی بات پر رکھنا چاہئے۔ غیر ضروری باتوں میں نہ الجھنا چاہئے۔

یہ تو چند خاص اور اہم امور ہیں ورنہ علمائے حق نے تو اس قصہ کی ایک ایک آیت سے مسائل ونتائج اخذ کئے ہیں اور قرآن پاک میں قصص بیان کرنے کی جو غرض وغایت ہے ان کو خوب نمایاں کیا ہے جن کے بیان کی اس مختصر درس میں گنجائش نہیں۔ شروع سورۃ میں رسالت کے متعلق مضمون بیان ہوا تھا اور اسی کی تائید میں یہ قصہ اصحاب کہف کا بیان کیا گیا۔ آگے بھی منصب رسالت کے بعض حقوق وآداب مذکور ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی توفیق عطا فرمائیں کہ جو قرآنی احکام وہدایات ہم پڑھتے اور سنتے جائیں ان پر غور وفکر کر کے ان پر عمل پیرا ہو جائیں۔ یا اللہ آپ کی قدرت کامل ہے کہ آپ اسباب دنیا کی عادت جاریہ کو جب اور جس طرح چاہیں بدل سکتے ہیں جس کی مثال اصحاب کہف کے اس قصہ میں دکھلا دی گئی اور آپ کی مشیت اور حکم کو نہ کوئی ٹال سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے۔

یا اللہ آپ کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں سوائے آپ ہی کی ذات کے لاملجا ولا منجا من اللہ الا الیہ

یا اللہ ہماری ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمایئے اور ہماری دستگیری فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ

اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اُس کی رضا جوئی کیلئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگی

عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ

کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں اُن سے ہٹنے نہ پائیں۔ اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے

وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ

اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے اور آپ کہہ دیجئے کہ (دین) حق تمہارے رب کی طرف سے ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔ بے شک

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ

ہم نے ایسے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں اس کو گھیرے ہوں گی اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے انکی فریاد رسی

يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا' مونہوں کو بھون ڈالے گا' کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہے۔

وَاصْبِرْ اور روکے رکھو	نَفْسَكَ اپنا نفس	مَعَ ساتھ	الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ وہ لوگ جو پکارتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	بِالْغَدٰوةِ صبح	وَالْعَشِيِّ اور شام		
يُرِيْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں	وَجْهَهٗ اس کا چہرہ	وَلَا تَعْدُ نہ دوڑیں	عَيْنٰكَ تمہاری آنکھیں	عَنْهُمْ ان سے	تُرِيْدُ تم طلبگار ہو جاؤ	زِيْنَةَ آرائش	الْحَيٰوةِ زندگی	
الدُّنْيَا دنیا	وَلَا تُطِعْ اور کہنا نہ مانو	مَنْ جس	اَغْفَلْنَا ہم نے غافل کردیا	قَلْبَهٗ اسکا دل	عَنْ سے	ذِكْرِنَا اپنا ذکر	وَاتَّبَعَ اور پیچھے پڑ گیا	هَوٰىهُ اپنی خواہش
وَكَانَ اور ہے	اَمْرُهٗ اسکا کام	فُرُطًا حد سے بڑھا ہوا	وَقُلِ اور کہہ دیں	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَّبِّكُمْ تمہارا رب	فَمَنْ پس جو	شَآءَ چاہے
فَلْيُؤْمِنْ سو ایمان لائے	وَمَنْ اور جو	شَآءَ چاہے	فَلْيَكْفُرْ سو کفر کرے	اِنَّا بیشک ہم	اَعْتَدْنَا ہم نے تیار کیا	لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے	نَارًا آگ	
اَحَاطَ گھیر لیں گے	بِهِمْ انہیں	سُرَادِقُهَا اسکی قناتیں	وَاِنْ اور اگر	يَّسْتَغِيْثُوْا وہ فریاد کریں گے	يُغَاثُوْا وہ دادرسی کیے جائینگے	بِمَآءٍ پانی سے		
كَالْمُهْلِ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند	يَشْوِي وہ بھون ڈالے گا	الْوُجُوْهَ منہ	بِئْسَ الشَّرَابُ برا ہے پینا	وَسَآءَتْ اور بری ہے	مُرْتَفَقًا آرام گاہ			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید وتصدیق کے سلسلہ میں بیان فرمایا گیا تھا۔ اس قصہ کو ختم کرنے کے بعد اب پھر منصب رسالت کے بعض حقوق وآداب مذکور ہیں۔

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ قریش کے دولتمند سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ یہ بلال اور صہیب اور عمار اور خباب اور ابن مسعود وغیرہ جیسے غریب ومفلس لوگ جو تمہاری صحبت میں بیٹھا کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہم نہیں بیٹھ سکتے۔ انہیں ہٹا دیا جائے تو ہم تمہاری مجلس میں آ سکتے ہیں اور معلوم کر سکتے ہیں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ جو لوگ رضائے الٰہی کی خاطر آپ کے گرد جمع ہوئے ہیں اور شب وروز اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائما عبادت میں مشغول رہتے ہیں مثلاً ذکر کرتے ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں۔ نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں۔ حلال وحرام میں تمیز کرتے ہیں۔ خالق ومخلوق دونوں کے حقوق

پہچانتے ہیں۔ آپ ایسے مومنین و مخلصین کو گو دنیوی حیثیت سے وہ کیسے ہی غریب و مفلس ہوں اپنی صحبت و مجالست سے مستفید کرتے رہئے اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔

چنانچہ اصحاب کہف کے واقعہ میں خدا کو یاد کرنے والوں اور اس سے صحیح تعلق رکھنے والوں کا حال معلوم ہو چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوش وانہماک تبلیغ میں قدرۃً اس کی فکر رہا کرتی تھی کہ سرداران اور روسائے قریش ایمان لے آئیں تو امت کے جمال و کمال میں نمایاں اضافہ ہو جائے تو یہاں اشارہ اس جانب فرمایا گیا کہ اسلام کا جمال و کمال ظاہری ساز و سامان دنیوی اور مال و جاہ مادی سے نہیں بلکہ وہ اخلاص اور اطاعت کاملہ سے ہے گو فقراء اور غربا ہی سے ہو۔ چنانچہ آگے خطاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے کہ وہ لوگ جن کے دل دنیا کے نشہ میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہشات کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں۔ خدا کی اطاعت میں ہٹنے اور ہوا پرستی میں آگے رہنا ان کا شیوہ ہے۔ ایسے بدمست غافلوں کی بات پر آپ کان نہ دھریں خواہ وہ بظاہر کیسے ہی دولت مند اور جاہ و ثروت والے ہوں۔ یہ اشارہ ان سرداران قریش کی طرف ہے جنہوں نے یہ بیہودہ فرمائش کی تھی کہ آپ غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تا کہ سردار اور روسا آپ کے پاس بیٹھ سکیں تو ممکن ہے کہ آپ کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا ہو کہ ان غرباء کو تھوڑی دیر علیحدہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو پکے اور سچے مسلمان ہیں۔ مصلحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہوں گے اور یہ دولتمند ممکن ہے اس صورت میں اسلام قبول کر لیں۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ہدایت فرمائی گئی کہ آپ ہرگز ان متکبرین کا کہنا نہ مانئے کیونکہ یہ بیہودہ فرمائش ظاہر کرتی ہے کہ ان میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ پھر محض موہوم فائدہ کی خاطر مخلصین کا احترام و اکرام کیوں نظر انداز کیا جائے۔ اللہ اللہ کیا قدر تھی حق تعالیٰ کے ہاں ان غریب مفلس اور شکستہ حال صحابہ کرام کی جیسے حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت خباب، حضرت عمار، حضرت ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جن کے اکرام کی خاطر یہاں آیت میں صاف ممانعت فرما دی گئی کہ ان کفار قریش کی فرمائش ہرگز پوری نہ کی جائے۔ متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری امت میں ایسے لوگ شامل فرمائے جن کی مجلس میں اور جن کے ساتھ میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں۔ اور اسی آیت میں دوسری جماعت کا حکم بھی ارشاد فرمایا کہ جن کے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں جو اپنی خواہشات کا اتباع کرتے اور حدود سے بڑھ جاتے ہیں ان کا کہنا بالکل نہ مانا جائے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر خطاب کر کے مزید ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ ان روسا کفار سے صاف کہہ دیجئے کہ یہ دین حق تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے اور خدا کی طرف سے سچی باتیں سنا دی گئیں اب جس کا جی چاہے ایمان لے آوے۔ جس کا جی چاہے کافر رہے۔ کسی کے ماننے نہ ماننے کی اسے کچھ پروا نہیں جو کچھ نفع و نقصان ہو گا صرف تمہارا ہو گا ماننے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام سن لیں۔ ایمان نہ لانے والوں کا تو یہ انجام ہونا ہے کہ ایسے ظالموں کے لئے تو جہنم کی آگ تیار رکھی گئی ہے کہ جس کی چار دیواری کے جیل خانہ میں یہ بے بس ہوں گے۔ اور اس کی چار دیواری اور قناتیں بھی آگ کی ہونگی اور جب گرمی کی شدت سے پیاس لگے گی اور فریاد کرینگے تو تیل کی تلچھٹ یا پیپ کی طرح کا پانی دیا جائے گا جو سخت حرارت اور تیزی کی وجہ سے منہ کو بھون ڈالے گا حتیٰ کہ چہرہ کی کھال اتر کر گر پڑیگی، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے تو منکرین سن لیں کہ کیا ہی وہ برا پانی ہو گا جو انہیں پینا پڑے گا اور کیا ہی وہ بری دوزخ ہو گی جہاں انہیں رہنا پڑیگا۔

الغرض یہاں تو انجام بیان ہوا ان کا جو اس قرآن اور دین حق اور برحق رسول کا دنیا میں انکار کریں گے۔ آگے ان کے مقابل ان لوگوں کا انجام بتلایا گیا ہے جو دنیا میں خدا اور رسول کے ماننے والے اور اس کی کتاب اور پیغمبر پر ایمان رکھنے والے اور نیک عمل کرنے والے ہوں گے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ

بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے۔ (پس) ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ

عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا

رہنے کے باغ ہیں انکے (مساکن کے) نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جاویں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز

خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾

ریشم کے پہنیں گے اور وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور (بہشت) کیا ہی اچھی جگہ ہے۔

اِنَّ بیشک	اَلَّذِیْنَ جولوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	اِنَّا یقیناً ہم	لَا نُضِیْعُ ہم ضائع نہیں کریں گے		
اَجْرَ اجر	مَنْ جس	اَحْسَنَ اچھا کیا	عَمَلًا عمل	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتُ باغات	عَدْنٍ ہمیشگی	تَجْرِیْ بہتی ہیں
مِنْ تَحْتِهِمُ ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	یُحَلَّوْنَ پہنائے جائیں گے	فِیْهَا اس میں	مِنْ سے	اَسَاوِرَ کنگن	مِنْ سے	ذَهَبٍ سونا	
وَیَلْبَسُوْنَ اور وہ پہنیں گے	ثِیَابًا کپڑے	خُضْرًا سبز رنگ	مِنْ سے	سُنْدُسٍ باریک ریشم	وَاِسْتَبْرَقٍ اور دبیز ریشم			
مُتَّکِئِیْنَ تکیہ لگائے ہوئے	فِیْهَا اس میں	عَلَی الْاَرَآئِکِ تختوں پر	نِعْمَ اچھا	الثَّوَابُ بدلہ	وَحَسُنَتْ اور خوب ہے	مُرْتَفَقًا آرام گاہ		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں دنیا میں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان نہ لانے والوں کا انجام بیان فرمایا گیا تھا۔ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو دنیا میں خدا اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ کی ہوئی نیکی بھی ضائع اور گم نہ ہوگی اور ان کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ بدلہ یہ ہوگا کہ ان کے لئے جنت کی دائمی نعمتیں ہوں گی جہاں ان کے رہنے سہنے کے لئے عالیشان محلات اور بالا خانے ہوں گے اور جہاں سرسبز شاداب باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان کے شاہانہ اعلیٰ درجہ کے ریشمی لباس ہوں گے اور انہیں زیورات خصوصاً سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ شاہانہ شان و شوکت سے مسہریوں پر تکیہ لگائے نہایت عزت و آرام سے بیٹھیں گے اور یہ ان کے دنیا میں ایمان اور عمل صالح کا بدلہ ہوگا کہ وہ جنت جیسی اچھی اور آرام دہ جگہ میں ہوں گے۔

قدیم زمانہ میں بادشاہ سونے کے کنگن پہنتے تھے تو اہل جنت کے لباس اور زیب وزینت میں اس چیز کا ذکر کرنے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہاں ان کو شاہانہ لباس پہنائے جائیں گے اور شاہانہ زیب وزینت حاصل ہوگی۔ دنیا کا بڑے سے بڑا کافر بادشاہ وہاں ذلیل وخوار ہوگا اور عذاب جہنم کی ذلت وخواری میں گرفتار ہوگا۔ اور ایک غریب سے غریب اور مفلس سے مفلس مومن صالح وہاں بادشاہوں کی سی شان وشوکت سے جنت کی نعمتوں میں رہے گا۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث ومفسر دہلویؒ اپنی تفسیر موضح القرآن میں ان آیات کے تحت لکھتے ہیں کہ "سونا اور ریشمی کپڑا مردوں کو جنت میں ملنا ہے جو یہ چیزیں یہاں پہنے گا۔ تو وہاں نہ پہنے گا" شریعت اسلامیہ میں ریشمی کپڑا جس کا تانا بانا خالص ریشم کا ہو مردوں کو پہننا حرام ہے۔ عورت کو ہر قسم کا ریشمی

کپڑا جائز ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لباس حریر اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں پر حلال ہے۔ (نسائی)

قرآن و حدیث کے الفاظ سے بھی جنت و دوزخ کی چیزوں کی اصل کیفیت اور اصل حقیقت کو ہم یہاں پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے اور دراصل قرآن یا احادیث میں جنت اور دوزخ کا جو ذکر فرمایا گیا ہے اس کا یہ مقصد ہی نہیں ہے کہ لوگوں کے سامنے وہاں کا مکمل جغرافیہ اور وہاں کے احوال کا پورا نقشہ آ جائے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں میں دوزخ اور اس کے عذاب کا خوف پیدا ہو اور وہ ان برائیوں سے بچیں جو دوزخ میں لے جانے والی ہیں اور جنت اور اس کی نعمتوں کا شوق پیدا ہوتا کہ وہ اچھے اعمال اختیار کریں جو جنت میں پہنچانے والے ہیں اور وہاں کی نعمتوں کا مستحق بنانے والے ہیں۔ پس ان آیات کا جن میں کہ جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اصل حق یہی ہے کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی مطلوبہ کیفیتیں پیدا ہوں جس کے نتیجہ میں اللہ کی رضا والی زندگی پر دنیا میں چلنے کی آمادگی ہو۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''اعمال صالحہ'' کے لئے شریعت مطہرہ کے متعلقہ ظاہری و باطنی احکام کا علم ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جب علم نہ ہوگا تو عمل اس کے موافق کیسے کرے گا۔ اب یہ علم دین حاصل کرنا جو لازمی اور ضروری ٹھہرا یہ خواہ کتابیں پڑھ کر یا سن کر یا صحبت سے جس طرح ممکن ہو حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور اسی نقطہ نظر کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ **طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم** یعنی علم دین کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی علم دین کے حاصل کرنے کا ذوق و شوق عطا فرمائیں۔

الغرض گذشتہ آیات میں ایمان نہ لانے پر جہنم کی وعید اور ان آیات میں ایمان اور عمل صالح پر جنت کی بشارت سنائی گئی۔ اب آگے اسی مضمون کی تائید میں ایک قصہ بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی شریعت کا علم حاصل کرنے کا ذوق و شوق نصیب فرمائیں اور اس علم پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم سب کو حقیقی ایمان کی دولت عطا فرمادے۔ اور ایمان کے ساتھ حقیقی ''اعمال صالحہ'' کی بھی توفیق عطا فرمادے۔ اور اپنے فضل و کرم سے جنت کی ابدی و دائمی نعمتوں سے ہم سب کو آخرت میں نواز دے۔

یا اللہ ہمارے اعمال تو اس لائق نہیں کہ جن کی بدولت ہم جنت میں پہنچ سکیں۔ مگر آپ کے فضل و کرم اور انعام و احسان کے امیدوار ہیں۔

یا اللہ محض اپنے فضل و کرم سے ہماری مغفرت فرما کر اپنی دائمی اور ابدی جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے اور عذاب جہنم سے کامل طور پر بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ

اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے اور ان دونوں (باغوں) کا کھجور کے درختوں

وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی (اور) دونوں اپنا پورا پھل دیتے تھے۔ اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی، اور ان دونوں

نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ

کے درمیان میں نہر چلا رکھی تھی۔ اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا سو (ایک بار) اپنے اس (دوسرے) ملاقاتی سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں

جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖ أَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَّمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَّ

اور مجمع بھی میرا زبردست ہے۔ اور وہ اپنی جان پر ظلم کر رہا تھا اپنے باغ میں پہنچا (اور) کہنے لگا کہ میرا خیال نہیں ہے کہ یہ باغ (میری حیات میں) کبھی بھی برباد ہو۔ اور میں قیامت کو نہیں خیال کرتا کہ آوے گی

لَئِنْ رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾

اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی۔

وَاضْرِبْ اور بیان کریں آپ	لَهُمْ ان کیلئے	مَثَلًا مثال	رَجُلَيْنِ دو آدمی	جَعَلْنَا ہم نے بنائے	لِأَحَدِهِمَا ان میں ایک کیلئے	جَنَّتَيْنِ دو باغ		
مِنْ سے	أَعْنَابٍ انگور	وَحَفَفْنٰهُمَا اور ہم نے انہیں گھیر لیا	بِنَخْلٍ کھجوروں کے درخت	وَجَعَلْنَا اور بنادی	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	زَرْعًا کھیتی		
كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ دونوں باغ	اٰتَتْ لائے	أُكُلَهَا اپنے پھل	وَلَمْ تَظْلِمْ اور کم نہ کرتے تھے	مِنْهُ اس سے	شَيْئًا کچھ	وَفَجَّرْنَا اور ہم نے جاری کردی		
خِلٰلَهُمَا دونوں کے درمیان	نَهَرًا ایک نہر	وَكَانَ اور تھا	لَهٗ اس کیلئے	ثَمَرٌ پھل	فَقَالَ تو وہ بولا	لِصَاحِبِهٖ اپنے ساتھی سے	وَهُوَ اور وہ	
يُحَاوِرُهٗ اس سے باتیں کرتے ہوئے	أَنَا أَكْثَرُ میں زیادہ تر	مِنْكَ تجھ سے	مَالًا مال میں	وَأَعَزُّ اور زیادہ باعزت	نَفَرًا آدمیوں کے لحاظ سے			
وَدَخَلَ اور وہ داخل ہوا	جَنَّتَهٗ اپنا باغ	وَهُوَ اور ہو	ظَالِمٌ ظلم کر رہا تھا	لِنَفْسِهٖ اپنی جان پر	قَالَ وہ بولا	مَا أَظُنُّ میں گمان نہیں کرتا		
أَنْ کہ	تَبِيْدَ برباد ہوگا	هٰذِهٖ یہ	أَبَدًا کبھی	وَ اور	مَا أَظُنُّ میں گمان نہیں کرتا	السَّاعَةَ قیامت	قَائِمَةً قائم	وَلَئِنْ اور اگر
رُدِدْتُّ میں لوٹایا گیا	إِلٰى طرف	رَبِّيْ اپنا رب	لَأَجِدَنَّ میں ضرور پاؤں گا	خَيْرًا بہتر	مِنْهَا اس سے	مُنْقَلَبًا لوٹنے کی جگہ		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں ان سرداران قریش مشرکین مکہ کا ذکر ہوا تھا جو مال کی وسعت اولاد کی کثرت اور دنیوی عزت وشوکت پر نازاں تھے اور فقرائے صحابہ افلاس کے سبب ان کی نظروں میں (معاذ اللہ) حقیر اور قابل نفرت تھے اور کم مایہ مخلص مومنین ان کے نزدیک ذلیل تھے جس بناء پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ان غریب اور مفلس لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیجئے تو ہم آپ کے پاس آ کر بیٹھ سکتے ہیں لیکن انجام کار وہ مغرور اور متکبر طبقہ تباہ ہوا۔ ان کا سب عیش و آرام اور دولت وثروت سب خاک میں مل گئی۔ دنیا بھی برباد ہوئی اور دین میں روسیاہی نصیب ہوئی اور وہ طبقہ جو مالدار کافروں کی نظر میں ذلیل وحقیر تھا اس کو خدا تعالیٰ نے دنیوی عروج اور دینی فلاح عطا فرمائی۔ دنیا میں بھی عزت، شوکت، حکومت اور دولت مرحمت کی اور اجر آخرت بھی

عنایت کیا۔ تو دنیا کی بے ثباتی اور اس کے اسباب اور تجمل پر غرور کر کے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور راہ حق سے گمراہی کا نتیجہ جو کبھی دنیا ہی میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ ان آیات میں دو شخصوں کی تمثیل سے بیان فرمایا جارہا ہے۔

یہ قصہ قرآن پاک میں بہت مجمل آیا ہے جس میں اہل قصہ کا نام ونشان نہیں بتلایا اس لئے بعض مفسرین نے اس کو فرضی قصہ کہا ہے جو محض تمثیل وتشبیہ کے لئے لایا گیا ہے بعض مفسرین کا قول ہے کہ جن دو بھائی یا ساتھیوں کی تشبیہ دی ہے وہ واقعی موجود تھے۔

علماء کے اس میں مختلف قول ہیں۔ مثال کا فائدہ بہرحال حاصل ہے جس میں کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال دے کر دنیا کی بے ثباتی۔ کفر وتکبر کی بدانجامی اور ایمان وتقویٰ کی مقبولیت پر متنبہ کرنا ہے۔ اس مثال سے دین دار مسلمانوں کو تسلی دینی مقصود ہے کہ ناداری کا غم نہ کریں اور حصول دولت عقبیٰ پر شکر کریں اور کفار کو تنبیہ ہے کہ دنیوی جاہ وحشم اور عیش ونعم پر مغرور نہ ہوں۔ یہ ناپائیدار چیزیں ہیں۔

مثال یہاں یہ بیان کی گئی کہ دو شخص تھے جن میں ایک مالدار تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دو باغ عطا فرمائے تھے جن میں انگوروں کی بیلیں بکثرت پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے اردگرد کھجوروں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ دونوں باغوں کے درمیان کھیتی لگی ہوئی تھی۔ پھل پھول بھرپور آ رہے تھے۔ کسی قسم کا نقصان نہیں۔ ادھر ادھر نہریں جاری۔ اس کے پاس طرح طرح کی ہروقت پیداوار موجود۔ دولت چاروں طرف سے اس کے پاس اُمڈی آ رہی تھی۔ الغرض اس مالدار نے ایک دن اپنے ایک ملاقاتی سے جو ایماندار اور غریب آدمی تھا فخر وغرور کرتے ہوئے کہا کہ میں مالداری میں عزت واولاد میں جاہ وحشم میں نوکر چاکر میں تجھ سے زیادہ حیثیت والا ہوں۔ میرے پاس کس قدر ساز وسامان ہے۔ میرے گرد میرے کنبے رشتہ والے جمع ہیں۔ مجھے ان کی وجہ سے کتنی عزت حاصل ہے۔ تو مفلس وقلاش ہے کوئی تجھے منہ نہیں لگاتا۔ پھر تجھے ایمانداری اور پرہیزگاری سے کیا حاصل ہوا؟ پھر یہ مالدار اس ملاقاتی کو لے کر اپنے ایک باغ میں پہنچا اس کے دل میں کبر وغرور بھرا ہوا تھا اور اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ اللہ عزوجل کی قدرت کا انکار کر کے اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے۔ اپنے پاؤں میں کلہاڑی مار رہا ہے۔ چنانچہ اپنے ظاہری سامان پر ایسا مست تھا کہ اپنے ملاقاتی سے کہنے لگا کہ میری لہلہاتی کھیتیاں یہ پھل دار درخت۔ یہ لبریز نہریں یہ شاداب سبزہ ناممکن ہے کہ کبھی فنا ہو جائیں۔ میرے پاس تمام سامان موجود ہیں اب اس کو برباد کرنے والا کون۔ ایک تم ہو کہ خدا کا نام لے کر برباد ہوئے اور آخرت کی موہومی پر آس لگائے بیٹھے ہو۔ کیسی قیامت اور کیسا حشر؟ مجھے تو قیامت آنے کا گمان بھی نہیں۔ اور اگر بالفرض تمہارے خیال کے مطابق آئی بھی تو ظاہر ہے کہ خدا کا میں پیارا ہوں ورنہ وہ مجھے اس قدر مال ومتاع کیسے دے دیتا تو وہاں بھی مجھے اس سے بہتر مال و متاع دے گا۔ تمہاری حالت آخرت میں بھی خستہ ہوگی۔ جب خدا نے دنیا میں تمہیں کچھ نہیں دیا تو آخرت میں کیا دے گا اور میں جس طرح دنیا میں فارغ البال خوشحال ہوں آخرت میں بھی چین وآرام سے رہوں گا۔ (استغفر اللہ)

اس قصہ میں یہ تقریر اس مالدار کافر کی نقل فرمائی گئی کہ جو اس دنیا ہی کو اپنی جنت سمجھ رہا تھا۔ آج بھی کفار اور وہ کم ظرف بددین جنہیں دنیا میں کچھ شان وشوکت اور مال ودولت حاصل ہو جاتا ہے اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ انہیں دنیا ہی میں جنت نصیب ہو چکی ہے اب اور کونسی جنت ہے جسے وہ حاصل کرنے کی فکر کریں۔ اس مغرور مالدار کی تقریر کا جواب جو غریب دین دار ملاقاتی نے دیا اور پھر جو انجام دنیا ہی میں اس مغرور مالدار کا ہوا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ

اُس نے اُس کے ملاقاتی نے (جو کہ دیندار اور غریب تھا) جواب کے طور پر کہا کہ کیا تو کفر کرتا ہے اُس ذات (پاک) کے ساتھ جس نے تجھ کو (اول) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھکو

رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ

صحیح وسالم آدمی بنایا۔ لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالٰی میرا رب (حقیقی) ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا۔ اور تو جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا

لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ

کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے (اور) بدوں خدا کی مدد کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں۔ اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے۔ تو مجھ کو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے

جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا

کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دے دے اور اس (تیرے باغ) پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے بھیج دے جس سے وہ باغ دفعۃً ایک صاف میدان ہو کر رہ جاوے

فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ

یا اُس سے اس کا پانی اندر (زمین میں) اتر (کر خشک) ہو جاوے پھر تو (اس کے لانے اور نکالنے) کی کوشش بھی نہ کر سکے۔ اور اس شخص کے سامان تمول کو آفت نے آگھیرا پھر اس نے جو کچھ

عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ

اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراتا۔ اور اُس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا کہ

دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾

خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود (ہم سے) بدلا لے سکا۔ ایسے موقع پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے اُسی کا ثواب سب سے اچھا اور اُسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے۔

قَالَ کہا	لَهٗ اس سے	صَاحِبُهٗ اس کا ساتھی	وَهُوَ اور وہ	يُحَاوِرُهٗ اس سے باتیں کر رہا تھا	اَكَفَرْتَ کیا تو کفر کرتا ہے	بِالَّذِيْ اسکے ساتھ جس نے			
خَلَقَكَ تجھے پیدا کیا	مِنْ تُرَابٍ مٹی سے	ثُمَّ پھر	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	ثُمَّ پھر	سَوّٰىكَ تجھے پورا بنایا	رَجُلًا مرد	لٰكِنَّا لیکن میں	هُوَ وہ	اللّٰهُ اللہ
رَبِّيْ میرا رب	وَلَاۤ اُشْرِكُ اور میں شریک نہیں کرتا	بِرَبِّيْ اپنے رب کیساتھ	اَحَدًا کسی کو	وَلَوْلَاۤ اور کیوں نہ	اِذْ دَخَلْتَ جب تو داخل ہوا	جَنَّتَكَ اپنا باغ			
قُلْتَ تو نے کہا	مَا شَآءَ اللّٰهُ جو چاہے اللہ	لَا قُوَّةَ نہیں قوت	اِلَّا مگر	بِاللّٰهِ اللہ کی	اِنْ تَرَنِ اگر تو مجھے دیکھتا ہے	اَنَا مجھے	اَقَلَّ کم تر		
مِنْكَ اپنے سے	مَالًا مال میں	وَّوَلَدًا اور اولاد میں	فَعَسٰى تو قریب	رَبِّيْ میرا رب	اَنْ کہ	يُّؤْتِيَنِ مجھے دے	خَيْرًا بہتر	مِنْ سے	
جَنَّتِكَ تیرا باغ	وَيُرْسِلَ اور بھیجے	عَلَيْهَا اس پر	حُسْبَانًا آفت	مِّنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	فَتُصْبِحَ پھر وہ ہو کر رہ جائے	صَعِيْدًا مٹی کا میدان		
زَلَقًا چٹیل	اَوْ یا	يُصْبِحَ ہو جائے	مَآؤُهَا اس کا پانی	غَوْرًا خشک	فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ پھر تو ہرگز نہ کر سکے	لَهٗ اس کو	طَلَبًا طلب	وَاُحِيْطَ اور گھیر لیا گیا	
بِثَمَرِهٖ اس کے پھل	فَاَصْبَحَ پس وہ رہ گیا	يُقَلِّبُ وہ ملنے لگا	كَفَّيْهِ اپنے ہاتھ	عَلٰى پر	مَاۤ اَنْفَقَ جو اس نے خرچ کیا	فِيْهَا اس میں	وَهِيَ اور وہ		
خَاوِيَةٌ گرا ہوا	عَلٰى پر	عُرُوْشِهَا اپنی چھتریاں	وَيَقُوْلُ اور وہ کہنے لگا	يٰلَيْتَنِيْ اے کاش	لَمْ اُشْرِكْ میں شریک نہ کرتا	بِرَبِّيْ اپنے رب کے ساتھ			

اَحَدًا کسی کو	وَلَمْ تَكُنْ اور نہ ہوتی	لَهٗ اس کیلئے	فِئَةٌ کوئی جماعت	يَّنْصُرُوْنَهٗ اس کی مدد کرتی وہ	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	وَمَا اور نہ
كَانَ وہ تھا	مُنْتَصِرًا بدلہ لینے کے قابل	هُنَالِكَ یہاں	الْوَلَايَةُ اختیار	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الْحَقِّ برحق	هُوَ وہ	خَيْرٌ بہتر	ثَوَابًا ثواب دینے میں
			وَخَيْرٌ اور بہتر	عُقْبًا بدلہ دینے میں			

تفسیر وتشریح

دنیا کی بے ثباتی اور عقبیٰ کی ثبات ظاہر کرنے اور اہل ایمان کو تسلی اور کافروں کو تنبیہ کے لئے گذشتہ آیات میں ایک مالدار کافر اور غریب مومن کا قصہ شروع فرمایا گیا تھا اور اس مغرور و متکبر مالدار کے اقوال نقل فرمائے گئے تھے۔ اس مالدار کافر کی ملحدانہ تقریر کا جو جواب اس کے غریب مومن ملاقاتی نے دیا اور اس مالدار متکبر کے باغات جن پر اس کو بڑا ناز تھا ان کا جو حشر ہوا وہ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس غریب مومن نے جوابی گفتگو کرتے ہوئے مالدار متکبر سے کہا کہ تو نے جو اپنے باغ کو غیر فانی کہا تو کیا اس قادر مطلق کا منکر ہو گیا جس نے تیری اصل یعنی آدم علیہ السلام کو بے جان مٹی سے پیدا کیا اور تجھ کو ایک قطرۂ ناچیز سے پیدا کر کے زندگی بخشی اور ہٹا کٹا مرد بنا دیا۔ تو ذرا اپنی ابتدا تو دیکھ۔ تجھے کس بات پر غرور ہے۔ تیری پیدائش کیسے ذلیل نطفہ سے ہوئی پھر جس طرح خدا نے تجھے پہلی بار پیدا کیا وہی دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ اور اپنی دی ہوئی نعمت چھین بھی سکتا ہے اور قیامت میں مردے زندہ بھی کر سکتا ہے تو انکار کرے تو کر میں تو ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں تو یہی کہوں گا اور میں تو یہی عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں اس کے حکم و اختیار کے سامنے کون دم مار سکتا ہے میں تیری اس گفتگو کو پسند نہیں کرتا جو تو نے باغ میں داخل ہو کر کی تھی۔ تو خدا کو کیوں بھول گیا کیا تجھے نہیں معلوم کہ تمام قوت کا مالک صرف اللہ ہے وہی جو چاہے ہوتا ہے اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ ان ظاہری اسباب میں کچھ بھی تاثیر نہیں سب حکم الٰہی کے تابع ہیں۔ خدا جو چاہے عطا فرمائے اور وہ چاہے تو ایک دم میں دیا ہوا سب سلب کر لے۔ جب تو اپنے باغ میں گیا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا تھا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور بدوں خدا کی مدد کے کسی میں کوئی قوت نہیں چنانچہ یہ باغ اللہ جب تک چاہے گا قائم رکھے گا اور اگر وہ چاہے گا ویران ہو جائے گا۔ اس کی مشیت کے روبرو سب اسباب معطل ہیں۔ اور تو جو میری ناداری اور اولاد کی کمی پر طعن کرتا ہے اور اپنے مال و اولاد کی کثرت پر ناز کرتا ہے اور اس بنا پر تو مجھے حقیر اور اپنے کو بڑا سمجھتا ہے تو یہ بھی تیری غلطی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ خدا مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرما دے۔ اور تیرے باغ پر کوئی غیبی طوفان اور برق لرزاں بھیج کر ایک دم میں برباد کر دے۔ یا پانی بالکل سوکھ جائے اور یہ شادابی جاتی رہے اور تیرا باغ ایک چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔ غرض کہ آسمان و زمین کے تمام اسباب و حوادث اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرح چاہے ان میں تصرف کر سکتا ہے اس گفتگو کے بعد آخر وہی ہوا جو اس مرد مومن کے منہ سے نکلا تھا رات کو یہ متکبر مالدار نہ جانے کیا کیا خیالی پلاؤ پکاتا ہوا سویا ہوگا۔ صبح اٹھا تو نہ وہ باغ تھے نہ کھیت باغ پر بجلی گری اور ساری کھیتی اور پھل پھلاری سب جل جلا کر خاک سیاہ ہو گئی اور پانی کو خشک کر دیا۔ اب یہ متکبر ہاتھ مل مل کر کہنے لگا کہ افسوس اس پر کتنی لاگت لگائی تھی ساری کی ساری اکارت گئی۔ اب ہوش آیا کہ یہ اللہ کی ناشکری اور کفران نعمت کا بدلہ ہے اور کہنے لگا کہ اے کاش میں اللہ ہی کو اپنا رب مانتا اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا۔ اب اس کا نہ کوئی یار تھا نہ مددگار اور وہ مجمع جس پر اسے ناز تھا اس کی کچھ مدد نہ کر سکا اور نہ خود اس کے اپنے بس کا کچھ تھا بجز پچھتانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا سچ ہے جس کو اللہ ہی چھوڑ بیٹھے اس کا مددگار کون ہو سکتا ہے اللہ سے بڑھ کر نہ کوئی انعام دے سکتا ہے۔ نہ کام کا بدلہ اور مصیبت کے وقت وہی سچا معبود آفتوں سے بچانے والا ہے۔

قرآن کریم یہ مختصر سا قصہ سنا کر متعدد عبرتیں اور نصیحتیں دینا چاہتا ہے۔

ایک تو یہ کہ انسان کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا میں اسے جو نعمتیں مل رہی ہیں وہ اللہ عزوجل کی طرف سے مل رہی ہیں۔ اس لئے ان سے فائدہ اٹھاتے وقت حق تعالیٰ سے غافل نہ ہونا چاہئے اور ہر وقت اس کا شکر گزار رہنا چاہئے اور ان نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی میں نہ خرچ کرنا چاہئے۔

۲: دوسرے اپنے مال و دولت ساز و سامان پر اترانا اور فخر و تکبر کرنا یہ خالص کافرانہ خصلت ہے لہٰذا مومن کی یہ شان ہی نہیں ہو سکتی۔

۳: تیسرے اہل ایمان کو اس سے یہ تعلیم و تلقین ملتی ہے کہ اپنی ناداری اور محتاجی کا غم نہ کریں اور کافروں کی دولت مندی و راحت کی تمنا نہ کریں۔

۴: چوتھے غرور اور تکبر سے اکثر و بیشتر مال و دولت برباد ہو جاتا ہے۔ مادی اسباب کو کارساز سمجھنا اور ان پر بھروسہ کرنا نہ چاہئے۔ زمین اور آسمان کے کل معمولی اور غیر معمولی حوادث اور تمام غیبی اسباب سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

۵: پانچویں دولت کی فراوانی۔ اولاد کی کثرت و طاقت دیکھ کر مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنے اور اس کے مفہوم کا یقین رکھنے کی ضمناً ہدایت ہے۔ انہیں آیات کو سامنے رکھ کر بعض سلف کا مقولہ ہے کہ جسے اپنی اولاد یا مال یا حال پسند آئے اسے یہ کلمہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لینا چاہئے۔ روایات میں ہے کہ جب آدمی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو یہی کلمہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لینا چاہئے۔ شعب الایمان میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز دیکھے اور وہ اس کو پسند آئے تو اگر اس نے یہ کلمہ کہہ لیا مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی یعنی وہ پسندیدہ چیز محفوظ رہے گی اور بعض روایات میں ہے کہ جس نے کسی محبوب اور پسندیدہ چیز کو دیکھ کر یہ کلمہ پڑھ لیا تو اس کو نظر بد نہ لگے گی۔ حضرت امام مالک بن انسؒ نے اپنے مکان کے دروازہ پر یہ لکھ رکھا تھا کہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں لکھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

۶: چھٹے جیسا کہ یہاں اس مثال میں اس کافر متکبر نے اخیر میں اظہار حسرت کی یہی حال تمام کفار و مشرکین کا ہوگا جب کہ عالم فانی تباہ ہوگا اور وہ اپنی اس عمر رفتہ پر افسوس کریں گے جو وہ اس میں کھو چکے ہیں اور پچھتائیں گے کہ ناحق ہم نے کفر و شرک کیا مگر اس وقت پچھتانے اور افسوس کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

۷: ساتویں اس پورے قصہ سے قیامت کی حقانیت بھی ثابت کرنا مقصود ہے کہ جس طرح ایک دم میں خدا تعالیٰ روزمرہ عالم میں انقلاب کرتا ہے۔ کائنات ارضی میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں اسی طرح ایک دن کل عالم کو برباد کر کے از سر نو پیدا کر دے گا۔

آگے دنیوی زندگی کی بے ثباتی کی ایک اور مثال دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکر گزار بندہ بنا کر رکھیں اور دنیا کی ہر ایک نعمت جو ہم کو عطا فرمائی ہے اس کو آخرت اور اپنی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں۔

یا اللہ کفران نعمت اور کبر و غرور جیسی کافرانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک صاف رکھئے اور ہر حال میں ہم کو آخرت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات

الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ

خوب گنجان ہوگئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہوجاوے کہ اس کو ہوا اُڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ مال و اولاد حیاتِ دنیا

زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں۔

وَاضْرِبْ اور بیان کردیں	لَهُمْ ان کیلئے	مَّثَلَ مثال	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	كَمَآءٍ جیسے پانی	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسکو اتارا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان
فَاخْتَلَطَ پس مل جل گیا	بِهٖ اس سے	نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کی نباتات	فَاَصْبَحَ وہ پھر ہوگیا	هَشِيْمًا چورا چورا	تَذْرُوْهُ اڑاتی ہے اسکو	الرِّيٰحُ ہوا	
وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر	مُّقْتَدِرًا بڑی قدرت رکھنے والا	اَلْمَالُ مال	وَالْبَنُوْنَ اور بیٹے	زِيْنَةُ زینت	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی
وَالْبٰقِيٰتُ اور باقی رہنے والی	الصّٰلِحٰتُ نیکیاں	خَيْرٌ بہتر	عِنْدَ رَبِّكَ تیرے رب کے نزدیک	ثَوَابًا ثواب میں	وَخَيْرٌ اور بہتر	اَمَلًا آرزو میں	

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں ایک مثال کے ذریعہ سے مال و جاہ اور دنیا کا فانی اور حقیر ہونا اور اعمال عقبیٰ کا باقی ہونا ذکر فرمایا گیا تھا اسی طرح ان آیات میں بھی دنیوی زندگی کی ایک اور مثال دی جارہی ہے جس سے دنیا کا سریع الزوال ہونا اور اعمال صالحہ کا باقی رہنا اور آخرت کا قابل اہتمام ہونا بیان فرمایا جارہا ہے۔ قرآن مجید انسان کی توجہ دنیا کی بے ثباتی کی طرف بار بار دلاتا ہے۔ توحید و رسالت کے بعد یہ اس کا خاص موضوع ہے اور اس حقیقت کو متعدد جگہ عبارتیں بدل بدل کر انسان کے ذہن نشین کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی سے دل لگانے کا نتیجہ اور انجام برا ہوتا ہے۔ ان آیات میں بھی دنیا کی زندگی کی حقیقت کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا جارہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کی عارضی بہار فانی اور ایک دن ختم ہوجانے والی ہے اور اس کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا وہ یک بیک جی اٹھی۔ ہر طرف سبزہ لہلہانے لگا۔ طرح طرح کے پودے اور پھل و پھول نظر آنے لگے۔ ہری بھری کھیتیاں آنکھوں کو بھلی معلوم ہونے لگیں مگر تھوڑے ہی دنوں بعد وہ لہلہاتی کھیتی زرد ہوکر سوکھنا شروع ہوجاتی ہے آخر ایک وقت آتا ہے کہ کاٹ چھانٹ کر برابر کردی جاتی ہے اور چورہ چورہ ہوکر ہوا میں اڑائی جاتی ہے۔ اور ہوا اُسے تتر بتر کردیتی ہے۔ نہ اس میں گذشتہ شادابی رہتی ہے۔ نہ وہ سبزی۔ نہ پھل نہ پھول۔ اسی طرح انسان کی حالت ہے۔ غیبی فیضان سے رحم مادر کی زمین میں اس کا تخم بویا جاتا ہے۔ وقت خاص پر پیدا ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ بڑھتا۔ ترقی کرتا اور جوان ہوتا ہے۔ جوانی۔ رعنائی حسن۔ طاقت۔ صحت سب ہی کچھ حاصل ہوتا ہے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد بڑھاپا آتا ہے اور وہ حسن و جمال اور قوت و طاقت سب معدوم ہوجاتی ہے اور بالآخر مر کر خاک کے ساتھ خاک ہوجاتا ہے۔

ہاں اگر کوئی چیز باقی رہنے والی اور آخرت میں کام آنے والی ہے تو وہ اعمال صالحہ ہیں۔ انہیں کی وجہ سے فرحت دائمی کا سامان حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہاں کی کامیابی اور آسائش کوئی چاہتا ہے تو دنیا میں ایسے نیک کام کرے۔ جو ہمیشہ ہمیشہ کو باقی رہنے

والے ہیں۔ اللہ عزوجل ایسے کاموں کا اچھا بدلہ عنایت فرمائے گا۔ تو یہ باقیات صالحات دنیا کے ساز و سامان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جزا کے لحاظ سے بھی اچھے ہیں اور امید کے لحاظ سے بھی یعنی اعمال صالحہ پر جو اُمیدیں وابستہ ہوتی ہیں وہ آخرت میں پوری ہوں گی اور اُس سے بھی زیادہ اجر و ثواب ملے گا بخلاف متاع دنیا کے کہ اُس سے خود دنیا ہی میں امیدیں پوری نہیں ہوتیں اور آخرت میں تو احتمال ہی نہیں۔

یہاں آیات میں باقیات الصالحات کے الفاظ فرمائے گئے ہیں یعنی باقی رہنے والی نیکیاں یا اعمال صالحان کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ باقی رہنے والی نیکیاں سبحان اللہ۔ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ کلمات ماثورہ ہیں۔ اور اس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ مسند احمد وغیرہ میں بروایت حضرت ابو سعید خدریؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ باقیات صالحات کو زیادہ سے زیادہ جمع کیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔ الحمدللہ۔ اللہ اکبر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ سبحان اللہ لا الہ الا اللہ و الحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر یہی باقیات صالحات ہیں۔ اور ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمے یعنی سبحان اللہ۔ والحمدللہ۔ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں جن پر آفتاب کی روشنی پڑتی ہے یعنی سارے جہان سے۔ اس لئے آیت میں باقیات صالحات کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ نے یہی کی ہے کہ مراد اس سے یہی کلمات پڑھنا ہیں۔

اکثر مفسرین نے فرمایا کہ باقیات صالحات سے وہ تمام اعمال صالحہ مراد ہیں جن کے ثمرات ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں جیسے کسی کو دین کا علم سکھایا جائے جو جاری رہے۔ یا کوئی نیک رسم جاری کرے۔ یا مسجد یا کنواں یا مسافر خانہ یا باغ و کھیت وغیرہ اللہ کے واسطے وقف کر دیا جائے یا اولاد کو تربیت کر کے صالح یا عالم باعمل چھوڑ جائے تو یہ سب صدقات جاریہ ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ اور یہی قول اکثر مفسرین کے نزدیک راجح اور صحیح ہے کہ جس میں نماز۔ روزہ۔ اعمال حج۔ اور کلمات ماثورہ یعنی سبحان اللہ۔ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وغیرہ اور تمام پاکیزہ اقوال و افعال جن کا ثمرہ آخرت کے لئے باقی رہے وہ سب باقیات صالحات میں داخل ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ باقیات صالحات انسان کی نیت اور ارادہ ہیں کہ اعمال صالحہ کی قبولیت اسی پر موقوف ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہاں آیات میں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دنیا سے ضرورت سے زائد دلچسپی لینا اور اس کے ساز و سامان پر فخر و ناز نہ کرنا چاہئے بلکہ آخرت اور اعمال صالحہ کا اہتمام اور قیامت کے لئے تیاری کرنا چاہئے۔ اسی سلسلہ میں آگے بعض واقعات و حالات قیامت ذکر فرمائے جاتے ہیں کہ جس سے آخرت کا قابل اہتمام ہونا سمجھایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اس چند روزہ دنیا کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور اس عارضی اور فانی دنیا کی زندگی کو آخرت کی دائمی اور باقی رہنے والی زندگی کے حصول کا ذریعہ بنا دیں۔ یا اللہ دنیا اور اس کے ساز و سامان سے قلبی تعلق اور دلی لگاؤ سے ہمکو محفوظ فرما اور ہر آن و ہر حال میں ہم کو آخرت کی اور اپنی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر مرحمت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿٤٧﴾

اور اُس دن کو یاد کرنا چاہیئے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹادیں گے اور زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کردیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے۔

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۡ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ نَّجْعَلَ

اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو برابر برابر کھڑے کرکے پیش کئے جائیں گے دیکھو آخر تم ہمارے پاس آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ

لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا

تم یہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے۔ اور نامۂ اعمال رکھدیا جاوے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ (لکھا) ہوگا اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً إِلَّآ أَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ

کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامۂ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ قلمبند کئے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ (چھوڑا) اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴿٤٩﴾

اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

وَ يَوْمَ اور جس دن	نُسَيِّرُ ہم چلائیں گے	الْجِبَالَ پہاڑ	وَتَرَى اور تو دیکھے گا	الْأَرْضَ زمین	بَارِزَةً کھلی ہوئی	وَّحَشَرْنٰهُمْ اور ہم انہیں جمع کریں گے
فَلَمْ نُغَادِرْ پھر نہ چھوڑیں گے ہم	مِنْهُمْ ان سے	أَحَدًا کسی کو	وَعُرِضُوْا اور وہ پیش کئے جائیں گے	عَلٰى سامنے	رَبِّكَ تیرا رب	صَفًّا صف بستہ
لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا البتہ تم ہمارے سامنے آگئے	كَمَا جیسے	خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا	أَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار	بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم سمجھتے تھے		
أَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ کہ ہم ہرگز نہ ٹھہرائیں گے تمہارے لئے	مَّوْعِدًا کوئی وقت موعود	وَوُضِعَ اور رکھی جائے گی	الْكِتٰبُ کتاب	فَتَرَى سو تم دیکھو گے		
الْمُجْرِمِيْنَ مجرم	مُشْفِقِيْنَ ڈرتے ہوئے	مِمَّا اس سے جو	فِيْهِ اس میں	وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے	يٰوَيْلَتَنَا ہائے ہماری شامت اعمال	مَالِ کیسی ہے
هٰذَا الْكِتٰبِ یہ کتاب	لَا يُغَادِرُ یہ نہیں چھوڑتی	صَغِيْرَةً چھوٹی بات	وَّلَا اور نہ	كَبِيْرَةً بڑی بات	إِلَّآ أَحْصٰهَا مگر وہ اسے گھیرے ہوئے	
وَ اور	وَجَدُوْا وہ پالیں گے	مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا	حَاضِرًا سامنے	وَلَا يَظْلِمُ اور ظلم نہیں کرے گا	رَبُّكَ تمہارا رب	أَحَدًا کسی پر

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں مثال کے ذریعہ دنیا کا فانی اور اعمال صالحہ کا باقی ہونا بتلایا گیا تھا جس سے مقصود یہ سمجھانا تھا کہ یہ دنیا دل لگانے اور مقصود بنانے کی جگہ نہیں ہے اور نہ اس کے سازوسامان پر فخر کرنا چاہیئے بلکہ آخرت اور اعمال صالحہ کا اہتمام کرنا چاہیئے اور اسی کی ترغیب کے لئے بعض واقعات قیامت ذکر کئے جاتے ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت آئے گی پہاڑ جیسی مضبوط اور سخت مخلوق بھی اپنی جگہ سے چلائی جائے گی اور اس کی بھاری بھاری چٹانیں دھنی ہوئی اون کی طرح فضا میں اڑتی پھریں گی۔ زمین کے سارے ابھار مٹ مٹا کر سطح ہموار رہ جائے گی۔ زمین پر کوئی درخت' کوئی مکان کہ کوئی چھت کوئی سایہ کوئی بلندی و پستی نہ ہوگی۔ صاف چٹیل میدان ہوگا اور تمام انسان قبروں سے اٹھ کر صف بستہ ہو کر خدا کے سامنے لائے جائیں گے۔ جس طرح آدمی دنیا میں بے بس و بے کس نادار خالی

ہاتھ ننگے بدن' غیر مختون آئے تھے ایسے ہی قیامت کے دن نہتے' برہنہ اور محتاج ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ نہ وہاں دولت و مال ساتھ ہوگا نہ حشمت وجاہ' نہ نوکر چاکر' تن وتنہا بے یار و مددگار ہر شخص اپنی دھن میں سرشار ہوگا اور کوئی شخص خدائی عدالت سے غیر حاضر نہ ہو سکے گا اور منکرین حشر کو توبیخ کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ تم تو قیامت وغیرہ کو جھٹلاتے تھے اور اس کو محض ڈھکوسلہ سمجھتے تھے۔ آج سب اپنا جتھا اور اثاثہ چھوڑ کر ننگ دھڑنگ خالی ہاتھ کہاں آ پہنچے۔ اب تو تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا اور تم کو یقین آ گیا کہ خدا تعالیٰ کس طرح دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

بخاری ومسلم میں بروایت حضرت ابن عباسؓ منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو تم قیامت میں اپنے رب کے سامنے ننگے پاؤں ننگے بدن پیدل چلتے ہوئے آؤ گے اور سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا سب مرد وعورت ننگے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس روز ہر ایک کو ایسا شغل اور ایسی فکر گھیرے رہے گی کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ سب کی نظریں اوپر اٹھی ہوئی ہوں گی۔ پھر اعمال نامہ ہر ایک کو دیا جائے گا۔ غرض ہر چھوٹی بڑی حرکت اس میں مندرج نظر آئے گی۔ حیرت سے کہیں گے ارے یہ کیا ہوا یہ تو ہماری زندگی کا پورا فوٹو ہے کوئی نقل وحرکت ایسی نہیں جو اس میں مذکور نہ ہو۔ لیکن یہ تمام روئداد انسانی زندگی کی ہوگی۔ جیسا کوئی بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ کسی نے کوئی جرم نہ کیا ہو اور وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے اور نہ یہی ہوگا کہ کسی بے گناہ کو پکڑ کر سزا دے ڈالی جائے۔ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر کسی کی حق تلفی نہ فرمائیں گے۔

یہاں کس مؤثر طریقہ سے منکرین حشر کو قیامت کا منظر دکھلا کر سمجھایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی۔ حشر نشر یقینی ہوگا اور انسان کے سارے اعمال جو اس نے دنیا کے اندر نڈر ہو کر کئے تھے اور سمجھ بیٹھا تھا کہ کوئی پوچھنے والا نہیں ایک ایک کر کے اس کی آنکھوں کے سامنے آجائیں گے اور ہر ایک کو اس کے کام کا بدلہ جس کا وہ مستحق ہے مل کر رہے گا۔

حاصل مقصود یہ کہ جب ایسا ہونا ہے تو آخرت نہایت درجہ فکر واہتمام کے لائق ہے۔ نہ کہ اس کی تکذیب اور انکار اور اس سے تغافل اور بے فکری۔ اب دنیا سے دلی لگاؤ اور آخرت سے بے فکری یہ ہوتا ہے شیطان ابلیس کے اغوا اور اس کے بہکانے سکھانے سے اس لئے اگلی آیات میں پھر ابلیس کی شیطنت اور اس کی خباثت اور دشمنی کو ظاہر کیا گیا ہے تا کہ انسان اس دشمن سے متنبہ رہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی آخرت کا خاطر خواہ فکر ہمہ وقت رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قیامت سے ہمارے قلوب کو غافل نہ فرمائیں۔

یا اللہ قیامت اور میدان حشر کی حاضری سے اور وہاں کے حساب کتاب سے اب امت مسلمہ میں بھی غفلت آ گئی ہے جس کی وجہ سے فسق وعصیان دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ یا اللہ میدان حشر کی حاضری کا خوف دلوں میں ایسا ڈال دے کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں اور جو تقصیرات وکوتاہیاں ہم سے اب تک ہو چکی ہیں اس کا توبہ سے تدارک کر لیں تا کہ میدان حشر میں ندامت اور شرمندگی سے بچ جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ

اور جب کہ ملائکہ کو ہم نے حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کے سامنے سجدہ کرو۔ سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا سو اُس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا

رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ

سو کیا پھر بھی تم اُس کو اور اُس کے چیلے چانٹوں کو دوست بناتے ہو مجھ کو چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دُشمن ہیں، یہ ظالموں کیلئے بہت بُرا بدل ہے۔ میں نے اُنکو نہ تو

خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱ وَيَوْمَ

آسمان اور زمین پیدا کرنے کے وقت بُلایا اور نہ خود اُن کے پیدا کرنے کے وقت (بُلایا) اور میں ایسا (عاجز) نہ تھا کہ (کسی کو خصوص) گمراہ کرنیوالوں کو اپنا (دست و) بازو بناتا۔

يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝۵۲

اور اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ فرماوے گا کہ جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو پکارو، پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ ان کو جواب ہی نہ دیں گے اور ہم اُن کے درمیان میں ایک آڑ کر دیں گے۔

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳

اور (اس وقت) مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کریں گے وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے کوئی بچنے کی راہ نہ پاویں گے۔

وَاِذْ اور جب	قُلْنَا ہم نے کہا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے	اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو	لِاٰدَمَ آدمؑ کو	فَسَجَدُوْا تو انہوں نے سجدہ کیا	اِلَّآ سوائے	اِبْلِيْسَ ابلیس	
كَانَ وہ تھا	مِنَ سے	الْجِنِّ جن	فَفَسَقَ وہ نکل گیا	عَنْ سے	اَمْرِ رَبِّهٖ اپنے رب کا حکم	اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ سو تم کیا اسکو بناتے ہو	وَذُرِّيَّتَهٗٓ اور اسکی اولاد	
اَوْلِيَآءَ دوست	مِنْ دُوْنِيْ میرے سوائے	وَهُمْ اور وہ	لَكُمْ تمہارے لئے	عَدُوٌّ دشمن	بِئْسَ بُرا ہے	لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے	بَدَلًا بدل	مَا نہیں
اَشْهَدْتُّهُمْ حاضر کیا میں نے اُنہیں	خَلْقَ پیدا کرنا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَلَا خَلْقَ اور نہ پیدا کرنا	اَنْفُسِهِمْ انکی جانیں			
وَمَا كُنْتُ اور میں نہیں	مُتَّخِذَ بنانیوالا	الْمُضِلِّيْنَ گمراہ کرنے والے	عَضُدًا بازو	وَيَوْمَ اور جس دن	يَقُوْلُ وہ فرمائے گا	نَادُوْا بلاؤ		
شُرَكَآءِيَ میرے شریک	الَّذِيْنَ اور وہ جنہیں	زَعَمْتُمْ تم نے گمان کیا	فَدَعَوْهُمْ پس وہ انہیں پکاریں گے	فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا تو وہ جواب نہ دینگے				
لَهُمْ انہیں	وَجَعَلْنَا اور ہم بنادینگے	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	مَّوْبِقًا ہلاکت کی جگہ	وَرَاَ اور دیکھیں گے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم	النَّارَ آگ		
فَظَنُّوْٓا تو وہ سمجھ جائیں گے	اَنَّهُمْ کہ وہ	مُّوَاقِعُوْهَا گرنے والے ہیں اسمیں	وَلَمْ يَجِدُوْا اور وہ نہ پائیں گے	عَنْهَا اس سے	مَصْرِفًا کوئی راہ			

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں منکرین قیامت کو بعض واقعات قیامت سنا کر جتلایا گیا تھا کہ ایک دن قیامت ضرور آئے گی اور آخرت میں ہر انسان سے جو دنیا میں آیا ہے اس سے اس کی دنیوی زندگی کا حساب کتاب ہوگا اور ہر ایک کے عمل اس کے سامنے آجائیں گے پھر جو جس جزا یا سزا کا مستحق ہوگا وہ اسے ملے گی اس طرح انسانوں کو عالم آخرت کی طرف متوجہ کیا گیا تھا۔

اب انسان کو عالم آخرت سے غافل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک تو دنیوی مال دولت کہ جس کے نشہ میں یہ ایسا سرشار ہوتا ہے کہ اس کو اس عالم سے جانے کی نہ فکر نہ عالم آخرت کے لئے زادراہ حاصل کرنے کی فرصت۔ دوسری چیز شیطان ابلیس اور اس کی ذریت کا دام وفریب ہے جو انسان کو عالم آخرت سے

غافل اور دنیوی زندگی اور اس کے سازوسامان اور مال و دولت کے چکر میں پھنسائے رکھتا ہے اور آدمی اس دشمن کو نہیں پہنچانتا اس لئے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کی عداوت کا قصہ بار بار یاد دلایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی موقع کی مناسبت سے پھر انسانوں کی توجہ قصہ آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کی طرف دلائی گئی جس سے مقصود گمراہ انسانوں کو ان کی اس حماقت پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ قادر مطلق۔ پروردگار عالم اور بندوں پر شفیق ورحیم وکریم کارساز کی ذات عالی کو چھوڑ کر اپنے ازلی دشمن کے پھندے میں پھنس رہے ہیں۔ جو اول روز سے بنی نوع انسان کے خلاف حسد رکھتا ہے اور ان کو گمراہی میں مبتلا رکھنے کا بیڑہ اٹھا چکا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا انسانوں کو یاد نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جب پیدا ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے سامنے سجدہ میں گر پڑو۔ فرشتے حکم الٰہی پاتے ہی فوراً سجدہ میں چلے گئے لیکن ابلیس نے جو جنات میں سے تھا اور فرشتوں میں اپنی عبادت کی بدولت شامل کر لیا گیا تھا۔ انکار کر دیا اور اپنے رب کا حکم نہ مانا۔ کھلم کھلا سرکشی کر بیٹھا اور چونکہ اللہ عزوجل نے اسے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون قرار دے دیا تھا اس لئے وہ آدم علیہ السلام اور بنی نوع انسان کا جانی دشمن ہو گیا اور چونکہ اس پر یہ لعنت آدم علیہ السلام کی وجہ سے پڑی تھی اس لئے ان کو اور ان کی اولاد کو ستانے اور گمراہ کرنے پر کمر باندھ لی اب اس کا کام ہر وقت یہی ہے کہ اولاد آدم کو اللہ عزوجل کے مقرر کئے ہوئے سیدھے راستہ سے ہٹاتا رہے اور انسانوں کو دنیا کی ناپائیدار چیزوں ہی میں پھنسائے رکھے۔ تو تمام انسانوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ شیطان ابلیس کے یہ سارے حالات جاننے کے بعد کیا تم اس کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو اپنا دوست اور رفیق بناؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہیں کے بہکانے اور پھسلانے پر چلو گے۔

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے اظہار میں فرماتے ہیں کہ یہ زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ہم نے ان شیاطین کو مدد یا مشورہ کے لئے تو بلایا نہ تھا کہ ذرا آ کر دیکھ جائیں کہ ٹھیک بنا ہے یا کچھ اونچ نیچ رہ گئی۔ غرض نہ ان سے ایجاد عالم میں کچھ مشورہ لیا گیا نہ مدد طلب کی گئی۔ بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت سرے سے یہ شیاطین موجود ہی نہ تھے۔ خود ان کو پیدا کرتے وقت بھی نہیں پوچھا گیا کہ تمہیں کیا بنایا جائے یا تمہارے دوسرے ہم جنسوں کو کس طرح پیدا کیا جائے اور بفرض محال مدد بھی اللہ تعالیٰ لیتے اور قوت بازو بناتے تو کیا ان بدبخت اشقیا کو؟ جنہیں حق تعالیٰ جانتے ہوں کہ یہ لوگوں کو میری راہ سے بہکانے والے ہیں۔ پھر خدا جانے انسانوں نے انہیں خدائی کا درجہ کیسے دیدیا اور اپنے رب کو چھوڑ کر انہیں کیوں رفیق و مددگار بنانے لگے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن ان مشرکین سے کہا جائے گا کہ تم نے جن کو اللہ کا شریک بنا رکھا تھا اب ان کو بلاؤ تاکہ اس مصیبت کے وقت تمہاری مدد کریں تو اس وقت ان مشرکین پر غیر اللہ کی رفاقت اور دوستی کی ساری قلعی کھل جائے گی ایک دوسرے کے پاس بھی نہ جاسکیں گے اور کام آنا تو درکنار دونوں کے بیچ میں ایک عظیم و وسیع خندق آگ کی حائل ہوگی اور شروع شروع میں تو شاید ان مشرکین کو معافی کی کچھ امید بھی ہو لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ اب اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں۔

اب آگے کفار و منکرین کو پھر قرآن کی حقانیت اور توحید و رسالت کے مضمون کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ عذاب نار سے ہم کو ہمارے ماں باپ اور تمام مومنین و مومنات کو بچا کر اپنی رحمت میں داخل فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿٥٤﴾ وَمَا

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور (اس پر بھی منکر) آدمی جھگڑے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور

مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ أَوْ

لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے (کفر وغیرہ کی) مغفرت مانگنے سے اور کوئی امر مانع نہیں رہا بجز اسکے کہ انکو اسکا انتظار ہو

يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ

کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ ان کو بھی پیش آئے یا یہ کہ عذاب (الٰہی) رُودررُو ان کے سامنے آ کھڑا ہو۔ اور رسولوں کو تو ہم صرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں

كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ ۖ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا ﴿٥٦﴾

اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ سے حق بات کو بچلا دیویں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے انکو ڈرایا گیا تھا اس کو دل لگی بنا رکھا ہے۔

وَ اور	لَقَدْ صَرَّفْنَا البتہ ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیا	فِي میں	هَٰذَا الْقُرْآنِ اس قرآن	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	مِن سے	كُلِّ مَثَلٍ ہر مثالیں	وَكَانَ اور ہے		
الْإِنسَانُ انسان	أَكْثَرَ شَيْءٍ ہر شے سے زیادہ	جَدَلًا جھگڑالو	وَمَا مَنَعَ اور نہیں روکا	النَّاسَ لوگ	أَن يُؤْمِنُوا کہ وہ ایمان لائیں	إِذْ جَاءَهُمُ جب آگئی ان کے پاس			
الْهُدَىٰ ہدایت	وَيَسْتَغْفِرُوا اور وہ بخشش مانگیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	إِلَّا بجز	أَن یہ کہ	تَأْتِيَهُمْ انکے پاس آئے	سُنَّةُ روش	الْأَوَّلِينَ پہلوں کی	أَوْ یا	يَأْتِيَهُمُ آئے انکے پاس
الْعَذَابُ عذاب	قُبُلًا سامنے کا	وَمَا نُرْسِلُ اور ہم نہیں بھیجتے	الْمُرْسَلِينَ رسول	إِلَّا مُبَشِّرِينَ مگر خوشخبری دینے والے	وَمُنذِرِينَ اور ڈرسنانے والے				
وَيُجَادِلُ اور جھگڑا کرتے ہیں	الَّذِينَ كَفَرُوا وہ جنہوں نے کفر کیا	بِالْبَاطِلِ ناحق سے	لِيُدْحِضُوا تا کہ وہ پھسلادیں	بِهِ اس سے	الْحَقَّ حق				
وَاتَّخَذُوا اور انہوں نے بنایا	آيَاتِي میری آیات	وَمَا اور جس	أُنذِرُوا وہ ڈرائے گئے	هُزُوًا مذاق					

تفسیر وتشریح

دنیا کی بے ثباتی' دنیوی زندگی کی حقیقت' یہاں کے مال ودولت کا فانی ہونا اور اعمال صالحہ کا باقی رہنا۔ قیامت کا لازمی آنا اور وہاں اعمال کی جزا وسزا کا ملنا شیطان کے دام فریب میں پھنس کر آخرت سے غافل نہ ہونا۔ یہ سب مضامین گذشتہ آیات میں نہایت مؤثر طریقہ سے بیان فرمائے گئے تھے۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قرآن کریم کس طرح مختلف عنوانات اور قسم قسم کے دلائل اور مثالوں سے سچی باتیں سمجھاتا ہے مگر انسان کچھ ایسا جھگڑالو واقع ہوا ہے کہ صاف اور سیدھی باتوں میں بھی کٹ حجتی کے بغیر نہیں رہتا۔ جب دلائل کا جواب بن نہیں پڑتا تو مہمل اور دور از کار فرمائشیں اور مطالبات شروع کر دیتا ہے منکرین کے اس ضد وعناد کی حالت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کے ضد وعناد کو دیکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن جیسی عظیم الشان ہدایت پہنچ جانے کے بعد ایمان نہ لانے اور توبہ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر ان کے پاس باقی نہیں۔ آخر قبول حق میں اب کیا دیر ہے اور کا ہے کا انتظار ہے۔ جہاں تک دلیل وحجت کا تعلق ہے قرآن نے حق واضح کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ اب کیا یہ منکرین یہی راہ دیکھ رہے ہیں کہ پہلی قوموں کی طرح خدا تعالیٰ ان کو بھی بکلی تباہ کر ڈالے یا اگر تباہ نہ کئے جائیں تو کم از کم مختلف صورتوں میں عذاب الٰہی آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہو۔ وبائیں

آئیں یا طوفان میں گھریں یا زلزلوں سے ہلاک ہوں یا قحط اور خشک سالی سے دوچار ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمجھانے کا جو حق تھا وہ تو پورا ادا کر دیا اب فقط یہی بات رہ گئی ہے کہ عذاب ہی سر پر آ پڑے۔ ان کو تو یہ چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت کو غنیمت سمجھتے اور اپنی عاقبت درست کرنے کی فکر میں لگتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول کا کام یہ ہے کہ انسان کے برے بھلے کو کھول کر بتلا دیں اور اللہ کے احکام ان کے سامنے پیش کر دیں جس میں بتا دیا گیا ہے کہ برے کاموں کی سزا جہنم ہے جو بڑی دکھ اور آزار کی جگہ ہے اور اچھے کاموں کی جزا جنت ہے جو بڑے آرام و راحت کا مقام ہے۔ اس سے زیادہ اللہ کے رسول سے کچھ اور طلب کرنا ضد اور ہٹ دھرمی کی نشانی ہے۔ یہ منکرین غلط اور جھوٹی باتیں پیش کر کے اپنے آپ کو جھگڑالو ثابت کر رہے ہیں ان کی غرض سوا اس کے کچھ نہیں کہ حقیقت پر پردہ ڈال دیں اور جھوٹی باتیں بنا کر سچی بات کو ٹال دیں۔ یہ کلام اللہ سے استہزا اور مذاق کرتے ہیں اور جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

یہاں یہ بات انتہائی قابل غور وفکر ہے کہ ان آیات میں جو مذمت کفار کی فرمائی گئی اور تنبیہ منکرین کو کی گئی ہے وہ اسی بناء پر ہے کہ وہ قرآن کو حق ماننے سے مجادلہ اور انکار کرتے تھے مگر جو اس کو مان کر اس کے خلاف کریں۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام نہ جانیں اس کے احکام کی خلاف ورزی کریں بلکہ اس سے بغاوت و سرکشی اختیار کریں اور اس اللہ کی عظیم الشان نعمت کی ناقدری اور کفران نعمت کریں تو یہ جرم کس درجہ ان منکرین کے جرم سے ہلکا اور کمتر ہوگا؟ حق تعالیٰ تو منکرین و مشرکین سے یہ مطالبہ فرما رہے ہیں کہ جب قرآنی ہدایت وتعلیم پہنچ چکی تو کوئی عذر اب نہیں کہ اس پر ایمان نہ لایا جائے اور اس کا اتباع نہ کیا جائے۔ اب جو بھی یہ کافر ایمان نہیں لاتے تو گویا یہ اسی کا انتظار کر رہے ہیں کہ یہ بھی وہی اگلے جھگڑالو انسانوں کی طرح ہلاک کئے جائیں یا یہ کہ زندہ تو رہیں لیکن عذاب در عذاب کے چکر میں ڈال دیئے جائیں تو جب یہ تنبیہ و وعید کفار و منکرین کو سنائی گئی ہے اور ان کا کوئی عذر قابل سماعت نہیں تو جو اس کو مان کر نہ ماننے کی برابر کر دیں ان کے پاس اس کا کیا عذر ہو سکتا ہے اور ان کا کون سا عذر قابل سماعت ہو سکتا ہے؟ تو پھر اس ناقدری اور حق ناشناسی پر جس سزا کے یہ مستحق قرار دیئے جائیں وہ تھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں ابھی منکرین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ امت مسلمہ کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور مسلمانوں کو قرآن جیسی نعمت عظمیٰ کی قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ بیشک قرآن پاک نے تو سمجھانے کا حق پورا ادا کر دیا اب جو کوتاہی ہے ہماری ہی ہے۔ اللہ پاک ہمیں دنیا میں قرآن کریم کا حقیقی اتباع نصیب فرماویں۔ اور اس کی نافرمانی سے کامل طور پر بچاویں۔ قرآن پاک کے حقوق کی ادائیگی میں ہم سے جو قصور سرزد ہو چکے ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیں اور آئندہ کے لئے اس کے احکام پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم صادق ہمارے قلوب میں عطا فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جاوے پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ اپنے ہاتھوں (گناہ) سمیٹ رہا ہے اس (کے نتیجہ) کو بھول جائے

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا

ہم نے اس (حق بات) کے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور (اس کے سننے سے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور (اسی وجہ سے) اگر آپ ان کو راہ راست کی طرف بلاویں

اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ

تو ایسی حالت میں ہرگز بھی راہ پر نہ آویں۔ اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنیوالا (اور) بڑا رحمت والا ہے اگر ان سے ان کے اعمال پر دارو گیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا

لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

(مگر ایسا نہیں کرتا) بلکہ ان کے واسطے ایک معین وقت ہے (یعنی یوم قیامت) کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے۔ اور یہ بستیاں جب انہوں نے شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک

لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

کر دیا اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لئے وقت معین کیا تھا۔

وَمَنْ اور کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنْ اس سے جو	ذُكِّرَ سمجھایا گیا	بِاٰيٰتِ آیتوں سے	رَبِّهٖ اس کا رب	فَاَعْرَضَ تو اس نے منہ پھیر لیا	عَنْهَا اس سے		
وَ اور	نَسِيَ وہ بھول گیا	مَا قَدَّمَتْ جو آگے بھیجا	يَدٰهُ اسکے دونوں ہاتھ	اِنَّا جَعَلْنَا بیشک ہم نے ڈال دیئے	عَلٰى قُلُوْبِهِمْ انکے دلوں پر	اَكِنَّةً پردے	اَنْ کہ		
يَفْقَهُوْهُ وہ اسے سمجھ سکیں	وَ اور	فِيْ میں	اٰذَانِهِمْ ان کے کان	وَقْرًا گرانی	وَاِنْ اور اگر	تَدْعُهُمْ تم انہیں بلاؤ	اِلَى طرف	الْهُدٰى ہدایت	فَلَنْ تو وہ ہرگز
يَّهْتَدُوْا نہ پائیں ہدایت	اِذًا جب بھی	اَبَدًا کبھی بھی	وَرَبُّكَ اور تمہارا رب	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	ذُو الرَّحْمَةِ رحمت والا	لَوْ اگر	يُؤَاخِذُهُمْ انکا مواخذہ کرے		
بِمَا كَسَبُوْا اس پر جو انہوں نے کیا	لَعَجَّلَ تو وہ جلد بھیج دے	لَهُمُ ان کیلئے	الْعَذَابَ عذاب	بَلْ بلکہ	لَهُمْ ان کیلئے	مَّوْعِدٌ ایک وقت مقرر			
لَّنْ يَّجِدُوْا وہ ہرگز نہ پائیں گے	مِنْ دُوْنِهٖ اس سے ورے	مَوْئِلًا پناہ کی جگہ	وَ اور	تِلْكَ یہ	الْقُرٰى بستیاں	اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا			
لَمَّا جب	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	وَجَعَلْنَا اور ہم نے مقرر کیا	لِمَهْلِكِهِمْ انکی تباہی کیلئے	مَّوْعِدًا ایک مقررہ وقت					

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں منکرین حق کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ قرآن نے تو طریق فہمائش میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ہر مناسب طرز سے پیام ہدایت سنایا مگر منکرین کی طبعی کٹ حجتی قبول حق سے مانع رہی۔ اب آگے ان آیات میں بھی منکرین حق کے متعلق مضمون جاری ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ فی الحقیقت اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جس کے سامنے اس کے پالنے والے کا کلام پڑھا جائے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے۔ اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور جو بدعملیاں اور سیاہ کاریاں یا تکذیب حق اور استہزاء و تمسخر کا جو ذخیرہ آگے بھیج رہا ہے اس کا کبھی بھول کر بھی خیال نہ لائے کہ اس کی سزا کیا ہے۔ ان منکرین کے جدال اور استہزاء بالحق کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور کانوں میں ڈاٹ ٹھک جاتی ہے۔ اب یہ نہ حق کو سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ پھر یہ حق کی طرف متوجہ ہوں تو

کیسے ہوں اور انجام کا خیال کریں تو کیسے کریں۔ ایسے بدبختوں کے راہ پر آنے کی کبھی توقع نہیں۔ کرتوت تو ان کے ایسے ہیں کہ عذاب پہنچنے میں ذرا تاخیر نہ ہو مگر حق تعالیٰ کا حلم و کرم فوراً تباہ کر ڈالنے سے مانع ہے۔ اپنی رحمت عامہ سے خاص حد تک اللہ تعالیٰ درگزر فرماتے ہیں اور سخت سے سخت مجرم کو موقع دیتے ہیں کہ چاہے تو اب بھی توبہ کر کے پچھلی خطائیں بخشوالے اور ایمان لا کر رحمت عظیمہ کا مستحق بن جائے۔ اگر وہ گنہ گاروں کو سزا فوراً ہی دے دیا کرتا تو پھر زمین پر کوئی باقی نہ بچتا۔ وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کرتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ پکڑے گا ہی نہیں۔ یہ تاخیر عذاب ایک وقت معین تک ہے جب وقت آجائے گا سب بندھے چلے آئیں گے۔ مجال نہیں کوئی روپوش ہو سکے یا ادھر ادھر کہیں کھسک جائے۔ عاد و ثمود گذشتہ قوموں کی بستیاں جن کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔ دیکھ لو جب ظلم پر ڈٹے رہے تو کس طرح اپنے وقت معین پر تباہ و برباد کر دی گئیں۔

اسی طرح اے منکرین تم کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ وقت آنے پر عذاب الٰہی سے کہیں پناہ نہ ملے گی۔ پس جو تاخیر وقت کے نہ آنے کے سبب ہو رہی ہے اس سے ان کو دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔

مفسرین نے یہاں صراحت کی ہے کہ ان آیات میں کفار مکہ کو نزول عذاب کی دھمکی ہے اور اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ تمہاری سرکشی ایک دن رنگ لائے گی۔ تمہاری بربادی کا وقت مقرر ہے۔ تاخیر سے دھوکہ نہ کھانا اور یہ نہ سمجھنا کہ اگر عذاب آنے والا ہوتا تو اب تک کیوں نہ آیا۔ اگر تاخیر عذاب کے متعلق کسی کو وسوسہ ہو تو یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال ایسے پر اسرار اور غامض ہوتے ہیں جن کی حکمت تک عوام تو عوام خواص کے فہم کی بھی رسائی نہیں ہوتی چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے ایک قصہ موسیٰ کا بیان کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی معمولی باتوں میں وہ اسرار اور راز ہوتے ہیں کہ جن کے سمجھنے سے موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی فہم بھی عاجز ہوتی ہے (حل القرآن) چنانچہ اگلی آیات سے موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے۔ جس کا بیان مسلسل دو رکوع میں ہوتا چلا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت عامہ و خاصہ کے طفیل سے ہمارے گذشتہ گناہوں اور خطاؤں سے درگزر فرماویں اور ہر حال میں ہم کو اپنی حالت پر توبہ و استغفار کی توفیق عطا فرماویں اور ہماری تقصیرات پر ہماری گرفت نہ فرماویں۔

یا اللہ آپ کے جو احکام اور نصیحتیں ہم تک پہنچیں ان پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ یا اللہ آپ کے احکام سے روگردانی جو خالص کافرانہ خصلت ہے اس سے امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچالیجئے اور گذشتہ زندگی میں جو اس میں کوتاہی ہوئی ہے اس پر توبہ کی توفیق عطا فرما دیجئے اور اپنی شان مغفرت و رحمت سے ہماری تقصیرات سے درگزر فرمائیے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾

اور وہ وقت یاد کرو جب کہ موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا

وَإِذْ اور جب	قَالَ کہا	مُوسَىٰ موسیٰ	لِفَتَاهُ اپنے جوان سے	لَا أَبْرَحُ میں نہ ہٹوں گا	حَتَّىٰ یہاں تک	أَبْلُغَ میں پہنچ جاؤں
	مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ		أَوْ یا	أَمْضِيَ چلتا رہوں گا	حُقُبًا مدت دراز	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں منکرین ومشرکین مکہ کو تنبیہ کی گئی تھی کہ تمہاری سرکشی ایک دن ضرور رنگ لائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت عامہ کے سبب عذاب کو ٹال رہا ہے مگر جب وقت آ جائے گا تو پھر بچ نہیں سکتے۔ تاخیر عذاب کی حکمت تو وہ حق تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔ ان کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے اور ان کے ہر کام میں ایسے راز اور اسرار پوشیدہ ہیں کہ جن کی حکمت تک عوام کی تو کیا خواص کے فہم کی بھی رسائی نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس امر کی تائید میں ایک قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان کیا جاتا ہے جس میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں وہ اسرار ہوتے ہیں جن کے سمجھنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی فہم بھی عاجز رہی۔ تفصیل اس قصہ کی احادیث میں اس طرح آئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو نہایت موثر اور بیش بہا نصیحتیں فرما رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ اس وقت آدمیوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے جواب میں آپ کے منہ سے نکلا کہ میں سب سے زیادہ علم والا ہوں۔ یہ جواب واقع میں صحیح بھی تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت کے اولوالعزم پیغمبر تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کے زمانہ میں علوم شرعیہ کا علم ان سے زیادہ کس کو ہوسکتا تھا لیکن حق تعالیٰ کو ان کے یہ الفاظ پسند نہ آئے۔ گو مراد صحیح تھی تاہم عنوان جواب کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے کہ روئے زمین پر آپ اپنے کو اعلم الناس خیال کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ کو احتیاط فی الکلام کی تعلیم دیجائے کہ اس سوال کے جواب کو علم الٰہی کے سپرد کرنا چاہئے تھا۔ غرض کہ ارشاد الٰہی ہوا کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین میں بعض امور میں تم سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ مجھے ان کا پورا پتہ ونشان بتایا جائے تا کہ میں وہاں جا کر کچھ علمی استفادہ کروں۔ حکم ہوا کہ اس بندہ کی تلاش میں نکلو تو ایک مچھلی تل کر ساتھ رکھ لو۔ جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے اور تم سے چھوٹ کر علیحدہ ہو جائے اسی جگہ کے قریب سمجھنا کہ وہ بندہ موجود ہے۔ گویا مجمع البحرین سے جو ایک وسیع قطعہ مراد ہوسکتا تھا اس کی پوری تعیین کے لئے یہ علامت مقرر فرما دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق ایک نمکین تلی ہوئی مچھلی توشہ دان میں رکھ کر اپنے خادم خاص حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر سفر شروع کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے خادم خاص اور رفیق حضرت یوشع سے فرمایا کہ مجھ کو مجمع البحرین پر جانا ہے جب تک وہاں نہ پہنچ جاؤں سفر ختم نہ کروں گا چاہے وہاں پہنچنے میں کتنی ہی مدت لگ جائے۔

محقق مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت سے سفر کے بعض آداب اور پیغمبرانہ عزم کا ایک نمونہ ظاہر ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے خادم ورفیق سفر سے اپنے سفر کا رخ اور منزل مقصود بتلایا جس سے معلوم ہوا کہ سفر کی ضروری باتوں سے اپنے رفیق اور خادم کو بھی باخبر کر دینا چاہئے۔ متکبرین کی تو یہ عادت ہوتی ہے کہ اپنے خادموں اور نوکروں کو نہ قابل خطاب سمجھتے ہیں نہ اپنے سفر کے متعلق ان کو کچھ بتاتے ہیں اور پیغمبرانہ عزم کا اظہار اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق کو یہ

بتلا کر کہ مجھے مجمع البحرین کی اس جگہ پر پہنچنا ہے جہاں کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے یہ عزم ظاہر فرمایا کہ کتنا ہی زمانہ کیوں نہ سفر میں گزر جائے جب تک اس منزل مقصود پر نہ پہنچوں گا سفر برابر جاری رہے گا (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

نیز اس قصہ کی تفصیل جو احادیث سے معلوم ہوتی ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کو سب چیزیں معلوم ہوں اور وہ تمام اخبار وقصص کا عالم ہو۔ بلکہ نبوت کے لئے وحی اور علوم ہدایت کی معرفت ضروری ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام باوجود کلیم اللہ ہونے کے ان بعض علوم سے واقف نہ تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کئے تھے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے سفر کیا تا کہ ان سے وہ علوم حاصل کریں جو اللہ تعالیٰ نے خاص حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کئے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ نبی اور رسول کے لئے تمام علوم کا عالم ہونا اور تمام واقعات وحالات اور قصص سے باخبر ہونا اور ہر قسم کے علم سے واقف ہونا ضروری نہیں البتہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان علوم ہدایت سے پورا باخبر ہو جن کو رضائے خداوندی اور قرب خداوندی اور امت کی اصلاح اور تربیت میں دخل ہو اور اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو جو علم دیا تھا وہ اس قسم کا نہ تھا۔ بلکہ وہ دوسری قسم کا تھا۔ اس قسم کے علوم میں خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر تھے مگر عند اللہ افضلیت اور تقرب کا دارومدار علوم ہدایت اور علوم شریعت پر ہے۔ ان علوم میں موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت میں بے شک سب سے اعلیٰ اور افضل تھے اور سب سے بالا و برتر تھے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

یہاں آیت میں مجمع البحرین یعنی دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ جس کو اردو زبان میں سنگم کہتے ہیں یا دو سمندروں کے ملاپ کی جگہ سے کونسی جگہ مراد ہے تو اس مقام کا تعین جزم ویقین کے ساتھ مشکل ہے۔ اسی لئے مفسرین اور ارباب سیرت سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ یہ سفر اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دوران قیام مصر میں پیش آیا تھا تو دریائے نیل کی دونوں شاخوں کی جگہ مراد ہو سکتی ہے اور اگر یہ سفر مصر سے نکلنے کے بعد جزیرۂ نما سینا کے دوران قیام میں پیش آیا تو عجب نہیں کہ بحر قلزم کے دو شاخہ کے اتصال کی جگہ مراد ہو یعنی خلیج عقبہ یا خلیج سوئز۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مقام وہ ہے جو آج کل عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔ بہرحال کوئی قول قول فیصل کی حیثیت نہیں رکھتا۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جن بزرگ عالم سے مجمع البحرین پر ملاقات کا ذکر ہے ان کا نام نہیں بتایا گیا۔ احادیث کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خضر علیہ السلام تھے اور جملہ محققین کا یہی قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام کا سلسلہ نسب اور آپ نبی تھے یا ولی اور آیا آپ اب زندہ ہیں یا وفات پا گئے اس کے متعلق ان شاء اللہ اگلی آیات کے سلسلہ میں تفصیلی بیان ہوگا۔

دعا کیجئے: ان قرآنی قصص سے جو حقیقی مقصود ومطلوب ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے دلوں میں جانشین فرمائیں اور ہم کو قرآن پاک کی جملہ نصیحتوں اور احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقبول ومحبوب اولیاء اللہ کی ملاقات وزیارت کا ہم کو بھی ذوق وشوق نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم اپنی زبان سے وہی الفاظ وکلمات نکالیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں ہماری مدد فرمائیں۔ یا اللہ آپ کے راز اور اسرار اور آپ کی حکمتیں کس کی سمجھ میں آ سکتی ہیں ہم کو ہر حال میں آپ کے ساتھ حسن ظن رکھنا نصیب ہو اور آپ کی حکمتوں پر دل وجان سے راضی رہنا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ

پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے اُس اپنی مچھلی کو بھول گئے۔اور مچھلی نے اپنی راہ لی اور چل دی۔ پھر جب دونوں (وہاں سے)

لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ

آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر میں بڑی تکلیف پہنچی۔ خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے جب ہم اُس پتھر کے قریب ٹھیرے تھے

نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ

سو میں اُس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا اور (وہ قصہ یہ ہوا کہ) اُس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور

ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً

پر اپنی راہ لی۔ موسیٰ نے (یہ سُن کر) فرمایا یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے اُلٹے لوٹے۔ سو (وہاں پہنچ کر انہوں نے ہمارے بندوں

مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾

میں سے ایک بندہ کو پایا جن کو ہم نے اپنی خالص رحمت دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا۔

فَلَمَّا پھر جب	بَلَغَا وہ دونوں پہنچے	مَجْمَعَ ملنے کا مقام	بَيْنِهِمَا دونوں کے درمیان	نَسِيَا وہ بھول گئے	حُوْتَهُمَا اپنی مچھلی	فَاتَّخَذَ تو اس نے بنالیا		
سَبِيْلَهٗ اپنا راستہ	فِي الْبَحْرِ دریا میں	سَرَبًا سُرنگ کی طرح	فَلَمَّا پھر جب	جَاوَزَا وہ آگے چلے	قَالَ اس نے کہا	لِفَتٰىهُ اپنے شاگرد کو		
اٰتِنَا ہمارے پاس لاؤ	غَدَآءَنَا ہمارا صبح کا کھانا	لَقَدْ لَقِيْنَا البتہ ہم نے پائی	مِنْ سے	سَفَرِنَا اپنا سفر	هٰذَا اس	نَصَبًا تکلیف	قَالَ اس نے کہا	
اَرَءَيْتَ کیا آپ نے دیکھا؟	اِذْ جب	اَوَيْنَا ہم ٹھہرے	اِلَى طرف	الصَّخْرَةِ پتھر	فَاِنِّيْ تو بیشک میں	نَسِيْتُ بھول گیا	الْحُوْتَ مچھلی	وَ اور
مَآ اَنْسٰنِيْهُ نہیں بھلایا مجھے	اِلَّا مگر	الشَّيْطٰنُ شیطان	اَنْ اَذْكُرَهٗ کہ میں اسکا ذکر کروں	وَاتَّخَذَ اور اس نے بنالیا	سَبِيْلَهٗ اپنا راستہ			
فِي الْبَحْرِ دریا میں	عَجَبًا عجیب طرح	قَالَ اس نے کہا	ذٰلِكَ یہ	مَا كُنَّا نَبْغِ جو ہم چاہتے تھے	فَارْتَدَّا پھر وہ دونوں لوٹے	عَلٰى پر		
اٰثَارِهِمَا اپنے نشاناتِ	قَصَصًا دیکھتے ہوئے	فَوَجَدَا پھر دونوں نے پایا	عَبْدًا ایک بندہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	اٰتَيْنٰهُ ہم نے دی اسے		
رَحْمَةً رحمت	مِنْ سے	عِنْدِنَا اپنے پاس	وَ اور	عَلَّمْنٰهُ ہم نے علم دیا اسے	مِنْ لَّدُنَّا اپنے پاس سے	عِلْمًا علم		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ کی ابتدا اس طرح فرمائی گئی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا شوق حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا بارگاہ خداوندی میں ظاہر فرمایا تو مجمع البحرین کا پتہ بتایا گیا اور اس خاص جگہ کی نشان جہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہونی تھی۔ یہ بتلائی گئی کہ ایک تلی ہوئی مچھلی ناشتہ میں ساتھ لے لو جہاں یہ مچھلی زندہ ہو کر غائب ہو جائے وہیں ان سے (یعنی حضرت خضرؑ سے) ملاقات ہو گی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر اس سفر پر روانہ ہو گئے۔ اب آگے واقعہ یہ ہوا کہ یہ دونوں حضرات دن رات چلتے رہے اور اخیر رات میں مجمع البحرین پر پہنچ گئے اور ایک بڑے پتھر کے پاس دونوں حضرات سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت یوشع جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ

تھے بیدار ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ تلی ہوئی مچھلی باذن اللہ زندہ ہو کر جھولی سے نکل پڑی اور عجیب طریقہ سے پاس پانی میں ایک سرنگ سی بناتی ہوئی چلی گئی۔ حضرت یوشعؑ کو دیکھ کر تعجب ہوا اور چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوں تو ان سے کہوں۔ جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو دونوں حضرات آگے چل کھڑے ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیق سفر حضرت یوشعؑ نہ معلوم کن خیالات میں پڑ کر مچھلی کا زندہ ہو کر پانی میں چلا جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنا بھول گئے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ مچھلی ہے یا نہیں اور جلدی سے آگے چل دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو مجمع البحرین کا پتہ بتلا دیا تھا اور حضرت خضر کے ملنے کی خاص جگہ کی نشانی بھی بتلا دی تھی کہ مچھلی جس جگہ گم ہو جائے وہیں ملیں گے۔ تو جب تک یہاں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام کو سفر کی تکان اور ماندگی کچھ بھی معلوم نہیں ہوئی تھی لیکن یہاں سے آگے کو چلتے چلتے جب دو پہر ہو گئی تو موسیٰ علیہ السلام تھک گئے اور حضرت یوشعؑ سے کہا کہ لاؤ کسی جگہ بیٹھ کر کھانا کھالیں۔ ہم کو تو سفر سے بہت تکان ہو گئی۔ اس وقت رفیق سفر حضرت یوشعؑ کو یاد آیا اور کہنے لگے کہ مچھلی تو وہیں زندہ ہو کر پانی میں کود گئی تھی جس جگہ آپ ٹھہر کر سو گئے تھے لیکن آپ سے خبر کرنا بھول گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ تو بڑی غلطی ہوئی۔ ہمیں تو اسی جگہ جانا مقصود تھا۔ فضول اتنی دور آگے آ کر حیران ہوئے۔ چونکہ ایسے ویران بیابان میں سفر کر رہے تھے جس میں نہ کوئی راستہ تھا اور نہ کوئی علامت و نشان اس لئے جس طرف سے آئے تھے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے ہوئے اسی طرف کو لوٹے۔ اب یہاں اصل مضمون سے ہٹ کر ایک بات یہ غور کیجئے کہ اگر انبیاء علیہم السلام غیب داں ہوتے جیسا کہ ایک فرقہ کا دعویٰ ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں جا چکی ہے اور آپ خادم سے اس کے سامنے لانے کو نہ کہتے اور نہ ہی بے خبری کی حالت میں اپنی منزل مقصود سے آگے نکل جاتے۔ تو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جو تمام انبیائے بنی اسرائیل سے افضل تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلیم اللہ کے لقب سے سرفراز ہوئے عالم الغیب وہ بھی نہ تھے یہ صفت یعنی کلی و تفصیلی غیب و شہادت کا علم خاصہ خداوندی ہی ہے۔ غرض جب اسی جگہ پر واپس پہنچے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سو کر آرام فرمایا تھا تو حضرت یوشعؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ جگہ دکھلائی جہاں مچھلی پانی میں زندہ ہو کر کود گئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو یہی جگہ ملاقات کے لئے بتلائی گئی ہے۔ یہاں آس پاس کہیں نہ کہیں وہ یعنی حضرت خضر ضرور ہوں گے۔ یہ کہہ کر موسیٰ علیہ السلام نے ادھر ادھر تلاش کرنا شروع کیا اور ایک بلند پتھر پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر دوڑائی تو ایک شخص کو لیٹا ہوا دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ خضر علیہ السلام زمین پر چھوٹا سا سبز بچھونا بچھائے ہوئے ایک کمبل اوڑھے ہوئے لیٹے ہیں۔ اور پاس ہی ایک عصا یعنی لاٹھی ہے۔ قریب کھڑے ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''السلام علیکم'' خضر علیہ السلام نے کمبل سے منہ کھول کر سلام کا جواب دیا اور تعجب سے کہا کہ اس سرزمین پر سلام کرنے والا کون آ گیا۔ اس کے بعد خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کون؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ کون سے موسیٰ۔ کیا بنی اسرائیل والے موسیٰ یعنی بنی اسرائیل کے مشہور نبی۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہاں وہی موسیٰ ہوں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ خضر علیہ السلام نے سلام کے جواب میں کہا وعلیکم السلام یا موسیٰ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ میں موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے تم کو میرا پتہ و نشان بتلایا اسی نے مجھ کو یہ بتلا دیا کہ تم موسیٰ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ حضرت خضر علیہ السلام کے اعلیٰ قدر و منزلت سے واقف تھے اس لئے باوجود اپنی عظمت و فضیلت کے نہایت ہی

ادب اور تعظیم سے ان سے معاملہ فرماتے ہیں۔

یہاں آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جن بزرگ عالم سے ملاقات کا ذکر ہے ان کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔ قرآن کریم میں یہاں ان کا تذکرہ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا کہہ کر فرمایا کہ انہوں نے یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفیق سفر نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور پر کا علم سکھلایا تھا۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے اس خاص بندہ (جن سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں) کے دو وصف بیان کئے ہیں۔ اول اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا یعنی ہم نے ان کو اپنی خاص رحمت اور خاص عنایت سے سرفراز کیا تھا۔ دوسرا وصف فرمایا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص علم عطا کیا تھا یعنی ہم نے ان کو پاس سے ایک باطنی علم سکھایا تھا۔ وہ علم ہمارے ساتھ خاص ہے جو ہمارے بغیر سکھائے و بتائے کوئی اس علم کو نہیں جان سکتا۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں جس میں اسباب ظاہری کا دخل اور واسطہ نہ ہو اور عالم غیب سے براہ راست علم اس کے قلب میں داخل ہو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو اسرار غیبی اور باطنی حکمتوں اور مصلحتوں کا علم عطا فرمایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو احکام شریعت و ہدایت کا علم عطا فرمایا تھا۔ بہرحال اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضرت خضر خداوند تعالیٰ کے ایک نہایت برگزیدہ اور مقبول بندے اور مخصوص عباد صالحین میں سے ہیں۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ آپ صرف ولی تھے یا نبی۔

اس سلسلہ میں بہترین قول حضرت ابن عباسؓ کا ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے ان کی نبوت یا ولایت کے معاملہ کو مبہم رکھا ہے اسی طرح ہم کو خاموش رہنا چاہئے۔ خضر آپ کا نام نہیں لقب ہے۔ خضر کے معنیٰ سبز کے ہیں اور اس لقب کی وجہ جو عام مفسرین نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ جس جگہ بیٹھ جاتے تو کیسی ہی زمین ہو وہاں گھاس اگ جاتی تھی۔

بزرگان دین و صلحائے امت کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات و زیارت کرنے کے قصے اور روایات نہایت کثرت سے منقول ہیں اور عام بندگان خدا پر ظاہر ہونے اور مصائب میں امداد کرنے کی حکایتیں بھی بے شمار ہیں۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب خضر حیات میں وہ روایات بیان کی ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین کے زمانہ میں حضرت خضرؑ کا موجود ہونا یا ان سے ملاقات ہونا ثابت ہے۔ کتاب کے اخیر میں مولانا لکھتے ہیں کہ باوجود اس طویل عمر اور طول بقا کے ایک روز حضرت خضر بھی جام فنا اور شربت مرگ نوش کر کے تمام دنیا کی طرح فنا ہو جائیں گے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ

غرض کہ موسیٰ علیہ السلام نے سلام کے بعد حضرت خضر علیہ السلام سے گفتگو اپنے مقصد سفر کے متعلق شروع کی اور اس کا کیا جواب خضرؑ نے دیا اور ان دونوں حضرات میں کیا گفتگو ہوئی یہ ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقبولین سے وابستگی نصیب فرمائیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ آپ نے جو زندگی ہمیں عطا فرمائی ہے اس میں اپنی مرضیات کے عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

3

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ

موسیٰ نے اُن سے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط سے کہ جو علم مفید آپکو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اسمیں سے آپ مجھکو بھی سکھلادیں۔ ان بزرگ نے جواب دیا

مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا

آپ سے میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا۔ اور ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطۂ واقفیت سے باہر ہیں۔ موسیٰ نے فرمایا ان شاءاللہ آپ مجھ کو صابر پاویں گے

وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾

اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اتنا خیال رہے کہ مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ اسکے متعلق

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ

میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کردوں۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے اس کشتی میں چھید کردیا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس کشتی میں اسلئے

شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِيْتُ وَ

چھید کیا ہوگا کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کردیں آپ نے بڑی بھاری بات کی۔ ان بزرگ نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے

لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا

اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک (کمسن) لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے آپ نے

زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا بے بدلے کسی جان کے۔ بیشک آپ نے بڑی بے جا حرکت کی۔

لفظی ترجمہ: قَالَ (کہا) لَهٗ (اسکو) مُوْسٰى (موسیٰ) هَلْ (کیا)
اَتَّبِعُكَ (میں تمہارے ساتھ چلوں) عَلٰٓى (پر) اَنْ (کہ) تُعَلِّمَنِ (تم سکھادو مجھے
مِمَّا (اس سے جو) عُلِّمْتَ (تمہیں سکھایا گیا ہے) رُشْدًا (بھلی راہ) قَالَ
(اس نے کہا) اِنَّكَ (بیشک تو) لَنْ تَسْتَطِيْعَ (ہرگز نہ کرسکے گا تو) مَعِیَ
(میرے ساتھ) صَبْرًا (صبر) وَكَيْفَ (اور کیسے) تَصْبِرُ (تو صبر کرے گا)
عَلٰى (اس پر) مَا (جو) لَمْ تُحِطْ بِهٖ (تونے احاطہ نہیں کیا اسکا) خُبْرًا (واقفیت سے)
قَالَ (اس نے کہا) سَتَجِدُنِیْٓ (تم مجھے پاؤ گے جلد) اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (اگر چاہا اللہ نے)
صَابِرًا (صبر کرنیوالا) وَّلَآ اَعْصِیْ (اور میں نافرمانی نہ کروں گا) لَكَ (تمہارے)
اَمْرًا (کسی بات) قَالَ (اس نے کہا) فَاِنِ (پس اگر) اتَّبَعْتَنِیْ

(تجھے میرے ساتھ چلنا ہے) فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ (تو مجھ سے نہ پوچھنا) عَنْ (سے)
شَیْءٍ (کسی چیز) حَتّٰٓى (یہانتک کہ) اُحْدِثَ (میں بیان کروں) لَكَ (تجھ سے)
مِنْهُ (اس کا) ذِكْرًا (ذکر) فَانْطَلَقَا (پھر وہ دونوں چلے) حَتّٰٓى (یہاں تک کہ)
اِذَا (جب) رَكِبَا (وہ دونوں سوار ہوئے) فِی السَّفِيْنَةِ (کشتی میں) خَرَقَهَا
(اس نے سوراخ کردیا اس میں) قَالَ (اس نے کہا) اَخَرَقْتَهَا
(تم نے اس میں سوراخ کردیا) لِتُغْرِقَ (کہ تم غرق کردو) اَهْلَهَا (اس کے سوار)
لَقَدْ جِئْتَ (البتہ تو لایا) شَيْـًٔا (ایک بات) اِمْرًا (بھاری) قَالَ (اس نے کہا)
اَلَمْ اَقُلْ (کیا میں نے نہیں کہا) اِنَّكَ (بیشک تو) لَنْ تَسْتَطِيْعَ (ہرگز نہ کرسکے گا تو)
مَعِیَ (میرے ساتھ) صَبْرًا (صبر) قَالَ (اس نے کہا) لَا تُؤَاخِذْنِیْ

(آپ میرا مواخذہ نہ کریں) بِمَا (اس پر جو) نَسِيْتُ (میں بھول گیا)

وَلَا تُرْهِقْنِىْ (اور مجھ پر نہ ڈالیں) مِنْ (سے) اَمْرِىْ (میرا معاملہ)

عُسْرًا (مشکل) فَانْطَلَقَا (پھر وہ دونوں چلے) حَتّٰى (یہاں تک کہ) اِذَا

(جب) لَقِيَا (وہ ملے) غُلٰمًا (ایک لڑکا) فَقَتَلَهٗ (تو اس نے اس کو قتل کردیا)

قَالَ (اس نے کہا) اَقَتَلْتَ (کیا تم نے قتل کردیا) نَفْسًا (ایک جان)

زَكِيَّةً (پاک) بِغَيْرِ (بغیر) نَفْسٍ (جان) لَقَدْ جِئْتَ (البتہ تم آئے)

(تم نے کیا) شَيْئًا (ایک کام) نُّكْرًا (ناپسندیدہ)

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں یہاں تک بیان ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام سے ملاقات اور سلام دعا ہوئی۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ کیا میں چند روز آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھ کو علم وحکمت کی وہ پوشیدہ باتیں تعلیم فرمائیں جو آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے تعلیم کی گئی ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو تکوینی رموز واسرار کا وہ علم عطا کیا ہے جو آپ کو نہیں دیا گیا اور اس نے آپ کو تشریعی علوم کا جو علم عطا فرمایا ہے وہ مجھ کو عطا نہیں ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام چونکہ اپنے علم وکمال کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کام شریعت خداوندی کی پابندی کرانا اور ظاہر شریعت اور احکام خداوندی کے خلاف کرنے والوں کو سختی سے روکنا ہے۔ اگر کوئی ذرا سی بات ظاہری احکام شریعت کے خلاف دیکھ پاویں گے تو برداشت نہ کرسکیں گے اور حقیقت حال معلوم ہونے سے پہلے رنجیدہ خاطر ہوں گے اس لئے پہلے ہی اشارۃً مطلع کردیا کہ بعض امور خلاف طبع اور ناگوار خاطر پیش آئیں گے اور فرمایا کہ ساتھ رہنے اور علم حاصل کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن آپ میرے ان افعال کو دیکھ کر جو مخفی حکمتوں پر مبنی ہوں گے اپنے قواعد اور احکام ظاہری کے خلاف سمجھ کو بتقاضائے شان نبوت صبر نہ کرسکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چونکہ آپ سے علوم کو حاصل کرنا مقصود ہے اور امر خداوندی یہی ہے اس لئے میں ایسے امور پر صبر کروں گا خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ جن باتوں کا علم آپ کو عطا نہیں کیا گیا اور ان کی حقیقت آپ پر منکشف نہیں کی گئی آپ ان پر صبر کر ہی نہیں سکتے۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام تمام امور میں ارادہ وتقدیر خداوندی کے دخل کو پوری طرح سمجھتے ہیں اور اپنے اختیار اور ارادہ کو بہت ہی ہیچ اور بے اعتبار جانتے ہیں اس لئے اپنے اوپر کوئی اعتماد وبھروسہ نہ کر کے ہر ایک کام کو اسی مالک الملک کے حوالہ کرتے ہیں اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں ضرور صبر کروں گا اور آپ کی رائے کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے جب سمجھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی طرح چھوڑنے والے نہیں ضرور ساتھ ہوں گے اور موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ بھی کرلیا کہ ہر کام میں آپ کی اطاعت کریں گے تب فرمایا کہ اچھا آپ میرے ساتھ چلیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس سفر میں میرے بعض قول وفعل اگر آپ کو ناگوار اور عجیب معلوم ہوں اور ان کی حقیقت آپ نہ سمجھ سکیں تو آپ اس کے متعلق کچھ دریافت نہ کریں اور نہ کوئی اعتراض کریں۔ جب تک کہ میں خود ہی اس کی تشریح نہ کردوں اور سبب وحکمت نہ بتلادوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ وہ خاص پوشیدہ علوم حاصل کرنے کا نہایت ہی شوق تھا جو ان کو معلوم نہ تھے اور ان کی تحصیل کو خدا تعالیٰ کا حکم سمجھتے تھے اور علاوہ خضر علیہ السلام کی نبوت وفضیلت بہ لحاظ استاذی بھی ان کا ادب فرماتے تھے لہٰذا یہ شرط بھی قبول کی اور حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر سفر حضرت خضر علیہ السلام کی ہمراہی میں شروع کیا۔ دریا یا سمندر کے کنارے

کنارے جارہے تھے کہ ایک کشتی نظر پڑی جو کنارے سے دور نکل گئی تھی۔ خضر علیہ السلام نے کشتی والوں کو آواز دی۔ یہ کشتی چلانے والے چند غریب ملاح تھے جو کشتی کے کرایہ پر گزر کر کے نہایت عسرت سے بسر کرتے تھے۔ آواز سن کر ملاح کشتی کنارہ پر لائے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تینوں کو سوار کرلو جو کرایہ فی آدمی پہلے مسافروں سے لیا ہے، ہم تینوں اس کا دگنا دگنا کرایہ ادا کردیں گے۔ کشتی والے مسافروں نے کہا کہ یہ بالکل اجنبی آدمی ہیں اور ایک غیر آباد خوفناک جگہ سے سوار ہوتے ہیں۔ نہ کچھ اسباب ساتھ ہے نہ توشہ ایسا نہ ہو کہ چور قزاق ہوں اور کچھ نہ کچھ فریب کر کے ہم کو کسی مصیبت میں مبتلا کریں۔ لیکن ملاح نے ان کی بات نہ مانی اور کہا کہ ان کی مقدس صورتوں پر تو نور برستا ہے۔ کسی فساد کا اندیشہ نہیں ہوسکتا ان کو ضرور سوار کروں گا اور تینوں کو سوار کرلیا بعد میں ملاح اور مسافروں میں سے بعض آدمیوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور لوگوں سے بھی کہہ دیا کہ یہ تو خضر ہیں۔ تمام لوگ ان کا نام سن کر خوش ہو گئے کہ سبحان اللہ! خدا کے ایک مقبول بندے ہمارے ساتھ ہو گئے۔ ملاحوں نے ان کو قابل تعظیم اور متبرک سمجھ کر کرایہ بھی نہ لیا اور تینوں حضرات کو مفت سوار رکھا۔ کشتی کے بادبان پر ایک چڑیا آ بیٹھی اور نیچے اتر کر دریا یا سمندر میں سے ایک دو قطرے پانی پی لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے اپنی عنایت سے تم کو اور مجھ کو بہت سے قابل قدر اور عظیم الشان علم عطا فرمائے ہیں لیکن ہمارے علم کی حقیقت خدا تعالیٰ کے علم کے سامنے اتنی ہی ہے جیسے اس جانور کی چونچ میں لگے ہوئے پانی کو سمندر سے نسبت ہے۔ کشتی چلتے چلتے ایک بادشاہ کی سلطنت کے سرحد کے قریب پہنچی تو خضر علیہ السلام نے بسولہ لے کر کشتی والوں سے نظر بچا کر کشتی میں سے ایک تختہ توڑ ڈالا۔ خضر علیہ السلام نے یہ کام ایسی جلدی سے کیا کہ کسی نے دیکھا بھی نہیں ورنہ خضر علیہ السلام کو ضرور روکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ کارروائی دیکھی تو للّٰہی جوش بھڑک اٹھا جو ان کے اندر خدا تعالیٰ کی طرف سے امانت رکھا گیا تھا اور وہ بالکل بھول گئے کہ خضر علیہ السلام سے کیا وعدہ کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضرؑ سے کہا کہ آپ نے یہ کیا غضب کردیا۔ کیا اتنے لوگوں کے غرق کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر آپ ان کو ڈبوتے ہیں تو خود ان سے پہلے ہلاک ہوں گے۔ ان غریب ملاحوں نے آپ کے ساتھ یہ احسان کیا کہ اجرت بھی نہ لی اور بڑی تعظیم سے مفت سوار کرلیا۔ آپ نے ان سے یہ سلوک کیا کہ ان کی کشتی جو ان کے معاش اور گزارہ کی صورت تھی توڑ کر ان کو ہلاک کرنے اور ڈبونے کا بھی سامان کردیا۔ حضرت یوشع رفیق سفر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آہستہ سے کہا کہ آپ کو اپنا عہد و پیمان یاد نہیں رہا۔ اور خضر علیہ السلام نے پاس آ کر فرمایا کہ میں نے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ہمراہ رہ کر صبر نہ کرسکیں گے۔ اب موسیٰ علیہ السلام کا جوش ٹھنڈا ہوا اور وعدے کو یاد کر کے اور خضر علیہ السلام کی شکایت کو سن کر خاموش ہوئے اور حضرت خضر علیہ السلام سے عذر کیا کہ مجھ سے بھول کر یہ غلطی ہو گئی۔ معاف کیجئے۔ چونکہ اول ہی مرتبہ کا اعتراض تھا اور خضر علیہ السلام بھی واقف تھے کہ نسیان سے ایسا ہوا ہے۔ لہٰذا خضر علیہ السلام نے درگزر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ رکھا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے معذرت فرمائی کہ مجھ سے بھول سے غلطی ہوگئی معاف کیجئے اور چونکہ اول ہی مرتبہ کا اعتراض تھا اور خضر علیہ السلام بھی واقف تھے کہ بھول سے ایسا ہوا ہے اس لئے خضر علیہ السلام نے درگذر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی ہمراہی میں سفر جاری رہا۔ لکھا ہے کہ کشتی نے ابھی تھوڑی ہی مسافت آگے کو طے کی تھی کہ

ملک رُوم کے بادشاہ کی ایک بندرگاہ آ گئی۔ یہ ظالم بادشاہ یہاں سے گذرنے والی کشتیوں کو جبراً پکڑ کر چھین لیتا تھا جس سے کشتی کے مالک اور مسافر ناگہاں مصیبت میں مبتلا ہو کر پریشان ہوتے تھے بندرگاہ پر کشتی پہنچتے ہی بادشاہ کے ملازم اور سپاہی آ چڑھے کہ مسافروں کو اتار دیں اور کشتی پر قبضہ کر لیں۔ لیکن ٹوٹی ہوئی دیکھ کر اور بیکار سمجھ کر چھوڑ گئے۔ خضر علیہ السلام نے ملاح سے کہدیا کہ ہم نے تمہاری کشتی اسی ظالم کے ہاتھ سے بچانے کیلئے توڑ کر عیب دار کر دی تھی اب ہم اس کو درست کر دیں گے۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کا بہت شکر ادا کیا اور بڑی دعائیں دیں کہ آپ نے بڑی مصیبت اور نقصان سے بچایا وہاں سے تھوڑی دور آگے چلنے کے بعد خضر علیہ السلام نے اُسی تختہ کو اپنی جگہ پر لگا کر درست کر دیا اور اہل کشتی دعائیں دیتے ہوئے اور خضر علیہ السلام کی جدائی پر افسوس کرتے ہوئے چھوڑ کر اُن سے رخصت ہو گئے، کشتی سے اترنے کے بعد دو واقعات اِن آیات زیر تفسیر میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ حضرات کشتی سے اترنے کے بعد پیادہ چلتے ہوئے ایک بستی کے قریب پہنچے وہاں ایک جگہ چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ خضر علیہ السلام نے اُن میں سے ایک خوبصورت ہنستے کھیلتے ہوئے نوعمر نابالغ لڑکے کو پکڑ کر بلا تامل زمین پر لٹا دیا اور چاقو سے ذبح کر کے سر کو گردن سے جدا کر کے ڈال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام میں شان نبوت اور نہی عن المنکر کا ظہور اور غلبہ تھا وہ اس واقعہ کو دیکھ کر جو بظاہر کشتی کے واقعہ سے بھی سخت ظلم تھا کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ فوراً گھبرا کر حضرت خضر علیہ السلام سے کہنے لگے کہ آپ نے یہ کیا ظلم کیا۔ بلا قصور ایک ایسی جان کا خون کر دیا جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہ تو آپ نے بڑی بے جا حرکت کی۔ اِس وعدہ خلافی کو دیکھ کر خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آپ سے اُسی وقت کہدیا تھا کہ آپ سے میرے ہمراہ رہ کر خاموش نہ رہا جائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس مرتبہ وعدہ یاد تھا لیکن فرض منصبی ادا کرنے کا جو جوش اللہ تعالیٰ نے طبیعت میں رکھا تھا اُس نے مجبور کر دیا اور خاموش نہ رہ سکے اس لئے اب کی دفعہ بھولنے کا عذر اور معافی کی درخواست نہیں کی بلکہ فرمایا کہ خیر اب تو غلطی ہو گئی۔ آپ پچھلی مرتبہ درگذر کر چکے ہیں کہ آئندہ معذور سمجھنے اور درگذر کرنے کی گنجائش نہیں۔ آئندہ اس قسم کا اعتراض کروں تو آپ اپنے سے مجھ کو جُدا کر دیں۔ ایک حدیث میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی قدر اور صبر کرتے تا کہ اِن دونوں کے پرحکمت حالات قرآن مجید میں ہم کو اس سے زیادہ سنائے جاتے لیکن بار بار خلاف وعدہ ہو جانے اور عذر کرنے سے اُن کو شرم آ گئی اس لئے جدائی کو تجویز کر لیا۔ بہر حال حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو قبول کیا اور اب بھی اپنی ہمراہی میں رکھا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کی حکمت اور اسرار کے راز اور بھید اسی کی سمجھ میں آ سکتے ہیں جس کو آپ یہ علم عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو آپ نے احکام شرعیہ کا مکلف بنایا ہے ہم کو ہر حال میں ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کا پابند رکھئے اور ان کی خلاف ورزی سے بچائیے۔ ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم شریعت کے ظاہری احکام کی پابندی لازم جانیں اور اوامر و نواہی شرعیہ کے مطابق اپنی زندگی گزاریں یا اللہ ہم کو اس کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَىْءٍۢ بَعْدَهَا

اُن بزرگ نے فرمایا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق

فَلَا تُصٰحِبْنِىْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّىْ عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ۗ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ

کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے بیشک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا

اِۨسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ

تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا سو انہوں نے اُن کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اتنے میں اُن کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو اُن بزرگ نے اس کو سیدھا کر دیا۔

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ

موسیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اُجرت ہی لے لیتے۔ اُن بزرگ نے کہا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے میں ان چیزوں کی

بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝

حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

قَالَ اس نے کہا	اَلَمْ کیا نہیں	اَقُلْ میں نے کہا	لَكَ تجھ سے	اِنَّكَ بیشک تو	لَنْ تَسْتَطِيْعَ ہرگز نہ کر سکے گا	مَعِىَ میرے ساتھ	صَبْرًا صبر
قَالَ اِنْ اس (موسیٰ) نے کہا اگر	سَاَلْتُكَ میں تم سے پوچھوں	عَنْ شَىْءٍ کسی چیز سے	بَعْدَهَا اسکے بعد	فَلَا تُصٰحِبْنِىْ تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا			
قَدْ بَلَغْتَ البتہ تم پہنچ گئے	مِنْ لَّدُنِّىْ میری طرف سے	عُذْرًا عذر	فَانْطَلَقَا پھر وہ دونوں چلے	حَتّٰٓى یہاں تک کہ	اِذَآ اَتَيَآ جب وہ دونوں آئے		
اَهْلَ قَرْيَةِ ایک گاؤں والوں کے پاس	اِسْتَطْعَمَآ دونوں نے کھانا مانگا	اَهْلَهَا اس کے باشندے	فَاَبَوْا اَنْ تو انہوں نے انکار کر دیا کہ				
يُّضَيِّفُوْهُمَا وہ انکی ضیافت کریں	فَوَجَدَا پھر انہوں نے پائی (دیکھی)	فِيْهَا جِدَارًا اسمیں (وہاں) ایک دیوار	يُّرِيْدُ وہ چاہتی تھی				
اَنْ يَّنْقَضَّ کہ وہ گر پڑے	فَاَقَامَهٗ تو اس نے اسے سیدھا کر دیا	قَالَ اس نے کہا	لَوْ شِئْتَ اگر تم چاہتے	لَتَّخَذْتَ لے لیتے	عَلَيْهِ اس پر		
اَجْرًا اُجرت	قَالَ اس نے کہا	هٰذَا یہ	فِرَاقُ جدائی	بَيْنِىْ میرے درمیان	وَبَيْنِكَ اور تمہارے درمیان	سَاُنَبِّئُكَ اب تمہیں بتائے دیتا ہوں	
بِتَاْوِيْلِ تعبیر	مَا جو	لَمْ تَسْتَطِعْ تم نہ کر سکے	عَلَيْهِ اس پر	صَبْرًا صبر			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کو توڑنے اور عیب دار کر دینے کا واقعہ بیان ہوا تھا جب موسیٰ علیہ السلام نے معذرت فرمائی کہ مجھ سے بھول سے غلطی ہو گئی معاف کیجئے اور چونکہ اول ہی مرتبہ کا اعتراض تھا اور خضر علیہ السلام بھی واقف تھے کہ بھول سے ایسا ہوا ہے اس لئے خضر علیہ السلام نے درگذر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی ہمراہی میں سفر جاری رہا۔ لکھا ہے کہ کشتی نے ابھی تھوڑی ہی مسافت آگے کو طے کی تھی کہ ملک روم کے بادشاہ کی ایک بندرگاہ آ گئی۔ یہ ظالم بادشاہ یہاں سے گزرنے والی کشتیوں کو جبراً پکڑ کر چھین لیتا تھا جس سے کشتی کے مالک اور مسافر ناگہاں مصیبت میں مبتلا ہو کر پریشان ہوتے تھے بندرگاہ پر کشتی پہنچتے ہی بادشاہ

کے ملازم اور سپاہی آ چڑھے کہ مسافروں کو اُتار دیں اور کشتی پر قبضہ کر لیں۔ لیکن ٹوٹی ہوئی دیکھ کر اور بیکار سمجھ کر چھوڑ گئے۔ خضر علیہ السلام نے ملاح سے کہہ دیا کہ ہم نے تمہاری کشتی اسی ظالم کے ہاتھ سے بچانے کے لئے توڑ کر عیب دار کر دی تھی اب ہم اس کو درست کر دیں گے۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کا بہت شکر ادا کیا اور بڑی دعائیں دیں کہ آپ نے بڑی مصیبت اور نقصان سے بچایا وہاں سے تھوڑی دور آگے چلنے کے بعد خضر علیہ السلام نے اُسی تختہ کو اپنی جگہ پر لگا کر درست کر دیا اور اہل کشتی دعائیں دیتے ہوئے اور خضر علیہ السلام کی جدائی پر افسوس کرتے ہوئے چھوڑ کر ان سے رخصت ہو گئے، کشتی سے اترنے کے بعد دو واقعات ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ حضرات کشتی سے اترنے کے بعد پیادہ چلتے ہوئے ایک بستی کے قریب پہنچے وہاں ایک جگہ چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ خضر علیہ السلام نے ان میں سے ایک خوبصورت ہنستے کھیلتے ہوئے نوعمر نابالغ لڑکے کو پکڑ کر بلا تامل زمین پر لٹا دیا اور چاقو سے ذبح کر کے سر کو گردن سے جدا کر کے ڈال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام میں شان نبوت اور نہی عن المنکر کا ظہور اور غلبہ تھا وہ اس واقعہ کو دیکھ کر جو بظاہر کشتی کے واقعہ سے بھی سخت ظلم تھا کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ فوراً گھبرا کر حضرت خضر علیہ السلام سے کہنے لگے کہ آپ نے یہ کیا ظلم کیا۔ بلاقصور ایک ایسی جان کا خون کر دیا جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہ تو آپ نے بڑی بے جا حرکت کی۔ اس وعدہ خلافی کو دیکھ کر خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آپ سے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ آپ سے میرے ہمراہ رہ کر خاموش نہ رہا جائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس مرتبہ وعدہ یاد تھا لیکن فرض منصبی ادا کرنے کا جو جوش اللہ تعالیٰ نے طبیعت میں رکھا تھا اس نے مجبور کر دیا اور خاموش نہ رہ سکے اس لئے اب کی دفعہ بھولنے کا عذر اور معافی کی درخواست نہیں کی بلکہ فرمایا کہ خیر اب تو غلطی ہو گئی۔ آپ پچھلی مرتبہ درگزر کر چکے ہیں کہ آئندہ معذور سمجھنے اور درگزر کرنے کی گنجائش نہیں۔ آئندہ اس قسم کا اعتراض کروں تو آپ اپنے سے مجھ کو جدا کر دیں۔ ایک حدیث میں جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی قدر اور صبر کرتے تا کہ ان دونوں کے پرحکمت حالات قرآن مجید میں ہم کو اس زیادہ سنائے جاتے لیکن بار بار خلاف وعدہ ہو جانے اور عذر کرنے سے اُن کو شرم آ گئی اس لئے جدائی کو تجویز کر لیا۔ بہر حال حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو قبول کیا اور اب بھی اپنی ہمراہی میں رکھا۔ خضر علیہ السلام کے ہمراہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع چلے جا رہے تھے۔ دوپہر کا وقت ہو گیا سب کو کھانے کی ضرورت ہوئی تو ایک بستی میں پہنچے جس کے رہنے والے اکثر خوشحال تھے۔ بہت مجمعوں میں گئے جہاں لوگ جمع تھے اور ظاہر کیا کہ ہم مسافر ہیں کھانا کھلاؤ۔ مگر وہاں کے باشندے کچھ ایسے بخیل تھے کہ خیال ہی نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے کھانے پینے اور ہر قسم کے سامان غیب سے مہیا کر سکتا تھا۔ لیکن اہل بستی کی حالت کا امتحان اور بخل کا اظہار منظور تھا۔ سب جگہ پھر پھرا کر واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک نہایت پرانی اور اونچی دیوار کو دیکھا جو بالکل گرنے کے قریب تھی اور اس قدر جھک گئی تھی کہ لوگ اس کے پاس کو بہت ڈرتے ڈرتے راستہ چلتے تھے۔ خضر علیہ السلام نے دیوار کے پاس کھڑے ہو کر ایک ہاتھ دیوار کے اس طرف رکھا اور ایک دوسری طرف اور دیوار پر ہاتھ پھیر کر برابر کر کے سیدھا کر دیا جس سے وہ دیوار سیدھی مضبوط ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اگرچہ یہ کوئی ناجائز یا ممنوع کام نہ تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس

لئے ناگوار ہوا کہ اس بستی والوں نے بہت ہی سنگدلی اور بے مروتی سے ان حضرات کو کھانا تک نہیں کھلایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گاؤں کے باشندوں سے ہم نے کھانا مانگا تو ان بے مروت لوگوں نے کھانا نہ دیا۔ نہ کچھ مروت سے پیش آئے۔ پھر بھلا آپ نے بلا کسی کے کہنے سننے کے اس دیوار کو کیوں مفت درست کر دیا۔ اس پر کچھ اجرت ٹھہرا لینی تھی۔ چونکہ یہ تیسرا اعتراض تھا اور موسیٰ علیہ السلام خود ہی فرما چکے تھے کہ آئندہ اگر کوئی اعتراض کروں تو جدا کر دیا جاؤں اسلئے خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اب ہمارے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام وعدہ اور شرط کی پابندی سے کچھ عذر نہ فرما سکے۔ علیحدہ ہوتے وقت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ جو واقعات پیش آئے ہیں ان کے علم اور حقیقت سے مطلع فرماتے جایئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ بہتر ہے جن باتوں کو آپ ناگوار سمجھ کر صبر نہ کر سکے ان کی حکمت سن لیجئے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے ان کاموں میں جو راز و اسرار تھے اور جو انہوں نے بامر خداوندی کئے تھے ان کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس پر یہ قصہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کا ختم ہوتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔ اور ان مذکورہ واقعات میں جو اشکال پیدا ہو سکتا ہے اس کو بھی انشاء اللہ قصہ کے خاتمہ پر آئندہ درس میں بیان کیا جائے گا۔

الحمدللہ کہ آج پندرہویں پارہ سبحٰن الذی کا بیان ختم ہو کر سولہواں پارہ قال الم شروع ہو گیا اس طرح قران پاک کے نصف اول کا بیان حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے پورا ہو گیا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں اپنی مرضیات پر ظاہر میں اور باطن میں قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور جو معاملہ حق تعالیٰ ہمارے ساتھ فرمائیں اس میں اپنی رحمت و حکمت کا یقین ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ بیشک آپ کے سب کام پُر حکمت ہوتے ہیں۔ خواہ ہماری سمجھ میں وہ حکمت آئے یا نہ آئے یا اللہ! ہم کو ہر حال میں اپنی ذات عالی کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی حکمت سے ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرما۔

یا اللہ! ہم کو آپ نے شریعت مطہرہ کے ظاہری و باطنی احکام کا جو مکلف فرمایا ہے ہم کو ہر حال میں اس کی پابندی نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! آپ رحیم و کریم ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہیں۔ اس لئے ہمیں جو ناگوار واقعات پیش آئیں ان میں......ہم آپ کی رحیمی و کریمی کے ساتھ حکمت کا بھی یقین رکھیں۔

یا اللہ! ہم ایمان کے ضعیف اور کمزور ہیں کسی ابتلا اور امتحان کی سہار نہیں رکھتے اس لئے ہر حال میں آپ کے کرم و رحم فضل و احسان ہی کے ملتجی ہیں۔ ہمیں ہر حال میں صراط مستقیم پر اپنی مرضیات کے ساتھ قائم رکھئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَکَانَ وَرَآءَهُمْ

وہ جو کشتی تھی سو چند آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ اسکی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے آگے کی طرف

مَّلِكٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَکَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَآ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا

ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا۔ اور رہا وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہم کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے۔

طُغْیَانًا وَّکُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَکٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ

پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو اور (ماں باپ کیساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔

فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَکَانَ تَحْتَهٗ کَنْزٌ لَّهُمَا وَکَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ

اور رہی دیوار سو وہ یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے) ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا

رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ

کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا۔

اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾

لیجئے یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔

اَمَّا رہی	اَلسَّفِیْنَةُ کشتی	فَکَانَتْ سو وہ تھی	لِمَسٰکِیْنَ غریب لوگوں کی	یَعْمَلُوْنَ وہ کام کرتے تھے	فِی الْبَحْرِ دریا میں	فَاَرَدْتُّ سو میں نے چاہا	اَنْ کہ	
اَعِیْبَهَا میں اسے عیب دار کردوں	وَکَانَ اور تھا	وَرَآءَهُمْ انکے آگے	مَلِكٌ ایک بادشاہ	یَّاْخُذُ وہ پکڑ لیتا	کُلَّ سَفِیْنَةٍ ہر کشتی	غَصْبًا زبردستی	وَ اور	
اَمَّا رہا	الْغُلٰمُ لڑکا	فَکَانَ تو تھے	اَبَوٰهُ اسکے ماں باپ	مُؤْمِنَیْنِ دونوں مومن	فَخَشِیْنَآ سو ہمیں اندیشہ ہوا	اَنْ یُّرْهِقَهُمَا کہ انہیں پھنسادے	طُغْیَانًا سرکشی میں	
وَّکُفْرًا اور کفر میں	فَاَرَدْنَآ پس ہم نے ارادہ کیا	اَنْ یُّبْدِلَ کہ بدلہ دے	لَهُمَا ان دونوں کو	رَبُّهُمَا ان کا رب	خَیْرًا بہتر	مِّنْهُ اس سے	زَکٰوةً پاکیزگی	
وَّاَقْرَبَ اور زیادہ قریب	رُحْمًا شفقت	وَاَمَّا اور رہی	الْجِدَارُ دیوار	فَکَانَ سو وہ تھی	لِغُلٰمَیْنِ دو بچوں کی	یَتِیْمَیْنِ دو یتیم	فِی الْمَدِیْنَةِ شہر میں۔ کے	
وَکَانَ اور تھا	تَحْتَهٗ اسکے نیچے	کَنْزٌ خزانہ	لَّهُمَا ان دونوں کیلئے	وَکَانَ اور تھا	اَبُوْهُمَا ان کا باپ	صَالِحًا نیک	فَاَرَادَ سو چاہا	رَبُّكَ تمہارا رب
اَنْ یَّبْلُغَآ کہ وہ پہنچیں	اَشُدَّهُمَا اپنی جوانی	وَیَسْتَخْرِجَا اور وہ دونوں نکالیں	کَنْزَهُمَا اپنا خزانہ	رَحْمَةً مہربانی	مِّنْ رَّبِّكَ سے تمہارا رب			
وَمَا فَعَلْتُهٗ اور یہ میں نے نہیں کیا	عَنْ سے	اَمْرِیْ اپنا حکم (مرضی)	ذٰلِكَ یہ	تَاْوِیْلُ تعبیر (حقیقت)	مَا جو	لَمْ تَسْطِعْ تم نہ کرسکے	عَلَیْهِ اس پر	صَبْرًا صبر

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں تین واقعات کا ذکر ہوا تھا جن کو حضرت خضر علیہ السلام کے کرنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر تعجب کا اظہار فرمایا تھا۔ ایک تو حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کو توڑ کر ناکارہ اور عیب دار بنا دینا۔ دوسرے ایک لڑکے کو قتل کر دینا اور تیسرے

ایک گرنے والی دیوار کو بغیر کہے سنے اور بغیر کسی اجرت کے سیدھا کردینا۔ تیسرے واقعہ کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام میں جدائی کا وقت آ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر حضرت خضر علیہ السلام نے ان تینوں باتوں کی حقیقت اور ان کی حکمت کو ظاہر فرمایا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ جس کشتی میں آپ سوار تھے اس کے مالک نہایت مفلس اور غریب لوگ تھے۔ آٹھ دس آدمیوں کی معاش اور روزی کا ذریعہ یہی کشتی تھی۔ راستہ میں ایسے بادشاہ کی سلطنت میں گزرنا تھا جو تمام کشتیوں کو ظلماً چھین کر ضبط کرلیتا تھا لیکن بیکار اور ٹوٹی پھوٹی کشتیوں کو نہ لیتا تھا۔ چونکہ یہ باتیں خدا تعالیٰ نے مجھ کو منکشف کرادی تھیں اس لئے پہلے سے میں نے کشتی کو توڑ دیا۔ اس تدبیر سے ان مسکینوں کی کشتی ظالم کے ہاتھ سے بچ گئی اور پھر آسانی سے درست ہوگئی۔ چنانچہ یہ باتیں آپ بچشم خود دیکھ چکے ہیں۔ دوسرے وہ لڑکا جس کو آپ نے بظاہر بے قصور مومن سمجھ کر اس کے قتل کو بہت ہی بڑا گناہ سمجھا تھا اس کی اصل طبیعت اور خلقت ہی میں مادۂ کفر کا غلبہ رکھ دیا گیا تھا وہ اگر زندہ رہ کر بالغ ہوتا تو کافر ہی ہوتا اور ایسے افعال کا مرتکب ہوتا جن سے خود گمراہ ہونے کے علاوہ اپنے مومن والدین کو بھی اپنا شریک کر کے آخر کافر بنا کر چھوڑتا خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کے والدین کا ایمان بھی سلامت رہے اور اس لڑکے کی عوض میں اس سے بہت بہتر اولاد ان کو عطا کردے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ جو اس بیٹے سے بہت زیادہ اطاعت کے ساتھ ان کی خدمت و دلداری کر کے دل ٹھنڈا کرے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مطلع کر کے مجھ کو اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ تیسرے اس بخیل بستی والوں کی دیوار جن کی بے مروتی کے مقابلہ میں اس کا مفت درست کردینا آپ کو ناپسند ہوا وہ دو یتیم بچوں کے مکان کی دیوار تھی جن کے دین دار اور مومن باپ نے حلال روزی اور پیشہ سے نہایت مشقت سے کچھ مال جمع کر کے بچوں کے لئے دیوار کے نیچے دفن کردیا تھا۔ اگر اسی وقت ان کی صغرسنی میں دیوار گر کر مال ظاہر ہوجاتا تو ان کے عزیز واقارب سب خرد برد کر جاتے۔ ان قابل رحم یتیموں کو کچھ بھی نہ ملتا۔ خدا تعالیٰ نے بچوں کے حال پر رحم فرما کر یہ چاہا کہ ہمارے سچے ایماندار بندے کی گاڑھی کمائی ضائع نہ ہو اور یہ یتیم بچے جوان ہوکر خود ہی اس کو نکالیں۔ لہٰذا دیوار کو درست اور مستحکم کرنے کے لئے مجھ کو مامور فرمایا۔ ان باتوں کو سننے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے رخصت ہوگئے۔ خضر علیہ السلام دریا کی طرف چلے گئے اور موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر واپس آ گئے اور بدستور اپنی نبوت و رسالت کے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہوگئے اور آپ کی زندگی ہی میں حضرت یوشع کو بھی خدا تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی جب موسیٰ علیہ السلام نے ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی تو حضرت یوشع علیہ السلام نے ان کے قائم مقام ہوکر ہدایت خلق اللہ میں تمام عمر گزاردی جو انبیاء کا فرض منصبی اور اصلی کام ہے۔

اس قصہ سے متعلق اور بھی بہت سے مسائل و تنبیہات علمائے محققین نے لکھے ہیں جو بوجہ طوالت کے اس مختصر درس میں عرض نہیں کئے جاسکتے۔ الغرض یہ قصہ تو یہاں ختم ہوا۔ اب آگے ذوالقرنین کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ یہ بھی ان تین سوالوں میں سے ایک تھا جو مشرکین مکہ نے یہود کے مشورہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امتحاناً کئے تھے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں بھی وہ ایمان و یقین نصیب فرمائیں کہ جو صورت حال بھی ہم کو پیش آئے ہم اس کو اپنے لئے رحمت اور خداوند قدوس کی حکمت پر یقین کر کے راضی برضا رہیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ

اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ ہم نے اُن کو روئے زمین پر حکومت دی تھی

وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا

اور ہم نے اُن کو ہر قسم کا سامان دیا تھا۔ چنانچہ وہ ایک راہ پر ہو لئے۔ یہاں تک کہ جب غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب اُن کو ایک سیاہ رنگ کے

تَغْرُبُ فِیْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ

پانی میں ڈوبتا ہوا دکھلائی دیا اور اس موقع پر انہوں نے ایک قوم دیکھی ہم نے (الہاماً) یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں

وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ

نرمی کا معاملہ اختیار کرو۔ ذوالقرنین نے عرض کیا (کہ اول دعوت ایمان ہی کروں گا) لیکن جو ظالم رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ سزا دیں گے پھر وہ اپنے مالک حقیقی

فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰی ۚ وَسَنَقُوْلُ

کے پاس پہنچایا جاوے گا پھر وہ اس کو (دوزخ کی) سخت سزا دے گا۔ اور جو شخص ایمان لے آوے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کیلئے بدلے میں بھلائی ملے گی

لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ؕ﴿۸۸﴾

اور ہم اپنے برتاؤ میں اس کو آسان بات کہیں گے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور آپ سے پوچھتے ہیں	عَنْ سے (بابت)	ذِی الْقَرْنَيْنِ ذوالقرنین	قُلْ فرمادیں	سَاَتْلُوْا ابھی پڑھتا ہوں	عَلَيْكُمْ تم پر۔سامنے			
مِنْهُ اس سے کا	ذِكْرًا کچھ حال	اِنَّا مَكَّنَّا بیشک ہم نے قدرت دی	لَهٗ اس کو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دیا	مِنْ سے	كُلِّ شَیْءٍ ہر شے	
سَبَبًا سامان	فَاَتْبَعَ سو وہ پیچھے پڑا	سَبَبًا ایک سامان	حَتّٰی یہاں تک کہ	اِذَا بَلَغَ جب وہ پہنچا	مَغْرِبَ غروب ہونے کا مقام	الشَّمْسِ سورج		
وَجَدَهَا اس نے پایا	تَغْرُبُ ڈوب رہا ہے	فِیْ میں	عَيْنٍ چشمہ کی	حَمِئَةٍ دلدل	وَّوَجَدَ اور اس نے پایا	عِنْدَهَا اس کے نزدیک	قَوْمًا ایک قوم	قُلْنَا ہم نے کہا
يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اے ذوالقرنین	اِمَّآ یا۔چاہے	اَنْ یہ کہ	تُعَذِّبَ تو سزا دے	وَاِمَّآ اور یا۔چاہے	اَنْ یہ کہ	تَتَّخِذَ تو اختیار کرے	فِيْهِمْ ان میں۔سے	
حُسْنًا کوئی بھلائی	قَالَ اس نے کہا	اَمَّا اچھا	مَنْ ظَلَمَ جس نے ظلم کیا	فَسَوْفَ تو جلد	نُعَذِّبُهٗ ہم اسے سزا دیں گے	ثُمَّ پھر	يُرَدُّ وہ لوٹایا جائے گا	
اِلٰی رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف	فَيُعَذِّبُهٗ تو وہ اسے عذاب دیگا	عَذَابًا عذاب	نُّكْرًا بڑا۔سخت	وَاَمَّا اور اچھا	مَنْ جو	اٰمَنَ ایمان لایا	وَعَمِلَ اور اس نے عمل کیا	
صَالِحًا نیک	فَلَهٗ تو اس کے لئے	جَزَآءَ بدلہ	الْحُسْنٰی بھلائی	وَسَنَقُوْلُ اور عنقریب	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ متعلق	اَمْرِنَا اپنا کام	يُسْرًا آسانی

تفسیر و تشریح:۔ اس سورۂ کہف کے سبب نزول کے سلسلہ میں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ مشرکین مکہ نے یہود کے کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات بطور امتحان کے کئے تھے۔ ایک روح کے متعلق۔ دوسرا اصحاب کہف کے متعلق اور تیسرا ذوالقرنین کے متعلق۔ دو سوالوں کا جواب تو گذشتہ آیات میں گزر چکا یعنی روح اور اصحاب کہف کے متعلق۔

یہاں سے ذوالقرنین کے احوال کی تفصیل ہے۔ قرآن پاک کوئی قصہ کہانیوں یا داستانوں اور افسانوں کی کتاب تو ہے نہیں۔ اسلئے حکایات وقصص کو مکمل تفصیل کے ساتھ کہیں۔ بیان نہیں کیا گیا البتہ جس قدر حصہ وعظ وہدایت اور اصلاح خلق سے تعلق رکھتا ہے اور جو بات عبرت آفریں اور نصیحت آگیں ہوتی ہے اسکو حسب موقع بیان فرمایا گیا ہے۔ یہود ذوالقرنین کا نام اور بعض احوال جانتے تھے ان کو ذوالقرنین کے قصہ سے کچھ واقفیت تھی خواہ ان کی مذہبی کتابوں میں ہو یا سینہ بسینہ زبانی منقول ہو۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کے لئے یہ سوال منتخب کیا تھا۔ قرآن مجید نے ذوالقرنین کے متعلق صرف اتنا بتایا کہ وہ پرشوکت۔ صاحب سطوت۔ نیکوکار۔ موحد۔ خدا پرست صاحب حکومت تھے۔ ہر قسم کا دنیوی ساز وسامان ان کے پاس تھا۔ انہوں نے تین سفر بھی کئے تھے ایک انتہائی مغرب کی طرف دوسرا انتہائی مشرق کی طرف اور تیسرا کسی اور سمت پر جہاں کے باشندے ذوالقرنین کی بولی سمجھ نہ سکتے تھے۔ انہی لوگوں کے لئے قوم یاجوج ماجوج کی غارتگری سے بچنے کے لئے لوہے کی ایک دیوار پگھلا ہوا رانگ۔ تانبا یا سیسہ ڈال کر قائم کردی اور اس طرح وہ قوم یاجوج ماجوج کی غارت گری سے محفوظ ہوگئی۔ بس اتنا قصہ قرآن نے بیان کیا ہے۔ رہی یہ بات کہ ان کو ذوالقرنین کیوں کہتے تھے؟ ان کے سفر کے آغاز وانتہا کی حدود کونسی تھیں؟ دیوار کہاں بنائی؟ دیوار کی درخواست کرنے والی قوم کون تھی؟ یاجوج ماجوج کس قوم کا نام ہے؟ یہ کہاں رہتی تھی؟ اب بھی ہے یا نہیں؟ اس کے احوال کیا ہیں؟ ان تمام امور اور تفصیلات کی طرف سے قرآن پاک خاموش ہے۔ یہ کام تاریخ کا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ مجموعۂ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور آپ کی دعاء کی برکت سے حق تعالیٰ نے خارق عادت سامان ووسائل عطا فرمائے تھے۔ جن کے ذریعہ سے ذوالقرنین کو مشرق ومغرب کے سفر اور تعجب خیز فتوحات پر قدرت حاصل ہوئی۔ لکھا ہے کہ حضرت خضرؑ ان کے وزیر تھے۔ شاید اسی لئے قرآن پاک میں خضر علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ ذوالقرنین کا قصہ بیان فرمایا۔ اس بادشاہ کو ذوالقرنین اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا کے دونوں کناروں مشرق ومغرب پر پھر گیا تھا۔ پہلا سفر مغرب کی طرف کیا جس کا بیان ان آیات میں کیا جارہا ہے۔

ان آیات سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کوئی مقبول بزرگ فرمانروا اور بادشاہ ہوئے ہیں خواہ نبی ہوں یا ولی ہوں یا کسی دوسرے نبی کے متبع ان کے تین سفر میں سے ایک سفر کا حال ان آیات میں بیان فرمایا گیا۔ دوسرے اور تیسرے سفر کے حالات اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کے درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو ایمان واسلام سے نوازا اور قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اشرف الانبیاء والمرسلین عطا فرمائے۔

یا اللہ ہمیں اسلام وایمان کی برکت سے دنیا میں بھی خیر وخوبی سے نوازیئے اور آخرت میں بھی اپنی مغفرت ورحمت سے نوازیئے۔

یا اللہ ہمیں سچی اسلامی حکومت نصیب فرمایئے اور بے دینی کی جو فضا پھیلی ہوئی ہے اس کو ملیا میٹ فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو بھی کوئی مومن اور مجاہد فرمانروا عطا فرما۔ اور بے دین صاحب اقتدار لوگوں سے اس ملک کو بچا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ

پھر ایک راہ پر ہو لئے۔ یہاں تک جب طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کیلئے ہم نے آفتاب کے ادھر کوئی

مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ۗ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰۤى اِذَا

آڑ نہیں رکھی۔ یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے۔ پھر ایک اور راہ پر ہو لئے۔ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں

بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا

کے درمیان میں پہنچے تو ان پہاڑوں سے اسطرف ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہنچتے۔ انہوں نے عرض کیا

يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا

کہ اے ذوالقرنین قوم یاجوج وماجوج اس سرزمین میں بڑا فساد مچاتے ہیں، سو کیا ہم لوگ آپ کیلئے کچھ چندہ جمع کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے

عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ

اور ان کے درمیان میں کوئی روک بنا دیں۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس مال میں میرے رب نے مجھ کو اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۗ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ

سو ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان میں خوب مضبوط دیوار بنادوں گا تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ یہاں تک کہ جب ان کے دونوں سروں کے (بیچ) کے خلا کو

انْفُخُوْا ۗ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ

برابر کر دیا تو حکم دیا کہ دھونکو یہاں تک کہ جب اس کو لال انگارا کر دیا تو اس وقت حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبہ لاؤ کہ اس پر ڈال دوں۔ سو نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے

وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ

اور نہ اس میں نقب دے سکتے تھے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے، پھر جس وقت میرے رب کا وعدہ آویگا تو اس کو ڈھا کر برابر کر دے گا،

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ﴿٩٨﴾

اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے۔

ثُمَّ پھر	اَتْبَعَ وہ پیچھے پڑا	سَبَبًا ایک سامان	حَتّٰۤى یہاں تک کہ	اِذَا بَلَغَ جب وہ پہنچا	مَطْلِعَ طلوع ہونے کا مقام	الشَّمْسِ سورج
وَجَدَهَا اس نے اس کو پایا	تَطْلُعُ طلوع کر رہا ہے	عَلٰى قَوْمٍ ایک قوم پر	لَمْ نَجْعَلْ ہم نے نہیں بنایا	لَهُمْ ان کیلئے	مِنْ دُوْنِهَا اس کے آگے	
سِتْرًا کوئی پردہ	كَذٰلِكَ یہی	وَقَدْ اَحَطْنَا اور ہمارے احاطہ میں ہے	بِمَا لَدَيْهِ جو کچھ اسکے پاس	خُبْرًا ازروئے خبر	ثُمَّ پھر	اَتْبَعَ وہ پیچھے پڑا
سَبَبًا ایک سامان	حَتّٰۤى یہانتک کہ	اِذَا بَلَغَ جب وہ پہنچا	بَيْنَ درمیان	السَّدَّيْنِ دو دیواریں (پہاڑ)	وَجَدَ اس نے پایا	مِنْ دُوْنِهِمَا ان دونوں کے اُدھر

قَوْمًا ایک قوم	لَا يَكَادُوْنَ نہیں لگتے ہیں	يَفْقَهُوْنَ وہ سمجھیں	قَوْلًا کوئی بات	قَالُوْا انہوں نے کہا	يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اے ذوالقرنین	اِنَّ بیشک		
يَاْجُوْجَ یاجوج	وَ اور	مَاْجُوْجَ ماجوج	مُفْسِدُوْنَ فساد کرنے والے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَهَلْ تو کیا	نَجْعَلُ ہم کردیں	لَكَ تیرے لئے	
خَرْجًا کچھ مال	عَلٰٓى پر۔تاکہ	اَنْ تَجْعَلَ کر تو بنادے	بَيْنَنَا ہمارے درمیان	وَبَيْنَهُمْ اور انکے درمیان	سَدًّا ایک دیوار	قَالَ اس نے کہا		
مَا مَكَّنِّيْ جس پر قدرت دی مجھے	فِيْهِ اس میں	رَبِّيْ میرا رب	خَيْرٌ بہتر	فَاَعِيْنُوْنِيْ پس تم میری مدد کرو	بِقُوَّةٍ قوت سے	اَجْعَلْ میں بنادوں گا		
بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	وَبَيْنَهُمْ اوران کے درمیان	رَدْمًا مضبوط آڑ	اٰتُوْنِيْ مجھے لادو تم	زُبَرَ الْحَدِيْدِ لوہے کے تختے	حَتّٰى یہاں تک کہ	اِذَا جب		
سَاوٰى اس نے برابر کردیا	بَيْنَ درمیان	الصَّدَفَيْنِ دونوں پہاڑ	قَالَ اس نے کہا	انْفُخُوْا دھونکو	حَتّٰى یہاں تک کہ	اِذَا جَعَلَهٗ جب اسے کردیا		
نَارًا آگ	قَالَ اس نے کہا	اٰتُوْنِيْٓ لے آؤ میرے پاس	اُفْرِغْ میں ڈالوں	عَلَيْهِ اس پر	قِطْرًا پگھلا ہوا تانبہ	فَمَا اسْطَاعُوْٓا پھر نہ کرسکیں گے		
اَنْ کہ	يَّظْهَرُوْهُ اس پر چڑھیں	وَ اور	مَا اسْتَطَاعُوْا وہ نہ لگا سکیں گے	لَهٗ اس میں	نَقْبًا نقب	قَالَ اس نے کہا	هٰذَا یہ	رَحْمَةٌ رحمت
مِّنْ رَّبِّيْ میرے رب سے	فَاِذَا پس جب	جَآءَ آئے گا	وَعْدُ وعدہ	رَبِّيْ میرا رب	جَعَلَهٗ اس کو کردیگا	دَكَّآءَ ہموار	وَكَانَ اور ہے	
وَعْدُ وعدہ	رَبِّيْ میرا رب	حَقًّا سچا						

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں ذوالقرنین کے پہلے سفر کا حال بیان ہوا تھا جو انہوں نے مغرب کی طرف منتہائے آبادی تک کیا تھا۔اب ان آیات میں دوسرے اور تیسرے سفر کا حال بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مغربی سفر سے فارغ ہوکر ذوالقرنین مشرقی سفر کا سامان درست کرنے لگے۔قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ ذوالقرنین کے یہ سب سفر فتوحات اور ملک گیری کے لئے تھے یا ممکن ہے محض سیر وسیاحت کے طور پر ہوں۔جب انتہائے مشرق میں پہنچے تو ایک ایسی قوم دیکھی جن کو آفتاب کی شعاعیں بے روک ٹوک پہنچتی تھیں۔غالباً یہ لوگ وحشی جنگلی ہوں گے۔مکان وغیرہ بنانے کا ان میں دستور نہ ہوگا۔جیسے گذشتہ دور میں بہت سی خانہ بدوش وحشی اقوام میں رواج نہیں رہا ہے۔آگے تاکید کے لئے فرمایا کہ ذوالقرنین کے سفر مغرب و مشرق کی جو کیفیت بیان کی گئی واقع میں اسی طرح ہے اور جو وسائل ان کے پاس تھے اور جو حالات وہاں پیش آئے ان سب پر اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے۔پھر تیسرا سفر۔مغرب و مشرق کے سوا کسی تیسری جہت میں تھا۔مفسرین اس کو عموماً شمالی سفر کہتے ہیں مگر قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں۔ اس تیسرے سفر میں ذوالقرنین ایسی جگہ پہنچے جہاں کے لوگ ذوالقرنین اور ان کے ساتھیوں کی بولی سمجھ نہیں سکتے تھے آگے جو گفتگو نقل کی گئی ہے غالباً کسی ترجمان کے ذریعہ سے ہوئی ہوگی۔ اس قوم اور یاجوج ماجوج کے ملک میں دو پہاڑ حائل تھے جن پر چڑھائی ممکن نہ تھی البتہ دونوں پہاڑوں کے بیچ میں درہ کھلا ہوا تھا اسی سے یاجوج ماجوج آتے اور ان لوگوں کو لوٹ مار کر چلے جاتے تھے۔ ذوالقرنین کے غیر معمولی اسباب ووسائل اور قوت وحشمت دیکھ کر انہیں خیال ہوا کہ ہماری تکالیف ومصائب کا سدباب ان سے ہوسکے گا۔اس لئے اس قوم نے ذوالقرنین سے گزارش کی کہ یاجوج ماجوج نے ہمارے ملک میں ادھم مچا رکھا ہے۔یہاں آکر قتل غارت اور لوٹ مار کرتے رہتے ہیں۔آپ اگر ہمارے اور ان کے درمیان کوئی مضبوط روک قائم کردیں جس سے ہماری حفاظت ہوجائے تو جو کچھ اس پر خرچ آئے گا ہم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ذوالقرنین نے جواب دیا کہ مال میرے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت ہے مگر ہاتھ پاؤں سے تم بھی ہمارے ساتھ محنت کرو۔ چنانچہ اول لوہے کے بڑے بڑے تختوں کی اوپر نیچے تہیں جمائیں۔ جب ان کی بلندی دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ گئی۔لوگوں کو حکم دیا کہ خوب آگ دھونکو۔جب لوہا آگ کی طرح سرخ ہوکر تپنے لگا اس وقت پگھلا ہوا تانبہ اوپر سے ڈالا جو

لوہے کی درزوں میں بالکل پیوست ہوکر جم گیا اور سب مل کر پہاڑ سا بن گیا۔ یہ سب کام اس زمانہ میں بظاہر خرق عادت طریقہ پر انجام پائے ہوں گے جسے ذوالقرنین کی کرامت سمجھنا چاہئے یا ممکن ہے اس وقت اس قسم کے آلات و اسباب پائے جاتے ہوں۔ الغرض یاجوج ماجوج کا راستہ روک دیا گیا اور حق تعالیٰ نے ان کو فی الحال یہ قدرت نہیں دی کہ دیوار پھاند کر یا توڑ کر ادھر نکل آئیں۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ روک محض خدا کی مہربانی سے قائم ہوگئی ہے اور میعاد معین تک قائم رہے گی۔

احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور قتل دجال کے بعد قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت ہے اس وقت یہ روک ہٹادی جائے گی اور دیوار توڑ کر یاجوج ماجوج اپنی کثیر تعداد میں نکل پڑیں گے جس کا شمار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ دنیا ان کے مقابلہ سے عاجز ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم خداوندی ہوگا کہ میرے خاص بندوں کو لے کر کوہ طور پر چلے جائیں۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ احدیت کی طرف دست دعا دراز کریں گے اس کے بعد یاجوج ماجوج پر ایک غیبی وبا مسلط ہوگی۔ سب ایک دم مرجائیں گے۔ قوم یاجوج ماجوج کے متعلق مزید تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درس میں آئے گی۔

یہاں آیت میں جو حضرت ذوالقرنین نے یہ پیشینگوئی فرمائی کہ ایک وقت میں دیوار فنا ہوگی تو یا تو یہ اس بنا پر فرمایا کہ ہر شے دنیا کی فانی ہے اور یا ممکن ہے کہ آپ کو وحی سے اگر وہ نبی ہوں یا الہام سے اس کے انہدام کا وقت کہ قرب قیامت ہے معلوم ہوگیا ہو جیسا کہ احادیث میں بھی ظاہر فرمایا گیا ہے اور یہ بات حضرت ذوالقرنین نے شاید اس لئے فرمادی ہو کہ آدمی کسی حال میں حق تعالیٰ سے غافل اور کسی سامان پر مغرور نہ ہو بلکہ نعمت پر شکر کرے اور فنا کو پیش نظر رکھے۔

یہاں ذوالقرنین کا قصہ ختم ہوجاتا ہے۔ تو یہ قصہ اگرچہ کفار مکہ کے امتحانی سوال پر سنایا گیا مگر قصہ اصحاب کہف اور قصۂ موسیٰ وخضر علیہما السلام کی طرح اس کو بھی قرآن پاک نے اپنے قاعدے کے مطابق اپنے مدعا کے لئے پوری طرح استعمال کیا ہے۔ جس میں کفار مکہ کو جتلایا گیا ہے کہ ذوالقرنین جس کی عظمت کا حال تم نے سنا وہ محض ایک زبردست صاحب سلطنت وحکومت ہی نہ تھا بلکہ توحید و آخرت کا قائل تھا۔ عدل و انصاف اور فیاضی کے اصولوں پر عامل تھا اور تم لوگوں کی طرح کم ظرف نہ تھا کہ تم اپنی ذرا ذرا سی سرداریوں پر پھول رہے ہو اور اپنی حماقت سے توحید و آخرت کے منکر ہو رہے ہو۔ اور ایسے رسول برحق کی مخالفت کررہے ہو۔ ذوالقرنین اتنا بڑا فرمانروا اور اس قدر عظیم الشان ذرائع کا مالک ہوکر بھی اپنی حقیقت کو نہ بھولا تھا اور اپنے خالق کے آگے ہمیشہ سر تسلیم خم رکھتا تھا۔ اس طرح کفار کے امتحانی سوالات کو انہی پر پوری طرح الٹ دیا گیا۔ پھر ان قصوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید بھی فرمادی گئی کہ کس طرح عرصہ دراز کی گذشتہ خبروں۔ واقعات وحالات کو ٹھیک ٹھیک بیان کیا گیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان واقعات کی خبر بذریعۂ وحی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دی اور انہوں نے عرصہ دراز کے گذشتہ واقعات سنا دیئے اب چونکہ یہاں ذوالقرنین کی دیوار کا ذکر آگیا اس لئے اگلی آیات میں اس دیوار کے گر جانے اور یاجوج ماجوج کے خروج اور پھر قیامت آجانے کا ذکر فرمایا گیا جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی تسلیم و رضا کی صفات محمودہ عطا فرمائیں۔ اور اپنے خالق و مالک کو ہم بھی کسی حال میں بھولنے والے نہ ہوں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾

اور ہم اُس روز اُن کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جاویں گے اور صور پھونکا جاوے گا پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے جمع کرلیں گے۔

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ

اور دوزخ کو اُس روز کافروں کے سامنے پیش کریں گے۔جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد سے

ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ سُن بھی نہ سکتے تھے۔

وَتَرَكْنَا اور ہم چھوڑ دیں گے	بَعْضَهُمْ ان کے بعض	يَوْمَئِذٍ اس دن	يَّمُوْجُ ریلا مارتے	فِيْ بَعْضٍ بعض (دوسرے) کے اندر

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکا جائے گا صور	فَجَمَعْنٰهُمْ پھر ہم انہیں جمع کریں گے	جَمْعًا سب کو	وَّعَرَضْنَا اور ہم سامنے کر دیں گے	جَهَنَّمَ جہنم	يَوْمَئِذٍ اس دن	

لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے	عَرْضًا بالکل سامنے	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	كَانَتْ تھیں	اَعْيُنُهُمْ ان کی آنکھیں	فِيْ غِطَآءٍ پردہ میں	عَنْ سے	ذِكْرِيْ میرا ذکر

	وَ اور	كَانُوْا وہ تھے	لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہ طاقت رکھتے	سَمْعًا سُننا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بادشاہ ذوالقرنین کے تین سفر کے حالات بیان ہوئے تھے اور تیسرے سفر کے متعلق حضرت ذوالقرنین کا دو پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط اور مستحکم دیوار بنانے کا ذکر تھا کہ جس کو قوم یاجوج و ماجوج نہ توڑ سکتی تھی اور نہ اس پر چڑھ سکتی تھی۔ چنانچہ جب یہ دیوار تیار ہوگئی تو حضرت ذوالقرنین نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنی رحمت سے مجھ سے اپنے بندوں کے آرام پہنچانے کا کام لیا ورنہ میں تو وہی ایک مُشت خاک ہوں۔میرے پاس اپنا کیا ہے جو کچھ ہے اسی کا دیا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ دنیا ایک دن فنا ہو کر رہے گی اور جو کچھ اس میں ہے سب مٹ جائے گا۔اس وقت یہ دیوار بھی جو اس وقت لوہا لاٹھ بنی ہوئی ہے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور یہ وقت کبھی نہ کبھی ضرور آ کر رہے گا کیونکہ میرے رب کا وعدہ بالکل سچ ہے۔ یہ حضرت ذوالقرنین کا بیان تھا جو اوپر نقل فرمایا گیا تھا اب آگے ان آیات میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین نے ٹھیک کہا واقعی ایک روز ہم اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ یعنی جب اس دیوار کے انہدام کا وقت آئے گا اور یاجوج و ماجوج کا خروج ہوگا تو اس روز وہ اس حالت میں ایک دم نکلیں گے کہ ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوں گے اور ٹڈی دل کی طرح نکلیں گے اور یہ قیامت کے قریب زمانہ میں ہوگا۔جس کے بعد قیامت کا سامان شروع ہوگا۔حتیٰ کہ ایک بار اول صور پھونکا جائے گا جس سے تمام عالم فنا ہو جائے گا اور پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے سب زندہ ہو جاویں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سب کو ایک ایک کر کے میدان حشر میں جمع کرلیں گے۔اس وقت ان لوگوں کے سامنے جو اللہ عزوجل کو نہیں مانتے تھے اور قیامت اور حشر ونشر کا انکار کرتے تھے۔جہنم ظاہر کر دی جائے گی۔اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے دل کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑا ہوا تھا اور انہوں نے دنیا میں دین حق کو نہ دیکھا نہ سمجھا۔اور جس طرح حق کو دیکھتے نہ تھے اسی طرح وہ اس کو سن بھی نہ سکتے تھے۔اس روز وہ دوزخ کو

اپنے منہ کے سامنے موجود پائیں گے یعنی اس میں داخل ہونے سے پہلے اس کی ہیبت اور ہول انگیزی کو آنکھوں سے دیکھیں گے صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ دوزخ کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے کھینچیں گے۔

یہاں آیت میں یاجوج و ماجوج کے خروج کی طرف اشارہ ہے۔ اور سترہویں پارہ سورۂ انبیاء میں بھی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے نکل پڑیں۔ تو قیامت کے قریب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سدِ ذوالقرنین توڑ کر یاجوج و ماجوج کا لشکر دنیا والوں پر ٹوٹ پڑے گا اور یہ لوگ اپنی کثرت و ازدحام کی وجہ سے تمام بلندی اور پستی پر چھا جائیں گے۔ ان کا بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتاری سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ یاجوج و ماجوج کے متعلق حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "میرا خیال یہ ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ یاجوج و ماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جمہور علماء نے نقل کیا ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حضرت حوا تک نہیں پہنچتا۔ گویا وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے۔ کیا عجب ہے کہ دجال اکبر جسے ایک صحابی تمیم داری نے کسی جزیرہ میں مقید دیکھا تھا جس کا ذکر تفصیلاً ایک حدیث میں آیا ہے اسی قوم میں کا ہو۔" علمائے محققین نے لکھا ہے کہ یاجوج و ماجوج کے حالات اور صفات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج اگرچہ نسل آدم سے ہیں اور ظاہری صورت اور شکل کے اعتبار سے انسان ہیں لیکن طبعی اور مزاجی کیفیت کے لحاظ سے وحشی درندے اور حیوان ہیں اور افعال و اعمال کے اعتبار سے جنات سے ملتے جلتے ہیں۔ گویا کہ قوم یاجوج ماجوج تمام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے جو فتنہ اور فساد پھیلانے میں جنات کا نمونہ ہے۔ عام انسان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت میں یاجوج ماجوج کے خروج کا وقت حضرت امام مہدی کے وصال کے بعد ہوگا جبکہ تمام انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوں گے۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث و مفسر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب قیامت نامہ جس کے مضامین کی بنیاد آیات قرآنیہ اور احادیث پر ہے اس میں لکھا ہے کہ "حضرت امام مہدی کی خلافت کی میعاد سات آٹھ یا نو سال ہوگی سات سال عیسائیوں کے فتنہ سے نمٹنے اور ملک کے انتظام میں۔ آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ و جدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزرے گا۔ اس حساب سے حضرت امام مہدی کی عمر ۴۹ سال کی ہوگی۔ بعد ازاں حضرت امام مہدی کا وصال ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰؑ آپکے جنازہ کی نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے اس کے بعد تمام چھوٹے بڑے انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائیں گے تمام مخلوق نہایت امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوگی کہ میں اپنی مخلوق میں سے ایسے طاقتور بندوں کو ظاہر کرنے والا ہوں کہ کسی شخص کو ان کے مقابلہ کی تاب نہ ہوگی پس میرے خاص بندوں کو کوہ طور پر لے جاتا کہ وہاں پناہ گزیں ہو جائیں۔ باقی لوگ اپنے اپنے طور پر قلعہ بند اور محفوظ مکانوں میں بند ہو جاویں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے قلعہ میں جو آج کل موجود ہے نزول فرما کر اسباب حرب و سامان رسد

مہیا کرنے میں سرگرم ہوں گے کہ اس اثناء میں قوم یاجوج و ماجوج سد ذوالقرنین کو توڑ کر ٹڈی دل کی طرح چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ سوائے مضبوط قلعہ کے کہیں ان سے خلاصی کی صورت نہ ہوگی۔ لوگوں کے قتل و غارت کرنے میں بالکل دریغ نہ کریں گے۔ ان کا ملک انتہائے بلادشمال ومشرق بیرون ہفت اقلیم میں ہے جہاں پانی شدت برودت کی وجہ سے اس قدر غلیظ و منجمد ہے کہ جس میں جہازرانی ناممکن ہے ان کے شرقی اور غربی اطراف میں دیواروں کی مانند دو بڑے پہاڑ واقع ہیں جن میں آمدورفت کا راستہ نہیں۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی تھی جس میں سے یاجوج ماجوج نکل کر ادھر کے لوگوں کو لوٹ لیا کرتے تھے کہ جس کو ذوالقرنین نے ایک ایسی آہنی دیوار سے کہ جس کی بلندی ان دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچتی ہے اور مٹائی ۶۰ گز کی ہے بند کر دیا پس وہ دن بھر نقب زنی اور توڑنے میں مصروف رہتے ہیں مگر رات کو خداوند کریم اپنی قدرت کاملہ سے ویسا ہی کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں (جیسا کہ احادیث میں آتا ہے) اسمیں اتنا سوراخ ہوگیا تھا جتنا انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی کے درمیان حلقہ سے پیدا ہوتا ہے مگر ابھی تک اس قدر نہیں کہ اس میں سے کوئی نکل سکے۔ جب قرب قیامت میں دجال کے فتنہ اور قتل کے بعد ان کے خروج کا وقت آئے گا تو یہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور وہ وہاں سے نکلیں گے اور قتل۔ قید۔ اور غارت گری میں مشغول ہو جائیں گے اسی کیفیت سے چلتے ہوئے جب ملک شام میں آئیں گے تو کہیں گے کہ اب ہم نے زمین والوں کو تو نیست و نابود کر دیا۔ چلو آسمان والوں کا بھی خاتمہ کر دیں۔ پس آسمان پر تیر پھینکیں گے۔ خداوند کریم اپنی قدرت سے ان کو خون آلود کر کے لوٹا دے گا۔ یہ دیکھ کر وہ خوش ہوں گے کہ اب ہمارے سوا کوئی نہیں رہا۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کے لئے کھڑے ہوں گے پس خداوند کریم ایک قسم کی بیماری کہ جس کو عربی میں نغف کہتے ہیں نازل کرے گا۔ یہ ایک قسم کا دانہ ہے جو بھیڑ یا بکری کی ناک و گردن میں نکلتا ہے اور طاعون کی طرح تھوڑی سی دیر میں ہلاک کر دیتا ہے۔ پس قوم یاجوج ماجوج اس مہلک مرض سے ایک ہی رات میں تباہ ہو جائے گی۔ یہ سب واقعات حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہوں گے۔ دنیا میں آپ کا قیام ۴۰ سال رہے گا آپ کا نکاح ہوگا۔ اولاد پیدا ہوگی۔ پھر آپ انتقال فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ میں مدفون ہوں گے۔"

الغرض قیامت قائم ہونے سے پہلے سدِ ذوالقرنین کا ٹوٹنا اور پھر یاجوج وماجوج کا خروج ہونا قرب قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔

گذشتہ اور ان آیات سے متعلق ایک نہایت مفید تنبیہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں یہ لکھی ہے کہ "بعض مصنفین اور مؤلفین نے اس سد یاجوج ماجوج کے تعین کے متعلق اپنے اپنے مقالات وخیالات جمع کئے ہیں اور اس کے مصداق میں اپنی اپنی کہی ہے لیکن قران وحدیث میں جو اس سد ذوالقرنین کے چند اوصاف معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:۔ ایک یہ کہ اس کا بانی کوئی بندۂ مقبول ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ جلیل القدر بادشاہ ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ دیوار آہنی ہے۔ چوتھے یہ کہ اس کے دونوں سرے دو پہاڑوں سے ملے ہیں۔ پانچویں یہ کہ اس دیوار کے اس طرف جو یاجوج ماجوج ہیں وہ ابھی باہر نہیں نکل سکے۔ چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس میں تھوڑا سا سوراخ ہوگیا ہے۔ ساتویں یہ کہ وہ لوگ یعنی یاجوج وماجوج ہر روز اس کو چھیلتے ہیں اور پھر وہ باذنہٖ تعالیٰ ویسی ہی دبیز ہو جاتی ہے اور قرب قیامت میں جب چھیل چکیں

گے تو کہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ کل بالکل آر پار کر دیں گے چنانچہ اس روز پھر وہ دیوار دبیز نہ ہوگی اور اگلے روز اس کو توڑ کر نکل پڑیں گے۔ آٹھویں یہ کہ یاجوج ماجوج کی قوت انسانوں سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور تعداد میں بھی بہت زیادہ ہیں۔ نویں یہ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں نکلیں گے اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام بوحی الٰہی خاص خاص لوگوں کو لے کر کوہ طور پر چلے جاویں گے باقی لوگ اپنے اپنے طور پر قلعہ بند اور محفوظ مکانوں میں بند ہو جاویں گے دسویں یہ کہ یاجوج ماجوج دفعتہً غیر معمولی موت سے سب مر جائیں گے تو اول کے پانچ اوصاف قرآن سے اور اخیر کے پانچ اوصاف احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتے ہیں پس جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھے گا اس کو معلوم ہوگا کہ جتنی دیواروں کا لوگوں نے اپنی رائے سے پتہ دیا ہے یہ مجموعۂ اوصاف ایک میں بھی نہیں پایا جاتا پس وہ خیالات صحیح نہیں معلوم ہوتے اور حدیثوں کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ خود دین کے خلاف ہے۔ رہا یہ شبہ مخالفین کا کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا مگر کہیں اس کا پتہ نہ ملا اور اسی شبہ کے جواب کے لئے ہمارے مؤلفین نے پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے لیکن اس کا صحیح جواب وہ ہے جس کو علامہ سید محمود آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اختیار کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم کو اس کا یعنی سد ذوالقرنین کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام خشکی وتری کو محیط ہو چکے ہیں واجب التسلیم نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی حصہ زمین کا ایسا ہو جہاں اب تک رسائی نہ ہوئی ہو اور عدم وجدان سے عدم وجود لازم نہیں آتا۔ اور جب مخبر صادق نے جس کا صدق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی ہے تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں جس طرح اور امور ممکنہ کی خبر دی ہے اور ان کی تصدیق ضروری ہے اور شک وشبہ کرنے والوں کے کلام فضول کی طرف التفات کرنے کا منشا محض ضعف دین اور قلت یقین ہے۔''

بہرحال چونکہ ایسی دیوار کی اور اس کے ٹوٹنے اور یاجوج ماجوج کے خروج کی قرآن وحدیث نے ہم کو خبر دی ہے اس لئے ہمارا تو اس پر ایمان و یقین ہے کہ ایسی دیوار دنیا میں کہیں ضرور موجود ہے اور قرب قیامت میں اس کو توڑ کر یاجوج ماجوج کا خروج ہونا ضرور ہے۔ جو قیامت کی اہم نشانیوں میں سے ایک ہے اب چونکہ یہ سورۂ کہف خاتمہ کے قریب ہے اس لئے آگے اصل مضمون یعنی توحید وآخرت کے حق ہونے پر زور دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو تمام قرآن وحدیث کی بتلائی ہوئی باتوں پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیں۔ اور قرب قیامت کے تمام ظاہری وباطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ اسلام وایمان پر ہم کو زندہ رکھیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ اور قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیں۔ اور اس کے ساتھ ہمیں ابدی آرام گاہ جنت میں جانا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! جن امور کی خبر قرآن وحدیث میں دی گئی ہے ہم کو ان میں شک وشبہ کے وسوسہ شیطانی سے بچا کر ان پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! آج اس دنیا میں ہمارے دلوں اور آنکھوں پر سے غفلت کے پردے جو آخرت وقیامت کی طرف سے پڑ گئے ہیں ان کو دور فرما دیجئے اور ہر وقت ہمیں آخرت کی تیاری کا فکر نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ

سو کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز قرار دیں، ہم نے کافروں کی دعوت کیلئے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے۔

لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا ۝ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ؕ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ

آپ کہیئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کری کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی

فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ

اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا اور اُس سے ملنے کا (یعنی قیامت کا) انکار کر رہے ہیں

رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ

سو اُن کے سارے کام غارت ہوگئے تو قیامت کے روز ہم اُن کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔ اُن کی سزا وہی ہوگی یعنی دوزخ

جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ هُزُوًا ۝

اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا، اور میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔

اَفَحَسِبَ کیا گمان کرتے ہیں	الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا وہ جنہوں نے کفر کیا	اَنْ یَّتَّخِذُوْا کہ وہ بنالیں گے	عِبَادِیْ میرے بندے	مِنْ دُوْنِیْٓ میرے سوا			
اَوْلِیَآءَ کارساز	اِنَّآ بیشک ہم	اَعْتَدْنَا ہم نے تیار کیا	جَهَنَّمَ جہنم	لِلْكٰفِرِیْنَ کافروں کیلئے	نُزُلًا ضیافت	قُلْ فرمادیں	هَلْ کیا
نُنَبِّئُكُمْ ہم تمہیں بتلائیں	بِالْاَخْسَرِیْنَ بدترین گھاٹے میں	اَعْمَالًا اعمال کے لحاظ سے	اَلَّذِیْنَ وہ لوگ	ضَلَّ برباد ہوگئی	سَعْیُهُمْ ان کی کوشش		
فِیْ میں	الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی	وَهُمْ اور وہ	یَحْسَبُوْنَ خیال کرتے ہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ	یُحْسِنُوْنَ اچھے کر رہے ہیں وہ	صُنْعًا کام	
اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے انکار کیا	بِاٰیٰتِ آیتوں کو	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَلِقَآئِهٖ اور اسکی ملاقات	فَحَبِطَتْ پس اکارت ہوگئے		
اَعْمَالُهُمْ اُنکے عمل	فَلَا نُقِیْمُ پس ہم قائم نہ کریں گے	لَهُمْ ان کیلئے	یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن	وَزْنًا کوئی وزن	ذٰلِكَ یہ	جَزَآؤُهُمْ انکا بدلہ	
جَهَنَّمُ جہنم	بِمَا اس لئے	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	وَاتَّخَذُوْٓا اور ٹھہرایا	اٰیٰتِیْ میری آیات	وَرُسُلِیْ اور میرے رسول	هُزُوًا ہنسی مذاق	

تفسیر و تشریح: یہاں سے اس سورۃ کا آخری رکوع شروع ہوتا ہے۔ جس میں پوری سورۃ کا خاتمۂ کلام ہے۔ جس مضمون و مدعا سے سورۃ کا آغاز فرمایا گیا تھا اسی مضمون پر سورۃ کو ختم فرمایا جا رہا ہے۔ اس سورۃ کا مجموعی مضمون یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو شرک و بت پرستی چھوڑنے اور توحید اختیار کرنے اور دنیا پرستی چھوڑ کر آخرت پر یقین لانے کی دعوت دے رہے تھے مگر بعض بڑے بڑے سرداران قریش اپنی دولت وحشمت اور عزت وجاہ کے زعم میں نہ صرف آپ کی دعوت کو رد کر رہے تھے بلکہ ان حق پرست مومنین کو بھی جنہوں نے یہ دعوت قبول کر لی تھی ظلم وستم اور تحقیر وتذلیل کا نشانہ بنا رہے تھے۔

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ کفار جو آج دین حق کو دیکھنے سے اندھے بنے ہوئے ہیں اور اس کے متعلق کچھ سننے کو تیار نہیں ہیں قیامت کے دن جب میدان حشر میں جمع کیے جائیں گے تو جہنم ان کے سامنے لائی جائے گی اور اسکی ہیبت اور ہول انگیزی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمام باتیں قرآن پاک میں اچھی طرح سے سمجھا دی گئی ہیں۔ اس کے بعد منکرین سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا اب بھی مشرکین ومنکرین کا یہ خیال ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر

اس کے مملوک اور محکوم بندوں سے اپنے کام درست کرالیں گے مثلاً مسیح علیہ السلام یا عزیر علیہ السلام یا روح القدس یا فرشتے وغیرہ جن کو اپنا کارساز اور معبود یا حاجت روا قرار دے رکھا ہے کیا قیامت کے دن اللہ کے غضب سے بچنے کے لئے ان کے دامن میں آڑے لیں گے۔ اگر اس قدر صاف صاف اصل حقیقت کو سمجھا دینے کے بعد بھی اسی وہم و گمان میں ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبر اور اس کی کتاب کو ماننا ضروری نہیں اور مرنے کے بعد قیامت اور حشر نشر کچھ ہونے والا نہیں اور اگر بالفرض ہوا بھی تو ہمارے حمایتی ہمیں بچالیں گے تو وہ سن رکھیں کہ یہ سب ان کی خام خیالی ہے وہ اس دھوکہ میں نہ رہیں۔ وہاں ان کو کوئی نہیں پوچھے گا اور فقط اللہ عزوجل سے واسطہ پڑے گا۔ جو لوگ دنیا میں اسے نہیں مانتے مرنے کے بعد انہیں سوائے دوزخ کے اور کہیں ٹھکانا نہیں ملے گا۔ ان کا استقبال اللہ کے غضب سے کیا جائے گا اور دوزخ کی آگ وانگاروں سے ان کی ضیافت اور مہمانی کی جائے گی۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں اصل حقیقت سمجھا دوں اور بتاؤں کہ سب سے بڑے خسارے میں مرنے کے بعد کون لوگ رہیں گے؟ پھر خود ہی اس کا جواب ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد تگ ودو۔ دوڑ دھوپ اور کوشش اولاً بھی اور آخراً بھی یہی دنیا اور اس کے عیش وعشرت ہیں۔ رات دن دنیا ہی کے مشغلوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اچھے کھانے اچھے پہننے کا خبط۔ نام ونمود کی تمنا مال ودولت کمانے کی دھن۔ اونچی اونچی کوٹھیاں۔ بڑے بڑے عہدے اور خطابات۔ شہرت اور اعزاز بس ساری کوششیں اسی دنیا کے پیچھے ختم ہوئی ہیں۔ رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کا کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اعمال کے لحاظ سے آخرت میں بالکل ہی گھاٹے میں ہیں۔ اور اس پر اپنے پندار باطل اور ہوائے نفس سے گمان یہ کہ اپنے مسلک اور روش کو بہتر سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم دنیا میں بڑے بڑے کام کر رہے ہیں۔ عقلمندی میں۔ انتظام میں۔ دولت کمانے میں ہماری دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ مگر ان کو بتلایا جاتا ہے کہ یاد رکھو کہ مرنے کے بعد ان کاموں کی نہ کوئی قیمت ہے نہ کوئی وزن۔

چنانچہ ایسے لوگوں کو سوائے دوزخ کے عذاب کے اور کچھ نہ ملے گا۔ انہوں نے دنیا میں کفر اختیار کیا اور اللہ کی آیتوں کی اور اس کے رسولوں کی ہنسی اڑائی اور آخرت میں اپنے رب سے ملنے کا یقین نہ کیا اس لئے انہیں مرنے کے بعد اس کا بدلہ جہنم کے عذاب ہی سے ملے گا۔

خلاصہ یہ کہ کفر وشرک اور دنیا پرستی سے یہاں ڈرایا گیا ہے اور دوزخ کو اس کا انجام بتلایا گیا ہے۔ یہاں اس آخری آیت میں جو فرمایا گیا **ذٰلک جزآء ھم جھنم بما کفروا واتخذوا آیٰتی ورسلی ھزوا ۝** یعنی ان کی سزا جہنم ہوگی اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق اڑایا تھا۔ لوگو یہاں صاف صاف یہ سزا کفار مشرکین کے لئے بیان کی گئی ہے۔ مگر صد افسوس کہ وہ وقت بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جو اسلام کا لیبل لگا کر قرآن کو معاذ اللہ فرسودہ کتاب کہا۔ قران اور سنت میں اپنے اقتصادی۔ معاشی اور معاشرتی مسائل کا حل نہ موجود ہونا بتایا۔ کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کے نظریہ کو اللہ اور رسول کے عطا کردہ دین کے مقابلہ میں افضل وبرتر سمجھا اور اس میں اپنے روٹی اور کپڑے اور مکان کا حل تلاش کیا۔ یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین اور نیچریوں اور دھریوں کے اقوال وافعال میں جن کو اپنے مسائل حل ہوتے نظر آئے اور جنہوں نے علی الاعلان یہ کہا کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات نہیں۔ اگر اسلام اقتصادی مسائل کا مکمل حل پیش کرتا تو ہم سوشلزم کا نعرہ نہ لگاتے تو کیا یہ اللہ کی آیات کا کفر اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑانا نہیں ہے۔ بلکہ ان کا جرم تو ان کھلے ہوئے دشمنان اسلام کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اسلام کے مار آستینوں کو اگر ان کے لئے ہدایت مقدر ہے تو ہدایت بخش دیں اور ان کی آنکھیں کھول دیں ورنہ ان کے اوپر اپنے عذاب کا کوڑا برسا کر ان کو ہلاکت سے ہمکنار فرمائیں۔ اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنائیں۔

الغرض یہاں آیات میں دنیا پرستی اور کفر وشرک کا انجام جہنم بتلایا گیا۔ اب آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کا حال اور ان کا انجام بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

2

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اُن کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغ ہوں گے۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ وہ

يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ

وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کیلئے سمندر روشنائی (کی جگہ) ہوتو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جاوے

كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

اگر چہ اس سمندر کی مثل ایک دوسرا سمندر مدد کیلئے ہم لے آویں۔ (اور) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق)

وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

ایک ہی معبود ہے، سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَ اور	عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے نیک عمل کئے	كَانَتْ ہیں	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ فردوس کے باغات		
نُزُلًا ضیافت	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنگے	فِيْهَا اس میں	لَا يَبْغُوْنَ وہ نہ چاہیں گے	عَنْهَا وہاں سے	حِوَلًا جگہ بدلنا	قُلْ فرمادیں	لَوْ اگر	كَانَ ہو
الْبَحْرُ سمندر	مِدَادًا روشنائی	لِّكَلِمٰتِ باتوں کیلئے	رَبِّيْ میرا رب	لَنَفِدَ الْبَحْرُ تو ختم ہو جائے سمندر	قَبْلَ پہلے	اَنْ تَنْفَدَ کہ ختم ہوں		
كَلِمٰتُ رَبِّيْ میرے رب کی باتیں	وَلَوْ اور اگرچہ جِئْنَا ہم لے آئیں بِمِثْلِهٖ اس جیسا مَدَدًا مدد کو قُلْ فرمادیں اِنَّمَآ اَنَا اسکے سوا نہیں میں							
بَشَرٌ بشر	مِّثْلُكُمْ تم جیسا	يُوْحٰٓى وحی کی جاتی ہے	اِلَيَّ میری طرف	اَنَّمَآ فقط	اِلٰهُكُمْ تمہارا معبود	اِلٰهٌ معبود	وَّاحِدٌ واحد	فَمَنْ سو جو
كَانَ ہو	يَرْجُوْا امید رکھتا ہے	لِقَآءَ ملاقات	رَبِّهٖ اپنا رب	فَلْيَعْمَلْ تو اسے چاہیے کہ وہ عمل کرے	عَمَلًا عمل	صَالِحًا اچھے	وَ اور	
لَا يُشْرِكْ وہ شریک نہ کرے	بِعِبَادَةِ عبادت	رَبِّهٖٓ اپنا رب	اَحَدًا کسی کو					

تفسیر و تشریح:۔ یہ اس سورۃ کی آخری آیات ہیں اور یہاں سورۂ کہف ختم ہو جاتی ہے۔ گذشتہ آیات میں کفار اور مشرکین کا حال اور انجام بیان فرمایا گیا تھا اور توحید و رسالت کے انکار پر عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی تھی۔ اب ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور ان کی تصدیق و اطاعت پر ثواب اور جزائے آخرت کا وعدہ فرمایا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے اور اس کے رسولوں کو سچا ماننے والے۔ ان کی باتوں پر عمل کرنے والے بہترین جنتوں میں ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں

گے۔ جنت کی ان لازوال اور نت نئی نعمتوں میں رہنے والوں کو نہ کوئی بے دخل کر سکے گا اور نہ وہ از خود وہاں سے نکلنے کی کبھی خواہش کریں گے یعنی اہل جنت وہاں کا عیش و آرام دیکھ کر ایسے مانوس ہو جائیں گے کہ تبدیلی حالت کی ان کو خواہش ہی نہ ہوگی۔ انسان کی طبعی خاصیت ہے کہ دوامی آسائش سے بھی گھبرا جاتا ہے۔ لذیذ کھانا۔ بیش بہا لباس اور راحت بخش مسکن سے بھی نیرنگی طبع کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے تغیر کا خواستگار ہو جاتا ہے۔ مگر اہل جنت کی یہ حالت نہ ہوگی اور جنت میں ہمیشہ رہنے سے کبھی اکتائیں گے نہیں ہر دم تازہ بتازہ نعمتیں ملیں گی اور جنت

اپنی ان گنت نعمتوں۔ راحتوں اور لذتوں کے ساتھ ان کے لئے ہر لمحہ اور ہر آن ایک نئی کشش رکھے گی اس لئے جنتیوں کو اپنی تبدیلی حالت کی کبھی خواہش نہ ہوگی۔ آگے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی سمجھانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اعلان کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کی باتیں بے انتہا ہیں اگر روئے زمین کے سمندروں کی سیاہی بن جائے اور پھر خدائی کلمات۔ خدائی قدرتوں کے اظہار میں خدائی باتیں۔ اور خدائی حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن خدا کی باتیں خدا کی قدرتیں۔ اس کی حکمتیں اس کی دلیلیں ختم نہ ہوں گی پھر ایسے ہی سمندر لائے جائیں۔ اور پھر لائے جائیں اور پھر لائے جائیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن اور دوسری کتب سماویہ کے ذریعہ سے خواہ کتنا ہی وسیع علم بڑی سے بڑی مقدار میں کسی کو دے دیا جائے مگر علم الٰہی کے سامنے وہ بھی قلیل ہے۔ یہ تو توحید کے متعلق گفتگو تھی۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اپنی رسالت کے متعلق کہہ دیجئے کہ میں نہ خدائی کا دعویدار ہوں نہ فرشتہ ہونے کا بلکہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں یعنی صفات بشریہ میں تم سے الگ نہیں۔ امتیازی چیز میرے پاس صرف یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے جو دوسروں کے پاس نہیں آتی اس طرح وصف رسالت میں دوسروں سے ممتاز ہوں۔ اللہ تعالیٰ علوم حقہ اور معارف قدسیہ میری طرف وحی کرتا ہے جن میں اصل اصول علم توحید ہے اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے۔ تو میرا پیام۔ پیام توحید ہے پس جبکہ توحید و رسالت دونوں باتیں معلوم ہوگئیں تو اب جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی توقع رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ ہمیں مر کر زندہ ہونا اور خدا کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے تو اسے چاہئے کہ اس دنیا کی زندگی میں عمل صالح یعنی نیک کام شریعت کے احکام ظاہری اور باطنی کے موافق کر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ظاہراً و باطناً کسی کو کسی درجہ میں بھی شریک نہ کرے تا کہ اسے اپنے مالک کے سامنے شرمندہ ہونا اور اپنے اعمال کی سزا بھگتنا نہ پڑے۔ اور جو کوئی اپنی نادانی سے اسی کو تسلیم نہیں کرتا کہ ہمیں خدا کے سامنے جانا ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے قیامت میں اسے خود اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

یہاں جو جنت فردوس کی مہمانی کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ ایمان اور عمل صالح دو شرطوں کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ قران پاک میں اور بھی متعدد جگہ ایمان اور عمل صالح پر دائمی جنت کی بشارت دی گئی۔ اور ایمان اور عمل صالح کی تعریف اور حقیقت کو اسی سورۃ میں عرض کیا جا چکا ہے۔

دوسری ایک اہم بات جو مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھی ہے وہ یہ کہ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبولیت عمل کے لئے دو رکن ہیں۔ جب تک یہ دونوں نہ پائے جائیں تب تک عمل قبول نہیں ہوتا۔ ایک خالص ہونا واسطے اللہ تعالیٰ کے کہ کسی طرح کا لگاؤ غیر اللہ کا ظاہراً و باطناً قولاً و عملاً نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے مگر اس کو مال کا لالچ ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کے لئے کوئی ثواب نہیں لوگوں پر یہ حکم شاق گزرا۔ واپس آ کر اس شخص نے دوبارہ دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی قول فرمایا۔ اور دوسرا رکن یہ کہ وہ عمل سنت مطہرہ کے مطابق ہو تو قبولیت اعمال کے لئے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک اخلاص دوسرے مطابقت کتاب وسنت اگر ان دونوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ عمل صالح نہیں ہے۔

احادیث میں ریا کاری کوشرک خفی فرمایا گیا ہے تو یہاں شرک جلی اورشرک خفی دونوں کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت شداد بن اوسؓ جو ایک صحابی ہیں ایک دن رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کیوں رو رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ ایک حدیث یاد آ گئی اور اس نے رلا دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر شرک اور پوشیدہ شہوت کا ہے تو میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی۔ آپ نے فرمایا ہاں سنو۔ وہ سورج چاند، پتھر، بت کو نہ پوجے گی بلکہ اپنے اعمال میں ریا کاری کرے گی۔ اور پوشیدہ شہوت یہ ہے کہ صبح روزے سے ہے اور کوئی خواہش سامنے آئی روزہ چھوڑ دیا۔ اس حدیث کی تصدیق کھلم کھلا امت اب اپنے اعمالوں سے کر رہی ہے۔ آج ہمارے کتنے کام دنیا کے نہیں دین کے نام نمود۔ دکھاوا۔ شہرت اور لوگوں سے خراج وعقیدت وصول کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں جو خواہش نفس کے لئے روزہ چھوڑنا مثالاً فرمایا گیا تو یہ بھی بالکل عیاں ہے۔ رمضان المبارک جیسے مہینہ میں فرض روزوں کو جو حرمت دری علانیہ اس ملک میں ہوتی رہی ہے وہ آپ سب جانتے اور دیکھتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اور ہماری ہدایت کا سامان فرمائیں۔ آمین۔

الحمد للہ سورۂ کہف کا بیان جس میں ۱۲ رکوع تھے اس درس پر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد انشاء اللہ سورۂ مریم کا بیان شروع ہو گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ جہاں آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام وایمان عطا فرمایا ہے تو اپنی رحمت سے وہ ایمان صادق اور عمل صالح کی توفیق عطا فرما کہ جو ہمیں ان آیات میں دی ہوئی بشارت کا مصداق بنا دے اور جنت الفردوس میں ہمیں آپ کی مہمانی نصیب ہو جائے۔

اے اللہ! ہمیں ہر چھوٹے بڑے شرک سے بچائیے گا اور شہرت نام ونمود اور ریا سے ہمارے اعمال کو پاک رکھئے گا۔

اے اللہ ہم کو ظاہر میں اور باطن میں شریعت مطہرہ اور کتاب وسنت کی پابندی نصیب فرما اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾

کٓھٰیٰعٓصٓ۔ یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ زکریا پر۔

کٓھٰیٰعٓصٓ کاف۔ہا۔یا۔عین۔صاد	ذِکْرُ تذکرہ	رَحْمَتِ رحمت	رَبِّكَ تیرا رب	عَبْدَهٗ اپنا بندہ	زَکَرِیَّا زکریا	

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ کہ اب سولہویں پارہ کی سورۂ مریم کا بیان شروع ہورہا ہے اس وقت اس سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت تلاوت کی گئی ہے۔

اس سورۃ کے آغاز کے قریب ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور آپ کی والدہ حضرت مریم کے واقعہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے اس لئے اس سورۃ کا نام مریم رکھا گیا۔ حضرت مریم کا نام بقول مفسر ابن کثیر قرآن پاک میں ۳۰ جگہ آیا ہے اور سوائے حضرت مریم کے اور کسی عورت کا نام بصراحت قرآن میں نہیں آیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول ہجرت حبشہ سے پہلے کا ہے کیونکہ معتبر روایات میں ہے کہ مہاجرین اسلام جب نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں بلائے گئے تھے تو اس وقت حضرت جعفرؓ نے بھرے دربار میں یہی سورۃ تلاوت کی تھی۔

اس سورۃ میں چند انبیاء اور صلحا کا تذکرہ ہے جس کو پڑھنے سے غیبی لامحدود قدرت کی ہمہ گیریاں اور کرشمہ سازیاں معلوم ہوتی ہیں۔ نیک لوگوں پر عنایت ونوازش اور بدشعاروں پر نزول عذاب کی کیفیت معلوم ہوکر ایمان اور عمل صالح کی رغبت اور کفر وعصیان سے نفرت پیدا ہوتی ہے جس دور میں یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے اس وقت کے حالات اور تاریخی پس منظر بھی مختصراً عرض کئے جاتے ہیں۔ سرداران قریش جب ہنسی مذاق، استہزاء، لالچ ڈراوٴ دھمکاوٴ وغیرہ سے اسلام کو دبانے میں ناکام ہوگئے تو انہوں نے ظلم وستم۔ مار پیٹ۔ قید وبند اور معاشی دباوٴ کے ہتھیار استعمال کرنے شروع کئے۔ ہر قبیلے کے لوگوں نے اپنے اپنے قبیلے کے نومسلموں کو طرح طرح سے ستا کر۔ قید کرکے۔ بھوک و پیاس کی تکلیفیں دے کر حتیٰ کہ سخت جسمانی اذیتیں دے دے کر انہیں اسلام چھوڑنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ غربا اور وہ غلام جو قریش کے تحت زیردست کی حیثیت سے رہتے تھے بری طرح پیسے گئے۔ جیسے حضرت بلال۔ حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والدین۔ حضرت خباب وغیرہ۔ ان لوگوں کو مار مار کر ادھ موا کردیا جاتا۔ بھوکا و پیاسا بند رکھا جاتا۔ مکے کی تپتی ہوئی ریت پر سخت دھوپ میں لٹا دیا جاتا۔ سینہ پر بھاری بھاری پتھر رکھ کر گھنٹوں تڑپایا جاتا۔ جو لوگ پیشہ ور تھے ان سے کام لیا جاتا اور اُجرت ادا کرنے میں پریشان کیا جاتا۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت خباب کی یہ روایت موجود ہے کہ میں مکے میں لوہار کا کام کرتا تھا مجھ سے عاص بن وائل نے کام لیا پھر جب میں اس سے اُجرت لینے گیا تو اس نے کہا کہ میں تیری اجرت نہ دوں گا جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرے۔ اسی طرح جو لوگ تجارت کرتے تھے اور اسلام لے آئے تھے ان کے کاروبار کو برباد کرنے کی کوششیں کی جاتیں۔ اسی زمانہ کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت خباب کہتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کی

خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تو ظلم کی حد ہوگئی ہے۔آپ خدا سے دعا نہیں فرماتے؟ یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک تمتما اٹھا اور آپ نے فرمایا تم سے پہلے جو اہل ایمان تھے ان پر اس سے زیادہ مظالم ہوچکے ہیں۔ان کی ہڈیوں پر لوہے کی کنگھیاں گھسی جاتی تھیں۔ان کے سروں پر رکھ کر آرے چلائے جاتے تھے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے تھے۔یقین جانو کہ اللہ اس کام کو پورا کرکے رہے گا یہاں تک کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ ایک آدمی صنعا سے حضر موت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا مگر تم لوگ جلد بازی کرتے ہو۔ یہ حالات جب مکہ میں بہت ہی تکلیف دہ حد تک پہنچ گئے تو سال ۵ نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اچھا ہو کہ تم لوگ مکہ سے نکل کر حبش چلے جاؤ۔ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے۔جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا کرے تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو۔اس ارشاد کی بنا پر پہلے گیارہ مسلمان مردوں اور چار خواتین نے حبش کی راہ لی۔ پھر چند مہینے کے اندر مزید مسلمانوں نے ہجرت کی یہاں تک کہ ۸۳ مرد ۱۱ عورتیں اور ۷ غیر قریشی مسلمان حبشہ میں جمع ہوگئے اور مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً صرف ۴۰ نفوس رہ گئے۔قریش کے بڑے اور چھوٹے خاندانوں میں سے شاید ہی کوئی گھر ایسا بچا تھا کہ جس کا کوئی نفس ان مہاجرین میں شامل نہ ہو۔

کٓھٰیٰعٓصٓ۔ یہ پانچ حروف مقطعات میں سے ہیں جن کا اصل مفہوم اور معنے تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ان پر اسی طرح ایمان رکھنا چاہئے۔حروف مقطعات کے متعلق ضروری تشریح ابتداء قرآن جلد اول درس نمبر ے میں ہوچکی ہے۔آگے ارشاد ہوتا ہے کہ "جو آئندہ قصہ آتا ہے وہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے مقبول بندہ حضرت زکریا علیہ السلام کے حال پر" جس سے چند باتیں معلوم ہوں گی اول یہ کہ حق تعالیٰ کو کوئی کام کرنا مشکل نہیں ہے اور جو چاہیں کرسکتے ہیں۔دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ اپنے فرمانبرداروں پر بڑی رحمت کرنے والے ہیں اور وہ ان کی خاطر وہ کام بھی کردیتے ہیں جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے ناممکن معلوم ہوتے ہیں۔تو مقصد یہ ہے کہ اس لحاظ سے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ تعلق پیدا کریں تاکہ وہ مورد رحمت خاصہ بنیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام جن کے ذکر سے یہ سورۃ شروع ہوئی ہے بنی اسرائیل کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں۔صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ نجاری یعنی بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کرکے کھاتے تھے۔آپ کا قصہ پہلے سورۂ آل عمران تیسرے پارہ میں بھی بیان ہوچکا ہے۔آپ اپنے زمانہ میں تمام بنی اسرائیل کے پیشوا اور بیت المقدس کے متولی تھے۔آپ کے زمانہ میں یہودی برسر حکومت نہ تھے بلکہ عیسائی سلطنت روم کے محکوم تھے۔لکھا ہے کہ آپ کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوگئی تھی مگر اس وقت تک آپ لاولد تھے۔اس آیت میں زکریا علیہ السلام پر رحمت فرمانے کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیلات اگلی آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے طفیل میں دنیا کو دین اسلام نصیب ہوا۔ یا اللہ اس ملک میں اسلامی حکومت قائم فرمادے۔اسلام کو غلبہ و شوکت عطا فرمادے اور مخالفین کو تباہ و برباد فرمادے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝٣ قَالَ رَبِّ إِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا

جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا۔ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی

وَّلَمْ أَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝٤ وَإِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَأَتِيْ

اور (اسکے قبل کبھی میں) آپ سے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں۔ اور میں اپنے بعد رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے سو آپ مجھ کو خاص

عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝٥ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝٦

اپنے پاس سے ایک ایسا وارث دیدیجئے کہ وہ میرا وارث بنے۔ اور یعقوبؑ کے خاندان کا وارث بنے، اور اس کو اے میرے رب (اپنا پسندیدہ بنائیے۔

إِذْ جب	نَادٰى اس نے پکارا	رَبَّهٗ اپنا رب	نِدَآءً پکارنا	خَفِيًّا آہستہ سے	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	إِنِّيْ بیشک میں
وَهَنَ کمزور ہوگئی	الْعَظْمُ ہڈیاں	مِنِّيْ میری	وَاشْتَعَلَ اور شعلہ مارنے لگا	الرَّأْسُ سر	شَيْبًا سفید بال	وَ اور	لَمْ أَكُنْ میں نہیں رہا
بِدُعَآئِكَ تجھ سے مانگ کر	رَبِّ اے میرے رب	شَقِيًّا محروم	وَإِنِّيْ اور البتہ میں	خِفْتُ ڈرتا ہوں	الْمَوَالِيَ اپنے رشتے دار		
مِنْ وَّرَآءِيْ اپنے بعد	وَكَانَتِ اور ہے	امْرَأَتِيْ میری بیوی	عَاقِرًا بانجھ	فَهَبْ لِيْ تو مجھے عطا کر	مِنْ لَّدُنْكَ اپنے پاس سے	وَلِيًّا ایک وارث	
يَّرِثُنِيْ میرا وارث ہو	وَ اور	يَرِثُ وارث	مِنْ سے۔کا	اٰلِ يَعْقُوْبَ اولادِ یعقوبؑ	وَاجْعَلْهُ اور اسے بنادے	رَبِّ اے میرے رب	رَضِيًّا پسندیدہ

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ درس میں سورۃ کی ابتدا حضرت زکریا علیہ السلام کے تذکرہ سے فرمائی گئی تھی جو بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوگئی تو لاولد ہونے کیوجہ سے آپ کو اندیشہ ہوا کہ قوم کی حالت ویسے ہی ابتر ہورہی ہے۔ اور میرے بعد قوم کا کیا حال ہوگا۔ عزیزوں اور رشتہ داروں میں کسی کے اندر امامت کی صلاحیت نہیں۔ اگر کوئی خودغرض دنیا پرست امام ہوگیا تو اسرائیلیوں کی حالت اور تباہ ہوجائے گی۔ انتہائی فکر کے بعد جب عالم اسباب میں کوئی ساز وسامان درست ہونے کی امید نہ رہی تھی تو ایک رات کو تاریکی اور خلوت میں پست آواز سے بارگاہ الٰہی میں مناجات و دعا کی جیسا کہ دعا کا اصل قاعدہ ہے اور عرض کیا کہ الٰہی میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔ بظاہر موت کا وقت قریب ہے۔ سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور ہڈیاں تک سوکھنے لگیں۔ قوت نے جواب دے دیا اور آج تک آپ نے اپنے فضل و رحمت سے ہمیشہ میری دعائیں قبول کیں اور مخصوص مہربانیوں کا خوگر بنائے رکھا۔ اب اس آخری وقت۔ ضعف اور پیرانہ سالی میں کیسے گمان کروں کہ میری دعا رد کرکے مہربانی سے محروم رکھیں گے۔ مجھے اعزا و اقارب کی طرف سے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ اپنی نااہلی کی وجہ سے ملت کا انتظام درست نہ رکھ سکیں گے اور جو دینی اور روحانی دولت یعقوب علیہ السلام کے گھرانے میں منتقل ہوتی ہوئی مجھ تک پہنچی ہے۔ اسے یہ نااہل اپنی شرارت اور بدتمیزی سے ضائع کردیں گے۔ میں بوڑھا ہوں۔ بیوی بانجھ ہے۔ ظاہری سامان اولاد ملنے کا کچھ نہیں لیکن آپ اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے مجھے ایک فرزند عطا فرمائیے جو دینی خدمات کو سنبھالے اور آپ کی مقدس امانت کا بوجھ اٹھا سکے اور میری امامت و نبوت کا وارث ہو۔ میں اس ضعف اور پیری میں

کیا کرسکتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے۔ ان کے علم وحکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالات نبوت کا وارث بنے۔ اور نسل یعقوب سے سلسلہ علم منقطع نہ ہو اور ایسا لڑکا دیجئے جو اپنے اخلاق واعمال کے لحاظ سے آپ کی اور میری اور لوگوں کی پسند کا ہو۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا خالص دینی غرض کے لئے تھی۔ کسی دنیوی غرض کے لئے نہ تھی کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ اندیشہ تھا کہ ان کے انتقال کے بعد ان کے وارث رشتہ دار دین کی حفاظت اور اس کے قائم رکھنے میں سستی کریں یا دنیا میں پھنس کر دین کو خراب کریں اور دین کی خاطر خواہ خدمت نہ بجالاسکیں۔ تو دین کی حفاظت اور خدمت کے خیال نے آپ کو اس دعا پر آمادہ کیا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نیک بخت خوش اعمال مومن لڑکا اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ اگر اللہ سے اولاد کی تمنا کی جائے تو اولاد صالح کی کی جائے۔ نیز دعا کے آداب بھی معلوم ہوئے کہ بندہ کو چاہئے کہ سچے دل سے انتہائی زاری اور عاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا کرے اور دعا کے وقت لازم ہے کہ سب سے پہلے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرے۔ پھر اپنی کمزوری بے بسی اور ظاہری اسباب کا مفقود ہونا بیان کرے۔ کیونکہ بارگاہِ خداوندی میں ضعف اور لاچارگی کا اظہار اجابت دعا کا بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ آخر میں اپنا مطلب کہے۔ نیز معلوم ہوا کہ دعا کا آہستہ اور خفیہ کرنا افضل ہے۔ اور دعاء کا ادب یہی ہے کہ وہ پست آواز سے دردمندی اور عاجزی سے معمور ہو۔ نیز یہاں سے دو مسئلے یہ معلوم ہوئے کہ اولاد کا طلب کرنا زہد اور نبوت کے منافی نہیں اور دوسرے یہ کہ کسی ایسی چیز کا مانگنا جو اسباب بعیدہ سے مسبب ہو ادب کے خلاف نہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دعا کا جواب فرشتہ کے ذریعہ سے جو حق تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوا وہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ''دعا'' کی حقیقت نصیب فرماویں۔ اور اپنی ہر حاجت کو حق تعالیٰ سے طلب کرنے میں کتاب وسنت کے طریقہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اپنے فضل وکرم رحمت وعنایت سے ہماری جملہ حاجات کو پورا فرمائیں۔

یا اللہ! اولاد صالح کی نعمت سے ہم سب کو اپنی رحمت سے نوازیئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى

اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا۔ زکریاؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ

میرے اولاد کس طور پر ہوگی حالانکہ میری بی بی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ حالت یونہی رہے گی (اور پھر اولاد ہوگی اے زکریا)

رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ

تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ مجھ کو آسان ہے اور میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم (پیدائش کے قبل) کچھ بھی نہ تھے۔ زکریاؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے،

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى

ارشاد ہوا کہ تمہاری علامت یہ ہے کہ تم تین رات آدمیوں سے بات نہ کر سکو گے (حالانکہ تندرست ہوگے) پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس برآمد ہوئے اور اُن کو اشارہ سے فرمایا

اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿١١﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾

کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو۔ اے یحییٰ کتاب کو مضبوط ہو کر لو، اور ہم نے اُن کو لڑکپن ہی میں (دین کی) سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقتِ قلب

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ

اور پاکیزگی (اخلاق کی) عطا فرمائی تھی۔ اور وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گذار تھے اور وہ سرکشی کرنے والے نافرمانی کرنے والے نہ تھے۔ اور اُن کو سلام پہنچے

عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾

جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھائے جائیں گے۔

يٰزَكَرِيَّآ اے زکریا	اِنَّا بیشک ہم	نُبَشِّرُكَ تجھے بشارت دیتے ہیں	بِغُلٰمِ ایک لڑکا	اسْمُهٗ اسکا نام	يَحْيٰى یحییٰ	لَمْ نَجْعَلْ نہیں بنایا ہم نے	لَّهٗ اس کا	
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	سَمِيًّا کوئی ہم نام	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اَنّٰى کیسے	يَكُوْنُ ہوگا وہ	لِيْ میرے لئے	غُلٰمٌ میرا لڑکا	
وَّكَانَتِ جبکہ وہ ہے	امْرَاَتِيْ میری بیوی	عَاقِرًا بانجھ	وَّقَدْ بَلَغْتُ اور میں پہنچ چکا ہوں	مِنَ سے۔کی	الْكِبَرِ بڑھاپا	عِتِيًّا انتہائی حد	قَالَ اس نے کہا	
كَذٰلِكَ اسی طرح	قَالَ فرمایا	رَبُّكَ تیرا رب	هُوَ وہ (یہ)	عَلَيَّ مجھ پر	هَيِّنٌ آسان	وَ اور	قَدْ خَلَقْتُكَ میں نے تجھے پیدا کیا	مِنْ قَبْلُ اس سے
وَ جبکہ	لَمْ تَكُ تو نہ تھا	شَيْـًٔا کوئی چیز۔کچھ بھی	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اجْعَلْ کردے	لِّيْ میرے لئے	اٰيَةً کوئی نشانی	
قَالَ فرمایا	اٰيَتُكَ تیری نشانی	اَلَّا تُكَلِّمَ تو نہ بات کریگا	النَّاسَ لوگ	ثَلٰثَ تین	لَيَالٍ رات	سَوِيًّا ٹھیک	فَخَرَجَ پھر وہ نکلا	عَلٰى پاس
قَوْمِهٖ اپنی قوم	مِنَ سے	الْمِحْرَابِ محراب	فَاَوْحٰى تو اس نے اشارہ کیا	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	اَنْ سَبِّحُوْا کہ اسکی پاکیزگی بیان کرو	بُكْرَةً صبح		
وَ اور	عَشِيًّا شام	يٰيَحْيٰى اے یحییٰ	خُذِ پکڑو (تھام لو)	الْكِتٰبَ کتاب	بِقُوَّةٍ مضبوطی سے	وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دی	الْحُكْمَ نبوت۔دانائی	
صَبِيًّا بچپن سے	وَّ اور	حَنَانًا شفقت	مِّنْ لَّدُنَّا اپنے پاس سے	وَّزَكٰوةً اور پاکیزگی	وَكَانَ اور وہ تھا	تَقِيًّا پرہیزگار		
وَّبَرًّا اور اچھا سلوک کرنیوالا	بِوَالِدَيْهِ اپنے ماں باپ سے	وَلَمْ يَكُنْ اور نہ تھا	جَبَّارًا گردن کش	عَصِيًّا نافرمان	وَسَلٰمٌ اور سلام	عَلَيْهِ اس پر		
يَوْمَ جس دن	وُلِدَ وہ پیدا ہوا	وَيَوْمَ اور جس دن	يَمُوْتُ وہ فوت ہوگا	وَيَوْمَ اور جس دن	يُبْعَثُ اٹھایا جائیگا	حَيًّا زندہ ہوکر		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر تھا جس میں حق تعالیٰ سے ایک بیٹے کی درخواست کی گئی تھی اور وہ اس بنا پر کہ بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کی خدمت انجام دے سکے۔ نبی کی دعاء اور دعاء بھی صرف ذات کے لئے نہیں بلکہ قوم کی رشدوہدایت کی خاطر فوراً مستجاب ہوئی اور جب زکریا علیہ السلام ہیکل یعنی عبادت خانہ میں مشغول عبادت تھے تو خدا کا فرشتہ ان پر ظاہر ہوا اور اس نے بشارت دی کہ آپ کے بیٹا پیدا ہوگا اور اس کا نام یحیٰ رکھنا۔ گویا قبل از ولادت نام بھی حق تعالیٰ کی طرف سے تجویز کر دیا گیا۔ اور نام بھی ایسا انوکھا رکھا گیا کہ ان سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ سن کر بے حد مسرت ہوئی اور تعجب سے دریافت فرمانے لگے کہ یہ بشارت کس طرح پوری ہوگی یعنی مجھ کو جوانی عطا کی جائے گی یا میری بی بی کا مرض بانجھ پن دور کر دیا جائے گا یا دوسرا نکاح کرنے کا حکم ہوگا۔ فرشتہ نے جواب دیا میں اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ حالات کچھ بھی ہوں آپ کے بیٹا ضرور ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے۔ اور یہ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ان ہی حالات میں اولاد مل جائے گی اور مشیت ایزدی پوری ہو کر رہے گی۔ پھر فرشتہ نے مزید یہ کہا کہ آپ کے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو لیکن خداوند قدوس کے یہاں تو مشکل نہیں۔ اس کی قدرت عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہی ہستی کو دیکھ لے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا نام ونشان بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اس کو پردۂ عدم سے وجود میں لائے۔ پھر جو قادر مطلق لاشئے محض کو شے بنا دے کیا وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اب زکریا علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا خدایا ایسا کوئی نشان بتا دیا جائے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ بشارت نے وجود کی شکل اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا علامت یہ ہے کہ باوجود تندرست ہونے کے جب کامل تین رات دن لوگوں کے ساتھ زبان سے بات چیت نہ کر سکو اور صرف اشاروں ہی سے اپنا مطلب ادا کر سکو تو سمجھ لینا کہ بشارت نے وجود اختیار کر لیا یعنی اس وقت سمجھ لینا کہ حمل قرار پا گیا ہے اور ان دنوں میں تم خدا کی تسبیح وتہلیل میں زیادہ مشغول رہنا۔ چنانچہ جب وہ وقت آ پہنچا تو زبان گفتگو کرنے سے رک گئی۔ البتہ نماز وتسبیح وغیرہ پڑھتے رہے۔ دعا واستغفار اور تسبیح وتہلیل سے زبان بند نہ ہوئی تھی۔ حجرہ سے باہر نکل کر حضرت زکریا نے لوگوں کو اشارہ سے کہا کہ صبح وشام اللہ کو یاد کیا کرو۔ نمازیں پڑھو۔ تسبیح وتہلیل میں مشغول رہو اور زیادہ سے زیادہ اللہ کو یاد کرو اور یہ اس لئے کہا گیا کہ جس طرح یحیٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے باعث صد ہزار مسرت تھی۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے لئے بھی کم خوشی کا باعث نہ تھی کہ زکریاؑ کا ایک صحیح جانشین اور علم وحکمت ونبوت کا سچا وارث عالم وجود میں آنیوالا ہے۔ چنانچہ بشارت کے موافق حضرت یحیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ ولادت باسعادت کے بعد قرآن پاک نے یحیٰ علیہ السلام کے بچپن کے ان واقعات کو نظر انداز کر کے جو قرآنی مقصد سے غیر متعلق تھے۔

آگے یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ کو جب وہ سن شعور کو پہنچے حکم دیا کہ توراۃ پر جو اس وقت کتاب شریعت تھی مضبوطی سے عمل کریں اور اسی کے مطابق لوگوں کو ہدایت دیں اسلئے کہ یحیٰ علیہ السلام نبی تھے رسول نہ تھے اور توراۃ ہی کی شریعت کے پابند تھے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کو عام بچوں کی زندگی سے جدا ان کو بچپن ہی میں علم و فضیلت بخش دیئے تھے تاکہ وہ جلد ہی نبوت کے منصب پر فائز ہو سکیں۔ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ بچپن میں جب بچے حضرت یحیٰ علیہ السلام سے کھیلنے پر اصرار کرتے تو آپ جواب دے دیتے کہ خدا نے مجھ کو لہو لعب کیلئے نہیں پیدا کیا ہے۔ تو حق تعالیٰ نے لڑکپن ہی میں آپ کو فہم ودانش۔ علم وحکمت۔ احکام کتاب اور آداب عبودیت کی معرفت عطا فرمادی تھی آگے حضرت یحیٰ علیہ السلام کی مزید صفات بیان کی جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شوق وذوق رحمت وشفقت۔ رقت ونرم دلی۔ محبت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی اور صاف ستھرا پاکیزہ رُو۔ پاکیزہ خُو۔ مبارک وسعید متقی و پرہیز گار بنایا۔ حدیث میں ہے کہ یحیٰ علیہ السلام نے نہ کبھی گناہ کیا اور نہ گناہ کا ارادہ کیا۔ مگر خدا کے خوف سے روتے روتے رخساروں پر آنسوؤں کی نالیاں سی بن گئی تھیں۔ ایک روایت میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام نے جب آپ کو جنگل میں تلاش کر کے پایا تو ان سے فرمایا۔ بیٹا

ہم تو تیری یاد میں مضطرب تجھ کو تلاش کر رہے ہیں اور تو یہاں گریہ زاری میں مشغول ہے تو یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا اے میرے باپ آپ نے مجھ کو بتایا ہے کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لق ودق میدان ہے جو خدا کی خشیت میں بغیر آنسو بہائے طے نہیں ہوتا اور جنت تک رسائی نہیں ہوتی۔ یہ سن کر زکریا علیہ السلام بھی رونے لگے۔ اے اللہ اپنے ان مقبولین کے خوف وخشیت کا کوئی ذرہ ہمارے دلوں میں بھی ڈال دے کہ ہم کو آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ اور آپ کی اطاعت پر آمادہ کر دے۔

آگے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مزید صفات بیان فرمائے گئے کہ وہ اپنے والدین کے بڑے خدمت گزار تھے اور خلق کے ساتھ سرکشی کرنے والے یا حق تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے نہ تھے۔ اور عنداللہ! ایسے وجیہ اور مکرم تھے کہ ان کے حق میں منجانب اللہ یہ ارشاد ہوا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن قیامت میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جس سلامتی کی دعا دی گئی ہے وہ تین اوقات کی تخصیص کے ساتھ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لئے یہی تین اوقات سب سے زیادہ نازک اور اہم ہیں۔ وقت ولادت جس میں رحم مادر سے جدا ہو۔ عالم دنیا میں آتا ہے اور وقت موت کہ جس میں عالم دنیا سے وداع ہو کر عالم برزخ میں پہنچتا ہے اور وقت حشر ونشر کہ جس میں عالم قبر سے عالم آخرت میں اعمال کی جزاوسزا کے لئے پیش ہوتا ہے۔ لہٰذا جس کو خداوند تعالیٰ کی جانب سے ان تین اوقات کے لئے سلامتی کی بشارت مل گئی اسکو سعادت دارین کا کل ذخیرہ مل گیا۔

مسند احمد۔ ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت حارث اشعریؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ وہ خود بھی ان پر عامل ہوں اور بنی اسرائیل کو بھی ان کی تلقین فرمائیں۔ وہ پانچ احکام یہ تھے۔ پہلا حکم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور نہ کسی کو اس کا شریک وسہیم ٹھہراؤ کیونکہ مشرک کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کو اس کے مالک نے اپنے روپیہ سے خریدا مگر غلام نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ جو کچھ کماتا ہے وہ مالک کے سوا ایک دوسرے شخص کو دے دیتا ہے تو اب بتاؤ کہ تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ لہٰذا سمجھ لو کہ جب خدا ہی نے تم کو پیدا کیا اور وہی تم کو رزق دیتا ہے تو تم بھی صرف اسی کی پرستش کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ دوسرا حکم یہ کہ تم خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرو کیونکہ جب تم نماز میں کسی دوسری جانب متوجہ نہ ہو گے خدا تعالیٰ برابر تمہاری جانب رضا و رحمت کے ساتھ متوجہ رہے گا۔ تیسرا حکم یہ کہ روزہ رکھو اس لئے کہ روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک جماعت میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس مشک کی تھیلی ہو چنانچہ مشک اس کو بھی اور اس کے رفقا کو بھی اپنی خوشبو سے معطر کرتا رہے گا اور روزہ دار کی منہ کی بو کا خیال نہ کرو اس لئے کہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو جو خالی معدہ سے اٹھتی ہے مشک کی خوشبو سے زیادہ پاک ہے چوتھا حکم یہ کہ مال میں سے صدقہ نکالا کرو کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کو اس کے دشمنوں نے اچانک آ پکڑا ہو اور اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر مقتل کی جانب لے چلے ہوں اور اس ناامیدی کی حالت میں وہ یہ کہے کہ کیا میں مال دے کر اپنی جان چھڑا لوں اور اثبات میں جواب پا کر اپنی جان کے بدلے سب دھن دولت قربان کر دے۔ اور پانچواں حکم یہ کہ دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہو کیونکہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا ہو اور بھاگ کر وہ کسی مضبوط قلعہ میں پناہ گزین ہو کر دشمن سے محفوظ ہو جاوے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جانب متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا میں بھی تم کو ایسی پانچ باتوں کا حکم کرتا ہوں جن کا خدا تعالیٰ نے مجھ کو حکم کیا ہے۔ یعنی لزوم جماعت۔ سمع۔ وطاعت۔ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ پس جو شخص جماعت سے ایک بالشت باہر نکل گیا اس نے بلاشبہ اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو نکال دیا مگر یہ کہ جماعت کا لزوم اختیار کرے اور جس شخص نے جاہلیت کے دور کی باتوں کی طرف دعوت دی تو اس نے جہنم کو ٹھکانا بنایا۔ حضرت حارث اشعریؓ کہتے ہیں ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ وہ شخص نماز روزہ کا پابند ہی ہو تب بھی جہنم کا سزاوار ہے؟ فرمایا ہاں اگر چہ وہ نماز روزہ کا پابند بھی ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ میں مسلمان ہوں تب بھی سزاوار جہنم ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ

اور اے نبیؐ اس کتاب میں مریمؑ کا بھی ذکر کیجئے، جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا (غسل کیلئے) گئیں پھر اُن لوگوں کے سامنے سے

حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ

انہوں نے پردہ ڈال لیا پس ہم نے اُن کے پاس اپنے فرشتہ کو بھیجا اور وہ اُن کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ کہنے لگیں کہ میں تجھ سے (اپنے خدائے) رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں

مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ

اگر تو (کچھ) خدا ترس ہے۔ فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ وہ کہنے لگیں کہ میرے لڑکا کس طرح ہوجاوے گا

لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ

حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ فرشتہ نے کہا کہ یونہی (اولاد) ہوجاوے گی، تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات مجھ کو آسان ہے،

وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

اور اس طور پر اس لئے پیدا کریں گے، تاکہ ہم اُس فرزند کو لوگوں کیلئے ایک نشانی بنادیں، اور باعث رحمت بنائیں۔

وَاذْكُرْ اور ذکر کرو	فِي الْكِتٰبِ کتاب میں	مَرْيَمَ مریم	اِذِ انْتَبَذَتْ جب وہ یکسو ہوگئی	مِنْ اَهْلِهَا اپنے گھر والوں سے	مَكَانًا مکان	شَرْقِيًّا مشرقی			
فَاتَّخَذَتْ پھر ڈال لیا	مِنْ سے	دُوْنِهِمْ ان کی طرف	حِجَابًا پردہ	فَاَرْسَلْنَا پھر ہم نے بھیجا	اِلَيْهَا اس کی طرف	رُوْحَنَا اپنی روح (فرشتہ)			
فَتَمَثَّلَ شکل بن گیا	لَهَا اس کیلئے	بَشَرًا ایک آدمی	سَوِيًّا ٹھیک	قَالَتْ وہ بولی	اِنِّيْ بیشک میں	اَعُوْذُ پناہ میں آتی ہوں	بِالرَّحْمٰنِ رحمٰن اللہ (کی)		
مِنْكَ تجھ سے	اِنْ كُنْتَ اگر تو ہے	تَقِيًّا پرہیزگار	قَالَ اس نے کہا	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	اَنَا کہ میں	رَسُوْلُ بھیجا ہوا	رَبِّكِ تیرے رب کا		
لِاَهَبَ تاکہ عطا کروں	لَكِ تجھ سے	غُلٰمًا ایک لڑکا	زَكِيًّا پاکیزہ	قَالَتْ وہ بولی	اَنّٰى کیسے	يَكُوْنُ ہوگا	لِيْ میرے	غُلٰمٌ لڑکا	وَ جبکہ
لَمْ يَمْسَسْنِيْ مجھے چھوا نہیں	بَشَرٌ کسی بشر نے	وَ اور	لَمْ اَكُ میں نہیں ہوں	بَغِيًّا بدکار	قَالَ اس نے کہا	كَذٰلِكِ یونہی	قَالَ فرمایا		
رَبُّكِ تیرا رب	هُوَ وہ۔یہ	عَلَيَّ مجھ پر	هَيِّنٌ آسان	وَلِنَجْعَلَهٗ اور تاکہ ہم اسے بنائیں	اٰيَةً ایک نشانی	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَ اور		
	رَحْمَةً رحمت	مِنَّا اپنی طرف سے	وَكَانَ اور ہے	اَمْرًا ایک	مَقْضِيًّا طے شدہ				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کی نشانیاں موجود تھیں۔ اب اس سے بھی عجیب تر قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

تخلیق انسانی چار طور پر ہوئی ہے اور ہر ایک میں قدرت الٰہی کا واضح نشان موجود ہے۔

ایک مرد و عورت کے قریب سے جیسے عام انسان پیدا ہوتے ہیں۔

دوسرے بغیر مرد و عورت کے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ تیسرے بغیر عورت کے جس طرح حضرت حوا کی تخلیق ہوئی۔ چوتھے بغیر مرد کے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم سے پیدا ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی پیدائش ظاہر کردی تاکہ انسان کو اس کی ہر طرح کی قدرت پر ایمان ہو اور ان قصوں کو اللہ تعالیٰ اسی لئے بیان فرما رہے ہیں تاکہ اس کے بندے اس سے اس کی قدرت پر دلیل لیں اور اس کی عظمت و بڑائی معلوم کریں اور جانیں کہ حق تعالیٰ جو چاہیں وہ کرسکتے ہیں۔ نیز حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ سے جو پہلے بیان ہوا اور حضرت مریمؑ کے قصہ سے جو اس اور اگلی آیات میں بیان فرمایا جارہا ہے۔

دونوں قصوں کے مجموعہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سوال اور طلب سے بھی دیتے ہیں۔ جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام دیئے۔ اور بلا سوال اور طلب بھی دیتے ہیں جیسے حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیئے۔ اس سے یہ بات بھی نکلی کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہر شخص کے ساتھ جدا جدا معاملہ فرماتے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے خاندان ہی میں اس زمانہ میں ایک بزرگ عابد زاہد کاہن تھے جن کا نام عمران تھا اور ان کی بیوی کا نام حنہ تھا جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ کی حقیقی بہن تھیں۔ اس طرح حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے خالو تھے۔ عمران صاحب اولاد نہ تھے اور ان کی بیوی حنہ بہت زیادہ متمنی تھیں کہ ان کے اولاد ہو اس لئے وہ درگاہ الٰہی میں اولاد کے لئے دعا کیا کرتی تھیں اور قبولیت دعاء کے لئے ہر وقت منتظر رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبولیت بخشی اور انہوں نے محسوس کیا کہ وہ حاملہ ہیں ان کو اس سے اس درجہ مسرت ہوئی کہ انہوں نے نذر مان لی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کردوں گی۔ بنی اسرائیل میں یہ رسم بہت مقدس سمجھی جاتی تھی اور اس طرح جو اولاد خانہ خدا کے لئے وقف ہوجاتی تھی اس کو شب وروز عبادت الٰہی اور عبادت خانہ کی خدمت کے علاوہ اور کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ حنہ ابھی حاملہ ہی تھیں کہ ان کے شوہر عمران کا انتقال ہوگیا جب وضع حمل کا وقت ہوا تو لڑکی پیدا ہوئی جس کا حنہ کو افسوس ہوا کیونکہ لڑکی وقف کرنے کا دستور نہ تھا لیکن نذر مان چکی تھیں اس لئے حضرت مریم کو حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کردیا گیا جو بیت المقدس کے متولی اور امام تھے۔ حضرت مریم بچپن ہی سے نہایت پاکیزہ صفات اور عابدہ زاہدہ تھیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے لئے ایک حجرہ مخصوص کردیا تھا وہ دن میں وہاں رہ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں اور جب رات آتی تو ان کو حضرت زکریا اپنے مکان پر حضرت مریم کی خالہ کے پاس لے جاتے اور وہیں شب بسر کرتیں غرض اس طرح زہد وتقویٰ وعبادت کے ساتھ حضرت مریم کی عمر تیرہ یا پندرہ سال کے قریب ہوگئی۔

اب یہاں سے آگے کے حالات ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور بتلایا گیا کہ ایک روز بیت المقدس سے مشرق کی طرف سب سے علیحدہ ہوکر کسی مکان میں گئیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت مریم غسل کے لئے اس جگہ آئی تھیں اور لوگوں سے آڑ کے لئے آپ نے درمیان میں پردہ ڈال لیا تھا جب آپ غسل کرچکیں اور کپڑے پہن لئے تو اچانک خدا کا فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں ظاہر ہوئے اور جیسا کہ فرشتوں کی عادت ہے کہ عموماً خوش منظر صورتوں میں متمثل ہوتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نہایت خوبصورت انسانی شکل میں آئے۔

حضرت مریم نے ایک اجنبی شخص کو اس طرح بے حجاب سامنے دیکھا تو گھبرا گئیں اور قدرتی طور پر خوف زدہ ہوئیں اور اپنی حفاظت کی فکر کرنے لگیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چہرہ پر تقویٰ وطہارت کے انوار چمکتے دیکھ کر اسی قدر کہنا کافی سمجھا کہ میں تیری طرف سے رحمٰن کی پناہ میں آتی ہوں اگر تیرے دل میں خدا کا ڈر ہوگا تو میرے پاس سے چلا جائے گا اور مجھ سے کچھ تعرض نہ کرے گا۔ اس وقت جبرئیل امین نے اپنا فرشتہ ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ گھبراؤ نہیں میری نسبت کوئی ڈر یا خوف آیا ہو تو دل سے نکال دو میں انسان نہیں بلکہ خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ خداوند قدوس کی طرف سے تم کو ایک پاکیزہ۔ صاف ستھرا اور مبارک ومسعود لڑکے کی بشارت دوں۔ حضرت مریم کے دل میں خدا نے یقین ڈال دیا کہ بیشک یہ فرشتہ ہے مگر تعجب ہوا کہ جو عفیفہ مرد سے ناواقف ہو اس کے لڑکا کیسے ہوگا اس لئے حضرت مریم ازراہ تعجب فرمانے لگیں میرے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ مجھ کو آج تک کسی شخص نے بھی ہاتھ نہیں لگایا اس لئے کہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ میں کوئی بدکار ہوں۔ فرشتہ نے جواب دیا میں تو تمہارے پروردگار کا قاصد ہوں اس نے مجھ سے اسی طرح کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ میں اس لئے کروں گا کہ تمکو اور تمہارے بیٹے کو کائنات کے لئے اپنی قدرت کاملہ کے اعجاز کا نشان بنادوں اور لڑکا میری جانب سے رحمت ثابت ہوگا میرا یہ فیصلہ اٹل ہے اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

اِس گفتگو کے بعد جبرئیل امین حضرت مریم کے قریب آئے اور اُن کے منہ یا گریبان میں پھونک ماری جس سے حضرت مریم بشان ایزدی حاملہ ہوگئیں۔ اب آگے حضرت مریم کو کیا صورت حال اور واقعات پیش آئے یہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ

پھر اُن کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر اس حمل کو لئے ہوئے کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں۔ پھر دردزہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف آئیں،

قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ

کہنے لگیں کاش میں اس (حالت) سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست ونابود ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی۔ پھر جبرئیلؑ نے اُن کے پائیں سے اُن کو پکارا کہ تم مغموم مت ہو

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾

تمہارے رب نے تمہارے پائین (مکان) میں ایک نہر پیدا کردی ہے اور اس کھجور کے تنہ کو اپنی طرف کو ہلاؤ اس سے تم پر خرمائے تر و تازہ جھڑیں گے۔

فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ

پھر کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو، پھر اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی (اعتراض کرتا) دیکھو تو کہہ دینا میں نے تو اللہ کے واسطے روزہ کی منت مان رکھی ہے

لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ ۚ

سو آج میں کسی آدمی سے نہیں بولوں گی۔

فَحَمَلَتْهُ پھر اسے حمل رہ گیا	فَانْتَبَذَتْ پس وہ چلی گئی	بِهٖ اسے لے کر	مَكَانًا ایک جگہ	قَصِيًّا دور	فَاَجَآءَهَا پھر اسے لے آیا	
الْمَخَاضُ دردزہ	اِلٰى طرف	جِذْعِ جڑ	النَّخْلَةِ کھجور کا درخت	قَالَتْ وہ بولی	يٰلَيْتَنِىْ اے کاش میں	مِتُّ مرچکی ہوتی
قَبْلَ هٰذَا اس سے قبل	وَكُنْتُ اور میں ہوجاتی	نَسْيًا مَّنْسِيًّا بھولی بسری	فَنَادٰىهَا پس اسے آواز دی	مِنْ سے	تَحْتِهَآ اسکے نیچے	
اَلَّا تَحْزَنِىْ کہ نہ گھبراؤ	قَدْ جَعَلَ کردیا ہے	رَبُّكِ تیرا رب	تَحْتَكِ تیرے نیچے	سَرِيًّا ایک چشمہ	وَهُزِّىْٓ اور ہلا	اِلَيْكِ اپنی طرف
بِجِذْعِ تنے کو	النَّخْلَةِ کھجور	تُسٰقِطْ جھڑ پڑیں گی	عَلَيْكِ تجھ پر	رُطَبًا تازہ تازہ	جَنِيًّا کھجوریں	فَكُلِىْ تو کھا	وَاشْرَبِىْ اور پی	وَ اور
قَرِّىْ ٹھنڈی کر	عَيْنًا آنکھیں	فَاِمَّا تَرَيِنَّ پھر اگر تو دیکھے	مِنَ سے	الْبَشَرِ آدمی	اَحَدًا کوئی	فَقُوْلِىْ تو کہہ دے
اِنِّىْ نَذَرْتُ کہ میں نے نذر مانی ہے	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کے لئے	صَوْمًا روزہ	فَلَنْ اُكَلِّمَ پس میں ہرگز کلام نہ کرونگی	الْيَوْمَ آج	اِنْسِيًّا کسی آدمی	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت مریم کو جبرئیل علیہ السلام کا ایک فرزند کی بشارت دینے کا ذکر ہوا تھا اور جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا تھا کہ پروردگار کا ارشاد ہے کہ اس بچہ کو ایک نشان قدرت لوگوں کے لئے بنانا اور باعث رحمت بنانا مشیت ایزدی میں طے ہو چکا ہے۔ غرض حضرت مریم بشان ایزدی حاملہ ہوگئیں۔ اب جب آثار حمل نمودار ہوئے تو بنی اسرائیل کی بدگوئی کا خوف ہوا اس لئے سب سے یکسوئی اختیار کرلی اور کہیں دور تنہا مکان میں گوشہ گیر ہوگئیں۔ مدت حمل جب پوری ہوئی اور وضع حمل کا وقت قریب آیا تو شرم کے مارے گھر سے کسی دور جگہ جنگل میں الگ چلی گئیں۔ جب دردزہ کی تکلیف سے بے چین ہوئیں تو ایک کھجور کے درخت کی طرف آئیں کہ اس کے سہارے بیٹھیں اٹھیں اور اس کی جڑ سے سہارا لیں۔ اب حالت یہ تھی کہ نہ کوئی انیس نہ جلیس۔ درد سے بے چین۔ ایسے وقت جو سامان راحت وضرورت کا ہونا چاہئے وہ ندارد اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بچہ ہونے پر آئندہ بدنامی ورسوائی کا تصور۔ اسی کرب واضطراب کے غلبہ میں حضرت مریم کہہ اٹھیں کہ کاش میں اس

وقت کے آنے سے پہلے ہی مرچکی ہوتی کہ دنیا میں میرا نام ونشان نہ رہتا اور کسی کو بھولے سے بھی یاد نہ آتی۔ شدت کرب واضطراب میں گذشتہ بشارات جوفرشتہ سے سنی تھیں یاد نہ آئیں۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام پہنچے اور حضرت مریم کے احترام کی وجہ سے سامنے نہیں گئے بلکہ جس مقام پر حضرت مریم تھیں اس سے ایک نیچی جگہ میں آڑ میں آئے اور حضرت مریم کو پکارا جس کو حضرت مریم نے پہچانا کہ یہ اسی فرشتہ کی آواز ہے جو اول ظاہر ہوا تھا۔ اور کہا کہ غمگین اور پریشان مت ہو۔ خدا کی قدرت سے ہر قسم کا ظاہری و باطنی اطمینان حاصل کرو۔ نیچے کی طرف دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسا چشمہ یا نہر جاری کردی ہے۔ یہ تو پینے کے لئے ہوا۔ کھانے کے لئے اسی کھجور کے پیڑ کو ہلاؤ تو پکی اور تازہ کھجوریں ٹوٹ کر گریں گی۔ تازہ کھجوریں کھا کر چشمہ کے پانی سے سیراب ہو اور پاکیزہ بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ آگے کا غم نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ سب مشکلات کو دور کرنے والا ہے۔ رہا بدنامی کا اندیشہ تو جب تمہارے سامنے کوئی آئے اور لڑکے کی بابت دریافت کرے تو تم اشارہ سے کہہ دینا کہ میں نے تو ایسے روزہ کی منت مان رکھی ہے جس میں بولنے کی بندش ہے۔ ان کی شریعت میں یہ نیت درست تھی کہ نہ بولنے کا بھی روزہ رکھتے تھے ہماری شریعت اسلامیہ میں ایسی نیت اور روزہ درست نہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم نے درد کی شدت سے بیتاب ہوکر جو موت کو یاد کیا اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ ہر انسان اقتضائے بشریت سے مجبور ہے۔ مصائب اور تکلیف کا احساس ہر ایک کو ہوتا ہے اور احساس حوادث سے متاثر بھی ہوتا ہے اور یہ ولایت یا نبوت کے منافی نہیں حضرت مریم کی تسکین۔ آسائش اور دفع تکلیف کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتہ کو بھیجا۔ چشمہ جاری کیا۔ خشک درخت کو بارآور کیا اور پکے پکائے لذیذ شیریں پھل دیئے۔ ان واقعات کے اظہار سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کی ہر وقت اور ہر حال میں کارسازی فرماتے ہیں اور اہل تقرب کو نظام عام کے خلاف مخصوص عنایات سے بھی سرفراز فرماتے ہیں۔

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو کھجور کے درخت کی شاخ ہلانے کا جو حکم دیا تو اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو یہ بھی تھا کہ بغیر حضرت مریم کے شاخ ہلانے کے خود ہی کھجوریں ان کی گود میں گر جاتیں اور وہ ان کو کھا لیتیں مگر اس ہلانے کے حکم میں حکمت یہ ہے کہ اس میں تحصیل رزق کے لئے کوشش کرنے کا سبق ملتا ہے اور یہ بھی بتلانا ہے کہ رزق کے حاصل کرنے میں کوشش اور محنت کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ نیز یہاں جو حضرت مریم علیہا السلام کے واسطے کھجور کا استعمال من جانب اللہ تجویز کیا گیا تو معلوم ہوا کہ زچہ کے لئے سب سے زیادہ مفید تر کھجور ہے اور اطبا نے بھی لکھا ہے کہ عورت کے لئے ایام نفاس میں رطب یعنی تازہ کھجور سے بہتر کوئی غذا نہیں نیز یہاں آیت میں جو حضرت مریم نے اپنی موت کی تمنا کی تھی تو اس کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ تمنائے موت اگر غم دنیا سے تھی تب تو غلبۂ حال کو اس کا عذر کہا جاوے گا جس میں انسان من کل الوجوہ مکلف نہیں رہتا اور اگر یہ تمنا دین کی وجہ سے تھی کہ لوگ بدنام کریں گے اور شاید مجھ سے اس پر صبر نہ ہوسکے تو بے صبری کی معصیت میں ابتلا ہوگا اور موت سے اس معصیت سے حفاظت رہے گی تو ایسی تمنا موت ممنوع نہیں ہے۔

غرض کہ فرشتے کے کلام سے حضرت مریم کی تسلی ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اب جب حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر بستی میں آئیں تو قوم نے آپ کی گود میں بچہ دیکھ کر کیا کہا سنا اور بجائے حضرت مریم کے بچہ نے جو قوم کو جواب دیا وہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اپنے مقبولین کے طفیل سے ہم کو بھی اپنی عنایات سے سرفراز فرمایئے اور ہر لمحہ و آن ہماری کارسازی فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ

پھر وہ اُن کو گود میں لیئے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں لوگوں نے کہا اے مریم تم نے بڑے غضب کا کام کیا اے ہارون کی بہن تمہارے باپ کوئی بُرے آدمی نہ تھے

امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ

اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں۔ پس مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کردیا، وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے۔

صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا

وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی اور اُس نے مجھ کو نبی بنایا۔ اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں،

كُنْتُ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِىْ وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا

اور اُس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔ اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گذار بنایا اور اُس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا۔

شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز رحلت کروں گا اور جس روز (قیامت میں) زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا۔

فَاَتَتْ بِهٖ پھر وہ اسے لیکر آئی	قَوْمَهَا اپنی قوم	تَحْمِلُهٗ اسے اٹھائے ہوئے	قَالُوْا وہ بولے	يٰمَرْيَمُ اے مریم	لَقَدْ جِئْتِ تو لائی ہے	شَيْـًٔا شے	
فَرِيًّا بُرا غضب کی	يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ اے ہارون کی بہن	مَا نہ كَانَ تھا	اَبُوْكِ تیرا باپ	امْرَاَ آدمی	سَوْءٍ بُرا	وَ اور	مَا كَانَتْ نہ تھی
اُمُّكِ تیری ماں	بَغِيًّا بدکار	فَاَشَارَتْ تو مریم نے اشارہ کیا	اِلَيْهِ اس کی طرف	قَالُوْا وہ بولے	كَيْفَ نُكَلِّمُ کیسے ہم بات کریں	مَنْ كَانَ جو ہے	
فِى الْمَهْدِ گہوارہ میں	صَبِيًّا بچہ	قَالَ بچہ نے کہا	اِنِّىْ بیشک میں	عَبْدُ اللّٰهِ اللہ کا بندہ	اٰتٰنِىَ اس نے مجھے دی ہے	الْكِتٰبَ کتاب	
وَجَعَلَنِىْ اور مجھے بنایا ہے	نَبِيًّا نبی	وَجَعَلَنِىْ اور مجھے بنایا ہے	مُبٰرَكًا بابرکت	اَيْنَ مَا جہاں کہیں	كُنْتُ میں ہوں	وَ اور	
اَوْصٰنِىْ مجھے حکم دیا ہے اس نے	بِالصَّلٰوةِ نماز کا	وَالزَّكٰوةِ اور زکوٰۃ کا	مَا دُمْتُ جب تک میں رہوں	حَيًّا زندہ	وَبَرًّا اور اچھا سلوک کرنیوالا		
بِوَالِدَتِىْ اپنی ماں سے	وَ اور	لَمْ يَجْعَلْنِىْ اس نے مجھے نہیں بنایا	جَبَّارًا سرکش	شَقِيًّا بدنصیب	وَالسَّلٰمُ اور سلامتی	عَلَىَّ مجھ پر	يَوْمَ جس دن
وُلِدْتُّ میں پیدا ہوا	وَيَوْمَ اور جس دن	اَمُوْتُ میں مروں گا	وَيَوْمَ اور جس دن	اُبْعَثُ اٹھایا جاؤں گا	حَيًّا زندہ ہوکر		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا حال بیان فرمایا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت مریم علیہا السلام پیغامات الٰہیہ پر مطمئن ہوکر جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے پہنچے تھے بچہ کو گود میں لے کر بیت المقدس کو روانہ ہوئیں جب بستی میں پہنچیں اور قوم کے سامنے آئیں تو لوگ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہنے لگے مریم تم نے تو غضب کردیا۔ یہ بناوٹ کی چیز کہاں سے لے آئیں۔ اس سے زیادہ جھوٹ طوفان کیا ہوگا کہ ایک لڑکی کنواری رہتے ہوئے دعویٰ کرے کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہے۔ سب بدگمان ہوکر کہنے لگے کہ تمہارے ماں باپ اور خاندان والے ہمیشہ سے نیک رہے ہیں۔ تم میں یہ بری خصلت کدھر سے آئی۔

غرض حاصل کلام قوم کا حضرت مریم سے یہ ہوا کہ تمہارے باپ پاکباز تھے تمہاری ماں پارسا تھیں۔ بھائی ایسا نیک ہے۔

اوپر جا کر تمہارا حسب حضرت ہارون پر منتہی ہوتا ہے پھر یہ حرکت تم سے کیونکر سرزد ہوئی کہ شادی تو ہوئی نہیں نہ یہ بچہ کیسا؟ حضرت مریم نے اپنی صفائی میں کوئی بات نہیں کہی اور فرشتہ کی ہدایت کے موافق پس بچہ کی طرف اشارہ کر دیا مطلب یہ تھا کہ اس بچہ سے دریافت کرو۔ یہ جواب دے گا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر انتہائی تعجب کے ساتھ کہا کہ بھلا اس گود کے شیر خوار بچہ سے ہم کیسے سوال جواب کر سکتے ہیں یہ ابھی بچہ ہے اور بات چیت پر قادر نہیں اس سے کیا بات کریں۔ ابھی قوم کی طرف سے یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ خود بچہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے گویا کر دیا۔ آپ فوراً بول اٹھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے اپنے فیصلہ تقدیر میں مجھ کو کتاب یعنی انجیل دی ہے اور نبی بنایا ہے اور اس نے مجھ کو برکت والا بنایا ہے خواہ میں کسی حال اور کسی جگہ بھی ہوں یعنی مجھ سے خلق کو دین کا نفع پہنچے گا اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں یہی میرا شعار رہو اور اُس نے مجھ کو اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا اور خود سر اور نافرمان نہیں بنایا کہ ادائے حق خالق یا ادائے حق والدہ سے سرکشی کروں۔ چونکہ آپ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لئے والدہ کی تخصیص کی اور اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا۔ اور جس دن کہ میں مروں گا اور جس دن کہ پھر قیامت میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت ماں کی گود میں جو کچھ فرمایا اس میں تمام غلط اور فاسد خیالات کا رد تھا جو آئندہ ان کی نسبت قائم ہونے والے تھے سب سے پہلے کہا کہ میں بندہ ہوں اللہ کا یعنی نعوذ باللہ خود اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں جیسا کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے چنانچہ اسی عقیدہ کی تردید کے لئے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت وغیرہ کے تفصیلی حالات بیان فرمائے اور ان آیات کی ابتداء اس جملہ سے فرمائی گئی **فاتت به قومها تحمله** ۔ پس مریم اس لڑکے کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں۔ تو **فاتت** کا لفظ بتا رہا ہے کہ حضرت مریم خود اپنے بچہ کو لے کر آئی تھیں۔ اس میں اس طرف لطیف اشارہ ہے کہ وہ عیسیٰ جو حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور پیدائش کے بعد اتنے مجبور تھے کہ خود چل پھر بھی نہیں سکتے تھے۔ ماں گود میں اٹھائے پھرتی تھیں۔ تو ایسا مجبور اور بے بس کس طرح مستحق الوہیت ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے۔

یہاں شیر خوارگی کی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ذات کے لئے آٹھ صفتیں بیان فرمائیں جن میں تمام خیالات فاسدہ کا رد ہو گیا۔

پہلی صفت اپنی عبدیت کی بیان کی کہ میں اللہ کا بندہ ہوں بطور خرق عادت کے بغیر والد کے پیدا ہوا ہوں۔ معاذ اللہ ولد الزنا نہیں اور میری ولادت اس بات کی دلیل ہے کہ میں اللہ کا مخلوق بندہ ہوں معاذ اللہ خود اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں۔

دوسری صفت یہ بیان کی کہ اللہ نے مجھ کو کتاب یعنی انجیل دی ہے یعنی عنقریب اللہ تعالیٰ مجھ کو کتاب انجیل عطا کرے گا جو میری نبوت کی دلیل ہوگی اور نبوت الوہیت سے منافی ہے۔

تیسری صفت یہ فرمائی کہ اللہ نے مجھ کو نبی بنایا ہے۔ یعنی اللہ نے ازل میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ مجھ کو نبی بنائے گا اور چونکہ یہ فیصلہ قطعی ہے ضرور اپنے وقت پر واقع ہوگا۔

چوتھی صفت یہ بیان کی اللہ نے مجھ کو برکت والا بنایا ہے۔ جس جگہ بھی ہوں۔ جہاں بھی رہوں یا جاؤں خیر و برکت میرے ساتھ ہوگی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میں خدا کا مبارک بندہ ہوں۔

پانچویں صفت یہ بیان کی کہ اللہ نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں دنیا میں زندہ رہوں اور ظاہر ہے کہ نماز اور

3 زکوٰۃ اللہ کی عبادت ہے اور عبادت دلیل عبدیت کی ہے اور عبدیت اور الوہیت کا جمع ہونا عقلاً محال ہے۔

چھٹی صفت یہ بیان کی کہ اللہ نے مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا۔ اس میں صاف اشارہ اس طرف ہے کہ میں بغیر باپ کے پیدا ہوا ہوں اور میری یہ والدہ عفیفہ اور طاہرہ اور مطہرہ ہیں۔ مجھ پر ان کی تعظیم و تکریم واجب ہے۔ اور اپنی والدہ کی خدمت اور اطاعت دلیل عبدیت کی ہے۔

ساتویں صفت یہ بیان کی کہ اللہ نے مجھ کو سرکش اور بدبخت نہیں بنایا کہ اللہ کا حکم نہ مانوں معلوم ہوا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا یا زکوٰۃ نہیں دیتا یا اپنی ماں کا نافرمان ہے وہ متکبر اور بدبخت ہے۔

آٹھویں صفت یہ بیان کی کہ سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں قبر سے زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ یہ صفت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند قدوس کے برگزیدہ بندہ تھے کیونکہ خدا ولادت اور موت سے منزہ ہے اور کسی کی سلامتی اور حفاظت سے بے نیاز ہے۔ حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد چند سال بعد مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روضۂ اقدس میں مدفون ہوں گے۔

اب قوم نے جب ایک شیر خوار بچہ کی زبان سے ایسا حکیمانہ اور معجزانہ کلام سنا تو حیرت میں رہ گئی اور اس کو یقین ہو گیا کہ حضرت مریم کا دامن بلاشبہ ہر قسم کی برائی اور تلویث سے پاک ہے اور اس بچہ کی پیدائش کا معاملہ یقیناً منجانب اللہ ایک نشانی ہے۔ بہر حال یہ خبر ایسی نہ تھی کہ پوشیدہ رہ جاتی قریب اور بعید سب جگہ اس حیرت کن واقعہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کے چرچے ہونے لگے اور طبائع انسانی نے اس مقدس ہستی کے متعلق شروع ہی سے مختلف کروٹیں بدلنی شروع کر دیں۔ اصحاب خیر نے آپ کے وجود کو یمن و سعادت کا ماہتاب سمجھا تو اصحاب شر نے اس ہستی کو اپنے لئے فال بد جانا اور بغض و حسد کے شعلے اندر ہی اندر سلگنے لگے۔

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن کے حالات میں سے صرف اسی اہم واقعہ کا ذکر کیا ہے باقی بچپن کے دوسرے حالات کو جن کا ذکر قرآن کے مقصد تذکیر و موعظت سے خاص تعلق نہیں رکھتا تھا نظر انداز کر دیا ہے۔ اس لئے آگے اس قصہ سے جو اصل مقصود ہے اس کو بیان کیا گیا ہے پھر مضمون توحید۔ اور اس کے ساتھ ذکر قیامت اور منکرین توحید کا حال بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: جو عقائد قرآن پاک نے تعلیم فرمائے ہیں۔ اور جو خبریں دی گئی ہیں ان پر حقیقی ایمان ہم کو نصیب ہو۔ اور قرآن پاک کی ہر تعلیم و نصیحت کے موافق ہم کو اپنی زندگی گزارنا نصیب ہو۔ یا اللہ! ہمیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم و ہدایات دی ہیں ان کا اتباع ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ! ہم کو اپنے والدین کا خدمت گزار اولاد ہونا نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی سرکشی۔ نافرمانی اور بدبختی سے ہم کو محفوظ فرما۔

یا اللہ! سب سے بڑی بدبختی اور سرکشی بندہ کی یہی ہے کہ وہ آپ کی نافرمانی کرے اور آپ کے احکام نہ مانے اور آپ کی عبادت اور بندگی نہ کرے۔ یا اللہ! اس بدبختی سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو محفوظ فرمائیے۔ ہمیں اپنا اطاعت گزار اور فرمانبردار بندہ بن کر زندہ رہنا اور فرمانبردار ہی ہو کر مرنا نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ

یہ ہیں عیسیٰ بن مریم میں (بالکل) سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے

سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ

وہ (بالکل) پاک ہے وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو اتنا فرمادیتا ہے کہ ہوجا سو وہ ہوجاتا ہے۔اور بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو اسی کی عبادت کرو

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ

یہی (دین کا) سیدھا راستہ ہے۔سو (پھر بھی) مختلف گروہوں نے (اس بارہ میں) باہم اختلاف ڈال لیا سو ان کافروں کیلئے ایک بڑے دن کے آنے سے بڑی خرابی ہے۔

عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾

جس روز یہ لوگ ہمارے پاس آویں کیسے کچھ شنوا اور بینا ہوجاویں گے لیکن یہ ظالم آج صریح غلطی میں ہیں۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّا

اور آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب کہ اخیر فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ لوگ غفلت میں ہیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔(لیکن

نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٤٠﴾ؑ

آخر ایک دن مریں گے اور) تمام زمین کے رہنے والوں کے ہم ہی وارث (یعنی آخر مالک) رہ جاویں گے اور یہ سب ہمارے پاس ہی لوٹائے جاویں گے۔

ذٰلِكَ یہ	عِيْسَى عیسیٰ	ابْنُ مَرْيَمَ ابن مریم	قَوْلَ بات	الْحَقِّ سچی	الَّذِيْ فِيْهِ وہ جس میں	يَمْتَرُوْنَ وہ شک کرتے ہیں	مَا كَانَ نہیں ہے
لِلّٰهِ اللہ کیلئے	اَنْ کہ	يَّتَّخِذَ وہ بنائے	مِنْ کوئی	وَّلَدٍ بیٹا	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	اِذَا قَضٰى جب وہ فیصلہ کرتا ہے	اَمْرًا کسی کام
فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں	يَقُوْلُ وہ کہتا ہے	لَهٗ اس کو	كُنْ ہوجا	فَيَكُوْنُ پس وہ ہوجاتا ہے	وَاِنَّ اور بیشک	اللّٰهَ اللہ	رَبِّيْ میرا رب
وَرَبُّكُمْ اور تمہارا رب	فَاعْبُدُوْهُ پس اسکی عبادت کرو	هٰذَا یہ	صِرَاطٌ راستہ	مُّسْتَقِيْمٌ سیدھا	فَاخْتَلَفَ پھر اختلاف کیا	الْاَحْزَابُ فرقے	
مِنْۢ بَيْنِهِمْ آپس میں	فَوَيْلٌ پس خرابی	لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا کافروں کیلئے	مِنْ سے	مَّشْهَدِ حاضری	يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑا دن	اَسْمِعْ سنیں گے	
بِهِمْ کیا کچھ	وَاَبْصِرْ اور دیکھیں گے	يَوْمَ جس دن	يَاْتُوْنَنَا وہ ہمارے سامنے آئینگے	لٰكِنِ لیکن	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	الْيَوْمَ آج کے دن	
فِيْ میں	ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کھلی گمراہی	وَاَنْذِرْهُمْ اور ان کو ڈراویں آپ	يَوْمَ الْحَسْرَةِ حسرت کا دن	اِذْ جب	قُضِيَ فیصلہ کردیا جائیگا		
الْاَمْرُ کام	وَهُمْ لیکن وہ	فِيْ غَفْلَةٍ غفلت میں ہیں	وَهُمْ اور وہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	اِنَّا نَحْنُ بیشک ہم		
نَرِثُ وارث ہونگے	الْاَرْضَ زمین	وَمَنْ اور جو	عَلَيْهَا اس پر	وَاِلَيْنَا اور ہماری طرف	يُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے		

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ اور مریم علیہا السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا تھا۔اب جو اس سے مقصود تھا اس کو واضح کیا جارہا ہے۔عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو درجۂ نبوت سے بلند اور عبدیت وانسانیت سے بالاتر جانتے۔ان میں کوئی فرقہ حضرت عیسیٰ

کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا کہتا۔ کوئی خدا۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ تخم انسانی کی پیداوار اور ناجائز طریقۂ تولید کا نتیجہ جانتے۔ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو العیاذ باللہ یوسف نجار کا بیٹا کہتے تھے۔ بہرحال یہ دونوں گروہ افراط وتفریط اور مبالغہ و تنقیص میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوئے۔ قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح واقعہ۔ طریقۂ پیدائش۔ غرض ولادت بیان کر کے ناطق فیصلہ فرما دیا اور صاف اعلان کر دیا کہ بس یہی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی حقیقت ہے۔ چنانچہ یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان وصفت یہی ہے جو اوپر بیان ہوئی ایک سچی اور کھلی ہوئی بات میں لوگوں نے خواہ مخواہ جھگڑے ڈال لئے اور طرح طرح کے اختلافات کھڑے کر دیئے کسی نے ان کو خدا بنا دیا۔ کسی نے خدا کا بیٹا یہ نصاریٰ کے عقائد کی طرف اشارہ ہے۔ اور کسی نے آپ کے نسب وغیرہ پر طعن کیا اور نعوذ باللہ کذاب و مفتری اور ولد الزنا کہا یہ یہود کے عقائد کی طرف اشارہ ہے۔ سچی بات وہی ہے جو ظاہر کر دی گئی کہ خدا نہیں خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جھوٹے اور مفتری نہیں خدا کے سچے پیغمبر ہیں ان کا حسب نسب سب پاک صاف ہے۔ اب آگے توحید کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے جس میں نصاریٰ کے عقائد کی تردید ہے کہ جو نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ جس ذات کے ایک کن یعنی ہو جا کہنے میں ہر چیز موجود ہوا سے اولاد کی کیا ضرورت ہوگی اللہ کمزور نہیں۔ عاجز نہیں۔ فانی نہیں۔ تغیر پذیر نہیں۔ حادث نہیں پھر اس کو ولد کی کیا ضرورت۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بیٹے نہیں ہو سکتے بلکہ وہ حضرت عیسیٰ کا خالق ہے اور بغیر باپ کے خالق ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب میں عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کا جو حال مذکور ہوا ہے وہ سنا کر کہہ دیجئے کہ میرا اور تمہارا سب کا رب اللہ ہے۔ تنہا اسی کی بندگی وعبادت کرو بیٹے پوتے مت بناؤ۔ سیدھی راہ توحید خالص کی ہے۔ جس میں کچھ اینچ پینچ نہیں سب انبیاء علیہم السلام اسی کی طرف ہدایت کرتے آئے ہیں لیکن لوگوں نے بہت سے فرقے بنا لئے اور جدا اور جدا راہیں نکال لیں۔ سو جو لوگ توحید کا انکار کر رہے ہیں۔ انہیں بڑے ہولناک دن یعنی روز قیامت کی تباہی سے خبردار رہنا چاہئے جو یقیناً پیش آنے والی ہے۔ آگے ان منکرین توحید کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ آج تو دنیا میں جبکہ سننا اور دیکھنا مفید تھا تو یہ منکرین بالکل اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب دیکھنا سننا کچھ فائدہ نہ دے گا اس وقت ان کی آنکھیں اور کان خوب کھل جائیں گے۔ اس وقت وہ بات سنیں گے جن سے جگر پھٹ جائیں اور وہ منظر دیکھیں گے جس سے چہرے سیاہ ہو جائیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ آگے بتایا جاتا ہے کہ قیامت میں کافروں کو پچھتانے کے بہت مواقع پیش آئیں گے اور آخری موقع وہ ہوگا جب موت کو مینڈھے کی شکل میں لا کر بہشت اور دوزخ کے درمیان سب کو دکھا کر ذبح کر دیا جائیگا اور ندا آئیگی کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ کے لئے اب رہ پڑے اس کے بعد کسی کو موت آنے والی نہیں۔

یہاں اس سورۂ مریم میں اور دوسرے متعدد مواضع میں قرآن کریم نے حضرت مسیح علیہ السلام بن مریم کی ولادت کے قصہ کو اس درجہ تفصیل اور صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا کہ نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی احتمال کی گنجائش۔ تمام اہل اسلام اور عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوئے لیکن ملعون یہود بے بہود کہتے ہیں کہ وہ عام انسانوں کی طرح مرد وعورت سے پیدا ہوئے تھے اور ان کا تولد ناجائز تھا۔

یہاں موقع کی مناسبت سے آپ کے یہ بھی گوش گزار کر دیا جائے کہ مرزائی اور قادیانی جن کو پاکستان اور عالم اسلام نے کافر اور غیر مسلم صاف صاف قرار دے رکھا ہے وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ عام انسانوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی مرد کے نطفہ سے

پیدا ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم کا یوسف نجار سے نکاح تو ہوگیا تھا۔ مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی اور ایسی حالت میں میاں بیوی کا جمع ہونا شرعاً ممنوع نہ تھا۔ ایسے وقت میں اگر اولاد پیدا ہو تو وہ جائز اولاد متصور ہوگی بحوالہ (معارف القرآن) از حضرت کاندھلویؒ) گویا معاذ اللہ یہود ملعون نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الزنا بتلایا مگر یہود کے شاگرد قادیانیوں نے جائز اولاد بتلائی۔ استغفر اللہ و العیاذ باللہ من ھذہ الکفریات۔

غرضیکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت میں تمام اختلافات کا فیصلہ آیات قرآنیہ نے صراحتہً فرما دیا۔ اور جس طرح لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت میں اختلاف کیا اسی طرح لوگوں نے حضرت مسیح کی وفات کے بارہ میں اختلاف کیا۔ یہود کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے اور صلیب ہی پر مر گئے اور معاذ اللہ لعنتی ہوئے۔

نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے اور صلیب پر مرے اور تین دن کے واسطے تمام انسانوں کے گناہوں کا عذاب اٹھایا تاکہ سب کے گناہوں کا کفارہ ہوں اور اس کے بعد وہ زندہ ہوئے اور جی اٹھے اور آسمان پر چلے گئے اور اپنے باپ کے پاس جا بیٹھے۔ اور تمام اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑھائے گئے اور نہ وہ مقتول ہوئے نہ مصلوب ہوئے بلکہ اسی جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور ایک شخص حضرت مسیح کے مشابہ اور ہم شکل بنا دیا گیا اور وہ ان کی جگہ ان کے شبہ میں مصلوب ہوا۔ قرآن کریم نے یہاں صاف فرما دیا **ذٰلک عیسیٰ ابن مریم قول الحق الذی فیه یمترون** (یہ ہیں عیسیٰ بن مریم جن کے اقوال واحوال مذکور ہوئے جس سے ان کا بندۂ مقبول ہونا معلوم ہوا نہ کہ جیسا عیسائیوں نے ان کو بندوں کی فہرست سے خارج کر کے خدا تک پہنچا دیا اور نہ ویسے جیسا کہ یہودیوں نے ان کو مقبولیت سے خارج کر کے طرح طرح کی تہمتیں لگائیں۔ میں بالکل سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ افراط وتفریط کرنے والے جھگڑ رہے ہیں)۔

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان ختم ہوا اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اس دولت عظمیٰ کی قدر شناسی کی توفیق ہم سب کو عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہم کو آخرت کی طرف سے غفلت برتنے سے کامل طور پر بچائیں۔ اور اپنی رحمت سے ہم سے دنیا میں وہ کام کرالیں کہ جو کل قیامت کے دن ہمارے نجات ومغفرت کا ذریعہ بنیں۔ یا اللہ! قیامت کی رسوائیوں اور شرمندگیوں سے ہم سب کو بچائیے گا۔ اور ہم کو اپنے جملہ عقائد اور احوال واعمال قرآن پاک کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے گا۔ یا اللہ! یہود ونصاریٰ جو دونوں افراط وتفریط میں پڑ کر گمراہ ہوئے اس سے ہم اہل اسلام کو عبرت وسبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ افراط وتفریط کی گمراہیوں سے بچا کر ہم کو صراط مستقیم پر استقامت عطا فرما۔ یا اللہ! آج دنیا میں ہمارے کان اور آنکھیں کھول دے تا کہ ہم حق کو سن سکیں اور دیکھ سکیں۔ اور ناحق وباطل سے بچ سکیں۔ اور اختلافات میں نہ پڑیں۔ یا اللہ اب امت مسلمہ میں بھی دین میں اختلاف وافتراق کا فتنہ گھس آیا ہے۔ یا اللہ! ہمیں حق پر قائم رکھئے اور ناحق سے بچائیے جو آپ ہی کی توفیق۔ تائید ہدایت اور نصرت سے ممکن ہے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا

اور آپ اس کتاب میں ابراہیمؑ کا (قصہ) ذکر کیجئے وہ بڑے راستی والے اور پیغمبر تھے۔ جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ

يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ

کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے۔ اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا

فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ

تو تم میرے کہنے پر چلو تم کو سیدھا راستہ بتلاؤں گا۔ اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش مت کرو بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمانی کرنے والا ہے۔

عَصِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝

اے میرے باپ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔

وَاذْكُرْ اور یاد کرو	فِي الْكِتٰبِ کتاب میں	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	اِنَّهٗ كَانَ بیشک وہ تھے	صِدِّيْقًا سچے	نَّبِيًّا نبی	اِذْ قَالَ جب اس نے کہا	
لِاَبِيْهِ اپنے باپ کو	يٰٓاَبَتِ اے میرے ابا	لِمَ تَعْبُدُ تم کیوں پرستش کرتے ہو	مَا لَا يَسْمَعُ جو نہ سنے	وَلَا يُبْصِرُ اور نہ دیکھے	وَ اور		
لَا يُغْنِيْ نہ کام آئے	عَنْكَ تمہارے	شَيْئًا کچھ	يٰٓاَبَتِ اے میرے ابا	اِنِّيْ بیشک میں	قَدْ جَآءَنِيْ بیشک میرے پاس آیا ہے		
مِنَ الْعِلْمِ وہ علم	مَا جو	لَمْ يَاْتِكَ تمہارے پاس نہیں آیا	فَاتَّبِعْنِيْٓ پس میری بات مانو	اَهْدِكَ میں تمہیں دکھاؤں گا	صِرَاطًا راستہ		
سَوِيًّا سیدھا	يٰٓاَبَتِ اے میرے ابا	لَا تَعْبُدِ پرستش نہ کر	الشَّيْطٰنَ شیطان	اِنَّ بیشک	الشَّيْطٰنَ شیطان	كَانَ ہے	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کا
عَصِيًّا نافرمان	يٰٓاَبَتِ اے میرے ابا	اِنِّيْٓ بیشک میں	اَخَافُ ڈرتا ہوں	اَنْ کہ	يَّمَسَّكَ تجھے آپکڑے	عَذَابٌ عذاب	مِّنَ سے
	الرَّحْمٰنِ رحمٰن	فَتَكُوْنَ پھر تو ہو جائے	لِلشَّيْطٰنِ شیطان کا	وَلِيًّا ساتھی			

تفسیر و تشریح:۔ شروع سورۃ سے پہلے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام اور پھر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے واقعات ذکر فرمائے گئے تھے۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آغاز شباب کا واقعہ ذکر فرمایا جاتا ہے کہ کس طرح باپ کے دین کو چھوڑ کر آپ نے سچائی و حقانیت کے ساتھ دین الٰہی کی طرف رجوع کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان واقعات کو یہاں بیان فرمانے میں مفسرین نے متعدد وجوہ و اغراض لکھی ہیں۔

ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کے دو گروہ تھے ایک گروہ تو علی الاعلان توحید الوہیت کا منکر تھا۔ ایک خدا کو چھوڑ کر متعدد معبودوں کی پرستش کرتا تھا۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو کہنے کو تو توحید کا مدعی تھا مگر اس کی توحید شرک آمیز تھی۔ پہلا گروہ بت پرستوں کا تھا جو سینکڑوں پتھروں کے سامنے سر جھکاتے تھے اور دوسرا گروہ اہل کتاب کا تھا جو بظاہر توحید کا مدعی تھا مگر واقع میں وہ بھی دو یا تین خدا کو مانتا تھا۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے عقائد کی تردید عقلاً و نقلاً بیان فرما دی تو اب اہل شرک اور بت پرستوں کے موروثی عقیدہ کا استیصال فرمایا جاتا ہے جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ گوناگوں سامان عبرت و نصیحت رکھتا تھا اس لئے واقعہ ابراہیمی بیان فرمایا۔

دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام عرب کے جد اعلیٰ تھے۔عرب آپ کی عظمت اور علوشان کے مقر بھی تھے اور آپ کے دین کو حق بھی سمجھتے تھے مگر اپنی جہالت کے سبب بت پرستی اور بیہودگی رسم و رواج کو دین ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو توحید کی تعلیم دینے کے لئے انہی کے مورث اعلیٰ کا قصہ بیان فرمایا گویا یہ ظاہر فرمایا کہ اگر تم محض باپ دادا کی تقلید ہی کے شیفتہ ہو تو اپنے جد اعلیٰ کی تقلید کرو جو موحد تھے مشرک نہ تھے۔اور اگر دلائل کی روشنی میں مذہب اختیار کرنا چاہتے ہو تو ان دلائل پر غور کرو جو تمہارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ نے شرک کے خلاف قائم کی تھیں۔

تیسرے یہ کہ دین اسلام کی تعلیم کے مقابلہ میں اکثر مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ ہم اپنے اسلاف کے دین و مذہب کو کیسے چھوڑ دیں اور کس طرح ان کے رسم ورواج سے منہ موڑ لیں۔وہ بیوقوف نہ تھے۔ہم ان سے زیادہ عقلمند نہیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما کر یہ تعلیم دی کہ دیکھو تمہارے جد اعلیٰ نے کس طرح دلائل کی روشنی میں اپنے باپ کا دین چھوڑا بلکہ اپنے باپ کو بھی چھوڑا۔پھر کیا وجہ کہ جب تم باپ دادا کی تقلید کے مدعی ہو تو کیوں حضرت ابراہیم کی تقلید نہیں کرتے۔حضرت ابراہیم بھی تو تمہارے مورث اعلیٰ تھے۔ان کی پیروی کرنے سے کیوں گریز کرتے ہو اور ان کی تقلید میں کیوں راہ توحید پر نہیں چلتے۔چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس کتاب سے ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ پڑھ کر اپنی قوم کو سنایئے جو صدیق بھی تھے اور نبی بھی تھے۔صدیق کے معنی ہیں بہت زیادہ سچ کہنے والا جو اپنی بات کو عمل سے سچا کر دکھائے یا وہ راست باز پاک طینت جس کے قلب میں سچائی کو قبول کرنے کی نہایت اعلیٰ اور اکمل استعداد موجود ہو۔ جو بات خدا کی طرف سے پہنچے بلا توقف اس کے دل میں اُتر جائے۔ شک وتردد کی گنجائش ہی نہ رہے ابراہیم علیہ السلام ہر ایک معنی سے صدیق تھے اور چونکہ صدیقیت کے ساتھ نبوت لازم نہیں اس لئے صدیقا کے ساتھ نبیا فرما کر حضرت ابراہیمؑ کے نبوت کی بھی تصریح فرمادی۔آپ نے جب دیکھا کہ آپ کی قوم بت پرستی اور ستارہ پرستی میں اس قدر منہمک ہے کہ خدائے برتر کی قدرت مطلقہ اور اس کی احدیت اور صمدیت کا تصور بھی ان کے قلوب میں باقی نہیں رہا اور ان کے لئے خدا کی وحدانیت کے عقیدہ سے زیادہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں رہی تو آپ نے ان کے سامنے دین حق کا پیغام رکھا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو مخاطب کیا اور دعوت حق کو خاندان ہی سے شروع کیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو چار طور پر خطاب کیا اور ہر خطاب ایک خاص مضمون کا حامل ہے۔ ہر خطاب کے وقت میرے باپ کہہ کر کلام کیا ہے سب سے پہلے آپ نے باپ کو بت پرستی سے روگرداں ہونے اور توحید کی طرف آنے کی دعوت دلائل کی روشنی میں دی اور فرمایا اے میرے باپ یہ بت نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں پھر آپ ان کی پرستش کیوں کرتے ہیں۔مطلب یہ کہ قابل پرستش تو وہی ہوسکتا ہے جو عالم کل اور قادر مطلق ہو۔بت نہ عالم ہیں نہ قادر بلکہ ان کے تو ظاہری حواس بھی نہیں پھر وہ کس طرح معبود قرار پاسکتے ہیں۔مزید براں معبود کی عبادت کرنے کا حاصل یہی ہوسکتا ہے کہ وہ عابد کی دعاء کو سنتا۔اس کی حالت عبادت کو دیکھتا اور کارسازی کرسکتا ہو۔ جو معبود دیکھنے سننے اور کارسازی کرنے سے عاری ہو وہ کیا مستحق الوہیت ہوسکتا ہے۔ دوسرے خطاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی برتری دانائی اور بلند نظری کو پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے باپ جو علم مجھے عطا کیا گیا ہے اس سے آپ محروم ہیں۔یعنی وجہ

فضیلت صرف علم ہو سکتا ہے۔ میرے دل میں فطرۃً اور الہاماً جو نور علمی جگمگا رہا ہے وہ آپ کے دل میں نہیں ہے لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ میرا کہنا مانیں۔ میں آپ کو سیدھے راستہ پر لے چلوں گا۔ حضرت ابراہیمؑ کے باپ بت پرستی کو حق سمجھے ہوئے تھا۔ آبائی طریقہ پر پابند ہونے کو صداقت جانتا تھا۔ اور اپنے باپ دادا کے طریق سے روگردانی کو نفس کا فریب یقین کئے ہوئے تھا۔ اس لئے تیسرے خطاب میں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اے میرے باپ شیطان کی پرستش نہ کرو۔ شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ یعنی بتوں کی پرستش اور باپ دادا کے طریقہ پر بلا دلیل قائم رہنا شیطانی اغوا ہے۔ یہ بتوں کی پرستش کیا ہے شیطان کی پرستش ہے اور ظاہر ہے کہ شیطان رحمٰن کا مخالف ہے۔ اللہ اپنی رحمت سے بندوں کو سرفراز کرنا چاہتا ہے اور شیطان شیطنت کر کے ابدی ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے لہٰذا دشمن کی پرستش اور مہربان آقا و مالک سے روگردانی کسی طرح درست نہیں ۔ چوتھے خطاب میں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اے میرے باپ اگر رحمٰن کی طرف سے تم پر تھوڑا سا بھی عذاب آیا تو شیطان تمہاری حمایت نہ کر سکے گا۔ بلکہ وہ خود مبتلائے عذاب ہوگا۔ اسلئے تم کو بھی اس کے ساتھ عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔ اس طرح تم شیطان کے ساتھ ہو جاؤ گے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی طاقت کی ہمہ گیری اور شیطان کی کمزوری و بے بسی کو ظاہر فرما کر باپ کے سامنے سربستہ حقیقت کا انکشاف کیا اور وہ طرز گفتگو اختیار کیا جس سے دشمن و دوست اور مجبور و قادر کا امتیاز ہو جائے۔

یہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خطاب اپنے والد سے فرمایا اور جو تقریر کی تو مفسرین لکھتے ہیں کہ اعتدال مزاج اور رعایت اضداد کی بے نظیر تقریر ہے ایک طرف باپ کو کفر و شرک اور کھلی گمراہی میں نہ صرف مبتلا بلکہ اس کا داعی دیکھ رہے ہیں جس کے مٹانے ہی کے لئے حضرت خلیل اللہ پیدا کئے گئے ہیں۔ دوسری طرف باپ کا ادب و عظمت و محبت ہے ان سب امور کو حضرت خلیل اللہ نے پیغمبرانہ صفات کے ساتھ جمع فرمایا۔ ہر جملہ کے شروع میں لفظ یابت سے خطاب کیا جو باپ کی تعظیم و محبت کا خطاب ہے۔ پھر کسی جملہ میں باپ کی طرف کوئی لفظ ایسا منسوب نہیں کیا جس سے اس کی توہین یا دل آزاری ہو کہ اس کو گمراہ یا کافر کہتے بلکہ حکمت پیغمبرانہ کے ساتھ صرف ان کے بتوں کی بے بسی اور بے حسی کا اظہار فرمایا کہ ان کو خود اپنی غلط روش کی طرف توجہ ہو جائے۔

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان تمام نصائح کو سن کر آپ کے مشرک باپ نے جو جواب دیا وہ اگلی آیات میں نقل کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اسلام و ایمان سے نوازا۔ اور کفر و شرک سے بچایا۔

یا اللہ! اس نعمت اسلام کی قدردانی کی ہم کو توفیق عطا فرما۔ اور ہم کو شریعت مطہرہ کا ظاہر میں اور باطن میں کامل اتباع نصیب فرما۔

حق کو سوچنے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے اور باطل سے گریز اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! حق کے معاملہ میں ہمیں بھی دوستی اور قرابتداری سے مرعوب نہ ہونے اور حق پر ہر حال میں جمے رہنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ۴۶ قَالَ

باپ نے جواب دیا کہ کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو اے ابراہیم اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو پتھروں سے سنگسار کردوں گا اور ہمیشہ کے لئے مجھ سے برکنار ہو۔ (ابراہیمؑ نے) کہا

سَلٰمٌ عَلَیْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ۴۷ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ

میرا سلام لو اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کروں گا، بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ اور میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو

دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ۴۸ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا

اُن سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت کروں گا، امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا۔ پس جب اُن لوگوں سے اور جن کی

یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ۴۹ وَوَهَبْنَا

وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اُن سے علیحدہ ہو گئے (تو) ہم نے اُن کو اسحاقؑ (بیٹا) اور یعقوبؑ (پوتا) عطا فرمایا اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا۔

لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا ۵۰

اور اُن سب کو ہم نے اپنی رحمت کا حصہ دیا اور ہم نے اُن کا نام نیک اور بلند کیا۔

قَالَ اس نے کہا	اَرَاغِبٌ کیا روگرداں	اَنْتَ تو	عَنْ سے	اٰلِهَتِیْ میرے معبود	یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اے ابراہیمؑ	لَئِنْ اگر	لَمْ تَنْتَهِ تو باز نہ آیا
لَاَرْجُمَنَّكَ تو میں تجھے ضرور سنگسار کروں گا	وَاهْجُرْنِیْ اور مجھے چھوڑ دے	مَلِیًّا ایک مدت کیلئے	قَالَ اس نے کہا	سَلٰمٌ سلام	عَلَیْكَ تجھ پر		
سَاَسْتَغْفِرُ میں ابھی بخشش مانگوں گا	لَكَ تیرے لئے	رَبِّیْ اپنا رب	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	بِیْ مجھ پر	حَفِیًّا مہربان	
وَاَعْتَزِلُكُمْ اور کنارہ کشی کرتا ہوں تم سے	وَمَا اور جو	تَدْعُوْنَ تم پرستش کرتے ہو	مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	وَاَدْعُوْا اور میں عبادت کرونگا		
رَبِّیْ اپنا رب	عَسٰۤی امید ہے	اَلَّاۤ اَكُوْنَ کہ نہ رہوں گا	بِدُعَآءِ عبادت سے	رَبِّیْ اپنا رب	شَقِیًّا محروم	فَلَمَّا پھر جب	
اعْتَزَلَهُمْ وہ کنارہ کش ہو گئے ان سے	وَمَا اور جو	یَعْبُدُوْنَ وہ پرستش کرتے تھے	مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	وَهَبْنَا ہم نے عطا کیا		
لَهٗ اس کو	اِسْحٰقَ اسحٰق	وَیَعْقُوْبَ اور یعقوب	وَكُلًّا اور سب کو	جَعَلْنَا ہم نے بنایا	نَبِیًّا نبی	وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا	لَهُمْ انہیں
	مِنْ سے	رَّحْمَتِنَا اپنی رحمت	وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیا	لَهُمْ ان کا	لِسَانَ ذکر	صِدْقٍ سچا	عَلِیًّا نہایت بلند

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصائح و دلائل کا ذکر فرمایا گیا تھا جو انہوں نے اپنے مشرک والد کو دعوت حق پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔ باپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر سن کر جو جاہلانہ جواب دیا وہ ان آیات میں نقل فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ باپ پر حضرت ابراہیمؑ کی دلائل و نصائح کا مطلق اثر نہ ہوا اور اس نے جواباً حضرت ابراہیمؑ سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تو ہمارے معبودوں سے بدعقیدہ ہے۔ بس اپنی بداعتقادی اور وعظ و نصیحت کو رہنے دے ورنہ تجھ کو کچھ اور سننا پڑے گا بلکہ میرے ہاتھوں سنگسار ہونا پڑے گا۔ اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے پاس سے دور ہو جا۔ اس سے پہلے کہ میں تجھ پر ہاتھ اٹھاؤں یہاں سے روانہ ہو جا۔" آپ نے

دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے دلائل کے جواب میں مشرک باپ نے کیا کہا۔ جب جاہل آدمی دلائل کا مقابلہ نہیں کرسکتا تو جاہلانہ دھمکیوں پر اُتر آتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ معاملہ حد سے بڑھ گیا ایک جانب باپ کے احترام کا مسئلہ ہے دوسری جانب ادائے فرض۔ حمایت حق اور اطاعت امر الٰہی کا سوال ہے انہوں نے سوچا اور آخر وہی کیا جو ایسے برگزیدہ انسان اور اللہ کے جلیل المرتبت پیغمبر کے شایان شان تھا۔ انہوں نے باپ کی سختی کا جواب سختی سے نہیں دیا۔ تحقیر و تذلیل کا رویہ نہیں برتا بلکہ نرمی ملاطفت اور اخلاق کریمانہ کے ساتھ یہ جواب دیا۔ اے باپ اگر میری بات کا یہی جواب ہے تو آج سے میرا تمہارا اسلام ہے۔ میں خدا کے سچے دین اور اس کے پیغام حق کو نہیں چھوڑ سکتا اور کسی حال بتوں کی پرستش نہیں کرسکتا۔ میں آج سے تم سے جدا ہوں۔ مگر غائبانہ تمہارے لئے بارگاہِ الٰہی میں بخشش طلب کرتا رہوں گا تاکہ ہدایت نصیب ہو اور تم خدا کے عذاب سے بچ جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے استغفار کا وعدہ ابتداءً کیا تھا چنانچہ استغفار کرتے رہے جب اللہ کی مرضی نہ دیکھی تب موقوف کیا۔ سورۂ توبہ گیارہویں پارہ میں ایک آیت کے تحت استغفار ابراہیمی کی تفصیل گزر چکی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استغفار کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ایک مشرک کی حالت شرک پر قائم رہتے ہوئے مغفرت چاہتے تھے۔ نہیں غرض یہ تھی کہ اس کو توفیق مل جائے کہ حالت شرک سے نکل کر ایمان و اسلام قبول کرے اور قبول اسلام اس کی خطاؤں کے معاف ہونے کا سبب بنے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا تھا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں جس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک میں سورۂ توبہ میں دیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ کی بنا پر صرف اس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اسے کفر و شرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کرکے ایمان لے آوے اور بخشا جائے پھر جب کفر و شرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بالکلیہ بیزار ہوگئے اور دعا و استغفار وغیرہ ترک کردیا۔ پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے جب باپ کی توبہ اور رجوع کے احتمالات ختم ہوگئے تو آپ نے اس کی خیر خواہی سے ہاتھ اٹھالیا اور اس حادثہ کو پیغمبرانہ صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ حدیث میں صحیح بخاری کی روایت ہے کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملاقات کریں گے اس حال میں کہ آزر کا چہرہ رنج و غم سے سیاہ ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے کیا میں تم سے یہ نہیں کہا کرتا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو۔ آزر ابراہیم علیہ السلام سے کہے گا آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھ کو اس روز رسوا نہ کرے گا جس روز کہ لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔ پس اس سے زیادہ اور کون سی رسوائی ہے کہ میرا باپ خدا کی رحمت سے دور ہے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام کردیا ہے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ سے کہا جائے گا کہ اس چیز کو دیکھو جو تمہارے پاؤں کے نیچے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ دیکھیں گے تو ان کے باپ کو مسخ کرکے بجو کی صورت میں جو مٹی اور غلاظت میں لتھڑا ہوا ہوگا تبدیل کردیا جائے گا۔ فرشتہ اس کے پاؤں پکڑ کر جہنم میں پھینک دے گا۔ یہ آزر کی صورت کا مسخ ہوجانا اس لئے ہوا کہ لوگ محشر میں اسے پہچان نہ سکیں۔ کیونکہ رسوائی کا دارومدار شناخت پر ہے۔ جب شناخت نہ رہے گی کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی پھر بیٹے کی رسوائی کا کچھ مطلب نہیں۔ یہ مضمون بیچ میں حضرت ابراہیمؑ کی استغفار کے متعلق آگیا تھا۔

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا کہ میری نصیحت کا جب تم پر کوئی اثر نہیں بلکہ الٹا مجھے سنگسار اور قتل کردیئے جانے کی دھمکی دیتے ہو تو میں خود تمہاری بستی میں رہنا

نہیں چاہتا تم کو اور تمہارے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر وطن سے ہجرت کرتا ہوں تا کہ یکسو ہو کر اطمینان سے خدائے واحد کی عبادت کر سکوں۔ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے کامل امید ہے کہ اس کی بندگی کر کے میں محروم و ناکام نہیں رہوں گا۔ غربت و بے کسی میں جب اسے پکاروں گا۔ ادھر سے ضرور اجابت ہوگی۔ میرا خدا کوئی پتھر کی مورتی نہیں کہ کتنا ہی چیخو چلاؤ سن ہی نہ سکے۔ الغرض ابراہیم علیہ السلام نے ماں باپ کو رشتہ کنبے کو قوم و ملک کو دین خدا پر قربان کر دیا اور سب سے یکسو ہو گئے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیمؑ نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور اپنوں سے دور جا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر اپنے دیئے تا کہ غریب الوطنی کی وحشت دور ہو اور اُنس و سکون حاصل کریں۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلیل القدر بیٹا حضرت اسحاق علیہ السلام عنایت کیا اور پھر عالی مرتبہ پوتا حضرت یعقوب علیہ السلام عطا کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی ہی میں حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب یعنی بیٹے اور پوتے کی نبوت کو دیکھ لیا۔ ان ہی حضرات سے سلسلہ بنی اسرائیل کا چلا جن میں سینکڑوں نبی ہوئے۔ یہاں حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا گیا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس نہیں رہے۔ بچپن ہی میں جدا کر دیئے گئے تھے اور بحکم الٰہی جہاں اس وقت خانہ کعبہ ہے لا کر چھوڑ دیا تھا اور نیز حضرت اسمٰعیلؑ کا مستقل تذکرہ آگے آنے والا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر صرف حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کا ذکر فرمایا جو آپ کے ساتھ رہے اور آپ کے سامنے نبی ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس تذکرہ کو اس آیت پر ختم کیا جاتا ہے کہ ہم نے اپنی رحمت خاصہ سے حضرت ابراہیمؑ اور آپ کی اولاد کو بڑا حصہ عنایت فرمایا اور بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ اور دنیا میں آپ کا نام بلند فرمایا اور ہمیشہ کے لئے ان کا ذکر خیر جاری رکھا۔ چنانچہ تمام مذاہب وملل ان کی تعظیم و توصیف کرتے ہیں یہود و نصاریٰ بھی اب تک عظمت سے ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور اہل اسلام تو پنج وقت اپنی نمازوں میں دائماً اپنے نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ان پر درود بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں **اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید.**

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ان آیات پر ختم فرما دیا گیا۔ علاوہ ان اغراض و مقاصد کے کہ جو گزشتہ درس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس تذکرہ سے متعلق بیان کئے گئے تھے اس واقعہ میں تسلی ہے ان حضرات مہاجرین صحابہؓ کے لئے جو اس سورۃ کے نزول کے وقت مکہ میں اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور ہو رہے تھے۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وطن اور گھر اور ماں باپ سے کٹ کر بربادی میں نہ پڑے بلکہ الٹے سربلند اور سرفراز ہو کر رہے اسی طرح تم بھی برباد نہ ہو گے بلکہ وہ عزت اور سربلندی پاؤ گے جس کا تصور بھی جاہلیت میں پڑے ہوئے کفار مکہ نہیں کر سکتے۔ آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی دین حق پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرماویں۔ اور ہم کو وہ ہمت و عزم عطا فرماویں کہ دین اور راہ حق کی مخالفت میں اگر گھر بار دوست احباب۔ اعزا و اقارب۔ وطن و شہر۔ مال دولت کوئی بھی آڑے آئے تو ہم اس کی پرواہ کرنے والے نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کل دنیا کے تعلقات کو توڑ دینا ہمارے لئے آسان ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ

اور اس کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کیجیے وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کیے ہوئے (بندہ) تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے۔ اور ہم نے اُن کو کوہ طور کی

الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝

داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے اُن کو راز کی باتیں کرنے کیلئے مقرب بنایا۔ اور ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے اُن کے بھائی ہارونؑ کو نبی بنا کر عطا کیا۔

وَاذْكُرْ اور یاد کرو	فِي الْكِتٰبِ کتاب میں	مُوْسٰى موسیٰ	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	مُخْلَصًا برگزیدہ	وَكَانَ اور تھا	رَسُوْلًا رسول
نَبِيًّا نبی	وَنَادَيْنٰهُ اور ہم نے اسے پکارا	مِنْ سے	جَانِبِ جانب	الطُّوْرِ کوہ طور	الْاَيْمَنِ داہنی	وَقَرَّبْنٰهُ اور اسے نزدیک بلایا	
نَجِيًّا راز بتانے کو	وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا	لَهٗ اسے	مِنْ رَّحْمَتِنَآ اپنی رحمت سے	اَخَاهُ اس کا بھائی	هٰرُوْنَ ہارون	نَبِيًّا نبی	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کا تذکرہ بھی آیا تھا۔ حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی نسل سے اسرائیلی سلسلہ کے اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام گزرے ہیں جن کا اب ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جس طرح حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے تذکرہ میں خصوصیت کے ساتھ نصاریٰ کی اصلاح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں مشرکین مکہ کو تنبیہ کرنا مقصود تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ سے شاید یہود کو بتانا ہو کہ قرآن کس طرح کشادہ دلی سے ان کے مقتدائے اعظم کے واقعی کمالات ومحاسن کا اعلان کرتا ہے تو یہود کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے اس جلیل القدر پیغمبر کی صریح پیشنگوئی کے موافق اسمٰعیلی نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا کھلے دل سے اعتراف کریں غالباً اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہاں تین اوصاف بیان کئے گئے مخلص ہونا۔ رسول ہونا۔ نبی ہونا۔ مخلص کا ترجمہ ہے منتخب چنا ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بلاواسطہ کلام سے سرفراز فرمایا اور نبی ورسول بنا کر فرعون کے مقابلہ میں

مامور فرمایا یہی انتخاب و برگزیدگی تھی جس کو ظاہر کرنے کے لئے لفظ مخلص استعمال کیا گیا چونکہ آپ کے پاس وحی الٰہی آتی تھی اس لئے آپ نبی تھے۔ اور چونکہ آپ کو کتاب بھی ملی تھی اور صاحب امامت بھی تھے اس لئے آپ رسول بھی تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے مدین سے مصر کے ارادہ سے واپس آ رہے تھے تو دوران سفر وادئ سینا میں آپ ٹھہرے۔ حاملہ بی بی ساتھ تھیں رات اندھیری تھی اور سردی کا موسم تھا۔ اندھیرے میں آپ پریشان تھے۔ سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی۔ دفعتہً دور سے ایک آگ نظر آئی جو حقیقت میں دنیوی آگ نہ تھی اللہ کا نور جلال تھا یا حجاب ناری تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آگ سمجھ کر گھر میں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں جاتا ہوں شاید اس آگ کا ایک شعلہ لاسکوں یہ واقعات تفصیلاً اگلی سورۃ طٰہٰ میں انشاء اللہ آئیں گے یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب آگ کی چمک محسوس کر کے طور پہاڑ کی اس مبارک جانب میں پہنچ گئے جو ان کے داہنے ہاتھ مغرب کی طرف واقع تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی کا شرف بخشا۔ لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت ہر جہت اور بن مو سے کلام الٰہی سن رہے تھے جو بدوں توسط

فرشتہ کے ہورہا تھا اور روحانی طور پر اس قدر قرب اور علو حاصل تھا کہ غیبی قلموں کی آواز سنتے تھے جن سے توراۃ نقل کی جارہی تھی۔ اس قرب خاص میں غیبی اسرار کا انکشاف ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کی جس کے جواب سے سرفراز کیا گیا۔ تبلیغ احکام پر مامور ہوئے فرعون کو ہدایت کرنے کا حکم ملا۔ تنہا تھے مصر میں کوئی یار ومددگار نہ تھا۔ عرض کیا کہ پروردگار اس کام میں ہارون کو میرے ساتھ کردے۔ چنانچہ درخواست قبول ہوئی۔

حضرت ہارون علیہ السلام جو آپ کے بڑے بھائی تھے اور مصر میں مقیم تھے۔ ان کو بھی نبوت عطا ہوئی اور آپ کی اعانت وتقویت کے لئے مقرر فرمایا اسی کو یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وعنایت سے موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کے مطابق آپ کے بھائی حضرت ہارون کو نبوت عطا کی تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معین ومددگار بنیں۔

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتنا ہی تذکرہ فرمایا گیا ہے جس سے یہود کو ایمان۔ عمل خیر۔ اور اطاعت وفرمانبرداری کی تلقین کرنا مقصود ہے۔ اور ضمناً اس بات کا بھی اظہار ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اطاعت شعار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا ہی میں اپنے انعام سے سرفراز فرماتا ہے۔ اب آگے حضرت اسماعیلؑ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنے مقربین۔ مخلصین۔ اور محبوبین کے طفیل میں ہم کو بھی اپنی ذات پاک سے صحیح تعلق اطاعت وفرمانبرداری کا نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آپ کی رحمت وعنایت نصرت وحمایت ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو۔

یا اللہ اپنے مخلص بندوں کی جس طرح آپ امداد واعانت فرماتے ہیں ہم جو ان مخلصین کے نام لیوا ہیں اسی نسبت سے ہم کو بھی اپنی رحمت وعنایت سے نواز دیجئے۔ اور اپنی مرضیات کے موافق زندگی کا ہر لحہ گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ اپنے مخلص اور مقرب بندوں سے ہم کو سچا تعلق محبت کا نصیب فرما تاکہ ہم آپ کی رحمت وشفقت وعنایت کے مورد بنیں۔

یا اللہ ہماری تقویت واعانت کے لئے اپنے مخلصین ومقربین کی نظر عنایت ہم پر متوجہ فرما اور ان کی اعانت سے آپ کی رحمت ہماری کارسازی فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ

اور اس کتاب میں اسمٰعیل کا بھی ذکر کیجئے بلا شبہ وہ وعدہ کے (بڑے) سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے۔اور اپنے متعلقین کو

بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

نماز اور زکوۃ کا حکم کرتے رہتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

وَاذْكُرْ اور یاد کرو	فِي الْكِتٰبِ کتاب میں	اِسْمٰعِيْلَ اسمٰعیل	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھے	صَادِقَ الْوَعْدِ وعدہ کا سچا	وَكَانَ اور تھے
رَسُوْلًا رسول	نَّبِيًّا نبی	وَكَانَ يَاْمُرُ اور حکم دیتے تھے	اَهْلَهٗ اپنے گھر والے	بِالصَّلٰوةِ نماز کا	وَالزَّكٰوةِ اور زکوۃ	وَكَانَ اور وہ تھے
عِنْدَ رَبِّهٖ اپنے رب کے ہاں	مَرْضِيًّا پسندیدہ					

تفسیر و تشریح:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے جن کا اب ذکر فرمایا جاتا ہے۔اس آیت سے حضرت اسماعیلؑ کی فضیلت اپنے بھائی حضرت اسحاق پر ثابت ہوتی ہے کیونکہ اوپر حضرت اسحاق علیہ السلام کو صرف نبی فرمایا گیا اور یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نبی و رسول فرمایا گیا۔حضرت اسماعیل علیہ السلام عرب حجاز کے مورث اعلیٰ اور ہمارے پیغمبر نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔آپ کا صادق الوعد ہونا مشہور تھا۔خدا سے یا بندوں سے جو وعدہ کیا ہمیشہ پورا کر کے دکھلایا۔حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے وعدہ کی انتہائی سچائی اس وقت ظاہر ہوئی جب کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے اس حکم کی تعمیل کے لئے جو آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ملا تھا اپنی جان کو راہ خدا میں قربان ہونے کے لئے پیش کرنے کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کرلیا اور اسی طرح کر کے دکھایا۔سورۂ صافات ۲۳ ویں پارہ میں اس کا تفصیلاً ذکر فرمایا گیا ہے۔لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تین شب مسلسل خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابراہیم تم ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کرو۔انبیاء علیہم السلام کا خواب رویاء صادقہ اور وحی الٰہی ہوتا ہے اس لئے ابراہیم علیہ السلام رضا و تسلیم کا پیکر بن کر تیار ہو گئے کہ خدا کے حکم کی جلد سے جلد تعمیل کریں مگر چونکہ یہ معاملہ تنہا اپنی ذات سے وابستہ نہ تھا بلکہ اس آزمائش کا دوسرا جزو وہ بیٹا تھا جس کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا۔اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو اپنا خواب اور خدا کا حکم سنایا۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ سن کر فوراً سر تسلیم خم کر دیا اور کہنے لگے کہ اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔اس گفتگو کے بعد باپ بیٹے کی قربانی پیش کرنے کو آبادی سے دور روانہ ہو گئے اور جہاں آج کل منیٰ ہے اور جہاں حجاج قربانیاں کرتے ہیں یہاں آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مرضی پا کر جانوروں کی طرح ہاتھ پیر باندھے۔چھری کو تیز کیا اور بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا کر ذبح کرنے لگے جس پر فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ پر وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اب بیٹے کو چھوڑ دو اور تمہارے پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلے ذبح کرو چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مینڈھے کو ذبح کیا۔یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کے لئے ملت

ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے۔ الغرض یہاں آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صادق الوعد ہونے سے اسی اپنی قربانی پیش کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا والد سے کہا اسی طرح کر کے دکھایا۔ ویسے تو سب ہی حضرات انبیاء علیہم السلام وعدہ کے سچے ہوتے ہیں مگر یہ صفت خصوصیت کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام میں غالب تھی کہ ایسا سخت وعدہ اپنے ذبح کے متعلق پورا کر دکھایا۔

آگے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ایک مدحیہ وصف یہ بیان فرمایا کہ آپ اپنے اہل کو صلوٰۃ وزکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہاں صلوٰۃ سے وہ طریقہ عبادت مراد ہے جو اس وقت مقرر تھا اور زکوٰۃ سے عام خیرات وصدقات مراد ہیں گویا عبادت جسمانی اور عبادت مالی دونوں باتوں کی ہدایت حضرت اسمٰعیلؑ کیا کرتے تھے۔ یہاں مفسرین نے ایک سوال کیا ہے کہ ہر نبی نماز وصدقات کا حکم دیتا اور آغاز تبلیغ اپنے گھر والوں ہی سے کرتا ہے پھر حضرت اسمٰعیلؑ کے ان اوصاف کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیوں فرمایا؟ پھر اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ نماز نام ہے انتہائی عاجزی۔ خاکساری۔ کمزوری۔ تذلل اور خضوع وخشوع کا جس کو بندہ اپنے پروردگار کے سامنے کرتا ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں سرنیاز جھکا دیتا ہے۔ پھر سجدہ میں بغرض نذر اپنا سر پیش کرتا ہے۔ اللہ کے سوا ہر خیال سے دل کو خالی کر لیتا ہے حقیقت نماز کی یہی انتہا ہو سکتی ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سجدہ میں اپنی خوشی سے گردن پر چھری پھروا دے۔ اسی جذبہ کو کسی شاعر نے ایک شعر میں کیا خوب ادا کیا ہے

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

الغرض حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میں یہ دونوں اوصاف یعنی جانی ومالی قربانی کے بدرجہ اکمل موجود تھے اسی لئے آپ ہروقت چاہتے تھے کہ گھر والوں میں یا عام قوم والوں میں ایثار مالی اور قربانئ نفسی کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ ہروقت جان ومال کی بازی لگا دینے کا حکم دیتے تھے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پسند کر لیا چن لیا۔ انتخاب کر لیا جیسا کہ ان آیات کے آخیر میں فرمایا وکان عند ربه مرضیا اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے یعنی آپ اللہ کے مقبول و برگزیدہ بندے تھے۔ نہ کہ عیاذ باللہ جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے عناد کی بنا پر آپ کو غیر مقبول ومردود گھڑ لیا ہے۔

ان آیات میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر ختم فرمایا گیا۔ آگے حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ان مقبولین کے طفیل میں ہم کو بھی تسلیم ورضا کا کوئی حصہ عطا فرماویں۔ ہمیں بھی اپنی رضا وخوشنودی کے لئے جان ومال کی قربانی پیش کرنے کی دائمی توفیق نصیب فرماویں۔

یا اللہ ہمیں بھی وعدہ کو سچائی کے ساتھ پورا کرنے کا عزم وہمت عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ

اور اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے سچائی والے نبی تھے۔ اور ہم نے اُن کو بلند رتبہ تک پہنچایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۙ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۙ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ

منجملہ (دیگر) انبیاء کے آدم کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی نسل سے اور یہ سب اُن لوگوں میں سے ہیں

وَاِسْرَآءِيْلَ ۙ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾

جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور اُن کو مقبول بنایا۔ جب اُن کے سامنے (حضرت) رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر) گر جاتے تھے۔

وَاذْكُرْ اور یاد کرو	فِي الْكِتٰبِ کتاب میں	اِدْرِيْسَ ادریس	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھے	صِدِّيْقًا سچے	نَّبِيًّا نبی	وَّرَفَعْنٰهُ اور ہم نے اسے اٹھالیا	
مَكَانًا ایک مقام	عَلِيًّا بلند	اُولٰٓئِكَ یہ وہ لوگ	الَّذِيْنَ وہ جنہیں	اَنْعَمَ اللّٰهُ اللہ نے انعام کیا	عَلَيْهِمْ ان پر	مِّنَ سے	النَّبِيّٖنَ نبی	مِنْ سے
ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ اولاد آدم	وَمِمَّنْ اور اُن سے جنہیں	حَمَلْنَا سوار کیا ہم نے	مَعَ ساتھ	نُوْحٍ نوح	وَ اور	مِنْ سے	ذُرِّيَّةِ اولاد	
اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَاِسْرَآءِيْلَ اور یعقوب	وَمِمَّنْ اور ان سے جنہیں	هَدَيْنَا ہم نے ہدایت دی	وَاجْتَبَيْنَا اور ہم نے چنا	اِذَا تُتْلٰى جب پڑھی جاتیں			
عَلَيْهِمْ اُن پر	اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی آیتیں	خَرُّوْا وہ گر پڑتے	سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے	وَ اور	بُكِيًّا روتے ہوئے			

تفسیر وتشریح:۔ اس سورۃ میں شروع سے جو سلسلہ تذکرہ حضرات انبیاء علیہم السلام فرمایا گیا تھا وہ سلسلہ اب حضرت ادریس علیہ السلام کے ذکر پر ختم فرمایا جاتا ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں صرف دو جگہ آیا ہے ایک اس سورۂ مریم میں دوسرے سترہویں پارہ سورۂ انبیاء میں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے نام۔ نسب اور زمانہ اور وطن کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ لیکن اکثر علمائے مفسرین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیانی عرصہ میں گزرے ہیں۔ سلسلہ نسب کے متعلق اکثر علماء کے نزدیک آپ حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں علم حکمت۔ علم نجوم۔ علم حساب۔ علم کتابت۔ یعنی قلم سے لکھنا۔ کپڑا سینا۔ ناپ تول کے آلات اور بعض اسلحہ کا بنانا یہ آپ ہی کی ایجاد ہیں اور اول یہ علوم آپ ہی سے چلے۔ معراج کی صحیح احادیث میں صرف اسی قدر ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات کی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی آسمان پر زندہ اٹھالئے گئے اور اب تک زندہ ہیں۔ قرآن کریم نے اپنے مقصد رشد وہدایت کے پیش نظر تاریخی بحث سے جدا ہو کر صرف آپ کی نبوت۔ صدیقیت اور رفعت مرتبت کا ذکر کیا ہے کہ قرب وعرفان الٰہی کے اونچے مرتبہ پر پہنچایا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے ذکر کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ مذکورۂ بالا تمام انبیاء یعنی جن کا تذکرہ اب تک سورۃ میں ہوا یعنی حضرت زکریا۔ حضرت یحییٰ۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم حضرت ابراہیم۔ حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت اسمٰعیل اور ادریس علیہم السلام۔ یہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی

اولاد میں سے تھے اور حضرت ادریس علیہ السلام کے سوا باقی سب ان کی اولاد بھی ہیں جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے اور بعض حضرات ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں اور بعض اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہیں ان سب کو خدا تعالیٰ نے طریق حق کی ہدایت فرمائی تھی۔ اور منصب نبوت ورسالت کے لئے پسند کرلیا یہ سب کے سب اللہ کے فرمانبردار اور نیکوکار بندے تھے اور باوجود اس قدر علو مقام اور معراج کمال پر پہنچے کے سب کے سب شان عبودیت و بندگی میں کامل ہیں۔ ان سب حضرات کی یہ حالت تھی کہ اللہ کا کلام سن کر اور اس کے مضامین سے متاثر ہوکر نہایت عاجزی خشوع وخضوع کے ساتھ سجدے میں اللہ کے آگے گر پڑتے اور اس کے آگے روتے۔ علمائے دین کا اجماع ہے کہ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہئے تاکہ ان مقربین کے طرز عمل کو یاد کرکے ایک طرح کی ان سے مشابہت ہوجائے۔

روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ مریم پڑھ کر سجدہ کیا اور فرمایا ھذا السجود فاین البکی۔ یہ تو سجدہ ہوا آگے بکا یعنی رونا کہاں ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی صورت بنالو۔

خلاصہ۔ ان تمام حضرات انبیاء کرام کی شان کا جن کا ذکر فرمایا دو باتیں ہوئیں۔ ایک تو ان حضرات کا مقبول اور ذی کمال ہونا دوسرے ان سب حضرت کا منکسر اور مفتقر ہونا اور عبدیت و بندگی میں کامل ہونا۔ یہاں ان حضرات انبیاء کے تذکرہ سے ان لوگوں کی بھی اصلاح ہوگئی جو نعوذ باللہ ان میں سے کسی کی جانب فسق اور فحش باتیں منسوب کرتے ہیں۔ اور کفار مکہ کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام حق تعالیٰ کی طرف سے دین حق لے کر آئے تھے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین حق لے کر آئے ہیں جس کا تمہیں اتباع کرنا چاہئے۔ یہاں تک تو گزشتہ انبیاء اور صلحاء کا تذکرہ فرمایا گیا۔ اب ان کے بعد میں آنے والوں کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ بعد میں کیسے ناخلف پیدا ہوئے کہ جو عبادت و بندگی چھوڑ کر خواہش نفسانی کے درپے ہوگئے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اس وقت چونکہ قرآن پاک کی آیت سجدہ تلاوت کی گئی ہے اس لئے دور ونزدیک سب حضرات سننے والوں پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہوگیا ہے۔ دعاء کے بعد سب حضرات ایک سجدۂ تلاوت ادا کرلیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو اسلام سے نوازا اور اس طرح ہم کو اپنے تمام مقبولین انبیاء کا نام لیوا بنایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات انبیاء کرام کی مقبولیت کے طفیل میں ہم کو بھی اپنی ذات پاک سے صحیح بندگی کا تعلق نصیب فرماویں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے کلام پاک سے عشق ومحبت نصیب فرمائیں۔ اور اس کی تلاوت ہم کو شب وروز نصیب فرمائیں اور تلاوت کے ساتھ اس کا اتباع کامل بھی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا ع

پھر اُنکے بعد (بعضے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب خرابی دیکھیں گے۔ہاں مگر

مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ شَیْــًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ

جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا۔سو یہ لوگ جنت میں جاویں گے اور اُن کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا۔اُن ہمیشہ رہنے کے

عَدْنِ ﹰالَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ﴿۶۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا

باغوں میں جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے اس کے وعدہ کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے۔اس میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے بجز

سَلٰمًا وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾

سلام کے اور ان کو ان کا کھانا صبح و شام ملا کرے گا۔یہ جنت (جس کا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا مالک ایسے لوگوں کو بنادیں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والا ہو۔

فَخَلَفَ پھر جانشین ہوئے	مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	خَلْفٌ چند جانشین	اَضَاعُوا انہوں نے گنوادی	الصَّلٰوةَ نماز	وَ اتَّبَعُوا اور پیروی کی	
الشَّهَوٰتِ خواہشات	فَسَوْفَ پس عنقریب	یَلْقَوْنَ انہیں ملے گی	غَیًّا گمراہی	اِلَّا مگر	مَنْ جو	تَابَ توبہ کی
وَ اٰمَنَ وہ ایمان لایا	وَعَمِلَ اور عمل کئے	صَالِحًا نیک	فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ	یَدْخُلُوْنَ وہ داخل ہوں گے	الْجَنَّةَ جنت	وَلَا یُظْلَمُوْنَ اور ان کا نہ نقصان کیا جائیگا
شَیْــًٔا کچھ	جَنّٰتِ عَدْنِ ہمیشگی کے باغات	الَّتِیْ وہ جو	وَعَدَ وعدہ کیا	الرَّحْمٰنُ رحمٰن	عِبَادَهٗ اپنے بندے	بِالْغَیْبِ غائبانہ
اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	وَعْدُهٗ اس کا وعدہ	مَاْتِیًّا آنے والا	لَا یَسْمَعُوْنَ وہ نہ سنیں گے	فِیْهَا اس میں	لَغْوًا بے ہودہ
اِلَّا سَلٰمًا سوائے سلام	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	رِزْقُهُمْ ان کا رزق	فِیْهَا اس میں	بُكْرَةً صبح	وَّعَشِیًّا اور شام	تِلْكَ یہ
الْجَنَّةُ جنت	الَّتِیْ وہ جو کہ	نُوْرِثُ ہم وارث بنائیں گے	مِنْ سے	عِبَادِنَا اپنے بندے	مَنْ جو	كَانَ ہوں گے
تَقِیًّا پرہیزگار						

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اس سورۃ میں اب تک جن حضرات انبیاء کرام کا تذکرہ ہوا وہ سب کے سب اللہ کے فرمانبردار اور نیکوکار مقبول بندے تھے اور باوجود اس قدر علو مقام اور منصب نبوت و رسالت کے سب کے سب شان عبودیت اور بندگی میں کامل تھے۔یہ تو ان مقبولین کا حال تھا اس کے بعد ان آیات میں ان حضرات انبیاء و رسل کے پیچھے دنیا میں جو لوگ آئے ان کی حالت کا اظہار ہو رہا ہے کہ جو دنیا کے مزون اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدائے تعالیٰ کی عبادت و بندگی سے اور انبیاء کے بتلائے ہوئے طریقہ اور راستہ سے غافل ہو گئے اور ان حضرات نے جو اللہ کی عبادت کا طریقہ نماز وغیرہ مقرر کیا تھا اس کو ضائع و برباد کیا اور چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ گئے اور اس کی بجائے اپنی بے جا خواہشوں کے پورا کرنے میں لگ گئے۔یہاں آیت میں صرف دو لفظ اضاعوا الصلوٰۃ فرمائے گئے ہیں جس کا لفظی ترجمہ ہوا کہ نماز کھو بیٹھے یا نماز کو ضائع و برباد کیا۔مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عبادت و بندگی کا تعلق توڑ ڈالا۔یہاں یہ بات اللہ تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمادی کہ پچھلے تمام انبیاء و رسل کی امتوں کا بگاڑ اور ان کی بدراہی کا سبب اضاعوا الصلوٰۃ یعنی نماز کے ضائع کرنے سے شروع ہوا پھر اضاعوا الصلوٰۃ کا جو لازمی نتیجہ ہے اس کو بھی دو لفظ

واتبعوا الشھوات میں بیان فرمادیا یعنی خواہشات نفس کی پیروی کی اور دنیا کے مزون اور لذتوں کے پیچھے پڑ گئے۔ معلوم ہوا کہ اضاعوا الصلوۃ یعنی تعلق باللہ اور خدا کی یاد کی کمی اور فقدان کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان اتباع شہوات یعنی خواہشات نفس کی بندگی میں پڑے اور احکام الٰہیہ کے بجائے اپنے من مانے طریقوں کا پابند ہوکر رہے۔ آگے اس کی سزا بھی دولفظوں میں بیان فرمائی جاتی ہے یعنی یلقون غیا۔ یہ لوگ غی دیکھ لیں گے۔ غی کے لفظی معنی۔خسران۔نقصان۔خرابی۔ برائی کے ہیں یعنی آخرت میں یہ لوگ اس کا انجام اور خرابی دیکھ لیں گے اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جہنم کے اندر غی ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور نہایت سخت عذابوں والی ہے۔ اس میں خون پیپ بھرا ہوا ہے۔ تو گویا اضاعوا الصلوۃ اور اتباع شہوات کی یہ سزا بتلائی گئی کہ جہنم کی بدترین وادی میں ان کو دھکیل دیا جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے مجرموں کے لئے بھی ابھی توبہ کے دروازے بند نہیں ہیں جو سچے دل سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرلے اور اپنا چال چلن درست رکھے یعنی اوامر شرعیہ کے مطابق عمل کرے اور احکام الٰہیہ پر کاربند رہے تو بہشت کے دروازے اس کے لئے کھلے ہوئے ہیں توبہ کے بعد جو نیک اعمال کرے گا سابق جرائم کی بنا پر اس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی نہ کسی قسم کا حق ضائع ہوگا۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ تو جو بندے ان دیکھی چیزوں پر پیغمبروں کے فرمانے سے ایمان لائے۔ بن دیکھے خدا کی عبادت کی تو اللہ نے ان سے جنت کی ان دیکھی نعمتوں کا وعدہ فرمایا جو ضرور بالضرور پورا ہوکر رہے گا کیونکہ خدا کے وعدے بالکل حتمی اور اٹل ہوتے ہیں۔

آگے اس جنت کی ایک کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے کہ جس جنت کا وعدہ کیا جارہا ہے وہاں لغو اور بے کار باتیں اور بیہودہ شور و شغب بالکل نہ ہوگا ہاں فرشتوں اور مومنین کی طرف سے سلامتی کی دعائیں اور آوازیں بلند ہوں گی اور صبح وشام دائماً جنت کی روزی پہنچے گی ایک لحہ کے لئے بھی بھوک پیاس کی تکلیف نہیں ستائے گی۔ یہاں آیت میں جنتیوں کو صبح وشام روزی پہنچنے کا جو ذکر فرمایا گیا ہے اس پر مفسر ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صبح وشام باعتبار دنیا کے ہے کیونکہ جنت میں ظلمت اور رات نہیں ہر وقت نور کا سماں ہے۔ پردے گر جانے اور دروازے بند ہوجانے سے اہل جنت وقت شام کو اور اسی طرح پردوں کے ہٹ جانے اور دروازوں کے کھل جانے سے صبح کے وقت کو جان لیں گے۔ ان دروازوں کا کھلنا بند ہونا بھی جنتیوں کے اشاروں اور حکموں پر ہوگا۔ چونکہ دنیا میں دن رات کی عادت تھی اس لئے جو وقت جب چاہیں گے پائیں گے۔ چونکہ اہل عرب صبح وشام ہی کھانا کھانے کے عادی تھے اس لئے جنتی رزق کا وقت بھی وہی بتلایا گیا ہے ورنہ جنتی جو چاہیں جب چاہیں موجود پائیں گے۔ تو یہ جنت جس کا ذکر ہوا اس کے مالک وہ بندے بنائے جاویں گے جو ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرنے والے اور اس کے فرمانبردار تھے۔

یہاں جو اضاعت صلوٰۃ اور اتباع شہوات کی مذمت اور نفس پرست بندگان ہوا وہوس کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے یہ صرف گزشتہ انبیاء اور ان کی امتوں ہی کے لئے نہیں بلکہ عام ہے یعنی ہر نبی کے امتی جو نفس پرست۔ ناجائز خواہشات کے پرستار فرائض الٰہیہ میں کاہل اور غافل اور قوانین الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں سب اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہی آیت فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا تلاوت کر کے فرمایا کہ اس سے مراد سرے سے نماز چھوڑ دینا نہیں بلکہ نماز کے وقت کو ضائع کر دینا ہے۔ اس

طرح مفسرین کے نزدیک اس وعید کے تحت نہ صرف نمازوں کی فرضیت کے منکر آتے ہیں بلکہ جنہوں نے فرض جان کر نہ پڑھے یا پڑھے مگر جماعت اور وقت وغیرہ شرائط و آداب و حقوق کی رعایت نہ کی درجہ بدرجہ ہر ایک اس غی کی وعید میں داخل ہے حضرت حذیفہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز کے آداب اور تعدیل ارکان میں کوتاہی کرتا ہے تو اس سے دریافت کیا تم کب سے ایسی نماز پڑھتے ہو اس نے کہا کہ ۴۰ سال سے۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ تم نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی اور اگر تم اسی طرح کی نمازیں پڑھتے ہوئے مر گئے تو یاد رکھو کہ فطرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مرو گے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابواللیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے۔ ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے وہ اگرچہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار ۸۰ برس کی ہوتی ہے اور ایک برس ۳۶۰ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دنیا کے دو کروڑ ۸۸ لاکھ برس ہوئی۔ یہی مضمون حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے سال یعنی ۲ کروڑ ۸۸ لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا وہ بھی جب ہی کہ کوئی اور وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے۔ بڑے بڑے صحابہ جیسا کہ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابودرداؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف وغیرہ کا مذہب یہی ہے کہ بلا عذر جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ مشہور ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک کافر تو نہیں ہوتا مگر قتل کیا جاوے اور ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک کفر اور قتل کا حکم نہیں کیا جاتا مگر قید شدید میں رکھنا چاہئے اور خوب سزا دینا چاہئے اور اس قدر ماریں کہ بدن سے خون بہنے لگے یہاں تک کہ توبہ کرے یا اسی حالت میں مر جائے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ۔ اس کا حشر فرعون۔ ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا۔ حتیٰ کہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اور ہامان اس کے وزیر کا نام تھا۔ اور اُبی بن خلف مکہ کے مشرکین میں بڑا سخت دشمن اسلام تھا۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وضو کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ دین بغیر نماز کے نہیں۔ نماز دین کے لئے ایسی ہے جیسا کہ آدمی کے بدن کے لئے سر ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی موذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ ایک حدیث میں حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر کے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔

ذرا مسلمان غور تو کریں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود امت کے حال پر انتہائی شفقت و رحمت کے۔ ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اور جماعت کے لئے مسجد میں نہیں آتے اس قدر غصہ اور غضب ہے کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دینے پر آپ آمادہ نظر آتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ ان کے گھروں کے مال واسباب کو مع ان کے جلا دیویں۔

حضرت علیؓ سے بسند صحیح روایت ہے کہ آخریں لمحہ حیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام یہ تھا **الصلٰوۃ الصلٰوۃ وما ملکت ایمانکم** نماز کا اہتمام رکھو نماز کا اہتمام رکھو اور ان لوگوں کے حقوق کا بڑا خیال رکھو جو تمہارے قبضہ میں ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا دعویٰ کرنے والے ذرا غور تو کریں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصتی اور روانگی کے وقت بھی نماز کے اہتمام کی وصیت فرما رہے ہیں۔

بہر حال قرآن و حدیث میں اَضاعو ا الصلٰوۃ یعنی نماز کو ضائع اور برباد کرنے پر خواہ وہ اعتقاداً ہو یا عملاً بڑی سخت وعیدیں ہیں۔ اب غور کیجئے کہ ایسی سخت وعیدوں کے باوجود آج اضاعت نماز کس درجہ پر ہے؟ کتنے فی صدی ہیں کہ جو سرے سے نماز کی پرواہی نہیں کرتے پھر جو پڑھ بھی لیتے ہیں تو کتنے فیصدی جماعت کا اہتمام کرتے ہیں؟ پھر کتنے فیصدی ہیں کہ جو جماعت میں بھی شامل ہو جاتے ہیں مگر نماز کے آداب و شرائط کی پوری رعایت کرتے ہیں؟ یعنی نماز کو تمام واجبات سنن و مستحبات اور باطنی خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور جملہ مکروہات و مفسدات نماز سے بچتے ہیں؟ اور اب تو وہ وقت آ گیا کہ نماز اور جماعت کی پابندی اور احکام شرعیہ کا اتباع و لزوم کرنے والے کی تحقیر کی جاتی ہے اور ملا پن اور دقیانوسی خیالات رکھنے والا سمجھا جاتا ہے۔ جب من حیث القوم ہمارا یہ حال ہو اور ہم خواب دیکھیں قوم کی عزت و شوکت اور رفعت و عظمت کے۔

ایں خیال است ومحال است وجنوں

یہ بھی مقام شکر ہے کہ ہمارا وجود روئے زمین پر قائم ہے ورنہ ہم نے تو دین سے اور اللہ رسول سے بغاوت کر کے اپنے کو اس لائق بھی نہیں چھوڑا کہ اللہ کی زمین پر سانس بھی لے سکیں۔

الغرض یہاں انسانوں کو نصیحت کی گئی کہ اگر وہ کفر و معصیت سے سچی اور پکی توبہ کرلیں اور ایمان کے ساتھ عمل صالح اختیار کرلیں اور اللہ سے ڈر کر اس کے مطیع و فرمانبردار بندے بن جائیں تو عذاب جہنم سے بچ کر ابدی راحت و نعمتوں کی جگہ۔ جنت میں پہنچ جائیں گے۔

ابھی آگے بھی مضمون اسی بات کی تائید میں فرمایا گیا ہے کہ اگر انسان جنت کی میراث لینا چاہتا ہے تو فرشتوں کی طرح حکم الٰہی کا تابع مطیع اور فرمانبردار بن جائے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ امت مسلمہ پر رحم و کرم فرمائیں اور ہمارے اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو تمام گناہوں سے عموماً اور اضاعت صلوٰۃ سے خصوصاً بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ

اور ہم (یعنی فرشتے) بدوں آپ کے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آسکتے، اسی کی (ملک) ہیں ہمارے آگے کی سب چیزیں اور ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں اور آپکا رب

نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾

بھولنے والا نہیں۔ وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان سب چیزوں کا جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں سو (اے مخاطب) تو اس کی عبادت کیا کر اور اس کی عبادت پر قائم رہ۔ بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے؟

وَمَا اور ہم	نَتَنَزَّلُ نہیں اترتے	اِلَّا مگر	بِاَمْرِ حکم سے	رَبِّكَ تمہارا رب	لَهٗ اس کیلئے	مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا جو ہمارے ہاتھوں میں
وَمَا اور جو	خَلْفَنَا ہمارے پیچھے	وَمَا اور جو	بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان	وَمَا اور نہیں	كَانَ ہے	رَبُّكَ تمہارا رب
نَسِيًّا بھولنے والا	رَبُّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	فَاعْبُدْهُ پس اسکی عبادت کرو	وَاصْطَبِرْ اور ثابت قدم رہو
لِعِبَادَتِهٖ اسکی عبادت پر	هَلْ کیا	تَعْلَمُ تو جانتا ہے	لَهٗ اس کا	سَمِيًّا ہم نام کوئی		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں عام انسانوں کی حالت کا اظہار فرمایا گیا تھا کہ دنیا میں انبیاء کے پیچھے جو لوگ آئے انہوں نے اپنے نبی کا بتلایا ہوا راستہ چھوڑ دیا۔ اللہ کی عبادت و بندگی کا جو طریقہ مقرر کیا تھا اس سے اعراض کیا اور اس کی بجائے اپنی بے جا خواہشات کے پورا کرنے میں لگ گئے جس کا انجام آخرت میں عذاب جہنم ہوگا۔ ایسے انسانوں کو نصیحت کی گئی تھی کہ اگر وہ اپنے کفر ومعصیت سے سچی اور پکی توبہ کرلیں اور ایمان کے ساتھ عمل صالح اختیار کرلیں تو پھر آخرت میں عذاب سے بچ جائیں گے اور بجائے جہنم کے جنت میں داخل کئے جائیں گے جو ابدی راحت اور نعمتوں کی جگہ ہے اور جس میں وہی بندے رہیں گے جو دنیا میں اللہ سے ڈر کر اس کے مطیع وفرمانبردار بندے بن کر رہے۔ اسی کی تائید میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان اگر جنت میں اپنا ٹھکانہ بنانا چاہتا ہے تو پھر اس کو فرشتوں کی طرح حکم الٰہی کا مطیع و فرمانبرار بن جانا چاہئے اور طاعت خداوندی میں لگ جانا چاہئے اور اسی خدا سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے جس کے قبضہ میں تمام زمان ومکان ہیں اور جس کے حکم اور اجازت کے بدوں بڑے سے بڑا فرشتہ بھی پر نہیں ہلا سکتا اور اپنا قدم نہیں اٹھا سکتا۔

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں احادیث میں یہ روایت آئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کئی روز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے اور آپ منتظر رہے۔ بعض کفار نے عناداً کہنا شروع کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے خفا ہو کر چھوڑ دیا ہے۔ اس طعن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور زیادہ دلگیر ہوئے آخر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ نے اتنے روز تک نہ آنے کا سبب پوچھا اور ایک حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو تلقین فرمایا کہ جواب میں یوں کہو یعنی یہی آیات جو زیر تفسیر ہیں۔ تو یہ کلام ہوا اللہ تعالیٰ کا جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کہنا سکھلایا ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔

تو حاصل جواب جو ان آیات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سکھایا گیا یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم خالص عبد مامور ہیں۔ بدوں حکم الٰہی پر بھی نہیں ہلا سکتے۔ ہمارا چڑھنا اترنا سب اس کے حکم اور اذن کے تابع ہے۔ حق تعالیٰ جس وقت اپنی حکمت کاملہ سے مناسب جانتے ہیں ہم کو نیچے اترنے کا حکم فرماتے ہیں کیونکہ ہر زمانہ (یعنی ماضی۔ حال۔ مستقبل) اور

ہر مکان یعنی آسمان وزمین۔ اور ان کے درمیان کا علم اسی کو ہے۔ وہی ہر چیز کا مالک اور قابض ہے۔ وہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کب بھیجنا چاہئے۔ تو معلوم ہوا کہ مقرب ترین فرشتہ کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہے کہیں چلا جائے اسی طرح معظم ومقبول ترین پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہیں فرشتہ کو اپنے پاس بلا لیں۔ خداوند قدوس کا ہر کام برمحل اور بروقت ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کا جلد یا دیر میں آنا بھی اس کی حکمت ومصلحت کے تابع ہے۔ بھول چوک یا نسیان و غفلت کی اس کی بارگاہ میں رسائی نہیں۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا قول نقل فرمایا جاتا ہے کہ آپ کسی کے کہنے سننے کی پرواہ مت کیجئے۔ اپنے دل کو خداوند قدوس کی بندگی پر جمائے رکھئے جو کل کائنات کا پروردگار ہے اور ربوبیت بغیر کمال علمی کے ہو نہیں سکتی تو جب کل عالم کو اس کا علم محیط ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ آپ کو یا وحی بھیجنے کو بھول جائے لہٰذا ہمارے نزول کی تاخیر سے آپ ملول نہ ہوں بلکہ اللہ کی عبادت پر بدستور قائم رہیں اور صبر رکھیں کیونکہ وہ یکتا ہے اس کا کوئی ہم نام بھی نہیں۔ ذات کی طرح صفات میں بھی کوئی شریک نہیں اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ مشرکین عرب اور بت پرستوں نے اگرچہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت سے انسانوں۔ فرشتوں بتوں اور پتھروں وغیرہ کو شریک کرڈالا تھا اور اب سب کو الٰہ یعنی معبود کہتے تھے مگر کسی نے کبھی لفظ اللہ معبود باطل کا نام نہیں رکھا گویا یہ ایک تکوینی اور تقدیری امر تھا کہ دنیا میں اللہ کے نام سے کوئی معبود باطل بھی موسوم نہیں ہوا پس صفات میں تو کیا نام میں بھی کوئی حق تعالیٰ کا مثیل نہیں ہوا۔ اور یہ فقرہ وماکان ربک نسیا۔ اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے نازل ہوا۔

تو گزشتہ آیات کے مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں انسان کو یہ تعلیم ملی کہ اگر وہ جنت کی میراث لینا چاہتا ہے تو فرشتوں کی طرح حکم الٰہی کا مطیع وفرمانبردار بن جائے کہ جب فرشتوں کی باوجود عظمت کے یہ کیفیت ہے کہ امر الٰہی کے خلاف پر نہیں ہلاتے تو پھر انسان کیوں اس کی اطاعت نہ کرے۔

یہاں **فاعبدہ واصطبر لعبادتہ** یعنی اس کی عبادت کیا کرو اور اس کی عبادت پر قائم رہو دو باتوں کا حکم دیا گیا اول حق تعالیٰ کی عبادت کا اور پھر اس پر صبر واستقامت کا گویا پہلا حکم عبدیت یعنی غلام بننے کا ہے اور دوسرا حکم عبدیت یعنی غلامی پر قائم رہنے کا ہے۔

مطلب یہ کہ ایک آدھ مرتبہ نماز پڑھ لینا کافی نہیں۔ یا عیدین اور جمعہ میں جماعت میں شرکت کافی نہیں بلکہ اس کی عبدیت اور عبودیت پر مداومت ضروری ہے ایک لمحہ کے لئے بھی جادۂ عبودیت سے قدم نہ ہٹنا چاہئے۔ اور یہاں وماکان ربک نسیا اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں اس میں اس طرف بھی لطیف اشارہ ہوگیا کہ جو خدا اپنے مخلص بندوں کو یہاں دنیا میں نہیں بھولتا۔ وہاں آخرت میں بھی نہیں بھولے گا۔ ضرور جنت میں پہنچا کر چھوڑے گا۔ ہاں ہر چیز کا ایک وقت ہے۔ جنت میں لوگوں کا نزول بھی اپنے اپنے وقت پر ہوگا۔ اب مشرکین عرب جو قیامت ہی کے منکر تھے اور آخرت میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے ہی کو محال اور ناممکن خیال کرتے تھے آگے ان کے شبہ کو زائل فرمایا جاتا ہے اور ان کے یقین دلانے کو قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین ضرور بالضرور سب میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے۔ اور پھر اپنے اس کفر وانکار کی بدولت جہنم میں جھونکے جائیں گے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کے فضل وکرم نے جب دنیا میں ہمارا ساتھ نہ چھوڑا تو آخرت میں بھی اس کا فضل وکرم ہمارے شامل حال رہے۔ یا اللہ آپ نے اپنے مخلص بندوں کے لئے جس جنت کا وعدہ فرمایا ہے اس میں اپنے کرم سے ہم کو بھی داخل ہونا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ

اور انسان (منکر بعث) یوں کہتا ہے کہ میں جب مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا۔ کیا انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کے قبل (عدم سے) وجود میں لاچکے ہیں

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾

اور یہ (اس وقت) کچھ بھی نہ تھا۔ سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم انکو جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی، پھر انکو دوزخ کے گرداگرد اس حالت میں حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ

پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے اُن لوگوں کو جدا کریں گے جو اُن میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی کیا کرتے تھے۔ پھر ہم ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں

هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي

جو دوزخ میں جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گزر نہ ہو، یہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا۔ پھر ہم اُن لوگوں کو نجات

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

دیدیں گے جو خدا سے ڈر کر ایمان لاتے تھے، اور ظالموں کو اس میں اس حالت میں رہنے دیں گے کہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

وَيَقُوْلُ اور کہتا ہے	الْاِنْسَانُ انسان	ءَاِذَا کیا جب	مَا مِتُّ میں مرگیا	لَسَوْفَ تو پھر	اُخْرَجُ میں نکالا جاؤں گا	حَيًّا زندہ	اَوَ کیا
لَا يَذْكُرُ یاد نہیں کرتا	الْاِنْسَانُ انسان	اَنَّا بیشک ہم	خَلَقْنٰهُ ہم نے اسے پیدا کیا	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَلَمْ يَكُ جبکہ وہ نہ تھا	شَيْئًا کچھ بھی	
فَوَرَبِّكَ سو تمہارے رب کی قسم	لَنَحْشُرَنَّهُمْ ہم انہیں ضرور جمع کریں گے	وَالشَّيٰطِيْنَ اور شیطان	ثُمَّ پھر	لَنُحْضِرَنَّهُمْ ہم انہیں ضرور حاضر کریں گے			
حَوْلَ اردگرد	جَهَنَّمَ جہنم	جِثِيًّا گھٹنوں کے بل گرے ہوئے	ثُمَّ پھر	لَنَنْزِعَنَّ ضرور کھینچ نکالیں گے	مِنْ سے	كُلِّ ہر	شِيْعَةٍ گروہ
اَيُّهُمْ جو ان میں سے	اَشَدُّ بہت زیادہ	عَلَى الرَّحْمٰنِ اللہ رحمٰن سے	عِتِيًّا سرکشی کرنے والا	ثُمَّ پھر	لَنَحْنُ البتہ	اَعْلَمُ خوب واقف	
بِالَّذِيْنَ ان سے جو	هُمْ وہ	اَوْلٰى بِهَا زیادہ مستحق اس میں	صِلِيًّا داخل ہونا	وَاِنْ اور نہیں	مِنْكُمْ تم میں سے	اِلَّا مگر	
وَارِدُهَا یہاں سے گزرنا	كَانَ ہے	عَلٰى پر	رَبِّكَ تمہارا رب	حَتْمًا لازم	مَقْضِيًّا مقرر کیا ہوا	ثُمَّ پھر	نُنَجِّي ہم نجات دینگے
الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وہ جنہوں نے پرہیزگاری کی	وَنَذَرُ اور ہم چھوڑ دینگے	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	فِيْهَا اس میں	جِثِيًّا گھٹنوں کے بل گرے ہوئے			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اول عبادت کا اور پھر اس پر صبر و استقامت کا حکم دیا گیا تھا اب یہاں ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ صبر و اطاعت کا پھل قیامت کے دن ملے گا۔ نیز گذشتہ رکوع میں اہل طاعت اور اہل معصیت یعنی نیکوں اور بدوں کا انجام ذکر فرمایا گیا تھا کہ مرنے کے بعد ان کا کیا حال ہوگا۔ اب ان آیات میں ان منکرین قیامت کے شبہ کا جواب دیا جاتا ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو محال و ناممکن سمجھتے تھے۔ کفار منکرین قیامت کے شبہ کا اس طرح جواب دیا گیا کہ جو آدمی حشر و نشر کا منکر ہے۔ اور انکار اور تعجب کی راہ سے کہتا ہے کہ مر گل کر جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں اور مٹی میں مل کر مٹی بن گئے کیا اس کے بعد پھر ہم قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ اس کا

جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ انسان ہوکراتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتا کہ کچھ عرصہ پہلے وہ خود کوئی چیز نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نیست سے ہست بنایا۔ کیا وہ ذات جو لاشے کو شے اور معدوم محض کو موجود کردے اس پر قادر نہیں کہ ایک چیز کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کر سکے۔ آدمی کو اپنی پہلی ہستی کی کیفیت یاد نہیں رہی جو دوسری ہستی کا مذاق اڑاتا ہے یہ تو منکرین کے شبہ کا جواب تھا آگے حقیقت حال کو قسم کھا کر بیان فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین ان شیاطین کی معیت میں قیامت کے دن خدا کے سامنے حاضر کئے جائیں گے جو اغوا کر کے انہیں گمراہ کرتے تھے۔ ہر مجرم کا شیطان اس کے ساتھ پکڑا ہوا آئے گا۔ اور حالت یہ ہوگی کہ مارے دہشت کے کھڑے سے گر پڑیں گے اور چین سے بیٹھ بھی نہ سکیں گے آگے بتلایا جاتا ہے کہ منکرین کے ہر فرقہ میں جو زیادہ بدمعاش سرکش اور اکڑ باز تھے اور سرغنہ اور مقتدا بنتے تھے انہیں عام مجرموں سے علیحدہ کرلیا جائے گا۔ پھر ان میں بھی جو بہت زیادہ سزا کے لائق اور دوزخ کا حقدار ہوگا وہ خدا کے علم میں ہے اسکو دوسرے مجرموں سے پہلے جہنم میں جھونکا جائے گا۔ پھر ایک اور حقیقتِ حال کو بیان کیا جاتا ہے کہ نیک و بد۔ مجرم و بری۔ مومن و کافر کے لئے حق تعالیٰ قسم کھا چکے اور فیصلہ فرما چکے ہیں کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اس کا گزر ہوگا۔ کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ کے اوپر سے رکھا گیا ہے جسے عام محاورہ میں ”پلصراط“ کہتے ہیں۔ اس پر لامحالہ سب کا گزر ہوگا۔ خدا سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے۔ احادیث میں آیا ہے کہ بعض مومنین تو پلصراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ بعض ہوا کی طرح۔ بعض پرندں کی طرح۔ بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح۔ بعض تیز رفتار اونٹوں کی طرح۔ بعض تیز چال والے پیدل انسان کی طرح۔ یہاں تک کہ سب سے آخر جو مسلمان اس سے پار ہوگا یہ وہ ہوگا جس کے صرف پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا اور گرتا پڑتا نجات پائے گا گناہ گار اور کفار و مشرکین الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) پھر کچھ مدت کے بعد اپنے اپنے عمل کے موافق نیز انبیاء و ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے اور آخر میں براہ راست ارحم الراحمین کی عنایت سے وہ سب گنہگار جنھوں نے زندگی میں سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا دوزخ سے نکالے جائیں گے صرف کافر وہاں باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کا منہ بند کردیا جائے گا۔

یہاں ان آیات میں جو ہر ایک انسان کا پل صراط پر سے گزرنا لازمی بتلایا گیا اور پھر مومنین کو نجات اور کفار مشرکین کا جہنم میں ہمیشہ کو رہنا بیان فرمایا گیا اس کی مزید تشریح اور تفصیل قرآن کی دوسری آیات اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے جو اپنی کتاب قیامت نامہ میں لکھی ہے وہ موقع کی مناسبت سے جاننے کے لائق ہے جس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ ”جب تمام مخلوق کے اعمال کا حساب کتاب میدان حشر میں ہوجائے گا۔ اور تمام چھوٹی بڑی نیکیاں میزان میں داخل کر کے ان کو تولا جائے گا اور نیکی یا بدی کا پلڑا بھاری ہوجانے پر جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہوجائے گا تو قبل اس کے کہ میدان محشر سے پلصراط پر گزرنے کا حکم ہو تمام میدان محشر میں اندھیرا چھا جائے گا۔ پس ہر امت کو اپنے اپنے پیغمبروں کے ساتھ چلنے کا حکم ہوگا اہل ایمان کو نور کی دو دو مشعلیں عنایت ہوں گی۔ ایک آگے چلے گی دوسری دائیں جانب۔ اور جو ان سے کم تر ہوں گے ان کو ایک مشعل دی جائے گی اور جو ان سے کم ہوں گے ان کو صرف پاؤں کے انگوٹھے کے آس پاس خفیف روشنی ہوگی اور ان سے بھی جو گئے گزرے ہوں گے ان کو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح دی جائے گی جو کبھی بجھے گی اور کبھی روشن ہوگی جو منافق ہوں گے وہ ذاتی نور سے بالکل خالی ہوں گے بلکہ دوسروں کے نور کی مدد سے چلیں گے یہاں تک کہ جس وقت یہ سب لوگ دوزخ کے کنارے کے قریب جا پہنچیں گے تو دیکھیں گے کہ دوزخ کے اوپر پل صراط ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے حکم ہوگا کہ اس پر ہوکر جنت میں چلو وہ پندرہ ہزار سال کی مسافت میں ہے جن

میں سے ۵ ہزار سال تو اوپر چڑھنے کے اور ۵ ہزار سال بیچ میں چلنے کے اور ۵ ہزار سال اترنے کے ہیں حاصل کلام جب میدان محشر سے پل صراط پر پہنچیں گے تو آواز ہوگی کہ اے لوگو اپنی آنکھیں بند کرلو تا کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پل پر سے گزر جائیں اس کے بعد بعض لوگ تو بجلی کی چمک کی طرح بعض ہوا۔ بعض گھوڑے بعض اونٹ بعض معمولی رفتار کی مانند پل صراط سے گزر جائیں گے۔ بعض لوگ نہایت محنت و مشقت کے ساتھ پل پر چلیں گے اس وقت دوزخ میں سے بڑے بڑے آنکس نکلیں گے جو بعض کو تو چھوڑ دیں گے۔ بعض کو کچھ کچھ کاٹیں گے اور بعض کو کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اس وقت اعمال صالحہ مثلاً نماز روزہ درود وظائف وغیرہ لوگوں کے دستگیر ہوں گے اور خیرات ان کے اور آگ کے درمیان حائل ہوجائے گی۔ قربانی سواری کا کام دے گی اور اس مقام کے ہول کی وجہ سے کسی کی آواز تک نہ نکلے گی مگر پیغمبران امتیوں کے حق میں رب سلم رب سلم کہیں گے۔ جب مسلمان پل صراط پر چڑھ جائیں گے تو منافقین اندھیرے میں گرفتار ہو کر فریاد کریں گے۔ بھائیو! ذرا ٹھہرنا تا کہ تمہارے نور کے طفیل ہم بھی چلے چلیں۔ وہ جواب دیں گے ذرا پیچھے چلے جاؤ جہاں سے ہم نور لائے ہیں تم بھی وہیں سے لے آؤ۔ پس جب پیچھے جائیں گے تو وہاں بے انتہا تاریکی اور ہول دیکھیں گے آخر نہایت بے قرار ہو کر لوٹیں گے اور دیکھیں گے کہ پل صراط کے سرے پر ایک بہت بڑی دیوار قائم ہے اور دروازہ بند ہوگیا ہے پس نہایت ہی گڑگڑا کر مسلمانوں کو پکاریں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے جو اب ہمیں چھوڑے چلے جاتے ہو وہ جواب دیں گے بیشک تم ہمارے ساتھ تو تھے لیکن بظاہر اور دل میں شک وشبہ کرتے ہوئے ہمارے حق میں برائیاں اور کفار کی بھلائیاں چاہتے تھے لہٰذا مناسب ہے کہ جن کا ساتھ دیتے تھے انہی سے جاملو اسی اثناء میں آگ کے شعلے ان کو گھیر کر جہنم کے سب سے نیچے کے درجہ میں پہنچا دیں گے۔ وہ مسلمان جو بجلی و ہوا کی رفتار کے موافق پل صراط پر سے گزریں گے وہ پل کو عبور کر کے کہیں گے کہ ہم نے تو سنا تھا کہ راستہ میں دوزخ آئے گی لیکن ہم نے تو دیکھا بھی نہیں اور وہ لوگ جو سلامتی کے ساتھ گزریں گے وہ بھی پل صراط سے اتر کر میدان میں ان سے جاملیں گے۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے جنت کا قفل کھول کر لوگوں کو داخل فرمائیں گے۔ یہاں پہنچ کر آپ اپنی امت کی تفتیش حال کریں گے اس وقت آپ کی امت تمام اہل جنت کا چہارم حصہ ہوگی۔ دریافت حال کے بعد جب آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ ابھی میری امت میں سے ہزار ہا آدمی دوزخ میں پڑے ہیں تو بوجہ اس کے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں غمگین ہو کر درگاہ الٰہی میں عرض کریں گے اے خدا میری امت کو دوزخ سے خلاصی دے۔ یہ شفاعت بھی شفاعت کبریٰ کے مانند ہوگی یعنی ۷ روز تک سربسجدہ رہ کر عجیب وغریب حمد وثناء بیان فرمائیں گے تب بارگاہ الٰہی سے حکم ہوگا کہ جس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ آپ کو دیکھ کر دوسرے پیغمبر بھی اپنی اپنی امتوں کی شفاعت کریں گے۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم الٰہی فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر بمعیت امت دوزخ کے کنارہ پہنچیں گے اور فرمائیں گے اپنے اپنے رشتہ داروں اور واقف کاروں کو یاد کر کے ان کی نشانی بتاؤ تا کہ یہ فرشتے ان کو دوزخ سے نکال لیں چنانچہ ایسا ہی ہوگا علاوہ ازیں شہداء کو ۷ حافظوں کو ۱۰ علماء کو حسب مراتب لوگوں کی شفاعت کا حق ہوگا۔ جب آپ ان کو لے کر جنت میں تشریف لائیں گے تو آپ کی امت اس وقت تمام اہل جنت کا تیسرا حصہ ہوگی پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تفتیش فرمائیں گے کہ اب میری امت میں سے کس قدر دوزخ میں باقی ہیں جواب ہوگا کہ حضور ابھی تو ہزار ہا دوزخ میں موجود ہیں آپ پھر بدستور سابق بارگاہ ایزدی میں شفاعت کریں گے حکم ہوگا کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ بس آپ بدستور سابق علماء، اولیاء، شہداء وغیرہ کو دوزخ کے کنارہ لے جا کر فرمائیں گے کہ اپنے اپنے رشتہ داروں واقف کاروں کو یاد اور پہچان

کر کے دوزخ سے نکلواؤ اس وقت بھی ہزارہا امتی دوزخ سے رہا ہو کر جنت میں داخل ہو جائیں گے اب آپ کی امت تمام اہل جنت کا نصف حصہ ہوگی۔ اس شفاعت کے بعد آپ پھر دریافت فرما کر بدستور ہائے سابق شفاعت کریں گے ارشاد باری ہوگا کہ جس کے دل میں آدھے ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو پس بدستور سابق ایک بہت بڑی تعداد جہنم سے برآمد ہو کر جنت میں داخل ہوگی اس وقت آپ کی امت اہل جنت سے دو چند ہو جائے گی اور موحدین میں سے کوئی شخص دوزخ میں نہیں رہے گا۔ جب تمام لوگ دوزخ و جنت میں داخل ہو چکیں گے تو دوزخ و جنت کے درمیان منادی ہوگی کہ اے اہل جنت جنت کے کناروں پر آجاؤ اور اے اہل دوزخ دوزخ کے کناروں پر آجاؤ۔ اہل جنت کہیں گے ہم کو تو ابدالآباد کا وعدہ دلا کر جنت میں داخل کیا ہے اب کیوں طلب کرتے ہو اور اہل دوزخ نہایت خوش ہو کر کناروں کی طرف دوڑیں گے اور کہیں گے کہ شاید ہماری مغفرت کا حکم ہوگا پس جس وقت سب کناروں پر آجائیں گے تو ان کے مابین موت کو چتکبری مینڈھے کی شکل میں حاضر کیا جائے گا اور لوگوں سے کہا جاوے گا کیا اس کو پہچانتے ہو۔ سب کہیں گے ہاں جانتے ہیں کیونکہ کوئی ایسا شخص نہیں کہ جس نے موت کا پیالہ نہ پیا ہو اس کے بعد اس کو ذبح کر دیا جائے گا کہتے ہیں کہ اس کو حضرت یحیٰ علیہ السلام ذبح کریں گے۔ پھر وہ منادی آواز دے گا کہ اے اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں اور اے اہل دوزخ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں۔ اہل جنت اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ شادی مرگ ہو جاتی اور اہل دوزخ اس قدر رنجیدہ ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو غم کے مارے مر جاتے اس کے بعد حکم ہوگا کہ دوزخ کے دروازوں کو بند کر کے اس کے پیچھے بڑے بڑے آتشی شہتیر بطور پٹیاں لگا دو تا کہ دوزخیوں کو نکلنے کا خیال بھی نہ رہے اور اہل جنت کو جنت میں ابدالآباد تک رہنے کا یقین واطمینان ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں برہانی اور خطابی طور پر ثبوت قیامت کا اظہار فرمایا گیا اور یہ صراحت فرمائی گئی کہ کفار اور شیاطین جہنم میں اکٹھے رکھے جائیں گے۔ نیز جہنم کے اوپر پل صراط سے ہر کسی کو گزرنا لازمی ہے جس کے نتیجہ میں مومنین کاملین تو صاف گزر کر جنت میں پہنچ جائیں گے اور گنہگار و کفار و مشرکین جہنم میں گر پڑیں گے۔ مگر مومنین کلمہ کی برکت واعتقاد سے بالآخر دیر یا سویر جہنم سے بالکل نکال لئے جائیں گے اور صرف کفار ومشرکین جہنم میں ابدالآباد کے لئے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ ابھی آگے انہی کفار ومشرکین کے متعلق مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اس دنیا میں وہ ایمان واسلام نصیب فرماویں کہ جو قیامت میں ہماری نجات ومغفرت کا ذریعہ بنے۔ اور پل صراط پر سے امن وسلامتی کے ساتھ گزر کر جنت میں پہنچنا نصیب ہو۔

یا اللہ قیامت میں ہر چھوٹے بڑے عذاب سے اپنے پناہ میں رکھئے۔ اور ہمہ وقت ہم کو آخرت کی تیاری کا فکر عطا فرما دیجئے۔ اور اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما دیجئے کہ جو میدان حشر میں آپ کا کرم وعنایت ہماری طرف متوجہ رہے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا

اور جب ان (منکر) لوگوں کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں میں سے مکان کس کا زیادہ اچھا ہے

وَّاَحْسَنُ نَدِیًّا ۝۷۳ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْیًا ۝۷۴ قُلْ مَنْ كَانَ

اور محفل کس کی اچھی ہے۔ اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک کئے ہیں جو سامان اور نمود میں ان سے بھی (کہیں) اچھے تھے آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ

فِی الضَّلٰلَةِ فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ

گمراہی میں ہیں رحمٰن اُن کو ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے، یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو

فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۝۷۵ وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی ؕ

سو (اُس وقت) اُن کو معلوم ہو جاوے گا کہ بُرا مکان کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو ہدایت بڑھاتا ہے

وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا ۝۷۶

اور جو نیک کام ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں۔

وَاِذَا اور جب	تُتْلٰی پڑھی جاتی ہیں	عَلَیْهِمْ ان پر	اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں	بَیِّنٰتٍ واضح	قَالَ کہتے ہیں	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا
لِلَّذِیْنَ ان سے جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے	اَیُّ کون سا	الْفَرِیْقَیْنِ دونوں فریق	خَیْرٌ مَّقَامًا بہتر مقام	وَّاَحْسَنُ اور اچھی	نَدِیًّا مجلس	
وَكَمْ اور کتنے ہی	اَهْلَكْنَا ہم ہلاک کر چکے	قَبْلَهُمْ ان سے پہلے	مِّنْ قَرْنٍ گروہوں میں سے	هُمْ وہ	اَحْسَنُ بہت اچھے	اَثَاثًا سامان	
وَّرِءْیًا اور نمود	قُلْ کہہ دیجئے	مَنْ كَانَ جو ہے	فِی الضَّلٰلَةِ گمراہی میں	فَلْیَمْدُدْ تو ڈھیل دے رہا ہے	لَهُ اس کو	الرَّحْمٰنُ اللہ	
مَدًّا خوب ڈھیل	حَتّٰی یہاں تک کہ	اِذَا جب	رَاَوْا وہ دیکھیں گے	مَا یُوْعَدُوْنَ جس کا وعدہ کیا جاتا ہے	اِمَّا خواہ	الْعَذَابَ عذاب	
وَاِمَّا اور خواہ	السَّاعَةَ قیامت	فَسَیَعْلَمُوْنَ پس اب وہ جان لینگے	مَنْ کون	هُوَ وہ	شَرٌّ مَّكَانًا بدتر مقام	وَّاَضْعَفُ اور کمزورتر	
جُنْدًا لشکر	وَیَزِیْدُ اور زیادہ دیتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا جن لوگوں نے ہدایت حاصل کی	هُدًی ہدایت	وَ اور	الْبٰقِیٰتُ باقی رہنے والی	
الصّٰلِحٰتُ نیکیاں	خَیْرٌ بہتر	عِنْدَ رَبِّكَ تمہارے رب کے نزدیک	ثَوَابًا باعتبار ثواب	وَّخَیْرٌ اور بہتر	مَّرَدًّا باعتبار انجام		

تفسیر و تشریح: ۔ظاہر میں محسوس پرست انسان چونکہ کوتاہ نظر ہوتا ہے اس لئے اس کی نظر ہمیشہ دنیوی ساز و سامان اور عیش و طرب پر ہوتی ہے اس کو محسوسات خارجی سے باہر کوئی چیز نظر نہیں آتی اور اس مادی عالم کے پیچھے روحانی نعمت و دولت دکھائی نہیں دیتی اس بنا پر کفار عرب اور مشرکین مکہ جب ان آیات قرآنیہ کو سنتے جن میں اہل اسلام کا برحق اور کافروں کا باطل پرست ہونا ظاہر کیا گیا اور انجام کے لحاظ سے آخرت میں ایمان والوں کو جنت کی دائمی نعمتوں اور کافروں کے لئے جہنم کے دردناک عذابوں میں گرفتار ہونا بتلایا گیا تو غریب اہل ایمان کو چھیڑتے اور انکا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ تمہارے زعم کے موافق آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا دونوں فریق کی موجودہ حالت اور دنیوی پوزیشن پر منطبق نہیں ہوتا۔ کیا آج ہمارے مکانات۔ اسباب معیشت اور ساز و سامان تم سے بہتر و اعلیٰ نہیں اور ہماری مجلس و سوسائٹی تمہارے مجمع سے معزز و بلند نہیں؟ تم جو اپنے کو اہل حق اور ہم کو اہل باطل بتلاتے ہو تو ذرا اپنا حال تو دیکھو۔ نہ رہنے کو گوشہ نہ کھانے کو توشہ۔ ہمارے مجمع میں کس قدر عالی قدر سردار اور اشراف عرب داخل ہیں اور کس

شان کے ساتھ ان کا اجتماع ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں تم اپنی مجلس کو دیکھو۔ چند بے بس اور بے کس شکستہ اور خستہ حال فقیر و ذلیل اور بے نوا غلام مفلس و نادار لوگوں کے سوا اور کون تمہارے پاس آتا جاتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ یہ سورۂ مریم کی عہد کی تنزیلات میں سے ہے اس وقت پیروان اسلام کمزور اور بے سروسامان تھے اور کفار کو ہر طرح کی دنیوی خوش حالیاں حاصل تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ بیٹھتے تو فقرا اور غربا کی مجلس ہوتی اور منکرین حق دار الندوہ میں جمع ہوتے تو سرداروں اور امیروں کا مجمع ہوتا اسی صورت حال پر کفار مکہ اہل ایمان کے لئے قرآنی بشارتیں سنتے تو ان کا مذاق اڑاتے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے اس بیوقوف کوتاہ بین طبقہ کے خیال کی تردید فرمائی جاتی ہے اور ان کی باتوں کا جواب دیا جاتا ہے کہ پہلے ایسی بہت سی قومیں گزر چکی ہیں جو دنیا کے ساز و سامان شان و نمود میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں لیکن جب انہوں نے انبیاء کے مقابلہ میں سرکشی کی اور تکبر و تفاخر کو اپنا شعار بنایا تو خدا تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی اور دنیا کے نقشہ میں ان کا نشان بھی باقی نہ رہا تو حاصل ارشاد یہ نکلا کہ انسان کو چاہئے کہ دنیا کی فانی ٹیپ ٹاپ اور عارضی بہار سے دھوکہ نہ کھائے عموماً متکبر دولت مند ہی حق کو ٹھکرا کر ہلاکت کا لقمہ بنا کرتے ہیں۔ مال و اولاد یا دنیوی خوشحالی مقبولیت اور حسن انجام کی دلیل نہیں۔ یہ تو تھا استدلال طرز بیان کہ نظیر کو نظیر پر قیاس کر کے گذشتہ کافروں کا نتیجہ موجودہ کافروں کی عبرت کے لئے ظاہر فرمایا۔ آگے زاجرانہ طرز میں طریق بیان بدل کر فرمایا جاتا ہے کہ اس وقت اپنے مجمع کی کثرت اور مکانات کی سربلندی پر کیا ناز و گھمنڈ کرتے ہو جب مرنے کے بعد یا مرنے سے پہلے اپنے کرتوت کی سزا پاؤ گے یا قیامت کے دن عذاب الٰہی کو دیکھو گے اس وقت معلوم ہوگا کہ مسکن اور مددگاروں کے اعتبار سے کون گروہ برا ہے۔ خدا نے ابھی تمہاری باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے جس وقت گلا دبایا جائے گا خواہ دنیوی عذاب کی صورت میں یا عذاب آخرت کی شکل میں تب پتہ لگے گا کہ مکان کس کا برا ہے اور کس کی جمعیت کمزور ہے اس وقت تمہارے ساز و سامان کچھ کام نہ آئیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ گمراہوں کو گمراہی میں لمبا چھوڑ دیتا ہے۔ ان کے بالمقابل جو سوچ سمجھ کر راہ ہدایت اختیار کرلیں ان کی سوجھ بوجھ اور فہم و بصیرت کو اور زیادہ تیز کر دیتا ہے جس سے وہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کے راستوں پر بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ تو یہاں اہل ایمان کو استقامت اور استقلال اختیار کرنے اور عمل صالح پر قائم رہنے کی ترغیب دی گئی اور بتلایا گیا کہ جو راہ ہدایت کے طالب ہوتے ہیں اور راہ یاب ہونے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے اس میں اہل ایمان کو تسلی بھی ہے کہ کافروں کے نزدیک اہل ایمان کتنے ہی خوار و ذلیل ہوں خدا کے نزدیک وہ معزز و مکرم ہیں کیونکہ کافروں کا سرمایۂ ناز فانی ہے۔ مرنے کے بعد اس کا کوئی نام و نشان نہ رہیگا البتہ اہل ایمان کی نیکیاں باقی رہیں گی اور انہی کا حال اور انجام اچھا ہوگا۔

یہاں آیت میں مشرکین مکہ کے جس جاہل استدلال کی تردید فرمائی گئی ہے آج بھی بد دین اور کم فہم اسے زور شور سے پیش کرتے ہیں۔ اور صرف اہل باطل ہی نہیں بلکہ ان سے مرعوب اسلام کے دعویدار بھی مشرک ولامذہب اور فرنگی مغربی قوموں کی مثالیں پیش کر کے پکار پکار کر مسلمانوں سے کہتے ہین کہ ان کی ترقیاں دیکھو۔ ان کی دولت و حکومت۔ عزت و عظمت اور جاہ و ثروت دیکھو۔ ان کی اقبال مندی پر نظر کرو۔ تم اگر اپنی ترقی اور رفاہ چاہتے ہو تو انہی کے طریقے اختیار کرو۔ انہی کی روش پر چلو جو یہ نام نہاد ترقی یافتہ قومیں کر رہی ہیں۔ گویا اب ترقی و فلاح انہی دنیا پرست قوموں کی تقلید کا نام رہ گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ قرآنی تعلیم یہ ہے کہ اصل کامیابی اور ناکامی آخرت کی ہے اور کفر و عصیان اور سرکشی و نافرمانی کے باوجود دنیا میں عیش و آرام کی فراوانی اور مال و دولت کی کثرت یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور ڈھیل ہے۔ لیکن انجام کار ایسی گرفت ہوگی کہ پھر رہائی ناممکن ہے۔

ابھی آگے کفار و مشرکین ہی کے متعلق مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝٧٧ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ

بھلا آپ نے اُس شخص (کی حالت) کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو (آخرت میں) مال اور اولا دملیں گے کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا کیا اس نے

الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝٧٨ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝٧٩ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ

اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے۔ ہرگز نہیں ہم اس کا کہا ہوا ابھی لکھے لیتے ہیں اور اُس کیلئے عذاب بڑھاتے چلے جائینگے۔ اور اس کی کہی ہوئی چیزوں کے ہم وارث

وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝٨٠ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝٨١ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ

رہ جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا ہو کر آوے گا۔ اور اُن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تاکہ اُن کیلئے وہ باعث عزت ہوں۔ (ایسا) ہرگز نہیں (ہوگا بلکہ)

بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝٨٢

وہ تو اُن کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے اور اُن کے مخالف ہو جاویں گے۔

اَفَرَءَيْتَ پس کیا تو نے دیکھا	الَّذِيْ وہ جس نے	كَفَرَ انکار کیا	بِاٰيٰتِنَا ہمارے حکموں کا	وَقَالَ اور اس نے کہا	لَاُوْتَيَنَّ میں ضرور دیا جاؤں گا		
مَالًا مال	وَّوَلَدًا اور اولاد	اَطَّلَعَ کیا وہ مطلع ہو گیا ہے	الْغَيْبَ غیب	اَمِ یا	اتَّخَذَ اس نے لے لیا	عِنْدَ الرَّحْمٰنِ اللہ رحمٰن سے	
عَهْدًا کوئی عہد	كَلَّا ہرگز نہیں	سَنَكْتُبُ اب ہم لکھ لیں گے	مَا يَقُوْلُ وہ جو کہتا ہے	وَنَمُدُّ اور ہم بڑھا دینگے	لَهٗ اس کو	مِنَ الْعَذَابِ عذاب سے	
مَدًّا اور لمبا	وَّنَرِثُهٗ اور ہم وارث ہوں گے	مَا يَقُوْلُ جو وہ کہتا ہے	وَيَاْتِيْنَا اور وہ ہمارے پاس آئیگا	فَرْدًا اکیلا	وَاتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنا لیا		
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اٰلِهَةً معبود	لِّيَكُوْنُوْا تاکہ وہ ہوں	لَهُمْ ان کیلئے	عِزًّا موجب عزت	كَلَّا ہرگز نہیں		
سَيَكْفُرُوْنَ جلد ہی وہ انکار کرینگے	بِعِبَادَتِهِمْ ان کی بندگی سے	وَيَكُوْنُوْنَ اور ہو جائیں گے	عَلَيْهِمْ ان کے	ضِدًّا مخالف			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں ظاہر بین محسوس پرست کافروں کی کوتاہی نظر کی مذمت فرمائی گئی تھی اور اس امر کی صراحت فرمائی گئی تھی کہ دنیوی ساز و سامان قابل تفاخر نہیں۔ یہ سب فانی ہے اور فانی نا قابل اعتبار ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد یہ دنیوی ساز و سامان کچھ کام نہ آئے گا البتہ اہل ایمان کی نیکیاں باقی رہیں گی اور انہی کا انجام بہتر اور اچھا ہوگا۔

اب آگے اسی سلسلہ میں منکرین کے بعض دیگر اقوال کا رد فرمایا جاتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں ان آیات کے شان نزول کے متعلق مذکور ہے کہ مکہ میں ایک صحابی حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ لوہار کا کام کرتے اور ہتھیار بنایا کرتے تھے۔ عاص بن وائل مشرکین مکہ میں سے ایک شخص تھا جس نے کچھ کام حضرت خبابؓ سے کرایا تھا اور کچھ ہتھیار خریدے تھے۔ جب اجرت اور قیمت وصول کرنے کے لئے یہ صحابی عاص بن وائل مشرک کے پاس گئے تو عاص نے جواب دیا کہ جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا انکار نہ کرو گے میں کچھ نہیں دوں گا حضرت خبابؓ نے جواب دیا کہ اگر تو مر کر بھی دوبارہ زندہ ہو تب بھی مجھ سے یہ حرکت سرزد نہیں ہو سکتی۔ اس پر عاص نے کہا کہ کیا میں مر کر بھی دوبارہ زندہ ہوں گا۔ حضرت خباب نے جواب دیا اس میں شک ہی کیا ہے۔ سب کو مرنے کے بعد ایک دن زندہ ہونا ہے اور اپنے کئے کی جزا و سزا پانا ہے۔ خدا کے رو برو سب کے حقوق کا فیصلہ ہوگا عاص بولا اچھا جب یہ بات ہے کہ میں مر کر پھر

زندہ ہونے والا ہوں تو میرے پاس جبھی آنا میرے پاس اس وقت بھی مال واولاد سب کچھ ہوگا تیرے دام بھگتا دوں گا۔اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں حضرت خباب اور مشرک عاص بن وائل کے مذکورہ بالا واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کس قدر حیرت انگیز اور قابل تعجب ہے اس شخص کی حالت جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتا ہے اور نہ فقط انکار بلکہ عقیدہ آخرت کا مذاق اڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ مرنے کے بعد جب میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا تو مجھے مال و اولاد بھی ضرور ملیں گے۔اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو کہہ رہا ہے اور دعویٰ کر رہا ہے کہ جب میں زندہ کیا جاؤں گا تو یہی مال ودولت اور گھر بار پھر مجھے ملے گا تو کیا اسے یہ بات براہ راست عالم غیب سے معلوم ہوگئی؟ یا خدائے تعالیٰ سے کوئی وعدہ لے چکا ہے؟ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات ہرگز نہیں اس کا خیال خام ہے۔ہم اس کے گناہ لکھتے جاتے ہیں اور اس کا یہ قول بھی شامل مسل کرلیا جائے گا۔ تمام مال ودولت اور نسل واولاد سب چھوڑ کر اس کو تنہا ہمارے پاس آنا ہوگا اور چونکہ وہ کافر بھی ہے اس لئے اس کو گونا گوں عذاب دیا جائیگا۔

آگے عام کافروں اور مشرکوں کی ناکامی انجام کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ قیامت میں مال واولاد سے بڑھ کر اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے امیدوار ہیں کہ وہ ان کو خدا کے ہاں عزت اور بڑے بڑے درجے دلائیں گے حالانکہ ہرگز ایسا ہونے والا نہیں۔محض سودائے خام ہے جو اپنے دماغوں میں پکا رہے ہیں۔وہ وقت جب آئے گا یعنی یوم قیامت تو ان کے باطل معبود خود ان کی مخالفت کریں گے اور وہ خود ان کی پرستش کا انکار کریں گے۔اور وہ معبودان کی مدد تو کیا کریں گے خود ان سے بیزار ہوں گے اور ان کے مد مقابل بن کر بجائے عزت دلانے کے اور زیادہ ذلت اور رسوائی کا سبب بنیں گے۔

یہاں اس بات کی صراحت ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے وقت مال و دولت دوست احباب اعزہ واقارب کچھ کام نہ آئیں گے۔ہر شخص کو تنہا خداوند قدوس کے سامنے جواب دینا ہوگا۔اور دنیا میں انسان آج جس مال و دولت پر اتراتا ہے یہ سب مرنے کے بعد یہیں چھوٹ جائے گا۔ایک حدیث میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ کو جہنم کی آگ یاد آگئی اور میں رو پڑی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جہنم کی آگ یاد آگئی اور میں رو پڑی۔کیا قیامت کے دن آپ اہل وعیال کو یاد رکھیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مقامات ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا ایک تو میزان اعمال پر جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ نامۂ اعمال کا پلہ بھاری رہا یا ہلکا دوسرے اعمال نامہ ہاتھوں میں حوالہ کئے جانے کے وقت جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا یا بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے اور جبکہ دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پانے والا خوشی سے یہ نہ کہہ اٹھے کہ آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو۔تیسرے پل صراط کے قریب جبکہ پل صراط کو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔گویا یہ تین مقامات تو وہ ہوں گے جہاں نہ شفاعت ہوگی نہ سفارش۔یہ تین امور تو ہر انسان پر تنہا تنہا گزرنے ہیں۔اس کے بعد اہل اسلام کے لئے شفاعت و سفارش سے گنہگار مسلمانوں کو جہنم سے نجات ملے گی۔جیسا کہ آپ گذشتہ سے گذشتہ درس میں پڑھ چکے ہیں۔

ابھی مضمون کفار مشرکین کے متعلق اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام وایمان سے نوازا۔اللہ تعالیٰ اسلام اور ایمان پر ہم کو قائم رکھیں۔اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمادیں۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر (ابتلاء) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ اُن کو خوب ابھارتے رہتے ہیں۔ سو آپ اُن کیلئے جلدی نہ کیجئے ہم اُن کی باتیں خود شمار کر رہے ہیں۔

عَدًّا ﴿۸۴﴾ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا

جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن (کے دارالنعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے۔ اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔ (وہاں)

یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمٰن کے پاس سے اجازت لی ہے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	اِنَّآ اَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجے	الشَّیٰطِیْنَ شیطان	عَلَی پر	الْکٰفِرِیْنَ کافر	تَؤُزُّهُمْ اکساتے ہیں انہیں	
اَزًّا خوب اکسانا	فَلَا تَعْجَلْ سو تم جلدی نہ کرو	عَلَیْهِمْ ان پر	اِنَّمَا صرف	نَعُدُّ ہم گنتی پوری کررہے ہیں	لَهُمْ اُن کی	عَدًّا گنتی
یَوْمَ جس دن	نَحْشُرُ ہم جمع کریں گے	الْمُتَّقِیْنَ پرہیزگار	اِلَی الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی طرف	وَفْدًا مہمان بنا کر	وَنَسُوْقُ اور ہانک کرلے جائیںگے	
الْمُجْرِمِیْنَ گنہگار	اِلٰی طرف	جَهَنَّمَ جہنم	وِرْدًا پیاسے	لَا یَمْلِکُوْنَ وہ اختیار نہیں رکھتے	الشَّفَاعَةَ شفاعت	اِلَّا سوائے
	مَنِ اتَّخَذَ جس نے لیا ہو	عِنْدَ الرَّحْمٰنِ رحمٰن کے پاس	عَهْدًا اقرار			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے کفار ومشرکین کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جس مال ودولت پر کافر اتراتا ہے اور گھمنڈ کرتا ہے وہ مرنے کے بعد سب یہیں چھوٹ جائے گا اور قیامت میں تن تنہا جواب دہی کے لئے حاضر ہوگا۔ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد ساتھ دے گی اور مال واولاد سے بڑھ کر بعض مشرکین جو اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے امیدوار ہیں کہ وہ ان کو خدا کے ہاں بڑے درجہ دلائیں گے اس کی تردید میں بتلایا گیا تھا کہ ان کے معبود ان کی مدد تو کیا کرتے خود ان کی بندگی سے بیزار ہوں گے اور بجائے عزت دلانے کے اور زیادہ ذلت ورسوائی کا سبب بنیں گے۔ انہی کفار ومشرکین کے متعلق مزید حقیقت حال کو ان آیات میں ظاہر فرمایا جارہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ شیاطین کا کفار ومشرکین پر پورا تسلط ہوتا ہے اور وہ انہیں انگلیوں پر نچاتے رہتے ہیں۔ نافرمانیوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں اور دین اسلام کے خلاف اکساتے رہتے ہیں آرزوئیں بڑھاتے رہتے ہیں اور طغیان وسرکشی میں آگے کرتے رہتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کفار کی سزادہی کے متعلق جلدی نہ کریں اللہ تعالیٰ نے انہیں فی الحال ڈھیل دے رکھی ہے اور ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے تا کہ ان کی زندگی کے گنے ہوئے دن پورے ہو جائیں۔ ان کا ایک ایک سانس۔ ایک ایک لمحہ اور ایک ایک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں گنا جارہا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت بھی اللہ کے احاطہ علمی اور دفاتر اعمال سے باہر نہیں تمام عمر کے اعمال ایک ایک کر کے ان کے سامنے کردیئے جائیں گے اور قیامت کے دن یہ اپنے اعمال کی پوری سزا بھگتیں گے۔ اب چونکہ قیامت کا ذکر آ گیا تو اس کا کچھ حال بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ جو لوگ اللہ کی ذات پر اور اس کی باتوں پر ایمان لائے اللہ کے پیغمبروں کی تصدیق کی گناہوں سے بچتے رہے۔ اللہ کے

فرمانبردار رہے۔ پروردگار کا خوف دل میں رکھا اور اللہ کے خوف سے بچ بچ کر دنیا میں چلتے رہے وہ اس دن خدا کے ہاں بطور معزز مہمانوں کے جمع ہوں گے۔ نورانی سواریوں پر عزت وشوکت کے ساتھ سوار ہو کر آئیں گے اور خداوند قدوس کے مہمان خانہ میں بعزت داخل کئے جائیں گے۔ **اللھم اجعلنا منھم**

حشر کے دن اہل ایمان کے اعزاز واکرام جو حسب مراتب ہوں گے اس کی تفصیل حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ نے اس طرح لکھی ہے کہ ''میدان حشر میں مسلمانوں کی حالت حسب مراتب گوناگوں ہوگی ایک جماعت جو خالصاً لوجہ اللہ ایک دوسرے سے ملاقات ومحبت وجدائی وفراق کرتی تھی خداوند قدوس کے عرش کے دائیں طرف نور کے ممبروں پر ہوگی۔ اور بعض کو جو توکل سے آراستہ تھے اور مہمات دین ودنیا کو نہایت راستی سے انجام دیتے تھے چودھویں رات کے چاند کے مانند بنا کر بے حساب وکتاب جنت کے لئے جدا کر دیا جائے گا اور وہ لوگ بھی جو اعلائے کلمۂ توحید میں شب وروز کوشاں تھے بے حساب وکتاب جنت کے لئے علیحدہ کر دیئے جائیں گے اور ان لوگوں کو بھی جو راتوں میں نہایت ادب وحضور قلب سے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے سادات الناس کا خطاب دے کر بے حساب وکتاب جنت کے لئے جدا کر دیا جائے گا اس کے بعد وہ جماعت جو ظاہراً وباطناً ہمیشہ ذکر واطاعت الٰہی میں مصروف رہتی تھی اور سختی اور آسائش کی حالت میں یکساں حمد الٰہی کرتی تھی اشرف الناس کے خطاب سے ملقب کی جائے گی۔ باقی ماندہ مسلمان ومنافقین مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے مثلاً نمازی نمازیوں میں۔ روزہ دار روزہ داروں میں۔ حاجی حاجیوں میں۔ سخی سخیوں میں۔ مجاہد مجاہدین میں۔ منکسر المزاج اہل تواضع میں۔ محسنین وخوش اخلاق اپنے جنس میں۔ اہل ذکر وظیفہ گزار اہل خوف وترحم۔ عادل ومنصف۔ اہل شہادت۔ اہل وصدق ووفا۔ علمائے راسخین۔ زہاد وغیرہ وغیرہ گنہگار مسلمانوں میں حکام ظالم۔ خونی وقاتل زانی۔ دروغ گو۔ چور۔ رہزن۔ ماں باپ کو تکلیف دینے والے۔ سود خوار۔ رشوت خوار۔ حقوق العباد کے تلف کرنے والے۔ شراب خوار یتیموں اور بے کسوں کے مال کھانے والے زکوٰۃ نہ دینے والے۔ نماز نہ پڑھنے والے۔ امانت میں خیانت کرنے والے عہد کے توڑنے والے وغیرہ وغیرہ مختلف گروہوں میں منقسم ہو کر اپنی جنس میں جا ملیں گے۔ پھر ان گروہوں میں سے وہ لوگ جو مذکورہ صفات میں سے دو تین یا چار یا اس سے زیادہ صفات رکھتے ہوں گے جدا کر کے الگ گروہوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ مویشیوں کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کو میدان حشر میں پشت کے بل لٹا کر جانوروں کو حکم ہوگا کہ ان پر سے گزر کر کا پائمال کرو پس وہ بار بار گزر کر ان کو روندتے رہیں گے۔ سود خواروں کے پیٹوں کو پھلا کر ان میں سانپ اور بچھو بھر دیئے جائیں گے اور آسیب زدہ حالت میں ہوں گے۔ مصوروں یعنی تصویر بنانے والوں کو حکم دیا جائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں روح ڈالیں۔ جھوٹا خواب بیان کرنے والوں کو مجبور کیا جائے گا کہ دو جو کے دانوں میں گرہ لگائیں۔ چغلخوروں کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ اسی طرح بعض فاسقین پر سرزنش ومواخذہ ہوگا۔ **اللھم لاتجعلنا منھم**۔ اہل ایمان کے برخلاف کفار ومشرکین۔ رسولوں کے دشمن خدا سے نہ ڈرنے والے گنہگار دھکے کھا کھا کر اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے۔ جبراً وقہراً جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اور جس طرح ڈھور ڈنگر پیاس کی حالت میں گھاٹ کی طرف جاتے ہیں۔

اسی طرح مجرموں کو دوزخ کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ یہ بسبب شدت پیاس پانی طلب کریں گے اس پر ان کے لئے سراب یعنی چمکتا ہوا ریتا نمودار ہوگا وہ اس کو پانی سمجھ کر دوڑیں گے پہنچنے پر ان کو معلوم ہوگا کہ وہ تو آگ ہے جو بڑی لپٹوں سے ان کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس وقت جہنم میں سے لمبی لمبی گردنیں نکلیں گی جو دانوں کی طرح چن چن کر ان کو جہنم میں ڈال دیں گی۔ اور پھر کوئی ان کی شفاعت کرنے والا ان کے حق میں ایک لفظ بھلا نکالنے والا نہ ہوگا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ سفارش کی اجازت فقط اللہ کے مقبول بندوں مثلاً انبیاء۔ ملائکہ۔ صالحین وغیرہ کو دی جائے گی وہی درجہ بدرجہ سفارش کریں گے۔ بدوں اجازت کسی کو زبان ہلانے کی طاقت نہ ہوگی اور سفارش بھی ان ہی لوگوں کی کرسکیں گے جن کے حق میں سفارش کئے جانے کا وعدہ دے چکے ہیں۔ کافروں کے لئے شفاعت نہ ہوگی۔

یہ آیات بتارہی ہیں کہ کتنا ہی بڑا کافر و مشرک ہو مقررہ مدت ختم ہونے سے پہلے کسی پر عذاب نہیں آتا۔ اس لئے نزول عذاب حق تعالیٰ کی حکمت و مشیت پر منحصر ہے۔ نیز ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیاطین کو قوت صرف اکسانے۔ ابھارنے اور برائیوں پر ترغیب دینے کی ہے کسی کو مجبور کردینے کی نہیں۔ یہ ان کافروں کا بالکل اختیاری فعل ہے کہ اپنی قوت تمیز اور عقل سلیم سے کام نہ لے کر اپنے بدخواہ ازلی کے کہے میں آجاتے ہیں۔

اب آگے کفار و مشرکین کے باطل عقیدہ کا رد فرما کر اہل ایمان کو بشارت اور اہل طغیان کو وعید سنائی گئی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ شیطان کے تسلط اور وساوس سے ہماری حفاظت فرماویں اور ایمان واسلام پر ہم کو اپنی فرمانبرداری کے ساتھ زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرماویں۔

یا اللہ ہم کو بھی قیامت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ شامل فرمالیجئے جن کو معزز مہمان بنا کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اور مجرموں کے گروہ میں شامل ہونے سے بچالیجئے جنہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

یا اللہ قیامت کی رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھئے اور اس دنیا میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرمائیے کہ میدان حشر میں آپ کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بنیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ

اور یہ (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کر رکھی ہے۔ تم نے یہ ایسی سخت حرکت کی ہے کہ اُس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں

الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ

اور زمین کے ٹکڑے اُڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے۔

وَلَدًا ﴿٩٢﴾ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ

جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں۔ اُس نے سب کو (اپنی قدرت میں) احاطہ کر رکھا ہے

عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور سب کو شمار کر رکھا ہے۔ اور قیامت کے روز سب کے سب اس کے پاس تنہا تنہا حاضر ہوں گے۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ

اللہ تعالیٰ اُن کیلئے محبت پیدا کر دے گا سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنا دیں

بِهِ قَوْمًا لُدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ

اور اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلا دیں۔ اور ہم نے ان کے قبل بہت سے گروہوں کو (عذاب وقہر سے) ہلاک کر دیا ہے، کیا آپ اُن میں سے کسی کو دیکھتے ہیں

تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

یا اُن کی کوئی آہستہ آواز سنتے ہیں۔

وَقَالُوا اور وہ کہتے ہیں	اتَّخَذَ بنا لیا ہے	الرَّحْمٰنُ رحمٰن	وَلَدًا بیٹا	لَقَدْ جِئْتُمْ تحقیق تم لائے ہو	شَيْئًا ایک بات	إِدًّا بری	تَكَادُ قریب ہے
السَّمٰوٰتُ آسمان	يَتَفَطَّرْنَ پھٹ پڑیں	مِنْهُ اس سے	وَتَنْشَقُّ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے	الْأَرْضُ زمین	وَتَخِرُّ اور گر پڑیں	الْجِبَالُ پہاڑ	
هَدًّا پارہ پارہ	أَنْ دَعَوْا کہ انہوں نے پکارا	لِلرَّحْمٰنِ اللہ کیلئے	وَلَدًا بیٹا	وَمَا جبکہ نہیں	يَنْبَغِي شایان	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کیلئے	
أَنْ يَتَّخِذَ کہ وہ بنائے	وَلَدًا بیٹا	إِنْ كُلُّ نہیں تمام	مَنْ جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْأَرْضِ اور زمین	إِلَّا آتِي مگر آتا ہے	
الرَّحْمٰنِ رحمٰن	عَبْدًا بندہ	لَقَدْ أَحْصٰهُمْ اس نے ان کو گھیر لیا ہے	وَعَدَّهُمْ اور انکا شمار کر لیا ہے	عَدًّا گن کر	وَكُلُّهُمْ اور ان میں سے ہر ایک		
آتِيهِ آئیگا اسکے سامنے	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	فَرْدًا اکیلا	إِنَّ بیشک	الَّذِينَ آمَنُوا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے		
الصّٰلِحٰتِ نیک	سَيَجْعَلُ پیدا کر دے گا	لَهُمُ ان کے لئے	الرَّحْمٰنُ رحمٰن	وُدًّا محبت	فَإِنَّمَا پس اس کے سوا نہیں		
يَسَّرْنٰهُ ہم نے اسے آسان کر دیا ہے	بِلِسَانِكَ آپ کی زبان پر	لِتُبَشِّرَ بِهِ تاکہ آپ کے خوشخبری دیں	الْمُتَّقِينَ پرہیزگاروں				
وَتُنْذِرَ بِهِ اور ڈرائیں اس سے	قَوْمًا لُدًّا جھگڑالو لوگ	وَكَمْ اور کتنے ہی	أَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کر دیئے	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	مِنْ سے		
قَرْنٍ گروہ	هَلْ کیا	تُحِسُّ تم دیکھتے ہو	مِنْهُمْ ان سے	مِنْ أَحَدٍ کوئی۔ کسی کو	أَوْ تَسْمَعُ یا تم سنتے ہو	لَهُمْ انکی	رِكْزًا آہٹ

تفسیر وتشریح:- یہ سورۂ مریم کی آخری آیات ہیں۔ اس سورۃ کے شروع میں حضرت مریم کے تذکرہ میں اس بات کا ثبوت گزر چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے اپنے حکم سے حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا فرمایا۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کی بنا پر آپ کو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا ٹھہرایا۔ علاوہ نصاریٰ کے یہود ومشرکین عرب نے بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کر رکھی تھی۔ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا اور مشرکین عرب کے بعض فرقوں نے ملائکہ کو نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں قرار دے رکھا تھا اس باطل عقیدہ کی رد میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسانوں میں ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے کفر وشرک کی ایک قسم یہ اختیار کی کہ انہوں نے نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کی۔ مثلاً نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کو اور بعض یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور بعض مشرکین عرب نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا العیاذ باللہ۔ ان باطل عقائد کی تردید میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایسی بھاری بات منہ سے کہی گئی اور ایسا گستاخانہ کلمہ زبان سے نکالا گیا جسے سن کر اگر آسمان۔ زمین اور پہاڑ مارے ہول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں اس گستاخی پر اگر غضب الٰہی بھڑک اٹھے تو عالم تہ وبالا ہو جائے اور آسمان وزمین تک کے پرخچے اڑ جائیں یہ تو حق تعالیٰ کا محض حلم وعفو وکرم ہے کہ انسانوں کی ان بیہودگیوں کو دیکھ کر دنیا کو ایک دم تباہ نہیں کر دیتا جس خداوند قدوس کی توحید پر آسمان زمین۔ پہاڑ۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ اور ہر چیز شہادت دے رہی ہے انسان کی یہ جسارت کہ اس کے لئے اولاد کی احتیاج ثابت کرنے لگے۔ العیاذ باللہ۔ انسانوں نے خدا کی ذات پر یہ تہمت باندھی ہے۔ نہ اس کی جنس کا کوئی۔ نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد۔ نہ اس کا کوئی شریک وساتھی۔ نہ اس جیسا کوئی۔ اس کی عظمت وشان۔ بڑائی اور پاکی کے منافی ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ سب خدا کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں اور بندے ہی بن کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔ تو جس کے سب محکوم ومحتاج ہوں اسے بیٹا بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے زمین وآسمان میں جو ہیں سب اس کے زیر فرمان اور غلام ہیں۔ وہ سب کا آقا۔ سب کا پالنے والا اور سب کا خبر گیر ہے۔ ایک ایک انسان اور مخلوق کی گنتی اور شمار اس کے پاس لکھی ہوئی ہے اور سب کو اس پروردگار عالم کے علم نے گھیر رکھا ہے۔ سب اس کی قدرت کے احاطہ میں ہیں لیکن فرد وبشر بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اور سب کو خدا کے سامنے ایک دن حاضر ہونا ہے۔ اس وقت تمام تعلقات۔ اور ساز وسامان علیحدہ کر لئے جائیں گے اور فرضی معبود اور بیٹے پوتے کچھ کام نہ دیں گے۔ انسان کے اپنے گھڑے ہوئے بے بنیاد عقیدوں اور غلط خیالات کا قلع قمع کرنے کے بعد آگے اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے صحیح عقیدہ رکھنے والوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جنہوں نے اللہ اور رسول اور قرآن کو مانا اور اس پر ایمان لائے اور ان کی باتوں پر یقین کیا اور اعمال صالحہ اختیار کرے تو اللہ عزوجل ان سے محبت کرے گا۔ فرشتوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا اور آپس میں ان کے درمیان شفقت ومحبت پیدا کر دے گا اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت ومحبت قائم کر دے گا۔ بخاری ومسلم کی صحیح حدیث ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت رکھو۔ خدا کا یہ امین فرشتہ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر وہ آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتے ہیں اے فرشتو تم بھی اس سے محبت رکھو چنانچہ کل آسمان کے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین پر اتاری جاتی ہے اور زمین والوں میں اس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے یعنی بے تعلق

لوگ جن کا کوئی خاص نفع نقصان اس کی ذات سے وابستہ نہ ہو اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ آیات مکی ہیں اور مکہ میں جن مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا تھوڑے ہی عرصہ بعد اس طرح پورا ہوا کہ دنیا حیرت زدہ ہوگی۔ حق تعالیٰ نے ان کی وہ محبت والفت اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کردی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ آج بھی تمام دنیا کے انسانوں میں اہل ایمان کو اہل عرب سے جو الفت ومحبت ہے وہ ہر مومن مسلم جانتا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ ہم نے اس قرآن کو آپ کی اپنی زبان ہی میں اتار کر آسان کردیا ہے جو کھول کھول کر صاف زبان میں متقی پرہیزگار جو اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتے ہوں ان کو بشارت خوشخبری سناتا ہے اور منکرین۔ معاند اور جھگڑالو لوگوں کو بدعملیوں اور بدکرداریوں کے خراب نتائج سے خبردار کرتا ہے۔ آخری اور خاتمہ کی آیت میں ڈرایا جاتا ہے کہ کتنی ہی بدبخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں ہلاک کی جاچکی ہیں جن کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا آج ان کے پاؤں کی آہٹ یا ان کی لنترانیوں کی ذرا سی بھنک بھی سنائی نہیں دیتی۔ اس طرح مخالفین ومنکرین کو یہ تنبیہ فرمائی جارہی ہے کہ جو لوگ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے برسرمقابلہ ہوکر آیات اللہ کا انکار واستہزا کر رہے ہیں وہ بے فکر نہ ہوں ممکن ہے ان کو بھی کوئی ایسا ہی تباہ کن عذاب آگھیرے کہ جوان کو تہس نہس کرڈالے۔

اس سورۂ مریم میں مادہ رحمت کا ذکر متعدد بار لایا گیا ہے چنانچہ لفظ رحمٰن اس سورۃ میں سولہ جگہ آیا ہے۔ لفظ رحمت شروع سورۃ میں آیا ہے اور درمیان میں بھی اور چونکہ اس سورۃ میں کفار ومومنین کا حال زیادہ بیان کیا گیا ہے پس جہاں ذکر مومنین میں یہ لفظ آیا ہے تو اشارہ اس طرف ہے کہ ان پر بڑی رحمت ہوگی جیسا کہ لفظ رحمٰن کا مقتضا ہے اور جہاں ذکر کفار میں یہ لفظ آیا ہے وہاں اشارہ اس طرف ہے کہ کفار ایسے بڑے رحمت والے کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے احسانات و انعامات سے بھی نہیں شرماتے۔

الحمدللہ سورۂ مریم کا بیان ختم ہوا جس میں ۶ رکوع تھے اب اس کے بعد اگلی سورۃ طٰہٰ کا بیان انشاءاللہ شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی دونوں جہاں میں نوازیں دنیا میں بھی اپنی رحمت فرمائیں اور آخرت میں بھی رحمت کا معاملہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہم کو دنیا میں سچی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں اور قرآن کریم کی بشارات کا اپنی رحمت سے ہم کو بھی مصداق بنادیں۔ امت مسلمہ میں آپس میں ایک دوسرے کے لئے محبت پیدا فرمادیں۔ اور آپس میں شقاق ونفاق کی لعنتوں کو دور فرمادیں۔ یا اللہ ہم کو اپنے جملہ عقائد قرآن کریم کی تلاوت وہدایات کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہم بیشک قیامت میں سب آپ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ یا اللہ ہم کو ایمان اور اعمال صالح کے ساتھ حاضر ہونا نصیب فرمائیے تا کہ آپ کی خوشنودی اور رضا کے حاصل کرنے والے ہوں۔ یا اللہ ہم سے جو تقصیرات اور کوتاہیاں اب تک زندگی میں سرزد ہوچکی ہیں ان پر سچی توبہ ندامت کیساتھ نصیب فرمائیے تا کہ ہم کو قیامت میں شرمندگی سے واسطہ نہ پڑے۔

یا اللہ اپنے ان مقبول بندوں کی ہم کو بھی محبت عطا فرما جن سے آپ اور آپ کے فرشتے محبت فرماتے ہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

طٰهٰ ۝۱ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝۲ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۳

طٰہٰ (کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نہیں اُتارا کہ آپ تکلیف اُٹھائیں۔ بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کیلئے (اتارا ہے) جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

طٰهٰ طٰہٰ	مَآ اَنْزَلْنَا ہم نے نازل نہیں کیا	عَلَيْكَ تم پر	الْقُرْاٰنَ قرآن	لِتَشْقٰٓى تاکہ تم مشقت میں پڑ جاؤ	اِلَّا مگر	تَذْكِرَةً یاددہانی
لِّمَنْ اس کیلئے جو	يَّخْشٰى ڈرتا ہے					

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ کہ سولہویں پارہ کے نصف پر سورۂ مریم ختم ہوگئی تھی اور اب سورۂ طٰہٰ کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت صرف ابتدائی دو آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۂ طٰہٰ کا مقام و زمانہ نزول۔ وجہ تسمیہ۔ موضوع ومباحث تعداد آیات رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ابتدا لفظ طٰہٰ سے ہوئی ہے اس کو بطور علامت کے سورۃ کا نام دے دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی بیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۵ لکھا ہے یعنی مکہ معظمہ میں ۵۴ سورتیں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۳۵ سورتیں اس کے بعد مکہ ہی میں نازل ہوئیں اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ۲۴ سورتیں نازل ہوئیں۔ اس سورۂ طٰہٰ میں ۱۳۵ آیات ۸ رکوعات ۱۱۵۱ کلمات اور ۵۲۴۲ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کا زمانہ نزول بھی سورۂ مریم کے زمانہ سے قریب ہی کا ہے ممکن ہے کہ یہ ہجرت حبشہ کے زمانہ میں یا اس کے بعد نازل ہوئی ہو مگر یہ امر یقینی ہے کہ یہ سورۂ طٰہٰ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہوچکی تھی کیونکہ مکہ میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ میں سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کا ذکر معتبر روایات میں موجود ہے یہاں موقع کی مناسبت سے مناسب معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کردیا جائے ۔حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی مشہور اور معتبر روایت یہ ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر گردن میں تلوار لٹکا کر گھر سے نکلے راستہ میں بنی زہرہ کے ایک آدمی نے پوچھا کہ عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کردوں۔ اس آدمی نے کہا کہ اگر تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کردیا تو بنی زہرہ اور بنی ہاشم سے کس طرح بچ سکو گے؟ حضرت عمر نے اس پر اس شخص سے یہ کہا کہ میرا خیال ہے کہ تو بھی بے دین ہو چکا ہے اور جس دین پر تو تھا اسے چھوڑ چکا ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں تمہیں اس سے بھی عجیب بات بتاؤں۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کیا بات ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی بے دین ہوگئے اور جس دین پر تم ہو اسے چھوڑ بیٹھے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر غصہ سے بھڑک گئے اور اپنی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی حضرت سعید بن زید کے پاس پہنچے۔ ان دونوں کے پاس مہاجرین میں سے حضرت خباب بیٹھے قرآن پڑھا رہے تھے اور اسی سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کررہے تھے۔ حضرت خباب نے حضرت عمر کے آنے کی آہٹ سنی تو گھر کے اندر ایک جگہ چھپ گئے۔ حضرت عمر نے گھر میں داخل ہوتے ہی کچھ پڑھنے کی آواز سن لی تھی اس لئے پوچھا کہ ابھی جو آواز میں نے تم لوگوں کے پاس سنی کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ ہم بات کررہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا کہ شاید تم دونوں بے دین ہوچکے ہو۔ ان کے بہنوئی نے کہا کہ اے عمر تم ہی بتاؤ کہ اگر حق تمہارے دین کے علاوہ میں ہو تو کیا کیا جائے۔ حضرت عمر جھپٹے اور بہنوئی پر پل پڑے اور مارنا پیٹنا شروع کردیا۔ بہن نے بچانا چاہا تو انہیں بھی مارا اور بہن کا

چہرہ بھی خون آلود ہو گیا۔ اللہ اللہ! یہ ان مبارک سابقین اولین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ہستیوں کا خون تھا جس سے اسلام کا پودا سینچا گیا اور ایک آج اسلام کے دعویدار ہیں کہ جو اس لگے لگائے باغ کو اجاڑنے پر کمر بستہ ہیں اور اسلام کا لیبل لگا کر اس کی جڑیں کاٹنے کو تیار ہیں۔ اللہ اپنی قدرت سے ان بے دینوں۔ بدخواہوں کی جڑیں کاٹ دے جو دین اسلام میں طرح طرح کے نئے نئے فتنہ آئے دن کھڑے کرتے رہتے ہیں آخر کار بہن اور بہنوئی دونوں نے کہا کہ ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں تم سے جو کچھ ہو سکے کرلو۔ یہ سن کر اور اپنی بہن کا خون بہتا دیکھ کر کچھ حضرت عمر پشیمان سے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اچھا مجھے بھی وہ چیز دکھاؤ جو تم لوگ پڑھ رہے تھے۔ بہن نے پہلے قسم لی کہ اسے پھاڑ نہ دیں گے پھر کہا کہ جب تک تم غسل نہ کرلو اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ حضرت عمر نے غسل کیا اور پھر وہ صحیفہ لے کر پڑھنا شروع کیا۔ اس میں یہی سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ حضرت عمر لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ چنانچہ جب سورۃ طٰہٰ یہاں تک پڑھی انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني واقم الصلوٰة لذكري (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو) حضرت عمر نے کہا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو۔ یہ سن کر حضرت خباب بھی کوٹھری سے باہر نکل آئے اور کہا کہ اے عمر! بشارت حاصل کرو۔ مجھے پوری امید ہے کہ جمعرات کی رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا مانگی تھی وہ تمہارے حق میں قبول ہو گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب یا ابوالحکم بن ہشام یعنی (ابوجہل) ان دونوں میں سے کسی کو اسلام کا حامی بنادے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مکان میں تشریف فرما ہیں جو صفا پہاڑی کے دامن میں ہے۔ حضرت عمر وہاں سے چل کر دار ارقم میں پہنچے۔ دروازہ پر حضرت حمزہؓ اور حضرت طلحہؓ اور چند دیگر صحابہ حاضر تھے۔ حضرت عمر کی آمد سے لوگوں نے خطرہ محسوس کیا۔ حضرت حمزہؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا ہاں یہ عمر ہی آرہے ہیں اگر اللہ پاک نے عمر کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اسلام لے آئیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرلیں گے اور اس کے علاوہ اگر ان کا کوئی اور ارادہ ہے تو ہمارے لئے ان کا قتل کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ آسان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکان کے اندر تھے آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضرت عمر کے پاس پہنچ کر فرمایا کہ اے عمر کیا تم باز آنے والے نہیں جب تک اللہ تمہارے اوپر ذلت وعذاب نہ نازل کردے جیسا کہ ولید بن مغیرہ پر نازل کیا۔ اے میرے اللہ یہ عمر بن خطاب ہے۔ اے میرے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت دے یہ سنتے ہی حضرت عمر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام لے آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ کھلم کھلا تبلیغ کیجئے۔ خیر یہ تو اضطراراً درمیان میں حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ آ گیا تھا۔ الغرض یہ سورۃ طٰہٰ مکہ میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اس سورۃ کا آغاز قرآن پاک کے ذکر اور پھر توحید سے فرمایا جاتا ہے اور اس کے بعد یکا یک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیلاً بیان ہوتا ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے (۱) کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب نبوت کے لئے منتخب فرماتے ہیں تو اس کے لئے کوئی عام اعلان نہیں کیا جاتا۔ نبوت اسی طرح اچانک خاموشی کے ساتھ عطا کر دی جاتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئی تو اب اس پر اچنبھا کیوں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکا یک نبی بن کر تمہارے سامنے آ گئے اور اس کا اعلان نہ آسمان سے ہوا نہ زمین پر فرشتوں نے اعلان کیا۔ تو ایسے اعلانات پہلے نبیوں کے تقرر پر کب ہوئے تھے کہ جو اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایسے اعلان کی ضرورت خیال میں لاتے ہیں۔ (۲) جو دین آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔ ٹھیک وہی بات منصب نبوت پر مقرر کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو سکھلائی تھی۔ (۳) آج جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی دنیوی ساز وسامان اور لاؤ لشکر کے تن تنہا قریش کے مقابلہ میں دعوت حق کا علم لے کر کھڑے ہوئے ہیں ٹھیک اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی فرعون جیسے جابر بادشاہ اور اس کی زبردست حکومت کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تھے۔ (۴) جو اعتراضات اور شبہات اور الزامات اور

مکروظلم کے جو طریقے کفار مکہ استعمال کرر ہے ہیں پہلے بھی سب کچھ فرعون اور اس کے ہمنواؤں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں استعمال کیا تھا۔(۵) فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں باوجود اپنے ساز وسامان کے ساری تدبیروں میں ناکام رہا اسی طرح مسلمانوں کو تسلی دی جارہی ہے کہ اپنی بے سروسامانی اور کفار مکہ کے ساز وسامان پر نہ جائیں آخر کار کامیاب اہل ایمان ہی ہوں گے اور کفار مکہ ناکام اور مغلوب ہوکر رہیں گے۔

پھر اس سورۃ میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ بھی بیان ہوا ہے جس سے یہ بات سمجھانی مقصود ہے کہ جس روش پر منکرین قرآن جارہے ہیں یہ دراصل شیطان کی پیروی ہے۔ اتفاقاً شیطان کے بہکانے میں آجانا تو خیر ایک وقتی کمزوری ہے جس کا علاج فوری توبہ اور رجوع الی اللہ ہے اور یہ روش انسانیت اور بشریت کی ہے۔ اور غلطی پر اصرار اور ہٹ دھرمی حق کے مقابلہ پر تکبر وغرور شیطنت ہے اور خدائی لعنت کی مستوجب ہے۔ پھر اخیر سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ منکرین حق کے معاملہ میں جلدی اور بے صبری نہ کریں۔ سنت اللہ یہی ہے کہ کفر وانکار پر فوراً گرفت نہیں ہوتی۔ مہلت دی جاتی ہے۔ مہلت سے منکرین فائدہ نہ اٹھائیں گے تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو پہلے منکرین حق کا ہوا ہے۔ اہل ایمان کو صبر واستقلال کے سبق کے سلسلہ میں نماز کی تاکید کی گئی ہے تا کہ ان میں صبر وتحمل۔ قناعت اور رضائے الٰہی کی خاطر جدوجہد میں ثبات کی صفات پیدا اور پختہ ہوں۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ شریفہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ بیان کر کے رسالت کو ثابت کیا ہے اور پھر انسانوں کو رسولوں کی مخالفت کا انجام دکھایا اور دنیا میں آخرت کے لئے ذخیرہ جمع کرنے کی ترغیب دی ہے جس کا تفصیلی بیان آئندہ درسوں میں ان شاءاللہ تعالیٰ ہوگا۔ اب آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔

یہ سورۃ بھی بعض گذشتہ سورتوں کی طرح حروف مقطعات سے شروع ہوئی ہے۔ حروف مقطعات کے متعلق گذشتہ سورتوں میں بتایا جاچکا ہے کہ ان کا حقیقی اور صحیح مطلب حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں یا پھر حق تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا حروف مقطعات اسرار الٰہیہ میں سے ہیں اور ان پر اسی طرح ایمان لانا چاہئے۔ چنانچہ ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔

"طٰہٰ۔ ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے اتارا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔"

یعنی قرآن کریم اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن کے دل نرم ہوں اور خدا سے ڈرتے ہوں وہ اس کے بیانات سے نصیحت حاصل کریں اور روحانی فیوض وبرکات سے محروم نہ رہیں۔ یہ غرض نہیں کہ قرآن نازل کر کے خواہ مخواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی محنت شاقہ اور تکلیف شدیدہ میں مبتلا کیا جائے۔ روایت میں ہے کہ ابتداء مکہ میں نزول قرآن کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں بہت زیادہ قرآن تلاوت فرماتے تھے۔ اور کبھی اس پاؤں اور کبھی اس پاؤں پر کھڑے ہوکر اس قدر طویل قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک ورم کر آتے تھے جس کو دیکھ کر کفار قریش کہتے تھے کہ ان پر قرآن کیا نازل ہوا زحمت میں پڑ گئے۔ اس کا جواب ان آیات میں دیا گیا کہ فی الحقیقت قرآن محنت وشقاوت نہیں بلکہ رحمت ونور ہے جس کو جتنا آسان ہو اسی قدر نشاط کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ اس سے یہ غرض نہیں کہ قرآن نازل کر کے آپ کو کسی محنت شاقہ میں مبتلا کیا جائے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعب ومشقت اٹھانے کی دو صورتیں تھیں۔ ایک یہ کہ آپ کافروں کے رد وانکار پر غم وحزن بہت زیادہ کرتے تھے دوسرے یہ کہ شب میں آپ قرأت قرآن کے وقت بہت زائد طویل قیام فرماتے تھے تو آپ کو یہ تعلیم ہورہی ہے کہ آپ کا کام تو تبلیغ وتذکیر ہے جسے ماننا ہوگا مانے گا۔ نہ ماننا ہوگا نہ مانے گا آپ اتنے فکرمند نہ رہیں علی ہذا رات کی نماز میں بھی اس درجہ مشقت نہ اٹھائیں۔ جس قدر بآسانی تحمل ہوسکے بس اسی قدر پڑھیں۔ اب اس کے بعد مضمون توحید بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝٤ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝٥ لَهٗ مَا

یہ اُس (ذات) کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ (اور) وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے۔ اُسی کی مِلک ہیں

فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝٦ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ

جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں۔ اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی

يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝٧ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝٨

بات کو اور اس سے بھی زیادہ مخفی بات کو جانتا ہے۔ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔

تَنْزِيْلًا نازل کیا ہوا	مِّمَّنْ سے۔ جس	خَلَقَ بنایا	الْاَرْضَ زمین	وَالسَّمٰوٰتِ اور آسمان	الْعُلٰى اونچے	اَلرَّحْمٰنُ رحمٰن	عَلَى الْعَرْشِ عرش پر	
اسْتَوٰى قائم	لَهٗ مَا اس کیلئے	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان		
وَمَا اور جو	تَحْتَ نیچے	الثَّرٰى گیلی	وَاِنْ اور اگر	تَجْهَرْ تو پکار کر کہے	بِالْقَوْلِ بات	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	السِّرَّ بھید
وَاَخْفٰى اور نہایت پوشیدہ	اَللّٰهُ اللہ	لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اسکے سوا	لَهُ اس کیلئے	الْاَسْمَآءُ سب نام	الْحُسْنٰى اچھے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ قرآن کریم اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن کے دل نرم ہوں اور خدا سے ڈرتے ہوں وہ اس کے بیانات سے نصیحت حاصل کریں اور روحانی فیوض وبرکات سے اپنے قلوب منور کریں۔ آگے اب ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ قرآن پاک اس ذات عالی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس کی ایک صفت یہ ہے کہ جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ قرآن پاک میں کئی جگہ تصریح فرمائی گئی ہے کہ سات آسمان اوپر تلے پیدا فرمائے گئے ہیں۔ ترمذی وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ ہے۔ اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کا ہے تو جو آسمانوں جیسی بلند اور زبردست مخلوق کا خالق ہے اسی کی طرف سے یہ کلام نازل کیا گیا ہے۔ یہ پہلی صفت حق تعالیٰ نے اپنی بیان فرمائی۔

دوسری صفت آگے بیان فرمائی الرحمٰن علی العرش استویٰ۔ یعنی وہ بڑی رحمت والا عرش پر جلوہ فرما ہے۔ تو چونکہ وہ رحمٰن ہے اس کی رحمت کا مقتضیٰ یہ بھی ہوا کہ اس نے اپنے بندوں کی اصلاح آخرت اور تزکیہ نفس کے لئے قرآن نازل کیا۔ عرش پر جلوہ فرما ہونا یا قائم ہونا حق تعالیٰ نے اپنی یہ صفت قرآن پاک میں حسب موقع ۷ جگہ ذکر فرمائی ہے۔

(۱) سورۂ اعراف میں۔ (۲) سورۂ یونس میں (۳) سورۂ رعد میں (۴) یہاں آیت یعنی سورہ طٰہٰ میں۔ (۵) سورۂ فرقان میں۔ (۶) سورۂ سجدہ میں (۷) سورۂ حدید میں۔ عرش جس کے معنی تخت شاہی کے ہیں اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم مخلوق ہے۔ عرش کے متعلق نصوص سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اس کے پائے ہیں اور خاص فرشتے اٹھانے والے ہیں اور آسمانوں کے اوپر قبہ کی طرح ہے۔ مفسرین کے ایک گروہ نے لکھا ہے کہ عرش فلک اعلیٰ ہے اور کرسی فلک ثوابت یعنی ساتویں آسمان کے اوپر کرسی (یعنی آسمان ہشتم) اور کرسی کے اوپر عرش (یعنی آسمان نہم) اور یہ استدلال اس روایت سے کیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے جنگل بیابان میں کوئی انگوٹھی پڑی ہو اور یہی حال کرسی کا عرش کے مقابلہ میں ہے۔ الغرض عرش کی حقیقت بجز نام انسانوں کو کچھ نہیں معلوم۔ مفسرین کے اقوال یہی ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہی ہے اور یہ ایک جسم مجسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ اسے اٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعہ عبادت کو بجالائیں جس طرح سے کہ زمین میں اس نے ایک گھر بیت اللہ پیدا فرمایا اور بنی آدم کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ قرآن مجید میں عرش کو عظیم۔ کریم اور مجید تین ناموں سے موسوم کرنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ الفاظ مترادف ہیں یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ مترادف نہیں ہیں بلکہ عرش کو اگر اس کے احاطہ کی حیثیت سے دیکھو تو وہ ''عظیم'' ہے کیونکہ سب اجسام سے بڑا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کو ان سب پر فوقیت دی گئی ہے کہ جن کا وہ احاطہ کئے ہوئے ہے وہ ''کریم'' ہے اور اس حیثیت سے کہ کوئی اور جسم اس کا احاطہ کر سکے اس سے وہ بالا ہے اس بنا پر وہ ''مجید'' ہے اور کبھی عرش عزت غلبہ اور سلطنت سے بھی کنایہ ہوتا ہے۔ عربی زبان میں ایک محاورہ ہے ثل عرشہ جس کا اردو میں مفہوم ہے کہ عزت خاک میں مل گئی۔ لکھا ہے کہ کسی نے حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھا تو آپ سے پوچھا کہ خدا کا آپ سے کیا معاملہ رہا۔ تو آپ نے جواب دیا لولا ان تدارکنی اللہ برحمتہ لثل عرشی یعنی اگر خدا اپنی رحمت سے میری دستگیری نہ فرماتا تو بس میری عزت ختم تھی۔ تو یہاں لفظ عرش بمعنے عزت استعمال ہوا ہے۔ الغرض الرحمٰن علی العرش استوٰی کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ عرش حق تعالیٰ کی ایک مخلوق عظیم کریم اور مجید ہے جس پر حق تعالیٰ جلوہ فرما ہے۔ استوٰی علی العرش کی تحقیق اور اس کا قدرے تفصیلی بیان سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں ہو چکا ہے۔ جس کا خلاصہ مفسر قرآن شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے الفاظ میں یہی ہے کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا مکان اور بلا جہت کے اور بلا حد اور بلا کیفیت کے عرش پر جلوہ فرما ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ عرش عظیم باری تعالیٰ کا جلوہ گاہ ہے عرش اس کا مستقر اور جائے قرار نہیں اس لئے کہ وہ نہ مکان کا محتاج ہے اور نہ کسی تخت وجہت کا محتاج ہے اور نہ عرش اس کو اٹھائے ہوئے ہے اور تھامے ہوئے ہے بلکہ اللہ کی قدرت عرش عظیم کو تھامے اور اٹھائے ہوئے ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کا مخلوق اور پیدا کردہ ایک جسم ہے جو محدود اور متناہی ہے اور یہ ناممکن اور محال ہے کہ کوئی شے خالق کو اٹھا سکے اور تھام سکے عرش اور مکان کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ جس شان سے تھا۔ عرش و مکان کے پیدا کرنے کے بعد بھی اسی شان سے ہے معاذ اللہ خدا تعالیٰ کوئی جسم نہیں جو کسی دوسرے جسم پر مستقر اور متمکن ہو سکے۔ (معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

الغرض حق تعالیٰ جو اس قرآن مجید کو نازل فرمانے والے ہیں یہاں اپنی ذات پاک کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ بڑی رحمت والا عرش جیسی عظیم مخلوق پر جلوہ فرما ہے۔ آگے تیسری صفت بیان فرمائی کہ وہی ایک خدا بلا شرکت غیرے آسمانوں سے زمین تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک تمام کائنات کا مالک وخالق ہے۔ اسی کی تدبیر وانتظام سے کل سلسلے قائم ہیں۔ یہ صفات تو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت وسلطنت کی بیان فرمائیں۔ آگے چوتھی صفت میں علم الٰہی کی وسعت کا ذکر

ہے کہ جو بات زور سے پکار کر کہی جائے وہ اس ذات عالی سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے جس کو ہر کھلی چھپی بلکہ چھپی سے زیادہ چھپی ہوئی باتوں کی بھی خبر ہے۔ جو بات تنہائی میں آہستہ کہی جائے اور جو دل میں گزرے ابھی زبان تک نہ آئی ہو اور جو ابھی دل میں بھی نہیں گزری آئندہ گزرنے والی ہو حق تعالیٰ کا علم ان سب کو محیط ہے۔ تو جو صفات حق تعالیٰ کی یہاں بیان ہوئی ہیں یعنی اس کا خالق اور مالک الکل ہونا۔ رحمٰن قادر مطلق اور صاحب علم محیط ہونا۔ ان کا اقتضا یہ ہے کہ الوہیت بھی تنہا اسی کا خاصہ ہو۔ بجز اس کے کسی دوسرے کے آگے سر عبودیت نہ جھکایا جائے کیونکہ نہ صرف صفات مذکورۂ بالا بلکہ کل عمدہ صفات اور اچھے نام اسی کی ذات کے لئے مخصوص ہیں۔ کوئی دوسری ہستی اس شان و صفت کی موجود نہیں جو معبود بن سکے۔ تو مقصود یہ نکلا کہ جس قدرت اور کمال والے کی طرف سے یہ کلام نازل ہوا ہے مخلوق کو نہایت خوشی کے ساتھ اس کو اپنے سر آنکھوں پر رکھنا چاہئے۔ اور شہنشاہانہ احکام کی خلاف ورزی نہ کرنی چاہئے۔

خلاصہ ان ابتدائی آیات کا یہ ہوا کہ یہ قرآن پاک اللہ عزوجل نے نازل کیا کیونکہ آسمانوں و زمین کا وہی خالق ہے۔ اور فقط خالق ہی نہیں بلکہ سب کا مالک اور مربی بھی ہے اور فقط مربی ہی نہیں۔ بلکہ صاحب رحمت اور فیاض بھی ہے کل عالم کا مدبر بھی ہے اور اسی کو قانون بھیجنے کا حق ہے پس اس نے قرآن نازل کیا اور اس لئے نازل ہوا کہ اہل بصیرت اس سے فائدہ اندوز ہوں اور جن کے دلوں میں خدا ترسی ہے ان کو ہدایت ہو جائے۔ اب اگلی آیات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ شروع فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ اے آسمانوں اور زمینوں کے خالق۔ اے عرش کریم کے مالک یہ آپ کا نازل کیا ہوا کلام جو ہم تک پہنچا ہے اور جس کو آپ نے اپنی رحمت سے ہماری ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔

اے خداوند قدوس تو اپنے اس کلام پاک سے ہمارے قلوب بھی منور فرمادے۔ اس کے فیوض و برکات سے تو ہم کو بھی مالا مال فرمادے۔

اے اللہ آپ اپنے کرم و عنایت سے ہم کو توفیق نصیب فرمادیں کہ دنیا میں آپ کے اس کلام پاک سے ہم کو سچی محبت اور تعلق اور اس کا اتباع کامل نصیب ہو۔ اور آخرت میں آپ کے دربار میں جب پیشی ہو تو یہ کلام پاک ہمارا سفارشی ہو۔

اے اللہ تو اپنی رحمت سے ہمارے ملک میں قرآنی حکومت قائم فرمادے۔ اور جو اس کے لئے کوشاں ہیں ان کی کوششوں کو اپنی رحمت سے بارآور فرمادے اور ان کو کامیابی نصیب فرمادے اور مخالفین کو ناکام و خاسر فرما کر ان کے عزائم کو ملیامیٹ فرمادے۔

یا اللہ اپنی رحمت سے جیسے آپ نے یہ پاکستان بنادیا ایسے ہی اپنی قدرت سے یہاں قرآنی اور اسلامی حکومت و قوانین کا نفاذ فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ

اور کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام کے قصہ) کی خبر بھی پہنچی ہے۔ جبکہ انہوں نے ایک آگ دیکھی سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے آگ دیکھی ہے

اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾

شاید اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ لاؤں یا (وہاں) آگ کے پاس راستہ کا پتہ مجھ کو مل جاوے۔

وَهَلْ اور کیا	اَتٰىكَ تمہارے پاس	حَدِيْثُ بات۔خبر	مُوْسٰى موسیٰ	اِذْ رَاٰ جب اس نے دیکھی	نَارًا آگ	فَقَالَ تو کہا
لِاَهْلِهِ اپنے گھر والوں کو	امْكُثُوْٓا تم ٹھہرو	اِنِّيْٓ بیشک میں نے	اٰنَسْتُ دیکھی ہے	نَارًا آگ	لَعَلِّيْٓ شاید میں	اٰتِيْكُمْ تمہارے پاس لاؤں
	مِّنْهَا اس سے	بِقَبَسٍ چنگاری	اَوْ یا	اَجِدُ میں پاؤں	عَلَى النَّارِ آگ پر۔کے	هُدًى راستہ

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں قرآن پاک کے نازل کرنے کی غرض و غایت بیان کرکے ساتھ ہی قرآن نازل کرنے والی ذات عالی یعنی اللہ عزوجل کی چند صفات بیان فرمائی گئی تھیں۔ جن سے مقصود یہ بتلانا تھا کہ جب یہ کلام ایسے قادر مطلق۔ اور ایسی صفات اعلیٰ رکھنے والی ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تو مخلوق کو نہایت خوشی کے ساتھ اس کو سر آنکھوں پر رکھنا چاہئے اور اس کے انکار یا خلاف ورزی سے بچنا چاہئے۔ اس کے بعد ان آیات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا جارہا ہے۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو ایک قصہ کی شکل میں بیان فرمایا ہے جس میں بظاہر اس وقت کے حالات کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں۔ مگر جس وقت اور جس ماحول میں یہ قصہ سنایا گیا ہے اس سے اہل مکہ کو کئی باتیں جتلانی مقصود ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ سامعین سمجھ جائیں کہ نبی آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اللہ تعالیٰ کا قرآن کی وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں۔ جس طرح پیشتر موسیٰ علیہ السلام کو وحی مل چکی ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملی۔

(۲) دوسرے یہ کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی وحی توحید و آخرت کی تعلیم پر مشتمل تھی آپ کی وحی میں بھی انہیں اصول پر زور دیا گیا ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اتنے بڑے کام پر مامور کردیے گئے تھے کہ جاکر فرعون جیسے جبار بادشاہ کو سرکشی سے باز آنے کی تلقین کریں اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی ساز وسامان اور لاؤ لشکر کے تن تنہا قریش کے مقابلہ میں دعوت حق کا علمبردار بنا کر کھڑا کردیا۔

(۴) چوتھے جو اعتراضات۔ الزامات اور شبہات اور مکروظلم کے ہتھکنڈے کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں استعمال کررہے ہیں۔ ان سے بڑھ چڑھ کر وہی سب ہتھیار فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں استعمال کئے تھے پھر دیکھو کہ کس طرح وہ اپنی ساری تدبیروں میں ناکام رہا اور اللہ کا بے سروسامان اور بے لاؤ لشکر والا نبی کس طرح غالب ہوکر رہا۔

موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ میں نہ صرف کفار مکہ کو اوپر کی باتیں جتلانا مقصود ہیں بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو بھی یہ تسلی اور تعلیم دینی مقصود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ حق میں جو صعوبت اور شدائد برداشت کیں آپ کو بھی برداشت کرنی پڑیں گی اور جس طرح آخرکار ان کو کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا اور دشمن مغلوب اور ذلیل وخوار ہوا اسی طرح آپ بھی یقیناً غالب و

منصور ہوں گے اور آپ کے دشمن تباہ و ذلیل کئے جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اور آپ کے قصہ کے مختلف اجزا مختلف سورتوں میں حسب موقع بیان فرمائے گئے ہیں یہاں اس سورۃ میں مدین سے مصر کی طرف واپسی کا قصہ مذکور ہے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوگیا تھا حسب وعدہ دس سال وہاں مقیم رہنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر جانے کا ارادہ کیا۔ سفر بہت لمبا۔ حاملہ بیوی ہمراہ تھیں۔ رات اندھیری تھی سردی کا موسم تھا بکریوں کا گلہ بھی ساتھ لے کر چلے تھے۔ اس حالت میں راستہ بھول گئے۔ اور لکھا ہے کہ بیوی صاحبہ کو دردزہ شروع ہوگیا۔ اندھیرے میں سخت پریشان تھے۔ سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی۔ ان مصائب کی تاریکیوں میں دفعتہً دور سے ایک آگ نظر آئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو دور سے ایک آگ سی نظر تھی وہ کوئی دنیوی آگ نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کا نور جلال تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آگ سمجھ کر گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں شاید اس آگ کا ایک شعلہ لاسکوں یا وہاں پہنچ کر کوئی راستہ کا پتہ بتلانے والا مل جائے بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جگہ آگ لینے کے لئے گئے اور وہاں عجیب نظارہ دیکھا۔

یہاں آیت میں فقال لاہلہ کے الفاظ آئے ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس وقت آپ کی بیوی تھیں اور چونکہ اہل کا اطلاق ایک پر نہیں ہوتا اس لئے اہل تحقیق نے جواب دیا کہ صرف بی بی کو اہل کہنا بطور تہذیب ہے۔ جمع کا صیغہ واحد کے لئے بطور تہذیب و تکریم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض اہل تاریخ کا قول ہے کہ بی بی خادمہ اور ایک بچہ موجود تھے اس لئے سب کو اہل کہا گیا ہے واللہ اعلم۔

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جگہ پہنچے پھر وہاں کیا دیکھا اور کیا واقعات پیش آئے یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حضرت موسیٰ کا یہ قصہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بھی باعث تسکین و تعلیم بنادیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ظاہری پریشان کن حالات میں جو نعم البدل یعنی منصب نبوت عطا ہوا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسی طرح ہمارے ہر ظاہری و باطنی تکلیف و پریشانی کا نعم البدل ہم کو عطا فرماویں۔

اللہ جل شانہٗ دین حق کی نصرت فرماویں اور دنیا میں دشمنان دین کو مقہور و مغلوب و ذلیل و خوار فرماویں۔ امت مسلمہ کو قرآن تھامنے اور اس کی برکت سے دین و دنیا کی صلاح و فلاح پانے والا بنادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾

سو وہ جب اُس (آگ) کے پاس پہنچے تو (اُن کو منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ اے موسیٰ۔ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اُتار ڈالو، (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ

اور میں نے تم کو منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جارہی ہے اُس کو سن لو (وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کی

لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ

نماز پڑھا کرو۔ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اُس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اُس کے کئے کا بدلہ مل جاوے۔ سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پاوے

عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم تباہ نہ ہو جاؤ۔

فَلَمَّا پس جب	اَتٰىهَا وہ وہاں آئے	نُوْدِيَ آواز آئی	يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	اِنِّيْٓ بیشک میں	اَنَا میں	رَبُّكَ تمہارا رب	فَاخْلَعْ سو اُتارلو
نَعْلَيْكَ اپنی جوتیاں	اِنَّكَ بیشک تم	بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ میدان پاک	طُوًى طویٰ	وَاَنَا اور میں	اخْتَرْتُكَ تمہیں پسند کیا		
فَاسْتَمِعْ پس کان لگا کر سنو	لِمَا يُوْحٰى اسکی طرف جو وحی کی جائے	اِنَّنِيْٓ بیشک میں	اَنَا میں	اللّٰهُ اللہ	لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود	اِلَّآ اَنَا میرے سوا	
فَاعْبُدْنِيْ پس میری عبادت کرو	وَاَقِمِ اور قائم کرو	الصَّلٰوةَ نماز	لِذِكْرِيْ میری یاد کے لئے	اِنَّ بیشک	السَّاعَةَ قیامت	اٰتِيَةٌ آنےوالی	
اَكَادُ میں چاہتا ہوں	اُخْفِيْهَا میں اسے پوشیدہ رکھوں گا	لِتُجْزٰى تاکہ بدلہ دیا جائے	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	بِمَا تَسْعٰى اس کا جو وہ کوشش کرے			
فَلَا يَصُدَّنَّكَ پس تجھے روک نہ دے	عَنْهَا اس سے	مَنْ جو	لَا يُؤْمِنُ ایمان نہیں رکھتا	بِهَا اس پر	وَاتَّبَعَ اور وہ پیچھے پڑا		
هَوٰىهُ اپنی خواہش	فَتَرْدٰى پھر تو ہلاک ہو جائے						

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین سے مصر کی طرف واپسی کے سفر کا حال شروع ہوا تھا جس میں بتلایا گیا تھا کہ آپ کی بیوی صاحبہ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی آپ کے ہمراہ تھیں۔ سفر میں ایک جگہ راستہ بھول گئے۔ سردی کا زمانہ تھا۔ رات اندھیری تھی۔ اور اہلیہ محترمہ کو دردِزہ بھی شروع ہو گیا۔ اندھیرے میں سخت پریشان تھے۔ سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی۔ اس حال میں دفعتہً تاریکی میں دور سے ایک آگ کی چمک نظر آئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ظاہری دنیوی آگ سمجھ کر اہلیہ سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہرو میں آگ لے آؤں۔ تاپنے کا بھی انتظام ہو جائے گا اور اگر وہاں کوئی رہبر مل گیا تو بھٹکی ہوئی راہ کا بھی پتہ مل جائے گا۔ یہاں تک کا گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب آگ کے لئے اس پاک میدان میں پہنچے تو عجیب نظارہ دیکھا۔ دیکھتے ہیں کہ ایک درخت ہے جس میں زور شور سے آگ لگ رہی ہے اور آگ جس قدر زور سے بھڑکتی ہے درخت اسی قدر زیادہ سرسبز ہو کر لہلہاتا ہے اور جوں جوں درخت کی سرسبزی وشادابی بڑھتی ہے آگ کا اشتعال تیز تر ہوتا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آگ سے قریب جانے کا قصد کیا کہ درخت کی کوئی

شاخ جل کر گرے تو اٹھالائیں لیکن جتنا وہ آگ سے نزدیک ہونا چاہتے آگ دور ہٹتی جاتی یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو کچھ خوف سا پیدا ہوا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ واپس ہو جائیں جوں ہی وہ پلٹنے لگے آگ قریب آ گئی اور قریب ہوئے تو سنا کہ یہ آواز آرہی ہے **یموسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک**..... گویا وہ درخت بلاتشبیہ اس وقت غیبی ٹیلی فون کا کام دے رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب یا موسیٰ سنا تو کئی بار لبیک کہا اور تفسیر روح المعانی میں بحوالہ مسند احمد یہ روایت لکھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جب ندا یا موسیٰ کے لفظ سے دی گئی تو انہوں نے لبیک کہہ کر جواب دیا اور عرض کیا کہ میں آواز سن رہا ہوں مگر آواز دینے والے کی جگہ معلوم نہیں آپ کہاں ہیں تو جواب آیا کہ میں تمہارے اوپر۔ سامنے پیچھے اور تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر عرض کیا کہ میں یہ کلام خود آپ کا سن رہا ہوں۔ یا آپ کے بھیجے ہوئے کسی فرشتہ کا تو جواب آیا کہ میں خود ہی تم سے کلام کر رہا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ سنا تو جان لیا اور یقین کر لیا کہ پکارنے والے اللہ عزوجل سبحانہ تعالیٰ ہیں کیونکہ یہ صفات مذکورہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور میں نہیں۔ نیز روایت کیا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام جمیع جہات سے اور تمام اجزائے بدن سے سنا گویا کہ تمام اعضائے بدن کان ہی کان تھے اس لئے بدیہی طور پر جان لیا کہ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کے کلام کی ہو سکتی ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں لکھا ہے کہ اس نداء کی کیفیت وصفت نہ کہیں منصوص ہے نہ قیاس سے ادراک کی جاسکتی ہے البتہ یہ امر یقینی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین کے ساتھ یہ امر معلوم ہو گیا کہ یہ نداء من جانب اللہ ہے۔

ندا یہ آئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو۔ تم اس وقت ایک پاک میدان میں جس کا نام طویٰ ہے کھڑے ہو۔ یہاں جو جوتے اتار دینے کی ہدایت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اس سے مقامات مقدسہ کا ادب ثابت ہوتا ہے۔ اور یا یہ جوتے اتار دینے کی ہدایت اس لئے ہو کہ مقام متبرک سے قدم بھی مس کرے کہ اس کی برکت زائد پہنچے حق تعالیٰ نے زمین کے خاص خاص حصوں کو اپنی حکمت سے خاص امتیاز اور شرف بخشا ہے جیسے بیت اللہ۔ مسجد نبوی۔ مسجد اقصیٰ۔ حرم محترم۔ اسی طرح وادیٔ طویٰ بھی جو کوہ طور کے دامن میں ہے انہی مقامات مقدسہ میں ہے۔ تو جوتا اتارنے کی مصلحت یہ بتائی گئی تا کہ موسیٰ علیہ السلام کے قدم اس مبارک وادی کی زمین سے لگ کر اس کی برکت حاصل کریں اور بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ حکم خشوع اور تواضع کی صورت بنانے کے لئے ہوا۔ الغرض ندا کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے تمہیں اپنا رسول بنانے کے لئے چن لیا ہے اس لئے جو کچھ تم سے کہا جائے اسے غور و توجہ سے سن لو۔ اسی واقعہ کے حسب حال کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا کے فضل کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

یہاں سب سے پہلی بات یہ فرمائی گئی کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور جب میں ہی معبود ہوں تو تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کیلئے نماز پڑھا کرو۔ گویا خالص توحید اور ہر قسم کی عبادت کا حکم دیا گیا پھر یہ فرمایا گیا کہ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے اور میں اس کے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں اور قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو اس کے نیک و بد کا بدلہ ملے۔ پھر فرمایا گیا کہ جب قیامت کا آنا ضروری ہے تو اس کی تیاری سے بے فکر نہ ہونا چاہئے کچھ لوگ قیامت کا یقین نہیں کرتے خبردار ان کی باتوں اور بہکاوے میں نہ آنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قیامت کی طرف سے غافل کر دیں۔ اور قیامت سے غافل ہونا

بربادی کا باعث ہے۔ اگر ان لوگوں کا کہنا سنا جو قیامت کو نہیں مانتے تو تباہی و بربادی کا خوف ہے۔

یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو توحید کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندوں پر سب سے اول واجب اور فرض اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی توحید ہے جس حقیقت کی ہر زمانے میں تمام انبیاء علیہم السلام تعلیم دینے پر مامور کئے گئے۔ اس کے بعد فاعبدنی میں عبادت کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ توحید کے بعد اللہ کی عبادت فرض ہے پھر تمام عبادتوں میں سب سے افضل عبادت نماز ہے جس کا واقم الصلوٰۃ لذکری میں حکم دیا تو اگرچہ فاعبدنی میں نماز کا حکم بھی داخل ہے لیکن اس کو جداگانہ اس لئے بیان فرمایا کہ نماز تمام عبادات میں افضل اور اعلیٰ بھی ہے اور حدیث شریف کی تصریح کے مطابق دین کا عمود۔ ایمان کا نور ہے اور ترک نماز کافروں کی علامت ہے۔ اس کے بعد قیامت اور ایمان بالآخرۃ کا ذکر فرمایا اور سب سے آخر میں آخرت کی تیاری کا حکم دیا اور آخرت سے غفلت اور بے فکری کی ممانعت فرمائی اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتلا دیا گیا کہ آخرت سے غفلت اور ہوائے نفسانی اور لذات دنیاوی کا اتباع موجب ہلاکت ہے اور تمام اخلاق رذیلہ کی جڑ ہے۔

اب یہاں اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے تنبیہ کی گئی ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ آپ بے دینوں اور بے ایمانوں کے کہنے سننے سے قیامت و آخرت کے معاملہ میں غفلت برتنے لگیں اور وہ آپ کی ہلاکت کا سبب بن جائے تو ظاہر ہے کہ کسی نبی اور رسول سے جو معصوم ہوتے ہیں یہ غفلت نہیں ہو سکتی اس کے باوجود ایسا خطاب کرنا دراصل نبی کی امت اور عام مخلوق کو سنانا ہے کہ جب اللہ کے پیغمبروں کو بھی ایسی تاکید کی جاتی ہے تو اور تو کس شمار میں ہیں اور دوسروں کو آخرت کے لئے کتنا اہتمام کرنا چاہئے۔ اور کتنا اس کے لئے مستعد ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی قیامت و آخرت کا صحیح فکر نصیب فرمائیں اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے حق تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو مزید کلام ہوا اس کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی توحید کامل اور اپنی ذات پاک کی صحیح معرفت نصیب فرمائیں۔ اور شب و روز آخرت کے سنوارنے کی فکر عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں اپنے ذکر و فکر کے لئے نماز قائم کرنے اور اس عبادت اعلیٰ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ آخرت کی طرف سے غفلت سے ہمیں بچائیے اور اپنے مخلصین عابدین و ذاکرین بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیے اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ

اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر سہارا لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے

وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ

اور بھی کام (نکلتے) ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اس کو (زمین پر) ڈال دو اے موسیٰ۔ سو انہوں نے اس کو ڈال دیا یکایک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ ارشاد ہوا

خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ

کہ اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم ابھی اس کو اُس کی پہلی حالت پر کر دیں گے۔ اور تم اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دے لو وہ بلا کسی عیب کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا

غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾

یہ دوسری نشانی ہوگی۔ تاکہ ہم تم کو اپنی (قدرت کی) بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں۔ تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے۔

وَمَا اور کیا	تِلْكَ یہ	بِيَمِيْنِكَ تیرے داہنے ہاتھ میں	يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	قَالَ اس نے کہا	هِيَ یہ	عَصَايَ میرا عصا	
اَتَوَكَّؤُا میں ٹیک لگاتا ہوں	عَلَيْهَا اس پر	وَاَهُشُّ اور میں پتے جھاڑتا ہوں	بِهَا اس سے	عَلٰى پر	غَنَمِيْ اپنی بکریاں	وَلِيَ اور میرے لئے	
فِيْهَا اس میں	مَاٰرِبُ ضرورتیں	اُخْرٰى اور بھی	قَالَ اس نے کہا	اَلْقِهَا اسے ڈال دے	يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	فَاَلْقٰهَا پس اسنے اسے ڈال دیا	
فَاِذَا هِيَ تو ناگاہ وہ	حَيَّةٌ سانپ	تَسْعٰى دوڑتا ہوا	قَالَ فرمایا	خُذْهَا اسے پکڑ لے	وَ اور	لَا تَخَفْ نہ ڈر	
سَنُعِيْدُهَا ہم جلد اسے لوٹا دیں گے	سِيْرَتَهَا اس کی حالت	الْاُوْلٰى پہلی	وَ اور	اضْمُمْ ملا	يَدَكَ اپنا ہاتھ	اِلٰى تک	جَنَاحِكَ اپنی بغل
تَخْرُجْ وہ نکلے گا	بَيْضَآءَ سفید	مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی عیب	اٰيَةً نشانی	اُخْرٰى دوسری	لِنُرِيَكَ تاکہ ہم تجھے دکھائیں	مِنْ سے	
اٰيٰتِنَا اپنی نشانیاں	الْكُبْرٰى بڑی	اِذْهَبْ تو جا	اِلٰى طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	اِنَّهٗ بیشک وہ	طَغٰى سرکش ہو گیا	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت کے لئے منتخب کرنا اور آپ کو توحید و آخرت کی تعلیم دینا مذکور ہوا تھا۔ اب یہاں سے منصب رسالت کی تمہید شروع ہوتی ہے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزات دیکر فرعون کی طرف بھیجے جانے والے تھے اس لئے اولاً معجزۂ عصا کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور حق تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ اب یہ تو حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔ سوال سے مقصود یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی لاٹھی کا لاٹھی ہونا اچھی طرح مستحضر ہو جائے اور پھر وہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور کبھی اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں اور بھی میرے کام نکلتے ہیں مثلاً کندھے پر رکھ کر اسباب وغیرہ لٹکا لینا اور موذی جانوروں کو دفع کرنا وغیرہ وغیرہ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اگرچہ جواب میں صرف اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ حضور یہ لاٹھی ہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سوال کا جو لمبا جواب دیا وہ آپ کی اس وقت کی قلبی کیفیت کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ محبوب حقیقی کے ساتھ ہم کلامی کے شرف کو طول دے کر جذبہ شوق پورا کرنا تھا۔ قاعدے کی بات ہے کہ جب آدمی کو کسی بہت بڑی شخصیت سے بات کرنے کا موقع مل جاتا ہے تو وہ اپنی بات کو

طول دینے کی کوشش کرتا ہے تا کہ اسے زیادہ سے زیادہ دیر تک ہمکلامی کا شرف حاصل رہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب پر حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ اس لاٹھی کو زمین پر ڈال دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس ارشاد عالی کی تعمیل کی اور لاٹھی کا زمین پر ڈالنا تھا کہ لاٹھی کی جگہ ایک اژدھا نظر آیا جو تیزی سے ادھر ادھر دوڑتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام ناگہاں یہ انقلاب دیکھ کر بمقتضائے بشریت خوف زدہ ہو گئے۔ لکھا ہے کہ وہ اتنا خوفناک اژدھا بن گیا تھا کہ اس سے پہلے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ اس کی یہ حالت تھی کہ ایک درخت سامنے آ گیا تو اسے ہضم کر گیا۔ ایک چٹان پتھر کی سامنے آ گئی تو اسے لقمہ بنا گیا۔ یہ حال دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام الٹے پاؤں بھاگنے لگے کہ فوراً حق تعالیٰ کی ندا آئی کہ موسیٰ اس کو پکڑ لو اور خوف نہ کھاؤ۔ ہم اس کو اس کی اصل حالت پر لوٹا دیں گے۔

لکھا ہے کہ ابتدا میں موسیٰ علیہ السلام کو اس کے پکڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی آخر کپڑا ہاتھ میں لپیٹ کر پکڑنے لگے تو فرشتہ نے کہا کہ موسیٰ کیا خدا اگر بچانا نہ چاہے تو یہ چیتھڑا تمہیں بچا سکتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں۔ لیکن میں کمزور مخلوق ہوں اور ضعف سے پیدا کیا گیا ہوں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ سے کپڑا ہٹا کر اژدھے پر ہاتھ ڈال دیا۔ ہاتھ ڈالنا تھا کہ وہی لاٹھی ہاتھ میں تھی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ڈر جانا طبعی تھا جو کسی طرح جلالت شان نبوت کے منافی نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ جو حادثہ مخلوق کی جانب سے ہو اس میں تو نہ ڈرنا کمال ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام آتش نمرودی سے نہیں ڈرے لیکن جو امر خالق کی طرف سے ہو اس میں ڈرنا ہی کمال ہے کہ وہ فی الحقیقت حق تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔ جیسے آندھی اور تیز طوفانی ہوا ہونے کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھبرا جانا احادیث میں آیا ہے سو چونکہ اس تبدل میں مخلوق کا واسطہ نہ تھا اس سے ڈر گئے کہ یہ کوئی قہر الٰہی نہ ہو۔ تو ایک معجزہ تو "عصا" کا موسیٰ علیہ السلام کو یہ عطا ہوا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ میں 'عصا' رکھنا سنت انبیاء ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سنت تھی۔ دوسرے معجزہ کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد باری ہوتا ہے کہ آپ ہاتھ گریبان میں ڈال کر اور بغل سے ملا کر نکالو گے تو نہایت روشن سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور سفیدی کسی مرض وغیرہ کی نہ ہوگی کہ جو عیب ہو اور یہ عصا اور ید بیضا کے معجزے ان بڑی نشانیوں میں سے دو ہیں جن کا دکھلانا آپ کو منظور ہے۔ یہ ہماری جانب سے آپ کی نبوت ورسالت کے دو بڑے نشان ہیں۔ جس طرح ہم نے آپ کو نبوت ورسالت سے نوازا اسی طرح آپ کو یہ دو عظیم الشان معجزے بھی عطا کیے۔ اخیر میں ارشاد ہوا کہ اب جاؤ اور فرعون اور اس کی قوم کو راہ ہدایت دکھاؤ انہوں نے بہت سرکشی اور نافرمانی اختیار کر رکھی ہے اور اپنے غرور وتکبر اور انتہائے ظلم کے ساتھ انہوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے سو ان کو غلامی سے چھٹکارا دلاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا بچپن کا زمانہ فرعون ہی کے محل میں گزارا تھا اور جوانی تک ملک مصر میں اسی کی بادشاہت میں ٹھہرے رہے تھے ایک موقع پر ایک فرعونی بے ارادہ آپ کے ہاتھ سے مر گیا تھا جس پر فرعون نے آپ کی گرفتاری اور قتل کا حکم صادر کیا تھا اس وقت حضرت موسیٰ مصر سے باہر نکلے تھے۔ جانتے تھے کہ فرعون ایک سخت دل۔ بدخلق۔ اکھڑ مزاج اور ظالم انسان ہے۔ غرور اور تکبر اس کا اتنا بڑھا ہوا تھا کہ کہتا تھا کہ میں خدا کو جانتا ہی نہیں۔ اپنی رعایا سے کہتا تھا کہ نعوذ باللہ تمہارا خدا میں ہی ہوں۔ ملک ومال میں دولت ومتاع میں لاؤ لشکر اور کروفر میں کوئی اس وقت اس کے مقابل نہ تھا۔ اس لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم ملا کہ فرعون کی طرف ہدایت کے لئے جاؤ تو آپ نے حق تعالیٰ سے دعا فرمائی اور کچھ درخواستیں حق تعالیٰ کے دربار عالی میں پیش کیں۔ جو اگلی آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَھُوْا

عرض کیا اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے۔ اور میرا کام آسان فرما دیجئے۔ اور میری زبان پر سے بستگی ہٹا دیجئے۔ تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ ﴿۲۹﴾ ھٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِہٖٓ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِکْہُ فِیْٓ

اور میرے واسطے میرے کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے۔ یعنی ہارون کو کہ میرے بھائی ہیں۔ اُن کے ذریعہ سے میری قوت کو مستحکم کر دیجئے۔ اور اُن کو میرے کام میں

اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْکُرَکَ کَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ﴿۳۵﴾

شریک کر دیجئے۔ تا کہ ہم دونوں آپ کی کثرت سے پاکی بیان کریں۔ اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں۔ بیشک آپ ہم کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اشْرَحْ کشادہ کر دے	لِیْ میرے لئے	صَدْرِیْ میرا سینہ	وَیَسِّرْ لِیْ اور میرے لئے آسان کر دے			
اَمْرِیْ میرا کام	وَاحْلُلْ اور کھول دے	عُقْدَۃً گرہ	مِنْ سے	لِسَانِیْ میری زبان	یَفْقَھُوْا وہ سمجھ لیں	قَوْلِیْ میری بات	وَاجْعَلْ اور بنا دے	
لِیْ میرے لئے	وَزِیْرًا وزیر	مِنْ سے	اَھْلِیْ میرا خاندان	ھٰرُوْنَ ہارون	اَخِی میرا بھائی	اشْدُدْ بِہٖ مضبوط کر و اس سے		
اَزْرِیْ میری قوت	وَاَشْرِکْہُ اور شریک کر دے اسے	فِیْٓ اَمْرِیْ میرے کام میں	کَیْ تا کہ	نُسَبِّحَکَ ہم تیری تسبیح کریں	کَثِیْرًا کثرت سے			
	وَنَذْکُرَکَ اور تجھے یاد کریں	کَثِیْرًا کثرت سے	اِنَّکَ بیشک تو	کُنْتَ تو ہے	بِنَا بَصِیْرًا ہمیں خوب دیکھتا ہے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ منصب رسالت عطا کرنے کے بعد حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزات عطا فرمائے۔ ایک تو عصا کا کہ لاٹھی کو زمین پر ڈال دینے سے اژدھا بن جاتی تھی۔ اور پھر جب اس پر ہاتھ ڈالتے تو پھر لاٹھی ہو جاتی۔ دوسرا معجزہ ید بیضا یعنی جب آپ اپنا ہاتھ بغل میں لے جا کر نکالتے تو نہایت چمکدار روشن ہو کر نکلتا۔ تو یہ دو معجزات عطا کر کے حکم ہوا تھا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو تبلیغ توحید کرو کہ وہ اور اس کی قوم بہت ہی سرکش ہو گئے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ مجھ کو پیغمبر بنا کر فرعون کی فہمائش کے لئے بھیجا جاتا ہے تو اس وقت اس منصب عظیم کی مشکلات آپ کے ذہن میں آئیں اور آپ فرعون کی متکبرانہ حالت سے پہلے سے واقف تھے اس لئے اس منصب عظیم کی مشکلات کی آسانی کے لئے حق تعالیٰ سے درخواست کی۔ اس درخواست میں آپ نے کیا عرض کیا یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی درخواست میں پہلی بات تو یہ فرمائی **رب اشرح لی صدری** کہ اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے یعنی مجھے حلیم۔ بردبار اور حوصلہ مند بنا دیجئے کہ خلاف طبع باتوں پر جلد خفا نہ ہوں۔ اور تبلیغ میں انقباض یا تکذیب ومخالفت میں ضیق نہ ہو اور ادائے رسالت میں جو سختیاں پیش آئیں ان سے نہ گھبراؤں بلکہ کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے برداشت کروں۔ دوسری بات فرمائی **ویسرلی امری**۔ اور میرا کام آسان فرما دیجئے یعنی ایسے سامان فراہم کر دیجئے کہ یہ عظیم الشان کام آسان ہو جائے کہ اسباب کامیابی جمع اور اسباب ناکامی رفع ہوتے جائیں تیسری بات یہ فرمائی **واحلل عقدۃ من لسانی۔ یفقھوا قولی** اور میری زبان پر سے بستگی لکنت کی ہٹا دیجئے تا کہ لوگ

میری بات سمجھ سکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی جس کی وجہ سے صاف بول نہ سکتے تھے اور مخاطب کو مطلب سمجھنے میں دشواری ہوتی تھی بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ آپ کی زبان میں پیدائشی لکنت تھی۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ بچپن میں جب آپ فرعون کے محل میں پرورش پا رہے تھے جس کا ذکر قرآن پاک میں کئی جگہ آیا ہے اور اس سورۃ میں بھی اگلی آیات میں جس کا بیان انشاء اللہ اگلے درس میں ہوگا آپ کا فرعون کے ہاں پالے جانے کا ذکر موجود ہے۔ تو ایک بار بچپن میں آپ نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑ لی تھی جس پر فرعون سخت غصہ ہوا اور بدلہ لینا چاہا اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو فرعون کی بیوی نے سفارش کی کہ بچہ ہے اس کو کیا سمجھ ہے چنانچہ آپ کے امتحان کے واسطے ایک طشت میں سرخ یاقوت اور آگ کے انگارے سامنے لائے گئے اس وقت آپ نے ایک چنگاری اٹھا کر منہ میں رکھ لی تھی جس سے زبان جل گئی تھی اور زبان کی روانی کم ہوگئی تھی۔ اس طرح فرعون نے معاملہ کو درگذر کیا۔ یہاں اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کے بھی داڑھی تھی اور وہ بھی اتنی بڑی کہ جو پکڑی جا سکتی ہو۔ گویا پہلے کفار بھی داڑھی رکھتے تھے جس سے کہ اس دور کے اکثر مسلمانوں کو ضد ہے کہ صبح اٹھتے ہی داڑھی صاف کرنے کا اہتمام ہوتا ہے اس پر ایک روایت یاد آئی جو مولانا عاشق الٰہی صاحب مرحوم میرٹھی نے اپنی کتاب داڑھی کی قدر و قیمت میں لکھی ہے کہ میدان حشر میں جہاں سب اولین و آخرین جمع ہوں گے تو پچھلی امتوں کے کفار جو داڑھیاں رکھتے تھے وہ امت محمدیہ کے ایسے افراد کہ جن کے چہروں پر داڑھیاں ندارد ہوں گی دیکھ کر تعجب کریں گے کہ یہ امت محمدیہ کے افراد ہیں؟ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو اپنے پیارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور تمام انبیاء و مرسلین اور تمام صلحا و متقین کی اس سنت کی قدر کی توفیق عطا فرماویں۔ یہ مضمون بیچ میں اضطراراً آ گیا۔ تو تیسری بات جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی درخواست میں پیش کی وہ یہ تھی کہ میری زبان کی گرہ کھول دیجئے تاکہ لوگوں کو میری بات سمجھنے میں آسانی ہو۔ چوتھی بات موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمائی کہ میرے کنبہ میں سے میرا ایک معاون مقرر کر دیجئے۔ میرے بھائی ہارون کو بھی میرے اس تبلیغ کے کام میں شریک فرما دیجئے یعنی ان کو بھی نبی بنا کر مامور بالتبلیغ کیجئے کہ ہم دونوں مل کر تبلیغ کریں اور میرے قلب کو قوت پہنچے۔ حضرت ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے اور بنی اسرائیلیوں کے ساتھ مصر ہی میں مقیم تھے ان کے لئے بھی نبوت عطا فرمانے کی درخواست موسیٰ علیہ السلام نے کی۔ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عمرہ کے لئے جاتے ہوئے کسی اعرابی کے ہاں مقیم تھیں سنا ایک شخص پوچھتا ہے کہ دنیا میں کس بھائی نے بھائی کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا ہے؟ اس سوال پر سب خاموش ہوگئے اور کہہ دیا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے اس کا علم ہے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے اپنے دل میں کہا دیکھو یہ شخص کتنی بے جا جسارت کرتا ہے کہ بغیر انشاء اللہ کے قسم کھا رہا ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اچھا بتلاؤ۔ اس نے جواب دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ اپنے بھائی کو اپنی دعا سے نبوت دلوائی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں بھی یہ سن کر دنگ رہ گئی اور دل میں کہنے لگی کہ بات تو سچ کہی فی الواقع اس سے زیادہ کوئی بھائی اپنے بھائی کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت

عطا ہونے کی درخواست کس بنا پر کی اس کو بھی ظاہر فرمادیا اور عرض کیا کہ ہم دونوں مل کر دعوت وتبلیغ کے موقع پر بہت زور و شور سے تیری پاکی اور کمالات بیان کریں اور ہر ایک کو دوسرے کی معیت سے تقویت قلب حاصل ہوگی تو اپنی خلوتوں میں نشاط اور طمانیت کے ساتھ تیراذکر بکثرت کرسکیں گے۔ اپنی اس درخواست کے اخیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **انک کنت بنا بصیرا** بے شک آپ ہم کو خوب دیکھ رہے ہیں یعنی ہمارے تمام احوال کو آپ خوب دیکھ رہے ہیں اور جو دعا میں کررہا ہوں یہ بھی آپ کو خوب معلوم ہے کہ اس کا قبول فرمانا ہمارے لئے کہاں تک مفید ہوگا۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ دعا **واجعل لی وزیرا من اھلی** مانگی یعنی میرا ایک وزیر میرے ہی خاندان میں سے بنادے تو یہ دعا اعمال رسالت کو انجام دینے کے لئے اسباب جمع کرنے سے متعلق ہے اور ان اسباب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے اور اہم اس کو قرار دیا کہ ان کا کوئی نائب اور وزیر ہو جو ان کی مدد کر سکے۔ وزیر کے معنی ہی لغت میں بوجھ اٹھانے والے کے ہیں۔ وزیر سلطنت چونکہ اپنے امیر و بادشاہ کا بار ذمہ داری سے اٹھاتا ہے اس لئے اس کو وزیر کہتے ہیں۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کمال عقل معلوم ہوا کہ کسی کام یا تحریک کے چلانے کے لئے سب سے پہلی چیز انسان کے اعوان وانصار ہیں۔ وہ منشاء کے مطابق مل جائیں تو آگے سب کام آسان ہو جاتے ہیں اور وہ غلط ہوں تو سارے اسباب و سامان بھی بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ آج کل کی سلطنتوں اور حکومتوں میں جتنی خرابیاں مشاہدہ میں آئی ہیں غور کریں تو ان سب کا اصلی سبب امیر ریاست کے اعوان وانصار اور وزراء و امراء کی خرابی۔ بے عملی یا بدعملی یا عدم صلاحیت ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ جب کسی شخص کو کوئی حکومت یا امارت سپرد فرماتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ یہ اچھے کام کرے۔ حکومت کو اچھی طرح چلائے تو اس کو نیک وزیر دے دیتے ہیں جو اس کی مدد کرتے ہیں۔ اگر یہ کسی ضروری کام کو بھول جائے تو وزیر یاد دلا دیتا ہے اور جس کام کا وہ ارادہ کرے وزیر اس میں اس کی مدد کرتا ہے (نسائی) اپنی اس دعا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو وزیر طلب فرمایا اس کے ساتھ ایک قید **من اھلی** کی بھی لگادی کہ یہ وزیر میرے خاندان اور اقارب میں سے ہو کیونکہ اپنے خاندان کے آدمی کے عادات و اخلاق دیکھے بھالے اور طبائع میں باہم الفت و مناسبت ہوتی ہے جس سے اس کام میں مدد ملتی ہے بشرطیکہ اس کو کام کی صلاحیت میں دوسروں سے فائق دیکھ کر لیا گیا ہو۔ محض اقربا پروری کا داعیہ نہ ہو۔ اس زمانہ میں چونکہ عام طور پر دیانت و اخلاص مفقود اور اصل کام کی فکر غائب نظر آتی ہے اس لئے کسی امیر کے ساتھ اس کے خویش وعزیز وزیر یا نائب بنانے کو مذموم سمجھا جاتا ہے اور جہاں دیانت داری پر بھروسہ پورا ہو تو کسی صالح و اصلح خویش وعزیز کو کوئی عہدہ سپرد کر دینا کوئی عیب نہیں۔ بلکہ مہمات امور کی تکمیل کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفائے راشدینؓ عموماً وہی حضرات ہوئے جو بیت نبوت کے ساتھ ساتھ رشتہ داریوں کے تعلقات بھی رکھتے تھے۔ (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۸۷)

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست اور دعاؤں کا جو جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا وہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی ۳۶ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْکَ مَرَّۃً اُخْرٰٓی ۳۷ اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی

ارشاد ہوا کہ تمہاری درخواست منظور کی گئی اے موسیٰ۔ اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی تم پر احسان کر چکے ہیں۔ جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتائی

اُمِّکَ مَا یُوْحٰٓی ۳۸ اَنِ اقْذِفِیْہِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْہِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِہِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ

جو الہام سے بتلانے کی تھی۔ یہ کہ موسیٰ کو ایک صندوق میں رکھو پھر اُن کو دریا میں ڈال دو پھر ان کو دریا کنارے تک لے آوے گا کہ ان کو ایک شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن

یَاْخُذْہُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّہٗ ۭ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ ۳۹ اِذْ تَمْشِیْٓ

ہے اور ان کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے اُوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈالدیا، اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔ جبکہ تمہاری

اُخْتُکَ فَتَقُوْلُ ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُہٗ ۭ فَرَجَعْنٰکَ اِلٰٓی اُمِّکَ کَیْ تَقَرَّ عَیْنُھَا وَلَا تَحْزَنَ ۥ

بہن چلتی ہوئی آئیں پھر کہنے لگیں کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس کی پرورش کرے پھر ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اُن کو غم نہ رہے

قَالَ اللہ نے فرمایا	قَدْ اُوْتِیْتَ تحقیق تجھے دیدیا گیا	سُؤْلَکَ جو تو نے مانگا	یٰمُوْسٰی اے موسیٰ	وَلَقَدْ مَنَنَّا اور تحقیق ہم نے احسان کیا			
عَلَیْکَ تجھ پر	مَرَّۃً ایک بار	اُخْرٰی اور بھی	اِذْ جب	اَوْحَیْنَآ ہم نے الہام کیا	اِلٰی طرف	اُمِّکَ تیری والدہ	مَا یُوْحٰی جو الہام کرنا تھا
اَنِ اقْذِفِیْہِ کہ تو اسے ڈال	فِی التَّابُوْتِ صندوق میں	فَاقْذِفِیْہِ پھر اسے ڈالدے	فِی الْیَمِّ دریا میں	فَلْیُلْقِہٖ پھر اُسے ڈالدے گا			
الْیَمُّ دریا	بِالسَّاحِلِ ساحل	یَاْخُذْہُ اسے لے لے گا	عَدُوٌّ لِّیْ میرا دشمن	وَعَدُوٌّ لَّہٗ اور اس کا دشمن	وَاَلْقَیْتُ اور میں نے ڈالدی		
عَلَیْکَ تجھ پر	مَحَبَّۃً محبت	مِّنِّیْ اپنی طرف سے	وَلِتُصْنَعَ تاکہ تو پرورش پائے	عَلٰی عَیْنِیْ میری آنکھوں پر	اِذْ جب	تَمْشِیْٓ جا رہی تھی	
اُخْتُکَ تیری بہن	فَتَقُوْلُ تو وہ کہہ رہی تھی	ھَلْ اَدُلُّکُمْ کیا میں تمہیں بتاؤں	عَلٰی پر	مَنْ جو	یَّکْفُلُہٗ اس کی پرورش کرے		
فَرَجَعْنٰکَ پس ہم نے تجھے لوٹا دیا	اِلٰٓی طرف	اُمِّکَ تیری ماں	کَیْ تَقَرَّ تاکہ ٹھنڈی ہو	عَیْنُھَا اس کی آنکھ	وَلَا تَحْزَنَ اور وہ غم نہ کرے		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست و دعاؤں کا ذکر تھا کہ جو منصب رسالت عطا ہونے اور فرعون کے پاس بغرض تبلیغ جانے کا حکم ملنے پر آپ نے دربار خداوندی میں پیش کی تھیں۔ جس میں کئی باتیں عرض کی تھیں۔ ایک تو یہ کہ میرا حوصلہ اور زیادہ فراخ کر دیا جائے دوسرے یہ کہ تبلیغ کا کام میرے لئے آسان کر دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ میری زبان کی گرہ کھول دی جائے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں چوتھے یہ کہ میرے بھائی ہارون کو بھی میرا تبلیغ میں شریک کار بنا دیجئے یعنی ان کو بھی نبوت عطا کر کے مامور بالتبلیغ فرما دیا جائے۔ اب حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست کا جو جواب مرحمت فرمایا گیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے موسیٰ جو کچھ تم نے درخواست کی وہ منظور کی گئی اور جو کچھ تم نے مانگا وہ سب دیا گیا اور ہم تو پہلے بھی بے مانگے تم پر بڑے احسانات کر چکے ہیں اب جب تم مناسب درخواست کر رہے ہو تو کیوں نہ دیں گے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایک کر کے وہ احسانات یاد دلاتے ہیں جو پیدائش کے وقت سے لے کر اس وقت تک حق تعالیٰ نے ان پر کئے تھے۔ ان واقعات کی تفصیل بیسویں پارہ سورۂ قصص میں

بیان ہوئی ہے یہاں صرف اشارات کئے گئے ہیں۔ جس زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے فرعون بادشاہ مصر نے نجومیوں کے کہنے سے کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تجھ کو اور تیری سلطنت کو غارت کرے گا حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعون کے سپاہی خبر پائیں گے تو بچہ کو مار ڈالیں گے اور والدین کو بھی ستائیں گے کہ ظاہر کیوں نہیں کیا۔ اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے ان کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک صندوق میں آرام سے لٹا کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں۔ اس دریا کی ایک شاخ خاص فرعون کے محل میں سے گزرتی تھی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اسی طرح کیا اور صندوق دریا میں ڈال دیا۔ صندوق بہہ کر فرعون کے محل کے نیچے جا پہنچا۔ وہاں وہ صندوق پکڑ کر کھولا گیا تو ایک حسین و جمیل بچہ موجود تھا۔ فرعون کے کوئی اولاد نہ تھی۔ فرعون کی بیوی نے بچہ اٹھا کر فرعون کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ فرعون کو بھی دیکھ کر محبت آ گئی گو اس نے بیٹا بنانے سے انکار کیا مگر اپنی بیوی کی خاطر اور اصرار سے بیٹوں کی طرح پرورش کا حکم دے دیا اور اس طرح حق تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرت کا ظہور ہوا کہ دشمن کے ہاتھوں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کا انتظام فرمایا۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ صندوق دریا میں چھوڑنے کے بعد بمقتضائے بشریت بہت غمگین اور پریشان تھیں کہ بچہ کا کیا حشر ہوا ہوگا۔ معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا جانوروں نے کھالیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو انہوں نے کہا کہ تو خفیہ طور پر پتہ لگا۔ ادھر مشیت ایزدی سے یہ سامان ہوا حضرت موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ بہت سی دودھ پلانے والی انائیں بلائی گئیں مگر کامیابی نہ ہوئی حضرت موسیٰ کی بہن جو تاک میں لگی ہوئی تھیں اور اجنبی بن کر وہاں پہنچیں اور بولیں کہ میں ایک عورت کو لاسکتی ہوں۔ امید ہے کہ وہ کسی طرح دودھ پلا کر بچہ کو پال سکے گی۔ حکم ہوا بلاؤ۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ یعنی اپنی ہی والدہ کو لے کر پہنچیں۔ چھاتی سے لگاتے ہی بچہ نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے محل میں بڑی خوشیاں منائی جانے لگیں کہ بچے نے ایک انا کا دودھ تو پیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی شاہانہ اعزاز و اکرام کے ساتھ پرورش ہوتی رہی۔ ان آیات میں اجمال کے ساتھ انہیں واقعات کا اظہار کیا گیا ہے۔

یہ احسانات جو ان آیات میں یاد دلائے گئے وہ تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بوقت پیدائش اور بچپن میں فرمائے گئے اور پھر جوانی میں اور اس کے بعد کیا احسانات فرمائے یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں جن کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ اپنے بندوں کی درخواست اور دعائیں سننے والے ہیں۔ ہماری دعاؤں کو بھی شرف قبولیت بخشیں اور ہماری درخواستوں کو منظور فرمائیں۔ یا اللہ آپ اپنی قدرت سے دشمن سے دوست کا کام لے لیتے ہیں یا اللہ! اپنی رحمت سے ہمارے تمام دین دنیا کے کاموں کو درست و دراست فرمادیں اور جس میں ہماری صلاح و فلاح ہو وہ صورتیں غیب سے ظاہر فرمادیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۣ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۥ

اور تم نے ایک شخص کو جان سے مار ڈالا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تم کو خوب محنتوں میں ڈالا، پھر مدین والوں میں کئی برس رہے

ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ

پھر ایک خاص وقت پر تم آئے اے موسیٰ۔اور میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا۔تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ

وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝

اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا۔دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت نکل چکا ہے۔پھر اُس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جاوے۔

وَقَتَلْتَ اور وہ غم نہ کرے	نَفْسًا ایک شخص	فَنَجَّيْنٰكَ تو ہم نے تجھے نجات دی	مِنَ الْغَمِّ غم سے	وَفَتَنّٰكَ اور تجھے آزمایا	فُتُوْنًا کئی آزمائش			
فَلَبِثْتَ پھر تو ٹھہرا رہا	سِنِيْنَ کئی سال	فِيْٓ میں	اَهْلِ مَدْيَنَ مدین والے	ثُمَّ پھر	جِئْتَ تو آیا	عَلٰي قَدَرٍ وقت مقرر پر		
يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	وَاصْطَنَعْتُكَ اور میں نے تجھے بنایا	لِنَفْسِيْ خاص اپنے لئے	اِذْهَبْ تو جا	اَنْتَ تو	وَاَخُوْكَ اور تیرا بھائی			
بِاٰيٰتِيْ میری نشانیوں کے ساتھ	وَلَا تَنِيَا اور سستی نہ کرنا	فِيْ ذِكْرِيْ میری یاد میں	اِذْهَبَآ تم دونوں جاؤ	اِلٰى طرف	فِرْعَوْنَ فرعون			
اِنَّهٗ بیشک وہ	طَغٰى سرکش ہوگیا	فَقُوْلَا تم کہو	لَهٗ اس کو	قَوْلًا لَّيِّنًا نرم بات	لَعَلَّهٗ شاید	يَتَذَكَّرُ نصیحت پکڑے	اَوْ یا	يَخْشٰى وہ ڈر جائے

تفسیر وتشریح:۔گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو احسانات حق تعالیٰ نے بچپن میں فرمائے تھے ان کا ذکر ہوا تھا اور حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم تو اس سے پہلے بھی تم پر احسان کر چکے ہیں جب تم کو شعور بھی نہ تھا۔ہم نے تم کو فرعون کی گرفت سے بچانے کے لئے تمہاری والدہ کے دل میں یہ خیال پیدا کیا کہ تم کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا جائے۔اور وہ صندوق بہتے بہتے فرعون کے محل کے کنارے آ لگا اور فرعون جو میرا اور تمہارا دونوں کا دشمن تھا اس نے صندوق کو پکڑ لیا اور چونکہ ہم نے تم پر محبت کا اثر ڈال دیا تھا اس لئے جو تم کو دیکھتا تھا پیار کرتا تھا بالآخر تمہاری والدہ کو تمہارے پاس پہنچا دیا۔تو یہ متعدد احسانات تھے جو بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فرمائے گئے تھے۔

اب آگے ان آیات میں جوان ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر جو احسانات فرمائے گئے تھے وہ ذکر فرمائے گئے ہیں چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ بڑے ہونے کے بعد تم پر یہ احسان کیا کہ تم سے لاعلمی میں ایک فرعونی مصری جان سے مارا گیا تھا اور اس سے تم کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی کہ پکڑا گیا تو سزا ملے گی اور آخرت میں بھی ماخوذ ہوں گا۔ دونوں قسم کی پریشانی سے ہم نے تم کو نجات دی۔اخروی پریشانی سے اس طرح کہ توبہ کی توفیق بخشی جو قبول ہوگئی اور دنیوی پکڑ سے اس طرح کہ مصر سے نکال کر مدین پہنچا دیا اور مدین پہنچنے تک تم کو جو مشقتیں اور سختیاں جھیلنا پڑیں پھر ان سے خلاصی دی۔مدین پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے ہوگئی تھی۔اور دس سال وہاں رہ کر پھر مدین سے مصر کی طرف چلے تو راستہ بھولے اور پھر تقدیر سے وادیٔ طویٰ میں پہنچے تو منصب نبوت عطا کیا گیا اور اپنی وحی و رسالت کے لئے تیار کر کے اپنے خواص و مقربین میں داخل کیا۔یہاں تک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ

علیہ السلام کو ایک ایک کر کے وہ احسانات یاد دلائے جو پیدائش کے وقت سے لے کر اس وقت تک یعنی منصب نبوت ملنے تک ان پر فرمائے تھے۔ ان واقعات کی تفصیل سورۂ قصص میں بیان فرمائی گئی ہے یہاں صرف اشارات کئے گئے ہیں جن سے مقصود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ احساس دلانا ہے کہ جس کام کے لئے تمہیں تیار کیا گیا تھا اب اس کا وقت آ گیا ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے کہ تم اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر اس کام کے لئے نکل کھڑے ہو اور جو دلائل و معجزات تم کو دیئے گئے ہیں ضرورت کے وقت ان کو ظاہر کرو۔ آگے مزید ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ اللہ کے نام کی تبلیغ میں مستعدی دکھلاؤ اور تمام احوال و واقعات میں عموماً اور دعوت و تبلیغ کے وقت خصوصاً اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔ اخیر میں یہ ہدایت دی گئی کہ دعوت و تبلیغ وعظ و نصیحت کے وقت اس کو آہستگی اور نرمی سے سمجھانا۔ متکبر اور مغرور لوگ سختی سے قابو میں نہیں آتے ہاں نرم گفتگو اور سلیقہ کے ساتھ سمجھانے سے ممکن ہے کہ وہ کچھ سوچے سمجھے یا کچھ اللہ عزوجل کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو۔

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ساتھ گفتگو نرمی سے کرنے کی جو ہدایت دی گئی اس کے متعلق بعض محققین نے لکھا ہے کہ آیت کے اندر اخلاق کا بہت بڑا سبق موجود ہے کہ باوجود اس کے کہ فرعون کے طغیان و تمرد کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس پر بھی حضرت موسیٰ جیسے مقبول و برگزیدہ نبی کو حکم اسی کا ملتا ہے کہ اس سے لطف و ملائمت ہی سے پیش آئیں۔

مفسرین نے یہاں ایک شبہ نقل کیا ہے اور پھر اس کا جواب بھی دیا ہے۔ شبہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا کہ فرعون ایمان نہ لائے گا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کا کیوں حکم دیا اور کیوں نرم گفتگو کرنے کی ہدایت فرمائی اور یہ کہنا کہ تم دونوں جا کر اس سے نرم کلامی کرو شاید وہ نصیحت قبول کر لے اور ڈر کر فرمانبردار بن جائے کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟ اس شبہ کا جواب یہ دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تو بیشک ہر شخص کی حالت کا علم پہلے سے ہوتا ہے مگر وعظ و نصیحت اور ارشاد و ہدایت کا حکم محض اتمام حجت اور دفع عذر کے لئے دیا جاتا ہے۔ انبیاء کو مبعوث فرمانا۔ کتابیں نازل کرنا اور تبلیغ کی ہدایت کرنا ان سب کا مقصد ادائے فرض ہوتا ہے۔ جن کے نصیب میں ازلی سعادت ہوتی ہے وہ راہ راست پر آ جاتے ہیں اور جو ازلاً محروم ہوتے ہیں ان کو کوئی ہدایت فائدہ نہیں پہنچاتی رہا لفظ لعل کا استعمال یعنی شاید وہ نصیحت قبول کر لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم دونوں فرض تبلیغ ادا کرو اور یہ امید رکھتے ہوئے ادا کرو کہ فرعون شاید راہ راست پر آ جائے تو لعل یعنی شاید کا لفظ باعتبار حضرت موسیٰ و ہارون کے فرمایا نہ باعتبار علم الٰہی کے۔ اسی لئے گو حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ فرعون ماننے والا نہیں ہے لیکن یہ موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اگر اس امر کو موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر کر دیا جاتا تو طبعی طور پر موسیٰ علیہ السلام کی ہمت پست ہو جاتی اور وہ ایسی طرح تبلیغ نہ کر سکتے جس طرح سے کوئی ہدایت کی توقع کی حالت میں کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس جانے کا صریح حکم مل چکا اور آپ کو فرعون کی ستم شعاری اور جباری معلوم تھی تو مزید اللہ تعالیٰ سے امداد کی درخواست و دعا کی جس پر حق تعالیٰ نے تسلی اور حفاظت اور نصرت کا وعدہ فرمایا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ اپنے مخلصین و مقبولین کے ساتھ جو رحمت اور احسان کا معاملہ فرماتے ہیں اسی رحمت و احسان سے ہم کو بھی نواز دے۔ اور اپنی نصرت و تائید کو ہر حال میں ہر آن میں ہمارے شامل حال فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۝٤٥ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۝٤٦ فَاْتِيٰهُ

دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے۔ ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا دیکھتا ہوں۔

فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ

سو تم اُس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادے ہیں سو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے اور ان کو تکلیف مت پہنچا ہم تیرے پاس تیرے رب کی

وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝٤٧ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝٤٨

طرف سے نشان لائے ہیں اور ایسے شخص کیلئے سلامتی ہے جو راہ پر چلے۔ ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو جھٹلاوے اور رُوگردانی کرے۔

قَالَا دونوں بولے	رَبَّنَآ اے ہمارے رب	اِنَّنَا نَخَافُ بیشک ہم ڈرتے ہیں	اَنْ يَّفْرُطَ کہ وہ زیادتی کرے	عَلَيْنَآ ہم پر	اَوْ یا		
اَنْ يَّطْغٰى وہ حد سے بڑھے	قَالَ اس نے فرمایا	لَا تَخَافَآ تم ڈرو نہیں	اِنَّنِيْ بیشک میں	مَعَكُمَآ تمہارے ساتھ ہوں	اَسْمَعُ میں سنتا ہوں		
وَاَرٰى اور میں دیکھتا ہوں	فَاْتِيٰهُ پس جاؤ اسکے پاس	فَقُوْلَآ اور تم کہو	اِنَّا رَسُوْلَا بیشک ہم دونوں بھیجے ہوئے	رَبِّكَ تیرا رب	فَاَرْسِلْ پس بھیج دے		
مَعَنَا ہمارے ساتھ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	وَلَا تُعَذِّبْهُمْ اور انہیں سزا نہ دے	قَدْ جِئْنٰكَ ہم تیرے پاس آئے ہیں	بِاٰيَةٍ نشانی کیساتھ			
مِّنْ سے	رَّبِّكَ تیرا رب	وَالسَّلٰمُ اور سلام	عَلٰي پر	مَنِ جو	اتَّبَعَ اس نے پیروی کی	الْهُدٰى ہدایت	اِنَّا بیشک
قَدْ اُوْحِيَ وحی کی گئی	اِلَيْنَآ ہماری طرف	اَنَّ کہ	الْعَذَابَ عذاب	عَلٰي پر	مَنْ كَذَّبَ جس نے جھٹلایا	وَتَوَلّٰى اور منہ پھیرا	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ اپنے بھائی کے ساتھ فرعون کے پاس تبلیغ اور دعوت حق کے لئے جاؤ اور اس سے گفتگو نرمی اور ملائمت سے کرو اور یہ خیال کر کے تبلیغ کرو کہ ممکن ہے کہ وہ کچھ سوچ سمجھ کر نصیحت حاصل کرے یا اللہ کے جلال وغضب سے ڈر جائے اور فرمانبرداری کی طرف جھک پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی حالت۔ اس کا ظلم وزیادتی اور ستم شعاری اور جباری معلوم تھی اس لئے اپنی بے سروسامانی اور اس کے دبدبہ وشوکت پر نظر کرتے ہوئے اندیشہ کیا کہ فرعون ہماری بات سننے کے لئے آمادہ بھی ہوگا یا نہیں۔ ممکن ہے کہ ہماری بات سننے سے پہلے ہی بھبک پڑے یا سننے کے بعد غصہ میں بھر جائے اور ایسا نہ ہو کہ ہم کو مار ڈالے یا کوئی ناقابل برداشت ایذا و تکلیف پہنچائے جس سے تبلیغ ہی رہ جائے یا یہ کہ عین تبلیغ کے وقت اپنے کفر میں وہ اور زیادہ شرارت نہ کرنے لگے۔ چنانچہ حق تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور اپنے بھائی کی طرف سے اس اندیشہ کا اظہار کیا جس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے مرحمت ہوا کہ اس سے مطلق اندیشہ نہ کرو جو باتیں تمہارے اور اس کے درمیان ہوں گی یا جو معاملات پیش آئیں گے وہ سب میں سنتا اور دیکھتا ہوں۔ میں اس وقت تم سے جدا نہیں میری حمایت اور نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ گھبرانے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں تمہاری حفاظت کروں گا اور اس کو مرعوب کردوں گا جس سے پوری تبلیغ کر سکو گے اس لئے تم بے خوف وخطر اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں کہ ہم کو نبی بنا کر بھیجا ہے اس لئے تو ہماری اطاعت کر عقیدہ میں بھی کہ توحید کی تصدیق کر اور اخلاق وغیرہ میں بھی کہ ظلم وغیرہ سے باز آ اور بنی اسرائیل کو جن پر تو ناحق ظلم کرتا ہے اپنے پنجہ ظلم سے رہا کر کے ہمارے ساتھ جانے دے۔ جہاں چاہیں آزادی کے ساتھ رہیں اور فرعون سے یوں بھی کہنا کہ ہم جو دعویٰ نبوت کرتے ہیں تو بے دلیل نہیں بلکہ اپنی صداقت پر خدائی نشان لے کر آئے ہیں۔ یعنی معجزۂ عصا و ید بیضا اور اس کو بتلا دو کہ جو ہماری بات مان کر سیدھی راہ چلے گا اس کے لئے دونوں جہان میں سلامتی ہے اور جو تکذیب یا اعراض کرے گا اس کے لئے عذاب یقینی ہے خواہ صرف

آخرت میں یا دنیا میں بھی غرض یہ سارا مضمون اس سے جا کر کہو۔

اب آگے فرعون کے دربار تک حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے پہنچنے کے حالات یہاں بیان نہیں ہوئے جس کو مفسرین نے اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام منصب نبوت سے سرفراز ہو کر۔ کلام ربانی سے فیضیاب بن کر اور دعوت وتبلیغ حق میں کامیابی وکامرانی کا مژدہ پا کر وادی مقدس سے واپس آئے تو تعمیل حکم الٰہی کے لئے مصر گھر والوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ منزلیں طے کرتے ہوئے جب مصر پہنچے تو رات کا وقت تھا خاموشی کے ساتھ مصر میں داخل ہو کر اپنے مکان پہنچے مگر اندر داخل نہ ہوئے اور والدہ کے سامنے ایک مسافر کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ بنی اسرائیل میں یہ بڑا مہمان نواز گھر تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوب خاطر مدارت کی گئی۔ اسی دوران میں آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام آپہنچے حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت عطا ہو چکا تھا اس لئے ان کو بذریعہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا قصہ بتا دیا گیا تھا وہ بھائی سے آکر لپٹ گئے اور پھر ان کے اہل وعیال کو گھر کے اندر لے گئے اور والدہ کو سارا حال سنایا۔ تب سب خاندان آپس میں گلے ملا اور بچھڑے ہوئے بھائیوں نے ایک دوسرے کی گذشتہ زندگی سے تعارف پیدا کیا اور اپنی والدہ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔ بہر حال حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان جب ملاقات اور گفتگو کا سلسلہ ختم ہوا تو اب دونوں نے طے کیا کہ خدائے تعالیٰ کے امتثال حکم کے لئے فرعون کے پاس چلنا اور اس کو پیغام الٰہی سنانا چاہئے۔ لکھا ہے کہ جب دونوں بھائی فرعون کے دربار میں جانے لگے تو والدہ نے غایت شفقت کی بنا پر روکنا چاہا کہ تم ایسے شخص کے پاس جانا چاہتے ہو جو صاحب تخت وتاج بھی ہے اور ظالم اور مغرور بھی۔ وہاں نہ جاؤ وہاں جانا بے سود ہوگا۔ مگر دونوں نے والدہ کو سمجھایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ٹالا نہیں جا سکتا اور اس کا وعدہ ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے اور وہ ہماری حفاظت فرمائے گا۔ غرض کہ دونوں بھائی اور خدا کے سچے پیغمبر اور نبی فرعون کے دربار میں پہنچے اور بغیر خوف وخطر اندر داخل ہو گئے جب فرعون کے تخت کے قریب پہنچے تو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے اپنے آنے کی وجہ بیان کی اور انہوں نے فرمایا۔ ہم کو خدا نے اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے ہم تجھ سے دو اہم باتیں چاہتے ہیں ایک یہ کہ خدا پر یقین لا اور کسی کو اس کا شریک وساجھی نہ بنا دوسرے یہ کہ ظلم سے باز آ اور بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے نجات دے ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں یقین رکھ کہ یہ بناوٹ اور تصنع نہیں ہے اور نہ ہم کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ذمہ غلط باتیں لگائیں۔ ہماری صداقت کے لئے خدا تعالیٰ نے ہم کو اپنی دو زبردست نشانیاں یعنی معجزات بھی عطا فرمائے ہیں لہٰذا تیرے لئے مناسب یہی ہے کہ صداقت اور حق کے اس پیغام کو قبول کر اور بنی اسرائیل کو چھٹکارا دے کر ہمارے ساتھ کر دے تا کہ ہم پیغمبروں کی اس سرزمین میں انہیں لے جائیں جہاں بجز ذات واحد کے یہ کسی اور کی پرستش نہ کریں۔ فرعون نے جب یہ سنا تو جیسا کہ سورۂ شعراء ۱۹ ویں پارہ میں آیا ہے کہنے لگا کہ اے موسیٰ آج تو پیغمبر بن کر میرے سامنے بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کرتا ہے وہ دن بھول گیا جب تو نے میرے ہی گھر میں پرورش پائی اور بچپن کی زندگی گزاری اور کیا تو یہ بھی بھول گیا کہ تو نے ایک مصری کو قتل کیا اور یہاں سے بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ صحیح ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی اور ایک مدت تک شاہی محل میں رہا اور مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ غلطی کی بنا پر مجھ سے نادانستہ ایک شخص قتل ہو گیا اور میں اس خوف سے چلا گیا تھا لیکن یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے تمام بیکسانہ مجبوریوں کی حالت میں تیرے ہی گھرانے میں میری پرورش کرائی اور پھر مجھ کو اپنی سب سے بڑی نعمت نبوت ورسالت سے سرفراز کیا۔ کیا یہ طریقہ عدل و انصاف کا طریقہ ہوگا کہ مجھ ایک اسرائیلی کی پرورش کا بدلہ یہ ٹھہرے کہ بنی اسرائیل کی تمام قوم کو تو غلام بنائے رکھے۔ فرعون جب اس خاموش کن دلیل پر لاجواب ہوا تو اس نے گفتگو کا پہلو بدل دیا اور کہنے لگا موسیٰ یہ نئی بات تو کیا سناتا ہے کیا میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی حقیقت بیان کرو۔ اس سورۃ میں اب اگلی آیات میں یہیں سے مضمون شروع ہوا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝٤٩ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝٥٠ قَالَ فَمَا بَالُ

وہ کہنے لگا تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ۔ موسیٰ نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی۔ فرعون نے کہا کہ اچھا

الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝٥١ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۝٥٢

تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس دفتر میں ہے، میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

قَالَ اس نے کہا	فَمَنْ پس کون	رَبُّكُمَا تمہارا رب	يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	قَالَ اس نے کہا	رَبُّنَا ہمارا رب	الَّذِيْ جس نے	اَعْطٰى عطا کی
كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز	خَلْقَهٗ اس کی شکل وصورت	ثُمَّ پھر	هَدٰى رہنمائی کی	قَالَ اس نے کہا	فَمَا پھر کیا	بَالُ حال	الْقُرُوْنِ جماعتیں
الْاُوْلٰى پہلی	قَالَ اس نے کہا	عِلْمُهَا اس کا علم	عِنْدَ پاس	رَبِّيْ میرا رب	فِيْ كِتٰبٍ کتاب میں	لَا يَضِلُّ وہ نہ غلطی کرتا ہے	رَبِّيْ میرا رب
					وَ اور	لَا يَنْسَى نہ وہ بھولتا ہے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس پہنچنے تک کا ذکر ہو چکا تھا فرعون کے پاس پہنچ کر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے جو دعوت حق پیش کی اس کا بیان بھی اوپر آ چکا۔ نیز فرعون نے اپنی مغرورانہ سرشت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر خدا ہونے کا استخفاف کیا اور مذاق وتحقیر کرتے ہوئے اپنے گھرانے کے احسانات جتائے اور مصری کے قتل والا معاملہ یاد دلا کر خوفزدہ کرنے کی سعی کی مگر موسیٰ علیہ السلام چونکہ ان سب مراحل کے متعلق خدائے برحق سے ہر قسم کا اطمینان حاصل کر چکے تھے اس لئے آپ پر مطلق نہ خوف کا اثر ہوا اور نہ آپ کو غصہ آیا اور نہایت جرأت سے فرعون کی ربوبیت کا انکار اور اللہ کی ربوبیت کا اعلان کیا۔ اس پر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناظرہ کے لئے تیار ہو گیا اور کہنے لگا کہ کیا میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے جس کو تم رب العالمین کہتے ہو؟ اگر یہ صحیح ہے تو تمہارا رب کون ہے؟ اور کیسا ہے جس کا بھیجا ہوا تم اپنے کو بتلاتے ہو۔ لکھا ہے کہ فرعون دھری عقیدہ کا تھا۔ منکر خدا تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ یہ کارخانۂ عالم خود رو کارخانہ ہے۔ قدیم سے اسی طرح چل رہا ہے اور اسی طرح چلتا رہے گا لوگ خود بخود پیدا ہوئے ہیں اور پھر مر کر گل سڑ جاتے ہیں اور ریزہ ریزہ ہو کر فنا ہو جاتے ہیں۔ سارے عالم کو وہ خودرو گھاس کی طرح جانتا تھا اور اس کا گمان یہ تھا کہ جو شخص جس خطۂ زمین کا فرمانروا ہو گیا وہی اس کا رب ہے اس لئے ازراہ تکبر اپنی خدائی اور ربوبیت کا مدعی تھا۔ اسی لئے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ میں اپنے سوا اور کوئی رب نہیں جانتا۔ پھر وہ کون رب ہے جس کا تم اپنے کو پیغامبر اور رسول بتاتے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی اس بات کا بے نظیر اور جامع جواب ایک مختصر جملے میں دیا اور فرمایا ربنا الذی اعطی کل شئی خلقه ثم هدی۔ یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کے مناسب وجود عطا کیا اور اس کو اس کی خاص صورت اور خاص شکل دی جو اس کے لائق اور مناسب تھی اور پھر وجود عطا کرنے کے بعد ہر شے کو اس کے اسباب بقا کی طرف رہنمائی کی تو غور کیجئے کہ ہر چیز پیدا ہوتے ہی اپنی بقاء کا ذریعہ ڈھونڈنے لگتی ہے۔ مرغی کا بچہ زمین پر چونچ مارتا ہے۔ انسان کا بچہ ماں کے پستان کو ڈھونڈنے لگتا ہے پیدا ہوتے ہی کھانے پینے کا ہوش آ جاتا ہے۔ یہ ہوش کہاں سے آیا اور کس نے سکھایا اور جانوروں کا تو یہ حال ہے کہ ہر جانور کو ابتدائے پیدائش ہی سے یہ علم ہو جاتا ہے کہ

جنگل کی کونسی گھاس پات اور کس درخت کے پتے میرے لئے مفید ہیں اور کون سے مضر اور نقصان دہ ہیں مفید کو کھاتا ہے اور مضر سے بچتا ہے۔ اسی طرح مچھلی کو تیرنا۔ چڑیا کو اُڑنا۔ درخت کو پھل پھول دینا اور زمین کو نباتات اگانے کی ہدایت اسی خالق نے بخشی۔ غرض کہ اس مختصر سے جملہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ خداوہ ہے کہ جو ہر چیز کو اس کا خاص وجود عطا کرنے کے بعد اس کو اپنے نفع نقصان کا القا اور الہام کرے۔ تو یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف یہی نہیں بتایا کہ ان کا رب کون ہے بلکہ یہ بھی بتادیا کہ وہ کیوں رب ہے اور اس کے سوا کسی اور کو رب نہیں مانا جاسکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب فرعون سن کرایسا حیران ششدر اور مبہوت رہ گیا کہ اس کی تردید میں کچھ بول ہی نہ سکا۔ ایسا بلیغ کلام اس نے کبھی نہیں سنا تھا اس لئے طرز سخن بدل کر دوسرا سوال کیا کہ اچھا بتاؤ گذشتہ اقوام کا کیا حال ہوگا؟ یعنی جب تمہارے قول کے مطابق الوہیت اور ربوبیت کا مرکز ایک ہی غیبی ہستی ہے اور نجات وسعادت کے لئے تم توحید کو ضروری بتلاتے ہو تو ہمارے باپ دادا اور گذشتہ قومیں جو صدہا برس سے نسل درنسل تمہارے ان دلائل سے غافل اور بے خبر تھے اور حشر ونشر و جزاوسزا کے منکر تھے تو کیا وہ سب کے سب بیوقوف وجاہل تھے؟ کیا کل کے کل گمراہ و بے دین تھے؟ اس سوال سے فرعون کا مطلب ایک یہ بھی تھا کہ کروڑوں افراد واشخاص جواب تک گزر چکے ہیں ان کے عقائد و اعمال کا احاطہ کیونکر ممکن ہے۔ سزاو جزا۔ عذاب وثواب تو اسی وقت ممکن ہے جب عقائد واعمال کا علم اور احاطہ ممکن ہو۔ کروڑوں انسانوں کے لامحدود حرکات وسکنات اور اقوال و اعمال کا احاطہ ناممکن ہے پھر کس طرح ان کو سزاو جزادی جاسکتی ہے اور کیونکر تم تکذیب کرنے والے کو مستحق عذاب اور ہدایت قبول کرنے والے کو مستوجب سلامتی ونجات کہتے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا نہایت حکیمانہ جواب دیا اور فرمایا گذشتہ اقوام کا علم میرے رب ہی کو ہے۔ اس نے اپنے دفتر میں سب کچھ مندرج کررکھا ہے ان کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک بات کا پورا ریکارڈ اللہ کے پاس محفوظ ہے اس کے علم میں غلطی اور نسیان ناممکن ہے۔ نہ خدا کی نگاہ سے کوئی چیز بچی رہ گئی ہے اور نہ اس کے حافظہ اور علم سے کوئی شے محو ہوئی ہے۔ ان سب کے اعمال نامے اللہ کے پاس موجود ہیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزاوسزادے گا اور اس میں کوئی غلطی ممکن نہیں کیونکہ غلطی کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو معاذ اللہ اللہ کو ان کا صحیح علم نہ ہو یا خدا بھول جائے تو یہ دونوں صورتیں محال ہیں۔ میرا رب بھول چوک اور غلطی سے پاک ومنزہ ہے تو جب یہ دونوں چیزیں ذات الٰہی میں ممکن نہیں اور اس کا علم سب کو محیط ہے تو پھر سزاو جزا کچھ دشوار نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جوابات کا خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ کی خلاقی۔ ربوبیت اور عالم کل ہونے کو ثابت فرما کر اس کی الوہیت ویکتائی پر استدلال فرمایا اور عالم آخرت میں جزاوسزا کے عقیدہ کی صداقت کا اظہار فرمایا۔ یہاں تک موسیٰ علیہ السلام کی تقریر ہوچکی آگے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی شان ربوبیت کی کچھ تفصیل خود بیان فرماتے ہیں جس کا ذکر اجمالاً موسیٰ علیہ السلام کے ان جوابات میں تھا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل فرمایا کہ جو اس کی ربوبیت والوہیت کے مقر ہیں۔ اے اللہ ہم کو اس توحید پر قائم رکھ اور اسی پر موت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمارے عقیدۂ عالم آخرت کو ایسا مضبوط بنادے کہ ہم ہر حال میں آخرت کی جزاوسزا کو پیش نظر رکھیں اور ہر طرح کی نافرمانی سے رک جائیں۔ اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگ جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا وَّسَلَکَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا

وہ ایسا ہے جس نے تم لوگوں کیلئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے واسطے راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے

بِہٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی ۝۵۳ کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی ۝۵۴

اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا۔ خود (بھی) کھاؤ اور اپنے مواشی کو (بھی) چراؤ۔ ان سب چیزوں میں اہل عقل کے واسطے (قدرت الٰہیہ کی) نشانیاں ہیں۔

مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی ۝۵۵ وَلَقَدْ اَرَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا

ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو لے جائیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے۔ اور ہم نے اس (فرعون) کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھلائیں

کُلَّھَا فَکَذَّبَ وَاَبٰی ۝۵۶

سو وہ جھٹلاتا ہی کیا اور انکار ہی کرتا رہا۔

الَّذِیْ وہ جس نے	جَعَلَ بنایا	لَکُمْ تمہارے	الْاَرْضَ زمین	مَھْدًا بچھونا	وَسَلَکَ اور چلائیں	لَکُمْ تمہارے لئے	فِیْھَا اس میں
سُبُلًا راہیں	وَاَنْزَلَ اور اتارا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	فَاَخْرَجْنَا پھر ہم نے نکالے	بِہٖ اس سے	اَزْوَاجًا جوڑے
مِنْ سے	نَّبَاتٍ سبزی	شَتّٰی مختلف	کُلُوْا تم کھاؤ	وَارْعَوْا اور چراؤ	اَنْعَامَکُمْ اپنے مویشی	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِکَ اس میں
لَاٰیٰتٍ نشانیاں	لِّاُولِی النُّھٰی عقل والوں کیلئے	مِنْھَا اس سے	خَلَقْنٰکُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا	وَفِیْھَا اور اس میں			
نُعِیْدُکُمْ ہم لوٹادیں گے تمہیں	وَمِنْھَا اور اس سے	نُخْرِجُکُمْ ہم نکالیں گے تمہیں	تَارَۃً اُخْرٰی دوسری بار	وَلَقَدْ اَرَیْنٰہُ اور ہم نے اسے دکھائیں			
اٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں	کُلَّھَا تمام	فَکَذَّبَ تو اس نے جھٹلایا	وَاَبٰی اور انکار کیا				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہ جواب نقل فرمائے گئے تھے جو آپ نے فرعون کے دو سوالات کے جواب میں دیئے تھے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شرارت سے یا جہالت سے ایک سوال یہ کیا تھا کہ تم دونوں کا رب کون ہے جس کا تم اپنے آپ کو پیغمبر بتلاتے ہو اور دوسرا سوال یہ کیا تھا کہ جو نسلیں اور قومیں گذشتہ میں گزر چکیں اور جو توحید کو نہیں مانتی تھیں تو ان کا اس نہ ماننے کی بنا پر کیا حال ہوا؟ ان دونوں سوالات کے جو حکیمانہ جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دیئے تھے وہ گذشتہ آیات میں بیان ہوئے تھے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مکالمہ کو روک کر حق تعالیٰ اپنی شان الوہیت وربوبیت کی کچھ تفصیل خود بیان فرماتے ہیں جن کا ذکر اجمالاً موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں آیا تھا۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کے بعد یہ آیات بطور شرح و تذکیر ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ اور ان آیات کے بعد پھر وہی مناظرانہ مکالمہ مابین فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اور اس طرح کی مثالیں قرآن پاک میں متعدد جگہ موجود ہیں۔ الغرض گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کر کے اب حق تعالیٰ بطور جملہ معترضہ کے براہ راست نوع انسانی سے خطاب فرماتے ہیں کہ تمہارا رب وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے زمین کو مثل فرش کے بنایا کہ تم اس پر آرام کر سکو اور مزے کے ساتھ اس پر چل پھر سکو۔ اور زمین عجب فرش ہے کہ جو نہ لوہے کی مانند سخت ہے اور نہ روئی اور گارے کی طرح نرم

ہے۔ پھر اسی رب نے تمہارے چلنے کے لئے اس زمین میں راستے بنا دیئے۔ زمین پر میدانوں۔ وادیوں۔ پہاڑوں کے بیچ میں سے راستے نکال دیئے جن پر چل کر تم ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچ سکتے ہو پھر اسی رب نے آسمان سے پانی برسایا تا کہ تم اس سے زندہ رہ سکو اور اسی پانی کے ذریعہ سے طرح طرح کے غلے میوے۔ سبزیاں۔ پھل پھول پیدا کئے جن سے تم عمدہ غذائیں کھاتے ہو اور باوجودیکہ زمین ایک ہے۔ پانی ایک ہے۔ ہوا اور روشنی ایک ہے مگر ہر ایک نباتات کا مزہ۔ رنگ اور بو مختلف ہے۔ پھر جو اشیاء تمہارے کام کی نہیں وہ اپنے مویشیوں کو کھلاتے ہو اس طرح تمہاری اور تمہارے مویشیوں کی حیات اور زندگی کا سامان ہوا۔ آگے دہریوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے فرمایا کہ اس رب کی قدرت اور شان ربوبیت کی یہ سب نشانیاں ہیں۔ اگر عقل ہے تو سمجھ لوگے کہ یہ مضبوط اور محکم انتظامات یونہی محض اتفاق سے قائم نہیں ہو سکتے۔ یہ قدرت الٰہیہ کے نشانات تم کو بتا دیں گے کہ اس کائنات کا رب ایک ہی رب ہے اور ربوبیت ساری کی ساری اسی کی ہے۔ گویا یہاں وجود باری تعالیٰ اور توحید کی طرف توجہ دلائی گئی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو اسی زمین سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا فرمایا ہے یعنی تمہاری ابتدا اسی سے ہے اس لئے کہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی پیدائش اسی زمین کی مٹی سے ہوئی۔ پھر جن غذاؤں سے آدمی کا بدن پرورش پاتا ہے وہ بھی مٹی ہی سے نکلتی ہیں اور پھر مرنے کے بعد بھی عام آدمیوں کو بھی جلد یا بدیر اسی مٹی میں مل جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن دوبارہ پھر اسی زمین سے تم کو حساب کتاب کے لئے نکالا جائے گا۔ احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کے دفن کے بعد ان کی قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے پہلی بار فرمایا **منها خلقنكم** دوسری لپ ڈالتے ہوئے فرمایا **وفيها نعيدكم** تیسری بار مٹی ڈالتے ہوئے فرمایا **ومنها نخرجكم تارة اخرى**۔ اسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و تعلیم میں مسلمان اپنی میت کی قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے یہی کلمات قرآنی پڑھتے ہیں۔ ان آیات کے اخیر میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرعون کو اپنی جو نشانیاں دکھلانا منظور تھیں سب دکھلا دیں۔ مثلاً عصا اور ید بیضا کے معجزات وغیرہ اور جن کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کسی عذر کی اس کے لئے گنجائش باقی نہ رہی مگر پھر بھی وہ بدبخت نہ مانا اور انکار و تکذیب ہی پر اڑا رہا۔

بیچ میں یہ حق تعالیٰ کا ارشاد بطور جملہ معترضہ آیا تھا۔ اب آگے پھر وہی مضمون یعنی فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی شان ربوبیت والوہیت کی معرفت کاملہ ہم کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہر حال میں ہم کو حق سے وابستہ رہنے اور باطل سے علیحدہ رہنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ روئے زمین پر اس وقت جہاں جہاں حق و باطل میں مقابلہ اور معرکہ آرائی ہے یا اللہ اپنی قدرت سے حق کو غلبہ عطا فرما اور باطل کو مغلوب فرما۔ یا اللہ آپ ہی نے ہم کو زندگی عطا کی ہے آپ ہی ہم کو موت دیں گے اور آپ ہی قیامت میں ہم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائیں گے۔ یا اللہ ہم کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور اسی حالت اسلام و ایمان پر موت دیجئے اور اپنے مخلص مومن بندوں کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ۝۵۷ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ

کہنے لگا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس اس واسطے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو سے نکال باہر کرو۔ سو اب ہم بھی تیرے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں تو ہمارے

بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝۵۸ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ

اور اپنے درمیان میں ایک وعدہ مقرر کرلو جس کو نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم خلاف کرو کسی ہموار میدان میں۔ موسیٰ نے فرمایا تمہارے وعدہ کا وقت

وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝۵۹ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝۶۰

وہ دن ہے جس میں میلہ ہوتا ہے اور دن چڑھے لوگ جمع ہوجاتے ہیں۔ غرض فرعون لوٹ گیا پھر اپنے مکر کا سامان جمع کرنا شروع کیا پھر آیا۔

قَالَ اس نے کہا	اَجِئْتَنَا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس	لِتُخْرِجَنَا کہ تو نکال دے ہمیں	مِنْ اَرْضِنَا ہماری زمین سے	بِسِحْرِكَ اپنے جادو کے ذریعہ	
يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	فَلَنَاْتِيَنَّكَ پس ضرور ہم تیرے مقابل لائیں گے	بِسِحْرٍ ایک جادو	مِّثْلِهٖ اس جیسا	فَاجْعَلْ پس مقرر کر	بَيْنَنَا ہمارے درمیان
وَبَيْنَكَ اور اپنے درمیان	مَوْعِدًا ایک وعدہ	لَّا نُخْلِفُهٗ ہم اسکے خلاف نہ کریں	نَحْنُ ہم	وَلَآ اور نہ	اَنْتَ تو
مَكَانًا سُوًى ایک ہموار میدان					
قَالَ اس نے کہا	مَوْعِدُكُمْ تمہارا وعدہ	يَوْمُ الزِّيْنَةِ زینت کا دن	وَاَنْ اور یہ کہ	يُّحْشَرَ جمع کیے جائیں	النَّاسُ لوگ
ضُحًى دن چڑھے					
فَتَوَلّٰى پھر لوٹ گیا	فِرْعَوْنُ فرعون	فَجَمَعَ اس نے جمع	كَيْدَهٗ اپنا داؤ	ثُمَّ پھر	اَتٰى وہ آیا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ''الوہیت وربوبیت خداوندی کا ذکر ہوا تھا اور وہ حق تعالیٰ کا ارشاد درمیان میں بطور جملہ معترضہ آیا تھا اور اخیر میں بتلایا گیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی فرعون کے سامنے حق تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت اور وحدانیت کے دلائل بیان فرمادیئے اور اپنی نبوت ورسالت کے اثبات میں فرعون کو اپنی لاٹھی اور چمکتے ہوئے روشن ہاتھ کے معجزہ بھی دکھلائے مگر فرعون نے ان کو سحر اور جادو بتلایا اور کوئی بات مان کر نہ دی۔ فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو اور مکالمہ کا ذکر پہلے بھی ہوچکا ہے جو مختلف مجالس میں ہوتی رہیں۔ فرعون حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے روشن اور پُر از صداقت دلائل سن سن کر اگرچہ پیچ وتاب کھاتا تھا مگر لاجواب ہوجانے کی وجہ سے کوئی صورت نہیں بنتی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام سے چھٹکارا حاصل کرے۔ وہ جانتا تھا کہ میری ربوبیت اور الوہیت کی بنیاد اتنی کمزور ہے کہ دلائل موسیٰ کی صداقت کے سامنے مکڑی کے جالے کی طرح ٹوٹ کر تار تار ہوجاتی ہے اور اس کے درباری بھی اس کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس لئے فرعون کے لئے یہ بات سخت ناقابل برداشت تھی کہ جس قلمرو میں اس کے رعب شاہی اور دبدبۂ حکومت کے ساتھ اس کی ربوبیت کا جاہ وجلال بھی مانا جاتا ہو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی یہ جرأتِ حق اندر ہی اندر اس کو خائف اور پریشان کررہی تھی۔

سب سے پہلے اپنی قوت وجبروت اور دبدبہ وجلال سے ڈراتی ہے۔ قید وبند کے عذاب اور ہلاکت سے خوف دلاتی ہے اور اپنی گرفت سے مرعوب کرنا چاہتی ہے۔ جب یہ حربہ کارگر نہیں ہوتا اور حامل صداقت بغیر کسی خوف کے بے باکانہ حق وصداقت کا اعلان کرتا ہے تو دوسرے درجہ پر اہل باطل بھی دلائل وبراہین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھنے والوں کی آنکھ میں خاک جھونکتے اور

سننے والوں کے کانوں پر مکروفریب کا پردہ ڈالنے کے لئے دلائل کی روشنی میں مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔اور اپنی شکست کو چھپانے کے لئے پرفریب الفاظ سے حاضرین وسامعین کو اپنے مکر کے جال میں پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں۔لیکن جب حق کی طاقت ان کے فریب کا تار تار بکھیر کر رکھ دیتی ہے۔عقل کی روشنی میں دلائل کی حقانیت سے حق وباطل اور صحیح وغلط کو جدا جدا کر دیتی ہے اور کوئی فریب نہیں چلتا تو اہل باطل پرستاران نفس حاملین صداقت کو طرح طرح سے متہم کرتے ہیں۔کبھی کہتے ہیں کہ یہ شخص انقلاب پیدا کر کے حکومت حاصل کرنا چاہتا ہے۔کبھی کہتے ہیں کہ ہر دل عزیزی پیدا کر کے شہرت وجاہ کا حصول اس کے پیش نظر ہے۔کبھی کہتے ہیں کہ یہ ساحر جادوگر اور دھوکہ باز ہے لیکن جب ارباب حق مادی مقابلہ کے لئے بھی تیار ہو جاتے ہیں اور حق وباطل کا فرق کھل جاتا ہے اور وہ لوگ جن کی فطرت میں حق تعالیٰ نے سعادت کا نور ودیعت رکھا ہے سچائی کو دیکھ کر حقانیت کے معترف ہو جاتے ہیں اور اہل حق کی تعداد بڑھنے لگتی ہے تو قصر طاغوتی میں لرزہ پڑ جاتا ہے۔بنیادیں ہلنے لگتی ہیں اور انجام کار اہل حق کو ڈرانے اور مغلوب کرنے کے لئے ان کے متبعین اور ساتھیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں اور جسمانی سزائیں دی جاتی ہیں۔قتل وغارت کیا جاتا ہے۔اور بہتیروں کو نذر شمشیر کیا جاتا ہے۔اس وقت غیرت حق جوش میں آتی ہے اور قوت قہاری بر سر عمل آ کر اہل باطل کے تمام دبدبہ وجلال کو غارت کر دیتی ہے۔ان کے اموال واملاک خاک میں ملا دیئے جاتے ہیں۔طاغوتی لشکر کو ہلاکت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔فرعون کی بھی ٹھیک یہی حالت ہوئی۔شروع میں تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرا دھمکا کر مرعوب کرنا چاہا۔پھر مناظرانہ انداز میں سوال وجواب کئے۔جب آپ کے دلائل قاہرہ نے فرعون کو متحیر اور مبہوت کر دیا اور کوئی جواب بن نہ پڑا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت والزام لگانے لگا اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا کہ تم جادوگر ہو اور جادو کے زور سے ہمارا ملک چھیننا چاہتے ہو اور اس پر قابض ہونا چاہتے ہو لہٰذا اب تمہارے جادو کا مقابلہ جادو سے کیا جائے گا۔تا کہ لوگ جان لیں کہ یہ شخص پیغمبر نہیں جادوگر ہے۔جو زور سے ہم کو ہمارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نفرت اور اشتعال دلانے کے لئے کہی تھی کیونکہ جب قوم کے لوگ یہ سنیں گے تو ان کے دل میں یہ بات جم جائے گی کہ اگر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی بات مان لی تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ ہم کو اپنے گھر بار سے نکلنا پڑے گا۔تو ان کی بات کو قبول نہ کریں گے اور نہ ان کے معجزوں میں غور وفکر کریں گے اور یہی سمجھیں گے کہ جو کچھ موسیٰ نے لاٹھی وغیرہ کا معجزہ دکھایا ہے وہ بھی ایک قسم کا جادو ہے۔بالآخر فرعون اور فرعونیوں کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ فی الحال تو موسیٰ اور ہارون کو مہلت دو اور اس دوران میں تمام قلمرو سے ماہر جادوگروں کو دارالسلطنت میں جمع کرو اور پھر ان سے موسیٰ کا مقابلہ کراؤ۔بلاشبہ یہ شکست کھا جائے گا اور اس کے تمام ارادے خاک میں مل جائیں گے۔اس مشورہ کے بعد فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم خوب سمجھ گئے کہ تو ہم کو اس سرزمین مصر سے بے دخل کرنا چاہتا ہے لہٰذا اب تمہارا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو جمع کر کے تم کو شکست دی جائے۔اب تمہارے اور ہمارے درمیان مقابلہ کے دن کا معاہدہ ہو جانا چاہئے اور پھر نہ اس سے ہم ٹلیں گے اور نہ تم وعدہ خلاف کرنا کھلے میدان میں سب کے سامنے ہار جیت کا فیصلہ ہو جائے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے منظور ہے اور اس کام کے لئے سب سے بہتر دن یوم الزینہ یعنی تمہاری عید اور

7 جشن کا دن ہے۔ اس دن سورج بلند ہونے پر ہم سب کو میدان میں جمع ہو جانا چاہئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کو اس لئے غنیمت جانا کہ وہ خدائے تعالیٰ کے جو معجزات فرعون اور قوم فرعون کو دکھا چکے تھے انہوں نے ان کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ یہ تو جادو اور سحر ہے لہٰذا اب جبکہ ساحروں اور جادوگروں سے مقابلہ کے بعد بھی خدا کا معجزہ غالب رہے گا تو ناچار ان کو صداقت اور حق کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ پس اگر ان کی عید اور جشن کے روز خواص و عوام کے مجمع میں ساحر اور جادوگر عاجز ہو کر میری صداقت کا اقرار کر لیں تو پھر کسی فرعونی کو لب کشائی کا موقع نہ رہے گا اور بر سر عام حق کا مظاہرہ اور تبلیغ حق کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔ اور سارے ملک میں اس کی خبر پھیل جائے گی۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے غلبہ کا یقین کامل تھا اس لئے بے دھڑک یہ دن اور وقت مقابلہ کے لئے مقرر کر لیا۔

جب مقابلہ کے لئے مکان و زمان اور وقت سب طے پا گیا تو فرعون اپنے دربار سے واپس ہوا اور اپنے مکر و فریب کا سامان جمع کرنا شروع کیا اور ساحروں کی ایک بڑی جمعیت کو جمع کرنا شروع کیا۔

بہر حال مقررہ دن یوم جشن آ پہنچا۔ میدان جشن میں تمام شاہانہ کروفر کے ساتھ فرعون تخت نشین ہوا۔ اور درباری وزراء و امرا بھی حسب مراتب قرینے سے بیٹھے اور لاکھوں عوام حق و باطل کے معرکہ کا نظارہ کرنے کو جمع ہوئے۔ ایک جانب مصر کے مشہور جادوگروں کا گروہ اپنے ساز و سامان سحر سے لیس کھڑا ہے اور دوسری جانب خدا کے رسول حق کے پیغمبر۔ سچائی و راستی کے پیکر حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کھڑے ہیں۔ چونکہ یہ مجمع رسول برحق کے مقابلہ میں صرف عناد کے تحت اکٹھا کیا گیا تھا اور رسول کا کام اتمام حجت اور نصیحت خلق ہے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو چیلنج کریں حق تبلیغ ادا فرماتے ہوئے فرعون کے جمع کردہ ساحروں کو خطاب فرمایا۔ اور کیا ارشاد فرمایا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ حق و باطل میں اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں مقابلہ و مقاتلہ ہو رہا ہے۔
اے اللہ اپنی قوت قہاری و جباری سے باطل کی قوتوں کو پاش پاش فرما دے۔ اور حق کو غلبہ عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُم بِعَذَابٍ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنِ

(اُس وقت) موسیٰ نے اُن (جادوگر) لوگوں سے فرمایا کہ اے کم بختی مارو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء مت کرو، کبھی خدا تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کر دے

افْتَرَىٰ ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَىٰ ﴿٦٢﴾ قَالُوا إِنْ هَٰذَانِ لَسَاحِرَانِ يُرِيدَانِ

اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام رہتا ہے۔ پس جادوگر باہم اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے۔ (فرعونی) کہنے لگے کہ بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں ان کا مطلب یہ ہے

أَن يُخْرِجَاكُم مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَىٰ ﴿٦٣﴾ فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا ۚ

کہ اپنے جادو سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ طریقہ کا دفتر ہی اٹھا دیں۔ سو اب تم مل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو اور صفیں آراستہ کر کے (مقابلہ میں) آؤ

وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ ﴿٦٤﴾ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ أَوَّلَ

اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہو۔ پھر اُنہوں نے کہا اے موسیٰ آپ اپنا (عصا) پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں۔

مَنْ أَلْقَىٰ ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ أَلْقُوا ۖ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا

آپ نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے ڈالو پس یکایک اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں اُن کی نظر بندی سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے چلتی دوڑتی ہوں۔

تَسْعَىٰ ﴿٦٦﴾ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ﴿٦٧﴾

سو موسیٰ کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا۔

قَالَ اس نے کہا	لَهُمْ اُن سے	مُوسَىٰ موسیٰ	وَيْلَكُمْ خرابی تم پر	لَا تَفْتَرُوا نہ گھڑو	عَلَى اللَّهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ		
فَيُسْحِتَكُمْ کہ وہ ہلاک کر دے تمہیں	بِعَذَابٍ عذاب سے	وَقَدْ خَابَ اور وہ نامراد ہوا	مَنِ افْتَرَىٰ جس نے جھوٹ باندھا					
فَتَنَازَعُوا تو وہ جھگڑنے لگے	أَمْرَهُمْ اپنے کام میں	بَيْنَهُمْ باہم	وَأَسَرُّوا اور انہوں نے چھپ کر کیا	النَّجْوَىٰ مشورہ	قَالُوا وہ کہنے لگے			
إِنْ تحقیق	هَٰذَانِ یہ دونوں	لَسَاحِرَانِ البتہ جادوگر	يُرِيدَانِ یہ چاہتے ہیں	أَن يُخْرِجَاكُم کہ تمہیں نکال دیں	مِّنْ سے	أَرْضِكُمْ تمہاری سرزمین		
بِسِحْرِهِمَا اپنے جادو کے ذریعہ	وَيَذْهَبَا اور وہ لے جائیں	بِطَرِيقَتِكُمُ تمہارا طریقہ	الْمُثْلَىٰ اچھا	فَأَجْمِعُوا لہٰذا اکھٹا کرلو تم	كَيْدَكُمْ اپنے داؤ			
ثُمَّ ائْتُوا پھر تم آؤ	صَفًّا صف باندھ کر	وَقَدْ أَفْلَحَ اور تحقیق کامیاب ہوگا	الْيَوْمَ آج	مَنِ جو	اسْتَعْلَىٰ غالب رہا	قَالُوا وہ بولے		
يَا مُوسَىٰ اے موسیٰ	إِمَّا یا تو	أَن تُلْقِيَ یہ کہ تو ڈالے	وَإِمَّا اور یا	أَن نَّكُونَ یہ کہ ہم ہوں	أَوَّلَ پہلے	مَنْ جو	أَلْقَىٰ ڈالیں	قَالَ اسنے کہا
بَلْ بلکہ	أَلْقُوا تم ڈالو	فَإِذَا تو ناگہاں	حِبَالُهُمْ ان کی رسیاں	وَعِصِيُّهُمْ اوران کی لاٹھیاں	يُخَيَّلُ خیال میں آئیں	إِلَيْهِ اسکے		
مِنْ سے	سِحْرِهِمْ ان کا جادو	أَنَّهَا کہ وہ	تَسْعَىٰ دوڑ رہی ہیں	فَأَوْجَسَ تو پایا	فِي نَفْسِهِ اپنے دل میں	خِيفَةً کچھ خوف	مُوسَىٰ موسیٰ	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ فرعونیوں کے عید یا جشن کے دن جو مقابلہ کے لئے مقرر ہوا تھا صبح ہی سے عوام وخواص سب اس میدان میں جمع ہو گئے کہ آج دیکھیں کون غالب آتا ہے۔ فرعونی کہتے تھے کہ ہم تو جادوگروں کے کمال کے قائل ہیں

وہی غالب آئیں گے۔ الغرض جب سب جمع ہو گئے فرعون تخت سلطنت پر بیٹھا وزرا امرا اور ارکان دولت اپنی کرسیوں پر بیٹھے۔ دائیں بائیں عام رعایا صف بستہ کھڑی ہو گئی۔ ساحروں کی جماعت فرعون کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ دوسری طرف صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ کھڑے تھے۔ فرعون نے جادوگروں سے کہا کہ اپنا کرتب کامل طور پر دکھانا۔ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا۔ میں تم کو اپنا مقرب بنالوں گا اور مالا مال کردوں گا۔ غرض جب مقابلہ کی تیاری ہوگئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تبلیغ ادا فرماتے ہوئے مجمع میں ہر شخص کو اس کے حسب حال نصیحت فرمائی۔ چونکہ جادوگر حق کا مقابلہ جادو سے کرنے والے تھے ان کو تنبیہ فرمائی جیسا ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ تمہاری حالت پر سخت افسوس ہے۔ تم کیا کر رہے ہو۔ دیکھو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ تم ہم کو جادوگر کہہ کر خدا پر جھوٹا الزام نہ لگاؤ۔ خدا کے نشانوں اور انبیاء کے معجزات کو سحر بتلانا اور بے حقیقت چیزوں کو ثابت شدہ حقائق کے مقابلہ میں پیش کرنا گویا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ اور جھوٹ باندھنے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں اس بہتان طرازی کی سزا میں تم پر کوئی آسمانی آفت نہ آ پڑے اور جڑ سے تم کو نہ اکھاڑ پھینکے۔ کیونکہ جس کسی نے حق پر بہتان باندھا وہ نامراد ہی رہا۔ موسیٰ علیہ السلام کی تقریر نے ساحروں کی جماعت میں کھلبلی ڈال دی۔ آپس میں ردوکد شروع کردی اور سرگوشیاں کرنے لگے کہ اس شخص کو کیا سمجھا جائے۔ اس کی باتیں ساحروں جیسی تو معلوم نہیں ہوتیں۔ درباریوں نے یہ حال دیکھا تو جادوگروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ یہ دونوں بلاشبہ جادوگر ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ جادو کے زور سے تم کو تمہارے وطن سے نکال دیں اور تم پر غلبہ کرلیں اور تمہارا جو دین اور رسوم پہلے سے چلی آتی ہیں ان کو مٹا کر اپنا طور وطریق رائج کردیں اور جادو کے فن کو بھی جس سے ملک میں تمہاری عزت اور کمائی ہے دونوں بھائی چاہتے ہیں کہ تم سے لے اڑیں اور تن تنہا خود اس پر قابض ہوجائیں۔ لہٰذا تم موقع کی اہمیت کو سمجھو۔ وقت کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ پوری ہمت اور قوت سے سب مل کر ان کے گرانے کی تدبیر کرو اور دفعتہً ایسا متفقہ حملہ کرو کہ پہلے ہی وار میں ان کے قدم اکھڑ جائیں اس لئے کہ آج کا معرکہ فیصلہ کن معرکہ ہے۔ آج کی کامیابی دائمی کامیابی ہے جو فریق آج غالب رہے گا وہی کامیاب ثابت ہوگا۔ اس پر جادوگروں نے آگے بڑھ کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اس گفت وشنید کے قصہ کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ ابتدا تمہاری جانب سے ہوگی یا ہماری جانب سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ان پر اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو آپ نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا کہ پہلے تم ہی اپنے حوصلے نکال لو اور اپنے کمال فن کی پوری حسرت نکال لو اور اپنے کرتب دکھالو۔ چنانچہ ساحروں نے اپنی رسیاں بان۔ اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں جو سانپ اور اژدھے کی شکل میں دوڑتی نظر آنے لگیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ دیکھا تو دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔ یہاں آیت میں الفاظ یہ آئے ہیں فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ۔ سو موسیٰؑ کے دل میں کچھ خوف سا ہوا۔ اب یہاں مفسرین کے دو قول ہیں کہ یہ خوف کس بات کا ہوا؟ مفسرین کے ایک گروہ نے تو یہ لکھا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو ساحروں کی ڈالی ہوئی رسیاں اور لاٹھیاں سانپ اور اژدھے کی شکل میں دوڑتی نظر آنے لگیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دل میں یہ خوف محسوس کیا کہ کہیں لوگ اس مظاہرہ سے متاثر نہ ہوجائیں اور ساحروں کے سحر کو حقیقت نہ سمجھ لیں کیونکہ اگر ایسا ہوا

تو یہ تاثیر اور رعب قبول حق کے لئے سدراہ بنے گا اور جادوگروں کا یہ سوانگ دیکھ کر کہیں بے وقوف لوگ دھوکہ میں نہ پڑ جائیں اور سحر و معجزہ میں فرق نہ کر سکیں اور ایسی صورت میں حق کا غلبہ واضح نہ ہو سکے گا۔ اس بنا پر موسیٰ علیہ السلام کے دل میں کچھ اندیشہ اور خوف پیدا ہوا۔ ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے تو اس کے تمام نشیب و فراز کا بھی انتظام فرما دے گا اور اپنے مرسل کی مدد فرمائے گا۔ اور ایسا خوف طبعی جو درجہ وسوسہ میں تھا شان و کمال نبوت کے منافی نہیں۔ دوسرے مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ جب جادوگروں نے یکبارگی اپنی لاٹھیاں اور رسیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف پھینکیں اور اچانک آپ کو یہ نظر آیا کہ سینکڑوں سانپ اور اژدھے آپ کی طرف دوڑتے چلے آرہے ہیں تو اس منظر سے فوری طور پر آپ نے ایک خوف و دہشت محسوس کیا۔ آگے انہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ انسانیت اور بشریت کے تقاضہ سے ایسا خوف محسوس ہونا کوئی عجیب بات بھی نہیں۔ اس مقام پر یہ بات لائق ذکر ہے کہ عام انسانوں کی طرح پیغمبر بھی جادو و سحر سے متاثر ہو سکتا ہے۔ اگر چہ جادوگر پیغمبر کی نبوت سلب کر لینے یا اس کے اوپر نازل ہونے والی وحی میں خلل ڈال دینے یا جادو کے اثر سے اس کو گمراہ کر دینے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن کچھ دیر کے لئے پیغمبر کے قویٰ اور جسم پر یک گونہ اثر ضرور ڈال سکتا ہے اور اس کی تصدیق و تائید احادیث سے ہوتی ہے کہ کئی صحابہ مثلاً حضرت ابن عباس۔ زید بن ارقم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض یہود نے سحر کیا جس کے اثر سے ایک طرح کا مرض سا بدن مبارک کو لاحق ہو گیا۔ اس دوران میں کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ایک کام کر چکے ہیں مگر خیال گزرتا تھا کہ نہیں کیا یا ایک کام نہیں کیا اور خیال گزرتا تھا کہ کر چکے ہیں۔ اس سحر کے علاج کے واسطے حق تعالیٰ نے دو سورتیں سورۂ فلق اور سورۃ الناس نازل فرمائیں اور ان کی تاثیر سے وہ اثر باذن اللہ زائل ہو گیا۔ بہر حال وجہ جو بھی ہو آیت میں یہ صاف فرمایا گیا ہے۔ کہ اس مظاہرہ سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ اندیشہ محسوس کیا۔

جیسا اوپر بیان ہوا یہ خوف طبعی۔ شان کمال اور شان نبوت کے منافی نہیں۔ الغرض جس وقت قدرے خوف موسیٰ علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوا اسی وقت وحی نازل ہوئی اور وحی میں حق تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو کیا ارشاد فرمایا۔ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق و باطل کی کشمکش جو اس دنیا میں ہمیشہ سے قائم رہی ہے حق تعالیٰ ہم کو حق کے ساتھ وابستہ رکھیں۔ اور ہماری زندگی حق کی اعانت اور نصرت میں گزاریں۔ اور حق کو غالب اور باطل کو مغلوب فرمادیں۔ اور حق کے مقابلہ میں جو باطل کھڑا ہو اس کی پوری طرح سرکوبی فرمادیں۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں حق و باطل کا مقابلہ ہے حق تعالیٰ اپنی قدرت سے حق کو غالب اور منصور فرمائیں اور باطل کو مغلوب و سرنگوں فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ

ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔ اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو ڈال دو ان لوگوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ (عصا) سب کو نگل جاوے گا

سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ

یہ جو کچھ بنایا ہے جادوگروں کا سانگ ہے اور جادوگر کہیں جاوے کامیاب نہیں ہوتا۔ سو جادوگر سجدہ میں گر گئے کہا کہ ہم تو ایمان لے آئے ہارونؑ اور موسیٰؑ کے پروردگار پر۔

وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ

فرعون نے کہا کہ بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں تم موسیٰؑ پر ایمان لے آئے واقعی وہ (سحر میں) تمہارے بھی بڑے ہیں کہ انہوں نے تم کو سحر سکھلایا ہے سو میں تم سب کے

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ

ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں اور یہ بھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے

اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾

کہ ہم دونوں میں کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے

قُلْنَا ہم نے کہا	لَا تَخَفْ تم ڈرو نہیں	اِنَّكَ بیشک تم	اَنْتَ تم	الْاَعْلٰى غالب	وَاَلْقِ اور ڈالو	مَا جو	فِيْ يَمِيْنِكَ تمہارے دائیں ہاتھ میں	
تَلْقَفْ وہ نگل جائے گا	مَا صَنَعُوْا جو انہوں نے بنایا	اِنَّمَا بیشک	صَنَعُوْا انہوں نے بنایا	كَيْدُ فریب	سٰحِرٍ جادوگر	وَلَا يُفْلِحُ اور کامیاب نہیں ہوگا		
السّٰحِرُ جادوگر	حَيْثُ جہاں	اَتٰى وہ آئے	فَاُلْقِيَ پس ڈال دیے گئے	السَّحَرَةُ جادوگر	سُجَّدًا سجدہ میں	قَالُوْا وہ بولے		
اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	بِرَبِّ رب پر	هٰرُوْنَ ہارونؑ	وَمُوْسٰى اور موسیٰؑ	قَالَ اس نے کہا	اٰمَنْتُمْ تم ایمان لائے	لَهٗ اس پر	قَبْلَ پہلے	
اَنْ اٰذَنَ کہ میں اجازت دوں	لَكُمْ تمہیں	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَكَبِيْرُكُمْ تمہارا رب	الَّذِيْ وہ جس نے	عَلَّمَكُمْ تمہیں سکھایا	السِّحْرَ جادو		
فَلَاُقَطِّعَنَّ پس میں ضرور کاٹوں گا	اَيْدِيَكُمْ تمہارے ہاتھ	وَاَرْجُلَكُمْ اور تمہارے پاؤں	مِّنْ خِلَافٍ دوسری طرف سے	وَ اور				
لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ میں تمہیں ضرور سولی دوں گا	فِيْ میں	جُذُوْعِ النَّخْلِ کھجور کے تنے	وَلَتَعْلَمُنَّ اور تم خوب جان لوگے	اَيُّنَا ہم میں کون				
اَشَدُّ زیادہ سخت	عَذَابًا عذاب میں	وَّاَبْقٰى اور تادیر رہنے والا						

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب فرعون کے جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور نظر بندی کردی تو یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے سانپ اور اژدھے چلتے اور دوڑتے ہوں تو موسیٰ علیہ السلام کے دل میں کچھ خوف سا ہوا کہ جب دیکھنے میں یہ رسیاں اور لاٹھیاں بھی سانپ معلوم ہوتی ہیں اور میرا عصا بھی بہت سے بہت سانپ بن جاوے گا تو دیکھنے والے تو دونوں چیزوں کو ایک ہی سا سمجھیں گے تو حق و باطل میں امتیاز کس طرح کریں گے اور یہ خوف باقتضائے طبع تھا ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی مدد ضرور فرمائے گا اور ایسا خوف طبعی جو درجہ وسوسہ میں تھا شان کمال کے منافی نہیں۔ الغرض جب یہ

خوف ہوا تو جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا اسی وقت جناب باری تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور معاً تسکین غیب سے دی گئی کہ تم کچھ پروانہ کرو فتح تمہاری اور حق ہی کی ہوگی۔ ہمارا وعدہ ہے کہ تم ہی غالب رہو گے۔ یہ تمہارے مقابل جو کچھ ہے اس کی بساط ہی کیا ہے۔ حق کے مقابلہ میں یہ کہیں ٹھہر سکتا ہے اور پھر ارشاد ہوا کہ اپنے داہنے ہاتھ والی لاٹھی کو میدان میں ڈال دو۔ جو ان کے بنائے ہوئے سوانگ کا یکدم لقمہ کر جائے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کی۔ خدا کے حکم سے وہ لاٹھی ایک زبردست بے مثال اژدھا بن گئی جس کے پیر بھی تھے سر بھی تھا کچلیاں اور دانت بھی تھے اس نے سب کے دیکھتے دیکھتے سارے میدان کو صاف کر دیا۔ جادوگروں کے جتنے کرتب تھے سب کو ہڑپ کر لیا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ لوگ ہیبت کے مارے بھاگے۔ ایک کے اوپر ایک گرا یہاں تک کہ ۲۵ ہزار آدمی کچل کر مر گئے۔ منظر بہت ہی ہیبت انگیز تھا ہر شخص جان بچانی چاہتا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کا عصا جو اژدھا بنا ہوا تھا فرعون کی طرف متوجہ ہوا کہ فرعون کو نگل جائے۔ فرعون چلایا اور موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا پھر وہ پہلے ہی جیسا عصا ہو گیا۔ لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک عرصہ تک فرعون اپنے محل سے باہر نہیں نکلا۔ اب سب پر حق واضح ہو گیا۔ حق و باطل اور سحر و معجزہ میں تمیز ہو گئی اور ساحر اپنے سحر میں ناکام رہے۔ اب جادوگروں نے جو اپنے فن کے ماہر اور کامل تھے اور سحر کی حقیقت سے واقف تھے۔ جب عصاء موسیٰ کا یہ کرشمہ دیکھا تو وہ حقیقت حال سمجھ گئے اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ یہ کام انسانی طاقت سے خارج ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا یہ عمل جادو سے بالاتر ہے اور اس کا سحر سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ واقعی اسی خدا کا کام ہے۔ جس کے موسیٰ و ہارون پیغمبر ہیں اس کا اتنا کامل یقین انہیں ہو گیا کہ وہ اسی میدان میں سب کے سامنے فرعون کی موجودگی میں خدا کے سامنے سربسجود ہو گئے سبحان اللہ!

کیا عجیب ماجرا ہے کہ انہی جادوگروں نے ابتدا میں موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو زمین پر ڈالا تھا۔ پھر جب حق واضح ہو گیا تو اپنے سروں کو زمین پر ڈال دیا اور یہ سجدہ سجدۂ شکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔ وہی رب العالمین ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ سبحان اللہ صبح کے وقت کافر اور جادوگر تھے اور شام کو پاکباز مومن اور راہ خدا کے شہید تھے۔ ان کی تعداد میں کئی ہزار ہونے کی بھی روایات ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ یہ ستر تھے اور لکھا ہے کہ جب یہ سجدے میں گرے ہیں تو حق تعالیٰ نے انہیں جنت دکھادی اور انہوں نے اپنی منزلیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کے الطاف ہیں کہ جس بندہ کو چاہیں غایت کفر و عناد سے نہایت ایمان تک پہنچا دیں۔ پھر شان خدا دیکھئے چاہئے تو یہ تھا کہ فرعون اب راہ راست پر آ جاتا۔ جن کو اس نے مقابلہ کے لئے بلوایا تھا وہ مجمع عام میں ہارے اور اپنی ہار مان لی۔ اپنے کرتب کو جادو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو خدا کی طرف سے عطا کردہ معجزہ تسلیم کر لیا۔ اور ایمان لے آئے اور مجمع عام میں سب کے سامنے بے جھجک انہوں نے دین برحق قبول کر لیا لیکن یہ فرعون اپنی شیطنت میں اور بڑھ گیا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ میرا تمام دام فریب تار تار ہو گیا اور موسیٰ کو شکست دینے کی جو آخری پناہ تھی وہ بھی منہدم ہو گئی اب کہیں ایسا نہ ہو کہ مصری عوام بھی ہاتھ سے جائیں اور موسیٰ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے تو اس نے مکر و فریب کا ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا اور ساحروں سے کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تم سب کا جادو میں استاد ہے اور تم سب نے آپس میں سازش اور ملی بھگت کر رکھی تھی۔ تب ہی تو میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ کے خدا پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ اچھا میں تم کو ایسی عبرتناک سزا

دوں گا تا کہ آئندہ کسی کو ایسی غداری کی جرأت نہ ہو پہلے تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹواؤں گا یعنی داہنا ہاتھ بایاں پاؤں بایاں ہاتھ داہنا پاؤں اور پھر سب کو سولی پر چڑھاؤں گا تا کہ تمہارا حال دیکھ کر سب عبرت حاصل کریں اور تمہیں پتہ چل جائے کہ میرا عذاب سخت ہے یا موسیٰ کے خدا کا۔

امام المفسرین امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ فرعون کا جادوگروں سے یہ کہنا کہ موسیٰ تمہارا استاد ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ یہ صریح جھوٹ تھا اور لوگوں کو دھوکہ دینے اور شبہ میں ڈالنے کے لئے اس نے یہ جھوٹ بولا ورنہ خوب جانتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کبھی ان جادوگروں سے ملے بھی نہیں۔ نہ وہ ان کی ان سے کوئی جان پہچان ہے نہ تعلق۔ اگر موسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ ان جادوگروں کے استاد ہوتے اور یہ ان کے شاگرد ہوتے تو تعلق استادی شاگردی کا سب کو معلوم ہوتا۔ یہ جھوٹ اس کے اندرونی خوف کی دلیل ہے۔ یہاں امام رازیؒ ہی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ابھی تو یہ گزرا ہے کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے جب وہ اژدھا ہو گیا اور وہ فرعون کی طرف متوجہ ہوا تو فرعون مارے ڈر کے چیخیں مارنے لگا اور موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو پکڑا اور ہاتھ میں لیا تو وہ اژدھا پھر بدستور پہلے ہی جیسا عصا ہو گیا تو فرعون کے ہوش وحواس درست ہوئے تو شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے تو فرعون کے خوف کا یہ حال تھا جو بیان ہوا اور اب یہ دلیری اور بہادری کہ سب کو ڈرا دھمکا رہا ہے تو خوف وہراس کے بعد یہ دلیری کہاں سے آئی۔ تو خود امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ جواب یہ ہے کہ وہ دل سے نہایت خوف زدہ تھا مگر بے حیائی اور ڈھٹائی سے اپنی دلیری ظاہر کرتا تھا تا کہ اس کی بات بنی رہے اور ظالم وبدکار لوگوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں جس کی حقیقت اکڑ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔

غور کیجئے کہ سچا ایمان جب کسی کو نصیب ہو جاتا ہے خواہ وہ ایک لمحہ کا ہی کیوں نہ ہو وہ ایسی بے پناہ روحانی قوت پیدا کر دیتا ہے کہ کائنات کی کوئی زبردست سے زبردست مادی طاقت بھی اس کو مرعوب نہیں کر سکتی۔ دیکھئے وہی جادوگر جو فرعون سے تھوڑی دیر پہلے انعام واکرام اور عزت وجاہ کی آرزوئیں اور التجائیں کر رہے تھے ایمان لانے کے بعد ایسے نڈر اور بے خوف ہو گئے کہ ان کے سامنے سخت سے سخت مصیبت اور دردناک سے دردناک عذاب بھی ہیچ ہو کر رہ گیا اور کوئی دہشت بھی ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکی اور انہوں نے فرعون کی موجودگی ہی میں بے دھڑک اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور جب انہوں نے فرعون کی جابرانہ دھمکیوں کو سنا تو اس کو کیا جواب دیا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی وہ سچا اور پکا ایمان واسلام نصیب فرمادیں کہ جو کوئی باطل قوت اس کو متزلزل نہ کر سکے۔ ایمان اور اسلام کی دولت ہم کو تمام مادی عزت وجاہ سے بے نیاز کر دے۔ یا اللہ آپ کی رضا وخوشنودی کے آگے بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی ہماری نظروں میں ہیچ ہو۔ یا اللہ ایمان کامل اور یقین صادق سے ہمارے قلوب کو منور فرما دیجئے۔ اور اس پر استقامت اور اسی پر موت نصیب فرمائیے۔ یا اللہ اس وقت اس ملک میں اسلامی نظریہ کے مقابل جو باطل پرست ملحدانہ نظریہ لے کر کھڑے ہوئے ہیں۔ اے اللہ آپ اپنی قدرت سے حق کو غالب فرمائیں۔ باطل کو مغلوب فرمائیں۔ اسلام پسندوں کو کامیابی نصیب فرمائیں۔ باطل پرستوں کو ذلت وخواری نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۚ اِنَّمَا تَقْضِیْ

اُن لوگوں نے صاف جواب دے دیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دیں گے بمقابلہ ان دلائل کے جو ہم کو ملے ہیں اور بمقابلہ اس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تجھ کو جو کچھ کرنا ہو کر ڈال تو بجز اس کے

هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۞٧٢ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ وَاللّٰهُ

کہ اس دنیاوی زندگی میں کچھ کر لے اور کر ہی کیا سکتا ہے۔ بس اب تو ہم اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے تا کہ ہمارے گناہ معاف کر دیں اور تُو نے جو جادو میں ہم پر زور ڈالا اس کو بھی معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ

خَيْرٌ وَّاَبْقٰی ۞٧٣ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۗ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰی ۞٧٤ وَمَنْ

بدرجہا اچھے ہیں اور زیادہ بقا والے ہیں۔ جو شخص مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اس کیلئے دوزخ ہے اس میں نہ مرے ہی گا اور نہ جیے ہی گا۔ اور جو شخص

يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ۞٧٥ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ

رب کے پاس مومن ہو کر حاضر ہوگا جس نے نیک کام بھی کیے ہوں سو ایسوں کیلئے بڑے اونچے درجے ہیں۔ یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰی ۞٧٦

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، اور جو شخص پاک ہو اس کا یہی انعام ہے۔

قَالُوْا انہوں نے کہا	لَنْ نُّؤْثِرَكَ ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے	عَلٰی پر	مَا جَآءَنَا جو ہمارے پاس آئے	مِنَ الْبَيِّنٰتِ واضح دلائل سے			
وَالَّذِیْ فَطَرَنَا اور وہ جس نے ہمیں پیدا کیا	فَاقْضِ پس تو کر گزر	مَا جو	اَنْتَ تو	قَاضٍ کرنے والا	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	تَقْضِیْ تو کریگا	
هٰذِهِ اس	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	اِنَّآ اٰمَنَّا بیشک ہم ایمان لائے	بِرَبِّنَا اپنے رب پر	لِيَغْفِرَ لَنَا کہ وہ بخش دے	خَطٰيٰنَا ہماری خطائیں		
وَمَا اور جو	اَكْرَهْتَنَا تو نے ہمیں مجبور کیا	عَلَيْهِ اس پر	مِنَ سے	السِّحْرِ جادو	وَاللّٰهُ اور اللہ	خَيْرٌ بہتر	وَّاَبْقٰی اور ہمیشہ باقی رہنے والا
اِنَّهٗ بیشک وہ	مَنْ يَّاْتِ جو آیا	رَبَّهٗ اپنے رب کے سامنے	مُجْرِمًا مجرم بن کر	فَاِنَّ تو بیشک	لَهٗ اس کیلئے	جَهَنَّمَ جہنم	لَا يَمُوْتُ نہ وہ مرے گا
فِيْهَا اس میں	وَ اور	لَا يَحْيٰی نہ جیے گا	وَمَنْ اور جو	يَّاْتِهٖ اسکے پاس آیا	مُؤْمِنًا مومن بن کر	قَدْ عَمِلَ اس نے کیے عمل	الصّٰلِحٰتِ اچھے
فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ	لَهُمُ ان کیلئے	الدَّرَجٰتُ درجے	الْعُلٰی بلند	جَنّٰتُ باغات	عَدْنٍ ہمیشہ رہنے والے	تَجْرِیْ جاری ہیں	
مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	وَذٰلِكَ اور یہ	جَزٰٓؤُا جزا ہے	مَنْ تَزَكّٰی جو پاک ہوا	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ ساحرین جو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے فرعون نے جمع کیے تھے کس طرح اپنے سحر میں ناکام رہے اور چونکہ وہ ساحرین اپنے فن کے ماہر اور کامل تھے اس لئے وہ حقیقت حال کو بھی سمجھ گئے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کا عمل سحر نہیں بلکہ سحر سے بالاتر خدا کا معجزہ ہے اور اس حقیقت کو سمجھتے ہی انہوں نے فوراً اپنے ایمان کا اعلان کر دیا تھا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے جس پر فرعون نے ان کو جابرانہ دھمکی دی تھی کہ تم میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا جس کی سزا تم کو یہ دی جائے گی کہ پہلے تمہارے ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری

طرف کا پاؤں کاٹا جائے گا اور پھر تم کو سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ تا کہ تم تڑپ تڑپ کر مرجاؤ اور تم کو معلوم ہو جائے کہ میری طاقت کس قدر قہار اور پر جبروت ہے۔ فرعون اگرچہ ان جادوگروں پر جواب ایمان سے مشرف ہو چکے تھے اپنے انتہائی غیض وغضب کا اظہار کرتا رہا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحانی قوت کا یہ مظاہرہ دیکھ کر بے حد مرعوب ہو گیا تھا اور اس کی ہمت نہ پڑی کہ موسیٰ علیہ السلام سے اس وقت کچھ کہتا۔ درباریوں اور ارکان سلطنت نے جیسا کہ سورۂ اعراف میں بیان فرمایا گیا فرعون سے احتجاج کیا کہ تو موسیٰ کو قتل کیوں نہیں کرا دیتا۔ کیا اس کو اور اس کی قوم کو یہ موقع دیا جارہا ہے کہ وہ مصر میں فساد پھیلائیں اور تجھ کو اور تیرے دیوتاؤں کو ٹھکراتے رہیں۔ تو فرعون کہنے لگا کہ گھبراتے کیوں ہو۔ میں اسرائیلیوں کی طاقت کو بڑھنے نہ دوں گا اور مقابلہ کے قابل ہی نہ رکھوں گا۔ ابھی یہ حکم جاری کرتا ہوں کہ ان کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا کرو اور صرف لڑکیوں کو باندی بنانے اور خدمت گزاری کے لئے زندہ رہنے دو۔ گویا فرعون کا یہ دوسرا اعلان تھا جو بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل سے متعلق کیا گیا۔ الغرض فرعون یہ سمجھتا تھا کہ میری حکمرانی اہل مصر کے نہ فقط جسموں اور بدنوں پر ہے بلکہ دماغوں اور روحوں پر بھی ہے۔ کسی کو حق نہیں ہے کہ میری اجازت کے بغیر عقیدہ بھی تبدیل کر سکے الحاصل فرعون نے ان جادوگروں کو جواب ایمان لا چکے تھے ہر طرح کی جابرانہ دھمکیوں سے ڈرانا اور مرعوب کرنا چاہا تو انہوں نے فرعون کو کیسا دوٹوک اور منہ توڑ جواب دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان قتل کی دھمکیوں کے جواب میں انہوں نے فرعون سے کہا کہ ہم ایسے صاف دلائل کو تیری خاطر سے اب نہیں چھوڑ سکتے اور اپنے مالک اور خالق حقیقی کی خوشنودی کے مقابلہ میں تیری کچھ پروا نہیں کر سکتے۔ اب جو تو کر سکتا ہے کر گزر۔ تیرا بڑا زور یہی چل سکتا ہے کہ ہماری اس فانی زندگی کو ختم کردے۔ سو کچھ مضائقہ نہیں ہم پہلے ہی دارالفنا کے مقابلہ میں دارالبقاء کو اختیار کر چکے ہیں۔ ہم کو اب یہاں کے رنج وراحت کی فکر نہیں تمنا ہماری اب صرف یہ ہے کہ ہمارا مالک ہم سے راضی ہو جاوے اور ہمارے عام گناہوں کو خصوصاً اس گناہ کو جو تیری وجہ سے کرنا پڑا۔ یعنی حق کا مقابلہ جادو سے کیا۔ معاف فرمادے۔ اور جو انعام واکرام تو ہم کو دیتا اس سے کہیں بہتر اور پائیدار اجر مومنین کو خدا کے ہاں ملتا ہے۔ لہٰذا نہ تیرا نفع خدا کے نفع کے برابر ہو سکتا ہے اور نہ اس نفع کی پائیداری خدا کے نفع کے برابر ہو سکتی ہے پھر ہم تجھے اس خدا کے مقابلہ میں کیسے ترجیح دے سکتے ہیں تو یہ جواب تھا جو ان ساحرین مومنین نے فرعون کو دیا۔ اب اس جواب پر حق تعالیٰ اپنے قول کا اضافہ فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ فرعون کی سزا کو حق تعالیٰ کی سزا سے اور فرعون کے انعام کو حق تعالیٰ کے انعام سے کیا نسبت کیونکہ بلاشبہ جو کوئی اپنے رب کے سامنے مجرمانہ حالت میں آئے گا اس کے لئے دوزخ ہے اسمیں نہ وہ مرے گا کیونکہ وہاں موت بھی نہیں اور نہ جئے گا کیونکہ ان کا جینا موت سے بدتر ہوگا۔ بھلا یہ سزا فرعون کے قبضہ میں کب ہے اور جو کوئی اپنے رب کے پاس ایسا مومن ہونے کی حالت میں آئے گا کہ اس نے عمل صالح بھی کئے تھے تو ایسے لوگوں کے لئے بڑے درجہ ہیں یعنی ہمیشہ رہنے کے وہ باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور عارضی طور پر نہیں بلکہ وہ لوگ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے۔ اور فرعون اپنے اوپر ایمان لانے والوں کو یہ معاوضہ کب دے سکتا ہے پس اس کے انعام کو حق تعالیٰ کے انعام سے کیا نسبت لہٰذا لوگوں کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں اور اس کے انعام کے حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اس کے سوا کسی کی جزا وسزا کی طرف التفات نہ کریں۔

اب فرعون نے جوان ایمان لے آنے والوں کو دھمکی دی تھی تو ان کو قتل کیا یا نہیں اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ابن کثیرؒ نے صراحت کی ہے کہ فرعون نے ان کو قتل کر دینے کا مصمم ارادہ کرلیا اور وہ ایسا کر بھی گزرا اور یہ فی الحقیقت ان جادوگروں پر اللہ کی رحمت تھی اسی لئے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ اکابر نے فرمایا کہ صبح کو وہ ساحر تھے اور شام کو شہید ہوئے۔لیکن امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ فرعون نے جوان مومنوں کو دھمکی دی تھی اس کا پورا کرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اس لئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ نے ان مومنین کو فرعون کے پنجہ سے محفوظ رکھا اور اس مضمون کی تائید میں وہ سورۂ قصص ۲۰ ویں پارہ کی یہ آیت پیش کرتے ہیں انتما ومن اتبعکما الغالبون ۔تم دونوں اور جو تمہارا پیرو ہوگا غالب رہوگے۔تو چونکہ وہ ساحر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور آپ کی پیروی انہوں نے کی تھی اس لئے سالم و غالب رہے واللہ اعلم بحقیقت حال۔غرض حق و باطل کی اس کشمکش میں فرعون اور اس کے حامی و ارکان سلطنت کو سخت ذلت اٹھانی پڑی اور وہ برسرعام رسوا وذلیل ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خدا کا وعدہ پورا ہوا اور کامیابی کا سہرا انہی کے سر رہا۔مگر فرعون اس پر بھی باز نہ آیا اور برابر سرکشی ہی کرتا رہا۔اور بنی اسرائیل کو اپنے پنجہ سے رہا کرنے کے لئے تیار نہ ہوا اور ایک عرصہ تک مختلف حالات و واقعات ہوتے رہے۔بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ بنی اسرائیل کو رات کے وقت چپکے سے لے کر مصر سے چل دیں جس کو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق و باطل کی کشمکش جو دنیا میں ہمیشہ سے قائم رہی ہے حق تعالیٰ ہم کو حق کے ساتھ وابستہ رکھیں اور حق کو اپنی تائید ونصرت سے غالب اور باطل کو مغلوب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ایمان و اسلام اور عمل صالح کے ساتھ ہم کو قیامت میں حاضر ہونا نصیب فرماویں۔اور اپنے ان بندوں میں شامل فرماویں کہ جو جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے جائیں گے۔امین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ەۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ

اور ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ پھر اُن کیلئے سمندر میں خشک راستہ بنادینا

لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ ط

نہ تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا اور نہ اور کسی قسم کا خوف ہوگا۔ پس فرعون اپنے لشکر کو لے کر اُن کے پیچھے چلا، تو سمندر اُن پر جیسے ملنے کو تھا آملا۔

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

اور فرعون اپنی قوم کو بُری راہ لایا اور نیک راہ اُن کو نہ بتلائی۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اور تحقیق ہم نے وحی کی	اِلٰى طرف	مُوْسٰى موسیٰ	اَنْ اَسْرِ کہ راتوں رات لے جا	بِعِبَادِيْ میرے بندے
فَاضْرِبْ پس بنالینا	لَهُمْ ان کیلئے	طَرِيْقًا راستہ	فِي الْبَحْرِ دریا میں	يَبَسًا خشک
لَا نہ	تَخٰفُ خوف ہوگا	دَرَكًا پکڑنا		
وَلَا تَخْشٰى اور نہ ڈر	فَاَتْبَعَهُمْ پھر ان کا پیچھا کیا	فِرْعَوْنُ فرعون	بِجُنُوْدِهٖ اپنے لشکر کے ساتھ	فَغَشِيَهُمْ انہیں ڈھانپ لیا
مِّنَ الْيَمِّ دریا سے	مَا غَشِيَهُمْ جیسا کہ ان کو ڈھانپ لیا	وَاَضَلَّ اور گمراہ کیا	فِرْعَوْنُ فرعون	قَوْمَهٗ اپنی قوم
وَمَا هَدٰى اور نہ ہدایت دی				

تفسیر وتشریح:۔ جادوگروں کے ایمان لے آنے کے واقعہ کے بعد جس کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مدت تک مصر میں رہے اور تبلیغ حق برابر کرتے رہے۔ فرعون نے بھی انتہائی ظلم پر کمر باندھ لی اور بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کرنے کے درپے ہوگیا۔ یہاں اس سورۃ میں ان حالات کی تفصیل چھوڑ دی گئی ہے جو مصر میں اس طویل زمانۂ قیام میں پیش آئے ان کی تفصیلات حسب موقع سورۂ اعراف۔ سورۂ یونس۔ سورۂ مومن وغیرہ میں آئی ہیں۔ مختصراً یہ کہ بنی اسرائیل کے بے گناہ معصوم بچوں کو نذر شمشیر کرنا شروع کردیا۔ مختلف اوقات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعاء سے قوم فرعون مختلف غیبی عذابوں میں مبتلا ہوئی جیسے طوفان کا آنا۔ ٹڈیوں کا تمام سبزی کھا جانا۔ تمام فرعونیوں کے لئے پانی کا خون بن جانا ہر برتن کھانے اور کپڑے میں مینڈکوں کا پھیل جانا اس قسم کی غیبی تنبیہات ظاہر ہوتی رہیں تاکہ فرعون اور اس کی قوم بیدار ہوجائے۔ لکھا ہے کہ جب کوئی پکڑ آتی تو فرعون گھبرا کر بلکہ گڑ گڑا کر موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتا کہ اچھا اس مصیبت کے ہٹ جانے پر میں بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردوں گا۔ لیکن جب عذاب ہٹ جاتا پھر منکر بن کر سرکشی پر آجاتا اور کہتا کہ اے موسیٰ تیرا رب اس کے سوا کچھ اور بھی کرسکتا ہے۔ غرض ایک عرصہ تک موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے۔ ہر طرح کی حجت تمام کردی اس پر بھی فرعون حق کو قبول کرنے اور بنی اسرائیل کو رہائی دینے پر آمادہ نہ ہوا تب حق تعالیٰ نے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ سب بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر رات کے وقت مصر سے ہجرت کرجاؤ۔ اس طرح بنی اسرائیل کی مظلومیت اور غلامی کا خاتمہ ہو۔ راستہ میں سمندر یعنی بحر قلزم حائل ہوگا۔ سمندر کی موجیں تمہارے راستہ میں حائل نہ ہوں گی۔ ان ہی کے اندر سے اپنے لئے خشک راستہ نکال لو اور اس سے گزرتے ہوئے نہ غرق ہونے کا اندیشہ کرو اور نہ اس بات کا کہ شاید دشمن پیچھے تعاقب کرتا ہوا آ پکڑے لکھا

ہے کہ مصر کے اندر بنی اسرائیل کی آبادی قبطیوں یعنی فرعونی مصریوں سے بالکل جدا تھی۔ وہ حکمراں قوم تھی۔ کمزور اسرائیلیوں کے ساتھ رہنا اپنے لئے باعث ذلت سمجھتی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے فائدہ پہنچا۔ رات ہی کو سب کو اکٹھا کیا اور سب کو لے کر بحر قلزم کے انتہائی سرے پر جا پہنچے جب فرعون کو یہ اطلاع پہنچی کہ بنی اسرائیل مصر سے فرار ہونے کے لئے شہروں سے نکل گئے فرعون نے اسی وقت ایک زبردست فوج کو ساتھ لیا اور بنی اسرائیل کا تعاقب کیا۔ پیچھے پیچھے تمام لشکری تھے اور اگلے دستہ میں فرعون تھا اور صبح ہونے سے پہلے ان کے سر پر جا پہنچا۔ گروہِ بنی اسرائیل کا پچھلا حصہ اور لشکر فرعون کا اگلا دستہ جب قریب ہو گئے تو اسرائیلیوں کو اندیشہ ہوا کہ اب ہماری گرفت ہو جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ سمندر میں لاٹھی مارو۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی فوراً پانی پھٹ گیا اور ۱۲ راستہ خشک نمودار ہو گئے کیونکہ بنی اسرائیل کے ۱۲ قبائل تھے۔ ہر قبیلہ کا ایک جدا راستہ بن گیا۔ بنی اسرائیل اس پر سے بے تکلف گزر گئے۔ پیچھے سے فرعون اپنے عظیم الشان لشکر کو لئے تعاقب کرتا سمندر کے کنارے تک پہنچا اور متحیر کھڑا دیکھتا رہا کہ بنی اسرائیل کس طرح سمندر میں خشکی کے راستہ پر بے تکلف گزر رہے ہیں۔ مشیروں نے فرعون کو ابھارا کہ آپ ہی کے رعب سے تو سمندر خشک ہو گیا۔ پھر اس میں داخل ہونے میں کیا تامل ہے۔ فرعون نے بادل ناخواستہ سمندر میں گھوڑا ڈال دیا۔ پیچھے سے سب لشکر بھی داخل ہو گیا جس وقت بنی اسرائیل عبور کر گئے اور فرعونی لشکر راستہ کے بیچوں بیچ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو ہر طرف سے مل جانے کا حکم دیا۔ پھر کیا تھا سمندر کی موجوں نے سب کو ڈھانپ لیا اور تمام فرعونی پانی کی راہ سے آگ میں پہنچ گئے۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس فرعون نے اپنی قوم کو کیسا برا راستہ بتلایا۔ یہ تو حال دنیا میں ہوا کہ سب کو لے کر سمندر میں ڈوبا اور ایسے ہی آخرت میں سب کو لے کر جہنم میں گریگا۔

بڑے لطیف انداز میں یہاں کفار مکہ کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے سردار اور پیشوا بھی تم کو اسی راستہ پر لئے جا رہے ہیں جس پر فرعون اپنی قوم کو لے گیا تھا اور جس راستہ پر چل کر وہ خود بھی تباہ ہوا اور ساتھ ہی قوم کو ڈبویا۔ بنی اسرائیل کے سمندر کو عبور کرنے سے لے کر کوہ سینا کے دامن میں پہنچنے تک کے واقعات و حالات یہاں چھوڑ دیئے گئے ہیں جن کی تفصیلات سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔ اب یہاں آگے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ اپنے احسانات یاد دلا کر نصیحت فرماتے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو دین اسلام کا راستہ دکھلایا ہے تو ہم کو اس پر استقامت نصیب فرماویں۔ اسی دین حق کے راستہ پر ہم کو چلنا اور اس پر مرنا نصیب ہو تا کہ دین و دنیا دونوں لحاظ سے انجام کی خیر خوبی حاصل ہو ہم کو اپنے رسول پاک کا اتباع کامل نصیب ہو۔ اور ہر کجی و گمراہی سے حق تعالیٰ ہماری حفاظت فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا

اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا اور ہم نے تم پر

عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ

من وسلوٰی نازل فرمایا۔ہم نے جو نفیس چیزیں تم کو دی ہیں اُن کو کھاؤ اور اس میں حد سے مت گزرو کہیں میرا غضب تم پر

غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

واقع ہو جائے،اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا۔اور میں ایسے لوگوں کیلئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آویں

وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

اور نیک عمل کریں پھر (اسی) راہ پر قائم رہیں۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل	قَدْ تحقیق	اَنْجَيْنٰكُمْ ہم نے تمہیں نجات دی	مِّنْ سے	عَدُوِّكُمْ تمہارا دشمن	
وَوٰعَدْنٰكُمْ اور ہم نے تم سے وعدہ کیا	جَانِبَ جانب	الطُّوْرِ کوہ طور	الْاَيْمَنَ دائیں	وَنَزَّلْنَا اور ہم نے اتارا	عَلَيْكُمُ تم پر	الْمَنَّ من
وَالسَّلْوٰى اور سلوی	كُلُوْا تم کھاؤ	مِنْ سے	طَيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	مَا رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمہیں دیا	وَ اور	لَا تَطْغَوْا نہ سرکشی کرو
فِيْهِ اس میں	فَيَحِلَّ کہ اترے گا	عَلَيْكُمْ تم پر	غَضَبِيْ میرا غضب	وَمَنْ اور جو	يَّحْلِلْ اترا	عَلَيْهِ اس پر	غَضَبِيْ میرا غضب
فَقَدْ هَوٰى تو وہ گرا	وَاِنِّيْ اور بیشک میں	لَغَفَّارٌ بڑا بخشنے والا	لِّمَنْ اس کو	تَابَ توبہ کی	وَاٰمَنَ اور وہ ایمان لایا	وَعَمِلَ اور اس نے عمل کیا
صَالِحًا نیک	ثُمَّ پھر	اهْتَدٰى ہدایت				

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ کس طرح فرعون مع اپنے سارے لاؤ لشکر کے سمندر میں غرق ہوا اور بنی اسرائیل وعدہ الٰہیہ کے مطابق سمندر سے پار ہو گئے۔اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے وہ نعمتیں یاد دلاتے ہیں جو فرعون کو غرق کرنے کے بعد ان کو عطا کی گئی تھیں۔ اہل تفسیر کی رائے اس امر میں مختلف ہے کہ کس زمانہ کے بنی اسرائیل کو یہاں خطاب کیا گیا ہے بعض مفسرین نے صراحت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہود تھے خدا تعالیٰ نے ان کو وہ نعمتیں یاد دلائی ہیں جو ان کے آباء واجداد کو عطا کی گئی تھیں کیونکہ اسلاف پر جو انعامات کئے گئے ہوں ان کا احسان اولاد پر ہوا کرتا ہے مگر بعض مفسرین کا میلان اس طرف ہے کہ یہ خطاب انہی بنی اسرائیل کو ہے جو فرعون کے مقابلہ میں فتح یاب ہوئے تھے اور جن کو فرعون کے ڈوبنے کے بعد طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز کیا گیا تھا۔ بہرحال یہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر تین عظیم الشان احسان بیان فرمائے ہیں۔

اول یہ کہ ان کے ظالم دشمن کو ان کی نظروں کے سامنے تباہ و برباد کیا۔یہ ایسا احسان تھا کہ جس سے بنی اسرائیل زندہ ہو گئے۔ ہر وقت کی تکلیف۔ذلت۔مشقت اور مصیبت سے چھوٹ گئے۔

دوسرا احسان یہ بیان فرمایا کہ جب بنی اسرائیل بھی دنیا میں ایک باوقعت قوم شمار ہونے لگی تو ان کی دینی ہدایت کے لئے کوہ طور پر توراۃ دینے کا وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اور مقررہ ایام میں عبادت و

ریاضت کی اوران کو کتاب ہدایت یعنی توراۃ عطا کی گئی۔

تیسرا احسان یہ بیان فرمایا کہ جب بنی اسرائیل اپنی نافرمانیوں کے سبب وادی تیہ میں پھنس گئے اور رہائی کی کوئی شکل نظر نہ آئی اور تمام زاد راہ ختم ہوگیا۔ سوائے موت کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا تو ایسے آڑے وقت میں اللہ تعالیٰ نے غیب سے ان کو لذیذ پاکیزہ اور حلال روزی عطا فرمائی۔ من اور سلوٰی ان کو بلا مشقت بقدر ضرورت ملنے لگا۔ من ایک میٹھی چیز تھی جوان کے لئے آسمان سے اترتی تھی اور سلوٰی ایک قسم کے پرند تھے جوان کے پاس آجاتے تھے اور بنی اسرائیل بقدر ایک دن کی خوراک کے انہیں لے لیتے تھے جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں ہو چکا ہے۔

بنی اسرائیل کو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی تنبیہ فرمادی تھی کہ راہ مستقیم پر قائم رہنا۔ اعتدال سے نہ ہٹنا۔ مقررہ حدود سے تجاوز نہ کرنا۔ حلال کو چھوڑ کر حرام اور جائز کو چھوڑ کر ناجائز کی طرف قدم نہ اٹھانا۔ آرام سے رہو۔ کھاؤ پیو ناشکری اور نافرمانی مت کرو اور راحت و آرام میں پڑ کر گناہوں میں نہ پڑو ورنہ غضب خداوندی تم پر لازم ہوجائے گا۔ آخرت کے عذاب میں بھی مبتلا ہوگے اور دنیا میں بھی ذلت ومحکومی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف یہود کے حق میں پوری ہوئی۔ جب یہود اپنی شریعت کے احکام سے بیزار ہوگئے۔ انبیاء وصلحا کو قتل کرنے لگے۔ سودخواری شروع کردی۔ رشوت۔ خیانت۔ فریب۔ دغا اور جھوٹ میں مبتلا ہوگئے تو غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ حکومت وسلطنت سے محروم کئے گئے۔ ظالم و جابر بادشاہوں کو ان پر مسلط کیا گیا اور ذلت ومسکنت میں یہ پڑے۔ اور محکوم بنے۔ تو حق تعالیٰ نے یہ قانون بیان فرما کر کہ جس کسی پر میرا غضب نازل ہوا تو جانو کہ وہ غارت ہی ہوگیا پھر بھی کسی کو مایوس نہیں رکھا اور ارشاد ہوا کہ میں تو غفار یعنی بڑا بخشنے والا ہوں۔ امام رازیؒ نے یہاں یہ نکتہ تحریر فرمایا ہے کہ جس طرح بندہ کے لئے اس کی کثرت ذنوب کی بنا پر تین درجہ ہوسکتے ہیں۔ ایک ظالم۔ دوسرے ظلوم۔ تیسرے ظلام۔ حق تعالیٰ نے بھی اس کے مقابل اپنے تین نام رکھے ہیں۔ ایک غافر۔ دوسرے غفور۔ تیسرے غفار مگر اپنی مغفرت کے لئے چار شرطیں فرمائی ہیں۔ اول تاب یعنی توبہ۔ سرکشی۔ نافرمانی۔ شرک۔ کفر سے باز آجانا۔ دوسرے امن یعنی ایمان۔ اللہ اور رسول۔ اور کتاب اور آخرت کو صدق دل سے مان لینا۔ تیسرے عمل صالحا یعنی عمل صالح۔ اللہ اور رسول کی ہدایت کے مطابق نیک کام کرنا اور چوتھے اہتدٰی یعنی راہ راست پر ثابت قدم رہنا اور پھر غلط راستہ پر نہ جا پڑنا۔ تو جہاں طغیان یعنی سرکشی کرنا۔ حد سے نکلنا قانون اور قاعدہ کے باہر جانا اس پر اپنے غضب نازل ہونے کی وعید بیان فرمائی وہیں اپنی بخشش ورحمت اور بڑی سے بڑی خطا وقصور جرم کا درگزر کرنا اور معاف کردینا بھی ظاہر فرمایا جس کے لئے چار شرطیں ہیں۔ توبہ۔ ایمان۔ عمل صالح اور ہدایت پر قائم رہنا۔

یہاں خطاب اگرچہ قوم بنی اسرائیل سے ہے۔ مگر جو کچھ یہاں فرمایا گیا ہے اس پر امت مسلمہ کو بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ اس وقت ہم نے ہر طرح کی معصیت اور نافرمانی کرکے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا ہے۔ مگر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ابھی توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اور توبہ۔ ایمان اور عمل صالح پر اپنی بخشش ورحمت سے درگزر فرمانے کا وعدہ بھی فرما رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو انعامات واحسانات امت مسلمہ پر فرمائے ہیں وہ تمام دنیا کی دوسری قوموں سے زیادہ ہیں۔ اس لئے امت مسلمہ پر ان احسانات کی شکرگزاری بھی زیادہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ وفہم عطا فرمائیں۔ اور کفران نعمت کے وبال سے بچائیں۔ اب آگے موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر جانا۔ وہاں توراۃ کا عطا ہونا۔ اور آپ کے پیچھے قوم کا گمراہ ہو کر گوسالہ پرستی شروع کردینے کا احوال اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ یٰمُوْسٰی ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓی اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی ﴿۸۴﴾

اور اے موسیٰ آپ کو اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ یہیں تو ہیں میرے پیچھے پیچھے اور میں آپ کے پاس جلدی سے اس لئے چلا آیا کہ آپ خوش ہوں گے۔

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓی اِلٰی قَوْمِهٖ

ارشاد ہوا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے بعد ایک بلا میں مبتلا کر دیا اور اُن کو سامری نے گمراہ کر دیا۔ غرض موسیٰ غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف

غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ

واپس آئے۔ فرمانے لگے کہ اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کیا تم پر زیادہ زمانہ گزر گیا تھا یا تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر

اَنْ یَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ ﴿۸۶﴾

تمہارے رب کا غضب واقع ہو اس لئے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اُس کے خلاف کیا۔

وَمَا اور کیا	اَعْجَلَكَ تجھے جلدلائی	عَنْ قَوْمِكَ اپنی قوم سے	یٰمُوْسٰی اے موسیٰ	قَالَ اس نے کہا	هُمْ وہ	اُولَآءِ یہ ہیں	عَلٰٓی اَثَرِیْ میرے پیچھے
وَعَجِلْتُ اور میں نے جلدی کی	اِلَيْكَ تیری طرف	رَبِّ اے میرے رب	لِتَرْضٰی تاکہ تو راضی ہو	قَالَ اس نے کہا	فَاِنَّا پس ہم نے	قَدْ تحقیق	
فَتَنَّا آزمائش میں ڈالا	قَوْمَكَ تیری قوم	مِنْۢ بَعْدِكَ تیرے بعد	وَاَضَلَّهُمُ اور انہیں گمراہ کیا	السَّامِرِیُّ سامری	فَرَجَعَ پس لوٹا	مُوْسٰی موسیٰ	
اِلٰی قَوْمِهٖ اپنی قوم کی طرف	غَضْبَانَ غصہ میں بھرا ہوا	اَسِفًا افسوس کرتا	قَالَ اس نے کہا	یٰقَوْمِ اے میری قوم	اَلَمْ یَعِدْكُمْ کیا تم سے وعدہ نہیں کیا تھا		
رَبُّكُمْ تمہارا رب	وَعْدًا حَسَنًا اچھا وعدہ	اَفَطَالَ کیا طویل ہوگئی	عَلَيْكُمُ تم پر	الْعَهْدُ مدت	اَمْ اَرَدْتُّمْ یا تم نے چاہا	اَنْ یَّحِلَّ کہ اترے	
	عَلَيْكُمْ تم پر	غَضَبٌ غضب	مِّنْ سے	رَّبِّكُمْ تمہارا رب	فَاَخْلَفْتُمْ پھر تم نے خلاف کیا	مَّوْعِدِیْ میرا وعدہ	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب فرعون غرق ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر ملک شام کی طرف چلے تو راستہ میں بنی اسرائیل کی سرکشی کے سبب ایک لق و دق بیابان میں جس کو وادی سینا یا وادی تیہ کہا جاتا ہے۔ تمام بنی اسرائیل پھنس گئے جہاں کھانے پینے کو کچھ نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور غیب سے روزانہ من و سلویٰ ملنے لگا جس سے بلا مشقت روزانہ کھانے کا انتظام ہوگیا۔ پینے کے لئے وہاں پانی نہ تھا۔ بنی اسرائیل گھبرا اٹھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے کہ ہم پانی کہاں سے پئیں۔ یہاں تو پانی پینے کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں التجا کی اور وحی الٰہی نے ان کو حکم دیا کہ اپنا عصا زمین پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کیا اور فوراً ۱۲ چشمے زمین سے ابل پڑے۔ بنی اسرائیل کے ۱۲ قبائل تھے ہر ایک کے لئے جدا جدا چشمہ جاری ہوگیا۔ جب کھانے اور پینے کی ضروریات سے اطمینان ہوگیا تو بنی اسرائیل نے تیسرا مطالبہ کیا کہ گرمی کی شدت اور سایہ دار درخت۔ و مکان وغیرہ کی راحت میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہم پریشان ہیں ایسا نہ ہو کہ گرمی اور تپش ہماری زندگی کا خاتمہ کر دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اس سخت تکلیف سے بھی ان کو نجات عطا فرما۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سنی گئی اور آسمان پر بادلوں

کے پرے کے پرے بنی اسرائیل پر سایہ فگن ہو گئے اور بنی اسرائیل جہاں بھی سفر کرتے بادلوں کا یہ سایہ ان کے سروں پر رہتا۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طفیل بنی اسرائیل پر خدائے تعالیٰ کے احسانات کی مسلسل بارش ہوتی رہی مگر یہ عجیب الفطرت قوم ایک نہ ایک بوالعجبی کا نیا مظاہرہ پیش کرتی رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ جب بنی اسرائیل مصری حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو تم کو شریعت دی جائے گی تا کہ اسرائیلی قوم کے پاس اپنا دستور العمل اور قانون اصلاح ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں حصول کتاب کی دعا کی۔ جس پر حکم ہوا کہ ستر بنی اسرائیل کو منتخب کر کے سب کو لے کر کوہ طور پر آؤ اور ایک ماہ کے روزے رکھو اور پھر بعد میں اس میں دس روز کا اضافہ کر دیا گیا تھا کل ۴۰ روزوں کا حکم ہوا تھا حکم الٰہی کے موافق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے ۷۰ آدمی منتخب کئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو قوم پر اپنا خلیفہ بنا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مناجات اور قرب کے شوق نے زیادہ بے قرار کیا تو آپ نے قوم کے سرداروں سے کہہ دیا کہ میں آگے چلتا ہوں تم بھی میرے پیچھے آ جانا۔ طور پر پہنچ کر آپ صوم و ریاضت و عبادت میں مشغول گئے۔ اور وہاں تیس دن کی بجائے جس کا آپ قوم سے وعدہ کر کے گئے تھے ۴۰ روز لگ گئے۔ ادھر قوم کے جن لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام نے منتخب کیا تھا وہ اپنی جگہ ہی رہ گئے طور کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی واپسی میں دس روز کی تاخیر سے لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ کسی نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ خدا کے عتاب میں ماخوذ ہو کر محبوس کر لئے گئے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ ایک شخص سامری بھی تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھانا چاہا اور قوم سے بولا میں تمہارا معبود تم کو دکھاؤں جو تمکو مصر سے نکال کر لایا ہے۔ سامری کے متعلق جمہور مفسرین کی رائے یہی ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا منافق تھا اور منافقین کی طرح فریب و چالبازی سے سیدھے سادے بنی اسرائیلیوں کو گمراہ کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ سامری نے بنی اسرائیلیوں سے کہا کہ مصریوں کے جو تمہارے پاس زیورات ہیں وہ میرے پاس لاؤ۔ فرعونیوں کے یہ زیورات کس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ آ گئے تھے؟ یا ان سے مستعار لئے تھے؟ یا مال غنیمت کے طور پر ملے یا اور کوئی صورت ہوئی اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بہر حال کوئی بھی صورت ہو۔ بنی اسرائیل اس کا استعمال اپنے لئے جائز نہ سمجھتے تھے کیونکہ اس کا حکم شریعت موسوی میں اب تک معلوم نہ ہوا تھا۔ اس لئے سامری نے اس کے جمع کرنے کی رائے دی اور اسرائیلیوں نے ایسا کر دیا۔ سامری نے سب زیور گلا کر بچھڑے کی شکل کا ایک ایسا بت بنایا کہ جس سے آواز نکلتی تھی۔ بنی اسرائیل گائے سے بہت زیادہ مانوس تھے اپنے قیام مصر کے زمانہ میں مصریوں کو گائے بیل پوجتے دیکھا کرتے تھے۔ مصر سے نکلنے کے بعد بھی ایک قوم کی طرف سے گزرے تھے جو گاؤ پرست تھے۔ گائے کی پرستش ہوتے دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گزارش کرنے لگے تھے کہ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا ہی معبود مقرر کر دیجئے جیسا کہ اس قوم کا ہے۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بہت سختی سے ڈانٹا اور تنبیہ کی۔ اب جب انہوں نے سونے کا بچھڑا بولتے دیکھا تو اب سامری کے اغوا سے اس بچھڑے کے گرویدہ ہو گئے قربانیاں چڑھانے لگے۔ اس کے سامنے سجدہ کرتے۔ اس کے چاروں طرف گھومتے گھنٹیاں اور ڈھول بجاتے۔ حضرت ہارونؑ موسیٰ علیہ

8 السلام کے جانشین تھے۔انہوں نے ہر چند سمجھایا لیکن کسی نے نہ مانا بلکہ آپ کے مارنے کے درپے ہوگئے۔اب جب کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حق تعالیٰ سے مکالمت ومخاطبت ہوئی تو جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ ایسی جلدی کیوں کی کہ قوم کو پیچھے چھوڑ آئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ اے پروردگار تیری خوشنودی کے لئے جلد حاضر ہوگیا کیونکہ امتثال امر میں پیش دستی کرنا زیادہ موجب خوشنودی ہے اس لئے سب سے پہلے میں وعدہ مکالمت اور مخاطبت کی جگہ چلا آیا کہ آپ زیادہ خوش ہوں گے اور قوم کے لوگ بھی کچھ زیادہ دور نہیں۔میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔اس سے مراد وہی ۷۰ منتخب سردار تھے۔یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گمان کے موافق عرض کیا۔اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تمہارے چلے آنے کے بعد تو تمہاری قوم ایک بلا میں گرفتار ہوگئی اور ان کو سامری نے گمراہ کردیا۔انہوں نے تو بچھڑا پوجنا شروع کردیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو ان کو سخت رنج ہوا اور غصہ اور ندامت کے ساتھ قوم کی طرف توراۃ کی تختیاں لے کر واپس ہوئے واپس آکر دیکھا کہ سونے کا ایک بچھڑا ہے جس کے منہ سے آواز نکل رہی ہے اور لوگ اس کی پرستش میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھ کر پہلے قوم سے مخاطب ہوکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ میرے آنے میں کونسی ایسی تاخیر ہوگئی تھی جو تم نے یہ آفت برپا کی؟ یہ فرماتے جاتے تھے اور غیض وغضب میں کانپ رہے تھے حتیٰ کہ ہاتھ سے توراۃ کی الواح بھی گر گئیں۔

اب قوم نے جو جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا وہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ہر طرح کی گمراہی۔اور بے دینی کے فتنوں سے محفوظ فرماویں۔اور دین اسلام پر ہم کو سختی سے قائم رکھیں اور اس پر استقامت نصیب فرماویں۔ہم نے جو وعدہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر کیا ہے اس وعدہ کو پوری طرح اپنی حقیقت کے ساتھ ایفا کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرماویں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ

وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اُس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا ولیکن قوم کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لدر ہا تھا سو ہم نے اُس کو ڈال دیا پھر اسی طرح

اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ

سامری نے ڈال دیا۔ پھر اُس (سامری) نے اُن لوگوں کیلئے ایک بچھڑا (بنا کر) ظاہر کیا کہ وہ ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی سو وہ لوگ کہنے لگے کہ تمہارا

فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ

اور موسیٰ کا بھی معبود تو یہ ہے موسیٰ تو بھول گئے۔ کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو اُن کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ اُن کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے۔ اور اُن لوگوں سے

لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾

ہارونؑ نے پہلے بھی کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس (گوسالہ) کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو اور تمہارا رب (حقیقی) رحمٰن ہے سو تم میری راہ پر چلو اور میرا کہا مانو۔

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾

انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس آئیں اسی (کی عبادت) پر برابر جمے بیٹھے رہیں گے۔

قَالُوْا وہ بولے	مَآ اَخْلَفْنَا ہم نے خلاف نہیں کیا	مَوْعِدَكَ تمہارا وعدہ	بِمَلْكِنَا اپنے اختیار سے	وَلٰكِنَّا اور لیکن	حُمِّلْنَا ہم پر لادا گیا		
اَوْزَارًا بوجھ	مِّنْ سے	زِيْنَةِ الْقَوْمِ قوم کا زیور	فَقَذَفْنٰهَا تو ہم نے اسے ڈال دیا	فَكَذٰلِكَ پھر اسی طرح	اَلْقَى ڈالا		
السَّامِرِيُّ سامری	فَاَخْرَجَ پھر اس نے نکالا	لَهُمْ ان کیلئے	عِجْلًا ایک بچھڑا	جَسَدًا ایک قالب	لَّهٗ اس کیلئے	خُوَارٌ گائے کی آواز	
فَقَالُوْا پھر انہوں نے کہا	هٰذَا یہ	اِلٰهُكُمْ تمہارا معبود	وَاِلٰهُ اور معبود	مُوْسٰى موسیٰ	فَنَسِيَ پھر وہ بھول گیا	اَفَلَا يَرَوْنَ پس کیا وہ نہیں دیکھتے	
اَلَّا يَرْجِعُ کہ وہ نہیں پھیرتا	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	قَوْلًا بات	وَلَا يَمْلِكُ اور اختیار نہیں رکھتا	لَهُمْ ان کے	ضَرًّا نقصان	وَ اور	
لَا نَفْعًا نہ نفع	وَ اور	لَقَدْ قَالَ تحقیق	لَهُمْ ان سے	هٰرُوْنُ ہارونؑ	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں
فُتِنْتُمْ تم آزمائے گئے	بِهٖ اس سے	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكُمْ تمہارا رب	الرَّحْمٰنُ رحمٰن ہے	فَاتَّبِعُوْنِيْ سو میری پیروی کرو		
وَاَطِيْعُوْا اور اطاعت کرو	اَمْرِيْ میری بات	قَالُوْا انہوں نے کہا	لَنْ نَّبْرَحَ ہم ہرگز جدا نہ ہونگے	عَلَيْهِ اس پر	عٰكِفِيْنَ جمے ہوئے		
حَتّٰى یہاںتک کہ	يَرْجِعَ لوٹے	اِلَيْنَا ہماری طرف	مُوْسٰى موسیٰ				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب کوہ طور پر حق تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ تمہارے پیچھے تمہاری قوم گمراہی میں مبتلا ہوگئی اور ایک بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس حالت کو سن کر قوم کی طرف سے سخت رنجیدہ اور غصہ میں بھرے ہوئے کوہ طور سے واپس آئے اور قوم سے خطاب فرمایا کہ تم نے میرے پیچھے یہ کیا خلاف وعدہ بات کی کیا اس حرکت سے تم یہ چاہتے تھے کہ تمہارے رب کا غضب تم پر نازل ہو جاوے۔ ایسی کوئی زیادہ مدت بھی انتظار کرتے کرتے نہیں گزری تھی کہ تھک گئے اور پھر گوسالہ پرستی اختیار کر لی۔ قوم سے جو سختی سے باز پرس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تو انہوں

نے جواب دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کے وعدہ کے خلاف اپنے اختیار سے نہیں کیا بلکہ یہ حرکت ہم سے سامری نے کرائی۔ مصریوں کے زیورات کا جو بوجھ ہم ساتھ لئے پھر رہے تھے سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اسے کیا کریں وہ ہم نے باہمی مشورہ کے بعد اپنے سے اتار پھینکا۔ اس کو آگ میں پگھلا کر سامری نے ڈھال لیا اور بچھڑے کی صورت بنا کر کھڑی کر دی اور ہم کو گمراہ کر دیا اور سب کہنے لگے کہ موسیٰ سے بھول ہوئی کہ وہ اپنے خدا سے ہم کلام ہونے کے لئے طور پر گئے۔ خدا تو یہاں موجود ہے یعنی یہی بچھڑا۔ العیاذ باللہ۔ یہ قول بنی اسرائیل میں سے سخت جاہلوں اور غالیوں کا ہوگا۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان اندھوں کو اتنی موٹی بات بھی نہیں سوجھتی تھی کہ جو مورتی نہ کسی سے بات کر سکے نہ کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچانے کا اختیار رکھے وہ معبود یا خدا کس طرح بن سکتی ہے۔ اور اس سے بڑی جہالت یہ کہ ہارون علیہ السلام کی نصیحت کو بھی نہیں مانا چنانچہ ہارون علیہ السلام ان سے نرمی سے زبانی فہمائش کر چکے تھے کہ جس بچھڑے پر تم مفتون ہو رہے ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ تمہارا پروردگار تو صرف ایک رحمٰن ہے جس نے اب تک خیال کرو کس قدر رحمتوں کی بارش تم پر کی ہے۔ اسے چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو۔ میں حضرت موسیٰ کا جانشین ہوں اور خود نبی ہوں۔ اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو لازم ہے کہ میری راہ چلو اور میری بات مانو اور سامری نے گمراہی میں مت آؤ۔ جس پر قوم کے اکثر لوگوں نے کہا کہ موسیٰ کے واپس آنے تک تو ہم اس سے ٹلتے نہیں۔ ان کے آنے پر دیکھا جائے گا۔ جو ہونا ہوگا اس وقت ہوگا اس وقت ہم اپنے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہ کریں گے۔

غرض اسرائیلیوں نے ہارون علیہ السلام کا کہنا نہیں مانا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ انسان کی بہت بڑی گمراہی ہے کہ انسان کو جب حق کی بدولت کامرانی و کامیابی حاصل ہو جائے تو خدا کے شکر و سپاس اور عبودیت و نیاز کی جگہ مخالفین حق کی طرح غفلت اور سرکشی اور عصیان و نافرمانی میں مبتلا ہو جائے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کا وہ حصہ جو فرعون سے نجات پا کر بحر قلزم عبور کرنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے وہ اسی گمراہی سے معمور ہے۔ اسی لئے دیدہ دانستہ حق کو حق جانتے ہوئے بھی سرکشی کرنے پر خدا تعالیٰ کی سزا بھی سخت ہوئی۔ جس کی کچھ تفصیلات سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہیں۔

اب یہاں بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے پاکستان کی اب تک گذشتہ ۳۰ سالہ تاریخ بھی یہی بتلاتی ہے تقسیم ہند جن کی آنکھوں کے سامنے ہوئی ہے اور پاکستان بننے سے پہلے جو موجود تھے وہ سب جانتے ہیں کہ اس وقت ہر ایک لیڈر اور رہنما جو پاکستان کا حامی تھا یہی کہتا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی حکومت ہوگی جہاں ہم اسلامی شریعت کی روشنی میں اپنا رہنا سہنا کریں گے اور جہاں قرآنی احکام کا نفاذ ہوگا اور جہاں ہم قرآن و سنت کے موافق معاشرہ قائم کر سکیں گے۔ دوسرے الفاظ میں پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسے سامان کر دیئے کہ پاکستان بن گیا۔ اور بالکلیہ اقتدار آپ کے ہاتھوں میں آ گیا۔ تو جب اللہ نے آپ کو ایک دنیوی سلطنت و حکومت کے اعزاز سے نوازا اور پاکستان بنانے میں کامیابی اور کامرانی عطا فرمائی اور فرنگیوں کے تسلط سے نجات بخشی تو چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ کے اس نعمت کی بڑی قدر دانی کی جاتی اور اس کی نافرمانی سے ہر طرح بچا جاتا مگر افسوس صد افسوس کہ جس اسلام کے نام پر یہ حکومت مانگی گئی تھی اور جس اسلام کے نام پر یہ حکومت قائم ہوئی اسی اسلام کو ہر طرح سے ذبح کر کے بے دم کرنے کی کوشش کی گئی اور لطف یہ کہ اسلام کا لیبل لگا کر یہ سب کچھ کیا گیا۔ اس ملک میں اب تک زنا۔ شراب۔ جوا۔ قمار۔ سود۔ اغوا۔ چوری۔ ڈکیتی۔ قتل۔ رشوت۔

فحاشی۔عریانی۔بے شرمی بے حیائی۔کا منا تو درکنار اور اضافہ روز افزوں ہے۔اور ایک ایک شعائر اسلام کو جس بے دردی سے گذشتہ دور میں مٹانے کی کوشش کی گئی وہ بھی ظاہر ہے کہ گذشتہ میں حج پر پابندی ہونے کی وجہ سے کتنے اس تمنا میں مر گئے مگر حج نصیب نہ ہوا۔رمضان میں کھلے بندوں ہوٹلوں میں کھانا پینا جو ہوتا رہا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔الغرض یہ داستان اس پاکستانی تاریخ کی نہایت دردناک ہے اور بڑی عبرتناک ہے کہ آدھا ملک ہاتھ سے جانے کے بعد بھی ہوش نہیں آیا۔

نوٹ۔واضح ہو کہ یہ درس ابتداء اب سے تقریباً دس بارہ سال پہلے اور نظر ثانی کے لئے تقریباً ۸-۷ سال پہلے لکھا گیا تھا۔اب جو کچھ ملک میں اسلامی نظام کے لئے کوشش اور وعدہ ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائیں اور اس ملک کی بدبختی کو خوش قسمتی سے پلٹ دیں اور ہم کو اس ملک کو حقیقی معنی میں پاکستان دیکھنا اپنی رحمت سے نصیب فرمائیں۔

یہ ذکر اس پر آ گیا تھا کہ حق تعالیٰ جب کوئی نعمت عطا فرمائیں اور اس نعمت کا حقیقی شکر نہ ادا کیا جائے بلکہ الٹی نافرمانی اور سرکشی اختیار کی جائے تو پھر قانون خداوندی سب کے لئے ایک ہے بنی اسرائیل کی گمراہیوں اور ان کی نافرمانیوں پر جو سزا ان کو ملیں ان سے ہم کو سبق لینے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔اور ہم کو جو یہ حکومت وسلطنت عطا فرمائی ہے اس کی حقیقی شکرگزاری کی توفیق اہل اقتدار حکام اور عوام سب کو عطا فرمائیں۔آمین۔

الغرض کوہ طور سے واپسی پر پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے باز پرس کی۔اب آگے حضرت ہارون علیہ السلام سے مخاطبت ہے اور ان سے باز پرس فرمائی جاتی ہے اور پھر سامری سے اس حرکت پر باز پرس فرمائی گئی جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو راہ حق دکھلا کر غفلت ونافرمانی سے بچائیں اور گذشتہ قوموں کے حالات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرماویں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پورا متبع وفرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں اور ہر طرح کے فتنہ وگمراہی سے ظاہراً وباطناً بچاویں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۞ قَالَ يَبْنَؤُمَّ

(موسیٰ نے) کہا کہ اے ہارون جب تم نے (ان کو) دیکھا تھا کہ یہ (بالکل) گمراہ ہوگئے تو تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون امر مانع ہوا تھا، ہوکیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا۔ ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے

لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ

تم میری داڑھی مت پکڑو اور نہ سر (کے بال) پکڑو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان میں تفریق ڈال دی اور تم نے

تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۞ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ۞ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

میری بات کا پاس نہ کیا۔ کہا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے؟ اُس نے کہا کہ مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی پھر میں نے اُس فرستادہ کے نقش قدم سے

مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۞

ایک مٹھی (بھر خاک) اُٹھالی تھی سو میں نے وہ مٹھی (اس قالب کے اندر) ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات پسند آئی۔

قَالَ اس نے کہا	يٰهٰرُوْنُ اے ہارون	مَا مَنَعَكَ تجھے کس چیز نے روکا	اِذْ جب	رَاَيْتَهُمْ تو نے دیکھا انہیں	ضَلُّوْٓا وہ گمراہ ہوگئے	
اَلَّا تَتَّبِعَنِ کہ تو نہ میری پیروی کرے	اَفَعَصَيْتَ تو کیا تو نے نافرمانی کی	اَمْرِيْ میرا یہ حکم	قَالَ اس نے کہا	يَبْنَؤُمَّ اے میرے ماں جائے		
لَا تَاْخُذْ نہ پکڑیں	بِلِحْيَتِيْ مجھے داڑھی سے	وَلَا بِرَاْسِيْ اور نہ سر سے	اِنِّيْ بیشک میں	خَشِيْتُ ڈرا	اَنْ تَقُوْلَ کہ تم کہو گے	
فَرَّقْتَ تو نے تفرقہ ڈال دیا	بَيْنَ درمیان	بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل	وَ اور	لَمْ تَرْقُبْ نہ خیال رکھا	قَوْلِيْ میری بات	قَالَ اس نے کہا
فَمَا پس کیا	خَطْبُكَ تیرا حال	يٰسَامِرِيُّ اے سامری	قَالَ وہ بولا	بَصُرْتُ میں نے دیکھا	بِمَا وہ جو کہ	لَمْ يَبْصُرُوْا انہوں نے نہ دیکھا
بِهٖ اس کو	فَقَبَضْتُ پس میں نے مٹھی بھرلی	قَبْضَةً ایک مٹھی	مِّنْ سے	اَثَرِ الرَّسُوْلِ فرشتہ کا نقش قدم	فَنَبَذْتُهَا تو میں نے وہ ڈال دی	
	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	سَوَّلَتْ پھسلایا	لِيْ مجھے	نَفْسِيْ میرا نفس		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے بڑی سختی کے ساتھ باز پرس کی جس کے جواب میں قوم نے اپنے کو بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کی اور سامری کو گمراہ کرنے کا مجرم قرار دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف مخاطب ہوئے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ میں تم کو اپنا خلیفہ بنا کر اور حکم کر کے گیا تھا کہ میرے پیچھے ان کی اصلاح کرنا پھر تم نے کیا اصلاح کی؟۔ کیوں اپنے موافقین کو ساتھ لے کر ان گوسالہ پرستوں کا سختی سے مقابلہ نہ کیا؟ اگر یہ نہ ہوسکتا تھا تو ان سے منقطع ہوکر میرے پاس طور پر کیوں نہ چلے آئے؟ اور فرط

جوش میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بال اور داڑھی پکڑ لی تھی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی معذرت پیش کی اور فرمایا کہ اے میرے بھائی۔ میری مطلق خطا نہیں ہے۔ میں نے ان کو ہر چند سمجھایا مگر انہوں نے کسی طرح نہیں مانا اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ علیہ السلام نہ آجائیں ہم تمہاری بات سننے والے نہیں بلکہ انہوں نے مجھکو کمزور پا کر میرے قتل کا ارادہ کرلیا تھا جب میں نے یہ حالت دیکھی تو خیال کیا کہ اب اگر ان سے لڑائی کی جاوے اور مومنین اور گوسالہ پرستوں کے درمیان جنگ برپا ہو تو مجھ پر یہ الزام نہ لگایا جائے کہ میرے پیچھے قوم میں تفرقہ ڈال دیا اس لئے میری سمجھ میں یہی آیا کہ آپ کے آنے کا انتظار کروں

بہ نسبت اس کے کہ پیچھے ایسا کوئی کام کروں جس سے بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑے۔ کیونکہ ظاہر ہے اگر مقابلہ ہوتا تو کچھ لوگ میرے ساتھ ہوتے کچھ مخالف ہوتے تو مجھے ڈر ہوا کہ پھر یہ الزام مجھ پر لگتا کہ میرا انتظار کیوں نہ کیا۔ قوم میں تفرقہ کیوں ڈالا۔

یہاں اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ دو پیغمبروں میں بھی اختلاف رائے ہو سکتا ہے اور دونوں طرف صواب کے پہلو ہو سکتے ہیں۔ اس واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے از روئے اجتہاد یہ تھی کہ اس حالت میں ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اس مشرک قوم کے ساتھ نہیں رہنا چاہئے تھا۔ ان کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آجاتے جس سے ان کے عمل سے مکمل بیزاری کا اظہار ہو جاتا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی رائے از روئے اجتہاد یہ تھی کہ اگر ایسا کیا گیا تو ہمیشہ کے لئے بنی اسرائیل کے ٹکڑے ہو جائیں گے اور تفرقہ قائم ہو جائے گا۔ اور چونکہ ان کی اصلاح کا یہ احتمال موجود تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے بعد ان کے اثر سے پھر یہ سب ایمان اور توحید کی طرف لوٹ آویں اس لئے کچھ دنوں کے لئے ان کے ساتھ مساہلت اور مساکنت کو ان کی اصلاح کی توقع تک گوارا کیا جائے۔ دونوں حضرات کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل۔ ایمان و توحید پر لوگوں کو قائم کرنا تھا مگر ایک نے مفارقت اور مقاطعہ کو اس کی تدبیر سمجھا۔ دوسرے نے اصلاح حال کی ابتداء تک ان کے ساتھ مساہلت اور نرمی کے معاملہ کو اس مقصد کے لئے نافع سمجھا۔ دونوں جانبین اہل عقل و فہم اور فکر و نظر کے لئے محل غور و فکر ہیں۔ کسی کو خطا کہنا آسان نہیں۔ مجتہدین امت کے اجتہادی اختلافات عموماً اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں کسی کو گنہگار یا نافرمان نہیں کہا جاسکتا۔ رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کے بال پکڑنے کا معاملہ تو یہ دین کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے شدت وغضب کا اثر تھا کہ تحقیق حال سے پہلے انہوں نے ہارون علیہ السلام کو ایک واضح غلطی پر سمجھا اور جب ان کا عذر معلوم ہو گیا تو پھر اپنے لئے اور ان کے لئے دعاء مغفرت فرمائی۔ (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۱۴۲)

الغرض ہارون علیہ السلام کی معقول بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ان کی جانب سے فرو ہوا تو اب آپ سامری کی جانب مخاطب ہوئے اس کو ڈانٹ بتلائی اور فرمایا کہ اب تو اپنی حقیقت بیان کر۔ یہ حرکت تو نے کس وجہ سے کی؟ اور کیا اسباب پیش آئے کہ بنی اسرائیل تیری طرف جھک پڑے؟ سامری نے جواب دیا کہ مجھ کو ایک ایسی چیز نظر پڑی تھی جو ان اسرائیلیوں میں سے کسی نے نہیں دیکھی تھی اور وہ یہ کہ غرق فرعون کے وقت جبرئیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار اسرائیلیوں اور فرعونیوں کے درمیان حائل تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے گھوڑے کے سم کی خاک میں اثر حیات پیدا ہو جاتا ہے اور جہاں ان کے گھوڑے کے قدم پڑتے ہیں خشک زمین پر سبزہ اگ آتا ہے تو میں نے جبرئیل کے گھوڑے کے قدموں کی خاک سے ایک مٹھی بھر لی اور اس خاک کو اس بچھڑے میں ڈال دیا اور اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور یہ بھاں بھاں کرنے لگا۔ سامری نے یہ کسی محسوس دلیل سے یا وجدان سے یا کسی قسم کے تعارف سابق کی بنا پر سمجھ لیا ہوگا کہ یہ جبرئیلؑ ہیں اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب مصر میں فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا تھا تو سامری کی ماں اس کو ایک غار میں چھپا کر ڈال آئی کہ فرعونیوں کے ہاتھوں سے ذبح سے محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس کی پرورش کرائی۔ اس لئے سامری حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس صورت سے پہچانتا تھا۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

سامری کی یہ سخن سازی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبول نہیں کی اور اس کا یہ جواب سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو بددعا دی۔ اور وہ بددعا کیا تھی اور اس کا کیا اثر ہوا اور پھر اس گوسالہ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهُ وَانْظُرْ

آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے (دُنیوی) زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا پھرا کرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا، اور (اسکے علاوہ) تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے، جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں

إِلَىٰ إِلٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ إِنَّمَآ

اور تو اپنے اس معبود (باطل) کو دیکھ جس پر تو جما ہوا بیٹھا تھا ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے۔ بس تمہارا

إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِي لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

(حقیقی) معبود صرف اللہ ہے، جس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، وہ (اپنے) علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	فَاذْهَبْ پس تو جا	فَإِنَّ لَكَ بیشک تیرے لئے	فِي الْحَيٰوةِ زندگی میں	أَنْ کہ	تَقُولَ تو کہے	لَا نہ	مِسَاسَ چھونا
وَإِنَّ اور بیشک	لَكَ تیرے لئے	مَوْعِدًا ایک وقتِ مقرر	لَّنْ تُخْلَفَهُ ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا	وَانْظُرْ اور دیکھ	إِلَىٰ طرف		
إِلٰهِكَ اپنے معبود	الَّذِي وہ جس	ظَلْتَ تو رہتا تھا	عَلَيْهِ اس پر	عَاكِفًا جما ہوا	لَّنُحَرِّقَنَّهُ ہم اسے البتہ جلائیں گے		
ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ پھر البتہ اسے بکھیر دیں گے	فِي الْيَمِّ دریا میں	نَسْفًا اُڑا کر	إِنَّمَا اس کے سوا نہیں	إِلٰهُكُمُ تمہارا معبود	اللّٰهُ اللہ		
الَّذِي وہ جو	لَا نہیں	إِلٰهَ کوئی معبود	إِلَّا هُوَ اس کے سوا	وَسِعَ وسیع	كُلَّ شَيْءٍ ہر شے	عِلْمًا علم	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باز پرس میں سامری نے جو جواب دیا تھا وہ بیان ہوا تھا چونکہ بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب سامری کا فعل تھا اس لئے سامری کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں سزا کی وعید سنائی۔ اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا کہ اس حرکت کی سزا دنیوی زندگی میں تو تیرے لئے یہ ہے کہ تو کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا۔ یعنی سب سے بالکل علیحدہ ہو کر رہے گا چونکہ سامری نے بچھڑے کا ڈھونگ بنایا تھا کہ جاہ اور ریاست حاصل ہو لوگ اس کے ساتھ ہوں اور سردار مانیں لہٰذا اس کے مناسب سزا ملی کہ کوئی اس کے پاس نہ پھٹکے۔ جو قریب جائے تو وہ خود دور رہنے کی ہدایت کرے۔ اور دنیا میں ایک بالکل ذلیل اچھوت اور وحشی جانور کی طرح زندگی گزارے۔ لکھا ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے بالکل الگ رہتا اگر وہ کسی سے ملتا یا کوئی اس سے ملتا تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا اس ڈر سے لوگوں سے دور دور بھاگا پھرتا تھا کسی کو دور سے دیکھتا تو کہتا لامساس مجھے کوئی ہاتھ نہ لگانا۔ بعض نے کہا ہے کہ اسے جنون ہو گیا تھا اور اس وحشت جنون میں لوگوں سے بھاگتا بھی تھا اور یہ لفظ لامساس کہتا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کو جذام یعنی کوڑھ ہو گیا تھا اس لئے لوگ اس کی ہوا سے بھی بچتے تھے۔ بہر حال یہ تو اس کی دنیا میں سزا ہوئی کہ نہ وہ کسی کو ہاتھ لگا سکے اور نہ کوئی اسے ہاتھ لگا سکے اور اس سزا کے علاوہ قیامت میں حق تعالیٰ کے عذاب کا جو وعدہ ہے وہ جدا رہا کہ جو کسی طرح ٹالا نہیں جا سکتا۔ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو اس کی سزا سنائی اور آگے ارشاد فرمایا کہ تیری سزا تو یہ ہوئی اب تیرے جھوٹے معبود کی قلعی بھی کھولے دیتا ہوں۔ جس بچھڑے کو تو نے خدا بنایا اور دن بھر وہاں دل جمائے بیٹھا رہتا تھا۔ ابھی تیری

آنکھوں کے سامنے توڑ پھوڑ کر اور جلا کر راکھ کر دوں گا اور پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہادوں گا تا کہ اس کے پجاریوں کو خوب واضح ہو جائے کہ وہ دوسروں کو تو کیا نفع ونقصان پہنچا سکتا خود اپنے وجود کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا۔ باطل کو مٹانے کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو حق کی طرف بلاتے جاتے ہیں کہ یہ بچھڑا تو کیا چیز ہے۔کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی معبود نہیں بن سکتی۔ سچا معبود تو بس وہی ایک اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی عقلاً ونقلاً روا نہیں اور جس کا لامحدود علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے قتل کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے سخی ہونے کے سبب قتل سے منع فرمادیا۔غرض کہ سامری کو جو سزا دی گئی ممکن ہے کہ وہ وحیاً ہو یا اجتہاداً سامری کو سزا سنانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کو ریزہ ریزہ کر کے جلا کر دریا میں بہادیا جس سے اس امر پر تنبیہ کرنی مقصود تھی کہ جن اسباب و ذرائع سے شرک پیدا ہو یا اس کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو ان کی بالکل بیخ کنی کر دینی چاہئے لکھا ہے کہ جب اس بچھڑے کے ذرات کو دریا میں بہادیا گیا اور جب سب لوگوں نے اس دریا کا پانی پیا تو جن لوگوں نے گوسالہ کی پرستش کی تھی ان کے چہرے زرد پڑ گئے اور اس طرح سارے گوسالہ پرست معلوم ہو گئے۔تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کی جناب میں رجوع کیا کہ اب ان کے اس ارتداد اور بے دینی کی سزا آپ کے نزدیک کیا ہے؟ تو جیسا کہ سورۂ بقرہ میں بیان ہو چکا حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ جن لوگوں نے یہ شرک کیا ہے ان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جنہوں نے بچھڑے کو سجدہ نہ کیا تھا وہ سجدہ کرنے والوں کو قتل کریں اور وہ بھی اس طرح کہ جو شخص رشتہ میں جس سے زیادہ قریب ہو وہ اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے یعنی باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو۔ آخر بنی اسرائیل کو اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ یہودیوں کی توراۃ میں ہے کہ اس طرح تین ہزار بنی اسرائیل قتل ہوئے لیکن بعض اسلامی روایات میں اس سے بھی زیادہ تعداد مذکور ہے اور ۷۰ ہزار کا قتل کیا جانا نقل ہوا ہے۔غرض جب نوبت یہاں تک پہنچی تو موسیٰ علیہ السلام درگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے اور عرض کیا کہ بارالٰہا! اب ان پر رحم فرما اور ان کی خطا کو بخش دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قاتل ومقتول دونوں کو بخش دیا اور جو زندہ ہیں اور قصوروار تھے ان کی بھی خطا معاف کر دی۔اب ان کو سمجھا دو کہ آئندہ شرک کے قریب بھی نہ جائیں۔

اب یہاں اس سورۃ میں ان آیات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ختم ہوتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے بعد اگلی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور اصل موضوع جس سے اس سورۃ کی ابتدا ہوئی تھی یعنی قرآن کا ذکر اسی موضوع پر یعنی قرآن پاک کے اتباع اور فرمانبرداری اور اس کا انجام اور اگر اس سے منہ موڑا اور اعراض اور انکار کیا تو اس کا بھی انجام بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن مقاصد سے گذشتہ انبیاء کے واقعات وحالات قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں ہمیں ان سے نصیحت وعبرت حاصل کرنے والا بنائیں۔اور ہم سے جو گذشتہ میں اس باب میں تقصیرات ہو چکی ہیں اسے اپنی رحمت سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ سے معاف فرما۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۝٩٩ مَنْ

اسی طرح ہم آپ سے اور واقعات گزشتہ کی خبریں بھی بیان کرتے رہتے ہیں، اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے۔ جو لوگ

اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۝١٠٠ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ

اس سے روگردانی کریں گے سو وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ لادے ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بوجھ قیامت کے روز اُن کیلئے بُرا (بوجھ) ہوگا۔

الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۝١٠١ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۝١٠٢ يَّتَخَافَتُوْنَ

جس روز صور میں پھونک ماری جاوے گی اور ہم اُس روز مجرم لوگوں کو قیامت میں اس حالت سے جمع کریں گے کہ (آنکھوں سے) کرنجے ہوں گے۔ چپکے چپکے آپس میں باتیں

بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝١٠٣ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ

کرتے ہوں گے کہ تم لوگ (قبروں میں) صرف دس روز رہے ہو گے۔ جس مدت کی نسبت وہ بات چیت کریں گے اس کو ہم خوب جانتے ہیں جبکہ اُن سب میں کا زیادہ صائب الرائے یوں کہتا ہوگا

لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝١٠٤

کہ نہیں تم تو ایک ہی روز (قبر میں) رہے ہو۔

كَذٰلِكَ اسی طرح	نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تجھ پر	مِنْ سے	اَنْۢبَآءِ خبریں	مَا جو	قَدْ سَبَقَ گزر چکا	
وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ اور تحقیق ہم نے تمہیں دیا	مِنْ لَّدُنَّا اپنے پاس سے	ذِكْرًا نصیحت	مَنْ جس	اَعْرَضَ منہ پھیرا	عَنْهُ اس سے	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	
يَحْمِلُ لادے گا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	وِزْرًا بوجھ	خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهِ اس میں	وَسَآءَ اور بُرا ہے	لَهُمْ ان کیلئے	
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	حِمْلًا بوجھ	يَوْمَ جس دن	يُنْفَخُ پھونک ماری جائیگی	فِي الصُّوْرِ صور میں	وَنَحْشُرُ اور ہم اکٹھا کرینگے		
الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کو	يَوْمَىِٕذٍ اس دن	زُرْقًا نیلی آنکھیں	يَتَخَافَتُوْنَ آہستہ آہستہ کہیں گے	بَيْنَهُمْ آپس میں	اِنْ نہیں	لَّبِثْتُمْ تم رہے	
اِلَّا مگر	عَشْرًا دس دن	نَحْنُ ہم	اَعْلَمُ خوب جانتے ہیں	بِمَا وہ جو	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	اِذْ يَقُوْلُ جب کہے گا	اَمْثَلُهُمْ سب سے اچھی
طَرِيْقَةً راہ	اِنْ نہیں	لَّبِثْتُمْ رہے تم	اِلَّا مگر	يَوْمًا ایک دن			

تفسیر وتشریح:۔ قرآن پاک میں مختلف قصص اور گذشتہ تاریخی واقعات حسب موقع جو بیان فرمائے گئے ہیں ان کے متعدد فوائد ہیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گذشتہ واقعات کا علم ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رسالت کی عظمت میں اضافہ ہو جائے۔ کفار عرب خصوصاً قریش کے انکار و سرتابی سے جو رنج وملال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ کو ہوتا تھا وہ دور ہو جائے اور آپ کو تسلی ہو جائے کہ فقط میری قوم ہی میرا انکار نہیں کر رہی ہے بلکہ گذشتہ اقوام نے انبیاء کے طرح طرح کے معجزات دیکھ کر بھی ہمیشہ سرتابی کی ہے۔ پھر گذشتہ واقعات وحالات کو باوجود امی ہونے کے آپ کا بیان کرنا یہ کھلا ہوا ثبوت ہے کہ بغیر وحی الٰہی کے یہ تمام واقعات ماضیہ کا علم کس طرح ہو سکتا ہے۔ پھر منکرین کو بھی عبرت ہو کہ انکار کا نتیجہ جو پہلی

قوموں کو اٹھانا پڑا وہی ہم کو اٹھانا پڑے گا۔ مومنین کے ایمان میں پختگی پیدا ہو کہ گذشتہ امتوں میں بھی اہل ایمان نے منکرین کے ہاتھوں ابتداء کیسی سختیاں برداشت کیں مگر انجام کار اللہ نے حق کو غالب اور باطل کو مغلوب فرمایا۔ تو گذشتہ انبیاء کے واقعات وقصے بیان کرنے میں یہ متعدد فوائد ہیں۔

ان آیات میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ ہم جو انبیائے سابقین اور گذشتہ اقوام کے واقعات آپ کو اور آپ کے ذریعہ سے تمام دنیا کو سناتے رہتے ہیں ان سے مقصود صرف نصیحت کرنا ہے اور جس طرح ہم نے گذشتہ انبیاء کو مختلف معجزات عطا کئے تھے اسی طرح ایک عظیم الشان نصیحت نامہ یعنی قرآن پاک آپ کو عطا کیا ہے جس میں دین ودنیا کے تمام ضروری مسائل اور عقیدہ وعمل کے تمام اصلاحی قوانین کا تذکرہ ہے۔ علوم ظاہری واسرار باطنی کا بیان ہے۔ روحانی کمالات کے حصول اور دین ودنیا میں کامیاب وکامران ہونے کے طریقوں کا اظہار ہے۔ تو اب جو شخص اس قرآن کی صداقت کا انکار کرے گا اور اس کے مضامین وقوانین ماننے سے روگردانی کرے گا تو وہ دوامی عذاب کا مستحق ہوگا اور اس قرآن کے اعراض وتکذیب سے جو گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن ان پر لادا جائے گا وہ کبھی ہلکا نہ ہوگا ہمیشہ اس کے نیچے دبے رہیں گے پھر اس بوجھ کا اٹھانا کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ جب اٹھائیں تو پتہ چلے گا کہ کیسے برے اور سخت بوجھ کے نیچے دبائے گئے ہیں۔ اب چونکہ منکرین قرآن کا ذکر آ گیا اس لئے قیامت میں ان کا کیا حال اور کیسا انجام ہوگا کچھ اسکا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو سب مرجائیں گے اور پھر جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو جائیں گے۔ یہاں آیت میں دوبارہ صور پھونکا جانا مراد ہے کہ جس دن یہ صور پھونکا جائے گا تو مجرمین جن سے مراد کفار ہیں محشر میں اس طرح لائے جائیں گے کہ ان کی آنکھیں ازرق ہوں گی۔ ازرق کے ترجمہ میں اہل تفسیر کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ قیامت کے ہولناک امور دیکھنے کے سبب کافروں کی آنکھیں کرنجی سبزی مائل بلی کی آنکھوں کی طرح ہوں گی۔ اہل عرب کے نزدیک ایسی آنکھیں منحوس اور معیوب سمجھی جاتی ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ آنکھوں کے ازرق ہونے سے مراد نابینا ہونا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ خوف و دہشت کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیاں پھٹ جائیں گی یا کثرت نور سے کافروں کی آنکھیں اندھی ہو جائیں گی کیونکہ کفر کے سبب ان کی آنکھوں میں نور کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوگی۔ بعض مفسرین نے حیرت واستعجاب سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کو آنکھوں کو ازرق ہونا کہا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قیامت کے مقامات واحوال متعدد ہیں کہ بوقت حشر کافروں کی آنکھیں اچھی خاصی ہوں گی۔ پھر قیامت کی ہولناکی دیکھ کر آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی پھر نیلی ہو جائیں گی اور آخر میں سب نابینا ہو جائیں گے پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی تا کہ دوزخ وغیرہ کو دیکھ سکیں۔ پھر آخرت کے طول اور وہاں کے ہولناک احوال کی شدت کو دیکھ کر دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئے گا کہ گویا ہفتہ عشرہ سے زیادہ نہیں رہے۔ بڑی جلدی دنیا ختم ہوگئی یہاں کے مزے اور لمبی چوڑی امیدیں سب بھول جائیں گے۔ بیہودہ عمر ضائع کرنے پر ندامت ہوگی اور جو ان منکرین میں زیادہ ہوشیار ہوگا وہ کہے گا کہ عشرہ یعنی دس دن بھی کہاں تمہاری دنیا کی زندگی بس ایک دن کی تھی۔

یہاں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ جو شخص اس نصیحت نامہ یعنی قرآن سے منہ موڑے گا اور اس کی ہدایت اور رہنمائی قبول کرنے سے انکار کر دے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ اور اس کے رسول کا کچھ نہ بگاڑے گا۔ اس کی یہ حماقت خود اپنے ساتھ دشمنی ہوگی۔ دوسری بات یہ بتائی گئی کہ کوئی شخص جس کو قرآنی احکام ونصائح پہنچیں اور پھر وہ اسے قبول کرنے سے انکار کرے یا پہلو تہی کرے آخرت میں سزا پانے سے نہیں بچ سکتا۔ آیت کے الفاظ عام ہیں۔ کسی قوم۔ کسی ملک۔ کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں۔

بلکہ یہ حکم ہر شخص کے لئے عام ہے۔ خواہ مغرب کا باشندہ ہو یا مشرق کا افریقہ کا سیاہ فام غلام ہو۔ یا امریکہ کا سفید فام عیار ہو۔ یورپین ہو یا ایشیائی چینی ہو یا جاپانی۔ ہندی ہو یا پاکستانی۔ جب تک یہ قرآن دنیا میں موجود ہے اور جہاں جہاں جس جس ملک اور قوم کے جس شخص کو بھی یہ پہنچے گا اس کے لئے دو ہی راستہ ہوں گے یا تو اس کو مانے اور اس کی پیروی اختیار کرے۔ یا اس کو نہ مانے اور اس سے اعراض اور روگردانی برتے جس کا انجام بھی ان آیات میں بتا دیا گیا من اعرض عنه فانه يحمل يوم القيمة وزرا یعنی جو شخص قرآن سے اعراض اور روگردانی کرے گا قیامت کے روز اس پر بڑا بوجھ عذاب کا لدا ہوگا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے" کہ قرآن سے اعراض کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس کی تلاوت کی طرف کوئی دھیان ہی نہ کرے۔ نہ کبھی قرآن پڑھنے اور سیکھنے کی فکر کرے یا قرآن کو پڑھے مگر غلط سلط پڑھے۔ صحیح حروف کی فکر نہ کرے یا صحیح بھی پڑھے مگر بے توجہی اور بے دلی سے پڑھے۔ اسی طرح قرآن کے احکام کو سمجھنے کی طرف توجہ نہ دینا بھی قرآن سے اعراض ہے اور سمجھنے کے بعد اس پر عمل کرنے میں کوتاہی یا اس کے احکام کی خلاف ورزی یا تو اعراض کا انتہائی درجہ ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) غرض قرآن کے حقوق سے بے پروائی کرنے کا بڑا وبال ہے۔ جو قیامت کے روز بار گراں بن کر اس کی گردن پر لاد دیا جائے گا جیسا کہ روایات حدیث میں بھی ہے کہ انسان کے برے اعمال اور گناہ قیامت کے روز ایک بار گراں بن کر اس کے اوپر لادا جائے گا۔" (معارف القرآن جلد ۶)

اب یہاں ہم اس پاکستان میں جو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت کہلاتی تھی ان بدنصیب اور بدبخت افراد کا ذکر کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ جنہوں نے معاذ اللہ قرآن کو فرسودہ کتاب بتلایا۔ اور جنہوں نے یہ کہا کہ اگر قرآن اور اسلام اقتصادی مسائل کا مکمل حل پیش کرتا تو ہم سوشلزم کا نعرہ نہ لگاتے لیکن چونکہ سوشلزم ہی غربت اور افلاس کا حل ہے اس لئے ہم نے پیروں اور ملاؤں کی مخالفت کے باوجود اس کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ اب بتائیے کیا یہ کھلم کھلا قرآن سے اعراض اور روگردانی نہیں ہے کیا قرآن کو ماننے اور اس پر ایمان رکھنے کے یہی معنی ہیں کہ بس ہم اسلام کا لیبل لگا کر جو چاہیں قرآن کو کہیں اور جو چاہیں اس کے قوانین اور احکام کو خیال کریں! قرآن کے ساتھ یہ منافقانہ رویہ اور یہ اعراض اور روگردانی کھلے ہوئے مخالف اور دشمن اسلام کے اعراض اور روگردانی سے زیادہ خطرناک ہے اللہ تعالیٰ اپنی ڈھیل کی رسی کو ان ظالموں پر کھینچ لیں اور ان کی شرارتوں اور در پردہ مخالفتوں کا خاتمہ فرماویں۔ (نوٹ: جس وقت یہ درس لکھا گیا تھا ملک میں ایسے ہی حالات تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اب ملک میں فضا بدلی ہوئی ہے۔ اور دینی فضا لانے کی کوشش ہو رہی ہے) یہ اپنے قوم اور ملک کا ذکر قرآن سے اعراض اور روگردانی پر بالاضطرار آ گیا۔ الغرض کہ اس کلامِ الٰہی کی آواز پر دنیا میں لبیک نہ کہنے والے اور اس مالک الملک ذوالجلال والاکرام کے فرمان سے اعراض اور روگردانی کرنے والے اور بڑے سے بڑے سرکش اور متکبر جو خدائی قانون کے سامنے اپنی گردن جھکانے کو تیار نہ ہوئے تھے وہ قیامت کے روز اسی حی قیوم کے سامنے کس طرح ذلیل اور مجرم قیدیوں کی طرح گردن جھکائے چلے آئیں گے اور ان کا کیا حال ہوگا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کو اور ہماری نسلوں کو اور ہمارے ملک کو اور ہماری قوم کو اور تمام عالم اسلام کو دنیا میں قرآن پاک کا متبع بنا کر زندہ رکھیں اور دل و جان سے اس کے احکام اور قوانین کو قبول کرنے والا اور ان پر عمل پیرا ہونے والا مسلمان بنا کر زندہ رکھیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا

اور لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا) سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دیگا۔ پھر زمین کو ایک میدان ہموار کردے گا۔

تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

کہ جس میں تو (اے مخاطب) نہ ہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی دیکھے گا۔ اس روز سب کے سب بلانے والے کے کہنے پر ہولیں گے اسکے سامنے کوئی ٹیڑھا پن نہ رہے گا اور تمام آوازیں

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

اللہ تعالیٰ کے سامنے دب جاویں گی۔ سو تو (اے مخاطب) بجز پاؤں کی آہٹ کے اور کچھ نہ سنے گا اس روز سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو کہ جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہو

وَرَضِىَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ

اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کرلیا ہو۔ وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کرسکتا اور اس روز تمام چہرے

الْوُجُوْهُ لِلْحَىِّ الْقَيُّوْمِ ۗ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

اُس حی و قیوم کے سامنے جھکے ہونگے۔ اور ایسا شخص تو ناکام رہے گا جو ظلم (یعنی شرک) لیکر آیا ہوگا۔ اور جس نے نیک کام کیے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

سو اس کو نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور وہ آپ سے دریافت کرینگے	عَنِ الْجِبَالِ پہاڑ کے متعلق	فَقُلْ تو کہدیں	يَنْسِفُهَا انہیں بکھیر دیگا	رَبِّىْ میرا رب	نَسْفًا اڑا کر		
فَيَذَرُهَا پھر اسے چھوڑ دیگا	قَاعًا میدان	صَفْصَفًا ایک ہموار	لَا تَرٰى نہ دیکھے گا تو	فِيْهَا اس میں	عِوَجًا کوئی کجی	وَلَآ اور نہ	اَمْتًا کوئی بلندی
يَوْمَئِذٍ اس دن	يَّتَّبِعُوْنَ وہ سب پیچھے چلیں گے	الدَّاعِىَ ایک پکارنے والا	لَا عِوَجَ نہیں کوئی کجی	لَهٗ اس کیلئے	وَخَشَعَتِ اور پست ہوجائیں گی		
الْاَصْوَاتُ آوازیں	لِلرَّحْمٰنِ اللہ کیلئے	فَلَا تَسْمَعُ پس تو نہ سنے گا	اِلَّا مگر	هَمْسًا آہستہ آواز	يَوْمَئِذٍ اس دن	لَّا تَنْفَعُ نہ نفع دے گی	
الشَّفَاعَةُ کوئی شفاعت	اِلَّا مگر	مَنْ جس	اَذِنَ لَهُ اجازت دے اس کو	الرَّحْمٰنُ اللہ	وَرَضِىَ اور پسند کرے	لَهٗ اس کی	قَوْلًا بات
يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا جو	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں کے درمیان	وَمَا اور جو	خَلْفَهُمْ ان کے پیچھے	وَلَا يُحِيْطُوْنَ اور وہ احاطہ نہیں کرسکتے		
بِهٖ اس کا	عِلْمًا علم کے اندر	وَعَنَتِ جھک جائیں گے	الْوُجُوْهُ چہرے	لِلْحَىِّ سامنے	الْقَيُّوْمِ "قیوم"	وَقَدْ خَابَ اور نامراد ہوا	مَنْ جو
حَمَلَ بوجھ اٹھایا	ظُلْمًا ظلم	وَمَنْ اور جو	يَّعْمَلْ کرے	مِنَ سے	الصّٰلِحٰتِ نیکی	وَ اور	هُوَ وہ
مُؤْمِنٌ مومن	فَلَا يَخٰفُ تو نہ اسے خوف ہوگا	ظُلْمًا کسی ظلم کا	وَلَا هَضْمًا اور نہ کسی نقصان کا				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں منکرین قرآن کا ذکر ہوا تھا کہ جو دنیا میں اس قرآن سے اعراض اور روگردانی کریں گے وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ عذاب کا لادے ہوں گے اور پھر قیامت کے بعض احوال کا مجملاً تذکرہ فرمایا گیا تھا کہ عالم دنیا اور عالم

قبر کا زمانہ حشر میں ایسا معلوم ہوگا جیسے دنیا کا ایک دن تو منکرین حشر جو قیامت کو مانتے ہی نہ تھے اور طرح طرح کے شبہات نکالتے اور کہتے کہ ایسے ایسے سخت اور عظیم الشان پہاڑوں کا کیا حال ہوگا؟ کیا یہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ اس کا جواب ان آیات میں دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے۔ ان سب کو ذرا سی دیر میں کوٹ پیس کر ریت کے ذرات اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوا میں اڑا دیا جائے گا اور زمین بالکل صاف اور ہموار کردی جائے گی جس میں کچھ اینچ پیچ اور اونچ نیچ نہ رہے گی۔ پہاڑوں کی رکاوٹیں ایک دم میں صاف کردی جائیں گی اور زمین چٹیل میدان ہوجائے گی۔ اس روز اسرافیل علیہ السلام بلند آواز سے محشر کی طرف بلائیں گے اور ان کی ندا سن کر سب کے سب اپنی اپنی قبروں سے نکل کر ادھر ادھر مڑے بغیر سیدھے آواز کی طرف دوڑیں گے اور میدان حشر میں جمع ہوجائیں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں داعی یعنی بلانے والے سے مراد حضرات اسرافیل علیہ السلام ہیں جو بیت المقدس کی جگہ پر کھڑے ہوکر صور لے کر پکاریں گے۔ **ایتها العظام البالیه. والجلود المتفرقة واللحوم المتمزقة. همی الی عرض الرحمٰن.** اے گلی ہوئی ہڈیو! اور پراگندہ کھالو! اور ریزہ ریزہ شدہ گوشت کے ٹکڑو رحمٰن کے حضور میں چلو۔ تو یہ ندائے اسرافیل سن کر ہڈی گوشت کھال بال سب کچھ مل جل کر انسانی شکل بن کر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور ہر شخص آواز کی طرف لپکے گا۔ کاش یہ منکرین لوگ دنیا میں اللہ کے داعی کی آواز پر اسی طرح سیدھے جھپٹتے تو وہاں کام آتا پر یہاں اپنی بدبختی اور کجروی سے ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے رہے۔ اور اس روز حق تعالیٰ کے خوف اور ہیبت کے مارے کسی کی اونچی آواز نہ نکل سکے گی سب کی آوازیں پست ہوں گی اور کوئی کچھ بولے گا بھی تو اس قدر آہستہ جیسے کانا پھوسی کرتے ہوں اور اس روز کسی کو کسی کی سفارش نفع نہ دے گی۔ بجز ایسے شخص کو کہ جس کی سفارش کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے شافعین کو اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے شافع کا بولنا پسند کرلیا ہو۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ قیامت کے دن فرشتے انبیاء اولیاء اور صلحائے امت شفاعت کریں گے مگر ان کی شفاعت بغیر اذن الٰہی کے نہ ہوگی اور یہ اجازت صرف کلمہ گو مومنین کے بارے میں ہوگی۔ کفار کے لئے سفارش کی کسی کو اجازت ہی نہ ہوگی۔ گویا منکرین کو یہ سنایا جارہا ہے کہ تم شفاعت اور سفارش سے بھی محروم رہو گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے سب اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کس کو کس کے لئے شفاعت کا موقع دینا چاہئے۔ اگر کوئی مومن ابتدا ہی میں شفاعت کے لائق ہے تو اس کے لئے ابتدا ہی میں شفاعت کی اجازت ہوگی۔ اور اگر جہنم میں داخل ہونے کے بعد قابل شفاعت ہوگا تو دخول جہنم کے بعد اس کی شفاعت ہوگی اور اگر کسی کے دل میں ایمان ہی نہیں اور وہ قابل شفاعت ہی نہیں تو اس کی شفاعت مطلقاً نہ ہوگی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس روز بڑے بڑے سرکش متکبروں کے سر بھی علانیہ اس حی وقیوم کے سامنے ذلیل قیدیوں کی طرح جھکے ہوں گے جنہوں نے کبھی خدا کے آگے پیشانی نہ ٹیکی تھی۔ اس وقت بڑی عاجزی سے گردن جھکائے چلے آئیں گے۔ اخیر میں تمام اہل محشر کے فرق اور انجام کو ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ ایسا شخص تو ہر طرح ناکام رہے گا جو ظلم یعنی شرک وکفر اور نافرمانی لے کر آیا ہوگا اور جس نے نیک کام کئے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا یعنی مومن ہوگا اور ساتھ ہی عمل صالح بھی ہوں گے تو اس کو کامل اجر وثواب ملے گا نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا نہ کمی کا یعنی اس کی کوئی نیکی نہ تو ضائع کی جائے گی اور نہ کسی نیکی کے اجر میں کمی کی جائے گی۔

یہاں بھی ظالموں اور مجرموں کے مقابلہ میں جو بشارت دی گئی ہے وہ نہ محض عمل صالح پر ہے اور نہ محض ایمان پر بلکہ دونوں کے مجموعہ پر یعنی اعمال صالحہ بھی ہوں اور ایمان بھی ہو ان کے لئے بشارت ہے کہ ان کو آخرت میں نہ بے انصافی کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔

میرے عزیزو اور بھائیو۔ آج اس دنیا کی زندگی میں ہم کو موقع حاصل ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذخیرہ بھی جمع کرلیں کہ جو کل قیامت میں ہم کو اس بشارت کا مصداق بنادے اس لئے ہم کو اس زندگی کی قدر کرنا چاہئے اور اسکو اصل مقصد میں لگانا چاہئے۔ کہ قیامت کی ناکامی نصیب نہ ہو۔ اور یہ بھی سمجھ لیجئے بلکہ یقین کرلیجئے کہ اعمال صالحہ کسی سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق وتائید ہی سے ممکن ہیں۔ اس لئے ہماری اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ عاجزانہ درخواست و دعا ہونی چاہئے کہ یا اللہ اپنی توفیق حسن ہمارے شامل حال فرمادے اور ہم کو اس دنیا کی زندگی میں اپنی مرضیات والے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمادے۔ یا اللہ ہم کو میدان حشر میں اپنے مطیعین اور مخلصین بندوں میں شامل ہوکر اپنے سامنے حاضر ہونا نصیب فرما۔ آمین۔

اب آگے نزول قرآن کی ایک اور حکمت بیان کی گئی ہے اور نزول وحی کے سلسلہ میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہدایت تلقین فرمائی جاتی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ایمان و اسلام کے ساتھ ہم کو اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اپنے فضل سے قیامت کے دن ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل فرمائیں کہ جن کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ ڈر۔ یا اللہ ہمیں شافع محشر شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین۔ سیدالانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت نصیب فرمایئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر بے حساب وکتاب جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو آج اس زندگی میں آخرت کا فکر اور وہاں کی تیاری کی توفیق نصیب فرمادیجئے اور ہم سے اپنی مرضیات کے وہ اعمال صالحہ کرالیجئے کہ کل میدان حشر میں ہم کو عزت والی کامیابی وکامرانی نصیب ہوجائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ

اور ہم نے اسی طرح اس کو عربی قرآن کر کے نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تا کہ وہ لوگ ڈرجاویں یا یہ قرآن اُن کیلئے

يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى

کسی قدر سمجھ پیدا کردے۔ سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے بڑا عالی شان ہے اور قرآن (پڑھنے) میں قبل اس کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے عجلت نہ کیا کیجئے

اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۖ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

اور آپ یہ دُعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے۔

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس پر نازل کیا	قُرْاٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی	وَ اور	صَرَّفْنَا فِيْهِ ہم نے طرح طرح سے بیان کیے اس میں		
مِنَ سے	الْوَعِيْدِ ڈراوے	لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ	يَتَّقُوْنَ پرہیزگار ہو جائیں	اَوْ يُحْدِثُ یا وہ پیدا کردے	لَهُمْ ان کیلئے	ذِكْرًا کوئی نصیحت	
فَتَعٰلَى اللّٰهُ سو بلند و برتر ہے اللہ	الْمَلِكُ بادشاہ	الْحَقُّ سچا	وَلَا اور نہ	تَعْجَلْ جلدی کرو	بِالْقُرْاٰنِ قرآن میں	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ کہ
يُّقْضٰٓى پوری کی جائے	اِلَيْكَ تمہاری طرف	وَحْيُهٗ اس کی وحی	وَقُلْ اور کہیئے	رَّبِّ اے میرے رب	زِدْنِيْ زیادہ دے مجھے	عِلْمًا علم	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ قرآن کامل ضابطۂ اصلاح۔ قانون ہدایت اور مکمل دستور العمل ہے۔ اس کے اندر فلاح دارین کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ یہ محض تذکرہ قصص نہیں ہے نہ تاریخ اقوام بیان کرنا اس کی غرض ہے۔ لیکن چونکہ اسلاف کے ہدایت آمیز یا عبرت انگیز واقعات بیان کرنے سے انسان کے خیالات و اعمال کی فطرۃً اصلاح ہوتی ہے۔ ہر شخص طبعاً خوگر ہے کہ نظیر و مثال اس کے سامنے پیش کی جائے اس لئے قرآن میں جا بجا قصے و تاریخی واقعات مذکور ہیں۔ تو جس طرح گذشتہ تاریخی واقعات بیان کرنے سے اصل غرض ہدایت و اصلاح ہے اسی طرح قرآن کو عربی میں نازل کرنے اور آیات وعید کو بار بار لانے سے بھی مقصود ہدایات ہے چونکہ قرآن کے اولین مخاطب اہل عرب ہیں اس لئے قرآن صاف زبان عربی میں نازل کیا گیا تا کہ وہ اس کو پڑھ کر خدا سے ڈریں اور بار بار آیات وعید لانے اور عذاب آخرت کا منظر پیش کرنے اور گذشتہ نافرمان قوموں کی تباہی کا تذکرہ کرنے سے اصل مدعا یہی ہے کہ قرآن سن کر لوگوں میں سمجھ پیدا ہو۔ نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ طاعت کی طرف راغب ہوں اور معاصی کو ترک کریں اور انجام کار ان میں گناہوں سے بچنے کا ملکہ پیدا ہو جائے اور وہ متقی بن جائیں۔ اور اتنا نہ ہو تو کم از کم لوگوں کے دلوں میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ سوچ تو پیدا ہو جائے ممکن ہے یہی سوچ اور غور و فکر آگے بڑھتے بڑھتے ہدایت پر لے آئے اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی ہدایت ہو۔ سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے اور عالی شان ہے اس نے ایسا عظیم الشان قرآن اور نافع کلام نازل فرمایا اور اپنے بندوں کو ایسی سچی اور اچھی باتیں ان کے فائدے کے لئے بتائیں۔ اب چونکہ یہاں نزول قرآن کا ذکر ہو رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت زبان مبارک سے کلمات وحی کی تکرار فرماتے جاتے تھے اور اس سے مقصود یہ ہوتا تھا کہ کہیں آیات وحی آپ بھول نہ جائیں اور جو حکم الٰہی نازل ہو اس میں فراموشی کے سبب اس کی تعمیل و تبلیغ سے قاصر نہ رہ جائیں اس لئے یہاں ایک ادب قرآن کی تنزیل سے

متعلق جس کا تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے ہے ارشاد فرمایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جس وقت فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام وحی الٰہی پڑھ کر سنائیں تو آپ عجلت کر کے ان کے ساتھ ساتھ نہ پڑھنے لگا کریں کیونکہ اس میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام سے سننا اور ساتھ ساتھ اس کو پڑھنا۔ سو ایسا نہ کیجئے بلکہ پوری وحی نازل ہو چکے تو پھر اس کو پڑھئے اور اس بات کا اندیشہ نہ کیجئے کہ شاید یاد نہ رہے۔ یاد کرانا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور آپ بھی یاد ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے اور قرآن کی اور زیادہ سمجھ اور بیش از بیش علوم و معارف عطا فرمایئے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث و مفسر دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں لکھا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب قرآن لاتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پڑھنے کے ساتھ آپ بھی پڑھنے لگتے کہ بھول نہ جاؤں۔ اس کے متعلق پہلے سورۂ قیامہ جو ۲۹ پارہ میں ہے ہدایت فرمائی گئی تھی۔ **لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه فاذا قرأنه فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه** اسے یاد کرنے کی جلدی میں اپنی زبان کو بار بار حرکت نہ دیجئے۔ اسے یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے لہٰذا جب ہم اسے سنا رہے ہوں تو غور سے سنتے رہئے پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ اس طرح آپ کی تسلی کر دی گئی تھی کہ اس قرآن کو یاد رکھوانا اور لوگوں تک پہنچوانا ہمارے ذمہ ہے لیکن شاید آپ بھول گئے اس لئے پھر اس آیت میں تاکید فرمائی اور بھولنے پر آگے حضرت آدم علیہ السلام کی مثل بیان فرمائی اور رب زدنی علما کی دعا تلقین فرمائی۔

اب آگے حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی وہ دل عطا فرما دیں کہ جو قرآنی وعیدیں سن کر خوف الٰہی سے کانپ جائے۔ اور یہ خوف خداوندی ہمارے لئے تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

یا اللہ ہم کو بھی دین کی سمجھ عطا فرما۔ اور قرآن پاک کا علم ذوق شوق اور فہم نصیب فرما۔ اور اس کے جملہ احکام پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی ہدایت و توفیق نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

اور اس سے پہلے ہم آدمؑ کو ایک حکم دے چکے تھے سو اُن سے غفلت ہوگئی ہم نے اُن میں پختگی نہ پائی۔ اور وہ وقت یاد کرلو جبکہ ہم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ ؕ أَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا

کہ آدمؑ کے سامنے سجدہ (تحیت) کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے اُس نے انکار کیا۔ پھر ہم نے کہا کہ اے آدمؑ (یاد رکھو) یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے سو کہیں تم دونوں کو

مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا

جنت سے نہ نکلوادے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ ہے کہ تم نہ بھوکے رہو گے اور نہ ننگے ہوگے۔ اور نہ یہاں پیاسے ہوگے اور نہ

تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

دھوپ میں تپو گے۔ پھر اُن کو شیطان نے بہکایا کہنے لگا اے آدم کیا میں تم کو ہمیشگی کا درخت بتلاؤں اور ایسی بادشاہی کہ جس میں کبھی ضعف نہ آوے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اور ہم نے حکم بھیجا	إِلٰٓى طرف	اٰدَمَ آدمؑ	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	فَنَسِيَ تو وہ بھول گیا	وَلَمْ نَجِدْ اور ہم نے نہ پایا	لَهٗ اس میں			
عَزْمًا پختہ ارادہ	وَإِذْ اور جب	قُلْنَا ہم نے کہا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو	اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو	لِاٰدَمَ آدمؑ کو	فَسَجَدُوْٓا تو سب نے سجدہ کیا			
إِلَّآ سوائے	إِبْلِيْسَ ابلیس	أَبٰى اس نے انکار کیا	فَقُلْنَا پس ہم نے کہا	يٰٓاٰدَمُ اے آدمؑ	إِنَّ بیشک	هٰذَا یہ	عَدُوٌّ دشمن	لَّكَ تمہارا	
وَلِزَوْجِكَ اور تمہاری بیوی کا	فَلَا سو تمہیں	يُخْرِجَنَّكُمَا نہ نکلوادے	مِنَ الْجَنَّةِ جنت سے	فَتَشْقٰى پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ	إِنَّ بیشک				
لَكَ تمہارے لئے	أَلَّا تَجُوْعَ یہ کہ نہ بھوکے رہو	فِيْهَا اس میں	وَلَا اور نہ	تَعْرٰى ننگے	وَأَنَّكَ اور یہ کہ تم	لَا نہ	تَظْمَؤُا پیاسے رہو گے		
فِيْهَا اس میں	وَلَا تَضْحٰى اور نہ دھوپ میں رہو گے	فَوَسْوَسَ پھر وسوسہ ڈالا	إِلَيْهِ اسکی طرف	الشَّيْطٰنُ شیطان	قَالَ اسنے کہا	يٰٓاٰدَمُ اے آدمؑ			
	هَلْ کیا	أَدُلُّكَ میں تیری رہنمائی کروں	عَلٰى پر	شَجَرَةِ درخت	الْخُلْدِ ہمیشگی	وَمُلْكٍ اور بادشاہت	لَّا يَبْلٰى نہ پرانی ہو		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمائی گئی تھی کہ بوقت نزول وحی آپ جو ساتھ ساتھ پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ایسی عجلت نہ کیا کریں بلکہ جس وقت تک وحی نازل ہوتی رہے اس وقت تک آپ صرف غور سے سنا کریں۔ اور اس کے بعد اسے پڑھا کریں اور آپ حق تعالیٰ سے مزید علم کی درخواست کرتے رہیں اور یہ کہتے رہیں کہ اے اللہ میرا علم اور بڑھا۔ تو اس دعا میں علم قرآن کی تحصیل۔ حفظ فہم سب ہی کچھ آ گیا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس درخواست ودعاء کی اس وجہ سے ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک امر کی ہدایت کی تھی۔ اور وہ ہدایت یہ تھی کہ جنت میں ایک درخت کو معین کر کے بتلا دیا تھا کہ اس کے پھل کو نہ کھانا اور اس کے قریب بھی نہ جانا۔ باقی اور ساری جنت کی نعمتیں تمہارے لئے کھلی ہوئی ہیں۔ ان کو کھاتے پیتے رہو اور یہ بھی بتلا دیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس کے بہکانے میں نہ آجانا مگر آدم علیہ السلام اس عہد کو بھول گئے اور شیطان کے قسم کھانے سے دھوکہ کھا گئے۔ اور ابلیس کے وسوسہ سے ان کا عزم سست پڑ گیا اور عہد کی پوری حفاظت نہ کر سکے اور ان سے غفلت اور بے احتیاطی ہوگئی۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ علم بڑی ضروری چیز ہے کہ اس کے حصول کے

بعد اس کا نسیان بھی مضر ہے۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ انسان خواہ کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو اسے ہر وقت حق تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے۔ دیکھئے حق تعالیٰ نے ان مصالح کی بنا پر جو حضرت آدم علیہ السلام کے خروج از جنت سے وابستہ تھیں اور نیز دوسری حکمتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اس لغزش سے حفاظت نہیں کی اور وہ اس میں مبتلا ہو گئے اور حق تعالیٰ اگر انہیں فوراً تنبیہ کر دیتے تو ضرور بچ جاتے اس لئے اوپر جو دعا تعلیم فرمائی گئی تھی۔ یعنی رب زدنی علما اس میں دونوں باتیں داخل ہیں یعنی جو علم حاصل نہ ہو وہ علم دینا بھی اور دیئے ہوئے علم میں سے اگر کسی بات سے بھول یا غفلت ہو جائے تو اس پر تنبیہ کر دینا بھی تو مقصود یہ ہوا کہ آپ اس دعا سے ایسی لغزش سے بھی محفوظ رہیں گے جیسے آدم علیہ السلام سے ہو گئی تھی آگے وہ قصہ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کا مع اس کے نتائج کے بیان فرمایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو سب فرشتوں نے ایسا کیا اور حکم الٰہی فوراً بجا لائے۔ یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ فرشتوں کا یہ سجدہ کرنا سجدہ عبادت نہ تھا بلکہ سجدۂ تعظیم و تحیت تھا جو انبیائے سابقین کی شریعت میں جائز رہا۔ سجدۂ عبادت تو سوائے اللہ رب العزت کے کسی کے لئے بھی جائز نہیں۔ مگر خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں سجدۂ تعظیمی بھی منسوخ ہو گیا جیسے بہن بھائی کا نکاح حضرت آدمؑ کی شریعت میں جائز تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا۔ پس تمام ملائکہ نے حق تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کیا بجز ابلیس کے کہ جو جنات میں سے تھا اور اپنی عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شامل کر لیا گیا تھا اس نے سجدہ نہیں کیا اور صاف انکار کر دیا۔ جس پر وہ مردود ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہہ دیا کہ اے آدم یاد رکھو یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن اس وجہ سے ہے کہ یہ تمہارے معاملہ میں مردود ہوا لہٰذا تم کو آئندہ اس سے ہوشیار رہنا چاہئے اور اس کے کسی مشورہ پر عمل نہ کرنا چاہئے تو دیکھو خبردار اس کے کہنے سے کوئی ایسا کام مت کر بیٹھنا کہ جنت سے باہر کئے جاؤ اور پھر مصیبت میں پڑو۔ یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ آرام ہے کہ نہ تم کبھی بھوکے ہو گے کہ اس سے تکلیف ہو یا اس کی تدبیر میں پریشانی ہو اور نہ ننگے ہو گے کہ کبھی کپڑا نہ ملے اور نہ پیاسے ہو گے اور نہ دھوپ اور گرمی میں تپو گے۔ بخلاف اس حالت کے کہ اگر یہاں سے نکلے تو یہ ساری مصیبتیں ہوں گی اس لئے ان امور کو پیش نظر رکھ کر خوب ہی ہوشیاری اور بیداری سے رہنا۔ اس کے بعد شیطان نے ان کو جھانسہ دیا اور بہکایا اور کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تم کو ہمیشگی کی خاصیت کا درخت بتلا دوں کہ اس کے کھانے سے ہمیشہ شاد و آباد رہو اور ایسی بادشاہی حاصل رہے کہ جس میں کبھی ضعف نہ آئے۔

آدم علیہ السلام کا قصہ اس سے پہلے سورۂ بقرہ۔ سورۂ اعراف۔ سورۂ حجر۔ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف میں گزر چکا ہے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے پھر دہرایا گیا ہے ہر جگہ موقع اور سلسلہ بیان کی مناسبت کے لحاظ سے قصہ کی تفصیلات مختلف طریقہ سے بیان کی گئی ہیں۔ قصہ کے جو اجزا موضوع بحث سے مناسبت رکھتے ہیں وہ اسی جگہ بیان ہوئے ہیں۔ غرض کہ آدم علیہ السلام کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ ابلیس جو تمہاری وجہ سے راندہ درگاہ ہوا ہے یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تم اس سے ہوشیار رہنا یہ تمہارے جنت سے نکالنے کی فکر میں لگا رہے گا پس ایسا کام نہ کرنا جس سے جنت سے تمہیں نکلنا پڑے اور پھر دنیا کی مشقتوں میں پڑ جاؤ اور بیوی بھی تمہارے ساتھ ہے اس کا بوجھ بھی تم پر پڑے گا۔ یہاں جنت میں تو کھانے پینے۔ غذا۔ قیام طعام لباس کے سب آرام تم کو حاصل ہیں۔ اگر یہاں سے نکالے گئے تو دنیاوی رزق اور غذا کے حصول کے لئے تم کو بڑی مشقتیں اٹھانی پڑیں گی۔ مگر شیطان ابلیس لعین تو ان حضرات کی گھات میں لگا ہوا تھا چنانچہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ اے آدم کیا میں تم کو ہمیشہ جنت میں رہنے کا ذریعہ نہ بتلا دوں جس سے نہ تم کو کبھی موت آئے اور نہ تمہاری بادشاہت کو کبھی زوال ہو گا اور خدا کی جھوٹی قسم کھائی کہ خدا کی قسم اگر تم نے اس درخت سے کھا لیا تو تم کو جنت کا دوام اور ہمیشگی کا خلود حاصل ہو جائے گا۔ جب شیطان نے خدا کی قسم کھا کر حضرت آدم علیہ السلام سے یہ کہا تو ان کو شبہ بھی نہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کا نام لے کر کوئی جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ پس حق تعالیٰ کے قرب اور جنت کے دائمی عیش و عشرت کے شوق و رغبت نے اس ممانعت کو بھلا دیا اور ابلیس کے بہکانے سے اس ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا۔ پھر اس کا کیا انجام اور نتیجہ ہوا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَکَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؗ وَعَصٰۤی

سو دونوں نے اس درخت سے کھالیا تو اُن دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور دونوں اپنے اوپر جنت کے (درختوں کے) پتے چپکانے لگے اور آدمؑ سے اپنے رب کا قصور ہو گیا

اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًا

سو غلطی میں پڑ گئے۔ پھر اُن کو اُن کے رب نے مقبول بنالیا سو اُن پر توجہ فرمائی اور راہ پر قائم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں کے دونوں جنت سے اُترو (اور دنیا میں) ایسی حالت سے جاؤ

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی ۙ۬ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی ﴿۱۲۳﴾

کہ ایک کا دشمن ایک ہوگا، پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کرے گا تو وہ نہ (دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) شقی ہوگا۔

فَاَکَلَا پس دونوں نے کھایا	مِنْهَا اس سے	فَبَدَتْ تو ظاہر ہو گئیں	لَهُمَا ان پر	سَوْاٰتُهُمَا ان کی شرم گاہیں	وَ اور	طَفِقَا یَخْصِفٰنِ وہ دونوں لگے جوڑنے	
عَلَیْهِمَا اپنے اوپر	مِنْ سے	وَرَقِ الْجَنَّةِ جنت کے پتے	وَعَصٰی اور نافرمانی کی	اٰدَمُ آدمؑ	رَبَّهٗ اپنا رب	فَغَوٰی تو وہ بہک گیا	ثُمَّ پھر
اجْتَبٰهُ اس کو چن لیا	رَبُّهٗ اس کا رب	فَتَابَ توجہ فرمائی	عَلَیْهِ اس پر	وَهَدٰی اور اسے راہ دکھائی	قَالَ فرمایا	اهْبِطَا تم دونوں اتر جاؤ	
مِنْهَا یہاں سے	جَمِیْعًا سب	بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض	لِبَعْضٍ بعض کے	عَدُوٌّ دشمن	فَاِمَّا پس اگر	یَاْتِیَنَّكُمْ تمہارے پاس آئے	
مِّنِّیْ میری طرف سے	هُدًی ہدایت	فَمَنِ تو جس نے	اتَّبَعَ پیروی کی	هُدَایَ میری ہدایت	فَلَا یَضِلُّ تو نہ وہ گمراہ ہوگا	وَ اور	لَا یَشْقٰی نہ بدبخت ہوگا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اس فہمائش کا ذکر تھا کہ جو حق تعالیٰ کی طرف سے آدم علیہ السلام کو دی گئی تھی اور بتلا دیا گیا تھا کہ یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بیوی دونوں کا دشمن ہے۔ اس سے خبردار رہنا۔ کہیں اس کے کہنے میں آ کر مصیبت میں نہ پڑ جانا کہ جنت سے نکالے جاؤ۔ ابلیس جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی نہ کرنے کی وجہ سے مردود و ملعون قرار دیا گیا تھا حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن اور حاسد بنا ہوا تھا اور اسی فکر اور داؤ گھات میں لگا رہتا کہ کسی طرح حضرت آدم سے یہ دائمی عزت و راحت جو انہیں جنت میں حاصل تھی چھن جائے۔ شیطان آخر شیطان ہی تھا۔ اس نے آدم علیہ السلام کو بہکانا چاہا۔ اغوا کی اور کوئی صورت اسے نظر نہ آئی کیونکہ لالچ یا خوف دو ہی چیزیں ہیں جو اغوا کا سبب بن سکتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ہر طرح راحت حاصل تھی اس لئے لالچ نہیں دیا جا سکتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی عزت بھی تھی اس لئے کسی قسم کا ڈر اور بھی ناممکن تھا اس لئے ابلیس نے لالچ اور خوف دلانے کی بجائے ایک اور تدبیر نکالی۔ کوئی نعمت کتنی ہی بڑی ہو لیکن اس کے زوال اور فنا کا خیال آ جاتا ہے تو لطف کرکرا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کا ناصح اور خیر خواہ بن کر آیا اور اللہ کے نام کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں آپ کو ایسے درخت کا پتہ بتائے دیتا ہوں کہ جس کے پھل میں یہ تاثیر ہے کہ آپ غیر فانی ہو جائیں گے اور ہمیشہ جنت میں مقیم رہیں گے۔ آپ کو دوامی زندگی۔ سرمدی عیش اور لازوال حکومت حاصل ہوگی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بڑھ کر مقام قرب حق میں قیام کا حریص اور کون ہو سکتا تھا اور اس کا تو آپ تصور ہی نہیں فرما سکتے تھے کہ جھوٹی قسم کھا کر کوئی اللہ کے نام کی بے وقعتی بھی کر سکتا ہے اس لئے آپ اس کے کہے میں آ گئے اور اس کے مشورہ کو اپنے اجتہاد میں رضائے حق ہی کی راہ کا ایک مشورہ سمجھے۔ اور حق تعالیٰ نے اس شجر ممنوعہ کی جو ممانعت فرمائی تھی اس کی تاویل کر لی ہوگی۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ امر و نہی کبھی تو تشریعاً ہوتے ہیں اور کبھی شفقۃً اور اس کو یوں سمجھئے کہ مثلاً ایک تو ریل میں بدون ٹکٹ سفر کرنے کی ممانعت ہے یہ تو قانونی حیثیت رکھتی ہے اور ایک جو ریل کے ڈبوں میں لکھا ہوتا ہے کہ ”تھوکو مت۔ اس سے بیماری پھیلتی ہے“ یہ نہی شفقۃً ہے۔ اسی طرح خدا کے اوامر و نواہی بعض تشریعی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے وہ اوامر و نواہی ہیں جن کا منشا تشریع نہیں محض

شفقت ہے جیسا کہ طب نبوی وغیرہ کی بہت ہی احادیث میں علماء نے تصریح کی ہے۔ تو شاید حضرت آدم علیہ السلام نے اس ممنوعہ شجر سے پھل کھانے کی ممانعت کو نہی شفقت سمجھا اسی لئے ابلیس کی وسوسہ اندازی کے بعد اس کی خلاف ورزی کرنے کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا۔ مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کی چھوٹی سی لغزش بھی ان کے مرتبہ قرب کے لحاظ سے عظیم و ثقیل بن جاتی ہے اسی لئے اپنی اس اجتہادی غلطی کا ظاہری نقصان اٹھانے کے علاوہ مدت دراز تک توبہ و استغفار میں مشغول گریہ و بکا رہے۔

الغرض ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس کے بہکانے سے دونوں یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے اس درخت سے کھالیا جس سے ممانعت ہوئی تھی اور شیطان نے اس کو شجرۃ الخلد بتلایا تھا تو اس کے کھاتے ہی لباس بہشتی ان کے بدن سے اتر گیا تو اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم پر چپکانے لگے اور بدن کو ڈھانکنے لگے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے حکم الٰہی کے امتثال میں غفلت و کوتاہی ہوئی اور اپنی شان کے موافق عزم و استقامت کی راہ پر ثابت قدم نہ رہے۔ بہر حال حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اپنے کئے پر شرمندہ ہوئے اور جیسا کہ سورۂ اعراف میں ذکر ہوا ہے دونوں نے عرض کیا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق بخشی اور پھر قبولیت سے نوازا اور بیش از بیش مہربانی سے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر قائم کر دیا۔ اس طرح حق تعالیٰ نے نہ صرف اس غلطی کو معاف ہی کیا بلکہ آئندہ کے لئے راہ راست بھی بتائی اور اس پر چلنے کا طریقہ بھی سکھایا مگر ساتھ ہی یہ حکم ہوا کہ تم دونوں کے دونوں جنت سے نیچے اترو اور دنیا میں ایسی حالت سے جاؤ کہ تمہارے فرزندوں میں ایک دوسرے کا دشمن ہوگا۔ میں وہاں بھی تمہارے پاس یعنی بنی آدم میں احکام بھیجوں گا یعنی نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ سے دنیا میں اپنے احکام بھیجتا رہوں گا پس جو میری رہنمائی کا اتباع کرے گا تو وہ نہ جنت کے راستہ سے بھٹکے گا۔ نہ اس سے محروم ہو کر تکلیف اٹھائے گا جس وطن اصلی سے نکل کر آیا تھا بے کھٹکے پھر وہیں جا پہنچے گا۔

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کا واقعہ بھی عجیب واقعہ ہے۔ ایک طرف خدا تعالیٰ نے آدمؑ کو دوام راحت اور بقائے عیش و عزت کی ترغیب دی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے تو کہیں تم کو جنت سے نہ نکلوا دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ دوسری طرف ابلیس نے بھی لازوال راحت اور غیر فانی عیش کا لالچ دیا۔ خدا تعالیٰ نے دوام عیش کو مقررہ درخت کا پھول نہ کھانے سے وابستہ کیا تھا اور شیطان نے بھی اسی شجر ممنوعہ کے پھل کھانے کو دائمی راحت و لازوال زندگی کے حصول کا سبب قرار دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے آدمؑ کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ ابلیس تمہارا قطعی دشمن ہے مگر آدمؑ اغوائے شیطانی میں آگئے۔ آدم علیہ السلام کا شیطان کی طرف جھک جانا اور حکم خدا کو بھول جانا دلالت کر رہا ہے کہ تقدیر الٰہی تمام عالم میں جاری و ساری ہے۔ کوئی مقدرات کو ٹالنے والا نہیں۔ علم کیسا ہی روشن ہو اور دلیل کیسی ہی واضح ہو لیکن اس سے کچھ نفع نہ ہوگا جب کہ اللہ نے اس کے خلاف مقدر کیا ہے اور ہر دانا کی دانائی اسی وقت مفید ہوگی جب تقدیر الٰہی میں نفع آفرینی موجود ہو۔" (تفسیر بیان السبحان)

یہی وجہ ہے کہ عارفین اور اولیاء اللہ مقدرات خداوندی سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور انجام کی کامیابی کے لئے عجز و نیاز سے درگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں۔

الغرض حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو حکم ہوا کہ اب جنت سے اتر کر نیچے دنیا میں جاؤ اور وہاں آباد ہو۔ اور اللہ کے جو احکام و ہدایات دنیا میں پہنچیں ان کا اتباع کیا جائے۔ جو ایسا کرے گا وہ پھر اسی جنت میں آ پہنچے گا۔ اب آگے ان کا حال اور انجام بیان فرمایا گیا ہے کہ جو دنیا میں احکام خداوندی کا اتباع نہیں کریں گے اور اس سے اعراض و انکار برتیں گے ان کا انجام دنیا اور آخرت میں کیسا ہوگا۔ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ

اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اُس کیلئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اُس کو اندھا کر کے (قبر) سے اُٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب

لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ

آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا۔ ارشاد ہوگا کہ ایسا ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے، پھر تو نے اُن کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج

تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ

تیرا کچھ خیال نہ کیا جاوے گا۔ اور اسی طرح اُس شخص کو ہم سزا دیں گے جو حد سے گذر جاوے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لاوے، اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت

وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ

اور بڑا دیرپا۔ کیا ان لوگوں کو اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم اُن سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں کہ ان کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی چلتے (پھرتے) ہیں،

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾

اس میں تو اہل فہم کیلئے دلائل موجود ہیں۔

وَمَنْ اور جس	اَعْرَضَ منہ موڑا	عَنْ سے	ذِكْرِيْ میرے ذکر	فَاِنَّ تو بیشک	لَهٗ اس کیلئے	مَعِيْشَةً گزران	ضَنْكًا تنگ
وَنَحْشُرُهٗ اور ہم اسے اٹھائیں گے	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	اَعْمٰى اندھا	قَالَ وہ کہے گا	رَبِّ اے میرے رب	لِمَ حَشَرْتَنِيْ تو نے مجھے کیوں اٹھایا		
اَعْمٰى اندھا	وَ اور	قَدْ كُنْتُ میں تو تھا	بَصِيْرًا دیکھتا	قَالَ وہ فرمائے گا	كَذٰلِكَ اسی طرح	اَتَتْكَ تیرے پاس آئیں	اٰيٰتُنَا ہماری آیات
فَنَسِيْتَهَا تو تو نے انہیں بھلا دیا	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	الْيَوْمَ آج	تُنْسٰى ہم تجھے بھلا دیں گے	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	نَجْزِيْ ہم بدلہ دیتے ہیں		
مَنْ جو	اَسْرَفَ حد سے نکل جائے	وَلَمْ يُؤْمِنْ اور نہ ایمان لائے	بِاٰيٰتِ آیتوں پر	رَبِّهٖ اپنا رب	وَلَعَذَابُ اور البتہ عذاب	الْاٰخِرَةِ آخرت	
اَشَدُّ شدید ترین	وَ اور	اَبْقٰى زیادہ دیر تک رہنے والا ہے	اَفَلَمْ يَهْدِ کیا ہدایت نہ دی	لَهُمْ انہیں	كَمْ کتنی ہی	اَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کر دیں	
قَبْلَهُمْ ان سے قبل	مِنَ الْقُرُوْنِ قومیں	يَمْشُوْنَ وہ چلتے پھرتے ہیں	فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ان کے مساکن میں	اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	
لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں	لِاُولِي النُّهٰى عقل والوں کیلئے						

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب اپنی غلطی پر ندامت اور شرمساری کے ساتھ توبہ استغفار کرتے ہوئے عفو و درگزر کے خواستگار ہوئے تو حق تعالیٰ نے ان کے عذر کو قبول فرما لیا اور معاف فرما دیا مگر بتقاضائے حکمت یہ فیصلہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو سنایا گیا کہ تم کو اور تمہاری اولاد کو ایک معین وقت تک اب دنیا میں قیام کرنا ہوگا لہٰذا جنت سے نیچے دنیا میں جاؤ اور تمہارا دشمن ابلیس بھی اپنے تمام سامان عداوت کے ساتھ وہیں رہے گا۔ میں دنیا میں اپنے احکام بھیجتا رہوں گا پس جو میری رہنمائی کا اتباع کرے گا تو پھر وہ اپنے اصلی وطن یعنی جنت میں جا پہنچے گا اور اس سے محروم نہ ہوگا۔ اب آگے ان آیات میں پہلے گروہ کے مقابل احکام خداوندی سے اعراض اور انکار کرنے والوں کا حال اور انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص دنیا میں احکام خداوندی

سے اعراض وانکار کرے گا اور اللہ کی یاد سے غافل ہو کر محض دنیا ہی کی فانی زندگی کو قبلہ مقصود بنا بیٹھے گا تو دنیا میں اس کو معیشۃ ضنکا یعنی تنگی کا جینا نصیب ہوگا۔ یعنی اس کی زندگی مکدر اور قلبی سکون اور حقیقی اطمینان سے خالی ہوگی گو دیکھنے میں اس کے پاس بہت کچھ مال و دولت اور سامان عیش وعشرت نظر آئیں مگر اس کا دل قناعت وتوکل سے خالی ہونے کی بنا پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص اور دنیا کی ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے۔ کسی وقت ۹۹ کے پھیر سے قدم باہر نہیں نکلتا۔ موت اور زوال دولت کے خطرات الگ سوہان روح رہتے ہیں بڑے بڑے دولت مندوں اور سرمایہ داروں کی خودکشی کر لینے کی خبریں جو آئے دن اخباروں میں چھپتی رہتی ہیں۔ سب اسی تنگی معیشت کے مظاہرہ ہیں۔ نصوص اور تجربہ اس پر شاہد ہیں کہ اس دنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدون یاد الٰہی اور ذکر الٰہی کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ بعض مفسرین نے یہاں آیت میں معیشۃ ضنکا کے معنی لئے ہیں وہ زندگی جس میں خیر داخل نہ ہوسکے گویا خیر کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ ایک کافر جو دنیا کے نشہ میں بدمست ہے اس کا سارا مال و دولت اور سامان عیش و عشرت آخر کار اس کے حق میں وبال بننے والا ہے۔ تو جس خوشحالی کا انجام چندروز کے بعد دائمی تباہی ہو اسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے۔ بعض مفسرین نے معیشۃ ضنکا سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے یعنی قیامت سے پہلے اس پر سخت تنگی کا دور آئے گا جب کہ قبر کی زمین بھی اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ بہرحال معیشۃ ضنکا کے تحت میں یہ سب صورتیں داخل ہوسکتی ہیں۔ یہ تو انکار یا اعراض کا نتیجہ وحال قیامت سے پہلے دنیا یا برزخ میں ہوگا۔ اور قیامت میں آنکھوں سے اندھا کر کے محشر کی طرف لایا جائے گا اور دل کا بھی اندھا ہوگا کہ جہنم کے راستہ کے سوا کوئی راستہ اس کو نہ سوجھے گا۔ یہ ابتدائے حشر کا ذکر ہے پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی تاکہ جہنم اور اہوال محشر کا معائنہ کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکر اور کافر جو دنیا میں ظاہری آنکھیں رکھتا تھا تعجب سے سوال کرے گا کہ دنیا میں تو میں بینا تھا اب مجھ سے یہ آنکھیں کیوں چھین لی گئیں اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے یہ دیا جائے گا کہ دنیا میں ہماری آیات دیکھ کر اور سن کر یقین نہ لایا۔ نہ ان پر عمل کیا۔ ایسا بھولا رہا کہ سب سنی ان سنی کر دی۔ آج اسی طرح تجھ کو بھلایا جا رہا ہے۔ جیسے وہاں حق سے اندھا بنا رہا تھا یہاں اسی کے مناسب سزا ملنے اور اندھا کر کے اٹھائے جانے پر تعجب کیوں ہے؟ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اسی طرح ہر مجرم کو اس کے مناسب حال سزا دی جائے گی اس لئے بڑی حماقت ہوگی کہ یہاں کی تکلیف سے گھبرائیں اور وہاں کے عذاب سے بچنے کی فکر نہ کریں۔ آگے اس وقت کے کفار مکہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر آخرت میں جو سزا انکار اور اعراض پر ملے گی اس پر یقین نہیں آتا تو کیا تاریخی واقعات سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔ انہی مکہ والوں کے آس پاس کتنی قومیں اپنے کفر وطغیان کی بدولت تباہ کی جاچکی ہیں جن کے افسانے لوگوں کی زبان پر باقی ہیں اور جن میں سے بعض کے کھنڈرات پر سفر کرتے ہوئے ان کا گزر بھی ہوتا ہے جنہیں دیکھ کر ان غارت شدہ قوموں کی یاد تازہ ہو جانا چاہئے کہ کس طرح وہ چلتے پھرتے اپنی جگہوں میں ہلاک کر دیئے گئے۔ اہل دانش کے لئے تو ان علامات کے اندر عبرت اندوزی کا کافی ذخیرہ ہے اس لئے عقلمند تو انجام کے عذاب سے ڈرتے اور راحت آخرت کی فکر کرتے ہیں اور آیات الٰہیہ سے منہ موڑ کر حماقت سے اس بات کے منتظر نہیں رہتے کہ عذاب آئے گا۔ آنکھوں سے دیکھ لیں گے تب مانیں گے۔

اب جو کفار ومشرکین باوجود ہر طرح کے فہمائش اور دلائل قطعیہ کے اعراض اور انکار پر مصر رہتے ہیں اور عذاب الٰہی سے فوراً ہلاک نہیں کر دیئے جاتے تو اس کی وجہ وحکمت اور ان اعراض اور انکار کرنے والوں کے قول وفعل سے جو ایذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو پہنچتی تھی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اگلی آیات میں فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے فرمائی ہوئی نہ ہوتی اور ایک میعاد معین نہ ہوتی تو عذاب لازمی طور پر ہوتا۔ سو آپ اُن کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کیساتھ

رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ

(اس کی) تسبیح کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے اور اوقات شب میں (بھی) تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اول و آخر میں تاکہ

لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ

آپ (اس سے) خوش ہوں۔ اور ہرگز اُن چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کیلئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ (محض) دنیوی زندگی

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۗ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے۔

وَلَوْ اور اگر	لَا كَلِمَةٌ نہ ہوتی ایک بات	سَبَقَتْ ہو چکی	مِنْ سے	رَبِّكَ تمہارا رب	لَكَانَ تو ضرور آجاتا	لِزَامًا عذاب	وَاَجَلٌ اور میعاد	
مُسَمًّى مقرر	فَاصْبِرْ پس صبر کریں	عَلٰى پر	مَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	وَسَبِّحْ اور تسبیح کریں	بِحَمْدِ تعریف کیساتھ	رَبِّكَ اپنا رب	قَبْلَ پہلے	
طُلُوْعِ الشَّمْسِ طلوع آفتاب	وَقَبْلَ اور پہلے	غُرُوْبِهَا اس کے غروب	وَمِنْ اور کچھ	اٰنَآئِ الَّيْلِ رات کی گھڑیاں	فَسَبِّحْ پس تسبیح کریں			
وَ اور	اَطْرَافَ کنارے	النَّهَارِ دن	لَعَلَّكَ تاکہ تم	تَرْضٰى خوش ہو جاؤ	وَ اور	لَا تَمُدَّنَّ نہ پھیلانا	عَيْنَيْكَ اپنی آنکھیں	اِلٰى طرف
مَا مَتَّعْنَا جو ہم نے برتنے کو دیا	بِهٖ اس سے	اَزْوَاجًا جوڑے	مِنْهُمْ اُن سے	زَهْرَةَ آرائش	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی			
لِنَفْتِنَهُمْ تاکہ ہم انہیں آزمائیں	فِيْهِ اس میں	وَرِزْقُ اور عطیہ	رَبِّكَ تیرا رب	خَيْرٌ بہتر	وَّاَبْقٰى اور تادیر رہنے والا			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ یا اس وقت کے منکرین قرآن کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں جو سزا انکار و اعراض پر ملے گی اگر ان کو اس پر یقین نہیں آتا تو کیا تاریخی واقعات سے بھی یہ سبق حاصل نہیں کرتے۔ انہیں مکہ والوں کے آس پاس کتنی قومیں اپنے کفر و طغیان کی بدولت ہلاک کی جا چکی ہیں جن کی تباہی و بربادی کے قصے یہ کفار مکہ سن چکے ہیں اور ان تباہ شدہ قوموں کی بستیوں کے کھنڈرات پر سے سفر میں آتے جاتے رہتے ہیں پھر بھی ان کے انجام سے یہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کے کفر و شرک۔ اعراض و انکار کا اقتضاء تو یہی ہے کہ ان پر عذاب فی الفور آ جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی بعض حکمتوں اور مصلحتوں سے اس کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہو چکا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو ابھی ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے اس کی دی ہوئی مہلت کے دوران میں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کفار اور منکرین جو کچھ بھی کہیں یا آپ کے ساتھ کریں اس کو آپ صبر کے ساتھ برداشت کریں اور ان کی تمام تلخ اور ترش باتیں سنتے ہوئے اپنا فریضہ تبلیغ و تذکیر انجام دیتے رہیں۔

واضح رہے کہ اس سورۃ کا زمانہ نزول وہ وقت ہے جبکہ مکہ میں کفار مکہ اسلام کو دبانے اور ناکام بنانے میں ہر حربہ استعمال کر رہے تھے۔ مسلمانوں کو ڈراتا۔ دھمکاتا ہر ممکن طرح سے تنگ کرنا اور ظلم و ستم مار پیٹ کسی طرح سے بھی گریز نہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برے برے کلمات سے یاد کرتے تھے۔ کوئی آپ کو معاذ اللہ ساحر کہتا۔ کوئی شاعر کہتا۔ کوئی مجنون کہتا اور کوئی

کاہن کہتا۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل ایمان کو سمجھایا جاتا ہے کہ ان منکرین حق کے معاملہ میں صبر و استقامت سے کام لیں۔ خدا کا قاعدہ ہے کہ وہ کسی قوم کو اس کے کفر و انکار پر فوراً نہیں پکڑ لیتا بلکہ سوچنے اور سمجھنے کے لئے کافی مہلت اور موقع دیتا ہے لہٰذا گھبرائیں نہیں۔ صبر کے ساتھ ان منکرین کی زیادتیاں برداشت کئے چلے جائیں اور نصیحت کا حق ادا کرتے رہیں اور صبر و سکون سے آخری نتیجہ کا انتظار کرتے رہیں۔

آگے ہدایت دی جاتی ہے کہ تحمل اور برداشت اور صبر کی طاقت آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو نماز سے ملے گی جن کو اپنے اوقات میں پابندی سے ادا کرنا چاہئے۔ پھر نماز کے اوقات کی طرف اشارہ فرمایا گیا یعنی سورج نکلنے سے پہلے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے۔ اور رات کے اوقات میں اور دن کے کناروں پر بھی۔ دن کے کنارہ تین ہی ہوسکتے ہیں ایک کنارہ صبح ہے۔ دوسرا کنارہ زوال آفتاب اور تیسرا کنارہ شام تو مطلب یہ کہ آپ اپنی توجہ معبود حقیقی کی طرف رکھئے۔ ان منکرین کی طرف سے فکر نہ کیجئے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جو آرائش حیاۃ اور دنیوی ساز و سامان ہم نے ان طرح طرح کے کافروں کو مثلاً یہود۔ نصاریٰ۔ مشرکین۔ مجوس وغیرہ وغیرہ کو دیئے ہیں ان کی طرف آپ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جیسے اب تک نہیں دیکھا۔ یہ محض چند روزہ بہار ہے جس کے ذریعہ سے ہم ان کا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو عظیم الشان دولت حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت کی ہے مثلاً قرآن کریم منصب نبوت و رسالت۔ اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب اس کے سامنے ان فانی اور حقیر سامانوں کی کیا حقیقت ہے۔ آپ کے حصہ میں جو دولت آئی وہ ان دولتوں سے کہیں بہتر ہے اور وہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بہرحال آپ نہ ان کی تکذیب و اعراض سے مضطرب ہوں نہ ان کے ساز و سامان مال و دولت کی طرف نظر التفات اٹھائیں۔

یہاں ان آیات میں ایک عام تعلیم دشمنوں کی ایذاؤں سے بچنے کی دی گئی ہے یعنی قرآن کریم نے اس جگہ مخالفوں کی ایذاؤں کا علاج دو چیزوں سے بتلایا۔

اول **فاصبر علی مایقولون** سے یعنی ان کے کہنے کی طرف التفات نہ کیا جائے بلکہ صبر و برداشت سے کام لیا جائے۔

دوسری چیز **وسبح بحمد ربک** میں فرمائی یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جانا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ "دشمنوں سے تو اس دنیا میں کسی چھوٹے بڑے اچھے برے انسان کو نجات نہیں۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی دشمن ہوتا ہے۔ اور دشمن کتنا ہی حقیر و ضعیف ہو اپنے مخالف کو کچھ نہ کچھ ایذا پہنچا دیتا ہے۔ زبانی گالی گلوچ ہی سہی۔ سامنے ہمت نہ ہو تو پیچھے ہی سہی اس لئے دشمن کی ایذاؤں سے بچنے کی فکر ہر شخص کو ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے اس کا بہترین اور کامیاب نسخہ دو چیزوں سے مرکب بیان فرمایا ہے اول صبر یعنی اپنے نفس کو قابو میں رکھنا اور انتقام کی فکر میں نہ پڑنا دوسرے اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں مشغول ہو جانا۔ تجربہ شاہد ہے کہ صرف یہی نسخہ ہے جس سے مخالفین کی ایذاؤں سے نجات مل سکتی ہے ورنہ انتقام کی فکر میں پڑنے والا کتنا ہی قوی۔ بڑا اور صاحب اقتدار ہو بسا اوقات مخالف سے انتقام لینے پر قادر نہیں ہوتا اور یہ فکر انتقام ایک مستقل عذاب اس کے لئے بن جاتا ہے۔ اور جب انسان کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو جائے اور وہ دھیان یہ کرے کہ اس دنیا میں کوئی کسی کو کسی طرح کا نقصان یا ایذا بغیر مشیت خداوندی کے نہیں پہنچا سکتا اور اللہ تعالیٰ کے اعمال و افعال سب حکمت پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے جو صورت پیش آئی ہے اس میں ضرور کوئی حکمت ہوگی تو مخالف کی ایذاؤں سے پیدا ہونے والا غیظ و غضب خود بخود کافور ہو جاتا ہے اسی لئے آیت کے آخر میں فرمایا **لعلک ترضیٰ** یعنی اس تدبیر سے آپ راضی خوشی بسر کر سکیں گے۔" (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ ان قرآنی تعلیمات پر ہم کو بھی عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب چونکہ یہ سورۃ خاتمہ کے قریب ہے اس لئے آگے بعض ہدایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی ہیں اور کفار و مشرکین مخالفین کو آخری فیصلہ کی بات سنائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے، ہم آپ سے معاش (کموانا) نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے، اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ اَوَلَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ

اور وہ لوگ (عناداً) یوں کہتے ہیں کہ یہ (رسول) ہمارے پاس کوئی نشانی (اپنی نبوت کی) کیوں نہیں لا۔ (جواب یہ ہے کہ) کیا اُن کے پاس پہلی کتابوں کے مضامین کا ظہور نہیں پہنچا۔ اور اگر ہم

اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ

اُن کو قبل قرآن آنے کے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ یوں کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اسکے

اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ

کہ ہم بے قدر ہوں اور رسوا ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ (ہم) سب انتظار کر رہے ہیں سو (چندے) اور انتظار کر لو اب عنقریب تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ راہ راست والے کون ہیں

وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

اور وہ کون ہے جو (منزل) مقصود تک پہنچا۔

وَأْمُرْ اور حکم دو تم	اَهْلَكَ اپنے گھر والے	بِالصَّلٰوةِ نماز کا	وَاصْطَبِرْ اور قائم رہو	عَلَيْهَا اس پر	لَا نَسْأَلُكَ ہم تجھ سے نہیں مانگتے			
رِزْقًا رزق	نَحْنُ ہم	نَرْزُقُكَ تجھے رزق دیتے ہیں	وَالْعَاقِبَةُ اور انجام	لِلتَّقْوٰى اہل تقویٰ کیلئے	وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں			
لَوْ کیوں	لَا يَأْتِيْنَا نہیں لاتے	بِاٰيَةٍ کوئی نشانی	مِنْ سے	رَبِّهٖ اپنا رب	اَوَ کیا	لَمْ تَأْتِهِمْ اسکے پاس نہیں آئی	بَيِّنَةُ واضح نشانی	
مَا جو	فِي میں	الصُّحُفِ صحیفے	الْاُوْلٰى پہلے	وَلَوْ اور اگر	اَنَّا ہم	اَهْلَكْنٰهُمْ انہیں ہلاک کر دیتے	بِعَذَابٍ کسی عذاب سے	
مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل	لَقَالُوْا تو وہ کہتے	رَبَّنَا لَوْ اے ہمارے رب کیوں	لَآ اَرْسَلْتَ تو نے نہ بھیجا	اِلَيْنَا ہماری طرف	رَسُوْلًا کوئی رسول			
فَنَتَّبِعَ تو ہم پیروی کرتے	اٰيٰتِكَ تیرے احکام	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ نَّذِلَّ کہ ہم ذلیل ہوں	وَنَخْزٰى اور ہم رسوا ہوں	قُلْ آپ کہہ دیں			
كُلٌّ سب	مُتَرَبِّصٌ منتظر ہیں	فَتَرَبَّصُوْا پس تم انتظار کرو	فَسَتَعْلَمُوْنَ سو عنقریب تم جان لوگے	مَنْ کون	اَصْحٰبُ والے	الصِّرَاطِ راستہ		
السَّوِيِّ سیدھا	وَمَنِ اور کون	اهْتَدٰى اس نے ہدایت پائی						

تفسیر و تشریح:۔ یہ سورۃ طٰہٰ کی آخری آیات ہیں جس پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منکرین کی کفر آمیز باتوں پر صبر کرنے کی تلقین فرمائی گئی تھی اور صبر و سکون حاصل کرنے کے لئے شب و روز معبود حقیقی کی حمد و ثنا تسبیح و تقدیس جس میں نماز بھی آ گئی کی تاکید فرمائی گئی تھی۔ اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ اپنے متعلقین یعنی اہل خانہ و خاندان اور اپنے متبعین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے چنانچہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے آپ نے فرمایا کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو عادت ڈالنے کے لئے نماز پڑھواؤ اور جب دس برس کا ہو تو مار کر پڑھواؤ۔ غرض کہ اللہ عزوجل کی یاد تازہ رکھنے کے لئے مقررہ اوقات پر اس کے دربار میں بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق حاضر ہو جانے کی ہدایت [illegible]م خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ آپ کے گھر والوں کو اور آپ [illegible]ام متبعین کو فرمائی گئی۔ اب دربار خداوندی میں اس بار بار کی

حاضری اور جملہ مقررہ اوقات میں عبادت کے التزام سے ہوسکتا تھا کہ ایک انسان جو طلب معاش میں سرگرداں ہو اس کو ضیق پیش آئے کہ نماز پڑھے۔ دینی ہدایت پر عمل کرے یا اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے روزی کمائے جیسا کہ آج کل بھی بعض لوگ ظہر کی نماز خصوصاً جماعت کے لئے۔ دفتر یا ملازمت کا عذر اور عصر۔ مغرب وعشا کے لئے دوسری مشغولیتوں کا عذر پیش کردیا کرتے ہیں۔ اس لئے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ رزاق تم نہیں۔ ہم ہیں تم سے کسی کے لئے رزق کی طلب ہم نہیں کرتے۔ اس لئے طلب معاش میں سرگرداں رہ کر ضروری عبادات یعنی فرائض وواجبات کو ترک کرنا کسی طرح روا نہیں۔

یہاں آیت میں لانسئلک رزقا ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے کے تحت حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''مقصود اصلی اکتساب یعنی کسب معاش نہیں بلکہ دین اور طاعت ہیں۔ اکتساب کی اسی حالت میں اجازت یا امر ہے کہ ضروری طاعات میں وہ مخل نہ ہو'' تو دنیا میں جیسا کہ مالک اپنے غلاموں سے روزی کمواتے ہیں حق تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنی بندگی چاہتے ہیں اور وہ بندوں کو روزی وہ خود دیتے ہیں اسی لئے اگر فرض نماز اور کسب معاش میں تعارض ہو تو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتے کہ کسب معاش کے مقابلہ میں نماز کو ترک کرو۔ نماز بہرحال ادا کرنی ہے۔ روزی پہنچانے والا وہی خدا ہے جس کی نماز پڑھتے ہو۔ تم اس کے حکم کی تعمیل میں سرگرم رہو گے وہ تم کو رزق دے گا۔ اور اگر بالفرض شب وروز کی سرگردانی اور ہمہ وقت کی دوڑ دھوپ کے بعد بکثرت مال جمع بھی کرلیا تو بیکار ہے۔ انجام میں کسی کام نہ آئے گا کیونکہ دنیا اور دین کی پائیدار فلاح تو تقویٰ اور پرہیزگاری سے وابستہ ہے نہ کہ مال ودولت سے اہل تقویٰ ہی کا انجام بخیر اور بہتر ہوتا ہے۔ تو اوپر بھی منکرین حق اور قرآن اور رسول سے انکار اور اعراض کرنے والوں سے متعلق مضمون بیان ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین وتسلی دی گئی تھی اب اخیر میں خاتمہ سورۃ پر کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایک اعتراض نقل فرما کر اس کا جواب دیا جاتا ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی خود معجزہ تھی اور نشان قدرت تھی مگر کور بصیرت کافروں کو حق نظر نہ آتا تھا اس لئے آپ سے مزید معجزہ کے طلبگار ہوتے اور کہتے کہ آپ کوئی کھلی نشانی اپنے رسول ہونے کی کیوں نہیں دکھلاتے جس کے بعد ہم کو انکار کی گنجائش ہی نہ رہے ورنہ اس روز کے ڈراوے دھمکاوے سے کیا فائدہ۔ اس کا جواب حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا اور سینکڑوں نشانات کے علاوہ سب سے بڑا عظیم الشان نشان یہ قرآن ان کے پاس نہیں آچکا جو اگلی کتابوں کے ضروری مضامین کا محافظ اور ان کی صداقت کے لئے بطور حجت اور گواہ کے ہے اور جس کا معجزہ ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے تو قرآن جیسا عظیم الشان نشان دیکھنے کے بعد تو یہ کفار کہتے ہیں کہ اور کوئی نشان کیوں نہیں لاتے اور فرض کرو ہم یہ نشان نہ دکھاتے یعنی قرآن نازل نہ کرتے اور ان کفار کے کفر وشرک پر کتاب اور رسول بھیجنے سے پہلے ہی ان کو سزا میں پکڑ لیتے تو پھر یہ کہتے کہ سزا دینے سے پیشتر ہمارے پاس کوئی کتاب اور سمجھانے والا تو بھیجا تھا کہ ہم کو ذلت اور رسوائی اٹھانے سے قبل آگاہ کردیتا اور ہم اس کے کہنے پر خوب چلتے۔ غرض قرآن نہ آتا تو یہ کفار یوں کہتے اور اب آیا تو اسے چھوڑ کر دوسری من گھڑت نشانیوں کا مطالبہ کرنے لگے۔ ان کا مقصود ہدایت حاصل کرنا ہی نہیں فضول حیلے بہانے تراشتے رہتے ہیں سو خیر ان سے کہہ دیجئے کہ ہم اور تم دونوں انتظار کرتے ہیں کہ عنقریب پردۂ غیب سے کیسا مستقبل سامنے آتا ہے۔ اس وقت سب حقیقت آشکارا ہوجائے گی کہ کس جماعت کا راستہ سیدھا ہے اور کون اس راستہ پر ٹھیک چل رہا ہے۔

یہ سورۃ مکی ہے اور اس کا نزول ایسے وقت میں ہوا تھا جبکہ سرزمین عرب میں کفار ومشرکین کا تسلط تھا۔ اور اسلام اور متبعین اسلام کے لئے نہایت سخت اور کٹھن صبر آزما زمانہ تھا۔ کفار مکہ نے اہل اسلام پر ہر طرح کے ظلم وستم روا کر رکھے تھے اور اسلام کے مٹانے اور ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ مگر چند سال ہی کے عرصہ کے بعد دنیا نے حق وباطل کے فیصلہ کا انجام دیکھ لیا کہ کفر وشرک اور بت پرستی نہ صرف مکہ بلکہ جزیرۃ نما عرب سے ہمیشہ کے لئے کس طرح مٹ گئی اور اسلام کو سرزمین عرب میں کیسا غلبہ نصیب ہوا۔ الحمدللہ کہ سورۂ طٰہٰ کا بیان اس درس پر ختم ہوگیا اور ساتھ ہی سولہواں پارہ قال الم بھی پورا ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۗءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱

ان لوگوں سے اُن کا حساب نزدیک آپہنچا اور یہ غفلت میں ہیں اعراض کیے ہوئے ہیں۔

اِقْتَرَبَ قریب آگیا	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	حِسَابُهُمْ ان کا حساب	وَهُمْ اور وہ	فِيْ غَفْلَةٍ غفلت میں	مُّعْرِضُوْنَ منہ پھیر رہے ہیں

الحمدللہ اب سترہویں پارہ کی ابتداء سے سورۃ الانبیاء کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی صرف ایک آیت کی تشریح کی جائے گی۔ تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقامِ نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات۔ رکوعات۔ کلمات و حروف وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ چونکہ اس سورت میں مسلسل متعدد انبیاء کا ذکر آیا ہے اس لئے اس کا نام بطور علامت سورۃ الانبیاء رکھ دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی اکیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۶۵ لکھا ہے یعنی ۶۴ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہوچکی تھیں اور ۲۵ سورتیں اس کے بعد ہجرت سے قبل نازل ہوئیں۔ اور پھر ۲۴ سورتیں ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۷ رکوعات ۱۱۲ آیات ۱۱۸۷ کلمات اور ۵۱۵۴ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ مثل دیگر مکی سورتوں کے اس میں بیشتر توحید۔ نبوت اور عالم آخرت کے دلائل اور ثبوت اور ۱۷ انبیاء علیہم السلام کے عبرت انگیز تذکرے فرمائے گئے ہیں کہ انہوں نے کس طرح دین حق کی تبلیغ کی اور اس کی دعوت دی اور منکرین کفار نے ان کو کس طرح ایذائیں دیں اور انہوں نے کافروں کی ایذاؤں پر کس طرح صبر کیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اُن کو کامیاب فرمایا اور اُن کے دشمنوں کا کیسا عبرت خیز انجام ہوا۔

اِس سورۃ میں خاص طور پر حسب ذیل امور زیر بحث آئے ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار مکہ اور مشرکین عرب کو جو غلط فہمیاں تھیں ان کا بڑی تفصیل سے رد کیا گیا ہے۔

۲۔ قرآن کریم پر کفار جو اعتراضات کیا کرتے تھے اس کا جواب دیا گیا ہے۔

۳۔ مکذبین ومنکرین دین حق کی تباہی و بربادی کے عبرتناک واقعات سے کفار مکہ کو ڈرایا گیا ہے۔

۴۔ شرک کی تردید میں اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کے غلط عقیدہ کا پرزور رد فرمایا گیا ہے۔

۵۔ انسانی جبلت کا بیان کہ آدمی جلدی کا بنا ہوا ہے اس لئے وہ یوں چاہتا ہے کہ جو کچھ ہونا ہے ابھی ہوجائے۔ اس پر منکرین کو تنبیہ کہ جلدی نہ مچاؤ۔ ذرا وقت آنے دو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

۶۔ انبیاء کے ساتھ منکرین کے استہزاء کا انجام کہ عذابِ الٰہی سے بچنا ممکن نہیں۔

۷۔ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات وحالات کا تذکرہ جس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ سارے انبیاء کرام انسان ہی تھے۔ فرشتے نہ تھے اور تمام انبیاء کی اصل دین یہی اسلام تھا جو اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کررہے ہیں۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں اور اب انسانوں کی نجات کا انحصار آپ کی پیروی اختیار کرنے پر ہے۔ جو اسے پوری طرح قبول کریں گے وہی خدا کی آخری عدالت سے کامیاب نکلیں گے۔اور جو لوگ اسے رد کردیں گے وہ آخرت میں بدترین انجام سے دوچار ہوں گے۔ ان امور کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

خلاصہ یہ کہ اس سورت میں انسان کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے مضامین ہیں۔

انسان دنیا کے دھندوں میں اس طرح پھنسا ہوا ہے کہ گویا اُسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے وہ دوسروں کو مرتے دیکھتا ہے تو شاید اسے کچھ خیال آتا ہو کہ ایک دن اسے بھی مرنا پڑے گا مگر واہ رے غفلت کہ دنیا کے مزے۔ مال و دولت۔ قوت و طاقت۔ یار دوست اور سامانِ عیش و عشرت کے سامنے اسے یہ سوجھتا ہی نہیں کہ جو سیکنڈ بھی گزرتا ہے اسے موت کے زیادہ قریب کردیتا ہے۔ چنانچہ اس سورۃ کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو متنبہ فرما رہے ہیں کہ قیامت قریب آگئی ہے حساب کتاب کی گھڑی سر پر کھڑی ہے لیکن لوگ یعنی کفار ومشرکین سخت غفلت اور جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کوئی تیاری قیامت کی جواب دہی کے لئے نہیں کرتے اور جب آیات اللہ سنا کر خوابِ غفلت سے چونکائے جاتے ہیں تو نصیحت سنکر نہایت لاپروائی کے ساتھ ٹال دیتے ہیں گویا اُن کو کبھی خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور حساب دینا ہی نہیں۔

اِسی مضمون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اپنی دو انگلیاں کھڑی کر کے ارشاد فرمایا کہ میں ایسے وقت پر مبعوث کیا گیا ہوں کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔ یعنی میرے بعد قیامت ہی ہے۔ کوئی اور نبی آنے والا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قیامت کی سب سے پہلی نشانی ہے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اس بات کی علامت ہے کہ نوعِ انسانی کی تاریخ اب اپنے آخری دور میں داخل ہو چکی ہے۔ آغاز اور وسط کے مرحلے گزر چکے ہیں اور اب آخری مرحلہ شروع ہو چکا ہے جس کا خاتمہ قیامت ہی پر ہونا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں منکرین کی حالت بیان فرمائی گئی کہ اعمال کے حساب کا وقت نزدیک آلگا ہے مگر یہ کسی تنبیہ کی طرف توجہ نہیں کرتے نہ خود سوچتے ہیں کہ ہمارا انجام کیا ہونا ہے اور نہ پیغمبر آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنتے ہیں جو انہیں بار بار خبردار کررہے ہیں اور واضح کررہے ہیں کہ جو شخص مرگیا اسکی قیامت تو ابھی قائم ہوگئی اور اس معنی کے اعتبار سے حساب کا وقت قریب ہونا تو بالکل ہی واضح ہے۔ حاصل کلام یہ کہ موت سر پر کھڑی ہے حساب کا وقت قریب آلگا ہے مگر لوگ خوابِ غفلت میں سرشار ہیں۔ اُس وقت کی کوئی تیاری نہیں کررہے۔

آگے کفار مکہ اور منکرین اسلام کے متعلق مزید اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں پر سے غفلت کے پردے دور فرمادیں اور ہمہ وقت ہم کو آخرت کا فکر اور وہاں کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایات پر ہم کو دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور نصیحت کو سن کر لاپروائی سے ٹال دینا جو منکرین کی خصلت ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں کامل طور پر بچادیں اور ہماری دنیا کی زندگی کا ہر لمحہ آخرت کی تیاری میں خرچ ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً

اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ آتی ہے یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ ہنسی کرتے ہیں۔ اُن کے دل متوجہ نہیں ہوتے۔

قُلُوبُهُمْ ۚ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ

اور یہ لوگ یعنی ظالم لوگ چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) محض تم جیسے ایک آدمی ہیں تو کیا تم پھر بھی

السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ

جادو کی بات سننے کو جاؤ گے حالانکہ تم جانتے ہو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو آسمان میں اور زمین میں جانتا ہے

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اور وہ خوب سُننے والا خوب جاننے والا ہے۔

مَا يَأْتِيهِمْ اُنکے پاس نہیں آتی	مِّنْ ذِكْرٍ کوئی نصیحت	مِّنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب سے	مُّحْدَثٍ نئی	إِلَّا مگر	اسْتَمَعُوهُ وہ اسے سنتے ہیں
وَهُمْ اور وہ	يَلْعَبُونَ کھیلتے ہیں کھیلتے ہوئے	لَاهِيَةً غفلت میں ہیں	قُلُوبُهُمْ ان کے دل	وَأَسَرُّوا اور چپکے چپکے بات کی	النَّجْوَى سرگوشی
الَّذِينَ ظَلَمُوا اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا	هَلْ کیا	هَٰذَا یہ	إِلَّا مگر	بَشَرٌ ایک بشر	مِّثْلُكُمْ تم ہی جیسا
أَفَتَأْتُونَ کیا پس تم آؤ گے	السِّحْرَ جادو	وَأَنتُمْ اور تم	تُبْصِرُونَ دیکھتے ہو	قَالَ آپؐ نے فرمایا	رَبِّي میرا رب
يَعْلَمُ جانتا ہے	الْقَوْلَ بات	فِي السَّمَاءِ آسمان میں	وَالْأَرْضِ اور زمین	وَهُوَ اور وہ	السَّمِيعُ سننے والے
الْعَلِيمُ جاننے والے					

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ ابتدائی آیت میں حق تعالیٰ نے منکرین کی حالت کو ظاہر فرمایا تھا کہ حساب کتاب کی گھڑی یعنی قیامت کا دن نزدیک آ گیا لیکن یہ لوگ سخت غفلت وجہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کوئی تیاری قیامت کی جوابدہی کے لئے نہیں کرتے اور جب خدائی پیغام اور آیات اللہ سنا کر غفلت سے چونکائے جاتے ہیں تو نصیحت سن کر نہایت لاپروائی کے ساتھ ٹال دیتے ہیں۔ انہی منکرین کی حالت اب ان آیات میں بھی بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ قرآن کی بڑی بیش قیمت نصیحتوں کو محض ایک کھیل تماشہ کی حیثیت سے سنتے ہیں۔ اگر سچائی کے ساتھ غور کرتے تو دین ودنیا کی ہر طرح کی ہدایت ملتی لیکن جب دل ہی ادھر سے غافل ہیں اور کھیل تماشہ میں پڑے ہیں تو غور کرنے کی نوبت کہاں سے آئے

اور جب قرآنی نصیحتیں سنتے سنتے تنگ آ گئے تو ان ظالموں نے خفیہ میٹنگ کر کے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہنا شروع کیا کہ یہ پیغمبر تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہیں۔ نہ فرشتہ ہیں اور نہ ہم سے زیادہ کوئی ظاہری امتیاز رکھتے ہیں۔ البتہ ان کو جادو آتا ہے۔ جو کلام پڑھ کر سناتے ہیں ہو نہ ہو وہ جادو کا کلام ہو۔ پھر آپس میں کہتے ہیں کہ تم کو کیا مصیبت نے گھیرا کہ آنکھوں دیکھتے اُن کے جادو میں پھنستے ہو لازم ہے کہ ان کے قریب نہ جاؤ۔

کفار قرآن کریم کی حیرت انگیز تاثیر کو دیکھ کر اس کو جادو کا کلام کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ ''سحر'' کرنے کا الزام لگاتے۔ کتب سیرۃ النبی میں متعدد ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں جس بنا پر کفار ایسے اتہامات اور الزامات لگاتے

تھے۔بطور مثال چند واقعات سیرۃ النبی کامل مرتبہ ابن ہشام سے نقل کئے جاتے ہیں۔

واقعہ ا:۔عتبہ بن ربیعہ جوایک قریشی سردار تھاایک روز قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھااور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حرم میں تنہا تشریف رکھتے تھے۔عتبہ نے کہااے گروہ قریش!میں اُٹھ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کیوں نہ کروں اور ان کے سامنے بعض ایسی باتیں پیش کیوں نہ کروں جن میں سے وہ کچھ نہ کچھ قبول کرلیں۔وہ جو رعایتیں ہم سے چاہیں اُنہیں دے دیں اور ہم سے باز رہیں۔یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ حضرت حمزہ نے اسلام قبول کرلیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی زیادہ ہورہے ہیں اور بڑھتے چلے جارہے ہیں۔قریش نے کہا کہ اے ابوالولید! تم اٹھواور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جاکر گفتگو کرو چنانچہ عتبہ اٹھااور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جابیٹھا اور کہا۔ بھتیجے! تمہیں معلوم ہے کہ تم ہماری نظروں میں باعتبار خاندان بڑے رتبہ والے ہواور نسب کے لحاظ سے بھی اعلیٰ ہو۔تم اپنی قوم کے پاس بڑی اہمیت رکھنے والا مسئلہ لائے جس کے ذریعہ سے تم نے قوم کو تتر بتر کردیا ہے۔ان کے عقلمندوں کو بیوقوف بنایا۔ان کے معبودوں اور دین کو عیب دار کردیا اور ان کے اگلے بڑوں کو کافر قرار دیا۔میری گفتگو سنو! میں چند باتیں تمہارے غوروفکر کے لئے پیش کرتا ہوں شاید تم ان میں سے کچھ نہ کچھ قبول کرلو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو الولید کہو میں سنتا ہوں۔اس نے کہا۔اگر تم اس مسئلے کے ذریعے سے جسے تم لائے صرف مال چاہتے ہوتو ہم تمہارے لئے اس قدر مال جمع کردیں گے کہ تم ہم سب میں زیادہ مالدار ہوجاؤ۔اگر تم اس کے ذریعہ سے ہم پر حکومت چاہتے ہوتو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنائے لیتے ہیں۔اگر تمہارے پاس کوئی جن وغیرہ آتا ہے جسے تم اپنے پاس سے دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو ہم تمہارے لئے جھاڑ پھونک کا انتظام کریں گے اور ہم مال خرچ کرکے تمہیں اس سے نجات دلائیں گے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی باتیں سنتے رہے اور جب عتبہ اپنی گفتگو ختم کرچکا تو آپ نے ارشاد فرمایا اب مجھ سے سُن لو۔اس نے کہا سنائیے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۂ حٰم سجدہ تلاوت فرمانا شروع کی اور سورۃ پڑھتے چلے گئے۔عتبہ خاموش سنتا رہا۔اس نے ہاتھ پیچھے رکھ لئے اوران سے سہارا لئے ہوئے تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ تک پہنچے تو آپ نے سجدہ فرمایااور پھر فرمایا۔اے ابوالولید! جو تم نے سنا وہ تو سن ہی لیا۔اب تم جانو اور وہ۔اس کے بعد عتبہ اٹھا اور اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا تو بعض نے کہا۔واللہ ابوالولید کا تمہارے پاس آنا اس طرح کا نہیں جس طرح کا جانا تھا۔جب وہ ان کے پاس جاکر بیٹھا تو انہوں نے کہا ابوالولید! وہاں کی کیا خبر ہے؟ اس نے کہا وہاں کی خبر یہ ہے کہ میں نے ایسی بات سنی ہے کہ واللہ کبھی نہیں سنی۔ واللہ وہ نہ شعر ہے۔ نہ جادو اور نہ کہانت۔اے گروہ قریش! میری بات سنو اور اس کام کو میری رائے کے موافق کرو۔انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دو اور ان سے الگ رہو کیونکہ واللہ! ان کی جو بات میں نے سنی ہے اس کو ایک بڑی اہمیت حاصل ہوگی۔اگر عربوں نے ان کا خاتمہ کردیا تو سمجھ لینا انہوں نے تمہیں ان سے بے نیاز کردیا اور اگر انہوں نے عربوں پر غلبہ حاصل کرلیا تو ان کی حکومت تمہاری حکومت اور ان کی عزت تمہاری عزت ہوگی۔تم ان کے طفیل تمام لوگوں میں سے خوش حال ہوجاؤ گے۔ان لوگوں نے کہا اے ابوالولید! واللہ اس نے تجھ پر اپنی زبان کا جادو کردیا۔عتبہ نے جواب دیا میری رائے تو ان کے متعلق یہی ہے۔اب تمہیں جو مناسب معلوم ہو

کرو۔ (سیرۃ النبی ابن ہشام۔جلد اول صفحہ ۲۸۳۔۲۸۵)

واقعہ نمبر۲: طفیل بن عمرو الدوسی بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ میں ایسے وقت آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے۔ان کی یعنی طفیل دوسی کی جانب قریش کے بہت سے لوگ گئے اور طفیل بلند پایہ لوگوں میں سے تھے۔شاعر اور عقلمند تھے۔ قریش کے لوگوں نے اِن سے کہا کہ اے طفیل! تم ہماری بستیوں میں آئے تو ہو لیکن دیکھو اس شخص نے جو ہمیں میں سے ہے ہمیں سخت مشکل میں ڈال رکھا ہے۔ہماری جماعت کو اس نے پراگندہ کردیا ہے اور ہمارے معاملہ کو پریشان کرڈالا ہے۔اس کی بات جادو کی سی ہوتی ہے۔بیٹے کو باپ سے۔بھائی کو بھائی سے۔شوہر کو بیوی سے جدا کردیتا ہے۔ہمارے دل میں تمہارے لئے اس فتنے کا خوف ہے جو ہم میں داخل ہو چکا ہے اس لئے نہ تو تم ان سے بات کرو اور نہ ان کی کوئی بات سنو۔طفیل نے کہا کہ وہ لوگ یہاں تک میرے ساتھ لگے رہے کہ میں نے پکا ارادہ کرلیا کہ اس شخص کی نہ کوئی بات سنوں گا اور نہ ان سے بات کروں گا جب سویرے میں مسجد کی طرف گیا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھوس لی کہ مبادا اس کی باتوں میں سے کوئی بات میرے کان تک پہنچ جائے اگر اس کے سننے کا ارادہ بھی نہ کروں۔سویرے میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔میں آپ کے قریب ہی جا کھڑا ہوا۔میں نے اچھا کلام سنا اور اپنے دل میں کہا۔میری ماں مجھ پر روئے۔واللہ میں عقلمند ہوں اور شاعر ہوں۔اچھا برا مجھ سے پوشیدہ نہیں۔پھر کون سی چیز اس سے روکتی ہے کہ یہ شخص جو کچھ کہتا ہے اسے سنوں جو بات وہ پیش کرتا ہے اگر اچھی ہو تو اسے قبول کروں اور بری ہو تو اسے چھوڑ دوں۔پھر میں کچھ دیر ٹھہر گیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ کو تشریف لے گئے۔میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو گیا یہاں تک کہ جب آپ دولت خانہ کے اندر تشریف لے گئے تو میں بھی اندر چلا گیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے اور وہ سب باتیں بیان کیں جو انہوں نے کہی تھیں۔واللہ وہ آپ کے معاملہ میں اس قدر ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھوس لی تا کہ آپ کی بات نہ سنوں مگر اللہ نے تو یہ چاہا کہ آپ کی بات مجھے سنائے۔میں نے سنی اور اچھی بات سنی۔پس آپ اپنے اصول مجھے بتائیے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اسلام پیش فرمایا اور میرے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی تو واللہ! اس سے بہتر بات میں نے کبھی نہیں سنی۔اور نہ ایسے معتدل اصول سنے پس میں نے اسلام اختیار کرلیا سچی بات کی گواہی دی۔

(سیرۃ النبی کامل مرتبہ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۸۶۔۲۸۷)

واقعہ نمبر۳: قبیلہ اَرَاش (بعض نے اراشتہ کہا ہے) میں سے ایک شخص مکہ آیا اور وہ مکہ میں چند اونٹ لایا تو ابوجہل نے وہ اونٹ اس سے خرید لئے۔لیکن ان کی قیمت ادا کرنے کی مدت بڑھاتا رہا۔وہ اراشی قریش کی مجلس میں آ کھڑا ہوا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد کے ایک طرف تشریف فرما تھے۔اراشی نے کہا۔اے گروہ قریش۔ابوالحکم بن ہشام (یعنی ابوجہل) کے خلاف کوئی شخص میری مدد اور دادرسی کرنے والا ہے؟ میں تو ایک مسافر پردیسی ہوں اور اس نے (یعنی ابوجہل نے) میرا حق دبا رکھا ہے۔اس مجلس والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارہ کر کے کہا کیا تجھے وہ شخص نظر آرہا ہے؟ اس کے پاس جا۔وہ تیری دادرسی اور مدد کرے گا (ان لوگوں کی غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اڑانا تھی کیونکہ آپ میں اور ابوجہل میں جو عداوت تھی اسے سب جانتے تھے) اراشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا۔اے بندۂ خدا! ابوالحکم بن ہشام نے میرا ایک حق دبا رکھا ہے اور میں ایک مسافر راہ گیر ہوں۔میں نے ان

10

لوگوں سے کسی ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اس کے مقابل میری دادرسی اور مدد کرے اور میرا حق اس سے دلائے انہوں نے مجھے آپ کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ اللہ آپ پر رحم کرے مجھے اس سے میرا حق دلا دیجئے آپ نے فرمایا چلو اس کے پاس چلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ساتھ ہو گئے جب قریشیوں نے دیکھا کہ آپ اس کے ساتھ جانے کے لئے کھڑے ہو گئے تو ایک شخص سے انہوں نے کہا۔ پیچھے پیچھے جا اور دیکھ کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے پوچھا کون ہے؟ آپ نے فرمایا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ باہر آ۔ وہ نکل آیا اور حالت اس کی یہ تھی کہ چہرہ میں خون کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔ رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس شخص کا حق اسے دے دے۔ اس نے کہا بہت خوب۔ غرض ابوجہل گھر میں گیا۔ اس کا جو کچھ حق تھا وہ لے کر باہر آیا اور اس کے حوالہ کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے اور اس اراشی سے فرمایا جا اور اپنا کام کر پھر وہ اراشی اسی مجلس والوں کے پاس آ کھڑا ہوا اور کہا۔ اللہ اس شخص کو جزائے خیر دے اس نے میرا حق دلایا۔ جب وہ شخص بھی آیا جسے انہوں نے آپ کے ساتھ بھجوایا تھا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا کہ میں نے تو ایک عجیب چیز دیکھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو کچھ نہ کیا۔ بس اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور وہ جب نکلا تو اس کی یہ حالت تھی کہ گویا جان اس میں نہ تھی۔ جب اس سے کہا گیا اس کا حق دے دے تو اس نے کہا بہت خوب وہ اندر گیا۔ اراشی کا حق لے کر باہر آیا اور اس کے حوالہ کر دیا۔ پھر جب تھوڑی دیر میں ابوجہل آیا تو لوگو! نے کہا ارے کمبخت تجھے کیا ہو گیا۔ واللہ ہم نے تو کبھی ایسا نہیں دیکھا جیسا تو نے کیا۔ ابوجہل نے جواب دیا کم بختو وہاں کا قصہ تو یہ تھا کہ اس نے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو رعب سے میری حالت ایک پتلے کی سی ہو گئی۔ میں اس کی جانب چلا تو دیکھا کہ اس کے سر کے اوپر ایک نر اونٹ کھڑا ہے۔ میں نے ایسا سر ایسے کندھے اور ایسے دانت کبھی کسی اونٹ کے نہیں دیکھے۔ واللہ! اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔ (سیرۃ النبی کامل مرتبہ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۹۴-۲۹۵)

الغرض مذکورہ بالا واقعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا اثر اور کلام اللہ کو سننے کے اثر و نتیجہ سے کفار مکہ باہر سے آنے والے ناواقف لوگوں کو یہ کہہ کر خوف دلاتے تھے کہ دیکھو ان کے پاس یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جانا ورنہ جادو کے اثر سے تم مسحور ہو جاؤ گے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

آگے بتلایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جھوٹے الزامات اور بیہودہ پروپیگنڈے کا جواب بس یہی دیا کہ تم لوگ جو کہتے ہو وہ میرا پروردگار سب سنتا اور جانتا ہے کیونکہ وہ سمیع اور علیم ہے تمہارے کفریہ اقوال کو بھی سنتا اور جانتا ہے پس وہ تم کو خود سزا دے گا۔

ابھی آگے منکرین کے بعض دیگر اقوال و احوال کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو قرآن پاک کی بیش بہا نصیحتوں پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور کافروں کی یہ خصلت کہ نصیحت کو سن کر ٹال دینا اس سے ہم سب کو بچائیں۔ جو قرآنی احکام و نصائح ہم کو پہنچیں ان کی کامل فرمانبرداری اور اتباع ہم کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ان آیات میں یہ شکایت تو آپ نے کفار کی بیان فرمائی کہ وہ قرآنی احکام نہ غور سے سنتے ہیں اور نہ ان کے دل اس طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یا اللہ! اب ہم اس بدحالی پر کتنے خون کے آنسو بہائیں کہ جواب اس قرآن کریم پر ایمان کے دعویداروں ہی نے، الا ماشاء اللہ، اس آسمانی کتاب پر غور کرنا اور اس کے احکامات کو جاننا اور سمجھنا اور ان پر دل و جان سے عمل کرنا چھوڑ رکھا ہے۔ یا اللہ! قرآن کریم کی طرف سے امت مسلمہ کے افراد کی یہ غفلت اور لاپروائی کا جرم عظیم معاف فرما دے اور ہماری آنکھیں قرآن کی طرف سے کھول دے۔ اس کے علم اور عمل کا شوق عطا فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ

بلکہ یوں کہا کہ یہ پریشان خیالات ہیں۔ بلکہ انہوں نے اس کو تراش لیا ہے بلکہ یہ تو ایک شاعر شخص ہیں تو ان کو چاہیئے کہ ہمارے پاس ایسی کوئی نشانی لادیں جیسا

اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶

پہلے لوگ رسول بنائے گئے۔ ان سے پہلے کوئی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے ایمان نہیں لائے سو کیا یہ لوگ ایمان لے آویں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا

اور ہم نے آپ سے قبل صرف آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا جن کے پاس ہم وحی بھیجا کرتے تھے سو (اے منکرو) اگر تم کو معلوم نہ ہو تو اہلِ کتاب سے دریافت کرلو۔

تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸

اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جثے نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور وہ حضرات ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے۔

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹

پھر ہم نے جو اُن سے وعدہ کیا تھا اس کو سچا کیا یعنی ان کو اور جن جن کو منظور ہوا ہم نے نجات دی اور حد سے گذرنے والوں کو ہلاک کیا۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰ ع

ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ اس میں تمہاری نصیحت موجود ہے۔ کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے

بَلْ بلکہ	قَالُوْٓا انہوں نے کہا	اَضْغَاثُ پریشان	اَحْلَامٍ خواب	بَلِ بلکہ	افْتَرٰىهُ اسنے گھڑلیا اسے	بَلْ هُوَ بلکہ وہ
شَاعِرٌ ایک شاعر	فَلْيَاْتِنَا پس وہ ہمارے پاس لے آئے	بِاٰيَةٍ کوئی نشانی	كَمَا جیسے	اُرْسِلَ بھیجے گئے	الْاَوَّلُوْنَ پہلے	
مَآ اٰمَنَتْ نہ ایمان لائی	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	مِّنْ قَرْيَةٍ کوئی بستی	اَهْلَكْنٰهَا ہم نے اسے ہلاک کیا	اَفَهُمْ اور کیا وہ		
يُؤْمِنُوْنَ ایمان لائیں گے	وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنَا بھیجے ہم نے	قَبْلَكَ تم سے پہلے	اِلَّا مگر	رِجَالًا مرد	نُوْحِيْ ہم وحی بھیجتے تھے
اِلَيْهِمْ اُن کی طرف	فَسْـَٔلُوْٓا پس پوچھ لو	اَهْلَ الذِّكْرِ یادرکھنے والے	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	وَ اور
مَا جَعَلْنٰهُمْ ہم نے نہیں بنائے ان کے	جَسَدًا ایسے جسم	لَا يَاْكُلُوْنَ نہ کھاتے ہوں	الطَّعَامَ کھانا	وَ اور	مَا كَانُوْا وہ نہ تھے	
خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے والے	ثُمَّ پھر	صَدَقْنٰهُمُ ہم نے سچا کردیا ان سے	الْوَعْدَ وعدہ	فَاَنْجَيْنٰهُمْ پس ہم نے بچالیا انہیں		
وَمَنْ نَّشَآءُ اور جس کو ہم نے چاہا	وَاَهْلَكْنَا اور ہم نے ہلاک کردیا	الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھنے والے	لَقَدْ اَنْزَلْنَا تحقیق ہم نے نازل کی			
اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	كِتٰبًا ایک کتاب	فِيْهِ اس میں	ذِكْرُكُمْ تمہارا ذکر	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟		

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں کفار مکہ کا اعتراض بیان فرمایا گیا تھا جو کہتے کہ یہ رسول تو تم ہی جیسے آدمی ہیں اور ان کے کافرانہ اقوال و الزام کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ جادوگر ہیں اور اپنے جادو سے لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں، نقل فرمایا گیا تھا۔ تو کفار نے صرف یہی نہیں کہ سحر کا الزام لگایا بلکہ اور بھی الزامات تراشے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا۔ معاندین و منکرین قرآن سن کر ضد اور ہٹ دھرمی سے ایسے

بدحواس ہوجاتے کہ کسی ایک رائے پر ان کو قرار نہ تھا کبھی اسے جادو بتاتے۔ کبھی پریشان خواب وخیال کہتے۔ کبھی دعویٰ کرتے کہ آپ اپنے جی سے نعوذ باللہ کچھ باتیں گھڑلائے ہیں جن کا نام قرآن رکھ دیا ہے۔ کبھی کہتے کہ آپ ایک عمدہ شاعر ہیں اور شاعروں کی طرح تخیل کی بلند پروازی سے کچھ مضامین مؤثر اور مسجع عبارت میں پیش کردیتے ہیں۔ تو ان آیات کا بلکہ اس سورۃ کا پس منظر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا اثر جب پھیلنے لگا تو مکہ کے سرداروں نے آپس میں مشورہ کرکے یہ طے کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں پروپیگنڈہ کی ایک مہم شروع کی جائے اور ہر شخص کو جو خصوصاً باہر سے مکہ میں آئے آپ کے خلاف اس کو اتنا بدگمان کردیا جائے کہ وہ آپ کی بات سننے کیلئے آمادہ ہی نہ ہو۔ یہ مہم خاص طور سے حج کے زمانہ میں زوروں سے جاری رہتی اور کثرت سے آدمی پھیلا دیئے جاتے جو تمام بیرونی زائرین کے خیموں میں پہنچ کر ان کو خبردار کرتے تھے کہ یہاں ایک ایسا آدمی ہے اس سے ہوشیار رہنا۔ ان گفتگوؤں میں طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی تھیں۔ کبھی کہا جاتا تھا کہ یہ شخص (نعوذ باللہ) جادوگر ہے۔ کبھی کہا جاتا کہ انہوں نے ایک کلام خود گھڑ رکھا ہے۔ اور وہ کلام کیا ہے پراگندہ خیالات کا مجموعہ ہے۔ کبھی کہا جاتا کہ شاعرانہ خیالات اور تک بندیاں ہیں جن کا نام کلام الٰہی رکھا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح لوگوں کو بہکایا جائے۔

تو منکرین ومعاندین قرآن کے اثرات پھیلتے ہوئے دیکھ کر بدحواس تھے اور کبھی کچھ الزام لگاتے اور کبھی کچھ۔ ان اعتراضات اور الزامات کے علاوہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ اگر واقع میں آپ اللہ کے پیغمبر ہیں تو پھر آپ کوئی ایسا کھلا معجزہ دکھلائیں جیسے معجزات پہلے پیغمبروں نے دکھلائے تھے۔ یہ کہنا بھی مکہ کے جاہل مشرکین کا محض عناد کی بنا پر تھا کیونکہ اول تو یہ جاہل مشرکین پہلے پیغمبروں اور ان کے معجزات کو کیا جانتے تھے دوسرے آپ کے بیسیوں کھلے کھلے نشان دیکھ چکے تھے جو انبیائے سابقین کے نشانات سے کسی طرح کم نہ تھے جن میں سب سے بڑھ کر یہ قرآن ہی کا معجزہ تھا۔ توالحاصل کفار نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق تین شبہات ظاہر کئے۔

(۱) ایک یہ کہ یہ آدمی ہیں اور آدمی رسول نہیں ہوسکتا۔

(۲) دوسرے یہ کہ ساحر یا تک بند شاعر ہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ گزشتہ پیغمبروں کی طرح ان کے پاس کوئی معجزہ نہیں۔ ان تینوں شبہات کے جوابات حق تعالیٰ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ پہلے تیسرے شبہ کا جواب دیا گیا کہ پہلی قوموں کو فرمائشی نشانات دکھلائے گئے اور وہ انہیں دیکھ کر بھی نہ مانے آخر سنت اللہ کے موافق ہلاک کئے گئے۔ اگر ان مشرکین مکہ کی فرمائشیں پوری کی جاتیں تو ظاہر ہے یہ ماننے والے تو ہیں نہیں لامحالہ حق تعالیٰ کی عام عادت کے موافق تباہ کئے جائیں گے اور حکمتِ الٰہی میں ان کی بالکلیہ تباہی مقصود نہیں۔ روایات میں ہے کہ اہل مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ضد کی اور کہا کہ اگر آپ کا قول سچ ہے اور آپ اللہ کے پیغمبر ہیں تو کوہ صفا کو سونے کا کردیجئے اور مکہ کی سرزمین سرسبز شاداب بنادیجئے۔ اگر ایسا کردیں گے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ کفار کی درخواست پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کی خواہش ہو تو ہم انکا سوال پورا کردیں لیکن اگر یہ ایمان نہ لائے تو پھر عذاب میں تاخیر نہ ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں اپنی قوم کے لئے تدریج ومہلت کا خواستگار ہوں تاکہ ان کی نسل سے اہل ایمان پیدا ہوں۔ اس کے بعد کفار کے پہلے شبہ کا جواب ہے کہ پہلے بھی جو پیغمبر آئے وہ سب نبی آخر الزمان کی طرح بشر ہی تھے فرشتے نہ تھے۔ اگر اتنی مشہور بات کی بھی تم کو اپنی جہالت کی وجہ سے خبر نہیں تو خبر رکھنے والوں سے دریافت

کرلو۔ آخر یہود ونصاریٰ اہل کتاب سے تمہارے تعلقات ہیں اتنی موٹی بات انہی سے پوچھ لو کہ پہلے زمانہ میں انبیاء ورسل جو تشریف لائے وہ بشر تھے یا آسمان کے فرشتے۔

پھر آگے حق تعالیٰ خود ہی ظاہر فرماتے ہیں کہ جتنے انبیاء دنیا میں آئے۔ بشری خصائص ان میں موجود تھے۔ نہ فرشتوں کی طرح ان کا بدن ایسا تھا کہ کبھی کھانا نہ کھاتے۔ نہ وہ ایسے تھے کہ کبھی موت اور فنا نہ آئے۔ ان کا امتیاز دوسرے بندوں سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت و اصلاح کے لئے کھڑے کئے گئے تھے۔ خدا ان کی طرف وحی بھیجتا اور باوجود بے سروسامانی کے مخالفین کے مقابلہ میں ان کی حمایت اور نصرت کے وعدے کرتا تھا چنانچہ اللہ نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے۔ ان کو مع ان کے رفقا کے محفوظ رکھا اور بڑے بڑے متکبر دشمن جو ان سے ٹکرائے تباہ وغارت کردیئے گئے۔

یہاں آیت میں بشر کے بجائے رجالاً کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی ہم نے صرف مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے مفسرین نے اس سے یہ نکالا ہے کہ نبوت ہمیشہ مردوں ہی کو ملی ہے نہ کہ عورتوں کو۔ حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ نے یہاں لکھا ہے کہ اسی اصل کی بنا پر اہلِ طریق بھی خلافت مردوں ہی کو دیتے ہیں۔

اخیر میں منکرین ومعاندین کے دوسرے شبہ کا جواب ہے کہ اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو ہر قسم کی نصیحت وفہمائش کردی گئی اور سب برا بھلا انجام سمجھا دیا" یا۔ اب اگر کچھ بھی عقل ہوگی تو عذاب الٰہی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرو گے اور قرآن کی قدر پہچانو گے جو فی الحقیقت تمہارے لئے ایک عظیم الشان ہدایت نامہ اور جلیل القدر یادداشت ہے یہ کوئی سحر اور شاعری نہیں نہ تک بندیاں اور پریشان خیالات ہیں اس کے اندر تو ہدایت وسعادت کے ضوابط ہیں۔ شاعری یا سحر یا اور کوئی چیز ایسی کہاں ہوسکتی ہے؟

خلاصہ یہ کہ کفار مکہ کو کتنے موثر اور دلنشین پیرایہ میں جتلایا جارہا ہے کہ اگر تم ایسے محسن کو نہ مانو گے تو دنیا میں ذلیل ہوگے اور آخرت کا عذاب الگ رہا۔ آگے ان قوموں کا دنیوی انجام بیان فرماتے ہیں جنہوں نے انبیاء سے دشمنی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کئے تھے۔ جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ اور قرآن پاک پر ایمان نصیب فرمایا۔ اور اسلام جیسا دین کامل عطا فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان نعمتوں کی قدر اور ان کی حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا وسچا امتی اور تابعدار بناویں اور قرآنی ہدایات سے ہمارے دلوں کو منور فرماویں۔ یا اللہ! اب ہم کفار ومشرکین کی کیا حکایت وشکایت کریں کہ جنہوں نے قرآنی نصیحتوں کو نہ مانا نہ سمجھا۔ اور آپ کے احکام پر ایمان نہ لا کر اپنے کو مستحق عذاب بنایا۔ اب تو ہمیں رونا ان اہلِ اسلام ہی کے لئے ہے کہ جو باوجود اس قرآن پر دعوئے ایمان کے نہ تو اس کی نصیحتوں کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ نہ اس کے احکام کی پرواکرتے ہیں اور سننا اور سمجھنا تو درکنار اب تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسلامی احکام سے نہ صرف اعراض وانحراف ہے بلکہ ان پر اعتراض بھی ہے۔ یا اللہ! ایسے ناقدروں کو اسلام کی قدر اور عظمت عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ

اور ہم نے بہت سی بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم تھے غارت کردیں اور اُن کے بعد دوسری قوم پیدا کردی۔سو جب

اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ

ان ظالموں نے ہماراعذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کیا۔بھاگو مت اور اپنے سامانِ عیش کی طرف اور اپنے مکانوں کی طرف واپس چلو

وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ

شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے۔وہ لوگ کہنے لگے کہ ہائے ہماری کم بختی بیشک ہم لوگ ظالم تھے۔سواُن کی یہی غل پکار رہی حتیٰ کہ ہم نے اُن کوایسا کردیا

حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

جس طرح کھیتی کٹ گئی ہواور آگ ٹھنڈی ہوگئی ہو۔

وَكَمْ قَصَمْنَا اور ہم نے کتنی ہلاک کردیں	مِنْ سے	قَرْيَةٍ بستیاں	كَانَتْ وہ تھیں	ظَالِمَةً ظالم	وَّاَنْشَاْنَا اور پیدا کئے ہم نے	
بَعْدَهَا ان کے بعد	قَوْمًا گروہ۔لوگ	اٰخَرِيْنَ دوسرے	فَلَمَّا پھر جب	اَحَسُّوْا انہوں نے آہٹ پائی	بَاْسَنَا ہمارا۔عذاب	
اِذَا هُمْ اس وقت وہ	مِنْهَا اس سے	يَرْكُضُوْنَ بھاگنے لگے	لَا تَرْكُضُوْا تم مت بھاگو	وَارْجِعُوْا اور لوٹ جاؤ	اِلٰى طرف	
مَا جو	اُتْرِفْتُمْ تم آسائش دیئے گئے	فِيْهِ اس میں	وَمَسٰكِنِكُمْ اور اپنے گھر	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تُسْـَٔلُوْنَ تمہاری پوچھ گچھ ہو	
قَالُوْا وہ کہنے لگے	يٰوَيْلَنَا ہائے ہماری شامت	اِنَّا كُنَّا ہم بیشک تھے	ظٰلِمِيْنَ ظالم	فَمَا زَالَتْ پس رہی	تِلْكَ یہ	دَعْوٰىهُمْ ان کی پکار
حَتّٰى یہاںتک کہ	جَعَلْنٰهُمْ ہم نے انہیں کردیا	حَصِيْدًا کٹی ہوئی کھیتی	خٰمِدِيْنَ بجھی ہوئی آگ			

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں کفار ومشرکین کے الزامات اور اعتراضات کے جواب میں یہ بتایا گیا تھا کہ پہلے لوگوں کو سمجھانے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے تھے اور وہ سب انسان ہی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام لوگوں کے پاس پہنچانے کے لئے انہیں پسند فرمالیا تھا اور وقت پر ان کی مدد نصرت وحمایت کا وعدہ کیا تھا چنانچہ جب نافرمانوں پر عذاب آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان کے متبعین کو بچالیا اور نافرمانی وسرکشی اور حد سے آگے بڑھ جانے والوں کو ہلاک وتباہ کردیا۔

اب آگے ان آیات میں اسی کو قدرے تفصیل سے بیان فرمایا جارہا ہے کہ ایسا واقعہ صرف ایک یا دو مرتبہ ہی نہیں ہوا بلکہ یہ تو عام ضابطۂ قدرت ہے اور قانونِ خداوندی ہے۔ ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا چلا آیا ہے اس لئے کوئی قوم اس سے مستثنیٰ نہیں۔ افراد واقوام حکومت وطاقت۔عزت وراحت۔قوت وصحت کے نشہ میں سرشار ہوتی ہیں۔عیش وآرام کے تمام سامان مہیا ہوتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں من مانی کرتے ہیں۔ بالآخر جب ان کی نافرمانی وسرکشی ناحق پرستی اور ستم گاری بڑھ جاتی ہے تو معمولی اسباب ہلاکت کے علاوہ غیر معمولی محسوس عذاب ان پر نازل کیا جاتا ہے اور پھر چاروں طرف سے ان کو تباہی گھیر لیتی ہے۔اس وقت جب وہ مصائب سے گھر جاتے ہیں تو ایسے وقت میں تمام اسبابِ عیش وراحت پر خاک ڈال کر عزت وحکومت پر لات مار کر اور راحت آفرین مسکن ومحل چھوڑ کر جان بچانے کے لئے غیبی مصائب سے بھاگتے ہیں۔ لیکن پھر نجات کا وقت نہیں

رہتا۔ موقع نکل چکتا ہے اس وقت ان کو پشیمانی ہوتی ہے اور اسباب ہلاکت پر غور کرتے ہیں تو بالآخر اقرار کرتے ہیں کہ واقعی ہم نے بڑی بیجا حرکتیں کی تھیں۔ یہ انہی کا نتیجہ ہے۔ واقعی ہم نے بڑا ظلم کیا جو پیغمبروں کی بات نہ سنی۔ غرض اسی طرح وہ ہائے واویلا مچاتے رہتے ہیں لیکن عذاب ان پر آچکا ہوتا ہے اس وقت کی چیخ و پکار بیکار۔ غرض اس طرح ان کی عزت وشوکت اور جاہ وجلال کی روشن آگ ٹھنڈی کردی جاتی ہے اور وہ بستیاں جو سرسبز وشاداب کھیتی کی طرح خوش عیشی سے زندگی گزارتی تھیں یک دم ان کو برباد کر کے کٹی ہوئی کھیتی کی طرح پژمردہ کر کے بھوسہ کی طرح ریزہ ریزہ کردیا جاتا ہے۔ تو کفار مکہ کو یہ جتلایا جارہا ہے کہ یہ واقعات ہیں جو صرف ممکن ہی نہیں واقع بھی ہوچکے ہیں پس تم ان سے عبرت حاصل کرو اور سرکشی اور نافرمانی سے باز آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ گزشتہ قوموں کی طرح تم کو بھی ایسے وقت پچھتانا پڑے جبکہ پچھتانا بالکل سودمند نہ ہوگا۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ علاقہ یمن میں ایک بستی کا ہے جہاں کے رہنے والے بہت مالدار مرفہ حال اور خوش عیش تھے۔ انہوں نے ایک شفیق اور ناصح پیغمبر کو قتل کردیا تھا اس لئے ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ کسی خاص قریہ کی تعیین ضروری نہیں۔ ہر ملک اور ہر دیس میں اجاڑ بستیوں کے کھنڈر موجود ہیں اور شہر کے شہر صفحۂ ہستی سے مٹ چکے ہیں کوئی زلزلہ سے تباہ ہوا کوئی آسمانی سنگ باری یا سیلاب یا وبایا آتش فشاں پہاڑوں کے نمودار ہونے سے برباد ہوا۔ کہیں ظالم بادشاہوں کی لشکر کشی نے قتلِ عام کیا تو کہیں آپس کے نفاق سے خون کی ندیاں بہادیں یہ سب عذابِ الٰہی کے نمونہ ہیں اور اہل بصیرت کے لئے اپنے اندر عبرت انگیز درس نصیحت رکھتی ہیں۔

مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ جہاں ان آیات میں اقوام پارینہ کی تمثیل دے کر کفار مکہ کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اور ضابطۂ قدرت کا بیان کہ کفر ومعصیت سے بربادی آتی ہے بتلایا گیا ہے وہیں دور حاضر کے مسلمانوں کو بھی عبرت آفرین سبق اس سے لینا چاہئے اور خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اعداء کا تسلط ظالموں کی ستم کاریاں۔ طوفان بادوباراں کی تباہ کاریاں۔ زلزلوں کی قیامت خیزیاں۔ اور وباء قحط کی ہلاکت انگیزیاں یہ سب معصیت اور بد اعمالیوں کا خمیازہ ہیں مسلمانوں کے لئے ترقی کی کوئی سکیم اور عروج کا کوئی لائحہ عمل مفید نہیں ہوسکتا جب تک احکامِ الٰہیہ اور قوانین قرآنیہ کی پابندی نہ کی جائے گی۔ اصلاح نفس سے اصلاح افراد ہوتی ہے۔ اور اصلاح افراد سے اصلاح قوم اور اصلاح قوم سے اصلاحِ عالم۔ اس لئے اپنی ذات اور نفس کی اصلاح سب سے مقدم ہے۔ اور ہر شخص کو اس کی فکر میں لگنا چاہئے اور اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنے والی زندگی اپنانا چاہئے اور قوانین و احکامِ خداوندی کی نافرمانی وسرکشی سے بچنا چاہئے۔ ورنہ قانونِ خداوندی سے کوئی قوم مستثنیٰ نہیں۔ شروع سورۃ سے یہاں تک مضمون نبوت و رسالت کے متعلق تھا اب آگے توحید کے متعلق بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل اور دماغ عطا فرماویں۔ اور اپنے نفس کی اصلاح کی فکر نصیب فرمائیں۔ مرنے سے پہلے ہمیں اس زندگی میں آخرت کی تیاری کر لینے کا عزم عطا فرمائیں اور اللہ اور رسول کو راضی کرنے والی زندگی گزارنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو قرآن پاک کا علم اس کی سمجھ اور اس کا اتباع نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝۱۶ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے اُس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں۔ اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا

مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۱۷ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ

تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا۔ بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے سو وہ دفعتہً جاتا

زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝۱۸ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا

رہتا ہے۔اور تمہارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم گھڑتے ہو۔اور جتنے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے ہیں۔اور جو اللہ کے نزدیک ہیں

يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۹ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝۲۰

وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔شب و روز تسبیح کرتے ہیں (کسی وقت) موقوف نہیں کرتے

وَمَا خَلَقْنَا اور ہم نے نہیں پیدا کیا	السَّمَآءَ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	لٰعِبِيْنَ کھیلتے ہوئے	
لَوْ اَرَدْنَا اگر ہم چاہتے	اَنْ کہ	نَتَّخِذَ ہم بنائیں	لَهْوًا کوئی کھلونا	لَاتَّخَذْنٰهُ تو ہم اس کو بنا لیتے	مِنْ لَّدُنَّا اپنے پاس سے	
اِنْ كُنَّا اگر ہم ہوتے	فٰعِلِيْنَ کرنے والے	بَلْ بلکہ	نَقْذِفُ ہم پھینک مارتے ہیں	بِالْحَقِّ حق کو	عَلَى پر	الْبَاطِلِ باطل
فَيَدْمَغُهٗ پس وہ اسکا بھیجا نکال دیتا ہے	فَاِذَا تو اس وقت	هُوَ وہ	زَاهِقٌ نابود ہوجاتا ہے	وَلَكُمُ اور تمہارے لئے	الْوَيْلُ خرابی	
مِمَّا اس سے جو	تَصِفُوْنَ تم بناتے ہو	وَلَهٗ اور اسی کیلئے	مَنْ جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین میں	وَمَنْ اور جو
عِنْدَهٗ اس کے پاس	لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ وہ تکبر سرکشی نہیں کرتے	عَنْ سے	عِبَادَتِهٖ اس کی عبادت	وَ اور	لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ نہ وہ تھکتے ہیں	
يُسَبِّحُوْنَ وہ تسبیح کرتے ہیں	الَّيْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	لَا يَفْتُرُوْنَ وہ سستی نہیں کرتے			

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں بعض بستیوں کو عذابِ خداوندی سے ہلاک اور تباہ و برباد کرنے کا ذکر ہوا تھا۔ مشرکین و کفار مکہ جن کا ذکر گزشتہ سے ہوتا چلا آ رہا ہے ان کا یہ خیال تھا جیسا کہ اب بھی دہریوں کا خیال ہے کہ انسان اور دیگر چیزیں آپ ہی آپ پیدا ہوتی ہیں اور آپ ہی مٹ جاتی ہیں۔ان کی بقاء کی بھی ایک خاص حد ہے اور فنا کی بھی ایک مدت ہے۔ آبادی و بربادی اور بقاء فنا میں اطاعت و معصیت اور فرمانبرداری و نافرمانی کو کیا دخل ہے۔ اسباب کے معمولی تغیرات کے یہ سب نتائج ہوتے ہیں۔ نیکی اور بدی۔ ایمان اور کفر سے ان میں تغیر نہیں ہوا کرتا۔ کوئی قوم یا شہر برباد ہوا یا ہوتا ہے اس میں ان کے گناہ و ثواب کو کیا دخل؟ یہ سب اسباب ارضی و سماوی سے ہے۔ کفار اور مشرکین کے ان خیالات کا ان آیات میں استیصال فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ توحید اور رسالت کے منکرین کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نمایاں نشانیوں کو جو زمین و آسمان کے پیدا کرنے اور ان کے درمیان تمام مخلوقات کو بنانے میں مشاہدہ کی جاسکتی ہیں دیکھتے اور سمجھتے نہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں فضول محض بطور کھیل تماشہ کے پیدا کی ہیں۔ یہ بلند آسمان اور اس کا سامانِ آرائش اور یہ فرش زمین اور اس کی زینت کے تمام اسباب اور یہ درمیانی فضا اور اس کی کائنات اللہ نے اس طرح پیدا نہیں کی کہ جس میں کوئی معتدبہ حکمت اور غرض صحیح نہ ہو۔ یہ کھیل کے لئے نہیں پیدا کی گئی اور نہ اس سے تفریح مقصود ہے۔ اس

لئے عقلمند کو چاہئے کہ آفرینش عالم کی غرض کو سمجھے اور دنیا کو محض کھیل تماشہ سمجھ کر انجام سے غافل نہ ہو بلکہ خوب سمجھ لے کہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اس دنیا کے ہر نیک و بد فعل کی جزا اور سزا ملنا اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے۔

گزشتہ بستیوں کو جو ہلاک اور برباد کیا گیا تھا اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ ان منکرین توحید و رسالت نے دنیا کو کھیل و تماشہ سمجھا اور جس غرض کے لئے دنیا پیدا کی گئی اس سے غفلت اور اعراض برتا اور آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی مخلوقات میں غور و فکر سے ان کے صانع اور خالق کو پتہ نہ لگایا اور انبیاء اور رسل نے جب ان کو خبردار کیا اور سمجھایا اور بتلایا تو ان کی تکذیب و تحقیر کی۔ حق تعالیٰ نے اس تکذیب و تحقیر کی پاداش میں ان پر عذاب نازل کیا۔ اللہ نے اپنے علم و حکمت سے اس آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو عبث اور بیکار پیدا نہیں کیا ہے کہ یونہی بطور مشغلہ اور کھیل و تماشہ کے یہ سب بنا کر کھڑا کر دیا۔ گزشتہ اور ہلاک شدہ بستی والوں کی طرح کوئی نادان یہ گمان نہ کرے کہ یہ سارا عالم کھیل و تماشہ ہے اور انسان دنیا میں کھیل تماشہ اور مزے اڑانے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ جیسا کہ بہت سے آزاد منشوں کا اب بھی خیال ہے کہ انسان طبعاً آزاد پیدا ہوا ہے جو اس کا جی چاہے کرے۔ مرنے کے بعد یہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ نہ ثواب ہے نہ عقاب ہے۔ نہ جزا ہے نہ سزا ہے سو یہ گمان بالکل غلط ہے بلکہ انسان خدا کا بندہ ہے اور اس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ بندہ کا خدا سے آزاد ہو جانا ناممکن اور محال ہے۔

خدا نے بندہ کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ آسمان اور زمین کی عجائب صنعت میں غور و فکر سے اس کے خالق کی معرفت حاصل کرے اور عالم کی اس ظاہری آرائش اور رونق و ٹیپ ٹاپ سے دھوکا نہ کھائے اور خوب سمجھ لے کہ اس عالم کی پیدائش عبث۔ اور بے فائدہ نہیں۔ اور معرفت صانع کے بعد اپنے خالق اور پروردگار کی عبادت اور اطاعت کریں اور یقین کریں کہ یہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ وہاں پہنچ کر بندہ کو ہر نیک و بد کی پوری جزا و سزا ملنی ہے۔ اور ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔

غرضیکہ اللہ جل شانہٗ نے یہ زمین و آسمان کی عجیب و غریب کائنات کھیل کے لئے نہیں بلکہ بڑی حکمتوں پر مبنی کر کے بنائی ہے اور ان حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعہ حق و باطل کا امتیاز ہوتا ہے یہ دنیا میدان کارزار ہے جہاں حق و باطل کا مقابلہ اور جنگ ہوتی ہے اور حق حملہ آور ہو کر باطل کا سر کچل ڈالتا ہے۔

اسی سے منکرین! تم اپنی مشرکانہ اور کافرانہ باتوں کا انجام سمجھ لو کہ حق و صداقت کا حملہ جب پوری طاقت سے تم پر ہوگا اس وقت کیسی خرابی اور بربادی تمہارے لئے ہوگی اور کون سی طاقت بچانے آئیگی۔

نزول قرآن کے وقت عرب میں یہود بھی تھے جو حضرت عزیر علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا کہتے۔ عیسائی بھی تھے جو عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے قائل تھے اور مشرکین کا ایک گروہ تھا جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں جانتا تھا اس لئے آگے توحید خداوندی کو بیان کیا جاتا ہے کہ کل عالم اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ جتنے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے مملوک اور مسخر ہیں اور جو مقربین بارگاہ ہیں ان کو بھی سرتابی کی مجال نہیں اور سرتابی کا تو کیا ذکر ان کی یہ کیفیت ہے کہ اللہ کی عبادت و بندگی کرنا ان کے لئے باعث شرف و عزت ہے اور شبانہ روز وہ اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ ہر وقت اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ جب ان کی یہ حالت ہے تو عام مخلوق تو کس شمار میں ہے۔ پس لائق عبادت و بندگی کے صرف ذات الٰہی ہے اور جب کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے تو پھر اس کا شریک سمجھنا کتنی بے عقلی ہے۔

گویا یہاں توحید کے دلائل کے ساتھ مشرکین کی جہالت کو بھی ظاہر کیا گیا۔ ابھی آگے بھی انہیں مشرکین کی جہالت کو اور کئی طرح سے ظاہر فرمایا گیا ہے اور توحید باری تعالیٰ کے مزید دلائل دیئے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ

کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں زمین کی چیزوں میں سے جو کسی کو زندہ کرتے ہوں۔ زمین و آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتا

لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ

تو دونوں درہم برہم ہوجاتے۔ سو اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے جو کہ مالک ہے عرش کا۔ جو کچھ یہ لوگ بیان کررہے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی بازپرس نہیں کرسکتا

يُسْئَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ

اور اوروں سے بازپرس کی جاسکتی ہے۔ کیا خدا کو چھوڑ کر انہوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں۔ کہیئے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب

مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں موجود ہیں۔ بلکہ ان میں زیادہ وہی ہیں جو امر حق کا یقین نہیں کرتے سو وہ اعراض کررہے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کیا کرو۔

اَمِ کیا	اتَّخَذُوْٓا انہوں نے بنالیا	اٰلِهَةً کوئی معبود	مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے	هُمْ وہ	يُنْشِرُوْنَ انہیں اٹھا کھڑا کریں گے	لَوْ كَانَ اگر ہوتے
فِيْهِمَآ ان دونوں میں	اٰلِهَةٌ اور معبود	اِلَّا سوائے	اللّٰهُ اللہ	لَفَسَدَتَا البتہ دونوں درہم برہم ہوجاتے	فَسُبْحٰنَ پس پاک ہے	اللّٰهِ اللہ
رَبِّ رب	الْعَرْشِ عرش	عَمَّا اس سے جو	يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	لَا يُسْئَلُ اس سے بازپرس نہیں کرتے	عَمَّا اس سے جو	يَفْعَلُ وہ کرتا ہے
وَهُمْ اور بلکہ (وہ)	يُسْئَلُوْنَ بازپرس کیے جائیں گے	اَمِ کیا	اتَّخَذُوْا انہوں نے بنالئے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖٓ اللہ کے سوائے	اٰلِهَةً اور معبود	قُلْ فرمادیں
هَاتُوْا لاؤ پیش کرو	بُرْهَانَكُمْ اپنی دلیل	هٰذَا ذِكْرُ یہ کتاب	مَنْ جو	مَّعِيَ میرے ساتھ	وَذِكْرُ اور کتاب	مَنْ قَبْلِيْ جو مجھ سے پہلے
بَلْ بلکہ/البتہ	اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ہیں	الْحَقَّ حق	فَهُمْ پس وہ	مُّعْرِضُوْنَ روگردانی کرتے ہیں	وَ اور
مَآ اَرْسَلْنَا نہیں بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول	اِلَّا مگر	نُوْحِيْٓ ہم نے وحی بھیجی	اِلَيْهِ اس کی طرف	اَنَّهٗ کہ بیشک وہ
لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّآ اَنَا میرے سوا	فَاعْبُدُوْنِ پس میری عبادت کرو			

تفسیر وتشریح: دین اسلام کا سنگ بنیاد توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو وحدہٗ لاشریک یقین کرنا۔ گزشتہ سے توحید باری تعالیٰ کا اثبات اور ردِ شرک کا مضمون بیان ہوتا چلا آرہا ہے ان آیات میں بھی اثبات توحید کے بعض دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

پہلی دلیل یہ دی گئی کہ اہل شرک نے جو بت اور دیوتا بنا رکھے ہیں جن کی ساخت چاندی یا سونے یا پتھر۔ لکڑی، مٹی وغیرہ یعنی زمین کی موجودات میں سے کسی خاص چیز کی ہے کہ ان کو خود ہی بناتے ہیں اور خود ہی ان کو دیوتا مانتے ہیں تو جن ہستیوں کو انہوں نے خدا قرار دے رکھا ہے اور اپنا معبود بنایا ہے کیا ان میں سے کوئی ایسا ہے جو مادہ غیر ذی حیات میں زندگی پیدا کرتا ہو۔ اگر ایک اللہ کے سوا کسی میں یہ طاقت نہیں کہ کسی میں جان ڈال سکے تو پھر ان کو الوہیت کا استحقاق کیسے ہوگیا اور ان کو خدا اور معبود کس لئے یہ کفار قرار دیتے ہیں۔

دوسری دلیل یہ دی گئی کہ اگر عالم میں دو الٰہ یعنی دو معبود یا دو خدا ہوتے تو نظم عالم کبھی کا درہم برہم ہوجاتا۔ یہ دلیل نہایت سادہ بھی ہے اور گہری

بھی۔سادی سی بات جس کو ایک موٹی سی عقل کا آدمی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ ایک معمولی گھر کا نظام یا ایک کارخانہ کا انتظام چار دن بھی بخیریت نہیں چل سکتا اگر اس کے دو خود مختار مالک ہوں۔لامحالہ دونوں کے اختلاف رائے سے تصادم لازم آئے گا۔آپس میں رسہ کشی اور تصادم سے گھر یا کارخانہ کا نظام درہم برہم ہونا لازمی ہے۔گہری بات یہ ہے کہ کائنات کا پورا نظام زمین کی تہوں اور گہرائیوں سے لے کر بعید ترین سیاروں تک ایک ہمہ گیر قانون پر چل رہا ہے۔یہ نظام ایک لمحہ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتا اگر اس کی بے شمار مختلف قوتوں اور بے حد و حساب چیزوں کے درمیان تناسب اور توازن اور ہم آہنگی اور تعاون نہ ہو۔اور یہ سب کچھ جبھی ممکن ہے کہ کوئی اٹل اور غالب اور قاہر قوت ان بے شمار اشیاء اور قوتوں کو پوری مناسبت کے ساتھ آپس میں تعاون کرنے پر مجبور کر رہا ہو۔یہ کس طرح تصور کیا جاسکتا ہے کہ بہت سے مطلق العنان فرمانرواؤں کی حکومت میں ایک ضابطہ اس باقاعدگی سے چل سکے۔ایک ملک اور حکومت میں جب دو خود مختار بادشاہ نہیں سما سکتے تو دو مختار کل اور قادر مطلق خدا اس کائنات میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟ اس آسمان و زمین اور تمام کائنات کا نظام قائم رہنا خود ہی اس بات کی دلالت ہے کہ احکم الحاکمین۔مختار کل اور قادر مطلق ایک ہی ذات اعلیٰ ہے اور وہی الٰہ کہلانے اور معبود بننے کا مستحق ہوگا۔

پس معلوم ہوا کہ تمام عالم کا مدبر اور متصرف صرف ایک ہی خدا ہے جس کے حکم سے یہ سارا کارخانہ چل رہا ہے۔کسی دوسرے کے ارادہ اور تصرف کو ذرہ برابر اس میں دخل نہیں۔اگر اللہ کے سوا آسمان و زمین کی تخلیق اور تدبیر میں اور کوئی خدا شریک ہوتا تو باہمی اختلافات اور کشمکش کی وجہ سے آسمان و زمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔لیکن جب آسمان و زمین کا نظام بأحسن وجوہ سب کے سامنے ہے اور یہ سارا کارخانہ عالم ایک ہی طریقہ اور ایک ہی وطیرہ پر چل رہا ہے تو لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ دو خدا کا وجود ناممکن اور باطل ہے پس اگر کسی کو ذرا بھی سمجھ ہے تو دنیا کے اس نظم و نسق کو دیکھ کر خداوند قدوس کی وحدانیت کا قائل ہو جائے گا۔

یہ دلائل دے کر آگے حق تعالیٰ خود اپنی ذات پاک کی بڑائی بیان فرماتے ہیں کہ ان تقریرات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو کہ عرش کا مالک ہے ان امور سے پاک ہے جو یہ مشرکین کہتے ہیں۔وہ معبود تو ایسا قادر مطلق اور مختار کل ہے کہ اس کی قدرت اور مشیت کو روکنا تو کجا کوئی پوچھ پاچھ بھی نہیں کر سکتا کہ آپ نے فلاں کام اس طرح کیوں کیا اور کیوں نہ کیا۔ہاں اس ذات عالی کو حق ہے کہ وہ ہر شخص سے مواخذہ اور باز پرس کر سکتا ہے۔بس جب کوئی اس کی عظمت میں شریک نہ ہوا تو پھر معبودیت میں کیسے شریک ہو سکتا ہے۔اس طرح توحید پر دلائل عقلی قائم کئے گئے۔اب مشرکین سے ان کے دعوے پر دلیل صحیح کا مطالبہ ہے یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے تجویز کئے ہیں کیا اس کا ثبوت کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ہے؟ اگر کوئی دلیل ہو تو پیش کرو۔ظاہر ہے کہ مشرکین کے پاس شرک کے جواز میں بجز اوہام و ظنون اور باپ دادوں کی کورانہ تقلید کے اور کیا رکھا تھا۔شرک کی تائید میں نہ کوئی دلیل عقلی مل سکتی تھی نہ نقلی جسے پیش کر سکتے ہیں۔

توحید باری تعالیٰ پر دلیل عقلی دینے کے بعد اب آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ایک نقلی دلیل پیش کرنے میں تلقین کی جارہی ہے اور وہ یہ کہ آج تک جتنی کتابیں خدا کی طرف سے دنیا کے کسی حصہ میں اور کسی قوم کے پیغمبر پر نازل ہوئی ہیں سب ہی میں یہی ایک بات ہے کہ اس رب العرش کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔تو اے منکرین اور مشرکین مکہ اگر تمہارے پاس تمام ملل سماویہ کے اس اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی دلیل ہو تو پیش کرو۔اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین کا اجماع عقیدۂ توحید پر رہا ہے۔کسی پیغمبر نے بھی ایک حرف اس کے خلاف نہیں کہا۔سب ہمیشہ یہی تلقین کرتے آئے کہ ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔تو جس طرح عقل اور فطری دلائل سے توحید کا ثبوت ملتا ہے اور شرک کا رد ہوتا ہے ایسے ہی نقلی حیثیت سے انبیاء علیہم السلام کا اجماع دعوئے توحید کی حقیقت پر قطعی دلیل ہے۔

خلاصہ یہ کہ انبیاء کا ہدایت خلق کے لئے مبعوث ہونا متواتر ہے اور یہ بات بھی تواتر سے ثابت ہے کہ ہر پیغمبر نے خالص توحید کی تعلیم دی اور شرک سے منع کیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ متواتر کا انکار سوائے بیوقوف معاند اور ناواقف جاہل کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

لہٰذا توحید کا انکار قطعی جہالت ہے۔اور خلاف عقل و نقل ہے۔ابھی یہی مضمون توحید اور شرک کا ابطال اگلی آیات میں مزید جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ

اور یہ لوگ یُوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) اولاد بنار کھی ہے وہ پاک ہے بلکہ (وہ فرشتے) بندے ہیں معزز۔ وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے

وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ

اور وہ اُسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور وہ بجز اُس کے جس کیلئے خداتعالیٰ کی مرضی ہو

اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْ

اور کسی کی سفارش نہیں کر سکتے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔ اور اُن میں سے جو یُوں کہے کہ میں علاوہ خدا کے معبود ہوں

اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

سو ہم اُس کو سزائے جہنم دیں گے۔ ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں

وَقَالُوا اورانہوں نے کہا	اتَّخَذَ بنالیا	الرَّحْمٰنُ اللہ	وَلَدًا ایک بیٹا	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	بَلْ بلکہ	عِبَادٌ بندے	مُّكْرَمُوْنَ معزز
لَا يَسْبِقُوْنَهٗ وہ اس سے سبقت نہیں کرتے	بِالْقَوْلِ بات میں	وَهُمْ اور وہ	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم پر	يَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں			
يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا جو	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں میں	وَ اور	مَا خَلْفَهُمْ جوانکے پیچھے	وَ اور	لَا يَشْفَعُوْنَ وہ سفارش نہیں کرتے	
اِلَّا مگر	لِمَنِ جس کیلئے	ارْتَضٰى اسکی رضا ہو	وَهُمْ اور وہ	مِّنْ خَشْيَتِهٖ اسکے خوف سے	مُشْفِقُوْنَ ڈرتے رہتے ہیں		
وَمَنْ اور جو	يَّقُلْ کہے	مِنْهُمْ ان میں سے	اِنِّيْ بیشک میں	اِلٰهٌ معبود	مِّنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	فَذٰلِكَ پس وہ شخص	
	نَجْزِيْهِ ہم اسے سزادیں گے	جَهَنَّمَ جہنم	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِي ہم سزادیتے ہیں	الظّٰلِمِيْنَ ظالم		

تفسیر وتشریح: گزشتہ سے مضمون اثباتِ توحید اور ابطال شرک کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ ایامِ جاہلیت میں عرب کے بعض قبائل فرشتوں کو (نعوذ باللہ) خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور مشرکین فرشتوں کو دو وجوہ سے معبود بناتے تھے ایک یہ کہ ان کے نزدیک وہ خدا کی اولاد تھے۔ (نعوذ باللہ) دوسرے یہ کہ وہ ان کی پرستش اور خوشامد کر کے انہیں خدا کے ہاں اپنا سفارشی بنانا چاہتے تھے۔ ان آیات میں دونوں وجوہ کی تردید کردی گئی اور بتلایا گیا کہ خدا کے شانِ رفیع کے لائق نہیں کہ وہ اپنے بیٹے اور بیٹیاں بنائے۔ اس میں نصاریٰ کا بھی رد ہوگیا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ نیز یہود کے اس فرقہ کا بھی رد ہوگیا جو حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن برگزیدہ فرشتوں کو اے مشرکین تم خدا کی اولاد بتلاتے ہو وہ اولاد نہیں ہاں اس کے معزز بندے ہیں اور باوجود انتہائی معزز اور مقرب ہونے کے ان کے ادب اور اطاعت کا حال یہ ہے کہ جب تک اللہ کی مرضی اور اجازت نہ پائیں اس کے سامنے خود آگے بڑھ کر لب نہیں ہلا سکتے اور نہ کوئی کام اس کے حکم کے بدوں کر سکتے ہیں۔ گویا کمال عبودیت اور بندگی ہی ان کا طغرائے امتیاز ہے۔ اور حق تعالیٰ کا علم ان فرشتوں کے تمام احوال ظاہری و باطنی کو محیط ہے۔ ان کی کوئی حرکت اور کوئی قول و فعل اس سے پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ وہ مقرب

بندے اسی حقیقت کو سمجھ کر ہمہ وقت اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہتے ہیں کہ کوئی حالت اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور ان کی کمال عبودیت کی یہ حالت ہے کہ حق تعالیٰ کی مرضی معلوم کئے بغیر کسی کی سفارش بھی نہیں کرتے۔ چونکہ مومنین موحدین سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لئے ان کے حق میں دنیا اور آخرت میں استغفار کرنا ان کا وظیفہ ہے۔ اور وہ حق تعالیٰ کی ہیبت سے ہمہ وقت ڈرتے اور خوف کھاتے رہتے ہیں۔ تو جب ملائکہ کی یہ حالت ہے تو ان کو معبود کیسے کہا جا سکتا ہے جیسا کہ یہ مشرکین کہتے ہیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے مشرکین جن کو تم خدا کی اولاد یا خدا بنا رہے ہو اگر بفرضِ محال ان میں سے کوئی اپنی نسبت معاذ اللہ ایسی بات کہہ گزرے تو وہی دوزخ کی سزا جو حد سے گزرنے والوں ظالموں کو ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے لامحدود اقتدار و جبروت سے وہ بھی باہر نہیں جا سکتے پھر بھلا خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

خلاصہ یہ کہ یہاں حق تعالیٰ کے صاحبِ اولاد ہونے کی تردید اور اولاد پرستوں کے عقیدہ کا استیصال فرمایا گیا۔ اور اس بات کی صراحت فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ اور فرشتے خدا کے معزز و مکرم بندے ہیں۔ جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اجازت یا خطاب نہ ہو فرشتے خود کچھ بولنے کی جرأت نہیں کرتے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک اس قدر بڑا جرم ہے کہ اگر بالفرض کسی مقرب فرشتے سے بھی سرزد ہو جائے تو وہ بھی راندۂ بارگاہ ہو جائے۔

توحید کے مزید دلائل اور قدرت کے کھلے نشان جن کو دیکھ کر اللہ کی وحدانیت کا یقین آ جائے اگلی آیات میں جاری ہیں جن کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو توحید کا کمال نصیب فرمائیں اور ہر طرح کے مخفی سے مخفی شرک سے ہمیں کامل طور پر بچائیں۔ قرآن پاک کے بتلائے ہوئے عقیدہ اور عمل ہم کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی ظاہراً و باطناً گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب میں بھی اپنی ذاتِ عالی کی معرفت کے سبب وہ خوف اور خشیت پیدا فرمائیں کہ ہم سے کسی حال میں کوئی چھوٹی یا بڑی نافرمانی سرزد نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط

کیا اُن کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین بند تھے پھر ہم نے دونوں کو (اپنی قدرت سے) کھول دیا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۰ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ

اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے۔کیا پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور ہم نے زمین میں اس لئے پہاڑ بنائے

رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱

کہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس (زمین) میں کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ لوگ منزل (مقصود) کو پہنچ جائیں۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۳۲ وَهُوَ

اور ہم نے (اپنی قدرت سے) آسمان کو ایک چھت بنایا جو محفوظ ہے۔اور یہ لوگ اس کی نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں۔اور وہ ایسا ہے

الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳

کہ اُس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے۔ہر ایک ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

اَوَ کیا	لَمْ يَرَ نہیں دیکھا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	كَفَرُوْٓا انہوں نے کفر کیا	اَنَّ کہ	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	
كَانَتَا دونوں تھے	رَتْقًا بند	فَفَتَقْنٰهُمَا پس ہم نے دونوں کو کھول دیا	وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیا	مِنَ الْمَآءِ پانی سے	كُلَّ شَيْءٍ ہر شے		
حَيٍّ زندہ	اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ کیا پس وہ ایمان نہیں لاتے	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	رَوَاسِيَ پہاڑ			
اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ کہ جھک نہ پڑے ان کے ساتھ	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے	فِيْهَا اس میں	فِجَاجًا کشادہ	سُبُلًا راستے			
لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَهْتَدُوْنَ وہ راہ پائیں	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	السَّمَآءَ آسمان	سَقْفًا ایک چھت	مَّحْفُوْظًا محفوظ		
وَهُمْ اور وہ	عَنْ سے	اٰيٰتِهَا اس کی نشانیاں	مُعْرِضُوْنَ روگردانی کرتے ہیں	وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	
الَّيْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	وَالشَّمْسَ اور سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	كُلٌّ سب	فِيْ فَلَكٍ دائرہ مدار (میں)	يَّسْبَحُوْنَ تیر رہے ہیں	

تفسیر اور تشریح: گزشتہ سے شرک کی تردید اور توحید کے ثبوت کے دلائل بیان ہوتے چلے آرہے ہیں۔اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی عام خلاقی اور ہمہ گیر قہار طاقت کا اظہار فرما کر گزشتہ مضمون کی تائید فرمائی گئی ہے تاکہ قدرت کے کھلے نشان اور محکم انتظامات کو دیکھ کر خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر یقین آجائے۔چنانچہ ان آیات میں کائنات کی پیدائش کا حال بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ اس کو دیکھ کر اس کے پیدا کرنے والے کی قدرت کا اندازہ ہو اور اس کی معرفت کا دروازہ کھلے۔ابتداء زمین و آسمان دونوں ظلمت عدم میں ایک دوسرے سے غیر متمیز پڑے تھے۔ان میں باہم کوئی امتیاز اور فرق نہ تھا۔سب کی حقیقت ایک تھی۔اللہ کی قدرت دیکھو کہ اس نے ایک ہی مادہ سے مختلف انواع کی تخلیق کی۔قدرت نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور ہر ایک کے طبقات الگ الگ بنائے۔اس پر بھی منہ بند تھے نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے روئیدگی۔حق تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے دونوں

کے منہ کھول دیئے۔اوپر سے پانی کا دہانہ کھلا۔ نیچے سے زمین کے مسام کھل گئے۔ اسی زمین سے حق تعالیٰ نے نہریں اور کانیں اور طرح طرح کے سبزے نکالے۔آسمان کو کتنے بے شمار ستاروں سے مزین کردیا جن میں سے ہر ایک کا گھر جدا اور چال جدا رکھی۔ پھر جانداروں کو پانی سے پیدا کیا یعنی عموماً جاندار چیزیں جو ہم کو نظر آتی ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ پانی سے بنائی گئیں۔ پانی ہی ان کا مادہ ہے۔ نباتات حیوانات۔ جمادات میں سے ہر ایک کو اس کے تناسب زندگی عطا کی۔ پھر زمین جو ابتداء نرم اور قرار نہ پکڑنے والی چیز تھی اور زمین پر آبادی کرنی منظور تھی۔ اس لئے زمین میں ثقل پیدا کرکے اس کو قرار دیا۔ اور پہاڑوں کو ٹھوس اور اونچی دیواروں کی طرح زمین پر گاڑ دیا۔ تاکہ ان کے وزن اور گرانی سے زمین اپنی جگہ پر قائم رہے۔ پھر ان کے درمیان چوڑے چوڑے راستہ اور درے بھی بنادیئے تاکہ ایک جگہ کے لوگ دوسری جگہ کے لوگوں سے مل سکیں۔ آسمان کو مضبوط اور محکم چھت کی طرح بے سہارے سر پر پھیلا دیا۔ جس کے ٹوٹ پھوٹ اور گرنے کا خطرہ نہیں۔ کیسی مضبوط۔ وسیع۔ محکم اور بلند چھت اتنی مدت سے بلاستون اور کھمبے کے کھڑی ہے۔ آسمان کے اندر اللہ عزوجل کی قدرت اور حکمت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ لیکن لوگ ان کی طرف سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ورنہ ہر چیز بتا رہی ہے کہ اسے کسی بڑے ماہر اور کامل صناع اور بڑی قدرت و حکمت والے کاریگر نے بنایا ہے۔ پھر اسی نے رات دن چاند سورج بنائے۔ رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں۔ اسی طرح چاند و سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں اور یہ چاند و سورج بلکہ ہر سیارہ اپنے اپنے مدار پر چکر کھا رہا ہے۔ یہ سب باتیں اللہ عزوجل کی ہستی پر دلالت کرتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں یہ بتلایا گیا کہ یہ نظام کائنات جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے کیا اس میں کہیں ایک اللہ رب العلمین کے سوا کسی اور کی بھی کاریگری اور صناعی تمہیں نظر آتی ہے؟ زمین و آسمان کی ایک ایک چیز اللہ کی ہمہ گیر قدرت بے مثال خلاقی اور بے نظیر وحدانیت کو ثابت کر رہی ہے۔ لیکن کور بصیرت انسان ان پر غور نہیں کرتا ورنہ عبرت اندوز اہلِ نظر کے لئے آسمان و زمین کی خلقت۔ شبانہ روز کی پیدائش وانقلاب۔ چاند و سورج کی حرکات اور ان کی حرکات کے آثار سب ایک صانع کی صنعت۔ اور ایک حکیم کی حکمت اور ایک قادر کی قدرتِ کاملہ کو ظاہر کررہی ہیں۔

الغرض حق تعالیٰ نے مضمونِ توحید کو نہایت پر مغز دلائل کے ساتھ یہاں بیان فرمایا اب آگے مضمون متعلق رسالت ہے۔ کفار مکہ اور معاندین اسلام اس بات کو خیال کرکے اپنے دل میں خوش ہولیتے تھے کہ بس یہ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک ہے۔ آپ کے انتقال اور وفات کے بعد یہ دین بھی ختم ہوجائے گا۔ کفار مکہ کے اس خیال خام کا رد اگلی آیات میں فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو کائنات کے ایک ایک ذرہ سے اپنی معرفت کا سبق حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں۔ اور اپنی شانِ الوہیت و ربوبیت کا یقین کامل نصیب فرمائیں۔ تاکہ ہم کو احکامِ الٰہیہ کی کامل پابندی نصیب ہو۔ یا اللہ! اپنی قدرتِ کاملہ کی ہم کو معرفتِ کاملہ عطا فرما تاکہ حقیقت توحید ہم کو نصیب ہو۔ اور ہم آپ کے مطیع اور فرمانبردار بندے بن کر زندہ رہیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب ہو۔ یا اللہ! یہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی کائنات اور مخلوقات کو آپ ہی نے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور یہ آپ ہی کی قدرت سے قائم ہیں اور اسی وقت تک قائم رہیں گے جب تک آپ کی مشیت قائم رکھنا چاہے۔ یہ دن اور رات کا نظام آپ کی قدرتِ کاملہ کی کھلی نشانی ہے۔ اور آپ کی بے نظیر وحدانیت کو ثابت کرتی ہے۔ یا اللہ! ہم آپ کی بے مثال خلاقی اور ہمہ گیر قدرت پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ مرتے دم تک ہم کو اسی ایمان پر قائم رکھیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کیلئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا۔ پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ ہر جاندار

ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

موت کا مزہ چکھے گا۔ اور ہم تم کو بُری بھلی حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں۔ اور پھر تم سب ہمارے پاس چلے آؤ گے۔

وَ اور	مَا جَعَلْنَا ہم نے نہیں کیا	لِبَشَرٍ کسی بشر کیلئے	مِنْ قَبْلِكَ آپ سے قبل	الْخُلْدَ ہمیشہ رہنا	أَفَإِنْ کیا پس اگر
مِتَّ آپ نے انتقال کرلیا	فَهُمُ پس وہ	الْخَالِدُونَ ہمیشہ رہیں گے	كُلُّ نَفْسٍ ہر جی	ذَائِقَةُ چکھنا	الْمَوْتِ موت	وَ اور
نَبْلُوكُمْ اور ہم تمہیں مبتلا کریں گے	بِالشَّرِّ برائی سے	وَالْخَيْرِ اور بھلائی	فِتْنَةً آزمائش	وَإِلَيْنَا اور ہماری ہی طرف	تُرْجَعُونَ تم لوٹ کر آؤ گے

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتداء ہی میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ کفار مکہ نے قرآن کی صداقت اور اسلام کی حقانیت سے عاجز ہو کر طرح طرح کی تہمت تراشی اور افترا پردازی سے کام لینا چاہا۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ ساحر و کاہن کہا۔ کبھی شاعر بتلایا۔ اور کبھی مجنوں و دیوانہ کا خطاب دیا مگر اسلام دن بدن بڑھتا ہی رہا۔ واضح رہے کہ اس سورۃ کا زمانہ نزول وہ وقت تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی اور آپ کے ساتھ آپ کے متبعین کو چاروں طرف سے طعن و تشنیع اور طرح طرح کی سازشوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ایک طرف سرداران قریش تھے جو آئے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ حق پر خوفناک نتائج کی دھمکیاں دیتے رہتے تھے اور ان میں سے بعض پر جوش مخالفین و معاندین بیٹھ بیٹھ کر یہ تک سوچا کرتے تھے کہ کسی طرح آپ کا نعوذ باللہ کام تمام کر دیں۔ دوسری طرف ہر وہ گھر جس کا کوئی فرد اسلام قبول کر لیتا آپ کا دشمن بن جاتا تھا۔ اور عام انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ جب انسان کسی کے بغض و عناد میں کھو جاتا ہے تو پھر اپنی زندگی کا اتنا خواہش مند نہیں رہتا جتنا اس کی موت کا آرزومند ہو جاتا ہے۔ دعوتِ حق کے معاندین کا بھی یہی حال تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے خیال سے اپنے جی خوش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رحلت کر جائیں گے تو اسلام کا زور بھی ٹوٹ جائے گا۔ یہ جس قدر دھوم دھام ہے یہ انہی کے دم سے ہے۔

منکرین کے اس خیال کے رد میں حق تعالیٰ ان آیات میں فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ کی موت کا انتظار کرتے ہیں لیکن آپ انتقال کر جائیں گے تو یہ ہمیشہ نہیں بیٹھے رہیں گے۔ موت ان کو بھی فنا کر دے گی۔ کوئی شخص پنجہ موت سے بچنے والا نہیں اور آپ کے انتقال سے اسلام کیوں نابود ہونے لگا۔ وہ آپ کی ذات سے وابستہ نہیں ہے کہ جب تک آپ کی حیات ہو تب تک اس کی ہستی ہو۔ وہ ہمیشہ رہے گا اور کبھی فنا نہیں ہوگا۔ چنانچہ حقیقت میں اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد گھٹا نہیں بلکہ روز بروز بڑھتا گیا اور تمام عالم میں پھیل گیا اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا۔ مگر انسانی تاریخ بتلاتی ہے کہ باطل کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ جب حق کی روشنی سامنے آئی اور چاروں طرف پھیل کر ظلمت کو دور کرنا شروع کیا تو باطل پرستوں کے لئے باطل کا مٹنا اور حق کا پھیلنا بڑا شاق گزرا۔ اور بس یہی تدبیر ان کی اوندھی عقل میں ہمیشہ آئی کہ حق کو دنیا سے ختم کرنے کے لئے حق کی دعوت دینے والے کو ختم کر دیا جائے، گویا ان کے زعم باطل میں نہ بانس رہے گا نہ بانسری بجے گی۔ مگر حق کی تائید اور نصرت کرنے والے قادرِ مطلق کی قدرت ہمیشہ حق اور اہل حق کے ساتھ ہوتی ہے اور حق داعی حق کی موت سے ختم نہیں ہو جاتا۔

تو یہاں آیت کے جملہ کل نفس ذائقة الموت میں بتلایا گیا کہ موت کا مزہ تو ہر نفس کو دنیا میں چکھنا ہے ایک نہ ایک دن ہر ایک کو مرنا ہے۔ دوسرے جملہ میں اس دنیا میں جس کو بھی جتنی زندگی اور زمانۂ حیات ملا ہے اس کا فلسفہ بتلایا گیا ہے کہ یہ زمانہ حیات صرف اس لئے ہے کہ اس میں برائی اور بھلائی سے تم سب کا امتحان کیا جائے یعنی اس دنیوی زندگی میں سختی و نرمی۔ تندرستی و بیماری، تنگی و فراخی مصیبت و عیش وغیرہ مختلف احوال بھیج کر تم کو جانچا جاتا ہے تاکہ کھرا کھوٹا الگ ہو جائے اور علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون سختی پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور کون شکوہ شکایت، مایوسی اور کفر ناشکری اور معصیت میں مبتلا ہوتا ہے۔ کون اچھے حالات میں متکبر ظالم۔ خدا فراموش۔ بندۂ نفس بن جاتا ہے۔ اور کون برے حالات میں پست و ذلیل اور ناجائز راستے اختیار کر لیتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ہر صاحب عقل انسان کو زندگی کے ان مختلف حالات کو حق تعالیٰ کے اس قرآنی ارشاد ونبلوكم بالشر والخير فتنة یعنی ہم شر اور خیر دونوں کے ذریعہ انسان کی آزمائش کرتے ہیں کے تحت سمجھنا چاہئے اور جو حالت بھی اسے پیش آئے اس کے امتحانی اور آزمائشی پہلو کو نگاہ میں رکھنا چاہئے اور اس سے بخیریت قرآن و سنت کے بتلائے ہوئے طریقہ اور ہدایات کے موافق گذرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ حالات اچھے آئے تو فرعون بن گئے اور حالات برے پیش آئے تو مایوس ہو گئے۔

بہادر شاہ ظفر جو شاہانِ مغلیہ کی ہندوستان میں آخری نشانی تھی انہوں نے ایک شعر میں اسی مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ انسان کو تکلیف پر صبر کرنا اتنا بھاری اور مشکل نہیں ہوتا جتنا عیش و عشرت اور آرام و راحت میں اس کے حق شکر ادا کرنے پر ثابت قدمی مشکل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں جس حال میں رکھیں اس حال کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

آگے آیت کے تیسرے جملہ میں وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ یعنی تم سب کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے فرما کر یہ جتلا دیا گیا کہ دنیا کی زندگی کے امتحان اور آزمائش کے بعد پھر قیامت کے دن سب انسان بدنی جامہ پہن کر ہمارے ہی پاس آئیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس دنیا کے امتحان میں کون کامیاب رہا اور کون ناکام۔

یا اللہ! اب ہم اس دنیا میں آ کر اس آزمائش اور امتحان میں مبتلا ہو چکے ہیں آپ ہماری مدد فرمائیں اور ہمیں کامیابی کے ساتھ اس دنیا کی زندگی سے گزار کر ایمان و اسلام کے ساتھ ساتھ اپنی بارگاہ میں حاضر ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

ایک یہ کہ ہر ذی حیات کے لئے موت لازمی ہے خواہ جلد خواہ طویل ترین مدت کے بعد۔

دوسرے انسان جب تک زندہ رہے گا اس کا امتحان برابر ہوتا رہے گا کہ کن کن حالات میں وہ ایمان و اطاعت کی طرف متوجہ رہتا ہے اور کن کن حالات میں کفر و معصیت کی طرف جھک جاتا ہے۔

تیسرے یہ کہ ہر انسان کو اللہ ہی کے حضور میں واپس جا کر اپنے اعمالِ دنیوی کی جواب دہی کرنا ہے۔

خلاصہ یہ کہ معاندین و منکرین کی خام خیالیوں کا رد فرماتے ہوئے جتلا دیا گیا کہ اصل سوال مرنے کا نہیں ہے۔ سوال تو اصل یہ ہے کہ اس زندگی کی آزمائشوں سے کون کس طرح عہدہ برآ ہوتا ہے؟ ایمان و خیر کا سرمایہ جمع کرتا ہے یا کفر و شر کا؟ تو یہ معاندین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال و موت کے خیال سے اپنا جی خوش کرتے ہیں ان کو اپنی زندگی کی خبر لینا چاہئے اور مرنے کے بعد کی زندگی کی فکر کرنا چاہئے۔ ابھی آگے بھی کفار و منکرین کی حالت عناد کا ذکر اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ 1

اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی کرنے لگتے ہیں (اور آپس میں کہتے ہیں) کہ کیا یہی ہیں جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتے ہیں۔

وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ

اور یہ لوگ رحمٰن کے ذکر پر انکار کیا کرتے ہیں۔انسان جلدی ہی کا بنا ہوا ہے۔ہم عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے دیتے ہیں۔

فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ

پس تم جلدی مت مچاؤ۔اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت آوے گا اگر تم سچے ہو۔کاش ان کافروں کو اُس وقت کی خبر ہوتی

كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾

جبکہ یہ لوگ آگ کو نہ اپنے سامنے سے روک سکیں گے اور نہ اپنے پیچھے سے اور نہ اُن کی کوئی حمایت کرے گا۔

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

بلکہ وہ آگ اُن کو ایک دم سے آلے گی سو ان کو بدحواس کردیگی پھر نہ اُس کے ہٹانے کی اُن کو قدرت ہوگی اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی۔

وَ اِذَا اور جب	رَاٰكَ تمہیں دیکھتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا	اِنْ نہیں	يَتَّخِذُوْنَكَ ٹھہراتے تمہیں	اِلَّا مگر		
هُزُوًا ایک ہنسی مذاق	اَهٰذَا کیا یہ ہے	الَّذِيْ وہ جو	يَذْكُرُ یاد کرتا ہے	اٰلِهَتَكُمْ تمہارے معبود	وَ هُمْ اور وہ	بِذِكْرِ ذکر سے	
الرَّحْمٰنِ رحمٰن اللہ	هُمْ وہ	كٰفِرُوْنَ منکر	خُلِقَ پیدا کیا گیا	الْاِنْسَانُ انسان	مِنْ سے	عَجَلٍ جلدی	
سَاُورِيْكُمْ عنقریب میں دکھاتا ہوں تمہیں	اٰيٰتِيْ اپنی نشانیاں	فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ تم جلدی نہ کرو	وَ يَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	مَتٰى کب	هٰذَا یہ		
الْوَعْدُ وعدہ	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	لَوْ يَعْلَمُ کاش وہ جان لیتے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا	حِيْنَ وہ گھڑی	
لَا يَكُفُّوْنَ وہ نہ روک سکیں گے	عَنْ سے	وُجُوْهِهِمُ اپنے چہرے	النَّارَ آگ	وَ لَا اور نہ	عَنْ سے	ظُهُوْرِهِمْ ان کی پیٹھ	وَ اور
لَا هُمْ نہ وہ	يُنْصَرُوْنَ مدد کئے جائیں گے	بَلْ بلکہ	تَاْتِيْهِمْ آئے گی ان پر	بَغْتَةً اچانک	فَتَبْهَتُهُمْ تو حیران کردے گی انہیں		
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پس نہ انہیں سکت ہوگی	رَدَّهَا اس کو لوٹانا	وَ اور	لَا هُمْ نہ انہیں	يُنْظَرُوْنَ مہلت دی جائے گی			

تفسیر و تشریح: شرک کے رَد کے سلسلہ میں گزشتہ سے کفار و مشرکین کا تذکرہ ہوتا چلا آرہا ہے۔قیام مکہ کے زمانہ میں ابوجہل وغیرہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی عناد میں مذاق شروع کردیتے اور آپ کی شان میں بے ادبی کرنے لگتے۔اسی کو یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و منکرین انجام سے بالکل بے فکر ہو کر پیغمبر علیہ السلام کی ہنسی اڑاتے ہیں اور آپ سے مذاق کرتے ہیں۔چنانچہ استہزاء اور تحقیر سے کفار کہتے کہ کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا برائی سے ذکر کرتا ہے۔اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان منکرین کو شرم نہیں آتی کہ خود حقیقی معبود کے ذکر اور اس کے نام "رحمٰن" تک سے چڑتے ہیں۔اس کی سچی کتاب کے منکر ہیں اور جھوٹے معبودوں کی برائی سن کر چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ہنسی

کے لائق تو ان کفار کی حالت ہوئی نہ کہ آپ کی۔ پھر کفار بطور استہزاء جلدی مچایا کرتے تھے کہ اگر واقعی ہم تمہارے نزدیک مستحق عذاب ہیں تو وہ عذاب فوراً کیوں نہیں لے آتے۔ اس پر حق تعالیٰ انسان کی خصلت بیان فرماتے ہیں کہ انسان بڑا جلد باز ہے۔ گویا اس کے خمیر میں جلدی پڑی ہوئی ہے اس واسطے یہ لوگ عذاب جلدی مانگتے ہیں۔ اس پر ان منکرین کو خطاب کیا جاتا ہے کہ اے منکرو تھوڑا صبر کرو عنقریب خدا اپنے قہر اور انتقام کی نشانیاں تم کو دکھلا دے گا۔ پھر جب کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت اور اس میں کفار کا ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلنا سنتے تو بطور استہزاء کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ اگر سچے ہو تو قیامت اور جہنم کو ابھی کیوں نہیں بلا لیتے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ان منکرین پر حقیقت منکشف ہو جائے اور اس ہولناک گھڑی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں تو کبھی ایسی درخواست نہ کریں۔ یہ باتیں اس وقت بے فکری میں سوجھ رہی ہیں جب وہ وقت سامنے آ جائے گا کہ آگے پیچھے ہر طرف سے آگ گھیرے ہوگی تو نہ کسی طرف سے اس کو دفع کر سکیں گے۔ نہ کہیں سے مدد پہنچے گی۔ نہ مہلت ملے گی۔ نہ پہلے سے اس کا اندازہ ہوگا۔ اس کے اچانک سامنے آ جانے سے ہوش باختہ ہو جائیں گے۔ تب پتہ چلے گا کہ جس چیز کی ہنسی کرتے تھے وہ حقیقت ثابت ہوئی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اہلِ حق کا مذاق اڑانا کافروں کا شیوہ ہے۔ اور باطل پرست طبقہ ہمیشہ سے اہلِ حق کا مذاق اڑاتا چلا آیا ہے لیکن اس کو کبھی حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہوئی انجام کار غلبہ اہلِ حق ہی کو رہا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عجلت انسان کی سرشت میں داخل ہے لیکن نیکوکار طبقہ ہدایت حاصل کرنے میں عجلت سے کام لیتا ہے اور بدکار طبقہ اسباب ضلالت کی طرف جلد جلد دوڑتا ہے۔ اور جو بے وقوف انسان اللہ کے اُخروی عذاب کو جلد مانگتا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ عذاب اس کی نظر کے سامنے نہیں ہوتا لیکن جب سامنے آ جائے گا تو پھر کسی طرح ٹالے نہیں ٹلے گا۔ ابھی مضمون انہیں کفار و منکرین کے متعلق اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر کافرانہ اور مشرکانہ خصلت و عادت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں ہم کو حق پر آخری لمحہ تک قائم رکھیں اور باطل سے ہر طرح بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے ہر طرح محفوظ رکھئے۔ اور قیامت کی رسوائیوں سے مامون فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور آپ سے پہلے جو پیغمبر ہو گذرے ہیں اُن کے ساتھ بھی تمسخر کیا گیا تھا سو جن لوگوں نے اُن سے تمسخر کیا تھا اُن پر وہ عذاب واقع ہو گیا جس کے ساتھ وہ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ

استہزاء کرتے تھے۔آپ کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو رات اور دن میں رحمٰن سے تمہاری حفاظت کرتا ہو۔بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے

رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ

روگرداں ہیں۔کیا اُن کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ اُن کی حفاظت کر لیتے ہوں۔وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے

اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ

اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی اور ان کا ساتھ دے سکتا ہے۔بلکہ ہم نے اُن کو اُن کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ اُن پر

عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

ایک عرصہ دراز گذر گیا۔کیا اُن کو یہ نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر گھٹاتے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ غالب آویں گے۔

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْىِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں۔اور یہ بہرے جس وقت ڈرائے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں۔اور اگر اُن کو آپ کے رب کے عذاب کا

نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ

ایک جھونکا بھی ذرا لگ جاوے تو یوں کہنے لگیں کہ ہائے ہماری کم بختی واقعی ہم خطاوار تھے۔اور قیامت کے روز

الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ

ہم میزانِ عدل قائم کریں گے سو کسی پر اصلا ظلم نہ ہوگا۔اور اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا

اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

تو ہم اس کو حاضر کر دیں گے۔اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

وَ اور	لَقَدِ اسْتُهْزِئَ البتہ مذاق اڑائی گئی	بِرُسُلٍ رسولوں کی	مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	فَحَاقَ آگھیرا پکڑ لیا	بِالَّذِيْنَ ان کو جنہوں نے		
سَخِرُوْا مذاق اڑایا	مِنْهُمْ ان میں سے	مَّا جو	كَانُوْا تھے	بِهٖ اس کے ساتھ	يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے تھے	قُلْ فرمادیں	مَنْ کون
يَكْلَؤُكُمْ تمہاری نگہبانی کرتا ہے	بِالَّيْلِ رات میں	وَالنَّهَارِ اور دن	مِنَ الرَّحْمٰنِ رحمٰن سے	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	عَنْ ذِكْرِ یاد سے		
رَبِّهِمْ اپنا رب	مُّعْرِضُوْنَ روگردانی کرتے ہیں	اَمْ کیا	لَهُمْ ان کیلئے	اٰلِهَةٌ کچھ معبود	تَمْنَعُهُمْ انہیں بچاتے ہیں		

مِنْ دُوْنِنَا ہمارے سوا	لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ وہ سکت نہیں رکھتے	نَصْرَ مدد	اَنْفُسِهِمْ اپنے آپ	وَ اور	لَا هُمْ نہ وہ	مِنَّا ہم سے
يُصْحَبُوْنَ وہ ساتھی پائیں گے	بَلْ بلکہ	مَتَّعْنَا ہم نے سازوسامان دیا	هٰٓؤُلَآءِ ان کو	وَاٰبَآءَهُمْ اوران کے باپ دادا	حَتّٰى یہاں تک کہ	
طَالَ دراز ہوگئی	عَلَيْهِمُ ان پر	الْعُمُرُ عمر	اَفَلَا يَرَوْنَ کیا پس وہ نہیں دیکھتے	اَنَّا نَاْتِي کہ ہم آرہے ہیں	الْاَرْضَ زمین	
نَنْقُصُهَا اس کو گھٹاتے ہوئے	مِنْ سے	اَطْرَافِهَا اس کے کنارے	اَفَهُمُ کیا پھر وہ	الْغٰلِبُوْنَ غالب آنے والے	قُلْ فرمادیں	
اِنَّمَا اسکے سوا نہیں کہ	اُنْذِرُكُمْ میں تمہیں ڈراتا ہوں	بِالْوَحْيِ وحی سے	وَ اور	لَا يَسْمَعُ نہیں سنتے ہیں	الصُّمُّ بہرے	الدُّعَآءَ پکار
اِذَا جب	مَا بھی	يُنْذَرُوْنَ انہیں ڈرایا جائے	وَلَئِنْ اوراگر	مَسَّتْهُمْ انہیں چھوئے	نَفْحَةٌ ایک لپٹ	مِنْ عَذَابِ عذاب سے
رَبِّكَ تیرا رب	لَيَقُوْلُنَّ وہ ضرور کہیں گے	يٰوَيْلَنَآ ہائے ہماری شامت	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	ظٰلِمِيْنَ ظالم	وَنَضَعُ اور ہم رکھیں گے	
الْمَوَازِيْنَ ترازو	الْقِسْطَ انصاف	لِيَوْمِ دن	الْقِيٰمَةِ قیامت	فَلَا تُظْلَمُ تو نہ ظلم کیا جائے گا	نَفْسٌ کسی شخص پر	شَيْئًا کچھ بھی
وَاِنْ اور اگر	كَانَ ہوگا	مِثْقَالَ وزن۔برابر	حَبَّةٍ ایک دانہ	مِنْ خَرْدَلٍ رائی سے۔کا	اَتَيْنَا بِهَا ہم اسے لے آئیں گے	
وَكَفٰى اور کافی	بِنَا ہم	حٰسِبِيْنَ حساب لینے والے				

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں کفار ومشرکین کے استہزاء ہنسی، مذاق اور تمسخر کا ذکر تھا جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کے ساتھ برتتے تھے۔اس پر معاندین ومنکرین کو عذابِ جہنم کی وعید سنائی گئی تھی۔اب آگے ان آیات میں پہلے حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ آپ کو جو ستایا جارہا ہے۔مذاق اڑایا جاتا ہے اور کفار آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو اس پر آپ پریشان نہ ہوں۔کافروں کی یہ پرانی عادت ہے۔اگلے نبیوں کے ساتھ بھی ان کافروں نے ایسا ہی کیا ہے بالآخر جس چیز سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے اس کی سزا نے گھیر لیا اور ان کی ہنسی ان ہی پر الٹ دی گئی اور وہ گرفتارِ عذاب ہوئے۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کافروں سے یہ پوچھئے کہ رحمٰن جل شانہٗ کے غصہ اور عذاب سے اے منکرو تمہاری حفاظت کرنے والا دوسرا کون ہے۔یہ محض اس کی رحمت واسعہ ہے کہ جو فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔لیکن ایسے رحمت والے۔حلیم، بردبار کے غصہ سے ڈرنا بھی بہت چاہئے (نعوذ باللہ من عذاب العلیم) آگے بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی حفاظت کا ان منکرین کو احساس نہیں۔عیش وتنعم اور پرامن زندگی نے پروردگار حقیقی کی یاد سے غافل کر رکھا ہے اسی لئے حق تعالیٰ عزوجل کی طرف سے جب کوئی نصیحت کی جاتی ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں کہ کہاں کی باتیں شروع کردیں۔حق تعالیٰ ان کفار ومشرکین سے سوال فرماتے ہیں کہ اے منکرو کیا اپنے فرضی معبودوں کی نسبت تمہارا خیال ہے کہ وہ تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور موقع آنے پر خدا تعالیٰ کے غضب سے بچالیں گے؟ پھر اس کا جواب بھی خود حق تعالیٰ مرحمت فرماتے ہیں کہ ان کے معبود مسکین ان کی حفاظت تو کیا کرتے وہ تو خود اپنے وجود کی بھی حفاظت نہیں کرسکتے۔اگر ان کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے یا کوئی چیز ان کے پاس سے چھین کرلے جائے تو اتنی قدرت بھی نہیں کہ مدافعانہ تحفظ کے لئے خود ہاتھ پاؤں ہلاسکیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ باوجود ایسے دلائل قاطعہ کے جو حق کو قبول نہیں کرتے تو یہ وجہ نہیں کہ دلائل میں کچھ خلل ہے بلکہ اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ پشتہا پشت سے یہ لوگ بےفکری کی زندگی گزار رہے ہیں۔کوئی جھٹکا عذابِ الٰہی کا نہیں لگا۔اس لئے مغرور ہوگئے اور غفلت کے نشہ میں چور ہوکر حق تعالیٰ کا پیغام اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحت قبول کرنے سے منہ موڑ لیا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ سرزمین عرب میں اسلام پھیلنے لگا ہے۔ اور کفر گھٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہاں کی زمین کافروں پر تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ اور زمین سے کفر کم ہوتا جا رہا ہے۔ کیا ایسے کھلے ہوئے آثار و قرائن کو دیکھ کر بھی انہیں اپنا انجام نظر نہیں آتا اور کیا اس مشاہدہ کے باوجود اس کے امیدوار ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں پر غالب آجائیں گے۔ اگر چشم عبرت ہے تو چاہئے کہ عقل سے کام لیں اور قرائن و احوال سے مستقبل کا اندازہ کریں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کے گردوپیش کی بستیاں انبیاء کی تکذیب و عداوت کی سزا میں تباہ کی جا چکی ہیں اور ہمیشہ آخر کار خدا کے وفاداروں کا مشن کامیاب رہا ہے۔ پھر سید المرسلین اور مومنین کاملین کے مقابلہ میں غالب آنے کی ان کو کیا توقع ہو سکتی ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ میرا کام وحی الٰہی کے موافق نصیحت سنا دینا اور انجام سے آگاہ کر دینا ہے۔ دل کے بہرے اگر میری پکار نہ سنیں تو میرا قصور نہیں وہ خود اپنے بہرے پن کا خمیازہ بھگتیں گے۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو بہرے بنے ہوئے ہیں۔ صرف اس وقت تک ہے کہ ذرا زور سے کھٹکھٹائے نہ جائیں۔ اگر عذاب الٰہی کی ذرا سی بھنک کان میں پڑ گئی یا خدا کے انتقام و قہر کی ادنیٰ بھاپ بھی ان کو چھو گئی تو آنکھ کان سب کھل جائیں گے۔ اس وقت بدحواس ہو کر چلائیں گے کہ بیشک ہم بڑے بھاری مجرم تھے جو ایسی کمبختی آئی۔ اور قیامت کے دن رائی کے دانہ کے برابر کسی کا عمل ہو گا وہ بھی میزان میں تلے گا۔ ادھر ادھر ضائع نہ ہو گا۔ نہ کسی پر ظلم و زیادتی کی جائے گی۔ رتی رتی کا حساب برابر کر دیا جائے گا۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہمارا حساب آخری اور فیصلہ کن ہو گا جس کے بعد کوئی دوسرا حساب نہیں۔ نہ ہم کو ساری مخلوق کا حساب لینے میں کسی مددگار کی ضرورت ہے۔

شروع سورت سے یہاں تک توحید و رسالت کا زیادہ مضمون بیان ہوا اور اس کے ضمن میں مخالفین حق اور منکرین کا آخرت میں معذب ہونا اور بعض کا دنیا میں ہلاک ہونا بیان ہوا تھا آگے بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرمائے گئے ہیں جن سے ان ہی مضامین کی تائید فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے قلوب کو غفلت و بے فکری سے محفوظ فرمائیں اور دنیا و آخرت میں اپنے عذاب سے مامون فرماویں اور دنیا میں جو کچھ ہمیں عطا فرماویں آخرت بنانے کے لئے عطا فرماویں۔ یا اللہ! قیامت میں ہمارا حساب کتاب آسان فرما۔ اور اتنا آسان فرما کہ اپنی رحمت سے بلا حساب جنت میں داخل ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ! جن کو آپ نے ہدایت سے نوازا وہ آپ پر اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی آخری کتاب قرآن کریم پر ایمان لائے یا اللہ! شکر ہے کہ ہم کو بھی آپ نے ہدایت نصیب فرمائی اور توحید کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ! مرتے دم تک ہم کو توحید پر قائم رکھئے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

اور ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ایک فیصلہ کی اور روشنی کی اور متقیوں کیلئے نصیحت کی چیز عطا فرمائی تھی۔ جو اپنے رب سے

رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ

بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ لوگ قیامت سے ڈرتے ہیں۔ اور یہ (قرآن بھی) ایک کثیر الفائدہ نصیحت (کی کتاب) ہے جس کو ہم نے نازل کیا۔

اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾

تو کیا پھر بھی اس کے منکر ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور البتہ ہم نے عطا کی	مُوْسٰى موسیٰؑ	وَهٰرُوْنَ اور ہارونؑ	الْفُرْقَانَ فرق کرنیوالی کتاب	وَضِيَآءً اور روشنی	وَذِكْرًا اور نصیحت	
لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَخْشَوْنَ وہ ڈرتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	بِالْغَيْبِ بغیر دیکھے	وَهُمْ اور وہ	مِنَ سے
السَّاعَةِ قیامت	مُشْفِقُوْنَ خوف کھاتے ہیں	وَهٰذَا اور یہ	ذِكْرٌ نصیحت	مُبٰرَكٌ بابرکت	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا	
اَفَاَنْتُمْ تو کیا تم	لَهٗ اس کے	مُنْكِرُوْنَ منکر				

تفسیر وتشریح: شروع سورت سے گزشتہ آیات تک مضمون زیادہ تر توحید ورسالت کے متعلق تھا اور اس کے ضمن میں مخالفین اور مکذبین انبیاء کا آخرت میں معذب ہونا اور بعض کا دنیا میں بھی ہلاک ہونا مذکور ہوا تھا۔ ان ہی مضامین کی تائید میں اب یہاں سے انبیاء علیہم السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے اور پے در پے سترہ انبیاء علیہم السلام یعنی حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت لوطؑ، حضرت نوحؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ذالکفلؑ، حضرت یونسؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بعض واقعات کی طرف اشارہ کئے گئے ہیں۔

یہاں ان مختلف انبیاء کرام کا تذکرہ کرنے سے دو باتوں کے بیان کا خاص طور پر مقصد معلوم ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو جائے۔ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف دیتے اور معاندانہ مخالفتیں کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار کو گویا پکڑ پکڑ کر دوزخ سے کھینچتے تھے اور وہ پتنگوں کی طرح آگ میں گرے جاتے تھے۔ اس سے سرور دو عالم۔ رحمۃ للعلمین کو روحانی تکلیف پہنچتی تھی پھر جسمانی مصائب پہنچانے سے بھی کفار حتی الوسع دریغ نہ کرتے تھے۔ سابق انبیائے کرام کا تذکرہ کر کے اس بات کی صراحت فرمادی کہ کفار کی معاندت ومخالفت صرف آپ ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ ہر زمانہ کے کافر ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں۔ ہر پیغمبر کو تکلیفیں پہنچی ہیں لیکن انہوں نے صبر وتحمل فرمایا اور آخر کار اللہ کی نصرت وتائید ان کو حاصل ہوئی۔ اس نے اپنے فضل ورحمت سے انہیں نوازا۔ ان کی دعاؤں کو قبول کیا۔ ان کی تکلیفوں کو رفع کیا۔ ان کے مخالفین کو نیچا دکھایا اور معجزانہ طریقوں پر ان کی مدد کی بالآخر ان کو فتح ہوئی اور کفار مغلوب ہوئے۔ دوسری بات منکرین انبیاء اور مخالفین اسلام کے سامنے پیش کرنا مقصود ہے کہ انبیاء کا مبعوث ہونا اور آسمانی کتابوں کا نازل ہونا اور حق وباطل کا فیصلہ کرنے کے لئے پیام الٰہی کا آنا اور صداقت کے نور کو پھیلانے کے لئے اللہ کے

نیک و صالح بندوں کا پند و نصیحت کرنا یہ کفار و مشرکین عرب ہی کے لئے مخصوص نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئے نبی نہیں۔ نہ قرآن کوئی اچنبھے کی کتاب ہے بلکہ موسیٰ ہارون، ابراہیم علیہما السلام وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے انبیاء پہلے بھی بھیجے جا چکے ہیں۔ کتابیں بھی نازل ہو چکی ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم قرآن کا انکار کرو اور اللہ کے بھیجے ہوئے نصیحت نامہ کو نہ مانو۔

ان مقاصد کے ماتحت یہاں سے انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ شروع ہوتا ہے اور سب سے پہلے حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بھی کتاب یعنی توراۃ عطا کی گئی تھی جس کی صفات یہ تھیں کہ وہ حق و باطل، ہدایت و ضلالت۔ حلال و حرام کے فیصلے چکانے والی اور جہل و غفلت کے اندھیروں میں روشنی پہنچانے والی اور خدا سے ڈرنے والوں کو نصیحت سنانے والی کتاب تھی، واضح رہے کہ قرآن کریم کی ابتداء میں بھی ہدی للمتقین فرمایا گیا ہے یعنی جو بندے خدا سے ڈرتے ہیں ان کو یہ کتاب راستہ بتلاتی ہے۔ آگے پھر ان متقین کی دو صفات بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے خدا سے غائبانہ ڈرتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ قیامت کا خوف رکھتے ہیں اس کی ہولناکیوں سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ ان کے دل میں ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں کیا صورت پیش آئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب توراۃ اور متقین کا ذکر فرما کر پھر قرآن پاک کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ اے اہل مکہ یہ ایک نصیحت کی کتاب تمہارے سامنے موجود ہے جس کا جلیل القدر۔ عظیم النفع اور کثیر الخیر ہونا توراۃ سے بھی زیادہ روشن ہے۔ تو کیا ایسی واضح اور روشن کتاب کے تم منکر ہوتے ہو جہاں انکار کی گنجائش ہی نہیں۔

یہاں قرآنِ کریم کی تعریف میں فرمایا گیا ذکر مبارک یعنی ایسا ہدایت نامہ جس پر عمل کرنے سے دین و دنیا کی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ دنیا میں بھی فلاح میسر ہوتا ہے اور آخرت کی بھی بھلائی و سعادت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بتلا کر خطاب یہاں کفار سے ہے کہ ایسے مبارک نصیحت نامہ سے تم انکار کرتے ہو۔ اور اللہ کے بھیجے ہوئے پند نامہ کو نہیں مانتے۔ اس کے بعد اگلی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تقویٰ کی صفت عطا فرمائیں تاکہ خوفِ خداوندی کے باعث ہم ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں۔ اور قرآن پاک کی جو دولت ہم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اس پر ہمیں حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اس مبارک نصیحت نامہ پر عمل پیرا ہونے کی سعادت عطا فرمائیں۔

یا اللہ! ہماری زندگی سراسر قرآن پاک کے احکام کے مطابق گزرے اور اس کی برکتوں و سعادتوں سے ہمیں پورا پورا حصہ نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝۵۱ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور ہم نے اس سے پہلے ابراہیمؑ کو خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم اُن کو خوب جانتے تھے جبکہ اُنہوں نے اپنے باپ سے

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝۵۲ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

اور اپنی برادری سے فرمایا کہ یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو۔وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو

لَهَا عٰبِدِيْنَ ۝۵۳ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۵۴ قَالُوْٓا

ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ابراہیمؑ نے کہا کہ بیشک تم اور تمہارے باپ دادا صریح غلطی میں ہو۔وہ کہنے لگے

اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝۵۵ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کہ کیا تم سچی بات ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو۔ابراہیمؑ نے فرمایا کہ نہیں (دل لگی نہیں) بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے

الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۵۶

جو تمام آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے اِن سب کو پیدا (بھی) کیا اور میں اس (دعوے) پر دلیل بھی رکھتا ہوں۔

وَ اور	لَقَدْ اٰتَيْنَا تحقیق البتہ ہم نے دی	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ	رُشْدَهٗ ہدایت یابی	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَكُنَّا اور ہم تھے	بِهٖ اسکے	
عٰلِمِيْنَ جاننے والے	اِذْ قَالَ جب اس نے کہا	لِاَبِيْهِ اپنے باپ سے	وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم	مَا هٰذِهِ کیا ہیں یہ	التَّمَاثِيْلُ مورتیاں		
الَّتِيْٓ جو کہ	اَنْتُمْ تم	لَهَا ان کیلئے	عٰكِفُوْنَ جمے بیٹھے ہو	قَالُوْا وہ بولے	وَجَدْنَا ہم نے پایا	اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا	لَهَا ان کیلئے۔کی
عٰبِدِيْنَ پوجا کرنے والے	قَالَ اس نے کہا	لَقَدْ كُنْتُمْ تحقیق تم رہے	اَنْتُمْ تم	وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا			
فِيْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	مُّبِيْنٍ صریح	قَالُوْٓا وہ بولے	اَجِئْتَنَا کیا تم لائے ہو ہمارے پاس	بِالْحَقِّ حق کو	اَمْ یا	اَنْتَ تم	مِنَ سے
اللّٰعِبِيْنَ کھیلنے والے یا دل لگی کرنیوالے	قَالَ اس نے کہا	بَلْ بلکہ	رَبُّكُمْ تمہارا رب	رَبُّ رب	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضِ اور زمین	
	الَّذِيْ وہ جس نے	فَطَرَهُنَّ انہیں پیدا کیا	وَاَنَا اور میں	عَلٰى ذٰلِكُمْ اس بات پر	مِنَ سے	الشّٰهِدِيْنَ گواہ	

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی اور صحیح راستہ دکھانے والی کتاب یعنی توریت عطا فرمائی تھی جو متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت کی کتاب تھی اور اسی طرح یہ قرآن بھی ایک کثیر الفوائد نصیحت کی کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمایا ہے۔تو اس سے منکرین کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ قرآن سے پہلے بھی آسمانی کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں لہٰذا تمہاری یہ بڑی غلطی ہے کہ تم اس قرآن کو کوئی نئی اور اوپری چیز سمجھتے ہو۔نہ یہ نئی ہے اور نہ اوپری بلکہ اس قسم کی نصیحتیں پہلے سے نازل ہوتی چلی آئی ہیں پھر کیا وجہ کہ قرآن کا انکار کیا جائے۔

حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام سے پہلے مشہور انبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام گزرے تھے اب یہاں سے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات کو کسی جگہ اختصار کے ساتھ اور کسی جگہ تفصیل کے ساتھ موقع کی مناسبت سے متعدد جگہ بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وجاہت، شخصیت، ہدایت اور امامت کا عرب کے بیشتر گروہوں کو اعتراف تھا۔ یہودی عیسائی۔ بت پرست سب ہی اپنے مذہب کو ابراہیمی مذہب کہتے۔ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کا واقعہ نقل کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے اور آپ کو شرک سے اس قدر تنفر اور بیزاری تھی کہ اپنے اقارب و برادری یہاں تک کہ باپ سے بھی علیحدہ ہو گئے تھے۔ آپ کے نزدیک غیر اللہ کی عبادت اس قدر عظیم جرم تھا کہ باوجود سخت ترین جانی و مالی مصائب برداشت کرنے کے آپ نے شرک کی طرف میلان نہ کیا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو قومیں مشرک ہیں یا شرک آمیز توحید کے قائل ہیں وہ دین ابراہیمی پر کبھی نہیں ہو سکتیں اور ان کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہاں ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شروع ہی سے حق کی بصیرت اور رشد و ہدایت عطا فرمائی تھی۔ اور وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ بت نہ سن سکتے ہیں۔ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ نفع و نقصان کا ان سے کوئی واسطہ ہے وہ صبح و شام آنکھ سے دیکھتے تھے کہ ان بے جان مورتوں کو میرا باپ اپنے ہاتھ سے بناتا اور گھڑتا رہتا ہے اور جس طرح اس کا جی چاہتا ہے ناک، کان، آنکھیں اور جسم تراش لیتا اور پھر خریدنے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے کیا یہ خدا ہو سکتے ہیں یا خدا کے مثل و ہمسر کہے جا سکتے ہیں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں پس نبوت سے سرفراز ہو کر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرف توجہ فرمائی اور قوم کو جب مورتی پوجا کرتے دیکھا تو اعتراض کیا اور فرمایا کہ ذرا ان کی اصلیت و حقیقت تو بیان کرو۔ آخر پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں خدا کس طرح بن گئیں؟ قوم کے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ اوپر سے ہمارے باپ دادا انہی کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس دلیل سے تو تمہاری حقانیت اور عقلمندی ثابت نہ ہوئی ہاں یہ ثابت ہوا کہ تمہارے باپ دادا بھی تمہاری طرح گمراہ اور بے وقوف تھے جن کی کورانہ تقلید میں تم تباہ ہو رہے ہو۔ تمام قوم کے عقیدہ کے خلاف ابراہیم علیہ السلام کی یہ گفتگو سن کر ان میں اضطراب پیدا ہو گیا اور متعجب ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے کہ کیا سچ مچ تمہارا عقیدہ اور خیال یہی ہے یا محض ہنسی اور دل لگی کرتے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا عقیدہ ہی یہ ہے اور میں پورے یقین و بصیرت سے اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میرا تمہارا سب کا رب وہی ایک خدا ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور ان کی دیکھ بھال رکھی۔ کوئی دوسرا اس کی خدائی میں شریک نہیں ہو سکتا۔

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کو ہر طرح بت پرستی کے عیوب ظاہر کر کے باز رکھنے کی سعی کر لی لیکن قوم نے دعوت اسلام کو قبول نہ کیا اور صنم پرستی اور کواکب پرستی میں اسی طرح جتلا رہی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دن جذبۂ توحید میں آکر قسم کھا کر ایک اعلان کر دیا۔ وہ اعلان کیا تھا یہ ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو رشد و ہدایت ہم کو عطا فرمائی ہے اس پر ہم کو تازیست قائم رکھیں اور توحید کی دولت سے ہمیشہ مالا مال رکھیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝۵۷ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا

اور خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کی گت بناؤں گا جب تم چلے جاؤ گے۔ تو انہوں نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بجز اُن کے ایک بڑے بت کے

لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۸ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۹

کہ شاید وہ لوگ اُس کی طرف (دریافت کرنے کیلئے) رجوع کریں۔ کہنے لگے کہ یہ ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے بڑا ہی غضب کیا۔

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝۶۰ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ

بعضوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیمؑ کر کے پکارا جاتا ہے ان بتوں کا تذکرہ کرتے سنا ہے۔ وہ لوگ بولے کہ تو اچھا اُس کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝۶۱ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۶۲ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ

تاکہ وہ لوگ گواہ ہو جاویں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے اے ابراہیمؑ۔ انہوں نے فرمایا بلکہ اُن کے

كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝۶۳

اس بڑے نے کی سو اُن (ہی) سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔

وَتَاللّٰهِ اور اللہ کی قسم	لَاَكِيْدَنَّ البتہ میں ضرور چال چلوں گا	اَصْنَامَكُمْ تمہارے بت	بَعْدَ بعد	اَنْ کہ	تُوَلُّوْا تم جاؤ گے	مُدْبِرِيْنَ پیٹھ پھیر کر		
فَجَعَلَهُمْ پس اس نے انہیں کر ڈالا	جُذٰذًا ریزہ ریزہ	اِلَّا سوائے	كَبِيْرًا ایک بڑا	لَّهُمْ ان کا	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	اِلَيْهِ اس کی طرف		
يَرْجِعُوْنَ رجوع کریں	قَالُوْا کہنے لگے	مَنْ کون۔کس	فَعَلَ کیا	هٰذَا یہ	بِاٰلِهَتِنَآ ہمارے معبودوں کے ساتھ	اِنَّهٗ بیشک وہ		
لَمِنَ البتہ۔سے	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	قَالُوْا وہ بولے	سَمِعْنَا ہم نے سنا ہے	فَتًى ایک جوان	يَّذْكُرُهُمْ وہ انکے بارے میں باتیں کرتا ہے			
يُقَالُ کہا جاتا ہے	لَهٗ اس کو	اِبْرٰهِيْمُ ابراہیم	قَالُوْا بولے	فَاْتُوْا تم لے آؤ	بِهٖ اسے	عَلٰى سامنے	اَعْيُنِ آنکھیں	النَّاسِ لوگ
لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَشْهَدُوْنَ وہ دیکھیں	قَالُوْا انہوں نے کہا	ءَاَنْتَ کیا تو	فَعَلْتَ تو نے کیا	هٰذَا یہ	بِاٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں کے ساتھ		
يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اے ابراہیم	قَالَ اس نے کہا	بَلْ بلکہ	فَعَلَهٗ اس نے کیا ہے	كَبِيْرُهُمْ ان کا بڑا	هٰذَا یہ	فَسْئَلُوْهُمْ تو اُن سے پوچھ لو		
اِنْ اگر	كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ وہ بولتے ہیں							

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بت پرست قوم کو جن میں ان کا باپ بھی شامل ہے ہر طرح سمجھایا کہ یہ مٹی، پتھر اور لکڑی وغیرہ کے بت جنہیں تم نے خود اپنے ہاتھوں سے گھڑا ہے یہ کس طرح معبود ہو سکتے ہیں اور ان کے آگے عبادت کے لئے تم سر کیوں جھکاتے ہو۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر طرح قوم کو بت پرستی سے باز رکھنے کی سعی کر لی اور ہر قسم کے پند و نصائح و دلائل و براہین کے ذریعہ یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ بت نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان جس کا ان پر مطلق اثر نہ ہوا تو جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جذبۂ توحید میں قسم کھا کر کہا کہ خدا کی قسم میں تمہاری عدم موجودگی میں ان بتوں کی گت بناؤں گا تاکہ ان کا عاجز اور درماندہ ہونا اور زیادہ مشاہدہ میں آ جائے اور تم دیکھ لو کہ واقعی

تمہارے دیوتا صرف لکڑی اور پتھروں کی مورتیاں ہیں جو گونگی بھی ہیں اور بہری بھی۔ اور اندھی بھی۔ جو اپنی آئی ہوئی مصیبت کو بھی نہیں ٹال سکتیں۔ دوسروں کو نفع نقصان پہنچانے کا تو کیا سوال۔ ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ اکیلے ہمارے مخالف کیا کارروائی کر سکتے ہیں اور تنہا ایک نوجوان ساری قوم کے معبودوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے کچھ التفات نہ کیا اور بے پروائی سے ٹال دیا۔ ایک روز کسی تہوار کے موقع پر جب قوم کے لوگ شہر سے باہر میلہ میں گئے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت خانہ میں جا کر ایک کلہاڑی سے بتوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا صرف ایک بت کو باقی رہنے دیا جو باعتبار جثہ کے یا تعظیم و تکریم کے قوم کے نزدیک سب سے بڑا تھا اور جس کلہاڑی سے توڑا تھا وہ اس بڑے بت کے گلے میں لٹکا دی تا کہ وہ لوگ جب واپس آ کر یہ صورت حال دیکھیں تو قدرتی طور پر ان کا خیال اس بڑے بت کی طرف ہو۔ جب لوگ میلے سے واپس آئے تو دیکھا ادھر سے ادھر تک سارے بت ٹوٹے پڑے ہیں صرف بڑا بت باقی ہے اور اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے۔ یہ حال دیکھ کر وہ لوگ سخت برہم ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہوا؟ اور کس نے یہ گستاخی اور بےادبی کی حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کی ہے۔ یقیناً جس نے یہ کام کیا وہ بڑا ظالم اور شریر ہے۔ (استغفر اللہ) ایسا ظالم ہمارے اندر کون ہو سکتا تھا۔ تو جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کہتے سنا تھا کہ تمہاری عدم موجودگی میں ان بتوں کی درگت بناؤں گا وہ فوراً بولے کہ یہ اس شخص کا کام ہے جس کا نام ابراہیم ہے۔ وہی ایک شخص ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتا ہے یقیناً یہ کام اسی نے کیا ہوگا۔ اس پر قوم کے لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ اس کو یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر برملا مجمع عام میں بیان لیا جائے تا کہ معاملہ کو سب لوگ دیکھ کر اور خود ان کی باتیں سن کر سب گواہ رہیں اور جو سزا ان کو قوم کی جانب سے دی جائے وہ اس کے مستحق سمجھے جائیں۔ یہ تو قوم کی غرض تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصود بھی یہی تھا کہ مجمع عام میں ان کو موقع ملے کہ مشرکین کو عاجز اور مبہوت کریں اور کھلم کھلا بتوں کی بے بسی اور بے کسی کا اظہار کر سکیں۔ چنانچہ مجمع ہوا سب چھوٹے بڑے آ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ملزم کی حیثیت سے موجود ہوئے اور آپ سے سوال ہوا کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ لغو حرکت تم نے کی ہے؟

اس پر آپ نے انہیں قائل و معقول کرنے کے لئے کہا کہ مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اس بڑے بت کی طرف اشارہ کر کے جسے آپ نے توڑا نہ تھا فرمایا کہ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس بڑے گورو گھنٹال نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے یہ کام کیا ہو؟ کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے۔ اور بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں اس لئے بہترین صورت میرے تمہارے درمیان فیصلہ کی یہ ہے کہ تم خود اپنے ان معبودوں ہی سے دریافت کرو کہ یہ ماجرا کس طرح ہوا؟ اگر یہ کچھ بول سکتے ہیں تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کر دیں گے؟ لہٰذا تم اپنے ان معبودوں ہی سے کیوں دریافت نہیں کرتے کہ تمہارا ٹکڑے اڑا دینے والا کون ہے؟

تو مقصود اس جواب سے حضرت ابراہیم کا یہ تھا کہ یہ لوگ خود بخود ہی سمجھ لیں کہ یہ پتھر کیا بولیں گے؟ اور جب وہ اتنے عاجز ہیں کہ اپنے سے بھی ضرر کو دفع نہیں کر سکتے تو لائق عبادت کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ اس پر قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا سوال جواب کیا یہ انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ

اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچنے لگے پھر کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو۔ پھر اپنے سروں کو جھکا لیا۔اے ابراہیم تم کو تو

عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا

معلوم ہی ہے کہ یہ بُت (کچھ) بولتے نہیں۔ابراہیمؑ نے فرمایا تو کیا خدا کو چھوڑ کر تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے

وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ

اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکے۔تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو۔کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو آگ میں جلا دو۔

وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾

اور اپنے معبودوں کا بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے۔ہم نے (آگ کو) حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیمؑ کے حق میں۔

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

اور ان لوگوں نے اُنکے ساتھ بُرائی کرنا چاہا تھا سو ہم نے اُن ہی لوگوں کو ناکام کر دیا۔

فَرَجَعُوْٓا پس وہ لوٹے سوچ میں پڑ گئے	اِلٰٓى طرف۔میں	اَنْفُسِهِمْ اپنے دل	فَقَالُوْٓا پھر انہوں نے کہا	اِنَّكُمْ بیشک تم	اَنْتُمُ تم ہی	الظّٰلِمُوْنَ ظالم
ثُمَّ نُكِسُوْا پھر وہ اوندھے کیے گئے	عَلٰى رُءُوْسِهِمْ اپنے سروں پر	لَقَدْ عَلِمْتَ تو خوب جانتا ہے	مَا جو	هٰٓؤُلَآءِ یہ	يَنْطِقُوْنَ بولتے ہیں	
قَالَ اس نے کہا	اَفَتَعْبُدُوْنَ کیا پھر تم پرستش کرتے ہو	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَا جو جیت	لَا يَنْفَعُكُمْ نہ تمہیں نفع پہنچا سکیں	شَيْئًا کچھ	
وَّ اور	لَا يَضُرُّكُمْ نہ نقصان پہنچا سکیں تمہیں	اُفٍّ تف	لَّكُمْ تم پر	وَلِمَا اور اس پر جسے	تَعْبُدُوْنَ پرستش کرتے ہو تم	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا
اَ کیا	فَلَا تَعْقِلُوْنَ پھر تم نہیں سمجھتے	قَالُوْا وہ کہنے لگے	حَرِّقُوْهُ تم اسے جلا ڈالو	وَانْصُرُوْٓا اور تم مدد کرو	اٰلِهَتَكُمْ اپنے معبودوں کو	اِنْ اگر
كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ تم ہو کرنا کچھ کرنا ہے	قُلْنَا ہم نے حکم دیا	يٰنَارُ كُوْنِيْ اے آگ تو ہو جا	بَرْدًا ٹھنڈی	وَّسَلٰمًا اور سلامتی	عَلٰٓى پر	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم
وَاَرَادُوْا اور انہوں نے ارادہ کیا	بِهٖ اسکے ساتھ	كَيْدًا فریب	فَجَعَلْنٰهُمُ تو ہم نے انہیں کر دیا	الْاَخْسَرِيْنَ بہت خسارہ پانیوالے (زیاں کار)		

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا صرف ایک بڑے بت کو چھوڑ دیا اور قوم والے جب بت خانہ میں آئے اور اپنے معبودوں کی یہ خستہ حالی دیکھی تو بڑے برہم ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ تو بڑا ظلم ہو گیا یہ حرکت کس نے کی ہے؟ اس پر بعض نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر شبہ ظاہر کیا کہ وہی ایک جوان ہے جس سے بتوں کی برائی کا تذکرہ سنا تھا۔غالباً یہ اسی کی حرکت ہے۔

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجمع عام میں طلب کیا گیا تا کہ لوگ شہادت دیں اور جرم ثابت ہونے پر سزا دی جائے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس سب سے بڑے بت نے جلال میں آ کر چھوٹوں کو تہ تیغ کر دیا ہو لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ان زخمی بتوں سے پوچھ لو۔یہ صاف صاف حال بتلا دیں گے۔یہاں تک

مضمون گزشتہ درس میں بیان ہوا تھا۔اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔سوچ میں پڑ گئے کہ کیا کہیں اور کیا نہ کہیں۔اس وقت دانشمند طبقہ کو اپنی غلطی اور گمراہی کا احساس بھی کچھ ہوا اور دل میں کہنے لگے کہ واقعی تم ہی ظالم ہو کہ ایسی بے جان کمزور اور بے حس مورتیوں کی عبادت کرنا حقیقتاً حماقت ہے بعض مفسرین نے ان کے اس قول کا مطلب کہ واقعی ظالم تو تم ہی ہو یہ لیا ہے کہ وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ باوجود ابراہیم کی دھمکی سننے کے یونہی لاپروائی سے بت خانہ کھلا چھوڑ کر چلے گئے اور اپنے معبودوں کی حفاظت کا کوئی سامان کر کے نہ گئے۔غرض وہ کھسیانے ہو کر سرنگوں ہوئے۔شرمندگی کے مارے آنکھ نہ ملا سکے پھر غور و فکر کر کے بات بنائی کہ تم جو ہم سے کہتے ہو کہ ان سے ہم پوچھ لیں کہ تمہیں کس نے توڑا پھوڑا ہے تو جان بوجھ کر تم ہم سے ایسی ناممکن بات کا مطالبہ کیوں کرتے ہو۔کہیں پتھر بھی بولتے ہیں۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں تو جانتا ہوں کہ پتھر کیا خاک بولیں گے لیکن تم پر بھی حقیقت واضح کرنا چاہتا ہوں کہ تم جان بوجھ کر یہ کیا نادانی کر رہے ہو کہ ان بہرے گونگے بے جان اور بے بس مورتیوں کے آگے سر جھکاتے ہو۔تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر۔یہ تو پتھر تھے ہی تمہاری سمجھ پر بھی پتھر پڑ گئے کہ جو مورتی ایک لفظ نہ بول سکے کسی اڑے وقت کام نہ آسکے۔ذرہ برابر نفع نقصان اس کے اختیار میں نہ ہو اسے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے۔کیا اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے کس قدر ظلم و جہل ہے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے اور خدائے واحد کو چھوڑ دیا جائے۔

یہ عام قاعدہ ہے کہ جب جاہل جواب نہ رکھتا ہو اور قدرت رکھتا ہو تو برسرِ پیکار آ جاتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کھری اور لاجواب باتیں سن کر قوم والے جھلا کر چلائے کہ اس نڈر اور دلیر شخص نے تو ہم پر خوب ہاتھ صاف کیا۔ادھر تو ہمارے معبودوں کی گت بنائی اور ادھر اپنی بے دھڑک لعن طعن سے ہمارے دل جلا کر خاک سیاہ کر دیئے۔چنانچہ انہوں نے اپنی دانست میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سخت سزا دینے کا مشورہ کیا۔اور سب نے متفقہ فیصلہ کر دیا کہ ان کے دیوتاؤں کی توہین اور باپ دادا کے دین کی مخالفت میں ابراہیم کو دہکتی ہوئی آگ میں جلا دینا چاہئے کیونکہ ایسے سخت مجرم کی سزا یہی ہو سکتی ہے اور دیوتاؤں کی تحقیر کا انتقام اسی طرح لیا جا سکتا ہے۔بہر حال جیسا کہ جہل و تعصب کا قاعدہ ہے وہ ظلم اور تشدد پر اتر آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ آگ میں جلا کر ختم کر دینے کا فیصلہ کیا۔چنانچہ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سزا کے لئے ایک مخصوص جگہ بنوائی۔ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے اسے پر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگائی اور کئی روز مسلسل وہ آگ دہکائی گئی۔لکھا ہے کہ روئے زمین پر اتنی بڑی آگ کبھی نہیں دیکھی گئی۔جب آگ کے شعلوں سے قرب و جوار کی اشیاء جھلسنے لگیں اور اس طرح قوم کو کامل اطمینان ہو گیا کہ اب ابراہیم کے اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تب ابراہیم علیہ السلام کو ایک گوپھن میں بٹھا کر دہکتی آگ میں پھینکنے کی تیاری ہوئی۔اس مرحلہ پر اور ایسے نازک وقت میں جب تمام مادی سہارے ختم۔دنیاوی اسباب ناپید۔حمایت و نصرت کے ظاہری اسباب مفقود، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت ایک ایسا بڑا زبردست سہارا حاصل تھا جو تمام سہاروں کا سہارا اور تمام نصرتوں کا ناصر کہا جاتا ہے اور وہ خدائے واحد ذوالجلال کا سہارا تھا۔اس نے اپنے جلیل القدر پیغمبر اور قوم کے عظیم المرتبت ہادی اور رہنما کو بے یار و مددگار نہ رہنے دیا۔اور دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہاتھ پیر باندھ کر گوپھن میں بٹھا کر آگ میں پھینکا تو ابھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوا میں راستہ ہی

میں تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کوئی حاجت اور غرض ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں حاجت اور غرض تو ہے مگر تم سے نہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ پھر جس سے ہے اسی سے کہیے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جانتا ہے اور دیکھتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا قصد کر رہے تھے تو جو فرشتہ مینہ برسانے پر تعینات ہے اس کو گمان تھا کہ اس آگ کے بجھانے کا حکم مجھے ہی ہوگا۔ وہ کان لگائے تیار تھا کہ کب خداوند ذوالجلال کا حکم ہو اور میں پانی برسا کر اس آگ کو ٹھنڈا کردوں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم کسی ذریعہ کا محتاج نہیں۔ ادھر ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جاتا ہے ادھر براہِ راست حکم خداوندی آگ ہی کو پہنچا کہ میرے خلیل پر تو سلامتی اور ٹھنڈک بن جا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ کچھ دیر کے لئے ٹھنڈی ہوگئی اور اس وقت دنیا بھر میں کوئی آگ سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسیاں جس سے باندھ کر آپ کو آگ کے شعلوں میں جھونکا گیا تھا وہ تو آگ نے جلا دیں لیکن آپ کے ایک رونگٹے کو بھی آگ نہ لگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے ہی کا حکم ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرر پہنچاتی اس لئے ارشاد ہوا۔

ینار کونی بردا وسلما علیٰ ابراھیم O

اے آگ تو ٹھنڈی اور آرام دہ ہو جا ابراہیمؑ کے حق میں یعنی ’’ایسی معتدل ٹھنڈک ہو جو جسم و جان کو خوشگوار معلوم ہونے لگے۔‘‘

چنانچہ آگ اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں سلامتی کے ساتھ سرد پڑ گئی۔ لکھا ہے کہ آپ اس آگ میں ۷ روز رہے اور ۴۰۔۵۰ دن رہنے کی روایات بھی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس زمانہ میں جو راحت اور سرور حاصل تھا ویسا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا کیا اچھا ہوتا کہ میری ساری زندگی اسی میں گزرتی۔ سبحان اللہ! قدرت کے بعد جب آگ فرو ہوئی اور کوئلے الگ کیے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے صحیح سلامت برآمد ہوئے۔ اور دشمن انکو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے سچ ہے۔

دشمن اگر قویست نگہبان قوی ترست

اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو برا چاہتے تھے وہ خود ناکامی، ذلت اور خسارہ میں پڑ گئے۔ کفار نے حق کو مغلوب کرنے اور صداقت وحقانیت کو مٹانے کے لئے جو تدبیر کی تھی وہ انہی پر لوٹ پڑی۔ حق اور نمایاں ہوگیا صداقت اور برملا واضح ہوگئی۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ اگرچہ دنیا عالمِ اسباب ہے لیکن بظاہر کبھی کبھی خلاف عادت بھی ہوجاتا ہے اور ایک چیز واقع ہوجاتی ہے لیکن بظاہر اس کے اسباب کچھ نظر نہیں آتے۔ قرآن کریم اسے یوں سمجھاتا ہے کہ اسباب پر ایک قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ پوری پوری قدرت رکھتے ہیں۔ تمام ظاہری اسباب جمع ہوجانے کے بعد بھی اللہ کا ارادہ اور حکم اصل ہے۔ اگر کسی چیز کے ہونے کا وہ حکم نہ دے تو سارے اسباب رکھے رہ جاتے ہیں اور وہ چیز نہیں ہوتی اور اگر وہ اس کے ہونے کا حکم دے دے تو بظاہر اسباب کتنے ہی غائب ہوں وہ چیز ہوجاتی ہے۔

اب اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ کا مزید جو فضل وانعام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوا اس کو ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ

اور ہم نے ابراہیمؑ کو اور لوطؑ کو ایسے ملک کی طرف بھیج کر بچالیا جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کیلئے (خیرو) برکت رکھی ہے اور ہم نے ان کو اسحٰقؑ

وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ

اور یعقوبؑ پوتا عطا کیا۔ اور ہم نے اُن سب کو نیک کیا۔ اور ہم نے ان کو مقتدا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور ہم نے اُن کے

اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا

پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا۔ اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔ اور لوطؑ کو

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَـبٰۗىِٕثَ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا

ہم نے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نے اُن کو اُس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے گندے کام کیا کرتے تھے۔ بلاشبہ وہ لوگ

قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

بڑے بدذات بدکار تھے۔ اور ہم نے لوطؑ کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔ (کیونکہ) بلاشبہ وہ بڑے نیکوں میں سے تھے۔

وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے اسے بچالیا	وَلُوْطًا اور لوطؑ	اِلَى طرف	الْاَرْضِ سرزمین	الَّتِيْ بٰرَكْنَا وہ جس میں ہم نے برکت رکھی		
فِيْهَا اس میں	لِلْعٰلَمِيْنَ جہانوں کیلئے	وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا	لَهٗ اس کو	اِسْحٰقَ اسحٰقؑ	وَيَعْقُوْبَ اور یعقوبؑ	نَافِلَةً پوتا
وَكُلًّا اور سب	جَعَلْنَا ہم نے بنایا	صٰلِحِيْنَ صالح	وَ اور	جَعَلْنٰهُمْ ہم نے انہیں بنایا	اَىِٕمَّةً امام پیشوا	يَّهْدُوْنَ وہ ہدایت دیتے تھے
بِاَمْرِنَا ہمارے حکم سے	وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی بھیجی	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	فِعْلَ الْخَيْرٰتِ نیک کام کرنا	وَ اور	اِقَامَ قائم کرنا	
الصَّلٰوةِ نماز	وَاِيْتَاۗءَ اور ادا کرنا	الزَّكٰوةِ زکوٰۃ	وَكَانُوْا اور وہ تھے	لَنَا ہمارے ہی	عٰبِدِيْنَ عبادت کرنے والے	وَلُوْطًا اور لوط
اٰتَيْنٰهُ ہم نے اسے دیا	حُكْمًا حکم	وَّعِلْمًا اور علم	وَّنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے اسے بچالیا	مِنَ الْقَرْيَةِ بستی سے	الَّتِيْ جو	
كَانَتْ تَّعْمَلُ کرتی تھی	الْخَـبٰۗىِٕثَ گندے کام	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا وہ تھے	قَوْمَ سَوْءٍ بُرے لوگ	فٰسِقِيْنَ بدکار	
وَاَدْخَلْنٰهُ اور ہم نے داخل کیا اسے	فِيْ رَحْمَتِنَا اپنی رحمت میں	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنَ سے	الصّٰلِحِيْنَ صالح نیکوکار		

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دشمنوں سے بچایا اور مخالفوں کو ان کے ارادوں میں ناکام اور ذلیل وخوار کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں آگ کو گلزار بَرْدًا وَّسَلٰمًا بنادیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہدایت کے لئے ہر طرح کے دلائل وبراہین پیش کئے مگر بدبخت قوم نے کچھ نہ سنا اور کسی طرح رشد وہدایت کو قبول نہ کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے علاوہ کوئی ایک تیسرا بھی ایمان نہ لایا تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ کسی دوسری جگہ جا کر پیغام الٰہی سنائیں اور دعوت حق پہنچائیں۔ اب غور کیجئے کہ باوجود ایسے کھلے ہوئے معجزہ کے دیکھ لینے کے کہ اتنی زبردست دہکتی ہوئی آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم نے ڈالا اور آپ اس میں صحیح سلامت

رہے پھر بھی قوم نے بت پرستی نہ چھوڑی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کہنا نہ مانا۔ اور جیسا کہ حضرت ابراہیم کے تذکرہ میں ابتدا میں ذکر ہو چکا ہے۔ قوم کی دلیل بت پرستی کی محض یہ تھی کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو بتوں کی عبادت کرتے دیکھا ہے اس لئے وہ اس رسم و رواج کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے تو یہ باپ دادا کے رسم و رواج کی اندھی تقلید کیسی زہر قاتل ہے لیکن آج بھی یہ اسی طرح کارفرما ہے جیسے پہلے رہی ہے۔ آج بھی باوجود دین اسلام اور قرآن وحدیث کی روشنی عام ہونے کے جو غیر شرعی اور ناجائز رسم و رواج باپ دادوں کے وقت سے چلے آرہے ہیں جہلا ان کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اور دلیل یہی کہ ہم باپ دادا کی ریت کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

الغرض جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھ لیا کہ قوم کسی طرح دعوت حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تو بحکم الٰہی آپ نے اپنے وطن عراق سے ملک شام کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت سارہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوطؑ نے بھی ہمراہی میں ہجرت فرمائی۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو مع حضرت لوط کے صحیح سالم ملک شام پہنچایا جس سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی برکات رکھی ہیں اور جہاں دنیا والوں کے لئے بڑی خیر و خوبی کا سامان جمع کر دیا ہے۔ ملک شام میں پہنچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اور پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اور آپ کی نسل خوب پھلی پھولی۔ بڑے بڑے انبیاء صلحاء اور اولیاء پیدا ہوئے۔ یہ سب کے سب نیک بخت نیکوکار عالم باعمل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کا مقتدا اور پیشوا بنایا کہ بحکم خدا خلق خدا کو راہِ خدا کی دعوت دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بوجہ نبی ہونے کے اپنی وحی سے ان حضرات کو سرفراز فرمایا اور جو علم و حکمت، دانش و فہم ان کو عطا کیا گیا تھا انہوں نے اس کے مطابق عمل بھی کیا۔ کسی حکم کی تعمیل کو نہیں چھوڑا چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کو نیکیاں کرنے اور خصوصاً نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس لئے وہ ان فرائض کو اچھی طرح بجالاتے اور خوب اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ شب و روز وہ اللہ کی بندگی و طاعت میں لگے رہتے تھے تو اس میں عرب کے اس وقت کے مشرکین کی طرف تعریض بھی ہے اور تنبیہ بھی کہ تم کیسے ملتِ ابراہیم کے دعویدار ہو۔ انہوں نے تو بت پرستی کو یوں مٹایا اور تم خود بت پرستی میں مشغول ہو اگر باپ دادا ہی کی تقلید کرنی ہے تو اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کرو۔

آگے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر اجمالاً فرمایا جارہا ہے جس میں صالحین و فاسقین یعنی نیکوں اور بدوں کا انجام الگ الگ ہونا ظاہر فرمایا گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور عراق کے قدیم شہر اور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی مولد ہے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت لوط کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ گزرا اسی لئے وہ اور حضرت سارہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ملت ابراہیمی کے اولین مسلم ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت فرمائی تو حضرت لوط بھی ان کے ہمراہ ترک وطن کر کے چلے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب شام سے مصر کا سفر اختیار کیا تو اس وقت بھی حضرت لوط آپ کے ساتھ تھے۔ لکھا ہے کہ مصر سے واپسی پر آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو سدوم کے شہر میں بھیج دیا۔ موجودہ اردن کی وہ جانب جہاں آج بحر میت یا بحر لوطؑ جس کو انگریزی میں Dead Sea کہتے ہیں واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں سدوم اور عامورہ کی بستیاں آباد تھیں۔ مشہور یہ ہے کہ پہلے یہ تمام حصہ جو اب سمندر نظر آتا ہے اور بحر میت یا بحر لوط یعنی Dead Sea کہلاتا ہے یہ خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے۔ سدوم کی آبادی بھی اسی مقام پر تھی۔ یہ مقام شروع سے بحر نہ تھا جب قوم لوطؑ پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا تب یہ زمین تقریباً 400 میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا جس کا نام اس وقت

1 جغرافیہ میں بحرلوط یا بحرمیت ہے۔
حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آکر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی جو ان میں موجود نہ ہو۔ دنیا کی سرکش، بداطوار اور بداخلاق اقوام کے عیوب وفواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مرد ولڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ دنیا کی قوموں میں اس وقت تک اس عمل کا قطعاً کوئی رواج نہ تھا۔ یہی بدبخت قوم تھی جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی۔ اور یہ غیر فطری اور اخلاق سوز حرکت اس قوم میں شخصی اور انفرادی حدود سے بڑھ کر قومی حیثیت اختیار کر چکی تھی اور اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور علی الاعلان فخر ومباہات کے ساتھ اس کے مرتکب ہوتے تھے۔ ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت وطہارت کی زندگی کی رغبت دلائی اور جس حسنِ خطابت، لطافت کے ساتھ جو ممکن طریقے سمجھانے کے ہوسکتے تھے ان کو سمجھایا اور نصیحت کی اور گزشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج وثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ الٹا اثر یہ ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے خاندان پر طنز کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے اور ٹھٹھا کرتے کہ یہ بڑے پاکباز ہیں تو ان کا ہماری بستی میں کیا کام۔ ان کو یہاں سے نکالو۔ اخیر میں جب حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو خدا کے عذاب اس کی پکڑ اور غضب سے ڈرایا تو اس پر بھی یہ بد نصیب قوم نہ سنبھلی اور جیسا کہ قرآن پاک میں دوسرے مواقع میں بتلایا گیا ہے قوم نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ بس یہ نصیحتیں اور عبرتیں ختم کرو۔ اگر ہمارے ان اعمال سے تمہارا خدا ناراض ہے تو وہ عذاب لاکر دکھا دو جس کا ذکر کر کے بار بار ہم کو ڈراتے ہو اگر واقعی تم اپنے قول میں سچے ہو تو بس اب ہمارا تمہارا فیصلہ ہو جانا ضروری ہے۔
حضرت لوط علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس قوم پر عذاب آکر رہے گا کیونکہ ان کی فطرت اس قدر مسخ ہو چکی ہے کہ خوف خدا کا کوئی شائبہ بھی ان کے دلوں میں باقی نہیں عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور پیغمبر کے مقابلہ پر آمادہ ہیں قوم کی ہلاکت کے یہ آثار دیکھ کر آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ غالباً آپ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح قوم کی آئندہ نسلوں کی طرف سے بھی مایوس ہو گئے تھے اور سمجھ گئے تھے کہ ان کی درستی کی بھی کوئی امید نہیں وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلیں گی۔ چنانچہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے دعا کی تھی حضرت لوط علیہ السلام نے بھی نصرتِ الٰہی سے مدد طلب کی۔ آخر عذاب الٰہی کا وقت آپہنچا۔ ابتدائے شب ہوئی تو ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام اپنے خاندان سمیت دوسری جانب سے نکل کر سدوم کی بستی سے رخصت ہو گئے اور آپ کی بیوی نے آپ کی رفاقت سے انکار کر دیا۔ اور راستہ سے لوٹ کر سدوم واپس آگئی۔ آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کر دیا پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا اور وہی ہوا جو گذشتہ قوموں کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہو چکا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والے بچا لئے گئے لیکن آپ کی بیوی عذاب سے ہلاک ہوئی۔ وہاں اس ساری بستی میں صرف یہی ایک گھرانہ ایمان والوں کا تھا۔ یہ ہے تفصیل اس اجمال کی جو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔
قوم لوط علیہ السلام کی ہلاک شدہ بستیوں کے نشانات اللہ تعالیٰ نے دنیا کی عبرت کے لئے چھوڑ دیئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک باقی تھے اور اس مشہور تجارتی شاہراہ پر واقع تھے جو حجاز سے شام جاتے ہوئے عربوں کی رہگذر تھی۔ اس وجہ سے عرب ان سے واقف تھے مشرکین عرب کو حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی نافرمانی کا حال سنا کر ڈرایا جا رہا ہے اور پیغمبر وقت کی نافرمانی کا جو انجام ہوتا ہے وہ جتلایا جا رہا ہے۔ اسی طرح اگلی آیات میں حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا حال بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَنُوحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۚ﴿۷۶﴾

اور نوحؑ کا تذکرہ کیجئے جبکہ اس سے (بھی) پہلے اُنہوں نے دُعا کی سو ہم نے اُن کی دُعا قبول کی اور اُن کو اور اُن کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی۔

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور ہم نے ایسے لوگوں سے اُن کا بدلا لیا جنہوں نے ہمارے حکموں کو جھوٹا بتایا تھا۔ بلاشبہ وہ لوگ بہت بُرے تھے اس لئے ان سب کو ہم نے غرق کر دیا۔

وَنُوْحًا اور نوح	اِذْ نَادٰى جب پکارا	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	فَاسْتَجَبْنَا تو ہم نے قبول کرلی	لَهٗ اس کی	فَنَجَّيْنٰهُ پھر ہم نے اسے نجات دی	
وَاَهْلَهٗ اور اسکے لوگ	مِنَ سے	الْكَرْبِ بے چینی	الْعَظِيْمِ بڑی	وَنَصَرْنٰهُ اور ہم نے اس کو مدد دی	مِنَ سے	الْقَوْمِ لوگ	الَّذِيْنَ جنہوں نے
كَذَّبُوْا جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا وہ تھے	قَوْمَ لوگ	سَوْءٍ بُرے	فَاَغْرَقْنٰهُمْ ہم نے غرق کردیا انہیں	اَجْمَعِيْنَ سب

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارونؑ، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب حضرت نوح علیہ السلام کا اجمالی تذکرہ فرمایا جاتا ہے جس سے کفار کو یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ انبیاء کے مخالفین دنیا میں کامیاب و کامران نہیں ہوتے۔ انجام کار تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا تحمل ہے جو کچھ مدت کے لئے آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ جب ڈھیل کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے تو مخالفت کرنے والوں کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کہیں اجمالاً کہیں تفصیلاً متعدد سورتوں میں ۴۳ جگہ فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم کے معجز نما کلام کی یہ سنت ہے کہ وہ تاریخی واقعات میں سے جب کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اپنے مقصدِ وعظ و نصیحت کے پیش نظر واقعہ کی اسی قدر جزئیات کو نقل کرتا ہے جو مقصد کے لئے اس جگہ ضروری ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی اہم تفصیلات سورۂ اعراف۔ سورۂ ہود۔ سورۂ مومن۔ سورۂ مؤمنون۔ سورۂ شعراء سورۂ قمر اور سورۂ نوح میں بیان ہوئی ہیں۔ یہاں اس سورۃ میں ان آیات میں اجمالی تذکرہ فرمایا گیا ہے جس کی قدرے تفصیل دوسرے مقامات کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان کی جاتی ہے۔

اکثر مؤرخین کے بیان کے مطابق حضرت نوحؑ کا نسب نامہ دسویں پشت میں حضرت آدم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ امام حدیث ابن عساکر نے دنیا کی مجمل تاریخ اس طرح لکھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار دو سو برس کا فاصلہ ہوا اور نوح علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ۱۱۴۲ سال کا اور حضرت ابراہیمؑ سے موسیٰ علیہ السلام تک ۵۶۵ سال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے داؤدؑ تک ۵۶۹ برس اور داؤدؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک ۱۳۵۶ سال اور حضرت عیسیٰؑ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ۶۰۰ سال کا فاصلہ گزرا ہے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ۴۲۳۲ سال کا فصل ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ ۹۵۰ برس دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا اور طوفان کے ۶۰ سال بعد تک زندہ رہے۔ اس طرح کل عمر ۱۰۵۰ سال کی ہوئی۔ آپ کا مسکن دریائے دجلہ و فرات کا دوآبہ یعنی موجودہ عراق تھا۔ حدیث شریف میں حضرت نوح علیہ السلام کے لئے اول الرسل کا لفظ آیا ہے۔ آپ دنیا میں پہلے رسول تھے۔ آپ سے پہلے نبی ہوئے ہیں اور نبی اور رسول میں فرق یہ

ہے کہ نبی ہر صاحب وحی کو کہتے ہیں لیکن رسول کے لئے صاحب وحی ہونے کے ساتھ صاحب شریعت ہونا بھی ضروری ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے یکسر نا آشنا ہو چکی تھی اور حقیقی خداوند قدوس کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے مطابق اس وقت بت پرستی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام ود۔ سواع ۔ یعوق یغوث۔ نسر تھے لوگوں نے ان کی تصاویر بنالیں تا کہ ان کے احوال وعبادت وغیرہ کی یاد تازہ رہے۔ کچھ مدت کے بعد ان صورتوں کے مجسمے تیار کر لئے حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد ان کی پرستش ہونے لگی۔ یہ بت ان ہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے بعد میں یہ بت عرب میں بھی آئے۔ سنت اللہ کے موافق ان کے رشد وہدایت کے لئے انہی میں سے ایک ہادی اور خدا کے سچے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ آپ نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور راہِ حق کی طرف پکارا لیکن قوم نے نہ مانا۔ نفرت اور حقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کیا اور جیسا کہ سورۂ مؤمنوں ۱۸ ویں پارہ میں بتلایا گیا بد بخت قوم نے آپ کی نصیحت قبول نہ کی اور وہی جواب دیا جو بعد میں آنے والی ہر گمراہ اور سرکش قوم نے اپنے پیغمبر کو دیا یعنی بولے کہ تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو۔ پھر تم ہی کو پیغمبری کے لئے یوں منتخب کیا گیا کیا خدا کے پاس فرشتے نہ تھے جو وہ نازل کر دیتا۔ تم یقیناً یہ ڈھونگ رچا کر ہم میں عظمت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ کیا ہم اپنے باپ دادا کے مسلک کو چھوڑ دیں؟ معلوم ہوتا ہے تم دیوانے ہو گئے ہو۔ غرض قوم نے آپ کی تکذیب وتحقیر کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔ ہر قسم کی تذلیل وتوہین کے طریقوں کو حضرت نوح علیہ السلام پر آزمایا حضرت نوح علیہ السلام نے انتہائی کوشش کی کہ بد بخت قوم سمجھ

جائے اور رحمتِ الٰہی کے آغوش میں آ جائے مگر جس قدر اس جانب سے تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا اور ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال کیا گیا اور آخر میں زچ ہو کر جیسا کہ سورۂ ہود میں بیان ہوا۔ کہنے لگے کہ اے نوح! بس اب یہ شب و روز کی جنگ وجدال اور روک ٹوک ختم کرو۔ بہت ہم سے جھگڑا کیا۔ اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو وہ فوراً لے آؤ۔ بہر حال جب قوم کی ہدایت سے حضرت نوح علیہ السلام بالکل مایوس ہو گئے اور آپ نے قرآنی تصریح کے مطابق ساڑھے نو سو سال کی پیہم دعوت وتبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہ دیکھا تو سخت ملول اور پریشان خاطر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں یہ دعا فرمائی جیسا کہ سورۂ نوح میں آیا ہے کہ اے پروردگار تو کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ چھوڑ۔ اگر آپ ان کو یونہی چھوڑ دیں گے تو یہ آپ کے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کی نسل بھی انہی کی طرح نافرمان پیدا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جو ایمان لے آئے ہیں بس وہ لے آئے اب ان میں سے کوئی اور ایمان لانے والا نہیں ہے پس ان کی حرکات پر آپ غم نہ کیجئے اب ان کی سرکشی کے نتیجہ میں ان کی ہلاکت کا وقت نزدیک آ گیا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ وہ ایک کشتی تیار کریں تا کہ اسبابِ ظاہری کے اعتبار سے وہ اور مؤمنین اس عذاب سے محفوظ رہیں جو خدا کے نافرمانوں پر نازل ہونے والا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب حکمِ ربانی کے مطابق کشتی بنانی شروع کی تو کفار نے ہنسی اڑائی اور مذاق بنانا شروع کر دیا کہ خشک زمین پر پانی سے بچاؤ کی تدبیر ہو رہی ہے! حضرت نوح علیہ السلام فرماتے کہ آج تم ہمارے اس فعل کو احمقانہ سمجھ کر ہنس رہے ہو اور اپنی

جہالت سے بے خبر ہواب وہ وقت دور نہیں کہ جب خدا کا عذاب نازل ہوگا اور ہم تمہاری رسوائی پر ہنسیں گے۔ آخر سفینہ نوح علیہ السلام بن کر تیار ہوگیا اور حسب الارشاد حضرت نوح علیہ السلام اپنے اہل وعیال و مؤمنین کی مختصر جماعت جس کی تعداد تقریباً چالیس نفر تھی۔ اور بعض روایات میں ۸۰ کی تعداد لکھی ہے جانوروں میں سے ہر ایک کا ایک جوڑا لے کر کشتی پر سوار ہوگئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نافرمان بیٹا ''یام'' کشتی میں نہیں بیٹھا۔ آخر کار طوفان پوری تیزی کے ساتھ آ گیا، آسمان کو حکم ہوا کہ پانی برسنا شروع ہو اور زمین کے چشموں کو حکم ہوا کہ وہ پوری طرح ابل پڑیں۔ خدا کے حکم سے جب یہ سب کچھ ہوتا رہا تو کشتی بھی اس کی حفاظت میں پانی پر ایک مدت تک محفوظ تیرتی رہی تا آنکہ منکرین و معاندین غرق آب ہوگئے اور خدا تعالیٰ کے قانون جزائے اعمال کے مطابق اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔ چنانچہ یہ سرکش قوم اپنی نافرمانی کی بنا پر ڈوب کر مری اور مرنے کے بعد نذر دوزخ کردی گئی۔ غرض جب حکم الٰہی سے عذاب ختم ہوا اور پانی آہستہ آہستہ خشک ہونا شروع ہوگیا تو ساکنان کشتی نے دوسری بار امن و سلامتی کے ساتھ خدا کی سرزمین پر قدم رکھا اس بنا پر حضرت نوح علیہ السلام کا لقب ابوالبشر ثانی یا آدم ثانی یعنی انسانوں کے دوسرے باپ مشہور ہوا۔ یہ ہے اس اجمالی واقعہ کی تفصیل جو یہاں ان آیات میں بیان ہوا ہے۔

نوح علیہ السلام کی دعاء کے مطابق روئے زمین پر ایک کافر نہ بچا سب ڈبو دیئے گئے۔ آگے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اور اس پوری امت مسلمہ کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری تابعداری اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اور ہم سے جو کوتاہیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں سرزد ہوئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں اور اس پر ہماری گرفت نہ فرمادیں۔ سرکش اور نافرمان قوموں کی خصلت اور اطوار سے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو بچاویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَکُنَّا

اور داؤد اور سلیمان (علیہما السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جبکہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں۔ اسکو چر گئیں اور ہم

لِحُکْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ

اُس فیصلہ کو جو لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے۔ سو ہم نے اس فیصلہ کی سمجھ سلیمانؑ کو دیدی۔ اور یوں ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا۔ اور ہم نے

دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ ؕ وَکُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّکُمْ

داؤدؑ کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے۔ اور ہم نے اُن کو زرہ کی صنعت تم لوگوں کے واسطے سکھلائی

لِتُحْصِنَکُمْ مِّنْ بَاْسِکُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰکِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

تاکہ وہ تم کو (لڑائی میں) ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔ سو تم شکر کرو گے بھی (یا نہیں)

وَدَاوٗدَ اور داؤدؑ	وَسُلَیْمٰنَ اور سلیمانؑ	اِذْ جب	یَحْکُمٰنِ فیصلہ کر رہے تھے	فِی الْحَرْثِ کھیتی کے بارہ میں	اِذْ جب	
نَفَشَتْ رات میں چر گئیں	فِیْهِ اس میں	غَنَمُ الْقَوْمِ ایک قوم کی بکریاں	وَکُنَّا اور ہم تھے	لِحُکْمِهِمْ انکے فیصلے کے وقت		
شٰهِدِیْنَ موجود	فَفَهَّمْنٰهَا پس ہم نے اس کو فہم دی	سُلَیْمٰنَ سلیمانؑ	وَکُلًّا اور ہر ایک	اٰتَیْنَا ہم نے دیا	حُکْمًا حکم	وَعِلْمًا اور علم
وَسَخَّرْنَا اور ہم نے مسخر کر دیا	مَعَ ساتھ۔ کا	دَاوٗدَ داؤدؑ	الْجِبَالَ پہاڑ	یُسَبِّحْنَ وہ تسبیح کرتے تھے	وَالطَّیْرَ اور پرندے	وَکُنَّا اور ہم تھے
فٰعِلِیْنَ کرنے والے	وَعَلَّمْنٰهُ اور ہم نے اسے سکھائی	صَنْعَةَ صنعتکاریگری	لَبُوْسٍ ایک لباس	لَکُمْ تمہارے لئے		
لِتُحْصِنَکُمْ تاکہ وہ تمہیں بچائے	مِّنْ سے	بَاْسِکُمْ تمہاری لڑائی	فَهَلْ پس کیا	اَنْتُمْ تم	شٰکِرُوْنَ شکر کرنے والے	

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام اور ان کی نافرمان قوموں کا بیان ہوا تھا جس سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ پہلی اُمتوں نے اپنے انبیاء کو کیسی کیسی تکلیفیں دیں اور کس قدر مخالفت وسرکشی کی بالآخر نافرمانی کے وبال میں پکڑے گئے اور ہلاک کئے گئے۔ اب آگے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جس سے ایک بات تو بتلانی یہ مقصود معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم کی نسل میں ایسے جلیل القدر پیغمبر اور صاحب تخت وتاج پیدا ہوئے جن کی ظاہری شان وشوکت تمام بادشاہوں سے بڑھ کر اور دائرہ حکومت تمام سلاطین سے زیادہ وسیع تھا اور یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیکی اور خدا پرستی کا پھل تھا۔ دوسرے کفار قریش کو یہ بتلانا ہے کہ اپنی طاقت ودولت اور معمولی آسودگی پر نازاں نہ ہوں اور غرور وسرکشی سے باز آئیں۔ اس فانی دنیا پر ریجھنا اور غرور کرنا یہ کم حوصلہ اور کم ظرفوں کا کام ہے ورنہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام جیسوں کو دیکھو کہ کس قدر زبردست قوت وطاقت کے مالک تھے جن کی حکومت چرند پرند یہاں تک کہ ہوا اور جنات پر بھی تھی مگر کیسے منکسر المزاج، خدا پرست اور خداترس باانصاف اور اللہ کے فرمانبردار تھے۔ ان آیات میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ بکریوں کے ایک کھیت چر لینے کے فیصلہ سے متعلق ابتداء کی جاتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد

علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور یہ بھی نبی ہوئے ہیں۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت۔ قوت اور علم و حکمت عنایت فرمائے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بچپن ہی میں اس قدر غیر معمولی سمجھ کی باتیں کرتے تھے کہ سننے والے حیران رہ جائیں۔ یہاں اس آیت میں جس کھیتی کے جھگڑے کے فیصلہ کا بیان ہے اس کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا ایک رات کسی چرواہے کی بے خبری سے اس کی بکریاں کسی شخص کے انگور کے کھیت میں جا پڑیں بکریوں نے انگور کی کونپلیں اور پتیاں کھا ڈالیں اور خوشے خراب کر ڈالے۔ صبح کو یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا۔ صاحب باغ نے استغاثہ دائر کیا اور مدعا علیہ نے اقرار کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے نقصان کا اندازہ لگایا تو اس قدر قیمت ہوئی جتنی بکریوں کی مالیت تھی۔ اس لئے آپ نے فیصلہ کیا کہ تاوان میں کل بکریاں باغ والے کو دے دی جائیں۔ فریقین باہر آئے تو ان سے سلیمانؑ نے پوچھا کہ کیا فیصلہ ہوا ان لوگوں نے بیان کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ فریقین کے حق میں اس سے بہتر فیصلہ ہوسکتا تھا۔ یہ خبر حضرت داؤد علیہ السلام کو پہنچی۔ آپ نے حضرت سلیمان کو بلا کر پوچھا کہ اس سے بہتر اور کیا فیصلہ ہوسکتا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ بکریاں باغ والے کو عارضاً دید یجئے اور چرواہے کو کہئے کہ انگوروں کی بیلوں کی خدمت کرے اور جتنے زمانہ میں بیلیں اپنی اصلی حالت میں آجائیں اتنے زمانہ تک تمام بکریاں باغ والے کے قبضہ میں رہیں اور وہ دودھ اور اون وغیرہ سے فائدہ اٹھائے جب کھیت اصلی حالت پر آجائے تو بکریاں چرواہے کو اور کھیت اس کے مالک کے سپرد کر دیا جائے۔ اس پر فریقین راضی ہوگئے اور داؤد علیہ السلام نے بھی اس فیصلہ کو پسند فرما کر اپنے گزشتہ فیصلہ سے رجوع فرما لیا۔

یہاں آیت میں آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ باپ اور بیٹے دونوں نے جو فیصلہ شرکائے مقدمہ کے حق میں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تھا اور دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فیصلہ کرنے کی قوت اور سمجھ عطا فرمائی تھی لیکن اس معاملہ میں اصل گر کی بات اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دی کہ جس میں دونوں کی سہولت اور رعایت تھی۔ آگے حضرت داؤد علیہ السلام کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ بے انتہا خوش آواز تھے اس پر پیغمبرانہ تاثیر۔ آپ کی آواز سے انسان تو انسان پرندے اور پہاڑ بھی از خود رفتہ ہوجاتے۔ آپ جب زبور پڑھتے یا خدا کی تسبیح و تحمید کرتے تو پہاڑ اور پرند جانور بھی ہوا سے اتر کر آپ کے ساتھ تسبیح پڑھنے لگتے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اس پر تعجب نہ کرو کہ پتھر اور جانور کیسے بولتے اور تسبیح پڑھتے ہوں گے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا تھا۔ بھلا اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے یہ باتیں کیا بعید سمجھی جاسکتی ہیں۔ دوسری خصوصیت یہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو مثل موم کے نرم کر دیا تھا اسے موڑ توڑ کر لوہے کی زرہ آپ ہاتھ سے بنا لیتے۔ لوہے کو تپانے اور گرم کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے لوگ پتھروں کی زرہ بناتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ہی نے سب سے پہلے لوہے کی زرہ بنائی تو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں کڑی دار زرہ کا بننا ایک نعمت عظیم تھی جو اپنے بدن کے بچاؤ کے لئے لڑائی میں استعمال ہوتی۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے فائدہ کے لئے ہم نے داؤد علیہ السلام کے ذریعہ سے ایسی عجیب صنعت نکال دی۔ سوچو کہ تم اس قسم کی نعمتوں کا کچھ شکر ادا کرتے ہو۔

آگے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیات ذکر کی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ

اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کا زور کی ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف کو چلتی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم ہر چیز

شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ

کو جانتے ہیں اور بعضے شیطان ایسے تھے کہ سلیمانؑ کیلئے غوطہ لگاتے تھے اور وہ اَور اَور کام بھی اس کے علاوہ کیا کرتے تھے۔

ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾ ۙ

اور اُن کے سنبھالنے والے ہم تھے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ اور سلیمانؑ کیلئے	الرِّيْحَ ہوا	عَاصِفَةً تیز چلنے والی	تَجْرِيْ چلتی	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے	اِلَى طرف	الْاَرْضِ سرزمین
الَّتِيْ بٰرَكْنَا جس کو ہم نے برکت دی ہے	فِيْهَا اس میں	وَكُنَّا اور ہم ہیں	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے	عٰلِمِيْنَ جاننے والے	وَ اور	
مِنَ سے	الشَّيٰطِيْنِ شیطان	مَنْ يَّغُوْصُوْنَ جو غوطہ لگاتے تھے	لَهٗ اس کیلئے	وَيَعْمَلُوْنَ اور کرتے تھے وہ	عَمَلًا کام	
	دُوْنَ ذٰلِكَ اسکے سوا	وَكُنَّا اور ہم تھے	لَهُمْ ان کیلئے	حٰفِظِيْنَ سنبھالنے والے		

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر بھی ہوا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اس لئے آپ کا نسب بھی حضرت یعقوبؑ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر سولہ جگہ آتا ہے۔ ان میں سے چند جگہ کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر آیا ہے اور اکثر جگہ مختصر طور پر ان انعامات اور فضل وکرم کا تذکرہ ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے آپ پر اور آپ کے والد حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام میں ذہانت اور ذکاوت اور فصل مقدمات میں اصابت رائے کا کمال بچپن ہی سے ودیعت کر دیا تھا چنانچہ آپ کے بچپن کا بکریوں کے مقدمہ کا واقعہ جو گزشتہ آیات میں قرآن پاک میں کیا جا چکا ہے اس کی ایک مثال ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری شریف میں ایک دوسرا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دو عورتیں ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھیں اور دونوں کے ساتھ ان کے شیر خوار بچے بھی تھے۔ راہ میں ایک عورت کے بچہ کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا اور جو بچہ باقی رہا دونوں عورتیں اس کے لئے آپس میں جھگڑا کرنے لگیں۔ دونوں کا دعویٰ تھا کہ یہ بچہ میرا ہے اور دوسری کا بچہ بھیڑیا لے گیا۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس یہ معاملہ پہنچا تو آپ نے مقدمہ کی روئیداد سن کر بڑی کے حق میں فیصلہ دیا اس لئے کہ بظاہر بچہ بڑی کے قبضہ میں تھا اور چھوٹی اس کے قبضہ کے خلاف گواہ نہ پیش کر سکی۔ جب عورتیں واپس ہو کر حضرت سلیمان کے پاس سے گزریں تو آپ نے ان کے قضیہ کی تفصیل دریافت فرمائی اور سن کر حکم دیا کہ ایک چھری لائی جائے اور اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے ایک بڑی کو اور ایک چھوٹی کو دے دیا جائے۔ بڑی یہ سن کر خاموش رہی مگر چھوٹی یہ فیصلہ سن کر شور وغوغا کرنے لگی کہ خدارا اس بچہ کے دو ٹکڑے نہ کیجئے میں بڑی کے حق میں دستبردار ہوتی ہوں۔ اس وقت سب کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ بچہ چھوٹی کا ہے اور بڑی جھوٹا دعویٰ کرتی ہے۔ لہٰذا بچہ چھوٹی کے حوالہ کر دیا گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس جوہر کو حضرت داؤد علیہ السلام نے پہچان لیا تھا اس لئے بچپن ہی سے آپ کو امور سلطنت میں شریک کار رکھتے خصوصاً فصل مقدمات میں آپ سے ضرور مشورہ فرما لیا کرتے تھے۔ مورخین کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سن رشد کو پہنچ چکے تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و حکومت دونوں میں داؤد علیہ السلام کا جانشین بنا دیا اور اس طرح فیضانِ نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی آپ کے قبضہ میں آ گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی بعض خصوصیات اور امتیازات سے نوازا اور اپنی نعمتوں میں سے بعض ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جو آپ کی زندگی مبارک کا طغرائے امتیاز ہیں۔ علاوہ دیگر خصوصیات کے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دو خصوصیات کا اجمالاً ذکر فرمایا ہے۔ ایک تسخیر ریاح یعنی ہوا کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حکم کا تابع بنا دیا تھا۔ اس شرف کے متعلق قرآن کریم نے بتلایا کہ ہوا آپ کے حکم کے اس طرح تابع تھی کہ شدید اور تیز وتند ہونے کے باوجود آپ کے حکم سے نرم اور آہستہ روی کے باعث راحت ہو جاتی تھی اور اس نرم رفتاری کے باوجود اس کی تیز روی کا یہ عالم تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا صبح و شام کا جدا جدا سفر ایک شہسوار کی مسلسل ایک ماہ کی رفتار مسافت کے مساوی ہوتا تھا گویا تخت سلیمانی انجن اور مشین جیسے اسباب ظاہر سے بالاتر صرف خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک بہت تیز رفتار ہوائی جہاز سے بھی زیادہ تیز ہوا کے کاندھے پر اڑا چلا جاتا تھا۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے تعجب ہے کہ آج عجیب و غریب ہوائی جہازوں کے زمانہ میں بھی بہت سے زائغین اس قسم کے واقعات کا انکار کرتے ہیں۔ کیا یورپ جو کام اسٹیم اور الیکٹرک سے کر سکتا ہے خدا تعالیٰ ایک پیغمبر کی خاطر اپنی قدرت سے نہیں کر سکتا۔

دوسری خصوصیت حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ بیان فرمائی کہ ان کے زیر نگیں صرف انسان ہی نہ تھے بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع فرمان تھے۔ جنات جن میں کافر و مسلم دونوں ہوتے ہیں سب آپ کے مسخر تھے آپ کے حکم سے سمندروں میں غوطہ مار کر موتی نکال کر لاتے اور بڑے بڑے مشکل اور سخت کام انجام دیتے اور کسی طرح حکم سلیمانی سے سرتابی نہ کر سکتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایسے عظیم الشان احسانات کئے اور پھر یہاں تک فرمایا کہ اس بے انتہا دولت و ثروت کے صرف و خرچ داد و دہش اور روک کر رکھنے میں تم سے کوئی باز پرس بھی نہیں ہے مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت و حکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے امانت الٰہی سمجھ کر ایک حبہ اپنی ذات پر صرف نہیں فرماتے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح لکھا ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت داؤد علیہ السلام شاہی اور شہنشاہی کے باوجود سلطنت و مملکت کے مالیہ سے ایک حبہ بھی نہیں لیتے تھے اور اپنا اور اہل و عیال کے معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اسی کو ذریعہ معاش بناتے تھے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس وصف کو بخاری شریف کی ایک حدیث صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ سراہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بے شبہ اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت سے روزی کماتے تھے۔ غرض کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ ان کی حکومت انسانوں کے

علاوہ جنات اور حیوانات اور ہوا پر بھی تھی اور یہ سب بحکمِ خدا آپ کے تابع اور مطیع تھے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے بخاری شریف کی ایک حدیث نقل کی جاتی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا گزشتہ شب ایک سرکش جن نے اچانک یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب دن میں اس کو دیکھ سکو مگر اس وقت مجھ کو اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ۔ یہ یاد آتے ہی میں نے اس سرکش جن کو ذلیل کر کے چھوڑ دیا۔

محدثین نے اس حدیث کا مطلب یہ لکھا ہے کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کل انبیاء و رسل کے خصائص و امتیاز جمع کر دیئے تھے اس لئے تسخیر جنات پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت حاصل تھی لیکن جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس اختصاص کو اپنا طغرائے امتیاز قرار دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ کا مظاہرہ مناسب نہ سمجھا۔

ان آیات کے اخیر میں وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ فرما کر حق تعالیٰ نے جتلا دیا کہ گو وہ جن بڑے سرکش اور شریر تھے مگر ان کے سنبھالنے والے ہم تھے اس لئے وہ چوں نہیں کر سکتے تھے۔ ہم نے اپنے اقتدار کامل سے ان شیاطین یعنی کافر جنات کو سلیمانؑ کی قید میں اسطرح تھام رکھا تھا کہ جو چاہتے ان سے بیگار لیتے اور وہ کوئی ضرر سلیمانؑ کو نہیں پہنچا سکتے تھے ورنہ آدمی کی کیا بساط ہے کہ ایسی مخلوق کو اپنے قبضہ میں کر لے اور زنجیر میں جکڑ کر رکھ چھوڑے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بعض خصوصیات بیان فرما کر حق تعالیٰ اپنی قدرت و اقتدار کامل کا اظہار فرما رہے ہیں در پردہ جس سے مقصود توحید اور اپنی شانِ معبودیت کا جتلانا ہے۔ اب آگے حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کی معرفت اور یقین ہم کو بھی عطا فرمادیں۔ اور ان انبیائے کرام کے واقعات سے ہمارے دلوں میں نورِ ایمان پیدا فرمادیں۔ یا اللہ آپ کے انعامات اور احسانات جو ہم پر شب و روز بارش کی طرح برس رہے ہیں ان نعمتوں کا ہم کو قدر دان اور شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور اس حالت پر موت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! سرکش شیاطین و جنات سب آپ کی قدرت و طاقت کے آگے مسخر ہیں اور آپ کی مشیت کے خلاف چوں نہیں کر سکتے۔ یا اللہ! ہمارے دین و ایمان کی حفاظت اور ہمارے جان و مال کی حفاظت شریر جنات و انسان و شیاطین سب سے فرمائیے اور ہمیں اپنی مرضیات پر اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

اور ایوبؑ کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔ سو ہم نے اُن کی دُعا قبول کی

فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

اور اُن کو جو تکلیف تھی اُسکو دور کر دیا اور ہم نے اُن کو اُن کا کنبہ عطا فرمایا اور اُن کے ساتھ اُن کے برابر اور بھی اپنی رحمتِ خاصہ کے سبب سے اور عبادت کرنے والوں کیلئے

وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝

یادگار رہنے کے سبب سے عطا فرمائے۔

وَ اور	اَيُّوْبَ ایوبؑ	اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا	رَبَّهٗ اپنا رب	اَنِّىْ کہ میں	مَسَّنِىَ مجھے پہنچی ہے	الضُّرُّ تکلیف	وَاَنْتَ اور تو
اَرْحَمُ سب سے بڑا رحم کرنیوالا	الرّٰحِمِيْنَ رحم کرنے والے	فَاسْتَجَبْنَا تو ہم نے قبول کرلی	لَهٗ اس کی	فَكَشَفْنَا پس ہم نے کھول دی			
مَا جو	بِهٖ اس کو	مِنْ ضُرٍّ تکلیف	وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے دیئے اسے	اَهْلَهٗ اسکے گھر والے	وَمِثْلَهُمْ اور ان جیسے	مَعَهُمْ انکے ساتھ	
رَحْمَةً رحمت فرماکر	مِنْ سے	عِنْدِنَا اپنے پاس	وَذِكْرٰى اور نصیحت	لِلْعٰبِدِيْنَ عبادت کرنے والوں کیلئے			

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا اب ان کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر چار سورتوں میں آیا ہے۔ سورۂ نساء اور سورۂ انعام میں تو فقط انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں آپ کا نام مذکور ہے۔ موجودہ سورۂ انبیاء اور ۲۳ ویں پارہ میں سورۂ ص میں مجملاً تذکرہ فرمایا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ آپ پر امتحان و آزمائش کا ایک سخت وقت آیا اور بلایا و مصائب نے چہار جانب سے آپ کو گھیر لیا مگر صبر و ضبط۔ استقلال و استقامت اور صبر و شکر کے ماسوا ایک حرف شکایت زبان پر کبھی نہیں لائے۔ آخر کار خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا اور مصائب کے بادل دور کر کے فضل و عطا سے مالا مال کر دیا۔ بندگانِ خدا میں سے جس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ جس قدر تقرب حاصل ہوتا ہے اسی نسبت سے وہ بلایا اور مصائب کی بھٹی میں تپایا جاتا ہے اور جب وہ ان کے پیش آنے پر صبر و استقامت سے کام لیتا ہے تو وہی مصائب اس کے درجات تقرب کی رفعت اور بلندی کے سبب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصائب میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کا ہوتا ہے اس کے بعد صلحاء کا اور پھر حسب مراتب و درجات۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ انسان اپنے دین کے درجات کے مناسب آزمایا جاتا ہے پس اگر اس کے دین میں پختگی اور مضبوطی ہے تو وہ مصیبت کی آزمائش میں بھی دوسروں سے زیادہ ہوگا۔

مصیبت و بلا، رنج و غم اور عسرت و تنگ حالی میں رضا بقضا رہ کر صبر و استقامت پر قائم رہنا کٹھن ہے اس لئے جب کوئی خدا کا نیک بندہ شدت و سختی میں صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور صبر و شکر کا مسلسل مظاہرہ کرتا رہتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش میں آجاتی ہے اور اس پر فضل و کرم کی بارش ہونے لگتی ہے اور وہ غیر متوقع طور پر افضال و اکرام الٰہی سے

نوازا جاتا ہے اور دین ودنیا دونوں جہان کی کامرانی کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام کی مثال اس کے لئے ایک روشن شہادت ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا سلسلۂ نسب اکثر مورخین کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور آپ کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسحٰق و یعقوب علیہما السلام کے زمانہ کے درمیان ہونا بتلایا گیا ہے۔ مختصراً صحیح روایات کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح آسودہ اور خوش حال رکھا تھا۔ مویشی۔ باغات، کھیتیاں، کوٹھیاں، زمینیں۔ لونڈیاں، غلام اولاد صالح وغیرہ سب کچھ مرضی کے موافق عطا کئے تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام بڑے شکر گزار اللہ کے نبی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔ بحکم الٰہی چند ہی روز میں تمام اولاد مرگئی۔ کوئی ڈوبا۔ کوئی مکان کے نیچے دب گیا کوئی کسی مرض سے ختم ہوگیا۔ تمام جانور، گھوڑے۔ اونٹ، بھینس، گائے، بکریاں وغیرہ سب مر گئے۔ کھیتیاں اور باغات جل گئیں اور اجڑ گئیں۔ مکانات گر پڑے۔ تمام سونا چاندی تلف ہوگیا۔ لیکن حضرت ایوبؑ برابر صبر کے ساتھ شکر کرتے رہے۔ مصائب کا اس پر بھی خاتمہ نہ ہوا۔ خود بیمار پڑ گئے۔ اور سخت جسمانی اذیت و تکلیف میں مبتلا ہوگئے۔ شہر کے باہر ایک جھونپڑی میں جا کر پڑ گئے لیکن صبر و شکر سے کسی وقت اور کسی حال میں بھی غافل نہ رہے۔ آپ کے ساتھ ایک بیوی رفیق رہ گئیں جو آپ کی خدمت کرتیں اور محنت و کام کاج کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں۔ مدتوں تک آپ ان بلاؤں اور مصائب میں گرفتار رہے۔ ایک قول میں ہے کہ آپ ۱۸ برس مصائب میں مبتلا رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ تیرہ سال اور ایک روایت میں ہے کہ سات سال اور چند ماہ آپ کے مصائب کا زمانہ رہا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ لکھا ہے کہ جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی، اہل وعیال مر گئے۔ مال فنا ہوگیا۔ کوئی چیز ہاتھ میں باقی نہ رہی تو آپ ذکر خدا میں اور بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے مال دیا۔ اولاد دی اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو فارغ کر دیا۔ اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا۔ آپ کی دعاؤں میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ خدایا تو نے جب مجھے تونگر اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور و تکبر کیا۔ نہ کبھی کسی پر ظلم و ستم کیا۔ میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم و گرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادت و بندگی میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو آرام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ تیری رضامندی کی طلب میں اپنے راحت و آرام کو ترک کر دیا کرتا تھا۔

غرض کہ مدتوں آپ بلاؤں میں مبتلا رہے جب تکلیف و اذیت اور دشمنوں کے طعن و تشنیع حد سے گزر گئے بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایوب نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہوسکتی تھی تو آپ بہت بے چین اور مضطرب ہوتے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں سربسجود ہو کر دعا گو ہوئے اور مصائب کے دور ہونے کی دعا کی۔ رب کو اس طرح پکارتا تھا کہ دریائے رحمت امنڈ پڑا۔ خدائے ذوالجلال نے پھر پہلا سا مال و منال دے دیا۔ نئی اولاد بھی پہلے سے زائد ہوگئی۔ زمین سے چشمہ نکالا اس سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوگئے۔ آن کی آن میں سارا مرض جاتا رہا اور سب طرح درست ہوگئے۔ امام بخاریؒ

نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام ایک مرتبہ غسل فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں۔ ایوب علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو مٹھی بھر کر کپڑے میں رکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو پکارا۔ ایوب! کیا ہم نے تم کو دھن دولت دے کر غنی نہیں بنا دیا؟ پھر یہ کیا؟ ایوب علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار یہ صحیح اور درست ہے مگر تیری نعمتوں اور برکتوں سے کب کوئی بے پرواہ ہو سکتا ہے۔

ان آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

یہاں آیت میں ایوب علیہ السلام کو انتہائی آزمائش و تکالیف کے بعد تندرستی اولاد و اموال عطا کرنے میں دو مصلحتیں حق تعالیٰ نے بیان فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ ایوب علیہ السلام کی حالت قابل رحم ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے رحمت نازل کی۔ دوسرے یہ کہ تمام عبادت اور بندگی کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہو گئی کہ جب کسی نیک بندے پر دنیا میں سخت اور برا وقت آئے تو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کرنا اور استقلال دکھلانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنا چاہئے خواہ کتنے ہی مصائب کا ہجوم ہو اللہ سے منہ نہ موڑیں اور مرکزِ توجہ ذاتِ الٰہی ہی کو سمجھتا رہے۔ حق تعالیٰ اس پر نظر عنایت فرمائے گا۔ ان آیات اور حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ کسی حالت میں بھی خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اس لئے کہ مایوسی اور ناامیدی کفر کا شیوہ ہے۔ عیش و راحت میں تواضع و شکر اور رنج و مصیبت میں ضبط و صبر دو ایسی بیش بہا نعمتیں ہیں کہ جس کو یہ نصیب ہو جائیں وہ دین و دنیا میں کبھی ناکام نہیں رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہر حال میں اس کی رفیق رہتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مصیبت اور بلا محض گناہوں کی پاداش ہی میں وجود پذیر نہیں ہوتی بلکہ کبھی آزمائش اور امتحان بھی بن کر آتی ہے اور انبیاء و صالحین و متقین، صابرین و شاکرین کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت ہوا کرتی ہے اس لئے ہر کسی کو ابتلاء میں دیکھ کر یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کی پکڑ اور گناہوں کی سزا میں گرفتار ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ جو آج کی آیات میں آئی ہے اس کے متعلق حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب اعمالِ قرآنی میں لکھا ہے کہ یہ دعا بلا، مصیبت اور تکلیف کے وقت ورد کرے تو انشاءاللہ تعالیٰ نجات ہوگی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ راحت و آرام میں ہم کو تواضع و شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور رنج و غم میں تحمل و ضبط و صبر کی توفیق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہر حال میں آپ اپنا صابر۔ شاکر و ذاکر بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپکی نصرت و حمایت و عنایت و کرم و توجہ ہر آن ہمارے ساتھ ہو۔ اے اللہ! ہم ضعیف و کمزور ہیں ہم کسی آزمائش وابتلا کے لائق نہیں، یا اللہ اپنی رحمت کرم و فضل سے ہماری ہر مشکل کو آسان فرما دیجئے۔ یا اللہ امت مسلمہ پر اس وقت جہاں جہاں مصائب کے بادل چھائے ہوئے ہیں ان پر رحم و کرم کی نظر فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ

اور اسمٰعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجئے۔ سب ثابت قدم رہنے والے بندوں میں سے تھے۔ اور ہم نے اُن کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا تھا۔

اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

بے شک یہ کمال صلاحیت والوں میں تھے۔

وَاِسْمٰعِيْلَ اور اسمٰعیل	وَاِدْرِيْسَ اور ادریس	وَذَا الْكِفْلِ اور ذوالکفل	كُلٌّ یہ سب	مِّنَ سے	الصّٰبِرِيْنَ صبر کرنے والے
وَ اور	اَدْخَلْنٰهُمْ ہم نے داخل کیا انہیں	فِيْ رَحْمَتِنَا اپنی رحمت میں	اِنَّهُمْ بیشک وہ	مِّنَ سے	الصّٰلِحِيْنَ نیکوکار

تفسیر و تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ۔ حضرت ادریسؑ اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا اجمالاً ذکر فرمایا ہے کہ ہر ایک ان میں سے صابر تھا۔ ان پر بھی دنیا میں بڑی بڑی تکلیفیں نازل ہوئیں۔ بالآخر ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا اور بلاشبہ یہ صالحین اور اللہ کے نیک بندوں میں سے تھے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور جو حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ ذکر فرمایا گیا ہے۔ نیز احادیث میں بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق طویل روایات موجود ہیں۔ صحیح روایات کے مطابق مختصر حال حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا اس طرح پر ہے کہ بحکم الٰہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور آپ کے شیرخوار بچہ اسمٰعیل کو حجاز میں جہاں آج خانہ کعبہ ہے جو اس وقت ایک چٹیل سنسان ریگستان ویران اور غیر آباد جگہ تھی جہاں پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا لا کر چھوڑ دیا۔ ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک تھیلی کھجور بھی ان کے پاس چھوڑ دیں اور منہ پھیر کر چلنے لگے۔ حضرت ہاجرہ پیچھے پیچھے یہ کہتی ہوئی چلیں کہ آپ ہم کو ایسی وادی میں چھوڑ کر کہاں چلے جہاں نہ آدمی ہے نہ آدم زاد اور نہ کوئی مونس نہ غم خوار مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش چلے جا رہے تھے۔ آخر حضرت ہاجرہ نے دریافت کیا۔ کیا خدا نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں یہ خدا کے حکم سے ہے۔ حضرت ہاجرہ نے جب یہ سنا تو کہنے لگیں۔ اگر یہ خدا کا حکم ہے تو بلاشبہ وہ ہم کو ضائع اور برباد نہیں کرے گا اور پھر واپس لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے۔ حضرت ہاجرہ چند روز تک مشکیزہ سے پانی اور تھیلی سے کھجوریں کھاتی اور اسمٰعیل کو دودھ پلاتی رہیں۔ لیکن وہ وقت بھی آ گیا کہ پانی رہا نہ کھجوریں۔ چونکہ وہ بھوکی پیاسی تھیں اس لئے دودھ بھی نہ اترتا تھا اور بچہ بھی بھوکا پیاسا رہا۔ جب حالت دگرگوں ہونے لگی اور بچہ بیتاب ہونے لگا تو حضرت ہاجرہ اسمٰعیل کو چھوڑ کر دور جا بیٹھیں تا کہ بچہ کی حالت زار اپنی آنکھ سے نہ دیکھیں۔ پھر مضطرب اور بے چین ہو کر قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ نظر آ جائے یا پانی نظر آ جائے۔ پھر بچہ کی محبت میں دوڑ کر وادی میں آ گئیں اس کے بعد دوسری جانب کی پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں۔ اور وہاں بھی جب کچھ نظر نہ آیا تو پھر تیزی سے لوٹ کر وادی میں بچہ کے پاس آ گئیں اور اس طرح سات مرتبہ کیا۔ حضرت ہاجرہؓ کی اس دوڑ دھوپ کی یادگار وہ سعی بین الصفا والمروہ ہے جو حج اور عمرہ میں لوگ کرتے ہیں۔ آخر میں جب حضرت ہاجرہ مروہ پر تھیں تو کانوں میں ایک آواز آئی۔ چونکیں اور دل میں کہنے لگیں کہ کوئی پکارتا ہے۔ کان لگایا تو پھر آواز آئی حضرت ہاجرہ کہنے لگیں اگر تم مدد کر سکتے ہو تو سامنے آؤ تمہاری آواز سن لی۔ دیکھا تو خدا کا فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ فرشتہ نے اپنا پیر یا ایڑی اس جگہ ماری جہاں آب زمزم کا کنواں ہے۔ اس جگہ سے پانی ابلنے لگا۔ حضرت ہاجرہ نے پانی کو منتشر ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے پانی کے چاروں طرف مٹی کی باڑ بنانے لگیں اور فرمایا زم زم یعنی اے پانی ٹھہر۔ اے پانی ٹھہر۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اُم اسمٰعیل پر رحم کرے اگر وہ زم زم کو اس طرح نہ روکتیں اور اس کے چار

جانب باڑ نہ لگاتیں تو وہ ایک موجزن دریا بن جاتا۔

الغرض حضرت ہاجرہ نے پانی پیا اور پھر اسمٰعیل کو دودھ پلایا۔ پھر قدرت نے اس ویران اور غیر آباد جگہ میں آبادی کا انتظام فرمایا اور حضرت اسمٰعیل یہیں رہ کر جوان ہوئے اور اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ جب خانہ کعبہ تیار ہو چکا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تین شب مسلسل خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابراہیم تم ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کرو۔ انبیاء علیہم السلام کا خواب چونکہ وحی الٰہی ہوتا ہے اس لئے فوراً تعمیل کے لئے تیار ہو گئے مگر چونکہ یہ معاملہ تنہا اپنی ذات سے وابستہ نہ تھا اس لئے خواب اور خدا کا حکم حضرت اسمٰعیل کو سنایا اور بیٹے کی مرضی معلوم کی۔ حضرت اسمٰعیل نے بلا پس و پیش فوراً اپنی جان قربان ہونے کے لئے پیش کر دی۔ چنانچہ باپ بیٹے اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے جنگل روانہ ہو گئے اور اس وقت جہاں منیٰ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل کو پیشانی کے بل لٹا کر چھری تیز کر کے ذبح کرنا شروع کیا کہ فوراً اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیمؑ تم نے اپنا خواب سچا کر دکھلایا۔ بیشک یہ بہت سخت امتحان تھا اب بیٹے کو چھوڑو اور پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلہ میں ذبح کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مینڈھے کو ذبح کیا۔ یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کے لئے ملتِ ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی ذوالحجہ کی دس۔ گیارہ۔ بارہ تاریخ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر جب ۱۳۶ سال کی ہوئی تو آپ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی اولاد اور نسل کا سلسلہ حجاز، شام، عراق، فلسطین اور مصر تک پھیل گیا تھا۔ عرب مورخین کا کہنا ہے کہ آپ اور آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ بیت اللہ کے قریب حرم کے اندر مدفون ہیں۔

یہاں آیت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر صرف دو جگہ آیا ہے ایک سورۂ مریم سولھویں پارہ میں اور ایک موجودہ سورۂ انبیاء کی اس آیت میں۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے نام و نسب اور زمانہ کے متعلق مورخین میں سخت اختلاف ہے۔ قرآن کریم نے اپنے مقصد رشد و ہدایت کے پیش نظر تاریخی بحث سے ہٹ کر صرف آپ کی نبوت اور صفات عالیہ کا ذکر فرمایا ہے اور آپ کے صبر و رضا کی تحسین فرمائی گئی ہے۔ آپ پر اللہ کی رحمتوں کے نزول کا ذکر ہے اور آپ کی پاکیزگی اور پرہیزگاری اور سیرت باصفا کی تعریف و توصیف فرمائی گئی ہے۔ آپ کے زمانہ کے متعلق علمائے محققین کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں گزرے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملنا بیان کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں علم نجوم علم حکمت، علم ریاضی، فن کتابت، ناپ تول کے آلات اور اسلحہ کا بنانا اول اول آپ نے شروع کیا۔ احادیث میں مروی ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سورۂ مریم کی آیت ورفعنه مکانا علیا اور اٹھالیا ہم نے ان کو ایک اونچے مکان پر اس کی تشریح میں بعض علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے اور وہیں آپ کی روح قبض ہوئی، اس آیت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ حضرت ذوالکفل کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا ذکر صرف دو جگہ ایک موجودہ سورۂ انبیاء اور دوسرے سورۂ ص ۲۳ ویں پارہ میں فرمایا گیا ہے۔ دونوں جگہ صرف دوسرے انبیائے کرام کے ساتھ آپ کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ امام طبریؒ نے آپ کو حضرت ایوب علیہ السلام کا بیٹا بتایا ہے اور لکھا ہے کہ کسی شخص کی ضمانت محض اللہ واسطے کر لی تھی جس کی پاداش میں ان کو کئی برس کی قید کی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ نے بھی اس روایت کو اختیار کیا ہے۔ آگے اس کے بعد حضرت یونسؑ کا قصہ ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ

اور مچھلی والے (پیغمبر) کا تذکرہ کیجئے جبکہ وہ اپنی قوم سے خفا ہو کر چل دیئے اور اُنہوں نے یہ سمجھا کہ ہم اُن پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے پس اُنہوں نے اندھیروں میں پکارا

اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ

کہ (الٰہی) آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ پاک ہیں میں بے شک قصوروار ہوں۔ سو ہم نے اُن کی دُعا قبول کی اور اُن کو اس گھٹن سے نجات دی

وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

اور ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

وَ اور	ذَا النُّوْنِ ذوالنون مچھلی والا	اِذْ جب	ذَهَبَ چلا وہ	مُغَاضِبًا غصہ میں بھر کر	فَظَنَّ پس گمان کیا اس نے	اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ کہ ہم ہرگز تنگی نہ کریں گے
عَلَيْهِ اس پر	فَنَادٰى تو اس نے پکارا	فِى الظُّلُمٰتِ اندھیروں میں	اَنْ لَّآ کہ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّآ اَنْتَ تیرے سوا	سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے
اِنِّىْ بیشک میں	كُنْتُ میں تھا	مِنَ سے	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	فَاسْتَجَبْنَا پھر ہم نے قبول کر لی	لَهٗ اس کی	وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے اسے نجات دی
	مِنَ الْغَمِّ غم سے	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	نُنْجِى ہم نجات دیتے ہیں	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	-	

تفسیر و تشریح: گزشتہ آیات میں حضرت اسمٰعیل۔ حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب ان آیات میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر چھ سورتوں میں فرمایا گیا ہے۔ سورۃ النسآء۔ سورۃ انعام۔ سورۃ یونس۔ سورۃ الصافات۔ سورۃ الانبیآء۔ سورۃ القلم ان میں سے پہلی چار سورتوں میں نام مذکور ہے اور دو آخری سورتوں میں ذوالنون اور صاحب الحوت یعنی مچھلی والا کہہ کر صفت کا اظہار کیا گیا۔ نون مچھلی کو کہتے ہیں اور حوت بھی مچھلی ہی کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ پر مچھلی کا حادثہ گزرا تھا اس لئے مچھلی والا یعنی ذالنون یا صاحب الحوت آپ کا لقب ہوا۔

قرآنی آیات کی روشنی میں حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر سرفراز فرما کر اہل نینوا جو موصل کے پاس ہے ان کی ہدایت کے لئے مامور کیا۔ یونس علیہ السلام ایک عرصہ تک ان کو تبلیغ فرماتے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر اہل نینوا نے اعلانِ حق پر کان نہ دھرا اور اپنے کفر و شرک پر جمے رہے۔ گزشتہ نافرمان قوموں کی طرح خدا کے سچے پیغمبر کی دعوتِ حق کا ٹھٹھا کرتے اور مذاق اڑاتے رہے، مسلسل اور پیہم مخالفت و معاندت سے متاثر ہو کر یونس علیہ السلام قوم سے خفا ہو گئے اور ان کو عذابِ الٰہی کی بددعا دے کر غصہ میں بھرے ہوئے ان کے درمیان سے چلے گئے۔

شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا قوم سے ناخوش ہو کر ان کے درمیان سے چلے جانا یہ ایک قسم کی ہجرت تھی کہ جب کافروں کے ایمان سے ناامید ہوئے تو ناراض ہو کر ان کے درمیان سے چلے گئے اور ان کا یہ غصہ اپنی وجہ سے نہ تھا بلکہ خدائے عزوجل کی نافرمانی کی وجہ سے تھا اور یہ غصہ اگرچہ حق اور درست تھا مگر چونکہ آپ کا بستی سے نکل جانا بدوں حکم الٰہی کے تھا اس لئے آپ کا یہ چلا جانا باعثِ عتاب ہوا کہ آپ کو اس بارہ میں وحی اور حکمِ الٰہی کا انتظار کرنا چاہئے تھا۔ الغرض جب آپ بستی سے نکل کر دریائے فرات کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی کو مسافروں سے بھرا ہوا تیار پایا۔ حضرت یونس علیہ السلام بھی کشتی میں سوار ہو گئے اور کشتی نے لنگر اٹھا دیا۔ اب کشتی چلی تو

طوفانی ہواؤں نے کشتی کو آ گھیرا۔ جب کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی کو غرق ہونے کا یقین ہونے لگا تو وہ اپنے عقیدہ کے مطابق کہنے لگے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ جب تک اس کو کشتی سے جدا نہ کیا جائے گا نجات مشکل ہے۔ یونس علیہ السلام نے یہ سنا تو آپ کو تنبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نینوا سے وحی کا انتظار کئے بغیر اس طرح چلا آنا پسند نہیں آیا اور یہ میری آزمائش کے آثار ہیں۔ یہ سوچ کر آپ نے اہل کشتی سے فرمایا۔ وہ غلام میں ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ مجھ کو کشتی سے باہر پھینک دو مگر ملاح اور اہل کشتی نے ایسا کرنے سے انکار کیا اور آپس میں طے کیا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ نکلا۔ تب مجبور ہو کر انہوں نے یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا یا یونسؑ خود دریا میں کود پڑے۔ اسی وقت خدائے تعالیٰ کے حکم سے آپ کو ایک مچھلی نے نگل لیا جس کو حکم تھا کہ صرف نگل لینے کی اجازت ہے۔ یہ تیری غذا نہیں ہیں بلکہ تیرا پیٹ ان کا قید خانہ، حفاظت خانہ یا عبادت خانہ ہے۔

یونس علیہ السلام نے جب خود کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ پایا تو درگاہِ الٰہی میں اپنی اس ندامت کا اظہار کیا کہ کیوں وہ وحی الٰہی کا انتظار کئے اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر قوم سے ناراض ہو کر نینوی سے نکل آئے اور عفوِ تقصیر کے لئے بارگاہ خداوندی میں اس طرح دعا گو ہوئے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہی یکتا ہے۔ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ بے شبہ میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں۔ میں اپنی خطا کا اعتراف کرتا ہوں کہ بیشک میں نے جلدی کی کہ تیرے حکم کا انتظار کئے بغیر بستی والوں کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے اور یہی تسبیح پڑھتے رہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کی دعا کو سنا اور قبول فرمایا مچھلی کو حکم ہوا کہ وہ یونسؑ کو اگل دے چنانچہ مچھلی نے ساحل پر یونس علیہ السلام کو اگل دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کا جسم ایسا ہو گیا تھا جیسے کہ کسی پرندہ کا پیدا شدہ بچہ، کہ جس کا جسم بے حد نرم ہوتا ہے اور اس پر پَر وغیرہ نہیں ہوتے۔ غرض یونس علیہ السلام بہت نحیف و ناتواں حالت میں خشکی پر ڈال دیئے گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آپ کے لئے ایک بیلدار درخت اگا دیا جس کے سایہ میں حضرت یونس علیہ السلام رہنے لگے۔ ادھر یونسؑ کے ساتھ تو یہ معاملہ ہوا۔ ادھر اہل نینوی کو یونس علیہ السلام کے بستی سے چلے جانے کے بعد گمان ہوا کہ نبی کی بد دعا خالی نہیں جائے گی اور انہوں نے عذاب کے کچھ آثار بھی محسوس کئے۔ اب ان کو یقین ہو گیا کہ وہ ضرور خدا کے سچے پیغمبر تھے اور اب ہماری ہلاکت یقینی ہے تب ہی تو یونس ہم سے جدا ہو گئے۔ یہ سوچ کر فوراً بادشاہ سے لے کر رعایا تک سب کے دل خوف و دہشت سے کانپ اٹھے اور حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرنے لگے تا کہ ان کی تصدیق کریں اور ان پر ایمان لائیں۔ ساتھ ہی تمام بستی والوں نے سچی توبہ کی۔ بت توڑ ڈالے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ واستغفار کرنے کے لئے آبادی سے باہر عورتوں، بچوں اور جانوروں سمیت میدان میں آ کر سب نے گریہ وزاری اور رونا چلانا شروع کیا۔ بچے اور مائیں۔ آدمی اور جانور سب شور مچار ہے تھے۔ تمام قوم نے متفقہ آواز سے یہ اقرار کیا۔ ربنا امنا بما جآء به یونس۔ پروردگار، یونس جو تیرا پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم اس کی تصدیق کرتے اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔'' آخر کار حق تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ان کو دولتِ ایمان سے نوازا اور ان کو عذاب سے محفوظ کر دیا۔ تمام گزشتہ اقوام میں سے صرف قوم حضرت یونس علیہ السلام کی ایک مثال ایسی ہے جس نے آثار عذاب دیکھ کر عذاب آنے سے قبل ایمان کو قبول کر لیا اور خدا کی درگاہ میں توبہ کر کے عذابِ الٰہی سے محفوظ ہو گئی۔

بالآخر حضرت یونس علیہ السلام کو اب دوبارہ حکم خداوندی ہوا کہ وہ نینوی جائیں اور قوم میں رہ کر ان کی رہنمائی کریں تا کہ خدا

13 کی اس قدر کثیر مخلوق ان کے فیض سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے اس حکم کا امتثال کیا اور نینویٰ میں واپس تشریف لائے۔قوم نے جب ان کو دیکھا تو بے حد مسرت اورخوشی کا اظہار کیا اور ان کی رہنمائی میں دین و دنیا کی کامرانی حاصل کرتی رہی۔ یہ ہے حضرت ذوالنون یونس علیہ السلام کے واقعہ کی ترتیب جس کا ذکر یہاں ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے مذکورہ واقعہ سے متعلق اکثر مفسرین نے ایک ضروری تنبیہ یہ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ انبیاء و مرسلین کے ساتھ عوام وخواص سے بالکل جدا رہا ہے۔جو بات عوام وخواص اور صالحین کے حق میں معمولی اور قابل نظر انداز سمجھی جاتی ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں گرفت اور مواخذہ کا باعث ہوجاتی ہے اور اس بنا پر اگر انبیاء کرام سے معمولی سی لغزش بھی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت سخت پیرایہ میں ادا کرتے ہیں تا کہ وہ یہ محسوس کریں کہ اتنے بڑے ہو کر ایسی چھوٹی سی فروگذاشت بھی کیوں کرتے ہیں۔تو چونکہ انبیاء کی شان اس قدر رفیع اور خدائے قدوس کے ہاں اس درجہ بلند ہے کہ معمولی سے معمولی لغزش بھی ان کی شان کے نامناسب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مواخذہ فرماتے ہیں، مگر ساتھ ہی حق تعالیٰ کی عنایت بھی ان کے شامل حال رہتی ہے اور وہ فوراً متنبہ ہوکر اعتراف ندامت کے ساتھ عفوِ تقصیر کے لئے دست بہ دعا ہوجاتے ہیں اور انابت اور توبہ کو وسیلہ کار بنالیتے ہیں جو بہت جلد خدائے تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوجاتی ہے اور ان کی عزت واحترام کے ازدیاد کا باعث بن جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات قرآنی اس کے شاہد ہیں۔ یہاں بھی یہی صورت ہے۔ یونس علیہ السلام چونکہ نبی تھے اور وحی الٰہی کے مخاطب رہتے تھے اس لئے بدوں انتظار وحی الٰہی قوم کو چھوڑ کر چلے جانے پر داروگیر ہوئی مگر ساتھ ہی آپ کی عظمت وشان اور رفعت مرتبہ کو قرآن پاک نے بیان فرمادیا تا کہ کسی کو مغالطہ نہ ہونے پائے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس خاص معاملہ سے کسی کج فہم کو کجروی کا موقع ہاتھ نہ آئے۔احادیث صحیحہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر خیر فرماتے ہوئے آپ کی عظمت وفضیلت کا خصوصی اظہار فرمایا۔ چنانچہ بخاری میں منقول ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) بہتر ہوں یونس علیہ السلام سے محدثین نے لکھا ہے کہ یونس علیہ السلام کا ذکر خصوصیت سے حدیث میں اس لئے فرمایا گیا کہ جو شخص یونس علیہ السلام کے واقعات کا مطالعہ کرے اس کے دل میں ان کی ذات اقدس سے متعلق کوئی تنقیص کا پہلو ہرگز پیدا نہ ہونے پائے۔لہٰذا سد ذرائع کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت یونسؑ کی عظمت وشان کو اس طرح نمایاں کرنا ضروری سمجھا۔

ان آیات میں حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کے بعد حق تعالیٰ کا یہ فرمانا **وکذلک ننجی المؤمنین**۔ اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔اسکے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ فقرہ عام اہلِ ایمان کو گناہوں سے استغفار کی رغبت دلانے کیلئے فرمایا کہ ہماری معافی یونس علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں تھی جو ایماندار لوگ ہم کو اسی طرح پکاریں گے ہم ان کو بلاؤں سے نجات دینگے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح یعنی **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین** اس دعا واستغفار کی یہ تعلیم ہے کہ پہلے توحید الٰہی بیان کرے پھر اس کی پاکی پھر گناہوں کا اعتراف، پھر مغفرت کی دعا۔احادیث میں اس دعا کی بہت فضیلت آئی ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مسلمان دعا میں یہ الفاظ کہے یعنی **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین**۔اور دعا کرے تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔اسی بناء پر امت میں اس آیت کریمہ کے ورد کا معمول رہا ہے اور شدائد ومصائب میں ہمیشہ اس کو مجرب پایا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے ورد کی توفیق اور اس کی برکت عطا فرمائیں۔آمین

اب آگے حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

اور زکریاؑ کا تذکرہ کیجئے جبکہ اُنھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! مجھکو لاوارث مت رکھیو اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں۔ سو ہم نے اُن کی دُعا قبول کرلی

وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا

اور ہم نے اُن کو یحییٰ عطا فرمایا اور اُن کی خاطر سے اُن کی بی بی کو اولاد کے قابل کردیا یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور اُمید وبیم کیساتھ

رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾

ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔ اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔

وَزَكَرِيَّا اور زکریاؑ	اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا	رَبَّهٗ اپنا رب	رَبِّ اے میرے رب	لَا تَذَرْنِيْ نہ چھوڑ مجھے	فَرْدًا اکیلا	وَاَنْتَ اور تو
خَيْرُ بہتر	الْوٰرِثِيْنَ وارث	فَاسْتَجَبْنَا پھر ہم نے قبول کرلی	لَهٗ اس کی	وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا	لَهٗ اسے	يَحْيٰى یحییٰ
وَاَصْلَحْنَا اور ہم نے درست کردیا	لَهٗ اس کیلئے	زَوْجَهٗ اس کی بیوی	اِنَّهُمْ بیشک وہ سب	كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ وہ جلدی کرتے تھے	فِي میں	
الْخَيْرٰتِ نیک کام	وَ اور	يَدْعُوْنَنَا وہ ہمیں پکارتے تھے	رَغَبًا اُمید	وَّرَهَبًا اور خوف	وَكَانُوْا اور وہ تھے	لَنَا ہمارے لئے (سامنے)
خٰشِعِيْنَ عاجزی کرنیوالے						

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اس کے بعد ان آیات میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل میں ایک جلیل القدر پیغمبر ہوئے ہیں۔ آپ کا تذکرہ قدرے تفصیلی تیسرے پارہ سورۂ آل عمران اور سولہویں پارہ سورۂ مریم میں بیان ہو چکا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ دروس میں ذکر آچکا ہے اکثر انبیاء علیہم السلام خواہ وہ بادشاہ اور صاحب حکومت ہی کیوں نہ ہوں اپنی روزی ہاتھ کی محنت سے پیدا کرتے اور کسی کے لئے بار دوش نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ زکریا علیہ السلام بھی اپنی روزی کے لئے نجاری یعنی بڑھئی کا کام کرتے تھے جیسا کہ مسلم کی ایک حدیث میں بصراحت مذکور ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زکریا علیہ السلام نجاری کرتے تھے یعنی بڑھئی کا کام۔ زکریا علیہ السلام کے کوئی اولاد نہ تھی اور آپ یہ محسوس کرتے تھے کہ اس بات کے علاوہ کہ میں اولاد کی دولت سے محروم ہوں زیادہ فکر اس امر کا ہے کہ خاندان میں کوئی اس کے اہل نہیں کہ میرے بعد بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کی خدمت انجام دے سکے پس اگر اللہ تعالیٰ میرے کوئی نیک سرشت لڑکا پیدا کر دیتا تو مجھ کو یہ اطمینان ہو جاتا کہ بنی اسرائیل کی راہنمائی کا خدمت گزار میرے بعد موجود ہے مگر چونکہ آپ کی عمر بعض قول کی بنا پرے سال اور بعض کی بنا پر ۹۰، ۹۲ یا ۱۲۰ سال ہو چکی تھی اور آپ کی بیوی بانجھ تھیں اس لئے اسباب ظاہر سے آپ مایوس تھے کہ اب اولاد ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ لیکن جب آپ نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جو آپ کے زیر کفالت تھیں بے موسم پھل دیکھے اور آپ کو معلوم ہوا کہ مریم پر یہ خدا کا فضل واحسان ہے تو آپ کے دل میں ایک جوش پیدا ہوا کہ جو ذات اقدس اس طرح مریم کو بے موسم پھل بخشتی ہے کیا وہ مجھ کو موجودہ نا امیدی کی حالت میں ثمر حیات یعنی بیٹا نہیں بخش سکتی۔ پس ظاہراً اسباب کی بنا پر مایوسی سرتاسر غلط ہے بلاشبہ جس ذات پاک نے مریم پر اپنا انعام و اکرام کیا ہے وہ ضرور ہم پر بھی فضل وکرم کرے گا۔

چنانچہ آپ نے ایک روز درگاہِ الٰہی میں تہجد کے بعد دعا کی " خدایا میں تنہا ہوں اور وارث کا محتاج۔ میں بوڑھا ہوں اور بیوی بانجھ ہے۔ ظاہری سامان سے اولاد ملنے کا کچھ نہیں لیکن تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس امانت کا بوجھ اٹھا سکے میں اس ضعف و پیری میں کیا کرسکتا ہوں جی یہ چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے اور ان کے علم و حکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالاتِ نبوت کا وارث بنے۔ نبی کی دعا اور دعا بھی صرف اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ قوم کی رشد و ہدایت کی خاطر فوراً مستجاب ہوئی اور جب زکریا علیہ السلام ہیکل میں مشغول عبادت تھے تو خدا کا فرشتہ آپ پر ظاہر ہوا اور بشارت دی کہ آپ کے بیٹا پیدا ہوگا اور آپ اس کا نام یحییٰ رکھیں۔ زکریا علیہ السلام کو یہ سن کر بے حد مسرت ہوئی اور تعجب سے دریافت کرنے لگے کہ یہ بشارت کس طرح پوری ہوگی؟ یعنی مجھ کو جوانی عطا ہوگی یا میری بیوی کا مرض بانجھ پن دور کردیا جائے گا یا کیا صورت ہوگی؟ فرشتہ نے جواب دیا میں اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ حالات کچھ بھی ہوں تمہارے بیٹا ضرور ہوگا کیونکہ خدا کا فیصلہ اٹل ہے۔ اور تمہارے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو مگر خدا کے یہاں تو مشکل نہیں۔ اس کی قدرتِ عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہستی ہی کو دیکھ لے ایک زمانہ تھا یہ کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا نام و نشان بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اس کو پردۂ عدم سے وجود میں لائے۔ پھر جو قادرِ مطلق لاشے محض کو شے بنادے کیا وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا نہیں کرسکتا۔ غرض کہ بشارت کے موافق حضرت زکریا علیہ السلام کے یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں علم و حکمت سے معمور کردیا تھا اور زہد و ورع میں ایسے بے مثال تھے۔ نہ انہوں نے شادی کی اور نہ ان کے قلب میں کبھی گناہ کا خطرہ پیدا ہوا اور اپنے والد ماجد کی طرح یہ بھی خدا کے برگزیدہ نبی بنے۔

آگے آیت میں ان حضرات کی توصیف اور بعض حالات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ سب حضرات نیکیوں کی طرف اور خدا کی فرمانبرداری کی طرف بھاگ دوڑ کرنے والے تھے۔ اللہ کی رحمت کے امیدوار اور اس کے غضب سے خوف زدہ رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی، تواضع اور انکساری کرنے والے تھے۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک خطبہ میں فرمایا لوگوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کی پوری ثنا و صفت بیان کرتے رہنے کی اور امید و خوف سے دعائیں مانگنے کی اور دعاؤں میں خشوع و خضوع کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دیکھو اللہ عزوجل نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھرانے کی یہی فضیلت بیان فرمائی ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ **انهم كانوا يسارعون في الخيرات ويدعوننا رغبا ورهبا و كانوا لنا خشعين.**

حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآنی دعا **رب لا تذرني فردا وانت خير الوارثين** کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعمالِ قرآنی میں لکھا ہے کہ جس کو اولاد سے مایوسی ہو ہر نماز کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھا کرے انشاء اللہ تعالیٰ صاحبِ اولاد ہو جائے گا۔

آگے حضرت مریم علیہا السلام اور آپ کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اپنی لامحدود قدرت کا یقین کامل ہم کو بھی نصیب فرما۔ بے شک آپ کی ذات اعلیٰ سے مایوسی اور ناامیدی کسی حال میں روا نہیں۔ آپ کی ذات کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔ ظاہری اسباب کے اعتبار سے کوئی کام کیسا ہی مشکل ہو مگر آپ کے لئے سب آسان ہے۔ آپ قادرِ مطلق ہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾

اور اُن بی بی (مریمؑ) کا تذکرہ کیجئے جنہوں نے اپنے ناموس کو بچایا پھر ہم نے اُن میں اپنی روح پھونک دی اور ہم نے اُن کو اور اُن کے فرزند کو دنیا جہان والوں کیلئے نشانی بنادی۔

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ

یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب (حقیقی) ہوں سو تم میری عبادت کیا کرو۔ اور ان لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کرلیا۔

كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

سب ہمارے پاس آنے والے ہیں۔

وَالَّتِیْٓ اور عورت جو	اَحْصَنَتْ اس نے حفاظت کی	فَرْجَهَا اپنی شرمگاہ عفت کی	فَنَفَخْنَا پھر ہم نے پھونک دی	فِيْهَا اس میں		
مِنْ رُّوْحِنَا اپنی روح سے	وَجَعَلْنٰهَا اور ہم نے اسے بنایا	وَابْنَهَآ اور اس کا بیٹا	اٰيَةً نشانی	لِّلْعٰلَمِيْنَ جہانوں کیلئے	اِنَّ بیشک	
هٰذِهٖ یہ ہے	اُمَّتُكُمْ تمہاری امت	اُمَّةً امت	وَّاحِدَةً ایک	وَّاَنَا اور میں	رَبُّكُمْ تمہارا رب	فَاعْبُدُوْنِ پس میری عبادت کرو
وَتَقَطَّعُوْٓا اور ٹکڑے ٹکڑے کرلیا انہوں نے	اَمْرَهُمْ اپنا کام دین	بَيْنَهُمْ باہم	كُلٌّ سب	اِلَيْنَا ہماری طرف	رٰجِعُوْنَ رجوع کرنے والے	

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب یہاں ان آیات میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ قرآن کریم میں عموماً حضرت زکریا و حضرت یحییٰ علیہما السلام کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا بیان ہوتا رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم کا تذکرہ قدرے تفصیل سے سورۂ مریم سولھویں پارہ اور سورۂ آل عمران تیسرے پارہ میں ہوچکا ہے۔ یہاں ان آیات میں حضرت مریم کا نام نہیں لیا گیا ہے بلکہ پاک دامن اور عصمت والی عورت جنہوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا کہہ کر ذکر کیا گیا ہے جس سے مراد حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔ اور وابنہا یعنی آپ کے بیٹے اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہاں آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو اور ان کے بیٹے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمام دنیا جہان والوں کے لئے اپنی قدرت کاملہ کی نشانی بنادی تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کی قدرت اسباب مادیہ کی پابند نہیں وہ جو چاہتے ہیں صرف اپنے حکم سے کرتے ہیں۔ حضرت مریم تو قدرت کی نشانی اس طرح ہوئیں کہ بدوں اتصال مرد آپ کے بطن مبارک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس لئے نشانی ہوئے کہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ گویا آپ کی ولادت ایک معجزہ الٰہی تھی جو عام قوانین فطرت کے خلاف ظہور میں آئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا معاملہ یہودیوں اور عیسائیوں میں زبردست اختلاف اور نزاع کا باعث رہا ہے۔ عیسائی بغیر باپ کے آپ کی پیدائش کو تو مانتے ہیں مگر بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے آپ کو الوہیت اور ابن اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کے برخلاف یہود آپ کی پیدائش کو (العیاذ باللہ) ناجائز تعلقات کا نتیجہ بتاتے ہیں۔ قرآن کریم نے حضرت مریم کی عفت وعصمت وپاکیزگی کردار کا اعلان فرمایا

اور آپ کو صدیقہ کا لقب عطا فرمایا جو مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں "بہت زیادہ سچ بولنے والی" ظاہر ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ صدیقہ کہیں اس سے کذب و دروغ کا صدور ممکن نہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہود و نصاریٰ دونوں متضاد سمتوں میں چلے گئے نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ خدا۔ خدا کے بیٹے یا ثالث ثلثہ تھے۔ یہود کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ مفتری اور کاذب اور شعبدہ باز تھے۔ قرآن کریم نے ان اوہام وظنون کے خلاف علم ویقین کی راہ دکھاتے ہوئے فیصلہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے پیغمبر اور راہ حق کے داعی صادق تھے اور آپ کی پیدائش بلاشبہ بغیر باپ کے ہوئی مگر اس سے یہ کیسے لازم آسکتا ہے کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہو گئے۔ کیا جو پیدائش کا محتاج ہو اور پیدائش میں بھی ماں کے پیٹ کا محتاج اور جو بشری لوازم کھانے پینے کا محتاج ہو وہ عبد اور بشر کے سوا خدا یا معبود ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ قران پاک نے یہود و نصاریٰ کے تمام باطل عقائد کی واضح الفاظ میں تردید کر کے حقیقت حال کا اظہار فرمایا ہے۔

قرآن کریم نے انسانی پیدائش کی چار صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

ایک آدم علیہ السلام کی پیدائش کہ بغیر مرد و زن اور بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔

دوسرے حضرت حوا یعنی آدم علیہ السلام کی بی بی کہ صرف مرد کے وجود سے بغیر عورت کے ان کو پیدا کیا گیا۔

تیسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ بغیر مرد کے صرف عورت کے وجود سے آپ کا ظہور ہوا۔ چوتھی عام صورت عورت و مرد کے اتصال سے پیدائش۔

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے توسط سے عام سلسلہ اسباب کے خلاف محض خدا کے حکم سے ہوئی اسی وجہ سے آپ کو دنیا کے لئے اللہ کی آیت یا نشانی فرمایا گیا۔

یہاں تک متعدد حضرات انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ در قصص کا بیان ہوا اس لئے آگے بطور نتیجہ قصص مذکورہ کے توحید کے اثبات اور شرک کی مذمت میں بتلایا جاتا ہے کہ خدا بھی ایک ہے اور تمہارا اصل دین بھی ایک ہے۔ تمام انبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں جو ایک کی تعلیم ہے وہی دوسروں کی ہے۔ رہا فروع کا اختلاف وہ مصالح زمانہ کے مطابق جزئیات کا اختلاف ہے پس لازم ہے کہ سب مل کر ایک خدا کی بندگی کریں۔ اللہ نے تو اصول کے اعتبار سے ایک دین دیا تھا مگر لوگوں نے خود اختلاف ڈال کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے اور آپس میں پھوٹ ڈال دی۔ کوئی یہودیت پر اڑ گیا۔ کوئی عیسائیت پر جما رہا کوئی صابی بنا رہا۔ کوئی بت پرست، اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ آنا سب کو ہمارے پاس ہی ہے اس وقت تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا جب ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا ملے گی۔

اب آگے اس جزا کی تفصیل ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو صراط مستقیم اور دین حق پر قائم رکھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کا ظاہر میں اور باطن میں اتباع نصیب فرمائیں۔ حق تعالیٰ اپنی عبادت کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔ اور دین میں اختلافات سے ہم سب کو بچا دیں۔ اور قیامت میں جب ہمارا حشر اور حاضری ہو تو اپنی رحمت خاصہ سے ہم سب کو اور پوری امت مسلمہ کو نوازیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ

سو جو شخص نیک کام کرتا ہوگا اور وہ ایمان والا بھی ہوگا سو اُس کی محنت اکارت جانے والی نہیں۔اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں۔اور ہم جن بستیوں کو

عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ

فنا کر چکے ہیں اُن کیلئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ (دنیا میں) پھر لوٹ کر آویں۔یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کھول دیئے جاویں گے اور وہ

كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ہر بلندی سے نکلتے ہوں گے۔

فَمَنْ پس جو	یَعْمَلْ کرے	مِنَ کچھ	الصّٰلِحٰتِ نیک کام	وَھُوَ اور وہ	مُؤْمِنٌ ایمان والا	فَلَا کُفْرَانَ ناقدری (اکارت) نہیں
لِسَعْیِہٖ اس کی کوشش	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَہٗ اس کے	کٰتِبُوْنَ لکھ لینے والے	وَحَرٰمٌ اور حرام	عَلٰی قَرْیَۃٍ بستی پر	
اَھْلَکْنٰھَا جسے ہم نے ہلاک کردیا	اَنَّھُمْ کہ وہ	لَا یَرْجِعُوْنَ لوٹ کر نہیں آئیں گے	حَتّٰی یہاںتک کہ	اِذَا جب	فُتِحَتْ کھول دیئے جائیں گے	
یَاْجُوْجُ یاجوج	وَمَاْجُوْجُ اور ماجوج	وَھُمْ اور وہ	مِنْ سے	کُلِّ ہر	حَدَبٍ بلند ٹیلہ	یَنْسِلُوْنَ پھلتے (دوڑتے) آئیں گے

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ اصول کے اعتبار سے تمام نوعِ انسانی کے لئے ایک ہی دین مقرر ہے اور تمام انبیاء اسی دین کو واضح کرنے کے لئے آئے لوگوں نے خود اختلاف ڈال کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے اور اپنی حرص و ہوا اور خود غرضیوں میں پھنس کر آپس میں پھوٹ ڈال لی۔ نیز بتلایا گیا تھا کہ انجام کار تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا جب ہر ایک قیامت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا ملے گی۔اب آگے ان آیات میں پہلے اس جزا کی تفصیل ہے اور پھر قربِ قیامت کی اہم نشانیوں میں سے یاجوج و ماجوج کے ظاہر ہونے کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں جزا وسزا اور بدلہ دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں کوئی نیک کام کیا ہوگا اور بشرطیکہ وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا تو اس کی کوئی کوشش اور عمل رائگاں نہ جائے گا۔ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی مومن کی ضائع نہ جائے گی۔اور اسکا میٹھا پھل مل کر رہے گا۔ ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان کے اعمال نامہ میں ثبت ہو جاتا ہے جو قیامت میں کھول دیئے جائیں گے۔

مؤمنین کے ذکر کے بعد ان کے مقابل ہلاک ہونے والے کافروں کا بیان ہے یعنی جن کے لئے ہلاک ہونا مقدر ہو چکا ہے وہ کبھی اپنے کفر وعصیاں کو چھوڑ کر اور توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع ہونے والے نہیں۔ نہ وہ کبھی دنیا میں اس غرض سے واپس کئے جا سکتے ہیں کہ دوبارہ یہاں آ کر گزشتہ زندگی کی تقصیرات کی تلافی کر لیں۔ پھر ان کی نجات وفلاح کی توقع کدھر سے ہو سکتی ہے۔ان کے لئے تو صرف ایک ہی وقت ہے جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کریں گے اور اپنی زیادتیوں کے معترف ہو کر پشیمان ہوں گے مگر اس وقت پشیمانی کچھ کام نہ آئے گی وہ وقت قیامت کا ہے اور اسی قیامت کی اہم اور قریبی نشانیوں میں سے یاجوج و ماجوج کا نکلنا ہے۔ آگے کچھ قوم یاجوج و ماجوج کے متعلق بتلایا جاتا ہے۔ سولھویں پارہ سورۂ کہف کے خاتمہ کے قریب ذوالقرنین اور یاجوج وماجوج کا ذکر ہو چکا ہے۔ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہونے سے پہلے دجال ظاہر ہوگا جو قوم یہود سے ہوگا اور عوام میں اس کا لقب

مسیح ہوگا اولاً اس کا ظہور ملک عراق وشام کے درمیان ہوگا جہاں نبوت ورسالت کا دعویٰ کرتا ہوگا پھر اصفہان چلا جائے گا۔ یہاں اس کے ہمراہ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔ اور یہیں سے خدائی کا دعویٰ کر کے چاروں طرف فساد کرے گا اور زمین کے اکثر مقامات پر گشت کر کے لوگوں سے اپنے تئیں خدا کہلوائے گا۔ فتنہ دجال کتنا سخت ہوگا اور روئے زمین پر دجال کیا شرارتیں کرے گا ان کی تفصیلات احادیث میں موجود ہیں۔

الغرض دجال کے شر وفساد کو ختم کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق کی جامع مسجد پر اتریں گے اور اسلامی فوج لے کر آپ دجال کے لشکر سے مقابلہ کریں گے اور اس کو قتل کریں گے۔ دجال اور اس کے لشکر کے قتل وغارت کے بعد یاجوج ماجوج کا لشکر دنیا والوں پر ٹوٹ پڑے گا قوم یاجوج و ماجوج اپنی کثرت کی وجہ سے تمام بلندی و پستی پر چھا جائیں گے۔ جدھر دیکھو ان ہی کا ہجوم نظر آئے گا۔ ان کا بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتاری سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ یہ معلوم ہوگا کہ ہر ایک ٹیلہ اور پہاڑ سے ان کی فوجیں پھسلتی اور لڑھکتی چلی آرہی ہیں یہ بھی لوگوں کو قتل وغارت گری کرنے میں بالکل دریغ نہ کریں گے اور سوائے مضبوط قلعہ کے کہیں ان سے خلاصی کی صورت نہ ہوگی۔ قوم یاجوج و ماجوج کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ واللہ اعلم کہ یاجوج و ماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی تعلق ہے اور جیسا کہ جمہور علماء سے نقل کیا گیا ہے ان کا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حضرت حوا تک نہیں پہنچتا۔ یاجوج و ماجوج کا فتنہ بھی بڑا سخت ہوگا جیسا کہ احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تفصیل سے بتلایا گیا ہے۔ بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ قوم طاعون کے مہلک مرض سے ایک ہی رات میں تباہ و ہلاک ہوجائے گی۔ قوم یاجوج و ماجوج کی ہلاکت کے بعد کچھ عرصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہد بڑی خیر وبرکت کا ہوگا بالآخر حضرت عیسیٰؑ انتقال فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ میں مدفون ہوں گے اور پھر قیامت کی بعض دوسری بڑی نشانیاں ظاہر ہوں گی حتیٰ کہ جب تمام اہل ایمان اس جہان سے کوچ کر جائیں گے تو اہلِ حبش کا غلبہ ہوگا۔ اکثر ممالک میں ان کی سلطنت پھیل جائے گی۔ حبشی خانہ کعبہ کو ڈھادیں گے۔ حج موقوف ہوجائے گا۔ خدا ترسی، حق شناسی اور خوفِ آخرت دلوں سے معدوم ہوجائے گا۔ روئے زمین پر کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا۔ اہل ایمان دنیا سے سب اٹھ چکے ہوں گے کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی نفخ صور ہوگا جس کی آواز رفتہ رفتہ سخت اور بلند ہوتے مانند کڑک بجلی کے ہوجائے گی۔ خوف وہیبت سے لوگ مرنے شروع ہوجائیں گے۔ زمین میں زلزلہ آئے گا۔ اور زمین جا بجا شق ہوجائے گی۔ بڑے بڑے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ریت کے موافق اڑیں گے آسمان پھٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔ اور سب کے سب نیست ونابود ہوجائیں گے حتیٰ کہ فرشتے بھی مرجائیں گے۔ سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کوئی اور باقی نہ رہے گا۔ پھر کچھ مدت کے بعد جس کی مقدار سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد از سر نو حکمِ خداوندی سے سلسلۂ پیدائش کی بنیاد قائم ہوگی اور حشر ونشر کے لئے سب زندہ کئے جائیں گے۔ اور ہر ایک کو اپنے اس دنیا میں کئے ہوئے کاموں کی جزا وسزا ملے گی۔

اب آگے وقوع قیامت اور پھر کفار کا قیامت میں جو حال ہوگا اس کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ

اور سچا وعدہ نزدیک آ پہنچے گا تو بس پھر ایک دم سے یہ قصہ ہوگا کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ کہ ہائے کم بختی ہماری ہم اس سے

غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝٩٧ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ

غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی قصوروار تھے۔ بلاشبہ تم اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے۔

اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝٩٨ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٩٩ لَهُمْ

تم سب اس میں داخل ہوگے۔ اگر یہ (تمہارے معبود) واقعی معبود ہوتے تو اس (جہنم) میں کیوں جاتے۔ اور سب اس میں ہمیشہ کو رہیں گے۔ اُن کا

فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝١٠٠ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ

اس میں شور ہوگا اور وہاں کوئی بات سنیں گے بھی نہیں۔ جن کیلئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے۔ وہ اس سے (اس قدر)

عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝١٠١ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝١٠٢

دور کئے جاویں گے (کہ) اُس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے۔ اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝١٠٣

اُن کو بڑی گھبراہٹ غم میں نہ ڈالے گی اور فرشتے اُن کا استقبال کریں گے یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے جس روز

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ

ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے۔ ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتدا کی تھی اس طرح اسکو دوبارہ پیدا کردینگے۔

اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝١٠٤ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا

یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے (اور) ہم ضرور (اس کو پورا) کریں گے۔ اور ہم کتابوں میں لوح محفوظ کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک

عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝١٠٥

میرے نیک بندے ہوں گے۔

وَ اور	اِقْتَرَبَ قریب آ جائے گا	اَلْوَعْدُ وعدہ	اَلْحَقُّ سچا	فَاِذَا تو اچانک	هِيَ وہ	شَاخِصَةٌ اوپر کو "پھٹی" رہ جائیگی	اَبْصَارُ آنکھیں
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا	يٰوَيْلَنَا ہائے ہماری شامت	قَدْ كُنَّا تحقیق ہم تھے	فِيْ غَفْلَةٍ غفلت میں	مِنْ هٰذَا اس سے			
بَلْ كُنَّا بلکہ ہم تھے	ظٰلِمِيْنَ ظالم	اِنَّكُمْ بیشک تم	وَمَا اور جو	تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	
حَصَبُ ایندھن	جَهَنَّمَ جہنم	اَنْتُمْ لَهَا تم اس میں	وٰرِدُوْنَ داخل ہونے والے	لَوْ كَانَ اگر ہوتے	هٰٓؤُلَآءِ یہ	اٰلِهَةً معبود	

مَا وَرَدُوْهَا اس میں داخل نہ ہوتے	وَكُلٌّ اور سب	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ سدا رہیں گے	لَهُمْ ان کیلئے	فِيْهَا وہاں	زَفِيْرٌ چیخ وپکار
وَهُمْ اور وہ	فِيْهَا اس میں	لَا يَسْمَعُوْنَ کچھ نہ سن سکیں گے	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	سَبَقَتْ پہلے ٹھہر چکی	لَهُمْ ان کیلئے
مِنَّا ہماری "طرف" سے	الْحُسْنٰى بھلائی	اُولٰٓئِكَ وہ لوگ	عَنْهَا اس سے	مُبْعَدُوْنَ دور رکھے جائیں گے	لَا يَسْمَعُوْنَ وہ نہ سنیں گے	
حَسِيْسَهَا اس کی آہٹ	وَهُمْ اور وہ	فِيْ میں	مَا اشْتَهَتْ جو چاہیں گے	اَنْفُسُهُمْ ان کے دل	خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	
لَا يَحْزُنُهُمُ غمگین نہ کرے گی انہیں	الْفَزَعُ گھبراہٹ	الْاَكْبَرُ بڑی	وَتَتَلَقّٰهُمُ اور لینے آئیں گے انہیں	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	هٰذَا یہ ہے	
يَوْمُكُمُ تمہارا دن	الَّذِيْ وہ جو	كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ تم تھے وعدہ کیے گئے "وعدہ کیا گیا تھا"	يَوْمَ جس دن	نَطْوِي ہم لپیٹ لیں گے	السَّمَآءَ آسمان	
كَطَيِّ جیسے لپیٹا جاتا ہے	السِّجِلِّ طومار	لِلْكُتُبِ تحریر کا کاغذ	كَمَا بَدَاْنَا جیسے ہم نے ابتدا کی	اَوَّلَ پہلی	خَلْقٍ پیدائش	نُعِيْدُهٗ ہم اسے لوٹا دیں گے
وَعْدًا وعدہ	عَلَيْنَا ہم پر	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم ہیں	فٰعِلِيْنَ "پورا" کرنے والے	وَلَقَدْ كَتَبْنَا اور تحقیق ہم نے لکھا	فِي الزَّبُوْرِ زبور میں	
مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ نصیحت کے بعد	اَنَّ کہ	الْاَرْضَ زمین	يَرِثُهَا اس کے وارث	عِبَادِيَ میرے بندے	الصّٰلِحُوْنَ نیک	

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں قرب قیامت کی ایک اہم نشانی یعنی قوم یاجوج و ماجوج کے خروج کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ قیامت کے قریب ان کا بے پناہ لشکر ایسی شدت اور تیز رفتار سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت میں جزا سزا کا وعدہ نزدیک آ لگے گا اس وقت منکروں کی آنکھیں مارے شدت ہول سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اپنی غفلت پر دست حسرت ملیں گے کہ افسوس آج کے دن سے ہم کیسے بے خبر رہے جو ایسی کم بختی آئی۔ کاش ہم دنیا میں اس آفت اور سخت وقت سے بچنے کی فکر کرتے۔ اور بے خبری بھی کیسے کہیں۔ آخر انبیاء علیہم السلام نے تو کھول کھول کر آگاہ کر دیا تھا لیکن ہم نے خود ہی اپنے جانوں پر ظلم کیا کہ ان کا کہا نہ مانا اور برابر شرارتوں اور گناہوں پر اصرار کرتے رہے۔ آگے مشرکین مکہ کو خطاب ہے جو بت پرستی کرتے تھے کہ اس پچھتاوے سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش چھوڑ دو۔ اگر تم ان کے پوجنے سے باز نہ آئے تو دوزخ میں جاؤ گے اور یہ تمہارے معبود بت بھی سارے کے سارے دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے تا کہ ان کی ذلت اور بے بسی کا حال تم پر خوب واضح ہو جائے اور تمہاری حسرت وندامت اور بڑھ جائے۔ اس وقت تمہارا چیخنا چلانا کچھ کام نہ آئے گا اور سب عابد و معبود دوزخ میں پڑے رہیں گے۔ اور شدت ہول اور عذاب کی سخت تکلیف اور اپنے چیخنے چلانے کے شور سے کچھ سنائی نہ دے گا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ ایک وقت جہنمیوں پر ایسا آئے گا جب ہر دوزخی کو ایک لوہے کے صندوق میں بند کر کے اوپر سے کیلیں ٹھوک دی جائیں گی اور جہنم کی تہہ میں چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہوگا کہ جہنم میں اس کے سوا کوئی نہیں۔ تو شاید جہنمیوں کا کچھ نہ سن سکنا اسی وقت کا حال ہو۔ العیاذ باللہ۔

یہ تو کفار و مشرکین کا انجام اور ان کا قیامت میں جو حال ہوگا وہ بیان فرمایا گیا اور انہیں متنبہ کیا گیا کہ تم اور تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن بنیں گے اور وہاں سے کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ گویا دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی۔ اب آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان و صالحین کی حالت جو قیامت میں ہوگی وہ بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھلائی کے مستحق ٹھہر چکے ہیں یعنی جو اہل ایمان اور اہل سعادت ہیں وہ دوزخ سے اس قدر دور رکھے جائیں گے کہ اس کی آہٹ تک محسوس نہ کریں گے اور نہایت عیش و آرام کے ساتھ جنت کی دائمی اور ابدی راحتوں اور لذتوں میں سدا رہیں گے۔ قیامت

کے دن جب خلقت کو سخت گھبراہٹ ہوگی اللہ تعالیٰ ان کو رنج وغم سے محفوظ رکھے گا۔ فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ جس دائمی مسرت وراحت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا آج اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت آئے گی آسمانوں کی صفیں لپیٹ دی جائیں گی جس طرح دستاویز کا لکھا ہوا کاغذ لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے مراد یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی اس کے بعد پھر نئے سرے سے عالم کو بنایا جائے گا اور جس طرح دنیا کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کر دی جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اہلِ ایمان اور صلحا سے جو یہ وعدۂ ثواب ونعمت کا ہوا ہے یہ بہت قدیم اور مؤکد وعدہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تمام آسمانی کتابوں میں اور لوح محفوظ میں لکھ چکے ہیں کہ اس زمین جنت کے مالک میرے صالح اور نیک بندے ہوں گے تو قدامت اس وعدہ کی اس سے ظاہر ہے کہ اول لوحِ محفوظ میں یہ وعدہ لکھا گیا اور تاکید اس سے ظاہر ہے کہ کوئی کتاب الٰہی اس مضمون سے خالی نہیں۔

الغرض خلاصہ یہ کہ قیامت یقیناً آنے والی ہے اور اس روز جنت انہی کو ملے گی جو خدا کے نیک وصالح بندے ہوں گے۔ کفار کا اس میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اب یہ سورت خاتمہ کے قریب آ گئی۔ یہاں تک سورت کے بڑے حصہ میں توحید ونبوت کی تحقیق۔ ایمان اور عمل صالح کی فضیلت وآثار وبرکات اور منکرین کے لئے وعید وتنبیہ مذکور ہوئی آگے کی خاتمہ کی آیات میں تمام سورت کا لب لباب و خلاصہ اور فیصلہ کن پیغام بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بندوں میں شامل فرمالیں جن کے لئے بھلائی مقدر ہو چکی ہے۔

یا اللہ! دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہم کو اپنے حفظ وامان میں رکھیے۔ اور اس زندگی میں ہم کو ان اعمال کی توفیق عطا فرمائیے جو آخرت میں ہماری کامیابی وکامرانی کا باعث ہوں۔

یا اللہ! قیامت کی ہول ودہشت اور رسوائی وذلت سے ہم کو پناہ بخشئے اور اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں کے ساتھ ہمیں جنت کی دائمی راحت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! قیامت اور آخرت تو ضرور آنے والی ہے اور وہ روزِ جزا وسزا یاد کرنے کے قابل ہے مگر ہم دنیا کے مشغلوں میں پھنس کر آخرت سے غافل ہو گئے ہیں۔

یا اللہ! ہماری غفلت کو دور فرمادے اور ہمیں آخرت کی طرف سے بیدار فرمادے۔ اور دنیوی زندگی کی جو فرصت ہم کو نصیب ہے اس میں اپنی مرضیات کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

بلاشبہ اس (قرآن) میں (ہدایت کا) کافی مضمون ہے ان لوگوں کیلئے جو بندگی کرنیوالے ہیں، اور ہم نے آپکو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

آپ فرمادیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اب بھی تم مانتے ہو (یا نہیں) پھر اگر یہ لوگ سرتابی کریں

فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ

تو آپ فرمادیجئے کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ہوں اور میں یہ جانتا نہیں کہ جس (سزا) کا تم سے وعدہ ہوا ہے آیا وہ قریب ہے یا دُور دراز ہے۔ اللہ کو (تمہاری)

یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ

پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو (بات) تم دِل میں رکھتے ہو اُس کی بھی خبر ہے۔ اور میں نہیں جانتا شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لئے (صورۃً) امتحان

لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ

ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو۔ پیغمبرؐ نے کہا کہ اے میرے رب فیصلہ کردیجئے حق کے موافق اور (پیغمبر نے کفار سے یہ بھی فرمایا کہ)

الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

ہمارا رب ہم پر بڑا مہربان ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد چاہی جاتی ہے جو تم بنایا کرتے ہو۔

اِنَّ بیشک	فِیْ هٰذَا اس میں	لَبَلٰغًا پہنچادینا	لِّقَوْمٍ لوگوں کیلئے	عٰبِدِیْنَ عبادت گزار	وَ اور	مَا نہیں	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے بھیجا آپ کو
اِلَّا مگر	رَحْمَةً رحمت	لِّلْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں کیلئے	قُلْ فرمادیں	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	یُوْحٰٓی وحی کی گئی	اِلَیَّ میری طرف	
اَنَّمَا کہ بس	اِلٰهُكُمْ تمہارا معبود	اِلٰهٌ معبود	وَّاحِدٌ واحد	فَهَلْ پس کیا	اَنْتُمْ تم	مُّسْلِمُوْنَ حکم بردار	فَاِنْ پھر اگر
تَوَلَّوْا وہ روگردانی کریں	فَقُلْ تو کہہ دو	اٰذَنْتُكُمْ میں نے تمہیں خبردار کردیا	عَلٰی سَوَآءٍ برابری پر	وَاِنْ اور نہیں	اَدْرِیْٓ جانتا میں		
اَقَرِیْبٌ کیا قریب؟	اَمْ بَعِیْدٌ یا دور	مَّا تُوْعَدُوْنَ جو تم سے وعدہ کیا گیا	اِنَّهٗ بیشک وہ	یَعْلَمُ وہ جانتا ہے	الْجَهْرَ پکارنا	مِنَ الْقَوْلِ بات کو	
وَیَعْلَمُ اور جانتا ہے	مَا تَكْتُمُوْنَ جو تم چھپاتے ہو	وَاِنْ اَدْرِیْ اور میں نہیں جانتا	لَعَلَّهٗ شاید وہ	فِتْنَةٌ آزمائش	لَّكُمْ تمہارے لئے		
وَمَتَاعٌ اور فائدہ پہنچانا	اِلٰی حِیْنٍ ایک مدت تک	قٰلَ اس "نبی" نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	احْكُمْ تو فیصلہ فرما	بِالْحَقِّ حق کیساتھ		
وَرَبُّنَا اور ہمارا رب	الرَّحْمٰنُ نہایت مہربان	الْمُسْتَعَانُ جس سے مدد طلب کی جاتی ہے	عَلٰی پر	مَا تَصِفُوْنَ جو تم بیان کرتے ہو			

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ انبیاء کی آخری آیات ہیں اور تمام سورۂ کا خلاصہ اور لب لباب یعنی مضامین توحید ونبوت کی تحقیق اور منکرین کے لئے وعید۔ اسلام کی دعوت اور اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اب تک جو مضامین اس سورت میں مذکور ہوئے۔ جو عظیم بشارات وہدایات پر مشتمل ہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لئے جو بندگی کرنے والے ہیں کافی مضمونِ منفعت وکامیابی موجود ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اگر کوئی بدبخت اس رحمتِ

عامہ سے خود ہی منتفع نہ ہو تو یہ اس کا قصور ہے۔ آفتاب عالمتاب سے روشنی و گرمی کا فیض ہر جگہ اور ہر طرف پہنچتا ہے لیکن کوئی شخص اپنے اوپر تمام دروازے اور سوراخ بند کرلے تو یہ اس کی دیوانگی ہوگی آفتاب کے فیض عام میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے رحمت تھے یعنی آپ نے دنیا کو ایسا درس ہدایت دیا اور تمام اہل عالم کے سامنے ایسا قانون پیش کیا کہ جو بھی اس کو مانے اور اس کی ہدایت پر چلے وہ کامران و بامراد ہوسکتا ہے۔ عربی ہو یا عجمی۔ مغربی ہو یا مشرقی۔ گورا ہو یا کالا۔ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ امیر ہو یا غریب ہر کسی کو قرآن کریم سے یکساں فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا۔ دوسرے انبیاء چونکہ اپنی اپنی قوم کے لئے ہادی تھے اس لئے وہ صرف اپنی قوم کے لئے رحمت تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا قرآن اور آپ کی لائی ہوئی شریعت جس میں یہ صلاحیت ہے کہ قیامت تک کی تمام ضروریات کو پورا کرسکے اور جوں کا توں اپنی اصلی شکل پر قائم رہتے ہوئے تمام دنیا کے لئے پیام ہدایت اور درس نصیحت اور ضابطۂ عمل بن سکے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ آپ تمام لوگوں سے صاف طور پر کہہ دیں کہ جو رحمت عظیمہ لے کر آپ تشریف لائے ہیں اس کا لب لباب توحید کامل ہے اور یہ ایسا صاف اور واضح مضمون ہے جس کے قبول کرنے میں آدمی کو کچھ پس و پیش نہ ہونا چاہئے۔ پس اے منکرین کیا تم حکم ماننے اور حق کے سامنے گردن جھکانے کو تیار ہو تو فبہا ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو تبلیغ کرکے بری الذمہ ہوچکے۔ تم اپنا انجام سوچ لو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اتنا صاف سمجھانے اور اتمام حجت کے بعد بھی یہ منکرین نہ مانیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم کو خبردار کرچکا اور تم کو سب بھلائی برائی اور ان کے نتیجوں سے پوری طرح آگاہ کرچکا۔ نہ مانو گے تو پچھتاؤ گے اور ہمیشہ کے دردناک عذاب میں مبتلا ہوگے۔ انکار پر جو سزا مرتب ہوگی اس کی اطلاع کرچکا سو اب نہ مجھ پر کوئی بار رہا اور نہ تم کو کوئی عذر رہا۔ تمہارے نہ ماننے پر جو عذاب کا وعدہ ہے وقوع تو اس کا ضرور بالضرور ہوکر رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ ہر چھپی کھلی بات کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کسی بات کی کیا جزا سزا ملنی چاہئے اور کب ملنی چاہئے۔ قریب زمانہ میں یا دور دراز وقت میں اور تاخیر عذاب سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ عذاب واقع ہی نہ ہوگا۔ تاخیر عذاب میں ممکن ہے تم کو جانچنا ہو اور تمہاری آزمائش منظور ہو کہ اس مدت میں سمجھ کر شرارت و انکار چھوڑ دو یا محض ڈھیل دینا ہو کہ ایک مدت تک دنیا میں پھنس کر شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کرلو۔ یہ سارا پیغام پہنچا کر سورۃ کی بالکل آخری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کیا کہ اے میرے رب ہمارے اور ان سرکشوں و کافروں کے درمیان حق کے موافق فیصلہ فرما دیجئے تاکہ حجت اور زیادہ تام ہوجاوے اور یہ بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے فرمایا کہ ہمارا رب ہم پر بڑا مہربان ہے ہم اسی کے آگے فریاد کرتے ہیں۔ اور اے مشرکین یہ جو تم ڈینگیں مارتے پھرتے ہو اور دھمکیاں دیتے ہو تو تمہاری خرافات کے مقابلہ میں اسی سے مدد مانگتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو یہی دعا پڑھتے جس پر یہ سورۃ ختم ہوئی ہے یعنی رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (یعنی اے رب حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما۔ ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں پر جو اے کفار تم بیان کیا کرتے ہو)

اس سورۃ کی ابتداء میں بھی قرب قیامت اور حساب آخرت کا ذکر تھا اور سورۃ کے اخیر میں بھی یہی مضمون ذکر فرمایا اور اسی مضمون پر سورۃ کو ختم فرمایا اس طرح خاتمہ سورت کو ابتداء سورۃ کے ساتھ نہایت درجہ مناسبت ہوگئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَسَبْعُونَ اٰيَةً وَعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو یقیناً قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی۔جس روز تم لوگ اس (زلزلہ) کو دیکھو گے

كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ

اُس روز تمام دُودھ پلانے والیاں اپنے دُودھ پیتے بچہ کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل ڈال دیں گی اور (اے مخاطب) تجھ کو لوگ

سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

نشہ کی سی حالت میں دکھائی دینگے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہونگے ولیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	اتَّقُوْا ڈرو	رَبَّكُمْ اپنا رب	اِنَّ بیشک	زَلْزَلَةَ زلزلہ	السَّاعَةِ قیامت	شَيْءٌ چیز	عَظِيْمٌ بڑی بھاری
يَوْمَ جس دن	تَرَوْنَهَا تم دیکھو گے اسے	تَذْهَلُ بھول جائے گی	كُلُّ مُرْضِعَةٍ ہر دودھ پلانے والی	عَمَّآ جس کو	اَرْضَعَتْ وہ دودھ پلاتی ہے		
وَتَضَعُ اور گرا دے گی	كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ ہر حمل والی حاملہ	حَمْلَهَا اپنا حمل	وَتَرَى اور تو دیکھے گا	النَّاسَ لوگ	سُكٰرٰى نشہ میں		
وَمَا هُمْ اور حالانکہ نہیں	بِسُكٰرٰى نشہ میں	وَلٰكِنَّ اور لیکن	عَذَابَ اللّٰهِ اللہ کا عذاب	شَدِيْدٌ سخت			

تفسیر وتشریح:۔ الحمد للہ اب سترھویں پارہ کی سورۃ الحج کا بیان شروع ہورہا ہے۔اس سورۃ کا ابتدائی حصہ عمدہ روزی یعنی نعمائے جنت کا وعدہ فرمایا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور تصرفات کا اظہار فرما کر بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو انسان کا خادم بنایا۔ یہ حق تعالیٰ کی یقیناً مخلوق پر بڑی مہربانی اور رحمت ہے کہ بلا ان کی درخواست کے ان کی راحت کا اس قدر اہتمام فرمایا۔اس سے انسانوں کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ جس خدا کی مہربانی اور رحمت کی یہ حالت ہو اسی کی مخالفت کرنا یہ کونسی عقل تجویز کرسکتی ہے پس لوگوں کو چاہئے کہ اس کی مخالفت سے باز آجائیں۔اور غیر اللہ کی پرستش کو ترک کردیں۔غیر اللہ کی پرستش اور بندگی تو ایسا ظلم اور ناانصافی ہے کہ جس کی حد نہیں جس پر جہنم کی وعید سنائی گئی۔ پھر غیر اللہ کی بیکسی کا حال بیان کیا گیا کہ مشرکین جن کی عبادت کرتے تھے کہ وہ ایک مکھی تک تو پیدا نہیں کرسکتے اور پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ تو ایسے عاجز ہیں کہ اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ بتوں کی بے کسی اور بے بسی بتلا کر توحید کی دعوت دی گئی۔ پھر اسی طرح مسئلہ رسالت کو سمجھایا گیا اور اخیر میں اہلِ ایمان و اہلِ اسلام کو ہدایت کی گئی کہ اگر یہ منکر کافر نہیں مانتے تو نہ سہی تم تو برابر اطاعت وعبادتِ خداوندی میں لگے رہو اور اعمالِ صالحہ کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔تم حق تعالیٰ کی اطاعت میں ایسی کوشش کرو جیسی کرنی چاہئے۔تمہیں حق تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے لئے منتخب کیا ہے۔اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی اور اللہ

نے تمہارا نام یعنی لقب مسلم رکھا پس تم دنیا میں خصوصیت کے ساتھ نماز کی پابندی رکھو۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو۔ اسی کا سہارا ڈھونڈو۔ وہی سارے کام بنانے والا ہے اور وہ اپنے بندوں کا سب سے اچھا رفیق اور سب سے اچھا مددگار ہے۔ یہ ہے خلاصہ مضامین اس پوری سورت کا۔

الحاصل اس پوری سورت میں جگہ جگہ مناسب مواقع پر تذکیر ونصیحت بھی ہے اور شرک کے خلاف اور توحید وآخرت کے حق میں مؤثر دلائل بھی ہیں۔

بعض مفسرین نے صراحت کی ہے کہ یہ عجیب سورت ہے۔ اس کا کچھ حصہ رات میں کچھ حصہ دن میں نازل ہوا۔ کچھ سفر میں اور کچھ حضر میں اُترا۔ کچھ مکی ہے اور کچھ مدنی کسی آیت کا صلح کے متعلق نزول ہوا کسی کا جنگ کے متعلق۔ کوئی ناسخ ہے کوئی منسوخ۔ کوئی محکم ہے کوئی متشابہ۔

اب ان ابتدائی آیات کی تشریح ملاحظہ ہو:۔

سورت کی ابتداء احوال قیامت کے دہشتناک ذکر سے کی گئی ہے کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ اس لئے تاکہ انسانوں کو پرہیزگاری اور خداترسی اور عبادت کی طرف کامل رغبت ہو اور دل میں خوف رہے۔ یہاں ابتدائی آیات میں سب سے پہلے اپنے رب سے ڈرنے اور تقویٰ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور پھر آنے والے دہشت ناک امور سے ڈرایا جارہا ہے خصوصاً قیامت کے زلزلہ سے۔

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں جس زلزلہ کا ذکر ہے یہ قیامت سے پہلے ہوگا اور قیامت کی طرف اس کی اضافت بوجہ قرب اور نزدیکی کے ہے۔ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا تو وہ صور پھونکیں گے جس سے کل زمین اور آسمان والے گھبرا اٹھیں گے زمین کپکپانے اور لرزنے لگے گی۔ پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر اڑتے پھریں گے۔ لوگ ادھر ادھر پریشان حیران بھاگنے دوڑنے لگیں گے۔ اس روز حاملہ عورتوں کے خوف ودہشت سے حمل گر جائیں گے اور دودھ پلانے والیاں باوجود اس کے کہ بچہ سے بڑی محبت ہوتی ہے بچہ کو بھی اس پریشانی اور بدحواسی میں بھول جاویں گی اور اس دہشت سے لوگ متوالے کی طرح بدحواس ہوں گے اور وہ بدحواسی کسی نشہ کی وجہ سے نہ ہوگی بلکہ عذاب الٰہی کی بدحواسی ہوگی۔ جیسا کہ احادیث میں روایات آئی ہیں اہل ایمان سے اس وقت روئے زمین پر ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ سب پہلے ہی اٹھ جائیں گے۔ کفار۔ اشرار اور بدکردار رہ جائیں گے جو اس وقت کو دیکھیں گے۔ پھر تمام دنیا نیست ونابود ہوکر پھر دوبارہ ایک اور عالم پیدا ہوگا۔ نیا آسمان نئی زمین قائم ہوگی۔ لوگ زندہ ہوجائیں گے۔ اور حشر برپا ہوگا۔

اب آگے جو قیامت اور حشر نشر کے منکرین ہیں ان پر رد فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو تقویٰ کی دولت عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر آن آخرت کی تیاری میں مشغول رہیں۔ یا اللہ! ہمارے قلوب میں اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ اور قیامت کی ہولناکیوں، ذلت اور رسوائیوں سے بچالے۔ یا اللہ! ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرما۔ اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ یا اللہ! قیامت کے زلزلہ سے ہم کفار مشرکین اور منکرین قیامت کو کیا خوف دلائیں۔ ہم جو قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ہم ہی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور دنیا کے مزوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اور آپ کی نافرمانیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

یا اللہ! آخرت کی طرف سے ہمارے دلوں میں غفلت کو دور فرمادے۔ اور اس دنیا میں اپنی مرضیات والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے تاکہ ہم آخرت میں آپ کے عذاب سے بچ جائیں اور آپ کی رحمت عنایت اور مغفرت کے مورد بن جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ كُتِبَ عَلَيْهِ

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے جانے بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ جس کی نسبت یہ بات لکھی

اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ

جا چکی ہے کہ جو شخص اُس سے تعلق رکھے گا تو اُس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اسکو بے راہ کردیگا اور اس کو عذاب دوزخ کا راستہ دکھلا دے گا۔ اے لوگو! اگر تم

فِىْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ

دوبارہ زندہ ہونے سے شک میں ہو تو ہم نے (اول) تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر

مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِى الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى

بوٹی سے کہ (بعضی) پوری ہوتی ہے اور (بعضی) ادھوری بھی تاکہ ہم تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کردیں اور ہم رحم میں جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں

اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ

ایک مدت معین تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر تاکہ اپنی بھری ہوئی جوانی تک پہنچ جاؤ اور بعضے تم میں وہ بھی ہیں جو (جوانی سے پہلے ہی)

يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْــًٔا ؕ

مر جاتے ہیں اور بعضے تم میں وہ ہیں جو نکمی عمر تک پہنچا دیے جاتے ہیں جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتے ہیں۔

وَ اور	مِنَ النَّاسِ کچھ لوگ جو	مَنْ جو	يُّجَادِلُ جھگڑا کرتے ہیں	فِى اللّٰهِ اللہ کے بارہ	میں	بِغَيْرِ عِلْمٍ بے جانے بوجھے
وَيَتَّبِعُ اور پیروی کرتے ہیں	كُلَّ شَيْطٰنٍ ہر شیطان	مَّرِيْدٍ سرکش	كُتِبَ عَلَيْهِ اس پر اسکی نسبت	لکھ دیا گیا	اَنَّهٗ کہ وہ	
مَنْ تَوَلَّاهُ جو دوستی کریگا اس سے	فَاَنَّهٗ تو وہ بیشک	يُضِلُّهٗ اسے گمراہ کرے گا	وَيَهْدِيْهِ اور راہ دکھائے گا اسے	اِلٰى طرف	عَذَابِ عذاب	
السَّعِيْرِ دوزخ	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	فِىْ رَيْبٍ شک میں	مِّنَ سے	الْبَعْثِ جی اٹھنا	فَاِنَّا تو بیشک ہم
خَلَقْنٰكُمْ ہم نے پیدا کیا تمہیں	مِّنْ تُرَابٍ مٹی سے	ثُمَّ پھر	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	ثُمَّ پھر	مِنْ عَلَقَةٍ جمے ہوئے خون سے	ثُمَّ پھر
مِنْ مُّضْغَةٍ گوشت کی بوٹی سے	مُّخَلَّقَةٍ صورت بنی ہوئی	وَّ اور	غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ بغیر صورت بنی	لِّنُبَيِّنَ تاکہ ہم ظاہر کردیں	لَكُمْ تمہارے لئے	
وَنُقِرُّ اور ہم ٹھہراتے ہیں	فِى الْاَرْحَامِ رحموں میں	مَا نَشَآءُ جو ہم چاہیں	اِلٰۤى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقررہ	ثُمَّ پھر	
نُخْرِجُكُمْ ہم نکالتے ہیں تمہیں	طِفْلًا بچہ	ثُمَّ پھر	لِتَبْلُغُوْۤا تاکہ تم پہنچو	اَشُدَّكُمْ اپنی جوانی	وَمِنْكُمْ اور تم میں سے	مَّنْ کوئی
يُّتَوَفّٰى فوت ہو جاتا ہے	وَمِنْكُمْ اور تم میں سے	مَّنْ کوئی	يُّرَدُّ پہنچتا ہے	اِلٰۤى تک	اَرْذَلِ الْعُمُرِ نکمی عمر	لِكَيْلَا يَعْلَمَ تاکہ وہ نہ جانے
مِنْۢ بَعْدِ بعد	عِلْمٍ علم پانا	شَيْــًٔا کچھ				

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ ابتدائی آیات میں تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا تھا اور بعض احوال قیامت کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ چونکہ بعض کفار اور مشرکین امکان ووقوع قیامت اور بعث بعد الموت یعنی مَر کر دوبارہ زندہ ہونے اور حشر ونشر، جزا وسزا کے منکر تھے اس لئے آگے منکرین پر رد فرمایا جاتا ہے اور بعث بعد الموت یعنی موت کے بعد پھر زندہ ہونا اس پر دو دلیلیں بیان فرمائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن باتوں کی خبر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی کتاب کے ذریعہ دیتے ہیں ان میں یہ کفار ومشرکین جھگڑتے اور کج بحثیاں کرتے ہیں اور جہل و بے خبری سے عجیب احمقانہ شبہات پھیلاتے ہیں۔ چنانچہ قیامت اور حشر ونشر اور جزا وسزا پر ان کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ جب آدمی مر کر گل سڑ گیا اور ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو گئیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ پھر زندہ ہو کر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا۔ حق تعالیٰ اس کی تردید فرماتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی صحیح علم نہیں۔ یہ فرمانِ خدا سے ہٹ کر اور نبی کی تابعداری چھوڑ کر سرکش انسانوں اور جنات کی ماتحتی کر رہے ہیں اور یہ جس کی مانتے ہیں وہ شیطان ازلی مردود ہے جو اپنی تقلید کرنے والوں کو بہکاتا رہتا ہے اور آخر عذابِ جہنم میں پھانس دیتا ہے۔ شیطان مردود کے متعلق تو یہ طے شدہ امر ہے کہ جو اس کی رفاقت اور پیروی کرے وہ اپنے ساتھ اسے بھی لے ڈوبتا ہے اور گمراہ کر کے دوزخ سے ورے نہیں چھوڑتا۔ اب آگے دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اگر تم کو قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہو اور یہ دھوکا لگ رہا ہو کہ ریزہ ریزہ ہو کر دوبارہ کیسے جی اٹھیں گے تو تم خود اپنی پیدائش میں غور کرو کہ کس طرح ہوئی ہے۔ تم اپنی اصلیت پر غور کر کے دیکھو کہ اللہ نے تمہیں اول مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جو سب انسانوں کی اصل ہیں اور جن کی نسل تم سب ہو مٹی سے پیدا ہوئے پھر تم کو قطرہ منی سے بنایا۔ اور کس طرح بنایا اور کیسے تمہاری تشکیل وتخلیق ہوئی اس کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ نطفہ کو جو پانی کا سا ایک قطرہ ہے جما ہوا خون بنا دیتے ہیں۔ پھر خون سے گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر لوتھڑے سے جسم انسانی کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے اور اعضا ہاتھ پاؤں آنکھ، کان، ناک بنا دیئے جاتے ہیں اور یہ تغیر وتبدل مقررہ قاعدوں کے مطابق ہوتا ہے اور جتنی مدت رحم مادر میں ٹھہرانا مناسب ہوتا ہے ٹھہراتے ہیں اور جسے ٹھہرانا نہیں چاہتے وہ حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ حمل کی مدت مقرر ہے جو کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال اور بعض کے نزدیک ۴ سال ہے۔

رحمِ مادر میں انسان کی تخلیق کا حال جو یہاں آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے اس کی تفصیل صحیح بخاری میں ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس طرح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا مادہ ۴۰ روز تک رحم میں جمع رہتا ہے۔ پھر چالیس دن کے بعد علقہ یعنی جما ہوا خون بن جاتا ہے۔ پھر ۴۰ ہی دن میں مضغہ یعنی گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے اور اس کے متعلق چار باتیں اسی فرشتہ کو لکھوا دی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ اس کی عمر کتنی ہے۔ دوسرے اس کا رزق کتنا ہے۔ تیسرے وہ کیا کیا عمل کرے گا چوتھے یہ کہ انجام کار یہ شقی وبدبخت ہوگا یا سعید ونیک بخت۔ غرض ماں کے پیٹ میں نطفہ کی تربیت ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ جیتا جاگتا بچہ بن جاتا ہے اور پھر مکمل شکل میں ماں کے پیٹ سے باہر نکالا جاتا ہے۔ پھر باہر آ کر اس کی نشوونما وتربیت جاری رہتی ہے اور بتدریج بہت سے منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایک بچپن کا زمانہ ہے جب آدمی بالکل کمزور ناتواں ہوتا ہے اور اس کی تمام قوتیں چھپی رہتی ہیں اور

1 انتہائی ضعیف اور کمزور ہوتی ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ اس کی اندرونی اور بیرونی قوتیں جوانی کے وقت پورے کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔ پھر بعض تو جوانی ہی میں مرجاتے ہیں اور بعض بڑھاپے تک زندہ رہتے ہیں۔ بعض یہاں تک پہنچتے ہیں کہ آدمی کے اعضاء و قوی جواب دے دیتے ہیں۔ وہ سمجھدار بننے کے بعد ناسمجھ اور کارآمد ہونے کے بعد نکمے ہوجاتے ہیں۔ سمجھ اور حافظہ کمزور ہوجاتا ہے اور جو کچھ سیکھا تھا بھول بھال جاتا ہے۔ علم و دانش جان کر پھر نادان بچوں جیسا ہوجاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارذل العمر یعنی ایسی عمر جس میں انسان کے عقل و شعور اور ہوش و حواس میں خلل آجائے پناہ مانگی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسی ناکارہ عمر سے کہ جس میں ہوش و حواس اور عقل و شعور قائم نہ رہے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور مرتے دم تک ہوش و حواس۔ بینائی و سماعت و طاقت قائم رکھے۔ آمین

پس جو خدا ایک انسان پر اس قدر مختلف حالتیں طاری کرسکتا ہے اور اخیر میں انتہا کے بعد پھر ابتداء کی طرف لوٹا سکتا ہے تو کیا وہ گلی سڑی ہڈیوں سے دوبارہ انسان کو پیدا نہیں کرسکتا۔ بیشک کرسکتا ہے اور ضرور کرے گا پس قیامت کو نہ ماننا اور دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان نہ لانا حماقت اور بے عقلی نہیں تو اور کیا ہے؟

بعث بعد الموت یعنی مرکر قیامت میں دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے کی ایک دلیل جو کائناتِ انسانی سے متعلق تھی ان آیات میں دی گئی اب کائنات انسانی سے ہٹ کر دوسری دلیل بے حس و بے عقل زمین کی حالت سے آگے دی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ اور تر و تازہ کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ مردوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو یقین صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں تا کہ ہم کو حق تعالیٰ کے احکامات جو آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی کتاب قرآن پاک کے ذریعہ سے پہنچے ہیں ان کا اتباع کامل اور پوری تابعداری نصیب ہو۔

یا اللہ شیطان کی کجروی اور گمراہی اور اس کے شر و وساوس سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ آخرت و قیامت پر یقین و ایمان کے ساتھ اس دن کے لئے ہمہ وقت تیاری کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ دنیا میں ہم کو جو زندگی اور عمر آپ نے عطا کی ہے اس کو اپنی رضا میں صرف کرنے کی ہمت اور توفیق و سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ دین کی باتوں میں شک اور شبہات سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور مرتے دم تک ہم کو صراط مستقیم پر استقامت عطا فرمایئے۔ یا اللہ! ایسی نکمی عمر تک پہنچ جانے سے کہ جب عقل و شعور، ہوش و حواس قوت و طاقت، بینائی و سماعت قائم نہ رہے ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں یا اللہ! مرتے دم تک اپنی طاعت و عبادت میں لگائے رکھئے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ

اور اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک ہے۔ پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ اُبھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما

مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝٥ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ

نباتات اُگاتی ہے۔ یہ (سب) اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے اور وہی ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝٧

قادر ہے۔اور قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں۔اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو دوبارہ پیدا کردیگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٨ ثَانِيَ عِطْفِهٖ

اور بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدوں واقفیت اور بدوں دلیل اور بدوں کسی روشن کتاب کے تکبر کرتے ہوئے جھگڑا کرتے ہیں تا کہ

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ

اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں۔ایسے شخص کیلئے دُنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھا دیں گے۔

الْحَرِيْقِ ۝٩ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝١٠ ع

کہ یہ تیرے ہاتھ کے کیئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے۔اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

وَتَرَى اور تو دیکھتا ہے	الْاَرْضَ زمین	هَامِدَةً خشک پڑی ہوئی	فَاِذَآ پھر جب	اَنْزَلْنَا ہم نے اتارا	عَلَيْهَا اس پر	الْمَآءَ پانی		
اهْتَزَّتْ وہ تروتازہ ہوگئی	وَرَبَتْ اور اُبھر آئی	وَاَنْۢبَتَتْ اور اُگا لائی	مِنْ سے	كُلِّ زَوْجٍ ہر جوڑا	بَهِيْجٍ رونق دار	ذٰلِكَ یہ		
بِاَنَّ اس لئے کہ	اللّٰهَ اللہ	هُوَ الْحَقُّ وہی برحق	وَاَنَّهٗ اور یہ کہ وہ	يُحْيِ زندہ کرتا ہے	الْمَوْتٰى مُردوں	وَاَنَّهٗ اور یہ کہ وہ	عَلٰى پر	
كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	وَاَنَّ اور یہ کہ	السَّاعَةَ گھڑی (قیامت)	اٰتِيَةٌ آنے والی	لَا رَيْبَ فِيْهَا نہیں شک			
وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	يَبْعَثُ اٹھائے گا	مَنْ جو	فِي الْقُبُوْرِ قبروں میں	وَ اور	مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے	مَنْ جو	يُّجَادِلُ جھگڑتا ہے
فِي اللّٰهِ اللہ (کے بارے) میں	بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر کسی علم	وَ اور	لَا هُدًى بغیر کسی دلیل	وَلَا اور بغیر کسی	كِتٰبٍ کتاب	مُّنِيْرٍ روشن		
ثَانِيَ عِطْفِهٖ موڑے ہوئے اپنی گردن	لِيُضِلَّ تا کہ گمراہ کرے	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	لَهٗ اس کیلئے	فِي الدُّنْيَا دنیا میں			
خِزْيٌ رسوائی	وَ اور	نُذِيْقُهٗ ہم اسے چکھائیں گے	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	عَذَابَ عذاب	الْحَرِيْقِ جلتی آگ	ذٰلِكَ بِمَا یہ اس سبب جو		
قَدَّمَتْ آگے بھیجا	يَدٰكَ تیرے ہاتھ	وَ اور	اَنَّ اللّٰهَ یہ کہ اللہ	لَيْسَ نہیں	بِظَلَّامٍ ظلم کرنے والا	لِلْعَبِيْدِ اپنے بندوں پر		

تفسیر وتشریح:۔گزشتہ آیات میں قیامت اور مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونے پر منکرین کو ایک دلیل پیش کی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا اور پھر عام انسانوں کو قطرۂ منی سے بنایا جاتا ہے اس طرح پر کہ رحمِ مادر میں نطفہ کچھ ایام میں تبدیل ہو کر جما ہوا خون بن جاتا ہے اور پھر خون سے گوشت کا لوتھڑا اور پھر جیتا جاگتا انسان تو انسان اگر خود اپنی

پیدائش پر غور کرے کہ اس کی اصل کیا تھی اور کتنا عرصہ گزرنے کے بعد یہ آدمی بنا تو اسی کو سمجھ کر بعث بعد الموت کا امکان بھی سمجھ میں آسکتا ہے۔ جو خدا ان باتوں پر قادر ہے کہ ایک قطرہ منی سے جیتا جاگتا انسان پیدا کرسکتا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ انسان کو مار کر دوبارہ پھر اسے زندہ کردے؟

تو ایک دلیل خود کائناتِ انسانی سے متعلق گزشتہ آیات میں پیش کی گئی تھی اب آگے ان آیات میں دوسری دلیل پیش کی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ انسان اس زمین ہی کو دیکھے جو ہر وقت اس کے قدموں کے نیچے ہے کہ کیسی خشک اور چٹیل میدان پڑی تھی۔ ابرِ رحمت سے پانی برستا ہے۔ بے جان مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ خشک زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔ سبزہ بڑھتا ہے اور قسم قسم کے خوش منظر۔ فرحت بخش اور نشاط افزا پودے اگتے ہیں۔ اللہ کی اس قدرتِ کاملہ کو اکثر انسان دیکھتے ہیں۔ تو مردہ اور خشک زمین جب بارش کے پانی سے زندہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے تو ماء الحیات برسا کر انسان کو نباتات کی طرح دوسری بار کیا خدا نہیں پیدا کرسکتا؟

غور کرنے کی بات ہے کہ جس قادرِ مطلق اور صانع حقیقی نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرتِ کاملہ سے انسان کو ایسی عجیب و غریب صنعت کے ساتھ پیدا کیا۔ کیا خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس نے اس کی زندگی بیکار بلا کسی مقصد کے بنائی ہوگی۔ اتنی بڑی دنیا اتنے سروسامان اور اس قدر اختیارات کے ساتھ انسان کے سپرد کر کے وہ اس کا حساب کبھی نہ لے گا؟ کیا کسی صحیح الدماغ آدمی کی عقل یہ گواہی دے سکتی ہے کہ انسان کے نیک و بد، اچھے برے اعمال کی جانچ اور باز پرس کے لئے کبھی عدالت قائم نہ ہوگی؟ یقیناً ایسا ہونا چاہئے اور ہوگا۔ قیامت اور زندگی مابعد موت خدائے حکیم کی حکمت کا ایک لازمی تقاضہ ہے جہاں سعید و شقی، نیک و بد، مجرم و وفادار صاف صاف طور پر الگ الگ ہوں اور اپنی اپنی جزا و سزا پائیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے واضح دلائل و شواہد سننے کے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایسی کھلی ہوئی نشانیاں دیکھ کر بھی بعض کجرو اور ضدی لوگ اللہ عز و جل کی کامل ہستی کو نہیں مانتے اور اس کے رسول کی قدر نہیں کرتے اور اس کی کتاب کو نہیں مانتے اور اللہ کی باتوں میں یونہی بے سند شک و شبہات اور جھگڑے کرتے رہتے ہیں ان کے پاس نہ کوئی علم ضروری ہے اور نہ دلیل۔ محض اپنے اوہام و ظنون کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور پھر ساتھ ہی اعراض و تکبر اور رعونت و غرور برتتے ہیں اور غرض اس سے ان کی یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی ایمان اور یقین کی راہ سے ہٹا دیں اور خود تو گمراہ ہیں ہی دوسروں کو بھی گمراہ کریں۔ ایسے لوگوں کے متعلق بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کرے گا اور آخرت کا عذاب رہا سو الگ۔ جب قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں کو عذابِ جہنم کی سزا دی جائے گی تو کہا جائے گا کہ خدا کی طرف سے کسی پر ظلم و زیادتی نہیں۔ یہ خود اپنے ہاتھوں کی کمائی اور کرتوت ہے جس کا مزہ آج تو اے انسان چکھ رہا ہے۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیات نضر بن حارث اور ابو جہل جیسے سردارانِ کفارِ مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں جو محض معاند تھے۔ انکار حشر و نشر ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس نہ کوئی علم بدیہی تھا۔ نہ نظری ہدایت نہ الہام و وحی اور مقصود ان کا اس عناد اور بغض راہِ حق سے صرف یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق پر دوسروں کو لبیک نہ کہنے دیں اور اسلام و ایمان قبول کرنے سے باز رکھیں۔ ان کے اس کبر و غرور کی سزا بیان فرمائی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی خوار و ذلیل کرے گا اور آخرت میں عذاب الیم میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ چنانچہ نضر بن حارث اور ابو جہل کیسی ذلت اور رسوائی کے ساتھ بدر کی لڑائی

میں اہل اسلام کے ہاتھوں قتل کئے گئے اور کتوں کی طرح سے ان کی لاشیں گھسیٹ کر ایک کنوئیں میں ڈال دی گئیں۔ یہ تو رہی دنیا کی ذلت اور رسوائی اور قیامت کے روز جہنم کا عذاب علیحدہ بھگتنا ہوگا۔ بعض مفسرین نے ان آیات کو تمام منکرین اور کفار مکہ سے متعلق رکھا ہے۔ ان آیات میں یہی مضمون فرمایا گیا ہے۔

تو گذشتہ اور ان آیات میں انسان کی پیدائش اور زمین سے نباتات کی پیدوار کی دو مثالیں بیان فرما کر یہاں حق تعالیٰ خود ان پانچ حقیقتوں کو بیان فرماتے ہیں جو ان دو مثالوں سے ثابت ہوتی ہیں۔ وہ پانچ حقیقتیں یہ ہیں۔

ایک یہ کہ یقیناً بالتحقیق اللہ موجود ہے جو اپنی ہستی میں کامل ہے ورنہ ایسی منظم اور حکیمانہ صنعتیں کہاں سے ظاہر ہوئیں۔

دوسرے یہ کہ وہ ہی مردہ اور بے جان چیزوں کو زندہ اور جان دار بنا دیتا ہے اور بے جانوں میں جان ڈالتا ہے چنانچہ مشت خاک یا قطرہ آب سے انسان بنا دینا اور خشک زمین میں روح نباتاتی پھونک کر اس کو سرسبز بنا دینا اس پر شاہد ہے۔

تیسرے یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر ہر چیز اس کی قدرت کے ماتحت اور نیچے نہ ہوتی تو ہرگز یہ کام یعنی مشت خاک یا قطرۂ حقیر سے جیتا جاگتا انسان بنا دینا یا مردہ خشک زمین سے پانی پڑتے ہی سبزہ کا اگا دینا نہ ہو سکتے تھے۔

چوتھے یہ کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں۔

پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں قبر والوں کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔ یعنی جتنے لوگ مر چکے ہوں گے ان سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا اور اس زندگی میں دنیا کی زندگی کی جزا و سزا واقع ہونی ہے۔

گزشتہ آیت میں پہلے ان منکرین کا ذکر ہوا جو خود گمراہ تھے اور ان آیات میں ان منکرین کا ذکر ہے جو خود ہی گمراہ نہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے پر کمربستہ رہتے تھے۔ اب اگلی آیات میں ایک تیسرے گروہ یعنی منافقین یا مذبذبین یا مرتدین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اسی پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! دین اسلام اور قرآن وسنت کی باتوں میں شک وشبہ اور وساوس شیطانیہ سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرمایئے۔ اور صحیح علم اور عمل کی اپنے احکام کے مطابق توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! مخالفین اسلام اور منکرین ایمان کو دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی نصیب فرما اور آخرت کا عذاب تو ان کے لئے مقدر ہی ہے جو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

یا اللہ! ہمیں ہدایت نصیب فرمایئے اور دوسروں کو بھی ہدایت کی راہ بتلانے والا بنایئے، اور دنیا میں بھی عزت اور غلبہ نصیب فرمایئے۔ اور آخرت میں اپنی مغفرت ورحمت سے نوازیئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ

اور بعض آدمی اللہ کی عبادت کرتا ہے کنارہ پر پھر اگر اس کو کوئی نفع پہنچ گیا تو اُس کی وجہ سے قرار پالیا۔اور اگر اُس پر کچھ

فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا

آزمائش ہوگئی تو منہ اُٹھا کر چل دیا دنیا اور آخرت دونوں کو کھو بیٹھا۔یہی کھلا نقصان ہے۔خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرنے لگا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا

جو نہ اُس کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ اُس کو نفع پہنچا سکتا ہے یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے۔وہ ایسے کی عبادت کررہا ہے کہ

لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

کہ اُس کا ضرر بہ نسبت اُس کے نفع سے زیادہ قریب الوقوع ہے۔ایسا کارساز بھی بُرا اور ایسا رفیق بھی بُرا۔

وَ اور	مِنَ سے	النَّاسِ لوگ	مَنْ جو	يَعْبُدُ بندگی کرتا ہے	اللّٰهَ اللہ	عَلٰى پر	حَرْفٍ ایک کنارہ	فَاِنْ پھر اگر	اَصَابَهٗ اسے پہنچ گئی
خَيْرُ بھلائی	اطْمَاَنَّ تو اطمینان پالیا	بِهٖ اس سے	وَاِنْ اور اگر	اَصَابَتْهُ اسے پہنچی	فِتْنَةُ کوئی آزمائش	انْقَلَبَ تو پلٹ گیا	عَلٰى پر۔بل		
وَجْهِهٖ اپنا منہ	خَسِرَ الدُّنْيَا دنیا کا فساد	وَالْاٰخِرَةَ اور آخرت	ذٰلِكَ یہ ہے	هُوَ الْخُسْرَانُ وہ گھاٹا	الْمُبِيْنُ کھلا	يَدْعُوْا پکارتا ہے وہ			
مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَا جو	لَا يَضُرُّهٗ نہ اسے نقصان پہنچائے	وَمَا اور جو	لَا يَنْفَعُهٗ نہ اسے نفع پہنچائے	ذٰلِكَ یہ ہے			
هُوَ وہ	الضَّلٰلُ گمراہی	الْبَعِيْدُ دُور۔انتہادرجہ	يَدْعُوْا وہ پکارتا ہے	لَمَنْ اس کو جو	ضَرُّهٗ اس کا ضرر	اَقْرَبُ زیادہ قریب			
	مِنْ نَّفْعِهٖ اس کے نفع سے	لَبِئْسَ بیشک بُرا	الْمَوْلٰى دوست	وَلَبِئْسَ اور بیشک بُرا	الْعَشِيْرُ رفیق				

تفسیر وتشریح:۔گزشتہ آیات میں کفار ومشرکین کو جو قیامت اور حشر ونشر کے منکر تھے ان کی مذمت فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ قیامت ضرور آنی ہے اور سب کو دوبارہ زندہ ہوکر اپنے کیے کی جزا سزا ملنا یقینی ہے۔اس طرح مشرکین مکہ کو متنبہ کیا گیا تھا کہ تم نے اگر ضد وہٹ دھرمی سے اپنے جاہلانہ اور باطل خیالات پر اصرار کیا اور دین حق کو جھٹلاتے رہے تو تمہارے لئے دنیا میں بھی رسوائی وذلت آنی ہے اور قیامت میں عذاب جہنم چکھنا ہوگا۔ اب آگے ان آیات میں ایک دوسرے گروہ کی مذمت فرمائی گئی ہے جو باوجود ظاہری اسلام لانے کے دل سے اخلاص نہ رکھتے تھے اور بعض احوال میں کفر وشرک کی طرف واپس ہوجاتے۔

ان آیات کے سبب نزول کے متعلق مختلف روایات منقول ہیں لیکن حاصل سب کا تقریباً ایک ہی ہے۔حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول ہے کہ بعض بدوی دیہاتی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوجاتے اور پھر اپنے وطن کو واپس جاتے تو اگر اس سال خوب بارش ہوتی۔ مال میں وسعت اور اولاد کی بہتری ہوتی تو کہتے یہ بڑا اچھا دین ہے اور اگر اس سال قحط پڑ جاتا اور اولاد کی بیماری یا موت کا صدمہ پہنچتا تو کہتے (نعوذ باللہ) اس دین میں کوئی خوبی نہیں ہے اور پھر جاتے۔ حضرت ابن عباسؓ کا ہی دوسرا قول ہے کہ جب بعض دیہاتی مدینہ میں آتے اور آکر تندرست ہوجاتے اور اس کی گھوڑی کے خوبصورت بچہ پیدا ہوتا اور اس کی اپنی اولاد بھی نرینہ پیدا ہوتی تو دین اسلام سے راضی ہوتا اور کہتا کہ جب سے میں اس دین میں

آیا ہوں مجھے فائدہ ہی ہورہا ہے اور اگر مدینہ میں آ کر بیمار ہوجاتا یا اس کی بیوی کے لڑکی پیدا ہوتی یا آمدنی میں کچھ تاخیر ہوتی تو شیطانی وسوسہ میں آ کر کہتا کہ جب سے میں اس مذہب میں آیا ہوں مجھے برائی ہی پہنچی ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی مسلمان ہوا۔ پھر اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔ مال بھی برباد ہوگیا اور اولاد کا بھی صدمہ پہنچا۔ ان حوادث کی وجہ سے اس نے اسلام کو نعوذ باللہ منحوس جانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ اپنا اسلام واپس کر لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام واپس نہیں ہوتا۔ یہودی بولا میں نے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں پائی۔ آنکھیں جاتی رہیں۔ مال گیا، اولاد مری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح چاندی سونے کا میل آگ کے ذریعہ سے صاف ہوجاتا ہے۔ اسی طرح آدمیوں کی تمام کثافتوں کو اسلام دور کردیتا ہے۔ بہرحال سبب نزول آیات کا کچھ بھی ہو مطلب صاف ہے۔ اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ بعض آدمی محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتا ہے اور اسکا دل مذبذب رہتا ہے۔ اگر دین میں داخل ہوکر دنیا کی بھلائی دیکھے تو بظاہر اللہ کی بندگی پر قائم رہے اور تکلیف پائے تو دین حق کو چھوڑ دے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین و دنیا دونوں برباد ہوتے ہیں۔ آنے والی مصیبت تو آتی ہے۔ ادھر نجات آخرت سے محرومی ہوجاتی ہے۔ گویا ایسا آدمی مکان کے کنارے کھڑا ہے کہ جب چاہے نکل بھاگے۔ ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی خستہ و خوار ہوں گے تو اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہوگا۔ دنیا کی بھلائی نہ ملنے کی وجہ سے خدا کی بندگی چھوڑی اور جب اللہ عزوجل کو چھوڑا تو ضرورت کے وقت اپنی مدد کے لئے کسی اور کو بلائے گا۔ اب وہ اللہ کے سوا جسے بھی پکارے گا وہ کمزور ضعیف اور ناتواں ہی ہوگا جس میں نہ نفع پہنچانے کی طاقت ہوگی اور نہ ضرر پہنچانے کا بل بوتہ ہوگا تو ذرا سوچنا چاہئے کہ یہ کتنی بڑی گمراہی ہے اور اس کا یہ احمقانہ فعل اسے سچائی اور حقیقت سے کتنی دور لے جا کر پھینکے گا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کھلی ہوئی حماقت ہوگی۔ بتوں وغیرہ یعنی غیر اللہ سے نفع کی امید تو موہوم ہے لیکن ان کی بندگی کا جو ضرر ہے وہ قطعی اور یقینی ہے اس لئے فائدہ کا سوال تو بعد میں دیکھا جائے گا نقصان ابھی ہاتھوں ہاتھ پہنچ گیا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت میں بت پرستی کے نتائج سامنے آئیں گے تو بت پرست بھی یہ کہیں گے۔ **لبئس المولٰی ولبئس العشیر** یعنی جن سے بڑی امداد اور رفاقت کی توقع تھی وہ بہت ہی برے رفیق اور مددگار ثابت ہوئے کہ نفع تو کیا پہنچاتے الٹا ان کے سبب سے نقصان پہنچ گیا۔

یہاں ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو محض دنیاوی طمع پر اسلام لے آتے ہیں اور ان کے دل میں حقانیت اسلام کی طرف سے تردد رہتا ہے۔ گویا ایسے لوگوں کے نزدیک حقانیت کا معیار دنیاوی منفعت ہے اور جو اسلام محض دنیوی منفعت پر مبنی ہو وہ اسلامی شریعت میں معتبر نہیں۔ اگر اس کو کوئی دنیاوی بھلائی پہنچ گئی جیسے صحت و مالداری وغیرہ تو اس بھلائی کی وجہ سے اس کو دین پر کچھ ٹھہراؤ ہوگیا اور اگر اس کو کوئی دنیاوی تکلیف پہنچ گئی جیسے بیماری اور تنگدستی تو پھر وہ دین سے پلٹ جاتا ہے تو ایسے شخص کا انجام یہ بتلایا گیا کہ اس نے دنیا بھی گنوائی اور آخرت بھی گنوائی۔ دنیا بھی گئی اور دین بھی گیا۔ دنیا کا نقصان تو یہ ہوا کہ مراد کو نہ پہنچا اور آخرت کا نقصان یہ ہوا کہ سارے اعمال نیست و نابود ہوگئے۔

حاصل مطلب یہ کہ دین اسلام کو اخلاص کے ساتھ اختیار کرنا چاہئے نہ کہ دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے۔ دنیا کا نفع و نقصان تو ہر کسی کے ساتھ لگا ہوا ہے جو مشیت الٰہی کے تحت پہنچتا ہے۔

اب آگے ان دونوں گروہوں کے مقابلہ میں جن کی مذمت فرمائی گئی مؤمنین صادقین کی فضیلت کو ظاہر کیا جاتا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل فرماویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے۔ جو شخص اس بات کا خیال رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ رُسول کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيْظُ ﴿١٥﴾

تو اس کو چاہیے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے پھر اُس وحی کو موقوف کرادے تو پھر غور کرنا چاہیے آیا اُسکی تدبیر اُسکی ناگواری کی چیز کو موقوف کرسکتی ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿١٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

اور ہم نے اس قرآن کو اسی طرح اُتارا جس میں کھلی کھلی دلیلیں ہیں اور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔اس میں

هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ

کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان میں

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١٧﴾

قیامت کے روز (عملی) فیصلہ کردے گا۔ بے شک خدا تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	يُدْخِلُ داخل کرے گا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو لوگ ایمان لائے	عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے درست عمل کئے	جَنّٰتٍ باغات		
تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے سے	الْاَنْهٰرُ نہریں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	يَفْعَلُ کرتا ہے	مَا يُرِيْدُ جو وہ چاہتا ہے	
مَنْ جو	كَانَ يَظُنُّ گمان کرتا ہے	اَنْ کہ	لَنْ يَّنْصُرَهُ ہرگز اس کی مدد نہ کرے گا	اللّٰهُ اللہ	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَ اور	الْاٰخِرَةِ آخرت
فَلْيَمْدُدْ تو اسے چاہیے کہ تانے	بِسَبَبٍ ایک رسی	اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف	ثُمَّ پھر	لْيَقْطَعْ اسے کاٹ ڈالے	فَلْيَنْظُرْ پھر دیکھے		
هَلْ کیا	يُذْهِبَنَّ دور کردیتی ہے	كَيْدُهُ اس کی تدبیر	مَا يَغِيْظُ جو غصہ دلا رہی ہے	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس کو نازل کیا		
اٰيٰتٍ آیتیں	بَيِّنٰتٍ روشن	وَ اور	اَنَّ اللّٰهَ یہ کہ اللہ	يَهْدِيْ ہدایت دیتا ہے	مَنْ جس کو	يُرِيْدُ وہ چاہتا ہے	اِنَّ بیشک
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَالَّذِيْنَ اور جو	هَادُوْا یہودی ہوئے	وَ اور	الصّٰبِئِيْنَ صابی ستارہ پرست	وَالنَّصٰرٰى اور نصاریٰ مسیحی		
وَالْمَجُوْسَ اور آتش پرست	وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور وہ جنہوں نے شرک کیا (مشرک)	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	يَفْصِلُ فیصلہ کردے گا			
بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	شَهِيْدٌ مطلع		

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں منکرین۔ مجادلین و مذبذبین و مرتدین کی مذمت فرمائی گئی تھی اور ان کی باطل پرستی کا نتیجہ بدظاہر فرمایا گیا تھا۔ اب کفار کے مقابلہ میں اہل ایمان کا حال اور ان کی نیک انجامی بیان فرمائی جاتی ہے تا کہ اگر کفر سے نفرت پیدا ہو تو

ساتھ ہی اسلام و ایمان سے رغبت بھی پیدا ہو سکے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ ہر بات کی وضاحت اس کی ضد کو بیان کرنے سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ کفر کی ضد اسلام ہے۔ اسلام ہی کی طرف طبائع کا میلان کرانا مقصود تھا لیکن جب تک کفر کی طرف سے قلوب میں نفرت نہ پیدا کی جائے اسلام کی طرف میلان نہیں ہو سکتا۔ جب کفار اور ان کے کفر کی حالت شنیعہ اور نتائج قبیحہ کا بیان ہو گیا تو اب رغبت کے لئے مؤمنین، صادقین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو اہلِ ایمان ہیں اور ساتھ ہی عمل صالح بھی کرتے ہیں یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق اپنا عقیدہ رکھتے ہیں اور شریعت اسلامیہ کے مطابق جو نیک کام کرنے کے لئے بتلائے گئے ہیں وہ کرتے ہیں اور جن کاموں سے روکا گیا ہے ان سے باز رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کو قیامت کے دن جنت کے باغات میں داخل کیا جائے گا۔ یہاں ان آیات میں بھی اور قرآن پاک میں متعدد جگہ جنت میں داخلہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ بتایا گیا ہے۔ گزشتہ آیات میں کفار کی سزا اور یہاں مومنین کی جزا کا جو بیان ہوا تو اس کے وقوع میں ذرا شبہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔

اس سورۃ کے ابتدائی درس میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سورۃ کا ابتدائی حصہ مکہ معظمہ میں بالکل آخری مکی دور میں یعنی ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ہی قبل نازل ہوا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار مکہ کی عداوت و مخالفت اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی حتیٰ کہ کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے کر رہے تھے تاکہ اس طرح وہ دین اسلام کو ختم کر سکیں۔ چونکہ کفار و مشرکین کی دلی منشا اور غرض یہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دین اسلام کو مغلوب و ضعیف کر کے ختم کیا جائے اسلئے آگے اس غرض والوں کی ناکامی بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے رسول سے دنیوی اور اخروی فتح و نصرت کے جو وعدے کر چکا ہے وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے خواہ کفار و حاسدین کتنا ہی غیظ کھائیں اور نصرت ربانی کے روکنے کی کیسی ہی تدبیر کر لیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و کامیابی کسی طرح رک نہیں سکتی یقیناً آکر رہے گی۔ اگر ان کفار و حاسدین کو اس پر زیادہ غصہ ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کوشش سے خدا کی مشیت کو روک سکیں گے تو اپنی انتہائی کوشش صرف کر کے دیکھ لیں اور ہو سکتا ہو تو آسمان میں رسی تان کر اوپر چڑھیں اور وہاں سے آسمانی امداد کو منقطع کر آئیں۔ پھر دیکھیں کہ ان تدبیروں سے وہ چیز آنی بند ہو جاتی ہے جس پر انہیں اس قدر غصہ اور پیچ و تاب ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قرآن پاک کی آیات تو بالکل واضح اور روشن ہیں اور اس کی باتیں اور مثالیں کتنی صاف اور کھلی ہیں۔ جو شخص ان میں غور کرے اس پر صاف صاف حق واضح ہو جائے مگر سمجھتا وہی ہے جسے خدا سمجھ دے۔ ہدایت یاب ہونا ہر شخص کا کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں البتہ انسان کی سعی اور طلب کے بعد اللہ تعالیٰ ارادہ ہدایت کا فرما ہی لیتے ہیں۔

اب تمام گروہوں کا بیان کرنے کے بعد تمام گروہوں کے متعلق ایک قطعی فیصلہ صادر فرما دیا کہ قیامت کے دن تمام مذاہب کے نزاعات کا عملی اور دوٹوک فیصلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہوگا اور اہلِ اسلام۔ یہود۔ نصاریٰ آتش پرست۔ صابی۔ مشرکین سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کا نتیجہ اچھا ہے اور کس کا برا، کون کامیاب رہا کون ناکام، کون ناجی ہے کون ناری۔ سب جدا جدا کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پہنچا دیئے جائیں گے۔ سب

کے اقوال وافعال۔ظاہر وباطن سب اللہ تعالیٰ پر عیاں ہیں۔

عام طور پر دنیا میں مذہب کے لحاظ سے چھ فریق رہے ہیں۔ایک اہل ایمان یا اہل اسلام جن کو یہاں آیت میں "اللذین امنو" سے تعبیر کیا گیا ہے۔دوسرے یہود۔تیسرے نصاریٰ۔چوتھے مجوی یعنی آتش پرست۔پانچویں مشرکین یعنی بت پرست وغیرہ۔چھٹے صائبین۔ صائبین کے بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔بعض کا کہنا ہے کہ یہ کواکب پرستوں کا گروہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔بعض کا کہنا ہے کہ صائبین مجوس اور نصاریٰ کے درمیان ایک قوم ہے اور ان کا کوئی دین نہیں اور نہ وہ کسی پیغمبر کو مانتے ہیں۔نہ کسی ملت کی جانب منسوب ہیں۔نہ ان کی کوئی شریعت ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ صائبین اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے جو فرشتوں کو پوجتا تھا۔بہر حال یہ چھ دین ہیں جن میں سے پانچ دین اب شیطان کے ہیں اور صرف ایک دین رحمٰن کا ہے۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان جملہ ادیان مختلفہ کا فیصلہ فرمائیں گے۔اہل ایمان واہل اسلام کو جنت میں جو اللہ کی رضا کا مقام ہے داخل فرمائیں گے۔اور ان کے سوا سب کفار و مشرکین کو خواہ وہ یہودی ہوں یا نصرانی یا مجوی یا صابی یا مشرک سب جہنم میں جھونکے جائیں گے اور یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے علم کی بنا پر ہوگا۔

نیز ان اللہ یھدی من یرید یعنی اللہ تعالیٰ حق کی ہدایت فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے سے واضح ہوا کہ قرآن کریم کی تعلیم و ہدایت تو بالکل واضح، روشن اور نا قابل شک وشبہ ہے مگر فائدہ اور ہدایت اسی کو نصیب ہوتا ہے جس کے شامل حال اللہ کی توفیق ہو۔اور جس کو حق تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔اسی مناسبت سے آگے اللہ عزوجل کی قدرت و جبروت کو ثابت فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قرآنی ہدایات کو حاصل کرنے کے لئے ہمارے قلوب منور فرمائیں اور ہمارے سینوں کو کشادہ فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرما۔اور اسی پر ہمارا جینا اور مرنا مقدر فرما۔

یا اللہ! قیامت میں مؤمنین صادقین کے ساتھ ہی ہمارا حشر ونشر ہو اور انہی کے ساتھ جنت میں پہنچنا نصیب ہو۔

یا اللہ! ہم کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اپنی توفیق حسن کو ہمارے شامل حال فرما۔یا اللہ! ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما جو آپ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنیں اور ان اعمال سے بچنا نصیب فرما جو آپ کی ناراضگی کا سبب ہوں۔

یا اللہ! آپ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدۂ نصرت و امداد کے فرمائے تھے وہ سب آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے فرمائے۔

یا اللہ! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مسلمہ بھی اس وقت آپ کی امداد ونصرت کی بہت ہی حاجت مند ہے۔

یا اللہ! دشمنان دین اور اعدائے اسلام کے مقابلہ میں اُمتِ مسلمہ کی مدد فرما دے اور اسلام اور اہلِ اسلام کو مٹانے والوں کے عزائم کو ملیامیٹ فرما دے اور ان کے اوپر اپنے قہر وعذاب کی بجلیاں گرا کر خاسر و نا کام بنا دے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند

وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَکَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْہِ

اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی بھی۔اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہوگیا ہے۔

الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ؕ (۱۸) السجدۃ

اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں اللہ تعالیٰ (کو اختیار ہے) جو چاہے کرے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا؟	اَنَّ اللّٰہَ کہ اللہ	یَسْجُدُ لَہٗ سجدہ کرتا ہے اس کیلئے	مَنْ جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَنْ اور جو	
فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَالشَّمْسُ اور سورج	وَالْقَمَرُ اور چاند	وَ اور	النُّجُوْمُ ستارے	وَالْجِبَالُ اور پہاڑ	وَالشَّجَرُ اور درخت
وَالدَّوَآبُّ اور چوپائے	وَکَثِیْرٌ اور بہت	مِنَ سے	النَّاسِ انسان	وَکَثِیْرٌ اور بہت سے	حَقَّ ثابت ہوگیا	عَلَیْہِ اس پر
الْعَذَابُ عذاب	وَ اور	مَنْ جسے	یُّھِنِ اللّٰہُ ذلیل کرے اللہ	فَمَا لَہٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ مُّکْرِمٍ کوئی عزت دینے والا	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ
یَفْعَلُ کرتا ہے	مَا یَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے					

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں حق تعالیٰ قیامت کے روز تمام مذاہب کے انسانوں میں عملی فیصلہ فرمادیں گے یعنی اہل ایمان کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور منکرین و کافرین کو جہنم میں پھینکا جائے گا اور ہر شخص کے کفر و ایمان کی اطلاع حق تعالیٰ کو ہے پس ہر ایک کو مناسب جزاو سزا دے گا۔ تو گزشتہ آیت میں یہ فرمانے سے کہ بیشک حق تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے اور ہر چیز جانتا ہے اللہ تعالیٰ کا علم وادراک کامل ثابت ہوا تھا جو قیامت میں فیصلہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔اب آگے اس آیت میں اللہ عزوجل کی قدرت اور جبروت کو ثابت فرمایا جاتا ہے کہ اس کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے۔ آسمان اور زمین میں جتنی بھی مخلوق ہے سب اس قدرت والے کے آگے سربسجود ہے۔کوئی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتا وہ جس کو ذلت دیتا ہے کوئی اس کو عزت نہیں دے سکتا اور وہ جو چاہے کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے فیصلہ کو رد کرسکے اور قیامت میں فیصلہ کرنے کے لئے بھی دو وصف ضروری ہیں۔علم کامل اور قدرت کامل۔تو جو تمام عالم کا مسجود ہے۔کائنات کی ہر چیز اسی کے حکم کی مطیع اور اس کی مشیت کے مسخر ہے۔ ہر شے اسی طریق سے اس کو سجدہ کرتی ہے جو اس کی حالت کے سزاوار ہے۔ انسان بھی سجدہ کرتا ہے۔ستارے بھی سجدہ کرتے ہیں۔درختوں کی پتیاں۔ریگستان کے ذرے،سمندر اور دریاؤں کے قطرے۔ اور پہاڑوں کے پتھر سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔لیکن ہر ایک کا سجدہ جدا نوعیت اور جدا کیفیت رکھتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ کل کائنات کے سجدہ کرنے کے دو معنی ہیں۔

اول یہ کہ ہر شے اپنے مناسب حال سجدہ کرتی ہے۔آدمی کا سجدہ ہے پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھنا۔درختوں کا سجدہ کرنا اور نوعیت رکھتا ہے۔ پہاڑوں،ستاروں چاند اور سورج ان کا سجدہ کسی اور خاص کیفیت وہیئت کا حامل ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ تمام مخلوق فطرۃ اللہ کی فرمانبردار اور مسخر

ہے۔ قانونِ قدرت سے کوئی سرتابی نہیں کرسکتا۔ چاروناچار سب کو ضابطہ فطرت پر چلنا پڑتا ہے۔ زمین اور آسمان کی ہر مخلوق اس کے قانون کی مطیع ہے۔ یہاں آیت میں بعض چیزوں کے سجدہ کرنے کی تخصیص بھی کی گئی ہے مثلاً سورج، چاند اور ستارے۔ پہاڑ، درخت، چارپائے۔ عرب میں بعض قبیلے آفتاب کی پرستش کرتے تھے۔ عرب کے علاوہ بعض دوسری قومیں بھی ان کی پوجا کرتی تھیں۔ بعض قومیں چاند، سورج کی طرح پہاڑوں، درختوں اور کچھ جانوروں کی بھی اتنی تعظیم کرتے تھے کہ وہ حدِ عبادت تک پہنچ جاتی۔ تو ان سب چیزوں کی پرستش کرنیوالوں کو جتلایا جاتا ہے کہ یہ سب چیزیں تو اللہ کے آگے جھک رہی ہیں۔ اسکے حکم کے آگے مسخر ہیں۔ تو ان کے مالک وخالق کو چھوڑ کر ان کو پوجنا کونسی عقلمندی ہے؟ باخدا انسان تو بالاختیار اللہ کو سجدہ کرتے ہیں مگر انسانوں میں ایسے بھی بدبخت اور بے عقل اور ذلیل ہیں کہ باختیار خود اس مالک وخالق حقیقی کے آگے نہیں جھکتے۔ ان ذلیل انسانوں پر عذابِ الٰہی ثابت ہو چکا ہے۔ اور انسانوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ عزوجل جسے عذاب دے کر ذلیل کرنا چاہے تو کوئی اس کو بچا کر عزت دینے والا نہیں۔

اس آیت میں یہ دو جملے جو آئے ہیں۔ " ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل مایشآء " اور جسے اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے۔ ان دو جملوں سے متعلق بغداد کے ایک مشہور ومعروف بزرگ جو شیخ ابوعبداللہ اندلسی کے نام سے ۲۰۰ھ میں گزرے ہیں ان کا عجیب وغریب اور نہایت عبرت انگیز واقعہ یاد آیا جو ایک مشہور عربی کتاب سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اردو میں ترجمہ فرمایا ہے اور جو درس عبرت کے نام سے طبع ہوا ہے۔ حضرت شیخ اکثر اہل عراق کے پیر ومرشد اور استاد ومحدث تھے آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک تھی جن میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی رحمہما اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں اور علاوہ زاہد وعابد اور عارف باللہ ہونے کے حدیث وتفسیر میں ایک جلیل القدر امام تھے۔ لکھا ہے کہ تیس ہزار احادیث آپ کو حفظ یاد تھیں اور قرآن کریم کے تمام روایات قرأت کے ساتھ حافظ تھے مگر ایک ابتلا میں گرفتار ہوجانے پر کس طرح سارا قرآن شریف بھول گئے۔ اور سوا دو آیتوں کے کچھ یاد نہ رہا۔ ایک تو یہی " ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل مایشآء" (جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)۔ اور دوسری یہ "ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سوآء السبیل" (جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہوگیا) اور تیس ہزار احادیث میں سے صرف ایک حدیث یاد رہ گئی تھی من بدل دینہ فاقتلوہ (اور جو اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کردو) چونکہ واقعہ نہایت عبرت انگیز اور نصیحت آمیز ہے اور اس آیت سے ایک مناسبت رکھتا ہے اس لئے پورا واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ درس میں پیش کیا جائے گا۔ اور یہ واقعہ اتنا عبرتناک اور نصیحت آموز ہے کہ حضرت اقدس شیخ الحدیث ومحدث کبیر مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تالیف "شریعت وطریقت کا تلازم" میں صفحہ ۲۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کا واقعہ تو میرے دل میں ایسا جما ہوا ہے اور چبھا ہوا ہے کہ اکثر بے اختیار زبان قلم پر آجاتا ہے میں سالکین اور تصوف سے ذرا سا تعلق رکھنے والوں کے متعلق بھی یہ چاہتا ہوں کہ یہ واقعہ ہر ایک کے دل میں اترا ہوا ہو۔"

یہ آیت جو تلاوت کی گئی ہے یہ آیت سجدہ ہے اس کے پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہوجاتا ہے اس لئے قارئین و سامعین سجدۂ تلاوت کرلیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ کی معرفت اور یقین کامل ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! عزت و ذلت کے خزانے آپ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ آپ جسے چاہیں عزت بخشیں اور جسے چاہیں ذلت دیں۔
آپ کے ارادہ اور حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے اپنی اپنی حالت کے مناسب سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند

وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ

اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی بھی۔اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہوگیا ہے۔

الْعَذَابُ ۗ وَمَن يُهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ ﴿١٨﴾

اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں اللہ تعالیٰ (کو اختیار ہے) جو چاہے کرے۔

أَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا؟	أَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	يَسْجُدُ لَهُ سجدہ کرتا ہے اس کیلئے	مَنْ جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَنْ اور جو	
فِي الْأَرْضِ زمین میں	وَالشَّمْسُ اور سورج	وَالْقَمَرُ اور چاند	وَ اور	النُّجُومُ ستارے	وَالْجِبَالُ اور پہاڑ	وَالشَّجَرُ اور درخت
وَالدَّوَآبُّ اور چوپائے	وَكَثِيرٌ اور بہت	مِّنَ سے	النَّاسِ انسان	وَكَثِيرٌ اور بہت سے	حَقَّ ثابت ہوگیا	عَلَيْهِ اس پر
الْعَذَابُ عذاب	وَ اور	مَنْ جسے	يُهِنِ اللّٰهُ ذلیل کرے اللہ	فَمَا لَهُ تو نہیں اس کیلئے	مِن مُّكْرِمٍ کوئی عزت دینے والا	إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
يَفْعَلُ کرتا ہے	مَا يَشَاءُ جو وہ چاہتا ہے					

تفسیر و تشریح:۔ اس آیت کا بیان گزشتہ درس میں ہو چکا ہے۔آیت کے آخری دو جملوں یعنی " ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل مایشآء" (اور جسے اللہ ذلیل کرے اس کو عزت دینے والا کوئی نہیں بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے) سے متعلق گزشتہ درس میں عراق (بغداد) کے ایک مشہور بزرگ شیخ ابو عبداللہ اندلسی رحمتہ اللہ علیہ کے عجیب و غریب اور نہایت عبرت انگیز اور نصیحت آمیز واقعہ کو بیان کرنے کا جو وعدہ کیا گیا تھا وہ اس درس میں پورا کیا جاتا ہے۔ یہ عبرت آموز واقعہ علامہ دمیری کی کتاب "حیٰوۃ الحیوان مطبوعہ مصر سے نقل کیا گیا ہے اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے جو" درس عبرت" کے نام سے قریب ۶۰ سال ہوئے شائع ہوا تھا۔اور اب بھی غالباً دارالاشاعت بندر روڈ بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ "درس عبرت" میں حضرت مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

سن ہجری کی دوسری صدی ختم پر ہے۔آفتاب نبوت غروب ہوئے ابھی بہت زیادہ مدت نہیں گزری۔لوگوں میں امانت دیانت اور تدین و تقویٰ کا عنصر غالب ہے۔ اسلام کے ہونہار فرزند جن کے ہاتھ پر اس کو فروغ ہونے والا ہے کچھ برسرپیکار ہیں اور کچھ ابھی تربیت پا رہے ہیں۔ائمہ دین کا زمانہ ہے۔ ہر ایک شہر علماء دین و صلحا متقین سے آباد نظر آتا ہے خصوصاً مدینۃ الاسلام بغداد جو اس وقت مسلمانوں کا دار السلطنت ہے اپنی ظاہری اور باطنی آرائشوں سے آراستہ ہو کر گلزار بنا ہوا ہے ایک طرف اگر اس کی دلفریب عمارتیں اور ان میں گزرنے والی نہریں دل لبھانے والی ہیں تو دوسری طرف علماء و صلحاء کی مجلسیں درس و تدریس کے حلقے ذکر و تلاوت کی دلکش آوازیں خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کی دلجمعی کا کافی سامان ہے۔فقہا و محدثین اور عباد و زہاد کا ایک عجیب و غریب مجمع ہے۔اس مبارک مجمع میں ایک بزرگ حضرت شیخ ابو عبداللہ اندلسی کے نام سے مشہور ہیں جو اکثر اہل عراق کے پیر و مرشد اور استاد و محدث ہیں آپ کے

مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ چکی ہے جن کا ایک عبرت ناک واقعہ ہمیں اس وقت ہدیہ ناظرین کرنا ہے۔

یہ بزرگ علاوہ زاہد و عابد اور عارف باللہ ہونے کے حدیث و تفسیر میں بھی ایک جلیل القدر امام ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو تیس ہزار حدیثیں حفظ تھیں اور قرآن شریف کو تمام روایات قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے سفر کا ارادہ کیا۔ تلامذہ اور مریدین کی جماعت میں سے بہت سے آپ کے ساتھ ہولئے جن میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی رحمہما اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔ حضرت شبلی قدس اللہ سرہ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ خدا کے فضل و کرم سے نہایت امن و امان اور آرام و اطمینان کے ساتھ منزل بہ منزل مقصود کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ہمارا گزر ایک عیسائیوں کی بستی پر ہوا۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا لیکن پانی موجود نہ ہونے کی وجہ سے اب تک ادا نہ کر سکے تھے۔ بستی میں پہنچ کر پانی کی تلاش ہوئی ہم نے بستی کا چکر لگایا۔ اس دوران میں ہم چند مندروں اور گرجا گھروں پر پہنچے جن میں آفتاب پرستوں اور صلیب پرست نصرانیوں کے رہبان اور پادریوں کا مجمع تھا جن میں ہر شخص اپنے خبط میں مبتلا تھا۔ کوئی آفتاب کو پوجتا تھا۔ کوئی آگ کو ڈنڈوت کرتا تھا۔ کوئی صلیب کو اپنا قبلہ حاجات بنائے ہوئے تھا۔ ہم یہ دیکھ کر متعجب ہوئے۔ اور ان لوگوں کی کم عقلی اور گمراہی پر حیرت کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ آخر گھومتے گھومتے بستی کے کنارہ پر ایک کنوئیں پر پہنچے جس پر چند نوجوان لڑکیاں پانی پلا رہی تھیں۔ اتفاق سے شیخ مرشد ابو عبداللہ اندلسی کی نظر ان میں سے ایک لڑکی پر پڑی جو اپنے خداداد حسن و جمال میں سب ہجولیوں سے ممتاز ہونے کے ساتھ زیور اور لباس سے آراستہ تھی۔ شیخ کی اس پر نظر پڑتے ہی حالت دگرگوں ہونے لگی۔ چہرہ بدلنے لگا۔ اسی انتشار طبع کی حالت میں شیخ اس کی ہجولیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے یہ کس کی لڑکی ہے؟ لڑکیوں نے جواب دیا کہ یہ اسی بستی کے سردار کی بیٹی ہے۔ شیخ نے کہا کہ پھر اس کے باپ نے اس کو اتنا ذلیل کیوں بنا رکھا ہے کہ کنوئیں سے خود ہی پانی بھرتی ہے کیا وہ اس کے لئے کوئی ماما نوکر نہیں رکھ سکتا جو اس کی خدمت کرے لڑکیوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔ مگر اس کا باپ نہایت عقیل اور فہیم آدمی ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ لڑکی اپنے باپ کے مال و متاع حشم و خدم پر غرہ ہو کر کہیں اپنے فطری اخلاق خراب نہ کر بیٹھے اور نکاح کے بعد شوہر کے یہاں جا کر اس کی خدمت میں کوئی قصور نہ کرے۔

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے اور تین دن کامل اس پر گزر گئے کہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ کسی سے کلام کرتے ہیں البتہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو نماز ادا کر لیتے ہیں۔ مریدین اور تلامذہ کی کثیر التعداد جماعت ان کے ساتھ ہے لیکن سخت ضیق میں ہے کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تیسرے دن میں نے یہ حالت دیکھ کر پیش قدمی کی اور عرض کیا اے شیخ! آپ کے مریدین آپ کے اس مستمر سکوت سے متعجب اور پریشان ہیں۔ کچھ تو فرمائیے کیا حال ہے۔ حضرت شیخ نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے عزیزو میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں۔ پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آ چکی ہے کہ میرے تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں۔ حضرت شبلی نے عرض کیا اے ہمارے آقا۔ آپ اہل عراق کے پیر و مرشد۔ علم و فضل اور زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق ہیں آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو گئی ہے۔ بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے۔

حضرت شیخ نے فرمایا میرے عزیزو۔ میرا اور تمہارا نصیب۔ تقدیر خداوندی ظاہر ہو چکی ہے۔ مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا اور ہدایت کی علامات اٹھالی گئیں یہ کہہ کر رونا شروع کیا اور کہا "اے میری قوم۔ قضا و قدر نافذ ہو چکی ہے۔ اب کام

میرے بس کا نہیں ہے۔"

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حیرت سے رونا شروع کیا۔ شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے یہاں تک کہ زمین آنسوؤں کے امنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہو گئی اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے۔ لوگ ہمارے آنے کی خبر سن کر حضرت شیخ کی زیارت کے لئے شہر سے باہر آئے اور حضرت شیخ کو ہمارے ساتھ نہ دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ ہم نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ واقعہ سن کر لوگوں میں کہرام مچ گیا۔ شیخ کے مریدوں میں سے کثیر التعداد جماعت تو اسی غم و حسرت میں اسی وقت عالمِ آخرت کو سدھار گئی اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ مقلب القلوب شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے۔ اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت و افسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے ایک سال کے بعد جب ہم مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر پھر شیخ کی خبر لیں کہ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا اور اس گاؤں میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا۔ گاؤں والوں نے بتلایا کہ وہ جنگل میں خنزیر چرا رہا ہے۔ اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی۔ اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کر لیا اور وہ جنگل میں سور چرانے کی خدمت پر مامور رہے۔ حضرت شبلیؒ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہم ششدر رہ گئے اور غم سے ہمارے کلیجے پھٹنے لگے کہ خدا کی پناہ یہ کیا ہوا؟ آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان امنڈنے لگا۔ بمشکل دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جہاں وہ سور چرا رہے تھے۔ دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی ہے اور کمر میں زنار باندھی ہوئی ہے اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ اور خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکا لیا۔ ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا۔ شیخ نے کسی قدر دبی زبان سے وعلیکم السلام کہا۔ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے کہا اے شیخ! اس علم و فضل اور حدیث و تفسیر کے ہوتے ہوئے آج آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت شیخ نے جواب دیا۔ میرے بھائیو۔ میں اپنے اختیار میں نہیں۔ میرے مولا نے جس طرح چاہا مجھ میں تصرف کیا اور اس قدر تقرب کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دے تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا تھا۔ اے عزیزو خدائے بے نیاز کے قہر سے ڈرو۔ اپنے علم و فضل پر مغرور نہ ہو۔ اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا۔ اے میرے مولا! میرا گمان تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل و خوار کر کے اپنے دروازہ سے نکال دے گا۔ یہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے استغاثہ کرنا اور فریاد کرنا شروع کر دیا اور آواز دی کہ اے شبلی اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کر۔ حضرت شبلی رونے کی وجہ سے لکنت کرتی ہوئی آواز سے نہایت دردناک لہجہ میں فریاد کرنے لگے اے ہمارے پروردگار ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں۔ ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے۔ ہم سے یہ مصیبت دفع کر دے کہ تیرے سوا کوئی دفعہ کرنے والا نہیں۔

خنزیران سب کا رونا اور ان کی دردناک آوازیں سنتے ہی سب کے سب وہیں جمع ہو گئے اور زمین پر مرغ بسمل کی طرح لوٹنا اور چلانا شروع کیا اور اس زور سے چیخے کہ ان کی آواز سے جنگل اور پہاڑ گونج اٹھے۔ یہ میدان میدانِ حشر کا نمونہ بن گیا۔ ادھر حضرت شیخ حسرت کے عالم میں زار و زار رو رہے تھے۔ حضرت شبلی نے عرض کیا اے شیخ آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کریم کو ساتوں قرأت سے پڑھا کرتے تھے۔ اب بھی اس کی کوئی آیت یاد ہے؟

حضرت شیخ نے جواب دیا اے عزیز! مجھے تمام قرآن مجید میں دو آیتوں کے سوا کچھ یاد نہیں رہا۔

حضرت شبلی نے پوچھا وہ دو آیتیں کون سی ہیں؟ تو شیخ نے کہا ایک تو یہ ہے۔ "ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل مایشاء" (جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے) اور دوسری یہ ہے۔ " ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سوآء السبیل" (جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا۔ تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا)

حضرت شبلیؒ نے پھر پوچھا کہ اے شیخ آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے برزبان یاد تھیں اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے؟ کہنے لگے کہ صرف ایک حدیث یاد ہے۔ "من بدل دینہ فاقتلوہ" (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو)

پھر حضرت شبلی کہتے ہیں کہ ہم یہ حال دیکھ کر بصد حسرت ویاس شیخ کو وہیں چھوڑ کر واپس ہوئے اور بغداد کا قصد کیا۔ ابھی تین ہی منزل طے کر پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور بآواز بلند شہادتیں "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ" پڑھتے جاتے تھے۔

اسی وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت اور حسرت ویاس کا اندازہ ہو۔ ان کے قریب پہنچ کر شیخ نے کہا کہ مجھے ایک پاک کپڑا دو اور کپڑا لے کر سب سے پہلے نماز کی نیت باندھی۔ ہم منتظر تھے کہ شیخ نماز سے فارغ ہوں تو مفصل واقعہ سنیں۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ نماز سے فارغ ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے کہا اس خدائے علیم وقدیر کا ہزار ہزار شکر واحسان ہے کہ جس نے آپ کو پھر ہم سے ملایا اور ہماری جماعت کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد پھر درست فرمایا۔ مگر اے شیخ ذرا بیان فرمایئے کہ انکار شدید کے بعد پھر آپ کا آنا کیسے ہوا؟

حضرت شیخ نے فرمایا۔ میرے دوستو جب تم مجھے چھوڑ کر واپس ہوئے میں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ خداوندا مجھے اس جنجال سے نجات دے۔ میں تیرا خطا کار بندہ ہوں اس سمیع الدعا نے بایں ہمہ میری آواز سن لی اور میرے سارے گناہ محو کر دیئے۔

پھر حضرت شبلی نے دریافت کیا اے شیخ آپ کے ابتلاء کا کوئی سبب تھا؟ حضرت شیخ نے فرمایا ہاں جب ہم اس گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گزر ہوا۔ آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحد ہیں اور یہ کم بخت کیسے جاہل اور احمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ یہ ایمان وتوحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں، بلکہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں۔ بس مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا کوئی پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا ہے جو درحقیقت ایمان تھا۔

حضرت شبلی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہمارا قافلہ نہایت خوشی اور کامیابی کے ساتھ بغداد پہنچا۔ سب مریدین شیخ کی زیارت اور ان کے دوبارہ قبول اسلام سے خوشیاں منا رہے ہیں۔ خانقاہیں اور حجرے کھول دیئے گئے۔ بادشاہ وقت حضرت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور کچھ ہدایا پیش کئے۔ شیخ پھر اپنے قدیم شغل میں مشغول ہو گئے اور پھر وہی حدیث وتفسیر وعظ و تذکیر تعلیم وتربیت کا دور شروع ہو گیا۔ خداوند عالم نے شیخ کا بھولا ہوا علم پھر ان کو عطا فرما دیا بلکہ اب نسبتاً پہلے سے ہر علم وفن میں ترقی ہے۔ تلامذہ کی تعداد چالیس ہزار تک ہو گئی۔ اور اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی۔ ایک روز ہم صبح کی نماز پڑھ کر حضرت شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کسی شخص نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص سیاہ کپڑوں میں لپٹا کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کیا مقصود ہے؟

اس آنے والے نے کہا کہ اپنے شیخ سے کہہ دو کہ وہ لڑکی جس کو

آپ فلاں گاؤں میں چھوڑ آئے تھے اس گاؤں کا نام لیا جس میں حضرت شیخ مبتلا ہوئے تھے) آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ میں شیخ کے پاس گیا۔ واقعہ بیان کیا۔ شیخ سنتے ہی زرد پڑ گئے اور خوف سے کانپنے لگے اس کے بعد اس کو اندر آنے کی اجازت دی۔

لڑکی شیخ کو دیکھتے ہی زاروقطار رو رہی ہے۔ شدت گریہ دم لینے کی اجازت نہیں دیتا کہ کچھ کلام کرے۔

حضرت شیخ نے لڑکی سے خطاب کیا کہ تمہارا آنا یہاں کیسے ہوا اور یہاں تک تمہیں کس نے پہنچایا؟

لڑکی نے جواب دیا کہ اے میرے سردار جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے اور مجھے خبر ملی تو میری بے چینی اور بے قراری جس حد کو پہنچی اس کو میرا ہی دل جانتا ہے نہ بھوک رہی نہ پیاس۔ نیند کہاں آتی۔ رات بھر اسی اضطراب میں رہ کر صبح کے قریب ذرا لیٹ گئی اور اس وقت مجھ پر کچھ غنودگی سی غالب ہوئی اس غنودگی میں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ اگر تو مومنات میں داخل ہونا چاہتی ہے تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کا اتباع کر اور اپنے دین سے توبہ کر کے شیخ کے دین میں داخل ہوجا۔ لڑکی نے کہا کہ میں نے اسی خواب کے عالم میں اس شخص کو خطاب کر کے پوچھا کہ شیخ کا دین کیا ہے؟ اس نے خواب میں جواب دیا کہ ان کا دین اسلام ہے۔ میں نے خواب ہی میں اس سے پوچھا اسلام کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس بات کا دل و زبان سے گواہی دینا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برحق رسول اور پیغمبر ہیں۔ پھر میں نے خواب ہی میں پوچھا کہ اچھا میں شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں۔ انہوں نے خواب ہی میں مجھ سے کہا کہ ذرا آنکھیں بند کر لو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو میں نے خواب ہی میں کہا۔ "بہت اچھا اور کھڑی ہوگئی اور ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے خواب ہی میں دیکھا کہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھوڑی دور چل کر کہا لو بس آنکھیں کھول دو۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو میں نے اپنے آپ کو دجلہ کے کنارہ پایا۔ اب میں متحیر تھی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی کہ میں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اس شخص نے آپ کے حجرہ کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ سامنے شیخ کا حجرہ ہے وہاں چلی جاؤ اور شیخ سے کہہ دو کہ آپ کا بھائی خضر آپ کو سلام کہتا ہے۔ میں اس شخص کے اشارہ کے موافق یہاں پہنچ گئی۔ اور اب آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے مسلمان کر لیجئے۔

شیخ نے اس کو اسلام میں داخل کر کے اپنے پڑوس کے ایک حجرہ میں ٹھہرا دیا کہ یہاں عبادت کرتی رہو۔ لڑکی عبادت میں مشغول ہوگئی اور زہد و عبادت میں اپنے اکثر اقران سے سبقت لے گئی۔ دن بھر روزہ رکھتی ہے۔ رات بھر اپنے مالک بے نیاز کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہے۔ محنت سے بدن ڈھل گیا۔ ہڈی اور چمڑے کے سوا کچھ نہ رہا آخر اسی میں مریض ہوگئی اور مرض اتنا بڑھ گیا کہ موت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور اب اس مسافر آخرت کے دل میں اس کے سوا کوئی حسرت نہ تھی کہ ایک مرتبہ شیخ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لے کیونکہ جس وقت سے یہ اس حجرے میں مقیم ہے نہ شیخ نے اس کو دیکھا ہے اور نہ یہ ہی شیخ کی زیارت کر سکی۔ آخر شیخ کو کہلا بھیجا کہ موت سے پہلے ایک مرتبہ آپ میرے پاس ہوجائیں۔ شیخ یہ سن کر فوراً تشریف لائے۔ جاں بلب لڑکی حسرت بھری نگاہوں سے شیخ کی طرف دیکھنا چاہتی ہے مگر آنسوؤں میں ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں اسے ایک نظر بھر کر دیکھنے کی مہلت نہیں دیتیں۔ آنسوؤں کا ایک تار بندھا ہوا ہے۔ مگر ضعف سے بولنے کی سکت نہیں۔

آخر لڑکھڑاتی ہوئی زبان اور بیٹھی ہوئی آواز سے اتنا لفظ کہا "السلام علیکم" حضرت شیخ نے شفقت آمیز آواز سے کہا تم گھبراؤ نہیں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہماری ملاقات جنت میں ہونے والی ہے۔ لڑکی یہ کلمات سن کر خاموش ہوگئی اور اس پر کچھ دیر نہ گزری کہ مسافر آخرت نے اس دار فانی کو خیر باد کہا۔

شیخ اس وفات پر آبدیدہ ہیں مگر ان کی حیات بھی دنیا میں چند روز سے زائد نہیں رہی۔ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ چند

ہی روز بعد شیخ بھی عالمِ فانی سے رخصت ہوئے۔ کچھ دنوں بعد میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے ایک پرفضا باغ میں مقیم ہیں اور ستر حوروں سے آپ کا نکاح ہوا ہے جن میں پہلی وہ عورت جس کے ساتھ نکاح ہوا یہی لڑکی ہے۔ اور اب وہ دونوں ابدالآباد کے لئے جنت کی بیش قیمت نعمتوں میں خوش وخرم ہیں۔

ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء واللّٰہ ذوالفضل العظیم

اب ذرا غور کیجئے کہ کس قدر عبرت انگیز اور نصیحت آمیز یہ واقعہ ہے۔ اس واقعہ سے خاص عبرت ونصیحت جو حاصل ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تصرفات سے لرزاں وترساں رہنا چاہئے۔ اور حسن خاتمہ کے لئے فکر مند رہنا چاہئے۔ اور ہماری اور آپ کی کیا حیثیت ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حدیث میں آتی ہے۔

اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک ط

اس سلسلے میں بخاری ومسلم کی ایک صحیح حدیث اور سن لیجئے جو دل لرزا دینے والی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر نوشتۂ تقدیر آگے آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور انجام کار دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تم میں سے کوئی دوزخیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر نوشتۂ تقدیر آگے آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

اس حدیث شریف کا خاص سبق یہ ہے کہ کسی کو بداعمالیوں میں مبتلا دیکھ کر اس کے قطعی دوزخی ہونے کا حکم نہ لگانا چاہئے کیا معلوم زندگی کے باقی حصہ میں اس کا رخ اور رویہ کیا ہونے والا ہے اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو آج اعمال خیر کی توفیق مل رہی ہے تو اس کو اس پر مطمئن نہ ہونا چاہئے بلکہ برابر حسنِ خاتمہ کے لئے فکر مند رہنا چاہئے اور اس کے لئے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں برابر دعا کرتے رہنا چاہئے۔ چونکہ یہ آیت سجدہ ہے اس لئے سب قارئین وسامعین سجدۂ تلاوت کرلیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے لئے اپنی رحمت سے نیک بختی مقدر فرمائیں۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے ہم کو حسنِ خاتمہ کی دولت عطا فرمایئے۔ یا اللہ جو عمل خیر ہم سے ہوجاتا ہے وہ آپ ہی کی تائید وتوفیق سے ہے۔ اس کو اپنی رحمت سے قبول فرمالیجئے۔ اور یا اللہ! ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق بھی آپ ہی کی طرف سے ہے۔ یا اللہ ہمیں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچالیجئے۔ اور ایمان واسلام پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمایئے۔ یا اللہ! جن کے بڑے درجات ہیں ان کا امتحان اور ابتلا بھی سخت ہوتا ہے۔ ہم ضعیف الایمان ہیں ہم میں کسی ابتلاء اور امتحان کی سکت نہیں۔ یا اللہ! ہمیں اپنے محض فضل وکرم سے دونوں جہان کی سلامتی اور عافیت عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ

یہ دو فریق جنہوں نے دوبارہ اپنے رب کے باہم اختلاف کیا۔سو جو لوگ کافر تھے اُن کے لئے آگ کے کپڑے قطع کیے جاویں گے۔

یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ

اُن کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جاوے گا۔اس سے اُن کے پیٹ میں کی چیزیں اور کھالیں سب گل جاویں گی۔اور اُن کیلئے

مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَذُوْقُوْا

لوہے کے گرز ہوں گے۔وہ لوگ جب گھٹے گھٹے اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اُسی میں دھکیل دیئے جاویں گے۔اور کہا جاوے گا کہ

عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ

جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۲۳﴾

نہریں جاری ہوں گی اُن کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک اُن کی وہاں ریشم کی ہوگی۔

وَهُدُوْۤا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَهُدُوْۤا اِلٰی صِرَاطِ الْحَمِیْدِ ﴿۲۴﴾

اور ان کو کلمہ طیب کی ہدایت ہوگئی تھی۔اور اُن کو (خدا) کے راستہ کی ہدایت ہوگئی تھی جو لائق حمد ہے

هٰذٰنِ یہ دو	خَصْمٰنِ دو فریق	اخْتَصَمُوْا وہ جھگڑے	فِیْ رَبِّهِمْ اپنے رب (کے بارے) میں	فَالَّذِیْنَ پس وہ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا		
قُطِّعَتْ قطع کیے گئے	لَهُمْ ان کیلئے	ثِیَابٌ کپڑے	مِّنْ نَّارٍ آگ کے	یُصَبُّ ڈالا جائے گا	مِنْ فَوْقِ اوپر	رُءُوْسِهِمْ ان کے سر	
الْحَمِیْمُ کھولتا ہوا پانی	یُصْهَرُ پگھل جائے گا	بِهٖ اس سے	مَا جو	فِیْ بُطُوْنِهِمْ ان کے پیٹوں میں	وَالْجُلُوْدُ اور جلدیں (کھالیں)		
وَلَهُمْ اور ان کیلئے	مَّقَامِعُ گرز	مِنْ حَدِیْدٍ لوہے کے	كُلَّمَا جب بھی	اَرَادُوْا وہ ارادہ کریں گے	اَنْ یَّخْرُجُوْا کہ وہ نکلیں	مِنْهَا اس سے	
مِنْ غَمٍّ غم سے غم کے مارے	اُعِیْدُوْا لوٹا دیئے جائیں گے	فِیْهَا اس میں	وَذُوْقُوْا اور چکھو	عَذَابَ الْحَرِیْقِ جلنے کا عذاب			
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	یُدْخِلُ داخل کریگا	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ صالح نیک			
جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِیْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	یُحَلَّوْنَ فِیْهَا وہ پہنائے جائیں گے اس میں	مِنْ اَسَاوِرَ کنگن		
مِنْ ذَهَبٍ سونے کے	وَّلُؤْلُؤًا اور موتی	وَلِبَاسُهُمْ اور ان کا لباس	فِیْهَا اس میں	حَرِیْرٌ ریشم	وَهُدُوْا اور انہیں ہدایت کی گئی	اِلَی طرف	
	الطَّیِّبِ پاکیزہ	مِنَ سے۔کی	الْقَوْلِ بات	وَهُدُوْا اور انہیں ہدایت کی گئی	اِلٰی طرف	صِرَاطِ راہ	الْحَمِیْدِ تعریفوں کا لائق

تفسیر وتشریح:۔گزشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسانوں میں ایک فریق وہ ہے کہ جو اللہ کے سامنے سرنیاز جھکاتا ہے اور اس کو سجدہ کرتا ہے اور دوسرا فریق وہ ہے کہ جو اللہ رب العزت کو سجدہ نہیں کرتا۔اس طرح اہل ایمان اور اہل کفر دو فریق ہوئے۔نیز یہ بھی گزشتہ آیات میں

ذکر فرمایا گیا تھا کہ تمام مذاہب کے فرقوں میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عملی فیصلہ فرمادیں گے یعنی اہلِ ایمان کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور منکرین کو جہنم میں جھونکا جائے گا۔ اور منکرین میں یہود۔ نصاریٰ۔ مجوس۔ مشرک۔ بت پرست سب آگئے تو اس طرح تمام انسانوں کو حق و باطل پر ہونے کی حیثیت سے دو فریق کہہ سکتے ہیں۔ ایک مؤمنین کا گروہ جو اپنے رب کی سب باتوں کو من و عن تسلیم کرتا اور اس کے احکام کے آگے سربسجود رہتا ہے۔ دوسرے کفار کا گروہ جو ربانی ہدایات کو قبول نہیں کرتا اور اس کی اطاعت کے لئے سر نہیں جھکاتا۔ یہ دونوں فریق اپنے اپنے عقائد واعمال میں، نیز بحث۔ مناظرہ، جہاد وقتال کے مواقع میں ایک دوسرے کے مدمقابل رہتے ہیں۔ انہی دو فریقوں یعنی مؤمنین و کافرین کے اُخروی ثواب وعذاب کا بیان انتہائی ترہیب وترغیب کے ساتھ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

ان آیات کے سبب نزول کے متعلق بعض مخصوص روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک روایت یہ ہے کہ ایک بار اہلِ کتاب نے اہلِ اسلام سے مناظرہ کیا اور کہنے لگے کہ ہم کو اللہ کے ساتھ تم سے یعنی مسلمانوں سے زیادہ تعلق ہے۔ ہمارا پیغمبر تمہارے پیغمبر سے مقدم ہے۔ ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی۔ مسلمانوں نے جواب دیا ہم تو تمہارے پیغمبر اور اپنے پیغمبر دونوں کو سچا کہتے ہیں اور اپنے قرآن اور تمہارے پیغمبر کی کتاب دونوں پر ایمان رکھتے ہیں اور تم باوجودیکہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور قرآن کی سچائی سے آگاہ ہوچکے ہو مگر پھر بھی حسد کے مارے ایمان نہیں لاتے۔ اور خود ہی غور کرلو کہ حق ہماری جانب ہے یا تمہاری جانب۔ اس پر دونوں فریقوں کا حال بیان کرنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔ جس میں دونوں فریقوں کا انجام ظاہر فرمایا گیا۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایک مؤمن اور دوسرا کافر یہ دونوں فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے دین کے بارہ میں اختلاف کیا سو اس اختلاف کا عملی فیصلہ قیامت میں اس طرح ہوگا کہ جو لوگ کافر تھے ان کو جہنم کی آگ اس طرح چاروں طرف سے محیط ہوگی جس طرح لباس آدمی کے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے اور ان اہلِ جہنم کے سر کو ہتھوڑوں سے کچل کر کھولتا ہوا پانی اوپر سے ڈالا جائے گا جو دماغ کے راستہ سے پیٹ میں پہنچے گا جس سے سب پیٹ کی انتڑیاں کٹ کٹ کر نکل پڑیں گی اور بدن کی بالائی سطح کو جب پانی چھوئے گا تو بدن کا چمڑہ گل گل کر گر پڑے گا اور پھر اصل حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے اور بار بار یہی عمل ہوتا رہے گا۔ اور دوزخی گھٹ گھٹ کر چاہیں گے کہ کہیں کو نکل بھاگیں۔ مگر آگ کے شعلے ان کو اوپر کی طرف اٹھائیں گے اور فرشتے آہنی گرز مار کر نیچے دھکیل دیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ دائمی عذاب کا مزہ چکھتے رہو جس سے نکلنا تمہیں کبھی نصیب نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

احادیث میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان ہتھوڑوں میں سے جن سے دوزخیوں کی کٹائی ہوگی۔ اگر ایک زمین پر لاکر رکھ دیا جائے تو تمام انسان و جنات مل کر بھی اسے اٹھا نہیں سکتے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائے۔ جہنمی بھی ان ہتھوڑوں کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے مگر پھر جیسے تھے ویسے ہی کر دیے جائیں گے اور حدیث میں بتلایا گیا کہ اگر غساق کا جو جہنمیوں کی غذا ہے ایک ڈول دنیا میں اس کا بہا دیا جائے تو تمام اہلِ دنیا بدبو کے مارے ہلاک ہوجائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمائیں اور اپنے حفظ وامان میں رکھیں۔

یہ تو کافروں کا حال اور انجام بیان ہوا آگے مومنین کی جزا کا بیان ہے کہ ایمان اور عمل صالح کے بدلے ان کو جنت عطا کی جائے گی جہاں کے محلات وباغات کے چوطرف پانی کی نہریں لہریں مار رہی ہوں گی۔ جنتی جہاں چاہیں گے وہیں خود بخود ان کا رخ ہوجایا کرے گا بڑی آرائش اور زیب وزینت سے رہیں گے۔ سونے کے زیوروں سے سجے ہوئے ہوں گے موتیوں میں تل رہے ہوں

گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ لکھا ہے کہ جنتی کے زیورات میں سے ایک کنگن بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو سورج کی روشنی اس طرح جاتی رہے جس طرح سورج کے نکلنے سے چاند کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ ان کے لباس نرم چمکیلے ریشمی کپڑوں کے ہوں گے۔

صحیح حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم دنیا میں ریشم نہ پہنو جو اسے دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت کے دن اس سے محروم رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں۔ جو اس دن ریشمی لباس سے محروم رہا وہ جنت میں نہ جائے گا کیونکہ جنت والوں کا یہی لباس ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے جنتیوں کا یہ سب اکرام اس لئے ہوگا کہ دنیا میں ان کو کلمہ طیب لا الہ الا اللہ کے اعتقاد کی ہدایت ہوگئی تھی اور خدا کے راستے کی یعنی اسلام کی ہدایت ہوگئی تھی۔ انہوں نے دنیا میں قرآن کو پڑھا۔ خدا کی تسبیح وتحمید کی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا۔ فرشتے جنتیوں کو ہر طرف سے سلام کریں گے اور جنتی آپس میں ایک دوسرے سے پاک وستھری باتیں کرتے ہوں گے۔ بک بک جھک جھک نہ ہوگی۔ نعمائے جنت پر شکر خداوندی بجا لائیں گے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جیسے بے قصد و بے تکلف دنیا میں سانس آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح جنتیوں کو اللہ کی تسبیح وحمد کا الہام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ان نعمتوں سے ہم کو بھی اپنی رحمت سے نوازیں۔

قرآن پاک میں جیسا کہ متعدد دوسری جگہوں پر ایمان اور عمل صالح کو جنت کے دخول کا ذریعہ بیان فرمایا ہے یہاں بھی ان ہی لوگوں کو جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی گئی ہے کہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے۔

یہاں ان آیات میں اہل جنت کو کنگن پہنانے کا جو ذکر فرمایا گیا ہے تو اس پر کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ کنگن ہاتھوں میں پہننا تو عورتوں کا کام ہے اور یہ انہیں کا زیور ہے۔ مردوں کے لئے تو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ تو اس شبہ کے جواب میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

''دنیا کے قدیمی بادشاہوں میں یہ امتیازی شان رہی ہے کہ سر پر تاج اور ہاتھوں میں کنگن استعمال کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک کو جبکہ وہ مسلمان نہیں تھے اور سفر ہجرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لئے تعاقب میں نکلے تھے اس وقت ان کا گھوڑا باذن خداوندی زمین میں دھنس گیا تھا جس پر سراقہ بن مالک نے توبہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے گھوڑا زمین میں سے نکل گیا اس وقت سراقہ بن مالک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ کسریٰ شاہ فارس کے کنگن مال غنیمت میں مسلمانوں کے پاس آئیں گے اور وہ تمہیں دے دیئے جائیں گے۔ جب حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں فارس کا ملک فتح ہوا اور ایران سے یہ کنگن دوسرے اموال غنیمت کے ساتھ مدینہ آئے تو سراقہ بن مالک نے مطالبہ کیا اور ان کو دے دیئے گئے۔ خلاصہ یہ کہ جیسے سر پر تاج پہننا عام مردوں کا رواج نہیں۔ شاہی اعزاز ہے اسی طرح ہاتھوں میں کنگن بھی شاہی اعزاز سمجھے جاتے ہیں اس لئے اہل جنت کو کنگن پہنائے جائیں گے۔ کنگن کے متعلق اس آیت میں اور سورۂ فاطر میں تو یہ ہے کہ وہ سونے کے ہوں گے اور سورۂ نساء میں یہ کنگن چاندی کے بتلائے گئے ہیں اس لئے حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اہل جنت کے ہاتھوں میں تین طرح کے کنگن پہنائے جائیں گے ایک سونے کا دوسرا چاندی کا، تیسرا موتیوں کا جیسا کہ ان آیات میں موتیوں کا بھی ذکر موجود ہے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی جنت کی نعمتوں سے ہم سب کو نوازیں۔ آگے کفار مکہ کی مذمت ایک دوسرے طرز پر بیان کی گئی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ

بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جس کو ہم نے تمام آدمیوں کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اس میں سب برابر ہیں اس میں رہنے والا بھی

سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾

اور باہر سے آنیوالا بھی ہے (روکنے والے) لوگ معذب ہوں گے اور جو شخص اس میں (یعنی حرم میں) کوئی خلاف دین کام قصداً ظلم کیساتھ کرے گا تو ہم اس کو عذاب دردناک چکھائیں گے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا	وَيَصُدُّونَ اور وہ روکتے ہیں	عَنْ سے	سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کا راستہ
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام بیت اللہ	الَّذِي وہ جسے	جَعَلْنَاهُ ہم نے مقرر کیا	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	سَوَاءً برابر	الْعَاكِفُ رہنے والا
فِيهِ اس میں	وَالْبَادِ اور پردیسی	وَمَن اور جو	يُرِدْ ارادہ کرے	فِيهِ اس میں	بِإِلْحَادٍ گمراہی کا	بِظُلْمٍ ظلم سے
نُّذِقْهُ ہم اسے چکھائیں گے	مِنْ سے	عَذَابٍ عذاب	أَلِيمٍ دردناک	

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں کفار، منکرین اور مؤمنین صادقین دونوں کے انجام آخرت کو بیان فرمایا گیا تھا کہ کفار ومنکرین کو طرح طرح کے عذاب جہنم بھگتنے ہوں گے اور ان کے برخلاف مؤمنین کو جنت کی دائمی نعمتیں اور عیش و آرام حاصل ہوں گے اب اس آیت میں منکرین کی ایک حالت اور بیان کی جاتی ہے خصوصاً ان کفار مکہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے جو خود تو حق کی طرف مائل ہوتے ہی نہ تھے بلکہ دوسروں کو بھی روکتے تھے۔ مسلمانوں پر بڑے ظلم وستم توڑتے اور جہاں تک قدرت ہوتی اسلام کی بیخ کنی کے درپے رہتے تھے چنانچہ لوگوں کو کعبہ کا حج کرنا بھی انہوں نے دوبھر کر دیا تھا اور مسلمان قبائل کو تو مکہ میں آنے سے روک دیا تھا انہی کی مذمت اس آیت میں فرمائی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول ابوسفیان وغیرہ کے حق میں ہوا تھا جبکہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کو حدیبیہ میں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اگر حدیبیہ کا واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد ہے تب تو آیت کا مطلب صاف ہے ورنہ جب اسلام پھیلنے لگا تو کفار مکہ نے مسلمان قبائل کو توجہ سے روک ہی دیا تھا چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جو کفار مسلمانوں کو راہ خدا سے بہکاتے اور مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں حالانکہ مسجد حرام یا حرم شریف کا وہ حصہ جس سے لوگوں کی عبادات ومناسک حج کا تعلق ہے سب کے لئے یکساں ہے۔ دیسی ہو یا پردیسی مکہ میں رہنے والا ہو یا باہر سے آنے والا ہو۔ مقیم ہو یا مسافر، سب کے لئے یکساں ہے اور سب کو عبادت کرنے کے مساویانہ حقوق حاصل ہیں تو جو شخص حرم شریف میں جان بوجھ کر بالارادہ بے دینی اور شرارت کی کوئی بات کرے گا اس کو اس سے زیادہ سخت سزا دی جائے گی جو دوسری جگہ ایسا کام کرنے پر ملتی۔ اسی سے ان کا حال معلوم کرلو۔ جو ظلم وشرارت سے مؤمنین کو مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں۔ جو شخص مسجد حرام یا مکہ کے اندر گناہ کرے گا اس کو سزا سخت ملے گی۔ یہاں آیت کا دوسرا جملہ "**ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم**" (اور جو شخص اس میں یعنی حرم مکہ میں کوئی خلاف دین کام قصداً ظلم کے ساتھ کرے گا تو ہم اس کو عذاب دردناک چکھادیں گے) اگرچہ یہ کفار مکہ کے سلسلہ میں کہ جو مسلمانوں کو حرم مکہ میں داخل ہونے سے روکتے تھے فرمایا گیا مگر علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کے دونوں جزو کا حکم عام ہے یعنی اللہ کے راستہ اور مسجد حرام پہنچنے سے روکنے والے کوئی بھی ہوں معذب ہوں

گے اور حرم مکہ میں قصداً بے دینی اور ظلم کرنے والے کو بھی خواہ وہ کوئی ہو عذاب دردناک ہوگا۔

اسی وجہ سے مکہ مکرمہ میں مستقل قیام کے بارہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض ائمہ کے نزدیک مستحب ہے مگر حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ مکہ مکرمہ میں مستقل قیام مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ مکہ میں رہ کر جیسی تعظیم و تکریم وہاں کی ہونی چاہئے ویسی نہیں کرسکتا اور یوں تو گناہ اور بے دینی کا کام ہر مقام پر برا ہے لیکن حرم مکہ میں نہایت ہی قبیح ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے اکابر نے طائف میں قیام کیا اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں طائف میں رہ کر ۵۰ گناہ کروں وہ مکہ میں ایک گناہ کرنے سے میرے نزدیک اچھے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کسی شہر میں صرف ارادہ پر عمل کرنے سے پہلے مواخذہ نہیں لیکن مکہ میں ارادہ پر بھی مواخذہ ہو جاتا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم

اور جو شخص اس میں یعنی حرم مکہ میں کجروی کرنے کا ارادہ کرے شرارت سے تو ہم چکھائیں گے اس کو دردناک عذاب۔ اس لئے مکہ کا مستقل قیام گو برکاتِ کثیرہ اور تضاعف حسنات کا سبب ہے لیکن جب ایسے بڑے بڑے اکابر اس کے آداب کی رعایت سے گھبراتے تھے تو آج ہم جیسوں کا تو کہنا ہی کیا ہاں جو شخص وہاں رہ کر پورا احترام کرسکتا ہو اس کے لئے ضرور قیام مکہ افضل ہے (معلم الحجاج) اور وہاں کی افضلیت کا اندازہ صرف ایک اسی بات سے لگالینا چاہئے کہ مسجد حرام کی صرف ایک دن کی پانچ نمازوں کا جماعت کے ساتھ کا ثواب کا اگر حساب لگایا جائے تو ایک کروڑ ۳۵ لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔ کیونکہ مسجد حرام کی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے اور جماعت سے نماز ۲۷ درجہ زیادہ افضل ہوتی ہے۔ تنہا نماز سے۔ تو اس طرح ایک دن کی نماز باجماعت کا ثواب مسجد حرام میں ایک کروڑ ۳۵ لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اب اگر ایک سال کے ۳۶۰ دن بھی مانے جائیں تو سال بھر کی تنہا نمازیں ایک ہزار آٹھ سو ہوتی ہیں اور سو برس کی ایک لاکھ اسی ہزار اور ہزار برس کی ۱۸ لاکھ نمازیں ہوتی ہیں تو اگر کسی کی عمر نوح علیہ السلام کے برابر بھی ہو تو مسجد حرام کی صرف ایک باجماعت نماز اس کی تمام عمری نمازوں سے افضل ہوگی۔ اللہ اکبر۔ زاد اللہ تعظیما و تشریفا و تکریما۔

تو خلاصہ یہ کہ دین کے خلاف کام کرنا ہر جگہ موجب عذاب ہے لیکن حرم مکہ کے اندر اور زیادہ موجب عذاب ہے۔ حتیٰ کہ ارادہ کا جو مرتبہ دوسری جگہ موجب تعذیب نہ ہو تو وہاں موجب تعذیب ہو جاتا ہے۔

یہاں اس آیت میں مسجد حرام میں عبادت کرنے کی عام اجازت ہے اور اس امر کی صراحت ہے کہ مسجد میں کسی کا ترجیحی حق نہیں۔ ہر مسلم کعبہ کا حج کرسکتا ہے۔ یہاں اس طرف بھی لطیف تنبیہ ہے کہ خدا کے ہاں ذات پات، دولت و فقر، حکومت و محکومی، عزت و ذلت وغیرہ کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں، اس کے گھر میں سب کا مرتبہ برابر ہے۔ جو بھی عبادت کرنا چاہئے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حرم شریف صرف باشندگان مکہ ہی کے لئے نہیں بنایا گیا ہے بلکہ تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے لئے بنایا گیا ہے کسی کو حق نہیں کہ عبادت گزاروں پر اس کا دروازہ بند کردے۔ اسی آیت کے ماتحت اب بھی جو غیر ملکی لوگ موجودہ حکومت سعودی عربیہ کے قوانین کے خلاف مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں مقیم ہو جاتے ہیں ان سے مسجد حرام یا مسجد نبوی کے اندر کوئی تعرض نہیں کیا جاتا ہے۔ اگر پوچھ کچھ ہوتی ہے تو ہمیشہ مسجد سے باہر شہر میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے۔

اب چونکہ یہاں آیت میں مسجد حرام کا ذکر آ گیا لہٰذا اسکی مناسبت سے کعبہ کی بنا کا حال اور اس کے متعلق بعض احکام اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ

اور جبکہ ہم نے ابراہیمؑ کو خانہ کعبہ کی جگہ بتادی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا۔ اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں اور

الْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ

قیام ورکوع وسجدہ کرنے والوں کیلئے پاک رکھنا۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو لوگ تمہارے پاس (حج کو) چلے آویں گے پیادہ بھی اور دُبلی اونٹنیوں پر بھی

يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

جو کہ دُور دراز کے راستوں سے پہنچتی ہوں گی

وَاِذْ اور جب	بَوَّأْنَا ہم نے ٹھیک کردی	لِاِبْرٰهِيْمَ ابراہیم کیلئے	مَكَانَ الْبَيْتِ خانہ کعبہ کی جگہ	اَنْ کہ	لَا تُشْرِكْ نہ شریک کرنا			
بِيْ میرے ساتھ	شَيْئًا کسی شے	وَطَهِّرْ اور پاک رکھنا	بَيْتِيَ میرا گھر	لِلطَّآئِفِيْنَ طواف کرنیوالوں کیلئے	وَالْقَآئِمِيْنَ اور قیام کرنیوالے			
وَالرُّكَّعِ اور رکوع کرنیوالے	السُّجُوْدِ سجدہ کرنیوالے	وَاَذِّنْ اور اعلان کردو	فِي النَّاسِ لوگوں میں	بِالْحَجِّ حج کا	يَاْتُوْكَ وہ تیرے پاس آئیں			
	رِجَالًا پیدل	وَعَلٰى اور پر	كُلِّ ضَامِرٍ ہر دُبلی اونٹنی	يَّاْتِيْنَ وہ آتی ہیں	مِنْ سے	كُلِّ فَجٍّ ہر راستہ	عَمِيْقٍ دُور دراز	

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیت میں مشرکین مکہ کے اس فعل کی مذمت فرمائی گئی تھی جو وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے تھے اور وہاں انہیں عبادت اور احکام حج کے ادا کرنے سے باز رکھتے تھے۔ مشرکین کی اس زیادتی پر ان کو عذابِ الیم کی دھمکی دی گئی تھی۔ اب آگے ان آیات میں یہاں مشرکین مکہ کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھر جس کی بنیاد اول دن سے خدا کی توحید پر رکھی گئی ہے تم نے اس میں شرک جاری کردیا۔

خانہ کعبہ کی حرمت ظاہر کرنے کے لئے ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ جب مدتوں کے بعد خانہ کعبہ کا نشان نہ رہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بیت اللہ تعمیر کرو اور حضرت ابراہیمؑ کو اس معظم گھر کا نشان دکھلا دیا گیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ اس گھر کی بنیاد خالص توحید پر رکھو۔ کوئی شخص یہاں آکر اللہ کی عبادت کے سوا کوئی مشرکانہ رسوم نہ بجالائے۔ کفار مکہ نے اس کے خلاف ایسا عمل کیا کہ خانہ کعبہ میں لاکر ۳۶۰ بت کھڑے کردیئے (العیاذ باللہ) جن کی گندگی سے خدا کے گھر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے پاک کیا۔ فتح مکہ کے دن یعنی ۲۰ رمضان ۸ھ یوم جمعہ کو جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے اور آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا تو اس وقت تک کعبہ کے گرد قریش مکہ و مشرکین عرب کے ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ جب آپ کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اس چھڑی سے اشارہ فرمادیتے اور بت منہ کے بل اوندھا گر پڑتا تھا۔ اور یہ آیت مبارکہ آپ کی زبان مبارک پر تھی۔ "وقل جآء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا" (آپ کہہ دیجئے کہ حق بس اب آہی گیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل تھا ہی مٹنے والا)۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم خداوندی ہوا کہ یہ عبادت خانہ اللہ کا گھر اس لئے بناؤ کہ لوگ اس کا طواف کریں۔ خدا پرست اس میں کھڑے ہوکر نماز پڑھیں۔

رکوع اور سجدہ کرنے والے اللہ رب البیت کو سجدہ کریں اور فقط خدائے واحد کی عبادت کریں اور اللہ کے سوا وہاں کسی اور کی پرستش نہ ہو۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدمؑ

کو جنت سے اتارا تو ان کے ساتھ اپنے گھر کو بھی اتارا اور فرمایا کہ اے آدم میں تیرے ساتھ اپنا گھر بھی اتارتا ہوں۔ اس کا طواف اسی طرح کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور اس کی طرف نماز اسی طرح پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد طوفان نوح کے زمانہ میں یہ مکان اٹھالیا گیا۔ اس کے بعد انبیائے کرام اس جگہ کا طواف کرتے تھے۔ مکان نہ تھا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو اللہ جل شانہٗ نے اسی جگہ مکان بنانے کا حکم فرمایا اور جگہ کا تعین خود فرمادیا۔ (ترغیب منذری فضائل حج) لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو بنائے بیت اللہ کا حکم ملا تو شام سے حجاز میں تشریف لائے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی اور آپ کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ ۳۶ سال کے تھے۔ حجاز میں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں اس کے گھر کو تیار کروں۔ حضرت اسمٰعیل نے عرض کیا کہ بیت اللہ کہاں ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے سرخ ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔ غرض دونوں باپ بیٹے کھدائی کے کام میں لگ گئے اور قدیم بنیادوں کو نکال لیا۔ بنیاد نکل آئی تو دونوں نے تعمیر شروع کی۔ اسمٰعیلؑ اپنی گردن پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ اور حضرت ابراہیمؑ نصب کرتے جاتے تھے۔ جب دیواریں اونچی ہوگئیں اور پتھروں کا رکھنا دشوار ہوگیا تو حضرت اسمٰعیلؑ نے ایک پتھر لاکر زمین پر رکھ دیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اس پر کھڑے ہو کر دیوار کو بنایا۔ یہی وہ پتھر ہے جس کو مقام ابراہیمؑ کہا جاتا ہے اور جو آج تک محفوظ ہے (تسہیل الفرقان) جب خانۂ کعبہ تیار ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اعلان عام کردو کہ لوگ چاروں طرف سے حج کرنے آئیں اور مراسم خدا پرستی بجالائیں ساتھ ہی یہ بھی پیشین گوئی کردی گئی اے ابراہیم علیہ السلام آپ اگر اعلان عام کردیں گے تو لوگ دور دراز کے ملکوں تک سے لبیک کہتے ہوئے یہاں آئیں گے۔ جن کے پاس سواریاں ہوں گی وہ سوار ہو کر آئیں گے ورنہ پیادہ پا ہو کر پہنچیں گے۔ اس حکم کی تعمیل میں ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے پکارا۔ کہ لوگوں تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے۔ حج کو آؤ۔ حق تعالیٰ نے یہ آواز ہر طرف ہر ایک روح کو پہنچادی۔ جس کے لئے حج مقدر تھا اس کی روح نے لبیک کہا۔ وہی شوق کی دبی ہوئی چنگاری ہے کہ ہزاروں لاکھوں نفوس تکلیفیں اٹھاتے ہوئے حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے بھی خواہ وہ پیدا ہو چکا تھا یا ابھی تک عالم ارواح میں تھا اس وقت لبیک کہا وہ ضرور حج کرتا ہے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا وہ ایک حج کرتا ہے اور جس نے دو مرتبہ لبیک کہا وہ دو مرتبہ حج کرتا ہے اور اسی طرح جس نے اس سے زیادہ جتنی مرتبہ لبیک کہا اتنے ہی حج اس کو نصیب ہوتے ہیں (فضائل حج)

اللہ اکبر کتنی خوش نصیب ہیں وہ روحیں جنہوں نے اس وقت دمادم لبیک کہا کہ بیسیوں اور پچاسوں حج ان کو نصیب ہوئے یا ہوں گے۔ چنانچہ ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔

حج کو آنے کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں پیادہ یا سوار۔ اس وقت عموماً عرب میں اونٹ کی سواری تھی۔ موجودہ دنیا کی سواریاں اس وقت مستعمل نہ تھیں اس لئے یہاں آیت میں اونٹ کی سواری کا تذکرہ فرمایا گیا۔ دوسری سواریوں کا ذکر نہیں مگر مراد یہ ہے کہ جس طرح ممکن ہوگا لوگ حج کو آئیں گے۔ پیدل بھی اور سوار ہو کر بھی۔

صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر دس بار ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ ملائکہ نے بنایا۔ دوبارہ حضرت آدم علیہ السلام نے۔ تیسری بار حضرت شیث علیہ السلام نے۔ چوتھی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے۔ پانچویں بار عمالقہ نے۔ چھٹی بار حارث جرہمی نے۔ ساتویں بار قریش کے مورث اعلیٰ قصی نے۔ آٹھویں بار قریش مکہ نے۔ نویں بار ۶۴ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر نے۔ دسویں بار حجاج ثقفی نے ۷۴ھ میں۔

اب اس وقت موجودہ تعمیر جو بیت اللہ کی ہے یہ گیارہویں بار گیارہویں صدی کے وسط میں ہوئی تھی۔ جس کا حال تاریخ حرمین مؤلفہ حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلویؒ کے اس طرح لکھا ہے۔

" ماہ شعبان ۱۰۳۹ھ میں برسنے والی بارش کی نظیر قدیم تاریخ عرب میں نہیں ملتی۔ بارش کا پانی حرم میں داخل ہوا یہاں تک کہ بیت اللہ کی دیواریں کئی کئی گز پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے خانہ کعبہ کی ایک دیوار گر گئی جو شامی رکن والی تھی اور غربی دیوار بھی دونوں جانبوں سے شکستہ ہوگئی تو سلطان مراد رحمۃ اللہ علیہ نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کا حکم دیا۔

۱۰۳۹ھ قبل از رمضان یہ تعمیر شروع ہوکر رمضان المبارک ۱۰۴۰ھ میں اس کی تکمیل ہوئی اور یہ عمارت آج تک قائم ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک (یعنی ۱۳۹۷ھ) اس تعمیر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی (زاداللہ تشریفاً وتعظیماً وتکریماً) (تاریخ حرمین صفحہ ۵)

ملت اسلامیہ میں حج کی فرضیت قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اور حج بھی مثل نماز روزہ اور زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن اور فرض عین ہے اور تمام عمر میں ایک مرتبہ ہر اس مسلمان پر فرض ہے جس کو حق تعالیٰ نے اتنا مال دیا ہو کہ اپنے وطن سے مکہ معظمہ تک آنے جانے پر قادر ہو اور اپنے اہل وعیال کے مصارف جو اس کے ذمہ ہوں واپسی تک برداشت کرسکتا ہو اور جو دوسرے شرعی شرائط حج کی ہیں وہ سب اس میں موجود ہوں۔

چونکہ حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے اور اعاظم طاعت اور رب العالمین جل شانہٗ کی عظیم عبادت ہے اور ثابت ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے اس لئے جو شخص باوجود قدرت واستطاعت اور دیگر شرائط کے پائے جانے کے حج نہ کرے اس کے لئے نہایت سخت وعید آئی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے لئے کوئی واقعی مجبوری حج سے مانع نہ ہو، ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو۔ یا ایسا شدید مرض نہ ہو جو حج سے روک دے۔ پھر وہ بغیر حج کئے مرجائے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہوکر مرے یا نصرانی مرے۔ (العیاذ باللہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ ایسا شخص یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مرے۔ خدا کی پناہ کس قدر سخت وعید ہے۔ اب دین کے معاملہ میں سستی وکاہلی اور ٹال مٹول کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اب حج کے لئے قریب ۲۰ ہزار روپیہ کی رقم درکار ہے اور جن پر پہلے حج فرض ہوچکا تھا اور انہوں نے اس وقت نہیں کیا اور اب اتنی رقم پاس نہیں تو حج کی فرضیت اپنی جگہ قائم ہے اور یہ باران کے کندھوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ جو اس مشکل میں پھنسے ہوں ان کی مشکل آسان فرمائے اور انہیں اس فرض کی بجاآوری کی توفیق عطا فرمائے۔

اب آگے حج کے بعض منافع اور بعض احکام وشعائر بیان کئے گئے ہیں جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے گھر کی حاضری کی سعادت نصیب فرمائے اور جن کو یہ سعادت حاصل ہوچکی ہے ان کو پھر مکرر سہ مکرر وہاں کی حاضری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہمارے قلوب میں حج بیت اللہ کا ذوق وشوق عطا فرما اور اپنے مقدس گھر تک پہنچنے کے لئے راستہ آسان فرما۔

یا اللہ! اپنے گھر بیت اللہ کی عزت وعظمت وبزرگی کو بلند فرما اور اس کی عزت کرنے والوں کو بھی عزت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ

تا کہ اپنے فوائد کیلئے لوگ آموجود ہوں اور تا کہ ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپایوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا کیے ہیں۔

الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا

سوان (قربانی کے) جانوروں میں سے تم بھی کھایا کرو اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو۔ پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنا میل کچیل دُور کردیں اور اپنے

نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

واجبات کو پورا کریں اور اس مامون گھر (یعنی خانہ کعبہ کا) طواف کریں۔

لِيَشْهَدُوْا تا کہ وہ آموجود ہوں	مَنَافِعَ فائدوں کی جگہ	لَهُمْ اپنے	وَيَذْكُرُوا وہ یاد کریں (لیں)	اسْمَ اللّٰهِ اللہ کا نام	فِيْٓ میں				
اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ جانے پہچانے (مقررہ)	دن	عَلٰي پر	مَا جو	رَزَقَهُمْ ہم نے انہیں دیا	مِّنْ سے	بَهِيْمَةِ چوپائے	الْاَنْعَامِ مویشی		
فَكُلُوْا پس تم کھاؤ	مِنْهَا اس سے	وَاَطْعِمُوا اور کھلاؤ	الْبَاۗىِٕسَ بدحال	الْفَقِيْرَ محتاج	ثُمَّ پھر	لْيَقْضُوْا چاہیے کہ دُور کریں			
تَفَثَهُمْ اپنا میل کچیل	وَلْيُوْفُوْا اور پوری کریں	نُذُوْرَهُمْ اپنی نذریں	وَلْيَطَّوَّفُوْا اور طواف کریں	بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ قدیم گھر					

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملا تھا کہ خانہ کعبہ کے تعمیر کے بعد لوگوں میں حج کے فرض ہونے کا اعلان کردیں اور ساتھ ہی یہ پیشین گوئی بھی فرمادی گئی تھی کہ اس علان سے لوگ اس عمارتِ مقدسہ کے پاس پیدل اور سوار دور دراز فاصلوں سے پہنچیں گے۔ اس کے بعد حج کے فوائد اور قربانی کے طریقہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اصل مقصد تو دینی واُخروی فوائد کی تحصیل ہے مثلاً حج وعمرہ اور دوسری عبادات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور روحانی ترقیات کے بلند مقامات پر فائز ہونا لیکن اس عظیم الشان اجتماع کے ضمن میں بہت سی دینوی۔ سیاسی۔ تمدنی اور اقتصادی فوائد بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

اس آیت کے ماتحت علمائے محققین نے حج کے منافع کی بہت کچھ تفصیلات لکھی ہیں۔ مختصراً حج کے منافع دو قسم کے ہیں۔ ایک منافع دنیا مثلاً روئے زمین کے تمام اطراف کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور باہم میل جول ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے طور طریق خو بو اور معاملات سے واقف ہوتے ہیں۔ دور دراز ملکوں کے صحیح حالات معلوم ہوتے ہیں۔ تجارتی فوائد اور تجربے حاصل ہوتے ہیں۔ قوت اجتماعیہ اور قوت دینیہ اور مساواتِ مذہبی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ جس بات پر کل دنیا کے مسلمانوں کو اتفاق کرنا ہے۔ حج کے زمانہ میں اس متبرک مقام میں یہ اتفاق باآسانی ہوسکتا ہے۔ اس طرح حج باہمی تعاون اتفاق واتحاد کے لئے ایک بہترین ذریعہ ہے۔

سفر کی عادت۔ ریاضت ومشقت برداشت کرنے کا ملکہ وتجربہ ہوتا ہے۔ ایک قوم دوسری قوم سے علم وہنر کا استفادہ کرسکتی ہے۔

دوسرے فوائد دینیہ ہیں مثلاً لاکھوں خدا پرستوں کا ایک جگہ جمع ہوکر آسمانی سلطنت کا نمونہ دکھانا۔ ایک پر دوسرے کے انوار وبرکات کا منعکس ہونا۔ تمام دنیا کو یہ دکھا دینا کہ اس روئے زمین پر ایک جماعت موحدین کی بھی ہے جو باہم مساوات کا عملی حال ہے جو ایک

خدا کی پرستار اور ایک نبی کی پیروکار ہے۔ جن کا لباس۔ ہیئت۔ طور طریق اور طرز زندگی بھی ایک ہی ہے۔ علاوہ ازیں حج موت وآخرت کا بھی صحیح نمونہ ہے۔ گھر سے چلنا اور اولا دو مال کو چھوڑنا گویا دنیا سے گزرنے کو یاد دلاتا ہے۔ پھر حرم کے قریب پہنچ کر احرام باندھنا گویا کفن میں لپٹنے کا نمونہ ہے۔ پھر احرام میں شکار و جماع وغیرہ مرغوبات سے رکنا۔ مرنے کے بعد تمام لذائذ سے مجبور رہنے کا نمونہ ہے پھر زادراہ اور راحلہ کا ہمراہ ہونا اس بات کو یاد دلاتا ہے کہ مرنے کے بعد اعمال ہی کا توشہ ساتھ رہے گا۔ پھر عرفات میں جمع ہونا حشر میں جمع ہونے کا نمونہ ہے۔ پھر قربانی کر کے نہانا۔ دھونا۔ صاف ہونا گناہوں سے بری ہونے پر دلالت کرتا ہے پھر طواف زیارت کرنا۔ حرم مکہ میں جانا اور تمام ممنوعہ چیزوں کا جائز ہو جانا جنت میں جا کر وہاں کی نعمت سے فیض یاب ہونے کو یاد دلاتا ہے۔

حج کرنے والے درحقیقت سچے عاشقوں کی زندہ تصویر ہوتے ہیں۔ عاشق کے بالِ دراز، ناخن بڑھے ہوئے، سر کھلا ہوا، ایک دھن اور ایک لو لگی ہوتی ہے۔ ہر وقت ایک ہی خیال پیش نظر ہوتا ہے۔ گھر بار دھن دولت، راحت وآرام، حکومت عزت سب کو چھوڑ کر کوئے محبوب کی راہ لیتا ہے۔ بجنسہٖ یہی حال حاجی کا ہوتا ہے یادِ الٰہی میں سرمست ہوتے ہیں۔ سر کھلا ہوا ہوتا ہے۔ ناخن بڑھے ہوئے اور بال کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ بغیر سلا ہوا لباس ہوتا ہے۔ خوشبو اور رنگ متروک ہوتا ہے۔ کوچۂ محبوب کی راہ لیتا ہے۔ دیوانوں کی طرح صفا مروہ کے درمیان دوڑتا ہے۔ پاگلوں کی طرح وصالِ محبوب سے روکنے والے رقیب شیطان کے پتھریاں مارتا ہے۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اپنے محبوب کو پکارتا ہے۔ روتا ہے گڑگڑاتا ہے، خانہ محبوب کے چکر لگاتا ہے۔ اس کے دروازہ کے پتھر کو چومتا چاٹتا ہے (یعنی حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے) اور در محبوب میں مر جانے کو حاصل زندگی سمجھتا ہے۔

حج کی برکت سے جنت کی جو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں وہ تو انشاء اللہ پوری آخرت میں ملیں گی لیکن اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی گاہ اور اس کے انوار کے خاص مرکز بیت اللہ شریف کو دیکھ کر اور مکہ معظمہ کے ان خاص مقامات پر پہنچ کر جہاں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی اور ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص یادگاریں اب تک موجود ہیں۔ ایمان والوں کو جو لذت اور دولت حاصل ہوتی ہے وہ بھی اس دنیا میں جنت ہی کی نعمت ہے۔ پھر مدینہ طیبہ میں روضۂ اقدس کی زیارت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں نماز پڑھنا اور براہِ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا۔ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں اور وہاں کے جنگلوں میں پھرنا وہاں کی ہوا میں سانس لینا اور وہاں کی مقدس زمین میں اور ہوا میں بسی ہوئی خوشبو سے دل و دماغ کا معطر ہونا اور دیار حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر شوق ومحبت میں کبھی خوش ہونا اور کبھی رونا یہ وہ لذتیں ہیں جو حج کرنے والوں کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پہنچ کر نقد حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ اس قابل بنا دے کہ ان لذتوں کو بندہ محسوس کر سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے گھر کی حاضری اور اپنے رسول پاک کے در پر حاضری کی یہ لذتیں اور دولتیں ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔

یہاں آیت میں حج کے لئے آنے والوں کو آخرت کے منافع اور دنیوی فوائد ملنے کا ذکر کرنے کے بعد قربانی کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اس لئے لوگ آویں گے تا کہ ایام مقررہ میں یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کو جو ایام قربانی ہیں ان میں قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا جائے یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہیں۔ ان دنوں میں بہترین عمل یہی ہے کہ اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔

قربانی دورِ جاہلیت میں بھی ہوتی تھی، بعض کفار کا خیال تھا کہ قربانی کا گوشت خود قربانی کرنے والے کو نہ کھانا چاہئے اس کی اصلاح فرمائی جاتی ہے اور امت محمدیہ کو حکم ہوتا ہے کہ تم اپنی قربانی کے گوشت شوق سے کھاؤ۔ دوستوں اور عزیزوں کو دو اور مصیبت زدہ محتاجوں کو کھلاؤ۔ پھر حج میں قربانی کے بعد کے کچھ احکام بتائے جاتے ہیں۔ حاجی جب سے احرام باندھ کر لبیک کہنا شروع کرتے ہیں تو حجامت نہیں بنواتے، ناخن نہیں تراشتے۔ بالوں میں تیل نہیں ڈالتے، کوئی خوشبودار چیز نہیں استعمال کرتے۔ بدن پر میل اور گرد و غبار چڑھ جاتا ہے۔ مگر زیادہ مل مل کر غسل نہیں کرتے۔ ایک عجیب عاشقانہ اور مستانہ حالت ہوتی ہے۔ دسویں ذی الحجہ کو سب قصہ تمام کرتے ہیں۔ منیٰ میں قربانی کے بعد حجامت بنوا کر غسل کر کے سلے ہوئے پاک صاف نئے کپڑے پہن کر طواف زیارۃ کو منیٰ سے مکہ معظمہ جاتے ہیں۔

یہاں خانۂ کعبہ کے لئے لفظ بیتِ عتیق استعمال ہوا ہے۔ عتیق عربی زبان میں تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک قدیم۔ دوسرے آزاد جس پر کسی کی ملکیت نہ ہو۔ تیسرے مکرم و معزز بیت اللہ پر یہ تینوں ہی معنے صادق آتے ہیں۔

چونکہ اس سے قدیم کوئی عبادت خانہ دنیا میں نہیں ہے۔ اس لئے اس کو عتیق کہا جاتا ہے۔ پھر کوئی بیرونی بادشاہ کعبہ پر تسلط نہ کر سکا اور آج تک یہ عبادت خانہ آزاد رہا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا خدا نے اس کو تباہ کر دیا جیسے اصحابِ فیل کا واقعہ، اس لئے بھی عتیق ہے۔ اور اس کے اعزاز و اکرام کا حال تو یہ ہے کہ روئے زمین پر مسلمان کہیں بھی نماز پڑھتا ہے تو اسی جانب منہ کرتا ہے۔

ابھی یہ سلسلہ مضامین اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی عزت و کرامت۔ بزرگی اور بڑائی کو اور زیادہ بڑھاویں۔ اور اس گھر پر حاضر ہونے والوں کو عزت و کرامت نصیب فرماویں۔

اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی حاضری کا شرف ہم سب کو نصیب فرماویں اور حج بیت اللہ کی دولت ہم سب کو عطا فرماویں۔ جن بھائیوں نے حج بیت اللہ کر لیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے حج کو حجِ مقبول اور حجِ مبرور بنائیں۔ اور جن پر یہ فریضۂ حج عائد ہے ان کو اس فرض کو ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! حج بیت اللہ کے دینی و دنیوی فوائد سے امت مسلمہ کو مالا مال فرما۔ اور اس اجتماع کی برکت سے عالم اسلام کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ! اپنے خاص تجلیات و انوار کے مرکز بیت اللہ شریف پر حاضری دینے والوں کی دعاؤں کی برکت سے عالم اسلام کے جملہ مسائل کو حل فرما۔ امت مسلمہ میں اتحاد و اتفاق عطا فرما۔ دشمنانِ دین اسلام سے جہاد کا عزم حقیقی نصیب فرما۔ اعلائے کلمۃ اللہ کا سچا جذبہ عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ

یہ بات تو ہو چکی۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا، سو یہ اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے۔ اور ان مخصوص چوپایوں کو باستثناء ان کے

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَآءَ

جو تم کو پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو اس طور سے

لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ

کہ اللہ ہی کی طرف جھکے رہو اسکے ساتھ شریک مت ٹھیراؤ۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اسکی بوٹیاں نوچ لیں۔

اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿٣١﴾

یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ میں لے جا پھینکا۔

ذٰلِكَ یہ	وَمَنْ اور جو	يُعَظِّمْ تعظیم کرے	حُرُمٰتِ اللّٰهِ شعائر اللہ (اللہ کی نشانیاں)	فَهُوَ پس وہ	خَيْرٌ بہتر	لَّهٗ اس کیلئے	
عِنْدَ رَبِّهٖ اس کے رب کے نزدیک	وَاُحِلَّتْ اور حلال قرار دیئے گئے	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاَنْعَامُ مویشی	اِلَّا سوا			
مَا يُتْلٰى جو پڑھ دیئے گئے	عَلَيْكُمْ تم پر۔ تم کو	فَاجْتَنِبُوا پس تم بچو	الرِّجْسَ گندگی	مِنَ سے	الْاَوْثَانِ بت	وَاجْتَنِبُوْا اور بچو	
قَوْلَ بات	الزُّوْرِ جھوٹی	حُنَفَآءَ لِلّٰهِ اللہ کیلئے یک رخ ہو کر	غَيْرَ نہ	مُشْرِكِيْنَ شریک کرنے والے	بِهٖ اسکے ساتھ	وَمَنْ اور جو	
يُّشْرِكْ شریک کرے گا	بِاللّٰهِ اللہ کا	فَكَاَنَّمَا تو گویا	خَرَّ وہ گرا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	فَتَخْطَفُهُ پس اسے اچک لے جاتے ہیں		
الطَّيْرُ پرندے	اَوْ یا	تَهْوِيْ پھینک دیتی ہے	بِهٖ اس کو	الرِّيْحُ ہوا	فِيْ میں	مَكَانٍ کسی جگہ	سَحِيْقٍ دور دراز

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں حج کے منافع اور مناسک حج اور قربانی کے بعض احکام ذکر فرمائے گئے تھے۔ اب آگے ایک عام نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ کی قائم کی ہوئی تمام حرمتوں کا احترام کرنے کے لئے فرمائی گئی ہے۔ حرمات اللہ یعنی جن چیزوں کو اللہ نے محترم قرار دیا ہے ان کا ادب و تعظیم قائم رکھنے کی ہدایت دی جاتی ہے۔ یوں تو حرمات اللہ یعنی محترم چیزوں میں بیت اللہ۔ صفا۔ مروہ۔ منیٰ۔ عرفات۔ مساجد۔ قرآن کریم۔ بلکہ تمام احکامِ الٰہیہ آ جاتے ہیں۔ مگر یہاں خصوصیت سے مسجد حرام اور ہدی کے جانور کی تعظیم پر زور دینا ہے۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں کہ جو حاجی حرم میں قربانی کرنے کو ساتھ لے جاتا ہے۔ پہلے عرب قربانی کے جانور کو اپنے ساتھ کعبہ میں لایا کرتے تھے یا پہلے بھیج دیتے تھے جس میں بیشتر اونٹ ہوتے تھے۔

یہاں اللہ کی قائم کی ہوئی تمام حرمتوں کا احترام و تعظیم کرنے کی جو نصیحت فرمائی گئی ہے اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ قریش نے حرم سے مسلمانوں کو نکال کر اور ان پر حج کا راستہ بند کر کے اور مناسک حج میں مشرکانہ و جاہلانہ رسمیں شامل کر کے اور بیت اللہ کو شرک کی گندگی سے ملوث کر کے حرمات اللہ کی ہتک و بے تعظیمی کر رکھی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قائم کر دی گئی تھیں۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو محترم قرار دیا ہے ان کا ادب و تعظیم قائم رکھنا بڑی خوبی اور نیکی کی بات ہے جس کا انجام نہایت اچھا ہوگا۔

جیسا کہ گزشتہ درس میں کہا گیا تھا مشرکین اپنی قربانیوں کی کوئی چیز نہ کھاتے تھے جس کی تردید گزشتہ درس میں مجمل طور پر فرما دی گئی تھی مگر یہاں حلت کی صراحت کر دی اور فرما دیا کہ تمام چوپائے ذبح کے بعد تمہارے لئے حلال ہیں اور ان کے ذبح کا حکم تعظیم حرمات اللہ کے خلاف نہیں کیونکہ جس مالک نے ایک چیز کی حرمت بتلائی تھی اسی کی اجازت سے اور اسی کے نام پر وہ قربانی کی جاتی ہے۔ البتہ جن جانوروں کا حرام ہونا وقتاً فوقتاً تم کو سنایا جاتا رہا ہے وہ حلال نہیں جیسا کہ سورۂ انعام آٹھویں پارہ میں تفصیلاً گزر چکا ہے تو جو جانور اللہ کی اجازت سے اس کے نام پر ذبح کئے جاتے ہیں وہ حلال ہیں اور جو جانور کسی بت یا دیوی دیوتا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ مشرکین عرب میں دستور تھا وہ حرام اور مردار ہوا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسی شرکیات جو بتوں کی پرستش سے آتی ہیں ان سے اس طرح بچو جیسے غلاظت سے آدمی گھن کھاتا ہے اور دور ہٹتا ہے۔ گویا کہ بت نجاست سے بھرے ہوئے ہیں اور ان کے قریب جاتے ہیں آدمی ان سے نجس اور پلید ہو جاتا ہے۔ مشرکوں نے اپنی طرف سے جو تحلیل و تحریک قائم کر رکھی تھی اور بلا دلیل شرعی کسی شے کو حلال اور کسی کو حرام کہتے تھے تو اس قول سے اجتناب رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے کہ جھوٹی بات سے بچتے رہو۔ اگرچہ یہاں آیت میں واجتنبوا قول الزور (یعنی جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو) الفاظ عام ہیں اور اس میں ہر جھوٹی بات زبان سے نکالنا یا جھوٹی شہادت دینا داخل ہے۔ لیکن جس سلسلۂ کلام میں یہ فرمایا گیا ہے اس سے خاص طور پر اشارہ مشرکین کے ان باطل عقائد اور احکام و رسوم کی طرف ہے جن پر کفر و شرک کی بنیاد ہے۔ یعنی اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا اور اس کی ذات۔ صفات۔ اختیارات اور حقوق میں کسی کو حصہ دار بنانا وہ سب سے بڑا جھوٹ ہے جس سے یہاں منع فرمایا گیا ہے۔ اب چونکہ مشرکین کے شرک کا ذکر آ گیا تھا اس لئے ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ ہر طرف سے ہٹ کر ایک اللہ کے بندے بن کر رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ آگے شرک کی برائی ایک مثال سے سمجھائی جاتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی پہاڑ کی چوٹی یا کسی اور بلند مقام سے گرنے کے بعد آدمی کی ہڈی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے۔ بند بند جدا ہو جاتا ہے اور جب مردہ لاش میدان میں پڑی رہے تو مردار خوار پرندے اس کا تکا بوٹی کر لیتے ہیں۔ سب نوچ نوچ کر کھا جاتے ہیں۔ یہی حالت مشرک کی ہوتی ہے۔ جب ایمان کے پہاڑ کی چوٹی سے گرا اور کفر و شرک کی وادی میں پہنچا تو تمام روحانی اور عقلی قوتیں چور چور ہو جاتی ہیں۔ بصیرت و فہم کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ ہوا و ہوس اور قہر و ظلم کے مردار خوار پرندے اس کی عقل کی لاش کو تکا بوٹی کر کے کھا جاتے ہیں اور اس طرح وہ حقیقی توحید کی زندگی سے محروم ہو جاتا ہے یا یوں کہا جائے کہ جس طرح کسی اچھے خاصے آدمی کو آندھی اڑا کر کہیں کا کہیں پھینک دیتی ہے اسی طرح مشرک و کافر کی تمام باطنی اور روحانی طاقتیں ہوا و ہوس کی ہوائیں اور خواہشات نفسانی کی آندھیاں اڑا کر حیوانیت کے میدان میں پھینک دیتی ہیں اور مشرک آدمی روحانیت و اخلاق باطنی تباہ ہونے کے بعد انسانیت سے دور گر جاتا ہے۔ صورت انسانوں کی ہوتی ہے مگر حقیقت میں وہ شیطان یا درندہ حیوان ہوتا ہے۔

اس مثال سے یہاں شرک کی برائی سمجھانا مقصود ہے کہ مشرک درحقیقت مردہ ہوتا ہے اس کی عقل فطری فنا ہو جاتی ہے اس کی اخلاقی اور اصلاحی قوتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ شہوت و غضب کے مردار خوار پرندے اس کی تمام اندرونی بیرونی صلاحیتوں کو کھا لیتے ہیں چونکہ اس کا اعتماد اور رجوع اللہ کی طرف نہیں ہوتا اس لئے سکون قلب اور اطمینان اس کو نصیب نہیں ہوتا اور درحقیقت سکون و اطمینان قلبی ہی زندگی ہے۔

قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت اور معجزانہ کلام کو دیکھئے کہ شرک کے مقابلہ میں حنفآء للہ ایک اللہ کے ہو کر رہو فرما کر یہ تعلیم دی گئی کہ مسلمان کے پیش نظر محض ذات الٰہی اور اس کی خوشنودی کا حصول ہونا چاہئے اور اللہ کے معاملہ میں اس کو تمام باطل تعلقات توڑ کر اور سب سے منہ موڑ کر صرف خدائے ذوالجلال سے رشتہ جوڑنا چاہئے۔

ابھی یہی سلسلہ مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى

یہ بات بھی ہو چکی۔ اور جو شخص دین خداوندی کی ان یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو ان کا یہ لحاظ رکھنا دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے۔ تم کو ان سے ایک معین وقت تک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ

فوائد حاصل کرنا جائز ہے پھر اس کے ذبح حلال ہونے کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے۔ اور ہم نے ہر امت کیلئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر

عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾

اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے۔ سو تمہارا معبود ایک ہی خدا ہے تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو۔ اور آپ گردن جھکا دینے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

ذٰلِكَ یہ	وَمَنْ اور جو	يُّعَظِّمْ تعظیم کرے گا	شَعَآئِرَ اللّٰهِ شعائر اللہ	فَاِنَّهَا تو بیشک یہ	مِنْ سے	تَقْوَى پرہیزگاری	
الْقُلُوْبِ جمع قلب دل	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	مَنَافِعُ جمع نفع فائدے	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر	ثُمَّ پھر	
مَحِلُّهَآ انکے پہنچنے کا مقام	اِلَى تک	الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ بیت قدیم (بیت اللہ)	وَ اور	لِكُلِّ اُمَّةٍ ہر امت کیلئے	جَعَلْنَا ہم نے مقرر کی	مَنْسَكًا قربانی	
لِيَذْكُرُوا تاکہ وہ لیں	اسْمَ اللّٰهِ اللہ کا نام	عَلٰى پر	مَا رَزَقَهُمْ جو ہم نے دیئے انہیں	مِنْ سے	بَهِيْمَةِ چوپائے	الْاَنْعَامِ مویشی	فَاِلٰهُكُمْ پس تمہارا معبود
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ معبود یکتا	فَلَهٗٓ پس اس کے	اَسْلِمُوْا فرمانبردار	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیں	الْمُخْبِتِيْنَ عاجزی سے گردن جھکانے والے			

تفسیر و تشریح:۔ گزشتہ آیات میں مناسکِ حج کے سلسلہ میں احکام قربانی وغیرہ کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے اس ضمن میں گزشتہ آیات میں حرمات اللہ یعنی اللہ نے جن چیزوں کو محترم قرار دیا ہے ان کا ادب و تعظیم قائم رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی تھی اور مثال کے ذریعہ شرک کی برائی سمجھائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم شرک میں داخل نہیں۔ جس کے دل میں پرہیزگاری کا مضمون اور خدائے واحد کا ڈر ہوگا وہ اس کے نام لگی چیزوں کا ادب کرے گا۔ یہ ادب کرنا شرک نہیں بلکہ عین توحید کے آثار میں سے ہے کہ خدا کا عاشق ہر اس چیز کی قدر کرتا ہے جو بالخصوص اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جائے۔

قربانی کے جانوروں کو عرب اپنے ساتھ کعبہ میں لایا کرتے تھے اور ایسے جانوروں کو ہدی کہا جاتا تھا۔ ان جانوروں کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ تم ان سے فوائد حاصل کر سکتے ہو مثلاً سواری کرو۔ دودھ پیو۔ نسل چلاؤ۔ اون وغیرہ کام میں لاؤ مگر یہ اس وقت تک کہ ان کو ہدی نہ بنائیں۔ ہدی بننے کے بعد اس قسم کا انتفاع ان جانوروں سے بدوں شدید ضرورت کے نہیں کر سکتے۔ مثلاً اونٹ کو ہدی بنا کر ساتھ لیا اور خود پیدل چل رہا ہے اور سواری کے لئے کوئی دوسرا جانور موجود نہیں اور پیدل چلنا اس کے لئے مشکل ہو جاوے تو ایسی مجبوری اور ضرورت کی بنا پر اس وقت سوار ہونے کی اجازت ہے۔

جب ان کو قربانی کا جانور بنا لیا تو اس کا عظیم الشان اُخروی فائدہ یہی ہے کہ کعبہ کے پاس جس سے مراد سارا حرم ہے لے جا کر خدا تعالیٰ کے نام پر قربان کر دو۔

بعض کوتاہ عقل اعتراض کیا کرتے ہیں جیسا کہ اب بھی ہنود و عیسائی قربانی پر اعتراض کرتے ہیں کہ کسی جانور کے ذبح کرنے

سے کیا خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے؟ ناحق جانوروں کو مارتے ہیں۔ یہ رسم جاہلیت ہے۔ اس کا الزامی جواب پہلے عنایت فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ تم سے پیشتر بھی اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے لئے رسم قربانی اللہ کا نام یاد کرنے کے لئے جاری کی ہے۔ امت محمدیہ کے لئے یہ کچھ نئی بات نہیں۔ حضرت موسیٰ ۔ حضرت یعقوبؑ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعتوں میں بھی قربانی کا دستور خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا جیسا کہ اب تک اہل کتاب کی کتب میں پایا جاتا ہے اور اسی طرح ہنود کے ہاں بھی قربانیاں ہیں قدیم سے ان میں بلدان کی رسم چلی آتی ہے۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ قربانی کا حکم جو اس امت مسلمہ کے لوگوں کو دیا گیا ہے یہ کوئی نیا حکم نہیں پچھلی سب امتوں کے ذمہ بھی قربانی کی عبادت لگائی گئی تھی پس خداوند قدوس ہی خدا ہے جس نے ان کو حکم دیا تھا اسی نے تم کو بھی حکم دیا پس اس کا کہا مانو اور قربانی کرو اور اس پر خاص اللہ ہی کا نام لو اور اسی طرح اس کی سب باتوں میں فرمانبرداری کرو۔ اس کے بعد اس کی پوری فرمانبرداری کرنے والوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ وخوشخبری دینے کا حکم دیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو رضائے الٰہی کی بشارت سنا دیجئے جو صرف اسی ایک خدا کا حکم مانتے ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں۔ اسی پر ان کا دل جمتا ہے اور اسی کے جلال وجبروت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

اب چونکہ یہاں مخبتین یعنی اللہ کے احکام کے سامنے گردن جھکا دینے والوں کا ذکر آ گیا اس لئے آگے ان مخبتین کی بعض صفات بیان کی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مخبتین بندوں میں شامل فرمالیں اور اپنے احکام کے سامنے ہماری اطاعت سے گردنیں جھکی رہیں۔

یا اللہ اپنے احکام کی وقعت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دیجئے۔ اور ہم کو ہر چھوٹے بڑے امر میں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہمیں بھی تقویٰ کی دولت عطا فرما اور شعائر اللہ کی حرمت وتعظیم نصیب فرما۔ یا اللہ اپنے جملہ احکام کی ہمیں فرمانبرداری نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ

جو ایسے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دِل ڈر جاتے ہیں اور جو اُن مصیبتوں پر کہ اُن پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ

اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے اللہ (کے دین) کی یادگار بنایا ہے۔ ان جانوروں میں تمہارے (اور بھی) فائدے ہیں۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ

سو تم اُن پر کھڑا کرکے اللہ کا نام لیا کرو۔ پس جب وہ کروٹ کے بل گر پڑیں تو تم بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی کو بھی کھانے کو دو۔

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ

ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیر حکم کر دیا تا کہ تم شکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کے پاس نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اُن کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا تا کہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی (بیان) کرو کہ اُس نے تم کو توفیق دی۔ اور اے نبیؐ اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

الَّذِيْنَ وہ جو	اِذَا جب	ذُكِرَ اللّٰهُ اللہ کا نام لیا جائے	وَجِلَتْ ڈر جاتے ہیں	قُلُوْبُهُمْ انکے دل	وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنیوالے
عَلٰى پر					
مَا اَصَابَهُمْ جو انہیں پہنچے	وَالْمُقِيْمِي اور قائم کرنیوالے	الصَّلٰوةِ نماز	وَمِمَّا اور اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	
يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں	وَ اور	الْبُدْنَ قربانی کے اونٹ	جَعَلْنٰهَا ہم نے مقرر کئے	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ سے
شَعَآئِرِ اللّٰهِ شعائر اللہ	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	خَيْرٌ بھلائی	فَاذْكُرُوا پس لو تم	اسْمَ اللّٰهِ اللہ کا نام
عَلَيْهَا ان پر					
صَوَآفَّ قطار باندھ کر	فَاِذَا پھر جب	وَجَبَتْ گر جائیں	جُنُوْبُهَا انکے پہلو	فَكُلُوْا تو کھاؤ	مِنْهَا ان سے
وَاَطْعِمُوا اور کھلاؤ					
الْقَانِعَ سوال نہ کرنیوالے	وَالْمُعْتَرَّ اور سوال کرنیوالے	كَذٰلِكَ اسی طرح	سَخَّرْنٰهَا ہم نے انہیں مسخر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	لَعَلَّكُمْ تا کہ تم
تَشْكُرُوْنَ شکر کرو	لَنْ يَّنَالَ ہرگز نہیں پہنچتا	اللّٰهَ اللہ کو	لُحُوْمُهَا انکا گوشت	وَلَا اور نہ	دِمَآؤُهَا ان کا خون
وَلٰكِنْ اور لیکن بلکہ					
يَّنَالُهُ اس کو پہنچتا ہے	التَّقْوٰى تقویٰ	مِنْكُمْ تم سے	كَذٰلِكَ اسی طرح	سَخَّرَهَا ہم نے انہیں مسخر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے
لِتُكَبِّرُوا تا کہ تم بڑائی سے یاد کرو	اللّٰهَ اللہ	عَلٰى پر	مَا هَدٰىكُمْ جو اس نے ہدایت دی تمہیں	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیں	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنیوالے

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیت مخبتین کو بشارت دینے پر ختم ہوئی تھی۔ مخبتین کے معنی ہیں عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر گردن جھکانے والے۔ گزشتہ آیت میں وبشر المخبتین فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ آپ ایسے لوگوں کو جو احکامِ الٰہیہ کے سامنے گردن جھکا دینے والے ہوں جنت وغیرہ کی خوشخبری سنا دیجئے۔ اب آگے مخبتین کی بعض صفات بیان کی جاتی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ اللہ عز وجل کا ذکر سنتے ہی اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں اور ان کے دل اس کی عظمت وجلال کے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں اور یہ اس کے سارے احکام بجالاتے ہیں۔

دوسری صفت بتلائی جاتی ہے کہ یہ لوگ مصائب و شدائد کو صبر و استقلال سے برداشت کرتے ہیں۔ کوئی سختی اٹھا کر راہِ حق سے قدم نہیں ڈگمگاتا۔

تیسری صفت بتلائی گئی کہ نماز کو پابندی اور اس کے حقوق و آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اس میں ذرا سستی نہیں کرتے۔

چوتھی صفت بیان فرمائی کہ جو کچھ مال و دولت اللہ نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس میں سے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ایک حصہ خرچ کرتے ہیں۔ اس میں صدقہ خیرات۔ زکوٰۃ حج و قربانی اور دوسرے انفاق سب آ گئے۔

مضمون اوپر سے حج کے متعلق چل رہا تھا اور چونکہ بیت اللہ تک پہنچنے میں مصائب و شدائد بھی پیش آتے ہیں۔ سفر میں اکثر نمازوں کے قضا یا فوت ہو جانے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔ مال بھی کافی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے انہی اوصاف و خصائل کا یہاں ذکر فرمایا گیا۔ گزشتہ آیات میں مطلق شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہوا تھا۔ اب تصریحاً بتلایا جاتا ہے کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ان کی ذات میں تمہارے لئے دنیا کے بھی فائدے ہیں اور اللہ نے انہیں اپنی یاد کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔ ان کو اللہ کا پاک نام لے کر نحر یا ذبح کرو۔

یہاں آیت میں صرف اونٹوں کے نحر کا ذکر فرمایا ہے۔ اونٹ کی قربانی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کو لٹا کر ذبح نہیں کرتے بلکہ قبلہ رخ کھڑا کر کے اس کا ایک پاؤں زمین سے اٹھا کر گھٹنے سے ملا کر باندھ دیتے ہیں اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر نیزہ اونٹ کے سینہ سے ذرا اوپر مارتے ہیں۔ جب خون نکل جاتا ہے تو وہ کسی کروٹ گر پڑتا ہے۔ اس وقت اس کا گوشت کھال سے علیحدہ کرتے ہیں اور اسے نحر کہتے ہیں۔ تو اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے اور گائے بکری بھیڑ کو لٹا کر ذبح کیا جاتا ہے۔ قربانی کے گوشت کے متعلق حکم دیا کہ خود بھی کھاؤ اور حاجت مندوں محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔ یہاں محتاج کی دو قسمیں بیان فرمائیں، ایک جو صبر سے بیٹھا ہے۔ سوال نہیں کرتا۔ تھوڑا مل جائے تو اسی پر قناعت کرتا ہے۔ دوسرا جو بیقرار ہو کر سوال کرتا پھرتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اونٹ و گائے وغیرہ ایسے بڑے جانور جو تم سے جثہ اور قوت میں کہیں زیادہ ہیں تمہارے قبضہ میں کر دیئے اور تمہارے لئے اس طرح مسخر کر دیئے کہ تم ان سے طرح طرح کی خدمات لیتے رہو اور کیسے آسانی سے ذبح بھی کر لیتے ہو۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ نہ یہ کہ شرک کر کے الٹی ناشکری کرو۔

اب آگے قربانی کی حقیقت اور اس کا اصل فلسفہ بیان کیا جاتا ہے۔ اسلام سے پہلے بھی حج اور قربانی کی رسم تھی مگر اس میں بہت سی بیہودہ باتیں اور شرک کے گندے طریقے داخل کر لئے تھے۔ مثلاً ایام جاہلیت میں جب قربانی کرتے تو بیت اللہ پر گوشت تھیڑتے اور خون لیپتے تھے۔ ابتدا میں جب بعض مسلمانوں نے طریقہ جاہلیت کے مطابق خانہ کعبہ کو گوشت اور خون سے نجس کرنا چاہا تو ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی اور سمجھایا گیا کہ قربانی کا یہ گوشت پوست اور خون سب یہیں رہ جاتا ہے۔ اللہ تک اس کی رسائی نہیں۔ وہاں تو تمہاری نیتوں کا خلوص اور دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوشدلی اور جوش محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اس کے نام پر اس کے گھر کے پاس لے جا کر قربان کی۔ گویا اس قربانی کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ بس یہی وہ تقویٰ ہے جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوبِ حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

اخیر میں بتلایا گیا کہ اللہ نے جانوروں کو تمہارا حکم بردار بنا دیا اس کے بدلہ میں تمہیں چاہئے کہ تم اللہ کے فرمانبردار بنو اور اس کے حکم سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر انہیں ذبح کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس

نے اپنی محبت اور عبودیت کے اظہار کی کیسی اچھی راہ بتادی اور ایک جانور کی قربانی کو گویا خود تمہاری جان قربان کرنے کے قائم مقام بنادیا۔

گزشتہ آیات کے خاتمہ پر وبشر المخبتین فرمایا گیا تھا۔ یہاں وبشر المحسنین فرمایا گیا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ لوگوں کو کامیابی کی بشارت دے دیں جو ایمان و اخلاص کے ساتھ نیک عمل کرتے ہیں۔ جن کے دلوں میں سچائی۔ نیتوں میں مرضی الٰہی کی طلب اور اعمال میں پاکیزگی ہو۔ ہر کام بوجہ اللہ کرتے ہوں۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ قربانی بھی شعائر الٰہیہ میں سے ہے مگر افسوس ہے کہ اب ایسے بھی نام کے مسلمان موجود ہیں کہ جو قربانی کا انکار کرتے ہیں اور قربانی سے روکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ ایک شعائر اسلامیہ کے منکر ہیں اور انکا قربانی سے روکنا کھلے طور پر دین اسلام میں مداخلت کرتا ہے۔ طرح طرح کے اشکالات اور اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ان آیات میں قربانی کا جو حکم دیا گیا ہے وہ صرف حاجیوں ہی کے لئے نہیں ہے اور صرف مکہ میں حج ہی کے موقع پر ادا کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام ذی استطاعت مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ جہاں بھی وہ ہوں۔ یہ تصریح متعدد صحیح احادیث میں بھی وارد ہوئی ہے اور معتبر روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے دس سالہ قیام میں ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی فرماتے رہے اور تنبیہ و وعید کے طور پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو پھر قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ قرآن پاک بھی یہی تعلیم دیتا ہے کہ جملہ عبادات کو خواہ وہ نماز روزہ ہو یا صدقہ و زکوٰۃ ہو یا حج و قربانی ہو۔ انہیں انہی شرائط کے ساتھ پورا کرنا چاہئے جو مقرر کردی گئی ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے کیا فائدہ ہے؟ نہ ان کی بابت تغیر و تبدل کا وہم پیدا کرسکتا ہے جملہ عبادات بندگی کی نشانیاں ہیں اور منعم حقیقی کے بتائے ہوئے طریقہ سے ان کو بجالانا چاہئے۔ ہمیں یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ قربانی میں کیا فائدہ ہے؟ کیا یہ فائدہ تھوڑا ہے کہ ہمارا مولا ہم سے اپنی بے چوں و چرا فرمانبرداری کرتے دیکھ کر خوش ہوجائے اور ہم کو اپنے مخبتین اور محسنین بندوں میں شمار فرمالے۔ بندہ کا کام تو یہی ہے کہ اپنے آقا کو خوش رکھے۔

اب جس وقت ان آیات کا نزول ہوا اور مخبتین اور محسنین کو احکام الٰہیہ اور شعائر اسلامیہ بجالانے پر بشارت سنائی گئی اس وقت کفار مکہ کا غلبہ تھا جو حسد و عناد میں اہل اسلام کو حج و عمرہ کے لئے مکہ میں آنے سے بھی روک دیتے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابۂ کرام کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور حدیبیہ سے واپس ہونا پڑا تھا۔ تو یہ احکام حج و قربانی وغیرہ کو سن کر مسلمانوں کو خیال ہوسکتا تھا کہ ہم کو حالت موجودہ میں ان احکام پر کہاں عمل نصیب ہوگا۔ ہم کو خانۂ کعبہ اور حرم تک رسائی تو ہے ہی نہیں۔ اس لئے آگے اہل اسلام سے بطور پیشین گوئی کے ایک تسلی آمیز وعدہ فرمایا جاتا ہے جس میں کفار کے لئے وعید بھی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور جملہ عبادات کو اپنے مقرر کردہ طریقوں پر ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! تقویٰ اور اخلاص کی دولت ہم کو عطا فرما اور اپنے مخبتین اور محسنین بندوں میں شامل ہونا ہم کو نصیب فرما۔ یا اللہ! اپنے مخبتین بندوں کی صفات ہم کو بھی عطا فرمادے۔ اور ہمارے قلوب میں اپنی عظمت و جلال کا وہ خوف و خشیت جمادے جو ہم کو آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ اور آپ کے سارے احکام بجالانے پر مستعد کردے۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں دین پر استقامت نصیب فرما اور ہم کو اپنی نمازوں کو جملہ حقوق و آداب کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور جو آپ نے دنیا میں ہمیں عطا فرمایا ہے اس میں سے اپنی رضا کے لئے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ اللَّهَ يُدَٰفِعُ عَنِ الَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۞ أُذِنَ لِلَّذِينَ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ کو) ایمان والوں سے ہٹا دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کسی دغاباز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا۔ لڑنے کی ان لوگوں کو

يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا۟ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۞

اجازت دے دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کے غالب کر دینے پر پُوری قدرت رکھتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	یُدٰفِعُ دُور کرتا ہے	عَنِ سے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے مومن	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	لَا یُحِبُّ پسند نہیں کرتا	
کُلَّ کسی۔تمام	خَوَّانٍ دغاباز	کَفُوْرٍ ناشکرا	اُذِنَ اذن دیا گیا	لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو	یُقٰتَلُوْنَ جن سے لڑتے ہیں	بِاَنَّھُمْ کیونکہ وہ
	ظُلِمُوْا ان پر ظلم کیا گیا	وَاِنَّ اور بیشک	اللّٰہَ اللہ	عَلٰی نَصْرِھِمْ ان کی مدد پر	لَقَدِیْرٌ ضرور قدرت رکھتا ہے	

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ چند آیتوں میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ کفار مکہ نے عناد وحسد میں مسلمان قبائل کو مکہ میں حج کے لئے آنے سے روک دیا تھا۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہ کرام کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور حدیبیہ سے واپس ہونا پڑا تھا۔ جب تک مسلمان مکہ میں رہے کفار مکہ کی طرف سے ایذارسانی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ مسلمانوں پر آوازے کستے طعنے دیتے۔ سخت سست کہتے۔ جہاں موقع ملتا انتہائی بے رحمی اور سنگدلی کے ساتھ مار پیٹ کرتے اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے کسی کا مال چھین لیتے مسلمان سے مزدوری کراتے تو اُجرت نہ دیتے مگر راسخ الاعتقاد مسلمانوں کا ایمان لوہے کی چٹان سے زیادہ مضبوط تھا۔ بڑی سے بڑی مصیبت اور ایذا سے ان کے یقین میں تزلزل نہ پیدا ہوتا مگر جب مار پیٹ اور زخمی کرنے کی تکلیفیں حد سے بڑھ گئیں تو مسلمانوں نے مختلف اوقات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر مدافعانہ قدم اٹھانے کی درخواست پیش کرنا شروع کر دی۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم برابر صبر وضبط کی تلقین فرماتے رہے اور قتال وجدال کی اجازت نہ دی۔ جب بحکم وحی مکہ سے مدینہ کو ہجرت ہوگئی اور مسلمانوں کو مدینہ میں کچھ استقلال نصیب ہوا تاہم کفار کی دراز دستیاں کم نہ ہوئیں۔ جس پر موقع اور قابو چلتا اکیلے دکیلے مسلمان کو مار لیتے۔ جو لوگ مکہ میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے رہ گئے تھے ان کو ایسی دکھ کی مار دیتے کہ بعض مسلمان شدت آلام کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکے۔ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی اور جہاد کا حکم دے دیا گیا۔ اجازت جہاد کے متعلق یہ پہلی آیت ہے۔ اس کے بعد پھر دوسری آیتیں جہاد کے حکم میں نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے۔ اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے۔ چنانچہ مدینہ میں پہنچ کر سب سے اول جہاد کی اجازت کے متعلق جب آیت مذکورہ نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے پہچان لیا تھا کہ عنقریب قتال کا حکم ہوگا۔

ان آیات میں سب سے پہلے مسلمانوں سے بطور پیشین گوئی کے ایک تسلی آمیز وعدہ فرمایا جاتا ہے جس میں کفار کے لئے وعید بھی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مسلمان مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ عنقریب

دشمنوں سے ان کا راستہ صاف کردے گا۔ مسجد حرام تک پہنچنے اور اس کے متعلق احکام کی تعمیل کرنے میں کوئی مخالفانہ رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔ بے خوف وخطر حج وعمرہ ادا کریں گے۔ گویا گزشتہ آیت میں وبشر المحسنین میں جو بشارت دینے کا امر تھا اس کی ایک فرد یہ خوشخبری بھی ہوئی۔ الحمد للہ جو پیشین گوئی یہاں فرمائی گئی وہ بجنسہ پوری ہوئی اور ان آیات کے چند سال بعد یعنی ۸ھ میں جب مکہ معظمہ فتح ہو گیا تو مسلمانوں کو حج وعمرہ کے ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ اگر کفار مکہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ دغاباز اور ناشکر گزاروں کو ایک خاص میعاد تک مہلت دی جائے تو یہ مت خیال کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش آتے ہیں۔ یہ مہلت بعض مصالح اور حکمتوں کی بنا پر ہے۔ آخری انجام یہی ہونا ہے کہ اہل حق غالب ہوں گے اور باطل پرستوں کو راستہ سے چھانٹ دیا جائے گا۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین اور قرآنی احکام کے مطابق کامل تیرہ سال تک سخت مظالم کے مقابلہ میں بے مثال صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا اور جب مدینہ دارالاسلام بن گیا اور مسلمانوں کی ایک قلیل سی جماعت ایک مستقل مرکز پر جمع ہوگئی تو مظلوم مسلمانوں کو جن سے کفار برابر لڑتے رہتے تھے اجازت ہوئی بلکہ حکم ہوا کہ ظالموں کے مقابلہ میں اب تلوار اٹھائیں اور اپنی جماعت اور دین کی حفاظت کریں اور اطمینان دلایا گیا کہ اپنی قلت اور بے سروسامانی سے نہ گھبرائیں اللہ تعالیٰ مٹھی بھر فاقہ مستوں کو دنیا کی فوجوں اور سلطنتوں پر غالب کرسکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک شہنشاہانہ طرز میں مسلمانوں کی نصرت وامداد کا وعدہ تھا۔ جیسے دنیا میں بادشاہ اور بڑے لوگ وعدہ کے موقع پر اپنی شان ووقار اور استغنا دکھلانے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہاں تمہارا فلاں کام ہم کرسکتے ہیں اسی طرح یہاں " ان اللہ علی نصرھم لقدیر " یعنی اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے فرما کر یہ عنوان اختیار کیا گیا تاکہ مخاطب سمجھ لے کہ ہم ایسا کرنے میں کسی سے مجبور نہیں ہیں جو کچھ کریں گے اپنی قدرت اور اختیار سے کریں گے۔

آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے کہ جس بنا پر جہاد کی اجازت دی گئی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے ان وعدوں پر ہم کو بھی ایمان ویقین نصیب فرمائیں۔ اور اس وقت کفار نے جہاں جہاں اہل اسلام کو مظلوم بنا رکھا ہے اللہ پاک اپنی قدرت سے ان کی مدد فرمائیں اور کفار کے غلبہ کو اہل ایمان سے دور فرمائیں اور جہاد پر جو نصرت اور کامیابی کے وعدے اہل ایمان سے کئے ہیں وہ اس وقت بھی امت مسلمہ کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! جیسے آپ نے ابتداء میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد فرمائی اور مشرکین مکہ کے غلبہ اور ایذ رسانی سے اہل ایمان کو نجات عطا فرمائی۔

یا اللہ! اسی طرح اب بھی اپنی اسی قدرت سے اہل اسلام کی مدد فرمادے اور اعدائے دین کی طاقت کو ملیا میٹ فرمادے یا اللہ آپ اپنی قدرت واختیار سے جو چاہیں کرسکتے ہیں۔ یا اللہ اہل اسلام کو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے سچا عزم جہاد نصیب فرما اور اپنی نصرت وتائید سے ان کو اعدائے دین پر غلبہ عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک دوسرے سے

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

زور نہ گھٹواتا رہتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ جو لوگ	اُخْرِجُوْا نکالے گئے	مِنْ سے	دِيَارِهِمْ اپنے گھر (شہروں)	بِغَيْرِ حَقٍّ ناحق	اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	يَّقُوْلُوْا وہ کہتے ہیں
رَبُّنَا اللّٰهُ ہمارا رب اللہ	وَلَوْ اور اگر	لَا دَفْعُ دفع نہ کرتا	اللّٰهِ اللہ	النَّاسَ لوگ	بَعْضَهُمْ اُن کے بعض (ایک کو)		
بِبَعْضٍ بعض سے (دوسرے)	لَّهُدِّمَتْ تو ڈھا دیئے جاتے	صَوَامِعُ صومعے	وَبِيَعٌ اور گرجے	وَّصَلَوٰتٌ اور عبادت خانے			
وَّمَسٰجِدُ اور مسجدیں	يُذْكَرُ ذکر کیا جاتا (لیا جاتا ہے)	فِيْهَا ان میں	اسْمُ اللّٰهِ اللہ کا نام	كَثِيْرًا بہت بکثرت	وَلَيَنْصُرَنَّ اور البتہ ضرور مدد کریگا		
اللّٰهُ اللہ	مَنْ جو	يَّنْصُرُهٗ اس کی مدد کرتا ہے	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَقَوِيٌّ طاقت والا توانا	عَزِيْزٌ غالب	

تفسیر و تشریح:۔ گزشتہ آیات کے سلسلہ میں بیان ہوا تھا کہ مکہ کے تیرہ سالہ دور میں اہل اسلام کو کفار سے جنگ اور قتل و قتال کی ممانعت تھی۔ لیکن ہجرت کے بعد جہاد کی اجازت کا حکم نازل ہو گیا اور ان کفار سے جو مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے جنگ کی اجازت ہو گئی اور ساتھ ہی غلبہ کی بشارت بھی اہل اسلام کو سنا دی گئی۔

اب آگے اہل اسلام کی مظلومیت اور جہاد کی حکمت اور اخلاص فی الجہاد پر غلبہ کی بشارت کو بیان کیا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مسلمان مہاجرین جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ان کا کوئی جرم نہ تھا۔ نہ ان پر کسی کا کوئی دعویٰ تھا بجز اس کے وہ اکیلے ایک خدا کو اپنا رب کیوں کہتے ہیں۔ اینٹ اور پتھروں کو کیوں نہیں پوجتے۔ گویا ان پر سب سے بڑا سنگین الزام اگر لگایا جا سکتا ہے تو یہی کہ وہ ایک خدا کے ماننے والے کیوں بنے۔ جس ظلم کے ساتھ ان اسلام کے شیدائی مہاجرین کو اپنے گھروں سے مکہ سے نکالا گیا اس کا اندازہ کرنے کے لئے چند واقعات سنئے۔

حضرت صہیب رومیؓ جب ہجرت کرنے لگے تو کفار مکہ نے ان سے کہا کہ تم یہاں خالی ہاتھ آئے تھے اور اب مالدار ہو گئے ہو۔ تم جانا چاہو تو خالی ہاتھ ہی جا سکتے ہو اپنا مال نہیں لے جا سکتے حالانکہ انہوں نے جو کچھ کمایا تھا وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا تھا۔ کسی کا دیا نہیں کھاتے تھے آخر وہ دامن جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور سب کچھ ظالموں کے حوالہ کر کے اس حال میں مدینہ پہنچے کہ تن کے کپڑوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

۲۔ حضرت ام سلمہ اور ان کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دودھ پیتے بچہ کو لے کر ہجرت کے لئے نکلے تو حضرت ام سلمہ کے خاندان والوں نے راستہ روک لیا اور ابو سلمہ سے کہا کہ تمہارا جہاں جی چاہے پھرتے رہو مگر ہماری لڑکی کو لے کر نہیں جا سکتے مجبوراً بیچارے بیوی کو چھوڑ کر مدینہ چلنے لگے پھر ابو سلمہ

کے خاندان والے آگے بڑھے اور انہوں نے کہا بچہ ہمارے قبیلہ کا ہے اسے ہمارے حوالہ کرو۔ اس طرح بچہ بھی ماں اور باپ دونوں سے چھین لیا گیا۔ تقریباً ایک سال تک حضرت ام سلمہ بچے اور شوہر کے غم میں تڑپتی رہیں اور آخر کار بڑی مصیبت سے اپنے بچہ کو حاصل کر کے مکہ سے اس حال میں نکلیں کہ اکیلی عورت گود میں بچہ لئے اونٹ پر سوار تھیں اور ان راستوں پر جا رہی تھیں جن سے مسلح قافلے بھی گزرتے ہوئے ڈرتے تھے۔

۳۔ حضرت عیاش بن ربیعہ ابوجہل کے ماں جائے بھائی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ پیچھے پیچھے ابوجہل اپنے ایک بھائی کو ساتھ لے کر جا پہنچا اور بات بنائی کہ اماں جان نے قسم کھائی ہے کہ جب تک عیاش کی صورت نہ دیکھ لوں گی نہ دھوپ سے سایہ میں جاؤں گی نہ سر میں کنگھی کروں گی۔ اس لئے بس تم چل کر انہیں صورت دکھا دو پھر واپس آ جانا۔ وہ بیچارے ماں کی محبت میں ساتھ ہو لئے۔ راستہ میں دونوں بھائیوں نے انہیں قید کر لیا اور مکہ میں انہیں لے کر اس طرح داخل ہوئے کہ وہ رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور دونوں بھائی پکارتے جا رہے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے اپنے نالائق بیٹوں کو یوں سیدھا کرو جس طرح ہم نے کیا ہے۔ کافی مدت تک یہ بیچارے قید رہے۔ آخر کار ایک جانباز مسلمان ان کو نکال لانے میں کامیاب ہوئے۔

اس طرح کے مظالم سے قریب قریب ہر اس شخص کو سابقہ پیش آیا جس نے اپنے ایمان اور اسلام کیلئے مکہ سے مدینہ کی ہجرت کی۔ ظالموں نے گھر بار چھوڑتے وقت بھی ان غریبوں اور مظلوموں کو خیریت سے نہ نکلنے دیا۔ اور کفار کا یہ تمام ترغیظ و غضب صرف توحید پر تھا جس کی وجہ سے مظلوموں کو وطن چھوڑنا پڑا۔

آگے جہاد کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ اگر کسی وقت اور کسی حالت میں بھی ایک جماعت کو دوسری جماعت سے لڑنے بھڑنے کی اجازت نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہوگی۔ اس نے دنیا کا نظام ہی ایسا رکھا ہے کہ ہر چیز یا ہر شخص یا ہر جماعت دوسری چیز یا شخص یا جماعت کے مقابلہ میں اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے جنگ کرتی رہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور نیکی کو اللہ تعالیٰ اپنی حمایت میں لے کر بدی کے مقابلہ میں کھڑا نہ کرتا تو نیکی کا نشان زمین پر باقی نہ رہتا۔ بد دین اور شریر لوگ جن کی ہر زمانہ میں کثرت رہی ہے تمام مقدس مقامات اور یادگاریں صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے۔ کوئی عبادت گاہ۔ تکیہ۔ خانقاہ۔ مسجد۔ مدرسہ محفوظ نہ رہ سکتا۔ اس بنا پر ضروری ہوا کہ بدی کی طاقتیں خواہ کتنی ہی مجتمع ہو جائیں قدرت کی طرف سے ایک وقت آئے جب نیکی کے مقدس ہاتھوں سے بدی کے حملوں کی مدافعت کرائی جائے۔ بہر حال اس وقت مسلمانوں کو ظالم کافروں کے مقابلہ میں جہاد و قتال کی اجازت دینا اسی قانونِ قدرت کے ماتحت تھا اور یہ وہ عام قانون ہے جس کا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا۔ اگر مدافعت و حفاظت کا یہ قانون نہ ہوتا تو اپنے اپنے زمانہ میں نہ عیسائی راہبوں کی خانقاہیں قائم رہتیں۔ نہ نصاریٰ کے گرجے۔ نہ یہود کے عبادت خانے نہ مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر بڑی کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ سب عبادت گاہیں گرا کر برابر کر دی جاتیں۔ بس اسی عام قانون کے ماتحت کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو ایک وقتِ مناسب پر اپنے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔

اب آگے مجاہدین کی نصرت و مدد کا وعدہ فرمایا جاتا ہے مگر ایک شرط کے ساتھ۔ وعدہ تو ان تاکیدی الفاظ میں ہے کہ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا۔ آگے وہ شرط ہے یعنی جو اللہ کے دین کی مدد کریں گے۔ یہ مضمون قرآن پاک میں متعدد جگہ پر بیان ہوا ہے

کہ جو لوگ خلقِ خدا کو توحید کی طرف بلانے اور دین حق کو قائم کرنے اور شر کو مٹانے اور خیر کو فروغ دینے کی سعی وجدوجہد کرتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں تو یہاں اور قرآن پاک میں دوسرے مقامات پر نصرت و امداد کا صریح وعدہ ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ طلبگاران نصرت کو دین الٰہی کی مدد کرنی چاہئے یعنی جہاں تک ممکن ہو جان و دل سے کوشش کریں کافروں کا مقابلہ جفاکشی اور تندہی سے کریں اور کافروں کے مقابلہ کا مقصد حصول زر یا مال۔ حکومت وشہرت نہ ہو بلکہ دین کا غلبہ اور اسلام کی حمایت مدِ نظر ہو۔ آخر میں شک وشبہ اور وہم کو دفع کرنے کے لئے ان اللہ لقوی عزیز فرما دیا۔ ہوسکتا تھا کہ مسلمان اپنی کمزوری کو دیکھتے ہوئے کہتے کہ ہم تمام عرب کے کفار ومشرکین کے مقابلہ میں دین کی حمایت کیا کرسکتے ہیں۔ تعداد کم، سامان ابتر، اسلحۂ جنگ شکستہ۔ اُوپر سے فقر و فاقہ، اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ اللہ قوی اور غالب ہے۔ تم اس وقت کمزور ہو تو کیا ہے۔ تمہارا خدا تو قوی ہے۔ تم مغلوب ہو تو کوئی حرج نہیں تمہارا رب تو غالب ہے۔ اسی پر بھروسہ رکھو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

اب یہ ظاہر ہے کہ یہ قرآنی وعدے جو نزول قرآن کے وقت تھے وہ اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ نے ایمان و یقین کے ساتھ اس پر عمل فرمایا۔ اور اللہ کے دین کی مدد کی شرط کو دل و جان سے پورا کیا۔ اللہ کی نصرت وحمایت ان کے شامل حال رہی۔ پھر دنیا پر ان کا وہ رعب داب اور غلبہ رہا اور غیب سے ایسی امدادان کی فرمائی گئی کہ اسلامی تاریخ آج بھی گواہ ہے۔ اے کاش کہ اس وقت بھی امت مسلمہ کو ہوش آجائے اور اپنے کو ان قرآنی وعدوں کا مصداق بنالے اور اللہ کے دین کی مدد کے لئے دل و جان سے کھڑی ہو جائے۔ پھر اللہ کی نصرت بھی یقینی ہے۔

اب آگے مکہ کے ان مظلوم مہاجرین کی مخصوص صفات بیان کی گئی ہیں جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو دین کی سچی سمجھ اور فہم عطا فرما اور دین حق کے لئے اپنے جان و مال کی قربانی دینے کا جذبہ صادق عطا فرما۔

اے اللہ! ان مہاجرین اولین کے صدق اور اخلاص کے طفیل میں جنہوں نے دین کے لئے سب کچھ قربان کر دکھایا۔ ہم کو بھی دین حق کی حمایت کی توفیق عطا فرما۔ دین کے لئے جینے اور مرنے کی سعادت نصیب فرما۔ اے اللہ! دین کی طرف سے آج امتِ مسلمہ جس غفلت میں پڑ گئی ہے اس غفلت کو دور فرما۔ اور پوری امت کو دین کی مدد کے لئے دل و جان سے کھڑا ہو جانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا

یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم اُن کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بُرے

عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱

کاموں سے منع کریں۔ اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے

اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اِنْ اگر	مَّكَّنّٰهُمْ ہم دسترس دیں انہیں	فِى الْاَرْضِ زمین (ملک) میں	اَقَامُوا وہ قائم کریں	الصَّلٰوةَ نماز
وَ اور	اٰتَوُا الزَّكٰوةَ زکوٰۃ ادا کریں	وَاَمَرُوْا اور حکم دیں	بِالْمَعْرُوْفِ نیک کاموں کا	وَنَهَوْا اور وہ روکیں	عَنِ الْمُنْكَرِ برائی سے
	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	عَاقِبَةُ انجام کار	الْاُمُوْرِ تمام کام		

تفسیر و تشریح:۔ گزشتہ آیات میں مہاجرین اولین کی مظلومیت کا ذکر تھا کہ مسلمانوں کو ناحق مکہ سے جلاوطن کیا گیا۔ ان کا کوئی قصور نہ تھا۔ اگر قصور تھا تو صرف یہ کہ وہ اللہ کی ربوبیت کے قائل تھے اور دوسروں کی ربوبیت کا انکار کرتے تھے۔ پھر جہاد کی حکمت و فائدہ بتلایا گیا تھا کہ اگر حق کے ذریعہ سے باطل کو شکست نہ ہوتی اور ظلم کی جگہ انصاف نہ لیتا تو تمام عبادت گاہیں یعنی حق پرستی کے مرکز تباہ ہو جاتے۔ نہ یہودیوں کے دور میں ان کی خانقاہیں قائم رہتیں نہ نصاریٰ کے زمانہ میں ان کے عبادت خانے اور نہ مسلمانوں کے زمانہ میں ان کی مسجدیں۔ غرض حق پرستی دنیا سے معدوم ہو جاتی۔ اگر انبیاء اور ان کی امتوں پر جہاد فرض نہ کیا جاتا اور تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی جاتی تو اہلِ کفر اللہ کی پرستش نہ کرنے دیتے۔ حضرت موسیٰؑ اگر فرعون اور عمالقہ کا مقابلہ نہ کرتے تو یہودیوں کے معبد برباد ہو جاتے اور شریعتِ موسوی قائم نہ رہتی۔ اگر عیسائیوں کو تلوار اٹھانے اور مقابلہ کرنے کا حکم نہ ہوتا تو یہودی ان کو کھا جاتے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کو جہاد کی اجازت نہ ہوتی تو کفار مکہ اور مشرکین عرب اور دنیا کی تمام غیر مسلم اقوام ان کو تباہ و برباد کر ڈالتے تو اقامتِ حق اور ابقاء صداقت کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ ظالموں اور جابروں کا مقابلہ کیا جائے اور قوت کے ساتھ ان کی دراز دستیوں کو روکا جائے۔

پھر اس کے بعد اخلاص فی الجہاد کو بتلایا گیا تھا یعنی کفار سے لڑنے میں خالص نیت اعلاء کلمۃ اللہ کی ہو جس پر غلبہ کی بشارت دی گئی تھی۔ اب آگے ان مہاجرین کی جو علمبردار حق تھے اور اعلان صداقت کی پاداش میں گھروں سے نکالے گئے تھے ان کے چند خصوصی اوصاف کا بیان ہے اور اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ مظلوم مسلمان جنہیں اپنے گھروں سے نکالا گیا ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں حکومت اور زمین کی سلطنت دے دیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں۔ بذاتِ خود بدنی اور مالی نیکیوں میں لگے رہیں اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ خود بھی نماز کی پابندی کریں۔ اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی نیک کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطا کی اور جو پیشین گوئی کی گئی تھی بحمد اللہ وہ حرف بحرف پوری اور سچی ثابت ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے اربعہ اور خلافتِ راشدہ کے زمانہ کے اکثر عمال و حکام انصاف اور عدل کے علمبردار تھے۔ نیکی اور خدا پرستی ان کا شعار تھی۔ ارکانِ دین کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں اُتری ہے۔ ہم بے سبب خارج از وطن کئے گئے تھے پھر ہمیں خدا نے سلطنت دی۔ ہم نے نماز روزہ کی پابندی کی۔ نیکیوں کے احکام دیئے اور برائی سے روک جاری کی پس یہ آیت ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے بارے میں ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا اس میں صرف بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ و رعایا دونوں کا بیان ہے۔ بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوقِ خداوندی تم سے برابر لے۔ خدا کے حق میں کوتاہی کے بارہ میں تمہیں پکڑے اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراطِ مستقیم سمجھاتا رہے۔ تم پر اس کا یہ حق ہے کہ ظاہر و باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گزاری کرو۔ یہاں آیت میں اگرچہ چاروں حکم بحرفِ شرط بیان کئے گئے ہیں مگر فی الحقیقت طلبگارانِ حق اور داعیانِ جہاد کے لئے یہ حتمی حکم ہے کہ جب تم کو خدا تعالیٰ حکومت و تسلط عطا فرمائے تو نماز کی طرف سے غافل نہ ہونا۔ زکوٰۃ شرعی کو نہ چھوڑ دینا۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں حکومت کے نشہ میں سرشار ہو کر فرضِ الٰہی کی ادائیگی سے غفلت ہو جائے۔ پھر ہر کارِ خیر کی اشاعت اور کارِ بد کی ممانعت سے بھی غافل نہ رہنا۔

یہ چاروں اوصاف جو اس آیت میں بیان فرمائے گئے اہلِ حق کے امتیازی اوصاف ہیں آگے وللہ عاقبۃ الامور اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے فرما کر یہ متنبہ کر دیا کہ گو آج مسلمان کمزور اور کافر غالب اور قوی نظر آتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کہ آخر کاران ضعفاء کو منصور و غالب کر دے اور مغرور و سرکش جو اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ وہ اپنے اقتدار میں بسنے والوں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے والے ہیں اور جن کا یہ خیال ہوتا ہے کہ بھلا ان کی کرسی کا پایہ کون ہلا سکتا ہے اور ان کو نیچا کون دکھا سکتا ہے۔ اور جن کے دبدبے کے ڈنکے بج رہے ہوں وہ ایسے گرائے جاتے ہیں کہ دنیا کے لئے نمونۂ عبرت بن جاتے ہیں۔ اور اس کی مثالیں دیکھنے کے لئے آپ کو دور جانے کی ضرورت نہیں آپ اپنے ہی ملک کے گزشتہ فرمانرواؤں کو دیکھ لیجئے۔ الغرض قوت و اقتدار کا بخشا اور اس کو قائم رکھنا یا ختم کر کے کسی اور کو اقتدار بخش دینا یہ سب دستِ قدرت میں ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت نے واضح کر دیا کہ قرآن کریم کے نزدیک مسلمانوں کے اقتدار اور حکومت کا اصلی مقصد کیا ہے۔ یہاں صاف وضاحت فرمائی گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار اور اس کی تائید اور نصرت کے مستحق لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ اگر دنیا میں انہیں حکومت اور فرمانروائی بخشی جائے تو بجائے فسق و فجور اور کبر و غرور کے انکا کردار اقامتِ صلوٰۃ اور احیائے دین ہو۔ ان کی دولت اپنے عیش و عشرت اور نفس پرستی کی بجائے ایتائے زکوٰۃ اور مستحقین کی امداد و خدمت میں صرف ہو۔ ان کی حکومت نیکی کو فروغ دینے کی خدمت انجام دے اور ان کی طاقت بدیوں کو دبانے میں استعمال ہو۔

غور کیجئے کہ اس آیت میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور اس کے کارکنوں اور کارفرماؤں کی صفات و خصوصیات کا جوہر نکال کر رکھ دیا گیا ہے کہ اسلامی حکومت فی الحقیقت کس چیز کا نام ہے اور اسلامی احکام اور فرمانروا کیسے ہونے چاہئیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادی اپنی تقریر ماجدی میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"کہ گورنمنٹ اگر مسلمانوں اور سچے مسلمانوں کی قائم ہو جائے تو مسجدیں آباد پر رونق ہو جائیں۔ ہر طرف سے صدائیں تکبیر و تہلیل کی گونجا کریں۔ بیت المال کے بعد کوئی ننگا

بھوکا نہ رہ جانے پائے۔ عدالتوں میں انصاف بکنے کی بجائے ملنے لگے۔ رشوت، جعلسازی، دروغ حلفی کا بازار سرد پڑ جائے۔ امیر کو کوئی حق۔ کوئی موقع غریب کی تحقیر کا، ایذا کا باقی نہ رہ جائے۔ غیبتیں۔ بدکاریاں چوریاں، ڈاکے خواب و خیال ہو جائیں۔ آبکاری کے محکمہ کو کوئی پانی دینے والا بھی نہ رہے۔ مہاجنی کوٹھیوں، سود خوار ساہوکاروں اور بینکوں کے ٹاٹ اُلٹ جائیں۔ گویئے نچیئے اگر تائب نہ ہوں شہر بدر کر دیئے جائیں سینما، تھیٹر تمام شہوانی تماشہ گاہوں کے پردوں کو آگ لگا دی جائے گندہ، فحش، افسانہ و شاعری کی جگہ صالح و پاکیزہ ادبیات لے لیں۔ غرض یہ کہ دنیا دنیا رہ کر بھی نمونۂ جنت بن جائے۔"

قرآن کریم جو آسمانی رحمت۔ سرچشمۂ ہدایت اور ذریعہ سعادت دارین ہے وہ بیشک ہم میں موجود تو اب بھی ہے۔ مگر اس لئے نہیں کہ ہمارے عقائد اور ہمارے اعمال و افعال سب اس کے مطابق اور ماتحت ہوں۔ قرآنی تعلیمات و ہدایات کو چھوڑنے اور ان سے منہ موڑنے کا نتیجہ یہی ہوا کہ امت میں نہ وہ وحدت باقی رہی نہ قوت۔ نہ وہ ایمان باقی رہا نہ یقین۔ کہیں ذلت کہیں محکومی اور مظلومیت، کہیں بے کسی اور لاچاری اور کہیں اعدائے دین کا تسلط، اور کہیں آپس ہی میں اختلاف اور افتراق یہ چیزیں ہمارے حصہ میں رہ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قرآن کا تو وعدہ ہے۔ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (آل عمران ۱۴/۱۴۲) "تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے۔" مگر افسوس ہے اور رونا ہے تو یہی ہے کہ اس بات کو کس کس سے کہا جائے؟ اور کس طرح کہا جائے؟ اور اب تو (یعنی بوقتِ نظر ثانی جب یہ درس لکھا جا رہا ہے) نوبت بایں جا رسید کہ ایسے منافقین پیدا ہو گئے ہیں کہ قرآن کریم ہی کو فرسودہ کتاب بتلانے لگے۔ اور جن کو اپنے مسائل کا حل اس چودہ سو سالہ پرانی کتاب میں نظر نہیں آتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بس ان کے نزدیک روٹی، کپڑا اور مکان یہی سارا دین و اسلام رہ گیا ہے اسی کے لئے ان کو اقتدار اور قوت اور دولت و حکومت اور سلطنت چاہیئے۔

مگر یہ واضح رہے اور روٹی کپڑے اور مکان کے طالب کان کھول کر سن لیں کہ ایک طرف اسلام کا لیبل لگا کر دوسری طرف دین اسلام کی در پردہ جڑیں کاٹنے کی فکر رکھ کر کبھی بھی جوان کے روٹی کپڑے اور مکان کے مسئلہ حل ہوں، اسی طرح روٹی کپڑے اور مکان کے لئے ہائے ہائے کرتے اور سر ٹپکتے مر جائیں گے۔ اور خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ ہدایت نصیب فرمائیں اور قرآن کریم سے ہمیں سچا اور پکا وفاداری کا تعلق نصیب فرمائیں۔

الغرض اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اگر کسی کو زمین میں حکومت اور سلطنت واقتدار عطا کریں تو وہ صاحب حکومت اور صاحب اقتدار سے چار باتیں چاہتے ہیں۔

۱۔ ایک اقاموا الصلوٰۃ یعنی نماز قائم کرنا۔

۲۔ دوسرے واتوا الزکوٰۃ زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ ان دو باتوں میں تمام شعائر اسلام کے قائم کرنے کا اشارہ ہے۔

۳۔ تیسرے وامروا بالمعروف یعنی نیکیوں اور بھلے کاموں کا حکم کرنا۔

۴۔ چوتھے ونہوا عن المنکر یعنی منکرات اور برائیوں سے روکنا۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت و سلطنت کا اولین مقصد اقامت دین اور قوانین شریعت کا اجراء اور نفاذ ہے گویا اصل مقصود دین ہے اور حکومت اس کی خادم ہے۔

اس زیر تفسیر آیت جس کو آیت تمکین کہتے ہیں یہ ہجرت مدینہ

کے بعد اس وقت نازل ہوئی جب کہ مسلمانوں کو کسی بھی زمین کی حکومت واقتدار حاصل نہیں تھا مگر حق تعالیٰ نے یہ خبر بطور پیشین گوئی کے دے دی کہ وہ لوگ جن کو ان کے گھروں سے ظلماً بغیر کسی حق کے نکال دیا گیا یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان کو زمین میں حکومت واقتدار دے دیا جائے تو یہ لوگ اپنے اقتدار کو ان مذکورہ چار کاموں میں صرف کریں گے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عمل کے وجود میں آنے سے پہلے اس کے عمل کرنے والوں کی مدح وثنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اس خبر کا جس کا وقوع یقینی تھا اس دنیا میں وقوع اس طرح ہوا کہ چاروں خلفائے راشدین مہاجرین اولین میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے وعدہ کے بموجب ان کو زمین کی تمکین عطا فرمائی اور قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق ان خلفائے راشدین کے اعمال و کردار اور کارناموں نے دنیا کو دکھلا دیا کہ انہوں نے اپنے اقتدار کو اسی کام میں استعمال کیا کہ نمازیں قائم کیں۔ زکوٰۃ کا نظام مضبوط کیا۔ اچھے کاموں کو رواج دیا اور برے کاموں کا راستہ بند کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اسی لئے علمائے مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ خلفائے راشدین سب کے سب اسی بشارت کے مصداق ہیں اور یہ آیت چاروں خلفاء کے حق ہونے کی دلیل ہے اور اس آیت میں ان لوگوں کے لئے ہدایت بھی ہے جن کو اللہ تعالیٰ ملک وسلطنت عطا فرمائیں کہ وہ اپنے اقتدار میں یہ کام انجام دیں جو خلفائے راشدین نے اپنے وقت میں انجام دیئے تھے۔

اللہ تعالیٰ اس ملک پاکستان کو جو اسلام کے پاک نام سے وجود میں آیا، ایسے ہی صفات کے صاحب اقتدار نصیب فرمائیں، جو قرآن کریم کو مطلوب ہیں آمین۔

اب ان آیات کے نزول کے وقت کفار کی تکذیب اور جدال و قتال اور مسلمانوں پر اگلے ظلم وستم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رنج وغم طبعاً ہوتا تھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو اسلام وایمان اور قرآن کی دولت عطا فرمائی ہے تو ان نعمتوں کی قدر اور سچی شکر گزاری کی توفیق بھی ہم کو عطا فرمائیں یا اللہ! اس ملک پاکستان کو جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا صحیح معنوں میں اسلامی حکومت بنادے اور یہاں قرآنی احکام کا نفاذ فرمادے۔

یا اللہ! یہ اسلام آپ کا دین ہے اور آپ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں لایا ہوا ہے۔ یا اللہ! جس طرح آپ نے اس دین کی ابتدا میں مدد فرمائی اور کفار ومشرکین کے غلبہ کو ہٹا کر اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا۔

اے اللہ! اے قدیر رب! اب بھی اپنی اسی قدرت سے اسی طرح اسلام کی مدد فرمادے۔ اور اس ملک میں حقیقی اسلام کو غلبہ اور فروغ عطا فرمادے۔ اور مخالفین اسلام کی جڑیں کاٹ دے۔ ان کے عزائم ناکام بنادے۔ ان کے فتنہ وفساد سے اس ملک کو پاک کردے۔ اے اللہ! جو اس ملک میں اسلامی اور قرآنی حکومت قائم کرنے کے کوشاں ہیں۔ ان کی کوششوں کو بار آور فرمادے۔ اور منافقین ومخالفین کو ناکام، خاسر اور ذلیل فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ

اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو ان لوگوں سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم

وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

اور قوم لوط اور اہلِ مدین بھی تکذیب کر چکے ہیں۔اور موسیٰ کو بھی کاذب قرار دیا گیا سو میں نے کافروں کو مہلت دی پھر میں نے اُن کو پکڑ لیا سو میرا

كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

عذاب کیسا ہوا۔غرض کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کیا جن کی یہ حالت تھی کہ وہ نافرمانی کرتی تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ

اور بہت سے بیکار کنویں اور بہت سے قلعی چونے کے محل۔سو کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل ایسے ہو جاویں

يَّعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى

کہ اُس سے سمجھنے لگیں۔بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجایا کرتیں بلکہ دِل جو سینوں میں ہیں

الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

وہ اندھے ہوجایا کرتے ہیں۔

وَاِنْ اور اگر	يُّكَذِّبُوْكَ تمہیں جھٹلائیں	فَقَدْ كَذَّبَتْ تو جھٹلایا	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمُ نُوْحٍ نوح کی قوم	وَّعَادٌ اور عاد		
وَّثَمُوْدُ اور ثمود	وَ اور	قَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم کی قوم	وَ اور	قَوْمُ لُوْطٍ قوم لوط	وَ اور	اَصْحٰبُ مَدْيَنَ مدین والے	
وَكُذِّبَ اور جھٹلایا گیا	مُوْسٰى موسیٰ	فَاَمْلَيْتُ پس میں نے ڈھیل دی	لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کو	ثُمَّ پھر	اَخَذْتُهُمْ میں نے انہیں پکڑ لیا		
فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	نَكِيْرِ میرا انکار	فَكَاَيِّنْ تو کتنی	مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں	اَهْلَكْنٰهَا ہم نے ہلاک کیا انہیں	وَهِيَ اور یہ۔وہ	
ظَالِمَةٌ ظالم	فَهِيَ کہ وہ۔یہ	خَاوِيَةٌ گری پڑی	عَلٰى پر	عُرُوْشِهَا اپنی چھتیں	وَبِئْرٍ اور کنوئیں	مُّعَطَّلَةٍ بے کار	
وَّقَصْرٍ اور بہت محل	مَّشِيْدٍ گچ کاری کے	اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا پس کیا وہ چلتے پھرتے نہیں	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَتَكُوْنَ جو ہو جاتے			
لَهُمْ ان کے	قُلُوْبٌ دل	يَّعْقِلُوْنَ وہ سمجھنے لگتے	بِهَا ان سے	اَوْ یا	اٰذَانٌ کان	يَّسْمَعُوْنَ سننے لگتے	بِهَا ان سے
فَاِنَّهَا کیونکہ درحقیقت	لَا تَعْمَى اندھی نہیں ہوتیں	الْاَبْصَارُ آنکھیں	وَلٰكِنْ اور لیکن بلکہ	تَعْمَى اندھے ہوجاتے ہیں			
الْقُلُوْبُ دل	الَّتِيْ وہ جو	فِي الصُّدُوْرِ سینوں میں					

تفسیر وتشریح:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں مبعوث ہوئے تھے ابتداء اسی قوم کے اکثر افراد نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ کفار قریش آپ کی تکذیب اور اسلام دشمنی میں سب سے آگے تھے آپ نے قوم کو ہر طرح کی امکانی تبلیغ کی مگر اکثر اپنے

کفر وشرک پر جمے رہے۔ قوم کی اس سرکشی و نافرمانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج وغم ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے ان آیات کا نزول ہوا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا گیا کہ کفار کی یہ سرکشی اور سرتابی اور یہ تمرد اور انکار یہ سب کچھ صرف آپ ہی کی قوم کا شیوہ نہیں بلکہ گزشتہ انبیاء کی امتوں کی بھی یہی کیفیت رہی ہے۔ قوم نوح نے نوح علیہ السلام کی تکذیب کی قوم عاد نے ہود علیہ السلام کی مخالفت کی۔ ثمود نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ بابل والوں نے ابراہیم علیہ السلام سے سرتابی کی۔ مدین والوں نے شعیب علیہ السلام کا انکار کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب اگرچہ بنی اسرائیل نے نہ کی مگر فرعون اور اس کی قوم نے آپ کو نہ مانا، غرض یہ کہ سب انبیاء سلف کی امتوں نے اپنے اپنے پیغمبر کے ساتھ یہی کفر وتکذیب کا معاملہ کیا۔ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منکروں کا انکار آپ کے ساتھ کوئی نئی چیز نہیں۔ تمام انبیاء کے ساتھ ان کی قوم کے کفار یہی معاملہ برابر کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خدا نے ان کی فوری گرفت کر لی ہو بلکہ ایک وقت خاص تک کافروں کو مہلت دی اور جب مدت مہلت مقررہ گزر گئی تو پھر ان کی رسی کھینچ لی گئی۔ آخر تباہ و ہلاک ہوئے۔ گزشتہ میں کتنی ہی بستیاں اپنی نافرمانی و سرکشی اور بدکرداریوں کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں۔ ان کی آبادیاں مسمار پڑی ہیں۔ مکانات برباد ہیں اور دیواروں کے نیچے چھتیں دبی ہوئی ہیں۔ وہ کنوئیں جن پر پانی کھینچنے والوں کی بھیڑ رہتی تھی آج ان میں کوئی ڈول پھانسنے والا نہ رہا۔ کنوؤں کو قدیم تمدن و معاشرت میں بڑی اہمیت حاصل ہوتی تھی۔ اس لئے یہاں کنوؤں کا ذکر فرمایا گیا۔ وہ بڑے بڑے پختہ بلند عالی شان قلعی چونے کے محل ویران کھنڈر بن کر رہ گئے جن میں کوئی بسنے والا نہیں۔ ان تباہ شدہ مقامات کے کھنڈر دیکھ کر ان کفار نے کبھی غور وفکر نہ کیا جو ان کو عبرت حاصل ہوتی۔ ان کے دل انہیں نہیں سمجھاتے کہ گزشتہ قوموں نے کیا عمل کئے اور ان کا کیا انجام ہوا۔ کاش ان کو بصارت کے ساتھ بصیرت بھی ہوتی۔ گوش کے ساتھ ہوش بھی ہوتا۔ سیر کے ساتھ عبرت بھی ہوتی اور سیاحت کے ساتھ تدبر اور تفکر بھی ہوتا مگر دل کے اندھوں کو بینائی کیسے نصیب ہو۔ عقل کے مدہوش کو ہوش کہاں سے آئے اور غافل روح والوں کو فکر و ذکر کا حصہ کیسے ملے۔ گو ان کفار کی ظاہری آنکھیں کھلی ہوں۔ پر دل کی آنکھیں اندھی ہیں اور حقیقت میں زیادہ خطرناک اندھا پن وہی ہے جس میں دل اندھے ہو جائیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ کفار ظاہری آنکھوں سے سب کچھ دیکھتے ہیں اور گزشتہ برباد شدہ قوموں کے حالات اور ان کی تہذیب وتمدن اور طور وطریق بھی جانتے ہیں لیکن سبق ان سے کچھ حاصل نہیں کرتے یہی دلوں کا اندھا پن ہے۔

الغرض یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ کی قوم جو آپ کے پیام کی اور آپ کی پیامبری کی تکذیب کر رہی ہے یہ کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں گزشتہ یعنی سارے پیغمبروں کو یہی معاملہ اپنی قوم کی طرف سے پیش آتا رہا۔ مگر ایسی نافرمان اور اپنے پیغمبر کی تکذیب کرنے والی قوم کو دنیا میں سزا بھی ملتی رہی ہے اور ان کی تباہی و بربادی کے نشان موجود ہیں مگر یہ منکرین اس سے کوئی عبرت اور سبق حاصل نہیں کرتے اور آپ کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں۔ اب ان منکرین میں سے بعض اہل عناد ایسے بھی تھے جو ان عذاب کی آیاتِ وعید کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہتے کہ جس عذاب سے ہم کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے اس کو کیوں نہیں جلدی برپا کر دیا جاتا۔ اس لئے آگے معاندین کے اس استہزاء اور استعجال کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ

اور یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن برابر ایک ہزار سال کے ہے

سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ

تم لوگوں کے شمار کے موافق۔ اور بہت سی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی تھی اور وہ نافرمانی کرتی تھیں پھر میں نے اُن کو پکڑ لیا

وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہوگا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تو صرف تمہارے لئے ایک آشکارا ڈرانے والا ہوں۔ سو جو لوگ ایمان لے آئے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا

اور اچھے کام کرنے لگے اُن کیلئے مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق کوشش کرتے رہتے ہیں

مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

ہرانے کے لئے۔ ایسے لوگ دوزخ والے ہیں۔

وَ اور	يَسْتَعْجِلُوْنَكَ وہ تم سے جلدی مانگتے ہیں	بِالْعَذَابِ عذاب	وَلَنْ اور ہرگز نہیں	يُّخْلِفَ خلاف کرے گا	اللّٰهُ اللہ	وَعْدَهٗ اپنا وعدہ	
وَاِنَّ اور بیشک	يَوْمًا ایک دن	عِنْدَ رَبِّكَ تمہارے رب کے ہاں	كَاَلْفِ سَنَةٍ ہزار سال کے مانند	مِمَّا اس سے جو	تَعُدُّوْنَ تم گنتے ہو		
وَ اور	كَاَيِّنْ کتنی ہی	مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں	اَمْلَيْتُ میں نے ڈھیل دی	لَهَا ان کو	وَهِيَ اور وہ	ظَالِمَةٌ ظالم	ثُمَّ پھر
اَخَذْتُهَا میں نے پکڑا انہیں	وَاِلَيَّ اور میری طرف	الْمَصِيْرُ لوٹ کر آنا	قُلْ فرمادیں	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں		
اَنَا میں	لَكُمْ تمہارے لئے	نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا آشکارا	فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس جو لوگ ایمان لائے	وَ اور			
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے عمل کئے اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةٌ بخشش	وَّرِزْقٌ اور رزق	كَرِيْمٌ باعزت	وَ اور		
الَّذِيْنَ سَعَوْا جن لوگوں نے کوشش کی	فِيْ میں	اٰيٰتِنَا ہماری آیات	مُعٰجِزِيْنَ عاجز کرنے/ہرانے	اُولٰٓئِكَ وہی ہیں	اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ دوزخ والے		

تفسیر و تشریح:۔ گزشتہ آیات میں کفار مکہ اور مشرکین عرب کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ اگرچہ دنیا میں گزشتہ کفار کی متعدد امتیں کفر و نافرمانی اور اپنے پیغمبر کی تکذیب کے باعث ہلاک و برباد کی جا چکی ہیں جس سے ان موجودہ کفار کو سبق لینا چاہیے تھا مگر چونکہ ان کے دل اندھے ہو رہے ہیں اس لئے ان کو اپنے کفر و نافرمانی کی سزا کا ملنا ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر یوں تو عام مشرکین آیات وحی کا انکار کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے۔ روز قیامت اور حساب کتاب اور جزا و سزا کو غلط بتاتے مگر بعض اہلِ عناد اپنے انکار میں اس قدر مستحکم تھے کہ وہ آیات وعید کو سن کر کہتے کہ جس عذاب سے ہمیں بار بار ڈرایا دھمکایا جاتا ہے اس کو کیوں نہیں جلد برپا کر دیا جاتا؟ انہی کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عذاب کا تقاضا کرتے ہیں اور اس کو لے آنے کی جلدی مچاتے ہیں۔اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوتلقین فرمایا گیا کہ ان منکرین کو جواب دے دیا جائے کہ عذاب اپنے وقت پر یقیناً آکر رہے گا۔استہزاء اور تکذیب کی راہ سے جلدی مچانا فضول ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان منکرین کو اپنے عذاب میں مبتلا کرنے کا وعدہ کرلیا ہے اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہ کرے گا اس لئے وعدے کے وقت عذاب ضرور واقع ہوگا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس دن یعنی قیامت میں اصل عذاب واقع ہوگا اس کا ایک دن دنیا والوں کے شمار کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔پھر ایسی مصیبت کو بلانے کے لئے یہ منکرین کیوں بیتاب ہیں۔آگے بطور خلاصہ جواب کا ارشاد ہوتا ہے کہ سن لو بہت سی بستیوں کے لوگ ظلم پر کمر کسے ہوئے تھے اللہ نے بھی ان سے چشم پوشی کر رکھی تھی۔جب اپنی نافرمانیوں میں خوب مست ہوگئے تو اچانک گرفت کرلی گئی اور عذاب میں پکڑ لئے گئے تو ان منکرین کو کتنی ہی مہلت مل جائے اور گو کتنی ہی ان کی رسی ڈھیل کی دراز ہوجائے مگر سب مجبور ہیں کہ سب کو حاضر ہونا اللہ ہی کے سامنے ہے۔اس وقت کفر کی پوری سزا ہوگی۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوتلقین ہوتی ہے کہ منکرین کے اس عذاب طلبی کے تقاضہ میں فرمادیجئے کہ میرا کام آگاہ کردینا، ہوشیار کردینا ہے۔عذاب کا لے آنا میرے قبضہ میں نہیں۔خدا ہی کے قبضہ میں ہے کہ سب مطیع و عاصی کا فیصلہ کرے اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال جگہ پر پہنچائے۔سو اب جو لوگ ایمان لے آئیں اور عمل صالح کرنے لگیں ان کے لئے مغفرت اور جنت کی نعمتیں ہیں اور جو لوگ اللہ کی آیات اور کلام کے متعلق بطلان کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔اللہ کے رسول اور اہل ایمان کو ہرانے اور عاجز کرنے کے لئے ایسے لوگ جہنم میں رہنے والے ہیں پس عذاب سے ڈرانا میرا فرض منصبی ہے باقی اس کا وقوع یہ اپنے وقت پر باختیار خداوندی ہوگا۔اس سے میرا کوئی تعلق نہیں جو مجھ سے درخواست کیا کرتے ہو۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا کہ تمہارے رب کے نزدیک ایک دن قیامت میں تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے۔اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت میں ایک دن شدت اور سختی کی بنا پر ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔یا درازی مدت کے لحاظ سے ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فقراء مسلمان مالدار مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے یعنی ۵۰۰ برس پہلے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے پوچھا۔آدھے دن کی مقدار کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: کہ تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا۔جی ہاں پڑھا ہے اور یہی آیت وان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون۔سنائی (اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق۔

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے۔ساتھ ہی کفار کو وعید عذاب جہنم کی سنائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ کی نافرمانی کا وبال یقیناً بڑا سخت ہے ہمیں اس وبال سے بچالیجئے۔اور ہر طرح کی نافرمانی سے سچی توبہ کرکے کامل فرمانبرداری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمادیجئے۔آمین۔وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ 1

اور (اے نبیؐ) ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اُس نے کچھ پڑھا شیطان نے اُس کے پڑھنے میں شبہ ڈالا

اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ۙ

پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو نیست و نابود کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا حکمت والا ہے۔

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ

تا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کیلئے آزمائش (کا ذریعہ) بنادے جن کے دل میں مرض ہے اور جن کے دِل بہت سخت ہیں۔

الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ۙ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

اور واقعی ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں۔ اور تا کہ جن لوگوں کو فہم عطا ہوا ہے وہ اس امر کا زیادہ یقین کرلیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے

فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

سو ایمان پر زیادہ قائم ہو جاویں پھر اسکی اُن کے دِل اور بھی جھک جائیں۔ اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہِ راست دکھاتا ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ

اور کافر لوگ ہمیشہ اس کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے یہاں تک کہ اُن پر دفعتہً قیامت آجاوے یا اُن پر کسی بے برکت دن کا

يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

عذاب آپہنچے۔ بادشاہی اُس روز اللہ ہی کی ہوگی۔ وہ ان سب کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ سو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور اچھے کام کئے ہوں گے

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ۧ

وہ چین کے باغوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا۔ تو اُن کیلئے ذلت کا عذاب ہوگا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا اور نہیں بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	مِنْ سے	رَّسُوْلٍ رسول	وَّلَا اور نہ	نَّبِيٍّ نبی	اِلَّآ مگر	اِذَا جب
تَمَنّٰٓى اس نے آرزو کی	اَلْقَى ڈالا	الشَّيْطٰنُ شیطان	فِيْٓ میں	اُمْنِيَّتِهٖ اس کی آرزو	فَيَنْسَخُ پس ہٹا دیتا ہے	اللّٰهُ اللہ	مَا يُلْقِي جو ڈالتا ہے
الشَّيْطٰنُ شیطان	ثُمَّ پھر	يُحْكِمُ اللّٰهُ اللہ مضبوط کر دیتا ہے	اٰيٰتِهٖ اپنی آیات	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا	
لِّيَجْعَلَ تا کہ بنائے وہ	مَا يُلْقِي جو ڈالا	الشَّيْطٰنُ شیطان	فِتْنَةً ایک آزمائش	لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے	فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں میں		
مَّرَضٌ مرض	وَّ اور	الْقَاسِيَةِ سخت	قُلُوْبُهُمْ انکے دل	وَاِنَّ اور بیشک	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	لَفِيْ شِقَاقٍ البتہ سخت ضد میں	بَعِيْدٍ دور۔ بڑی
وَّلِيَعْلَمَ اور تا کہ جان لیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا	اَنَّهُ کہ یہ	الْحَقُّ حق	مِنْ رَّبِّكَ تمہارے رب سے		

فَيُؤْمِنُوْا تو وہ ایمان لے آئیں	بِهٖ اس پر	فَتُخْبِتَ تو جھک جائیں	لَهٗ اس کیلئے	قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	وَاِنَّ اور بیشک	اللّٰهَ اللہ
لَهَادِ ہدایت دینے والا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے	اِلٰى طرف	صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	وَلَا يَزَالُ اور ہمیشہ رہیں گے	
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	فِيْ میں	مِرْيَةٍ شک	مِنْهُ اس سے	حَتّٰى یہاں تک	تَاْتِيَهُمُ آئے ان پر	السَّاعَةُ قیامت
بَغْتَةً اچانک	اَوْ يَاْتِيَهُمْ یا آجائے ان پر	عَذَابُ عذاب	يَوْمٍ عَقِيْمٍ منحوس دن	اَلْمُلْكُ بادشاہی	يَوْمَئِذٍ اس دن	لِلّٰهِ اللہ کیلئے
يَحْكُمُ فیصلہ کرے گا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے		
فِيْ میں	جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغات	وَ اور	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیات کو	
فَاُولٰٓئِكَ پس وہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ مُّهِيْنٌ عذاب ذلت				

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات سے کفار ومشرکین کا حال بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ کفار مکہ قرآنی آیات اور احکامِ الٰہیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ان میں طرح طرح کے شبہات واعتراضات پیش کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کفار کی ضلالت انگیزیوں سے دکھ ہوتا۔ آپ کے حزن و ملال کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور صاف صراحت کردی کہ ایسی حرکت کفار مکہ ہی آپ کے ساتھ نہیں کررہے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء کو ایسے ہی بے دینوں سے واسطہ پڑا ہے جتنے انبیاء پہلے گزر چکے ہیں سبھی نے احکامِ الٰہیہ کو اپنی اپنی قوم کے سامنے بیان کیا اور پیامِ وحی پڑھ کر سنایا مگر شیطان کفار کے قلوب میں شبہ اور اعتراضات ڈالتا اور کفار ان ہی اعتراضات کو پیش کر کے انبیاء سے مجادلہ کرتے رہے ہیں شیطان نے ہمیشہ کافروں کے دلوں سے قولِ پیغمبر کے اثرات کو دور کرنے کی کوشش کی اور اپنی طرف سے طرح طرح کے خرافات ان کے دلوں میں ڈالتا رہا لیکن انجام کار اللہ کی آیات محکم اور دائم البقا ثابت ہوئیں۔ خدا کے احکام کو کوئی نہ مٹا سکا اور شیطانی وساوس والقاء چونکہ کمزور تھا اس لئے مٹ گیا حق کی فتح ہوئی اور باطل کو شکست۔ آگے شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا تصرف جو دیا گیا اس کی حکمت بتلائی جاتی ہے کہ

اس حق و باطل کی کشاکش اور وحی ربانی اور القائے شیطانی کے مقابلہ کا اصل مقصد یہ تھا کہ صحیح الایمان اور پختہ عقیدت رکھنے والے نمایاں ہوجائیں اور جو ناقص الفہم شکی مزاج اور اہلِ نفاق ہیں ان کی حقیقت بھی کھل جائے۔ جو حق پرست مومن ہیں ان کے دلوں میں تو القاء شیطانی کی وجہ سے صداقت وحی میں شک و شبہ پیدا نہیں ہوتا لیکن جن کے دل روگی اور بیمار ہیں اور حق سے متاثر ہونے کا مادہ نہیں ہے۔ وہ القاء شیطانی کی وجہ سے وحی کی حقانیت کو شک کی نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں۔ پیامِ الٰہی کے خلاف ان کے دماغوں میں طرح طرح کے وسوسے گھومتے ہیں۔ تو جو لوگ توہمات کے خارزار میں نہیں پھنستے اللہ تعالیٰ انکو خود راہِ مستقیم بتادیتا ہے البتہ جن لوگوں کے دلوں میں شک ونفاق کا گندہ مواد جمع ہوتا ہے ان کو مرتے دم تک ہدایت نہیں ہوتی اور وہ بدوں مشاہدہ عذاب کفر سے باز آنے والے نہیں اور قیامت کے دن جس روز بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی ان سب مذکورین کے درمیان عملی فیصلہ فرمادیا جائے گا اور وہ فیصلہ یہ ہوگا کہ جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور عمل صالح کئے ہوں گے وہ تو جنت کی نعمتوں اور راحتوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا تو ان کے لئے جہنم میں ذلت کا عذاب ہوگا۔

یہاں ان آیات میں دل کے امراض اور دل کی سختی ان دو

چیزوں کی مذمت کی گئی اور یہ گویا کفار اور منکرین میں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ راہِ حق سے بھٹکتے رہتے ہیں اور ان کے مقابل علم وفہم کی تعریف فرمائی گئی جس کی وجہ سے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت نصیب ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ دل کے امراض اور دل کی سختی سخت بری چیزیں ہیں اور ہلاک کرنے والی ہیں اور ان سے نجات کی فکر ہونی چاہئے۔انہی دل کے امراض سے نجات کے لئے اہل اللہ اور بزرگانِ دین تزکیۂ نفس کراتے ہیں اور یہ امراض بغیر کسی معالج وطبیب روحانی کے دور نہیں ہو سکتے۔اور اہل اللہ طبیب روحانی ہیں اس لئے اہل اللہ سے تعلق اور ان سے اپنے دل کا علاج بہت ضروری ہوا۔پھر دین کی فہم اور دین کا علم یہ وہ لازوال دولتیں ہیں کہ جس کو حق تعالیٰ عطا فرمائیں تو اسی کو نصیب ہوتی ہیں۔

اب آگے اللہ کی راہ میں ہجرت وجہاد کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کے وسوسوں سے ہمارے قلوب کو محفوظ رکھیں۔اور ہم کو دین کی حقیقی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں اور صراطِ مستقیم پر قائم رکھیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس زندگی میں ایمان کے ساتھ ان اعمال صالح کی بھی توفیق عطا فرمائیں کہ جو خوشنودی رب العزت اور جنت نعیم میں ہمارے داخلہ کا ذریعہ بن جائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ قتل کئے گئے یا مرگئے اللہ تعالیٰ ضرور اُن کو ایک عمدہ رزق دے گا

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ

اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ایسی جگہ لے جا کر داخل کرے گا جس کو وہ پسند کریں گے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا

حَلِيْمٌ ۝۵۹ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ

بہت حلم والا ہے۔ یہ (مضمون تو) ہو چکا اور جو شخص اسی قدر تکلیف پہنچاوے جس قدر اس کو تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر اس شخص پر زیادتی کی جاوے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ

اللہ تعالیٰ کثیر العفو کثیر المغفرت ہے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

اور اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں

هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۶۲

وہ بالکل لچر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی عالی شان سب سے بڑا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا اور جن لوگوں نے ہجرت کی	فِيْ میں	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	ثُمَّ پھر	قُتِلُوْا مارے گئے	اَوْ یا	مَاتُوْا وہ مرگئے	
لَيَرْزُقَنَّهُمُ البتہ وہ انہیں رزق دے گا	اللّٰهُ اللہ	رِزْقًا رزق	حَسَنًا اچھا	وَ اور	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَهُوَ البتہ وہ	
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ سب سے بہتر رزق دینے والے	لَيُدْخِلَنَّهُمْ وہ البتہ انہیں ضرور داخل کرے گا	مُّدْخَلًا ایسے مقام میں					
يَّرْضَوْنَهٗ وہ اسے پسند کریں گے	وَاِنَّ اور بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَعَلِيْمٌ البتہ علم والا	حَلِيْمٌ حلم والا	ذٰلِكَ یہ	وَمَنْ اور جو۔جس	
عَاقَبَ ستایا	بِمِثْلِ جیسے	مَا عُوْقِبَ اسے ستایا گیا	بِهٖ اس سے	ثُمَّ پھر	بُغِيَ عَلَيْهِ زیادتی کی گئی اس پر	لَيَنْصُرَنَّهُ ضرور مدد کریگا اسکی	
اللّٰهُ اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَعَفُوٌّ البتہ معاف کرنے والا	غَفُوْرٌ بخشنے والا	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّ اس لئے کہ	اللّٰهَ اللہ	يُوْلِجُ داخل کرتا ہے
الَّيْلَ رات	فِي النَّهَارِ دن میں	وَيُوْلِجُ اور داخل کرتا ہے	النَّهَارَ دن	فِي الَّيْلِ رات میں	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا
بَصِيْرٌ دیکھنے والا	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّ اس لئے کہ	اللّٰهَ اللہ	هُوَ الْحَقُّ وہی حق	وَاَنَّ اور یہ کہ	مَا جو۔جیسے	يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں
مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	هُوَ وہ	الْبَاطِلُ باطل	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	هُوَ وہ	الْعَلِيُّ بلند مرتبہ	الْكَبِيْرُ بڑا

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ پر ایمان لاکر نیک کام کرنے والوں کو نعمتوں سے بھری ہوئی دائمی جنت ملے گی اور اللہ کے نہ ماننے والوں کو اور اس کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کو ایسا دائمی عذاب پہنچے گا کہ اس سے نجات نہ مل سکے گی۔ اب یہاں

ان آیات میں مومنین میں سے ایک ممتاز جماعت کا خصوصی ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ مہاجرین کی جماعت ہے۔ جو اللہ کے راستہ میں گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے، مسلمان جب تک مکہ میں رہے صبر وتحمل سے مصیبتیں جھیلتے رہے انہیں اس وقت یہی حکم تھا کہ لڑیں نہیں اور صبر سے برداشت کرتے رہیں چنانچہ وہ اس حکم کی تعمیل دل و جان سے کرتے رہے۔ اس کے بعد انہیں حکم ہوا کہ وطن کو چھوڑ کر مدینہ چلے جاؤ تو وہ بلا چوں و چرا کمر باندھ کر اس کے لئے تیار ہو گئے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہجرت کر گئے اور یہ سب کچھ اللہ کے لئے کیا۔ ان کی یہ حکم برداری اللہ عزوجل کو بہت پسند آئی اس لئے انہیں خوشخبری دی جاتی ہے کہ جو لوگ خدا کے راستہ میں گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے خواہ وہ جہاد میں شہید ہوں یا ویسے ہی طبعی موت سے دنیا سے رخصت ہوں دونوں صورتوں میں اللہ کے ہاں ان کی خاص مہمانی ہوگی اور اللہ تعالیٰ انہیں خاص جزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیت اور عمل دونوں سے خوب واقف ہے۔ وہ ان کی کوتاہیوں اور فروگذاشتوں سے درگزر کرے گا کیونکہ وہ علیم وحلیم ہے اور ان کو ایسی جگہ پہنچا دے گا جو انہیں پسند ہوگی۔ اور یہ بھی اس کے علم میں ہے کہ انہیں کیسی جگہ پسند ہوگی اور اس نے پہلے ہی سے ان کی پسند کی جگہ تیار کر رکھی ہے جو انہیں عطا کی جائے گی۔

مہاجرین مکہ کی مظلومیت کا بیان گزشتہ دروس میں بھی ہو چکا ہے جہاں اللہ کی نصرت وحمایت کا وعدہ اور غلبہ کی بشارت بھی دی جا چکی ہے۔ مظلوم پر دو طرح کا ظلم ہوا کرتا ہے ایک یہ کہ ابتداء ظلم کیا جاوے دوسرے یہ کہ وہ مظلوم اس ابتدائی ظلم کا انتقام لے لے اور اس انتقام کی وجہ سے پھر اس کو ایذا پہنچائی جائے قسم اول کی مظلومیت پر وعدۂ نصرت گزشتہ آیات میں بیان ہو چکا قسم دوم پر وعدۂ نصرت کی تصریح یہاں فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مظلوم اگر ظالم سے واجبی بدلہ لے لے پھر از سر نو ظالم اس پر زیادتی کرے تو وہ پھر مظلوم ٹھہر گیا اس حالت میں حق تعالیٰ اس مظلوم کی ضرور امداد فرمائے گا۔ یہاں اگرچہ بدلہ لینے کی اجازت دی ہے مگر اجازت کے بعد **ان اللہ لعفو غفور** (بیشک اللہ تعالیٰ کثیر العفو اور کثیر المغفرت ہے) فرما کر ترغیب عفو و درگذر کی دی گئی ہے کہ بندوں کو بھی چاہئے کہ اپنے ذاتی اور معاشرتی معاملات میں عفو و درگذر کی عادت سیکھیں۔ ہر وقت بدلہ لینے کے درپے نہ ہوں۔ اس وقت جب کہ ان آیات کا نزول ہوا ہے مسلمانوں کی حالت بے سروسامانی کی تھی اور کفار کی کثرتِ تعداد کے ساتھ مالی فراوانی کی حالت تھی۔ اس لئے ایسے حالات پر نظر کر کے مومنین کو غالب کر دینے کی قدرت جتلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ رات دن کا اُلٹ پلٹ کرنا اور گھٹانا بڑھانا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اُسی کے تصرف اور حکم سے کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ تو جو یہ انقلاب رات دن کا لا سکتا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک مظلوم قوم یا شخص کو امداد دے کر ظالموں کے پنجہ سے نکال دے بلکہ ان پر غالب اور مسلط کر دے۔ اوپر مسلمان مہاجرین کے ذکر کے بعد رات دن کے انقلاب لانے میں یہ اشارہ بھی فرما دیا کہ عنقریب حالات رات دن کی طرح پلٹا کھانے والے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ رات کو دن میں لے لیتا ہے اسی طرح کفر کی سرزمین کو اسلام کی آغوش میں داخل کر دے گا۔ اور بحمد اللہ ایسا ہی ہوا۔ آگے **وان اللہ سمیع بصیر** (اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے) فرما کر یہ جتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کی مظلومیت اور کفار کی ظالمیت کو سنتا اور دیکھتا ہے۔ چونکہ جہلائے کفار کو اس مقام پر اپنے معبودین کے ناصر ہونے کا وہم ہو سکتا تھا اس لئے ان کا ناکارہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں کہ واقع میں صحیح اور سچا خدا تو وہی ایک ہے باقی اس کو

چھوڑ کر خدائی کے جو دوسرے پاکھنڈ پھیلائے گئے ہیں سب غلط۔ جھوٹ اور باطل ہیں پس اسی کو خدا کہنا اور معبود بنانا چاہئے جو سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے اور یہ شان بالا تفاق اسی ایک اللہ معبود حقیقی کی ہے۔

یہاں مہاجر فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان فرمائی گئی اور راہِ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو بشارت سنائی گئی اور اس بات کی صراحت فرمائی گئی کہ مہاجر فی سبیل اللہ خواہ اپنی طبعی موت سے مرے یا دشمن کے مقابلہ میں مارا جائے بہر حال وہ شہید ہے اور انعام شہادت اس کو ملے گا۔ اب یہاں آیت میں جن مہاجرین فی سبیل اللہ کا ذکر فرمایا گیا اور ان کی فضیلت بیان کی گئی بعض مفسرین کے نزدیک وہی مہاجرین اولین مراد ہیں جنہوں نے مکہ کی سکونت کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ بعض مفسرین نے ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ دونوں کو شامل فرمایا ہے لیکن بعض محقق مفسرین نے عام ہجرتِ اسلامی مراد لی ہے خواہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں کی گئی ہو یا قیامت تک کسی وقت میں بھی ہو۔ دین کے لئے راہِ خدا میں وطن اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر جانا ہجرت ہے۔ اگر چہ وہ ثواب اور درجہ اس ہجرت کا نہیں جو فتح مکہ سے پہلے وطن چھوڑنے والوں کے لئے تھا۔ تاہم ہجرت ضرور ہے۔ اور لفظ فی سبیل اللہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے اور دین کو بچانے اور اس پر آزادی سے عمل کرنے اور اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے ہجرت ہونی چاہئے۔ اگر نیت کا خلوص نہ ہوگا اور کوئی دنیوی طمع شامل ہوگی تو ہجرت کا ثواب نہ ملے گا۔ بخاری و مسلم کی مشہور حدیث ہے کہ اعمال نیت سے وابستہ ہیں۔ جو نیت وہی نتیجہ جس کسی کی ہجرت اللہ و رسول اور دین اسلام کے لئے ہوگی وہی ہجرت خدا اور رسول کے لئے کہلائے گی تو معلوم ہوا کہ ہجرت میں صدق نیت شرط ہے۔

الغرض یہاں توحید باری تعالیٰ کا بھی ذکر فرمایا گیا کہ وہی اپنی ہستی میں کامل ہے اور اسی کی عبادت و بندگی ہونی چاہئے۔

اب آگے اللہ تعالیٰ کے اور کمالات اور نعمتیں بیان فرمائی گئی ہیں جس سے توحید کی حقیقت اور شرک کا بطلان سمجھا جا سکتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جیسے ابتداء میں مومنین کی مدد فرمائی اور ان کو کفار پر غلبہ عطا کیا۔ اسی طرح اب بھی اہلِ ایمان کی اور امت مسلمہ کے مہاجرین کی مدد فرمائیں اور غلبہ و کامیابی عطا فرمائیں۔ یا اللہ! آپ خیر الرازقین ہیں اپنی رحمت سے ہم کو دونوں جہان میں رزق حسن عطا فرمایئے یا اللہ! اپنی شان لعفو غفور کے طفیل سے ہمارے سب کے جملہ چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہوں کی مغفرت فرما دیجئے۔ اور اپنی جنت میں خوش و خرم داخلہ نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! اپنی قدرتِ کاملہ کا ہم کو یقین کامل عطا فرما، اور اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہلِ اسلام مظلوم ہیں ان کو ظالموں کے پنجہ سے نجات عطا فرما۔ ظالموں کے عزائم کو ملیامیٹ فرما کر اور ان کو خاسر ونا کام فرما۔

یا اللہ! مظلوم اہلِ اسلام کی حمایت و نصرت فرمانے والے آپ ہی ہیں۔ آپ کی توحید پر وہ ایمان رکھتے ہیں، اپنی قدرت سے ظالموں کی گردن توڑ دے۔ اور مظلوم مسلمانوں کو غلبہ اور اقتدار نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۗ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ

(اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہوگئی۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت مہربان سب باتوں کی

خَبِيرٌ ﴿٦٣﴾ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٤﴾ أَلَمْ تَرَ

خبر رکھنے والا ہے۔ سب اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور بیشک اللہ ہی ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے۔

أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ

کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو کہ وہ دریا میں اُس کے حکم سے چلتی ہے۔ اور وہی آسمان کو

أَن تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِي

زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے ہاں مگر اُسی کا حکم ہوجائے تو خیر بالیقین اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے۔ اور وہی ہے جس نے تم کو

أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۗ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ ﴿٦٦﴾

زندگی دی پھر تم کو موت دے گا پھر تم کو زندہ کرے گا۔ واقعی انسان ہے بڑا بے قدر۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰہَ کہ اللہ	اَنْزَلَ اُتارا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	مَآءً پانی	فَتُصْبِحُ تو ہوگئی	الْاَرْضُ زمین
مُخْضَرَّۃً سرسبز	اِنَّ بیشک	اللّٰہَ اللہ	لَطِیْفٌ نہایت مہربان	خَبِیْرٌ خبر رکھنے والا	لَہٗ اسی کیلئے	مَا جو کچھ	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
وَمَا اور جو کچھ	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَاِنَّ اور بیشک	اللّٰہَ اللہ	لَھُوَ البتہ وہی	الْغَنِیُّ بے نیاز	الْحَمِیْدُ تمام خوبیوں والا	
اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰہَ کہ اللہ	سَخَّرَ مسخر کیا	لَکُمْ تمہارے لئے	مَا جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَالْفُلْکَ اور کشتی	
تَجْرِیْ چلتی ہے	فِی الْبَحْرِ دریا میں	بِاَمْرِہٖ اسکے حکم سے	وَیُمْسِکُ اور وہ روکے ہوئے ہے	السَّمَآءَ آسمان	اَنْ تَقَعَ کہ وہ گر پڑے		
عَلَی الْاَرْضِ زمین پر	اِلَّا مگر	بِاِذْنِہٖ اسکے حکم سے	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	بِالنَّاسِ لوگوں پر	لَرَءُوْفٌ بڑا شفقت کرنیوالا		
رَحِیْمٌ نہایت مہربان	وَھُوَ اور وہی	الَّذِیْ جس نے	اَحْیَاکُمْ زندہ کیا تمہیں	ثُمَّ پھر	یُمِیْتُکُمْ مارے گا تمہیں	ثُمَّ پھر	
	یُحْیِیْکُمْ زندہ کرے گا تمہیں	اِنَّ الْاِنْسَانَ بیشک انسان	لَکَفُوْرٌ بڑا ناشکرا				

تفسیر وتشریح:۔ قرآن پاک کا دستور ہے اور یہ طریقہ بلیغ اور مؤثر بھی ہے کہ چند احکام وعقائد کی تعلیم دے کر اس کے مقصد یعنی توحید ذاتِ باری تعالیٰ کی تلقین کرتا ہے کیونکہ توحید ہی دائرہ اسلامی کا مرکز اور دینی محور کا وسطی نقطہ ہے اسی سے اصول واحکام کے تمام خطوط مستقیم نکلتے ہیں۔

گزشتہ آیات میں کچھ حج کے احکام بیان ہوئے تھے۔ پھر ان کی کچھ تفصیل کی گئی تھی۔ اہل ایمان کے خصوصی اوصاف بھی بیان ہوئے تھے پھر ہجرت کرنے والوں کا ثواب بیان کیا اور کفار سے مقابلہ کرنے کی اجازت وتعلیم بھی دی۔ اب پھر اصل مدعا کی طرف رجوع فرمایا جاتا ہے۔

انسان کے فوائد دنیا میں تین طور پر ہیں (۱) ایک آسمان اور کائنات فضائی سے۔ (۲) دوسرے موجودات ارضی سے۔ اور (۳) تیسرے سمندروں اور دریاؤں کے پانی سے۔ انہی تینوں کا بیان ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ جس سے مقصود اپنی قدرت کی وسعت کو ظاہر فرماتا ہے۔ آخر میں انسان کی پیدائش اور موت کی قدرت دکھا کر حشرِ جسمانی اور وجود قیامت کو ثابت فرمایا گیا ہے۔ اس طرح ان آیات میں ربوبیت عامہ کو بتلا کر الوہیت کو ثابت کیا گیا اور الوہیت کو وحدانیت کے ثبوت کا ذریعہ قرار دیا۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اگر زمین خشک رہتی۔ پانی نہ برستا۔ فضائی کائنات میں انقلاب و حرکت نہ پیدا ہوتی تو کس طرح انسان اس زمین پر زندہ رہ سکتا۔ یہ اللہ ہی کا احاطہ علمی ہے کہ انسانی زندگی کے قائم رکھنے کے لئے اس نے مختلف اسباب کو مرتب کر کے اور ایک دوسرے سے مربوط فرما کر پانی اتارا جس سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ پانی کے برسنے میں اس باب فضائی و ارضی سب کو دخل ہے۔ آفتاب کی حرارت سے سمندروں سے بخارات اٹھتے ہیں درمیانی فضا میں ان کا پانی بن جاتا ہے پھر برس کر زمین کو سیراب کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کی قدرت ہمہ گیر ہے اور تمام عالم اسی کے دست قدرت میں ہے بلکہ اسی کی مملوک و مخلوق ہے۔ پھر آگے اپنی شانِ ربوبیت اور مخلوق پر شفقت و مہربانی کو جتلایا جاتا ہے کہ کس طرح زمین کی موجودات اور خشکی و تری کی چیزوں کو انسان کے قابو میں کر دیا کہ ہر چیز انسان کی خادم ہے۔ بہت سی چیزیں تو انسان کے ظاہری تصرف میں آتی ہیں مثلاً جانوروں کا گوشت و پوست۔ اون، چربی، دودھ وغیرہ انسان اپنے کام میں لاتا ہے۔ پھر بہت سے غلے۔ میوے، پھل، جڑی بوٹیاں، سبزیاں ترکاریاں، پھر قسم قسم کے پتھر و معدنیات سب انسان کے تصرف میں آتے ہیں۔ ان کے علاوہ غیر معروف چیزیں بھی انسانی ہستی کی فطری طور پر خادم ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت عامہ اور ربوبیت تامہ کی کھلی ہوئی دلیل ہے پھر پانی بھی انسان کا مسخر ہے۔ علاوہ دیگر وجوہ تسخیر کے انسان کے سفر کرنے کا ذریعہ ہے۔ انسانی تدبیروں سے کشتیاں اور جہاز پانی کی سطح پر چلتے ہیں۔ اس سے بھی اللہ کا احسان عظیم ثابت ہوتا ہے۔ یہ تو حصولِ فوائد کے ذرائع کا بیان ہوا۔ رہا دفع ضرر تو اس کی بھی بہت سی صورتیں ہی اور ایک باطل واضح بات یہ ہے کہ آسمان زمین پر نہیں گرتا اسی نے اپنے دست قدرت سے آسمان، چاند، سورج، ستاروں کو اس فضائے ہوائی میں بدوں کسی ظاہری کھمبے یا ستون کے تھام رکھا ہے جو اپنی جگہ سے نیچے نہیں سرکتے۔ ورنہ گر کر اور ٹکرا کر اس زمین کو پاش پاش کر دیتے۔ یہ بھی اسی کی مہربانی اور شفقت ہے ورنہ اگر آسمان گر پڑتا تو تمام دنیا تباہ ہو جاتی اور جب وقتِ مقررہ پر بحکم الٰہی آسمان ٹوٹے گا تو یقیناً دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر وقت موعود پر تم کو موت دے گا اور پھر قیامت میں دوبارہ تم کو زندہ کرے گا تو ان تمام احسانات و انعامات کا اقتضا تو یہ تھا کہ لوگ توحید اور شکر ربانی اختیار کرتے مگر انسان ہے بڑا ناقدرا کہ اس پر بھی کفر و شرک سے باز نہیں آتا اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے جھکنے لگتا ہے۔

یہاں آیت کے آخری جملہ ان الانسان لکفورٌ میں انسان سے کفار و مشرکین لوگ مراد ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں ظاہر مفہوم کے پیچھے ایک لطیف اشارہ بھی چھپا ہوا ہے۔ ظاہر مفہوم تو محض اللہ کی قدرت کا بیان ہے مگر لطیف اشارہ آسمان سے پانی برسا کر زمین کو سرسبز کر دینے میں یہ ہے کہ جس طرح بارش سے سوکھی زمین یکا یک لہلہا اٹھتی ہے اسی طرح وحی الٰہی کا جو بارانِ

رحمت آج ہورہا ہے عنقریب تم کو یہ منظر دکھلانے والا ہے کہ یہی عرب کا بنجر ریگستان علم و عمل۔ اخلاق و تہذیب صالح کا وہ گلزار بن جائے گا کہ جو کبھی دیکھا نہ ہوگا اور اس طرح کفر و جہل سے جو قوم روحانی موت مر چکی تھی ایمان و معرفت کی روح سے اس کو زندہ فرمادے گا۔ پھر جس طرح پانی ایک ہی ہوتا ہے لیکن زمین کے اختلاف کی وجہ سے اثرات مختلف پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگرچہ کتابِ الٰہی کی ہدایت ایک ہی ہے پیغمبر پیام برحق ایک ہی پہنچاتا ہے مگر دلوں کے استعداد کے تفاوت سے کہیں معرفت و صداقت کے خوشبودار پھول اور لذیذ و حسین پھل نمودار ہوتے ہیں اور کہیں خبثِ باطن اور عناد و ضد کے مضرت رساں خاردار جھاڑ جھنکاڑ پیدا ہوتے ہیں۔ پروردگار عالم اپنی رحمت سے احکام مثل بادِ باراں نازل فرماتا ہے جن کے دلوں میں فطری صلاحیت اور استعداد ہوتی ہے وہ اس کا اثر قبول کرتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے معرفتِ الٰہیہ حاصل کر کے زندہ ہوجاتے ہیں لیکن جو محروم ازلی ہیں جن کے دلوں کی زمین شور و بنجر ہے یا پتھروں کی طرح سخت ہے ان پر فیضانِ رحمت کا کوئی اثر نہیں ہوتا جس طرح وہ پہلے خشک تھے ویسے ہی باقی رہتے ہیں۔ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی ہدایات اور اللہ کی کتاب کے فرامین و احکام کا یہ بنجر اور سخت دل والے کوئی اثر نہیں لیتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی طرح کفر و شرک پر قائم رہتے ہیں اور دین اسلام کی ہر بات پر معترض ہوتے ہیں۔ اس پر آگے مشرکین کو زجر و تنبیہ کی جاتی ہے اور شرک کا رد فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے قلوب کو اپنے فیضانِ رحمت سے سیراب فرماویں۔ اور ایمان و یقین اور عمل صالح والی زندگی عطا فرمائیں۔

یا اللہ! آپ کے اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جو احکامات و ہدایات ہم کو پہنچیں ہم دل و جان سے ان کو اپنانے اور ان پر عمل کرنے والے ہوں اے اللہ! دنیا کی کائنات کا ذرہ ذرہ ہمارے لئے آپ کی معرفت کا ذریعہ ہو اور ہم آپ کے احسانات اور انعامات پر آپ کے شکر گزار اور فرمانبردار بندے ہوں۔ اے اللہ! آپ نے جو زندگی ہم کو عطا فرمائی ہے اس کا لمحہ لمحہ اپنی مرضیات میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرما اور حقیقی شکر گزاری کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ جب ہماری موت آئے تو ایمان اور اسلام کی موت نصیب ہو۔ اور مومنین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر ہو اور انہی کے ساتھ آپ کی جنت میں جانا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ

ہم نے ہر اُمت کے واسطے عبادت کا ایک طریق مقرر کیا کہ وہ اسی طریق پر عبادت کیا کرتے تھے سو ان لوگوں کو چاہیئے کہ آپ سے اس امر میں جھگڑا نہ کریں اور آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیئے

اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ

کیونکہ آپ یقیناً صحیح راستہ پر ہیں۔ اور اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑا نکالتے رہیں تو آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

تمہارے درمیان قیامت کے روز فیصلہ دے گا جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اے مخاطب کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے

مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾

جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ یقینی بات ہے کہ یہ سب نامۂ اعمال میں (بھی محفوظ) ہے۔ یقیناً یہ (فیصلہ کرنا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت نہیں بھیجی اور نہ اُن کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾

اور ان ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ ہر امت کیلئے	جَعَلْنَا ہم نے مقرر کیا	مَنْسَكًا ایک طریق عبادت	هُمْ وہ	نَاسِكُوْهُ اُس پر بندگی کرتے ہیں			
فَلَا يُنَازِعُنَّكَ سو چاہیے کہ تم سے نہ جھگڑا کریں	فِي الْاَمْرِ اس معاملہ میں	وَادْعُ اور بلاؤ	اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف	اِنَّكَ بیشک تم	لَعَلٰى پر		
هُدًى راہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھی	وَاِنْ اور اگر	جٰدَلُوْكَ وہ تم سے جھگڑیں	فَقُلِ تو آپ کہدیں	اللّٰهُ اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	
بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	اَللّٰهُ اللہ	يَحْكُمُ فیصلہ کرے گا	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	فِيْمَا جن میں	كُنْتُمْ تم تھے	
فِيْهِ اس میں	تَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے	اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تجھے معلوم نہیں؟	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا جو	فِي السَّمَآءِ آسمانوں میں	
وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنَّ بیشک	ذٰلِكَ یہ	فِيْ كِتٰبٍ کتاب میں	اِنَّ بیشک	ذٰلِكَ یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	يَسِيْرٌ آسان
وَيَعْبُدُوْنَ اور وہ بندگی کرتے ہیں	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَا جو	لَمْ يُنَزِّلْ نہیں اُتاری اس نے	بِهٖ اس کی	سُلْطٰنًا کوئی سند		
وَمَا اور جو جس	لَيْسَ نہیں	لَهُمْ ان کیلئے	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ کوئی علم	وَمَا اور نہیں	لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے	مِنْ نَّصِيْرٍ کوئی مددگار

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات کا مضمون اس بات پر ختم ہوا تھا کہ انسان جن سے مراد یہاں کفار ومشرکین ہیں اتنے عظیم احسانات وانعامات باری تعالیٰ دیکھ کر بھی اس کا حق نہیں مانتے اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں منکرین اسلام جو شریعتِ اسلامیہ کے احکام وجزئیات اور اصول وکلیات سب پر معترض رہا کرتے اور دین اسلام کی ہر بات میں جھگڑے نکالتے اس پر مشرکین کو زجر وتنبیہ کی جاتی ہے اور شرک کا رد فرمایا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جتنی امتیں پہلے گزریں ان کے لئے اللہ نے اپنی عبادت وبندگی کا ایک طریقہ مقرر کر دیا

تھا۔ ہر زمانہ میں ہر قوم کے لئے جدا جدا شریعت نازل فرمائی گئی اور الگ الگ نبی آئے اور انہوں نے اپنی اپنی قوم کی رہنمائی کی۔ اسی طرح اس امت محمدیہ کے لئے بھی ایک خاص شریعت بھیجی گئی۔ اب یہ زمانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ہے۔ آپ کی شریعت پر عمل کرنے کا ہے۔ آپ کے لائے ہوئے قوانین واحکام کو ماننے کا ہے۔ آپ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کا ہے۔ پھر اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا۔ بجز اللہ تعالیٰ کے کبھی کسی دوسری چیز کی عبادت مقرر نہیں کی گئی اس لئے توحید وغیرہ میں جھگڑا کرنا کسی کو کسی حال زیبا نہیں آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ جب توحید جیسی کھلی ہوئی چیز میں بھی حجتیں نکالی جائیں تو آپ کچھ پروا نہ کیجئے آپ جس سیدھی راہ پر قائم ہیں لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہئے اور خواہ مخواہ کے جھگڑے نکالنے والوں کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے وہ خود ان کی تمام حرکات سے واقف ہے قیامت کے دن ان کے تمام اختلافات اور جھگڑوں کا عملی فیصلہ کر دے گا۔

انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اس کے ذرہ ذرہ کا حال اللہ عزوجل کو معلوم ہے اور لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہر انسان کا عمل اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے اور یہی اعمال نامہ قیامت کے دن ہر ایک کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا اور اسی کے مطابق اس کو جزا سزا ملے گی۔ اور اتنی بے شمار چیزوں کا ٹھیک ٹھیک جاننا اور لکھ دینا اور اسی کے مطابق ہر ایک کا فیصلہ کرنا۔ ان میں سے کوئی بات اللہ کے ہاں مشکل نہیں جس میں کوئی تکلیف یا دقت اٹھانی پڑے۔ آخر میں شرک کا رد فرمایا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا غیروں کی مشرکین جو بندگی و پرستش کرتے ہیں۔ یہ محض باپ دادوں کی کورانہ تقلید میں ایسا کرتے ہیں ورنہ کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں رکھتے۔ کسی عقیدہ یا عمل کی صداقت وحقانیت ثابت کرنے کے لئے دو ہی ذرائع ہیں نقلی یا عقلی۔ نقلی یہ کہ خدا تعالیٰ اپنے نبی کی معرفت اپنے کلام میں کسی عقیدہ وعمل کا حکم دے دے۔ عقلی یہ کہ عقل اور فطرت سلیمہ اس کی حقانیت کی شہادت دے۔ لیکن غیر اللہ کی پرستش کی اجازت تو کسی طرح ثابت نہیں۔ شرک فی العبادت کی اجازت نہ تو خدا نے اپنی کسی کتاب میں دی نہ عقل سلیم اس کی شہادت دیتی ہے تو سب سے بڑا ظلم اور بے انصافی یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ ایسے ظالم اور بے انصاف لوگ خوب یاد رکھیں کہ ان کے باطل معبود مصیبت پڑنے پر کچھ کام نہ آئیں گے۔ نہ اور کوئی اس وقت مدد کر سکے گا۔

یہاں ان آیات سے ایک تعلیم تو یہ ملی کہ نزاع وجدال کی ممانعت ہے مگر نزاع وجدال اور چیز ہے اور مناظرہ اور چیز ہے۔ مناظرہ کی ممانعت نہیں۔ یہاں اسلام کے خلاف مجادلہ کرنے والوں کو اشارۃً تنبیہ کی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو خوب جانتا ہے۔ وہ اس کی سزا دے گا تاہم دعوتِ الی الحق اور تبلیغ اسلام کا کام برابر جاری رکھا جائے گا جیسا کہ وادع الی ربک میں حکم دیا گیا ہے۔

پھر ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو اس کے وقت میں ایک خاص شریعت اور کتاب دی جس کا اتباع اس امت پر اس وقت تک درست تھا جب تک کوئی دوسری امت اور دوسری شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آ گئی اور جب دوسری شریعت آ گئی تو اتباع اس جدید شریعت کا کرنا ہے اگر اس جدید شریعت کا کوئی حکم پہلی شریعت کے خلاف ہے تو پہلے حکم کو منسوخ اور جدید حکم کو ناسخ سمجھا جائے گا۔ جدید صاحب شریعت سے کسی کو مجادلہ اور منازعت کی اجازت نہیں۔ موجودہ زمانہ میں جب کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مستقل شریعت لے کر آ گئے تو کسی سابق شریعت والے کو حق نہیں کہ آپ کی شریعت میں جدال ونزاع کرے۔ لہٰذا کسی نصرانی یا یہودی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ ہر شریعت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ لہٰذا زمانۂ اسلام میں بھی ہم شریعت موسویہ یا شریعت عیسویہ پر عمل کرتے رہیں تو مسلمانوں کو ہم سے اختلاف نہ کرنا چاہئے۔ تو یہ بات نہیں۔ اب تو پوری دنیا کے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ شریعتِ محمدیہ کے قائم ہو جانے کے بعد کوئی اس شریعت کی مخالفت نہ کرے۔

ابھی مشرکین کی مذمت اور ردِ شرک کا مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۖ يَكَادُونَ

اور جب اُن لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو کہ خوب واضح ہیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں میں بُرے آثار دیکھتے ہو۔ قریب ہے کہ یہ اُن

يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۗ قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَٰلِكُمُ ۗ النَّارُ

لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھ رہے ہیں۔ آپ کہیے کہ کیا میں تم کو اس (قرآن) سے بھی زیادہ ناگوار چیز بتلا دوں۔ وہ دوزخ ہے

وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٧٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ

اس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے۔ اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ اے لوگو! ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے

فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا

اُس کو کان لگا کر سنو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی جمع ہو جاویں۔

لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾

اور اگر اُن سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو اُس سے چھڑا نہیں سکتے۔ ایسا طالب بھی لچر اور ایسا مطلوب بھی لچر۔

مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٧٤﴾ اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ

ان لوگوں نے اللہ کی جیسی تعظیم کرنی چاہیئے تھی وہ نہ کی اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے

رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٧٥﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۗ

احکام پہنچانے والے اور (اسی طرح) آدمیوں میں سے یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ ان کی آئندہ اور گذشتہ حالتوں کو خوب جانتا ہے۔

وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٧٦﴾

اور تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے۔

وَاِذَا اور جب	تُتْلٰی پڑھی جاتی ہیں	عَلَیْھِمْ ان پر	اٰیٰتُنَا ہماری آیات	بَیِّنٰتٍ واضح	تَعْرِفُ تم پہچانو گے	فِیْ میں۔ پر	وُجُوْہِ چہرے
الَّذِیْنَ کَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	الْمُنْکَرَ ناخوشی	یَکَادُوْنَ قریب ہے	یَسْطُوْنَ وہ حملہ کردیں	بِالَّذِیْنَ ان پر جو	یَتْلُوْنَ پڑھتے ہیں		
عَلَیْھِمْ ان پر	اٰیٰتِنَا ہماری آیتیں	قُلْ فرمادیں	اَفَاُنَبِّئُکُمْ کیا میں تمہیں بتلا دوں؟	بِشَرٍّ بدتر	مِّنْ سے	ذٰلِکُمْ اس	اَلنَّارُ وہ دوزخ
وَعَدَھَا جس کا وعدہ کیا	اللّٰہُ اللہ	الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	وَبِئْسَ اور بُرا	الْمَصِیْرُ ٹھکانا	یٰاَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو!		
ضُرِبَ بیان کی جاتی ہے	مَثَلٌ ایک مثال	فَاسْتَمِعُوْا پس تم سنو	لَہٗ اس کو	اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ وہ جنہیں	تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو	
مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ کے سوا	لَنْ یَّخْلُقُوْا ہرگز نہ پیدا کرسکیں گے	ذُبَابًا ایک مثال	وَلَوِ خواہ	اجْتَمَعُوْا وہ جمع ہو جائیں	لَہٗ اس کیلئے	وَاِنْ اور اگر	

يَسْلُبْهُمُ ان سے چھین لے	الذُّبَابُ مکھی	شَيْئًا کچھ	لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ نہ چھڑا سکیں گے اسے	مِنْهُ اس سے	ضَعُفَ کمزور ہوا ہے	الطَّالِبُ چاہنے والا
وَالْمَطْلُوْبُ اور جس کو چاہا	مَا قَدَرُوا نہ قدر جانی انہوں نے	اللّٰهَ اللہ	حَقَّ قَدْرِهٖ اس کے قدر کرنے کا حق	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَقَوِيٌّ قوت والا	
عَزِيْزٌ غالب	اَللّٰهُ اللہ	يَصْطَفِيْ چن لیتا ہے	مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں میں سے	رُسُلًا پیغام پہنچانے والے	وَ اور	مِنَ النَّاسِ آدمیوں میں سے
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا	بَصِيْرٌ دیکھنے والا	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا جو	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ انکے ہاتھوں کے درمیان آگے	وَمَا اور جو
	خَلْفَهُمْ ان کے پیچھے	وَ اور	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	تُرْجَعُ لوٹنا بازگشت	الْاُمُوْرُ سارے کام	

تفسیر وتشریح:۔ مشرکین کی مذمت اور ردِ شرک کا مضمون گزشتہ سے بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اب آگے منکرین اسلام اور اہل حق سے عناد رکھنے والوں کی ایک حالت بیان کی جاتی ہے۔ یہ ایک عام بات ہے کہ اہلِ عناد باطل پرست جاہل آدمیوں کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ جب ان کی جہالت پر ان کو متنبہ کیا جائے تو چونکہ ان کے پاس اپنے عقیدہ وعمل کا ثبوت پیش کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی اس لئے جہالت پر اتر آتے ہیں اور اہل حق سے سب وشتم اور ہاتھا پائی کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہی حالت مشرکین مکہ کی بھی تھی کہ جب ان کے سامنے قرآنی آیات تلاوت کی جاتیں جن میں توحید وغیرہ کا بیان ہوتا تو ان کی تیوریوں پر بل پڑ جاتے اور چہرہ کا حلیہ بگڑنا شروع ہو جاتا۔ حتیٰ کہ شدتِ غیض و غضب سے پاگل ہو کر چاہتے کہ آیات سنانے والے پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ کفار مکہ بعض اوقات ایسا کر بھی گزرتے۔

مشرکین کی تنبیہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیں کہ یہ جو قرآن کی آیات سننے سے تمہیں کوفت اور جلن ہو رہی ہے تو اس سے کہیں بڑھ کر کوفت اور جلن ایک اور چیز سے تم کو ہوگی جس پر کسی طرح صبر ہی نہ کر سکو گے اور وہ سخت بری اور ناگوار چیز دوزخ کی آگ ہے جس کا وعدہ کافروں سے کیا جا چکا ہے۔ اب دونوں کا موازنہ کر کے فیصلہ کر لو کہ کونسا تلخ گھونٹ پینا تم کو نسبتاً آسان ہوگا۔

آگے بت پرستوں کی جہالت وحماقت ظاہر کرنے کے لئے اور توحید کے مقابلہ میں شرک کی برائی وقباحت جتلانے کے لئے ایک مثال بیان کی جاتی ہے جسے کان لگا کر غور سے سننے اور سمجھنے کی تاکید کی جاتی ہے تا کہ ایسی رکیک اور ذلیل حرکت سے مشرکین باز رہیں۔ بتوں کی بے بسی اور بے کسی اس طرح سمجھائی جاتی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس ساری کائنات کو عجیب شان سے بنا کھڑا کیا لیکن ان بتوں کو تو ایک مکھی جو بہت ہی ادنیٰ اور حقیر جانور ہے وہ بھی بنانی نہیں آتی۔ یہ اکیلے اکیلے تو کیا اگر سب مل کر سر جوڑ کر بھی بیٹھ جائیں تب بھی ان میں اتنی قدرت نہیں کہ ایک مکھی کو پیدا کر دیں۔ اور پیدا کرنا تو درکنار یہ تو ایسے بے بس اور بے کس ہیں کہ جو مٹھائی ان بتوں پر چڑھائی جاتی ہے اس میں سے مکھیاں اپنی خوراک لے کر اور ان سے چھین کر جب اڑ جاتی ہیں یا بیٹھ کر مزے سے کھا جاتی ہیں تو ان میں اتنی طاقت نہیں کہ انہیں کھانے سے منع کر دیں یا جو کچھ وہ اٹھا کر لے جا رہی ہیں ان سے چھین لیں۔ تو ایسے مجبور اور بے بس اور بے کس بتوں کو خالق السمٰوٰت والارض کے ساتھ معبودیت اور خدائی کی کرسی پر بٹھا دینا کس قدر بے حیائی حماقت اور شرمناک گستاخی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مکھی بھی کمزور۔ مکھی سے زیادہ ان کے بت عاجز اور کمزور اور بتوں سے بڑھ کر ان کا پوجنے والا کمزور ہے۔ جس نے ایسی حقیر اور کمزور چیز کو اپنا معبود اور حاجت روا بنا لیا۔

اگر عقل سے سمجھتے تو ایسی گستاخی کیوں کرتے۔ کیا اللہ کی شان رفیع اور قدر و منزلت اتنی ہے کہ ایسی کمزور چیزوں کو اس کا ہمسر بنا دیا جائے؟

یہ تو توحید کی تحقیق تھی آگے رسالت کے متعلق کلام ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ فرشتوں میں سے جن فرشتوں کو چاہے احکامِ الٰہیہ نبیوں کے پاس پہنچانے والے مقرر کر دیتا ہے اور اسی طرح انسانوں میں سے جس کو چاہے احکام پہنچانے کے لئے مقرر کر دیتا ہے یعنی رسالت کا مدار انتخاب خداوندی پر ہے رہا یہ کہ انتخاب کسی ایک خاص کے ساتھ کیوں واقع ہوا تو اس کا ایک جواب تو **ان اللہ سمیع بصیر** کہہ کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب دیکھنے والے ہیں جس کو خدا اس منصب کے لئے انتخاب فرماتا ہے ان کی تمام باتوں کو اور ان کے ماضی و مستقبل کے تمام احوال کو دیکھتا ہے اس لئے وہی حق رکھتا ہے کہ جس کے احوال و استعداد پر نظر کر کے منصب رسالت پر فائز کر دے اور دوسرا جواب **والی اللہ ترجع الامور** یعنی تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے فرما کر دیا گیا یعنی وہ مالک مستقل بالذات اور فاعل مختار ہے اس کے ارادہ کے لئے کسی مرجع کی ضرورت نہیں پس سبب حقیقی ارادۂ خداوندی ہے جس کو چاہے نبوت سے سرفراز فرمائے۔

یہاں کفر و شرک کی مذمت کے ساتھ کافروں کے جاہلانہ سلوک کا اظہار فرمایا گیا کہ ان کو کلمۂ حق سننا بھی گوارا نہیں۔ ساتھ ہی مشرکوں کے عقیدہ کو باطل کرنے کے لئے بتوں کی انتہائی کمزوری، بے بسی اور لاچاری ظاہر کر کے بت پرستی کا استیصال فرمایا گیا اور ساتھ ہی معیار الوہیت **لقوی عزیز** فرما کر بتلایا گیا کہ مستحق الوہیت وہ ذات ہے جو قادر اور غالب ہو اور چونکہ کمال قدرت اور غلبۂ کامل سوائے خداوند قدوس کے کسی میں نہیں اس لئے خدا کے سوا کوئی معبود ہونے کا سزاوار بھی نہیں۔

یہاں سے ایک بات یہ ثابت ہوئی کہ نبوت و رسالت کسبی نہیں محض وہبی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے نبوت کے تاج سے سرفراز فرماتا ہے چونکہ یہاں آیت میں صرف انسانوں اور فرشتوں کی پیامبری کا تذکرہ ہے جنات کا کوئی ذکر نہیں اس لئے بعض مفسرین نے یہاں سے نکالا ہے کہ جنات نبی نہیں ہوئے نہ اپنی قوم کی اصلاح کے لئے نہ دوسروں کی ہدایت کے لئے۔

اب یہاں تک آیات میں اہل کتاب کفار و مشرکین کے عقائد و اعمال کا رد و بطلان خوب طرح واضح کر دیا تو اب خاتمہ پر روئے سخن مسلمانوں کی طرف فرمایا گیا اور امت اسلامیہ کی برتری ظاہر فرماتے ہوئے کچھ ہدایات دی گئیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔ اور اسی پر سورت کو ختم فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

قرآن پاک کی جو آیات ہمارے پڑھنے اور سننے میں آئیں ان سے ہمارے ایمان و یقین میں زیادتی ہو اور ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی ہم کو توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ! توحید حقیقی کی دولت ہم کو اس زندگی میں نصیب فرما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہدایات و احکامات ہم تک پہنچیں ان کا اتباع و فرمانبرداری ہمیں نصیب فرما ظاہراً و باطناً۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والوتم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور نیک کام کیا کرو اُمید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

تُفْلِحُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي

اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔اُس نے تم کو ممتاز فرمایا اور تم پر

الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ

دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔تم اپنے باپ ابراہیم کی مِلّت پر قائم رہو۔اُس (اللہ) نے تمہارا لقب مُسلم رکھا ہے

وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَى النَّاسِ ښ

(نزولِ قرآن سے) پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ تمہارے لئے رسُول گواہ ہو۔

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٧٨﴾

سوتم لوگ نماز کی پابندی رکھواور زکوٰۃ دیتے رہواور اللہ ہی کومضبوط پکڑے رہو۔وہ تمہارا کارساز ہےسوکیا اچھا کارساز ہےاور کیا اچھا مددگار ہے۔

يَاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وہ لوگ جوایمان لائے	ارْكَعُوْا تم رکوع کرو	وَاسْجُدُوْا اور سجدہ کرو	وَ اور	اعْبُدُوْا عبادت کرو	رَبَّكُمْ اپنا رب	
وَافْعَلُوْا اور کرو	الْخَيْرَ اچھے کام	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تُفْلِحُوْنَ فلاح (دو جہان میں کامیابی) میں	وَجَاهِدُوْا اور کوشش کرو	فِي اللّٰهِ اللہ میں		
حَقَّ حق	جِهَادِهٖ اس کی کوشش کرنا	اجْتَبٰىكُمْ اس نے تمہیں چُنا	هُوَ وہ	وَمَا اور نہ	جَعَلَ ڈالی	عَلَيْكُمْ تم پر	فِي الدِّيْنِ دین میں
مِنْ حَرَجٍ کوئی تنگی	مِلَّةَ دین	اَبِيْكُمْ تمہارے باپ	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	هُوَ وہ	سَمّٰىكُمُ تمہارا نام کیا	الْمُسْلِمِيْنَ مسلم	
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَ اور	فِيْ هٰذَا اس میں	لِيَكُوْنَ تاکہ ہو	الرَّسُوْلُ رسول	شَهِيْدًا تمہارا گواہ	عَلَيْكُمْ تم پر	وَتَكُوْنُوْا اور تم ہو
شُهَدَاۗءَ گواہ	عَلَى النَّاسِ لوگوں پر	فَاَقِيْمُوا پس قائم کرو	الصَّلٰوةَ نماز	وَاٰتُوا اور ادا کرو	الزَّكٰوةَ زکوٰۃ	وَ اور	اعْتَصِمُوْا مضبوطی سے تھام لو
بِاللّٰهِ اللہ کو	هُوَ وہ	مَوْلٰىكُمْ تمہارا مولیٰ (کارساز)	فَنِعْمَ سو اچھا ہے	الْمَوْلٰى مولیٰ	وَنِعْمَ اور اچھا ہے	النَّصِيْرُ مددگار	

تفسیر وتشریح:۔ یہ اس سورت کی آخری آیات ہیں۔گزشتہ آیات میں اس سورۃ میں ایمان و اسلام کے بڑے اور خصوصی اصول یعنی توحید ورسالت کا اثبات۔قیامت وحشر ونشر کا واقع ہونا اس زندگی کے اعمال کے مطابق آخرت میں جزاوسزا کا ملنا۔پھر ہر ایک کے متعلق منکرین کے شبہات ومجادلات کا جواب مذکور ہو چکا تو اب خاتمہ پر اہل ایمان سے خطاب ہوتا ہے اور شریعت اسلامیہ کی برتری ظاہر فرما کر اہل اسلام کوضروری ہدایات وتعلیم دی جاتی ہے۔اس امت کے فرائض یاددلائے جاتے ہیں اور اخیر میں اہلِ ایمان کوذاتِ باری تعالیٰ پر بھروسہ کرنے اور اس کی نصرت واعانت طلب کرنے کی ترغیب وتعلیم دے کر سورت کوختم فرمایا گیا ہے۔

گزشتہ آیات سے جو مضمون بیان ہوتا آرہا تھا اس کا لب لباب اور خلاصہ یہی تھا کہ اللہ عزوجل سے بڑھ کر انسان کا مربی اور

ہادی کون ہوسکتا ہے؟ اسی کی ذات کو کمال علم۔ کمال قوت اور کمال قدرت حاصل ہے اس لئے اس کی ذات کو پہچاننے اس پر ایمان لانے۔ اور دل وجان سے اسی کی طرف جھکنے کی ہدایت فرمائی گئی تھی اور منکرین ومشرکین کو تنبیہ کی گئی تھی کہ اگر وہ سرکشی اور شرک وکفر پر قائم رہے تو اپنا ہی کچھ بگاڑیں گے اور دائمی عذاب سے واسطہ پڑے گا جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ مشرکین کے عقائدواعمال کا اچھی طرح ردوبطلان فرما کراب اخیر میں مومنین کو مخاطب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تم اکیلے اپنے رب کی بندگی پر لگے رہو۔ اسی کے آگے جھکو۔ اسی کے آگے پیشانی ٹیکو اور اسی کے لئے دوسرے بھلائی کے کام کروتا کہ دنیا اور آخرت میں تمہیں فلاح نصیب ہو۔ تو قبولِ اسلام کے بعد یہاں سب سے پہلے نماز اور پھر دوسری عبادتیں اور پھر اور نیکیاں کرنے کا حکم دیا گیا اور اس پر وعدہ دین ودنیا کی بھلائی کا فرمایا گیا۔ اور چونکہ تفلحون بغیر کسی تصریح اور قید کے فرمایا گیا ہے، اسلئے مفسرین نے اس سے دنیا وآخرت دونوں جہان کی بھلائی اور فلاح مراد لیا ہے۔ آگے ہدایت کی جاتی ہے کہ اللہ کے احکام بجالانے اور دین کے کاموں میں سستی اور بے دلی کو دخل نہ دو بلکہ ہر کام اللہ کا کام سمجھ کر پوری مستعدی۔ توجہ اور استحضار قلب اور اخلاص نیت کے ساتھ ہو۔

یہاں آیت میں جاھدوا کا لفظ آیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں کوشش کرو تو بعض مفسرین نے اس سے جہاد یعنی اعدائے اسلام سے جنگ کرنا اور ان کے مقابلہ میں تلوار اٹھانا مراد لئے ہیں لیکن بعض مفسرین نے اس کو عام معنی میں لیا ہے اس طرح مجاہدہ میں ہر قسم کی زبانی، قلمی، مالی، بدنی کوشش شامل ہے گویا مجاہدۂ نفس، مجاہدۂ قلب۔ مجاہدہ روح سب اس میں شامل ہیں اس طرح جہاد کی تمام قسمیں یعنی کفار سے جہاد۔ نفس سے جہاد۔ شیطان سے جہاد۔ باغیوں سے جہاد۔ ظالموں سے جہاد۔ بے دینوں سے جہاد۔ وغیرہ وغیرہ سب اس حکم میں شامل ہیں کہ اللہ کے دین کے لئے اور اللہ کے احکام بجالانے کے لئے اپنی جان ومال سب کچھ لگادو اور کیوں لگادو اس کی وجہ اور سبب بھی ھو اجتبکم فرما کر بتلا دی یعنی اللہ نے تم کو پسند کیا اور ممتاز فرمایا تو جس کو کوئی خاص ترجیح دی جاتی ہے وہ خدمت کے لئے زیادہ دوڑتا ہے۔

ھو اجتبکم کی تفسیر میں علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کو سب سے اعلیٰ اور افضل پیغمبر دیا۔ اور تمام شریعتوں سے اکمل شریعت عنایت کی۔ اور تمام دنیا میں خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے اس قوم کو چھانٹ لیا اور سب امتوں پر فضیلت بخشی تو گویا اللہ عزوجل کی بڑی عنایت ہے کہ اس نے دنیا بھر کے لوگوں میں اپنے کام کے لئے امت محمدیہ کو انتخاب کیا۔ یہ اہلِ اسلام کے لئے نہ مٹنے والا امتیازی نشان ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو دین اور طریق کار ایمان والوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ بالکل آسان ہے۔ دین میں کوئی ایسی مشکل نہیں رکھی کہ جس کا اٹھانا کٹھن ہو۔ احکام میں ہر طرح رخصتوں اور سہولتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ پھر طریقہ اور دین بھی کوئی اجنبی نہیں ہے۔ وہی طریقہ ہے جو تمہارے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا میں رائج کیا۔ اس طریقہ پر چلنے والوں کا نام انہوں نے اللہ کے حکم سے مسلم رکھا اور یہی نام تمہارے لئے قرآن مجید نے بھی برقرار رکھا ہے اس لئے یہی وہ قدیم دین ہے جس پر تمہیں چلنا ہے۔ مسلم جس کے لفظی معنی ہیں حکم بردار اور وفا شعار یہ اس امت کا نام رکھا گیا۔ گو اور امتیں بھی مسلم تھیں مگر لقب یہ اسی امت کا ٹھہرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں ہیں اس لئے ساری امت کے باپ ہوئے اسی لئے ملت ابیکم ابراھیم فرمایا گیا۔ کہ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر قائم رہو۔ تو اللہ عزوجل

18 نے اس امتِ مسلمہ کو جو یہ شرف و انتخاب اور پسندیدگی عطا فرمایا اور آسان دین دیا یہ اس لئے کہ اس امت سے اس دنیا میں ایک بہت اہم کام لینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس امت کے پاس قرآن بھیجا اور فرمایا کہ تم اسلام کے علمبردار ہو تمہارا کام یہ ہے کہ اپنے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پر عمل کرنا سیکھو اور اس کے بعد اپنا طریقہ دنیا بھر کے لوگوں کو سکھا دو اور اس پر چلنے کا راستہ بتا دو۔ یہ امت مسلمہ دنیا میں ہدایت کرنے والی آخری امت ہے۔ اس امت کے بعد کوئی اور ہدایت کرنے والی امت پیدا نہ ہوگی اس لئے کہ اس امت کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ قرآن کے بعد وحی کے ذریعہ کوئی اور کتاب نازل کی جائے گی پس ظاہر ہے کہ اللہ کی بہترین مخلوق یعنی انسان کی ہدایت کا کام اس امت مسلمہ ہی کو سنبھالنا پڑے گا۔

یہاں آیت میں لفظ شہیداً اور شہداء کا آیا ہے جس کے ایک معنی نگران کے ہیں اور اسی بنا پر مفسرین نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے جو اوپر بیان ہوئی بعض مفسرین نے شہید اور شہداء کو بمعنی گواہ لیا ہے۔ قیامت کے دن جب دوسری اُمتیں انکار کریں گی کہ پیغمبروں نے ہم کو تبلیغ نہیں کی اور پیغمبروں سے حق تعالیٰ گواہ طلب فرمائیں گے تو پیغمبر الٰہی امت محمدیہ کو بطور گواہ پیش فرمائیں گے۔ یہ امت گواہی دے کہ بے شک پیغمبروں نے دعوت و تبلیغ کر کے خدا کی حجت قائم کر دی تھی جب سوال ہوگا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا تو امت محمدیہ جواب دے گی کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع کی جس کی صداقت پر خدا کی کتاب قرآن کریم گواہ ہے۔ چنانچہ یہ گواہی قبول کی جائے گی اور کفار کو ملزم و مجرم ٹھہرایا جائے گا تو جن مفسرین نے شہید و شہداء بمعنی گواہ لئے ہیں انہوں نے یہ تفسیر کی کہ یہ فضل و شرف جو اس امت کو عطا ہوا اس لئے دیا گیا کہ اس امت کو ایک بڑے عظیم الشان مقدمہ میں بطور معزز گواہ کے کھڑا ہونا ہے۔

یا یھا الذین امنوا کا خطاب جو اوپر شروع ہوا تھا وہ اس پر ختم ہوتا ہے کہ دیکھو انعام الٰہی کی قدر کرو۔ اپنے نام و لقب فضل و شرف کی لاج رکھو اور سمجھو کہ تم بہت بڑے اور خاص کام کے لئے کھڑے کئے گئے ہو۔ ذرا بھی قدم جادۂ حق سے ادھر ادھر نہ ہو۔ مولائے کریم کے فضل و رحمت پر اعتماد رکھو۔ تمام کمزور سہارے چھوڑ دو۔ تنہا اسی کو اپنا مولا اور مالک سمجھو اس سے اچھا مالک اور مددگار اور کون ملے گا۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں اہلِ اسلام کو اعمالِ خیر کی ترغیب اور دینِ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ جم جانے اور قائم رہنے کی تاکید فرمائی جاتی ہے جو نجات اور فلاح کا ذریعہ ہیں اور اعمالِ خیر میں تمام عبادات تمام خیرات و صدقات اور مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال سب داخل ہیں۔ یہاں ایمان کے بعد رکوع و سجود کا حکم دینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ نماز کے خصوصی ارکان ہیں تو ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز کا حکم دینے سے نماز کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا۔ جو اعمالِ خیر میں ایک بہترین عمل خیر ہے اور ساتھ ہی یہ بتلا دیا کہ دین اسلام بہت آسان دین ہے۔ اس پر عمل کرنا کسی حال میں مشکل اور دشوار نہیں لہٰذا اہل اسلام اور اہلِ ایمان کو چاہئے کہ دن رات سرگرم عبادت رہیں اور ملت ابراہیمی پر قائم و دائم رہیں اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہیں تا کہ مولائے برحق کی حمایت اور نصرت ان کے ساتھ رہے۔

اب یہاں یہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس امت کو کیا شرف اور کیا فضل عطا ہوا؟ اور کیا اس کے فرائض بتائے گئے؟ اور کس امر کی اس کو تعلیم و ہدایت دی گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ اس

خطاب کے صحیح اور سچے مخاطب حضرات صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعین اور ان کے بعد تبع تابعین اور سلف صالحین ہی تھے جنہوں نے کہ اس شرف وفضل کا حق ادا فرمایا ایک اس چودہویں صدی کے ہم بھی مسلمان ہیں کہ کیا خوب اپنے نام، لقب فضل وشرف کی لاج رکھی کہ من حیث القوم نہ صرف فرائض وعبادات اور اہم احکام الٰہیہ اور شرائع اسلامیہ کو "ملاپن" کہہ کر اکثریت نے منہ موڑا۔ اور جملہ محرمات شرعیہ مثل سود۔ شراب، جوا، زنا، فسق وفجور، ناچ گانا، بے پردگی، بے حیائی، تھیٹر، سینما، بائیسکوپ اسکو لوازمات زندگی اور ترقی کا زینہ ٹھہرایا۔ اور کچھ منافقین نے تو حد کردی اور قرآن کریم ہی کو پرانی اور فرسودہ کتاب بتایا۔ استغفر اللہ۔

اس کے علاوہ ایک ہزار سال پہلے کے سلف صالحین۔ اور مومنین صادقین، سرفروش مجاہدین کو دیوانہ ووحشی قرار دیا۔ یہ داستان تو خون کے آنسو رلانے والی بہت طویل ہے۔ (یہاں یہ واضح کردینا بھی ضروری ہے کہ یہ درس اب سے تقریباً ۱۹ سال پہلے کا تحریر کیا ہوا ہے۔) بس انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے سوا اور کیا کہا جائے۔

افسوس صد افسوس ہماری مثال تو اس فوجی سپاہی کی سی ہے کہ جس کے ذمہ ملک اور قوم کی حفاظت ونگرانی سونپی گئی تھی مگر وہ اپنے فرائض اور ڈیوٹی کو تو بالکل بھول گیا اور غفلت کی نیند پڑ کر سو گیا۔ اس کی بلا سے ملک اور قوم پر جو بھی گزر رے۔ مگر سمجھ لیجئے کہ ایسے غافل سپاہی کی گرفت اور پکڑ حاکم اور بادشاہ وقت کے ہاں کس طرح ہوگی اور کس درجہ کا وہ مجرم گردانا جائے گا اور کس سزا کا وہ مستحق ٹھہرایا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور اسلام جیسی نعمت کی قدر اور شکرِ نعمت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

الحمد للہ کہ اس درس پر سورہ حج کا بیان ختم ہوگیا۔ اور اس طرح حق تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے آج سترہواں پارہ بھی ختم ہوا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! آپ نے تو ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرما کر ہم پر بڑا احسان اور انعام فرمایا۔ ہم کو قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی اور شریعتِ اسلامیہ جیسی شریعت عطا فرمائی۔ مگر ہم نے ان انعامات کی خاطر خواہ قدر نہ کی۔ اے اللہ! ہماری گزشتہ تقصیرات کو اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور آئندہ کے لئے ہم کو عزم وہمت عطا فرمادے کہ ہم نمازوں کے قائم کرنے والے ہوں اور آپ کی بندگی وعبادت کے بجا لانے والے ہوں۔ اے اللہ! ہم سے وہ اعمال کرالیجئے جن کا مطالبہ ہمارا لقب "مسلم" کرتا ہے۔ اور اے اللہ ہم سے دین کی وہ خدمت لے لیجئے جس کا مطالبہ قرآن پاک کرتا ہے۔ اے اللہ آپ ہی ہمارے مولا ہیں آپ ہی ہمارے حافظ وناصر ہیں۔ اے اللہ! اس امت مسلمہ پر رحم فرما اور اس کو اپنے نام ولقب کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! اس ملک میں اسلام کو فروغ وبرتری عطا فرما۔ اور اس ملک کو صحیح معنی میں اسلامی ملک بنادے۔ مخالفین اسلام اور منافقین کی گردن توڑ دے۔ ان کے عزائم ناکام فرمادے اور ان کی فتنہ پردازیوں کا خاتمہ فرمادے۔ اے اللہ! آپ ہی ہمارے حقیقی کارساز اور مددگار ہیں۔ آپ ہی کی اعانت اور نصرت سے ہماری دین ودنیا درست رہ سکتی ہے۔ یا اللہ! اب ہماری غفلتوں کو دور فرمادے اور ہم کو اپنا سچا بندہ بنالے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار امتی ہونا نصیب فرمادے۔ اور آپ کی رسی کو مضبوط پکڑنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

قَدْ اَفْلَحَ

سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ وَثَمَانَ عَشْرَةَ آيَةً وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿٢﴾

بالتحقیق اُن مسلمانوں نے فلاح پائی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ فلاح پائی (کامیاب ہوئے)	الْمُؤْمِنُونَ مومن	الَّذِينَ اور جو	هُمْ وہ	فِي صَلَاتِهِمْ اپنی نمازوں میں	خَاشِعُونَ خشوع (عاجزی) کرنے والے

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اٹھارہویں پارہ کی ابتداء سے سورۂ مومنون کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس درس میں صرف دو ابتدائی آیات کی تشریح کی گئی ہے۔ پہلے سورۃ کا مقام، نزول، وجہ تسمیہ، موضوع و مباحث، تعداد آیات، رکوعات، کلمات و حروف بیان کئے جاتے ہیں۔ مومنون ایمان والوں کو کہتے ہیں چونکہ یہ لفظ اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں آیا ہے اور اس سورۃ میں ایمان والوں کی صفتیں بیان کی گئی ہیں اور ان کے اطوار و عادات بتلائے گئے ہیں اس لئے اس سورۃ کا نام المومنون ہے۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکی دور کے متوسط زمانہ میں اس کا نزول روایت کیا گیا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۲۳ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۶۴ لکھا ہے یعنی ۶۳ سورتیں مکہ معظمہ میں اس سورت سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۲۶ سورتیں اس کے بعد مکہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۱۱۸ آیات اور ۶ رکوعات اور ۱۰۷۰ کلمات اور ۴۵۳۸ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتداء میں مومنین کی چند صفات بیان کی گئی ہیں کہ اللہ ورسول پر ایمان لانے والوں میں یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں اور ایسے ہی لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح کے مستحق ہوتے ہیں۔ اس کے بعد انسان کی پیدائش اور دوسرے آثارِ کائنات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس سے مقصود یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ توحید اور معرفت الٰہی کی جس حقیقت کو تسلیم کرنے کا سبق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں اس کے برحق ہونے پر تمہارا اپنا وجود اور یہ پورا نظام عالم گواہ ہے۔ اللہ کی عبادت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی معرفت حاصل کی جائے اور یہ معرفت اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر جو دنیا میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں ہر عقلمند اور ذی ہوش حاصل کرسکتا ہے۔ پھر انبیائے سابقین اور ان کی اُمتوں کے قصے ذکر فرمائے گئے ہیں۔ جن سے کئی باتیں بتانی مقصود ہیں ایک یہ کہ آج دعوتِ نبوی پر جو شبہات و اعتراضات کئے جارہے ہیں یہ باتیں پہلے بھی انبیاء پر جہلا کرچکے ہیں اور اسی طرح کے اعتراضات ان احمقوں نے بھی اپنے اپنے پیغمبروں پر کئے تھے۔ دوسرے یہ کہ توحید و آخرت کی تعلیم ایسی نہیں کہ جو بالکل نئی ہو اور جو دنیا نے کبھی سنی نہ ہو۔ یہ کوئی نرالی تعلیم نہیں۔ ہر زمانہ میں یہ صدائے حق اٹھتی رہی ہے۔ تیسرے یہ کہ حق کا انکار کرکے باطل پر اصرار کرنے والے اور انبیاء کی تکذیب پر جمے رہنے کا انجام آخر کار تباہی و ہلاکت ہوتا ہے۔ چوتھے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اول دین اسلام اس وقت سے دین الٰہی ہے جب سے انسان کے قدم زمین پر پہنچے ہیں۔ پھر انبیاء کے تذکروں کے بعد بتایا گیا ہے کہ دنیاوی خوشحالی مال و دولت۔ قوت اور اقتدار وغیرہ وہ چیزیں نہیں جو کسی شخص یا گروہ کے راہِ راست پر ہونے کی یقینی علامت ہو اور اس بات کی دلیل قرار دی جائیں کہ خدا اس پر مہربان ہے اور اس کا رویہ خدا کو پسندیدہ ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس کسی کا غریب اور خستہ حال ہونا اس بات کا ثبوت نہیں کہ خدا اس سے اور اس کے رویہ سے ناراض ہے۔ اصل چیز جس پر خدا کے ہاں محبوب یا مغضوب ہونے کا مدار ہے وہ ایمان۔

خدا پرستی اور تقویٰ وراست بازی ہے۔ پھر بتلایا کہ جو اللہ اور رسول اور موت کے بعد زندگی۔ حساب کتاب۔ جنت و دوزخ، جزاء وسزا پر ایمان نہ لائے گا وہ مرنے کے بعد آخرت میں بہت پچھتائے گا۔ آخر میں انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ اس کی دنیا کی زندگی کوئی کھیل نہیں ہے۔اس کو بیکار اور فضول باتوں میں نہ گنوانا چاہئے۔قرآن مجید کی باتوں کو سچا مان کر ان پر عمل کرنا چاہئے اور اللہ عزوجل سے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورت کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ اگلے درسوں میں آئیں گی۔

اس سورۃ کی ابتداء **قد افلح المومنون** کے جملہ سے فرمائی گئی ہے یعنی یقیناً فلاح پائی یا کامیاب ہوئے ایمان والے۔ جس ماحول اور وقت میں اس سورۃ کا نزول ہوا ہے اور یہ کلام فرمایا جارہا ہے اس کو ذہن نشین رکھئے۔اس وقت ایک طرف دعوت اسلام اور ایمان کے مخالف سرداران مکہ تھے جن کی تجارتیں چمک رہی تھیں جن کے پاس دولت کی فراوانی تھی جن کو اس وقت کے لحاظ سے دنیوی خوشحالی کے سارے لوازمات میسر تھے اور دوسری طرف اسلام کے پیروکار تھے جن میں سے اکثر تو پہلے ہی غریب اور خستہ حال تھے اور بعض جو اچھے کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے یا اپنے کاروبار میں پہلے کامیاب تھے ان کو بھی اسلام قبول کرنے کے بعد اب قوم کی مخالفت اور دشمنی اور مقاطعہ نے بدحال کردیا تھا۔ اس صورت حال میں یہ کلام فرمایا گیا **قد افلح المومنون.** یقیناً فلاح پائی ہے ایمان والوں نے۔ فلاح عربی میں بڑے ہی وسیع معنی میں آتا ہے۔ دنیا وآخرت کی ساری ہی خوبیوں کا جامع ہے۔ یہ لفظ خسران کی ضد ہے جو ٹوٹے اور گھاٹے اور نامرادی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ تو جس ماحول میں یہ کلام فرمایا گیا اس سے کفار ومشرکین کے حق میں تو مطلب نکلا کہ تمہارا معیار فلاح غلط ہے۔ تم اپنی جس عارضی اور محدود خوشحالی کو فلاح سمجھ رہے ہیں وہ فلاح نہیں خسران ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو جو تم ناکام ونامراد سمجھ رہے ہو وہ دراصل کامیاب و بامراد ہیں۔ اس دعوت حق کو مان کر انہوں نے خسارہ کا سودا نہیں کیا ہے بلکہ وہ چیز پائی ہے جو دنیا وآخرت دونوں میں ان کو پائیدار وخوشحال اور کامیابی سے ہمکنار کرے گی۔

تو یہاں فلاح کی پہلی شرط مومن ہونا بیان کی گئی اب آگے ان مومنین کی شان کیا ہے اور ان کی صفات کیا ہیں یہ بیان فرمائی گئی ہے۔ سب سے اول اور سب سے بڑی اور سب سے اہم صفت بیان فرمائی گئی۔

الذین ھم فی صلاتھم خاشعون. جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے یعنی انتہائی فلاح اور اعلیٰ کامیابی انہیں مؤمنین کو حاصل ہوگی جو خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ خشوع کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف وہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا۔ قرآن پاک کی ایک دوسری آیت میں خشوع کو قلب کی صفت بتلائی ہے تو معلوم ہوا کہ اصل خشوع قلب کا ہے اور اعضائے بدن کا خشوع اس کے تابع ہے۔ جب نماز میں قلب خاشع وخائف ساکن اور پست ہوگا تو خیالات ادھر ادھر بھٹکتے نہیں پھریں گے۔ ایک ہی مقصود پر جم جائیں گے پھر خوف وہیبت اور سکون اور خضوع کے آثار بدن پر بھی ظاہر ہوں گے مثلاً نگاہ پست رکھنا۔ ادب سے دست بستہ کھڑا ہونا۔ ادھر ادھر نہ تاکنا۔ کپڑے یا داڑھی وغیرہ سے نہ کھیلنا وغیرہ اسی قسم کے افعال و احوال لوازم خشوع میں سے ہیں۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز بدوں خشوع کے صحیح ومقبول ہوتی ہے یا نہیں۔ حضرت تھانویؒ نے اس جگہ یہ تحقیق لکھی ہے اور فرماتے ہیں "خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے اور اس کی فرضیت میں کلام ہے مگر حق یہ ہے کہ صحت صلوٰۃ کا تو موقوف علیہ نہیں۔ اور اس مرتبہ میں فرض نہیں۔ اور قبول صلوٰۃ کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے۔"

بہرحال یہاں فلاح پانے والے مومنین کی سب سے اول اور

پہلی صفت خشوع اور خضوع سے نمازیں پڑھنا بیان فرمائی گئی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا حق تعالیٰ کے ہاں کیا درجہ ہے اور ایمان کے بعد اعمال میں کس قدر مہتم بالشان چیز ہے۔اور کون سی نماز حق تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ قرآن پاک میں خدائے تعالیٰ نے جابجا نصیحتیں کی ہیں بعض جگہ پیار کے الفاظ میں خطاب فرمایا ہے۔بعض جگہ رغبت اور شوق دلانے کا طریقہ اختیار کیا ہے بعض جگہ بندوں کو ڈرانے دھمکانے کی باتیں کیں ہیں لیکن کلام الٰہی میں ۷۰۰ جگہ صرف یہی نصیحت ہے کہ نماز قائم کرو۔یہ تو قرآن کی تاکید رہی اب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات اس سلسلہ میں سن لیجئے۔ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہوگا اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اسے پورا کیا جائے گا اور پھر اس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کی جائے گی پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقہ پر ہوگا۔ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہوجائے گا ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہوتا سب سے اول اس کو نماز سکھائی جاتی،ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے، وضو بھی اچھی طرح کرے،خشوع وخضوع سے بھی پڑھے۔کھڑا بھی پورے وقار سے ہو پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے اطمینان سے کرے۔غرض ہر چیز کو نہایت اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے۔وقت کو بھی ٹال دے۔وضو بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔اب یہاں ہم اپنی حالت پر غور کرلیں کہ اول تو اس زمانہ میں کتنے فیصدی مسلمان نمازی ہیں پھر ان میں سے کے فیصدی جماعت کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں۔پھر ان میں کے فیصدی وہ خوش نصیب ہیں جو خشوع وخضوع وآداب شرائط کے ساتھ اللہ کی اس اہم ترین عبادت کو ادا کرتے ہیں جوان کے لئے دعا کرتی ہے۔**اللّٰهم اجعلنا منهم.**

ایک حدیث میں جس کو حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز اس امت سے اٹھ جائے گی یعنی سلب کرلی جائے گی وہ خشوع ہے۔یہاں تک کہ قوم میں کوئی خاشع نظر نہ آئے گا۔اللہ تعالیٰ یہ وقت ہمیں نہ دکھائے۔

یہ تو ایک صفت بیان ہوئی بقیہ صفات اگلی آیات میں بتلائی گئی ہیں جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ پاک ہماری نمازوں کو دین ودنیا کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنادیں۔اور جو اس فرض سے غفلت میں ہیں اللہ پاک ان کو ہدایت فرمائیں کہ وہ نماز کے ادا کرنے والے بن جائیں۔

یا اللہ! نماز کی جو اہمیت اور فرضیت ہے اس کو اہل اسلام کے دلوں میں بٹھادے اور نماز سے جو غفلت عام ہورہی ہے اس کو دور فرمادے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝٣ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝٤ وَالَّذِيْنَ

اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں۔اور جو (اعمال و اخلاق میں)اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں۔اور جو

هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝٥ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ

اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھنے والے ہیں۔لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے کیونکہ اُن پر کوئی الزام نہیں۔

غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝٦ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝٧ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

ہاں جو اس کے علاوہ طلبگار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہوں۔

رٰعُوْنَ ۝٨ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝٩ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ

اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے۔ وہ اس میں

الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝١١

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	هُمْ وہ	عَنِ اللَّغْوِ لغو بیہودہ باتوں سے	مُعْرِضُوْنَ منہ پھیرنے والے	وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	هُمْ وہ		
لِلزَّكٰوةِ زکوٰۃ کو	فَاعِلُوْنَ ادا کرنے والے	وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	هُمْ وہ	لِفُرُوْجِهِمْ اپنی شرمگاہوں کی	حٰفِظُوْنَ حفاظت کرنیوالے		
اِلَّا مگر	عَلٰٓى پر سے	اَزْوَاجِهِمْ اپنی بیویاں	اَوْ یا	مَا مَلَكَتْ جو مالک ہوئے	اَيْمَانُهُمْ ان کے دائیں ہاتھ	فَاِنَّهُمْ پس بیشک وہ	
غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ کوئی ملامت نہیں	فَمَنِ پس جو	ابْتَغٰى چاہے	وَرَآءَ سوا	ذٰلِكَ اس	فَاُولٰٓئِكَ تو وہی	هُمْ وہ	الْعٰدُوْنَ حد سے بڑھنے والے
وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	هُمْ وہ	لِاَمٰنٰتِهِمْ اپنی امانتیں	وَعَهْدِهِمْ اور اپنے عہد	رٰعُوْنَ رعایت کرنیوالے	وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	هُمْ وہ	عَلٰى پر
صَلَوٰتِهِمْ اپنی نمازیں	يُحَافِظُوْنَ حفاظت کرنیوالے ہیں	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہ	الْوٰرِثُوْنَ وارث	الَّذِيْنَ جو	يَرِثُوْنَ وارث ہونگے	
الْفِرْدَوْسَ جنت	هُمْ وہ	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ درس میں سورۃ کی ابتدا اس کلام سے ہوئی تھی کہ بالتحقیق۔ یقیناً بلاشک و شبہ ایمانداروں نے فلاح حاصل کرلی۔یعنی فلاح پانے اور سعادت حاصل کرنے کی پہلی لازمی شرط تو ایمان ہوئی جو سب نیکیوں کی جڑ ہے۔بغیر ایمان یا صحت اعتقاد کے کوئی عمل بھی مقبول نہیں اس کے بعد ایمان داروں کی صفات بیان کی گئیں جن میں پہلی صفت گذشتہ آیت میں یہ بیان ہوئی تھی کہ وہ اپنی نماز میں خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔ اب آگے ان آیات میں مومنین کی مزید صفات بیان کی گئی ہیں۔

یعنی دوسری صفت یہ کہ وہ فضول اور بیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہ کرتے۔ کوئی دوسرا لغو اور نکمی بات کہے تو ادھر سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان کو اپنے مالک کی بندگی سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ ایسے بے فائدہ جھگڑوں اور مشغلوں میں اپنے کو

پھنسائیں۔آیت میں لغو کا لفظ آیا ہے لغو ہر اس بات اور اس کام کو کہتے ہیں جو فضول لا یعنی اور لاحاصل ہو۔ جن باتوں یا کاموں کا کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ ہو۔ جن کی کوئی حقیقی ضرورت نہ ہو۔جن سے کوئی اچھا مقصد اور غرض حاصل نہ ہو وہ سب لغویات میں ہیں۔تو نماز کے بعد مومنین کی لغویات سے دور رہنے کی جو صفت بیان کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ بھی مومن کی اہم ترین صفات میں سے ہے۔اسی لئے حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا اسلام جب اچھا ہوسکتا ہے جبکہ وہ لا یعنی اور بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے اور مومن حقیقی کا لغویات سے دور رہنے کا راز یہ ہے کہ وہ یہ اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے کہ یہ دنیا ایک آزمائش اور امتحان گاہ ہے اور جو زندگی اسے ملی ہے یہ امتحان ہی کے لئے ملی ہے۔تو جس طرح ایک مدرسہ کا طالب علم اپنے امتحان کے کمرہ میں بیٹھ کر اپنا پرچہ حل کر رہا ہو تو اس کو یہ فکر لگی رہتی ہے کہ کوئی منٹ بے کار اور ضائع نہ جائے اور وہ امتحان کے پورے وقت کے ایک ایک لمحہ کو اپنے پرچہ کو صحیح طریقہ سے حل کرنے کی کوشش میں صرف کر ڈالنا چاہتا ہے اور کوئی سیکنڈ فضول ضائع کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ٹھیک اسی طرح مومن بھی دنیا کی اس زندگی کو انہیں کاموں میں صرف کرتا ہے جو انجام کار کے لحاظ سے مفید اور ضروری ہوں امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ہر لغویات سے بچنے کا ذکر جو خشوع صلوٰۃ کے معاً بعد لایا گیا ہے اس کا راز یہ ہے کہ لغویات سے اجتناب صلوٰۃ کی عین تکمیل کرنے والا ہے۔

آگے تیسری صفت مومنین کی بیان کی گئی ہے کہ جو اعمال و اخلاق میں اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں یہاں آیت میں للزکوٰۃ فاعلون آیا ہے۔تو لفظ زکوٰۃ کے معنی لغت میں پاک کرنے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں مال کا ایک حصہ کچھ ضابطہ اور شرائط کے ساتھ صدقہ کرنے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔اور قرآن کریم میں عام طور پر یہ لفظ اسی اصطلاحی معنے میں استعمال ہوا ہے مگر بعض مفسرین نے اور حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ نے اس جگہ لفظ زکوٰۃ کو عام لغوی معنے میں اپنے نفس کو پاک کرنا قرار دیا ہے اور وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ یہ آیت مکیہ ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔تو یہاں مراد زکوٰۃ سے تزکیہ نفس ہے یعنی اپنے نفس کو رذائل سے پاک کرنا۔کیونکہ شرک۔ریا۔تکبر۔حسد۔بغض۔کینہ۔حرص۔بخل وغیرہ جن سے نفس کو پاک کرنا تزکیہ کہلاتا ہے یہ سب چیزیں حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔نفس کو اس سے پاک کرنا فرض ہے۔

آگے چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ جو اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت رکھتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں اور شرعی باندیوں کے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں اس زمانے میں باندیوں کی خرید و فروخت کا عام رواج تھا۔لیکن اب لونڈی غلاموں کی خرید و فروخت قریب قریب دنیا کے ہر حصہ میں بند ہو چکی ہے اس لئے اب سوائے جائز شادی کے اور کوئی صورت قضائے شہوت کے لئے حلال نہیں۔اس طرح خواہش نفس پوری کرنے کی تمام صورتوں کو حرام کر دیا گیا خواہ وہ زنا ہو یا متعہ ہو یا کچھ اور۔ زنا کاری سے اخلاق برباد۔ معاشرت تباہ۔ نظام امن غارت ہو جاتا ہے۔زوجین میں محبت نہیں رہتی۔نسل کا اعتبار نہیں رہتا۔ بے حیائی پھیلتی ہے۔ متعدی امراض کی کثرت ہو جاتی ہے۔ جسمانی قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں۔جو ہر انسانی بے فائدہ تضیع ہوتا ہے اس لئے آیت مذکورہ میں زنا وغیرہ سے انتہائی اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی شرمگاہ کا اظہار اور کشف بھی سوائے جائز اور حلال صورت کے نہ ہونا چاہئے۔

پانچویں صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ وہ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں یعنی امانات اور قول و قرار کی حفاظت کرتے ہیں۔خیانت اور بدعہدی نہیں کرتے۔امانات کا لفظ جامع

ہے ان تمام امانتوں کے لئے جو خداوندِ عالم نے یا معاشرے نے یا قوم نے یا افراد نے کسی مومن کے سپرد کی ہوں اور عہد و پیمان میں وہ سارے معاہدے داخل ہیں جو انسان اور خدا کے درمیان یا انسان اور انسان کے درمیان یا قوم اور قوم کے درمیان کئے گئے ہوں تو مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ کبھی امانت میں خیانت نہ کرے گا اور کبھی اپنے قول و قرار سے نہ پھرے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو امانت کی صفت نہیں رکھتا وہ ایمان نہیں رکھتا اور جو عہد کا پاس نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا۔

چھٹی صفت۔ بیان فرمائی کہ جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں یعنی پانچوں نمازیں اپنے اوقات پر آداب و حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بندوں کے معاملات میں پڑ کر یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ یہ چھ صفات مومنین کی بتلائی گئیں جو نماز ہی سے شروع ہوئی تھیں اور نماز ہی پر ختم ہو گئیں۔ اوپر خشوع کے ذکر میں نماز بصیغہ واحد فرمایا تھا یہاں نماز کو بصیغہ جمع فرمایا ہے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہاں جنس نماز مراد تھی اور یہاں پانچوں وقت کی نماز فرداً فرداً مراد ہے تو نمازوں کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اوقاتِ نماز، آدابِ نماز، ارکان و اجزائے نماز، غرض نماز سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کی پوری نگہداشت کرتے ہیں۔

یہاں مومنین مفلحین کی صفاتِ حسنہ کا آغاز خشوع نماز کے ذکر سے کیا تھا اور اختتام بھی نماز ہی کی محافظت و مداومت پر کیا۔ اب یہاں کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جس امت کو انفرادی و اجتماعی ہر حیثیت سے فلاح کے لئے نماز کی اس قدر تاکید ہو رہی ہے وہ نماز ہی کی طرف سے کس درجہ غفلت میں پڑ گئی۔ اخیر میں ان سب صفات کے بیان فرمانے کے بعد بتلایا گیا کہ بس یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہونے والے ہیں یعنی جنت پر قابض و متصرف ہوں گے اور گویا اس کے مالک ہو جائیں گے۔ اور ہم فیہا خلدون فرما کر یہ مژدہ بھی دیا کہ اس میں یعنی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے یعنی نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے نہ مریں گے۔

خلاصہ یہ کہ مومنین مفلحین کی چھ صفات و خصائل یہاں بیان کی گئیں۔

۱۔ خشوع وخضوع سے نماز پڑھنا۔
۲۔ باطل، لغو اور لایعنی باتوں سے علیحدہ رہنا۔
۳۔ اپنے بدن نفس اور جان کو پاک رکھنا۔
۴۔ شہوتِ نفسانی کو قابو میں رکھنا۔
۵۔ امانت و عہد کی حفاظت کرنا۔
۶۔ نمازوں کی پوری حفاظت کرنا۔

جس پر جنت الفردوس میں داخلہ کی بشارت دی گئی ہے۔ تو یہاں بعض عباداتِ مہمہ کی فضیلت مذکور تھی آگے مستحق عبادت اللہ جل شانہٗ کے بعض آثار و تصرفات کا بیان ہے تاکہ ان سے اس کی قدرت و عظمت و وحدت کو جان کر پورا حق عبادت ادا کیا جائے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! یہ ملک پاکستان اسلامی ملک کہلایا جاتا ہے۔ اور یہاں کی اکثریت مومن اور مسلم ہونے کی دعوے دار ہے۔ مگر حقیقی مومن اور مسلم تو وہی ہے جو ان قرآنی صفات سے متصف ہیں۔ آپ کا وعدہ جنت الفردوس کا تو انہی کے لئے ہے جو ان قرآنی صفات کے حامل ہیں۔ یا اللہ! ہم نے قرآنی ہدایات و تعلیمات کو چھوڑ کر ظلم عظیم اپنے اوپر کیا ہے۔ یا اللہ! ہماری حالتوں پر رحم و کرم فرما دے اور ہماری اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرما دے اور من حیث القوم ہم کو قرآنی ہدایات کو اپنانے کی توفیق حسن عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے اُس کو نطفہ سے بنایا جو کہ ایک محفوظ مقام میں رہا۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ

پھر ہم نے اُس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا پھر ہم نے اُس خون کے لوتھڑے کو بوٹی بنادیا پھر ہم نے اُس بوٹی کو ہڈیاں بنادیا

لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝۱۴ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

پھر ہم نے اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا پھر ہم نے اُس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنادیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر تم بعد اس کے

لَمَيِّتُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝۱۶

ضرور ہی مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔

وَ اور	لَقَدْ خَلَقْنَا البتہ ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	مِنْ سے	سُلٰلَةٍ خلاصہ چنی ہوئی	مِنْ طِيْنٍ مٹی سے	ثُمَّ پھر
جَعَلْنٰهُ ہم نے اسے ٹھہرایا	نُطْفَةً نطفہ	فِيْ میں	قَرَارٍ مَّكِيْنٍ مضبوط جگہ	ثُمَّ پھر	خَلَقْنَا ہم نے بنایا	النُّطْفَةَ نطفہ
عَلَقَةً جما ہوا خون	فَخَلَقْنَا پس ہم نے بنایا	الْعَلَقَةَ جما ہوا خون	مُضْغَةً بوٹی	فَخَلَقْنَا پھر ہم نے بنایا	الْمُضْغَةَ بوٹی	عِظٰمًا ہڈیاں
فَكَسَوْنَا پھر ہم نے پہنایا	الْعِظٰمَ ہڈیاں	لَحْمًا گوشت	ثُمَّ پھر	اَنْشَاْنٰهُ ہم نے اسے اٹھایا	خَلْقًا صورت	اٰخَرَ نئی
فَتَبٰرَكَ پس برکت والا	اللّٰهُ اللہ	اَحْسَنُ بہترین	الْخٰلِقِيْنَ پیدا کرنے والا	ثُمَّ پھر	اِنَّكُمْ بیشک تم	بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد
لَمَيِّتُوْنَ ضرور مرنے والے	ثُمَّ پھر	اِنَّكُمْ بیشک تم	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	تُبْعَثُوْنَ اٹھائے جاؤ گے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اہلِ ایمان اوران کی بعض صفات کا ذکر فرما کر بتلایا گیا تھا کہ یہی لوگ آخرت میں جنت الفردوس کے مالک ہونے والے ہیں جس میں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اب آخرت کی اچھائی برائی اور عذاب ثواب کا انحصار اس امر پر ہے کہ آدمی مرکر دوبارہ زندہ ہو اور قیامت کے میدان میں عذاب وثواب کے لئے اس کو پیش کیا جائے۔ منکرین کوتاہ نظر رکھنے والے قیامت ہی کے منکر تھے۔ مشرکین عرب کا عام طبقہ دوبارہ زندہ ہونے کا قائل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تخلیق انسان کی ابتداء اور درمیانی درجاتِ آفرینش کو بیان کرکے حشر ونشر پر استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے بے جان مٹی کو جاندار بنایا۔ ایک کثیف مادہ کو انسانی صورت کا جامہ پہنا کر ہوش مند کیا اور ان کا نام آدم رکھا اور پھر نسلِ انسانی کو برقرار رکھنے کے لئے جوہر انسانی کا خلاصہ باپ کی پشت سے کھینچ کر ماں کے رحم میں ایک خاص وقت تک امانت رکھا اور اس نطفہ کو تمام درجاتِ تغیر طے کرا کے مختلف صورتوں میں نمودار کرکے جیتا جاگتا آدمی بنا کر پیدا کیا۔ پھر مدتِ زندگانی ختم کرا کے ایک وقت خاص پر اس کے لئے موت بھیجی تو ایسا قادرِ مطلق خلاق کامل خدا کیا دوبارہ قیامت کے دن حشر انسانی نہیں کرسکتا؟ ضرور کرسکتا ہے اور ضرور کریگا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی کے خلاصہ سے

بنایا گیا پھر نسلِ انسانی قائم رکھنے کے لئے بنی آدم کا نطفہ سے پیدا ہونا بتلایا گیا کہ جو رحمِ مادر میں ایسے محفوظ مقام میں رکھا کہ جہاں ضائع ہو جانے اور بگڑ جانے کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ نطفہ کے رحمِ مادر میں قرار پانے کے بعد پھر اس کی مختلف صورتیں جو بدلتی ہیں ان کو بیان فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ نطفہ ماں کے رحم میں کچھ دن کے بعد جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر کچھ دنوں بعد یہ جما ہوا خون گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے۔ پھر اس بوٹی سے ہڈیوں کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے۔ پھر ان ہڈیوں کے اوپر گوشت چڑھتا ہے۔ اب انسان کا بدن تیار ہو گیا اس کے بعد روح حیات پھونک کر اسے جیتا جاگتا انسان بنا دیا جاتا ہے۔ پھر جب رحمِ مادر سے باہر آتا ہے تو بچپن سے لے کر بڑھاپے تک بہت سے احوال اور ادوار اس پر گزرتے ہیں۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک نت نئی صورتیں اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک مدت تک انسان ترقی کرتا ہے۔ پھر زوال کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ عمر تمام ہو جاتی ہے اور انسانی وجود کا جو ذاتی اور خانہ زاد نہیں بلکہ مستعار اور دوسرے کا عطیہ ہے موت آ کر سب نقشہ بگاڑ دیتی ہے۔ اس وقت کوئی انسان اپنی ہستی کو موت کے پنجہ سے بچا نہیں سکتا۔ کبھی نہ کبھی ہر ایک کو مرنا ہے اس کے بعد کچھ مدت اس موت کی حالت میں گزرے گی۔ پھر قیامت کا دن آ جائے گا اور سب کے سب پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اور دنیا میں جو کام کئے تھے ان کا پھل ضرور ملے گا۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔ ”اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر ہم نے اُس کو نطفہ سے بنایا جو کہ ایک مدتِ معینہ تک ایک محفوظ مقام یعنی رحمِ مادر میں رہا۔ پھر ہم نے اُس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنا دیا۔ پھر ہم نے اس بوٹی کے بعض اجزاء کو ہڈیاں بنا دیا۔ پھر ہم نے اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا پھر ہم نے اس میں روح ڈال کر اس کو ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر تم بعد اس تمام قصہ عجیبہ کے ضرور ہی مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے (تو جس طرح ہم نے تم کو ابتداً وجود عطا فرمایا اسی طرح قیامت میں دوبارہ وجود عطا کیا جائے گا۔“

حشرِ جسمانی کا انکار کرنے والوں کو خاموش کرنے کیلئے خدا کی ہمہ گیر قدرت اور کمال صناعی کو بتلا کر یہ برہان قاطع پیش کی گئی تا کہ انسان یقین کر لے کہ جو خدا ایک زندہ انسان بنانے پر قادر ہے تو اس انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دینا کیا مشکل ہے۔ اب یہاں تک تو ثبوت قیامت حشر و نشر کے لئے دلائل النفس کا بیان تھا۔ یعنی خود انسان کی اپنی ذات سے اب اس کے آگے دلائل آفاقی یعنی آسمان و زمین و تخلیق کائنات کا بیان ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو وجود انسانی عطا فرمایا۔ اور پھر اپنے کرم سے ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ دنیا میں انسانی وجود میں ہم کو لانے کا جو مقصد ہے اس مقصد کو پورا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! اپنی قدرتِ کاملہ اور کمال صناعی کی معرفت ہم کو نصیب فرما تا کہ ہم کو کامل تابعداری نصیب ہو۔

یا اللہ! قیامت کے دن ہمارا حشر و نشر اپنے مومنین کاملین کے ساتھ فرمایئے۔ اور اس دن کے لئے تیاری کی توفیق اس دنیا میں نصیب فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ

اور ہم نے تمہارے اُوپر سات آسمان بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہ تھے۔اور ہم نے آسمان سے مقدار کے ساتھ پانی برسایا

مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ

پھر ہم نے اُس کو زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس (پانی) کے معدوم کردینے پر قادر ہیں۔ پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے باغ پیدا کئے

جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ

کھجوروں کے اور انگوروں کے۔تمہارے واسطے ان میں بکثرت میوے بھی ہیں اور اُن میں سے کھاتے بھی ہو اور ایک درخت بھی

مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ

جو کہ طور سیناء میں پیدا ہوتا ہے جو کہ اُگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کیلئے سالن لئے ہوئے اور تمہارے لئے مواشی میں (بھی) غور کرنے کا موقع ہے

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى

کہ ہم تم کو اُن کے پیٹ میں کی چیز پینے کو دیتے ہیں۔اور تمہارے لئے اُن میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔اور اُن میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو۔

الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور اُن پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے ہو

وَ اور	لَقَدْ خَلَقْنَا تحقیق ہم نے بنائے	فَوْقَكُمْ تمہارے اوپر	سَبْعَ سات	طَرَآئِقَ راستے	وَمَا كُنَّا اور ہم نہیں	عَنِ سے	
الْخَلْقِ خلق پیدائش	غٰفِلِيْنَ غافل	وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	بِقَدَرٍ اندازہ کے ساتھ		
فَاَسْكَنّٰهُ ہم نے اسے ٹھہرایا	فِى الْاَرْضِ زمین میں	وَاِنَّا اور بیشک ہم	عَلٰى پر	ذَهَابٍ لے جانا	بِهٖ اس کا	لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر	
فَاَنْشَاْنَا پس ہم نے پیدا کئے	لَكُمْ تمہارے لئے	بِهٖ اس سے	جَنّٰتٍ باغات	مِنْ سے۔کے	نَخِيْلٍ کھجور	وَاَعْنَابٍ اور انگور	
لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	فَوَاكِهُ میوے	كَثِيْرَةٌ بہت	وَمِنْهَا اور اس سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	وَشَجَرَةً اور درخت	
تَخْرُجُ نکلتا ہے	مِنْ سے	طُوْرِ سَيْنَآءَ طور سینا	تَنْۢبُتُ اُگتا ہے	بِالدُّهْنِ تیل کے ساتھ۔لئے	وَصِبْغٍ اور سالن		
لِلْاٰكِلِيْنَ کھانے والوں کیلئے	وَاِنَّ اور بیشک	لَكُمْ تمہارے لئے	فِى الْاَنْعَامِ چوپایوں میں	لَعِبْرَةً عبرت۔غور کا مقام			
نُسْقِيْكُمْ ہم تمہیں پلاتے ہیں	مِمَّا اس سے جو	فِىْ بُطُوْنِهَا ان کے پیٹوں میں	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِيْهَا ان میں	مَنَافِعُ فائدے		
كَثِيْرَةٌ بہت	وَمِنْهَا اوران سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	وَ اور	عَلَيْهَا ان پر	وَ اور	عَلَى الْفُلْكِ کشتی پر	تُحْمَلُوْنَ سوار کئے جاتے ہو

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں انسان کی پیدائش کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جس سے قادر ذوالجلال کی قدرت اور اس کی صنعت وحکمت کھلم کھلا ظاہر ہے اور جس سے آخرت اور قیامت میں دوبارہ زندہ کرنے پر استدلال فرمایا گیا تھا۔تو صرف یہ انسان ہی نہیں بلکہ یہی حال تمام عالم کا ہے کہ دنیا کے ذرہ ذرہ۔پتہ پتہ اور قطرے قطرے میں شواہد قدرت موجود ہیں جو خدائے ذوالجلال کی صنعت۔حکمت۔معرفت۔ربوبیت اور الوہیت ووحدانیت کو

ثابت کر رہے ہیں۔ ان آیات میں اسی سلسلہ کی چند کڑیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔ اول آسمانوں کی پیدائش کا ذکر فرمایا کہ جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی اور بہت بھاری اور بڑی صنعت والی ہے۔ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان تہ بتہ تمہارے اوپر بنائے۔ اب مقام غور ہے کہ آسمان میں نہ کوئی شگاف ہے۔ نہ سوراخ۔ نہ دروازہ۔ نہ کھڑکی نہ آنکھوں سے کوئی راستہ دکھائی دیتا ہے پھر بھی فرشتوں اور غیبی مخلوق کی آمدورفت برابر جاری ہے پس کس قدر تعجب انگیز ہے آسمانوں کی ساخت کہ بغیر کسی سوراخ اور راستہ کے یہ اتار چڑھاؤ کا سلسلہ ان میں جاری ہے۔ پھر یہ کہ آسمانوں کو بنا کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان کا نظام اور بقا اور حفاظت سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت میں رکھا۔ اسی کا دستِ قدرت ہے کہ آسمان نیچے نہیں گرتا۔ پھر آسمان سے نیچے اتر کر فضائی کائنات میں سے صرف بارش کو دیکھئے۔ فضا میں پانی بنتا ہے اور نیچے اترتا ہے۔ پھر پانی اندازہ کے موافق زمین پر اترتا ہے اور زمین کے اندر قرار پکڑتا ہے۔ اگر بارش کا نزول خاص اندازہ کے تحت نہ ہوتا اور یونہی بادلوں کے دہانہ کھول دیئے جاتے تو زمین اور زمین کی تمام کائنات غرق ہو جاتی یا خلاف موسم پانی برستا تب بھی مخلوق تباہ ہو جاتی۔ پھر مینہ برستا ہے تو بارش کا پانی زمین اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ جس کو ہم کنواں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں جو بوقتِ ضرورت کام آتا ہے۔ قدرتِ خداوندی اگر پانی زمین کے اندر نہ اتارنا چاہے تو نہ اترے یا اگر پانی اتارنے کے بعد تم کو اس میں سے منتفع ہونے کی دسترس نہ دیں مثلاً اس قدر گہرا کر دیں کہ تم نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکو یا خشک کر کے ہوا میں اڑا دیں یا کھاری اور کڑوا کر دیں تو قدرت یہ سب بھی کر سکتی ہے۔ پھر اس پانی سے طرح طرح کے درخت پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ درختوں کی روئیدگی بھی قابلِ غور ہے۔ سرزمین عرب میں کھجور اور انگور کی پیداوار بکثرت ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان کا تذکرہ فرمایا۔ پھر درخت میں زیتون کا ذکر فرمایا کہ جس میں سے روغن نکلتا ہے جو مالش وغیرہ کے کام آتا ہے اور عرب کے لوگ سالن کی جگہ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اس درخت کا ذکر خصوصیت سے فرمایا کیونکہ اس کے فوائد کثیر ہیں اور خاص فضل و شرف رکھتا ہے اسی لئے تیسویں پارہ سورۂ والتین میں اس کی قسم کھائی گئی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ زیتون کے درخت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا کہ تمام درختوں سے اس کی عمر زیادہ ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض اہلِ تحقیق کا قول نقل کیا ہے کہ اس کی عمر تین ہزار برس تک کی ہوتی ہے۔ فلسطین کے بعض زیتون کے درختوں کا قد وقامت اور پھیلاؤ دیکھ کر اندازہ کیا گیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اب تک چلے آ رہے ہیں۔ طور سینا کی طرف اس کو منسوب کرنے کی وجہ اس کی فضیلت و برکت ظاہر کرنے کی ہے۔ وہاں اس کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور اس درخت کا وطن اصلی اور نمایاں ترین مقام بھی طور سینا ہی ہے۔ تو پانی سے درخت۔ کھیتی۔ میوہ۔ اناج پھل پھول جڑی بوٹیاں، سبزیاں پیدا ہوتی ہیں جن سے کہ انسانوں اور جانوروں کی روزی کا سامان فراہم ہوتا ہے۔ جانور بھی کھاتے ہیں آدمی بھی۔

پھر نباتات کے بعد حیوانات کا ذکر فرمایا گیا کہ یہی سبزہ اور گھاس پات جانور کھاتا ہے پھر اسی سے اس کے بدن میں کیا کیا چیزیں بنتی ہیں۔ پھر ان کے پیٹ کے اندر سے ایک ایسی چیز برآمد ہوتی ہے جس میں اندرون شکم کی نجاست۔ بو۔ رنگ۔ کثافت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ یعنی سفید شیریں پاک صاف دودھ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی سبزہ ہی کی پیداوار ہے۔ پھر جانوروں سے انسانوں کو یہی فوائد حاصل نہیں ہوتے بلکہ سواری۔ باربرداری اور دیگر ضروریات کو بھی پورا کرنے میں کام آتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جانوروں کا گوشت کھانا بھی حلال کر دیا۔ پھر خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں جہازوں اور کشتیوں پر سوار ہو کر کہیں سے کہیں نکل جاتے ہیں اور بڑے بڑے وزنی سامان ان پر لادتے ہیں۔ تو یہ سب اللہ کے انعامات واحسانات انسانوں پر ہیں ان کے باوجود بھی بہت سے بے عقل انسان اللہ کی ربوبیت۔ الوہیت اور وحدانیت کو نہیں مانتے اور روزِ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ تخلیق کائنات اور ترتیب کائنات دکھا کر حق تعالیٰ نے اپنی الوہیت ووحدانیت اور کمال قدرت پر استدلال فرمایا جس میں ضمناً مر کر دوبارہ پیدا کرنے کا ثبوت بھی آ گیا۔ اور علاوہ دلائل ہونے کے چونکہ یہ انعامات بھی ہیں اس لئے وہ مقتضی شکر بھی ہیں اور حق تعالیٰ کا شکر یہی ہے کہ اس کی باتوں کو عقلاً وعملاً مانا جاوے۔ اس لئے انسانوں کو چاہئے کہ اس منعمِ حقیقی پر ایمان لائیں اور اس کی ہدایات کے مطابق عمل صالح کریں جس میں تصدیق آخرت وقیامت بھی آ گئی۔

اب آگے انبیائے سابقین کے تذکرے مختلف اغراض کے لئے فرمائے گئے ہیں۔ جیسا کہ اس سورۃ کے ابتدائی درس میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا

اور ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف پیغمبر کر کے بھیجا تو اُنہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو اُسکے سوا تمہارے لئے کوئی معبود بنانے کے لائق نہیں پھر کیا تم

تَتَّقُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ

ڈرتے نہیں ہو۔پس اُن کی قوم میں جو کافر رئیس تھے کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک آدمی ہے اور کچھ نہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے۔

عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ښ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا

اور اللہ کو منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ ہم نے یہ بات اپنے پہلے بڑوں میں نہیں سنی۔ بس یہ ایک آدمی ہے

رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٢٦﴾

جس کو جنون ہو گیا ہے سو ایک خاص وقت تک اس کا اور انتظار کر لو۔نوحؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے بوجہ اسکے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ہے۔

وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا البتہ ہم نے بھیجا	نُوْحًا نوحؑ	اِلٰى قَوْمِهٖ اسکی قوم کی طرف	فَقَالَ پس اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم		
اعْبُدُوا تم عبادت کرو	اللّٰهَ اللہ	مَا لَكُمْ تمہارے لئے نہیں	مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود	غَيْرُهٗ اسکے سوا	اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں؟		
فَقَالَ تو وہ بولے	الْمَلَؤُا سردار	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا	مِنْ سے۔کے	قَوْمِهٖ اس کی قوم	مَا هٰذَا یہ نہیں	اِلَّا مگر	
بَشَرٌ ایک بشر	مِّثْلُكُمْ تم جیسا	يُرِيْدُ وہ چاہتا ہے	اَنْ يَّتَفَضَّلَ کہ بڑا بن بیٹھے وہ	عَلَيْكُمْ تم پر	وَلَوْ اور اگر	شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہتا	
لَاَنْزَلَ تو اتارتا	مَلٰٓئِكَةً فرشتے	مَّا سَمِعْنَا نہیں سنا ہم نے	بِهٰذَا یہ	فِيْٓ اٰبَآئِنَا اپنے باپ دادا سے	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	اِنْ هُوَ نہیں وہ۔یہ	
اِلَّا مگر	رَجُلٌ ایک آدمی	بِهٖ جس کو	جِنَّةٌ جنون	فَتَرَبَّصُوْا سو تم انتظار کرو	بِهٖ اس کا	حَتّٰى حِيْنٍ ایک مدت تک	قَالَ اس نے کہا
رَبِّ اے میرے رب	انْصُرْنِيْ میری مدد فرما	بِمَا اس پر	كَذَّبُوْنِ انہوں نے مجھے جھٹلایا				

تفسیر و تشریح:۔قرآن کریم میں انبیائے کرام کے تذکرے مختلف آیات اور سورتوں میں مختلف اغراض و مقاصد کے لئے کئے گئے ہیں۔ ہر جگہ جدا مقصود ہے۔اس جگہ بھی چند پیغمبروں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جس سے چند امور کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور گروہ اہلِ ایمان کو تسلی اور کافروں کی ایذا رسانی پر ثابت قدم رہنے کی ضمنی تلقین اور کفار کے بیہودہ شبہات اور لغو کلام سے رنجیدہ نہ ہونے کی در پردہ ہدایت اور اس امر کی طرف لطیف اشارہ کہ انبیائے سابقین اور ان کی کافر قوموں کا بھی باہم اسی طرح معاملہ رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کوئی نئی چیز نہیں۔ ہمیشہ سے انسان ہی نبی ہوتے چلے آئے ہیں اور سب ہی نے اعلانِ توحید کیا ہے مگر کفار کی مخالفت اور مقدس رسولوں پر تہمت تراشی اور ان کو دیوانہ اور پاگل کہنا بھی کوئی نئی بات نہیں آدمِ ثانی یعنی نوح علیہ السلام کو بھی آپ کی قوم نے دیوانہ کہا تھا۔

تیسرے یہ جتلانا مقصود ہے کہ کفار کی سرکشی جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور تبلیغ دین کا کوئی اثر نہیں لیتے اور ہدایت یاب ہونے کی کوئی امید نہیں رہتی تو مقدس انبیاء کے ہاتھوں سے بغیر ظاہری اسباب کے غیبی معجزات ظاہر کرائے جاتے ہیں جن سے مجرم تباہ

و برباد ہوتے ہیں۔ اور اہلِ حق کو بچالیا جاتا ہے۔ یہ خدا کا عام دستور ہے۔ کفارِ مکہ بھی اس سے مستثنٰی نہیں ہوسکتے۔

یہاں سب سے پہلے نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور اس میں کلام سابق کے ساتھ یہ ربط ہے کہ اوپر فرمایا تھا کہ ہم آسمان سے پانی ایک خاص اندازہ کے ساتھ تمہارے فائدے کیلئے نازل کرتے ہیں مگر جب بندے سرکشی پر اصرار کرتے ہیں اور انبیاء کے مقابلہ سے باز نہیں آتے تو اسی رحمت کو زحمت بنادیا جاتا ہے جیسا کہ قومِ نوح کے لئے ہوا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔ اگر شرک کروگے تو عذابِ اُخروی کے علاوہ عذابِ دنیوی میں بھی مبتلا ہوگے۔ کسی مصلح کی نصیحت ماننے اور صداقت کو قبول کرنے سے جو امور مانع ہوتے ہیں ان کا وجود اکثر و بیشتر امرا اور اہلِ ثروت میں ہوتا ہے۔ اسی لئے انبیائے حق اور مصلحین و مرشدین کی مخالفت یہی سب سے پہلے کرتے ہیں چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب توحید کا وعظ و نصیحت فرمایا تو امراء اور سردارانِ قوم نے سب سے پہلے آپ کی مخالفت کی اور قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے عوام سے کہا کہ نوح کی بات مت سنو اور مندرجہ ذیل شکوک و اوہام پیش کیے۔ (۱) اول انہوں نے کہا کہ یہ تم جیسا آدمی ہے۔ لوازم زندگی کی ضروریات۔ اور خواص بشری میں تمام لوگوں سے کوئی ممتاز حیثیت نہیں۔ چلتا ہے پھرتا ہے، کھاتا پیتا ہے، سوتا جاگتا ہے۔ تمام ضروریات انسانی کا محتاج ہے۔ صورت شکل میں بھی آدمی ہی ہے پھر خدا کا پیامبر ہونا کیسے ممکن ہے۔ گویا ان کے جاہلانہ اور گمراہانہ خیال میں بشر نبی اور رسول نہیں ہوسکتا تھا۔ قرآن کریم نے اس جاہلانہ تصور کا ذکر کرکے بار بار اس کی تردید کی ہے اور اس بات کو پورے زور کے ساتھ صاف صاف بیان کیا ہے کہ تمام انبیاء انسان ہی تھے اور انسانوں کے لئے انسان ہی نبی ہونا چاہئے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ و تعلیم کے مقابلہ میں اور آپ کی ہدایات کو رد کرنے کے لئے سردارانِ قوم نے پہلا اعتراض تو یہ پیش کیا کہ یہ تم جیسا آدمی ہے اس میں فضیلت کی کیا بات ہے۔

دوسرا اعتراض حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ورسالت پر یہ پیش کیا کہ یہ شخص کوئی ممتاز حیثیت اور پوزیشن نہیں رکھتا۔ طاقت۔ دولت۔ ثروت۔ خاندانی وجاہت۔ حکومت۔ سرداری کچھ بھی اس کے قبضہ میں نہیں اس لئے یہ برتری کا خواستگار ہے اور بڑا بن کر رہنا چاہتا ہے اس لئے یہ سب ڈھونگ بنایا ہے۔ اور مصلح اور پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

تیسرا شبہ اور اعتراض یہ پیش کیا کہ اگر ہماری ہدایت کے لئے پیامبر کا آنا ضروری تھا تو فرشتہ پیامبر ہوکر آتا۔ اس کو امتیازی شان حاصل ہے۔ اس معمولی انسان کی رسائی خدا تک کیسے ہوسکتی ہے اور اس کے پاس اللہ کا پیام کیسے آسکتا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ پیش کیا تم ہم کو تمام دیوتاؤں سے ہٹا کر ایک خدا کی حکومت منواتے ہو اور قدیم مذہب کو چھوڑنے کی تلقین کرتے ہو حالانکہ ہمارے باپ دادا کوئی بھی ایک خدا کی پرستش نہ کرتا تھا ہم نے تو توحید کا پیام اپنے بڑوں سے نہیں سنا۔

پانچواں اعتراض یہ پیش کیا کہ معلوم ہوتا ہے تم دیوانہ ہوگئے ہو تم کو جنون ہوگیا ہے۔ جو ساری قوم کے خلاف اور اپنے باپ دادا کے خلاف ایسی نئی باتیں کہتے ہو۔ چنانچہ وہ سردارِ قوم کی طرف خطاب کرکے کہنے لگے کہ نوح کو تو (العیاذ باللہ) جنون ہوگیا ہے۔ بہتر ہے چند روز صبر کرو اور انتظار کرو شاید کچھ دنوں کے بعد اسے ہوش آجائے اور جنون کے دورہ سے افاقہ ہو یا یوں ہی مر مرا کر قصہ ختم ہوجائے۔ (العیاذ باللہ)

جب نوح علیہ السلام کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور ساڑھے نو سو برس سختیاں جھیل کر بھی ان کو راہِ راست پر نہ آتے دیکھا اور سوائے چند نفر کے کوئی ان پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے فریاد کی کہ اے میرے رب ان اشقیاء کے مقابلہ میں میری مدد فرمایئے کیونکہ بظاہر یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنے والے نہیں خود بھی گمراہ رہیں گے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اب جنابِ باری تعالیٰ کی طرف سے اس کا کیا جواب نوح علیہ السلام کو ملا۔ اس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ فَاسْلُكْ

پس ہم نے اُن کے پاس حکم بھیجا کہ تم کشتی تیار کرلو ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے پھر جس وقت ہمارا حکم آپہنچے اور زمین سے پانی اُبلنا شروع ہو تو

فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ

ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نَر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو عدد اس میں داخل کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی باستثناء اسکے جس پر اُن میں سے (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہوچکا ہے

فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ

اور مجھ سے کافروں کے بارے میں کچھ گفتگو مت کرنا۔ وہ سب غرق کیے جائیں گے۔ پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا شکر ہے خدا کا

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا

جس نے ہم کو کافرلوگوں سے نجات دی۔ اور یوں کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو برکت کا اتارنا اُتاریو

وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

اور آپ سب اُتارنے والوں سے اچھے ہیں۔ اس (واقعہ مذکورہ) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم بندوں کو آزماتے ہیں۔

فَاَوْحَيْنَآ تو ہم نے وحی بھیجی	اِلَيْهِ اس کی طرف	اَنِ کہ	اصْنَعِ تم بناؤ	الْفُلْكَ کشتی	بِاَعْيُنِنَا ہماری آنکھوں کے سامنے		
وَوَحْيِنَا اور ہمارا حکم	فَاِذَا پھر جب	جَآءَ آجائے	اَمْرُنَا ہمارا حکم	وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور تنور اُبلنے لگے	فَاسْلُكْ تو چلالے (رکھ لے)		
فِيْهَا اس میں	مِنْ سے	كُلٍّ ہر (قسم)	زَوْجَيْنِ جوڑا	اثْنَيْنِ دو	وَاَهْلَكَ اور اپنے گھر والے	اِلَّا سوا	مَنْ جو۔جس
سَبَقَ پہلے ہوچکا	عَلَيْهِ اس پر	الْقَوْلُ حکم	مِنْهُمْ ان میں سے	وَ اور	لَا تُخَاطِبْنِيْ نہ کرنا مجھ سے بات	فِي میں۔بارہ میں	
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وہ جنہوں نے ظلم کیا	اِنَّهُمْ بیشک وہ	مُغْرَقُوْنَ غرق کیے جانے والے ہیں	فَاِذَا پھر جب	اسْتَوَيْتَ تم بیٹھ جاؤ	اَنْتَ تم		
وَمَنْ اور جو	مَّعَكَ تیرے ساتھ ساتھی	عَلَى پر	الْفُلْكِ کشتی	فَقُلِ تو کہنا	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِيْ وہ جس نے
نَجّٰىنَا ہمیں نجات دی	مِنَ سے	الْقَوْمِ قوم	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَقُلْ اور کہو	رَّبِّ اے میرے رب	اَنْزِلْنِيْ مجھے اتار	
مُنْزَلًا منزل	مُّبٰرَكًا مبارک	وَاَنْتَ اور تو	خَيْرُ بہترین	الْمُنْزِلِيْنَ اتارنے والے	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں
وَاِنْ كُنَّا اور بیشک ہم ہیں	لَمُبْتَلِيْنَ آزمائش کرنے والے						

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر تھا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے قرآنی تصریح کے مطابق ساڑھے نوسو سال کی پیہم دعوت وتبلیغ کا قوم پر کوئی اثر نہ دیکھا اور جتنا تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا تو نوح علیہ السلام سخت ملول اور رنجیدہ خاطر ہوئے اور قوم کی بداعمالی سے متاثر ہوکر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ اے میرے رب ان ظالموں کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے۔ یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنے والے نہیں۔ یہ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ تو ہی میری مدد کر کہ میں ان سے نجات پاؤں۔ نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور بارگاہِ خداوندی سے جو جواب ملا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ ایک کشتی تیار کرو۔ ہم تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے اور موقع بموقعہ

19 حسبِ ضرورت تمہیں وحی کے ذریعہ سے سمجھاتے جائیں گے کہ کشتی کتنی لمبی چوڑی ہو اور کون سی چیز کہاں بنائی جائے۔ عنقریب ایک سخت طوفان آنے والا ہے جبکہ پانی ہر طرف سے زمین پر ٹوٹ پڑے گا۔ آسمان سے لگاتار مینہ برسے گا۔ زمین سے بے تحاشا پانی ابلے گا اور کوئی جاندار ہلاک ہونے سے نہ بچے گا مگر وہی کہ جو تمہاری بنائی ہوئی کشتی میں سوار ہو جائیں گے۔ اور طوفان کے ابتدا کی نشانی یہ ہوگی کہ تنور سے پانی جوش مار کر نکلنا شروع ہو جائے گا۔ یہ نشانی دیکھتے ہی ہر جانور کا ایک جوڑہ نر و مادہ کشتی پر چڑھا لینا اور جو نہ بیٹھے اسے چھوڑ دینا۔

یہ طوفانِ نوح کا قصہ قرآن مجید میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کے کان میں بار بار پڑتا رہے اور ہر سمجھدار کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت کرنے والے ہر زمانہ میں بری طرح تباہ ہوئے اگرچہ انہیں مہلت ملتی رہی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جب پانی زمین پر ابلنے لگے تو کشتی میں ہر قسم کے جانوروں میں سے جو پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے ایک ایک جوڑا اٹھا لیا جائے اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لیا جائے۔ مگر جو نہ بیٹھے اسے چھوڑ دیا جائے اور کوئی کشتی میں بیٹھے بغیر ڈوبنے اور ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکتا۔ اور یہ خیال رہے کہ ظالموں یعنی کافروں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا۔ ان کی بابت فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنی بداعمالی کا خمیازہ بھگتیں گے اور ڈوب کر ہلاک ہوں گے۔ آگے نوح علیہ السلام کو ہدایت ہوئی کہ جب آپ اور آپ کے ماننے والے کشتی میں سوار ہو جائیں تو پھر سب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں اور اس کا شکر ادا کریں اور اس طرح کہیں کہ اے اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں ظالموں سے بچا لیا اور غرق ہونے کے عذاب سے محفوظ کر دیا۔ اے اللہ! اس کشتی سے ہمیں خشکی میں بخیر و عافیت اتارنا اور آپ سے بہتر ہماری بہبودی کا انتظام کرنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ ہی ہمیں جب تک کشتی میں رکھنا ہو آرام و آسائش سے رکھیے گا اور جب اترنے کا وقت آئے تو اس طرح اتاریئے گا کہ ہمیں کوئی زحمت اور تکلیف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام اور آپ کے متبعین کو یہ دعا تعلیم فرمائی گئی اور پھر اپنی رحمت سے اسے قبول بھی فرمایا چنانچہ اہل کشتی کو نہ کشتی میں کوئی تکلیف نہ اترنے پر کوئی دقت محسوس ہوئی۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اہلِ عقل کے لئے اس واقعہ میں ہماری قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم یہ نشانیاں معلوم کرا کرا اپنے بندوں کو آزماتے ہیں کہ دیکھیں کون اُن سے سمجھ اور نفع حاصل کرتا ہے۔ وہ کون سی نشانیاں ہیں جن کی طرف یہاں اشارہ فرمایا گیا۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ خشکی میں طوفانِ عظیم کا آنا اور کافروں کی تمام بستیوں کا غرق ہو جانا اور اہلِ ایمان کا نجات پانا اور اس طرح سے انسانی سلسلہ کا باقی رکھنا کافروں کو ایک مدت دراز تک ڈھیل دینا اور آخر میں اہلِ حق اور اہلِ ایمان کو فتح و کامیابی عطا فرمانا۔ ان تمام امور میں آیاتِ قدرت اور علاماتِ حکمت ہیں تاکہ غور کرنے والے غور کریں اور سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش بہت طویل ہوتی ہے۔ خدا بہت ڈھیل دیتا رہتا ہے۔ دنیوی آسائش و راحت کی فراوانی۔ مال و اولاد کی کثرت۔ صحت و قوت۔ عزت و حکومت کسی چیز پر نازاں نہ ہونا چاہئے۔ حق سے عدول حکمی کرنے اور صداقت سے منہ پھیرنے کا انجام تباہی ہے۔ آج نہیں تو کل تباہی آئے گی۔ یہ عیش و عشرت اور ناز و نعمت کے اسباب سب ختم ہو جائیں گے۔ نبی کی نافرمانی بلا خیز اور عذاب آفرین ہے۔ آن کی آن میں طوفانِ عظیم برپا کر دیتی ہے اور اللہ کی قدرت قاہرہ بھی غیر متناہی ہے اس کو ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں۔

یہاں ان آیات کا اخیر جملہ و ان کنا لمبتلین اور آزمائش تو ہم کرتے ہی رہتے ہیں یا آزمائش تو ہم کر کے ہی رہتے ہیں اس حقیقت پر خبردار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو بھی اپنی زمین اور اس کی بے شمار چیزوں پر اقتدار عطا کر کے بس یوں ہی نہیں اس کے حال پر چھوڑ دیتا بلکہ اس کی آزمائش کرتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے کہ وہ اپنے اقتدار کو کس طرح استعمال کر رہی ہے۔ قوم نوح کے ساتھ جو کچھ ہوا اسی قانون کے مطابق ہوا اور دوسری کوئی قوم بھی ایسی نہیں کہ آزاد چھوڑ دی جائے اس آزمائش کے معاملہ سے ہر ایک کو لازماً سابقہ پیش آتا ہے۔ اب قوم نوح کے بعد آگے دوسری قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا

پھر ہم نے قوم نوح کے بعد دوسرا گروہ پیدا کیا پھر ہم نے اُن میں ایک پیغمبر کو بھیجا جواُن میں ہی کے تھے (ان پیغمبر نے کہا) کہ تم لوگ اللہ ہی کی عبادت کرو

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

اُس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو اور اُن کی قوم میں جو رئیس تھے جنہوں نے کفر کیا تھا اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا

بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ

اور ہم نے اُن کو دُنیوی زندگی میں عیش بھی دیا تھا کہنے لگے کہ بس یہ تو تمہاری طرح ایک آدمی ہیں یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو

مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ

اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم اپنے جیسے ایک آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بیشک تم (عقل کے) گھاٹے میں ہو۔ کیا یہ شخص تم سے کہتا ہے

اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ

کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاؤ گے تو (دوبارہ زندہ کرکے) نکالے جاؤ گے بہت ہی بعید بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے پس زندگی

هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى

تو یہی ہماری دنیوی زندگی ہے کہ ہم میں کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں گے۔ بس یہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ

اور ہم تو ہرگز اسکو سچا نہ سمجھیں گے۔ پیغمبر نے دعا کی کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے اسوجہ سے کہ انہوں نے مجھکو جھٹلایا ارشاد ہوا کہ یہ لوگ عنقریب

لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

پشیمان ہوں گے۔ چنانچہ ان کو ایک سخت آواز نے موافق وعدۂ برحق کے آپکڑا پھر ہم نے اُنکو خس وخاشاک کی طرح پامال کردیا۔ سو خدا کی مار کافر لوگوں پر

ثُمَّ پھر	اَنْشَاْنَا ہم نے پیدا کیا	مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	قَرْنًا گروہ	اٰخَرِيْنَ دوسرا	فَاَرْسَلْنَا پھر بھیجے ہم نے		
فِيْهِمْ انکے درمیان	رَسُوْلًا رسول	مِنْهُمْ ان میں سے	اَنِ کہ	اعْبُدُوا تم عبادت کرو	اللّٰهَ اللہ	مَا لَكُمْ نہیں تمہارے لئے	
مِنْ اِلٰهٍ کوئی معبود	غَيْرُهٗ اسکے سوا	اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم ڈرتے نہیں؟	وَقَالَ اور کہا	الْمَلَاُ سرداروں	مِنْ قَوْمِهٖ اسکی قوم کے		
الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا	بِلِقَآءِ حاضری کو	الْاٰخِرَةِ آخرت	وَاَتْرَفْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں عیش دیا		
فِي میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	مَا هٰذَآ یہ نہیں	اِلَّا مگر	بَشَرٌ ایک بشر	مِّثْلُكُمْ تمہیں جیسا	يَاْكُلُ وہ کھاتا ہے	مِمَّا اس سے جو
تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	مِنْهُ اس سے	وَيَشْرَبُ اور پیتا ہے	مِمَّا اس سے جو	تَشْرَبُوْنَ تم پیتے ہو	وَلَئِنْ اور اگر	اَطَعْتُمْ تم نے اطاعت کی	
بَشَرًا ایک بشر	مِّثْلَكُمْ اپنے جیسا	اِنَّكُمْ بیشک تم	اِذًا اسوقت	لَّخٰسِرُوْنَ گھاٹے میں رہوگے	اَيَعِدُكُمْ کیا وہ وعدہ دیتا ہے تمہیں		
اَنَّكُمْ کہ تم	اِذَا جب	مِّتُّمْ مرگئے	وَكُنْتُمْ اور تم ہوگئے	تُرَابًا مٹی	وَّعِظَامًا اور ہڈیاں	اَنَّكُمْ تو تم	مُّخْرَجُوْنَ نکالے جاؤگے

هَيْهَاتَ بعید ہے	هَيْهَاتَ بعید ہے	لِمَا وہ جو	تُوْعَدُوْنَ تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے	اِنْ هِيَ نہیں	اِلَّا مگر	حَيَاتُنَا ہماری زندگی	
الدُّنْيَا دنیا	نَمُوْتُ اور ہم مرتے ہیں	وَنَحْيَا اور ہم جیتے ہیں	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِمَبْعُوْثِيْنَ پھر اٹھائے جانے والے	اِنْ نہیں	
هُوَ وہ	اِلَّا مگر	رَجُلُ ایک آدمی	افْتَرٰى اس نے جھوٹ باندھا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم
لَهٗ اس پر	بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	قَالَ اس نے عرض کیا	رَبِّ میرے رب	انْصُرْنِيْ میری مدد فرما	بِمَا اس پر جو		
كَذَّبُوْنِ انہوں نے مجھے جھٹلایا	قَالَ اس نے فرمایا	عَمَّا قَلِيْلٍ بہت جلد	لَيُصْبِحُنَّ وہ ضرور رہ جائیں گے	نٰدِمِيْنَ پچھتانے والے			
فَاَخَذَتْهُمُ پس انہیں آ پکڑا	الصَّيْحَةُ چنگھاڑ	بِالْحَقِّ وعدہ حق کے مطابق	فَجَعَلْنٰهُمْ سو ہم نے انہیں کر دیا	غُثَآءً خس و خاشاک			
فَبُعْدًا ادور بیمار	لِلْقَوْمِ قوم کیلئے	الظّٰلِمِيْنَ ظالم					

تفسیر و تشریح:۔گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہوا تھا۔اب آگے ان آیات میں یہ تذکرہ کسی اور قوم کا ہے۔آیات میں کسی قوم کی تخصیص اور تعیین نہیں کی گئی مگر اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے قوم ثمود یا قوم عاد مراد ہے۔اس طرح ان کے پیغمبر سے مراد حضرت صالح علیہ السلام یا حضرت ہود علیہ السلام ہیں۔بہر حال آیت میں کوئی تعیین نہیں۔ممکن ہے کہ عاد اور ثمود کے علاوہ کوئی اور قوم مراد ہو۔واللہ اعلم۔حضرت نوحؑ کی وفات کے بعد کچھ زمانہ تک تو لوگ توحید پر قائم ہے جب طویل زمانہ کے بعد پھر حالت بگڑ گئی تو ہدایت کیلئے نبی کو بھیجا گیا۔نبی نے شرک کی مخالفت کی۔توحید کا حکم دیا اور عذاب قیامت سے ڈرایا اور نیک عمل کی ہدایت کی۔وہ لوگ جو مال و دولت کے نشہ میں سرشار تھے اور جنہیں قوم کی سرداری حاصل تھی وہ پیغمبر کی مخالفت میں آگے بڑھے اور وہی بیہودہ کمزور اور بے بنیاد شبہات واعتراضات پیش کئے جو پہلے گمراہ اپنے پیغمبر کی مخالفت میں پیش کیا کرتے تھے۔وہ آخرت کے معتقد نہ تھے کہ مرنے کے بعد ایک دن دربار خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔بس دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا اس بنا پر نبی کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے خود تو گمراہ تھے ہی عوام اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی گمراہی میں اپنے ساتھ رکھتے چنانچہ انہوں نے پہلے تو نبی کی ذات پر حملہ کیا اور اپنی قوم کے عوام سے کہا کہ یہ تمہیں جیسے ایک بشر ہیں۔کھانا پینا۔سونا جاگنا سب بشری خواص تمہاری طرح ان میں موجود ہیں۔بظاہر کوئی بات ان میں تم سے سوا نہیں (گویا وہی جاہلانہ خیال کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا) تو اس سے بڑی خرابی اور ذلت کیا ہوگی کہ اپنے جیسے ایک معمولی آدمی کو خواہ مخواہ مخدوم و مطاع ٹھہرالیا جائے۔تو اپنی قوم کی سیادت کو قائم رکھنے کے لئے عوام کو یہ بتلایا کہ اگر ان کو ہادی و مرشد تسلیم کرلیا تو یہ سب کے آقا اور مقتدا بن جائیں گے ہمارا قومی وقار خاک میں مل جائے گا۔پھر نبی کی مخالفت میں ان سرداران نے ایک دلیل یہ دی کہ کس قدر بعید از عقل بات یہ کہتا ہے کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزہ ریزہ ہوجانے اور مٹی کے ذرات میں مل جانے کے بعد پھر قبروں سے آدمی بن کر اٹھیں گے۔ایسی مہمل بات ماننے کو کون تیار ہوگا۔یہ جو آخرت آخرت اور حساب کتاب سے ڈراتے ہیں تو کہاں کی آخرت اور کہاں کا حساب کتاب۔ہم تو جانیں یہی ایک دنیا کا سلسلہ اور یہی ایک مرنا جینا ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔کوئی پیدا ہوا کوئی فنا ہوگیا۔آگے بس کچھ نہیں۔اور یہ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے عذاب و ثواب دے گا تو یہ دونوں دعوے ایسے ہیں جن کو ہم کبھی تسلیم نہیں کرسکتے۔خواہ مخواہ جھگڑنے اور درد سری سے کیا فائدہ۔

آخر پیغمبر نے کفار کی طرف سے ناامید ہو کر دعا کی کہ اے میرے رب میری مدد فرما کہ یہ منکرین برابر مجھ کو جھٹلا رہے ہیں۔چنانچہ جواباً حق تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ ان پر اب عذاب آیا چاہتا ہے جس کے بعد پچھتائیں گے اور وہ پچھتانا نفع نہ دے گا۔پھر نتیجہ نافرمانی اور سرکشی کا وہی ہوا جو اس سے پہلے منکرین کا ہو چکا تھا۔ایک غیبی دھماکے یا چیخ سے کافروں کا ستیاناس ہوگیا۔اور جس طرح سیلاب خس وخاشاک کو بہالے جاتا ہے اسی طرح عذاب الٰہی کے سیل میں بہے چلے گئے۔اور اللہ کی پھٹکار کے مستحق بنے اور اس کی رحمت سے دور ہوئے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں بھی یہی جتلانا اور عبرت دلانا مقصود ہے کہ دولت، حکومت، عزت وسیادت یہ سب عارضی آزمائشی چیزیں ہیں۔اللہ ڈھیل دیتا رہتا ہے مگر اللہ کی ڈھیل امتحانی ہوتی ہے بالآخر سخت ترین گرفت کرلی جاتی ہے۔باطل و حق کے مقابلہ میں انجام کار حق کا غلبہ اور باطل کی شکست، انبیاء کی فتح اور ان کے حریفوں کی تباہی ہوتی ہے۔اس کے بعد آگے دوسری اقوام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

پھر اُن کے ہلاک ہونے کے بعد ہم نے اور اُمتوں کو پیدا کیا کوئی اُمت اپنی مدّتِ معینہ سے نہ پیش دستی کر سکتی تھی اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا

پھر ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے بھیجا جب کبھی کسی امت کے پاس اُس امت کا رسول آیا اُنہوں نے اسکو جھٹلایا سو ہم نے ایک کے بعد ایک کا نمبر لگادیا

وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ڏ

اور ہم نے اُن کی کہانیاں بنادیں۔سو خدا کی مار ان لوگوں پر جو ایمان نہ لاتے تھے۔پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارونؑ کو اپنے احکام اور کھلی دلیلیں دے کر

بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا

فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی متکبر چنانچہ وہ کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾

آدمی ہیں ایمان لے آئیں حالانکہ اُن کی قوم کے لوگ ہمارے زیرِ حکم ہیں۔غرض وہ لوگ ان دونوں کی تکذیب ہی کرتے رہے پس ہلاک کئے گئے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ وہ لوگ ہدایت پاویں۔ اور ہم نے مریمؑ کے بیٹے کو اور ان کی ماں کو بڑی نشانی بنایا

وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾

اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی

ثُمَّ پھر	اَنْشَاْنَا ہم نے پیدا کیا	مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	قُرُوْنًا اُمتیں	اٰخَرِيْنَ دوسری۔اور	مَا تَسْبِقُ نہیں سبقت کرتی ہے	
مِنْ اُمَّةٍ کوئی اُمت	اَجَلَهَا اپنی میعاد	وَمَا اور نہ	يَسْتَاْخِرُوْنَ پیچھے رہ جاتی ہے	ثُمَّ پھر	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے	رُسُلَنَا رسول
تَتْرَا پے در پے	كُلَّمَا جب بھی	جَاۗءَ آیا	اُمَّةً کسی امت میں	رَّسُوْلُهَا اس کا رسول	كَذَّبُوْهُ انہوں نے اسے جھٹلایا	
فَاَتْبَعْنَا تو ہم پیچھے لائے	بَعْضَهُمْ ان میں سے ایک	بَعْضًا دوسرے	وَجَعَلْنٰهُمْ اور اُنہیں بنادیا ہم نے	اَحَادِيْثَ افسانے		
فَبُعْدًا سو دُوری (مار)	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لائے	ثُمَّ پھر	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	مُوْسٰى موسیٰ	
وَاَخَاهُ اور ان کا بھائی	هٰرُوْنَ ہارونؑ	بِاٰيٰتِنَا ساتھ (ہماری) اپنی نشانیاں	وَسُلْطٰنٍ اور دلائل	مُّبِيْنٍ کھلے	اِلٰى طرف	
فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَا۟ىِٕهٖ اور اس کے سردار	فَاسْتَكْبَرُوْا تو انہوں نے تکبر کیا	وَكَانُوْا اور وہ تھے	قَوْمًا لوگ	عَالِيْنَ سرکش	
فَقَالُوْٓا پس انہوں نے کہا	اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لے آئیں	لِبَشَرَيْنِ دو آدمیوں پر	مِثْلِنَا اپنے جیسے	وَقَوْمُهُمَا اور ان کی قوم		
لَنَا ہماری	عٰبِدُوْنَ بندگی (خدمت) کرنے والے	فَكَذَّبُوْهُمَا پس انہوں نے جھٹلایا دونوں کو	فَكَانُوْا تو وہ ہوگئے	مِنَ سے		

الْمُهْلَكِيْنَ ہلاک ہونے والے	وَ اور	لَقَدْ اٰتَيْنَا تحقیق ہم نے دی	مُوْسَى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ لوگ
يَهْتَدُوْنَ ہدایت پالیں	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	ابْنَ مَرْيَمَ مریم کے بیٹا (عیسیٰ) کو	وَاُمَّهٗ اور ان کی ماں	اٰيَةً ایک نشانی	
وَاٰوَيْنٰهُمَآ اور ہم نے انہیں ٹھکانہ دیا	اِلٰى طرف۔پر	رَبْوَةٍ ایک بلند ٹیلہ	ذَاتِ قَرَارٍ ٹھہرنے کا مقام	وَّمَعِيْنٍ اور جاری پانی	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہوا تھا اس کے بعد قوم عاد یا ثمود میں سے کسی ایک کا ذکر ہوا تھا۔ اب اجمالاً بعض دوسری اُمتوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ ان امتوں میں سے بعض کا ذکر قدرے تفصیلاً سورۂ اعراف وغیرہ میں گزر چکا ہے جہاں عاد کے بعد ثمود اور ثمود کے بعد قوم لوط اور قوم لوط کے بعد اہل مدین کا ذکر آیا ہے۔

یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک قوم جس نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی ٹھیک اپنے اپنے وعدہ پر ہلاک کی جاتی رہی۔ جو میعاد کسی قوم کی تھی ایک منٹ اس سے آگے پیچھے نہ ہوئی ۔غرض کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کا تانتا باندھ دیا کہ یکے بعد دیگرے پیغمبر آتے رہے اور مکذبین کو بھی ایک کے پیچھے دوسرے کو چلتا کرتے رہے۔ ادھر پیغمبروں کی بعثت کا ادھر ہلاک ہونے والوں کا نمبر لگا دیا چنانچہ بہت قومیں ایسی تباہ و برباد کردی گئیں جن کے قصہ کہانیوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آج ان کی داستانیں محض عبرت کے لئے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔ تو انبیاء کی تکذیب ومخالفت کا دور چلتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عظیم الشان دور آیا۔ آپ بڑے جلیل القدر نبی تھے۔ چونکہ آپ کو مستقل کتاب عطا کی گئی تھی اور ایک کثیر التعداد قوم کی نجات کے لئے مامور ومبعوث کیا گیا تھا اس لئے پیغمبروں کے مجمل تذکرہ کے بعد آپ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ صراحۃً کیا گیا اور بتلایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام ہمارا پیغام لے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس پہنچے مگر فرعون اور اس کے درباریوں نے ایک نہ سنی انہیں اپنی حکومت و ریاست اور قوت و دولت پر گھمنڈ تھا اور ان کے دماغ میں اپنی برتری اور بالادستی کا بھوت سمایا ہوا تھا اسلئے خدائی پیغام کو خاطر میں نہ لائے اور کہنے لگے کہ ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں ایمان لے آویں اور ان کے مطیع بن جاویں حالانکہ ان کی قوم کے لوگ یعنی بنی اسرائیل تو خود ہمارے غلام۔ خدمت گار اور زیر حکومت ہیں۔ ہم ان کی بات کیسے مان لیں اور ان کو اپنا سردار کیسے بنالیں۔غرض انہوں نے دونوں کو جھوٹا بتلایا۔ آخر جب وقت آیا تو وہ بھی اور نافرمانوں کی طرح تباہ ہوئے اور بنی اسرائیل کو نجات مل گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی پیغمبر آتے رہے مگر توریت پر سب کے سب عمل کرتے رہے۔ چھوٹے بڑے صحیفے نازل ہوتے رہے مگر کوئی مستقل شریعت نازل نہیں ہوئی بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اسرائیلی نبوت کا سلسلہ ختم ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑی شان کے ساتھ تبلیغ شروع کی مگر منکرین نے باوجود واضح معجزات کے مخالفت کی اور آپ ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ ہے۔ اس وقت شام کے ظالم بادشاہ ہیرودس نے نجومیوں سے یہ سن کر کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سرداری ملے گی بچپن ہی سے آپ کا دشمن ہوگیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام آپ کی والدہ ماجدہ الہام ربانی سے آپ کو لے کر ملک مصر میں چلی گئیں اور اس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام میں واپس چلی آئیں۔ یہاں آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وتوحید پر دلالت کے لئے اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو قدرت کی ایک

بڑی نشانی بنادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے اور چونکہ آپ کو نبی بنانا منظور تھا اور اس وقت ظالم بادشاہ آپ کے بچپن ہی میں درپے قتل ہوگیا تھا اس لئے اس سے بچا کر ان دونوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو سرسبز و شاداب تھی جس سے مراد اکثر مفسرین کے قول کے موافق مصر کی زمین مراد ہے۔ جہاں رہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے۔ اور نبوت عطا ہوئی اور توحید و دعویٰ رسالت میں آپ کی تصدیق ضروری تھی مگر بعض نے مانا اور بعض نے نہ مانا۔

خلاصہ یہ کہ ہر پیغمبر کی امت میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ قریش یا اہلِ مکہ یا عرب کے باشندے جو آپ کی تکذیب کرر ہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ باطل پرست گروہ ہمیشہ سے حاملانِ صداقت کی مخالفت کرتا چلا آرہا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین وملت ایک ہے اور سب کا خدا بھی ایک ہے لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور جدا جدا راہیں نکال لیں۔ اگلی آیات میں اسی مضمون کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید اور ایمان و اسلام کی دولت سے نوازا۔ حق تعالیٰ ان نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکر گزار بنادیں اور اپنے مطیع اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرمادیں۔ گذشتہ نافرمان امتوں کے واقعات سے ہم کو عبرت حاصل کرنے اور اپنے رسول پاک کی ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۱ وَاِنَّ

اے پیغمبرو تم نفیس (پاکیزہ) چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں۔اور یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے

هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ

اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے) کہ میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرتے رہو سو ان لوگوں نے اپنے دین میں اپنا طریقہ الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کرلیا۔

حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝۵۴ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ

ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اُسی سے خوش ہے۔سو آپ اُن کو اُن کی جہالت میں ایک خاص وقت تک رہنے دیجئے کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ

بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۶

مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں۔بلکہ یہ لوگ نہیں جانتے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الرُّسُلُ رسول	كُلُوْا کھاؤ	مِنَ سے	الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	وَاعْمَلُوْا اور عمل کرو	صَالِحًا نیک	اِنِّىْ بیشک میں
بِمَا اسے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	عَلِيْمٌ جاننے والے	وَاِنَّ اور بیشک	هٰذِهٖ یہ	اُمَّتُكُمْ تمہاری اُمت		
اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت، اُمتِ واحدہ	وَاَنَا اور میں	رَبُّكُمْ تمہارا رب	فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو	فَتَقَطَّعُوْٓا پھر انہوں نے کاٹ لیا			
اَمْرَهُمْ اپنا کام	بَيْنَهُمْ آپس میں	زُبُرًا ٹکڑے ٹکڑے	كُلُّ حِزْبٍ ہر گروہ	بِمَا اس پر جو	لَدَيْهِمْ ان کے پاس	فَرِحُوْنَ خوش	
فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دے انہیں	فِيْ غَمْرَتِهِمْ ان کی غفلت میں	حَتّٰى تک	حِيْنٍ ایک مدت مقررہ	اَيَحْسَبُوْنَ کیا وہ گمان کرتے ہیں			
اَنَّمَا کہ جو کچھ	نُمِدُّهُمْ ہم مدد کر رہے ہیں انکی	بِهٖ اس کے ساتھ	مِنْ سے	مَالٍ مال	وَّبَنِيْنَ اور اولاد	نُسَارِعُ ہم جلدی کر رہے ہیں	
لَهُمْ ان کیلئے	فِي الْخَيْرٰتِ بھلائی میں	بَلْ بلکہ	لَا يَشْعُرُوْنَ وہ شعور (سمجھ) نہیں رکھتے				

تفسیر و تشریح:- پچھلے دو رکوع میں متعدد انبیائے کرام کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کے بعد یاایھا الرسل کہہ کر تمام پیغمبروں کو خطاب فرمایا جاتا ہے۔تو اس خطاب سے یہ مطلب نہیں کہ کہیں سارے پیغمبر یکجا موجود تھے اور ان سب کو خطاب کر کے یہ مضمون ارشاد فرمایا گیا بلکہ اس خطاب سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہر زمانے میں مختلف قوموں اور مختلف جگہوں میں آنے والے انبیاء کو یہی ہدایت کی گئی تھی اور سب کے سب اختلاف زمانہ اور مقام کے باوجود ایک ہی حکم کے مخاطب تھے۔

اوپر بتلایا گیا تھا کہ تمام منکرین انبیاء یہی شبہ اور اعتراض پیش کرتے رہے کہ ہم میں اور ان میں جو پیغمبری کا دعویٰ کرتے ہیں فرق کیا ہے؟ جو ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی وہی کھاتے پیتے ہیں۔یہ ملائکہ یا ان کی مانند کیوں نہیں کہ بشریت اور انسانیت کے تقاضوں سے بالاتر ہوتے۔گویا بشر کا خدا کا رسول یا پیغمبر ہونا ان کے جاہلانہ خیال میں ممکن نہ تھا تو یہاں تمام انبیاء کا ذکر فرما کر ان کے اس شبہ کے جواب میں فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے کہہ دیا تھا کہ طیب یعنی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ پیو تمہارے ہی لئے یہ نعمتیں اللہ نے پیدا کی ہیں۔ہاں حرام اور گندی چیزیں نہ کھاؤ نہ پیو۔تو بزرگی یا نبوت و رسالت کا مدار پاک اور حلال چیزوں کے ترک کر دینے پر نہیں جیسا یہ منکرین جہلا سمجھے ہوئے ہیں۔

آگے چونکہ تمام انبیاء کو ایک امت ایک جماعت ایک گروہ

قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے طرز بیان یہاں ایسا اختیار کیا گیا کہ تمام انبیاء کے ایک گروہ ہونے کا نقشہ سامنے آ جائے گویا کہ سارے کے سارے انبیاء ایک جگہ جمع ہیں اور سب کو ایک ہی ہدایت دی جا رہی ہے۔ یہاں پر یہ تذکرہ کر دینا باعث دلچسپی ہوگا کہ یا یھا الرسل کے اس خطاب اور طرزِ کلام کی لطافت و بلاغت بعض اس چودھویں صدی کے گمراہوں کے سمجھ میں نہ آئی اور وہ اس سے یہ نتیجہ نکال بیٹھے کہ یہ خطاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے انبیاء کی طرف ہے اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی سلسلۂ نبوت کے جاری ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ استغفر اللہ۔ اہل اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ کفر ہے۔ مگر خود ساختہ نبوت اور اس کے گمراہ متبعین کو کچھ نہ کچھ دلیل تو پیش کرنا ہی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تو یہاں اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو حکم فرماتے ہیں کہ وہ پاک اور حلال چیزیں حلال طریقوں سے حاصل کی ہوئی کھائیں اور نیک اعمال بجالایا کریں۔ یہاں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ عمل صالح سے پہلے طیبات کھانے کی ہدایت سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اعمالِ صالحہ کے لئے یہ شرط اول ہے کہ آدمی رزق حلال کھائے۔ حرام خوری کے ساتھ عمل صالحہ کے کوئی معنی نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو اللہ خود پاک ہے اس لئے پاک ہی چیز کو پسند کرتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائی اور اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص لمبا سفر کر کے غبار آلود اور پراگندہ حال آتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے یا رب یا رب مگر حال یہ ہوتا ہے کہ رزق اس کا حرام لباس اس کا حرام اور جسم اس حرام کے رزق سے پلا ہوا اب کس طرح ایسے شخص کی دعا قبول ہو۔ تو حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کا کھانا پینا پہننا حرام کا ہوا اسے اپنی دعا کی قبولیت کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو گوشت حرام سے اگا ہو۔ دوزخ کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔ (العیاذ باللہ)

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ حلال کھانے اور نیک کام کرنے والوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام کھلے اور چھپے احوال و افعال سے باخبر ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین و ملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے جس کی نافرمانی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا اور جدا جدا راہیں نکال لیں۔ اس طرح سینکڑوں مذہب فرقہ بن گئے۔ یہ تفریق انبیاء نے نہیں سکھلائی۔ ان کے ہاں صرف فروعی اختلاف تھا۔ اصولِ دین میں سب بالکلیہ متفق رہے ہیں۔ اور پھر ہر فرقہ اور ہر گروہ یہی سمجھتا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہماری ہی راہ سیدھی ہے۔ تو یہاں اصل دین حق کی وحدت اور بعد کے ایجاد کردہ مذاہب کی حقیقت بیان فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ہدایت کی جاتی ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء کی متفقہ ہدایات میں رخنے ڈال کر الگ الگ فرقے اور ملتیں قائم کر دیں ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و خیالات پر دل جمائے بیٹھا ہے کسی طرح اس سے ہٹنا نہیں چاہتا خواہ آپ کتنی ہی نصیحت فرمائیں تو آپ بھی ان کے غم میں زیادہ نہ پڑیئے بلکہ ان کو تھوڑی سی مہلت دیجئے یہ اپنی جہالت اور غفلت کے نشہ میں ڈوبے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھڑی آ پہنچے جب کہ ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں یعنی موت یا عذاب الٰہی ان کے سروں پر منڈلانے لگے۔

پھر کفار کا خیال تھا کہ ان کے پاس کثرت مال و اولاد ان کے مذہب کی صداقت کی بنا پر ہے جیسا کہ آج بھی ظاہر بین طبقہ کے لئے کفار کے مال و ثروت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت نظر فریب اور دلکش ہوتی ہے تو کفار عرب کہتے کہ اگر یہ اہل

ایمان حق پر ہوتے تو افلاس اور خستہ حالی میں کیوں مبتلا ہوتے۔ دنیوی عیش و دولت ان کو کیوں حاصل نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ یہ منکرین سمجھتے نہیں کہ مال و اولاد کی یہ افراط ان کی فضیلت و کرامت کی وجہ سے نہیں بلکہ امہال اور استدراج کی بنا پر ہے۔ جتنی ڈھیل دی جا رہی ہے اسی قدر ان کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہے۔

تو یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یا قوم یا جماعت ایک طرف تو حق سے منکر و منحرف اور فسق و فجور اور ظلم و طغیان میں مبتلا ہو اور دوسری طرف اس پر دنیوی نعمتوں کی بارش ہو رہی ہو تو قرآن و حدیث دونوں کی رُو سے یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شدید ترین آزمائش میں ڈال دیا ہے اور اس پر یہ خدا کی رحمت نہیں بلکہ اس کی پکڑ اور سزا کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ جیسا کہ ساتویں پارہ سورۂ انعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **فلما نسوا ماذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنهم بغتة فاذاهم مبلسونo** (پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردیئے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے تو ہم نے ان کو دفعتہً پکڑلیا۔ پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے)۔ اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتے ہیں تو دو وصف ان میں پیدا کردیتے ہیں۔ ایک ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی۔ دوسرے عفت وعصمت۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنا رشتہ توڑ لینا چاہتے ہیں تو اسے کشائش رزق عطا فرمائی جاتی ہے۔ اور ان پر خیانت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جب وہ مغرور ہو جاتے ہیں تو ناگہاں انہیں پکڑ لیتا ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کے معاصی کے باوجود دنیاوی عیش وتنعم اللہ نے اسے دے رکھا ہے۔ یعنی باوجود گناہوں اور نافرمانیوں پر جمے رہنے کے نعمت اور دولت اس پر برس رہی ہے تو یقین کرلو کہ یہ خدا کی ڈھیل کا وقت گزر رہا ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سورۂ انعام والی آیات پڑھیں۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس پر رزق وسیع ہوتا ہے وہ اس بات پر غور ہی نہیں کرتا کہ یہ بھی خدا کی ایک سیاست ہے اور جس کو تنگ حالی ہو وہ بھی غور نہیں کرتا کہ اس کی آزمائش کی گئی ہے، رب کعبہ کی قسم جب گناہ گاروں کو پکڑنا مقصود ہوتا ہے تو دنیا میں انہیں سرسبز رکھا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے اس حقیقت کو مختلف جگہوں پر مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تاکہ اصل حقیقت خوب واضح ہو جائے اور یہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ اصل صلاح وفلاح اور کامیابی کیا ہے؟ اور کن امور میں ہے؟ اسی کو اگلی آیات میں واضح فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اور حقیقی صلاح وفلاح حاصل کرنے کے لئے ہم کو توفیق حسن عطا فرمائیں۔ اور دنیا میں اپنی ہی عطا کردہ نعمتوں کی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں تاکہ ان نعمتوں کا استعمال کر کے ہم کو مالکِ حقیقی اور معبودِ حقیقی کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب ہو، حق تعالیٰ ہم کو اکلِ حلال نصیب فرمائیں۔ اور اس کو ذریعۂ اعمال صالح کا بنادیں اور دین حقیقی یعنی اسلام جو تمام انبیاء کا دین ہمیشہ رہا ہے اس پر ہم کو قائم رکھیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ دین میں آپس میں اختلاف اور تفرقہ بندی کی لعنت سے امت مسلمہ کو بچائیں اور جن پر یہ تفرقہ بندی کی لعنت مسلط ہے اللہ تعالیٰ ان کو بصیرت وہدایت عطا فرمائیں اور اس لعنت کو ان سے دور فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُونَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٨﴾

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں

وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ

اور جولوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں اور جولوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں

إِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُونَ ﴿٦٠﴾ أُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُونَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُونَ ﴿٦١﴾ وَلَا نُكَلِّفُ

کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔ یہ لوگ (البتہ) اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کررہے ہیں اور وہ اُن کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اور ہم کسی کو

نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٢﴾

اس کی وسعت سے زیادہ کام کرنے کو نہیں کہتے اور ہمارے پاس ایک دفتر نامۂ اعمال کا محفوظ ہے جو ٹھیک ٹھیک بتادیگا اور لوگوں پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ جولوگ	هُمْ وہ	مِنْ سے	خَشْيَةِ ڈر	رَبِّهِمْ اپنا رب	مُشْفِقُوْنَ ڈرنے والے سہمے ہوئے	وَالَّذِیْنَ اور جولوگ
هُمْ وہ	بِاٰيٰتِ آیتوں پر	رَبِّهِمْ اپنا رب	يُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں	وَالَّذِیْنَ اور جولوگ	هُمْ وہ	بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ	
لَا يُشْرِكُوْنَ شریک نہیں کرتے	وَالَّذِیْنَ اور جولوگ	يُؤْتُوْنَ دیتے ہیں	مَآ اٰتَوْا جو وہ دیتے ہیں	وَقُلُوْبُهُمْ اور ان کے دل			
وَجِلَةٌ ڈرتے ہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ	اِلٰى طرف	رَبِّهِمْ اپنا رب	رٰجِعُوْنَ لوٹنے والے	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	يُسٰرِعُوْنَ جلدی کرتے ہیں	
فِي الْخَيْرٰتِ بھلائیوں میں	وَهُمْ اور وہ	لَهَا ان کی طرف	سٰبِقُوْنَ سبقت لے جانیوالے ہیں	وَلَا نُكَلِّفُ اور ہم تکلیف نہیں دیتے			
نَفْسًا کسی کو	اِلَّا مگر	وُسْعَهَا اسکی طاقت کے مطابق	وَلَدَيْنَآ اور ہمارے پاس	كِتٰبٌ ایک کتاب (رجسٹر) يَّنْطِقُ وہ بتلاتا ہے			
	بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک	وَهُمْ اور وہ (ان)	لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کئے جائیں گے (ظلم نہ ہوگا)				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کے پاس دنیا اور مال ودولت کی کثرت ان کے عقائد ومذہب کی صداقت کی بنا پر ہے اور اسی بناء پر کفار عرب یہ کہتے کہ اگر یہ اہل ایمان حق پر ہوتے تو افلاس اور خستہ حالی میں کیوں مبتلا ہوتے۔ یہ دھوکا عام اور عالمگیر ہے۔ آج بھی بہت سے مذہب والے اسی خیال میں مبتلا ہیں کہ جو دنیوی عیش وراحت کو اپنی حقانیت اور مقبولیت کی دلیل سمجھ رہے ہیں حالانکہ قدرت کے نظام میں قانونِ ربوبیت کے ماتحت تو سانپوں اور بچھوؤں تک کی پرورش وکفالت ہوتی رہتی ہے۔ تو کفار ومنکرین کے مذکورہ بالا خیال کا گذشتہ آیات میں رد فرمایا گیا تھا کہ حقیقت حال یہ نہیں کہ جو یہ منکرین مادی تصور رکھنے والے سمجھ رہے ہیں جن کے نزدیک جس کو اچھا کھانا پینا۔ اچھا لباس۔ اچھی رہائش مل گئی اور جن کو مال ودولت سے نواز دیا گیا اور جسے معاشرے میں بڑائی اور سرداری حاصل ہوگئی بس اس نے فلاح پالی اور جو اس سے محروم رہا وہ ان کے خیال میں ناکام ونامراد رہا۔ اس غلط فہمی کی اوپر تردید فرمادی گئی تھی۔ اب اس کے بعد ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ صلاح وفلاح۔ خیرات وبرکات کے حصول کی اصلی راہ کیا ہے اور وہ کون ہیں جو حقیقی

دولت کے خزانے جمع کرتے چلے جارہے ہیں اور جن کی کامرانیاں کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ درحقیقت اہلِ صدق اور اصحابِ خیر و برکات وہ لوگ ہیں جن کے اندر یہ چار صفات پائی جاتی ہیں۔

ایک: جو اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں یعنی وہ دنیا میں خدا سے بے خوف اور بے فکر ہو کر نہیں رہتے کہ جو دل چاہے کرتے رہیں اور کبھی نہ سوچیں کہ اوپر کوئی خدا بھی ہے جو ظلم وزیادتی پر پکڑنے والا ہے۔

دوسرے: وہ جو اللہ کے احکام اور اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

تیسرے: وہ کہ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے یعنی وہ اللہ کے ساتھ ربوبیت۔ الوہیت اور عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتے یعنی نہ کسی کو اپنا حاجت روا جانتے ہیں۔ نہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کرتے ہیں نہ ان اوصاف میں جو باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں کسی کو اس کا ساتھی اور شریک خیال کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اللہ کے احکام اور آیات پر ایمان رکھنا جس کا اوپر ذکر ہوا اس سے خود یہ لازم آتا ہے کہ انسان توحید کا قائل اور معتقد ہو لیکن اس کے باوجود شرک نہ کرنے کا ذکر الگ کیا گیا کہ بسا اوقات انسان آیات کو مان کر بھی کسی نہ کسی طرح شرک میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ مثلاً ریا کہ کوئی عبادت یا عملِ صالح دوسروں کے دکھانے اور سنانے کیلئے کرنا یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے۔ یا انبیاء یا اولیاء کی تعظیم میں ایسا مبالغہ کرنا کہ جو شرک تک پہنچادے یا غیر اللہ سے دعائے استعانت کرنا۔ یا احکامِ الٰہیہ کے مقابلہ میں غیر الٰہی قوانین کا برضا و رغبت اتباع کرنا اس کے علاوہ شرک جلی اور خفی کے اور بھی بہت سے اقسام ہیں جو علمائے محققین نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جمع فرمائے ہیں تو ایمان بایاتِ اللہ کے بعد شرک کی نفی کا الگ ذکر کرنے کے مطلب یہ ہوئے کہ وہ اللہ کے لئے اپنی بندگی۔ اطاعت اور عبودیت کو بالکل خالص کر لیتے ہیں۔ ہر ایک عمل صدق و اخلاق سے ادا کرتے ہیں اور شرک کا شائبہ بھی نہیں آنے دیتے۔

چوتھے: جو لوگ ایسے ہیں کہ وہ جو کچھ خیر خیرات، صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ دیتے ہیں۔ یا اللہ کی فرمانبرداری میں جو کچھ بھی نیکیاں یا اعمال صالحہ کرتے ہیں وہ ایسی حالت میں کرتے ہیں کہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ دیکھئے یہ ہمارا دیا ہوا مال یا کیا ہوا عمل قبول ہوتا ہے یا نہیں۔ وہ اپنے مقدور بھر سب کچھ کر کے بھی ڈرتے ہیں کہ خدا جانے یہ قبول ہو یا نہ ہو۔ ہمارے گناہوں کے مقابلہ میں یہ عمل وزنی ثابت ہو یا نہ ہو۔ ہمارے رب کے ہاں ہماری مغفرت و اجر و ثواب کے لئے یہ کافی ہو یا نہ ہو گویا انہیں اللہ کی راہ میں خرچ کر کے یا کوئی نیکی اور عمل کر کے اپنے عمل پر غرور و پندار نہیں ہوتا۔ نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں۔

ترمذی شریف اور ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کام کر کے ڈرنے والے کیا وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں یا چوری کرتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی یہ بات نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں اس کے باوجود اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ شاید ہمارے یہ عمل اللہ کے نزدیک ہماری کسی کوتاہی کے سبب قبول نہ ہوں تو معلوم ہوا کہ ایک مومن مخلص کس کیفیت قلبی کے ساتھ اعمال صالحہ اور اللہ کی بندگی کرتا ہے۔ حضرت حسن

بصریؒ کا مقولہ ہے کہ مومن نیکی کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کرتا ہے اور پھر بھی بے فکر رہتا ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نیک عمل کر کے اتنا ڈرتے تھے کہ تم برے عمل کر کے بھی اتنا نہیں ڈرتے۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود عمر بھر کی بے نظیر دینی خدمات اور ذخیرۂ اعمال صالحہ کے اور عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو خدا کے محاسبہ سے ڈرتے ہوئے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر آخرت میں میں برابر سرابر بھی چھوٹ جاؤں تو غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضراتِ کاملین کی خوف وخشیت کا کوئی ذرہ ہمارے قلوب میں بھی ڈال دیں۔ آمین۔

یہ چار صفات بیان فرما کر بتلایا جاتا ہے کہ جن میں یہ صفات ہوں درحقیقت ایسے ہی لوگ اصلی بھلائی، خیر اور فلاح کو تیزی سے حاصل کر رہے ہیں اور حقیقی دولت کے خزانے جمع کرتے چلے جا رہے ہیں نہ کہ اموال واولاد کی کثرت اور دنیوی عیش وراحت کی بہتات معیار ہیں خیر وصلاح وفلاح کے جیسا کہ یہ کفار منکرین گمان کرتے ہیں پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ جو اوپر بھلائیاں لوٹنے والوں اور سبقت کر کے انہیں حاصل کرنے والوں کی صفات اور اعمال وخصائل بتلائے گئے تو یہ کوئی ایسے مشکل کام نہیں جن کا اٹھانا انسانی طاقت سے باہر ہو۔ اللہ کے اوامر ونواہی ناقابلِ برداشت نہیں۔ شریعت کے احکام کی پابندی غیر معمولی بار نہیں کہ جو اٹھ نہ سکے یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہی نہیں کہ انسان کو ایسے احکام کی تکلیف دیں کہ جو ان کی طاقت سے باہر ہوں۔ یہ سب باتیں وہ ہیں جن کو اگر توجہ کرو تو بخوبی حاصل کر سکتے ہو۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک شخص کا الگ الگ نامۂ اعمال مرتب ہو رہا ہے جس میں اس کی ایک ایک بات ایک ایک حرکت حتیٰ کہ دلی عزم اور ارادوں تک کی ایک ایک حالت ثبت کی جا رہی ہے اور یہ اعمال نامہ قیامت کے دن سب کے سامنے کھول کر رکھ دیئے جائیں گے اور ان ہی کے موافق جزا وسزا دی جائے گی جس میں رتی برابر ظلم نہ ہوگا نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی نہ کسی کا اجر کم کیا جائے گا نہ بے وجہ بے قصور کسی پر کوئی الزام ڈالا جائے گا۔ نہ کسی کو بے جا سزا دی جائے گی نہ کسی کو حق کے مطابق بے جا انعام سے محروم کیا جائے گا۔

یہ تو مؤمنین، مخلصین صادقین کی حالت بیان ہوئی اب ان کے برعکس کفار کا حال آگے بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے خوف وخشیت کا وہ حصہ عطا فرمائیں کہ جو ہم کو احکامِ الٰہیہ کی پوری تابعداری نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ ایمان اور اسلام نصیب فرمائیں جس میں شرک کا شائبہ نہ ہو۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ ہمارا حساب آسان فرما دیں اور اپنی مغفرت ورحمت سے ہم سب کو نوازیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰىٓ

بلکہ اُن کفار کے قلوب اس دین کی طرف سے جہالت میں ہیں اور اس کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی عمل ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم

اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْــَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

جب ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں دھر پکڑیں گے تو فوراً چلا اُٹھیں گے اب مت چلاؤ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا

میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سُنائی جایا کرتی تھیں تو تم اُلٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ تکبر کرتے تھے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے بیہودہ بکتے تھے

تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا

تو کیا ان لوگوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا اُن کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو اُن کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی۔ یا یہ لوگ اپنے رسول سے واقف نہ تھے

رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ

اس وجہ سے اُن کے منکر ہوئے یا یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں۔ بلکہ یہ رسول اُن کے پاس حق بات لیکر آئے ہیں

وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾

اوران میں اکثر لوگ حق سے نفرت رکھتے ہیں۔

بَلْ بلکہ	قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	فِيْ غَمْرَةٍ غفلت میں	مِّنْ هٰذَا اس سے	وَلَهُمْ اور انکے	اَعْمَالٌ اعمال	مِّنْ دُوْنِ علاوہ	
ذٰلِكَ اس	هُمْ لَهَا وہ انہیں	عٰمِلُوْنَ کرتے رہتے ہیں	حَتّٰىٓ اِذَآ یہاں تک کہ جب	اَخَذْنَا ہم نے پکڑا	مُتْرَفِيْهِمْ انکے خوشحال لوگ		
بِالْعَذَابِ عذاب میں	اِذَا هُمْ اس وقت وہ	يَجْــَٔرُوْنَ فریاد کرنے لگے	لَا تَجْــَٔرُوا تم فریاد نہ کرو	الْيَوْمَ آج	اِنَّكُمْ بیشک تم		
مِّنَّا ہم سے	لَا تُنْصَرُوْنَ تم مدد نہ دیے جاؤ گے	قَدْ كَانَتْ البتہ تھیں	اٰيٰتِيْ میری آیتیں	تُتْلٰى پڑھی جاتی تھیں	عَلَيْكُمْ تم پر		
فَكُنْتُمْ تو تم تھے	عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ اپنی ایڑیوں کے بل	تَنْكِصُوْنَ پھر جاتے	مُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرتے ہوئے	بِهٖ اسکے ساتھ			
سٰمِرًا افسانہ گوئی کرتے ہوئے	تَهْجُرُوْنَ بیہودہ بکواس کرتے ہوئے	اَ کیا	فَلَمْ يَدَّبَّرُوا پس انہوں نے غور نہیں کیا	الْقَوْلَ کلام			
اَمْ یا	جَآءَهُمْ انکے پاس آیا	مَّا جو	لَمْ يَاْتِ نہیں آیا	اٰبَآءَهُمُ ان کے باپ دادا	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	اَمْ یا	لَمْ يَعْرِفُوْا انہوں نے نہیں پہچانا
رَسُوْلَهُمْ اپنے رسول	فَهُمْ تو وہ	لَهٗ اس کے	مُنْكِرُوْنَ منکر ہیں	اَمْ یا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	بِهٖ اس کو	جِنَّةٌ دیوانگی
بَلْ بلکہ	جَآءَهُمْ وہ آیا انکے پاس	بِالْحَقِّ ساتھ حق بات	وَاَكْثَرُهُمْ اوران میں سے اکثر	لِلْحَقِّ حق سے	كٰرِهُوْنَ نفرت رکھنے والے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مؤمنین ومخلصین کی حالت اوران کے اعمال وخصائل کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب ان کے مقابل اور برعکس کفار منکرین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اوران آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین تو شک وتردد، غفلت وجہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ بڑا گناہ تو انکا یہ ہوا لیکن اس کے علاوہ اور بہت سے گناہ ہیں جن کو وہ دن رات سمیٹ رہے ہیں لیکن جب یہ دنیوی یا اخروی عذاب میں پکڑے جائیں گے تو پھر چلائیں گے اور شور

مچائیں گے کہ ہمیں اس آفت سے بچاؤ۔ یہاں آیت میں کفارودولت مندوں اور مالداروں کے گرفتارعذاب ہونے اور چلا اٹھنے کی صراحت ہے جس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ جب ان کے خوشحال جن کے پاس خدم، حشم، مال، دولت، حکومت، سلطنت سب کچھ ہے جب ان پر عذاب نازل ہوگا اور یہ چلا اٹھیں گے اور ان کا سارا انکار وتکبر کافور ہوجائے گا تو ان کے متبعین اور حامی غریب غربا تو کس شمار میں ہیں اور وہ تو عذاب سے کیا بچاؤ کرسکتے ہیں۔ تو جب دولت مند کافروں کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو وہ دہائی دینے لگیں گے اور چلائیں گے اور شور مچائیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ چلاؤ مت۔ یہ سب چیخ و پکار بیکار ہے۔ آج کوئی تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اللہ کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے کیونکہ یہ دارالجزاء ہے۔ دارالعمل نہیں کہ چلانا اور رونا پیٹنا اور عاجزی کرنا مفید ہو۔ اب کیوں شور مچاتے ہو وہ وقت یاد کرو کہ جب خدا کے پیغمبر آیاتِ الٰہیہ پڑھ کر سناتے تھے تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ سننا بھی گوارا نہ تھا۔ تمہاری شیخی اور تکبر اجازت نہ دیتا تھا کہ حق کو قبول کرو اور پیغمبر کی بات پر کان دھرو۔ پیغمبر کی مجلس سے ایسے بھاگتے تھے گویا کسی فضول قصہ کو چھوڑ کر چلے گئے اور پیغمبر علیہ السلام اور قرآنِ کریم کی نسبت باتیں بناتے کہ کوئی اسکو سحر کہتا کوئی شاعری کہتا۔ کوئی کہانت کہتا۔ اور کوئی کچھ اور۔ اس طرح کی بکواس کیا کرتے تھے آج اسی کا مزہ چکھو۔ چیخنے چلانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جیسا تم نے دارالعمل میں کیا آج ویسا دارالجزا میں بھگتو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو قرآن کی اور صاحبِ قرآن کی تکذیب کررہے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اس کلام الٰہی میں غوروفکر نہیں کیا ورنہ حقیقت حال منکشف ہوجاتی کہ بلاشبہ یہ کلام اللہ جل شانہ کا ہے۔ جس میں ان کی بیماریوں کا صحیح علاج بتایا گیا ہے۔ آگے منکرین کے اعراض وتکذیب کی دوسری وجوہات پر روشنی ڈال کر ان کی بھی تردید فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ منکرین اعراض وتکذیب پر اس لئے تلے ہوئے ہیں کہ ان کے پاس یہ کوئی انوکھی چیز آگئی ہے۔ نصیحت کرنے والے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ پیغمبر ہوئے یا پیغمبر کے تابع ہوئے۔ آسمانی کتابیں بھی برابر اترتی رہی ہیں کبھی کہیں اور کبھی کہیں، سو یہ قرآن کا نازل ہونا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبر خدا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں جس کی نظیر اور نمونہ پیشتر سے موجود نہ ہو۔ ہاں جو اکمل ترین اور اشرف ترین کتاب اب آئی تو اس کا مقتضا یہ تھا کہ اور زیادہ اس نعمت کی قدر کرتے اور آگے بڑھ کر اس کی آواز پر لبیک کہتے نہ کہ اعراض وانکار۔ آگے منکرین کے اعراض وروگردانی کی تیسری وجہ بیان فرما کر اس کی تردید بھی فرمائی جاتی ہے یعنی کیا یہ منکرین اللہ کے رسول کی اس لئے تکذیب وانکار کررہے ہیں کہ ان کو پیغمبر خدا کے احوال سے آگاہی اور واقفیت نہیں؟ حالانکہ سارا عرب جانتا ہے کہ آپ بچپن سے صادق وامین اور عفیف وپاکباز تھے۔ آپ کی صداقت وامانت وایفائے عہد اور حسنِ سلوک سے تمام لوگ واقف تھے۔ اس لئے نبوت سے قبل ہی تمام قوم کی طرف سے صادق وامین کا لقب پاچکے تھے تو ایسے مشہور ومعروف راستباز بندے کی نسبت کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ خداتعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے اور نبی ہونے کا غلط دعویٰ کرنے لگے۔ جو شخص لوگوں کا امین ہو وہ خدا کی امانت میں کس طرح خیانت کرسکتا ہے۔ جو شخص مخلوق سے وعدہ کرکے خلاف ورزی نہ کرے وہ اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کیونکر کرسکتا ہے؟ لہٰذا رسولِ پاک کو نہ ماننے اور قرآنی ہدایت سے منہ موڑنے کی یہ وجہ بھی نہیں ہوسکتی۔ آگے چوتھی وجہ ظاہر فرما کر اس کی تردید بھی فرمائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ یہ منکرین نعوذ باللہ رسول خدا کے متعلق جنون اور دیوانگی کے قائل ہیں کہ مجنون کی بات کو کون مانتا ہے اور کون اس کی پیروی کرتا ہے تو سودائیوں اور دیوانوں کی باتیں کہیں ایسی کھری اور سچی ہوتی ہیں۔ آپ کا تو اعلیٰ درجہ کا صائب الرائے ہونا بھی ظاہر ہے۔ آپ کی عقل وفہم اور خوش تدبیری کی تو نبوت سے پہلے کی زندگی بھی شاہد ہے تو پھر آپ کے قول اور ہدایت سے نفرت وانکار کے کیا معنیٰ؟ اخیر میں حقیقت حال کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ واقع میں ان میں سے کوئی وجہ بھی معقول نہیں، بلکہ اصلی وجہ اور حقیقت یہ ہے کہ بیشک آپ جو کچھ لائے ہیں حق ہے مگر حق بات چونکہ ان کی اغراض وخواہشات کے موافق نہ تھی اس لئے بری لگتی تھی اور وہ قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے۔ ابھی آگے ان ہی منکرین کے متعلق مضمون جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ

اور اگر دین حق اُن کے خیالات کے تابع ہوجاتا تو تمام آسمان اور زمین اور جوان میں ہیں سب تباہ ہوجاتے۔ بلکہ ہم نے اُن کے پاس انکی نصیحت کی بات بھیجی

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَ

سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں۔ یا آپ اُن سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو آمدنی تو آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے اور وہ سب دینے والوں سے اچھا ہے۔

اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ

اور آپ تو ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کی جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ اس (سیدھے) راستہ سے ہٹتے جاتے ہیں۔

لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾

اور اگر ہم ان پر مہربانی فرمادیں اور ان پر جو تکلیف ہے اس کو ہم دُور بھی کردیں تو وہ لوگ (پھر) اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰى اِذَا فَتَحْنَا

اور ہم نے ان کو گرفتارِ عذاب بھی کیا ہے سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی۔ یہاں تک کہ ہم جب

عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾

اُن پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جائیں گے۔

وَلَوِ اور اگر	اتَّبَعَ پیروی کرتا	الْحَقُّ حق اللہ	اَهْوَآءَهُمْ انکی خواہشات	لَفَسَدَتِ البتہ درہم برہم ہوجاتا	السَّمٰوٰتُ آسمان	وَالْاَرْضُ اور زمین
وَمَنْ اور جو	فِيْهِنَّ ان کے درمیان	بَلْ بلکہ	اَتَيْنٰهُمْ ہم لائے ہیں انکے پاس	بِذِكْرِهِمْ ان کی نصیحت	فَهُمْ پھر وہ	
عَنْ ذِكْرِهِمْ اپنی نصیحت سے	مُعْرِضُوْنَ روگردانی کرنیوالے ہیں	اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ کیا تم ان سے مانگتے ہو	خَرْجًا اجر	فَخَرَاجُ تو اجر		
رَبِّكَ تمہارا رب	خَيْرٌ بہتر	وَهُوَ اور وہ	خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ بہترین روزی دہندہ ہے	وَاِنَّكَ اور بیشک تم	لَتَدْعُوْهُمْ انہیں بُلاتے ہو	
اِلٰى طرف	صِرَاطٍ راہ۔راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا۔راستہ	وَاِنَّ اور بیشک	الَّذِيْنَ جولوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر
عَنِ سے	الصِّرَاطِ راہِ حق	لَنٰكِبُوْنَ البتہ ہٹے ہوئے ہیں	وَلَوْ اور اگر	رَحِمْنٰهُمْ ہم ان پر رحم کریں	وَكَشَفْنَا اور ہم دُور کردیں	
مَا بِهِمْ جواُن پر	مِّنْ ضُرٍّ جو تکلیف	لَّلَجُّوْا اڑے رہیں	فِيْ میں۔پر	طُغْيَانِهِمْ اپنی سرکشی	يَعْمَهُوْنَ بھٹکتے رہیں	وَ اور
لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ البتہ ہم نے انہیں پکڑا	بِالْعَذَابِ عذاب میں	فَمَا اسْتَكَانُوْا پھر انہوں نے عاجزی نہ کی	لِرَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے			
وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ اور وہ نہ گڑگڑائے	حَتّٰى یہاں تک کہ	اِذَا جب	فَتَحْنَا ہم نے کھول دیئے	عَلَيْهِمْ ان پر	بَابًا دروازے	
	ذَا عَذَابٍ عذاب والا	شَدِيْدٍ سخت	اِذَا هُمْ تو اس وقت وہ	فِيْهِ اس میں	مُبْلِسُوْنَ مایوس ہوئے	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں منکرین کے خیال میں جو وجوہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نہ ماننے کی ہوسکتی تھیں وہ بیان فرما کر ان کی تردید فرمائی گئی تھی اور حقیقت حال کو واضح کیا گیا تھا کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات

برحق ہیں مگر چونکہ یہ برحق باتیں ان منکرین کی اغراض و خواہشات کے موافق نہیں۔ اس لئے یہ انہیں بری لگتی ہیں اور ان کو قبول کرنے کو وہ تیار نہیں ہوتے۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر سچی بات ان منکرین کو بری لگتی ہے تو لگے۔ صداقت وحقانیت ان کی خوشی اور خواہش کے تابع نہیں ہوسکتی۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی قلبی خواہشات کے مطابق شریعت کو ان کے موافق نازل کردے تو نظم عالم تباہ ہوجائے کیونکہ مشرکوں کی قلبی خواہشات میں سے شرک بھی ہے اور شرک تمام تباہیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ عزوجل نے جو قرآن نازل فرمایا وہ عین حق ہے اور جو شریعت بھیجی وہ عین صواب ہے۔ آدمی اس دنیا میں راہِ آخرت کا مسافر ہے۔ اس کی منزل اخروی زندگانی ہے۔ اگر اس دنیا کی اندھیری میں خواہشِ نفس کے مطابق چلے گا اور صاحبِ بصیرت تجربہ کار رہنما کی پیروی نہ کرے گا تو ظاہر ہے کہ کسی خندق وکھائی میں گر کر ہلاک ہوگا۔ تو ان منکرین میں یہی ایک عیب نہیں کہ حق سے کراہت و نفرت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر دوسرا عیب بھی ہے کہ اپنے لئے جو امر نافع ہے اس سے بھی اعراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کے پاس ان کے نفع کے لئے اس قرآن کو اپنے رسول پر نازل فرمایا اور یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ اس دعوتِ حق تبلیغ ونصیحت وخیر خواہی پر ان سے کسی معاوضہ کے بھی طلب گار نہیں۔ خدا تعالیٰ نے دارین کی جو دولت آپ کو عطا فرمائی ہے وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے۔ آپ کی صدق امانت کا حال سب کو معلوم ہے۔ جو کلام آپ لائے ہیں اس کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ آپ ان سے کسی معاوضہ کے طالب نہیں جس راستہ کی طرف آپ بلاتے ہیں بالکل سیدھا اور صاف راستہ ہے جس کو ہر سیدھی عقل والا بسہولت سمجھ سکتا ہے۔ کوئی اینچ پیچ نہیں۔ ٹیڑھا ترچھا نہیں ہاں اس پر چلنا انہی کا حصہ ہے جو موت کے بعد دوسری زندگی مانتے ہوں اور اپنی بدانجامی سے ڈرتے ہوں۔ جسے انجام کا ڈر اور فکر عاقبت ہی نہیں وہ کب سیدھے راستے پر چلے گا۔ یقیناً ٹیڑھا رہے گا اور سیدھی سی بات کو بھی اپنی کجروی سے کج بنالے گا۔ اور ان کی قساوت وعناد کی تو یہ حالت ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ان پر رحم فرمادیں اور وہ تکلیف جس میں آج کل وہ مبتلا ہیں دور کردیں تو بھی یہ اپنے کفر وعناد اور سرکشی وتکبر سے نہ ہٹیں گے۔ یہاں اشارہ ہے اس تکلیف اور مصیبت کی طرف جب کہ مکہ والوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک مرتبہ شدید قحط پڑا تھا۔ صحیحین کی روایت ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے سے پیہم انکار کیا اور سخت مزاحمت شروع کردی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف

"اے اللہ! ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔ یوسف کے ہفت سالہ قحط جیسے سات برسوں سے۔"

چنانچہ ایسا سخت قحط شروع ہوا کہ اہل مکہ کو مردار جانور کتے اور ہڈیاں تک کھانے کی نوبت آگئی اور کفار سات برس تک اس قحط میں مبتلا رہے۔ بالآخر اس مصیبت سے تنگ آ کر ابوسفیان جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم کو اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ہم لوگ خون اور اونٹوں کا اون بھی کھا گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحم آ گیا اور رفع قحط کی دعا فرمائی، چنانچہ وہ قحط دور ہوگیا۔ تو یہاں آیت میں اسی قحط کی تکلیف کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی

21 قساوت وعناد کی تو یہ حالت ہے کہ یہ مصائب وبلیات سے بھی متاثر نہیں ہوتے اور قحط وغیرہ آفات مسلط ہوئیں تب بھی عاجزی کر کے خدا کی بات نہ مانی اور اس عذاب قلیل سے بھی یہ لوگ خدا کی طرف نہ جھکے اور بارگاہِ الٰہی میں تضرع وزاری نہ کی اب جب عذابِ شدید یعنی عذاب بعدالموت کا دروازہ ان پر کھول دیا جائے گا تو اس وقت یہ بالکل ناامید اور حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ یہ کیا ہو گیا اور سب نشہ ہرن ہو جاویگا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بلیات ومصائب مثل قحط وغیرہ یہ سب قہرالٰہی کی نشانیاں ہیں اور مقصد ان سے یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کو دیکھ کر حق تعالیٰ کے آگے فروتنی اور عاجزی اختیار کریں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر سخت عذاب کو دعوت دینا ہے خواہ وہ دنیا ہی میں ہو یا بعدالموت۔

اب کفار ومشرکین بعث بعدالموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے اور حشر ونشر اور جزاوسزا اور قیامت وآخرت ان کے قائل ہی نہ تھے اس لئے آگے اللہ تعالیٰ اپنے کمال وتصرفات کے آثار کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ منکرین قیامت وجزاوسزا پر ایمان لے آئیں اور مردوں کے دوبارہ زندہ کیے جانے میں شک وتردد نہ کریں۔ اس سلسلہ میں چند دلائل اگلی آیات میں ذکر فرمائے گئے ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ان قرآنی نصائح کو اپنانے کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی ہم کو ظاہراً وباطناً کامل پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! ہم کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہر طرح کے مصائب وبلیات سے محفوظ ومامون فرما۔ اور اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی اپنے کرم ورحم کا معاملہ ہمارے ساتھ فرما۔

یا اللہ! قرآن کریم تو کفار ومنکرین کی شکایت فرما رہا ہے کہ یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں اور صراط مستقیم سے ہٹے جاتے ہیں اور اپنی گمراہی پر اصرار کرتے ہیں مگر یہ کس قدر رنج والم کی بات ہے کہ اب یہ امور اکثر امت مسلمہ کے افراد پر بھی صادق آ رہے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

یا اللہ! نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور واسطہ سے ہماری فریاد ہے کہ آپ امتِ مسلمہ پر رحم وکرم فرمائیں اور ان کو جو صراط مستقیم دکھائی گئی ہے اسی پر قائم رہنے کی توفیق اور استقامت عطا فرمائیں۔

یا اللہ! قرآن کریم کی عظمت اور وقعت پھر امت مسلمہ کو عطا فرما دے تاکہ اتباع قرآنی ان کو نصیب ہو اور آپ کے کرم ورحم کے مستحق بنیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔اور وہ ایسا ہے

ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ

جس نے تم کو زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب اُسی کے پاس لائے جاؤ گے اور وہ ایسا ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کا گھٹنا بڑھنا۔

وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

سو کیا تم (اتنی بات) نہیں سمجھتے۔بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جو اگلے (کافر) لوگ کہتے چلے آئے ہیں۔یوں کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ

اور ہڈیاں رہ جاویں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے۔اس کا تو ہم سے اور پہلے ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ کچھ نہیں محض یہ بے سند باتیں ہیں

اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾

جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں۔

وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ جس نے	اَنْشَاَ لَكُمُ بنائے تمہارے لئے	السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں	وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل	
قَلِيْلًا بہت ہی کم	مَّا تَشْكُرُوْنَ جو تم شکر کرتے ہو	وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ وہی جس نے	ذَرَاَ پھیلایا	كُمْ تمہیں	فِي الْاَرْضِ زمین میں
وَاِلَيْهِ اور اس کی طرف	تُحْشَرُوْنَ تم جمع ہو کر جاؤ گے	وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ وہی جو	يُحْيٖ زندہ کرتا ہے	وَيُمِيْتُ اور مارتا ہے	
وَلَهُ اور اُسی کیلئے	اخْتِلَافُ آنا جانا	الَّيْلِ رات	وَالنَّهَارِ اور دن	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں؟	بَلْ قَالُوْا بلکہ انہوں نے کہا	
مِثْلَ جیسے	مَا قَالَ جو کہا	الْاَوَّلُوْنَ پہلوں نے	قَالُوْا وہ بولے	ءَاِذَا کیا جب	مِتْنَا ہم مرگئے	وَكُنَّا تُرَابًا اور ہم ہوگئے مٹی
وَعِظَامًا اور ہڈیاں	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ پھر اٹھائے جائیں گے	لَقَدْ وُعِدْنَا البتہ ہم سے وعدہ کیا گیا	نَحْنُ ہم		
وَاٰبَاۗؤُنَا اور ہمارے باپ دادا	هٰذَا یہ	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنْ هٰذَآ یہ نہیں	اِلَّآ مگر	اَسَاطِيْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگ

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کی حالت بیان فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ یہ لوگ مصائب اور بلیات سے بھی متاثر نہیں ہوتے اور کفر پر برابر اصرار ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا جائے خواہ دنیا میں کہ کوئی غیبی قہر آپڑے یا بعد الموت کہ جب تو عذاب سے انہیں ضرور ہی دوچار ہونا ہے۔اس وقت ان منکرین کے انکار وتکبر کا نشہ سب ہرن ہو جائے گا۔تو چونکہ منکرین کو عذاب آخرت کی دھمکی سنائی گئی تھی جو مبنی ہے مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر اور وہ لوگ اس کے منکر تھے اس لئے آگے حشر ونشر اور مر کر دوبارہ زندہ کئے جانے کا اثبات اور ان کے انکار کا جواب دیا جاتا ہے اور چونکہ انسان کا دوبارہ زندہ ہونا مبنی ہے کمال قدرت پر اس لئے تصرفات قدرت کا بھی بیان فرمایا ہے۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کا یہ عظیم الشان احسان انسانوں پر ہے کہ اس نے تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی قوت عطا فرمائی۔تو ان نعمتوں کا شکر یہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو صحیح طور پر کام میں

لاتے۔ احکامِ الٰہیہ کو سننا اور اس کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھنا اور دل میں اس کی معرفت حاصل کرنا اور اللہ کی وحدت، عظمت وجلالت پر ایمان لانا یہی ان قوتوں کا ٹھیک اور صحیح استعمال تھا لیکن اکثر انسانوں نے اکثر اوقات میں ان قوتوں کو بیجا خرچ کیا۔ گویا یہاں تنبیہ ہے اس امر پر کہ جس شخص نے آلات وفہم وعقل سے فائدہ نہ اٹھایا۔ ہوش کے کانوں سے احکام الٰہی کو نہ سنا۔ عبرت کی آنکھوں سے قدرت کی نشانیوں کو نہ دیکھا۔ دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کی تو اس نے انسانی امتیازی خصوصیات کو کھو دیا جو اللہ نے اس کو عطا کی تھیں۔

علم ومعرفت کے ذرائع انسان کو تین ہی قسم کے عطا کیے گئے ہیں۔ کان، آنکھ اور دل، انہی قوتوں سے کسی چیز کا یقینی علم ہو سکتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک اللہ کی توحید اور وقوع قیامت یعنی یوم آخرت کے اثبات میں جا بجا دیکھنے، سننے اور سوچنے سمجھنے کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ عزوجل کی باتیں سنو۔ اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھو اور اس کی معرفت حاصل کرو۔ یہی اصل شکریہ اور حقیقی شکر گزاری ہے اس منعم کی ان نعمتوں کی۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے دنیا میں تمہیں ہر جگہ پھیلایا ہے۔ پھر وہی سمیٹ کر سب کو اپنے پاس بلا لے گا اور تم سب اسی کے سامنے اکٹھے ہو کر پیش کئے جاؤ گے۔ وہاں ہر ایک کو شکر گزاری اور ناشکری کا بدلہ مل جائے گا۔ اس وقت کوئی شخص یا کوئی عمل غیر حاضر نہ ہو سکے گا۔ تو جس نے دانوں کی طرح سے اس سطح زمین پر انسانوں کو پھیلایا اس کو ان کا سمیٹنا اور اکٹھا کرنا کیا مشکل ہے؟ پھر ظاہر ہے کہ انسان کو اللہ ہی پیدا کرتا ہے۔ ماں کے پیٹ کے اندر نطفہ جیسی حقیر چیز میں کیسی کیسی تبدیلیاں اور تغیرات ہوتے ہیں اور کیسے کیسے انقلابات کے بعد جیتا جاگتا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر زندگی کی مقررہ میعاد پوری کرنے کے بعد اللہ اس سے اپنی دی ہوئی امانت واپس لے لیتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔ تو جو خدا امانت کا مالک ہے اور اول بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے کیا وہ خدا دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

پھر ایک نمایاں اس کی قدرت کی نشانی یہ ہے کہ زمانہ کو دن اور رات دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا لانا بھی اس کی قدرت کی نشانی کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ تو زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ یا اندھیرے سے اجالا اور اجالے سے اندھیرا کر دینا جس کے قبضہ میں ہے اس کی قدرت عظیمہ کے سامنے کیا مشکل ہے کہ تم کو دوبارہ قیامت میں زندہ کر دے۔

یہ کفار مکہ جو مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کر رہے ہیں تو یہ عقل وفہم کی بات کچھ نہیں محض پرانے لوگوں کی اندھی تقلید کئے جا رہے ہیں اور وہی دقیانوسی شکوک پیش کرتے ہیں جو ان کے پیش رو کیا کرتے تھے یعنی مٹی میں مل کر اور ریزہ ریزہ ہو کر ہم کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ یہ منکرین کہتے ہیں کہ ایسی دور از عقل باتیں جو ہم کو سنائی جا رہی ہیں پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی یہی کہی گئی تھیں لیکن ہم نے تو آج تک خاک کے ذروں اور ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ آدمی بنتے نہ دیکھا۔ ہو نہ ہو یہ سب من گھڑت قصے کہانیاں ہیں جو پہلے لوگ گھڑ گئے تھے اور انہی کی نقل کی جا رہی ہے۔

استغفر اللہ نقل کفر کفر نہ باشد

تو ان کفار مکہ کی جہالت فقط اتنی ہی نہ تھی کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ عقائد کی صحت کا انکار کرتے بلکہ انہوں نے بڑھ کر تمام انبیائے سابقین جو وجود قیامت کی حقانیت کو واضح طور پر ظاہر فرماتے رہے ان سب کے اقوال پر بھی نکتہ چینی شروع کر دی اور ان بدبختوں نے گذشتہ انبیاء و مرسلین کی باتوں کو پرانے بے سند قصے کہانیاں قرار دیا۔ گویا اثباتِ قیامت کی دلیل کو انکار کی دلیل بنا لیا۔

چونکہ کفار کے ان اقوال سے انکار قدرت باری تعالیٰ لازم آتا ہے اور اس سے انکار قیامت اور بعث بعد الموت یعنی مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونے کا بھی انکار ہوتا ہے اس لئے ان اقوال کے جواب میں آگے اثباتِ قدرت الٰہیہ اور اثبات توحید کے متعلق مزید ارشاد فرمایا گیا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾

آپ کہہ دیجئے کہ یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ کس کے ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کے ہیں (تو) اُن سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا

آپ یہ بھی کہیے کہ ان سات آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے؟ وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی اللہ کا ہے۔ آپ کہیے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔

تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾

آپ یہ بھی کہئے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم کو کچھ خبر ہے۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا

وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں آپ کہئے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے۔ بلکہ ہم نے اُن کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔

اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا

اللہ نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ اسکے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جُدا کرلیتا۔ اور ایک دوسرے پر

بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

چڑھائی کرتا۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ جاننے والا ہے سب پوشیدہ اور آشکارا کا

فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

غرض ان لوگوں کے شرک سے وہ بالاتر اور منزہ ہے۔

قُلْ فرمادیں	لِمَنِ کس کیلئے	الْاَرْضُ زمین	وَمَنْ اور جو	فِيْهَآ اس میں	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو
سَيَقُوْلُوْنَ جلد(بضرور) وہ کہیں گے	لِلّٰهِ اللہ کا	قُلْ فرمادیں	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم غور نہیں کرتے؟	قُلْ فرمادیں		
مَنْ کون	رَبُّ رب	السَّمٰوٰتِ آسمان	السَّبْعِ سات	وَرَبُّ اور رب	الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ عرش عظیم	سَيَقُوْلُوْنَ جلدضرور
وہ کہیں گے	لِلّٰهِ اللہ کا	قُلْ فرمادیں	اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم نہیں ڈرتے؟	قُلْ فرمادیں	مَنْ کون	بِيَدِهٖ اس کے ہاتھ میں
مَلَكُوْتُ بادشاہت "اختیار"	كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز	وَهُوَ اور وہ	يُجِيْرُ پناہ دیتا ہے	وَلَا يُجَارُ اور پناہ نہیں دیا جاتا	عَلَيْهِ اسکے خلاف	
اِنْ اگر	كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو	سَيَقُوْلُوْنَ جلد "ضرور" وہ کہیں گے	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	قُلْ فرمادیں	فَاَنّٰى پھر کہاں سے	
تُسْحَرُوْنَ تم جادو میں پھنس گئے ہو	بَلْ بلکہ	اَتَيْنٰهُمْ ہم لائے ہیں اُن کے پاس	بِالْحَقِّ سچی بات	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ		
لَكٰذِبُوْنَ البتہ جھوٹے ہیں	مَا اتَّخَذَ نہیں بنایا	اللّٰهُ اللہ	مِنْ وَّلَدٍ کسی کو بیٹا	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	مَعَهٗ اسکے ساتھ	
مِنْ اِلٰهٍ کوئی اور معبود	اِذًا اس صورت میں	لَّذَهَبَ لے جاتا	كُلُّ ہر	اِلٰهٍ معبود	بِمَا خَلَقَ جو اس نے پیدا کیا	وَلَعَلَا اور چڑھائی کرتا
بَعْضُهُمْ انکا ایک	عَلٰی بَعْضٍ دوسرے پر	سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ	عَمَّا اس سے جو	يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	عٰلِمِ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ	
وَالشَّهَادَةِ اور آشکارا	فَتَعٰلٰى پس برتر	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شریک سمجھتے ہیں			

تفسیر وتشریح:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب میں چار قسم کے مشرک رہتے تھے کچھ تو خدا کو صاحب اولاد کہتے تھے (نعوذ باللہ) جیسے حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کو ابن اللہ اور ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ یہ گروہ تو یہود ونصاریٰ اور صابیوں کا تھا۔ کچھ لوگ آسمانی ستاروں کی اور آگ کی پرستش کرتے تھے۔ انہی کو مظہر انوار الوہیت جانتے تھے۔ یہ گروہ مجوسیوں کا تھا۔ ایک گروہ بت پرست تھا۔ لات۔ عزیٰ۔ منات۔ نائلہ۔ ہبل اور بعض دوسرے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کو مظہر الوہیت جانتے اور سمجھتے تھے۔ اللہ یعنی ایک رب الارباب کے وجود کا بھی اقرار تھا اور دوسری طرف کائنات کو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کرکے ایک ایک شعبہ کا ایک ایک مستقل خدا یا دیوتا مانا جاتا تھا جیسا کہ ہنود میں زمین کا دیوتا الگ۔ آسمان کا الگ۔ ہوا کا دیوتا الگ۔ پانی کا الگ۔ لیکن بایں ہمہ ان کو ایشر یعنی خلاق عالم نہیں کہتے۔ اسی طرح عرب کے بت پرست مورتیوں سے طرح طرح کی مرادیں مانگتے۔ ان کو اپنا حاجت روا سمجھتے۔ ان پر بھینٹ چڑھاتے۔ مگر خلاق عالم خدا ہی کو کہتے تھے۔ ایسے لوگ جو خدا کے وجود ہی کے منکر ہوں بہت ہی کم تھے۔ گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کے بعض اقوال بیان فرمائے گئے تھے جس سے انکار قدرت لازم آتا اور اس طرح انکار بعث بعد الموت کے ساتھ انکار توحید بھی ہوتا۔ اس لئے ان اقوال کے جواب میں اثبات قدرت کے ساتھ اثبات توحید بھی ارشاد ہوتا ہے اور مشرکین کے سامنے ان کے مسلمات بیان فرما کر توحید خالص اور بعث بعد الموت کو ثابت فرمایا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ہدایت کی جاتی ہے کہ آپ ان مشرکین و منکرین سے پوچھئے کہ یہ تو بتاؤ یہ زمین کس کی ہے؟ اور اس کا اور اس پر رہنے والوں کا مالک کون ہے ظاہر بات ہے کہ اس کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہ دے سکیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے۔ تو اس کے بعد ان سے کہئے کہ اتنا جاننے کے بعد کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ جو ساری زمین اور زمین والوں کا مالک ہے تو وہ اس کے اجزاء سے تمہیں دوبارہ بھی بنا سکتا ہے جیسے پہلے بنایا جس کا قبضہ ساری زمین اور زمینی چیزوں پر ہے تو کیا تمہاری مشتِ خاک اس کے قبضہ سے باہر ہوگی؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ سات آسمان اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ اس کا جواب بھی اس کے سوا کچھ نہ بن پڑے گا کہ شہنشاہ مطلق اللہ ہی ہے۔ تو پھر آپ ان سے کہئے کہ تعجب ہے کہ تم اتنے بڑے زبردست احکم الحاکمین کی نافرمانی کرتے ہوئے ڈرتے نہیں۔ اتنی بڑی گستاخی کرتے ہو کہ اس شہنشاہ مطلق کو ایک ذرہ بے مقدار سے عاجز قرار دینے لگے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ بھی پوچھئے کہ ہر چیز کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور ہر چیز اپنے اپنے ڈھنگ پر کس کے حکم سے چل رہی ہے؟ ہر چیز پر کس کا اختیار چلتا ہے کہ جس کو وہ چاہے اپنی پناہ میں لے لے اور جس کو وہ پناہ دے دے اس کو کون مٹا سکتا ہے؟ اور جس کو وہ مجرم قرار دے دے اسے کون اس کے عذاب سے بچا سکتا ہے۔ تو اس سوال کے جواب میں بھی اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکیں گے کہ حکم تو سب اللہ ہی کا چلتا ہے۔ جب اس کے سوا کوئی جواب نہیں تو پھر ان سے آپ کہئے کہ تمہاری عقل پر پردہ کیوں پڑ گیا کہ اتنا

سمجھنے کے بعد پھر ایسی باتیں کرتے ہو کہ مرنے کے بعد جینا نہیں ہوسکتا اور قیامت کے دن اعمال کا حساب کتاب جزا و سزا بالکل من گھڑت ہے۔ جب تمام زمین و آسمان کا مالک وہی ہوا اور ہر چیز اسی کے زیر تصرف اور اقتدار ہوئی تو آخر تمہارے بدن کی ہڈیاں اور ریزے اس کے قبضۂ اقتدار سے نکل کر کہاں چلے جائیں گے کہ ان پر وہ قادر مطلق اپنی مشیت نافذ نہ کر سکے گا؟ اس کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اپنے رسول کی معرفت ان کے پاس پیغام بھیجا ہے وہ بالکل حق اور صحیح ہے اور دلائل وشواہد سے ظاہر کر دیا گیا کہ جو کچھ ان سے کہا جا رہا ہے وہ بالکل صحیح اور حق ہے اور مشرکین جو کہہ رہے ہیں یہ واقعہ کے خلاف ہے اور وہ محض جھوٹے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں اور منجملہ ان کی غلط اور جھوٹ باتوں سے یہ بات بھی ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ کے اولاد ہے۔ زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا تنہا مالک ومختار وہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں جو اس دنیا کے بنانے اور اس کے نظام میں دخیل ہو۔ نہ اسے بیٹے کی ضرورت نہ مددگار کی۔ نہ کوئی دوسرا اس کے ساتھ دنیا کی حکومت میں شریک ہے۔ اگر دنیا کو بنانے اور اس کی حکومت میں اس کے ساتھ اور بھی شریک ہوتے تو سب کا آپس میں کبھی نہ کبھی ضرور ٹکراؤ ہوتا اور ہر ایک اپنی اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور اپنی طاقت اکٹھی کر کے دوسرے پر حملہ بول دیتا اور تمام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ اولاد اور شرک سے پاک ہے۔ نہ کسی میں اس کی سی قدرت اور قوت ہے اور نہ اس کا سا علم وہ ظاہر و باطن حاضر وغائب سب سے بخوبی واقف ہے اور حق تعالیٰ منزہ ہے ان باتوں سے جو یہ مشرکین کہتے ہیں اور برتر و بالا ہے ان کے شرک سے۔

مشرکین و منکرین کے اقوال و احوال جو اوپر بیان ہوئے اور جن کی تردید فرمائی گئی تو اس قسم کے اقوال اور اصرار علی الکفر وشرک کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ دنیا ہی میں اللہ کا غضب آتا ہے اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ذریعہ آپ کے فرمانبرداروں کو ہدایت کی گئی کہ ہر ایک اللہ کے غضب سے پناہ مانگا کرے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر طرح کے شرک سے ہمیں بچا کر اسلام کامل اور ایمان صادق نصیب فرماویں۔ اور آخرت کی زندگی پر یقین کامل عطا فرمائیں۔ اس زندگی کے لحہ لحہ میں آخرت کی تیاری اور وہاں کے فکر کی توفیق عطا فرماویں۔ اور توحید پر قائم رکھ کر اسی پر موت نصیب فرماویں۔ یا اللہ! تمام اختیار دین و دنیا کے آپ ہی کے دستِ قدرت میں ہیں، آپ ہی جس کو پناہ دیں وہی پناہ پاسکتا ہے اور آپ جس کو پناہ نہ دیں اس کو پناہ دینے والا کوئی نہیں۔ یا اللہ! ہمیں بھی یہ اعتقاد کامل نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے، ہر طرح کی آفات و بلیات سے، ہر طرح کے سانحات ومصائب سے ہم آپ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی حفاظت اور پناہ میں لے لیجئے اور ہر معاملہ میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور غیر اللہ کی طرف نظریں کرنے سے بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ

آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جارہا ہے اگر آپ مجھ کو دکھادیں تو اے میرے رب مجھ کو ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجئے۔اور ہم اس بات پر کہ

نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا

جو ان سے وعدہ کررہے ہیں آپ کو بھی دکھلادیں قادر ہیں آپ ان کی بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کردیا کیجئے جو بہت ہی اچھا ہو۔ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ

يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

یہ کہا کرتے ہیں۔اور آپ یوں دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے۔اور اے میرے رب آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آویں

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ

یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی پر موت آکھڑی ہوتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو پھر واپس بھیج دیجئے۔تاکہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں پھر جاکر نیک کام کروں۔

كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ہرگز نہیں یہ (اُس کی) ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جارہا ہے۔اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔

قُلْ فرمادیں	رَبِّ اے میرے رب	اِمَّا تُرِيَنِّيْ اگر تو مجھے دکھادے	مَا يُوْعَدُوْنَ جو ان سے وعدہ کیا جاتا ہے	رَبِّ اے میرے رب			
فَلَا تَجْعَلْنِيْ پس تو مجھے نہ کرنا	فِى میں	الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگ	وَاِنَّا اور بیشک ہم	عَلٰٓى پر	اَنْ نُّرِيَكَ کہ ہم تمہیں دکھادیں		
مَا نَعِدُهُمْ جو ہم وعدہ کررہے ہیں اُن سے	لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر ہیں	اِدْفَعْ دفع کرو	بِالَّتِيْ اس سے جو	هِيَ وہ	اَحْسَنُ سب سے اچھی بھلائی		
السَّيِّئَةَ بُرائی	نَحْنُ ہم	اَعْلَمُ خوب جانتے ہیں	بِمَا اس کو جو	يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	وَقُلْ اور آپ فرمادیں	رَبِّ اے میرے رب	
اَعُوْذُ میں پناہ چاہتا ہوں	بِكَ تیری	مِنْ سے	هَمَزٰتِ وسوسے	الشَّيٰطِيْنِ شیطان	وَاَعُوْذُ اور میں پناہ چاہتا ہوں	بِكَ تیری	
رَبِّ اے میرے رب	اَنْ يَّحْضُرُوْنِ کہ وہ آئیں میرے پاس	حَتّٰى یہاں تک کہ	اِذَا جَآءَ جب آئے	اَحَدَهُمُ ان میں کسی کو	الْمَوْتُ موت		
قَالَ کہتا ہے	رَبِّ اے میرے رب	ارْجِعُوْنِ مجھے واپس بھیج دے	لَعَلِّيْٓ شاید میں	اَعْمَلُ کام کرلوں	صَالِحًا کوئی اچھا کام		
فِيْمَا اس میں	تَرَكْتُ میں چھوڑ آیا ہوں	كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّهَا یہ تو	كَلِمَةٌ ایک بات	هُوَ وہ	قَآئِلُهَا کہہ رہا ہے	وَ اور
	مِنْ وَّرَآئِهِمْ اُن کے آگے	بَرْزَخٌ ایک برزخ	اِلٰى يَوْمِ اس دن تک	يُبْعَثُوْنَ وہ اٹھائے جائیں گے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کفار ومنکرین نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے بلکہ قرآن کی نسبت بھی طرح طرح کی بکواس کرتے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتے۔کوئی کہتا کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے ہم جو چاہے کریں کوئی ہمارا کچھ نہیں کرسکتا کوئی کہتا کہ موت کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا؟ اور کیسی جزا سزا؟ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔کوئی کہتا کہ اعمال کی بھلائی برائی کیسی؟ جسے ہم اچھا کہیں وہ اچھا جسے ہم برا کہیں وہ برا۔ہماری باتوں میں دخل دینے والا کون ہوتا ہے۔پھر کفار کی سرکشی پر جو عذاب آنے کے وعدے ہوتے اور انہیں وعیدیں سنائی جاتیں تو وہ ان کو سن کر مذاق اڑاتے اور ازراہ تمسخر کہتے کہ اگر وعدہ

وعید سچ ہیں تو عذاب آتا کیوں نہیں؟ منکرین کی ان شرارتوں اور خباثتوں کا مقتضا یہی تھا کہ ان پر کوئی سخت عذاب آ دے۔ اس لئے آگے ان آیات میں ہر مومن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ خدا کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔ وہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کا مطالبہ کیا جاوے۔ درحقیقت وہ ایسی خوفناک چیز ہے کہ سرکشوں اور گناہگاروں ہی کو نہیں نیکوکاروں کو بھی اپنی ساری نیکیوں کے باوجود اس سے ڈرنا اور پناہ مانگنا چاہئے اور اللہ سے ڈر کر یہ دعا کرنی چاہئے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو الٰہی مجھے اس کے ذیل میں شامل نہ کرنا یعنی ہم کو ایمان کی راہ پر مستقیم رکھنا اور کوئی تقصیر ہم سے ایسی سرزد نہ ہو کہ العیاذ باللہ عذاب کے لپیٹ میں آجائیں۔

تو اگرچہ یہاں آیت میں خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم اور عذابِ الٰہی سے محفوظ ہونا اگرچہ آپ کے لئے یقینی تھا اور اللہ کے رسول کا ظالموں کے ساتھ عذاب میں شامل ہونا قطعاً ناممکن تھا لیکن اظہار عبودیت کے لئے ایسی دعا تلقین فرمائی گئی اور درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آپ کے فرمانبرداروں کو ہدایت دینی مقصود ہے کہ ہر ایک اللہ کے غضب وعذاب سے پناہ مانگا کرے اور یوں کہے کہ اے رب اگر میری زندگی میں آپ کا عذاب ان نافرمانوں پر آنے والا ہو تو مجھے ان کے ساتھ عذاب میں شریک نہ کرنا اور اپنی رحمت سے تمام آفتوں سے محفوظ رکھنا۔ یہاں ایک پہلو تعلیم کا یہ بھی نکلتا ہے کہ ظلم کی نحوست اور اجتماعی گناہوں کی پاداش میں جب سزا کا کوڑا برستا ہے اور عذاب کی آگ برستی ہے تو صرف برے ہی اس میں نہیں جلتے بلکہ ان کے ساتھ بعض اوقات بھلے بھی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ اور دنیاوی تکالیف سے متاثر ہوتے ہیں۔ گو آخرت میں ان کو کوئی عذاب نہ ہو بلکہ اس دنیا کی تکلیف پر جو ان کو پہنچتی ہے اجر بھی ملے۔ قرآن کریم نویں پارہ سورۂ انفال میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔ واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خآصة واعلموا ان الله شديد العقاب ۞ اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے کہ اے پروردگار جب آپ کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کریں تو مجھ کو فتنہ سے محفوظ رکھنا اور مجھ کو ایسی حالت میں اپنے پاس بلالینا کہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔ غرض یہ کہ اس دعا کی تلقین سے اظہار عبودیت اور تواضع اور کسر نفسی کی تلقین ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ ہر وقت اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے تو معلوم ہوا کہ ایک غیر صالح اور بدکار معاشرہ میں رہنے والے ہر صالح آدمی کو ہر وقت خدا کی پناہ مانگتے رہنا چاہئے کچھ خبر نہیں کہ کب اور کس صورت میں ظالموں پر عذاب الٰہی کی آگ برسنے لگے اور پھر نہ معلوم اس عذاب کی چنگاریاں کہاں تک پہنچیں اور کون اس کی زد میں آجائے (العیاذ باللہ) آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کفار و منکرین کو سزا دے دیں اور جس عذاب سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے ابھی ابھی آپ کے سامنے ہی بھیج دیں لیکن انہیں ابھی مہلت دی جارہی ہے تاکہ جس کو سیدھا ہونا ہے وہ ہو جائے اس لئے آپ ان کے ساتھ برائی کے بدلہ بھلائی کریں۔ آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضا یہی ہے کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کریں جہاں تک اس طرح دفع ہوسکتی ہو اور آپ ان کی بیہودہ بکواس اور بے تکی باتوں سے مشتعل نہ ہوں۔ اس کو ہم خوب جانتے ہیں۔ وقت پر ان کو کافی سزا دی جائے گی۔

پھر نبی وقت اور اہلِ ایمان کے لئے یہی ایک اتفاق نہیں کہ شریر اور سرکش انسانوں سے نمٹنا پڑتا ہے۔ مگر وہ چونکہ ظاہر میں دکھائی دینے والے دشمن ہیں اس لئے انہیں دفع بھی کیا جاسکتا ہے اور ان کے ضرر سے بچا جاسکتا ہے لیکن ان کے علاوہ ایسے دشمن بھی ہیں جو دکھائی نہیں دیتے اور چھپ کر وار کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ شریر انسانوں کو بھی وہ شرارت پر اکساتے ہیں اور یہ ہیں شیاطین جو جنات کی نوع سے ہیں تو منکرین و مفسدین جو شیاطین الانس ہوئے ان کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ اوپر تعلیم فرمایا گیا تھا کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کیا جائے۔ لیکن شیاطین الجن اس طریقہ سے متاثر نہیں ہوسکتے۔ کوئی تدبیر یا نرمی ان کو رام نہیں کرسکتی اس لئے اس کا علاج جو صرف استعاذہ ہے تعلیم فرمایا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجانا تاکہ وہ قادر مطلق ان کی چھیڑ خانی اور شر سے محفوظ رکھے اس لئے یہ دعا تعلیم فرمائی گئی کہ اے رب مجھے ان شیاطین کی نوک چوک اور چھیڑ چھاڑ سے بچایئے اور اپنی عنایت سے ایسا کیجئے کہ وہ مجھ تک آنے ہی نہ پائیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ شریر منکرین اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے اور جو باتیں یہ بناتے ہیں ان کو ہمارے حوالہ کیجئے یہاں تک کہ ان میں سے بعض کی موت کا وقت آپہنچے اور نزع کی حالت میں عذاب کا معائنہ کرکے پچھتاوا شروع ہو۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ اے پروردگار قبر کی طرف لے جانے کی بجائے ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس کردے تاکہ گذشتہ زندگی میں جو تقصیرات ہم نے کی ہیں اب نیک عمل سے ان کی تلافی کرسکیں آئندہ ہم ایسی خطائیں ہرگز نہیں کریں گے۔ اس کا جواب ان کو ملے گا کہ اجل آجانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جاسکتا اور بالفرض واپس کردیا جائے تو ہرگز نیک کام نہ کرے گا وہی شرارتیں پھر سوجھیں گی۔ یہ محض اس کی بات ہے جو زبان سے بنا رہا ہے۔ یہ کہتا رہے ہمارے ہاں شنوائی نہیں ہوگی۔ اور ابھی کیا دیکھا ہے موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے جہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہے گا۔ برزخ کے معنی آڑ یا پردہ یعنی جو چیز دو چیزوں کی بیچ میں آکر انہیں باہم ملنے سے روک دے وہ برزخ ہے۔ اصطلاح شرع میں وہ عالم ہے جو دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور آخرت کی زندگی شروع ہونے پر ختم ہوجائے گا۔ اس کو عالم قبر بھی کہتے ہیں۔ موت کے بعد روح انسانی عالم برزخ میں رہتی ہے اور حشر تک رہے گی جب کہ عالم آخرت شروع ہوجائے گا۔ تو مرنے کے بعد ہر کسی کی روح کو عالم برزخ میں جانا ہے نہ کہ واپس دنیا میں۔

الغرض یہ مصیبت تو ان کو مرنے کے وقت پیش آئے گی۔ پھر جب قیامت کا روز ہوگا اور صور پھونکا جائے گا تو کیا حال ہوگا یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداروں میں شامل فرمائیں اور خالصین کے گروہ میں شامل ہونے سے بچائیں۔ یا اللہ نفس و شیطان کی شرارت اور وسوسوں سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ایمان و اسلام کی موت ہم کو نصیب فرمایئے۔ یا اللہ موت کے وقت ہمیں حسرت و افسوس سے بچایئے اور عالم برزخ میں ہماری روحوں کو چین و سکون عطا فرمایئے۔ اے اللہ! اس وقت ہمارے معاشرہ میں جو برائیاں پھیل گئی ہیں ہم ان برائیوں کے وبال سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ یا اللہ آپ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھیں اور مرتے دم تک ہم کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ

پھر جب صور پھونکا جاوے گا تو ان میں باہمی رشتے ناتے اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ سو جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا

فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ فِيْ

سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا اور جہنم میں ہمیشہ کیلئے رہیں گے۔

جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ

اُن کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔ کیوں کیا تم کو میری آیتیں پڑھکر سنائی نہیں جایا کرتی تھیں

تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ

اور تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب ہم کو اس (جہنم)

أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾

سے (اب) نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو ہم بیشک پورے قصوروار ہیں ارشاد ہوگا کہ اسی میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو۔

فَإِذَا پھر جب	نُفِخَ پھونکا جائے گا	فِي الصُّوْرِ صور میں	فَلَآ أَنْسَابَ تو نہ رشتے	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	يَوْمَئِذٍ اس میں	
وَلَا يَتَسَآءَلُوْنَ اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے	فَمَنْ پس۔جو۔جس	ثَقُلَتْ بھاری ہوئی	مَوَازِيْنُهُ اس کا تولپلہ	فَأُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ		
هُمْ وہ	الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے	وَمَنْ اور جو۔جس	خَفَّتْ ہلکی ہوئی	مَوَازِيْنُهُ اس کے تولپلہ	فَأُولٰٓئِكَ تو وہی لوگ	
الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	خَسِرُوْٓا خسارہ میں ڈالا	أَنْفُسَهُمْ اپنی جانیں	فِيْ جَهَنَّمَ جہنم میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے	تَلْفَحُ جھلس دیگی	
وُجُوْهَهُمُ ان کے چہرے	النَّارُ آگ	وَهُمْ اور وہ	فِيْهَا اس میں	كٰلِحُوْنَ تیوری چڑھائے ہوئے	أَلَمْ تَكُنْ کیا نہ تھیں	
اٰيٰتِيْ میری آیتیں	تُتْلٰى پڑھی جاتیں	عَلَيْكُمْ تم پر	فَكُنْتُمْ پس تم تھے	بِهَا انہیں	تُكَذِّبُوْنَ تم جھٹلاتے تھے	قَالُوْا وہ کہیں گے
رَبَّنَا اے ہمارے رب	غَلَبَتْ غالب آگئی	عَلَيْنَا ہم پر	شِقْوَتُنَا ہماری بدبختی	وَكُنَّا اور ہم تھے	قَوْمًا لوگ	ضَآلِّيْنَ راستہ سے بھٹکے ہوئے
رَبَّنَا اے ہمارے رب	أَخْرِجْنَا ہمیں نکال لے	مِنْهَا اس سے	فَإِنْ پھر اگر	عُدْنَا دوبارہ کیا ہم نے	فَإِنَّا تو بیشک ہم	ظٰلِمُوْنَ ظالم
قَالَ فرمائے گا	اخْسَئُوْا پھٹکارے ہوئے پڑے رہو	فِيْهَا اس میں	وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اور کلام نہ کرو مجھ سے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جب کفار ومنکرین کے سر پر موت آ کھڑی ہوتی ہے اور دوسرے عالم کا معائنہ ہونے لگتا ہے اس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور اپنے جہل وکفر پر سخت ندامت اور افسوس ہوتا ہے اور پھر اس وقت دنیا میں لوٹا دینے کی درخواست کرتا ہے تاکہ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرے مگر اس وقت اس کی درخواست کو رد کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اب تو دوبارہ دنیا میں واپس نہیں جا سکتا اور جب تک قیامت قائم ہو اسی مصیبت میں پڑا رہ۔ تو مرنے ہی کے وقت جو مصیبت کفار کو پیش آتی

ہے اس کا بیان اوپر فرمانے کے بعد اب جو قیامت میں ان کو پیش آئے گا وہ آگے ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو عالمِ برزخ ختم ہوکر عالم آخرت شروع ہوگا اور تمام مخلوق زندہ کر کے ایک میدان میں جمع کردی جائے گی اور اس وقت ہر ایک شخص اپنی فکر میں مشغول ہوگا۔ اولاد ماں باپ سے۔ بھائی بھائی سے۔ اور میاں بیوی سے سروکار نہ رکھے گا ایک دوسرے سے بے تعلق ہوں گے کوئی کسی کی بات نہ پوچھے گا۔

یہاں آیت میں جو فرمایا گیا کہ قیامت کے روز کفار میں باہمی رشتے ناتے نہ رہیں گے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باپ باپ نہ رہے گا اور بیٹا بیٹا نہ رہے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس وقت نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا نہ بیٹا باپ کے ہر ایک اپنے حال میں کچھ اس طرح گرفتار ہوگا کہ دوسرے کو پوچھنے کا ہوش نہ رہے گا۔ پھر آج انسان کے لئے اس بات کا سمجھنا کس قدر دشوار ہوگیا ہے کہ وہ جو کچھ اس دنیا میں کر رہا ہے۔ وہ سب برابر لکھا جا رہا ہے۔ مرنے کے بعد جب قیامت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کے سامنے ساری زندگی بھر کے کرتوتوں کا کچا چٹھا رکھ دیا جائے گا۔ پھر اس کے سامنے اس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ جس کا اعمال کچھ وزن رکھتے ہوں گے اور نیکیوں کا پلہ بدیوں کے مقابلہ میں جھکا ہوا ہوگا اس کو نجات و مغفرت نصیب ہوجائے گی اور دائمی خوش نصیبی اس کو حاصل ہوجائے گی اس کے برخلاف جس کے اعمال ہلکے اور بے وزن ثابت ہوں گے۔ اس کی شامت آجائے گی اور جہنم کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا جہاں آگ سے بدن جلتے سوج جائے گا۔ اور ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جہنمیوں کا نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا اور زبان باہر نکل کر زمین پر لٹکتی ہوگی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جہنم اور وہاں کے آزاروں سے ہم سب کو بالکلیہ محفوظ و مامون فرمائیں۔ آمین) اس وقت ان منکرین سے یوں کہا جائے گا کہ جن باتوں کو دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے اب آنکھوں سے دیکھ لو سچی تھیں یا جھوٹی؟ کیا دنیا میں اللہ کا کلام تم کو سنایا نہ گیا تھا اور دوزخ اور اس کے عذاب سے ڈرایا نہ گیا تھا؟ یہ بتاؤ تم نے ان سب کو جھوٹ کیوں جانا؟ کفار اعتراف کریں گے کہ بیشک ہماری بدبختی نے دھوکا دیا جو ایمان و اسلام کے سیدھے راستہ سے بھٹک کر کفر و شرک کو اختیار کیا اور اس ابدی ہلاکت کے گڑھے میں آپڑے۔ اب ہم نے سب کچھ دیکھ لیا۔ اب ازراہ کرم ایک دفعہ ہم کو یہاں سے نکال دیجئے۔ پھر کبھی ایسا کریں تو گناہ گار جو سزا چاہے دیجئے گا۔ اللہ عزوجل کی طرف سے جواب ملے گا کہ خاموش رہو اور اسی دوزخ میں چپ چاپ پڑے رہو۔ بک بک مت کرو جو کیا تھا اب اس کی سزا بھگتو۔

الغرض ان کفار کی ندامت و معذرت پر کوئی رحم نہ کیا جائے گا اور مزید باری تعالیٰ کی طرف سے جو ان کو خطاب ہوگا اور کفار جو جواب دیں گے یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت کے روز ہمارا حشر و نشر اپنے مومنین و مخلصین بندوں کے ساتھ فرمادیں اور بلا حساب کتاب محض اپنے فضل سے ہم سب کی مغفرت فرمادیں۔ یا اللہ! میزان میں ہماری نیکیوں کا پلہ بھاری فرمادیجئے گا اور جنت کی دائمی نعمتوں کو نصیب فرمائیے گا۔

یا اللہ جہنم کے دکھ اور آزار سے کامل طور پر ہم کو محفوظ فرمائیے گا۔ یا اللہ! ہماری غفلت کو دور فرمادے ہمارے دلوں میں قیامت کے حساب کتاب، جزا و سزا کا دھیان بٹھادے۔ ہمیں اپنے احکام کا متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسی حالت میں موت نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۱۰۹

میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو (ہم سے) عرض کیا کرتے تھے کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمایئے اور آپ سب رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنیوالے ہیں۔

فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنْسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ۱۱۰ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ

سو تم نے اُن کا مذاق مقرر کیا تھا یہاں تک کہ اُنکے مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلادی اور تم اُن سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے اُن کو آج اُن کے صبر کا یہ بدلہ دیا ہے

الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ۱۱۱ قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۱۱۲ قَالُوا

کہ وہی کامیاب ہوئے۔ ارشاد ہوگا کہ تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین پر رہے ہوگے وہ جواب دیں گے کہ ہم

لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ۱۱۳ قَالَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۱۱۴

ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے سو گننے والوں سے پوچھ لیجئے۔ ارشاد ہوگا کہ تم (دنیا میں) تھوڑی ہی مدت رہے کیا خوب ہوتا کہ تم سمجھے ہوتے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۱۱۵ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ

ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کر دیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے سو اللہ تعالیٰ بہت ہی عالیشان ہے جو کہ بادشاہِ حقیقی ہے

لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۱۱۶ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ

اسکے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی بھی عبادت کرے کہ جس پر اُس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں۔

بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۱۱۷ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ

سو اُس کا حساب اُس کے رب کے ہاں ہوگا۔ یقیناً کافروں کو فلاح نہ ہوگی۔ اور آپ یوں کہا کریں کہ اے میرے رب میری خطائیں معاف کر اور رحم کر اور تو سب

خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۱۱۸

رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنیوالا ہے۔

إِنَّهُ بیشک وہ	كَانَ تھا	فَرِيقٌ ایک گروہ	مِّنْ عِبَادِي میرے بندوں کا	يَقُولُونَ وہ کہتے تھے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	آمَنَّا ہم ایمان لائے	
فَاغْفِرْ لَنَا سو ہمیں بخش دے	وَارْحَمْنَا اور ہم پر رحم فرما	وَأَنْتَ اور تو	خَيْرُ بہترین	الرَّاحِمِينَ رحم کرنے والے	فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ پس تم نے انہیں بنالیا		
سِخْرِيًّا ٹھٹھا	حَتَّىٰ یہاں تک کہ	أَنْسَوْكُمْ انہوں نے بھلا دیا تمہیں	ذِكْرِي میری یاد	وَكُنْتُمْ اور تم تھے	مِّنْهُمْ ان سے		
تَضْحَكُونَ ہنسی کیا کرتے تھے	إِنِّي بیشک میں	جَزَيْتُهُمُ میں نے جزا دی انہیں	الْيَوْمَ آج	بِمَا اس کے بدلے	صَبَرُوا انہوں نے صبر کیا		
أَنَّهُمْ بیشک وہ	هُمُ وہی	الْفَائِزُونَ مراد کو پہنچنے والے	قَالَ فرمائے گا	كَمْ لَبِثْتُمْ کتنی مدت رہے تم	فِي الْأَرْضِ زمین (دنیا) میں		
عَدَدَ شمار حساب	سِنِينَ سال	قَالُوا وہ کہیں گے	لَبِثْنَا ہم رہے	يَوْمًا ایک دن	أَوْ یا	بَعْضَ يَوْمٍ ایک دن کا کچھ حصہ	فَاسْأَلِ پس پوچھ لے
الْعَادِّينَ شمار کرنے والے	قَالَ فرمائے گا	إِنْ لَبِثْتُمْ نہیں تم رہے	إِلَّا مگر صرف	قَلِيلًا تھوڑا عرصہ	لَوْ أَنَّكُمْ کاش کہ تم		

کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ جانتے ہوئے	اَفَحَسِبْتُمْ کیا تم خیال کرتے ہو؟	اَنَّمَا کہ	خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا	عَبَثًا عبث بیکار	وَاَنَّكُمْ اور یہ کہ تم		
اِلَيْنَا ہماری طرف	لَا تُرْجَعُوْنَ نہیں لوٹائے جاؤ گے	فَتَعٰلَى پس بلند تر	اللّٰهُ اللہ	الْمَلِكُ بادشاہ	الْحَقُّ حقیقی	لَا نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود
اِلَّا هُوَ اس کے سوا	رَبُّ مالک	الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ عزت والا عرش	وَ اور	مَنْ يَّدْعُ جو پکارے	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ		
اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی اور معبود	لَا بُرْهَانَ نہیں کوئی سند	لَهٗ اسکے پاس	بِهٖ اس کیلئے	فَاِنَّمَا سو تحقیق	حِسَابُهٗ اس کا حساب		
عِنْدَ رَبِّهٖ اسکے رب کے پاس	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُفْلِحُ فلاح کامیابی	نہیں پائینگے	الْكٰفِرُوْنَ کافر	وَقُلْ اور آپ کہیں	رَبِّ اے میرے رب	
	اغْفِرْ بخش دے	وَارْحَمْ اور رحم فرما	وَاَنْتَ اور تو	خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ بہترین رحم کرنیوالا ہے			

تفسیر وتشریح:۔ یہ اس سورۂ مومنون کے خاتمہ کی آیات ہیں۔

گزشتہ آیات میں کفار ومنکرین کا حال بروز قیامت بیان کیا گیا تھا کہ اپنے کفر کی وجہ سے ان کو دائمی عذاب جہنم ہوگا۔ اس وقت کفار اپنے جرم کا اقرار کر کے عذر معذرت کریں گے اور درخواست کریں گے کہ اس مرتبہ ان کو جہنم سے آزاد کر دیا جائے اور دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے۔ آئندہ وہ کفر نہ کریں گے۔ اس پر ان کو جواب ملے گا کہ بک بک مت کرو۔ اب خاموشی کے ساتھ جہنم میں پڑے رہو۔ جیسا دنیا میں کیا تھا ویسا اب بھگتو، تم پر اب کوئی رحم وکرم نہ ہوگا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کفار کو مزید شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لئے ان کا ایک زبردست گناہ پیش کیا جائے گا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اور ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں میرے بندے اہل ایمان جب اپنے رب کے آگے دعا واستغفار کرتے تھے تو تم کو ان کے ساتھ ہنسی اور مذاق سوجھتا تھا۔ اور ان کی ان خصلتوں کا اتنا مذاق اڑاتے تھے اور ان کے اتنا پیچھے پڑتے تھے گویا کہ تمہارے سر پر کوئی حاکم ہی نہ تھا کہ جو تمہاری ان شرارتوں کی سزا دے سکے۔

اس آیت میں کیسی صحیح اور عبرتناک تصویر پیش کی ہے۔ آج کتنے ہی منکر اور کافر نہیں بلکہ نام کے مسلمان بھی اپنی "روشن خیالی" کے زعم میں اسی طرح کا مضحکہ سیدھے سادے دیندار مسلمانوں کا اڑاتے ہیں۔ آیت یہ بتلا رہی ہے کہ اللہ کے مخلص دیندار بندوں سے مضحکہ وتمسخر کا انجام نار جہنم ہے۔ آگے ان کفار سے خطاب جاری رکھتے ہوئے مزید کہا جائے گا کہ اہل ایمان نے تمہاری زبانی اور عملی ایذاؤں پر صبر کیا تھا۔ آج دیکھو کہ تمہارے بالمقابل ان کو کیا پھل ملا۔ ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا جہاں وہ ہر طرح کامیاب و کامران اور ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہیں اور تم اپنی روشن خیالی پر گھمنڈ رکھنے والے اس ناکامی اور نامرادی کے عذاب میں گرفتار نکلے۔ پھر منکرین قیامت وآخرت سے بطور زجر وتوبیخ کے یہ سوال ہوگا کہ تم جو کہتے تھے کہ مر کر جینا نہیں اور زندگی ہے تو بس دنیا ہی کی زندگی ہے۔ اور وہاں کی زندگی اور اس کے لذات اور مال وجاہ پر تم ریجھے ہوئے تھے۔ اور اب یہاں اپنے گمان کے خلاف مر کر دوبارہ زندہ ہونا اور اپنے کیئے کی سزا پانا اور عذاب ابدی میں مبتلا ہونا دیکھ لیا اب بتاؤ کہ تم دنیا میں کس قدر ٹھہرے تھے؟ منکرین تو اس وقت دکھ اور درد کے مارے حواس باختہ ہو رہے ہوں گے۔ جواب میں کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں ایک روز یا اس سے بھی کم رہے ہوں گے اور سچ تو یہ ہے کہ ہم کو یاد نہیں کہ ہم دنیا میں کتنی مدت رہے۔ فرشتوں سے کہ جو اعمال اور عمر کا حساب رکھتے تھے ان سے پوچھ لیا جائے۔ جواباً ارشاد ہوگا کہ اب تو تمہیں بھی اقرار ہے کہ دنیا میں تھوڑی ہی مدت رہے۔ اگر یہ بات تم اس وقت سمجھ لیتے کہ دنیا کی بقا ناقابل اعتبار ہے اور اس کے سوا کوئی اور دارالقرار ہے تو آج یہ گت تمہاری کیوں بنتی مگر وہاں تو بس بقا دنیا ہی میں منحصر سمجھا اور اس عالم آخرت کی نفی کرتے رہے اور اب اگر سمجھے تو بالکل بیکار ہے۔ اگر دنیا ہی میں سمجھ لیتے کہ دنیا تھوڑے دن کی ہے اور ہمارے رسولوں اور کتابوں ہی کے کہنے سے مان جاتے تو آج اس قدر حسرت اور ندامت میں مبتلا نہ ہوتے اور نہ جہنم کی آگ میں جلتے۔

اب آگے انسانوں کو خواب غفلت سے چونکانے کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ لوگو! یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ تمہیں ہم نے کھیل کے طور پر

بنایا ہے کہ تم جو چاہے کرو۔ سنو اور غور کرو کہ تمہیں یقیناً ایک دن ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے اور تمہارے دنیا کے اعمال کا زبردست نتیجہ نکلنا ہے۔ یا تو جنت میں داخل ہو کر ابدی راحت میں رہو گے یا دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں نہ جانے کب تک جلو گے۔

اب چونکہ سورۃ خاتمہ پر آ رہی ہے اس لئے تمام سورت کا خلاصہ اور نتیجہ ارشاد ہوتا ہے کہ یاد رکھو حقیقی بادشاہ اللہ ہی ہے جو بہت ہی عالیشان ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی عرش عظیم کا مالک ہے جو کوئی اللہ کے ساتھ اور کسی کو بھی معبود سمجھے گا وہ ہٹ دھرم ہے اور ناسمجھ ہے۔ اس کے پاس کوئی دلیل اور کوئی سند اس بات کی نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ حقیقی رب اللہ عزوجل اس سے اس کے اعمال کا حساب لے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کا انکار کئے بیٹھے ہیں۔ یقیناً وہ آخرت میں خالی ہاتھ ہوں گے۔ ان کو نجات اور فلاح ہرگز میسر نہ ہوگی۔

سورۃ کی ابتداء **قد افلح المومنون** سے فرمائی گئی تھی کہ بالتحقیق مومن ہی فلاح یاب ہوں گے اور خاتمہ پر مقابلہ میں **انه لايفلح الكافرون** فرمایا گیا کہ یقینی بات ہے کہ کافر فلاح یاب نہ ہوں گے اس طرح کس خوبی سے کلام کو تمام فرمایا گیا۔

آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ یہ گفتگو تو کفار سے متعلق تھی اگر یہ لوگ طالب مغفرت ورحمت نہیں ہیں تو نہ ہوں، آپ اور آپ کے متبعین اس کو طلب کیجئے اور یوں کہا کیجئے کہ اے میرے رب مغفرت فرمائیے اور رحم فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں۔

اس سورۃ کے اخیر کی چار آیات میں یعنی **افحسبتم** سے سورہ ختم تک بہت بڑی فضیلت اور تاثیر رکھتی ہیں جس کا ثبوت بعض احادیث سے ہوتا ہے اور علماء ومشائخ نے تجربہ کیا ہے اس لئے ان اخیر کی چار آیات کا ورد اکثر رکھنا چاہئے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے ایک سریہ یعنی چھوٹا لشکر روانہ فرمایا اور یہ حکم دیا کہ صبح اور شام یہ آیتیں پڑھا کریں۔ یعنی **افحسبتم** سے **وانت خير الرّٰحمين** تک۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے حسب الارشاد یہ آیتیں پڑھیں تو ہم صحیح سالم مال غنیمت لے کر واپس آئے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ان کا گذر ایک ایسے بیمار پر ہوا جو سخت امراض میں مبتلا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے کان میں سورۂ مومنون کی یہی آیتیں **افحسبتم** سے آخر سورۃ تک پڑھ دیں وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو ان سے دریافت کیا کہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ آیتیں پڑھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذاتِ پاک کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی جو یقین رکھنے والا ہو یہ آیتیں پہاڑ پر پڑھ دے تو وہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ (معارف القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو دعا تلقین فرمائی تھی اور جو آج تک اہل ایمان اپنی نمازیں اکثر پڑھتے ہیں یعنی **اللّٰهم انى ظلمت نفسى ظلما كثيرا. وانه لايغفر الذنوب الا انت فغفرلى مغفرة من عندك وارحمنى انك انت الغفور الرحيم ۝**

یہ دعا اس آخری آیت **وقل رب اغفرو ارحم وانت خير الرّٰحمين۝** کے امتثال امر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے دل کی گہرائیوں سے اس دعا کو اپنی نمازوں میں مانگنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

الحمدللہ اس درس پر اس سورۃ کا بیان ختم ہوا جس میں چھ رکوع تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

یہ ایک سورۃ ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور اسکو ہم (ہی) نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس سورۃ میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو

سُوْرَةٌ ایک سورۃ	اَنْزَلْنٰهَا جو ہم نے نازل کی	وَفَرَضْنٰهَا اور لازم کیا اس کو	وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل کیں	فِيْهَآ اس میں
اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ واضح آیتیں	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَذَكَّرُوْنَ تم یاد رکھو		

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب اٹھارویں پارہ کی سورۃ النور کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس درس میں سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کی انشاء اللہ تشریح کی جائے گی۔ جس سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام و زمانۂ نزول۔ تاریخی پس منظر۔ موضوع ومباحث۔ تعداد رکوعات و آیات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے پانچویں رکوع کی پہلی آیت میں اللہ نورالسموت والارض کا جملہ آیا ہے یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تو چونکہ اس سورۃ میں اللہ کے نور کا ذکر ہے۔ اس لئے اس کا نام سورۃ النور ہوا۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور ۶ ہجری کے آخری نصف میں اس کا مدینہ منورہ میں نزول ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی چوبیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۱۰۵ لکھا ہے یعنی قرآن پاک کی کل ۱۱۴ سورتوں میں سے ۱۰۴ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۹ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۶۴ آیات اور ۹ رکوعات ۱۴۲۰ کلمات اور ۶۴۱۰ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

تاریخی پس منظر یعنی جن حالات میں اس سورۃ کا نزول ہوا مختصراً اس طرح ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں یہود سے مصالحت کا معاہدہ فرمایا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وفا فرماتے رہے لیکن اس وقت یہود چونکہ مدینہ کے رئیس اور بڑے مانے جاتے تھے آپ کے تشریف لانے کے بعد اسلام کی روزافزوں شوکت کو دیکھ کر ان کو سخت غیظ ہوتا تھا اور اسی لئے وہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے درپے آزار رہتے تھے۔ غزوہ بدر ۲ھ میں جب کفار مکہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کو حیرت انگیز فتح ہوئی تو یہود مدینہ کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی۔ بالآخر انہوں نے علانیہ عہد شکنی شروع کر دی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے مختلف قبائل سے جنگ کی تیاری شروع کی۔ مقابلہ ہوا تو کچھ قبائل جلاوطن ہو کر شام چلے گئے اور کچھ خیبر وغیرہ چلے گئے۔ ادھر قریش مکہ پہلے سے مدینہ کے یہود اور منافقین کو خط لکھ کر نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت پر اکسار ہے تھے بلکہ یہ دھمکی بھی ساتھ دی تھی کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نہ نکال دو گے تو ہم تمہارے ساتھ بھی جنگ کریں گے۔ گویا قریش مکہ۔ یہود مدینہ اور منافقین سب کی مجموعی طاقت اسلام کے خلاف کھڑی ہو گئی۔ بالآخر ذی قعدہ ۵ھ میں سب نے اپنی پوری پوری قوتیں جمع کر کے یکبارگی مدینہ طیبہ پر حملہ کی ٹھہرائی اور اس طرح دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار مسلمانوں کو مٹانے کے لئے مدینہ کی طرف بڑھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو صحابہ کرام کو جمع کر کے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ کھلے میدان میں نکل کر جنگ کرنا مناسب نہیں بلکہ جس طرف سے مدینہ کے اندر ان کے گھسنے کا احتمال ہے اس طرف خندق کھودی جائے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور تین ہزار صحابہ کرام کو لے کر خندق کھودنے کے لئے خود بھی کمربستہ ہو گئے چھ دن میں یہ پانچ گز گہری خندق اس طرح تیار ہوئی کہ اس کے کھودنے میں خود سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کے دست مبارک کا ایک بڑا حصہ تھا۔ ایک مرتبہ خندق

کھودتے ہوئے ایک پتھر کی چٹان نکل آئی جس کی وجہ سے سب کے سب عاجز ہوگئے تو آپ نے خود اپنے دست مبارک سے ایک کدال مارا تو اس کے ٹکڑے اڑ گئے غرض خندق تیار ہوگئی ادھر کفار کا لشکر آ پہنچا اور مدینہ کا محاصرہ کرلیا تقریباً ایک ماہ تک مدینہ میں مسلمان محصور رہے۔ محاصرہ کی وجہ سے مدینہ میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ رسد کی قلت سے صحابۂ کرام پر تین تین فاقہ گزر گئے۔ ایک روز مضطر ہوکر صحابہؓ نے اپنے پیٹ کھول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے کہ سب نے پیٹ سے پتھر باندھ رکھے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کیلئے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) ادھر محاصرین جب خندق عبور نہ کرسکے تو وہیں سے تیر اور پتھر برسانے شروع کئے۔ جانبین سے مسلسل تیر اندازی ہوتی رہی اسی سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا ہوئیں بالآخر خداوند قدوس نے اس بے سروسامان جماعت کی مدد فرمائی اور لشکر کفار پر ہوا کا ایک ایسا طوفان مسلط فرمایا جس نے ان کی فوج کے حواس معطل کردیئے غرضیکہ ایک مہینہ تک سر مارنے کے بعد آخر کار ناکام اور خاسر ہوکر واپس چلے گئے اور ان کے جاتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاعلان صحابہ سے فرمادیا کہ اس سال کے بعد اب قریش تم پر چڑھائی نہیں کریں گے بلکہ تم ان پر چڑھائی کروگے۔ یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ اب اسلام بچاؤ کی نہیں بلکہ اقدام کی لڑائی لڑے گا اور کفر کو اقدام کے بجائے بچاؤ کی لڑائی لڑنی پڑے گی۔ مشرکین۔ منافقین۔ یہود اب سبھی یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں کو محض ہتھیاروں اور فوجوں کے بل پر شکست نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے اب دشمنان اسلام کی سرگرمیوں کا رخ جنگی کارروائیوں سے ہٹ کر رذیلانہ حملوں اور داخلی فتنہ انگیزیوں کی طرف پھر گیا اور چونکہ یہ خدمت باہر کے دشمنوں کی بہ نسبت خود مسلمانوں کے اندر گھسے ہوئے منافقین زیادہ اچھی طرح انجام دے سکتے تھے اس لئے مخالفین اسلام کی اب یہ سازش قرار پائی کہ مدینہ کے منافقین اندر سے فتنہ اٹھائیں اور یہود و مشرکین باہر سے ان کا زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ مدینہ کے منافقین جو بظاہر مسلمان بن کر اہل اسلام میں گھلے ملے تھے ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے کہ جس سے وہ مسلمانوں میں آپس میں بدگمانی پھیلا سکیں تاکہ مسلمانوں کے اتحاد اور نظم اور ان کی اجتماعی قوت میں رخنہ پڑے۔ چنانچہ منافقین کئی موقعوں پر افترا پردازی کا طوفان عظیم لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح کا ایک حملہ منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے سلسلہ میں کھڑا کیا مگر منافقین کے تمام اعتراضات کا دنداں شکن جواب وحی الٰہی نے سورۂ احزاب میں دیا اور منافقین کی اس مہم پر سخت زجر و توبیخ کی گئی جس کی تفصیلات انشاء اللہ اکیسویں پارہ سورۂ احزاب میں بیان ہونگی۔

دوسرا حملہ منافقین نے ہجرت کے چھٹے سال غزوۂ بنی المصطلق کے موقع پر کھڑا کیا جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بابت غلط اور بے بنیاد بدگمانی پھیلانی شروع کی اور آپ پر تہمت لگا کر بیہودہ خبریں اور افواہیں مسلمانوں میں پھیلائیں۔ شیطانی وسوسوں نے کام کیا اور کچھ سادہ دل مخلص مسلمان بھی اس بے بنیاد جھوٹی افواہ کے سننے اور دوسروں سے ذکر کرنے میں شامل ہوگئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعۂ تہمت کی وہی شان ہے جو حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے قصہ کی شان ہے جس کی تفصیل سورۂ مریم سولہویں پارہ میں گزری اور جس طرح حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کی عفت و عصمت پر ایمان لانا فرض ہے اور آپ کی عصمت و نزاہت میں شک کرنا کفر ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت و عصمت پر ایمان لانا فرض ہے اور آپ کی عصمت و نزاہت میں شک کرنا کفر ہے۔ دونوں کی عفت و عصمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور نص قرآنی کا انکار کفر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا شوشہ چھوڑ کر منافقین نے بیک وقت کئی شکار کرنے کی کوشش کی۔ ایک طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت پر حملہ کیا۔ دوسری طرف اسلامی وقار کو گرانے کی کوشش کی اور تیسری طرف مسلمانوں کے اندر کمال درجے کے اتحاد اور نظم و

21 ضبط میں رخنہ پیدا کرنے کی اسکیم بنائی۔ یہ تھے وہ حالات کہ جس میں یہ سورۂ نور نازل ہوئی۔ اس پس منظر کو سمجھ لینے سے آئندہ دورانِ سورۃ تشریحات سمجھنے میں انشاءاللہ سہولت اور آسانی ہوگی اس لئے یہ پس منظر بیان کرنا ضروری تھا۔

اس سورۃ کے مرکزی مطالب عورت کی عفت سے متعلق ہیں۔ اس لئے حدیث صحیح میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آیا ہے کہ اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔ اس سورۃ میں زیادہ تر گھریلو اور اجتماعی زندگی کے پاک صاف رکھنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ ناجائز تعلقات جنسی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ پاکیزہ گھرانوں کی مستورات کے متعلق وہم وگمان کی بنا پر برے خیالات پھیلانے والوں کی سزا کا قانون بیان فرمایا گیا ہے۔ بیوی پر ناپاکی کا الزام لگانے والے خاوند کے لئے لعان کا قانون بتایا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی کی شہادت دی گئی اور آپ کے متعلق بدگمانی پھیلانے والوں کو سرزنش کی گئی اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اللہ کے برگزیدہ بندں کی بابت بدگمانیوں سے بچیں ورنہ سخت سزا کے سزاوار ہوں گے۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت کی گئی کہ پاکیزہ زندگی اختیار کریں اور اس کا طریقہ بتایا گیا۔ بیوہ عورتوں کی دوبارہ شادی کردینے کی مصلحت سمجھائی گئی۔ اسلامی معاشرہ کو بیہودہ باتوں۔ خرابیوں اور بدگمانیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لئے معاشرتی اور تمدنی قوانین کی تعلیم دی گئی۔ اس سورت میں مسلمانوں کو بشارت دی گئی کہ انہیں زمین میں حکومت وسلطنت دی جائے گی تاکہ انہیں اسلام کی خوبیاں اور برکتیں تمام دنیا میں پھیلانے کا موقع مل جائے۔ پھر آپس میں مل جل کر رہنے کی تعلیم دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب وتعظیم کی ہدایت کی گئی اور بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا برتاؤ کیسا ہونا چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں بڑے بڑے اور اہم قوانین وہدایات کے علاوہ منافقین اور مؤمنین کی علامتیں بتائی ہیں تاکہ معاشرہ میں پتہ چل جائے کہ مخلص اہل ایمان کون ہیں اور منافق کون؟ ان جملہ امور کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

اس تمہیدی تشریح کے بعد اب آیت زیر تفسیر کی تشریح سنیئے۔

سورۃ کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے کہ لفظ لفظ سے اہمیت ٹپکتی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

"یہ ایک سورۃ ہے کہ جس کے الفاظ کو بھی ہم نے نازل کیا ہے اور اس کے احکام کو بھی ہم نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس سورۃ میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو اور عمل کرو۔"

اب یوں تو سارا ہی قرآن اور تمام سورتیں حق تعالیٰ ہی کی نازل کی ہوئی ہیں مگر اس سورۃ کے احکام کو خاص اہمیت دینے کے لئے فرمایا گیا کہ اس کا نازل کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہیں اس لئے اسے کسی اور ناصح کے کلام کی طرح ہلکی چیز نہ سمجھ بیٹھنا۔ خوب جان لو کہ اس کا نازل کرنے والا وہ ہے جس کے قبضہ میں تمہاری جانیں ہیں اور جس کی گرفت سے تم مر کر بھی نہیں چھوٹ سکتے اس لئے مخاطبین سمجھ لیں کہ اس کے مضامین واحکام ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں اور بہت زیادہ محفوظ رکھنے اور لازم پکڑنے کے مستحق ہیں۔ جو صاف صاف نصیحتیں اور کھری کھری باتیں اس سورۃ میں بیان کی گئی ہیں اس لائق ہیں کہ ہر مسلمان ان کو حرزِ جان بنائے اور ایک منٹ کے لئے ان سے غفلت نہ کرے لفظ فرضنھا اور اسے ہم نے فرض کیا ہے۔ یہ صاف ظاہر کررہا ہے کہ یہ قطعی احکام ہیں جس کی پیروی کرنا لازم ہے۔ یہ نہیں کہ یہ کوئی "سفارشات" ہیں کہ آپ کا جی چاہے تو مانیں ورنہ جو چاہے عمل کرتے رہیں اور جیسے چاہیں عائلی اور خانگی قوانین بناتے رہیں پھر آیاتِ بینتٍ یعنی صاف صاف کھلی آیات کہہ کر یہ واضح کردیا کہ جو ہدایات واحکام اس سورۃ میں دیئے جارہے ہیں ان میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ صاف صاف اور کھلی ہدایات ہیں جس کے متعلق تم یہ عذر نہیں کرسکتے کہ فلاں حکم ہماری سمجھ میں نہیں آیا اس لئے ہم کیسے عمل کرتے۔ اس پرشوکت تمہید کے بعد احکام شروع ہوجاتے ہیں اور سب سے پہلا حکم زانی اور زانیہ کی سزا کے متعلق ہے۔ جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد سو ان میں سے ہر ایک کے سو درے مارو۔ اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں

فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ

ذرا رحم نہ آنا چاہیئے اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو

مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢﴾

حاضر رہنا چاہیے۔

الزَّانِيَةُ بدکار عورت	وَالزَّانِي اور بدکار مرد	فَاجْلِدُوا تو تم کوڑے مارو	كُلَّ وَاحِدٍ ہر ایک کو	مِنْهُمَا ان دونوں میں سے	مِائَةَ سو	
جَلْدَةٍ کوڑے	وَلَا تَأْخُذْكُم اور نہ پکڑو (نہ کھاؤ)	بِهِمَا ان پر	رَأْفَةٌ مہربانی (ترس)	فِي میں	دِينِ اللَّهِ اللہ کا حکم	إِن اگر
كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ تم ایمان رکھتے ہو	بِاللَّهِ اللہ پر	وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور یوم آخرت	وَلْيَشْهَدْ اور چاہیے کہ موجود ہو	عَذَابَهُمَا ان کی سزا		
طَائِفَةٌ ایک جماعت	مِنَ سے۔کی	الْمُؤْمِنِينَ مومن (مسلمان)				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ تمہیدی آیت میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا تھا کہ یہ عظیم الشان جلیل القدر سورۃ ہم نے نازل کی ہے اور ہم نے خود اس میں احکام مقرر کئے ہیں جن کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے۔ اس تمہید کا انداز بیان خود بتا رہا ہے کہ سورۂ نور کے احکام کو اللہ تعالیٰ کتنی اہمیت دے کر پیش فرما رہے ہیں۔ چونکہ اس سورۃ کے نازل ہونے سے پہلے تہمت تراشی کا ایک ایسا افسوسناک واقعہ پیش آیا تھا جس سے اجتماعی زندگی کے آرام وسکون میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ مراد اس سے واقعۂ افک ہے جبکہ منافقین نے محض اسلام دشمنی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا کر غلط اور بے بنیاد بدگمانی پھیلانی شروع کر رکھی تھی جس کی تفصیلات اگلے رکوع میں ظاہر فرمائی گئی ہیں۔ اس لئے تمہید کے الفاظ اتنی شان وشوکت کے ہیں تاکہ لوگ اس سورۃ کے احکام کو ہمیشہ یاد رکھیں اور برائیوں سے بچیں۔ چونکہ منافقین نے معاذ اللہ، معاذ اللہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر زنا سے متعلق تہمت لگائی تھی مگر آپ کی برأت اور پاک دامنی پر قرآن پاک نے شہادت دی اور اگلے دو رکوع مستقل آپ کی صدیقیت پر نازل ہوئے۔ اس لئے اس سورۃ میں احکام کی ابتداء زنا کی سزا سے ہوتی ہے اور پہلا حکم اس آیت میں یہ دیا جاتا ہے کہ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کو ۱۰۰ درے مارے جائیں۔ یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ شریعت اسلامیہ میں یہ ۱۰۰ دُرے کی سزا اس زانی اور زانیہ کی ہے جو آزاد، عاقل اور بالغ ہو اور نکاح کئے ہوئے نہ ہو یا نکاح اگر ہو چکا ہے تو ہم بستری نہ ہو سکی ہو۔ اور اگر آزاد، بالغ اور عاقل مرد وعورت نکاح سے فائدہ اٹھا چکے ہوں اور ہم بستری ہو چکی ہو تو ایسے مرد وعورت کو زنا کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے یعنی اتنے پتھر اس کے مارے جائیں کہ وہ مرجائے۔ یہ سزا رجم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے حیات مبارکہ میں جاری فرمائی اور آپ کے بعد خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل برابر اسی قانون پر رہا۔ اگر شادی شدہ آزاد مرد یا عورت سے زنا سرزد ہوا تو سنگسار کیا گیا اور غیر شادی شدہ آزاد مرد وعورت کے ۱۰۰ کوڑے مارے گئے۔ (نوٹ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ بینات کراچی اشاعت خاص ''رجم کی شرعی حیثیت''

بابت ماہ رجب وشعبان ۱۴۰۱ھ مطابق جون جولائی ۱۹۸۱ء)

زنا کا عام مفہوم جس سے ہر شخص واقف ہے یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت بغیر اس کے کہ ان کے درمیان جائز رشتہ زن وشو ہر ہو باہم مباشرت کا ارتکاب کریں۔ اس لئے اس جرم کی سزا بھی ایسی ہی رکھی گئی ہے۔ اس فعل بد کی شامت سے دنیا میں بھی انسانوں پر بہت سی بلائیں نازل ہوتی ہیں جیسے دشمن کا غلبہ۔ رزق کی تنگی۔ عزت کی بربادی۔ عمر میں بے برکتی۔ ملک ودولت کی بربادی۔ سینکڑوں بیماریوں کا آنا اور روح پر بھی ایسی تاریکی پیدا ہوتی ہے جو مرنے کے بعد اندھیری اور عذاب آتش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی نظر میں بھی ایسا شخص مقہور ہو جاتا ہے اور نیک لوگ بھی اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ زنا سے فقط دونوں زنا کار مرد وعورت ہی اپنی شخصیت۔ وقار۔ عزت اور تہذیب کو برباد نہیں کرتے بلکہ اگر یہ سلسلہ قائم رہے تو خاندان کے خاندان اور قومیں کی قومیں مختلف مصائب کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جتنی سخت سزا زنا کی مقرر کی ہے کسی دوسرے اخلاقی یا مالی جرم کی ایسی سنگین تعزیر مقرر نہیں کی۔ آج بھی جن ملکوں میں مثلاً حجاز۔ نجد۔ یمن جہاں زنا کی حد شرعی جاری ہے وہاں جرم زنا آج بھی گویا عنقا ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کی تجویز کی ہوئی یہ سزا جاری نہیں ہے وہاں زنا کے بازار عام ہیں جن میں افسوس صد افسوس آپ کا ملک پاکستان بھی شامل ہے۔ اہل ملک۔ ملک کی اس حالت سے خوب واقف ہیں۔ مجھے تشریح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک اسلامی ملک میں ہم صاحب اختیار ہو کر قرآنی تعزیرات اور شرعی سزائیں جاری نہ کر کے جہاں ہم ایک طرف قرآن کے نافرمان بلکہ باغی ہونے کے مجرم ہیں وہیں دوسری طرف معاشرہ میں دن دگنی رات چوگنی برائیاں، فسق وفجور، بدکرداری، بے حیائی اور طرح طرح کے جرائم کی کثرت اور پیداوار کے بھی ذمہ دار ہیں۔ اگر آج آپ شرعی سزائیں یہاں جاری کردیں۔ چور کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ شادی شدہ زانی یا زانیہ کو سنگسار کیا جائے۔ غیر شادی شدہ کے سو کوڑے مارے جائیں۔ ڈکیتی۔ راہزنی اور لوٹ مار کرنے والوں کو قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھایا جائے یا ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں کے کاٹے جائیں۔ یا جلاوطن کردیا جائے۔ شرابی کو اسی کوڑوں کی پٹائی کی سزا دی جائے وغیرہ وغیرہ تو آپ دیکھ لیں کہ پاکستان حقیقی معنی میں پاکستان بن جائے۔ زنا، شراب، جواء، قمار، سٹہ رشوت، قتل، اغوا، لوٹ مار، چوری، ڈکیتی کس طرح عنقا ہو جاتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارا ذہن اتنا مفلوج ہو گیا ہے کہ ہماری اپنی کوئی رائے باقی ہی نہیں رہی۔ جسے یورپ اچھا کہتا ہے بس اسے ہم بھی اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ جسے یورپ برا قرار دیتا ہے اسے ہم بھی برا تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر وہاں سے سند جواز مل گئی تو پھر کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ اگر وہاں سے کسی بات کے غلط اور ناجائز ہونے کا فتویٰ صادر ہو گیا تو ہماری زبانیں گنگ ہو گئیں، ہمارے دلوں پر تالے پڑ گئے۔ ہمارے دماغوں کے سوتے خشک ہو گئے۔ انا لِلّٰهِ وانا الیه رجعون

جس قوم کے پاس قرآن کریم جیسی کتاب اور سید الانبیاء فخر رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ذات عالی مرتبت کی تعلیمات موجود ہوں اسے یورپ کے دہریوں اور مغرب کے فسق نوازوں کی تقلید اور دریوزہ گری سے کیا کام۔ اے اللہ! آپ اپنے کرم سے پھر ہم کو مومنانہ فراست۔ قلندرانہ جرأت فقیہانہ دانش و حکمت۔ داعیانہ بے باکی اور ہمت عطا فرمادے اور اپنے آسمانی دین اور کتاب کا سچا وفادار بنادے اور جس اسلام کے نام پر یہ ملک پاکستان بنا تھا اسی اسلام کی یہاں حقیقی حکومت ہم کو عطا فرمادے آمین۔ یہ مضمون یہاں بیچ میں اضطراری طور پر آ گیا۔

اس آیت کے مخاطب کہ زانیہ اور زانی ہر ایک کے سو سو دُرے مارو۔ صاحب حکومت اور امرائے اسلام ہیں۔ یا ان کے مقرر کئے ہوئے قاضی وحاکم۔ اسلامی قانون حکومت کے سوا کسی کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ زانی کے اور زانیہ کے خلاف کارروائی کرے اور عدالت کے سوا کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ زنا پر سزا دے اس پر تمام امت کے فقہا کا اتفاق ہے کہ آیت میں لفظ فاجلدوا یعنی ان کے کوڑے مارو کے مخاطب عوام نہیں بلکہ اسلامی حکومت کے حکام اور قاضی ہیں۔

زانیہ عورت اور زانی مرد کی سزا کا حکم بیان کرنے کے بعد آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ان پر ترس کھانے اور رحم کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملہ میں تم پر دامنگیر نہ ہو۔ یہاں آیت میں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ زنا کی اس حد شرعی کو ''دین اللہ'' فرمایا جا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہی دین نہیں ہیں بلکہ شرعی سزاؤں کا جاری کرنا بھی عین دین ہے۔ اس طرح دین کو قائم کرنے کا مطلب صرف نماز، روزہ ہی کا قائم کرنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے جملہ قانون اور نظام شریعت قائم کرنا دین ہے۔ اب اسی سے اس کا خلاف بھی سمجھ لیا جائے کہ جہاں اللہ کے قانون کو چھوڑ کر اور رد کر کے کوئی دوسرا قانون اختیار کیا جائے تو گویا دین اللہ کو رد کر دیا گیا۔ تو یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف تنبیہ فرما دی کہ زانی اور زانیہ پر میری تجویز کردہ سزا نافذ کرنے میں مجرم کے لئے رحم و شفقت کا جذبہ تمہارا ہاتھ نہ پکڑے۔ اسی بات کو اور زیادہ کھول کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے روز ایک حاکم لایا جائے گا جس نے حد میں ایک کوڑا کم کر دیا تھا۔ پوچھا جائے گا کہ یہ حرکت تو نے کیوں کی تھی؟ وہ عرض کرے گا کہ آپ کے بندوں پر رحم کھا کر۔ ارشاد ہوگا کہ اچھا تو ان کے حق میں مجھ سے زیادہ رحیم تھا؟ پھر حکم ہوگا کہ لے جاؤ اسے جہنم میں۔ ایک اور حاکم لایا جائے گا جس نے حد پر ایک کوڑے کا اضافہ کر دیا تھا۔ پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ کس لئے کیا تھا۔ وہ عرض کرے گا تاکہ لوگ آپ کی نافرمانیوں سے باز رہیں۔ ارشاد ہوگا کیا تو ان کے معاملہ میں مجھ سے یادہ حکیم تھا۔ پھر حکم ہوگا لے جاؤ اسے دوزخ کی طرف (تفسیر کبیر) یہ نتیجہ تو اس صورت میں ہے جبکہ حد شرعی میں کچھ کمی بیشی کا عمل رحم یا مصلحت کی بنا پر ہو لیکن اگر قانون الٰہی میں ایک سرے سے ردوبدل ہی کر دیا جائے یا اس کو بالکل ہی رد کر دیا جائے تو یہ اور بھی سنگین جرم ہے۔ پھر آگے اس حد کو جاری کرنے کی تاکید میں یہ بھی فرمایا ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر یعنی اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور آخرت پر یقین رکھتے ہو تو اس کے احکام وحدود جاری کرنے میں کچھ پس وپیش نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا بالکل روک لو یا اس میں کمی کرنے لگو یا سزا دینے کی ایسی ہلکی اور غیر مؤثر طرز اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق اور تم سے زیادہ اپنے بندوں پر شفیق ومہربان ہے۔ اس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم حکمت و رحمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اگر صاحب اقتدار اس کے احکام وحدود کے اجراء میں کوتاہی کریں گے تو قیامت میں ان کی پکڑ ہوگی۔ اس لئے دنیا میں اللہ کی مقرر کی ہوئی سزائیں بلا رورعایت اور بغیر کسی قسم کے پس وپیش کے مجرموں کو دینی چاہئے۔ آگے یہ بھی بتلا دیا گیا کہ یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ یہ سزا چپکے سے سب سے چھپا کر دے دی جائے۔ نہیں بلکہ دوسروں کی عبرت کے لئے ضروری ہے کہ ایسے حیا سوز کام کرنے والوں کو برملا سب کے سامنے سزا دی جائے تاکہ ان کی سزا اور رسوائی دیکھ کر دوسرے عبرت پکڑیں اور ایسے کاموں سے بچیں۔ آیت کے اس جملہ ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین یعنی سزائے زنا کے جاری کرنے کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے

تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسلام میں سب سزاؤں اور خصوصاً حدود کو منظر عام پر جاری کرنے کا طریقہ رائج ہے تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو مگر ایک جماعت کو اس میں حاضر رہنے کا حکم یہ بھی سزائے زنا کی خصوصیت ہے۔ فواحش اور بے حیائی کی روک تھام کے لئے شریعت اسلام نے دور دور تک پہرے بٹھائے ہیں عورتوں پر پردہ لازم کر دیا گیا۔ مردوں کو نظر نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ زیور کی آواز یا عورت کے گانے کی آواز کو ممنوع قرار دیا گیا کہ وہ بے حیائی کے لئے محرک ہیں۔ اس کے ساتھ ہی جس شخص سے ان معاملات میں کوتاہی دیکھی جائے اس کو خلوت میں تو سمجھانے کا حکم ہے مگر اس کو رسوا کرنے کی اجازت نہیں۔ لیکن جو شخص ان تمام شرعی احتیاطوں کو توڑ کر اس درجہ میں پہنچ گیا کہ اس کا جرم شرعی شہادت سے ثابت ہو گیا تو اب اس کی پردہ پوشی دوسرے لوگوں کی جرأت بڑھانے کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے اب تک جتنا اہتمام پردہ پوشی کا شریعت نے کیا اب اتنا ہی اہتمام اس کی تفضیح اور رسوائی کا کیا جاتا ہے۔ اسی لئے زنا کی سزا کو صرف منظرِ عام پر جاری کرنے پر کفایت نہیں فرمائی بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس میں حاضر اور شریک رہنے کا حکم دیا گیا۔ (معارف القرآن)

اب رہے وہ امور کہ جن سے ثبوت زنا ہو سکے اور جس پر حد شرعی جاری ہو سکے۔ ان کی تفصیلات فقہا نے کتب فقہ میں لکھی ہیں۔ مثلاً ثبوت زنا یا تو چار مردوں کی عینی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے خود چار مرتبہ اقرار کر لینے سے۔ پھر بھی امام۔ قاضی یا حاکم عدالت بار بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے؟ کہاں کیا؟ کس سے کیا؟ کب کیا؟ اگر ان سب کو بیان کر دیا تو زنا ثابت ہوگا اور گواہوں کو صراحتہً اپنا معائنہ بیان کرنا ہوگا۔ اور یہ مسائل کہ کوڑا کیسا ہو؟ کس طرح مارا جائے؟ بدن کے کس حصہ پر مارا جائے اور کہاں نہ مارا جائے؟ یہ جزئیات بھی فقہاء نے کتب فقہ میں جمع کر دی ہیں مثلاً مرد کو کوڑا لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوائے تہ بند کے اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں سوائے منہ، چہرے اور شرمگاہ کے۔ اور عورت کو کوڑا لگاتے وقت کھڑا نہ کیا جائے۔ نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں، البتہ پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ اتار دیئے جائیں وغیرہ وغیرہ۔

آگے بے حیائی کی روک تھام کے لئے دوسرا حکم اگلی آیت میں دیا گیا اور پھر زنا کی تہمت کسی پاکباز عورت یا مرد پر لگانے کی سزا اور اس کا قانون بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

نوٹ: یہ درس ابتداءً ۱۹۶۷ء میں لکھا گیا تھا۔ اب ۸۴-۱۹۸۳ء میں بوقت کتابت و طباعت الحمدللہ حالات پاکستان میں بدلے ہوئے ہیں موجودہ حکومت کی طرف سے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء نافذ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کامل نفاذ شرعی نظام کی اس ملک میں صورتیں ظاہر فرمائیں۔ (احقر مؤلف)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر طرح کے ممنوعاتِ شرعیہ کے ارتکاب سے ہم کو بچائیں اور دین کو پوری طرح قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! اس ملک کے حکام اور اصحاب حکومت کو توفیق عطا فرما کہ آپ کے قانون اور شرعی سزاؤں کو ملک میں نافذ کریں۔ اور اس ملک کو صحیح معنی میں اسلامی حکومت بنا دیں۔ یا اللہ! قرآنی احکام کی نافرمانی اور بغاوت کا ماحول اس ملک سے یکسر مٹا دے اور قرآنی احکام کے نفاذ کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ۫ وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ۚ

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے۔اور یہ مسلمانوں پر

وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۳ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ

حرام کیا گیا ہے۔اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ (اپنے دعوے) پر نہ لا سکیں

شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَۃً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ

تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ اور اُن کی کوئی گواہی کبھی مت قبول کرو۔ اور یہ لوگ فاسق ہیں۔

الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵

لیکن جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں سو اس حالت میں اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت کرنے والا رحمت کرنیوالا ہے

اَلزَّانِیْ بدکار مرد	لَا یَنْکِحُ نکاح نہیں کرتا	اِلَّا سوا	زَانِیَۃً بدکار عورت	اَوْ مُشْرِکَۃً یا مشرکہ	وَالزَّانِیَۃُ اور بدکار عورت		
لَا یَنْکِحُهَآ نکاح نہیں کرتی	اِلَّا زَانٍ سوا بدکار مرد	اَوْ مُشْرِکٌ یا شرک کرنیوالا مرد	وَحُرِّمَ اور حرام کیا گیا	ذٰلِکَ یہ	عَلَی پر		
الْمُؤْمِنِیْنَ مومن	وَ اور	الَّذِیْنَ جو لوگ	یَرْمُوْنَ تہمت لگائیں	الْمُحْصَنٰتِ پاکدامن عورتیں	ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا پھر وہ نہ لائیں		
بِاَرْبَعَۃِ چار	شُهَدَآءَ گواہ	فَاجْلِدُوْهُمْ تو تم انہیں کوڑے مارو	ثَمٰنِیْنَ اسی	جَلْدَۃً کوڑے	وَلَا تَقْبَلُوْا اور تم نہ قبول کرو		
لَهُمْ ان کی	شَهَادَۃً گواہی	اَبَدًا کبھی	وَاُولٰٓئِکَ یہی لوگ	هُمُ وہ	الْفٰسِقُوْنَ نافرمان	اِلَّا مگر	الَّذِیْنَ تَابُوْا جن لوگوں نے توبہ کرلی
مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد	وَاَصْلَحُوْا اور انہوں نے اصلاح کرلی	فَاِنَّ تو بیشک	اللّٰهَ اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِیْمٌ نہایت مہربان		

تفسیر وتشریح:- گذشتہ آیات میں غیر شادی شدہ مرد وعورت سے اگر زنا سرزد ہو تو اس کی سزا بیان فرمائی گئی تھی کہ ہر ایک کے سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ مرد وعورت سے اگر زنا سرزد ہو تو قرآن وسنت صحیحہ متواترہ سے اس کی سزا رجم ثابت ہے۔ یعنی پتھروں سے مارتے مارتے جان سے مار ڈالنا۔ زنا کی سزا ذکر فرمانے کے بعد آگے ان آیات میں اس فعل کی غایت برائی فرمائی جاتی ہے اور اس حیا سوز کام کی روک تھام کے لئے قانون بیان فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو مرد یا عورت اس عادت شنیع میں مبتلا ہیں حقیقت میں وہ اس لائق نہیں رہتے کہ کسی عفیف مسلمان سے ان کا تعلق نکاح وازدواج قائم کیا جائے۔ ان کی یعنی زانی اور زانیہ کی پلید طبیعت اور میلان کے مناسب تو یہ ہے کہ ایسے ہی کسی بدکار تباہ حال مرد وعورت سے یا ان سے بھی بدتر کسی مشرک ومشرکہ سے ان کا تعلق ہو۔

عرب میں ایام جاہلیت میں جس طرح شراب کی کثرت تھی اس طرح زنا کی بھی کثرت تھی۔ چنانچہ ایام جاہلیت میں بعض نادار مرد افلاس سے تنگ آ کر مالدار فاحشہ عورت سے نکاح کرلیتے تھے تاکہ اس کی زنا کی کمائی سے اس کا بھی خرچ چلے اس بے حیائی اور بے غیرتی کی اسلام نے قطعی روک تھام کردی اور زانیہ سے نکاح کرنا پاکباز مردوں پر حرام کردیا گیا۔ غیرت مند مرد کبھی پسند اور گوارا نہ کرے گا کہ اس کی منکوحہ کا کسی غیر مرد سے تعلق ہو اسی طرح نہ غیرت مند عورت

اس کو گوارا کرے گی کہ اس کا خاوند کسی اور عورت سے ناجائز تعلق رکھے۔

یہاں آیت میں مشرکہ اور زانیہ جن سے اہل ایمان کو نکاح کرنا حرام ہے وہ مشرک عورت ہے جو حالت شرک میں ہو نہ کہ وہ جو کسی زمانہ میں مشرک رہ چکی ہو اور اب تائب ہو کر مسلمان ہو چکی ہو۔ ایسی عورت کے ساتھ نکاح بالکل درست ہے اسی طرح زانیہ سے بھی وہ زانیہ مراد ہے جو فی الحال زنا میں مبتلا ہو نہ کہ وہ جس سے کسی زمانہ میں یہ معصیت صادر ہوئی اور اب وہ تائب ہو کر پاکبازی کی زندگی بسر کر رہی ہو۔

تائبہ سے نکاح کے عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہاں ممانعت نکاح کی صرف ان سے ہو رہی ہے جو فی الحال مشرکہ اور زانیہ ہیں۔ اس آیت کی بنا پر مشرکہ اور زانیہ دونوں سے نکاح معصیت اور گناہ ہے۔ مشرکہ سے تو جواز نکاح ہی کی صورت نہیں اور زانیہ سے نکاح قانونی حیثیت سے نافذ تو ہو جائے گا لیکن عنداللہ معصیت تو بہرحال رہے گا۔ تو زانیہ اور مشرکہ سے پاکباز مومن کے نکاح کی ممانعت کا یہ دوسرا قانون اس سورۃ میں بیان فرمایا گیا۔

آگے ایک تیسرا قانون یعنی زنا کی تہمت کسی پاک دامن عورت پر لگانا اور اسی طرح پاکباز مرد پر بہتان لگانا اس کا قانون اور سزا بیان فرمائی جاتی ہے کہ جو کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور چار چشم دید گواہ نہ لا سکے تو اس کے اسی کوڑے مارے جائیں۔ یہاں بھی اسی کوڑے مارنے کا اختیار صاحب حکومت امراء اسلام یا ان کے نائبین کو ہے اور سزا کی معافی یا تخفیف ان کے اختیار میں بھی نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کو مسلمان مرد اور مسلمان عورت کی عزت کے تحفظ کا کس درجہ اہتمام ہے کہ گواہ ایک نہیں دو نہیں اکٹھے چار گواہ اور وہ بھی چشم دید گواہ ہونے چاہئیں اگر اس تعداد میں ایک کی بھی کمی رہ جائے گی تو حد جاری نہ ہو سکے گی اور یہ چار گواہ مرد ہونا چاہئیں۔ تو جو شخص کسی پاکدامن اور عفیف عورت پر تہمت زنا کی رکھے اور پھر چار چشم دید گواہ نہ لا سکے تو ایک سزا تو اس کو یہ ملے گی کہ اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور دوسری سزا یہ کہ آئندہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی معتبر نہ رہے گی اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اس کی شہادت معاملات میں قبول نہیں کی جا سکتی۔ دیکھئے یہ ہیں شرعی اور قرآنی سزائیں کہ اسلامی حکومتیں اگر ان پر عمل کرنے لگیں تو برائیوں کا کیسا قلع قمع ہو جائے۔ اسلام میں بہرحال توبہ اور اصلاح حال کا دروازہ بھی ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگر ایسا شخص سچی توبہ اور اصلاح کر لے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندوں میں اس کا شمار نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں۔ سچے تائب کی توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں۔

یہ تین قانون اب تک بیان ہوئے اب چوتھا قانون لعان کا یعنی جو لوگ اپنی ہی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے دعوے کے اور کوئی گواہ نہ ہوں تو اس حالت میں کیا قانون ہے اس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں پوری طرح اسلام اور ایمان کی زندگی نصیب فرماویں اور تمام ممنوعات شرعیہ سے بچاویں۔ اور قرآن پاک کے جملہ احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اس ملک میں شرعی سزائیں جاری فرما دے تاکہ اس کی برکت سے یہ ملک جرائم اور بدکاریوں سے پاک ہو جائے۔ یا اللہ! زنا کی لعنت سے اس اسلامی ملک کو پاک فرما دے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب اس ملک میں قرآنی اور شرعی سزائیں جاری ہوں۔ یا اللہ! اسلام کی برکات اس ملک میں ہم کو کامل طور پر دیکھنا نصیب فرما اور فسق و فجور کی فضاؤں کو یکسر مٹا نصیب فرما۔ یا اللہ! اس ملک خداداد میں جو اسلامی اور شرعی نظام کے داعی ہیں ان کو ایسی جرأت اور ہمت نصیب فرما کہ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں۔ اور جو بدباطن اس راہ میں رکاوٹ پیدا کر کے روڑا اٹکانے والے ہیں ان کو خاسر و ناکام فرما کر ان کے عزائم کو ملیامیٹ فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ

اور جو لوگ اپنی بیبیوں کو(زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے دعویٰ کے اور کوئی گواہ نہ ہوں تو اُن کی شہادت یہی ہے

اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٦ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ

کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بے شک میں سچا ہوں۔اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں

كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٧ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ

جھوٹا ہوں۔اور(اس کے بعد)اس عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھا کر کہے کہ

اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٨ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٩

بے شک یہ مرد جھوٹا ہے۔اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو۔اور اے مردواور عورتو!

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝١٠ ع

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اسکا کرم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور جولوگ	يَرْمُوْنَ تہمت لگائیں	اَزْوَاجَهُمْ اپنی بیویاں	وَلَمْ يَكُنْ اور نہ ہوں	لَهُمْ ان کے	شُهَدَآءُ گواہ	اِلَّآ سوا		
اَنْفُسُهُمْ ان کی جانیں خود	فَشَهَادَةُ پس گواہی	اَحَدِهِمْ ان میں سے ایک	اَرْبَعُ چار	شَهٰدٰتٍ گواہیاں	بِاللّٰهِ اللہ کی قسم			
اِنَّهٗ لَمِنَ کہ وہ بیشک سے	الصّٰدِقِيْنَ سچ بولنے والے	وَالْخَامِسَةُ اور پانچویں	اَنَّ یہ کہ	لَعْنَتَ اللّٰهِ اللہ کی لعنت	عَلَيْهِ اس پر			
اِنْ كَانَ اگر ہے وہ	مِنَ سے	الْكٰذِبِيْنَ جھوٹ بولنے والے	وَيَدْرَؤُا اور ٹل جائے گی	عَنْهَا اس عورت سے	الْعَذَابَ سزا	اَنْ اگر		
تَشْهَدَ گواہی دے	اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ چار بار گواہی	بِاللّٰهِ اللہ کی قسم	اِنَّهٗ کہ وہ	لَمِنَ البتہ۔سے	الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے لوگ	وَ اور		
اَلْخَامِسَةَ پانچویں بار	اَنَّ یہ کہ	غَضَبَ اللّٰهِ اللہ کا غضب	عَلَيْهَآ اس پر	اِنْ اگر	كَانَ وہ ہے	مِنَ سے	الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ	وَلَوْلَا اور اگر نہ
فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	عَلَيْكُمْ تم پر	وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	تَوَّابٌ توبہ قبول کرنیوالا	حَكِيْمٌ حکمت والا		

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں پہلا حکم حد زنا غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے متعلق بیان ہوا تھا اور دوسرا حکم زانیہ ومشرکہ سے نکاح حرام ہونے کے متعلق بیان ہوا۔اور تیسرا حکم کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانے اور پھر چار گواہ نہ لانے پر تہمت لگانے والے کو ۸۰ کوڑوں کی سزا کا حکم بیان ہوا۔

اب یہ چوتھا حکم اپنی بیوی کی بابت زنا کی تہمت لگانے کا بیان فرمایا جارہا ہے گذشتہ بیان کئے ہوئے تیسرے حکم کے مطابق تو عام قاعدہ اور قانون یہی تھا کہ کوئی مرد اگر کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور پھر چار گواہ نہ لا سکے تو اس تہمت لگانے والے کو ۸۰ کوڑوں کی سزادی جائے گی مگر عادۃً غیر عورت پر تہمت لگانا اور عداوت یا رسوائی کے لئے ایک معمولی بات ہے لیکن اپنی بیوی پر تہمت لگانے میں شوہر کی بھی بے عزتی ہے اس لئے بغیر سبب قوی اور اپنے معائنہ کے کوئی سلیم الفطرۃ اپنی بیوی پر ایسا الزام نہیں لگا سکتا۔اور ایسے موقع پر چار گواہوں کا بہم پہنچانا بھی مشکل بات

ہے اس لئے اس بارہ میں دونوں میاں بیوی کی رعایت رکھ کر ایک حکم جداگانہ دیا گیا جس کو شریعت کی اصطلاح میں لعان کہا جاتا ہے اور جو ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اولاً اس سے چار گواہ طلب کئے جائیں گے۔ اگر شوہر چار معتبر گواہ پیش کر دے تو عورت پر حد زنا یعنی سنگساری جاری کر دی جائے گی۔ اگر گواہ نہ لا سکا تو شوہر کو کہا جائے گا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے یعنی جو تہمت اپنی بیوی پر لگائی ہے اس میں جھوٹ نہیں بولا۔ گویا چار گواہوں کی جگہ خود اس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں ہوئیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہوں گے کہ اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار۔ اگر تہمت لگانے والا شوہر ان الفاظ مذکورہ بالا کے کہنے سے انکار کرے تو قید کیا جائے گا اور حاکم اس کو مجبور کرے گا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے اور یا پانچویں مرتبہ وہی الفاظ کہے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اگر شوہر نے اپنے جھوٹے ہونے کا خود اقرار کر لیا تو پھر اسی کوڑوں کی سزا اس پر جاری کی جائے گی۔ اور اگر اس نے پانچ مرتبہ مذکورہ بالا الفاظ کہہ لئے تو پھر عورت سے کہا جائے گا کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر بیان کرے کہ یہ مرد تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ یہ الفاظ کہے کہ اللہ کا غضب آ دے مجھ پر اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہے اگر عورت یہ الفاظ کہنے سے گریز کرے تو اسے قید میں رکھا جائے گا اور حاکم مجبور کرے گا کہ یا صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے تب تو حد زنا یعنی سنگساری اس پر جاری ہوگی اور یا بالفاظ مذکورہ بالا اس کی تکذیب کرے اگر عورت نے بھی مرد کی طرح مذکورہ بالا الفاظ ۵ مرتبہ کہہ دیئے اور لعان یعنی اس قسما قسمی سے فراغت ہوئی تو اس مرد کو اس عورت سے تعلقات زن وشو حرام ہو گئے۔ اب اگر مرد نے طلاق دے دی تو فبہا ورنہ حاکم یا قاضی ان میں تفریق کر دے یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے ان میں تفریق کی اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔

لعان کرانے اور قسمیہ بیان مرد عورت سے لینے سے پہلے سنت ہے کہ قسم کھانے والے کو نصیحت کی جائے اور اس کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جائے۔ لعان کے واقعات خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے اور آپ نے اسی قرآنی قانون کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

اس قانون لعان کو بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا فضل ورحمت ہے جو یہ قانون مقرر فرما دیا کیونکہ اگر یہ حکم لعان مشروع نہ ہوتا تو عام قاعدہ کے موافق یا تو شوہر پر اسی کوڑوں کی سزا جاری ہوتی اگر وہ چار گواہ اپنے بیان کی تصدیق میں پیش نہ کر سکتا اور یا پھر ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا کیونکہ ممکن ہے کہ شوہر سچا ہو۔ دوسری طرف اگر محض خاوند کے قسمیں کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جایا کرتا تو عورت کی سخت مصیبت تھی حالانکہ ممکن ہے کہ عورت ہی سچی ہو۔ اسی طرح اگر عورت کو قسمیں کھانے پر یقیناً بری سمجھ لیا جاتا تو مرد کے اوپر ۸۰ کوڑوں کی سزا واجب ہو جاتی اگرچہ مرد کے بھی سچے ہونے کا احتمال موجود ہے تو ایسے طور پر لعان کا مشروع کرنا کہ دونوں عورت ومرد کی رعایت رہے یہ حق تعالیٰ کے فضل ورحمت اور حکمت ہی کی وجہ سے ہے کہ فریقین میں جو سچا ہو وہ بے محل سزا سے بچ گیا۔ اور جھوٹے کی دنیا میں پردہ پوشی کر کے مہلت دی گئی کہ شاید توبہ کر لے اور حق تعالیٰ اپنی شان توابی سے اس کی توبہ قبول کر لے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ لعان صرف میاں بیوی کے معاملہ میں ہو سکتا ہے اور دوسروں کا وہی حکم ہے جو گذشتہ آیات میں گزر چکا۔

اب لعان کے متعلق چند ضروری مسائل سن لیجئے۔

مسئلہ (۱): جب دو میاں بیوی کے درمیان حاکم کے سامنے لعان ہو جاوے تو یہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے لیکن عورت کو دوسرے شخص سے بعد عدت یعنی تین حیض

پورے ہونے کے نکاح کرنا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے۔

مسئلہ (۲): جب لعان ہو چکا اس کے بعد اس حمل سے جو عورت کے بچہ پیدا ہوگا وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو معاملات میں یہی فیصلہ فرمایا۔

مسئلہ (۳): لعان کے بعد اگرچہ میاں بیوی میں جو جھوٹا ہے اس کا عذاب آخرت پہلے سے زیادہ بڑھ گیا مگر دنیا کی سزا اس سے ساقط ہوگئی۔ اسی طرح دنیا میں اس عورت کو زانیہ اور بچہ کو ولد الزنا کہنا بھی جائز نہ ہوگا (معارف القرآن جلد ششم مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

اب جو خطاب یہاں آخری آیت میں فرمایا گیا: **ولولا فضل اللہ علیکم ورحمته وان اللہ تواب حکیم**o اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم ہے کہ ایسے ایسے احکام مقرر کئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے۔

یہ خطاب جو ساری امت مسلمہ کے مردوں اور عورتوں کو ہے یہ بتاتا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کیسا جامع اور کیسا پر حکمت قانون دے دیا گیا ہے کہ جو سب کی مصلحتوں کی رعایت کرنے والا ہے۔ اتنا مکمل قانون صرف خدائی قانون ہی ہوسکتا ہے۔ تو غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ پر حکمت قوانین دے کر اپنا فضل و رحمت جتلائیں اور آج ہم یہود و نصاریٰ کے رائج کئے ہوئے قوانین کو اپنا کر یہ کہیں کہ اب چودہ سو سال پرانے قانون اس ترقی و تہذیب کے زمانہ میں کیسے ساتھ دے سکتے ہیں۔ چور کا ہاتھ کیسے کاٹا جاسکتا ہے۔ زنا کی سزا سنگساری کیسے دی جاسکتی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اس ملک میں قرآنی احکام کے ساتھ یہ معاملۂ تغافل کتنا المناک حادثہ ہے کہ جس کے ثمرات دنیا میں کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ قتل، چوری، ڈاکہ، زنا، دھوکا، فریب، رشوت، لڑائی جھگڑا عام وبا کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ اور آخرت میں جو باز پرس اور سزا ہونے والی ہے وہ علیحدہ رہی جو اپنے وقت پر معلوم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن کریم پر سچا ایمان رکھنے اور اس کا وفادار بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہاں تک پہلے پورے ایک رکوع میں زنا، تہمت تراشی اور لعان کے احکام بیان ہوئے اب آگے پورے دو رکوع میں اس واقعہ پر کلام شروع ہوتا ہے جو اس سورت کے نزول کا اصل سبب تھا یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت تراشی اور آپ کی اس سے برأت جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات سے آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو قرآن مجید کی دولت عطا فرمائی ہے تو اپنی رحمت سے ہم کو یہ توفیق بھی عطا فرما دیں کہ ہم اس کے تمام قوانین و احکام کو رائج کر کے ان پر عمل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے ملک میں قرآنی احکام اور اس کے مطابق سزائیں جاری ہونے کی صورتیں ظاہر فرما دیں تا کہ ہم بھی اس کی برکتیں دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور آخرت میں بھی سرخروئی اور قرآن کریم کی سفارش و شفاعت سے مغفرت حاصل کرنے والے بن جائیں۔

یا اللہ! ہم سے اور ہماری قوم اور ملک اور حکومت سے اب تک جو کوتاہیاں قرآن کریم کے حقوق کی ادائیگی میں سرزد ہوئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے اور ہماری آنکھیں قرآن کریم کی طرف سے کھول دیجئے۔ اور اس کے جملہ احکام کا نفاذ اپنے ملک میں جاری ہونا ہم کو دیکھنا نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ

جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تمہارے میں کا ایک گروہ ہے۔تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو۔بلکہ یہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں

امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾

بہتر ہی بہتر ہے اُن میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا۔اور ان میں جس نے اس (طوفان) میں سب سے بڑا حصہ لیا اُس کو سخت سزا ہوگی۔

إِنَّ الَّذِينَ بیشک جو لوگ	جَاءُو بِالْإِفْكِ بڑا بہتان لائے	عُصْبَةٌ ایک جماعت	مِّنكُمْ تم میں سے	لَا تَحْسَبُوهُ تم اسے گمان نہ کرو	
شَرًّا بُرا	لَّكُم اپنے لئے	بَلْ هُوَ بلکہ وہ	خَيْرٌ لَّكُمْ بہتر ہے تمہارے لئے	لِكُلِّ امْرِئٍ ہر ایک آدمی کیلئے	مِّنْهُم ان میں سے
مَّا اكْتَسَبَ جو اس نے کمایا کیا	مِنَ الْإِثْمِ گناہ سے	وَالَّذِي اور وہ جس	تَوَلَّىٰ اٹھایا	كِبْرَهُ بڑا اس کا	مِنْهُمْ اُن میں سے
لَهُ اس کیلئے	عَذَابٌ عذاب	عَظِيمٌ بڑا			

(حصہ اول)

تفسیر وتشریح:۔ یہاں سے اس طوفان کا ذکر ہے جو واقعۂ افک کے نام سے مشہور ہے اور جو اس سورۂ نور کے نزول کا اصل سبب تھا۔ تمام مفسرین ومحدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طوفان کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے متعلق ہے اور اشارہ اس الزام کی طرف ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگایا گیا تھا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو افک کے لفظ سے موسوم کیا ہے۔لفظ افک کے معنی ہیں بات کو الٹ دینا۔حقیقت کے خلاف کچھ سے کچھ بنا دینا۔ مفہوم کے لحاظ سے یہ لفظ قطعی جھوٹ اور افترا و بہتان کے معنی میں بولا جاتا ہے۔اس واقعۂ افک کو تمام محدثین نے روایت کیا ہے اور اگلی قرآنی آیات کی تفسیر وتشریح سمجھنے کے لئے اس واقعہ کی قدرے تفصیل معلوم ہونا ضروری ہے۔اس لئے پہلے اس قصہ کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے اس کے بعد اس آیت کی انشاءاللہ تفسیر وتشریح بیان کی جائے گی۔

صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مصطلق سے جو کہ ۶ ھ میں ہوا مدینہ منورہ واپس تشریف لا رہے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں اور آپ کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا جس پر ہودج تھا۔آپ ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔جمال اس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیتے۔دوران سفر ایک روز ایک منزل پر مقام ہوا۔کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوئی جس کے لئے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں واپسی میں آپ کے گلے میں جو ہار تھا وہ آپ کو نظر نہ آیا کہیں اتفاقاً ٹوٹ کر گر گیا۔یہ ہار آپ کی بڑی بہن حضرت اسماء کا تھا جس کو آپ عاریتاً مانگ کر لائی تھیں۔ چنانچہ اس کو ڈھونڈنے کے لئے پھر واپس گئیں اور اس کی تلاش میں دیر لگ گئی جائے قیام پر واپس آئیں تو قافلہ کوچ کر چکا تھا۔جمال حسب معمول ہودج باندھنے آئے اور اسکے پردے پڑے ہونے سے گمان کیا کہ حضرت صدیقہ اس میں موجود ہیں۔اور اٹھاتے وقت بھی کچھ شبہ نہ ہوا کیونکہ بدن میں آپ بہت ہلکی پھلکی نحیف تھیں۔غرض جمالوں نے ہودج اونٹ پر باندھ کر اونٹ چلتا کر دیا۔اب جب آپ واپس آئیں تو وہاں کوئی موجود نہ تھا قافلہ کوچ کر چکا تھا۔نہایت استقلال سے آپ نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے جانا اب خلاف مصلحت ہے۔جب آگے جا کر میں نہ ملوں گی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔رات کا وقت تھا۔ نیند کا غلبہ ہوا۔وہیں لیٹ گئیں۔قافلہ کے پیچھے ایک آدمی لشکر کی گری پڑی چیز اٹھانے کی غرض سے ذرا فاصلہ پر رہا کرتا تھا۔اس سفر میں حضرت صفوان ایک صحابی جو نہایت نیک طینت اور پاکدامن صحابی تھے اس خدمت پر مامور تھے۔وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے۔دیکھا کہ ایک آدمی پڑا سوتا ہے۔قریب آ کر پہچانا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔کیونکہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے انہوں نے آپ کو دیکھا تھا۔ دیکھ کر گھبرا گئے اور نہایت تاسف سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھ کھل گئی۔فوراً چہرہ چادر سے ڈھانک لیا۔حضرت صفوان نے بغیر کسی گفتگو کے اونٹ آپ کے

پاس لاکر بٹھلا دیا۔ آپ اس پر پردہ کے ساتھ سوار ہوگئیں۔ انہوں نے اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنا شروع کیا اور دوپہر کے وقت قافلہ سے جا ملے۔ بس یہ واقعہ تھا اور بات کچھ بھی نہ تھی مگر مدینہ اس وقت منافقوں کا گڑھ تھا۔ عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا اور باطن میں بڑا ہی خبیث اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اس کو ایک شگوفہ ہاتھ آ گیا اور کم بخت ملعون نے واہی تباہی بکنا شروع کیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت تراشی اور بہتان بندی کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ بعض روایات میں اس ملعون عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے الفاظ بھی آئے ہیں جن کو نقل کرتے ہوئے دل لرزتا ہے۔ الغرض منافقین نے اس واقعہ کو خوب نمک مرچ لگا کر چرچا شروع کیا اور مدینہ میں ایک ماہ تک شہر میں یہی چرچا ہوتا رہا۔ بعض سیدھے سادے ناواقف مسلمان بھی سنی سنائی باتوں کا تذکرہ کرنے لگے۔ عام طور پر سب مسلمانوں کو اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہرت کا سخت صدمہ تھا۔ ایک مہینہ تک یہی قصہ رہا آخر یہ آیتیں براءۃ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں جو یہاں سے شروع ہو کر پورے دو رکوع میں ختم ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ واقعہ اپنی نوعیت، عظمت افادیت اور مصلحت کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ تاریخ اسلامی بلکہ تمام عالم کی تاریخ نبوت ایسے واقعہ سے خالی ہے کہ کسی نبی کی بیوی پر ایسا اتہام نہیں لگایا گیا جیسا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگایا گیا اس لئے اس واقعہ کی مزید تفصیلات مدینہ پہنچنے کے بعد خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی بھی سن لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جیسا کہ احادیث میں مروی ہے کہ اس سفر سے ہم مدینہ آئے اور مدینہ آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینہ بھر تک بیماری میں گھر ہی میں رہی۔ نہ میں نے کچھ سنا نہ کسی نے مجھ سے کہا۔ جو کچھ غل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا میں اس سے بالکل بے خبر تھی البتہ میرے جی میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے۔ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی۔ اس لئے مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے۔ سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ فرماتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل بے خبر تھی۔ اس وقت تک گھروں میں رفع حاجت کے لئے کوئی انتظام نہ ہوتا تھا اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں رفع حاجت کے لئے جایا کرتے تھے۔ عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں۔ حسب عادت میں ام مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے چلی اس وقت میں بہت ہی کمزور ہو رہی تھی۔ یہ ام مسطح میرے والد کی خالہ زاد بہن تھیں ان کے لڑکے کا نام مسطح تھا۔ جب ہم واپس آنے لگے تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا اور ان کو ٹھوکر لگی اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا مسطح غارت ہو۔ میں نے کہا اچھی ماں ہو کہ بیٹے کو کوستی ہو اور بیٹا بھی وہ جس نے جنگ بدر میں حصہ لیا ہے۔ وہ بولیں کہ بھولی بی بی آپ کو کیا معلوم۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ بھی ان لوگوں میں ہے جو تم کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی اور ان کے سر ہو گئی کہ کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو۔ اب انہوں نے بہتان بازوں کی ساری کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ رنج و غم کا مجھ پر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بیمار تو میں پہلے ہی تھی اس خبر نے تو بالکل نڈھال کر دیا۔ جوں توں کر کے گھر پہنچی۔ اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے والدین کے گھر جا کر اور اچھی طرح معلوم تو کر لوں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ اگر آپ اجازت بخشیں تو میں اپنے میکہ چلی جاؤں۔ آپ نے اجازت دے دی اور میں اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ وہاں میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں اور لوگ میری بابت کیا کہتے ہیں۔ ماں نے کہا کہ اے بیٹی تم رنج نہ کرو۔ کوئی ایسی بڑی بات نہیں دنیا کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبت ہوتی ہے تو حسد کرنے والے اس کے ضرر کے درپے ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا لوگوں میں اس کا چرچا ہے اور کیا میرے والد صاحب کو بھی اس کا علم ہے۔ ماں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم ہے؟ ماں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا اے ماں اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ لوگوں میں تو اس کا چرچا ہے اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ یہ کہہ کر میری چیخیں نکل گئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاخانہ پر قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے میری چیخ سن کر نیچے آئے اور والدہ سے دریافت کیا۔ ماں نے کہا کہ اس کو قصہ کی خبر ہو گئی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بھی بہہ پڑیں اور مجھ کو اس شدت سے لرزہ آیا کہ میری والدہ نے تمام گھر کے کپڑے مجھ پر ڈال دیئے۔ اب تو مجھے رنج و غم نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے اس وقت سے جو رونا شروع ہوا واللہ ایک دم بھر

کے لئے میرے آنسو نہیں تھمے میں سر ڈال کر روتی رہی اور ساری رات اسی حالت میں گزری کہ آنسوؤں کی لڑی نہ تھمی۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آنے میں جب تاخیر ہوئی تو آپ نے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ آپ کے اہل ہیں جو آپ کی شایان شان اور منصب نبوت ورسالت کے مناسب ہیں۔ ان کی عصمت اور عفت کا تو پوچھنا ہی کیا۔ آپ کے حرم محترم کی طہارت ونزاہت تو اظہر من الشمس ہے اس میں رائے اور مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا ہی خیال معلوم فرمانا ہے تو یہ عرض ہے کہ جہاں تک ہم کو معلوم ہے آپ کے اہل اور ازواج مطہرات میں ہم نے کبھی سوائے خیر وخوبی کے اور نیکی اور بھلائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج وغم اور حزن وملال کے خیال سے یہ عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ اللہ نے آپ پر تنگی نہیں کی عورتیں ان کے سوا بہت ہیں۔ اگر گھر کی لونڈی بریرہ سے دریافت فرمائیں گے تو وہ سچ سچ بیان کردے گی۔ آپ نے اسی وقت بریرہ کو بلا کر دریافت کیا کہ عائشہ کی شک وشبہ والی کوئی بات کبھی دیکھی ہو تو بتاؤ۔ تو اس نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی کہ اس کا ان پر عیب لگاؤں ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ایسا ہوجاتا ہے کہ کبھی کبھی گندھا ہوا آٹا یونہی رکھا رہتا ہے اور وہ سوجاتی ہیں تو بکری آکر کھا جاتی ہے۔ اس کے سوا میں نے ان کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ سے یہ جواب سن کر مسجد میں تشریف لائے۔ آپ خطبہ دینے کو منبر پر تشریف لے گئے اور مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ اے گروہ مسلمین کون ہے جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری اہل بیت کو بھی ایذائیں پہنچانا شروع کردی ہیں۔ واللہ میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے اپنے اہل بیت میں سوائے بھلائی کے کوئی چیز معلوم نہیں اور جس شخص کا یہ لوگ نام لے رہے ہیں میری دانست تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں۔ یہ سنتے ہی قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ میں آپ کی اعانت اور مدد کے لئے حاضر ہوں۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن ماردیں گے اور اگر ہمارے بھائیوں قبیلہ خزرج سے ہے تو آپ جو ارشاد فرمائیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے یہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور حضرت سعد بن معاذ سے کہنے لگے کہ تم نے غلط کہا خدا کی قسم نہ تم اس کو قتل کروگے نہ اس کے قتل کرنے پر قادر ہوسکوگے (مطلب یہ تھا کہ اگر وہ شخص ہمارے قبیلہ خزرج کا ہوا تو ہم خود اس کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے) حضرت سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی کھڑے ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ سردار قبیلہ خزرج کو مخاطب بنا کر کہا تم غلط کہتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم کو قتل کا حکم دیں گے تو ہم ضرور قتل کریں گے اگر چہ وہ شخص قبیلہ خزرج کا ہو یا کسی قبیلہ کا ہو ہم کو کوئی روک نہیں سکتا اور تم کیا منافق ہو جو منافقوں کی طرف سے مجادلہ اور جواب دہی کرتے ہو۔ اس طرح گفتگو تیز ہوگئی۔ اور قریب تھا کہ ان میں تکرار بڑھ جائے۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوش کو فرو کردیا اور دونوں طرف خاموشی ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی چپکے ہورہے۔ یہ تو تھا وہاں کا واقعہ، میرا یہ حال تھا کہ سارا دن بھی رونے ہی میں گزرا۔ ایک منٹ کو آنسو نہ تھمتا تھا۔ میرے اس رونے نے میرے ماں باپ کو بھی غمزدہ کردیا تھا اور وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ میرا یہ رونا کلیجہ پھاڑ دے گا۔ دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے تو رونے کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا کہ اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کرکے بیٹھ گئے۔ مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضور کی یہی حالت تھی کوئی وحی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہوسکے آپ نے بیٹھتے ہی اول تو تشہد پڑھا پھر اما بعد فرما کر کہا کہ اے عائشہ تمہاری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر واقعہ تم پاکدامن ہو تو تمہاری پاکیزگی اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادیں گے اور اگر فی الحقیقت تم سے کوئی لغزش ہوگئی ہو تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو۔ بندہ جب گناہ کرکے اپنے گناہ کے اقرار کے ساتھ خدا کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے آپ اتنا فرما کر خاموش ہوگئے۔ یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا۔ آنسو تھم گئے۔ میں نے اول تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی جواب دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ واللہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ کیا جواب دوں۔ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا اور میں نے کہا کہ آپ سب نے ایک بات سنی اور اسے اپنے دل میں بٹھالی اور گویا سچ سمجھ لیا اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور خدا خوب جانتا ہے کہ میں واقع میں اس سے بالکل بری ہوں تو آپ اس

کو سچ نہیں سمجھیں گے اور اگر اس کا اقرار کرلوں حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ اس کو مان لیں گے۔ سو خدا کی قسم میں وہی بات کہتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی تھی فصبر جمیل واللہ المستعان علی ماتصفون۔ اتنا کہہ کر میں وہاں سے اٹھ کر اپنے بستر پر آلیٹی اور میں یقین کرتی تھی کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ تعالیٰ میری برأت اپنے رسول کو ضرور معلوم کرادے گا لیکن یہ تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارہ میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوں گی میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارہ میں خدا کے کلام کی آیتیں اتریں۔ ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے خواب میں اللہ تعالیٰ میری برأت حضور کو دکھادے۔ سو خدا کی قسم ابھی نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی گھر کے باہر نکلا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی اور نزول وحی کے وقت جس طرح آپ پسینہ پسینہ ہوجاتے تھے اسی طرح اس وقت آپ کے بدن اطہر سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ خدا کی قسم میں بالکل نہیں گھبرائی کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بالکل بری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائیں گے لیکن میرے ماں باپ کا خوف سے یہ حال تھا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کی جان نہ نکل جائے۔ ان کو یہ خوف تھا کہ مبادا وحی اس کے موافق نہ نازل ہوجائے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔ میرے والد حضرت ابوبکر کا یہ حال تھا کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے اور کبھی میری طرف جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کرتے تو یہ اندیشہ ہوتا کہ نہ معلوم آسمان سے حق جل وعلیٰ کا کیا حکم نازل ہوتا ہے جو پھر قیامت تک ٹل نہیں سکے گا اور جب میری طرف دیکھتے تو میرے سکون واطمینان کو دیکھ کر ان کو ایک گونہ امید ہوتی۔ الغرض سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سارا گھر اسی خوف و رجا اور امید وبیم میں تھا کہ وحی آسمانی کا نزول ختم ہوا تو چہرۂ انور پر مسرت وبشاشت کے آثار نمودار ہوئے اور دست مبارک سے جبین منور کے پسینہ کو پونچھتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور پہلا کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا **ابشری یا عائشه فقد انزل الله براء تک**۔ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم کو بشارت ہو تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل کردی اور اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آیتیں سنائیں یعنی یہ پورا رکوع جو اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ نے کہا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کر۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا "خدا کی قسم میں سوائے اللہ رب العزت کے کہ جس نے میری برأت نازل کی اور کسی کا شکر نہ کروں گی" علماء نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس جواب کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس صدمۂ جانکاہ کے عالم میں جب قرآن کریم کی دس آیتیں آپ کی کمال برأت اور طہارت کے بیان میں نازل ہوئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایسے سکر اور بیخودی کی کیفیت طاری ہوگئی کہ جمیع ماسوائے اللہ سے نظر اٹھ گئی۔ ورنہ یہ انعام یزدانی اور وحی آسمانی سب کچھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے وسیلہ اور طفیل سے تھی اور واسطہ اور وسیلہ کا شکریہ بھی واجب ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ جواب نازمحبوبی کے مقام سے تھا اور ناز کی حقیقت یہ ہے کہ دل عشق ومحبت سے لبریز ہو اور ظاہر میں اس کے خلاف اظہار ہو۔ تو دراصل یہ ایک ناز تھا لیکن صد ہزار نیاز اس میں مستور تھے۔ **اللهم صل وسلم علی رسول الله وعلی اله واصحابه وازواجه وسلم تسليما كثيرا كثيرا۔**

اب چونکہ یہ درس خلاف معمول طویل ہوگیا لہٰذا اس کو یہیں ختم کیا جاتا ہے۔ اس آیت کی مزید تفسیر ان تشریحات کی روشنی میں انشاء اللہ آئندہ درس میں بیان ہوگی۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا فرما اور منافقین کا منہ کالا فرما۔ یا اللہ! اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کی ہمیں سچی محبت عطا فرما اور ان کی محبت کے ساتھ ان کی اطاعت اور اتباع بھی نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(حصہ دوم)

لفظی ترجمہ:۔ جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔ تم اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو۔ بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے ان میں سے ہر شخص کو جتنا کچھ کسی نے کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں سے جس نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو سخت سزا ہوگی۔

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ درس میں اسی آیت کے تحت قصہ افک یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی تھی اس کو جیسا کہ احادیث میں مروی ہے بیان کیا جا چکا ہے۔ جس کو ذہن میں رکھنے سے ان آیات کی تفسیر و تشریح جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براۃ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اور جو اس آیت سے شروع ہوتی ہیں۔ بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا مگر بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا در پردہ بڑا ہی خبیث اور باطن میں دشمن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ وہی اس تہمت کا اختراع کرنے والا تھا۔ منافقین مدینہ جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے مگر دل سے دشمن اسلام و مسلمین تھے انہوں نے اس کا چرچا کرنا شروع کیا اور بعض سیدھے سادے مسلمان بھی سنی سنائی باتوں کا تذکرہ کرنے لگے۔ مسلمانوں میں سے صرف تین نام احادیث و سیرت کی کتابوں میں ذکر کیے گئے ہیں جو اس تذکرہ تہمت اور چرچے میں اپنی سادہ لوحی اور بھولے پن سے شامل ہو گئے تھے۔ دو مرد اور ایک عورت۔ یعنی حضرت حسان بن ثابت انصاری جو مشہور شاعر اسلام ہیں۔ حضرت مسطح جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور بدری صحابی تھے اور حضرت حمنہ بنت جحش۔

چنانچہ ایک ماہ تک یہ قصہ رہا۔ آخر یہ آیات یعنی پورے دو رکوع نازل ہوئے جن میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت اور پاکدامنی بیان فرمائی گئی۔ جب یہ آیات برأت نازل ہو گئیں تو مسلمانوں میں سے صرف ان تین کو تہمت لگانے کی شرعی سزا یعنی ۸۰ کوڑوں کی ماری دی گئی اور وہ اپنی غلطی سے تائب ہوئے۔ عبداللہ بن اُبی کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس کو سزا نہیں دی گئی اس لئے کہ وہ منافق تھا۔ اس معاملہ میں منافقین سے کچھ نہیں کہا گیا۔ مگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عبداللہ بن اُبی پر بھی حد جاری کی گئی اور اس کو کوڑے مارے گئے اور طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عبداللہ بن اُبی منافق جس نے اصل تہمت گھڑی تھی اس پر دہری حد جاری فرمائی۔

الغرض اس قصہ اِفک کی ابتدا اس آیت سے ہوتی ہے جس میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ طوفان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو اسلام کا نام لیتے ہیں اور اپنے کو مسلمان بتلاتے ہیں۔ ان میں سے چند آدمیوں نے مل کر یہ سازش کی اور کچھ نادانستہ ان کی عیاری کا شکار ہو گئے۔ آگے جن کو اس واقعہ سے صدمہ پہنچا تھا ان کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ گو بظاہر یہ چرچا نہایت مکروہ۔ رنج دہ اور ناخوشگوار تھا لیکن فی الحقیقت اس کی تہہ میں بڑی بہتری چھپی ہوئی تھی۔

آخر اتنی مدت تک ایسے جگر خراش حملوں اور ایذاؤں پر صبر کرنا کیا خالی جا سکتا تھا اور اس ایک ماہ کی تاخیر میں جو نزول وحی میں ہوئی ایک حکمت یہ تھی کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقامِ عبودیت کی تکمیل ہو جائے کہ جب مظلومانہ گریہ وزاری اور عاجزانہ بے تابی و اضطراری بارگاہِ ذوالجلال میں فقیرانہ تذلل مضطربانہ تضرع و ابتہال حد کمال کو پہنچ جائے اور سوائے خدائے واحد قدوس کے کسی سے کوئی امید باقی نہ رہے اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے والوں کے قلوب وحی الٰہی کے انتظار میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ باران وحی سے محبین و مخلصین کے مردہ دلوں کو حیات بخشے اور حضرت صدیقہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کو برأت و نزاہت کے بیش بہا خلعت سے سرفراز فرمائے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ من جانب اللہ تعالیٰ ابتلا اور امتحان تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مومنین و مخلصین کا ایمان و استقامت میں اور منافقین کے نفاق اور شقاوت میں اضافہ اور زیادتی ہو۔ نیز یہ امر واضح اور منکشف ہو جائے کہ کون شخص اللہ اور اس کے رسول اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور کون سوئے ظن (سیرۃ المصطفیٰ)

آیت میں اس جملہ کے تحت **لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم**ؐ ''تم اس طوفان کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے) مفسرین نے بہت سی حکمتیں اور خیر کے پہلو اور بہتری کے انجام جو اس فتنہ میں پوشیدہ رکھے گئے تھے بیان کئے ہیں۔ مثلاً لکھا ہے۔

ا۔ یہ واقعہ گو آغاز کے اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت سخت ایذا کا باعث ہوا اور اہل بیت کو اس نے بے حد پریشان خاطر بنایا۔ بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے گھرانے کو لیکن انجام کے پیش نظر اہل بیت کے لئے یہ سرتاسر خیر ثابت ہوا کیونکہ اس سے ایک جانب منافقوں کی منافقت کا راز فاش ہو گیا اور دوسری جانب حضرت عائشہ اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کا بے نظیر مظاہرہ عمل میں آ گیا کہ خود قرآن کی آیات نے نازل ہو کر ان کی عصمت اور عظمت پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور قیامت تک کے لئے ان کا ذکر خیر قرآن کریم پڑھنے والوں کی زبان پر جاری کر دیا۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے بچے کو قوت گویائی دے کر اس کی شہادت سے ان کی برأت ظاہر فرمائی۔ اور حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے شیر خوار فرزند عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے ان کو بری کیا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل کر کے ان کی برأت کا اعلان فرمایا جس نے ان کے فضل و عزت کو اور بڑھا دیا۔

۲۔ منافقین نے یہ شوشہ اس لئے چھوڑا تھا کہ اہل اسلام کے بلند اخلاق حسنہ اور پاکیزگی کردار پر ایک ضرب کاری لگا کر اسلامی معاشرہ کو بدنام اور ذلیل کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو سبب خیر بنا دیا اور مسلمانوں کی اخلاقی برتری پہلے سے زیادہ نمایاں ہو گئی۔ اس موقع پر ایک طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے گھر والوں نے اور تیسری طرف عام اہل ایمان نے جو طرز عمل اختیار کیا اس سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ یہ برائی سے کس قدر پاک۔ کیسے ضابطہ اور متحمل کیسے انصاف پسند اور کس درجہ کریم النفس واقع ہوئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اشارہ ان لوگوں کی گردنیں اڑا دینے کے لئے کافی تھا جنہوں نے آپ کی عزت پر حملہ کیا تھا مگر مہینہ بھر تک آپ سب کچھ صبر سے برداشت کرتے رہے اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو ان کو شرعی سزا دی گئی جن پر تہمت لگانے اور پھیلانے کا جرم ثابت تھا۔ منافقین در پردہ اس تہمت بازی کے پیچھے جو کچھ چاہتے تھے نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلا۔

۳۔ اس واقعہ میں خیر کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ یہ واقعہ اِفک سورۂ نور کے نازل ہونے کا سبب بنا اور اس کی بدولت مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہم اسلامی ہدایات۔ معاشرتی قوانین و احکام اور تمدنی ضوابط حاصل ہوئے جن پر عمل کر کے مسلم معاشرہ کو ہمیشہ کے لئے برائیوں کی پیداوار اور ان کی اشاعت و ترویج سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور اگر پیدا ہو جائیں تو ان کا بروقت تدارک کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اس واقعہ سے امت کی پارسا اور نیک بیبیوں کو جن پر کیسی کیسی بے جا تہمتیں لگتی رہتی ہیں کتنا بڑا صبر و تسکین کا سہارا ہاتھ آ گیا

اور جب محترم و معظم رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی عفیفہ بیوی پر لوگ اتہام لگانے سے نہ رکے تو پھر اس دنیا میں اور کسی شریف صالح نیکوکار عورت کی عزت وآبرو پر اتہام کیا حقیقت رکھتا ہے۔

۵۔ اس واقعہ میں ایک خیر کا پہلو یہ بھی تھا کہ تمام مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اشرف الانبیاء و افضل المرسلین ہونے کے جو کچھ اللہ تعالیٰ بتاتے اور جب غیب کی باتوں کا علم دیتے وہی اور تب ہی آپ کو علم ہوتا۔ ایک مہینہ تک آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملہ میں پریشان خاطر رہے کبھی خادمہ سے پوچھتے تھے۔ کبھی ازواج مطہرات سے۔ کبھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ فرماتے۔ اور آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم سے لغزش ہوگئی ہے تو توبہ کرلو اور نہیں تو امید ہے کہ حق تعالیٰ تمہاری بے گناہی اور پاکدامنی ثابت کردے گا۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو یہ پریشانی۔ اور یہ پوچھ کچھ اور مشورہ اور یہ تلقین توبہ کیوں ہوتی؟ البتہ جب وحی خداوندی نے حقیقت معاملہ کی بتادی تو آپ کو معاملہ کی حقیقت کا یقینی علم حاصل ہوگیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تجربے اور مشاہدے کے ذریعہ سے قیامت تک مسلمانوں کو اس غلو اور مبالغے سے بچانے کا انتظام فرمایا جس میں آج بھی کچھ لوگ مبتلا ہیں جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ کیا عجب ہے کہ مہینہ بھر تک وحی نہ بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ بھی ایک مصلحت رہی ہو۔ اول ہی روز اگر وحی آجاتی تو یہ فائدہ عظیمہ حاصل نہ ہوسکتا اور بھی واللہ اعلم کتنے چھوٹے بڑے خیر کے پہلو اس واقعہ میں پوشیدہ تھے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس شخص نے اس فتنہ میں جس قدر حصہ لیا اسی قدر گناہ سمیٹا اور سزا کا مستحق ہوا مثلاً بعض منافقین خوش ہوکر اور خوب مزے لے کر ان واہیات باتوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ بعض اظہار افسوس کے طرز میں بعض چھیڑ کر مجلس میں تذکرہ اٹھا دیتے اور آپ خود چپکے سنا کرتے بعض سن کر تردد میں پڑجاتے بعض خاموش تھے۔ اور بہت سے سن کر صاف جھٹلا دیتے۔ صرف اس پچھلے گروہ یعنی صریح رد کرنے والوں کو پسند فرمایا گیا۔ اور سب کو درجہ بدرجہ کم و بیش الزام دیا گیا اور جس نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا۔ مراد منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی تھا۔ جیسا کہ روایات کثیرہ میں تصریح ہے کہ یہ ہی خبیث لوگوں کو جمع کرتا اور ابھارتا اور نہایت چالاکی سے خود دامن بچا کر دوسروں سے اس کی اشاعت کرایا کرتا تھا۔ اس کے لئے آخرت میں سخت عذاب کی سزا ہوہی گی۔ دنیا میں بھی ملعون خوب ذلیل و رسوا ہوا اور قیامت تک اسی ذلت و خواری سے یاد کیا جائے گا۔

اب آگے ان مومنین کو نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ جو نادانستہ طور پر منافقین کی اس سازش کا شکار ہوگئے تھے کہ جب تم نے اس ناپاک بات کو سنا تو اپنے مومنین مردوں اور عورتوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہ کیا اور سنتے ہی فوراً زبان سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس لایعنی بات میں تم مشغول ہوگئے تھے اس پر سخت عذاب واقع ہوتا جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! جیسا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین کو ذلیل وخوار فرمایا، اسی طرح اب بھی اس قوم اور ملک میں جو منافقین گھسے ہوئے ہیں کہ جن کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ ہے اور جو در پردہ اسلام اور دین کے بدخواہ ہیں۔

یا اللہ! ان کو ذلیل وخوار فرما اور ان کی شرارتوں سے اس ملک کو محفوظ فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ

جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ گمان نیک کیوں نہ کیا اور یوں کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ

یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔سو جس صورت میں یہ گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔

هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ

اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل نہ ہوتا دُنیا میں اور آخرت میں تو جس شغل میں تم پڑے تھے

فِیْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا

اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا۔جبکہ تم اس (جھوٹ) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی

لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

تم کو مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے۔حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے۔

لَوْلَا کیوں نہ	اِذْ جب	سَمِعْتُمُوْهُ تم نے وہ سُنا	ظَنَّ گمان کیا	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنٰتُ اور مومن عورتوں		
بِاَنْفُسِهِمْ (اپنوں کے) بارہ میں	خَيْرًا نیک	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	هٰذَا یہ	اِفْكٌ بہتان	مُّبِيْنٌ صریح	لَوْلَا کیوں نہ	
جَآءُوْ وہ لائے	عَلَيْهِ اس پر	بِاَرْبَعَةِ چار	شُهَدَآءَ گواہ	فَاِذْ پس جب	لَمْ يَاْتُوْا وہ نہ لائے	بِالشُّهَدَآءِ گواہ	فَاُولٰٓئِكَ تو وہی لوگ
عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	هُمُ الْكٰذِبُوْنَ وہی جھوٹے	وَلَوْلَا اور اگر نہ	فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	عَلَيْكُمْ تم پر	وَرَحْمَتُهٗ اور اسکی رحمت		
فِی الدُّنْيَا دنیا میں	وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت	لَمَسَّكُمْ ضرور تم پر پڑتا	فِیْ مَآ اس میں جو	اَفَضْتُمْ تم پڑے	فِيْهِ اس میں		
عَذَابٌ عذاب	عَظِيْمٌ بڑا	اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ جب تم لاتے تھے اسے	بِاَلْسِنَتِكُمْ اپنی زبانوں پر	وَتَقُوْلُوْنَ اور تم کہتے تھے	بِاَفْوَاهِكُمْ اپنے منہ سے		
مَّا لَيْسَ جو نہیں	لَكُمْ تمہیں	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ کوئی علم	وَتَحْسَبُوْنَهٗ اور تم اسے گمان کرتے تھے	هَيِّنًا ہلکی بات	وَهُوَ حالانکہ وہ	
عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	عَظِيْمٌ بہت بڑی بات						

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون واقعہ اِفک کے متعلق بیان ہو رہا ہے یعنی یہ آیات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ منافقین نے آپ پر بہتان باندھا تھا۔ گذشتہ آیت میں اشارۃً یہ ظاہر فرما دیا گیا تھا کہ یہ کام منافقین کی پارٹی کا ہے۔ چونکہ اس بہتان تراشی میں بعض مسلمانوں کی بھی زبان کھلنے لگی تھی کسی نے کچھ کہا۔ کسی نے صرف سنا اور خاموش رہا۔ اس لئے گذشتہ درس میں یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ اس فتنہ میں جس نے جس قدر حصہ تھوڑا یا بہت لیا اسی قدر وہ قابل الزام اور گناہ گار رہوا۔

اب آگے ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو ادب سکھاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں جو کلمات منہ سے نکالے وہ ان کی شایان شان نہ تھے بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ ام المومنین اور اپنے ایک مسلمان بھائی کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور

صرف یہی نہیں کہ حسن ظن رکھتے بلکہ زبان سے بھی ایسے بہتان کی تردید وتکذیب کردینی چاہیے تھی اس لئے جو کچھ واقعہ گزرا اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش بھی نہ تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھلم کھلا سواری پر سوار دن دوپہر کو بھرے لشکر میں پہنچتی ہیں جہاں خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ اگر خدانخواستہ خاکم بدہن کوئی بھی بات ہوتی تو اس طرح کھلے بندوں مجمع عام میں نہ آتے بلکہ خفیہ اور پوشیدہ طور پر شامل ہوجاتے جو کسی کو کانوں کان خبر تک نہ پہنچے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ بہتان بازوں نے جو افترا پردازی کی ہے وہ محض جھوٹ۔ افترا اور بہتان ہے اور یہ لوگ اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کے موافق جھوٹے قرار دیئے گئے ہیں جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کرسکیں۔ اور بدوں کافی ثبوت کے زبان سے ایسی بات بکتے پھریں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن مسلمانوں نے اس واقعہ میں زبان کو بری حرکت دی اگر خدائے تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا کہ وہ دنیا میں توبہ قبول کرلیتا ہے اور آخرت میں ایمان کی وجہ سے معاف فرمادیتا ہے تو جس بہتان میں لوگوں نے اپنی زبانیں چلائیں اس میں انہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا۔ یہ مضمون ان مسلمانوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا اور سچے مسلمان تھے مگر رواروی میں کچھ کہہ گئے تھے۔ آگے انہی مسلمانوں کو خطاب کرکے ارشاد ہے کہ عذاب عظیم کیوں نہ ہوتا جب کہ تم ایسی بے تحقیق اور ظاہر البطلان بات کو ایک دوسرے کی طرف چلتا کررہے تھے اور زبان سے وہ اٹکل پچو باتیں نکال رہے تھے جن کی واقعیت کی تمہیں کچھ بھی خبر نہ تھی پھر طرفہ یہ کہ ایسی سخت بات سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ اور مومنین کی روحانی ماں کو متہم کرنا جو اللہ کے نزدیک بہت بڑا سنگین جرم ہے۔ اس کو محض ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھنا اصل جرم سے بھی بڑھ کر جرم تھا۔

ان آیات میں یہاں یہ تعلیم دی گئی کہ مسلمان کا فرض ہے کہ اگر اپنے کسی دیندار بھائی مسلمان کے متعلق کوئی بری بات سنے تو یقین نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ نیک گمان رکھے۔ کسی دیندار مسلمان پر تہمت سن کر خاموش رہنا بھی جرم ہے۔ فوراً تکذیب کرنی لازم ہے بشرطیکہ تہمت کا جھوٹ ہونا عقل اور قرائن کا لحاظ کرتے ہوئے واضح ہو۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مسلمان پر کوئی الزام قائم کرے اور شرعی شہادت نہ پیش کرسکے تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی جھوٹا ہے بغیر سمجھے اور یقین حاصل کئے کوئی بات منہ سے نہ نکالنی چاہیے یعنی ہر بات کو سن کر نقل کردینا ٹھیک نہیں تاوقتیکہ اس کی صحت نہ کرلی جائے۔ خصوصاً فاسق وفاجر یا بدباطن انسانوں کی دی ہوئی خبر وہ بھی جبکہ وہ خبر کسی باعصمت وعفت اور صاحب تقویٰ وخیر کے بارہ میں ہو تو وہ ہرگز قابل توجہ نہیں اور اس کے لئے اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ یہ محض افتراء ہے تاوقتیکہ خبر دینے والا اس پر روشن دلیل اور شرعی حجت نہ قائم کردے۔

بے گناہ پر الزام وتہمت لگانا شریعت اسلامیہ میں بہت بڑا گناہ ہے۔ اور چونکہ اس گناہ کا مرتکب حق العباد میں سے ایک اہم حق ضائع کرتا ہے۔ اس لئے نہ صرف اخلاق کی نگاہ میں بلکہ اجتماعی قانون کی نظر میں بھی بڑا مجرم ہے۔ قرآن عزیز کی نصوص نے بے گناہ پر تہمت لگانے کی سزا کے لئے ۸۰ کوڑے کی سخت سزا اسی لئے تجویز کی ہے تاکہ کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوسکے کہ وہ ایک پاکباز انسان پر بہتان لگائے یا بغیر شہادت کے اس کی تشہیر کرے۔ بعض مرتبہ اشرار اور خبیث النفس لوگوں کی بے بنیاد باتیں اس درجہ آب ورنگ رکھتی ہیں کہ سادہ لوح مسلمان اور نکوکار انسان بھی مغالطے اور دھوکہ میں آجاتے ہیں اس لئے مسلمان کا فرض ہے کہ سنی سنائی بات پر اس وقت تک ہرگز یقین نہ کرے جب تک کہ اسلامی اصول شہادت کے مطابق شنیدہ خبر کی تصدیق نہ ہوجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ سوئے ظن سے بچو اس لئے کہ بعض بدگمانیاں گناہ کا مرتکب بنادیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بیش بہا قرآنی ہدایات ونصائح کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب فرمائے۔

ابھی آگے بھی اس سلسلہ میں مسلمانوں کو بعض ہدایات دی جارہی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَٰنَكَ هَٰذَا بُهْتَٰنٌ

اور تم نے جب اس بات کو سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذاللہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔

عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ

اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو۔اور اللہ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے۔

الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ

اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے۔جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو اُن کیلئے

آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ

دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک ہے۔اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل وکرم ہے

اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾ ع

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے۔تو تم بھی (اس وعید سے) نہ بچتے۔

وَلَوْلَآ اور کیوں نہ	إِذْ جب	سَمِعْتُمُوهُ تم نے وہ سنا	قُلْتُمْ تم نے کہا	مَا يَكُونُ نہیں ہے	لَنَآ ہمارے لئے	أَن نَّتَكَلَّمَ کہ ہم کہیں	
بِهَٰذَا ایسی بات	سُبْحَٰنَكَ تو پاک ہے	هَٰذَا یہ	بُهْتَٰنٌ بہتان	عَظِيمٌ بڑا	يَعِظُكُمُ تمہیں نصیحت کرتا ہے	اللَّهُ اللہ	أَن کہ
تَعُودُوا تم پھر کرو	لِمِثْلِهِ ایسا کام	أَبَدًا کبھی بھی	إِن كُنتُمْ اگر تم ہو	مُّؤْمِنِينَ ایمان والے	وَيُبَيِّنُ اور بیان کرتا ہے	اللَّهُ اللہ	
لَكُمُ تمہارے لئے	الْآيَاتِ آیتیں احکام	وَاللَّهُ اور اللہ	عَلِيمٌ بڑا جاننے والا	حَكِيمٌ حکمت والا	إِنَّ بیشک	الَّذِينَ جو لوگ	
يُحِبُّونَ پسند کرتے ہیں	أَن کہ	تَشِيعَ پھیلے	الْفَاحِشَةُ بے حیائی	فِي الَّذِينَ میں جو	آمَنُوا ایمان لائے مومن	لَهُمْ ان کیلئے	
عَذَابٌ عذاب	أَلِيمٌ دردناک	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَالْآخِرَةِ اور آخرت میں	وَاللَّهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	وَأَنتُمْ اور تم	
لَا تَعْلَمُونَ تم نہیں جانتے	وَلَوْلَا اور اگر نہ	فَضْلُ اللَّهِ اللہ کا فضل	عَلَيْكُمْ تم پر	وَرَحْمَتُهُ اور اس کی رحمت	وَأَنَّ اور یہ کہ		
	اللَّهَ اللہ	رَءُوفٌ شفقت کرنیوالا	رَحِيمٌ نہایت مہربان ہے				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ان مسلمانوں کو تنبیہ وناصحانہ ملامت کے ساتھ نیک گمانی کا حکم دیا گیا تھا جنہوں نے اس واقعۂ اِفک کے افترا اور بہتان میں اپنی زبانیں کھولی تھیں اور اس جھوٹ بات کے نقل کرنے میں حصہ لیا تھا۔

اب ان آیات میں انہیں مسلمانوں کو دوسرا حکم دیا جا رہا ہے کہ بھلے اور نیک آدمیوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بے تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہیئے۔ برے خیالات، گندے الزامات اور شیطانی وسوسوں سے دور رہنا چاہیئے کبھی ایسے کلمات زبان سے نہ نکالنے چاہئیں۔ اگر دل میں کوئی ایسا وسوسہ شیطانی پیدا بھی ہو تو زبان قابو میں رکھنی چاہیئے۔ مسلمانوں کو تو چاہیئے تھا کہ ایسے واہی تباہی کلام کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ

ہم ایسی لغوبات سے اپنی زبان کو نہیں بگاڑتے۔ہم سے یہ بے ادبی نہیں ہوسکتی کہ خدا کے پیغمبر کی زوجہ مطہرہ کی نسبت کوئی ایسی لغوبات کہیں۔ پھر ہدایت کی جاتی ہے کہ دیکھو خبردار آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہو ورنہ ایمان کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہے ہمیشہ پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے اہل کی عظمت کو ملحوظ رکھیں اور بدباطن منافقین کے چکموں میں کبھی نہ آئیں۔اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔یعنی اصول کے علاوہ تم کو جزئیات اور فروعات کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ ادب۔ اخلاق۔عقیدہ اور تہذیب سکھاتا ہے۔جن باتوں سے خرابیاں پیدا ہونے والی ہیں۔ نفاق۔ رنجش اور اخلاق کی بربادی۔ امن اور انتظام کی تباہی پیدا ہونے والی ہے ان سے وہی خوب واقف ہے۔ اس لئے جو احکام تم کو دیئے اور جن باتوں سے تم کو منع کیا ان کے مصالح کو وہ جانتا ہے اس لئے تمام اوامر ونواہی کی پابندی تم پر لازم ہے۔ہاں اگر کوئی شخص ایمان ہی سے کورا ہو اور جس کی سرشت ہی خراب ہو وہ تو بے ادب، گستاخ اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنے والا ہوتا ہی ہے۔ایسے لوگ تو ناپاک باتیں پھیلانے کی دھن میں ہر وقت لگے رہتے ہیں۔

یہاں تک تو نزول براۃ سے قبل تذکرہ کرنے والوں کا ذکر تھا آگے ان کا ذکر ہے جو بعد نزول ان آیات برأت کے بھی باز نہ آویں اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص بے ایمان ہی ہوگا۔ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ بعد نزول ان آیات کے بھی چاہتے ہیں یعنی اس کی کوشش عملی کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں اس بے حیائی کی بات کا چرچا ہو تو انہیں دنیوی سزا یعنی ۸۰ کوڑوں کی حد شرعی بھی لگے گی اور اُخروی سزا یعنی عذابِ جہنم بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے فتنہ پردازوں کو خوب جانتا ہے گو عام مسلمان نہ جانتے ہوں۔اور یہ بھی اس کے علم میں ہے کہ کس کا جرم کتنا ہے اور کس کی کیا غرض ہے۔ یہ طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس کی نظر ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل ورحمت سے اور شفقت ومہربانی سے مسلمانوں میں سے تائبین کی توبہ کو قبول فرمایا اور بعض کو حدِ شرعی جاری کر کے پاک کیا۔

ان آیات سے یہ چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔کسی مومن کی آبروریزی اور عزت کو برباد کرنے کی کوشش کرنی حرام ہے۔اور موجب عذاب الیم ہے۔

۲۔تہمت تراشی کرنا یا سن کر تصدیق کرنا بھی جرم عظیم ہے۔

۳۔غیر مومن اور غیر مسلم طبقہ ہر حیلہ بہانہ سے مسلمانوں میں فحش پرستی اور بے حیائی کو رواج دینا چاہتا ہے اور اسلامی کلچر و تہذیب کو برباد کرنے کا خواستگار رہتا ہے۔اس لئے مسلمانوں کو ہر وقت متنبہ رہنا اور اسلامی قوانین کو مضبوط پکڑنا چاہئے۔ابھی حق تعالیٰ کی طرف سے اس سلسلہ میں احکام ونصائح کا سلسلہ جاری ہے۔جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان جملہ قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سے گذشتہ زندگی میں جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں اپنی رحمت اور فضل وکرم سے معاف فرمائیں اور آئندہ ہم کو جملہ فحش اور بے حیائی کی باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اکرام مسلم کی ہم کو توفیق نصیب فرما۔ اور کسی مسلمان کی آبروریزی کے جرم عظیم میں مبتلا ہونے سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اے ایمان والو تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ تو

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ

بے حیائی اور نامعقول ہی کام کرنے کو کہے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی (توبہ کرکے) پاک وصاف نہ ہوتا

مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ

ولیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے اور جو لوگ تم میں بزرگی اور دنیوی وسعت والے ہیں

مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا

وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔ اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں

وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردے۔ بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے	لَا تَتَّبِعُوْا تم نہ پیروی کرو	خُطُوٰتِ قدم	الشَّيْطٰنِ شیطان	وَمَنْ اور جو
يَّتَّبِعْ پیروی کرتا ہے	خُطُوٰتِ قدم	الشَّيْطٰنِ شیطان	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	يَاْمُرُ حکم دیتا ہے	بِالْفَحْشَآءِ بے حیائی کا	وَالْمُنْكَرِ اور بری بات
وَلَوْلَا اور اگر نہ	فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	عَلَيْكُمْ تم پر	وَرَحْمَتُهٗ اور اسکی رحمت	مَا زَكٰى نہ پاک ہوتا	مِنْكُمْ تم سے	مِنْ اَحَدٍ کوئی آدمی
اَبَدًا کبھی بھی	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اللّٰهَ اللہ	يُزَكِّيْ پاک کرتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	وَاللّٰهُ اور اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا	عَلِيْمٌ جاننے والا
وَلَا يَاْتَلِ اور قسم نہ کھائیں	اُولُوا الْفَضْلِ فضیلت والے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَالسَّعَةِ اور وسعت والے	اَنْ يُّؤْتُوْۤا کہ (نہ) دیں
اُولِی الْقُرْبٰى قرابت دار	وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکینوں	وَالْمُهٰجِرِيْنَ اور ہجرت کرنیوالے	فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں
وَلْيَعْفُوْا اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں	وَلْيَصْفَحُوْا اور وہ درگذر کریں	اَلَا تُحِبُّوْنَ کیا تم نہیں چاہتے؟	اَنْ کہ	يَّغْفِرَ اللّٰهُ اللہ بخش دے
لَكُمْ تمہیں	وَاللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ان مسلمانوں کو خطاب فرما کر اللہ تعالیٰ کی نصائح واحکام سنائے گئے تھے جو کسی نہ کسی درجہ میں منافقین کے اس اٹھائے ہوئے طوفان تہمت میں شریک ہوگئے تھے اور ان کو بتلایا گیا تھا کہ اگر اللہ کا فضل وکرم اور لطف ورحم نہ ہوتا تو تم بھی اس وقت قہر الٰہی سے نہ بچتے مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائی اور بعض کو حد شرعی سے پاک کردیا۔ اب آگے ان آیات میں تمام مسلمانوں کو خطاب کرکے ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ شیطان کی چالوں سے ہوشیار رہا کریں مسلمان کا یہ کام نہیں ہونا چاہئے کہ شیاطین الانس والجن کے قدم بقدم چلنے لگے۔ ان ملعونوں کا کام تو یہی ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور برائی کی طرف لے جائیں۔ تم جان بوجھ کر کیوں ان کے بھرے میں آتے ہو۔ دیکھو شیطان نے ذرا سا چرکہ لگا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کردیا۔ اس لئے مسلمانوں کو ہر قول وفعل اور طریق زندگانی میں شیطان کی پیروی سے اجتناب ضروری ہے۔ شیطان تو سب کو بگاڑ کر چھوڑتا ہے۔ ایک کو بھی سیدھے راستہ پر نہ رہنے دیتا مگر یہ تو خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی دستگیری فرما کر

بہتیروں کو محفوظ رکھتا ہے اور بعض کو مبتلا ہو جانے کے بعد توبہ کی توفیق دے کر درست کر دیتا ہے۔ یہ بات اسی خدائے واحد کے اختیار میں ہے اور وہی اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتا ہے کہ کون بندہ سنوارے جانے کے قابل ہے اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہئے۔ وہ سب کی توبہ وغیرہ کو سنتا اور ان کی قلبی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی رواروی یا بھولے پن سے شریک ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت مسطح تھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ انہوں نے جنگ بدر میں بھی شرکت کی تھی۔ مسلمانوں کے ساتھ ہجرت بھی کی تھی۔ مخلص مسلمان تھے لیکن اپنے بھولے پن کے سبب سے منافقوں کے پروپیگنڈے کے شکار ہو گئے تھے۔ چونکہ مفلس تھے اس لئے قصہ افک سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے تھے۔ جب یہ قصہ افک ختم ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت آسمان سے نازل ہو چکی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطح کی امداد نہ کروں گا بعض دوسرے صحابہ نے بھی قسم کھائی کہ جس نے اس بہتان سے کچھ بھی لگاؤ رکھا ہے ہم اس سے تعلق اور رشتہ داری قائم نہ رکھیں گے۔ اس پر مسلمانوں کو مسکین مہاجر قرابتداروں سے سلوک منقطع نہ کرنے کی ہدایت کی گئی اور عفو و درگزر کا حکم دیا گیا اور حکم ہوا کہ تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں۔ انہیں زیبا یہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ محتاج رشتہ داروں اور فی سبیل اللہ وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بلند اخلاق نیک کرداروں کا کام نہیں۔ اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو اس کا کفارہ ادا کر دو۔ تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ خطا کاروں کی خطا سے درگزر کرو۔ ایسا کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری تقصیرات سے درگزر کرے گا۔ تم میں سے کون ہے جو اللہ تعالیٰ کا قصوروار نہیں پھر کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ اللہ تمہاری گرفت کرے اور قصور معاف نہ کرے۔ تم یہ بات ہرگز پسند نہ کرو گے تو جب تم کو خود اپنے قصور کی گرفت پسند نہیں تو لازمی طور پر آپس میں بھی ایک دوسرے کے قصور سے درگزر کرنی چاہئے۔

احادیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے تو فوراً بول اٹھے بلی یا ربنا انا نحب۔ بیشک اے پروردگار ہم ضرور چاہتے ہیں یہ کہہ کر مسطح کی جو امداد کرتے تھے جاری فرمادی اور قسم کھائی کہ واللہ مسطح کا خرچ کبھی بند نہ کروں گا بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے امداد دگنی کر دی۔ سبحان اللہ! کیا عجب جذبات تھے اور کیا عجیب احساسات تھے ان حضرات کے روح کے گوشہ گوشہ میں دین کا تسلط قائم ہو چکا تھا۔ کس طرح نفس اور جذبات نفس کو قابو کیا ہوا تھا۔ کچھ دیر پہلے جو شخص تہمت تراشی کے چرچہ میں شرکت کی وجہ سے مبغوض تھا آن کی آن میں اس کو دوست اور محبوب بنالیا جاتا ہے اور تمام گذشتہ قصوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اسی کا نام ہے الحب للہ و البغض فی اللہ علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیت ولا یاتل اولوا الفضل منکم۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کی صریح دلیل ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ حق تعالیٰ خود ان کو اولو االفضل یعنی صاحب فضل فرمائے۔

حضرت مسطح کا وظیفہ اگرچہ ان کی غلطی اور خطا کی بنا پر بند کر لینا جائز تھا مگر مقام صدیقیت کا مقتضی یہی تھا کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ اس لئے اس آیت کو نازل کر کے حق تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ فرمائی اور بحق بدریت حضرت مسطح کے حق میں سفارش فرمائی کہ اے ابوبکر! تم اہل فضل میں سے ہو اور مسطح اہل بدر میں سے ہے لہٰذا تم اس کی امداد و اعانت میں کمی نہ کرنا اور مسطح سے جو غلطی ہو گئی ہے اس کو معاف کر دینا چاہئے اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو معاف کرے گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح حق تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل فرمائی کہ نہ صرف حضرت مسطح کی غلطی کو معاف کر دیا بلکہ گذشتہ کے اعتبار سے امداد و اعانت میں دگنا وظیفہ کر دیا۔ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے کیا اخلاق کریمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں چودہ طریقہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اس ایک آیت سے ثابت کی ہے۔

ان آیات میں باہم کدورت اور کبیدگی دور کرنے کے لئے حلم اور عفو سے کام لینے کی ہدایت فرمائی اور ترغیب کے لئے صراحت فرمائی کہ آپس کے تعلقات کو قائم رکھنا اور خطاداروں کے جرم سے درگزر کرنا مغفرت الٰہیہ کے حصول کا باعث ہے۔ اب آگے اسی سلسلہ میں منافقین کو وعید سنائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ

جولوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں (اور) ایسی باتوں سے (بالکل) بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں اُن پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور اُن کو

عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۴﴾

(آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا۔ جس روز اُن کے خلاف اُن کی زبانیں گواہی دیں گی اور اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں بھی (گواہی دیں گے) ان کاموں کی جو کہ یہ لوگ کرتے تھے۔

يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿۲۵﴾ الْخَبِيثَاتُ

اس روز اللہ تعالیٰ ان کو واجبی بدلہ پورا پورا دیگا اور (اُس روز ٹھیک ٹھیک) ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنیوالا (اور) بات (کی حقیقت) کو کھول دینے والا ہے۔ گندی عورتیں

لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ

گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھرے عورتوں کے لائق ہوتے ہیں۔

مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۲۶﴾

یہ اس بات سے پاک ہیں، جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں۔ ان (حضرات) کیلئے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ يَرْمُونَ جولوگ تہمت لگاتے ہیں	الْمُحْصَنَاتِ پاک دامن	الْغَافِلَاتِ بھولی بھالی انجان	الْمُؤْمِنَاتِ مومن عورتیں	لُعِنُوا لعنت ہے ان پر		
فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَالْآخِرَةِ اور آخرت	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	عَظِيمٌ بڑا	يَوْمَ دن	تَشْهَدُ گواہی دیں گی	عَلَيْهِمْ ان پر خلاف
أَلْسِنَتُهُمْ انکی زبانیں	وَأَيْدِيهِمْ اور اُن کے ہاتھ	وَأَرْجُلُهُمْ اور انکے پاؤں	بِمَا اسکی جو	كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ کرتے تھے	يَوْمَئِذٍ اس دن		
يُوَفِّيهِمُ پورا دے گا انہیں	اللَّهُ اللہ	دِينَهُمُ ان کا بدلہ	الْحَقَّ سچ ٹھیک ٹھیک	وَيَعْلَمُونَ اور وہ جان لیں گے	أَنَّ کہ	اللَّهَ اللہ	هُوَ وہی
الْحَقُّ برحق	الْمُبِينُ ظاہر کرنیوالا	الْخَبِيثَاتُ ناپاک گندی عورتیں	لِلْخَبِيثِينَ گندے مردوں کیلئے	وَالْخَبِيثُونَ اور گندے مرد	لِلْخَبِيثَاتِ گندی عورتوں کیلئے		
وَالطَّيِّبَاتُ اور پاک عورتیں	لِلطَّيِّبِينَ پاک مردوں کیلئے	وَالطَّيِّبُونَ اور پاک مرد	لِلطَّيِّبَاتِ پاک عورتوں کیلئے	أُولَٰئِكَ یہ لوگ	مُبَرَّءُونَ مبرا ہیں		
مِمَّا اس سے جو	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مَغْفِرَةٌ مغفرت	وَرِزْقٌ اور روزی	كَرِيمٌ عزت کی		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں واقعۂ اِفک کے سلسلے میں مسلمانوں کو مختلف احکام وہدایات دی گئی تھیں۔ اخیر میں تلقین فرمائی گئی تھی کہ جس طرح تم چاہتے ہو کہ ہماری تقصیریں اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں تمہیں بھی چاہئے کہ دوسروں کی خطا اور قصوروں سے درگزر کیا کرو۔

اب تہمت لگانے والوں پر وعید بیان کی جاتی ہے اور مکرر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی پر دلیل دے کر اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جولوگ بعد نزول ان آیات کے تہمت لگاتے ہیں تو ایسے موذی بہتان پرداز دنیا اور آخرت میں لعنت خدا کے مستحق ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگ جو ایسی مطہرات کو متہم کریں کافر اور منافق ہی ہو سکتے ہیں۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد جو شخص حضرت عائشہ صدیقہ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو متہم کرے وہ کافر۔ مکذب

قرآن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ تو یہاں اتہام رکھنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی کہ ان پر دنیا اور آخرت دونوں کے اندر خدا کی مار پڑے گی دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی سخت عذاب جہنم ہوگا اور کوئی اس گمان میں نہ رہے کہ قیامت کے دن وہ مکر سکتا ہے خود ان کی زبان اور ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔ مجرم منہ سے بولنا اور ظاہر کرنا نہ چاہے گا مگر خود زبان اور ہاتھ پاؤں بولیں گے اور ان میں سے ہر ایک عضو اس عمل کو ظاہر کرے گا جو اس کے ذریعہ سے کیا گیا تھا۔ یوم قیامت میں اللہ تعالیٰ انہیں پوری سزا دے گا اور وہ یقین کرلیں گے کہ اللہ عزوجل واقعی موجود ہے۔ برحق ہے۔ اور سارے اعمال کا ٹھیک ٹھیک حساب جانتا ہے۔ اور ہر عمل کی اس کے بالکل مناسب سزا دے گا۔

اب آگے ایک قاعدہ کلیہ بیان کردیا کہ نیک مردوں کو نیک عورتوں سے اور بدکار مردوں کو بدکار عورتوں سے لگاؤ ہوتا ہے۔ اسی طرح نیک عورتوں کو نیک مردوں سے اور بدعورتوں کو بدمردوں سے انس ہوتا ہے اور چونکہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام طیب، طاہر اور مجسم طہارت ہیں۔ اس لئے آپ کو تعلق بھی پاک اور طیب عورت ہی سے ہوگا۔ حاصل یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاکدامن۔ نکوکار ہیں۔ طبعاً اور فطرۃً پاکباز ہیں۔ تو جن پر یہ تہمت لگائی گئی ہے وہ اس سے بالکل بری ہیں کہ جو یہ منافق بکتے پھرتے ہیں۔ ان حضرات کے لئے آخرت میں مغفرت اور عزت کی روزی یعنی جنت ہے۔

یہاں جو عام ضابطہ اور قاعدہ کلیہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے طبائع میں طبعی طور پر یہ جوڑ رکھا ہے کہ گندی اور بدکار عورتیں بدکار مردوں کی طرف اور گندے اور بدکار مرد گندی بدکار عورتوں کی طرف رغبت کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح پاک صاف عورتوں کی رغبت پاک صاف مردوں کی طرف ہوتی ہے اور پاک صاف مردوں کی رغبت پاک صاف عورتوں کی طرف ہوتی ہے۔ تو اس عادت کلیہ اور ضابطہ سے واضح ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام جو دنیا میں پاکی وصفائی ظاہری وباطنی میں مثالی شخصیت ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء کے سردار ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ازواج مطہرات بھی پاکی و صفائی، ظاہری و اخلاقی برتری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مناسب شان عطا فرمائی ہیں۔ اور حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیبیوں کے بارہ میں جو قرآن کریم میں ان کا کافرہ ہونا مذکور ہے تو ان کے متعلق بھی یہ ثابت ہے کہ وہ کافر ہونے کے باوجود فسق وفجور میں مبتلا نہ تھیں۔ تو معلوم ہوا کہ کسی نبی کی بیوی کافر ہوجائے اس کا تو امکان ہے مگر بدکار فاحشہ ہوجائے یہ ممکن نہیں۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو عورتوں میں ممتاز ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو ان کے علاوہ کسی دوسری عورت کو نصیب نہیں ہوئیں اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بطور تحدیث بالنعمۃ ان خصوصیات کو فخر کے ساتھ بیان فرمایا کرتی تھیں۔

۱۔ پہلی خصوصیت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے حضرت جبرئیل امین ایک ریشمی کپڑے میں میری تصویر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا یہ تمہاری زوجہ ہے۔ (رواہ الترمذی)

۲۔ دوسری خصوصیت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سوا کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

۳۔ تیسری خصوصیت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات آپ کی گود میں ہوئی۔

۴۔ چوتھی یہ کہ بیت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہوئے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ آپ پر اس وقت بھی وحی نازل ہوئی تھی

جبکہ آپ حضرت صدیقہ کے ساتھ ایک لحاف میں ہوتے تھے۔ دوسری کسی بی بی کو یہ خصوصیت حاصل نہ تھی۔

٦۔چھٹی یہ کہ آسمان سے آپ کی برأت نازل ہوئی۔

٧۔ساتویں یہ کہ وہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں اور صدیقہ ہیں اور ان میں سے ہیں جن سے دنیا ہی میں مغفرت اور رزق کریم کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے۔

الغرض سورۃ کے ابتدائی رکوع میں جو احکام اور شرعی سزاؤں کا بیان ہوا تھا وہ اس لئے تھے کہ اگر معاشرہ میں برائی رونما ہو جائے اور کسی سے اس جرم کا ارتکاب ہو جائے تو اس کا تدارک کیسے کیا جائے۔اس کے بعد دو رکوع حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے متعلق بیان ہوئے۔اور یہاں ان آیات پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت ونزاہت کا بیان ختم ہوا اور یہ بیان اس شان سے ختم فرمایا گیا کہ اب اس کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہا۔قرآن کریم کی آیات سے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عنداللہ قدر ومنزلت ثابت ہوئی وہ روز روشن سے زیادہ واضح ہے۔اور حق تعالیٰ جل شانہ کی اس شہادت کے بعد بھی اگر کوئی بدباطن خبیث حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے تو بالاتفاق علمائے امت وہ کافر ہے۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والے کا وہی حکم ہے جو حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام پر تہمت لگانے والے کا ہے۔

اب اس کے بعد وہ احکام دیئے جارہے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں سرے سے برائیاں اور بدکاریاں پیدا ہی نہ ہونے پائیں۔ان ہدایات واحکامات کا سلسلہ اگلی آیات سے شروع ہوتا ہے۔جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قرآنی ہدایات اور احکامات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔جن برائیوں سے قرآن پاک نے روکا ہے ان سے ہمیں کامل طور پر رکنے اور جن بھلائیوں کی قرآن پاک نے تلقین فرمائی ہے۔ان بھلائیوں کو حاصل کرنے کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔یوم آخرت کی رسوائیوں اور وہاں کے عذابوں سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچادیں اور اپنی مغفرت اور عزت کی روزی ہم سب کو نصیب فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ

اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (اُن سے) اجازت حاصل نہ کرلو اور اُن کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔ یہی

خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ

تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔ پھر اگر اُن گھروں میں تم کو کوئی نہ معلوم ہو تو (بھی) اُن گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے کہہ دیا جائے

لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

کہ (اسوقت) لَوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے۔ تم کو ایسے مکانات میں چلے جانے کا

أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

گناہ نہ ہوگا جن میں کوئی نہ رہتا ہو اُن میں تمہاری کچھ برت ہو۔ اور تم جو کچھ علانیہ کرتے ہو اور جو پوشیدہ طور پر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔

يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ جو لوگ	آمَنُوا ایمان لائے	لَا تَدْخُلُوا تم نہ داخل ہو	بُيُوتًا گھر	غَيْرَ بُيُوتِكُمْ اپنے گھروں کے سوا	حَتَّىٰ یہانتک کہ	
تَسْتَأْنِسُوا تم اجازت لے لو	وَتُسَلِّمُوا اور تم سلام کرلو	عَلَىٰ پر۔کو	أَهْلِهَا ان کے رہنے والے	ذَٰلِكُمْ یہ	خَيْرٌ بہتر ہے	لَّكُمْ تمہارے لئے	
لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَذَكَّرُونَ تم نصیحت پکڑو	فَإِن پھر اگر	لَّمْ تَجِدُوا تم نہ پاؤ	فِيهَا اس میں	أَحَدًا کسی کو	فَلَا تَدْخُلُوهَا تو تم نہ داخل ہو اس میں	
حَتَّىٰ یہانتک کہ	يُؤْذَنَ اجازت دی جائے	لَكُمْ تمہیں	وَإِن اور اگر	قِيلَ لَكُمْ تمہیں کہا جائے	ارْجِعُوا تم لوٹ جاؤ	فَارْجِعُوا تو تم لوٹ جایا کرو	
هُوَ یہی	أَزْكَىٰ زیادہ پاکیزہ	لَكُمْ تمہارے لئے	وَاللَّهُ اور اللہ	بِمَا وہ جو	تَعْمَلُونَ تم کرتے ہو	عَلِيمٌ جاننے والا	لَيْسَ نہیں
عَلَيْكُمْ تم پر	جُنَاحٌ کوئی گناہ	أَن اگر	تَدْخُلُوا تم داخل ہو	بُيُوتًا ان گھروں میں	غَيْرَ مَسْكُونَةٍ جہاں کسی کی سکونت نہیں	فِيهَا جن میں	
مَتَاعٌ کوئی چیز	لَّكُمْ تمہاری	وَاللَّهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تُبْدُونَ جو تم ظاہر کرتے ہو	وَمَا اور جو	تَكْتُمُونَ تم چھپاتے ہو	

تفسیر وتشریح:۔ اس سورۂ نور میں شروع میں حد زنا۔ سزائے تہمت۔ احکام لعان وغیرہ بیان ہوئے تھے۔ اب یہاں سے وہ ہدایات واحکامات بیان فرمائے جاتے ہیں کہ جس سے بے حیائی اور فتنۂ زنا وغیرہ پیدا ہی نہ ہو۔ کسی خرابی اور برائی کے انسداد کی تکمیل اسی وقت ہوسکتی ہے۔ جب اس کے تمام اسباب وذرائع وسائل کی بیخ کنی کردی جائے۔ مثلاً شراب خوری سے باز رکھنا اسی وقت کامل طور پر ممکن ہے جب شراب کشی کی ممانعت کردی جائے۔ شراب خوروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے روک دیا جائے۔ شراب پینے کی سخت سزا مقرر کردی جائے۔ اسی لئے حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کے بنانے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کے بنوانے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کے بیچنے والے پر لعنت کی ہے۔ خریدنے والے پر لعنت کی ہے۔ لاد کر لے جانے والے پر لعنت کی ہے جس کے پاس لے جائی جائے اس پر لعنت کی ہے۔ اس کے پلانے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت کی ہے۔ گویا جتنے ذرائع ووسائل شراب خوری کے ہوسکتے ہیں سب کو ملعون وممنوع قرار دیا۔ اسی طرح زنا کے تمام مبادی ومقدمات کو بھی مثل زنا قرار دے کر ان

کی ممانعت فرمائی گئی۔ چنانچہ حدیث شریف میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے کہ نامحرم عورت کو بری نیت سے دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔اس سے باتیں کرنا زبان کا زنا ہے۔اس کی باتوں کو سننا کان کا زنا ہے۔اس کی طرف قلب کا میلان بد دل کا زنا ہے۔ اس کو ہاتھ لگانا ہاتھ کا زنا ہے۔اس کی طرف چل کر جانا پاؤں کا زنا ہے۔اور پھر جو فعل بد میں مبتلا ہو تو وہ اصل زنا ہے۔تو زنا بھی ایک اخلاقی و معاشرتی تباہی ہے۔اس سے باز رکھنے کی تکمیل کے لئے پہلے اس کی سزا کو بیان فرمادیا۔اب یہاں سے زنا اور بے حیائی میں مبتلا کرنے والے اسباب اور موجبات کی روک تھام کے لئے ہدایات وقوانین بیان فرمائے جاتے ہیں۔

اسلام چونکہ حکیمانہ اور مصلحانہ دین ہے۔ تمام اخلاقی معاشرتی اور اجتماعی اصلاحات کے مکمل اور جامع قوانین کی تعلیم اس نے دی ہے۔ پہلے زنا۔ تہمت۔ بدگمانی وغیرہ کی سخت ممانعت فرمائی اب جو چیزیں بدگمانی۔تہمت اور زنا کے اسباب ہیں ان سے بھی روکا جاتا ہے۔منجملہ ان اسباب کے کسی کے گھر میں بغیر اذن واطلاع کے چلا جانا بھی ہے۔اس لئے پہلی ہدایت یہاں یہ دی گئی کہ خاص اپنے رہنے کا جو گھر ہو اس کے علاوہ کسی دوسرے کے رہنے کے گھر میں یونہی بے خبر نہ گھس جائے۔کیا جانے صاحب خانہ کس حال میں ہو اور اس وقت کسی کا اندر آنا پسند کرتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا اندر جانے سے پہلے آواز دے کر اجازت حاصل کرے۔

حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ تک سلام کرے اور اجازت داخل ہونے کی لے اگر تین بار کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔اجازت طلب کرنے میں بے جا اصرار کرنا یا اجازت نہ ملنے کی صورت میں دروازے پر جم کر کھڑے ہو جانا جائز نہیں ہے۔اگر تین دفعہ کے استیذان کے بعد صاحب خانہ کی طرف سے اجازت نہ ملے یا وہ ملنے سے انکار کردے تو واپس چلے جانا چاہئے۔

آگے ایک دوسری صورت بیان ہوتی ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ گھر میں کوئی موجود نہیں ہے تب بھی دوسرے کے گھر میں بدوں مالک ومختار کی اجازت کے مت جاؤ۔یعنی کسی کے خالی گھر میں بھی بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر صاحب خانہ نے خود اس بات کی اجازت صراحۃً یا دلالۃً دی ہو تو اس اجازت کے موافق جانے میں کوئی حرج نہیں مثلاً صاحب خانہ نے آپ سے یہ کہہ دیا ہو کہ اگر میں موجود نہ ہوں تو آپ میرے کمرہ میں آکر بیٹھ جائیں یا صاحب خانہ کسی اور جگہ موجود ہے اور آپ کے آنے کی اطلاع پر وہ کہلا بھیجے کہ آپ بیٹھئے میں ابھی آتا ہوں تو یہ اجازت ہی کی شکل ہے اور اس صورت میں مکان میں داخل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تیسری ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس ہو جاؤ۔ اور اس پر برا نہ ماننا چاہئے۔ بسا اوقات آدمی کی طبیعت کسی سے ملنے کو نہیں چاہتی یا حرج ہوتا ہے یا کوئی ایسی بات کر رہا ہے جس پر غیر کو مطلع کرنا پسند نہیں تو تم کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اس پر بوجھ ڈالو کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے کو ملاقات کرنے پر مجبور کرے۔ اس طرح بار خاطر بننے سے تعلقات صاف نہیں رہتے اور دل میں کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔ آگے تاکید کے لئے فرمایا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں یعنی جیسا کچھ تم کروگے اور جس نیت سے کروگے حق تعالیٰ اس کے مناسب جزا دے گا۔

پھر چوتھی ہدایت دی جاتی ہے کہ جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا۔ نہ کوئی روک ٹوک ہے مثلاً مسجد۔ مدرسہ۔ سرائے۔ مسافر خانہ۔ ہوٹل۔ دکانیں وغیرہ اگر وہاں تمہاری کوئی چیز ہے یا تم کو اس کو چندے برتنے کی ضرورت ہے تو بیشک وہاں

جا سکتے ہو اس کے لئے استیذان کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے تمام چھپے اور کھلے حالات کی رعایت سے یہ احکام مشروع کئے ہیں جن سے مقصود فتنہ وفساد کے دروازوں کو بند کرنا ہے۔ مؤمن کو چاہئے کہ اپنے دل میں اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر ان پر عمل کرے۔

اگر چہ یہاں ان آیات میں خطاب مردوں کو ہے مگر عورتوں کا حکم بھی یہی ہے مردانہ میں بھی اور زنانہ میں بھی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت لینے کا حکم صرف دوسروں کے گھر جانے کی صورت ہی میں نہیں ہے بلکہ خود اپنی ماں بہنوں کے پاس جانے کی صورت میں بھی ہے۔ ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت اجازت طلب کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے سوا ان کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ کیا ہر بار جب میں ان کے پاس جاؤں تو اجازت مانگوں۔ آپ نے فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے؟ یعنی اجازت نہ لینے میں یہ احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے کسی وقت وہ ایسی حالت میں ہو کہ تم کو دیکھنا پسند نہ ہو اور تم یکا یک پہنچ جاؤ۔ احادیث میں ہے کہ اگر گھر میں صرف بی بی ہے تو بھی پردیس یا سفر سے واپسی پر اچانک گھر میں نہ گھس جائے۔ کچھ پہلے سے اطلاع کردے یا خبر بھجوادے۔ اسی طرح احادیث صحیحہ میں دوسرے کے گھر میں جھانکنے کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکے اور تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو کچھ گناہ نہیں۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرمایا ہے۔

"افسوس کہ شریعت اسلام نے جس قدر اس معاملہ کا اہتمام فرمایا کہ قرآن حکیم میں اس کے مفصل احکام نازل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اس کی بڑی تاکید فرمائی۔ اتنا ہی مسلمان اس سے غافل ہو گئے۔ لکھے پڑھے نیک لوگ بھی نہ اس کو کوئی گناہ سمجھتے ہیں۔ نہ اس پر عمل کی فکر کرتے ہیں۔ دنیا کی دوسری مہذب قوموں نے اس کو اختیار کر کے اپنے معاشرہ کو درست کرلیا مگر مسلمان ہی اس میں سب سے پیچھے نظر آتے ہیں۔ اسلامی احکام میں سب سے پہلے سستی اسی حکم میں شروع ہوئی۔ بہر حال استیذان قرآن کریم کا وہ واجب التعمیل حکم ہے کہ اس میں ذرا سی سستی اور تبدیلی کو بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکار آیت قرآن کے شدید الفاظ سے تعبیر فرمارہے ہیں۔ اور اب تو لوگوں نے واقعی ان احکام کو ایسا نظر انداز کردیا ہے کہ گویا ان کے نزدیک یہ قرآن کے احکام ہی نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ جل شانہ نے ہر انسان کو جو اس کے رہنے کی جگہ عطا فرمائی خواہ مالکانہ ہو یا کرایہ وغیرہ پر بہر حال اس کا گھر اس کا مسکن ہے اور مسکن کی اصل غرض سکون و راحت ہے۔ قرآن عزیز نے جہاں اپنی اس نعمت گرانمایہ کا ذکر فرمایا ہے اس میں بھی اس طرف اشارہ فرمایا **واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا** یعنی اللہ نے تمہارے گھروں سے تمہارے لئے سکون و راحت کا سامان دیا۔ اور یہ سکون و راحت جبھی باقی رہ سکتا ہے کہ انسان کسی دوسرے شخص کی مداخلت کے بغیر اپنے گھر میں اپنی ضرورت کے مطابق آزادی سے کام اور آرام کرسکے۔ اس کی آزادی میں خلل ڈالنا گھر کی اصل مصلحت کو فوت کرنا ہے جو بڑی ایذاء اور تکلیف ہے۔ اسلام نے کسی کو بھی ناحق تکلیف پہنچانا حرام قرار دیا ہے۔ استیذان کے احکام میں ایک بڑی مصلحت لوگوں کی آزادی میں خلل ڈالنے اور انکی ایذا رسانی

سے بچنا ہے جو ہر شریف انسان کا عقلی فریضہ بھی ہے۔ دوسری مصلحت خود اس شخص کی ہے جو کسی کی ملاقات کے لئے اس کے پاس گیا ہے کہ جب وہ اجازت لے کر شائستہ انسان کی طرح ملے گا تو مخاطب بھی اس کی بات قدر و منزلت سے سنے گا۔ اور اگر اس کی کوئی حاجت ہے تو اس کے پورا کرنے کا داعیہ اس کے دل میں پیدا ہوگا۔ بخلاف اس کے کہ وحشیانہ طرز سے کسی شخص پر بغیر اس کی اجازت کے مسلط ہو گیا تو مخاطب اس کو ایک بلائے ناگہانی سمجھ کر دفع الوقتی سے کام لے گا۔ خیر خواہی کا داعیہ اگر ہوا بھی تو مضمحل ہو جائے گا اور اس کو ایذاء مسلم کا گناہ الگ ہوگا۔

تیسری مصلحت فواحش اور بے حیائی کا انسداد ہے کہ بلا اجازت کسی کے مکان میں داخل ہو جانے سے یہ بھی احتمال ہے کہ غیر محرم عورتوں پر نظر پڑے اور شیطان دل میں کوئی مرض پیدا کر دے اور اسی مصلحت سے احکام استیذان کو قرآن کریم میں حد زنا، حد قذف وغیرہ احکام کے متصل لایا گیا ہے۔

چوتھی مصلحت یہ ہے کہ انسان بعض اوقات اپنے گھر کی تنہائی میں کوئی ایسا کام کر رہا ہوتا ہے جس پر دوسروں کو مطلع کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی شخص بغیر اجازت کے گھر میں آجائے تو وہ جس چیز کو دوسروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا اس پر مطلع ہو جائے گا کسی کے پوشیدہ راز کو زبردستی معلوم کرنے کی فکر بھی گناہ ہے اور دوسروں کے لئے موجب ایذا ہے۔" (معارف القرآن جلد ششم)

اس سلسلہ میں مزید ہدایات و احکام ابھی اگلی آیات میں جاری ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ان جملہ قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنی زندگی شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق گزارنے کی توفیق نصیب فرمادیں اور ہر طرح کے فتنہ و فساد ظاہری و باطنی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

یا اللہ جملہ ممنوعات شرعیہ سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور ہماری حکومت کو صحیح معنی میں اسلامی حکومت بنادیجئے جو اس امر میں کوشاں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرمادیں اور ان کی کوششوں کو بارآور فرمائیں۔ اور جو منافقین، بدباطن در پردہ اسلام کے بدخواہ ہیں ان کے فتنہ سے اس سرزمین کو پاک فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ اُن کیلئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔

قُلْ آپ فرمادیں	لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومن مردوں کو	يَغُضُّوْا وہ نیچی رکھیں	مِنْ سے	اَبْصَارِهِمْ اپنی نگاہیں	وَيَحْفَظُوْا اور وہ حفاظت کریں
فُرُوْجَهُمْ اپنی شرمگاہیں	ذٰلِكَ یہ	اَزْكٰى زیادہ ستھرا	لَهُمْ ان کیلئے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	خَبِيْرٌۢ باخبر ہے
بِمَا اس سے جو	يَصْنَعُوْنَ وہ کرتے ہیں				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں برائیوں اور بے حیائیوں کے انسداد کے سلسلہ میں یہ حکم ہوا تھا کہ بغیر اجازت دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا جائے۔ اسی سلسلہ میں مزید احکامات مردوں کو اس آیت میں دیئے جاتے ہیں۔

اول مسلمان مردوں کو ہدایت کی گئی کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں یعنی جس طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اس کو بالکل نہ دیکھیں اور جس کو فی نفسہ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے جائز نہیں۔ اس کو شہوت سے نہ دیکھیں۔ بدنظری سے عموماً فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ ناجائز نظر دیباچۂ زنا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے حکم دیا کہ بدنظری سے مرد اپنے کو بچائیں۔ اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادہ سے اس کی طرف نظر نہ کرے کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر آدمی نگاہ نیچے رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار اور ارادے سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہوسکتا ہے۔ چونکہ پہلی مرتبہ جو بیساختہ دفعتہً نظر پڑتی ہے از راہ شہوت ونفسانیت نہیں ہوتی اس لئے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے اس کو معاف رکھا گیا ہے۔ دوبارہ قصداً دیکھنا البتہ گناہ ہوگا۔

دوسری ہدایت مردوں کو یہ دی گئی کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یعنی حرامکاری سے بچیں اور ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں سوائے ان مواقع کے جہاں شریعت نے اجازت دی ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم چھ باتوں کے ضامن ہوجاؤ اور ان کی ذمہ داری لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ وہ چھ باتیں یہ ہیں۔

۱۔ جب بات کرو تو ہمیشہ سچ بولو۔

۲۔ جب کسی سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو۔

۳۔ جب تم کو کوئی امانت سپرد کی جائے تو اس کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔

۴۔ حرامکاری سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

۵۔ جن چیزوں کی طرف نظر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے ان کی طرف سے آنکھیں بند کرو یعنی ان پر نظر نہ پڑے۔

۶۔ جہاں ہاتھ روکنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں ہاتھ روکو یعنی ناحق کسی کو نہ مارو۔ نہ ستاؤ نہ ہاتھ سے ایذا دو۔ نہ کوئی چیز چھینو وغیرہ وغیرہ۔

اس آیت میں مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے کا حکم ہے۔ مگر اس جگہ کوئی تفصیل نہیں کہ کس عورت کو نہ دیکھا جائے اور کس سے شرمگاہ کو محفوظ رکھا جائے اور چونکہ تمام عورتوں کو نہ دیکھنا اور سب سے الگ رہنے کا حکم تو ہو ہی نہیں سکتا اس لئے علمائے محققین نے قرآن کی دوسری آیات اور احادیث کی ہدایات کے موافق اس کی تشریح کی ہے۔ اور اس کی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ایک مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا محرم خواتین کے سوا کسی دوسری عورت کو نگاہ بھر کر دیکھے۔ ایک دفعہ اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے۔لیکن یہ معاف نہیں کہ آدمی نے جہاں کشش محسوس کی اور وہاں پھر نظر دوڑائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی بدنظری کو آنکھوں کا زنا اور بدکاری سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے۔ ناجائز طور پر دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔اس کی آواز سے لذت لینا کانوں کا زنا ہے۔ ہاتھ لگانا اور ناجائز مقصد کے لئے چلنا ہاتھ اور پاؤں کا زنا ہے۔ بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں جب پوری ہوچکتی ہیں تب شرمگاہیں یا تو اس کی تکمیل کردیتی ہیں یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔

۲۔ چونکہ غیر محرم پر ناجائز طور پر نظر ڈالنی حرام ہے اس لئے مومن پر لازم ہے کہ ایسے مقامات اور مواقع پر بھی نہ جائے جہاں نظر بد سے حفاظت مشکل ہے۔

۳۔اجنبی عورت کا چہرہ اور ہاتھ بضرورت دیکھنا جائز ہے۔ باقی اعضا پر نظر کرنی حرام ہے اور بغیر ضرورت اجنبی عورت کا چہرہ اور ہاتھ بھی دیکھنا حرام ہے۔ حقیقی ضرورت کی صورتیں مثلاً یہ ہوسکتی ہیں کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو۔اس غرض کے لئے عورت کو دیکھ لینے کی اجازت ہے۔ اور نہ صرف اجازت بلکہ حدیث میں اسکی ترغیب دی گئی ہے۔ بضرورت دیکھنے کی دوسری صورتیں یہ بھی ہیں علاج کے لئے طبیب یا ڈاکٹر کا مریضہ کو دیکھنا۔

عدالت میں گواہی کے موقع پر قاضی کا کسی گواہ عورت کو دیکھنا۔

یا تفتیش جرائم کے سلسلہ میں کسی مشتبہ عورت کو دیکھنا۔

۴۔علمائے سلف نے باجماع لکھا ہے کہ امرد لڑکوں کا حکم بھی عورتوں کی طرح ہے کسی لڑکے کو نظر جما کر بدنیتی سے دیکھنا حرام ہے۔

۵۔اگر اجنبی عورت نہ ہو بلکہ محرم ہو یعنی ایسی عورت جس سے شرعاً نکاح جائز نہیں تو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف وہی اعضا دیکھنے درست ہیں جو کام کاج میں کھل جاتے ہیں مثلاً ہاتھ بازو گردن۔ سر پاؤں وغیرہ۔

۶۔ باہم مردوں کو بھی ایک دوسرے کے ستر پر بغیر ضرورت خاص نظر ڈالنا حرام ہے۔ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ مرد کے لئے ستر ہے۔مگر افسوس ہے کہ جدید فرنگی تہذیب کے ماتحت اب تو اکثر مسلمان اس کو کوئی گناہ اور جرم ہی نہیں سمجھتے۔اور عام دین سے بے بہرہ مسلمانوں کا تو یہ کہنا۔ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ بعض نمازی جو بوڑھے بھی ہوگئے ہیں وہ بھی اکثر مسجد کے سامنے گراؤنڈ میں ہاکی یا فٹ بال کے میچ بڑے شوق سے کھڑے دیکھا کرتے ہیں۔جبکہ کھلاڑیوں کے ستر پر جانگیہ پہننے کی وجہ سے نظر بھی پڑتی ہے جس پر بغیر شرعی ضرورت کے نظر ڈالنا حرام ہے۔ مرد کے لئے ستر کو یعنی ناف سے گھٹنوں تک ہر وقت مستور رکھنا واجب ہے۔ اس کے علاوہ مرد کے لئے تمام بدن کا کھلا رکھنا جائز ہے۔

یہاں آیت میں مردوں کو غض بصر اور حفاظت فروج یعنی نگاہوں کو نیچی رکھنا اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا۔اس کے بعد تاکیداً ارشاد ہوتا ہے کہ ان امور میں تمہارے لئے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کی بات ہے اور اس کے خلاف میں آلودگی ہے اور انسان کی نیت کا حال۔ آنکھ کی چوری اور دل کا بھید سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے لہٰذا اس کا خیال کر کے بدنگاہی اور ہر قسم کی بدکاری سے بچو ورنہ وہ اپنے علم کے موافق تم کو سزا دے گا۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے مسلمان مردوں کے لئے احکام بیان ہوئے آگے عورتوں کے لئے احکام ہیں جو مردوں کی بہ نسبت زیادہ تفصیل سے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! سینما، تھیٹر، بائیسکوپ، وی سی آر وغیرہ جو فحاشی اور فسق و فجور کے اڈے ہیں اور جہاں پر بدنظری اور بدنگاہی سے بچنا مشکل ہے ان خرافات سے ہمارے اسلامی ملک کو پاک فرما دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا 2

اور مسلمان عورتوں سے (بھی) کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ

کھلا رہتا ہے (جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج ہے) اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ

یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر

اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ

یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا اُن مردوں پر جو طفیلی ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا

یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی ناواقف ہوں اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ اُن کا مخفی زیور معلوم ہوجائے۔

يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

اور مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

وَقُلْ اور فرما دیں	لِلْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں کو	يَغْضُضْنَ وہ نیچی رکھیں	مِنْ سے	اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہیں	وَيَحْفَظْنَ اور وہ حفاظت کریں	
فُرُوْجَهُنَّ اپنی شرمگاہیں	وَلَا يُبْدِيْنَ اور وہ ظاہر نہ کریں	زِيْنَتَهُنَّ اپنی زینت	اِلَّا مگر	مَا جو	ظَهَرَ مِنْهَا اس میں سے ظاہر ہوا	
وَلْيَضْرِبْنَ اور ڈالے رہیں	بِخُمُرِهِنَّ اپنی اوڑھنیاں	عَلٰى پر	جُيُوْبِهِنَّ اپنے سینے (گریبان)	وَلَا يُبْدِيْنَ اور وہ ظاہر نہ کریں		
زِيْنَتَهُنَّ اپنی زینت	اِلَّا سوائے	لِبُعُوْلَتِهِنَّ اپنے خاوندوں پر	اَوْ یا	اٰبَآئِهِنَّ اپنے باپ	اَوْ یا	اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اپنے شوہروں کے باپ (خسر)
اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ یا اپنے بیٹے	اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے شوہروں کے بیٹے	اَوْ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائی	اَوْ یا	بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اپنے بھائی کے بیٹے (بھتیجے)		
اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ یا اپنی بہنوں کے بیٹے بھانجے	اَوْ نِسَآئِهِنَّ یا اپنی (مسلمان) عورتیں	اَوْ مَا مَلَكَتْ یا جن کے مالک ہوئے اَيْمَانُهُنَّ انکے دائیں ہاتھ (کنیزیں)				
اَوِ التّٰبِعِيْنَ یا خدمتگار مرد	غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ نہ غرض رکھنے والے	مِنَ سے	الرِّجَالِ مرد	اَوِ الطِّفْلِ یا لڑکے	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	
لَمْ يَظْهَرُوْا وہ واقف نہیں ہوئے	عَلٰى پر	عَوْرٰتِ النِّسَآءِ عورتوں کے پردے	وَلَا يَضْرِبْنَ اور وہ نہ ماریں	بِاَرْجُلِهِنَّ اپنے پاؤں		
لِيُعْلَمَ کہ جان "پہچان" لیا جائے	مَا يُخْفِيْنَ جو چھپائے ہوئے ہیں	مِنْ سے	زِيْنَتِهِنَّ اپنی زینت	وَتُوْبُوْٓا اور تم توبہ کرو		
اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف "آگے"	جَمِيْعًا سب	اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ اے ایمان والو	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تُفْلِحُوْنَ فلاح دوجہان کی کامیابی پاؤ		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مسلمان مردوں کو بے حیائی اور اخلاقی آلودگی سے بچنے کے لئے حکم ہوا تھا کہ جب نامحرم عورتوں کا

سامنا ہو تو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ آگے اس آیت میں اسی طرح کا حکم مسلمان عورتوں کو ہوتا ہے کہ انہیں بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں اور اپنے چھپے ہوئے اعضا کی حفاظت کرنی چاہئے مزید عورتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان کو اپنی پیدائشی زیبائش یا لباس اور زیور کی آرائش کا اظہار کسی کے سامنے جائز نہیں بجز ان محارم اور رشتہ داروں کے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کا چھپانا دشوار ہے اور وہ مجبوری یا ضرورت کی وجہ سے عموماً کھلا ہی رکھنا پڑتا ہے تو اس کے کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو) حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ ہتھیلیاں اور قدم یہ اعضا چھپانے سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ بہت سی ضروریات دینی و دنیوی ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر ان کے چھپانے اور ڈھانکنے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی۔ تو جب یہ اعضاء مستثنیٰ ہوئے تو ان کے متعلقات۔ مثلاً انگوٹھی۔ چھلا۔ مہندی۔ یا کاجل۔ سرمہ وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا۔ اس کے کھلا رکھنے کی اجازت عورتوں کو بضرورت دی گئی ہے۔ نامحرم مردوں کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ ان اعضاء کو دیکھا کریں۔ مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم پہلے ہی سنا دیا گیا۔ اور پھر کسی عضو کے کھولنے کی اجازت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو دیکھنا بھی جائز ہو اور یہ واضح رہے کہ یہاں اس آیت میں محض ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے خواہ عورت اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر۔ باقی حجاب یعنی پردہ کا مسئلہ کہ شریعت نے عورت کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی اور کس طرح اس کی تفصیل انشاء اللہ سورۂ احزاب بائیسویں پارہ میں آئے گی۔ (فوائد حضرت علامہ عثمانیؒ)

آگے عورتوں کو سر اور سینہ ڈھکنے کے اہتمام کی ہدایت کی جاتی ہے اور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کی صورت بتلائی جاتی ہے۔

ایامِ جاہلیت میں عورتیں اپنے دوپٹہ یا اوڑھنی سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلے پشت پر لٹکا لیتی تھیں اس طرح سینہ کی ہیئت نمایاں رہتی تھی یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ قرآن کریم نے حکم دیا کہ اوڑھنی یا دوپٹہ کو سر پر سے لاکر گریبان پر ڈالنا چاہئے تاکہ اس طرح کان، گردن اور سینہ پوری طرح ڈھکے رہیں۔ اس کے بعد عام اعضاء کے لئے ہدایت ہے کہ ان کی بناوٹ اور زیبائش کسی پر ظاہر نہ کریں اور کسی کے سامنے نہ کھولیں بجز اپنے شوہر یا باپ یا سسر یا بیٹا یا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا بھتیجہ یا بھانجہ کے یا دوسری نیک چلن مسلمان عورتوں کے جو اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے والی ہیں یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو محض کھانے پینے کے واسطے طفیلی کے طور پر رہتے ہیں اور ان کو بوجہ حواس درست نہ ہونے کے عورتوں کی طرف ذرا توجہ نہ ہو یا ایسے بچوں پر جو ابھی عورتوں کے پردہ کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے۔ ان سب کے سامنے زینت کے مواقع کا ظاہر کرنا جائز ہے۔ آگے مزید ایک حکم ہے کہ پردے کا یہاں تک اہتمام رکھیں کہ چلنے میں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ زیور کی جھنکار سنائی دے اور ڈھکی ہوئی زیب و زینت آواز سے ظاہر ہو جائے یعنی چال ڈھال ایسی نہ ہونی چاہئے کہ زیور وغیرہ کی آواز سے غیروں کو ادھر میلان اور توجہ ہو۔ اور پہلے جو کچھ حرکات ہو چکیں ان سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ہر مرد و عورت کو خدا سے ڈر کر اپنی تمام حرکات و سکنات اور چال چلن میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس میں دارین کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

اب غور کیجئے کہ حیا اور عفت کا کس درجہ اہتمام شریعت مطہرہ میں ہے اور فتنہ کے کیسے کیسے دروازوں اور چھپے ہوئے سوراخوں کو ہماری شریعت نے بند کیا ہے۔ ایک طرف تو یہ احتیاطیں اور پابندیاں ہیں اور ان کے مقابل اب موجودہ حالت پر نظر ڈالئے

کہ جہاں مرد وعورت کے مشترک ناچ وگانے تک کی آزادیاں ہیں۔ جس کے نتائج بھی پھر بالکل ظاہر ہیں۔ اور پھر ہم شور مچائیں اور ہائے واویلا کریں کہ معاشرہ تباہ ہورہا ہے۔ جرائم بڑھ رہے ہیں۔ عفت وعصمت بچانی مشکل ہورہی ہے اغوا اور زنا کی وارداتیں عام ہوتی جاتی ہیں۔ حرامی بچوں کی پیدائش اور ان کو سڑکوں اور کوڑیوں پر پھینکے جانے کے واقعات بھی ہوتے جارہے ہیں۔ اگر مسلمانوں کی یہود ونصاریٰ کے اتباع کی یہی حالت رہی اور دین وقرآن سے یہی انحراف رہا تو پھر اور جو کچھ بدحالی اور فسق وفجور کی زیادتی، جرائم کی کثرت اور برائیوں کی پیداوار دن دگنی رات چوگنی اور دین ودنیا کی تباہی ہونی ہے اس کا انتظار کریں اور اگر ملک کو اور قوم کو اس سے بچنے اور سنبھالنے کی ضرورت ہے تو اتباع قرآن اور اتباع دین کے سوا چارہ اور علاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

اس آیت کے آخری جملہ میں یعنی وتوبوآ الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون ٥ اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اگرچہ حق تعالیٰ کا خطاب تمام روئے زمین کے مسلمانوں سے ہے مگر میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآنی جملہ کو اہل پاکستان کو مخاطب کرکے خاص طور پر سنایا جبکہ پاکستانی ایک بدترین ذلت میں گرفتار تھے یعنی مشرقی پاکستان کو جبکہ کفار ہند نے فوجی حملہ کرکے ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء کو فتح کرلیا تھا اور قریب ایک لاکھ پاکستانی فوج گرفتار ہوکر کفار کے قید میں تھی اور ان کا آدھے سے زیادہ ملک کفار کے چنگل میں چلا گیا تھا۔ اس وقت ایک بزرگ کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر پاکستانیوں کو اسی قرآنی جملہ سے مخاطب فرما کر ایک خاص تنبیہ و ہدایت فرمائی تھی جس کو کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ (مہتمم جامعہ عربیہ اسلامیہ۔ نیوٹاؤن کراچی) نے اپنے ماہنامہ رسالہ بینات۔ کراچی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۷۲ء میں ''بصائر وعبر'' کے تحت شائع فرمایا تھا۔ جس کو میں یہاں نقل کرتا ہوں۔

یہ خواب کسی بزرگ نے لاہور سے لکھ کر حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا تھا اور ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جبکہ ڈھاکہ میں ہندوستانی فوجیں فاتح بن کر داخل ہوئی تھیں اور ایک لاکھ پاکستانیوں کو ذلت کے ساتھ قیدی بنالیا تھا۔ اس کے چند یوم بعد یعنی ۹۔۱۰ جنوری ۱۹۷۲ء کی درمیانی شب میں یہ خواب دیکھا گیا تھا۔ حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ ''بینات'' مذکورہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''کچھ دن ہوئے لاہور سے ایک صاحب کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ ہم اس مکتوب اور اس کے ساتھ منسلک خواب کو بصائر وعبر کی مناسبت سے یہاں پیش کرتے ہیں۔

''.........السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۹۔۱۰ جنوری کی درمیانی شب کو میں نے ایک خواب دیکھا جس کی کاپی جناب کو روانہ کررہا ہوں۔ اس خواب میں میں نے کچھ علماء کو جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں بیٹھے دیکھا ہے۔ جس میں ایک آپ بھی ہیں پہلی صف میں مولانا مفتی محمد حسنؒ۔ مولانا محمد یوسف دہلویؒ۔ مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ۔ مولانا عنایت اللہ شاہ بخاریؒ اور جناب (مولانا محمد یوسف بنوریؒ) تشریف فرما ہیں......اب اس خواب کے بعد جو یہاں نقل کیا جارہا ہے طبیعت خاصی پریشان ہے۔ سوچتا ہوں کہ اس پیغام کا حق کیسے ادا ہو۔ امید ہے آپ کوئی تسلی بخش جواب دیں گے۔ والسلام''

خواب اور پیغام

''جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں مشرق کی

جانب رخ کئے ایک منبر پر تشریف فرما ہیں۔ میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوں اور ایک دبلے پتلے گورے چٹے بزرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب کھڑے ہیں، علماء کا ایک گروہ بھی حاضر خدمت ہے، ایک عالم دین کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پاکستان کے حالات بیان کر رہے ہیں، واقعات سناتے ہوئے جب وہ یہ کہتے ہیں!''پھر یا رسول اللہ! ہندوستان کی فوجیں فاتحانہ انداز سے ہمارے ملک میں داخل ہو گئیں۔''تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی پیشانی تھام لیتے ہیں اور آپ کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر تمام محفل پر گریہ طاری ہو جاتا ہے اور بعض حضرات تو چیخیں مار مار کر رونے لگتے ہیں۔

کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم علماء کی جماعت کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے ہیں۔''اس حادثۂ عظیم پر ملائکہ بھی غمزدہ ہیں، مگر ان کو تمہارے اعمال کی بدولت تمہاری مدد کے لئے نہیں بھیجا گیا۔''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سرخ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''تمہیں معلوم ہے تمہاری اس مملکت میں میری نبوت کا مذاق اڑایا گیا، میرے صحابہ کو گالیاں دی گئیں اور میری سنت کی تضحیک واہانت کی گئی۔''

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اے جماعتِ علماء! امت کو میرا پیغام پہنچا دو کہ جب تک حکام عیاشی، ظلم اور تکبر نہیں چھوڑیں گے۔ اغنیاء جب تک بخل، حق تلفی اور بے حیائی ترک نہیں کریں گے۔ علماء جب تک کتمانِ حق۔ حرصِ دنیا اور ریاکاری وخودنمائی سے باز نہیں آئیں گے۔ عورتیں جب تک بدکاری، ناچ رنگ، فحش گانے، شوہروں کی نافرمانی اور عریانی و بے پردگی نہیں چھوڑیں گی اور پوری قوم جب تک جھوٹی گواہی، غیبت، زنا، لواطت، شراب نوشی، سودخوری اور اعمال شرک سے توبہ نہیں کرے گی خوب یاد رکھو اس وقت تک عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم مجھے ان باتوں کے ترک کر دینے کی ضمانت دو، میں تمہیں دنیا وآخرت کی بھلائی کی ضمانت اور دشمن پر غلبہ کی بشارت دیتا ہوں۔ لیکن اگر تم اب بھی ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو خوب یاد رکھو عنقریب ایک سخت ترین عذاب بصورت نفاق آنے والا ہے، جس سے تم کو اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔''(العیاذ باللہ۔ العیاذ باللہ)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

واتقوا فتنة لاتصيبن الذين ظلموا منكم خآصة واعلموآ ان الله شديد العقاب (پ۹۔ سورۂ انفال)

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہیں لوگوں پر واقع نہیں ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں (بیان القرآن)

اس آیت کے سنتے ہی ہم سب پر گریہ طاری ہو گیا، ہم رو رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ آیت دہرا رہے تھے۔

وتوبوآ الى الله جميعا ايها المؤمنون لعلكم تفلحون (پ ۱۸۔ سورۂ النور آیت ۳۱)

اور اے مسلمانو! تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہو گئی ہو) تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تا کہ تم فلاح پاؤ''(بیان القرآن)

حضرت مولانا بنوریؒ فرماتے ہیں کہ''اس پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں۔''عذاب بصورت نفاق''کی تعبیر صوبائی عصبیت اور گروہی مفادات کا وہ طوفان ہے جو ملک کے در و دیوار سے ٹکرا رہا ہے، جس میں علماء و صلحاء اور عوام و حکام سب بہے جا رہے

ہیں، اور جسے برپا کرنے میں اوپر سے نیچے تمام نفاق پیشہ عناصر اپنی پوری قوتیں صرف کررہے ہیں، پورا ملک ''آتش نفاق'' کے مہیب شعلوں کی لپیٹ میں ہے جس پر توبہ و استغفار، تضرع و ابتہال اور دعوت الی اللہ کے ذریعہ آج تو قابو پایا جاسکتا ہے۔ مگر کچھ دن بعد یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوگی۔ اور پھر خدا ہی جانتا ہے کہ کیا حالات ہوں گے، کون رہے گا، اور کس کی حکومت ہوگی اور کون محکوموں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں، اور پوری امت کو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔''

یہ خواب کا تذکرہ تو یہاں ضمناً درمیان میں آگیا جس سے اللہ تعالیٰ ہم کو تنبیہ و ہدایت نصیب فرمائیں۔

اصل مضمون کے متعلق یہاں آیت میں عورت کے لئے آٹھ قسم کے مردوں کا اور چار دوسری اقسام کا پردہ سے استثناء کیا گیا ہے۔ مردوں میں سب سے پہلے شوہر ہے جس سے بیوی کے کسی عضو کا پردہ نہیں۔ دوسرے اپنے باپ ہیں جس میں دادا پردادا، نانا پرنانا سب شامل ہیں، تیسرے خسر یعنی شوہر کا باپ ہے، اس میں خسر کے باپ دادا، نانا سب شامل ہیں۔ چوتھے اپنے لڑکے جو اپنی اولاد میں ہیں۔ اس میں پوتے نواسے شامل ہیں۔ پانچویں شوہر کے لڑکے جو کسی دوسری بیوی سے ہوں یعنی سوتیلے بیٹے، پوتے، چھٹے اپنے بھائی۔ اس میں حقیقی بھائی بھی شامل ہیں اور باپ شریک اور ماں شریک بھائی بھی، لیکن ماموں، خالہ یا چچا، تایا اور پھوپھی کے لڑکے جن کو عام عرف میں بھائی کہا جاتا ہے وہ اس میں داخل نہیں وہ غیر محرم ہیں۔ ساتویں بھائیوں کے لڑکے۔ یہاں بھی صرف حقیقی یا ماں شریک یا باپ شریک بھائی کے لڑکے مراد ہیں۔ دوسرے عرفی بھائیوں یعنی ماموں، خالہ، چچا، تایا اور پھوپی زاد بھائیوں کے لڑکے شامل نہیں ہیں۔ آٹھویں بہنوں کے لڑکے، اس میں بھی حقیقی اور ماں شریک یا باپ شریک بہنوں کے لڑکے مراد ہیں۔ ماموں زاد چچا زاد وغیرہ بہنوں کے لڑکے داخل نہیں۔ یہ آٹھ قسم تو مردوں کی ہیں جو احکام حجاب اور پردہ سے مستثنیٰ ہیں مگر یہ واضح رہے کہ ستر عورت سے استثناء نہیں۔ عورت کا جو بدن ستر میں داخل ہے جس کا کھولنا نماز میں بھی جائز نہیں اس کا دیکھنا محارم یعنی باپ، بیٹے، بھائی، وغیرہ کو بھی جائز نہیں۔

چار دوسری قسم جن سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں ان میں ایک نسآئِهِن کو فرمایا گیا یعنی اپنی عورتیں جس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں کہ ان کے سامنے بھی وہ تمام اعضاء کھولنا جائز ہے جو اپنے باپ بیٹوں کے سامنے کھولے جاسکتے ہیں اس لئے جو اعضاء ایک عورت اپنے باپ بیٹوں کے سامنے نہیں کھول سکتی ان کا کھولنا کسی مسلمان عورت کے سامنے بھی جائز نہیں۔ علاج معالجہ کی ضرورتیں مستثنیٰ ہیں۔ مسلمان عورتوں کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ کافر مشرک عورتوں سے بھی پردہ ہے۔ مگر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں یہاں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ کیونکہ احادیث میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں کافر عورتوں کا ازواج مطہراتؓ کے پاس جانا ثابت ہے اس لئے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض ائمہ نے کافر عورتوں کو مثل غیر محرم مردوں کے قرار دیا ہے بعض نے اس معاملہ میں مسلمان اور کافر دونوں قسم کی عورتوں کا ایک ہی حکم رکھا ہے کہ ان سے پردہ نہیں۔ امام رازیؒ نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ لفظ نساء ھن میں تو سبھی عورتیں مسلم اور کافر داخل ہیں اور سلف صالحین سے جو کافر عورتوں سے پردہ کرنے کی روایات منقول ہیں وہ استحباب پر مبنی ہیں۔ تفسیر روح المعانی میں مفتی بغداد حضرت علامہ آلوسیؒ نے اسی قول کو اختیار فرما کر کہا ہے کہ

یہی قول آج کل لوگوں کے مناسب حال ہے کیونکہ اس زمانہ میں عورتوں کا کافر عورتوں سے پردہ تقریباً ناممکن ہوگیا ہے۔

دوسری قسم جن سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں وہ او ما ملکت ایمانھن ہے یعنی وہ جو ان عورتوں کے مملوک ہوں اس میں بظاہر شرعی غلام اور لونڈیاں دونوں داخل معلوم ہوتی ہیں لیکن اکثر ائمہ فقہاء کے نزدیک اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے مراد صرف لونڈیاں ہیں۔ غلام مرد اس میں داخل نہیں۔

تیسری قسم جن سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں وہ او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال ہے اس سے مراد وہ بدحواس قسم کے لوگ ہیں جن کو عورتوں کی طرف کوئی رغبت اور دلچسپی نہ ہو اور جو محض کھانے پینے کے واسطے طفیلی کے طور پر رہتے ہوں۔ اس کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس وقت اس قسم کے کچھ بدحواس مرد ایسے ہی تھے جو طفیلی بن کر کھانے پینے کے لئے گھروں میں آتے جاتے تھے۔

چوتھی قسم جس سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں وہ او الطفل الذین لم یظھروا علی عورٰت النسآء ہے یعنی ایسے نابالغ بچے جو ابھی بلوغ کے قریب بھی نہیں پہنچے اور عورتوں کے مخصوص حالات و صفات و حرکات و سکنات سے بالکل بے خبر ہوں اور جو لڑکا ان امور سے دلچسپی لیتا ہو اور قریب البلوغ ہو اس سے پردہ واجب ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ عورت کو سوائے چند مخصوص مواقع کے زینت کا اظہار ممنوع ہے اور موجب فتنہ ہے۔ اسی طرح زینت یعنی زیور وغیرہ کی آواز کے اظہار کی بھی ممانعت فرمائی جو موجب فتنہ ہے اور ظاہر ہے کہ خود عورت کی آواز زیور کی آواز سے زیادہ موجب فتنہ ہے۔ لہٰذا عورت کی آواز زینت کی آواز سے زیادہ حرام ہوگی جیسا کہ سورۂ احزاب میں اس بارہ میں نص صریح ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اجنبی عورت کا تو قرآن سننا بھی حرام ہے اور عورت کی اذان و اقامت بالا جماع ناجائز ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے جس کا پردہ واجب ہے۔ جب عورت کی اذان و اقامت ناجائز ہے تو جلسۂ عام میں عورت کا کھلے منہ آنا اور تقریر کرنا اور مردوں کی پارٹیوں میں کھلے منہ زیب و زینت سے شرکت کرنا اور اپنی تصویر اتروانا اور پھر اس کا اخباروں میں چھپوانا بلاشبہ حرام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو پکا اور سچا اسلام نصیب فرمائیں۔ اور قرآن و سنت کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنی کوتاہیوں اور تقصیرات پر سچی توبہ اور رجوع الی اللہ کی ہدایت نصیب فرمائیں کہ اسی میں ہماری دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی ہے۔

ابھی مزید ہدایات کا سلسلہ اگلی آیات میں جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! جس قوم سے اور امت کے جن افراد سے رحمۃ اللعالمین، نبی کریم، سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ناخوش ہوں تو ان کو دین و دنیا کی صلاح و فلاح کیسے نصیب ہوسکتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تنبیہات پر کان نہ دھرنے والے آپ کی ناراضگی اور عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ یا اللہ! ہماری بدحالی اب انتہائی قابل رحم و کرم ہے۔ نبی الرحمۃ کے طفیل میں اب امت مسلمہ پر رحم فرما کر ان کی اصلاح کی صورتیں غیب سے فرمادے۔ ہمارے علماء و صلحاء حکام اور عوام۔ مردوں اور عورتوں سب ہی کو اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عظمت عطا فرمادے اور آپ کے اتباع کی توفیق نصیب فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ

اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم اُن کا نکاح کردیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہو اس کا بھی۔ اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ اُن کو

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى

اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو جن کو نکاح کا مقدور نہیں اُن کو چاہیے کہ (اپنے نفس کو) ضبط کریں

يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے (پھر نکاح کرلیں)

وَاَنْكِحُوا اور تم نکاح کرو	الْاَيَامٰى بیوہ عورتیں	مِنْكُمْ اپنے میں سے اپنی	وَالصّٰلِحِيْنَ اور نیک	مِنْ سے	عِبَادِكُمْ اپنے غلام
وَاِمَآئِكُمْ اور اپنی کنیزیں	اِنْ يَّكُوْنُوْا اگر وہ ہوں	فُقَرَآءَ تنگدست	يُغْنِهِمُ انہیں غنی کردیگا	اللّٰهُ اللہ	مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے	وَاللّٰهُ اور اللہ
وَاسِعٌ وسعت والا	عَلِيْمٌ علم والا	وَلْيَسْتَعْفِفِ اور چاہیے کہ بچے رہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يَجِدُوْنَ نہیں پاتے	نِكَاحًا نکاح
حَتّٰى یہاں تک کہ	يُغْنِيَهُمُ انہیں غنی کردے	اللّٰهُ اللہ	مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو متعدد احکام حیا۔ عفت اور عصمت کی حفاظت کے لئے دیئے گئے تھے۔ اسی سلسلہ میں مزید احکام اس آیت میں دیئے جاتے ہیں۔ چونکہ بے نکاح اور مجرد رہنے میں عفت وعصمت کو بڑا خطرہ ہے اس لئے یہاں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہوکر بیوہ یا رنڈوے ہوگئے تو موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کردیا جائے۔

حدیث میں بھی نکاح کی بڑی فضیلت اور ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ''کہ اے علی تین کاموں میں دیر نہ کرو۔ نماز فرض کا جب وقت آجائے۔ جنازہ جب موجود ہو۔ اور رانڈ عورت جب اس کا کفول جائے۔'' ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ ''کہ جو میری فطرت چاہے وہ میری سنت اختیار کرے اور میری سنت نکاح ہے۔'' ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ ''کہ جس کے پاس نکاح کے لئے مال ہو اور وہ نکاح نہ کرے تو ہم میں سے نہیں ہے۔'' ایک اور صحیح حدیث میں ارشاد ہے۔ ''لوگو ایسی عورتوں سے نکاح کرو جن میں کثیر النسل ہونے کی قابلیت ہو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں تمہاری کثرت سے گذشتہ امتوں پر فخر کروں گا''

اب ذرا غور کیجئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ نسل بڑھاؤ تاکہ امت مسلمہ کی کثرت سے گذشتہ امتوں پر فخر کا موقع حاصل ہو اور امتی یہود ونصاریٰ کے مشورہ اور حکم پر یہ کہیں کہ ملک اور قوم میں منصوبہ بندی کا پرچار کروتا کہ بچے کم پیدا ہوں اور جب بچے کم پیدا ہوں گے تو کھانے والے کم ہوں گے اور اناج کی اس طرح فراوانی ہوگی اور ملک کو ترقی حاصل ہوگی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اے گروہ جوانان! تم میں سے جس میں نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح سے حرام نظر کی بندش اور شرمگاہ کی حفاظت بخوبی ہوجاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ جب تم سے وہ شخص جس کے دین اور خلق کو تم پسند کرتے ہو نکاح کی درخواست کرے تو نکاح کردو ورنہ زمین پر بڑا فتنہ وفساد ہوگا۔ بہرحال قرآن و حدیث دونوں میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ ہمارے امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ۔ امام مالکؒ اور اکثر علماء کے نزدیک نکاح سنتِ مؤکدہ اور قریب بوجوب ہے لیکن قدرت اور طاقت شرط ہے اور اگر مغلوب الشہوت ہوکر زنا وغیرہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتو واجب ہے۔

تو یہاں آیت میں جو بھی بے نکاح ہوں خواہ مرد خواہ عورت اور خواہ ابھی نکاح نہ ہوا ہو یا بیوی کی وفات یا طلاق سے اب تجرد ہوگیا ہو۔ اور حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق ہوں تو ہدایت ہے کہ تم ان کا نکاح کردیا کرو۔

گذشتہ زمانہ میں غلام اور لونڈیوں کا دستور تھا اس لئے آگے ان کے لئے بھی ہدایت ہے کہ تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو نکاح کے لائق ہوں یعنی حقوق زوجیت کو ادا کرسکے اس کا بھی نکاح کردیا کرو۔ بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس و پیش کیا کرتے ہیں کہ ان کا نکاح ہوجانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھے گا؟ جیسے منصوبہ بندی والے کہتے ہیں کہ بچے زیادہ ہوگئے اور آبادی بڑھ گئی تو کھانے کو کہاں سے آئے گا؟ انہیں بتلایا جاتا ہے کہ ایسے موہوم خطرات سے نکاح سے مت رکو۔ روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اس کو تو وہ سچ جانے گا اور اس پر یقین کرے گا جس کا سچا ایمان خدا کی ذات اور اس کی کتاب پر ہو۔ کیا معلوم کہ خدا چاہے تو ان بیوی بچوں ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشائش کردے۔ تو نہ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر وافلاس لاتا ہے۔ یہ باتیں حق تعالیٰ کی مشیت پر ہیں۔ الغرض روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں پھر یہ خیال نکاح سے کیوں مانع ہو۔ اس لئے صاف ارشاد ہوا کہ اگر بے نکاح مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ اگر چاہے گا ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے جس کو چاہے غنی کردے اور سب کا حال خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جس کو غنا کا اہل جانے غنی کردے اور جس کو فقر کا اہل جانے فقیر کردے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن کو فی الحال اتنا بھی مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لاسکیں تو جب تک خدا تعالیٰ مقدور دے، چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں اور عفیف رہنے کی کوشش کریں۔ کچھ بعید نہیں کہ اسی ضبطِ نفس اور عفیف رہنے کی برکت سے حق تعالیٰ ان کو غنی کردے اور نکاح کے مواقع مہیا فرمادے۔ گویا ایسے مرد اور عورتوں کو کہ جن کے نکاح کی صورت بن ہی نہ پڑے ہدایت فرمائی گئی کہ اپنی پاک دامنی کو ضائع نہ کریں۔ کوشش کے ساتھ عفت کو برقرار رکھیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے موانع کو دور کرکے کام پورا نہ کردے یعنی اگر بالفعل نکاح کی کوئی صورت نمودار نہیں ہوتی تو یہ نہ یقین کرلینا کہ کبھی نکاح ہو ہی نہ سکے گا۔ اس لئے حرام کی نیت نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو موانع دور کردیں گے اور اپنے فضل سے کام پورا کردیں گے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس کا بھی نکاح ہوجائے گا اللہ اس کو غنی اور مالدار بنادے گا بلکہ مدعا یہ ہے کہ جب دوسرے حالات موافق میسر ہوں تو محض فقر وافلاس کو مانع نکاح قرار نہ دو۔ اس میں لڑکی والوں کے لئے بھی ہدایت ہے کہ نیک اور شریف آدمی اگر ان کے ہاں پیغام دے تو محض اس کی غربت دیکھ کر انکار نہ کردیں۔ لڑکے والوں کو بھی تلقین ہے کہ کسی بالغ نوجوان کو محض اس لئے نہ بٹھا رکھیں کہ ابھی زیادہ کمائی نہیں کررہا ہے۔ اور نوجوانوں کو بھی نصیحت ہے کہ زیادہ غنا اور مالداری

کے انتظار میں اپنی شادی کو خواہ مخواہ نہ ٹالتے رہیں۔ تھوڑی آمدنی بھی ہو تو اللہ کے بھروسے پر نکاح شادی کر لینا چاہئے۔ مستقبل میں کس کے لئے کیا لکھا ہے اسے کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ برے حالات اچھے حالات میں تبدیل ہو سکتے ہیں اور اچھے حالات بھی برے حالات میں بدل سکتے ہیں۔ یہ سب مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ جسے چاہے غنی کر سکتا ہے۔ خوشحالی سے نواز سکتا ہے۔ اس کے ہاں کوئی تنگی اور کمی تو ہے نہیں۔ مگر اب اس وقت ہماری کم فہمی نے مسائل معاش کو ربوبیت الٰہی کے عام قانون سے عملاً خارج سمجھ رکھا ہے۔ اسی لئے ضبط تولید اور منصوبہ بندی اور اولاد نہ پیدا ہونے اور آبادی نہ بڑھانے کی مہمل سکیمیں بروئے کار لائی جا رہی ہیں اور ملک سے فقر و افلاس کو دور کرنے اور غنا حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھی جا رہی ہیں۔ قرآن پاک نے بار بار اس کم فہمی کو دور کیا ہے اور اس گمراہ خیال پر ضرب لگائی ہے اور بار بار اعلان کیا ہے کہ جسمانیات و روحانیات کے سارے دوسرے مسائل کی طرح معاشیات بھی اسی خالق اکبر رب العالمین کی مشیت کے تابع ہے اور رزق اور روزی کی تقسیم اسی رزاق کے دست قدرت میں ہے۔

تو خلاصہ اور حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ اسلام میں عورتوں اور مردوں کے بن بیاہے بیٹھے رہنے کا طریقہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ غیر شادی شدہ لوگوں کے نکاح کئے جائیں، حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں کو جن کا وجود اب دنیا میں قریب قریب مفقود ہے۔ ان کو بھی بن بیاہا نہ رکھا جائے۔ اور فقر و غنا کو، افلاس اور خوشحالی کو نکاح اور عدم نکاح سے کوئی تعلق نہیں۔ حیا اور عفت اور عصمت کی حفاظت کے لئے جہاں اور احکام و ہدایات گذشتہ آیات میں دیئے گئے ہیں وہیں نکاح کی بھی ترغیب، تعلیم اور تلقین فرمائی گئی ہے۔ معاشرہ میں حیا اور عفت پیدا ہونے اور اس کے قائم رکھنے میں باندی اور غلاموں سے متعلق بعض احکام اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور قرآن پاک کے احکامات پر ایمان و یقین کامل نصیب فرمائیں، قرآن کریم نے جن باتوں کو پسندیدہ قرار دیا ہے وہ ہمیں بھی محبوب ہوں اور جن امور کو ناجائز قرار دیا ہے وہ مبغوض ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعتِ مطہرہ کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور خلاف شرع باتوں کو اپنانے سے کامل گریز نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس ملک سے جو غیر شرع قوانین رائج ہیں ان کے یکسر مٹنے اور قرآن کے احکام نافذ ہونے کی صورت غیب سے ظاہر فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ

اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں تو (بہتر ہے کہ) اُن کو مکاتب بنا دیا کرو اگر ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ۔ اور اللہ کے

مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا

(دیئے ہوئے) اُس مال میں سے اُن کو بھی دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے۔ اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں

عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِھْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ

محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے۔ اور جو شخص اُن کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُن کے مجبور کیے جانے کے بعد (اُن کیلئے) بخشنے والا مہربان ہے

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٤﴾

اور ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گذرے ہیں اُن کی بعض حکایات بھی اور خدا سے ڈرنے والوں کیلئے نصیحت کی باتیں (بھیجی ہیں)

وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يَبْتَغُوْنَ چاہتے ہوں	الْكِتٰبَ مکاتبت	مِمَّا ان میں سے جو	مَلَكَتْ مالک ہوں	اَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ (غلام)	
فَكَاتِبُوْهُمْ تو تم ان سے مکاتبت (آزادی کی تحریر) کرلو	اِنْ عَلِمْتُمْ اگر تم جانو (پاؤ)	فِيْهِمْ ان میں	خَيْرًا بہتری	وَّاٰتُوْهُمْ اور تم ان کو دو		
مِّنْ سے	مَّالِ اللّٰهِ اللہ کا مال	الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ جو اس نے تمہیں دیا	وَلَا تُكْرِهُوْا اور تم نہ مجبور کرو	فَتَيٰتِكُمْ اپنی کنیزیں	عَلَى الْبِغَاۗءِ بدکاری پر	
اِنْ اَرَدْنَ اگر وہ چاہیں	تَحَصُّنًا پاکدامن رہنا	لِّتَبْتَغُوْا تاکہ تم حاصل کرلو	عَرَضَ سامان	الْحَيٰوةِ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	وَمَنْ اور جو
يُّكْرِھْهُّنَّ انہیں مجبور کرے گا	فَاِنَّ تو بیشک	اللّٰهَ اللہ	مِنْۢ بَعْدِ بعد	اِكْرَاهِهِنَّ ان کے مجبوری	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان
وَلَقَدْ اور تحقیق	اَنْزَلْنَآ ہم نے نازل کئے	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	اٰيٰتٍ احکام	مُّبَيِّنٰتٍ واضح	وَّمَثَلًا اور مثالیں	مِّنَ سے
	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	خَلَوْا گزرے	مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	وَمَوْعِظَةً اور نصیحت	لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	

تفسیر و تشریح:۔ اس رکوع کے شروع سے برابر ان احکام و ہدایات کا سلسلہ چل رہا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں سرے سے برائی، بے حیائی، بدکاری وغیرہ پیدا ہی نہ ہوں اور معاشرتی و تمدنی طور طریقوں کی پوری طرح اصلاح ہو کر شرم و حیا۔ عفت و پاکدامنی والے اخلاق رونما ہوں۔ یہ احکامات و ہدایات ان آیات پر یہاں ختم ہو رہے ہیں۔ گذشتہ آیات میں نکاح کی تلقین فرمائی گئی تھی اور ہدایت دی گئی تھی کہ نہ صرف آزاد بلکہ جو لونڈی اور غلام بھی اس لائق ہوں کہ حقوقِ زوجیت ادا کرسکیں تو ان کا بھی نکاح کر دیا کرو تاکہ بدکاری و بے حیائی سے وہ بھی دور رہیں۔

اب آگے اس آیت میں غلام و باندیوں سے مکاتبت کا حکم بیان فرمایا جاتا ہے اور زمانہ جاہلیت کی قبیح رسم جو بدکاری کی لونڈیوں میں پائی جاتی تھی اس کی ممانعت فرمائی جاتی ہے۔ پہلے حکم غلام یا باندیوں کے متعلق مکاتبت کا دیا جاتا ہے۔ مکاتبت کے لفظی معنی ہیں لکھا پڑھی کے مگر اصلاح شریعت میں یہ لفظ غلام اور آقا کے درمیان ایک معاہدہ کا نام ہے جس میں غلام آقا سے یہ کہے کہ میں کما کر اتنا مال تجھے دے دوں گا تو آزاد ہو جاؤں گا اور مالک اسے منظور کر لے۔ اور یہ مکاتب اگرچہ ابھی غلام رہے گا لیکن کمائی۔ پیشہ یا تجارت وغیرہ کے باب میں خود مختار

ہوجائے گا۔ پھر اگر شرط پوری ہوگئی تو غلام آزاد ہوجائے گا۔ نہ پوری ہوسکنے کی حالت میں غلام یا تو خود ہی مکاتبت کو فسخ کرالے ورنہ قاضی یا حاکم فسخ کرادے گا۔

اسلام میں غلاموں کی آزادی کے لئے جو صورتیں رکھی گئی ہیں یہ مکاتبت ان میں سے ایک اہم صورت ہے۔ یہ معاہدہ ہوجانے کے بعد آقا کو یہ حق نہیں رہتا کہ غلام کی آزادی میں بے جا رکاوٹیں ڈالے۔ مدت مقررہ کے اندر جب بھی غلام اپنے ذمہ کی رقم ادا کردے گا وہ آزاد ہوجائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک غلام نے اپنی مالکہ سے مکاتبت کی اور مدت مقررہ سے پہلے ہی مال کتابت جمع کر کے مالکہ کے پاس لے گیا۔ مالکہ نے کہا کہ میں یکمشت رقم نہ لوں گی بلکہ سال بسال اور ماہ بماہ قسطوں کی شکل میں لوں گی۔ غلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ رقم بیت المال میں داخل کردے اور جا تو آزاد ہے۔ پھر مالکہ کو کہلا بھیجا کہ تیری رقم یہاں جمع ہوچکی ہے۔ اب تو چاہے یکمشت لے لے ورنہ ہم تجھے سال بسال اور ماہ بماہ دیتے رہیں گے۔ سبحان اللہ! یہ تھی اسلامی حکومت۔ اس زمانہ میں غلام اور باندیوں کا وجود دنیا کے اکثر ملکوں میں نہیں۔ قدیم زمانہ میں جب اسلام آیا تو عرب اور بیرون عرب سب جگہ غلام و کنیز بکثرت پائے جاتے تھے۔ اسلام نے غلاموں کی آزادی کی تلقین و ترغیب دی جس کی ایک صورت مکاتبت ہے جس کا ذکر یہاں آیت میں فرمایا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ کسی کا غلام یا باندی مکاتبت کے ذریعہ آزادی چاہے تو مالک و آقا کو یہ معاملہ قبول کرلینا چاہئے جبکہ وہ یہ سمجھے کہ واقعی اس غلام یا لونڈی کے حق میں آزادی بہتر ہوگی۔ قید غلامی سے چھوٹ کر چوری یا بدکاری یا اور طرح کی بدمعاشیاں کرتا نہ پھرے گا اگر یہ اطمینان ہوتو بے شک اس کو آزادی کا موقع دینا چاہئے۔ تاکہ وہ آزاد ہوکر اپنی فلاح کے میدان میں ترقی کرسکے اور کہیں نکاح کرنا چاہے تو باختیار خود نکاح کرلے اور عفت و پاکدامنی کی زندگی بسر کرے۔ آگے دولت مند مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ ایسے باندی اور غلام کی امداد کرو خواہ زکوٰۃ سے یا عام صدقات و خیرات سے تاکہ وہ جلدی آزادی حاصل کرسکیں اور اگر مالک و آقا خود کتابت کا کوئی حصہ معاف کردے تو یہ بھی بڑی امداد ہے۔

عرب میں جاہلیت کے بدترین رسوم میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ وہ اپنی لونڈیوں کو زناکاری کے لئے مجبور کرتے تھے تاکہ وہ رقم حاصل کر کے اپنے مالکوں کو دیں۔ اسلام نے آکر صرف نکاح کے معروف طریقہ کو جائز قرار دیا اور باقی تمام صورتیں زنا میں شمار ہوکر جرم ہوگئیں۔ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل مدینہ اپنا بادشاہ بنانا طے کرچکے تھے اس کے پاس کئی لونڈیاں تھیں جن سے بدکاری کراکر روپیہ حاصل کرتا تھا ان میں سے بعض مسلمان ہوگئیں تو اس فعل شنیع سے انکار کیا۔ عبداللہ بن اُبی نے ان پر تشدد کیا۔ انہوں نے جاکر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی انہوں نے معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا کہ لونڈی اس ظالم کے قبضہ سے نکال لی جائے۔ یہی زمانہ تھا کہ جب بارگاہ خداوندی سے یہ آیت نازل ہوئی جس میں لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور کرنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی اس آیت کے منشاء کے مطابق بدکاری کی ان تمام صورتوں کو مذہباً ناجائز اور قانوناً ممنوع قرار دے دیا۔

شروع سورت سے تمام احکامات کو تفصیل وار بیان کردینے کے بعد فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے پاک کلام قرآن کریم کی یہ

واضح اور روشن آیات تمہارے سامنے بیان فرمادیں۔ خدا سے ڈر کر سیدھی راہ اختیار کرنے والوں کو جس طرح تعلیم دی جاتی ہے وہ تو ہم نے دے دی ہے۔ اب اگر تم اس تعلیم کے خلاف چلو گے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان قوموں کا سا انجام دیکھنا چاہتے ہو جن کی عبرتناک مثالیں اس قرآن میں ہم تمہارے سامنے پیش کر چکے ہیں۔

اس سورۃ میں یہاں تک نفس کو رذائل اور خباثت سے پاک کرنے اور پاک رکھنے کے لئے دس خاص احکام بیان فرمائے گئے۔

۱۔ پہلا حکم حدِ زنا کے متعلق۔

۲۔ دوسرا حکم نکاح زانی وزانیہ کے متعلق۔

۳۔ تیسرا حکم حدِ قذف یعنی کسی پر زنا کی تہمت بغیر ثبوت کے لگانے کی سزا کے متعلق۔

۴۔ چوتھا حکم لعان یعنی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے متعلق۔

۵۔ پانچواں حکم استیذان یعنی کسی کے گھر میں بغیر اطلاع اور بغیر اجازت داخل ہونے کی ممانعت کے متعلق۔

۶۔ چھٹا حکم مردوں اور عورتوں کو اپنی نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کے متعلق۔

۷۔ ساتواں حکم غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کو نکاح کے متعلق۔

۸۔ آٹھواں حکم صبر اور ضبطِ نفس کا جن کو فی الحال اسباب نکاح میسر نہ ہو۔

۹۔ نواں حکم غلاموں اور باندیوں کو مکاتب بنانے کے متعلق۔

۱۰۔ دسواں حکم باندیوں کو زنا پر مجبور کرنے کی ممانعت کے متعلق۔

ان کے خاتمہ پر حق تعالیٰ بندوں پر اظہار احسان فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہاری ہدایت و نصیحت کے لئے یہ احکام نازل کئے تاکہ تم گندگیوں اور خبائث سے پاک رہو اور تمہارے دل منور اور روشن ہو جائیں اور تم عفیف اور پاک دامن بن جاؤ اور دین و دنیا کی فلاح کے مستحق بن جاؤ۔ غور کیجئے کہ خاتمہ احکام پر اس سے زیادہ مؤثر تنبیہ کے الفاظ اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اگر تم ان کے خلاف چلو گے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان قوموں کا سا انجام دیکھنا چاہتے ہو جن کے عبرتناک واقعات قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں اور جن کو احکام الٰہی سے منہ موڑنے اور برے کاموں میں پھنسے رہنے کی کیسی سزائیں ملیں کہ نہ نور ہدایت میسر ہوا، نہ راہِ ہدایت نصیب ہوئی۔ آگے اسی نور ہدایت کا ذکر ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اس ملک اور قوم اور تمام امت مسلمہ کو اتباع قرآن کی دولت عطا فرمائیں۔

یا اللہ! جیسا آپ نے اپنے کرم سے ابتداء میں مسلمانوں کو نور ہدایت سے نوازا اب بھی امت مسلمہ کو نور ہدایت سے نواز دے۔

اور امت مسلمہ کو راہِ ہدایت پر چلنا نصیب فرمادے اور ان میں حیاء شرم، پاکدامنی عفت و عصمت کے اخلاق رونما فرمادے۔

یا اللہ! اپنا وہ خوف و خشیت ہم کو عطا فرمادے کہ جو ہم آپ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔ آپ کے قرآن پاک کے متبع ہو جائیں اور آپ کے نبی الرحمۃ کے پکے اور سچے امتی ہو جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

اللہ تعالیٰ نور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔اس کے نور (ہدایت) کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے۔وہ چراغ ایک قندیل میں ہے

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

وہ قندیل ایسا (صاف شفاف) ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو۔وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون ہے جو نہ پورب رُخ ہے اور نہ پچھم رُخ ہے

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اُس کا تیل اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تا ہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اُٹھے گا (اور جب آگ بھی لگ گئی تب تو) نور علیٰ نور ہے۔اور اللہ تعالیٰ اپنے (اس) نور (ہدایت) تک جسکو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے۔

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾

اور اللہ تعالیٰ لوگوں (کی ہدایت) کیلئے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے

اَللّٰهُ اللہ	نُوْرُ نور	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	مَثَلُ مثال	نُوْرِهٖ اس کا نور	كَمِشْكٰوةٍ جیسے ایک طاق	فِيْهَا اس میں
مِصْبَاحٌ ایک چراغ	اَلْمِصْبَاحُ چراغ	فِيْ زُجَاجَةٍ ایک شیشہ میں	اَلزُّجَاجَةُ وہ شیشہ	كَاَنَّهَا گویا وہ	كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ایک ستارہ چمکدار		
يُّوْقَدُ روشن کیا جاتا ہے	مِنْ سے	شَجَرَةٍ درخت	مُّبٰرَكَةٍ مبارک	زَيْتُوْنَةٍ زیتون	لَّا شَرْقِيَّةٍ نہ مشرق کا	وَّلَا غَرْبِيَّةٍ اور نہ مغرب کا	
يَكَادُ قریب ہے	زَيْتُهَا اس کا تیل	يُضِيْٓءُ روشن ہوجائے	وَلَوْ خواہ	لَمْ تَمْسَسْهُ اسے نہ چھوئے	نَارٌ آگ	نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ روشنی پر روشنی	
يَهْدِي اللّٰهُ رہنمائی کرتا ہے اللہ	لِنُوْرِهٖ اپنے نور کی طرف	مَنْ يَّشَآءُ وہ جس کو چاہتا ہے	وَيَضْرِبُ اور بیان کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْاَمْثَالَ مثالیں		
	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيْمٌ جاننے والا			

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ پورے رکوع میں معاشرہ کو فحش باتوں سے پاک صاف رکھنے اور بدکاری و بے حیائی کی باتوں سے بچنے کے احکامات وہدایات دے کر گذشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا کہ انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت صاف اور روشن احکام نازل کئے ہیں۔ان میں انسان کے لئے نصیحت ہی نصیحت ہے اور ہدایت ہی ہدایت ہے۔اس کے بعد بھی اگر کوئی ان احکام پر عمل نہ کرے تو اس کا نتیجہ اس کے حق میں برا ہوگا اور اس بات کو پچھلی قوموں کا ذکر فرما کر واضح کر دیا گیا تھا کہ ان کو احکامِ الٰہی سے منہ موڑنے اور برے کاموں میں پھنسے رہنے کی کیسی سزائیں ملیں۔باقی نور ہدایت ہے تو اللہ ہی کے قبضہ میں وہی جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔اسی مضمون کی تائید اس آیت سے ایک مثال دے کر بیان فرمائی جاتی ہے۔

اس آیت میں اور اس میں بھی ایک چھوٹا سا جملہ اللہ نور السمٰوٰت والارض بڑا دقیق ہے اور اس پر علمائے مفسرین نے بڑی طویل فلسفیانہ تقریریں اور عالمانہ تحریریں سپردِ قلم فرمائی ہیں۔نور سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس کی حقیقت وکیفیت کیا ہے؟ اور اس مثال میں مشکوٰۃ یعنی طاق اور چراغ اور قندیل سے کون اور کس طرح مراد ہے؟ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں پوری ایک کتاب مشکوٰۃ الانوار کے نام سے لکھی ہے اس میں امام صاحب نے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اس پر اس لفظ کا اطلاق حقیقۃً ہے نہ کہ مجازاً جبکہ بعض مفسرین اور علمائے اسلام نے یہ تصریح کی ہے کہ نور کا

اطلاق خدا تعالیٰ پر حقیقۃً نہیں ہوسکتا بلکہ مجازاً ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمع بصر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی ایسی ہی حق تعالیٰ کی صفت نور بھی ہے۔ بعض مفسرین نے تو بہت کچھ لکھ کر اخیر میں کہا کہ یہ پوری آیت ایسی دقیق ہے کہ عقل بشری کما حقہ اس کی تفسیر سمجھنے سے قاصر ہے۔ بہر حال اس آیت کا اردو ترجمہ جو یہاں اختیار کیا گیا ہے وہ حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہے اور حضرتؒ ہی کی فرمائی ہوئی تفسیر کو یہاں اختیار کیا گیا ہے جو جمہور اہل کلام کے مطابق ہے جن کے نزدیک نور سے مراد یہاں نور ہدایت ہے یعنی اللہ کی ہدایت ظاہر و مظہر ہونے میں صاف شفاف چراغ کی روشنی کی طرح ہے۔ یعنی حقائق کا علم اور راہ راست کی ہدایت کا نور اور روشنی اگر مل سکتی ہے تو اسی پاک ذات سے مل سکتی ہے اور اس کے برعکس اس سے فیض حاصل کئے بغیر جہل، ظلمت، تاریکی اور نتیجتاً ضلالت و گمراہی کے سوا اور کچھ ممکن نہیں۔ چونکہ گذشتہ آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ حق تعالیٰ نے اس قرآن میں سب کچھ نصیحتیں اور احکام اور ہدایات کی تلقین فرمادی ہے تاکہ ہدایت کے حاصل کرنے والے اس سے نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ اب آگے اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ مومنین و مہتدین کو نور الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو حصہ ملتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو گویا مومن متقی کا جسم ایک طاق کی طرح ہے جس کے اندر ستارہ کی طرح چمکدار شیشہ کا قندیل رکھا ہو اور اس قندیل میں معرفت و ہدایت کا چراغ روشن ہے اور یہ روشنی ایسے صاف و شفاف اور لطیف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مبارک درخت یعنی زیتون سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو نہ شرقی ہو نہ غربی یعنی نہ اس کی شرقی جانب میں کسی درخت یا پہاڑ وغیرہ کی آڑ ہے کہ جو دن کے اول حصہ میں اس پر دھوپ نہ پڑے اور نہ اس کی جانب غربی میں کوئی آڑ ہے کہ دن کے آخری حصہ میں اس پر دھوپ نہ پڑے بلکہ کھلے میدان میں ہے جہاں تمام دن دھوپ رہتی ہے۔ واضح رہے کہ ایسے درخت کا روغن بہت لطیف اور صاف اور روشن ہوتا ہے۔ غرض اس کا تیل اس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ بدوں آگ دکھلائے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہوجائے گا اور جب اس میں آگ لگ گئی تب تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ قدیم زمانہ میں زیادہ سے زیادہ روشنی روغن زیتون کے چراغوں سے حاصل کی جاتی تھی اس لئے مثال میں اسی کا ذکر فرمایا گیا۔ تو یہاں جو مثال دی گئی اسی طرح مومن کے قلب میں جب اللہ تعالیٰ نور ہدایت ڈالتا ہے تو لحہ بہ لحہ اس کو قبول حق کے لئے انشراح قلب بڑھتا جاتا ہے اور ہر وقت احکام الٰہیہ پر عمل کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ غرض نور ہدایت الٰہیہ کی یہ مثال ہے۔ باقی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے جس کو چاہے اپنے نور ہدایت سے منور فرمائے اور وہی یہ جانتا ہے کہ کس کو یہ روشنی ملنی چاہئے اور کون اس نعمت کا مستحق ہے جو شخص نور حق اور نور ہدایت کا طالب ہی نہ ہو اور جو اس فکر اور جستجو ہی میں نہ پڑے تو اسے زبردستی نور حق دکھانے کی اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے اس نعمت کا مستحق تو وہی ہے جسے اللہ جانتا ہے کہ وہ اس کا طالب اور مخلص طالب ہے۔ اور ہدایت کی جو یہ مثال دی گئی اسی طرح قرآن میں حق تعالیٰ نے بہت سی مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ استعداد حق رکھنے والوں کو بصیرت و ہدایت کی روشنی حاصل ہو۔

یہ تو بیان ہوا نور ہدایت کا اب آگے اہل ہدایت کا حال ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! نور ہدایت کی روشنی اگر مل سکتی ہے تو آپ ہی کی عطا سے مل سکتی ہے۔ اور جس کو آپ یہ روشنی عطا نہ فرمائیں تو جہل ظلمت، تاریکی، ضلالت اور گمراہی کے سوا اسے کیا نصیب ہوسکتا ہے۔ یا اللہ! اپنے نور ہدایت سے ہم میں سے کسی کو تازیست محروم نہ فرمایئے۔ یا اللہ! قبول حق کی صلاحیت و نعمت سے ہم سب کو مالا مال فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ

وہ ایسے گھروں میں (عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ اُن میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ

جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔ وہ ایسے دن (کی داروگیر) سے ڈرتے رہتے ہیں

يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ

جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جاویں گی۔ انجام یہ ہوگا کہ اللہ اُن کو اُن کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا (یعنی جنت) اور (علاوہ جزا کے) اُنکو

مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دیگا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار رزق دے دیتا ہے۔

فِىْ بُيُوْتٍ ان گھروں میں	اَذِنَ حکم دیا	اللّٰهُ اللہ	اَنْ تُرْفَعَ کہ بلند کیا جائے	وَيُذْكَرَ اور لیا جائے	فِيْهَا اُن میں	اسْمُهٗ اسکا نام
يُسَبِّحُ تسبیح کرتے ہیں	لَهٗ اس کی	فِيْهَا ان میں	بِالْغُدُوِّ صبح	وَالْاٰصَالِ اور شام	رِجَالٌ وہ لوگ	لَّا تُلْهِيْهِمْ انہیں غافل نہیں کرتی
تِجَارَةٌ تجارت	وَّلَا بَيْعٌ اور نہ خرید وفروخت	عَنْ سے	ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد	وَاِقَامِ اور قائم رکھنا	الصَّلٰوةِ نماز	وَاِيْتَآءِ اور ادا کرنا
الزَّكٰوةِ زکوۃ	يَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	يَوْمًا اس دن سے	تَتَقَلَّبُ الٹ جائیں گے	فِيْهِ اس میں	الْقُلُوْبُ دل	وَالْاَبْصَارُ اور آنکھیں
لِيَجْزِيَهُمُ تاکہ انہیں جزا دے	اللّٰهُ اللہ	اَحْسَنَ بہتر سے بہتر	مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا اعمال	وَيَزِيْدَهُمْ اور وہ انہیں زیادہ ہے		
مِّنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَرْزُقُ رزق دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہتا ہے	بِغَيْرِ حِسَابٍ بے حساب		

(حصہ اول)

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت کی ایک مثال بیان فرمائی گئی تھی جس سے اہل ہدایت کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ وہ اللہ کا احسان مانیں کہ اسی کی توفیق سے ہدایت پائی نیز اس میں اشارہ اس طرف بھی تھا کہ حق تعالیٰ سے نور ہدایت کے ملتجی رہیں۔ اب وہ نور ہدایت کہاں اور کس جگہ پایا جاتا ہے اور اہل ہدایت جو اس نور سے حسب استعداد منور ہوتے ہیں تو ان کا کیا حال ہوتا ہے اور ان کو کیسا انجام نصیب ہوتا ہے یہ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس نور ہدایت کے ظہور کے خاص مقامات مسجدیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انہیں بنانے اور تعمیر کرنے کے بعد احترام کے ساتھ قائم رکھا جائے اور ان کی پوری طرح خبر گیری کی جائے کہ غلاظت، گندگی اور کثافت سے پاک صاف رہیں۔ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔ چنانچہ ان مساجد میں اللہ کے وہ بندے جو رضائے مولا کے طالب ہیں اس کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور اس کی حمد وثنا کرتے ہیں اور ان کے جمع ہونے کا وقت ایک تو صبح کا وقت ہے پھر ظہر سے لے کر دوسرے دن صبح صادق تک کے سب اوقات ہیں۔ غدو سے صبح کی نماز مراد ہے اور آصال میں باقی چار نمازیں داخل ہیں۔ اللہ کے بندے ان اوقات میں اپنے کاروبار اور شغل اشغال چھوڑ چھاڑ کر فرض نمازوں کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ معاش کے دھندے ان کو اللہ کی یاد اور احکامِ الٰہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے اور وہ اس وقت کو یاد کر کے ڈرتے رہتے ہیں جب اللہ عزوجل کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اس دن لوگوں کے دل بدل جائیں گے اور ان کے سارے شک وشبہ مٹ جائیں گے اور یقین ہو جائے گا کہ اللہ عزوجل کی

ذات عالی برحق ہے اور اس کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔ اس روز دل وہ باتیں سمجھ لیں گے جو ابھی تک نہ سمجھے تھے اور آنکھیں وہ ہولناک واقعات دیکھیں گی جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ یہ اللہ کے بندے جو اس پر ایمان لا کر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے اندر دنیا میں زندگی بسر کرتے تھے اس روز اپنے اچھے کاموں کی جزا دیئے جائیں گے اور علاوہ جزا کے حق تعالیٰ اپنے فضل سے اور بہت کچھ دے گا۔ اس کے ہاں کسی چیز کی کیا کمی ہے۔ اگر جنتیوں کو بے حد حساب عنایت فرمائے تو اس کے ہاں کیا مشکل ہے۔

یہاں آیت میں رجال کا لفظ آیا ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ مساجد میں حاضر ہونا مردوں کیلئے ہے۔ اسلیئے جمعہ اور جماعت مردوں ہی پر واجب ہے نہ کہ عورتوں پر۔ حدیث میں عورتوں کی نماز کے لئے گھروں کا افضل ہونا ثابت ہے اسلیئے ان کیلئے وہی بجائے مسجد کے ہیں۔ ان آیات میں ایک حکم تو مسلمان مردوں کے لئے یہ معلوم ہوا اور جس کو اہل ہدایت کا نشان بتلایا گیا کہ وہ پانچوں وقت کی فرض نمازیں اللہ کے گھر یعنی مساجد میں حاضر ہو کر ادا کرتے ہیں۔ اب اسی سے اس کی ضد بھی سمجھ لی جائے یعنی جو بغیر شرعی عذر کے ایسا نہیں کرتے وہ قرآن کی رو سے اہل ہدایت سے نہیں۔

دوسرا حکم ان آیات میں یہ دیا گیا کہ ان اللہ کے گھروں کی یعنی مساجد کا ادب کیا جائے۔ مساجد کے آداب کی کچھ تفصیلات جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ارشاد فرمائی گئی ہیں وہ انشاء اگلے درس میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ ان گھروں میں یعنی مساجد میں اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح کی جائے جس سے مراد پنج وقتہ فرائض کی ادائیگی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو فرض نمازیں بغیر کسی شرعی عذر کے مسجدوں میں نہیں ادا کرتے اور گھروں ہی میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ وہ اس قرآن حکیم کے حکم اور منشاء کے صریحاً خلاف کر رہے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرض نمازوں کا مسجد میں جماعت سے ادا کرنے کی نہایت سخت تاکید فرمائی ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ صحابہؓ کرام اور سلف صالحین کی تو یہ حالت تھی کہ اگر ایک لوہار ہتھوڑا اوپر اٹھائے ہوئے کسی لوہے پر مارنا چاہتا ہے مگر درمیان میں اذان کی آواز کان میں پڑ گئی تو فوراً ہتھوڑے کو ہاتھ سے رکھ کر فوراً خدا کے گھر کی طرف روانہ ہو جاتے اور یہ بھی گوارا نہ ہوتا کہ اٹھائے ہوئے ہتھوڑے سے ضرب کا کام لے لیا جائے۔ ان کا یہ حال تھا کہ اذان کی آواز ان کے بازاروں میں سناٹا ڈال دیتی تھی۔ فوراً خرید و فروخت کو چھوڑ کر اور دکانیں بند کر کے مساجد کی طرف چل دیتے۔ ایسے ہی حضرات کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں کہ جن کو کوئی دنیاوی تجارت اور کوئی خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی یعنی یہ لوگ اگرچہ بظاہر دنیوی تجارت میں مشغول ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ ایسے باہمت اور مردان شجاعت ہیں کہ اصل مقصود ان کا آخرت کی تجارت ہے۔ دنیا کی تجارت ان کو آخرت سے غافل نہیں ہونے دیتی۔ ان کا اصل مقصود دین ہے اور دنیا اس کی تابع ہے۔

تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ عبادت اور تجارت دونوں ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں اور دین دنیا کے منافی نہیں۔ لہٰذا جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دین کا کام کرنے سے دنیا سے جاتا رہتا ہے بالکل غلط خیال ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت و زراعت اور صنعت و حرفت کو فرض قرار دیا جس پر دنیا کا دارومدار ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ کسب حلال فرض ہے۔ تو شریعت نے حلال طریقہ سے ضروریات معاش کی تحصیل کو فرض قرار دیا البتہ اس کے احکام بتلائے ہیں اور عقلاً یہ بالکل درست ہے۔ دنیا کی کونسی حکومت ہے جس میں تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت وغیرہ کے متعلق احکام و قوانین موجود نہ ہوں۔ اسی طرح شریعت میں بھی تجارت و زراعت کے احکام موجود ہیں اور یہ احکام دنیا کی متمدن اور مہذب حکومتوں کے احکام سے ہزار درجہ بڑھ کر آسان ہیں۔ شریعت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ تم دنیا کو بالکل چھوڑ دو بلکہ شریعت تو یہ کہتی ہے کہ حلال طریقہ سے دنیا کماؤ اور اس کے حقوق ادا کرو اور کسی حالت میں شریعت کے دائرہ سے باہر مت نکلو۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

غرضیکہ مومنین و صالحین کی یہ صفت بیان کی گئی کہ ان کو تجارت اور بیع وغیرہ کا مشغلہ اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتا۔

اب یہاں آیات میں چونکہ مساجد میں ذکر اللہ اور ان کے ادب و احترام کا حکم ہوا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں ضروری احادیث مساجد کے فضائل و آداب و احکام کے متعلق بیان کر دی جائیں جو انشاء اللہ علیحدہ آئندہ درس میں بیان کی جائیں گی۔

2۷

(حصہ دوم)

لفظی ترجمہ:۔ وہ (یعنی اہل ہدایت) ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ ان میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔ وہ ایسے دن سے ڈرتے رہتے ہیں جن میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاویں گی۔ انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا اور ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار دے دیتا ہے۔"

تفسیر و تشریح:۔ ان آیات سے متعلق بیان گذشتہ درس میں ہو چکا ہے جس میں اہل ہدایت کا حال بیان فرماتے ہوئے بتلایا گیا تھا کہ وہ ایسے گھروں میں جا کر عبادت کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب و احترام کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ یہاں مفسرین نے گھروں سے مراد مسجدیں لی ہیں جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا جا چکا ہے۔ تو چونکہ مساجد کا ادب اور ان میں ذکر اللہ کی تاکید اللہ تعالیٰ نے حکماً فرمائی ہے اس لئے مفسرین نے یہاں ان آیات کے تحت اجمالاً یا تفصیلاً احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد کے فضائل و ضروری آداب و احکام بھی بیان فرمائے ہیں جو مختصراً اس درس میں بیان کئے جاتے ہیں۔

مساجد کے فضائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک زمین میں اللہ کے گھر مساجد ہیں اور اللہ نے ذمہ لیا ہے کہ اس شخص کا اکرام کرے گا جو اس کی زیارت کے لئے مساجد میں آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کی عظمت درحقیقت خداوند قدوس کی عظمت ہے اسی طرح ان کی بے ادبی العیاذ باللہ خداوند کبریا کی بے ادبی ہے۔

ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدیں بازار ہیں آخرت کے بازاروں میں سے جو شخص ان میں داخل ہو گیا وہ اللہ کا مہمان ہے۔ اس کی مہمانی مغفرت ہے اور اس کے لئے تحفۂ تکریم و تعظیم ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ دنیا کی تمام جگہوں میں سب سے پیاری جگہ اللہ کے نزدیک اس کی مساجد ہیں اور تمام جگہوں میں بدترین جگہ بازار ہیں۔ (اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ پیدائش عالم کا مقصد بحکم قرآن کریم صرف ذکر اللہ اور اس کی اطاعت ہے۔ اس لئے جو جگہیں اس مقصد کو زیادہ ادا کرتی ہیں وہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہیں اور جن جگہوں میں ذکر اللہ کے بجائے غفلت اور طاعت کے بجائے معصیت ہوتی ہے وہ اللہ کے نزدیک بدترین ہیں۔ مساجد چونکہ ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی ہیں اس لئے وہ بہترین جگہیں ہیں اور بازار چونکہ عموماً غفلت، معاصی، جھوٹ، شور و شغب اور جھگڑے قصوں کی جگہ ہے اس لئے اللہ کے نزدیک مبغوض ترین ہیں۔ اس لئے سنت ہے کہ جب بازار میں داخل ہو تو یہ کلمہ پڑھے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لایموت وھو علی کل شیء قدیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بازار میں داخل ہونے کے وقت یہ کلمہ پڑھے اس کے لئے ایک لاکھ ثواب لکھے جاتے ہیں اور ایک لاکھ گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور ایک لاکھ درجات بلند کئے جاتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔ بعض صحابۂ کرام سے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ کبھی صرف اس کلمہ کو پڑھنے اور اس کا ثواب عظیم حاصل کرنے کے لئے ہی بازار جایا کرتے تھے۔

عورتوں کے لئے مسجد کی نماز سے افضل گھر کی نماز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کی بہترین مسجد گھر کے اندر کا کونہ ہے۔ حتیٰ کہ خانہ کعبہ میں بھی عورتوں کے لئے گھر کی نماز حرم شریف کی نماز سے افضل ہے۔ اسی لئے سنت ہے کہ اپنے گھر میں کوئی جگہ خاص نماز کے لئے کر لی جائے اور اس کو پاک صاف رکھا جائے اور اس میں خوشبو لگائی جائے۔ حدیث میں اس جگہ کے لئے مسجد ہی کا لفظ بولا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ان کو صاف رکھا جائے اور ان میں خوشبو لگائی جائے۔ اگر چہ ان جگہوں میں نماز پڑھنے کی عام اجازت نہ ہونے کی وجہ سے یہ بالکل مسجد کے حکم میں نہیں لیکن تاہم حدیث میں ان کو بھی مسجد کہا گیا ہے۔ عورتیں اگر اعتکاف کرنا چاہیں تو اسی گھر کی مسجد میں کر سکتی ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ اپنے گھر میں ایک مسجد بنالے جن میں سنتیں اور نوافل پڑھا کرے لیکن اس کے واسطے بالکل مسجد کا حکم نہیں مثلاً عورتیں بحالتِ حیض اس میں داخل ہو سکتی ہیں بخلاف مساجد کے کہ ان میں حائضہ کا داخل ہونا جائز نہیں۔

مساجد کی صفائی سنت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مسجدوں کو صاف رکھا جائے اور ان میں خوشبوئیں لگائی جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے غبار کو کھجور کی ٹہنی سے صاف کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے اعمال کے ثواب سب میرے سامنے پیش کئے گئے یہاں تک کہ ایک تنکا جس کو کہ کسی شخص نے مسجد سے نکال دیا ہو اس کا ثواب بھی پیش کیا گیا اور میرے سامنے امت کے گناہ بھی سب پیش کئے گئے پس میں نے کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں دیکھا کہ ایک آدمی قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت یاد کر کے پھر بھول جائے۔ حدیث میں ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی جب اس کا انتقال ہوا تو چونکہ رات کا وقت تھا صحابۂ کرام نے یہ سمجھ کر کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی تو آپ تشریف لائیں گے اور اندھیرے میں آپ کو تکلیف ہوگی۔ اس میت کو خود ہی نماز پڑھ کر دفن کر دیا اور آپ کو اس وقت اطلاع نہیں کی، جب صبح کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو تو مجھے خبر کر دیا کرو۔ میں نے اس عورت کو جنت میں دیکھا ہے اس لئے کہ وہ مسجد سے کوڑا کباڑا اٹھا دیتی تھی۔ مگر واضح رہے کہ صفائی اور چیز ہے اور زیب وزینت، گلکاری، رنگارنگ کے نقش ونقوش اور بیل بوٹے اور شے ہے۔ مسجد کی صفائی ضروری اور باعث اجر وثواب ہے لیکن بے حد زینت اور گلکاریاں مکروہ اور مذموم ہے۔

حدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی قوم کا کام بگڑتا ہے تو وہ اپنی مسجدوں کو نقش ونگار اور بیل بوٹوں سے آراستہ کرنے لگتے ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنی مساجد کو مزین کرنے لگو جو کہ نماز میں مخل ہو اور اپنے قرآنوں کو ایسا آراستہ کرو جو کہ حضور قلب میں خلل انداز ہو تو سمجھ لو کہ یہ تمہاری ہلاکت کا وقت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مساجد کی سجاوٹ اور زیب وزینت یہود ونصاریٰ کا دستور فرماتے تھے اور اس سے ناراضگی کے لہجہ میں پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ تم مساجد کو مزین کرو گے جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے کیا۔''

مگر افسوس کہ ہم باوجود ان تنبیہات کے ان مکروہات سے نہ بچ سکے۔ دیکھ لیجئے بعض مساجد میں شب برأت اور شب معراج وغیرہ راتوں میں مسجد جو عبادت گاہ ہے اس کو کثرتِ چراغاں اور جھالروں کی روشنی وغیرہ سے تماشہ گاہ بنایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔ مسجد میں لوبان، عود وغیرہ کی دھونی دینا۔ اگر کی بتیاں جلانا سنت ہے اور صحابۂ کرام کا ہمیشہ یہ دستور رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی مسجدوں سے ناسمجھ بچوں، پاگلوں کو علیحدہ رکھو اور ان کو اپنی خرید وفروخت اور شور وشغب سے پاک رکھو اور سزا دینے اور تلوار کھینچنے سے پاک رکھو اور ان کے دروازوں پر وضو خانہ بناؤ۔ اور ان کو ہر جمعہ کے دن خوشبو کی دھونی دیا کرو۔ اس ارشاد کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کے روز مسجد میں دھونی دیا کرتے تھے۔ افسوس کہ لوگ مساجد کے اندر طرح طرح کے مکروہ تکلفات کرتے ہیں مگر اس سنت کی طرف توجہ نہیں۔ جہاں

مسجد کو خوشبو وغیرہ کی دھونی دینے کا حکم ہے وہیں بدبودار چیز سے بچانے اور مسجدوں میں نہ لانے کا بھی حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص بدبودار درخت یعنی کچی پیاز کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اس لئے کہ فرشتوں کو بھی ان تمام چیزوں سے ایذا پہنچتی ہے جس سے انسانوں کو ایذا ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب تک اس کی بدبو منہ سے نہ جائے اس وقت تک مسجد میں نہ داخل ہو۔ اور یہی حکم ہر بدبودار چیز کا ہے جیسے حقہ، سگریٹ، بیڑی، کچی مولی، لہسن، پیاز وغیرہ، حقہ سگریٹ پینے والے کثرت سے اس میں غفلت کرتے ہیں۔

جس شخص کو غسل کی حاجت ہو اس کو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے اسی طرح حائضہ اور نفاس والی عورت کو بھی مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ اگر مسجد کے دو دروازے ہوں تو ایک سے داخل ہو کر دوسرے سے گزر جانا اور مسجد کو گزرگاہ یعنی راستہ بنانا ناجائز ہے۔ البتہ اگر کسی عذر سے کبھی اتفاقاً مسجد سے گزر گیا تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اس کی عادت ڈالنا ناجائز ہے۔ اور وہ شخص جو ایسا کرے فقہاء نے اسے فاسق قرار دیا ہے۔

جب مسجد میں داخل ہو تو مستحب ہے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے جس کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم فرمائی ہے لیکن یہ تحیۃ المسجد صرف ظہر، عصر اور عشاء میں مستحب ہے۔ فجر کی نماز فرض سے پہلے سوائے سنت فجر کے اور کوئی نوافل نہ پڑھنا چاہئے۔ اور مغرب کی نماز سے پہلے بھی حنفیہ کے ہاں کوئی نفل پڑھنا مستحب نہیں۔ جو شخص کثرت سے مسجد میں آتا جاتا رہتا ہے تو اس کے لئے ہر روز صرف ایک مرتبہ دو رکعتیں پڑھ لینا تحیۃ المسجد کے لئے کافی ہے۔

گم شدہ چیز کے لئے مسجد میں اعلان کر کے تلاش کرنا بھی ناجائز ہے البتہ اگر مسجد میں کوئی چیز گم ہوئی ہو تو اس کو وہاں لوگوں سے دریافت کر سکتا ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ سنے کہ کوئی آدمی اپنی گمشدہ چیز کو مسجد میں ڈھونڈ رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ یہ کہے کہ خدا اس کی چیز اس کو واپس نہ دے اس لئے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں۔ مسجد میں کھانا کھانا اور سونا جائز نہیں سوائے مسافر اور معتکف کے کہ اس کو مسجد میں کھانا اور سونا جائز ہے۔ مسجد میں ذکر جہر کرنا اور ایسی بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنا جس سے کسی کی نماز و تسبیح میں خلل ہو ناجائز ہیں البتہ اگر مسجد میں کوئی آدمی نماز یا تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہو تو پھر بعض علماء نے اجازت دی ہے۔ جو دنیا کی باتیں خارج مسجد جائز اور مباح ہیں مسجد میں وہ بھی ناجائز ہیں اور جو خارج مسجد بھی ناجائز ہوں وہ مسجد میں سخت حرام ہیں۔ لکھا ہے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہیں جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا لیتی ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے نیک عمل حبط کر دیتا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر باتیں کرنے کی غرض سے نہ بیٹھے بلکہ اتفاقی طور سے کوئی دنیا کی ضروری بات آہستہ سے کہہ دے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اس سے بھی بچے جیسا کہ صحابۂ کرام اور سلف صالحین کے عمل سے ظاہر ہے۔

علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ مسجد میں دنیا کی باتیں نیکیوں کا اس طرح صفایا کر دیتی ہیں جیسے چوپائے گھاس کھا جاتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی مسجد میں دنیا کی باتیں شروع کرتا ہے تو فرشتے پہلے کہتے ہیں اسکت یاولی اللہ اے اللہ کے ولی چپ رہ پھر اگر وہ چپ نہیں ہوتا اور باتوں میں لگا رہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اسکت یا بغیض اللہ اے اللہ کے دشمن چپ رہ پھر اگر اس پر بھی خاموش نہیں ہوتا اور باتیں کرتا چلا جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اسکت لعنت اللہ علیک تجھ پر خدا کی لعنت چپ رہ۔ تم مسجد میں آئے تھے کہ ثواب لے کر جائیں اور نور ہدایت سے قلب منور کریں اس کی بجائے فرشتوں کی بددعائیں لے کر لوٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مساجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن (جلد ۶ ص ۴۲۸) میں لکھا ہے کہ امام قرطبیؒ نے آداب مساجد میں پندرہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

اول یہ کہ مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو ان کو سلام کرے اور کوئی نہ ہو تو السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین کہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مسجد کے حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ ان کو سلام کرنا درست نہیں۔

دوسرے یہ کہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھے یہ بھی جب ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ نہ ہو۔ مثلاً عین آفتاب کے طلوع یا غروب یا استواء النصف النہار کا وقت نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے۔

چوتھے یہ کہ وہاں تیر و تلوار نہ نکالے۔

پانچویں یہ کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے۔

چھٹے یہ کہ مسجد میں آواز بلند نہ کرے۔

ساتویں یہ کہ وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے۔

آٹھویں یہ کہ مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے۔

نویں یہ کہ جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں میں تنگی پیدا نہ کرے۔

دسویں یہ کہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گزرے۔

گیارہویں یہ کہ مسجد میں تھوکنے اور ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے۔

بارہویں یہ کہ اپنی انگلیاں نہ چٹخائے۔

تیرہویں یہ کہ اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے۔

چودہویں یہ کہ نجاسات سے پاک صاف رہے اور کسی چھوٹے بچہ یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائے۔

پندرہویں یہ کہ وہاں کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

امام قرطبیؒ نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کر لئے اس نے مسجد کا حق ادا کر دیا اور مسجد اس کے لئے حرز و امان کی جگہ بن گئی۔

خلاصہ یہ کہ تمام دنیا کے شاہی درباروں اور عدالتوں کے خاص خاص آداب مقرر ہوئے ہیں۔ چونکہ مسجد تمام بادشاہوں کے پیدا کرنے والے کا عظیم الشان دربار ہے اس لئے اس کے بھی کچھ آداب ہیں جو اس دربار کے ناظم یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سکھلائے اور بتلائے ہیں اور مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ان کو معلوم کرے اور ان کے موافق چلنے کی کوشش کرے اور سب سے بڑا حق ان مساجد کا یہی ہے کہ پانچوں وقت کی نماز کے لئے یہاں حاضری دی جائے اور جماعت سے فرض نماز ادا کی جائے۔

الغرض نور ہدایت کے سلسلہ میں اہل ہدایت کے اجر و ثواب کا بیان ہوا اب ان کے مقابل اہل ضلالت کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آخرت کی طرف سے ہمارے دلوں پر جو غفلت چھائی ہوئی ہے اس کو دور فرما دیجئے۔ اور ہمیں اپنے ذاکر فرمانبردار بندوں میں شامل کرنا نصیب فرما دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ایسی نمازوں کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما دے جو آپ کی رضا اور قرب کا ذریعہ ہوں۔ اور ہم اپنی مساجد کو بازار کا نمونہ نہ بنائیں۔ بلکہ بازاروں میں بھی جا کر ہم آپ کی رضا اور قرب حاصل کرنے والے بن جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ

اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اسکو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اسکو کچھ بھی

شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ

نہ پایا اور قضائے الٰہی کو پایا سو اللہ تعالیٰ نے اس (کی عمر) کا حساب اسکو برابر سرابر چکا دیا اور اللہ تعالیٰ دم بھر میں حساب (فیصل) کر دیتا ہے یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر میں

لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ

اندرونی اندھیرے کہ اسکو ایک بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو اس کے اوپر دوسری لہر اسکے اوپر بادل (ہے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں۔

اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

کہ اگر اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں میسر ہوسکتا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور جن لوگوں نے کفر کیا	اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل	كَسَرَابٍ سراب کی طرح	بِقِيْعَةٍ چٹیل میدان میں	يَّحْسَبُهُ گمان کرتا ہے		
الظَّمْاٰنُ پیاسا	مَآءً پانی	حَتّٰٓي یہاں تک کہ	اِذَا جَاۗءَهٗ جب وہ وہاں آتا ہے	لَمْ يَجِدْهُ اس کو نہیں پاتا	شَيْـــًٔا کچھ بھی	وَّوَجَدَ اور اس نے پایا
اللّٰهَ اللہ	عِنْدَهٗ اپنے پاس	فَوَفّٰىهُ تو اس (اللہ) نے اسے پورا کردیا	حِسَابَهٗ اس کا حساب	وَاللّٰهُ اور اللہ	سَرِيْعُ الْحِسَابِ جلد حساب کرنیوالا	
اَوْ كَظُلُمٰتٍ یا جیسے اندھیرے	فِيْ بَحْرٍ دریا میں	لُّجِّيٍّ گہرا پانی	يَّغْشٰىهُ اسے ڈھانپ لیتی ہے	مَوْجٌ موج	مِّنْ فَوْقِهٖ اس کے اوپر سے	
مَوْجٌ ایک دوسری موج	مِّنْ فَوْقِهٖ اسکے اوپر سے	سَحَابٌ بادل	ظُلُمٰتٌ اندھیرے	بَعْضُهَا اسکے بعض (ایک)	فَوْقَ بَعْضٍ بعض (دوسرے) کے اوپر	
اِذَا جب	اَخْرَجَ وہ نکالے	يَدَهٗ اپنا ہاتھ	لَمْ يَكَدْ نزدیک نہیں (توقع نہیں)	يَرٰىهَا تو وہ اسے دیکھے	وَمَنْ اور جسے	لَّمْ يَجْعَلِ نہ بنائے دے
اللّٰهُ اللہ	لَهٗ اس کیلئے	نُوْرًا نور	فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ نُّوْرٍ کوئی نور		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں نور ہدایت اور اہل ہدایت کا بیان ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت کے ظہور کے مقامات مسجدیں ہیں جہاں اہل ہدایت اور اللہ کے عبادت گزار بندے دن اور رات کے اوقات میں حاضر ہو کر اس کا نام لیتے ہیں اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اللہ عزوجل کو نہیں بھولتے۔ اس کے تمام احکام بجالاتے ہیں اور پھر بھی روز جزا سے ڈرتے رہتے ہیں۔ پھر ان اہل ہدایت کا انجام بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے روز ان کے اعمال کی بہت اچھی جزا دیں گے اور اس کے علاوہ اپنے فضل سے اور بہت کچھ عطا فرمائیں گے۔

اب ان اہل ہدایت کے مقابلہ میں ان آیات میں اہل ضلالت کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو نور ہدایت سے دور ہیں اور ان کا انجام بتلایا جاتا ہے کفار یعنی اہل ضلالت دو قسم کے ہیں اس لئے یہاں دو مثالیں بیان فرمائی گئیں۔ کفار کی ایک قسم تو یہود و نصاریٰ اور منافقین کی ہے کہ یہ گروہ برائے نام خدا اور روز قیامت کے قائل ہیں۔ عذاب ثواب کو مانتے ہیں اور اسی بنا پر بظاہر عبادت مذہبی اور کار خیر بھی کرنے کے مدعی ہیں مگر ان کا ایمان بے حقیقت ہے۔ ان کی توحید خالص نہیں۔ اس لئے ان کے اعمال آخرت میں سودمند نہ ہوں گے۔ پہلی مثال تو یہاں آیت میں اس قسم کے کفار کی دی گئی ہے۔ دوسری قسم کفار کی وہ ہے جو بت پرست اور غیر اللہ کی پرستش

کرنے والے ہیں۔دوسری مثال میں ایسے کفار کی مثال دے کر ان کے اعمال کی حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے۔پہلی قسم کے کفار جواپنے زعم اور عقیدہ کے موافق کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے۔حالانکہ اگر بظاہر کوئی کام ان کا اچھا بھی ہوتو کفر کی شامت سے وہ عنداللہ مقبول اور معتبر نہیں ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی بتلائی گئی کہ جیسے دوپہر کے وقت جنگل بیابان میں ایک پیاسے کو دور سے پانی دکھائی دیا اور وہ حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت تھی۔ پیاسا شدت تشنگی سے بے تاب ہو کر جب وہاں پہنچا،تو معلوم ہوا کہ پانی وانی کچھ نہ تھا۔یہ تو ریت ہی ریت ہے اب ہلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی تھی۔اور اللہ تعالیٰ عمر بھر کا حساب لینے کے لئے موجود تھا چنانچہ اسی اضطراب وحسرت کے وقت اللہ نے اس کا سب حساب ایک دم میں چکا دیا کیونکہ وہاں حساب کرتے کیا دیر لگتی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ عمر بھر کی شرارتوں اور غفلتوں کا بھگتان کردیا۔تو حاصل اس مثال کا یہ ہوا کہ جیسا یہ پیاسا ریت کو ظاہری چمک سے پانی سمجھا اسی طرح یہ کافر اپنے اعمال کو ظاہری صورت سے مقبول اور آخرت میں نفع بخش اور بارآور سمجھا مگر جیسا کہ وہ ریت پانی نہیں اسی طرح اس کے اعمال نافع نہیں اور جیسا وہاں جا کر اس پیاسے کو حقیقت معلوم ہوئی اسی طرح اس کافر کو آخرت میں پہنچ کر حقیقت معلوم ہوگی اور جس طرح یہ پیاسا اپنی توقع کے غلط ہونے سے ناکام ونامراد ہو کر مر گیا اسی طرح یہ کافر بھی اپنی توقع کے غلط ہونے سے ناکام ونامراد ہوگا اور ہلاکت ابدی یعنی عذاب جہنم میں مبتلا ہوگا۔ایک قسم کی مثال تو یہ ہوئی۔ آگے دوسری قسم کے کفار کے اعمال کی مثال ہے کہ جو سر سے پاؤں تک دنیا کے مزوں میں غرق اور جہل وکفر اور ظلم وعصیان کی اندھیریوں میں پڑے غوطے کھا رہے ہیں کہ جیسے گہرا سمندر کہ جس میں ایک پانی کی گہرائی کا اندھیرا۔ پھر موجوں کے طوفان کا اندھیرا، جو ایک پر ایک چڑھی چلی آتی ہیں۔ پھر اس کے اوپر گھٹا بادل کا اندھیرا، پھر رات کا وقت،غرض اندھیرے پر اندھیرا ہر طرف سے چھایا ہوا ہے کہ اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھوں کے قریب لا کر دیکھے تو اندھیرے کی وجہ سے نظر نہ آئے کہ ہاتھ کہاں ہے۔ غرض اسے روشنی کی کہیں سے ذرا سی جھلک بھی نہیں ملتی۔اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ اس شخص کے پاس اپنے اعمال کے باب میں کوئی بھی امید افزا اور دل خوش کن بات نہیں ظلمت ہی ظلمت ہے کہ اول تو سمندر گہرا پھر جب امواج کا تلاطم ہو تو اور اندھیرا بڑھے گا۔ پھر اوپر سے بادل کی گھٹا بھی ہو تو اندھیرے کا کچھ ٹھکانا ہی نہ رہے گا،خصوصاً اس شخص کے لئے جو سمندر کی تہ میں ہو۔تو جس طرح اس مثال میں ظلمت ہی ظلمت ہے،اسی طرح ان کفار کے اعمال میں سراسر تاریکی ہی تاریکی ہے۔ اور سچ ہے روشنی اور نور کا منبع تو اللہ عزوجل کی ذات ہے جو اس کی طرف سے غافل ہو گیا اس کے پاس روشنی کا کیا کام۔

پس مقصود یہ جتلانا ہے کہ ان کفار کو چاہئے کہ اتباع احکام الٰہیہ کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو نور ہدایت دیتا مگر انہوں نے اعراض کیا تو تاریکیوں میں رہ گئے اور کہیں سے بھی سہارا نہ لگا۔ اور اس میں قصور اور کوتاہی سراسر کفار کی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی توحید اور الوہیت اور اس کے نور کی طرف رہنمائی کرنے والے بے شمار نمونے دنیا میں پھیلے ہیں چنانچہ اس کی قدرت کے کچھ نمونے اگلی آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام وایمان کی دولت سے نوازا،حق تعالیٰ ہم کو دنیا میں نور ہدایت سے منور فرمائیں اور آخرت میں بھی ہم کو نور ہدایت کے ثمرات عطا فرمائیں۔یا اللہ! آج ہم جو نور ہدایت سے غافل ہیں اور دنیا کے ظلمت میں پھنس گئے ہیں تو ہماری اس غفلت کو دور فرما دیجئے اور آخرت کی طرف سے ہماری آنکھیں کھول دیجئے۔اور اسلام صادق اور ایمان کامل کے ساتھ اس دنیا سے ہمیں کوچ کرنا نصیب فرمائیے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ

(اے مخاطب) کیا تجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور پرندجو پر پھیلائے ہوئے ہیں سب کو اپنی اپنی دُعا

وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾

اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو اُن لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے۔ اور اللہ ہی کی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	يُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لَهٗ اسکی	مَنْ جو	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین
وَالطَّيْرُ اور پرندے	صٰٓفّٰتٍ پر پھیلائے ہوئے	كُلٌّ ہر ایک	قَدْ عَلِمَ جان لی	صَلَاتَهٗ اپنی دعا	وَ اور	تَسْبِيْحَهٗ اپنی تسبیح / وَاللّٰهُ اور اللہ
عَلِيْمٌ جانتا ہے	بِمَا وہ جو	يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین
	وَ اور	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	الْمَصِيْرُ لوٹ کر جانا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں پہلے نور ہدایت اور اہل ہدایت کا ذکر ہوا تھا اور پھر ان کے مقابلہ میں ظلمت اور اہل ضلالت کا ذکر ہوا تھا۔ اب جملہ غافل انسانوں کو جس میں نادان کفار بھی شامل ہیں مخاطب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ جو ظلمات اور تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کو حق تعالیٰ کا نور ہدایت باوجود غایت ظہور کے نظر نہیں آتا۔ حق تعالیٰ کے نور کی طرف رہنمائی کرنے والے بے شمار نشانات زمین و آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں سے صرف چند کو بطور نمونہ ان آیات میں پیش کیا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ عالم کی ہر ہر چیز اور ہر ہر مخلوق اپنی اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس وعظمت ظاہر کر رہی ہے اور اس کی حمد وثنا میں مشغول ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ہر ہر مخلوق اور ہر ہر چیز زبان سے ہی خدا کی پاکی بیان کرتی ہے مگر ہر چیز کی زبان مخصوص ہے اس لئے تسبیح بھی جدا جدا ہے۔ عام انسان ان کی زبان نہیں سمجھتے لیکن خاص خاص روشن ضمیر رکھنے والے کبھی ان کی بولی سمجھ بھی لیتے ہیں چنانچہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کنکریوں کی تسبیح سنی گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کھانا کھایا جاتا تھا اور ہم اس کی تسبیح سنتے تھے مسجد نبوی میں کھجور کا ایک ستون تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سہارا لے کر وعظ وخطبہ فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بن کر تیار ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور ستون کو چھوڑ دیا تو وہ رو دیا اور حاضرین نے اس کے رونے کی آواز سنی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سینہ سے چمٹالیا تو اس کا رونا بند ہوا۔ ہم جن کو بے جان اور بے حس سمجھتے ہیں ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عشق ومحبت تھا۔ ایک موقع پر اونٹ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مالک کی شکایت کرنا کہ کام بہت لیتا ہے اور کھانے کو کم دیتا ہے۔ احادیث میں مشہور ہے۔ بہر حال ہر چیز اپنی زبان میں اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے مگر اس کو سننے کے لئے دل کے کان اور دیکھنے کے لئے عقل کی آنکھ اور سمجھنے کے لئے بصیرت کی ضرورت ہے۔ ہر شخص کائنات کی بولی سمجھ نہیں سکتا اسی لئے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ یہاں آیت میں بالخصوص پرندوں کا ذکر علیحدہ فرمایا اس لئے کہ وہ اڑتے ہوئے آسمان اور زمین میں معلق ہوتے ہیں اور ان کا اس طرح ہوا میں اڑتے رہنا قدرت کی ایک نشانی ہے۔ تو حق تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کے حال کے مناسب جو طریقہ انابت وبندگی اور تسبیح خوانی کا الہام

فرمایا اس کے مطابق وہ اپنا وظیفۂ بندگی ادا کرتی رہتی ہے لیکن افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے انسان کہلانے والے غرور وغفلت اور ظلمت و جہالت میں پھنس کر مالک حقیقی کی یاد اور اس کی بندگی سے بے بہرہ ہیں۔ مگر ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام افعال و اعمال کا پورا علم ہے اس انکار اور اعراض پر ان کو سزا دے گا۔ وہ بچ کر کہیں جا نہیں سکتے کیونکہ آسمان اور زمین میں اللہ کی حکومت ہے اور آخر میں لوٹ کر ہر ایک کو اسی کے پاس جانا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تمام کائنات اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور اپنی زبان اور اپنے طریقہ میں اس کی تسبیح وتقدیس بیان کرتی ہے۔ پس افسوس غافل اور جاہل انسان پر جو خدا کی بندگی سے اعراض وانکار کرتا ہے۔

ابھی مزید دلائل توحید اور قدرت کی نشانیاں اگلی آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا تسبیح خواں بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔ اور شب وروز ہم کو اپنی بندگی اور اطاعت کی توفیق عطا فرماویں۔

یااللہ! غفلت وجہالت سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیے۔ اور یااللہ! آپ ہی کے پاس لوٹ کر جانے کا یقین کامل عطا فرمائیے۔

یااللہ! ہمارا پہنچنا آپ کے پاس اس طرح ہو کہ آپ ہم سے راضی اور خوش ہوں۔

یااللہ! ہم کو آخرت کی طرف سے وہ بصیرت عطا فرما دے کہ جو ہم کسی آن آپ کے سامنے حاضر ہونے سے غافل نہ ہوں۔

یااللہ! ہم آپ کی اطاعت۔ بندگی اور فرمانبرداری میں کوتاہی کر کے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم کیا منہ لے کر آپ کے سامنے حاضر ہوں گے۔

یااللہ! جب آپ نے محض اپنے فضل وکرم سے ہم کو انسانیت کا جامہ عطا فرمایا ہے اور پھر کرم پر کرم کہ ہم کو اسلام سے نوازا ہے۔ تو ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل بھی عطا فرمائیے۔ تاکہ جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوں تو سرخروئی نصیب ہو اور آپ کی مغفرت ورحمت کے مورد ہوں۔ اور آپ کے غصہ اور غضب سے بچ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ (ایک) بادل کو (دوسرے بادل کی طرف) چلتا کرتا ہے (اور) پھر اس بادل (کے مجموعہ) کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بتہ کرتا ہے

خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ

پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس (بادل) کے بیچ میں سے نکلتی ہے اور اسی بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر اُن کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے

مَّنْ يَّشَآءُ ۗ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی لی۔ اللہ تعالیٰ رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے اس (سب مجموعہ) میں

لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

اہل دانش کیلئے استدلال (کا موقع) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (ہی) نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پھر ان میں سے بعضے تو وہ جانور ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعضے ان میں

مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۗ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں اور بعضے ان میں وہ ہیں جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۗ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٦﴾

قادر ہے۔ ہم نے (حق کے) سمجھانے والے دلائل نازل فرمائے ہیں اور جس کو اللہ چاہتا ہے راہِ راست کی طرف فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	يُزْجِيْ چلاتا ہے	سَحَابًا بادل	ثُمَّ پھر	يُؤَلِّفُ ملاتا ہے وہ	بَيْنَهٗ آپس میں		
ثُمَّ پھر	يَجْعَلُهٗ وہ اسکو کرتا ہے	رُكَامًا تہہ بہ تہہ	فَتَرَى پھر تو دیکھے	الْوَدْقَ بارش	يَخْرُجُ نکلتی ہے	مِنْ خِلٰلِهٖ اس کے درمیان سے			
وَيُنَزِّلُ اور وہ اتارتا ہے	مِنَ السَّمَآءِ آسمانوں سے	مِنْ سے	جِبَالٍ پہاڑ	فِيْهَا اس میں	مِنْ سے	بَرَدٍ اولے	فَيُصِيْبُ پھر وہ ڈال دیتا ہے		
بِهٖ اسے	مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہے	وَيَصْرِفُهٗ اور اسے پھیر دیتا ہے	عَنْ سے	مَنْ يَّشَآءُ جس سے چاہے	يَكَادُ قریب ہے	سَنَا چمک			
بَرْقِهٖ اس کی بجلی	يَذْهَبُ لے جائے	بِالْاَبْصَارِ آنکھوں کو	يُقَلِّبُ اللّٰهُ بدلتا ہے اللہ	الَّيْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	اِنَّ بیشک			
فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَعِبْرَةً عبرت ہے	لِّاُولِى الْاَبْصَارِ آنکھوں والے عقلمند	وَاللّٰهُ اور اللہ	خَلَقَ پیدا کیا	كُلَّ دَآبَّةٍ ہر جاندار	مِّنْ مَّآءٍ پانی سے			
فَمِنْهُمْ پس ان میں سے	مَّنْ يَّمْشِيْ جو کوئی چلتا ہے	عَلٰى بَطْنِهٖ اپنے پیٹ پر	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَّنْ يَّمْشِيْ کوئی چلتا ہے					
عَلٰى رِجْلَيْنِ دو پاؤں پر	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَّنْ يَّمْشِيْ کوئی چلتا ہے	عَلٰى پر	اَرْبَعٍ چار	يَخْلُقُ اللّٰهُ اللہ پیدا کرتا ہے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے			
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	لَقَدْ اَنْزَلْنَا تحقیق ہم نے نازل کیں	اٰيٰتٍ آیتیں	مُّبَيِّنٰتٍ واضح			
وَ اور	اللّٰهُ اللہ	يَهْدِيْ ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	اِلٰى طرف	صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں غافل انسانوں کو مخاطب کر کے بتلایا گیا تھا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا۔ کیا تمہیں نہیں سوجھتا کہ عالم

کی ہر چیز اپنی اپنی زبان میں اللہ کی عظمت ظاہر کر رہی ہے اور اس کی حمد و ثنا میں مشغول ہے۔ اللہ عزوجل کی قدرت کی نشانیاں دنیا بھر میں بھری پڑی ہیں، چنانچہ بعض واضح نشانیوں کی طرف توجہ ان آیات میں دلائی جارہی ہے۔ مینہ برستا ہر ایک دیکھتا ہے۔ کبھی یہ بھی خیال کیا کہ اس کے لئے کیا کیا سامان کئے جاتے ہیں۔ بادلوں کو ہر طرف سے گھیر گھار کر اکٹھا کیا جاتا ہے۔ پھر ان کو باہم ملایا جاتا ہے پھر ان کو تہ بتہ ایک دوسرے پر جمایا جاتا ہے اس کے بعد تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے مینہ برسنا شروع ہوتا ہے۔ یہ اللہ عزوجل ہی کی قدرت کے کارنامے ہیں اسی کے حکم سے بادل سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر باہم مل جاتے ہیں یہاں تک کہ ایک گہری گھٹا بن جاتی ہے پھر بوندیں پڑنا شروع ہوتی ہیں اس کے بعد موسلا دھار مینہ برسنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر بادلوں سے جو کثیف اور بھاری ہونے میں پہاڑوں کی طرح ہیں اولے برساتا ہے جس سے بہتوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اور بہت سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ پھر اس بادل میں بجلی بھی ہوتی ہے جس کی چمک اتنی تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اب بجلی کی چمک سے آنکھوں کی بینائی گئی۔ پھر یہ بھی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن آتا ہے۔ وہ ہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے۔ تو انسان کو چاہئے کہ قدرت کے ایسے عظیم الشان نشانات دیکھ کر بصیرت اور عبرت حاصل کرے اور اس شہنشاہِ حقیقی کی طرف دل سے رجوع ہو جس کے قبضہ میں ان تمام تصرفات کی باگ ڈور ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے ہر چلنے والا جاندار خواہ بری ہو یا بحری، سب کی اصل پانی ہے۔ فلسفہ بھی بتاتا ہے کہ تمام کائنات کی اصل ایک سیال مادہ ہے۔ کوئی اس کو گیس کہتا ہے کوئی کچھ۔ قرآن نے اس کو پانی کہا ہے۔ تو مختلف جنس۔ مختلف نوع ۔ مختلف حیثیت رکھنے والے جانداروں کی پیدائش یہ بھی اللہ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ ان جانداروں میں کوئی تو پیٹ کے بل چلتا ہے جیسے سانپ مچھلی وغیرہ اور اکثر کیڑے اور پانی کے جانور، کوئی دو پاؤں سے چلتا ہے جیسے انسان اور پرندہ، کوئی چار پاؤں پر چلتا پھرتا ہے جیسے مویشی اور پھر اسکی قدرت اسی پر محدود نہیں وہ جس کو جیسا چاہے بنادے تو یہ صنعت عجیبہ خدا کے سوا کوئی اور بھی کر سکتا ہے؟ جب کوئی نہیں تو اسی کی قدرت وحکومت اور الوہیت مسلم ہوئی پھر اس کو کیوں نہیں مانا جاتا؟ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طرف اپنی قدرت کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دی ہیں تا کہ انسان ان نشانیوں کو دیکھے اور ان سے اللہ کو پہچانے اور اس کے آگے جھکے پھر حق کے سمجھانے کے لئے اور ہدایت عام کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صاف صاف آیتیں بھی اپنے رسول پر نازل کر کے انسانوں کو پہنچا دیں جو حقیقت کو بالکل واضح کر دیتی ہیں، جنہیں سن کر چاہئے تو یہ تھا کہ کوئی آدمی بھی نہ بھٹکتا، لیکن ہدایت اور سیدھی راہ پر چلتا وہی ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی ہو۔ لاکھوں انسان یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھتے ہیں، لیکن نتیجہ کے اعتبار سے ان کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہے۔ جس انسان کی عقل کو اللہ تعالیٰ ہی اپنے نور ہدایت سے منور کر دیتا ہے اس کی عقل سیدھا راستہ اس کو سمجھا دیتی ہے کہ وہ الوہیت کے حقوق اور احکام الٰہیہ کو بجالاتا ہے۔ ورنہ بہت سے تو محروم ہی رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اَبر کا اٹھنا اور ان کا اکٹھا ہو کر گہری گھٹا کا بن جانا۔ پھر اس سے مینہ کا برسنا، اولوں کا گرنا، بجلی کا کوندنا اور شبانہ روز کا ادل بدل ہونا یہ سب اللہ کی قدرت کے نمایاں آثار

ہیں۔ جنہیں دیکھ کر انسان کو اللہ کی معرفت حاصل کرنی چاہیئے اور ایمان و اطاعت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اسی طرح مختلف جنس۔ اور مختلف نوع اور مختلف اقسام کے جانوروں کی پیدائش بھی اللہ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اگر انسان عقل کی روشنی سے کام لے۔ پھر دماغوں کو بیدار کرنے اور جہالت کو دور کرنے اور علمی روشنی پیدا کرنے کے لئے اللہ پاک نے قرآنی آیات نازل فرمائیں جن سے علمی و عملی حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔ صحیح غلط میں امتیاز اور خیر و شر میں فرق ہوجاتا ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ جہالت کی وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ کوئی نشانی، کوئی دلیل۔ کوئی تذکیر ان کے دماغوں میں روشنی اور اعمال میں اصلاح پیدا نہیں کرتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہادی برحق اللہ پاک ہی کی ذات ہے وہ جس کو چاہتا ہے علم و عمل کا سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اسباب کی تدبیر بھی دستِ قدرت کی محتاج ہے۔ خالی عقل، یا فطرت یا نزول احکام کسی کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی نہ ہو۔

اسی بات کی تائید میں ایک گمراہ فرقہ یعنی منافقوں کا آگے تذکرہ فرمایا جاتا ہے کہ جن کو باوجود ہر طرح سے حق کے سمجھانے والے دلائل اور عام احکام ہدایت نازل ہونے کے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی قدرت سے ہماری بھی ہدایت کے سامان عطا فرمائیں اور قرآن پاک کے نور ہدایت سے ہمارے دلوں کو منور فرمائیں اور اپنی قدرت کی نشانیوں کو ہمارے لئے اپنی معرفت کا ذریعہ بنا دیں تا کہ احکام الٰہیہ کی طاعت و بجا آوری ہمارے لئے آسان ہو اور غفلت و جہالت کے پردے ہمارے دلوں سے چاک فرما دیں تا کہ کسی آن ہم سے چھوٹی یا بڑی کوئی نافرمانی سرزد نہ ہو۔

یا اللہ! یہ آپ ہی کی قدرت اور مشیت ہے کہ بادلوں سے پانی برستا ہے اور پھر وہ آپ ہی کی مشیت سے کسی کے لئے رحمت ہے اور کسی کے لئے زحمت ہے۔ جس کو آپ چاہیں فائدہ پہنچاتا ہے اور جس کو آپ چاہیں نقصان دیتا ہے۔

یا اللہ! آپ نے اپنی معرفت کے لئے دنیا میں اپنی قدرت کی بے شمار نشانیاں پھیلا رکھی ہیں تا کہ انسان انہیں دیکھے اور آپ کی وحدانیت الوہیت اور ربوبیت کا معترف ہو کر آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرے۔

یا اللہ! آپ نے اپنے فضل و کرم سے انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم نازل فرما کر ہر ایک کی ہدایت کا سامان فرما دیا۔ مگر ہم نے اپنی غفلت اور جہالت سے آپ کی اس نعمت عظیم قرآن کریم کی قدر نہ پہچانی۔

یا اللہ! ہادیٔ برحق آپ ہی کی ذات عالی ہے۔ ہم آپ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ آپ ہی سے التجا اور فریاد کرتے ہیں کہ ہمارے لئے ہدایت کے راستہ پر چلنا آسان کر دے اور اپنی رضا کا حصول ہمارے لئے سہل فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ

اور (یہ منافق) لوگ (زبان سے) دعوے کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور حکم مانا پھر اس کے بعد ان میں کا ایک گروہ سرتابی کرتا ہے، اور یہ لوگ

اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

(دل میں) اصلاً ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب یہ لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ رسول اُن کے درمیان فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا

پہلوتہی کرتا ہے۔ اور اگر ان کا حق (کسی کی طرف واجب) ہو تو سر تسلیم خم کیے ہوئے آپ کے پاس چلے آتے ہیں۔ آیا ان کے دلوں میں (کفر جازم کا) مرض ہے یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑے ہیں

اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾

یا اُن کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم نہ کرنے لگیں (سو ان میں سے کوئی سبب) نہیں بلکہ (اصلی سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ برسرظلم (ہوئے) ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَبِالرَّسُوْلِ اور رسول پر	وَاَطَعْنَا اور ہم نے حکم مانا	ثُمَّ يَتَوَلّٰى پھر پھر گیا			
فَرِيْقٌ ایک فریق	مِّنْهُمْ ان میں سے	مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد	وَمَآ اُولٰٓئِكَ اور وہ نہیں	بِالْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والے	وَاِذَا اور جب			
دُعُوْٓا وہ بلائے جاتے ہیں	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کا رسول	لِيَحْكُمَ تاکہ وہ فیصلہ کردیں	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	اِذَا ناگہاں			
فَرِيْقٌ ایک فریق	مِّنْهُمْ ان میں سے	مُّعْرِضُوْنَ منہ پھیر لیتا ہے	وَاِنْ اور اگر	يَّكُنْ ہو	لَّهُمُ ان کیلئے	الْحَقُّ حق	يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ وہ آتے ہیں اسکی طرف	
مُذْعِنِيْنَ گردن جھکائے	اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ کیا ان کے دلوں میں	مَّرَضٌ کوئی روگ	اَمِ یا	ارْتَابُوْٓا وہ شک میں پڑے ہیں	اَمْ یا			
يَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	اَنْ کہ	يَّحِيْفَ اللّٰهُ ظلم کرے گا اللہ	عَلَيْهِمْ ان پر	وَرَسُوْلُهٗ اور اسکا رسول	بَلْ بلکہ	اُولٰٓئِكَ وہ	هُمُ وہی	الظّٰلِمُوْنَ ظالم

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو حق کے سمجھانے والے دلائل عام ہدایت کے لئے نازل فرمائے ہیں مگر ان سے فائدہ انہی لوگوں کو پہنچتا ہے جن کو فائدہ پہنچانا ہادیٔ برحق کو منظور ہو۔ اب آگے ان آیات میں اس گمراہ طبقہ میں سے ایک خاص گروہ کا بیان ہے جن کو شمع ہدایت کے ہوتے ہوئے راہِ حق نہ ملی۔ یہ طبقہ منافقوں کا تھا جو منہ سے تو اسلام کا دعویٰ اور فرمانبرداری کا اقرار کرتے تھے مگر دل سے اسلام کے منکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے۔ مسلمانوں کے سامنے آتے تو اسلام دوستی کی باتیں کرتے اور جب تخلیہ میں اپنے ہم نواؤں سے ملتے تو وہی کور باطنی ظہور میں آتی۔ اسی طبقہ میں سے بعض کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔

مفسرین نے ان آیات کے نزول کے متعلق بعض خاص واقعات بھی بیان کئے ہیں لکھا ہے کہ بشر ایک منافق تھا۔ کچھ زمین کے متعلق کسی یہودی سے اس کا جھگڑا ہوگیا یہودی نے کہا کہ تم اپنے پیغمبر کے پاس چلو۔ ان کے فیصلہ کو میں تسلیم کرلوں گا۔ تو منافق بولا وہاں نہیں۔ کعب بن اشرف یہودی کے پاس چلو۔ اس سے فیصلہ کرائیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل وانصاف اور صدق وامانت تو مخالفین کے نزدیک بھی مسلم تھا۔ یہودی سمجھتا تھا کہ اگر مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اجلاس میں جائے گا اور میرا حق ثابت ہو جائے گا تو آپ اسی کے موافق فیصلہ فرما دیں گے مگر منافق باوجودیکہ دعویٰ ایمان اور اطاعتِ رسول کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے سے کتراتا اور اپنے جھگڑے کے فیصلہ کے واسطے یہ سمجھ کر کہ وہاں تو فیصلہ تمام تر حق وانصاف ہی کے مطابق ہوگا اور کوئی خیانت اور چالاکی چلنے نہ پائے گی ٹال مٹول کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلہ کے لئے مقدمہ لانے سے پہلو بچاتا کہ وہاں تو قلعی کھل جائے گی۔ ہاں جب ان کا حق کسی اور کے ذمہ نکلتا ہوتا اور یہ منافق خود مظلوم ہوتے تو پھر بے تکلف اپنے مقدمہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اس اطمینان پر کہ وہاں تو حق رسی ہی ہوگی۔

الغرض ان آیات میں منافقین کے متعلق ذکر ہے اور جتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین زبان سے تو دعویٰ ایمان اور اطاعت رسول کا کرتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو پھر جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں شروع ہی سے ایمان موجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ زبانی جمع خرچ تھا۔ امتحان اور آزمائش کے وقت اس کی بھی قلعی کھل جاتی تھی۔ اگر ان منافقین کا جھگڑا کسی سے ہو گیا اور یہ سمجھتے ہوں کہ ہم ناحق پر ہیں۔ اس وقت اگر دوسرا فریق کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چل کر اس معاملہ کو طے کرا لو تو یہ منافق رضامند نہیں ہوتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً بلارو رعایت حق کے موافق فیصلہ کریں گے جو ان کے مفاد کے خلاف پڑے گا۔ حالانکہ پہلے سے یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور انکا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ اب وہ دعویٰ کہاں گیا؟ ہاں اگر کسی معاملہ میں حق ان کی جانب ہو تو اس وقت بہت جلدی سے گردن جھکا کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو جائیں اور فیصلہ کا انحصار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر کر دیں گے۔ کیونکہ سمجھتے ہیں کہ عدالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ تو یہ ایمان اور اسلام کیا ہوا؟ محض نفس و ہوا پرستی ہوئی۔ اس کے متعلق صاف فرمایا گیا وما اولٰٓئِکَ بالمؤمنین۔ اور یہ لوگ ہرگز ایمان والے نہیں۔ کیونکہ ان کے عمل سے ثابت ہوا کہ ان کے دلوں میں شریعت کی صداقت کا یقین نہیں۔ رسول کی رسالت اور قرآن کی حقانیت سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ یہ تو خواہش نفس کے بندے ہیں جہاں اپنے مطلب کو پورا ہوتے دیکھا تو متوجہ ہو جاتے۔ ورنہ منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ منافقین کے اس طرز عمل کی دو ہی وجہ ممکن ہیں یعنی خدا اور رسول کی بابت انہیں کوئی دھوکا لگا ہوا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت یا اللہ کے وعدہ وعید میں کوئی شک و شبہ ہے یا ان کو یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے معاملات کے خلاف انصاف فیصلہ کریں گے؟ اس لئے حضور کی عدالت میں مقدمہ لے جاتے ہوئے کتراتے ہیں۔ سنو یاد رکھو وہاں تو ظلم اور بے انصافی کا امکان ہی نہیں، ہاں خود ان ہی لوگوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے اس لئے اپنے معاملات کو خدائی عدالت میں لانے سے گھبراتے ہیں۔ جہاں یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کا منصفانہ فیصلہ ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا۔

مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ یہ معاملہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی کے لئے نہ تھا بلکہ آپ کے بعد بھی جو اسلامی حکومت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اس کی عدالت میں طلبی دراصل اللہ اور رسول کی عدالت میں طلبی ہے اور اس سے منہ موڑنے والا درحقیقت اللہ اور رسول سے منہ موڑنے والا ہے۔ انہی آیات سے فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ حاکم شریعت جب کسی مقدمہ کے تصفیہ کے لئے بلائے تو حاضری لازمی ہے خود ایک حدیث میں جسے حسن بصریؒ

نے روایت کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے حکام عدالت میں سے کسی حاکم کی طرف بلایا جائے اور وہ حاضر نہ ہو تو وہ ظالم ہے اس کا کوئی حق نہیں ہے یعنی ایسا شخص سزا کا بھی مستحق ہے اور مزید برآں اس کا بھی مستحق ہے کہ اس کے خلاف یک طرفہ فیصلہ دے دیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ یہ آیات اس حقیقت کو صاف صاف کھول کر بیان کر رہی ہیں کہ شریعتِ الٰہی کے مطابق معاملات کا فیصلہ کرنا اور کرانا عین لازمۂ ایمان ہے۔ جو شخص شریعت کے احکام جو اپنے مطلب کے موافق ہوں ان کو تو لپک کر خوشی خوشی لے لے مگر جو شریعت الٰہیہ میں اس کی اغراض وخواہشات کے خلاف ہو اسے رد کر دے اور اس کے مقابلہ میں دوسرے دنیوی احکام و قوانین کو ترجیح دے اور قبول کرے تو ان آیات کے مطابق وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے سورۂ اعراف کی ایک آیت کے تشریح کے ضمن میں لکھا ہے کہ جیسے قلب سے نبی کی تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور برتاؤ میں مخالفت وعداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جو لوگ شرعی احکام واصول کی توہین کرتے ہیں اور ان کو نا قابلِ التفات سمجھ کر ہنسی اڑاتے ہیں وہ ایمان سے خارج ہو جاتے ہیں گو وہ زبانی کیسا ہی اسلام کا دعویٰ کرتے رہیں۔

یہاں ان آیات میں تو بیان منافقین کے متعلق ہوا جو بظاہر مسلمان بنے ہوتے ہیں مگر در پردہ اسلام اور مسلمانوں کے مخالف ہیں اور جو حقیقی مسلمان ہیں ان کا رویہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اسلام اور ایمان کے زبانی اقرار کے ساتھ دل سے بھی شریعت الٰہیہ کا مطیع وفرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں قرآنی احکام اور شرعی قوانین کے آگے ہماری گردنیں ہمیشہ جھکی رہیں اللہ تعالیٰ شریعتِ مطہرہ کی مخالفت سے علماً و عملاً ہم سب کو محفوظ رکھیں اور ظاہر میں و باطن میں دل وجان سے کامل اتباع شریعت الٰہیہ کا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! منافقین کا گروہ ابتدا ہی سے اہل اسلام میں گھسا ہوا ہے۔ اور طرح طرح کی فتنہ پردازیاں کرتا رہا ہے۔

یا اللہ! اس ملک میں بھی منافقین کی خصلتوں کے حامل لوگ موجود ہیں اور جو اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ میں روڑے اٹکارہے ہیں۔

یا اللہ! ایسے لوگوں کے شر سے اس ملک کو اور اہل اسلام کو بچا لیجئے۔ اگر ان مفسدوں کے لئے ہدایت مقدر ہے تو ان کو اسلام کا سچا پیرو بنا دیجئے ورنہ ان کے وجود سے اہل ملک کو پاک کر دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَّقُولُوا سَمِعْنَا

مسلمانوں کا قول تو جبکہ اُن کو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی طرف بُلایا جاتا ہے تاکہ اُن کے درمیان فیصلہ کردیں یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سُن لیا

وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولٰٓئِكَ

اور مان لیا۔ اور ایسے لوگ فلاح پائیں گے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کا کہا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے ہی لوگ بامراد ہونگے۔

هُمُ الْفَآئِزُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُلْ لَّا تُقْسِمُوا ۚ

اور وہ لوگ بڑا زور لگا کر قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ واللہ (ہم ایسے فرمانبردار ہیں کہ) اگر آپ اُنکو (یعنی ہم کو) حکم دیں تو وہ ابھی نکل کھڑے ہوں۔ (آپ اُن سے) کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ

طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۖ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ

(تمہاری) فرمانبرداری (کی حقیقت) معلوم ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ آپ کہیئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ

تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا

روگردانی کروگے تو سمجھ رکھو کہ رسولؐ کے ذمہ وہی ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے اُن کی اطاعت کرلی تو راہ پر جالگو گے۔

الْبَلٰغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾

اور رسولؐ کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچادینا ہے۔

إِنَّمَا اسکے سوانہیں	كَانَ ہے	قَوْلَ بات	الْمُؤْمِنِينَ مومن	إِذَا جب	دُعُوٓا وہ بلائے جاتے ہیں	إِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	وَرَسُولِهِ اور اسکا رسول
لِيَحْكُمَ تاکہ وہ فیصلہ کردیں	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	أَنْ کہ۔ تو	يَقُولُوا وہ کہتے ہیں	سَمِعْنَا ہم نے سُنا	وَأَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی		
وَأُولٰٓئِكَ اور وہ	هُمُ وہی	الْمُفْلِحُونَ فلاح پانے والے	وَمَنْ اور جو	يُطِعِ اللّٰهَ اطاعت کرے اللہ کی	وَرَسُولَهُ اور اسکا رسول	وَيَخْشَ اور ڈرے	
اللّٰهَ اللہ	وَيَتَّقْهِ اور پرہیزگاری کرے	فَأُولٰٓئِكَ پس وہ	هُمُ وہی	الْفَآئِزُونَ کامیاب ہونیوالے	وَأَقْسَمُوا اور انہوں نے قسم کھائی بِاللّٰهِ اللہ کی		
جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ اپنی زوردار قسمیں	لَئِنْ البتہ اگر	أَمَرْتَهُمْ آپ حکم دیں انہیں	لَيَخْرُجُنَّ تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے	قُلْ فرمادیں			
لَا تُقْسِمُوا تم قسمیں نہ کھاؤ	طَاعَةٌ اطاعت	مَّعْرُوفَةٌ پسندیدہ	إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	خَبِيرٌ خبر رکھتا ہے	بِمَا وہ جو	تَعْمَلُونَ تم کرتے ہو	
قُلْ فرمادیں	أَطِيعُوا اللّٰهَ تم اطاعت کرو اللہ کی	وَأَطِيعُوا اور اطاعت کرو	الرَّسُولَ رسول کی	فَإِنْ تَوَلَّوْا پھر اگر تم پھر گئے	فَإِنَّمَا تو اسکے سوانہیں		
عَلَيْهِ اس پر	مَا جو حُمِّلَ بوجھ ڈالا گیا (ذمے)	وَعَلَيْكُمْ اور تم پر	مَّا حُمِّلْتُمْ جو بوجھ ڈالا گیا تم پر (ذمے)	وَإِنْ اور اگر	تُطِيعُوهُ تم اطاعت کروگے		
تَهْتَدُوا تم ہدایت پالوگے	وَمَا اور نہیں	عَلَى پر	الرَّسُولِ رسول	إِلَّا مگر۔ صرف	الْبَلٰغُ پہنچادینا	الْمُبِينُ صاف صاف	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں منافقین کا حال بیان ہوا تھا کہ یہ لوگ زبان سے تو ایمان اور رسولؐ کی فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں مگر

آزمائش کے موقع پر منہ موڑ جاتے ہیں۔ جب کسی فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ تو حاضر ہونے سے ٹال مٹول کرتے ہیں اور اگر ان کو یہ معلوم ہو جاوے کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا تو دربار رسالت میں دوڑے چلے آتے ہیں گویا خواہش نفس کے بندے ہیں کہ جہاں اپنا مطلب اور ہوا و ہوس کو پورا ہوتا دیکھا تو اللہ اور اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ورنہ منہ پھیر کر چل دیتے ہیں ایسے منافقین کے متعلق کہا گیا تھا کہ یہ لوگ بالکل مومن نہیں۔ اور ان کا شمار ایمانداروں میں نہیں ہو سکتا۔

اب ان منافقین کے مقابل میں مخلص مومنین اور سچے اور پکے مسلمانوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے تا کہ نفاق اور ایمان کی کسوٹی نمایاں ہو جائے اور مخلص و منافق کو جانچنے کا ایک ضابطہ معلوم ہو جائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مومن یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے اور یہ ہونا چاہئے کہ جب کسی معاملہ میں ان کو خدا اور رسول کی طرف بلایا جائے خواہ اس میں بظاہر ان کا نفع ہو یا نقصان۔ بغیر توقف اور کسی پس و پیش کے فی الفور سمعنا و اطعنا کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جاویں۔ اسی میں ان کی اصل بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے اور ایسے ہی لوگ آخرت میں فلاح پائیں گے۔

آگے ایک عام ضابطہ اور قاعدہ کلیہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور احکام الٰہیہ کی مخالفت سے بچے تو اس کے لئے دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے نیز ان منافقین کی جن کا ذکر گذشتہ آیت میں ہوا یہ حالت ہے کہ وہ بڑی زوردار تاکیدی قسمیں کھا کر آپ کو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ واللہ آپ ہم کو حکم دیں تو ہم سب گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکلنے کے لئے تیار ہیں اور حضور ذرا اشارہ فرمائیں تو سب مال و دولت اللہ کے راستہ میں لگا دیں۔ حق تعالیٰ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منافقین سے کہہ دیجئے کہ ایسی لمبی چوڑی قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت سب کو معلوم ہو چکی کہ زبان سے دعویٰ بہت کچھ کیا کرتے ہو اور عمل کا وقت آئے تو چپکے سے کھسک جاتے ہو۔ فرض کرو کہ قسمیں کھا کر بندوں کو اپنی بات کا یقین بھی دلا دو لیکن اللہ تعالیٰ کے آگے کسی کا فریب اور چالاکی نہیں چل سکتی وہ تو تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ پس باتیں بنانے سے کام نہیں چلتا۔ کام کرو یعنی اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کرو۔ آگے حق تعالیٰ اسی مضمون کی تاکید میں خود ان لوگوں کو خطاب فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کا بوجھ رکھا گیا ہے۔ جس کو آپ نے پوری طرح کما حقہ، ادا کر دیا اور تم پر جو بوجھ ڈالا گیا ہے وہ تصدیق اور قبول حق کا ہے اور اس کے موافق عمل کرنے کا۔ اگر تم اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل دل سے کرو گے تو دارین کی کامیابی اور صلاح و فلاح پاؤ گے اور دنیا و آخرت میں خوش رہو گے۔ ورنہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کچھ نقصان نہیں۔ تمہاری شرارت اور سرکشی کا خمیازہ تم کو ہی بھگتنا پڑے گا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا فرض ادا کر کے عند اللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے اب آگے تم سے باز پرس ہوگی کہ قبول کیا یا نہیں اور اطاعت اختیار کی یا نہیں؟

اطاعت کا کام ہے کس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اگر تم نے روگردانی نہ کی اور رسول کی اطاعت کر لی تو راہِ ہدایت پر جا لگو گے۔ بہر حال رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر احکام پہنچا دینا ہے (آگے تم سے باز پرس ہوگی کہ قبول کیا یا نہیں۔''

خلاصہ یہ کہ اخلاص کا ثبوت عمل سے ہوتا ہے محض زبانی اقرار عملی مخالفت کے ساتھ مومن ہونے کے لئے کافی نہیں۔ مومن کے لئے لازم ہے کہ فرائض الٰہیہ کو ادا کرے۔ سنن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے، گذشتہ گناہوں کے مواخذہ سے ڈرتا رہے اور آئندہ کے لئے نافرمانیوں اور گناہوں سے اجتناب کرے۔ ایسے لوگوں کے لئے اُخروی کامیابی اور بامراد ہونے کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور علاوہ آخرت کی کامیابی کے ایسے لوگوں کو دنیوی انعامات بھی ملنے والے ہیں جیسا کہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ 25

تم میں جولوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اُن سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا اُن سے پہلے (اہل ہدایت)

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ

لوگوں کو حکومت دی تھی۔اور جس دین کو اُن کیلئے پسند فرمایا ہے (یعنی اسلام) اسکو اُن کیلئے قوت دیگا اور اُن کے اس خوف کے بعد اُس کو مبدل بامن کردے گا

بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں (اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں۔اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدہ) کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ

اور (اے مسلمانو!) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (باقی احکام میں بھی) رسول کی اطاعت کیا کرو تا کہ تم پر (کامل) رحم کیا جاوے۔(اے مخاطب)

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع

کافروں کی نسبت خیال مت کرنا کہ زمین میں (بھاگ کر ہم کو) ہرادیں گے اور (آخرت میں) اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ اللہ نے وعدہ کیا	الَّذِيْنَ ان لوگوں سے	اٰمَنُوْا جو ایمان لائے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَعَمِلُوْا اور کام کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ وہ ضرور انہیں خلافت دے گا	فِي الْاَرْضِ زمین میں	كَمَا جیسے	اسْتَخْلَفَ اس نے خلافت دی	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَلَيُمَكِّنَنَّ اور ضرور قوت دے گا	لَهُمْ ان کیلئے	دِيْنَهُمُ ان کا دین	الَّذِي جو	ارْتَضٰى اس نے پسند کیا
لَهُمْ ان کیلئے	وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ اور البتہ ضرور بدل دیگا ان کیلئے	مِنْ بَعْدِ بعد	خَوْفِهِمْ انکا خوف	اَمْنًا امن	يَعْبُدُوْنَنِيْ وہ میری عبادت کرینگے
لَا يُشْرِكُوْنَ وہ شریک نہ کریں گے	بِيْ میرا	شَيْئًا کوئی شے	وَمَنْ اور جس	كَفَرَ ناشکری	بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ پس وہی لوگ
الْفٰسِقُوْنَ نافرمان	وَاَقِيْمُوْا اور تم قائم کرو	الصَّلٰوةَ نماز	وَاٰتُوْا اور ادا کرو تم	الزَّكٰوةَ زکوٰۃ	وَاَطِيْعُوْا اور اطاعت کرو	الرَّسُوْلَ رسول
لَعَلَّكُمْ تاکہ تم پر	تُرْحَمُوْنَ رحم کیا جائے	لَا تَحْسَبَنَّ ہرگز گمان نہ کریں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	مُعْجِزِيْنَ عاجز کرنیوالے ہیں	
فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَمَاْوٰىهُمْ اوران کا ٹھکانہ	النَّارُ دوزخ	وَلَبِئْسَ اور البتہ بُرا	الْمَصِيْرُ ٹھکانہ	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مخلص مؤمنین کا حال بیان فرما کر بتلایا گیا تھا کہ یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تو بلا پس وپیش بسر وچشم کہہ کر حاضر ہو جاتے ہیں ایسے ہی مومنین کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ پھر اوپر بطور قاعدہ کلیہ کے یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں وہی بامراد اور پورے کامیاب ہوں گے جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانیں گے۔ دل میں ہر وقت اللہ کا خوف رکھیں گے اور اس کے احکام کی مخالفت سے بچیں گے۔ پھر یہ بھی کھلی ہوئی نصیحت اور ہدایت فرمادی گئی تھی کہ پیغمبر علیہ السلام کا جو کام تھا یعنی تبلیغ دین وہ پورا فرما چکے اب یہ تمہارا کام ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے پیغام کو سنو اور سمجھو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ اگر تم اللہ کے رسول کا کہنا مانو گے اور ان کے احکام کی اتباع وپیروی کرو گے تو دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں

سرخرو اور بامراد ہو گے۔ کامیابی تمہارے قدم چومے گی اور سارے مقاصد حاصل کرنے کا سیدھا راستہ تمہیں مل جائے گا۔

اب آگے ان آیات میں صاف بتلا دیا گیا کہ پیغمبر علیہ السلام کے فرمانبردار کو کیا کچھ اسی دنیا میں ملنے والا ہے۔ یہاں ضروری ہے کہ آپ اس وقت اور اس حالت کو ذہن میں رکھیں جب کہ ان آیات کا نزول تھا۔ تیرہ سال تک کفار مکہ کے مظالم خاموشی اور استقلال کے ساتھ سہتے سہتے مسلمان اللہ کے حکم سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے۔ مگر یہاں بھی شروع میں کافروں نے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور مطیع صحابہ کرام جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے اور انصار مدینہ جو ان کے مددگار اور ساتھی ہو گئے تھے۔ ابتداء میں ان سب حضرات کو بڑی مصیبتوں سے سابقہ پڑا۔ کفار مکہ کی دشمنی کے علاوہ خود یہود مدینہ مخالفت پر کمربستہ تھے۔ تمام جزیرۂ عرب بلکہ حدود شام کے رہنے والے عیسائی بھی دشمن ہو گئے۔ ان کے علاوہ ایک گروہ منافقوں کا پیدا ہو گیا جو ظاہر میں مسلمانوں سے ملے رہتے تھے مگر باطن میں دشمنوں کے ساتھی تھے۔ اہلِ اسلام کو ہر وقت دشمنوں کی یورش کا خطرہ رہتا تھا۔ شبانہ روز خوف کی حالت تھی۔ مسلمان ہر وقت ہتھیار بند رہتے تھے۔ اسی حالت میں ایک بار ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارے لئے ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا کہ ہتھیار کھول کر امن کے ساتھ رہیں اور اللہ کے سوا ہم کو کسی کا خوف نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی قدر اسی حالت پر صبر کرنا پڑے گا لیکن پھر ایسی حالت ہو جائے گی کہ تم امن کے ساتھ جلسوں میں چادریں اوڑھے بیٹھے رہو گے اور ہتھیار کا نام بھی نہ ہوگا۔ اس وقت میں ان آیات کا نزول ہوا جس میں ایک عظیم الشان پیشین گوئی فرمائی گئی اور صحابۂ کرام کو بشارات سنائی گئیں کہ آج یہ مخالفین سے لرزاں و ترساں ہیں لیکن عنقریب ان کو زمین کی حکومت اور سلطنت دی جائے گی۔ یہ پیغمبر علیہ السلام کے جانشین ہو کر دین حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی و تری میں اس دین الٰہی کا سکہ بٹھا دیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا۔ وہ کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوں گے اور دنیا میں امن وامان کا دور دورہ ہوگا۔ ان مقبول و معزز بندوں کی ممتاز شان یہ ہوگی کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہوگی صرف ایک خدا کے غلام ہوں گے۔ اسی سے ڈریں گے اسی سے امید رکھیں گے اسی پر بھروسہ کریں گے۔ اسی کی رضا میں ان کا جینا اور مرنا ہوگا۔ کسی دوسری ہستی کا خوف و ہراس ان کے پاس نہ پھٹکے گا۔ نہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پروا کریں گے۔ الحمدللہ کہ حق تعالیٰ کا یہ وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھوں پورا ہوا اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مکہ، خیبر، بحرین، جزیرۂ عرب اور یمن تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتح ہو گیا تھا۔ پھر جب آپ کی خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھالی تو جزیرۂ نما عرب کی حکومت کو مضبوط اور مستقل بنایا۔ ایک لشکر جرار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف بھیجا اور وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ شام کے ممالک کی طرف حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں اسلام کے جانبازوں کو روانہ فرمایا جہاں صلیبی نشان گرا کر اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔ پھر مصر کی طرف مجاہدین کا ایک لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرداری میں روانہ فرمایا۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو تمام ملک شام، پورا علاقہ مصر اور اکثر ملک فارس کا آپ کی خلافت کے زمانہ میں فتح ہوا۔ سلطنتِ کسریٰ کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ گئے۔ قیصر کو فنا کر دیا۔ ان سلطنتوں کی صدیوں کی دولت اور جمع کئے ہوئے بے شمار خزانہ بندگانِ خدا پر خرچ کئے گئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور آتا ہے تو مشرق و مغرب تک خدا کا دین پھیل جاتا ہے۔ مجاہدین کی تلواریں خدا کے دین کو دنیا کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ میں پہنچا دیتی ہیں، اُندلس، قبرص یہاں تک کہ چین تک آپ کے زمانہ میں فتح ہوئے، دوسری طرف مدائن، عراق، خراسان سب فتح ہو گئے۔ سلطنت خاقان خاک میں مل گئی۔ عالم میں سب

سے بڑا اقتدار اہل اسلام کا ہو گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۳۰ سال بہت ہی قوت اور شوکت کے رہے۔ غرض کہ حق تعالیٰ نے جو وعدہ ان آیات میں فرمایا تھا کہ دنیا کی سلطنت وحکومت ان کو عطا فرمائے گا وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں پورا ہوا۔ پھر حکومت عطا کرنے کا منشا بھی ظاہر فرمادیا کہ دنیوی سلطنت دینے کا اصل منشاء دین کو بلند اور مستحکم کرنا ہے۔ نہ کہ محض دنیا طلبی۔ یہی سبب ہے کہ جب مسلمانوں نے بھی حکومت اور سلطنت کی اصل غرض کو فراموش کردیا اور سلطنت کو صرف ظاہری برتری اور نام ونمود کا ذریعہ بنالیا اور دین کی حمایت اور اشاعت کو پس پشت ڈال دیا تو اللہ نے ان سے ظاہری شوکت وجلال بھی چھین لیا کیونکہ اس وقت اہل حق کی سلطنت اور اہل باطل کی حکومت میں کوئی فرق نہ رہا اور امتیاز دینی فوت ہو گیا اس لئے آگے صاف فرمادیا گیا کہ اگر اس انعام باری تعالیٰ سے کسی نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور عطائے سلطنت کی اصل غرض کو فوت کردیا اور عدل کو چھوڑ کر ظلم کی طرف میلان کیا اور توحید وعبادت کے جذبہ کو پس پشت ڈال کر دنیوی کامرانی اور عیش پرستی کو مطمع نظر بنالیا اور اس طرح کفرانِ نعمت کیا تو ایسے لوگ فاسق ہیں۔ حکم الٰہی سے سرتابی کرنے والے ہیں۔ ان سے نہ وعدۂ نصرت ہے نہ غلبہ وتسلط عطا کرنے یا قائم رکھنے کی صراحت ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب خلفائے راشدین کے بعد خلافت اسلامیہ کسریٰ اور ہرقل کے طریق پر چلنے لگی اور دنیاوی نام ونمود اور ظاہری بہبود کے جال میں پھنس گئی اور بیت المال رعایا کا نہ رہا بلکہ سلطنت کا خزانہ ہو گیا اور بادشاہ کا موروثی مال سمجھا جانے لگا اور فسق وفجور پھیل گیا تو مسلمانوں کے اقبال کے ستارہ کو گہن لگنا شروع ہو گیا۔ ترقی کے بجائے تنزل اور سعادت کے بجائے نحوست آگئی اور اصولِ قرآنی کی خلاف ورزی نے حکومت اسلامیہ کی جڑ کو گھن کی طرح کھانا شروع کردیا اور انجام کار یہ روز بد تک دیکھنا نصیب ہوا جو آج ہماری نظروں کے سامنے ہے کہ مسلمانوں کا قبلۂ اول یعنی بیت المقدس بھی کفار کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آیت میں اسی لئے حق تعالیٰ نے آگے ہدایت فرمادی کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اللہ کے فرمانوں پر کاربند رہیں۔ خصوصاً نماز کی پابندی رکھیں، شرعی زکوٰۃ دیں اور ہر قول وعمل میں اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلیں تاکہ اللہ ان پر رحم فرمائے اور اپنی رحمت سے ان کو سرفراز کرے۔

چونکہ ان آیات کے نزول کے وقت عرب کی کفر پرستی اور شرک انگیزی کے علاوہ دنیا کی دوسری ممتاز سلطنتیں بھی کافر تھیں ایران، عراق، شام وروم میں بھی کافروں ہی کی حکومتیں تھیں۔ یہ تو بیرونی حالت تھی۔ خیبر، فدک اور مدینہ کے یہودی بغل گھونسہ بنے ہوئے تھے۔ منافق آستین کا سانپ تھے۔ اس صورت میں اقتضائے بشریت کے موافق مسلمانوں کو اپنے مذہب، جان، مال اور عزت آبرو کا خطرہ ہونا طبعی بات تھی اس لئے بطور تسلی کے فرمایا گیا کہ یہ تمام کفار خدا کو ہرا نہیں سکتے۔ یعنی کفار کی ظاہری طاقت، مال کی فراوانی، لشکر کی کثرت، جاہ وجلال کی سطوت کوئی چیز بھی خدا پر غالب نہیں آسکتی۔ مسلمانوں میں اگرچہ مادی قوت نہیں، ہتھیاروں اور فوجوں کی کثرت نہیں، ملک کی وسعت نہیں مگر خدائی طاقت ان کے ساتھ ہے جو تمام عالم پر غالب ہے۔ وہی کافروں پر مسلمانوں کو غالب کردے گا اور وہی ان کفار کی قوتوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دے گا اس لئے مسلمانوں کو خوف وہراس نہ کرنا چاہئے۔ یہ کافر ادھر ادھر بھاگ کر کہیں بھی اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے اور ان کا اصلی ٹھکانا تو جہنم میں مقرر ہو چکا ہے جو نہایت بری جگہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت وفرمانبرداری پر دین ودنیا کی کامیابی وکامرانی کی بشارت سنائی گئی۔ جس کے اولین مصداق صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ ان کے حق میں یہ بشارت بحمد اللہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ اب جو عفت وعصمت اور آدابِ معاشرت کے احکام و ہدایات کا سلسلہ ابتدائے سورۃ سے شروع ہوا تھا وہ پھر آگے جاری ہوتا ہے اور بعض خانگی احکام کی تلقین فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

اے ایمان والو تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے اُن کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیے

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ

(ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب (سونے لیٹنے کیلئے) دوپہر کو اپنے (بعض) کپڑے اُتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے)

صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ

نمازِ عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردوں کے ہیں۔ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ اُن پر کچھ الزام ہے (کیونکہ) وہ بکثرت تمہارے پاس آتے رہتے ہیں

عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸ وَاِذَا

کوئی کسی کے پاس کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے۔اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے اور جس وقت

بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ

تم میں کے وہ لڑکے حد بلوغ کو پہنچیں تو اُن کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیے جیسا کہ اُن سے اگلے (یعنی اُن سے بڑی عمر کے) لوگ اجازت لیتے ہیں

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۹

اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	لِيَسْتَاْذِنْكُمُ چاہیے کہ اجازت لیں تم سے	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	مَلَكَتْ مالک ہوئے		
اَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ غلام	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	لَمْ يَبْلُغُوا نہیں پہنچے	الْحُلُمَ احتلام۔شعور	مِنْكُمْ تم میں سے	ثَلٰثَ تین	
مَرّٰتٍ بار۔وقت	مِنْ قَبْلِ پہلے	صَلٰوةِ الْفَجْرِ نمازِ فجر	وَحِيْنَ اور جب	تَضَعُوْنَ اتار کر رکھ دیتے ہو	ثِيَابَكُمْ اپنے کپڑے	مِنَ سے۔کو
الظَّهِيْرَةِ دوپہر	وَمِنْ بَعْدِ اور بعد	صَلٰوةِ الْعِشَآءِ نمازِ عشاء	ثَلٰثُ تین	عَوْرٰتٍ پردہ	لَكُمْ تمہارے لئے	لَيْسَ عَلَيْكُمْ نہیں تم پر
وَلَا عَلَيْهِمْ اور نہ اُن پر	جُنَاحٌ کوئی گناہ	بَعْدَهُنَّ انکے بعد۔علاوہ	طَوّٰفُوْنَ پھیرا کرنیوالے	عَلَيْكُمْ تمہارے پاس	بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض (ایک)	
عَلٰى پر۔پاس	بَعْضٍ بعض (دوسرے)	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُبَيِّنُ اللّٰهُ واضح کرتا ہے اللہ	لَكُمْ تمہارے لئے	الْاٰيٰتِ احکام	وَاللّٰهُ اور اللہ
عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا	وَاِذَا اور جب	بَلَغَ پہنچیں	الْاَطْفَالُ لڑکے	مِنْكُمْ تم میں سے	الْحُلُمَ (حد) شعور کو
فَلْيَسْتَاْذِنُوْا پس چاہیے کہ وہ اجازت لیں	كَمَا جیسے	اسْتَاْذَنَ اجازت لیتے تھے	الَّذِيْنَ وہ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے		
كَذٰلِكَ اسی طرح	يُبَيِّنُ اللّٰهُ اللہ واضح کرتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	اٰيٰتِهٖ اپنے احکام	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ جاننے والا، حکمت والا	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ میں شروع سورۃ سے چوتھے رکوع کے آخر تک متعدد احکام بیان فرمائے گئے تھے یعنی غیر شادی شدہ کے لئے زنا کی سزا۔ پھر زانیہ اور مشرکہ سے نکاح کی ممانعت۔ پھر پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا۔ پھر حکم لعان یعنی اپنی منکوحہ

بیبیوں کو زنا کی تہمت لگانے پر فیصلہ کا طریقہ اور حکم۔ پھر واقعۂ افک یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین نے جو تہمت کا طوفان اٹھایا تھا اس کی برأت کا بیان ہوا تھا۔ پھر اس سلسلہ میں منافقین کو وعید اور مومنین کو نصیحت فرمائی گئی تھی۔ پھر اس کے بعد دوسرے کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت کا حکم۔ پھر مسلمان مردوں کو غیر محرم عورتوں کو نہ دیکھنے اور اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم فرمایا گیا۔ اسی طرح مسلمان عورتوں کو غیر محرم مردوں کی طرف نہ دیکھنے کا حکم اور اپنی زینت کے حصوں کو غیر محرموں پر ظاہر نہ ہونے دینے کی ہدایت فرمائی گئی۔ پھر بے نکاحوں کو جو حقوق زوجیت ادا کر سکیں۔ ان کے نکاح کر دینے کی ترغیب۔ اسی طرح غلام اور باندیوں کو جن کا وجود اس وقت موجود تھا ان کے آپس میں نکاح کر دینے کی ہدایت دی گئی۔ پھر غلام اور باندیوں کے مکاتبت کا حکم بیان فرمایا گیا۔ پھر ایامِ جاہلیت کے اس دستور کی ممانعت فرمائی گئی کہ جو اپنی باندیوں اور لونڈیوں کو زنا پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اسی سلسلہ میں درمیان میں اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت اور مہتدین اور غیر مہتدین کے احوال کا ذکر فرمایا گیا اور مومنین، مخلصین کی صفات اور کفار کے اعمال کی مثالیں بیان فرمائی گئیں پھر اتباع ہدایت وضلالت پر بعضے وعدے وبشارت دینا اور آخرت کے متعلق مذکور ہوئے۔

اب پھر مزید سلسلہ احکام یہاں سے شروع ہوتے ہیں اور آدابِ خانہ داری اور تہذیب خانگی کے متعلق ایک مفید ترین قاعدے کی تعلیم ان آیات میں دی جاتی ہے۔ انسان کو اپنے رہنے کے لئے ایک علیحدہ گھر اور ٹھکانا چاہئے۔ عموماً اس کے ساتھ اس کی بیوی، بچے، خدمت گزار، جن کے اندر پہلے زمانہ میں لونڈی اور غلام بھی شامل ہوتے تھے۔ سب مل جل کر رہتے ہیں۔ ان آیات میں ایک گھر میں رہنے والوں کو رہنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ ہر وقت تو ایک گھر میں ملے جلے بغیر رہنا عام لوگوں کے لئے دشواری کا باعث ہے مگر تین وقت ایسے ہیں کہ جن میں خلوت مطلوب ہوتی ہے اور ان اوقات میں آدمی دوسرے کا اپنے پاس آنا پسند نہیں کرتا۔ فجر کی نماز سے پہلے اور عشاء کی نماز کے بعد اور دن میں دوپہر کو جس وقت آدمی زائد کپڑے اتار کر کچھ دیر آرام کرتا ہے۔ پس ان تینوں وقتوں میں جبکہ انسان بے فکری سے اپنے گھر میں نہ معلوم کس حالت میں ہو۔ گھر کے باندی اور غلام اور ایسے بچے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے اور جن سے عادتاً پردہ نہیں کیا جانا چاہیے وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانہ۔ چپ چاپ بے اطلاع ان وقتوں میں گھر میں نہ گھس آئیں۔ ان خاص وقتوں کے علاوہ گھر کے باندی غلام اور چھوٹے بچے انہیں گھر میں آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ گھریلو ضروریات کے لئے ان کا آنا جانا گھر میں ضروری ہے اور بار بار کے آنے جانے میں ہر وقت کی اجازت طلبی میں دشواری ہے۔ مگر یہاں ایک بات یہ سمجھ لینے کی ہے۔ جس کو مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیت مذکورہ میں الذین ملکت ایمانکم جو آیا ہے۔ جس کے معنی مملوک غلام اور لونڈی دونوں پر حاوی ہیں۔ ان میں مملوک غلام جو بالغ ہو وہ تو شرعاً اجنبی غیر محرم کے حکم میں ہے۔ اس کی آقا اور مالک عورت کو بھی اس سے پردہ کرنا واجب ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس لئے یہاں اس لفظ مملوک سے لونڈیاں یا مملوک غلام جو بالغ نہ ہو وہ مراد ہے۔ جو ہر وقت گھر میں آنے جانے کے عادی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اب اس حکم پر عمل چھوڑ رکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس آیت پر عمل کے ترک کی ایک بڑی وجہ مال داری اور فراخی ہے۔ پہلے تو لوگوں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے دروازوں پر پردہ لٹکا لیتے یا کشادہ گھر الگ الگ کمروں والے ہوتے تو بسا اوقات لونڈی، غلام بے

خبری میں چلے آتے جو گھر والوں پر شاق گزرتا۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کشادگی دی۔ گھر میں کمرے جداگانہ بن گئے۔ دروازے باقاعدہ لگ گئے، دروازوں پر پردے پڑ گئے اور محفوظ ہوگئے اور لوگوں نے یوں سمجھ لیا کہ اس طرح حکم خدا کی مصلحت پوری ہوگئی اس لئے اجازت کی پابندی واجب نہ رہی اور لوگوں نے اس میں سستی اور غفلت شروع کردی۔

ان آیات کے شان نزول کے متعلق بعض مخصوص روایات بھی آئی ہیں۔ ایک واقعہ جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے نقل کیا ہے۔ اس طرح گزرا کہ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انصاری لڑکے کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے کے لئے بھیجا۔ دوپہر کا وقت تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو رہے تھے۔ لڑکا گھر میں گھس آیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیدار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کپڑا کچھ بدن سے کھسک گیا تھا۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ کاش ان کے آنے جانے کی بابت بھی کوئی حکم خداوند تعالیٰ نازل فرما دیتا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے تو آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سنائی۔

شاید اس آیت کے سنانے کے لئے ہی طلب فرمایا ہو۔ واللہ اعلم۔ تو ان آیات میں ایمان والوں کو مخاطب کر کے حکم دیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

''اے ایمان والو! تمہارے پاس آنے کے لئے تمہارے مملوکوں یعنی غلام اور باندیوں کو اور تم میں جو حدِ بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے، ایک تو نماز صبح سے پہلے اور دوسرے جب سونے لیٹنے کے لئے دوپہر کو اپنے بعضے کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور تیسرے نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردہ کے وقت ہیں یعنی یہ اوقات چونکہ عادتاً اور غالباً تخلیہ اور استراحت کے ہیں ان میں اکثر آدمی بے تکلفی سے رہتے ہیں اس لئے اپنے مملوکین اور نابالغ بچوں کو سمجھا دو کہ بے اطلاع اور اجازت لئے ہوئے تمہارے پاس نہ آیا کریں اور ان اوقات کے سوا نہ تو بلا اجازت آنے دینے میں اور منع نہ کرنے میں تم پر کوئی الزام ہے اور نہ بلا اجازت چلے آنے میں ان پر کچھ الزام ہے کیونکہ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تم سے اپنے صاف صاف احکام بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والے اور حکمت والے ہیں (پس سب مصالح اور حکمتوں پر اس کی نظر ہے اور احکام میں ان کی رعایت فرماتا ہے)''

اوپر نابالغ اور ایسے لڑکے جو سیانے نہ ہوئے ہوں ان کا حکم تھا کہ وہ مذکورہ تین وقتوں کے علاوہ باقی اوقات میں بلا اجازت لئے گھر میں آ جا سکتے ہیں۔

آگے حکم بالغ لڑکے کا ہے کہ جب لڑکا حد بلوغ کو پہنچ جائے تو پھر اس کا حکم مردوں جیسا ہوگیا کہ جس طرح بڑوں پر اندر آنے کے لئے اجازت کی ضرورت ہے ان پر بھی اجازت لینا نہ صرف ان تین اوقات میں بلکہ ہر وقت واجب ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ غیر مردوں اور اجنبیوں کا حکم تو پہلے ہی گذشتہ آیات میں آ چکا تھا کہ دوسرے کے گھر میں داخل نہ ہوں تاوقتیکہ اجازت نہ لے لیں۔ اب رہے بچے جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے اور گھر کے باندی غلام، ان کے لئے تین اوقات میں اجازت لے کر اندر آنے کا حکم ہوا باقی اوقات میں اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہر وقت کے آنے جانے والے ہیں اور جب بچے بالغ ہو جائیں تو پھر ان کو بھی اسی طرح اندر آنے کی اجازت لینا چاہئے جیسے بڑے اور بالغ مردوں کو اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔ اسی سلسلہ میں مزید احکامات اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ

اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح (میں آنے) کی کچھ اُمید نہ رہی ہو اُن کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے اُتار رکھیں بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں

غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾

اور (ہر چند کہ بڑی بوڑھیوں کو منہ کھولنے کی اجازت ہے لیکن اگر) اس سے بھی احتیاط رکھیں تو اُن کیلئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سنتا ہے (سب کچھ) جانتا ہے۔

وَالْقَوَاعِدُ اور خانہ نشین بوڑھی	مِنَ النِّسَآءِ عورتوں میں سے	الّٰتِیْ وہ جو	لَا یَرْجُوْنَ آرزو نہیں رکھتی ہیں	نِکَاحًا نکاح	فَلَیْسَ تو نہیں		
عَلَیْهِنَّ ان پر	جُنَاحٌ کوئی گناہ	اَنْ یَّضَعْنَ کہ وہ اتار رکھیں	ثِیَابَهُنَّ اپنے کپڑے	غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ نہ ظاہر کرتے ہوئے	بِزِیْنَةٍ زینت کو		
	وَاَنْ اور اگر	یَسْتَعْفِفْنَ وہ بچیں	خَیْرٌ بہتر	لَهُنَّ ان کیلئے	وَاللّٰهُ اور اللہ	سَمِیْعٌ سننے والا	عَلِیْمٌ جاننے والا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ چوتھے رکوع میں یہ وجوبی حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے گزرا تھا کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں یعنی جس طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہو اس طرف نہ دیکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں بجز اپنے شوہروں اور محارم پر جیسے باپ بیٹے بھائی بہن وغیرہ تو یہ حکم عمومی تمام مسلمان عورتوں کے لئے تھا اس میں کوئی لفظ ایسا مذکور نہ تھا جس سے جوان یا بوڑھی ہونے کی تخصیص ہوسکتی۔ یہاں اس آیت میں بعض عورتوں کے لئے پردہ کے حکم میں بطور استثنا تخفیف فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ ایسی بوڑھی اور سن رسیدہ عورتیں جن کو کسی کے نکاح میں آنے کی کوئی امید نہ رہی ہو اور مردوں کو ان کی طرف کوئی رغبت نہ رہی ہو تو ان کو جائز ہے کہ وہ گھر کے اندر یا باہر جاتے وقت اپنے زائد کپڑے یعنی اوپر کی چادر یا برقعہ وغیرہ اتار دیں بشرطیکہ اس سے بدن کی بناوٹ یا اپنے سنگار اور زیب وزینت کا دکھانا مقصود نہ ہو۔ تو یہ حکم جواز بھی اس وقت ہے جب کہ اظہار زینت بالکل مقصود نہ ہو۔ مگر اس حکم جواز کے ہوتے ہوئے بھی آگے یہ ترغیب دی جاتی ہے۔ وان یستعففن خیر لھن اور اس سے بھی بچیں تو ان کے لئے بہتر ہے یعنی اگر ایسی بڑی بوڑھی عورتیں بھی پورا ہی پردہ رکھیں تو ان کے لئے بہتر ہے اور اس کا انجام ان کے حق میں زیادہ اچھا ہوگا۔ آگے **واللہ سمیع علیم**۔ فرما کر یہ تنبیہ کردی کہ ظاہری انتظامات پردہ اور حجاب کے فتنہ کی روک تھام کے لئے ہیں۔ باقی پردہ کے اندر جو باتیں کی جاتی ہیں یا فتنے اٹھائے جاتے ہیں ان سب کو بھی خدا تعالیٰ خوب سنتا اور جانتا ہے۔ اسی کے موافق اللہ تعالیٰ معاملہ فرمائے گا۔

اس آیت سے پردہ کی اہمیت صاف ظاہر ہے کہ جب بوڑھی عورتوں کو اتنی تاکید ہے تو جوانوں کو تو کہنا ہی کیا۔ یہاں آیت میں بڑی بوڑھی عورتوں کے متعلق جو یہ فرمایا گیا: ان یضعن ثیابھن وہ اپنے کپڑے اتار رکھیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سے کپڑے اتارے جائیں اور کون سے نہ اتارے جائیں۔ تو اس کے متعلق تمام مفسرین و محققین کا بالاتفاق قول ہے کہ یہاں اوپر کی چادر دلائی وغیرہ کا اتارنا مراد ہے۔ پھر یہ جواز بھی اس وقت ہے جب اظہار زینت مقصود نہ ہو۔ کیونکہ زینت کا اظہار تو غیر مرد کے سامنے جائز ہی نہیں۔ عورتوں نے جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیور اور کپڑے کا حکم پوچھا تو آپ نے فرمایا: عورتو! اللہ نے تمہارے واسطے زینت حلال کردی ہے بشرطیکہ غیر محرم اس کو تم سے نہ دیکھے۔ تو قرآن وحدیث کا جو منشا عورتوں کے پردہ کے متعلق ہے وہ علاوہ

دوسری آیات کے اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ سن رسیدہ اور بوڑھی عورتوں کو جو پردہ میں تخفیف کا جواز ہے وہ دو شرطوں کے ساتھ ہے ایک تو یہ کہ وہ ایسے سن کو پہنچ گئی ہوں کہ حدِ نکاح سے گزر چکی ہوں۔ یعنی اب بالکل محل رغبت نہ رہیں اور ان کے بے پردگی سے احتمال فتنہ کا باقی نہ رہے اور دوسری شرط یہ فرمائی کہ ان کو قدرتی یا مصنوعی زینت وسنگار کے موقعوں کو غیر مردوں اور نامحرموں کو دکھلانا مقصود نہ ہو۔ پھر ان دو شرطوں کے ساتھ بھی فرمایا گیا کہ حجاب کی جو پابندیاں بوڑھیوں پر واجب نہیں بہتر وہ بھی ان کے حق میں ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جوان یا ادھیڑ عمر کی عورتوں کو اپنے جسم کے اخفا میں کتنا اہتمام چاہئے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اب یہ قرآنی احکام وہدایات غریب غربا کے لئے یا کسی مخصوص طبقہ کے لئے ہوں تو ہوں ورنہ رؤساء اور امراء الا ماشاء اللہ حجاب اور ستر کی ان پابندیوں کو ''دقیانوسی خیالات'' کا ٹائٹل دے کر نہ صرف خیر باد کہہ چکے ہیں بلکہ اسلامی اور شرعی پردہ کو بزعم خود اپنی نام نہاد ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور روڑا سمجھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جب قرآنی احکام کے ساتھ ہمارا یہ معاملہ ہو تو اس کا جو انجام دنیا میں دیکھ رہے ہیں وہ تو آنکھوں کے سامنے ہے اور آخرت میں جو معاملہ ہوگا۔ وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

الغرض یہاں پردہ کے متعلق احکام و مسائل بیان ہوئے آگے معاشرت کے بعض احکام بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! آپ نے ہم کو قرآن اور اسلام جیسی نعمتوں سے نوازا مگر ہم نے ان نعمتوں کا حق ادا نہ کیا۔

اے اللہ ہم نے قرآنی احکام کو خیر باد کہہ کر جو ظلم اپنی جانوں پر کیا ہے اس کو اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور آئندہ کے لئے ہم کو قرآنی ہدایات کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور قرآن پاک کے ہر چھوٹے بڑے حکم پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم اس بھٹکی ہوئی امت مسلمہ کے ہر فرد کو نصیب فرمادے۔ بے پردگی کی اس وقت جو عام وبا پھیل رہی ہے اے اللہ اس کے فتنہ اور وبال سے ہم کو اور ہماری عورتوں کو محفوظ فرمادے اے اللہ! آپ کے یہ قرآنی احکام جو رئیس وغریب اور چھوٹے وبڑے سب کے لئے ہیں، ہمارے حکام اور صاحب اقتدار وحکومت کے دلوں میں بھی اتار دے۔ اور اس ملک میں قرآنی احکام کے نفاذ کی صورتیں ظاہر فرمادے۔

اے اللہ! جو بے دینی کے فتنے وبا کی طرح اس ملک اور امت مسلمہ میں پھیل گئے ہیں ان کے مٹنے اور ختم ہوجانے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

نہ تو اندھے آدمی کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار آدمی کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے اس بات میں

أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أُمَّهٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ

کہ تم اپنے گھروں سے کھانا کھالو یا اپنے باپ کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے

أَخَوٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ

اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جنکی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں

مَّفَاتِحَهٗٓ أَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوْا جَمِيْعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۭ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا

یا اپنے دوستوں کے گھروں سے ۔ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ)۔ پھر (یہ بھی معلوم کر رکھو کہ) جب تم اپنے گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو

عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾ ع

(جو کہ) دعا کے طور پر (ہے اور) جو خدا کی طرف سے مقرر ہے برکت والی عمدہ چیز ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو)

لَيْسَ نہیں	عَلَى الْأَعْمٰى نابینا پر	حَرَجٌ کوئی گناہ	وَّلَا اور نہ	عَلَى الْأَعْرَجِ لنگڑے پر	حَرَجٌ کوئی گناہ	وَّلَا اور نہ	عَلَى الْمَرِيْضِ بیمار پر	
حَرَجٌ کوئی گناہ	وَّلَا اور نہ	عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ خود تم پر	أَنْ تَأْكُلُوْا کہ تم کھاؤ	مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اپنے گھروں سے	أَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ یا اپنے باپوں کے گھروں سے			
أَوْ بُيُوْتِ أُمَّهٰتِكُمْ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے	أَوْ بُيُوْتِ إِخْوَانِكُمْ یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے	أَوْ بُيُوْتِ أَخَوٰتِكُمْ یا اپنی بہنوں کے گھروں سے						
أَوْ بُيُوْتِ أَعْمَامِكُمْ یا اپنے تائے چچاؤں کے گھروں سے	أَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے	أَوْ بُيُوْتِ أَخْوَالِكُمْ یا اپنے خالو، ماموؤں کے گھروں سے						
أَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے	أَوْ یا	مَا مَلَكْتُمْ جس گھر کی تمہارے قبضہ میں ہوں	مَّفَاتِحَهٗٓ اسکی کنجیاں					
أَوْ صَدِيْقِكُمْ یا اپنے دوست (کے گھر سے)	لَيْسَ نہیں	عَلَيْكُمْ تم پر	جُنَاحٌ کوئی گناہ	أَنْ کہ	تَأْكُلُوْا تم کھاؤ	جَمِيْعًا اکٹھے مل کر	أَوْ یا	
أَشْتَاتًا جدا جدا	فَإِذَا پھر جب	دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا تم داخل ہو گھروں میں	فَسَلِّمُوْا تو سلام کرو	عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ اپنے لوگوں کو	تَحِيَّةً دعائے خیر	مِّنْ سے		
عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے ہاں	مُبٰرَكَةً بابرکت	طَيِّبَةً پاکیزہ	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُبَيِّنُ اللّٰهُ اللہ واضح کرتا ہے	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاٰيٰتِ احکام	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَعْقِلُوْنَ سمجھو

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت میں سن رسیدہ اور بوڑھی عورتوں کے متعلق بعض احکام و مسائل بیان ہوئے تھے۔ اب معاشرت کے بعض احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔

ایام جاہلیت میں عرب میں کھانے پینے کے متعلق مختلف دستور رائج تھے بعض قبیلے کی تہذیب یہ تھی کہ ہر ایک الگ الگ کھانا لے کر بیٹھے اور کھائے وہ مل کر ایک ہی جگہ کھانا برا سمجھتے تھے جیسا کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ہاں اب بھی الگ الگ کھانے کا دستور ہے۔ بعض قبیلہ اس کے برعکس تنہا کھانے کو برا جانتے تھے حتیٰ کہ اگر کوئی ساتھ کھانے والا نہ ملتا تو فاقہ کر جاتے تھے۔ اہل مدینہ میں پہلے کھانے پینے کے بارہ میں بہت بے تکلفی تھی کہ میں نے تمہارے گھر کھالیا۔ تم نے میرے گھر کھالیا بلکہ کبھی محتاج غریبوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے اور کسی عزیز

قریب یا دوست کے گھر اس کو بھی کھلا دیتے۔ چونکہ اس بے تکلفی میں افراط زیادہ ہوگیا تھا اس لئے مستحقین پر اکثر نوبت ظلم اور حقوق کے اتلاف کی آنے لگی تھی کہ گھر والے اکثر گھاٹے میں رہ جاتے۔ چنانچہ اسلام میں اس کی روک تھام کے لئے پانچویں پارہ سورۂ نسآ کی آیت یآایھا الذین امنو الا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (یعنی اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق اور ناجائز طور پر مت کھاؤ نازل ہوئی تو قرآن اور اسلامی تعلیمات نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ذہنیت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا اس وجہ سے وہ جائز و ناجائز اور حلال وحرام کے معاملہ میں بہت ہی مبالغہ کے ساتھ احتیاط فرمانے لگے اور دوسروں کے ہاں جہاں یقینی طور پر ان کی رضامندی معلوم تھی کھانے پینے سے پرہیز کرنے لگے۔ اس طرح ساتھ میں اندھوں، لنگڑوں، بیماروں اور معذوروں کا لے جانا تو بالکل ہی رک گیا، پھر اندھے، لنگڑے اور بیمار کسی کے ساتھ ناخواندہ مہمان کی صورت میں جا کر اس کے کسی عزیز یا دوست کے گھر کھانا کھانے کو خلاف دیانت سمجھنے لگے۔ تو اس شدت احتیاط کو توڑنے اور اعتدال قائم کرنے۔ نیز قدیم زمانہ کے بعض اہل عرب کے دستور کی اصلاح کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں بعض گھروں کی تفصیل بیان کی جارہی ہے جہاں خود کھا لینے یا اپنے ساتھ معذورین کو کھلا دینے میں جب کہ صاحب خانہ کی اجازت ورضا کا یقین ہو کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی اس رسم کو مٹا دیا گیا کہ اگرچہ بھوکے ہوتے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہوتا کھانا نہ کھاتے اور سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے۔

مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن اگر دوسرے کھانے والے موجود ہوں تو لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہوگے۔ جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی۔

یہاں یہ تعلیم دی گئی کہ گھروں میں جب بھی داخل ہو خواہ وہ اپنا گھر ہو یا غیر کا تو سلام کر کے جاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ جب تم گھروں میں جاؤ تو خدا کا سکھایا ہوا بابرکت سلام کہا کرو میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے۔ حضرت عطا سے پوچھا گیا کہ کیا یہ سلام کرنا واجب ہے۔ فرمایا مجھے تو یاد نہیں کہ اس کے وجوب کا کوئی قائل ہو لیکن ہاں مجھے یہ بہت ہی پسند ہے کہ جب بھی گھر میں جاؤ سلام کر کے جاؤ میں تو اسے کبھی نہیں چھوڑتا ہاں یہ اور بات ہے کہ کبھی بھول جاؤں۔ حتیٰ کہ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ جب ایسے گھر میں جاؤ جو غیر آباد ہو اور جہاں کوئی اندر موجود نہ ہو تو اس وقت بھی سلام کیا جائے مگر اس طرح کہ السلام علینا وعلیٰ عبادا اللہ الصالحین تو ایسے سلام کا جواب خدا کے فرشتے دیتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ اے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامل وضو کرو۔ تمہاری عمر بڑھے گی۔ میرا امتی ملے سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی۔ گھر میں سلام کر کے جایا کرو، گھر کی خیریت بڑھے گی۔ ضحیٰ کی نماز پڑھتے رہو تم سے اگلے لوگ جو خدا والے بن گئے تھے ان کا یہی طریقہ تھا۔ صلوٰۃ الضحیٰ سے مراد اشراق یا چاشت ہے۔ اے انس! چھوٹوں پر رحم کرو۔ بڑوں کی عزت اور توقیر کرو۔ تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آیت کے اخیر میں بتایا گیا:۔

''اس طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تا کہ

تم سمجھو اور عمل کرو۔"

یعنی یہ احکام مجالست و معاشرت جو تعلیم فرمائے گئے ان کے سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے اس میں بہت فضائل و برکات ہیں یہ میل محبت اور انس بڑھانے والی تعلیم ہے۔ یہ تہذیب و شائستگی کی تلقین ہے۔ یہ قومی نظم کو درست رکھنے کی ہدایت ہے۔ یہ باہمی تعاون و تناصر کا ذریعہ ہے۔ یہ دعائے رحمت ہے۔ طلب برکت ہے۔ اور یہ تعلیم باہمی منافرت اور مخالفت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دینے والی ہے۔ اب یہیں سے اس کی ضد بھی سمجھ لیجئے کہ جب ہم ربانی احکامات اور آسمانی ہدایات اور قرآنی تعلیمات کو چھوڑ دیں گے اور ان سے منہ موڑ لیں گے تو ظاہر ہے کہ بجائے آپس کے اُنس و محبت کے باہمی منافرت و مخالفت آئے گی۔ معاشرہ میں طرح طرح کے مفاسد و فتنہ پیدا ہوں گے۔ بدکرداری اور بدعملی بڑھے گی اور قوم و ملک گھروں اور خاندانوں میں بجائے خیر و برکت و رحمت کے طرح طرح کے مصائب، بلیات و پریشانیاں نازل ہوں گی۔

آج قوم و ملک کی بدحالی کو دور کرنے کا ہر ذریعہ ہمارے صاحب اقتدار حکومت اور دردمندانِ قوم و ملک کی سمجھ میں آتا ہے مگر نہیں آتا تو قرآنی ہدایات نافذ کر کے رحمت و برکت حاصل کرنے کا نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ و فہم عطا فرمائیں۔

الغرض شروع سورت سے یہاں تک متعدد احکام اوامر و نواہی بیان کئے گئے اب آگے خاتمۂ سورت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ جس پر دین و دنیا کی تمام سعادتوں کا انحصار ہے اور اطاعت کرنے والے مومنین کی مدح اور اطاعت سے جان چرانے والے منافقین کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قرآن کریم کے ادب و احترام کے ساتھ اس کا اتباع بھی نصیب فرمائیں اور جملہ قرآنی ہدایات و تعلیمات پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ اے اللہ! اس امت مسلمہ نے جس چیز سے اس کو ہدایت و عظمت اور برتری حاصل ہوئی تھی یعنی قرآن و سنت اسی سے اب کنارہ کش ہو کر طرح طرح کی گمراہیوں اور نافرمانیوں کا شکار ہوگئی ہے۔

اے اللہ! اس امت کی اصلاح کی پھر غیب سے صورتیں ظاہر فرما دے اور پھر ہم کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد کر لینے کا عزم و جذبہ عطا فرما دے ہم کو قرآن کی تلاوت کے ساتھ اس کے احکام کا پابند بنا دے اور ہم کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کے ساتھ ان کا اتباع اور فرمانبردار امتی بننا نصیب فرما دے۔ امین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا

بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسولؐ کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کیلئے مجمع کیا گیا ہے (اور اتفاقاً وہاں سے

حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ

جانے کی ضرورت پڑتی ہے) تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے۔ (اے پیغمبر) جو لوگ آپ سے (ایسے مواقع پر) اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تو جب یہ (اہل ایمان لوگ) ایسے مواقع پر اپنے کسی (ضروری) کام کیلئے آپ سے (جانیکی) اجازت طلب کریں تو اُن میں سے جسکے لئے آپ چاہیں اجازت دے دیا کریں اور آپ اُن کیلئے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے تم لوگ رسولؐ کے بُلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بُلا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے

يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ

جو (دوسرے کی) آڑ میں تم میں سے (مجلس نبویؐ سے) کھسک جاتے ہیں۔ سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ اُن پر (دنیا میں) کوئی آفت (نہ) آپڑے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ

یا اُن پر (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نازل (نہ) ہو جائے۔ یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (موجود) ہے سب خدا ہی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حالت کو بھی جانتا ہے جس پر تم (اب) ہو

اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

اور اس دن کو جس میں سب اُس کے پاس (زندہ کر کے) لائے جائیں گے پھر وہ سب کو جتلا دیگا جو کچھ انہوں نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے (یقین کیا)	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر	وَاِذَا اور جب	
كَانُوْا وہ ہوتے ہیں	مَعَهٗ اسکے ساتھ	عَلٰٓى پر ۔ ہیں	اَمْرٍ جَامِعٍ جمع ہونے کا کام	لَمْ يَذْهَبُوْا وہ نہیں جاتے	حَتّٰى جب تک	
يَسْتَاْذِنُوْهُ وہ اس سے اجازت لیں	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اجازت مانگتے ہیں آپؐ سے	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ		
الَّذِيْنَ وہ جو	يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر	فَاِذَا پس جب	اسْتَاْذَنُوْكَ وہ تم سے اجازت مانگیں	
لِبَعْضِ کسی کیلئے	شَاْنِهِمْ اپنے کام	فَاْذَنْ تو اجازت دیدیں	لِمَنْ جس کو	شِئْتَ آپ چاہیں	مِنْهُمْ ان میں سے	وَاسْتَغْفِرْ اور بخشش مانگیں
لَهُمُ اللّٰهَ ان کیلئے اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَحِيْمٌ نہایت مہربان	لَا تَجْعَلُوْا تم نہ بنالو	دُعَآءَ بُلانا	الرَّسُوْلِ رسول کو
بَيْنَكُمْ اپنے درمیان	كَدُعَآءِ جیسے بلانا	بَعْضِكُمْ اپنے بعض ایک	بَعْضًا بعض (دوسرے) کو	قَدْ يَعْلَمُ تحقیق جانتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الَّذِيْنَ جو لوگ
يَتَسَلَّلُوْنَ چپکے سے کھسک جاتے ہیں	مِنْكُمْ تم میں سے	لِوَاذًا نظر بچا کر	فَلْيَحْذَرِ پس چاہیے کہ وہ ڈریں	الَّذِيْنَ جو لوگ	يُخَالِفُوْنَ خلاف کرتے ہیں	
عَنْ اَمْرِهٖ اس کے حکم سے	اَنْ کہ	تُصِيْبَهُمْ پہنچے ان پر	فِتْنَةٌ کوئی آفت	اَوْ يُصِيْبَهُمْ یا پہنچے ان کو	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ یاد رکھو بیشک اللہ کیلئے	مَا جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	قَدْ يَعْلَمُ تحقیق وہ جانتا ہے	مَآ جو۔جس	اَنْتُمْ تم
عَلَيْهِ اس پر	وَيَوْمَ اور جس دن	يُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے	اِلَيْهِ اس کی طرف	فَيُنَبِّئُهُمْ پھر وہ انہیں بتائے گا	بِمَا اس سے	
عَمِلُوْا انہوں نے کیا	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيْمٌ جاننے والا			

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ نور کا آخری رکوع ہے ان آیات پر یہ سورۂ ختم فرمائی جاتی ہے۔ شروع سورۃ سے بہت سے اوامر ونواہی یعنی بعض کرنیوالے احکام اور بعض نہ کرنیوالے احکام ارشاد فرمائے گئے۔

اب خاتمۂ سورۃ میں ایک حکم خاص اس وقت کے مناسب ارشاد فرمایا جاتا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے جس پر انحصار ہے جمیع سعادات دنیویہ واُخرویہ، ظاہرہ و باطنہ کا۔ ساتھ ہی اللہ و رسول کے احکام کی مخالفت کی ممانعت مع وعید کے بیان فرمادی گئی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کے سبب نزول دو امر ہیں ایک یہ کہ غزوۂ احزاب میں جب مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تو مسلمان نہایت جفاکشی ومحنت سے خندق کھودنے میں مشغول تھے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کام میں شریک تھے۔ اگر خندق کھودنے کے دوران کسی مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آجاتی یا مدینہ جانے کا کوئی کام لگتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جاتے اور کام پورا کرنے کے بعد واپس آجاتے۔ دوسرے یہ کہ منافقین جو مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے اور بظاہر اسلام کے دعویدار تھے اول تو کام سے جی چراتے اور خندق کھودتے کسمساتے تھے اور جب کسی مسلمان کو جاتا ہوا دیکھتے تو اس کی آڑ میں لگے لگے خود بھی بے اطلاع کھسک جاتے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جس میں مومنوں کی مدح فرمائی گئی اور ضمناً منافقوں کی مذمت بھی ہے۔ اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں ایک گروہ ایسا بھی رہا ہے کہ جو محض دنیا کو دکھانے کے لئے زبانوں سے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور مسلمانوں کے گروہ میں ملے جلے رہتے ہیں لیکن واقع میں ان کے دل منکر ہوتے ہیں اور ان کے ضمیر اسلامی عقائد و تعلیم کو دل سے تسلیم نہیں کرتے مگر مصلحت وقتی ان کو ظاہری مسلمان بننے پر مجبور کرتی ہے۔ اور ان کے مسلمان بننے سے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ یا تو ان کے پیش نظر کوئی دنیوی لالچ ہوتا ہے یا مسلمانوں میں اپنا وقار پیدا کرنا غرض ہوتا ہے۔ یا کافروں کی طرف سے مسلمانوں کے اندرونی احوال کی جستجو مقصود ہوتی ہے۔ یا مسلمانوں کے اندر پھوٹ پیدا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ یا اسی قسم کا کوئی مقصد ہوتا ہے جس کو وہ مسلمان بن کر پورا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ گروہ منافقوں کا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی ایسے لوگ تھے اور اس زمانہ میں بھی ہیں اور ہر دور میں ہوتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں پہلے حقیقی مسلمان کی شناخت اور علامت ظاہر فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ یہاں ایمان کے معنی اور اس کی حقیقت کو مختصراً عرض کردیا جائے تاکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے کی حقیقت معلوم ہوجائے۔ "ایمان" کے اصل معنی کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات اور اک کے حدود سے بالا ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم و ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں آپ کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کرلیں۔ تو اس طرح شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امور غیب سے ہوتا ہے جن کا ہم احساس اور ادراک نہیں کرسکتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے احکام کی آمد بذریعہ وحی، قیامت، حشر نشر، جنت ودوزخ وغیرہ وغیرہ اس قسم کی جتنی باتیں اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں ان سب کو آپ کی صداقت، دیانت اور امانت کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ایمان ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قسم کی کسی ایک بات کو نہ ماننا یا اس کو حق نہ سمجھنا ہی

اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کر دیتی ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مقدسہ میں براہ راست آپ کی زبان سے آپ کی ہدایات اور تعلیمات سنیں ان کے لئے تو آپ کی ہر اس بات کی تصدیق شرط ایمان تھی جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے سامنے اللہ کی طرف سے بیان کیں اگر وہ آپ کی ایک بات کا بھی انکار کریں گے تو مومن نہ رہیں گے۔ لیکن جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں بظاہر نہ رہے تو ان باتوں کی تصدیق کرنا شرط ایمان ہے جن کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے یقینی اور قطعی طریقہ سے ہو جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ دین کی ایسی تعلیمات کو شرعی اصطلاح میں ضروریات دین کہتے ہیں جن سب پر ایمان لانا شرط ایمان ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کا بھی کوئی انکار کرے تو مومن نہیں رہے گا اور اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اسلام سے اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔ پس آدمی کے مومن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ان چیزوں اور حقیقتوں کو جو اللہ کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی طرف سے لائے تصدیق کی جائے اور ان کو حق مان کر قبول کیا جائے۔ بخاری شریف کی ایک روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترجمان السنہ میں لکھا ہے کہ حدیث مذکور میں سوال سب سے افضل عمل کی بابت ہے اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو افضل اعمال فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان محض علم اور جاننے کا نام نہیں بلکہ عمل کا نام ہے۔ وہ انسان کے باطن کے اختیاری انقیاد کا نام ہے اور احکام اسلامیہ کی پابندی اس انقیاد باطن کی دلیل ہوتی ہے پس ایمان کامل یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر وباطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع بن جائے۔ اسی لئے محدثین کہتے ہیں کہ ایمان قول وعمل کے مجموعہ کا نام ہے۔

الغرض ان آیات کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ کامل مومن وہی لوگ ہیں جن کا ایمان اللہ اور اس کے رسول پر ہو۔ اور اگر کوئی ایسا امر مسلمانوں کے سامنے ہو جس میں سب کا اجتماع ضروری ہو تو وہ جمع ہو جائیں جیسے غزوۂ احزاب میں خندق کا کھودنا اور بغیر اجازت لئے کوئی غیر حاضر نہ ہو۔ اجازت لے کر اپنے کسی دوسرے کام کو جانا ایمان کی علامت ہے لیکن طلب اجازت کے بعد بھی یہ ضروری نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اجازت دیدیں بلکہ اجازت دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے۔ مناسب سمجھیں تو اجازت عطا کریں نہ مناسب سمجھیں نہ دیں۔ علماء نے یہاں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو اپنا قائم مقام کر دیا ہو۔ یا شرعی شروط کے ساتھ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہو اس کے حکم سے سرتابی کرنی بھی ویسی ہی حرام ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گویا شرعی امیر کا حکم ماننا فرض ہے اور جب تک امیر اجازت نہ دے مجمع کو چھوڑنا کسی ضرورت سے بھی جائز نہیں خواہ وہ ضرورت دینی ہو یا دنیوی۔ دینی ضرورت کی ایک مثال یہ ہے کہ جنگ تبوک کو جاتے وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمرہ کرنے کی ضرورت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر آپ عمرہ کرنے مکہ کی طرف چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کے وقت فرمایا بھائی ہم کو اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولنا۔ الغرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کر کے آ گئے اور مسلمانوں کے ساتھ مل گئے۔ تو ایسی دینی ضرورت بھی اجازت کی محتاج ہے اور اگر کوئی دنیوی ضرورت ہو مثلاً کوئی خانگی کاروبار ہو یا گھر والوں کی مجبوری یا حوائج بشریہ کو پوری کرنے کی احتیاج بہرحال ایسی ضروریات دنیوی کو بھی پورا کرنے کے لئے اور مجمع سے علیحدہ ہونے کے لئے حصولِ اجازت کی ضرورت ہے۔ تاہم اجازت لے کر بھی کسی دنیوی کام کے لئے جانا بظاہر مناسب نہیں۔ کیونکہ اس وقت دنیوی کام کو دینی کام پر ترجیح دینا لازم آتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ آپ اجازت دے کر بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجئے۔ اس موقع پر ایسے صاحبان کے لئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار یعنی مغفرت کی دعا کرنے کی وجہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھی ہے کہ۔

"یہ اجازت لینا گو کسی قوی عذر کی وجہ سے ہو لیکن تاہم اس میں دنیا کی تقدیم دین پر تو لازم آئی اور اس میں ایک نقص کا شائبہ ہے اس کی تلافی کے لئے استغفار کا امر ہوا۔ پس استغفار جیسے تلافی ذنوب کے لئے ہوتا ہے۔ اسی طرح تلافی نقص کے لئے بھی مفید ہے۔ نیز ممکن ہے کہ وہ عذر واقع میں قوی نہ ہو اور اس کے قوی سمجھنے میں اجازت لینے والے سے خطائے اجتہادی ہوئی ہو اور وہ خطا ایسی ہو کہ تامل اور غور وخوض سے رفع ہو سکتی تھی مگر غور وخوض اور تامل نہ کیا۔ یہ ترک تامل باوجود قدرت کے ایک خفیف سا امر مکروہ ہے اور امر مکروہ ممنوع ہوتا ہے اور ممنوعات سے استغفار ظاہر ہے۔ بہر حال چونکہ اجازت لینے والوں کی نیت اچھی تھی اس لئے ایسے حقائق پر مواخذہ نہیں فرمایا کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ (بیان القرآن)"

آگے ارشاد فرمایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جس کام کے لئے بلائیں اور کسی خدمت پر مامور کریں تو امر رسول کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے اور کسی کام کا حکم دیتا ہے کہ دل چاہا تو چلے گئے اور وہ کام کر لیا اور نہ دل چاہا تو نہ گئے نہ وہ کام کیا۔ حکم رسول کی اطاعت واجب ہے۔ پھر نافرمان منافقوں کو دھمکی دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے اگر بچ بھی نکلے تو خدا کے علم سے بچنا تو ممکن نہیں۔ چپکے سے سرک کر نکل جانے والوں کو خدا خوب جانتا ہے۔ امر رسول کی مخالفت کرنے والوں اور حکم نہ ماننے والوں کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں دردناک عذاب اس مخالفت کی وبال میں نہ آ جائے اور کوئی غیبی تباہی نہ آ پڑے۔ یہاں آیت میں فتنہ اور عذاب الیم کے لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ فتنہ سے مراد مفسرین نے دنیوی عذاب جیسے بیماری، قحط، تنگدستی، ناگہانی موت۔ دشمنوں کی دراز دستی، زلزلہ، طوفان بادوباراں، آپس کے تفرقہ، خانہ جنگیاں وغیرہ وغیرہ لئے ہیں اور بعض حضرات مفسرین نے فتنہ کا مطلب "ظالموں" کا تسلط لیا ہے یعنی اگر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو ان پر جابر و ظالم حکمران مسلط کر دیئے جائیں گے اور عذاب الیم سے مراد ہے آخرت کا عذاب تو یہاں یہ وعید اور دھمکی سنائی گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ورزی کی پاداش میں دونوں جہان برباد ہوں۔ خاتمہ پر اخیر میں یہ واضح فرمادیا گیا کہ تمام عالم خدا کے قبضہ میں ہے۔ وہ مختار مطلق ہے۔ ہر طرح سے عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے پھر آخرت میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہی ہے اور اللہ ہر شے سے خوب واقف ہی ہے۔ قیامت کے دن سب کیا کرایا سامنے آ جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اطاعت وتعظیم وتکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا گیا۔ امر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خلاف ورزی کی ممانعت فرمائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے پر اور حکم نہ ماننے والوں کو ڈرایا گیا اور دھمکی دی گئی کہ کہیں ان پر کوئی غیبی تباہی اور دنیوی عذاب نہ آ پڑے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دنیا و آخرت میں برباد ہو جاویں۔ اب بتائیے کہ حق تعالیٰ کی اس سے زیادہ مؤثر تنبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وتعلیمات وہدایات کی مخالفت کرنے والوں کو یا نافرمانی کرنے والوں کو اور کیا ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج ہماری اکثریت کا یہ عالم ہے اور بے حسی اور بددینی کا زہر اتنا اثر کر چکا ہے کہ نہ حق تعالیٰ کی قرآنی تنبیہات کا ہم اثر لیتے ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فہمائشات کارگر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مردہ دلوں کو نور حق سے پھر زندہ فرمادے اور ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سچی عزت وعظمت پیدا فرمادے۔ آمین۔

الحمد للہ کہ اس درس پر سورۂ نور کا بیان پورا ہو گیا۔ جس میں نو رکوع تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝۱ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب (یعنی قرآن) اپنے بندۂ خاص (محمدؐ) پر نازل فرمائی تا کہ وہ (بندہ) تمام جہان والوں کیلئے ڈرانے والا ہو۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

ایسی ذات جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اُس نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں اور اُس نے ہر چیز کو پیدا کیا

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝۲

پھر سب کا الگ الگ انداز رکھا

تَبٰرَكَ بڑی برکت والا	الَّذِيْ وہ جو۔ جس	نَزَّلَ الْفُرْقَانَ نازل کیا فرق کرنیوالی کتاب (قرآن)	عَلٰى عَبْدِهٖ اپنے بندہ پر	لِيَكُوْنَ تا کہ وہ ہو
لِلْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کیلئے	نَذِيْرًا ڈرانے والا	الَّذِيْ لَهٗ وہ جس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین
وَلَمْ يَتَّخِذْ اور اس نے نہیں بنایا	وَلَدًا کوئی بیٹا	وَلَمْ يَكُنْ اور نہیں ہے	لَّهٗ اس کا	شَرِيْكٌ کوئی شریک	فِي الْمُلْكِ سلطنت میں
وَخَلَقَ اور اس نے پیدا کیا	كُلَّ شَيْءٍ ہر شے	فَقَدَّرَهٗ پھر اس کا اندازہ ٹھہرایا	تَقْدِيْرًا ایک اندازہ		

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب اٹھارویں پارہ کی سورۃ الفرقان کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی صرف دو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تفسیر وتشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام، زمانہ نزول، وجہ تسمیہ، موضوع ومباحث، تعداد آیات، رکوعات وکلمات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں یہاں پہلی ہی آیت تبرک الذی نزل الفرقان میں لفظ فرقان آیا ہے جو قرآن مجید کا ایک نام ہے اس لئے اس سورۃ کا نام الفرقان مقرر کیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اپنی کتاب کے ۵۵ نام رکھے ہیں جن میں سے ایک نام فرقان بھی ہے۔ فرقان کے لفظی معنی ہیں ہر وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جا سکے۔ تو چونکہ قرآن کریم فرق کرنے والا ہے حق و باطل میں۔ خیر وشر میں۔ ہدایت وضلالت میں۔ حرام وحلال میں، عدل وظلم میں۔ علم وجہل میں۔ نور وظلمت میں۔ مفید ومضر میں۔ مفسد اور مصلح میں۔ صدق وکذب میں۔ راستی اور کجی میں، صواب وخطا میں، اسی مناسبت سے قرآن پاک کا ایک نام الفرقان بھی ہے جو اس سورۃ کا نام مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے اور قیام مکہ کا متوسط دور اس سورۃ کا زمانہ نزول ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں ۲۵ ویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۶ لکھا ہے یعنی ۵ سورتیں اس سورۃ سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۲۴ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۷۷ آیات۔ ۶ رکوعات۔ ۹۰۲ کلمات اور ۳۹۱۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

مثل دیگر مکی سورتوں کے اس سورۃ میں بھی عقائد یعنی اثبات توحید۔ اثباتِ رسالت۔ حشر ونشر۔ قیامت وآخرت۔ جزا وسزا۔ شرک کی برائی۔ مشرکین کی مذمت کے مضامین ہیں۔ اور مضمون کی مناسبت سے بعض گذشتہ پیغمبروں اور ان کی قوم کے واقعات بیان کئے گئے ہیں اور توجہ دلائی گئی ہے کہ جن قوموں نے اپنے زمانہ میں اپنے رسولوں کو جھٹلایا وہ دنیا میں ناکام اور آخرت میں عذاب کے مستحق ہوئے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی ذات عالی پر کفار و مشرکین مکہ کے اعتراضات و شبہات میں سے ایک ایک کو نقل کر کے ان کے جواب دیئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی دعوت حق سے اعراض کے برے نتائج بھی صاف صاف بتائے گئے ہیں۔ پھر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان کی کھلی نشانیاں بتائی گئی ہیں جن سے توحید کی تعلیم دی گئی۔ اخیر میں اہل ایمان کے بلند اخلاق و کردار اور ان کے اعمال و خصال کا ذکر فرمایا تا کہ ان کو دیکھ کر مشرکین اپنے برے اعمال سے تائب ہو جائیں اور اپنے اعمال و خصال کا مومنین کے اعمال و خصال سے مقابلہ و موازنہ کریں تا کہ ہدایت و ضلالت اور سعادت و شقاوت کا فرق ان کی نظروں کے سامنے آجائے۔ یہ ہے اسی پوری سورۃ کے مضامین کا خلاصہ جس کی تفصیلات انشاء اللہ اگلے درسوں میں اپنے اپنے مواقع پر آپ کے سامنے آئیں گی۔

سورۃ کی ابتدا تلاوت کردہ عظیم الشان آیات سے ہوتی ہے جن میں پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی کہ ساری خیر و خوبیاں اور تمام عظمت و جلال اور بزرگی و بڑائی اور قوت و قدرت اور کمال و جمال کا منبع و مرکز اس کی ذات پاک ہے۔ یہ سارا مفہوم اور اس سے کہیں زیادہ ایک لفظ تبارک میں موجود ہے۔ حقیقت میں نہ ہمارے پاس ایسے الفاظ ہیں کہ جو اس کی شان کا بیان کر سکیں اور نہ ایسی کوئی چیز ہے کہ جس کو اس کے مشابہ ٹھہرا سکیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسی پاک۔ بلند اور رفعت اور بزرگی والی ذات نے قرآن حکیم جیسی عظیم الشان کتاب اتاری جس میں انسان کے لئے تمام مفید چیزیں کھول کر رکھ دی ہیں تا کہ وہ انہیں حاصل کرے اور بری چیزیں بھی واضح کر دی ہیں تا کہ وہ ان سے بچے۔ انسان اس عظیم الشان کتاب کے ذریعہ حق و باطل۔ سچ و جھوٹ اور برے اور بھلے میں کھلم کھلا فرق سمجھ سکتا ہے۔ پھر اس قرآن کریم کو انسانوں تک پہنچانے کے لئے اور اسے اچھی طرح سمجھانے کے لئے اپنے خاص برگزیدہ بندے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا تھا تا کہ آپ تمام جہان کے انسانوں کو حق بتلائیں اور اس کے اختیار کرنے والوں کو خوشخبری سنائیں اور باطل کو بھی واضح کر دیں اور اس کے اختیار کرنے والوں کو ڈرائیں۔ یہاں آیت میں للعلمین نذیرا کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعنی تمام جہان والوں کے لئے آپ نذیر ہیں تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی ایک قوم یا کسی ایک ملک کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے ہے اور اپنے ہی زمانہ کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے تمام زمانوں کے لئے ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں اور بھی متعدد جگہ آیا ہے مثلاً سورۂ اعراف نویں پارہ میں فرمایا۔

قل یآ یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا

''آپ کہہ دیجئے اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

۲۲ ویں پارہ سورۂ سبا میں فرمایا گیا: **وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا و نذیرا** ''ہم نے آپ کو سارے ہی انسانوں کے لئے بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

آگے یہاں بتلایا جاتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا حاکم مطلق اور اکیلا مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے نہ اس کے اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اس نے تنہا اپنی قدرت سے ہر چیز کو پیدا کیا اور تنہا اس کا انتظام کرتا ہے۔ ہر چیز کے لئے اس کی خصوصیتیں مقرر فرمائیں اور ٹھیک اندازہ سے ہر چیز کا ایک دائرہ معین کر دیا اور ہر ایک کو ایسے قاعدہ اور قانون میں جکڑ دیا جس سے باہر جانے کی کسی کو مجال نہیں۔ اس لئے وہی **وحدہ لاشریک لہ** معبود برحق ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ قدرت خداوندی نے کائنات کی ہر چیز کو ایسا ناپ تول کر پیدا فرمایا کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی یا انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ بڑے بڑے سائنسدان حکمت کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور آخر کار ان کو یہی کہنا پڑتا ہے۔ **تبارک اللہ احسن الخالقین**۔ غرضیکہ مخلوقات میں سے اس خلاق عظیم نے جس چیز کو بھی پیدا فرمایا اس کی شکل، صورت، اجزاء، آثار و خواص میں خاص خاص حکمتیں رکھی ہیں اور ایک ایک مخلوق اس کی قدرت اور حکمت کا شاہکار ہے۔

امام غزالیؒ نے ایک مستقل کتاب اسی موضوع پر لکھی ہے۔ غرضیکہ یہ قرآن کریم کی ان عظیم الشان جامع آیات میں سے ہیں جس میں توحید کی پوری تعلیم سمیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

الغرض سورۃ کی ابتداء توحید کے مضمون سے فرمائی گئی۔ آگے مشرکین کی جہالت و ضلالت کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا

اوران مشرکین نے خدا کو چھوڑ کر اور ایسے معبود قرار دیے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں اور (بلکہ) وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے لئے نہ کسی (دفع) نقصان کا اختیار رکھتے ہیں

وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا (۳) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

اور نہ کسی (حصول) نفع کا اور نہ کسی کے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کے جینے کا اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ جلانے اور کافر (یعنی مشرک) لوگ (قرآن کے بارے میں) یوں کہتے ہیں

اِفْكُ اِۨفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا (۴) ۚۛ وَقَالُوْٓا

کہ یہ تو کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ ہے جس کو ایک شخص (یعنی پیغمبر) نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اسکی امداد کی ہے۔ سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے۔ اور یہ (کافر) لوگ

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۵) قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ

یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں جن کو اس شخص (یعنی پیغمبر) نے لکھوا لیا ہے پھر وہی (مضامین) اسکو صبح و شام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔

يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۶)

آپ (اسکے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو تو اس ذات نے اتارا ہے جس کو سب چھپی باتوں کو خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں خبر ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

وَاتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنالئے	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے علاوہ	اٰلِهَةً اور معبود	لَا يَخْلُقُوْنَ وہ نہیں پیدا کرتے	شَيْـًٔا کچھ	وَّهُمْ بلکہ وہ		
يُخْلَقُوْنَ پیدا کئے گئے ہیں	وَلَا يَمْلِكُوْنَ اور وہ اختیار نہیں رکھتے	لِاَنْفُسِهِمْ اپنے لئے	ضَرًّا کسی نقصان کا	وَّلَا نَفْعًا اور نہ کسی نفع کا			
وَّلَا يَمْلِكُوْنَ اور نہ وہ اختیار رکھتے ہیں	مَوْتًا کسی موت کا	وَّلَا حَيٰوةً اور نہ کسی زندگی کا	وَّلَا نُشُوْرًا اور نہ پھر اٹھنے کا	وَقَالَ اور کہا			
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کافر	اِنْ هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّآ مگر۔صرف	اِفْكُ بہتان۔من گھڑت	اِفْتَرٰىهُ اس نے اسے گھڑ لیا ہے			
وَاَعَانَهٗ اس کی مدد کی	عَلَيْهِ اس پر	قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ دوسرے لوگ	فَقَدْ جَآءُوْ تحقیق وہ آگئے	ظُلْمًا ظلم	وَّزُوْرًا اور جھوٹ		
وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا	اَسَاطِيْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگ	اكْتَتَبَهَا اس نے انہیں لکھ لیا ہے	فَهِيَ تُمْلٰى پس وہ پڑھی جاتی ہیں			
عَلَيْهِ اس پر	بُكْرَةً صبح	وَّاَصِيْلًا اور شام	قُلْ فرمادیں	اَنْزَلَهُ اسکو نازل کیا ہے	الَّذِيْ وہ جو	يَعْلَمُ جانتا ہے	السِّرَّ راز
	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنَّهٗ كَانَ بیشک وہ ہے	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا نہایت مہربان		

تفسیر و تشریح:۔ گزشتہ آیات میں سورۃ کی ابتداء مضمونِ توحید سے اس طرح ہوئی تھی کہ سارے کمالات اور خوبیوں کا منبع اور مرکز وہ ذات پاک ہے جس نے حق و باطل کی تمیز کے لئے قرآن کریم نازل فرمایا اور پھر اس کو انسانوں تک پہنچانے اور اچھی طرح سمجھانے کے لئے اپنے ایک برگزیدہ رسول یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا تا کہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ آسمانوں اور زمین کا حاکم مطلق اور اکیلا مالک اللہ تبارک و تعالیٰ ہے جس کے نہ کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کی حکومت میں اس کا ساتھی اور شریک اور مددگار ہے۔ تنہا اس قادر مطلق نے یہ سب کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ سب کچھ بنایا ہے اور ہر چیز کو اس کو مناسب سامانِ زندگی اور سازگار قوتیں عطا فرمائی ہیں اور ہر چیز کو ایک خاص اندازہ میں رکھا کہ اس سے وہی خواص اور افعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لئے وہ

چیز پیدا کی گئی ہے۔ غرض ہر چیز کو ایسا جانچ اور ناپ تول کر پیدا فرمایا کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی نہیں چھوڑی۔

اب آگے ان آیات میں پہلے مشرکین کی جہالت اور مذمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ کس قدر ظلم تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ ایسے خالق، مالک۔ قادر اور مختار اور حکیم زبردست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر مشرکین نے دوسرے معبود اور حاکم تجویز کر لئے جو گویا خدا کی حکومت میں حصہ دار ہیں حالانکہ وہ ایسے مجبور ہیں کہ نہ وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ نہ مارنا جلانا ان کے قبضہ میں ہے۔ نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی اور کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ برابر فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ایسی عاجز اور مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر کم عقلی اور بے حیائی ہے۔

مشرکین کی یہ جہالت وضلالت تو ذاتِ خداوندی کی نسبت تھی اب آگے دوسری جہالت بیان ہوئی جو ذاتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ہے کہ یہ مشرکین کہتے ہیں کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ (معاذ اللہ) یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اوروں کی مدد سے یوں ہی جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے اور اس کو خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ پھر ان کے ساتھی لگے اس کی اشاعت کرنے۔ (معاذ اللہ) حق تعالیٰ کی طرف سے مشرکین کے ان اقوال کا جواب دیا جاتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظلم اور جھوٹ کیا ہوگا کہ ایسے کلام معجز اور کتاب حکیم کو جس کی عظمت وصداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کذب وافترا کہا جائے۔ کیا اہل کتاب یا غیروں کی مدد سے ایسا کلام بنایا جا سکتا ہے جس کے مقابلہ سے تمام دنیا کے فصیح وبلیغ بلکہ جن وانس ہمیشہ کے لئے عاجز رہ جائیں۔ مشرکین یہ بھی کہتے کہ (معاذ اللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل کتاب سے کچھ پرانے زمانہ کے قصہ کہانیاں سن کر لکھ رکھی ہیں یا کسی سے لکھوا رکھی ہیں۔ وہی شب و روز پڑھی اور رٹی جاتی ہیں۔ مشرکین کا یہ بھی کھلا ہوا جھوٹ اور بہتان تھا اس لئے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ تمام اہل عرب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمی تھے۔ آپ نے کبھی نہ کسی سے لکھنا سیکھا نہ پڑھنا۔ نبوت سے قبل چالیس سال کی زندگی آپ نے انہیں اہل مکہ میں گزاری تھی اور وہ بھی اس طرح کہ اتنی مدت میں ایک واقعہ بھی اور آپ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے۔ ایک ایک وصف آپ کا وہ تھا کہ جس پر اہل مکہ شیدا تھے اور رشک کرتے تھے۔ آپ کی عام مقبولیت اور محبوبیت صداقت، دیانت، امانت۔ بلند اخلاقی اور خوش معاملگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ آپ کو امین کے پیارے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ پھر جبکہ آپ رسالت سے سرفراز فرمائے گئے اور وحی آسمانی کے امین بنائے گئے تو کفار مکہ صرف باپ دادوں کی روش کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر آپ کی عیب جوئی کرنے لگے۔ لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں۔ کبھی آپ کو شاعر کہتے، کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی مجنون (نعوذ باللہ) حیران تھے کہ کس طرح اپنی جاہلانہ روش کو باقی رکھیں اور اپنے معبودانِ باطل کے جھنڈے اوندھے نہ ہونے دیں اور ظلمت کدۂ دنیا کو نور خدا سے جگمگانے نہ دیں۔ مشرکین کے اس بہتان بندی کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان کو جواب میں کہہ دیجئے کہ اس قرآن کو تو اس ذات پاک نے اتارا ہے جس کو سب پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کی خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں سب خبر ہے اور جس کے احاطۂ علمی سے زمین وآسمان کی کوئی چیز باہر نہیں۔ اس کلام کی معجزانہ فصاحت وبلاغت۔ علوم ومعارف۔ اخبار غیبیہ۔ احکام وقوانین صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کسی محدود علم والے آدمی یا جماعت کا کلام نہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ اپنی شانِ غفاریت اور شانِ رحیمی کو بیان فرماتے ہیں کہ مقتضا تو ایسے کفریات کا یہ تھا کہ ان کو فوراً سزا ہو جاوے لیکن چونکہ واقعی اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں اس لئے فوراً سزا نہیں دیتے تا کہ بد بھی اس کی ذات سے مایوس نہ ہوں اور کچھ بھی کیا ہو یا کہا ہو اب بھی اس کی طرف جھک جائیں توبہ کریں اپنے کئے پر پچھتائیں۔ نادم ہوں اور اس کی مغفرت طلب کریں۔ قربان جایئے اس کی شانِ رحیمی کے کہ ایسے سرکش اور دشمنانِ خدا ورسول۔ ایسے بہتان باز اور اس قدر ایذائیں دینے والے لوگوں کو بھی حق تعالیٰ اپنی عام رحمت کی دعوت دیتے ہیں اور اپنے کرم کی طرف انہیں بلاتے ہیں۔

ابھی کفار کے مزید اعتراض اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور ان کے جوابات دیئے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

اور یہ (کافر) لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ (ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ

مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ

کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا۔ یا اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آ پڑتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھایا کرتا۔ اور ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھئے تو یہ لوگ آپ کیلئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کر رہے ہیں سو وہ گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ نہیں پا سکتے۔

وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	مَالِ کیسا ہے	هٰذَا الرَّسُوْلِ یہ رسول	يَاْكُلُ وہ کھاتا ہے	الطَّعَامَ کھانا	وَيَمْشِيْ چلتا پھرتا ہے	فِي میں	
الْاَسْوَاقِ بازار	لَوْلَا کیوں نہیں	اُنْزِلَ اُتارا گیا	اِلَيْهِ اسکے ساتھ	مَلَكٌ کوئی فرشتہ	فَيَكُوْنَ کہ ہوتا وہ	مَعَهٗ اس کے ساتھ	نَذِيْرًا ڈرانے والا
اَوْ يُلْقٰى یا ڈالا (اتارا) جاتا	اِلَيْهِ اس کی طرف	كَنْزٌ کوئی خزانہ	اَوْ تَكُوْنُ یا ہوتا	لَهٗ جَنَّةٌ اس کیلئے کوئی باغ	يَّاْكُلُ وہ کھاتا	مِنْهَا اس سے	
وَقَالَ اور کہا	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	اِنْ تَتَّبِعُوْنَ نہیں تم پیروی کرتے	اِلَّا مگر۔صرف	رَجُلًا ایک آدمی	مَّسْحُوْرًا جادو کا مارا ہوا	اُنْظُرْ دیکھو	كَيْفَ کیسی
ضَرَبُوْا انہوں نے بیان کیں	لَكَ تمہارے لئے	الْاَمْثَالَ مثالیں (باتیں)	فَضَلُّوْا سو وہ بہک گئے	فَلَا لہٰذا نہ	يَسْتَطِيْعُوْنَ پا سکتے ہیں	سَبِيْلًا کوئی راستہ	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے بعض اقوال بیان فرما کر ان کے جواب دیئے گئے تھے اب آگے مزید انہیں کفار مکہ کے بعض دیگر اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نقل فرما کر ان کی تردید فرمائی جاتی ہے۔

بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار سردارانِ قریش جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا کر جو کچھ کہنا سننا اور فیصلہ کرنا ہے کر لو تا کہ ہماری جانب سے مصالحت کی تحریک میں کوئی کمی نہ رہ جائے اس کے بعد جو کچھ کرنا ہے کیا جائے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا۔ آپ تشریف لائے تو حاضرین سردارانِ مکہ نے کہا کہ ہم نے چند باتیں کرنے کے لئے اس وقت بلایا ہے۔ ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ تم نے جو یہ جدید تحریک پیدا کی ہے اس کی غرض اور اس کے پیچھے تمہارا مقصد کیا ہے؟

اگر اس کا مقصد حصول مال ہے تو ہم چندہ کر کے تمہارے لئے اتنا مال جمع کئے دیتے ہیں کہ مکہ میں تم سے زیادہ مالدار کوئی نہ ہوگا۔ اگر تم سرداری کے خواستگار ہو تو ہم باتفاق رائے تم کو اپنا سردار بنانے کے لئے تیار ہیں۔ اگر حکومت کے طالب ہو تو یہ بات بھی دشوار نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مجھے ان باتوں میں سے کسی کی خواہش نہیں۔ میں نہ مال و دولت چاہتا ہوں۔ نہ سرداری کا خواستگار ہوں۔ نہ امارت و بادشاہی کا طالب ہوں۔ حق بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اپنی کتاب مجھ پر نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں جنت کی بشارت اور دوزخ کا عذاب بتا دوں۔ میں نے تم کو پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب اگر تم نے میرے قول کو مان لیا تو دنیا و آخرت میں تمہارے لئے کامیابی ہے اور اگر نہ مانا تو میں صبر کئے رہوں گا یہاں تک کہ خدا میرا اور

تمہارا فیصلہ فرما دے۔ سردارانِ کفر بولے۔ ہم نے جو امور تمہارے سامنے پیش کئے اگر تم ان میں سے کسی کو قبول نہیں کرتے تو اچھا اپنے رب سے درخواست کرو کہ وہ کوئی فرشتہ آسمان سے اتار دے جو تمہارے ساتھ رہے اور تمہارے قول کی تصدیق کرے اور ہمارے اعتراضات کا جواب دے۔ یا یہ دعا کرو کہ خدا تمہارے لئے سرسبز باغ۔ شاندار کوٹھیاں اور سونے چاندی کے محلات بنا دے تا کہ تمہاری حالت ایسی شکستہ نہ رہے جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے پاس ایک غیبی خزانہ بھی ہونا چاہئے تا کہ دوسرے کم مایہ لوگوں کی طرح تم کو بازار میں طلب معاش وغیرہ کے سلسلہ میں نہ جانا پڑے۔ تمہارے غیبی خزانہ کو دیکھ کر ہم کو یقین ہوگا کہ واقعی تم کو کوئی خاص شرف حاصل ہے اور تم مرتبۂ پیغمبری کے لائق ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس قسم کی کوئی درخواست خدائے تعالیٰ سے نہیں کروں گا۔ میرے بعثت کی یہ غرض ہی نہیں ہے۔ مجھے تو صرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ قرآن پاک کفار کے انہیں اقوال کو ان آیات میں نقل فرماتا ہے اور مختصر طور پر ان کے شبہات کو دور کر کے ان کے اقوال کی تردید بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار یوں کہتے ہیں کہ رسول کی کیا یہ حیثیت ہو سکتی ہے کہ معمولی انسانوں کی طرح کھانا کھائے اور بازاروں میں سودا سلف اپنی ضروریات کے لئے خریدتا پھرے۔ جب یہ ہماری طرح کھانے پینے کے محتاج اور انتظام معاش و رزق کے لئے بازار میں چلنے پھرنے کے حاجت مند ہیں تو پھر ہم پر فوقیت کیا ہوئی اور ہم میں ان میں فرق کیا رہا۔ گویا ان کور دماغ کفار کے دماغوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ انسان نبی نہیں ہو سکتا۔ وہ نبوت اور بشریت میں منافات سمجھتے تھے اس لئے کہتے کہ اگر واقعی رسول ہوتے تو چاہئے تھا کہ فرشتوں کی طرح کھانے پینے اور طلب معاش کے بکھیڑوں سے فارغ ہوتے۔ اور کفار یہ بھی کہتے کہ یہ اگر واقعی رسول ہیں تو آسمان کے فرشتے قطار در قطار ان کے آگے پیچھے ہوتے اور اگر فرشتوں کی فوج نہیں تو کم از کم ایک فرشتہ تو ضرور ہی ساتھ ہونا چاہئے تھا جو ڈرانے دھمکانے میں ان کا ساتھ دیتا اور جس کا لوگوں پر رعب پڑتا یہ کیا کہ کس مپرسی کی حالت میں اکیلے دعویٰ کرتے پھر رہے ہیں، یا پھر اگر فرشتے بھی ساتھ نہ ہوں تو کم از کم آسمان سے سونے چاندی کا کوئی غیبی خزانہ مل جاتا کہ لوگوں کو بے دریغ مال خرچ کر کے اپنی طرف مائل کر لیا کرتے اور خیر یہ بھی نہ سہی تو معمولی رئیس اور زمیندار کی طرح انگور کھجور وغیرہ کا ایک باغ تو ان کی ملک میں ہوتا جس سے دوسروں کو نہ دیتے تو کم از کم خود بے فکری سے کھایا پیا کرتے۔ جب اتنا بھی نہیں تو کس طرح یقین ہو کہ اللہ نے پیغمبری کے لئے ایسے معمولی حیثیت کے انسان کو مامور کیا ہو۔ میاں کی یہ پوزیشن اور اتنا اونچا دعویٰ۔ اس پر بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ان کے عقل کے فتور کا نتیجہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے سحر کر دیا ہے کہ عقل جاتی رہی۔ (معاذ اللہ معاذ اللہ)۔

ان اقوال کی تردید میں حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی کیسی عجیب باتیں کہہ رہے ہیں۔ کبھی آپ کو مسحور بناتے ہیں، کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی شاعر، کبھی مجنون، ان کا یہ اضطراب کہ ان کو الزام لگانے میں کسی ایک بات پر قرار نہیں خود بتلاتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی آپ پر منطبق نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان خرافات کی وجہ سے یہ بالکل گمراہ ہو گئے اور اس جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ سیدھی راہ کیسے پا سکتے ہیں۔

یہ تو تھا مختصر اور اجمالی جواب آگے تفصیلاً جواب مذکور ہوتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَاۤءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ

وہ ذات بڑی عالیشان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو اس سے اچھی چیز دیدے یعنی بہت سے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپکو بہت سے محل دے دے۔

وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝۱۱ اِذَا

بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں اور ہم نے ایسے شخص کیلئے جو کہ قیامت کو جھوٹ سمجھے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔وہ ان کو دور سے دیکھے گی

رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝۱۲ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ

تو وہ لوگ اس کا جوش وخروش سنیں گے۔اور جب وہ اس کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جاویں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔

دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝۱۳ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝۱۴ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ

ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔آپ کہیئے کہ کیا یہ (مصیبت کی) حالت اچھی ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کی جنت اچھی ہے

اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۤءً وَّمَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۤءُوْنَ

جس کا خدا سے ڈرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔کہ وہ ان کیلئے صلہ ہے اور ان کا ٹھکانا ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔

خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۝۱۶

یہ ایک وعدہ ہے جو آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے

تَبٰرَكَ بڑی برکت والا	الَّذِيْ وہ جو	اِنْ شَاۤءَ اگر چاہے	جَعَلَ وہ بنادے	لَكَ تمہارے لئے	خَيْرًا بہتر	مِّنْ ذٰلِكَ اس سے	جَنّٰتٍ باغات	
تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا جن کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	وَيَجْعَلْ اور بنادے	لَكَ تمہارے لئے	قُصُوْرًا محل	بَلْ بلکہ	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	
بِالسَّاعَةِ قیامت کو	وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا	لِمَنْ كَذَّبَ اسکے لئے جس نے جھٹلایا	بِالسَّاعَةِ قیامت کو	سَعِيْرًا دوزخ	اِذَا جب			
رَاَتْهُمْ وہ دیکھے گی انہیں	مِّنْ سے	مَّكَانٍ جگہ	بَعِيْدٍ دور	سَمِعُوْا وہ سنیں گے	لَهَا اسے	تَغَيُّظًا جوش مارنا	وَّزَفِيْرًا اور چنگھاڑنا	وَاِذَآ اور جب
اُلْقُوْا وہ ڈالے جائینگے	مِنْهَا اس سے۔کی	مَكَانًا کسی جگہ	ضَيِّقًا تنگ	مُّقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے	دَعَوْا وہ پکاریں گے	هُنَالِكَ وہاں	ثُبُوْرًا موت	
لَا تَدْعُوا تم نہ پکارو	الْيَوْمَ آج	ثُبُوْرًا موت کو	وَّاحِدًا ایک	وَّادْعُوْا بلکہ پکارو	ثُبُوْرًا موتیں	كَثِيْرًا بہت سی	قُلْ فرمادیں	اَذٰلِكَ کیا یہ
خَيْرٌ بہتر	اَمْ یا	جَنَّةُ الْخُلْدِ ہمیشگی کے باغ	الَّتِيْ جو۔جس	وُعِدَ وعدہ کیا گیا	الْمُتَّقُوْنَ پرہیزگار	كَانَتْ وہ ہے	لَهُمْ ان کیلئے	
جَزَاۤءً جزا (بدلہ)	وَّمَصِيْرًا لوٹ کر جانے کی جگہ	لَهُمْ ان کیلئے	فِيْهَا اس میں	مَا يَشَاۤءُوْنَ جو وہ چاہیں گے	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے			
كَانَ ہے	عَلٰي رَبِّكَ تمہارے رب کے ذمے	وَعْدًا ایک وعدہ	مَّسْـُٔوْلًا مانگا ہوا					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین مکہ کے شبہات اور اعتراضات بیان فرمائے گئے تھے جو کہتے تھے کہ رسول کو تو

فرشتہ خصلت ہونا چاہئے کہ جو نہ کھائے پئے اور نہ کسی ضرورت کے لئے بازاروں میں آئے جائے۔ رسول کے ساتھ کوئی آسمانی خزانہ ہونا چاہئے یا کوئی ایسا باغ ہو کہ طرح طرح کے میوے اور پھل وہاں سے کھائے جاسکیں۔ تو ان خرافات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہوئے گذشتہ آیات میں مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ یہ بدبخت آپ کو کیا کہتے ہیں۔ یہ بیہودہ بکتے ہیں۔ گمراہ ہیں اور راہِ راست نہیں پاسکتے۔ آگے اسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید مخاطبت ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے خزانہ میں کیا کمی ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ چاہے تو ایک باغ کیا بہت سے باغات عطا فرمادے بلکہ اس کو قدرت ہے کہ آخرت میں جو باغ و نہریں۔ اور حور و قصور اور عالی شان محلات ملنے والے ہیں وہ سب ابھی آپ کو دنیا میں عطا کردے۔ جن چیزوں کو کفار عجیب و غریب سمجھتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے اعتبار سے بہت حقیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بھی کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ اپنے رسول کو دولت کے خزانے دے دیتے۔ یا بڑی سے بڑی حکومت و سلطنت کا مالک بنادیتے جیسا کہ پہلے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو ایسی دولت اور بے مثال حکومت عطا فرما کر اپنی اس قدرت کاملہ کا اظہار بھی کیا جاچکا ہے۔ مگر خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیری کو امیری پر ترجیح دی اور اپنے لئے مسکینی ہی کی حالت کو پسند فرمایا۔ احادیث میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کے لئے پورے بطحائے مکہ اور اس کے پہاڑوں کو سونا بنائے دیتا ہوں۔ تو میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں یہ نہیں چاہتا مجھے تو یہ پسند ہے کہ مجھے ایک روز پیٹ بھر کر کھانا ملے اور ایک دن بھوکا رہوں۔ اور جب بھوکا رہوں تو تیری طرف رجوع کروں اور گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیری حمد و ثنا بیان کروں اور تیرا شکر کروں۔ اور ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ پھرا کرتے۔ اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیری کو امیری پر ترجیح دی اور ان سب سے مقصود امت کی تعلیم و تفہیم تھی کہ دنیاوی ثروت فتنہ ہے اس میں نہ پڑیں بلکہ آخرت کی فکر کریں۔ اور انبیاء علیہم السلام کا عام طور پر فقر و فاقہ میں رہنا اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتوں اور عام انسانوں کی مصالح کی بنا پر تھا۔ اور اس فقر و فاقہ میں بھی وہ مجبور نہیں تھے اگر وہ چاہتے تو اللہ تعالیٰ ان کو بڑا مالدار اور صاحب ثروت اور صاحب جائیداد بنادیتے مگر حق تعالیٰ نے ان حضرات کی طبیعت ہی کو ایسا بنایا کہ وہ مال و دولت سے کوئی دلچسپی ہی نہیں رکھتے تھے۔ غرضیکہ بتلایا جارہا ہے کہ ان کفار و معاندین کے اگر سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی پوری کردی جاتیں تب بھی یہ حق و صداقت کو قبول کرنے والے نہ تھے اور وہ جن باتوں یا چیزوں کا مطالبہ کرتے تھے وہ فی الحقیقت طلب حق کی نیت سے نہیں۔ محض شرارت اور عناد سے یہ بک رہے ہیں۔ اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ انہیں ابھی تک قیامت اور سزا و جزا پر یقین نہیں آیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے جھٹلانے سے کچھ نہیں بنتا۔ قیامت آ کر رہے گی اور ان مکذبین کے لئے آگ کا جو جیل خانہ تیار کیا گیا ہے اس میں انہیں ضرور رہنا پڑے گا۔ اور اس دوزخ کا یہ حال ہوگا کہ جب محشر میں لائی جائے گی تو جہنمیوں کو دور سے دیکھ کر جوش میں بھر جائے گی اور اس کی غضبناک آوازوں اور خوفناک پھنکاروں سے بڑے بڑے دلیروں کے پتے پانی ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ایک قسم کی حیات اور ایک قسم کا شعور رکھا ہے۔ قیامت کے دن جب کافروں کو دیکھے گی تو غیظ و غضب سے بھڑک اٹھے گی۔ جیسے شیر دھاڑتا ہے اور غصہ میں مزید غضبناک ہوجاتا ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ جب میدان حشر میں حساب کتاب کے لئے سب جمع ہو جائیں گے تو جنت اور دوزخ کے حاضر ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ کو اس جگہ سے جہاں اس کو خدا نے پیدا کیا ہے لایا جائے گا اس طرح کہ اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ ۷۰ ہزار فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگی اور وہ فرشتے اس کو کھینچتے ہوئے لائیں گے اس حالت میں کہ اس میں سے آگ کے شعلے چنگاریاں بڑے بڑے محلوں کی مقدار میں اونٹوں کی قطار کے مانند پے در پے اٹھتی ہوں گی اور نہایت مہیب آوازوں کے ساتھ تسبیح کرتی ہوں گی۔ اور جن وانس اور بتوں کو اپنے لئے بطور غذا طلب کرتی۔ ہوگی جس کو سن کر لوگ لرز جائیں گے اور مارے ڈر کے زانو کے بل گر پڑیں گے۔ دوزخ کی گرمی اور بدبو اس قدر ہوگی کہ ستر سال کی مسافت تک پہنچتی ہوگی۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی۔ پھر اس کو ایک ہزار برس اور دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی۔ پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا یہاں تک وہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ سیاہ اور تاریک ہے۔ (العیاذ باللہ)۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دوزخ میں ہر مجرم کے لئے خاص جگہ ہوگی جہاں سے ہل نہ سکے گا اور ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم ایک ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوں گے اس وقت مصیبت سے گھبرا کر موت کو پکاریں گے کہ کاش موت آکر ہماری ان دردناک مصائب کا خاتمہ کردے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو کیونکہ ایک موت کے پکارنے سے تمہاری مصیبت کا خاتمہ نہ ہوگا کیونکہ جہنم میں تو انواع و اقسام عذاب کا کوئی شمار نہیں جو ایک موت اور ایک ہلاکت سے ختم ہو جائیں۔ لہٰذا تم ہزار ہا بار موت کو پکارتے رہو کتنا ہی پکارو تمہاری سب پکار بے فائدہ اور بے کار ہے۔ آگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان منکرین کو یہ مصیبت سنا کر کہئے کہ یہ بتلاؤ کہ کیا یہ مصیبت کی حالت اچھی ہے جو کہ مقتضا ہے تمہارے کفر و انکار کا یا وہ ہمیشہ کے رہنے کی جنت اچھی ہے جس کا خدا نے اہل ایمان سے وعدہ کیا ہے اور جہاں ان کو ہر وہ چیز ملے گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور پھر یہ کہ ان ابدی راحتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ من مانی نعمتیں۔ ابدی لذتیں۔ اور دائمی مسرتیں ان کے لئے موجود ہیں۔ عمدہ کھانے۔ اچھے بچھونے۔ بہترین سواریاں، پرتکلف لباس۔ بڑے بڑے محلات۔ پاکیزہ حوریں۔ پھر کسی نعمت کے خراب ہو جانے کم ہو جانے یا ختم ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ ہمیشگی کی دولت انہیں حاصل ہوگی۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان ہے جو اہل جنت پر ہوگا۔ یہ رب کریم کا وعدہ ہے جو اس نے اپنے ذمہ کر لیا ہے جو ہو کر رہنے والا ہے اور یقیناً پورا کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کفار و مشرکین کو ترہیب اور وعید کے بعد ترغیب ایمان بھی دے دی گئی۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر کفار کے شبہات و اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے بل کذبوا بالساعۃ جو فرمایا یعنی یہ کفار منکرین قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ انکار رسالت کا اصل سبب انکار قیامت ہے۔ اور تکذیب نبوت کی حقیقی وجہ تکذیب حشر و حساب کتاب ہے۔ اقرار قیامت کے بعد ضرورت نبوت بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے آگے مشرکوں اور کافروں کو قیامت کے دن کی ملامت و ندامت کا حال ان کو سنایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ

اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (کافر) لوگوں کو اور جن کو وہ لوگ خدا کے سوا پوجتے تھے اُن کو جمع کرے گا پھر فرماوے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا

اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ

یا یہ خود ہی راہ سے گمراہ ہوگئے تھے وہ عرض کریں گے کہ معاذ اللہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم آپ کے سوا اور کارسازوں کو تجویز کرتے ولیکن آپ نے ان کو

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا

اور ان کے بڑوں کو آسودگی دی یہانتک کہ وہ آپکی یاد کو بھلا بیٹھے اور یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے۔لو تمہارے ان معبودوں نے تو تم کو تمہاری باتوں میں جھوٹا ٹھہرا دیا

تَقُوْلُوْنَ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

سو تم نہ تو خود (عذاب کو) ٹال سکتے ہو اور نہ مدد دیئے جاسکتے ہو۔اور تم میں جو ظالم ہوگا ہم اُس کو بڑا عذاب چکھائیں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ

اور ہم نے آپؐ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے۔اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اَتَصْبِرُوْنَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾

اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کیلئے آزمائش بنایا ہے۔کیا تم صبر کروگے؟اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	يَحْشُرُهُمْ وہ انہیں جمع کریگا	وَمَا اور جنہیں	يَعْبُدُوْنَ وہ پرستش کرتے ہیں	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوائے		
فَيَقُوْلُ تو وہ کہے گا	ءَاَنْتُمْ کیا تم	اَضْلَلْتُمْ تم نے گمراہ کیا	عِبَادِيْ میرے بندے	هٰٓؤُلَآءِ یہ ہیں۔ان	اَمْ هُمْ یا وہ	ضَلُّوا بھٹک گئے	
السَّبِيْلَ راستہ	قَالُوْا وہ کہیں گے	سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے	مَا كَانَ نہ تھا	يَنْۢبَغِيْ سزاوار۔لائق	لَنَآ ہمارے لئے	اَنْ کہ	نَّتَّخِذَ ہم بنائیں
مِنْ دُوْنِكَ تیرے سوا	مِنْ کوئی	اَوْلِيَآءَ مددگار	وَلٰكِنْ اور لیکن	مَّتَّعْتَهُمْ تو نے آسودگی دی انہیں	وَاٰبَآءَهُمْ اور انکے باپ دادا		
حَتّٰى یہانتک کہ	نَسُوا وہ بھول گئے	الذِّكْرَ یاد	وَكَانُوْا اور وہ تھے	قَوْمًۢا بُوْرًا ہلاک ہونیوالے لوگ	فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ پس انہوں نے تمہیں جھٹلا دیا		
بِمَا تَقُوْلُوْنَ وہ جو تم کہتے تھے تمہاری بات	فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ پس اب تم نہیں کر سکتے ہو	صَرْفًا پھیرنا	وَّلَا نَصْرًا اور نہ مدد کرنا	وَمَنْ اور جو			
يَّظْلِمْ وہ ظلم کرے گا	مِّنْكُمْ تم میں سے	نُذِقْهُ ہم چکھائیں گے اسے	عَذَابًا عذاب	كَبِيْرًا بڑا	وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنَا بھیجے ہم نے	
قَبْلَكَ تم سے پہلے	مِنَ سے	الْمُرْسَلِيْنَ رسول	اِلَّآ مگر	اِنَّهُمْ وہ یقینا	لَيَاْكُلُوْنَ البتہ کھاتے تھے	الطَّعَامَ کھانا	وَيَمْشُوْنَ اور چلتے پھرتے تھے
فِي الْاَسْوَاقِ بازاروں میں	وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیا۔بنایا	بَعْضَكُمْ تم میں سے بعض کو (کسی کو)	لِبَعْضٍ بعض (دوسروں کیلئے)				
فِتْنَةً آزمائش	اَتَصْبِرُوْنَ کیا تم صبر کروگے	وَكَانَ اور ہے	رَبُّكَ تمہارا رب	بَصِيْرًا دیکھنے والا			

تفسیر وتشریح:۔کفار ومشرکین جو کہ قیامت اور حشر ونشر۔جزا وسزا۔جنت اور دوزخ کے منکر تھے ان کے متعلق گذشتہ آیات میں

بتلایا گیا تھا کہ آج تو یہ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں لیکن قیامت میں ان کے لئے جہنم تیار رکھی ہے جس میں یہ اپنے انکار اور کفر کی وجہ سے ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر وہاں کے عذاب ومصائب کی وجہ سے موت ہی موت پکاریں گے۔ مگر پھر موت بھی وہاں کہاں۔ وہ تو عذاب دائمی ہوگا۔

الٰہی کفار ومشرکین کے متعلق مزید ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب سب کا حشر نشر ہوگا اور سب کو خداوند قدوس کے سامنے جمع کیا جائے گا تو کفار ومشرکین کی حسرت میں اضافہ کرنے اور ان کے غم واندوہ کو بڑھانے کے لئے خداوند تعالیٰ مشرکوں کے مواجہ میں ان کے معبودوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے سوا اپنی پرستش کے لئے ان جاہلوں کو حکم دیا تھا یا یہ خود تمہاری دعوت کے بغیر تمہاری بندگی وپرستش کر کے گمراہ ہوئے؟ مشرکوں کے معبود جوابا عرض کریں گے۔ پروردگار تو ہر طرح کے شرک سے پاک ہے ہم کو یہ اختیار ہی کہاں تھا کہ ہم اپنے پرستار بناتے اس لئے ہم ان کو اپنا پرستار کیسے بنا سکتے تھے کہ آپ کو چھوڑ کر ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔ ان کی گمراہی کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ عیش وآرام میں پڑ کر اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر آپ کی یاد کو بھلا بیٹھے۔ کسی نصیحت پر کان نہ دھرا۔ پیغمبروں کی ہدایت وارشادات کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کرلیں اور دنیوی تمتع پر مغرور ہوگئے۔ آپ نے اپنی نوازش سے جس قدر ان کو اور ان کے باپ دادوں کو دنیا کے فائدے پہنچائے یہ اسی قدر غفلت اور نسیان میں ترقی کرتے گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انعامات الٰہیہ کو دیکھ کر منعم حقیقی کی بندگی اور شکر گزاری اختیار کرتے الٹے مغرور اور کفر وعصیاں پر تل گئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے وغیرہ کہیں گے جن کو دنیا والوں نے اپنا معبود بنایا تھا۔ حاصل جواب کا یہ ہے کہ ان کفار ومشرکین کو ہم نے گمراہ نہیں کیا اور نہ ان کو گمراہی کی دعوت دی بلکہ یہ لوگ خود گمراہ ہوئے۔ اس پر حق تعالیٰ مشرکوں سے فرمائیں گے۔ لو! جن کی اعانت پر تم کو بڑا بھروسہ تھا اور جن کو تم اپنا کارساز اور دین دنیا میں اپنا مددگار جانتے اور اپنا حامی کہتے تھے وہ خود تمہارے دعوے کو جھٹلا رہے ہیں اور تمہاری حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کررہے ہیں جس سے تمہارا جرم پوری طرح واضح ہوگیا۔ اب عذاب الٰہی کو نہ تم پھیر سکتے ہو نہ بات کو پلٹ سکتے ہو۔ نہ ایک دوسرے کی مدد کرسکتے ہو۔ اب جو سزا ملنے والی ہے اس کا پڑے ہوئے مزہ چکھتے رہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار ومشرکین کا اعتراض یہ گذشتہ آیات میں نقل ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بازاروں میں آمد ورفت اور ضروریات کی تکمیل کو کفار نبوت کے خلاف سمجھتے تھے۔ آپ کا کھانا پینا بھی ان کی نظروں میں شان نبوت کے خلاف تھا۔ پھر افلاس اور فقر کو بھی وہ مانع نبوت جانتے تھے۔ ان اعتراضات کو دفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں دو جواب دیئے۔ ایک الزامی دوسرا برہانی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور انبیاء ومرسلین بھی گزرے ہیں لیکن لوازمِ بشریت سب میں موجود تھے۔ کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ اور کسی کے پاس غیبی خزانہ نہ تھا۔ نہ فرشتہ ساتھ ساتھ ندا کرتا پھرتا تھا۔ تو جب قدرت کا یہی دستور العمل ہے تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر نئی بات پیدا ہونے کی تم کیوں خواستگاری کرتے ہو۔ آگے برہانی جواب ہے کہ اگر خدا چاہتا تو کفار کے درخواست کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دولت مند اور خزانہ غیب کا حامل بنا دیتا۔ نیز یہ بھی ممکن تھا کہ فرشتہ ہر وقت تصدیق رسول کے لئے آپ کے

ساتھ رہتا۔غرض ہر فرمائش کو پورا کرنا ممکن تھا مگر امتحان انسانی جو اصل مقصد تھا وہ فوت ہو جاتا۔اللہ تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ بندوں کی آزمائش کرے اور انبیاء کی تصدیق و تکذیب کو معیار امتحان قرار دے۔ یہ دنیا دارِ امتحان ہے۔ یہاں انسانوں میں سے ہر گروہ اور ہر شخص دوسرے کے لئے سبب آزمائش ہے امیروں کی آزمائش غریبوں سے ہے۔غریبوں کی آزمائش امیروں سے ہے۔اسی لئے حق تعالیٰ نے اسی دنیا دارِ امتحان میں کسی کو مالدار بنایا کسی کو غریب و مفلس کسی کو حاکم بنایا۔کسی کو محکوم۔کسی کو تندرست بنایا۔کسی کو بیمار۔کسی کو قوی بنایا کسی کو ضعیف۔اس اختلاف و تفاوت میں ہر طبقے کا امتحان اور آزمائش ہے۔غنی کے شکر کا اور غریب کے صبر کا امتحان ہے۔اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت یہ ہے کہ جب تمہاری نظر کسی ایسے شخص پر پڑے جو مال و دولت میں تم سے زیادہ ہے یا صحت و قوت اور عزت و جاہ میں تم سے بڑا ہے تو تم فوراً ایسے لوگوں پر نظر کرو جو ان چیزوں میں تم سے کم حیثیت رکھتے ہیں تا کہ تم حسد کے گناہ سے بھی بچ جاؤ اور اپنی موجودہ حالت میں اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کی توفیق ہو۔

اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو صبر و استقلال کی تلقین فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ کافروں کا کفر اور ایذا دہی اور صابروں کا صبر و تحمل سب حق تعالیٰ کی نظر میں ہے۔ہر ایک کو اس کے کیئے کا پھل ملے گا۔

الغرض یہاں تک منکرین نبوت کے بعض شبہات و اعتراضات کے جواب دیئے گئے اب ان ہی منکرین نبوت کا ایک شبہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں نازل کئے جو ہمارے سامنے آکر نبوت و رسالت کی شہادت دیتے کہ یہ شخص دعوائے نبوت میں صادق ہے یا ہم بلا واسطہ اللہ کو دیکھتے اور بلا واسطہ خود اللہ تعالیٰ سے ان کی نبوت کی بابت پوچھ لیتے اور اللہ تعالیٰ ہم کو خود بتلا دیتے کہ یہ شخص میرا نبی ہے۔تو اس جاہلانہ اور احمقانہ اور گستاخانہ اور مغرورانہ اعتراض و شبہ کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے اگلی آیات میں دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں 19 ویں پارہ کی ابتداء سے ہوگا۔الحمد للہ کہ ان آیات پر ۱۸ ویں پارہ کا بیان پورا ہو گیا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ایمان اور اسلام کی برکت سے حشر میں ہم سب کو سرخروئی اور کامرانی نصیب فرمائیں۔اور میدانِ حشر کی ذلت اور رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

یا اللہ! ہم کو دنیا میں جو کچھ آپ عطا فرمائیں اس کو اپنے ذکر و فکر کا ذریعہ بنائیں۔اور اس دنیا دارِ آزمائش سے ہم کو کامیابی کے ساتھ دارِ آخرت میں جانا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! میدانِ حشر میں ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے مومنین و مخلصین کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب فرمایئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین کے ساتھ اپنے انعام و اکرام سے ہم سب کو نواز دیجئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ

اور جولوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے۔یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں یہ لوگ

اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ

اپنے دِلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حد سے بہت دُور نکل گئے ہیں۔جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے۔اُس روز مجرموں کیلئے

لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ

کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے۔اور ہم ان کے اُن کاموں کی طرف جو کہ وہ (دنیا میں) کر چکے تھے متوجہ ہوں گے

هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ

سو ان کو ایسا کردیں گے جیسے پریشان غبار۔اہل جنت اُس روز قیام گاہ میں بھی اچھے رہیں گے اور آرام گاہ میں بھی خوب اچھے ہوں گے۔اور جس روز آسمان ایک بدلی

السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ࣙالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى

پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے بکثرت اُتارے جاویں گے۔اُس روز حقیقی حکومت (حضرت) رحمٰن کی ہوگی۔اور وہ کافروں پر بڑا سخت دن ہوگا۔

الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ

اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاویگا۔کہے گا کیا اچھا ہوتا میں رسولؐ کے ساتھ راہ پر لگ لیتا۔

سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ

ہائے میری شامت کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا اُس نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے اس سے بہکا دیا

جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا

اور شیطان تو انسان کو امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے۔اور رسولؐ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اِس قرآن

هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

کو بالکل نظر انداز کررکھا تھا۔اور ہم اسی طرح مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہے ہیں۔اور ہدایت کرنے کو

هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يَرْجُوْنَ وہ امید نہیں رکھتے	لِقَآءَنَا ہم سے ملنا	لَوْلَا کیوں نہ	اُنْزِلَ اتارے گئے	عَلَيْنَا ہم پر	
الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	اَوْ نَرٰى یا ہم دیکھ لیتے	رَبَّنَا اپنا رب	لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا تحقیق انہوں نے بڑا کیا	فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے دلوں میں			
وَعَتَوْ اور انہوں نے سرکشی کی	عُتُوًّا كَبِيْرًا بڑی سرکشی	يَوْمَ جس دن	يَرَوْنَ وہ دیکھیں گے	الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے	لَا بُشْرٰى نہیں خوشخبری		
يَوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کیلئے	وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے	حِجْرًا کوئی آڑ ہو	مَّحْجُوْرًا روکی ہوئی	وَقَدِمْنَا اور ہم آئے متوجہ ہونگے		
اِلٰى طرف	مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کئے	مِنْ عَمَلٍ کوئی کام	فَجَعَلْنٰهُ تو ہم کردینگے انہیں	هَبَآءً غبار	مَّنْثُوْرًا بکھرا ہوا (پراگندہ)		
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ بہشت والے	يَوْمَئِذٍ اس دن	خَيْرٌ بہت اچھا	مُّسْتَقَرًّا ٹھکانہ	وَّاَحْسَنُ اور بہترین	مَقِيْلًا آرام گاہ	وَيَوْمَ اور جس دن	
تَشَقَّقُ پھٹ جائیگا	السَّمَآءُ آسمان	بِالْغَمَامِ بادل سے	وَنُزِّلَ اور اتارے جائینگے	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	تَنْزِيْلًا بکثرت اترنا	اَلْمُلْكُ بادشاہت	
يَوْمَئِذِ اس دن	الْحَقُّ سچی	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کیلئے	وَكَانَ اور ہے۔ ہوگا	يَوْمًا وہ دن	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر	عَسِيْرًا سخت	وَيَوْمَ اور جس دن
يَعَضُّ کاٹ کھائے گا	الظَّالِمُ ظالم	عَلٰى يَدَيْهِ اپنے ہاتھوں کو	يَقُوْلُ وہ کہے گا	يٰلَيْتَنِيْ اے کاش! میں	اتَّخَذْتُ پکڑ لیتا	مَعَ الرَّسُوْلِ رسول کیساتھ	
سَبِيْلًا راستہ	يٰوَيْلَتٰى ہائے میری شامت	لَيْتَنِيْ کاش میں	لَمْ اَتَّخِذْ نہ بناتا	فُلَانًا فلاں کو	خَلِيْلًا دوست	لَقَدْ اَضَلَّنِيْ البتہ اس نے مجھے بہکایا	
عَنِ الذِّكْرِ نصیحت سے	بَعْدَ اِذْ اسکے بعد جب	جَآءَنِيْ میرے پاس پہنچ گئی	وَكَانَ اور ہے	الشَّيْطٰنُ شیطان	لِلْاِنْسَانِ انسان کو		
خَذُوْلًا کھلا چھوڑ جانے والا	وَقَالَ اور کہے گا	الرَّسُوْلُ رسول	يٰرَبِّ اے میرے رب	اِنَّ بیشک	قَوْمِي میری قوم	اتَّخَذُوْا ٹھہرالیا انہوں نے	
هٰذَا الْقُرْاٰنَ اس قرآن کو	مَهْجُوْرًا متروک (چھوڑنے کے قابل)	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	جَعَلْنَا ہم نے بنائے	لِكُلِّ نَبِيٍّ ہر نبی کیلئے	عَدُوًّا دشمن		
	مِنَ سے	الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں گنہگاروں	وَكَفٰى اور کافی ہے	بِرَبِّكَ تمہارا رب	هَادِيًا ہدایت کرنیوالا	وَّنَصِيْرًا اور مددگار	

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ گذشتہ درس پر اٹھارویں پارہ کا بیان پورا ہوگیا تھا اب انیسواں پارہ شروع ہورہا ہے۔ گذشتہ سے مضمون کفار ومشرکین کے اعتراضات اوراس کی تردید کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسی سلسلہ میں ان آیات میں بعض مزید اعتراضات اوران کے جوابات ارشادفرمائے جاتے ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار ومشرکین جن کو یہ امید نہیں کہ ایک روز خداوند قدوس کے روبرو حاضر ہوکر حساب کتاب دینا ہے۔ وہ سزا کے خوف سے بالکل بے فکر ہوکر معاندانہ اور گستاخانہ کلمات زبان سے بکتے ہیں مثلاً یہ کفار کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح ہم پر فرشتے وحی لے کر کیوں نہ اترے یا فرشتہ آ کر ہم سے تصدیق کرے کہ یہ خدا کے رسول ہیں۔ یا خدا تعالیٰ سامنے آ کر ہم سے ہم کلام ہو اور ہم خدا کو دیکھیں اور خود خدا ان کے دعویٰ رسالت کی تائید و تصدیق کردے۔ کفار کے ان اعتراضات کے جواب میں حق تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے گمان میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے جو وحی اور فرشتوں کے آنے کی تمنا رکھتے ہیں اور شرارت اور سرکشی کی حد ہوگئی کہ باوجود ایسی سیہ کاریوں کے دنیا میں ان آنکھوں سے خداوند قدوس کو دیکھنے اور شرف ہم کلامی سے مشرف ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ گھبراؤ نہیں ایک دن آنے والا ہے جب فرشتے تم کو نظر آئیں گے لیکن ان کے دیکھنے سے تم جیسے مجرموں کو کچھ خوشی حاصل نہ ہوگی بلکہ سخت ہولناک مصائب کا سامنا ہوگا حتیٰ کہ جو لوگ اس وقت فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کرنے والے ہیں اس وقت پناہ طلب کریں گے اور چاہیں گے کہ ان کے اور فرشتوں کے درمیان کوئی آڑ یا روک قائم

ہو جائے کہ وہ ان تک نہ پہنچ سکیں۔ لیکن خدا کا فیصلہ کب رک سکتا ہے۔ اور دنیا میں ان کفار و مشرکین نے جو بھلے کام اپنے زعم کے موافق کئے ہیں اور جن پر انہیں بڑا بھروسہ ہے ہم قیامت میں قطعاً انہیں ملیامیٹ کر دیں گے اور اس طرح بے حقیقت کر کے اڑا دیں گے جیسے خاک کے حقیر ذرات ہوا میں ادھر ادھر اڑ جایا کرتے ہیں یعنی ان کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ یہ لوگ تو اس روز مصیبت میں گرفتار ہوں گے اور جن اہل ایمان کی دنیا میں ہنسی اڑاتے ہیں وہ جنت کی آرام گاہ میں خوب مزے کے ساتھ ہوں گے اور وہاں کی راحت و عیش و آرام اٹھا رہے ہوں گے۔ آگے قیامت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن آسمانوں کے پھٹنے کے بعد اوپر سے بادل کی طرح ایک چیز اترتی نظر آئے گی جس میں حق تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہوگی اور اس کے ساتھ بے شمار فرشتوں کا ہجوم ہوگا اور آسمانوں کے فرشتے اس روز لگاتار مقام محشر کی طرف نزول فرمائیں گے۔ اس دن لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اصلی بادشاہت کس چیز کا نام ہے۔ یہ اصلی بادشاہت ایسی ہوگی کہ اس میں کسی کا حکم نہ چلے گا۔ اور ظاہراً و باطناً صورۃً و معنیً صرف حضرت رحمٰن یعنی اللہ عزوجل کی بادشاہت ہوگی اور اسی کا حکم چلے گا۔ پھر جب حضرت رحمٰن کی حکومت ہوئی تو جو مستحق رحمت ہیں ان کے لئے رحمت کی کیا کمی۔ بے حساب رحمتوں سے نوازے جائیں گے مگر باوجود ایسی لامحدود رحمت کے کافروں کے لئے وہ دن بڑی مشکل اور مصیبت کا ہوگا اور باوجود اللہ کے رحمٰن ہونے کے منکرین اس کی رحمت سے محروم ہوں گے۔ آگے اللہ اور اس کے رسول پر دنیا میں ایمان نہ لانے والوں کی حسرت و ندامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جو قیامت کے دن ان کو حاصل ہوگی۔ کافر اس دن مارے حسرت و ندامت کے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور افسوس کرے گا کہ میں نے کیوں دنیا میں خدا کے رسول کا بتلایا ہوا راستہ اختیار نہ کیا۔ اور کیوں میں دنیا میں ان کا ساتھی بنا رہا جو اپنی خواہش پوری کرنے کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے اور کیوں میں شیاطین الانس والجن کے بہکائے میں آ گیا جو آج یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ افسوس ایسوں کو میں نے دوست کیوں سمجھا۔ کاش میرے اور ان کے درمیان دنیا میں کبھی دوستی اور رفاقت نہ ہوئی ہوتی پیغمبر کی نصیحت مجھ کو پہنچ چکی تھی جو ہدایت کے لئے کافی تھی اور امکان تھا کہ میرے دل میں گھر کرے مگر اس کم بخت کی دوستی نے تباہ کیا اور دل کو ادھر متوجہ نہ ہونے دیا۔ بیشک شیطان بڑا دغاباز ہے۔ آدمی کو عین وقت پر دھوکا دیتا اور رسوا کرتا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سے کافروں کی شکایت کے طور پر کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری اس قوم نے اس قرآن کو جو کہ واجب العمل تھا بالکل نظر انداز کر رکھا تھا اور التفات ہی نہ کرتے تھے۔ انہوں نے قرآن جیسی کتاب کو العیاذ باللہ لغو اور بے ہودہ سمجھ رکھا تھا کبھی اس کو سحر کہتے اور کبھی پرانے قصہ و کہانیاں۔ اس طرح ان اشقیا نے قرآن جیسی کتاب کو بالکل متروک اور مہجور کر چھوڑا تھا۔

یہاں ان آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک تنبیہ لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں اگرچہ مذکور صرف کافروں کا ہے۔ تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا۔ اس میں تدبر نہ کرنا۔ اس پر عمل نہ کرنا۔ اس کی تلاوت نہ کرنا۔ اس کی تصحیح قرأت کی طرف توجہ نہ کرنا۔ اس کے احکام سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں۔ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ:

''آیت سے ظاہر یہ ہے کہ قرآن کو مہجور اور متروک کر دینے سے مراد قرآن کا انکار ہے جو کفار ہی کا کام ہے۔ مگر بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جو مسلمان قرآن پر ایمان تو رکھتے

ہیں مگر نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرنے کی۔ وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جس شخص نے قرآن پڑھا مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کردیا کہ نہ اس کی تلاوت کی پابندی کی نہ اس کے احکام میں غور کیا۔ قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندے نے مجھے چھوڑ دیا۔ اب اس کے اور میرے معاملہ کا فیصلہ فرمائیں۔"

تو غور کا مقام ہے کہ حشر کے میدان میں جب شافع محشر دربار خداوندی میں یہ شکایت فرمائیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر رکھا تھا اور قرآن کریم فریاد کرے گا کہ مجھے چھوڑ دیا گیا تھا تو اس وقت کیا تدارک اور کیا تدبیر ہو سکے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس الزام اور قرآن کریم کی اس شکایت سے بچنے کی اور کیا صورت ہوگی خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کی گرفت سے بچنے کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قرآن کریم کی طرف سے ہماری آنکھیں اس دنیا میں کھول دے اور اس کے حقوق کو پہچاننے اور ان کے ادا کرنے کی توفیق اور سمجھ عطا فرمادے اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی اور ندامت سے بچالے۔ آمین۔ یہاں ان آیات کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ جس طرح یہ منکرین آپ سے عداوت کرتے ہیں ایسے ہی مجرم ہر نبی سے عداوت کرتے رہے ہیں یعنی یہ سنت قدیمہ ہے کہ کفار انبیاء کے ساتھ عداوت کرتے رہے ہیں۔ سو یہ کوئی نئی بات نہیں کہ جس کا غم کیا جائے۔ قوم کی دشمنی اور سرتابی فقط آپ ہی کے ساتھ نہیں۔ آپ سے پہلے بھی ہر نبی کا کوئی نہ کوئی کافر ضرور دشمن رہا ہے اس لئے قوم کی دشمنی پر صبر کریں جیسا کہ دوسرے انبیاء نے صبر کیا۔ ہدایت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ جس کو چاہے گا ہدایت کردے گا اور جن کو ہدایت نصیب نہ ہوگی ان سب کے مقابلہ میں آپ کی مدد کرے گا۔

یہاں ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ غلط کار اور بے دین دوستوں کی دوستی قیامت کے روز حسرت و ندامت کا باعث ہوگی۔ ان آیات میں یہ بتلایا ہے کہ جو دو دوست کسی معصیت اور گناہ پر جمع ہوں اور خلاف شرع امور میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہوں ان سب کا یہی حکم ہے کہ قیامت کے روز اس گہرے دوست کی دوستی پر روئیں گے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر انسان (عادۃً) اپنے دوست کے دین اور طریقہ پر چلا کرتا ہے اس لئے دوست بنانے سے پہلے خوب غور کرلیا کرو کہ کس کو دوست بنارہے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر دریافت کیا گیا کہ ہمارے مجلسی دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا "وہ شخص جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم بڑھے اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔" غور کیجئے! یہ ہے دوستی کا معیار۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں برے ساتھیوں سے ہمیں بچائیں اور صالح و متقی ساتھی اور دوست عطا فرمائیں۔ آمین۔

ابھی آگے بعض دیگر اعتراض کفار کے نقل کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ قیامت کے روز ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونا نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

27 وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ

اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر یہ قرآن دفعۃً واحدۃً کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ اِس طرح (تدریجاً) اسلئے ہے تا کہ ہم اس کے ذریعہ سے

فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝ اَلَّذِيْنَ

آپکے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اسکو بہت ٹھیرا (ٹھیرا) کر اُتارا ہے۔ اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپکے سامنے پیش کریں مگر ہم ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا

يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

آپ کو عنایت کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو اپنے موںہوں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جاویں گے یہ لوگ جگہ میں بھی بدتر ہیں اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا کافر	لَوْلَا کیوں نہ	نُزِّلَ نازل کیا گیا	عَلَيْهِ اس پر	الْقُرْاٰنُ قرآن	جُمْلَةً وَّاحِدَةً ایک ہی بار
كَذٰلِكَ اسی طرح	لِنُثَبِّتَ تا کہ ہم قوی کریں	بِهٖ اس سے	فُؤَادَكَ تمہارا دل	وَرَتَّلْنٰهُ اور ہم نے اسکو پڑھا	تَرْتِيْلًا ٹھہر ٹھہر کر	
وَلَا يَاْتُوْنَكَ اور وہ نہیں لاتے تمہارے پاس	بِمَثَلٍ کوئی بات	اِلَّا مگر	جِئْنٰكَ ہم پہنچا دیتے ہیں تمہیں	بِالْحَقِّ ٹھیک (جواب)	وَاَحْسَنَ اور بہترین	
تَفْسِيْرًا وضاحت	اَلَّذِيْنَ جو لوگ	يُحْشَرُوْنَ جمع کئے جائیں گے	عَلٰى پر۔ بل	وُجُوْهِهِمْ اپنے منہ	اِلٰى جَهَنَّمَ جہنم کی طرف	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ
شَرٌّ بدترین	مَكَانًا مقام	وَاَضَلُّ اور بہت بہکے ہوئے	سَبِيْلًا راستے سے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات سے یہی سلسلۂ مضمون چل رہا ہے کہ کفار کے اعتراضات نقل فرما کر ان کا رد فرما دیا جاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں کفار کا ایک مزید اعتراض ان آیات میں نقل فرما کر اس کا جواب بھی دیا جاتا ہے۔ کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اگر واقعی میں نبی ہیں تو دوسری کتابوں جیسے توریت۔ انجیل وغیرہ کی طرح پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اُتارا گیا۔ برسوں میں جو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا تو کیا اللہ میاں کو کچھ سوچنا پڑتا تھا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سوچ سوچ کر بناتے ہیں۔ پھر موقع مناسب دیکھ کر تھوڑا تھوڑا سناتے رہتے ہیں اور خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کفار کے اس اعتراض کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں یہ واقعی متفرق طور پر اترا ہے اور اس کو ہم نے ٹھہرا ٹھہرا کر نازل کیا ہے۔ تا کہ ہم اس کے ذریعہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کے دل کو قوی رکھیں۔ یہ مختصر چند الفاظ میں جواب ہے مگر مفسرین نے اس کی بہت کچھ تشریح فرمائی ہے۔ قرآن پاک کا نزول ۲۳ سال میں پورا ہوا ہے جیسی جیسی ضرورت پڑتی گئی۔ جو جو واقعات ہوتے رہے۔ اسی کے مطابق احکام وغیرہ نازل ہوتے رہے اگر غور کیا جائے تو اس طرح تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں بہت سے فوائد ہیں جو دفعۃً نازل کرنے کی صورت میں پوری طرح حاصل نہ ہوتے۔ مثلاً اس صورت میں قرآن کا حفظ کرنا زیادہ آسان ہوا۔ سمجھنے میں سہولت رہی۔ کلام پوری طرح منضبط ہوتا رہا۔ اور موقع بموقع جو احکام واوامر ونواہی آتے رہے اہل ایمان ان کی تفاصیل پر مطلع ہوتے رہے۔ ہر آیت وسورت کی جداگانہ شان نزول کو دیکھ کر اس کا صحیح مطلب متعین کرنے میں مدد ملی۔ ہر ضرورت کے وقت ہر بات کا بروقت جواب ملتے رہنے

سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے قلوب تسکین پاتے رہے۔ اس سلسلہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بار بار آنا جانا ہوا جو مستقل ایک برکت تھی۔ نیز قرآن کریم کی بہت سی آیتیں مشرکین کے اعتراضات کے جوابات میں نازل ہوئیں اور ظاہر ہے کہ جواب۔ سوال اور اعتراض کے بعد ہوتا ہے اور اعتراض کے بعد شافی جواب کا مل جانا خاص بصیرت اور معرفت کا سبب ہوتا ہے۔ نیز بہت سی آیتیں نئے واقعات کے فیصلہ کے متعلق نازل ہوئیں اور ظاہر ہے کہ فیصلہ تو واقعہ کے وقوع کے بعد ہی ہوگا۔ نیز قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا اور آپ کفار سے یہ کہتے کہ اگر تم کو اس کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ ہے تو ایک ہی سورت اس کے مثل بنالاؤ۔ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تو ہر بار قرآن کا اعجاز اور ان کا عجز ظاہر ہوتا اور اس طرح قرآن کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بار بار اظہار ہوتا۔ پھر جب کفار کوئی اعتراض یا ناگوار معاملہ کرتے تب ہی آپ کی تسلی نازل ہوجاتی۔ اس میں زیادہ تقویت قلب کی ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک کتاب آدمی کے پاس ہو اور وقت پر اس میں سے مضمون تلاش کر کے کام میں لاوے۔ پھر تعلیم کا کمال یہ ہے کہ متعلم پر بار نہ ہو اور رفتہ رفتہ اس کی جہالت دور ہوجائے یہی وجہ ہے کہ ماہرین تعلیم بچوں کو ایسی تدریجی تعلیم دیتے ہیں کہ بچوں کی دلچسپی باقی رہے۔ اور شوق میں اضافہ ہوتا رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ علم میں بھی ترقی ہو۔ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قوموں کو آہستہ آہستہ سدھارنے کی کوشش کی اور تدریجی وحی کے ذریعہ ان کے احوال و اعمال کی اصلاح کی۔

بعض خاص حالات میں قوم کی انتہائی سرکشی کے پیش نظر بعض آسمانی کتابیں یکدم بھی نازل ہوگئیں اور چونکہ لوگوں پر یکدم پوری کتاب کو ماننا اور اس پر بتمامہ عمل کرنا شاق گزرا اس لئے انہوں نے کتاب الٰہی کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ بنی اسرائیل کے توریت سے سرتابی کرنے کی یہی وجہ تھی جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے وہ شدید گمراہی اور تاریکی کا دور تھا۔ روئے زمین پر خدائے تعالیٰ کو حقیقی طور پر واحد و یکتا جاننے والے بالکل نہ تھے۔ اور اگر کوئی تھا بھی تو وہ کہیں گوشۂ گمنامی میں چھپا ہوا تھا۔ مشرق سے مغرب تک لوگ کفر و شرک اور بداعمالیوں میں مبتلا تھے اور بدکاریوں کے اتنے خوگر ہوگئے تھے کہ برائی ان کی نظر میں برائی نہ رہی تھی بلکہ قابل فخر چیز بن گئی تھی۔ یہ خرابی اور برائی کی انتہا ہوتی ہے کہ وہ خوبی کا جامہ پہن لیتی ہے۔ ایام جاہلیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عوام و خواص کا یہی حال تھا کہ یہ رفتار ایک دو سال کی نہ تھی بلکہ قرن ہا قرن سے اسی اخلاقی بربادی اور وجدانی تباہی کی حکومت تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت اور ایسے ماحول میں یکدم انقلابات لانا۔ نظریات اور مسلمات کو بیک وقت بدلنا ناممکن نہیں تو دشوار ترین ضرور تھا۔ یہی سبب تھا کہ قرآن یکدم نازل نہ کیا گیا بلکہ رفتہ رفتہ احکام اتارے گئے کلیات اور اصول کو تدریجاً بدلا گیا۔ خرابیوں پر آہستہ آہستہ تنبیہ کی گئی۔ اور خوبیوں کی بھی تعلیم تدریجاً دی گئی مگر کوتاہ اندیش اور کج فہم معترضین اور معاندین کو یہ حقائق اور فوائد کس طرح سمجھ میں آسکتے تھے وہ لگے الٹے اعتراض کرنے کہ قرآن بتمامہ یکدم کیوں نہ اتارا گیا۔

مفسر ابن کثیرؒ نے ان آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ لطیفہ یہ ہے کہ قرآن کو دونوں بزرگیاں ملیں یہ ایک ساتھ پورے کا پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک پہنچا۔ پھر وہاں سے حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ آیت میں آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر کہا جاتا ہے کہ یہ کفار

جب کوئی اعتراض قرآن پر یا کوئی مثال آپ پر چسپاں کرتے ہیں تو ہماری طرف سے اس کا ٹھیک ٹھیک جواب قرآن بتلا دیتا ہے جس میں کسی قسم کا ہیر پھیر نہیں ہوتا بلکہ صاف اور واضح ہوتا ہے مگر جن کی عقل اوندھی ہوگئی ہو وہ سیدھی اور صاف بات کو بھی ٹیڑھی سمجھتے ہیں۔ پھر ایسوں کا انجام بھی آگے بتلا دیا گیا کہ قیامت کے دن ان کافروں کو اوندھے منہ جہنم کی طرف ہنکایا جائے گا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ ایک صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یارسول اللہ قیامت کے دن کس طرح کافر کو منہ کے بل ہنکایا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس پاک قدرت والے نے اس کو پاؤں کے بل چلایا ہے وہ قادر ہے کہ قیامت کے دن اس کو منہ کے بل چلا دے۔ غرض یہ کہ آخرت میں ان کا ٹھکانا کفر و انکار کی وجہ سے بدترین ہوگا اور ان کی یہ گمراہی ان کو بدترین مقام یعنی جہنم میں پہنچا دے گی۔

یہاں تک مضمون توحید و رسالت کے انکار پر وعید کا تھا اب اسی توحید و رسالت کی تائید کے لئے آگے بعض گذشتہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے قصص اجمالاً بیان فرمائے گئے ہیں تاکہ کفار کو تنبیہ ہو جائے کہ منکرین نبوت کس ذلت اور خواری کے ساتھ ہلاک ہوئے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور قرآن جیسی نعمت ہم کو عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ﴿٣٥﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى

اور بتحقیق ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی تھی اور ہم نے اُن کے ساتھ اُن کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو معین بنایا تھا۔ پھر ہم نے حکم دیا کہ دونوں اُن لوگوں

الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا ﴿٣٦﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری دلیلوں کو جھٹلایا ہے۔ سو ہم نے اُن کو بالکل ہی غارت کردیا۔ اور قوم نوح کو بھی ہم ہلاک کرچکے ہیں جب اُنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا

أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَثَمُودَا

تو ہم نے اُن کو غرق کردیا اور ہم نے اُن کو لوگوں کیلئے ایک نشان بنادیا اور ہم نے ظالموں کیلئے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔ اور ہم نے عاد اور ثمود

وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَٰلِكَ كَثِيرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا

اور اصحاب الرس اور اُن کے بیچ بیچ میں بہت سی اُمتوں کو ہلاک کردیا۔ اور ہم نے ہر ایک کے واسطے عجیب عجیب مضامین بیان کئے اور ہم نے سب کو بالکل برباد ہی کردیا۔

تَتْبِيرًا ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ

اور یہ اُس بستی پر ہوکر گزرے ہیں جس پر بُری طرح پتھر برسائے گئے تھے۔ سو کیا یہ لوگ اس کو دیکھتے نہیں رہتے۔ بلکہ یہ لوگ

كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿٤٠﴾

مر کر جی اُٹھنے کا احتمال ہی نہیں رکھتے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا اور البتہ ہم نے دی	مُوسَى موسیٰ	الْكِتَابَ کتاب	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	مَعَهُ اس کے ساتھ	أَخَاهُ اس کا بھائی	هَارُونَ ہارون
وَزِيرًا وزیر معاون	فَقُلْنَا پس ہم نے کہا	اذْهَبَا تم دونوں جاؤ	إِلَى الْقَوْمِ قوم کی طرف	الَّذِينَ كَذَّبُوا جنہوں نے جھٹلایا	بِآيَاتِنَا ہماری آیتیں	
فَدَمَّرْنَاهُمْ تو ہم نے تباہ کردیا انہیں	تَدْمِيرًا بری طرح ہلاک	وَ اور	قَوْمَ نُوحٍ قوم نوح	لَّمَّا كَذَّبُوا جب انہوں نے جھٹلایا	الرُّسُلَ رسول	
أَغْرَقْنَاهُمْ ہم نے غرق کردیا انہیں	وَجَعَلْنَاهُمْ اور ہم نے بنایا انہیں	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	آيَةً ایک نشانی	وَأَعْتَدْنَا اور تیار کیا ہم نے	لِلظَّالِمِينَ ظالموں کیلئے	
عَذَابًا ایک عذاب	أَلِيمًا دردناک	وَعَادًا اور عاد	وَثَمُودَا اور ثمود	وَأَصْحَابَ الرَّسِّ اور کنویں والے	وَقُرُونًا اور جماعتیں	
بَيْنَ ذَٰلِكَ ان کے درمیان	كَثِيرًا بہت سی	وَكُلًّا اور ہر ایک کو	ضَرَبْنَا ہم نے بیان کیں	لَهُ اس کیلئے	الْأَمْثَالَ مثالیں	وَكُلًّا اور ہر ایک کو
تَبَّرْنَا ہم نے مٹا دیا	تَتْبِيرًا تباہ کرکے	وَلَقَدْ أَتَوْا اور تحقیق وہ آئے	عَلَى پر	الْقَرْيَةِ بستی	الَّتِي وہ جس پر	أُمْطِرَتْ برسائی گئی
مَطَرَ السَّوْءِ بری بارش	أَفَلَمْ يَكُونُوا تو کیا وہ نہ تھے	يَرَوْنَهَا اس کو دیکھتے	بَلْ بلکہ	كَانُوا لَا يَرْجُونَ وہ امید نہیں رکھتے	نُشُورًا جی اٹھنا	

تفسیر وتشریح:۔ قرآن پاک نے اپنی تعلیمات اور ہدایات کو مؤثر بنانے کے لئے کہیں تو ترہیب اور ترغیب کا طریقہ اختیار کیا۔ کہیں تشبیہ اور تمثیل سے ذہن پر اثر ڈالنے کی کوشش کی، کہیں عذاب جہنم کی ہولناکیوں اور ثواب جنت کی راحتوں کا نقشہ سامنے کھینچا تاکہ ثواب کی رغبت اور عذاب کا خوف پیدا ہوکر عقائد واعمال کی درستی ہوجائے۔ اسی طرح گذشتہ انبیاء کرام کے واقعات وحالات اور ان

کے اقوام کی فرمانبرداری اور نافرمانی بیان کی اور پھر دونوں کے نتائج بھی ظاہر کیے تاکہ قرآن کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہو اور نافرمانی کی صورت میں تباہی کی تصویر نظروں کے سامنے آجائے۔ اسی بناء پر توحید و رسالت۔ قیامت و آخرت۔ عذاب و ثواب۔ جہنم اور جنت پر دلائل بیان کر کے نصیحت کا مواد پیش فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بھی چند پیغمبروں کی نافرمان قوموں کا عبرت انگیز نتیجہ بیان کر کے ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا سامان فراہم کیا کہ قوم کی سرکشی کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ گذشتہ انبیاء کی قوموں نے بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی لیکن انجام کار تکذیب کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ دوسری طرف منکرین کے لئے یہ درس عبرت ہے کہ وہ اپنی سرتابی اور سرکشی چھوڑ دیں ورنہ برباد ہونے کے لئے تیار ہو جاویں۔

سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ آپ کی نبوت اور کتاب اہل کتاب میں بہت مشہور تھی اور بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعونیوں نے کیا کیا۔ ان کو کس قدر معجزات دکھلائے گئے اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کر کے حضرت موسیٰ کا ہاتھ بٹانے کے لئے ساتھ کر دیا گیا تھا۔ پہلا کام ان دونوں حضرات کے یہ سپرد ہوا کہ فرعون اور اس کی قوم کو جا کر سمجھائیں کہ سرکشی چھوڑیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کریں۔ لیکن اس قوم نے ان کی نہ سنی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو نیست و نابود کر دیا۔ جس کا تفصیلاً قرآن پاک میں متعدد جگہ بیان ہو چکا ہے۔ اور ان سے پیشتر قوم نوح کو دیکھ کر انہوں نے نہ صرف نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی بلکہ عموماً رسولوں کے منکر تھے۔ جب وہ کسی طرح نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے ایک زبردست طوفان بھیجا اور تمام منکرین و مکذبین کو غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اسی طرح قوم عاد و ثمود کو دیکھو کہ حضرت ہود اور صالح علیہما السلام کے انکار اور مقابلہ سے ان پر کیا ماجرا گزرا۔ پھر اصحاب الرس پر غور کرو۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ کس نبی کی امت تھی۔ اکثر یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک بت پرست قوم تھی جن کے بہت سے کنوئیں تھے۔ رس کنوئیں کو کہتے ہیں۔ اسی نسبت سے یہ اصحاب الرس کہلاتے تھے۔ یہ ان کنوؤں سے زراعت کرتے اور جانوروں کو پالتے تھے۔ ان کی ہدایت کو حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے مگر انہوں نے بڑی سرکشی کی اور اپنے پیغمبر کو ایذائیں دیں آخر قہر آسمانی سے یہ بھی ہلاک ہوئے۔ اور بھی بہت سے سرکش لوگ جو ان قوموں کے درمیانی زمانہ میں آئے سب کو اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک کیا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قوم لوط کی بستیاں جن کے کھنڈرات پر مکہ والے شام کے سفر میں گزرتے تھے۔ یہ بستیاں بحیرۂ لوط کے کنارے الٹی پڑی ہیں جن کو یہ مکہ والے آتے جاتے دیکھتے ہیں مگر عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور عبرت ہوتی کہاں سے جب ان کے نزدیک یہ احتمال ہی نہیں کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر اٹھنا ہے اور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ عبرت تو وہی حاصل کر سکتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت ڈر رہو اور انجام کی طرف سے بالکل بے فکر نہ ہو۔ جب یہ وجود قیامت ہی کے قائل نہیں تو پھر دنیا میں اپنے کردار کی پاداش کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں۔

بعض مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ اس میں جہاں کافروں کے لئے درس عبرت موجود ہے کہ پیغمبر خدا کی تکذیب و سرتابی چھوڑ دیں۔ ورنہ انجام کار تباہی و بربادی کے لئے تیار رہیں وہیں دور حاضر کے مدعیان اسلام کو بھی اس خزانہ موعظت سے نصیحت حاصل کرنا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب سے منہ موڑنے کا نتیجہ خسران و تباہی کے سوا کچھ نہیں مسلمان کی موجودہ حالت و ذلت ان کی خود

آورد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہادیٔ برحق کی تعلیم سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ قوانین اسلام پر نہ چلنے کا خمیازہ ہے۔

آپ نے گذشتہ درسوں میں سنا کہ کفار و منکرین قرآن پر کیا کیا اعتراض کیا کرتے تھے مگر افسوس ہماری شامتِ اعمال کہ ہم کو ایسے روز بد بھی دیکھنے پڑے کہ جو اسلام کا لیبل لگا کر قرآن پر معترض ہوئے کہ یہ چودہ سو سال پرانی کتاب ہو گئی اب اس میں ہمارے مسائل کا حل نہیں۔ اور پاکستان میں گذشتہ دس بارہ سال کے زمانہ (سوشلزم) کو جانے دیجئے۔ ابھی گذشتہ تھوڑے عرصہ ہی کی بات ہے جبکہ ملک میں "اسلامی نظام" کی باتیں ہو رہی ہیں اور الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے اس کی ابتداء کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ ایسے اسلام دشمن منافقین بھی ملک میں موجود ہیں کہ جو علی الاعلان بے باکی کے ساتھ قرآن کریم کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کے خدائی قوانین کو نامکمل اور ناقص اور قابل اصلاح کہتے ہیں۔ ۷ جولائی ۱۹۷۸ء کے ڈان اخبار کو دیکھ لیجئے یا ماہنامہ بینات بابت ماہ نومبر ۱۹۷۸ء جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ۔ کراچی سے شائع ہوتا ہے اس کا اداریہ بصائر و عبر کے عنوان کے تحت پڑھ لیجئے۔ ایسے معترضین کے لئے چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کی بات ہے کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں دنیا کے انصاف پسند غیر مسلم مشاہیر، فضلا اور دانشوروں کو بھی قرآن کی حقانیت۔ اس کو الہامی کتاب اور آسمانی نصیحت نامہ تسلیم کرنے پر مجبور کیا ہے۔ الغرض الحمدللہ ہمارا تو ایمان ہے کہ قرآن تمام دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ خالق کائنات کی آخری آسمانی کتاب ہے جس پر ہمیں تو کسی کی شہادت اور گواہی کی ضرورت نہیں۔ کاش کہ اب بھی امت مسلمہ قرآن اور تعلیم نبوی پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے تو پھر نصرتِ خداوندی ان کی ذلت کو عزت سے۔ ان کی پستی کو بلندی سے۔ ان کی غلامی کو حکومت سے اور ان کے افلاس و بدحالی کو خوشحالی سے بدل دے مگر یہ بات اس کی سمجھ میں آسکتی ہے جس کو اسلام اور ایمان سے حقیقی تعلق ہو۔ باقی جو محض مردم شماری کے مسلمان ہوں اور نفاق کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہوں۔ جو اتباع قرآن و سنت کو "دقیانوسیت" اور "ملاپن" کے تحقیر آمیز القاب سے یاد کرتے ہوں، جن کے نزدیک ہر بے دینی ترقی کا راستہ ہے۔ اور ہر کفریات بکنے والا روشن خیال ہے اور اس پر جو نکیر کرے وہ کٹھ ملا، ضروریات زمانہ سے بے خبر ترقی کا دشمن ہے تو ایسوں کی سمجھ میں یہ بات کہاں آسکتی ہے کہ ایک مسلمان کی دین و دنیا دونوں جہان کی صلاح و فلاح صرف اور صرف قرآن اور سنت ہی کے اتباع میں ہے اور ایک مسلمان کے لئے دونوں جہان کا خسران اور ناکامی اور تباہی و بربادی قرآن و سنت سے منہ موڑنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی حقیقی وقعت و عظمت اور دین کی سمجھ اور قرآن کا فہم عطا فرمائیں۔ آمین۔ غرض کہ خدائی قانون تو اٹل ہیں اس لئے ان آیات کا پیغام جن کی سمجھ میں نہیں آتا اور جو اپنی خواہشاتِ نفس کے سامنے قرآن اور سنت کے اتباع کی طرف جھکنے کے لئے تیار نہیں تو وہ اپنا مقام اور انجام قرآن اور سنت کی روشنی میں سن لیں۔ جو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے، جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: قرآن پاک نے جو واقعات نافرمان امتوں کے بیان کئے ہیں وہ ہمارے لئے بھی باعثِ عبرت و نصیحت ہوں۔

یا اللہ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا اور وفادار امتی اور اپنی آسمانی کتاب قرآن حکیم کا مطیع و فرمانبردار بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! اس ملک کو جو اسلام کے نام سے وجود میں آیا ہے اس کو صحیح معنی میں اسلامی ملک بنا دے اور یہاں اسلام کو وہ غلبہ اور شوکت نصیب فرما دے کہ اس سرزمین سے سارے عالم میں ایمان و اسلام کی روشنی پھیل جائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ

اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے تمسخر کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟۔ اس شخص نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے

اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ

ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم اُن پر قائم نہ رہتے۔ اور جلدی ہی ان کو معلوم ہوجائیگا جب عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون شخص گمراہ تھا۔

سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ

اے نبی آپ نے اُس شخص کی بھی حالت دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔ سو کیا آپ اُس کی نگرانی کر سکتے ہیں۔ یا آپ خیال کرتے ہیں

اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾

کہ اُن میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں۔ یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ اُن سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔

وَاِذَا اور جب	رَاَوْكَ دیکھتے ہیں تمہیں وہ	اِنْ نہیں	يَتَّخِذُوْنَكَ وہ نہیں بناتے تمہیں	اِلَّا مگر۔ صرف	هُزُوًا تمسخر (ٹھٹھا)	اَهٰذَا کیا یہ
الَّذِیْ بَعَثَ وہ جسے بھیجا	اللّٰهُ اللہ	رَسُوْلًا رسول	اِنْ قریب تھا	كَادَ لَيُضِلُّنَا کہ وہ ہمیں بہکا دیتا	عَنْ اٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں سے	
لَوْلَا اگر نہ	اَنْ صَبَرْنَا ہم جمے رہتے	عَلَيْهَا اس پر	وَسَوْفَ اور جلد	يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے	حِيْنَ جس وقت	يَرَوْنَ وہ دیکھیں گے
الْعَذَابَ عذاب	مَنْ اَضَلُّ کون بدترین گمراہ	سَبِيْلًا راستہ سے	اَرَءَيْتَ کیا تم نے دیکھا؟	مَنِ اتَّخَذَ جس نے بنایا	اِلٰهَهٗ اپنا معبود	
هَوٰىهُ اپنی خواہش	اَفَاَنْتَ تو کیا تم	تَكُوْنُ ہوجائے گا	عَلَيْهِ اس پر	وَكِيْلًا نگہبان	اَمْ تَحْسَبُ کیا تم سمجھتے ہو؟	اَنَّ کہ
اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر	يَسْمَعُوْنَ سنتے ہیں	اَوْ يَعْقِلُوْنَ یا عقل سے کام لیتے ہیں	اِنْ هُمْ نہیں وہ	اِلَّا مگر	كَالْاَنْعَامِ چوپایوں جیسے	
بَلْ هُمْ بلکہ وہ	اَضَلُّ بدترین گمراہ	سَبِيْلًا راہ سے				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون کفار مکہ کے اعتراضات اور ان کے حالات کے متعلق بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ کفار مکہ قوم لوط کی بستیوں کے کھنڈرات شام وغیرہ کو سفر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں مگر اس سے کوئی عبرت اور نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ پیغمبر کی نافرمانی کرنے والی قوم کا کیا انجام کار ہوا؟ انہی کفار مکہ کے متعلق ابھی مضمون جاری ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ نافرمان قوموں کے حالات سن کر اور ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات دیکھ کر بجائے عبرت حاصل کرنے کے ان کا مشغلہ تو یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں۔ چنانچہ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بطور استہزاء اور مذاق کے کہتے کہ کیا یہی ہیں جن کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ کیا تو ان کی یہ ظاہری مالی حیثیت اور کہاں منصب رسالت؟ کیا ساری خدائی میں بس یہی رسول بننے کے لئے رہ گئے تھے؟ ان کی یہ باتیں جو جادو کا سا اثر رکھتی ہیں اس نے رنگ تو ایسا جمایا تھا کہ ہم میں سے بڑے بڑوں کے قدم پھسل گئے ہوتے۔ اور قریب تھا کہ ان کی باتیں ہم کو ہمارے معبودوں اور دیوتاؤں سے برگشتہ کردیتیں۔ وہ تو ہم ایسے پکے تھے کہ برابر اپنے دین پر جمے رہے اور ان کی باتوں کا اثر قبول نہ

کیا۔ ورنہ یہ ہم سب کو کبھی کا گمراہ کر کے چھوڑتے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) دیکھا آپ نے کہ کفار خود کفر وشرک کی گمراہی میں مبتلا ہونے کے باوجود الزام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھتے تھے کہ اگر بت پرستی چھوڑ دی تو گویا یہ ان کے یعنی کفار کے نزدیک گمراہی تھی۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جملہ میں اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد ہی فوراً ان کو معلوم ہو جاوے گا جب عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون گمراہ تھا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ اس آیت کا نزول ابوجہل کے متعلق ہوا یہ کم بخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کرتا تھا کہ کیا ایسے کم حیثیت اور بے مایہ شخص کو خدا نے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ہم نے بڑا دھوکا کھایا تھا کہ ان کی باتیں سنی تھیں۔ قریب تھا کہ ہم اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کو چھوڑ دیں اور گمراہ ہو جاویں مگر خیر ہو گئی ہم اپنے دیوتاؤں کی پرستش پر جمے رہے اور ان کے بہکائے سے بچ گئے (العیاذ باللہ) جب ابوجہل اور اس کے ساتھی جنگ بدر میں مارے گئے تو اختتام جنگ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ملعونوں کی لاشوں کو ایک کنوئیں میں جمع کرا کے خطاب فرمایا کہ ہم سے جو کچھ ہمارے پروردگار نے وعدہ فرمایا تھا وہ ہم نے پالیا کیا تم نے بھی وہ عذاب پالیا جس کی وعید تمہارے رب نے دی تھی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین تھے آپ کوشش فرماتے تھے اور دل وجان سے چاہتے تھے کہ بے دین کافروں کو دوزخ سے کھینچیں۔ جو لوگ جان و مال اور عزت وآبرو کے دشمن تھے ان کے ساتھ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفقت فرماتے تھے اور ان کے انکار اور کفر پر ملول ہوتے تھے لیکن وہ کم بخت نفس پرست تھے۔ حق پرست نہ تھے۔ صداقت کی ان کو جستجو ہی نہ تھی پھر کس طرح ہدایت یاب ہو سکتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ جو خواہش پرست اور نفس کے بندے ہیں آپ ایسے ہوا پرستوں کو راہِ راست پر لے آنے کی کیا ذمہ داری کر سکتے ہیں۔ جن کا معبود ہی محض خواہش ہو کہ جدھر خواہش لے گئی ادھر ہی جھک پڑے۔ جو بات خواہش کے موافق ہوئی قبول کر لی۔ جو مخالف ہوئی رد کر دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت میں مشرکوں کا عجیب حال تھا ایک زمانہ تک ایک پتھر کی پوجا کرتے تھے پھر جب اس سے زیادہ خوبصورت پتھر ان کو مل جاتا تو پہلے معبود کو چھوڑ کر دوسرے کی پرستش شروع کر دیتے تھے۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیسی ہی نصیحتیں ان کو سنائیے یہ تو چوپائے جانور ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں انہیں سننے یا سمجھنے سے کیا واسطہ۔ چوپائے تو بہر حال اپنے پرورش کرنے والے مالک کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں۔ اپنے محسن کو پہچانتے ہیں۔ نافع ومضر کی کچھ شناخت بھی رکھتے ہیں۔ کھلا چھوڑ دو تو اپنی چراگاہ اور پانی پینے کی جگہ پر پہنچ جاتے ہیں لیکن ان منکرین اور کم فہموں کا یہ حال ہے کہ نہ اپنے خالق ورازق کا حق پہچانا۔ نہ اس کے احسانات کو سمجھا۔ نہ بھلے برے کی تمیز کی۔ نہ دوست دشمن میں فرق کیا۔ نہ غذائے روحانی اور چشمۂ ہدایت کی طرف قدم اٹھایا۔ بلکہ اس سے کوسوں دور بھاگے اور جو قوتیں سوچنے اور سمجھنے کی خدا تعالیٰ نے عطا کی تھیں ان کو معطل کئے رکھا بلکہ بے موقع صرف کیا اگر ذرا بھی عقل وفہم سے کام لیتے تو اس کارخانۂ قدرت میں بے شمار نشانیاں موجود تھیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور دین حق کی صداقت وحقانیت کی طرف رہبری کر رہی ہیں۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ کفار کے پیش نظر خواہشات نفس کی پیروی رہتی ہے۔ ہر چند کہ حقانیت قرآن اور صداقت رسول کے عقلی وفطری شواہد موجود ہیں مگر چونکہ کافروں کا جی نہیں چاہتا اس لئے وہ نہیں مانتے۔ مطلق العنان رہنا چاہتے ہیں۔ حلت وحرمت کے قیود کو ان کے نفس برداشت نہیں

کرتے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی نفسانی خواہش اس دین وقرآن کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ پھر سورۂ نازعات ۳۰ ویں پارہ میں بالکل صاف اور صریح الفاظ ارشاد ربانی فرمایا گیا:

فاما من طغٰی وآثر الحیوٰۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوٰی ٥ واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ھی الماوٰی٥

تو جس کسی نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی تو ایسے کا ٹھکانہ بس دوزخ ہی ہوگا۔اور جو کوئی ڈرا ہوگا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو ایسے کا ٹھکانہ جنت ہی ہے''۔

الغرض ان آیات میں کفار کے لئے وعید وتنبیہ تو ظاہر ہی ہے مگر اس میں درس عبرت دور حاضر کے مسلمانوں کے لئے بھی ہے کہ جن پر خواہش نفس کا سکہ جما ہوا ہے۔الا ماشاء اللہ۔خواہش نفس کی پرستش کے معنی ہیں کہ آدمی ہر دینی اور دنیوی امور میں اپنے نفس کا فرمانبردار ہوجائے جس کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً جاہ پرستی،عزت پرستی،شہرت پرستی،حکومت پرستی، زر پرستی، زن پرستی، اولاد پرستی وغیرہ وغیرہ یعنی احکام الٰہیہ کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز یا دوسرے شخص کی اتنی اطاعت کرنی کہ حکم الٰہی کی کوئی پروانہ ہو یا مخالفت ہو، یہی نفس پرستی ہے۔آج کا وہ نام نہاد مغرب زدہ طبقہ جو اسلامی لیبل لگا کر احکام شریعت کو صرف اس لئے نہیں مانتا کہ اس کا دل نہیں چاہتا اس کی عیش پرستی میں فرق آتا ہے۔جو قرآنی احکام کو ٹھکراتا ہے محض اس لئے کہ حکم قرآنی کو مان کر اس کی شیطانی اغراض حاصل نہیں ہوسکتیں اور من چاہی زندگی نہیں بسر کرسکتا وہ مذکورہ بالا قرآنی آیات وحدیث کی روشنی میں اپنا مقام اور اپنا انجام غور کرلے آگے توحید باری تعالیٰ سمجھانے کے لئے کچھ قدرت کی نشانیاں بیان کی جاتی ہیں۔جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف نصیب فرمائیں جو ہم کو نفسانی خواہشات کے اتباع سے روک دے۔اے اللہ! نفس وشیطان کی شرارت سے ہماری کامل حفاظت فرمایئے۔اور ظاہراً وباطناً ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمایئے۔اے اللہ! آپ نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان اور قرآن کی جو دولت عطا فرمائی ہے اس کی حقیقی شکرگزاری کی بھی توفیق عطا فرمادے۔اور دین کے معاملہ میں ہم کو نفس پرستی جو کافرانہ خصلت ہے اس سے کامل طور پر بچایئے۔یا اللہ! جانور کو بھی اتنی تمیز اور سلیقہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مالک اور محسن اور دانہ پانی دینے والے کو جانتا اور پہچانتا ہے لیکن اس غافل انسان کو نفس اور شیطان نے کیسا دھوکے میں ڈالا ہے کہ یہ اپنے خالق۔رازق اور منعم ومحسن حقیقی کو بھول کر دنیا کی من چاہی لذات اور خواہشات میں پھنسا ہوا ہے اور خالق کائنات کی نافرمانی اور اس کے احکام سے سرکشی برت رہا ہے۔اور عاقبت اور انجام سے بے فکر بنا ہوا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿۴۵﴾

(اے مخاطب) کیا تو نے اپنے پروردگار (کی قدرت) پر نظر نہیں کی اُس نے سایہ کو کیونکر پھیلایا ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اُس کو ایک حالت پر ٹھہرایا ہوا رکھتا پھر ہم نے آفتاب کو اس پر علامت مقرر کیا۔

ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا

پھر ہم نے اُس کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ کی چیز اور نیند کو راحت کی چیز بنایا

وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ وَأَنْزَلْنَا

اور دن کو زندہ ہونے کا وقت بنایا۔ اور وہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں۔ اور ہم آسمان سے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿۴۸﴾ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿۴۹﴾

پانی برساتے ہیں جو پاک صاف کرنے کی چیز ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چارپایوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کردیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿۵۰﴾

اور ہم اس کو اُن لوگوں کے درمیان تقسیم کردیتے ہیں تاکہ لوگ غور کریں سو اکثر لوگ بغیر ناشکری کے نہ رہے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	اِلٰی طرف	رَبِّکَ اپنا رب	کَیْفَ کیسے	مَدَّ الظِّلَّ دراز کیا سایہ	وَلَوْشَآءَ اور اگر وہ چاہتا	لَجَعَلَہٗ تو اسے بنا دیتا	
سَاکِنًا ساکن	ثُمَّ پھر	جَعَلْنَا ہم نے بنایا	الشَّمْسَ سورج	عَلَیْہِ اس پر	دَلِیْلًا ایک دلیل	ثُمَّ پھر	قَبَضْنٰہُ ہم نے سمیٹا اس کو
اِلَیْنَا اپنی طرف	قَبْضًا کھینچنا	یَسِیْرًا آہستہ آہستہ	وَھُوَ اور وہ	الَّذِیْ جَعَلَ جس نے بنایا	لَکُمُ تمہارے لئے	الَّیْلَ رات	
لِبَاسًا پردہ	وَالنَّوْمَ اور نیند	سُبَاتًا راحت	وَجَعَلَ اور بنایا	النَّھَارَ دن	نُشُوْرًا اٹھنے کا وقت	وَھُوَ اور وہی	الَّذِیْ جس نے
اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بھیجیں ہوائیں اس نے	بُشْرًا خوشخبری	بَیْنَ یَدَیْ آگے	رَحْمَتِہٖ اپنی رحمت	وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے		
مَآءً طَھُوْرًا پانی پاک	لِنُحْیِیَ بِہٖ تاکہ ہم زندہ کردیں اس سے	بَلْدَۃً مَّیْتًا شہر مردہ	وَنُسْقِیَہٗ اور ہم پلائیں اسے	مِمَّا اس سے جو	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا		
اَنْعَامًا چوپائے	وَاَنَاسِیَّ اور آدمی	کَثِیْرًا بہت سے	وَلَقَدْ صَرَّفْنٰہُ اور تحقیق ہم نے اسے تقسیم کیا	بَیْنَھُمْ ان کے درمیان			
	لِیَذَّکَّرُوْا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں	فَاَبٰی پس قبول نہ کیا	اَکْثَرُ النَّاسِ اکثر لوگ	اِلَّا مگر	کُفُوْرًا ناشکری		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ انہیں حق کے سوچنے اور سمجھنے سے کوئی واسطہ ہی نہیں ورنہ اگر یہ ذرا بھی عقل و فہم سے کام لیتے تو اس کارخانہ قدرت میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید۔ بڑائی اور بزرگی اور دین کی صداقت و حقانیت کی طرف رہبری کرتی ہیں۔ اب آگے ان آیات میں قدرت کی بعض نشانیوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن سے معرفت خداوندی حاصل ہو سکتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ سب سے پہلے سایہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ صبح سورج نکلنے تک سب جگہ سایہ ہی رہتا ہے۔ اگر حق تعالیٰ سورج کو طلوع نہ ہونے دیں تو یہی سایہ قائم رہتا۔ مگر اس نے اپنی قدرت سے سورج نکالا جس سے دھوپ پھیلنی شروع ہوئی اور سایہ بتدریج

ایک طرف کو سمٹنے لگا۔ پھر زوال کے بعد سے ایک طرف سے دھوپ سمٹنا شروع ہوتی ہے دوسری طرف سایہ لمبا ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ آخر دن میں دھوپ غائب ہو جاتی ہے۔ تو گویا سایہ کے پیچھے دھوپ اور دھوپ کے پیچھے سایہ یہ بھی قدرت کا نظام ہے۔ پھر اس قادر مطلق نے رات کو تمہارے لئے پردہ کی چیز بنایا یعنی رات کو تاریکی چادر کی طرح سب پر محیط اور طاری ہو جاتی ہے جس میں لوگ کاروبار چھوڑ کر آرام کرتے ہیں۔ نیند کو اسی قادر مطلق نے سبب راحت وسکون بنایا کہ اس وقت حرکت موتوف ہو جاتی ہے اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چڑھ جاتی ہے وہ اس رات کے سونے سے اتر جاتی ہے اور بدن وروح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر وہی اپنی قدرت سے دن کا اجالا کرتا ہے تو نیند سے اٹھ کر ادھر ادھر چلنے پھرنے کام کاج کرنے لگ جاتے ہیں اور روزی کی تلاش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ پھر وہی قادر مطلق ہے کہ جس کے حکم سے اول برساتی ہوائیں بارش کی خوشخبری لاتی ہیں۔ پھر آسمان سے پانی برستا ہے جو خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہے۔ پانی پڑتے ہی مردہ خشک زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ جہاں خاک اڑ رہی تھی وہاں سبزہ زار بن جاتا ہے اور کتنے انسان اور جانور بارش کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ پھر یہ بھی اسی کی قدرت ہے کہ بارش کا پانی تمام زمینوں اور آدمیوں کو یکساں نہیں پہنچتا۔ بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ۔ کہیں جلد کہیں بدیر۔ جس طرح اللہ کی حکمت مقتضی ہو پہنچتا ہے تا کہ لوگ سمجھیں کہ اس کی تقسیم کسی قادر مختار وحکیم کے ہاتھ میں ہے۔ پس چاہئے تو یہ تھا کہ ان نشانات کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی زبردست حکمتوں اور قدرتوں کو سامنے رکھ کر اس کے مطیع اور فرمانبردار بنتے اور اس کی بات کو بھی مان لیتے کہ بیشک ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے مگر بہت سے لوگ سمجھتے ہی نہیں۔ نعمت الٰہی کا شکر ہی نہیں ادا کرتے بلکہ الٹا کفرانِ نعمت اور ناشکری پر اتر آتے ہیں۔ احادیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ایک مرتبہ کہا کہ میں بادل کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ بادلوں پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ حاضر ہے آپ ان سے جو چاہیں دریافت فرمالیں۔ چنانچہ اس فرشتہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تو خدا کا حکم آتا ہے کہ فلاں فلاں بستی میں اتنے اتنے قطرے برساؤ، ہم تعمیل ارشاد کرتے ہیں۔ تو بارش جیسی نعمت کے وقت اکثر لوگوں کے کفر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے یہ بارش برسی۔ ایامِ جاہلیت میں عرب کے باشندے عقیدہ رکھتے تھے کہ بارش کا سبب چند مخصوص ستاروں کا طلوع وغروب ہے۔ ہندوستان کے ہندوؤں کا بھی کچھ ایسا ہی عقیدہ ہے۔ اسی کے متعلق آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اکثر لوگ بارانِ رحمت کی ناشکری کرتے ہیں یعنی ستاروں کو بارش کا حقیقی سبب جانتے ہیں۔ حدیث میں ایک روایت ہے کہ حدیبیہ میں ایک رات بارش ہوئی صبح کو حسب معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد حاضرین سے فرمایا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے اس رات کیا فرمایا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بخوبی واقف ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں نے ایسی حالت میں صبح کی کہ بعض کا مجھ پر ایمان ہے بعض کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی۔ ان کا ایمان ستاروں پر ہوا اور اللہ کا انہوں نے انکار کیا اور جنہوں نے کہا کہ اللہ کے فضل ورحمت سے ہم پر بارش ہوئی تو ان کا ایمان مجھ پر ہوا اور ستاروں کا انہوں نے انکار کیا۔

ابھی یہی سلسلۂ مضمون توحید باری تعالیٰ کے متعلق اگلی آیات میں جاری ہے جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٥٢﴾

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے۔ سو آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے اُن کا زور شور سے مقابلہ کیجئے۔

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا

اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو صورۃً ملایا جن میں ایک تو شریں تسکین بخش ہے اور ایک شور تلخ ہے، اور اُن کے درمیان میں ایک حجاب

وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ

اور ایک مانع رکھ دیا۔ اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا پھر اُس کو خاندان والا سسرال والا بنایا، اور (اے مخاطب) تیرا پروردگار

قَدِيرًا ﴿٥٤﴾ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾

بڑی قدرت والا ہے۔ اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ اُن کو کچھ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ اُن کو کچھ ضرر پہنچا سکتی ہیں، اور کافر تو اپنے رب کا مخالف ہے۔

وَلَوْ اور اگر	شِئْنَا ہم چاہتے	لَبَعَثْنَا تو ہم بھیج دیتے	فِي كُلِّ قَرْيَةٍ ہر بستی میں	نَّذِيرًا ایک ڈرانے والا	فَلَا تُطِعِ پس نہ کہا مانیں آپ		
الْكَافِرِينَ کافروں	وَجَاهِدْهُم اور جہاد کریں اُن سے	بِهِ اسکے ساتھ	جِهَادًا كَبِيرًا بڑا جہاد	وَهُوَ اور وہی	الَّذِي جس نے	مَرَجَ ملایا	
الْبَحْرَيْنِ دو دریا	هَٰذَا یہ	عَذْبٌ شیریں	فُرَاتٌ خوشگوار	وَهَٰذَا اور یہ	مِلْحٌ أُجَاجٌ تلخ بدمزہ	وَجَعَلَ اور اس نے بنایا	
بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	بَرْزَخًا ایک پردہ	وَحِجْرًا اور آڑ	مَّحْجُورًا مضبوط آڑ	وَهُوَ اور وہی	الَّذِي جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	
مِنَ الْمَاءِ پانی سے	بَشَرًا بشر	فَجَعَلَهُ پھر بنائے اس کے	نَسَبًا نسب	وَصِهْرًا اور سسرال	وَكَانَ اور ہے	رَبُّكَ تیرا رب	
قَدِيرًا قدرت والا	وَيَعْبُدُونَ اور وہ بندگی کرتے ہیں	مِن دُونِ اللَّهِ اللہ کے سوا	مَا جو	لَا يَنفَعُهُمْ نہ انہیں نفع پہنچائے			
وَلَا يَضُرُّهُمْ اور نہ ان کا نقصان کرسکے	وَكَانَ اور ہے	الْكَافِرُ کافر	عَلَىٰ پر۔خلاف	رَبِّهِ اپنا رب	ظَهِيرًا پشت پناہی کرنیوالا	.	

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی بعض نشانیاں بیان فرمائی تھیں اور بتلایا تھا کہ قدرت کی ان نشانیوں کو دیکھ کر مقتضا تو ان کا یہ تھا کہ منکرین ان کو نعمت الٰہی سمجھ کر اس کا شکر ادا کرتے نہ کہ الٹا کفر اور ناشکری پر جمے رہنا۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کے لئے نبی کا آنا بڑے تعجب کی چیز ہے۔ حالانکہ یہ کوئی تعجب کی چیز نہیں۔ اور اللہ چاہے تو نبیوں کی اتنی کثرت کردے کہ ہر بستی میں علیحدہ نبی ہو مگر اس کو اب منظور یہی ہوا کہ آخر میں سارے جہان کے لئے اکیلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر تلقین کی جاتی ہے کہ آپ ان کافروں کے احمقانہ طعن و تشنیع اور جاہلانہ نکتہ چینیوں اور اعتراضات پر التفات نہ فرمائیں اپنا کام یعنی تبلیغ دین پوری قوت اور جوش سے انجام دیتے رہیں اور قرآن کے ذریعہ ان منکرین کا مقابلہ زور و شور سے کرتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرنے والا ہے۔ تو گزشتہ سے سلسلہ قدرت کی ایسی واضح نشانیوں کے بیان کا چل رہا تھا کہ جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ اب آگے پھر خدا کی قدرت اور بعض نشانیوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ ہی کی قدرت ہے کہ اس رب نے پانی کو دو طرح کا کر دیا۔

میٹھا اور کھاری۔ نہروں چشموں اور کنوؤں کا پانی عموماً میٹھا صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے اور سمندروں کا پانی کھاری اور بدمزہ ہوتا ہے یا کھاری اور میٹھے دونوں دریاؤں کے پانی کہیں نہ کہیں مل جانے کے باوجود بھی کس طرح ایک دوسرے سے ممتاز رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں محققین علمائے کرام نے بہت سی مثالیں بیان کی ہیں کہ کھاری اور میٹھے پانی ملنے کے باوجود بھی ایک دوسرے سے ممتاز رہتے ہیں۔ بیان القرآن میں حضرت مولانا تھانویؒ نے دو معتبر بنگال کے علماء کی شہادت نقل کی ہے کہ ارکان سے چانگام تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دو جانبین بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں۔ ایک طرف کا پانی سفید ہے ایک طرف کا سیاہ۔ سیاہ میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم رہتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے۔ کشتیاں سفید پانی میں چلتی ہیں اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ پانی کڑوا ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ مجھ سے باریسال کے بعض طلبہ نے بیان کیا کہ ضلع باریسال میں دو ندیاں ایک ہی دریا سے نکلتی ہیں ایک کا پانی کھاری بالکل کڑوا اور ایک کا نہایت شیریں اور لذیذ۔ جس زمانہ میں حضرت عثمانیؒ ڈابھیل ہندوستان کے ضلع سورت صوبہ گجرات میں مقیم تھے تو فرماتے ہیں کہ وہاں سے سمندر تقریباً دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے تو ادھر کی ندیوں میں مدوجزر یعنی جوار بھاٹا ہوتا رہتا ہے۔ بکثرت معتبر لوگوں نے بیان کیا کہ مد کے وقت جب سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے تو میٹھے پانی کی سطح پر کھاری پانی بہت زور سے چڑھ جاتا ہے لیکن اس وقت بھی دونوں ملتے نہیں اوپر کھاری رہتا ہے نیچے میٹھا۔ جزر یعنی اتار کے وقت کھاری پانی اتر جاتا ہے اور میٹھا جوں کا توں پانی باقی رہ جاتا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آگرہ کے تمام کنویں تلخ ہیں لیکن شہر کے قریب جو دریا جمنا بہہ رہا ہے وہ شیریں ہے جمنا کی شیرینی سے شہر کے اندرونی کنویں اثر پذیر نہیں ہیں بلکہ بہت مقامات پر دو کنویں باوجود قریب ہونے کے شیرینی اور تلخی کا نمایاں فرق رکھتے ہیں

حالانکہ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ زمین کے اندر مسام ہیں پانی ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے پھر بھی خدا کی قدرت کہ قریب کے دو پانی زمین کے مسامات میں نفوذ کر کے باہم ایک دوسرے کو متاثر نہیں کرتے۔ پھر اس کے علاوہ سمندر میں بھی مختلف مقامات پر میٹھے پانی کے چشمہ پائے جاتے ہیں جن کا پانی سمندر کے نہایت تلخ پانی کے درمیان بھی اپنی مٹھاس پر قائم رہتا ہے۔ کچھ ہی عرصہ کی بات ہے کہ جب امریکن کمپنی نے سعودی عرب میں تیل نکالنے کا کام شروع کیا تو ابتداء خلیج فارس کے ایسے چشموں سے شیریں پانی حاصل کرتے تھے جن میں شیرینی تھی۔ بعد میں ظہران کے پاس کنویں کھودے گئے اور ان سے حاصل کرنے لگے۔ تو غرض کہ یہ اللہ ہی کی قدرت ہے جس میں اہل بصیرت کے لئے دعوت فکر ہے کہ ایک طرف شیریں پانی ہے اور اسی کے برابر دوسری طرف تلخ اور شور پانی ہے دونوں کے درمیان نہ کوئی دیوار ہے نہ پردہ دونوں اگر متصل ہیں تو اس کے باوجود دونوں مخلوط ہونے نہیں پاتے تو مقام بصیرت ہے کہ پانی باوجود سیال اور رقیق ہونے کے اپنے قطرات کو دوسرے پانی کے قطرات سے جدا رکھتا ہے یہ ان دونوں پانیوں کو باہم اثر اندازی سے روکنے والا کون ہے؟ محض قدرت خداوندی۔

پھر آگے ایک دوسری قدرت کی نشانی بیان کی جاتی ہے کہ دیکھو کس طرح اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک ناچیز قطرۂ آب کو عاقل و کامل آدمی بنا دیا۔ پھر آگے اس سے نسلیں چلائیں اور دامادی اور سسرال کے رشتے قائم کئے۔ ایک ناچیز قطرہ کو کیا سے کیا کر دیا اور کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ لیکن یہ منکرین اپنی اصل کو بھول گئے اور اس رب قدیر کو چھوڑ کر عاجز مخلوق اور خود ساختہ دیوتاؤں کو معبود کہنے لگے۔ یہ اپنے پروردگار خالق و رزاق کا حق تو کیا پہچانتے۔ اس سے تو منہ موڑ کر اور پیٹھ پھیر کر شیطان کی فوج میں جا شامل ہوئے تاکہ مخلوق کو گمراہ کرنے میں شیطان ملعون کا ہاتھ بٹائیں۔

اب کفار کی مخالفت اور ایمان نہ لانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حزن و ملال ہوتا تھا اس پر آپ کی تسلی فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ

اور ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا ہاں جو شخص یوں چاہے

اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ

کہ اپنے رب تک (پہنچنے کا) راستہ اختیار کرلے۔ اور اس حی لایموت پر توکل رکھیے اور اُس کی تسبیح و تحمید میں لگے رہیئے، اور وہ

عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٨﴾

اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔

وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ بھیجا ہم نے آپ کو	اِلَّا مُبَشِّرًا مگر خوشخبری دینے والا	وَنَذِيْرًا اور ڈرانے والا	قُلْ فرمادیں	مَآ اَسْـَٔلُكُمْ نہیں مانگتا تم سے		
عَلَيْهِ اس پر	مِنْ کوئی	اَجْرٍ کوئی اجر	اِلَّا مگر	مَنْ شَآءَ جو چاہے	اَنْ يَّتَّخِذَ کہ اختیار کرلے	اِلٰى رَبِّهٖ اپنے رب تک	سَبِيْلًا راستہ
وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کر	عَلَى الْحَيِّ پر ہمیشہ زندہ رہنے والے	الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ جسے موت نہیں	وَسَبِّحْ اور پاکیزگی بیان کر	بِحَمْدِهٖ اسکی تعریف کے ساتھ			
	وَكَفٰى بِهٖ اور کافی ہے وہ	بِذُنُوْبِ گناہوں سے	عِبَادِهٖ اپنے بندے	خَبِيْرًا خبر رکھنے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات سے اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیوں کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے جن پر غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت صاف نظر آتی ہے مگر ان کفار و مشرکین نے اللہ تعالیٰ کا حق نہ پہچانا اور بجائے قدرت والے رب کے ایسوں کو اپنا معبود قرار دے لیا جنہیں کسی کو نہ نفع پہنچانے کا مقدور ہے اور نہ نقصان پہنچانے کی طاقت ہے۔ تو ان کفار و مشرکین کی مخالفت اور انکار سے اور ایمان نہ لانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کام صرف یہ ہے کہ آپ ان منکرین کو کفر پر قائم رہنے پر ابدی ہلاکت سے ڈرائیں اور ایمان لے آنے پر دوامی نجات کی بشارت سنادیں۔ آگے یہ مانیں یا نہ مانیں آپ کا کوئی نقصان نہیں نہ آپ پر کوئی الزام۔ کسی کے ہدایت یاب ہونے پر نہ ہونے کی باز پرس آپ سے نہ ہوگی۔ آپ نے اپنا کام یعنی پیغام حق ان کو پہنچا دیا۔ اب بطور اتمام حجت کے ان منکرین سے یہ کہہ دیجئے کہ میں اس تبلیغ دین۔ اور دعوت حق۔ اور موعظت و نصیحت پر تم سے کوئی معاوضہ یا اجرت تو نہیں طلب کرتا میں تو بس یہی چاہتا ہوں کہ جس کو توفیق ہو وہ اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرلے۔ میری طلب صرف یہی ہے کہ تم اللہ کے راستہ پر چلو۔ یہ فقرہ کیسی شفقت سے بھرا ہوا ہے جس طرح کوئی استاد اپنے شاگرد کو بڑی شفقت و محبت سے پڑھا کر عالم بنادے اور یہ کہے کہ عزیز من! میں اپنی کارگزاری کی کوئی اجرت تم سے نہیں چاہتا میری اجرت یہی ہے کہ تم اپنے علم کو یاد رکھو اور اس پر عمل کرو۔ منشا یہ ہے کہ پڑھے ہوئے کو یاد رکھنا تمہارے ہی نفع کا سبب ہے اور مجھے تم سے اتنی محبت ہے کہ تمہارے فائدہ کو اپنا فائدہ سمجھتا ہوں اس لئے مجھے اس سے ایسی ہی مسرت ہوگی جو اجرت لینے سے بھی زیادہ ہوگی۔ یا اس پیغمبرانہ شفقت کو یوں سمجھے کہ جیسے کوئی بوڑھا ضعیف باپ اولاد کو کہے کہ تم کھاؤ پیو اور

خوش رہو۔ یہی میرا کھانا پینا اور خوش رہنا ہے۔ اور یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی شخص کا اللہ کے راستہ کو اختیار کر لینے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنا فائدہ قرار دیا تو ممکن ہے یہ اس لحاظ سے فرمایا ہو کہ اس کا ثواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کو نیک کاموں کی ہدایت کرتا ہے اور وہ اس کے کہنے کے مطابق نیک عمل کرے تو اس کے عمل کا ثواب خود کرنے والے کو بھی پورا پورا ملے گا اور اتنا ہی ثواب ہدایت کرنے والے شخص کو بھی ملے گا۔

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لینی چاہئے کہ اس طرح کے ارشادات جیسے وما ارسلنک الا مبشرا ونذیرا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو تو ہم نے بس ایک مبشر ونذیر بنا کر بھیجا ہے قرآن مجید میں جہاں بھی آئے ہیں ان کا اصل روئے سخن کفار ومشرکین کی طرف ہے اور مقصد اس سے دراصل ان کو یہ بتانا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیر خواہ بے غرض مصلح ہیں جو خلق خدا کی بھلائی کے لئے خدا کا پیغام پہنچاتے ہیں اور ان کے انجام کا نیک وبد بتا دیتے ہیں وہ تمہیں زبردستی تو اس پیغام کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے۔ تم مانو گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے نہ مانو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ وہ پیغام پہنچا کر سبکدوش ہو چکے۔ اب اس کے بعد تمہارا معاملہ تمہارے خالق اور مالک سے ہے۔ اس لئے یہاں کسی کو اس غلط فہمی میں نہ رہنا چاہئے کہ اہل ایمان اور مسلمانوں کے معاملہ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بس خدا کا پیغام پہنچا دینے اور انجام نیک وبد کا مژدہ سنا دینے تک محدود ہے قرآن پاک نے جگہ جگہ اور بار بار تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف مبشر ونذیر ہی نہیں ہیں بلکہ معلم کتاب وحکمت۔ اور مزکی۔ اور نمونۂ عمل بھی ہیں۔ حاکم۔ قاضی اور امیر مطاع بھی ہیں اور آپ کی زبان سے نکلا ہوا ہر فرمان اہل ایمان کے حق میں قانون کا حکم رکھتا ہے جس کے آگے ان کو دل وجان کی رضامندی سے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان کفار کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کریں آپ تنہا خدا پر بھروسہ کر کے اپنا فرض تبلیغ ودعوت وغیرہ ادا کرتے جائیے دنیا کی فانی چیزوں کا کیا سہارا۔ اصل سہارا تو اسی کا ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا جس کو کبھی موت نہیں پس آپ اللہ پر توکل رکھئے اور اسی کی عبادت وحمد وثنا کرتے رہئے۔ ان منکروں اور مجرموں سے وہ خود نبٹ لے گا کیونکہ وہ ان کے گناہوں سے پوری طرح واقف اور خبردار ہے۔

ان آیات کے تحت علماء نے لکھا ہے کہ تبلیغ دین کا معاوضہ طلب کرنے کی ممانعت ہے۔ تبلیغ دین کی اجرت قطعاً ناجائز ہے۔ یہ دین فروشی ہے۔ جو صراحۃً حرام ہے۔ اس سے خصوصاً ان دین فروش واعظوں کو نصیحت پکڑنی چاہئے جو وعظ کی فیس مقرر کرتے ہیں یا بغیر مقرر کئے معاوضہ لینے کے درپے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے واعظین کے فتنوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھیں۔

ابھی سلسلۂ مضمون توحید اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت وعظمت نصیب فرما اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کے دین کا اتباع کامل نصیب فرما۔ آمین۔　　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ

وہ ایسا ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے سب چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا، وہ بڑا مہربان ہے

فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا ۞ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا

سو اُس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہیے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہے، کیا ہم اُس کو سجدہ کرنے لگیں

وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۞

گے جس کو تم سجدہ کرنے کیلئے ہم کو کہو گے اور اس سے اُن کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔

اَلَّذِیْ اور جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	فِیْ میں	سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دن
ثُمَّ اسْتَوٰی پھر قائم ہوا	عَلَی الْعَرْشِ عرش پر	اَلرَّحْمٰنُ جو رحم کرنے والا	فَسْئَلْ تو پوچھو	بِهٖ اسکے متعلق	خَبِیْرًا کسی باخبر	وَاِذَا اور جب
قِیْلَ کہا جائے	لَهُمْ ان سے	اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کو	قَالُوْا وہ کہتے ہیں	وَمَا اور کیا ہے	الرَّحْمٰنُ رحمٰن
اَنَسْجُدُ کیا ہم سجدہ کریں	لِمَا تَاْمُرُنَا جسے تو سجدہ کرنے کو کہے	وَزَادَهُمْ اس نے بڑھا دیا اُن کا	نُفُوْرًا بدکنا			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور صنعت کی بعض نشانیوں کا ذکر فرمایا گیا تھا جن میں غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کی توحید۔ بڑائی و بزرگی واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے اور جن سے معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر صاف دلالت کرتی ہیں تو حق تعالیٰ کے اوپر ذکر کیے ہوئے بے شمار انعامات و کمالات کا مقتضا تو یہ تھا کہ انسان حق تعالیٰ کی پرستش کریں اور اسی کو اپنا معبود حقیقی سمجھیں مگر برخلاف اس کے گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ یہ کفار و مشرکین خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو کوئی نفع پہنچاتی ہیں اور نہ نقصان۔ اور چونکہ ان کفار و مشرکین کی مخالفت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے آپ کی تسلی فرمائی گئی تھی کہ آپ ان کفار کی مخالفت کی پروانہ کریں۔ اپنا فرض یعنی تبلیغ دین اور دعوت حق ادا کیے جائیں اور حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اسی کی عبادت و حمد و ثنا کرتے رہیں۔ وہ ان منکروں اور مجرموں سے خود نبٹ لیگا کیونکہ وہ ان کی ایک ایک حرکت اور عمل سے پوری طرح واقف اور خبردار ہے۔

اب آگے ان آیات میں مزید مضمون توحید بیان فرمایا جاتا ہے کہ یہ ساری کائنات یعنی آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہیں یہ اسی ایک خالق اور مالک کے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ یونہی آپ ہی آپ نہیں ہوگیا بلکہ اس ساری کائنات اور اسکی ہر چیز کو بنانے والا اور ان کو ایک نظام کے تحت قائم رکھنے والا ان کو رفتہ رفتہ کمال کو پہنچانے والا ایک اللہ ہی ہے جس کو ہم اس جسمانی آنکھ سے دیکھ تو نہیں سکتے مگر اس کی نشانیوں کو دیکھ کر عقل سے ضرور پہچان سکتے ہیں کہ وہ ہے اور ضرور ہے اور یہ سارے آسمان و زمین اسی کے بنانے سے ایک مدت میں بنے اور اپنی اپنی جگہ قائم ہوئے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ بھی اور ان آیات میں بھی بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے حق تعالیٰ نے سب چھ روز کی مقدار میں پیدا فرمایا۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ چھ دن سے دنیا کی مقدار کے چھ دن مراد ہیں یا عالم غیب کے چھ دن مراد ہیں جہاں کہ ایک دن ایک ہزار برس کا ہے جیسا کہ سورۂ حج سترہویں پارہ میں ارشاد ہوا۔ اس طرح دنیا کے حساب کے چھ دن عالم آخرت کے چھ ہزار سال بنے۔ واللہ اعلم بالصواب مفسرین نے

لکھا ہے کہ یہاں اس امر کو ذکر کرنے سے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیانی کائنات کو چھ دن کے دور میں پیدا کیا اس سے منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام کائنات کا پورا انتظام تدریجی ہے۔ عام قانون قدرت یہی ہے کہ ہر کام کی تکمیل آہستہ آہستہ ہوتی ہے یہاں تک کہ عالم کی پیدائش بھی دفعتہً ایک دم سے نہیں ہوئی اگرچہ اس کی قدرت بہت وسیع ہے وہ اگر چاہتا تو آن کی آن میں پورے عالم و مافیہا کو پیدا کر دیتا۔ لیکن حق تعالیٰ نے بتدریج پیدا فرمایا جیسا کہ آج بھی انسان۔ اور حیوانات اور نباتات وغیرہ کی پیدائش کا سلسلہ تدریجی طور ہی پر جاری ہے۔

یہاں ایک نکتہ مفسرین نے اور بھی لکھا ہے کہ یہ سورۂ فرقان جس وقت مکہ میں نازل ہوئی اس وقت کفار کا غلبہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے برسر پیکار تھے اور دین حق کو مٹانے اور اہل حق کو ستانے اور ہر طرح کی ایذائیں دینے کو ہر وقت تیار رہتے کفار کے اس طرز عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا جس پر آپ کی تسلی فرمائی جاتی تو یہاں یہ قانونِ قدرت بیان فرما کر کہ ہر کام کی تکمیل تدریجاً اور آہستہ آہستہ ہوتی ہے یہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہے کہ اگرچہ خدا کی قدرت میں ہے کہ وہ تمام کافروں کو ایک دم میں مسلمان کر دیتا یا دفعتہً تمام منکرین کو غارت کر دیتا مگر اس کی حکمت نے کفار کو ڈھیل دے رکھی ہے اور دین کی اشاعت اور اسلام کا غلبہ آہستہ آہستہ کرنا چاہتا ہے۔ پس کفار کی ایذارسانی سے مسلمانوں کو تنگ دل نہ ہونا چاہئے۔ اسلام کا نشوونما تدریجی ہوگا کہ قانون قدرت کے مطابق ہر چیز کی تکمیل آہستہ اور تدریجاً ہوتی ہے۔ دفعتہً کسی کام کا ہو جانا گو ممکن ہے مگر عمومی ضابطۂ قدرت کے خلاف ہے۔

آگے آیت میں بتلایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان و زمین اور تمام کائنات کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح قائم اور جلوہ فرما ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ یہ جملہ ثم استوی علی العرش یعنی پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا یا جا ٹھہرا یہ قرآن پاک میں سات جگہ آیا ہے جس کا تفصیلی بیان سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں ہو چکا ہے چونکہ یہ جملہ متشابہات میں سے ہے اور عقیدہ کے لحاظ سے نہایت اہم ہے اس لئے مناسب ہوگا کہ اس جملہ کی جو تشریح سورۂ اعراف میں بیان کی گئی ہے اس کو پھر دیکھ لیا جائے۔

الغرض توحید باری تعالیٰ کے ضمن میں یہاں مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں اور خدا کے سوا اوروں کو سجدہ کرتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو مشرکین کہتے ہیں کہ ہم رحمان کو نہیں جانتے کہ رحمان کون ہے جس کو ہم سے سجدہ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ جہل و عناد اور بے حیائی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ محض تمہارے کہہ دینے سے ہم ایسی بات مان لیں؟ بس تم نے ایک نام لے دیا اور ہم سجدہ میں گر پڑیں۔ الغرض جس قدر انہیں رحمٰن کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف توجہ دلائی جاتی اسی قدر وہ اور زیادہ بدکتے اور بھاگتے اور کفار میں نفرت اور سرکشی کا اضافہ ہوتا۔

تمام علماء و مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جگہ سجدہ تلاوت مشروع ہے۔ اس آیت کے ہر پڑھنے اور سننے والے کو سجدہ تلاوت کرنا لازم ہے۔ اور یہ بھی مسنون ہے کہ اہل ایمان جب اس آیت کو سنیں تو جواب میں کہیں زادنا اللہ خضوعاً ما زاد للاعداءِ نفوراً اللہ کرے ہمارے خضوع اتنا ہی بڑھے جتنا دشمنوں کا نفور بڑھتا ہے۔

ابھی آگے بھی توحید کا مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں ظاہر میں و باطن میں توحید کی حقیقت نصیب فرماویں اور اپنی معرفت الٰہیہ کے انوار سے ہمارے قلوب اور سینوں کو منور فرماویں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِیْ

وہ ذات بہت عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور اُس میں ایک چراغ اور نورانی چاند بنایا۔اور وہ ایسا ہے جس نے

جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ

رات اور دن کوایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنائے اُس شخص کیلئے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔اور (حضرت) رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو

یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جُہلا اُن سے بات کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں۔

تَبٰرَكَ بڑی برکت والا ہے	الَّذِیْ جَعَلَ وہ جس نے بنائے	فِی السَّمَآءِ آسمان میں	بُرُوْجًا برج	وَجَعَلَ اور بنایا	فِیْهَا اس میں	
سِرٰجًا چراغ سورج	وَقَمَرًا اور چاند	مُّنِیْرًا روشن	وَهُوَ اور وہی	الَّذِیْ جَعَلَ جس نے بنایا	الَّیْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن
خِلْفَةً ایکدوسرے کے پیچھے آنیوالا	لِّمَنْ اَرَادَ اس کے لئے جو چاہے	اَنْ یَّذَّكَّرَ کہ وہ نصیحت پکڑے	اَوْ اَرَادَ یا چاہے	شُكُوْرًا شکرگزار بننا		
وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ اور رحمٰن کے بندے	الَّذِیْنَ وہ جو کہ	یَمْشُوْنَ چلتے ہیں	عَلَى الْاَرْضِ زمین پر	هَوْنًا آہستہ آہستہ	وَاِذَا اور جب	
خَاطَبَهُمُ ان سے بات کرتے ہیں	الْجٰهِلُوْنَ جاہل	قَالُوْا کہتے ہیں وہ	سَلٰمًا سلام			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں دلائل توحید کے ساتھ ساتھ کفار ومشرکین کا کفران اور ان کا حق سے تنفر مع ان کی مذمت کے مذکور تھا۔ اللہ تعالیٰ کی لامتناہی حکمت وقدرت کی بہت سی نشانیاں مذکور ہوئیں۔ جیسے آسمانوں کا بنانا۔ ان میں ستارے پیدا کرنا۔ پھر ستاروں کو رواں رکھنا۔ ان کے طلوع وغروب اور ٹھہرنے کے مقامات مقرر کرنا۔ رات ودن کو پیدا کرنا اور باہم ان کا تبادلہ کرنا۔ ہواؤں کی روانی۔ دریاؤں کی طغیانی۔ ابر باراں کی بارانی۔ شیریں اور تلخ پانی کو جمع کرنا اور ہرایک کو اس کے راستہ پر چلانا۔ سمندروں سے بخارات کو اٹھانا اور ہوا کا ان کو ضرورت کی جگہ پر لے جانا اور پانی کی شکل دے کر تشنہ زمین پر برسانا پھر اس سے سبزہ پھل پھول غلہ میوے پیدا کرنا اور اس طرح انسانوں اور حیوانوں کی ضروریات زندگی کو پورا کرنا۔ اس ساری کائنات کو ایک خاص نظام کے زیر اثر چلانا اور قانون فطرت کو مسخر رکھنا۔ تو یہ سب اس کی ہمہ گیر رحمت ہے کہ جو کائنات کے ذرہ ذرہ پر چھائی ہوئی ہے اور اس رحمت رحمانی اور احسان ربانی اور انعامات الہیہ کا اقتضا تو یہ تھا کہ عقل اور فہم رکھنے والا انسان اس کارگاہ قدرت میں کسی کو اللہ کا شریک نہ قرار دیتا اور اس کے سوا کسی کو کارساز اور قادر مطلق نہ جانتا۔ مخلوق کے سامنے سر نہ جھکاتا۔ ماسوا اللہ کے کسی کو سجدہ نہ کرتا مگر جیسا کہ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا کہ جب ان کفار ومشرکین کو کہا جاتا کہ وہ رحمٰن جو بڑی رحمت والا ہے اس کو سجدہ کرو اور اس کو اپنا معبود حقیقی تسلیم کرو تو ان کفار کو بوجہ جہل وعناد کے حق سے اور زیادہ نفرت ہوتی اور ان کی مخالفت اور بڑھتی۔ اللہ عزوجل کی ہستی کو پہچاننے کے لئے سب سے زیادہ واضح نشانی رات اور دن کا لگاتار ایک دوسرے کی جگہ باقاعدہ آنا جانا ہے۔ انسان سوچتا ہی نہیں ورنہ دن رات کو بار بار ایک ہی طریقہ سے ہوتے

دیکھ کر معمولی عقل والا انسان اتنا تو سمجھ ہی سکتا ہے کہ اس نظام اور طریقہ کا ان کے لئے مقرر کرنے والا کوئی ضرور ہے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ وہ ذات بڑی عالی شان اور بابرکت ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے۔ اندھیری رات میں جب ہم آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں بے شمار چمکتے ہوئے اجسام نظر آتے ہیں ان میں کچھ چھوٹے ہیں کچھ بڑے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ چھوٹے نظر آنے والے اجسام درحقیقت چھوٹے ہوں کیونکہ ان کے ظاہری حجم کا دارومدار تو ان کے فاصلہ پر ہے۔ جتنا فاصلہ زیادہ ہوگا اتنے ہی وہ چھوٹے نظر آئیں گے۔ ان چمکدار اجسام جن کو ہم ستارے کہتے ہیں ان کی تعداد کا اندازہ لگانا بھی بے حد مشکل ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ان کی تعداد اتنی ہے جتنے روئے زمین پر ریت کے ذرے یا دنیا بھر کے سمندروں میں پانی کے قطرے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ چمکدار اجسام تقریباً سب کے سب مثل ہمارے دنیا کے سورج کے ہیں۔ اور کچھ تو ہمارے سورج سے بھی ہزاروں لاکھوں گنا بڑے ہیں۔ ماہرین علم ہیئت نے جو ان ستاروں کے ایک دوسرے کے فاصلہ۔ ان کی فضا میں گھومنے کی تیز رفتاری ان کا ایک دوسرے کے راستہ میں نہ آنا وغیرہ وغیرہ کا انکشاف کیا ہے اس کو دیکھ کر کائنات کی وسعت پر حیرت ہوتی ہے۔ اور خدا کی زبردست قدرت کے سوا انسانی عقل عجائبات کائنات کو سمجھ بھی نہیں سکتی۔ قرآن حکیم نے اس جگہ بڑے بڑے ستاروں اور سیاروں اور چاند و سورج کا ذکر کرنے کے بعد یہ بھی بتلایا کہ قرآن کریم ان چیزوں کا ذکر بار بار اس لئے کرتا ہے کہ انسان ان کی تخلیق اور ان کی حرکات اور ان سے پیدا ہونے والے اثرات میں غور و فکر کر کے ان کے پیدا کرنے والے اور ان کو چلانے والے اور ان کو قائم رکھنے والے کو پہچانے اور شکر گزاری کے ساتھ اس کی عبادت بندگی اور فرمانبرداری میں لگا رہے۔ قرآن اور سنت کا اصل اور مقصود حقیقی کائنات عالم میں غور و فکر اور تدبر کی دعوت دینے سے یہی ہے کہ ان آثار عجیبہ کو دیکھ کر انسان اس غیر محسوس قوت کا یقین کرلے کہ جو اس سارے نظام کائنات کو چلا رہی ہے۔ اسی کا نام خدا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس آسمان میں ایک چراغ یعنی آفتاب اور نورانی چاند خدا نے بنایا جن کی وجہ سے ہماری اس دنیا میں دن اور رات کا ظہور ہوتا ہے اور یہ سب اس قدر باقاعدہ نظام کے ماتحت حرکت کرتے ہیں کہ رات اور دن اپنے اپنے وقت پر ایک دوسرے کی جگہ آگے پیچھے آتے رہتے ہیں۔ اس نظام میں انسان کے لئے بے شمار فائدے ہیں انہیں دیکھ کر عقل والے اگر چاہیں تو اللہ عزوجل کو بآسانی پہچان سکتے ہیں اور اس کی شکر گزاری اپنے اوپر واجب قرار دے سکتے ہیں۔ بہرحال نصیحت پذیر قلب اور عبرت اندوز دماغ رکھنے والوں کے لئے چاند و سورج اور شبانہ روز کی تخلیق اور ان کے ردوبدل میں اللہ کی ہمہ گیر قدرت اور عمومی رحمت کو جاننے اور حق تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کا غیر محدود ذخیرہ موجود ہے۔ چنانچہ رات دن کے فوائد اور انعامات اور احسانات کو دیکھ کر اللہ کے مخلص بندے جن کی صفات آگے بیان کی گئی ہیں ایسا ہی کرتے ہیں اور مشرکین کی طرح رحمٰن کا نام سن کر ناک بھویں نہیں چڑھاتے بلکہ ہر قول و فعل سے اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی چال ڈھال سے تواضع متانت۔ خاکساری اور بے تکلفی ٹپکتی ہے۔ متکبروں کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے اور کم عقل اور بے ادب لوگوں کی جہالت کی بات کا جواب عفو اور نرمی و سلامتی سے دیتے ہیں۔ کوئی ان سے جہالت کی گفتگو کرے تو وہ رفع شر کی

بات کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں اور جاہلوں کے منہ نہیں لگتے۔ نہ ان میں شامل ہوں نہ ان سے لڑیں۔ نہ بدگوئی سے کام لیں یعنی جاہل کو جواب دیتے وقت جاہل نہیں بن جاتے بلکہ جاہلوں کی جہالت سے درگزر کرتے اور حلم وعفو سے کام لیتے ہیں۔

یہاں آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مطیع فرمانبردار اور اطاعت گزار بندوں کو عباد الرحمٰن فرمایا۔ ویسے تو اللہ کے بندے سبھی ہیں۔ کافر ومشرک بھی اسی کے بندے ہیں کیونکہ سبھی کو خدا نے پیدا کیا ہے مگر یہاں مخصوص فرمانبردار بندے مراد ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو اپنے نیکوکاری ہی کے سبب بندگانِ خدا کہلانے کا خصوصی حق ہے پھر یہاں عباد اللہ نہیں فرمایا بلکہ عباد الرحمٰن فرمایا حالانکہ عباد کے ساتھ لفظ اللہ عام طور پر زیادہ مناسب سمجھا جاتا ہے تو مفسرین نے یہاں عباد الرحمٰن فرمانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ تخلیق۔ تربیت اور ابقاء وغیرہ تمام احسانات کی اصل علت رحمت الٰہیہ ہے۔ اگر حق تعالیٰ رحمٰن نہ ہوتے تو کائنات پیدا نہ ہوتی یا پیدا ہوتی تو باقی نہ رہتی یا باقی رہتی تو اس کی تربیت وترقی کے اسباب معدوم ہوتے۔ یہ اللہ کی رحمت ہی ہے جو ہر انسان کی واحد کفیل ہے اور چونکہ گذشتہ آیات میں رحمت الٰہیہ کے اکثر مظاہروں کا ذکر کر دیا گیا تھا۔ اور زمین وآسمان اور ان کے درمیان تمام کائنات کی ایجاد وبقا کی صورتیں بیان کر دی گئی تھیں۔ اور ان لوگوں کا تذکرہ بھی ہو چکا تھا جو خداوند قدوس کی رحمت اور اس کے احسانات و انعامات کے منکر تھے یعنی کفار ومشرکین اس لئے اب ان کے مقابلہ میں اس جگہ ان لوگوں کے اوصاف کا تذکرہ بھی ضروری ہوا جو اللہ کی رحمت اور اس کے احسانات وانعامات کو تہہ دل سے مانتے اور اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس پر ایمان کے ساتھ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی اختیار کرتے ہیں اور اس کے احکام ومرضی کی پابندی لازم سمجھتے ہیں۔ ایسے صاحب ایمان بندوں کی دو صفات یہاں ان آیات میں بیان ہوئیں۔ یعنی زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب کوئی جاہل ان سے الجھے تو وہ جواب میں رفع شر کی بات کہہ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی مزید صفات اگلی آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے احسان مند اور شکر گزار بندوں میں شامل فرماویں۔ اور ہم کو وہ دل ودماغ عطا فرماویں جس سے کائنات کی ہر شے ہمارے لئے معرفت الٰہیہ اور قرب خداوندی کا ذریعہ بنے۔ یا اللہ اپنی لامحدود قدرت پر ہمیں یقین کامل عطا فرما۔

یا اللہ! آپ اپنے خاص بندوں کو جو صفت تواضع اور عاجزی عطا فرماتے ہیں ہم کو بھی اس نعمت سے محروم نہ فرمایئے اور ہمیں جہالت کے مقابلہ میں رفع شر کی بات کہنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝٦٤ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا

اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں۔اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کے

عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝٦٥ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝٦٦ وَالَّذِيْنَ

عذاب کو دور رکھیئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔بیشک وہ جہنم بُرا ٹھکانا اور بُرا مقام ہے۔اور وہ جب

اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝٦٧

خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اُن کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور جو	يَبِيْتُوْنَ رات کاٹتے ہیں	لِرَبِّهِمْ اپنے رب کیلئے	سُجَّدًا سجدے کرتے	وَقِيَامًا اور قیام کرتے	وَالَّذِيْنَ اور وہ جو
يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اصْرِفْ پھیر دے	عَنَّا ہم سے	عَذَابَ جَهَنَّمَ جہنم کا عذاب	اِنَّ بیشک
عَذَابَهَا اس کا عذاب	كَانَ غَرَامًا لازم ہوجانے والا ہے	اِنَّهَا بیشک وہ	سَآءَتْ بُری	مُسْتَقَرًّا ٹھہرنے کی جگہ	وَّمُقَامًا اور بُرا مقام
وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	اِذَآ اَنْفَقُوْا جب وہ خرچ کرتے ہیں	لَمْ يُسْرِفُوْا نہ فضول خرچی کرتے ہیں	وَلَمْ يَقْتُرُوْا اور نہ تنگی کرتے ہیں		
وَكَانَ اور ہے	بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان	قَوَامًا اعتدال			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفارومشرکین کے مقابلہ میں مومنین کی مدح اوران کی بعض صفات بیان فرمائی گئی تھیں۔ ان کی ایک صفت یہ بیان فرمائی گئی تھی کہ ان کے مزاج میں تواضع ہوتا ہے اور تمام امور میں اس تواضع کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی لئے چلنے میں بھی وہ عاجزی وانکساری کے ساتھ چلتے ہیں متکبروں کی طرح اکڑ کرنہیں چلتے۔ دوسری صفت ان کی یہ بتائی گئی تھی کہ وہ کم عقل اور بے ادب لوگوں کی جہالت کا جواب جہالت سے نہیں دیتے بلکہ جاہلوں کی جہالت سے درگزر کرتے ہیں اور حلم وعفو سے کام لیتے ہیں۔اب آگے انہیں مومنین کی مزید صفات بیان کی گئی ہیں اوران آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان مومنین کا اپنے رب اور معبود حقیقی کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جب رات کو غافل بندے نیند اور آرام کے مزے میں پڑے رہتے ہیں یہ خدا کے آگے کھڑے اور سجدہ میں گزارتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ رات کو نماز پڑھتے ہیں۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں نماز تہجد کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کے نیک بندوں کا خاص وصف ہے۔ پھر یہ نہیں کہ تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھ کر خدا کے عذاب وقہر سے بے فکر ہو گئے۔ نہیں۔ بلکہ باوجود اس عبادت گزاری کے وہ اللہ سے عذاب جہنم کو آخرت میں دور رکھنے کی دعا کرتے رہتے ہیں اور باوجود اپنی نیکیوں کے اس خوف سے کانپتے رہتے ہیں کہ کہیں ہمارے عمل کی کوتاہیاں ہم کو مبتلائے عذاب نہ کردیں۔ گویا ان کی نظر میں عبادت سے استحقاق مغفرت نہیں پیدا ہوتا بلکہ اللہ کی رحمت سے عفو کی امید ان بندوں کو ہوتی ہے۔ آگے ایک دوسری صفت ان عبادالرحمٰن کی بیان کی جاتی ہے کہ وہ دیکھ بھال کر میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس طرح کہ نہ اسراف یعنی فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل یعنی کنجوسی کرتے ہیں۔عرب میں اس

وقت یہ دونوں قسم کے نمونہ کثرت سے پائے جاتے تھے ایک طرف وہ لوگ تھے کہ جو اپنے ذاتی عیش و آرام پر دل کھول کر خوب مال خرچ کرتے تھے یا اپنے قبیلہ میں اپنی فیاضی اور دولت مندی کا شہرہ قائم رکھنے کے لئے مال و دولت صرف کرتے یا دوسری طرف وہ بخیل تھے کہ جن کی کنجوسی مشہور تھی۔ اعتدال اور میانہ روی کی روش بہت کم لوگوں میں پائی جاتی تھی۔ اس وقت یہ نمایاں صفت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی تھی۔ تو یہاں اسراف اور بخل دونوں کی مذمت فرمائی گئی اور اعتدال اور میانہ روی کے چال چلنے کی تعریف فرمائی گئی۔ یہاں اسراف اور بخل کی حقیقت کو بھی مختصراً سمجھ لینا چاہئے۔ اسراف کے معنی ہیں انسان کا اپنے فعل میں حد سے گزر جانا خواہ مال کے صرف میں ہو یا دوسرے امور و حقوق میں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ کہیں تو مال کے بے جا صرف کرنے کے معنی میں کہیں دوسرے امور میں حد سے متجاوز ہونے کے معنی میں۔ یہاں چونکہ اسراف کا ذکر مال کے خرچ کرنے کے متعلق آیا ہے اس لئے اسلامی نقطہ نظر سے اسراف مال کے متعلق تین چیزوں کا نام ہے۔ ایک ناجائز کاموں میں مال و دولت صرف کرنا خواہ وہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو تو گویا اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرنے کا نام اسراف ہے۔ دوسرے بظاہر نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا مگر اللہ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ ریا اور نمائش اور نام و نمود و شہرت کے لئے خرچ کرنا۔ اگر اللہ کی راہ اور رضا میں اپنے نفس کا خیال چھوڑتے ہوئے کل مال بھی خرچ کر دے تو یہ اسراف نہیں۔ بعض مخلص صحابہ کا طرزِ عمل اس کا شاہد ہے۔ تیسرے ضروریات لازمہ یا حاجات میں خرچ کرتے ہوئے حد سے تجاوز کرنا اس لحاظ سے کہ آدمی اپنی استطاعت سے زیادہ خرچ کرے جس کا انجام اخیر میں بے صبری۔ حرص اور بدنیتی ہو۔

اسراف کے مقابل بخل اور کنجوسی کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے ایک یہ کہ آدمی اپنی جائز ضروریات خواہ وہ اپنی ذات سے متعلق ہوں یا اپنے متعلقین اور دیگر صاحب حقوق سے متعلق ہوں ان پر اپنی مقدرت اور حقوق کے موافق خرچ نہ کرے دوسرے یہ کہ عام نیکی اور بھلائی کے کاموں میں اس کے ہاتھ سے پیسہ نہ نکلے۔ ان دونوں یعنی اسراف اور بخل کے درمیان اعتدال کی راہ۔ اسلامی اور قرآنی راہ ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی معیشت میں توسط اختیار کرنا آدمی کے فقیہ یعنی سمجھ دار اور دانا ہونے کی علامتوں میں سے ہے۔ غرض یہ کہ عباد الرحمٰن کی ایک صفت یہ بتائی گئی کہ وہ موقع کے موافق مال خرچ کرتے ہیں گویا نہ مال کی محبت اور نہ اس کی اضاعت۔

ابھی عباد الرحمٰن کی مزید صفات اگلی آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرماویں کہ راتوں کو ہم بھی اپنے رب کے آگے سجدہ و قیام میں لگے رہیں اللہ تعالیٰ نماز تہجد کی دولت اور راتوں میں اللہ کے آگے رونے کی نعمت ہم کو بھی عطا فرمائیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو عذاب جہنم سے ہر طرح مامون و محفوظ فرمادے۔ اے اللہ! آپ نے اپنے فضل سے ہم کو جو مال عطا فرمایا ہے اس کو اپنی مرضیات میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور اسراف اور بخل سے ہم کو بچالے اور ان بد خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرمادے۔ اور اعتدال کی راہ پر چلنے اور قائم رہنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اے اللہ! آپ نے اپنے بندوں کی جو یہ صفات قرآن پاک میں فرمائی ہیں تو یہ جملہ نیک صفات ہم کو بھی عطا فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق پر

وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ

اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اُس کو سابقہ پڑے گا۔ کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اُس میں

فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ

ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا۔ مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا،

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾

اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ اور جو شخص توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	لَا يَدْعُوْنَ نہیں پکارتے	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِلٰهًا کوئی معبود	اٰخَرَ دوسرا	وَلَا يَقْتُلُوْنَ اور وہ قتل نہیں کرتے	
النَّفْسَ جان	الَّتِيْ حَرَّمَ جسے حرام کیا	اللّٰهُ اللہ	اِلَّا بِالْحَقِّ مگر جہاں حق ہو	وَلَا يَزْنُوْنَ اور وہ زنا نہیں کرتے	وَمَنْ اور جو	يَّفْعَلْ کرے گا
ذٰلِكَ یہ	يَلْقَ اَثَامًا وہ دوچار ہوگا بڑی سزا	يُّضٰعَفْ دو چند کردیا جائیگا	لَهُ اس کیلئے	الْعَذَابُ عذاب	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت	
وَيَخْلُدْ اور وہ ہمیشہ رہے گا	فِيْهٖ اس میں	مُهَانًا خوار ہو کر	اِلَّا سوائے	مَنْ تَابَ جس نے توبہ کی	وَاٰمَنَ اور وہ ایمان لایا	
وَعَمِلَ اور عمل کئے اس نے	عَمَلًا صَالِحًا نیک عمل	فَاُولٰٓئِكَ پس یہ لوگ	يُبَدِّلُ اللّٰهُ اللہ بدل دے گا	سَيِّاٰتِهِمْ ان کی برائیاں		
حَسَنٰتٍ بھلائیوں سے	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا نہایت مہربان	وَمَنْ تَابَ اور جس نے توبہ کی	
وَعَمِلَ اور عمل کئے	صَالِحًا نیک	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	يَتُوْبُ رجوع کرتا ہے	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	مَتَابًا رجوع کرنے کا مقام	

تفسیر وتشریح:۔ کفار و مشرکین کے مقابلہ میں مومنین مخلصین کی صفات اور ان کی مدح کا بیان گذشتہ آیات سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ نیک بندے جو صحیح معنی میں عبادالرحمٰن کہلانے کے مستحق ہیں ان کی کئی صفات اور خصوصیات گذشتہ میں بیان ہوئیں مثلاً اپنے اعمال میں تواضع ان کا طرز خاص ہے۔ دوسروں کے ساتھ جہالت کی بات کے مقابلہ میں رفع شر کی بات کہہ کر علیحدہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت و بندگی کا تعلق رکھنا اور اس کے باوجود خوف خداوندی سے جہنم کے عذاب سے خوف کھا کر اس سے بچنے کی دعا کرنا۔ انفاق مال میں اعتدال اور میانہ روی کی راہ اختیار کرنا۔ اسراف اور بخل کے افراط وتفریط سے بچنا۔

آگے ان آیات میں مزید بعض صفات انہی عبادالرحمٰن کی بیان فرمائی گئی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ ہر حال میں شرک سے بچتے ہیں۔ خدا کا کسی کو شریک نہیں سمجھتے۔ شرک جو کفر کی بدترین قسم ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات۔ اس کی صفات اس کی عبادت اور اس کی حدود عظمت میں کسی اور کو شریک بنالینا۔ شرک وہ جرم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے طے فرمادیا ہے اور قطعی فیصلہ فرمادیا ہے کہ ہر کوتاہی۔ لغزش اور جرم قابل معافی ہوسکتا ہے مگر کفر وشرک کا جرم اگر اس سے سچی توبہ نہ کی جائے تو ہرگز

قابل معافی نہیں ہوگا اور اس کی سزا ضرور بھگتنی ہوگی جیسا کہ قرآن پاک میں صاف فرمادیا گیا ان الله لایغفر ان یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشآء۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا۔ شرک کی تفصیلی بحث انشاء اللہ تعالیٰ ۲۱ ویں پارہ سورۂ لقمان کی آیت ان الشرک لظلم عظیم کے تحت آپ کے سامنے آئے گی۔

الغرض ان آیات میں عبادالرحمٰن کی ایک صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ ہر حال میں ہر طرح کے شرک سے بچتے ہیں۔ اگلی صفت فرمائی گئی کہ وہ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے یعنی جن مواقع میں قتل کی اجازت ہے جیسے قصاص لینا یعنی خون کے بدلہ خون کرنا یا جہاد میں دشمن کو قتل کرنا یا زانی شادی شدہ کو سنگسار کرنا۔ وہاں تو وہ ہاتھ نہیں روکتے باقی دیگر مواقع میں جہاں خدا نے حکم نہیں دیا اور جان کا مارنا حرام کیا ہے وہاں اپنا ہاتھ روکتے ہیں اور نہ وہ زنا کرتے ہیں یعنی ان تین بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں جن میں اس وقت اہل عرب کثرت سے مبتلا تھے ایک شرک باللہ۔ دوسرے قتل ناحق تیسرے زنا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شریک کسی کو قرار دینا حالانکہ تجھے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا گناہ ہے؟ فرمایا اولاد کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہوجائے گی پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اس کے بعد کونسا گناہ ہے؟ فرمایا ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسی کی تصدیق میں یہ آیات نازل ہوئیں تو اگرچہ گناہ کبیرہ اور بھی بہت سے ہیں لیکن ایام جاہلیت میں عرب سوسائٹی پر سب سے زیادہ تسلط انہی تین گناہوں کا تھا اس لئے مومنین مخلصین جو صحیح معنی میں عبادالرحمٰن کہلانے کے مستحق ہیں ان کی اس خصوصیت کو نمایاں کیا گیا کہ یہ اہل ایمان اور اہل اسلام ہی ہیں جو ان برائیوں اور گناہوں سے یعنی شرک باللہ۔ قتل ناحق اور زنا سے بچ گئے ہیں۔ ان آیات میں آگے بطور تنبیہ کے فرمایا گیا کہ جو شخص ایسے کام کرے گا وہ قیامت میں عذاب میں گرفتار ہوگا اور دم بدم اس کا عذاب بڑھتا ہی رہے گا اور اس عذاب میں ہمیشہ ذلیل وخوار ہوکر رہے گا۔ بخاری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین مکہ نے کہا کہ ہم نے تو اور معبودوں کی پرستش بھی کی ہے۔ اور ناحق قتل بھی کیا اور حرام کاری بھی کی ہے پس ہمارے لئے مغفرت اور معافی کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ **الامن تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل الله سیاتهم حسنت وکان الله غفورا رحیما. ومن تاب وعمل صالحا فانه یتوب الی الله متابا.** یعنی ان کفار ومشرکین میں سے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آوے اور بجائے ان برے کاموں کے اچھے کام کرے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو خدا نیکیوں سے بدل دے گا اور ان کو معاف کرکے ان کی بجائے نیکیاں لکھ دے گا اور اب وہ بجائے مشرک کے مومن ہوں گے اور بجائے زانی کے عفیف اور بدکار کے نکوکار ہوں گے اور یہ برائیوں کا مٹا دینا اور ان کی جگہ نیکیاں عنایت فرمانا اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ غفور ہے اور رحیم ہے۔ بڑا بخشنے والا ہے اور بہت رحم والا ہے۔ اور جو کوئی توبہ اور عمل صالح کرتا ہے وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے پس جبکہ وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور خدا غفور الرحیم ہے تو وہ

انہیں کیوں نہ معاف کر دے گا۔

یہاں بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جن کی زندگی اگر چہ کفروشرک اور طرح طرح کی معصیت وگناہوں سے آلودہ رہی ہو اور اب وہ اپنی اصلاح اور درستی پر آمادہ ہوں۔ توبہ کی اس نعمت ہی نے عرب کے ایام جاہلیت کے بگڑے ہوئے معاشرہ کے لاکھوں افراد کو سہارا دے کر سنبھال لیا اس کا اندازہ ان بہت سے واقعات سے ہوتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حیاۃ مبارک میں پیش آئے اور جو احادیث میں مروی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ سنیئے جسے علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں روایت کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک عورت رات کے وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں آپ سے ایک سوال کرنے آئی ہوں۔ اس کا جواب مجھ کو دیں۔ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا اور اس سے حمل قائم ہو گیا۔ بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے مار ڈالا۔ اب میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرے گناہ معاف ہونے کی بھی کوئی صورت ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اب نہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں اور نہ خدا کے ہاں تیری قبولیت ہو سکتی ہے۔ وہ بڑی حسرت کے ساتھ آہیں بھرتی اور روتی پیٹتی واپس ہو گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھ کر میں نے رات کا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو ہریرہ تم نے صحیح جواب نہیں دیا۔ کیا تم نے قرآن کی ان آیتوں کو نہیں پڑھا۔ پھر سورۂ فرقان کی یہی تلاوت کردہ آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھیں۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سن کر مجھے بڑا رنج ہوا اور اس عورت کو میں نے تلاش کرنا شروع کیا۔ رات کو عشاہی کے وقت وہ ملی۔ میں نے اسے بشارت دی اور بتایا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے سوال کا یہ جواب دیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سجدہ میں گر گئی اور کہنے لگی کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے چھٹکارہ کی صورت پیدا فرمادی اور میرے لئے معافی کا دروازہ کھولا اور میری توبہ کی قبولیت رکھی پھر اس نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ احادیث میں ایک بوڑھے کا آیا ہے کہ ایک بہت بوڑھا ضعیف آدمی جس کی بھویں آنکھوں پر آگئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ کوئی گناہ کوئی بدکاری میں نے باقی نہیں چھوڑی۔ میرے گناہ اس قدر ہیں کہ اگر تمام انسانوں میں تقسیم ہو جائیں تو سب کو لے ڈوبیں۔ کیا میرے معافی کی بھی کوئی صورت ہے۔ کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کلمہ پڑھ لیا اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہدان محمدا عبدہ ورسولہ۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری تمام برائیاں۔ گناہ۔ وبدکاریاں سب کچھ معاف فرمادے گا بلکہ جب تو اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ تیری برائیاں نیکیوں سے بدل دے گا۔ اس نے پھر پوچھا حضور میرے چھوٹے بڑے گناہ سب صاف ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرے سب کے سب جرم وقصور صاف ہو جائیں گے پھر تو وہ شخص خوشی خوشی واپس جانے لگا اور تکبیر اور تہلیل پکارتا ہوا لوٹ گیا۔

یہاں ان آیات میں نہ صرف کفار ومشرکین کے لئے توبہ کی بشارت ہے بلکہ ایک گناہ گار مومن جس سے کوئی صدور معصیت ہو جائے اس کے لئے بھی توبہ کی فضیلت موجود ہے۔ اسی کی تائید میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے گناہ کے بعد توبہ کر لی وہ گویا بے گناہ ہو گیا۔ اور حق تعالیٰ کو بندہ کی توبہ سے

جتنی خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے کرو کہ مثلاً اگر کوئی شخص کسی بے آب وگیاہ اور دہشت ناک لق ودق میدان میں پہنچ جائے اور اس کی سواری مع اس کھانے کے سامان کے جو اس پر رکھا ہوا تھا گم ہوجائے اور وہ اپنی سواری کو ڈھونڈ تا ڈھونڈ تا تھک جائے اور آخر اس وجہ سے کہ سواری کے بغیر نہ جنگل بیابان سے باہر نکل سکتا ہے اور نہ کھانے کے بغیر فاقہ کی موت سے جان بچا سکتا ہے۔ زندگی سے مایوس ہوجائے کہ نہ پیدل چلنے کی طاقت ہے۔ نہ وہاں آب ودانہ میسر آنے کی امید ہے اس لئے مایوس ہوکر کسی درخت کے نیچے آ لیٹے اور اپنے ہاتھ پر سر رکھ کر اس خیال میں سوجائے کہ اب موت آیا چاہتی ہے اور پھر دفعتہً اس کی آنکھ کھل جائے اور وہ دیکھے کہ اس کی کھوئی ہوئی سواری اس کے پاس کھڑی ہے اور کھانے پینے کا سامان جو اس پر لدا ہوا تھا وہ بجنسہٖ موجود ہے تو اس کو ایسی حالت میں زندگی سے ناامید ہونے کے بعد سرمایۂ حیات ہاتھ لگنے کی وجہ سے جتنی خوشی حاصل ہوگی اس سے زیادہ حق تعالیٰ کو اس وقت خوشی ہوتی ہے جب کہ بندہ اس کی جانب رجوع کرتا اور اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے مگر یہاں یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے معنی اور اس کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا جائے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ توبہ کے معنی رجوع کرنے اور بعد سے قریب کی جانب لوٹ آنے کے ہیں مگر اس کے لئے ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا۔ ابتدا تو یہ ہے کہ قلب پر نور معرفت کی شعاعیں پھیل جائیں اور دل کو اس مضمون کی پوری آگاہی حاصل ہوجائے کہ گناہ جس کا دوسرا نام اللہ کی نافرمانی ہے زہر قاتل اور تباہ کردینے والی شے ہے اور پھر خوف و ندامت پیدا ہوکر گناہ کی تلافی کرنے کی سچی اور خالص رغبت اتنی پیدا ہوجائے کہ جس گناہ میں مبتلا تھا اس کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے بچنے اور پرہیز کرنے کا مصمم قصد کرلے اور اس کے ساتھ ہی جہاں تک ہوسکے گذشتہ تقصیر وکوتاہی کا تدارک کرے جب ماضی اور مستقبل اور حال تینوں زمانوں کے متعلق توبہ کا یہ ثمرہ پیدا ہوجائے گا تو گویا توبہ کا وہ کمال حاصل ہوگیا جس کا نام توبہ کی انتہا ہے۔ تو یہ حقیقت ہے توبہ اور استغفار کی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توبہ کی حقیقت نصیب فرمائیں۔ ابھی عبادالرحمٰن کی کچھ مزید صفات اگلی آیات میں جاری ہیں جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے جو صفات اپنے نیک بندوں کی یہاں بیان فرمائی ہیں ان صفات اور خصلتوں کا کوئی حصہ ہم گنہگاروں کو بھی نصیب فرمادے اور ہمارا حشر ونشر اپنے مومنین ومخلصین بندوں کے ساتھ فرمادے۔ اے اللہ اس وقت امت مسلمہ کی ناؤ عصیان ومعاصی کے طوفان میں گھری ہوئی ہے اے اللہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس امت مسلمہ کو تباہی سے بچالے اور اس امت کی بھنور میں پھنسی ہوئی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو ہلاکت سے بچالے اے اللہ اس بھٹکی ہوئی امت کو پھر آپ کی طرف رجوع ہوجانے کی توفیق نصیب ہوجائے۔ اے اللہ آپ ہی کو ہر درد دکھ میں اپنا لجا اور ماویٰ سمجھنے کی فہم ہم کو عطا ہوجائے۔

اے اللہ ہمیں اپنے ان بندوں میں شامل فرمالے جو صدق دل سے تیرے الٰہ العالمین اور رب العالمین ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور آپ کے اتباع میں اپنی نجات منحصر سمجھتے ہیں۔ جو تیرے قرآن پاک کے وفادار ہیں اور جو تیرے محبوب دین کی حفاظت میں دن رات لگے رہتے ہیں اور اسی پر زندہ اور اسی پر مرنا چاہتے ہیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ

اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بیہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت اُن کو اللہ کے احکام

رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا

کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔اور وہ ایسے ہیں کہ دُعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں

وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا

اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنادے۔ایسے لوگوں کو بالاخانے ملیں گے بوجہ اُن کے

صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۙ ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾

ثابت قدم رہنے کے اور اُن کو اس میں بقا کی دعا اور سلام ملے گا۔اُس میں وہ ہمیشہ رہیں گے،وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاۗؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پروا نہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کروگے، سو تم تو (احکام الٰہیہ) کو جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب یہ جھوٹا سمجھنا تمہارے لئے وبال (جان) ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	لَا يَشْهَدُوْنَ گواہی نہیں دیتے	الزُّوْرَ جھوٹ	وَاِذَا اور جب	مَرُّوْا وہ گزریں	بِاللَّغْوِ بیہودہ سے	
مَرُّوْا گزرتے ہیں	كِرَامًا بزرگانہ	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	اِذَا ذُكِّرُوْا جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے	بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ انکے رب کے احکام سے		
لَمْ يَخِرُّوْا نہیں گر پڑتے	عَلَيْهَا ان پر	صُمًّا بہروں کی طرح	وَّعُمْيَانًا اور اندھوں کی طرح	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں وہ	
رَبَّنَا هَبْ لَنَا اے ہمارے رب عطا فرما ہمیں	مِنْ اَزْوَاجِنَا ہماری بیویاں	وَذُرِّيّٰتِنَا اور ہماری اولاد	قُرَّةَ اَعْيُنٍ ٹھنڈک آنکھوں کی			
وَّاجْعَلْنَا اور بنادے ہمیں	لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کا	اِمَامًا امام (پیشوا)	اُولٰٓئِكَ یہ لوگ	يُجْزَوْنَ انعام دیئے جائینگے	الْغُرْفَةَ بالاخانے	
بِمَا صَبَرُوْا انکے صبر کی بدولت	وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا اور پیشوائی کئے جائینگے اس میں	تَحِيَّةً دعائے خیر	وَّسَلٰمًا اور سلام	خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے		
فِيْهَا اس میں	حَسُنَتْ اچھی ہے	مُسْتَقَرًّا آرام گاہ	وَّمُقَامًا اور مسکن	قُلْ فرمادیں	مَا يَعْبَؤُا پرواہ نہیں رکھتا	بِكُمْ تمہاری
رَبِّيْ میرا رب	لَوْ اگر	لَا دُعَاۗؤُكُمْ نہ پکارو تم	فَقَدْ كَذَّبْتُمْ تو جھٹلایا تم نے	فَسَوْفَ پس عنقریب	يَكُوْنُ ہوگی	لِزَامًا لازمی

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ فرقان کی خاتمہ کی آیات ہیں جن میں عباد الرحمٰن یعنی اللہ کے نیک بندوں کی کچھ مزید صفات بیان فرما کر ان کی جزا بتلائی گئی اور ان کے مقابلہ میں کفار ومشرکین کا انجام بتلا کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔گذشتہ آیات میں پکے اور سچے اہل اسلام وایمان جو حقیقی معنی میں عباد الرحمٰن۔یعنی حضرت رحمٰن جل شانہٗ کے بندے کہلانے کے مستحق ہیں ان کی آٹھ صفات بیان فرمائی گئی تھیں یعنی

(۱) وہ زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔یعنی ان کے مزاج میں تواضع وانکساری ہے اور تمام امور میں اسی کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔(۲) وہ ناسمجھ اور جاہلوں سے الجھتے نہیں۔ان کی جہالت کے مقابلہ میں حلم وعفو اور نرمی سے کام لیتے ہیں تاکہ شر نہ بڑھے۔(۳) وہ اپنے معبود حقیقی کے ساتھ اطاعت و بندگی کا تعلق رکھتے ہیں اور راتوں میں اپنے رب کے آگے سجدہ وقیام یعنی نماز میں لگے رہتے ہیں (۴) وہ اللہ کے خوف سے ڈر کر دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچانا اور جہنم سے ہمیں دور رکھنا کیونکہ اس سے بُری اور بدتر کوئی جگہ نہیں۔(۵) وہ مال کو خرچ کرتے

وقت نہ اس کو بے جا اڑاتے ہیں نہ بخل و کنجوسی سے کام لیتے ہیں بلکہ موقع اور ضرورت کی مناسبت سے خرچ کرتے ہیں۔(۶) وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے یعنی شرک سے ہر طرح سے پاک صاف رہتے ہیں۔(۷) وہ کسی جان کو ناحق ظلم سے قتل نہیں کرتے یعنی سوائے ان مواقع کے جہاں اسلامی شریعت نے قتل کا فیصلہ اور حکم دیا ہے کسی کی جان نہیں مارتے۔(۸) وہ زنا اور بدکاری سے دور رہتے ہیں اور ناجائز جنسی تعلقات سے بچتے ہیں۔

اب آگے ان آیات میں مزید چار صفات ان نیک بندوں اور مخلص مومنین کی بیان فرمائی ہیں۔یعنی نویں صفت یہ بتلائی جاتی ہے کہ وہ جھوٹ اور بیہودہ باتوں کے پاس نہیں پھٹکتے۔نہ جھوٹ بولیں۔نہ جھوٹی گواہی دیں۔نہ دغا فریب جعلسازی میں کوئی حصہ لیں۔نہ ناجائز مجمعوں میں حاضری دیں۔اس میں ہمارے زمانہ کی مختلف گانے بجانے ناچ رنگ اور رقص و سرود کی محفلیں تھیٹر بائیسکوپ۔سینما وغیرہ وغیرہ سب داخل ہیں۔آیت میں **لایشھدون الزورن** فرمایا گیا ہے۔زور کے کئی معنی اہل تفسیر سے منقول ہیں۔بعض مفسرین نے زور کے معنی جھوٹ اور حق سے انحراف کے لیے ہیں۔بعض نے بیہودگی اور راگ و رنگ کے ناجائز مجمع مراد لئے ہیں۔بعض نے مشرکوں کے تہوار اور ان کے میلے ٹھیلے مراد لئے ہیں۔بعض نے شراب خواری کے جلسہ اور ہر بری مجلس مراد لی ہے۔امام رازیؒ نے یہ سب معانی بیان کر کے لکھا ہے کہ درست یہ سب ہو سکتے ہیں البتہ زور کا استعمال کذب کے معنی میں اکثر ہوتا ہے۔اس طرح حاصل اس جملہ **لایشھدون الزور** کا یہ ہوا کہ اللہ کے خاص بندے اور پکے و سچے اہل ایمان نہ جھوٹ بولتے ہیں۔نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں نہ گناہوں کے جلسے میں۔نہ کافروں کے تہواروں اور میلوں میں اور نہ فسق و فجور کی محفلوں میں اور نہ راگ و رنگ کی مجلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔آگے دسویں صفت فرمائی گئی کہ اگر اتفاق سے نادانستہ بلا ارادہ کسی بیہودہ جلسہ یا محفل رقص و سرود یا میلہ ٹھیلہ کی مجلس کی طرف گزر ہو جاتا ہے تو یہ دیکھنے اور لطف اندوز ہونے کے لئے ٹھہر نہیں جاتے بلکہ سنجیدگی اور متانت کے ساتھ انہیں چھوڑ کر چشم پوشی کر کے شریفانہ طور پر وہاں سے گزر جاتے ہیں۔گیارہویں صفت ان اللہ کے نیک بندوں کی یہ فرمائی گئی کہ جب انہیں ان کے پروردگار کی آیتیں یعنی قرآن پاک پڑھ کر سنایا جائے تو قرآن کے حقائق و معارف اور احکام الٰہیہ کی طرف سے اندھے اور بہرے نہیں ہو جاتے بلکہ عقل و فہم کے ساتھ اس طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور تعمیل احکام میں لگ جاتے ہیں۔قرآن کی آیتیں سن کر ان کے دل دہل جاتے ہیں اور ان کے ایمان اور توکل بڑھ جاتے ہیں۔بخلاف کفار کے کہ وہ کلام الٰہی کا کوئی اثر نہیں لیتے۔نہ اپنی بداعمالیوں سے باز رہتے ہیں نہ اپنا کفر چھوڑتے ہیں اور نہ اپنی سرکشی۔طغیانی اور جہالت و ضلالت سے باز آتے ہیں۔تو کافر خدا کی آیتوں کی طرف سے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں اور مومنوں کی حالت ان کے برعکس ہوتی ہے کہ نہ یہ حق سے بہرے اور اندھے ہیں۔سنتے ہیں سمجھتے ہیں۔نفع حاصل کرتے ہیں اپنی اصلاح کرتے ہیں اور اپنے ایمان کو بڑھاتے ہیں۔اور احکام الٰہیہ کی تعمیل کی کوشش کرتے ہیں اور پھر پابندی رکھتے ہیں۔اس گیارہویں صفت کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ یہاں آیت میں جس طرح اس امر کی سخت مذمت ہے کہ آیات الٰہیہ کی طرف توجہ ہی نہ دیں۔اندھے بہروں کا سا معاملہ کریں۔اسی طرح اس کی بھی مذمت ہے کہ توجہ تو دیں اور عمل بھی کریں مگر بے سمجھے بے بصیرتی کے ساتھ اپنی رائے سے جس طرح چاہیں عمل کرنے لگیں۔ابن کثیرؒ نے ابن عونؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت شعبیؒ سے پوچھا کہ اگر میں کسی مجلس میں پہنچوں جہاں لوگ سجدہ میں پڑے ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ کیسا سجدہ ہے تو کیا میں بھی ان کے ساتھ سجدہ میں شریک ہو جاؤں۔حضرت شعبیؒ نے فرمایا نہیں۔مومن کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ بے سمجھے کسی کام میں لگ جائے بلکہ اس پر لازم ہے کہ بصیرت کے ساتھ عمل کرے۔جب تم نے وہ آیت سجدہ نہیں سنی جس کی بنا پر یہ لوگ سجدہ کر رہے ہیں اور تمہیں ان کے سجدہ کی حقیقت بھی معلوم نہیں تو اس طرح ان کے سجدہ میں شریک ہونا جائز نہیں۔اس زمانہ میں یہ بات تو قابل شکر ہے کہ نوجوان اور نو تعلیم یافتہ طبقہ میں قرآن پڑھنے اور سمجھنے کی طرف کچھ توجہ پیدا ہوئی ہے اور اس کے تحت وہ بطور خود قرآن کا ترجمہ یا کسی کی تفسیر دیکھ کر قرآن کو خود سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں مگر یہ کوشش بالکل بے اصول ہے اس لئے قرآن کو صحیح سمجھنے کی بجائے بہت سے مغالطوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔اصول کی بات یہ ہے کہ دنیا

کا کوئی معمولی سے معمولی فن بھی نری کتاب کے مطالعہ سے کسی کو معتد بہ نہیں حاصل ہوسکتا جب تک اس کو کسی استاد سے نہ پڑھے۔ معلوم نہیں قرآن ہی کو کیوں ایسا سمجھ لیا گیا ہے کہ جس کا جی چاہے خود ترجمہ دیکھ کر جو چاہے اس کی مراد متعین کرلے۔ یہ بے اصول مطالعہ جس میں کسی ماہر استاد کی رہنمائی شامل نہ ہو یہ بھی آیات الٰہیہ پر اندھے بہرے ہوکر گرنے کے مفہوم میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم کی توفیق بخشیں۔ (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۵۰۹)

بارہویں صفت ان اللہ کے نیک بندوں کی یہ بتلائی گئی کہ وہ اللہ عزوجل سے یہ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہماری بیویوں اور بچوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا کہ ان کے اطوار اور عادات کو دیکھ کر ہماری طبیعت کو چین اور دل کو راحت وسرور نصیب ہو اور ہمیں لوگوں کا رہبر بنادے کہ ہم انہیں نیکی کی تعلیم دیں اور لوگ بھلائی اور نیکی اور تقویٰ وطہارت میں ہماری اقتدا کریں یعنی ہم نہ صرف بذات خود مہتدی ہوں بلکہ دوسروں کے لئے ہادی بھی ہوں۔ یہاں یہ بات خاص طور سے ذہن میں رہنی چاہئے کہ جس وقت یہ آیات مکہ میں نازل ہوئی ہیں وہ وہ وقت تھا کہ مکہ کے مسلمانوں میں سے غالباً کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کے قریبی عزیز ورشتہ دار کفر وشرک میں مبتلا نہ ہوں۔ کوئی مرد ایمان لے آیا تھا تو اس کی بیوی کافرہ تھی۔ کوئی عورت ایمان لے آئی تھی تو اس کا شوہر ابھی کافر تھا۔ کوئی باپ ایمان لے آیا تھا تو اس کے جوان بچے کفر پر قائم تھے۔ کوئی جوان ایمان لے آیا تھا تو اس کے ماں باپ بھائی بہن کفر میں مبتلا تھے اس لئے ہر مسلمان کے دل سے دعا نکلتی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے بیوی بچوں اور عزیز واقارب کو بھی ایمان اور عمل صالح کی توفیق دے کہ وہ بھی اللہ کے فرمانبردار عبادت گزار موحد اور غیر مشرک ہوں تا کہ ان کو دیکھ کر دنیا میں بھی دل ٹھنڈا رہے اور آخرت میں بھی یہ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر خوش ہوں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی سچی خوشی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال دوست احباب عزیز واقارب کو خدا کا فرمانبردار دیکھے۔ وہ ظالم نہ ہوں۔ بدکار نہ ہوں بلکہ سچے مسلمان ہوں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ان آیات کی تشریح کے تحت حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک صحابی ہیں ان کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر ایک صاحب فرمانے لگے کہ ان آنکھوں کو مبارکباد ہو جنہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ کاش کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے اور آپ کی طرح فیض صحبت حاصل کرتے۔ اس پر حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوئے تو وہ صاحب کہتے ہیں کہ مجھے تعجب معلوم ہوا کہ اس بات میں تو کوئی برائی نہیں پھر یہ خفا کیوں ہورہے ہیں۔ اتنے میں حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اس چیز کی آرزو کرتے ہیں جو قدرت نے انہیں نہیں دی۔ خدا ہی کو علم ہے کہ یہ اس وقت ہوتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔ واللہ وہ لوگ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے جنہوں نے نہ آپ کی تصدیق کی اور نہ تابعداری کی اور اوندھے منہ جہنم میں گئے تم اللہ کا یہ احسان نہیں مانتے کہ خدا نے تمہیں اسلام میں اور مسلمان گھروں میں پیدا کیا اور پیدا ہوتے ہی تمہارے کانوں میں خدا کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پڑی اور ان بلاؤں سے تم بچالئے گئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے جس وقت دنیا کی ظلمت وجہالت اپنی انتہا پر تھی۔ اس وقت اکثر دنیا والوں کے نزدیک کفر وشرک اور بت پرستی سے بہتر کوئی مذہب نہ تھا۔ آپ فرقان لے کر آئے حق وباطل میں تمیز کی۔ باپ بیٹے جدا ہوگئے۔ مسلمان اپنے باپ دادوں۔ بیٹوں پوتوں دوست احباب کو کفر پر دیکھتے جن سے انہیں کوئی محبت وپیار نہیں ہوتا تھا بلکہ کڑھتے تھے کہ یہ جہنمی ہیں اسی لئے ان کی دعائیں ہوتی تھیں کہ ہمیں ہماری اولادوں اور بیویوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما کیونکہ کفار کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوتی تھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی محدث ومفسر قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ تمام قرآن میں حق جل شانہٗ کی یہ سنت جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ جابجا اہل ہدایت اور اہل ضلالت کو میزان عدل پر رکھ کر تو لتے ہیں اور ان کے اوصاف بیان فرماتے ہیں۔ ایک فریق کو عذاب کا وعدہ دیتے ہیں اور ایک فریق کو نعمائے جنت کی بشارت سناتے ہیں اور دونوں فریق کے ان اوصاف کو ذکر فرماتے ہیں جن کے ساتھ وہ معروف ومشہور ہوں۔ پس اسی قاعدہ کے موافق اس سورۂ فرقان میں بھی اللہ تعالیٰ نے کفار کے شبہات اور اعتراضات اور ان کے جاہلانہ خصائل وعادات کا ذکر کر کے ان کی پاداش کا ذکر کیا بعدازاں اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد مقربین

اورمومنین مخلصین کی صفات مشہورہ کا ذکر کیا جب یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی تو اس وقت جو اہل ایمان حاضر تھے وہ مہاجرین اولین تھے۔لہٰذا یہ آیات مہاجرین کی فضیلت کے لئے کافی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (ازالۃ الخفا ماخوذ از معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

الغرض مومنین مخلصین کی یہ بارہ صفات بیان فرما کر آگے حق تعالیٰ ان کی جزا بیان فرماتے ہیں کہ آخرت میں ان کو جنت ملے گی جو بلند تر جگہ ہے کیونکہ انہوں نے تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کر کے اللہ کے حکم پر عمل کیا اور اس کی اطاعت میں ثابت قدم رہے۔ جنت میں ان کی بڑی آؤ بھگت ہوگی۔ فرشتے ان کا دعا و سلام کے ساتھ استقبال کریں گے اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے اور سلام و دعا کریں گے۔ یہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ نہ وہاں سے نکلیں گے نہ نکالے جائیں گے۔ نہ نعمتیں کم ہوں گی نہ راحتیں فنا ہوں گی۔ یہاں تک عباد الرحمٰن کے خصوصی اوصاف اور ان کے ثمرات اور انجام کا بیان تھا گذشتہ سلسلہ بیان میں کافروں اور سرکشوں کو عذاب کی وعید بھی تھی اور ترہیب کے ساتھ توبہ کی ترغیب بھی دی گئی تھی۔

آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ تمام سرکش۔ منکر اور احسان فراموش انسانوں سے کہہ دیں کہ تمہارے نفع و نقصان کی باتیں سمجھا دی گئیں اگر تم کو اپنی بہبودی۔ نجات اور اخروی فلاح وسعادت کی طلب نہیں اور اگر تم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول سے سرتابی کرتے ہو اور اللہ کے اتارے ہوئے قانون اور فرمان سے منہ موڑتے ہو تو اللہ کو بھی تمہاری کچھ پروانہیں۔ اس کی کوئی غرض تم سے وابستہ نہیں۔ اگر پیام حق مانتے اور راہ ہدایت پر چلتے تو تمہارا ہی فائدہ تھا۔ اب تم نہیں مانتے تو نہ مانو۔ یہ تمہاری تکذیب عنقریب تمہارے گلے کا ہار بنے گی۔ اس کی سزا سے کسی طرح چھٹکارا نہ ہوگا اور انجام کار تمہارا ٹھکانا نہایت المناک ہوگا اور اس کی سخت ترین دوامی سزا تم کو برداشت کرنی پڑے گی۔

یہاں اب ہمارے لئے بھی یہ بات قابل غور ہے کہ ایک پکے اور سچے مسلمان کی جو صفات قران کریم نے یہاں بیان فرمائی ہیں ان سے ذرا ہم آج کے مسلمان کا مقابلہ کریں اور مومنین کاملین کی ہر صفت کے مقابلہ میں اپنی اور قوم اور ملک کی حالت کا اندازہ لگائیں تو ہمیں اپنے اسلام و ایمان کے دعوے کی حقیقت کا خود پتہ چل جائے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم تو اب اسلام کو بدنام کرنے والے بن بیٹھے ہیں۔ اور باوجود ایسی تنبیہات کے کہ جو قدرت کی طرف سے گاہے بگاہے پیش آتی ہیں اگر ہم نے ہوش نہ سنبھالا اور اللہ کی رسی کو مضبوط نہ پکڑا اور کھلے ہوئے محرمات و ممنوعات مثل سود۔ شراب۔ زنا۔ جوا۔ قمار۔ سٹہ۔ گانے بجانے۔ ظلم۔ خیانت۔ رشوت۔ فحاشی۔ عیاشی وغیرہ سے باز نہ آئے اور ان سے منہ نہ موڑا اور فرائض الٰہیہ نماز۔ روزہ وغیرہ سے ایسی ہی روگردانی رہی اور اللہ کی کتاب اور قوانین قرآن سے یہی بے وفائی جاری رہی اور اللہ کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کی یہی پامالی ہوتی رہی۔ تو پھر اللہ کے قانون بھی اٹل ہیں اپنے بداعمالیوں کی پاداش میں ماضی میں جو پیش آچکا ہے اس سے زیادہ سخت اور عبرتناک ہوگا جو کچھ آگے پیش آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو سمجھ اور فہم اور برے بھلے میں تمیز کرنے اور ان کے انجام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرماویں۔ (نوٹ: واضح ہو کہ یہ درس اب سے تقریباً دس بارہ سال (یعنی ۱۹۷۲ء میں تحریر کیا گیا تھا) پہلے کا لکھا ہوا ہے جبکہ پاکستان میں بے دینی اپنے کمال عروج پر تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اب (یعنی ۱۹۸۴ء میں) کچھ بہتری کے آثار نظر آنے شروع ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ اس ملک اور قوم کی بدحالی کو اب اپنے کرم سے نیک حالی سے پلٹ دیں۔ آمین)

الحمد للہ کہ اس درس پر سورۂ فرقان کا بیان ختم ہوا۔ اور ساتھ ہی قرآن پاک کی چوتھی منزل بھی ختم ہوئی۔ اس کے بعد اگلی سورۃ الشعراء کا بیان انشاء اللہ شروع ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَسَبْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاِحْدٰى عَشَرَ رُكُوْعًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲

طٰسٓمّٓ یہ کتاب واضح (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں۔

	طٰسٓمّٓ طٰسٓمّٓ	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ روشن کتاب

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب پانچویں منزل کی ابتدا سے ۱۹ ویں پارہ کی سورۂ شعرآء کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس درس میں سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کی تشریح کی گئی ہے۔ تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ موضوع ومباحث تعداد آیات۔ رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں شاعری کا بڑا زور شور تھا۔ اور عرب قوم پر ایام جاہلیت میں شاعری کا بھوت سوار تھا۔ ہر خاندان اور قبیلہ کو اپنی شاعری پر فخر تھا سالانہ میلوں میں مشاعرہ کی محفلیں گرم ہوتی تھیں۔ مگر اس وقت کی عربی شاعری میں سوائے ذاتی فخر۔ قومی جہالت۔ عشق بازی۔ شراب خواری۔ اور فسق و فجور کے تذکرہ کے اور کیا رکھا تھا۔ جب کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قران پاک کی آیات سنتے تو اس کی فصاحت و بلاغت اور مضامین عالیہ سے حیران اور عاجز ہو کر طرح طرح کی الزام تراشی پر اتر آتے۔ کبھی کہتے یہ (نعوذ باللہ) کاہن ہیں۔ کبھی کہتے کہ ساحر ہیں۔ کبھی کہتے کہ شاعر ہیں۔ اس سورۃ کے اخیر میں حق تعالیٰ نے شعراء کی حقیقت بھی بیان فرمادی کہ وہ واہی تباہی باتیں اشعار میں جمع کیا کرتے ہیں اور ہر وادیٔ سخن میں حیران و پریشان پھرا کرتے ہیں تو کہاں شاعری اور کہاں قرآن کی آیات جن میں سراسر راستی۔ ہدایت۔ مکارم اخلاق اور توحید وغیرہ کے مضامین عالیہ ہیں۔

لفظ شعراء جمع ہے شاعر کی اور شاعر آپ جانتے ہیں کہ اشعار کہنے والے کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام شعراء ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ اور مکی دور کے درمیانی زمانہ میں اس کا نزول روایت کیا گیا ہے سورۂ طٰہٰ کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اور سورۂ طٰہٰ کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۲۶ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۶ لکھا ہے یعنی ۵۵ سورتیں مکہ معظمہ میں اس سورۃ سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۳۴ سورتیں مکہ ہی میں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اور پھر ۲۴ سورتیں مکہ سے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۲۲۷ آیات، ۱۱ رکوعات۔ ۱۳۴۷ کلمات اور ۵۶۸۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کے زمانہ نزول میں مکی زندگی بہت سخت تھی۔ ہر وقت ہر طرف سے کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین پر ہجوم تھا۔ بے پناہ طعن وتشنیع تھی۔ منکرین اسلام انکار اور مخالفت پر جمے ہوئے تھے اسلام کی روح پرور باتیں اور قرآن کی نجات آفریں ہدایات کافروں کو عجیب معلوم ہوتی تھیں اور اپنے باپ دادا کے مسلک اور دین کو چھوڑ دینا ان پر بہت ہی شاق تھا۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے بے تکے مطالبات اور خواہشیں کرتے تھے۔

مثلاً پہاڑوں کو مکہ کے چاروں طرف سے ہٹا دینا۔ ریگستان میں پانی کی نہریں جاری کر دینا۔ پہاڑ سونے کے بن جانا کسی فرشتہ کا ساتھ ساتھ رہنا۔ غرض اس قسم کی بیہودی درخواستیں کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ان گمراہوں کی ہدایت کے لئے نہایت بے چین رہتے تھے۔ ان لوگوں کو معقول دلائل کے ساتھ ان کے عقائد کی غلطی اور توحید و آخرت کی صداقت سمجھانے کی ہر طرح کوشش فرماتے مگر وہ عناد و ہٹ دھرمی کی نئی نئی صورتیں اختیار کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دردمندی بہت بڑھی ہوئی تھی اس لئے کفار کی سرکشی اور کج بحثی سے آپ طبعاً متاثر ہوتے تھے اور دل ہی دل میں ان کفار کے ایمان کے لئے آپ غم کھاتے تھے۔ ان حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی جس کی ابتدا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان کفار کے ایمان نہ لانے سے اپنی جان کیوں گھلا رہے ہیں۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں کہ انہوں نے اللہ کی کوئی نشانی نہیں دیکھی بلکہ عناد اور ہٹ دھرمی ہے۔ اس تمہید کے بعد مسلسل یہ مضمون چلا گیا ہے کہ طالب حق کے لئے تو خدا کی زمین پر ہر طرف نشانیاں ہی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جنہیں دیکھ کر وہ حق کو پہچان سکتا ہے لیکن ہٹ دھرم لوگ تو کسی چیز کو بھی دیکھ کر ایمان نہیں لا سکتے نہ زمین و آسمان کی نشانیاں دیکھ کر اور نہ انبیاء کے معجزات دیکھ کر۔ اسی مناسبت سے گذشتہ زمانہ کے سات پیغمبروں کا تذکرہ کر کے ان کی قوموں کی مختصر حالت بیان فرمائی گئی کہ جنہوں نے اسی ہٹ دھرمی سے کام لیا تھا جس سے اب کفار مکہ کام لے رہے تھے۔ انبیاء سابقین کی امتوں کے احوال سنا کر جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینی منظور تھی وہیں اور بھی چند ضروری باتیں ذہن نشین کرائی گئیں ہیں مثلاً بتلایا گیا کہ ہر زمانہ میں کفار کی ذہنیت ایک سی رہی ہے۔ ان کی حجتیں اور اعتراضات یکساں رہے ہیں۔ ان کے حیلے اور بہانے ایک ہی قسم کے رہے ہیں اور آخر کار ان کا انجام بھی ایک سا رہا۔ اس کے برعکس ہر زمانہ میں انبیاء کی بنیادی تعلیم ایک سی رہی۔ ان کی سیرت اور اخلاق کا رنگ ایک تھا اور ان سب کے ساتھ اللہ کی رحمت کا معاملہ بھی ایک تھا۔ ایک بات جو بار بار دہرائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ زبردست قادر و توانا بھی ہے اور غفور الرحیم بھی ہے۔

گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کے واقعات میں اللہ عزوجل کے قہر و غضب کی مثالیں بھی موجود ہیں اور رحمت کی بھی۔ جس سے لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ وہ کن باتوں سے اپنے آپ کو رحمت الٰہی کا مستحق اور کن باتوں سے خدا کے قہر و غضب کو بلاتے ہیں۔ سورۃ کے اخیر میں قرآن کی حقانیت کا ذکر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو بواسطہ جبرئیل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوئی۔ پھر اس قرآن کی حقانیت پر ایک دلیل یہ بیان فرمائی کہ علماء اہل کتاب اس کتاب کی حقیقت کو خوب اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ اس آخری کتاب کا ذکر انبیائے سابقین کے صحیفوں اور کتابوں میں موجود ہے۔ پھر قرآن کریم کے عربی زبان میں نازل ہونے کی وجہ بیان فرمائی اور بتلایا کہ یہ قرآن وحی ربانی ہے نہ کہ القاء شیطانی۔ شیاطین کی پہنچ ملاء اعلیٰ تک کہاں۔ لہٰذا یہ قرآن نہ شعر ہے۔ نہ سحر ہے۔ نہ کہانت ہے بلکہ کلام الٰہی ہے جو ہدایت خلق کے لئے نازل ہوا ہے اور شعر اور سحر و کہانت کو اصلاح خلق سے کیا تعلق؟ اخیر میں منکرین و مخالفین کو وعید سنائی گئی کہ وہ مخالف و منکر قرآن ہو کر جو ظلم کر رہے ہیں اس کا انجام عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کیسی مصیبت کی جگہ ان کو لوٹ کر جانا پڑا۔ اسی وعید و تنبیہ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ یہ ہے مختصراً اس پوری سورۃ کا خلاصہ۔ جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

29

اب اس تلاوت کردہ ابتدائی آیت کی تشریح سنئے۔اس سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات میں سے طٰسٓمٓ سے ہوتی ہے۔حروف مقطعات کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور بتلایا جا چکا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ان کا حقیقی اور صحیح مطلب حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں یا پھر حق تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارات و کنایات سے مفہوم اخذ کر کے مفسرین کرام اور علمائے عظام نے ان کے معنی اپنی سمجھ کے موافق بیان کئے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ ان کا حقیقی مطلب صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔طٰسٓمٓ کے بعد ارشاد فرمایا تلک ایٰتُ الکتاب المبین یہ آیات جو آپ پر نازل ہوئی ہیں کتاب واضح یعنی قرآن مجید کی آیتیں ہیں۔یہ آیت بطور تمہید کے ارشاد فرمائی گئی اور اس مضمون کے ساتھ پوری مناسبت رکھتی ہے جو آگے اس سورۃ میں بیان ہوا ہے۔کفار مکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات مانگتے تھے اور نشانیاں طلب کرتے تھے تا کہ اس نشانی کو دیکھ کر انہیں اطمینان ہو کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ یہ قرآنی پیغام خدا کی طرف سے لائے ہیں اسی کے متعلق فرمایا گیا کہ اگر حقیقت میں کسی کو ایمان لانے کے لئے نشانی کی طلب ہے تو کتاب مبین کی یہ آیات موجود ہیں۔یہ آیات اس کتاب کی آیات ہیں جس کا اعجاز کھلا ہوا ہے جس کے احکام واضح ہیں اور جو حق کو باطل سے الگ کرنے والی ہے۔یہ کتاب اپنا مدعا صاف صاف کھول کر بیان کرتی ہے جسے پڑھ کر یا سن کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس چیز کی طرف بلاتی ہے اور کس چیز سے روکتی ہے۔کسے حق کہتی ہے اور کسے باطل قرار دیتی ہے۔ماننا یا نہ ماننا یہ الگ بات ہے مگر کوئی شخص یہ بہانہ اور عذر نہیں کر سکتا کہ اس کتاب کی تعلیم اس کی سمجھ ہی میں نہیں آئی اور وہ اس سے یہ معلوم ہی نہ کر سکا کہ وہ اس کو کیا چیز چھوڑنے اور کیا اختیار کرنے کو کہتی ہے اس کی زبان۔اس کا بیان۔اس کے مضامین اس کے پیش کردہ حقائق سب کے سب صاف صاف دلالت کر رہے ہیں کہ یہ خداوند عالم ہی کی کتاب ہے اور اس کی ہر آیت نشانی اور معجزہ ہے۔کوئی عقل و فہم سے کام لے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا یقین کرنے کے لئے کسی اور نشانی کی حاجت نہیں۔کتاب مبین کی یہی آیات اسے مطمئن کرنے کے لئے کافی ہیں۔اب جو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے اور جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غم و رنج ہوتا تھا اس پر آپ کی تسلی فرمائی جاتی ہے جس کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جہاں ہمیں اس کتاب مبین پر ایمان رکھنے کی نعمت عطا فرمائی وہیں اپنی عنایت سے ہمیں اس کے مطالبات اور حقوق کے ادائیگی کی بھی توفیق نصیب فرمائیں۔جو پیغام و احکام یہ کتاب لے کر آئی ہے ہم اس کے موافق اپنی زندگی گزارنے والے ہوں۔اور اس کے احکام و قوانین پر خود بھی عمل کرنے والے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کی دعوت اور ترغیب دینے والے ہوں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝٣ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ

شاید آپ اُن کے ایمان نہ لانے پر اپنی جان دے دیں گے۔ اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کردیں پھر اُن کی گردنیں

اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ ۝٤ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ

اس نشانی سے پست ہوجائیں۔ اور اُن کے پاس کوئی تازہ فہمائش (حضرت) رحمٰن کی طرف سے ایسی نہیں آتی جس سے یہ بے رُخی نہ کرتے ہوں

مُعْرِضِيْنَ ۝٥ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٦ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ

سوانہوں نے (دین حق کو) جھوٹا بتلا دیا سو اب عنقریب اُن کو اس بات کی حقیقت معلوم ہوجاوے گی، جس کے ساتھ استہزا کیا کرتے تھے۔ کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا

كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝٧ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٨

کہ ہم نے اس میں کس قدر عمدہ عمدہ قسم کی بُوٹیاں اگائی ہیں۔ اس میں (توحید کی) ایک بڑی نشانی ہے، اور اُن میں کے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٩ ع

اور بلاشبہ آپ کا رب غالب ہے رحیم ہے۔

لَعَلَّكَ شاید تم	بَاخِعٌ ہلاک کرلو گے	نَّفْسَكَ اپنے تئیں	اَلَّا يَكُوْنُوْا کہ وہ نہیں	مُؤْمِنِيْنَ ایمان لاتے	اِنْ نَّشَاْ اگر ہم چاہیں	
نُنَزِّلْ ہم اتاریں دیں	عَلَيْهِمْ ان پر	مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے	اٰيَةً کوئی نشانی	فَظَلَّتْ تو ہوجائیں	اَعْنَاقُهُمْ ان کی گردنیں	
لَهَا اس کے آگے	خَاضِعِيْنَ پست	وَ اور	مَا يَاْتِيْهِمْ نہیں آتی انکے پاس	مِّنْ ذِكْرٍ کوئی نصیحت	مِّنَ طرف سے	الرَّحْمٰنِ رحمٰن
مُحْدَثٍ نئی	اِلَّا مگر	كَانُوْا ہوجاتے ہیں وہ	عَنْهُ اس سے	مُعْرِضِيْنَ روگردان	فَقَدْ كَذَّبُوْا پس بیشک انہوں نے جھٹلایا	
فَسَيَاْتِيْهِمْ تو جلد آئیں گی انکے پاس	اَنْۢبٰٓؤُا خبریں	مَا كَانُوْا جو وہ تھے	بِهٖ اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے	اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا؟	
اِلَى الْاَرْضِ زمین کی طرف	كَمْ کس قدر	اَنْۢبَتْنَا اُگائیں ہم نے	فِيْهَا اس میں	مِنْ كُلِّ ہر قسم	زَوْجٍ جوڑا جوڑا	كَرِيْمٍ عمدہ
اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	وَمَا كَانَ اور نہیں ہیں	اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	وَاِنَّ اور بیشک
رَبَّكَ تمہارا رب	لَهُوَ البتہ وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیت کے تشریح کے سلسلہ میں یہ بتایا جاچکا ہے کہ مسلمانوں کی مکی زندگی کا بھی عجیب دور تھا۔ سخت ترین آزمائش کا زمانہ تھا۔ قوم کی قوم دشمن ۔ بے پناہ طعن وتشنیع۔ طرح طرح کی اذیتوں اور مشکلات اور مصیبتوں کا سامنا۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر طرح طرح سے لغو شبہات اور بیہودہ اعتراضات کیا کرتے۔ ہر شخص اپنی خواہش کے موافق عجیب وغریب معجزات اور نشانیوں کا طالب ہوتا کوئی کہتا کہ اس ریگستانی اور خشک جگہ میں نہریں جاری کردو کوئی کہتا کہ یہ پہاڑ سونے کا بنادو تو مانوں۔ علیٰ ہذا القیاس اسی قسم کی بیہودہ درخواستیں کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشفق قوم تھے۔ آپ کے قلب مبارک میں ان کے لئے دردمندی پوری طرح بھری ہوئی تھی۔ کفار کی سرکشی اور کج بحثی اور ان کے ایمان نہ لانے سے آپ

کو نہایت فکر وغم اور رنج ہوتا تھا اس لئے آگے ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کے ایمان نہ لانے پر آپ کو اپنا جی ہلکان نہ کرنا چاہئے۔ نصیب دشمناں ایسا نہ ہو کہ آپ کی جان پر آ بنے۔

آیت میں باخع نفسک کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ باخع کے معنی ہیں غم میں گھونٹ ڈالنے والا۔ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی اس حالت کا ذکر اور بھی کئی مقامات پر کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ کہف پندرہویں پارہ پہلے رکوع میں فرمایا فلعلک باخعٌ نفسک علیٰ اثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفاً سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں گے۔ سورۂ فاطر ۲۲ ویں پارہ میں ارشاد ہوا فلا تذھب نفسک علیھم حسرت تو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ اس دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی گمراہی وضلالت۔ انکی ہٹ دھرمی۔ ضد وعناد اور ان کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کے مقابلہ میں ان کی مزاحمت اور کفر پر اصرار دیکھ کر برسوں اپنے شب وروز کس دل گداز۔ اور غم خواری کی کیفیت میں گزارے ہیں اور صرف ایمان والوں ہی کے لئے نہیں بلکہ شدید منکروں اور کٹر کافروں کے لئے بھی کتنا غم اور یاس آپ نے اٹھایا اللھم رب صل وسلم علی رسول اللہ فداہ ابی وامی

آگے آپ کو مزید سمجھایا جاتا ہے کہ اس قدر غم اور تاسف کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں کہ جو تمام کفار کو ایمان و اطاعت کی روش اختیار کرنے کے لئے مجبور کردے۔ اگر حق تعالیٰ ایمان پر مجبور کرنا چاہتے تو کوئی بڑی نشانی نازل کردیتے جس کے آگے گردن جھکائے بغیر ان کفار کو چارہ نہ ہوتا اور مجبور اور مضطر بن کر ایمان لے آتے مگر اس طرح کا جبری ایمان اللہ تعالیٰ کو مطلوب نہیں ہے۔ یہ دنیا تو ابتلا اور آزمائش کا گھر ہے۔ ہر شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جس کا جی چاہے عقل وفہم سے کام لے کر دلائل نبوت وبراہین فطرت دیکھ کر باختیار خود ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔ یہاں تو بندوں کی تسلیم وسرکشی کو آزمایا جاتا ہے۔ اس لئے حکمت الٰہی مقتضی نہیں کہ ان کا اختیار بالکل سلب کرلیا جائے اور انکار وانحراف کی قدرت باقی نہ رہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادے اور اختیار کی آزادی دی ہے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے انسان کے اندر خیر وشر کے دونوں رجحانات رکھ دیئے ہیں۔ فسق وفجور اور نیکی وتقویٰ کی دونوں راہیں اس کے آگے کھول دی ہیں اور انسان کو انتخاب راہ کے لئے مناسب حال صلاحیتیں دے کر اس دنیا کے دار امتحان میں بھیجا ہے کہ کون کفر وفسق کا راستہ اختیار کرتا ہے اور کون ایمان و اطاعت کا۔ اگر جبری ایمان اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہوتا تو نشانیاں نازل کر کے ایمان واطاعت پر مجبور کرنے ہی کی کیا حاجت تھی اللہ تعالیٰ انسان کو ایسی فطرت اور ساخت پر پیدا فرماسکتا تھا جس میں کفر وانکار اور نافرمانی اور بدکاری کا کوئی امکان ہی نہ ہوتا بلکہ فرشتوں کی طرح انسان بھی پیدائشی فرمانبردار ہوتا۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے متعدد مواقع پر ظاہر فرمایا ہے مگر اس صورت میں یہ دنیا امتحان۔ آزمائش اور ابتلا کی جگہ نہ رہتی۔ تو خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے نازل فرمائیں اور تلقین فرمائی کہ بدبخت منکرین کے غم میں اپنے آپ کو اس قدر گھلانے کی ضرورت نہیں۔ دلسوزی اور شفقت کی بھی آخر ایک حد ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ آپ کی تو شفقت کی یہ حالت ہے کہ آپ ان کے غم میں گھلے جاتے ہیں اور ان کی گمراہی اور عناد کی یہ کیفیت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور شفقت سے ان کی بھلائی کے لئے کوئی پند ونصیحت بھیجتا ہے تو یہ وحشت کھا کر اور متنفر ہو کر منہ پھیر کر بھاگتے ہیں جیسے کہ کوئی بری چیز سامنے آگئی۔ اور صرف یہی نہیں کہ معمولی اعراض ہو بلکہ تکذیب اور استہزا بھی ہے۔ لہٰذا عنقریب ہی یعنی یا تو دنیا ہی میں یا مرنے کے بعد ہی انہیں پتہ چل جائے گا اور ان باتوں کی حقیقت کھل جائے گی جس کا

مذاق اڑاتے تھے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دراصل ان منکرین کو جستجوئے حق ہی نہیں ورنہ توحید کی صداقت۔ اور صناع مطلق کے کمالات ویکتائی کی معرفت جو اللہ کے رسول وپیغمبر پیش کرتے ہیں وہ اسی ایک زمین جو ان منکرین کے پاؤں کے نیچے اور آنکھوں کے ہروقت سامنے ہے اسی کی پیداوار اور اسی کے احوال میں غور کرنے سے حاصل ہوسکتی تھی۔ کیا یہ دیکھتے نہیں کہ اسی کرکری اور حقیر مٹی سے کیسے کیسے عجیب وغریب رنگ برنگ کے پھول و پھل۔ قسم قسم کے غلے اور میوے طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اور بے شمار انواع واقسام کی چیزیں کس کثرت سے ایک نظام قدرت کے تحت اگ رہی ہیں۔ پھر ان کے خواص اور صفات میں مخلوقات کی بے شمار اور ان گنت ضرورتیں اور فائدہ رکھے گئے ہیں کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ کسی لامحدود قدرت وحکمت رکھنے والے صانع نے یہ سب پیدا کی ہیں کیا یہ سب کچھ کسی حکیم کی حکمت۔ کسی علیم کے علم۔ کسی قادر کی قدرت اور کسی خالق کے تخلیق کے بغیر یونہی بس آپ سے آپ ہورہا ہے؟ ایک ذی عقل انسان اگر وہ کسی ہٹ دھرمی۔ اور تعصب میں مبتلا نہیں ہے تو وہ اس منظر کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے گا کہ یہ آفتاب وماہتاب۔ ہوا اور پانی کے درمیان ہم آہنگی اور ان کے وسائل سے زمین سے پیدا ہونے والی نباتات یقیناً یہ ایک قادر مطلق حکیم اور خالق کے ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ زمین سے طرح طرح کی نباتات اور جڑی بوٹیوں کا پیدا ہونا بھی ایک بڑی عقلی نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کمال قدرت کی اور اسی ایک عظیم الشان نشانی سے اللہ کی توحید پر ایمان لانا واجب ہوجاتا ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور اس قادر مطلق کے کلام اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس قادر مطلق کی قدرت تو ایسی زبردست ہے کہ نہ ماننے پر کسی کو سزا دینا چاہے تو پل بھر میں مٹا کر رکھ دے مگر اس کے باوجود یہ سراسر اس کا کرم ورحم ہے کہ سزا دینے میں تاخیر کرتا ہے اور برسوں اور صدیوں کی ڈھیل دیتا ہے اور سوچنے سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت دیئے جاتا ہے کہ ممکن ہے اب بھی مان لیں۔ یہاں آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے متعلق عزیز الرحیم فرمایا۔ تو صفت عزیز کا تقاضا یہ ہے کہ سب اس کے بس میں ہیں۔ وہ سب پر غالب ہے۔ ان مجرموں کو معاً ہلاک کرڈالتا لیکن ساتھ ہی وہ رحیم بھی ہے نافرمانوں کے عذاب اور پکڑ میں جلدی نہیں کرتا اور تاخیر اور ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنے کرتوتوں سے باز آجائیں۔ تو اس صفت رحیمی کی قدر کرنی چاہئے تھی نہ کہ الٹا منکرین کفر پر اصرار کرتے ہیں۔

اب آگے عبرت کے لئے مکذبین کے چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ مجرمین کو خدا نے کہاں تک ڈھیل دی۔ جب کسی طرح نہ مانے تو پھر کیسے تباہ وبرباد ہوئے۔ اس میں پہلا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے کفر وشرک سے بچا کر ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اور اشرف الانبیاء والمرسلین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ! ہمیں اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار وتابعدار امتی بنا کر زندہ رکھئے۔ کفار ومشرکین نے تو اپنے اقوال واعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی حیاۃ مبارکہ میں رنج والم پہنچایا۔ یا اللہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوکر آپ کو قبر مبارک میں بے چین کرنے والے نہ ہوں۔ یا اللہ! اس دنیا کی امتحان گاہ میں جب ہم امتحان وآزمائش کے لئے آگئے ہیں تو اپنے فضل وکرم سے ہم کو اس امتحان گاہ سے کامیابی اور کامرانی کے ساتھ گزرنا نصیب فرما۔ اور زندگی کا لمحہ لمحہ اپنی مرضیات میں خرچ کرنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱ قَالَ

اور جب آپ کے رب نے موسیٰؑ کو پکارا کہ تم ان ظالم لوگوں کے یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ۔کیا یہ لوگ (ہمارے غضب سے) نہیں ڈرتے۔انہوں نے عرض کیا

رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۱۲ وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ فَاَرْسِلْ اِلٰى

کہ اے میرے پروردگار مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو جھٹلانے لگیں۔اور میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی اس لئے ہارونؑ کے پاس بھی

هٰرُوْنَ ۝۱۳ وَلَهُمْ عَلَىَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۱۴ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝۱۵

وحی بھیج دیجئے۔اور میرے ذمہ اُن لوگوں کا ایک جرم بھی ہے سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔ارشاد ہوا کیا مجال ہے سو تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں سنتے ہیں۔

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۱۷

سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم رب العالمین کے فرستادہ ہیں۔کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے۔

وَ اِذْ اور جب	نَادٰى پکارا فرمایا	رَبُّكَ تمہارا رب	مُوْسٰى موسیٰؑ	اَنِ ائْتِ کہ تو جا	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگ	قَوْمَ فِرْعَوْنَ قوم فرعون
اَلَا يَتَّقُوْنَ کیا وہ مجھ سے نہیں ڈرتے	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اِنِّىْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں	اَنْ کہ	يُّكَذِّبُوْنِ وہ مجھے جھٹلائیں گے	
وَيَضِيْقُ اور تنگ ہوتا ہے	صَدْرِىْ میرا سینہ (دل)	وَلَا يَنْطَلِقُ اور نہیں چلتی	لِسَانِىْ میری زبان	فَاَرْسِلْ پس پیغام بھیج	اِلٰى طرف	
هٰرُوْنَ ہارون	وَلَهُمْ اور اُن کا	عَلَىَّ مجھ پر	ذَنْۢبٌ ایک الزام	فَاَخَافُ پس میں ڈرتا ہوں	اَنْ يَّقْتُلُوْنِ کہ وہ مجھے قتل (نہ) کر دیں	قَالَ فرمایا
كَلَّا ہرگز نہیں	فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ پس تم دونوں جاؤ ہماری نشانیوں کے ساتھ	اِنَّا بیشک ہم	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	مُّسْتَمِعُوْنَ سننے والے		
فَاْتِيَا پس تم دونوں جاؤ	فِرْعَوْنَ فرعون	فَقُوْلَآ تو اسے کہو	اِنَّا رَسُوْلُ بیشک ہم رسول	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب		
	اَنْ کہ	اَرْسِلْ تو بھیج دے	مَعَنَا ہمارے ساتھ	بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل		

تفسیر وتشریح:۔اب یہاں سے سات انبیاء علیہم السلام اوران کی اقوام کے تذکرہ کا بیان شروع کیا گیا ہے۔قرآن کریم میں حق تعالیٰ جل شانہٗ نے دنیائے انسانی کی ہدایت کے لئے جو مختلف معجزانہ اسلوب بیان اختیار فرمائے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ گذشتہ اقوام اوران کے ہادیوں کے قصص اور واقعات کے ذریعہ ان کے نیک و بد اعمال اوران اعمال کے ثمرات ونتائج کو یاد دلا کر عبرت وبصیرت کا سامان مہیا کرتا ہے۔اسی لئے قران کریم میں ان کی تکرار پائی جاتی ہے تاکہ سامعین کے دل میں وہ گھر کر سکیں اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب ایک بات کو مناسب حال سے بار بار دہرایا جائے۔قرآن مجید کے قصص اور واقعات کا سلسلہ بیشتر گذشتہ اقوام اوران کی جانب بھیجے ہوئے پیغمبروں سے وابستہ ہے جن میں بتلایا گیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ان ہی میں سے پیغمبر اور رسول بھیجتا ہے۔وہ ان کو حق کی راہ بتاتے اور ہر قسم کی گمراہی سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔جن اقوام نے اپنے رسولوں کی ہدایات کو تسلیم کیا انہوں نے دنیا اور آخرت کی فلاح پائی اور جن امتوں نے ان کی تلقین کا انکار کیا۔ان کا مذاق اڑایا ان کو جھٹلایا اور بغض وعناد اور انکار پر اڑے رہے تو پھر عذاب الٰہی نے آ کر ان کو تباہ وہلاک کر دیا اور

ان کے واقعات کو آنے والی اقوام کے لئے عبرت کا سامان بنا دیا۔
پھر قرآن عزیز کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کو مختلف سورتوں میں کے مضامین کے مناسب بیان کرنے کے باوجود واقعہ کی اصل حقیقت میں ادنیٰ سا فرق بھی نہیں آنے دیتا۔ کہیں واقعہ کی تفصیل ہے کہیں اجمال۔ کسی مقام پر اس کا ایک پہلو نظر انداز کر دیا گیا ہے تو دوسرے مقام پر اسی کو نمایاں فرمایا گیا ہے۔
یہاں اس سورۃ میں ابتدائی آیات کی مناسبت سے سات انبیاء کرام یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، اور حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے تذکرہ فرمائے گئے ہیں۔ اور ہر نبی اور ان کی قوم کے تذکرہ کو انہی آیات پر ختم کیا گیا ہے جو اوپر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی اور کفار مکہ کی تنبیہ و وعید کے سلسلہ میں ارشاد فرمائی گئیں۔ یعنی **ان فی ذلک لاٰیة وما کان اکثرھم مومنین وان ربک لھو العزیز الرحیم** یعنی بے شک اس میں بھی بڑی عبرت و نشانی ہے اور باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بے شک آپ کا رب زبردست غالب بھی ہے اور ساتھ ہی مہربان بھی ہے کہ کفار کو عذاب دینے پر قادر بھی ہے مگر رحمت سے مہلت بھی دے رکھی ہے۔ یہ گذشتہ آیات کی تشریح کے سلسلہ میں کہا جا چکا ہے کہ اس سورۃ کا زمانۂ نزول وہ وقت تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین پر کافروں کا ہر طرف سے ہجوم تھا اور اپنے اور بیگانے سب دشمن اور خون کے پیاسے بنے ہوئے تھے۔ آپ کے جانثار ساتھیوں پر تمام شدائد و آلام اور مصائب و سختیاں جو ہو سکتی تھیں توڑی جا رہی تھیں۔ ایسے حالات میں ان گذشتہ انبیاء اور ان کی قوموں کے تذکرہ فرما کر ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو صبر و پامردی اور استقامت کی اس طرح تلقین کی گئی کہ اہل حق کو ہمیشہ باطل اور طاغوتی گروہ کے مقابلہ میں جانی و مالی قربانیاں پیش کرنی پڑی ہیں اور ہمیشہ سے کفار اہل ایمان کے مخالف اور جانی دشمن رہے ہیں مگر بالآخر طاغوتی قوتوں کو شکست اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور اللہ پر ایمان رکھنے والوں اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرنے والوں کو کفار کے مقابلہ میں فتح و نصرت نصیب ہوئی ہے۔ دوسری طرف کفار مکہ کو گذشتہ قوموں کا انجام بتلا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ اگر تم اللہ کے رسول کی مخالفت اور تکذیب پر جمے رہے تو تمہیں بھی اسی انجام اور ہلاکت سے دوچار ہونا پڑے گا جو ان تمام نافرمان اور تکذیب رسول کرنے والی قوموں کو نصیب ہوئی۔ سب سے پہلے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے جو پیشتر سورۃ اعراف اور سورۂ طٰہٰ وغیرہ میں بالتفصیل بیان ہو چکا ہے۔

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم مصر میں قوم فرعون کے پاس ہمارے پیغمبر اور رسول بن کر جاؤ اور قوم فرعون جو ظلم و زیادتی میں بہت بڑھی ہوئی ہے اسے عذاب خداوندی سے ڈراؤ اور ان کو سچے دین کی تلقین کرو اور قوم بنی اسرائیل جو ان کی غلامی میں پھنسی ہوئی ہے اس کو ان کی غلامی سے نجات دلاؤ۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے روانہ ہو کر سفر میں تھے۔ جب آپ کو مصر جانے اور فرعون جیسے سرکش اور مغرور بادشاہ اور اس کی قوم کو ہدایت کرنے اور پیغام خداوندی پہنچانے کا حکم ملا تو کام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے رب میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں لیکن اس خدمت کی تکمیل کے لئے اپنا ایک مددگار اور ساتھی چاہتا ہوں چونکہ میری زبان اچھی طرح نہیں چلتی اس لئے درخواست ہے کہ میرے بھائی ہارون کو بھی نبوت عطا فرما دی جائے جو مجھ سے زیادہ فصیح بیان ہیں

اس لئے ان کو بھی میرا شریک کار بنا دیا جائے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ درخواست قبول فرمائی۔ یہاں آیت میں ولا ینطلق لسانی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یعنی میری زبان اچھی طرح نہیں چلتی اس کے متعلق بعض مفسرین نے ایک حکایت نقل کی ہے ۔مشہور ہے کہ فرعون کی بی بی نے حضرت موسیٰ کو ابتدائی شیر خوارگی کی حالت میں دریائے نیل سے نکلوا کر اپنا بیٹا بنایا تھا۔ فرعون کے کوئی اولاد نہ تھی۔ زمانہ طفولیت میں ایک روز حضرت موسیٰ فرعون کی آغوش میں بیٹھے ہوئے تھے اور فرعون کی داڑھی جواہرات اور موتیوں سے مرصع تھی۔ بچوں کی عادت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے داڑھی پر ہاتھ چلایا اور چمکتے ہوئے موتیوں کے ساتھ فرعون کی داڑھی کے چند بال بھی اکھڑ آئے۔ یہاں درمیان میں واقعہ سے علیحدہ ضمناً یہ بات بتلا دینا قابل ذکر ہے کہ پہلے زمانہ کے کفار کو بھی داڑھی پسند تھی۔ جب کہ اس زمانہ کے مسلمانوں کو بھی الا ماشاء اللہ اس سے بیر و عداوت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الغرض فرعون کو اس پر سخت غصہ آیا اور غضبناک ہو کر بچہ کے قتل کا حکم دے دیا۔ فرعون کی بی بی نے شوہر کا یہ رنگ دیکھا تو عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ یہ نادان بچہ ہے اس کو آپ کی عظمت کا کیا احساس ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے آگ کا انگارا اور یاقوت دونوں برابر ہیں۔ فرعون نے کہا کہ میں ابھی اس کا امتحان کرتا ہوں اگر اس نے انگارے کو دیکھ کر ہاتھ کھینچا تو ضرور قتل کرا دوں گا۔ خدائے تعالیٰ کو موسیٰ علیہ السلام سے کام لینا تھا اس لئے ان کی حفاظت کی ذمہ داری کا وعدہ کر لیا تھا جب فرعون نے ایک تشت میں یاقوت سرخ اور انگارے بھروا کر حضرت موسیٰ کے سامنے رکھے گئے تو آپ نے جلدی سے ایک انگارے کو اٹھا کر منہ میں رکھ لیا جس سے آپ کی زبان میں رکاوٹ ہونے لگی۔ فرعون کو بچہ کی نادانی اور نا سمجھی کا یقین آ گیا اور معاملہ آیا گیا ہوگا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کی زبان میں قدرتی لکنت تھی۔ بہرحال اچھی طرح زبان نہ چلنے کے عذر سے آپ نے حضرت ہارون اپنے بھائی کو بھی نبوت عطا ہونے کی درخواست کی جو قبول بارگاہ الٰہی ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں ایک درخواست اور پیش کی اور عرض کیا کہ جب میں اس سے قبل مصر میں تھا تو میرے ہاتھ سے نادانستہ طور پر ایک فرعونی قتل ہو گیا تھا تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ مصر میں جاتے ہی وہ تبلیغ رسالت سے قبل ہی مجھ کو اس قتل کے جرم میں کہیں قتل نہ کر ڈالیں اور اس طرح میں تبلیغ دین نہ کر سکوں گا تو اس کی بھی کچھ تدبیر فرما دیجئے۔ حق تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ان کی کیا مجال ہے جو ایسا کر سکیں۔ ہماری نصرت و امداد تمہارے ساتھ ہے۔ تم دونوں بھائی ہمارے احکام لے کر اور ہمارے دیئے ہوئے معجزات اور نشانات کے ساتھ فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم رب العالمین کے پیغمبر ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے تیرے پاس آئے ہیں اور دعوت دین کے ساتھ یہ بھی حکم لائے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو اپنے بیگار اور ظلم سے رہائی دے کر ان کے اصلی وطن ملک شام کی طرف ہمارے ساتھ جانے دے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں فرعون کے دربار میں پہنچے اور فرعون کو پیغام الٰہی پہنچایا۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان گیا کیونکہ بچپن اور جوانی کا کچھ حصہ اسی کے پاس گزرا تھا۔ تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان کر کیا جواب دیا یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: قرآن کریم نے جو نافرمان قوتوں کے قصہ سنائے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ

فرعون کہنے لگا کہ کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش نہیں کیا اور تم اپنی عمر میں برسوں ہم میں رہا سہا کئے۔اور تم نے اپنی وہ حرکت بھی کی تھی

الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ

اور تم بڑے ناسپاس ہو۔موسیٰ نے جواب دیا کہ اُس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔پھر جب مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے ہاں سے مفرور ہوگیا

مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ

پھر مجھ کو میرے رب نے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھ کو پیغمبروں میں شامل کردیا۔اور وہ یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے

تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾

کہ تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت میں ڈال رکھا تھا۔فرعون نے کہا کہ ربّ العالمین کی ماہیت (اور حقیقت) کیا ہے۔

قَالَ فرعون نے کہا	اَلَمْ نُرَبِّكَ کیا ہم نے تجھے نہیں پالا	فِيْنَا اپنے درمیان	وَلِيْدًا بچپن میں	وَلَبِثْتَ اور تو رہا	فِيْنَا ہمارے درمیان	
مِنْ عُمُرِكَ اپنی عمر	سِنِيْنَ کئی برس	وَفَعَلْتَ اور تو نے کیا	فَعْلَتَكَ اپنا وہ کام	الَّتِيْ فَعَلْتَ جو تو نے کیا	وَاَنْتَ اور تو	مِنَ سے
الْكٰفِرِيْنَ ناشکرے	قَالَ موسیٰ نے کہا	فَعَلْتُهَآ میں نے وہ کیا تھا	اِذًا جب	وَّاَنَا اور میں	مِنَ سے	الضَّآلِّيْنَ راہ سے بے خبر
فَفَرَرْتُ تو میں بھاگ گیا	مِنْكُمْ تم سے	لَمَّا خِفْتُكُمْ جب میں ڈرا تم سے	فَوَهَبَ لِيْ پس عطا کیا مجھے	رَبِّيْ میرا رب	حُكْمًا حکم	
وَ اور	جَعَلَنِيْ اور مجھے بنایا	مِنَ سے	الْمُرْسَلِيْنَ رسول	وَتِلْكَ اور یہ	نِعْمَةٌ کوئی نعمت	تَمُنُّهَا عَلَيَّ تو اس کا احسان رکھتا ہے مجھ پر
اَنْ عَبَّدْتَّ کہ تو نے غلام بنایا	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	قَالَ فِرْعَوْنُ فرعون نے کہا	وَمَا اور کیا ہے	رَبُّ رب	الْعٰلَمِيْنَ سارے جہان	

تفسیر و تشریح:۔گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام فرعون بادشاہ مصر کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے تیرے پاس آئے ہیں اور توحید کی دعوت کے ساتھ یہ حکم بھی لائے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو اپنی غلامی۔ بیگار اور ظلم سے رہائی دے کر ان کے اصلی وطن ملک شام کی طرف ہمارے ساتھ جانے دے۔فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا کیونکہ بچپن اور کچھ جوانی کا حصہ اسی کے پاس گزرا تھا۔تو موسیٰ علیہ السلام کی باتیں سن کر فرعون نے جو آپ کو جواب دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ فرعون کہنے لگا کہ کیا تم وہی نہیں ہو جس کو ہم نے اپنے گھر میں بڑے ناز و نعم سے پالا پوسا اور پرورش کر کے جوان کیا اب تمہارا یہ دماغ ہوگیا کہ ہم ہی سے مطالبات کرتے اور اپنی بزرگی منواتے ہو۔اتنے برسوں تک کبھی یہ دعوے نہیں کئے اور یہاں سے نکل کر رسول بن گئے۔اور جو کرتوت تم کر کے بھاگے تھے اسے ہم بھولے نہیں یعنی تم نے ایک قبطی کو جان سے مار دیا تھا تو تم بڑے احسان فراموش اور ناسپاس ہو کہ میرا ہی کھایا۔میرا ہی آدمی قتل کیا اور پھر مجھ ہی کو اپنا تابع بنانے آئے ہو۔چاہیے تو یہ کہ تم مجھ سے ہر طرح دبو اور الٹا تم مجھے دبانے آئے ہو۔موسیٰ علیہ السلام نے اس کی ان باتوں کے جواب میں فرمایا کہ قبطی کا خون میں نے دانستہ نہیں کیا تھا غلطی سے ایسا

ہو گیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ ایک مکا مارنے سے جو تادیب کے لئے تھا اس کا دم نکل جائے گا۔ میں نے عمداً اسے قتل نہیں کیا تھا اس کی خطا پر اس کو تنبیہاً ایک مکا رسید کیا تھا جس سے وہ اتفاقاً مر گیا۔ اور بیشک میں خوف کھا کر یہاں سے مفرور ہو گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ مجھے نبوت و حکمت عطا فرمائے۔ اس نے اپنے فضل سے مجھے سرفراز کیا اور رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا۔ یہ بجائے خود میری صداقت کی دلیل ہے کہ جو شخص تم سے خوف کھا کر بھاگا ہو۔ پھر اس طرح بے خوف و خطر تمہارے سامنے آ کر ڈٹ جائے خلاصہ یہ کہ میں اب پیغمبری کی حیثیت سے آیا ہوں جس میں دبنے کی کوئی وجہ نہیں اور پیغمبر اس واقعہ قتل خطاءً کے منافی نہیں تو یہ جواب ہے اعتراض قتل کا اور رہا احسان جتلانا بچپن میں میری پرورش کا تو یہ تجھے زیب نہیں دیتا۔ کیا ایک اسرائیلی بچہ کی تربیت سے اس کا جواز ہوسکتا ہے کہ تو نے اس کی ساری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ اور پھر میری تربیت بھی خود تیرے ہی مظالم کے سلسلہ میں وقوع پذیر ہوئی۔ نہ تو بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا نہ خوف کی وجہ سے میری والدہ صندوق میں رکھ کر مجھے دریائے نیل میں چھوڑتیں۔ نہ تیرے محلسرا تک میری رسائی ہوتی۔ میں تیری پرورش میں رہا تو اس پرورش کی اصل وجہ تو تیرا ظلم ہی ہے ورنہ تیرے پاس پہنچتا ہی کیوں اور میری پرورش میرے والدین ہی کیوں نہ کرتے۔ ایسی پرورش کا مجھ کو کیا احسان جتلایا جاتا ہے بلکہ اس سے تو اپنی ناشائستہ حرکات کو خیال کر کے شرمانا چاہئے۔ اور صاف بات یہ ہے کہ جس رب العالمین نے تجھ جیسے دشمن کے گھر میں میری پرورش کرائی اسی نے آج تیری خیر خواہی کے لئے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرعون اس بات میں لاجواب ہوا تو سخن کا پہلو بدل کر اس نے کہا کہ رب العالمین کے کیا معنی؟ اس کی ماہیت اور حقیقت کیا ہے؟ میری موجودگی میں کسی اور رب کا نام لینا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ اس شقی ازلی نے اس وجہ سے کہا کہ فرعون کا دعویٰ اپنی قوم کے روبرو یہ تھا کہ میں اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں سمجھتا اور تمہارا رب اعلیٰ یعنی بڑا پروردگار میں ہوں چنانچہ اس کی قوم کے لوگ بعض تو انتہائی جہل سے اور بعض خوف یا طمع سے اسی کی پرستش کرتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جو جواب اس کے اس سوال کا دیا وہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس کے فضل و کرم سے ہم کو خاتم الانبیاء و اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اور اس طرح تمام انبیاء والمرسلین پر ہم کو ایمان رکھنے والا بنایا۔

اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کی نعمت و ہدایت پر ہم کو استقامت بخشیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و تابعداری پر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا

موسیٰ نے جواب دیا کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے اُس کا اگر تم کو یقین کرنا ہو۔ فرعون نے اپنے ارد گرد والوں سے کہا کہ تم لوگ سنتے ہو۔

تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ

موسیٰ نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے تمہارا اور تمہارے پہلے بڑوں کا۔ فرعون کہنے لگا کہ یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہے

اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ

مجنون ہے۔ موسیٰ نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے اُس کا بھی اگر تم کو عقل ہو۔ فرعون کہنے لگا

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

کہ اگر تم میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کرو گے تو تم کو جیل خانہ بھیج دوں گا۔ موسیٰ نے فرمایا کیا اگر میں کوئی صریح دلیل پیش کر دوں تب بھی۔

قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾

فرعون نے کہا کہ اچھا تو وہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ سو موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ دفعتہً ایک نمایاں اژدہا بن گیا۔

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

اور اپنا ہاتھ (گریبان میں دیکر) باہر نکالا تو وہ دفعتہً سب دیکھنے والوں کے رُو برو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔

قَالَ اس نے کہا	رَبُّ السَّمٰوٰتِ رب ہے آسمانوں کا	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان کے درمیان	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	
مُّوْقِنِيْنَ یقین کرنے والے	قَالَ اس نے کہا	لِمَنْ انہیں جو	حَوْلَهٗۤ اس کے اردگرد	اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ کیا تم سنتے نہیں	قَالَ (موسیٰ) نے کہا	
رَبُّكُمْ تمہارا رب	وَرَبُّ اور رب	اٰبَآئِكُمُ تمہارے باپ دادا	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	قَالَ فرعون بولا	اِنَّ بیشک	رَسُوْلَكُمُ تمہارا رسول
الَّذِيْ وہ جو	اُرْسِلَ بھیجا گیا	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	لَمَجْنُوْنٌ البتہ دیوانہ	قَالَ (موسیٰ) نے کہا	رَبُّ رب	الْمَشْرِقِ مشرق
وَالْمَغْرِبِ اور مغرب	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ تم سمجھتے ہو	قَالَ وہ بولا	لَئِنِ البتہ اگر
اتَّخَذْتَ تو نے بنایا	اِلٰهًا کوئی معبود	غَيْرِيْ میرے سوا	لَاَجْعَلَنَّكَ تو میں ضرور کردوں گا تجھے	مِنَ سے	الْمَسْجُوْنِيْنَ قیدی	قَالَ موسیٰ نے کہا
اَوَلَوْ جِئْتُكَ خواہ میں لاؤں تیرے پاس	بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ایک شے (معجزہ) واضح	قَالَ وہ بولا	فَاْتِ بِهٖ تو لے آ اسے	اِنْ كُنْتَ اگر تو ہے	مِنَ سے	
الصّٰدِقِيْنَ سچے	فَاَلْقٰى پس موسیٰ نے ڈالا	عَصَاهُ اپنا عصا	فَاِذَا هِيَ تو اچانک وہ	ثُعْبَانٌ اژدہا	مُّبِيْنٌ کھلا (نمایاں)	
وَنَزَعَ اور اس نے کھینچا (نکالا)	يَدَهٗ اپنا ہاتھ	فَاِذَا هِيَ تو ناگاہ وہ	بَيْضَآءُ چمکتا ہوا	لِلنّٰظِرِيْنَ دیکھنے والوں کیلئے		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو رسالت سے سرفراز فرما کر حق تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ تم دونوں بھائی فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے تیرے پاس آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد میں

فرعون کے پاس پہنچتے ہی اس کا اظہار فرمایا۔ پہلے تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ذاتی احسانات جتا کر مرعوب کرنا چاہا اور آپ کو بچپن میں پالنے اور ایک قبطی کو جان سے مار کر مصر سے چلے جانے کو یاد دلایا جس کے نہایت معقول اور صاف اور صحیح جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دے دیئے جو گذشتہ آیات میں بیان ہو چکے ہیں۔ ان جوابات کو سن کر فرعون زچ ہوا تو اس نے گفتگو کا پہلو بدلا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے جو جاتے ہی فرمایا کہ میں رب العالمین کا بھیجا ہوا پیغمبر بن کر تیرے پاس آیا ہوں تو اس نے یہ سوال کیا تھا کہ رب العالمین کیا چیز ہے؟ فرعون بزعم خود رب اعلیٰ بنا ہوا تھا اور دہری خیال کا آدمی تھا۔ اس کی قوم اس کی پرستش کرتی تھی۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس سوال سے اس کا مقصد یہ تھا کہ میرے سوا کوئی رب ہے ہی نہیں۔ تم جو کہہ رہے ہو وہ محض غلط ہے۔ چونکہ حقیقت الٰہیہ کا بیان تو در کنار تصور بھی ناممکن ہے۔ اس لئے معرفت الٰہیہ کا بیان جب ہوگا ہمیشہ صفات باری تعالیٰ سے ہوگا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے بھی ومارب العلمین کے جواب میں صفات باری تعالیٰ ہی سے جواب دیا۔ آپ نے اس سوال کا جو جواب دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ رب العالمین وہ ہے کہ جو آسمانوں زمین اور ان کے درمیان جو مخلوقات ہیں سب کا پروردگار ہے یعنی آپ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ وہ سب کا خالق ہے۔ سب کا مالک ہے۔ سب پر قادر ہے۔ اور سب کا رازق ہے اس لئے سب کا معبود ہے۔ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں آسمان اور اس کی مخلوق۔ زمین اور اس کی کائنات سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور وہی سب کا رب ہے اور اس کے سمجھنے اور جاننے کے لئے کوئی خاص لمبے چوڑے دلائل و براہین کی بھی ضرورت نہیں۔ فطرت انسانی اس چیز کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے اس لئے اگر تمہارے اندر یقین کا جذبہ ہے اور تمہارے دل یقین کی دولت سے خالی نہیں ہوئے تو رب العالمین کے یہ اوصاف اس کی ذات کے ماننے کے لئے کافی ہیں۔ یہ سن کر فرعون نے بات کو مذاق میں ڈالنے کے لئے حاضرین مجلس اور اپنے درباریوں کی طرف رخ کرتے ہوئے اور لوگوں کو اپنے سکھائے اور بتائے ہوئے عقیدہ پر جمانے کے لئے اور موسیٰ علیہ السلام کی بات کو خفیف کرنے کے لئے کہنے لگا۔ سنتے ہو۔ موسیٰ کیسی دوراز کار باتیں کرتے ہیں کیا تم میں کوئی تصدیق کرے گا کہ میرے سوا کوئی اور رب ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس نے میری بات کو ہنسی میں اڑا دیا تو مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں جس رب العالمین کا ذکر کر رہا ہوں وہ وہ ہے جس نے خود تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا یعنی وہ تم سب کا اور تمہارے اگلوں کا مالک و پروردگار ہے اور جب تمہارا بیج بھی نہ تھا اس وقت زمین و آسمان اور تمام کائنات کی ربوبیت وہ فرما رہا تھا یعنی اگر آج تم فرعون کو خدا مانتے ہو تو ذرا اسے تو سوچو کہ فرعون سے پہلے جہان والوں کا خدا کون تھا؟ اس کے وجود سے پہلے آسمان اور زمین کا وجود تھا تو ان کا موجد کون تھا؟ بس وہی رب العالمین ہے اور اسی کا بھیجا ہوا میں ہوں فرعون سے ان دلائل کا تو جواب نہ بن سکا اور اپنے لوگوں سے کہنے لگا کہ یہ تمہارا رسول جو بزعم خود تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہے۔ (معاذ اللہ) مجنون اور دیوانہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ہماری اور ہمارے باپ دادوں کی خبر لیتا ہے اور ہماری شوکت و حشمت کو دیکھ کر ذرا بھی نہیں جھجکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دیکھا کہ یہ بالکل کور بصیرت اور احمق ہے تو مزید اس کے سامنے ایک بات پیش کی جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے آخر

میں کہی تھی۔ آپ نے کہا کہ رب العالمین وہ ہے جو مشرق و مغرب کا مالک ہے جو تمام کائنات کو ایک محکم اور مضبوط نظام کے ماتحت قائم رکھنے والا ہے۔ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہو تو بتاؤ کہ اس عظیم الشان نظام کا قائم رکھنے والا سوائے خدا کے کون ہوسکتا ہے؟ کیا کسی کو قدرت ہے کہ وہ اس کے قائم کئے ہوئے نظام کو ایک لمحہ کے لئے توڑ دے یا بدل ڈالے۔ یہ آخری بات سن کر فرعون جھلا اٹھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرانے اور دھمکانے پر اتر آیا اور اس نے اپنا مطلب صاف کہہ دیا کہ یہاں مصر میں کوئی اور خدا نہیں اگر میرے سوا کسی اور معبود کی حکومت مانی تو یاد رکھو جیل خانہ تیار ہے۔ اس میں ڈال کر تمہاری جان لے لوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس پر فرمایا کہ فیصلہ میں ابھی جلدی نہ کر۔ یہ تو تیری باتوں کا زبانی جواب تھا۔ اب ذرا وہ کھلے ہوئے نشان بھی دیکھ جن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور میری صداقت دونوں کا اظہار ہو۔ اگر ایسے نشان دکھلاؤں تو کیا پھر بھی تیرا فیصلہ یہی رہے گا۔ فرعون اس کے سوا کیا کہہ سکتا تھا کہ اچھا اگر سچے ہو تو پیش کرو۔ آپ نے یہ سنتے ہی اپنی لاٹھی جو آپ کے ہاتھ میں تھی اسے زمین پر ڈال دی۔ بس اس کا زمین پر پڑنا تھا کہ وہ ایک اژدہے کی شکل بن گئی اور اژدہا بھی بہت ہیبت ناک ڈراؤنی اور خوفناک شکل والا یہ سماں دیکھتے ہی بھگدڑ پڑ گئی درباری الگ بھاگے۔ فرعون بھی اپنے تخت شاہی کے نیچے گھس گیا۔ سارا رعب شاہی اور جلال دربار سب یکدم کافور ہو گیا اور مجبور ہو کر موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ اس بلا کو دور کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدہے پر ہاتھ ڈالا تو فوراً اپنی اصلی حالت میں لاٹھی بن گیا۔ دوسری نشانی آپ نے یہ دکھلائی کہ اپنا ہاتھ گریبان میں دے کر باہر نکالا تو وہ نہایت چمکدار بن کر نکلا اور اس کو بھی سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزات دیکھ کر فرعون بہت سٹ پٹایا اور پھر اس نے اپنے درباریوں سے جو اس وقت اس کے پاس جمع تھے کیا کہا سنا یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اہل اسلام اور اہل ایمان بنایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا تابعدار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہمیں بھی حق کی تائید اور باطل سے مقابل ہونے کی قوت اور جرأت عطا فرما اور حق کو غالب اور باطل کو مغلوب فرما۔ آج بھی دشمنان دین نے جو سر اٹھا رکھا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قوتوں کو پاش پاش فرمائیں اور دین حق کو غلبہ اور سربلندی عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ

فرعون نے اہل دربار سے جو اُس کے پاس بیٹھے تھے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور سے)

بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٣٦﴾ يَاْتُوْكَ

تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کردے، سو تم کیا مشورہ دیتے ہو۔درباریوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں چپڑاسیوں کو بھیج دیجئے کہ وہ سب

بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿٣٧﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ

ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لاکر حاضر کردیں۔غرض وہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کئے گئے۔اور لوگوں کو یہ اشتہار دیا گیا کہ کیا تم لوگ

مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا

جمع ہوگے۔تاکہ اگر جادوگر غالب آجاویں تو ہم اُن ہی کی راہ پر رہیں۔پھر جب وہ جادوگر آئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آگئے

لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ

تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا۔فرعون نے کہا کہ ہاں اور تم اس صورت میں مقرب لوگوں میں داخل ہوجاؤ گے۔

الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ

موسیٰ نے اُن سے فرمایا کو تم کو جو کچھ ڈالنا ہو ڈالو۔سو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں

وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا

اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم بے شک ہم ہی غالب آویں گے۔پھر موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا سو ڈالنے کے ساتھ ہی (اژدہا بن کر) اُن کے تمام تر بنے بنائے

يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾ فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾

دھندے کو نگلنا شروع کردیا۔سو جادوگر سب سجدہ میں گر پڑے۔کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے۔

قَالَ فرعون نے کہا	لِلْمَلَاِ سرداروں سے	حَوْلَهٗ اپنے گرد	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	لَسٰحِرٌ جادوگر	عَلِيْمٌ دانا ماہر	يُّرِيْدُ وہ چاہتا ہے		
اَنْ کہ	يُّخْرِجَكُمْ تمہیں نکال دے	مِّنْ سے	اَرْضِكُمْ تمہاری سرزمین	بِسِحْرِهٖ اپنے جادو سے	فَمَاذَا تو کیا	تَاْمُرُوْنَ تم حکم (مشورہ) دیتے ہو		
قَالُوْا وہ بولے	اَرْجِهْ مہلت دے اسے	وَاَخَاهُ اور اس کے بھائی کو	وَابْعَثْ اور بھیج	فِى میں	الْمَدَآئِنِ شہروں	حٰشِرِيْنَ اکٹھا کرنے والے (نقیب)		
يَاْتُوْكَ لے آئیں تیرے پاس	بِكُلِّ سَحَّارٍ تمام بڑے جادوگر	عَلِيْمٍ ماہر	فَجُمِعَ پس جمع کیے گئے	السَّحَرَةُ جادوگر	لِمِيْقَاتِ مقررہ وقت پر			
يَوْمٍ ایک دن	مَّعْلُوْمٍ جانے پہچانے (معین)	وَّقِيْلَ اور کہا گیا	لِلنَّاسِ لوگوں سے	هَلْ کیا	اَنْتُمْ تم	مُّجْتَمِعُوْنَ جمع ہونیوالے ہو (جمع ہوگے)		
لَعَلَّنَا تاکہ ہم	نَتَّبِعُ پیروی کریں	السَّحَرَةَ جادوگر	اِنْ اگر	كَانُوْا هُمُ ہوں وہ	الْغٰلِبِيْنَ غالب	فَلَمَّا پس جب	جَآءَ آئے	السَّحَرَةُ جادوگر

قَالُوْا انہوں نے کہا	لِفِرْعَوْنَ فرعون سے	اَئِنَّ لَنَا کیا یقیناً ہمارے لئے	لَاَجْرًا کچھ انعام	اِنْ اگر	كُنَّا ہم ہوئے	نَحْنُ ہم	الْغٰلِبِيْنَ غالب	
قَالَ اس نے کہا	نَعَمْ ہاں	وَاِنَّكُمْ اور بیشک تم	اِذًا اس وقت	لَمِنَ البتہ سے	الْمُقَرَّبِيْنَ مقربین	قَالَ کہا	لَهُمْ ان سے	مُوْسٰى موسیٰ
اَلْقُوْا تم ڈالو	مَا جو	اَنْتُمْ تم	مُلْقُوْنَ ڈالنے والے	فَاَلْقَوْا پس انہوں نے ڈالیں	حِبَالَهُمْ اپنی رسیاں	وَعِصِيَّهُمْ اور اپنی لاٹھیاں		
وَقَالُوْا اور بولے وہ	بِعِزَّةِ اقبال کی قسم	فِرْعَوْنَ فرعون	اِنَّا لَنَحْنُ بیشک البتہ ہم	الْغٰلِبُوْنَ غالب آنے والے	فَاَلْقٰى پس ڈالا	مُوْسٰى موسیٰ		
عَصَاهُ اپنا عصا	فَاِذَا هِيَ تو ناگاہ وہ	تَلْقَفُ نگلنے لگا	مَا جو	يَاْفِكُوْنَ انہوں نے ڈھکوسلا بنایا	فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ پس ڈالدیئے گئے (گر پڑے) جادوگر			
سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے ہوئے	قَالُوْا وہ بولے	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کے رب پر	رَبِّ رب	مُوْسٰى موسیٰ	وَهٰرُوْنَ اور ہارون		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی لاٹھی اور ید بیضا یعنی ہاتھ کی چمک کے معجزے دیکھے تو حواس باختہ ہو گیا۔ اور اس کی خدائی کی قلعی تو جب ہی کھل گئی جب موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن کر سامنے آئی اور فرعون مارے ڈر کے تخت چھوڑ کر بھاگا۔ مگر جب غرور اور طاقت کا نشہ کسی کے سر میں سما جاتا ہے تو آسانی سے نہیں نکلتا۔ پھر تو اکثر جبھی جاتا ہے جب سرے سے سر ہی جاتا رہے۔ یہ بدنصیب پیغمبر کے ایسے بین معجزات دیکھ کر ایمان تو نہ لایا اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اپنے درباریوں سے کہنے لگا کہ یہ تو بڑا زبردست جادوگر نکلا۔ پھر انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی پر آمادہ کرنے کے لئے ایک اور بات بنائی کہ یہ ایسے ہی شعبدے اور جادو دکھا دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلے گا۔ اور جب کچھ اس کے ساتھی ہو جائیں گے تو یہ علم بغاوت بلند کرے گا۔ پھر تمہیں مغلوب کر کے اس ملک پر اپنا قبضہ جمالے گا تو اس کے استیصال کی کوشش ابھی سے کرنا چاہئے اب بتلاؤ کہ تمہاری کیا رائے اور مشورہ ہے اور مجھے کیا کرنا چاہئے؟ یا تو فرعون کے خدائی کے دعوے تھے یا وہ اتنی جلد ایسا حواس باختہ ہو گیا کہ مجبور ہو کر درباریوں سے مدافعت کی تدبیر دریافت کرنے لگا۔ اب قدرت خداوندی دیکھئے کہ فرعونیوں کے منہ سے اللہ نے وہ بات کہلوائی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عام تبلیغ کا موقع ملے اور عوام الناس پر حق بالکل واضح ہو جائے۔ درباریوں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ موسیٰ اور ان کے بھائی سے ابھی تو کچھ کہنا ٹھیک نہیں ان سے قرارداد مہلت کر لیجئے اور اپنی تمام سلطنت و حکومت سے بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو بلا لیجئے اور جادوگروں سے ان کا مقابلہ کرائیے۔ اب اس تجویز میں فرعون کے دعوے خدائی کی شکست تھی کہ رب اعلیٰ ہو کر جادوگروں کی پناہ پکڑنی کیسی عجیب حرکت تھی مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ غلبہ حاصل کرنے اور سرخرو ہونے کی اسے اور کوئی صورت ہی نظر نہ آئی۔ مجبور ہو کر خدائی کے درجہ سے نیچے اتر کر جادوگروں کو چاروں طرف سے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اپنی قلمرو میں ہر ہر شہر میں سپاہی بھیجے گئے اور دارالسلطنت میں ہر چہار طرف سے بڑے بڑے نامی گرامی جادوگر جمع کیے گئے جو اپنے فن سحر میں کامل اور ماہر استاد تھے۔ پبلک میں بھی عمومی اعلان کرا دیا کہ سب کو مقابلہ کے میدان میں یوم مقررہ پر جمع ہو جانا چاہئے کہ یہ بڑے معرکہ کا مقابلہ ہے۔ سب جمع ہو کر اپنے جادوگروں کا دل بڑھاؤ مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی ان کی ہمت بڑھے گی۔ امید قوی ہے کہ ہمارے جادوگر غالب آئیں گے اس وقت ہم موسیٰ کی شکست اور مغلوبیت دکھانے کے لئے اپنے ساحرین کی ہی راہ پر چلیں گے۔ مطلب یہ کہ ہمارا حق ہونا حجت سے ثابت ہو جائے گا۔

مصر اس زمانہ میں سحر و جادو کا مرکز تھا اور مصریوں نے فن سحر کو اوج کمال تک پہنچا دیا تھا۔ الغرض مصر کے مشہور جادوگروں کا گروہ مقررہ جگہ اور وقت پر جمع ہوا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ فرعون اپنے تمام شاہانہ کروفر کے ساتھ میدان مقابلہ میں تخت نشین ہے اور درباری وارکان سلطنت حسب مراتب جمع ہیں اور لاکھوں انسان حق و باطل کے معرکہ کا نظارہ کرنے کو موجود ہیں۔ ایک جانب جادوگروں کا گروہ اپنے ساز و سامان سحر سے لیس کھڑا ہے اور دوسری جانب خدا کے رسول۔ حق کے داعی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام متوکل علی اللہ کھڑے ہیں۔ فرعون اس وقت بہت مسرور ہے اس یقین پر کہ ساحرین مصر ان دونوں بھائیوں کو جلد ہی شکست دے دیں گے۔ تو جیسا کہ بازیگروں کا اب بھی دستور ہے کہ کرتب دکھانے سے پہلے بلانے والے سے اپنا صلہ و اجرت ٹھہرا لیتے ہیں۔ یہاں تو بلانے والا بادشاہ تھا اور کام بھی معمولی نہ تھا۔ اس لئے مقابلہ سے پہلے جادوگروں نے اپنا معاوضہ بشرط غلبہ طے کرنا چاہا اور فرعون سے اپنے انعام واکرام کی درخواست پیش کی اور کہا کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمارا انعام ضرور بالضرور بڑا بھاری ہونا چاہئے۔ فرعون نے تو سمجھ ہی رکھا تھا کہ ساحروں کے جیتنے ہی پر موسیٰ (علیہ السلام) سے پیچھا چھٹنے کا دارومدار ہے اس لئے فوراً بولا کہ مال و دولت انعام واکرام تو رہا الگ میں تم کو خاص اپنے مقرب مصاحبوں میں جگہ دوں گا اور تم میرے دربار میں خاص جگہ پاؤ گے۔ گویا مال اور عزت دونوں کا لالچ دیا۔ یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ جادوگروں نے فرعون سے اجرت و معاوضہ کی جو درخواست کی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جادو کی حقیقت کچھ بھی ہو۔ اس سے کیفیات و احوال میں کچھ بھی تغیر ہو جاتا ہو۔ خوف و دہشت کے اس سے کیسے ہی مظاہرات نمودار ہو جاتے ہوں۔ اشیاء اپنی جگہوں سے زائل ہو جاتی ہوں اور لوگوں کی نظر میں کچھ سے کچھ نظر آتی ہوں۔ بہرحال کچھ بھی ہو مگر اشیاء کی جنس میں حقیقت میں انقلاب پیدا کر دینا جادوگر کے بس کی بات نہیں۔ کنکریوں کو سونے اور چاندی کی حقیقی جنس میں تبدیل کر دینا دائرہ جادو سے خارج ہے ورنہ جادوگر معاوضہ کی درخواست نہ کرتے اور سونے چاندی کے ڈھیر ان کے پاس موجود ہوتے۔ الغرض جب جادوگروں نے معاوضہ اور انعام واکرام کی طرف سے اطمینان حاصل کر لیا تو مقابلہ کی تیاری شروع کی۔ سورۂ طٰہٰ سولہویں پارہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قصہ تفصیلاً بیان ہو چکا ہے اور وہاں بتلایا گیا کہ قبل اس کے کہ مقابلہ شروع ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تبلیغ ادا فرماتے ہوئے مجمع کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہاری حالت پر سخت افسوس ہے تم کیا کر رہے ہو؟ تم ہم کو جادوگر سمجھ کر خدا پر الزام نہ لگاؤ۔ مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں وہ تم کو اس جھوٹ اور بہتان طرازی کی سزا میں عذاب دے کر تم کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکے کیونکہ جس کسی نے بہتان باندھا وہ نامراد ہی رہا۔ لوگوں نے یہ سنا تو آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ فرعونی درباریوں نے یہ حال دیکھا تو جادوگروں کو جو جمع تھے مخاطب کر کے کہنے لگے یہ دونوں بھائی بلاشبہ جادوگر ہیں یہ چاہتے ہیں کہ جادو کے زور سے تم کو تمہارے وطن سے نکال دیں اور تم پر غلبہ کر لیں لہٰذا تم اپنا کام شروع کرو اور صف باندھ کر موسیٰ کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ آج جو غالب آ جائے گا وہی کامیاب ثابت ہوگا۔ الغرض جادوگروں نے آگے بڑھ کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب اس گفت و شنید کے قصہ کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ ابتدا تمہاری جانب سے ہوگی یا ہماری جانب سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان پر اس تنبیہ کا بھی کچھ اثر نہیں ہوا تو فرمایا کہ

ابتداتم ہی کرو اور اپنے کمال فن کی حسرت پوری طرح نکال لو اور جو کچھ تم وار کرنا چاہتے ہو کرو چنانچہ ساحروں نے اپنا کام شروع کیا اور اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں جو سانپوں کی شکل نظر آنے لگیں۔حق کی طاقت سے چونکہ وہ ساحرین اس وقت تک ناآشنا تھے۔اپنا حامی اور پشت پناہ فرعون ہی کو جانتے تھے اس لئے حملہ کرتے وقت بولے کہ فرعون کے اقبال کی قسم ہم ہی ضرور غالب آویں گے ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی۔وہ قوت قہاری جو لاٹھی کا ظاہری جامہ پہنے ہوئے تھی فوراً ظہور پذیر ہوئی اور وہ لاٹھی ایک زبردست اژدہا بن گیا اور جادوگروں کے تمام شعبدوں کو نگلنا شروع کردیا تھوڑی سی دیر میں سارا میدان صاف ہوگیا اور اس طرح ساحرین اپنے سحر میں ناکام رہے۔اب جادوگروں نے جو کہ اپنے فن کے ماہر اور کامل تھے جب عصائے موسیٰ کا یہ کرشمہ دیکھا تو حقیقت حال سمجھ گئے اور وہ اس کو چھپا نہ سکے اور انہوں نے برسر مجلس یہ اقرار کرلیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ عمل جادو سے بالاتر ہے اور اس کو سحر سے دور کا بھی واسطہ نہیں چنانچہ وہ اتنے متاثر ہوئے کہ وہیں سب سجدہ میں گر پڑے اور اعلان کردیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے کیونکہ وہی ''رب العالمین'' ہے۔اس کی ہمہ گیر طاقت کو ہم نے مان لیا۔اور اس کی الوہیت اور ربوبیت پر ہم ایمان لے آئے درحقیقت رب العالمین وہی ہے جس نے ان دونوں کو بھیجا ہے۔

اب فرعون نے جب یہ دیکھا تو اس کے غصہ اور غضب کا پارہ چڑھ گیا۔شکست۔رسوائی روسیاہی۔حکومت کا زوال ملک کی بغاوت اور موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی سب کی بھیانک تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر تو اس کا بس کچھ چلا نہیں۔جادوگروں پر اس نے اپنے جس غیض وغضب کا اظہار کیا اور ان کو مخاطب ہو کر جو کہا سنا اور ان ساحرین نے جواب صاحب ایمان ہو چکے تھے جو فرعون کو جواب دیا وہ اگلی آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رکھیں اور ہم کو وہ ایمانی جرأت وقوت عطا فرمائیں کہ جو ہم باطل سے کبھی خوف نہ کھائیں اور باطل کی طاغوتی قوت سے ہم کبھی مرعوب نہ ہوں۔یا اللہ! آپ کی نصرت وامداد ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو۔اور تائید غیبی سے حق کو فتح مندی اور غلبہ اور شوکت نصیب ہو۔اور کفر وشرک کو ذلت ورسوائی کے ساتھ مٹنا اور نیست ونابود ہونا نصیب ہو۔یا اللہ! اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں باطل حق سے برسر پیکار ہے باطل کو یا اللہ اپنی قوت قہاری وجباری سے مٹنا نصیب ہو اور حق کو آپ کی تائید ونصرت سے غلبہ نصیب ہو۔یا اللہ! باطل نے جو مادی قوت وطاقت حق کو مٹانے کے لئے جمع کر رکھی ہے یا اللہ باطل کی طاقت کو پاش پاش فرمادے۔ان کے مکر وفریب کو انہیں پر پلٹ دے۔یا اللہ! حق کی کامیابی کا دارومدار آپ ہی کی تائید اور نصرت پر موقوف ہے آپ ہی کی نصرت وامداد سے دنیا میں ہمیشہ حق کی سربلندی اور غلبہ نصیب ہوا ہے۔

یا اللہ! اس وقت جہاں جہاں حق بے سہارا ہے۔اپنی قدرت ورحمت سے اس کو سہارا عطا فرمادے۔اور باطل کو بے بس اور بے کس بنادے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬

فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے بدون اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں۔ ضرور یہ تم سب کا اُستاد ہے، جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے،

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّآ

میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھادوں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ کچھ حرج نہیں ہم اپنے

اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾

مالک کے پاس جا پہنچیں گے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کردے اس وجہ سے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

قَالَ (فرعون) نے کہا	اٰمَنْتُمْ لَهٗ تم ایمان لائے اس پر	قَبْلَ پہلے	اَنْ کہ میں	اٰذَنَ اجازت دوں	لَكُمْ تمہیں	اِنَّهٗ بیشک وہ
لَكَبِيْرُكُمْ البتہ بڑا ہے تمہارا	الَّذِيْ جس نے	عَلَّمَكُمْ سکھایا تمہیں	السِّحْرَ جادو	فَلَسَوْفَ پس جلد	تَعْلَمُوْنَ تم جان لو گے	
لَاُقَطِّعَنَّ البتہ میں ضرور کاٹ ڈالوں گا	اَيْدِيَكُمْ تمہارے ہاتھ	وَاَرْجُلَكُمْ اور تمہارے پاؤں	مِّنْ سے۔کے	خِلَافٍ ایک دوسرے کے خلاف کا		
وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اور ضرور تمہیں سُولی دوں گا	اَجْمَعِيْنَ سب کو	قَالُوْا وہ بولے	لَا ضَيْرَ کچھ نقصان (حرج) نہیں	اِنَّا بیشک ہم	اِلٰى رَبِّنَا اپنے رب کی طرف	
مُنْقَلِبُوْنَ لوٹ کر جانیوالے ہیں	اِنَّا نَطْمَعُ بیشک ہم امید رکھتے ہیں	اَنْ کہ	يَّغْفِرَ بخش دے	لَنَا ہمیں	رَبُّنَا ہمارا رب	خَطٰيٰنَآ ہماری خطائیں
اَنْ كُنَّا کہ ہم ہیں	اَوَّلَ پہلے	الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی بجائے جادوگروں سے آپ کا مقابلہ کرایا۔ پھر اس مقابلہ کا جو انجام ہوا وہ بھی بیان ہو چکا وہی ساحر جو چند منٹ پہلے فرعون کی زبردست طاقت سے مرعوب۔ اس کے حامی اور طرفدار اور اس کے حکم کی تعمیل کو حرز جان بنائے ہوئے تھے اور جو اپنے کرشموں کی کامیابی پر انعام و اکرام کا معاملہ طے کر رہے تھے وہی چند منٹ کے بعد عصائے موسوی کا معجزہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ انسانی کرشمہ سازی نہیں بلکہ کسی بہت ہی بلند قدرت کی کارفرمائی ہے اور اس سے ایسے متاثر ہوئے کہ وہیں فرعون کی موجودگی ہی میں علی الاعلان سب کے سامنے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور تسلیم کر لیا کہ ہم کو رب العالمین کی قوت قہاری کا یقین ہے اور اس کی ہمہ گیر طاقت کو ہم نے مان لیا۔ اس کی الوہیت اور ربوبیت پر ہم ایمان لے آئے۔ درحقیقت رب العالمین وہی ہے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے اور جس نے ان دونوں کو بھیجا ہے۔

دیکھا آپ نے جب سچا ایمان کسی کو نصیب ہو جاتا ہے خواہ وہ ایک لمحہ ہی کا کیوں نہ ہو وہ ایسی بے پناہ روحانی قوت پیدا کر دیتا ہے کہ کوئی بڑی سے بڑی باطل طاقت بھی اس کو مرعوب نہیں کر سکتی۔ وہی جادوگر جو فرعون سے تھوڑی دیر پہلے انعامات و اکرامات کی التجائیں کر رہے تھے ایمان لانے کے بعد ایسے نڈر اور بے خوف ہو گئے کہ کوئی دہشت بھی ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکی جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ الغرض فرعون نے جب یہ دیکھا کہ میرا اہتمام دام فریب تار تار ہو گیا اور موسیٰ (علیہ السلام) کو شکست دینے کی جو آخری پناہ تھی وہ بھی منہدم ہو گئی اب کہیں ایسا نہ ہو کہ مصری عوام بھی ہاتھ سے جائیں اور موسیٰ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو اس نے مکروفریب کا ایک

دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے فرعون ان ساحرین سے جواب ایمان لے آئے تھے کہنے لگا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تم سب کا استاد ہے اور تم سب نے آپس میں سازش کر رکھی تھی کہ تم یوں کرنا ہم یوں کریں گے۔ تب ہی تو میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ کے خدا پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ اچھا میں تم کو ایسی عبرتناک سزا دوں گا تاکہ آئندہ کسی کو ایسی غداری کی جرأت نہ ہو۔ پہلے تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا دوں گا اور پھر سب کو سولی پر چڑھوا دوں گا۔ وہ ساحرین جو صاحب ایمان ہو چکے تھے اور دولت ایمان کے نشہ سے سرشار ہو گئے تھے انہوں نے فرعون کی ان دھمکیوں اور جابرانہ عذاب وعقاب کو ایک کھیل سے زیادہ نہ سمجھتے ہوئے نہایت بے باکانہ انداز میں جو جواب دیا اس کا کچھ حصہ تو ان آیات میں نقل فرمایا گیا ہے اور کچھ حصہ سورۂ طٰہٰ اور سورۂ اعراف وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے۔

یہاں ان آیات میں جو حصہ ان کے جواب کا نقل فرمایا گیا ہے اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ ہم تیری سزا سے نہیں ڈرتے۔ جسمانی مصائب کا ہم کو کوئی ڈر نہیں اس زندگی کے ختم ہو جانے کی ہمیں کچھ پروا نہیں۔ ہم پر حق پوری طرح واضح ہو گیا ہمارا رب وہی ہے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ہمیں ہر صورت میں اسی کے پاس جانا ہے اور ایک نہ ایک دن اسی کے پاس پلٹنا بہرحال ضرور ہے۔ اب اگر تو قتل کر دے گا تو اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگا کہ وہ دن جو کبھی آنا تھا آج آ جائے گا ہم کو وہاں جانا ہے اور انجام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ہم تیرے ہاتھ سے مرے تو اور زیادہ سرخرو ہوں گے۔ ہم تو اپنے رب سے اب یہی امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری گذشتہ غلط کاریوں کو معاف کرے اور جو تو نے ہم سے یہ مقابلہ کرایا اس کا وبال خصوصاً ہم سے ٹال دے کیونکہ ہم اس کے رسولوں کی تبلیغ کے بعد اس مجمع میں بلکہ ملک بھر میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ سورۂ اعراف میں ان کا یہ قول بھی نقل ہوا ہے کہ جس رب کی نشانیوں کو مان لینے سے ہم تیری نگاہ میں مجرم ٹھہرے ہیں اسی رب سے ہماری دعا ہے کہ وہ تیری زیادتیوں اور سختیوں پر ہم کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور مرتے دم تک ایمان پر مستقیم رکھے۔

غرض حق و باطل کی اس کشمکش میں فرعون اور اس کے درباریوں کو سخت ذلت اٹھانی پڑی اور وہ برسرِ عام ذلیل و رسوا ہوئے مگر پھر بھی حق کو تسلیم نہ کیا اور باطل پر جمے رہے۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کو تبلیغ فرماتے رہے۔ اب اس کے بعد سلسلہ کلام کی مناسبت سے آگے کے واقعات یہاں اس سورۃ میں چھوڑ دیئے گئے ہیں اور جب کچھ عرصہ بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے معہ بنی اسرائیل کے راتوں رات ہجرت کر جانے کا حکم ملا وہاں سے پھر حالات اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھی ایسا سچا اور پکا ایمان نصیب فرما دیں کہ ہم کسی حال میں راہ مستقیم سے نہ ڈگمگائیں اور کسی آن میں اللہ ورسول کی تابعداری سے نہ ہٹیں۔ اور کسی معاملہ میں شریعت مطہرہ کے خلاف نہ کریں۔ جو احکام الٰہیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وہدایات ہمیں پہنچیں ہم ان پر لبیک کہہ کر دل وجان سے ان پر عمل پیرا ہو جانے والے ہوں۔ اسی پر تا زندگی قائم رہیں اور اسی پر ہمارا خاتمہ ہو۔ یا اللہ آج جو اہل حق اہل باطل کے ظلم وستم سے دبے ہوئے ہیں۔ ان کو ایمان قوی عطا فرما دے۔ اہل باطل سے مقابلہ کی قوت وطاقت اہل حق کو عطا فرما دے۔ یا اللہ موت کا خوف اور ڈر ہمارے دلوں سے قوی ایمان اور اپنی ذات سے صحیح تعلق عطا فرما کر نکال دے اور باطل کے مقابلہ کے لئے ہماری تائید اور نصرت فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ

اور ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ میرے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ تم لوگوں کا تعاقب کیا جاوے گا۔فرعون نے شہروں میں چپڑاسی دوڑا دیئے۔

حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ

کہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے۔اور انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے۔اور ہم سب ایک مسلح جماعت ہیں۔

حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ

غرض ہم نے اُن کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مکانات سے نکال باہر کیا۔(ہم نے اُن کے ساتھ تو) یوں کیا

وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

اور دوسری طرف بنی اسرائیل کو ہم نے یہی نعمتیں عطا کردیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی کی	اِلٰى طرف	مُوْسٰٓى موسیٰ	اَنْ اَسْرِ کہ تو راتوں رات لے نکل	بِعِبَادِيْٓ میرے بندوں کو	اِنَّكُمْ بیشک تم
مُّتَّبَعُوْنَ پیچھا کئے جاؤ گے	فَاَرْسَلَ پس بھیجا	فِرْعَوْنُ فرعون نے	فِي الْمَدَآئِنِ شہروں میں	حٰشِرِيْنَ اکٹھا کرنے والے(نقیب)	اِنَّ بیشک
هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ ہیں	لَشِرْذِمَةٌ ایک جماعت	قَلِيْلُوْنَ تھوڑی سی	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	لَنَا ہمیں	لَغَآئِظُوْنَ غصہ میں لانے والے ہیں
وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَجَمِيْعٌ ایک جماعت	حٰذِرُوْنَ مسلح محتاط	فَاَخْرَجْنٰهُمْ پس ہم نے انہیں نکالا	مِّنْ سے	جَنّٰتٍ باغات	وَّعُيُوْنٍ اور چشمے
وَّكُنُوْزٍ اور خزانے	وَّمَقَامٍ اور ٹھکانے	كَرِيْمٍ عمدہ	كَذٰلِكَ اسی طرح	وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنایا ان کا	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ فرعون۔ اس کے درباریوں اور اس کی قوم کے عوام الناس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات بھی دیکھے اور جادوگروں سے مقابلہ کرا کر ذلت و رسوائی بھی اٹھائی مگر پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر نہ مانا بلکہ حق سے اور زیادہ عناد و بغض بڑھ گیا۔مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام برابر فرعونیوں کو تبلیغ فرماتے رہے اور بنی اسرائیل کو آزاد و رہا کرنے کا مطالبہ بھی فرماتے رہے۔ بالآخر درباریوں اور ارکان سلطنت نے فرعون سے احتجاج کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کیوں نہیں کرا دیا جاتا۔کیا اس کو اور اس کی قوم کو موقع دیا جا رہا ہے کہ وہ مصر میں فساد پھیلائیں؟ اور تجھ کو ٹھکراتے رہیں؟ تو جیسا کہ سورۂ اعراف نویں پارہ میں بیان ہوا فرعون نے درباریوں سے کہا کہ میں مصر میں اسرائیلیوں کی طاقت بڑھنے ہی نہ دوں گا اور مقابلہ کے قابل ہی نہ رکھوں گا۔ابھی یہ حکم جاری کرتا ہوں کہ ان کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا کرو اور صرف لڑکیوں کو خدمت گزاری کے لئے زندہ چھوڑ دیا کرو۔ گویا یہ فرعون کا دوسرا اعلان تھا جو بنی اسرائیل کے لڑکوں کے قتل سے متعلق کیا گیا اس سے پہلے مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی تو ایک خواب اور اس کی تعبیر کی بنا پر اسرائیلی لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے جانے کا حکم دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک عرصہ تک رشد و ہدایت کا فرعون اور اس کے سرداروں پر مطلق اثر نہ ہوا اور معدودے چند کے سوائے عام مصریوں نے بھی دعوت حق کو قبول نہ کیا تو اب یکے

بعد دیگرے فرعونیوں پر عذاب الٰہی آنے لگے۔ یہ دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ جب عذاب الٰہی کسی ایک شکل میں ظاہر ہوتا تو فرعون اور قوم فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرنے لگتی کہ اچھا ہم ایمان لے آئیں گے تم اپنے خدا سے دعا کرو کہ یہ عذاب جاتا رہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وہ عذاب دور ہوجاتا تو پھر سرکشی اور نافرمانی پر اتر آتے۔ پھر عذاب جب دوسری شکل میں آتا تو کہتے کہ اچھا ہم بنی اسرائیل کو آزاد کر کے تمہارے ساتھ روانہ کردیں گے دعا کرو کہ یہ عذاب دفع ہوجائے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو پھر مہلت دی جاتی اور عذاب دفع ہوجاتا تو پھر اسی طرح مخالفت پر کمربستہ ہوجاتے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف قسم کے نشانات ظاہر ہوئے کبھی طوفان آئے۔ کبھی قحط سالی ہوئی۔ کبھی ٹڈیوں کے دل آئے۔ کبھی چیچڑیوں کے پیدا ہوجانے کا عذاب آیا۔ کبھی مینڈکوں کا تمام مصر میں پھیل جانے کی مصیبت آئی۔ کبھی پانی کا خون ہوجانا ظاہر ہوا۔ مگر فرعون اور قوم فرعون نے اس بار بار کی مہلت مل جانے کو بھی ایک مذاق بنالیا ان تمام واقعات کا ذکر سورۂ اعراف اور قرآن پاک کی دوسری سورتوں میں جگہ بجگہ آیا ہے مگر یہاں اس سورۃ میں کئی سال کے ان تمام واقعات کو جو ساحرین کے مقابلہ کے بعد ظہور پذیر ہوئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ بالآخر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مع بنی اسرائیل کے راتوں رات مصر سے چپ چاپ نکل جانے کا حکم خداوندی ملا تو اس سے آگے واقعات کو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ یہاں اس سورۃ میں سلسلۂ کلام کی مناسبت سے چونکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ جس فرعون نے صریح نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود یہ ہٹ دھرمی دکھائی تھی اس کا انجام آخرکار کیا ہوا اور جس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی طاقت تھی وہ کس طرح کامیابی سے ہمکنار ہوئے اس لئے فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کشمکش کے ابتدائی واقعات ذکر کرنے کے بعد اب قصہ مختصر کر کے آخری منظر دکھایا جارہا ہے۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے باہر نکال لے جاؤ۔ فرعون مع فوج کے تمہارے پیچھے آئے گا مگر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ حسب الحکم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خفیہ مشورہ کیا اور تمام بنی اسرائیل کے قبائل کے سرداروں کو حکم الٰہی سے آگاہ کیا۔ سب تیار ہوگئے اور ایک رات اس کام کے لئے مقرر ہوگئی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے رات کو چل دیئے۔ ادھر رات گزرنے پر فرعونیوں کی جو آنکھ کھلی تو چوکیدار غلام نوکر چاکر کوئی نہیں سخت پیچ وتاب کھانے لگے اور مارے غصہ کے سرخ ہوگئے۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ بنی اسرائیل رات ہی رات میں سب فرار ہوگئے تو فرعون نے تعاقب اور پیچھا کرنے کے لئے تدبیر کی اور جابجا آس پاس کے شہروں میں چپڑاسی دوڑادیئے اور کہلا بھیجا کہ یہ بنی اسرائیل ہماری نسبت تھوڑی سی جماعت ہے اور ان کی اس حرکت نے کہ جو یہ خفیہ چالا کی سے نکل گئے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے ہم ہتھیار بند ہیں میں ارادہ کرچکا ہوں۔ کہ اب انہیں اپنی اس سرکشی کا مزہ چکھادوں اور ان سب کو ایک ساتھ گھیر گھار کر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ڈال دوں غرض کہ فرعون نے ضروری سامان اور فوج کو جمع کیا اور تمام لاؤلشکر لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چلا اور یہ خبر نہ تھی کہ اب لوٹنا نصیب نہ ہوگا اور معہ اپنی قوم اور لاؤلشکر کے بیک وقت ہلاک ہونا ہے۔ آگے باری تعالیٰ کا ارشاد بطور جملہ معترضہ کے ہے کہ یہ فرعونی اپنی طاقت اور کثرت کے گھمنڈ پر بنی اسرائیل کے تعاقب میں

نکل کھڑے ہوئے اس بہانے ہم نے انہیں ان کے باغات سے چشموں اور نہروں سے خزانوں اور بارونق مکانوں سے خارج کیا اور وہ اپنے محلات، باغات، تخت و تاج اور جاہ و مال سب چھوڑ کر بنی اسرائیل کے پکڑنے کو نکلے۔ اور بالآخر جیسا کہ اگلی آیات میں بتلایا گیا یہ سب سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے گویا اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو اپنی سرزمین سلطنت سے نکال کر باہر کیا۔ اور بنی اسرائیل کو جو آج تک پست اور نادار تھے ان کو ملک شام اور فلسطین میں اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی عمدہ باغات۔ چشمے اور خزانے عطا کئے۔ یہاں آیت میں واورثنها بنی اسرائیل اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنادیا اس کے مطلب بعض مفسرین یہ بھی بیان کئے ہیں کہ ایک مدت بعد جب سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ملک مصر بنی اسرائیل کی سلطنت میں شامل ہوا تو یہ سب چیزیں یعنی مصر کے باغات چشمے اور خزانہ اور عمدہ مکانات یہ سب بنی اسرائیل کے ہاتھ لگے۔

یہ تو بیچ میں جملہ معترضہ تھا۔ اب آگے فرعون کے تعاقب کرنے اور بنی اسرائیل کے پاس پہنچ جانے اور بنی اسرائیل کو فرعون کی گرفت سے بچالینے اور فرعون اور اس کے تمام لاؤ لشکر کو سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہو جانے کے واقعات کو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں نافرمان قوموں سے عبرت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں اور ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی سے کامل طور پر بچاویں۔
اس دنیوی زندگی میں کفار و مشرکین کو جو عیش و آرام ملے ہوئے ہیں وہ ان کے لئے وبال جان ثابت ہوں اور ہمیں جو اللہ پاک نے زندگی کا سامان دیا ہے وہ ہمارے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضیات حاصل کرنے کا ذریعہ بنے۔
اے اللہ جیسے آپ کی خفیہ تدبیر نے فرعونیوں کو ہلاک کیا اے اللہ اپنی اسی قدرت اور تدبیر سے آج بھی مخالفین اسلام حقیقی اور اعدائے دین کو تہ و بالا فرمادے۔ ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسادے۔ اور ان کی شرارتیں اور تدبیریں سب ملیامیٹ فرمادے۔ اور ان کی چالیں ان ہی کی ہلاکت کا سبب بنادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ

غرض سورج نکلنے کے وقت اُن کو پیچھے سے جالیا۔ پھر جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ہمراہی کہنے لگے کہ بس ہم تو اُن کے ہاتھ آ گئے۔

كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ

موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں کیونکہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے وہ مجھ کو ابھی راستہ بتلا دیگا پھر ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو سمندر پر مارو

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا

چنانچہ (انہوں نے اس پر عصا مارا جس سے) وہ پھٹ گیا اور ہر حصہ اتنا (بڑا) تھا جیسا بڑا پہاڑ۔ اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچادیا۔

مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

اور ہم نے موسیٰ کو اور اُن کے ساتھ والوں کو سب کو بچالیا۔ پھر دوسروں کو غرق کردیا۔ اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے،

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾

اور ان (کفار) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور آپ کا رب بڑا زبردست ہے بڑا مہربان ہے۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ پس انہوں نے پیچھا کیا ان کا	مُشْرِقِيْنَ سورج نکلتے	فَلَمَّا پس جب	تَرَآءَ دیکھا ایک دوسرے کو	الْجَمْعٰنِ دونوں جماعتیں			
قَالَ کہا (کہنے لگے)	اَصْحٰبُ مُوْسٰی موسیٰ کے ساتھی	اِنَّا یقیناً ہم	لَمُدْرَكُوْنَ پکڑ لئے گئے	قَالَ كَلَّا اس نے کہا ہرگز نہیں	اِنَّ بیشک		
مَعِیَ میرے ساتھ	رَبِّیْ میرا رب	سَيَهْدِيْنِ وہ جلد مجھے راہ دکھائے گا	فَاَوْحَيْنَا پس ہم نے وحی بھیجی	اِلٰی طرف	مُوْسٰی موسیٰ		
اَنِ کہ	اضْرِبْ تو مار	بِعَصَاكَ اپنا عصا	الْبَحْرَ دریا	فَانْفَلَقَ تو وہ پھٹ گیا	فَكَانَ پس ہوگیا	كُلُّ فِرْقٍ ہر حصہ	كَالطَّوْدِ پہاڑ کی طرح
الْعَظِيْمِ بڑے	وَاَزْلَفْنَا پھر ہم نے قریب کردیا	ثَمَّ اس جگہ	الْاٰخَرِيْنَ دوسروں کو	وَاَنْجَيْنَا اور ہم نے بچالیا	مُوْسٰی موسیٰ		
وَمَنْ اور جو	مَعَهٗ اس کے ساتھ	اَجْمَعِيْنَ سب	ثُمَّ پھر	اَغْرَقْنَا ہم نے غرق کردیا	الْاٰخَرِيْنَ دوسروں کو	اِنَّ بیشک	
فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	وَمَا اور نہ	كَانَ تھے	اَكْثَرُهُمْ ان سے اکثر	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	وَاِنَّ اور بیشک	
رَبَّكَ تمہارا رب	لَهُوَ البتہ وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں میں تبلیغ کرتے کرتے ایک عرصہ گزر گیا اور اس زمانہ میں خدا کی نشانیاں اور دلیلیں ان پر واضح کردیں لیکن ان کا سر نیچا نہ ہوا۔ نہ ان کا تکبر ٹوٹا اور نہ ان کی بد دماغی میں کوئی فرق آیا تو سوائے اس کے کوئی بات باقی نہ رہی کہ ان پر ہلاکت کا عذاب آئے اور وہ غارت ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم خداوندی ملا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جائیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل حکم خداوندی میں مصر سے بمعہ تمام بنی اسرائیل مرد وزن کے ایک رات ہجرت فرمائی۔ مصر سے فلسطین وشام جانے کے دو راستے تھے۔ ایک خشکی کا راستہ اور وہ قریب کا راستہ تھا۔ اور دوسرا پانی کا راستہ یعنی بحر قلزم کو عبور کر کے جزیرۂ نما سینا یا وادیٔ تیہ کے راہ سے اور یہ دور کا راستہ تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی حکمت کا تقاضہ یہی ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خشکی کی

نزدیک کی راہ چھوڑ کر دور کی راہ اختیار کریں اور بحر قلزم کو پار کر کے جائیں۔ ادھر فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر اور رعایا کو لے کر بڑے طمطراق اور کروفر سے بنی اسرائیل کو تہس نہس کرنے کے ارادہ سے ان کے تعاقب کو نکلا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ طلوع آفتاب کا وقت تھا کہ فرعونی بنی اسرائیل کے قریب جا پہنچے۔ اس وقت تک بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارہ تک پہنچ چکے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام قافلہ کے آگے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پیچھے۔ اب فرعونی لشکر بنی اسرائیل کو نظر آ رہا تھا اور بنی اسرائیل کو فرعونی دیکھ رہے تھے۔ بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارہ پہنچ کر متحیر ہو کر کھڑے ہو گئے اور جب دیکھا کہ فرعون کا لشکر قریب آ پہنچا ہے تو اس وقت مضطرب ہو کر کہنے لگے کہ بتلایئے اب ہم کیا کریں۔ آگے سمندر کا پانی ہے اور پیچھے فرعون کا ٹڈی دل لشکر۔ ظاہر ہے کہ نبی اور غیر نبی کا ایمان یکساں نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہایت ٹھنڈے دل سے جواب دیا کہ گھبراؤ نہیں۔ تمہیں کوئی ایذا نہیں پہنچ سکتی۔ خدا کا وعدہ سچا ہے وہ تم کو نجات دے گا اور تم ہی کامیاب ہو گے۔ میں اپنی رائے سے لے کر تمہیں نہیں نکلا بلکہ احکم الحاکمین کے حکم سے تمہیں لے کر چلا ہوں۔ وہ وعدہ خلاف نہیں۔ پھر آپ درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے۔ اسی وقت وحی الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنی لاٹھی کو پانی پر ماریں اور پھر قدرت کا کرشمہ دیکھیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد میں پانی پر لاٹھی ماری۔ بس اسی وقت پانی پھٹ گیا اور بیچ میں صاف راستے نظر آنے لگے اور آس پاس پانی بطور پہاڑ کے کھڑا ہو گیا۔ سمندر میں ۱۲ راستہ نکل آئے اور بنی اسرائیل کے قبائل بھی ۱۲ ہی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے تمام بنی اسرائیل اس میں اتر گئے اور خشک زمین کی طرح اس سے پار ہو گئے۔ جب بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو پار کر کے دوسری جانب خشکی پر قدم رکھا تو فرعون مع اپنے لشکر کے سمندر کے کنارہ پہنچا اور فرعون نے یہ دیکھ کر کہ سمندر میں راستے بنے ہوئے ہیں اپنی قوم اور لشکر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ''دیکھا یہ میری کرشمہ سازی ہے کہ بنی اسرائیل کو تم جا پکڑو لہذا بڑھے چلو'' فرعون اور اس کا تمام لشکر بنی اسرائیل کے پیچھے انہیں راستوں پر ہو لئے فرعون اور اس کا تمام لشکر جو ابھی درمیان ہی میں تھا کہ پانی بحکم خداوندی اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور فرعون اور اس کا تمام لشکر بحر قلزم کے درمیان ہی میں غرق ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کی نجات اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کی غرقابی و ہلاکت بیان فرما کر اس قصہ کو انہی آیات پر ختم فرمایا جاتا ہے۔ جن پر پہلا رکوع ختم فرمایا گیا تھا یعنی **ان فی ذلک لاٰیۃ وماکان اکثرھم مؤمنین. وان ربک لھو العزیز الرحیم۔** اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے اور اس قابل ہے کہ کفار اس سے استدلال کریں کہ اللہ کے احکام کی نافرمانی اور اس کے رسول کی مخالفت موجب عذاب خداوندی ہے مگر باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور آپ کا رب بڑا زبردست ہے اگر چاہتا تو ان کی تکذیب اور نافرمانی پر فوراً ہلاک کر دیتا لیکن بڑا مہربان بھی ہے اس لئے اپنی رحمت عامہ سے ابھی مہلت دے رکھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جیسا اس سورۃ کے ابتدائی درس میں عرض کیا گیا تھا کہ اس سورۃ کا زمانۂ نزول وہ وقت تھا جبکہ مسلمانوں پر کفار مکہ کا ہجوم تھا اور اہل اسلام کو ہر طرح کے شدائد و آلام اور مصائب و سختیاں کفار کی برداشت کرنا پڑ رہی تھیں ایسی حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اور آپ کی قوم کے حالات بیان فرما کر ایک طرف تو اہل ایمان کو صبر و پامردی اور استقامت کی تلقین فرمائی گئی اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ ظلم۔ اور باطل اور ناحق کی طاقتیں خواہ بظاہر کیسی ہی چھائی ہوئی نظر آتی ہوں آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے حق کا یوں بول بالا ہوتا ہے اور باطل کس طرح سرنگوں ہو کر رہتا ہے۔ دوسری طرف کفار مکہ کیلئے اس میں سبق ہے کہ کس طرح ہٹ دھرم لوگ کھلے کھلے معجزات و نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان لانے سے انکار ہی کئے جاتے ہیں اور پھر اس ہٹ دھرمی کا انجام کیسا دردناک ہوتا ہے۔ فرعون اور اس کی قوم نے سالہا سال تک جو قدرت کی نشانیاں دیکھیں وہ ان کو نظر انداز ہی کرتے رہے۔ بالآخر خدا کے عذاب سے ہلاک ہو کر فنا ہو گئے۔

اب آگے دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۝٦٩ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝٧٠ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا

اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کیجئے۔ جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو۔

فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝٧١ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝٧٢ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ

انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں ہم ان ہی (کی عبادت) پر جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم ان کو پکارا کرتے ہو۔ یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں

يَضُرُّوْنَ ۝٧٣ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝٧٤ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝٧٥

یا یہ تم کو کچھ ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا تم نے اُن کو دیکھا بھی جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو۔

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝٧٦ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٧٧ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ

تم بھی اور تمہارے پُرانے بڑے بھی۔ میرے یہ سب دشمن ہیں بجز ایک رب العالمین کے۔ جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی مجھ کو

يَهْدِيْنِ ۝٧٨ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝٧٩ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝٨٠ وَالَّذِيْ

رہنمائی کرتا ہے۔ اور جو کہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوجاتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔ اور جو مجھ کو

يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝٨١ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝٨٢

موت دے گا پھر مجھ کو زندہ کرے گا۔ اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ میری خطاؤں کو قیامت کے روز معاف کر دے گا۔

وَاتْلُ اور آپ پڑھیں	عَلَيْهِمْ ان پر۔ انہیں	نَبَاَ خبر۔ واقعہ	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	اِذْ جب	قَالَ اس نے کہا	لِاَبِيْهِ اپنے باپ کو	وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم
مَا کیا۔ کس	تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو	قَالُوْا انہوں نے کہا	نَعْبُدُ ہم پرستش کرتے ہیں	اَصْنَامًا بتوں کی	فَنَظَلُّ لَهَا پس ہم بیٹھے رہتے ہیں انکے پاس		
عٰكِفِيْنَ جمے ہوئے	قَالَ اس نے کہا	هَلْ کیا	يَسْمَعُوْنَكُمْ وہ سنتے ہیں تمہاری	اِذْ جب	تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو		
اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ یا وہ نفع پہنچاتے ہیں تمہیں	اَوْ يَضُرُّوْنَ یا وہ نقصان پہنچاتے ہیں	قَالُوْا وہ بولے	بَلْ بلکہ	وَجَدْنَا ہم نے پایا	اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا		
كَذٰلِكَ اسی طرح	يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے	قَالَ ابراہیمؑ نے کہا	اَفَرَءَيْتُمْ کیا پس تم نے دیکھا	مَا کس	كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو		
اَنْتُمْ تم	وَاٰبَآؤُكُمُ اور تمہارے باپ دادا	الْاَقْدَمُوْنَ پہلے	فَاِنَّهُمْ تو بیشک وہ	عَدُوٌّ لِّيْٓ میرے دشمن	اِلَّا مگر	رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کا رب	
الَّذِيْ وہ جس نے	خَلَقَنِيْ مجھے پیدا کیا	فَهُوَ پس وہ	يَهْدِيْنِ مجھے راہ دکھاتا ہے	وَالَّذِيْ اور وہ جو	هُوَ وہ	يُطْعِمُنِيْ مجھے کھلاتا ہے	
وَيَسْقِيْنِ اور مجھے پلاتا ہے	وَاِذَا اور جب	مَرِضْتُ میں بیمار ہوتا ہوں	فَهُوَ تو وہ	يَشْفِيْنِ مجھے شفا دیتا ہے	وَالَّذِيْ اور وہ جو		
يُمِيْتُنِيْ مجھے موت دے گا	ثُمَّ پھر	يُحْيِيْنِ مجھے زندہ کرے گا	وَالَّذِيْ اور وہ جس سے	اَطْمَعُ میں امید رکھتا ہوں	اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ کہ مجھے بخش دے گا		
خَطِيْٓـَٔتِيْ میری خطائیں	يَوْمَ الدِّيْنِ بدلہ کے دن						

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا قصہ بیان فرمایا گیا تھا اب دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ یہاں اس سورۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیاۃ طیبہ کے اس دور کا قصہ بیان ہوا ہے جبکہ نبوت سے

سرفراز ہونے کے بعد شرک وتوحید کے مسئلہ پر آپ کی اپنے خاندان اور اپنی قوم سے کشمکش شروع ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات و حالات قرآن مجید میں متعدد جگہ بیان فرمائے گئے ہیں۔ قرآن کریم جو بار بار آپ کا ذکر سامنے لاتا ہے اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ عرب کے لوگ عموماً اور قریش مکہ خصوصاً اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرو سمجھتے اور یہ دعویٰ رکھتے تھے کہ ملت ابراہیمی ہی ان کا مذہب ہے۔ مشرکین عرب کے علاوہ یہود ونصاریٰ کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین کے پیشوا ہیں۔ اس پر قرآن مجید جگہ جگہ ان لوگوں کو متنبہ کرتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جو دین لے کر آئے تھے وہ یہی خالص دین اسلام تھا جسے نبی عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور جس دین سے تم برسر پیکار ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے بلکہ ان کی ساری لڑائی شرک ہی کے خلاف تھی اور اسی شرک کی مذمت کی بدولت انہیں اپنے باپ۔ خاندان۔ قوم وطن سب کو چھوڑ کر ہجرت کرنی پڑی۔ اس طرح یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات سنا کر ایک طرف تو مکہ کے کافروں اور مشرکوں کو تنبیہ فرمائی گئی کہ توحید کی تعلیم۔ نبوت کا دعویٰ۔ آخرت کا یقین۔ حشر ونشر۔ عذاب وثواب۔ جزاوسزا کا اقرار بت پرستی سے نفرت اور ایک واحد ذوالجلال والاکرام کی بندگی وعبادت کوئی نئی بات نہیں۔ تمہارے مورث اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کا یہی طریقہ تھا ان کی بھی یہی تعلیم تھی وہ بھی غیر اللہ کی پرستش سے روگرداں تھے۔ انہوں نے بھی نفع نقصان اور موت وحیاۃ کا مالک ایک خدا ہی کو سمجھا تھا پھر تم کیوں انکی تعلیم سے گردن کشی کرتے ہو اور کیوں ان کے طریقہ پر چلنے والوں کی رہنمائی کا انکار کرتے ہو۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے متبعین کو تسلی دینی مقصود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی کفار کی مخالفت یہاں تک کہ اپنے باپ کی بھی مخالفت برداشت کرنا پڑی۔ تمام شدائد کو استقامت سے برداشت کیا اور اعدائے دین سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالآخر کامیاب ہوئے۔ اسی طرح اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار مکہ کی مخالفت سے رنجیدہ اور کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ حق کی مخالفت ہمیشہ سے کافروں کا شیوہ رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بابل اور اس کے اطراف میں تھی۔ موجودہ جغرافیہ میں اسی جگہ کا نام ملک عراق ہے۔ وہ لوگ صابی مذہب رکھتے تھے جو ستاروں اور دیگر نورانی اور آسمانی چیزوں کی پرستش کیا کرتے تھے پھر اپنے معبودوں کے نام سے طرح طرح کی مورتیں بنا رکھی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ ان کی قوم بتوں کو پوجتی ہے مگر کافروں کو لاجواب اور شرمندہ کرنے اور شرک کی مذمت ظاہر کرنے اور بتوں کی طرف سے ان کی توجہ وعقیدت کو پھیرنے کے لئے آپ نے اپنے والد۔ چچا۔ خاندان اور قوم کے لوگوں سے پوچھا اور استفسار کیا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تم لوگ یہ کیا پوجا پاٹ کرتے ہو؟ تو قوم والے جو بت پرستی میں بہت پختہ تھے کہنے لگے کہ تم ہمارے معبودوں کو جانتے نہیں جو ایسی تحقیر سے سوال کر رہے ہو۔ ہم ان مورتوں کو پوجتے ہیں اور اس قدر وقعت اور عقیدت ہمارے دل میں ہے کہ دن بھر آسن جما کر انہیں کو لگے بیٹھے رہتے ہیں اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم ان کی پرستش اور خدمت کس غرض سے کرتے ہو؟ کیا یہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں؟ یا تمہارا نفع نقصان ان سے وابستہ ہے کہ پوجنے پر کچھ نفع یا نہ پوجنے کی صورت میں کچھ نقصان پہنچا سکیں؟ کیا یہ تمہاری کارسازی اور حاجت روائی کر سکتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں تو بلاوجہ ان کے آگے ماتھا ٹیکنا اور خدمت گزاری کرنا حماقت ہے جب یہ مورتیں خود بے جان اور مجبور ہیں کہ جو اپنے

اوپر سے مکھی تک نہ اڑا سکیں وہ دوسرے کو کیا نفع ونقصان پہنچا سکیں گی۔ پھر ایسی عاجز۔ بے جان اور بے عقل چیز کو معبود بنانا کہاں کی عقلمندی ہے؟ اس کے جواب میں خاندان اور قوم کے لوگوں نے کہا کہ ان منطقی بحثوں اور کٹ حجتیوں کو ہم نہیں جانتے۔ نہ ہماری عقیدت اور پرستش کا مدار ان باتوں پر ہے۔ بس سو دلیلوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم ان کے پیرو ہیں کیا ہم ان سب کو احمق سمجھ لیں۔ ہمارے بڑے اس فعل کو اچھا جانتے تھے۔ ہماری پیروی کے لئے اتنا کافی ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کبھی تم نے آنکھیں کھول کر ان چیزوں کو دیکھا بھی جن کی بندگی اور پرستش تم اور تمہارے باپ دادا بجالاتے رہے؟ کیا کسی دین کی صداقت کے لئے بس یہ دلیل کافی ہے کہ وہ باپ دادا کے وقتوں سے چلا آرہا ہے؟ جس کے اختیار اور قبضہ میں ذرہ برابر نفع ونقصان نہ ہو اس کی بندگی وعبادت کیسی؟ تو سنو میں بے خوف وخطر اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے ان معبودوں سے میری لڑائی ہے۔ میں انکی گت بنا کر رہوں گا۔ اگر ان میں کوئی طاقت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچا دیکھیں۔ میرے تو یہ سب کے سب دشمن ہیں میں ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا میں تو اس ایک کے سامنے سر جھکاتا ہوں اور اسی کی بندگی اور عبادت کرتا ہوں جو رب العالمین ہے یعنی سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام رب العالمین کی صفات انہیں سمجھاتے ہیں کہ وہ ایسی بڑی قدرت والا ہے کہ اس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے فلاح دارین کی راہ دکھاتا اور اعلیٰ درجہ کے فوائد ومنافع کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کھلاتا۔ پلاتا۔ مارنا جلانا اور بیماری سے اچھا کرنا سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جب میں بیمار پڑتا ہوں تو میری شفا پر بجز اس خدا کے اور کوئی قادر نہیں دوا میں تاثیر پیدا کرنا اسی کے بس کی چیز ہے۔ پھر جب میرا وقت آجائے گا اور اس دنیا میں میری عمر ختم ہو جائے گی تو مجھے موت دے گا اور حشر کے روز پھر مجھے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ جس دن وہ اپنے بندوں کے اعمال کا جائزہ لے کر ان کی بابت اپنے فیصلہ صادر فرمائے گا تو اپنی رحمت سے میری خطاؤں کو معاف کر دے گا اور میری لغزشوں سے درگزر فرمائے گا۔ میں تو ان اوصاف والے رب کا عابد ہوں اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کروں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ تمام تر صفات اس لئے سنائیں کہ قوم کو خدائے تعالیٰ کی عبادت کی رغبت ہو اور شرک سے نکل کر توحید کو اختیار کریں۔ مگر بد بخت قوم بت پرستی پر جمی رہی اور آپ کی دعوت حق کو قبول نہ کیا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے آبائی وطن سے ہجرت کرنی پڑی۔ اور اس وقت آپ نے حق تعالیٰ سے کیا دعا مانگی یہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے شرک وکفر سے ہم کو بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ! ہمیں اس نعمت عظمیٰ کے قدر اور اس کی صحیح شکرگزاری کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں بھی توحید کامل نصیب فرما تا کہ ہم آپ کے فرمانبردار اور اطاعت گزار بندے بن کر زندہ رہیں آپ ہی کو اپنا حقیقی کارساز سمجھنے اور حاجت روا ہونے کا ہم کو یقین نصیب فرما۔ اور اس دنیا کی زندگی میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہوئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما اور قیامت میں اپنی مغفرت کاملہ ہم سب کو نصیب فرما۔ آمین　　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝۸۳ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝۸۴

اے میرے پروردگار مجھ کو حکمت عطا فرما اور مجھ کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما۔ اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ۔ اور مجھ کو جنت النعیم کے مستحقین میں سے کر۔

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝۸۵ وَاغْفِرْ لِاَبِيْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۸۶ وَلَا تُخْزِنِيْ

اور میرے باپ کی مغفرت فرما کہ وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔ اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اُس روز مجھ کو رسوا نہ کرنا۔ جس دن میں کہ نہ مال کام

يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝۸۷ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝۸۸ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝۸۹ وَاُزْلِفَتِ

آوے گا اور نہ اولاد۔ مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دِل لے کر آوے گا۔ اور خداترسوں کیلئے جنت نزدیک کردی جاوے گی۔

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۹۰ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۝۹۱ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝۹۲ مِنْ

اور گمراہوں کیلئے دوزخ سامنے ظاہر کی جاوے گی۔ اور اُن سے کہا جاوے گا کہ وہ معبود کہاں گئے جن کی تم خدا کے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔

دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝۹۳ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ۝۹۴ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۝۹۵

کیا وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں پھر وہ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر۔ سب کے سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جاویں گے۔

رَبِّ اے میرے رب	هَبْ لِيْ مجھے عطا کر	حُكْمًا حکم۔حکمت	وَاَلْحِقْنِيْ اور مجھے ملا دے	بِالصّٰلِحِيْنَ نیک بندوں کیساتھ	وَاجْعَلْ اور کر				
لِيْ لِسَانَ میرے لئے۔میرا ذکر	صِدْقٍ اچھا۔خیر	فِي الْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنیوالوں میں	وَاجْعَلْنِيْ اور تو مجھے بنا دے	مِنْ وَّرَثَةِ وارثوں میں سے					
جَنَّةِ بہشت	النَّعِيْمِ نعمتوں والی	وَاغْفِرْ اور بخش دے	لِاَبِيْ میرے باپ کو	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ وہ ہے	مِنَ سے	الضَّآلِّيْنَ گمراہ	وَ اور	
لَا تُخْزِنِيْ مجھے رسوا نہ کرنا	يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ جس دن سب اٹھائے جائیں گے	يَوْمَ جس دن	لَا يَنْفَعُ نہ کام آئے گا	مَالٌ مال	وَلَا اور نہ	بَنُوْنَ بیٹے			
اِلَّا مگر	مَنْ جو	اَتَى اللّٰهَ اللہ کے پاس آیا	بِقَلْبٍ دل	سَلِيْمٍ پاک	وَاُزْلِفَتِ اور نزدیک کردی جائیگی	الْجَنَّةُ جنت	لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے		
وَبُرِّزَتِ اور ظاہر کردی جائیگی	الْجَحِيْمُ دوزخ	لِلْغٰوِيْنَ گمراہوں کیلئے	وَقِيْلَ اور کہا جائے گا	لَهُمْ انہیں	اَيْنَمَا کہاں ہیں وہ جو				
كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے تھے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	هَلْ کیا	يَنْصُرُوْنَكُمْ وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں	اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ یا بدلہ لے سکتے ہیں					
فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا پس اوندھے منہ ڈالے جائینگے اس میں	هُمْ وہ	وَ اور	الْغَاوٗنَ گمراہ	وَجُنُوْدُ اور لشکر	اِبْلِيْسَ ابلیس	اَجْمَعُوْنَ سب کے سب			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خاص انداز سے اپنی بت پرست قوم اور گھرانے کو خدائے واحد کی ہستی کی جانب توجہ دلائی اور بت پرستی کی مذمت فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے صاف فرما دیا کہ میں تو تمہارے ان بتوں کو اپنا دشمن جانتا ہوں اور میں بے خوف و خطر ہو کر ان سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اگر یہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو اپنی حسرت نکال لیں۔ البتہ میں صرف اسی ایک ہستی کو اپنا معبود سمجھتا ہو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور جس نے مجھ کو پیدا کیا اور راہ راست دکھائی

اور جو مجھ کو کھلاتا پلاتا یعنی رزق دیتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو جو مجھ کو شفا بخشتا ہے اور "جو" کی تکرار کی گئی ہے میری زیست اور موت دونوں کا مالک ہے اور جس سے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن میری مغفرت فرمائے گا۔ بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو یہی تلقین فرماتے رہے کہ خدائے واحد کے علاوہ کسی کی پرستش جائز نہیں۔ یہ نصیحت اور تبلیغ تو صرف مکالمہ کی حد تک تھی اس کے بعد آپ نے جیسا کہ متعدد جگہ قرآن پاک میں بیان فرمایا گیا ہے خود ان کے بت توڑ ڈالے گویا اس طرح قوم کو عملاً سمجھایا کہ

دیکھو ان بتوں میں ضرر پہنچانے کی کوئی طاقت نہیں اگر یہ نقصان پہنچا سکتے تو مجھے پہنچاتے۔ اس پر قوم کو بڑا طیش آیا۔ بادشاہ وقت سے جا کر شکایت کی جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طلب کیا۔ آپ نے وہاں بھی توحید الٰہی کا اعلان کیا اور ایسے پرزور دلائل بیان کئے کہ نمرود بادشاہ وقت بھی عاجز ہو گیا مگر وہ تشدد پر اتر آیا اور ہزاروں من لکڑیاں جمع کر کے ان کو آگ لگوائی اور دہکتی ہوئی آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈلوا دیا۔ خداوند قدوس کو اس میں بھی اپنی قدرت کے کرشمہ کا اظہار مقصود تھا وہ دہکتی ہوئی آگ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے گلزار بن گئی اور اعدائے دین اپنے ارادوں میں ناکام اور ذلیل و رسوا ہوئے۔

جب بدبخت قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رشد و ہدایت کو کسی طرح قبول نہ کیا تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ کسی دوسری جگہ جا کر پیغام الٰہی سنائیں اور دعوت پہنچائیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے آبائی وطن سے ہجرت کا ارادہ کیا اور باپ کو پھر نصیحت فرمائی مگر باپ پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ برعکس جیسا کہ سورۂ مریم میں ارشاد ہے باپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر کے چھوڑوں گا اور پتھروں سے مار ڈالوں گا۔ اپنی خیریت چاہتا ہے تو جان سلامت لے کر مجھ سے الگ ہو جا۔

جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اخلاق کریمانہ کے ساتھ یہ جواب دیا کہ اے باپ اگر میری بات و نصیحت کا یہی جواب ہے تو آج سے میرا تجھ کو سلام ہے۔ میں اب الگ ہوا جاتا ہوں مگر غائبانہ تیرے لئے درگاہ الٰہی میں بخشش طلب کرتا رہوں گا تاکہ ہدایت نصیب ہو اور تو خدا کے عذاب سے نجات پائے۔ یہ کہہ کر اپنی بی بی حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو ہمراہ لے کر کہ ان کے علاوہ اور کوئی ایک بھی ایمان نہ لایا تھا آپ راہ حق میں نکل کھڑے ہوئے اور گھربار اور عزیزان وطن سب کو چھوڑ کر اور سب سے منہ موڑ کر چل دیئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ وطن کو چھوڑتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خدائے ذوالجلال سے دعا کی وہ ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی کہ اے میرے پروردگار مجھے مزید علم و حکمت اور درجات قرب و قبول مرحمت فرما اور اعلیٰ درجہ کے نیکوں کے زمرہ میں جو انبیاء علیہم السلام ہیں شامل رکھ اور مجھے ایسے اعمال مرضیہ اور آثار حسنہ کی توفیق دے کہ پیچھے آنے والی نسلیں ہمیشہ میرا ذکر خیر کریں اور میرے راستہ پر چلنے کی طرف راغب ہوں یعنی میرے مرنے کے بعد دنیا میں میرا سچائی اور ذکر خیر کے ساتھ تذکرہ باقی رہے اور توحید کا طریقہ جو مجھے نصیب ہوا ہے میرے بعد میں بھی رہے چنانچہ یہی ہوا کہ حق تعالیٰ نے دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قبول عام عطا فرمایا۔ تمام اہل کتاب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں اور امت محمدیہ تو ہر نماز میں "کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم" اور "کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم" نماز میں پڑھتی ہے۔ پھر آگے دعا کرتے ہیں کہ میرا ذکر خیر جہاں دنیا میں باقی رہے وہیں آخرت میں بھی جنتی بنایا جاؤں اور خدایا میرے گمراہ باپ کو ہدایت فرما دے اور اس کو ایمان سے مشرف فرما کر کفر کے زمانہ کی خطائیں معاف کر دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے حق میں دعائے خیر کا وعدہ کیا تھا اس ۔ ؛ اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اس وقت تک باپ کے لئے مغفرت کی دعا مانگا کئے جب تک باپ کے کفر کی حالت پر مرنے کا یقین نہیں ہوا۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ باپ کا خاتمہ کفر پر ہوا تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگنی چھوڑ دی تھی۔ اب یہی حکم شریعت محمدیہ میں بھی ہے۔ سورۂ توبہ کے مدینہ منورہ میں نازل ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے کافر ماں باپ کی مغفرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں ممانعت کا حکم نازل فرمایا۔ جس پر اہل اسلام نے ان اعزا و اقارب کے لئے جو کفر پر مرے تھے مغفرت کی دعا کرنا چھوڑ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی دعا کی کہ اے پروردگار قیامت کی ذلت اور رسوائی سے مجھے محفوظ رکھنا جس دن نجات کے لئے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم یعنی کفر و شرک سے پاک دل لے کر خدا کے حضور حاضر ہو۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی مگر چونکہ یہاں قیامت کا ذکر آپ کی دعا کے اخیر میں آ گیا اس لئے آگے حق تعالیٰ بطور جملہ معترضہ کے قیامت کا کچھ حال بیان فرماتے ہیں کہ اس روز جنت مع اپنی انتہائی آرائش و زیبائش کے متقین کو قریب نظر آئے گی جسے دیکھ کر داخل ہونے سے پہلے ہی وہ مسرور اور محظوظ ہوں گے۔ اسی طرح جہنم کو مجرموں کے پاس لے آئیں گے تاکہ داخل ہونے سے پہلے ہی خوف کھا کر لرزنے لگیں۔ اس وقت کفار و مشرکین سے کہا جائے گا کہ اب وہ فرضی معبود کہاں گئے کہ نہ تمہاری مدد کر کے اس عذاب سے چھڑا سکتے ہیں۔ نہ بدلہ لے سکتے ہیں بلکہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔ یہ کفار و مشرکین اور ابلیس کا سارا لشکر سب کو دوزخ میں اوندھے منہ دھکیل دیا جائے گا۔

اب چونکہ یہاں جہنمیوں کا تذکرہ آ گیا تو کفار دوزخ میں آپس میں کیا گفتگو کریں گے یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ

وہ کفار دوزخ میں گفتگو کرتے ہوئے کہیں گے۔کہ بخدا بے شک ہم صریح گمراہی میں تھے۔جبکہ تم کو رب العالمین کے برابر کرتے تھے۔

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾

اور ہم کو تو بس ان بڑے مجرموں نے گمراہ کیا۔سو نہ کوئی ہمارا سفارشی ہے اور نہ کوئی مخلص دوست ہے۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو (دنیا میں) پھر واپس جانا ملتا کہ ہم ایمان والے ہوجاتے۔بیشک اس واقعہ میں ایک بڑی عبرت ہے،اور ان میں اکثر لوگ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

ایمان نہیں لاتے۔بیشک آپ کا رب بڑا زبردست رحمت والا ہے۔

قَالُوْا وہ کہیں گے	وَهُمْ اور وہ	فِيْهَا اس (جہنم) میں	يَخْتَصِمُوْنَ جھگڑتے ہوں گے	تَاللّٰهِ قسم اللہ کی	اِنْ كُنَّا بیشک ہم تھے	لَفِيْ البتہ۔میں
ضَلٰلٍ گمراہی	مُّبِيْنٍ کھلی	اِذْ جب	نُسَوِّيْكُمْ ہم برابر ٹھہراتے تھے تمہیں	بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کے رب کے ساتھ		
وَمَآ اَضَلَّنَآ اور نہیں گمراہ کیا ہمیں	اِلَّا مگر (صرف)	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم	فَمَا لَنَا پس نہیں ہمارے لئے	مِنْ کوئی	شَافِعِيْنَ سفارش کرنیوالا	وَلَا اور نہ
صَدِيْقٍ کوئی دوست	حَمِيْمٍ غم خوار	فَلَوْ پس کاش	اَنَّ لَنَا کہ ہمارے لئے	كَرَّةً لوٹنا	فَنَكُوْنَ تو ہم ہوتے	مِنَ سے
الْمُؤْمِنِيْنَ مومن						
اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ ایک نشانی	وَمَا كَانَ اور نہیں ہیں	اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانیوالے	وَاِنَّ اور بیشک
	رَبَّكَ تمہارا رب	لَهُوَ البتہ وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان		

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی گئی تھی جو اس درخواست پر ختم ہوئی تھی کہ اے میرے رب مجھے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچائیے گا۔اللہ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک پیغمبر جلیل اور اپنے رب کے خلیل ہیں اس پر بھی التجا یہ کر رہے ہیں کہ اے پروردگار قیامت کی رسوائی سے مجھے محفوظ رکھنا۔پھر اللہ کی شان بے نیازی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب دعائیں قبول ہوئیں مگر باپ کے حق میں نہ قبول ہوئی تو چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اخیر میں قیامت کا ذکر آ گیا تھا۔اس کی مناسبت سے جنت وجہنم کا ذکر فرمایا اور بتلایا گیا کہ جنت متقیوں یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کے نزدیک اور سامنے کر دی جائے گی۔سبحان اللہ! مومنین متقین کے اعزاز واکرام کا کیا کہنا۔بجائے اس کے کہ ان کا کوچ جنت کی طرف کرایا جائے الٹی جنت ہی خود ان کی طرف بڑھ آئے گی۔ایسے ہی کفار ومشرکین کے سامنے دوزخ ظاہر کی جائے گی اور بالآخر اسی جہنم میں اوندھے منہ مع ابلیس اور اس کے لشکر کے سب ڈال دیئے جائیں گے تو یہ اہل دوزخ یعنی کفار ومشرکین اور دیوی و دیوتاؤں کے پجاری باہم لڑتے جھگڑتے رہیں گے اور ایک دوسرے کو الزام دیں گے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ معبودان باطل کی پرستش کرنے والے مع اپنے معبودوں کے اور بت پرست مع اپنے بتوں کے اور ابلیس مع اپنے چیلے

جا پڑوں کے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے تو آپس میں جھگڑیں گے اور بالآخر اپنی گمراہی کا اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم سے بڑی سخت غلطی ہوئی کہ جو ہم نے ان بتوں کو اور دوسری چیزوں کو خدائی کے حقوق و اختیارات دے کر رب العالمین کے برابر کردیا۔ کیا کہیں یہ غلطی ہم سے ان بڑے شیطانوں اور مجرموں نے کرائی۔ اب ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ نہ کوئی بت کام دیتا ہے نہ کوئی دیوی دیوتا مدد کو آتا ہے۔ نہ شیطان ہم کو پوچھتا ہے۔ وہ خود ہی سب دوزخ کے کندے بن رہے ہیں اور اپنی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ ہماری مدد اور سفارش تو کیا کرتے افسوس کوئی اتنا بھی نہیں کہ خدا کے یہاں ہماری سفارش کردے یا کم از کم اس اڑے وقت میں کوئی دوست دلسوزی اور ہمدردی ہی کا اظہار کرے۔ اے کاش کہ ہم کو ایک مرتبہ پھر دنیا کی طرف لوٹا دیا جاتا تو ہم پکے ایماندار بن کر دکھاتے مگر سورۂ انعام ساتویں پارہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنه وانھم لکذبون اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھی دنیا میں بھیج دیئے جاویں تب بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ غرضکہ کفار جہنم میں کبھی تو قسمیں کھا کھا کر اپنی گمراہی پر افسوس کریں گے اور کبھی ان شیاطین یا بڑے مجرموں کو برا کہیں گے جنہوں نے کہ بہکایا اور کبھی چھوٹے گناہ گاروں کو انبیاء و ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے نجات پاتے دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ ہمارا بھی کوئی ایسا مخلص دوست پیدا ہو جائے کہ جو ہماری شفاعت و سفارش کرے۔ کفار و مشرکین کی اس بے سود تمنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کو انہیں آیات پر ختم فرمایا جاتا ہے جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کو ختم فرمایا تھا یعنی ان فی ذلک لاٰیة وما کان اکثرھم مؤمنین وان ربک لھوا العزیز الرحیم یعنی اس واقعہ میں بھی کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اور جو دلیلیں انہیں دیں اور ان پر توحید کی وضاحت کی طالبان حق کے لئے ایک عبرت و نشانی ہے کہ جن میں غور کر کے توحید کا اعتقاد کریں اور خدا کی یکتائی پر ایمان لائیں لیکن پھر بھی ان مشرکین مکہ میں اکثر لوگ ایمان سے رکے ہوئے ہیں۔ بیشک آپ کا رب بڑا زبردست ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے پر عذاب دے سکتا تھا مگر ساتھ ہی بڑی رحمت والا بھی ہے کہ مہلت دے رکھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قوم سے نکل جانے کے بعد اس پر جو عذاب آیا اس کا ذکر اگرچہ قرآن پاک میں نہیں کیا گیا ہے لیکن سورۂ توبہ میں اور سورۂ حج میں یہ تصریح موجود ہے کہ اس قوم کا شمار معذب قوموں ہی میں کیا گیا ہے۔ الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ نافرمان قوم بھی دنیا سے مٹی اور ایسی مٹی کہ اس کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ تو مشرکین عرب بالخصوص کفار مکہ جو دعویٰ تو ملت ابراہیمی کی پیروی کا رکھتے تھے اور ساتھ ہی شرک میں بھی مبتلا تھے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قصہ سے متنبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو شرک کے دشمن اور دعوت توحید کے علمبردار تھے اور جو دین وہ لے کر آئے وہ یہی خالص اسلام تھا جسے اب نبی عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور جس سے تم برسرپیکار ہو۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بعد تیسرا قصہ آگے نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اس دنیا کی زندگی میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیں کہ قیامت میں ہم کو ذلت و رسوائی سے بچ کر متقین کے گروہ میں شامل ہونا نصیب ہو اور ان کے ساتھ جنت کی دائمی نعمتیں ملنا نصیب ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۣالْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۰۵ۚۖ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۰۶ۚ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

قوم نوحؑ نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جبکہ اُن سے اُن کی برادری کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم (خدا سے) ڈرتے نہیں۔ میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں۔

اَمِيْنٌ ۝۱۰۷ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۰۸ۚ وَمَآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ

سو تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔اور میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا،میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۹ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۱۰ۭ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝۱۱۱ۭ قَالَ وَمَا

سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم تم کو مانیں گے حالانکہ رذیل لوگ تمہارے ساتھ ہو لئے ہیں۔نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ

عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۱۲ۚ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰي رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝۱۱۳ۚ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ

ان کے کام سے مجھ کو کیا بحث۔ان سے حساب کتاب لینا بس خدا کا کام ہے کیا خوب ہو کہ تم اس کو سمجھو۔اور میں ایمانداروں کو دور کرنے والا نہیں ہوں۔

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۴ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۱۵ۭ

میں تو صاف طور پر ایک ڈرانے والا ہوں۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَوْمُ نُوْحٍ نوحؑ کی قوم	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو	اِذْ قَالَ جب کہا	لَهُمْ ان سے	اَخُوْهُمْ انکے بھائی	نُوْحٌ نوحؑ	اَلَا کیا نہیں	
تَتَّقُوْنَ تم ڈرتے	اِنِّيْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	رَسُوْلٌ رسول	اَمِيْنٌ امانت دار	فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو اللہ سے تم	وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو		
وَ اور	مَآ اَسْـَٔلُكُمْ میں نہیں مانگتا تم سے	عَلَيْهِ اس پر	مِنْ کوئی	اَجْرٍ اجر	اِنْ نہیں	اَجْرِيَ میرا اجر	اِلَّا مگر (صرف)	عَلٰى پر
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین	فَاتَّقُوا پس ڈرو تم	اللّٰهَ اللہ سے	وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو	قَالُوْا وہ بولے	اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لے آئیں			
لَكَ تجھ پر	وَاتَّبَعَكَ جبکہ تیری پیروی کی	الْاَرْذَلُوْنَ رذیلوں نے	قَالَ (نوحؑ) نے کہا	وَمَا عِلْمِيْ اور مجھے کیا علم	بِمَا اسکی جو			
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	اِنْ نہیں	حِسَابُهُمْ ان کا حساب	اِلَّا مگر صرف	عَلٰى رَبِّيْ میرے رب پر	لَوْ اگر	تَشْعُرُوْنَ تم سمجھو		
وَمَا اور نہیں	اَنَا میں	*بِطَارِدِ ہانکنے والا (دور کرنے والا)	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	اِنْ اَنَا نہیں میں	اِلَّا مگر صرف	نَذِيْرٌ ڈرانے والا	مُبِيْنٌ صاف طور پر	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات بیان ہوئے اس کے بعد اب حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے واقعہ کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کا اجمالی اور تفصیلی ذکر ۲۸ سورتوں میں آیا ہے۔ یہاں اپنے مقصد کے پیش نظر واقعہ کی اسی قدر جزئیات کو بیان فرمایا گیا جو مقصد کے لئے ضروری ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا یہاں واقعہ بیان کر کے جہاں ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو تسلی دینی مقصود ہے اور یہ بتلانا ہے کہ انبیاء کی تکذیب کرنا۔ اور ان کو دکھ پہنچانا۔ اور اہل حق کو ایذائیں دینا نئی بات نہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ صدہا برس تک مخالفت پر کمر بستہ رہی بالآخر عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر

اورغرق ہوکرتباہ ہوئی۔دوسری طرف کفار مکہ اور مشرکین عرب کی پیغمبر کی نافرمانی کرنے پر ہلاکت و برباد ہونے کی وعید سنائی جاتی ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نبی تو ہوئے مگر حضرت نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کو رسالت سے نوازا گیا اور جدید شریعت عطا کی گئی۔حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے یکسر نا آشنا ہو چکی تھی اور حقیقی خدا کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔غیر اللہ کی پرستش اور بت پرستی ان کا شعار ہو گیا تھا۔سنت اللہ کے مطابق ان کے رشد و ہدایت کے لئے ان ہی میں سے ایک ہادی اور خدا کے سچے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔آپ نے اپنی قوم کو راہ حق کی طرف پکارا اور سچے دین الٰہی کی دعوت دی لیکن قوم نے نہ مانا اور نفرت و حقارت کے ساتھ انکار پر جمے رہے غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑی۔حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی۔اور ایک پیغمبر کا انکار کرنا گویا تمام پیغمبروں سے انکار کرنا تھا اس لئے کہ رسول کی تکذیب درحقیقت اس دعوت اور پیغام کی تکذیب ہے جسے لے کر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اس لئے جو شخص یا گروہ کسی ایک رسول کا بھی انکار کردے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام رسولوں کا منکر ہے۔چنانچہ ان آیات میں قوم نوح علیہ السلام کے قصہ کی ابتدا اسی جملہ سے ہوتی ہے کہ قوم نوح نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جو ان کے قومی اور وطنی بھائی تھے انہیں نصیحت کی کہ تم جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو تو عذاب خدا کا تمہیں ڈر نہیں۔تم اس شرک سے کیوں نہیں پرہیز کرتے اور اس کے نتیجہ بد سے کیوں نہیں ڈرتے۔توحید کی تعلیم کے بعد اپنی رسالت کی تلقین کی اور فرمایا کہ میں تمہاری طرف خدا کا رسول بن کر آیا ہوں اور رسول بھی امانت دار کہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ہو بہو پیغام الٰہی سنا رہا ہوں اور امانت کے ساتھ ادائے رسالت کر رہا ہوں پس تمہیں خدا سے ڈر کر میری تمام باتوں کو بلا چوں وچرا مان لینا چاہئے۔میں عقائد اور اعمال کی اصلاح کے متعلق جو حکم دوں اس کی تعمیل کرو اور جس سے منع کروں اس سے باز رہو اور میں نہایت صفائی سے یہ بھی ظاہر کئے دیتا ہوں کہ میں اس تبلیغ رسالت پر کسی معاوضہ و اجرت کا طالب نہیں ہوں۔میں مال و زر حکومت و امارت کا خواہش مند نہیں۔میری نصیحت کسی غرض پر مبنی نہیں۔اس خدمت کا اجر تو میرا پروردگار مجھے عنایت فرمائے گا پس تم کو میرے متعلق کسی دنیاوی غرض کا شبہ نہ ہونا چاہئے اس لئے تمہیں خدا سے ڈرنا چاہئے اور میرا کہنا ماننا چاہئے۔قوم اس کا جواب دیتی ہے کہ اے نوح! ہم تمہارے کہنے پر کیسے چل سکتے ہیں۔تمہاری بات ماننے والے تو چند رذیل لوگ ہیں اگر تمہارا قول حقانیت رکھتا تو ہمارے سردار اور شرفا تمہارے پیرو ہوتے ان بیوقوفوں کے مان لینے سے تو ہم تمہاری تصدیق نہیں کر سکتے۔قوم کے سردار اور شرفا کا یہ حال تھا کہ اول تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف توجہ ہی نہ دیتے اور اگر کبھی توجہ کرتے بھی تو پہلے یہ اصرار کرتے کہ ان پست اور غریب افراد کو جو تمہارے تابع اور پیرو بن گئے ہیں۔پہلے ان کو اپنے پاس سے نکال دو تب ہم تمہارے پاس بیٹھ کر تمہاری بات سنیں گے کیونکہ ہم کو ان لوگوں سے گھن آتی ہے۔ہم اور یہ ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتے۔ٹھیک یہی معاملہ اس سورۂ شعراء کے نزول کے زمانہ میں نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان چل رہا تھا اسی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے قوم کے سرداروں کی یہ گفتگو یہاں سنائی جارہی ہے کفار مکہ

3

میں سے بڑے بڑے سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے غلاموں اور کام پیشہ لوگوں کے ساتھ ہم کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔ یہ غریب غربا اگر آپ کے پاس سے ہٹا دیئے جائیں تو ہم آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی بات سن سکتے ہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تلقین فرمائی گئی تھی کہ حق سے منہ موڑنے والے متکبروں کی خاطر ایمان قبول کرنے والے غربا کو ہٹایا نہیں جا سکتا۔ ٹھیک اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا تھا کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ میں ان کے ساتھ ایسا معاملہ کروں جس کے تم خواہشمند ہو۔ رہا ان کی امیری غریبی قوم اور پیشہ تو مجھ پر یہ لازم نہیں کہ کوئی حق قبول کرنے آئے تو میں یہ معلوم کروں کہ پہلے یہ لوگ کیا کرتے تھے ان کے افعال شریفانہ تھے یا رذیلانہ۔ حساب کرنے والا تو اللہ ہی ہے وہی واقف ہے کہ یہ کیا کرتے تھے اب تو یہ مؤمن ہیں اور مومنوں کو میں اپنے پاس سے نہیں نکال سکتا۔ کاش تم میں اتنا شعور ہوتا کہ ایسی نمایاں اور واضح بات کو سمجھ لیتے کہ ایمان کے بعد گذشتہ اعمال کا محاسبہ باقی نہیں رہتا اور ایمان میں شرافت و رذالت اور غریبی اور امیری کو کوئی دخل نہیں مومن ہو جانے کے بعد سب برابر ہیں۔ ذلت اور عزت کا معیار صرف ایمان ہے نسبی اور مالی برتری کوئی چیز نہیں۔ الغرض یہ لوگ پہلے کچھ بھی ہوں اب بظاہر مومن اور قابل عزت ہیں۔ اور میں مومنین کو دھتکارنے والا نہیں ہوں۔ تمہیں اختیار ہے مانو یا نہ مانو۔ اگر نہ مانو گے تو میرا کچھ حرج نہیں کیونکہ میں صرف پیغام پہنچانے اور ڈرانے والا ہوں کسی کو جبراً منوانا میرے ذمہ نہیں میرا فرض تم کو آگاہ کرنا تھا سو میں کر چکا۔ تمہاری لغو فرمائشیں پورا کرنا میرے ذمہ نہیں۔

اس پر قوم کے سرکش اور نافرمانوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو کیا جواب دیا اور پھر اس سرکشی کا کیا انجام ہوا یہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

قرآن پاک نے جو نافرمان قوموں کے قصہ بیان کئے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ ہم کو عبرت وبصیرت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے کامل طور پر بچائیں۔ جو احکام الہیہ اور پیغام ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو پہنچے ہیں ان پر دل و جان سے ہم کو اتباع اور فرمانبرداری کی توفیق نصیب ہو آج جو امت میں امیری غریبی کے جھگڑے آپس میں پیدا ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان فتنوں کو دور فرمائیں اور سب کو ایمان واسلام سے سچی محبت نصیب فرمائیں تا کہ ایمان کی برکت سے غریب امیر کو اور امیر غریب کو بھائی بھائی سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداروں میں تازیست شامل رکھیں۔ اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر تم اے نوحؑ باز نہ آؤ گے تو ضرور سنگسار کردیئے جاؤ گے۔ نوح (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم مجھ کو جھٹلا رہی ہے۔

بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ

سو آپ میرے اور اُن کے درمیان میں ایک فیصلہ کردیجئے اور مجھ کو اور جو ایماندار میرے ساتھ ہیں اُن کو نجات دیجئے۔ تو ہم نے اُن کو اور جو اُن کے ساتھ

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

بھری ہوئی کشتی میں تھے اُن کو نجات دی۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کردیا۔ اس میں (بھی) بڑی عبرت ہے۔ اور ان میں اکثر لوگ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾

ایمان نہیں لاتے۔ بیشک آپ کا رب زبردست مہربان ہے۔

قَالُوْا بولے وہ	لَئِنْ اگر	لَّمْ تَنْتَهِ تم باز نہ آئے	يٰنُوْحُ اے نوحؑ	لَتَكُوْنَنَّ تو ضرور ہوگے	مِنَ سے	الْمَرْجُوْمِيْنَ سنگسار کئے جانے والے	
قَالَ (نوحؑ نے) کہا	رَبِّ اے میرے رب	اِنَّ بیشک	قَوْمِيْ میری قوم	كَذَّبُوْنِ مجھے جھٹلایا	فَافْتَحْ پس فیصلہ کردے	بَيْنِيْ میرے درمیان	
وَبَيْنَهُمْ اور انکے درمیان	فَتْحًا ایک کھلا فیصلہ	وَّنَجِّنِيْ اور نجات دے مجھے	وَمَنْ اور جو	مَّعِيَ میرے ساتھی	مِنَ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والے	
فَاَنْجَيْنٰهُ تو ہم نے نجات دی اسے	وَمَنْ اور جو	مَّعَهٗ اس کیساتھ	فِي الْفُلْكِ کشتی میں	الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی	ثُمَّ پھر	اَغْرَقْنَا غرق کردیا ہم نے	
بَعْدُ اس کے بعد	الْبٰقِيْنَ باقیوں کو	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	وَمَا اور نہ	كَانَ تھے	اَكْثَرُهُمْ اُن کے اکثر
	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لَهُوَ البتہ وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا وہ نقل فرمایا گیا تھا جس کے اخیر میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں ان غریب اور کم حیثیت لوگوں کو جو مجھ پر ایمان لے آئے ہیں اپنے پاس سے علیحدہ نہیں کرسکتا جیسا کہ قوم کے سردار خواہشمند تھے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ میرا فرض تم کو آگاہ کرنا تھا۔ اور پیغام حق پہنچانا تھا سو میں کرچکا اور تم کو نافرمانی کی صورت میں عذاب الٰہی سے ڈرا چکا اب تمہیں اختیار ہے مانو یا نہ مانو۔ مغرور قوم اس کے جواب میں جاہلانہ دھمکیوں پر اتر آئی اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے قوم حضرت نوح علیہ السلام سے کہنے لگی کہ اے نوح اگر تم اس کہنے سننے سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے اور پتھر مار مار کر تمہیں جان سے ختم کردیں گے۔ ان دھمکیوں کا اثر اللہ کے پیغمبر پر تو کیا ہونا تھا۔ آپ نے انتہائی کوشش کی کہ بدبخت قوم سمجھ جائے اور رحمت الٰہی کے آغوش میں آجائے مگر قوم نے نہ ماننا تھا نہ مانا اور جس قدر آپ تبلیغ حق میں جدوجہد فرماتے اسی قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد بڑھتا اور ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال ہوتا۔ آخر میں جیسا کہ سورۂ ہود بارہویں پارہ میں بتلایا گیا قوم کے لوگ زچ ہو کر کہنے لگے کہ اے نوح! اب ہم سے یہ لسانی جنگ وجدال ختم کردیہ جھگڑا قصہ بہت کچھ ہوچکا تم جو ہم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہو تو اگر تم سچے ہو تو اسے لاکر دکھاؤ۔ اس کا جواب بھی وہیں سورۂ ہود میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ سن کر ان کو جواب دیا کہ عذاب الٰہی میرے قبضہ میں نہیں ہے وہ تو اس کے قبضہ میں ہے جس

نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا ہے وہ چاہے تو یہ بھی ہو جائے گا۔ بہر حال جب قوم کی ہدایت سے حضرت نوح علیہ السلام بالکل مایوس ہو گئے اور آپ نے قرآنی تصریح کے مطابق ساڑھے نو سو سال کی پیہم دعوت و تبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہ دیکھا اور سوائے گنتی کے چند نفر کے اور کوئی ایمان نہ لایا تو آپ سخت ملول اور پریشان خاطر ہوئے اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا فرمائی کہ اے پروردگار میری قوم نے میری بات نہ مانی۔ مجھے سچا نہ جانا۔ اور برابر مجھ کو جھٹلاتی رہی اب آپ میرے اور ان کے درمیان عملی فیصلہ فرما دیجئے اور مجھے ان مؤمنوں سمیت جو مجھ پر ایمان لائے ہیں اس قوم سے نجات اور چھٹکارا بخشئے۔ ۹۵۰ سال کی تبلیغ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے صرف ۴۰ نفر کی تعداد بتلائی ہے۔ لیکن عام اہل تفسیر نے تقریباً ۸۰ کی تعداد لکھی ہے واللہ اعلم۔

الغرض حضرت نوح علیہ السلام کی دعا حق تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضرت نوح علیہ السلام کی تسلی فرمائی کہ آپ ان کی حرکات پر غم نہ کریں اب ان سرکشوں کی سزا کا وقت قریب آ لگا ہے۔ بس جو آپ کی قوم سے ایمان لے آئے وہ لے آئے۔ اب ان میں سے مزید کوئی لانے والا نہیں اب یہ سب غرق ہو کر ہلاک ہونے والے ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام کو ہدایت فرمائی گئی کہ وہ ایک کشتی تیار کریں تا کہ اسباب ظاہری کے اعتبار سے اس میں مؤمنین بیٹھ کر اس عذاب سے محفوظ رہیں جو خدا کے نافرمانوں پر نازل ہونے والا ہے۔ چنانچہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل میں کشتی بنانی شروع کی تو قوم کے کفار نے ہنسی اڑانا اور مذاق بنانا شروع کر دیا کہ اب نبوت کرتے کرتے نجاری بھی کرنے لگے۔ پانی کا کہیں نام و نشان نہیں ایسی صورت میں کشتی کا بنانا اور پانی سے بچاؤ کی حفاظت کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور کیسا احمقانہ خیال ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی ان کے انجام کار سے غفلت اور خدا کی نافرمانی پر جرأت دیکھ کر ان کو ان ہی کے طرز پر جواب دیتے کہ آج تم ہم پر ہنس رہے ہو کل ہم تم پر ہنسیں گے جب تم دنیا میں غرق اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہو رہے ہو گے۔ الغرض ادھر کشتی بن کر تیار ہو گئی ادھر خدا کے وعدۂ عذاب کا وقت قریب آ لگا۔ وحی الٰہی کے حکم کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام بمعہ اس جماعت کے جو آپ پر ایمان لا چکی تھی کشتی میں سوار ہو گئے اور جانوروں میں سے بھی ایک ایک جوڑا ساتھ رکھ لیا گیا۔ جب وحی الٰہی کی تکمیل ہو گئی تو اب آسمان کو حکم ہوا کہ پانی برسنا شروع ہوا اور زمین کے چشموں کو حکم ہوا کہ وہ پوری طرح ابل پڑیں۔ خدا کے حکم سے جب یہ سب کچھ ہوتا رہا تو کشتی بھی اس کی حفاظت میں پانی پر ایک مدت تک محفوظ تیرتی رہی اور تمام منکرین و معاندین غرق آب ہو کر ہلاک ہو گئے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی شامل تھا جس کو طوفان کا یقین نہ تھا اور وہ قوم کے کافروں میں شامل رہا۔ غرض جب حکم الٰہی سے عذاب ختم ہوا اور پانی آہستہ آہستہ خشک ہونا شروع ہوا تو ساکنان کشتی نے دوسری بار امن و سلامتی کے ساتھ خدا کی سرزمین پر قدم رکھا اسی بنا پر حضرت نوح علیہ السلام کا لقب ابوالبشر ثانی یا آدم ثانی یعنی انسانوں کے دوسرے باپ مشہور ہوا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کو بھی انہی آیات پر ختم کیا گیا جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ کو ختم کیا گیا تھا یعنی **ان فی ذٰلک لاٰیۃ وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھوالعزیز الرحیم** یعنی اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت اور نشانی ہے لیکن باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر ایمان نہیں لاتے بیشک آپ کا رب زبردست غالب ہے کہ وہ چاہے تو دم کے دم میں کافروں کو ہلاک کر کے ختم کر دے مگر ساتھ ہی رحیم اور مہربان بھی ہے کہ جو ان کو مہلت دیئے ہوئے ہے۔

اب آگے چوتھا قصہ حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی قوم عاد کا ذکر فرمایا گیا جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ۝١٢٣ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝١٢٤ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝١٢٥

قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جبکہ اُن سے اُن کے بھائی ہود (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تم (خدا سے) ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝١٢٦ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝١٢٧

پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اِس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا، بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ۝١٢٨ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ۝١٢٩ وَإِذَا

کیا تم ہر اُونچے مقام پر ایک یادگار بناتے ہو جس کو محض فضول بناتے ہو۔ اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔ اور جب

بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ۝١٣٠ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝١٣١ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ۝١٣٢

کسی پر داروگیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر بن کر داروگیر کرتے ہو۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اُس (اللہ) سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے امداد کی جن کو تم جانتے ہو۔

أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ۝١٣٣ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝١٣٤ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝١٣٥

(یعنی) مواشی اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے تمہاری امداد کی۔ مجھ کو تمہارے حق میں ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ۝١٣٦ إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ۝١٣٧ وَمَا

وہ لوگ بولے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم نصیحت کرو اور خواہ ناصح نہ بنو۔ یہ تو بس اگلے لوگوں کی ایک عادت ہے۔ اور ہم کو

نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝١٣٨ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝١٣٩

ہرگز عذاب نہ ہوگا غرض ان لوگوں نے ہود (علیہ السلام) کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو ہلاک کردیا، بیشک اس (واقعہ) میں بھی بڑی عبرت ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝١٤٠

اور بے شک آپ کا رب زبردست اور مہربان ہے۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	عَادٌ عاد	الْمُرْسَلِينَ رسول	إِذْ قَالَ جب کہا	لَهُمْ ان سے	أَخُوهُمْ ان کے بھائی	هُودٌ ہود	أَلَا تَتَّقُونَ کیا تم ڈرتے نہیں
إِنِّي بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	رَسُولٌ رسول	أَمِينٌ امانت دار	فَاتَّقُوا اللَّهَ سو تم ڈرو اللہ سے	وَ اور	أَطِيعُونِ میری اطاعت کرو	وَ اور
مَا أَسْأَلُكُمْ میں نہیں مانگتا تم سے	عَلَيْهِ اس پر	مِنْ أَجْرٍ کوئی اجر	إِنْ نہیں	أَجْرِيَ میرا اجر	إِلَّا مگر۔صرف	عَلَىٰ پر	رَبِّ الْعَالَمِينَ رب العالمین
أَتَبْنُونَ کیا تم تعمیر کرتے ہو	بِكُلِّ رِيعٍ ہر بلندی پر	آيَةً ایک نشانی	تَعْبَثُونَ کھیلنے کو (بلا ضرورت)	وَتَتَّخِذُونَ اور تم بناتے ہو			
مَصَانِعَ مضبوط۔شاندار محل	لَعَلَّكُمْ شاید تم	تَخْلُدُونَ تم ہمیشہ رہوگے	وَإِذَا اور جب	بَطَشْتُمْ تم گرفت کرتے ہو	بَطَشْتُمْ گرفت کرتے ہو تم		
جَبَّارِينَ جابر بن کر	فَاتَّقُوا پس ڈرو	اللَّهَ اللہ	وَأَطِيعُونِ اور میری اطاعت کرو	وَاتَّقُوا اور ڈرو	الَّذِي وہ جس نے	أَمَدَّكُمْ مدد کی تمہاری	

بِمَا تَعْلَمُوْنَ اس سے جو تم جانتے ہو	اَمَدَّكُمْ تمہاری مدد کی	بِاَنْعَامٍ مویشیوں سے	وَّبَنِيْنَ اور بیٹوں	وَجَنّٰتٍ اور باغات	وَّعُيُوْنٍ اور چشمے	
اِنِّيْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں	عَلَيْكُمْ تم پر	عَذَابَ عذاب	يَوْمٍ عَظِيْمٍ ایک بڑا دن	قَالُوْا وہ بولے	سَوَآءٌ برابر	عَلَيْنَآ ہم پر
اَوَعَظْتَ خواہ تم نصیحت کرو	اَمْ لَمْ تَكُنْ یا نہ ہو تم	مِّنَ سے	الْوٰعِظِيْنَ نصیحت کرنے والے	اِنْ هٰذَآ نہیں ہے	اِلَّا مگر	خُلُقُ عادت
الْاَوَّلِيْنَ اگلے لوگ	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِمُعَذَّبِيْنَ عذاب دیئے جانےوالوں سے	فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا اسے	فَاَهْلَكْنٰهُمْ تو ہم نے ہلاک کردیا انہیں	
اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	وَمَا كَانَ اور نہیں تھے	اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	وَاِنَّ اور بیشک
رَبَّكَ تمہارا رب	لَهُوَ البتہ وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہم السلام اور ان کی اقوام کے ذکر فرمائے گئے تھے۔ اب چوتھا قصہ قوم عاد کا جو حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی بیان فرمایا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں قوم عاد کا تذکرہ ۹ سورتوں میں فرمایا گیا ہے۔ یہ قوم عاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے تقریباً تین ہزار سال پہلے عرب کے سب سے بہترین حصہ حضرموت یمن، عدن، عمان اور خلیج فارس کے ساحل سے حدود عراق تک آباد تھی۔ اور جسمانی قوت اور ڈیل ڈول کے اعتبار سے یہ قوم مشہور تھی۔ یہ لوگ بڑے تنومند۔ قدآور۔ شہ زور اور طاقت ور تھے۔ یہ نہایت فارغ البال قوم تھی۔ ان کے یہاں اموال و اولاد کی کثرت تھی۔ ملک بھی سرسبز وشاداب تھا جس کی بنا پر یہ لوگ مطمئن اور آسودہ حال تھے۔ ان لوگوں کو بلند مقامات پر عالیشان اور دیرپا عمارتیں تعمیر کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اونچے اونچے مضبوط مینارے اور رہنے کے بڑی پرتکلف اور شاندار عمارتیں بناتے۔ لیکن یہ شاندار اور زبردست قومی گم کردہ راہ تھی۔ یہ قوم شرک و بت پرستی کے جرم عظیم کی مرتکب تھی۔ خدائے واحد ذوالجلال کو بھلا کر اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود مان کر ہر قسم کے شیطانی اعمال بے خوف وخطر کرنے لگے تھے۔ روزی دینے۔ مینہ برسانے اولاد دینے۔ تندرستی عطا کرنے اور مختلف حاجات کے لئے الگ الگ بت بنا رکھے تھے جن کی عام طور پر پرستش ہوتی تھی۔ پھر یہ نہایت ظالم قوم بھی تھی۔ معاشرہ کے کمزور اور ضعیف افراد کو ظلم وستم اور جبر وتعدی کا نشانہ بنا رکھا تھا۔ قرآن مجید نے پچھلی مشرک اور معذب قوموں کا جہاں جہاں بیان کیا ہے ان کے شرک و جہالت کے ساتھ کہ وہ سب میں مشترک ہے۔ ان کے مخصوص قوم جرائم کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ کوئی قوم تجارتی بددیانتی۔ خیانت۔ غبن میں خاص طور پر آلودہ گزری ہے۔ کوئی ظلم و شقاوت و سنگدلی میں۔ کوئی بدچلنی اور شہوت پرستی میں وغیرہ وغیرہ چنانچہ قوم عاد نام ونمود وفخر ونمائش کے ساتھ ساتھ ظلم وجبر اور شقاوت وسنگدلی میں بھی ممتاز تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اسی قوم میں حضرت ہود علیہ السلام کو پیدا فرمایا اس لحاظ سے آپ اس قوم عاد کے قومی اور وطنی بھائی تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں حضرت نوح علیہ السلام اور چودھویں پشت میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملنا بیان کیا گیا ہے اور توراۃ کے بیان کے مطابق آپ کی عمر ۴۶۴ سال کی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو اپنی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ نے قوم کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت و بندگی کی طرف دعوت دی اور لوگوں پر ظلم و جور کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت ہود علیہ السلام مسلسل دین الٰہی کی

تبلیغ میں لگے رہے۔ آپ اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے۔ غرور اور سرکشی کے نتائج بتا کر قوم نوح کے واقعات یاد دلاتے۔ پھر پیغام حق کے ساتھ ساتھ بار بار یہ بھی دہراتے کہ میں تم سے کسی اجر و عوض کا خواہاں نہیں۔ کسی عزت و جاہ اور ریاست کا طالب نہیں۔ مگر قوم عاد میں ایماندار تو چند ہی تھے باقی تمام سرکش اور مغرور و متکبر انسانوں کا گروہ تھا۔ ان پر حضرت ہود علیہ السلام کی نصائح کا مطلق اثر نہ ہوا بلکہ ہود علیہ السلام کی تکذیب و تذلیل کے اور زیادہ درپے ہو گئے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قوم عاد نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ یعنی حضرت ہود علیہ السلام جو ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے ان کی تکذیب کی اور اللہ کے ایک پیغمبر کی تکذیب گویا تمام پیغمبروں کی تکذیب ہے کیونکہ سب ایک ہی پیغام ایک ہی اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم یہ شرک اور بے محابا معاصی کا ارتکاب کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے۔ دیکھو میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا امانت دار پیغمبر ہوں۔ تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔ تمہاری صلاح و فلاح کا طالب مخلص ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام کے بارہ میں خائن نہیں بلکہ امین ہوں۔ وہی کہتا ہوں جو مجھ سے کہا جاتا ہے اور جو کچھ کہتا ہوں قوم کی سعادت اور بھلائی اور دائمی نجات کے لئے کہتا ہوں اس لئے تمہیں چاہئے کہ خدا سے ڈر کر میری اطاعت کرو اور میرا کہنا مانو اور میں تم کو یہ بھی بتلا دوں کہ میں تم سے اس پیغام رسانی پر کسی قسم کا بھی معاوضہ نہیں مانگتا۔ نہ از قسم جاہ نہ از قسم مال پس تم کو مجھ پر کسی ذاتی غرض کا شبہ بھی نہ ہونا چاہئے۔ میرا معاوضہ تو اس رب العالمین کے ذمہ ہے جس کا میں کام کر رہا ہوں۔ پھر تم جو یہ فخر و نمائش اور نام و نمود کے لئے اونچے اونچے ٹیلوں پر بلند و بالا علامتیں جیسے اونچے اونچے مینار۔ یادگاریں۔ سیرگاہیں۔ اپنی قوت اور مال کے اظہار کے لئے بناتے ہو اس فعل عبث سے کیا فائدہ کہ اس میں بے کار دولت کا کھونا۔ وقت کا برباد کرنا اور مفت میں مشقت اٹھانا ہے۔ ایسی یادگاروں میں بجز نام و نمود کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ پھر تم یہ عالیشان پر تکلف عمارتیں بناتے ہو اور ان میں بڑی کاریگریاں دکھلاتے ہو گویا کہ دنیا ہی میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے جس کے لئے یہ انتظام کیا جاتا ہے۔

معتبر روایات سے بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں جب دمشق پہنچے اور دیکھا کہ مسلمانوں نے محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیانہ پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اول نماز پڑھائی پھر بلند آواز سے فرمایا کہ اے اہل دمشق تمہیں شرم نہیں آتی۔ تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم کھا نہیں سکتے تم نے وہ مکانات بنانے شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے۔ تم نے وہ دور دراز کی امیدیں اور آرزوئیں شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے تم سے اگلے لوگوں نے بھی مال جمع کر کے اور خوب جوڑ جوڑ کے رکھا تھا بڑے بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے۔ بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکہ میں رہ گئے ان کی پونجی برباد ہو گئی۔ ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں۔ عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں۔ ایسا کوئی بیوقوف ہے کہ قوم عاد کی میراث کو دو درہموں کے بدلے بھی خریدے۔ یہ حضرت ابو درداء کا واقعہ تو ضمناً درمیان میں آ گیا تھا مگر آج

اپنی قوم کی حالت بھی دیکھ لیجئے!

الغرض قوم عاد کے دلوں میں چونکہ حب دنیا تھی۔ جاہ پسندی تھی۔ مال کی ہوس تھی اس لئے جائز و ناجائز کی تفریق انہوں نے مٹادی تھی۔ کوئی قانون عدل اور ضابطۂ انصاف نہ تھا۔ صرف قوت و شوکت معیار برتری تھا جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی مثال پورے طور پر صادق تھی غریبوں کے مال و ناموس پر دست درازی زبردستوں کا شیوہ تھا۔ کمزوروں سے بیگار لینے کا عام دستور تھا ضعیفوں کا ستانا قابل فخر تھا۔ اپنے مخالفوں کی سخت ترین گرفت ان کا قومی شعار تھا اس لئے حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو ان بیہودہ اور ظالمانہ حرکات سے بھی روکا اور فرمایا کہ تم نے جو ظلم و ستم سے زیر دستوں اور کمزوروں کو تنگ کر رکھا ہے گویا انصاف اور نرمی کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ سو اللہ سے ڈرو اور ظلم و تکبر سے باز آ جاؤ اور میری نصیحتوں کو مانو۔ پھر حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو اللہ کے انعامات اور احسانات کی یاد دلائی اور فرمایا کہ اللہ نے تم کو ہر طرح کی وسعت و فراخی دے رکھی ہے۔ اولاد کی کثرت۔ مویشیوں اور جانوروں کی وسعت۔ طرح طرح کے باغات۔ چشمے سب کچھ تم کو دے رکھا ہے۔ لہٰذا اس خدا سے ڈرو کہ کہیں غیبی گرفت نہ ہو جائے اور سخت عذاب میں نہ پکڑ لئے جاؤ۔ اتنا تو سوچو کہ آخر یہ سب سامان تم کو کس نے دیئے ہیں۔ کیا اس منعم حقیقی کا تمہارے ذمہ کوئی حق نہیں؟ اگر تمہاری یہی شرارت اور سرکشی رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں پہلی قوموں کی طرح گرفتار عذاب نہ ہو جاؤ۔ غرض کہ حضرت ہود علیہ السلام نے نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ مگر ان تمام پند و نصائح اور تبلیغ و دعوت کے جواب میں قوم اللہ کے پیغمبر کو یہ جواب دیتی ہے کہ تمہارا یہ نصیحت کرنا نہ کرنا ہمارے لئے دونوں برابر ہیں۔ یہ تمہارا وعظ داستان پارینہ ہے

گذشتہ لوگوں کا بھی یہی دستور تھا وہ بھی مدعی نبوت ہو کر لوگوں کو یونہی کہتے سنتے رہے۔ ہم مدت سے یونہی سنتے چلے آئے ہیں لیکن عذاب جس سے ڈرایا جاتا ہے نہ پہلے آیا اور نہ اب آئے گا۔ الغرض جب قوم عاد کی سرکشی اس حد تک پہنچ گئی اور انہوں نے نہ صرف آئندہ عذاب کا انکار کیا بلکہ گذشتہ صحیح واقعات عذاب کی بھی تکذیب کی اور اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بے پناہ بغض و عناد اور انتہائی شرارت و بغاوت برتی تو پھر پاداش عمل اور قانون جزا کا وقت آ پہنچا اور غیرت حق حرکت میں آئی اور عذاب الٰہی نے سب سے پہلے خشک سالی کی شکل اختیار کی۔ عاد گھبرائے اور پریشان ہوئے اور عاجز و درماندہ نظر آنے لگے تو حضرت ہود علیہ السلام کو جوش ہمدردی نے پھر اکسایا اور ان کو سمجھایا کہ اب بھی راہ حق اختیار کر لو۔ میری نصائح پر ایمان لے آؤ کہ یہی نجات کی راہ ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی ورنہ پچھتاؤ گے لیکن بدبخت اور بدنصیب قوم پر کوئی اثر نہ ہوا اور حضرت ہود علیہ السلام سے بغض و عناد اور دوبالا ہو گیا۔ تب ہولناک عذاب نے ان کو آ گھیرا۔ عذاب بادل کی شکل میں نظر آیا تو یہ سمجھ کر بہت خوش ہوئے کہ اب خوب بارش ہوگی مگر ان کو بتایا گیا کہ یہ تمہاری زیست کا سامان نہیں بلکہ موت و ہلاکت کا سامان ہے اس اَبر سے اللہ نے ان پر آندھی کا ایک طوفان بھیجا۔ اس ہلاکت خیز آندھی کا طوفان ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن رہا جس نے ان کو اور ان کی آبادی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ چھتیں اڑ گئیں۔ مکان گر گئے۔ درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں سے کہیں جا پڑے۔ ہوا نے سرکش قوم کو اڑا اڑا کر پہاڑوں کے پتھروں پر دے پٹکا جس کی وجہ سے گردنیں ٹوٹ کر سر تن سے جدا ہو گئے۔ غرض کہ پوری بدکار قوم ہلاک ہو کر افسانہ بن گئی۔ اور آنے والی قوموں کی عبرت کے لئے

صرف ان بستیوں کے نشانات وکھنڈرات باقی رہ گئے۔حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مخلص پیروان خدا کی رحمت سے عذاب الٰہی سے محفوظ و مامون رہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کے اس واقعہ کو بھی انہیں آیات پر ختم فرمایا گیا جن پر حضرت موسیٰ۔ حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہم السلام کے واقعات کو ختم فرمایا گیا تھا یعنی ان فی ذٰلک لاٰیة وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھوالعزیز الرحیم یعنی اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے کہ احکام الٰہیہ کی مخالفت کا کیا انجام ہوا اور باوجود اس کے ان کفار مکہ سے اکثر ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب زبردست ہے کہ عذاب پر قادر بھی ہے مگر مہربان ہے کہ رحمت سے مہلت بھی دے رکھی ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس واقعہ میں جہاں کفار کے لئے وعید ہے کہ پیام حق سے سرتابی کرنے کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ وہیں مسلمانوں کو بھی لازم ہے کہ اللہ کی نعمتوں کی قدر کریں۔ اور اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی اور شکر گزاری یہی ہے کہ کسی نعمت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف استعمال نہ کیا جائے ورنہ یہی نعمتیں بجائے رحمت کے زحمت بن جاتی ہیں۔

ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (مفتی اعظم پاکستان) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آیات اتبنون بکل ریع ایة تعبثون. وتتخذون مصانع لعلکم تخلدونo (کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار کے طور پر عمارت بناتے ہو جس کو محض فضول بلاضرورت بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے) ان آیات سے ثابت ہوا کہ بغیر ضرورت کے مکان بنانا اور تعمیرات کرنا شرعاً برا ہے۔ اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے جو امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ عمارت جو ضرورت سے زائد بنائی گئی ہو اس میں کوئی بہتری اور بھلائی نہیں۔ اور اس کی تصدیق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جو ابوداؤد میں مروی ہے کہ ہر تعمیر صاحب تعمیر کے لئے مصیبت ہے مگر وہ عمارت جو ضروری ہو وہ وبال نہیں ہے روح المعانی میں فرمایا کہ بغیر غرض صحیح کے بلند عمارت بنانا شریعت محمدیہ میں بھی مذموم اور برا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۳۸) اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور گمراہ بے دین اور معذب قوموں کی خصلتوں اور عادتوں کی نقل کرنے سے بچائیں۔ آمین۔

اب آگے پانچواں قصہ قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نافرمان اور معذب قوموں کی خصلتوں اور عادتوں کے اختیار کرنے سے امت مسلمہ کو بچائیں اور ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یااللہ! ہماری اصلاح کے لئے اپنا خوف وخشیت ہم کو عطا فرمادے تاکہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

قوم ثمود نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جبکہ اُن سے اُن کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔

اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى

سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ

کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جاوے گا جو یہاں ہیں یعنی باغوں میں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں

طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا

جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہیں۔ اور کیا تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اتراتے ہوئے مکان بناتے ہو سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ اور حدود سے

تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو۔ جو سرزمین میں فساد کیا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	ثَمُوْدُ ثمود	الْمُرْسَلِيْنَ رسول	اِذْ جب	قَالَ کہا	لَهُمْ ان سے	اَخُوْهُمْ ان کے بھائی	صٰلِحٌ صالح	اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں
اِنِّيْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	رَسُوْلٌ رسول	اَمِيْنٌ امانت دار	فَاتَّقُوْا سو تم ڈرو	اللّٰهَ اللہ	وَاَطِيْعُوْنِ اور تم میری اطاعت کرو		
وَمَآ اَسْئَلُكُمْ اور میں نہیں مانگتا تم سے	عَلَيْهِ اس پر	مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر	اِنْ نہیں	اَجْرِيَ میرا اجر	اِلَّا مگر	عَلٰى پر	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین	
اَتُتْرَكُوْنَ کیا چھوڑ دیے جاؤ گے تم؟	فِيْ میں	مَا هٰهُنَآ جو یہاں ہے	اٰمِنِيْنَ بے فکر	فِيْ جَنّٰتٍ باغات میں	وَّعُيُوْنٍ اور چشمے	وَّزُرُوْعٍ اور کھیتیاں		
وَّنَخْلٍ اور کھجوریں	طَلْعُهَا ان کے خوشے	هَضِيْمٌ نرم و نازک	وَتَنْحِتُوْنَ اور تم تراشتے ہو	مِنَ الْجِبَالِ پہاڑوں سے	بُيُوْتًا گھر			
فٰرِهِيْنَ خوش ہو کر	فَاتَّقُوا سو ڈرو تم	اللّٰهَ اللہ	وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو	وَلَا تُطِيْعُوْٓا اور نہ کہا مانو	اَمْرَ حکم	الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھ جانے والے		
الَّذِيْنَ جو لوگ	يُفْسِدُوْنَ فساد کرتے ہیں	فِي میں	الْاَرْضِ زمین	وَ اور	لَا يُصْلِحُوْنَ اصلاح نہیں کرتے			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں قوم عاد اور اس کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب پانچواں قصہ قوم ثمود اور اس کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے درمیان سو برس کا فاصلہ ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کی عمر ۲۸۰ سال کی ہوئی اور اسی قوم ثمود میں آپ پیدا ہوئے۔ قوم ثمود کا مقام سکونت حجاز اور شام کے درمیان تھا۔ قوم عاد کی طرح ثمود بھی نہایت قوی الجثہ طاقتور اور طویل العمر لوگ تھے۔ فن تعمیر اور فن سنگ تراشی میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ حجاز اور شام کے درمیان جہاں یہ قوم کسی زمانہ میں آباد تھی پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر نہایت شاندار۔ پرتکلف اور پائیدار عمارتیں بناتے تھے جن کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں۔ یہ قوم

نہایت آسودہ حال تھی۔ معاشی اعتبار سے مال و دولت کی فراوانی تھی اوران کی زندگی بڑے عیش وعشرت میں گزرتی تھی مگرقوم عاد کی طرح یہ قوم ثمود بھی مشرک اور بت پرست تھی۔ وہ خدائے واحد ذوالجلال کے علاوہ بہت سے معبودان باطل کے پرستار تھے اس لئے ان کی اصلاح اوراظہار حق کے لئے ان ہی کے قبیلہ میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تا کہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں۔ ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلائیں۔جن سے صبح وشام وہ محظوظ ہوتے رہتے تھے اوران پر واضح کریں کہ کائنات کی ہر شے خدا کی توحید اور یکتائی پر شاہد ہےاوردلائل و براہین کے ساتھ ان کی گمراہی کو ظاہر کریں اور بتائیں کہ پرستش اور عبادت کے لائق صرف ایک ذات احد کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے چونکہ یہ قوم مشرک ہونے کے ساتھ ساتھ مادہ پرست بھی تھی اس لئے آخرت اور حیات بعدالممات کی منکر بھی تھی جیسا کہ سورۂ مومنون۔اٹھارویں پارہ میں بتلایا گیا ان کا کہنا یہ تھا کہ بس زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے اور جیتے ہیں جب ہم مرجائیں گے اور مٹی میں مل کرمٹی ہوجائیں گے تو پھر زمین سے دوبارہ نکلنے کا کیا سوال۔ آج بھی دہریت اور مادیت کے ماننے والوں کا یہی دعویٰ ہے کہ ’’مادہ کے سوا عالم میں اور کوئی چیز موجود نہیں۔ مادے کی سکت وقوت سے مختلف اجسام وجود میں آئے اورانہی مادی اجزا کی ترتیب وترکیب کا نام زندگی ہےاور انہی کے انتشاراور بے ترتیبی کا نام موت ہےاور یہ زندگی اور موت اسی مادہ اوراسی عالم کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس مادی کائنات کے علاوہ نہ اورکوئی عالم ہے اور نہ کوئی اورزندگی۔‘‘ تو یہی خیالات اورعقائد نام اور اصطلاحیں بدل بدل کر ہر زمانہ کے منکرین اورمکذبین سے ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

الغرض حضرت صالح علیہ السلام جوخوداس قوم ثمود کے ایک فرد تھےاوراس بنا پران کی قوم کے لوگ ان کے قومی بھائی تھے۔ اس گمراہ اور سرکش قوم کی اصلاح اور تزکیۂ نفس کے لئے آپ مامور ہوئے تھے۔اپنی پیغمبرانہ دعوت ونصیحت ومواعظہ حسنہ میں توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آخرت حشرونشر۔ حیات بعدالممات۔ جزاوسزا کی تبلیغ کا سلسلہ نہایت حکیمانہ انداز میں جاری رکھااورقوم پر یہ حقیقت واضح کی کہ یہی ہماری مادی زندگی اس بات کی شہادت اپنے اندر رکھتی ہے کہ اس محسوسات اور مادیات کے دائرہ سےاوپر بھی کسی عظیم تر حقیقت وقدرت کا ہونا ضروری ہے۔خود ہمارے مادی جسموں میں یہ غیر مادی زندگی اورروح کیا ہےاوراس کی پکار کیا ہے۔یہی کہ کسی بالاتر ہستی نے ہمیں پیدا کیااورزندگی کی نعمتوں سے سرفراز فرمایااور یہ سب کچھ بے مقصداور بے معنی نہیں کہ نہ اس کی کوئی باز پرس ہواور نہ اس پر جزاوسزا ملے۔ یہ دنیااور یہ زندگی تو ایک امتحان گاہ ہے جس کے ہر کام کا بدلہ اور ہر عمل کی مکافات ہے خدا کی یہ بے شمار نعمتیں جو تمہیں میسر ہیں۔ ہوا پانی۔ آگ روشنی۔ یہ ہرے بھرے کھیت۔اور یہ سرسبز اورخوشنما باغات اور یہ پہاڑوں کے سینوں کو چیر کرابلتے ہوئے چشمہ اور یہ حیات بخش دریا۔ اور یہ تمہارے علوم وفنون اور صنعتیں کیا تمہیں یہ سب چیزیں یونہی مل گئی ہیں۔ ان کا خالق اور موجد حقیقی کوئی نہیں؟ اوراس میں تمہارا کوئی امتحان نہیں لیا جائے گا۔کوئی باز پرس نہیں ہوگی؟ آخرتم اس خدا کے خوف سے کیوں نہیں ڈرتے جس نے مجھ کوتمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔مگر حضرت صالح علیہ السلام کی اس نصیحت کا قوم پر مطلق کوئی اثر نہ ہوااوران کی مخالفت بڑھتی رہی اور بغض وعناد ترقی پاتا رہااورایک مختصراور کمزور جماعت کے علاوہ جن کی تعداد

بعض مفسرین نے تقریباً ۱۲۰ لکھی ہے کوئی حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر ماننے کے لئے تیار نہ ہوا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قوم ثمود نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور ان کا ایک پیغمبر کو جھٹلانا گویا تمام خدا کے پیغمبروں کو جھٹلانا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے پہلے اپنی قوم کو وہی پیغام دیا جو اللہ کے سارے پیغمبر دیا کرتے ہیں آپ نے قوم سے فرمایا کہ اللہ کے بندو تمہیں اللہ کے غضب سے ڈر نہیں لگتا جو تم اس کی مرضی کے خلاف کاموں میں پھنسے ہوئے ہو۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کا امانت دار پیغمبر ہوں جو میں کہوں وہ مانو اور میری اطاعت کرو میں تم سے کوئی مال و دولت وغیرہ کچھ نہیں چاہتا۔ مجھے تو میرے کام کا صلہ وہی رب العالمین دے گا جس نے مجھے یہ کام سپرد کیا ہے۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے ہیں اور اس کے عذابوں سے متنبہ فرماتے ہیں کہ وہ جو تمہیں یہ کشادہ روزیاں دے رہا ہے۔ جس نے تمہارے لئے باغات اور چشمے اور کھیتیاں اور پھل پھلا کر مہیا فرمادیئے ہیں۔ امن چین سے جو تمہاری زندگی کے دن پورے کر رہا ہے تم اس کی نافرمانیاں کر کے انہی نعمتوں اور اسی امن و امان میں نہیں چھوڑے جاسکتے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ ہمیشہ اسی عیش و آرام اور باغ و بہار کے مزے لوٹتے رہو گے۔ پھر خدا نے تمہیں اس وقت جن مضبوط اور پر تکلف بلند اور عمدہ گھروں میں رکھ چھوڑا ہے خدا کی توحید اور میری رسالت کے انکار کے بعد کیا ان سے کبھی نہ نکلو گے؟ یا یہ مضبوط اور سنگین عمارتیں تم کو خدا کے عذاب سے بچالیں گی؟ اس سودائے خام کو دل سے نکال ڈالو اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر میرا کہنا مانو۔ اپنے خالق۔ رازق منعم اور محسن کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری اور اس کی توحید کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاؤ جس کا نفع تمہیں دنیا و آخرت میں ملے گا۔ میں تمہارے ہی بھلے کی بات کہتا ہوں۔ تم اپنے مغرور سرداروں کی پیروی مت کرو یہ تو حدودِ خداوندی سے تجاوز کر کے توحید کی اتباع کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اور زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ نافرمانی گناہ فسق و فجور پر خود لگے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی طرف بلا رہے ہیں۔ حق کی موافقت اور اتباع کر کے اصلاح کی کوشش نہیں کرتے تم میری بات مانو اللہ نے تمہاری اصلاح کے لئے مجھے پیغمبر مقرر کیا ہے۔ یہاں قرآن پاک نے قوم ثمود کے سارے انفرادی واجتماعی امراض کے لئے ایک جامع لفظ فساد فی الارض کا استعمال کر دیا ہے کیونکہ احکام الٰہیہ کو نہ ماننے اور قانون خداوندی کو قبول نہ کرنے کا نتیجہ دنیا میں ہمیشہ خرابیوں اور طرح طرح کے فتنہ فسادات ہی کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ شراب نوشی۔ زنا کاری۔ سودخواری۔ رشوت وخیانت۔ قتل وغارت۔ رشک وحسد یہ ساری جسمانی اور اخلاقی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور بڑھتی ہی ہیں اور معاشری ابتری ہر قسم کی پیدا ہوتی ہے۔ اور ان فسادات کے پھیلانے کی ذمہ داری قوم کے ان بگڑے ہوئے امرا اور رؤسا۔ مقتدا اور حکام پر ہے جو عوام کی قیادت کرتے ہیں اس لئے حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے عوام کو ہدایت کی کہ تم ان بے لگام اور مفسد سرداروں کی اطاعت چھوڑ کر میری اطاعت کرو۔ ان بڑے مفسد شیطانوں کے پیچھے چل کر تباہ نہ ہو۔ ان کے ہاتھوں سے کوئی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ یہ تو زمین میں اصلاح کے نام پر فساد پھیلاتے ہیں۔

اب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کے اس سارے خطاب کا جواب کیا دیا اور ان کا انجام کیا ہوا۔ یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ

اُن لوگوں نے کہا کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کردیا ہے۔تم بس ہماری طرح کے ایک آدمی ہو سو کوئی معجزہ پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

صالحؑ نے فرمایا کہ یہ ایک اونٹنی ہے پانی پینے کیلئے ایک باری اس کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمہاری۔ اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ

کبھی تم کو ایک بھاری دن کا عذاب آ پکڑے۔سو انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا پھر پشیمان ہوئے۔پھر عذاب نے اُن کو آلیا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾

بیشک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے، اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بیشک آپ کا رب بڑا زبردست بہت مہربان ہے۔

قَالُوْا انہوں نے کہا	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	اَنْتَ تم	مِنَ سے	الْمُسَحَّرِيْنَ سحر زدہ لوگ	مَآ اَنْتَ تم نہیں	اِلَّا بَشَرٌ مگر صرف ایک بشر	مِّثْلُنَا ہم جیسا
فَاْتِ پس لاؤ	بِاٰيَةٍ کوئی نشانی	اِنْ اگر	كُنْتَ تو	مِنَ سے	الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ	قَالَ اس نے فرمایا	هٰذِهٖ یہ
نَاقَةٌ اونٹنی	لَّهَا اس کیلئے	شِرْبٌ پانی پینے کی باری	وَّلَكُمْ اور تمہارے لئے	شِرْبُ ایک باری پانی پینے کی	يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ معین دن	وَلَا تَمَسُّوْهَا اور اسے ہاتھ نہ لگانا	بِسُوْٓءٍ برائی سے
فَيَاْخُذَكُمْ سو (ورنہ) تمہیں آ پکڑے گا	عَذَابُ عذاب	يَوْمٍ عَظِيْمٍ ایک بڑا دن	فَعَقَرُوْهَا پھر انہوں نے کونچیں کاٹ دیں اس کی	فَاَصْبَحُوْا پس رہ گئے			
نٰدِمِيْنَ پشیمان	فَاَخَذَهُمُ پھر انہیں آ پکڑا	الْعَذَابُ عذاب	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	وَمَا اور نہیں	كَانَ ہیں
اَكْثَرُهُمْ انکے اکثر	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانیوالے	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لَهُوَ البتہ وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان	

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں قوم ثمود میں حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ کس طرح آپ نے قوم کو اللہ کی یاد دلا کر اور عذاب الٰہی سے ڈرا کر توحید کی طرف متوجہ فرمایا اور شرک سے باز رہنے کی تلقین فرمائی اور بحیثیت خدا کے پیغمبر ہونے کے اپنی اطاعت کا حکم فرمایا۔مگر جس قوم کے لوگ نفس کے پرستار ہوں اور ہوا و ہوس اور فسق و فجور میں گرفتار ہوں۔قوت اور ثروت کے نشہ میں سرشار ہوں۔ان کے دلوں میں داعی حق کی خیر خواہی اور پند ونصیحت کہاں اترتی ہے۔قوم ثمود جو توحید کی بھی منکر تھی۔آخرت کو بھی نہ مانتی تھی۔جزا سزا اور حساب کتاب کی بھی قائل نہ تھی۔عدل وانصاف بھی ان کی نظر میں کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔اپنی طاقت وثروت اور حکومت پر جن کو ناز تھا وہ بھلا کہاں پیغمبر کی دعوت اور نصیحت پر کان رکھنے والی تھی۔حضرت صالح علیہ السلام کی ساری پیغام رسانی اور تبلیغ حق کے جواب میں قوم نے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے حضرت صالح علیہ السلام کو سحر زدہ یعنی دیوانہ ومجنون جس کی عقل ماری گئی ہو بتلایا۔قدیم تصورات کے مطابق پاگل پن یا تو کسی جن کے اثر سے لاحق ہوتا تھا یا جادو کے اثر سے اس لئے وہ جسے پاگل کہنا چاہتے تھے اس کو یا تو وہ مجنون کہتے یا مسحور۔تو قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو بے عقل قرار دیا اور کہا کہ تمہاری تو عقل جاتی رہی ہے۔ضرور تم پر کسی نے جادو کردیا ہے جو ایسی

باتیں کرتے ہو۔ بظاہر تو تم ہماری طرح انسان اور بشر ہو اور ہم میں اور تم میں کوئی فرق نظر نہیں آتا کہ ہم تمہیں خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر مان لیں۔ جیسے ہم آدمی ہیں ایسے ہی تم بھی آدمی ہو اور اگر واقعی تم سچے ہو اور تمہارا دعویٰ نبوت صحیح ہے تو پھر اپنے صدق کی کوئی نمایاں نشانی اور عظیم الشان ثبوت پیش کرو۔ دیکھا آپ نے کور دماغ اور اندھی بصیرت والوں کی نظر میں انسان صرف گوشت پوست کے مجموعہ کا نام ہے علمی اور عملی فضائل اور کمالات ان کے نزدیک باعث فوقیت نہیں ہوتے۔ تو قوم ثمود نے بھی حضرت صالح علیہ السلام سے یہی کہا کہ جب تک تم کوئی نمایاں محسوس عظیم الشان ثبوت اپنی نبوت کا پیش نہ کرو گے ہم نہیں مانیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بطور اتمام حجت کے پھر نصیحت کی کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ جن امتوں نے پیغمبر کی ہدایات کا انکار کیا اور ان کو جھٹلایا اور خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول کی تصدیق کے لئے کبھی بطور خود اور کبھی قوم کے مطالبہ پر کوئی ایسی نشانی نازل فرمائی جو نبی اور رسول کی تصدیق کا باعث بنے۔ لیکن اگر قوم نے اس نشانی یا معجزہ کے بعد بھی تکذیب کو نہ چھوڑا اور انکار پر اڑے رہے تو پھر عذاب الٰہی نے آکر ان کو ہلاک اور تباہ کر دیا۔ اس لئے حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو پھر نصیحت کی مگر بغیر کسی نمایاں معجزے اور نشانی کے ظہور کے سب نے ماننے سے انکار کر دیا۔ بالآخر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو اور کس قسم کا نشان چاہتے ہو؟ اس پر قوم نے مطالبہ کیا کہ سامنے والی پہاڑی چٹان میں سے ایک ایسی اونٹنی ظاہر ہو کہ جو گابھن ہو اور ظاہر ہو کر فوراً بچہ دے۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر میں اپنے رب سے دعا کروں اور وہ یہی نشانی میرے ہاتھوں تمہیں دکھاوے تو پھر تو تمہیں میری نبوت کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ سب نے وعدہ کیا اور قول وقرار کیا کہ ہم سب ایمان لے آئیں گے اور آپ کی نبوت مان لیں گے۔ آپ بہت جلد یہ معجزہ دکھائیے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اسی وقت نماز شروع کی اور پھر اللہ عزوجل سے دعا کی تو اسی وقت ان سب کے سامنے وہ چٹان پھٹی اور حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔ تو اس کو دیکھ کر کچھ لوگ حسب اقرار ایمان لے آئے لیکن اکثر لوگ پھر بھی منکر ہی رہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے تمام قوم کو تنبیہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔ یہ اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی ہے جو ضابطہ مقرر کے خلاف پتھر کی چٹان سے پیدا ہوئی ہے کوئی اس کو اذیت نہ پہنچائے اگر اس کو آزار پہنچا تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں اور خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر ہو ایک دن اس اونٹنی کا ہوگا اور ایک دن ساری قوم کے چوپایوں کا۔ الغرض یہ دستور جاری رہا کہ پانی کی باری ایک دن اس اونٹنی کی رہتی اور تمام قوم اس کے دودھ سے فائدہ اٹھاتی جو جس قدر چاہتا دودھ کر لے جاتا۔ دودھ کم نہ ہوتا۔ اور دوسرے روز قوم کی باری ہوتی اور وہ اونٹنی اور اس کا بچہ بغیر روک ٹوک چراگاہوں میں چرتے اور آسودہ رہتے مگر آہستہ آہستہ یہ بات بھی قوم کو کھٹکنے لگی اور آپس میں صلاح مشورہ ہونے لگے کہ اس اونٹنی کا خاتمہ کر دیا جائے تو اس باری والے قصہ سے نجات ملے کیونکہ یہ قید ہمارے چوپایوں اور خود ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ بہر حال قوم ثمود زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکی اور ایک سازش کر کے اس اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ رنجیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ اے بدبخت قوم آخر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو تین روز کے بعد وہ نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا جو تم کو ہمیشہ کے لئے تہس نہس کر جائے گا۔ لکھا ہے قوم ثمود پر عذاب آنے کی علامات اگلی صبح ہی سے شروع

ہوگئیں یعنی پہلے روز ان کے چہرہ زرد پڑ گئے۔ اور دوسرے روز سب کے چہرہ سرخ تھے اور تیسرے روز ان سب کے چہرہ سیاہ تھے۔ بہر حال ان تین دن کے بعد وقت موعود آ پہنچا اور رات کے وقت ایک ہیبت ناک آواز نے ہر اس شخص کو جو منکر تھا اسی حالت میں ہلاک کردیا جس حالت میں وہ تھا قران کریم نے اس ہلاکت آفریں آواز کو کسی مقام پر صاعقہ یعنی کڑک دار بجلی اور کسی جگہ رجفہ یعنی زلزلہ ڈال دینے والی شے اور بعض جگہ طاغیہ یعنی دہشت ناک اور بعض جگہ صیحہ یعنی سخت چیخ فرمایا تو مفسرین نے ان سب کیفیتوں کو اس طرح جمع فرمایا ہے کہ زمین میں جنبش ہوئی اور زور کا زلزلہ آیا اور اوپر سے ایک سخت ہولناک چیخ سنائی دی جس سے جگر پھٹ گئے اور سب بے دین فنا کے گھاٹ اتر گئے اور وہ عذاب ان کو اور ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر کے سرکشوں کی سرکشی اور مغروروں کے غرور کا انجام ظاہر کرنے کے لئے آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا سامان پیش کر گیا۔ ایک طرف ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا اور دوسری جانب حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے پیرو اہل ایمان کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور جیسا کہ سورۂ ہود میں بتلایا گیا ان کو اللہ نے اپنی رحمت سے اس عذاب سے بچالیا۔ حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کے اس واقعہ کو بھی انہیں آیات پر ختم کیا گیا جن پر دوسرے انبیاء کے گذشتہ میں بیان کئے ہوئے واقعات کو ختم کیا یعنی **ان فی ذٰلک لاٰیۃ وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھوالعزیز الرحیم**o یعنی بے شک اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے اور باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ حقیقت میں آپ کا رب بڑا زبردست اور بہت مہربان ہے کہ باوجود قدرت کے مہلت دیتا ہے۔

مفسرین نے اس قصہ کے تحت لکھا ہے کہ سنت اللہ یہ رہی ہے کہ اگر حق تعالیٰ اپنے پیغمبر کو کسی قوم کی ہدایت کے لئے بھیجے اور قوم اس کی ہدایت پر کان نہ دھرے تو ضروری نہیں کہ وہ قوم ہلاک ہی کردی جائے لیکن جو قوم اپنے نبی سے اس وعدہ پر نشان طلب کرے کہ اگر ان کا مطلوبہ نشان ظاہر ہوگیا تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اور پھر وہ ایمان نہ لائے تو اس قوم کی ہلاکت یقینی ہوجاتی ہے اور خدائے تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرماتے تا آنکہ وہ تائب ہوجائے اور خدا کے دین کو قبول کرلے یا پھر عذاب الٰہی سے صفحہ ہستی سے مٹ کر دوسروں کے لئے درس عبرت بن جائے۔ مگر اس سنت اللہ سے پیغمبر آخر الزمان سید الانبیاء والمرسلین رحمتہ للعالمین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام رسالت مستثنیٰ ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی نے تصریح فرمائی ہے کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ میری امت میں عذاب عام نہ مسلط فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ محدثین نے لکھا ہے کہ لفظ امت میں امت دعوت ہو یا امت اجابت دونوں شامل ہیں۔ یعنی یہ دعا آپ کی صرف اہل اسلام اور کلمہ گویوں ہی کے لئے نہیں بلکہ غیر مسلمین جن کو کلمہ کی دعوت دی جارہی ہے وہ بھی امت دعوت ہونے کی وجہ سے اس دعا میں شامل ہیں۔ اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس تصریح کی تصدیق بھی فرمادی اور سورۂ انفال نویں پارہ میں ارشاد فرمایا **وماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ ان کافروں پر عام عذاب مسلط نہ کرے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سرکار دوعالم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ جو آج یہ امت مسلمہ باوجود ہر طرح کے معاصی اور نافرمانیوں کے عذاب عام سے بچی ہوئی ہے۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مقام حجر پر ہوا جہاں کبھی یہ قوم ثمود آباد تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قوم ثمود کے کنویں سے پانی بھرا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں تیار کرنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو پانی گرا دینے اور ہانڈیاں اوندھی کر دینے اور آٹا بیکار کر دینے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہ بستی ہے جس پر خدا کا عذاب ہوا۔ یہاں نہ قیام کرو اور نہ یہاں کی اشیاء سے فائدہ اٹھاؤ۔ آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈالو ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم ان حجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے۔ عجز وزاری کرتے ہوئے داخل ہوا کرو ورنہ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجر میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے نشانیاں طلب نہ کیا کرو۔ دیکھو صالح علیہ السلام کی قوم نے نشان طلب کیا تھا اور وہ ناقہ پہاڑ کی کھو سے نکلتی اور اپنی باری میں کھاپی کر وہیں واپس چلی جاتی اور جو اس کی باری کا دن تھا اس میں قوم ثمود کو اپنے دودھ سے سیراب کرتی تھی مگر ثمود نے آخرکار سرکشی کی اور ناقہ کی کونچیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے ان پر چیخ کا عذاب مسلط کر دیا اور وہ اس عذاب سے گھروں کے اندر ہی مردہ ہو کر رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ہر طرح کے ظاہری و باطنی عذاب سے محفوظ و مامون فرمائیں۔

اب اس کے آگے چھٹا قصہ لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک کی اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے محفوظ فرمائیں۔ اور گذشتہ آیات میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے معاف فرماویں۔

اے اللہ اس امت مسلمہ میں اس وقت جو دین سے غفلت طاری ہے اس جرم عظیم کو اپنی رحمت سے معاف فرما اور ہم کو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پکا اور سچا اور وفادار امتی بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہم کو اسلام سے سچی و پکی محبت نصیب فرما اور ہم کو اپنے اس دین کے لئے اپنی جانیں اور مال قربان کرنے کی ہمت و عزم عطا فرما۔ اور اپنے دین کی خدمت کسی نہ کسی درجہ میں ہم سب کے لئے مقدر فرما۔ یا اللہ! یہ قرآنی واقعات ہمارے لئے بھی باعث عبرت و نصیحت بنادے۔ ہمارے دلوں پر جو دین سے غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں ان کو چاک کر دے۔ یا اللہ! ہم کو تو آپ نے اپنی رحمت سے اشرف الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا مگر افسوس صد افسوس کہ ہم نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہ پہچانی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ سے جان چرانے لگے۔ فسق و فجور و ہوا و ہوس کے شکار ہو گئے۔ نفس و شیطان کے جال میں پھنس گئے۔ یا اللہ! اب ہم آپ کے رحم و کرم کے طالب ہیں۔ نبی الرحمۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے ہماری بدحالی کو نیک حالی سے مبدل فرمادے۔ ہم کو اپنا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار بنالے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۱۶۰ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۱۶۱ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

قوم لوطؑ نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جبکہ اُن سے اُن کے بھائی لوطؑ (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں

اَمِيْنٌ ۱۶۲ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۱۶۳ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۱۶۴

سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۱۶۵ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

کیا تم دنیا جہان والوں میں سے تم مردوں کے پاس جاتے ہو۔ اور تمہارے رب نے جو تمہارے لئے بیبیاں پیدا کی ہیں اُن کو نظر انداز کئے رہتے ہو

عٰدُوْنَ ۱۶۶ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ۱۶۷ قَالَ اِنِّىْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ۱۶۸

بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے لوطؑ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔ لوطؑ نے فرمایا کہ میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔

رَبِّ نَجِّنِىْ وَاَهْلِىْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ۱۶۹ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۱۷۰ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ۱۷۱ ثُمَّ

لوطؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو اور میرے متعلقین کو ان کے اس کام (کے وبال) سے نجات دے۔ سو ہم نے اُن کو اور اُن کے متعلقین کو سب کو نجات دی۔ بجز ایک بڑھیا کے

دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۱۷۲ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۱۷۳ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

کہ وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی۔ پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے اُن پر ایک خاص قسم کا مینہ برسایا، سو کیا برا مینہ تھا جو ان لوگوں پر برسا جن کو ڈرایا گیا تھا۔ بیشک اس (واقعہ) میں (بھی) عبرت ہے،

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۱۷۴ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۱۷۵

اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بے شک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَوْمُ لُوْطِ قوم لوطؑ	بِالْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو	اِذْ جب	قَالَ کہا	لَهُمْ ان سے	اَخُوْهُمْ انکے بھائی	لُوْطٌ لوطؑ	اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں
اِنِّىْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	رَسُوْلٌ رسول	اَمِيْنٌ امانت دار	فَاتَّقُوا پس تم ڈرو	اللّٰهَ اللہ	وَاَطِيْعُوْنِ اور تم میری اطاعت کرو		
وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ اور میں نہیں مانگتا تم سے	عَلَيْهِ اس پر	مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر	اِنْ نہیں	اَجْرِىَ میرا اجر	اِلَّا مگر۔ صرف	عَلٰى پر	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین	
اَتَاْتُوْنَ کیا تم آتے ہو	الذُّكْرَانَ مردوں کے پاس	مِنَ سے	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں	وَتَذَرُوْنَ اور تم چھوڑتے ہو	مَا خَلَقَ جو اس نے پیدا کیا			
لَكُمْ تمہارے لئے	رَبُّكُمْ تمہارا رب	مِنْ سے	اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویاں	بَلْ بلکہ	اَنْتُمْ تم	قَوْمٌ لوگ	عٰدُوْنَ حد سے بڑھنے والے	
قَالُوْا بولے وہ	لَئِنْ اگر	لَمْ تَنْتَهِ تم باز نہ آئے	يٰلُوْطُ اے لوطؑ	لَتَكُوْنَنَّ البتہ ضرور تم ہوگے	مِنَ سے	الْمُخْرَجِيْنَ مخرج (نکالے جانے والے		
قَالَ اس نے کہا	اِنِّىْ بیشک میں	لِعَمَلِكُمْ تمہارے فعل سے	مِنَ سے	الْقَالِيْنَ نفرت کرنے والے	رَبِّ اے میرے رب	نَجِّنِىْ مجھے نجات دے		
وَاَهْلِىْ اور میرے گھر والے	مِمَّا اس سے جو	يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے ہیں	فَنَجَّيْنٰهُ تو ہم نے نجات دی اسے	وَاَهْلَهٗٓ اور اس کے گھر والے	اَجْمَعِيْنَ سب			
اِلَّا سوائے	عَجُوْزًا ایک بڑھیا	فِى الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والوں میں	ثُمَّ دَمَّرْنَا پھر ہم نے ہلاک کر دیا	الْاٰخَرِيْنَ دوسرے	وَ اور			

3

اَمْطَرْنَا ہم نے بارش برسائی	عَلَیْهِمْ ان پر	مَطَرًا ایک بارش	فَسَآءَ پس بری	مَطَرُ بارش	الْمُنْذَرِیْنَ ڈرائے گئے	اِنَّ بیشک		
فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰیَةً البتہ ایک نشانی	وَ اور	مَا نہ	كَانَ تھے	اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر	مُؤْمِنِیْنَ ایمان لانے والے	وَ اور	اِنَّ بیشک
رَبَّكَ تمہارارب	لَهُوَ البتہ وہ	الْعَزِیْزُ غالب	الرَّحِیْمُ نہایت مہربان					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت صالح علیہ السلام اوران کی قوم کا ذکر ہوا تھا اب آگے ان آیات میں چھٹا قصہ حضرت لوط علیہ السلام اوران کی قوم کا بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور آپ کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ گزرا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آبائی وطن سے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی تو لوط علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر کا سفر اختیار کیا تو اس وقت بھی لوط علیہ السلام آپ کے ہم سفر رہے۔ مصر سے واپسی پر آپ منصب رسالت پر فائز ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو سدوم اور عامورہ کی بستیوں کی طرف دین حنیف کی تبلیغ کے لئے بھیج دیا۔ یہ بستیاں اردن کی اس جانب واقع تھیں جہاں آج بحیرہ مردار یا بحر لوط واقع ہے جس کو انگریزی میں Dead Sea کہتے ہیں اور یہ تمام حصہ جواب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اوراس پر شہر آباد تھے جب قوم لوط پر عذاب آیا اوراس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلے اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً چارسو میٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا۔ اسی لئے اس کا نام بحر لوط یا بحر میت ہے۔ لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آکر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی جو ان میں موجود نہ ہو۔ دنیا کی سرکش ۔ مغرور۔ بداخلاق اور بداطوار اقوام کے دوسرے عیوب وفواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث اور غیر فطری عمل کی موجد تھی یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مردلڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ دنیا کی قوموں میں اس فعل قبیح اور غیر فطری عمل کا اس وقت تک کہیں رواج نہ تھا یہی خبیث اور بدبخت قوم تھی جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی۔ اسی لئے اس عمل کا نام "لواطت" مشہور ہے اوراس سے بھی زیادہ شرارت۔ خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور علی الاعلان فخر ومباہات کے ساتھ اس کے مرتکب رہتے یہ غیر فطری اور اخلاق سوز حرکت اس قوم میں شخصی اور انفرادی حدود سے بڑھ کر قومی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ اس کے علاوہ مسافروں کی رہزنی اور ڈاکہ زنی بھی ان میں رائج تھی جیسا کہ سورۂ عنکبوت ۲۰ ویں پارہ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اسی بدکردار اور بدبخت قوم کی ہدایت اور اصلاح کے لئے حضرت لوط علیہ السلام مامور فرمائے گئے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اس گمراہ قوم کی اصلاح کی انتہائی کوشش کی اوران کو ان کی بے حیائیوں اور خباثت پر ملامت کی۔ شرافت وطہارت کی زندگی کی رغبت دلائی اور حسن خطابت اور نرمی کے ساتھ جو ممکن طریقے سمجھانے کے ہوسکتے تھے ان کو سمجھایا اور نصیحت کی اور گذشتہ اقوام کے بداعمالیوں کے نتائج وثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ پڑا اور آپ کی تکذیب کی اور مذاق اڑایا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قوم لوط نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی یعنی اگرچہ ان کی طرف صرف حضرت لوط علیہ السلام اللہ کے پیغمبر مبعوث ہوئے تھے مگر انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور ایک پیغمبر کی تکذیب گویا اللہ کے تمام پیغمبروں کی تکذیب ہے

کیونکہ پیغام ہدایت اور تبلیغ حق سب پیغمبروں کا ایک ہی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا اور ان پر یہ بات واضح کی کہ میں تم تک خدا کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور تمہارے اعمال بد کے عواقب اور نتائج سے تمہیں ڈراتا ہوں تاکہ تم خدا کا خوف کرو اور ہدایت اختیار کرو۔ اس وعظ و نصیحت سے میرا مقصد دنیاوی نام و نمود حاصل کرنا یا مال و دولت جمع کرنا نہیں ہے اس لئے کہ نہ تم سے مجھے کوئی لالچ ہے اور نہ تم سے میں کسی چیز کا طالب ہوں۔ میرا بدلہ تو صرف اس رب العالمین کے ذمہ ہے جس کی پیغام رسانی کا کام میرے سپرد ہوا ہے۔ اگر تم میں کچھ بھی عقل ہو تو سمجھ لو کہ ایسا شخص جس کی کوئی غرض نہ ہو اور جس کو تم سے کوئی طمع اور ہوس نہ ہو جھوٹ نہیں بولے گا اور نہایت امانت و دیانت سے خدا کا پیغام تم کو پہنچائے گا اس کے بعد آپ نے بار بار ان کی مخصوص گمراہی یعنی شہوت پرستی اور غیر فطری افعال کی طرف ان کو توجہ دلائی اور اس سے ان کو باز رکھنے کی کوشش کی اور سمجھایا کہ تم مردوں سے نفسانی تعلقات قائم کرتے ہو اور وہ جائز عورتیں جو فطرۃً جنسی تعلقات کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور مردوں کے جوڑے ہیں تم ان کو ترک کرتے ہو۔ یہ شہوت رانی کی انتہائی حد ہے اور دائرہ فطرت سے باہر قدم رکھنا ہے اور احکام الٰہیہ سے انتہائی سرکشی ہے۔ مگر انسان کی عقل پر جب مادی قوتوں کا عام تسلط ہو جاتا ہے اور روحانی طاقت نفسانی طاقتوں سے مغلوب ہو جاتی ہے تو علاوہ علم و ادراک سے غافل ہونے اور حقائق کائنات سے توجہ کو ہٹا لینے کے اس کی مادی قوتیں بھی صحیح کام نہیں کرتیں۔ اچھے برے مفید اور مضر اور صحیح و غلط کا فرق اس کو معلوم نہیں ہوتا۔ نفس کا گھوڑا بے لگام ہو جاتا ہے تو کھائی اور خندق کی تمیز نہیں رہتی۔ قوم لوط کی بصیرت بھی اندھی تھی اور عقل پر نفس و شہوت کا غلبہ تھا مشفق اور ناصح پیغمبر کی نصیحت کو

مانا تو درکنار کہنے لگے کہ اے لوط اگر تم اس وعظ و نصیحت سے باز نہ آئے اور یونہی روکتے ٹوکتے رہے تو ہم اپنی بستی سے تم کو باہر نکال دیں گے۔ یہاں تمہیں رہنا نصیب نہ ہو گا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے جلاوطن کرنے کی کیا دھمکی دیتے ہو۔ میں اس دھمکی سے کہنے سننے اور وعظ و نصیحت سے نہ رکوں گا۔ میں تم سب کے سامنے تمہاری ان حرکتوں سے اپنی بیزاری اور نفرت اور برأت کا اعلان کرتا ہوں اور جب میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں تو کہنا سننا کیسے چھوڑ دوں گا۔ لوط علیہ السلام نے ہر چند خدا کے عذاب اور اس کے غضب سے ڈرایا مگر بدنصیب قوم اس پر بھی نہ سنبھلی اور عذاب الٰہی کا بھی یقین نہیں کیا اور جیسا کہ سورۂ عنکبوت ۲۰ ویں پارہ میں بتلایا گیا کہ قوم کے منکروں نے کہا بھی تو یہ کہا کہ اگر تم واقعی سچے نبی ہو اور واقعی سچ کہتے ہو کہ ہمارے یہ کام خراب اور مستوجب عذاب ہیں تو دیر کیا ہے وہ عذاب لے آؤ۔ حضرت لوط علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس قوم پر عذاب آ کر رہے گا کیونکہ نہ صرف اس فعل شنیع کی مرتکب اور بانی ہے بلکہ اس کے جاری رکھنے پر اس قدر اصرار ہے کہ نصیحت کرنے والے پیغمبر کو اپنی بستی سے نکالنے پر تیار ہے اور جب ان کی فطرت اور طبائع اس قدر مسخ ہو چکی ہیں کہ خوف خدا کا کوئی شائبہ بھی دلوں میں باقی نہیں۔ عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور پیغمبر کے مقابلہ میں آمادہ ہیں تو قوم کی ہلاکت کے یہ آثار دیکھ کر آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے اور میرے اہل کو ان کی بدکرداری کے وبال و عذاب سے بچا لے۔ آیت میں اہل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اہل سے مراد صرف گھر والے ہی نہیں بلکہ وہ تمام مومن مراد ہیں جو حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے وہ سب آپ کے متبعین تھے اور آپ کے اہل کہلانے کے مستحق تھے اور جو باوجود قریبی تعلق اور

رشتۂ قرابت کے آپ کے فرمان پذیر نہ تھے۔ وہ آپ کے اہل کہلانے کے مستحق نہ تھے۔ نسبتی تعلق محض اعتباری ہے۔ اصل تعلق دین کا ہے۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے اپنی قوم کا ساتھ دیا اور انہیں کے ساتھ تباہ ہوئی۔ قرآن پاک کی دوسری آیات میں جہاں حضرت لوط علیہ السلام کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ملائکہ عذاب دینے کے لئے سدوم پہنچے تو حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں مہمان ہوئے۔ یہ اپنی شکل صورت میں حسین وخوبصورت اور عمر میں نوجوان لڑکوں کی حیثیت میں تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان مہمانوں کو دیکھا تو گھبرا گئے اور خوف ہوا کہ بدبخت قوم میرے ان مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی کیونکہ ابھی تک آپ کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ یہ خدا کے پاک فرشتہ ہیں ابھی حضرت لوط علیہ السلام اسی فکر ہی میں تھے کہ قوم کو خبر لگ گئی اور لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ آئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ تم ان کو ہمارے حوالہ کردو۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا کہ کیا تم میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو انسانیت کو برتے اور حق کو سمجھے تم کیوں اس لعنت میں گرفتار ہو اور خواہشات نفس کے پورا کرنے کے لئے فطری طریق عمل کو اور حلال طریقہ سے عورتوں کو رفیقۂ حیات بنانے کی جگہ اس ملعون بے حیائی کے درپے ہو۔ حضرت لوط علیہ السلام کی اس پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے کہا آپ ہماری ظاہری صورتوں کو دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ ہم ملائکہ عذاب ہیں اور خدا کے قانون جزائے اعمال کا فیصلہ ان کے حق میں اٹل ہے وہ اب ان کے سر سے ٹلنے والا نہیں آپ اور آپ کے اہل اس عذاب سے محفوظ رہیں گے مگر آپ کی بیوی ان ہی بے حیاؤں کی رفاقت میں رہے گی اور آپ کا ساتھ نہ دے گی۔ ان کے عذاب کا وقت صبح کا ہے آپ ابتدائے شب میں اپنے اہل سمیت اس بستی سے رخصت ہو جایئے اور آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ حضرت لوط علیہ السلام ملائکہ کی ہدایات کے موافق اس بستی سے مع رفقا کے رخصت ہو گئے لیکن آپ کی بیوی نے آپ کی رفاقت سے انکار کردیا اور وہ سدوم ہی میں رہ گئی۔ آخر عذاب الٰہی کا وقت آپہنچا تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کردیا۔ پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا اور وہی ہوا جو گذشتہ قوموں کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہو چکا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے تذکرہ کو بھی انہی آیات پر ختم کیا گیا جن پر دوسرے انبیاء کے تذکرہ کو ختم کیا گیا تھا یعنی **ان فی ذلک لاٰیۃ وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھوالعزیز الرحیم** بیشک اس واقعہ میں بھی عبرت ہے اور باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب بڑی قدرت والا اور بڑی رحمت والا ہے کہ عذاب دے سکتا تھا مگر ابھی مہلت دے رکھی ہے۔

اب آگے ساتواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم اصحاب ایکہ کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ہر طرح کے ظاہری و باطنی عذاب سے محفوظ و مامون فرمائیں۔ اور نافرمان قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

اصحاب الایکہ نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جبکہ اُن سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔

اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ

سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا، بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾

تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان مت کیا کرو۔ اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِىْ خَلَقَكُمْ

اور لوگوں کا اُن کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سر زمین میں فساد مت مچایا کرو۔ اور اُس سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات

وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ

کو پیدا کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ بس تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کردیا ہے۔ اور تم تو محض ہماری طرح ایک آدمی ہو اور ہم تو تم کو جھوٹے لوگوں میں سے

لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ

خیال کرتے ہیں۔ سو اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو شعیب (علیہ السلام) بولے

رَبِّىْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ

کہ تمہارے اعمال کو میرا رب (ہی) خوب جانتا ہے۔ سو وہ لوگ اُن کو جھٹلایا کئے پھر اُن کو سائبان کے واقعہ نے آپکڑا، بیشک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔

عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾

اس (واقعہ) میں (بھی) عبرت ہے، اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بیشک آپ کا رب بڑی قوت والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

كَذَّبَ جھٹلایا	اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ایکہ (بن) والے	الْمُرْسَلِيْنَ رسول	اِذْ قَالَ جب کہا	لَهُمْ انہیں	شُعَيْبٌ شعیب	اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں؟	
اِنِّىْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	رَسُوْلٌ رسول	اَمِيْنٌ امانت دار	فَاتَّقُوْا سو ڈرو تم	اللّٰهَ اللہ	وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو	
وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ اور میں نہیں مانگتا تم سے	عَلَيْهِ اس پر	مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر	اِنْ نہیں	اَجْرِىَ میرا اجر	اِلَّا مگر صرف	عَلٰى پر	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین
اَوْفُوْا تم پورا کرو	الْكَيْلَ ماپ	وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو تم	مِنَ سے	الْمُخْسِرِيْنَ نقصان دینے والے	وَزِنُوْا اور وزن کرو	بِالْقِسْطَاسِ ترازو سے	
الْمُسْتَقِيْمِ ٹھیک سیدھی	وَلَا تَبْخَسُوْا اور نہ گھٹاؤ	النَّاسَ لوگ	اَشْيَآءَهُمْ اُن کی چیزیں	وَلَا تَعْثَوْا اور نہ پھرو	فِى الْاَرْضِ زمین میں		
مُفْسِدِيْنَ فساد مچاتے ہوئے	وَاتَّقُوْا اور ڈرو	الَّذِىْ وہ جس نے	خَلَقَكُمْ پیدا کیا تمہیں	وَالْجِبِلَّةَ اور مخلوق	الْاَوَّلِيْنَ پہلی	قَالُوْا وہ بولے (کہنے لگے)	

اِنَّمَآ اسکے سوانہیں	اَنْتَ تو	مِنَ سے	الْمُسَحَّرِيْنَ سحر زدہ	وَمَآ اَنْتَ اور نہیں تو	اِلَّا مگر۔صرف	بَشَرٌ ایک بشر	مِّثْلُنَا ہم جیسا	
وَاِنْ نَّظُنُّكَ اور البتہ ہم گمان کرتے ہیں تجھے	لَمِنَ البتہ۔سے	الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے	فَاَسْقِطْ سو تو گرا	عَلَيْنَا ہم پر	كِسَفًا ایک ٹکڑا	مِّنَ سے۔کا		
السَّمَآءِ آسمان	اِنْ كُنْتَ اگر تو ہے	مِنَ سے	الصّٰدِقِيْنَ سچے	قَالَ فرمایا	رَبِّيْٓ میرا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا جو کچھ	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو
فَكَذَّبُوْهُ تو انہوں نے جھٹلایا اسے	فَاَخَذَهُمْ پس پکڑا انہیں	عَذَابُ عذاب	يَوْمِ الظُّلَّةِ سائبان والا دن	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	عَذَابَ عذاب		
يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑا (سخت) دن	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	وَ اور	مَا كَانَ نہ تھے	اَكْثَرُهُمْ انکے اکثر	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان لانیوالے	
	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	لَهُوَ البتہ وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان			

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ فرمایا گیا تھا اب آگے ان آیات میں ساتواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم اصحاب ایکہ کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا تذکرہ قرآن پاک میں سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور وہاں بتلایا گیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت قبیلہ مدین میں ہوئی تھی۔ یہاں سورۂ شعراء میں آپ کی قوم کا نام اصحاب الایکہ بتلایا گیا۔ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ کا نام ہے۔ چونکہ یہ قبیلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا اس لئے باپ کی نسبت سے مدین کہلایا اور زمین کی طبعی اور جغرافی حیثیت سے اصحاب ایکہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اصحاب ایکہ کے معنی ہیں جھنڈ والے۔ ''ایکہ'' ان سرسبز شاداب جھاڑیوں کو کہتے ہیں جو ہرے بھرے درختوں کی کثرت کی وجہ سے جنگلوں اور بنوں میں اگی رہتی ہیں۔ قبیلہ مدین جہاں آباد تھا یعنی بحر قلزم کے مشرقی کنارہ اور عرب کے شمال مغرب میں شام کے متصل اس جگہ کو آب وہوا کی لطافت۔ نہروں اور چشموں کی کثرت نے اس قدر شاداب اور پرفضا بنادیا تھا اور یہاں میووں پھلوں اور خوشبودار پھولوں کے اس قدر باغات اور چمن تھے کہ اگر ایک شخص آبادی سے باہر کھڑے ہوکر نظارہ کرتا تو اس کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ مقام ایک نہایت شاداب اور گھنے درختوں کا ایک بن ہے اسی وجہ سے قرآن کریم نے اس کو ''ایکہ'' کہہ کر تعارف کرایا۔ بہرحال حضرت شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم میں مبعوث ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ خدا کی نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب صرف افراد میں ہی نہیں پایا جاتا بلکہ ساری قوم اپنی بداعمالیوں میں اس قدر سرمست وسرشار ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ ہورہا ہے معصیت اور گناہ ہے بلکہ اپنے ان اعمال کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ ان کی بہت سی بداخلاقیوں اور نافرمانیوں سے قطع نظر جن قبیح امور نے خصوصیت کے ساتھ اس قوم میں رواج پالیا تھا وہ مشرکانہ رسوم اور خرید وفروخت میں دھوکہ دہی۔ تمام معاملات میں کھوٹ اور ڈاکہ زنی تھے۔ دنیا کی قوموں کے عام رواج کے مطابق دراصل ان کے زمین اور باغوں کی زرخیزی اور شادابی۔ دولت وثروت کی فراوانی۔ اور خوشحالی نے ان کو اس قدر مغرور بنادیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی ذاتی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور ایک ساعت کے لئے بھی ان کے دل میں یہ خطرہ نہیں گزرتا تھا کہ یہ سب کچھ خدائے تعالیٰ کی عطا وبخشش ہے شکر گزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔ غرض ان کی فارغ البالی نے ان میں طرح طرح کی بداخلاقیاں اور قسم قسم کے عیوب پیدا کردیئے

تھے آخر سنت اللہ کے مطابق ان کو راہ حق دکھانے دعوت اسلام اور پیغام حق سنانے فسق و فجور سے بچانے اور امین و متقی اور با اخلاق بنانے کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو منصب نبوت سے نواز کر ان کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ شیرین کلامی۔ حسن خطابت۔ طرز بیان اور طاقت لسان میں بہت نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ اسی لئے مفسرین آپ کو خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی قوم کی بداعمالیوں کو دیکھ کر سخت دکھ محسوس کیا اور رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے ہوئے قوم کو انہی اصول کی طرف بلایا جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت و ارشاد کا خلاصہ ہے۔ خدا کی توحید اور شرک سے بیزاری تو تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک تعلیم تھی۔ اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام بھی وہی پیغام پہلے دیتے ہیں جو اور انبیاء کرام نے دیئے یعنی ایک اللہ سے ڈرو اور مجھے اس کا رسول مانو۔ مجھے اپنا پیغام حق جوں کا توں پہنچانے کے لئے اللہ نے اپنا پیغمبر مقرر کیا ہے اور میں اس حیثیت سے تمہیں اپنی پیروی کا حکم دیتا ہوں اور میں تمہیں اپنی پیروی اور اتباع کے لئے اس لئے نہیں کہتا کہ مجھے تم سے کوئی لالچ ہے اور میں اپنے لئے تم سے مال و جاہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میرے کام کا صلہ و بدلہ تو مجھے رب العالمین ہی دے گا۔ تم سے میں کچھ نہیں چاہتا۔ یہ بات سارے انبیاء پہلے جتلا دیتے ہیں تا کہ قوم انہیں صاحب غرض قرار دے کر ان سے بدک نہ جائے۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ناپ تول درست کرنے اور لین دین کو صحیح کرنے کی ہدایت فرمائی اور قوم سے فرمایا کہ جب کسی کو کوئی چیز ناپ کر دو تو پیمانہ بھر کر دو اسکے حق سے کم نہ کرو۔ اسی طرح دوسرے سے جب لو تو زیادہ لینے کی کوشش اور تدبیر نہ کرو۔ یہ کیا کہ لینے کے وقت پورا بلکہ زیادہ لو

اور دینے کے وقت کم دو۔ دین و لین دونوں صاف اور پورے رکھو۔ ترازو اچھی رکھو جس میں تول صحیح آئے۔ بٹے بھی پورے رکھو اور تول میں عدل کرو۔ ڈنڈی نہ مارو۔ پھر کسی کی راہ نہ مارو۔ چوری چکاری لوٹ مار، غارت گری۔ رہزنی سے بچو۔ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خوف زدہ کر کے مال نہ لوٹو۔ اس خدا سے ڈرو اور اس کے عذاب کا خوف رکھو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا اور تمہارا اور تمہارے بڑوں کا رب ہے۔ مگر جب انسان گمراہی کی دلدل میں دھنس جاتا ہے اور باطل کی سیاہی دل کو گھیر لیتی ہے اور مادی قوت و ثروت۔ مال دولت۔ صحت و تندرستی اور عیش و عشرت کی بنا پر دنیا کی خرافات کی کشش اسکے ہوش و حواس پر چھا جاتی ہے تو پھر اسکی سرکشی بھی دوبالا و سہ بالا ہو جاتی ہے اور پھر وہ شیطان کا چیلا بنے بغیر نہیں رہتا۔ الا ماشاء اللہ مگر جسے اللہ ہدایت کرے اور ایمان کی دولت بخشے۔ اکثر قومیں اسی بنا پر تباہ ہوئیں چنانچہ اصحاب ایکہ نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کو آپکی پند و نصیحت۔ وعظ و تبلیغ کے جواب میں وہی جواب دیا جو پہلے بے دین اور منکرین اپنے پیغمبروں کو دیتے چلے آئے تھے کہ تم جادو زدہ ہو۔ تمہاری عقل ٹھکانے نہیں رہی تم نبی کس طرح ہو سکتے ہو۔ تم ہم جیسے انسان ہو۔ ہم پر تم کو کیا فوقیت ہے؟ ہمارے خیال میں تم جھوٹے ہو۔ ہم تمہارا پیغمبری کا دعویٰ تسلیم نہیں کرتے اور اگر واقعی تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو کوئی بات دکھاؤ جو اوروں سے نہیں ہو سکتی۔ مثلاً آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی توڑ کر ہم پر گرا دو۔ اکثر منکرین نے اپنے پیغمبروں سے ایسے ہی مطالبات کئے اس خیال سے کہ نہ یہ ایسا کر سکے گا نہ ہم اسے مانینگے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا رب تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔ تمہارا کوئی قول و عمل اللہ کے احاطہ علمی سے خارج نہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ بداعتقادیاں۔ یہ

بدچلنیاں اور یہ گستاخیاں خدا کو معلوم نہیں وہ ضرور جانتا ہے اور مناسب وقت پر سزا بھی دیگا۔

اصحاب ایکہ کے اس مطالبہ اور حضرت شعیب علیہ السلام کے اس جواب میں کفار مکہ کے لئے بھی ایک تنبیہ تھی۔ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مطالبے کرتے تھے۔ سورۂ بنی اسرائیل ۱۵ ویں پارہ میں کفار مکہ کے مطالبات نقل فرمائے گئے ہیں جہاں انہوں نے کہا **اوتسقط السمآء کما زعمت علینا کسفًا** یا تم ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرادو جیسا کہ تم دعویٰ رکھتے ہو۔ اس لئے کفار مکہ کو سنایا جارہا ہے کہ ایسا ہی مطالبہ اصحاب ایکہ نے اپنے پیغمبر سے کیا تھا اس کا جو جواب انہیں ملا وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی تمہاری طلب کا جواب ہے۔ آگے حق تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ قوم حضرت شعیب علیہ السلام کو برابر جھٹلاتی رہی آخر اس کا نتیجہ وہی ہوا جو حق و باطل کا آخری مرحلہ ہے جس کے بعد خدائے تعالیٰ کا وہ قانون جس کو قانون ''پاداش عمل'' کہا جاتا ہے ایسی سرکش اور نافرمان اور متکبر قوموں کے لئے دنیا ہی میں نافذ ہوجاتا ہے اور ان کو ہلاک و تباہ کرکے آنے والی نسلوں اور قوموں کے لئے سامان عبرت و نصیحت مہیا کردیتا ہے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں عذاب الٰہی نے آگھیرا۔ اس قوم پر تین قسم کا عذاب آیا تھا اور قرآن پاک میں تین مقامات پر تینوں کا بیان ہے۔ سورۂ اعراف میں ہے کہ ایک غیبی سخت آواز سے ان کے جگر پھٹ گئے اور یہاں سورۂ شعراء میں فرمایا کہ انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے آپکڑا۔ اس **عذاب یوم الظلۃ** کی تشریح مفسرین نے یوں لکھی ہے کہ سات دن تک ان کے علاقہ میں وہ سخت گرمی پڑی کہ الامان الحفیظ۔ کسی جگہ کسی سایہ میں کہیں ٹھنڈک یا راحت میسر نہ تھی۔ تڑپ اٹھے۔ بے قرار ہوگئے ۔ سات دن کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی طرف چلا آرہا ہے۔ وہ آکر ان کے سروں پر چھا گیا یہ سب گرمی اور حرارت سے زچ ہوگئے تھے اس کے سایہ میں راحت و ٹھنڈک پاکر سارے کے سارے اس کے نیچے پہنچ گئے جب سب جمع ہوگئے تو ابر پھٹا اور اس میں سے آگ برسنے لگی۔ ساتھ ہی ہولناک زلزلہ آیا اور زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگی اور اس زور کی آواز آئی کہ جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور سارے کے سارے بہ یک آن تباہ و برباد ہوگئے۔ اس دن کے سائبان والے عذاب نے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ جہاں قوم کے منکرین کا یہ حال ہوا وہیں جیسا کہ سورۂ ہود میں بتلایا گیا حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کے ساتھی جو آپ پر ایمان لے آئے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بچالیا۔ آخر میں اس قصہ کو انہیں آیات پر ختم کیا گیا جن پر گذشتہ چھ انبیاء کے واقعات کو ختم کیا گیا تھا یعنی **ان فی ذٰلک لاٰیۃ وماکان اکثرھم مومنین وان ربک لھوالعزیز الرحیم** یعنی اس واقعہ میں بھی عبرت ہے اور باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب بڑی قدرت والا اور بڑی رحمت والا ہے کہ عذاب نازل کرسکتا ہے مگر مہلت دے رکھی ہے۔

یہاں تک اس سورۃ میں سات انبیاء کرام اور ان کی اقوام کے قصہ بیان فرما کر اس سلسلہ کو ختم فرمایا گیا ان قصص قرآن کا مقصد شروع سورۃ میں بھی عرض کیا گیا تھا اور خود سورۂ ہود میں قرآن کریم نے جو مقاصد ان قصص کے بیان کئے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ایک آیت میں ارشاد ہوتا ہے **وکلا نقص علیک من انباء الرسل مانثبت به فؤادک وجاءک فی ھٰذہ الحق وموعظۃ وذکرٰی للمؤمنین** (اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ

سب قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں کے اندر آپ کے پاس حق پہنچا ہے اور ان میں نصیحت اور یاد دہانی اہل ایمان کے لئے ہے) گویا اس آیت میں قصص قرآن کی چار حکمتیں بیان کی گئیں۔

(۱) پہلی مصلحت کا تعلق خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے تھا۔ آپ کا جذبہ تبلیغ دین چونکہ درجہ کمال پر پہنچا ہوا تھا اس لئے قوم کے اعراض اور سرکشی کو دیکھ کر آپ مضطرب اور بے چین ہوتے اس لئے آپ کی تسلی کے لئے گذشتہ انبیاء کرام کے واقعات سنائے تا کہ یہ امر واضح ہو جائے کہ معاندین اور مخالفین کا یہ بغض وعناد صرف آپ کے ساتھ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء سلف کے ساتھ منکرین کا یہی معاملہ رہا۔ پھر بھی فتح ہمیشہ حق کی ہوئی۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ آپ کے قلب مبارک کو سکون حاصل ہو۔

(۲) دوسری مصلحت یہ ہے کہ ان قصص میں دین الٰہی کا نچوڑ ہے۔ شریعتیں گاہ بگاہ وقت کی ضرورت اور مشیت الٰہی کے مطابق بدلتی رہی ہیں مگر دین حق ہمیشہ سے ایک ہی ہے اور ہر نبی ہر زمانہ میں اسی کی تعلیم دیتا ہوا آیا ہے۔

(۳) تیسرے ان قصص میں مومنین کے لئے نصیحت ہے۔ چونکہ یہ سرگذشتیں ایسے واقعات سے پُر ہیں جو برائی۔ گمراہی۔ نافرمانی اور سرکشی سے روکتے ہیں اور ایمان وتقویٰ و نیکی کی ترغیب دلاتے ہیں۔

(۴) چوتھے یہ قصص لوگوں کے لئے سامان عبرت رکھتے ہیں چونکہ پچھلی اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج وانجام کو دیکھ کر خود اپنی بداعمالیوں پر نظر جائے گی اور ان کے انجام سے خوف پیدا ہوگا جو عبرت کا کام کرے گا۔ اور معلوم ہوگا کہ خدا کا قانون مکافات ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے جس نے دین حق کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ کامیاب اور بامراد رہا اور جو اس سے بھٹکا اور اعراض حق معصیت اور طغیان کو اختیار کیا اس کا نتیجہ ہمیشہ بربادی اور تباہی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اب یہ سات انبیاء کرام کے تاریخی واقعات بیان فرما کر سلسلہ کلام اسی مضمون کی طرف پھرتا ہے جس سے سورۃ کا آغاز فرمایا گیا تھا یعنی قرآن کریم اور کتاب مبین کی حقانیت جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی کامل پابندی ظاہر میں اور باطن میں نصیب فرمائیں۔ اور مومنین مخلصین کی سی کامیابی دین و دنیا میں عطا فرمائیں۔ اور نافرمانوں اور سرکشوں کی بداطواری اور بداخلاقی اور اس کے انجام بد سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔

یااللہ! دنیا آپ کی اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات کو مانے یا نہ مانے۔ ہم جو قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ کے تمام انبیاء ورسل پر ایمان لائے ہیں ہم کو اپنی ہدایت سے محروم نہ فرما۔ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمادے۔ ہمیں اپنی ذات عالی اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح تعلق نصیب فرمادے۔ جن مقاصد کے لئے یہ قرآنی قصص قرآن کریم میں سنائے گئے ہیں ہمیں ان سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾

اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے۔اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں تا کہ آپ (بھی) منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں۔

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ

اور اس (قرآن) کا ذکر پہلی اُمتوں کی (آسمانی) کتابوں میں ہے۔کیا ان لوگوں کیلئے یہ بات دلیل نہیں ہے

عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٩٧﴾

کہ اس کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔

وَإِنَّهُ اور بیشک یہ	لَتَنزِيلُ البتہ اتارا ہوا	رَبِّ الْعَالَمِينَ سارے جہانوں کا رب	نَزَلَ بِهِ اس کے ساتھ (لے کر) اُترا	الرُّوحُ الْأَمِينُ جبریل امین			
عَلَىٰ پر	قَلْبِكَ تمہارا دل	لِتَكُونَ تا کہ تم ہو	مِنَ الْمُنذِرِينَ ڈرسنانے والوں میں سے	بِلِسَانٍ زبان میں	عَرَبِيٍّ عربی	مُّبِينٍ روشن (واضح)	
وَإِنَّهُ اور بیشک یہ	لَفِي میں	زُبُرِ صحیفے	الْأَوَّلِينَ پہلے (پیغمبر)	أَوَ کیا	لَمْ يَكُن نہیں ہے	لَهُمْ ان کیلئے	آيَةً ایک نشانی
	أَن يَعْلَمَهُ کہ جانتے ہیں اس کو	عُلَمَاءُ علماء	بَنِي إِسْرَائِيلَ بنی اسرائیل				

تفسیر و تشریح۔اس سورۃ کی ابتدا قرآن کریم کے ذکر سے فرمائی گئی تھی کہ یہ قرآن ایک واضح اور کھلی کتاب ہے جو اللہ عزوجل نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کی ہے اور اس کی تکذیب پر دھمکی دی تھی۔اور وعید سنائی گئی تھی۔درمیان میں منکرین اور مکذبین حق کے کئی واقعات بیان ہوئے جن میں بتلایا گیا کہ منکرین کو حق سے انکار کا کیا خمیازہ بھگتنا پڑا۔پھر سلسلۂ کلام اسی مضمون سابق یعنی قرآن کریم کی حقانیت پر فرمایا جا رہا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم اور کتاب مبین وہ مبارک اور عظیم الشان کتاب ہے جسے رب العالمین نے نازل فرمایا ہے یعنی یہ کسی انسان یا مخلوق کی من گھڑت چیز نہیں ہے یا اسے جیسا کہ مخالفین اور معاندین الزام لگاتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تصنیف نہیں کر لیا ہے بلکہ یہ پروردگار عالم رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں یہ جو فرمایا کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے تو لفظ رب العالمین دو باتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فرمایا۔اول یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہماری جسمانی پرورش کرتے ہیں۔رزق اور روزی دیتے ہیں اسی طرح روحانی تربیت بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور روحانی تربیت کا ذریعہ وحی اور پیغمبر پر کتاب نازل کرنا ہے دوسرے یہ کہ منکرین جو اس نعمت آسمانی کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں اور پھر اب تک گرفت اور عذاب سے بچے ہوئے ہیں تو اس کا یہی سبب ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جس کا شیوہ رحمت عام ہے ورنہ دیکھئے کہ کیا ہوتا اور اسی لئے جو گذشتہ واقعات اور قصص سنائے گئے ان میں سے ہر ایک کو وان ربک لھو العزیز الرحیم پر ختم فرمایا گیا جس سے قرآن کے مخالفوں کو یہ جتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں دم بھر میں ہلاک کر سکتے ہیں لیکن رحیم بھی ہیں اور رب ہیں تمہاری پرورش کرنے والے ہیں۔تم پر ترس کھانے والے ہیں اس لئے مہلت دے رکھی ہے۔تو اوپر یہ جو فرمایا تھا کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اس پر یہ شبہ باقی رہتا تھا کہ رب العالمین نے کس طرح سے نازل کیا ہے؟ کیا یہ لکھی لکھائی کتاب آسمان سے گر پڑی یا فرشتہ لے کر آیا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب سے آواز آتی ہے یا براہ راست خدا تعالیٰ آپ سے باتیں کرتا ہے۔کیا صورت ہے؟ اس کی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے کہ روح الامین کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اتاری گئی صاف اور شگفتہ اور واضح عربی زبان میں۔یعنی پیام الٰہی کا القا اللہ کے فرشتہ نے رسول خدا کے دل پر کیا۔یہاں روح الامین سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں سورۂ بقرہ میں صراحت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کلام الٰہی کا القا کرتے ہیں۔یہاں نام لینے کی بجائے ان کے لئے روح الامین یعنی امانت دار روح کا لقب استعمال فرمایا گیا۔اور روح اور امین

ان دولفظوں کے یہاں لانے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ رب العالمین کی طرف سے اس تنزیل کو لے کر کوئی مادی طاقت نہیں آئی ہے جس کے اندر تغیر وتبدل کا امکان ہو بلکہ وہ ایک خالص روح ہے اور پوری طرح امین ہے خدا کا پیغام جیسا اس کے سپرد کیا جاتا ہے ویسا ہی بلا کمی بیشی سے پہنچا دیتی ہے اپنی طرف سے کچھ بڑھانا یا گھٹانا اس کے لئے ممکن نہیں۔ حاصل یہ کہ یہ قرآن کریم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک تک جبرئیل امین جیسے زبردست محافظ نے پہنچایا ہے جن کے لائے ہوئے پیام پر کسی غلطی یا تحریف کا امکان نہیں۔ اب ایک سوال یہ ہوسکتا ہے کہ جبریل علیہ السلام کی معرفت کلام کا نزول کیا غرض ومقصد رکھتا ہے۔ اس کا جواب لتکون من المنذرین میں دیا گیا یعنی جس طرح اور پیغمبروں نے اپنی امت کو احکام الٰہیہ پہنچائے آپ بھی پہنچائیں اور گمراہ انسانوں کو پیام ہدایت دے کر خلاف ورزی کرنے والوں کو ہلاکت اور عذاب سے ڈرائیں۔ اب ایک یہ وہم ہوسکتا تھا کہ جبرئیل امین کا القاتو روحانی ہوگا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں معانی کا الہام ہوا ہو اور ان معانی کو الفاظ کا جامہ پہنا کر خود آپ نے پیش کردیا ہو۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا بلسان عربی مبین یعنی وہ امانت دار روح اس کلام کو صاف صاف عربی زبان میں لائے ہیں یعنی جبرئیل علیہ السلام کا القا صرف القاء معانی نہیں بلکہ معانی الفاظ سمیت خدائے تعالیٰ کی طرف سے عربی زبان میں نازل کئے جاتے ہیں۔ پھر آگے صداقت قرآن کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اس قرآن کا ذکر پہلی امتوں کی آسمانی کتابوں میں بھی ہے کہ ایک ایسی شان کا پیغمبر ہوگا اور اس پر ایسا کلام نازل ہوگا۔ انبیاء سابقین برابر نبی آخرالزمان کی پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ توریت وانجیل وغیرہ میں باوجود بہت سی تحریف اور تبدیل کے اب تک بھی ایک ذخیرہ اس قسم کی پیشین گوئیوں کا پایا جاتا ہے جسے علماء اور مفسرین نے جمع بھی فرمایا ہے۔ جس وقت یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ظاہر ہے کہ اس وقت مدینہ میں اسلام نہ پھیلا تھا جہاں علمائے یہود موجود تھے اور اہل مکہ اور مشرکین عرب دین الٰہی کا حامل اور علم کا خازن بنی اسرائیل یعنی یہود کے علماء کو جانتے تھے تو کفار مکہ کو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت معلوم کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اسرائیلی علماء نبی آخرالزمان کے احوال یعنی خصوصی صفات اور حلیہ وغیرہ اپنی کتابوں کی بناء پر بخوبی جانتے ہیں تو اہل مکہ جو کتابی علم سے ناآشنا سہی مگر بنی اسرائیل کے اہل علم تو گردوپیش کے علاقوں میں موجود ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ وہی کتاب ہے اور یہ وہی پیغمبر ہیں جن کی خبر پہلے سے آسمانی صحیفوں میں دی گئی تھی چنانچہ بعض انصاف پسند اسی علم کی بناء پر مسلمان ہوگئے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل ہی بحیرا راہب نے شناخت کرلیا تھا اور آپ کے چچا ابوطالب سے کہہ دیا تھا کہ یہ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کی بشارت مسیح علیہ السلام نے دی۔ تمام علمائے بنی اسرائیل نبی آخرالزمان کے پیدا ہونے کے تو پہلے ہی سے منتظر تھے اور تمام صفات واحوال وبشارات کو اپنی مذہبی کتابوں میں پڑھتے تھے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو دنیوی اغراض کی خاطر منکر ہوگئے اور بقدر امکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات واحوال کو اپنی کتابوں سے نکال ڈالا۔ یہود کی مذہبی کتابوں میں نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ کے خلفائے راشدین تک کے حالات موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بیت المقدس کے محاصرہ کے وقت جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود تشریف لے گئے اور بیت المقدس کے سب سے بڑے راہب نے آپ کو شناخت کیا تو اپنی کتابوں کی صراحت کے موافق شہر کو مسلمانوں کے حوالہ کردیا۔

الغرض کفار مکہ ومشرکین عرب کو قرآن کے حقانیت کی ایک دلیل یہ دی گئی کہ پہلے نبیوں پر جو کتابیں آئیں ان میں اس آخری کتاب اور نبی آخرالزمان کا ذکر موجود ہے جو علمائے یہود خوب جانتے ہیں تو کیا یہ اس بات کی نشانی نہیں کہ یہ کتاب اور یہ نبی برحق ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حقانیت قرآن کے سلسلہ میں یہاں یہ بتلایا گیا کہ قرآن کس کا بھیجا ہوا ہے کس کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور کس پر بھیجا ہے اور کس لئے بھیجا ہے اور کس زبان میں بھیجا ہے نیز یہ کہ حقانیت قرآن اور صاحب قرآن پہلی آسمانی کتابوں تک میں موجود ہے۔ تو ان حقائق کے باوجود جو بعض کفار مکہ ایمان نہیں لاتے تو اس کا کیا وجہ ہے؟ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ

اور اگر ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی پر نازل کردیتے۔ پھر وہ اُن کے سامنے اس کو پڑھ بھی دیتا یہ لوگ تب بھی اس کو نہ مانتے۔ ہم نے اسی طرح اس ایمان نہ لانے کو

فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا

ان نافرمانوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے۔ یہ لوگ اس (قرآن) پر ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ سخت عذاب کو نہ دیکھ لیں گے۔ جو اچانک ان کے سامنے آ کھڑا ہوگا

يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ

اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ پھر کہیں گے کہ کیا ہم کو مہلت مل سکتی ہے۔ کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کی تعجیل چاہتے ہیں۔ اے مخاطب ذرا بتلاؤ تو اگر ہم ان کو

سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ

چند سال تک عیش میں رہنے دیں۔ پھر جس (عذاب) کا اُن سے وعدہ ہے وہ اُن کے سر پر آ پڑے۔ تو اُن کا وہ عیش کس کام آ سکتا ہے۔ اور جتنی بستیاں (منکرین کی) ہم نے

قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾

(عذاب سے) غارت کی ہیں سب میں نصیحت کے واسطے ڈرانے والے آئے اور ہم ظالم نہیں ہیں۔

وَلَوْ اور اگر	نَزَّلْنٰهُ ہم نازل کرتے اسے	عَلٰى بَعْضِ کسی پر	الْاَعْجَمِيْنَ عجمی (غیر عربی)	فَقَرَاَهٗ پھر وہ پڑھتا اسے	عَلَيْهِمْ انکے سامنے	مَّا نہ
كَانُوْا وہ ہوتے	بِهٖ اس پر	مُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	كَذٰلِكَ اسی طرح	سَلَكْنٰهُ یہ چلایا ہے (انکار داخل کردیا ہے)	فِيْ قُلُوْبِ دلوں میں	
الْمُجْرِمِيْنَ مجرم	لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے	بِهٖ اس پر	حَتّٰى یہاں تک کہ	يَرَوُا وہ دیکھ لیں گے	الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ دردناک عذاب	
فَيَاْتِيَهُمْ تو وہ آجائے گا ان پر	بَغْتَةً اچانک	وَهُمْ اور انہیں	لَا يَشْعُرُوْنَ خبر (بھی) نہ ہوگی	فَيَقُوْلُوْا پھر وہ کہیں گے	هَلْ کیا	نَحْنُ ہم۔ ہمیں
مُنْظَرُوْنَ مہلت دی جائے گی	اَفَبِعَذَابِنَا کیا پس ہمارے عذاب کو	يَسْتَعْجِلُوْنَ وہ جلدی چاہتے ہیں	اَفَرَءَيْتَ کیا تم نے دیکھا؟	اِنْ اگر		
مَتَّعْنٰهُمْ ہم انہیں فائدہ پہنچائیں	سِنِيْنَ کئی برس۔ برسوں	ثُمَّ پھر	جَآءَهُمْ پہنچے ان پر	مَا جو	كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ انہیں وعید کی جاتی تھی	
مَآ اَغْنٰى کیا کام آئے گا؟	عَنْهُمْ ان کے	مَا جو (جس سے)	كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ اٹھاتے تھے	وَ اور	مَآ اَهْلَكْنَا نہیں ہلاک کیا ہم نے	
مِنْ قَرْيَةٍ کسی بستی کو	اِلَّا مگر	لَهَا اس کیلئے	مُنْذِرُوْنَ ڈرانے والے	ذِكْرٰى نصیحت کیلئے	وَمَا كُنَّا اور نہ تھے ہم	ظٰلِمِيْنَ ظلم کرنیوالے

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حقانیت قرآن کا مضمون ذکر فرمایا گیا تھا اسی سلسلہ میں کفار مکہ اور مشرکین عرب از راہ عناد قرآن کریم پر جو طرح طرح کے شبہات و اعتراضات کرتے تھے ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

بعض کفار کا یہ خیال تھا کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں۔ آپ کی زبان عربی ہے اور قرآن بھی عربی میں ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خود ہی بنالیا ہے اگر یہ کسی عجمی یعنی غیر عربی زبان کے انسان پر اترتا جو ایک حرف عربی کا بولنے پر قادر نہ ہوتا اور پھر وہ عربی قرآن پیش کرتا تو یہ ایک کھلا ہوا معجزہ ہوتا اور ہم اس وقت مان لیتے۔ اور ہم کو اس شبہ کی گنجائش نہ ہوتی۔ حق تعالیٰ منکرین کے

اس شبہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ان منکرین کی ہٹ دھرمی کا حال تو یہ ہے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی عجمی یعنی غیر عربی زبان رکھنے والے پر اس قرآن کا نزول ہوتا تب بھی یہ معاندین اس کی تصدیق نہ کرتے۔اس وقت یہ شبہ کرتے کہ اس شخص کی زبان تو عربی ہے نہیں کسی دوسرے نے اس کو سکھا دیا ہے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کے دلوں میں تو انکار گھس گیا ہے اور یہ تو عناد میں اندھے ہو رہے ہیں اور جو جرائم اور گناہوں کا خوگر ہو جاتا ہے اور اپنے قویٰ کو شرارت اور سرکشی میں لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی عادت کے موافق ڈھیل چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے دل میں انکار وتکذیب کے اثر کو جاگزیں کر دیتے ہیں۔اسی طرح یہ انکار کفار مکہ کے دلوں میں گھس گیا ہے یہ کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔ہاں جب عذاب الٰہی ایک دم سر پر پہنچ جائے گا۔مرنے کے وقت یا برزخ میں یا آخرت میں اس وقت کہیں گے کہ کیا ہمیں تھوڑی سی مہلت دی جاسکتی ہے کہ توبہ کر کے اپنا چال چلن درست کر لیں اور ایمان لا کر نیکیاں کر لیں اور پیغمبر کا اتباع کر کے دکھلائیں اور حق کی پیروی کریں۔مگر پھر وہ وقت نہ مہلت کا ہے۔نہ قبول ایمان کا اور نہ نیکیاں کمانے کا اس وقت کی ان کی تمنائیں کہ اگر ذرا سی بھی مہلت پائیں تو نیک صاحب ایمان بن جائیں بالکل بے سود ہوں گی۔اور یہ کچھ انہی منکرین پر موقوف نہیں۔ہر ظالم۔فاجر۔فاسق۔کافر بدکار۔عذاب کو دیکھتے ہی سیدھا ہو جاتا ہے اور توبہ تلا کرتا ہے مگر سب لاحاصل۔فرعون ہی کو دیکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تک سمجھاتے رہے تو سمجھ میں نہ آئی۔جب عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر پانی میں ڈوبنے لگا تو اس وقت کہنے لگا کہ اب میں ایمان لاتا ہوں لیکن جواب ملا کہ یہ ایمان بے سود ہے۔پھر گذشتہ اقوام کی طرح کفار مکہ کی ایک بدبختی اور بیان ہو رہی ہے جب منکرین قرآن میں مضامین وعید وعذاب کے سنتے تو براہ استہزا وانکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب کا تقاضہ کرتے کہ اگر سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ۔اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ ہماری وعیدوں کو سن کر یہ لوگ ہمارے عذاب کی عجلت کرتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ عذاب کے آنے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ہم ہمیشہ ایسے ہی عیش وعشرت کی زندگی گزارتے رہیں گے۔اس پر فرمایا جارہا ہے کہ اگر بالفرض ان کا بھروسہ صحیح ہی ہو اور انہیں دنیا میں عیش وعشرت کے لئے برسہابرس کی مہلت بھی مل جائے لیکن پھر جس عذاب کا ان سے وعدہ ہے وہ ان کے سر آپڑے تو ان کا یہ چند سال کا عیش وآرام جو براہ مہلت ہے وہ ان کے کس کام آسکتا ہے۔اور ان کو مہلت دینا تھوڑی یا بہت یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر مبنی ہے اور یہ کچھ ان ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ گذشتہ اقوام اور پہلی امتوں کو بھی مہلتیں ملی ہیں۔چنانچہ جتنی بستیاں منکرین کی پہلے عذاب سے غارت ہوئیں ان کا تختہ یونہی ایک دم نہیں الٹ دیا گیا۔عذاب بھیجنے سے پہلے کافی مہلت دی گئی اور تنبیہ کرنے والے پیغمبر بھیجے گئے کہ لوگ غفلت میں نہ رہیں۔جب کسی طرح نہ مانے تو ہلاک کئے گئے۔اور ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی ظلم نہ تھا۔ظلم تو اس وقت ہوتا کہ جب ہلاک کرنے سے پہلے انہیں سمجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش نہ کی گئی ہوتی۔اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم کرنے والے نہیں۔وہ تو پہلے اپنا رسول بھیج کر نیک وبد سمجھا دیتے ہیں اور ہر ایک کے انجام سے آگاہ کر دیتے ہیں۔

ابھی منکرین کے بعض دیگر شبہات واعتراضات اور ان کے جوابات کا سلسلہ جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر ایمان واسلام اور قرآن جیسی نعمتیں عطا فرمائیں۔یا اللہ! ہم آپ کے کرم ورحم کے طالب ہیں۔اپنی خطاؤں کے مقر ہیں۔ہمیں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرما دے۔ہماری خطاؤں سے درگذر فرما دے اور ہمیں مرتے دم تک ہدایت پر قائم رہنے کی سعادت عطا فرما دے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾

اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں آئے۔ اور یہ اُن کی حالت کے مناسب ہی نہیں اور وہ اس پر قادر بھی نہیں۔ کیونکہ وہ شیاطین (وحی آسمانی) سننے سے روک دیئے گئے ہیں۔

وَ اور	مَا تَنَزَّلَتْ نہیں اترے	بِهٖ اسے لے کر	الشَّيٰطِيْنُ شیطان	وَمَا يَنْۢبَغِيْ اور سزاوار نہیں	لَهُمْ ان کو	وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور نہ وہ کر سکتے ہیں			
	اِنَّهُمْ بیشک وہ	عَنِ سے	السَّمْعِ سننا	لَمَعْزُوْلُوْنَ دُور کر دیئے گئے ہیں					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حقانیت وصداقت قرآن کے سلسلہ میں بتلایا گیا تھا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے اس کو نازل کیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر عربی زبان میں اس کا القاء کرتے ہیں۔ کفار مکہ اور مشرکین عرب اگرچہ قرآن پاک کے معجزانہ بیان۔ فصاحت وبلاغت اور اس کی دلآویزی اور دلربائی سے متاثر ہوتے مگر اسکی صداقت وحقانیت پر جہل اور عناد کی وجہ سے طرح طرح کے الزامات لگاتے اور شبہات نکالتے۔ اسلام سے پہلے کفار مکہ اور مشرکین عرب نور نبوت اور قوت قدسیہ سے تو واقف ہی نہ تھے اس لئے ایام جاہلیت میں عرب غیبی طاقت اور فوق البشریت قوت کا مالک صرف تین گروہوں کو خیال کرتے یا تو ساحر ان کی نظر میں غیر معمولی تصرفات کرتے تھے اور جادو کی طاقت ان کو تسخیر کن نظر آتی تھی۔ یا کاہنوں کا تعلق ان کو عالم بالا سے معلوم تھا اور کاہن کے پاس ایک غیبی مخلوق کا آنا اور واقعات عالم کی قبل از وقت اطلاع دینا ان کے نزدیک مسلم تھا یا شاعروں کے پاس جنات و شیاطین کے آنے اور الہام اور القا کرنے کے وہ قائل تھے۔ یہی تین طبقہ ایام جاہلیت میں بشریت سے بالاتر طاقت کے حامل سمجھے جاتے تھے اسی لئے کفار جب قرآن پاک کو سنتے تو اس کے معجزانہ زبان۔ اس کی فصاحت وبلاغت۔ الفاظ کی بندش۔ کلام کی روانی۔ پھر معانی کی دلفریبی اور دلربائی سے ایسے متاثر اور ششدر اور حیران ہوتے کہ کبھی اس کو سحر اور معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کبھی اس کو شعر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور کبھی اس کو کہانت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن کہنے لگتے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے چند واقعات مختصراً عرض کئے جاتے ہیں کہ کفار مکہ کس طرح قرآن کی زبان وبیان سے متاثر ہو جاتے تھے اسی لئے وہ اپنی خیریت اسی میں سمجھتے تھے کہ قرآن پاک کو سنا ہی نہ جائے۔ سیرت وتاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب سرداران قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر قسم کی ترغیب اور طمع دینے کے لئے عتبہ کو بھیجا اور عتبہ نے امارت وسرداری۔ مال ودولت۔ حسن وجمال غرض ہر قسم کی کشش پیدا کرنے والی چیز کی پیشکش کی تو اس کے پیغام کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ عتبہ نے بے خود ہو کر اپنے ہاتھ سے دہن مبارک بند کر دیا اور بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں اپنے خدا کا واسطہ یہ کلام نہ پڑھو میرا دل کھنچتا ہے۔ پھر بارگاہ نبوت سے واپس جا کر اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گیا۔ سرداران قریش کے غیرت دلانے سے باہر نکلا تو کہنے لگا کہ میں نے ایسا کلام سنا ہے جو کبھی نہیں سنا تھا جس نے مجھے بے خود کر دیا۔ میں اب پیام رسانی نہیں کر سکتا۔ دوسرا واقعہ سنئے۔ شروع شروع جب مکہ میں مسلمانوں پر کفار کی طرف سے قہر وغضب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اس وقت بحکم الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے صحابہ کی ایک جماعت حبش کی طرف ہجرت کر گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ آپ بھی کسی طرف چلے جائیں۔ ابوالدغنہ جو مکہ کا ایک رئیس تھا اس نے کہا کہ میں ہرگز آپ جیسے شریف انسان کو جانے نہ دوں گا آپ میرے ساتھ چلئے اور میرے ساتھ رہئے۔ چنانچہ کچھ دنوں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ہاں رہے۔ آپ غاروں میں قرآن شریف پڑھتے تو کفار ان کے بچے ان کی عورتیں آپ کے اردگرد اس کثرت

سے جمع ہوجاتے کہ میلا لگ جاتا۔ وہ قرآن کی زبان اور اس کے بیان سے ایسے متاثر ہوتے کہ آخران کے سرداروں کو ابوالدغنہ سے شکایت کرنی پڑی کہ اگر تم نے ابوبکر کو پناہ دی تو ان کو زور سے قرآن پڑھنے کو منع کردو۔ مبادا ہمارے بچے ہماری عورتیں اور ہمارے مرد اس کلام سے متاثر ہوکر مسلمان نہ ہوجائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو فرمایا کہ مجھ کو ابوالدغنہ کی بجائے صرف اللہ رب العزت کی پناہ درکار ہے۔ تیسرا واقعہ سنئے کہ صرف عوام ہی نہیں بڑے بڑے شعرائے عرب نے بھی جب قرآن کریم کی زبان سنی۔ تو اپنی زبان بھول گئے۔ شعرائے عرب خصوصاً شعرائے قریش کا دستور تھا کہ ہر صبح وہ خانہ کعبہ کے گرد بیٹھتے اور اپنا تازہ کلام سناتے اور داد تحسین حاصل کرتے ایک روز ایک صحابی نے چپکے سے خانہ کعبہ کی دیوار پر قرآن شریف کی سب سے چھوٹی سورۃ سورۂ کوثر لکھ دی کہ دیکھیں کلام عرب کے ماہرین شعرا اور قریش کے فصحاء و بلغا اس کے متعلق کیا رائے ظاہر کرتے ہیں۔ جب صبح ہوئی اور شعراء جمع ہوئے اور ان کی نظر سورۂ کوثر کی طرف گئی تو شعراء نے اس دن اپنا کلام سنانا پسند نہیں کیا اور دیر تک وہ اس مختصر سی سورۃ کی فصاحت و بلاغت اور اس کی دلآویزی اور دلربائی پر غور کرتے رہے پھر ان میں کا سب سے بڑا شاعر آگے بڑھا اور سورۃ کے نیچے یہ الفاظ لکھ دیئے ماھذا قول البشر۔ یہ تو کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔ خیر یہ واقعات تاثیر قرآنی کے بیچ میں ضمناً آگئے تھے۔

روایات میں ہے کہ بعض مشرکین کا خیال تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی جن آکر یہ قرآن سکھلا جاتا ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ وحی آنے میں کچھ دیر ہوئی تو ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا (نعوذ باللہ تعالیٰ) تو جہاں کفار کے اور اعتراضات اور شبہات قرآن پر تھے وہاں ایک یہ بھی تھا کہ جنات یا شیاطین میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہے اور وہ سکھا جاتا ہے اور اس کے قول کو یہ کلام الٰہی کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان آیات میں اس خیال کی تردید فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کلام جو رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اس کو شیاطین یا جنات جو کاہنوں کے پاس آیا کرتے تھے لے کر نہیں آئے اور اسکے تین دلائل یا وجوہ بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ فطرۃً شیاطین کے لئے یہ فعل سزاوار نہیں ہے کیونکہ خبیث جنات اور شیاطین کو ناپاک مضامین سے دلی رغبت ہے ناپاک باتیں ان کی خوراک ہیں ان کی طبائع کا خاصہ تو گمراہی۔ فساد اور ظلمت پھیلانا ہے اور یہ کتاب اول سے آخر تک رشد و صلاح اور نور ہدایت سے بھری ہوئی ہے تو اس کتاب کے علوم اور شیاطین کی طبائع میں کوئی مناسبت نہیں۔ شیاطین کو تو وہی روح پر تاریکی اور دل پر زنگ پیدا کرنے والی باتیں معلوم ہیں جو انسان کو برباد کرنے والی ہیں۔ روح کو سدھارنے والے مضامین دل کو پاک کرنے والے مطالب اور اخلاق کو صاف و پاکیزہ کرنے والے امور سے تو ان کو نفرت و عداوت ہے۔

دوسری وجہ یہ فرمائی گئی کہ تعلیم قرآنی کی ان میں قدرت بھی نہیں۔ وہ اس لائق کہاں ہیں کہ اس متبرک بار امانت کو اٹھا سکیں۔ پھر کسی مقدس پاکباز قلب تک ان شیاطین کی رسائی ہی ممکن نہیں پھر وہ القاء کس طرح کرسکتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں کی فطرت ناقص ہے ان کے قلوب تک ان کی رسائی ممکن ہے۔

تیسری وجہ یہ فرمائی گئی کہ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ پاکباز ہستیوں کے قلوب تک شیاطین کی رسائی ممکن ہے لیکن ملاء اعلیٰ اور عالم ملکوت تک ان کی رسائی ناممکن ہے۔ جہاں سے قرآن کا نزول ہوا ہے وہاں تک ان کی پہنچ اور دسترس نہیں ہوسکتی کیونکہ شیاطین کو وہاں تک خدا نے پہنچنے سے روک دیا ہے اور نزول قرآن کے زمانہ میں اس کی حفاظت کے لئے ایسے غیبی پہرے بٹھائے گئے کہ شیاطین پاس بھی نہیں پھٹک سکتے۔ نہ ایک حرف اچک سکتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے جنات آسمان یعنی عالم ملکوت تک چڑھ جایا کرتے تھے اور وہاں سے کوئی بات سن آتے تھے۔ اس ایک میں سو جھوٹ ملا کر ساحروں اور کاہنوں سے کہہ دیا کرتے تھے لیکن بعثت نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ سے شیاطین کو وہاں جانے سے روک دیا

گیا۔ شیاطین کے غیبی خبریں سننے کی کوشش کرنے اور ناکام رہنے کے متعلق سورۂ حجر ۱۴ویں پارہ میں فرمایا گیا ہے وحفظنھا من کل شیطٰن الرجیم. الا من استرق السمع فاتبعه شھاب مبین اور ہم نے اسے یعنی آسمان کو ہر شیطان مردود سے محفوظ کردیا۔ ہاں مگر کوئی بات چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہولیتا ہے۔ اس پر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تشریحاً لکھا ہے۔ "آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا۔ بلکہ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے تو ان کا گزر بھی وہاں نہیں ہوسکتا۔ اب انتہائی کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کرکے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت سے نزدیک ہوکر اخبار غیبیہ کی اطلاعات حاصل کریں۔ اس پر بھی فرشتوں کے پہرہ بٹھادیئے گئے ہیں کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتش بازی کی جائے۔ نصوص قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق آسمانوں پر جب کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس اس سلسلہ میں فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے آخر میں سماء دنیا پر اور بخاری شریف کی ایک روایت کے موافق بادل میں فرشتے اس کا مذاکرہ کرتے ہیں۔ شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں اسی طرح جیسے آج کوئی پیغام بذریعۂ وائرلیس ٹیلیفون جارہا ہو اسے بعض لوگ راستہ میں جذب کرنے کی تدبیر کرتے ہیں ناگہاں اوپر سے بم کا گولہ یعنی شہاب ثاقب پھٹتا ہے اور ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کرکے چھوڑتا ہے۔ اس دوا دوش اور ہنگامہ دارو گیر میں جو ایک آدھ بات شیاطین کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاہن لوگ اسی ادھوری سی بات میں سینکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے ہیں۔ جب وہ ایک آدھ سادی بات سچی نکلتی ہے تو ان کے معتقدین اسے ان کی سچائی میں پیش کرتے ہیں اور جو سینکڑوں بنائی ہوئی خبریں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں ان سے اغماض و تغافل برتا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث نے یہ واقعات بیان کرکے متنبہ کردیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہی عالم ملکوت ہے۔ شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز کذب وافترا اور کوئی چیز نہیں نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اس قدر مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں وہاں قدم رکھ سکے یا باوجود انتہائی جدوجہد کے وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر معتد بہ دسترس حاصل کرلے باقی جو ایک آدھ جملہ فرشتوں سے ادھر ادھر کا سن بھاگتا ہے تو حق تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ اس کی قطعاً بندش کردی جائے وہ چاہتا تو اس سے بھی روک دیتا مگر یہ بات اس کی حکمت کے موافق نہ تھی۔ آخر شیاطین الجن والانس کو جن کی بابت اسے معلوم ہے کہ کبھی اغوا اور اضلال سے باز نہ آئیں گے اتنی طویل مہلت اور مغویانہ اسباب ووسائل پر دسترس دینے میں کچھ نہ کچھ حکمت تو سب کو ماننی پڑے گی اسی طرح کی حکمت یہاں بھی سمجھ لو۔" اس تقریر کے بعد حضرت مولانا عثمانیؒ نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ شیاطین ہمیشہ شہابوں کے ذریعہ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں مگر جس طرح قطب جنوبی اور ہمالیہ کی بلند تر چوٹی کی تحقیق کرنے والے مرتے رہتے ہیں اور دوسرے ان کا یہ انجام دیکھ کر اس مہم کو ترک نہیں کرتے اسی پر شیاطین کی مسلسل جدوجہد کو قیاس کرلو اور یہ واضح رہے کہ قرآن وحدیث نے یہ نہیں بتلایا کہ شہاب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کے لئے ہوتا ہے۔ ممکن ہے ان کے وجود سے اور بہت سے مصالح وابستہ ہوں اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اب جب کفار کے اس بے سروپا باطل اور بے ہودہ شبہ کا ازالہ کامل طور پر ان آیات میں فرمادیا تو اب اصل مدعا یعنی توحید کی اشاعت اور شرک کی مذمت اگلی آیات میں تلقین ہوتی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾

سوتم خدا کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کرنا کبھی تم کو سزا ہونے لگے۔اور آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیے۔اور اُن لوگوں کے ساتھ فروتنی سے پیش آئیے

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ

جو ایمان والوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں۔اور اگر یہ لوگ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں۔

مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي

اور آپ خدائے قادر رحیم پر توکل رکھئے۔جو آپ کو جس وقت کہ آپ (نماز کیلئے) کھڑے ہوتے ہیں۔اور نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو دیکھتا ہے۔

السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

فَلَا تَدْعُ پس نہ پکارو	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود	فَتَكُوْنَ کہ ہو جاؤ	مِنَ سے	الْمُعَذَّبِيْنَ مبتلائے عذاب		
وَاَنْذِرْ اور تم ڈراؤ	عَشِيْرَتَكَ اپنے رشتہ دار	الْاَقْرَبِيْنَ قریب ترین	وَ اور	اخْفِضْ جھکاؤ	جَنَاحَكَ اپنا بازو	لِمَنِ اس کیلئے جس نے	
اتَّبَعَكَ تمہاری پیروی کی	مِنَ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں	فَاِنْ پھر اگر	عَصَوْكَ وہ تمہاری نافرمانی کریں	فَقُلْ تو کہہ دیں	اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ بیشک میں بیزار ہوں	
مِمَّا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کرو	عَلَى پر	الْعَزِيْزِ غالب	الرَّحِيْمِ نہایت مہربان	الَّذِيْ وہ جو	يَرٰىكَ تمہیں دیکھتا ہے
حِيْنَ جب	تَقُوْمُ تم کھڑے ہوتے ہو	وَتَقَلُّبَكَ اور تمہارا پھرنا	فِي میں	السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے (نمازی)	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہی	
السَّمِيْعُ سننے والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا						

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کے ایک باطل اور بے سروپا بیہودہ شبہ کا جواب دیا گیا تھا کہ اس قرآن کو شیاطین یا جنات لے کر نہیں آئے کیونکہ نہ ان کو طبعاً و فطرۃً اس کلام سے مناسبت ہے۔ نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں اور نہ ان کی پہنچ عالم ملکوت تک ہے۔ جب کفار کے اس شبہ کا ازالہ فرما دیا گیا تو اب اصل مدعا یعنی توحید کی اشاعت و تبلیغ کی تلقین فرمائی جاتی ہے۔ ہر پیغمبر کی بعثت کا اصلی منشا اشاعت توحید ہے خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تو تمام دنیا ہی کفر و شرک کی تاریکی میں پھنسی ہوئی تھی۔ عرب ایران۔ ترکستان۔ روم۔ ہند۔ چین۔ مشرق و مغرب سب ہی نے خدا کو چھوڑ رکھا تھا اور اپنی خواہش کے مطابق جدا جدا معبود بنا رکھے تھے۔ یہاں تک کہ اہل کتاب بھی جوہر توحید کو کھو بیٹھے تھے۔ یہود عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے نصاریٰ تثلیث کے قائل تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے غرض کہ اس طرح کے عقائد کفریہ و شرکیہ پھیلے ہوئے تھے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تو اصل مقصد ہی یہ تھا کہ ساری دنیا میں توحید کی اشاعت کی جائے اور شرک سے بچا جائے۔ چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے توحید کے وجوب کی ایک ایک خاص طریقہ سے تاکید کی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ آپ خدا کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کریئے۔ کبھی آپ کو سزا ہونے لگے۔ یعنی اگر آپ بھی شرک کریں تو عذاب الٰہی میں ماخوذ ہوں گے۔ یہاں اس خطاب

33 سے یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک کا کوئی خطرہ تھا اور اس بنا پر آپ کو اس سے روکا گیا بلکہ یہ خطاب کمال تخویف اور انتہائی اہمیت کے اظہار کے لئے ہے اور دراصل اس سے مقصود کفار اور مشرکین کو متنبہ کرنا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرنا ایسا جرم ہے اور ایسی تباہ کن حرکت ہے کہ اس پر عذاب لازمی ہے اور یہ شرک ایسی آفت ہے کہ اگر بفرض محال کوئی بڑی سے بڑی مقدس ہستی اور مخلوق میں سب سے عزیز اور محبوب جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تو وہ بھی خدانخواستہ اگر شرک میں مبتلا ہو جائے تو اس کی سزا سے نہیں بچ سکتی تو پھر اور کسی کا تو کیا کہنا۔ تو یہاں اگرچہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر سنانا اوروں کو مقصود ہے کہ جب یہ کتاب بلاشک وشبہ خدا کی نازل کی ہوئی ہے اور شیطان کا اس میں ذرہ بھر بھی دخل نہیں تو چاہئے کہ اس کی تعلیم پر چلو جس میں اصل اصول توحید ہے۔ شرک وکفر کی شیطانی راہ اختیار مت کرو ورنہ عذاب الٰہی سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہیں۔ جب اوپر کے خطاب سے یہ جتلا دیا گیا کہ شرک ایسا جرم ہے جس میں نبی کی ذات تک کے لئے کوئی رعایت نہیں تو اسی طرح نبی کے خاندان اور قریب ترین رشتہ داروں کے لئے بھی اس معاملہ میں کسی رعایت کی گنجائش نہیں اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ اپنے قریب ترین عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی صاف صاف متنبہ کر دیجئے کہ اگر وہ اپنا عقیدہ وعمل درست نہ رکھیں گے تو یہ بات ان کے کام نہیں آسکے گی کہ وہ نبی کے رشتہ دار ہیں۔ یعنی نجات کے لئے محض رشتہ داری ہرگز کافی نہیں۔ چنانچہ معتبر روایات میں آتا ہے کہ اس آیت وانذر عشیرتک الاقربین اور آپ اپنے کنبہ اور نزدیک کے رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرایئے اس کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو خطاب فرمایا اور ایک ایک سے ارشاد فرمایا کہ اے بنی عبدالمطلب۔ اے عباس۔ اے صفیہ۔ (یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں) اور اے فاطمہ (یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں) تم لوگ آگ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کر لو۔ میں خدا کی پکڑ سے تم کو نہیں بچا سکتا پھر بخاری اور مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت مذکورہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سویرے صفا پہاڑی پر چڑھ کر پکارا یا صباحاہ (جس کے لفظی معنی ہیں ہائے صبح کا خطرہ) عرب میں قاعدہ تھا کہ جب صبح سویرے کسی اچانک حملہ کا خطرہ ہوتا تو جس شخص کو بھی اس کا پتہ چل جاتا وہ اسی طرح پکارنا شروع کر دیتا اور لوگ اس کی آواز سنتے ہی ہر طرف سے دوڑ پڑتے۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے تمام قبائل کا نام لے کر یہ آواز دی تو سب لوگ گھروں سے نکل آئے اور جو خود نہ آسکا اس نے اپنی طرف سے خبر لانے کو بھیج دیا جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے دوسری طرف وادی میں ایک بھاری لشکر ہے جو تم پر چھاپہ مارنے کے لئے جمع ہو رہا ہے کیا تم میری تصدیق کرو گے اور میری بات سچ مانو گے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ بے شک کیونکہ ہم نے بارہا تمہاری صداقت کا تجربہ کر لیا ہے۔ ہمارے تجربہ میں تم کبھی جھوٹ بولنے والے نہیں رہے ہو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اچھا تو میں خدا کا سخت عذاب آنے سے پہلے تم کو خبردار کرتا ہوں۔ اپنی جانوں کو اس کی پکڑ سے بچانے کی فکر کرو۔ میں خدا کے مقابلہ میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ ابولہب جو آپ کا چچا تھا وہ بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا کہ تیرے ہاتھ ٹوٹیں کیا اس لئے تو نے ہم کو یہاں جمع کیا تھا۔ عرب کا محاورہ تھا کہ بددعا کے لئے کہتے تبت یدا یعنی تیرے ہاتھ ٹوٹیں تو خراب ہو جائے۔ اسی لئے قرآن پاک میں سورۂ لہب میں ابولہب کو بھی وہی جواب ملا

جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا یعنی تبت یدآ ابی لھب و تب دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے ابولہب کے اور وہ برباد ہوگیا۔ الغرض آپ نے شرک پر عذاب الٰہی سے سب کو ڈرایا تو اس قومی تبلیغ کا نتیجہ دو ہی شکلوں میں نمودار ہوسکتا تھا یا تو لوگ مانیں گے اور آپ کی ہدایت کو قبول کر کے آپ کی پیروی کریں گے اور یا نہ مانیں گے اور بدستور سرتابی اور سرکشی کرتے رہیں گے۔ اس لئے آگے اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کے متعلق حکم دے دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمادیا کہ جو مومن آپ کا ساتھ دیں ان کے لئے اپنے اخلاق اور تواضع کے پر بچھا دیجئے یعنی جس طرح پرندہ اپنے بچوں کو اپنے پروں میں لے لیتا ہے آپ بھی اپنے سایۂ رحمت میں اہل ایمان کو لے لیں اور جو لوگ آپ کا حکم نہ مانیں اور آپ کی نافرمانی کریں ان کے اعمال سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیجئے۔ گویا اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے رشتہ قرابت سے بڑھ کر رشتۂ ایمانی کو قرار دیا کہ جو مومن ہے خواہ وہ کوئی ہو۔ کہیں کا رہنے والا ہو۔ کوئی زبان بولنے والا ہو۔ کسی رنگ کا ہو وہ آپ کی شفقت وعنایت وتعلق کا مستحق ہے اور جو کافر ہے اس سے آپ بالکل بےزار اور بےتعلق ہیں خواہ وہ قرابت کے لحاظ سے کتنا ہی نزدیک کا رشتہ دار ہو۔ یعنی حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی پوری تعلیم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیغام حق اور تبلیغ دین کی وجہ سے مخالفت بھی ہونا لازمی تھی چنانچہ آپ کے پیام کی مخالفت میں تمام سردار اور رؤسائے مکہ ایک ہوگئے اور پھر قبیلۂ قریش کے سرداروں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور حضور کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔ اس وقت ان مخالفوں کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ کوئی مادی طاقت تھی نہ زیادہ مال تھا۔ نہ ساتھیوں کی کثرت تھی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے حق تعالیٰ آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مخالفین کی طرف سے ایذا اور ضرر کا خطرہ دل میں نہ لائیے آپ اس خدا پر بھروسہ رکھئے جو تمام کائنات پر غالب بھی ہے اور آپ پر رحیم بھی ہے اور اس کی قدرت وتصرف سے کوئی چیز خارج نہیں اور اس کی رحمت آپ کے شامل حال ہے۔ لیکن کسی کو محفوظ رکھنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ حفاظت کرنے والا طاقتور ہو اور حمایت کرنے کے لئے تیار ہو بلکہ یہ بھی لازمی ہے کہ اس کے تمام احوال کی اطلاع ہر وقت ہوتا کہ ضرورت کے وقت بچاؤ کر سکے اگر اس کو خبر ہی نہ ہو تو کتنا ہی کرم فرما اور حامی ہو اور کتنا ہی طاقتور ہو اپنے کی حمایت کرنے اور بچانے کا موقع ہی نہ ملے گا اس لئے آگے حق تعالیٰ نے فرمادیا کہ اے نبی خدائے غالب و رحیم تمہاری ہر نقل وحرکت سے واقف ہے اور تمہارے کل احوال زندگی اس کی نظر کے سامنے ہیں وہ دانا اور بینا اور شنوا بھی ہے اس لئے وہ ہر طرح سے تمہاری حفاظت کرے گا۔ آپ اسی کی ذات پر بھروسہ رکھیں۔

اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر کفار کے مزید شبہات کی تردید فرما کر ایمان اور عمل صالح کی ترغیب دی گئی اور منکرین کو عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید کاملہ نصیب فرماویں اور شرک کے ہر شائبہ سے ہم کو بچائیں یا اللہ مومنین مخلصین میں ہم کو شامل فرما اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع کامل نصیب فرما۔ یا اللہ! دشمنان دین سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرما اور ہم کو اپنی ذات پاک پر بھروسہ رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی قدرت و رحمت سے ہماری ہر حال میں حفاظت۔ نگرانی وحمایت فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ

کیا میں تم کو بتلاوؤں کس پر شیاطین اُترا کرتے ہیں۔(سنو) ایسے شخصوں پر اُترا کرتے ہیں جو دروغ گفتار بڑے بدکردار ہوں۔اور جو (شیاطین کی سننے کیلئے) کان لگا دیتے ہیں

وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ

اور وہ بکثرت جھوٹ بولتے ہیں۔اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے)

يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ

ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں۔اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا

بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

اور انہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے بدلہ لیا (یہ مستثنیٰ ہیں)۔اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ اُن کو لوٹ کر جانا ہے۔

هَلْ کیا	اُنَبِّئُكُمْ میں تمہیں بتاؤں	عَلٰى مَنْ کس پر	تَنَزَّلُ اترتے ہیں	الشَّيٰطِيْنُ شیطان	تَنَزَّلُ وہ اترتے ہیں	عَلٰى پر	كُلِّ ہر
اَفَّاكٍ بہتان لگانے والا	اَثِيْمٍ گنہگار	يُلْقُوْنَ ڈال دیتے ہیں	السَّمْعَ سنی سنائی بات	وَاَكْثَرُهُمْ اور ان میں اکثر	كٰذِبُوْنَ جھوٹے	وَ اور	
الشُّعَرَآءُ شاعر	يَتَّبِعُهُمُ ان کی پیروی کرتے ہیں	الْغَاوٗنَ گمراہ لوگ	اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	اَنَّهُمْ کہ وہ	فِيْ كُلِّ وَادٍ ہر وادی میں		
يَهِيْمُوْنَ سرگرداں پھرتے ہیں	وَاَنَّهُمْ اور یہ کہ وہ	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	مَا جو	لَا يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے نہیں	اِلَّا مگر	الَّذِيْنَ جو لوگ	
اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	وَذَكَرُوا اللّٰهَ اور اللہ کو یاد کیا	كَثِيْرًا بکثرت	وَانْتَصَرُوْا اور انہوں نے بدلہ لیا		
مِنْ بَعْدِ اس کے بعد	مَا ظُلِمُوْا کہ ان پر ظلم ہوا	وَسَيَعْلَمُ اور عنقریب جان لیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے	ظَلَمُوْا ظلم کیا	اَيَّ کس		
مُنْقَلَبٍ لوٹنے کی جگہ (گروٹ)	يَنْقَلِبُوْنَ وہ اُلٹتے ہیں (انہیں لوٹ کر جانا ہے)						

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ شعراء کی آخری آیات ہیں۔گذشتہ آیات کی تشریح میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ ایام جاہلیت میں عربوں کا عقیدہ تھا کہ جن لوگوں کے دلوں میں جنات یا شیاطین القاء کرتے ہیں ان میں سے ایک گروہ کاہنوں کا ہے اور دوسرا شاعروں کا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر منکرین کہانت کا شبہ کرتے تھے اور کلام الٰہی کو ثمرۂ شاعری کا الزام لگاتے تھے ان الزامات کی تردید میں گذشتہ آیات میں بتلایا جا چکا ہے کہ یہ کلام رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اور اس کو جنات یا شیاطین جو کاہنوں کے پاس آیا کرتے تھے لیکر نہیں آئے کیونکہ شیاطین کو نہ اس پاک کلام سے مناسبت ہے اور نہ وہ اس پر قادر ہیں۔کفار کے اسی شبہ کہانت یا شاعری کے مزید تردید میں اب اس وقت کے کاہنوں اور شاعروں کی امتیازی خصوصیات بیان کی جاتی ہیں اور جتلایا جاتا ہے کہ شیطانی القاء کو نبوت سے کیا نسبت۔کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق امانت۔اتقاء و پاکبازی اور خدا ترسی کو جو بچپن سے لے کر دعوئے نبوت تک آپ کی ساری قوم کو تسلیم تھی حتیٰ کہ صادق الامین آپ کا لقب ہی پڑ گیا تھا اور کہاں ان کاہنوں کی دروغ گفتاری اور بدکرداری۔چنانچہ ان آیات میں پہلے کاہنوں کی حالت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ شیاطین تو اپنے جیسے انسانی شیطانوں کے پاس آتے ہیں جو اول درجہ کے جھوٹ بولنے والے۔بدکردار اور گناہ گار ہوں ایسے کاہنوں۔بدکرداروں اور جھوٹے لوگوں کے پاس جنات وشیاطین پہنچتے ہیں کیونکہ وہ بھی جھوٹے اور بداعمال وبدکردار ہیں کوئی ایک آدھ بات غیبی خبر کی اچٹتی ہوئی سنی

سنائی چوری چھپے سے لے اڑتے ہیں جس میں ۱۰۰ جھوٹی باتیں اپنی طرف سے ملا کر کاہنوں کے کان میں جا کر ڈال دیتے ہیں اور پھر وہ کاہن بھی باتیں اس میں اپنی طرف سے ملا کر لوگوں میں پھیلا دیتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ بعض صحابہ نے کاہنوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس پر عرض کیا کہ حضور کبھی کبھی تو ان کی کوئی بات سچی بھی نکل آتی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ وہی بات ہوتی ہے جو جنات آسمان سے اڑا لاتے ہیں اور ان کے کان میں کہہ جاتے ہیں پھر اس کے ساتھ ۱۰۰ جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر کہہ دیتے ہیں۔ تو الحاصل کاہنوں کے بابت بتلایا گیا کہ شیاطین اور خبیث جنات کا نزول تو ایسے ہی لوگوں پر ہوتا ہے جو بہت زیادہ جھوٹے اور بدکردار ہوتے ہیں اس لئے ان کاہنوں سے ان کو طبعی مناسبت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاکباز۔ صادق اور صدیق ہیں پھر آپ سے شیاطین کو مناسبت کہاں ہو سکتی ہے اور آپ کے قلب تک خبیثوں کی رسائی کہاں ممکن ہے۔ پھر کہانت کا شبہ اور احتمال آپ کی ذات مبارک میں کہاں ہو سکتا ہے۔ آگے دوسرے شبہ شاعریت کا جواب دیا جاتا ہے کہ آپ شاعر بھی نہیں ہیں جیسا کہ یہ کفار خیال کرتے ہیں۔ عرب جاہلیت کی تہذیب اور تمدن میں شعرا کا ایک خاص اور بڑا امتیاز مرتبہ تھا۔ عیب کو ہنر اور ہنر کو عیب بنانا ان کا معمولی کرتب تھا اور پھر ایام جاہلیت کی عرب شاعری جس قسم کے مضامین سے لبریز تھی وہ یا تو شہوانیت اور عشق بازی کے مضامین تھے۔ یا شراب نوشی کے یا قبائلی منافرت اور جنگ وجدل کے یا نسلی فخر وغرور کے۔ نیکی اور بھلائی کی باتیں ان میں بہت ہی کم پائی جاتی تھیں۔ پھر جھوٹ۔ مبالغہ۔ بہتان۔ ہجو۔ بے جا تعریف۔ طنز وطعن۔ اور مشرکانہ خرافات تو اس شاعری کی رگ رگ میں پیوست تھی اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس شاعری کے متعلق یہ تھا کہ تم میں سے کوئی شخص خون اور پیپ سے اپنا پیٹ بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعر سے اپنا پیٹ بھر لے۔ حدیث میں بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب سفر میں چلے جا رہے تھے۔ مقام عرج میں ایک شاعر اپنے اشعار پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کو روک دو۔ اگر تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ اور لہو سے بھر جائے تو اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھرا ہو۔ تو کفار مکہ جو قرآن کو شاعری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) شاعر ہونے کا الزام و بہتان لگاتے تھے اس کی تردید میں شاعر اور شاعری کی حقیقت کو بیان فرمایا جاتا ہے اور شاعروں کی تین صفات ان آیات میں بتلائی جاتی ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ شاعروں کی پیروی وہی لوگ کرتے ہیں جو بدراہ ہیں یعنی شاعروں کی ذریت تو انہی لوگوں پر شامل ہوتی ہے جو خود بھٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ دوسری صفت بتائی کہ یہ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں یعنی خیالی مضامین کی تلاش میں ٹکریں مارتے اور ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ واقعیت اور حقیقت سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔ ان کی باتیں تو تمام تر تخیل پرستی کی ہوتی ہیں۔ کہیں آہوں سے آسمان کا گنبد گراتے ہیں۔ کہیں آنسوؤں سے بحر قلزم بہاتے ہیں۔ کہیں شب ہجر کے طول کو قیامت سے بڑھاتے ہیں۔ جو مضمون پکڑ لیا اسی کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں کسی کی تعریف کی تو آسمان پر چڑھا دیا۔ کسی کی مذمت کی تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دیئے۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ غرض جھوٹ۔ مبالغہ اور تخیل کے جس جنگل میں نکل گئے پھر مڑ کر نہیں دیکھا۔ تیسری صفت آیت میں یہ بیان کی گئی کہ یہ زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں یعنی شاعر کو عمل کی زندگی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا وہ مضامین شجاعت ومردانگی کے باندھے گا لیکن خود بھاگنے والوں میں سب سے آگے ہوگا شعر پڑھو تو معلوم ہو کہ رستم سے زیادہ بہادر اور جا کر ملو تو پرلے درجہ کے ڈرپوک۔ تاریخ کی کتابوں میں بنوامیہ کے دور کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ مشہور عرب شاعر فرزدق نے جب خلیفہ وقت سلیمان بن عبدالملک کے سامنے اپنا وہ شعر پڑھا جس میں اپنی حرامکاری کا ذکر تھا تو خلیفہ نے فوراً کہا کہ اس اقبال جرم کے بعد تم پر حد شرعی واجب آ گئی اب تو یہ شاعر بڑا سٹ پٹایا مگر تھا ذہین وچالاک فوراً یہی آیت قرآنی **وانھم یقولون مالایفعلون** یعنی یہ شاعر زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں، اپنی صفائی میں پڑھ کر

جان بچائی گویا اس نے یہ ظاہر کر دیا کہ ہم شاعر لوگ ہیں ہمارے کلام سے ہمارے عمل کا کیا واسطہ۔

الغرض تیسری صفت یہاں آیت میں شعراء کی یہ بتلائی گئی کہ یہ زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ تو شاعروں کی یہ خصوصیات بتلا کر یہ جتلایا گیا کہ پیغمبر خدا کو اس جماعت سے کیا تعلق اور لگاؤ کہ جو کفار معاذ اللہ آپ کو شاعر اور کلام الٰہی کو شعر و شاعری کہتے ہیں اب یہاں چونکہ شعراء کی مذمت ارشاد ہوئی ہے جس کے عموم میں سب ہی نظم کہنے والے اور اشعار پڑھنے والے صورۃً داخل ہو گئے اس لئے آگے ان شعراء کا استثناء فرمایا گیا کہ جن کی شاعری حقائق اور صداقتوں کی جامع ہے اور جو تائید دین۔ اور اشاعت علم اور نصرت و حمایت حق میں کی جائے اور جس سے کام دین کے غلبہ کا لیا جائے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ جو اوپر شعراء کی مذمت بیان ہوئی اس سے ان شعراء کو مستثنٰی کیا گیا ہے جو چار خصوصیات کے حامل ہوں۔

اول یہ کہ وہ مومن ہوں یعنی اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتابوں کو سچے دل سے مانتے ہوں اور آخرت پر یقین رکھتے ہوں۔

دوسرے یہ کہ وہ اعمال صالحات کرنے والے ہوں یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے موافق اپنی زندگی گزارنے والے ہوں۔ فاسق، فاجر۔ بدکردار اور اللہ رسول کے نافرمان نہ ہوں۔

تیسرے یہ کہ وہ بکثرت یاد الٰہی کرتے ہوں یعنی اپنے عام حالات اور اوقات میں بھی اور اپنے کلام میں بھی تائید دین حق اور اشاعت اسلام میں ان کے اشعار ہوں کہ یہ سب ذکر اللہ ہے۔

چوتھی صفت یہ ہو کہ اعدائے دین کی طرف سے ان پر اولاً ظلم ہو چکا ہو اور اس کا بدلہ لینے کے لئے وہ اپنی زبان اور قلم سے کام لیں یعنی کفار یا بے دینوں نے اول ان کو ایذا پہنچائی خواہ قولاً مثلاً ان کی ہجو کی یا دین کی توہین کی یا فعلاً کہ ان کے جان یا مال کو ضرر پہنچایا تو اب مظلوم ہونے کے بعد وہ انتقام اپنے اشعار یا کلام سے لینے والے ہوں۔ روایات میں آتا ہے کہ کفار اور مشرکین کے شاعر۔ اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف الزامات کا جو طوفان اٹھاتے اور نفرت و عداوت کا جو زہر پھیلاتے تھے اس کا جواب دینے کے لئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعراء اسلام کی ہمت افزائی فرمائی ہے۔ حضرت کعب بن مالک کے پوچھنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا مومن جہاد کرتا ہے تلوار سے اور اپنی زبان سے۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جس چیز سے ان کو مارتے ہو وہ گویا تیروں کی مار ہے۔ یعنی تم جو اشعار میں مشرکوں کی مذمت کرتے ہو تو یہ تیروں کی طرح ان پر اثر کرتے ہیں۔ تو خلاصہ یہ کہ ایسی روایات بھی بکثرت منقول ہیں جن سے شاعری اور شاعروں کی مذمت ثابت ہوتی ہے اور ایسی روایات بھی موجود ہیں جو شاعری کے استحسان پر دلالت کرتی ہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشعار سنے۔ بعض شاعروں کی تعریف بھی کی اور شعر کہنے کا حکم بھی دیا اس لئے شاعری کی مدح و ذم ممانعت۔ اور جواز دونوں منقول ہیں۔ اس لئے محققین نے فیصلہ کیا ہے کہ اچھے اشعار جیسے حمد و نعت حمایت اسلام۔ اصلاح مسلمین اور اسی قسم کے دوسرے مضامین کے شعر مستحسن ہیں اور اخلاق اور حسن اعمال کو برباد کرنیوالے۔ فسق و فجور کی تعلیم دینے والے اور فساد و تباہی برپا کرنیوالے اشعار ممنوع ہیں۔ اب جبکہ قرآن اور رسالت کے متعلق جو شبہات کفار کے تھے ان کے جوابات پورے ہو گئے اور اس پر بھی جو منکر نبوت رہے اور ہٹ دھرمی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر شاعری اور کہانت وغیرہ کی تہمتیں لگاتے رہے ان کو وعید سنائی جاتی ہے کہ ان ظالموں کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائیگا کہ کیسی بری اور مصیبت کی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے مراد اس سے جہنم ہے۔

الحمدللہ کہ سورۂ شعراء کا بیان یہاں ختم ہو گیا جس میں ۱۱ رکوع تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿١﴾ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾ الَّذِيْنَ

طٰس ۔ یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور ایک واضح کتاب کی۔ یہ (آیتیں) ایمان والوں کیلئے ہدایت اور مژدہ سنانے والی ہیں۔ جو ایسے ہیں

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٣﴾

کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر (پورا) یقین رکھتے ہیں۔

طٰسٓ طٰس	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْقُرْاٰنِ قرآن	وَكِتَابٍ اور کتاب	مُّبِيْنٍ روشن، واضح	هُدًى ہدایت	وَّ بُشْرٰى اور خوشخبری
لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	الَّذِيْنَ جو لوگ	يُقِيْمُوْنَ قائم رکھتے ہیں	الصَّلٰوةَ نماز	وَيُؤْتُوْنَ اور ادا کرتے ہیں	الزَّكٰوةَ زکوٰۃ	وَهُمْ اور وہ	
بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	هُمْ وہ	يُوْقِنُوْنَ یقین رکھتے ہیں					

تفسیر و تشریح:۔ الحمدللہ کہ اب انیسویں پارہ کی سورۂ نمل کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورۃ کی صرف تین ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کے سلسلہ میں وادالنمل یعنی چیونٹیوں کے میدان کا ذکر آیا ہے نمل معنی ہیں چیونٹیوں کے۔ اس لئے بطور نشانی اس سورۃ کا نام نمل مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکی دور کے درمیانی زمانہ میں اس کا نزول روایت کیا گیا ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ کلام پاک کی ۲۷ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶۸ لکھا ہے یعنی ۶۷ سورتیں اس سورۃ سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۴۶ سورتیں اس سورۃ کے بعد مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۹۳ آیات، ۷ رکوعات۔ ۱۱۶۷ کلمات ۴۸۷۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی عقائد کی اصلاح یعنی توحید کی تعلیم۔ نبوت کا اثبات آخرت کا یقین اور چند انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ ہیں۔ اس سورۃ میں بیان کیا گیا ہے کہ سارے جہاں کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے۔ اس نے انسانوں کو پیدا کر کے ان کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً نبی بھیجے اور رسالت کا سلسلہ قائم کیا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ختم فرمایا گیا اور جن پر قرآن مجید نازل کیا گیا جس میں انسان کو بتایا گیا کہ اسے اس زندگی میں کیا کرنا چاہئے انسان کو اس دنیا میں ایک مقررہ وقت تک رہنا ہے اس کے بعد اس کی یہاں کی زندگی ختم ہو جائے گی ہر فرد و بشر جو اس دنیا میں آیا ہے ایک نہ ایک دن وہ مر جائے گا اور آخر کار یہ ظاہری عالم بھی سارا فنا ہو جائے گا۔ پھر کچھ مدت کے بعد جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے سارے انسان شروع دنیا سے آخر تک دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور عالم آخرت شروع ہو جائے گا جہاں ہر شخص کے اعمال کی جو اس نے اس دنیا میں کئے تھے جانچ پڑتال کی جائے گی اور جیسے جس کے اعمال ہوں گے ویسی ہی اس کو جزا و سزا دی جائے گی۔ یہ تمام باتیں بالکل اسی طرح ہوں گی جس طرح قرآن مجید میں کھول کھول کر واضح کر دیا گیا ہے۔ نتیجہ کے لحاظ سے قرآن کے منکروں کو دائمی

عذاب۔ مصیبت اور بے چینی نصیب ہوگی اور اس کے ماننے والوں کو ابدی راحت۔ خوشی اور آرام چین وسکون ملے گا۔ خدا کے پیغمبروں کی ہدایات کو نہ ماننے والوں کی عبرت کے لئے بعض پہلی امتیں اور ان کے پیغمبروں کے قصہ بیان کئے گئے۔ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور پھر بنی اسرائیل کے دو جلیل القدر صاحب سلطنت انبیاء حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کہ جن کی سلطنت جن وانس کے علاوہ جانوروں تک پر تھی ان کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق دو واقعات کا بیان اس سورۃ میں فرمایا گیا ایک تو وہ جو چیونٹیوں کے ساتھ گزرا اور اسی پر اس سورۃ کا نام سورۃ النمل رکھا گیا اور دوسرا واقعہ ملکہ سبا کا جس کی بابت ہدہد نے آکر خبر دی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو زیر فرمان کیا اس کے بعد دو اور قوموں کا بیان ہے۔ اخیر میں قدرت کی بعض نشانیاں واضح کرکے واقعات عالم سے عبرت حاصل کرنے پر زور دیا گیا اور دنیا کے خاتمہ کی ایک علامت بتائی گئی۔ پھر قیامت کے حالات واضح کئے گئے اور سورۃ کے خاتمہ پر بتلایا گیا کہ ان باتوں کو جاننے کے بعد انسان کے لئے کوئی چارہ کار نہیں سوائے اس کے کہ قرآن کے احکام پر چلے۔ یہ ہے خلاصہ اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آئیں گی۔

اس تمہید کے بعد ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا بھی حروف مقطعات طٰسٓ سے فرمائی گئی ہے۔ حروف مقطعات کے متعلق سورۂ بقرہ کے ابتدائی درس میں تفصیلی بیان ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ خلفائے راشدین۔ جمہور صحابہؓ وتابعین اور اکثر علمائے امت کے نزدیک یہ حروف رموز واسرار الٰہیہ ہیں۔ ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں۔ ان کے حقیقی معنی کی طرف کسی اور کی رسائی نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم بطور ایک راز کے دیا گیا ہو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حروف کی تفسیرو تشریح میں صراحتہً کچھ منقول نہیں۔ ان پر اسی طرح ایمان لانا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جس طرح آئے ہیں ان کی تلاوت کرنا چاہئے اور ان کے معنی کی تفتیش میں نہ پڑنا چاہئے۔

آگے سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ آیات جن کی تلاوت اس سورۃ میں کی جارہی ہے کسی کاہن کی بکواس نہیں۔ کسی ساحر کی شعبدہ بازی نہیں کسی شاعر کی تک بندی نہیں بلکہ قرآن اور اس عظیم الشان کتاب کی آیات ہیں جو حق و باطل میں فرق کرنے والی۔ اور انسانی نجات وسعادت کا راستہ واضح طور پر بتانے والی ہے۔ جس کی کوئی بات بعید از عقل نہیں۔ سب باتیں اس کی صاف اور ظاہر ہیں جن کو ہر ایک صاحب عقل سلیم تسلیم کرنے میں ذرا بھی تردد نہیں کرسکتا۔ اس کی ہدایت ہر انسان کے لئے عام ہے مگر اس کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانے والے چونکہ اہل ایمان ہی ہیں اس لئے یہ اہل ایمان ہی کے لئے باعث ہدایت اور سبب بشارت ہے۔ اس کے ہر لفظ سے مومن کو راہ حق نظر آتی ہے اور دوامی سعادت و نجات کی خوشخبری حاصل ہوتی ہے مگر یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ فقط قلبی تصدیق اور عقیدہ کی صحت سے کمال ایمانی حاصل ہو جاتا ہے۔ نہیں خالی زبان سے اپنے کو مومن کہنا کافی نہیں جب تک کہ اس میں خصوصیت کے ساتھ یہ تین اوصاف نہ پائیں جائیں۔

ایک **الذین یقیمون الصلٰوۃ** وہ جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی اہتمام سے ساری شرائط وقواعد کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جو نماز ادا نہ کرے وہ پورا کامل مومن ہی نہیں۔ حیف ہے ان لوگوں پر جو دین اسلام کی حمایت کے نعرے تو بلند کرتے ہیں مگر نماز سے بے فکر ہیں۔

دوسرا وصف **ویؤتون الزکٰوۃ** فرمایا یعنی جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ شرع میں جب کہ مال ایک معینہ نصاب سے زائد ہو تو اس میں سے چالیسواں حصہ اللہ کے نام پر غربا۔ مساکین اور مستحقین کو دینا اور اس مقررہ لازمی اور فرض زکوٰۃ کے

علاوہ ہر ایک قسم کے خیرات وصدقات بھی زکوٰۃ میں شامل ہیں تو یہاں اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کے ذکر کرنے سے اس طرف صاف اشارہ ہے کہ نماز اور زکوٰۃ اسلام کے وہ عظیم الشان ارکان ہیں جن کے بغیر ایمان کی عمارت کا اپنی جگہ پر قائم رہنا دشوار ہے۔اسی لئے ان آیات میں ذہن نشین کرایا جارہا ہے کہ قرآن کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایمان کے ساتھ عملاً اطاعت اور اتباع کا رویہ اختیار کرنا بھی ضروری ولازمی ہے جس کی اولین علامت اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ ہے۔اگر یہی علامت غائب ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ آدمی اطاعت اور حکم کی پیروی کے لئے تیار نہیں۔

تیسری بات وھم بالاٰخرۃ ھم یوقنون فرمائی یعنی روز آخرت پر ان کو کامل یقین ہو اور یہ اعتقاد رکھیں کہ خداوند تعالیٰ کے سامنے جانا ہے۔ایک دن حشر ہونا ہے اور تمام اعمال کی باز پرس ہونی ہے اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے۔اگر آخرت پر ایمان یقین نہ ہو تو انسان کسی کار خیر کی طرف توجہ بھی نہ کرے گا اور اگر کوئی نیک کام کرے گا بھی تو اس کی غرض کسی دنیوی وجاہت عزت۔عیش وآرام کے حصول کی ہوگی۔جب کسی کو انجام کی فکر اور مستقبل کا خیال ہی نہ ہوگا۔تو وہ اسی دنیائے فانی کی فکر میں ڈوبا رہے گا اور اس کی تمام کوششوں کا مرکز یہی چند روزہ زندگی ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ قرآن کی رہنمائی سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اس کی بشارتوں کے مستحق صرف وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو ان حقیقتوں کو تسلیم کریں جنہیں یہ کتاب پیش کرتی ہے اور پھر مان لینے کے بعد اپنی عملی زندگی میں اطاعت واتباع کا رویہ اختیار کریں اور اس میں قرآن کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا انہیں کے لئے ممکن ہے کہ جو آخرت کے قائل ہوں۔

قرآن کریم جن حقیقتوں کو ماننے اور ان پر ایمان لانے اور پورا پورا یقین رکھنے کی پرزور دعوت دیتا ہے ان میں خداوند قدوس کی ذات اور اس کی صفات یعنی توحید باری تعالیٰ ہے۔جس کے بعد آخرت ہی کا مسئلہ ہے۔تمام انبیائے کرام اور اللہ تعالیٰ کی تمام نازل کی ہوئی کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اس پر ایمان لانے اور پورا یقین کرنے کی دعوت دی ہے اور چونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور قیامت تک کے لئے دنیا کی رہنمائی کے لئے نازل کی گئی ہے اس لئے اس میں تو آخرت کے مسئلہ پر اتنا زور دیا گیا ہے اور اتنی تفصیل سے اس کو بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ آخرۃ ہی کے بیان سے متعلق ہے۔اور عقیدۂ آخرت ہی یعنی حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور حساب کتاب اور جزا وسزا انسان کی حالت دنیا میں درست رکھ سکتا ہے اور انسان کی زندگی میں انقلاب لاسکتا ہے اور اس کو صراط مستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے۔

یہ تو مومنین کاملین کا حال تھا آگے منکرین قرآن اور ان کا آخرت کا حال اور ان کا انجام ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اس کتاب کو ہمارے لئے بھی باعث ہدایت وخوشخبری بنائیں اور ایمان والوں کی صفات ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔اور آخرت پر پورا یقین عطا فرمائیں تاکہ ہم کو اس دنیا کی زندگی میں آخرت کا فکر ہو اور ہمارا کوئی لمحہ آخرت کی تیاری سے غفلت میں نہ گزرے۔یا اللہ! ہم کو پوری طرح اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کی توفیق عطا فرما اور اس کے ساتھ اپنے جملہ احکام کی بھی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرما۔یا اللہ! مومنین کاملین کی جو صفات یہاں بیان فرمائی گئیں یعنی نماز کی پابندی زکوٰۃ کی ادائیگی اور آخرت پر پورا یقین۔آج امت مسلمہ کے اکثر افراد انہیں صفات سے غافل ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ﴿٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے اُن کے اعمال (بد) اُن کی نظر میں مرغوب کر رکھے ہیں سو وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے

سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٥﴾ وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ

سخت عذاب (ہونیوالا) ہے اور وہ لوگ آخرت میں (بھی) سخت خسارہ میں ہیں۔ اور آپ کو بالیقین ایک بڑی حکمت والے علم والے کی جانب سے قرآن دیا جارہا ہے۔

حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿٦﴾ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُمْ

(آپ اُس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جبکہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں ابھی وہاں سے (یا تو راستہ کی) کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہارے پاس

بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾

آگ کا شعلہ کسی لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں تا کہ تم سینک لو۔

إِنَّ بیشک | الَّذِينَ جو لوگ | لَا يُؤْمِنُونَ ایمان نہیں لاتے | بِالْآخِرَةِ آخرت پر | زَيَّنَّا لَهُمْ آراستہ کر دکھائے ہم نے ان کیلئے | أَعْمَالَهُمْ ان کے عمل

فَهُمْ پس وہ | يَعْمَهُونَ بھٹکتے پھرتے ہیں | أُولَٰئِكَ یہی لوگ | الَّذِينَ وہ لوگ جو | لَهُمْ ان کیلئے | سُوءُ برا | الْعَذَابِ عذاب | وَهُمْ اور وہ

فِي الْآخِرَةِ آخرت میں | هُمْ وہ | الْأَخْسَرُونَ سب سے بڑھ کر خسارہ اٹھانے والے | وَإِنَّكَ اور بیشک تم | لَتُلَقَّى دیا جاتا ہے | الْقُرْآنَ قرآن

مِنْ لَدُنْ نزدیک (جانب) سے | حَكِيمٍ حکمت والا | عَلِيمٍ علم والا　إِذْ جب　قَالَ کہا　مُوسَىٰ موسیٰ　لِأَهْلِهِ اپنے گھر والوں سے　إِنِّي بیشک میں

آنَسْتُ میں نے دیکھی ہے　نَارًا ایک آگ　سَآتِيكُمْ میں ابھی لاتا ہوں　مِنْهَا اس کی　بِخَبَرٍ کوئی خبر　أَوْ آتِيكُمْ یا لاتا ہوں تمہارے پاس

بِشِهَابٍ شعلہ　قَبَسٍ انگارہ　لَعَلَّكُمْ تا کہ تم　تَصْطَلُونَ تم سینکو

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ آیتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جاتی ہیں ایک واضح اور روشن کتاب یعنی قرآن کریم کی آیتیں ہیں جو انسانی سعادت و نجات کا راستہ واضح طور پر بتانے والی ہیں۔ اور اگرچہ اس کی ہدایت ہر انسان کے لئے عام ہے لیکن چونکہ اس کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانے والے اہل ایمان ہی ہیں اس لئے یہ اہل ایمان ہی کے لئے باعث ہدایت اور سبب بشارت ہے۔ پھر اہل ایمان کی تین صفات بیان کی گئیں یعنی وقت اور شرائط کی پابندی کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور عالم آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔

اب آگے مومنین کے مقابلہ میں کفار و منکرین کی حالت اور ان کا انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے اور ان کی نظروں میں جو کچھ ہے بس یہی دنیا ہے تو وہ اسی کی زیب و زینت اور عیش و آرام میں ڈوبے رہتے ہیں اور ان کی ساری کوشش اور فکر کا مرکز بس یہی چند روزہ زندگی ہے کہ کس طرح دنیا میں مال و دولت حاصل ہو۔ عزت اور جاہ بڑھے۔ اچھا کھائیں پئیں اور موج اڑائیں۔ عالیشان مکانوں میں عیش و عشرت سے رہیں۔ تو جو کتاب یا پیغمبر ادھر سے ہٹا کر عاقبت اور آخرت کی طرف توجہ دلائے تو اس کی بات پر کان کیوں دھرنے لگے۔ یہ تو دنیا کے عشق میں غرق ہو کر ہادیوں پر آوازیں کستے ہیں۔ آسمانی کتاب کو مورد طعن بناتے ہیں۔ پیغمبر کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور یہی وہ کام ہیں کہ جن کو اپنے نزدیک بہت اچھا سمجھ کر برابر گمراہی میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے منکرین و مکذبین کو اللہ تعالیٰ بھی ڈھیل دے کر چھوڑ دیتے ہیں کہ ان

کی برائیاں انہیں اچھی لگنے لگتی ہیں اور اس طرح وہ اپنی سرکشی وگمراہی میں بڑھتے رہتے ہیں۔ انجام ان کا یہ ہوگا کہ آخرت میں انہیں سخت ترین سزائیں ہوں گی اور قیامت کے دن اہل محشر میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی رہیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب ان بدبختوں نے قرآن مبین کی قدر نہ پہچانی اور اس کی ہدایات و بشارات سے فائدہ نہ اٹھایا تو آخرت کی یہی بدانجامی نصیب ہوئی تھی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو خدا کا شکر ادا کیجئے کہ اس علیم وحلیم کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب یعنی قرآن کریم آپ کو مرحمت کی گئی جس سے ہر وقت تازہ بتازہ فوائد پہنچ رہے ہیں جس میں مومنین کے لئے بشارتیں ہیں اور مکذبین کو عبرتناک واقعات سنائے گئے ہیں تا کہ سچوں کا دل مضبوط اور قوی ہو اور جھوٹ و باطل کی حمایت کرنے والے اپنی بدانجامی پر مطلع ہو جائیں چنانچہ اپنی اغراض کے لئے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونیوں کا قصہ سنایا جاتا ہے۔ یہ اس وقت کا قصہ ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں دس سال گزارنے کے بعد مصر کی طرف واپس جا رہے تھے۔ راستہ میں وادی سینا یا وادی طویٰ کے قریب پہنچ کر جب کہ سخت سردی کی اندھیری رات تھی راستہ بھول گئے تو آپ کی بی بی صاحبہ جو آپ کے ہمراہ تھیں ان کو ایک جگہ بٹھا کر آپ نے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو۔ میں نے ایک جگہ آگ دیکھی ہے میں وہاں جاتا ہوں۔ اگر وہاں کوئی موجود ہوا تو راستہ کی خبر لاتا ہوں ورنہ سینکنے تاپنے کے لئے آگ لے آؤں گا۔

اب جب موسیٰ علیہ السلام آگ لینے جاتے ہیں تو وہاں کیا صورت حال پیش آتی ہے یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ان آیات میں مومن اور غیر مومن کی حالت میں عقیدہ آخرت کا خاص فرق ہونا بتلایا گیا ہے اور یہ ایک بالکل فطرتی اور نفسیاتی بات ہے کہ جب آدمی اپنی زندگی اور اس کی سعی اور عمل کے نتائج کو صرف اسی دنیا تک محدود سمجھے گا اور جب وہ موت کے بعد کسی ایسی زندگی کا قائل نہ ہوگا جس میں حیاۃ دنیا کے اعمال کی حقیقی قدر و قیمت کے موافق ٹھیک ٹھیک جزا و سزا دی جانے والی ہو۔ اور جب انسان کسی ایسی عدالت کا قائل نہ ہوگا جہاں انسان کے پورے کارخانہ حیات کی جانچ پڑتال کے بعد اس کے اچھے یا برے ہونے کا قطعی فیصلہ کیا جانے والا ہو تو لازماً اس کے اندر ایسا نقطۂ نظر پایا جائے گا کہ اسے حق و باطل اور نیکی و بدی اور شرک و توحید۔ اور اخلاق و بداخلاقی اور ثواب و عذاب کی یہ ساری بحثیں سراسر بے معنی نظر آئیں گی۔ بس جو کچھ اسے اس دنیا میں لذت و آرام۔ عیش و راحت۔ مادی ترقی اور خوشحالی اور قوت و اقتدار سے ہمکنار کرے وہی اس کے نزدیک بڑی خوبی کی بات ہوگی۔ اس کو حقیقت اور صداقت سے کوئی غرض ہی نہ ہوگی۔ اس کا اصل مطلوب صرف حیاۃ دنیا کی زینتیں اور کامرانیاں ہوں گی جن کے حصول کے فکر میں وہ ساری زندگی سرگرداں رہے گا اور ان لوگوں کو بے وقوف اور احمق سمجھے گا جو اس کی طرح دنیا طلبی میں منہمک نہیں ہیں۔ برخلاف اس کے جب کسی کا یہ عقیدہ اور پختہ یقین ہوگا کہ مرنے کے بعد اور بھی کئی منزلوں سے گزرنا ہے جس میں پہلی منزل موت سے لے کر قیامت تک کی ہے جس کو عالم برزخ کہتے ہیں اور دوسری منزل قیامت اور حشر و نشر کی ہے اور تیسری و آخری منزل جنت یا جہنم ہے اور ہر ہر منزل میں ہمیں دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی جزا و سزا ملنی ہے اس لئے ہم دنیا میں مطلق العنان اور تمام قیود و بندشوں سے آزاد ہو کر من مانی زندگی گزارنے کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں بلکہ ہر عمل کا محاسبہ اور باز پرس ہونے والی ہے اور اس پوری زندگی کے حساب اور جانچ پڑتال میں جو کامیاب نکلیں گے وہ جنت کے مستحق قرار دیئے جائیں گے اور جو اس جانچ پڑتال میں ناکامیاب ہوں گے وہ دوزخ کے سزاوار ٹھہرائے جائیں گے اور بالآخر آخری فیصلہ میں اپنے عقائد و اعمال کے مطابق جنت یا جہنم ہی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ تو جن کو آخرت اور حساب کی فکر ہر بات میں لاحق رہے گی ان کو یقیناً دنیا کی اس عارضی زندگی سے دل بستگی کم ہوگی۔ ان کی زندگی کا نصب العین اخروی فلاح ہوگا اور اس طرح لازمی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے ہر پہلو سے متلاشی رہیں گے۔ اسی لئے قرآن کریم میں آخرت کے مسئلہ پر اتنا زور دیا گیا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس پر اتنی روشنی ڈالی گئی ہے کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کا بہت زیادہ حصہ آخرت ہی کے متعلق ہے اللہ تعالیٰ آخرت کی اہمیت ہمارے دلوں میں بھی بٹھا دیں۔ بقیہ قصہ موسیٰ علیہ السلام کا اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸﴾

سو جب اُس (آگ) کے پاس پہنچے تو اُن کو (منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ جو اس آگ کے اندر ہیں اُن پر بھی برکت ہو اور جو اس کے پاس ہے اس پر بھی (برکت ہو) اور اللہ رب العالمین پاک ہے۔

يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں اللہ ہوں زبردست حکمت والا۔ اور (اے موسیٰ) تم اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو سو جب انہوں نے اُس کو اس طرح حرکت کرتے دیکھا

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۟ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ

جیسے سانپ ہو تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی تو نہ دیکھا (ارشاد ہوا کہ) اے موسیٰ ڈرو نہیں، ہمارے حضور میں پیغمبر نہیں ڈرا کرتے۔ ہاں مگر جس سے کوئی قصور ہو جاوے

ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ

پھر بُرائی (ہو جانے کے) بعد بجائے اس کے نیک کام کرے (یعنی توبہ کرلے) تو میں مغفرت والا رحمت والا ہوں۔ اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جاؤ

مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۟ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ

وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا، یہ نو معجزوں سے ہیں (جن کے ساتھ تم کو) فرعون اور اس کی قوم کی طرف (بھیجا جاتا ہے کیونکہ) وہ بڑے حد سے نکل جانے والے لوگ ہیں۔ غرض ان لوگوں کے پاس

اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ

جب ہمارے (دیئے ہوئے) معجزے پہنچے (جو نہایت واضح تھے) تو وہ لوگ (ان سب کو دیکھ کر بھی) بولے یہ صریح جادو ہے۔ اور ظلم اور تکبر کی راہ سے ان (معجزات) کے (بالکل) منکر ہو گئے

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع

حالانکہ اُن کے دلوں نے اُنکا یقین کر لیا تھا سو دیکھئے کیسا انجام ہوا ان مفسدوں کا۔

فَلَمَّا پس جب	جَآءَهَا اس (آگ) کے پاس آیا	نُوْدِيَ ندا دی گئی	اَنْ بُوْرِكَ کہ برکت دیا گیا	مَنْ جو	فِي النَّارِ آگ میں	وَمَنْ اور جو	
حَوْلَهَا اس کے آس پاس	وَسُبْحٰنَ اور پاک	اللّٰهِ اللہ	رَبِّ پروردگار	الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں	يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	اِنَّهٗ حقیقت یہ	
اَنَا اللّٰهُ میں اللہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَ اور	اَلْقِ تو ڈال	عَصَاكَ اپنا عصا	فَلَمَّا پس جب اس نے	رَاٰهَا اسے دیکھا
تَهْتَزُّ لہراتا ہوا	كَاَنَّهَا گویا کہ وہ	جَآنٌّ سانپ	وَلّٰى وہ لوٹ گیا	مُدْبِرًا پیٹھ پھیر کر	وَلَمْ يُعَقِّبْ اور مڑ کر نہ دیکھا	يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	لَا تَخَفْ تو خوف نہ کھا
اِنِّيْ بیشک میں	لَا يَخَافُ خوف نہیں کھاتے	لَدَيَّ میرے پاس	الْمُرْسَلُوْنَ رسول	اِلَّا مگر	مَنْ جو۔جس	ظَلَمَ ظلم کیا	ثُمَّ بَدَّلَ پھر اس نے بدل ڈالا
حُسْنًا بھلائی	بَعْدَ بعد	سُوْٓءٍ برائی	فَاِنِّيْ تو بیشک میں	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَحِيْمٌ نہایت مہربان	وَاَدْخِلْ اور داخل کر (ڈال)	يَدَكَ اپنا ہاتھ
فِيْ جَيْبِكَ اپنے گریبان میں	تَخْرُجْ وہ نکلے گا	بَيْضَآءَ سفید۔روشن	مِنْ سے۔کے	غَيْرِ سُوْٓءٍ کسی عیب کے بغیر	فِيْ میں	تِسْعِ اٰيٰتٍ نو نشانیاں	
اِلٰى طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	وَقَوْمِهٖ اور اس کی قوم	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا ہیں	قَوْمًا قوم	فٰسِقِيْنَ نافرمان	فَلَمَّا پھر جب
جَآءَتْهُمْ آئیں ان کے پاس	اٰيٰتُنَا ہماری نشانیاں	مُبْصِرَةً آنکھیں کھولنے والی	قَالُوْا وہ بولے	هٰذَا یہ	سِحْرٌ مُّبِيْنٌ جادو کھلا		

وَجَحَدُوْا اور انہوں نے انکار کیا	بِهَا اس کا	وَاسْتَيْقَنَتْهَا حالانکہ اس کا یقین تھا	اَنْفُسُهُمْ انکے دل	ظُلْمًا ظلم سے	وَّعُلُوًّا اور تکبر سے			
	فَانْظُرْ تو دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنیوالے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ مدین سے آتے ہوئے جب کوہ طور کے قریب رات کو سردی کے وقت پہنچے جب کہ راستہ بھی بھول گئے تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے طور کی طرف ایک آگ دیکھی ہے میں وہاں جا کر یا تو راستہ کی کوئی خبر لاتا ہوں یا پھر آگ وہاں سے لے کر آتا ہوں تا کہ تم گرمی حاصل کر سکو۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو اس منظر کو دیکھ کر حیران ہو گئے کہ ایک سرسبز درخت ہے اس پر آگ جل رہی ہے۔ شعلے تیز ہو رہے ہیں اور درخت کی سرسبزی اور بڑھ رہی ہے اونچی نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ نور آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ دنیا کی آگ نہیں بلکہ غیبی اور نورانی آگ ہے۔ جس کے اندر نور الٰہی ظاہر ہو رہا تھا یا اس کی تجلی چمک رہی تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام قریب ہوئے تو یکا یک غیب سے آواز آئی مبارک ہے وہ جو اس آگ کے اندر ہے اور جو آگ کے آس پاس ہے یعنی زمین کا یہ ٹکڑا مبارک ہے۔ اس آگ میں جو تجلی یا نور ہے وہ بھی مبارک ہے اور اس کے اندر یا اس کے آس پاس جو ہستیاں ہیں مثلاً فرشتے یا خود موسیٰ علیہ السلام وہ سب مبارک ہیں۔ یہ غالباً موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے کے لئے بطور اعزاز و اکرام کے فرمایا۔ ساتھ ہی یہ فرما دیا گیا کہ اللہ جو رب العالمین ہے وہ آگ میں نظر آنے سے پاک ہے۔ یعنی اللہ کی ذات مکان۔ جہت۔ جسم۔ صورت۔ رنگ وغیرہ سب سے پاک ہے۔ آگ میں اس کی تجلی کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ اس کی ذات پاک آگ میں حلول کر آئی۔ وہ تو ہر مماثلت۔ مشابہت اور حلول اور تجسم سے پاک ہے اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ اس وقت تم سے کلام کرنے والا میں ہوں اللہ زبردست حکمت والا اور اے موسیٰ تم اپنا عصا زمین پر ڈال دو۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کی اور اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈال دیا تو وہ ڈالتے ہی ایک جیتا جاگتا چلتا پھرتا زبردست اژدہا بن گیا جسے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بمقتضائے بشریت خوفزدہ سے ہو گئے اور پیٹھ پھیر کر وہاں سے بھاگنا شروع کیا۔ اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اے موسیٰ ڈرو نہیں کیونکہ ہم نے تم کو پیغمبری عطا کی ہے اور خلعت پیغمبری کے عطا ہونے کے وقت پیغمبر ایسی چیزوں سے جو کہ خود ان کی پیغمبری کی دلیل یعنی معجزات ہوں ڈرا نہیں کرتے ہماری بارگاہ قرب میں پہنچ کر سانپ یا کسی مخلوق سے ڈرنے کا کیا مطلب۔ ہاں خدا کے حضور میں پہنچ کر خوف اور اندیشہ صرف اس کو ہونا چاہئے جو کوئی ظلم و زیادتی اور خطا و تقصیر کر کے آیا ہو۔ اس کے متعلق بھی ہمارے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ برائی کے بعد اگر دل سے توبہ کر کے اپنی روش درست کر لی اور نیکیاں کر کے برائی کا اثر مٹا دیا تو حق تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے معاف کر دیتے ہیں کیونکہ وہ غفور الرحیم ہیں۔ اس لاٹھی کے سانپ بن جانے کے معجزہ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک اور معجزہ دیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ آپ جب بھی اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالیں گے تو وہ بلا کسی مرض یا عیب کے روشن۔ چمکدار ہو کر نکلے گا اور یہ دونوں معجزے ان نو معجزوں میں سے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً تمہاری تائید کرتے رہیں گے۔ اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ یہ نو معجزات حسب ذیل تھے۔

(۱) عصاء موسوی کا اژدہا بن جانا۔

(۲) گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالنے سے روشن ہو کر نکلنا۔

(۳) دریائے نیل میں طوفان کا آنا۔

(۴) ٹڈی دَل کا بکثرت آنا۔

(۵) فرعونیوں کے لئے جوئیں یا چیچڑیوں کی کثرت ہونا۔

(۶) مینڈکوں کی ایسی پیداوار کہ ہر چیز اور برتن میں غیب سے مینڈک ہی مینڈک نظر آتے تھے۔

(۷) فرعونیوں کے لئے تمام پانی کا خون ہو جانا اور ان کا ایک ایک قطرہ پانی کو ترسنا۔

(۸) زبردست قحط سالی سے ملکی پیداوار کا تباہ ہو جانا۔

(۹) بحر قلزم کا بنی اسرائیل کے عبور کے لئے خشک ہو جانا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب بھی وقتاً فوقتاً فرعونیوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے یہ نشانیاں دکھلائی گئیں تو کہنے لگے کہ یہ سب جادو ہے۔ حالانکہ ان کے دلوں میں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور جو نشان دکھلا رہے ہیں یقیناً خدائی نشان ہیں مگر ہٹ دھرمی۔ عناد تکبر اور غرور سے جان بوجھ کر حق کی تکذیب اور سچائی کا انکار کرتے رہے۔

قرآن پاک کی دوسری آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے اعلان کے مطابق کوئی بلائے عام فرعونیوں پر نازل ہوتی تو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتا کہ تم اپنے خدا سے دعا کر کے اس بلا کو ٹلوادو پھر جو کچھ تم کہتے ہو وہ ہم مان لیں گے مگر جب وہ بلا ٹل جاتی تو فرعون اور اس کی قوم اپنی اسی ہٹ دھرمی پر تل جاتی۔ آخر پھر کیا ہوا؟ کچھ ہی دنوں بعد پتہ لگ گیا کہ ایسے ہٹ دھرم مفسدوں کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ سب کو بحر قلزم کی موجوں نے کھالیا۔ کسی کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔

یہاں اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اتنا ہی بیان فرمایا گیا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں کفار مکہ کے لئے دو باتیں جتلائی گئی ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ خدا جس کو نوازنا چاہتا ہے اپنی نبوت سے سرفراز فرماتا ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام ایسے غریب الوطن اور مفلس ہستی کو اللہ نے نبوت سے سرفراز فرمایا جن کو رہنمائی کے لئے کوئی ساتھی بھی میسر نہ تھا پس جس طرح اس نے موسیٰ علیہ السلام کو خلعت رسالت پہنایا۔ اسی طرح اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول خاص بنادیا لہٰذا کافروں کا یہ گمان غلط ہے کہ اگر نبی ہی بنانا تھا تو ایسے شکستہ حال کو نبی کیوں بنایا کہ جس کو بازاروں میں خود ضروریات کے لئے جانا پڑتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ جتلایا جاتا ہے کہ پیغمبر برحق کی مخالفت سے پرجلال اور پرشکوہ بادشاہوں کی بادشاہی بھی برباد ہو جاتی ہے۔ فرعون جیسے جابر شہنشاہ کی حکومت موسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہ بگاڑ سکی اور انجام کار مخالفت کے باعث اس کو خود تباہ ہونا پڑا اسی طرح کفار کی مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور اگر ان کا کفر پر اور مخالفت پر بھی اصرار رہا تو یہ لوگ خود ہی برباد ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے بعد آگے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنے انوار ہدایت سے ہمارے قلوب کو منور فرمادیں اور ہم کو دین حنیف پر استقامت بخشیں۔ اور ہر طرح کی گمراہی و کجی فتنہ و فساد سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ یا اللہ! ہمیں اپنا تابعدار بندہ بنا کر اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانبردار امتی ہو کر زندہ رکھئے اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ

اور ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم عطا فرمایا اور ان دونوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے

عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾

ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

وَ اور	لَقَدْ اٰتَيْنَا تحقیق دیا ہم نے	دَاوٗدَ داؤدؑ	وَ اور	سُلَيْمٰنَ سلیمانؑ	عِلْمًا (بڑا) علم	وَقَالَا اور انہوں نے کہا	الْحَمْدُ تمام تعریفیں
لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِيْ وہ جس نے	فَضَّلَنَا فضیلت دی ہمیں	عَلٰى پر	كَثِيْرٍ اکثر	مِّنْ سے	عِبَادِهِ اپنے بندے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قریب ۵۰۰ برس بعد کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے قریب ساڑھے پندرہ سو سال قبل کا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ہیں آپ اور آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام بہت مشہور ومعروف انبیاء میں سے ہیں اور ان دونوں حضرات کو نبوت کے ساتھ سلطنت بھی عطا ہوئی تھی۔ اور قرآن کریم میں متعدد جگہ ان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اس سورۃ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر فرما کر کفار مکہ کے سرداران کو جتلایا جاتا ہے کہ دیکھو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان جن کو خدا نے دولت۔ حکومت اور شوکت وحشمت سے اس بڑے پیمانہ پر نوازا تھا کہ مکہ کے سردار تو اس کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے لیکن باوجود اس حکومت وسلطنت کے ان کا حال تو یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے حضور جوابدہ سمجھتے تھے اور انہیں احساس تھا کہ جو کچھ بھی انہیں حاصل ہے سب خدا کی دین اور عطا سے حاصل ہے اس لئے وہ اپنے منعم حقیقی کے ہمیشہ شکر گزار اور اطاعت گزار رہتے اور تکبر اور بڑائی اور سرکشی ونافرمانی کا کوئی ادنیٰ شائبہ ان میں نہ پایا جاتا تھا۔ یہ مکہ کے سردار اپنے اس معمولی سرداری ہی پر اس طرح بھولے ہوئے ہیں کہ نہ حق کو دیکھتے ہیں۔ نہ خدا کو پہچانتے ہیں نہ منعم حقیقی کی شکر گزاری کو جانتے ہیں بلکہ الٹا کفر وسرکشی اور نافرمانی حق میں پیش پیش ہیں۔ اس کے علاوہ گذشتہ میں فرعون کے قصہ کا ذکر ہوا تھا اس کو بھی حکومت۔ سلطنت اور دولت حشمت اور طاقت حاصل تھی۔ مگر جہل وعناد۔ ضد۔ اور ہٹ دھرمی نے فرعون کو کس کردار کا انسان بنا دیا تھا اور اپنی سیرت کا اس نے کیا نمونہ پیش کیا اور حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو بھی بادشاہی۔ حکومت وسلطنت اور حشمت وطاقت دی تھی۔ تو ان حضرات نے حق پرستی کے باعث کس سیرت اور اعلیٰ کردار کا نمونہ پیش کیا۔ اس طرح گویا حق وباطل کے موازنہ اور مقابلہ سے حق کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

یہاں اس سورۃ میں حضرت داؤد اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر اس طرح شروع فرمایا جاتا ہے کہ ان باپ بیٹے میں سے ہر ایک کو ان کی شان کے لائق حق تعالیٰ نے علم کا خاص حصہ عطا فرمایا۔ قرآن وحدیث میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے متعدد خصائص مذکور ہوئے ہیں۔ یوں تو اللہ تعالیٰ نے سب ہی پیغمبروں کو خصوصی شرف وامتیاز بخشا ہے اور اپنے نبیوں اور رسولوں کو بے شمار انعام واکرام سے نوازا

ہے۔تاہم شرف وخصوصیت کے درجات کے اعتبار سے ان کے درمیان بھی فرق مراتب رکھا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں خود قرآن پاک کا ارشاد ہے **تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔** (ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے) چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق بھی قرآن کریم نے چند خصائص و امتیازات کا تذکرہ کیا ہے۔حضرت داؤد علیہ السلام بے انتہا خوش آواز تھے یہی وجہ ہے کہ ''لحن داؤدی'' اب تک ضرب المثل ہے جب صبح وشام آپ اپنے مخصوص لحن میں زبور کتاب الٰہی پڑھتے اور خدا کی تسبیح وتہلیل میں مشغول ہوتے تو نہ صرف انسان بلکہ چرند پرند بھی وجد میں آکر آپ کے گرد جمع ہوکر تسبیح وتقدیس میں شامل ہوجاتے اور صرف یہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی خدا کی حمد میں گونج اٹھتے۔حضرت داؤد علیہ السلام اس بادشاہت اور سلطنت کے باوجود مملکت کے مالیہ سے ایک حبہ بھی نہیں لیتے اور اپنا اور اہل وعیال کی معاش اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حاصل کرتے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس وصف کو ایک حدیث صحیح میں سراہا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بے شبہ اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے روزی کماتے تھے۔'' اور اس کی صورت اللہ تعالیٰ نے یہ پیدا کردی تھی کہ لوہا آپ کے ہاتھ میں نرم کردیا گیا تھا اور بغیر تپائے ہوئے آپ جیسا چاہتے موم کی طرح اس کو توڑ موڑ سکتے تھے۔حضرت داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں جن کو خدائے تعالیٰ نے یہ فضیلت بخشی کہ انہوں نے تعلیم وحی کے ذریعۂ ایسی زرہیں ایجاد کیں جو باریک اور نازک زنجیروں کے حلقوں سے بنائی جاتی تھیں اور ہلکی اور نرم ہونے کی وجہ سے میدان جنگ کا سپاہی اس کو پہن کر بآسانی نقل وحرکت کرسکتا تھا۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی معیشت کا بھی سامان فرمادیا اور ایک قومی اہم جنگی ضرورت بھی پوری ہوگئی۔قرآن کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جن خصائص کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ کی جانب سے ایک شرف یہ عطا ہوا تھا کہ آپ کو پرندوں اور جانوروں کی بولیوں کو سمجھنے کا علم دیا گیا تھا۔جس طرح ایک انسان دوسرے انسان کی گفتگو سمجھتا ہے اسی طرح آپ پرندوں کی گفتگو سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا آپ کے تابع کردی تھی جو آپ کے تخت کو لے کر اڑا کرتی تھی اور سرعت رفتار کا یہ عالم تھا کہ جو منزل اس زمانہ میں ایک مہینہ میں طے ہوا کرتی وہ آدھے دن میں طے ہوجاتی تھی۔پھر جنات بھی آپ کے تابع فرمان کردیئے گئے تھے اور آپ کو ان پر ہر طرح کی قدرت حاصل تھی آپ جس طرح چاہتے ان سے کام لیتے۔پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر نہایت زبردست اور پُرشوکت تھا اس میں جن وانسان اور پرندے سب شامل تھے اور یہ سب بحکم الٰہی آپ کے حکم کے تابع اور مطیع تھے اور یہ سب، کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ درگاہ الٰہی میں دعاء کی جیسا کہ سورۂ ص ۲۳ ویں پارہ میں ذکر ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء کو قبول فرمایا اور ایک ایسی عجیب وغریب حکومت عطا فرمائی کہ نہ ان سے پہلے کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ان کے بعد کسی کو میسر آئے گی۔صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ گذشتہ شب ایک سرکش جن نے اچانک یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے۔خدائے تعالیٰ نے مجھ کو اس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب اس کو دن میں دیکھ سکو مگر اس وقت مجھ کو اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعاء یاد آگئی کہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا **رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔** یہ یاد آتے ہی میں نے

اس کو ذلیل کر کے چھوڑ دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ خدائے تعالیٰ نے مجھ میں کل انبیاء ورسل کے خصائص و امتیازات جمع کر دیئے ہیں اور اس لئے تسخیر قوم جن پر بھی مجھ کو قدرت حاصل ہے لیکن جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس اختصاص کو اپنا طغرۂ امتیاز قرار دیا تو میں نے اس سلسلہ کا مظاہرہ مناسب نہیں سمجھا۔

ایک خصوصیت حضرت سلیمان علیہ السلام کی قرآن پاک نے اور بیان کی جیسا کہ سورۂ سبا ۲۲ ویں پارہ میں **واسلنا له عين القطر** اور ہم نے ان کے لئے تانبہ کا چشمہ بہادیا۔ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا گیا تھا اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبہ کو پگھلا کر قابل استفادہ بنادیا گیا تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایسے عظیم الشان احسانات کئے اور پھر یہاں تک فرمایا کہ اس بے انتہا دولت و ثروت کے صرف وخرچ اور داد و دہش اور روک کر رکھنے میں تم سے کوئی باز پرس بھی نہیں ہے مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت وحکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے امانت الٰہی سمجھ کر ایک حبہ اپنی ذات پر صرف نہیں فرماتے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔

آج اس زمانہ میں اور آج کل کے حکمرانوں کی حالت دیکھ کر یہ بات کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود ایسی پُرشوکت بادشاہی کے ایک پیسہ بھی حکومت و سلطنت کے مالیہ میں سے اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے اوپر خرچ نہیں فرماتے تھے ہماری سمجھ میں آنا مشکل ہے مگر زیادہ عرصہ نہیں گزرا اسی ہندوستان و پاکستان پر انگریزوں سے پہلے مغلیہ بادشاہوں میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں جن کے متعلق حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ملفوظ میں فرمایا ہے۔

''عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ صاحب باطن اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ اور آپ اپنا خرچ ٹوپیوں کی دست کاری اور قرآن کریم کی کتابت سے مہیا فرماتے تھے مگر اخیر وقت میں حضرت عالمگیر نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن دستکاری کے روپوں سے مہیا کرنا۔ گو قرآن کریم کی اجرت بھی کچھ ہے اور علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیا ہے مگر بظاہر الفاظ یہ اشترابایات اللہ ہے (یعنی قرآن کریم میں ارساد ہے **ولا تشتروا بايات الله ثمناً قليلا** یعنی اللہ کی آیتوں کو ثمن قلیل کے عوض مت فروخت کرو اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے کفن میں جا کر ملوں جس میں شبہ ہے۔ اللہ اکبر۔ ایک دوسرے ملفوظ میں جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی ہی نے فرمایا کہ دیکھئے پہلے سلاطین کی یہ حالت تھی جواب مشائخ کی بھی نہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے شاہان دہلی میں سے حضرت خواجہ سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمایا کہ ساری عمر ان کی نظر نامحرم پر نہ پڑی تھی اور یہ مرید تھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جس کی ساری عمر نامحرم پر نظر نہ پڑی ہو۔ بڑے بڑے لوگ موجود تھے اور سب حیران تھے کہ ایسا شخص کہاں تلاش کریں۔ آخر کار جب سب لوگ مایوس ہوگئے تو مجبوراً بادشاہ وقت خواجہ التمشؒ کو ظاہر کرنا پڑا اور انہوں نے کہا کہ صاحبو! اگر حضرت شیخ ایسا ارشاد نہ فرما چکے ہوتے تو کبھی میں ظاہر نہ کرتا مگر جب حضرت شیخ ہی نے پردہ فاش کر دیا تو اب کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مجھ کو نصیب کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے شیخ کے جنازہ کی نماز پڑھائی (القول الجلیل الکلام الحن) یہ تذکرہ سلاطین کا درمیان میں ضمناً آ گیا۔

تو باوجود ان تمام کمالات کے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے متعلق اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے جو

علم وکمال داؤد وسلیمان علیہما السلام کو دیا تھا اس کا اثر یہ تھا کہ حق تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے تھے اور کسی نعمت الٰہی پر شکر ادا کرنا اصل نعمت سے بڑی نعمت ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دے اور ان پر وہ اللہ کی حمد کرے تو اس کی حمد ان نعمتوں سے بہت افضل ہے۔ دیکھو خود کتاب اللہ میں یہ نکتہ موجود ہے پھر آپ نے یہی اس تلاوت کردہ آیت لکھ کر لکھا کہ ان دونوں پیغمبروں کو جو نعمت دی گئی تھی اس سے افضل اور نعمت کیا ہوگی۔ 34

الغرض جیسا کہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے ان دونوں حضرات نے ادائے شکر کے لئے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔ دیکھئے یہاں اس شکر گزاری میں بہت سے کا لفظ استعمال فرمایا اس لئے کہ بعض بندگان خدا کو ان پر بھی فضیلت دی گئی ہے۔ باقی تمام مخلوق پر فضیلت کلی تو سارے جہان میں ایک ہی بندے کو حاصل ہوئی جن کا نام نامی اور اسم گرامی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الحاصل اس آیت میں یہی ارشاد ہوتا ہے۔

''اور ہم نے داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو شریعت اور ملک داری کا علم عطا فرمایا اور ان دونوں نے ادائے شکر کے لئے کہا کہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔''

چونکہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام پیغمبر برحق تھے اور جماعت انبیاء میں داخل ہونے کے بعد بعض انبیاء سے بالا اور بعض سے نیچے تھے اس لئے شکریہ کے وقت ہر دو حضرات نے اپنی فی الجملہ فضیلت کا اظہار کیا۔ یہاں حضرت داؤد علیہ السلام کا تو اتنا ہی ذکر فرمایا گیا اب آگے مسلسل حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر آپ نے محض اپنے کرم سے ہم کو عطا فرمایا ہے تو ہم کو اپنی رحمت سے پکے اور سچے اسلامی صاحب اقتدار اور صاحب حکومت بھی نصیب فرما۔

اللہ پاک نے ہمیں جو اسلام وایمان اور علم وعمل کی دولت اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس پر ہمیں شکرگزاری کی بھی توفیق عطا فرمادیں۔

یا اللہ! جو صفات اسلامیہ اور ایمانیہ ہمارے سلف صالحین حکمرانوں کو آپ نے عطا فرمائی تھیں وہ اپنی قدرت ورحمت سے اس اسلامی ملک پاکستان کے حکمرانوں کو بھی عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ

اور داؤد (علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن) کے قائم مقام سلیمانؑ ہوئے اور اُنہوں نے کہا کہ اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم کی گئی ہے اور ہم کو (سامان سلطنت کے متعلق) ہر قسم کی

شَیْءٍؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ

(ضروری) چیزیں دی گئی ہیں واقعی یہ (اللہ تعالیٰ کا) صاف فضل ہے۔ اور سلیمانؑ کیلئے (جو) اُن کا لشکر جمع کیا گیا ان میں جن بھی تھے اور انسان بھی اور پرندے بھی

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٧﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ

اور (اس کثرت سے تھے کہ) ان کو (چلنے کے وقت) روکا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے ایک میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے (دوسری چیونٹیوں سے) کہا

لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ

کہ اے چیونٹیو اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو، کہیں تم کو سلیمانؑ اور اُن کا لشکر بے خبری میں نہ کچل ڈالیں۔ سو سلیمانؑ اُس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور کہنے لگے

رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا

کہ اے میرے رب مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور (اس پر بھی مداومت دیجئے

تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾

کہ) میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت (خاصہ) سے اپنے (اعلیٰ درجہ کے) نیک بندوں میں داخل رکھئے۔

وَوَرِثَ اور وارث ہوا	سُلَيْمٰنُ سلیمانؑ	دَاوٗدَ داؤدؑ	وَقَالَ اور اس نے کہا	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو	عُلِّمْنَا مجھے سکھائی گئی	مَنْطِقَ بولی	الطَّيْرِ پرندے			
وَاُوْتِيْنَا اور ہمیں دی گئی	مِنْ سے	كُلِّ شَیْءٍ ہر شے	اِنَّ بیشک	هٰذَا یہ	لَهُوَ البتہ وہی	الْفَضْلُ فضل	الْمُبِيْنُ کھلا	وَحُشِرَ اور جمع کیا گیا		
لِسُلَيْمٰنَ سلیمانؑ کیلئے	جُنُوْدُهٗ اس کا لشکر	مِنَ سے	الْجِنِّ جن	وَالْاِنْسِ اور انسان	وَالطَّيْرِ اور پرندے	فَهُمْ پس وہ	يُوْزَعُوْنَ روکے جاتے تھے			
حَتّٰى یہاں تک کہ	اِذَا جب	اَتَوْا وہ آئے	عَلٰى پر	وَادِ النَّمْلِ چیونٹیوں کا میدان	قَالَتْ کہا	نَمْلَةٌ ایک چیونٹی	يٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ اے چیونٹیو	ادْخُلُوْا تم داخل ہو		
مَسٰكِنَكُمْ اپنے گھروں (بلوں) میں	لَا يَحْطِمَنَّكُمْ نہ روند ڈالے تمہیں	سُلَيْمٰنُ سلیمانؑ	وَجُنُوْدُهٗ اور اس کا لشکر	وَهُمْ اور وہ						
لَا يَشْعُرُوْنَ نہ جانتے ہوں (انہیں شعور نہ ہو)	فَتَبَسَّمَ تو وہ مسکرایا	ضَاحِكًا ہنستے ہوئے	مِنْ سے	قَوْلِهَا اس کی بات	وَقَالَ اور کہا	رَبِّ اے میرے رب				
اَوْزِعْنِيْ مجھے توفیق دے	اَنْ اَشْكُرَ کہ میں شکر ادا کروں	نِعْمَتَكَ تیری نعمت	الَّتِيْ وہ جو	اَنْعَمْتَ تو نے انعام فرمائی	عَلَيَّ مجھ پر	وَعَلٰى اور پر				
وَالِدَيَّ میرے ماں باپ	وَاَنْ اور یہ کہ	اَعْمَلَ صَالِحًا میں نیک کام کروں	تَرْضٰىهُ تو وہ پسند کرے	وَاَدْخِلْنِيْ اور مجھے داخل فرمائے						
بِرَحْمَتِكَ اپنی رحمت سے	فِيْ میں	عِبَادِكَ اپنے بندے	الصّٰلِحِيْنَ نیک							

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی صفت شکر گزاری کو بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم و کمال ان کو عطا فرمائے اس پر وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کیا کرتے تھے اور اس کی حمد وثنا بیان کرتے رہتے تھے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ان کے اصل جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے جن کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور بادشاہت دونوں جمع کر دیں اور وہ ملک عطا فرمایا جو ان سے قبل یا بعد میں کسی کو نہ ملا۔ جنات۔ ہوا۔ چرند پرند کو آپ کے لئے مسخر فرما دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار میں فرمایا کہ یہ پورا ملک اور یہ زبردست طاقت کہ انسان۔ جن۔ ہوا۔ چرند پرند سب میرے تابع فرمان ہیں اور پرندوں اور جانوروں کی زبان جاننے کا علم بھی ہم کو حاصل ہے۔ یہ سب خاص خدا کا فضل و کرم ہے اور ایک عظیم الشان سلطنت اور نبوت کے لئے جو چیزیں اور سامان درکار تھے وہ سب قدرت نے مہیا کر دی یہ خدا کا کھلا ہوا احسان ہے۔ آگے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کی خصوصیت بتلائی جاتی ہے کہ ان کے لئے جو لشکر جمع کیا گیا تھا اس میں انسان۔ جن اور پرند سب شامل تھے اور سب اپنی اپنی جگہ قرینے سے موجود رہتے۔ جس کی جو جگہ مقرر تھی وہیں رہتا۔ لکھا ہے کہ آپ کے لشکر میں آپ سے قریب انسان ہوتے اور پھر ان کے بعد جنات اور پرند آپ کے سروں پر رہتے تھے گرمیوں میں سایہ کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ جب ان لشکروں کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا گزر ایک میدان پر ہوا جہاں چیونٹیوں نے اپنے بل بنا رکھے تھے اور اپنی بستی بسا رکھی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کان میں آواز آئی کہ ایک چیونٹی دوسری چیونٹیوں سے کہہ رہی ہے کہ اے چیونٹیو۔ سلیمان علیہ السلام کا لاؤ لشکر آ رہا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں نہ دیکھیں اور بے خبری میں پاؤں کے نیچے مسل ڈالیں اس لئے جلدی کرو اور اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ورنہ آج تمہاری خیر نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی جو یہ بات سنی تو آپ کو اس کی ہوشیاری سے تعجب ہوا اور ہنسی آ گئی کہ کیا تو اس جانور کا جثہ اور اس پر یہ ہوشیاری۔ ساتھ ہی یہ دیکھ کر کہ میں اس کی بولی سمجھ گیا جو کہ معجزہ ہونے کی وجہ سے ایک نعمت عظیمہ ہے جس سے حق تعالیٰ کی اور نعمتیں بھی یاد آ گئیں اور اسی وقت حق تعالیٰ سے دعا فرمانے لگے کہ اے میرے رب میں حیران ہوں کہ تیرے انعامات عظیمہ کا شکر کس طرح ادا کروں پس آپ ہی سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے پورا شاکر بنا دیجئے زبان سے اور عمل سے بھی اور اپنی ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنا الہام فرما دیجئے کہ جو آپ نے مجھ پر فرمائی ہیں۔ نیز جو نعمتیں آپ نے میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں کہ وہ مومن ہوئے اور مجھے ایسے نیک عمل کرنے کی توفیق بخشئے کہ جن سے آپ خوش اور راضی ہو جائیں اور مجھ کو اپنی رحمت خاصہ سے اپنے اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں یعنی انبیاء میں داخل رکھئے اور جب میری موت آ جائے تو آخرت میں مجھے انبیاء و مرسلین میں محشور فرمائیے کہ میں ان کے ساتھ جنت میں داخل ہوں۔

غور کیجئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا کیا تعلیم دے رہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام دنیوی نعمتیں حاصل تھیں۔ عزت۔ حکومت۔ سلطنت۔ علم و حکمت کی غیر معمولی وسعت اور پھر نبوت سب ہی کچھ میسر تھا مگر چونکہ عارف باللہ کی نظر میں عمل صالح سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور حقیقی راحت آخرت کی نجات ہے اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے باوجود اس قدر عظمت و شکوہ کے پھر بھی عمل صالح اور آخرت کی کامیابی کی دعا کی۔

مروی ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام مع حشم و خدم کے کہیں جا رہے تھے۔ ایک کاشتکار کھیت میں ہل جوت رہا تھا وہ بطور تمنا کے حسرت سے کہنے لگا کہ آل داؤد کو تو بڑی سلطنت عطا ہوئی ہے۔ اس کی خبر جنات۔ یا ہوا یا پرندوں کے ذریعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہو گئی آپ تنہا پیدل اس کے پاس تشریف لے گئے اور سلام کے بعد فرمایا کہ مناسب نہیں جس کی تم کو قدرت نہ ہو اس کی تمنا کرو۔ پھر فرمایا کہ اگر ایک بار تسبیح سبحان اللہ کہنا بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جائے تو آل داؤد کی سلطنت سے بڑھ کر ہے۔ اللہ اکبر۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

پھر باوجود نبوت اور سلطنت اور قرب الٰہی کے طبیعت میں

تواضع آپ کے اس قدر تھا کہ ایک روایت لکھی ہے کہ ایک مرتبہ بارش نہ ہونے کے سبب حضرت سلیمان علیہ السلام نماز استسقاء کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی الٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے رب کریم سے دعا کر رہی ہے کہ خدا ہم بھی تیری مخلوق ہیں۔ پانی برسنے کی محتاجی ہمیں بھی ہے اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے یہ دعا چیونٹی کی سن کر آپ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ لوٹ چلو کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے جاؤ گے۔ اللہ اکبر۔

خلاصہ یہ آپ کی یہ دعا تعلیم دے رہی ہے کہ پروردگار کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔ اور شکر ادا کرنے کی توفیق بھی رب کریم ہی سے مانگنی ضروری ہے پھر شکریہ ادا کرنے کے یہی معنی نہیں کہ احسان اور انعام کا فقط زبان سے اقرار کر لیا جائے بلکہ نیک اعمال اور طاعت الٰہی سے احسان مندی کا مظاہرہ کرنا چاہئے لیکن پھر بھی یہ یقین رکھنا لازم ہے کہ آخرت کی کامیابی اعمال پر موقوف نہیں بلکہ اللہ کی رحمت سے وابستہ ہے۔ آخرت میں کسی کا جنت میں داخل ہونا محض اس کے عمل صالح کے بل بوتے پر نہیں ہو سکتا بلکہ یہ اللہ کے فضل و رحمت پر موقوف ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو بھی محض اس کا عمل جنت میں نہیں پہنچا دے گا۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ میں بھی محض اپنے عمل کے بل بوتے پر جنت میں نہ جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے نہ ڈھانک لے۔

اور کیا کوئی اپنے اعمال اور طاعت پر بھروسہ اور ناز کرے گا جبکہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی۔ قطب ربانی۔ غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاء اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو خانہ کعبہ کے سامنے کنکریوں پر چہرہ رکھ کر حق تعالیٰ سے عرض کیا

من نگویم کہ طاعتم بپذیر
قلم عفو بر گنا ہم کش

یعنی اے اللہ میں یہ نہیں کہتا کہ میری اطاعت قبول فرما لیجئے اس لئے کہ میرے پاس آپ کی اطاعت ہے ہی کہاں بس یہ التجا اور درخواست کرتا ہوں کہ میرے گناہوں پر عفو کا قلم پھیر دیجئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا وان اعمل صالحًا ترضٰهُ یعنی اے اللہ مجھے ایسے عمل صالح کی توفیق دیجئے جس سے کہ آپ خوش ہوں یعنی وہ عمل مقبول ہو۔ تفسیر روح المعانی میں حضرت علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عمل صالح کے لئے قبولیت لازم نہیں ہے بلکہ قبولیت کچھ شرائط پر موقوف ہوتی ہے اور فرمایا کہ صالح اور مقبول ہونے میں نہ عقلاً کوئی لزوم ہے نہ شرعاً اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے کہ اپنے اعمال صالحہ کے مقبول ہونے کی بھی دعا کرتے تھے۔ جیسے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت دعا فرمائی ربنا تقبل منا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو عمل نیک ہے صرف اس کو کر کے بے فکر ہونا نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرے کہ اس کو قبول فرما دے۔

ابھی اگلی آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو دین اور دنیا کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو ان اعمال صالحہ کے کرنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ جس سے یا مولائے کریم آپ راضی اور خوش ہو جائیں۔ یا اللہ! آپ کا رحم و کرم دنیا میں بھی ہمارے شامل حال رہے اور مرنے کے بعد بھی آپ ہی کے فضل و کرم سے ہمارا بیڑہ پار ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿۲۰﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا

اور (ایک بار) سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو فرمانے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہُد ہُد کو نہیں دیکھتا، کیا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ میں اُس کو سخت سزا دوں گا

شَدِيدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا

یا اُس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ کوئی صاف حجت میرے سامنے پیش کرے۔ سو تھوڑی ہی دیر میں وہ آ گیا اور کہنے لگا کہ ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں

لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿۲۲﴾ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ

جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی اور میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی ایک تحقیق خبر لایا ہوں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اُن لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے

كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور اُسکو ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اُس کے پاس ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے اُس کو اور اُس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا (کی عبادت) کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿۲۴﴾ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ

اور شیطان نے اُن کے (اِن) اعمال (کفریہ) کو اُن کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور اُن کو راہِ (حق) سے روک رکھا ہے سو وہ راہ (حق) پر نہیں چلتے۔ کہ اُس خدا کو سجدہ نہیں کرتے

الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿۲۵﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا

جو (ایسا قادر ہے کہ) آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتا ہے اور تم لوگ جو کچھ (دل میں) پوشیدہ رکھتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو وہ سب کو جانتا ہے۔ (پس) اللہ ہی ایسا ہے

هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۲۶﴾ (السجدة) قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۲۷﴾ اذْهَبْ بِكِتَابِي

کہ اُس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ سلیمانؑ نے (یہ سُن کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے۔

هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿۲۸﴾

میرا یہ خط لے جا اور اس کو اُن کے پاس ڈال دینا پھر ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں۔

وَتَفَقَّدَ اور اس نے خبر لی (جائزہ لیا)	الطَّيْرَ پرندے	فَقَالَ تو اس نے کہا	مَالِيَ کیا ہے	لَا أَرَى میں نہیں دیکھتا	الْهُدْهُدَ ہد ہد کو	أَمْ كَانَ کیا وہ ہے
مِنَ سے	الْغَائِبِينَ غائب ہونیوالے	لَأُعَذِّبَنَّهُ البتہ میں ضرور اسے سزا دوں گا	عَذَابًا سزا	شَدِيدًا سخت	أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهُ یا اسے ذبح کر ڈالوں گا	
أَوْ لَيَأْتِيَنِّي یا اسے ضرور لانی چاہئے	بِسُلْطَانٍ سند (کوئی وجہ)	مُبِينٍ واضح (معقول)	فَمَكَثَ سو اس نے دیر کی	غَيْرَ بَعِيدٍ تھوڑی سی	فَقَالَ پھر کہا	
أَحَطْتُ میں نے معلوم کیا ہے	بِمَا وہ جو	لَمْ تُحِطْ بِهِ تم کو معلوم نہیں وہ	وَجِئْتُكَ اور میں تمہارے پاس لایا ہوں	مِنْ سے	سَبَإٍ سبا	بِنَبَإٍ ایک خبر
يَقِينٍ یقینی	إِنِّي بیشک میں نے	وَجَدْتُ پایا (دیکھا)	امْرَأَةً ایک عورت	تَمْلِكُهُمْ وہ ان پر بادشاہت کرتی ہے	وَأُوتِيَتْ اور دی گئی ہے	
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	وَلَهَا اور اس کیلئے	عَرْشٌ ایک تخت	عَظِيمٌ بڑا	وَجَدْتُهَا میں نے پایا ہے اسے	وَقَوْمَهَا اور اس کی قوم	يَسْجُدُونَ وہ سجدہ کرتے ہیں

لِلشَّمۡسِ سورج کو	مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	وَزَيَّنَ اور آراستہ کر دکھائے ہیں	لَهُمُ انہیں	الشَّيۡطٰنُ شیطان	اَعۡمَالَهُمۡ ان کے عمل	فَصَدَّهُمۡ پس روک دیا انہیں	
عَنِ السَّبِيۡلِ راستہ سے	فَهُمۡ سو وہ	لَا يَهۡتَدُوۡنَ راہ نہیں پاتے	اَلَّا کہ نہیں	يَسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ وہ سجدہ کرتے اللہ کو	الَّذِيۡ وہ جو	يُخۡرِجُ نکالتا ہے	
الۡخَبۡءَ چھپی ہوئی	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالۡاَرۡضِ اور زمین	وَيَعۡلَمُ اور جانتا ہے	مَا تُخۡفُوۡنَ جو تم چھپاتے ہو	وَمَا اور جو	تُعۡلِنُوۡنَ تم ظاہر کرتے ہو	
اَللّٰهُ اللہ	لَا نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	رَبُّ رب (مالک)	الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ عرش عظیم	قَالَ اس (سلیمانؑ) نے کہا	سَنَنۡظُرُ ابھی ہم دیکھ لیں گے
اَصَدَقۡتَ کیا تو نے سچ کہا	اَمۡ یا	كُنۡتَ تو ہے	مِنَ سے	الۡكٰذِبِيۡنَ جھوٹے	اِذۡهَبۡ تو لے جا	بِّكِتٰبِىۡ میرا خط	هٰذَا یہ
فَاَلۡقِهۡ پس اسے ڈالدے	اِلَيۡهِمۡ انکی طرف	ثُمَّ تَوَلَّ پھر لوٹ آ	عَنۡهُمۡ ان سے	فَانۡظُرۡ پھر دیکھ	مَاذَا کیا	يَرۡجِعُوۡنَ وہ جواب دیتے ہیں	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ وادِ النمل یعنی چیونٹیوں کے ایک میدان کا بیان ہوا تھا اب ایک دوسرا واقعہ ہد ہد کا ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کسی ضرورت سے اڑنے والی فوج کا جائزہ لیا تو ہُد ہُد پرندہ اُن میں نظر نہ پڑا۔ یہ پرندہ ملک فلسطین میں بکثرت پایا جاتا ہے اور اڑان کی بڑی زبردست قوت رکھتا ہے۔ بعض مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد کے متعلق یہ خدمت سپرد کی تھی کہ بوقت ضرورت لشکر کے لئے پانی تلاش کرے۔ مشہور ہے کہ جس جگہ پانی زمین کے نیچے نزدیک ہو تو ہد ہد کو محسوس ہو جاتا ہے۔ ہد ہد جہاں پانی بتاتا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کو بھیج کر کنواں یا باؤلی وغیرہ کھدواتے اور اس طرح پانی مل جاتا۔ پرندوں سے حضرت سلیمان علیہ السلام مختلف کام لیتے۔ مثلاً ہوائی سفر میں ان کا اوپر پر پھیلا کر سروں پر سایہ کرتے ہوئے جانا۔ یا ضرورت کے وقت پانی وغیرہ کا کھوج لگانا یا نامہ بری کرنا وغیرہ وغیرہ تو ممکن ہے کہ ہد ہد کی اس وقت کوئی خاص ضرورت پیش آئی ہو چنانچہ پرندوں کی فوج میں جب ہد ہد حضرت سلیمان علیہ السلام کو نظر نہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا بات ہے ہد ہد کو میں نہیں دیکھتا۔ آیا پرندوں کے جھنڈ میں مجھ کو نظر نہیں آیا یا حقیقت میں غیر حاضر ہے۔ لشکر میں تلاش کرایا گیا جب نہ ملا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسکو اس غیر حاضری پر سخت سزا دوں گا یا میں اس کو ذبح کر ڈالوں گا ورنہ وہ کوئی معقول عذر غیر حاضری کا پیش کرے تو اس وقت چھوڑ دوں گا۔ ابھی کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ہد ہد حاضر خدمت ہوا اور آتے ہی کہا کہ میری غیر حاضری کار سرکاری ہی کے باعث تھی میں ایک ایسی پختہ خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ ملک سبا میں ایک عورت حکمران ہے اور وہ لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کو ہر قسم کا سامان سلطنت اور اقتدار و جاہ حاصل ہے لیکن وہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر سب کے سب غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور وہ شیطان کے بہکاوے میں ایسے پھنسے ہیں کہ باوجود راہ حق سے منہ موڑنے کے اپنے اعمال کو حق اور مستحسن سمجھتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ ایک اللہ کو سجدہ کرتے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا خالق اور تمام اشیاء کا مالک اور سب سے واقف یہاں تک کہ دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے اور جس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ وہ عرش عظیم کا مالک ہے مگر وہ لوگ ایسا نہیں کرتے بلکہ آفتاب کو پوجتے ہیں۔ یہ قوم سبا جس کی خبر ہد ہد نے بیان کی یہ عرب میں یمن کی طرف آباد تھی ہد ہد نے یہ خبر حضرت سلیمان علیہ السلام سے بیان کر کے گویا آپ کو ایک مشرک اور آفتاب پرست قوم پر جہاد کی ترغیب دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانور بھی اپنے خالق کی صحیح معرفت رکھتے ہیں یا یہ بھی ممکن ہے کہ اسی ہد ہد کو بطور اعجاز اور خرق عادت کے اس طرح کی تفصیلی معرفت عطا کی گئی ہو۔ الغرض ہد ہد سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے غیر حاضری کی معقول وجہ سنی تو سزا دینے کا ارادہ آپ نے ملتوی

کر دیا اور فرمایا کہ ہم تیرے جھوٹ یا سچ کی آزمائش کئے لیتے ہیں اور آپ نے ایک خط لکھ کر ہد ہد کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اس کو ملکۂ سباء کے پاس پہنچادے اور پھر وہاں سے ہٹ کر ایک طرف ہوکر سننا کہ اس خط کے بارہ میں وہ کیا باتیں کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے لئے جس کا نام مفسرین نے بلقیس لکھا ہے وہ خط ہد ہد کو دیا اور وہ خط لے کر روانہ ہوا اور بلقیس جہاں اکیلے سوتی تھی وہ خط لے جا کر اس کے سینہ پر رکھ دیا۔ اب بلقیس نے جو یہ خط پڑھا تو پھر کیا ماجرا ہوا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔ یہاں ان آیات کے تحت ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ اس چودھویں صدی میں جہاں اور طرح طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں نے جنم لیا انہی میں سے ایک فتنہ علم غیب کے بارہ میں اٹھایا گیا۔ ایک جماعت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ نہ صرف انبیاء بلکہ اولیاء بھی عالم الغیب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی رہنمائی کے لئے ایک لاکھ سے زائد پیغمبر و رسل دنیا میں بھیجے جنہیں اپنے وحی سے سرفراز فرمایا اور انہیں باقی تمام انسانوں سے علم و دانش میں عقل و فہم میں حکمت و فراست میں اور دیگر تمام کمالات میں اعلیٰ درجہ عطا فرمایا۔ اللہ کی ساری کائنات میں خدا کے پیغمبروں سے نہ کوئی فضیلت اور بزرگی میں بڑھ کر ہے اور نہ ہی علم و حکمت میں برتر۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دین کا سارا اور کامل علم اور اس کے علاوہ حسب ضرورت بعض تکوینی امور کا علم بھی عطا فرمایا مگر پھر بھی انبیاء علیہم السلام کا علم محیط کلی نہیں۔ کلی اور تفصیلی غیب و شہادت کا علم خاصۂ خداوندی ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی صدہا آیات اس پر شاہد ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب داں نہیں تھے۔ یہ آیات بھی یہی بتلاتی ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اگرچہ انبیاء بنی اسرائیل میں بڑے پایہ کے پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن و انس اور طیور و وحوش پر حکومت عطا فرمائی اور پرندوں کی بولیاں سمجھنے کا علم بھی عطا فرمایا مگر اس کے باوجود جمیع ما کان و ما یکون کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی عطا نہ فرمایا۔ جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے کہ جب کسی موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی اور ہد ہد کو غیر حاضر پایا تو اس کے متعلق دوسرے حاضرین سے پوچھا کہ کیا ہد ہد صرف مجھے ہی نظر نہیں آ رہا یا واقعی وہ ہے ہی غیر حاضر اور جب آپ کو معلوم ہوگیا کہ وہ غیر حاضر ہے تو اعلان فرمایا کہ اسے بلا اجازت غیر حاضری پر سخت سزا دوں گا یا پھر وہ کوئی معقول عذر پیش کرے گا تو سزا سے چھوڑ دوں گا چنانچہ ہد ہد جب تھوڑی دیر میں واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں۔ میں آپ کے پاس قوم سبا کی ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہد ہد کہاں چلا گیا ہے اور وہاں سے ایک ایسی خبر لے کر آئے گا جو اس ساری قوم کے ایمان لانے کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ اگر معلوم ہوتا تو آپ ہد ہد پر غضبناک نہ ہوتے بلکہ خوش ہوتے۔ پھر اسی پر بس نہیں جب ہد ہد نے ملکۂ سبا کے بارہ میں کچھ معلومات بہم پہنچائیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی باتوں کا یقین نہ آیا اور اس ہد ہد کے بیان کا صدق و کذب معلوم کرنے کے لئے ملکۂ سبا کو ایک خط لکھا اور اسی ہد ہد کے ذریعہ بھجوایا۔ تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا اور نہ ہد ہد کا صدق و کذب آپ کو خود بخود معلوم ہو جاتا اور تحقیقات کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح عقائد قرآن و حدیث کے بتلائے ہوئے اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں اور افراط و تفریط کی گمراہی سے بچائیں۔

چونکہ اس وقت کی تلاوت میں آیت سجدہ آئی ہے جس کے پڑھنے اور سننے سے سجدۂ تلاوت لازم ہو جاتا ہے اس لئے قارئین و سامعین سب ایک سجدۂ تلاوت ادا کرلیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾

بلقیس نے (پڑھ کر اپنے سرداروں سے کہا کہ) اے اہل دربار میرے پاس ایک خط نہایت باوقعت ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ (مضمون ہے (اول) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً

(اور اس کے بعد یہ کہ) تم لوگ میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور میرے پاس مطیع ہوکر چلے آؤ۔ بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار تم مجھ کو میرے معاملہ میں رائے دو میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی

اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا

جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور اختیار تم کو ہے سو تم ہی دیکھ لو جو کچھ حکم دینا ہو۔

تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾

بلقیس کہنے لگی کہ والیان ملک جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ وبالا کردیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں اُن کو ذلیل کیا کرتے ہیں

وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾

اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور میں ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ وہ فرستادے کیا (جواب) لے کر آتے ہیں۔

قَالَتْ وہ کہنے لگی	يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے سردارو!	اِنِّيْۤ اُلْقِيَ بیشک میری طرف ڈالا گیا	اِلَيَّ میری طرف	كِتٰبٌ خط	كَرِيْمٌ باوقعت	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنْ سے
سُلَيْمٰنَ سلیمان	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	بِسْمِ اللّٰهِ نام سے اللہ کے	الرَّحْمٰنِ جو رحم کرنے والا	الرَّحِيْمِ نہایت مہربان	اَلَّا تَعْلُوْا یہ کہ تم سرکشی نہ کرو	عَلَيَّ مجھ پر	
وَاْتُوْنِيْ اور میرے پاس آؤ	مُسْلِمِيْنَ فرمانبردار ہوکر	قَالَتْ وہ بولی	يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے سردارو!	اَفْتُوْنِيْ مجھے رائے دو	فِيْۤ اَمْرِيْ میرے معاملے میں		
مَا كُنْتُ میں نہیں ہوں	قَاطِعَةً فیصلہ کرنے والی	اَمْرًا کسی معاملہ میں	حَتّٰى جب تک	تَشْهَدُوْنِ تم موجود ہو	قَالُوْا وہ بولے	نَحْنُ ہم	
اُولُوْا قُوَّةٍ قوت والے	وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ اور بڑے لڑنے والے	وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ اور فیصلہ تیری طرف (تیرے اختیار میں)	فَانْظُرِيْ تو دیکھ لے	مَاذَا کیا			
تَاْمُرِيْنَ تجھے حکم کرنا ہے	قَالَتْ وہ بولی	اِنَّ بیشک	الْمُلُوْكَ بادشاہ	اِذَا دَخَلُوْا جب داخل ہوتے ہیں	قَرْيَةً کسی بستی	اَفْسَدُوْهَا اسے تباہ کردیتے ہیں	
وَجَعَلُوْۤا اور کردیا کرتے ہیں	اَعِزَّةَ معززین	اَهْلِهَاۤ وہاں کے	اَذِلَّةً ذلیل	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں	وَاِنِّيْ اور بیشک میں	
مُرْسِلَةٌ بھیجنے والی	اِلَيْهِمْ اُن کی طرف	بِهَدِيَّةٍ ایک تحفہ	فَنٰظِرَةٌۢ پھر دیکھتی ہوں	بِمَ کیا (جواب) لیکر	يَرْجِعُ لوٹتے ہیں	الْمُرْسَلُوْنَ قاصد	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد پرندہ سے غیر حاضری کی معقول وجہ سنی تو اس کو سزا دینے کا ارادہ ملتوی کردیا اور اس کی لائی ہوئی خبر کا جھوٹ سچ دیکھنے کے لئے آپ نے ایک خط بلقیس ملکۂ سبا کے نام لکھ کر اسی ہدہد کو دیا کہ اس خط کو لے جا کر ملکہ سبا کے پاس ڈالنا اور پھر سننا کہ وہاں اس خط کے متعلق کیا باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ

وہ ہدہد خط لے کر روانہ ہوا اور ملکہ کے محل میں ایک روشن دان سے داخل ہوکر وہ خط بلقیس کے سامنے ڈال دیا۔ چونکہ وہ خط سربمہر تھا اس لئے اس کی شان اور وقعت کا اندازہ تو اول مہر ہی سے ہوگیا اور پھر جو اس نے خط کا مضمون پڑھا تو وہ سمجھ گئی کہ یہ کسی پرجلال طاقتور باشوکت بادشاہ کا خط ہے اس لئے اس نے اپنے درباریوں کو مشورہ کے لئے جمع کیا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا

جاتا ہے کہ بلقیس نے خط پڑھ کر اپنے مشیروں اور درباریوں کو جمع کیا اور کہنے لگی کہ میرے پاس یہ خط عجیب طریقہ سے پہنچا ہے جو ایک بہت بڑے معزز بادشاہ سلیمان کی طرف سے آیا ہے۔ غالباً حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام اور ان کی بے مثال حکومت وشوکت کا شہرہ پہلے سے سن چکی ہوگی پھر اس نے خط کا مضمون سنایا جس میں لکھا تھا کہ یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اللہ ورحمٰن۔ ورحیم کا نام لے کر شروع کرتا ہوں تم لوگ میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور مطیع فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔ سبحان اللہ ایسا مختصر۔ جامع اور پر عظمت خط شاید کسی نے لکھا ہو۔ مطلب خط کا یہ تھا کہ میرے مقابلہ میں زور آزمائی سے کچھ نہ ہوگا۔ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرو اور حکم بردار ہو کر سیدھی طرح میرے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ تمہاری شیخی اور تکبر میرے آگے کچھ نہ چلے گی۔ تو یہ خط سنا کر بلقیس نے درباریوں سے کہا کہ اب مشورہ دو کیا جواب دیا جائے اور کیا کارروائی کی جائے۔ میں سلیمان کے پاس جاؤں یا نہ جاؤں۔ اس پر ارکان حکومت نے جواب دیا کہ ہم بڑے طاقتور ہیں جنگجو ہیں کسی سے ڈرتے نہیں۔ ہمارے پاس زور طاقت اور سامان حرب کی بھی کمی نہیں۔ تیرا حکم ہو تو ہم سلیمان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آگے تو مختار ہے سوچ سمجھ کر حکم دے جو حکم ہم کو ملے گا ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ گویا درباریوں کی صلاح جنگ اور لڑائی کرنے کی تھی مگر ملکہ جو ایک عقلمند عورت تھی اسے خط کی عظمت وشوکت اور دوسرے قرائن وآثار سے یقین ہو گیا کہ سلیمان کے مقابلہ میں کامیابی ناممکن ہے۔ اس لئے اس نے اپنے درباریوں کو بتلایا کہ ایسی شان وشکوہ رکھنے والے بادشاہ سے لڑنا کھیل نہیں اگر وہ غالب آ گئے جیسا کہ قوی امکان ہے تو ملوک وسلاطین کی عام عادت کے موافق تمہارے شہروں کو تہ وبالا کر کے رکھ دیں گے اور وہ انقلاب ایسا ہوگا کہ جس میں بڑی عزت والے سرداروں کو ذلیل وخوار ہونا پڑے گا لہٰذا میرے نزدیک بہتر ہے کہ ہم جنگ کرنے میں جلدی نہ کریں اور نہ فی الفور چلا جانا مصلحت ہے اس لئے اول میں سلیمان کے پاس کچھ تحائف وہدایا بھیجتی ہوں اور اس اثنا میں انتظار کرتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لے کر آتے ہیں۔ اس طرح ہمیں ان کی طاقت۔ طبعی رجحانات۔ نوعیت حکومت وغیرہ کا پتہ لگ سکے گا کہ واقعی وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ اگر کچھ تحفہ تحائف دے کر ہم آنے والی مصیبت کو ٹال سکیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ ورنہ جو کچھ رویہ معلوم ہوگا اس کے مناسب کارروائی کریں گے۔

چنانچہ ہدایا وتحائف کا سامان درست ہوا اور قاصد اس کو لے کر روانہ ہوئے۔ لکھا ہے کہ بلقیس نے بہت ہی گرانقدر تحفے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجے۔ سونا۔ موتی۔ جواہر۔ نادر سامان اور کنیز وغلام وغیرہ۔ اب جب وہ قاصد بمع تمام تحفے وہدایا کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو کیا جواب دے کر واپس کیا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ حق کو غلبہ عطا فرمائیں اور باطل کو مغلوب فرمائیں اللہ تعالیٰ دنیا کے مقابلہ میں ہمیشہ دین کو ترجیح دینے کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں اور ہم دین کو ہر معاملہ میں مقدم اور ہر حال میں پیش نظر رکھیں اور اپنی دنیا کو دین کے ماتحت اور دین کے لئے معین ومددگار بنا کر رکھیں۔ یا اللہ! دنیا کا لالچ اور ساز وسامان ہمارے قدموں کو راہِ مستقیم سے نہ ڈگمگانے دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا جَاۗءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۡ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ

سو جب وہ فرستادہ سلیمانؑ کے پاس پہنچا (اور تحفے پیش کئے تو سلیمانؑ نے) فرمایا کیا تم لوگ مال سے میری امداد کرتے ہو سو اللہ نے جو مجھ کو دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے

تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ

ہاں تم ہی اپنے اس ہدیہ پر اتراتے ہو گے۔ تم اُن لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ سو ہم اُن پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ اُن لوگوں سے اُن کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم اُن کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے

صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ

اور وہ ماتحت ہو جاویں گے۔ (سلیمانؑ کو اُس کا چلنا معلوم ہوا تو) انہوں نے فرمایا کہ اے اہل دربار تم میں کوئی ایسا ہے جو اس بلقیس کا تخت قبل اسکے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آویں حاضر کر دے۔

مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ

ایک قوی ہیکل جن نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اُٹھیں، اور میں اُس (کے لانے) پر طاقت رکھتا ہوں

عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا

(اور گو وہ بڑا قیمتی مرصع جواہرات سے ہے مگر) امانتدار (بھی) ہوں۔ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اُس نے کہا کہ میں اُس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر کھڑا کر سکتا ہوں

مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ڐ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ

پس جب سلیمان علیہ السلام نے اُس کو اپنے روبرو رکھا دیکھا سو کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تاکہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں

فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اور جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کیلئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے میرا رب غنی ہے اور کریم ہے۔

فَلَمَّا پس جب	جَاۗءَ آیا	سُلَيْمٰنَ سلیمانؑ	قَالَ اس نے کہا	اَتُمِدُّوْنَنِ کیا تم میری مدد کرتے ہو	بِمَالٍ مال سے	فَمَآ پس جو	اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ مجھے دیا اللہ نے		
خَيْرٌ بہتر	مِّمَّآ اس سے جو	اٰتٰىكُمْ اس نے تمہیں دیا	بَلْ بلکہ	اَنْتُمْ تم	بِهَدِيَّتِكُمْ اپنے تحفہ سے	تَفْرَحُوْنَ خوش ہوتے ہیں	اِرْجِعْ تو لوٹ جا		
اِلَيْهِمْ ان کی طرف	فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ ہم ضرور لائیں گے ان پر	بِجُنُوْدٍ ایسا لشکر	لَّا قِبَلَ نہ طاقت ہوگی	لَهُمْ ان کو	بِهَآ اس کی	وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ ہم ضرور نکالدیں گے انہیں			
مِّنْهَآ وہاں سے	اَذِلَّةً ذلیل کر کے	وَّهُمْ اور وہ	صٰغِرُوْنَ خوار ہوں گے	قَالَ اس (سلیمان) نے کہا	يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے سردارو!	اَيُّكُمْ تم میں سے کون			
يَاْتِيْنِيْ میرے پاس لائے گا	بِعَرْشِهَا اس کا تخت	قَبْلَ اس سے قبل	اَنْ کہ	يَّاْتُوْنِيْ وہ آئیں میرے پاس	مُسْلِمِيْنَ فرمانبردار ہو کر	قَالَ کہا			
عِفْرِيْتٌ ایک قوی ہیکل	مِّنَ الْجِنِّ جنات سے	اَنَا اٰتِيْكَ میں آپکے پاس لے آوں گا	بِهٖ اس کو	قَبْلَ اس سے قبل	اَنْ تَقُوْمَ کہ آپ کھڑے ہوں				
مِنْ مَّقَامِكَ اپنی جگہ سے	وَ اور	اِنِّىْ بیشک میں	عَلَيْهِ اس پر	لَقَوِيٌّ البتہ قوت والا	اَمِيْنٌ امانت دار	قَالَ اس نے جو	الَّذِيْ کہا	عِنْدَهٗ اس کے پاس	عِلْمٌ علم
مِّنَ سے۔کا	الْكِتٰبِ کتاب	اَنَا میں	اٰتِيْكَ بِهٖ میں اسکو تمہارے پاس لے آوں گا	قَبْلَ قبل	اَنْ يَّرْتَدَّ کہ پھر آئے	اِلَيْكَ تمہاری طرف			

طَرْفُكَ تمہاری نگاہ (پلک جھپکے)	فَلَمَّا رَاٰهُ پس جب سلیمان اسے دیکھا	مُسْتَقِرًّا رکھا ہوا	عِنْدَهٗ اپنے پاس	قَالَ اس نے کہا	هٰذَا یہ	مِنْ سے	
فَضْلِ رَبِّیْ میرے رب کا فضل	لِيَبْلُوَنِیْٓ تاکہ مجھے آزمائے	ءَاَشْكُرُ آیا میں شکر کرتا ہوں	اَمْ اَكْفُرُ یا ناشکری کرتا ہوں	وَمَنْ اور جس	شَكَرَ شکر کیا		
فَاِنَّمَا تو پس وہ	يَشْكُرُ شکر کرتا ہے	لِنَفْسِهٖ اپنی ذات کیلئے	وَمَنْ اور جس	كَفَرَ ناشکری کی	فَاِنَّ تو بیشک	رَبِّیْ میرا رب	غَنِیٌّ بے نیاز	كَرِيْمٌ کرم کرنیوالا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ بلقیس ملکۂ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط ملنے پر یہ طے کیا کہ پہلے کچھ ہدایا اور تحفے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجے جاویں اور دیکھا جائے کہ وہ قبول کرتے ہیں یا نہیں اور قاصد سلیمان علیہ السلام کے جاہ وجلال کے متعلق کیا خبر لا کر دیتا ہے چنانچہ بلقیس کا قاصد تمام تحفے و ہدایا لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچا اور وہاں پیش کئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے قاصد کو جو جواب عنایت فرمایا وہ ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس قاصد نے پہنچ کر ہدایا پیش کئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ تحفے تمہیں ہی مبارک رہیں۔ کیا تم نے مجھے محض ایک دنیوی بادشاہ سمجھا جو مال ومتاع کا لالچ دیتے ہو تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے جو روحانی اور ساتھ ہی مادی دولت مجھے عطا فرمائی ہے وہ تمہارے ملک و دولت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ مجھے ان سامانوں کی ضرورت نہیں۔ تم واپس جاؤ اور جا کر کہہ دو کہ وہ حاضر ہو ورنہ ہم ایسا طاقتور کثیر لشکر بھیجیں گے کہ جس کا مقابلہ ان سے نہ ہو سکے گا ملک بھی ہاتھ سے جائے گا اور ذلت بھی اٹھانی پڑے گی۔ چنانچہ قاصد نے واپس جا کر پیغام جنگ پہنچا دیا۔ بلقیس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی بادشاہ نہیں۔ ان کی قوت اور طاقت کے مقابلہ میں جدال اور قتال سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ نہ کوئی حیلہ اور زور ان کے روبرو چل سکتا ہے آخر اظہار اطاعت کی غرض سے بڑے ساز وسامان کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہو گئی۔

جب ملک شام کے قریب پہنچی اور قاصد کے ذریعہ سے اطلاع بھیجی کہ میں ارا کین دولت سمیت حاضر خدمت ہوتی ہوں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے فرمایا کوئی ہے جو بلقیس کا تخت شاہی اس کے پہنچنے سے پیشتر میرے سامنے حاضر کر دے۔ اس میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو کسی طرح بلقیس پر اپنی خداداد عظمت وقوت کا اظہار مقصود تھا تاکہ وہ سمجھ لے کہ وہ نرے بادشاہ نہیں کوئی اور فوق العادت باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ الغرض اپنی شان نبوت اور خدا کی قدرت دکھانے کی غرض سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دربار سے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو اس بلقیس کا تخت شاہی قبل اس کے کہ وہ میرے پاس مطیع ہو کر آوے لا کر حاضر کر دے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بلقیس ملکۂ سبا کے تمام اموال ودولت میں تخت شاہی کا انتخاب شاید اس لئے کیا گیا کہ وہ ملکۂ سبا کی سب سے زیادہ محفوظ شے تھی جس کو سات محلات شاہی کے درمیان میں ایک محفوظ محل کے اندر مقفل کر کے رکھا تھا کہ جہاں ملکہ کے اپنے آدمیوں کا گزر بھی نہیں تھا۔ اس تخت شاہی کا محل سے بغیر دروازہ یا قفل توڑے منتقل ہو جانا اور اتنی مسافت بعیدہ پر پہنچ جانا حق تعالیٰ شانہ کی ہی قدرت کاملہ سے ہو سکتا تھا۔ اور اس کافرہ ملکہ کو حق تعالیٰ جل شانہ کی قدرت عظیمہ پر یقین دلانے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہو سکتا تھا اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں اس حاضر ہونے والی ملکہ کے تخت شاہی کا جس کو وہ بحفاظت اپنی سلطنت میں اپنے خاص محل کے اندر محفوظ کر کے

آ رہی تھی انتخاب فرمایا اور اس کے تخت شاہی کو حاضر دربار کرنے کے لئے فرمایا اہل دربار میں سے ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے دربار سے اٹھیں اور گو وہ بہت وزنی ہے مگر میں اس کے لانے پر طاقت رکھتا ہوں اور گو بڑا قیمتی ہیرے جواہرات سے مرصع ہے مگر میں امانت دار بھی ہوں اس میں کوئی خیانت نہ کروں گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا کہ میں اس تخت شاہی کو تمہارے سامنے تمہاری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر کھڑا کر سکتا ہوں۔ اب اس کی تفسیر میں کہ یہ کہنے والے کون تھے مفسرین کا اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ کہنے والے جبرئیل تھے یا اور کوئی فرشتہ تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر حضرت آصف تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ وہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ امام رازیؒ نے اسی تیسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے بھی اسی تیسرے قول کے مطابق تفسیر فرمائی ہے کہ یہاں صاحب علم سے مراد خود حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ اس مقام کی تفسیر حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے یوں فرمائی ہے کہ اس علم والے نے (مراد حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں) اس جن سے کہا کہ بس تجھ میں تو اتنی ہی قوت ہے کہ تو اس تخت کو میرے اجلاس سے اٹھنے سے پہلے لانے کو کہتا ہے اور میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر کھڑا کر سکتا ہوں کیونکہ میں قوت معجزہ سے لاؤں گا چنانچہ آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی یا کسی اسم الٰہی کے ذریعہ سے وہ تخت فوراً سامنے آ موجود ہوا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے اس کو اپنے روبرو رکھا ہوا دیکھا تو خوش ہو کر شکر کے طور پر فرمانے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے کہ میرے ہاتھ سے یہ معجزہ ظاہر کیا تا کہ حق تعالیٰ میری آزمائش کریں کہ میں شکر کرتا ہوں یا خدانخواستہ ناشکری کرتا ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص شکر کرتا ہے دنیا اور آخرت میں مزید انعامات مبذول ہوتے ہیں۔ ناشکری کرے گا تو خدائے ذوالجلال کا کیا نقصان۔ وہ ہمارے شکریوں سے قطعاً بے نیاز اور بذات خود کامل الصفات اور منبع الکمالات ہے۔ ہمارے کفران نعمت سے اس کی کسی صفت کمالیہ میں کمی نہیں آ جاتی۔ میرا رب غنی ہے اور کریم ہے کہ ناشکروں کو فوراً سزا نہیں دیتا۔

یہی مضمون ایک صحیح حدیث قدسی میں بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے جن و انس یک دل ہو کر اعلیٰ درجہ کے متقی بن جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہو جائے گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے جن و انس یک دل ہو کر اعلیٰ درجہ کے کافر بدکار ہو جائیں تو میری سلطنت میں کچھ نقصان نہ ہو جائے گا۔ اے بندو یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں شمار کرتا ہوں اور جن کا پورا بدلہ دوں گا پس جو کوئی بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد و ثنا کرے اور جو کوئی بھلائی کے سوا کچھ اور پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

یہاں ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق لکھی ہے کہ کسی کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں۔

''حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں یا بہتر نہیں۔ اور تحقیق اس مسئلے میں یہ ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنے میں اگر اپنی یا مسلمانوں کی کسی مصلحت میں خلل آتا ہو یا ان کے حق میں رائے کی کمزوری پیدا ہوتی ہو تو ان کا ہدیہ قبول کرنا درست نہیں (روح المعانی) ہاں اگر کوئی دینی مصلحت اس ہدیہ کے قبول کرنے کی داعی ہو

مثلاً اس کے ذریعہ کافر کے مانوس ہوکر اسلام سے قریب آنے پھر مسلمان ہونے کی امید ہو یا اس کے کسی شروفساد کو اس کے ذریعہ رفع کیا جاسکتا ہو تو قبول کرنے کی گنجائش ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس معاملہ میں یہی رہی ہے کہ بعض کفار کا ہدیہ قبول فرمالیا۔ بعض کا رد کردیا۔ عمدۃ القاری شرح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ براء کا بھائی عامر بن مالک مدینہ طیبہ میں کسی ضرورت سے پہنچا جبکہ وہ مشرک کافر تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو گھوڑے اور دو جوڑے کپڑے کا ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اس کا ہدیہ یہ فرما کر واپس کردیا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ اور عیاض بن حمار مجاشعی نے آپ کی خدمت میں ایک ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس سے سوال کیا کہ تم مسلمان ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے اس کا ہدیہ بھی یہ کہہ کر رد فرمادیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عطایا لینے سے منع فرمایا ہے۔ ان کے بالمقابل یہ روایات بھی موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مشرکین کے ہدایا قبول فرمائے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے بحالت شرک آپ کو ایک چمڑا ہدیہ میں بھیجا۔ آپ نے قبول فرمالیا۔ اور ایک نصرانی نے ایک ریشمی حریر کا بہت چمکتا ہوا کپڑا ہدیہ میں پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمالیا۔ شمس الائمہؒ اس کو (عمدۃ القاری شرح بخاری میں) نقل کرکے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کا ہدیہ رد کردینے میں اس کے اسلام کی طرف مائل ہونے کی امید نہ تھی وہاں رد کردیا اور بعض کا ہدیہ قبول کرنے میں اس کے مسلمان ہوجانے کی امید تھی تو قبول کرلیا۔" (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۵۱۸-۵۸۳)

الغرض حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے تخت شاہی کو اپنے دربار میں منگالیا تاکہ حاضر ہونے والی کافر ملکہ کو شان نبوت اور خدا کی قدرت دکھانا چاہتے تھے اور اس کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ تیری بادشاہی اللہ کی قدرت اور نبوت کی طاقت کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔ اب جبکہ اس کا تخت شاہی آپہنچا اور ابھی بلقیس راستہ ہی میں تھی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی عقل وفہم آزمانے کے لئے حکم دیا کہ اس کے تخت کی صورت بدل دو مثلاً جواہرات کے مواقع بدل دو یا دوسرے رنگ کے لگادو پھر دیکھیں کہ وہ اس کو پہچانتی ہے یا نہیں اور اس سوال کے جواب میں کہ کیا تمہارا تخت شاہی ایسا ہی ہے وہ کیا جواب دیتی ہے۔ یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو دین و دنیا کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائیں اور کفران نعمت کے وبال سے بچائیں۔

یا اللہ! دنیا کی ہر نعمت کو ہمارے لئے آخرت کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ بنادیجئے اور ہر حال میں اپنی طاعت وعبادت اور حمد وثنا کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ

سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اس کیلئے اس کے تخت کی صورت بدل دو، ہم دیکھیں کہ اس کو اس کا پتہ لگتا ہے یا اُس کا اُن ہی میں شمار ہے، جن کو (ایسی باتوں کا پتہ نہیں لگتا۔ سو جب بلقیس آئی

قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا

تو اس سے کہا گیا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے، وہ کہنے لگی کہ ہاں ہے تو ویسا ہی اور (یہ بھی کہا کہ) ہم لوگوں کو تو اس موقع سے پہلے ہی تحقیق ہو چکی ہے اور ہم مطیع ہو چکے ہیں۔

مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٤٣﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ

اور اس کو (ایمان لانے سے) غیر اللہ کی عبادت نے روک رکھا تھا، وہ کافر قوم میں کی تھی۔ بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو، تو جب اس کا صحن دیکھا تو اُس کو پانی سمجھا

حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ڛ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ

اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھولدیں، (اُس وقت) سلیمانؑ نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے، (اُس وقت) بلقیس کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار

نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٤﴾ ع

میں نے (اب تک) اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور میں سلیمانؑ کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی۔

قَالَ اسنے کہا	نَكِّرُوْا وضع بدل دو	لَهَا اس کیلئے	عَرْشَهَا اس کا تخت	نَنْظُرْ ہم دیکھیں	اَتَهْتَدِيْ آیا وہ راہ پاتی (سمجھ جاتی ہے)	اَمْ تَكُوْنُ یا ہوتی ہے		
مِنَ سے	الَّذِيْنَ جو لوگ	لَا يَهْتَدُوْنَ راہ نہیں پاتے (نہیں سمجھتے)	فَلَمَّا پس جب	جَآءَتْ وہ آئی	قِيْلَ کہا گیا	اَهٰكَذَا کیا ایسا ہی ہے		
عَرْشُكِ تیرا تخت	قَالَتْ وہ بولی	كَاَنَّهٗ گویا کہ یہ	هُوَ وہی	وَاُوْتِيْنَا اور ہمیں دیا گیا	الْعِلْمَ علم	مِنْ قَبْلِهَا اس سے قبل	وَكُنَّا اور ہم ہیں	
مُسْلِمِيْنَ مسلمان فرمانبردار	وَصَدَّهَا اور اس نے اس کو روکا	مَا جو	كَانَتْ تَعْبُدُ وہ پرستش کرتی تھی	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوائے				
اِنَّهَا بیشک وہ	كَانَتْ تھی	مِنْ قَوْمٍ قوم سے	كٰفِرِيْنَ کافروں	قِيْلَ کہا گیا	لَهَا اس سے	ادْخُلِي تو داخل ہو	الصَّرْحَ محل	فَلَمَّا پس جب
رَاَتْهُ اس نے اسکو دیکھا	حَسِبَتْهُ اسے سمجھا	لُجَّةً گہرا پانی	وَكَشَفَتْ اور کھول دیں	عَنْ سے	سَاقَيْهَا اپنی پنڈلیاں	قَالَ اس نے کہا	اِنَّهٗ بیشک وہ	
صَرْحٌ محل	مُمَرَّدٌ جڑا ہوا	مِنْ سے	قَوَارِيْرَ شیشے	قَالَتْ وہ بولی	رَبِّ اے میرے رب	اِنِّيْ ظَلَمْتُ بیشک میں نے ظلم کیا	نَفْسِيْ اپنی جان	
	وَاَسْلَمْتُ اور میں ایمان لائی	مَعَ ساتھ	سُلَيْمٰنَ سلیمانؑ	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب ملکۂ سَبا کے قاصد تحائف لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تحائف پیش کئے تو آپ نے وہ سارے تحائف رد کر دیئے اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کوئی مال دولت کی طمع تو تھی نہیں آپ کا تو اصل مقصد یہ تھا کہ اہل سَبا اللہ پر ایمان لے آئیں اور آفتاب پرستی کے کفر وشرک سے باز رہیں۔ چنانچہ قاصد جب واپس ہوئے اور انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی جو شوکت وعظمت دیکھی تھی اس کو ملکۂ سَبا سے بیان کیا تو اس نے طے کرلیا کہ تعمیل ارشاد کے سوا اسے چارہ نہیں چنانچہ وہ حاضر خدمت ہونے کے لئے اپنے ملک سے روانہ ہوگئی۔ ادھر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی شان نبوت اور قدرت الٰہی دکھانے کی غرض سے بلقیس ملکہ سبا کا تخت شاہی اپنے دربار میں منگوالیا اور بلقیس کی عقل آزمانے کے لئے کہ صحت عقائد ایمان واسلام اور حق وباطل سمجھنے کی اس میں کہاں تک استعداد ہے اس میں کچھ تبدیلیوں کا حکم دیا چنانچہ آپ کے حکم سے بلقیس کے تخت شاہی کے رنگ روپ وغیرہ میں کچھ تبدیلی کردی گئی۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچی تو بحکم حضرت سلیمان علیہ السلام وہ شاہی تخت بلقیس کے سامنے لایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارا تخت شاہی ایسا ہی ہے؟ یہ سوال خواہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود کیا ہو یا کسی سے کہلوایا ہو۔ اب بلقیس اس تخت کو غور سے دیکھنے لگی اور بڑی عقلمندی کا جواب دیا اور کہنے لگی کہ ہاں ہے تو ویسا ہی۔ گویا اس نے اپنے جواب میں نہ تو بالکل صاف کہا کہ ہاں وہی ہے اور نہ بالکل نفی کی بلکہ جو حقیقت تھی ٹھیک ٹھیک ظاہر کردی یعنی تخت کی ساخت اور مجموعی حیثیت تو یہ بتارہی ہے کہ یہ میرا ہی تخت ہے مگر قدرے رنگ روپ اور ہیئت کی تبدیلی اس یقین میں تردد پیدا کررہی ہے اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ یقیناً میرا ہی تخت ہے۔ تو بلقیس اس کو پہچان گئی اور اس کے بدل دینے کو بھی سمجھ گئی اس لئے جواب بھی سوال کے مطابق دیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہی ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہنے لگی کہ مجھ کو تو آپ کی بے نظیر اور عدیم المثال قوت وطاقت کا پہلے ہی علم ہو چکا ہے جب سے کہ قاصد سے آپ کے کمالات معلوم ہوئے تھے اسی لئے میں مطیع اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوئی ہوں اور اب تخت کا یہ محیر العقول معاملہ تو آپ کی لاثانی طاقت کا مظاہرہ ہے اس لئے ہم پھر ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں اظہار وفاداری اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ چونکہ ملکہ سبا یعنی بلقیس کا یہ اظہار اعتقاد دلیل کمال عقل کی ہے اس لئے آگے آیت میں اللہ تعالیٰ اس کے عاقل ہونے کا مضمون بیان فرماتے ہیں کہ فی الواقع وہ تھی سمجھدار مگر کچھ عرصہ تک جو ایمان نہ لائی تھی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کو غیر اللہ کی عبادت نے جس کی اس کو عادت تھی روک رکھا تھا اور وہ عادت اس لئے پڑ گئی تھی کہ وہ کافر قوم میں سے تھی پس جو سب کو دیکھا وہی آپ کرنے لگی مگر تھی چونکہ عاقل جب تنبیہ کی گئی تو متنبہ ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ چاہا کہ علاوہ اعجاز اور شان نبوت دکھلانے کے اس کو ظاہری شان سلطنت بھی دکھلادی جائے تاکہ وہ اپنے کو دنیا کے اعتبار سے بھی عظیم نہ سمجھے اس لئے آپ نے ایک شیش محل بنوا کر اس کے صحن میں حوض بنوایا اور اس میں پانی اور مچھلیاں بھر کر اس کو شیشہ سے پاٹ دیا اور شیشہ ایسا شفاف تھا کہ دیکھنے میں نظر نہ آتا تھا اور وہ حوض ایسے موقع پر تھا کہ اس محل میں جانے والے کو لامحالہ اس پر سے عبور کرنا پڑے چنانچہ بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو اور ممکن ہے کہ وہی محل اس کے قیام کے لئے تجویز کیا ہو تو اس میں جانا اور ٹھہرنا ضروری ہوا۔ اب جب چلیں تو راہ میں حوض آیا اور چونکہ شیشہ کا فرش تھا اس لئے دیکھنے والوں کی نگاہ یقین کرلیتی تھی کہ صحن میں صاف شفاف پانی بہہ رہا ہے۔ اب بلقیس جو حوض کے کنارہ پر پہنچی تو محل میں جانے کا اور کوئی راستہ نہ تھا اس لئے مجبوراً پانی میں داخل ہونے کے لئے اس نے پائنچے یا دامن سمیٹ کر اوپر اٹھائے جس سے پنڈلیاں کھل گئیں۔ اس وقت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو سب کا سب مع صحن شیشوں سے بنایا گیا ہے اور یہ حوض بھی شیشہ سے بنا ہوا ہے دامن اٹھانے کی ضرورت نہیں اس وقت بلقیس کو معلوم ہوگیا کہ یہاں دنیوی ساز وسامان بھی ایسے ہیں کہ جو آج تک میں نے آنکھ سے نہیں دیکھے تو اب ان کے دل میں ہر طرح سے سلیمان علیہ السلام کی عظمت پیدا ہوئی اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس وقت تک یہ جو کچھ ہوتا رہا ہے یہ صرف ایک زبردست بادشاہ کی قاہرانہ طاقتوں کا مظاہرہ نہیں بلکہ مجھ پر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ سلیمان کو یہ بے نظیر طاقت اور یہ معجزانہ قدرت کسی ایسی ہستی کی عطا کردہ ہے جو شمس وقمر بلکہ کل کائنات کا تنہا مالک ہے اور اس لئے سلیمان مجھ

سے اپنی تابعداری اور فرمانبرداری کے طالب نہیں بلکہ اسی ایک واحد یکتا ذات کی اطاعت کی طرف دعوت دینا ان کا مقصد ہے۔

بس ملکہ کے دماغ میں یہ خیال آنا تھا کہ اس نے فوراً حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایک شرمسار اور نادم انسان کی طرح درگاہ الٰہی میں یہ اقرار کیا کہ پروردگار آج تک ماسوا اللہ کی پرستش کرنے کفر وشرک میں ملوث رہنے اور آفتاب و ماہتاب کو اپنا معبود سمجھنے میں میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا مگر اب میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہوکر ایک خدا ہی پر ایمان لاتی ہوں جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔ اب ملکہ سبا شرک سے تائب ہوکر خالص مومنہ بن گئیں۔ اور اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغام واتونی مسلمین کی حقیقی مراد تک پہنچ کر ایمان اور اسلام کو قبول کرلیا۔

یہاں اس سورۃ میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کا واقعہ اسی پر ختم ہوگیا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر مشرف بایمان ہوگئی۔ اس کے بعد کیا حالات پیش آئے قرآن کریم نے اس سے سکوت کیا ہے مگر ابن عسا کر نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے بعد بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں آگئی اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھ کر یمن واپس بھیج دیا۔ ہر مہینہ حضرت سلیمان علیہ السلام وہاں تشریف لے جاتے اور تین روز قیام فرماتے تھے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کیلئے یمن میں تین عمدہ محلات ایسے تیار کرا دیئے تھے جس کی مثال ونظیر نہ تھی۔ (معارف القرآن جلد ششم ص ۵۸۸)

اب یوں تو قرآن پاک کے ایک ایک لفظ۔ ایک ایک جملہ اور ایک ایک آیت میں نہ معلوم کتنے راز اور حکمتیں پوشیدہ ہیں مگر بظاہر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قصہ سے کئی اہم مقصد جتلانے مقصود معلوم ہوتے ہیں۔

اول یہ کہ کفار مکہ جو اپنی سرداری پر پھول رہے تھے ان کو یہ جتلایا گیا کہ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام جن کو خدا نے کیسی حکومت۔ سلطنت۔ دولت وحشمت عطا کر رکھی تھی جس کا کہ تم خواب بھی نہیں دیکھ سکتے وہ کیسے ہر وقت اپنے منعم حقیقی کے آگے جھکے رہتے تھے اور کس طرح اپنے رب کی شکر گزاری کرتے تھے کہ غرور اور تکبر کا نام ونشان بھی ان میں نہ تھا۔

دوسرے یہ کہ ملکۂ سبا جو تاریخ عرب کی ایک مشہور دولت مند قوم پر حکمران تھی اور اس کے پاس تمام وہ اسباب جمع تھے جو کسی انسان کو غرور نفس میں مبتلا کر سکتے ہیں پھر وہ ایک مشرک قوم سے تعلق رکھتی تھی اور تقلید آبائی کی بنا پر اور قوم میں اپنی سرداری برقرار رکھنے کی خاطر اس کے لئے دین شرک کو چھوڑ کر دین توحید اختیار کرنا کتنا مشکل تھا مگر جب اس پر حق واضح ہوگیا تو وہ قبول حق سے باز نہ رہ سکی۔ اور اس نے آبائی دین کو چھوڑ کر ایمان واسلام اختیار کرلیا۔ تو کفار مکہ کو اس نمونہ سے عبرت اور سبق حاصل کرنا چاہئے اور اپنے کفر وشرک کے بے جا اصرار کو ترک کر دینا چاہئے۔

تیسرے اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اشارۂ تسلی ہے کہ مثل لشکر سلیمانی کے ہم آپ کے لشکر کو بھی ان کفار پر اگر یہ ایمان نہ لائے مسلط کر دیں گے چنانچہ بعد میں جہاد شروع ہوگیا۔

اب آگے تیسرا قصہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی حق ظاہر ہوجانے پر حق کے اتباع اور باطل سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اسلام اور ایمان کی جو دولت ہم کو عطا فرمائی ہے اس پر استقامت اور حقیقی شکر کی توفیق نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ 35

اور ہم نے ثمود کے پاس اُن کے (برادری کے) بھائی صالحؑ کو بھیجا یہ (پیغام دیکر) کہ تم اللہ کی عبادت کرو سو اچانک اُن میں دو فریق ہو گئے جو باہم جھگڑنے لگے۔ صالحؑ نے فرمایا

يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

کہ اے بھائیو تم نیک کام (یعنی توبہ وایمان) سے پہلے عذاب کو کیوں جلدی مانگتے ہو تم لوگ اللہ کے سامنے (کفر سے) معافی کیوں نہیں چاہتے جس سے توقع ہو کہ تم پر رحم کیا جاوے۔

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾

وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں، صالحؑ نے فرمایا کہ تمہاری (اس) نحوست کا سبب اللہ کے علم میں ہے بلکہ تم وہ لوگ ہو کہ (کفر کی بدولت) عذاب میں مبتلا ہو گے۔

وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجا	اِلٰى طرف	ثَمُوْدَ ثمود	اَخَاهُمْ ان کے بھائی	صٰلِحًا صالحؑ	اَنْ کہ	اعْبُدُوا اللّٰهَ اللہ کی عبادت کرو
فَاِذَا پس ناگہاں	هُمْ وہ	فَرِيْقٰنِ دو فریق ہو گئے	يَخْتَصِمُوْنَ باہم جھگڑنے لگے وہ	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	لِمَ کیوں	
تَسْتَعْجِلُوْنَ تم جلدی کرتے ہو	بِالسَّيِّئَةِ برائی کیلئے	قَبْلَ پہلے	الْحَسَنَةِ بھلائی	لَوْ کیوں	لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ تم بخشش نہیں مانگتے		
اللّٰهَ اللہ	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تُرْحَمُوْنَ تم پر رحم کیا جائے	قَالُوا وہ بولے	اطَّيَّرْنَا برا شگون	بِكَ تجھ سے	وَبِمَنْ اور وہ جو	مَّعَكَ تیرے ساتھ (ساتھی)
قَالَ اس نے کہا	طٰٓئِرُكُمْ تمہاری بدشگونی	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	بَلْ بلکہ	اَنْتُمْ تم	قَوْمٌ ایک قوم	تُفْتَنُوْنَ آزمائے جاتے ہو	

تفسیر وتشریح:۔ اس سورۃ میں پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان فرمایا گیا تھا اس کے بعد دوسرا قصہ داؤد علیہ السلام کا اجمالاً اور سلیمان علیہ السلام کا قدرے تفصیلاً بیان فرمایا گیا۔ اب تیسرا قصہ قوم ثمود اور اس کے پیغمبر صالح علیہ السلام کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا تذکرہ اس سے پہلے سورۂ اعراف۔ سورۂ ہود اور سورۂ شعراء میں بھی ہو چکا ہے۔ قرآن کریم کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کو مختلف سورتوں کے مضامین کے مناسب نئے انداز میں بیان کرنے کے باوجود واقعہ کی اصل حقیقت میں ادنیٰ سا فرق بھی نہیں آنے دیتا۔ کہیں ایک ہی واقعہ کی تفصیل ہے تو کہیں اجمال۔ کسی مقام پر اس کا ایک پہلو نظر انداز کر دیا گیا ہے تو دوسرے مقام پر اسی کو نمایاں حیثیت دی گئی۔ تاریخی واقعات میں سے جب قرآن پاک کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اپنے مقصد ''وعظ و تذکیر'' کے پیش نظر واقعہ کی اسی قدر جزئیات کو نقل کرتا ہے جو مقصد کے لئے ضروری ہیں۔

یہاں اس سورۃ میں ان آیات میں حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کو جو قوم ثمود کے وطنی اور قومی بھائی تھے قوم ثمود کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا۔ شرک سے منع کیا اور اللہ کی بندگی واطاعت کی نصیحت فرمائی اس تبلیغ ودعوت کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ لوگ مومن بن گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر برحق تسلیم کر لیا اور آپ کی ہدایات کے موافق عمل پیرا ہو گئے اور کچھ لوگ بدستور مشرک بنے رہے۔ اللہ کے پیغمبر کی تکذیب پر جمے رہے تو گویا حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت سے قوم دو گرہوں میں بٹ گئی ایک گروہ ایمان لانے والوں کا اور دوسرا گروہ انکار کرنے والوں کا۔ اور اس تفرقہ کے ساتھ ہی ان کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ٹھیک یہی صورت حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

کے ساتھ مکہ میں پیدا ہوگئی تھی۔ قوم دو حصوں میں بٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں گروہوں میں کشمکش شروع ہوگئی۔ اس لئے یہ قصہ ان حالات پر چسپاں ہورہا تھا جن حالات میں کہ یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے منکروں کو ہر چند عذاب الٰہی سے ڈرایا دھمکایا اور فرمایا کہ اگر میرا کہنا نہ مانو گے تو تباہ ہوجاؤ گے مگر کافروں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی بلکہ گستاخی میں مزید اضافہ ہوگیا اور بے باکی کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے کہ تم ہم کو عذاب اور ہلاکت سے کیا ڈراتے ہو۔ لاؤ وہ عذاب کہاں ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس پر فرمایا کہ کم بختو! ایمان اور توبہ اور بھلائی و اطاعت کی راہ تو اختیار نہیں کرتے جو دنیا اور آخرت میں کام آئے۔ الٹے برائی طلب کرنے میں جلدی مچارہے ہو۔ جب وہ وقت آپڑے گا تو سارا دم خم ختم ہوجائے گا۔ ابھی موقع ہے کہ گناہوں سے توبہ کرکے محفوظ ہوجاؤ۔ کیوں توبہ و استغفار نہیں کرتے جو حق تعالیٰ عذاب کی جگہ اپنی رحمتیں تم پر نازل فرمائے۔ تو اس کے جواب میں منکرین نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا تمہارے آتے ہی ہماری قوم میں پھوٹ پڑ گئی۔ گھر گھر لڑائی جھگڑے شروع ہوگئے اور ہم پر قحط وغیرہ کی سختیاں پڑتی جاتی ہیں یہ سب تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی نحوست ہے۔ (معاذ اللہ) جب سے تم نے ہمارے دیوتاؤں کی مذمت شروع کی ہے آئے دن ہم پر کوئی نہ کوئی مصیبت نازل ہوتی رہتی ہے کیونکہ ہمارے معبود ہم سے ناراض ہوگئے ہیں۔ سرکش اور معصیت شعار قوم کو جب ہلاکت سے پہلے کسی قدر تنبیہاً جھنجھوڑا جاتا ہے اور دنیوی مصائب میں مبتلا کرکے توبہ کا موقع دیا جاتا ہے تو وہ اپنی مصیبت کا باعث اہل حق کو قرار دیتی ہے۔ فرعون کی قوم نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہی کہا تھا جیسا کہ قرآن پاک میں دوسری جگہ بتلایا گیا کہ اگر ان کو یعنی فرعونیوں کو بھلائی حاصل ہوتی تو کہتے ہم اس کے حق دار ہی ہیں ہم کو یہ پہنچنا ہی چاہئے تھا۔ اور اگر کبھی خرابی اور مصیبت آپڑی تو اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست کہتے۔ مکہ کے کافروں کا بھی یہی حال تھا۔ قریب قریب ایسے ہی باتیں اور ایسے ہی الزامات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر لگاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سرداران قریش کا جو وفد ابو طالب کے پاس گیا تھا اس نے یہی کہا تھا کہ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالہ کردو جس نے تمہارے دین اور تمہارے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی ہے اور تمہاری قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ساری قوم کو جاہل اور بے وقوف قرار دیا ہے۔

الغرض حضرت صالح علیہ السلام نے ان منکروں کو جواب دیا کہ یہ سختیاں یا برائیاں میری وجہ سے نہیں۔ تمہاری بدقسمتی سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرارتوں اور بداعمالیوں کے سبب سے مقدر کی ہیں اور یہ تمہارے کفر کی شامت سے تم پر یہ سختی پڑی ہے کہ دیکھیں سمجھتے ہو یا نہیں۔

ثمود بجائے اس کے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی نصائح کا کچھ اچھا اثر لیتے الٹا آپ کی جان کے دشمن ہوگئے اور اب یہ سازش کرنے لگے کہ کس طرح حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے گھر والوں کو قتل کرکے اس قصہ کو ختم کیا جاوے جیسا کفار مکہ نے بھی ہجرت کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی تھی۔ مگر اہل باطل اہل حق کو مغلوب اور ختم کرنے کی کیسی ہی خفیہ تدبیریں کریں مگر تدبیر الٰہی کے آگے اہل باطل کی تدبیریں کہاں چل سکتی ہیں۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش جو کفار نے کی تو اس کا کیا نتیجہ اور انجام ہوا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو ان نافرمان اور اپنے پیغمبروں سے سرکشی کرنے والی قوموں سے عبرت و نصیحت عطا فرمائیں۔ اور ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿٤٨﴾ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ

اور اس بستی میں نو شخص تھے جو سرزمین میں فساد کیا کرتے تھے اور (ذرا) اصلاح نہ کرتے تھے۔انہوں نے کہا کہ آپس میں سب (اس پر) اللہ کی قسم کھاؤ

لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٤٩﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا

کہ ہم شب کے وقت صالح اور اُن کے متعلقین کو جا ماریں گے پھر اُن کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اُن کے متعلقین اور خود اُن کے مارے جانے میں موجود (بھی) نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں۔

وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٠﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥١﴾ فَتِلْكَ

اور (یہ مشورہ کرکے) انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ایک خفیہ تدبیر ہم نے کی اور اُن کو خبر بھی نہ ہوئی۔سو دیکھئے اُن کی شرارت کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے اُن کو اور (پھر) اُن کی قوم کو سب کو (آسمانی عذاب سے) غارت کردیا۔

بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَنْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٣﴾

سو یہ ان کے گھر ہیں جو ویران پڑے ہیں اُن کے کفر کے سبب سے بلاشبہ اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے دانش مندوں کیلئے۔اور ہم نے ایمان اور تقویٰ والوں کو نجات دی۔

وَكَانَ اور تھے	فِي الْمَدِينَةِ شہر میں	تِسْعَةُ نو	رَهْطٍ شخص	يُفْسِدُونَ وہ فساد کرتے تھے	فِي الْأَرْضِ زمین (ملک) میں	وَ اور		
لَا يُصْلِحُونَ اصلاح نہیں کرتے تھے	قَالُوا وہ کہنے لگے	تَقَاسَمُوا تم باہم قسم کھاؤ	بِاللَّهِ اللہ کی	لَنُبَيِّتَنَّهُ البتہ ہم ضرور شب خون ماریں گے اس پر				
وَأَهْلَهُ اور اس کے گھر والے	ثُمَّ لَنَقُولَنَّ پھر ضرور ہم کہہ دیں گے	لِوَلِيِّهِ اسکے وارثوں سے	مَا شَهِدْنَا ہم موجود نہ تھے	مَهْلِكَ ہلاکت کے وقت				
أَهْلِهِ اسکے گھر والے	وَإِنَّا اور بیشک ہم	لَصَادِقُونَ البتہ سچے ہیں	وَمَكَرُوا اور انہوں نے مکر کیا	مَكْرًا ایک تدبیر	وَمَكَرْنَا اور ہم نے خفیہ تدبیر کی			
مَكْرًا ایک تدبیر	وَهُمْ اور وہ	لَا يَشْعُرُونَ نہ جانتے تھے	فَانْظُرْ پس دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	مَكْرِهِمْ ان کا مکر	أَنَّا کہ ہم
دَمَّرْنَاهُمْ ہم نے تباہ کردیا انہیں	وَقَوْمَهُمْ اور ان کی قوم	أَجْمَعِينَ سب کو	فَتِلْكَ اب یہ	بُيُوتُهُمْ ان کے گھر	خَاوِيَةً گرے پڑے	بِمَا ظَلَمُوا ان کے ظلم کے سبب		
إِنَّ بیشک	فِي ذَلِكَ اس میں	لَآيَةً البتہ نشانی	لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں	وَأَنْجَيْنَا اور ہم نے نجات دی	الَّذِينَ وہ لوگ جو			
آمَنُوا وہ ایمان لائے	وَكَانُوا يَتَّقُونَ اور وہ پرہیزگاری کرتے تھے							

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ ثمود بجائے اس کے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی پند ونصائح کا کچھ اچھا اثر لیتے الٹا آپ کی جان کے دشمن بن گئے اور سازش کرنے لگے کہ کس طرح آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو قتل کردیا جائے۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں ثمود کی ۹ جماعتیں تھیں اور ہر جماعت کا ایک سردار تھا۔تو ان ۹ سرداروں نے جن کا کام ملک میں فساد پھیلانے اور خرابی ڈالنے کے سوا کچھ نہ تھا باہم صلاح ومشورہ کیا کہ صالح کی طرف سے روزانہ ہماری جانیں ضیق میں ہیں اس لئے ایک دن فیصلہ ہی کرلو۔چنانچہ آپس میں معاہدہ اور حلف ہوئے کہ سب مل کر رات کو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر ٹوٹ پڑو اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو۔پھر جب کوئی ان کے خون کا دعویٰ کرنے والا کھڑا ہو تو کہہ دینا کہ ہمیں خبر نہیں اس کے گھر کی تباہی ہماری آنکھوں نے دیکھی ہی نہیں۔مطلب یہ کہ ہم خود ایسی حرکت کیا کرتے اس وقت ہم موجود بھی نہ تھے۔اس طرح کی متفقہ سازش اور دروغ گوئی سے ہم میں سے ایک بھی ملزم نہ ٹھہر سکے گا جس سے ان کے حمایتی خون کا حق وصول کرسکیں۔

بعینہ اسی نوعیت کی سازش کفار مکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سوچتے رہتے تھے اور بالآخر یہی سازش انہوں نے

ہجرت کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاذ اللہ قتل کرنے کے لئے کی یعنی سب قبیلوں کے لوگ مل کر آپ پر حملہ کریں تا کہ بنی ہاشم کسی ایک قبیلہ کو ملزم نہ ٹھہرا سکیں اور سب قبیلوں سے بیک وقت لڑنا ان کے لئے ممکن نہ ہو۔ الغرض ثمود کے ان نو سرداروں نے اول اتفاق کر کے اونٹنی کو ہلاک کیا جس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تین روز اپنے گھروں میں اور مزے اڑا لو چوتھے روز ایسا عذاب آئے گا کہ تم سب کو ہلاک کر کے نیست و نابود کر دے گا۔ اس پر ان سرداروں نے آپس میں ٹھہرایا کہ صالح تین دن بعد ہماری ہلاکت کا اعلان کرتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کا کام تین دن سے پہلے ہی تمام کر دو۔ چنانچہ آپس میں طے کیا کہ رات کے وقت حملہ کر کے حضرت صالح علیہ السلام کو مع اہل و عیال قتل کر دیا جائے۔ یہ نو سردار اس ناپاک مقصد کے لئے تیار ہوئے باقی کفار ان کے تابع یا معین تھے۔ جس پہاڑ سے اونٹنی بطور معجزہ پیدا ہوئی اسی پہاڑی پر حضرت صالح علیہ السلام کی مسجد تھی جہاں آپ عبادت کرتے اور نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے مشورہ کیا کہ جب صالح نماز کو آئے اسی وقت راہ میں ہی اس کا کام تمام کر دو اور پھر وہاں سے لوٹ کر اس کے گھر والوں کو ختم کر دو اس مشورہ اور ارادہ سے جب وہ پہاڑی پر چڑھنے لگے تو دیکھا کہ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آ رہی ہے اس سے بچنے کے لئے ایک غار میں گھس گئے۔ چٹان آ کر غار کے منہ پر اس طرح رک گئی کہ غار کا منہ بالکل بند ہو گیا اور سب کے سب ہلاک ہو گئے کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں گئے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان سرداروں نے ایک خاص خفیہ تدبیر کی تھی مگر اس کے مقابلہ میں اللہ نے بھی ایک خاص خفیہ تدبیر کی کہ ان کو پتہ بھی نہ چلا اور پھر دیکھ لو ان کی شرارتوں کا کیا انجام ہوا۔ خود بھی تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ تباہ کیا چنانچہ تین دن بعد ہولناک زلزلہ اور کڑک سے ساری آبادی تباہ ہو گئی اور ان کا ایسا ستیاناس ہوا کہ کوئی نام لیوا باقی نہ رہا۔ مکہ والے تبوک کے راستہ سے شام کا سفر کرتے تو وادی القریٰ سے گزرنا ہوتا جہاں ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات اس وقت تک موجود تھے۔ آیت میں اسی طرف اشارہ ہے کہ یہ جو وادی القریٰ میں گزرتے ہوئے کھنڈرات دیکھتے ہو یہ انہیں مکانات کے کھنڈرات ہیں جن میں قوم ثمود کے لوگ رہتے تھے۔ ان کی بستیاں اب کیسی اُجڑی پڑی ہیں اور یہ ان کے کفر و ظلم کی سزا انہیں ملی۔ خدا ظالم نہیں کہ خوامخواہ کسی قسم یا بستی کو برباد کر ڈالے درحقیقت یہ تباہی کا باعث قوم کی بدکرداریاں اور بے جا کرتوت ہوتے ہیں اس قوم ثمود کی تباہی میں سوچنے اور سمجھنے والوں کے لئے عبرت ہے کہ اپنے پیغمبر کا کہنا نہ ماننا اور الٹا اس کا دشمن بن جانا اور کفر و ظلم پر جمے رہنا اور اللہ سے بغاوت و سرکشی برتنا دنیا ہی میں کیا تباہی لاتا ہے۔ آخرت میں تو جو بھگتنا ہوگا وہ الگ رہا۔ پھر اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ خدا کی قدرت دیکھو کہ جہاں قوم ثمود کے ایک ایک کافر کو ہلاک کیا گیا وہیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے ان ساتھیوں کو جو آپ پر ایمان لے آئے تھے اور کفر و شرک اور ظلم و ستم سے بچ کر چلتے تھے ان سب کو بچا لیا۔

حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم ثمود کا قصہ یہاں ختم فرما دیا گیا اس واقعہ میں جہاں کفار مکہ اور مشرکین عرب کے لئے عبرت کا سامان تھا وہیں اہل ایمان کو بھی سبق حاصل کرنا چاہئے کہ اللہ اور رسول کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام سوا تباہی کے کچھ نہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ اہل باطل اہل حق کو مغلوب و ختم کرنے کی کیسی ہی خفیہ تدبیریں کریں مگر اللہ کی غیبی تدبیر اہل حق کی حفاظت اور اہل باطل کی بربادی میں لگی رہتی ہے۔ جس کو کہ کور بصیرت اور عقل کے اندھے نہیں دیکھتے۔

اب آگے چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (۵۴) اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا تھا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ سمجھدار ہو کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو

مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (۵۵) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا

عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم (محض) جہالت کر رہے ہو۔ سو (اس تقریر کا) اُن کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوطؑ کے لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو

اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (۵۶) فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا

یہ لوگ بڑے پاک وصاف بنتے ہیں۔ سو ہم نے لوطؑ کو اور ان کے متعلقین کو بچالیا بجز اُن کی بیوی کے اُس کو ہم نے اُن ہی لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (۵۷) وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (۵۸) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى

جو عذاب میں رہ گئے تھے اور ہم نے اُن پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا سو ان لوگوں کا کیا بُرا مینہ تھا جو ڈرائے گئے تھے۔ آپ کہئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے سزاوار ہیں

عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۵۹)

اور اُس کے اُن بندوں پر سلام (نازل) ہو جن کو اُس نے منتخب فرمایا ہے، کیا اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

وَلُوْطًا اور لوطؑ	اِذْ قَالَ جب اس نے کہا	لِقَوْمِهٖ اپنی قوم سے	اَتَاْتُوْنَ کیا تم آگئے (اتر آئے) ہو	الْفَاحِشَةَ بے حیائی	وَاَنْتُمْ اور تم	
تُبْصِرُوْنَ دیکھتے ہو	اَئِنَّكُمْ کیا تم	لَتَاْتُوْنَ آئے ہو	الرِّجَالَ مردوں کے پاس	شَهْوَةً شہوت رانی کیلئے	مِنْ عورتوں کے سوا	دُوْنِ النِّسَآءِ عورتوں کو چھوڑ کر
بَلْ بلکہ	اَنْتُمْ تم	قَوْمٌ لوگ	تَجْهَلُوْنَ جہالت کرتے ہو	فَمَا پس نہ	كَانَ تھا	جَوَابَ جواب
قَوْمِهٖ اس کی قوم	اِلَّآ اَنْ مگر۔ صرف یہ کہ					
قَالُوْٓا انہوں نے کہا	اَخْرِجُوْٓا نکال دو	اٰلَ لُوْطٍ لوطؑ کے ساتھی	مِّنْ سے	قَرْيَتِكُمْ اپنا شہر	اِنَّهُمْ بیشک وہ	اُنَاسٌ لوگ
يَّتَطَهَّرُوْنَ پاکیزگی پسند کرتے ہیں						
فَاَنْجَيْنٰهُ سو ہم نے اسے بچالیا	وَاَهْلَهٗٓ اور اسکے گھر والے	اِلَّا سوائے	امْرَاَتَهٗ اس کی بیوی	قَدَّرْنٰهَا ہم نے اسے ٹھہرادیا تھا	مِنَ سے	
الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے	وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائی	عَلَيْهِمْ ان پر	مَّطَرًا ایک بارش	فَسَآءَ سو کیا ہی بُرا	مَطَرُ بارش	الْمُنْذَرِيْنَ ڈرائے گئے
قُلِ فرمادیں	الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ کیلئے	وَسَلٰمٌ اور سلام	عَلٰى عِبَادِهِ اس کے بندوں پر	الَّذِيْنَ وہ جنہیں	اصْطَفٰى چُن لیا	آٰللّٰهُ کیا اللہ
خَيْرٌ بہتر	اَمَّا یا جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں؟				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم ثمود کا ذکر فرما کر منکرین ومکذبین کے لئے عبرت حاصل کرنے کا سامان مہیا فرمایا گیا تھا اب ان آیات میں حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

انسان میں جب عقل کی روشنی افسردہ ہوجاتی ہے۔ نور فطرت جب بجھ جاتا ہے۔ دل پر جب سیاہی چھا جاتی ہے۔ روح پر جب زنگ چڑھ جاتا ہے۔ اور جب اچھائی برائی میں امتیاز پیدا کرنے والی قوت مردہ ہوجاتی ہے۔ تو اس وقت خواہشات کا عام تسلط ہوجاتا ہے اور نفس طاغوتی کا ڈیرا قائم ہوجاتا ہے۔ آدمی کی آنکھوں پر عیش پرستی کے پردہ پڑ جاتے ہیں۔ عیش وعشرت کے نشہ سے دماغ سرشار ہوجاتا ہے۔ جائز و ناجائز اور حق وباطل کا فرق معدوم ہوجاتا ہے۔ پھر اس انتہائی

عیاشی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ محل اور بے محل کا امتیاز بھی جاتا رہتا ہے۔ آدمی آدمی نہیں رہتا بلکہ آدمی نما جانور بن جاتا ہے۔ ایسے وقت میں حصول لذت کے ہر طریقہ کو اور عیش پرستی کے ہر ذریعہ کو وہ اپنے لئے حلال بنالیتا ہے اور خواہش نفس کو پورا کرنے کے ہر راستہ میں نہایت بیباکی سے نکل پڑتا ہے۔ اس وقت اگر کوئی ناصح۔ بیدار مغز۔ روشن دماغ رہنما اس کو شفقت کے ساتھ اس کی خواہشات سے روکنا اور مطلق العنانی سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس ہوس زدہ انسان کے غصہ کا پارہ چڑھ جاتا ہے۔ مشفق و ناصح کی بات کو سننے کی بجائے اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ جو خدا پرست انسان اس اندھے کو غار میں گرنے سے روکتا ہے تو یہ اپنی جہالت کی لاٹھی اس کے مارنے کے درپے ہوتا ہے۔ بالآخر مشفق ناصح کی مخالفت اور اہل حق کی عداوت کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ایسے سرکش انسان تباہی و ہلاکت کے گڑھے میں گر کر فنا ہو جاتے ہیں اور اللہ کے قوت قہاری اور جباری کی ایک حرکت ان کے نام و نشان کو مٹا دیتی ہے۔ قوم لوط کی بھی یہی حالت تھی عیش پرستی کا بھوت ان کے سر پر سوار تھا۔ ہوا و ہوس سے دماغ سرشار تھا۔ شہوت کا پردہ آنکھوں پر پڑ گیا تھا اور زنا کاری کی بھی حدود سے بڑھا کر لواطت کو مرکز شہوت بنالیا تھا۔ ایک نہیں دو نہیں پوری قوم کی قوم اس خلاف فطرت حرکت میں مشغول ہوگئی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے جو ان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ان کو نصیحت کی۔ قانون فطرت کو سمجھایا۔ عذاب خداوندی سے ڈرایا مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ الٹے لوط علیہ السلام کے دشمن بن گئے اور پیغمبر برحق کو ان کے خاندان سمیت جلاوطن کرنے کے درپے ہوگئے انجام بالآخر جو اس ظالم اور اندھی قوم کا ہوا اس کا اظہار بحیرۂ مردار سے اب بھی ہو رہا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ لوط علیہ السلام کو ایک نابکار اور بدکردار قوم کے سمجھانے کے لئے بھیجا گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی بدکرداری کی برائی کھول کر سمجھائی کہ تم دیدہ و دانستہ جان بوجھ کر ایسی بدکرداری اور بدافعالی میں کیوں پھنسے ہوئے ہو کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی پر دوڑتے ہو اور پھر اس بے حیائی سے ذرا نہیں شرماتے کیا تم سمجھتے نہیں کہ اس بے حیائی کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ کیوں تم جان بوجھ کر دیوانہ بن رہے ہو اور جاہلوں کے سے کام کرتے ہو۔ کیوں تم نے اپنی قوت عقلیہ کو مردہ بنالیا ہے کہ بہائم کی طرح شہوت رانی کے درپے ہو اور محل بے محل کا فرق بھی نہیں کرتے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی ان معقول باتوں اور ایسی درست نصیحتوں کا جواب تو وہ کیا دیتے بس جاہلانہ دھمکیوں پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ لوط اور اس کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو ورنہ یہ اسی طرح ناک میں دم کرتا رہے گا۔ یہ اپنے کو بڑا پاک صاف بنانا چاہتے ہیں تو پھر ہم ناپاکوں میں ان کا کیا کام۔ دیکھا آپ نے یہ جواب تھا ان انسان صورت اور درندہ سیرت لوگوں کا خدا کے پیغمبر کی دعوت و نصیحت کا۔ غرض کہ جب ان بدکیش کافروں نے حضرت لوط علیہ السلام کی اہانت و ایذا اور تکذیب اور تمسخر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تو پھر قانون قدرت اور مکافات عمل کا وقت آ پہنچا اور وہی ہوا جو اس سے پہلے نافرمان قوموں کا انجام ہو چکا تھا۔ وہ تمام جنہوں نے لوط علیہ السلام کی نصیحت ماننے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی بدافعالی کو بدستور جاری رکھنے کا فیصلہ کر چکے تھے ان کی ساری بستی الٹ دی گئی اور اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ ساری آبادی زمین کے اندر دھنس گئی اور وہاں ایک غلیظ پانی کی جھیل بن گئی جو اب بھی بحیرۂ مردار (Dead Sea) کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ نے بچا کر دوسری جگہ بھیج دیا مگر لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے قوم کے ساتھ تباہ ہوئی۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے یہ قصے بیان فرما کر اور اللہ کے

پیغمبروں کی تکذیب و مخالفت کا نتیجہ ظاہر فرما کر اب خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے کہ آپ اللہ کی حمد وثنا کریں اور شکر بجالائیں کہ جس نے اپنے پاکباز بندوں کو تو بچالیا اور سرکشوں اور نافرمانوں کو ہلاک و برباد کیا۔ اور ان تمام برگزیدہ اور مقبول بندوں پر جن کا ذکر پہلے ہوا سلام بھیجیں کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں مخالفوں اور اعدائے دین کے کیسے کیسے جور و جفا اور ظلم وستم اٹھائے۔ اس کے بعد مسلسل اب توحید کا مضمون شروع ہوتا ہے کہ ان جملہ واقعات میں غور کر کے منکرین و مشرکین خود فیصلہ کریں کہ کیا ایک وہ خدا بہتر ہے جو کہ نفع و نقصان پر پوری قدرت رکھتا ہے یا وہ چیزیں جن کو یہ خدا کا شریک بناتے ہیں جو کہ اپنے پرستاروں کی کچھ بھی حمایت نہیں کر سکتے۔ اس کا جواب ہر سمجھدار یہی دے گا کہ خدا بہتر ہے تو پھر خدا کی پرستش کیوں نہ کی جائے اور شرکاء کی کیوں پرستش کی جائے۔

اب آگے اسی مضمون توحید کی تفصیل ہے جس سے کہ بیسواں پارہ امن خلق شروع ہوتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آخری آیت کو تلاوت فرماتے یعنی قل الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ء اللہ خیر امایشرکون تو فوراً اس کے جواب میں آپ فرماتے بل اللہ خیر وابقی واجل واکرم۔ (نہیں بلکہ اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا بزرگ و برتر ہے) اللہ عزوجل اور بزرگ برتر کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ آج اس کے کلام پاک کے ۱۹ویں پارہ کا بیان پورا ہوگیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بقیہ کے تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اب آئندہ انشاءاللہ ۲۰ویں پارہ کی ابتدا سے بیان شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ نفس کی شرارت اور شیطان کی خباثت سے ہماری حفاظت فرمائیں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ نافرمان قوموں کی خصلت و عادات سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائیں اور اپنے متقی اور دین دار نیک صالح بندوں میں ہم کو شامل فرمائیں۔

اے اللہ آپ نے ہم کو جو ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر ہم آپ کا بے انتہا شکر و احسان اور حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور اس پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر جن کے واسطہ اور ذریعہ سے ہم کو یہ دولت ایمان واسلام ملی لاکھ لاکھ صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ اے اللہ اے ذوالجلال والاکرام آپ ہی سب سے بزرگ برتر اور بہتر ہیں اور آپ ہی ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اے اللہ! ہماری حمد وثنا کو قبول فرما اور ہم کو اپنے حمد خواں بندوں میں شامل ہونا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

اَمَّنْ خَلَقَ

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ

(یہ بُت بہتر ہیں) یا وہ ذات (بہتر ہے) جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور اُس نے آسمانوں سے تمہارے لئے پانی برسایا پھر اس (پانی) کے ذریعہ سے ہم نے رونق دار باغ

بَهْجَةٍ ۚ مَّا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝۶۰ اَمَّنْ

اُگائے تم سے تو ممکن نہ تھا کہ تم ان (باغوں) کے درختوں کو اُگا سکو کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے، بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ (دوسروں کو) خدا کے برابر ٹھیراتے ہیں۔

جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

(یہ بُت بہتر ہیں) یا وہ ذات جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرار گاہ بنایا اور اُس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس (زمین) کے ٹھیرانے کیلئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان

حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶۱

ایک حد بنائی، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے، بلکہ اُن میں زیادہ تو سمجھتے بھی نہیں۔

اَمَّنْ بھلا کون؟	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَاَنْزَلَ اور اُتارا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنَ سے	السَّمَآءِ آسمان
مَآءً پانی	فَاَنْۢبَتْنَا پس اگائے ہم نے	بِهٖ اس سے	حَدَآئِقَ باغ	ذَاتَ بَهْجَةٍ بارونق	مَا كَانَ نہ تھا	لَكُمْ تمہارے لئے	اَنْ تُنْۢبِتُوْا کہ تم اگاؤ
شَجَرَهَا ان کے درخت	ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود	مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	بَلْ بلکہ	هُمْ یہ	قَوْمٌ لوگ	يَّعْدِلُوْنَ کج روی کرتے ہیں	
اَمَّنْ بھلا کون۔کس	جَعَلَ بنایا	الْاَرْضَ زمین	قَرَارًا قرار گاہ	وَّجَعَلَ اور (جاری) کیا	خِلٰلَهَآ اس کے درمیان	اَنْهٰرًا ندی نالے	
وَّجَعَلَ اور (پیدا) کئے	لَهَا اس کیلئے	رَوَاسِيَ پہاڑ	وَجَعَلَ اور بنایا	بَيْنَ درمیان	الْبَحْرَيْنِ دو دریا	حَاجِزًا آڑ (حد فاصل)	ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود
مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	بَلْ بلکہ	اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں بصورت سوال کہا گیا تھا کہ اللہ بہتر ہے یا وہ ہستیاں جن کو خدا کا شریک سمجھا جاتا ہے؟ یعنی اللہ جو قادر و توانا ہے اور نفع و نقصان کا مالک ہے اس کو استحقاق الوہیت اور معبودیت حاصل ہے۔ یا بے کس اور بے بس فرضی معبودوں کو جو نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے۔ جواب اس کا ظاہر ہے اور مسلم ہے کہ اللہ ہی بہتر ہے پس مستحق عبادت بھی وہی ہوگا۔ یہ تو تھا اجمالی بیان توحید کا اب آگے اسی کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں اور حق تعالیٰ اپنی ربوبیت تامہ۔ خلاقیت عامہ اور رحمت کاملہ کو بیان کر کے وحدت الوہیت کا اثبات فرماتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی قدرت کی نشانیاں بیان کر کے پوچھا جارہا ہے کہ کیا اور بھی ایسا کر سکتا ہے؟ اللہ عزوجل نے آسمان بنائے۔ کتنے بڑے آسمان کہ جن کے احوال و اسرار خواص و اغراض بلندی و وسعت اور عجائب و غرائب کو مفصل جاننے سے کل عالم کی عقل عاجز ہے۔ اللہ نے زمین بنائی۔ کیسی زمین کہ جس کے اندر کس قدر عجائب اور حیرت انگیز خزائن موجود ہیں۔ کیسی قوتیں اور مخفی فوائد چھپے ہوئے ہیں کہ جس قدر جاننے کی کوشش کی جاتی ہے اتنا ہی اسرار قدرت کے انکشافات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے پھر بادلوں سے مینہ برسا کر طرح طرح کے میوہ دار خوشنما باغ اور سرسبز شاداب چمن پیدا کئے تو اس طرح درختوں اور سبزہ کا اگانا اللہ کے قدرت کے سوا اور کس کے بس کا ہے۔ انسان غور کر کے دیکھے

کہ ایک درخت کے اگنے اور پھلنے پھولنے میں کیا کسی چیز پر بھی اسے قدرت حاصل ہے؟ کیا زمین میں بیج کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھنا انسان کا کام ہے؟ پھر مٹی میں اگانے کی قوت رکھنا کیا انسان کے بس کی بات ہے؟ کیا وقت مناسب پر بارش لانا اس انسان کا کام ہے؟ پھر بارش کے قطروں میں یہ اثر رکھ دینا کہ وہ نباتات اگائیں کیا انسان کے دخل و تصرف کی چیز ہے؟۔ درختوں۔ پودوں اور سبزیوں کو سورج کی گرمی ایک خاص درجہ میں پہنچانا کیا انسان کے اختیار کی چیز ہے؟ غرض کہ ایک درخت کے اگنے۔ پھلنے پھولنے میں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا کام نہیں تو جب اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو خلق و تدبیر کر سکے یا کسی چیز کا مستقل اختیار رکھے تو اس کی الوہیت اور معبودیت میں وہ کس طرح شریک ہو جائے گی۔ عبادت اور بندگی و پرستش تو اسی کی ہونی چاہئے جو انتہائی درجہ میں کامل اور بااختیار ہو۔ کسی ناقص یا عاجز مخلوق کو معبودیت میں خالق کے برابر کر دینا انتہائی ظلم و ہٹ دھرمی ہے۔ آگے قدرت کی دوسری نشانی اور توحید کی مزید دلیل دی جاتی ہے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ زمین کو جانداروں کے ٹھہرنے کے قابل کس نے بنایا؟ یہ زمین جس پر کہ انسان اور حیوان آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اس میں گرمی سردی خشکی تری کو اس تناسب سے کہ جاندار زندہ رہ سکیں کس نے رکھا؟ جگہ جگہ پانی پہنچانے کے لئے ندی نالہ کس نے بہائے؟ پھر مٹی کی زمین کو مضبوط کرنے کے لئے اس پر پہاڑ کس نے قائم کئے؟ پھر کھاری اور میٹھے دریا مل کر بہنے پر بھی ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے اور دونوں کے پانی اپنا اپنا مزہ برقرار رکھتے ہیں یا کھاری سمندر میں میٹھا دریا گرتا ہے تو دریا کا پانی دور تک اپنا میٹھا پن قائم رکھتا ہے جبکہ سمندر کے اردگرد کا پانی کھاری ہوتا ہے تو بتاؤ تو سہی کہ اور کوئی ایسے عجائبات پیدا کر سکتا ہے؟ کوئی اور ہستی ہے کہ جس سے یہ کام بن پڑیں اور وہ اس بنا پر معبود بننے کے لائق ہو؟۔ جب نہیں تو یہ مشرکین محض جہالت اور ناسمجھی سے شرک اور مخلوق پرستی کے گڑھے میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ ان کی سمجھ کا قصور نہیں تو اور کیا ہے؟

ابھی اسی طرز بیان سے آگے مزید دلائل توحید ذکر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو توحید حقیقی اور اپنے ذات پاک کی معرفت کاملہ نصیب فرمائیں۔ اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے شرک سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔ آسمان اور زمین اور کائنات کی تمام چیزیں ہمارے لئے معرفت الٰہیہ کا ذریعہ بنیں اور ہم سارے کمالات اور سارے انعامات و احسانات کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر دل و جان سے احکام الٰہیہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ يَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ‌ ؕ ءَاِلٰـهٌ

(یہ بُت بہتر ہیں) یا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اُس کو پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرف بناتا ہے

مَّعَ اللّٰهِ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَؕ ﴿۶۲﴾

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے تم لوگ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو

اَمَّنۡ بھلا کون	يُّجِيۡبُ قبول کرتا ہے	الۡمُضۡطَرَّ بیقرار	اِذَا جب	دَعَاهُ وہ اسے پکارتا ہے	وَيَكۡشِفُ اور دُور کرتا ہے	السُّوۡٓءَ بُرائی
وَ يَجۡعَلُكُمۡ اور تمہیں بناتا ہے	خُلَفَآءَ نائب	الۡاَرۡضِ زمین	ءَاِلٰـهٌ کیا کوئی معبود	مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	قَلِيۡلًا تھوڑے	مَّا جو
تَذَكَّرُوۡنَ نصیحت پکڑتے ہیں						

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات سے توحید کا مضمون بیان ہورہا ہے کہ جب آسمان۔ زمین اور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا۔ پانی برسانے والا اور نباتات اگانے والا۔ وہ ایک واحد اور یکتا خدا ہی ہے تو دوسرا کوئی کیسے اس کی وحدانیت اور الوہیت اور معبودیت میں شریک ہوسکتا ہے اس سلسلہ میں توحید کے مزید دلائل اس آیت میں بیان فرمائے جاتے ہیں۔ مشرکین عرب اگرچہ اللہ کی ذات کو مانتے تھے لیکن پرستش بتوں کی بھی کرتے تھے۔ انہوں نے دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کر کے یہ غلط اور باطل گمان پیدا کرلیا تھا کہ جس طرح دنیوی بادشاہوں کے وزیر اور خزانچی وغیرہ معین و مددگار ہوتے ہیں اور سلطنت کا سب کام وہی چلاتے ہیں اسی طرح ہمارے دیوی دیوتا ہیں۔ کوئی بارش کا دیوتا ہے۔ کوئی رزق کا دیوتا ہے۔ کوئی ہوا کا دیوتا ہے۔ کوئی بیماری دور کرنے کا دیوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ مشرکین عرب بھی جب کسی سخت مصیبت میں پھنستے جیسے کشتی کے طوفان وغیرہ میں پھنس جاتا تو اس وقت مضطر اور بے قرار ہوکر مدد کے لئے اللہ ہی کو پکارتے اور دوسرے معبودوں کو بھول جاتے۔ یہاں آیت میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ سخت مصیبت اور پریشانی کے وقت تو تم بھی مضطر ہوکر اسی کو پکارتے ہو اور معبودوں کو بھول جاتے ہو۔ پھر فطرت اور ضمیر کی اس شہادت کو امن اور اطمینان کے وقت کیوں یاد نہیں رکھتے؟ جب تم کو کوئی چارہ کار نہیں رہتا تب اللہ ہی کو پکارتے ہو اور وہی بے بس اور بے کس کی پکار کو سنتا ہے اور چاہتا ہے تو مصیبت دور کر دیتا ہے۔ تو جب سختی اور مصیبت کے وقت پکارے جانے کے قابل اسی کی ذات ہے تو پھر عبادت اور بندگی میں کسی اور کو شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟۔

اس آیت **امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوٓء** (کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے) اس کی تفسیر کے سلسلہ میں مفسر علامہ ابن کثیرؒ نے ایک عجیب واقعہ حافظ ابن عساکرؒ کی کتاب کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لکھا ہے کہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زیدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گزر بسر تھی۔ ایک مرتبہ مجھ سے ایک شخص نے خچر کرایہ پر لیا۔ میں نے اسے سوار کرایا اور لے چلا ایک جگہ جہاں دو راستے تھے پہنچے تو اس نے کہا کہ اس راہ چلو میں نے کہا کہ میں اس راہ سے واقف نہیں ہوں۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ اس نے کہا نہیں میں پوری طرح واقف ہوں اور یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے میں اس کے کہنے

اور اصرار سے اسی راہ پر چل دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک لق ودق بیابان میں ہم آ گئے ہیں۔ جہاں آ گے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ نہایت خطرناک جنگل اور بن ہے اور ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ میں یہ دیکھ کر سہم گیا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا کہ ذرا لگام تھام لو۔ مجھے یہاں اترنا ہے میں نے لگام تھام لی وہ اترا اور اپنا تہمد اونچا کر کے کپڑے ٹھیک کر کے چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں وہاں سے سرپٹ بھاگا۔ لیکن اس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا۔ میں اسے قسمیں دینے لگا مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا۔ میں نے کہا کہ اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے اور مجھے چھوڑ دے اس نے کہا کہ یہ تو میرا ہو ہی چکا لیکن میں تو تجھے زندہ چھوڑنا چاہتا ہی نہیں۔ میں نے اسے خدا کا خوف دلایا۔ آخرت کے عذاب کا ذکر کیا لیکن اس چیز نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تلا رہا اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس سے یہ منت التجا کی کہ آپ مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دیجئے۔ اس نے کہا اچھا جلدی پڑھ لے۔ میں نے نماز شروع کی لیکن خدا کی قسم میری زبان سے قرآن کا ایک حرف نہیں نکلتا تھا یونہی ہاتھ باندھے دہشت زدہ کھڑا ہوا تھا اور وہ جلدی مچا رہا تھا اسی وقت یہ آیت اتفاق سے میری زبان پر آ گئی **امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء** یعنی خدا ہی ہے جو بے قرار کی بیقراری کے وقت کی دعا کو سنتا ہے اور سختی اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ بس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا جو میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھوڑے سوار تیزی سے اپنا گھوڑا بھگائے نیزہ تانے ہماری طرف چلا آ رہا ہے اور بغیر کچھ کہے سنے اس ڈاکو کے پیٹ میں اس نے اپنا نیزہ اتار دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا اور وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا۔ سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں نے اس کے پیروں کو پکڑ لیا اور بڑی الحاح وزاری سے کہنے لگا خدا کے لئے یہ تو بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں اور بے بسوں اور بے کسوں کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح وسالم واپس لوٹا۔ آیت میں آگے ارشاد ہوتا ہے کہ وہی تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے۔ ایک کے پیچھے ایک آ رہا ہے اور مسلسل سلسلہ چلا جا رہا ہے اور اس طرح ایک کے بعد دوسرے کو زمین میں تصرف کے اختیارات عطا کرتا ہے پس یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ ایک شخص کے بعد دوسرا۔ ایک قوم کے بعد دوسری قوم ورنہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ساتھ پیدا کر دیتا لیکن اب اس نے یہ کر رکھا ہے کہ ایک مرے ایک پیدا ہو تو یہ موجودہ طرز بھی خدا کی حکمت پر دلیل ہے۔ سب کی پیدائش کا۔ موت کا۔ آنے کا۔ جانے کا وقت مقرر ہے۔ ایک ایک اس کے علم میں ہے تو حق تعالیٰ اپنی اس قدرت کو بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ ہے کوئی جو ان کاموں کو کر سکتا ہو اور جب نہیں کر سکتا تو وہ عبادت کے لائق بھی نہیں ہو سکتا۔ بات یہ ہے کہ مشرکین عقل سے پوری طرح کام نہیں لیتے ورنہ غور کریں تو صحیح نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ لیکن وہ غور وفکر ہی نہیں کرتے۔

باقی مضطر کی دعا جو اخلاص کی بنا پر ہوتی ہے یعنی دنیا کے سب سہاروں سے مایوس اور تمام علائق سے منقطع ہو کر صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز اور فریادرس سمجھ کر اس کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے دعا کرنا تو ایسے مضطر کی دعا حق تعالیٰ رد نہیں فرماتے خواہ وہ کسی بندہ کی طرف سے ہو۔ وہ مومن ہو یا کافر۔ متقی و پرہیزگار ہو یا فاسق فاجر۔ بندہ کے اضطرار اور اخلاص کی وجہ سے رحمت حق متوجہ ہو جاتی ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی حکمت و مصلحت ربانی

سے اس کا ظہور دیر میں ہو۔ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ میں مظلوم کی دعا کو کبھی رد نہیں کروں گا اگر چہ وہ کسی کافر کے منہ سے ہو (قرطبی بحوالہ معارف القرآن جلد ششم) ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ایک مظلوم کی دعاء دوسرے مسافر کی دعا۔ تیسرے باپ جو اپنی اولاد کے لئے بددعا کرے۔امام قرطبیؒ نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ ان تینوں دعاؤں میں بھی وہی صورت ہے جو دعاء مضطر میں ہوتی ہے کہ جب کوئی مظلوم دنیا کے سہاروں اور مددگاروں سے مایوس ہو کر دفع ظلم کے لئے اللہ کو پکارتا ہے وہ بھی مضطر ہی ہوتا ہے۔اسی طرح مسافر حالت سفر میں اپنے عزیز و اقربا اور ہمدردوں اور غمگساروں سے الگ بے سہارا ہوتا ہے۔اسی طرح باپ اولاد کے لئے اپنی فطرت اور پدری شفقت کی بنا پر کبھی بددعا نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ اس کا دل بالکل ٹوٹ جائے اور اپنے آپ کو مصیبت سے بچانے کے لئے اللہ کو پکارے (معارف القرآن جلد ۶) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اخلاص کے ساتھ ہر معاملہ میں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ بندہ کے حسب مرضی فریاد قبول ہی کر لیتے ہیں اور ہمیشہ مصیبت کو بندہ کی حسب منشا دور ہی فرما لیتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کبھی بھی فریاد سنی جاتی اور دعا قبول ہوتی ہے تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کسی اور کی طرف سے نہیں ہوتی۔

ابھی اگلی آیات میں بھی یہی مضمون توحید جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر حال میں ہم کو اپنی ہی ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔حق تعالیٰ ہی کی فریاد رسی اور دادرسی پر ہمارا اعتماد رہو اور ہر مصیبت میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی ہم اسی سے فریاد کرنے والے ہوں۔اور وہی ہماری فریاد کو سن کر ہماری فریاد رسی کرنے والا ہو۔

حق تعالیٰ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور ہمارے دلوں میں یہ یقین کامل عطا فرمائیں کہ ہماری ہر چھوٹی بڑی مصیبت کو دور کرنے والی صرف اللہ پاک کی ذات عالی ہے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ

(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ ذات جو تم کو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ سجھاتی ہے اور جو کہ ہواؤں کو بارش سے پہلے بھیجتی ہے جو خوش کر دیتی ہیں

رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ

کیا اللہ کیساتھ کوئی اور معبود ہے (ہرگز نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے برتر ہے۔ (یہ بت بہتر ہیں) یا وہ ذات جو مخلوقات کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو

وَمَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ

دوبارہ زندہ کرے گا اور جو کہ آسمان (سے پانی برسا کر) اور زمین سے (نباتات نکال) تم کو رزق دیتا ہے، کیا اللہ کیساتھ کوئی اور معبود ہے، آپ کہئے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۶۴﴾

اگر تم سچے ہو۔

اَمَّنْ بھلا کون	یَهْدِیْكُمْ تمہیں راہ دکھاتا ہے	فِیْ ظُلُمٰتِ اندھیروں میں	الْبَرِّ خشکی	وَالْبَحْرِ اور سمندر	وَ اور	مَنْ کون	یُّرْسِلُ چلاتا ہے
الرِّیٰحَ ہوائیں	بُشْرًا خوشخبری دینے والی	بَیْنَ یَدَیْ پہلے	رَحْمَتِهٖ اس کی رحمت	ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود	مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	تَعٰلَى اللّٰهُ برتر ہے اللہ	
عَمَّا اس سے جو	یُشْرِكُوْنَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں	اَمَّنْ بھلا کون	یَبْدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے	الْخَلْقَ مخلوق	ثُمَّ یُعِیْدُهٗ پھر وہ اسے دوبارہ (زندہ) کریگا		
وَمَنْ اور کون	یَرْزُقُكُمْ تمہیں رزق دیتا ہے	مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے	وَالْاَرْضِ اور زمین	ءَاِلٰهٌ کیا کوئی معبود	مَّعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ		
قُلْ فرمادیں	هَاتُوْا لے آؤ تم	بُرْهَانَكُمْ اپنی دلیل	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِیْنَ سچے		

تفسیر و تشریح:۔ توحید کے اثبات کے سلسلہ میں گذشتہ سے مضمون اس طرح بیان ہوتا چلا آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عجائبات قدرت مشرکین کو یاد دلاتے جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ اللہ کے سوا یہ کس کے کام ہیں؟ اس طرح اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور وحدہ لاشریک لہ ہونے پر گذشتہ آیات میں چند دلائل بیان فرمائے گئے مثلاً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا پھر اوپر سے پانی برسا کر سبزہ۔ درخت اور پودوں کا اگانا۔ زمین کو جانداروں کے رہنے کے لائق بنانا۔ اس میں دریا ندی نالے بہانا اور پہاڑوں کا اس پر قائم کرنا۔ پھر انسان کی بے بسی اور بے کسی کے وقت اس کی فریاد کو سننا اور فریاد رسی کرنا۔ اسی طرح گذشتہ میں حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی چند نشانیاں بیان ہوئیں۔ جو توحید باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہیں۔ اب آگے اسی سلسلہ میں ان آیات میں مزید قدرت کی چند نشانیاں بیان فرمائی جاتی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اوپر ستارے بنا کر انہیں چمکایا اور ان کے لئے جگہ اور مقام مقرر کئے اسی نظام کی بدولت تم خشکی اور سمندر میں راستہ ڈھونڈ لیتے ہو۔ رات کی تاریکی میں جبکہ آدمی جنگل بیابان میں ہو یا دریا یا سمندر میں کشتی یا جہاز میں ہو تو مشرق مغرب شمال جنوب کا تعین ستاروں کے ذریعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ تدبیروں میں سے ایک ہے کہ اس نے بحری اور بری سفروں میں انسانوں کی رہنمائی کے لئے وہ ذرائع پیدا کر دیئے جن سے وہ اپنی سمت سفر اور منزل مقصود کی طرف اپنی راہ متعین کرتا ہے۔ دن کے وقت زمین کی مختلف علامتیں اور آفتاب کے طلوع غروب کی سمتیں اس کی مدد کرتی ہیں اور رات کی اندھیری میں ستارے اس

کی رہنمائی کرتے ہیں پھر ایک اور انتظام انسانوں کے لئے زمین پر قدرت نے یہ کیا کہ ضرورت کے وقت باران رحمت کا بندوبست کردیا۔ بارش برسنے سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جو بارش کی آمد کی بشارت دیتی ہیں اور لوگ ان ہواؤں کے چلنے سے خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش آئے گی۔ خشکی و گرمی دفع ہوگی۔ کیا یہ انتظام سوائے ایک واحد ذوالجلال کے کوئی اور کرسکتا ہے۔ یقیناً خدا کے سوا ان کاموں کا کرنے والا کوئی اور نہیں تو پھر اس کے سوا کسی اور کو معبود ماننے کے کیا معنی۔ اللہ ہر اس چیز سے جسے تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو بلند و برتر ہے۔ کہاں وہ قادر مطلق اور حکیم برحق اور کہاں عاجز و ناقص مخلوق جسے اس کی خدائی کا شریک بتلایا جارہا ہے۔ اب آگے ایک دلیل اللہ کی وحدانیت اور قدرت کی اور دی جارہی ہے اور مشرکوں سے پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ یہ مخلوق کس نے پیدا کی؟ یہ حقیقت ہے کہ اس سوال کا کوئی معقول جواب آج تک کسی مشرک یا دہریئے سے بن نہ آیا۔ کسی نے کہا کہ یہ کائنات آپ ہی آپ بن گئی۔ کسی نے کہا بے جان مادے کا ٹھیک تناسب کے ساتھ اتفاقاً جمع ہوجانا زندگی کا آپ ہی آپ وجود میں آجانے کا سبب بنا۔ قرآن کریم نے انسان کو بتایا کہ اللہ عزوجل نے اپنی قدرت کاملہ سے مادہ کو ظاہر کیا اور پھر اس سے تمام مخلوقات بنائی۔ ایک سیدھے سادے بدوی عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ جب مینگنیاں دیکھ کر اونٹ کو ماننا پڑتا ہے تو زمین و آسمان کو دیکھ کر اس کا بھی خواہ مخواہ کوئی بنانے والا ماننا پڑے گا۔ پھر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جس نے پہلے بنایا مرنے کے بعد بھی دوبارہ وہی بنائے گا۔ پھر یہی نہیں کہ مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے صرف پیدا کیا بلکہ آسمان اور زمین سے اس کی پرورش اور قیام کا سامان بھی مہیا کیا۔ چنانچہ جیسے وہ خالق ہے ایسے ہی وہ رب اور رازق بھی ہے۔ پھر رزق دینے کا معاملہ بھی اتنا سادہ نہیں جتنا سرسری طور پر کوئی شخص خیال کرتا ہے۔ اس زمین پر لاکھوں قسمیں حیوانات کی اور لاکھوں ہی نباتات کی پائی جاتی ہیں۔ پھر ہر قسم میں لاکھوں کروڑوں اور اربوں کی تعداد موجود ہیں اور ہر ایک کی غذائی ضروریات الگ الگ ہیں۔ خالق نے اپنی شان رزاقی سے ہر ایک کی غذا کا سامان اس طرح فراہم فرمایا ہے کہ کوئی نوع اس دنیا میں غذا پانے سے محروم نہیں۔ پھر اس رزق کے انتظام میں زمین و آسمان کی اتنی مختلف قوتیں مل جل کر کام کرتی ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔ گرمی روشنی، ہوا پانی اور زمین کے مختلف قسم کے مادوں کے درمیان اگر ٹھیک تناسب کے ساتھ تعاون نہ ہو تو غذا کا ایک ذرہ بھی وجود میں نہیں آسکتا۔ تو کون احمق یہ گمان کرسکتا ہے کہ یہ حکیمانہ انتظام ایک زبردست حکیم علیم اور خبیر کے ارادے اور مشیت اور حکم کے بغیر یونہی اتفاقاً ہوسکتا ہے اور یا خدا کے انتظام میں کسی اور کا بھی کوئی دخل ہوسکتا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ایسے صاف نشانات اور واضح دلائل سننے کے بعد بھی تم خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور شرک کی قباحت کو تسلیم نہیں کرتے تو جو کوئی دلیل تم اپنے دعوے باطل کے ثبوت میں رکھتے ہو پیش کرو۔ ابھی تمہارا جھوٹ سچ کھل جائے گا۔ مگر وہاں دلیل و برہان کہاں وہاں تو بس محض اندھی تقلید ہے اور حق سے عناد۔

اب یہاں تک تو توحید کے متعلق مضمون تھا اور اللہ تعالیٰ کے اِلٰہ واحد یعنی اکیلے خدا اور اکیلے مستحق عبادت ہونے پر استدلال کیا گیا تھا۔ اب آگے قیامت و آخرت کے متعلق ذکر فرمایا جاتا ہے جس کی کفار تکذیب کرتے تھے اور اسکی ایک وجہ یہ قرار دیتے تھے کہ قیامت کا وقت پوچھنے پر بھی نہیں بتلایا جاتا۔ اگلی آیات میں اس کے متعلق ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾

آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے، اور ان کو یہ خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جاویں گے۔

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم نیست ہوگیا بلکہ یہ لوگ اس سے شک میں ہیں بلکہ یہ اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں۔

قُلْ فرمادیں	لَا يَعْلَمُ نہیں جانتا	مَنْ جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	الْغَيْبَ غیب	اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ کے
وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ نہیں جانتے	اَيَّانَ کب	يُبْعَثُوْنَ وہ اٹھائے جائیں گے	بَلِ ادّٰرَكَ بلکہ تھک کر رہ گیا	عِلْمُهُمْ ان کا علم		
فِي الْاٰخِرَةِ آخرت (کے بارے) میں	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	فِيْ شَكٍّ شک میں	مِّنْهَا اس سے	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	مِّنْهَا اس سے	عَمُوْنَ اندھے

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں شروع پارہ سے حق تعالیٰ کی قدرت تامہ۔ رحمت عامہ اور ربوبیت کاملہ کا بیان ہوا تھا کہ جب وہ ان صفات وکمالات میں واحد و یکتا ہے تو الوہیت اور معبودیت میں بھی واحد و یکتا ہونا چاہئے۔ اب ان آیات میں حق تعالیٰ کی الوہیت پر ایک دوسری حیثیت سے استدلال کیا جارہا ہے یعنی معبود ہونے کی مستحق وہی ذات ہوسکتی ہے جو قدرت کاملہ کے ساتھ علم کامل اور محیط بھی رکھتا ہے اور یہ وہ صفت ہے جو زمین وآسمان میں کسی مخلوق کو حاصل نہیں اسی ایک ذات واحد کے ساتھ مخصوص ہے پس اس اعتبار سے بھی معبود بننے کے لائق اسی کی ذات ہوئی۔ اس طرح اس آیت میں گویا مضمون سابق کی تکمیل فرمائی گئی۔ لیکن بعض مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ جس قیامت کے دن سے تم ہمیں ڈراتے ہو اور اس میں سخت عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو تو ہمیں یہ تو بتاؤ کہ وہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال کا کہ قیامت کب آئے گی یہ جواب دیں کہ یہ تو غیب کی بات ہے اور غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس کے سوا زمین وآسمان میں یعنی فرشتے جن انسان وغیرہ کوئی بھی غیب دان نہیں اس لئے مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

اور کب دوبارہ سب زندہ کرکے کھڑے کئے جائیں گے۔ لیکن قیامت کا وقت نہ بتلانے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ قیامت آوے ہی گی نہیں جیسا کہ یہ مشرکین اور کفار خیال کرتے ہیں۔ آگے عام مشرکین وکفار کے بارہ میں تین باتیں ارشاد ہوئیں۔ اول یہ کہ وہ سرے سے یہی نہیں جانتے کہ آخرت کبھی ہوگی بھی یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کی بے خبری اس بنا پر نہیں ہے کہ انہیں اس کی اطلاع ہی نہیں دی گئی بلکہ اس بنا پر ہے کہ جو خبر انہیں دی گئی ہے اس پر انہوں نے یقین نہیں کیا بلکہ اس کی صحت میں شک کرنے لگے۔ تیسرے یہ کہ انہوں نے کبھی غور وخوض کرکے ان دلائل کو سوچنے اور جانچنے کی زحمت نہیں اٹھائی جو آخرت کے وقوع کے بارہ میں پیش کئے گئے بلکہ اس کی طرف سے اندھے بن کر رہنے ہی کو ترجیح دی۔

یہاں اس آیت میں یہ جملہ **قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ** یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔ یہ آیت منجملہ اور بہت سی آیات قرآنیہ کے اس پر نص صریح ہے کہ کلی علم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اور اس میں کوئی فرشتہ یا نبی یا ولی یا جن اس کا شریک نہیں اسی بنا پر یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں

36 میں سے جس پر چاہے اور جس قدر چاہے اپنی معلومات کا کوئی گوشہ کھول دے اور کسی جز ئیہ کا علم جسے چاہے عطا فرمادے اور کسی غیب یا بعض غیوب کو اس پر روشن کردے لیکن علم غیب بحیثیت مجموعی اور کلی کسی اور کو نصیب نہیں۔ اس لئے عالم الغیب ہونے کی صفت صرف اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہے۔

ایسی متعدد قرآنی تصریحات کے علاوہ احادیث بھی اس کی تائید و تشریح میں موجود ہیں۔ صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نقل کیا گیا ہے آپ فرماتی ہیں ''جس نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کل کیا ہونے والا ہے اس نے اللہ پر سخت جھوٹ کا الزام لگایا کیونکہ اللہ تو فرماتا ہے **قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ** یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کو بھی نہیں ہے بخاری اور مسلم کی مشہور روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انسانی شکل میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قیامت کب آئے گی جس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس سے پوچھا جارہا ہے وہ خود پوچھنے والے سے زیادہ اس بارے میں کوئی علم نہیں رکھتا پھر فرمایا یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور پھر آپ نے سورۂ لقمان کی آخری آیت تلاوت فرمائی **ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت. ان اللہ علیم خبیر** یعنی اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش نازل کرنے والا ہے۔ اور وہی جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا پرورش پارہا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا۔ اور کسی شخص کو خبر نہیں کہ کس سرزمین میں اس کو موت آئے گی۔ بلاشبہ اللہ ہی علیم و خبیر ہے۔

غیب جس کے لفظی معنی مخفی۔ پوشیدہ اور مستور کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو معلوم نہ ہو اور جس تک ذرائع معلومات کی رسائی نہ ہو۔ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو فرداً فرداً بعض انسانوں کے علم میں ہیں اور بعض کے علم میں نہیں۔ اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو بحیثیت مجموعی پوری نوع انسانی کے علم میں نہ کبھی تھیں۔ نہ آج ہیں۔ نہ آئندہ کبھی آئیں گی۔ ایسا ہی معاملہ جنات۔ فرشتوں اور دوسری مخلوقات کا ہے کہ بعض چیزیں ان میں سے کسی سے مخفی اور کسی کو بھی معلوم نہیں۔ لیکن تمام اقسام کے غیب صرف ایک ذات پر روشن ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے۔

الغرض قرآن اور حدیث کی صاف اور واضح تصریحات کے بعد اس امر میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب سمجھا جائے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی دوسرا بھی جمیع ما کان ما یکون کا علم رکھتا ہے اسلامی اور قرآنی عقیدہ کے بالکل خلاف ہے۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ قیامت کا وقت علم غیب میں سے ہے جس کی اطلاع اور علم صرف حق تعالیٰ کو ہے۔ اب کفار جو اس سے یہ استدلال کرتے کہ قیامت و آخرت کوئی چیز ہی نہیں تو اس کا جواب آگے دیا گیا کہ انبیاء و مرسلین کا کہنا حق ہے اور ان کی تکذیب اور ان کی باتوں کو نہ ماننا موجب تباہی ہے جیسا کہ گذشتہ منکرین کے ساتھ ہو چکا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! آخرت و قیامت کی طرف سے یہ غفلت کے پردہ جو اب دلوں پر پڑ گئے ہیں آپ ہی ان کو دور فرمادیں۔ اور ہمیں عقل سلیم اور فکر صحیح نصیب فرمادیں تا کہ ہم آخرت کی طرف سے بیدار ہو جائیں اور شب و روز وہاں کی تیاری میں لگ جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ

اور یہ کافر یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ جب (مر کر) خاک ہو گئے اور (اسی طرح) ہمارے بڑے بھی تو کیا (پھر) ہم (زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جاویں گے اس کا تو ہم سے

وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

اور ہمارے بڑوں سے پہلے سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔آپ کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِیْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

کہ مجرمین کا انجام کیا ہوا۔اور آپ ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں اس سے تنگ نہ ہوں۔اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب وقہر کا) کب پورا ہوگا

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ

اگر تم سچے ہو۔آپ کہہ دیجئے کہ عجب نہیں کہ جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو اُس میں سے کچھ تمہارے پاس ہی آلگا ہو۔

بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

اور (اب تک جو دیر ہو رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ) آپ کا رب لوگوں پر (اپنا) بڑا فضل رکھتا ہے،ولیکن اکثر آدمی

لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾

شکر نہیں کرتے۔اور آپ کے رب کو سب خبر ہے جو کچھ اُن کے دلوں میں مخفی ہے اور جس کو وہ علانیہ کرتے ہیں۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

اور آسمان اور زمین میں ایسی کوئی مخفی چیز نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا جن لوگوں نے کفر کیا	ءَاِذَا کیا جب	كُنَّا ہم ہو جائیں گے	تُرٰبًا مٹی	وَاٰبَآؤُنَا اور ہمارے باپ دادا	اَئِنَّا کیا ہم			
لَمُخْرَجُوْنَ نکالے جائیں گے البتہ	لَقَدْ وُعِدْنَا تحقیق وعدہ کیا گیا ہم سے	هٰذَا یہ۔یہی	نَحْنُ ہم	وَاٰبَآؤُنَا اور ہمارے باپ دادا					
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنْ نہیں	هٰذَآ یہ	اِلَّآ مگر۔صرف	اَسَاطِيْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِيْنَ اگلے	قُلْ فرما دیں	سِيْرُوْا چلو پھرو تم		
فِی الْاَرْضِ زمین میں	فَانْظُرُوْا پھر دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الْمُجْرِمِيْنَ مجرم	وَ اور	لَا تَحْزَنْ تم غم نہ کھاؤ	عَلَيْهِمْ ان پر	
وَلَا تَكُنْ اور آپ نہ ہوں	فِیْ ضَيْقٍ تنگی میں	مِمَّا اس سے جو	يَمْكُرُوْنَ وہ مکر کرتے ہیں	وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	مَتٰى کب	هٰذَا یہ			
الْوَعْدُ وعدہ	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	قُلْ فرما دیں	عَسٰٓى شاید	اَنْ کہ	يَّكُوْنَ ہو گیا ہو	رَدِفَ قریب	لَكُمْ تمہارے لئے
بَعْضُ کچھ	الَّذِیْ وہ جو۔وہ جس	تَسْتَعْجِلُوْنَ تم جلدی کرتے ہو	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لَذُوْ فَضْلٍ البتہ فضل والا				
عَلَى النَّاسِ لوگوں پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر	لَا يَشْكُرُوْنَ شکر نہیں کرتے	وَاِنَّ اور بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب				

لَيَعْلَمُ خوب جانتا ہے	مَا تُكِنُّ جو چھپی ہوئی ہے	صُدُوْرُهُمْ ان کے دل	وَمَا اور جو	يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں

وَمَا اور نہیں	مِنْ کچھ	غَآئِبَةٍ غائب	فِي السَّمَآءِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	اِلَّا مگر	فِيْ میں	كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کتاب روشن

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ مخلوق میں سے کسی کو قیامت کے وقوع اور تعین کا علم نہیں کہ کب آئے گی۔ اس کی خبر فقط اللہ عزوجل کو ہے۔ تو کفار اور مشرکین قیامت کا وقت نہ بتلانے سے یہ استدلال کرتے کہ قیامت وآخرت کوئی چیز ہی نہیں چنانچہ ان آیات میں پہلے کفار کا قول نقل کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار بطور تعجب اور انکار کے کہتے ہیں کہ ہم کیسے مان لیں کہ جب مرنے کے بعد خاک میں مل گئے اور مٹی ہوگئے تو ہم اور ہمارے باپ دادا جن کو مٹی میں ملے ہوئے مدت گزری۔ پھر مٹی سے نکل کر دوبارہ زندہ کیسے ہو جائیں گے یہ نری باتیں ہی ہیں اور پرانی داستان ہے۔ ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا بھی اسی طرح سنتے چلے گئے۔ ہزار ہا برس گزر گئے ہم نے تو کسی انسان کو مٹی سے دوبارہ پیدا ہوتے نہ سنا نہ دیکھا۔ بس جو پہلے کہہ گئے تھے ان ہی کی نقل آج یہ پیغمبر بھی اتار رہے ہیں۔ کفار کے اس باطل قول کے جواب میں حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرماتے ہیں کہ آپ ان کفار سے جواب میں یہ کہہ دیجئے کہ دنیا میں چل پھر کر مجرموں کے انجام بد کو دیکھو یعنی دنیا میں اللہ اور اس کے پیغمبروں کا کہنا نہ ماننے والوں کا وہی انجام بد ہوا اور ویسے ہی تباہ ہوئے جیسا کہ پیغمبروں نے انہیں ڈرایا تھا اس سے صاف ثابت ہوا کہ انبیاء ومرسلین کا کہنا حق تھا اور ان کی تکذیب وانکار موجب تباہی ہوا۔ اسی پر قیاس کرلو کہ مرکر دوبارہ زندہ ہونے اور عذاب آخرت کی جو خبر انبیاء دیتے چلے آئے ہیں یقیناً سچ ہیں اور پوری ہوکر رہیں گی۔ یہ کارخانہ دنیا یوں ہی بے سرا تو نہیں کہ اس پر کوئی حاکم نہ ہو اور وہ اپنی رعایا کو یونہی مہمل چھوڑ دے اگر تمہاری یہی تکذیب رہی تو مکذبین کا جو انجام دنیا میں ہوا تمہارا بھی وہی ہوسکتا ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ اگر یہ کفار اس پر بھی نہ مانیں اور اپنی حماقت اور جہل وعناد پر اصرار کر کے عذاب الٰہی کے مستحق بننا ہی چاہتے ہیں تو آپ نے تو سمجھانے کا حق ادا کردیا اب ان کو اس تکذیب کے انجام پر مطلع کر کے الگ ہوجایئے۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ بہت زیادہ غم اور تاسف نہ کریں اور نہ ان کے مکروفریب اور حق کے خلاف تدبیریں کرنے سے تنگدل ہوں۔ یہ جو کچھ چالیں چل رہے ہیں ان پر آپ کو کبیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی پشت پر خدا کی حمایت اور طاقت ہے۔ یہ آپ کی بات نہ مانیں گے تو اپنا ہی کچھ بگاڑیں گے آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ضدی مجرموں سے خود نبٹ لے گا اور جس طرح پہلے مجرموں کو سزائیں دی گئی ہیں ان کو بھی دے گا۔ چنانچہ ۱۳ برس تک قرآن پاک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سمجھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے وقت تک ان میں سے صرف ایک سو کے اندر ہی اندر ایمان لائے باقی اہل مکہ آپ کی ایذارسانی ہی کی تدبیروں میں لگے رہتے تھے۔ موسم حج میں باہر کے لوگوں کو آپ تبلیغ فرماتے تو یہ اہل مکہ ان کو بہکاتے۔ غرض کہ ہجرت تک کفار مکہ کا یہی حال رہا اور اہل اسلام کی ایذارسانی میں کوئی دقیقہ اور کسر انہوں نے اٹھا نہ رکھی۔ عین ہجرت کے وقت بھی کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی کا مشورہ کیا۔ بعضوں نے کہا کہ آپ کو قید کرنا چاہئے۔ بعضوں نے کہا کہ جان سے ہلاک کرنا چاہئے بعضوں نے کہا کہ مکہ سے نکال دینا چاہئے۔ چنانچہ ابوجہل کے اس منصوبہ پر سب کا اتفاق ٹھہرا کہ مکہ میں جتنے قبیلہ اور جتھے ہیں ان سب میں کا ایک ایک آدمی تلوار لے کر مستعد ہو اور یکدم سب مل کر آپ پر حملہ کردیں اور یہ تجویز اس لئے ٹھہرائی تھی کہ پھر سارے مکہ کے قبیلوں سے آپ کے ساتھیوں کو بدلہ لینے کا قابو بھی نہ رہے۔ کفار کے اس مشورہ

اور سازش کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کا حکم دیا اور عزت و حرمت سے اپنے رسول کو مدینہ پہنچا دیا اور اللہ کی قدرت اور تدبیر کے آگے کفار کا کوئی داؤ و فریب آپ پر نہ چل سکا لیکن ان لوگوں کی ایذا رسانی اور راہ راست پر نہ آنے کا حال دیکھ کر جب تک آپ مکہ میں رہے آپ کو ہمیشہ ایک طرح کا غم اور رنج رہتا اور وہ بھی اس درجہ کا رنج و غم کہ حق تعالیٰ کی طرف سے متعدد بار مکی سورتوں میں آپ کی تسلی فرمائی گئی چنانچہ ان آیات میں بھی آپ کی تسلی فرمائی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار کے ایمان نہ لانے پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو جایئے۔

الغرض کفار مکہ کا ایک قول تو یہ تھا کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے تو پھر ہم کس طرح دوبارہ زندہ ہو کر مٹی سے نکالے جاویں گے۔ اس طرح موت کے بعد کی زندگی اور آخرت کا وہ انکار کرتے تھے جب کہ تمام پیغمبر یہی بتلاتے اور کہتے رہے کہ قیامت آنی ضرور ہے جب کہ حشر نشر ہوگا اور جزا سزا ملے گی۔ آگے کفار کا ایک دوسرا قول نقل کر کے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں بھی کہتے کہ یہ وعدۂ عذاب آخرت جس کی تم دھمکیاں دیا کرتے ہو آخر کب پورا ہوگا؟ چونکہ کفار کو روز قیامت اور جزاو سزا کا تو یقین تھا نہیں اس لئے وہ بطور طنز یا بصورت استہزا بے باکانہ کہتے کہ یہ وعدۂ عذاب آخرت جس سے ڈرایا جاتا ہے کب پورا ہوگا۔ تم کہتے ہو کہ یہ عذاب قیامت میں ہوگا۔ تو ہزاروں برس ہو گئے قیامت تو اب تک آئی نہیں پھر کب آئے گی۔ گویا وہ فوری طور پر نزول عذاب کے خواستگار تھے۔ کفار کے اس قول کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان کفار سے جواب میں یوں کہہ دیجئے کہ گھبراؤ نہیں وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور کچھ بعید نہیں کہ وعدہ کا کچھ حصہ قریب ہی آ لگا ہو چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد جنگ بدر میں سزا کی ایک قسط پہنچ گئی۔ رہی قیامت کبریٰ سو اس کے بھی بعض آثار و علامات ظاہر ہو گئے۔ پھر حق تعالیٰ اگر اپنے فضل سے عذاب میں تاخیر کرتا ہے تو چاہئے تو یہ تھا کہ اس مہلت کو غنیمت سمجھتے اور اس مہربانی کے شکر گزار ہو کر ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرتے لیکن یہ کفار اس کے خلاف ناشکری کرتے اور اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہیں۔ تاخیر عذاب چونکہ بمصلحت ہے اس لئے اس تاخیر سے یوں نہ سمجھیں کہ ان کے افعال کی کبھی سزا ہی نہ ہوگی۔ ان کے ظاہری اور پوشیدہ اعمال۔ دلوں کے بھید۔ نیتیں۔ ارادے اور زمین آسمان کے چھپے سے چھپے راز سب اللہ تعالیٰ کے علم میں حاضر اور اس کے دفتر میں درج ہیں۔ ہر بات اسی کے موافق اپنے اپنے وقت پر وقوع پذیر ہوگی۔ جلدی مچانے یا دیر لگانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جو چیز علم الٰہی میں طے شدہ جلد یا بدیر اپنے وقت پر آوے گی اور ہر ایک کو اس کے عمل۔ نیت اور عزم کے موافق پھل مل کر رہے گا۔

اب چونکہ قیامت و آخرت اور جزاو سزا کی خبر قرآن پاک نے دی ہے اس لئے آگے قرآن پاک کا مخبر صادق ہونا ظاہر ہونا فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت و آخرت۔ حشر و نشر۔ جزاو سزا کا ایسا یقین کامل نصیب فرمائیں کہ ہم اس دنیا میں ہمہ وقت آخرت کی تیاری میں مشغول رہیں۔ یا اللہ آپ نے جیسے کفار مکہ کے زور کو توڑا ایسے ہی کفار عالم کی قوت کو توڑ دے اور ایمان کی جیسے ابتدا میں مدد اور تائید فرمائی یا اللہ اب بھی اپنی قدرت سے اہل ایمان کی مدد فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان باتوں (کی حقیقت) کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

وَإِنَّهُ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ

اور بالیقین وہ ایمانداروں کے لئے (خاص) ہدایت اور (خاص) رحمت ہے۔ بالیقین آپ کا رب اُن کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ (قیامت کے دن) کرے گا اور وہ

الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ

زبردست اور علم والا ہے۔سو آپ اللہ پر توکل رکھئے، یقینا آپ صریح حق پر ہیں۔آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے

وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ۖ

اور نہ بہروں کو اپنی آواز سُنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔اور نہ آپ اندھوں کو اُن کی گمراہی سے (بچا کر) راستہ دکھلانے والے ہیں،

إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا

آپ تو صرف اُنہی کو سنا سکتے ہیں، جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں پھر وہ مانتے (بھی) ہیں۔اور جب وعدہ (قیامت کا) اُن پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم اُن کیلئے زمیں سے ایک جانور نکالیں گے

لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

کہ وہ اُن سے باتیں کرے گا کہ (کافر) لوگ ہماری (یعنی اللہ تعالیٰ کی) آیتوں پر یقین نہ لاتے تھے۔

إِنَّ بیشک	هَٰذَا یہ	الْقُرْآنَ قرآن	يَقُصُّ بیان کرتا ہے	عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بنی اسرائیل پر	أَكْثَرَ اکثر	الَّذِي وہ جو	هُمْ وہ
فِيهِ اس میں	يَخْتَلِفُونَ اختلاف کرتے ہیں	وَإِنَّهُ اور بیشک یہ	لَهُدًى البتہ ہدایت	وَرَحْمَةٌ اور رحمت	لِلْمُؤْمِنِينَ ایمان والوں کیلئے		
إِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	يَقْضِي فیصلہ کرتا ہے	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	بِحُكْمِهِ اپنے حکم سے	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيزُ غالب	الْعَلِيمُ علم والا
فَتَوَكَّلْ پس بھروسہ کرو	عَلَى اللَّهِ اللہ پر	إِنَّكَ بیشک تم	عَلَى پر	الْحَقِّ الْمُبِينِ واضح حق	إِنَّكَ بیشک تم	لَا تُسْمِعُ تم نہیں سنا سکتے	الْمَوْتَىٰ مُردوں کو
وَلَا تُسْمِعُ اور تم نہیں سنا سکتے	الصُّمَّ بہروں کو	الدُّعَاءَ پکار	إِذَا وَلَّوْا جب وہ مڑ جائیں	مُدْبِرِينَ پیٹھ پھیر کر	وَ اور	مَا أَنْتَ تم نہیں	
بِهَادِي ہدایت دینے والے	الْعُمْيِ اندھوں کو	عَنْ سے	ضَلَالَتِهِمْ ان کی گمراہی	إِنْ نہیں	تُسْمِعُ تم سناتے	إِلَّا مگر۔صرف	
مَنْ جو	يُؤْمِنُ ایمان لاتا ہے	بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں پر	فَهُمْ پس وہ	مُسْلِمُونَ فرمانبردار	وَإِذَا اور جب	وَقَعَ الْقَوْلُ واقع (پورا) ہوجائیگا وعدہ	
عَلَيْهِمْ ان پر	أَخْرَجْنَا ہم نکالیں گے	لَهُمْ ان کیلئے	دَابَّةً ایک جانور	مِنَ الْأَرْضِ زمین سے	تُكَلِّمُهُمْ وہ ان سے باتیں کریگا		
أَنَّ النَّاسَ کیونکہ لوگ	كَانُوا تھے	بِآيَاتِنَا ہماری آیات پر	لَا يُوقِنُونَ یقین نہ کرتے				

تفسیر وتشریح:۔ظہور اسلام کے وقت عرب میں دو قسم کے لوگ تھے۔ایک گروہ وہ تھا جس کے پاس کوئی مذہبی اور علمی ذخیرہ نہ تھا۔ نہ ان کو کسی آسمانی یا الہامی کتاب کے حامل ہونے کا دعویٰ تھا۔ یہ گروہ عموماً بت پرست مشرکین کا تھا جن کے پاس نہ کوئی مذہبی کتاب

تھی نہ آسمانی اور الہامی ذخیرہ تھا۔ بس اسلاف کا رسم ورواج ہی ان کا دستور زندگی تھا۔ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اسی گروہ میں سے ہوئی۔ دوسرا گروہ علم کا مدعی اور مذہبی کتابوں کا حامل تھا۔ اس گروہ کو علوم کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی اہل کتاب کا گروہ کہلاتا تھا جس میں کچھ لوگ عیسائی تھے اور کچھ یہودی۔ لیکن کثرت انقلابات اور زمانہ کی درازی نے اہل کتاب میں بھی باہم اختلاف پیدا کردیئے تھے۔ ان کی مذہبی کتابیں بھی کچھ سے کچھ بن گئی تھیں۔ الہامی تصریحات اور آسمانی منصوصات میں ردوبدل ہوگیا تھا کتب الہیہ کے الفاظ اور معانی کو بگاڑ لیا گیا جس کی وجہ سے اصل مطلب فوت ہوگیا۔ ان کے علماء اور دینی پیشوا متفرق ہوگئے تھے اور ہر عالم نے اپنا ایک گروہ بنالیا تھا اور ہر گروہ اپنی ہی حقانیت کا دعویدار تھا۔ ایسی حالت میں قرآن پاک نازل ہوا اور عقائد۔ احکام اور قصص وروایات کے متعلق ان کے شدید اختلافات کا فیصلہ کن تصفیہ قرآن پاک نے سنایا۔ اہل کتاب نے اللہ کی ذات وصفات کے متعلق بہت غلط عقائد قائم کرلئے تھے جن کی اصلاح قرآن پاک نے کی۔ ملائکہ اور انبیاء کے متعلق زناکاری بت پرستی شراب خواری اور قتل وغارت وغیرہ کی سینکڑوں تہمتیں اسرائیلی کتب میں مذکور ہیں۔ قرآن پاک نے انبیاء اور ملائکہ کو معصوم قرار دیا۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ کوئی یہودی جہنم میں نہیں جائے گا ہم اللہ کے پیارے ہیں ہم کو خدا عذاب نہ دے گا۔ کوئی جماعت قائل تھی کہ عذاب تو ہم پر ہوگا مگر صرف گنتی کے چند دن جتنی مدت کہ ہم نے گوسالہ کی پرستش کی تھی۔ قرآن کریم نے اس کا فیصلہ ایسے غیر مبہم الفاظ میں کردیا جس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ قرآن کریم نے صاف طور پر کہہ دیا کہ جو مومن نیکوکار ہوگا وہ عذاب سے محفوظ ہوگا اور جو مشرک بدکار ہوگا جہنم میں جائے گا۔ باہم عیسائی فرقوں میں سخت اختلافات تھے کوئی مسیح کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم کو خدا کی بیوی کہتا تھا۔ کوئی مسیح کو خدائی کا جزو قرار دیتا تھا کوئی اقانیم ثلثہ یعنی باپ بیٹا اور روح القدس کی ربوبیت کا

قائل تھا۔ قرآن پاک نے اس کا فیصلہ کردیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبداللہ۔ کلمۃ اللہ قرار دیا اور خدا کو وحدہ لاشریک لہ بتایا۔ تو فی الحقیقت قرآن ہی وہ کتاب ہے جس نے دنیا کو خداوند قدوس کا آخری فیصلہ کن پیغام پہنچایا اور ایمان لانے والوں کی رہبری کی تاکہ لوگ اس دن کے لئے تیاری کررکھیں جبکہ ہر معاملہ کا عملی اور آخری فیصلہ ہوگا۔ قرآن کریم میں انسان کو برائی اور بھلائی سے پوری طرح آگاہ کردیا گیا ہے باقی قرآن تو آیا ہے سمجھانے اور آگاہ کرنے کو رہا تمام معاملات کا حکیمانہ اور حاکمانہ فیصلہ تو یہ خدائے قادر وتوانا کرے گا جس میں قوت بھی پوری ہے اور جس کا علم بھی بھرپور ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ کسی کے اختلاف اور تکذیب سے متاثر نہ ہوں۔ خدا پر بھروسہ کرکے اپنا کام کئے جائیں۔ جس صحیح اور صاف اور صریح حق راستہ پر آپ چل رہے ہیں اس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ اس لئے آپ کو کاہے کا غم۔ یہ لوگ جو آپ کی بات نہیں سنتے اور مانتے تو یہ مردہ دل اور اندھے اور بہرے ہیں اور وہ اس حالت سے نکلنا بھی نہیں چاہتے تو پھر ان سے توقع ہدایت اور فہم کی بیکار ہے۔ یعنی جس طرح ایک مردہ کو خطاب کرنا یا کسی بہرے کو پکارنا خصوصاً جبکہ وہ پیٹھ پھیرے چلا جارہا ہو اور پکارنے والے کی طرف قطعاً ملتفت نہ ہو اس کے حق میں سودمند نہیں یہی حال ان مکذبین کا ہے جن کے قلوب مرچکے ہیں اور دل کے کان بہرے ہوگئے ہیں اور سننے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے۔ ایک نپٹ اندھے کو آپ کس طرح کوئی راستہ یا چیز دکھلا سکتے ہیں۔ یہ لوگ بھی دل کے اندھے ہیں اور چاہتے بھی نہیں کہ اندھے پن سے نکلیں تو آپ کے کہنے سننے سے وہ اثر کیسے قبول کریں۔ آپ کا نصیحت سنانا تو ان کے حق میں نافع ہے جو سن کر اثر قبول کریں اور اثر قبول کرنا یہی ہے کہ خدا کی باتوں پر یقین کرکے فرمانبردار بنیں۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ ابھی تو یہ منکرین قیامت کو نہیں مانتے لیکن جب وعدہ قیامت کا ان لوگوں پر پورا ہونے کو ہوگا یعنی جب وقوع قیامت کا زمانہ قریب

آ پہنچے گا تو اس وقت ایک جانور زمین سے نکلے گا اور وہ لوگوں سے باتیں کرے گا کہ منکرین قیامت خدا کی باتوں کا یقین نہ کرتے تھے اب قیامت قریب آ پہنچی ہے۔تو اس جانور جس کا نام دابۃ الارض ہوگا اس کے ذریعہ سے کفار کو یہ دکھلایا جائے گا کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مانتے تھے آج وہ ایک جانور کی زبانی سن کر ماننی پڑرہی ہے مگر اس وقت کا ماننا مفید اور نافع نہیں۔ ماننے کا جو وقت تھا وہ گزر چکا ہوگا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جانور دابۃ الارض کا ظہور بالکل اخیر وقت میں سورج کے مغرب سے نکلنے کے بعد ہوگا۔حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب قیامت نامہ میں تحریر کیا ہے کہ ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہوجائے گی کہ مسافر تنگدل۔ بچے خواب سے بیدار اور مویشی چراگاہ کے لئے بے قرار ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ لوگ ہیبت اور بے چینی کی وجہ سے نالہ وزاری شروع کر کے توبہ توبہ پکاریں گے آخر تین چار رات کی مقدار کے برابر دراز ہونے کے بعد حالت اضطرابی میں آفتاب مانند چاند گرہن کے ایک قلیل روشنی کے ساتھ مغرب سے طلوع ہوگا۔اس وقت تمام لوگ خدائے قدوس کی وحدانیت کا اعتراف واقرار کرلیں گے مگر اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا اور کسی کافر کا ایمان قبول نہ ہوگا اس کے بعد سورج اپنی معمولی روشنی کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا۔ دوسرے روز لوگ اسی تذکرہ و چرچا میں ہوں گے کہ کوہ صفا جو خانہ کعبہ کے مشرقی جانب واقع ہے زلزلہ سے پھٹ جائے گا جس میں سے ایک نادر شکل کا جانور برآمد ہوگا۔ بلحاظ شکل یہ حسب ذیل سات جانوروں سے مشابہت رکھتا ہوگا۔

(۱) چہرے میں آدمی سے۔ (۲) پاؤں میں اونٹ سے (۳) گردن میں گھوڑے سے (۴) دم میں بیل سے (۵) سرین میں ہرن سے () سینگوں میں بارہ سنگھے سے (۷) ہاتھوں میں بندر سے اور نہایت فصیح اللسان ہوگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی اور تمام شہروں میں ایسی سرعت اور تیزی کے ساتھ دورا کرے گا کہ کوئی فرد وبشر اس کا پیچھا نہ کرسکے گا اور کوئی بھاگنے والا اس سے چھٹکارا نہ پاسکے گا۔ ہر شخص پر نشان لگاتا جائے گا۔ اگر وہ صاحب ایمان ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے اس کی پیشانی پر ایک نورانی خط کھینچ دے گا جس کی وجہ سے اس کا تمام چہرہ منور ہوجائے گا۔ اگر صاحب ایمان نہ ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے اس کی ناک یا گردن پر سیاہ مہر لگائے گا جس کے سبب سے اس کا تمام چہرہ مکدر اور بے رونق ہوجائے گا یہاں تک کہ اگر ایک دسترخوان پر چند آدمی جمع ہوجائیں گے تو ہر ایک کے کفر وایمان میں بخوبی امتیاز ہوسکے گا اس جانور کا نام دابۃ الارض ہے جو اس کام سے فارغ ہوکر غائب ہوجائے گا۔ آفتاب کے مغرب سے طلوع اور دابۃ الارض کے ظہور سے نفخ صور تک ۱۲۰ سال کا عرصہ ہوگا۔ دابۃ الارض کے غائب ہوجانے کے بعد جنوب کی طرف سے ایک نہایت فرحت افزا ہوا چلے گی جس کے سبب سے ہر صاحب ایمان کی بغل میں ایک درد پیدا ہوگا جس کے باعث اہل ایمان بالترتیب پہلے افضل۔ پھر فاضل۔ پھر ناقص پھر فاسق مرنے شروع ہوجائیں گے۔ جب تمام اہل ایمان اس جہان سے کوچ کر جائیں گے اور صرف کافر اس دنیا میں رہ جائیں گے اور کوئی لفظ اللہ تک کہنے والا نہ رہے گا تو کافروں پر قیامت قائم کی جائے گی۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے قیامت کے حال مفصلاً قرآن وحدیث کی روشنی میں مندرج کئے ہیں۔

الغرض وہ عجیب جانور دابۃ الارض جب ظاہر ہوگا تو بالاضطرار کفار ومنکرین قیامت بھی اس کی تصدیق کریں گے مگر چونکہ یہ مغرب سے سورج نکلنے کے بعد ہوگا اس لئے وہ تصدیق مقبول نہ ہوگی۔ اس کے بعد پھر قیامت ہی آجاوے گی اور پھر آگے قیامت کے بعض واقعات واحوال۔ ظاہر کئے جاتے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوزَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ حَتّٰى إِذَا جَاءُوْ

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گروہ اُن لوگوں کا جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے پھر اُن کو روکا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب (موقف میں) حاضر ہو جائیں گے

قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماوے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تم اُن کو اپنے احاطۂ علمی میں بھی نہیں لائے بلکہ اور بھی کیا کیا کام کرتے رہے۔ اور اُن پر وعدہ (عذاب کا)

عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٨٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ

پورا ہو گیا بوجہ اس کے کہ (دنیا میں) انہوں نے زیادتیاں کی تھیں سو وہ لوگ بات بھی نہ کر سکیں گے۔ کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن

مُبْصِرًا إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٨٦﴾

بنایا جس میں دیکھیں، بلاشبہ اس میں بڑی بڑی دلیلیں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

وَيَوْمَ اور جس دن	نَحْشُرُ ہم جمع کریں گے	مِنْ سے	كُلِّ أُمَّةٍ ہر امت	فَوْجًا ایک گروہ	مِمَّنْ سے + جو	يُكَذِّبُ جھٹلاتے تھے	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں
فَهُمْ پھر وہ	يُوزَعُوْنَ انکی جماعت بندی کی جائے گی	حَتّٰى یہانتک	إِذَا جَاءُوْ جب وہ آجائیں گے	قَالَ فرمائے گا	أَكَذَّبْتُمْ کیا تم نے جھٹلایا		
بِاٰيٰتِيْ میری آیات کو	وَلَمْ تُحِيْطُوْا حالانکہ احاطہ میں نہیں لائے تھے	بِهَا ان کو	عِلْمًا علم کے	أَمَّاذَا یا۔کیا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے		
وَوَقَعَ اور واقع (پورا) ہوگیا	الْقَوْلُ وعدہ (عذاب)	عَلَيْهِمْ اُن پر	بِمَا ظَلَمُوْا اس لئے کہ انہوں نے ظلم کیا	فَهُمْ پس وہ	لَا يَنْطِقُوْنَ نہ بول سکیں گے وہ		
أَلَمْ يَرَوْا کیا وہ نہیں دیکھتے	أَنَّا کہ ہم	جَعَلْنَا ہم نے بنایا	الَّيْلَ رات	لِيَسْكُنُوْا کہ آرام حاصل کریں	فِيْهِ اس میں	وَالنَّهَارَ اور دن	
مُبْصِرًا دیکھنے کو	إِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ منکرین ابھی تو قیامت کے وقوع کا انکار کر رہے ہیں اور سینکڑوں دلیلیں سننے کے بعد بھی ایک بات ان کے دل میں نہیں بیٹھتی لیکن ایک وقت وہ آئے گا جبکہ قرب قیامت میں اللہ تعالیٰ ایک غیبی نشان دابۃ الارض اسی زمین سے برآمد کرے گا جو جانور ہونے کے باوجود انسانوں کی طرح کلام کرے گا اور کفر وایمان کا قطعی فیصلہ کردے گا اس وقت نیک و بد اور مومن و کافر بالکل ممتاز ہو جائیں گے۔ دل کی بات پیشانی پر نمودار ہو جائے گی اور حق و باطل کے امتیاز کا یہ آخری درجہ ہوگا اس وقت یہ منکرین بھی نمایاں طور پر حق و باطل میں فرق دیکھیں گے لیکن اس وقت سمجھنا۔ دیکھنا اور سننا بے سود ہوگا اس کے بعد اس دنیا کی بساط الٹ جائے گی اور یہ فنا ہو جائے گی۔ غرض قیامت سے پہلے ایسی غیر معمولی باتیں ہوں گی جن سے کہ انبیاء کی بتلائی ہوئی باتوں میں شبہ نہ رہے گا اب آگے ان آیات میں قیامت کے بعض واقعات و حالات بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن فنا ہو جانے کے بعد پھر سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور تمام امتوں میں سے ایسے لوگوں کا گروہ چھانٹ کر جمع کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے اور اس کے پیغمبروں کی تکذیب کیا کرتے تھے پھر ان کو حساب کے لئے روانہ کیا جائے گا اور چونکہ ایسے گروہوں کی کثرت ہوگی اس لئے اگلوں کو روکا جائے گا تاکہ پچھلے بھی سب آکر مل جائیں۔ جب سب منکرین ومکذبین اکٹھے جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرمائیں گے کہ تم

نے میری آیتوں۔ رسولوں اور نشانیوں کو بے سمجھے بوجھے جھوٹا کہہ دیا۔ ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی گئیں لیکن تم نے اس کان سنا اس کان اڑا دیا کبھی سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کا وقت ہی نہ ملا کہ ان میں کیا کہا جا رہا ہے اور ان کا کیا مطلب ہے۔ بتاؤ تم اور کن کاموں میں پھنسے ہوئے تھے جو ہمارے ارشادات پر غور کرنے کا وقت ہی نہ نکال سکے اور پھر یاد تو کرو کہ صرف تکذیب ہی پر اکتفا نہیں کیا اور بھی کیا کیا کام کرتے رہے مثلاً انبیاء اور اہل ایمان کو آزار دیا جو تکذیب سے بھی بڑھ کر ہے اور اسی طرح اور عقائد و اعمال کفریہ وفسقیہ میں مبتلا رہے۔ اب چونکہ ان کی شرارت اور جرائم کا یقینی ثبوت ہو چکا ہوگا اور خدا کی حجت تمام پوری ہو چکی ہوگی۔ اب ان منکرین سے کچھ بولتے نہ بن پڑے گی۔ آگے منکرین کے تنبیہ کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ کیسے کھلے کھلے نشان اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں دکھلائے پر انہوں نے ذرا بھی غور نہ کیا۔ اور کچھ نہ سہی اگر یہ ایک رات دن کے روزانہ ادل بدل پر غور کر لیتے تو اللہ کی توحید۔ پیغمبروں کی ضرورت وصداقت اور مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا سب کچھ سمجھ سکتے تھے۔ آخر وہ کون ہستی ہے جو ایسے مضبوط اور محکم انتظام کے ساتھ برابر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کو نمودار کرتا ہے اور جس نے ہماری ظاہری بصارت کے لئے شب کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا کیا۔ کیا وہ ہماری باطنی بصیرت کے لئے جہالت اور ضلالت کی تاریکیوں میں معرفت و ہدایت کی روشنی نہ بھیجتا پھر رات کیا ہے؟ نیند اور سونے کا وقت ہے جسے ہم موت کا ایک نمونہ قرار دے سکتے ہیں رات کے بعد دن آیا پھر آنکھیں کھول کر ادھر ادھر چلنے پھرنے لگے اسی طرح اگر حق تعالیٰ ہم پر موت طاری کرے اور موت کے بعد مثل نیند سے جاگنے کے دوبارہ زندہ کر کے اٹھا لے تو اس میں کیا ناممکنات ہے؟ پھر اس شب و روز کی تخلیق سے قیامت پر ہی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اس دنیا کی کل زندگی درحقیقت ایک رات ہے جس میں تمام اعمال کے نتائج پر پردہ پڑا ہوا ہے اور کسی کو اپنے کرتوت کی پاداش نہیں دکھائی دیتی اور اسی بنا پر ایک قسم کا سکون حاصل ہے لیکن جس طرح ہر رات کی انتہا صبح پر ہوتی ہے اسی طرح یہ زندگی کی رات بھی ختم ہوگی اور صبح قیامت نکلے گی اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔ تمام مخلوق بیدار ہوگی اور سب کیا کرایا سامنے آئے گا تو فطرت پکار پکار کر جگا رہی ہے مگر انسان ہے کہ غافل اور خواب سرمستی میں غرق۔ الغرض یقین کرنے والوں کے لئے اسی ایک نشان میں تمام ضروری چیزوں کا حل موجود ہے اور صرف اسی ایک چیز کو دیکھ کر وہ جان سکتے تھے کہ اللہ نے اپنے رسول اور اپنی کتاب کے ذریعہ سے جو حقیقت بتائی ہے یہ رات دن کی گردش اس کی تصدیق کر رہی ہے اور یہ کوئی سمجھ میں نہ آ سکنے والی بات بھی نہیں تھی۔ آخر انہی کے بھائی بند انہی کے قبیلہ کنبے اور برادری کے لوگ انہی جیسے انسان وہ بھی تھے جو یہی نشانیاں دیکھ کر مان گئے تھے کہ اللہ عزوجل کی ہستی برحق ہے۔ اس کے رسولوں کا دنیا میں آنا برحق ہے۔ اس کی کتابیں برحق ہیں۔ تو ایمان والے سمجھتے ہیں کہ اس دن رات کے تغیر میں اللہ کی قدرت کی پوری نشانیاں موجود ہیں مگر منکرین نے ان نشانیوں سے نہ فائدہ اٹھایا اور نہ اللہ کو پہچانا۔

اب ثبوت قیامت کے اس ضمنی تذکرہ کے بعد آغاز قیامت کی کیفیت ظاہر فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت و آخرت کا یقین کامل عطا فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری کا فکر نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ کی باتوں کو سن کر ان سے اثر نہ لینا جو کفار کی خصلت ہے اس سے یا اللہ ہم کو کامل طور پر بچایئے گا اور شب و روز اپنی اطاعت گزاری میں لگے رہنے کی توفیق نصیب فرمایئے گا۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ

اور جس دن صور میں پھونک ماری جاوے گی سو جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں سب گھبرا جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے

شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ

اور سب کے سب اُسی کے سامنے دبے جھکے حاضر رہیں گے۔اور تو (جن) پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے اوران کو خیال کررہا ہے کہ یہ (اپنی جگہ سے) جنبش نہ کریں گے

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑے اڑے پھریں گے یہ خدا کا کام ہوگا جس نے ہر چیز کو (مناسب انداز پر) مضبوط بنا رکھا ہے یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب افعال کی پوری خبر ہے۔ جو شخص نیکی لائے گا

فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ

سو اس شخص کو اس (نیکی کے اجر) سے بہتر (اجر) ملے گا اور وہ لوگ بڑی گھبراہٹ سے اُس روز امن میں رہیں گے۔ اور جو شخص بدی (یعنی کفر و شرک) لاوے گا تو وہ لوگ اوندھے منہ آگ میں ڈال دیئے جائیں گے

فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

(اُن سے کہا جاوے گا کہ) تم کو تو ان ہی عملوں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	يُنْفَخُ پھونک ماری جائے گی	فِي الصُّوْرِ صور میں	فَفَزِعَ تو گھبرا جائیگا	مَنْ جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں		
وَمَنْ اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اِلَّا سوا	مَنْ جسے	شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے	وَكُلٌّ اور سب	اَتَوْهُ اس کے آگے آئیں گے	
دٰخِرِيْنَ عاجز ہو کر	وَتَرَى اور تو دیکھتا ہے	الْجِبَالَ پہاڑ	تَحْسَبُهَا تو خیال کرتا ہے انہیں	جَامِدَةً جما ہوا	وَهِيَ اور وہ	تَمُرُّ چلیں گے	
مَرَّ السَّحَابِ بادلوں کی طرح چلنا	صُنْعَ اللّٰهِ اللہ کی کاری گری	الَّذِيْٓ وہ جس نے	اَتْقَنَ خوبی سے بنایا	كُلَّ شَيْءٍ ہر شے	اِنَّهٗ بیشک وہ		
خَبِيْرٌ باخبر	بِمَا اس سے جو	تَفْعَلُوْنَ تم کرتے ہو	مَنْ جَآءَ جو آیا	بِالْحَسَنَةِ کسی نیکی کے ساتھ	فَلَهٗ تو اس کیلئے	خَيْرٌ بہتر	مِّنْهَا اس سے
وَهُمْ اور وہ	مِّنْ فَزَعٍ گھبراہٹ سے	يَّوْمَئِذٍ اس دن	اٰمِنُوْنَ محفوظ ہوں گے	وَ اور	مَنْ جو	جَآءَ آیا	بِالسَّيِّئَةِ برائی کے ساتھ
فَكُبَّتْ اوندھے ڈالے جائیں گے	وُجُوْهُهُمْ ان کے منہ	فِي النَّارِ آگ میں	هَلْ کیا نہیں	تُجْزَوْنَ بدلہ دیئے جاؤ گے تم	اِلَّا مگر۔ صرف		
مَا جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے						

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا کہ ہر قوم کے اور ہر زمانے کے منکرین اور مکذبین کو چھانٹ چھانٹ کر میدان حشر میں جمع کیا جائے گا اور پھر سب کو اکٹھا کر کے عدالت خداوندی میں حاضر کیا جائے گا۔ جہاں ان سے باز پرس ہوگی مگر ان سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا اور وہ کچھ نہ بول سکیں گے۔ دنیا میں جو ظلم اور زیادتی انہوں نے کی تھیں وہ ان کے ذمہ ثابت ہو جائیں گی اس وقت یہ ہکا بکا اور حیران رہ جائیں گے اور اپنے ظلم کا بدلہ خوب پائیں گے۔ اب آگے ان آیات میں کچھ قیامت کے حالات بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ جس روز صور پھونکا جائے گا تو جو مخلوقات آسمانوں اور زمین میں

ہوں گے یعنی فرشتے جنات انسان سب گھبرا جائیں گے اور پھر مر جائیں گے مگر جس کو خدا چاہے اس گھبراہٹ اور موت سے محفوظ رہے گا۔ احادیث میں ہے کہ صور پھونکنے والے فرشتہ اسرافیل علیہ السلام ہیں جو حکم الٰہی کے انتظار میں صور لئے تیار کھڑے ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صور کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جاوے گا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ ایک سینگ ہے بڑے دائرے والا آسمان اور زمین کے مطابق اس میں اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔ صور یعنی نرسنگا جس کا کہ قائم مقام آج کل بگل ہے جو فوج وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے تو قدیم زمانہ میں لوگوں کو جمع کرنے یا کسی اہم بات کا اعلان کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی ایسی چیز پھونکی جاتی رہی ہے جو صور یعنی نرسنگھا یا بگل سے ملتی جلتی ہو۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ ایک ایسی ہی چیز قیامت کے روز پھونکی جائے گی جس کی نوعیت ہمارے نرسنگے کی سی ہوگی۔ ایک دفعہ وہ پھونکی جائے گی تو سب پر موت طاری ہو جائے گی۔ دوسری دفعہ پھونکنے پر سب زندہ ہو کر اٹھ بیٹھیں گے اور زمین کے چپے چپے سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑنے لگیں گے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کائنات کے نظم کو سمجھانے کے لئے وہ الفاظ اور اصطلاحیں استعمال فرماتے ہیں جو خود انسانی زندگی میں اس کے ملتے جلتے نظم کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور مقصود ان الفاظ کے استعمال سے ہمارے تصور کو اصل چیز کے قریب تک لے جانا ہے نہ یہ کہ سلطنت الٰہی کے نظم کی مختلف چیزوں کو ہم بعینہ ان محدود معنوں میں لے لیں اور ان محدود صورتوں کی چیزیں سمجھ لیں جیسی کہ وہ ہماری زندگی میں پائی جاتی ہیں۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو سب مخلوقات زمین و آسمان میں گھبرا جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے گا گھبراہٹ سے بچالے گا۔ مراد ان سے حسب حدیث حضرت جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل اور ملک الموت اور حاملان عرش ہیں پھر ان سب کی بھی وفات ہو جاوے گی۔ پھر دنیا میں جیسے عادت ہے کہ جس سے گھبراہٹ اور ڈر ہوتا ہے اس سے بھاگ جاتے ہیں لیکن وہاں اللہ تعالیٰ سے کوئی بھاگ نہ سکے گا بلکہ سب کے سب اس کے سامنے دبے جھکے حاضر رہیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس صور پھونکنے کا اثر یہ ہوگا کہ یہ پہاڑ جو اس وقت تمہیں مضبوطی سے ایک جگہ جمے ہوئے نظر آ رہے ہیں اس دن بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے کہ پہاڑ جیسی وزنی ثقیل اور بھاری چیز کا یہ حال کیسے ہو جائے گا کہ وہ روئی کے گالے کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے تو وجہ یہ ہے کہ یہ خدا کا کام ہوگا۔ جس نے آج پہاڑوں کو ایسا بھاری اور مضبوط بنایا ہے وہی ان کو ایک دن ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔ غرض کہ اس عالم کو توڑ پھوڑ کر اس حالت پر پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں پہنچانے کے لئے ہی اسے پیدا کیا ہے تو یہ سب اسی صانع حقیقی کی کاریگری ہوئی جس کا کوئی تصرف حکمت سے خالی نہیں۔ پھر اس توڑ پھوڑ اور انقلاب عظیم کے بعد بندوں کو حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا اور چونکہ حق تعالیٰ بندوں کے ذرہ ذرہ عمل سے خبردار ہیں تو ہر ایک کو ٹھیک اس کے عمل کے موافق جزا و سزا دی جائے گی۔ نہ ظلم ہوگا نہ حق تلفی ہوگی۔ آگے قیامت میں جزا و سزا کی کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے کہ جو نیکیاں اور بھلائیاں یعنی ایمان اور عمل صالح لے کر آئے گا اسے اس کا بدلہ اس سے بھی بہتر ملے گا جس اجر کا وہ مستحق ہے اور نیک لوگ اس دن ایک بڑی گھبراہٹ سے امن

میں رہیں گے۔ یعنی قیامت اور حشر نشر کی وہ ہولناکیاں جو منکرین اور مکذبین کے حواس باختہ کئے دے رہی ہوں گی وہیں مومنین مطمئن ہوں گے اس لئے کہ وہ پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کی دی ہوئی خبروں کے مطابق اچھی طرح جانتے تھے کہ قیامت قائم ہونی ہے اور اس میں یہی سب کچھ ہونا ہے جس کی خبریں دنیا کی زندگی میں دی گئی تھیں اس لئے ان پر وہ بدحواسی اور گھبراہٹ طاری نہ ہوگی جو مرتے دم تک اس چیز کا انکار کرنے والوں اور اس سے غافل رہنے والوں پر طاری ہوگی۔ پھر ان کے اطمینان کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ انہوں نے اس زندگی کی فکر کی تھی اور وہاں کی کامیابیوں کے لئے دنیا سے سامان کر کے آئے تھے اس لئے ان پر وہ گھبراہٹ نہ ہوگی جو ان لوگوں پر طاری ہوگی جنہوں نے اپنا سارا سرمایہ حیات بس دنیا ہی کی کامیابیوں کے لئے حاصل کرنے میں لگا دیا تھا اور کبھی نہ سوچا تھا کہ آخرت بھی کوئی چیز ہے جس کے لئے کچھ سامان کرنا ہے۔ ان مومنین کے برعکس منکرین ومکذبین جو کفر وشرک لے کر حاضر ہوں گے تو ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالدیا جائے گا اور ان سے کہا جاوے گا کہ تم کو تو انہی عملوں کی سزا دی جارہی ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ کچھ بے وجہ تو عذاب نہیں ہو رہا جیسا کیا ویسا بھرو۔

اب شروع سورۃ سے یہاں تک جو مضامین توحید نبوت و آخرت بیان ہوئے آگے خاتمہ کی آیات میں سب کا خلاصہ ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قیامت کی ہولناکیوں سے ہم کو اپنے حفظِ وامان میں رکھیں اور اس دنیا میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو ہمارے لئے ذخیرہ آخرت ہوں۔

یا اللہ ہم کو اس زندگی میں آخرت کا فکر نصیب فرما اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری میں مشغول رہنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم سے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں ان پر توبہ کی توفیق عطا فرما کر ان کو معاف فرمادے تاکہ قیامت کے روز ہم کو اپنے گناہوں پر ندامت نہ اٹھانی پڑے۔

یا اللہ ہمارا حشر اپنے مومنین صالحین بندوں کے ساتھ فرما اور انہی کے ساتھ اپنی بہشت میں ہمارا داخلہ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّ اُمِرْتُ اَنْ

مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے مالک (حقیقی) کی عبادت کیا کروں جس نے اس (شہر) کو محترم بنایا ہے اور (اس کی عبادت کیوں نہ کی جائے جبکہ وہ ایسا ہے کہ) سب چیزیں اسی کی (ملک ہیں

اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ

اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں۔ اور یہ کہ میں قرآن کریم پڑھ پڑھ کر سناؤں، سو جو شخص راہ پر آوے گا سو وہ اپنے ہی فائدہ کیلئے راہ پر آوے گا،

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا

اور جو شخص گمراہ رہے گا تو آپ کہہ دیجئے میں تو صرف ڈرانے والے پیغمبروں میں سے ہوں۔ اور آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ سب خوبیاں خالص اللہ ہی کیلئے ثابت ہیں وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں (یعنی قیامت کے واقعات) دکھلا دیگا

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

سو تم (وقوع کے وقت) اُن کو پہچانو گے اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم سب لوگ کر رہے ہو۔

اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	اُمِرْتُ مجھے حکم دیا گیا	اَنْ کہ	اَعْبُدَ عبادت کروں	رَبَّ رب	هٰذِهِ اس	الْبَلْدَةِ شہر	الَّذِیْ وہ جسے
حَرَّمَهَا اس نے محترم بنایا ہے	وَلَهٗ اور اسی کیلئے	كُلُّ شَیْءٍ ہر شے	وَ اُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	اَنْ کہ	اَكُوْنَ میں رہوں	مِنَ سے	
الْمُسْلِمِیْنَ جمع مسلم۔ مسلمان۔ فرمانبردار	وَاَنْ اور یہ کہ	اَتْلُوَا میں تلاوت کروں	الْقُرْاٰنَ قرآن	فَمَنِ پس جو	اهْتَدٰی ہدایت پائی		
فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں	یَهْتَدِیْ وہ ہدایت پاتا ہے	لِنَفْسِهٖ اپنی ذات کیلئے	وَمَنْ اور جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	فَقُلْ تو فرما دیں	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	
اَنَا میں	مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ڈرانے والوں میں سے (ڈرانے والا ہوں)	وَقُلِ اور فرما دیں	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	سَیُرِیْكُمْ وہ جلد دکھادیگا تمہیں		
اٰیٰتِهٖ اپنی نشانیاں	فَتَعْرِفُوْنَهَا پس تم پہچان لوگے انہیں	وَمَا اور نہیں	رَبُّكَ تمہارا رب	بِغَافِلٍ غافل (بے خبر)	عَمَّا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ نمل کی آخری آیات ہیں۔ شروع سورۃ سے جو تین مضامین خاص یعنی توحید و نبوت و آخرت مفصل یہاں تک بیان ہوئے اب خاتمہ سورۃ پر ان تینوں مضامین کا اجمال اور خلاصہ بیان کر کے سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ یہ سورۃ چونکہ اس زمانہ میں نازل ہوئی تھی جبکہ ایمان اور اسلام کی دعوت زیادہ تر مکہ معظمہ تک محدود تھی اور اولین مخاطب اس شہر کے لوگ تھے اس لئے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے مالک حقیقی کی عبادت و بندگی کیا کروں جس نے اس شہر مکہ کو محترم اور باحرمت بنایا ہے۔ گویا اس سے کفار مکہ کو خصوصاً اور اہل عرب کو عموماً متنبہ کرنا مقصود ہے کہ جس خدا کا تم پر یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے عرب کی انتہائی بدامنی۔ اور فساد اور خونریزی سے لبریز سرزمین میں تمہارے اس شہر مکہ کو امن کا گہوارہ بنا رکھا ہے اور جس کے فضل سے تمہارا یہ شہر پورے ملک عرب کا مرکز عقیدت بنا ہوا ہے تم اس کی پرستش اور بندگی سے ہٹتے ہو اور اسکی ناشکری کرتے ہو تو کرو مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس کا شکرگزار بندہ بنوں اور اسی کے آگے سرنیاز جھکاؤں اور اسی کو اپنا معبود بناؤں جس نے مکہ کو حرمت عطا فرمائی۔ سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے دن قبیلہ

بنوخزاعہ کے لوگوں نے بنو ہذیل کے ایک مشرک آدمی کو حملہ کر کے قتل کر دیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین و آسمان پیدا کئے اسی دن مکہ کو حرمت کی جگہ قرار دیا پس وہ اس وقت سے برابر حرمت کی جگہ چلا آ رہا ہے اور قیامت تک اسی طرح محرم رہے گا۔ لہٰذا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے یہ بات جائز نہیں کہ مکہ میں کسی کا خون بہائے اور نہ اس میں کوئی درخت کاٹے۔ مجھ سے پہلے کسی بھی شخص کے لئے مکہ حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد آنے والے کسی شخص کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی حلال نہیں ہوا ہاں صرف اس وقت کے لئے محض اس وجہ سے حلال کر دیا گیا کہ اہل مکہ پر اللہ کو اظہار غضب مقصود تھا۔ سن لو اس وقت کے بعد اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی لہٰذا تمہیں چاہئے کہ جو بھی یہاں موجود ہے اور میری یہ بات سن رہا ہے وہ اس کو ہر اس شخص تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں۔ پس تم سے جو یہ کہے کہ رسول اللہ نے مکہ میں قتال کیا تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول کے لئے اسے حلال کیا تھا۔ تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔ اے گروہ خزاعہ اب قتل سے اپنا ہاتھ اٹھا لو۔ قتل بہت ہو چکا ہے اس میں کوئی نفع نہیں۔ تم نے ایک آدمی قتل کیا ہے میں اس کی دیت دوں گا۔ میرے اس قیام کے بعد جو قتل کیا جائے تو مقتول کے ورثا کو دو چیزوں میں اختیار ہوگا اگر وہ چاہیں تو قاتل سے قصاص لے لیں اور چاہیں تو خون بہا لے لیں۔ اس خطبے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوخزاعہ کے قتل کیے ہوئے شخص کا خون بہا ادا فرمایا۔

الغرض یہاں آیت میں کفار مکہ کو متنبہ فرمایا گیا کہ اس خدا کی پرستش کرو جس نے مکہ کو باحرمت بنایا آگے بتلایا گیا وله کل شي ء اور سب چیزیں اسی کی ملک ہیں یعنی ہر چیز جب اسی کی ملک ہے تو وہ جس چیز کو بھی چاہے محترم و متبرک ٹھہرا دے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں عقائد اور اعمال سب میں اللہ کا مطیع اور فرمانبردار رہوں۔ گویا پہلے حکم توحید کا دیا گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی جملہ احکام میں اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کامل اتباع شریعت صرف عبادت الٰہیہ کا نام نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی کی ہر حرکت و سکون گفتار اطوار، کردار سب کو تابع حکم بنانا یہی حقیقت اسلام ہے اور یہی اتباع شریعت کی تکمیل ہے۔ پھر ان احکام سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جب عقائد۔ اعمال۔ عبادت اور تعمیل احکام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی مستثنیٰ نہیں تو اور کسی ولی اور بزرگ کے شرعی فرائض سے سبکدوش ہونے کا کیا ذکر اس میں تنبیہ ان جاہل صوفیوں کے لئے ہے جو درویشی کے مدعی ہیں اور فرائض اسلامی اور اتباع شریعت میں کوتاہی کرتے ہیں۔ آگے تیسرا حکم سنایا گیا کہ مجھ کو یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں دوسروں کو قرآن سنا کر اللہ کا راستہ بتلاتا رہوں اور تبلیغ احکام کرتا رہوں تو جو بھی میری تبلیغ و ہدایت کے بعد راہ راست پر آئے گا اس میں اسی کا فائدہ ہے۔ اس کو اجر و ثواب اور نجات ابدی حاصل ہوگی۔ میں اس سے کسی مالی یا جانی نفع کا خواہاں نہیں ہوں اور جو شخص نہ مانے گا تو اپنا برا کرے گا۔ خود ہلاکت ابدی کے غار میں گرے گا۔ اس میں میرا کوئی ضرر نہیں میں نصیحت کر کے فارغ الذمہ ہو چکا۔ نہ سمجھو گے تو اس کا وبال خود تمہیں بھگتنا پڑے گا۔ گویا یہ مسئلہ رسالت کا بیان ہوگیا۔ سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہوتی ہے کہ آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ تم جو قیامت کا اس بنا پر انکار کرتے ہو

کہ اب تک واقع نہیں ہوئی اور یہ جو مطالبہ کرتے ہو کہ اگر واقعی قیامت ہے تو واقع کر کے دکھلاؤ تو تمہاری مجھ سے یہ درخواست محض بے کار اور غلط ہے اس لئے کہ میں نے تو دعویٰ کبھی ایسی قدرت کا نہیں کیا بلکہ سب خوبیاں خالص اللہ ہی کے لئے ثابت ہیں۔ قدرت بھی علم بھی حکمت بھی۔ سواپنے علم کے موافق اپنی قدرت سے جب اس کی حکمت کا مقتضا ہوگا قیامت واقع کردے گا۔ البتہ اجمالاً اس قدر معلوم ہے کہ اب بہت زیادہ مدت نہیں ہے بلکہ وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں یعنی قیامت کے واقعات دکھلاوے گا سو تم اس وقت ان کو پہچانو گے اور اب انکار کررہے ہو۔ اس وقت صرف دکھلانے ہی پر کفایت نہ ہوگی بلکہ اپنے اعمال کے موافق پھر تم کو نتیجہ بھی بھگتنا پڑے گا کیونکہ وہ رب لوگوں کے کاموں سے بے خبر نہیں۔ (پس پیغمبر اور مومنین کو جزا اور کفار ومکذبین کو سزا دے گا یہ قیامت کا بیان ہوا)'' اس طرح خاتمہ میں تمام سورت کے مضامین اجمالاً آگئے۔

محققین نے کہا ہے کہ سورۃ کے آخر میں الحمدللہ کی تلقین میں تعلیم یہ ہے کہ مسلمان کو بھی اپنے سارے احوال وامور کا خاتمہ اللہ کی حمد وثنا ہی پر کرنا چاہئے۔ اور اس ارشاد میں وما ربک بغافل عما تعملون (اور آپ کا پروردگار ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کررہے ہو) جہاں عاصی اور نافرمانوں کے حق میں اس کا تنبیہ ہونا ظاہر ہے وہیں اہل ایمان کے لئے اس میں بشارت بھی ہے اور عشاق اہل سوز کے لئے تسلی بھی ہے کہ انکی آہ وزاری محبوب حقیقی سے ذرا بھی مخفی نہیں بلکہ ان کی ساری بے قراری اس پر آئینہ ہے۔ مشہور مفسر ومحدث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر حقانی میں ان آیات کے تحت لکھتے ہیں کہ یہاں جس ترتیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام تلقین فرمائے گئے یعنی پہلے اپنے رب کی عبادت کا حکم ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری یعنی جملہ نیک باتوں کا بجالانا اور بری باتوں سے بچنا اور پھر تیسرا حکم تلاوت قرآن یعنی تبلیغ احکام کا ہوا تو علامہ فرماتے ہیں کہ اس ترتیب میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تبلیغ اسی کا کام ہے جو خود توحید اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہو۔ اسی کی بات اثر بھی کرتی ہے۔

الحمدللہ کہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کی توفیق وعنایت سے اس سورۂ نمل کا بیان جس میں ۷ رکوعات تھے پورا ہوگیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ۔ یا معبود حقیقی ہم کو بھی اخلاص کے ساتھ شب وروز اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو جملہ احکام میں ظاہر میں اور باطن میں شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرمائیں۔ دین کو دوسروں تک پہنچانے اور بتلانے کی توفیق عطا فرمائیں اور جو احکام الٰہیہ اور ہدایات نبویہ ہمارے علم میں آئیں ان پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم وارادہ نصیب فرمائیں۔

اے اللہ قیامت کی ندامت اور وہاں کی رسوائی سے ہم سب کو بچالیجئے اور اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیے کہ جو آپ کی رضا کا سبب ہوں اور ان اعمال سے بچالیجئے جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ

طٰسٓمّٓ۔ یہ کتاب واضح کی آیتیں ہیں۔ ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۳

اُن لوگوں کیلئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں۔

طٰسٓمّٓ طسم	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ واضح کتاب	نَتْلُوْا ہم پڑھتے ہیں	عَلَيْكَ تم پر	مِنْ نَّبَاِ کچھ خبر (احوال)	
مُوْسٰى موسیٰ	وَ اور	فِرْعَوْنَ فرعون	بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک	لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں			

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ بیسویں پارہ کی سورۂ قصص کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی تین ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ موضوع ومباحث اور تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی پچیسویں آیت میں لفظ قصص استعمال ہوا ہے۔ قصص کے معنی قصہ کے ہیں۔ اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام سورۂ قصص رکھا گیا ہے یہ سورۃ بھی مکی ہے اور موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۲۸ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۴۹ بیان کیا گیا یعنی ۴۸ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہوچکی تھیں اور ۱۱ سورتیں اس کے بعد ہجرت سے قبل مکہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اس سورۃ میں ۸۸ آیات ۹ رکوعات ۱۴۵۴ کلمات اور ۶۰۱۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی توحید ورسالت کا اثبات۔ شرک کی مذمت، مصدقین رسالت کی مدح اور مکذبین رسالت کی مذمت۔ آخرت کی تعلیم۔ کفار مکہ کے شبہات و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کا جو زمانہ نزول ہے اس وقت مکہ کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کو حد سے زیادہ تنگ کر رکھا تھا۔ مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے اور کفار ان کو ہر ممکن طریقہ سے تکلیف ونقصان پہنچانے کے درپے رہتے اور ایسی ایسی جسمانی اذیتیں پہنچاتے کہ ان کا برداشت کرنا مشکل تھا۔ مگر یہ قرآن ہی کا معجزانہ اثر تھا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صحبت وتعلیم کا نتیجہ تھا کہ آپ کے متبعین اہل اسلام سخت سے سخت مصیبت کے سامنے سینہ سپر رہتے اور ہمت میں ذرا فرق نہ آنے دیتے۔ اس سورۃ میں پہلے تفصیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اہل اسلام کی ڈھارس اور تسلی کے لئے سنایا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ یہ ساری اذیتیں اور صعوبتیں کچھ عرصہ کے لئے ہیں۔ عنقریب اللہ کے فضل سے کامیابی اور کامرانی کا زمانہ بھی آنے والا ہے۔ ان مجبور بے بس اور بے کس اہل اسلام کو جو دشمنان دین کے ظلم وستم میں چاروں طرف گھرے ہوئے تھے ان کو یہ سبق دیا گیا کہ اللہ

3 کے فرمانبردار بندوں کا قدم بڑی بڑی مصیبتوں میں دین سے نہیں ڈگمگایا۔ وہ صبر وہمت سے کام لیتے ہیں اور دنیا میں بظاہر ان کا کوئی مددگار نہیں معلوم ہوتا کہ جو انہیں ظالموں کے پنجے سے چھڑائے لیکن جب ظالموں کی دست درازی حد سے گزر جاتی ہے تو دنیا کے نگہبان اور اس نظام کائنات کے محافظ رب العالمین کی طرف سے مظلوموں کی مدد کا غیب سے سامان ہو جاتا ہے۔

بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں شام سے مصر میں چلے آئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مصر میں نبوت کے ساتھ اقتدار دنیوی بھی عطا فرمایا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مصر میں قبطیوں کا زور ہوا اور فرعونیوں کی بادشاہت قائم ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام کے سارے احسانات اور کارنامے بھول گئے اور بنی اسرائیل کو غیر ملکی سمجھ کر ان کو ستانا اور ان پر ظلم توڑنا شروع کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک معزز گھرانے میں مصر کے اندر پیدا ہوئے اس وقت حالت یہ تھی کہ فرعون بادشاہ مصر نے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل میں سے کہیں اور کسی کے گھر لڑکا پیدا ہو تو اسے فوراً قتل کر ڈالو اور لڑکیوں کو خدمت گزاری کے لئے زندہ رہنے دو بنی اسرائیل کو یوں تو فرعون نے طرح طرح کی مصیبتوں میں پہلے ہی مبتلا کر رکھا تھا مگر یہ اسرائیلی بچوں کا قتل ان پر اضافہ تھا چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعونیوں کو خبر ملتے ہی اس بچہ کو بھی قتل کر دیا جائے گا تو اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں ایک بات ڈالی اور انہوں نے اس پر عمل کیا جس کے نتیجہ میں موسیٰ علیہ السلام خود فرعون کی سرپرستی میں پل کر جوان ہوئے۔ اس کے بعد ایک ناگہانی حادثہ کی وجہ سے آپ کو مصر چھوڑنا پڑا اور آپ مدین چلے گئے اور وہاں دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہے۔ وہیں حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔ پھر جب آپ مدین سے واپس آ رہے تھے تو راستہ میں آپ کو پیغمبری سے سرفراز فرمایا گیا اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نکالنے کے لئے آپ کو مصر فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا۔ آپ نے مصر پہنچ کر بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کیا مگر فرعون ان کو اپنے پنجہ سے کہاں رہائی دینے والا تھا۔ بالآخر ایک عرصہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جاؤ جس پر فرعون اور اس کے لشکر نے پیچھا کیا مگر بحکم الٰہی فرعون اور اس کا تمام لشکر تو سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہوا اور بنی اسرائیل آزاد ہو گئے اور پھر محکوم سے حاکم ہو گئے۔

الغرض موسیٰ علیہ السلام کا جو قصہ یہاں بیان فرمایا گیا ہے اس سے کئی باتیں ذہن نشین کرائی ہیں۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے وہ غیر محسوس طریقہ سے ظاہری اسباب و ذرائع فراہم کر دیتا ہے۔ جس بچہ کے ہاتھوں آخر کار فرعون کا تختہ الٹنا تھا اسے اللہ نے خود فرعون ہی کے گھر میں اسی سے پرورش کرایا اور فرعون یہ نہ جان سکا کہ وہ کسے پرورش کر رہا ہے۔ اس خدا کی مشیت سے کون لڑ سکتا ہے اور کس کی چالیں اس کے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ نبوت کسی کو کسی جشن اور زمین و آسمان سے کسی بھاری اعلان کے ساتھ نہیں دی جاتی۔ کفار مکہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتراض تھا کہ بیٹھے بٹھائے آپ چپکے سے نبی کہاں سے بن گئے تو ان کو جتلایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی طرح راہ چلتے نبوت مل گئی تھی۔ کوہ طور کی وادی میں آپ آگ لینے گئے تھے کہ پیغمبری عطا ہو گئی۔

تیسرے یہ کہ اللہ اپنے جس بندے سے دین کا کوئی کام لینا چاہتا ہے تو وہ بغیر کسی لاؤ لشکر اور ظاہری ساز وسامان کے تن تنہا اٹھتا ہے مگر بڑے بڑے لاؤ لشکر اور ساز وسامان والے اس کے مقابلہ میں دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ کہاں فرعون کی ظاہری قوت وشوکت اور کہاں موسیٰ علیہ السلام کی بے سروسامانی۔ مگر دیکھ لو کہ آخر کس کا کیا انجام ہوا۔ کون کامیاب رہا اور کون ناکام رہا۔

چوتھے یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون اور اس کے بعد قارون کے اس قصہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ثبوت قرار دیا گیا کہ امی ہونے کے باوجود دو ہزار سال پہلے گزرے ہوئے تاریخی واقعات اس تفصیل کے ساتھ من وعن سنا رہے ہیں حالانکہ آپ کے شہر اور آپ کی قوم کے لوگ خوب جانتے تھے کہ آپ نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ آپ کے پاس ان معلومات کے حاصل کرنے کا کوئی ظاہری ذریعہ نہیں تھا۔ مگر بذریعہ وحی الٰہی آپ کو اس تفصیل کے ساتھ واقعات وحالات کی اطلاع ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ اس سورۃ کو حقیقت قرآن سے افتتاح کر کے نصف سورۃ میں قصہ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ اور ختم سورت کے قریب قارون کے ساتھ مذکور ہے اور دونوں قصوں کے درمیان رسالت محمدیہ کا اثبات اور مومنین کی مدح اور منکرین کی مذمت۔ پھر آخرت کا بیان اور اس کے ساتھ شرک کی مذمت اور توحید کے دلائل مذکور ہوئے ہیں۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔ اس تمہید کے بعد ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات طٰسٓمٓ سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کا بیان پہلے متعدد بار ہو چکا ہے کہ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور ان کا حقیقی اور صحیح مطلب حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں یا پھر حق تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے۔ آگے بطور تمہید کے ارشاد فرمایا تلک ایت الکتب المبین۔ یعنی یہ مضامین جو آپ پر وحی کئے جاتے ہیں کتاب واضح یعنی قرآن کی آیتیں ہیں۔ یہاں آیت میں کتاب مبین سے مراد قرآن ہے۔ مبین کے دو معنی ہیں۔ ایک ظاہر اور روشن کرنے والا۔ دوسرے خود ظاہر اور روشن ہونا۔ قرآن پاک میں دونوں صفات موجود ہیں۔ قرآن حق کو باطل سے صحیح کو غلط سے خیر کو شر سے راستی کو کجی سے۔ اور ہدایت کو گمراہی سے جدا کرنے والا ہے۔ راہ سعادت اور طریق نجات اس سے واضح ہو جاتی ہے۔ پھر خود بھی اپنی صداقت وحقانیت میں اتنا روشن ہے کہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں جیسا کہ آفتاب اپنے وجود کی آپ دلیل ہے۔ قرآن کی اس حقیقت کو بطور تمہید بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ہم آپ کو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر یعنی نازل کر کے سناتے ہیں ان لوگوں کے نفع کے لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے کل واقعات کا مفصل بیان تو مقصد قرآنی سے غیر متعلق ہے۔ قران کوئی تاریخ یا داستان کی کتاب نہیں۔ درحقیقت یہ ایک ہدایت نامہ ہے جو اہل ایمان کو راہ نجات دکھاتا ہے اور اس سلسلہ میں وعظ وتذکیر کے لئے جتنے قصہ کی جہاں ضرورت ہے اتنا قرآن نے بیان کر دیا تا کہ سننے والے عبرت حاصل کریں اسی لئے یہاں فرمادیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا کچھ قصہ ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں یعنی اتنا بیان کرتے ہیں جتنا ہدایت اور اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ پھر اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں تحریفات وتغیرات بکثرت کر لئے تھے۔ بعض مقامات پر تو کتب الٰہیہ کو مجموعۂ داستان بنالیا تھا۔ تمام صحیح وغلط قصے بغیر کسی ثبوت کے درج کر دیئے تھے مگر قرآن نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے جتنا قصہ بیان کیا وہ من وعن بالکل صحیح ہے اور ہر قسم کی خرافات سے پاک ہے اسی لئے یہاں آیت میں بالحق فرمایا یعنی موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا جتنا قصہ بیان کیا گیا ہے وہ بالکل سچا اور صحیح ہے۔ خلاف واقعہ آمیزشوں سے پاک ہے۔ پھر یہ بھی تصریح فرمادی کہ ہم یہ واقعہ ایمانداروں کے فائدے کے لئے سناتے ہیں۔ تا کہ وہ دشمنوں کی زیادتی سے بددل نہ ہوں اور ان کی ڈھارس بندھ جائے کہ یہ ساری اذیتیں اور مصیبتیں تھوڑے دنوں کی ہیں۔ اور بالآخر کامیابی اہل ایمان ہی کی ہوگی۔

اب آگے فرعون کے مظالم جو اس نے بنی اسرائیل پر اپنی حکومت وسلطنت میں کر رکھے تھے ان کا اظہار فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ

فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا کہ ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا تا تھا، اُن کے

يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٤﴾ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ

بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا، وہ واقعی بڑا مفسد تھا۔ اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن

عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ﴿٥﴾

لوگوں کا زور زمین میں گھٹایا جارہا تھا ہم ان پر احسان کریں، اور ان کو پیشوا بنادیں اور ان کو مالک بنادیں۔

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ﴿٦﴾

اور ان کو زمین میں حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین کو ان کی جانب سے وہ واقعات دکھلائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔

اِنَّ بیشک	فِرْعَوْنَ فرعون	عَلَا سرکشی کر رہا تھا	فِی الْاَرْضِ زمین (ملک) میں	وَ اور	جَعَلَ اس نے کردیا	اَهْلَهَا اس کے باشندے
شِيَعًا الگ الگ گروہ	يَسْتَضْعِفُ کمزور کر رکھا تھا	طَآئِفَةً ایک گروہ	مِّنْهُمْ ان میں سے	يُذَبِّحُ ذبح کرتا تھا	اَبْنَآءَهُمْ انکے بیٹوں کو	
وَيَسْتَحْيٖ اور زندہ چھوڑ دیتا تھا	نِسَآءَهُمْ ان کی عورتوں کو	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	مِنَ سے	الْمُفْسِدِيْنَ مفسد	وَنُرِيْدُ اور ہم چاہتے تھے
اَنْ کہ	نَّمُنَّ ہم احسان کریں	عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر جو	اسْتُضْعِفُوْا کمزور کردیئے گئے تھے	فِی الْاَرْضِ زمین (ملک) میں		
وَنَجْعَلَهُمْ اور ہم بنائیں انہیں	اَئِمَّةً پیشوا	وَّنَجْعَلَهُمُ اور ہم بنائیں انہیں	الْوٰرِثِيْنَ وارث	وَنُمَكِّنَ اور ہم قدرت (حکومت) دیں		
لَهُمْ انہیں	فِی الْاَرْضِ زمین (ملک) میں	وَنُرِيَ اور ہم دکھادیں	فِرْعَوْنَ فرعون	وَهَامٰنَ اور ہامان	وَجُنُوْدَهُمَا اور ان کے لشکر	
مِنْهُمْ ان سے	مَّا جس چیز	كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ وہ ڈرتے تھے				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بطور تمہید کے یہ فرمایا گیا تھا کہ یہ قرآن کتاب مبین ہے اور ایمان والوں کے نفع کے لئے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے کچھ واقعات و حالات ٹھیک بیان کئے جاتے ہیں کہ حقیقت شناس نظروں کے لئے اس میں عبرت و موعظت یعنی حق کا غلبہ۔ باطل کی شکست۔ نافرمانوں کی تباہی۔ فرمانبرداروں کی کامیابی کا سبق موجود ہے۔ اس واقعہ کے سنانے سے اہل اسلام کو ڈھارس اور تسلی دی گئی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو باوجود کمزوری کے فرعونیوں کی طاقت کے مقابلہ میں کامیاب کیا ایسے ہی اہل اسلام جو مکہ میں قلیل ضعیف اور ناتواں نظر آتے ہیں اپنے بیشمار حریفوں اور دشمنوں کے مقابلہ پر کامیاب ہوں گے۔

اب آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون اور پھر قارون کے واقعات وحالات دور تک اس سورۃ میں بیان ہوتے چلے گئے ہیں۔ ان آیات میں مملکت مصر کے اس بادشاہ کا حال جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کا حکمران تھا بتلایا جاتا ہے کہ وہ کیسا ظالم اور جابر اور سرکش ومفسد بادشاہ تھا مصر میں اس وقت دو قوم آباد تھیں ایک قبطی جو فرعون کی قوم تھی اور دوسرے سبطی جو بنی اسرائیل کہلاتے تھے۔ قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں بتلایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا عبرانی زبان میں نام اسرائیل ہے وہ اور آپ کا خاندان کنعان سے حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے مصر میں آئے۔

اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام خاندان مصر ہی میں آباد ہوگیا کیونکہ اس وقت کے بادشاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اصرار کے ساتھ یہ کہا کہ آپ اپنے خاندان کو مصر ہی میں آباد کریں میں ان کو بہت عمدہ زمین دوں گا اور ہر طرح عزت کروں گا۔ اس طرح بنی اسرائیل مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آباد ہوگئے اور اس کے بعد صدیوں تک مصر میں آباد رہے حتیٰ کہ ۴۳۰ سال کے قیام کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرکردگی میں مصر سے خروج کر کے فرعونیوں سے نجات حاصل کی۔ فرعون شاہان مصر کا لقب ہے کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں ہے۔ فراعنہ کی سلطنت مصر میں تین ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہو کر عہد سکندر تک یعنی ۳۳۲ قبل مسیح تک رہی اور ۳۱ فرمانروا حکمران رہے۔ سب سے آخری فرعون فارس کی شہنشاہی کا تھا جو ۳۳۲ قبل مسیح سکندر کے ہاتھوں مفتوح ہوگیا۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے تھے وہ فراعنہ کے سولہویں خاندان کا زمانہ تھا۔ وہ فرعون جس کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے مصر کے حکمرانوں کا انیسواں خاندان تھا۔ فرعون کو بنی اسرائیل کے ساتھ اس لئے عداوت ہوگئی تھی کہ اس زمانہ کے کاہنوں و نجومیوں نے اس کو بتایا تھا کہ تیری حکومت کا زوال ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھ سے ہوگا اور بعض تاریخی روایات میں ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ مصر میں پھیلی اور اس سے مصریوں کے تمام گھر جل کر راکھ ہوگئے لیکن بنی اسرائیل کی آبادی ہلاکت سے بچ گئی اس کی تعبیر نجومیوں نے یہ دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تیری سلطنت تباہ ہوگی۔ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ بنی سرائیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک پیشین گوئی بہت مشہور تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ ایک اسرائیلی جوان کے ہاتھ پر مصر کی تباہی مقدر ہے۔ اور اس وقت وہ اس کی پیدائش کے منتظر تھے۔ یہ خبر شدہ شدہ فرعون تک پہنچی۔ بہر حال وجہ کچھ بھی ہو نجومیوں کے تعبیر کے سبب یا بنی اسرائیل کی موروثی بشارت کی وجہ سے فرعون نے پیش بندی کے طور پر یہ احمقانہ اور ظالمانہ تدبیر سوچی کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کمزور کرتے رہنا چاہئے تا کہ انہیں حکومت کے مقابلہ کا کبھی حوصلہ ہی نہ ہو۔ علاوہ اس کے کہ فرعون نے ظلم اور تکبر کی راہ سے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ ان سے ذلیل کام اور بیگاریں لیتے اور ان کو کسی طرح اس قابل نہ ہونے دیتے کہ ملک میں کوئی قوت اور وقعت حاصل کرسکیں۔ اس نے قضا و قدر کی روک تھام کے لئے ظلم و ستم کی یہ اسکیم رائج کی کہ آئندہ جو لڑکے اسرائیلیوں کے ہاں پیدا ہوں ان کو ایک طرف سے ذبح کر ڈالنا چاہئے۔ اس طرح آنے والی مصیبت رک جائے گی البتہ لڑکیوں سے چونکہ کوئی خطرہ نہیں۔ انہیں رہنے دیا جائے جو بڑی ہو کر باندیوں کی طرح ہماری خدمت کیا کریں گی۔ اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ جب اولاد اسرائیل کا قتل عام ہوا تو فرعونیوں کو اندیشہ ہوا کہ اب اگر یہی رواج رہا تو ہماری خدمت اور نوکری چاکری کون کرے گا اس لئے فرعون سے جا کر کہا کہ نہ تو بنی اسرائیل کو اتنا موقع دیا جائے کہ ان کی مردم شماری بڑھ جائے اور نہ ایسا ہونا چاہئے کہ ہم خدمت گزاروں سے بھی محروم ہوجائیں اس لئے بہتر ہو کہ ایک سال کی پیداوار باقی رکھی جائے اور ایک سال کی ہلاک کردی جائے۔ فرعون نے یونہی حکم جاری کردیا۔ لکھا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے وہ اس سال پیدا ہوئے جو نجات کا سال تھا اس لئے کسی نے پرسش نہ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قتل عام کے سال پیدا ہوئے۔ چنانچہ آپ کی والدہ کو آثار حمل دیکھ کر ہی سخت فکر تھی کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ تورات میں یہ اور اضافہ ہے کہ فرعون نے دایہ مقرر کردی تھیں کہ قلمرو مصر میں جس اسرائیلی کے یہاں لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کردیا جائے مگر ان عورتوں کے دلوں میں ایسی ہمدردی پیدا ہوئی کہ انہوں نے اس عمل میں کوئی خاطر خواہ اقدام نہیں کیا جب فرعون نے باز پرس کی تو یہ معذرت پیش کی کہ اسرائیلی عورتیں شہری عورتوں کی طرح نازک اندام نہیں ہیں وہ خود ہی بچہ جن لیتی ہیں اور ہم کو مطلق خبر نہیں دیتیں۔ اس پر فرعون نے ایک جماعت کو اس لئے مقرر کیا کہ وہ تفتیش اور تلاش کے ساتھ اسرائیلی لڑکوں کو قتل کردیں اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا کریں۔ فرعون

اپنے وقت کا نہایت جابر اور قاہر اور مطلق العنان حکمران تھا اس نے مصر کے اصلی باشندوں یعنی قبطیوں کو اور غیر ملکیوں یعنی بنی اسرائیلیوں کو پہلے ہی الگ الگ گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اب اسرائیلیوں کو اپنی مملکت کے استحکام کے لئے ایک خطرہ تصور کر کے مستقبل میں ان کی نسل کو بڑھنے اور کمزور بنا دینے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دیا جائے۔

اس جگہ یہ مضمون لکھتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ واقعی فرعون احمق ہی تھا کہ جو بنی اسرائیل کی نسل کو ختم اور کمزور کرنے کے لئے اس نے بچوں کے قتل کی ایسی ظالمانہ اور جابرانہ اسکیم پر عملدرآمد کیا کہ رہتی دنیا اس پر لعنت ملامت ہوتی رہے گی۔ اس کو کیوں نہ ایسی تدبیر سوجھی یا کسی نے اس کو ایسا مشورہ کیوں نہ دیا کہ جو وہ اپنے مقصد میں بھی کامیاب ہو جاتا اور اس بدنامی اور لعنت ملامت سے بھی بچ جاتا۔ اور وہ یہ تدبیر تھی کہ آج کل کے نام نہاد عقلمندوں کی طرح خاندانی ''منصوبہ بندی'' کی اسکیم اسرائیلیوں میں کسی تدبیر سے رائج کر دیتا اور بنی اسرائیلیوں کی خیر خواہی کے پردہ میں اپنے مقصد کو حاصل کر لیتا۔ خیر یہ بات تو بیچ میں ضمناً آ گئی۔ تو فرعون اپنی تدبیروں سے تقدیر الٰہی یا تعبیر خواب کو بدلنا چاہتا تھا اور چونکہ مفسد اور زمین میں خرابی پھیلانے والا تو تھا ہی لہٰذا اسے کوئی ظلم و ستم کرنے میں کیا جھجک ہوتی۔ بس جو دل میں آیا اپنے کبر و غرور کے نشہ میں بے سوچے سمجھے کر گزرا۔ تو اس ملعون کے انتظامات تو وہ تھے اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارا ارادہ یہ تھا کہ کمزوروں کو قوی اور پست کو بالا کیا جائے جس قوم کو فرعونیوں نے ذلیل غلام بنا رکھا تھا ان ہی کے سر پر دین کی امامت اور دنیوی بادشاہت کا تاج رکھ دیں اور فرعون و ہامان جو وزیر تھا اور ظلم و ستم میں فرعون کا آلۂ کار تھا ان کو دکھا دیں کہ جس حکومت کے زوال کا ان کو اندیشہ ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے اللہ کا منشا پورا ہوا۔ شام۔ فلسطین اور عراق کا بیشتر حصہ بنی اسرائیل کے زیر حکومت آ گیا اور فرعون وغیرہ غارت ہوئے اور ہزار برس سے زیادہ بنی اسرائیل کی سلطنت رہی۔ تو جس خطرہ کی وجہ سے فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزار ہا معصوم بچوں کو ذبح کر ڈالا تھا۔ اللہ نے چاہا کہ وہی ''خطرہ'' ان کے سامنے آئے۔ فرعون نے امکانی کوشش کر دیکھی اور پورے زور خرچ کر لئے کہ کسی طرح اس اسرائیلی بچہ سے مامون ہو جائے جس سے ان کو تباہی کا خطرہ تھا۔ لیکن تقدیر الٰہی کہاں ٹلنے والی تھی۔ خداوند قدیر نے اس بچہ کو اسی کی گود میں اسی کے بستر پر اسی کے محلات کے اندر شاہانہ ناز و نعم سے پرورش کرایا اور دکھلا دیا کہ خدائے ذوالجلال جو انتظام کرنا چاہے کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں فرعون کی بحیثیت حاکم اور فرمانروا کے دو صفات مذمت کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔ ایک تو **جعل اهلها شيعا** فرمایا یعنی اس نے وہاں کے باشندوں کو الگ الگ گروہ بنا دیا تھا۔ اس سے یہ امر واضح ہوا کہ رعایا میں پھوٹ ڈال کر حکومت کرنی تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔ دوسرے **يستضعف طائفة منهم** فرمایا یعنی ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا رکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ پر لازم ہے کہ تمام رعایا کو ایک نظر سے دیکھے اور انصاف کے مقابلہ میں کسی کی جانب داری نہ کرے۔ نہ کسی خاص طبقہ کو کمزور کرنے کی کوشش کرے ورنہ ظالم ٹھہرے گا تو معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں عموماً ظالم حکومتوں کی اپنی رعایا کے متعلق وہی پالیسی ہوتی ہے جو فرعون کی بنی اسرائیل کے متعلق تھی یعنی پھوٹ ڈالنا۔ گروہ بندی کرانا۔ رعایا کی طاقت کو کمزور کرنا پھر چین سے حکومت کرنا۔ انگریز نے اپنی سو سالہ دور حکومت میں ہندوستان میں یہی پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ کہیں ہندو اور مسلمانوں کو لڑوانا اور کہیں مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانا۔ یہ قادیانی مذہب انگریزی حکومت ہی کی پیداوار ہے۔

اب آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور آپ کی والدہ کا حکم الٰہی کے موافق آپ کو صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں چھوڑ دینے اور پھر صندوق بہتے ہوئے فرعون کے محل میں پہنچنے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پرورش کرنے کا حال ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا

اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ پھر جب تم کو اُن کی نسبت اندیشہ ہو تو ان کو دریا میں ڈال دینا اور نہ تو اندیشہ کرنا

تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ

اور نہ غم کرنا ہم ضرور اُن کو پھر تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور پیغمبر بنا دیں گے۔ تو فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو اُٹھالیا

فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا

تاکہ وہ اُن لوگوں کیلئے دشمن اور غم کا باعث بنیں،بلاشبہ فرعون اور ہامان اور اُن کے تابعین بہت چوکے۔

خٰطِــِٕيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ

اور فرعون کی بی بی نے کہا کہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو قتل مت کرو عجب نہیں کہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچا دے

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

یا ہم اس کو بیٹا ہی بنالیں اوراُن لوگوں کو (انجام کی) خبر نہ تھی۔

وَ اَوْحَيْنَاۤ اور ہم نے الہام کیا	اِلٰۤى طرف۔کو	اُمِّ مُوْسٰۤى موسیٰ کی ماں	اَنْ اَرْضِعِيْهِ کہ تو دودھ پلاتی رہ اسے	فَاِذَا پھر جب	
خِفْتِ عَلَيْهِ تو اس پر ڈرے	فَاَلْقِيْهِ تو ڈالدے اسے	فِى الْيَمِّ دریا میں	وَ اور	لَا تَخَافِىْ نہ ڈر	وَلَا تَحْزَنِىْ اور نہ غم کھا	اِنَّا بیشک ہم
رَآدُّوْهُ اسے لوٹا دیں گے	اِلَيْكِ تیری طرف	وَجَاعِلُوْهُ اور اسے بنادیں گے	مِنَ سے	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں	فَالْتَقَطَهٗ پھر اٹھالیا اسے
اٰلُ فِرْعَوْنَ فرعون کے گھر والے	لِيَكُوْنَ تاکہ وہ ہو	لَهُمْ ان کیلئے	عَدُوًّا دشمن	وَ اور	حَزَنًا غم کا باعث	اِنَّ بیشک	فِرْعَوْنَ فرعون
وَهَامٰنَ اور ہامان	وَجُنُوْدَهُمَا اور اُن کے لشکر	كَانُوْا تھے	خٰطِــِٕيْنَ خطا کار	وَقَالَتِ اور کہا	امْرَاَتُ بیوی	فِرْعَوْنَ فرعون	قُرَّتُ ٹھنڈک
عَيْنٍ لِّىْ میری آنکھوں کیلئے	وَلَكَ اور تیرے لئے	لَا تَقْتُلُوْهُ تو قتل نہ کر اسے	عَسٰۤى شاید	اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ کہ نفع پہنچائے ہمیں	اَوْ یا
	نَتَّخِذَهٗ ہم بنالیں اسے	وَلَدًا بیٹا	وَهُمْ اور وہ	لَا يَشْعُرُوْنَ (حقیقتِ حال) نہیں جانتے تھے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مصر کے اس ظالم سرکش فرعون کا ذکر ہوا تھا جس نے اپنی خواہشات پر بنی اسرائیل کو بھینٹ چڑھا رکھا تھا۔اپنی سلطنت میں ان کو شہری حقوق وآزادی سے محروم کردیا تھا۔اور جن کا فرض ہی یہ تھا کہ فرعونیوں کی خدمت کریں۔ پھر محنت شاقہ پر اجرت قلیل۔عموماً بیگار ہی لی جاتی۔ حاملہ عورتوں سے تین تین منزلوں کے مکانوں پر پتھر اٹھوائے جاتے اوران سے ذلیل سے ذلیل کام لینا ان کے آقاؤں کا طرۂ امتیاز تھا۔ پھر ظالموں نے انہی سفاکیوں پر بس نہیں کیا بلکہ فرعون کی ایک موہوم خواب کی تعبیر پر اوراپنی حکومت کے بے جا تحفظ کے تخیل کے باعث بنی اسرائیل کے ہزاروں بچوں کو تہ تیغ کردیا۔ انہی حالات کے تحت ایک اسرائیلی والدین کے ہاں وہ بچہ پیدا ہوا جسے دنیا نے موسیٰ علیہ السلام کے نام سے جانا۔ جدید

تحقیقات کی روشنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سنہ ولادت ۱۵۲۰ قبل مسیح ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ۲۰۹۰ سال پہلے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ آپ کے والد کا نام عمران تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان کے ہاں دو بچے مصر ہی میں پیدا ہو چکے تھے۔ سب سے بڑی لڑکی مریم نامی تھیں جن کا ذکر آگے اسی سورۃ میں آ رہا ہے۔ ان سے چھوٹے حضرت ہارون علیہ السلام تھے اور حضرت ہارون کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو بنی اسرائیل کے لڑکے عام طور پر تہ تیغ ہو رہے تھے فرعونی عورتیں گشت کرتی رہتی تھیں اور حاملہ عورتوں کے نام لکھ لئے جاتے تھے۔ وضع حمل کے وقت یہ عورتیں پہنچ جاتیں تھیں۔ اگر لڑکی ہوتی تو واپس چلی جاتیں اور اگر لڑکا ہوتا تو فوراً جلادوں کو خبر کر دیتی تھیں۔ یہ لوگ تیز چھرے لئے ہوئے اسی وقت آ جاتے تھے اور ماں باپ کے سامنے ان کے بچہ کے ٹکڑے کر کے چلے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب آپ کا حمل ٹھہرا تو عام حمل کی طرح وہ ظاہر نہ ہوا اور جو عورتیں اس تحقیق پر مامور تھیں۔ اور جتنی دائیاں آئی تھیں کسی کو حمل کا پتہ ہی نہ چلا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد بھی ہو گئے۔ آپ کی والدہ اور اہل خاندان آپ کی ولادت کے وقت سخت پریشان تھے کہ کس طرح بچہ کو قاتلوں کی نگاہ سے محفوظ رکھیں؟ بہرحال جوں توں کر کے تین مہینہ تک آپ کو ہر ایک کی نگاہ سے اوجھل رکھا اور آپ کی پیدائش کی مطلق کسی کو خبر نہ ہونے دی لیکن جاسوسوں کی دیکھ بھال اور حالات کی نزاکت کی وجہ سے زیادہ دیر تک اس واقعہ کے پوشیدہ رہنے کی توقع نہ ہو سکی اور اس لئے آپ کی والدہ سخت پریشان ہونے لگیں۔ اس سخت اور نازک وقت میں آخر خدائے قدوس نے مدد کی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام ہوا یا خواب دیکھایا اور کسی ذریعہ یعنی فرشتہ سے معلوم کرا دیا گیا کہ جب تک بچہ کے قتل کا اندیشہ نہ ہو برابر دودھ پلاتی رہو اور جب اندیشہ بچہ کے قتل کا ہو تو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں۔ لکھا ہے کہ دریائے نیل کے کنارہ ہی پر آپ کا مکان تھا۔ ساتھ ہی آپ کی والدہ کو تسلی کر دی گئی کہ ڈرنا مت۔ بے کھٹکے بچہ کو نیل میں چھوڑ دیں۔ بچہ کی طرف سے ہرگز ہراساں اور آزردہ خاطر نہ ہوں ہم بہت جلد اس بچہ کو پھر تمہاری ہی آغوش شفقت میں پہنچا دیں گے۔ خدا کو اس سے بڑے کام لینے ہیں وہ منصب رسالت پر بھی سرفراز کیا جائے گا کوئی طاقت اللہ کے ارادہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ تمام رکاوٹیں دور کر کے وہ مقصد پورا کرتا ہے جو اس بچہ کی پیدائش سے متعلق ہے۔ آخر آپ کی والدہ نے ایسا ہی کیا اور جب افشائے راز کا خوف ہوا تو بچہ کو لکڑی کے ایک صندوق میں رکھ کر اللہ کے نام پر دریائے نیل میں چھوڑ دیا اور ساتھ ہی اپنی بڑی لڑکی مریم یعنی موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو مامور کیا کہ وہ اس صندوق کے بہاؤ کے ساتھ کنارے کنارے چل کر صندوق کو نگاہ میں رکھے اور دیکھے کہ خدا اس کی حفاظت کا وعدہ کس طرح پورا فرماتا ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خدائے تعالیٰ نے یہ بشارت پہلے ہی سنا دی تھی کہ ہم اس بچہ کو تیری ہی جانب واپس کر دیں گے اور یہ ہمارا پیغمبر اور رسول ہوگا۔ حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ برابر صندوق کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے اجنبی بن کر نگہداشت کرتی جا رہی تھیں کہ انہوں نے دیکھا کہ صندوق تیرتے ہوئے شاہی محل کے کنارہ آ لگا اور فرعون کے

لوگوں نے اسے اٹھالیا اور شاہی محل میں لے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے جب یہ دیکھا تو حالات کی صحیح تفصیل معلوم کرنے کے لئے شاہی محل کی خادماؤں میں شامل ہوگئیں۔ بہرحال وہ صندوق شاہی محل کے اندر لے جا کر کھولا گیا تو دیکھا کہ ایک حسین جمیل تندرست بچہ آرام سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا ہے۔ یہاں تک واقعات بیان کرنے کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے پالنے کی غرض سے بچہ کو اٹھالیا مگر اس اٹھانے کا آخری نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ بچہ بڑا ہو کر فرعون اور فرعونیوں کا دشمن ثابت ہوا اور ان کے حق میں سوہان روح بنے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھانے کا موقع دیا۔ فرعون کو کیا خبر تھی کہ جس دشمن کے ڈر سے ہزارہا معصوم بچے تہ تیغ کراچکا ہوں وہ یہی ہے۔ فی الحقیقت فرعون اور اس کے وزیر و مشیر اپنے ناپاک مقصد کے اعتبار سے بہت چوکے کہ بے شمار اسرائیلی بچوں کو ایک شبہ پر قتل کرنے کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کو زندہ رہنے دیا۔ لیکن نہ چوکتے تو کیا کرتے۔ کیا خدا کی لکھی ہوئی تقدیر کو بدل سکتے تھے یا مشیت ایزدی کو روک سکتے تھے۔ رب العالمین کی کرشمہ سازی کہ وہ اپنی نادانی اور بے خبری میں اپنے دشمن کی پرورش پر نگراں مقرر کئے گئے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ فرعون کی بیوی جن کا نام آسیہ تھا انہوں نے بچہ کو دیکھا تو باغ باغ ہوگئیں اور انتہائی محبت سے اس کو پیار کیا اور کہنے لگیں کہ کیسا پیارا بچہ ہے۔ ہمارے کوئی لڑکا نہیں لاؤ اسی سے دل بہلائیں اور آنکھیں ٹھنڈی کیا کریں۔ حدیث کی ایک روایت میں مروی ہے کہ فرعون نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہوگا میرے لئے تو ٹھنڈک نہیں ہے۔ گویا تقدیر ازلی یہ الفاظ اس کی زبان سے کہلوا رہی تھی اور آخر وہی ہوا۔ فرعون کے بعض خدام نے قیاس سے کہا کہ یہ تو اسرائیلی بچہ معلوم ہوتا ہے اور ہمارے دشمنوں کے خاندان کا ہے اس کا قتل کرنا ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی ہمارے بادشاہ کے خواب کی تعبیر ثابت ہو۔ اس بات کو سن کر فرعون کو بھی یہی خیال پیدا ہوا اور اس بات کو بآسانی قیاس بھی کیا جاسکتا تھا کہ یہ ضرور کسی اسرائیلی کا بچہ ہے کیونکہ یہ صندوق اس جانب سے بہہ کر آیا ہے جدھر بنی اسرائیل رہتے تھے اور انہی کے بیٹے اس زمانہ میں قتل کئے جارہے تھے اور انہی کے متعلق یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ کسی نے بچہ کو چھپا کر کچھ مدت تک پالا ہے اور پھر جب زیادہ دیر چھپ نہ سکا تو اب اسے اس امید پر دریا میں ڈال دیا کہ شاید اسی طرح اس کی جان بچ جائے اور کوئی اسے نکال کر پال لے تو انہی قیاسات کی بنا پر بعض وفادار غلاموں نے عرض کیا کہ حضور اسے فوراً قتل کرادیں مگر فرعون کی بیوی نے کہا کہ اسے قتل نہ کرو بلکہ لے کر پال لو یہ جب ہمارے ہاں پرورش پائے گا اور ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں گے تو اسے کیا خبر ہوگی کہ میں اسرائیلی ہوں یہ اپنے آپ کو آل فرعون ہی کا ایک فرد سمجھے گا اور یہ بڑا ہو کر ہمارے کام آئے گا اور اگر یہ بنی اسرائیل ہی میں سے کسی نے خوف سے ڈالا ہے تو ایک لڑکا نہ مارا تو کیا ہوا کیا ضرور ہے کہ یہی وہ بچہ ہو جس سے ہمیں خوف ہے پھر جب ہم پرورش کریں گے تو خود ہی ہم سے شرمائے گا۔ کس طرح ممکن ہے کہ ہم سے ہی دشمنی کرنے لگے۔ فرعونیوں کو اللہ کی حکمت بالغہ کا علم نہ تھا۔ وہ واقف نہ تھے کہ پردہ ہی پردہ میں کیا گل کھلنے والا ہے اور گھر کے ہی چراغ سے گھر کو آگ لگنے والی ہے۔ غرض موسیٰ علیہ السلام کو محل میں پرورش کرنا طے ہوگیا۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کی بیوی جن کا نام آسیہ تھا یہ نہایت ہی برگزیدہ۔ فضیلت مآب اور مومنہ خاتون تھیں ان کو موت کا یقین تھا۔ فرعون کے خدائی کی وہ قائل نہ تھیں۔ غیر اللہ کی

پرستش سے بیزار تھیں۔ فرعون کے کفر اس کے مظالم اور اس کی بداعمالیوں سے سخت بیزار اور نالاں تھیں اور خدا کی درگاہ میں فرعون کے مآل بد سے پناہ اور اپنی بخشش کی دعا مانگا کرتی تھیں۔

ان کی برگزیدگی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ تحریم ۲۸ ویں پارہ میں ان کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کے ساتھ اس طرح فرمایا:

''اور اللہ ان لوگوں کے لئے جو مومن ہیں مثال بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی کی جبکہ انہوں نے دعاء کی کہ اے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں مکان بنادے اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل کے اثر سے بچادے اور مجھے ظالم لوگوں سے بھی بچادے۔'' (سورۃ التحریم آیت ۱۱)

لکھا ہے کہ جب فرعون پر ان کا حال کھلا تو ان کو چومیخا کر کے طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا اس حالت میں اللہ کی طرف سے جنت کا محل ان کو دکھلایا جاتا جس سے سب سختیاں آسان ہو جاتی تھیں۔ آخر فرعون نے ان کو سیاسۃً قتل کر دیا اور یہ جام شہادت نوش کر کے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچیں۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مردوں میں تو بہت لوگ کمال کو پہنچے لیکن عورتوں میں آسیہ فرعون کی بیوی۔ اور مریم بنت عمران درجۂ کمال کو پہنچی تھیں اور عائشہ کی دیگر عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی دیگر کھانوں پر۔ حضرت آسیہ یعنی فرعون کی بیوی کی یہ فضیلت ضمناً درمیان میں آ گئی جو موقع کی مناسبت سے بیان کر دی گئی۔

اب اصل مضمون کی طرف آیئے۔ یعنی جب شاہی محل میں موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے مشورہ سامنے آیا تو فرعون کی بیوی نے کسی نہ کسی طرح فرعون کو اس پر راضی کر لیا کہ بچہ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ محل میں پرورش کے لئے رکھ لیا جائے۔

عارفین نے لکھا ہے کہ اہل اللہ سے محبت رائیگاں نہیں جاتی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے محبت کا نتیجہ حضرت آسیہ نے مشاہدہ کر لیا کہ مشرف بایمان ہی نہیں ہوئیں بلکہ اپنے وقت میں تمام عالم کی عورتوں پر افضل قرار پائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کامل ہونے کا اعلان فرمایا۔ اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں ان کی پاک روح پر۔

الغرض ادھر تو محل میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بچہ کو دریا میں ڈال تو دیا تھا مگر ماں کی مامتا کہاں چین سے رہنے دیتی۔ رہ رہ کر موسیٰ علیہ السلام کا خیال آتا تھا اور دل بے قرار ہو جاتا تھا کہ پھر حق تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور ان کے دل کو مضبوط کر دیا جس کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! بے شک تمام کاموں کی تدبیر آپ ہی فرمانے والے ہیں اور کوئی طاقت آپ کے ارادہ اور مشیت میں حائل نہیں ہو سکتی۔ اے اللہ آپ جس کام کا ارادہ کر لیں اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور آپ جس کی حفاظت فرمانا چاہیں تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یا اللہ! آپ نے اپنی جس قدرت کاملہ سے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشمن فرعون سے ظاہر میں پرورش کرایا۔ اس قدرت کاملہ پر ہم کو پورا اور پکا یقین وایمان نصیب فرما۔ یا اللہ آپ کی لکھی ہوئی تقدیر اور مشیت کو کون روک سکتا ہے جو آپ چاہتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے۔
یا اللہ! جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے بچہ کی جان کی پروانہ کی اور آپ کے امتثال حکم میں دریائے نیل میں ڈال دیا۔
یا اللہ ہم کو بھی وہ جذبہ عطا فرما کہ ہم بھی ہر حال میں اگرچہ کیسے ہی ناموافق حالات ہوں آپ کے احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری سے نہ چوکیں۔ یا اللہ اپنی برکتوں اور رحمتوں کو ہر حال میں ہمارے شامل فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى

اور موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار ہوگیا قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کردیتیں اگر ہم اُن کے دل کو اس غرض سے مضبوط نہ کئے رہیں کہ یہ

قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

(ہمارے وعدہ پر) یقین کئے (بیٹھی) رہیں۔ انہوں نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ ذرا موسیٰ کا سراغ تو لگا

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى

سوانہوں نے موسیٰ کو دور سے دیکھا اور ان لوگوں کو خبر نہ تھی۔ اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلائیوں کی بندش کر رکھی تھی سو وہ کہنے لگیں کیا میں تم لوگوں کو کسی ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں

اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا

جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ دل سے اس کی خیر خواہی کریں۔ غرض ہم نے موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس واپس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳

اور تاکہ غم میں نہ رہیں اور تاکہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے۔

وَاَصْبَحَ اور ہوگیا	فُؤَادُ دل	اُمِّ مُوْسٰى موسیٰ کی ماں	فٰرِغًا صبر سے خالی (بیقرار)	اِنْ تحقیق	كَادَتْ قریب تھا	لَتُبْدِيْ کہ ظاہر کردیتی
بِهٖ اس کو	لَوْلَآ اگر نہ ہوتا	اَنْ رَّبَطْنَا کہ گرہ لگاتے ہم	عَلٰى قَلْبِهَا اس کے دل پر	لِتَكُوْنَ کہ وہ رہے	مِنَ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ یقین کرنیوالے
وَقَالَتْ اور اس نے (موسیٰ کی والدہ نے) کہا	لِاُخْتِهٖ اسکی بہن کو	قُصِّيْهِ اس کے پیچھے جا	فَبَصُرَتْ پھر دیکھتی رہ	بِهٖ اس کو	عَنْ جُنُبٍ دور سے	
وَهُمْ اور وہ	لَا يَشْعُرُوْنَ (حقیقت حال) نہ جانتے تھے	وَحَرَّمْنَا اور ہم نے روک رکھا	عَلَيْهِ اس سے	الْمَرَاضِعَ دودھ پلانیوالی	مِنْ قَبْلُ پہلے سے	
فَقَالَتْ وہ (موسیٰ کی بہن) بولی	هَلْ اَدُلُّكُمْ کیا میں بتلاؤں تمہیں	عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ ایک گھر والے	يَّكْفُلُوْنَهٗ وہ اس کی پرورش کریں			
لَكُمْ تمہارے لئے	وَهُمْ اور وہ	لَهٗ اس کے لئے	نٰصِحُوْنَ خیر خواہ	فَرَدَدْنٰهُ تو ہم نے لوٹا دیا اس کو	اِلٰٓى اُمِّهٖ اس کی ماں کی طرف	
كَيْ تَقَرَّ تاکہ ٹھنڈی رہے	عَيْنُهَا اس کی آنکھ	وَلَا تَحْزَنَ اور وہ غمگین نہ ہو	وَلِتَعْلَمَ اور تاکہ جان لے	اَنَّ کہ	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	
حَقٌّ سچا	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان میں سے بیشتر	لَا يَعْلَمُوْنَ وہ نہیں جانتے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی والدہ نے بحکم الٰہی صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیا۔ اور یہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے کنارہ جالگا جہاں اس کو فرعون کے لوگوں نے اٹھا کر محل میں پہنچایا۔ وہاں صندوق کو کھولا تو ایک جیتا جاگتا خوبصورت اور پیارا بچہ نکلا۔ فرعون کی بیوی اس بچہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور کسی طرح فرعون کو راضی کرلیا کہ بچہ کو پال لیا جائے اور بنی اسرائیل کا بچہ ہونے کے محض شک میں اس کو قتل نہ کیا جائے۔ چنانچہ ادھر محل میں تو بچہ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب ان کو صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیا تو اس کے بعد ان کا دل بہت بے چین ہوا۔ جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔ محبت مادری نے جوش مارا اور موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے سوا کوئی

خیال ہی دل میں باقی نہ رہا اور قریب تھا کہ صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور کل معاملہ کو ظاہر کر دیں کہ میں نے اپنا بچہ دریا میں ڈالا ہے کسی سے ہو سکے تو خیر خبر لاؤ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو صبر عطا فرما کر ان کا دل مضبوط باندھ دیا کہ خدائی راز قبل از وقت نہ کھلنے پائے اور انہیں ڈھارس اور تسکین دے دی اور راز کو فاش ہونے سے بچالیا۔ اور ان کے قلب میں اطمینان اور سکون نازل کیا اور انہیں یقین کامل کرادیا کہ تمہارا بچہ تمہیں ضرور مل جائے گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بچہ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں بہایا تھا تو اپنی بڑی لڑکی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ جو ذرا سمجھ دار تھیں ان سے کہا تھا کہ بیٹی تم اس صندوق پر نظریں جما کر کنارے کنارے چلی جاؤ اور دیکھو کہ کیا انجام ہوتا ہے؟ چنانچہ یہ اس کو دور سے دیکھتی ہوئی چلیں لیکن اس انجان پن سے کہ کوئی اور نہ سمجھ سکے کہ یہ صندوق کا خیال رکھتے ہوئے اس کے ساتھ جارہی ہے۔ چنانچہ جب اس صندوق کو فرعون کے لوگ اٹھا کر شاہی محل میں لے گئے تو یہ بھی کسی حیلہ سے اندر پہنچیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ شاہی محل کی خادماؤں میں شامل ہوگئیں۔ الغرض جب حضرت آسیہ نے بچہ کو اپنی پرورش میں لے لیا تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ بچہ کے لئے کوئی دودھ پلائی یعنی اَنا مقرر کی جائے۔ چنانچہ شاہی محل میں جتنی اَنائیں تھیں سب کو بچہ دیا گیا اور ہر ایک نے بڑی محبت و پیار سے دودھ پلانا چاہا لیکن بحکم خدا بچہ نے کسی کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بچہ کی طبیعت میں یہ بات پیدا کردی کہ وہ کسی عورت کے پستان کو منہ ہی نہیں لگاتا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ بچہ اپنی والدہ کے سوا اور کسی کا دودھ پیئے اور اس میں راز یہ تھا کہ اس بہانے سے حضرت موسیٰ اپنی والدہ تک پہنچ جائیں۔ تو محل میں یہ سارا حال موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ انجان بن کر دیکھ رہی تھیں اور ایسی بے غرضی کے ساتھ حقیقت واقعہ کو معلوم کرلیا کہ کسی کو خبر بھی

نہ ہوئی۔ جب بچہ نے کسی کا دودھ نہ پیا اور محل والوں کو تشویش ہوئی کہ اب پرورش کی کیا صورت ہوگی تو موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے موقع پا کر کہا کہ ایک گھر مجھے معلوم ہے جہاں ایک دودھ پلائی رہتی ہے اگر اس کے سپرد کردیا جائے تو وہ اور اس کے گھر والے خیر خواہی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دیں گے۔ وہ اس کے بہی خواہ بھی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ بہی خواہی کا لفظ سن کر محل کی بعض عورتیں چوکنا ہوئیں اور یہ خیال کیا کہ یہ لڑکی شاید اس بچہ کے نسب اور ماں باپ سے واقف ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ تجھے کیا معلوم کہ وہ عورت اس کی کفالت اور خیر خواہی کرے گی؟ تو سبحان اللہ! سمجھ دار بچی نے فوراً جواب دیا کہ میں اس وجہ سے کہتی ہوں کہ شہزادہ کو دودھ پلانا بڑی عزت کی بات ہے۔ کون نہ چاہے گا کہ شاہی محل میں اس کی عزت ہو اور انعام و اکرام کے خاطر کون اس بچہ سے ہمدردی نہ کرے گا؟ ان کی سمجھ میں بھی آگیا کہ ہمارا پہلا گمان غلط تھا یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی کے مشورہ کے موافق حضرت موسیٰ کی والدہ محل میں طلب کی گئیں۔ ادھر لطیفۂ غیبی کے انتظار میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ چشم براہ تھیں کہ لڑکی نے آکر پوری داستان کہہ سنائی اور بتایا کہ جب موسیٰ نے کسی دایہ کا بھی دودھ نہ پیا تو میں نے کہا کہ ایک نہایت شریف اور نیک عورت ہے وہ اس بچہ کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کرسکتی ہے۔ فرعون کی بیوی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فوراً آپ کو لے کر آؤں۔ یہ ہم پر خدا کا بڑا احسان اور فضل و کرم ہوا اب تم چل کر بچہ کو سینہ سے لگاؤ اور آنکھیں ٹھنڈی کرو اور اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ شاہی محل میں پہنچیں اور بچہ کو چھاتی سے لگانا تھا کہ اس نے دودھ پینا شروع کردیا۔ فرعون کے گھر والوں کو بہت غنیمت معلوم ہوا کہ بچہ نے ایک عورت کا دودھ قبول کرلیا۔ حضرت آسیہ فرعون کی بیوی کو خبر دی گئی۔ آپ بہت خوش ہوئیں اور انا کو بہت کچھ انعام و اکرام

دیا لیکن انہیں یہ علم نہ تھا کہ فی الواقع یہ بچہ کی والدہ ہیں۔ فقط اس وجہ سے کہ حضرت موسیٰ نے ان کا دودھ پیا تھا وہ ان سے بہت خوش ہوئیں۔ اس کے بعد حضرت آسیہ نے کہا کہ میری خوشی ہے کہ تم محل ہی میں آ جاؤ۔ یہیں رہو سہو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ ام موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا میں بال بچوں والی ہوں میں اپنے گھر لے جا کر اس کی پرورش کروں گی اور کبھی کبھی آپ کے ہاں بھیج دیا کروں گی چنانچہ فرعون کی بیوی اس پر رضامند ہو گئیں۔ اس مقام پر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ قدیم زمانہ میں ان ممالک کے بڑے اور خاندانی لوگ بچوں کو اپنے ہاں پالنے کی بجائے عموماً اناؤں کے سپرد کر دیتے تھے اور وہ اپنے ہاں ان کی پرورش کرتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارک میں بھی یہ ذکر آتا ہے کہ مکہ میں وقتاً فوقتاً اطراف و نواح کی عورتیں انا گیری کی خدمت کے لئے آتی تھیں اور سرداروں کے بچے دودھ پلانے کے لئے اچھے اچھے معاوضوں پر حاصل کر کے ساتھ لے جاتی تھیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں صحرا میں پرورش پائی۔ یہی طریقہ مصر میں بھی تھا اسی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے یہ نہیں کہا کہ میں ایک اچھی انا لا کر دیتی ہوں بلکہ یہ کہا کہ میں ایسے گھر کا پتہ بتاتی ہوں جس کے لوگ اس کی پرورش کا ذمہ لیں گے اور اسے خیر خواہی کے ساتھ پالیں گے۔ تو یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میں اس بچہ کو اپنے گھر لے جا کر پرورش کر سکتی ہوں۔ اور پھر کبھی کبھی آپ کے پاس لے آیا کروں گی۔ جس پر حضرت آسیہ راضی ہو گئیں اور شاہی محل سے ام موسیٰ علیہ السلام کا روزینہ مقرر ہو گیا۔ کھانا کپڑا شاہی طریق پر ملتا اور انعام و اکرام پاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے کس حیرت انگیز طریقہ سے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام امن و اطمینان کے ساتھ پھر آغوش مادری میں پہنچ گئے اور ام موسیٰ کا خوف بھی امن سے اور فقیری امیری سے بدل گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک

حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں ''جو شخص اپنی روزی کمانے کے لئے کام کرے اور اس کام میں اللہ کی خوشنودی پیش نظر رکھے اس کی مثال اُم موسیٰ کی سی ہے کہ انہوں نے اپنے ہی بیٹے کو دودھ پلایا اور اس کی اجرت بھی پائی''۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص اگرچہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے کام کرتا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پیش نظر رکھ کر ایمانداری سے کام کرتا ہے۔ جس کے ساتھ معاملہ بھی کرتا ہے اس کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کرتا ہے اور رزق حلال سے اپنے نفس اور اپنے بال بچوں کی پرورش اللہ کی عبادت سمجھتے ہوئے کرتا ہے اس لئے وہ اپنی روزی کمانے پر بھی اللہ کے ہاں اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ گویا روزی بھی کمائی اور اللہ سے اجر و ثواب بھی پایا۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور انہیں اپنے بچہ کی مفارقت کا صدمہ بھی نہ رہے اور تا کہ وہ اور زیادہ یقین کے ساتھ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے کہ اکثر آدمی مادہ پرست اور ظاہری اسباب کے گورکھ دھندے میں پھنسے ہوئے ہیں ان کو دست قدرت کی ہمہ گیری کا یقین نہیں۔ ان کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اگرچہ تمام دنیا مل کر اس کی مخالفت کرے بلکہ مخالفت کرنے والوں ہی سے خدا اس کام کو کراتا ہے اور ان کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔

یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا ذکر فرمایا گیا کہ کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایام رضاعت اپنی والدہ کی آغوش میں اور ایام طفولیت فرعون کے محلات میں گزر ہوئے اور آپ پل کر جوان ہوئے۔ اب جوانی کے بعض واقعات اور پھر اس واقعہ کا ذکر فرمایا گیا کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر چھوڑنے کا باعث بنا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

اور جب اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور (قوت جسمانیہ وعقلیہ سے) درست ہوگئے ہم نے اُن کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیک کاروں کو یونہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ

اور موسیٰ شہر میں (یعنی مصر میں کہیں باہر سے) ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے باشندے بے خبر (سو رہے) تھے تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ

ایک تو اُن کی برادری میں کا تھا اور دوسرا اُن کے مخالفین میں سے تھا سو وہ جو اُن کی برادری کا تھا اُس نے موسیٰ سے

عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ

اُسکے مقابلہ میں جو کہ اُن کے مخالفین میں سے تھا مدد چاہی تو موسیٰ نے اُس کو (ایک) گھونسا مارا سو اس کا کام ہی تمام کر دیا۔ موسیٰ کہنے لگے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہوگئی بیشک شیطان کھلا دشمن ہے

مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾

غلطی میں ڈال دیتا ہے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار مجھ سے قصور ہوگیا ہے آپ معاف کردیجئے سو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا، بلاشبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

موسیٰ نے (یہ بھی) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔

وَلَمَّا اور جب	بَلَغَ اَشُدَّهٗ وہ پہنچا اپنی جوانی	وَاسْتَوٰى اور پورا (توانا) ہوگیا	اٰتَيْنٰهُ ہم نے عطا کیا ہے	حُكْمًا حکمت	وَعِلْمًا اور علم				
وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	نَجْزِى ہم بدلہ دیا کرتے ہیں	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والے	وَدَخَلَ اور وہ داخل ہوا	الْمَدِيْنَةَ شہر	عَلٰى حِيْنِ وقت پر				
غَفْلَةٍ غفلت	مِنْ اَهْلِهَا اس کے باشندے	فَوَجَدَ تو اس نے پایا	فِيْهَا اس میں	رَجُلَيْنِ دو آدمی	يَقْتَتِلٰنِ وہ باہم لڑتے ہوئے				
هٰذَا یہ (ایک)	مِنْ سے	شِيْعَتِهٖ اس کی برادری	وَهٰذَا اور وہ (دوسرا)	مِنْ سے	عَدُوِّهٖ اس کے دشمن کا	فَاسْتَغَاثَهُ تو اس نے اس (موسیٰ) سے مدد مانگی			
الَّذِىْ وہ جو	مِنْ شِيْعَتِهٖ اس کی برادری سے	عَلٰى اس پر	الَّذِىْ وہ جو	مِنْ عَدُوِّهٖ اس کے دشمن سے	فَوَكَزَهٗ تو ایک مکا مارا اس کو				
مُوْسٰى موسیٰ	فَقَضٰى پھر کام تمام کردیا	عَلَيْهِ اس کا	قَالَ اس نے کہا	هٰذَا یہ	مِنْ سے	عَمَلِ الشَّيْطٰنِ شیطان کا کام (حرکت)	اِنَّهٗ بیشک وہ		
عَدُوٌّ دشمن	مُّضِلٌّ بہکانے والا	مُّبِيْنٌ صریح (کھلا)	قَالَ اس نے عرض کی	رَبِّ اے میرے رب	اِنِّىْ بیشک میں	ظَلَمْتُ میں نے ظلم کیا	نَفْسِىْ اپنی جان		
فَاغْفِرْ لِىْ پس بخشدے مجھے	فَغَفَرَ تو اس نے بخشدیا	لَهٗ اس کو	اِنَّهٗ بیشک	هُوَ وہی	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان	قَالَ اس نے کہا		
رَبِّ بِمَا اے میرے رب جیسا کہ	اَنْعَمْتَ تو نے انعام کیا	عَلَىَّ مجھ پر	فَلَنْ اَكُوْنَ تو میں ہرگز نہ ہوں گا	ظَهِيْرًا مددگار	لِّلْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کا				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ایام طفولیت کا بیان ہوا کہ کس طرح آپ نے ایام رضاعت اپنی والدہ کی گود میں گزارے اور پھر ایام طفولیت شاہی تربیت میں فرعون کے محل میں بسر کئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ

السلام ایک عرصہ تک شاہی تربیت میں بسر کرتے کرتے جوانی کے دور میں داخل ہوئے تو نہایت قوی الجثہ اور بہادر جوان نکلے۔ چہرے سے رعب ٹپکتا اور گفتگو سے ایک خاص وقار اور شان عظمت ظاہر ہوتی تھی اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور مصری خاندان سے ان کا کوئی رشتہ قرابت نہیں ہے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا کہ بنی اسرائیل پر سخت مظالم ہو رہے ہیں اور مصر میں نہایت ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کا خون کھولنے لگتا اور موقع بموقع آپ بنی اسرائیلیوں کی نصرت وحمایت میں پیش پیش ہو جاتے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے جسمانی طاقت اور قوت کے ساتھ آپ کو علم ودانش سے بھی نوازا اور آپ کو خصوصی علم وفہم عطا فرمایا کیونکہ بچپن ہی سے آپ نیک کردار تھے موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے تو فرعون کی قوم سے بسبب ان کے ظلم اور کفر کے بیزار رہتے اور بنی اسرائیل آپ کے ساتھ لگے رہتے تھے آپ کی والدہ کا گھر شہر سے باہر تھا۔ حضرت موسیٰ کبھی وہاں جاتے اور کبھی فرعون کے محل میں آتے۔

ایک روز آپ شہر میں ایسے وقت پہنچے کہ سب لوگ غافل سو رہے تھے شاید رات کا وقت ہوگا تو دیکھا کہ دو شخص آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک اسرائیلی ہے دوسرا قبطی۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر فریاد کی کہ مجھے اس قبطی کے ظلم سے چھڑایئے۔ لکھا ہے کہ وہ قبطی فرعون کا باورچی تھا جو ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے مجبور کر رہا تھا اور اس کو گھسیٹ رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام پہلے ہی قبطیوں کے ظلم وستم کو جانتے تھے۔ اس وقت آنکھ سے اس کی زیادتی دیکھ کر جوش حمیت جاگ اٹھا۔ ممکن ہے سمجھانے بجھانے میں قبطی نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کوئی سخت لفظ کہہ دیا ہو جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے۔ غرض موسیٰ علیہ السلام نے مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے بچانے کی نیت سے آگے بڑھ کر قبطی کے ایک گھونسہ رسید کیا۔ موسیٰ علیہ السلام اس وقت ماشاء اللہ پورے جوان اور بڑے طاقتور تھے۔ ایک ہی گھونسہ میں قبطی نے دم دے دیا۔ خود موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ ایک گھونسہ میں اس کم بخت کا کام تمام ہو جائے گا اس لئے آپ پچھتائے کہ بے قصد خون ہوگیا کیونکہ آپ کا ارادہ ہرگز اس کے قتل کا نہ تھا اور ایک گھونسہ سے صرف تادیب وتنبیہ منظور تھی۔ جان سے مار ڈالنے کی نیت نہ تھی۔ پھر مصر میں آپ کے رہنے سہنے کا جو طرز عمل شروع سے رہا تھا اس سے لوگ مطمئن تھے کہ یونہی کسی کی جان ومال لینے والے نہیں پھر اس بلا ارادہ قتل سے فرقہ وار اشتعال پیدا ہو کر دوسرے مصائب اور فتن کا دروازہ کھل جانے کا اندیشہ ہوا اس لئے آپ اپنے اس فعل پر دل میں نادم ہوئے اور سمجھے کہ اس میں کسی درجہ تک شیطان کا دخل ہے کیونکہ انسان کو وہی غلط راہ پر لگاتا ہے اس لئے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کرنے لگے کہ یہ جو کچھ ہوا نادانستگی میں ہوا۔ میں آپ سے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام کی فطرت ایسی پاک وصاف اور ان کی استعداد اس قدر اعلیٰ ہوتی ہے کہ نبوت ملنے سے پیشتر ہی وہ اپنے ذرہ ذرہ عمل کا محاسبہ کرتے ہیں اور ادنیٰ سی لغزش یا خطائے اجتہادی پر بھی حق تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگتے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے معافی چاہی۔ جو دیدی گئی اور غالباً اس معافی کا علم ان کو بذریعہ الہام وغیرہ ہوا ہوگا۔ آخر پیغمبر نبوت سے پہلے ولی تو ہوتے ہیں۔'' تو یہ قتل اگرچہ عمداً نہ تھا محض اتفاق تھا تاہم موسیٰ علیہ السلام اس فعل پر نادم ہوئے اور اپنی شان اور درجہ علم وحکمت کے لحاظ سے اس کو خطا تصور کر کے خدا سے مغفرت کے خواستگار ہوئے اور مغفرت ان کو

عطا فرمادی گئی۔ اس موقع پر آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ بنی اسرائیل اپنے محبوب ترین پیغمبر کا دامن بھی بے داغ نہیں چھوڑتے۔ موجودہ محرف توراۃ کا بیان ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ نے دانستہ اور بالارادہ اس قبطی کو قتل کیا تھا اور اس کو ریت میں چھپا دیا تھا۔ موجودہ توراۃ کے کتاب خروج میں لکھا ہے۔

"اس نے دیکھا کہ ایک مصری اس کے ایک عبرانی بھائی کو مار رہا ہے۔ پھر اس نے ادھر ادھر نگاہ کی اور جب دیکھا کہ وہاں کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے تو اس نے مصری کو جان سے مار کر اسے ریت میں چھپا دیا۔"

تو غور کیجئے کہ بنی اسرائیل خود اپنے اکابر کی سیرتوں کو کس طرح داغدار کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے یہ نام نہاد معترف آپ پر دانستہ اور بالارادہ قتل کا الزام لگاتے ہیں جب کہ قرآن پاک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پوزیشن کس طرح صاف کرتا ہے۔

الغرض جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بشارت مغفرت سنادی گئی تو آپ نے کہا کہ اے میرے رب آپ نے جیسے اپنے فضل سے مجھ کو عزت۔ راحت اور قوت عطا فرمائی اور میری تقصیر کو معاف کیا اس کا شکر یہ ہے کہ میں آئندہ کبھی مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

ابن جریر اور متعدد دوسرے مفسرین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس عہد میں کہ کبھی مجرموں کی مدد نہ کروں گا یہ مطلب لیا ہے کہ اسی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی حکومت سے قطع تعلق کر لینے کا عہد کر لیا کیونکہ وہ ایک ظالم حکومت تھی اور اس نے خدا کی زمین پر ایک مجرمانہ نظام قائم کر رکھا تھا چنانچہ خدا کی قدرت کہ اگلے ہی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے باہر جانے کے سامان ہو گئے جس کی تفصیل انشاءاللہ اگلی آیات میں آئے گی۔

علماء نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس عہد سے استدلال کیا ہے کہ ایک مومن کو ظالم کی اعانت سے کامل اجتناب کرنا چاہئے خواہ وہ ظالم ایک فرد ہو یا گروہ یا حکومت وسلطنت۔ مشہور تابعی حضرت عطاؒ سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ میرا بھائی بنو امیہ کی حکومت میں کوفے کے گورنر کا کاتب ہے۔ معاملات فیصلہ کرنا اس کا کام نہیں ہے۔ البتہ جو فیصلے کئے جاتے ہیں وہ اس کے قلم سے جاری ہوتے ہیں اب اگر یہ نوکری وہ نہ کرے تو مفلس ہو جائے۔ حضرت عطاؒ نے جواب میں یہی آیت پڑھی اور فرمایا تیرے بھائی کو چاہئے کہ اپنا قلم پھینک دے رزق دینے والا اللہ ہے۔ الغرض اسی قبطی کے موت کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی مگر قاتل کا کچھ پتہ نہ چلا آخر مصریوں نے فرعون کے پاس استغاثہ کیا کہ یہ کام کسی اسرائیلی کا ہے آپ دادرسی فرمائیے۔ فرعون نے کہا کہ تم قاتل کا پتہ لگاؤ میں ضرور اس کو سزا دوں گا۔ اس مصری کے موت کے دوسرے ہی دن اتفاق سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اس کے مارنے والے موسیٰ ہیں۔ یہ راز کیسے کھلا یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ظلم یا اس کی اعانت سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ تمام برے کاموں اور شیطانی عملوں سے ہم کو بچائیے اور حق کی حمایت اور باطل سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ! جس کو آپ حکمت اور علم کی دولت عطا فرمادیں تو یہ آپ کا خاص فضل کرم اور احسان ہے۔ یا اللہ اپنی شان غفور الرحیمی سے ہماری تمام گذشتہ تقصیرات کو معاف فرمادے اور آئندہ ہر چھوٹی بڑی غلطی سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ

پھر موسیٰ کو شہر میں صبح ہوئی خوف اور وحشت کی حالت میں کہ اچانک وہی شخص جس نے کل گذشتہ میں اُن سے مدد چاہی تھی وہ پھر اُن کو پکار رہا ہے،

قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ

موسیٰ اس سے فرمانے لگے بیشک تو صریح بدراہ آدمی ہے۔ سو جب موسیٰ نے اُس پر ہاتھ بڑھایا جو اُن دونوں کا مخالف تھا

لَّهُمَا قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِیْدُ

وہ اسرائیلی کہنے لگا اے موسیٰ کیا مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک آدمی قتل کرچکے ہو بس تم دنیا میں

اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ

اپنا زور بٹھلانا چاہتے ہو اور صلح کروانا نہیں چاہتے۔اور ایک شخص شہر کے کنارہ سے

رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ

دوڑے ہوئے آئے کہنے لگے کہ اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں سو آپ (یہاں سے) چل دیجئے

فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ

میں آپ کی خیر خواہی کررہا ہوں۔ پس (یہ سن کر) موسیٰ وہاں سے (کسی طرف کو) نکل گئے خوف اور وحشت کی حالت میں، کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾

ان ظالم لوگوں سے بچا لیجئے۔

فَاَصْبَحَ پس صبح ہوئی اس کی	فِی الْمَدِیْنَةِ شہر میں	خَآئِفًا ڈرتا ہوا	یَّتَرَقَّبُ انتظار کرتا ہوا	فَاِذَا الَّذِیْ تو ناگہاں وہ جس	اسْتَنْصَرَهٗ اس نے مدد مانگی تھی اس سے	
بِالْاَمْسِ کل	یَسْتَصْرِخُهٗ وہ (پھر) اس سے فریاد کررہا ہے	قَالَ کہا	لَهٗ اس کو	مُوْسٰی موسیٰ	اِنَّكَ بیشک تو	لَغَوِیٌّ البتہ گمراہ	مُّبِیْنٌ کھلا
فَلَمَّاۤ پھر جب	اَنْ کہ	اَرَادَ اس نے چاہا	اَنْ کہ	یَّبْطِشَ ہاتھ ڈالے	بِالَّذِیْ اس پر جو	هُوَ وہ	عَدُوٌّ لَّهُمَا ان دونوں کا دشمن	قَالَ اس نے کہا
یٰمُوْسٰۤی اے موسیٰ	اَتُرِیْدُ کیا تو چاہتا ہے	اَنْ کہ	تَقْتُلَنِیْ تو قتل کردے مجھے	كَمَا قَتَلْتَ جیسے قتل کیا تو نے	نَفْسًا ایک آدمی	
بِالْاَمْسِ کل	اِنْ نہیں	تُرِیْدُ تو چاہتا	اِلَّاۤ مگر صرف	اَنْ تَكُوْنَ کہ تو ہو	جَبَّارًا زبردستی کرتا	فِی الْاَرْضِ سرزمین میں	وَ اور
مَا تُرِیْدُ تو نہیں چاہتا	اَنْ کہ	تَكُوْنَ تو ہو	مِنَ سے	الْمُصْلِحِیْنَ (واحد) مصلح	وَجَآءَ اور آیا	رَجُلٌ ایک آدمی	مِّنْ سے
اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ شہر کا پرلا سرا	یَسْعٰی دوڑتا ہوا	قَالَ اس نے کہا	یٰمُوْسٰۤی اے موسیٰ	اِنَّ بیشک	الْمَلَاَ سردار	یَاْتَمِرُوْنَ وہ مشورہ کررہے ہیں	
بِكَ تیرے بارے میں	لِیَقْتُلُوْكَ تاکہ قتل کرڈالیں تجھے	فَاخْرُجْ پس تو نکل جا	اِنِّیْ بیشک میں	لَكَ تیرے لئے	مِنَ سے	النّٰصِحِیْنَ خیر خواہ	

38

فَخَرَجَ پس وہ نکلا	مِنْهَا وہاں سے	خَآئِفًا ڈرتے ہوئے	يَّتَرَقَّبُ انتظار کرتے ہوئے	قَالَ اس نے کہا(دعا کی)	رَبِّ اے میرے پروردگار
	نَجِّنِیْ مجھے بچالے	مِنَ سے	الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کی قوم		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ مصری اور اسرائیلی کے جھگڑے میں جس میں مصری کی زیادتی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تادیباً تنبیہ کی غرض سے ایک گھونسہ مصری کو رسید کیا اور اتفاق امر کہ وہ گھونسہ لگتے ہی مرگیا جس کا شہر میں چرچا ہوگیا اور فرعون تک شکایت پہنچی جس نے قاتل کا پتہ لگانے کا حکم دیا۔ اس واقعہ سے بجز اس اسرائیلی کے اور کوئی واقف نہ تھا اور چونکہ اس کی حمایت میں یہ واقعہ ہوا تھا اس لئے اس نے اظہار نہیں کیا اور کسی کو اطلاع نہ ہوئی مگر موسیٰ علیہ السلام کو اندیشہ رہا کہ مقتول کے وارث فرعون کے پاس فریاد لے گئے ہوں گے دیکھئے کس پر جرم ثابت ہو اور مجھ سے کیا سلوک کریں۔ الغرض رات گزری۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ صبح کے وقت آپ اس واقعہ کے نتیجہ کے انتظار اور خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تو اتفاق امر آپ نے دیکھا کہ وہی اسرائیلی کسی دوسرے مصری سے جھگڑ رہا ہے اور مصری غالب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کل کی طرح آج بھی اس نے فریاد کی اور موسیٰ علیہ السلام سے دادرسی کا خواستگار ہوا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوہری ناگواری محسوس کی۔ ایک جانب قبطی کا ظلم تھا دوسری جانب اسرائیلی کا شور غوغا اور گذشتہ واقعہ کی یاد تھی۔ اس حالت میں ایک طرف تو آپ نے مصری کو باز رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی اسرائیلی کو بھی جھڑکتے ہوئے فرمایا کہ بیشک تو صریح بدراہ آدمی ہے کہ روز جھگڑے مول لے کر داد فریاد کیا کرتا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو ہاتھ بڑھاتے اور پھر اپنے متعلق تلخ و ناگوار الفاظ کہتے سنا تو یہ سمجھا کہ مجھ کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مجھ کو گرفت میں لینا چاہتے ہیں اس لئے فوراً چیخ اٹھا کہ کل آپ نے اس قبطی کو مار ڈالا آج میری جان لینا چاہتے ہیں مصری نے جب یہ سنا تو اسی وقت فرعونیوں سے کہہ کر ساری داستان جا سنائی۔ اب تک کل کے قبطی کا قتل جو پردۂ راز میں تھا وہ ظاہر ہوگیا۔ چنانچہ فرعون کو اطلاع دی گئی کہ کل کے مصری کے قاتل موسیٰ ہیں فرعون نے جو یہ سنا تو جلاد کو حکم دیا کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے حاضر کرے اور مشورہ میں موسیٰ علیہ السلام کا قتل کرنا طے پایا۔ مصریوں کے اس مجمع میں ایک نیک طینت اور پاک باطن شخص بھی تھا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی ہمدردی اور خیر خواہی پیدا کردی تھی۔ اس نے فرعون کا جو یہ حکم سنا تو فرعونی جلادوں سے پہلے ہی دربار سے نکل کر بعجلت تمام دوڑتا بھاگتا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے سارا قصہ بیان کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ آپ فی الفور شہر چھوڑ کر چلے جائیں اور کہیں ایسی جگہ چلے جائیں جہاں مصریوں کی دسترس نہ ہوسکے۔ ورنہ آپ کی جان اب سخت خطرہ میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے مشورہ کو قبول کیا اور خدا سے دعا کی اور ڈرتے ڈرتے مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تو راستہ سے واقف نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ سیدھے راستہ پر چلائیے اور ان ظالموں سے بچائیے۔

لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تو راستہ سے واقف نہ تھے اور چونکہ فرعون کے خوف سے نکلے تھے آپ کے ہمراہ نہ کوئی رفیق رہنما تھا اور نہ زادراہ اور تیز روی کی وجہ سے برہنہ پا تھے لکھا ہے کہ اس تمام سفر میں موسیٰ علیہ السلام کی خوراک درختوں کے پتوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھی اور برہنہ پا ہونے کی وجہ سے سفر کی طوالت نے پاؤں کے تلوؤں کی کھال تک اڑا دی تھی۔ اس پریشان حالی میں موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین آٹھ دس دن کی مسافت پر پہنچے۔ اب جب مدین کی سرزمین میں پہنچے تو وہاں کیا حالات و واقعات پیش آئے یہ اگلی آیات میں ظاہر کردیا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿٢٢﴾ وَلَمَّا

اور جب موسیٰ مدین کی طرف ہولئے کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو سیدھا راستہ چلائے گا۔اور جب

وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ

مدین کے پانی (یعنی کنویں) پر پہنچے تو اُس پر آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا جو پانی پلا رہے تھے،اور ان لوگوں سے ایک طرف (الگ) کو دو عورتیں دیکھیں کہ وہ (اپنی بکریاں) روکے کھڑی ہیں،

امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا

موسیٰ نے (اُن سے) پوچھا تمہارا کیا مطلب ہے وہ دونوں بولیں کہ ہم (اپنے جانوروں کو) اس وقت تک پانی نہیں پلاتیں جب تک یہ چرواہے پانی پلا کر (جانوروں کو) ہٹا کر نہ لیجاویں اور ہمارے باپ

شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ

بہت بوڑھے ہیں۔ پس یہ (سُن کر) موسیٰ نے اُن کیلئے پانی (کھینچ کر اُن کے جانوروں کو) پلایا پھر (وہاں سے) ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے پھر (دعا کی کہ اے میرے پروردگار اس وقت جو نعمت بھی

فَقِيرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ

آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا سخت حاجت مند ہوں۔ سو موسیٰ کے پاس ایک لڑکی آئی کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بُلاتے ہیں تاکہ تم کو اس کا صلہ دیں

مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ

جو تم نے ہماری خاطر (ہمارے جانوروں کو) پانی پلا دیا تھا سو جب اُن کے پاس پہنچے اور اُن سے تمام حال بیان کیا تو اُنہوں نے کہا کہ (اب) اندیشہ نہ کرو

مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥﴾

تم ظالم لوگوں سے بچ آئے۔

وَلَمَّا اور جب	تَوَجَّهَ اس نے رُخ کیا	تِلْقَاءَ طرف	مَدْيَنَ مدین	قَالَ کہا	عَسَىٰ امید ہے	رَبِّي میرا رب	أَن يَهْدِيَنِي کہ مجھے دکھائے	
سَوَاءَ السَّبِيلِ سیدھا راستہ	وَلَمَّا اور جب	وَرَدَ وہ آیا	مَاءَ پانی	مَدْيَنَ مدین	وَجَدَ اس نے پایا	عَلَيْهِ اس پر	أُمَّةً ایک گروہ	مِّنَ سے۔کا
النَّاسِ لوگ	يَسْقُونَ پانی پلا رہے ہیں	وَوَجَدَ اور اس نے پایا (دیکھا)	مِن دُونِهِمُ ان سے علیحدہ	امْرَأَتَيْنِ دو عورتیں	تَذُودَانِ روکے ہوئے ہیں			
قَالَ اس نے کہا	مَا خَطْبُكُمَا تمہارا کیا حال ہے	قَالَتَا وہ دونوں بولیں	لَا نَسْقِي ہم پانی نہیں پلاتیں	حَتَّىٰ جب تک کہ	يُصْدِرَ واپس لے جائیں			
الرِّعَاءُ چرواہے	وَأَبُونَا اور ہمارے ابا	شَيْخٌ كَبِيرٌ بہت بوڑھے	فَسَقَىٰ تو اس نے پانی پلایا	لَهُمَا ان کے لئے	ثُمَّ تَوَلَّىٰ پھر وہ پھر آیا	إِلَى الظِّلِّ سایہ کی طرف		
فَقَالَ پھر عرض کیا	رَبِّ اے میرے رب	إِنِّي بیشک میں	لِمَا اس کا جو	أَنزَلْتَ تو اُتارے	إِلَيَّ میری طرف	مِنْ خَيْرٍ کوئی بھلائی (نعمت)		
فَقِيرٌ محتاج	فَجَاءَتْهُ پھر اسکے پاس آئی	إِحْدَاهُمَا اُن دونوں میں سے ایک	تَمْشِي چلتی ہوئی	عَلَى اسْتِحْيَاءٍ شرم سے	قَالَتْ وہ بولی	إِنَّ بیشک		
أَبِي میرا والد	يَدْعُوكَ تجھے بلاتا ہے	لِيَجْزِيَكَ تاکہ تجھے دے وہ	أَجْرَ صلہ	مَا سَقَيْتَ جو تو نے پانی پلایا	لَنَا ہمارے لئے	فَلَمَّا پس جب		

جَآءَهٗ اس کے پاس گیا	وَ قَصَّ اور بیان کیا	عَلَيْهِ اس سے	الْقَصَصَ احوال	قَالَ اس نے کہا	لَا تَخَفْ ڈرو نہیں	نَجَوْتَ تم بچ آئے	
	مِنَ سے	الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کی قوم					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ قبطی کے قتل کا راز معلوم ہو جانے پر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا اور مشورہ میں طے پایا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے۔ تو جس وقت فرعون کے دربار میں یہ مشورہ ہو رہا تھا ایک نیک طینت کے دل میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ہمدردی پیدا فرمادی اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلدی سے واقعہ کی اطلاع دے کر مشورہ دیا کہ آپ فوراً اب شہر سے کہیں نکل جائیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ تن وتنہا سفر وہ بھی پیادہ پا۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ کانٹوں نے پاؤں چھلنی کر دیئے پھر راستہ میں کچھ کھانے پینے کو نہ ملا۔ درختوں کے پتوں۔ پر گزر کی۔ راستہ معلوم نہ تھا سفر کے عادی نہ تھے۔ شدائد کو برداشت کرنے کے خوگر نہ تھے لیکن اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہوئے۔ اللہ کے منتخب اور برگزیدہ بندے وہی ہیں جو عیش وراحت میں پڑ کر نہ خدا کو بھولتے ہیں نہ رنج وغم میں اپنا مرکز توجہ اس سے ہٹاتے ہیں۔ سکھ میں یاد الٰہی اور دکھ میں صبر وامید قائم رکھتے ہیں۔ اور چونکہ مقبولین کا عیش وسرور اور غم والم مراتب اور درجات میں اضافہ کرنے کے لئے ہوتا ہے اس لئے ان کو نہ راحت میں غرور پیدا ہوتا ہے اور نہ دکھ میں شکوہ۔ پھر ایسے بندوں کی کارسازی عالم غیب سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ راہ نجات اور طریق کامرانی خود ان کو بتا دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی یہی حالت تھی۔ اگرچہ آپ نے فرعون کے محل میں شاہزادوں کی طرح پرورش پائی تھی لیکن فرعون کی پر جبروت طاقت اور شاہانہ عیش وآرام نے فرعونی مذہب کی طرف آپ کو مائل نہیں کیا۔ اور غیر اللہ کی پرستش سے آپ کو فطری نفرت رہی اور فرعون کی ظلم وزیادتی سے آپ بیزار ہو گئے تھے جس کی بنا پر آپ نے حق تعالیٰ سے عہد فرمایا تھا **فلن اکون ظهيراً للمجرمين**۔ سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا اور آپ نے فرعون اور اس کی حکومت سے قطع تعلق کر لینے کا عہد کر لیا تھا کیونکہ وہ ظالم اور مجرم حکومت تھی تو اصل بات تو یہ تھی لیکن اتفاقاً قتل قبطی کا واقعہ پیش آ گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے ساری راحت ونعمت پر لات مار کر مصر سے روانہ ہو گئے۔ اس وقت ممکن تھا کہ نیچے کی جانب اتر کر افریقہ کے صحرا میں چلے جاتے یا کسی اور طرف کا رخ کر لیتے لیکن بمشیت الٰہی آپ مدین کے راستہ پر پڑ گئے۔ لکھا ہے کہ مصر سے مدین کو تین راستہ گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درمیانی راستہ اختیار کیا تھا اور یہ صرف غیبی رہنمائی تھی۔ اور آپ کا پیچھا کرنے والے فرعونی سپاہی دائیں بائیں کے راستوں پر گئے۔ الغرض آپ بھوکے پیاسے اور پریشان حالی میں مدین جو مصر سے آٹھ دس دن کی مسافت پر تھا پہنچے جب مدین کی سرزمین پر قدم رکھا تو ایک جگہ دیکھا کہ کنویں کے سامنے گڈریوں اور چرواہوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے اور جانوروں کو پانی پلایا جا رہا ہے مگر اس جماعت اور بھیڑ سے ذرا فاصلہ پر دو لڑکیاں کھڑی ہیں جو اپنے جانوروں کو پانی پر جانے سے روک رہی ہیں۔ اور خاموشی سے مجمع کے منتشر ہو جانے کا انتظار کر رہی ہیں موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھ کر یہ بے چاری عورتیں نہ پانی نکال کر پلا سکتی ہیں اور نہ دوسرے چرواہوں میں سے کوئی اس کا روادار ہے کہ اپنے کھینچے ہوئے پانی میں سے ان کی بکریوں کو بھی پلا دے۔ تو آپ کو رحم وترس آیا اور آگے بڑھ کر لڑکیوں سے پوچھا کہ تم پانی کیوں نہیں پلاتیں۔ پیچھے کس لئے کھڑی ہو تو ان میں سے ایک نے دونوں کی طرف

سے جواب دیا کہ ہم تو پانی نکال نہیں سکتے۔ جب یہ دوسرے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلا دیں گے۔ ہمارے والد ہیں لیکن وہ بہت ہی بوڑھے ہیں اس لئے مجبوراً ہم کو خود یہ کام کرنا پڑتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ترس آیا اور کمزور کی اعانت کا جذبہ کارفرما ہوا۔ آپ آگے بڑھے اور تمام بھیڑ کو چیرتے ہوئے کنویں پر جا پہنچے اور کنویں کا بڑا ڈول اٹھایا اور تنہا کھینچ کر لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلا دیا۔ لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مجمع کو چیرتے ہوئے کنویں کے پاس جانے لگے تو اگرچہ لوگوں کو ناگوار گزرا مگر آپ کی پرجلال صورت اور جسمانی طاقت سے مرعوب ہو گئے اور ڈول کو تنہا کھینچتے دیکھ کر آپ کی قوت کو مان گئے۔ غرض ان لڑکیوں کے گلے نے پانی پی لیا تو وہ گھر کو واپس چلیں۔ گھر پہنچیں تو خلاف عادت جلد واپسی پر ان کے والد کو تعجب ہوا اور دریافت کرنے پر لڑکیوں نے تمام ماجرا کہہ سنایا کہ کس طرح ایک نوجوان نے جو نووارد اور مسافر معلوم ہوتا تھا ان کی مدد کی۔ ان کے والد نے کہا کہ جاؤ اور ان کو میرے پاس لے آؤ۔ اکثر مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ لڑکیوں کے باپ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ تو ادھر تو باپ بیٹی کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پانی پلانے کے بعد قریب ہی ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ کر ستانے لگے۔ مسافرت۔ غربت اور پھر بھوک پیاس۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر اے پروردگار تو جو عافیت اور بھلائی مجھے عطا فرمائے میں اس کا محتاج ہوں یعنی غریب الوطن بھی ہوں۔ کوئی دوست یا رشتہ دار بھی ساتھ نہیں۔ مفلس بھی ہوں۔ فاقہ سے بھی ہوں۔ تھکا ماندہ بھی ہوں اس وقت جو بھی بہتر سامان تو اپنی قدرت سے کر دے میں اس کا ضرورتمند اور محتاج ہوں۔ ابھی موسیٰ علیہ السلام دعاء سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک لڑکی موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی جیسا کہ شریف اور پاکباز عورتوں کا قاعدہ ہے۔ شرم و حیا سے اپنی چادر میں لپٹی ہوئی۔ منہ بھی چادر کے کنارے سے چھپائے ہوئے۔ چنانچہ نیچی نظریں کئے ہوئے لڑکی نے کہا ''آپ ہمارے گھر چلئے۔ ہمارے والد بلاتے ہیں وہ آپ کے اس احسان کا بدلہ دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوچا کہ خدا نے میری دعا سن لی اور یہ اسی کا پیش خیمہ ہے اس لئے چلنا ہی بہتر ہے اور اس دعوت کو رد کرنا مناسب نہیں۔ چنانچہ آپ چلنے کے لئے کھڑے ہوئے اور لڑکی کو ہدایت فرمائی کہ میں آگے چلوں گا تم پیچھے پیچھے چلو چنانچہ لڑکی پیچھے پیچھے راستہ بتلاتی گھر لے کر پہنچی۔ موسیٰ علیہ السلام ان بزرگ صورت و سیرت انسان کی خدمت میں پہنچ کر شرف ملاقات سے بہرہ اندوز ہوئے۔ ان بزرگ نے پہلے کھانا کھلایا اور پھر اطمینان کے ساتھ بٹھا کر ان کے حالات سنے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے من و عن اپنی ولادت و حسب نسب سے شروع کر کے آخر تک ساری داستان کہہ سنائی۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اب تم کچھ اندیشہ نہ کرو۔ یہاں فرعون کی دسترس نہ ہوگی۔ تم ظالموں کے پنجہ سے نکل آئے۔ خدا کا شکر کرو اب کوئی خوف کا مقام نہیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ جن کے رتبہ ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔ سب سے سخت امتحان اور ابتلاء انبیاء کا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لق و دق صحرا میں بھوکا پیاسا پیادہ پا حالت خوف میں سفر کرانا یہ آپ کی آزمائش تھی اس میں تعلیم اور اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اگر راحت و عیش کے بعد مصیبت آپڑے تو آدمی کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے۔ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ سیدھا راستہ ملنے کی دعا اسی سے کرنا چاہئے۔ جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ پھر یہاں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ کمزوروں کی خدمت بغیر لالچ کے

کرنی اہل طاقت کا شعار ہونا چاہئے اور پھر خدمت کر کے احسان جتانا اہل ایمان وصلاح کا شیوہ نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی لڑکیوں پر اپنی خدمت کا احسان نہ رکھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر محرم سے بضرورت بخلوص نیت کلام کرنا جائز ہے لیکن بلا ضرورت ناجائز ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا اول لڑکیوں سے ان کا کام دریافت کیا پھر خاموشی سے کام کرنے کے بعد کوئی گفتگو نہ کی ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کمزور کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی پروردگار عالم غیب سے اجر عطا فرماتا ہے اور ایسا عظیم الشان اجر عطا فرماتا ہے کہ جو خدمت سے زیادہ ہوتا ہے مگر بیکسوں کی خدمت کے وقت معاوضہ کی خواہش دل میں نہ ہونی چاہئے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس خدمت کے عوض وہ اجر ملا جس کا آپ کو گمان بھی نہ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ اے میرے پروردگار آپ جو نعمت بھی عطا کریں میں اس کا حاجتمند ہوں۔ اس کے متعلق بزرگان دین نے لکھا ہے کہ سخت حاجت کی حالت میں بندہ کا اضطراری کیفیت سے اس دعا کا مانگنا تجربہ سے اکسیر ثابت ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقبولین کی اتباع میں سخت حاجت کی حالت میں اس دعا کے ذریعہ اپنے طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس دعا کے کیا برکات وثمرات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوئے۔ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ ہم کو جس حال میں بھی رکھیں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو راحت یا تکلیف جو بھی پیش آئے ہر حال میں صبر وشکر کی توفیق نصیب ہو۔ اور آپ کی غیبی امداد اور نصرت ہمارے شامل حال ہو۔

یا اللہ آپ کی رضا کے لئے ہمیں بھی اپنے ضعیف اور کمزور بندوں کی خدمت کی توفیق اور مواقع نصیب فرما۔

یا اللہ آپ اپنے مقبولین ومحبوبین کا امتحان وآزمائش بھی سخت لیتے ہیں۔ ہم ضعیف الایمان ہیں کسی ابتلا اور آزمائش کی طاقت نہیں رکھتے۔

یا اللہ ہمارے ساتھ اپنے کرم سے احسان ہی کا معاملہ فرمائیں اور ہماری ہر مشکل کو آسان فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ

ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط امانت دار ہو۔وہ کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں

اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا

کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو، پھر اگر تم دس سال پورے کردو

فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

تو یہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے،اور میں (اس معاملہ میں) تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا تم مجھ کو ان شاء اللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے۔

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع۵

موسیٰ کہنے لگے کہ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان (پکی) ہو چکی، میں ان دونوں مدتوں میں سے جس کو بھی پوری کردوں، مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا،اور ہم جو (معاملہ کی) بات چیت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا گواہ (کافی) ہے۔

قَالَتْ بولی وہ	اِحْدٰىهُمَا ان میں سے ایک	يٰٓاَبَتِ اے میرے باپ	اسْتَاْجِرْهُ اسے ملازم رکھ لو	اِنَّ بیشک	خَيْرَ بہتر	مَنِ جو۔جسے	
اسْتَاْجَرْتَ تم ملازم رکھو	الْقَوِيُّ طاقتور	الْاَمِيْنُ امانت دار	قَالَ (شعیب نے) کہا	اِنِّيْٓ اُرِيْدُ بیشک میں چاہتا ہوں	اَنْ کہ	اُنْكِحَكَ نکاح کردوں تجھ سے	
اِحْدَى ایک	ابْنَتَيَّ اپنی دو بیٹیاں	هٰتَيْنِ یہ دو	عَلٰٓى (اس شرط) پر	اَنْ کہ	تَاْجُرَنِيْ تم میری ملازمت کرو	ثَمٰنِيَ حِجَجٍ آٹھ سال	فَاِنْ پھر اگر
اَتْمَمْتَ تم پورے کرو	عَشْرًا دس	فَمِنْ عِنْدِكَ تو تمہاری طرف سے	وَ اور	مَآ اُرِيْدُ نہیں چاہتا میں	اَنْ اَشُقَّ کہ میں مشقت ڈالوں	عَلَيْكَ تم پر	
سَتَجِدُنِيْٓ عنقریب تم پاؤ گے مجھے	اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا)	مِنَ سے	الصّٰلِحِيْنَ نیک (خوش معاملہ) لوگ	قَالَ اس نے کہا			
ذٰلِكَ یہ	بَيْنِيْ میرے درمیان	وَبَيْنَكَ اور تمہارے درمیان	اَيَّمَا جو	الْاَجَلَيْنِ مدت دونوں میں	قَضَيْتُ میں پوری کروں	فَلَا عُدْوَانَ کوئی جبر (مطالبہ) نہیں	
	عَلَيَّ مجھ پر	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰى پر	مَا نَقُوْلُ جو ہم کہہ رہے ہیں	وَكِيْلٌ گواہ		

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ مصر سے نکل کر کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام قبیلہ مدین کے بزرگ میزبان حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے۔حضرت شعیب علیہ السلام نے سارا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سن کر اپنی پیغمبرانہ فراست سے سمجھ لیا ہوگا کہ آج مدین میں کس درجہ برگزیدہ مسافر وارد ہوا ہے یا الہام کے ذریعہ سے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جلیل القدر اور اولوالعزم ہونا معلوم ہو گیا ہو اور ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے حضرت شعیب علیہ السلام مامور ہو گئے ہوں کہ موسیٰ کو اپنے پاس رکھو تا کہ ان کی روح میں روشنی قلب میں سکون اور قوتوں میں اعتدال پیدا ہو جائے اور آپ کی فطرت اور طبیعت اس خاص معیار پر پہنچ جائے جس کے لئے مشیت ایزدی پہلے سے مقدر ہو چکی تھی اور جس کی بشارت آپ کی ولادت ہی کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کو دے دی گئی تھی یعنی منصب نبوت ملنے کی۔الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام اب حضرت شعیب علیہ السلام کے مہمان تھے۔

اب آگے کے واقعات وحالات ان آیات میں بیان کئے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ وہی صاحبزادی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کنویں پر سے بلانے گئی تھیں انہوں نے اپنے والد

سے کہا آپ اس مہمان کو اپنے مویشیوں کے چرانے اور پانی وغیرہ پلانے کے لئے ملازم رکھ لیجئے اس وجہ سے کہ بہترین ملازم کی دو صفتیں ہیں۔قوت اور امانت اور یہ دونوں صفتیں ان میں موجود ہیں۔مفسرین نے لکھا ہے کہ اس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے بیٹی سے دریافت کیا کہ تم کو اس مہمان کی قوت و امانت کا حال کیا معلوم؟ تو لڑکی نے جواب دیا کہ مہمان کی قوت کا اندازہ تو اس سے کیا کہ پورے مجمع کو ہٹا کر کنویں کا بڑا ڈول جو کئی آدمی مل کر کھینچتے ہوں گے انہوں نے تنہا بھر کر کھینچ لیا اور امانت کا اندازہ اس طرح ہوا کہ جب میں ان کو بلانے گئی تو انہوں نے مجھے دیکھ کر نیچی نظریں کرلیں اور گفتگو کے دوران میں ایک مرتبہ بھی میری طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا اور جب گھر آنے لگے تو مجھ کو پیچھے چلنے کو کہا اور خود آگے چلے اور صرف اشاروں سے میں ان کی رہنمائی کرتی رہی۔ بزرگ باپ نے بیٹی کی ان باتوں کو سنا تو بہت مسرور ہوئے اور بیٹی کے مشورہ پر غور کرنے کے بعد آپ نے یہ رائے قائم کی کہ آدمی شریف سہی مگر جوان بیٹیوں کے گھر میں ایک جوان تندرست و توانا آدمی کو یونہی ملازم رکھ چھوڑنا مناسب نہیں۔ جب یہ شریف تعلیم یافتہ، مہذب اور خاندانی آدمی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کا قصہ سن کر انہیں سب معلوم ہو چکا تھا تو کیوں نہ انہیں داماد بنا کر ہی گھر میں رکھا جائے اس رائے پر پہنچنے کے بعد آپ نے کسی مناسب وقت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کردوں بشرطیکہ تم کم از کم آٹھ سال تک میری خدمت میں رہو اور اگر دو سال تم اپنی مرضی سے زائد کردو تو یہ تمہارا احسان ہے۔اور میں کوئی سخت خدمت تم سے نہیں لوں گا تم کو میرے پاس رہ کر انشاء اللہ خود تجربہ ہو جائے گا کہ میں بری طبیعت کا آدمی نہیں بلکہ خدا کے فضل سے نیک بخت ہوں۔میری صحبت میں تم گھبراؤ گے نہیں بلکہ مناسبت طبع کی وجہ سے انس حاصل کرو گے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اس وقت کسی ٹھکانے کے طالب تھے آپ نے اس تجویز کو قبول کرلیا اور کہا کہ میں نے اس شرط کو منظور کرلیا۔اب یہ میری خوشی پر چھوڑیئے کہ میں ان دونوں مدتوں میں سے جس کو چاہوں پورا کردوں یعنی ۸ سال کی مدت یا ۱۰ سال کی مدت۔اگر میں نے آٹھ سال آپ کا کام کیا اور پھر جانا چاہا تو آپ کو مزید دو سال روکنے کا حق نہ ہوگا اور ہماری اس قرارداد کا خدا کفیل ہے۔ یعنی خدا گواہ کرکے ہم یہ اقرار کرتے ہیں۔طرفین کی اس باہمی رضامندی کے بعد بزرگ میزبان نے اس بیان کردہ مدت کو مہر قرار دے کر موسیٰ علیہ السلام سے اس بیٹی کا عقد کردیا۔

مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ۸ سال کے قیام کی شرط کیوں لگائی تھی؟ اس کے دو سبب ہیں اول تو وہی کہ جس کی آپ نے خود بھی صراحت کردی تھی کہ مجھے کام کاج کی ضرورت ہے کہ میں کمزور بوڑھا ہوں گھر کی دیکھ بھال اور کاروبار کی سرانجام دہی نہیں کرسکتا۔دوسرا حقیقی سبب یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی عزت و بزرگی اور صلاح و استعداد سے بفراست یا بالہام حضرت شعیب علیہ السلام واقف ہو چکے تھے اور پورا قصہ سننے کے بعد سمجھ گئے تھے کہ موسیٰ خدا کا کوئی برگزیدہ بندہ ہے اس لئے اپنے دامن نبوت کے زیر سایہ ایک مدت تک موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس رکھنا ضروری سمجھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں کتنی مدت رہے؟ تو ۸ سال کی مدت تو بطور لزوم قرآن پاک سے ظاہر ہی ہے کیونکہ جب موسیٰ علیہ السلام نے معاہدہ کرلیا تو اس کو پورا بھی کیا ہوگا لیکن حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے آٹھ کی بجائے دس سال کی مدت پوری کی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے وہ مدت پوری کی جو زیادہ کامل اور ان کے خسر کے لئے زیادہ خوشگوار تھی یعنی ۱۰ سال۔ اس موقع پر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ اپنی تفسیر موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وطن سے نکلے اور آٹھ برس پیچھے آ کر مکہ فتح کیا اور اگر چاہتے تو اسی وقت کافروں سے شہر خالی کرا لیتے لیکن اپنی خوشی سے ۱۰ برس پیچھے کافروں سے پاک کیا۔'' بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معاہدہ کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں رہنا شروع کیا اور حضرت شعیب علیہ السلام نے بکریاں چرانے کی خدمت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کی۔ گویا فرعون کے محل سراؤں میں پلا ہوا شاہزادہ اب مدین کا ایک چرواہا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بکریاں چرانے کی خدمت سپرد کرنے سے غالباً اس طرف ایماء ہے کہ آگے چل کر انسانوں کے ریوڑ کو چرانا ہوگا۔ بھیڑ بکری بہت ہی کم عقل جانور ہے۔ جدھر سے روکو پھر اسی طرف جاتی ہے۔ اور کمزور بھی ہے کہ ایک لٹھ میں مر بھی سکتی ہے اور بھیڑیا خصوصیت کے ساتھ اس کو شکار کرنے کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ چرواہے کو بہت ضبط و تحمل محبت اور چوکسی سے کام کرنا پڑتا ہے۔ نبی کو بھی انہی احوال سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ شیطان بھیڑیا ہے۔ ہر شخص کو شکار کرنے کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ اس سے حفاظت کرنی۔ نافرمان انسانوں کی نافرمانی پر ضبط کرنا اور باوجود ان کی مخالفت و عداوت کے ہر وقت ان کی اصلاح میں سرگرم رہنا معمولی کام نہیں۔ خواہش اور غیض و غضب کے تمام جذبات کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ قوت عقلیہ کی روشنی میں انسانوں کی چوکسی کرنی پڑتی ہے۔ تو چونکہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی نبی ہونا تھا اس وجہ سے آپ کو بکریاں چرانے کی خدمت سپرد کی گئی۔ اور بکریاں چرانے کی یہ حکمت نہ صرف موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے بلکہ ہر نبی اور پیغمبر نے اسی حکمت کے ماتحت بکریاں چرائی ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں نے بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی مزدوری پر چرائی ہیں۔

الغرض موسیٰ علیہ السلام نے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے دس سال کی مدت کو پورا فرمایا اور پھر اس مدت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی اجازت سے اپنی اہلیہ کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہونے کے ارادے سے مدین سے رخصت ہوئے تو بعد کے واقعات و حالات اگلی آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری ظاہری و باطنی تربیت و ہدایت کے سامان غیب سے فرما دیں۔ اور ہر حال میں کرم و فضل کا معاملہ ہم سے فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں ہم کو خوش معاملہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح سے ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی شریعت مطہرہ کا ظاہر میں اور باطن میں پابند بنائیں اور ہمارے دین کی حفاظت کاملہ فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ

غرض جب موسیٰ اس مدت کو پورا کر چکے اور (باجازت شعیبؑ کے) اپنی بی بی کو لے کر روانہ ہوئے تو اُن کو کوہ طور کی طرف سے ایک آگ دکھلائی دی، انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا

امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿٢٩﴾

کہ تم (یہاں ہی) ٹھیرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید میں تمہارے پاس وہاں سے (راستہ کی) کچھ خبر لاؤں یا کوئی آگ کا انگارا لے آؤں

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ

تاکہ تم سینکو۔سو جب وہ اُس آگ کے پاس پہنچے تو اُن کو اس میدان کی داہنی جانب سے اس مبارک مقام میں ایک درخت میں سے آواز آئی

يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ

کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں۔اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو، سو اُنہوں نے جب اس کو لہراتا ہوا دیکھا جیسا پتلا سانپ ہوتا ہے

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿٣١﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ

تو پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (حکم ہوا کہ) اے موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت تم امن میں ہو۔تم اپنا ہاتھ

فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ

گریبان کے اندر ڈالو وہ بلا کسی مرض کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا اور خوف (رفع کرنے) کے واسطے اپنا ہاتھ (پھر) اپنے (گریبان) سے ملا لینا

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٣٢﴾

سو یہ دو سندیں ہیں تمہارے رب کی طرب سے فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کے واسطے کیونکہ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔

فَلَمَّا پھر جب	قَضٰى پوری کردی	مُوْسَى موسیٰ	الْاَجَلَ مدت	وَسَارَ اور چلا وہ	بِاَهْلِهٖ ساتھ اپنے گھر والی	اٰنَسَ اس نے دیکھی	مِنْ سے	
جَانِبِ طرف	الطُّوْرِ کوہِ طور	نَارًا ایک آگ	قَالَ اس نے کہا	لِاَهْلِهِ اپنے گھر والوں سے	امْكُثُوْا تم ٹھہرو	اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ بیشک میں نے دیکھی		
نَارًا آگ	لَعَلِّيْٓ شاید میں	اٰتِيْكُمْ میں لاؤں تمہارے لئے	مِّنْهَا اس سے	بِخَبَرٍ کوئی خبر	اَوْ جَذْوَةٍ یا چنگاری	مِّنَ النَّارِ آگ سے	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	
تَصْطَلُوْنَ آگ تاپو	فَلَمَّا پھر جب	اَتٰىهَا وہ آیا اسکے پاس	نُوْدِيَ ندا دی گئی	مِنْ شَاطِئِ کنارہ سے	الْوَادِ الْاَيْمَنِ میدان دایاں	فِي الْبُقْعَةِ جگہ میں		
الْمُبٰرَكَةِ برکت والی	مِنَ الشَّجَرَةِ ایک درخت سے	اَنْ کہ	يّٰمُوْسٰى اے موسیٰ	اِنِّيْٓ اَنَا بیشک میں	اللّٰهُ اللہ	رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ جہانوں کا پروردگار		
وَاَنْ اور یہ کہ	اَلْقِ ڈالو	عَصَاكَ اپنا عصا	فَلَمَّا رَاٰهَا پھر جب اس نے اسے دیکھا	تَهْتَزُّ لہراتے ہوئے	كَاَنَّهَا گویا کہ وہ	جَاۗنٌّ سانپ	وَلّٰى وہ لوٹا	
مُدْبِرًا پیٹھ پھیر کر	وَ اور	لَمْ يُعَقِّبْ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا	يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	اَقْبِلْ آگے آ	وَ اور	لَا تَخَفْ تو ڈر نہیں	اِنَّكَ بیشک تو	مِنَ سے
الْاٰمِنِيْنَ امن پانے والے	اُسْلُكْ تو ڈال لے	يَدَكَ اپنا ہاتھ	فِيْ جَيْبِكَ اپنے گریبان	تَخْرُجْ وہ نکلے گا	بَيْضَاۗءَ روشن سفید	مِنْ سے۔کے		

غَیْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی عیب	وَّاضْمُمْ اور ملالینا	اِلَیْکَ اپنی طرف	جَنَاحَکَ اپنی بازو	مِنَ الرَّھْبِ خوف سے	فَذٰنِکَ پس یہ دونوں	بُرْھَانٰنِ دو دلیلیں		
مِنْ رَّبِّکَ تیرے رب (کی طرف) سے	اِلٰی طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَاۡئِہٖ اور اسکے سردار	اِنَّھُمْ بیشک وہ	کَانُوْا ہیں	قَوْمًا ایک گروہ	فٰسِقِیْنَ نافرمان	

تفسیر وتشریح:۔ ابتدا سے اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کس قدر حیرت افزا اور تعجب خیز ہیں۔ وقت کی سب سے بڑی سلطنت کا جابرو قاہر حکمراں نجومیوں کی دی ہوئی تعبیر پر کہ غلام قوم میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کی حکومت اور اس کی قوم کے لئے ہلاکت کا موجب ہوگا اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے شاہی فرمان سے غلام قوم میں پیدا ہونے والے ہزارہا معصوم بچے قتل کئے جاچکے ہیں لیکن جب یہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی پرورش اس کے سب سے بڑے دشمن سے کرائی جاتی ہے۔ اس طرح شاہانہ نوازشات میں نازونعم سے پل کر جوان ہوتے ہیں تو ایک دن ایک مصری کے قتل کا راز فاش ہونے سے آپ کو مجبوراً بالکل غیر متوقع طور پر ان تمام آسائشوں اور راحتوں کو خیر باد کہہ کر ایک اجنبی اور غیر ملک کی طرف تن تنہا جانا پڑتا ہے جہاں نہ کوئی مونس وغمگسار ہے۔ نہ کوئی ہمدرد و خیر خواہ۔ یہاں اتفاقیہ کنویں پر دو لڑکیاں دیکھتے ہیں جن کی بے بسی کمزوری اور لاچاری پر ترس کھا کر آپ ان کے لئے پانی کنویں سے کھینچ دیتے ہیں اور اس طرح ان لڑکیوں کے والد محترم تک آپ کی رسائی ہوتی ہے جو بالآخر اس اجنبی وطن میں صرف آپ کو مہمان ہی نہیں بلکہ اپنا داماد بھی بنا لیتے ہیں۔ وہ لوگ جو پیغمبر اور اہل اللہ کی زندگی میں معجزوں اور عجوبوں کی تلاش میں بھٹکتے ہیں اگر وہ ان کی زندگی کا بغور مطالعہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ خود ان کی زندگی ہی سراسر معجزہ اور عجوبہ ہوتی ہے۔ اگرچہ اب تک اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوپر ظاہر ہو چکے تھے مگر ابھی سب سے بڑا انعام ظاہر ہونا باقی تھا اور وہ تھا ظہور منصب نبوت جس کی استعداد کی تکمیل کے لئے دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں آپ کو رکھا گیا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ دس سال کی موعودہ مدت پوری کرنے کے بعد آپ کو اپنے رشتہ داروں کو دیکھنے کا شوق ہوا تو مصر کو پھر آنے کا ارادہ کیا چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی اجازت سے اپنی اہلیہ اور کچھ بکریوں کو ساتھ لے کر پیادہ پا چلدیئے۔ دوران سفر ایک جگہ راستہ گم ہو گیا۔ رات کا وقت۔ سردی کا زمانہ مجبوراً کوہ طور کے پاس وادی طویٰ میں ایک گوشہ میں ٹھہر گئے۔ اب جو چاروں طرف نظر دوڑائی تو ایک جانب سے آگ کی روشنی نظر آئی۔ آپ نے اس کو ظاہری دنیا کی آگ سمجھ کر اہلیہ سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں جاتا ہوں تاکہ تمہارے تاپنے کے لئے آگ لے آؤں اور وہاں کوئی رہبر مل گیا تو راستہ کا پتہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اسی موقع پر کسی شاعر نے کیا خوب کیا ہے۔

خدا کے فضل کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

تو جس روشنی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ سمجھا تھا وہ آگ نہ تھی بلکہ تجلی الٰہی کا نور تھا۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام اس روشنی کے پاس پہنچے تو عجیب منظر دیکھا کہ ایک درخت سے عجیب وغریب اور پر ہیبت شعلے بھڑک رہے ہیں اور آگ جس قدر بڑھتی ہے درخت اسی قدر زیادہ سرسبز وشاداب ہوتا جاتا ہے اور جوں جوں درخت کی سرسبزی وشادابی میں اضافہ ہوتا ہے آگ کا اشتعال بھی تیز ہوتا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے قریب جانے کا قصد کرتے ہیں کہ درخت کی کوئی شاخ جل کر گرے تو اٹھالائیں مگر جتنا وہ آگے بڑھتے ہیں آگ

پیچھے ہٹتی جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو کچھ خوف سا پیدا ہوا۔ ارادہ کیا کہ واپس ہوجائیں اور جوں ہی آپ پلٹنے لگے آگ قریب آ گئی۔ اسی حیرت کے عالم میں ایک آواز آتی ہے کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں۔ اس موقع کی تفصیلات سورۂ طٰہٰ سولھویں پارہ میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ جہاں بتلایا گیا ہے کہ منصب نبوت ورسالت کے لئے منتخب کر لینے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب سے پہلے خالص توحید کی تعلیم فرمائی گئی اور پھر ہر قسم کی بدنی و مالی عبادت کا حکم دیا گیا۔ نماز چونکہ اہم العبادات ہے اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا گیا اور اس حقیقت پر بھی متنبہ فرمادیا گیا کہ نماز کا مقصود اصلی یاد خدا اور ذکر الٰہی ہے گویا نماز سے غفلت خدا کی یاد سے غفلت ہے۔ چونکہ تمام عبادات واعمال کی جڑ بنیاد عقیدۂ آخرت ہے اس لئے توحید کی تعلیم اور عبادت کے حکم کے بعد قیامت پر ایمان لانے کا حکم ہوا تا کہ ہر شخص کو اس کے نیک و بداعمال کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے ساتھ ہی یہ امر بھی واضح فرمادیا کہ مختلف مصالح اور حکمتوں کی بنا پر قیامت کے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھا گیا ہے۔ الغرض عطائے نبوت ورسالت کے ساتھ اب اس کے لوازم یعنی معجزات عطا ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اول سب سے بڑا معجزہ یہ عطا ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی لاٹھی زمین پر ڈالنے کا حکم ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی اور جونہی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ ایک سانپ بن گئی اور سانپ بھی اژدہا۔ لیکن اژدہا حرکت نہیں کرسکتا اور وہ چھوٹے تیز سانپ کی طرح پھرتی سے کودتا پھرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام راز سے واقف نہ تھے اس لئے بتقاضائے بشریت خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ یہاں آیت میں فرمایا گیا ہے کہ **ولی مدبرًا ولم یعقب** یعنی وہ پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ سانپ۔ شیر اور اژدھے وغیرہ زہریلے اور خطرناک جانوروں سے ڈرنا بالکل ایک امر طبعی ہے اور بڑے سے بڑے کمالات ولایت یہاں تک کہ نبوت ورسالت کے بھی منافی نہیں اور حضرت کلیم اللہ کا یہ خوف تمام تر طبعی ہی تھا۔ یہاں سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑجاتی ہے کہ معجزہ تمام تر ایک فعل خداوندی ہوتا ہے۔ پیغمبر اس کے اظہار کا صرف واسطہ ہوتا ہے۔ پیغمبر کو اس معجزہ کے پیدا کرنے میں مطلق دخل نہیں ہوتا ورنہ خود اپنے معجزہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوف کیوں ہوتا۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی کا اژدہا بنتے ہوئے حیرت انگیز واقعہ کو دیکھا تو طبعاً گھبرا گئے اور بشریت کے تقاضہ سے متاثر ہو کر بھاگنے لگے تو فوراً حکم الٰہی ہوا کہ اے موسیٰ ڈرو مت۔ خوف نہ کرو۔ آگے آؤ تم ہر طرح امن میں ہو اور یہ کوئی ڈر کی بات نہیں بلکہ تمہارا معجزہ ہے اور تم کو ایک دوسرا معجزہ اور عنایت ہوتا ہے اور وہ یہ کہ تم اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر بغل سے ملالو پھر نکالو تو سفید چمکتا ہوا اور روشن نکلے گا اور یہ سفیدی برص وغیرہ کی طرح نہ ہوگی جو عیب سمجھا جائے۔ اور اگر مثل معجزۂ عصا کے اس معجزہ سے بھی طبعاً خوف وحیرت پیدا ہو تو خوف کو رفع کرنے کے واسطے اپنا وہ ہاتھ پھر گریبان میں داخل کر کے بغل سے ملالو تو وہ پھر بدستور اپنی اصلی حالت پر ہوجاوے گا جیسا کہ اژدھے پر ہاتھ ڈالنے سے وہ پھر اپنی اصلی حالت یعنی لاٹھی کی شکل میں بن جاتا ہے۔ آگے موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا گیا کہ یہ دو خاص معجزے آپ کی نبوت کی دو دلیل اور سند ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا کئے گئے اب آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جایئے اور اس کو راہ ہدایت دکھایئے۔ انہوں نے بہت سرکشی اور نافرمانی اختیار کر رکھی ہے اور اپنے غرور و تکبر اور انتہائی ظلم کے ساتھ بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے سو ان کو اس غلامی سے چھٹکارا دلایئے۔

الغرض اب حضرت موسیٰ علیہ السلام خدائے تعالیٰ کے پیغمبر

اور جلیل القدر رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو انبیاء کے سچے دین کی تلقین اور فرعون کی غلامی سے بنی اسرائیل کی رہائی کی اہم خدمات کے لئے چن لیا۔ وہ اب وادی مقدس میں حق تعالیٰ سے شرف کلامی حاصل کر رہے ہیں۔ وہ موسیٰ علیہ السلام جو مدین کی راہ سے بھٹک گئے تھے اب مصر جیسے ملک اور اس کے سرکش و مغرور بادشاہ کی رہنمائی کرنے کے لئے منتخب کئے گئے ہیں اور جو کل تک اونٹوں اور بکریوں کی گلہ بانی کر رہے تھے آج انسانوں کی قیادت کے فرض کو انجام دینے کے لئے چنے گئے اور جو نصاب زندگی کل بکریوں کے گلہ کی چرائی سے شروع ہوا تھا وہ آج وادی مقدس میں خدا کی اشرف المخلوقات حضرت انسان کی گلہ بانی پر تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ اب جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد رسالت کی خدمت سپرد کی گئی تو موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ فرعون کی فرعونیت معلوم تھی اس لئے خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے مصر پہنچتے ہی فرض رسالت کو ادا کرنے سے پہلے ہی مجھے قتل کر دیا جائے خصوصاً جب کہ ایک ظاہری سبب موجود بھی تھا کہ حضرت موسیٰ کے ہاتھ ایک قبطی کا قتل ہو چکا تھا۔

اس قبطی کے انتقال کا بہانہ فرعونیوں کے لئے کافی تھا اس خیال کو پیش نظر رکھ کر حق تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے کچھ معروضات پیش کیں اور ان کے جوابات حق تعالیٰ نے عنایت فرمائے جس کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی معرفت وہدایت کے نور سے ہمارے دلوں کو بھی منور فرمائیں اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی دولت سے ہم سب کو نوازیں۔ اور ظاہر اور باطن میں اپنے رضا کے طریق پر ہم سب کو چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور جو راہ ہدایت ہم کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دکھلائی ہے اس پر ہم کو جم جانے اور دوسروں کو بھی وہی راہ دکھانے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ

انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے اُن میں سے ایک آدمی کا خون کردیا تھا سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو قتل کردیں۔ اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے

لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ

تو اُن کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دیدیجئے کہ وہ میری تقریر کی تائید اور تصدیق کریں گے کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں۔ ارشاد ہوا کہ ہم ابھی تمہارے بھائی کو

عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ

تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں اور ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کرتے ہیں جس سے ان لوگوں کو تم پر دسترس نہ ہوگی، ہمارے معجزے لے کر جاؤ تم دونوں اور جو تمہارا پیرو ہوگا

اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ

غالب رہو گے۔ غرض جب ان لوگوں کے پاس موسیٰ ہماری صریح دلیلیں لے کر آئے تو اُن لوگوں نے کہا کہ یہ تو ایک جادو ہے کہ افترا کیا جاتا ہے

مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ

اور ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سُنی کہ ہمارے اگلے باپ دادوں کے وقت میں بھی ہوئی ہو۔ اور موسیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے

جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

جو صحیح دین اس کے پاس سے لے کر آیا ہے اور جس کا انجام اِس عالَم سے اچھا ہونے والا ہے بالیقین ظالم لوگ کبھی فلاح نہ پاویں گے۔

قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اِنِّيْ قَتَلْتُ بیشک میں نے مار ڈالا	مِنْهُمْ ان (میں) سے	نَفْسًا ایک شخص	فَاَخَافُ سو میں ڈرتا ہوں			
اَنْ يَّقْتُلُوْنِ کہ وہ مجھے قتل کردیں گے	وَاَخِيْ اور میرا بھائی	هٰرُوْنُ ہارونؑ	هُوَ وہ	اَفْصَحُ زیادہ فصیح	مِنِّيْ مجھ سے	لِسَانًا زبان	فَاَرْسِلْهُ سو بھیج دے اسے	
مَعِيَ میرے ساتھ	رِدْاً مددگار	يُّصَدِّقُنِيْٓ اور تصدیق کرے میری	اِنِّيْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں	اَنْ کہ	يُّكَذِّبُوْنِ وہ جھٹلائیں گے مجھے	قَالَ فرمایا		
سَنَشُدُّ ہم ابھی مضبوط کردیں گے	عَضُدَكَ تیرا بازو	بِاَخِيْكَ تیرے بھائی سے	وَنَجْعَلُ اور ہم عطا کریں گے	لَكُمَا تمہارے لئے	سُلْطٰنًا غلبہ			
فَلَا يَصِلُوْنَ پس وہ نہ پہنچیں گے	اِلَيْكُمَا تم تک	بِاٰيٰتِنَآ ہماری نشانیوں کے سبب	اَنْتُمَا تم دونوں	وَمَنِ اور جس	اتَّبَعَكُمَا پیروی کی تمہاری	الْغٰلِبُوْنَ غالب رہو گے		
فَلَمَّا پھر جب	جَآءَهُمْ آیا ان کے پاس	مُّوْسٰى موسیٰؑ	بِاٰيٰتِنَا ہماری نشانیوں کیساتھ	بَيِّنٰتٍ کھلی۔ واضح	قَالُوْا وہ بولے	مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ		
اِلَّا مگر سِحْرٌ ایک جادو	مُّفْتَرًى افترا کیا ہوا	وَ اور	مَا سَمِعْنَا نہیں سنا ہے ہم نے	بِهٰذَا یہ ایسی بات	فِيْٓ میں	اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ اپنے اگلے باپ دادا		
وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰى موسیٰؑ	رَبِّيْٓ میرا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَنْ اس کو جو	جَآءَ لایا	بِالْهُدٰى ہدایت	مِنْ عِنْدِهٖ اسکے پاس سے	
وَمَنْ اور جس	تَكُوْنُ ہوگا۔ ہے	لَهٗ اس کیلئے	عَاقِبَةُ الدَّارِ آخرت کا اچھا گھر	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُفْلِحُ نہیں فلاح پائیں گے	الظّٰلِمُوْنَ ظالم		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال کی مدت پوری کر کے مدین سے مصر کی طرف مع اپنی

اہلیہ محترمہ کے روانہ ہوئے۔ راستہ میں کوہ طور کے پاس رات کے وقت سردی کی حالت میں ٹھہرنا ہوا جبکہ راہ بھی بھول گئے تھے۔ کوہ طور کے دامن میں ایک روشنی نظر پڑی تو آپ اہلیہ کو وہیں بٹھا کر آگ لینے کی غرض سے روشنی کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ روشنی کوئی دنیا کی آگ کی روشنی نہ تھی بلکہ تجلی الٰہی کا نور تھا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر آپ کو حق تعالیٰ سے شرف مکالمہ نصیب ہوا اور منصب نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے گئے اور فرعون کے پاس بحیثیت پیغمبر خدا جاتے اور اسکو اور اس کی قوم کو ایمان و اسلام کی تلقین اور بنی اسرائیل کو غلامی سے رہائی دلانے کی خدمات سپرد ہوئیں اور آپ کو پیغمبری کی سند ودلالت میں دو معجزے عطا ہوئے۔ ایک تو لاٹھی کا معجزہ کہ جو زمین پر ڈالنے سے اژدہا بن جاتی تھی اور پھر ہاتھ ڈالنے سے لاٹھی ہو جاتی تھی۔ اور دوسرا معجزہ ید بیضا یعنی بغل میں ہاتھ دے کر نکالنے سے روشن اور چمکدار ہو کر نکلتا اور پھر بغل میں دینے سے اپنی اصلی حالت پر ہو جاتا۔

جب وادئ مقدس میں آپ کو منصب نبوت عطا ہونے کے بعد فرعون کے پاس بغرض تبلیغ دین جانے کا حکم ہوا تو جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے رب میں فرعون کے پاس جانے کے لئے حاضر ہوں مگر آپ کی خاص امداد کی ضرورت ہے کیونکہ میرے ہاتھ سے ایک فرعونی کا خون ہو گیا تھا اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرے فرعون کے پاس پہنچتے ہی وہ مجھے قتل نہ کر دیں اور تبلیغ بھی نہ ہو سکے۔ یہاں مفسرین نے ایک شبہ نقل کر کے ساتھ ہی اس کا جواب بھی لکھا ہے۔ شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے اور نبی کے شایان شان نہیں کہ اللہ کے سوا کسی سے خوف کرے تو پھر آپ کو اپنی جان کا خوف کیوں ہوا؟ اس کا جواب لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرض رسالت ادا کرنے کے مقابلہ میں اپنی جان عزیز نہ تھی۔ موسیٰ علیہ السلام تو جلیل القدر نبی تھے ایک معمولی مجاہد بھی اللہ کے راستہ میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ تو دراصل موسیٰ علیہ السلام کو حکم خداوندی کے مقابلہ میں اپنی جان عزیز نہ تھی۔ اندیشہ صرف اس بات کا تھا کہ تبلیغ حکم سے پہلے ہی اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو ادائے فرض رسالت میں کوتاہی ہو جائے گی اور ممکن ہے مجھ سے اس کا مواخذہ کیا جائے۔ تو درحقیقت یہ قتل کا خوف نہ تھا بلکہ ادائے رسالت میں قصور کی باز پرس کا اندیشہ تھا اس لئے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ آپ کی طرف سے کوئی ایسا انتظام ہو جائے کہ جو میرے پہنچتے ہی تبلیغ اور ادائے رسالت کی نوبت آنے سے پہلے ہی وہ مجھے گرفتار کر کے قتل نہ کر دیں۔ دوسری عرض یہ کہ میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح بیان ہیں۔ ان کو بھی میرا مددگار بنا دیجئے اور ان کو بھی نبوت سے سرفراز فرما دیجئے تا کہ وہ میری تائید اور تصدیق کر سکیں اور اگر بحث و مناظرہ کی نوبت آ جائے تو بھائی ہارون کی رفاقت مفید ہو گی کیونکہ ان کی زبان زیادہ تیز اور صاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہم تمہاری دونوں درخواستیں منظور کرتے ہیں تمہارے بھائی ہارون کو بھی تمہارا شریک کار بناتے ہیں وہ تمہارے قوت بازو رہیں گے اور فرعونیوں کو تم پر کچھ دسترس نہ ہو گی۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہماری مدد و نصرت تمہارے ساتھ ہے اور جو نشانات ہم نے تم کو بخشے ہیں وہ تمہاری کامیابی کا باعث ہوں گے اور انجام کار تم اور تمہارے ساتھی ہی غالب و منصور رہیں گے۔ اب جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام منصب نبوت سے سرفراز ہو چکے۔ کلام ربانی سے فیضیاب ہوئے اور دعوت و تبلیغ حق میں کامیابی و کامرانی کا مژدہ پا چکے تو وادئ مقدس سے اُترے اور اپنی اہلیہ کے پاس پہنچے جو وادی کے سامنے جنگل میں ان کی منتظر اور چشم براہ تھیں۔ وہیں سے انکو ساتھ لیا اور بنیت تعمیل حکم الٰہی مصر کے لئے روانہ ہو گئے۔ منزلیں طے کرتے ہوئے جب مصر پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ لکھا ہے کہ آپ خاموشی کے ساتھ مصر میں داخل ہو کر اپنے مکان پہنچے مگر اندر داخل نہ ہوئے اور والدہ کے سامنے ایک مسافر کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ یہ بنی اسرائیل میں مہمان نواز گھر تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوب خاطر و مدارات کی گئی۔ اسی دوران میں آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام آ پہنچے۔ یہاں پہنچنے سے قبل ہی ہارون علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت عطا ہو چکا تھا اس لئے ان کو بذریعہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا قصہ بتادیا گیا تھا۔ وہ چھوٹے بھائی سے آ کر لپٹ گئے اور پھر ان کو اور ان کی اہلیہ کو گھر کے اندر لے گئے اور والدہ کو سارا حال سنایا۔ تب سب خاندان آپس میں گلے ملا اور بچھڑے ہوئے بھائیوں نے ایک دوسرے کی گذشتہ زندگی سے تعارف پیدا کیا اور والدہ کی دونوں آنکھوں نے ٹھنڈک حاصل کی۔ بہر حال حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان جب ملاقات اور گفتگو کا سلسلہ ختم ہوا تو اب دونوں نے طے کیا کہ خدا تعالیٰ کے امتثال حکم کے لئے فرعون کے پاس چلنا اور اس کو پیغام الٰہی سنانا چاہئے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب دونوں بھائی فرعون کے دربار میں جانے لگے تو والدہ نے غایت شفقت کی بنا پر روکنا چاہا کہ تم ایسے شخص کے پاس جانا چاہتے ہو جو صاحب تخت وتاج بھی ہے اور ظالم ومغرور بھی۔ وہاں نہ جاؤ۔ وہاں جانا بے سود ہوگا۔ مگر دونوں نے والدہ کو سمجھایا کہ خدائے تعالیٰ کا حکم ٹالا نہیں جاسکتا اور اس کا وعدہ ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے۔ غرض دونوں بھائی خدا کے سچے پیغمبر اور نبی فرعون کے دربار میں پہنچے اور بغیر خوف وخطر اندر داخل ہوگئے۔ جب فرعون کے تخت کے قریب پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آنے کی وجہ بیان کی اور گفتگو شروع ہوئی۔ اس موقع کی تفصیلات سورۂ اعراف اور سورۂ شعراء میں بیان ہو چکی ہیں یہاں اس سورۃ میں ان کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہاں یہ بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو معجزات دکھلائے تو فرعون اور اس کے درباری سب کہنے لگے کہ یہ سب محض ایک جادو ہے اور جو باتیں خدا کی طرف منسوب کر کے یہ کہتا ہے وہ بھی جادو کی باتیں ہیں جو خود تصنیف کر کے لے آیا اور دعویٰ کرنے لگا کہ خدا نے مجھ پر وحی کی ہے۔ حقیقت میں وحی وغیرہ کچھ نہیں محض ساحرانہ تخیل اور افترا ہے اور جو باتیں یہ کرتا ہے مثلاً خدا ایک ہے۔ اس نے ساری دنیا کو پیدا کیا۔ اور ایک وقت پھر سب کو فنا کردے گا اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا۔ پھر حساب کتاب ہوگا اور مجھ کو اس نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں اپنے بڑوں سے ہمارے کان میں کبھی نہیں پڑیں۔ تو گویا ان کافروں کو اپنی صداقت کا دعویٰ صرف اس بنا پر تھا کہ وہ باپ دادا کے طریقہ پر قائم تھے اور باپ دادا ہی کا طریقہ ان کی نظر میں طریقۂ ہدایت تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے مقابلہ میں برہانی اور عقلی طور پر ہدایت وضلالت اور صدق وکذب کا ایک معیار قائم فرمایا اور فرعونیوں کے اس قول کے جواب میں کہ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کے وقت میں بھی ایسی بات نہیں سنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہدایت تو وہی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور خدا ہی خوب واقف ہے اور خوب جانتا ہے کہ کون اس کے پاس سے پیام ہدایت لے کر آیا ہے یعنی تمہارے باپ دادا خدا کی طرف سے پیام ہدایت لے کر نہ آئے تھے اور میں خدا کا فرستادہ ہوں۔ اس کی تعلیم کے مطابق راستہ بتا رہا ہوں اس لئے میرا بتایا ہوا راستہ صحیح اور تمہارے باپ دادا کا طریق زندگی غلط۔ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور اسی کے پاس سے ہدایت لایا ہوں اس لئے انجام میرا ہی بہتر ہوگا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں دیکھ کر اور دلائل صداقت سن کر ناانصافی سے حق کو جھٹلاتے ہیں وہ انجام کار کامیاب نہیں ہوسکتے اور ان کو ذلت وناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

اب فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کے دلائل ومعجزات دیکھ کر اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے معتقدین فرعونی ان کی طرف مائل نہ ہوجاویں تو لوگوں کو جمع کر کے یا تو استہزا اور تمسخر کی راہ سے یا اس قدر بدحواس اور پاگل ہوگیا کہ مضحکہ خیز اور لچر پوچ تجویزیں سوچنے لگا جس کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى

اور فرعون کہنے لگا کہ اے اہل دربار مجھ کو تو تمہارا اپنے سوا کوئی خدا معلوم نہیں ہوتا تو اے ہامان تم ہمارے لئے

الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

مٹی کو آگ میں پکواؤ پھر میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ تاکہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا

اور فرعون اور اُس کے تابعین نے ناحق دُنیا میں سر اُٹھا رکھا تھا اور یوں سمجھ رہے تھے کہ اُن کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا نہیں ہے۔

يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

تو ہم نے اُس کو اور اُس کے تابعین کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا(یعنی غرق کردیا)سو دیکھئے ظالموں کا کیا انجام ہوا۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ

اور ہم نے ان لوگوں کو ایسا رئیس بنایا تھا جو(لوگوں کو)دوزخ کی طرف بلاتے رہے،اور قیامت کے روز کوئی اُن کا ساتھ نہ دے گا۔اور دنیا میں بھی ہم نے

هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع

اُن کے پیچھے لعنت لگادی،اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے	يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اے سردارو	مَا عَلِمْتُ نہیں جانتا میں	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ کوئی	اِلٰهٍ معبود	غَيْرِيْ اپنے سوا		
فَاَوْقِدْ لِيْ پس آگ جلا میرے لئے	يٰهَامٰنُ اے ہامان	عَلَى الطِّيْنِ مٹی پر	فَاجْعَلْ لِّيْ پھر میرے لئے بنا (تیار کر)	صَرْحًا ایک بلند محل	لَّعَلِّيْٓ تاکہ میں			
اَطَّلِعُ میں جھانکوں	اِلٰٓى طرف	اِلٰهِ معبود	مُوْسٰى موسیٰ	وَاِنِّيْ اور بیشک میں	لَاَظُنُّهٗ البتہ سمجھتا ہوں اسے	مِنَ سے	الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے	
وَاسْتَكْبَرَ اور مغرور ہوگیا	هُوَ وہ	وَجُنُوْدُهٗ اور اس کا لشکر	فِي الْاَرْضِ زمین(دنیا) میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق	وَظَنُّوْٓا اور وہ سمجھ بیٹھے	اَنَّهُمْ کہ وہ		
اِلَيْنَا ہماری طرف	لَا يُرْجَعُوْنَ نہیں لوٹائے جائیں گے	فَاَخَذْنٰهُ تو ہم نے پکڑا اسے	وَجُنُوْدَهٗ اور اس کا لشکر	فَنَبَذْنٰهُمْ پھر ہم نے پھینک دیا انہیں				
فِي الْيَمِّ دریا میں	فَانْظُرْ سو دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَ اور	جَعَلْنٰهُمْ ہم نے بنایا انہیں	اَئِمَّةً سردار
يَّدْعُوْنَ وہ بلاتے ہیں	اِلَى النَّارِ جہنم کی طرف	وَ اور	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	لَا يُنْصَرُوْنَ وہ مدد نہ دیے جائینگے	وَاَتْبَعْنٰهُمْ اور ہم نے لگادی انکے پیچھے			
فِيْ میں	هٰذِهِ الدُّنْيَا اس دنیا	لَعْنَةً لعنت	وَ اور	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	هُمْ وہ	مِّنَ سے	الْمَقْبُوْحِيْنَ بدحال لوگ	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دلائل اور معجزات کے ساتھ اپنی حقانیت کو ثابت کیا تو معجزات کو دیکھ کر فرعونیوں نے کہہ دیا کہ ہم نے ایسی باتیں باپ دادا کے وقتوں سے بھی نہیں سنی تاہم فرعون کو اندیشہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و دلائل سے کہیں میرے معتقدین ان کی طرف مائل نہ ہوجائیں اور ارکان حکومت اور عام رعایا کہیں میرے خدائی کے اقرار سے نہ پھر

39 جائے اس لئے ایک طرف تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو قید کرنے کی دھمکی دی جیسا کہ دوسری آیات میں تصریح ہے اور دوسری طرف اپنی الوہیت کو جمانے کے لئے اہل دربار سے کہنے لگا کہ مجھے تو اپنے سوا تمہارا کوئی اور خدا معلوم نہیں۔ اس سے مراد اس کی یہ تھی کہ چونکہ میں تم سے زیادہ عالم ہوں اور مجھے موسیٰ جسے رب العالمین کہتے ہیں اس کے ثبوت و وجود کا علم نہیں اس لئے تم کو میری خدائی کے اقرار اور موسیٰ کے خدا کے انکار میں کچھ تامل نہ ہونا چاہئے۔ اگر واقع میں موسیٰ کا کوئی خدا ہوتا اور جیسا موسیٰ نے بیان کیا وہ سچ ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا پھر لوگوں کو مغالطہ میں ڈال کر اپنی الوہیت پر جمائے رکھنے کی ایک تجویز سوچی اور اپنے وزیر جس کا نام یا لقب ہامان تھا اس کو کہا کہ پختہ اینٹوں کی ایک بلند اور خوب اونچی عمارت بنواؤ تا کہ اس پر چڑھ کر اور آسمان کے قریب ہو کر میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں کہ کہاں ہے اور کیسا ہے؟ کیونکہ زمین میں تو مجھے اپنے سوا کوئی دوسرا خدا نظر نہیں پڑتا۔ آسمان میں بھی خیال تو یہی ہے کہ کوئی نہ ہوگا تاہم موسیٰ کی بات کا جواب ہو جائے گا۔ میرے خیال میں تو موسیٰ اس دعوے میں کہ کوئی اور خدا ہے جھوٹے ہیں یعنی جب عمارت پر چڑھ کر مجھے کوئی خدا نظر نہ آئے گا تو سمجھ لو کہ موسیٰ جھوٹا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ بات کہہ کر یا تو فرعون ملعون دانستہ دھوکہ دینا چاہتا تھا اپنے معتقدین کو یا واقع میں وہ اس قدر کوتاہ نظر تھا کہ مادیت سے بلند اس کی نگاہ کو رسائی نہ تھی اس لئے وہ خدا کو بلند منارہ سے جھانک کر دیکھنا چاہتا تھا اور آنکھوں سے نظر نہ آنے سے وہ اللہ کے موجود نہ ہونے پر استدلال کرنا چاہتا تھا۔ (جیسا کہ روس کے خلابازوں نے چاند سے زمین پر واپس آ کر ماسکو ریڈیو سے اعلان کیا تھا کہ ہم تو اتنے ہزاروں لاکھوں میل بلندی پر ہو آئے ہم کو تو کہیں اللہ نظر آیا نہیں)۔ بہرحال مقصد ہر صورت میں موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب تھی اور تکذیب بھی غرور و تکبر کے ساتھ۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ فرعون اور اس کے ساتھی انجام سے بالکل غافل ہو کر لگے ملک میں تکبر کرنے اور یہ نہ سمجھا کہ ان کی گردن نیچے کرنے والا اور سر توڑنے والا بھی کوئی موجود ہے۔ آخر خداوند قہار نے اس کو لاؤ لشکر سمیت بحر قلزم میں غرق کر دیا تا کہ یادگار رہے کہ بدبخت ظالموں کا جو انجام سے غافل ہوں ایسا انجام ہوا کرتا ہے۔ یہ فرعون اور اس کے ساتھی یہاں دنیا میں ضلالت و گمراہی اور سرکشی و نافرمانی میں پیش پیش تھے اور لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے تھے۔ قیامت میں بھی ان کو دوزخیوں کے آگے امام بنا کر رکھا جائے گا۔ یہاں کا لاؤ لشکر وہاں کچھ کام نہ دے گا نہ کسی کی طرف سے کوئی مدد پہنچ سکے گی اپنے لاؤ لشکر سمیت جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ وہاں کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور آخرت کی برائی اور بدانجامی جو انہیں نصیب ہوگی وہ تو الگ رہی دنیا ہی میں لوگ رہتی دنیا ایسوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے چنانچہ اہل اسلام ہوں یا یہود و نصاریٰ سب ہی اس ملعون فرعون پر لعنت ملامت کرتے ہیں اور رہتی دنیا کرتے رہیں گے۔

یہاں ان آیات میں فرعون کا انجام بتلا کر یعنی سمندر میں غرق کر کے دوزخ میں لے جانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ کم فہم اور بیوقوف انسان اس زندگی میں جس چیز کو سرمایۂ عیش و راحت سمجھے ہوئے ہے وہی اس کے لئے موجب ہلاکت ہے۔ شیطان دنیوی عیش و عشرت کی چیزوں میں انسان کو مشغول کر کے اللہ کا نافرمان بناتا ہے اور پھر یہی اسباب عیش و طرب آدمی کو ہلاک کر کے دار العذاب میں پہنچا دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لیڈر یا پیشوائے قوم یا حاکم سلطنت اللہ کی نافرمانی کی طرف لے جائے تو اگرچہ اس کی پیروی میں تمام عیش و عشرت اور دولت و حشمت حاصل ہو لیکن سمجھ لینا چاہئے کہ یہ انجام کے لحاظ سے بربادی کی طرف لئے جا رہے ہیں۔

ان آیات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرعون کے ساتھ ختم ہوا۔ اب آگے اس قصہ کے اعظم مقاصد یعنی اثبات رسالت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مضمون مذکور ہے مع بعض شبہات و اعتراضات کفار کے اور ان کے جوابات کے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَآ اَھْلَکْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اگلی اُمتوں کے ہلاک کے پیچھے کتاب دی تھی جو لوگوں کیلئے دانشمندیوں کا سبب

وَھُدًی وَّرَحْمَۃً لَّعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ ۝۴۳ وَمَا کُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰی

اور ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور آپ (طور کی) مغربی جانب میں موجود نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو احکام دیئے تھے

مُوْسَی الْاَمْرَ وَمَا کُنْتَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ ۝۴۴ وَلٰکِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْھِمُ

اور آپ اُن لوگوں میں سے (بھی) نہ تھے جو (اس زمانہ میں) موجود تھے۔ ولیکن ہم نے موسیٰ کے بعد بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر اُن پر زمانہ دراز گذر گیا،

الْعُمُرُ وَمَا کُنْتَ ثَاوِیًا فِیْٓ اَھْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا وَلٰکِنَّا کُنَّا

اور آپ اہلِ مدین میں بھی قیام پذیر نہ تھے کہ آپ ہماری آیتیں ان لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سُنا رہے ہوں ولیکن ہم ہی (آپ کو) رسول بنانے والے ہیں۔

مُرْسِلِیْنَ ۝۴۵ وَمَا کُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا وَلٰکِنْ رَّحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ لِتُنْذِرَ

اور آپ طور کی جانب میں اس وقت (بھی) موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) پکارا تھا ولیکن (اس کا علم بھی اسی طرح حاصل ہوا کہ) آپ اپنے رب کی رحمت سے نبی بنائے گئے

قَوْمًا مَّآ اَتٰھُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِکَ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ ۝۴۶

تا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کریں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا اور تحقیق ہم نے عطا کی	مُوْسٰی موسیٰ	الْکِتٰبَ کتاب (توریت)	مِنْ بَعْدِ اس کے بعد	مَآ اَھْلَکْنَا کہ ہلاک کیں ہم نے	
الْقُرُوْنَ اُمتیں	الْاُوْلٰی پہلی	بَصَآئِرَ بصیرت	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَھُدًی اور ہدایت	وَرَحْمَۃً اور رحمت
لَعَلَّھُمْ تا کہ وہ					
یَتَذَکَّرُوْنَ نصیحت پکڑیں	وَمَا کُنْتَ اور آپ نہ تھے	بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ مغرب جانب	اِذْ قَضَیْنَا جب ہم نے بھیجا		
اِلٰی مُوْسٰی موسیٰ کی طرف	الْاَمْرَ حکم وحی	وَ اور	مَا کُنْتَ آپ نہ تھے	مِنَ سے	الشّٰھِدِیْنَ دیکھنے والے
وَلٰکِنَّا اور لیکن ہم نے					
اَنْشَاْنَا ہم نے پیدا کیں	قُرُوْنًا بہت سی اُمتیں	فَتَطَاوَلَ طویل ہوگئی	عَلَیْھِمُ ان کی ان پر	الْعُمُرُ مدت	وَمَا کُنْتَ اور آپ نہ تھے
ثَاوِیًا رہنے والے	فِیْ میں	اَھْلِ مَدْیَنَ اہلِ مدین	تَتْلُوْا تم پڑھتے	عَلَیْھِمْ ان پر	اٰیٰتِنَا ہمارے احکام
وَلٰکِنَّا اور لیکن ہم					
کُنَّا ہم تھے	مُرْسِلِیْنَ رسول بنا کر بھیجنے والے	وَمَا کُنْتَ اور آپ نہ تھے	بِجَانِبِ کنارہ	الطُّوْرِ طور	اِذْ نَادَیْنَا جب ہم نے پکارا
وَلٰکِنْ اور لیکن	رَّحْمَۃً رحمت	مِّنْ رَّبِّکَ اپنے رب سے	لِتُنْذِرَ تا کہ ڈرساؤ	قَوْمًا وہ قوم	مَآ اَتٰھُمْ نہیں آیا انکے پاس
	مِنْ کوئی	نَّذِیْرٍ ڈرانے والا	مِّنْ قَبْلِکَ آپ سے پہلے	لَعَلَّھُمْ تا کہ وہ	یَتَذَکَّرُوْنَ نصیحت پکڑیں

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کو بیان فرمایا گیا تھا۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بہت سے مقامات میں آیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے بیشتر حالات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک

حالات سے بہت زیادہ مطابقت رکھتے ہیں۔ فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ حق و باطل کے معرکوں میں ایک عظیم الشان معرکہ ہے اور اس کے اندر عبرت و نصیحت کا نادر ذخیرہ جمع ہے اسی لئے قرآن کریم نے حسب ضرورت اور حسب موقع و محل جگہ جگہ اس قصہ کے اجزاء کو کہیں اجمالاً کہیں تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اس معرکہ میں ایک جانب غرور و تکبر۔ جبر و ظلم۔ قہرمانیت اور انانیت کی ذلت و رسوائی ہے تو دوسری جانب مظلومیت۔ خدا پرستی اور صبر و استقامت کی فتح و کامرانی ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے گذشتہ آیات میں اس قصہ کو بیان فرما کر فرعون اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت دنیوی کے بعد عبرت و بصیرت کے لئے اس طرف پھر توجہ دلائی کہ اس قسم کے لوگوں کے لئے دنیا کی پھٹکار اور لعنت و ملامت کے علاوہ آخرت اور ابدی زندگی میں سخت عذاب اور ذلت و رسوائی کے سامان مہیا ہیں تاکہ عقل و فہم رکھنے والا انسان اور سلیم و صالح طبائع رکھنے والی ہستیاں ان کا مطالعہ کریں اور ایسے اعمال بد اور انجام بد سے اپنے کو بچائیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی ترغیب دیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ثبوت بھی قرار دیا جاتا ہے کہ آپ امی ہونے کے باوجود دو ہزار برس پہلے گزرا ہوا ایک تاریخی واقعہ کس تفصیل کے ساتھ سنا رہے ہیں اور بالکل سچے اور صحیح واقعات کو اس طرح بیان کر رہے ہیں جیسے کہ آپ چشم دید ہوں اور جیسے کہ آپ اس وقت موجود ہوں تو کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں کہ خدائے تعالیٰ آپ کو اپنی وحی کے ذریعہ سے یہ تمام باتیں بتلاتے ہیں۔ آپ اللہ کے نبی ہیں اور آپ پر وحی آتی ہے۔

الغرض گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ تمام کر کے اب اس قصہ کے نتائج کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ رسالت کا سلسلہ اصلاح و ہدایت کے لئے دنیا میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کہ جن کا قصہ گذشتہ میں بیان ہوا اگلی امتوں یعنی قوم نوح و عاد و ثمود وغیرہ کے ہلاک ہو جانے کے بعد جب کہ ان زمانوں کے انبیاء کی تعلیم نایاب ہو گئی تھیں اور لوگ ہدایت کے سخت حاجتمند تھے تو موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی گئی تھی کہ جو بصارت۔ ہدایت اور رحمت تھی سمجھ دار لوگوں کے لئے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب گمراہی کا ایک زمانہ دراز گزر گیا تو خلق کی ہدایت کے لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبعوث کیا اور آپ پر قرآن نازل کیا جس میں گذشتہ انبیاء کے صحیح صحیح واقعات آپ پر ظاہر کئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو آپ کوہ طور کے غربی جانب جہاں موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تھی موجود تھے کہ جو اس وقت کے واقعات کو ایسی صحت و صفائی اور تفصیل سے بیان کر رہے ہیں جیسے کہ آپ کوہ طور کے پاس کھڑے دیکھ رہے ہوں۔ حالانکہ آپ کا موقع پر موجود نہ ہونا ظاہر ہے اور ویسے بھی سب جانتے ہیں کہ آپ اُمی ہیں یعنی ظاہری لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ علم کہاں سے آیا حقیقت یہ ہے کہ اقوام دنیا پر مدتیں اور قرن گزر گئے اور گذشتہ انبیاء کی ہدایات مٹتی جا رہی تھیں لہٰذا اس علیم و خبیر کا ارادہ ہوا کہ ایک اُمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے بھولے ہوئے سبق یاد دلائے جائیں۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے قیام مدین کا مشاہدہ آپ نے نہیں فرمایا تو وہاں جو واقعات موسیٰ علیہ السلام کو پیش آئے ان کا اس خوبی اور صحت سے بیان تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا آپ اس وقت وہیں سکونت پذیر تھے۔ حالانکہ یہ چیز صریحاً منفی ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے پیغمبر بھیجتے رہے ہیں جو دنیا والوں کو غفلت سے

چونکاتے اور گذشتہ عبرتناک واقعات یاد دلاتے رہے ہیں۔ اسی عام عادت کے موافق اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں آپ کو رسول بنا کر دنیا جہان والوں کے پاس بھیجا کہ خواب غفلت سے مخلوق کو بیدار کریں اس لئے ضروری ہوا کہ ٹھیک ٹھیک واقعات کا صحیح علم آپ کو دیا جائے اور آپ کی زبان سے ادا کرایا جائے۔ اسی طرح جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آواز دی انی انا اللہ رب العالمین تو آپ وہاں کھڑے سن نہیں رہے تھے۔ یہ حق تعالیٰ کا انعام ہے کہ جو آپ نبی بنائے گئے اور اللہ نے اپنے فضل سے آپ کو یہ باتیں وحی کے ذریعہ بتائیں تاکہ آپ لوگوں کو یہ چیزیں بتا کر خطرناک عواقب سے آگاہ کردیں۔ ممکن ہے کہ وہ سن کر یاد رکھیں اور نصیحت پکڑیں۔

یہاں آیت میں فرمایا گیا ہے ولکن رحمۃ من ربک لتنذر قوما مآ اتٰھم من نذیر من قبلک۔ ولیکن آپ اپنے رب کی رحمت سے نبی بنائے گئے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تو اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام عالم کے لئے عام تھی لیکن آپ کی بعثت سرزمین عرب میں ہوئی اس لئے سب سے پہلے ایمان لانا عرب پر واجب ہوا یہی وجہ ہے کہ عرب کو جزیہ لے کر چھوڑنے کا حکم نہیں ہوا بلکہ ایمان لانا ان کے لئے ضروری قرار دیا گیا۔ اس آیت میں اس بات کا ثبوت ہے کہ عرب جس سے مراد سرزمین حجاز۔ نجد اور یمامہ ہے یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ تقریباً ۲۲۴۰ سال کی مدت میں دوسرے اطراف اور جگہوں کے انبیاء کی دعوتیں تو ضرور وہاں پہنچیں مثلاً حضرت موسیٰ۔ حضرت سلیمان۔ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی دعوتیں مگر کسی نبی کی بعثت خاص اس سرزمین حجاز۔ نجد اور یمامہ میں نہیں ہوئی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد آپ کی ہی نسل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اور اس شان کی ہوئی کہ آپ تمام عالم کے لئے اور قیامت تک کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اب آگے ایک وجہ اور بیان کی جاتی ہے جس بنا پر اتمام حجت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مکرم بنا کر بھیجا گیا جس کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت عظمیٰ کی حقیقی قدر اور شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت وعظمت کے ساتھ آپ کا اتباع کامل بھی ظاہر میں اور باطن میں نصیب فرمائیں۔ اور آپ کے ارشادات وہدایات کی تابعداری دل وجان سے نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ

اور ہم رسول نہ بھی بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر ان کے کرداروں کے سبب کوئی مصیبت نازل ہوتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا

اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ

تاکہ ہم آپ کے احکام کا اتباع کرتے اور ایمان لانے والوں میں ہوتے۔ سو جب ہماری طرف سے ان لوگوں کے پاس امر حق پہنچا تو کہنے لگے

عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى

کہ ان کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی جیسی موسیٰؑ کو ملی تھی، کیا جو کتاب موسیٰؑ کو ملی تھی، اس کے قبل لوگ اُس کے منکر نہیں ہوئے

مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظَاهَرَا ۟ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ فَاْتُوْا

یہ لوگ تو یوں کہتے ہیں کہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں، اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ہم تو دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تو

بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا

تم کوئی اور کتاب اللہ کے پاس سے لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا اگر تم سچے ہو۔

لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى

پھر اگر یہ لوگ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ سمجھ لیجئے کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں، اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو نفسانی خواہش پر چلتا ہو

مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٠﴾

بدوں اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اس کے پاس) ہو، اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

وَلَوْلَآ اور اگر نہ ہوتا	اَنْ تُصِيْبَهُمْ کہ پہنچے انہیں	مُصِيْبَةٌ کوئی مصیبت	بِمَا قَدَّمَتْ اس کے سبب جو بھیجا	اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھ (ان کے اعمال)			
فَيَقُوْلُوْا تو وہ کہتے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	لَوْلَآ کیوں نہ	اَرْسَلْتَ بھیجا تو نے	اِلَيْنَا ہماری طرف	رَسُوْلًا کوئی رسول		
فَنَتَّبِعَ پس پیروی کرتے ہم	اٰيٰتِكَ تیرے احکام	وَنَكُوْنَ اور ہم ہوتے	مِنَ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	فَلَمَّا پھر جب		
جَآءَهُمْ آیا ان کے پاس	الْحَقُّ حق	مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے	قَالُوْا کہنے لگے	لَوْلَآ اُوْتِيَ کیوں نہ دیا گیا	مِثْلَ جیسا		
مَآ اُوْتِيَ جو دیا گیا	مُوْسٰى موسیٰؑ	اَوَ کیا	لَمْ يَكْفُرُوْا نہیں انکار کیا انہوں نے	بِمَآ اُوْتِيَ اس کا جو دیا گیا	مُوْسٰى موسیٰؑ	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	
قَالُوْا انہوں نے کہا	سِحْرٰنِ وہ دونوں جادو	تَظَاهَرَا ایک دوسرے کے پشت پناہ	وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا	اِنَّا ہم بیشک	بِكُلٍّ ہر ایک کا		
كٰفِرُوْنَ انکار کرنیوالے	قُلْ فرما دیں	فَاْتُوْا پس لاؤ	بِكِتٰبٍ کوئی کتاب	مِنْ سے	عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے پاس	هُوَ وہ	اَهْدٰى زیادہ ہدایت
مِنْهُمَا ان دونوں سے	اَتَّبِعْهُ میں پیروی کروں اسکی	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	فَاِنْ پھر اگر	لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا وہ قبول نہ کریں		

لَّكَ تمہارے لئے (تمہاری بات)	فَاعْلَمْ تو جان لو	اَنَّمَا کہ صرف	يَتَّبِعُوْنَ وہ پیروی کرتے ہیں	اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	وَمَنْ اور کون
اَضَلُّ زیادہ گمراہ	مِمَّنِ اتَّبَعَ اس سے جس نے پیروی کی	هَوٰىهُ اپنی خواہش	بِغَيْرِ هُدًى ہدایت کے بغیر	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے منجانب اللہ	
	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگ		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ثبوت کے متعلق مضمون بیان ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے رسالت کا سلسلہ دنیا میں ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جب ایک نبی کی تعلیم اور ہدایت کو بھلا دیا گیا یا اللہ تعالیٰ کی کتاب یا قدسی صحیفہ جو عالم غیب سے نبی کو دیا گیا ہو اس میں تغیر وتبدل اور ترمیم وتحریف کرلی گئی ہو تو پھر دوسرے نبی کا اصلاح کے لئے آنا لازم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی گئی۔ دور موسوی کے بعد لوگوں نے اس میں قدرے قدرے تغیر کرنا شروع کر دیا۔ مختلف انبیاء آئے انہوں نے آکر ان تغیرات کو اپنے اپنے زمانہ میں دور کر کے اصل کتاب کو پاک صاف شکل میں پھر پیش کر دیا۔ جب توراۃ میں تغیرات بہت زیادہ ہو گئے تو زبور اور زبور کے بعد انجیل کا نزول ہوا۔ یہ دونوں کتابیں بھی گویا توراۃ کی اصلاحی شکلیں تھیں۔ لیکن جب زمانہ بہت گزر گیا اور توراۃ کے پیغامات کو نہ صرف فراموش کر دیا بلکہ بالکل مسخ کر دیا گیا تو پروردگار عالم نے اپنی رحمت سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا اور جدید ہدایت نامہ جس کا نام قرآن رکھا نازل کیا گیا۔ تو جیسا کہ اوپر بتلایا گیا جب آسمانی کتاب یا قدسی صحیفہ میں لوگ قدرے قدرے تغیر کر لیتے ہیں تو نبی کا آنا ضروری ہو جاتا ہے تا کہ تغیر کو دور کر کے اصلاح کی جا سکے اور جب تبدیلیاں کثرت سے ہو جاتی ہیں تو پھر نئی کتاب آتی ہے جو انسانوں کی ہر تراش وخراش سے پاک ہوتی ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اگر آسمانی کتاب اصلی حالت میں موجود ہو اور اس میں کچھ تغیر نہ پیدا ہوا ہو اور عبارت میں تراش خراش اور مسخ وتنسخ نہ کر لیا گیا ہو تو کسی آئندہ نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جب کتاب اللہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہو تو پھر کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں۔ رہا موعظت۔ پند ونصیحت تو اس کے لئے کتابی امت میں سے علماء وصلحا کافی ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ قرآن اصلی شکل میں موجود ہے اور حسب صراحت اسی طرح قیامت تک باقی رہے گا جس طرح نازل ہوا پس نہ کسی جدید کتاب کی ضرورت رہی اور نہ کسی نئے نبی کی نہ اب۔ نہ آئندہ۔ رہی تلقین وتعلیم اور ہدایت وموعظت اس کے لئے علمائے ربانی وحقانی کافی ہیں۔

الغرض جب گذشتہ انبیاء کی تعلیم اور آسمانی کتب کے علوم نایاب ہوئے تو حق تعالیٰ کی رحمت مقتضی ہوئی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ورسالت سے مشرف فرمایا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ پیغمبر کا بھیجنا یہ لوگوں کی خوش قسمتی ہے اگر بدوں پیغمبر بھیجے اللہ تعالیٰ لوگوں کی کھلی ہوئی بے عقلیوں اور بے ایمانیوں پر سزا دینے لگتے تب بھی ظلم نہ ہوتا لیکن اس نے احسان فرمایا اور کسی قسم کی عذرداری کا موقع نہیں چھوڑا۔ ممکن تھا سزا دہی کے وقت مجرمین کہنے لگتے کہ صاحب ہمارے پاس پیغمبر تو بھیجا نہیں جو ہم کو ہماری غلطیوں پر کم ازکم متنبہ کر دیتا۔ اگر کوئی پیغمبر آتا تو ہم کیسے نیک اور ایماندار ثابت ہوتے اور اس عذاب کو نہ دیکھتے اس لئے کہ ہم پھر برے کام ہی نہ کرتے تو اس الزام اور عذر کو رفع کرنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے تا کہ پھر کسی کو کوئی عذر باقی نہ رہے کہ رسول نہ بھیجتے تو کہتے کہ رسول کیوں نہ بھیجا اور اب رسول تشریف لائے جو تمام پیغمبروں سے شان اور رتبہ میں

بڑھ کر ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت اس کو مانتے جب دیکھتے کہ ان سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح ''عصا'' اور ''ید بیضا'' وغیرہ کے معجزات ظاہری وحسی ظاہر ہوتے اور ان کے پاس بھی توراۃ کی طرح ایک دم لکھی لکھائی کتاب اترتی یہ کیا کہ دو دو چار چار آیتیں پیش کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود مدینہ نے قریش کو سکھایا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہی معجزات کے طلبگار ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے جیسے لاٹھی کا سانپ ہوجانا اور ہاتھ کا سورج کی طرح روشن اور چمکدار ہوجانا وغیرہ وغیرہ۔ اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور کتاب الٰہی کو کہاں سب نے مان لیا تھا؟ شبہے نکالنے والے ان کو بھی ساحر اور مفتری کہتے رہے۔ بس جن کو ماننا منظور نہیں ہوتا وہ ہر بات میں کچھ نہ کچھ احتمالات نکال لیتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث ومفسر دہلویؒ لکھتے ہیں'' مکہ کے کافر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سن کر کہنے لگے کہ ویسا معجزہ اس نبی کے پاس ہوتا تو ہم مانتے۔ جب یہود سے پوچھا اور توراۃ کی باتیں اس نبی کے موافق اور اپنی مرضی کے خلاف سنیں مثلاً یہ کہ بت پرستی کفر ہے۔ آخرت کا جینا برحق ہے اور جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہ ہو مردار ہے اور عرب میں ایک نبی آخر الزمان آئیں گے جن کی یہ نشانیاں ہوں گی وغیرہ وغیرہ تب لگے دونوں کو جواب دینے کہ توراۃ اور قرآن دونوں جادو ہیں اور موسیٰ اور محمد (علیہما الصلوٰۃ والسلام) دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس کا جواب تلقین ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ آسمانی کتابوں میں مشہور یہی دو کتابیں ہیں یعنی توراۃ اور قرآن۔ اگر یہ دونوں جادو ہیں تو تم کوئی کتاب الٰہی پیش کرو جو ان سے بہتر اور ان سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو۔ بفرض محال اگر ایسی کتاب لے آؤ تو میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا لیکن تم قیامت تک نہیں لا سکتے۔ اس سے زیادہ بدبختی کیا ہوگی کہ خود ہدایت ربانی سے قطعی تہی دست ہو اور جو کتاب ہدایت آتی ہے تو اسے جادو کہہ کر رد کردیتے ہو۔ اس پر حق تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ جب یہ لوگ نہ ہدایت قرآن کو قبول کرتے ہیں اور نہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کرسکتے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ ان کو راہ ہدایت پر چلنا مقصود ہی نہیں۔ محض اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی ہے۔ جس چیز کو دل چاہا مان لیا جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا رد کردیا تو بتلایئے ایسے ہوا پرست ظالموں کو کیا ہدایت ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت اسی قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ کرے اور جو شخص خود قصد کرتا ہے گمراہ رہنے کا تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتے اور ایسا شخص ہمیشہ گمراہ ہی رہتا ہے۔

یہاں آیت میں یہ ارشاد **ومن اضل ممن اتبع هوٰه بغير هدى من الله ان الله لايهدى القوم الظٰلمين**۔ جو شخص اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنے جی کی چاہت پر چلے اس سے زیادہ کون گمراہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔ تو اگرچہ یہ ارشاد یہاں کفار ومشرکین کے حق میں ہے مگر اس سے سبق اس وقت کے جدید تہذیب کے شیدائیوں کو بھی لینا چاہئے کہ جو خود ساختہ قوانین کو قرآنی احکام کے مقابلہ میں پسند کرتا ہے اور مغربی نظریات کو قرآنی اصول وضوابط پر ترجیح دیتا ہے اور کہتا ہے کہ شریعت کے بعض قوانین اس زمانہ کے موافق تھے جب کہ تہذیب وتمدن اپنی انتہائی بلندی پر نہیں پہنچا تھا تو ایسے تمام لوگوں کو دل کے کان کھول کر یہ ارشاد ربانی سن لینا چاہئے کہ'' ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بدوں اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل اس کے پاس ہو اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔'' اسی مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا

ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہوجائے۔مطلب یہ ہے کہ حقیقی ایمان جبھی حاصل ہوسکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہوسکتی ہیں کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر ہدایات نبوی کے تابع اور ماتحت ہوجائیں۔لیکن آج قرآن و حدیث سے بغاوت قولاً یا فعلاً کے باوجود اسلام اور ایمان کے دعوے بلند کئے جاتے ہیں۔شارحین نے اس حدیث شریف کی تشریح میں لکھا ہے کہ ہویٰ یعنی خواہشات نفس اور ہُدیٰ یعنی اللہ و رسول کی ہدایات یہی دو چیزیں ہیں جن پر خیر وشر کے سارے سلسلہ کی بنیاد ہے۔اور جس سے انسانوں کی سعادت یا شقاوت وابستہ ہے۔ہر گمراہی اور بد عملی اتباع ہوٰی کا نتیجہ ہے جس طرح کہ ہر خیر اور ہر نیکی اتباع ہُدیٰ سے پیدا ہوتی ہے۔لہٰذا حقیقی ایمان جب ہی نصیب ہوسکتا ہے کہ ہوٰی کو یعنی اپنے نفس کی چاہتوں کو ہُدیٰ کے یعنی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے آئی ہوئی ہدایات وتعلیم کے تابع کردیا جائے اور جس نے ہُدیٰ کو چھوڑ کر ہوٰی کی غلامی اختیار کی اور بجائے ربانی ہدایات کے وہ نفسانی خواہشات کے تابع ہوگیا تو گویا خود ہی اس نے مقصد ایمان کو پامال کردیا۔اور اسی کے متعلق دوسری جگہ قرآنی فیصلہ ہے۔ **فاما من طغٰی واثر الحیٰوۃ الدُّنیا فان الجحیم ھی الماوٰی واما من خاف مقام ربه ونھی النفس عن الھوٰی فان الجنة ھی الماوٰی** یعنی جس کسی نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی تو ایسے کا ٹھکانہ بس دوزخ ہی ہوگا اور جو کوئی ڈرا ہوگا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو ایسے کا ٹھکانہ جنت ہی ہوگا۔ اب آگے کی آیات میں قرآن پاک کی صداقت وحقانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر منصف اہل کتاب کے ایمان لانے سے استدلال فرمایا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو ایمان واسلام کی حقیقت نصیب فرمادیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی ظاہر میں اور باطن میں ہم کو اتباع اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہم کو نفس کی بے جا خواہشات سے رکنے کی توفیق وہمت عطا فرمائیں۔اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات کے موافق زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔یا اللہ! آج ہماری اکثریت باوجود دعوئے اسلام وایمان کے اتباع ہوٰی میں گرفتار ہے۔ اور نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کو مقصد زندگی بنا رکھا ہے۔اور دنیوی زندگی کو ترجیح دے رکھی ہے۔اور ہدایات ربانی سے منہ موڑ رکھا ہے۔یا اللہ! اس ظلم وستم سے امت کے ایک ایک فرد کو بچا لیجئے۔ہوٰی کی غلامی سے نکال کر ہم کو ہُدیٰ کا اتباع نصیب فرمادیجئے۔شقاوت کی راہ سے یا اللہ بچا کر سعادت کی راہ پر آجانا نصیب فرمائیے۔یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے سامنے کھڑا ہونے کا خوف وخشیت عطا فرمادے تاکہ ہم قرآنی فیصلہ **واما من خاف مقام ربه ونھی النفس عن الھوٰی فان الجنة ھی الماوٰی** کے مصداق ہوجائیں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ

اور ہم نے اس کلام (یعنی قرآن) کو ان لوگوں کیلئے وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے بھیجا تا کہ یہ لوگ نصیحت مانیں۔ جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے (آسمانی) کتابیں دی ہیں (ان میں جو منصف ہیں)

هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ

وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب قرآن اُن کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے (نازل ہوا ہے اور) ہم تو اس (کے آنے)

مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

سے پہلے بھی مانتے تھے۔ ان لوگوں کو اُن کی پختگی کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا اور وہ لوگ نیکی سے بدی کا دفعیہ کردیتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس کو ٹال جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا کیا ہمارے سامنے آوے گا اور تمہارا کیا

اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾

تمہارے سامنے آوے گا ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا اور البتہ ہم نے مسلسل بھیجا	لَهُمْ ان کیلئے	الْقَوْلَ (اپنا) کلام	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَتَذَكَّرُوْنَ نصیحت پکڑیں	اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو
اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جنہیں ہم نے کتاب دی	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل	هُمْ بِهٖ وہ اس (قرآن) پر	يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں	وَاِذَا اور جب	
يُتْلٰى عَلَيْهِمْ پڑھا جاتا ہے ان پر (سامنے)	قَالُوْٓا وہ کہتے ہیں	اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے اس پر	اِنَّهُ بیشک یہ	الْحَقُّ حق	
مِنْ رَّبِّنَآ ہمارے رب (کی طرف) سے	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	مِنْ قَبْلِهٖ اس کے پہلے ہی	مُسْلِمِيْنَ فرماں بردار	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	
يُؤْتَوْنَ دیا جائے گا انہیں	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	مَّرَّتَيْنِ دُہرا	بِمَا صَبَرُوْا اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا	وَيَدْرَءُوْنَ اور وہ دُور کرتے ہیں	
بِالْحَسَنَةِ بھلائی سے	السَّيِّئَةَ برائی کو	وَمِمَّا اور اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے دیا انہیں	يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں	وَاِذَا اور جب
سَمِعُوْا وہ سنتے ہیں	اللَّغْوَ بیہودہ بات	اَعْرَضُوْا وہ کنارہ کرتے ہیں	عَنْهُ اس سے	وَقَالُوْا اور کہتے ہیں	لَنَآ اَعْمَالُنَا ہمارے لئے ہمارے عمل
وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	اَعْمَالُكُمْ تمہارے عمل	سَلٰمٌ سلام	عَلَيْكُمْ تم پر	لَا نَبْتَغِي ہم نہیں چاہتے	الْجٰهِلِيْنَ جاہل

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ کا ایک الزام اور اعتراض نقل کیا گیا تھا کہ یہ قرآن مثل موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توراۃ کے یکبارگی پورے کا پورا کیوں نہیں نازل ہوا تو اس کا ایک الزامی جواب تو وہاں بیان ہوا تھا۔ اب ایک دوسرا تحقیقی جواب ان آیات میں دیا جاتا ہے کہ جس میں قرآن کے دفعتہً پورے کا پورا نازل نہ ہونے کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس کلام یعنی قرآن کو وقتاً فوقتاً بتدریج ایک آیت کے پیچھے دوسری آیت کو نازل کیا تا کہ بار بار تازہ بتازہ سننے سے غور کرنے اور سمجھنے کا کافی موقع ملے اور یاد رکھنے میں بھی سہولت ہو تو ان ہی کی مصلحت سے تھوڑا تھوڑا نازل کیا جاتا ہے۔ پھر غضب ہے کہ یہ اپنی ہی مصلحت کی مخالفت کرتے

ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان جاہل معاندین و مشرکین کا حال تو یہ ہے کہ یہ نہ اگلی کتابوں کو مانیں نہ پچھلی کو اور ان کے بالمقابل انصاف پسند اہل کتاب کو دیکھو کہ وہ پہلے سے توراۃ و انجیل پر یقین رکھتے تھے اب جب قرآن آیا تو اس پر بھی ایمان لائے اور کہا کہ بلاشبہ یہ کتاب برحق ہے اور ہمارے رب کی اتاری ہوئی ہے۔ ہم اس پر اپنے یقین و اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں اور ہم تو اس کے آنے سے پہلے بھی اس کو بربنائے بشارات اپنی کتب کے مانتے تھے اب بھی قبول کرتے ہیں۔ کتب سابقہ پر ہمارا ایمان تھا جن میں پیغمبر آخر الزمان اور ان کی کتاب قرآن کریم کے متعلق صاف بشارات موجود تھیں لہٰذا ان پیشین گوئیوں پر بھی ہمارا پہلے سے ایمان تھا۔ آج اس کی تفصیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ تمام اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اس پر ایمان لاتے ہیں بلکہ یہ اشارہ دراصل اس واقعہ کی طرف ہے جو اس سورۃ کے نزول کے زمانہ میں پیش آیا تھا اور اس سے کفار مکہ کو شرم دلانی مقصود ہے کہ تم کو اپنے گھر کی نعمت کی قدر نہیں حالانکہ دور دور کے لوگ اس نبی اور اس قرآن کی خبر سن کر آ رہے ہیں اور ان کی قدر پہچان کر ان پر ایمان لا کر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس واقعہ کو ابن ہشام وغیرہ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ ہجرت حبشہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کی خبریں ملک حبشہ میں پھیلیں تو وہاں سے تقریباً ۲۰ عیسائیوں کا ایک وفد تحقیق حال کے لئے مکہ معظمہ آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد حرام میں ملا۔ کعبہ کے آس پاس جو قریش کے مشرک موجود تھے وہ بھی آ کھڑے ہوئے۔ وفد کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے جن کا آپ نے جواب دیا پھر انہوں نے ان تمام اوصاف کا بخوبی مطالعہ کیا جو کتب سابقہ میں آنے والے نبی کے متعلق انہوں نے پڑھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی اور پھر کچھ قرآن کریم کو پڑھ کر سنایا۔ قرآن سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے اس کے کلام الٰہی ہونے کی تصدیق کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو ابو جہل اور اس کے چند ساتھیوں نے ان وفد کے لوگوں کو راستہ میں جا پکڑا اور انہیں سخت ملامت کی اور کہا کہ تم لوگ بڑے نامراد ہو۔ تمہارے ہم مذہب لوگوں نے تم کو اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس شخص کے حالات تحقیق کر کے آؤ اور انہیں ٹھیک ٹھیک خبر دو مگر تم تھوڑی ہی دیر اس کے پاس بیٹھے تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر اس پر ایمان لے آئے۔ تم سے زیادہ احمق وفد تو کبھی ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ اس پر انہوں نے جواب دیا۔ ''سلام ہے بھائیو تم کو۔ ہم تمہارے ساتھ جہالت نہیں کر سکتے۔ ہمیں ہمارے طریقہ پر چلنے دو اور تم اپنے طریقہ پر چلتے رہو۔ ہم اپنے آپ کو جان بوجھ کر بھلائی سے محروم نہیں رکھ سکتے۔'' تو ان منصف اور حق شناس اہل کتاب کے ایمان لانے کی حق تعالیٰ تعریف فرماتے ہیں اور ان کی فضیلت میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دوہرا اجر دیا جائے گا۔ یعنی ایک اجر اس ایمان کا جو وہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رکھتے تھے اور دوسرا اجر اس ایمان کا جو وہ اب نبی عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لائے یا ایک اجر سابق کتب پر ایمان رکھنے اور ان پر عمل کرنے کا اور دوسرا اجر قرآن کو ماننے اور اس کے احکام پر چلنے کا۔ یہی بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہے جو بخاری و مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین فریق ہیں جن کو دوگونا اجر ملے گا۔ ایک وہ اہل کتاب جو پہلے اپنے پیغمبر پر ایمان لایا تھا پھر مجھ پر ایمان لایا۔ دوسرا وہ غلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور

اپنے آقاؤں کا بھی تیسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی مسلمان باندی تھی پھر اس باندی کو ادب یعنی مسائل اسلام اچھی طرح سکھا کر آزاد کر کے اس کی رضامندی سے نکاح کر لیا۔ تو ان ایمان لانے والے اہل کتاب کی یہ جزا ہو گی کہ انہیں دوہرا ثواب ملے گا۔ اب آگے ان انصاف پسند۔ حق شناس اور صداقت شعار مسلمان ہو جانے والے اہل کتاب کے اعمال اور اخلاق کا بیان ہے اور ان کے تین خصوصی اوصاف اللہ تعالیٰ نے اس جگہ بیان فرمائے۔

اول یہ کہ وہ نیکی اور تحمل سے بدی اور ایذاء کا دفعیہ کر دیتے ہیں یعنی وہ بدی کا جواب بدی سے نہیں بلکہ نیکی سے دیتے ہیں۔ ظلم کو ظلم سے نہیں بلکہ انصاف سے دفع کرتے ہیں شرارتوں کا سامنا شرارت سے نہیں بلکہ شرافت سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ اخلاق حسنہ ہم کو بھی عطا فرمائیں۔

دوسرے یہ کہ وہ راہِ حق میں مالی ایثار بھی کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس میں اشارہ اس طرف ہو کہ وہ لوگ محض حق کی تلاش میں حبش سے سفر کر کے مکہ آئے تھے۔ اس سفر کی مشقت اور صرف مال سے کوئی مادی منفعت ان کے پیش نظر نہ تھی بلکہ جب انہوں نے سنا کہ مکہ میں ایک شخص نے اللہ کا پیغمبر اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو انہوں نے ضروری سمجھا کہ خود جا کر تحقیق کریں تا کہ اگر وہ واقعی خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں تو پھر ان پر ایمان لانے اور ہدایت پانے سے محروم نہ رہ جائیں اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان اہل حبش نے مکہ میں آ کر مسلمانوں کو تنگدست اور خستہ حال دیکھا تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس بکثرت مال ہے اگر اجازت ہو تو ہم جا کر لے آئیں اور مسلمان بھائیوں کی کچھ ہمدردی کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور انہوں نے وعدہ کے مطابق تکمیل کی تو ممکن ہے کہ مما رزقنهم ينفقون۔ میں اشارہ اس طرف بھی ہو۔

تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جب ان سے کوئی شخص بیہودہ طور پر الجھتا ہے تو یہ اس سے نہیں الجھتے اور جھگڑا ختم کرنے کے لئے یہ کہتے ہوئے الگ ہو جاتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ تمہاری باتوں کو دور سے سلام۔ ہم کو بے سمجھ لوگوں سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں اشارہ ہے اس بیہودہ بات کی طرف جو ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے اس وفد سے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس نیک صفت کو اپنانے کی توفیق ہم کو بھی عطا فرمائیں۔

ان آیات میں اہل کتاب کے ایمان اور انقیاد کا بیان تھا اور اس سے اوپر گذشتہ آیات میں مشرکین قریش کا کفر و عناد مذکور تھا۔ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور اہل کتاب غیر قرابت دار تھے۔ اور غیر قرابت داروں کے ایمان لانے کو دیکھ کر قرابت داروں کے ایمان نہ لانے پر طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اور پھر ان قرابت داروں میں بھی بعض کے ایمان لانے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص اہتمام اور شوق غالب تھا۔ اس میں کامیابی نہ ہونے سے اور زیادہ رنج ہوتا تھا اس لئے آگے تسلی کا مضمون ارشاد ہے کہ کسی کو ایمان کی توفیق ہو جانا یہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں نہ کہ آپ کے تو پھر آپ کسی کے ایمان نہ لانے پر رنج کیوں کریں یہ مضمون اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی بدی کو نیکی سے اور برائی کو بھلائی سے دفع کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کرسکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کردیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اُسی کو ہے۔

اِنَّکَ بیشک تم	لَاتَھْدِیْ ہدایت نہیں دے سکتے	مَنْ اَحْبَبْتَ جس کو تم چاہو	وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اور لیکن (بلکہ) اللہ	یَھْدِیْ ہدایت دیتا ہے
مَنْ یَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَھُوَ اور وہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِالْمُھْتَدِیْنَ ہدایت پانے والوں کو	

تفسیر و تشریح:- گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کی صداقت و حقانیت کی ایک دلیل یہ دی گئی تھی کہ اہل کتاب میں سے جو منصف مزاج ہیں وہ کتب سابقہ کی بشارات کی بنا پر قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام سمجھ کر اس پر ایمان لے آتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول و پیغمبر تسلیم کر لیتے ہیں۔ اسی بنا پر ایسے اہل کتاب کو جو اسلام لے آئیں دوہرے اجر و ثواب کی بشارت سنائی گئی تھی۔ گذشتہ آیات میں جن اہل کتاب کے ایمان لے آنے کی طرف اشارہ تھا وہ حبشہ کی ایک عیسائیوں کی جماعت تقریباً ۲۰ نفر کی تھی جو تحقیق حال کے لئے مکہ معظمہ آئی تھی اور انہوں نے قرآن پاک کو سن کر اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے جس پر قریش کے بعض مشرکین ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے ان اہل وفد کی بے عزتی کی اور ان کو اسلام قبول کر لینے کے باعث برا بھلا بھی کہا۔ تو مشرکین قریش جو آپ کے قرابت دار بھی تھے ان کا تو یہ سلوک اور رویہ کہ اسلام دشمنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں پیش پیش تھے اور باہر کے ملک سے آنے والے قرآن کریم کی صداقت پر ایمان لاویں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کر لیں تو اس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا اور ان قریش میں سے بھی آپ بعض کے ایمان لے آنے کے بڑے خواہشمند تھے۔ اور بحکم قرآنی آپ نے تبلیغ اسلام کا آغاز بھی اپنے گھر والوں سے کیا اور پھر قریب ترین رشتہ داروں کو دعوت دی۔ پھر ان رشتہ داروں میں بھی آپ کے چچا ابو طالب جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی و تربیت اپنی اولاد کی طرح کی تھی اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کی دعوت کے بعد بھی مددگار رہے۔ ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوی ترین خواہش یہی تھی اور قرابت کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ ابو طالب اسلام لے آئیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا انتقال آپ کی پیدائش سے پہلے ہی ہو گیا تھا اور جب آپ کی عمر چھ برس کی تھی تو والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ پھر دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش و نگرانی اپنے ذمہ لی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف آٹھ برس ۱۰ دن کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے بھی وفات پائی تو ابو طالب جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے وہ آپ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار بنے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کی اور قریش و اہل مکہ نے آپ کی مخالفت و عداوت کی تو ابو طالب برابر آپ کے مددگار رہے۔ سیرت ابن ہشام جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت پر ایک مستند اور اولین تصنیف ہے اور عربی کتابوں میں اس کا درجہ اب تک خاصا بلند مانا جاتا ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابو طالب دونوں کا ایک ہی سال میں انتقال ہو گیا (گویا نبوت کے دسویں سال میں آپ کے چچا ابو طالب کی وفات ہوئی اور اس کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہو گئی۔ اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو غم کا سال فرمایا ہے) تو حضرت خدیجہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے سبب جو آپ کے لئے تبلیغ دین میں بھی مددگار تھیں اور آپ کے چچا ابو طالب کے انتقال کے باعث جو آپ کے کاموں میں قوت بازو اور قوم کے مقابلہ میں محافظ و مددگار تھے پے در پے مصیبتیں آنے لگیں۔ جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو قریش کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کے لئے ایسے مواقع میسر آ گئے کہ ابو طالب کی زندگی میں ان کی امید بھی نہ ہو سکتی تھی۔ ایک دفعہ ایک شریر نے آپ کے سر پر کیچڑ ڈال دی تو آپ اسی حالت میں گھر میں تشریف لائے تو صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی اٹھیں اور آپ کے سر مبارک کی کیچڑ پانی سے دھونے لگیں اور وہ روتی جاتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے جاتے تھے لا تبکی یابنیۃ فان اللہ مانع اباک۔ اے میری پیاری بیٹی روؤ مت۔ اللہ تیرے باپ کا محافظ ہے اسی اثنا میں آپ یہ بھی فرماتے جاتے کہ ابو طالب کے مرنے تک قریش مجھ سے ایسا کوئی برتاؤ نہ کر سکے۔ آگے لکھا ہے کہ ابو طالب جب بیمار ہوئے اور ان کی بیماری کی خبر قریش کو ہوئی تو ان میں سے بعض نے کہا کہ حمزہ اور عمر دونوں نے اسلام اختیار کر لیا ہے اور قریش کے تمام قبیلوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تبلیغ پھیل چکی ہے ہمیں چاہئے کہ ابو طالب کے پاس جائیں کہ وہ اپنے بھتیجے سے ہمارے متعلق کوئی عہد لیں اور ہم سے کوئی عہد لے کر انہیں دیں کیونکہ ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ یہ لوگ ہماری امارت چھین لیں گے۔ چنانچہ ابو جہل۔ امیہ بن خلف۔ عتبہ۔ ابوسفیان۔ اور ان کے علاوہ قوم کے اور سر برآوردہ افراد بھی تھے۔ ان لوگوں نے کہا اے ابو طالب آپ سے جیسے ہمارے تعلقات ہیں آپ خوب جانتے ہیں اب آپ کے پاس وہ چیز آ چکی ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں اور ہمیں آپ کے متعلق مر جانے کا خوف ہے۔ آپ کے بھتیجے اور ہمارے درمیان جیسے تعلق ہیں ان سے بھی آپ واقف ہیں اس لئے انہیں بلائیے اور ان کے لئے ہم سے عہد لیجئے اور ہمارے لئے ان سے عہد لیجئے کہ وہ ہم سے دست کش رہیں اور ہم ان سے دست کش رہیں۔ ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا آپ آئے تو آپ سے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! یہ لوگ تمہاری قوم کے سر برآوردہ ہیں اور تمہارے لئے جمع ہوئے ہیں کہ کچھ عہد تم سے لیں اور کچھ تمہیں دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا ایک بات کا تم مجھے قول دو جس کے عوض تم عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور اس کے سبب سے عجم بھی تمہاری اطاعت کرنے لگیں گے۔ ابو جہل بولا۔ بہت اچھا۔ تمہارے باپ کی قسم ایک نہیں دس باتوں کا قول لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اقرار کرو لا الہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں کہو گے اور اس کے سوا جس کی بھی تم پرستش کرتے ہو اسے چھوڑ دو گے اس پر وہ تالیاں بجانے لگے اور اس کے بعد کہا واللہ ان باتوں میں سے جو تم چاہتے ہو کسی بات پر بھی یہ شخص تمہیں قول دینے والا نہیں۔ پس چلو اور اپنے بڑوں کے دین پر چلتے رہو۔ پھر وہ لوگ ادھر ادھر چلے گئے۔ اور ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ بھتیجے واللہ تم نے ان سے کوئی بعید بات کا سوال نہیں کیا۔ جب ابو طالب نے یہ بات کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ان کے متعلق امید پیدا ہو گئی اور آپ نے ان سے فرمایا اے چچا جان تو آپ وہی بات کہہ دیجئے تا کہ اس کے سبب سے قیامت کے روز میری سفارش آپ کے لئے جائز ہو جائے۔ جب ابو طالب نے اپنے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش دیکھی تو کہا بھتیجے! اگر میرے بعد تم پر اور تمہارے بھائیوں پر طعنہ زنی کا اور قریش کی اس بدگمانی کا خوف نہ ہوتا کہ میں نے یہ الفاظ موت کی سختی پر صبر نہ کر کے کہہ دیئے تو ضرور کہتا اور یہ الفاظ بھی تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان سے تمہیں خوش کر دوں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جب ابو طالب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے وہاں ابو جہل اور عبداللہ بن اُبی بن مغیرہ کو بیٹھا پایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا چچا کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ دو تا کہ میں اس کی حجت خدا کے سامنے پیش کرسکوں۔ ابوجہل نے کہنا شروع کیا۔ ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے۔ حضور برابر کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمارہے تھے اور وہ دونوں بھی یعنی ابوجہل اور ابن مغیرہ اپنا قول دہرا رہے تھے یہاں تک کہ ابو طالب نے کہا کہ میں عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ ابوطالب نے کہا کہ اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ قریش مجھے عار دیں گے اور کہیں گے کہ موت کے ڈر سے ابو طالب نے کلمہ پڑھ لیا تو میں صرف تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے یہ کلمہ کہہ دیتا۔ اس کے بعد ابو طالب کا انتقال ہوگیا۔ حضور والا غمگین ہوکر یہ فرماتے ہوئے نکل آئے کہ میں اللہ سے تمہارے لئے دعائے مغفرت کروں گا جب تک مجھے ممانعت نہ ہوجائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور پھر بعد میں سورۂ توبہ کی آیت ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی قربیٰ من بعد ماتبین لھم انھم اصحب الجحیم نازل ہوئی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ مشرکین رشتہ دار ہی ہوں جب ان پر یہ ظاہر ہو چکے کہ وہ اہل دوزخ ہیں۔

تو ابوطالب کے احسانات اور شفقت کی بنا پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں شدید ترین تمنا ان کے مسلمان ہوجانے کی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے کہا جاتا ہے کہ آپ کو جس سے طبعی محبت ہو یا دل چاہتا ہو کہ فلاں کو ہدایت ہوجائے تو لازم نہیں کہ ایسا ضرور ہوکر رہے۔ آپ کا کام صرف راستہ بتانا ہے۔ آگے یہ کہ کون راستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے کون نہیں پہنچتا یہ آپ کے قبضہ اختیار سے خارج ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کو اختیار ہے جسے چاہے ایمان اور قبول حق کی توفیق بخشے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ کسی کو کسی کے راہ پر لانے کا اختیار تو کیا ہوتا یہ علم بھی نہیں کہ کون راہ پر آنے والا ہے یا آنے کی استعداد و لیاقت رکھتا ہے۔ بہرحال اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمادی کہ آپ جاہلوں کی لغوگوئی اور معاندانہ شوروشغب یا اپنے خاص اعزہ واقارب کے اسلام نہ لانے سے رنجیدہ خاطر اور غمگین نہ ہوں۔ جس قدر آپ کا فرض ہے وہ ادا کئے جائیں آگے اللہ ہی کے علم و اختیار میں ہے کہ ان میں سے کسے راہ ہدایت پر لایا جائے

اس آیت کے تحت حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ یہ صریح ہے اس میں کہ ہدایت کسی کی قدرت میں نہیں۔ بجز اللہ تعالیٰ کے تو جیسا کہ بعض جہلا کا گمان ہے کہ شیخ یا پیر جس کو چاہے اپنے تصرف سے واصل الی اللہ کردے یہ غلط ہے۔ کسی کو ہدایت یا ایمان کی توفیق ہوجانا یہ خدا ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

الغرض اوپر دور سے کفار کے ایمان نہ لانے کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے اور ان کے مختلف شبہات اور اعتراضات نقل کرکے ان کے جوابات دیئے گئے۔ اب آگے کفار مکہ کا ایک دوسرا بہانہ ایمان نہ لانے کا بیان کیا جاتا ہے اور اس کا جواب بھی دیا جاتا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے لئے ہدایت کے فیصلہ فرمادیں۔ اور ہم کو ایسی ہدایت نصیب فرمادیں کہ جس کے بعد کبھی گمراہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو صراط مستقیم پر جمائے رکھیں۔ اور ہر طرح کی کجروی سے محفوظ فرمائیں۔

اے اللہ اسلام اور ایمان کی زندگی نصیب فرما اور اسلام اور ایمان کے ساتھ موت نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت پر چلنے لگے تو فی الفور اپنے مقام سے مار کر نکال دیئے جائیں، کیا ہم نے اُن کو امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی

يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ

جہاں ہر قسم کے پھل کھچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس سے کھانے کو ملتے ہیں ولیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے۔اور ہم بہت سی

اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ ۭ بَعْدِهِمْ اِلَّا

ایسی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے،سو(دیکھ لو) یہ اُن کے گھر ہیں کہ اُن کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر

قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا

تھوڑی دیر کیلئے ،اور آخر کار (اُن کے ان سب سامانوں کے) ہم ہی مالک رہے۔اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک کہ ان کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو نہ بھیج لے

رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ

کہ وہ ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم ان بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے مگر اسی حالت میں کہ وہاں کے باشندے بہت ہی شرارت کرنے لگیں۔

اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ

اور جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کے برتنے کیلئے ہے اور یہیں کی زینت ہے،اور جو (اجر وثواب) اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

کیا تم لوگ نہیں سمجھتے۔

وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں	اِنْ نَّتَّبِعِ اگر ہم پیروی کریں	الْهُدٰى ہدایت	مَعَكَ تمہارے ساتھ	نُتَخَطَّفْ ہم اُچک لئے جائینگے		
مِنْ اَرْضِنَا اپنی سرزمین سے	اَوَ کیا	لَمْ نُمَكِّنْ نہیں دیا ٹھکانہ ہم نے	لَهُمْ انہیں	حَرَمًا اٰمِنًا حُرمت والا مقامِ امن	يُّجْبٰٓى کھنچے چلے آتے ہیں	
اِلَيْهِ اسکی طرف	ثَمَرٰتُ پھل	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے (قسم)	رِّزْقًا بطور رزق	مِّنْ لَّدُنَّا ہماری طرف سے	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان میں اکثر
لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَكَمْ اور کتنی	اَهْلَكْنَا ہلاک کردیں ہم نے	مِنْ قَرْيَةٍ بستیاں	بَطِرَتْ اِترائی	مَعِيْشَتَهَا اپنی معیشت	
فَتِلْكَ سو۔یہ	مَسٰكِنُهُمْ ان کے مسکن	لَمْ تُسْكَنْ نہ آباد ہوئے	مِّنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا قلیل	
وَكُنَّا اور ہوئے ہم	نَحْنُ ہم	الْوٰرِثِيْنَ وارث	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	رَبُّكَ تمہارا رب	مُهْلِكَ ہلاک کرنے والا	الْقُرٰى بستیاں
حَتّٰى جب تک	يَبْعَثَ بھیج دے	فِيْٓ اُمِّهَا اسکی بڑی بستی میں	رَسُوْلًا کوئی رسول	يَّتْلُوْا وہ پڑھے	عَلَيْهِمْ ان پر	اٰيٰتِنَا ہماری آیات
وَ اور	مَا كُنَّا ہم نہیں	مُهْلِكِي ہلاک کرنیوالے	الْقُرٰٓى بستیاں	اِلَّا مگر (جب تک)	وَاَهْلُهَا اس کے رہنے والے	ظٰلِمُوْنَ ظالم

وَ اور	مَآ اُوْتِيْتُمْ جودی گئی تمہیں	مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز	فَمَتَاعُ سوسامان	الْحَيٰوةِ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	وَزِيْنَتُهَا اور اسکی زینت
	وَمَا اور جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	خَيْرٌ بہتر	وَّاَبْقٰى اور باقی رہنے والا۔تادیر	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ سوکیا تم سمجھتے نہیں؟	

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں دور سے کفار کے ایمان نہ لانے کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے۔ انسان کو ہدایت سے روکنے والی کئی چیزیں ہیں ایک ان میں سے نقصان کا اندیشہ اور جان و مال کا خوف بھی ہے۔ ابتدائے اسلام کے زمانہ میں بھی بعض مشرکین کو اگرچہ اسلامی اصول کی حقانیت کسی قدر معلوم ہوگئی تھی لیکن یہ خیال پیش نظر رہتا کہ مسلمان مٹھی بھر ہیں ان کے پاس مال و جاہ نہیں۔ شوکت وسطوت نہیں۔ عزت وحکومت نہیں۔ اگر ہم بھی مسلمان ہو گئے تو عرب کے لوگ ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ چاروں طرف سے ہم پر چڑھ آئیں گے۔ مال اسباب لوٹ لیں گے۔ ہمارا گھر برباد اور کاروبار تباہ ہو جائے گا۔ روزی کے ذرائع مفقود ہو جائیں گے۔ چنانچہ بعض مشرکین مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس اندیشہ کو ظاہر کیا اور کہا کہ بیشک ہم سمجھتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں لیکن اگر ہم دین اسلام قبول کر کے آپ کے ساتھ ہو جائیں تو سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائے گا۔ اردگرد کے تمام قبائل ہم پر چڑھ دوڑیں گے اور سب مل کر ہمارا لقمہ کر لیں گے۔ نہ جان سلامت رہے گی نہ مال۔ تو ان کے اس اندیشہ کا ایک جواب حق تعالیٰ کی طرف سے ان آیات میں یہ دیا جاتا ہے کہ دوسروں سے خطرہ محسوس کر کے اور ظاہری طاقتوں سے مرعوب ہو کر اسلام سے منکر اور روگرداں ہونا سخت غلطی ہے۔ کوئی دنیوی طاقت اللہ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ جس کا ایک کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ حرم کو اللہ نے امن کا مقام بنایا ہے اگرچہ تمام جزیرۂ نما عرب میں لوٹ مار۔ جدال وقتال کا بازار گرم رہتا ہے لیکن حرم کے اندر کسی کی مجال نہیں کہ لشکر کشی یا قتل وغارت کر سکے باوجودیکہ کوئی دنیوی طاقت روکنے والی موجود بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی حرم کے اندر والے ہر خطرہ سے محفوظ ہیں یہاں تک کہ جو جانور حرم کے اندر رہتے ہیں یا بھاگ کر اندر چلے آتے ہیں ان کو بھی کوئی شکار نہیں کرتا۔ ان کے لئے بھی حرم امن کا مقام ہے۔ حرم کے اندر مقتول کے ورثہ قاتل سے ملتے ہیں اور ان کو انتقام لینے کا خیال بھی نہیں پیدا ہوتا۔ تو یہ حرم کا ادب ہی مانع ہے کہ باوجود آپس کی سخت عداوتوں کے باہر والے چڑھائی کر کے تم کو مکہ سے نہیں نکال دیتے۔ پھر قدرت کی کارسازی یہ بھی عجیب ہے کہ سرزمین مکہ ہر قسم کی پیداوار سے خالی ہے۔ کہیں کہیں کھجوروں کے علاوہ غلہ اور میوہ یہاں پیدا نہیں ہوتا تو بظاہر ایسے مقام پر لوگوں کو بھوکا مر جانا چاہئے تھا لیکن خدائے تعالیٰ نے ان کے رزق کا مکمل انتظام فرما دیا۔ ہر اطراف سے ہر قسم کا غلہ اور پھل یہاں آتا ہے۔ یہ قدرت کی کارسازی ہے۔ مگر ناواقف نہیں سمجھتے وہ تو صرف ظاہری اسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ حقیقت کا ان کو کیا علم۔ تو جس خدا نے ایسی کارسازی کی کیا وہ یہ نہیں کر سکتا کہ اگر یہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو کافروں کے دست برد سے ان کے جان و مال اور اہل و عیال کو محفوظ رکھے۔ پھر ان کے کفر وشرک کے باوجود تو انہیں امن اور پناہ دے رکھی ہے۔ ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے پر کیا وہ پناہ نہ دے گا؟ ہاں ان کے ایمان کو پرکھنے کے لئے اگر چند روزہ امتحان کے طور پر کوئی بات پیش آئے تو گھبرانا نہیں چاہئے اور بالفرض اسلام اور ایمان کی بدولت گھر بار چھوڑنا بھی پڑے تو ان کے مقدر کا رزق ہر جگہ ان کو پہنچے گا۔ یہ وطن کو کیوں اپنا رزق سمجھے ہوئے ہیں۔ یہاں تو کوئی چیز پیدا بھی نہیں ہوتی۔ مشرکین مکہ کے اسلام نہ لانے کے عذر کا ایک جواب تو یہ دیا گیا۔

آگے دوسرا جواب دیا جاتا ہے کہ عرب کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو۔ اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ دیکھتے نہیں کتنی قومیں گزر چکی ہیں جنہیں اپنی خوش عیشی پر غرہ ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے تکبر اور سرکشی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ و برباد کر ڈالا کہ آج صفحۂ ہستی پر ان کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ ان کی بستیوں کے کھنڈر پڑے ہوئے ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں بجز اس کے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر

40 ستانے یا قدرت الٰہی کا عبرتناک تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں جا اترے تو مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکین مکہ جس مال و دولت اور خوشحالی پر اترائے ہوئے ہیں اور جس کے کھوئے جانے کے خطرہ سے باطل پر جمے رہنا اور حق سے منہ موڑنا چاہتے ہیں تو یہی چیز بھی عاد و ثمود اور مدین اور قوم لوط کے لوگوں کو بھی حاصل تھی مگر باوجود مرفہ حالی اور خوش عیشی کے وہ کس طرح برباد کردی گئیں اور ان کی اس بربادی کا اصل سبب ان کا غرور و تکبر تھا کہ جس میں پڑ کر انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کی ہدایت سے منہ موڑا اور احکام الٰہیہ کو ٹھکرا دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو برباد کر دیا تو معلوم ہوا کہ تباہی لانے والی چیز وہی ہے جس کو یہ لوگ سبب آبادی سمجھتے ہیں یعنی مال و جاہ قوت وطاقت پر غرور کرنا اور اللہ کے حکم کو نہ ماننا۔

آگے ان کے عذر کا تیسرا جواب دیا جاتا ہے کہ پہلی جو قومیں تباہ ہوئیں ان کے باشندے ظالم ہو چکے تھے مگر خدا نے ان کو تباہ کرنے سے پہلے اپنے رسول بھیج کر متنبہ کیا اور جب خدا کے پیغمبروں کی تنبیہ پر بھی وہ اپنی کج روی سے باز نہ آئے تب پھر انہیں ہلاک کیا گیا۔ اب یہی معاملہ اے مشرکین مکہ تمہیں درپیش ہے کہ تم بھی ظالم ہو چکے ہو اور ایک رسول تمہیں بھی متنبہ کرنے کے لئے آ گئے ہیں اب تم کفر و انکار کی روش اختیار کر کے اپنے عیش اور اپنی خوشحالی کو بچاؤ گے نہیں بلکہ الٹا خطرہ میں ڈالو گے جس تباہی کا تمہیں اندیشہ ہے وہ ایمان لانے سے نہیں بلکہ انکار کرنے سے تم پر آئے گی۔

آگے ان کے عذر کا چوتھا جواب دیا جاتا ہے کہ آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا تو سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنے دن جینا ہے اور یہاں کی بہار اور چہل پہل اور عیش و عشرت کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہو۔ فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جدا کر کے رہے گا۔ پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے اگر وہاں کا عیش و آرام میسر ہو گیا تو یہاں کا عیش اس کے سامنے محض لاشے اور ہیچ ہے۔ دنیا کی ہر چیز ناپائیدار اور فنا پذیر ہے اور آخرت کی ہر نعمت ابدی۔ دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ لہٰذا دنیوی عیش پر ریجھنا یہ عقلمندی کا کام نہیں۔ لازوال نعمت پر ناپائیدار عیش کو ترجیح دینا یہ حماقت ہے۔ پس یہ خیال کرنا کہ اگر ہم اسلام لے آئیں گے تو چاروں طرف سے کفار چڑھائی کر دیں گے اور ہمارا گھر لٹ جائے گا اور روزی کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ بیوقوفی ہے آج بھی مادیت پر نظر رکھنے والے یہی شبہ ظاہر کر رہے ہیں کہ اگر پاکستان میں اسلامی نظام شریعت جاری ہو گیا تو امریکہ ہم سے ناراض ہو جائے گا۔ روس ہم سے بگڑ جائے گا چین ہم سے خفا ہو جائے گا۔ ہندوستان تو ہمارا پہلے ہی سے دشمن ہے۔ تو ہم زندہ کیسے رہیں گے۔ **استغفر اللہ و لاحول ولا قوۃ الا باللہ**۔ بات یہ ہے کہ ایسے مادہ پرستوں کا قرآن اور اللہ کی قدرت پر صحیح ایمان ہی نہیں اس وجہ سے یہ خدشات مشرکین عرب کی طرح ان کے دلوں میں بھی پیدا ہوتے ہیں۔ غرضیکہ یہاں بتلایا گیا کہ یہاں کا عیش تو ناقابل توجہ ہے۔ راحت تو وہی ہے جو ناقابل زوال اور ابدی ہو اور وہ خدا کے پاس ہے جو آخرت میں نصیب ہوگی اور اس کے حصول کا ذریعہ صرف اسلام ہے۔ تو اگر ناپائیدار مال و دولت اور عیش کو کھو کر بھی لازوال سعادت و دولت مل جائے اور ایک روپیہ دینے سے لاکھوں کروڑوں بلکہ ان گنت دولت نصیب ہو جائے تو کیا نقصان ہے تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے کہ فانی کے بجائے باقی کو اختیار کرو۔

ان آیات سے نتیجہ کے طور پر مفسرین نے یہ اخذ کیا ہے کہ کسی دنیوی لالچ یا خوف کی وجہ سے شریعت کے حکم سے سرتابی نہ کرنی چاہئے۔ کارساز حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھنا لازم ہے۔ نفع اور ضرر کا مالک اور قادر مطلق اسی کو یقین کرنا چاہئے۔ ملازمت یا تجارت یا دوسرے مشاغل حیات کی خرابی کا اندیشہ خیال قبول حق سے ہرگز مانع نہ ہونا چاہئے۔ تو یہاں تک کفار کے مختلف اشکالات و اعتراضات نقل فرما کر ان کے جوابات دیئے گئے تھے اور ان کے اعتراضات کا رد فرمایا گیا تھا اب آگے کفر و ایمان اور ہدایت و ضلالت کے جو نتائج قیامت میں ظاہر ہوں گے ان کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا جاتا ہے۔ جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَفَمَن وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ

بھلا وہ شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے پھر وہ شخص اس (وعدہ کی چیز کو) پانیوالا ہے کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگی کا چندروزہ فائدہ دے رکھا ہے پھر وہ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ

قیامت کے روز ان لوگوں میں سے ہوگا جو گرفتار کر کے لائے جاویں گے۔ اور جس دن خدا تعالیٰ ان کافروں کو (توبیخاً) پکار کر کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کو تم (ہمارا شریک) سمجھ رہے تھے۔

تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا

جن پر خدا کا فرمودہ ثابت ہو چکا ہوگا وہ بول اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار بیشک یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا ہم نے ان کو ویسا ہی (بلا جبر و اکراہ) بہکایا جیسا

غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَآ إِلَيْكَ مَا كَانُوٓا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ

ہم خود بہکے تھے اور ہم آپ کی پیشی میں ان سے دستبرداری کرتے ہیں یہ لوگ ہم کو نہ پوجتے تھے۔ اور کہا جاوے گا کہ (اب) اپنے ان شرکاء کو بلاؤ چنانچہ وہ اُن کو پکاریں گے

فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾

سو وہ جواب ہی نہ دیں گے اور (اس وقت) یہ لوگ (اپنی آنکھوں) سے عذاب دیکھ لیں گے اے کاش یہ لوگ (دنیا میں) راہ راست پر ہوتے (تو یہ مصیبت نہ دیکھتے)

اَفَمَنْ سو کیا جو	وَعَدْنٰهُ ہم نے وعدہ کیا اس سے	وَعْدًا حَسَنًا وعدہ اچھا	فَهُوَ پھر وہ	لَاقِيهِ پانے والا اس کو	كَمَنْ اسکی طرح جسے	
مَتَّعْنٰهُ ہم نے بہرہ مند کیا اسے	مَتَاعَ سامان	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	ثُمَّ پھر	هُوَ وہ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	مِنَ سے
الْمُحْضَرِينَ حاضر کئے جانیوالے	وَيَوْمَ اور جس دن	يُنَادِيهِمْ وہ پکارے گا انہیں	فَيَقُولُ پس کہے گا وہ	أَيْنَ کہاں	شُرَكَآءِيَ میرے شریک	
الَّذِينَ وہ جنہیں	كُنتُمْ تَزْعُمُونَ تم گمان کرتے تھے	قَالَ کہیں گے	الَّذِينَ وہ جو	حَقَّ ثابت ہوگیا	عَلَيْهِمُ اُن پر	الْقَوْلُ حکم عذاب
رَبَّنَا اے ہمارے رب	هٰٓؤُلَآءِ یہ ہیں	الَّذِينَ وہ جنہیں	أَغْوَيْنَا ہم نے بہکایا	أَغْوَيْنٰهُمْ ہم نے بہکایا انہیں	كَمَا جیسے	غَوَيْنَا ہم بہکے
تَبَرَّأْنَا ہم بیزاری کرتے ہیں	إِلَيْكَ تیری طرف	مَا كَانُوا وہ نہ تھے	إِيَّانَا صرف ہماری	يَعْبُدُونَ بندگی کرتے	وَقِيلَ اور کہا جائے گا	
ادْعُوا تم پکارو	شُرَكَآءَكُمْ اپنے شریکوں کو	فَدَعَوْهُمْ سو وہ انہیں پکاریں گے	فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا تو وہ جواب نہ دیں گے	لَهُمْ انہیں		
	وَرَأَوُا اور وہ دیکھیں گے	الْعَذَابَ عذاب	لَوْ أَنَّهُمْ کاش وہ	كَانُوا يَهْتَدُونَ وہ ہدایت یافتہ ہوتے		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ مکہ کے بعض کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام قبول نہ کرنے کا یہ عذر اور بہانہ پیش کیا تھا کہ اگر ہم مسلمان ہو جائیں گے تو عرب ہمیں مکہ سے نکل باہر کریں گے حالانکہ اب تک باوجود دشمنی کے وہ ایسا نہیں کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کی سرزمین کو احترام والی اور قتل و غارتگری سے پاک بنایا ہے اور یہاں گھر بیٹھے سب جگہ کی پیداوار کھنچی چلی آرہی ہے مگر انہیں اللہ کا خوف نہیں جو پہلے بہت سی قوموں کو نافرمانی کی سزا میں تباہ و برباد کر چکا ہے۔ پھر بتلایا گیا تھا کہ انہیں اتنا تو سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں موت ایک نہ ایک دن آنی ضرور ہے جو دنیا کے سارے عیش و عشرت کو ختم کر دینے والی ہے تو اس ناپائیدار اور فانی سامان عیش و عشرت پر یہ لٹو کیوں ہو رہے ہیں۔ یہ تو وقتی طور پر فائدہ اٹھانے کے لئے دیا گیا ہے لیکن اللہ کے پاس اس سے بہتر عیش و راحت کا سامان ہے جو دائمی اور ابدی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا

ہے۔اس طرح آخرت کے مقابلہ میں دنیا تو کچھ بھی نہیں لیکن افسوس کہ لوگ دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اوپر کفر وضلالت پر توبیخ اور تنبیہ اور ہدایت وایمان کی ترغیب دی گئی تھی اب آگے کفر وایمان اور ہدایت وضلالت کے جو ثمرات قیامت کے روز ظاہر ہوں گے ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مومن اور کافر دونوں انجام کے اعتبار سے کس طرح برابر ہوسکتے ہیں۔ایک شخص جس نے اللہ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے بہت اچھا انعام دینے کا وعدہ کیا جو اسے قیامت کے دن یقیناً مل کر رہے گا کیا اس کے برابر وہ ہوسکتا ہے جس نے کچھ دن اللہ کے دیئے ہوئے مال متاع سے دنیا میں گلچھرے اڑائے اور پھر کفر پر مر گیا اور قیامت کے دن گرفتار ہوکر مجرم کی حیثیت سے پیش ہوگا۔اس کی مثال ایسی سمجھئے کہ ایک شخص خواب میں دیکھے کہ میرے سر پر تاج شاہی رکھا ہے اور نوکر چاکر خدم وحشم سب میری خدمت کے لئے کھڑے ہیں اور محل میں شاہی دستر خوان بچھا ہوا ہے اور طرح طرح کے کھانے چنے ہوئے ہیں جن سے میں لذت اندوز ہو رہا ہوں مگر آنکھ کھلی تو دیکھا کہ پولیس انسپکٹر گرفتاری کا وارنٹ اور ہتھکڑی بیڑی لئے کھڑا ہے بس وہ پکڑ کر لے گیا اور فوراً ہی پیشی ہوکر حبس دوام کی سزا مل گئی تو بتلایئے اسے وہ خواب کی بادشاہت اور پلاؤ قورمے کی لذت کیا یاد آئے گی۔

آگے قیامت میں کفار ومشرکین اور ان کے معبودان باطل کا حال بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں مشرکوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے وہ فرضی معبود جن کو تم لوگ اپنے زعم سے خدا کی صفات میں شریک سمجھتے تھے۔نفع نقصان۔کارسازی اور کاربرآری کا مالک جانتے تھے اور قیامت کے دن جن کی حمایت کرنے کا تم کو بھروسہ تھا آج وہ کہاں ہیں؟اپنی حمایت کے لئے ان کو بلاؤ تو سہی۔یہ سوال تو ہوگا عام مشرکین سے مگر وہ شیاطین جن وانس اور مشرکین کے وہ لیڈر اور پیشوا جن کو دنیا میں خدا کا شریک اور خدائی حصہ دار بنایا گیا تھا اور جن کے حکم اور بات کے مقابلہ میں خدا اور اس کے رسولوں کی بات کو رد کیا گیا تھا اور جن کے کہنے پر صراط مستقیم اور راہ ہدایت کو چھوڑ کر زندگی کے غلط راستہ اختیار کئے گئے تھے اور جن کی اطاعت اس طرح کی گئی تھی جیسے خدا کی ہونی چاہئے اور اس طرح انہیں خدائی میں شریک کیا گیا تھا۔وہ سمجھ جائیں گے کہ اب ہماری بھی شامت آگئی یہ ہمارے پیرو ضرور کہیں گے کہ یہ لوگ ہماری گمراہی کے اصل ذمہ دار ہیں اس لئے مشرکین کے بولنے سے پہلے وہ خود سبقت کر کے اپنی صفائی پیش کرنی شروع کردیں گے۔اور کہیں گے کہ خداوندا!بیشک ہم نے ان کو گمراہ کیا تھا جیسے کہ ہم خود گمراہ تھے مگر ہم پر ان کے گمراہ کرنے کا الزام حقیقتاً عائد نہیں ہوتا کیونکہ ان پر ہمارا کوئی جبر واکراہ نہ تھا کہ زبردستی اپنی بات منوالیتے ہم نے ان کی دیکھنے۔سننے اور سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو چھین نہیں لیا تھا کہ یہ تو راہ راست کی طرف جانا چاہتے ہوں مگر ہم ان کا ہاتھ پکڑ کر جبراً ان کو غلط راستہ پر لے گئے ہوں۔بلکہ جس طرح ہم خود اپنی مرضی سے گمراہ ہوئے تھے اسی طرح ان کے سامنے بھی ہم نے گمراہی پیش کی اور انہوں نے اپنی مرضی سے اسے قبول کیا ورنہ ان کو اپنے خیال میں آزادی تھی۔یہ کیوں بغیر کسی دلیل وثبوت کے ہمارے اشارہ پر چلے یہ اپنے فعل کے ذمہ دار ہیں ہم ان سے بیزار ہیں ان کا ہم سے اب کوئی تعلق نہیں۔یہ ہمارے پرستار نہ تھے بلکہ اپنے ہی نفس کے بندے بنے ہوئے تھے۔اگر ان کی نفسانی خواہشیں انہیں نہ ابھارتیں تو یہ ضرور ہمیں دھتا بتاتے اور سیدھا راستہ اختیار کرتے۔تو دراصل یہ ان کی خود کی ہوا اور نفس پرستی تھی کہ جو یہ ہمارے بہکائے میں آگئے اور اس طرح یہ ہماری پرستش نہ کرتے تھے بلکہ اپنے نفس وخواہشات اور تخیل کے پرستار تھے۔ہم ان کی عبادت اور بندگی سے آج آپ کے سامنے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔پس آپ ہمیں دعوے معبودیت کے جرم میں نہ پکڑیئے۔جب یہ بیان مشرکین کے پیشواؤں کا ہوگا اور اس طرح وہ مشرکین سے بیزاری اور بے رخی ظاہر کریں گے تو مشرکین سے کہا جائے گا کہ لو اب اپنی مدد اور بچانے کے لئے اپنے ان معبودوں کو پکارو اور ان سے کہو کہ آئیں اور تمہاری مدد کریں اور عذاب سے بچائیں۔چنانچہ وہ مشرکین حیرت سے بالاضطرار ان کو پکاریں گے مگر وہ جواب بھی نہ دیں گے اس لئے کہ وہ خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہوں گے اس وقت عذاب الٰہی کو یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے پھر کہیں گے کہ اے کاش ہم دنیا میں راہ راست پر ہوتے تو آج یہ مصیبت نہ دیکھتے۔

ابھی اسی سلسلہ میں آگے بھی قیامت کے احوال کو بیان فرمایا گیا ہے۔جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنبَاءُ يَوْمَئِذٍ

اور جس دن ان کافروں سے پکار کر پوچھے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا۔ سو اُس روز اُن سے سارے مضامین گم ہوجاویں گے

فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَن يَكُونَ مِنَ

تو وہ آپس میں پوچھ پاچھ بھی نہ کرسکیں گے۔البتہ جو شخص (کفر وشرک سے) توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے لوگ اُمید ہے کہ (آخرت میں) فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے۔

الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ

اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جس حکم کو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے ان لوگوں کو تجویز (احکام) کا کوئی حق حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے

عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا

پاک اور برتر ہے۔ اور آپ کا رب سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے جو اُن کے دلوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اللہ وہی ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

هُوَ ۖ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾

حمد کے لائق دنیا اور آخرت میں وُہی ہے، اور حکومت بھی (قیامت میں) اُسی کی ہوگی تم سب اُسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	يُنَادِيهِمْ وہ پکارے گا انہیں	فَيَقُولُ تو فرمائے گا	مَاذَا کیا	أَجَبْتُمُ تم نے جواب دیا	الْمُرْسَلِينَ پیغمبر	
فَعَمِيَتْ پس نہ سوجھے گی	عَلَيْهِمُ ان کو	الْأَنبَاءُ خبریں (باتیں)	يَوْمَئِذٍ اس دن	فَهُمْ پس وہ	لَا يَتَسَاءَلُونَ آپس میں سوال نہ کرینگے	
فَأَمَّا سو لیکن	مَن تَابَ جس نے توبہ کی	وَآمَنَ اور وہ ایمان لایا	وَعَمِلَ صَالِحًا اور اس نے عمل کئے اچھے	فَعَسَىٰ تو امید ہے	أَن يَكُونَ کہ وہ ہو	
مِنَ سے	الْمُفْلِحِينَ کامیابی پانے والے	وَرَبُّكَ اور تمہارا رب	يَخْلُقُ پیدا کرتا ہے	مَا يَشَاءُ جو وہ چاہتا ہے	وَيَخْتَارُ اور وہ پسند کرتا ہے	
مَا كَانَ نہیں ہے	لَهُمُ ان کیلئے	الْخِيَرَةُ اختیار	سُبْحَانَ اللَّهِ اللہ پاک ہے	وَتَعَالَىٰ اور برتر	عَمَّا يُشْرِكُونَ اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں	
وَرَبُّكَ اور تمہارا رب	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا جو	تُكِنُّ چھپا ہے	صُدُورُهُمْ ان کے سینے	وَمَا اور جو	يُعْلِنُونَ وہ ظاہر کرتے ہیں
وَهُوَ اللَّهُ اور وہی اللہ	لَا إِلَٰهَ نہیں کوئی معبود	إِلَّا هُوَ اس کے سوا	لَهُ الْحَمْدُ اسی کیلئے تمام تعریفیں	فِي الْأُولَىٰ دنیا میں	وَالْآخِرَةِ اور آخرت	
وَلَهُ الْحُكْمُ اور اسی کیلئے فرمانروائی	وَإِلَيْهِ اور اسی کی طرف	تُرْجَعُونَ تم لوٹ کر جاؤ گے				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جب مشرکوں سے قیامت میں ان کے دنیا میں شرک کرنے کے متعلق پوچھا جائے گا تو کوئی جواب ان مشرکوں سے نہ بن پڑے گا سوائے اس کے کہ دنیا میں جو انہوں نے گمراہی اختیار کی تھی اس پر پچھتائیں اور حسرت وافسوس کریں کہ کاش ہم دنیا میں ہدایت حاصل کرلیتے اور سیدھا راستہ اختیار کرلیتے تو یہ مصیبت نہ دیکھنی پڑتی۔ تو قیامت میں جب مشرکین پر توحید اختیار نہ کرنے سے الزام قائم ہوجائے گا تو پھر دوسرا سوال پوچھا جائے گا کہ تم نے ہمارے رسولوں کی بات دنیا میں کیوں نہیں مانی؟ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن ان کفار ومشرکین سے بازپرس کی جائے گی کہ علاوہ عقل وفہم عطا کرنے اور دلائل فطرت پیدا کرنے کے جو پکار پکار کر توحید کی طرف بلا رہے تھے

اللہ نے جو تمہارے پاس پیغمبر بھیجے تھے اور انہوں نے تم کو راہ راست کی طرف بلایا تھا تو تم نے ان کی بات کیوں نہ سنی اور ان کے دعوت اور پیغام کا کیا جواب دیا تھا؟ یہ سوال بھی سن کر کفار و مشرکین کے حواس باختہ ہو جائیں گے اور دنیا میں اگرچہ پیغمبروں کے مقابلہ میں وہ کٹ حجتیاں کرتے اور تکبر اور غرور سے سرمست ہو کر پیغمبروں کے ماننے والوں کو ذلیل اور رذیل کہتے لیکن قیامت کے دن ان کو کوئی جواب نہ بن پڑے گا اور نہ یہ ممکن ہوگا کہ باہم پوچھ پاچھ کر کوئی جواب دے سکیں۔ کافروں اور مشرکوں کی قیامت کے دن یہ ناگفتہ بہ حالت بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ آخرت میں نجات کا دارومدار صرف اس پر ہے کہ انسان دنیا ہی میں سرکشی چھوڑے۔ خواہشات کا بندہ نہ بنے۔ اللہ پر سچے دل سے ایمان لائے۔ کسی کو اس کی ذات و صفات میں شریک نہ کرے اور اس کے رسول جو نیک کام کرنے کو بتائیں انہیں بے چون و چرا اختیار کرے اور جن کاموں کو وہ برا کہیں ان سے رکیں ان کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ ایسے لوگوں کو امید رکھنی چاہئے کہ انہیں آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی۔ تو مفلحین یعنی آخرت میں فلاح پانے والوں کی یہاں تین شرائط بیان کی گئیں۔ اول **من تاب** یعنی جو توبہ کرے۔ اس میں کفر و شرک اور تمام معاصی سے توبہ کرنا داخل ہے۔ دوسری شرط **امن** فرمائی یعنی جو ایمان لے آئے اس میں توحید رسالت۔ قیامت۔ آخرت۔ جزا سزا سب پر ایمان لانا شامل ہے۔ تیسری شرط فرمائی **عمل صالحاً** اور جو نیک کام کیا کرے۔ اس میں تمام احکام۔ اوامر و نواہی سب پر عمل کرنا داخل ہے۔ تو ایسوں کے لئے فرمایا گیا **فعسیٰ ان یکون من المفلحین** یعنی امید ہے کہ ایسے لوگ فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے۔ یہاں لفظ **عسیٰ** جس کے معنی امید کے ہیں لانے میں یہ تعلیم دی گئی کہ کسی کو اپنی توبہ اور عمل صالحہ پر مغرور نہ ہو جانا چاہئے اور یہ یقین نہ کر لینا چاہئے کہ چونکہ میرے اعمال اچھے ہیں اس لئے جنت کا ملنا لازم ہو گیا ایسا عقیدہ صحیح نہیں بلکہ یہ امید رکھنا چاہئے کہ میں اللہ کے احکام کو مانتا ہوں اس لئے پروردگار کی رحمت کی مجھے امید ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اعمال کے رد ہونے اور گرفت میں ماخوذ ہونے کا خوف بھی دل میں لگا رہے اس لئے ممکن ہے کہ توبہ نہ قبول ہوئی ہو یا اعمال نہ پسند آئے ہوں اور قیامت کے دن خالی ہاتھ رہنا پڑے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی اپنے اعمال کے سبب جنت میں نہ جائے گا جب تک کہ اللہ کی رحمت شامل نہ ہو۔

الغرض یہاں تک شرک کی مذمت مذکور ہوئی اور کفر و شرک سے توبہ کی ترغیب دی گئی اب آگے توحید کا بیان ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنا اللہ کی مشیت اور اختیار سے ہے۔ یعنی کسی مخلوق کو تخلیق کا اختیار نہیں۔ نہ پیدائش میں کسی کی مشیت اور مرضی کو دخل ہے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے مگر افسوس ہے ہمارے خاندانی منصوبہ بندی والوں کی سمجھ پر جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اولاد کا پیدا کرنا نہ کرنا اپنے اختیار میں ہے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** اور جس طرح تکوینی اور تخلیقی اختیارات اللہ ہی کو حاصل ہیں اسی طرح تشریعی اختیارات بھی اسی کو حاصل ہیں یعنی جس حکم کو چاہتا ہے پسند کرتا ہے اور انبیاء کے ذریعہ سے نازل فرماتا ہے۔

یہ تو توحید کا مثبت پہلو تھا آگے منفی پہلو بھی واضح فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو تجویز احکام کا کوئی حق حاصل نہیں کہ جو حکم چاہیں تجویز کر لیں جیسے یہ مشرکین اپنی طرف سے شرک کو جائز تجویز کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنے چند خصوصی اوصاف کا تذکرہ فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو واحد۔ منفرد۔ اور یگانہ ثابت کرتے ہیں چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا علم کامل رکھتا ہے کہ بندوں کے ہر فعل و عمل کو خواہ وہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر سب جانتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ دل میں جو خیالات اور عقیدے یا نیت رکھتے ہیں وہ بھی سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہی ہر شخص کی پوشیدہ استعداد و قابلیت سے آگاہ ہے اسی

کے موافق معاملہ کرے گا۔ اور چونکہ کسی کا ایسا علم نہیں ہے اس لئے اس سے بھی اس کا واحد و یکتا ہونا ثابت ہوا جس طرح تخلیق۔ اختیار اور علم میں وہ واحد ہے ایسے ہی اس کی ذات الوہیت میں بھی یگانہ ہے۔ بجز اس کے کسی کی بندگی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کی ذات میں تمام کمالات وخوبیاں جمع ہیں۔ دنیا اور آخرت میں جو تعریف بھی ہو خواہ وہ کسی کے نام پر رکھ کر کی جائے حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے۔ اسی کا فیصلہ ناطق ہے۔ اسی کو اقتدار کلی حاصل ہے اور انجام کار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے یعنی قیامت میں بھی حکومت اسی کی ہوگی یہ نہیں کہ کوئی اس کے سامنے حاضر ہونے سے بچ جائے یا کہیں چھپ کر پناہ لے لے پس فنا ہونے اور مرنے کے بعد بھی اسی سے واسطہ پڑتا ہے اس سے بھی ذات باری تعالیٰ منفرد ہونا ثابت ہوا۔

اب یہاں ظاہر ہے کہ کفار ومشرکین سے تو یہ سوال ہوگا کہ دنیا میں تم نے توحید و رسالت کو کیوں قبول نہ کیا تھا اور تمہارے پاس جو اللہ کے پیغمبر دعوت اور پیغام لے کر آئے تھے تو تم نے اس کا کیا جواب دیا تھا؟ مگر یہاں ذرا ان کے لئے بھی غور وفکر کی ضرورت ہے کہ جو دعویٰ تو اسلام کا کرتے ہیں اور کتاب وسنت۔ قرآن وحدیث یعنی اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات اور تعلیمات سے نہ صرف نافرمانی بلکہ بغاوت برت رہے ہیں۔ تو اگر ان سے بھی پوچھا گیا اور یقیناً پوچھا جائے گا کہ تم نے توحید و رسالت کا اقرار کر کے اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریق سے بیزاری اور بغاوت پر کیوں کمر بستہ رہے تو سوچ لیں کہ میدان حشر میں وہ کیا جواب دیں گے؟ کیا یہ جواب دیں گے کہ بس ہمارا ایمان واسلام تو یہی تھا۔

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

(استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)

ایسے مدعیان اسلام کے سنانے کے لئے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ کی ایک عبارت آپ کی کتاب ''بوادر النوادر'' سے یاد آئی جو یہاں نقل کرتے ہوئے دل کانپتا ہے مگر موقع کی مناسبت سے ضرورتاً نقل کی جاتی ہے کہ شاید کسی کی آنکھ کھل جانے کا ذریعہ بن جائے۔ بوادر النوادر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے آخری تصنیف ہے اور مضامین کے اعتبار سے روح التصانیف ہے۔ اور یہ کتاب حضرت اقدسؒ کے مرض وفات میں آپ کی وفات سے صرف تقریباً بیس روز پہلے طبع ہو کر تھانہ بھون پہنچی تھی جس سے حضرت والا بہت ہی مسرور ہوئے۔ نور اللہ مرقدہ تو اس کتاب بوادر النوادر میں نیز بیان القرآن میں سورۂ اعراف تیسرے رکوع کی آیت نمبر ۳۰ فریقاھدیٰ وفریقاً حق علیھم الضللۃ انھم اتخذوا الشیطین اولیآء من دون اللہ ویحسبون انھم مھتدون (بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ ان لوگوں نے شیطانوں کو رفیق بنالیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں) کے تفسیر کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے۔ ''جیسے قلب سے تکذیب کرنا کفر ہے۔ اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا اور برتاؤ میں مخالفت وعداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے۔ خوب سمجھ لو۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے ہم کو وہ ایمان واسلام حقیقی نصیب فرمائیں کہ جو میدان حشر میں ہمیں ندامت وشرمندگی سے واسطہ نہ پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حوض کوثر سے سیراب ہونا نصیب ہو۔ جس سے کہ کچھ نام نہاد امتی محروم رکھے جائیں گے جس کا کچھ بیان انشاء اللہ اگلے درس میں آئے گا۔ جہاں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ رات دن میں جس قدر نعمتیں اور بھلائیاں تم کو پہنچتی ہیں اللہ ہی کے فضل وانعام سے ہیں بلکہ خود رات دن کا ادل بدل کرنا بھی اللہ کا ایک مستقل احسان ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ

آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کیلئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا معبود ہے

غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ

جو تمہارے لئے روشنی کو لے آوے، تو کیا تم (توحید کے ایسے صاف دلائل کو) سنتے نہیں۔ آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کیلئے

سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

قیامت تک دن ہی رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آوے جس میں تم آرام پاؤ، کیا تم (اس مشاہدہ قدرت کو) دیکھتے نہیں۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم رات میں آرام کرو اور تاکہ (دن میں) اس کی روزی تلاش کرو

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور تاکہ (ان دونوں پر) تم شکر کرو۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ اُن کو پکار کر فرمادے گا کہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں گئے۔

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ

اور ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے، پھر ہم (ان مشرکین سے) کہیں گے کہ اپنی دلیل (صحت شرک کے دعوے پر) پیش کرو سو (اُس وقت) اُن کو معلوم ہو جاوے گا کہ سچی بات خدا ہی کی تھی

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

اور (دنیا میں) جو کچھ باتیں گھڑا کرتے تھے (آج) کسی کا پتہ نہ رہیگا۔

قُلْ فرمادیں	اَرَءَيْتُمْ بھلاتم دیکھوتو	اِنْ اگر	جَعَلَ کردے (رکھے)	اللّٰهُ اللہ	عَلَيْكُمْ تم پر	الَّيْلَ رات	سَرْمَدًا ہمیشہ
اِلٰى تک	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت	مَنْ کون	اِلٰهٌ معبود	غَيْرُ اللّٰهِ اللہ کے سوا	يَاْتِيْكُمْ لے آئے تمہارے پاس	بِضِيَآءٍ روشنی	
اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ تو کیا تم سنتے نہیں؟	قُلْ فرمادیں	اَرَءَيْتُمْ بھلاتم دیکھوتو	اِنْ اگر	جَعَلَ اللّٰهُ بنائے (رکھے) اللہ	عَلَيْكُمْ تم پر	النَّهَارَ دن	
سَرْمَدًا ہمیشہ	اِلٰى تک	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت	مَنْ کون	اِلٰهٌ معبود	غَيْرُ اللّٰهِ اللہ کے سوا	يَاْتِيْكُمْ لے آئے تمہارے لئے	
بِلَيْلٍ رات	تَسْكُنُوْنَ تم آرام کرو	فِيْهِ اس میں	اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟	وَ اور	مِنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے		
جَعَلَ لَكُمْ اس نے تمہارے لئے بنایا	الَّيْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	لِتَسْكُنُوْا تاکہ تم آرام کرو	فِيْهِ اس میں	وَلِتَبْتَغُوْا اور تاکہ تم تلاش کرو		
مِنْ فَضْلِهٖ اسکا فضل (روزی)	وَلَعَلَّكُمْ اور تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ تم شکر کرو	وَيَوْمَ اور جس دن	يُنَادِيْهِمْ وہ پکارے گا انہیں	فَيَقُوْلُ تو وہ کہے گا		
اَيْنَ کہاں؟	شُرَكَآءِيَ میرے شریک	الَّذِيْنَ وہ جو	كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ تم گمان کرتے تھے	وَ اور	نَزَعْنَا ہم نکال کر لائینگے	مِنْ سے	

کُلِّ اُمَّۃٍ ہر امت	شَهِيدًا ایک گواہ	فَقُلْنَا پھر ہم کہیں گے	هَاتُوا تم لاؤ (پیش کرو)	بُرْهَانَكُمْ اپنی دلیل	فَعَلِمُوا سو وہ جان لیں گے	
اَنَّ کہ	الْحَقَّ سچی بات	لِلّٰهِ اللہ کی	وَضَلَّ اور گم ہو جائیں گی	عَنْهُمْ ان سے	مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ جو وہ گھڑتے تھے	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ کی توحید کے متعلق مضمون بیان ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جس طرح تخلیق۔ اختیار اور علم میں وہ منفرد ہے اسی طرح الوہیت اور معبودیت میں بھی یگانہ ہے۔ اسی کی ذات میں تمام کمالات اور خوبیاں جمع ہیں۔ اسی کو اقتدار کلی حاصل ہے اب بھی اور قیامت میں بھی۔ اب آگے اسی سلسلہ میں اظہار قدرت کے لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر سورج کو طلوع نہ ہونے دے یا اس سے روشنی سلب کر لے تو تم اپنے کاروبار اور کام کاج کے لئے ایسی روشنی کہاں سے لا سکتے ہو۔ یہ بات ایسی صاف اور توحید کے دلائل میں ایسی روشن ہے کہ ایک کم عقل کی بھی سمجھ میں آ جائے۔ پھر اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر آفتاب کو غروب نہ ہونے دے اور ہمیشہ تمہارے سروں پر کھڑا رہے تو جو راحت اور سکون اور دوسرے فوائد رات کے آنے سے حاصل ہوتے ہیں ان کا سامان کونسی طاقت کر سکتی ہے۔ یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے کہ جو بیوقوف سے بیوقوف آدمی کو بھی نظر آتی ہے تو معلوم ہوا کہ شبانہ روز کا دور اور نور ظلمت کا چکر اسی کے دست قدرت میں ہے اور کسی دوسرے کو تصرف کائنات میں کوئی دخل نہیں۔ یہاں آیت میں یہ دلیل دے کر کہ اگر قیامت تک رات ہو جائے تو پھر کس میں طاقت ہے کہ دن نکال دے۔ **افلا تسمعون** فرمایا چونکہ رات میں صورت نہیں دکھائی دیتی اور آواز سنائی دیتی ہے اس لئے رات کے ساتھ **افلا تسمعون** فرمایا یعنی کیا تم سنتے بھی نہیں اور دن میں صورت دکھائی دیتی ہے اور آواز رات کی نسبت کم سنائی دیتی ہے اس لئے دن کے ساتھ **افلا تبصرون** فرمایا یعنی کیا اسی حقیقت بھی تم کو دکھلائی نہیں دیتی۔ آگے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت سے رات دن کا الٹ پھیر کرتا رہتا ہے تا کہ رات کی تاریکی میں سکون و راحت حاصل کرو یعنی نیند سے حواس اور اعضاء کی تکان دور ہو جاتی ہے اور دماغی اور جسمانی راحت حاصل ہوتی ہے اور دن کے اجالے میں کاروبار جاری رکھ سکو اور اپنی روزی کو تلاش کرو۔ یہاں آیت میں دن میں روزی تلاش کرنے کو **لتبتغوا من فضله** فرمایا یعنی اس کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ روزی ظاہر میں دینے والے کو حقیقۃً دینے والا نہ سمجھ لینا چاہئے بلکہ اس کو صرف دینے کا ذریعہ خیال کرنا چاہئے اور جو کوئی بھی کچھ دے دراصل اس کو فضل خداوندی یقین کرنا لازم ہے اس لئے آگے **لعلكم تشكرون** فرمایا یعنی جب اس روزی کو فضل الٰہی جان لو تو اللہ ہی کا شکر ادا کرو اور کفران نعمت نہ کرو کہ عطا تو فرمائے خدا اور دینے والا سمجھو تم کسی اور کو۔ یہ دلائل توحید بیان فرما کر پھر شرک اور مشرکین کی مذمت فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ معبود حقیقی کو چھوڑ کر اور دوسرے معبود جو یہ مشرکین قرار دیتے ہیں اور جن کو یہ اپنے زعم میں اپنا حامی اور ناصر اور شفیع خیال کرتے ہیں قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے اور اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور قیامت کے دن ہر امت کے پیغمبر کی شہادت طلب کی جائے گی اور وہ بتلائیں گے کہ ان کی امت نے آسمانی شریعت اور احکام الٰہیہ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اس وقت کفار اور مشرکین سے سرکشی اور کفر و شرک کی دلیل طلب کی جائے گی کہ بتاؤ خدا تعالیٰ کے شریک کس سند اور دلیل سے ٹھہرائے اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کہاں سے لئے۔ خدا کے پیغمبر کو تو تم نے مانا نہیں پھر کس

نے بتلایا کہ خدا کا یہ حکم ہے اور یہ نہیں۔ لیکن کافروں کو کوئی جواب بن نہ پڑے گا اور اس وقت ان کو نظر آ جائے گا کہ سچی بات اللہ ہی کی تھی اور معبودیت صرف اسی کا حق ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ دنیا میں پیغمبر جو بتلاتے تھے وہی ٹھیک تھا۔ مشرکین نے جو عقیدے گھڑ رکھے تھے اور جو باتیں اپنے دل سے جوڑ رکھی تھیں اس روز سب کافور ہو جائیں گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ شب و روز کا دورہ اگرچہ ظاہر میں سورج کے طلوع اور غروب کی وجہ سے ہے لیکن فی الحقیقت اذن خداوندی اور تاثیر الٰہی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے عارف کی نظر میں عالم میں جو انقلاب وتغیر ہوتا ہے اس سب کا بانی اور فاعل حقیقی خدا ہی ہے انسان جو متصرف یا حاکم نظر آتے ہیں وہ حقیقت میں متصرف اور حاکم نہیں بلکہ ذرائع اور آلات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یوں سمجھئے کہ ایک ہوشمند انسان ہتھیار والے سپاہی کو قاتل کہتا ہے نہ کہ تلوار کو جس سے سپاہی کسی کو قتل کرتا ہے۔ پس اگر خوشامد کرنی اور درگزر اور عفو کی طلب کرنی ہوتی ہے تو سپاہی سے کرتا ہے نہ کہ تلوار سے۔ اگر ڈرتا ہے تو سپاہی سے نہ کہ ہتھیار سے۔ ہاں عارضی خوف جو ہتھیار سے دل پر چھا جاتا ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ کہیں سپاہی اس ہتھیار کو ہمارے خلاف نہ استعمال کرے۔ تو واقع میں ہتھیار نہ فاعل ہے۔ نہ مختار۔ نہ کوئی خوف کی چیز بلکہ اس سے ضرر سپاہی کے ارادے سے وابستہ ہے بس یہی حالت کل کائنات کی ہے۔ نہ کسی سے نفع وابستہ ہے نہ ضرر۔ حقیقی کارساز اور آلات و ذرائع پیدا کرنے والا حق تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اور بغیر حکم الٰہی کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رات اللہ تعالیٰ نے آرام کے لئے بنائی ہے اس لئے جو لوگ رات کو کام کرتے ہیں بغیر کسی خاص مجبوری کے اور دن کو سوتے ہیں وہ خلاف فطرت عمل کرتے ہیں۔

ان آیات میں ایک اور اہم بات کی طرف بھی آپ کو توجہ دلانی ہے۔ یہاں آیت میں فرمایا گیا **ونزعنا من کل امۃ شھیدا** اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال کر لائیں گے اور مفسرین نے یہاں گواہ سے مراد پیغمبر امت کو لیا ہے۔ تو اگرچہ یہاں بیان کفار و مشرکین کے متعلق ہے کہ جن کے متعلق پیغمبر کی شہادت طلب کی جائے گی لیکن آپ یقین کیجئے کہ قیامت میں ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو حوض کوثر سے سیراب کرنے کے لئے ابتدائی انتظامات میں مصروف اور اپنی امت کے لوگوں کی آمد کے منتظر ہوں گے تو اس وقت کچھ لوگوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک دیا جائے گا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے اللہ یہ لوگ تو میرے امتی ہیں اور مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جواب ملے گا کہ ہیں تو بیشک یہ آپ کے امتی ہی لیکن آپ کو ان کے کرتوت معلوم نہیں کہ یہ لوگ دین میں طرح طرح کی بدعات نکالتے رہے ہیں۔ دین میں تبدیلیاں کرتے رہے ہیں اور صراط مستقیم سے ہمیشہ ہٹے رہے اس لئے حوض کوثر سے ان کو پانی نہیں ملے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پھر جھڑک دیں گے کہ دور ہوں مجھ سے یہ لوگ اور دور ہوں خدا کی رحمت سے کہ جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی۔ اس کے متعلق صحیح احادیث جو بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت کی گئی ہیں سنیئے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض (کوثر) پر تم سے پہلے پہنچوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے پھر ان کو میرے سامنے سے ہٹا دیا

جائے گا تو میں عرض کروں گا اے پروردگار یہ تو میری امت کے لوگ ہیں تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں جو شر و فساد بپا کیا ہے آپ اسے نہیں جانتے۔ (بخاری)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگ حوض پر اتریں گے یہاں تک کہ میں ان کو پہچان لوں گا تو وہ میرے سامنے سے کھینچ کر لے جائے جائیں گے اس پر میں عرض کروں گا کہ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے جو دین میں بگاڑ پیدا کیا ہے۔ (بخاری)

(۳) حضرت ابوسعید خدری اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا اور جو شخص میرے پاس سے گزرے گا وہ پئے گا۔ اور جس نے پی لیا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی کچھ لوگ میرے پاس ایسے بھی آئیں گے جن کو میں پہچان لوں گا اور وہ مجھے پہچان لیں گے پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ یہ لوگ تو میری امت کے ہیں۔ پس کہا جائے گا کہ آپ کے بعد جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے آپ اسے نہیں جانتے تو اس وقت میں کہوں گا کہ وہ لوگ دور ہوں جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا۔ (بخاری)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ میرے سامنے قیامت کے دن حوض پر اتریں گے پھر ان کو حوض سے دور ہٹا دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا یارب یہ تو میری امت کے لوگ ہیں تو جواب ملے گا کہ آپ کو اس کا علم نہیں جو ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں نئی بات پیدا کی۔ وہ الٹے پاؤں دین سے پھر گئے تھے۔ (بخاری)

(۵) حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض کوثر پر ہوں گا۔ تم میں سے جو آئے گا اسے دیکھوں گا اور کچھ لوگوں کو مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی پکڑ لیا جائے گا تو میں عرض کروں گا یارب یہ تو میرے امتی ہیں اور میرے آدمی ہیں تو جواب دیا جائے گا کہ آپ کو معلوم بھی ہے کہ وہ آپ کے بعد کیا کرتے رہے۔ خدا کی قسم یہ لوگ الٹے پاؤں پھرتے رہے ہیں۔ (بخاری)

(۶) ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں تشریف رکھتے ہوئے فرمایا میں حوض کوثر پر تمہاری آمد کا منتظر ہوں گا۔ خدا کی قسم اس وقت یہ واقعہ رونما ہوگا کہ کچھ لوگوں کو مجھ سے ادھر ہی دور کر لیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ اے اللہ یہ تو میرے اپنے آدمی ہیں اور میرے امتی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد انہوں نے جو کرتوت کئے ہیں وہ آپ کو معلوم نہیں ہیں۔ یہ آپ کے بعد دین سے روگردانی کرتے رہے (صحیح مسلم)

آج دین کے ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے کہ طریقہ مسنونہ کو چھوڑ کر نئی نئی بدعات نکالی جا رہی ہیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا جا رہا ہے۔ سنن و مستحبات کا تو کیا ذکر۔ فرائض و واجبات کا جو حشر بن رہا ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے اس لئے دین کا درد اور دین کا خیال رکھنے والوں کو ان احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف کھا کر اپنے دین و ایمان کو صحیح معنی میں سنبھالنے کی فکر رکھنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مشکوٰۃ شریف کی اور سن لیجئے۔

حضرت عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ ہماری طرف منہ

کر کے بیٹھ گئے اور ہم کو نہایت مؤثر الفاظ میں نصیحت کی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا پس ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شاید یہ آخری وصیت ہے پس آپ ہم کو کچھ اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم للہ سے ڈرتے رہو اور نصیحت کرتا ہوں تم کو سننے اور اطاعت کرنے کی اگر چہ تم کو حبشی غلام کی اطاعت کرنی پڑے۔ پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے وہ اختلاف کثیر کو دیکھے گا۔ ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میرے اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کو مضبوط پکڑ لے۔ اسی طریقہ پر بھروسہ رکھو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور بچو تم دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اب اصل مضمون کی طرف آئیے۔ گذشتہ رکوع میں یہ بیان ہوا تھا کہ دنیا کے یہ ناز و نعم بے ثبات ہیں اور آخرت کی نعمتیں دائمی اور ابدی ہیں۔ پھر آخرت کی مناسبت سے کچھ احوال عالم آخرت کے بیان ہوئے۔ اب پھر اسی بات کو سمجھانے کے لئے کہ یہ دنیا کا ساز و سامان اور مال دولت دنیا میں بھی ہمیشہ نہیں رہتا۔ ہمیشہ رہنے والی دولت وہ ہے کہ جو آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں کو عطا فرمائے گا۔ اسی بات کو سمجھانے کے لئے اب اگلی آیات سے قارون کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو بڑا مالدار تھا مگر جس نے مال کے غرور میں دارِ آخرت کی محرومی حاصل کی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یہ شب و روز کے انقلابات ہمارے لئے معرفت الٰہیہ کا باعث ہوں اور ہم شب و روز کی نعمتوں کو منعم حقیقی کی طرف سے جان کر ان نعمتوں پر حق تعالیٰ کے شکر گزار رہیں۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہم کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و ہدایت پر چلنا نصیب فرمائیں تا کہ قیامت میں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندگی نہ ہو۔ بلکہ آپ کی شفاعت نصیب ہو اور آپ کے حوض کوثر سے سیراب ہونا نصیب ہو۔

یا اللہ! قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو احوال آخرت بتلائے گئے ہیں یقیناً ہونا تو وہی ہیں مگر آج امت پر کیسی غفلت چھائی ہوئی ہے کہ نہ آخرت کا فکر ہے۔ نہ خدا کے خوف سے دل لرزاں و ترساں ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا غم ہے۔ یا اللہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو امت کو یہ وصیت و نصیحت فرمائی تھی کہ میرے اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور دین میں نئی باتیں اور بدعات پیدا کرنے سے بچتے رہو مگر آج امت کی اکثریت بالکل حضور کی ہدایت کے خلاف چل رہی ہے۔ یا اللہ! اس کا نتیجہ ہے کہ جو آج دنیا میں امت بدحالی میں گرفتار ہے اور آخرت میں جو پیش آنا ہے وہ اس سے بھی سخت ہوگا۔ یا اللہ! ہم آپ کے رحم و کرم کے طالب ہیں۔ آپ سے ہدایت کے بھکاری ہیں۔ یا اللہ! ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما دے۔ اپنا فرمانبردار بندہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا امتی ہونا نصیب فرما دے۔ یا اللہ! آخرت کا فکر ہم کو نصیب فرما دے اور میدان حشر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حوض کوثر سے سیراب ہونا نصیب فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ

قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی برادری میں سے تھا سو وہ (کثرتِ مال کی وجہ سے) ان لوگوں میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اُس کو اس قدر خزانے دیے تھے

مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

کہ اُن کی کنجیاں کئی کئی زورآور شخصوں کو گرانبار کردیتی تھیں، اُس کو اُس کی برادری نے کہا کہ تو اِترا مت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

الْفَرِحِيْنَ ۝۷۶ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

اور تجھ کو خدا نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالمِ آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دُنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور جس طرح خداتعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا مت خواہاں ہو،

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۷۷

بیشک اللہ اہلِ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

اِنَّ بیشک	قَارُوْنَ قارون	كَانَ تھا	مِنْ سے	قَوْمِ مُوْسٰى موسیٰ کی قوم	فَبَغٰى سو اس نے زیادتی کی	عَلَيْهِمْ ان پر
وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے دیئے تھے اس کو	مِنَ الْكُنُوْزِ خزانے	مَآ اِنَّ اتنے کہ	مَفَاتِحَهٗ اس کی کنجیاں	لَتَنُوْٓاُ بھاری ہوتیں		
بِالْعُصْبَةِ ایک جماعت پر	اُولِی الْقُوَّةِ زورآور	اِذْ قَالَ جب کہا	لَهٗ اس کو	قَوْمُهٗ اس کی قوم	لَا تَفْرَحْ نہ خوش ہو (نہ اِترا)	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا	الْفَرِحِيْنَ خوش ہونے (اترانے) والے	وَابْتَغِ اور طلب کر	فِيْمَآ اس سے جو	اٰتٰىكَ اللّٰهُ تجھے دیا اللہ نے		
الدَّارَ الْاٰخِرَةَ آخرت کا گھر	وَلَا تَنْسَ اور نہ بھول تو	نَصِيْبَكَ اپنا حصہ	مِنَ سے	الدُّنْيَا دنیا	وَاَحْسِنْ اور نیکی کر	كَمَآ جیسے
اَحْسَنَ اللّٰهُ اللہ نے نیکی کی	اِلَيْكَ تیری طرف (ساتھ)	وَلَا تَبْغِ اور نہ چاہ	الْفَسَادَ فساد	فِی الْاَرْضِ زمین میں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	
لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا	الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والے					

تفسیر وتشریح:۔ ایک کم ظرف چھوٹے حوصلہ اور بڑے دعوے والا انسان کبھی خیال کرنے لگتا ہے کہ اگر قوانین شریعت اور احکام الٰہیہ کی پابندی کی گئی تو مال و دولت سمیٹنے کے تمام ذرائع بند ہوجائیں گے حلال وحرام کی قید تحصیل مال سے روک دے گی۔ پھر صدقات و زکوٰۃ اور امداد کا قانون رہا سہا سرمایہ کو بھی ختم کردے گا اور میں تہی دست کنگال ہوکر رہ جاؤں گا۔ رہا اجر آخرت تو وہ کس نے دیکھا ہے۔ نقد چھوڑ کر ادھار کی امید پر جینا خام خیالی ہے۔ جب ایسے باطل خیالات رکھنے والے انسان سے کہا جاتا ہے کہ ذرا غور تو کر کہ یہ مال کہاں سے آیا؟ کیا یہ تمام دھن و دولت خداداد نہیں ہے؟ کیا تم ماں کے پیٹ سے دنیا میں یہ مال دولت ساتھ لے کر آئے تھے؟ اگر خداداد ہے تو حکم خدا کے موافق اس کو خرچ بھی کرو۔ بندگان خدا کو بھی اس میں سے دو تو وہ انتہائی سرکشی اور غرور سے کہنے لگتا ہے تم بیوقوف ہو اتنا نہیں سمجھتے کہ اگر یونہی خداداد دولت ہوتی تو دوسروں کے پاس بھی ہوتی۔

فی الحقیقت یہ میری کمائی ہوئی ہے۔میری قوت بازو کا نتیجہ ہے۔ میں نے اپنے علم و ہنر اور پیہم محنت و مشقت سے اسے حاصل کیا ہے۔ دوسروں کا اس میں کیا حق ہے۔ میں کیوں کسی کو کچھ دوں۔ یہ ننگے بھوکے لوگ زکوٰۃ و صدقات کے بہانہ میری دولت کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ غرض ایسے کج فہم اور کوتاہ بصیرت آدمی کے نزدیک جاہ و جلال۔ حشم و خدم۔ شان و شوکت۔ مال و دولت اور نام و نمود ہی سرمایہ افتخار ہوتا ہے اور وہ کسی طرح یہ تصور اپنے دماغ میں نہیں آنے دیتا کہ یہ جاہ و مال زوال پذیر ہے ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں۔ یہ نفس کا بندہ مساوات و ہمدردی اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم کیا جانے۔ جو لوگ ظاہر پرست اور دنیا کی نمائش اور نام و نمود پر ریجھنے والے ہوتے ہیں وہ ایسے مغرور کی دولت کو دیکھ کر منہ میں پانی بھر لاتے ہیں اور دل سے تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہمارے پاس بھی اس کی طرح مال ہوتا تو ہم بھی ایسے ہی مزے اور گلچھرے اڑاتے لیکن جن کو اللہ نے دین کی سمجھ اور فہم عطا کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ شخص اللہ کی آزمائش میں مبتلا ہے۔ اس کا مال وبال اور جی کا جنجال ہے۔ درحقیقت ثواب آخرت اور اجر الٰہی لازوال نعمت ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ دنیوی مال و دولت کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ آن کی آن میں یہ سرمایہ برباد اور جاہ و جلال تباہ ہوسکتا ہے۔ سرمایہ پر بھروسہ کر کے اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام بد ہوتا ہے۔ آخرت تباہ ہوتی ہے اور دنیا میں یونہی ایڑیاں رگڑ کر بصد حسرت و یاس جان دینی ہوتی ہے اور سب دنیا کا دنیا ہی میں دھرا رہ جاتا ہے۔ ایسے متکبر اور سرکش سرمایہ دار ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں اور ان کا انجام انتہائی حسرت آمیز اور عبرت انگیز ہوتا ہے۔ اسی گروہ میں سے ایک قارون بھی تھا جس کا ذکر ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ قارون کا واقعہ بھی کفار مکہ کو اسی عذر کے جواب میں سنایا جا رہا ہے کہ جو قریش کے بڑے بڑے سرمایہ داروں نے اسلام قبول نہ کرنے کے لئے عذر کے طور پر پیش کیا تھا جس کا ذکر گزشتہ میں ہو چکا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ

اگر ہم اہل عرب کے آبائی دین کو چھوڑ کر اس نئے دین توحید کو قبول کرلیں تو اس زمین عرب میں ہمارے لئے کوئی جائے پناہ تک باقی نہ رہے گی۔ تمام قبائل ہمارے دشمن ہو جائیں گے۔ ہماری معاشی خوشحالی ختم ہو جائے گی۔ ہماری سرمایہ داری پر اثر پڑے گا اور کچھ بعید نہیں کہ ہمیں سرے سے مکہ ہی چھوڑنا پڑے۔ تو چونکہ سرداران قریش جو دراصل مکہ کے بڑے بڑے سیٹھ۔ ساہوکار۔ اور سرمایہ دار تھے اور سود خوری نے جنہیں قارون وقت بنا رکھا تھا ان کی حق دشمنی کا اصل سبب یہی زر پرستی تھا اس لئے حق تعالیٰ نے اس پر آخر سورۃ تک مفصل کلام فرمایا ہے اور اس کے ایک ایک پہلو پر روشنی ڈال کر نہایت حکیمانہ طریقہ سے ان تمام بنیادی امراض کا مداوا کیا ہے جن کی وجہ سے یہ لوگ حق و باطل کا فیصلہ دنیوی مفاد کے نقطۂ نظر سے کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور باوجود بنی اسرائیل ہونے کے فرعون کی پیشی میں رہتا تھا اور اپنی قوم سے باغی ہو کر اس دشمن طاقت کا پٹھو بن گیا تھا جو بنی اسرائیل کو جڑ سے ختم کردینے پر تلی ہوئی تھی۔ جیسا کہ ظالم حکومتوں کا دستور ہے کہ کسی قوم کا خون چوسنے کے لئے انہی میں سے بعض افراد کو آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اس ملعون قارون کو چن لیا تھا جو باوجود بنی اسرائیل ہونے کے فرعون کے ساتھ جا ملا تھا اور اس کا مقرب بن کر اس درجہ کو پہنچ گیا تھا جیسا کہ ۲۴ویں پارہ سورۂ مومن میں بتلایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے مقابلہ میں فرعون کے بعد مخالفت کے جو دو سب سے بڑے سرغنے تھے ان میں ایک فرعون کا وزیر ہامان تھا اور دوسرا یہی قارون تھا۔ تو قارون نے اس وقت موقع پا کر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور دنیوی اقتدار حاصل کیا جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر حکم آئے اور فرعون غرق ہوا تو اس کی مالی ترقی کے ذرائع بھی ختم ہو گئے اور سرداری جاتی رہی اور یہ موسیٰ علیہ السلام سے دل میں خلش رکھنے لگا۔ اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی خداداد عزت و وجاہت دیکھ کر جلتا اور

کہتا کہ آخر میں بھی انہی کے چچا کا بیٹا ہوں یہ کیا معنیٰ کہ وہ دونوں تو نبی اور مذہبی سردار بن جائیں مجھے کچھ بھی نہ ملے۔ کبھی شیخی مارتا کہ انہیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا میرے پاس مال دولت کے اتنے خزانے ہیں جو کسی کو میسر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ اب تک تو موسیٰ جو احکام لائے تھے ہم نے تم نے برداشت کئے مگر کیا تم یہ بھی برداشت کرلوگے کہ وہ ہمارا مال بھی ہم سے وصول کرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے اس کی تائید میں کہا کہ نہیں ہم برداشت نہیں کرسکتے۔ آخر ملعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کی ایک گندی تجویز سوچی۔ کسی عورت کو بہکا سکھلا کر آمادہ کیا کہ بھرے مجمع میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام زنا کی حد بیان فرمائیں تو اپنے ساتھ ان کو متہم کرنا۔ چنانچہ عورت مجمع میں کہہ گزری۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو شدید قسمیں دیں اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو اس کا دل کانپ اٹھا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ قارون نے مجھے بہکایا سکھلایا تھا اس وقت قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے اپنے گھر اور خزانوں سمیت زمین کے اندر دھنسا دیا گیا۔ اسی قارون کے قصہ کو یہاں ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قارون کا حال دیکھ لو کہ کفر و خلاف پیغمبر کرنے سے اس کو کیا ضرر پہنچا اور اس کا مال و متاع کچھ کام نہ آیا بلکہ اس کے ساتھ وہ مال و متاع بھی برباد ہوگیا اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی برادری یعنی بنی اسرائیل میں سے بلکہ ان کا چچا زاد بھائی تھا۔ اور تکبر مال کی وجہ سے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا مقابلہ کرنے لگا۔ مفسرین نے وجہ نزاع حکم زکوٰۃ کو قرار دیا ہے یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذلیل کرنے پر کمر باندھی اور ایک فاحشہ عورت کو کچھ مال دے کر آمادہ کیا کہ وہ علی الاعلان حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگائے لیکن بحکم الٰہی بوجہ ہیبت حضرت موسیٰ علیہ السلام عورت نے بھرے جلسہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاکدامن اور قارون کے اغوا کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا پر زمین میں دھنسا دیا گیا۔ اور اس کے پاس مال کی اتنی کثرت تھی اور اتنے صندوق تھے کہ جن کی کنجیاں اٹھاتے ہوئے کئی زورآور آدمی تھک جائیں۔ قارون کو اپنے مال و دولت کے اوپر تکبر کرنے پر اس کی قوم اور برادری کے بعض سمجھ دار لوگوں نے اس کو سمجھانے کے طور پر کہا کہ اس فانی اور زائل ہو جانے والی دولت پر کیا اتراتا ہے جس کی وقعت اللہ کے ہاں مچھر کے پر کی برابر بھی نہیں۔ اور یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کو اکڑنے اور اترانے والے بندے اچھے نہیں معلوم ہوتے اور جو چیز اس مالک کو نہ بھائے اس کا نتیجہ بجز تباہی و ہلاکت کے کیا ہے۔ اور یہ خدا کا دیا ہوا مال اس لئے ہے کہ انسان اسے آخرت کا توشہ بنائے نہ کہ غفلت کے نشہ میں چور ہو کر غرور اور تکبر کی چال چلنے لگے۔ دیکھ ایک دن تجھے مرنا ہے۔ اس دولت سے کچھ آخرت بھی کما لے۔ اللہ نے تجھ پر یہ احسان کیا ہے تو بھی اس کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کر اور اس مال دولت سے ان کی امداد کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ضد نہ کر۔ اور خدا کی زمین پر سیدھی طرح رہ۔ خوانخواہ ملک میں ادھم مچانا اور خرابیاں ڈالنا اچھا نہیں۔ اللہ کو فساد پھیلانے والے پسند نہیں۔

یہ سب نصیحت سمجھ دار لوگوں کی طرف سے ہوئی اور غالباً یہ مضامین اول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمائے ہوں گے پھر مکرر دوسرے لوگوں نے ان کا اعادہ کیا ہوگا۔ بہرحال یہ سن کر قارون نے جو جواب دیا کہ وہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اپنے نیک۔ مخلص اور اطاعت گزار بندوں سے ہم کو تعلق نصیب فرما۔ ان کے ادب۔ احترام و اکرام کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ

قارون کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے، کیا اُس نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گذشتہ امتوں میں ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے

مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ

جو قوت میں اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور مجمع (بھی) انکا زیادہ تھا، اور اہل جرم سے اُن کے گناہوں کا سوال نہ کرنا پڑے گا۔

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

پھر وہ اپنی آرائش سے اپنی برادری کے سامنے نکلا، جو لوگ دنیا کے طالب تھے کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ سازوسامان ملا ہوتا

يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

جیسا کہ قارون کو ملا ہے واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے۔ اور جن لوگوں کو (دین کی) فہم عطا ہوئی تھی وہ (ان حریصوں سے) کہنے لگے

اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ

ارے تمہارا ناس ہو (تم دنیا پر کیا للچاتے ہو) اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور (پھر) وہ ثواب کامل طور پر اُن ہی کو دیا جاتا ہے

اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

جو صبر کرنے والے ہیں

قَالَ کہنے لگا	اِنَّمَا یہ تو	اُوْتِيْتُهٗ مجھے دیا گیا ہے	عَلٰى عِلْمٍ ایک علم (ہنر) سے	عِنْدِيْ میرے پاس	اَوَ کیا	لَمْ يَعْلَمْ وہ نہیں جانتا	
اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	قَدْ اَهْلَكَ بلاشبہ ہلاک کردیا ہے	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل	مِنَ سے (کتنی)	الْقُرُوْنِ جماعتیں	مَنْ جو	هُوَ اَشَدُّ وہ زیادہ سخت	
مِنْهُ اس سے جو	قُوَّةً قوت میں	وَ اَكْثَرُ اور زیادہ	جَمْعًا جمعیت	وَلَا يُسْئَلُ اور نہ سوال کیا جائیگا	عَنْ سے (بابت)	ذُنُوْبِهِمُ انکے گناہ	
الْمُجْرِمُوْنَ مجرم	فَخَرَجَ پھر وہ نکلا	عَلٰى پر (سامنے)	قَوْمِهٖ اپنی قوم	فِيْ میں (ساتھ)	زِيْنَتِهٖ اپنی زیب و زینت	قَالَ کہا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو
يُرِيْدُوْنَ چاہتے تھے طالب تھے	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	يٰلَيْتَ اے کاش	لَنَا مِثْلَ ہمارے پاس ہوتا ایسا	مَآ اُوْتِيَ جو دیا گیا			
قَارُوْنُ قارون	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَذُوْ حَظٍّ نصیب والا	عَظِيْمٍ بڑا	وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْعِلْمَ دیا گیا تھا علم	
وَيْلَكُمْ افسوس تم پر	ثَوَابُ اللّٰهِ اللہ کا ثواب	خَيْرٌ بہتر	لِّمَنْ اس کیلئے جو	اٰمَنَ ایمان لایا	وَ اور	عَمِلَ اس نے عمل کیا	صَالِحًا اچھا
وَلَا يُلَقّٰىهَآ اور وہ نصیب نہیں ہوتا	اِلَّا سوائے	الصّٰبِرُوْنَ صبر کرنے والے					

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قارون کو مال دولت کے اترانے پر بنی اسرائیل کے سمجھدار لوگوں نے سمجھایا کہ مال دولت پر اترانا شیخی بگھارنا اور تکبر و غرور کرنا یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ یہ دولت تو اللہ نے اس لئے دی ہے کہ اس سے آخرت کی کمائی کی جائے اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے نہ یہ کہ اس دولت کے بل بوتہ پر فتنہ اور فساد برپا کیا جائے۔ قارون نے یہ سن کر وہی جواب دیا جو آج بھی اکثر سرمایہ داروں کی زبان پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔ قارون نے کہا کہ تم مجھے نصیحت کرنے والے کون ہوتے ہو۔ بس

اپنی نصیحت رہنے دو۔ یہ دولت تو میں نے اپنے علم و ہنر سے کمائی ہے۔ میں تجارت میں ماہر۔ ذی علم اور تجربہ کار ہوں۔ اس میں کسی کے احسان کی کیا بات اور اس میں کسی کا استحقاق کیسا۔ میں مالیات و معاشیات کا ماہر ہوں۔ مجھے جو کچھ بھی ملا ہے یہ میں نے اپنے قوت بازو سے اپنے علم و ہنر کے زور سے کمایا ہے۔ اس میں کسی کا میرے اوپر کیا احسان۔ آگے قارون کی حماقت اور کج فہمی کا بیان ہوتا ہے کہ یہ نادان یہ نہ سمجھا کہ اللہ اس سے پہلے سرکشوں کو تباہ کر چکا ہے جو تخت و تاج کے مالک بھی تھے اور جن کے پاس دولت چاروں طرف سے کھچی چلی آتی تھی اور لشکر بھی بے شمار تھا اور مال سے خزانے اٹے پڑے تھے۔ آخر اللہ عزوجل کو ان کی سرکشی نہ بھائی اور چشم زدن میں ان کا تختہ الٹ دیا گیا۔ نہ وہ دولت رہی۔ نہ سلطنت نہ حکومت۔ سب کچھ یہیں چھوڑ کر چل بسے آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے گناہ کو گناہ نہ سمجھا۔ احکام الٰہیہ کی نافرمانی کی اور رسولوں کی بات کو ٹھکرایا تو صرف یہی نہیں کہ بس ہلاک ہو کر چھوٹ گئے ہوں بلکہ بوجہ ان کے ارتکاب جرم کے اور اللہ تعالیٰ کو یہ جرم معلوم ہونے کے قیامت میں بھی عذاب دیئے جائیں گے اور ان اہل جرم سے ان کے گناہوں کی تحقیق کرنے کی غرض سے سوال نہ کرنا پڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو سب معلوم ہی ہے۔ پھر فرشتے ان کے ہر کام کو جو وہ کر رہے ہیں ان کے نامۂ اعمال میں لکھ رہے ہیں۔ پھر مجرموں سے سوال کی کیا ضرورت۔ ہاں اگر سوال ہوگا بھی تو جرم ثابت کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کو عار دلانے۔ شرمندہ کرنے اور ان کی یاس و حسرت بڑھانے اور ان پر حجت قائم کرنے کے لئے ہوگا تو مطلب یہ کہ اگر قارون اس مضمون پر نظر کرتا تو ایسی جہالت کی بات نہ کہتا۔ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ قارون نہایت قیمتی پوشاک پہن کر زرق برق ہو کر عمدہ سواری پر سوار ہو کر۔ اپنے غلاموں کو بیش بہا پوشاکیں پہنائے ہوئے بڑے شان و شوکت اور ٹیپ ٹاپ سے اتراتا اور اکڑتا ہوا نکلا۔ اس کا یہ ٹھاٹھ باٹھ اور زینت و تجمل دیکھ کر دنیا داروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کہ کاش ہمارے پاس بھی اتنا مال ہوتا اور ہم کو بھی ایسا ساز و سامان ملا ہوتا جیسا اس قارون کو ملا ہے۔ کاش ہم بھی دنیا میں ایسی ترقی اور عروج حاصل کرتے جو اس کو حاصل ہوا۔ واقعی یہ بڑا ہی صاحب اقبال، اور بڑا خوش نصیب ہے۔ اسکے سارے ارمان پورے ہوئے۔ بڑے مزے اور شان کی زندگی بسر کرتا ہے آج ہمارے اکثر مسلمان بھائی بھی شب و روز دوسرے بددین اور کافر قوموں کو ظاہری مادی ترقیاں دیکھ کر للچاتے ہیں اور اسی کی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ انہیں جیسی مادی ترقیاں ہم کو بھی حاصل ہوں تو ان دنیا کے حریصوں اور ظاہری شان و شوکت کے لالچیوں کی باتیں سنکر بعض دین کا علم اور سمجھ رکھنے والے لوگوں نے کہا کہ ارے کم بختو! تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس عارضی اور فانی چمک دمک میں کیا رکھا ہے۔ یہ کتنے دن کی بہار ہے۔ اللہ کے فرمانبردار اور اطاعت گزار بندوں کے لئے اللہ کے ہاں جو دولت ملنے والی ہے اس کے سامنے یہ ٹیپ ٹاپ محض ہیچ اور لاشے ہے۔ اللہ نے اپنے مومن اور نیک بندوں کیلئے جو سامان تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کروڑہا درجہ بارونق عمدہ اور دیرپا ہے لیکن وہ تو ان لوگوں کو نصیب ہوگا جو اس چند روزہ زندگی کو صبر و سہار سے گزارتے ہیں۔ جو دنیا میں مالداروں کو دیکھ کر بے صبری سے جزع فزع نہیں کرتے بلکہ صبر کیساتھ اللہ کے دیئے ہوئے پر قناعت کر کے اس کے احکام بجالانے میں لگے رہتے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کو اپنی طاقت۔ ہنرمندی اور علم کا نتیجہ سمجھنا غلطی ہے۔ یہ خداداد نعمت ہے اور اس کے ذریعہ سے دین اور آخرت کو حاصل کرنا لازم ہے نہ کہ ظاہری شان و شوکت اور ٹیپ ٹاپ۔ پھر اس میں ان دنیاداروں کی بھی مذمت آ گئی جو دین سے قطع نظر کر کے غیر مسلموں اور بددینوں کی سی نام نہاد دنیوی مادی ترقی کے خواہشمند اور درپے ہیں۔ اور جس کے حصول میں دن رات سرگرداں ہیں اور جس کے پیچھے دین اور اللہ اور رسول کے احکام کو خیرباد کہنے اور قربان کرنے کو تیار ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اب آگے قارون کا انجام اور ایسی دنیا کہ جس سے اللہ کی نافرمانی سرزد ہو اور عالم آخرت کی بھلائی نصیب نہ ہو۔ اور ایسی نیکی اور تقویٰ کہ جس سے دار آخرت میں فلاح نصیب ہو اس کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ 41

پھر ہم نے اُس قارون کو اور اُس کے محل سرائے کو زمین میں دھنسا دیا، سو کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی جو اس کو اللہ (کے عذاب) سے بچا لیتی

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝۸۱ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ

اور نہ وہ خود ہی اپنے کو بچا سکا۔ اور کل جو لوگ اُس جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ (آج اُس کو زمین میں دھنستا دیکھ کر) کہنے لگے

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ج لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ

بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے زیادہ روزی دے دیتا ہے اور (جس کو چاہے) تنگی سے دینے لگتا ہے، اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی

عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ط وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۲ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا

تو ہم کو بھی دھنسا دیتا۔ بس جی معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی۔ یہ عالمِ آخرت ہم اُن ہی لوگوں کیلئے خاص کرتے ہیں

لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۸۳ مَنْ جَآءَ

جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا، اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔ جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آوے گا

بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ج وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ

اس کو اس سے بہتر (بدلہ) ملے گا، اور جو شخص بدی لے کر آوے گا سو ایسے لوگوں کو جو کہ بدی کے کام کرتے ہیں

اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۴

اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنا وہ کرتے تھے۔

فَخَسَفْنَا پھر ہم نے دھنسا دیا	بِهٖ اس کو	وَبِدَارِهٖ اور اس کے گھر کو	الْاَرْضَ زمین	فَمَا كَانَ سو نہ ہوئی	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ فِئَةٍ کوئی جماعت
يَنْصُرُوْنَهٗ مدد کرتی اس کی	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوائے	وَمَا كَانَ اور نہ ہوا وہ	مِنَ سے	الْمُنْتَصِرِيْنَ بدلہ لینے والے	وَاَصْبَحَ اور صبح کے وقت	
الَّذِيْنَ جو لوگ	تَمَنَّوْا تمنا کرتے تھے	مَكَانَهٗ اس کا مقام	بِالْاَمْسِ کل	يَقُوْلُوْنَ کہنے لگے	وَيْكَاَنَّ ہائے شامت	اللّٰهَ اللہ
يَبْسُطُ فراخ کر دیتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے چاہے	مِنْ سے	عِبَادِهٖ اپنے بندے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کر دیتا ہے	
لَوْلَا اگر نہ	اَنْ یہ کہ	مَّنَّ اللّٰهُ احسان کرتا اللہ	عَلَيْنَا ہم پر	لَخَسَفَ بِنَا البتہ ہمیں دھنسا دیتا	وَيْكَاَنَّهٗ ہائے شامت	لَا يُفْلِحُ فلاح نہیں پاتے
الْكٰفِرُوْنَ کافر	تِلْكَ یہ	الدَّارُ الْاٰخِرَةُ آخرت کا گھر	نَجْعَلُهَا ہم کرتے ہیں اسے	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو	لَا يُرِيْدُوْنَ وہ نہیں چاہتے	
عُلُوًّا برتری	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَ اور	لَا فَسَادًا نہ فساد	وَالْعَاقِبَةُ اور انجام نیک	لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	مَنْ جَآءَ جو آیا
بِالْحَسَنَةِ نیکی کیساتھ	فَلَهٗ تو اس کیلئے	خَيْرٌ مِّنْهَا اس سے بہتر	وَمَنْ اور جو	جَآءَ آیا	بِالسَّيِّئَةِ بُرائی کے ساتھ	فَلَا يُجْزٰى تو بدلہ نہ ملے گا
الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے	عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ انہوں نے بُرے کام کئے	اِلَّا مگر۔سوا	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے ہیں		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قارون کی شان وشوکت دیکھ کر دنیا کے طلبگاروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ تمنا کرنے لگے کہ کاش ہمیں بھی ایسا ہی مال و دولت اور ساز وسامان نصیب ہوتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے۔ یہ ہے بڑا نصیبے والا۔ یہ تو دنیاداروں کا قول تھا۔ اور جو دین دار اور سمجھ دار لوگ تھے انہوں نے ان دنیا کے طلبگاروں کو سمجھایا کہ تم یہ کیا تمنا کر رہے ہو۔ ارے اس عارضی اور چندروزہ چمک دمک اور ٹھاٹھ باٹھ میں کیا رکھا ہے۔ یہ بہار کے دن کی ہے عیش و آرام تو آخرت ہی کا ہے اور وہاں جو سامان اللہ کے مومن اور نیک بندوں کو ملنے والا ہے اس کے سامنے یہ دنیا کے مال ودولت کی کیا حقیقت ہے۔

اب آگے ان آیات میں قارون کا انجام اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی بھلائی اور وہاں کا قانون اجر بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قارون کی شرارت بڑھ جانے سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی محل سرا کو زمین میں دھنسادیا۔ قارون جس شرارت کی وجہ سے زمین میں دھنسا گیا اس کی نسبت محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کو احکام شرعیہ خصوصاً حکم زکوٰۃ کی وجہ سے عداوت تھی اس لئے قارون نے کسی فاحشہ عورت کو کچھ روپیہ دے کر بہکایا کہ تو مجمع عام میں موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگانا چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم میں کھڑے خطبہ دے رہے تھے اس عورت نے یہی کیا۔ مفسر ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس الزام کو سن کر کانپ اٹھے اور اسی وقت آپ نے نماز کی نیت باندھ لی دو رکعت ادا کر کے اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے تجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے سمندر میں سے راستہ دیا اور تیری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی تو جو کچھ سچا واقعہ ہے بیان کر۔ یہ سن کر اس عورت کا رنگ بدل گیا اور اس نے صحیح واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا اور خدا سے استغفار کی اور سچے دل سے توبہ کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر سجدے میں گئے اور قارون کی سزا چاہی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ میں نے زمین کو آپ کے تابع کر دیا ہے۔ آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور زمین سے کہا کہ تو قارون اور اس کے محل کو نگل لے۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے قارون مع اپنے مال دولت کے زمین کے اندر دھنسا دیا گیا پھر اسے نہ تو اس کے حمایتی بچا سکے اور نہ وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا اور وہ مال ودولت اور جاہ وحشم اس کے کچھ کام نہ آیا۔ سب مٹ گئے۔ جب قارون کا یہ حشر دیکھا تو اس وقت ان کی آنکھیں بھی کھل گئیں۔ جو قارون کے مال ودولت کو اور اس کی جاہ وحشم کو للچاتی ہوئی نظروں سے دیکھا کرتے تھے اور اسے نصیبے والا سمجھ کر لمبے سانس لیا کرتے تھے اور رشک کرتے تھے کہ کاش ہم بھی ایسے ہی دولت مند ہوتے اور ہمیں بھی ایسا ہی عروج اور ترقی حاصل ہوتی۔ قارون کا یہ انجام دیکھ کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے اور اب ان کو ہوش آیا کہ ایسی دولت حقیقت میں ایک خوبصورت سانپ ہے جس کے اندر مہلک زہر بھرا ہوا ہے۔ کسی شخص کی دنیوی ترقی اور شان بان کو دیکھ کر ہم کو ہرگز یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہئے کہ اللہ کے ہاں بھی وہ کچھ عزت ووجاہت رکھتا ہے۔ یہ مال دولت کسی بندے کے مقبول ومردود ہونے کا معیار نہیں بس یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ جس پر اپنی حکمت سے مناسب چاہے روزی کے دروازے کھول دے اور جس پر چاہے تنگ کر دے۔ مال دولت کی فراخی مقبولیت اور خوش انجامی کی دلیل نہیں۔ بلکہ بسا اوقات اس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اب وہی جو کل تک قارون جیسا بننے کی تمنا کر رہے تھے آج اس کا انجام دیکھ کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو قارون کی طرح نہ بنایا ورنہ یہی گت ہماری بنتی۔ اپنی طرف سے تو ہم حرص کے مارے آرزو قارون جیسا بننے کی کر ہی چکے تھے۔ خدا نے خیر کی کہ ہماری آرزو کو پورا نہ کیا اور نہ ہماری حرص پر سزا دی بلکہ قارون کا حشر آنکھوں سے دکھلا کر بیدار کر دیا۔ اب ہمیں خوب کھل گیا کہ محض مال وزر کی ترقی سے حقیقی فلاح و

کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی اور یہ کہ ناشکر گزار منکروں کے لئے عذاب الٰہی سے چھٹکارا نہیں۔ اس پر آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا کا مال و دولت جاہ و مرتبہ کوئی چیز نہیں۔ اصل چیز آخرت ہے اور خوب سمجھ لو کہ آخرت کا گھر ہمیشہ کی مسرت والا ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو اللہ کے ملک میں شرارت و بغاوت کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے اور جو دنیا میں اوروں سے بڑا بن کر رہنے کی دھن میں نہیں رہتے بلکہ اللہ عزوجل کے ڈر سے بری باتوں سے بچتے ہیں اور تواضع و انکساری اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کی کوشش بجائے اپنی ذات کے اونچا رکھنے کی یہ ہوتی ہے کہ اپنے دین کو اونچا رکھیں۔ حق کا بول بالا کریں اور دین کو سربلند کرنے میں پوری ہمت صرف کر ڈالیں۔ وہ دنیا کے حریص نہیں ہوتے۔ آخرت کے عاشق ہوتے ہیں آگے آخرت کے جزا و سزا کا قانون بتلایا جاتا ہے کہ جو دنیا میں اچھے کام کرے گا اور آخرت میں نیکیاں اور بھلائیاں لے کر آئے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے کاموں سے بھی اچھا بدلہ دیں گے برخلاف ان کے جنہوں نے برے کام کئے ہیں ان کو صرف اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا کہ وہ کرتے تھے۔ گویا عالم آخرت کا قانون یہ ہے کہ بدی کا معاوضہ تو صرف اسی قدر ملے گا جتنا اس عمل بد کا مقتضا ہے اور نیکی کا معاوضہ اس کے اصل مقتضا سے کہیں زیادہ ملے گا جس کا کم از کم مرتبہ حدیث نبوی کے مطابق دس گنا ہے۔

ان آیات پر قصہ قارون ختم فرمایا گیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس قصہ میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو کفار اور بے دینوں کے جاہ و مال پر رشک کرتے ہیں اور ان کو ترقی یافتہ اقوام کہہ کر ہر وقت انہی جیسی ترقی کی دھن میں رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی طرف مائل کرتے ہیں اور جو ان کے ساتھ موافقت نہیں کرتے ان کو پست خیال۔ دقیانوس اور لکیر کے فقیر وغیرہ کہتے ہیں اس قصہ میں حق تعالیٰ نے قارون کی ترقی و عروج پر رشک کرنے والوں کو طالب دنیا قرار دیا اور ان کے مخالفین کو اہل علم و فہم بتلایا گیا۔

دوسری بات قابل عبرت یہ ہے کہ قارون کے جاہ و مال پر رشک کرنے والوں کو اس کا انجام دیکھ کر اپنی غلطی پر متنبہ تو ہوگیا۔ لیکن افسوس ہمارے تہذیب فرنگی کے فدائیوں اور مغرب کے شیدائیوں اور طالبان ترقی کے دلدادوں کو کسی طرح متنبہ نہیں ہوتا۔

تیسری بات قابل عبرت یہ ہے کہ جن لوگوں نے قارون پر رشک کیا تھا انہوں نے محض دنیاوی حیثیت سے کہا تھا اور اس کی حالت کو مطلوب شرعی نہیں بنایا تھا اور ہمارے طالبان ترقی اس ترقی کو نہ صرف مطلوب شرعی بلکہ اس کو اسلام کا مقصود اصلی قرار دیتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ سوئے فہم اور فتنۂ جہل سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ نیز یہاں جو یہ فرمایا گیا **تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علوا فی الارض ولافسادا** یعنی یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا یعنی نہ تکبر کرتے ہیں جو باطنی گناہ ہے اور نہ کوئی ظاہری گناہ ایسا کرتے ہیں جس سے زمین میں فساد برپا ہو تو اس آیت میں دار آخرت کی نجات و فلاح کو ان لوگوں کے لئے مخصوص فرمایا جو زمین میں علو اور فساد کا ارادہ نہ کریں۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ علو سے مراد تکبر ہے یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا بنانے اور دوسروں کو حقیر کرنے کی فکر اور فساد سے مراد ظلم و معصیت ہے۔

حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے اس آیت کے تحت ایک فائدہ یہ تحریر فرمایا کہ ”تکبر جس کی حرمت اور وبال آیت میں ذکر کیا گیا وہ وہی ہے کہ لوگوں پر تفاخر اور ان کی تحقیر مقصود ہو ورنہ اپنے لئے اچھے لباس۔ اچھی غذا۔ اور اچھے مکان کا انتظام جب وہ دوسروں سے تفاخر کے لئے نہ ہو مذموم نہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس کی تصریح ہے“ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں ان باتوں اور خصلتوں سے بچالیں جن پر دار آخرت سے محروم رہنے کی وعید ہے۔

اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر نزول قرآن کا احسان خداوندی ہونا۔ اس کا تقاضہ اور رسالت و توحید کے مضمون کو بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ مَن جَاءَ

جس خدا نے آپ پر قرآن (کے احکام پر عمل اور اس کی تبلیغ) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو اصلی وطن (یعنی مکہ) میں پھر پہنچا دے گا۔ آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ میرا رب خوب جانتا ہے

بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ

کہ کون سچا دین لے کر آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں ہے۔اور آپ کو یہ توقع نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جاوے گی

إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ

مگر محض آپ کے رب کی مہربانی سے اس کا نزول ہوا سو آپ ان کافروں کی ذرا تائید نہ کیجئے۔اور جب اللہ کے احکام آپ پر نازل ہو چکے

آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ ۖ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾

تو ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ لوگ آپ کو ان احکام سے روک دیں اور آپ (بدستور) اپنے رب (کے دین) کی طرف (لوگوں کو) بلاتے رہیے اور ان مشرکوں میں شامل نہ ہوئیں۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ

اور اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکارنا اس کے سوا کوئی معبود نہیں (اس لئے کہ) سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے

لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾

اُسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے۔

اِنَّ بیشک	اَلَّذِیْ وہ اللہ	جس نے	فَرَضَ لازم کیا	عَلَیْکَ تم پر	الْقُرْاٰنَ قرآن	لَرَآدُّکَ ضرور پھیر لائے گا تمہیں	اِلٰی مَعَادٍ لوٹنے کی جگہ
قُلْ فرمادیں	رَبِّیْ میرارب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	مَنْ کون	جَآءَ آیا	بِالْهُدٰی ہدایت کے ساتھ	وَمَنْ هُوَ اور وہ کون	
فِیْ میں	ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی	وَمَا كُنْتَ اور تم نہ تھے	تَرْجُوْٓا امید رکھتے	اَنْ يُّلْقٰٓى کہ اتاری جائے گی	اِلَيْكَ تمہاری طرف		
الْكِتٰبُ کتاب	اِلَّا مگر	رَحْمَةً رحمت	مِّنْ سے	رَّبِّكَ تمہارا رب	فَلَا تَكُوْنَنَّ سوتو ہرگز نہ ہوتا	ظَهِيْرًا مددگار	لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے
وَلَا يَصُدُّنَّكَ اور وہ تمہیں ہرگز نہ روکیں	عَنْ سے	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کے احکام	بَعْدَ بعد	اِذْ جبکہ	اُنْزِلَتْ نازل کیے گئے	اِلَيْكَ تمہاری طرف	
وَادْعُ اور آپ بلائیں	اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف	وَ اور	لَا تَكُوْنَنَّ تم ہرگز نہ ہونا	مِنَ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرک	وَلَا تَدْعُ اور نہ پکارو تم	
مَعَ اللّٰهِ اللہ کیساتھ	اِلٰهًا کوئی معبود	اٰخَرَ دوسرا	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	كُلُّ شَيْءٍ ہر چیز	هَالِكٌ فنا ہونے والی
اِلَّا سوا	وَجْهَهٗ اسکی ذات	لَهٗ اسی کیلئے۔کا	الْحُكْمُ حکم	وَ اور	اِلَيْهِ اس کی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے	

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ قصص کی آخری آیات ہیں جن پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ دنیا چند روزہ ہے۔ ہمیشہ رہنے کا گھر آخرت ہے اس لئے اسے حاصل کرنے کا فکر کرنا چاہئے اور آخرت کی کامیابی صرف انہی کو حاصل ہوگی جو اس دنیا میں ظلم وتکبر اور فساد سے بچیں گے اور اوروں سے بڑا بن کر رہنے کی دھن میں نہ لگے رہیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی بسر کریں۔ تو گذشتہ آیت میں والعاقبة للمتقين فرمایا گیا تھا کہ

انجام بخیر آخرت میں پرہیزگاروں ہی کا ہے۔

اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں بھی آخری فتح ان ہی متقین کی ہوتی ہے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ان آیات میں کہا جاتا ہے کہ آج کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر آپ کو مکہ چھوڑنے کی نوبت آ رہی ہے مگر جس خدا نے آپ کو پیغمبر بنایا اور قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی وہ یقیناً آپ کو نہایت کامیابی کے ساتھ اسی جگہ واپس لائے گا۔ لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے لئے مکہ کو چھوڑا تو جحفہ پہنچ کر آپ کو مکہ کا جو کہ آپ کا وطن تھا اور جہاں خانہ کعبہ تھا اشتیاق ہوا وہاں بطور وعدہ کے یہ آیت ان الذی فرض علیک القرآن لرآدک الی معاد نازل ہوئی جس میں آپ کو مکہ میں دوبارہ جانے کی خبر دی گئی جو فتح مکہ کے دن نہایت خوبی وکامیابی کے ساتھ پوری ہوئی۔ پھر کفار باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عقلاً ونقلاً ثابت تھی معاذ اللہ آپ کو غلطی پر اور اپنے کو حق پر سمجھتے اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے فرما دیجئے کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون سچا دین لے کر منجانب اللہ آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں مبتلا ہے یعنی میرے حق پر ہونے اور تمہارے باطل پر ہونے کے دلائل قطعیہ موجود ہیں مگر جب تم ان سے کام نہیں لیتے اور ان کو نہیں سمجھتے تو اخیر جواب یہی ہے کہ خدا کو خوب معلوم ہے کہ کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہی پر اور یقیناً وہ ہر ایک کے ساتھ ان کے احوال کے موافق معاملہ کرے گا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی یہ دولت نبوت محض خداداد ہے حتیٰ کہ خود آپ کو نبی ہونے کے قبل یہ توقع نہ تھی یعنی آپ پہلے سے کچھ پیغمبری کے انتظار میں نہ تھے یہ تو محض عطائے خداوندی اور رحمت الٰہیہ ہے جو حق تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری ووحی سے سرفراز فرمایا وہی اپنی مہربانی اور رحمت سے دنیا اور آخرت میں کامیاب فرمائے گا لہٰذا اسی کی امداد پر ہمیشہ بھروسہ رکھئے اور آپ ان کفار ومشرکین کی خرافات کی طرف توجہ نہ دیجئے اور جس طرح ان سے اب تک الگ تھلگ رہے آئندہ بھی اسی طرح ان کافروں کی ذرا تائید نہ کیجئے۔ یہاں مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو یہ احتمال ہی نہ تھا کہ آپ کافروں کی کفر میں پشت پناہی یا کوئی تائید فرمائیں گے یا کبھی خود معاذ اللہ شرک آمیز اعمال کے مرتکب ہوں گے درحقیقت یہاں کلام تعریض آمیز ہے یعنی خطاب گو آپ کی طرف ہے مگر مقصود اور غرض خطاب عام اہل اسلام کی طرف ہے اور مدعا یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کے مقابلہ میں کافروں کی پشت پناہی نہ کرنا چاہئے۔ کافروں کی دوستی، قرابت اور رشتہ داری یا حکومت وتسلط کی وجہ سے بھی ایسی حرکت نہ کرنی چاہئے جو کفر نواز ہو بلکہ مشرکوں کے گروہ سے بھی الگ ہو جانا چاہئے۔ مسلمانوں کے لئے زیبا نہیں کہ ظاہراً یا باطناً کسی طرح کفر نوازی ہو اس لئے اہل کفر وشرک سے اجتناب ضروری ہے اور اللہ کے احکام کی تعمیل لازمی ہے اور یہ صرف اس لئے کہ دنیا کا ہر رشتہ ناطہ دوستی اور محبت فانی ہے۔ ہر لالچ اور خوف زوال پذیر ہے۔ ہر دکھ سکھ ناپائیدار ہے۔ آخر میں کوئی کام آنے والا نہیں۔ حکومت اور قدرت تو اللہ ہی کو حاصل ہے۔ آخر میں اسی سے واسطہ پڑے گا پھر اسکے حکم کو چھوڑ کر دوسروں کے کہنے پر چلنا خود اپنے کو تباہی کے غار میں گرانا اور اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنا ہے۔ سب کو اسی کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں تنہا اسی کا حکم چلے گا اور صورۃً اور ظاہراً بھی کسی کا اقتدار اور حکم باقی نہ رہیگا۔

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت اہل اسلام کو فتح مکہ کی بشارت اور بشارت میں اتباع قرآنی کی ضمنی ہدایت اور اس بات کی طرف نہایت لطیف اشارہ ہے کہ آئندہ کامرانی کا ذریعہ صرف تعمیل شریعت اور اتباع قرآنی ہے۔ یہاں یہ بھی تعلیم موجود ہے کہ کسی کو زیبا نہیں کہ خود ساختہ راہ زندگی کو موجب فلاح اور صحیح سمجھے۔ سیدھا راستہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتلایا۔ اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کی پشت پناہی ہرگز نہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی دعوت دینی اور جہاں تک ممکن ہو اسلام کی طرف بلانا لازم ہے۔ اسلئے مسلمان پر ضروری ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ تبلیغ اسلام کو پیش نظر رکھے اور مسلمان کہلانے سے کبھی شرم نہ کرے۔ اور اللہ کے سوا دنیا کی ہر چیز کو فنا پذیر اور ناپائیدار جانے۔

الحمدللہ آج کے درس میں سورۂ قصص کا بیان جس میں ۹ رکوع تھے ختم ہوا۔ اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تِسْعٌ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ

الٓمّٓ (بعضے مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جاویں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جاویگا

فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

اور ہم تو اُن لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔

الٓمّٓ الٓمّٓ	اَحَسِبَ کیا گمان کیا ہے	النَّاسُ لوگ	اَنْ يُّتْرَكُوْٓا کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے	اَنْ کہ	يَّقُوْلُوْٓا انہوں نے کہہ دیا | اٰمَنَّا ہم ایمان لائے
وَهُمْ اور وہ	لَا يُفْتَنُوْنَ وہ نہ آزمائے جائیں گے	وَ اور	لَقَدْ فَتَنَّا البتہ ہم نے آزمایا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے
فَلَيَعْلَمَنَّ تو ضرور معلوم کریگا	اللّٰهُ اللہ	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	صَدَقُوْا سچے ہیں	وَ اور | لَيَعْلَمَنَّ وہ ضرور معلوم کریگا	الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے

تفسیر و تشریح:۔ الحمدللہ اب بیسویں پارہ کی سورۂ عنکبوت کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی تین ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین اور تعداد آیات۔ رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے چوتھے رکوع میں لفظ عنکبوت آیا ہے۔ عنکبوت کے معنی مکڑی کے ہیں۔ اس سورۃ کی ایک آیت میں کفار کے اعتقادات کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے جو نہایت کمزور اور بودا ہوتا ہے اس لئے اس سورۃ کا علامتی نام عنکبوت قرار دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ اور اس کے نزول کا زمانہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کے لئے بڑے مصائب و شدائد کا زمانہ تھا۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی انتیسویں (۲۹) سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۱ لکھا ہے یعنی ۸۰ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۹ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۶۹ آیات۔ سات رکوعات۔ ۹۹۰ کلمات اور ۴۴۱۰ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

جس زمانہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اس زمانہ میں مکہ کے مسلمان مشرکوں اور کفار کے ہاتھوں سخت اذیت اٹھا رہے تھے۔ کفار کی طرف سے اسلام کی مخالفت پورے زور شور سے ہو رہی تھی اور ایمان لانے والوں پر سخت ظلم و ستم توڑے جا رہے تھے ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی تا کہ ایک طرف صادق الایمان لوگوں میں عزم و ہمت اور استقامت پیدا ہو اور دوسری طرف کفار مکہ کو سخت تنبیہ و تہدید کی گئی۔ مسلمان جو اس وقت سخت سے سخت تکالیف جھیل رہے تھے ان کو اس سورۃ میں صبر کی تلقین کی گئی اور ان سے کہا گیا کہ دنیا میں اللہ عزوجل اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ جو لوگ مصیبتیں جھیل کر ثابت قدم رہتے ہیں وہی آخر کامیاب ہوتے ہیں۔ مشقت اٹھائے بغیر راحت نہیں ملتی اور نہ کسوٹی پر گھسے بغیر کھوٹا کھرا پہچانا جاتا ہے۔ مسلمانو! جب زبان سے اللہ کا اقرار کیا ہے تو اب آزمائش کے لئے تیار رہو ایمان کوئی زبانی جمع خرچ نہیں ہے کہ زبان

سے کلمہ پڑھ لے اور پھر جو چاہے کرتا پھرے۔ یہ بات نہیں بلکہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ اللہ کے احکام کی پابندی کرے اور اس کے راستہ میں مشقتیں اور مصیبتیں پڑیں تو انہیں ثابت قدمی سے برداشت کرے اور لاکھ کوئی ہلائے مگر دین سے ہلنے کا نام نہ لے۔ ایمان کا امتحان ہر زمانہ کے لوگوں کا لیا گیا ہے جو امتحان میں پورے اترے وہ دنیا اور آخرت کی کامیابیوں سے مالا مال ہوئے۔ کفار مکہ کے متعلق بتلایا گیا کہ یہ نادان لوگ جو مسلمانوں کو ستا رہے ہیں ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے کفار کا ستانا مسلمانوں کے درجہ بڑھنے کا باعث بن رہا ہے۔ دیکھو ایسا ہرگز نہ ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرنے لگو۔ اگر ماں باپ بھی کہیں کہ ایمان چھوڑ دو اور کفر و شرک اختیار کرو تو انکا کہنا بھی اس بارے میں مت مانو۔ مشرکین تمہیں ہر طرح ورغلائیں گے کہ اسلام چھوڑ کر پرانا طریقہ کفر و شرک اختیار کرو لیکن تم ان کے کہنے میں نہ آنا۔ پچھلی قوموں کا حال دیکھو کہ اللہ کو نہ مان کر کیسی کیسی تباہیوں میں پھنسے اور کس بری طرح ہلاک و برباد ہوئے اللہ کے عذاب سے انہیں کوئی نہ بچا سکا اور جو اللہ کے فرمانبردار ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی اپنی نعمتوں سے نوازا اور آخرت میں بھی ان کے لئے بڑے درجے ہیں۔ یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ کچھ دن کی چہل پہل ہے جو مٹ کر رہے گی اور جنہوں نے اس میں دل لگا رکھا ہے مرنے کے بعد ہی ان پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور ہاتھ ملتے رہ جائیں گے مگر اس وقت کی ندامت اور پچھتانے سے کیا فائدہ۔ مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی کی گئی کہ اگر ظلم و ستم تمہارے لئے ناقابل برداشت ہو جائے تو ایمان چھوڑنے کی بجائے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ۔ خدا کی زمین وسیع ہے جہاں خدا کی بندگی کر سکو وہاں چلے جاؤ۔ سورۃ کے اخیر میں یہ جان فزا پیغام ہے کہ جو ہمارے لئے محنت کرے گا ہم اس کے لئے کامیابی کا راستہ کھول دیں گے اور اللہ اپنے مخلص وفاداروں کے ساتھ ہے۔ الغرض مثل دوسری مکی سورتوں کے اس سورۃ میں توحید و رسالت و آخرت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ شرک کی مذمت و ابطال فرمایا گیا ہے۔ یہ ہے خلاصہ اس تمام پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات آئندہ درسوں میں انشاءاللہ آپ کے سامنے آئیں گی۔

اس تمہید کے بعد اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔

اس سورۃ کی بھی ابتدا حروف مقطعات الٓمٓ سے فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ پہلے متعدد بار عرض کیا جا چکا ہے ان کا حقیقی مطلب اور معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں یا پھر حق تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ ان پر اسی طرح ایمان رکھنا چاہئے۔ آگے سورۃ کی ابتدا اس ارشاد سے فرمائی گئی کہ بعضے مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو کیا ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو طرح طرح کے مصائب سے آزمایا نہ جائے گا۔ جن حالات میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے وہ یہ تھے کہ مکہ میں اس وقت جو بھی اسلام قبول کرتا تھا اس پر آفات اور مصائب کا ایک طوفان ٹوٹ پڑتا تھا۔ کوئی غلام یا غریب ہوتا تو اس کو بری طرح مارا پیٹا جاتا۔ تپتی ہوئی گرم ریت پر برہنہ بدن لٹا کر اوپر سے گرم اور بھاری پتھر سینہ پر رکھ دیا جاتا۔ کبھی دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جاتا۔ غریب بے کس مومنوں کی پشت ریت اور آگ کی گرمی سے جھلس جاتی اور زخمی ہو جاتی اور زمین پر مچھلی کی طرح تڑپتے۔ کوئی دکاندار یا کاریگر ہوتا تو اس کی روزی کے دروازے بند کر دیئے جاتے کہ فاقوں کی نوبت آتی۔ کوئی

باا ثر خاندان کا آدمی ہوتا تو اس کو اپنے خاندان کے لوگ طرح طرح سے تنگ کرتے اور اس کی زندگی دشوار بنا دیتے۔ ان حالات نے اگرچہ راسخ الایمان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عزم وثبات میں کوئی تزلزل پیدا نہ کیا تھا لیکن انسانی فطرت کے تقاضہ سے اکثر ان پر بھی شدید اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور اپنے دکھ کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کرتے اور دعا کے ملتجی ہوتے۔ اسی کیفیت کا ایک نمونہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت پیش کرتی ہے جو بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چادر مبارک کی ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے اور ہم لوگوں پر دن رات مشرکین کی جانب سے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جارہے تھے۔ میں نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ پاک سے ہمارے لئے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ یہ سن کر آپ سنبھل کر بیٹھے اور آپ کا چہرہ مبارک جوش اور جذبہ سے سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا تم سے جو پہلے اہل ایمان گزر چکے ہیں ان پر اس سے زیادہ سختیاں توڑی گئی ہیں۔ ان میں سے کسی کو زمین میں گڑھا کھود کر بٹھا دیا جاتا اور اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ ڈالا گیا سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے کچھ نہ چھوڑا گیا۔ ایسی سختیوں نے بھی ان کو ان کے دین سے نہ روکا۔ خدا کی قسم اللہ پاک اپنے اس دین کو پورا کر کے رہے گا تم لوگ دیکھ لو گے کہ اکیلا سوار صنعا یمن سے حضر موت تک آئے گا اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا ڈر و ہراس اس کے دل میں نہ ہوگا۔

لیکن تم لوگ ہر کام میں جلدی چاہتے ہو۔ تو اس اضطرابی کیفیت کو ٹھنڈے صبر اور تحمل میں تبدیل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو سمجھاتے ہیں کہ ہمارے جو وعدے دنیا اور آخرت کی کامرانیوں کے لئے ہیں وہ محض زبانی دعویٰ ایمان پر نہیں۔ زبان سے ایمان کا اقرار کرنے والوں کی آزمائش اور امتحان ہوگا۔ ہماری خاطر مشقتیں اٹھانی ہوں گی۔ جان و مال کا نقصان بھی برداشت کرنا ہوگا۔ طرح طرح کی سختیاں بھی جھیلنی ہوں گی۔ خطرات و مصائب و مشکلات کا مقابلہ بھی کرنا ہوگا۔ ہر چیز جسے عزیز و محبوب رکھتے ہو ہماری رضا پر اسے قربان کرنا پڑے گا۔ ہر تکلیف جو تمہیں ناگوار ہے ہمارے لئے برداشت کرنا ہوگی تب کہیں یہ بات کھلے گی کہ ہمیں ماننے کا جو دعویٰ تم نے کیا تھا وہ سچا تھا یا جھوٹا۔ آزمائش ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھوٹا اور کھرا پرکھا جاتا ہے۔ حدیث میں بھی ارشاد ہے کہ ہر شخص کی آزمائش اس کے مرتبہ کے موافق کی جاتی ہے۔ سب سے سخت امتحان انبیاء کا لیا جاتا ہے۔ ان کے بعد صالحین کا پھر درجہ بدرجہ ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں۔ نیز امتحان آدمی کا اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتا ہے جس قدر کوئی شخص دین میں مضبوط اور سخت ہوگا اسی قدر امتحان سخت ہوگا۔ پھر آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کوئی نیا معاملہ نہیں ہے کہ جو تمہارے ہی ساتھ پیش آ رہا ہو۔ پہلے زمانہ والوں کا بھی ایمان کا اقرار کرنے پر امتحان لیا گیا۔ گذشتہ انبیاء کی امتوں کے برگزیدہ انسان بھی گونا گوں اذیتیں اٹھا چکے ہیں۔ کسی کو آرہ سے چیرا گیا کسی کا گوشت قینچیوں سے کاٹا گیا۔ کسی کو آگ کے بھرے ہوئے گڑھوں میں ڈال کر جلایا گیا۔ کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکایا گیا۔ بنی اسرائیل کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی ذبح کرا دیا گیا۔ وغیرہ

وغیرہ پس امت محمدیہ کے پرخلوص اہل ایمان کو بھی ضرور آزمائشوں کی بھٹی میں ڈال کر جانچا جائے گا مگر ان کو صبر واستقامت کے ساتھ دین کے لئے ہر تکلیف اٹھانی اور قربانی کرنی پڑے گی۔ اور اگرچہ اللہ تعالیٰ کو اپنی صفات کمالیہ کے باعث ہر چیز سے واقفیت ہے لیکن وہ لوگوں کے امتحان کے بعد ان کے صداقت وکذب کا حال علانیہ ظاہر کرنا چاہتا ہے تاکہ امتیاز ہو سکے کہ کون دعوائے ایمان میں سچا نکلتا ہے اور کون جھوٹا اور پھر اسی کے موافق ہر ایک کو جزا دی جائے۔

معلوم ہوا کہ حقیقی مسلمان ہونے کے لئے یہ کافی نہیں کہ زبان سے کلمہ پڑھ لے اور پھر چھٹی ہوئی جو جی چاہے کرتا پھرے۔ یہ بات نہیں بلکہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ اللہ کے جملہ احکام کی دیانت داری سے پابندی کرے اور اس کی اطاعت میں مشقتیں اٹھائے۔ مصیبتیں برداشت کرے اور دین پر پوری طرح ثابت قدم رہے۔ یہی اس کا امتحان ہے اور جو اس امتحان میں کامیاب ہوا اس کو اصلی کامیابی دنیا وآخرت میں دونوں جگہ نصیب ہوگی۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن پر بلاؤں کا نزول اس کے ایمان کے صدق اور کذب کی جانچ کے لئے ہوتا ہے۔ مومن صادق مصائب نازلہ کو اللہ کی طرف سے سمجھ کر صبر کرتا اور اپنے دل میں طمانیت اور سکون پاتا ہے اور کچے ایمان والا جان ومال میں مصیبت۔ اہل وعیال کی ہلاکت۔ تجارت میں خسارہ اور جسمانی امراض میں اپنے کو گھرا ہوا دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ اور ناشکری اور کلمات نازیبا تک بکنے لگتا ہے۔ امتحان اور آزمائش کے بعد دونوں فریق الگ الگ سامنے آجاتے ہیں۔ ابھی یہی سلسلہ مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو دین پر استقلال وثابت قدمی نصیب فرمائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو صبر وشکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور دین کے لئے ہم کو ہر طرح کی تکلیف ومشقت برداشت کرنے کا عزم وہمت عطا فرمائیں۔

اے اللہ ہم تو بہت ہی کمزور ایمان والے ہیں ہم کسی ابتلا اور آزمائش کے لائق نہیں آپ اپنے فضل وکرم سے ہمارے ایمان واسلام کی حفاظت کا سامان عطا فرمائیں۔ اے اللہ ان صحابہ کرام کے ایمان اور اسلام کے طفیل میں جن کے عزم وثبات میں بڑے سے بڑے آفات ومصائب سے بھی لغزش نہ آئی ہم کو بھی ہر حال میں اپنا ایمان اور اسلام سنبھالنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۴﴾ مَنْ كَانَ

ہاں کیا جو لوگ بُرے بُرے کام کر رہے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل بھاگیں گے، اُن کی یہ تجویز نہایت ہی بیہودہ ہے۔ جو شخص

یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۵﴾ وَمَنْ جَاهَدَ

اللہ سے ملنے کی اُمید رکھتا ہے سو اللہ کا وہ معین وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے۔ اور جو شخص محنت کرتا ہے

فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وہ اپنے ہی لئے محنت کرتا ہے، خدا تعالیٰ کو تمام جہان والوں میں کسی کی حاجت نہیں۔ اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾

ہم اُن کے گناہ اُن سے دُور کردیں گے اور اُن کو اُن اعمال کا زیادہ اچھا بدلہ دیں گے۔

اَمْ حَسِبَ کیا گمان کیا ہے	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	یَعْمَلُوْنَ کرتے ہیں	السَّیِّاٰتِ بُرے کام	اَنْ کہ	یَّسْبِقُوْنَا وہ ہم سے باہر بچ نکلیں گے		
سَآءَ بُرا ہے	مَا یَحْكُمُوْنَ جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں	مَنْ جو	كَانَ یَرْجُوْا وہ امید رکھتا ہے	لِقَآءَ اللّٰهِ اللہ سے ملاقات کی	فَاِنَّ تو بیشک		
اَجَلَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	لَاٰتٍ ضرور آنے والا	وَهُوَ اور وہ	السَّمِیْعُ سننے والا	الْعَلِیْمُ جاننے والا	وَمَنْ اور جو	جَاهَدَ کوشش کرتا ہے	
فَاِنَّمَا تو صرف	یُجَاهِدُ کوشش کرتا ہے وہ	لِنَفْسِهٖ اپنی ذات کیلئے	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَغَنِیٌّ البتہ بے نیاز	عَنِ سے	الْعٰلَمِیْنَ جہان والے
وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے	لَنُكَفِّرَنَّ البتہ ہم ضرور دُور کردیں گے	عَنْهُمْ ان سے			
سَیِّاٰتِهِمْ ان کی برائیاں	وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اور ہم ضرور جزا دیں گے انہیں	اَحْسَنَ زیادہ بہتر	الَّذِیْ وہ جو	كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ان مسلمانوں سے خطاب تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے کفار کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ ان کو مصائب پر صبر کرنے اور اعدائے اسلام کے مقابلہ میں استقامت سے دین پر جمے رہنے کی تلقین فرمائی گئی تھی اور ان کی تسلی اور ہمت بڑھانے کے لئے یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ اہل ایمان کا تکالیف میں مبتلا ہونا اور اللہ کی خوشنودی کے لئے مصائب کو برداشت کرنا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ گذشتہ انبیاء کی امتوں کے اہل ایمان بھی سخت سے سخت اذیتیں کفار کے ہاتھوں اٹھا چکے ہیں۔ اب آگے ایک کلمۂ زجر وتوبیخ ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے جو حق پرستوں پر ظلم وستم ڈھا رہے تھے۔ یہ خطاب اگرچہ عام ہے اور اس سے مراد وہ تمام لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں لیکن یہاں خاص طور پر روئے سخن ان کفار ومشرکین اور قریش کے ظالم سرداروں کی طرف ہے جو اسلام کی مخالفت میں اسلام قبول کرنے والوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے۔ ان کفار ومشرکین کو سنایا جاتا ہے کہ ان کو یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ہمیشہ یونہی مسلمانوں پر ظلم وستم کرتے رہیں گے اور یونہی مسلمان مار کھاتے اور تکلیف اٹھاتے رہیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ان سے ضرور انتقام لیا جائے گا۔ مسلمانوں کو ضرور ترقی اور غلبہ نصیب ہوگا اور اس سرزمین میں کافروں کو اپنی تباہی و بربادی سے دوچار

ہونا پڑے گا۔اس وقت کی عارضی مہلت سے ان کفار نے جو یہ رائے قائم کرلی ہے کہ ہم مزے سے ظلم کرتے رہیں گے اور خود ہمیشہ مامون رہیں گے تو حقیقت میں یہ نہایت احمقانہ فیصلہ ہے وہ ہم سے بچ کر کہاں جاسکتے ہیں اور ہماری گرفت سے نکل کر کہاں بھاگ سکتے ہیں۔آگے پھر مسلمانوں کی طرف روئے سخن فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص اس توقع پر سختیاں اٹھارہا ہے کہ ایک دن مجھے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں ہر بات کی بازپرس ہوگی۔اگر میں ناکامیاب رہا تو یہاں کی سختیوں سے کہیں بڑھ کر وہاں سختیاں جھیلنی پڑیں گی اور کامیاب رہا تو ساری کلفتیں ڈھل جائیں گی۔اللہ کی خوشنودی اور اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ایسا شخص یاد رکھے کہ اللہ کا وعدہ آرہا ہے۔کوئی طاقت اسے پھیر نہیں سکتی۔ اس کی اعلیٰ توقعات پوری ہوکر رہیں گی اور اس کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کی جائیں گی۔اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے کسی کی محنت رائیگاں نہ کرے گا۔تو اس کلام میں مسلمانوں کو مجاہدہ کرنے اور مصائب پر صبر کرکے دین پر جمے رہنے کی مزید تلقین وترغیب ہے کیونکہ جب موت ضرور آنے والی ہے اور اس کا وقت مقرر ہے تو اسلام سے روگرداں ہونے اور مصائب سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرنے کے بعد بھی موت کے پنجہ سے رہائی ناممکن ہے پھر قیامت ضرور ہونی ہے اللہ کے سامنے ضرور جانا ہے۔مصائب چندروزہ کا اختتام لازمی طور پر ہوگا۔اور آخرت میں حساب فہمی کے بعد عذاب ثواب بھی ضرور ہوگا لہٰذا آخرت کی فلاح کے اسباب حاصل کرنا اور اخروی سرخروئی کے موجبات کو فراہم کرنا لازمی ٹھہرا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ہم جو تم کو مشقتوں کے برداشت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں سو اس میں ظاہر اور مسلم ہے کہ ہماری کوئی منفعت نہیں۔اللہ تعالیٰ کو کسی کی طاعت سے کیا نفع اور کسی کی معصیت سے کیا نقصان۔وہ تو کلی طور پر بے نیاز ہے۔اگر تمام عالم اس کی عبادت میں ہروقت غرق رہے تب اس کی ذات کو کوئی نفع نہیں پہنچتا اور سب نافرمان اور سرکش ہوجائیں تب بھی اس کا کوئی نقصان نہیں۔ ہاں بندہ اپنے پروردگار کی طاعت میں جس قدر محنت اٹھائے گا اس کا پھل دنیا اور آخرت میں اسی کو ملے گا پس مجاہدہ کرنے والے یہ خیال کبھی نہ آنے دیں کہ ہم خدا کے راستہ میں اتنی محنت کرکے کچھ اس پر احسان کررہے ہیں۔(العیاذ باللہ) ارے یہ تو اس کا احسان ہے کہ خود تمہارے فائدہ کے لئے طاعت اور ریاضت کی توفیق بخشی۔آگے ارشاد ہوتا ہے کہ تمام جہان سے بے پروا اور بے نیاز ہونے کے باوجود اپنی رحمت وشفقت سے تمہاری محنت کو ٹھکانے لگاتا ہے اور ایمان وعمل صالح کی برکت سے نیکیاں ملیں گی اور برائیاں معاف ہوں گی۔

یہاں ''ایمان'' اور ''عمل صالح'' کی تعریف بھی مختصراً سمجھ لی جائے ایمان سے مراد ان تمام باتوں کو سچے دل سے ماننا ہے جنہیں تسلیم کرنے کی دعوت اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب نے دی ہے اور ''عمل صالح'' سے مراد اللہ اور اس کے رسول کی ہدایت کے موافق عمل کرنا ہے۔اس ایمان اور عمل صالح کے دو نتیجہ بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ آدمی کی برائیاں اس سے دور کردی جائیں گی اور دوسرے یہ کہ اس کے اعمال سے بہتر جزا دی جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ یہاں یہ بتلایا گیا کہ بدکردار لوگوں کو یہ خیال نہ کرلینا چاہئے کہ وہ اللہ کی گرفت سے باہر ہیں۔ انسان کی کوششوں سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ انسان کی جدوجہد خود اسی کے لئے اچھا یا برا نتیجہ پیدا کرتی ہے عمل صالح سے اہل ایمان کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔نیکیوں کی بھی پوری جزا ملتی ہے۔تو مقصود بیان یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح پر قائم رہو اور اسلام کے راستہ میں پیش آنے والی مصیبت کو استقلال کے ساتھ برداشت کرو اور اعانت دین کے لئے ہمہ تن کوشش کرو۔

اسی سلسلہ میں آگے بتلایا جاتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اگرچہ حسن سلوک کی اسلام تاکید کرتا ہے مگر شرک وکفر کے لئے اگر ماں باپ بھی زور ڈالیں تب بھی ان کا کہنا نہیں ماننا چاہئے اور ایمان وعمل صالح پر مستقیم رہنا چاہئے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا

جس کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں ہے تو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے سو میں تم کو تمہارے سب کام جتلا دوں گا۔جو لوگ ایمان لائے ہوں گے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ

اور نیک عمل کئے ہوں گے ہم اُن کو نیک بندوں میں داخل کردیں گے۔اور بعضے آدمی ایسے بھی ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے

فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ ۖ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ

پھر جب اُن کو راہ خدا میں کچھ تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو ایسا سمجھ جاتے ہیں جیسے خدا کا عذاب، اور اگر کوئی مدد آپ کے رب کی طرف سے آپہنچتی ہے

لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ

تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے،کیا اللہ تعالیٰ کو دنیا جہاں والوں کے دلوں کی باتیں معلوم نہیں ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ﴿١١﴾

معلوم کر کے رہے گا اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔

وَوَصَّيْنَا اور ہم نے حکم دیا	الْإِنْسَانَ انسان کو	بِوَالِدَيْهِ ماں باپ سے	حُسْنًا حُسنِ سلوک کا	وَإِنْ اور اگر	جَاهَدَاكَ تجھ سے کوشش کریں		
لِتُشْرِكَ بِي کہ تو شریک ٹھہرائے میرا	مَا لَيْسَ جس کا نہیں	لَكَ تجھے	بِهِ عِلْمٌ اسکا کوئی علم	فَلَا تُطِعْهُمَا تو کہا نہ مان ان کا			
إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ میری طرف تمہیں لوٹ کر آنا	فَأُنَبِّئُكُمْ تو میں ضرور بتلاؤں گا تمہیں	بِمَا وہ جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے	وَالَّذِينَ اور جو لوگ			
آمَنُوا وَعَمِلُوا وہ ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے	الصَّالِحَاتِ اچھے	لَنُدْخِلَنَّهُمْ ہم ضرور انہیں داخل کریں گے	فِي الصَّالِحِينَ نیک بندوں میں				
وَمِنَ اور سے۔کچھ	النَّاسِ لوگ	مَنْ يَقُولُ جو کہتے ہیں	آمَنَّا ہم ایمان لائے	بِاللَّهِ اللہ پر	فَإِذَا پھر جب	أُوذِيَ ستائے گئے	
فِي اللَّهِ اللہ (کی راہ) میں	جَعَلَ بنالیا	فِتْنَةَ ستانا	النَّاسِ لوگ	كَعَذَابِ جیسے عذاب	اللَّهِ اللہ	وَلَئِنْ اور اگر	جَاءَ آئے
نَصْرٌ کوئی مدد	مِنْ رَبِّكَ تمہارے رب سے	لَيَقُولُنَّ تو وہ ضرور کہتے ہیں	إِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ			
أَوَلَيْسَ کیا نہیں ہے	اللَّهُ اللہ	بِأَعْلَمَ خوب جاننے والا	بِمَا وہ جو	فِي صُدُورِ سینوں (دلوں) میں	الْعَالَمِينَ جہان والے		
وَلَيَعْلَمَنَّ اور البتہ ضرور معلوم کریگا	اللَّهُ اللہ	الَّذِينَ وہ لوگ جو	آمَنُوا ایمان لائے	وَلَيَعْلَمَنَّ اور البتہ ضرور معلوم کریگا	الْمُنَافِقِينَ منافق		

تفسیر وتشریح:۔جیسا کہ اس سورۃ کے ابتدائی درس میں بیان ہوا کفار مکہ طرح طرح سے مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کی فکر اور تدبیریں کرتے تھے۔بعضے سخت جسمانی ایذائیں پہنچاتے تھے۔بعضے دوسرے طریقوں سے مجبور کرتے تھے۔چنانچہ آیت ووصینا الانسان

بوالدیہ حسنا اور ۲۱ ویں پارہ سورۂ لقمان کی وہ آیت جس میں والدین کا حکم شرک اور کفر کا ماننے کی ممانعت ہے حضرت سعد بن ابی وقاص کے حق میں نازل ہوئیں۔ حضرت سعد ان چند بزرگ ہستیوں میں سے ایک تھے جن کو سبقت فی الاسلام کا شرف حاصل تھا اور جو عشرہ مبشرہ میں داخل تھے۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی آپ کی عمر ۱۸، ۱۹ سال کی تھی جب آپ نے اسلام قبول کیا۔ آپ اپنی والدہ کی خدمت بہت زیادہ کرتے تھے اور ماں بھی دوسری اولاد سے زیادہ آپ کو چاہتی تھی۔ جب حضرت سعد نے اسلام قبول کرلیا اور ماں کو اطلاع ہوئی تو وہ بہت ناراض ہوئی اور کہنے لگی کہ تو باپ دادا کے دین سے پھر گیا۔ واللہ جب تک اسلام سے نہ پھرے گا میں نہ کھاؤں گی۔ نہ پیوں گی نہ سایہ میں بیٹھوں گی یونہی مر جاؤں گی۔ تا کہ عمر بھر تو مطعون خلائق رہے اور لوگ تجھے ماں کا قاتل کہیں چنانچہ ایک رات دن وہ اسی حالت پر رہی۔ حالت بگڑنے لگی۔ دوسرے دن بھی بھوک ہڑتال قائم رکھی۔ لکھا ہے کہ یہ تاریخ میں پہلی مثال بھوک ہڑتال بلکہ بھوک اور پیاس ہڑتال کی تھی جو خالص کافرانہ چیز تھی مگر اب ناواقف مسلمان بھی اسی کافرانہ ہتھیار کو استعمال کرنے لگے ہیں۔ اسلام نے ہڑتال کا سبق نہیں دیا ہے۔ اسلام نے تو دو ہی باتیں بتلائی ہیں اگر قوت ہو تو ناحق اور ظلم کا مقابلہ قوت سے کیا جائے اگر قوت نہ ہو تو صبر کیا جائے جہاں تک کہ دین سالم رہ سکے اور اگر دین محفوظ نہ ہو تو پھر ہجرت کر جانے کا حکم ہے۔ الغرض حضرت سعد کی ماں نے دوسرے دن بھی بھوک ہڑتال قائم رکھی۔ آخر لوگوں نے زبردستی منہ چیر کر حلق میں کچھ کھانا پانی ڈالا مگر ضد پر قائم رہی اور کہنے لگی سعد! کیا تجھے اللہ نے ماں کی فرمانبرداری کا حکم نہیں دیا ہے اگر اطاعت والدین کا حکم دیا ہے تو میں تجھے حکم دیتی ہوں کہ اپنے سابق دین پر آجا۔ ماں کا حق ادا کرنا تو اللہ کا حکم ہے۔ تو میری بات نہ مانے گا تو اللہ کی بھی نافرمانی کرے گا۔ حضرت سعد اس پر سخت پریشان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر

ہو کر تمام ماجرا عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ممکن ہے ایسے ہی حالات سے دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی دوچار ہوئے ہوں جو مکہ معظمہ کے ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے تھے اسی لئے اس مضمون کو سورۂ لقمان ۲۱ ویں پارہ میں بھی پورے زور کے ساتھ دہرایا گیا ہے۔ حضرت سعد کے متعلق بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے ماں کا کہنا نہ مانا اور فرمایا اے ماں اگر تیری سو جانیں ہوں اور اگر ایک ایک کر کے نکل جائیں تب بھی خدا کی قسم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت و ہدایت کا انکار نہ کروں گا۔ اب تیرا دل چاہے کھا اور تیرا دل نہ چاہے نہ کھا۔ یہ سن کر ماں مایوس ہوگئی اور بالآخر کھانے پینے لگی۔ تو یہاں آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی حکم ہے کہ والدین کے ساتھ دنیوی معاملات میں اچھا سلوک کیا جائے خواہ والدین کافر ہوں یا مسلم۔ لیکن اگر والدین شرک اور کفر کرنے کے لئے کتنے ہی اصرار سے کہیں تب بھی ہرگز ان کا کہنا نہ ماننا چاہئے۔ اس آیت میں اور قرآن پاک کی دوسری آیات میں نیز صحیح احادیث میں اطاعت والدین کا جو حکم دیا گیا ہے اس کے مدنظر علما نے صراحت کی ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مالی سلوک اور جسمانی خدمت کے لحاظ سے والدہ کا حق مقدم ہے اور ادب اور فرمان پذیری میں والد کا حق اول ہے۔ تو انسان پر مخلوقات میں سے کسی کا حق سب سے بڑھ کر ہے تو وہ اس کے ماں باپ ہیں لیکن ماں باپ بھی اگر انسان کو شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات قبول نہ کرنی چاہئے اور اس معاملہ میں ان کی بات نہ ماننے کے لئے مالیس لک بہ علم فرما کر ایک معقول دلیل بھی دے دی گئی یعنی بے شک ماں باپ کا یہ حق تو ہے کہ اولاد ان کی خدمت کرے۔ ان کا ادب و احترام کرے۔ ان کی جائز باتوں میں اطاعت بھی کرے لیکن یہ حق ان کو نہیں پہنچتا کہ آدمی کسی دلیل صحیح کے خلاف ان کی دین میں پیروی اور اندھی تقلید بھی کرے۔ یہ کوئی وجہ نہیں کہ ایک بیٹا یا بیٹی صرف اس بنا پر ایک مذہب کی پیروی کئے جائے کہ اس کے ماں باپ کا

مذہب ہے یا طریقہ ہے اگر اولاد کو دلیل صحیح سے یہ علم حاصل ہوجائے کہ والدین کا مذہب یا دین غلط ہے تو اسے اس مذہب اور طریقہ کو چھوڑ کر صحیح مذہب اختیار کرنا چاہئے اور ان کے دباؤ ڈالنے اور اصرار کرنے پر بھی اس غلط طریقہ کی پیروی نہ کرنی چاہئے جس کی غلطی اور گمراہی اس پر دلائل سے واضح ہو۔ پھر جب یہ معاملہ والدین کے ساتھ ہے تو دنیا کے ہر شخص کے ساتھ یہی معاملہ ہونا چاہئے کہ کسی کی اندھی تقلید اور پیروی جائز نہیں جب تک کہ آدمی یہ نہ جان لے کہ وہ حق پر ہے۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **لاطاعة المخلوق فی معصية الخالق** خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی رشتہ داریاں اور ان کے حقوق تو بس اسی دنیا تک ہیں آخر کار ماں باپ کو بھی اور اولاد کو بھی سب کو اپنے خالق کے حضور پلٹ کر جانا ہے یعنی سب کو عدالت خداوندی میں حاضر ہونا ہے اس وقت بتلا دیا جائے گا کہ اولاد اور والدین میں سے کس کی زیادتی تھی اور کون حق پر تھا کون ناحق پر تو جو لوگ اس قسم کی زبردست رکاوٹوں کے باوجود بھی ایمان اور نیکی کی راہ پر قائم رہے حق تعالیٰ ان کا حشر اپنے خاص نیک بندوں میں کرے گا۔ اب آگے ان لوگوں کا ذکر ہے جو زبان سے اپنے کو مومن کہتے تھے مگر دلوں میں ایمان راسخ نہیں تھا ان کو جہاں اللہ کے راستہ میں کوئی تکلیف پہنچی یا دین کی وجہ سے لوگوں نے ستایا تو اس آزمائش کو خدائی عذاب سمجھنے لگے یعنی جس طرح آدمی عذاب الٰہی سے گھبرا کر جان بچانا چاہتا ہے اور اپنے پہلے دعوؤں سے دست بردار ہونے لگتا ہے اور ناچار اعتراف کرتا ہے کہ میں غلطی پر تھا یہی حال بعض اسلام کا نام لینے والوں کا ہے کہ جہاں دین کے معاملہ میں کوئی سختی پہنچی بس گھبرا کر دعوئے ایمان سے دست بردار ہونا شروع کر دیا اور زبان سے یا عمل سے گویا اقرار کرنے لگے کہ ہم اس دعوائے میں غلطی پر تھے۔ لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں بعض دیہاتی دوسروں کے دیکھا دیکھی یا کسی خاص غرض کو پیش نظر رکھ کر مسلمان ہوجاتے۔ مسلمان ہونے کے بعد اگر ان کی بیویوں کے نرینہ اولاد ہوتی۔ مویشیوں کی نسل بکثرت ہوتی۔ کھجوروں کی فصل اچھی ہوتی یا اور کوئی دنیوی فائدہ ہوتا تو کہتے یہ دین مبارک ہے اور اگر اتفاق سے لڑکی پیدا ہوئی یا فصل خراب ہوگئی یا نسل میں کمی ہوگئی تو منحوس سمجھ کر اسلام سے پھر جاتے اسی طرح بعض لوگ بے دلی سے مسلمان تو ہوجاتے لیکن جہاں دشمنان اسلام کی یورش کا خطرہ ہوا یا افلاس کا فقر کا حملہ ہوا یا اور کوئی سختی جھیلنی پڑی تو منہ موڑ کر چل دیتے اور مسلمان ہونے کو نزول مصائب کا موجب قرار دینے لگتے لیکن اگر کسی طرف سے مسلمانوں کی ترقی کی کوئی راہ دکھائی دی تو پھر مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوجاتے اور کہنے لگتے کہ ہم بغیر کسی شک کے تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عمل اور خیال کے رد میں فرماتے ہیں کہ جیسے کچھ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اللہ کو سب معلوم ہے۔ کیا زبانی دعویٰ کر کے اللہ سے اپنے دلوں کا حال چھپا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم پہلے ہی سے سب کچھ ہے لیکن اب ان کے اعمال اور افعال کو دیکھ لے گا کہ کون اپنے کو سچا مومن ثابت کرتا ہے اور کون جھوٹا دغاباز منافق ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دنیوی معاملات میں ماں باپ سے حسن سلوک کرنا واجب ہے۔ ان کی مالی امداد اور جسمانی خدمت لازم ہے اگرچہ وہ کافر ہوں لیکن کسی گناہ کے کام خصوصاً شرک وکفر کی تعلیم سے انحراف کرنا اور حکم نہ ماننا ضروری ہے خواہ کتنا ہی وہ اصرار سے حکم دیں۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کے تعلقات کی پروا نہ ہونی چاہئے یہاں سے عبرت حاصل کرنی چاہئے ان لوگوں کو جو معمولی تعلقات کے نبھاؤ اور دنیوی شرم کا بہانہ کر کے رسم و رواج کے جال میں پھنس کر خلاف شرع امور کو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا کریں بیوی بچوں اور دوستوں سے مجبور ہیں۔ جانتے ہیں کہ یہ کام اچھا نہیں مگر آخر دنیا میں رہ کر دنیاداری کرنی ہی پڑتی ہے۔ تو ان خیالات کا رد یہاں صاف صاف فرمایا گیا ہے۔ آگے کفر وشرک وعصیان ونافرمانی کا انجام بیان فرما کر اس سے ڈرایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ

اور کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہماری راہ چلو اور تمہارے گناہ ہمارے ذمہ، حالانکہ یہ لوگ اُن کے گناہوں میں سے ذرا بھی نہیں لے سکتے

مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز

یہ بالکل جھوٹ بک رہے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لادے ہوں گے اور اپنے گناہوں کے ساتھ کچھ گناہ اور۔

وَلَیُسْـَٔلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ

اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے تھے قیامت میں اُن سے باز پُرس ضرور ہوگی۔ اور ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ اُن میں

اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَصْحٰبَ

پچاس سال کم ایک ہزار برس رہے، پھر اُن کو طوفان نے آدبایا اور وہ بڑے ظالم لوگ تھے۔ پھر ہم نے اُن کو اور کشتی والوں کو بچالیا

السَّفِیْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۵﴾

اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہان والوں کیلئے موجب عبرت بنایا۔

وَقَالَ اور کہا	لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	اتَّبِعُوْا تم چلو	سَبِیْلَنَا ہماری راہ					
وَلْنَحْمِلْ اور ہم اٹھالیں گے	خَطٰیٰكُمْ تمہارے گناہ	وَمَا هُمْ حالانکہ وہ نہیں	بِحٰمِلِیْنَ اٹھانے والے	مِنْ سے	خَطٰیٰهُمْ ان کے گناہ			
مِنْ شَیْءٍ کچھ	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَكٰذِبُوْنَ البتہ جھوٹے	وَلَیَحْمِلُنَّ اور وہ البتہ ضرور اٹھائیں گے	اَثْقَالَهُمْ اپنے بوجھ	وَاَثْقَالًا اور بہت سے بوجھ			
مَعَ ساتھ	اَثْقَالِهِمْ اپنے بوجھ	وَلَیُسْـَٔلُنَّ اور البتہ ان سے ضرور باز پرس ہوگی	یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن	عَمَّا اس سے جو				
كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ وہ جھوٹ گھڑتے تھے	وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجا	نُوْحًا نوح کو	اِلٰی قَوْمِهٖ اس کی قوم کی طرف	فَلَبِثَ تو وہ رہے			
فِیْهِمْ ان میں	اَلْفَ سَنَةٍ ہزار سال	اِلَّا مگر کم	خَمْسِیْنَ پچاس	عَامًا سال	فَاَخَذَهُمُ پھر انہیں آ پکڑا	الطُّوْفَانُ طوفان	وَهُمْ اور وہ	ظٰلِمُوْنَ ظالم تھے
فَاَنْجَیْنٰهُ پھر ہم نے اسے بچالیا	وَ اور	اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ کشتی والوں کو	وَجَعَلْنٰهَا اور اسے بنایا	اٰیَةً ایک نشانی	لِّلْعٰلَمِیْنَ جہان والوں کیلئے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئے تو انہیں آزمائش اور امتحان سے بھی گزرنا ہوگا تا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہیں یا نہیں۔ پھر تلقین فرمائی گئی تھی کہ اگر اللہ کے دین پر قائم رہنے اور اسلام کے احکام بجالانے میں کفار و مشرکین کے ہاتھوں تکلیف اور ایذائیں اٹھانی پڑیں تو اسے جھیلنا اور برداشت کرنا چاہئے کیونکہ بہر حال یہ تکلیف دنیا کی اس عذاب سے یقیناً کم ہوگی جو اسلام اور ایمان سے منہ موڑنے پر آخرت میں مقرر ہے تو ایمان والوں کی یہ شان نہیں کہ تکلیفوں سے گھبرا کر دین سے بھاگیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایمان پر مضبوط رہیں اور کوئی چیز اس کے پائے ثبات کو استقامت سے نہ ہٹا سکے۔ ماں۔ باپ جیسے قابل تکریم و تعظیم سرپرست بھی اگر دین سے ہٹنے کو کہیں تو ان کا کہنا بھی نہ ماننا چاہئے۔ اور کفار مکہ ہر طرح سے چاہتے تھے کہ مسلمان اپنا دین چھوڑ دیں وہ انہیں ڈراتے دھمکاتے۔ مارتے

پیٹتے اور دوسرے طریقوں سے اسلام سے ہٹانے کی کوشش کرتے۔ایسے ہی ایک طریقہ کا ذکران آیات میں کیا گیا ہےاور وہ یہ کہ کفارنومسلموں سے کہتے کہ اس نئے دین میں سب چیزیں جن کے تم خوگر رہے ہو حرام ہیں۔تم دنیا کی نعمتیں چھوڑ کر کس جنجال میں پھنس گئے۔کیسا گناہ کیسا عذاب۔دنیا ہی ہے جو کچھ ہے خوب چھرے اڑاؤ۔بے خوف وخطر جو چاہو کرو اول تو موت کے بعد زندگی اور حشر نشر اور جزاوسزا کہاں۔یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں لیکن اگر بالفرض کوئی دوسری زندگی بھی ہے اور اس میں کوئی باز پرس بھی ہونی ہے تو ہم ذمہ لیتے ہیں کہ ہم تمہارا سارا عذاب اپنی گردن پر لے لیں گے۔تم ہمارے کہنے سے اس نئے دین کو چھوڑ دو اور اپنے آبائی دین کی طرف واپس آ جاؤ۔چنانچہ یہاں ان آیات میں پہلے کفار کا قول نقل کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم اسلام چھوڑ کر پھر اپنی برادری میں آملو اور ہماری راہ پر چلو۔تمام تکلیفوں اور ایذاؤں سے بچ جاؤ گے۔مفت میں کیوں مصیبتیں جھیل رہے ہو اور اگر ایسا کرنے میں گناہ سمجھتے اور مواخذہ کا اندیشہ رکھتے ہو تو خدا کے ہاں بھی ہمارا نام لے دینا کہ فلانے نے ہم کو یہ مشورہ دیا تھا اگر ایسی صورت پیش آئی تو ساری ذمہ داری ہم اٹھالیں گے اور تمہارے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیں گے۔حق تعالیٰ کفار کے اس قول کا رد فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار جھوٹے ہیں۔تمہارا بوجھ رتی برابر بھی ہلکا نہیں کر سکتے۔یہ جو دوسرے کے گناہوں کو اپنے اوپر اٹھانے کا دعویٰ کر رہے ہیں تو قیامت کے دن ذرہ برابر دوسرے کے گناہوں کو اس طور پر نہ اٹھا سکیں گے کہ سب بار اپنے اوپر لے کر اصل خطا کاروں کو سبکدوش کر دیں۔ہاں یہ ضرور ہوگا کہ جن کو گمراہ کیا ہے ان کا بار بھی ان گمراہ کرنے والوں پر ڈالا جائے گا اور دونوں گروہ سزایاب ہوں گے اور جو جھوٹی باتیں یہ بناتے ہیں یہ خود مستقل گناہ ہے جس پر یہ ماخوذ ہوں گے۔حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ دنیا میں جو کوئی کسی کو ناحق قتل کرے تو اس کے اس گناہ کا حصہ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل کو پہنچتا ہے کیونکہ ناحق قتل کرنے کا طریقہ اسی نے ایجاد کیا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل شاہ روم کو جو تبلیغی نامہ مبارک بھیجا تھا اس میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر تو نے میری ہدایت سے منہ موڑا تو تجھ پر تیری غریب رعایا کی گمراہی کا بھی بوجھ ہوگا۔جتنا ان میں سے ہر ایک پر ہوگا ان سب کا مجموعہ تیرے اوپر قیامت میں ہوگا کیونکہ ہدایت و ضلالت میں وہ تیرے تابع اور پیرو ہیں تو ہدایت پر ہوگا تو وہ بھی ہدایت پر آ جائیں گے تو گمراہی پر جما رہے گا تو وہ بھی جمے رہیں گے اور ان کا درحقیقت گمراہی پر جمنا تیری وجہ سے ہوگا لہٰذا تجھے ان سب کا بار اٹھانا پڑے گا۔ایک دوسری صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے قیامت تک جو لوگ اس ہدایت پر چلیں گے ان سب کو جتنا ثواب ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان کے ثوابوں میں سے گھٹ کر نہیں۔اسی طرح جس نے برائی پھیلائی اس پر بھی جو عمل پیرا ہوں ان سب کو جتنا گناہ ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔الغرض کفار کے اس قول کا کہ ہم تمہارا بار قیامت میں اٹھالیں گے تم بے کھٹکے اسلام سے ہٹ جاؤ۔صاف رد فرما دیا گیا اور ان کو اس بات میں جھوٹا قرار دیا گیا۔اب آگے چند قصص کے ضمن میں متنبہ کیا گیا ہے کہ سچوں کے مقابلہ میں ہمیشہ سے جھوٹے اغوا اور شرارت کرتے رہے ہیں۔اور اہل ایمان کو مدتوں تک امتحان اور ابتلا کے دور میں گزرنا پڑا ہے مگر آخری نتیجہ انہی کے حق میں بہتر ہوا۔منکر اور شریر خائب و خاسر رہے۔سچے کامیاب اور سربلند ہوئے۔گویا ان قصص میں کافروں کو تنبیہ ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کے درپے آزار اسی طرح رہے اور ظلم وستم سے باز نہ آئے اور خود سچے دل سے مسلمان نہ ہوئے تو ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو گذشتہ اعدائے دین کا ہوا اور ان قصوں سے مسلمانوں کو صبر کی

42 تلقین برداشت مصائب کی حوصلہ افزائی اور انجام کار کامیابی کی بشارت بھی دینی مقصود ہے۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس دعوت و تبلیغ اور سعی و اصلاح میں مصروف رہے۔ مشرک قوم کو توحید کی طرف بلایا شرک و کفر کے انجام بد سے ڈرایا۔ بدکاروں کو نیک اعمال کرنے کی نصیحت کی۔ لیکن قوم نے نہ مانا۔ اپنے کفر و شرک پر قائم رہے انجام کار طوفان عظیم آیا اور سب ظالموں کو پانی کے راستہ آگ میں لے گیا۔ صرف نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی جو کشتی میں سوار تھے وہ محفوظ رہے اور اس عظیم الشان واقعہ کو بعد والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ۴۰ سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ نو سو پچاس برس دعوت و تبلیغ اور قوم کی اصلاح کی کوشش فرماتے رہے۔ جب قوم نے نہ مانا تو پھر طوفان آیا اور پھر طوفان کے بعد ۶۰ سال زندہ رہے گویا اس طرح کل عمر حضرت نوح علیہ السلام کی ۱۰۵۰ سال ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سورۂ ہود میں مفصلاً گزر چکا ہے۔ یہاں صرف اس قصہ کی طرف اشارہ فرما دیا گیا ہے۔

خلاصہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کا جس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے یہی ہے کہ نوح علیہ السلام نے اتنی طویل مدت تک تبلیغ کی اور روزانہ سینکڑوں برس تک کافروں کے پتھر کھائے اور ان کی ایذائیں برداشت کیں لیکن راہ حق پر جمے رہے اور جو چند اہل ایمان آپ کے ساتھ ہو گئے تھے وہ بھی کافروں کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے رہے لیکن برداشت کرتے رہے اور کافروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر ڈھیل ملتی رہی کہ ایک ہزار سال تک خوب پھلے پھولے دولت اور مال کی فراوانی اور نسل کی افزونی رہی۔ طاقت اور شوکت میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ بالآخر جب ان کی گرفت کا وقت آ گیا تو غیبی قہاریت نے طوفان کی شکل میں ظہور کیا جس نے کافروں کے وجود سے روئے زمین کو خالی کر دیا۔ صرف اہل حق بچ گئے۔ پس مسلمانوں کو نوح علیہ السلام اور اصحاب نوح علیہ السلام کے احوال پر غور کرنے کے بعد کفار کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنا اور اللہ کی غیبی مدد پر یقین رکھنا چاہئے۔

اب آگے دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی مشرک قوم کا سنایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آج ہم کو بھی ایسے معاشرہ سے واسطہ پڑ رہا ہے کہ دین اسلام کو سنبھالنا اور اس پر پوری طرح قائم رہنا مشکل ہو رہا ہے۔ منکرات دن دگنے رات چوگنے بڑھتے جاتے ہیں۔ بے دینی کے اثرات پھیلتے جا رہے ہیں آخرت اور قیامت کا خوف اٹھتا جا رہا ہے۔

یا اللہ! ان صحابہ کرام کے طفیل اور صدقہ میں جنھوں نے بڑے بڑے شدائد و مصائب برداشت کر کے اپنے دین کو سنبھالا اور حق پر قائم رہے۔ یا اللہ ہماری امداد و نصرت فرما اور اسی دین حق پر ہم کو قائم رکھئے اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرمائیے اور دین حق کو لے کر اسے دربار میں حاضر ہونا نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِبۡرٰهِيۡمَ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶﴾

اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا وَّتَخۡلُقُوۡنَ اِفۡكًا ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ

تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو اور جھوٹی باتیں تراشتے ہو۔ تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو

اللّٰهِ لَا يَمۡلِكُوۡنَ لَـكُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ وَاعۡبُدُوۡهُ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ اِلَيۡهِ

وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو تم رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر کرو اور تم کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنۡ تُكَذِّبُوۡا فَقَدۡ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۸﴾

اور اگر تم لوگ مجھ کو جھوٹا سمجھو تو تم سے پہلے بھی بہت سی اُمتیں جھوٹا سمجھ چکی ہیں، اور پیغمبر کے ذمہ تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

وَاِبۡرٰهِيۡمَ اور ابراہیم	اِذۡ قَالَ جب اس نے کہا	لِقَوۡمِهِ اپنی قوم کو	اعۡبُدُوا تم عبادت کرو	اللّٰهَ اللہ	وَاتَّقُوۡهُ اور اس سے ڈرو	ذٰلِكُمۡ یہ
خَيۡرٌ لَّكُمۡ بہتر تمہارے لئے	اِنۡ اگر	كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ تم جانتے ہو	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	تَعۡبُدُوۡنَ تم پرستش کرتے ہو	مِنۡ سے	
دُوۡنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اَوۡثَانًا بتوں کو	وَّتَخۡلُقُوۡنَ اور تم گھڑتے ہو	اِفۡكًا جھوٹ	اِنَّ بیشک	الَّذِيۡنَ وہ جن کی تم	تَعۡبُدُوۡنَ پرستش کرتے ہو
مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	لَا يَمۡلِكُوۡنَ وہ مالک نہیں	لَكُمۡ تمہارے لئے	رِزۡقًا رزق کے	فَابۡتَغُوۡا پس تم تلاش کرو	عِنۡدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	
الرِّزۡقَ رزق	وَ اور	اعۡبُدُوۡهُ اس کی عبادت کرو	وَاشۡكُرُوۡا اور شکر کرو	لَهٗ اس کا	اِلَيۡهِ اس کی طرف	تُرۡجَعُوۡنَ تمہیں لوٹ کر جانا ہے
وَاِنۡ اور اگر	تُكَذِّبُوۡا تم جھٹلاؤ گے	فَقَدۡ كَذَّبَ تو جھٹلا چکی ہیں	اُمَمٌ بہت سی امتیں	مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ تم سے پہلی	وَمَا اور نہیں	
عَلَى الرَّسُوۡلِ پر ذمے رسول	اِلَّا مگر	الۡبَلٰغُ پہنچا دینا	الۡمُبِيۡنُ صاف طور پر			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کا اجمالاً ذکر فرمایا تھا اب یہاں سے دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شروع کیا جاتا ہے۔ اس کی بھی وہی غرض ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی تھی یعنی مسلمانوں کو برداشت مصائب کی تلقین اور کافروں کو تباہی و بربادی کی وعید۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان میں قریب ایک ہزار سال کا فصل تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی نسل طوفان کے بعد عراق و عرب میں آباد ہوگئی تھی۔ یہاں انہوں نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر لی تھی جس کا دار السلطنت بابل شہر تھا۔ سام ہی کی نسل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ آپ کی قوم صابی مذہب تھی یعنی ستارہ پرست تھی۔ بڑے بڑے مندر ستاروں کے نام پر بنا رکھے تھے اور ان میں ستاروں کی فرضی شکلوں میں مورتیاں ڈھال کر رکھ چھوڑی تھیں۔ بادشاہ وقت کے بت بھی مندروں میں نصب تھے۔ ان کی پوجا بھی ہوتی تھی۔ ان بتوں کو یہ قاضی الحاجات رزاق۔ دافع البلیات وغیرہ جانتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نبوت سے سرفراز فرما کر قوم کو توحید کی دعوت کا حکم دیا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر ہر طرح برہان اور

دلائل سے قوم کو فہمائش کی۔ بت پرستی کی مذمت کی اور توحید اختیار کرنے کو کہا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ ایک اللہ کی پرستش کرو اور اس سے ڈر کر برے کاموں سے بچو۔ اگر تم میں سمجھ ہے تو سمجھ جاؤ کہ تمہاری خیریت اسی میں ہے۔ یہ بت جن کو تم اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو اور جن کی پوجا میں تم دن رات مصروف ہو اور اپنے حقیقی معبود اللہ عزوجل کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ یہ تو خود تمہارے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ مٹی سے کوئی صورت بنالو تو وہ بھی مٹی ہی رہے گی۔ پتھر کو تراش کر کوئی مورت بنالو تو وہ بھی پتھر ہی رہے گا کچھ اور نہ بن جائے گا۔ ان کی بابت جو تم نے عقیدے بنا رکھے ہیں وہ محض تمہارے گھڑے ہوئے ہیں۔ بے بنیاد باتوں پر مبنی ہیں۔ یہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجنے میں لگے ہوئے ہو تمہاری روزی کے ذرہ بھر کے بھی مالک نہیں۔ یہ تمہیں کو کچھ جب ہی دیتے جب ان کے پاس کچھ ہوتا۔ ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ دینے والا تو اللہ عزوجل ہے جس کے خزانہ میں ہر چیز ہے اور سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہی ہر ایک کو روزی دیتا ہے۔ تو تم فقط اللہ کی بندگی کرو۔ اسی کی حمد وثنا کرو۔ اسی سے روزی مانگو۔ یہ اللہ ہی نے سب کچھ دیا ہے اور وہی دے گا اس لئے اسی کا شکر کرو اور سن لو کہ ایک دن آنے والا ہے جب تم سب کے سب اس کے دربار میں حاضر ہو گے۔ تم کہیں رہو اور کچھ ہی کرو آخر لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔ اگر یہاں اس کا حکم نہ مانا تو کل اس کے سامنے کس منہ سے حاضر ہو گے اور جب وہ تم سے پوچھے گا کہ مجھے چھوڑ کر دوسروں کی طرف کیوں گئے تو کیا جواب دو گے۔ تو یہاں چند جملوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے خلاف تمام دلائل سمیٹ کر رکھ دیئے کہ کسی کو معبود بنانے کے لئے کوئی تو معقول وجہ ہونی چاہیے۔

ایک معقول وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی ذات میں معبودیت کا استحقاق رکھتا ہو۔

دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ آدمی کا خالق ہو۔

تیسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ آدمی کا رازق ہو۔

چوتھی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آدمی کا مستقبل اس سے وابستہ ہو۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھایا کہ ان چاروں وجوہ میں سے کوئی وجہ بھی بت پرستی کے حق میں نہیں بلکہ ہر ایک وجہ خالص اللہ کی پرستش کا تقاضہ کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہہ کر کہ یہ محض بت ہیں پہلی وجہ کو ختم کر دیا کیونکہ جو نرا بت ہو۔ نہ نفع نقصان کا مالک ہو۔ نہ کارسازی کرسکتا ہو۔ اور نہ حاجت روا ہو اس کو معبود ہونے کا حق کیسے حاصل ہوسکتا ہے پھر یہ کہہ کر کہ تم ان کے خالق ہو دوسری وجہ بھی ختم فرمادی پھر یہ بتلا کر کہ یہ تمہیں کسی قسم کا رزق نہیں دے سکتے تیسری وجہ بھی ختم کر دی اور یہ بتلا کر کہ تمہیں خدا ہی کی طرف پلٹنا ہے نہ کہ ان بتوں کی طرف چوتھی وجہ بھی ختم فرمادی تو اس طرح شرک کا پورا ابطال کر کے یہ بات آپ نے واضح فرمادی کہ جتنے وجوہ سے بھی ایک انسان کسی کو معبود قرار دے سکتا ہے وہ سب اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کسی میں پائی نہیں جاتیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے اور مجھے جھوٹا سمجھو گے تو میرا کیا نقصان کرو گے۔ میرا کام تو پیام ہدایت پہنچا دینا ہے سو میں اپنا فرض ادا کر چکا۔ اللہ کا پیغام صاف صاف پہنچا چکا۔ ماننا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو پہلے بھی کتنی قومیں انبیاء کی تکذیب کر چکی ہیں۔ اللہ کے رسول انہیں سمجھانے کے لئے آئے تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم تمہاری بات نہیں مانتے تم یہ سب جھوٹ کہہ رہے ہو آخر اس جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قومیں تباہ کر دی گئیں۔ اب تم خود دیکھ لو کہ

انہوں نے جھٹلا کر ان نبیوں کا کچھ بگاڑا یا اپنا انجام خراب کیا۔

یہاں آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول **فابتغوا عنداللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ الیہ ترجعون**o سو تم لوگ رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے صاف بتا رہا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی رزاق نہیں اور طلب رزق اللہ ہی سے کرنی چاہئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ رزق کا لفظ ہر نعمت و راحت کو شامل ہے۔ خواہ روحانی ہو یا جسمانی۔ علم و معرفت ہو یا قوانین زندگی یا کھانے پینے کی چیزیں یا پہننے کا لباس یا رہنے کے لئے مکان یا عزت و حکومت یا مال و دولت یہ سب رزق کے وسیع لفظ میں شامل ہیں تو **فابتغوا عنداللہ الرزق** (یعنی اللہ ہی کے پاس سے رزق طلب کرو) کے مطلب یہ ہوئے کہ روحانی نعمتوں کی طلب بھی اللہ ہی سے کرے اور جسمانی زندگی کے لئے جو چیزیں مطلوب ہوں ان کے حصول کے لئے بھی دست طلب خدا ہی کی طرف بڑھے۔ خلق میں سے کسی کو کارساز۔ معطی اور مالک عطانہ سمجھے۔ پھر آگے **واعبدوہ واشکروا لہ الیہ ترجعون** اسی کی عبادت کرو۔ اسی کا شکر کرو اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے فرما کر یہ مزید واضح کر دیا کہ اس وقت بھی اللہ ہی کارساز و حاجت روا ہے اور آخر میں بھی لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے اور اسی سے واسطہ پڑنا ہے لہٰذا اسی کا شکر قولاً۔ اعتقاداً اور عملاً واجب ہوا اور اسی کی طاعت و عبادت اور بندگی لازم ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ خطاب اپنی قوم کے کافروں سے تھا مگر آج اگر آپ یہی صدا مسجد سے باہر نکل کر لگائیں کہ بھائی اپنا رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے تو معلوم ہے کہ آپ کو کیا جواب ملے گا (الا ماشاء اللہ) کہ یہ کیا ملاگیری پھیلائی۔ کہیں اس ترقی کے زمانہ میں ہمارے مسئلہ رزق کا حل اس ملاپن میں ہے۔ مگر سبحان اللہ حق تعالیٰ کے کلام کا کیا اعجاز ہے کہ اس کا جواب آج بھی وہی مناسب و موزوں ہے جو آگے یہاں آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے کہلوایا یعنی **وان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم وما علی الرسول الا البلغ المبین** اور اگر تم لوگ مجھے جھوٹا سمجھو تو تم سے پہلے بھی بہت امتیں اپنے اپنے پیغمبروں کو جھوٹا سمجھ چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمہ تو صرف صاف طور پر احکام کا پہنچا دینا ہے۔ اب قوم نے جو جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا وہ آگے بیان کیا گیا ہے مگر اس قوم کے جواب سے پہلے درمیان میں کفار مکہ کو خطاب کیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قرآن پر حقیقی ایمان نصیب فرمائیں اور ایمان کے ساتھ اس کی تعلیمات و ہدایات کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری تمام دینی و دنیوی حاجات کو اپنی شان رزاقی و کارسازی سے پورا فرمائیں اور اس پر ہم کو شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور جب ہم کو اس دنیا سے لوٹ کر یا اللہ آپ کے پاس پہنچنا ہو تو ہمارے ساتھ رحمت و مغفرت و کرم و رحم کا معاملہ فرمائیں۔ اور اپنی خوشنودی اور رضامندی سے نوازیں۔

یا اللہ! ہمیں دین کی فہم اور سمجھ عطا فرما اور ہمیں اپنا فرمانبردار اور شکر گزار اور عبادت گزار بندہ بن کر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِیْرُوْا

کیا اُن لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ اس کو پیدا کرے گا، یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی آسان بات ہے۔آپ کہئے

فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ

کہ تم لوگ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے مخلوق کو کس طور پر اول بار پیدا کیا ہے پھر اللہ پچھلی بار بھی پیدا کرے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَاِلَیْہِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ

جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور جس پر چاہے رحمت فرماوے گا،اور تم سب اُسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔اور تم نہ زمین میں

بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۲۲﴾ ع

ہرا سکتے ہو اور نہ آسمان میں اور خدا کے سوا نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَلِقَآئِہٖۤ اُولٰٓئِکَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ

اور جو لوگ خدا کی آیتوں کے اور اُس کے سامنے جانے کے منکر ہیں وہ لوگ میری رحمت سے ناامید ہوں گے اور یہی ہیں جن کو

عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۳﴾

عذاب دردناک ہوگا۔

اَوَ کیا	لَمْ یَرَوْا نہیں دیکھا انہوں نے	کَیْفَ کیسے	یُبْدِئُ ابتداء کرتا ہے	اللّٰہُ اللہ	الْخَلْقَ پیدائش	ثُمَّ یُعِیْدُہٗ پھر دوبارہ پیدا کریگا اس کو	
اِنَّ بیشک	ذٰلِکَ یہ	عَلَی اللّٰہِ اللہ پر	یَسِیْرٌ آسان	قُلْ فرمادیں	سِیْرُوْا چلو پھرو تم	فِی الْاَرْضِ زمین میں	فَانْظُرُوْا پھر دکھو
کَیْفَ بَدَاَ کیسے ابتدا کی	الْخَلْقَ پیدائش	ثُمَّ پھر	اللّٰہُ اللہ	یُنْشِئُ اٹھائے گا	النَّشْاَۃَ اٹھان	الْاٰخِرَۃَ آخری (دوسری)	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ
عَلٰی پر	کُلِّ شَیْءٍ ہر شے	قَدِیْرٌ قدرت رکھنے والا	یُعَذِّبُ وہ عذاب دیتا ہے	مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہے	وَیَرْحَمُ اور رحم فرماتا ہے		
مَنْ یَّشَآءُ جس پر چاہے	وَاِلَیْہِ اور اسی کی طرف	تُقْلَبُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے	وَمَآ اَنْتُمْ اور نہ تم	بِمُعْجِزِیْنَ عاجز کرنے والے			
فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	فِی السَّمَآءِ آسمان میں	وَمَا اور نہیں	لَکُمْ تمہارے لئے	مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ کے سوا	مِنْ وَّلِیٍّ کوئی حمایتی	
وَلَا اور نہ	نَصِیْرٍ کوئی مددگار	وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے	کَفَرُوْا انکار کیا	بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ کی نشانیوں کا	وَلِقَآئِہٖ اور اس کی ملاقات		
اُولٰٓئِکَ یہی ہیں	یَئِسُوْا وہ ناامید ہوئے	مِنْ رَّحْمَتِیْ میری رحمت سے	وَاُولٰٓئِکَ اور یہی ہیں	لَھُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	اَلِیْمٌ دردناک	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خطاب اپنی قوم سے نقل فرمایا گیا تھا۔اس پر قوم نے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب دیا وہ ان آیات کے بعد بیان فرمایا گیا ہے۔ درمیان میں یہاں یہ آیات بطور جملہ معترضہ کے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کا سلسلہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔ بیچ میں یہ مضمون اس مناسبت

سے لایا گیا ہے کہ کفار مکہ جنہیں سبق دینے کے لئے یہ قصہ سنایا جا رہا ہے دو بنیادی گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ ایک شرک و بت پرستی۔ دوسرے انکار آخرت۔ ان میں سے پہلی گمراہی یعنی شرک اور بت پرستی کا رد تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر میں آچکا جو اوپر کی آیات میں نقل فرمائی گئی تھی۔ اب دوسری گمراہی یعنی انکار آخرت کے رد میں یہ چند فقرے اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ارشاد فرما رہے ہیں تا کہ کفار مکہ کے باطل عقائد کی تردید ایک ہی سلسلہ کلام میں ہو جائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین کی سمجھ میں نہیں آتا کہ مرنے کے بعد دوبارہ جینا کیسے ہوگا؟ آخر تم دیکھ رہے ہو کہ دنیا میں بے شمار اشیاء عدم سے وجود میں آتی ہیں۔ مشرکین مکہ کو اللہ کے خالق ہونے کا انکار نہ تھا وہ اس بات کو مانتے تھے کہ یہ عالم اور اس کی بے شمار چیزیں یہ سب اللہ کی صفت خلق اور ایجاد کا نتیجہ ہے۔ اس لئے ان کی اپنی مانی ہوئی بات پر یہ دلیل قائم کی گئی کہ جو خدا تمہارے نزدیک اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اور پھر ایک ہی دفعہ تخلیق کر کے نہیں رہ جاتا بلکہ تمہاری آنکھوں کے سامنے مٹ جانے والی اشیاء کی جگہ پھر ویسے ہی اشیا پے در پے وجود میں لاتا چلا جاتا ہے تو اس خالق کے بارہ میں آخر تم نے یہ کیوں سمجھ رکھا ہے کہ تمہارے مر جانے کے بعد وہ پھر تمہیں دوبارہ زندہ کر کے کھڑا نہیں کر سکتا جس طرح قادر مطلق کی قدرت سے عالم میں چیزوں کا بننا اور بگڑنا بار بار اپنے سامنے دیکھ رہے ہو اسی طرح اللہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں پھر پیدا کر دے گا اور یہ اس قدرت والے کے لئے بہت آسان بات ہے۔ آگے اور زیادہ اہتمام کے لئے پھر یہی مضمون قدرے عنوان بدل کر سنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے کیسی کیسی مخلوق پیدا کی ہے۔ اسی پر دوسری زندگی کو قیاس کر لو۔ اس کی قدرت اب کچھ محدود تو نہیں ہوگئی۔ اس طرح قیامت و آخرت کے امکان کو ثابت فرمایا گیا۔ اب آگے قیامت و آخرت کی ضرورت کو نہایت بلیغ طرز ادا کے ساتھ ظاہر فرمایا جا رہا ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کا مختار مطلق ہونا بھی معلوم ہو جاتا ہے اور قیامت کی ضرورت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ دنیا دارالعمل ہے اس لئے یہاں کے تمام اعمال کی جزا و سزا لازم ہے۔ کوئی عمل بے نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ کا مقام کوئی دوسرا ہونا لازمی ہوا۔ اور وہی دار آخرت ہے۔ تو جو شخص اللہ کے ماننے کا دعویٰ کرے لیکن قیامت کی جزا و سزا کا قائل نہ ہو اور آخرت کو نہ مانے تو اس نے دراصل اللہ کو جیسا ماننا چاہئے مانا ہی نہیں۔ اس لئے جب اللہ کو مانو تو اس کے قانون کو بھی مانو جس کی رو سے مقرر ہو چکا ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کے بعد پھر کبھی نہ مرے گا لیکن اس دائمی زندگی کا عیش و آرام اس پر موقوف ہے کہ آدمی یہاں اس دنیا میں اللہ کے حکم کے مطابق چلے ورنہ وہاں کی زندگی دکھ اور مصیبت میں گزرے گی اور وہ زندگی موت سے بدتر ہوگی۔ تو یہاں بتایا جا رہا ہے کہ انسان پھر پیدا ہوگا اور اللہ عزوجل کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے حاضر کیا جائے گا۔ وہاں بجز اس احکم الحاکمین کے کسی کی کچھ نہ چلے گی وہ جسے چاہے گا اس کے کرتوتوں کے بدلے عذاب دے گا اور جس پر چاہے گا اس کی نیکیوں کے عوض اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ ہر ایک کو اس کے پاس واپس آنا ضروری ہے۔ زمین اور آسمان میں کہیں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی اس سے بھاگ کر چھپ جائے۔ اور اس کی گرفت سے بچ نکلے یہ ناممکن ہے۔ ہر جگہ سے بہر حال تمہیں پکڑ لایا جائے گا اور تم اپنے رب کے سامنے حاضر کر دیئے جاؤ گے پھر آگے بتایا گیا کہ نہ تمہارا اپنا اتنا زور ہے کہ خدا کی پکڑ سے بچ جاؤ اور نہ تمہارا کوئی ولی یا سرپرست مددگار ایسا زور آور ہے کہ خدا کے مقابلہ میں تمہیں پناہ دے سکے اور اس کے مواخذہ سے تمہیں

بچالے۔ ساری کائنات میں یہ کسی کی مجال نہیں ہے کہ جن لوگوں نے کفروشرک کا ارتکاب کیا ہے۔ جنہوں نے احکام خداوندی کے آگے جھکنے سے انکار کیا ہے۔ جنہوں نے جرأت اور جسارت کے ساتھ خدا کی نافرمانیاں کی ہیں اور اس کی زمین میں ظلم وفساد کے طوفان اٹھائے ہیں ان کا حمایتی بن کر اٹھ سکے اور خدا کے فیصلۂ عذاب کو ان پر نافذ ہونے سے روک سکے یا خدا کی عدالت میں کسی کو حاضر ہونے سے بچالے۔ اب جو لوگ آیات الٰہیہ یعنی توحید۔ الوہیت۔ ربوبیت اور دیگر احکام قطعیہ کے منکر ہیں خصوصاً اللہ کے پاس جانے اور قیامت برپا ہونے کو نہیں مانتے تو ان کے متعلق ارشاد خداوندی ہے کہ ان کا کوئی حصہ میری رحمت میں نہیں ہے۔ ان کے لئے کوئی گنجائش اس امر کی نہیں ہے کہ وہ میری رحمت میں سے حصہ پانے کی امید رکھ سکیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ جب انہوں نے اللہ کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور آخرت کو تسلیم نہ کیا اور اللہ کے حضور میں پیش ہونے کو نہ مانا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے خدا کی بخشش ومغفرت کے ساتھ کوئی رشتۂ امید سرے سے وابستہ ہی نہیں کیا تو ظاہر ہے کہ قیامت کے دن وہ اس کی رحمت سے مایوس بھی رہیں گے اور قطعاً بغیر شک وشبہ کے ان کو سخت ترین دکھ کی مار کھانی پڑے گی۔

یہاں آیت میں کافروں کے متعلق رحمت سے مایوس ہونے کی صراحت کردی گئی تو اس سے کافروں کے علاوہ دوسرے لوگ خواہ نیکوکار ہوں یا بداعمال بشرطیکہ عقیدۃً مومن ہوں۔ ضرور امیدوار رحمت قرار پائے۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے، جس پر چاہے ابتداہی سے رحم فرمادے جس پر نہ چاہے کچھ سزا دے کر رحم فرمائے مگر کافر کے علاوہ کسی کو اپنی رحمت سے مایوس نہیں فرمایا اسی مضمون کو ایک اور آیت میں بصراحت ذکر فرمایا ہے ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشآءُ۔ یعنی اللہ جرم شرک کو تو معاف نہیں فرمائے گا اور شرک کے علاوہ ہر گناہ جس شخص کے لئے چاہے گا معاف کردے گا۔ تو معلوم ہوا کہ آخرت میں کفروشرک کے ساتھ اللہ کی رحمت ومغفرت سے قطعاً محرومی ہوگی۔

اب اوپر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو نصیحت فرمائی تھی اس پر قوم نے جو جواب دیا وہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفروشرک سے بچا کر ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم وفضل سے ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائیں اور اپنی نصرت وحمایت سے ہم کو کسی حال میں محروم نہ فرمائیں۔ اور قیامت کے عذاب وسختیوں سے ہم سب کو محفوظ ومامون فرمائیں۔ دار آخرت کے ابدی راحت وآرام ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ دنیا میں اپنے احکام کی پابندی اور اطاعت کاملہ ہم کو نصیب فرمائیں۔ اور آخرت میں اپنی رحمت سے اس کی جزائے خیر عطا فرمائیں۔ یا اللہ! اپنی نصرت اور کارسازی کا ہم کو یقین کامل عطا فرما کہ ہم آپ ہی کی امداد اور حمایت ونصرت پر بھروسہ کریں اور آپ ہی کی رحمت دین ودنیا دونوں جہان میں ہماری کارسازی فرمائے۔

یا اللہ! ہمیں وہ نور ہدایت عطا فرما کہ جو ہم آپ کے سامنے آخرت میں کھڑے ہونے کو ہر وقت مدنظر رکھیں اور اس طرح ہم آپ کی رحمت کے مورد بن جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّ

سو اُن کی قوم کا جواب بس یہ تھا کہ کہنے لگے اُن کو یا تو قتل کر ڈالو یا اُن کو جلادو سو اللہ نے اُن کو اس آگ سے بچالیا۔ بے شک اس واقعہ میں

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ

اُن لوگوں کیلئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں کئی نشانیاں ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو تجویز کر رکھا ہے، بس یہ تمہارے باہمی دُنیا کے

بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ

تعلقات کی وجہ سے ہے، پھر قیامت میں تم میں ایک دوسرے کا مخالف ہوجاوے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا،

بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي

اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ سو صرف لوط علیہ السلام نے ان کی تصدیق فرمائی اور ابراہیم نے فرمایا میں اپنے پروردگار کی طرف

مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٦﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا

ترک وطن کر کے چلا جاؤں گا، بیشک وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور ہم نے اُن کو اسحاق اور یعقوب عنایت فرمایا اور ہم نے

فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾

اُن کی نسل میں نبوت اور کتاب کو قائم رکھا اور ہم نے اُن کا صلہ اُن کو دنیا میں بھی دیا، اور وہ آخرت میں بھی نیک بندوں میں ہوں گے۔

فَمَا كَانَ سو نہ تھا	جَوَابَ جواب	قَوْمِهِ اسکی قوم	إِلَّا سوائے	أَنْ یہ کہ	قَالُوا انہوں نے کہا	اقْتُلُوهُ قتل کر دو اس کو	أَوْ یا
حَرِّقُوهُ جلادو اس کو	فَأَنْجَاهُ سو بچالیا اس کو	اللَّهُ اللہ	مِنَ النَّارِ آگ سے	إِنَّ بیشک	فِي ذَٰلِكَ اس میں	لَآيَاتٍ نشانیاں ہیں	
لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يُؤْمِنُونَ جو ایمان رکھتے ہیں	وَ اور	قَالَ ابراہیم نے	إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	کہا	اتَّخَذْتُمْ تم نے بنالئے ہیں	
مِنْ دُونِ اللَّهِ اللہ کے سوا	أَوْثَانًا بت	مَوَدَّةَ دوستی	بَيْنِكُمْ اپنے درمیان (آپس میں)	فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں	ثُمَّ پھر		
يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن	يَكْفُرُ کافر (مخالف)	ہوجائیگا	بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض (ایک)	بِبَعْضٍ بعض (دوسرے) کا	وَيَلْعَنُ اور لعنت کریگا		
بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض (ایک)	بَعْضًا بعض (دوسرے) کا	وَ اور	مَأْوَاكُمُ تمہارا ٹھکانا	النَّارُ جہنم	وَمَا لَكُمْ اور نہیں تمہارے لئے		
مِنْ نَاصِرِينَ کوئی مددگار	فَآمَنَ پس ایمان لایا	لَهُ اس پر	لُوطٌ لوط	وَقَالَ اور اس نے کہا	إِنِّي بیشک میں	مُهَاجِرٌ ہجرت کرنیوالا	
إِلَىٰ رَبِّي اپنے رب کی طرف	إِنَّهُ بیشک وہ	هُوَ وہ	الْعَزِيزُ زبردست غالب	الْحَكِيمُ حکمت والا	وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا فرمائے	لَهُ اس کو	
إِسْحَاقَ اسحٰق	وَيَعْقُوبَ اور یعقوب	وَجَعَلْنَا اور ہم نے رکھی	فِي ذُرِّيَّتِهِ اس کی اولاد میں	النُّبُوَّةَ نبوت	وَالْكِتَابَ اور کتاب		
وَآتَيْنَاهُ اور ہم نے دیا اسکو	أَجْرَهُ اس کا اجر	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَإِنَّهُ اور بیشک وہ	فِي الْآخِرَةِ آخرت میں	لَمِنَ الصَّالِحِينَ البتہ نیکوکاروں میں سے		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ کو سمجھانے کے لئے آخرت کے متعلق مضمون درمیان میں آ گیا تھا۔ اس سے پہلے حضرت

براہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ فرمانے کا ذکر ہوا تھا کہ آپ نے اپنی قوم کو شرک و بت پرستی چھوڑ کر توحید اختیار کرنے کی دعوت دی اور سمجھایا کہ یہ بت جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ نہ نفع نقصان کے مالک ہیں نہ کسی چیز کے خالق ہیں۔ نہ کسی کے رازق ہیں۔ یہ تو محض مٹی اور پتھر کے بت ہیں۔ ان کو چھوڑ کر ایک اللہ کی پرستش کرو جو تمہارا خالق بھی ہے اور تمہارا رازق بھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معقول دلائل کا کوئی جواب قوم والوں سے نہ بن پڑا اور جیسا کہ جہالت کا دستور ہے قوم والے آپ کی جان کے دشمن ہوگئے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس بدبخت قوم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت کا کچھ اثر نہ پڑا سوائے اس کے کہ آپ کی جان کے دشمن بن گئے اور مشورہ کرنے لگے کہ اس شخص کو جو ہماری غلطی ہم پر واضح کرتا ہے اور ہم کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش سے باز رکھنا چاہتا ہے اس کو یا تو قتل کر ڈالو یا آگ میں جلا کر ختم کر دو اور بالآخر آگ میں جلا دینے پر اتفاق رائے ہوگیا اور ممکن ہے کہ اس اتفاق کی وجہ یہ ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو دوزخ کی آگ سے ڈرایا تھا۔ اس لئے ضد میں آ کر انہوں نے آپ کو آگ میں جلا دینے کی ٹھان لی۔ تو جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں مفصلاً بیان ہو چکا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ ان بدبختوں نے یہ سمجھا تھا کہ حق مارنے سے مر جاتا ہے اور صداقت جلانے سے جل کر ختم ہو جاتی ہے مگر یہ ان کی خام خیالی تھی اسی لئے وہ اپنے مقصد کو پورا نہ کر سکے اور اپنی کوششوں میں ناکام رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو ضرور گیا اور وہ بھی حقیقۃً اس وجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان اور آزمائش حق تعالیٰ کو مقصود تھی چنانچہ آگ میں ڈالے جاتے ہی آپ کے ایمان اور صبر و استقامت کا امتحان ختم ہوا اور دور ابتلا و آزمائش گزر گیا فوراً ہی حق تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور آگ کو حکم ہوا کہ اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔ خبردار ابراہیم کا بال بیکا نہ ہو۔ چنانچہ آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی اور غیر مضر ہوگئی۔ اس واقعہ کی صراحت سورۂ انبیاء میں قدرے تفصیل کے ساتھ ہو چکی ہے یہاں آیت میں صرف اتنی بات کہی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ سے بچالیا۔ اس سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہوئی کہ تمام اسباب سے نتائج بغیر اذن الٰہی کے نہیں پیدا ہوتے اور تمام اشیاء کی خاصیتیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر مبنی ہیں۔ وہ جس وقت جس چیز کی خاصیت کو چاہے بدل سکتا ہے۔ معمول کے مطابق آگ کا عمل یہی ہے کہ وہ جلائے اور ہر آتش پذیر چیز اس میں پڑ کر جل جائے لیکن آگ کا یہ معمول اس کا اپنا قائم کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا قائم کیا ہوا ہے اور اس معمول نے خدا تعالیٰ کو پابند نہیں کر دیا کہ وہ اس کے خلاف کوئی حکم نہ دے سکے۔ وہ اپنی آگ کا مالک ہے کسی وقت بھی وہ اسے حکم دے سکتا ہے کہ وہ جلانے کا عمل چھوڑ دے اور وہ اپنے ایک اشارہ سے آتش کدہ کو گلزار میں تبدیل کر سکتا ہے۔

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ کو بیان کر کے فرمایا جاتا ہے کہ بیشک اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں کئی نشانیاں ہیں۔ اب مفسرین نے ان نشانیوں کی تشریح فرمائی ہے۔ یعنی اس واقعہ میں دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کی۔ ابراہیم علیہ السلام کے نبی ہونے کی اور کفر و شرک کے باطل ہونے کی۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک کو آزمائشوں سے گزارے بغیر نہ چھوڑا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے ڈالے ہوئے امتحان سے کامیابی کے ساتھ گزر گئے تب اللہ کی مدد ان کے لئے آئی اور کیسے معجزانہ طریقہ سے آئی۔ پھر اس واقعہ سے ایمان والوں کو یہ سبق بھی ملتا ہے کہ کافروں کو مومنوں پر عارضی تسلط عطا کرنا بھی خدائے حکیم وقدیر ہی

کا کام ہے اور اس میں بھی اس کی مصلحت و حکمت ہوتی ہے۔
کافروں کو ڈھیل دینے اور چیرہ دست بنانے سے کبھی مقصود یہ ہوتا ہے کہ اہل ایمان کی آزمائش ہو جائے ان کے مراتب میں اضافہ اور درجات میں ترقی دی جائے ورنہ دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ اور فرمانروا بھی اللہ کے ایک دوست کی جان نہیں لے سکتا۔ جب تک اللہ ہی کا حکم نہ ہو۔ حق تعالیٰ کی ادنیٰ غیبی طاقت کے مقابلہ میں یہ تمام دنیوی مادی طاقتیں ہیچ ہیں۔ تو خلاصہ یہ کہ اس واقعہ سے مومن کو گوناگوں عبرتیں اور نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ان کو اللہ کی غیبی طاقت کا مشاہدہ۔ اہل حق کی نجات کا یقین۔ اور انجام کار حق کا باطل پر غالب آ جانا واضح ہو جاتا ہے اس لئے وہ راہ صداقت پر ہر سختی اور مصیبت پر صبر کرتے ہیں۔ کافروں سے کوئی خوف ان کو نہیں رہتا۔ ان کی نظر ہر وقت اللہ پر رہتی ہے اور آخر میں اپنے غالب ہونے کا یقین ان کو حاصل ہوتا ہے۔ تو آگ سے بسلامت نکل آنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قوم میں جاری رکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگوں نے جو یہ بت پرستی آپس کے تعلقات کو قائم رکھنے اور میل و محبت کو برقرار رکھنے کے لئے اختیار کی ہے یعنی بت پرستی اور شرک پر جمے رہنے سے تمہارا مقصد یہ ہے کہ آپس کی محبت اور یگانگت اور ربط و ضبط قائم رہے۔ اگر شرک چھوڑیں گے تو اپنے عزیزوں دوستوں اور پیشواؤں سے تعلقات ترک کرنے پڑیں گے تو خوب یاد رکھو کہ یہ تعلقات و روابط صرف دنیا میں ہیں۔ قیامت کے دن ان میں سے کوئی ساتھ نہ دے گا۔ نہ کوئی مدد کر سکے گا اور نہ آگ سے بچا سکے گا بلکہ ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کرے گا اور جن کو تم دنیا میں اپنا عزیز اور مددگار سمجھے ہو وہ آخرت میں تمہاری مدد تو درکنار الٹے تم سے بیزار ہوں گے اور بڑے بڑے پیشوا اپنے تابعین کو کورا جواب دے دیں گے کہ ہم نے تم پر جبر نہ کیا تھا تم کیوں ہمارے راستہ پر چلے آج ہم تمہارے اعمال سے بری ہیں۔

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مکرر وعظ و نصیحت پر قوم نے دین ابراہیمی کو قبول نہ کیا۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ سے صحیح و سالم نکل آنے پر کچھ لوگ دل میں آپ کی صداقت کے قائل ہو گئے ہوں لیکن پوری قوم اور سلطنت کی طرف سے دین ابراہیمی کے خلاف جس غضبناک رویہ کا اظہار اس وقت سب کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا اسے دیکھتے ہوئے کوئی دوسرا شخص حق کو ماننے اور اس کا ساتھ دینے کی جرأت نہ کر سکا بس یہ سعادت صرف ایک شخص کے حصہ میں آئی اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط تھے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی اور پھر ہجرت میں بھی اپنے چچا اور چچی کا ساتھ دیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھ لیا کہ قوم آپ کا دین الٰہی ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں تو پھر وطن سے آپ نے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا اور اعلان کر دیا کہ میں اپنے رب کی خاطر قوم اور وطن کو چھوڑ کر یہاں سے نکلتا ہوں۔ اب جہاں میرا رب لے جائے گا چلا جاؤں گا چنانچہ آپ نے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی جس میں صرف آپ کی بی بی حضرت سارہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط شامل رہے۔ آخر میں بطور نتیجہ کلام کے یہ بتلایا جاتا ہے کہ بابل کے وہ حکمران اور مشرک جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نیچا دکھانا چاہا تھا وہ تو دنیا سے ایسے مٹ گئے کہ آج ان کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ مگر وہ شخص جسے اللہ کا کلمہ اور دین بلند کرنے کے جرم میں ان لوگوں نے جلا کر خاک کر دینا چاہا تھا اور جسے آخر کار وطن سے بے سروسامانی کے عالم میں نکل جانا پڑا تھا اللہ نے انہیں دنیا ہی میں یہ صلہ دیا کہ باوجود پیرانہ سالی کے ان کو اسحاق علیہ السلام بیٹا عطا کیا اور نہ فقط بیٹا بلکہ ایک پوتا حضرت یعقوب بھی دیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے بیٹے تھے لیکن چونکہ آپ کی پیدائش

کسی غیر معمولی کرامت کے تحت نہ ہوئی تھی۔ نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت ایسی پیرانہ سالی کو پہنچے تھے۔ نہ حضرت ہاجرہ اس سن کو پہنچی تھیں کہ جو اولاد کی طرف سے مایوسی ہوجاتی اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ یہاں نہیں فرمایا۔ ہاں حضرت اسحاق کی ولادت خاص اہمیت رکھتی تھی اس لئے اسی کا ذکر فرمادیا۔

الغرض ایک انعام جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سرفراز فرمایا گیا یہ تھا کہ باوجود اسباب ظاہری نہ ہونے کے ایک سعید بیٹا عنایت فرمایا بلکہ ایک پوتا بھی دیا۔ پھر دوسرا انعام یہ عطا فرمایا کہ آپ کی نسل میں نبوت کا سلسلہ جاری رکھا چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت ہارون علیہ السلام۔ حضرت یوشع علیہ السلام۔ حضرت یونس علیہ السلام۔ حضرت زکریا علیہ السلام۔ حضرت داؤد علیہ السلام۔ حضرت سلیمان علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں تک کہ افضل الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہی میں پیدا ہوئے۔ پھر تیسرا انعام یہ فرمایا گیا کہ آسمانی کتابیں بھی آئندہ آپ ہی کی نسل کو عطا کی گئیں۔ چنانچہ توراۃ۔ زبور۔ انجیل اور آخر میں قرآن بھی اولاد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اترا۔ اور چوتھا انعام یہ عطا فرمایا کہ ان کو دنیا ہی میں اللہ نے ان کا اجر عطا فرمایا۔ اکثر مفسرین نے اس سے مراد آپ کا ذکر خیر اور نیک نامی کی شہرت کو قیامت تک قائم رکھنے کو لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سرفرازی آپ کو عطا فرمائی کہ چار ہزار برس سے دنیا میں آپ کا نام روشن ہے اور قیامت تک رہے گا۔ ہر آسمانی کتاب والا خواہ وہ مسلمان ہو۔ یا عیسائی۔ یا یہودی اس خلیل رب العالمین کو سب اپنا پیشوا مانتے ہیں یہ عزت تو آپ کو دنیا ہی میں ملی اور آخرت میں جو اجر عظیم ملے گا وہ تو ملے ہی گا۔

مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ جب آدمی اپنے سینہ میں دلائل و براہین کا جواب نہیں پاتا اور طاقت حق اس کو لاجواب کردیتی ہے تو پھر باطل اہل حق کو دھمکیاں دینے پر اتر آتا ہے مگر جو حق کا حامی اور صداقت کا علمبردار ہوتا ہے اہل باطل کے مقابلہ میں اللہ اس کی حمایت کرتا ہے اور کوئی طاغوتی طاقت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی مگر آزمائشی دور سے اس کو ضرور گزرنا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہجرت فرمانا تعلیم دے رہا ہے کہ دین کو بچانے اور ایمان کو محفوظ رکھنے کے لئے اعزہ واحباب اور گھر بار چھوڑ کر کسی ایسے مقام پر چلا جانا جہاں آزادی سے دین برحق پر عمل کیا جاسکے ضروری ہے۔ دین کو بچانے کے لئے دنیا کو قربان کرنا لازم ہے۔ دین کو بچانے۔ ایمان پر استقامت رکھنے اور اعمال صالحہ پر کاربند رہنے سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اجر عنایت فرماتا ہے اور اخروی اجر تو بہرحال عطا فرمائے گا۔

اب آگے تیسرا قصہ لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور باطل کے مقابلہ میں ہم کو استقامت نصیب فرمائیں۔ اور حق کو سربلند رکھنے کا عزم وہمت عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کے مقابلہ میں دنیا قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے دین کو گھر بار ملک وطن دوست احباب عزیز واقارب سب سے زیادہ محبوب رکھنے کا جذبہ عطا فرمائیں۔ اور اپنی قدرت کاملہ سے ہرحال میں ہماری تائید ونصرت فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ

اور ہم نے لوط علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے دُنیا جہاں والوں میں

مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ

نہیں کیا۔ کیا تم مردوں کے پاس جاتے ہو اور تم ڈاکہ ڈالتے ہو اور اپنی بھری مجلس میں نامعقول حرکت کرتے ہو

نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ

سواُن کی قوم کا جواب بس یہ تھا کہ تم ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾

اگر تم سچے ہو۔ لوط علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو اِن مفسد لوگوں پر غالب کر دے۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر آئے، تو اُن فرشتوں نے کہا کہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫

(کیونکہ) وہاں کے باشندے بڑے شریر ہیں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ وہاں تو لوطؑ ہیں، فرشتوں نے کہا کہ جو جو وہاں (رہتے) ہیں ہم کو سب معلوم ہیں،

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

ہم اُنکو اور اُن کے خاص متعلقین کو بچالیں گے بجز اُن کی بی بی کے، کہ وہ عذاب میں رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔

وَلُوْطًا اور لوط	اِذْ یاد کرو	جب	قَالَ اس نے کہا	لِقَوْمِهٖ اپنی قوم کو	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَتَاْتُوْنَ تم کرتے ہو	الْفَاحِشَةَ بے حیائی
مَا سَبَقَكُمْ نہیں پہلے کیا تم نے	بِهَا اس کو	مِنْ اَحَدٍ کسی نے	مِنَ سے	الْعٰلَمِيْنَ جہان والے	اَئِنَّكُمْ کیا تم واقعی	لَتَاْتُوْنَ البتہ تم کرتے ہو	
الرِّجَالَ مرد	وَتَقْطَعُوْنَ اور مارتے ہو	السَّبِيْلَ راہ	وَتَاْتُوْنَ اور تم کرتے ہو	فِيْ نَادِيْكُمُ اپنی محفلوں میں	الْمُنْكَرَ ناشائستہ حرکات		
فَمَا كَانَ سو نہ تھا	جَوَابَ قَوْمِهٖ اس کی قوم کا جواب	اِلَّآ سوائے	اَنْ کہ	قَالُوا انہوں نے کہا	ائْتِنَا لے آ ہم پر	بِعَذَابِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب	
اِنْ كُنْتَ اگر تو ہے	مِنَ سے	الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ	قَالَ کہا	رَبِّ اے میرے رب	انْصُرْنِيْ میری مدد فرما	عَلَى پر	
الْقَوْمِ قوم۔لوگ	الْمُفْسِدِيْنَ مفسد	وَلَمَّا اور جب	جَآءَتْ آئے	رُسُلُنَا ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے)	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم		
بِالْبُشْرٰى خوشخبری لے کر	قَالُوْٓا انہوں نے کہا	اِنَّا بیشک ہم	مُهْلِكُوْٓا ہلاک کرنے والے	اَهْلِ لوگ	هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی	اِنَّ بیشک	
اَهْلَهَا اسکے لوگ	كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ظالم (بڑے شریر)	ہیں	قَالَ ابراہیم نے کہا	اِنَّ فِيْهَا بیشک اس میں	لُوْطًا لوط	قَالُوْا وہ بولے	

نَحْنُ ہم	اَعْلَمُ خوب جانتے ہیں	بِمَنْ فِيْهَا اس کو جو اس میں	لَنُنَجِّيَنَّهٗ البتہ ہم بچالیں گے اس کو	وَاَهْلَهٗ اور اس کے گھر والے	
	اِلَّا سوا	امْرَاَتَهٗ اس کی بیوی	كَانَتْ وہ ہے	مِنَ سے	الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی مشرک قوم کا حال بیان ہوا تھا اب یہاں تیسرا قصہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا سنایا جاتا ہے۔ یہ گذشتہ آیات میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور بابل سے ہجرت کر کے شام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ آئے تھے۔شام پہنچ کر یہ قرار پایا کہ دونوں بزرگ بغرض تبلیغ جدا جدا رہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین میں جا کر مقیم ہوئے اور حضرت لوط علیہ السلام نے شرق اردن کو اپنا مسکن بنایا۔حضرت لوط علیہ السلام کو بھی نبوت سے سرفراز فرمادیا گیا تھا اس لئے آپ اللہ کے پیغمبر کی حیثیت سے شرق اردن کے علاقہ سدوم اور عامورہ بغرض تبلیغ دین حنیف چلے گئے۔اردن کی وہ جانب جہاں بحیرۂ مردار یا بحرلوط واقع ہے۔یہی وہ جگہ ہے جہاں سدوم اور عامورہ کی بستیاں واقع تھیں۔حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آ کر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندہ حد درجہ فواحش اور معصیتوں میں مبتلا ہیں۔حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور ان سے کہا کہ تم نے ایسی بے حیائی پر کمر باندھی ہے جو تم سے پہلے جہان بھر میں کسی نے نہیں کی۔تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم نے انسانیت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ یہ کیا حیا سوز حرکت ہے کہ تم مردوں کے پاس اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنے آتے ہو اور تمہاری شیطانی حرکات کے ڈر سے لوگوں نے اس طرف کے راستوں سے گزرنا چھوڑ دیا ہے۔تم اپنی بھری محفلوں میں بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو۔تم نے حیاوشرم کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ بہرحال لوط علیہ السلام نے ان کو جو ممکن طریقہ سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا اور گذشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج و ثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر قوم پر شہوت پرستی کا بھوت سوار تھا۔ ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ ہوا اور آپ کی نصیحتوں کو سن کر غم وغصہ سے تلملا اٹھی۔اور کہنے لگی کہ اے لوط بس یہ نصیحتیں ختم کرو۔اگر ہمارے ان اعمال سے تمہارا خدا ناراض ہے تو وہ عذاب لا کر دکھلاؤ۔جس کا ذکر کر کے بار بار ہم کو ڈراتے ہو۔اگر تم واقعی اپنے قول میں سچے ہو تو ایسا کر دکھاؤ۔حقیقت یہ ہے کہ اس منحوس قوم کی عقل پر چربی چھا گئی تھی۔ وہ عیش وعشرت کے نشہ سے مست تھے۔ان کے دل ودماغ مسخ ہو چکے تھے۔اچھے برے خیر وشر کا امتیاز ان سے اٹھ گیا تھا۔حضرت لوط علیہ السلام اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور ان کے پیرو تھے۔شرف نبوت سے بھی سرفراز ہو چکے تھے اس لئے سدوم اور عامورہ میں ہر قسم کے مصائب اور دشمنوں کے نرغہ کی تکالیف کے باوجود انہوں نے صبر واستقامت سے کام لیا اور اپنے بزرگ چچا اور خاندان کی مدد کی طلب کے بجائے صرف خدائے عزوجل پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس کے احکام کے سامنے رضا وتسلیم کا ثبوت دیا اور درگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یہ لوگ تباہی اور فساد پھیلانے پر تلے ہوئے ہیں اور میری کچھ نہیں سنتے۔میرے پروردگار سوائے تیرے کوئی نہیں۔میں تیرے سوا کس سے کہوں۔اے میرے رب! میری مدد فرما اور مجھے اس مفسد قوم پر غالب فرما۔مراد یہ تھی کہ مجھے ان سے علیحدہ کر دے لیکن اس طور پر کہ ان کو بھی اپنی حرکات کی سزا مل جائے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی۔اور اس بدکار و بدعمل قوم کی تباہی کا وقت آ گیا۔ادھر ملک شام میں رحمت کو نازل کرنا بھی مقصود تھا اس لئے فرشتوں کو حکم

ہوا کہ جاؤ ہمارے خلیل کوفرزند سعید کی بشارت سناؤ اور قوم لوط کو برباد کردو اور اہل ایمان کو بچالو۔ حسب الحکم فرشتے پہلے نوجوانوں کی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہایت متواضع اور مہمان نواز تھے۔ ان تینوں نوجوانوں کو مسافر سمجھ کر خوش خلقی کے ساتھ ٹھہرایا۔ کھانے کے لئے روٹیاں اور بچھڑا ذبح کر کے بھنا ہوا گوشت مہمانوں کے سامنے پیش کیا۔ مگر مہمانوں نے ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھایا اس زمانہ کا دستور تھا کہ دشمن کے گھر کا نمک نہ چکھتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ اندیشہ ہوا کہ شاید یہ دشمن ہیں جو میری مہمانی کو قبول نہیں کرتے۔ مہمانوں نے جو یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اضطراب دیکھا تو کہا آپ گھبرائیں نہیں ہم خدا کے فرشتے ہیں آپ کو فرزند کی بشارت دینے آئے ہیں اور قوم لوط کی تباہی کے لئے بھیجے گئے ہیں اس لئے یہاں سے اب سدوم جارہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان ہوگیا کہ یہ کوئی دشمن نہیں ہیں بلکہ ملائکۃ اللہ ہیں تو اب قوم لوط کا خیال آیا اور فرمانے لگے کہ تم اس قوم کو کیسے برباد کرنے جارہے ہو جس میں لوط خدا کا برگزیدہ نبی موجود ہے اور میرا حقیقی بھتیجا بھی ہے اور دین حنیف کا پیرو بھی۔ فرشتوں نے کہا کہ یہ سب کچھ ہم جانتے ہیں مگر خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ قوم لوط اپنی سرکشی۔ بدعملی۔ بے حیائی اور فواحش پر اصرار کی وجہ سے ضرور ہلاک کی جائے گی اور لوط اور ان کا خاندان اس عذاب سے محفوظ رہیں گے البتہ لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کی حمایت کی وجہ سے قوم لوط ہی کے ساتھ عذاب پائے گی۔

غرض کہ ملائکۃ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوکر سدوم پہنچے اور یہ اپنی شکل وصورت میں حسین خوبصورت نوجوانوں کی حیثیت میں تھے۔ سدوم پہنچ کر لوط علیہ السلام کے ہاں مہمان ہوئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان مہمانوں کو دیکھا تو گھبرائے اور ڈرے کہ بد بخت قوم نہ معلوم ان مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے کیونکہ ابھی تک لوط علیہ السلام کو یہ نہیں فرمایا گیا تھا کہ یہ خدا کے پاک فرشتے ہیں۔ بہر حال یہ فرشتے جب حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرے تو پھر کیا صورت حال پیش آئی یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ظاہر میں اور باطن میں ہر طرح کے فسق وفجور سے پاک صاف رکھیں اور شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے ظاہری باطنی دینی فتنہ وفساد سے ہم کو محفوظ فرمائیں اور مفسدوں سے ہم کو علیحدہ رکھیں۔ اور اپنے نیک اور فرمانبردار بندوں میں ہم کو شامل رکھیں۔ اور اپنی نصرت وحمایت کو ہمارے شامل حال رکھیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ

اور جب ہمارے وہ فرستادے لوطؑ کے پاس پہنچے تو لوطؑ اُن کی وجہ سے مغموم ہوئے اور اُن کے سبب تنگ دل ہوئے اور وہ فرشتے کہنے لگے آپ اندیشہ نہ کریں

وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ

اور نہ مغموم ہوں ہم آپ کو اور آپ کے خاص متعلقین کو بچالیں گے بجز آپ کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہ جانے والوں میں ہوگی۔ ہم اس بستی کے باشندوں پر

عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا

ایک آسمانی عذاب اُن کی بدکاریوں کی سزا میں نازل کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے اس بستی کے کچھ ظاہر نشان (اب تک)

مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

رہنے دیئے ہیں ان لوگوں (کی عبرت) کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

وَلَمَّا اور جب	اَنْ کہ	جَآءَتْ آئے	رُسُلُنَا ہمارے فرشتے	لُوْطًا لوطؑ کے پاس	سِیْٓءَ پریشان ہوا	بِهِمْ ان سے	وَضَاقَ اور تنگ ہوا
بِهِمْ ان سے	ذَرْعًا دل میں	وَقَالُوْا اور وہ بولے	لَا تَخَفْ ڈرو نہیں تم	وَلَا تَحْزَنْ اور نہ غم کھاؤ	اِنَّا مُنَجُّوْكَ بیشک ہم بچانے والے ہیں تجھے		
وَاَهْلَكَ اور تیرے گھر والے	اِلَّا سوا	امْرَاَتَكَ تیری بیوی	كَانَتْ وہ ہے	مِنَ سے	الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے	اِنَّا بیشک ہم	
مُنْزِلُوْنَ نازل کرنیوالے	عَلٰى پر	اَهْلِ لوگ	هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی	رِجْزًا عذاب	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	بِمَا اس وجہ سے کہ	
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ وہ بدکاری کرتے تھے	وَلَقَدْ تَّرَكْنَا اور البتہ ہم نے چھوڑا	مِنْهَا اس سے	اٰيَةًۢ بَيِّنَةً کچھ واضح نشانی	لِّقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَّعْقِلُوْنَ وہ عقل رکھتے ہیں		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ پہلے عذاب کے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں بڑھاپے میں فرزند کی خوشخبری دی۔ اس وقت تک حضرت سارہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ اور ساتھ ہی ان فرشتوں نے یہ بتایا کہ ہم قوم لوط کی بستیوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں کیونکہ وہاں کے لوگ برے کام سے باز نہیں آتے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت لوط علیہ السلام کا فکر ہوا کہ بروں کے ساتھ کہیں اچھے بھی نہ پس جائیں مگر فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین اور جو ان پر ایمان لائے ہیں وہ بچالئے جائینگے۔ بجز لوط علیہ السلام کی بی بی کے کہ وہ قوم کے ساتھ عذاب میں گرفتار ہوگی۔ یہ کہہ کر فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوئے اور لوط علیہ السلام کے ہاں پہنچے۔ یہ اپنی شکل وصورت میں حسین خوبصورت جوانوں کی حیثیت سے تھے اور انہوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ ہم آج آپ کے مہمان ہوں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کی حالت سے واقف تھے کہ وہ باہر سے آنے والے نووارد مسافروں کو خاص طور پر ستاتے تھے اس لئے حضرت لوط علیہ السلام بجائے اس کے کہ مہمانوں کے آنے سے خوشی ہوتی جیسا کہ مہمان نواز لوگوں اور خاص کر اللہ والوں کو خوشی ہوا کرتی ہے ان کے آنے سے بڑے پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ قوم کے موذیوں سے ان شریف مہمانوں کی حفاظت کیسے کروں۔ حضرت لوط علیہ السلام کو ابھی تک یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ خدا کے پاک فرشتے ہیں۔ حضرت

لوط علیہ السلام کی اس پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے کہا کہ آپ ہماری ظاہر صورت کو دیکھ کر نہ گھبرائیں اور نہ پریشان خاطر ہوں۔ ہم ملائکہ عذاب ہیں اور خدا کا فیصلہ ان کے حق میں اٹل ہے۔ وہ اب ان کے سر سے ٹلنے والا نہیں۔ اس بستی والوں کی شامت آ گئی ہے اور ہم ان لوگوں پر سخت عذاب نازل کرنے والے ہیں کیونکہ ان کی بے حیائی اور ان کے گندے کاموں کی نحوست ان پر پوری طرح چھا گئی ہے۔ آپ اور آپ کا خاندان عذاب سے محفوظ رہے گا مگر آپ کی بیوی ان ہی بے حیاؤں کی رفاقت میں رہے گی اور عذاب میں گرفتار ہوگی چنانچہ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو ہدایت کی کہ رات ہوتے ہی آپ اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے نکل جائیں اور کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے چنانچہ ابتدائے شب ہی میں حضرت لوط علیہ السلام بستی سے باہر چلے گئے لیکن آپ کی بیوی ان بستی والوں ہی میں رہ گئی اور آپ کی رفاقت سے انکار کر دیا۔ آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کر دیا۔ پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ آخر میں بتلایا جاتا ہے کہ ہم نے اس بستی کی ایک کھلی نشانی چھوڑ دی ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔ اس کھلی نشانی سے مراد بحیرۂ مردار ہے جسے بحر لوط بھی کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اس ظالم قوم پر اس کے کرتوتوں کی بدولت جو عذاب آیا تھا اس کی ایک نشانی آج بھی شاہراہ عام پر موجود ہے جسے تم شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں جاتے ہوئے شب و روز دیکھتے ہو۔ موجودہ زمانہ میں یہ بات قریب قریب یقین کے ساتھ تسلیم کی جا رہی ہے کہ بحیرہ مردار ایک ہولناک زلزلے کی وجہ سے زمین میں دھنس جانے کی بدولت وجود میں آیا ہے۔ اس کے قریب بسنے والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلے یہ تمام حصہ جو اب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلہ اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً ۴۰۰ میٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا اسی لئے اس کا نام بحر لوط بحیرۂ مردار یا بحر میت ہے۔ اس طرح یہ بحر لوط خود ایک عبرت کا نشان ہے۔ اس حصہ میں پانی کے نیچے کچھ ڈوبی ہوئی بستیوں کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ حال ہی میں جدید آلات غوطہ زنی کی مدد سے یہ کوشش شروع ہوئی ہے کہ کچھ لوگ نیچے جا کر ان آثار کی جستجو کریں۔

حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بھی یہاں ختم ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے ان واقعات سے بعض علمائے محققین نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو کہتے ہیں کہ انبیاء عالم الغیب ہوتے اور جمیع ما کان و یکون یعنی جو ہوا اور ہوگا سب کا علم ان کو حاصل ہوتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے عظیم القدر پیغمبر تھے۔ مگر جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ جب حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو وہ اس بنا پر گھبرائے کہ یہ مہمان ہیں اور میری قوم بدعادت میں مبتلا ہے۔ وہ ضرور اپنی نفسانی خواہش کے تحت ان سے چھیڑ چھاڑ کریں گے اور یہ چیز میرے لئے انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوگی اور باعث شرم ہوگی کیونکہ اس میں مہمانوں کی رسوائی ہے۔ تو یہ سارا خطرہ اور فکر حضرت لوط علیہ السلام کو اسی وجہ سے تھا کہ اس وقت تک آپ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ مہمانوں کی شکل میں اللہ کے فرشتے ہیں اگر آپ کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ اللہ کے فرشتے ہیں تو اس قدر پریشان ہونے اور دل میں خطرہ لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا اور وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے فرشتوں کو نہ پہچان سکے چنانچہ جب فرشتوں نے دیکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام ان کی وجہ سے بے چین و مضطرب ہیں تو انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء و رسل میں افضل سمجھے جاتے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے ''خلیل'' کا لقب عطا

43 فرمایا انہیں بھی کلی علم غیب اور ما کان و یکون کا علم نہیں عطا کیا گیا تھا کہ جو صرف خاصۂ خداوندی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے جو گذشتہ آیات میں ذکر ہوا کہ آپ نے اللہ کے فرشتوں کو پہلے نہیں پہچانا اور آپ یہی سمجھے کہ یہ آدم زاد بشر ہیں کیونکہ وہ انسانی شکلوں میں آئے تھے اور ان کی ظاہری شکلوں سے یہی سمجھا کہ حقیقت میں یہ انسان ہیں چنانچہ آپ نے ان کے لئے کھانا تیار کرایا اور بچھڑا ذبح کر کے اس کا گوشت وغیرہ بھونا اور فرشتوں کے سامنے لا کر رکھا۔ اگر آپ کو یہ علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں کھانا نہیں کھائیں گے تو بچھڑے وغیرہ کو ذبح کر کے مہمانوں کے لئے گوشت بھوننے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر جب فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے رویہ سے دل ہی دل میں ڈرے کہ مبادا یہ دشمن ہوں اور ہمیں نقصان پہنچانے کے لئے آئے ہوں۔ حالانکہ وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری ولادت فرزند کی دینے آئے تھے نہ کہ کسی برے ارادے سے جب فرشتوں کے بتانے سے اصل حقیقت معلوم ہوئی کہ وہ فرشتے ہیں اور ان کو بیٹے کی خوشخبری دینے اور قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے آئے ہیں تو آپ کا خوف جاتا رہا اور آپ مطمئن ہو گئے۔ تو اس سے بھی صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے ورنہ فرشتوں کو کم از کم آپ پہلے ہی پہچان لیتے۔ اور دل میں ان کی طرف سے کوئی اندیشہ لانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ایسے ہی قرآن پاک سے دوسرے انبیاء و رسل کے واقعات و حالات سامنے آتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلی اور تفصیلی علم غیب سوائے خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ صفت غیب دان ہونے کی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہاں جو بات یا علم حق تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی یا مقبول بندے کو بذریعۂ کشف الہام یا وحی بتا دیں تو اس کو علم ہو جاتا ہے اور وہ پھر کسی اور کو خبر کر دے تو اس کو بھی علم ہو جاتا ہے مثلاً جیسا کہ جنت و دوزخ کا علم حق تعالیٰ نے انبیاء کو بتلا دیا اور پھر انہوں نے امت کو خبر دی ایسے ہی بعض گذشتہ دور کے واقعات یا آئندہ کے حالات اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے بعض بندوں کو معلوم ہوتے ہیں اور اسی قدر معلوم ہوتے ہیں کہ جس قدر حق تعالیٰ بتلا دیں۔ تو اولیاء اللہ یا انبیاء کرام بعض مغیبات کے باعث کہ جن کا علم اللہ تعالیٰ ان کو بطور خرق عادت یا بذریعہ کشف و الہام القا فرما دے وہ "عالم الغیب" تو نہیں کہلائیں گے۔ اسی لئے شرعاً "عالم الغیب" کے الفاظ صرف حق تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ کیونکہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اب آگے حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم اور پھر اجمالاً عاد و ثمود و قارون۔ فرعون و ہامان کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دنیا میں حق کے ساتھ وابستہ رکھیں۔ اور باطل سے علیحدہ رکھیں۔ حق تعالیٰ ہمارے اہل و عیال اور متعلقین کو بھی حق پر قائم رکھیں اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ان کی حفاظت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بھی ہر طرح کے عذاب و سختی سے محفوظ و مامون فرمائیں اور آخرت میں بھی قیامت کی سختیوں کو ہم سے دور رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نافرمان قوموں کے واقعات سے ہمیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح کی ہر چھوٹی و بڑی نافرمانی سے بچنے کی ہمت و عزم عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا

اور مدین والوں کے پاس ہم نے اُن کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا سو انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور روز قیامت سے ڈرو اور سرزمین

فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝

میں فساد مت پھیلاؤ۔ سو ان لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا پس زلزلہ نے اُن کو آ پکڑا پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے گر کر رہ گئے۔

وَعَادًا وَثَمُودَا وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَاكِنِهِمْ ۖ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

اور ہم نے عاد اور ثمود کو بھی ہلاک کیا اور یہ ہلاک ہونا تم کو اُن کے رہنے کے مقامات سے نظر آرہا ہے اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کی نظر میں مستحسن کر رکھا تھا

عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ۝ وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مُّوسَىٰ

اور اُن کو راہ (حق) سے روک رکھا تھا اور وہ لوگ (ویسے) ہوشیار تھے۔ اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی ہلاک کیا، اور اُن کے پاس موسیٰ (علیہ السلام)

بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ۝ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ ۖ فَمِنْهُم

کھلی دلیلیں لے کر آئے تھے پھر ان لوگوں نے زمین میں سرکشی کی اور بھاگ نہ سکے۔ تو ہم نے ہر ایک کو اُس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا سو اُن میں

مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا

بعضوں پر تو ہم نے تند ہوا بھیجی، اور اُن میں بعضوں کو ہولناک آواز نے آدبایا، اور اُن میں بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا،

بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

اور اُن میں بعض کو ہم نے ڈبو دیا، اور اللہ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن یہی لوگ اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔

وَ اور	اِلٰی مَدْیَنَ مدین کی طرف	اَخَاھُمْ انکا بھائی	شُعَیْبًا شعیب کو	فَقَالَ پس اس نے کہا	یٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْبُدُوا تم عبادت کرو
اللّٰهَ اللہ	وَارْجُوا اور امید دار رہو	الْیَوْمَ الْاٰخِرَ آخرت کا دن	وَ اور	لَا تَعْثَوْا نہ پھرو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	مُفْسِدِیْنَ فساد کرتے ہوئے
فَکَذَّبُوْهُ پھر انہوں نے جھٹلایا اسکو	فَـاَخَـذَتْهُـمُ تو آ پکڑا انہیں	الرَّجْفَةُ زلزلہ	فَاَصْبَحُوْا پس وہ صبح کو ہو گئے	فِیْ دَارِهِمْ اپنے گھر میں		
جٰثِمِیْنَ اوندھے پڑے ہوئے	وَعَادًا اور عادؑ	وَثَمُوْدَا اور ثمودؑ	وَقَدْ اور تحقیق	تَبَیَّنَ واضح ہو گئے ہیں	لَکُمْ تم پر	
مِنْ مَّسٰکِنِهِمْ ان کے رہنے کے مقامات	وَزَیَّنَ اور بھلے کر دکھائے	لَهُمُ ان کیلئے	الشَّیْطٰنُ شیطان	اَعْمَالَهُمْ انکے اعمال		
فَصَدَّهُمْ پھر روک دیا انہیں	عَنِ سے	السَّبِیْلِ راہ	وَکَانُوْا حالانکہ یہ تھے	مُسْتَبْصِرِیْنَ سمجھ بوجھ والے	وَقَارُوْنَ اور قارون	وَ اور
فِرْعَوْنَ فرعون	وَهَامٰنَ اور ہامان	وَ اور	لَقَدْ جَآءَهُمْ اور البتہ آئے ان کے پاس	مُّوْسٰی موسیٰ	بِالْبَیِّنٰتِ کھلی نشانیاں کے ساتھ	
فَاسْتَکْبَرُوْا تو انہوں نے تکبر کیا	فِی الْاَرْضِ زمین (ملک) میں	وَ اور	مَا کَانُوْا وہ نہ تھے	سٰبِقِیْنَ بچ کر بھاگ نکلنے والے	فَکُلًّا پس ہر ایک	
اَخَذْنَا ہم نے پکڑا	بِذَنْۢبِهٖ اسکے گناہ پر	فَمِنْهُمْ تو ان میں سے	مَّنْ جو	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجی	عَلَیْهِ اس پر	حَاصِبًا پتھروں کی بارش
وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَّنْ جو (بعض)	اَخَذَتْهُ اس کو پکڑا	الصَّیْحَةُ چنگھاڑ	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَّنْ جو	خَسَفْنَا ہم نے دھنسا دیا

بعد اس کو	الْاَرْضَ زمین	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَنْ اَغْرَقْنَا جو ہم نے غرق کردیا	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	اللّٰهُ اللہ	لِيَظْلِمَهُمْ ظلم کرتا ان پر
	وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ)	كَانُوْا وہ تھے	اَنْفُسَهُمْ خود اپنی جانوں پر	يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں تین انبیاء کرام علیہم السلام کی اقوام کے قصہ بیان ہوئے یعنی نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے۔ اب چوتھا قصہ پہلے حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم مدین والوں کا بیان فرمایا جاتا ہے اور پھر اجمالی تذکرہ قوم عاد کا جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے اور قوم ثمود کا جس کی طرف حضرت صالح علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے اور فرعون و ہامان و قارون کا جن کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے تھے ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قبیلۂ مدین میں شعیب علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے اس لئے آپ کی بعثت کے بعد آپ کے ہم وطن قوم شعیب کہلائے۔ شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم میں مبعوث ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ خدا کی نافرمانی اور معصیت کے ارتکاب میں ساری قوم مبتلا ہے اور اپنی بداعمالیوں میں اس قدر مست اور سرشار ہے کہ ایک لحہ کے بھی انہیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے معصیت اور گناہ ہے بلکہ اپنے بداعمالی کو باعث فخر سمجھتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم والے مشرک بھی تھے۔ قیامت کے منکر بھی تھے۔ دوسری قوموں کی طرح یہ خیال کرلیا تھا کہ ہم اپنے کاموں کے مختار ہیں جو چاہیں کریں کوئی پوچھ گچھ کرنے والا نہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو رشد وہدایت کی تعلیم دیتے ہوئے انہی اصول کی طرف بلایا جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت وارشاد کا خلاصہ ہے۔ آپ نے قوم کو تین نصیحتیں فرمائیں۔ اول اللہ کی پرستش کا حکم دیا۔ اللہ کی ہستی کا اقرار تو قوم کو تھا اور وہ خالق عالم خدا ہی کو جانتے تھے مگر مشرک فی العبادۃ تھے۔ بتوں کی بھی پرستش کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اس گمراہی سے روکا اور چونکہ وہ لوگ قیامت کا بھی انکار کرتے تھے یا اگر قائل بھی ہوں تو ان کی بداعمالی انکار پر دلالت کرتی تھی اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو قیامت کا یقین کرنے اور اس کے امیدوار رہنے کی تلقین فرمائی اور قیامت سے ڈرتے رہنے کی نصیحت فرمائی اور تیسری نصیحت معاملات کے درست کرنے کی فرمائی یعنی خرید وفروخت میں کم دینا کم تولنا۔ اپنا حق پورا بلکہ زیادہ لینا اور دوسرے کو اس کے حق سے کم دینا۔ بے ایمانی۔ دغابازی۔ ڈاکہ زنی اور فریب اور جبر وظلم سے لوگوں پر دست درازی کرنا۔ ان سب سے باز رہنے کی نصیحت فرمائی۔ مگر قوم نے آپ کی کوئی بات نہ مانی۔ آپ کو جھوٹا سمجھا۔ حق کو ناحق جانا اور بداعمالیوں پر اصرار کے ساتھ جمے رہے۔ آخر وہی ہوا جو قانون الٰہی کا ابدی فیصلہ ہے۔ یعنی ہدایت اور حق کی روشنی آنے کے بعد بھی جب باطل پر اصرار ہو اور صداقت کا مذاق اڑایا جائے تو پھر ڈھیل اور مہلت کا وقت ختم ہونے پر خدا کا عذاب اس مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کردیتا ہے۔ چنانچہ سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں قوم شعیب علیہ السلام کو عذاب نے آ گھیرا اور یک بیک ایک ہولناک زلزلہ نے ان میں تباہی پھیلادی اور ایک خوفناک آواز سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور اوپر سے آگ برسنے لگی اور نتیجہ یہ نکلا کہ کل کے سرکش آج اوندھے منہ جھلسے ہوئے مرے پڑے تھے۔

اس کے بعد قوم عاد وثمود کی ہلاکت کا ذکر فرمایا گیا۔ قوم عاد جو بڑے قد آور۔ طاقتور اور ملک ومال کے مالک تھے مگر شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھے جن کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر ان میں بھیجا گیا تھا مگر انہوں نے اپنے پیغمبر سے سرکشی کی اور بالآخر تباہ وبرباد کردیئے گئے۔ اسی طرح قوم ثمود بھی بہت پرانی عرب قوم تھی جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا لیکن جب قوم نے سرتابی کی اور اپنے پیغمبر کی ہدایات کو نہ مانا تو پھر ان کو بھی ہلاک کرکے ختم کردیا گیا۔ آگے عبرت کے لئے بتلایا جاتا ہے کہ ان کی ویرانی وبربادی کے آثار ان کے رہنے کے مقامات سے ظاہر ہیں۔ کیونکہ ان ہلاک شدہ بستیوں کے کھنڈرات اور ان کے نشانات حجاز سے شام کو آتے جاتے دکھائی دیتے تھے۔ پھر یہ

ہلاک شدہ اقوام کوئی جاہل اور نادان نہ تھے اپنے دنیا کے کاموں میں بڑے ہوشیار تھے اور اپنے نزدیک بڑے عقلمند بنتے تھے۔ گویا آج کل کی اصطلاح میں اپنے وقت کے بڑے ترقی یافتہ لوگ تھے اس لئے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ شیطان ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اور ان کی عقل سلب کر کے اپنے راستہ پر کھینچ لے گیا نہیں۔ انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر دیکھتی آنکھوں شیطان کے پیش کئے ہوئے راستہ کو اختیار کیا جس میں انہیں بظاہر بڑی لذتیں اور بڑی منفعتیں نظر آتی تھیں اور انبیاء کے پیش کئے ہوئے اس راستہ کو چھوڑ دیا جو انہیں خشک۔ بدمزہ اور اخلاقی پابندیوں کی وجہ سے تکلیف دہ نظر آتا تھا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ قارون۔ فرعون اور ہامان نے سرکشی پر کمر باندھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے سمجھانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے اللہ کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے ایسی صاف اور کھلی ہوئی نشانیاں پیش کیں جنہیں دیکھ کر کسی کو ان کے پیغمبر ہونے میں شبہ نہ ہونا چاہئے تھا لیکن منکرین کو اپنی قوت و دولت اور جاہ و حشمت کے آگے کچھ نہ سوجھا۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور اتنا مغرور و متکبر تھا کہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا تھا۔ ہامان اس کا وزیر تھا جس نے کہا کہ فرعون کے ہاں سے مجھے کیا نہیں ملتا جو میں دوسرے کی جانب دیکھوں۔ قارون اگرچہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور بظاہر موسیٰ علیہ السلام کو نبی مان چکا تھا لیکن مال و دولت والا تھا اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے حکم کو ماننا ضروری نہ سمجھا اور اس خیال میں تھا کہ میں دولت مند ہوں۔ میری دولت مجھے سب آفتوں سے بچالے گی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکا اور ان میں سے ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا دی گئی۔ بعض پر تند اور تیز ہوا کا عذاب مسلط کیا گیا۔ بعض کو ہیبت ناک گرج اور کڑک نے تباہ کر دیا۔ اور بعض کو مع اپنے خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا اور بعض کو پانی میں ڈبو کر ختم کر دیا گیا۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ اللہ کا کام ظلم کرنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کوئی بے موقع یا ناانصافی کا کام کرے۔ اس کی ذات عیوب و نقائص سے بالکل مبرا و منزہ ہے۔ ہاں بندے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں کہ جن کا نتیجہ لامحالہ ان کے حق میں برا ہو۔ جب قانون خداوندی کا اعلان معتبر ذرائع سے کر دیا گیا تو نہ اب کسی کو لاعلمی کا عذر رہا اور ظاہر ہے کہ اعلان کے بعد جو کوئی خلاف ورزی کرے گا اس کو اس کی سزا جو مقرر ہو چکی ہے وہ ملے گی اور یہ سزا ظلم نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ مجرم خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کہ قانون توڑنے والے کی سزا مقرر ہو جانے کے بعد قانون کو جان بوجھ کو توڑتا ہے۔

اب یہ تمام قصے جو یہاں تک سنائے گئے ہیں ان سے ایک طرف تو اہل اسلام کو یہ تلقین کرنا ہے کہ وہ پست ہمت اور دل شکستہ اور مایوس نہ ہوں اور مشکلات و مصائب کے سخت سے سخت طوفان میں بھی صبر و استقلال کے ساتھ حق و صداقت پر جمے رہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں کہ آخر کار اس کی مدد اہل ایمان کے لئے ضرور آئے گی اور وہ ظالموں کو نیچا دکھائے گا اور کلمہ حق کو سر بلند کر دے گا۔

دوسری طرف ان ظالم کفار مکہ کو بھی متنبہ کیا جاتا ہے کہ تم جو اپنے دانست میں مسلمانوں کا قلع قمع کر دینے پر تلے ہوئے ہو اور ان پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہو اور تم کو جو تمہاری بغاوت و سرکشی اور ظلم و ستم پر پکڑا نہیں گیا ہے اور خدا نے از راہ عنایت مہلت دے رکھی ہے تو تم اس کا مطلب یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ سرے سے کوئی طاقت انصاف کرنے والی موجود ہی نہیں اور اس زمین پر جس کا جو جی چاہے کرتا چلا جائے تو سن لو کہ تم اس غلط فہمی میں نہ رہو۔ اگر تمہاری سرکشی اور بغاوت کا یہی عالم رہا تو تم بھی اسی انجام سے دوچار ہو کر رہو گے جو انجام تم سے پہلے قوم نوح اور قوم لوط اور قوم شعیب دیکھ چکی ہے اور جس طرح عاد و ثمود اور فرعون اور ہامان اور قارون تباہ و برباد ہو چکے ہیں اسی طرح تم کو بھی تباہی پیش آنی لازمی ہے۔

اب آگے شرک کی مذمت اور مشرکین کے عقائد کا بودا پن مکڑی کے جالے کی مثال دے کر سمجھایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ

جن لوگوں نے خدا کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں اُن لوگوں کی مثال مکڑی کی سی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اور کچھ شک نہیں

اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ

کہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہوتا ہے، اگر وہ جانتے تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جس جس کو وہ لوگ خدا کے سوا پوج

مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ

رہے ہیں، اور وہ (اللہ تعالیٰ) زبردست حکمت والا ہے۔ اور ہم ان مثالوں کو لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں،

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مناسب طور پر بنایا ہے،

لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

ایمان والوں کے لئے اس میں بڑی دلیل ہے۔

مَثَلُ مثال	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے	اتَّخَذُوْا بنائے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اَوْلِيَآءَ مددگار	كَمَثَلِ مانند	الْعَنْكَبُوْتِ مکڑی	
اِتَّخَذَتْ اس نے بنایا	بَيْتًا ایک گھر	وَاِنَّ اور بیشک	اَوْهَنَ سب سے کمزور	الْبُيُوْتِ گھروں میں	لَبَيْتُ گھر ہے	الْعَنْكَبُوْتِ مکڑی کا	
لَوْ كَانُوْا کاش ہوتے وہ	يَعْلَمُوْنَ جانتے	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا يَدْعُوْنَ جو وہ پکارتے ہیں	مِنْ سے	دُوْنِهٖ اس کے سوا
مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب زبردست ہے	الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَتِلْكَ اور یہ	الْاَمْثَالُ مثالیں	نَضْرِبُهَا ہم وہ بیان کرتے ہیں	
لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَمَا يَعْقِلُهَآ اور نہیں سمجھتے انہیں	اِلَّا سوا	الْعٰلِمُوْنَ جاننے والے	خَلَقَ اللّٰهُ پیدا کیا اللہ نے	السَّمٰوٰتِ آسمان		
وَالْاَرْضَ اور زمین	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کیلئے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں جتنی قوموں کا ذکر کیا گیا وہ سب شرک میں مبتلا تھیں اور اپنے باطل معبودوں کے متعلق ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ ہمارے حامی اور مددگار اور سرپرست ہیں۔ ہماری قسمتیں بنانے اور بگاڑنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ان کی پوجا پاٹ کر کے اور انہیں نذر نیاز دے کر ہم ان کی خوشنودی حاصل کریں گے تو یہ ہمارے کام بنائیں گے اور ہم کو ہر طرح کی آفات سے محفوظ رکھیں گے لیکن جیسا کہ گذشتہ ذکر ہونے والے واقعات میں دکھایا گیا ان کے یہ تمام عقائد وگمان باطل اس وقت بالکل بے بنیاد ثابت ہوئے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا گیا اور ان کی بربادی کا فیصلہ کردیا گیا۔ اس وقت کوئی دیوی دیوتا یا کوئی جن و فرشتہ جن کے بت بنا کر وہ پوجتے تھے ان کی مدد کو نہ آیا کہ جو عذاب الٰہی سے انہیں بچالیتا۔ تو گذشتہ واقعات کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ مشرکین کو متنبہ فرماتے ہیں کہ کائنات کے حقیقی مالک اور فرمانبردار کو چھوڑ کر بالکل بے اختیار اور خیالی معبودوں کے بھروسہ پر جو توقعات کا گھروندہ تم نے بنا رکھا ہے اس کی حقیقت بودے پن اور بے ثباتی میں مکڑی کے جالے سے کچھ زیادہ نہیں ہے جس طرح

مکڑی کا جالا نہایت کمزور اور بودا ہوتا ہے کہ ایک انگلی کی چوٹ بھی برداشت نہیں کرسکتا بلکہ زور کی پھونک مارنے سے بھی اڑ جاتا اور ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے یہی حالت مشرکوں کے معبودوں کی ہے کہ وہ اپنے پجاریوں کو کسی آفت سے نہیں بچاسکتے۔ حقیقت کا علم اگر کچھ بھی انہیں ہوتا تو یہ کبھی شرک نہ کرتے۔ حقیقت بس یہ ہے کہ اختیارات کا کلی مالک بس اس کائنات میں رب العالمین کے سوا کوئی نہیں۔ اگر یہ مشرکین اس بات کو نہ سمجھیں تو کیا ہوا اللہ تعالیٰ کو تو ان سب چیزوں کی حقیقت خوب معلوم ہے جنہیں یہ معبود بنائے بیٹھے ہیں اور مدد کے لئے پکارتے ہیں کہ ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ طاقت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی کی تدبیر و حکمت اس کائنات کا نظام چلا رہی ہے۔ وہی مستقل طاقت اور قدرت رکھنے والا ہے۔ اور نفع و نقصان کا مالک ہے۔ اور ساری مخلوق کو ہر ہر چیز عطا کرنے والا ہے۔ عزیز و حکیم بس وہی ہے۔

مشرکین مکہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر قرآن خدا کا کلام ہوتا تو مکڑی۔ مچھر اور مکھی جیسے حقیر اور کمزور جانوروں کی باتیں اس میں نہ ہوتیں۔ یہ خدا کی عظمت شان کے مناسب نہیں۔ اس کا جواب بھی قرآن پاک میں کئی جگہ دیا گیا ہے۔ یہاں یہ سمجھایا گیا کہ مثال سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کی حقیقت ظاہر ہو جائے جس کے لئے وہ مثال دی گئی ہے۔ اسے مثال دینے والے کی عظمت اور شان سے کوئی تعلق نہیں۔ مثال کی غرض اور اس کی اصل سے مناسبت ہی اصل چیز ہے جسے سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ احمقوں کو تو فقط اعتراض سے کام ہے وہ بات کی تہ کو پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ تو مشرکین جو یہ کہتے ہیں کہ ایسے حقیر جانوروں کی مثالیں اللہ کے عظمت شان کے مناسب نہیں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان تو اس سے ظاہر ہے کہ اس نے آسمان اور زمین جیسی عظیم الشان مخلوق پیدا کر دی اور سب کو ایک نظام کے اندر جکڑ دیا۔ ان کو دیکھ کر ایمان والے اپنا یقین مضبوط کرتے ہیں کہ ایک خدا ہی اس کا خالق ہے اور وہی ایک خدا اس کا مالک اور مدبر ہے۔

اسلام کا تو یہ عقیدہ ہی ہے کہ یہ سب کائنات اور زمین و آسمان کا کارخانہ از خود نہیں چل رہا بلکہ اس کا کوئی چلانے والا ہے جس کے علم و قدرت و حکمت کی کوئی انتہا نہیں۔ قدیم ماہرین فلکیات و ہیئت میں سے بہت سے محققین نے تمام عمر کی کاوش اور تحقیقات کے بعد کھلے لفظوں میں یہ اقرار کیا ہی تھا کہ ان معاملات میں جو کچھ غور و تحقیق کی گئی اور لکھا گیا وہ سب تخمینی قیاس آرائی سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ کائنات کا میدان اتنا وسیع ہے کہ ہمارے قیاس اور وہم و گمان کی بھی رسائی اس کی انتہا تک نہیں ہوسکتی۔ مگر اب جدید سے جدید ماہرین زمین پر بیٹھ کر نہیں بلکہ زمین سے ہزاروں میل کی بلندی پر پہنچنے اور اس زمین کی کشش سے باہر کی فضا جس کو آج کل خلاء کہا جاتا ہے اس میں پہنچنے اور جدید ترین دوربینوں اور جدید آلات کی مدد سے جو مشاہدات ہوئے ہیں اور جو معلومات حاصل کی گئی ہیں ان میں بھی ستاروں اور سیاروں کا ایسا ناپیدا کنار جہاں دکھائی دیتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور علم و حکمت کے سامنے انسانی بے بسی اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کائنات اتنی پر حکمت اور اتنی منظم ہے کہ اس کا تصور بھی انسانی ذہن پوری طرح نہیں کرسکتا اور انسان یہ ماننے پر مجبور ہے کہ زمین پر جاندار چیزوں کی بقا کے لئے جو حالات ضروری ہیں وہ نہایت مکمل طور پر یہاں موجود ہیں مثال کے طور پر یہاں جو ارشاد فرمایا خلق اللہ السموٰت والارض بالحق اس کی تصدیق میں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مناسب طور پر بنایا ہے۔ کائنات کے چند حقائق کو جدید سائنس کی روشنی میں سنئے اور غور کیجئے کہ خالق کائنات نے یہ کائنات کس درجہ بالحق پیدا فرمائی ہے۔

زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لٹو کی مانند گھومتی ہے۔ اگر زمین کی رفتار ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی تو ہمارے دن اور رات اب کے دن اور رات سے دس گناہ زیادہ لمبے ہوتے یعنی قریب ۱۲۰ گھنٹہ کا طویل دن ہوتا اور اتنی ہی طویل رات ۱۲۰ گھنٹہ کی ہوتی گرمیوں کے موسم میں ۱۲۰ گھنٹہ کا طویل دن ہمیں جھلس دیتا اور سردیوں میں ۱۲۰ گھنٹہ کی طویل رات ہمیں منجمد کر دیتی۔ زمین کی تمام ہریالی اور ہماری بہترین فصلیں سو گھنٹے کی مسلسل دھوپ میں جھلس

جاتیں یا اتنی لمبی رات میں سردی کی نذر ہو جاتیں۔ اور اگر زمین کی رفتار موجودہ رفتار سے دس گنا زیادہ ہوتی تو زمین اپنے محور کے گرد قریب اڑھائی گھنٹہ میں گھوم جاتی تو سوا گھنٹہ کا دن اور سوا گھنٹہ کی رات ہوتی تو دنیا کے کاروبار کس طرح چلتے؟ سورج جو ہماری زندگی کا سرچشمہ ہے اپنی سطح پر بارہ ہزار ڈگری فارن ہیٹ سے دہک رہا ہے۔ یہ حرارت اتنی زیادہ ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اس کے سامنے جل کر راکھ ہو جائیں۔ مگر وہ ہماری زمین سے اتنے مناسب فاصلے پر ہے کہ یہ "دائمی انگیٹھی" ہمیں ہماری ضرورت سے ذرہ بھر زیادہ گرمی نہ دے سکے۔ اگر سورج دگنے فاصلہ پر چلا جائے تو زمین پر اتنی سردی پیدا ہوگی کہ ہم سب لوگ جم کر برف ہو جائیں اور اگر وہ آدھے فاصلہ پر آ جائے تو زمین پر اتنی حرارت پیدا ہوگی کہ تمام جاندار اور تمام پودے جل بھن کر خاک ہو جائیں۔ ہماری زمین ایک گولے کی شکل میں خلا میں معلق ہے زمین کا کرۂ فضا میں سیدھا کھڑا نہیں ہے بلکہ ساڑھے تیئیس درجے کا زاویہ بناتا ہوا ایک طرف کو جھکا ہوا ہے۔ یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھتے ہوئے بخارات سیدھے شمال یا جنوب کو چلے جاتے اور ہمارے براعظم برف سے ڈھکے رہتے۔

چاند ہم سے تقریباً ڈھائی لاکھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کی بجائے اگر وہ صرف ایک لاکھ میل دور ہوتا تو سمندروں میں مدوجزر کی لہریں اتنی بلند ہوتیں کہ تمام کرۂ ارض دن میں دوبار پانی میں ڈوب جاتا اور بڑے بڑے پہاڑ موجوں کے ٹکرانے سے گھس کر ختم ہو جاتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ سورج اپنی غیر معمولی کشش سے ہماری زمین کو کھینچ رہا ہے، اور زمین ایک مرکز گریز قوت کے ذریعہ اس کی طرف کھنچ جانے سے اپنے آپ کو روکتی ہے اور اس طرح وہ سورج سے دور رہ کر فضا کے اندر اپنا وجود باقی رکھے ہوئے ہے۔ اگر کسی دن زمین کی یہ قوت ختم ہو جائے تو وہ تقریباً چھ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کی طرف کھنچنا شروع ہو جائے، اور چند ہفتوں میں سورج کے اندر اس طرح جا گرے جیسے کسی بہت بڑے الاؤ کے اندر کوئی تنکا گر جائے۔ ظاہر ہے کہ زمین کو یہ طاقت ہم نے نہیں دی بلکہ اس خدا نے دی ہے جس نے زمین کو پیدا کیا ہے۔

کائنات کے جس حصے میں ہم رہتے ہیں اس کا نام نظام شمسی ہے، اگر آپ کسی دور دراز مقام پر بیٹھ کر اس نظام کا مشاہدہ کر سکیں تو آپ دیکھیں گے کہ خلا کے اندر ایک آگ کا گولا بھڑک رہا ہے جو ہماری زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے۔ جس سے اتنے بڑے بڑے شعلے نکلتے ہیں جو کئی کئی لاکھ میل فضا میں اڑتے چلے جاتے ہیں۔ اسی کا نام سورج ہے۔ پھر آپ ان سیاروں کو دیکھیں گے جو سورج کے چاروں طرف اربوں میل کے دائرے میں پروانوں کی طرح چکر لگا رہے ہیں ان دوڑتی ہوئی دنیاؤں میں ہماری زمین نسبتاً ایک چھوٹی دنیا ہے جس کی گولائی تقریباً پچیس ہزار میل ہے۔ یہ ہمارا نظام شمسی ہے جو بظاہر بہت بڑا معلوم ہوتا ہے، مگر کائنات کی وسعت کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ کائنات میں اتنے بڑے بڑے ستارے ہیں جن کے اوپر ہمارا پورا نظام شمسی رکھا جا سکتا ہے۔ اس بے انتہا وسیع اور عظیم کائنات میں ہماری زمین فضا میں اڑنے والے ذرے سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ ہم ایک چھوٹے سے کیڑے کی مانند اس ذرے سے چمٹے ہوئے ہیں اور خلا میں ایک سفر میں مصروف ہیں۔

یہ کائنات کے اندر ہماری حیثیت ہے۔ پھر جب ہماری حیثیت یہ ہے تو ہم خالق کائنات سے مدد کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔ جس طرح ایک چھوٹے بچے کی ساری کائنات اس کے ماں باپ ہوتے ہیں، اس کی زندگی، اس کی ضرورتوں کی تکمیل اور اس کے مستقبل کا انحصار بالکل اس کے والدین کے اوپر ہوتا ہے، اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ انسان اپنے رب کا محتاج ہے ہم خدا کی مدد اور اس کی رہنمائی کے بغیر اپنے لئے کسی چیز کا تصور نہیں کر سکتے وہی ہمارا سہارا اور اسی کی طرف ہمیں دوڑنا چاہئے۔ (خدا اور اس سے ہمارا تعلق۔ مجلہ نمبر ۲۶ مطبوعہ عالمی ادارۂ اشاعت علوم الاسلامیہ۔ ملتان)

حال ہی میں یعنی ۱۹۶۸ء میں ایک امریکن خلانورد جو کامیابی کے ساتھ خلاء کا سفر کر کے واپس آ گیا اور جسکی کامیابی پر اس زمانہ کے موافق ومخالف سبھی نے اعتماد کیا اور خلا میں جو کچھ اس نے دیکھا اور بیان کیا اس کو قابل اعتماد سمجھا گیا اس کا ایک بیان

امریکہ کے مشہور ماہنامہ ریڈرز ڈائجسٹ میں چھپا ہے جس کے بعض اقتباسات آپ سنئے کہ یہ خلائی مسافر اپنی حیرانی کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچا ہے کہ جو اسلام کا عقیدہ ہے کہ یہ نظام کائنات از خود نہیں چل رہا بلکہ اس کی چلانے والی کوئی ایسی قدرت وطاقت ہے کہ جس کے حکمت وکمال کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ لکھتا ہے۔

"مجھے خلائی پروگرام کے لئے منتخب کیا گیا۔ اس موقع پر مجھے ایک کتابچہ دیا گیا جو خلائی معلومات پر مشتمل تھا۔ اس کتابچہ سے ان دو پیراگرافوں نے مجھے بے حد متاثر کیا جو کائنات کی وسعت سے متعلق تھا۔ ان تمام معلومات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے یہ جان لیا جائے کہ شعاعیں سال کسے کہتے ہیں؟ اور اس سے کیا مراد ہے؟ شعاع یعنی سورج کی روشنی ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی مسافت طے کرتی ہے۔ اگر روشنی کو ایک سیدھی مسافت پر متواتر ایک سال سفر کرنے دیا جائے تو ایسی صورت میں جتنی مسافت طے کرے گی اس کو اصطلاحاً شعاعی سال کہتے ہیں یعنی روشنی کی ایک سالہ مسافت۔ اب ہم کتابچہ کے اس ٹکڑے کو نقل کرتے ہیں جس میں کائنات کی وسعت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہمارے کہکشانی نظام کا قطر تقریباً ایک لاکھ شعاعی سال کی مسافت کے مساوی ہے اور سورج اس کہکشانی مرکز سے تقریباً ۳۰ ہزار سال کی مسافت پر واقع ہے اور اپنے محور پر ۲۰۰ ملین سال (یعنی ۲۰ کروڑ سال) میں چکر لگاتا ہے اندازہ لگائیے کہ نظام شمسی کے پرے کی کائنات کے لئے کسی بڑے پیمانہ کا تصور کس قدر مشکل اور دشوار ہے۔ ہمارے اس کہکشانی نظام کی کوئی انتہا نہیں اس لئے کہ اس سے پرے دسیوں لاکھ دوسرے کہکشانی نظام ہیں بظاہر سب کے سب ایک تخیلی رفتار پر ایک دوسرے سے ایک خاص تناسب سے حرکت کر رہے ہیں۔ وہ کائناتی حدود جو دوربین سے دیکھے جاسکتے ہیں ایک اندازے کے مطابق ہم سے تمام اطراف وجوانب میں تقریباً ۲۰۰۰ ملین یعنی دو ارب شعاعی سال کی مسافت تک ہیں۔ ان اعداد وشمار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کائنات کتنی عریض ووسیع ہے۔"

اس کے بعد معلومات کا کچھ اور تذکرہ کر کے لکھا ہے "کہ کیا یہ تمام حقائق اتفاقیہ ہیں؟ یقیناً یہ سب کچھ ایک متعین منصوبے کے تحت ہے۔ یہی وہ ایک واحد شے ہے جو خلا میں خدا کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ کوئی طاقت ہے جو ان سب کو مرکز ومحور سے وابستہ رکھتی ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ ہم مدار میں تقریباً ۱۸ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اوپر جاتے یعنی ۵ میل فی سکنڈ کے حساب سے یہ ہمارے ارضی معیار کے حساب سے کافی تیز اور انتہائی بلند ہے۔ اس کے باوجود خلا میں پہلے ہی سے جو عمل جاری ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہماری کوششیں انتہائی حقیر ہیں سائنسی اصطلاحات اور پیمانوں میں خدا کی قدرت کی پیمائش ناممکن ہے...... اس کے آگے بہت کچھ لکھنے کے بعد اخیر میں کہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں اور اس بنا پر کہتے ہیں کہ اس کائنات میں ایک رہنما قوت موجود ہے۔ (ماہنامہ البلاغ کراچی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مارچ ۱۹۶۸ء)

الغرض یہاں آیت میں یہ ارشاد **خلق اللہ السمٰوٰت والارض بالحق** اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو مناسب طور پر مصلحت اور حکمت سے پیدا کیا ہے یہ دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی قادر مطلق۔ حکیم کامل۔ عالم کل اور خلاق عالم نہیں۔ اسی نے آسمان زمین اور ہر چیز کو اپنی حکمت سے بنایا۔ اسی کا تصرف اور اقتدار ہمہ گیر ہے اس لئے وہی قاضی الحاجات اور کارساز حقیقی ہوسکتا ہے۔ نہ کہ مشرکین کے معبودان باطلہ۔

اب یہاں تک شروع سورۃ سے مسلسل چار رکوعات میں اہل ایمان کو دین پر صبر وثبات اور استقامت اور توکل علی اللہ کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی اب آگے ان صفات کو حاصل کرنے کی بعض عملی تدابیر بتلائی جاتی ہیں یعنی تلاوت قرآن اور نماز کی پابندی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أُتْلُ مَآ أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ ۖ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے، آپ اس کو پڑھا کیجیے، اور پابندی رکھیے نماز کی، بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے،

وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿٤٥﴾

اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے۔

اُتْلُ آپ پڑھیں	مَا جو	اُوْحِیَ وحی کی گئی	اِلَیْکَ آپ کی طرف	مِنَ الْکِتٰبِ کتاب سے	وَاَقِمِ اور قائم کریں	الصَّلٰوۃَ نماز
اِنَّ بیشک	الصَّلٰوۃَ نماز	تَنْھٰی روکتی ہے	عَنِ سے	الْفَحْشَآءِ بے حیائی	وَالْمُنْکَرِ اور برائی	وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اور البتہ اللہ کی یاد
اَکْبَرُ سب سے بڑی بات	وَاللّٰہُ اور اللہ	یَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تَصْنَعُوْنَ جو تم کرتے ہو			

یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اہل ایمان کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں اور اوروں کو بھی سنائیں تاکہ اس کے احکام وہدایات کی تبلیغ و اشاعت ہو۔ اسی کے ساتھ دوسرا حکم واقم الصلوٰۃ فرمایا گیا یعنی نمازوں کی پابندی رکھیں اور اس کو اس کے جملہ احکام وشرائط کے ساتھ ادا کریں۔ اب نماز کیا ہے؟ صوفیائے کرام نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہمکلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جاندار مخلوق کی طرح حق تعالیٰ نے نماز کو بھی ایک صورت اور روح مرحمت فرمائی ہے چنانچہ نماز کی روح تو نیت اور حضور قلب ہے اور قیام وقعود نماز کا بدن ہے اور رکوع وسجدہ نماز کا سر اور ہاتھ پاؤں ہیں اور جس قدر اذکار وتسبیحات نماز میں ہیں وہ نماز کے آنکھ۔ کان وغیرہ ہیں اور اذکار وتسبیحات کے معنی کو سمجھنا گویا آنکھ کی بینائی اور کانوں کی قوت سماعت وغیرہ ہے اور نماز کے تمام ارکان کو اطمینان اور خشوع وخضوع سے ادا کرنا نماز کا حسن یعنی بدن کا سڈول اور رنگ وروغن کا درست ہونا ہے۔ الغرض اس طرح پر نماز کے اجزاء اور ارکان کو بحضور قلب پورا کرنے سے نماز کی ایک حسین جمیل پیاری صورت پیدا ہو جاتی ہے اور نماز میں جو تقرب نمازی کو حق تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے

کوئی خدمت گار اپنے بادشاہ کی خدمت میں کوئی خوبصورت کنیز ہدیہ پیش کرے اور اس وقت اس کو بادشاہ سے تقرب حاصل ہو۔ پس اگر تمہاری نماز میں خلوص نہیں ہے تو گویا مردہ اور بیمار کنیز بادشاہ کے نذر کر رہے ہو اور ظاہر ہے کہ یہ ایسی گستاخی اور بے باکی ہے کہ ایسا گستاخ شخص اگر قتل کر دیا جائے تو عجب نہیں۔ اور اگر نماز میں رکوع وسجدہ ٹھیک نہیں ہے تو گویا لنگڑی لولی اپاہج کنیز نذر سلطانی کرتے ہو۔ اور اگر ذکر وتسبیح اس میں نہیں تو گویا لونڈی کے آنکھ کان نہیں اور اگر سب کچھ موجود ہے مگر ذکر وتسبیح کے معنی نہیں سمجھے اور نہ دل متوجہ ہوا تو ایسا ہے جیسے کنیز کے اعضا تو سب موجود ہیں لیکن ان میں حس وحرکت بالکل نہیں یعنی حلقۂ چشم موجود ہے مگر بینائی نہیں ہے اور کان موجود ہیں مگر بہری ہے کہ سنائی نہیں دیتا۔ ہاتھ پاؤں ہیں مگر شل وبے حس ہیں۔ اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اندھی بہری لولی لنگڑی کنیز شاہی نذرانہ میں قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بلکہ ایسی کنیز کا تحفہ پیش کرنا گستاخی اور شاہی عتاب کا موجب ہے۔ اسی طرح اگر ناقص نماز کے ذریعہ سے اللہ کا تقرب چاہو گے تو کچھ عجب نہیں کہ پھٹے پرانے کپڑے کی طرح لوٹا دی جائے اور منہ پر پھینک ماری جائے۔ الغرض نماز سے مقصود چونکہ حق تعالیٰ کی تعظیم ہے لہٰذا نماز کے سنن ومستحبات وآداب میں جس قدر بھی کمی ہو گی اسی قدر احترام وتعظیم میں کوتاہی سمجھی جائے گی۔"

معلوم ہوا کہ یہ بات نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت اور ہمت کے موافق پوری توجہ اور شرائط وآداب کے ساتھ ادا کی جائے لیکن یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اگر جملہ آداب و کیفیت وحالات جو لکھے گئے ہیں اگر نہ بھی حاصل ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔ یہ بالکل غلط اور شیطانی مکر ہے نہ پڑھنے سے جس طرح کا پڑھنا ہو بہرحال بہتر ہے اس لئے کہ نماز نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے حتیٰ کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔ الغرض یہاں آیت میں نماز قائم کرنے کے حکم کے بعد نماز کے بہت سے اوصاف میں سے ایک اہم وصف پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اس آیت کی تشریح اور تفسیر میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے لکھا ہے۔

"نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں آ سکتا ہے۔ ایک بطریق تسبب یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت و تاثیر یہ رکھی ہے کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے۔ بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اس احتیاط اور بدرقہ کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہو خاصی مدت اس پر مواظبت کی جائے اس کے بعد مریض خود محسوس کرے گا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضاء ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی فرمانبرداری۔ خضوع و تذلل اور حق تعالیٰ کی ربوبیت۔ الوہیت اور حکومت وشہنشاہی کا اظہار واقرار کرکے آیا ہے مسجد سے باہر آ کر بد عہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو گویا نماز کی ہر ایک ادا مصلی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے۔ واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ۔ اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت اور سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اُسے روکتی اور منع کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتے اور منع فرماتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے **ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآءِ ذی القربیٰ وینھی عن الفحشآء والمنکر** بلاشبہ اللہ تم کو انصاف۔ سلوک اور قرابتداروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر برائی سے نہیں رکتے نماز کے روکنے پر بھی ان کا نہ رکنا محل تعجب نہیں۔ ہاں یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں۔ سب سے بڑی چیز اس میں خدا کی یاد ہے۔ نمازی ارکان صلوٰۃ ادا کرتے وقت اور قرأت قرآن یا دعا و تسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کو مستحضر اور زبان و دل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا اور اسی قدر اس کی نماز برائی کو چھڑانے میں مؤثر ثابت ہوگی۔ ورنہ جو نماز قلب لاہی وغافل سے ادا ہو وہ صلوٰۃ منافق کے مشابہ ٹھہرے گی۔ جس کی نسبت حدیث میں فرمایا **لایذکروا اللہ فیھا الا قلیلاً** ایسی نماز کی نسبت حدیث میں وعید آئی ہے کہ جس کی نماز نے اسے برے اور فحش کاموں سے نہ روکا اس کو اس کی نماز نے اللہ سے اور زیادہ دور کردیا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد مروی ہے کہ اس شخص کی کوئی نماز نہیں ہے جس نے نماز کی اطاعت نہ کی۔اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ آدمی فحشا و منکر سے رک جائے۔ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اس کی نماز نے فحش اور برے کاموں سے نہ روکا اس کی نماز نماز نہیں ہے۔حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ اس کی نماز قبول ہوئی ہے یا نہیں اسے دیکھنا چاہئے کہ اس کی نماز نے اسے فحشاء اور منکر سے کہاں تک باز رکھا۔اگر نماز کے روکنے سے وہ برائیاں کرنے سے رک گیا ہے تو اس کی نماز قبول ہوئی ہے۔آگے آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ نماز برائی سے کیوں نہ روکے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کی بہترین صورت ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور یہ ذکر اللہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں۔یہ نہ ہو تو عبادت کیا۔ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ یعنی خدا کی یاد سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔

اب یہاں ذکر اللہ کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا جائے۔لوگوں نے عام طور پر ذکر اور یاد کو زبانی ذکر میں منحصر کر رکھا ہے۔یہ غلط ہے۔بلکہ اصل ذکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو امر و نہی کے ہر موقع پر یاد رکھا جائے یعنی جس وقت جو حکم دیا ہے اور جس کام سے منع کیا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو یاد کر کے اس کو بجالائیے۔اور نہی کو یاد کر کے منع کئے ہوئے کام سے رک جائے۔جو شخص امر و نہی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم اور نہی کو یاد کر کے اس کی تعمیل نہیں کرتا وہ ذاکر نہیں گو زبان سے کتنا ہی ذکر کرتا ہو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ مجھے اس طریقہ سے یاد کرو جس طرح میں نے بتلایا ہے۔تو جو شخص نماز کے وقت نماز نہیں پڑھتا محض زبان یا دل سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو اس طریقہ سے یاد نہیں کرتا جس طریقہ پر اس وقت وہ اپنی یاد چاہتے ہیں۔اسی طرح جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔اس کو سال تمام پر زکوٰۃ ادا کرنا چاہئے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کا طریقہ یہی ہے۔جس پر رمضان کا روزہ فرض ہے۔اس کو رمضان میں روزہ رکھنا چاہئے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کا یہی طریقہ ہے۔جس وقت کوئی نامحرم عورت سامنے سے گزرے اس وقت اللہ کی یاد کا طریقہ یہی ہے کہ آنکھیں نیچی کرلے علیٰ ہذا ہر وقت کے متعلق جو بھی حکم ہے اس وقت اس کا بجالانا ہی ذکر ہے۔اگر اس وقت حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو بڑا ذکر لسانی کرنے سے یہ شخص ذاکر نہ ہوگا بلکہ غافل اور نافرمان شمار ہوگا۔اسی لئے محققین صوفیہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کی اطاعت میں لگا ہوا ہو وہ ذاکر ہے۔گو زبان سے ذکر نہ کر رہا ہو۔کیونکہ اطاعت میں لگا رہنا بدوں محبت یا خوف الٰہی کے نہیں ہوتا۔اور محبت یا خوف ہی اصل ذکر ہے آیت کے اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ جو آدمی جس قدر خدا کو یاد کرتا ہے یا نہیں کرتا خدا تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔لہٰذا ذاکر اور غافل میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا معاملہ بھی جداگانہ ہوگا۔

اب تلاوت قرآن جس سے تبلیغ قولی بھی مقصود ہے اور اقامت صلوٰۃ جس میں تبلیغ فعلی بھی ہے ان پر اہل ایمان کے عامل ہونے سے منکرین اسلام اور منکرین توحید و رسالت اہل اسلام سے الجھیں گے۔تکرار اور بحث مباحثہ بھی کریں گے اس لئے آگے منکرین جن میں اہل کتاب یعنی نصاریٰ و یہود اور مشرکین سب شامل ہیں ان سے گفتگو کا طریقہ اور بحث مباحثہ اور طرز کلام کا انداز بتلایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنے کلام پاک کی شب و روز تلاوت نصیب فرمائیں اور اس کے احکام و ہدایات پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی ہمت و توفیق نصیب فرمائیں۔حق تعالیٰ ہم کو ایسی نمازیں ادا کرنے کی صلاحیت اور توفیق عطا فرمائیں کہ جو ہم کو ظاہری و باطنی تمام گناہوں اور برے کاموں سے روک دینے والی ہوں۔یا اللہ ہم کو اپنے ذاکرین بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیے اور ہم کو ذکر اللہ کی حقیقت نصیب فرمائیے۔وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

اور تم اہل کتاب کے ساتھ بجز مہذب طریقہ کے مباحثہ مت کرو، ہاں جو اُن میں زیادتی کریں،

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور یوں کہو کہ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور اُن کتابوں پر بھی جو تم پر نازل ہوئیں، اور ہمارا معبود ایک ہے اور ہم تو اُسی کی اطاعت کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ

اور اسی طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی، سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں، اور ان لوگوں میں بھی بعض ایسے (منصف) ہیں

مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

کہ اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں، اور ہماری آیتوں سے بجز کافروں کے اور کوئی منکر نہیں ہوتا۔

وَ اور	لَا تُجَادِلُوْا تم نہ جھگڑو	اَهْلَ الْكِتٰبِ اہل کتاب	اِلَّا مگر	بِالَّتِيْ اس طریقہ سے جو	هِيَ اَحْسَنُ وہ بہتر	اِلَّا بجز	
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا جن لوگوں نے ظلم کیا	مِنْهُمْ انمیں	سے	وَ اور	قُوْلُوْا تم کہو	اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ ہم ایمان لائے اس پر جو	اُنْزِلَ نازل کیا گیا	
اِلَيْنَا ہماری طرف	وَاُنْزِلَ اور نازل کیا گیا	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	وَاِلٰهُنَا اور ہمارا معبود	وَاِلٰهُكُمْ اور تمہارا معبود	وَاحِدٌ ایک		
وَنَحْنُ اور ہم	لَهٗ اس کے	مُسْلِمُوْنَ فرمانبردار	وَ اور	كَذٰلِكَ اسی طرح	اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ ہم نے نازل کی تمہاری طرف	الْكِتٰبَ کتاب	
فَالَّذِيْنَ پس جن لوگوں کو	اٰتَيْنٰهُمُ ہم نے دی انہیں	الْكِتٰبَ کتاب	يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہیں	بِهٖ اس پر	وَ اور	مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ ان (اہل مکہ) سے	
مَنْ يُّؤْمِنُ بعض ایمان لاتے ہیں	بِهٖ اس پر	وَمَا يَجْحَدُ اور وہ نہیں انکار کرتے	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کا	اِلَّا مگر صرف	الْكٰفِرُوْنَ کافر		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے تمام اہل ایمان کو حکم ہوا تھا کہ کلام پاک کی تلاوت کرتے رہیں اور نماز آداب و شرائط کے ساتھ ادا کرتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ منکرین جن میں اہل کتاب بھی ہیں اور مشرکین کفار بھی ہیں ان باتوں سے خصوصاً تبلیغ و تلاوت قرآن سے بدکیں گے اور اہل ایمان سے الجھیں گے اس لئے اہل ایمان کو ہدایات دی جا رہی ہیں کہ منکرین سے کلام و بحث مباحثہ میں کیا انداز اختیار کریں۔ چنانچہ یہاں ان آیات میں پہلے اہل کتاب سے گفتگو کا طریقہ بتلایا جاتا ہے۔ پھر آگے غیر اہل کتاب یعنی کفار و مشرکین کو بتلایا گیا ہے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آگے اس سورۃ میں اہل ایمان کو مکہ سے ہجرت کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ اس وقت حبش ایک ایسا ملک تھا جہاں مسلمان ہجرت کر کے جا سکتے تھے اور حبش پر اس زمانہ میں عیسائیوں کا غلبہ اور ان کی حکومت تھی اس وجہ سے بھی ان آیات میں مسلمانوں کو ہدایات دی جا رہی ہیں کہ اہل کتاب سے جب سابقہ پیش آئے تو ان سے دین کے معاملہ میں کس طرح گفتگو کی جائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اہل کتاب سے دینی بحث کے وقت فریق مقابل کی علمی اور دینی حیثیت کا خیال رکھو۔ اہل کتاب کا دین اصل میں سچا تھا۔ یہ مشرکوں کے دین کی طرح جڑ بنیاد سے غلط نہیں ہے اس لئے جوش مناظرہ اور مباحثہ میں صداقت اور اخلاق کی حد سے نہ نکلو۔ جہاں کہیں جتنی سچائی ہو اس کا اعتراف کرو اور نرمی۔ متانت۔ خیر خواہی اور صبر و تحمل سے واجبی بات سمجھاؤ۔ ان سے تیز اور دل دکھانے والی باتیں مت کرو۔ البتہ ان میں جو صریح بے انصافی۔ عناد اور ہٹ دھرمی پر تل جائیں اور خوانخواہ زیادتی پر اتر آئیں ان کے ساتھ سختی

اور تیزی کا برتاؤ کرسکتے ہو اور جو ایسے نہ ہوں اور تمہیں ستاتے نہ ہوں تو انہیں نرمی سے سمجھاؤ اور ان سے کہو کہ ہمارا جیسا قرآن پر ایمان ہے۔ اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء ورسل پر جو کتابیں اتاریں بیشک وہ اپنے وقت میں بالکل سچی تھیں۔ ایک حرف ان کا غلط نہ تھا۔ گو تمہارے ہاتھ میں وہ آسمانی کتابیں اپنی اصلی صورت اور حقیقت میں باقی نہ رہیں۔ پھر ہمارا تمہارا دونوں کا معبود ایک ہی ہے۔ بس فرق اتنا ہے ہم فقط اسی معبود حقیقی کے حکم پر چلتے ہیں تم نے اس سے ہٹ کر اوروں کو بھی خدائی کے حقوق و اختیارات دے دیئے۔ نیز ہم نے اس کے تمام احکام کو مانا۔ سب پیغمبروں کی تصدیق کی۔ سب کتابوں کو برحق سمجھا۔ اس کے آخری حکم کے سامنے سرتسلیم جھکا دیا۔ تم نے کچھ مانا کچھ نہ مانا اور آخری صداقت سے منکر ہو گئے۔ آخر ہماری کتاب میں تمہاری کتابوں سے کونسی بات کم ہے جو قبول کرنے میں تمہیں تردد ہے۔ جس طرح انبیائے سابقین پر کتابیں اور صحیفے ایک دوسرے کے بعد اترتے رہے۔ پیغمبر آخرالزمان پر یہ کتاب اتری۔ اس کے ماننے سے انکار کیوں ہے؟ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن اہل کتاب نے اپنی کتاب ٹھیک سمجھی وہ اس کتاب کو بھی مانیں گے اور انصافاً ماننا چاہئے چنانچہ ان میں کے جو منصف ہیں وہ اس قرآن کی صداقت دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور نہ صرف اہل کتاب بلکہ غیر اہل کتاب بھی جو آسمانی کتب سابقہ کا کچھ علم نہیں رکھتے مگر حق شناس ہیں وہ بھی اس قرآن کو مانتے جارہے ہیں۔ حقیقت میں قرآن کریم کی صداقت کے دلائل اس قدر روشن ہیں کہ بجز سخت حق پوش نافرمان اور متعصب کے کوئی ان کی تسلیم سے انکار نہیں کرسکتا۔ اس کا فقط وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو خوانخواہ ضد اور عناد میں انکار پر تلے ہوئے ہیں۔

یہ ہدایت اس مقام پر موقع کی مناسبت سے اہل کتاب کے ساتھ دین میں گفتگو ومباحثہ کرنے کے معاملہ میں دی گئی ہے مگر یہ اہل کتاب کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ تبلیغ دین کے باب میں ایک عام ہدایت ہے جو قرآن مجید میں جگہ جگہ دی گئی ہے۔ یہاں جس عمدہ طریق بحث کی طرف حق تعالیٰ نے خود رہنمائی فرمائی ہے اسے تبلیغ دین کی خدمت انجام دینے والوں کو اختیار کرنا چاہئے۔ اس میں یہ سکھایا گیا ہے کہ جس شخص سے تمہیں بحث کرنی ہو اس کی گمراہی کو بحث کا نقطۂ آغاز نہ بناؤ بلکہ بات اس سے شروع کرو کہ حق وصداقت کے وہ کون سے اجزاء ہیں جو تمہارے اور اس کے درمیان مشترک ہیں یعنی آغاز کلام نکات اختلاف سے نہیں بلکہ نکات اتفاق سے ہونا چاہئے پھر انہی متفق علیہ امور سے استدلال کر کے مخاطب کو یہ سمجھانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ جن امور میں تمہارے اور اس کے درمیان اختلاف ہے ان میں تمہارا مسلک متفق علیہ بنیادوں سے مطابقت رکھتا ہے اور مقابل کا مسلک ان سے متضاد ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے یہاں تلقین فرمایا کہ اہل کتاب سے جب سابقہ پیش آئے تو سب سے پہلے مثبت طور پر اپنا یہی موقف ان کے سامنے پیش کرو کہ جس خدا کو تم مانتے ہو اسی کو ہم مانتے ہیں۔ اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔ اس کی طرف سے جو احکام وہدایات وتعلیمات آئی ہیں ان سب کے آگے ہمارا سرتسلیم خم ہے خواہ وہ تمہارے ہاں آئی ہوں یا ہمارے ہاں۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں ملک۔ قوم اور نسل کے بندے نہیں کہ ایک جگہ خدا کا حکم آئے تو مانیں اور اسی خدا کا دوسری جگہ حکم آئے تو نہ مانیں۔ مگر یہ دلیل وہی پیش کرسکتا ہے جو خود پہلے اپنے آپ کو **نحن له مسلمون** کا مصداق بنالے کہ ہم تو اسی کے فرمانبردار اور تابعدار ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے سے تبلیغ دین کے معاملہ میں گفتگو کرنے سے پہلے خود پورا مسلم اور فرمانبردار اور تابعدار ہونا چاہئے ورنہ کس منہ سے کہے گا **نحن له مسلمون** کہ ہم تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔

یہاں منکرین میں سے اہل کتاب سے گفتگو کی ہدایت دی گئی۔ آگے عام منکرین توحید رسالت یعنی کفار ومشرکین کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت اور دلیل دی جاتی ہے اور ان سے طرز گفتگو تلقین فرمایا جاتا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں یہ حق ناشناس لوگ کچھ شبہ نکالتے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

بلکہ یہ کتاب خود بہت سی واضح دلیلیں ہیں اُن لوگوں کے ذہن میں جن کو علم عطا ہوا ہے اور ہماری آیتوں سے بس ضدی لوگ انکار کئے جاتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کے پاس سے نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوئیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ نشانیاں تو خدا کے قبضہ میں ہیں، اور میں تو صرف ایک صاف صاف

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ڈرانے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوئی کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی جو اُن کو سنائی جاتی رہتی ہے، بلاشبہ اس کتاب میں

لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ

ایمان لانے والے لوگوں کیلئے بڑی رحمت اور نصیحت ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بس ہے، اس کو سب چیز کی خبر ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

جو آسمانوں میں ہے، اور زمین میں ہے، اور جو لوگ جھوٹی باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کے منکر ہیں تو وہ لوگ بڑے زیاں کار ہیں۔

وَ اور	مَا نہ	كُنْتَ تَتْلُوْا آپ پڑھتے تھے	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل	مِنْ كِتٰبٍ کوئی کتاب	وَلَا تَخُطُّهٗ اور نہ اسے لکھتے ہیں	
بِيَمِيْنِكَ اپنے داہنے ہاتھ سے	اِذًا اس (صورت) میں	لَّارْتَابَ البتہ شک کرتے	الْمُبْطِلُوْنَ حق ناشناس	بَلْ هُوَ بلکہ وہ (یہ)	اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ واضح آیتیں	
فِيْ صُدُوْرِ سینوں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا	وَمَا يَجْحَدُ اور نہیں انکار کرتے	بِاٰيٰتِنَآ ہماری آیتوں کا	اِلَّا مگر (صرف)	
الظّٰلِمُوْنَ ظالم	وَقَالُوْا اور وہ بولے	لَوْلَآ کیوں نہ	اُنْزِلَ نازل کی گئی	عَلَيْهِ اس پر	اٰيٰتٌ نشانیاں	مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب سے
قُلْ آپ فرمادیں	اِنَّمَا اسکے سوانہیں	الْاٰيٰتُ نشانیاں	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	وَ اور	اِنَّمَآ اَنَا اسکے سوانہیں کہ میں	نَذِيْرٌ ڈرانیوالا
مُّبِيْنٌ صاف صاف	اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ کیاان کیلئے کافی نہیں	اَنَّآ اَنْزَلْنَا کہ ہم نے نازل کی	عَلَيْكَ آپ پر	الْكِتٰبَ کتاب	يُتْلٰى پڑھی جاتی ہے	
عَلَيْهِمْ ان پر	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَرَحْمَةً البتہ رحمت ہے	وَّذِكْرٰى اور نصیحت	لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يُّؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہیں
قُلْ آپ فرمادیں	كَفٰى کافی ہے	بِاللّٰهِ اللہ	بَيْنِيْ وَ میرے درمیان اور	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	شَهِيْدًا گواہ	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے
مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین میں	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	بِالْبَاطِلِ باطل پر	وَكَفَرُوْا اور وہ منکر ہوئے
بِاللّٰهِ اللہ کے	اُولٰۗىِٕكَ وہی ہیں	هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہ گھاٹا پانے والے				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں منکرین میں سے اہل کتاب سے مباحثہ اور دینی گفتگو کی ہدایات دی گئی تھیں اس کے بعد بتلایا گیا تھا کہ

جیسے پہلے آسمانی کتابیں تورات وانجیل وغیرہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں۔ اسی طرح یہ آخری کتاب یعنی قرآن حکیم بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے چنانچہ جو اہل کتاب انصاف پسند اور منصف مزاج ہیں وہ اپنی کتاب کی بشارات کی بنا پر قرآن کی صداقت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے سچا ماننے میں پس وپیش نہیں کرتے اور اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ اب جو لوگ قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے عام منکرین ہیں یعنی کفار ومشرکین ان کے لئے قرآن کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل دی جاتی ہے۔ نزول قرآن سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیس سال ان ہی مکہ والوں میں گزر چکے تھے اور سب جانتے تھے کہ اس مدت میں نہ آپ کسی استاد کے پاس بیٹھے۔ نہ ظاہری پڑھنا لکھنا سیکھا۔ نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ کبھی قلم ہاتھ میں پکڑا۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل پرستوں کو شبہ نکالنے کی گنجائش رہتی کہ شاید اگلی کتابیں پڑھ کر ان کی باتیں نوٹ کر لی ہوں گی اور ان ہی کو اب آہستہ آہستہ اپنی عبارت میں ڈھال کر سنا دیتے ہیں۔ گو اس وقت بھی یہ کہنا غلط ہوتا کیونکہ کوئی پڑھا لکھا انسان بلکہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی مل کر اور کل مخلوق کی طاقت کو اپنے ساتھ ملا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے۔ اور پوری کتاب تو درکنار اس جیسی ایک سورۃ یا چند آیتیں بھی نہیں لا سکتے تاہم جھوٹوں کو بات بنانے کا ایک موقع ہاتھ لگ جاتا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا مسلمات میں سے ہے اور مخالفین بھی اس کو مانتے ہیں تو اس سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی۔ اب یہ سچائی کے دشمن کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب نہیں اور بجز ہٹ دھرموں کے کسی کو اس میں شبہ کی کیا گنجائش ہے۔ یہ کتاب تو حقیقت میں روشن اور واضح دلائل کا مجموعہ ہے ان لوگوں کے ذہنوں میں جن کو کہ علم عطا ہوا ہے۔ مضامین قرآن اپنے لئے آفتاب کی طرح اہل علم کے نزدیک آپ دلیل ہیں کہ یہ انسانی کلام نہیں لیکن پھر بھی جو ایسی کتاب کا انکار کرے تو بڑا بے انصاف ہے اور اس کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو ظلم پر کمربستہ ہیں اور ضدی وہٹ دھرم ہیں۔ تو ایسی ناانصافی کا کیا علاج جب کہ ایک شخص یہی ٹھان لے کہ میں کبھی سچی بات نہ مانوں گا۔ اس طرح تو وہ روشن سے روشن چیز کا انکار کر دے گا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ باوجود عطاء معجزۂ قرآن کے محض براہ عناد وضد یوں کہتے ہیں کہ ہماری فرمائشی نشانیاں کیوں نہیں ظاہر کی جاتیں۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یوں کہہ دیجئے کہ فرمائشی نشانیاں لانا یا معجزات دکھانا میرے اپنے اختیار کی چیز نہیں۔ یہ تو خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ میں بارے کے نتائج سے تم کو صاف لفظوں میں آگاہ کر دوں اور عذاب الٰہی سے ڈراؤں باقی حق تعالیٰ میری تصدیق کے لئے جو نشانیاں چاہے دکھلا دے۔ یہ اس کے اختیار میں ہے یہ جواب تو منکرین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوایا گیا اب آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا یہ نشان کافی نہیں جو کتاب ان کو رات دن پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ اس سے بڑا نشان کونسا ہوگا۔ کیا یہ منکرین دیکھتے نہیں کہ اس کتاب کے ماننے والے کس طرح سمجھ حاصل کرتے جاتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ تو اگر یہ منکرین ایسے کھلے ہوئے دلائل کے بعد بھی ایمان نہ لاویں تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ آخری بات جواب کے طور پر کہہ دیجئے کہ تم مانو یا نہ مانو میری رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے وہ تمہاری تکذیب وسرکشی کو اور میری سچائی وخیر خواہی کو بخوبی جانتا ہے کیونکہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اس پر میری سچائی روشن ہے کہ میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں اور اسی کی کہی ہوئی تم سے کہتا ہوں۔ اس پر ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ باطل کو ماننے والے اور خدا کو نہ ماننے والے ہی نقصان اور خسارہ میں ہیں اور قیامت کے دن انہیں اپنی بداعمالی کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ یہ انسان کی کتنی بڑی شقاوت اور خسران ہے کہ جھوٹی بات کو خواہ وہ کتنی ہی ظاہر ہو اس کو قبول کر لے اور سچی بات سے گو کتنی ہی روشن ہو انکار کرتا رہے۔

ابھی اسی سلسلہ میں کفار ومشرکین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ۚ وَلَيَأْتِيَنَّهُم

اور یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضہ کرتے ہیں، اور اگر علمِ الٰہی میں عذاب آنے کی میعاد معین نہ ہوتی، تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا، اور وہ عذاب اُن پر دفعتاً آ پہنچے گا،

بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٣﴾ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٥٤﴾

اور اُن کو خبر بھی نہ ہوگی، یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضہ کرتے ہیں، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جہنم ان کافروں کو گھیر لے گی۔

يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ

جس دن کہ اُن پر عذاب اُن کے اُوپر سے اور اُن کے نیچے سے گھیر لے گا اور حق تعالیٰ فرمائے گا کہ جو کچھ کرتے رہے ہو

تَعْمَلُونَ ﴿٥٥﴾ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾

(اب اُس کا مزہ) چکھو۔ اے میرے ایماندار بندو میری زمین فراخ ہے سو خالص میری ہی عبادت کرو۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے، اور اچھے عمل کئے

لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ نِعْمَ

ہم اُن کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، (نیک) کام کرنے والوں کا

أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٥٨﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٥٩﴾ وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ

کیا اچھا اجر ہے۔ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کیا کرتے تھے۔ اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اُٹھا کر نہیں رکھتے،

رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٠﴾

اللہ ہی ان کو روزی پہنچاتا ہے، اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ اور وہ آپ سے جلدی کرتے ہیں	بِالْعَذَابِ عذاب کی	وَلَوْلَا اور اگر نہ	أَجَلٌ میعاد	مُّسَمًّى مقرر	لَّجَاءَهُمُ تو آ چکا ہوتا ان پر	
الْعَذَابُ عذاب کی	وَلَيَأْتِيَنَّهُم اور ضرور ان پر آئیگا	بَغْتَةً اچانک	وَهُمْ اور وہ	لَا يَشْعُرُونَ انہیں خبر نہ ہوگی	يَسْتَعْجِلُونَكَ وہ آپ سے جلدی کرتے ہیں	
بِالْعَذَابِ عذاب کی	وَإِنَّ اور بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	لَمُحِيطَةٌ البتہ گھیرے ہوئے	بِالْكَافِرِينَ کافروں کو	يَوْمَ (جس) دن	
يَغْشَاهُمُ انہیں ڈھانپ لے گا	الْعَذَابُ عذاب	مِن فَوْقِهِمْ ان کے اوپر سے	وَ اور	مِن تَحْتِ نیچے سے	أَرْجُلِهِمْ ان کے پاؤں	
وَيَقُولُ اور وہ کہے گا	ذُوقُوا چکھو تم	مَا جو	كُنتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے	يَا عِبَادِيَ اے میرے بندو	الَّذِينَ آمَنُوا جو ایمان لائے	
إِنَّ بیشک	أَرْضِي میری زمین	وَاسِعَةٌ وسیع	فَإِيَّايَ پس میری ہی	فَاعْبُدُونِ پس تم عبادت کرو	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	ذَائِقَةُ چکھنا

الْمَوْتِ موت	ثُمَّ اِلَيْنَا پھر ہماری طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے	وَ اور	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے
الصّٰلِحٰتِ نیک	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ہم ضرور انہیں جگہ دینگے	مِّنَ سے	الْجَنَّةِ جنت	غُرَفًا بالاخانے	تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا اسکے نیچے سے
الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	نِعْمَ اَجْرُ (کیا ہی) اچھا اجر	الْعٰمِلِيْنَ کام کرنیوالے	الَّذِيْنَ صَبَرُوْا جن لوگوں نے صبر کیا
وَعَلٰى رَبِّهِمْ اور وہ اپنے رب پر	يَتَوَكَّلُوْنَ وہ بھروسہ کرتے ہیں	وَكَاَيِّنْ اور بہت سے	مِّنْ دَآبَّةٍ جانور جو	لَا تَحْمِلُ نہیں اٹھاتے	
رِزْقَهَا اپنی روزی	اَللّٰهُ اللہ	يَرْزُقُهَا انہیں روزی دیتا ہے	وَاِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی	وَهُوَ اور وہ	السَّمِيْعُ سننے والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایک اعتراض یہ نقل فرمایا گیا تھا کہ یہ کفار یوں کہتے ہیں کہ ہم تو انہیں رسول جب مانیں جب ہمارے منہ مانگے معجزہ اور نشانیاں ہمیں دکھائیں اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیا گیا تھا کہ یہ میرے قبضہ کی بات نہیں کہ جو نشان تم طلب کیا کرو میں وہی دکھلا دیا کروں نہ کسی نبی کی تصدیق اس بات پر موقوف ہو سکتی ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ تمہیں برے کاموں کے انجام سے صاف صاف ڈراؤں اور آگاہ کرتا رہوں باقی حق تعالیٰ میری تصدیق کے لئے جو نشان چاہے دکھلا دے یہ اس کے اختیار میں ہے۔ اب کفار مکہ کا ایک دوسرا قول نقل فرمایا جاتا ہے جو یہ کہتے کہ اگر ہم باطل پر ہیں تو جس عذاب سے ہمیں بار بار ڈرایا جاتا ہے وہ ہم پر کیوں نہیں آ جاتا۔ کفار یہ بار بار چیلنج کے انداز میں مطالبہ کرتے کہ اگر تم واقعی سچے ہو تو وہ عذاب کیوں نہیں لے آتے جس سے ڈراوے دیتے ہو۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہ منکرین عذاب میں جلدی کر رہے ہیں۔ ان کے کرتوت تو بیشک ایسے ہی ہیں کہ ان پر عذاب فوراً آ جاتا۔ لیکن عذاب کا بھی اور چیزوں کی طرح ایک وقت معین ہے۔ جب وہ وقت آ جائے گا تو عذاب بھی اچانک آ جائے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد کفار مسلمانوں کے ہاتھوں قتل وقید ہوئے۔ رہا آخرت کا عذاب تو اس عذاب میں تو یہ پڑے ہی ہیں۔ یہ کفر وشرک اور ظلم جسے اس وقت معمولی بات سمجھ رہے ہیں مرنے کے بعد ہی حقیقت کھل جائے گی جب یہی اعمال جہنم کی آگ اور سانپ بچھو بن کر لپٹیں گے اور جس وقت ان سے کہا جاوے گا کہ لو اب اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو۔

اب جس وقت اس سورۃ اور ان آیات کا نزول ہوا ہے تو مکہ کے کافروں نے مسلمانوں کا جینا دشوار کر رکھا تھا اس لئے مکہ کے مسلمانوں سے ان آیات میں کہا جاتا ہے کہ زندگی سے مقصود اللہ کی عبادت ہے اگر مکہ میں رہ کر خدا کی بندگی کرنی مشکل ہو رہی ہے تو وطن اور قوم کو چھوڑ کر یہاں سے نکل جاؤ۔ خدا کی زمین تنگ نہیں ہے۔ جہاں بھی تم خدا کے مطیع بندے بن کر رہ سکتے ہو وہاں چلے جاؤ۔ یہ آیت **یعبادی الذین امنوآ ان ارضی واسعة فایای فاعبدون** (اے میرے ایماندار بندو! میری زمین وسیع ہے پس تم میری ہی بندگی کرو) صاف بتلا رہی ہے کہ اے اہل ایمان جہاں کافروں کے تسلط کی وجہ سے تم ارکان اسلام آزادی کے ساتھ ادا نہ کر سکو تو وہاں سے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے کہیں اور چلے جاؤ۔ اہل ایمان کو چاہئے کہ عبادت الٰہی کو مقصود اصل رکھیں اور آخرت کو اپنا وطن اصلی جانیں اس لئے جہاں عبادت میسر نہ آ سکے وہاں سے ہجرت کر کے ایسی جگہ چلے جائیں جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی میسر آ سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل اسلام کا یہ عذر قابل سماعت نہیں کہ فلاں شہر یا فلاں ملک میں کفار غالب تھے اس لئے ہم اللہ کی توحید اور اس کی عبادت سے مجبور رہے۔ ان کو چاہئے کہ اس سرزمین کو جہاں وہ کفر ومعصیت پر مجبور کئے جائیں اللہ کی رضا کے لئے چھوڑ دیں اور کوئی ایسی جگہ تلاش کریں جہاں آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام پر خود بھی عمل کر سکیں۔ اور دوسروں کو بھی تلقین کر سکیں۔ وطن

مالوف کی اقامت کواللہ کی عبادت کے مقابلہ میں ترجیح نہ دیں۔

اب یہاں ترک وطن اور ہجرت کا جوحکم دیا گیا تو ظاہر ہے کہ ترک وطن میں دوقسم کے خطرات انسان کو عادۃً پیش آتے ہیں۔ ایک تو جان کی فکر اور خطرہ، دوسرے روزی کا فکر کہ دوسری نئی جگہ جا کر رزق کا کیا سامان ہوگا اس لئے پہلے یہاں بتلایا جاتا ہے کل نفس ذائقة الموت (ہرشخص کوموت کا مزہ چکھنا ہے)۔یعنی ایک نہ ایک دن تو اس دنیا سے مفارقت لازمی ہے۔موت سے تو کسی کو کسی جگہ کسی حال میں مفر نہیں اس لئے موت سے خوف اور گھبراہٹ مومن کا کام نہیں۔وہ تو ہر حال میں پیش آنی ہی ہے اور پھر مومن کو یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے موت ہرگز نہیں آسکتی۔اس لئے اپنے وطن میں رہنے یا ہجرت کر کے دوسری جگہ جانے میں موت کا خوف حائل نہ ہونا چاہئے خصوصاً جبکہ احکام الٰہیہ کی اطاعت کرتے ہوئے موت آجائے جو دائمی راحتوں اور ابدی لازوال نعمتوں کا ذریعہ ہے جو آخرت میں ملیں گی جس کا ذکر آگے انہیں آیات میں فرمایا گیا ہے۔اور جس کی طرف ثم الینا ترجعون میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ بالآخر سب کو دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف واپس آنا ہے۔تو بہتر یہ ہے کہ ابھی سے ہمارے پاس آنے کی فکر کرلاؤ اور وطن اصلی کی تیاری کرلو۔اگر ہمارے پاس نافرمان ہوکر آئے تو خوف سزا کا ہے اور اگر ہجرت ہماری رضا کے واسطے کی تو ہمارے پاس پہنچنے کے بعد ہم ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اجر عظیم آخرت میں انہی ایمان والوں کو ملیں گے جو صبر اور استقلال سے اسلام اور ایمان کی راہ پر جمے رہے اور اپنے رب پر بھروسہ کر کے ایمان کی خاطر ہر خطرہ سہنے کو تیار ہو گئے اور گھر بار چھوڑ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔

اب دوسرا خطرہ ہجرت کی راہ میں جو یہ ہوتا ہے کہ آگے گزارہ کس طرح ہوگا۔تو اس کا بھی اطمینان دلایا جارہا ہے اور ارشاد ہوتا ہے وکاین من دابة لاتحمل رزقها الله یرزقها وایاکم وهو السمیع العلیم○ (اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ ہی ان کو روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے) یعنی اس پر غور کرو کہ زمین پر خشکی اور پانی میں کتنے بے شمار چرند۔ پرند اور درندے اور آبی حیوانات ہیں جو اپنے رزق جمع کرنے اور رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔نہ تحصیل رزق کے اسباب جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ ان کو روزانہ اپنے فضل سے رزق مہیا کرتے ہیں۔ اللہ ہی تو ان سب کو پال رہا ہے۔ اللہ کی قدرت سے ان کو کسی نہ کسی طرح رزق مل ہی جاتا ہے لہٰذا تم یہ سوچ کر ہمت نہ ہارو کہ اگر ایمان کی خاطر گھر بار چھوڑ کر نکل گئے تو کھائیں گے کہاں سے۔جو خدا جانوروں کو روزی پہنچاتا ہے کیا وہ اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائے گا خوب سمجھ لو رزاق حقیقی وہی ہے جو سب کی باتیں سنتا اور سب کے حال جانتا ہے۔

اب چونکہ یہ سورۃ عنکبوت خاتمہ کے قریب ہے اس لئے اخیر میں اثبات توحید کا مضمون اگلی آیات میں بیان فرما کر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں ایمان کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرماویں جو دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں ہمیں عذاب الٰہی سے محفوظ رکھیں۔حق تعالیٰ ہمیں اپنی عبادت اور شریعت مطہرہ کے موافق زندگی گزارنے کا ماحول نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ

اور اگر آپ اُن سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور جس نے سُورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ

اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ

اللہ ہے پھر کدھر اُلٹے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہے روزی فراخ کر دیتا ہے، اور جس کیلئے چاہے تنگ کر دیتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ

بیشک اللہ ہی سب چیز کے حال سے واقف ہے۔ اور اگر آپ اُن سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اسے

الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

زمین کو بعد اس کے کہ خشک پڑی تھی تر و تازہ کر دیا۔ تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ بھی اللہ ہے، آپ کہیے کہ الحمدللہ، بلکہ ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ

اور یہ دُنیوی زندگی بجز لہو و لعب کے اور کچھ بھی نہیں، اور اصل زندگی عالم آخرت ہے،

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾

اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔

وَلَئِنْ اور البتہ اگر	سَاَلْتَهُمْ تم پوچھو اُن سے	مَنْ خَلَقَ کس نے بنایا	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَسَخَّرَ اور مسخر کیا کام میں لگایا		
الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	لَيَقُوْلُنَّ وہ ضرور کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	فَاَنّٰى پھر کہاں	يُؤْفَكُوْنَ وہ اُلٹے پھرے جاتے ہیں	اَللّٰهُ اللہ	
يَبْسُطُ فراخ کرتا ہے	الرِّزْقَ روزی	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کر دیتا ہے			
لَهٗ اس کیلئے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا	عَلِيْمٌ جاننے والا	وَلَئِنْ اور البتہ اگر	سَاَلْتَهُمْ تم ان سے پوچھو	مَنْ کس نے	
نَزَّلَ اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَاَحْيَا پھر زندہ کر دیا	بِهٖ اس سے	الْاَرْضَ زمین	مِنْ بَعْدِ بعد	مَوْتِهَا اس کا مرنا
لَيَقُوْلُنَّ البتہ وہ کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	قُلِ آپ کہہ دیں	الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ کیلئے	بَلْ لیکن	اَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر		
لَا يَعْقِلُوْنَ وہ عقل سے کام نہیں لیتے	وَمَا اور نہیں	هٰذِهٖ یہ	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	اِلَّا لَهْوٌ سوائے کھیل	وَلَعِبٌ اور کود		
وَاِنَّ اور بیشک	الدَّارَ الْاٰخِرَةَ آخرت کا گھر	لَهِيَ البتہ وہی	الْحَيَوَانُ زندگی	لَوْ کاش	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہوتے		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو ہجرت کا حکم اور تلقین و ترغیب دی گئی تھی۔ اب بھی جہاں فرائض دینی ادا کرنے سے اہل اسلام کو مانع ہو تو وہاں سے ہجرت واجب ہے اور کس جگہ ہجرت کی جائے اس کی کوئی خصوصیت نہیں۔ جہاں آزادی سے ارکان اسلام ادا کر سکے وہاں چلا جاوے۔ اب آگے چونکہ مضمون توحید نہایت مہتم بالشان ہے اس لئے ختم سورۃ کے قریب پھر اسی مضمون کو بیان فرمایا جاتا ہے اور ثابت کیا جاتا ہے کہ معبود برحق صرف

ایک ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ مشرکین مکہ بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے تو قائل تھے۔ وہ بھی اس بات کو مانتے تھے کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا۔ چاند و سورج کو مسخر کرنے والا اور دن رات پے در پے لانے والی اللہ کی ذات ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں بکثرت توحید ربوبیت کے ساتھ توحید الوہیت کا ذکر فرمایا گیا ہے اور مشرکین مکہ کو توحید ربوبیت سے توحید الوہیت کی طرف دعوت دی گئی ہے کہ جب تمام چیزوں کا خالق اور مالک اور رازق خدائے تعالیٰ ہے تو پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ مشرکین ایام جاہلیت میں حج وعمرہ میں لبیک پکارتے ہوئے بھی خدا کے شریک نہ ہونے کا اقرار کرتے تھے مگر اس کے ساتھ بت پرستی بھی ان میں رائج تھی چنانچہ وہ لبیک حج کے موقع پر اس طرح کہتے تھے۔ **لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکه وما ملک** یعنی خدایا ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسے شریک کہ جن کا مالک اور جن کے ملک کا مالک بھی تو ہی ہے۔ اس شرک آمیز لبیک کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وعمرہ کے موقع پر اہل اسلام کو یہ لبیک سکھلائی۔ **لبیک اللھم لبیک. لبیک لاشریک لک لبیک. ان الحمد والنعمة لک والملک. لاشریک لک.** حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں۔ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اور سب نعمتیں تیری ہی عطا کی ہوئی ہیں اور ملک بھی تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

الغرض ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ان مشرکین سے جو کہ خود ہی شرک نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی بجبر مشرک بناتے ہیں یہ پوچھیں کہ آسمان وزمین غرض تمام جہان کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے مقررہ کام پر لگایا تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر یہ اقرار کرنے کے بعد ان کو اوندھی مت انہیں کہاں اٹھائے لئے جا رہی ہے اور وہ برخلاف اقرار کے کیوں شرک میں گرفتار ہیں۔ پھر رزق کا انتظام بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہی جسے جتنا چاہتا ہے دیتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز سے واقف ہے اور ہر بات کی مصلحت جانتا ہے۔ جس کو بہت دینا ہوتا ہے اس کے لئے ویسے ہی اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔ جس کو کم دینا ہوتا ہے اس کے ویسے ہی سامان فرما دیتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کس کے لئے فراخی مناسب ہے اور کس کے لئے تنگی۔ اسی طرح اسے حال بدلتے بھی دیر نہیں لگتی جب چاہتا ہے مفلس کو مالدار اور مالدار کو مفلس اور خوشحال کو بدحال اور بدحال کو خوشحال بنا دیتا ہے۔ اس کا بھی ان مشرکین کو اقرار ہے۔ پھر اگر آپ ان مشرکین سے یہ پوچھیں کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ آسمان سے مینہ کون برساتا ہے جس سے خشک مردہ زمین ہری اور تروتازہ ہو جاتی ہے اور انواع واقسام کی چیزیں اس میں اگ آتی ہیں۔ وہ یہی جواب دیں گے کہ یہ سب اللہ ہی کرتا ہے تو آپ کہئے کہ شکر ہے خدا کا کہ تم پر حجت تمام ہوگئی اور تم نے توحید کو تسلیم کر لیا۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے مذکورہ بالا اقراروں سے ثبوت توحید ایسا نہیں ہے کہ سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اور توحید الوہیت سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور وجہ اس نہ سمجھنے کی دنیا کی محبت اور اس میں انہماک ہے لیکن یہ بھی ان کی غلطی ہے کیونکہ دنیاوی زندگی مثل تھوڑی دیر کی تفریح اور کھیل کود کی طرح ہے۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس دنیاوی زندگی میں اس قدر انہماک کہ جس سے آخرت فوت ہو جاوے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی لہو ولعب میں مصروف ہو کر اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرے اور ظاہر ہے کہ یہ سراسر خلاف عقل ہے۔ اس لئے ان کا یہ انہماک فی الدنیا ضرور خلاف عقل ہے۔ کاش کہ وہ اس کو جانتے ہوتے اور ایسی غلطی نہ کرتے۔

یہاں یہ آیت **وما ھذہ الحیٰوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون** (اور یہ دنیوی زندگی بجز لہو ولعب کے اور کچھ بھی نہیں اور اصل زندگی عالم آخرت ہے۔ اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے) دنیا کی بے ثباتی اور ترغیب وترجیح آخرت میں بالکل صریح ہے۔ اور یہ کفار ومشرکین کے حق میں لائی گئی ہے کہ یہ ان کی بے عقلی ہے کہ فانی دنیا میں منہمک ہو کر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کو بھلا رہے ہیں مگر آج باوجود دعوائے ایمان قرآنی کے دن و رات دنیا کی ترقی کی رٹ لگانے والوں کے سامنے اگر آپ یہ آیت پڑھیں اور کہیں کہ دنیا کی ترقی کے بجائے آخرت کی ترقی کی بھی سوچو تو آپ خود اندازہ لگالیں کہ آپ کو کیا جواب ملے گا۔ بس سوائے **انا للہ وانا الیه راجعون** پڑھنے کے اور کیا کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس امت مسلمہ پر رحم وکرم فرمائیں اور اس کی غیب سے اصلاح کی صورتیں فرمائیں۔

ابھی آگے بھی خاتمہ کی آیات میں شرک اور مشرکین کی مذمت اور توحید کی حقانیت بیان فرمائی گئی ہے۔ جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ

پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں، تو خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ فوراہی

يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا

شرک کرنے لگتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو نعمت ان کو دی ہے اس کی ناقدری کرتے ہیں، اور یہ لوگ چندے اور حظ حاصل کرلیں، پھر قریب ہی ان کو خبر ہوئی جاتی ہے۔

حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ

کیا ان لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے امن والا حرم بنایا ہے، اور ان کے گرد و پیش میں لوگوں کو نکالا جا رہا ہے پھر کیا یہ لوگ جھوٹے معبود پر ایمان لاتے اور ان اللہ کی نعمتوں کی

يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ

ناشکری کرتے ہیں اور اس شخص سے زیادہ کون ناانصاف ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے اور جب سچی بات اس کے پاس پہنچے وہ اس کو جھٹلا دے،

أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ

کیا کافروں کا جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم اُن کو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھا دیں گے،

سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾

اور بیشک اللہ کی (رضا و رحمت) ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے۔

فَإِذَا پھر جب	رَكِبُوا وہ سوار ہوتے ہیں	فِي الْفُلْكِ کشتی میں	دَعَوُا اللَّهَ اللہ کو پکارتے ہیں	مُخْلِصِينَ خالص رکھ کر	لَهُ الدِّينَ اس کیلئے اعتقاد
فَلَمَّا پھر جب	نَجَّاهُمْ وہ انہیں نجات دیتا ہے	إِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف	إِذَا هُمْ ناگہاں (فوراً) وہ	يُشْرِكُونَ شرک کرنے لگتے ہیں	
لِيَكْفُرُوا تاکہ ناشکری کریں	بِمَا وہ جو	آتَيْنَاهُمْ ہم نے انہیں دیا	وَلِيَتَمَتَّعُوا اور تاکہ وہ فائدہ اٹھائیں	فَسَوْفَ پس عنقریب وہ	يَعْلَمُونَ جان لیں گے وہ
أَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	أَنَّا جَعَلْنَا کہ ہم نے بنایا	حَرَمًا حرم سرزمین مکہ	آمِنًا امن کی جگہ	وَ جبکہ	يُتَخَطَّفُ اچک لئے جاتے ہیں
النَّاسُ لوگ	مِنْ سے کے	حَوْلِهِمْ اس کے اردگرد	أَفَبِالْبَاطِلِ کیا پس باطل پر	يُؤْمِنُونَ ایمان لاتے ہیں	وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ اور اللہ کی نعمت کی
يَكْفُرُونَ ناشکری کرتے ہیں	وَمَنْ اور کون	أَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنِ اس سے جس نے	افْتَرَىٰ باندھا	عَلَى اللَّهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ
أَوْ كَذَّبَ یا جھٹلایا اس نے	بِالْحَقِّ حق کو	لَمَّا جب	جَاءَهُ وہ آیا اس کے پاس	أَلَيْسَ کیا نہیں	فِي جَهَنَّمَ جہنم میں	مَثْوًى ٹھکانہ
لِلْكَافِرِينَ کافروں کیلئے	وَ اور	الَّذِينَ جَاهَدُوا جن لوگوں نے کوشش کی	فِينَا ہماری (راہ) میں	لَنَهْدِيَنَّهُمْ ہم ضرور انہیں ہدایت دیں گے	
سُبُلَنَا اپنے راستے	وَإِنَّ اور بیشک	اللَّهَ اللہ	لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ البتہ ساتھ ہے نیکوکاروں کے		

تفسیر و تشریح:۔ یہ سورۂ عنکبوت کی آخری آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ ر یلتاں اور توحید کے اثبات کے سلسلہ میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر ہوا تھا کہ دنیوی زندگی تھوڑی دیر کے کھیل کود کی طرح ہے۔ اسے کوئی دوام نہیں اور اس کو کوئی ثبات نہیں البتہ دار آخرت کی زندگی دوام اور بقا کی زندگی ہے اور

وہ زوال اور فنا سے پاک ہے اور مشرکین کو سمجھایا گیا تھا کہ جب تم اللہ کو خالق ورازق جانتے ہو تو لازم ہے کہ کفر وشرک سے بچ کر اسی ایک ذات کی عبادت اور بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین کا رویہ یہ ہے کہ جب کشتی طوفان میں گھر جائے تو بے بسی اور بے کسی کے وقت اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں اور ان معبودوں کو جن کی پوجا پاٹ میں دن رات لگے رہتے ہیں سب کو بھول جاتے ہیں۔ پھر جہاں آفت سر سے ٹلی اور خشکی پر قدم رکھا تو اللہ کے احسانوں سے منہ موڑ کر پھر جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنا شروع کر دیا۔ یہ مشرکین عرب کی عام حالت تھی۔ چنانچہ اس ضمن میں مفسرین نے معتبر روایات سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو عکرمہ جو ابوجہل کے بیٹے تھے مکہ سے بھاگ نکلے اور کسی جگہ چلے جانے کے ارادہ سے کشتی میں بیٹھ گئے۔ اتفاقاً سمندر میں سخت طوفان آیا اور کشتی زیروزبر ہونے لگی۔ جتنے مشرکین کشتی میں تھے سب کہنے لگے کہ یہ موقع صرف اللہ کو پکارنے کا ہے۔ اٹھو اور خلوص کے ساتھ دعائیں کرو۔ اس وقت نجات اسی کے ہاتھ ہے۔ یہ سنتے ہی عکرمہ نے کہا کہ خدا کی قسم اگر سمندر کی اس بلا سے بجز خدا کے اور کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی کی مصیبتوں کو ٹالنے والا بھی وہی ہے۔ خدایا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر یہاں سے بچ گیا تو سیدھا جا کر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا اور آپ کا کلمہ پڑھ لوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ کے رسول میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے اور مجھ پر رحم و کرم فرمائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی۔ عکرمہ تو فتح مکہ کے موقع پر اپنی جان کے خوف سے مکہ سے بھاگ نکلے تھے لیکن ان کی بیوی ام حکیم فتح مکہ کے دن اسلام لے آئیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عکرمہ ملک یمن بھاگ گئے۔ انہیں اپنے قتل کئے جانے کا بہت بڑا اندیشہ ہے لہٰذا آپ ان کو امن دے دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں میری طرف سے امن ہے۔ یہ اپنے ایک غلام کے ہمراہ اپنے شوہر کی طلب میں نکلیں آخر ام حکیم عکرمہ کے پاس جا پہنچیں اور ان سے کہا کہ میں تمہارے پاس ایک ایسی ذات کی جانب سے آ رہی ہوں جو تمام انسانوں میں سب سے زیادہ بھلے اور بہتر ہیں کیوں اپنے آپ کو تم نے ہلاکت میں ڈالا اور جلاوطنی کی مشقت برداشت کی۔ میں نے تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن طلب کر لیا ہے۔ عکرمہ نے تعجب سے کہا تم نے؟ ام حکیم بولیں ہاں میں نے تمہارے لئے امن طلب کر لیا ہے۔ چنانچہ عکرمہ وہیں سے بیوی کے ساتھ واپس ہو گئے۔ جب یہ مکہ کے قریب ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم لوگوں کے پاس عکرمہ بن ابوجہل مومن اور مہاجر ہو کر آ رہے ہیں۔ تم ان کے باپ کو برا نہ کہنا۔ مرے ہوئے کو برا کہنے سے اس کے زندہ رشتہ داروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ میت کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اللہ اکبر! کیا خلق عظیم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فداہ ابی وامی۔ جب یہ مکہ معظمہ پہنچے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے ہی لپکے اور آپ کے جسم اطہر پر چادر تک نہ تھی اور ان کی آمد سے انتہائی خوش ہوئے اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور عکرمہ آپ کے سامنے کھڑے تھے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی ام حکیم بھی نقاب ڈالے ہوئے تھیں۔ تو عکرمہ نے عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے یعنی بیوی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ نے میرے لئے امن کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا اور تمہارے لئے امن ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں بیشک اللہ کا رسول ہوں اور نمازیں قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور یہ کرو اور یہ کرو چند اور اسلام کے فضائل و احکام آپ نے سمجھائے۔ عکرمہ نے کہا خدا کی قسم آپ نے حق ہی کی طرف بلایا ہے اور آپ نے اچھی ہی باتوں کی دعوت ہے۔ خدا کی قسم آپ تو دعوت حق کی طرف بلانے سے پہلے ہی ہم میں زیادہ صادق القول مشہور تھے اور ہم سب میں آپ زیادہ بھلے تھے اس کے بعد عکرمہ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام لانے سے بہت ہی خوش ہوئے۔ اس کے بعد اور بھی گفتگو ہوئی جو طوالت کی وجہ سے یہاں چھوڑی جاتی ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج

جو کچھ بھی تم مجھ سے مانگو گے میں تم کو دے دوں گا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ آج تک جو عداوت میں نے آپ کے ساتھ برتی ہے یا جو جو باتیں آپ کے متعلق منہ در منہ یا پس پشت کہی ہیں ان سب کو آپ معاف فرمادیں اور ان کے بارے میں اللہ سے طلب مغفرت فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی یہ دعا دی۔ اے میرے اللہ عکرمہ کی ہر وہ عداوت جو انہوں نے میرے ساتھ برتی اور ہر وہ نقل و حرکت جس کے ذریعہ وہ ایسی جگہ چلے جس سے تیرے نور کے بجھانے کا ارادہ کیا ہو ان سب کو معاف کردے اور جو کچھ انہوں نے میری آبروریزی میں مقابلہ میں یا پس پشت کیا ان سب کو معاف فرمادے۔ حضرت عکرمہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں راضی ہوگیا اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ! میں ان تمام اخراجات کو جن کو میں اللہ کی راہ میں رکاوٹ کے لئے خرچ کرتا تھا اب اس سے دگنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا نہ چھوڑوں گا اور جتنی لڑائیاں میں نے اللہ کے راستہ میں رکاوٹ کے لئے لڑیں اس سے دگنی اب اللہ کے راستہ میں لڑوں گا۔ اس کے بعد یہ جہاد میں لگ گئے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں شہید کئے گئے۔ یہ درمیان میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ضمناً آ گیا تھا اوپر بیان یہ ہو رہا تھا کہ جب کسی ایسی مصیبت میں یہ مشرکین عرب پھنستے ہیں جہاں ظاہری اسباب سے مایوسی ہو جاتی تو پھر بڑی عقیدت مندی سے اللہ ہی کو مصیبت کے دور کرنے کے لئے پکارتے۔ پھر جہاں مصیبت دور ہوئی تو پھر غیر اللہ کو پکارنا شروع کر دیا۔ آگے حق تعالیٰ مشرکین کی اس حالت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ تو گویا ان کی یہ غرض ہوئی کہ اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے رہیں اور دنیا کے مزے اڑاتے رہیں۔ خیر بہتر ہے چند روز دل کے ارمان نکال لیں عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ اس بغاوت و شرارت احسان فراموشی اور ناسپاسی کا کیا نتیجہ ہے۔ آگے کفار مکہ کو ایک ایسی بات یاد دلائی جاتی ہے اور احسان جتلایا جاتا ہے کہ جو ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور وہ یہ کہ کفار مکہ کو اللہ نے اپنے حرم میں جگہ دی کہ جہاں وہ امن و امان سے رہتے ہیں اور کعبہ کی بدولت لوٹ مار سے محفوظ ہیں جبکہ سارے عرب میں کسی کی

زندگی اور جان و مال محفوظ نہ تھا۔ جدال و قتال اور لوٹ مار ہوتی رہتی۔ لیکن کعبہ کی حرمت سب کرتے تھے اور مکہ کے لوگ اس کے محافظ سمجھے جاتے تھے جن کا سب احترام کرتے تھے تو یہ امن و امان کی جگہ جسے حرم کہتے ہیں۔ یہ اللہ ہی نے تو بنائی کہ آس پاس چاروں طرف لوگ قتل و قتال کئے اور لوٹے مارے جاتے ہیں لیکن ادھر کا کوئی رخ نہیں کرتا۔ آخر اس جگہ کی عظمت کس نے ان کے دل میں بٹھائی۔ پھر یہ کیا بے انصافی ہے کہ اللہ کا احسان تو یکدم بھلا بیٹھے جس کا ماننا انصاف کی رو سے تم پر فرض تھا اور ہٹ دھرمی سے غلط اور جھوٹے معبودوں کی پرستش کرنے لگے۔ اس سے زیادہ احسان اور صریح ضلالت کیا ہوگی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ سب سے بڑی نا انصافی یہ ہے کہ اللہ کا شریک کسی کو ٹھہرائے۔ یا اس کی طرف وہ باتیں منسوب کرے جو اس کی شان عالی کے لائق نہیں۔ یا پیغمبر جو سچائی لے کر آئے ہیں اسے سنتے ہی جھٹلانا شروع کردے۔ کیا ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ منکروں کا ٹھکانا دوزخ ہے جو ایسی بے باکی اور بے حیائی سے عقل و انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ اب خاتمہ پر دین کے لئے مشقت برداشت کرنے والوں کو بشارت عظمیٰ دے کر سورۃ کو ختم فرمایا جاتا ہے۔ اوپر تو ان کا حال تھا جو اہل کفر اور نفس پرست ہوں اب خاتمہ پر ان کے مقابل وضد اہل ایمان کا بیان ہے کہ جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے ہیں اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا ہے اور اپنے قرب و رضا کی راہیں سجھاتا ہے۔ جوں جوں وہ ریاضات ومجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ان کی معرفت وانکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت ایسے مخلص بندوں کے ساتھ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔

اب یہاں ان خاتمہ کی آیات میں سے کئی باتیں قابل غور ہیں۔ یہاں آیت میں جو یہ فرمایا **فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین له الدین فلما نجھم الی البر اذاھم یشرکون○** کہ جب یہ یعنی مشرکین عرب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور کشتی طوفان یا بھنور میں پھنس کر زیروزبر ہونے لگتی ہے تو اس وقت خالص

اعتقاد کرکے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اس آفت سے نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو پھر فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں اور بتوں کو خدا کا شریک کہنے لگتے ہیں۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ کافر بھی جس وقت اپنے آپ کو بے بس۔ بے کس اور بے سہارا جان کر صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس وقت یہ یقین کرتا ہے کہ خدا کے سوا مجھے اس مصیبت سے کوئی نجات نہیں دے سکتا تو اللہ تعالیٰ کافر کی بھی دعا قبول فرماتے ہیں کیونکہ وہ اس وقت مضطر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مضطر کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور قرآن کریم کی جو دوسری آیت میں ارشاد ہے وما دعآء الکفرین الا فی ضلل۔ یعنی کافروں کی دعا ناقابل قبول ہے تو یہ حال آخرت کا ہے کہ وہاں کافر عذاب سے رہائی کی دعا کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔ دوسری بات یہ بھی ظاہر ہوئی کہ مصیبت کے وقت تو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا اور اس سے فریاد کرنا اور پھر جب حق تعالیٰ اپنے کرم ورحم سے مصیبت کو دور فرمادیں تو پھر اس کریم محسن کو بھول جانا اور اس کی نافرمانی۔ اس سے اعراض اور انحراف کرنا یہ کافرانہ خصلت ہے جیسا کہ قرآن کریم نے مشرکین عرب کی حالت بتلائی۔ افسوس ہے کہ اب یہی کچھ حال مسلمانوں کا دیکھنے میں آتا ہے کہ جہاں کسی مصیبت سے دوچار ہوئے تو خدا کی یاد آئی اور جب مصیبت دور ہوئی تو پھر خدا کی نافرمانی۔ عصیان۔ فسق وفجور میں لگ کر خدا سے غافل اور بے تعلق ہوگئے اللہ تعالیٰ ہمیں اس حالت سے بچائیں اور ہر حال میں ہم کو اپنا صحیح اور قوی تعلق نصیب فرمائیں۔

سورۃ کی آخری آیت والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں یعنی مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے قرب کے راستے ضرور دکھادیں گے تو اس آیت کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ جہاد کے اصلی معنی دین میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے میں اپنی پوری قوت اور توانائی صرف کرنے کے ہیں۔ اس میں وہ رکاوٹیں بھی داخل ہیں جو کفار فجار کی طرف سے پیش آتی ہیں۔ کفار سے جنگ ومقاتلہ اس کی اعلیٰ فرد ہے۔ اور وہ رکاوٹیں بھی داخل ہیں جو اپنے نفس اور شیطان کی طرف سے پیش آتی ہیں۔ جہاد کی ان دونوں قسموں پر اس آیت میں یہ وعدہ ہے کہ ہم جہاد کرنے والوں کو اپنے راستوں کی ہدایت کردیتے ہیں یعنی جن مواقع میں خیر وشر یا حق وباطل یا نفع وضرر میں التباس ہوتا ہے اور عقلمند انسان سوچتا ہے کہ کس راہ کو اختیار کروں۔ ایسے مواقع میں اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو صحیح۔ سیدھی اور بے خطر راہ بتادیتے ہیں جس میں ان کے لئے خیر وبرکت ہو اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم لوگوں کو دیا گیا ہے تو جو لوگ اپنے علم پر عمل کرنے میں جہاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دوسرے علوم بھی منکشف کردیتے ہیں جو اب تک حاصل نہیں اور حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ جو لوگ طلب علم میں کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے عمل بھی آسان کردیتے ہیں (المعارف القرآن جلد ششم) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے راستہ میں جہاد کرنے اور دین کیلئے مشقت برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

الحمدللہ کہ اب سورۂ عنکبوت کا جس میں ۷ رکوع تھے بیان پورا ہوگیا۔ اس طرح قرآن پاک کے دوثلث کا بیان اختتام کو پہنچا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ان دوثلث کو قبول فرمائیں اور بقیہ ایک ثلث کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس کے بعد اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔ ان شاء اللہ

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے توحید کاملہ نصیب فرمادیں کہ جو ہر آن اور ہر حال میں ہماری نظر اللہ تبارک وتعالیٰ ہی پر ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

2

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۞ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۞ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۞

الٓمّٓ اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لیکر نو سال کے اندر اندر غالب آجاویں گے

فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞

پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی اور اس روز مسلمان اللہ تعالی کی اس امداد پر خوش ہوں گے۔

بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۞ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ

وہ جس کو چاہے غالب کردیتا ہے۔اور وہ زبردست ہے رحیم ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞

ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

الٓمّٓ الٓمّٓ	غُلِبَتِ مغلوب ہوگئے	الرُّوْمُ رومی	فِيْٓ میں	اَدْنَى الْاَرْضِ قریب کی زمین	وَهُمْ اور وہ	مِّنْۢ بَعْدِ بعد
غَلَبِهِمْ اپنے مغلوب ہونے	سَيَغْلِبُوْنَ عنقریب غالب ہوں گے	فِيْ میں	بِضْعِ سِنِيْنَ چند سال	لِلّٰهِ الْاَمْرُ اللہ ہی کیلئے حکم		
مِنْ قَبْلُ پہلے	وَمِنْۢ بَعْدُ اور پیچھے	وَيَوْمَىِٕذٍ اور اس دن	يَّفْرَحُ خوش ہوں گے	الْمُؤْمِنُوْنَ اہل ایمان	بِنَصْرِ اللّٰهِ اللہ کی مدد سے	
يَنْصُرُ وہ مدد دیتا ہے	مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو چاہتا ہے	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ ہے	
لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ خلاف نہیں کرتا اللہ	وَعْدَهٗ اپنا وعدہ	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے		

تفسیر وتشریح:۔الحمدللہ اب اکیسویں پارہ کی سورۂ روم کا بیان شروع ہورہا ہے۔اس وقت سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔مقام نزول۔ موضوع ومباحث اور تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں غلبت الروم کے الفاظ آئے ہیں۔یعنی رومی مغلوب ہوگئے۔چونکہ اس سورۃ میں سلطنت روم کا جس کو انگریزی میں رومن ایمپائر Roman Empire کہتے ہیں ذکر کیا گیا ہے اس لئے نشانی کے طور پر اس سورۃ کا نام ہی سورۃ الروم مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی ہے۔موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی تیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۸۴ لکھا ہے۔یعنی ۸۳ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہوچکی تھیں اور چالیس سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔اس سورت میں ۶۰ آیات۔۶ رکوعات ۸۲۷ کلمات اور ۳۵۴۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ مثل دوسری مکی سورتوں کے اس سورۃ میں بھی عقائد کے متعلق تعلیم ہے یعنی توحید ورسالت کا اثبات۔شرک کی مذمت۔قیامت آخرت۔حشر

نشر۔ جزا وسزا۔ جنت وجہنم۔ بداعمالیوں کے نتائج۔ اللہ کی قدرت و نشانیوں کا ذکر اور قرآن کا مثل باران رحمت ہونا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس سورۃ کے زمانۂ نزول کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ اس زمانہ کی دو بڑی بھاری سلطنتیں ''فارس'' اور ''روم'' مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آتی تھیں۔ شام۔ فلسطین۔ ایشیائے کوچک یہ رومی سلطنت میں شامل تھے۔ اور عیسائیوں کے قبضہ میں یہ حکومت تھی۔ اہل فارس آتش پرست مجوسی مذہب کے پیروکار تھے۔ ان دونوں سلطنتوں میں ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۵ء تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ۵۷۰ء میں ہوئی اور چالیس سال بعد یعنی ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں جنگ روم اور فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئے نبوت اور دین اسلام کی تبلیغ نے مکہ کے لوگوں کے لئے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کردی تھی۔ فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکین مکہ مذہباً اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے اور روم کے عیسائی اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے قریبی دوست سمجھے جاتے تھے۔ جب فارس یعنی مجوسیوں کے غلبہ کی خبر آتی تو مشرکین مکہ خوش ہوتے اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور آئندہ کے لئے خوش کن توقعات باندھتے تھے۔ مسلمانوں کو اس بات سے طبعاً صدمہ ہوتا تھا کہ عیسائی اہل کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں۔ بالآخر ۶۱۴ء کے بعد جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو ۵ سال گزر چکے تھے فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام۔ مصر۔ ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومی عیسائیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ بیت المقدس پر قبضہ کرکے ایرانیوں نے مسیحی دنیا پر قیامت ڈھادی۔ ۹۰ ہزار عیسائی اس شہر میں قتل کیے گئے ان کا سب سے مقدس کلیسہ برباد کردیا گیا اور تمام بڑے بڑے گرجوں کو انہوں نے مسمار کردیا۔ اس فتح کا نشہ خسرو پرویز بادشاہ فارس پر جو چڑھا تھا اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل نامی بادشاہ روم کو لکھا تھا۔ اس خط میں وہ لکھتا ہے۔ ''سب خداؤں سے بڑے خدا تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچالیا''۔ یہ تھا اس مغرور خسرو پرویز کسریٰ ایران کا خط جو اس وقت تقریباً نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا۔ یہاں موقع کی مناسبت سے وہ نامۂ اقدس بھی نقل کیا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خسرو پرویز شہنشاہ فارس کے نام مدینہ منورہ سے یکم محرم ۷ھ کو منجملہ دوسرے سلاطین دنیا کے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے روانہ فرمایا تھا۔ نامہ مبارک کا ترجمہ یہ ہے۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلا اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور یہ شہادت ادا کی کہ خدائے وحدہ لاشریک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں اور میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھے جملہ نسل آدم کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو کوئی زندہ ہے اسے عذاب الٰہی کا ڈر سنا دیا جائے اور جو منکر ہیں ان پر خدا کا قول پورا ہو۔ تو مسلمان ہوجا۔ سلامت رہے گا ورنہ سارے مجوس کا گناہ تیرے ذمہ ہوگا۔''

خسرو پرویز نے اس نامۂ مبارک کو دیکھتے ہی غصہ سے چاک کرڈالا اور زبان سے کہا کہ میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔ اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اس کا وائسرائے یعنی نائب السلطنت تھا اور عرب کا تمام ملک اسی کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا یہ حکم بھیجا کہ اس شخص یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرکے میرے پاس روانہ کردو۔ باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا اور ایک ملکی افسر بھی ہمراہ روانہ کیا جسے یہ ہدایت کی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر گہری نظر ڈالے اور ان کو کسریٰ کے پاس پہنچادے لیکن اگر وہ جانے سے انکار کریں تو واپس آکر رپورٹ کرے۔ جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (نعوذ باللہ) ضرور تباہ ہوجائیں گے کیونکہ شہنشاہ کسریٰ نے انہیں گستاخی کی سزا دینے کا حکم دے دیا ہے جب یہ افسر مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں دوسرے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات

تمہارے بادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا جاؤ اور تحقیق کرو۔ افسر یہ خبر سن کر یمن کو لوٹ گیا وہاں سرکاری اطلاع آ چکی تھی کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور خود تخت کا مالک بن گیا۔ اب یمن کے وائسرائے باذان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات تعلیم و ہدایات کے متعلق مکمل تحقیقات کی اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ اور اسکے درباری اور ملک کا اکثر حصہ مسلمان ہو گیا۔ ادھر جو سفیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خسرو کے پاس بھیجے تھے انہوں نے واپس آ کر عرض کیا کہ شاہ فارس نے نامۂ مبارک کو چاک کر ڈالا اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ اس کی سلطنت کو اسی طرح پارہ پارہ کرے جس طرح اس نے ہمارے خط کو کیا ہے۔ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کیسے خالی جاتی۔ یہ خود اپنے بیٹے کے ہاتھ نہایت بے دردی سے مارا گیا اور وہ حکومت جو نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی آج اس کا نشان بھی نہیں ملتا۔ یہ تذکرہ بیچ میں ضمناً آ گیا تھا۔

بہر حال بیت المقدس کی فتح کے بعد قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا تھا۔ اور بظاہر اسباب کوئی صورت روم کے ابھرنے اور ایرانیوں کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ اس وقت سلطنت روم پر فارس کے غلبہ کا چرچا ہر زبان پر تھا۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے بھی خوب خوشیاں منائیں اور مسلمانوں کو چھیڑنا اور طعنہ دینا شروع کیا کہ دیکھو فارس کے آتش پرست فتح پا رہے ہیں اور وحی اور رسالت کے ماننے والے عیسائی شکست پر شکست کھاتے چلے جا رہے ہیں اسی طرح ہم عرب کے بت پرست بھی تمہارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔ مشرکین عرب مجوسیوں کے فتوحات اور عیسائیوں کے شکست سے بڑے بڑے حوصلہ اور توقعات قائم کرنے لگے حتیٰ کہ بعض مشرکین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی فارسی مجوسیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے ان حالات میں قرآن کریم کی یہ سورۃ نازل ہوئی اور ظاہری اسباب کے بالکل خلاف عام اعلان کر دیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں لیکن ۹ سال کے اندر اندر پھر وہ غالب اور منصور ہوں گے اسی قرآنی پیشگوئی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی۔ واضح رہے کہ اس وقت تک ایسی شرط لگانا اسلام میں حرام نہ ہوا تھا۔ کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں ۱۰۰ اونٹ تم کو دوں گا۔ ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دو گے۔ ادھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایرانیوں پر فتح دی تو میں پیدل چل کر بیت المقدس تک پہنچوں گا خدا کی قدرت دیکھئے کہ قرآنی پیشینگوئی کے مطابق ٹھیک ۹ سال کے اندر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے ایک سال بعد عین معرکۂ بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ کے فضل سے مشرکین مکہ پر نمایاں فتح و نصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے۔ اسی دن یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو خدا تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا۔ قرآن پاک کی اس عظیم الشان پیشینگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین مکہ سے ۱۰۰ اونٹ وصول کئے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سب صدقہ کر دیئے جائیں۔

"الم" اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے جس سے مشرکین خوش ہوئے اور وہ رومی اپنے اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب اہل فارس پر دوسرے مقابلہ میں تین سال سے لے کر ۹ سال کے اندر اندر غالب آ جاویں گے اور یہ غالب اور مغلوب ہونا سب خدا کی طرف سے ہے کیونکہ مغلوب ہونے سے پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور مغلوب ہونے سے پیچھے بھی اللہ ہی کو اختیار ہے جس سے غالب کر دے گا اور اس روز یعنی جب اہل روم غالب آ ویں گے۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے۔ (چنانچہ وہ وقت جنگ بدر میں منصور ہونے کا تھا) وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے۔ کفار کو جب چاہے مغلوب کر دے اور رحیم بھی ہے مسلمانوں کو جب چاہے غالب کر دے اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔ (اس واسطے یہ پیشین گوئی ضرور واقع ہو گی) ولیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے تصرفات کو نہیں جانتے۔"

یہاں منکرین کا ایک جہل اس پیشین گوئی کے نہ ماننے کا بیان ہوا۔ آگے ان کا دوسرا جہل آخرت کے متعلق ظاہر فرمایا جاتا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٧ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا

یہ لوگ صرف دنیوی زندگانی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں کیا انہوں نے اپنے دلوں میں یہ غور نہیں کیا

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ

کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں کسی حکمت ہی سے اور ایک میعاد معین کیلئے پیدا کیا ہے۔

مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝٨ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

اور بہت سے آدمی اپنے رب کے ملنے کے منکر ہیں کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا

ان کا انجام کیا ہوا وہ ان سے قوت میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بھی بویا جوتا تھا اور جتنا انہوں نے اس کو آباد کر رکھا ہے

الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ

اس سے زیادہ اُنہوں نے اس کو آباد کیا تھا اور اُن کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے لے کر آئے تھے سو خدا تعالیٰ ایسا نہ تھا

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٩ۭ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓآٰى

کہ ان پر ظلم کرتا ولیکن وہ تو خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے پھر ایسے لوگوں کا انجام جنہوں نے بُرا کام کیا تھا بُرا ہی ہوا اس وجہ سے

اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ۧ

کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے

يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں	ظَاهِرًا ظاہر کو	مِّنَ سے	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَهُمْ اور وہ	عَنِ سے	الْاٰخِرَةِ آخرت	هُمْ وہ
غٰفِلُوْنَ غافل ہیں	اَوَ کیا	لَمْ يَتَفَكَّرُوْا وہ غور نہیں کرتے	فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے (جیول) میں	مَا نہیں	خَلَقَ پیدا کیا	اللّٰهُ اللہ	
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَآ ان دونوں کے درمیان	اِلَّا مگر	بِالْحَقِّ وَ درست تدبیر کیساتھ	وَ اور	
اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقررہ میعاد	وَاِنَّ اور بیشک	كَثِيْرًا اکثر	مِّنَ النَّاسِ لوگوں سے	بِلِقَآئِ ملاقات سے	رَبِّهِمْ اپنا رب		
لَكٰفِرُوْنَ منکر ہیں	اَوَ کیا	لَمْ يَسِيْرُوْا انہوں نے سیر نہیں کی	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَيَنْظُرُوْا جو وہ دیکھتے	كَيْفَ كَانَ کیسا ہوا		
عَاقِبَةُ انجام	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	كَانُوْٓا وہ تھے	اَشَدَّ بہت زیادہ	مِنْهُمْ ان سے	قُوَّةً قوت میں	
وَّاَثَارُوا اور انہوں نے بویا جوتا	الْاَرْضَ زمین	وَعَمَرُوْهَآ اور انہوں نے اس کو آباد کیا	اَكْثَرَ زیادہ	مِمَّا اس سے جو	عَمَرُوْهَا انہوں نے اسے آباد کیا		
وَجَآءَتْهُمْ اور انکے پاس آئے	رُسُلُهُمْ ان کے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ روشن دلائل کے ساتھ	فَمَا كَانَ پس نہ تھا	اللّٰهُ اللہ	لِيَظْلِمَهُمْ کہ ان پر ظلم کرتا		

وَلٰکِنۡ اور لیکن	کَانُوۡا وہ تھے	اَنۡفُسَهُمۡ اپنی جانیں	یَظۡلِمُوۡنَ ظلم کرتے	ثُمَّ پھر	کَانَ ہوا	عَاقِبَةَ انجام	الَّذِیۡنَ جن لوگوں نے
اَسَآءُوا برے کام کیے	السُّوۡٓاٰی برا	اَنۡ کَذَّبُوۡا کہ انہوں نے جھٹلایا	بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کو	وَکَانُوۡا اور تھے وہ	بِهَا یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ اس سے مذاق کرتے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ فتح شکست اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ آج آتش پرست مجوسی روم کے عیسائیوں پر غالب آئے ہیں تو تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے اور اسی زمانہ میں مسلمان بھی کفار پر ایک نمایاں غلبہ پائیں گے اور ان کو دوہری خوشی نصیب ہوگی۔ یہ اشارہ تھا بدر کی فتح کی طرف چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ اللہ دنیا کی مصلحتوں سے خبردار ہے اور وہ جانتا ہے کہ کس وقت کس کی مدد کرنی مناسب ہے اور کونسا موقع کس کے غالب آنیکا ہے اور کس کے مغلوب ہونے کا پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو وہ ہو کر رہتا ہے۔ تو یہ کفار و منکرین نادان انسان کیا جانیں کہ اس نے کس مصلحت سے ایک کو ہرا دیا اور ایک کو جتا دیا۔ اور دوسرے وقت وہ جیتنے والے کو ہارنے والا اور ہارنے والے کو جیتنے والا کر دے اسی سلسلہ میں اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار منکرین فقط ظاہری اور مادی باتوں کو دیکھتے ہیں اور یہ لوگ دنیوی زندگی کی ظاہری سطح کو جانتے ہیں۔ یہاں کی آسائش اور آرائش۔ کھانا پینا۔ پہننا اوڑھنا۔ بونا جوتنا۔ دولت کمانا۔ مزے اڑانا۔ بس یہی ان کے علم و تحقیق کی انتہائی جولانگاہ ہے۔ اس کی خبر ہی نہیں کہ اس زندگی کی تہہ میں ایک دوسری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں پہنچ کر اس دنیوی زندگی کے بھلے برے نتائج سامنے آئیں گے۔ ضروری نہیں کہ جو شخص یہاں خوشحال نظر آتا ہے وہاں بھی خوشحال رہے۔ بھلا آخرت کا معاملہ تو دور ہے یہیں دیکھ لو کہ ایک شخص یا ایک قوم کبھی دنیا میں عروج حاصل کر لیتی ہے لیکن اس کا آخری انجام ذلت و ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ آگے ارشاد ہوتا

ہے کہ اس عالم دنیا کا اتنا زبردست نظام اللہ تعالیٰ نے یونہی بے معنی اور بیکار نہیں پیدا کیا۔ کچھ اس سے مقصود ضرور ہے اور وہ آخرت میں نظر آئے گا۔ ہاں یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا تو ایک بات بھی تھی لیکن اس کے تغیرات واحوال میں غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ اس کی کوئی حد اور انتہا ضرور ہے۔ لہٰذا ایک وعدہ مقررہ پر یہ عالم فنا ہوگا اور دوسرا عالم اس کے نتیجہ کے طور پر قائم کیا جائے گا۔ یہ منکرین سمجھتے ہیں کہ کبھی خدا کے سامنے جانا ہی نہیں جو حساب کتاب دینا پڑے تو ساری خرابی یہیں سے پیدا ہوئی کہ اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ انہیں اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے۔ پھر بھی دنیا کے عارضی ہونے کا علم اور یہاں بھی اللہ کے نافرمانوں کو سزا ملنے کا حال انہیں پچھلے لوگوں کے حالات سن کر معلوم ہوسکتا ہے کہ بڑی بڑی طاقتور قومیں جنہوں نے زمین کو بوجوت کر لالہ زار و گلزار بنایا اسے کھود کر چشمے۔ نہریں اور کانیں نکالیں۔ ان منکرین مکہ سے بڑھ کر اپنی دنیا کو ترقی دی۔ لمبی لمبی عمریں پائیں اور زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا وہ آج کہاں ہیں؟ جب اللہ کے پیغمبر کھلے نشان اور احکام لے کر آئے اور انہوں نے تکذیب کی تو کیا ان منکرین نے نہیں سنا کہ ان کا انجام کیا ہوا؟ کس طرح تباہ و برباد کیے گئے۔ ان کے ویران کھنڈر اب بھی ملک میں چل پھر کر دیکھ سکتے ہیں کیا ان میں ان بے فکروں کے لئے کوئی عبرت نہیں؟ پھر ان کی تباہی و بربادی میں اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو ظلم کا امکان ہی نہیں۔ ہاں لوگ خود ہی اپنے ہاتھوں اپنے پیر پر کلہاڑی مارتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ بربادی ہو تو یہ اپنی جان پر خود ہی ظلم کرنا ہوا ورنہ اللہ تعالیٰ کے

عدل واحسان کی تو یہ کیفیت ہے کہ بے رسول بھیجے اور بدوں پوری طرح ہوشیار کئے کسی کو پکڑتے بھی نہیں۔ پھر اپنے اعمال کی شامت سے دنیا میں جو بربادی دیکھی وہ تو دیکھی ہی آخرت میں تکذیب اور استہزاء کی جو سزا ہے وہ الگ رہی۔ پس اللہ کی باتوں کو جھٹلانا اور ان کی ہنسی اڑانا کوئی معمولی بات نہیں اس کا انجام دنیا اور آخرت دونوں جگہ برا ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا ہے **یعلمون ظاهراً من الحیٰوة الدنیا وهم عن الأخرة هم غفلون**۔ یہ لوگ صرف دنیوی زندگانی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ منکرین اور کفار کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کی ساری عقلیں اور ساری کوششیں بس اسی مادی کائنات اور اس کے آئین وقوانین اور اس کے ساز وسامان اور عیش وعشرت تک محدود ہیں۔ رہی آخرت تو اس کی طرف سے بے خبر ہی نہیں بے پروا بھی ہیں۔ کوئی فکر بھی اس کے علم کا نہیں کرتے۔ تو اس مذمت سے معلوم ہوا کہ مادیت اور آخرت فراموشی اس سے بڑھ کر اور کیا جہالت ہوگی۔ مگر آج اسلام اور قرآن پر ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کا حال (الا ماشاء اللہ) کیا اس سے کچھ مختلف ہے۔ شیطان نے آج اسی ''جہل'' کو ''علم'' کا رنگ دے دیا ہے۔ دنیوی زندگی کے لئے ظاہری ساز وسامان کی طلب یہ تو ہمارا مقصود زندگی بن گیا ہے۔ جبکہ آخرت اور دین سے جو غفلت ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ یہ آخرت فراموشی کی خصلت تو قرآن نے منکرین کی بتلائی ہے نہ کہ مسلمین اور مؤمنین کی جن کی حالت تو اس کے برعکس ہونی چاہئے یعنی دنیوی زندگی کے ظاہر ساز وسامان سے غفلت اور آخرت کی ہمہ وقت فکر وطلب اور پھر ستم یہ کہ اگر آپ ان کی آخرت فراموشی کے باب میں زبان کھولیں تو اس کو ملا پن کہہ کر حقارت آمیز طعن وتشنیع سے ٹال دیا جاتا ہے۔ اس حالت میں سوائے **انا لله وانا اليه راجعون** کہنے کے اور کیا کہا جائے اور کیا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے ہماری اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرمائیں۔

الغرض یہاں آخرت فراموشی کی مذمت فرمائی گئی۔ اب آگے وقوع آخرت۔ اور وہاں کا انجام جزا وسزا کی شکل میں جو ظاہر ہونا ہے وہ بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ دنیوی زندگانی اور آخرت کی حقیقت کو صحیح معنی میں ہمارے دلوں میں اتار دیں۔ تاکہ ہماری ساری فکر دنیا سے ہٹ کر آخرت پر لگ جائے اللہ تعالیٰ ہمیں ان خصائل اور بداعمالیوں سے بچائیں جن کی وجہ سے گذشتہ امتوں پر تباہی آئی۔ حق تعالیٰ آخرت کی غفلت کو ہمارے دلوں سے دور فرمائیں اور ہمہ وقت زادِ آخرت کی فکر اور تیاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾

اللہ تعالیٰ خلق کو اول بار بھی پیدا کرتا ہے۔ پھر وہی دوبارہ بھی اس کو پیدا کریگا۔ پھر اُس کے پاس لائے جاؤ گے۔ اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز مجرم لوگ حیرت زدہ رہ جاویں گے

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

اوران کے شریکوں میں سے ان کا کوئی سفارشی نہ ہوگا اور یہ لوگ اپنے شریکوں سے منکر ہوجاویں گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب آدمی جدا جدا

يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾

ہوجاویں گے یعنی جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے وہ تو باغ میں مسرور ہوں گے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا وہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

اَللّٰهُ اللہ	يَبْدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے	الْخَلْقَ خلقت	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر وہ اسے دوبارہ (پیدا) کریگا	ثُمَّ اِلَيْهِ پھر اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے	
وَيَوْمَ اور جس دن	تَقُوْمُ السَّاعَةُ برپا ہوگی قیامت	يُبْلِسُ ناامید رہ جائیں گے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم	وَلَمْ يَكُنْ اور نہ ہوں گے	لَهُمْ ان کیلئے	
مِنْ شُرَكَآئِهِمْ انکے شریکوں میں سے	شُفَعٰٓؤُا کوئی سفارشی	وَكَانُوْا اور وہ ہوجائیں گے	بِشُرَكَآئِهِمْ اپنے شریکوں کے	كٰفِرِيْنَ منکر	وَيَوْمَ اور جس دن	
تَقُوْمُ السَّاعَةُ قائم ہوگی قیامت	يَوْمَئِذٍ اس دن	يَّتَفَرَّقُوْنَ متفرق ہوجائیں گے	فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس جو لوگ ایمان لائے			
وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	فَهُمْ سو وہ	فِيْ رَوْضَةٍ باغ میں	يُّحْبَرُوْنَ خوشحالی (آؤ بھگت) کئے جائیں گے		
وَاَمَّا الَّذِيْنَ اور جن لوگوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو	وَ اور	لِقَآئِ ملاقات کو	الْاٰخِرَةِ آخرت
	فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ	فِي الْعَذَابِ عذاب میں	مُحْضَرُوْنَ حاضر (گرفتار) کئے جائیں گے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اکثر آدمی دنیا کی ظاہری چہل پہل پر لٹو ہوجاتے ہیں اور انہیں اس کی خبر نہیں کہ آخرت آنے والی ہے اور وہاں کی بہتری اور کامیابی ہی اصل چیز ہے جو دنیا کی لذتوں میں پھنسنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسول اور کتاب یعنی قرآن کریم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے برخلاف یعنی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور اللہ کی باتوں کو جھٹلانا اور ان کی ہنسی اڑانا دنیا میں بھی تباہی و بربادی لاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا انجام سزائے جہنم ہے۔

اب اسی سلسلہ میں وقوع آخرت اور وہاں کی جزاوسزا کا بیان ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ منکرین آخرت کا انکار اس لئے کرتے ہیں کہ مرجانے اور فنا ہوجانے کے بعد یہ جسم پھر دوبارہ کیسے بنے گا۔ بقول ان کے جب سارے اعضاء مٹی ہوگئے اور مٹی میں مٹی مل گئی تو پھر بے شمار اجسام کا اپنی اپنی شکل میں دوبارہ زندہ ہوکر اٹھ کھڑا ہونا کتنا بعید ہے۔ اس کا جواب منکرین کو دیا جاتا ہے کہ اللہ ہی خلق کی ابتدا کرتا ہے اور وہی اس کا اعادہ کرے گا۔ یہ ارشاد اگرچہ دعوے کے انداز میں ہے مگر اس میں خود دلیل دعویٰ بھی موجود ہے اور وہ اس طرح کہ یہ تو کفار

مشرکین بھی مانتے ہیں کہ خلق کی ابتدا ایک امر واقعہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ انسان آنکھوں کے سامنے پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں ان کے جسم پہلے سے تو بنے ہوئے نہ تھے پھر یہ کیسے بن گئے۔ اس بات کے مان لینے میں کیا دشواری ہے کہ جیسے پہلے وجود نہ تھا اور پھر موجود ہو گئے۔ پہلے بالکل نہ تھے اور پھر بن گئے۔ ایسے ہی پیدا ہوا کہ مٹ جانے کے بعد دوبارہ بن جائیں گے۔ جب اللہ ہی ہر انسان کو پہلے اور ابتداء بناتا ہے تو وہی مرنے اور فنا ہونے کے بعد بھی بنا دے گا۔ تو یہ خیال کرنا سراسر نامعقول بات ہے کہ وہی خدا جس نے اس خلق کی ابتدا کی ہے اس کا اعادہ نہیں کر سکتا۔ اس کو مانو اور یقین کرو کہ تم سب اللہ کی قدرت سے دوبارہ پیدا ہو گے اور قیامت قائم ہو گی اور اس روز مجرم یعنی کفار و مشرکین اللہ کے سرکش اور نافرمان بندے سخت مایوسی کا شکار ہوں گے اور باز پرس کے وقت یہ ایسے حیران و ششدر ہوں گے کہ کوئی معقول بات ان سے نہ بن پڑے گی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں جو یبلس المجرمون فرمایا ہے یعنی مجرم اس روز حیرت زدہ اور ہکا بکا رہ جائیں گے تو یہاں مجرمین سے وہ سب لوگ مراد ہیں جنہوں نے خدا سے بغاوت کی ہے۔ اس کے رسولوں کی ہدایت اور تعلیم کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ آخرت کی جواب دہی کے منکر یا اس سے بے فکر رہے ہیں اور دنیا میں خدا کے بجائے دوسروں کی یا اپنے نفس کی بندگی کرتے رہے ہیں۔ اس میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں جنہوں نے خدا کو مان کر۔ اس کے بعض رسولوں پر ایمان لا کر آخرت کا اقرار کر کے پھر دانستہ اپنے رب کی نافرمانیاں کی ہیں اور آخر وقت تک اپنی اس باغیانہ روش پر قائم رہے ہیں۔ یہ سب جب اپنی توقعات کے بالکل خلاف عالم آخرت میں یکا یک جی اٹھیں گے اور دیکھیں گے کہ واقعی یہاں تو وہ دوسری زندگی پیش آ گئی جس کا انکار کر کے یا جسے نظر انداز کر کے وہ دنیا میں کام کرتے رہے تھے تو ان کے حواس باختہ ہو جائیں گے اور وہ کیفیت ان پر طاری ہو گی۔ جس کا نقشہ یبلس المجرمون میں پیش کیا گیا ہے۔ ابلاس کے معنی ہیں سخت مایوسی اور صدمہ کی بنا پر کسی شخص کا گم سم ہو جانا۔ امید کے سارے راستہ بند پا کر حیران و ششدر رہ جانا۔ کوئی حجت نہ پا کر دم بخود رہ جانا۔ اللہ تعالیٰ قیامت میں مجرم بننے سے ہم سب کو اپنی رحمت سے محفوظ و مامون فرما دیں۔ آمین۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو آج مشرکین نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں جب یہ وقت پر قیامت میں کام نہ آئیں گے تو منکر ہو کر کہنے لگیں گے کہ خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ مشرکین کے فرضی معبود اور شرکاء کا تین قسم کی ہستیوں پر اطلاق ہوتا ہے۔

(۱) ایک ملائکہ۔ انبیاء۔ صالحین جن کو مختلف زمانوں میں مشرکین نے خدائی صفات و اختیارات کا حامل قرار دے کر ان کی بندگی کی۔ وہ قیامت کے روز صاف کہہ دیں گے کہ یہ سب کچھ ہماری مرضی کے بغیر بلکہ ہماری تعلیم و ہدایت کے سراسر خلاف کرتے رہے ہیں اس لئے ہم سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

(۲) دوسری قسم ان بے شعور اور بے جان چیزوں کی ہے جیسے چاند۔ سورج۔ ستارے۔ درخت۔ پتھر وغیرہ جن کو مشرکین نے خدا بنایا اور ان کی پرستش کی۔ تو ظاہر ہے کہ ان بے شعور چیزوں میں سے کوئی بھی قیامت کے دن ان مشرکین کی امداد کے لئے آگے بڑھنے والا نہ ہو گا۔

(۳) تیسری قسم ان اکابر مجرمین کی ہے جنہوں نے خود کوشش کر کے۔ مکر و فریب سے کام لے کر جھوٹ کے جال پھیلا کر۔ طاقت کو استعمال کر کے دنیا میں خدا کے بندوں سے اپنی بندگی کرائی۔ مثلاً شیاطین۔ جھوٹے مذہبی پیشوا۔ ظالم و جابر حکمران تو یہ قیامت میں خود گرفتار بلا ہوں گے اپنے متبعین کے لئے سفارش کرنے کو آگے بڑھنا تو درکنار ان کی الٹی کوشش یہ ہو گی کہ یہ لوگ خود اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں ان کی گمراہی کا وبال ہم پر نہ پڑنا چاہئے۔ آگے بتایا جاتا ہے کہ جس روز قیامت آئے گی اور آخرت

قائم ہوگی تو سب آدمی جدا جدا ہو جاویں گے اور الگ الگ گروہوں میں بٹ جاویں گے۔ یعنی دنیا کی وہ تمام جتھ بندیاں جو آج قوم۔ نسل۔ وطن۔ زبان۔ قبیلہ۔ برادری اور معاشی اور سیاسی مفاد کی بنا پر بنی ہوئی ہیں اس روز سب ٹوٹ جائیں گی اور خالص عقیدے۔ اعمال اور اخلاق و کردار کی بنا پر نئے سرے سے ایک دوسری گروہ بندی ہوگی ایک طرف تمام اگلی پچھلی قوموں میں سے مومن اور صالح انسان الگ چھانٹ لئے جائیں گے اور ان سب کا ایک گروہ ہوگا۔ دوسری طرف ایک ایک قسم کے گمراہانہ نظریات وعقائد رکھنے والے مجرمین چھانٹ چھانٹ کر الگ نکال لئے جاویں گے اور ان کے الگ الگ گروہ بن جائیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ انسانوں کو جوڑنے اور علیحدہ کرنے والی اصل چیز عقیدہ اور اعمال و اخلاق ہیں۔ ایمان لانے والے اور خدائی ہدایات پر نظام زندگی کو قائم رکھنے والے ایک امت اور ملت ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی ملک اور کسی نسل سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ اسی طرح کفر و فسق کی راہ اختیار کرنے والے ایک امت ہیں خواہ ان کا تعلق کسی نسل ملک اور وطن سے ہو ابوجہل۔ ابولہب اور دوسرے سرداران قریش بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر یہ الزام رکھتے تھے کہ (نعوذ باللہ) انہوں نے ہماری قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ قرآن مجید یہاں متنبہ کررہا ہے کہ تمہاری یہ تمام جتھ بندیاں جو دنیا میں تم نے غلط بنیادوں پر قائم کررکھی ہیں آخر کار ٹوٹ جانے والی ہیں اور قیامت میں کام آنے والی نہیں سوائے اس جتھ بندی کے کہ جو عقیدے اور اعمال واخلاق صالحہ کی بنا پر ہو۔

الغرض نیک و بد ہر قسم کے لوگ آخرت میں الگ الگ کردیئے جائیں گے اور علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیئے جائیں گے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جو صاحب ایمان ہوں گے اور ساتھ ہی اعمال صالحہ بھی کئے ہوں گے وہ انعام واکرام سے نوازے جائیں گے اور ہر قسم کی لذت اور سرور سے بہرہ اندوز ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہے اور اللہ کی آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ہے وہ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کے نتیجہ میں فی روضۃ یحبرون فرمایا یعنی وہ ایک باغ میں شادان وفرحان رکھے جائیں گے لیکن کفر کا انجام بد بیان کرتے ہوئے عمل بد کا کوئی ذکر نہیں فرمایا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کفر بجائے خود آدمی کے انجام کو خراب کردینے کے لئے کافی ہے خواہ مزید اعمال بد کی خرابی اس کے ساتھ شامل ہو یا نہ ہو لیکن بہشت کے باغ میں مسرور ہوکر پہنچنے کے لئے محض ایمان کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ ایمان اور عمل صالح دونوں کو آخرت کی کامیابی کے لئے ضروری قرار دیا گیا۔ صرف یہیں نہیں بلکہ قرآن مجید میں کثرت سے بہت سے مقامات پر ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا ان دونوں سے مل کر وہ زندگی بنتی ہے جو ہمارے پیدا کرنے والے کو مطلوب اور محبوب ہے اور ایسی ہی زندگی گزارنے والوں کے لئے آخرت میں اللہ کی رحمت مغفرت اس کے فضل و بخشش اور نعمائے جنت کی بشارتیں ہیں۔ الغرض ایمان وعمل صالح کی فضیلت بیان فرما کر آگے ایمان اور عمل صالح کی ترغیب ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی ایمان کے ساتھ عمل صالح کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور قیامت میں اپنے مومنین مخلصین اور مقبولین بندوں کے گروہ میں ہم کو شامل فرمائیں اور ان کے ساتھ اپنی جنت کے باغات میں ہمیں بھی شاداں وفرحاں داخل ہونا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اس دنیا میں ہمیں ایمان وعمل صالح والی زندگی نصیب فرما اور ان تمام اعمال بد و احوال بد سے بچا کر جو آخرت میں باعث ذلت و رسوائی ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا

سوتم اللہ کی تسبیح کیا کروشام کے وقت اور صبح کے وقت اور تمام آسمانوں وزمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے اور بعدزوال اور ظہر کے وقت وہ جاندار کو بے جان

وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ

سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے اور زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے

بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ

اور اسی طرح تم لوگ نکالے جاؤگے اور اسی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تھوڑے ہی دنوں بعد تم

بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ

آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے

بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اورتم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی اس میں اُن لوگوں کے لئے قدرت کی نشانیاں ہیں جوفکر سے کام لیتے ہیں۔

فَسُبْحٰنَ پس پاکیزگی (بیان کرو)	اللّٰهِ اللہ	حِيْنَ جب	تُمْسُوْنَ تم شام کروشام کے وقت	وَحِيْنَ اور جب	تُصْبِحُوْنَ تم صبح کرو (صبح کے وقت		
وَلَهُ اوراس کیلئے	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اورزمین	وَعَشِيًّا اور بعدزوال (تیسرے پہر)	وَحِيْنَ اورجب		
تُظْهِرُوْنَ تم ظہر کرتے ہو	يُخْرِجُ وہ نکالتا ہے	الْحَيَّ زندہ	مِنَ الْمَيِّتِ مُردے سے	وَيُخْرِجُ اورنکالتا ہے وہ	الْمَيِّتَ مُردہ	مِنَ الْحَيِّ زندہ سے	
وَيُحْيِ اور وہ زندہ کرتا ہے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ بعد	مَوْتِهَا اس کا مرنا	وَكَذٰلِكَ اوراسی طرح	تُخْرَجُوْنَ تم نکالے جاؤگے	وَ اور	
مِنْ اٰيٰتِهٖ اسکی نشانیوں سے	اَنْ کہ	خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	مِنْ سے	تُرَابٍ مٹی	ثُمَّ پھر	اِذَآ اَنْتُمْ ناگہاں تم	بَشَرٌ آدمی
تَنْتَشِرُوْنَ پھیلے ہوئے	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اوراس کی نشانیوں سے	اَنْ کہ	خَلَقَ اس نے پیدا کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جنس سے		
اَزْوَاجًا جوڑے	لِتَسْكُنُوْٓا تاکہ تم سکون حاصل کرو	اِلَيْهَا انکی طرف پاس	وَجَعَلَ اوراس نے کیا	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	مَّوَدَّةً محبت		
وَرَحْمَةً اورمہربانی	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشاں	لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ وہ فکر کرتے ہیں		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے دن تمام انسان الگ الگ گروہوں میں اپنے عقیدہ اور اعمال کے لحاظ سے بٹ جائیں گے۔ ان میں جو صاحب ایمان اور عمل صالح والے ہوں گے وہ بہشت میں داخل کئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر وشرک اختیار کیا یعنی اللہ کی باتوں کو جھوٹا کہا اور آخرت کے آنے پر یقین نہ کیا وہ سب جہنم میں پھینکے جائیں گے۔ تو جبکہ ایمان اور عمل صالح کا انجام اور کفر وتکذیب کا انجام ظاہر کر دیا گیا تو اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ایمان وعمل صالح کی فضیلت تم کو معلوم ہوگئی اور تم جنت میں جانا چاہتے ہو تو تم اللہ پاک کی عبادت اختیار کرو جو دل، زبان اعضاء وجوارح سب سے ہوتی ہے اور عبادتوں میں نماز اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے جس میں تینوں قسم یعنی دل۔ زبان اور اعضاء کی یاد جمع کر دی گئی ہے۔ تو تم صبح وشام اور پچھلے وقت اور دوپہر کے وقت اللہ کی پاکی وبڑائی بیان

کیا کرو۔ یہی اوقات فرض نماز کے ہیں۔ صبح وشام میں فجر۔ مغرب اور عشا کی نماز آ گئی۔ پچھلے وقت میں عصر کی نماز اور دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز آ گئی۔ اس لئے یہی پانچ وقت یعنی فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب اور عشاء اللہ کی عبادت یعنی نماز کے مقرر ہوئے۔ ان اوقات میں حق کی عظمت وقدرت اور رحمت کے آثار بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں اس لئے عبادت کے خاص اوقات یہی مقرر کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں اسلام چونکہ ملت ابراہیمی ہے اس لئے عبادت کے خاص اوقات وہی مقرر کئے گئے جن میں اس دنیا کے سب سے بڑے روشن اور چمکدار کرہ یعنی آفتاب عالم تاب کی حالت کو متغیر ہوتے دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے معبود ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ آفتاب کے اندر نمایاں تغیر صبح وشام میں ظاہر ہوتے ہیں اور دوپہر ڈھلنے یعنی زوال کے وقت اور دن کے آخری حصہ یعنی عصر کے وقت بھی اس کی حالت میں تبدیلی ہوتی ہے۔ گویا اس آفتاب کے عجز و بیچارگی اور آفتاب پرستوں کی اس کے فیض سے محرومی کا کھلا ہوا مظاہرہ بھی ان ہی پانچ اوقات میں ہوتا ہے۔ صبح کو جب تک طلوع نہ ہو تو روشنی غائب۔ دوپہر ڈھلنے پر اس کے عروج میں کمی آنی شروع ہوئی۔ عصر کے وقت اس کی حرارت اور روشنی میں نمایاں طور پر ضعف آ گیا اور غروب کے بعد اس کی نورانی شعاعوں سے اسکے پجاری بالکل محروم ہو گئے اور پھر عشاء کے وقت جب شفق بھی غائب ہو گئی تو روشنی کا کوئی ادنیٰ ترین نشان بھی باقی نہ رہا۔ اس لئے موحدین کو ان اوقات میں دل و زبان اور بدن کی حرکت وسکنات یعنی نماز کے ذریعہ اللہ کے معبود حقیقی ہونے کا اقرار اور اس کی عظمت اور بڑائی کے اظہار اور اس کی قدرت و یکتائی کے اعتراف کے لئے خاص طور پر یہی اوقات مقرر ہوئے اور نماز کی ابتداء جو اللہ اکبر سے ہوتی ہے یہ اس بات کا اقرار ہے کہ آسمانوں اور زمین میں ساری بڑائی۔ خوبی ثنا اور صفت اللہ ہی کے لئے ہے اور کوئی مجبور اور عاجز مخلوق اس کا استحقاق نہیں رکھتی خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ آگے حق تعالیٰ اپنی قدرت۔ حکمت اور صنعت کو جتلاتے ہیں کہ اس اللہ کی قدرت کو دیکھو جو جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے۔ مثلاً جاندار انسان کو بے جان نطفہ سے نکالتا ہے۔ بے جان نطفہ کو جاندار انسان سے نکالتا ہے یا زندہ جانور کو مردہ انڈے سے اور مردہ انڈے کو زندہ جانور سے۔ بعض مفسرین نے یہاں زندہ سے مراد مومن اور مردہ سے مراد کافر بھی لئے ہیں یعنی یہ اسی کی قدرت ہے کہ مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے پیدا کرتا ہے۔ پھر زمین جب خشک ومردہ ہو جاتی ہے تو بارانِ رحمت نازل کر کے مردہ زمین کو زندہ یعنی سرسبز تر وتازہ اور شاداب بنا دیتا ہے۔ غرض موت وحیات حقیقی ہو یا مجازی۔ حسی ہو یا معنوی سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اسی طرح وہ انسان کو اس کے مر جانے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ کر دے گا۔ گویا مادہ پرست منکرین کو قرآن بتلاتا ہے کہ جس شے کو تم ناممکن کہہ رہے ہو کہ قیامت میں دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا کیسے ممکن ہے تو اس کی نظیریں اور مثالیں اس زندگی میں اپنی آنکھ سے ہر روز دیکھتے ہو پھر بھی قیامت کے عدم امکان پر جمے ہوئے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی بعض نشانیاں بیان کرتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ کائنات نہ بے خدا ہے اور نہ اس کے بہت سے خدا ہیں بلکہ اس کا مالک خالق مدبر اور فرمانروا صرف ایک تنہا خدا ہے اس لئے اس کے سوا انسانوں کا کوئی معبود بھی نہ ہونا چاہئے۔ یہاں سے مسلسل حق تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیوں کو یکے بعد دیگرے بیان فرماتے ہیں پہلی نشانی یہ بیان فرمائی کہ سب سے اول آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر انہی کے اندر سے ان کا جوڑا نکالا اور ان سے پھر نسل انسانی دنیا میں پھیلائی۔ دوسری قدرت کی نشانی یہ بیان فرمائی کہ اس نے تمہارے فائدے کے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تا کہ تم کو ان سے چین وسکون حاصل ہو اور پھر ان دونوں میاں بیوی میں اللہ تعالیٰ نے ایک فطری محبت اور لگاؤ پیدا فرما دیا جس سے آپس میں محبت اور ہمدردی قائم رہتی ہے۔

ابھی آگے مزید قدرت کی نشانیوں کو ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اور اُسی کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا بنانا ہے اور تمہارے لب ولہجہ اور رنگوں کا الگ الگ ہونا ہے، اس میں دانشمندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ

اور اُسی کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا لیٹنا ہے رات میں اور دن میں اور اس کی روزی کو تمہارا تلاش کرنا ہے، اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ

اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی دکھلاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور وہی آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اُسی سے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے، اس میں ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ

اور اُسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان و زمین اُسی کے حکم سے قائم ہیں پھر جب تم کو پکار کر زمین میں سے بلا دے گا

اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا

تو تم یک بارگی نکل پڑو گے۔ اور جتنے آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں سب اُسی کے ہیں، سب اُسی کے تابع ہیں اور وہی ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے نزدیک زیادہ آسان ہے، اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان اعلیٰ ہے،

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع

اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

وَ اور	مِنْ اٰيٰتِهٖ اس کی نشانیوں سے	خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاخْتِلَافُ اور مختلف ہونا
اَلْسِنَتِكُمْ تمہاری زبانیں	وَاَلْوَانِكُمْ اور تمہارے رنگ	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِلْعٰلِمِيْنَ عالموں (دانشمندوں) کیلئے
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اسکی نشانیوں سے	مَنَامُكُمْ تمہارا سونا	بِالَّيْلِ رات میں	وَالنَّهَارِ اور دن	وَابْتِغَآؤُكُمْ اور تمہارا تلاش کرنا	مِنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل سے
اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يَسْمَعُوْنَ وہ سنتے ہیں	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اسکی نشانیوں سے
يُرِيْكُمْ وہ دکھاتا ہے تمہیں	الْبَرْقَ بجلی	خَوْفًا خوف	وَطَمَعًا اور امید کیلئے	وَيُنَزِّلُ اور وہ نازل کرتا ہے	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے
مَآءً پانی	فَيُحْيٖ بِهٖ پھر زندہ کرتا ہے اس سے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں

لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں	لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	یَّعْقِلُوْنَ عقل سے کام لیتے ہیں	وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اور اس کی نشانیوں سے	اَنْ کہ	تَقُوْمَ قائم ہیں	
السَّمَآءُ آسمان	وَالْاَرْضُ اور زمین	بِاَمْرِہٖ اس کے حکم سے	ثُمَّ پھر	اِذَا دَعَاكُمْ جب وہ تمہیں بلائے گا	دَعْوَةً ایک ندا	مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے
اِذَآ اَنْتُمْ یکبارگی تم	تَخْرُجُوْنَ نکل آؤ گے	وَلَهٗ اور اس کے لئے	مَنْ جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین میں	كُلٌّ لَّهٗ سب اسی کیلئے
قٰنِتُوْنَ فرمانبردار	وَهُوَ الَّذِیْ اور وہی ہے جو	یَبْدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے	الْخَلْقَ خلقت	ثُمَّ یُعِیْدُهٗ پھر اس کو دوبارہ پیدا کریگا	وَهُوَ اور وہ (یہ)	
اَهْوَنُ بہت آسان	عَلَیْهِ اس پر	وَلَهُ اور اسی کیلئے	الْمَثَلُ شان	الْاَعْلٰى بلندتر	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین
وَهُوَ اور وہ	الْعَزِیْزُ غالب	الْحَكِیْمُ حکمت والا				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض قدرت کی نشانیوں کو بیان فرمایا تھا جس سے یہ جتلانا مقصود تھا کہ جب اس کی ایسی قدرت ہے تو پھر انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ قیامت میں پیدا کردینا کیا مشکل ہے۔ اسی سلسلہ میں مزید قدرت کی نشانیوں کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے آسمان بنائے اور زمین پیدا کی یعنی ان کا عدم سے وجود میں لانا۔ پھر ایک اٹل ضابطہ پر ان کو قائم رکھنا۔ اور بے شمار قوتوں کا ان کے اندر انتہائی تناسب اور توازن کے ساتھ کام کرنا۔ آسمان کا اس قدر بلند اور کشادہ ہونا۔ پھر اس میں لاتعداد ستاروں اور سیاروں کا موجود ہونا جن میں بعض کا چلنا پھرنا ہونا اور بعض کا ایک جا ثابت رہنا۔ زمین کو ایک ٹھوس کثیف شکل میں بنانا پھر اس میں پہاڑ۔ میدان۔ جنگل۔ دریا۔ سمندر۔ ٹیلے۔ پتھر۔ درخت وغیرہ جمانا۔ یہ سب اس کی زبردست قدرت کی نشانی ہے۔ پھر اس دنیا میں لاتعداد آدمی پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں لیکن ہر انسان کا رنگ روپ اور نقشہ الگ الگ ہے اور ہر ایک کا لب ولہجہ بھی جدا ہے۔ باوجودیکہ سب کے قویٰ یکساں ہیں نہ منہ اور زبان کی ساخت میں کوئی فرق ہے۔ نہ جسم اور دماغ کی ساخت میں کوئی فرق مگر کوئی دو آدمی ایسے نہ ملیں گے جن کا لب ولہجہ بول چال۔ تلفظ۔ طرز تکلم بالکل یکساں ہو۔ جس طرح ہر آدمی کی شکل صورت اور رنگت وغیرہ دوسرے سے ممتاز ہے ایسا ہی آواز۔ لب ولہجہ بھی بالکل الگ ہے لاکھوں آدمی اگر جمع ہو جائیں۔ ایک ملک کے۔ ایک زبان کے ایک کنبہ قبیلہ کے لیکن ناممکن ہے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی اختلاف موجود نہ ہو حالانکہ اعضائے جسمانی کے اعتبار سے سب یکساں ہیں سب کے ایک منہ۔ دو آنکھیں۔ ایک ناک دو کان ایک پیشانی۔ دو ہونٹ۔ دو ہاتھ دو پیر وغیرہ وغیرہ موجود ہیں تاہم ایک سے ایک علیحدہ ہے۔ تو یہ کتنا بڑا نشان حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا ہے۔ آگے حق تعالیٰ اپنی قدرت کی ایک دوسری نشانی بیان فرماتے ہیں کہ انسان کے سونے اور آرام کرنے کے لئے رات بنائی اور کام کرنے کے لئے دن بنایا۔ انسان دنیا میں مسلسل محنت نہیں کرسکتا بلکہ چند گھنٹوں کی محنت کے بعد اسے چند گھنٹوں کا آرام درکار ہوتا ہے تا کہ پھر چند گھنٹے محنت کرنے کے لئے اسے قوت بہم پہنچ جائے۔ اس غرض کے لئے اس قادر مطلق نے ''نیند'' پیدا فرمائی جس سے تکان دور ہو جاتی ہے اور راحت وسکون حاصل ہوتا ہے اس لئے سونے کے لئے قدرت نے رات بنادی اور کام کاج وتلاش معاش کے لئے دن کو پیدا کردیا جو رات کے بالکل خلاف ہے۔ جس میں انسان اللہ کی دی ہوئی قوتوں سے کام لے کر اللہ کا فضل تلاش کرسکتا ہے۔ یقیناً سوچنے اور سمجھنے والوں کے لئے یہ چیزیں نشان قدرت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت پر دلالت کرنے والی ایک اور نشانی بیان کی جارہی ہے۔ کہ آسمان پر اس کے حکم سے بجلی کوندتی ہے۔

اس کی گرج اور چمک سے لوگوں کو امید بھی بندھتی ہے کہ بارش ہوگی۔ فصلیں تیار ہوں گی مگر ساتھ ہی خوف بھی لاحق ہوتا ہے کہ کہیں بجلی نہ گر پڑے یا ایسی طوفانی بارش نہ ہو جائے جو سب کچھ بہا لے جائے اور جان و مال تلف ہوں۔ پھر اللہ کی رحمت سے مینہ برستا ہے۔ سوکھی اور مرجھائی ہوئی زمین دوبارہ تر و تازہ ہو جاتی ہے اور گویا مردہ زمین میں پھر جان پڑتی ہے۔ زمین کی بے شمار مخلوقات کے رزق کا انحصار اس پیداوار پر ہے جو زمین سے نکلتی ہے۔ اور اس پیداوار کا انحصار زمین کی صلاحیت پر ہے اور اس صلاحیت کے روبکار آنے کا انحصار بارش پر ہے۔ خواہ وہ براہ راست زمین پر برسے یا اس کے ذخیرے سطح زمین پر جمع ہوں۔ یا زیر زمین چشمہ اور کنوؤں کی شکل اختیار کریں۔ یا پہاڑوں پر برف جم کر دریاؤں کی شکل میں بہیں۔ پھر اس بارش کا انحصار سورج کی گرمی۔ موسموں کا ردوبدل۔ ہواؤں کی گردش فضائی حرارت و برودت وغیرہ وغیرہ پر ہے۔ گویا زمین سے لے کر آسمان تک بے شمار مختلف چیزوں کے درمیان ربط و مناسبت قائم کرنا یہ اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے اور یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

آگے قدرت کی عظیم الشان نشانیوں میں سے ایک نشانی اور بیان کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ یعنی صرف یہی نہیں کہ وہ اس کے حکم سے ایک دفعہ وجود میں آ گئے بلکہ ان کا مسلسل قائم رہنا بھی اسی کے حکم کی بدولت ہے ایک لحہ کے لئے بھی اگر اس کا حکم انہیں برقرار نہ رکھے تو یہ سارا نظام یک لخت درہم برہم ہو جائے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے اس خدا کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین ٹھہرے ہوئے ہیں یہ اسی کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ یہ آسمان و زمین اس کے حکم اور ارادہ سے قائم ہیں۔ جس وقت دنیا کی میعاد پوری ہو جائے گی تو وہ اپنی قدرت سے پھر زمین و آسمان کو بدل دے گا۔ مردے اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جاویں گے اور یہ اس قدرت والے کے لئے کوئی بڑا کام نہیں کہ جس کے لئے کوئی بڑی تیاری کرنی پڑے بلکہ اس کی صرف ایک پکار اس کام کے لئے کافی ہوگی کہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک جتنے انسان پیدا ہوئے ہوں وہ سب ایک ساتھ زمین کے چپہ چپہ اور گوشے گوشے سے نکل کھڑے ہوں گے اور میدان حشر کی طرف چل پڑیں گے۔

تو ان دلائل کی قدرت سے معلوم ہو گیا کہ آسمان و زمین کے رہنے والے سب اسی کے مملوک بندے اور اس کی رعیت ہیں۔ کس کی طاقت ہے کہ اس کے حکم تکوینی سے سرتابی کر سکے۔ آخر کار سب اس کی گرفت میں پکڑے جائیں گے اور سب اس کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہوں گے اس کی اس قدرت کاملہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ ہی نے سب کو اول بار پیدا کیا اور وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ قدرت الٰہی کے سامنے تو یہ سب برابر ہے لیکن اے منکرین تمہارے محسوسات کے اعتبار سے اول بار پیدا کرنے سے دوسری بار دہرا دینا آسان ہونا چاہئے۔ پھر یہ عجیب بات ہے کہ اول پیدائش پر تو اسے قادر مانو اور دوسری مرتبہ پیدا کرنے کو بعید سمجھو۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کی شان و صفات اور قدرت کا کسی اور آسمانی یا زمینی مخلوق سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی شان سب سے بلند ہے۔ اور اس کی صفات سب سے نرالی ہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور اونچی سے اونچی شان اسی کی ہے۔ وہی زبردست قادر مطلق ہے اور زبردست حکمت والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کفار و مشرکین جو وقوع آخرت سے انکار کرتے تھے تو اس کے ثابت کرنے کے لئے دلائل قدرت بیان فرمائے گئے کہ جو یہ سب امور اپنی قدرت سے واقع کر سکتا ہے تو اس کے قیامت واقع کرنے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا اس کے لئے کیا مشکل بات ہے جس کا کفار انکار کرتے ہیں۔ اس میں قدرت کے ساتھ ساتھ توحید کا بھی بیان آ گیا۔

آگے اسی مضمون توحید کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ

اللہ تعالیٰ تم سے ایک مضمون عجیب تمہارے ہی حالات میں سے بیان فرماتے ہیں کیا تمہارے غلاموں میں کوئی شخص تمہارا اُس مال میں جو ہم نے تم کو دیا ہے

مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

شریک ہے کہ تم اور وہ اُس میں برابر ہوں اور تم ان کا ایسا ہی خیال کرتے ہو جیسا اپنے آپس کا خیال کیا کرتے ہو؟ ہم اسی طرح سمجھداروں کیلئے دلائل صاف صاف بیان کرتے رہتے ہیں۔

لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ

بلکہ ان ظالموں نے بلا دلیل اپنے خیالات کا اتباع کررکھا ہے، سو جس کو خدا گمراہ کرے اُس کو کون راہ پر لاوے

اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ

اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ سو تم یکسو ہو کر اپنا رُخ اس دین کی طرف رکھو اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے،

فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیے پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ضَرَبَ اس نے بیان کی	لَكُمْ تمہارے لئے	مَثَلًا ایک مثال	مِنْ سے	اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانیں (حال)	هَلْ لَّكُمْ کیا تمہارے لئے	
مِنْ سے	مَا مَلَكَتْ جو مالک ہوئے	اَيْمَانُكُمْ تمہارے داہنے ہاتھ (غلام)	مِنْ شُرَكَاۗءَ کوئی شریک	فِيْ میں	مَا رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمہیں رزق دیا	
فَاَنْتُمْ سو (تاکہ) تم	فِيْهِ اس میں	سَوَاۗءٌ برابر	تَخَافُوْنَهُمْ (کیا) تم ان سے ڈرتے ہو	كَخِيْفَتِكُمْ جیسے تم ڈرتے ہو	اَنْفُسَكُمْ اپنی جانیں (اپنوں سے)	
كَذٰلِكَ اسی طرح	نُفَصِّلُ ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	الْاٰيٰتِ نشانیاں	لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ عقل والوں کیلئے	بَلْ بلکہ	اتَّبَعَ پیروی کی	
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا جن لوگوں نے ظلم کیا (ظالم)	اَهْوَاۗءَهُمْ اپنی خواہشات	بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر (بے جانے)	فَمَنْ يَّهْدِيْ تو کون ہدایت دے گا			
مَنْ جسے	اَضَلَّ اللّٰهُ گمراہ کرے اللہ	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مِنْ کوئی	نّٰصِرِيْنَ مددگار	فَاَقِمْ پس سیدھا رکھو تم
وَجْهَكَ اپنا چہرہ						
لِلدِّيْنِ دین کیلئے	حَنِيْفًا یک رخ ہو کر	فِطْرَتَ اللّٰهِ فطرت اللہ کی	الَّتِيْ جو (جس)	فَطَرَ النَّاسَ لوگوں کو پیدا کیا اس نے	عَلَيْهَا اس پر	
لَا تَبْدِيْلَ تبدیلی نہیں	لِخَلْقِ اللّٰهِ اللہ کی خلق میں	ذٰلِكَ یہ	الدِّيْنُ الْقَيِّمُ دین سیدھا	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے نہیں

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وہ کھلی کھلی نشانیاں بیان ہوئی تھیں کہ جن میں اس کے خالق و رازق۔ قادر مطلق۔ واحد و یکتا اور قابل حمد وستائش ہونے کے دلائل موجود تھے۔ اور ان ہی دلائل سے یہ بھی ثابت کیا گیا تھا کہ آخرت کا آنا یقینی ہے۔ تو اگرچہ گذشتہ آیات میں بیان کردہ نشانیوں میں توحید کے دلائل بھی موجود تھے اور وہ ردشرک کے لئے کافی تھے کہ عالم میں اور کوئی نہ اس کے برابر ہے نہ کوئی اس کا شریک وساجھی ہے پھر بھی شرک کی مذمت وبطلان اور زیادہ واضح کرنے کے لئے ایک مثال بیان فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود تمہارے ہی احوال میں سے ایک مثال نکال کر بیان فرماتے ہیں اور وہ یہ کہ غور کرو کہ کیا تمہارے وہ لونڈی غلام جو تمہاری ملکیت ہیں وہ تمہارے مال ودولت میں برابر کے شریک ہو سکتے ہیں یعنی باعتبار

اختیارات وتصرفات کیا تم ان کو اپنے برابر کا شریک تسلیم کر سکتے ہو۔ ظاہر ہے کہ کوئی مالک اس کے لئے تیار نہ ہوگا کہ اس کا غلام اس کی دولت میں برابر کا شریک بن جائے۔ تو سمجھنا چاہئے کہ جب ایک مجازی مالک کا یہ حال ہے کہ غلام تو آقا کی ملک میں شریک نہ ہو سکے حالانکہ دونوں غلام اور آقا خدا کی مخلوق ہیں اور اسی کی دی ہوئی روزی کھاتے ہیں۔ پھر خدا کی پیدا کی ہوئی کائنات میں خدا کی پیدا کردہ مخلوق کو بلکہ مخلوق در مخلوق کو خالق کی خدائی میں کیسے شریک ٹھہراتے ہو۔ ایسی مہمل بات کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بے انصاف ایسی صاف اور واضح باتوں کو کیونکر سمجھیں۔ وہ سمجھنا چاہتے ہی نہیں بلکہ جہالت اور ہوا پرستی سے محض اپنی خواہشات اور باطل گمان کی پیروی پر تلے ہوئے ہیں۔ تو جب کوئی شخص سیدھی سیدھی عقل کی بات نہ خود سوچے اور نہ کسی کے سمجھانے سے سمجھنے کے لئے تیار ہو تو پھر اسکی عقل پر اللہ کی پھٹکار پڑ جاتی ہے جس کے بعد ہر وہ چیز جو کسی معقول آدمی کو حق بات تک پہنچنے میں مدد دے سکتی ہے وہ اس ضدی جہالت پسند انسان کو الٹی مزید گمراہی میں مبتلا کرتی چلی جاتی ہے اور حق سمجھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اب جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے جہل و بے انصافی اور ہوا پرستی کی بدولت راہ حق پر چلنے اور سمجھنے کی توفیق نہ دی تو اور کون سی طاقت ہے جو اسے سمجھا کر راہ حق پر لے آئے یا مدد کر کے گمراہی اور تباہی سے بچالے۔ تو اے مخاطبین جب تم پر یہ حقیقت واضح ہوگئی تو تم میں سے ہر ہر شخص سے کہا جاتا ہے کہ تم ادیان باطلہ سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہو اور اس کے سچے دین کو پوری توجہ یکجہتی سے تھامے رکھو اور کسی دوسری طرف کا رخ نہ کرو۔ یعنی تمہاری فکر اور سوچ ہو تو وہی جو دین چاہتا ہے۔ تمہاری پسند اور ناپسند ہو تو وہی جو قرآن کہتا ہے۔ تمہاری رضا اور رغبت ہو تو وہی جو اسلام چاہتا ہے۔ تمہاری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معاملات چلیں تو اسی طریقہ پر جو اسلام نے تمہیں بتائے ہیں۔ یہ نہیں کہ دعویٰ تو ہو دین اسلام کا اور اتباع ہو روس و امریکہ اور یہود و نصاریٰ کا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے ہر شخص میں خلقۃً یہ استعداد رکھی ہے کہ اگر حق کو سننا اور سمجھنا چاہے تو وہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ اسی مضمون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اس طرح واضح فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بچہ جو کسی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اصل انسانی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ ماں باپ ہیں جو اسے بعد میں عیسائی، یہودی یا مجوسی وغیرہ بناڈالتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں روایت ہے کہ ایک جنگ میں مسلمانوں نے دشمنوں کے بچوں تک کو قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا ''لوگوں کو کیا ہو گیا کہ آج وہ حد سے گزر گئے اور بچوں تک کو قتل کر ڈالا۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ مشرکین کے بچے نہ تھے؟ آپ نے فرمایا تمہارے بہترین لوگ مشرکین ہی کی تو اولاد ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ خبردار بچوں کو کبھی قتل نہ کرنا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب اس کی زبان کھلنے پر آتی ہے تو ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بنالیتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ کے دوران میں فرمایا'' میرا رب فرماتا ہے کہ میں نے اپنے تمام بندوں کو حنیف پیدا کیا تھا۔ پھر شیاطین نے آکر انہیں دین سے گمراہ کیا اور جو کچھ میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا اسے حرام کیا اور انہیں ان شیاطین نے حکم دیا کہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک ٹھہرائیں جن کے شریک ہونے پر میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔''

الغرض یہاں بتلایا جاتا ہے کہ اصل پیدائش کے اعتبار سے کوئی فرق۔ تغیر و تبدل نہیں پس اللہ تعالیٰ نے جس فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے اس کو بگاڑنا اور مسخ کرنا درست نہیں۔ پس سیدھا راستہ دین کا یہی ہے لیکن اکثر لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے اس لئے اس دین حق کا اتباع نہیں کرتے۔

ابھی آگے اسی دین حنیف۔ دین قیم اور فطرت الٰہیہ کے اتباع کی تلقین کا مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مُنِيۡبِيۡنَ اِلَيۡهِ وَاتَّقُوۡهُ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا 3

تم خدا کی طرف رجوع ہوکر فطرت الٰہیہ کا اتباع کرو اُس سے ڈرو اور نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرلیا

دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوۡا

اور بہت سے گروہ ہوگئے ہر گروہ اپنے اس طریقہ پر نازاں ہے جو اُن کے پاس ہے۔ اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو اُسی کی طرف

رَبَّهُمۡ مُّنِيۡبِيۡنَ اِلَيۡهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمۡ مِّنۡهُ رَحۡمَةً اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ بِرَبِّهِمۡ

رجوع ہوکر پکارنے لگتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے کچھ عنایت کا مزہ چکھادیتا ہے تو بس ان میں سے بعضے لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں

يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكۡفُرُوۡا بِمَاۤ اٰتَيۡنٰهُمۡ ؕ فَتَمَتَّعُوۡا ۫ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۴﴾ اَمۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنًا

جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو ان کو دیا ہے اس کی ناشکری کرتے ہیں سو چند روز اور حظ حاصل کرلو پھر جلدی تم معلوم کرلوگے کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے

فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوۡا بِهٖ يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَاۤ اَذَقۡنَا النَّاسَ رَحۡمَةً فَرِحُوۡا بِهَا ؕ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ

کہ وہ ان کو خدا کے ساتھ شرک کرنے کو کہہ رہی ہے۔ اور جب ہم لوگوں کو کچھ عنایت کا مزہ چکھادیتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کے ان اعمال کے بدلے

سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ اِذَا هُمۡ يَقۡنَطُوۡنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ

میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کرچکے ہیں ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو وہ لوگ ناامید ہوجاتے ہیں کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے

وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۷﴾

اور جس کو چاہے کم دیتا ہے اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

مُنِيۡبِيۡنَ رجوع کرنے والے	اِلَيۡهِ اس کی طرف	وَاتَّقُوۡهُ اور تم ڈرو اس سے	وَاَقِيۡمُوا اور قائم رکھو تم	الصَّلٰوةَ نماز	وَلَا تَكُوۡنُوۡا اور نہ ہو تم	
مِنَ سے	الۡمُشۡرِكِيۡنَ شرک کرنے والے	مِنَ ان میں (سے)	الَّذِيۡنَ جنہوں نے	فَرَّقُوۡا ٹکڑے ٹکڑے کرلیا	دِيۡنَهُمۡ اپنا دین	وَ اور
كَانُوۡا ہوگئے	شِيَعًا فرقے فرقے	كُلُّ حِزۡبٍ سب گروہ	بِمَا اس پر	لَدَيۡهِمۡ ان کے پاس	فَرِحُوۡنَ خوش ہیں	وَاِذَا اور جب
مَسَّ النَّاسَ پہنچتی ہے لوگوں کو	ضُرٌّ کوئی تکلیف	دَعَوۡا وہ پکارتے ہیں	رَبَّهُمۡ اپنے رب کو	مُنِيۡبِيۡنَ رجوع کرتے ہوئے		
اِلَيۡهِ اس کی طرف	ثُمَّ اِذَا پھر جب	اَذَاقَهُمۡ وہ انکو چکھادیتا ہے	مِنۡهُ اپنی طرف سے	رَحۡمَةً رحمت	اِذَا ناگہاں	فَرِيۡقٌ ایک گروہ
مِنۡهُمۡ ان میں سے	بِرَبِّهِمۡ اپنے رب کے ساتھ	يُشۡرِكُوۡنَ شریک کرنے لگتے ہیں	لِيَكۡفُرُوۡا کہ ناشکری کریں	بِمَاۤ اٰتَيۡنٰهُمۡ اس کی جو ہم نے انہیں دیا		
فَتَمَتَّعُوۡا سو فائدہ اٹھالو تم	فَسَوۡفَ پھر عنقریب	تَعۡلَمُوۡنَ تم جان لوگے	اَمۡ اَنۡزَلۡنَا کیا ہم نے نازل کی	عَلَيۡهِمۡ ان پر	سُلۡطٰنًا کوئی سند	
فَهُوَ يَتَكَلَّمُ کہ وہ بتلاتی ہے	بِمَا وہ جو	كَانُوۡا ہیں	بِهٖ اسکے ساتھ	يُشۡرِكُوۡنَ شریک کرتے ہیں	وَاِذَاۤ اور جب	اَذَقۡنَا ہم چکھائیں
النَّاسَ لوگ	رَحۡمَةً رحمت	فَرِحُوۡا بِهَا تو وہ خوش ہوں اس سے	وَاِنۡ اور اگر	تُصِبۡهُمۡ پہنچے انہیں	سَيِّئَةٌ کوئی برائی	بِمَا اسکے سبب جو

قَدَّمَتْ آگے بھیجا	اَیْدِیْهِمْ ان کے ہاتھ	اِذَاهُمْ ناگہاں وہ	یَقْنَطُوْنَ مایوس ہوجاتے ہیں	اَوَ کیا	لَمْ یَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	
اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	یَبْسُطُ کشادہ کرتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ یَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	وَیَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں
لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں شرک کی مذمت عقلی طور پر سمجھائی گئی تھی کہ یہ مشرکین جب اپنے مال دولت میں اپنے لونڈی غلاموں کو برابر کا نہیں سمجھتے تو اللہ کی مخلوق اور غلاموں کو اس کا برابر کا شریک کیسے ٹھہراتے ہیں؟ یہ ہٹ دھرمی اور بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسے ظالم اور بے انصاف لوگوں کو جو جہالت کے اندھیرے میں اپنی خواہشات کے پیچھے الل ٹپ شتر بے مہار کی طرح دوڑے چلے جارہے ہیں۔ نہ سمجھانے والوں کو سنتے ہیں نہ اپنے خیر خواہوں کی طرف نظر اٹھاتے ہیں انہیں کون ہدایت کرسکتا ہے۔ جو اللہ کے احکام کو نہ سنے نہ دیکھے وہ گمراہ نہ ہوتو کیا ہو۔ ایسی حالت میں مخاطبین کو سمجھایا گیا تھا کہ تم ایسے ہوا پرست ظالموں کو ان کے حال پر چھوڑو اور اپنا منہ سیدھا دین حنیف یعنی اسلام کی طرف پوری توجہ سے رکھو اور بغیر ادھر ادھر مائل ہوئے دین کے سیدھے راستہ پر چلو اور فطرت الٰہی کو نہ بدلو اسی پر قائم رہو۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں دین فطرت کے چند اصول کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

پہلی چیز اتقا فرمائی یعنی خدا سے ڈرتے رہنا۔ اللہ کے ڈر سے گناہوں سے اور اس کی نافرمانی سے بچنا۔ کسی کی جان پر ظلم و زیادتی نہ کرنا۔ کسی کو دکھ اور رنج نہ پہنچانا۔

دوسری چیز اقامت صلوٰۃ فرمائی یعنی نماز قائم رکھنا اس کی پابندی کرنا۔

پہلی چیز اتقا یعنی خدا سے ڈرنا یہ تو ایک ذہنی اور قلبی کیفیت ہے اس کے استحکام کے لئے جسمانی عمل یعنی اقامت الصلوٰۃ کا حکم دیا گیا۔ آدمی کے ذہن اور دل اور دماغ میں جب تک کوئی خیال محض خیال کی حد تک رہتا ہے تو اس کے بدل جانے اور ماند پڑ جانے کا بھی احتمال رہتا ہے لیکن جب وہ اس خیال کے مطابق کام کرنے لگتا ہے تو وہ خیال اس کے اندر جڑ پکڑ لیتا ہے اور جوں جوں وہ اس پر عمل کرتا جاتا ہے اس کا استحکام بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے خوف خدا کو مستحکم کرنے کے لئے ہر روز پانچ وقت پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ نماز ایک ایسا عمل ہے جو ہر چند گھنٹوں کے بعد ایک ہی متعین صورت میں آدمی کو دائما کرنا ہوتا ہے اور اس میں ایمان واسلام کا وہ پورا سبق جو قرآن نے اسے پڑھایا ہے بار بار دہرانا ہوتا ہے تاکہ وہ اسے بھولنے نہ پائے۔

تیسری چیز شرک سے بیزاری اور مشرکین سے علیحدہ رہنا فرمایا گیا۔ یوں تو شرک کی تفصیل اور توضیح میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں مختصراً شرک کی تعریف یہ ہے کہ:

''خدا تعالیٰ کی ذات اس کی صفات۔ اس کی عبادت اور اس کی حدود عظمت میں کسی اور کو شریک بنالینا۔''

قرآن و حدیث نے صاف صاف اعلان فرمایا ہے کہ کفر وشرک کا جرم ہرگز قابل معافی نہیں ہوگا۔ اس کی سزا ضرور بھگتنی ہوگی اور خدائے تعالیٰ کی پاک جنت میں مشرک وکافر کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ قرآن پاک میں کھلا ہوا اعلان ہے ان اللہ **لا یغفر ان یشرک به ویغفر مادون ذالک لمن یشآء** بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا۔ الغرض دین فطرت کے تین اہم اصول یعنی اتقا خدا سے ڈرنا۔ نماز قائم رکھنا۔ شرک جلی وخفی سے بیزاری اور مشرکین سے علیحدہ رہنا بتلا کر ارشاد ہوتا ہے کہ ان مشرکین نے دین فطرت

کے اصول سے علیحدہ ہوکر اپنے مذہب میں پھوٹ ڈالی۔ بہت سے فرقہ بن گئے۔ ہر ایک کا عقیدہ الگ مذہب اور مشرب جدا۔ جس کسی نے غلط کاری یا ہوا پرستی سے کوئی عقیدہ قائم کردیا یا کوئی طریقہ ایجاد کرلیا ایک جماعت اس کے پیچھے ہوگئی۔ تھوڑے دن بعد وہ ایک فرقہ بن گیا۔ پھر ہر فرقہ اپنے ٹھہرائے ہوئے اصول و قواعد پر خواہ وہ کتنے ہی مہمل کیوں نہ ہوں ایسا فریفتہ ہے کہ اپنی غلطی کا امکان بھی اس کے تصور میں نہیں آتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جیسے بھلے کام ہر انسان کی فطرت پہچانتی ہے۔ اللہ کی طرف رجوع ہونا بھی ہر ایک کی فطرت جانتی ہے چنانچہ خوف اور سختی کے وقت اس کا اظہار ہوجاتا ہے۔ بڑے سے بڑا سرکش مصیبت میں گھر کر خدائے واحد کو پکارنے لگتا ہے۔ اس وقت جھوٹے سہارے سب ذہن سے نکل جاتے ہیں وہی سچا مالک یاد رہ جاتا ہے جس کی طرف فطرت انسانی رہنمائی کرتی تھی مگر افسوس کہ انسان اس حالت میں دیر تک قائم نہیں رہتا۔ جہاں خدائی مہربانی سے مصیبت دور ہوئی پھر اس کو چھوڑ کر جھوٹے دیوتاؤں کے گیت گانے لگا۔ گویا اس کے پاس سب کچھ ان ہی کا دیا ہوا ہے۔ خدا نے کچھ نہیں دیا (العیاذ باللہ تعالیٰ) آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا چند دن اور مزے اڑالو آگے جاکر معلوم ہوجائے گا کہ اس کفر و ناشکری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ عقل سلیم اور فطرت انسانی کی شہادت شرک کو صاف طور پر رد کرتی ہے تو کیا اس کے خلاف یہ مشرکین کوئی سند و حجت رکھتے ہیں جو بتلاتی ہو کہ خدا کی خدائی میں دوسرے بھی اس کے شریک ہیں (معاذ اللہ) اگر نہیں تو انہیں معبود بننے کا استحقاق کہاں سے ہوا۔ ان لوگوں کی حالت عجیب ہے۔ جب اللہ کی مہربانی اور احسان سے عیش میں ہوں تو پھولے نہ سمائیں۔ ایسے اترانے لگیں اور آپے سے باہر ہوجائیں کہ محسن حقیقی کو بھی یاد نہ رکھیں اور کسی وقت شامت اعمال کی بدولت مصیبت کا کوڑا آپڑا تو بالکل آس توڑ کر اور ناامید ہوکر بیٹھ رہیں گویا اب کوئی نہیں جو مصیبت کے دور کرنے پر قادر ہو۔ مومن کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے وہ عیش و راحت میں محسن حقیقی کو یاد رکھتا ہے۔ اس کے فضل پر خوش ہوکر دل و زبان سے شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت میں پھنس جائے تو صبر و تحمل کے ساتھ اللہ سے مدد مانگتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ کیسی ہی مصیبت ہو اور ظاہری اسباب کتنے ہی مخالف ہوں اس کے فضل سے سب فضا بدل جائے گی۔ ایمان اور یقین والے سمجھتے ہیں کہ دنیا کی سختی نرمی اور روزی کا بڑھانا گھٹانا سب اسی رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا جو حال آئے بندہ کو صبر و شکر سے رضا بقضا رہنا چاہئے۔ نعمت کے وقت شکر گزار رہے اور ڈرتا رہے کہ کہیں چھن نہ جائے اور سختی کے وقت صبر کرے اور امید رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے سختیوں کو دور فرمادے گا۔

اب جب فطرت کی شہادت سے بھی ثابت ہوگیا کہ مالک حقیقی ایک ہی ہے تو اب آگے اس مالک حقیقی کی خوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے۔ جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو ہر طرح کے شرک سے بچا کر فطرت الٰہیہ کے اتباع کی توفیق کاملہ نصیب فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ ڈر اور خوف عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں۔
اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح معنوں میں نمازوں کا قائم کرنے والا بنائیں اور دین حنیف کا اتباع ہم سب کو نصیب فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہم کو عطا فرمائی ہیں۔ ان کی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہم کو صبر اور شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

پس قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی یہ اُن لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا

اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔اور جو چیز تم اس غرض سے دوگے کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہوجاوے تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۞

اور جو زکوۃ دوگے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہوگے تو ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہیں گے۔

فَاٰتِ پس دو تم	ذَا الْقُرْبٰى قرابت دار	حَقَّهٗ اس کا حق	وَالْمِسْكِيْنَ اور محتاج	وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافر	ذٰلِكَ یہ	خَيْرٌ بہتر	لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو		
يُرِيْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں	وَجْهَ اللّٰهِ اللہ کی رضا	وَاُولٰٓئِكَ اور وہی لوگ	هُمُ وہ	الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے	وَمَآ اور جو	اٰتَيْتُمْ تم دو			
مِّنْ سے	رِّبًا سود	لِّيَرْبُوَا۟ تا کہ بڑھے	فِيْٓ میں	اَمْوَالِ مال	النَّاسِ لوگ	فَلَا يَرْبُوْا تو نہیں بڑھتا	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے ہاں	وَمَآ اٰتَيْتُمْ اور جو تم دو	
مِّنْ سے	زَكٰوةٍ زکوۃ	تُرِيْدُوْنَ چاہتے ہوئے	وَجْهَ اللّٰهِ اللہ کی رضا	فَاُولٰٓئِكَ تو وہی لوگ	هُمُ وہ	الْمُضْعِفُوْنَ چندر چند کرنے والے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات سے شرک کی مذمت اور توحید باری تعالیٰ کے اثبات کا مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔اسی سلسلہ میں دین حنیف دینِ فطرت اور دینِ قیم یعنی اسلام کی اتباع پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ کرنے کی تلقین گذشتہ آیات میں فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ اس دینِ فطرت کو چھوڑ کر لوگوں نے اپنا اپنا طریقہ الگ بنالیا اور بہت سے فرقے اور ادیان پیدا ہوگئے اور یہ سب فطرت کے خلاف ہیں۔انسانی فطرت میں ایک اللہ کی طرف رجوع کرنا داخل ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب انسان پر کوئی ایسی مصیبت آتی ہے کہ جس میں ظاہری اسباب و ذرائع سب سے امید منقطع ہوجاتی ہے تو پھر اس کو سوائے اس کے کچھ نہیں سوجھتا کہ خالص ایک قادرِ مطلق کی طرف متوجہ ہوکر اس کو پکارنا شروع کردے تو معلوم ہوا کہ ایک اللہ کو ماننا اور اس کی طرف رجوع کرنا انسانی فطرت میں داخل ہے تو جو اس کے خلاف چل رہا ہے وہ خلاف فطرت کام کررہا ہے۔پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ دنیا کی سختی نرمی۔روزی کا گھٹنا بڑھنا یہ سب اسی ایک رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔تو جب فطرت کی شہادت سے ثابت ہوگیا کہ حقیقی مالک و رب وہی ایک اللہ ہے دنیا کی نعمتیں سب اسی کی عطا کی ہوئی ہیں تو اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اس کی خوشنودی اور رضامندی چاہتے ہیں۔اور آخرت میں اس کی لقاء اور دیدار کے آرزومند ہیں۔انہیں چاہئے کہ اس مالک کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کریں۔غریب رشتہ داروں کی خبر لیں۔اہل قرابت کے حقوق درجہ بدرجہ ادا کرتے رہیں۔مسکین۔محتاج اور ناداروں کی بھی خبر رکھیں۔اور ان کے ساتھ احسان وسلوک کریں۔اور وہ مسافر جس کے پاس سفر خرچ نہ رہا ہو اس کے ساتھ بھی امداد و اعانت کرکے بھلائی کریں۔ایسے ہی بندوں کو دنیا اور آخرت کی بھلائی اور فلاح نصیب ہوگی۔

یہاں آیت فاٰت ذالقربی حقه والمسکین وابن السبیل میں لفظ حقہ قابل غور ہے۔یعنی یہ فرمایا کہ قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔یہ نہیں فرمایا کہ رشتہ دار مسکین کو خیرات دو بلکہ یہ فرمایا کہ یہ اس کا حق ہے جو تمہیں دینا

چاہیئے تو معلوم ہوا کہ کسی قرابت دار، مسکین یا مسافر کو کچھ دیتے ہوئے یہ خیال دل میں نہ آنے پائے کہ یہ کوئی احسان ہے جو میں اس پر کر رہا ہوں بلکہ یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ مال کے مالک حقیقی نے اگر مجھے زیادہ دیا ہے اور دوسرے بندوں کو کم عطا فرمایا ہے تو یہ زائد مال ان دوسروں کا حق ہے جو میری آزمائش کے لئے میرے ہاتھ میں دیا گیا تا کہ میرا مالک دیکھے کہ میں ان کا حق پہچانتا اور پہنچاتا ہوں یا نہیں پھر آگے یہ فرمایا واولئک ھم المفلحون اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ فلاح صرف مسکین و مسافر اور رشتہ دار کا حق ادا کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز حصول فلاح کے لئے درکار نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسانوں میں سے جو لوگ ان حقوق کو نہیں پہچانتے اور نہیں ادا کرتے وہ فلاح پانے والے نہیں ہیں بلکہ فلاح پانے والے وہ ہیں جو خالص اللہ کی خوشنودی کے لئے یہ حقوق پہچانتے اور ادا کرتے ہیں۔

اس ارشادِ الٰہی کی حقیقت پر غور کرنے سے ایک بات یہ بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ قرآن کریم انسان کے لئے جو اخلاقی اور روحانی ترقی اور بلندی کا راستہ تجویز کرتا ہے اور یہاں جو تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے تو یہ قرآنی تعلیم اسی جگہ چل سکتی ہے جہاں افراد کچھ وسائل مال و دولت کے مالک ہوں۔ ان پر ان کا آزادانہ تصرف اور اختیار ہو اور پھر اپنی رضا و رغبت سے خدا اور اس کے بندوں کے حقوق اخلاص کے ساتھ ادا کریں۔ اور جہاں لوگوں کے حقوق ملکیت ہی ساقط کر دیئے جائیں اور ریاست و حکومت تمام ذرائع کی مالک ہو جائے اور افراد کے درمیان تقسیم رزق کا پورا کاروبار حکومت خود سنبھال لے۔ حتیٰ کہ نہ کوئی فرد اپنے اوپر کسی کا کوئی حق جان کر دے سکے اور نہ کوئی دوسرا فرد کسی سے کچھ لے کر اپنے دل میں جذبۂ احسان مندی و شکرگزاری لا سکے تو اس طرح کا خالص کمیونسٹ اور سوشلسٹ نظام تمدن و معیشت جسے بعض پاکستانی بھی بڑی للچائی ہوئی اور مستحسن نظروں سے دیکھتے ہیں قرآن کی تعلیم و ہدایات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اس میں انفرادی اخلاق اور سیرت کی تشکیل اور ترقی کا راستہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ قرآن کی یہ تعلیم تو اسی معاشرہ میں چل سکتی ہے کہ جہاں لوگ فرداً فرداً اپنے مال و دولت کے مالک ہوں۔ اور حق شناسی اور ادائے حقوق کے اوصاف اور ہمدردی رحم و شفقت اور ایثار و قربانی کے جذبہ کے ماتحت اپنے اختیار اور رضامندی و رغبت سے بندوں کے حقوق اخلاص کے ساتھ ادا کرنے پر مائل ہوں اور دوسری طرف جن لوگوں کے ساتھ بھلائی کی جائے ان کے دلوں میں بھلائی کرنے والوں کے لئے خیر خواہی احسان مندی اور شکرگزاری کے پاکیزہ جذبات نشوونما ہوں مگر اب ہمارا یہ حال ہے کہ ہمیں اپنے گھر کی دولت کا تو پتہ نہیں اور نہ اس کی قدر۔ اب تو یہ حالت ہے کہ ہر نئی چیز جو سات سمندر پار یا یورپ سے آجائے وہ ہمارے دین و ایمان کا امتحان لینے کو تیار ہو جاتی ہے۔ ہماری مثال تو اب اس بھٹکے ہوئے راہ گیر کی سی ہے جو ذرا ذرا شبہ پر ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر دوڑتا ہے لیکن منزل مقصود کا پتہ نہیں لگتا۔ مسلمان کبھی روس کی تحریکوں کی اتباع اپنا فرض خیال کرتے ہیں تو کبھی یورپ کی تقلید میں ان کو اپنی نجات نظر آتی ہے۔ کبھی امریکہ اور جرمن کی حیرت انگیز ایجادو ترقیاں ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتی ہے غرض کہ جس کو کچھ دیکھا اس کے پیچھے ہو لئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون O

درمیان میں بات لفظ حق پر کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ الغرض ان آیات میں ہدایت دی جاتی ہے کہ اے مسلمانو! قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور اسی طرح مسکین و مسافر کو بھی ان کے حقوق دیا کرو۔ آگے بتلایا گیا کہ یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

یہاں آیت میں یریدون وجہ اللہ کی قید یعنی جو مال اس طرح دینے سے اللہ کی رضا کے طالب ہیں اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں قبولیت سے سرفرازی پانے کے لئے

یہ شرط لازمی ہے کہ دینے والا جو کچھ بھی خرچ کرے یہ سب صرف رضائے الٰہی کی نیت سے ہو۔ محض جبری اور نمائشی چندے اور نام و نمود کے لئے داد و دہش جو آج ہمارے معاشرہ کی جان بنی ہوئی ہے یہ سب اس قبولیت کی مد سے باہر ہیں۔ اور نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہیں۔ آگے اس مسئلہ کی اور وضاحت فرمائی جاتی ہے کہ محض دینا دلانا مطلقاً خواہ کسی خیال سے ہو یہ موجب فلاح اور عند اللہ مقبولیت کا باعث نہیں بلکہ اس کا قانون یہ ہے کہ جو چیز تم دنیا کی غرض سے خرچ کرو گے مثلاً کوئی عطیہ۔ یا ہدیہ یا تحفہ اس نیت سے دیا جائے کہ لینے والا بعد میں اس سے زیادہ واپس کرے۔ یا دینے والے کے لئے لینے والا کوئی مفید خدمات انجام دے۔ یا جیسے دنیوی رسوم میں نیوتہ وغیرہ دیا جاتا ہے کہ دینے والا یہ امید رکھتا ہے کہ ہمارے موقع پر یہ لینے والا کچھ اور شامل کر کے دے گا۔ تو ان جیسی اغراض اور نیت سے جو دیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں پہنچتا بلکہ خدا کے نزدیک پہنچنا اور بڑھنا اس مال کے ساتھ خاص ہے جو اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کیا جائے ایسے دیئے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ اجر و ثواب میں بڑھاتے رہیں گے۔

صحیح احادیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ یعنی اس کو قبول فرمالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ صرف پاک کمائی کو قبول کرتا ہے۔ پھر اس کو خیرات کرنے والے کے لئے پالتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ خیرات پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

یہاں ان آیات میں اخلاص وللّٰہیت کی تعلیم دی گئی ہے اور روحانی اور اخلاقی بلندی کا آخری زینہ ہے وہ اگرچہ انفاق فی المال کے سلسلہ میں ہے مگر یہ خوب سمجھ لیا جائے کہ تمام اچھے حسن و اخلاق کی روح اور جان یہی اخلاص وللّٰہیت ہے۔ اس لئے ہر اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ صرف اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا رب کریم، خالق اور پروردگار ہم سے راضی ہو۔ ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔ اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال و اخلاق اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام و نمود یا اور کوئی ایسا ہی جذبہ ان کا محرک اور باعث ہو تو اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں اور ان پر کوئی اجر و ثواب ملنے والا نہیں۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا ثواب جو اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا اصل صلہ اور نتیجہ ہے اور جو انسانوں کا اصل مطلوب اور مقصود ہونا چاہیئے وہ صرف اعمال و اخلاق پر نہیں ملتا بلکہ جب ملتا ہے جبکہ ان اعمال و اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ بھی کیا گیا ہو اور وہی ان کے لئے اصل محرک ہو اور جو لوگ اچھے اعمال و اخلاق کا مظاہرہ دنیا والوں کی داد و تحسین اور نیک نامی و شہرت طلبی یا ایسے ہی دوسرے اغراض و مقاصد کے لئے کرتے ہیں ان کو یہ دوسرے مقاصد چاہے دنیا میں حاصل ہو جائیں لیکن وہ اللہ کی رضا اور اجر آخرت سے محروم رہیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ اخلاص اور للّٰہیت سے قلب مزین کیسے ہو؟ تو برادران عزیز یہ دولت تو اہل اللہ کی صحبت۔ ان سے تعلق اور اپنے آپ کو ان سے وابستہ رکھنے اور تزکیۂ نفس سے نصیب ہوتی ہے۔

الغرض اصل مضمون شرک کی برائی اور مذمت اور اس کے بد انجامی کا اور توحید و دین فطرت اسلام کو قبول کرنے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کا اوپر سے بیان ہوتا چلا آ رہا ہے اور یہی مضمون ابھی اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اخلاص کی دولت عطا فرمائیں تاکہ تمام اعمال و افعال سے ہمارا مطلوب و مقصود رضائے حق ہو۔ یا اللہ تمام نمود۔ ریا۔ نمائش۔ شہرت وغیرہ مہلک امراض سے ہم کو بچا لیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ

اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو جلائے گا، کیا تمہارے شرکاء میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے

مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۴۰ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا

کچھ بھی کر سکے وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں

كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۴۱ قُلْ سِيْرُوْا فِي

تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعضے اعمال کا مزہ ان کو چکھا دے تاکہ وہ باز آجاویں۔ آپ فرمادیجئے کہ ملک میں چلو پھرو

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ۝۴۲ فَاَقِمْ

پھر دیکھو کہ جو لوگ پہلے ہوگذرے ہیں ان کا اخیر کیسا ہوا ان میں اکثر مشرک ہی تھے۔ سو تم اپنا رُخ

وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۝۴۳

اس دین راست کی طرف رکھو قبل اس کے کہ ایسا دن آجاوے جس کے واسطے پھر خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا اُس دن سب لوگ جُدا جُدا ہو جاویں گے۔

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۝۴۴ لِيَجْزِيَ

جو شخص کفر کر رہا ہے اس پر تو اس کا کفر پڑے گا، اور نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے لئے سامان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے گا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۴۵

جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے، واقعی اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ ہے جس نے	خَلَقَكُمْ پیدا کیا تمہیں	ثُمَّ رَزَقَكُمْ پھر اس نے تمہیں رزق دیا	ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے	ثُمَّ پھر				
يُحْيِيْكُمْ وہ تمہیں زندہ کرے گا	هَلْ کیا	مِنْ سے	شُرَكَاۗىِٕكُمْ تمہارے شریک	مَنْ جو	يَّفْعَلُ کرے	مِنْ ذٰلِكُمْ ان (کاموں) میں سے		
مِنْ شَيْءٍ کچھ بھی	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	وَتَعٰلٰى اور برتر	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں	ظَهَرَ ظاہر ہوگیا	الْفَسَادُ فساد		
فِي الْبَرِّ خشکی میں	وَالْبَحْرِ اور دریا (تری)	بِمَا اس سے جو	كَسَبَتْ کمایا	اَيْدِي النَّاسِ لوگوں کے ہاتھ	لِيُذِيْقَهُمْ تاکہ وہ انہیں (مزہ) چکھائے			
بَعْضَ بعض	الَّذِيْ عَمِلُوْا انہوں نے کیا (اعمال)	لَعَلَّهُمْ شاید وہ	يَرْجِعُوْنَ باز آجائیں وہ	قُلْ آپ فرمادیں	سِيْرُوْا تم چلو پھرو	فِي میں		
الْاَرْضِ زمین	فَانْظُرُوْا پھر تم دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الَّذِيْنَ ان کا جو	مِنْ قَبْلُ پہلے (تھے)	كَانَ تھے	اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر
مُّشْرِكِيْنَ شرک کرنے والے	فَاَقِمْ پس سیدھا رکھو	وَجْهَكَ اپنا چہرہ	لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ دین راست کیلئے (طرف)	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ کہ			
يَّاْتِيَ آجائے	يَوْمٌ وہ دن	لَّا مَرَدَّ ٹلنا نہیں	لَهٗ اس کے لئے وہ	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	يَوْمَىِٕذٍ اس دن	يَّصَّدَّعُوْنَ جُدا جُدا ہو جائیں گے		

مَنۡ كَفَرَ جس نے کفر کیا	فَعَلَيۡهِ تو اسی پر	كُفۡرُهٗ اس کا کفر	وَمَنۡ عَمِلَ اور جس نے کئے	صَالِحًا اچھے عمل	فَلِاَنۡفُسِهِمۡ تو وہ اپنے لئے
يَمۡهَدُوۡنَ سامان کررہے ہیں	لِيَجۡزِيَ تاکہ جزا دے وہ	الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ان لوگوں کو جو ایمان لائے	وَ اور	عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے اچھے عمل کئے	
	مِنۡ سے	فَضۡلِهٖ اپنا فضل	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا	الۡكٰفِرِيۡنَ کافر

تفسیر وتشریح:۔اصل مضمون گذشتہ آیات سے اثبات توحید اور ردشرک کا چل رہا ہے۔درمیان میں تبعاً مضمون انفاق یعنی مال کو اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کا آ گیا تھا۔اب پھر کفار ومشرکین کو سمجھانے کے لئے سلسلۂ کلام توحید وآخرت کی طرف پھر جاتا ہے اوران آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تمہیں اللہ ہی نے پیدا کیا۔اسی نے تمہارے رزق کا سامان کیا۔پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے اور پھر وہی قیامت میں تم کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ہر ایک کے اعمال کی جزا وسزا دے گا۔مشرکین کو خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ اے مشرکین ذرا سوچو تو سہی کہ تمہارے بنائے ہوئے مصنوعی معبودوں میں سے کوئی ان میں سے یہ ایک کام بھی کرسکتا ہے؟ تو مارنا۔جلانا۔روزی دینا سب کام تو تنہا اللہ کے قبضہ میں ہوئے پھر دوسرے شریک کدھر سے الوہیت کے مستحق ہوگئے؟ جب نہیں تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اللہ ہی قادر مطلق سب سے بلند وبرتر ہے۔پھر اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے کے کیا معنی؟ پس توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال ہوگیا۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ شرک اور معصیت اور اللہ کی نافرمانی ایسی بری چیز ہے کہ خشکی وتری یعنی تمام دنیا میں لوگوں کے بداعمالیوں کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں۔آیت میں فساد کا لفظ آیا ہے جس کی مثالیں علماء نے لکھی ہیں مثلاً بارش نہ ہونا۔قحط پڑنا۔باغ اور کھیتوں کے پھل پھولوں پر آفت آنا۔آندھی کا آنا۔اولوں کا گرنا۔سیلاب کا پھیلنا پیداوار کم یا ناقص ہوجانا۔مویشیوں میں بیماری اور موت پڑنا۔ان کی نسل کم پھیلنا تجارت وکاروبار میں نفع کم ہونا۔مصارف کا بڑھ جانا۔ہر چیز کا گراں ہوجانا۔حاکم کا ظالم اور طماع ہونا۔قانون اور انصاف کے پیرایہ میں رعایا کو تباہ کردینا۔باہم بادشاہوں اور قوموں میں جنگ قائم ہوکر ہزاروں لاکھوں کا مارا جانا۔بیماریوں کی کثرت۔باہمی الفت ومحبت واتفاق کی جگہ عداوت وبغض ونفاق پھیلنا۔حیا اور شرم کا اٹھ جانا۔بے حیائی اور فحش کی ترقی ہونا۔چھوٹوں کا بڑوں سے بے ادب اور گستاخ ہوجانا۔باہم چوری اور زنا کاری اور خون ریزی اور بدامنی کا پھیلنا یہ سب فساد یعنی بلاؤں ہی کی قسمیں ہیں جو انسان کے کرتوت سے پیدا ہوتی ہیں۔تو لوگوں کے دین فطرت پر قائم نہ رہنے سے کفر وشرک اور فسق وفجور دنیا میں پھیل پڑا اور اس کی شامت سے نہ خشکی میں امن سکون رہا۔نہ تری میں۔روئے زمین کو فتنہ فساد نے گھیر لیا۔اور یہ سب اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لوگوں کی بداعمالیوں کا تھوڑا سا مزہ دنیا میں بھی چکھا دیا جائے۔پوری سزا تو آخرت میں ملے گی۔مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلا دیں۔ممکن ہے کہ بعض لوگ ڈر کر راہ راست پر آجائیں۔غرض جب اعمال بد مطلقاً سبب وبال ہیں تو کفر وشرک تو سب سے بڑھ کر موجب وبال ہوگا اور اگر ان مشرکین کو اس کے ماننے میں کچھ تردد ہو تو روئے زمین پر چل پھر کر دیکھیں کہ جو کافر ومشرک نافرمان لوگ پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا۔پچھلے نافرمانوں کے عبرتناک حالات ان کے سامنے ہیں اور دنیا میں ان کی تباہی کے آثار جا بجا پھیلے پڑے ہیں۔تو دیکھ لو کہ وہ عذاب آسمانی سے کس طرح ہلاک ہوئے جس سے صاف واضح ہوا کہ شرک وکفر ونافرمانی کا بڑا وبال ہے اور ان تمام خرابیوں کا ایک ہی علاج ہے وہ یہ کہ دین قیم جو دین فطرت ہے اس پر ٹھیک ٹھیک قائم رہو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس کے ٹلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی یعنی جیسے دنیا میں خاص عذاب کے وقت کو اللہ تعالیٰ قیامت کے وعدہ پر ہٹاتا جاتا ہے لیکن جب وہ موعود دن آجائے گا پھر نہ کوئی طاقت اسے پھیر سکتی ہے اور نہ خود اللہ تعالیٰ اس کو ملتوی کرے گا گویا وہ دن آنا اٹل ہے اور جب وہ دن ہوگا تو سب انسان باعتبار جزا کے جدا جدا ہوجاویں گے یعنی نیک جنت میں اور بد دوزخ میں بھیج دیئے جاویں گے۔جو شخص آج کفر وشرک کررہا ہے اس پر تو اس کا وبال کفر پڑے گا اور جو نیک عمل کررہا ہے یعنی اللہ ورسول کی فرمانبرداری اور ہدایت کے موافق اپنی زندگی دنیا میں گزار رہا ہے تو یہ لوگ اپنے نفع کے لئے سامان

کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالحہ کئے ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نیک جزا یعنی جنت عطا فرمائے گا اور کفار اس سے محروم رہیں گے جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا بلکہ ان کے کفر پر ان سے ناخوش ہے اس لئے یہ اس دولت سے محروم رہیں گے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے والوں کو عطا کی جائے گی۔

یہاں ان آیات میں حوادث و آفات کا راز بتلایا گیا کہ یہ بلائیں اس لئے آتی ہیں کہ انسان ان سے اللہ کی طرف توجہ کرنا سیکھے اور اپنی بداعمالیوں سے باز آجائے۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل کے زمانہ میں آگے پیچھے قریب قریب وہ سب ہی فسادات اور خرابیاں ظاہر ہورہی ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا لیکن بجائے توبہ و استغفار کے دن بدن بے دینی کا سمندر موجزن ہے اور فسق و فجور بڑھتا ہی جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اور غیب سے امت مسلمہ کے اصلاح کی صورت ظاہر فرمائیں۔ تو گویا مقصود ان بلاؤں سے بھی اصلاح خلق ہی ہوئی اس لئے محقق مفسرین نے لکھا ہے کہ شر مقصود بالذات نہیں ہوتا اس کی حیثیت جراح کے نشتر کی سی ہے یعنی جس طرح نشتر کا زخم مقصود بالذات نہیں ہوتا بلکہ مقصود و مطلوب تو صحت ہوتی ہے اور نشتر محض اس کا ذریعہ ہوتا ہے۔

امام المفسرین امام رازیؒ نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ یہاں من کفر فعلیه کفره یعنی جو کافر رہا اس پر اس کا کفر پڑے گا۔ اس کے مقابلہ میں قرآن کریم نے من آمن نہیں کہا بلکہ کافر کے مقابلہ میں ومن عمل صالحاً فرمایا یعنی جو نیک عمل کررہا ہے تاکہ مومن کو ساتھ ہی عمل صالحہ کی بھی ترغیب ہوجائے کیونکہ ایمان کی تکمیل عمل صالح ہی سے ہوتی ہے۔

اب یہاں ''ایمان'' کے متعلق ایک غلط فہمی بھی رفع کرلی جائے تاکہ ایمان کی حقیقت ان پر بھی واضح ہوجائے جو ایمان کو صرف اقرار و تصدیق تک محدود رکھتے ہیں اور عمل اس سے ایک بالکل جدا چیز سمجھتے ہیں ایمان کی تعریف اور اس کی حقیقت پر حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ترجمان السنہ میں لکھتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق نہیں ہے بلکہ انقیاد قلبی اور التزام طاعت بھی اس کا جزو اہم ہے۔ اگر ایک شخص صرف تصدیق رکھتا ہے مگر عہد وفاداری نہیں کرتا وہ مومن نہیں کہلاسکتا اور اسی طرح اگر فرمانبرداری کے لئے تو آمادہ ہے مگر قلب وزبان سے تصدیق کے لئے آمادہ نہیں تو بھی وہ مومن نہیں ہے۔ ایمان صرف اس صورت کا نام ہے کہ قلب وزبان تصدیق سے مزین ہوں اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کا عزم بھی مصمم ہو گویا شرعی تصدیق اسی کا نام ہے۔ آگے مولاناؒ نے حافظ ابن تیمیہؒ کی ایک عبارت نقل فرمائی ہے جس میں وہ یعنی امام تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ فرض کرو ایک شخص دربار نبوت میں حاضر ہوتا ہے اور تصدیق کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نہ آپ کے احکام بجالاؤں گا۔ نہ جس چیز سے آپ منع فرمائیں گے باز رہوں گا۔ نہ فرائض خمسہ ادا کروں گا۔ ہاں شراب پیوں گا۔ چوری زنا۔ نکاح محارم کروں گا غرض جو نا کردنی ہے وہ سب کروں گا۔ کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص تصور کرسکتا ہے کہ محض لغوی تصدیق کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے ایمان کا پروانہ تحریر فرمادیں گے۔ اس کی شفاعت کا وعدہ فرمالیں گے۔ جہنم سے نجات ابدی کی بشارت سنادیں گے۔ یا یہی جواب دیں گے کہ تو صرف کافر نہیں بلکہ بدترین کافر ہے۔ تیرا یہ ایمان ایمان نہیں استہزا ہے یہ تصدیق نہیں بلکہ تکذیب کا بدترین مظاہرہ ہے۔ اگر یہ بھی ایمان ہے تو پھر ابلیس کے ایمان میں کیا کسر تھی جس نے صرف ایک ہی سجدہ کا انکار کیا تھا۔ پھر قرآن کریم نے کیوں اس کو کافروں میں شمار کرلیا۔ آگے مولانا موصوفؒ لکھتے ہیں حضرت استاد (یعنی حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ) فرماتے تھے کہ ایمان کا ترجمہ جاننا یا یقین کرنا یا تصدیق کرنا اچھا نہیں ہے۔ ان تراجم سے ایمان کی پوری حقیقت واضح نہیں ہوتی بلکہ صحیح ترجمہ ''ماننا'' ہے۔ جس سے التزام طاعت کا مفہوم بھی ادا ہوجاتا ہے۔ اردو دان حضرات کو حضرت استادؒ کا ایک یہ ترجمہ ہماری اس ساری تفصیل سے بے نیاز کرسکتا ہے۔ یہ ہے ایمان کا وجود ذہنی۔ یہی ایمان کا جزء اشرف ہے۔ نجات ابدی اسی پر دائر ہے اور آخرت کی ساری خوشیاں اسی کی ثمرات و برکات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو ایسا ہی ایمان نصیب فرمائے آگے اسی توحید کے اثبات میں اللہ تعالیٰ کی مزید بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ

اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوشخبری دیتی ہیں اور تاکہ تم کو اپنی رحمت کا مزہ چکھادے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر اُن کی قوموں کے پاس بھیجے اور وہ اُن کے پاس دلائل لے کر آئے

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

سو ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو مرتکب جرائم ہوئے تھے، اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَاۗءِ كَيْفَ يَشَاۗءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا

اللہ ایسا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ

پھر تم مینہ کو دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے تو بس وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾

اور وہ لوگ قبل اس کے کہ ان کے خوش ہونے سے پہلے ان پر برسے ناامید تھے۔

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ

سو رحمتِ الٰہی کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے،

وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

وَ اور	مِنْ اٰيٰتِهٖ اس کی نشانیوں سے	اَنْ يُّرْسِلَ کہ وہ بھیجتا ہے	الرِّيَاحَ ہوائیں	مُبَشِّرٰتٍ خوشخبری دینے والی	وَّ لِيُذِيْقَكُمْ اور تاکہ وہ تمہیں چکھائے	
مِنْ رَّحْمَتِهٖ سے (کا) اپنی رحمت	وَلِتَجْرِيَ اور تاکہ	الْفُلْكُ کشتیاں	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے	وَلِتَبْتَغُوْا اور تاکہ تم تلاش کرو	مِنْ سے	
فَضْلِهٖ اسکا فضل	وَلَعَلَّكُمْ اور تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ تم شکر کرو	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجے	مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	رُسُلًا بہت سے رسول	
اِلٰى طرف	قَوْمِهِمْ ان کی قومیں	فَجَآءُوْهُمْ پس وہ انکے پاس آئے	بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کے ساتھ	فَانْتَقَمْنَا پھر ہم نے انتقام لیا	مِنَ سے	
الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وہ جنہوں نے جرم کیا	وَكَانَ اور ہے	حَقًّا حق	عَلَيْنَا ہم پر (ہمارا)	نَصْرُ مدد	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	اَللّٰهُ اللہ
الَّذِيْ يُرْسِلُ جو بھیجتا ہے	الرِّيٰحَ ہوائیں	فَتُثِيْرُ تو وہ ابھارتی ہیں	سَحَابًا بادل	فَيَبْسُطُهٗ پھر وہ (بادل) پھیلاتا ہے	فِي السَّمَاۗءِ آسمان میں	

كَيْفَ جیسے	يَشَآءُ وہ چاہتا ہے	وَيَجْعَلُهٗ اور وہ اسے کردیتا ہے	كِسَفًا ٹکڑے ٹکڑے	فَتَرَى پھر تو دیکھے	الْوَدْقَ مینہ	يَخْرُجُ نکلتا ہے
مِنْ خِلٰلِهٖ اس کے درمیان سے	فَاِذَآ پھر جب	اَصَابَ بِهٖ وہ اسے پہنچادیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	مِنْ سے	عِبَادِهٖٓ اپنے بندوں	
اِذَا هُمْ اچانک وہ	يَسْتَبْشِرُوْنَ خوشیاں منانے لگتے ہیں	وَاِنْ اور اگرچہ	كَانُوْا تھے	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يُّنَزَّلَ کہ وہ نازل ہو	
عَلَيْهِمْ اُن پر	مِنْ قَبْلِهٖ پہلے (ہی) سے	لَمُبْلِسِيْنَ البتہ مایوس	فَانْظُرْ پس دیکھو تو	اِلٰى طرف	اٰثٰرِ آثار	رَحْمَتِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت
كَيْفَ يُحْيِ وہ کیسے زندہ کرتا ہے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ مَوْتِهَا اسکے مرنے کے بعد	اِنَّ بیشک	ذٰلِكَ وہی	لَمُحْيِ البتہ زندہ کرنیوالا	
	الْمَوْتٰى مُردے	وَ اور	هُوَ وہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ خشکی وتری میں انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے بلائیں آتی ہیں جس کی مثالیں گزشتہ درس میں یہ بتلائی گئی تھیں جیسے موقع پر بارش کا نہ ہونا۔قحط پر قحط پڑنا۔آندھی ہوا۔بارش کا طوفان آنا۔سیلاب کا پھیلنا۔بیماریوں کی کثرت۔ وباؤں کا زور۔ موذی جانوروں کی کثرت۔ باہمی الفت ومحبت واتفاق کی جگہ عداوت بغض اور نفاق کا پھیلنا۔حیا اور شرم کا اٹھ جانا۔بے حیائی اور فحش کی ترقی ہونا۔چھوٹوں کا بڑوں سے بے ادب اور گستاخ ہوجانا۔باہم چوری۔زنا کاری۔خون ریزی۔ بدامنی کا پھیلنا۔مصارف کا بڑھ جانا۔ہر چیز کا گراں ہوجانا۔یہ سب وہ بلائیں ہیں کہ جو انسانوں کے کرتوتوں سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ اس لئے آتی ہیں کہ انسانوں کو اپنی بدعملیوں سے تنبہ ہو اور اپنے افعال بد سے توبہ کریں اور باز آئیں۔تو انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے خرابیاں ظاہر ہونے کا بیان فرما کر اب یہاں یہ بتلایا جاتا ہے کہ اس پر بھی اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہیں اور نظام عالم کو باقی رکھتے ہیں۔ ہوائیں چلاتے ہیں جن پر بقائے انسانی موقوف ہے۔ پھر ہواؤں کے چند فوائد بیان فرمائے جاتے ہیں۔ایک فائدہ مبشرات ہونا فرمایا یعنی وہ خوشی دیتی ہیں۔انسان کے بدن پر جو ہوا لگتی ہے تو اس کو فرحت ہوتی ہے اور نیز بارش سے پہلے گرمی کی شدت کے بعد ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں تو گویا وہ مژدہ لاتی ہیں کہ اب باران رحمت کا نزول ہوگا۔ایک فائدہ یہ بتلایا کہ ہواؤں کی وجہ سے انسان زندہ رہ کر دنیا میں اس کی رحمت اور نعمت کے مزے لیتا ہے اور انہیں سے پھول پھل کھیتی باڑی تیار ہوتی ہے۔یہی ہوائیں ہیں جو تعفنات کو دور کرتی ہیں یہ باتیں تو بر یعنی خشکی کے متعلق ہیں۔ایک فائدہ تری یعنی پانی سے متعلق بتلایا گیا کہ اسی ہوا سے دریا اور سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں قدیم زمانہ کی بادبانی کشتیوں اور جہازوں کا سفر زیادہ تر موافق ہوا ہی پر منحصر تھا۔پھر بتلایا گیا کہ تم دریائی سفروں کی وجہ سے روزی تلاش کرتے ہو۔یعنی کشتی اور جہازوں سے تجارتی مال دریا یا سمندر پار منتقل کر کے تجارت کرتے ہو۔اس نعمت الٰہی کا تذکرہ کر کے کہا جاتا ہے کہ منکرین توحید کو چاہئے کہ شرارت۔کفران نعمت اور شرک سے باز آجائیں۔اور خدا کی مہربانیوں کو دیکھ کر شکر گزار بندے بنیں۔یہاں ہواؤں کے چلانے میں جس پر مدار زندگی ہے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ اسی کی قدرت کاملہ کی نشانی ہے۔ مشرکین کے معبودوں میں سے کون ایسا کرسکتا ہے؟ یہ تو دلیل توحید و وجود باری تعالیٰ ہے۔آگے مسئلہ نبوت کو نہایت لطیف پیرائے میں ثابت کیا جاتا ہے۔کہ جس طرح نظام عالم جسمانی کے لئے ہوائیں چلاتے ہیں۔اسی طرح نظام عالم روحانی کے لئے اپنے فضل سے انبیاء بھیجتے چلے آتے ہیں۔ جو اپنی قوموں کے پاس نشانیاں و معجزات لے کر آئے تھے پھر جس نے ہمارے پیغمبروں کی نافرمانی کی ہم نے اس سے انتقام لیا اور نافرمانوں کو سزائیں ملیں۔اور ایمانداروں کی مدد کی۔کیونکہ ایمانداروں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ

ہے۔ یہاں ایک جملہ میں نہایت اختصار کے ساتھ رسولوں کو بھیجنا اوران کی امتوں پر سرکشی سے عذاب آنا ایمان والوں کا نجات پانا بیان فرمادیا۔ آگے ایک دوسری نعمت کا اظہار فرمایا جاتا ہے جس پر نظام عالم منحصر ہے اور وہ ہے بارش کا برسانا۔ پھر اس سے زمین کا شاداب کرنا۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ گرمی اور خشکی کی شدت کے بعد باران رحمت کے نزول پر غور کرو۔ گرمی کی شدت سے بوکھلائے جارہے تھے۔ زمین جھلسی پڑی تھی کہ اللہ نے موسمی ہوائیں چلائیں اور وہ بادلوں کو ادھر ادھر سے گھیر کر لائیں۔ پھر وہ بادل ایک دوسرے پر تہ بہ تہ جم گئے۔ اوران کے اندر سے مینہ برسنا شروع ہوا۔ اس بارش سے تھوڑی ہی دیر پہلے اس بلا کی تپش تھی کہ ہوش وحواس گم تھے۔ کہ لوگ آس توڑے بیٹھے تھے۔ بارش آتے ہی چہروں پر رونق آ گئی اور لگے خوشیاں منانے۔ چند گھنٹے پہلے ہر طرف خاک اڑ رہی تھی اور زمین خشک بے رونق اور مردہ پڑی تھی۔ ناگہاں اللہ کی مہربانی سے زندہ ہوکر لہلہانے لگی۔ یہی حال روحانی بارش کا سمجھو۔ اس سے مردہ دلوں میں جان پڑے گی۔ اور ہر طرف رحمت الٰہی کے نشان اور دین کے آثار نظر آئیں گے۔ یہاں نبوت اور بارش کا ذکر یکے بعد دیگرے کرنے میں ایک لطیف اشارہ ہے اس حقیقت کی طرف کہ نبی کی آمد بھی انسان کی اخلاقی زندگی کے لئے ویسی ہی رحمت ہے جیسی بارش کی آمد اس کی مادی زندگی کے لئے رحمت ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح آسمانی بارش کے نزول سے مردہ پڑی ہوئی زمین یکا یک جی اٹھتی ہے اور اس میں کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ اسی طرح آسمانی وحی کا نزول اخلاق اور روحانیت کی ویران پڑی ہوئی دنیا کو نئی زندگی بخشتا ہے اس میں علاوہ دلیل وحدت کے دلیل قدرت بھی ہے کہ جس خدا نے مردہ زمین کو زندہ کردیا۔ کچھ شک نہیں کہ وہی خدا مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

ابھی یہی سلسلۂ مضمون یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نشانیوں کا حال اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیوں کو دیکھنے کے لئے ہم کو بھی بصیرت عطا فرمائیں۔ اور اپنی ان تمام نعمتوں کا جو ہم کو اس زندگی میں عطا فرما رکھی ہیں حقیقی شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور کفار و مشرکین کے مقابلہ میں جیسے پہلے حق تعالیٰ نے اہل ایمان کو غالب اور منصور فرمایا۔ اب بھی اہل ایمان کو غالب اور منصور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آخرت و قیامت کا یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری کی فکر نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اس وقت ہم بھی اپنی بداعمالیوں کے شامت اعمال میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور طرح طرح کی بلاؤں اور فسادات کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ یا اللہ! ہمیں اپنی بداعمالیوں پر تنبہ نصیب فرما۔ اور سچی توبہ سے اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! آج قوم اور ملک مادیت کی طرف جھک پڑا ہے اور مادی ترقی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ روحانیت جو دین و دنیا دونوں کو سنوارنے والی ہے اس سے بیزاری بڑھتی جارہی ہے۔ یا اللہ! ہمیں دین اسلام کی حقیقی عظمت پھر عطا فرمادے اور اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ یا اللہ! اطیعوا اللہ اور اطیعوا الرسول کی دولت سے پھر ہماری قوم اور امت مسلمہ کو نواز دے۔ یا اللہ! آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ ہماری اصلاح اور اصلاح وفلاح دینی و دنیوی کے دروازہ ہم پر کھول دے اور آپ کی رحمت میں داخل ہوجانا ہمارے لئے مقدر اور آسان فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ۝ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى

اور اگر ہم ان پر اور ہوا چلادیں پھر یہ لوگ کھیتی کو زرد ہوا دیکھیں تو یہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔ سو آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے

وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ

اور بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے جبکہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔ اور آپ اندھوں کو ان کی بے راہی سے راہ پر نہیں لا سکتے، آپ تو بس ان کو سنا سکتے ہیں

تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ

جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں پھر وہ مانتے ہیں۔ اللہ ایسا ہے جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں بنایا پھر

جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ

ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا عطا کیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝

اور وہ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔

وَلَئِنْ اور اگر	اَرْسَلْنَا ہم بھیجیں	رِيْحًا ہوا	فَرَاَوْهُ پھر وہ اسے دیکھیں	مُصْفَرًّا زرد شدہ	لَّظَلُّوْا ضرور ہو جائیں	مِنْ بَعْدِهٖ اس کے بعد	
يَكْفُرُوْنَ ناشکری کرنے والے	فَاِنَّكَ پس بیشک آپ	لَا تُسْمِعُ نہیں سُنا سکتے	الْمَوْتٰى مُردوں	وَلَا اور نہیں	تُسْمِعُ سنا سکتے	الصُّمَّ بہروں	
الدُّعَآءَ آواز	اِذَا وَلَّوْا جب وہ پھر جائیں	مُدْبِرِيْنَ پیٹھ دے کر	وَمَآ اَنْتَ اور آپ نہیں	بِهٰدِ ہدایت دینے والے	الْعُمْيِ اندھا		
عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اس کی گمراہی سے	اِنْ تُسْمِعُ آپ نہیں سنا سکتے	اِلَّا مگر	مَنْ يُّؤْمِنُ جو ایمان لاتا ہے	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں پر	فَهُمْ پس وہ		
مُّسْلِمُوْنَ فرمانبردار	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وہ جس نے تمہیں پیدا کیا	مِنْ سے	ضُعْفٍ کمزوری	ثُمَّ پھر	جَعَلَ اس نے بنایا۔دی	
مِنْ بَعْدِ بعد	ضُعْفٍ کمزوری	قُوَّةً قوت	ثُمَّ جَعَلَ پھر اس نے کردیا	مِنْ بَعْدِ بعد	قُوَّةٍ قوت	ضُعْفًا کمزوری	وَشَيْبَةً اور بڑھاپا
	يَخْلُقُ وہ پیدا کرتا ہے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا ہے	وَهُوَ اور وہ	الْعَلِيْمُ علم والا	الْقَدِيْرُ قدرت والا		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں باران رحمت کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جب زمین گرمی کی شدت سے خشک اور مردہ ہو جاتی ہے اور ہر طرف خاک اڑتی نظر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ بارش کو بھیج کر اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں پھر جان ڈال دیتے ہیں اور خشک اور مرجھائی ہوئی زمین ہری بھری اور ترو تازہ ہو جاتی ہے۔ اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو خدا مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے وہی خدا قیامت میں مردوں کو پھر زندہ کرنے والا ہے۔ اس کی قدرت کاملہ کے سامنے یہ کوئی مشکل چیز نہیں۔ اب آگے انسان کی ناشکری کی عادت کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ یہ اہل غفلت ایسے ناحق شناس اور ناسپاس ہیں کہ اتنی بڑی بڑی نعمتوں کے بعد جن کا ذکر اوپر ہوا اگر کوئی آفت آپڑے تو ناشکری کرنے لگتے ہیں مثلاً بارانِ رحمت کے بعد جب کھیتیاں اور باغات سرسبز ہو چکے ہوں اس وقت اگر کوئی ایسی سخت گرم یا سخت سرد ہوا چل پڑے کہ جو ہرے بھرے کھیتوں کو جھلس دے اور وہ سوکھ کر زرد پڑ جائیں اور ان کی سرسبزی اور شادابی جاتی رہے تو یہ لوگ پھر فوراً بدل جائیں اور اللہ کے سب احسان فراموش کر کے ناشکری شروع کر دیں حالانکہ بندوں کو ہر حالت میں اپنے آقا کے حکم پر راضی اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے غضب سے خوفزدہ رہنا چاہئے۔ تو جب ان منکرین کی غفلت اور ناشکری اس درجہ پر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ بالکل ہی بے حس ہیں

پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے کفرو ناسپاسی سے ملول وغمگین نہ ہوں آپ صرف دعوت وتبلیغ کے ذمہ دار ہیں۔کوئی بد بخت نہ مانے تو آپ کا کیا نقصان ہے۔آپ کی بات وہی سنیں گے اور مانیں گے جو تسلیم اور انقیاد کی عادت رکھتے ہیں اور ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں اور جن کے ضمیر مرچکے ہیں اور ان کے اندر اخلاقی زندگی کی رمق بھی باقی نہیں رہی۔جن کی بندگی نفس۔ضد اور ہٹ دھرمی نے اس صلاحیت ہی کا خاتمہ کردیا ہے جو آدمی کو حق بات سمجھنے اور قبول کرنے کے قابل بناتی ہے تو ایسے مردہ دلوں کو آپ نہیں سنا سکتے۔اور ایسے ہی بہروں کو بھی آپ آواز نہیں سنا سکتے۔خصوصاً جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں کہ اشارہ کو بھی نہ دیکھیں۔مراد اس سے وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے دل پر ایسے قفل چڑھا رکھے ہیں کہ سب کچھ سن کر بھی وہ کچھ نہیں سنتے۔پھر جب ایسے لوگ یہ کوشش بھی کریں کہ دعوت حق کی آواز سرے سے ان کے کان میں پڑنے ہی نہ پائے اور داعی حق کی شکل دیکھ کر ہی دور بھاگنا شروع کردیں تو ظاہر ہے کہ کوئی انہیں کیا سنائے اور کیسے سنائے۔اور اسی طرح اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر آپ راہ راست پر نہیں لا سکتے یعنی جن لوگوں کی باطنی آنکھیں پھوٹ چکی ہوں اور جنہیں وہ راستہ نظر ہی نہ آتا ہو جو نبی انہیں دکھانے کی کوشش کرتا ہے تو ایسے لوگ رہنمائی کیسے حاصل کرسکتے ہیں۔یعنی جب یہ منکرین مردہ۔اور بہرے اور اندھے کے مشابہ ہیں پھر ان سے کیا توقع ایمان کی رکھی جائے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو بس ان کو ہی سنا سکتے ہیں اور راستہ دکھا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں اور پھر وہ مانتے بھی ہیں یعنی جنہوں نے اسلام قبول کیا اور مسلم کہلائے آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور تصرف کا اظہار فرماتے ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ پیدائش کے وقت انسان کس قدر کمزور و ناتواں ہوتا ہے کہ ایک جگہ پڑے رہنے کے سوا کچھ نہیں کرسکتا۔پھر رفتہ رفتہ اس میں قوت آنی شروع ہوتی ہے اور بچپن سے گزر کر جوانی کے دور میں آجاتا ہے تو رگ رگ میں زور اور قوت بھرا ہوتا ہے اس کے بعد پھر قوت گھٹنا شروع ہوتی ہے۔بڑھاپا آجاتا ہے۔ دانت گر جاتے ہیں بال سفید ہوجاتے ہیں۔اعضا کمزور ہوجاتے ہیں۔ تو بچپن۔جوانی بڑھاپا یہ ساری حالتیں اسی کی پیدا کردہ ہیں اور یہ اسی کی مشیت پر موقوف ہے کہ جسے چاہے ضعف سے قوت دے اور جسے چاہے قوت سے ضعف دے۔انسان اپنی جگہ جس گھمنڈ میں چاہے مبتلا رہے مگر وہ خدا کے قبضۂ قدرت میں اسی طرح بے بس ہے کہ جو حالت بھی خدا اس پر طاری کردے اسے وہ اپنی کسی تدبیر سے نہیں بدل سکتا۔گویا اثبات توحید کے سلسلہ میں یہاں دلائل انفس بیان فرمائے کہ جو انسان کی ذات اور اس کی حالت سے متعلق ہیں کہ انسان خود اپنے احوال مختلفہ پر غور کرے کہ اس کی کیسی مختلف صورتیں بنائیں اور پھر اس کو قوت اور ضعف کے میدان میں کیسی الٹی پلٹیاں دیں۔پھر اس کے علیم وقدیر ہونے میں کیا شک ہے۔تو ایسے علیم وقدیر کے نزدیک قیامت قائم کرکے مردوں کو زندہ کرنا اور ان سے حساب کتاب لینا اور ان کو جزا سزا دینا کیا بعید ہے؟

یہاں اس سورۃ میں فانک لاتسمع الموتی جیسی دو آیتیں سورۂ نمل بیسویں پارہ میں بھی گزر چکی ہیں۔ان آیات کے تحت حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ''یہاں تینوں جملے یعنی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیرے چلے جارہے ہوں اور آپ اندھوں کو بھی ان کی بے راہی سے راہ پر نہیں لا سکتے اس پر دال ہیں کہ ہدایت نہ کسی نبی کے قبضہ میں ہے اور نہ کسی ولی کے۔پھر لوگ یہ کیسے گمان کرلیتے ہیں کہ کامل بنا دینا شیوخ کے اختیار میں ہے۔''الغرض مقصود اس تشبیہ سے اس کا اظہار ہے کہ جب کوئی نفع حاصل کرنے کا ارادہ ہی نہ کرے بلکہ اس کے برعکس کا ارادہ کرلے تو کوئی اسے نفع نہیں پہنچا سکتا۔اور یہ سنانے اور نفع پہنچانے کی نفی جب سید الرسل علیہ الصلوٰۃ سے کی جارہی ہے تو کسی بزرگ یا شیخ یا مرشد کے اختیار میں کب ہدایت کا دل میں اتار دینا ممکن ہے۔پھر اس کے ساتھ ہی دونوں جگہ یعنی سورۂ نمل میں بھی اور یہاں سورۂ روم میں بھی یہ تصریح فرمادی کہ آپ کی دعوت وتبلیغ سے فائدہ اٹھانے والے صرف وہی ہوسکتے ہیں جو اللہ کی باتوں پر ایمان ویقین رکھتے ہوں اور ساتھ ہی حکم بردار بھی ہوں تو معلوم ہوا کہ نصیحت کا سنانا ان کے حق میں نافع ہے جو سن کر اثر قبول کریں اور اثر قبول کرنا یہی ہے کہ خدا کی باتوں پر یقین کرکے اس کے فرمانبردار بنیں۔

آگے خاتمہ کی آیات میں وقوع قیامت اور کفار ومشرکین کی اس دن حیرانی وپریشانی اور اخیر میں اہل ایمان کو بشارت دی گئی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور جس روز قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسم کھا بیٹھیں گے کہ وہ لوگ ایک ساعت سے زیادہ نہیں رہے اسی طرح یہ لوگ اُلٹے چلا کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَهٰذَا

اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا ہوا ہے وہ کہیں گے کہ تم تو نوشتہ خداوندی کے موافق قیامت کے دن تک رہے ہو سو

يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ

قیامت کا دن یہی ہے ولیکن تم یقین نہ کرتے تھے۔ غرض اس روز ظالموں کو ان کا عذر کرنا نفع نہ دے گا

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ

اور نہ اُن سے خدا کی خفگی کا تدارک چاہا جاوے گا۔ اور ہم نے لوگوں کے واسطے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں اور اگر

جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ

آپ انکے پاس کوئی نشانی لے آویں تب بھی یہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم سب نرے اہل باطل ہو۔ جو لوگ یقین نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

یوں ہی مُہر کردیا کرتا ہے۔ سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بدیقین لوگ آپ کو بے برداشت نہ کرنے پاویں۔

وَيَوْمَ اور جس دن	تَقُوْمُ قائم ہوگی	السَّاعَةُ قیامت	يُقْسِمُ قسم کھائیں گے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم	مَا لَبِثُوْا وہ نہیں رہے	
غَيْرَ سَاعَةٍ ایک گھڑی سے زیادہ	كَذٰلِكَ اسی طرح	كَانُوْا وہ تھے	يُؤْفَكُوْنَ اوندھے جاتے	وَقَالَ اور کہا۔ کہیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	
اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا	وَالْاِيْمَانَ اور ایمان	لَقَدْ لَبِثْتُمْ یقیناً تم رہے ہو	فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ میں (مطابق) نوشتہ الٰہی	اِلٰى تک		
يَوْمِ الْبَعْثِ جی اٹھنے کا دن	فَهٰذَا پس یہ ہے	يَوْمُ الْبَعْثِ جی اُٹھنے کا دن	وَلٰكِنَّكُمْ اور لیکن تم	كُنْتُمْ تم	لَا تَعْلَمُوْنَ نہ جانتے تھے	
فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن	لَا يَنْفَعُ نفع نہ دے گی	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا	مَعْذِرَتُهُمْ ان کی معذرت	وَلَا هُمْ اور نہ وہ	
يُسْتَعْتَبُوْنَ راضی کرنا چاہا جائیگا	وَ اور	لَقَدْ ضَرَبْنَا تحقیق ہم نے بیان کیں	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	فِيْ میں	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	مِنْ كُلِّ ہر قسم
مَثَلٍ مثالیں	وَلَىِٕنْ اور اگر	جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ تم لاؤ انکے پاس کوئی نشانی	لَيَقُوْلَنَّ تو ضرور کہیں گے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	اِنْ اَنْتُمْ تم (نہیں) ہو	
اِلَّا مُبْطِلُوْنَ مگر جھوٹ بناتے ہو	كَذٰلِكَ اسی طرح	يَطْبَعُ اللّٰهُ اللہ مہر لگا دیتا ہے	عَلٰى پر	قُلُوْبِ دل	الَّذِيْنَ جو لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ سمجھ نہیں رکھتے
فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ اور وہ ہرگز (کسی طور) سُبک نہ کردیں گے آپکو		
الَّذِيْنَ جو لوگ	لَا يُوْقِنُوْنَ یقین نہیں رکھتے					

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ روم کی آخری آیات ہیں گذشتہ آیات میں دور سے اثبات توحید ونبوت وقیامت وآخرت وابطال شرک وغیرہ کے مضامین بیان ہوتے چلے آرہے ہیں اسی سلسلہ میں گذشتہ آیات میں منکرین توحید کو جتلایا گیا تھا کہ اے منکرو جس خدا کی اطاعت اور عبادت کے لئے تم سے کہا جاتا ہے وہ وہی تو ہے جس نے تم کو ابتدائے خلقت میں بالکل کمزور اور نادان بچہ بنا کر پیدا کیا پھر اس کے بعد جوانی میں تم کو قوت دی اور مضبوط بنادیا اور پھر کچھ عرصہ بعد وہ جوانی کا نشہ ہرن ہوا تو بڑھاپا آ گیا کہ نہ وہ جوانی کی سی قوت رہی۔ نہ وہ تندرستی رہی۔ نہ وہ کھانا پینا رہا۔ دانتوں نے الگ جواب دے دیا۔ نگاہ جدا ضعیف ہوگئی ہاتھ پیروں میں سکت باقی نہ رہی۔ یہ سب کچھ ہوکر ایک سانس باقی تھا تھوڑے دنوں میں وہ بھی ندارد۔ تو اے منکرو اگر تم اپنے ہی احوال مختلفہ میں غور کرلو تو اس کے علیم وقدیر ہونے میں کیا شک رہتا ہے؟ تم سوچو کہ ایسے کامل العلم۔ کامل القدرت اور کامل الاختیار خدا کی مخالفت کر کے تم کس نتیجہ پر پہنچو گے جبکہ ایک روز قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اب یہاں ان آیات میں وقوع قیامت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جس روز قیامت قائم ہوگی تو مجرمین کے ہوش اڑ جائیں گے اور وہاں کی ہول وہیبت وپریشانی کو دیکھ کر قیامت کی آمد کو غایت درجہ ناگوار سمجھ کر قسم کھا کر کہیں گے کہ قیامت بہت جلدی آ گئی کہ وہ اس سے پہلے ایک ساعت سے زیادہ دنیا میں نہیں ٹھہرے۔ افسوس کہ بڑی جلدی دنیا کی زندگی ختم ہوگئی۔ کچھ بھی مہلت نہ ملی جو دنیا میں زیادہ مدت ٹھہرنے کا موقع ملتا تو اس دن کے لئے تیاری کرتے۔ یہ تو ایک دم مصیبت کی گھڑی سامنے آ گئی۔ یہاں دنیا میں بھی ایسا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اگر پھانسی کے مجرم کی میعاد ایک ماہ مقرر کی جاوے تو جب مہینہ گزر چکے گا اس کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا مہینہ نہیں گزرا اور مصیبت جلدی ہی آ گئی۔ اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے اس وقت یہ کہنا جھوٹ اور غلط ہوگا اسی طرح دنیا میں بھی یہ لوگ غلط خیالات جماتے اور الٹی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور حکم لگاتے تھے کہ قیامت ویامت کچھ نہیں آنی۔ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں اور کسی خدا کے سامنے حاضر ہوکر ہمیں حساب نہیں دینا۔

الغرض ان منکرین کا تو یہ بیان ہوگا کہ وہ ایک ساعت سے زیادہ دنیا میں نہیں ٹھہرے۔ لیکن جن کو علم صحیح اور ایمان دیا گیا ہے وہ مومنین اس وقت ان کی تردید کریں گے۔ کہ تم جھوٹ بکتے ہو یا دھوکہ میں پڑے ہو جو کہتے ہو کہ دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا تم ٹھیک اللہ کے علم اور اس کے خبر اور لوح محفوظ کے موافق قیامت کے دن تک ٹھہرے۔ ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔ آج عین وعدہ کے موافق وہ دن آ پہنچا جسے تم جانتے یا مانتے نہ تھے۔ اگر پہلے سے اس دن کا یقین کرتے اور ایمان لے آتے تو تیار ہوکر آتے۔ اور اس کے وقوع کو جلدی نہ سمجھتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس وقت یہ مجرمین نہ کوئی معقول عذر پیش کرسکیں گے جو کہ کچھ کام آئے اور نہ ان سے کہا جائے گا کہ اچھا اب توبہ اور اطاعت سے اپنے پروردگار کو راضی کرلو۔ کیونکہ اس کا وقت گزر چکا۔ اب تو ہمیشہ کی سزا بھگتنے کے سوا چارہ نہیں۔ تو یہ منکرین اس وقت پچھتائیں گے اور آج اس دنیا میں جبکہ خدا کی خوشنودی کے حاصل کرنے کا موقع ہے اور قرآن کریم کیسی عجیب عجیب مثالیں اور دلیلیں بیان کر کے طرح طرح ان کو سمجھاتا ہے تو ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔ کیسی ہی آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں یا صاف سے صاف معجزے دکھلائے جائیں یہ منکرین سن کر اور دیکھ کر یہی کہہ دیتے ہیں کہ سب مل کر جھوٹ بنالائے ہو۔ ایک نے چند آیتیں بنالیں۔ دوسروں نے تصدیق کرلیں۔ ایک نے جادو دکھلایا دوسرے اس پر ایمان لانے کو تیار ہوگئے اس طرح ملی بھگت کر کے اپنا دین پھیلانا چاہتے ہو۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو آدمی نہ سمجھے نہ سمجھنے کی کوشش کرے اور ضد اور عناد سے حق کا انکار کرتا رہے تو اس طرح شدہ شدہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی

4

ہے۔اور آخر کار ضد اور عناد سے دل اتنا سخت ہو جاتا ہے کہ قبول حق کی استعداد باقی نہیں رہتی۔سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جب ان بدبختوں کا حال ضد اور عناد کے اس درجہ تک پہنچ گیا ہے تو آپ ان کی مخالفت اور شرارت اور ایذا رسانی اور بدکلامی وغیرہ پر صبر کیجئے اور پیغمبرانہ صبر اور تحمل کے ساتھ اپنی دعوت اور اصلاح کے کام میں لگے رہئے۔اللہ تعالیٰ نے جو آپ سے فتح ونصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔اور یہ منکرین آخر میں ناکام اور اہل حق کامیاب ہوں گے۔پس آپ اپنے کام پر جمے رہئے۔یہ بدعقیدہ اور بے یقین لوگ آپ کو ذرا بھی آپ کے مقام سے جنبش نہ دے سکیں گے۔

اسی بشارت اور تلقین پر سورت کو ختم فرمایا گیا۔علماء نے لکھا ہے کہ ان آیات سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ روز حشر کا ہول اور انتشار کفار ہی کے ساتھ مخصوص ہوگا کہ جوان کو یوم حشر کی انتہائی گھبراہٹ اور بدحواسی میں محسوس ہوگا کہ جیسے قیامت اپنے وقت سے بہت پہلے آ گئی اور ان لوگوں کو کچھ مہلت ہی نہ ملی۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت پر عمل کرنے والے اہل ایمان انشاء اللہ اس وقت تمام تر محفوظ اور باحواس رہیں گے اور وہ ان کفار کو ان کے غلط احساس پر متنبہ کریں گے۔سورۃ کے اخیر میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ حالات کیسے ہی سخت اور صبر آزما ہوں آپ کے ہاتھ سے دامن صبر ومتانت واستقامت کسی حال میں بھی نہ چھوٹنے پائے۔اس میں تعلیم ہے ساری امت کیلئے عموماً اور اکابر امت کو خصوصاً کہ اپنے حال کا بڑا ارکھاؤ چاہئے۔کہ حتیٰ الامکان بے عقیدہ اور بے ایمان لوگوں کو کوئی موقع ہنسی یا طنز کا نہ ملنے پائے۔اور کافروں اور فاجروں کو کوئی موقع اعتراض کا ہاتھ نہ لگنے پائے۔یہی وہ قرآن حکیم کی تعلیم تھی کہ اس وقت وہ مٹھی بھر مسلمان جو مکہ کے کافروں اور مشرکوں کے ہاتھ سے بڑی بڑی جسمانی اور روحانی اذیتیں جھیلتے رہے لیکن ایسا صبر واستقلال شاذونادر ہی نظر آتا ہے۔قرآن کریم کے وعدوں پر پورا بھروسہ کرنے کے طفیل انہیں یہ اطمینان تھا کہ انجام کار وہ غالب اور منصور اور یہ کفار مغلوب اور مردود ہو کر رہیں گے۔آج ہم بھی انہی آیتوں کو پڑھتے اور سنتے ہیں مگر یقین کی کمی کے باعث اس کے وہ اثرات ہمارے قلوب پر ظاہر نہیں ہوتے جیسا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں میں اس قرآن پاک کے الفاظ ومعنی پیوست ہو جاتے تھے۔اور اسی بنا پر دنیا نے دیکھا کہ وہ کیا تھے اور کیا ہو گئے۔مولائے کریم صحابہ کرام کے ایمان ویقین کے طفیل میں ہم کو بھی کوئی حصہ ان کے کامل ایمان ویقین کا نصیب فرمائیں۔آمین۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ صحابہ کرام کے ذوق وشوق قرآنی کے طفیل میں ہم کو اور ہماری نسلوں کو بھی قرآن پاک سے محبت ولگاؤ نصیب فرمائیں۔اور اس کے علم وعمل اور اتباع کا شوق عطا فرمائیں۔اور ہمارے ایمان ویقین کو اس قرآن پاک کی بدولت مضبوط ولازوال بنائیں۔اور آخرت کا فکر نصیب فرمائیں۔اور قیامت کے ہول وہیبت سے ہم کو اس دن مامون فرمائیں اور اپنے ایماندار مخلص بندوں میں ہم کو شامل فرما کر ان ہی کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمائیں اور انہی کے ساتھ ہم پر اپنی مغفرت ورحمت فرما کر اپنی جنت میں ابدالآباد کے لئے داخلہ نصیب فرمائیں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

الم یہ آیتیں ہیں ایک پُر حکمت کتاب کی۔ جو کہ ہدایت اور رحمت ہے نیک کاروں کیلئے۔ جو نماز کی پابندی کرتے ہیں

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کے سیدھے راستہ پر ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

الٓمّٓ الٓم	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ پُر حکمت کتاب	هُدًى ہدایت	وَّرَحْمَةً اور رحمت	لِّلْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں کیلئے
الَّذِيْنَ جولوگ	يُقِيْمُوْنَ قائم کرتے ہیں	الصَّلٰوةَ نماز	وَيُؤْتُوْنَ اور ادا کرتے ہیں	الزَّكٰوةَ زکوٰۃ	وَهُمْ اور وہ	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر
هُمْ يُوْقِنُوْنَ وہ یقین رکھتے ہیں	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	عَلٰى پر	هُدًى ہدایت	مِّنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب سے	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ	هُمْ وہ
الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے						

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب اکیسویں پارہ کی سورۂ لقمان کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصۂ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں وہ نصیحتیں نقل کی گئی ہیں جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام لقمان مقرر ہوا۔ حضرت لقمان کے متعلق انشاء اللہ تفصیلی ذکر دوسرے رکوع کے شروع میں جہاں آپ کی نصیحتیں منقول ہیں وہاں کیا جائے گا۔ یہاں اتنا ذکر کردینا کافی ہے کہ اکثر علمائے مفسرین کی رائے یہی ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہیں تھے۔ ہاں ایک صالح پاکباز متقی انسان تھے جن کو حق تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی عقل وفہم اور دانائی عطا فرمائی تھی اور آپ کی عاقلانہ نصیحتیں اور حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور چلی آتی تھیں جن کا تذکرہ اہل عرب میں بھی تھا۔ الغرض چونکہ اس سورۃ میں حضرت لقمان کی نصیحتوں کا ذکر آ گیا اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام لقمان معین کردیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ اور مکہ کے درمیانی زمانہ میں سورۂ عنکبوت جو بیسویں پارہ میں گزر چکی اس کے بعد نازل ہوئی۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۳۱ ویں سورت ہے۔ لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۸۲ لکھا ہے یعنی ۸۱ سورتیں مکہ معظمہ میں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں۔ اور ۳۲ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت میں ۳۴ آیات۔ ۴ رکوعات۔ ۵۵۴ کلمات

اور ۲۲۱۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ مثل دوسری کی سورتوں کے اس سورت میں بھی عقائد کی تعلیم یعنی توحید و رسالت کا اثبات۔ شرک کی مذمت۔ قیامت وآخرت کا وقوع۔ حشر ونشر۔ جزاوسزا اور جنت وجہنم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس سورۃ میں پہلے اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن کریم کی باتیں حکمت سے موافق ہیں یعنی اس کی ہر بات میں اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ہر کام کا آخری نتیجہ بہتر ودرست ہو خواہ اس کی خاطر تھوڑا سا بظاہر ذاتی فائدہ شروع میں چھوڑنا پڑے اسی بنا پر اس قرآن کریم کی باتوں سے اصل فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جن کی طبیعت نیک کاموں کی طرف جھکی ہوئی ہے اور جو انجام پر نظر رکھتے ہیں اور جن کا یہ یقین ہے کہ یہ دنیا عارضی قیام کی جگہ ہے اور انسان کی عمر محدود ہے اور اس دنیا کے بعد آخری لازمی نتیجہ آخرت ہے۔ پھر کچھ ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن کا انجام اچھا نہیں اور آخرت میں ان کی وجہ سے بڑے مصائب اور آفات میں مبتلا ہونا لازمی ہے۔ ان میں اکثر چیزیں وہی ہیں جن میں فقط دنیا کی کھیل تفریح مقصود ہوتی ہے اور یہ وہی باتیں ہیں جن میں دنیا کے اکثر لوگ آج بھی مبتلا نظر آتے ہیں۔ مثلاً فضول قصے کہانیاں ناول۔ من گھڑت خیالی افسانے۔ ناچ رنگ۔ گانا بجانا۔ تھیٹر سینما بائیسکوپ۔ عالی شان مکانات۔ تصویر کشی۔ لچر پوچ شاعری۔ اور وہ تمام کام جن کو فنون لطیفہ اور ثقافتی تہذیب جیسے نام دے کر اچھا بتانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ سب وہی باتیں ہیں جن کا انجام آخرت میں اچھا نہ ہوگا۔ بلکہ دنیا ہی میں بہت سی برائیاں پھیلنے کا باعث بن رہی ہیں۔ پھر ان باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی جن کا انجام ہر جگہ اچھا ہوگا مثلاً اللہ کی پہچان۔ توحید کا اعتقاد۔ شرک سے نفرت۔ بری عادتوں اور بری باتوں سے اجتناب۔ نیکی اور اچھائی کی پندونصیحتوں پر عمل۔ اس سورۃ میں حضرت لقمان کی نصیحتیں بیان کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیائے عقلمند ان باتوں کی اچھائی پر متفق ہیں جنہیں قرآن میں اچھا کہا گیا ہے اور ان باتوں کو برا جانتے ہیں جن کو قرآن میں برا بتایا گیا ہے۔ پھر جتلایا گیا کہ آنکھیں کھول کر انسان دیکھے تو اللہ کی قدرت کی نشانیاں تمام عالم میں ظاہر ہیں جس سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اخیر میں قیامت کی بازپرس سے ڈرایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ قیامت کے آنے کا وقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے مضامین کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آئیں گی۔

اس تمہیدی تشریح کے بعد ان آیات کی تفسیر ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات الٓمٓ سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کے متعلق پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ ان کے حقیقی مطلب اور معنی حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا حق تعالیٰ کے بتلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا حروف مقطعات پر اسی طرح ایمان رکھنا چاہئے کہ یہ بھید ہے اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت وحکمت ظاہر نہیں فرمایا گیا۔ آگے قرآن کی مدح وفوائد کے بیان سے مضمون سورۃ شروع کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ آیتیں جو تم کو سنائی جاتی ہیں یہ ایک پرحکمت کتاب یعنی قرآن کریم کی آیتیں ہیں۔ جو کچھ اس میں ہے وہ بندوں کے لئے عین حکمت ہے۔ نیک بختوں کے لئے ہدایت ہے۔ ان کو مقاصد دینی و دنیوی میں راہ راست دکھاتی ہے اور نیز رحمت بھی ہے کہ بہ نسبت امم سابقہ کے اس امت کے لئے اس میں نہایت سہل احکام ہیں۔ نیز یہ بھی کہ اس کے ماننے والے پر اور تلاوت کرنے والے پر اور اس پر عمل کرنے والے پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ تو اگرچہ یہ کتاب نفس نصیحت و فہمائش کے لحاظ سے تو تمام جن وانس کے حق میں ہدایت ورحمت بن کر آئی ہے مگر فائدہ اس سے وہی اٹھاتے ہیں جو محسنین ہیں یعنی نیکوکار ہیں۔ نیکی اختیار کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم کے ابتدا ہی میں یعنی سورۂ بقرہ کے شروع میں بھی ایسی ہی آیت آئی ہے جہاں ھدی للمتقین فرمایا ہے یعنی یہ کتاب ہدایت نازل اگرچہ ساری دنیا کے لئے ہوئی ہے۔ خطاب سارے عالم سے کر رہی ہے لیکن عملاً اس سے نفع صرف وہی لوگ حاصل کریں گے جن کے اندر خوف خدا موجود ہو اور جن کے اندر حق کی طلب اور تلاش ہے اور جن کا ضمیر زندہ ہے۔ آفتاب اپنی جگہ لاکھ عالمتاب سہی لیکن جن کی بصیرت ہی ضائع ہو چکی ان کے لئے

تیز سے تیز شعاع بیکار ہے۔ زمین اگر مردہ ہے تو اس کے حق میں بڑی سے بڑی بارش بے اثر ہے۔ غذا بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ ہو مگر ہیضہ کے مریض کے لئے لاحاصل بلکہ مضر ہے۔ سی طرح قرآن مجید سے استفادہ کے لئے اولین شرط دل کے اندر کا تقویٰ اور خوف خداوندی ہے۔ اسی طرح یہاں فرمایا ھُدًی و رحمۃ للمحسنین یعنی یہ کتاب ہدایت و رحمت ہے محسنین کے لئے۔ اب محسنین کون ہیں اور ان کی کیا صفات ہوتی ہیں یہ آگے بتایا جاتا ہے۔

پہلی صفت بتائی گئی۔ یقیمون الصلوٰۃ قائم اور درست رکھتے ہیں نماز کو یعنی خشوع وخضوع اور تمام آداب و شرائط ظاہری و باطنی کے ساتھ نماز کو ٹھیک ادا کرتے ہیں۔ بدنی عبادات میں نماز سب سے اہم ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا۔

دوسری صفت ویؤتون الزکوٰۃ فرمائی یعنی جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ یہ مالی عبادت میں اہم ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا۔

تیسری صفت فرمائی وھم بالاخرۃ ھم یوقنون۔ اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں۔ یہ صفت جمیع اجزاء کو شامل ہے اس لئے کہ جو دار آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی جمیع صفات بھی ایمان رکھتا ہے جو دار آخرت میں جزا و سزا کا دینے والا ہے اور اسی طرح ملائکہ اور انبیاء اور کتب الٰہیہ پر بھی ایمان رکھتا ہے جو دار آخرت کے لئے سعادت کے ہادی ہیں اور شقاوت سے مانع ہیں۔ یہاں دار آخرت کا ذکر اس لئے ہوا کہ یہی مسئلہ اہم تھا مخالف زیادہ تر اسی کے منکر تھے۔

اور دین اسلام میں توحید کے بعد آخرت کا مسئلہ ہی بنیادی حیثیت کا ہے۔ اللہ کے سارے پیغمبروں اور اس کی نازل کی ہوئی ساری کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اس پر ایمان لانے اور یقین رکھنے کی دعوت دی اور قرآن کریم نے تو آخرت کے مسئلہ پر اتنا زور دیا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس پر اتنی روشنی ڈالی گئی ہے کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کا بہت زیادہ حصہ آخرت ہی کے بیان سے متعلق ہے۔ اور آخرت پر ایمان ویقین کا مطلب یہی ہے کہ اس حقیقت کا یقین کیا جائے کہ یہ دنیا ایک دن قطعی طور پر فنا کردی جائے گی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی خاص قدرت سے پھر سارے ازابتدا تا انتہا دنیا میں مرنے والوں کو جلائے گا۔ اور ان کا حساب کتاب ہوگا اور یہاں دنیا میں جس نے جیسا کچھ کیا ہے اسی کے مطابق جزا یا سزا اس کو دی جائے گی اور اسی جزا و سزا کے نتیجہ میں تمام انسانوں کا آخری۔ اور ابدی ٹھکانا جنت یا دوزخ ہوگا۔ جنت اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت و رافت اور فضل و کرم اور انعام و اکرام کا انتہائی مظہر ہے اور اس کی خوشنودی کا مقام ہے جہاں اس کی صفات جمالیہ کا پورا پورا ظہور ہوگا اور اسی طرح دوزخ اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا انتہائی مظہر ہے اور اسکی ناراضی اور غصہ وغضب کا مقام ہے جہاں اس کی صفات جلالیہ کا پورا پورا ظہور ہوگا۔ یہی عقیدہ آخرت کی جزا و سزا کا ہے کہ اگر آدمی اس کا قائل نہ ہو تو پھر وہ کسی دین و مذہب اور اس کی تعلیمات و ہدایات کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت کا قائل نہ ہوگا۔ تو محسنین یعنی نیکوکاروں کی تیسری اہم صفت بتلائی گئی کہ وہ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں یعنی انہیں اس دنیا کی زندگی میں ہر حال میں اس کا احساس رہتا ہے کہ میں آزاد اور خود مختار نہیں ہوں بلکہ کسی آقا کا بندہ اور غلام ہوں اور اس کے احکام کا پابند ہوں اور اپنی ساری کارگزاریوں پر اپنے آقا کے سامنے مجھے جواب دہی کرنی ہے۔

آگے ان محسنین کیلئے دو باتیں انعام میں عطا کرنے کا اظہار فرمایا گیا ایک اولٰئک علی ھدی من ربھم یعنی یہ لوگ خداتعالیٰ کی ہدایت پر قائم ہیں۔ نہ کہ وہ لوگ جو کہ دیگر اعمال بد کر کے ان کو سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہیں گویا ان کے ہدایت پر ہونے کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دے دی اور پورا اطمینان دلا دیا۔ دوسری بات و اولٰئک ھم المفلحون۔ فرمائی کہ یہی فلاح پانے والے ہیں دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ نہ کہ برخلاف لوگ۔ اس طرح نجات آخرت کا بھی پورا اطمینان دلا دیا۔

یہاں تو محسنین یعنی نیک کاروں اور نیک بختوں کا بیان ہوا جو کتاب اللہ سے ہدایت پاتے ہیں۔ اب آگے ان کے برخلاف ان بدبختوں کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے اللہ کے دین اور اس کی کتاب سے خود برگشتہ ہیں اور دوسروں کو بھی برگشتہ رکھنا چاہتے ہیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

اور بعضا آدمی ایسا ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو غافل کرنے والی ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا

اور اس کی ہنسی اڑاوے ایسے لوگوں کیلئے ذلت کا عذاب ہے۔ اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ شخص تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جیسے اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں ثقل ہے سو اس کو ایک درد ناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝۸ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹

اور انہوں نے نیک کام کیے اُن کیلئے عیش کی جنتیں ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ نے سچا وعدہ فرمایا ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

وَمِنَ اور سے	النَّاسِ لوگ	مَنْ جو	يَّشْتَرِيْ خریدتا ہے	لَهْوَ الْحَدِيْثِ کھیل کی (بیہودہ) باتیں	لِيُضِلَّ تا کہ وہ گمراہ کرے
عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	بِغَيْرِ عِلْمٍ بے سمجھے	وَيَتَّخِذَهَا اور وہ اُسے ٹھہراتے ہیں	هُزُوًا ہنسی مذاق	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ
لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ذلت کا عذاب	وَاِذَا اور جب	تُتْلٰى عَلَيْهِ پڑھی جاتی ہیں اس پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں	وَلّٰى وہ منہ موڑ لیتا ہے
مُسْتَكْبِرًا تکبر کرتے ہوئے	كَاَنْ گویا	لَّمْ يَسْمَعْهَا اُس نے اُسے سُنا نہیں	كَاَنَّ گویا	فِيْٓ اُذُنَيْهِ اس کے کانوں میں	وَقْرًا گرانی
فَبَشِّرْهُ پس اسے خوشخبری دو	بِعَذَابٍ عذاب کی	اَلِيْمٍ دردناک	اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے
الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمْ ان کے لئے	جَنّٰتُ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغات	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ
	حَقًّا سچا	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں محسنین یعنی نیک کاروں اور نیک بختوں کا ذکر ہوا تھا جو کتاب اللہ سے ہدایت پاتے ہیں اور اسے پڑھ کر یا سن کر نفع اٹھاتے ہیں۔ اب ان کے مقابلہ میں ان بدبختوں کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر۔ ناچ رنگ۔ گانا بجانا۔ کھیل تماشے یا دوسری واہیات وخرافات میں مستغرق ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی ان ہی مشاغل اور تفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اس کی یاد سے برگشتہ کردیں اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی مذاق اڑائیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا ایک خاص شان نزول ہے نضر بن حارث جو کفار مکہ میں ایک رئیس تھا بغرض تجارت وسوداگری فارس جاتا تو وہاں سے شاہانِ عجم کے قصے وکہانیاں خرید کر لاتا اور قریش مکہ سے کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں۔ ان میں عاد وثمود وغیرہ کی بربادی کیا سنتے ہو جس سے سوائے رنج وغم کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لو یہ ایرانی بادشاہوں اور پہلوانوں اور سورماؤں کے قصے اور ان کی عشق ومحبت کی داستانیں سنو جن میں تمہارا جی لگے اور لطف حاصل ہو اور زندگی کے اصل مشغلے تمہارے سامنے آئیں۔ تو بعض اہل مکہ ان کو دلچسپ سمجھ کر ادھر متوجہ ہو جاتے۔ علاوہ ازیں اس نضر بن حارث نے ایک گانے والی لونڈی خرید کی تھی جس کو دیکھتا کہ اس کا دل نرم ہوا اور اسلام کی طرف جھکنے لگا تو

اس کے پاس اس لونڈی کو لے جاتا اور دل بہلانے کے لئے شراب کباب بھی ساتھ رہتا۔ اس لونڈی سے کہہ دیتا کہ اسے کھلا پلا اور گانا سنا۔ پھر اس شخص سے کہتا کہ دیکھ یہ بہتر ہے یا وہ جس طرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ زکوٰۃ دو۔ اور جان مارو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

پس شان نزول گو خاص ہو مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام رہے گا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ برخلاف محسنین کے بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ جو قرآن سے اعراض کر کے ایسی باتیں اختیار کرتے ہیں کہ جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں۔ یہاں آیت میں لھو الحدیث کے الفاظ آئے ہیں جس سے مفسرین نے کئی معنی مراد لئے ہیں۔ یعنی غنا۔ موسیقی۔ گانا بجانا۔ بیہودہ فضول جھوٹے قصے لیکن محققین کا فیصلہ ہے کہ اس میں گانے کا حصر اور تعین نہیں بلکہ اس کے مشابہ چیزیں گو یا ہر بیکار۔ غیر مفید مشغلہ اس کے تحت میں داخل ہے جو حق کی طرف سے غفلت اور بے رغبتی پیدا کرنے والا ہو۔ اس طرح وہ سارے کھیل تماشہ جو جدید تہذیب اور تمدن نے خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرنے کے لئے گھڑ لئے ہیں جیسے سینما۔ تھیٹر۔ پکچر۔ ٹیلیویژن۔ ناول قصے۔ ڈرامے۔ غزل و افسانے وغیرہ وغیرہ یہ سب ممنوع اور ناجائز اور لہو الحدیث کے تحت میں آجاتے ہیں۔ علمائے محققین نے یہاں لکھا ہے کہ جو لہو یا مشغلہ دین اسلام سے پھر جانے یا پھیر دینے کا موجب ہو وہ حرام بلکہ کفر ہے۔ اور جو احکام شرعیہ ضروریہ سے باز رکھے یا سبب معصیت بنے وہ معصیت ہے ہاں جو لہو کسی امر واجب کا فوت کرنے والا نہ ہو اور کوئی شرعی غرض و مصلحت بھی اس میں نہ ہو وہ مباح ہے لیکن لایعنی ہونے کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہے۔ گھوڑ دوڑ۔ تیر اندازی۔ یا نشانہ بازی یا زوجین کی ملاعبت جو حد شریعت میں ہو چونکہ معتدبہ اغراض اور مصالح شرعیہ پر مشتمل ہیں اس لئے لہو باطل سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں۔ الغرض ان آیات میں یہاں بتلایا گیا کہ بعض لوگ اللہ اور رسول اور دین و

اسلام کی باتوں سے روک کر کھیل تماشہ۔ گانے بجانے اور دیگر خرافات مشاغل و تفریحات میں لگاتے ہیں جس سے مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی بتائی ہوئی باتوں سے روکیں اور جس راہ پر دین اور قرآن انہیں چلانا چاہتا ہے اس کی ہنسی اڑائیں اور کہیں کہ اس دین نے تو انسان کی تفریح اور دل لگی کی ساری باتیں بند کر دیں۔ ہر وقت قرآن سنو۔ نماز پڑھو۔ مستحقین کی مالی امداد کرو۔ اللہ کی اطاعت و بندگی کرو۔ بس یہی چرچا رہتا ہے یہ بھی کوئی زندگی میں زندگی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ ایسے لوگ سن لیں کہ جس زندگی کی طرف وہ بلا رہے ہیں اس کا نتیجہ سوائے عذاب کے اور کچھ نہیں اور عذاب بھی ایسا جس میں سوائے ذلت کے کچھ نصیب نہ ہو۔ جو لوگ خدا کی راہ کو ہنسی بنالیتے ہیں اور آیات خدا کو بھی مذاق میں اڑا دیتے ہیں اور زندگی بھر جنہوں نے دین حق کی تحقیر اور بے وقعتی کی وہ نالائق اسی قابل ہیں کہ کل یوم آخرت میں ان کی بھی ہر طرح ذلت و رسوائی ہو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بدنصیب جو کھیل تماشوں۔ باجوں گاجوں اور راگ راگنیوں پر ریجھے ہوئے ہیں اور قرآن کی آیتوں سے بھاگتے ہیں۔ ان سے کان بہرے کر لیتے ہیں۔ یہ انہیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں اور سن بھی لیا تو بے سنی کر کے ٹال دیتے ہیں چونکہ ان کی کوئی اہمیت اور عزت ان کے دل میں نہیں۔ ایسے لوگ سن لیں کہ یہاں آج دنیا میں وہ خدا کی آیتوں سے اکتاتے ہیں تو کل قیامت کے دن عذاب بھی وہ ہوں گے کہ جو یہ اکتا اکتا اٹھیں گے۔ یہاں آیات قرآنیہ سن کر انہیں دکھ ہوتا ہے۔ وہاں دکھ دینے والے عذاب اسے بھگتنے پڑیں گے۔ تو اگرچہ ان آیات میں کفار مکہ کی طرف روئے سخن ہے مگر اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلام اور کار خیر سے روکنے کی سینکڑوں تدبیریں کیا کرتے ہیں۔ کہیں اسلام پر جھوٹے اعتراضات کرتے ہیں کبھی اہل اسلام کے نماز روزہ پر تمسخر کیا جاتا ہے۔ کہیں ناچ رنگ کی مجلسیں کر کے صدہا بندگان خدا کو آلودہ کیا جاتا ہے کہیں علوم اسلام اور علمائے کرام کی توہین کر کے

علم دین سے روکا جاتا ہے اور کفار کے لایعنی علوم کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے۔ تو اس میں کفار مکہ ہی کی خصوصیت نہیں جو کوئی بھی ان جیسا ہو ان سب کے لئے عذاب الیم کا مژدہ ہے۔

آگے قرآن کریم کی جیسے عادت ہے کہ جب اہل شقاوت کا ذکر اور ان کی سزا کا بیان ہوتا ہے تو اہل سعادت اور ان کے انعام و اکرام کا ذکر بھی آتا ہے اس لئے آگے اہل سعادت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جو لوگ قرآن کا اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کا یقین کریں گے اور وہ اچھے کام جو اس نے بتائے ہیں اختیار کریں گے۔ ان کو آخرت میں نعمتوں سے بھرے ہوئے آرام و راحت کے باغ رہنے کو ملیں گے اور عارضی طور پر نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے کے لئے اور وہ سدا انہیں میں رہا کریں گے یہ اللہ کا وعدہ ہے اور بالکل سچا ہے یہ پورا ہو کر رہے گا اور وہ زبردست حکمت والا ہے پس کمال قدرت سے وعدہ اور وعید کو واقع کر سکتا ہے اور حکمت سے اس کو حسب وعدہ واقع کرے گا۔

ان آیات میں ایک تعلیم تو یہ ملتی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ فضول باتوں اور تضیع اوقات سے بچے اور ان باتوں کو سنے جن میں اس کا سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے اور یہ باتیں وہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ انہیں چھوڑ کر بے کار قصہ کہانیوں۔ ناچ گانوں اور واہ واہ کے شور وغل اور تفریح اور دل لگی کے کاموں میں لگنا عذاب آخرت کو دعوت دینا ہے جس کی سختی ناقابل برداشت ہوگی۔ اگر ہمارا دل قرآن مجید کے سننے سنانے۔ اللہ کی عبادت اور دین کے کاموں میں نہیں لگتا اس کے برخلاف ناول۔ قصے۔ ڈرامے۔ غزل افسانے۔ ناچ گانے اور تفریح کے سامان میں ہمیں دلچسپی ہے تو یہ آثار اچھے نہیں یہ اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے اور صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا کی بھی تباہی مول لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حالات پر رحم فرمائیں۔

دوسری تعلیم یہ ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جو انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا ہے اور سچا وعدہ فرمایا ہے ان کی امید رکھنا اور ایمان اور عمل صالحہ سے غافل رہنا یہ اول درجہ کی حماقت ہے۔ یہ جنت نعیم کا وعدہ تو حق تعالیٰ کا مومنین مخلصین اور عاملین صالحین ہی کے لئے ہے نہ کہ صرف نام کے اور گوشت کھانے کے مسلمانوں کے لئے جن کا مسلک یہ ہو کہ۔

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

الغرض یہ آیات **وھو العزیز الحکیم** کے جملہ پر ختم فرمائی گئیں یعنی وہ بڑی قوت اور حکمت والا ہے اسی نسبت سے آگے اللہ کی قوت اور بعض حکمتوں کو ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جہاں ہم کو یہ توفیق اور سعادت اپنے قرآن پاک کے پڑھنے اور سننے سنانے کی نصیب فرمائی ہے وہیں حق تعالیٰ ہم کو قرآن پاک کے اتباع کا ذوق شوق بھی نصیب فرمادیں۔ اور ہمارے قلوب کو ہدایات قرآنی سے منور فرمائیں۔ اور دین سے غفلت پیدا کرنے والی ہر چیز سے بچائیں۔ اس وقت جو ممنوعات شرعیہ کا طوفان امڈا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس وقت میں ہمیں دین کو مقدم رکھنے اور ہر چھوٹی بڑی معصیت و نافرمانی سے بچنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ ہمارے لئے ان باتوں اور کاموں کو جو کہ آپ کے اور آپ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے ہوں سہل اور آسان فرما دیجئے۔ اور ان باتوں اور کاموں کو جو آپ کی ناراضی کا باعث ہوں ان کو ہمارے لئے محال اور ناممکن بنا دیجئے۔

اے اللہ آخرت میں اپنے فضل و کرم سے ہم کو اور ہمارے والدین کو اور ہماری اولادوں اور نسلوں کو مومنین مخلصین اور عاملین صالحین کے گروہ میں شامل فرما کر جنت نعیم میں رہنا نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلاستون کے بنایا تم اُن کو دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ وہ تم کو لے کر ڈانوا ڈول نہ ہونے لگے اور اس میں

فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾

ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس زمین میں ہر طرح کے عمدہ اقسام اُگائے۔ یہ تو اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾

اب تم لوگ مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا جو ہیں انہوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں بلکہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ

اور ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے رہو، اور جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کیلئے شکر کرتا ہے اور ناشکری کرے گا تو

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾

اللہ تعالیٰ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔

خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	بِغَيْرِ عَمَدٍ بغیر ستون	تَرَوْنَهَا تم انہیں دیکھتے ہو	وَاَلْقٰى اور اس نے ڈالے	فِى الْاَرْضِ زمین میں			
رَوَاسِىَ پہاڑ (جمع)	اَنْ کہ	تَمِيْدَ بِكُمْ جھک (نہ) جائے تمہارے ساتھ	وَبَثَّ اور پھیلائے	فِيْهَا اس میں	مِنْ كُلِّ ہر قسم	دَآبَّةٍ جانور		
وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَاَنْۢبَتْنَا پھر ہم نے اگائے	فِيْهَا اس میں	مِنْ كُلِّ ہر قسم	زَوْجٍ جوڑے		
كَرِيْمٍ عمدہ	هٰذَا یہ	خَلْقُ اللّٰهِ خلقت (بنایا ہوا) اللہ کا	فَاَرُوْنِىْ پس تم مجھے دکھاؤ	مَاذَا کیا	خَلَقَ پیدا کیا	الَّذِيْنَ وہ جو	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	
بَلِ بلکہ	الظّٰلِمُوْنَ ظالم (جمع)	فِىْ میں	ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کھلی گمراہی	وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور البتہ ہم نے دی	لُقْمٰنَ لقمان	الْحِكْمَةَ حکمت	اَنِ کہ	
اشْكُرْ تم شکر کرو	لِلّٰهِ اللہ کا	وَمَنْ اور جو	يَّشْكُرْ شکر کرتا ہے	فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں (صرف)	يَشْكُرُ وہ شکر کرتا ہے	لِنَفْسِهٖ اپنے لئے		
	وَمَنْ كَفَرَ اور جس نے ناشکری کی	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	غَنِىٌّ بے نیاز	حَمِيْدٌ تعریفوں کے ساتھ				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مومنین وصالحین اور انکا آخرت میں انجام اور منکرین ومخالفین قرآن کا انجام دونوں بیان فرمائے گئے تھے۔ مومنین وصالحین کے لئے انعام واکرام کا وعدہ اور دائمی جنت کی بشارت سنائی گئی تھی اسی طرح منکرین ومخالفین قرآن کو عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی تھی۔ اور یہ وعدہ اور وعید بیان فرما کر آگاہ کیا گیا تھا کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا اور اٹل ہے اور ساتھ ہی بتلایا گیا تھا کہ وہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔ اس لئے اس کا وعدہ پورا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جھوٹ وہ بولتا ہے جو عاجز ہو یا احمق اور خدا ان دونوں سے پاک ہے پھر وہ جھوٹا وعدہ کیوں کرے گا۔ گذشتہ آیات کا مضمون وھو العزیز الحکیم کے جملہ پر ختم فرمایا تھا یعنی وہ بڑی قوت اور حکمت والا ہے۔ اس کی قوت کے آگے کسی کی قوت نہیں چلتی اور اس کا کوئی کام یا حکم حکمت سے خالی نہیں۔ اب ان آیات میں اس کی قوت وحکمت کو ظاہر کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تم اس کی قوت اور حکمت کا اندازہ اس سے کر سکتے ہو کہ نظر اٹھا کر آسمان کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہ آسمان بلاستون کے بنائے یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان بلند اور

مضبوط چھت خدا نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو اور لطف یہ ہے کہ کوئی ستون اور کھمبا دکھائی نہیں دیتا جس پر اتنی بڑی ڈاٹ کھڑی کی گئی ہو۔ بجز اس کے اور کیا کہا جاوے کہ محض اس کی قدرت کے سہارے اس کا قیام ہے۔ دوسری مثال اس کی قدرت کی یہ بیان فرمائی کہ زمین کو مضبوط کرنے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لئے خدا تعالیٰ نے زمین پر بھاری بھاری پہاڑ رکھ دیئے تا کہ زمین اپنی اضطرابی حرکت سے تم کو لے کر بیٹھ نہ جائے۔ روایات و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی۔ خدائے تعالیٰ نے اس میں پہاڑ پیدا کئے جن سے زمین کی کپکپی بند ہوئی۔ آج کی جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے باقی پہاڑوں کے پیدا کرنے کی حکمت کچھ اسی میں منحصر نہیں دوسرے فوائد اور حکمتیں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں۔ تیسری مثال قدرت الٰہیہ کی یہ بیان فرمائی کہ زمین پر قسم قسم کے جانور اس خالق حقیقی نے پیدا کئے کہ آج تک کوئی ان کا حصر وشمار نہ کر سکا۔ کوئی پاؤں سے چلنے والے کوئی بغیر پاؤں کے چلنے والے۔ کوئی دو پاؤں پر چلنے والے کوئی چار پاؤں پر اور کوئی اس سے بھی زیادہ چوتھی مثال بیان فرمائی کہ آسمان سے بارش اتار کر زمین میں سے طرح طرح کی پیداوار اگا دی۔ قسم قسم کی جڑی بوٹیاں۔ پودے اور خوش منظر نفیس اور کار آمد درخت۔ ترکاریاں میوے۔ غلہ وغیرہ پیدا کئے۔ قدرت خداوندی کی مثالیں بیان فرما کر مسئلہ توحید جو قرآن کریم کی اہم تعلیم ہے بیان کرنے کا قرینہ نکل آیا اس لئے اہل شرک کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ اللہ کی قدرت۔ صفت و حکمت پر تو آسمان زمین میں ایسے ایسے روشن دلائل اور نشانیاں موجود ہیں جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اب تم ذرا بتاؤ کہ تمہارے دیوی دیوتاؤں اور جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ان کے کون سے مخلوقات اور مصنوعات ہیں؟ دکھاؤ تو سہی کہ انہوں نے کیا کیا بنایا ہے؟ جب نہیں دکھلا سکتے تو کس منہ سے ان کو خدائی کا شریک اور معبودیت کا مستحق ٹھہراتے ہو۔ معبود تو وہی ہو سکتا ہے جس کے دست قدرت میں پیدا کرنا اور رزق پہنچانا سب کچھ ہو۔ تمہارے معبودوں کو تو ایک ذرہ پیدا کرنے کا بھی اختیار نہیں۔ تو باوجود اس قدر صاف اور واضح دلیل کے یہ بے انصاف لوگ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں ان ظالموں کو سوچنے سمجھنے سے کچھ سروکار نہیں۔ صریح گمراہی اور جہالت کے اندھیرے میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔ سبحان اللہ رد شرک کے لئے کیا عمدہ دلیل و برہان ہے جس کو کہ ایک اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ اور ایک حکیم و دانا سے لے کر ایک جاہل گنوار تک برابر سمجھ سکتا ہے اس موقع پر حضرت علامہ عبدالحق محدث و مفسر دہلویؒ مؤلف تفسیر حقانی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک پادری صاحب بڑے زور شور سے دعوے کر رہے تھے کہ عیسیٰ مسیح خدا ہے اور خدا کا بیٹا ہے۔ اتفاقاً وہاں ایک دیہاتی گنوار بھی موجود تھا۔ اس نے کہا پادری صاحب اگر عیسیٰ خدا کا سپوت یعنی لائق بیٹا ہے تو کوئی آسمان و زمین اس کا بنایا ہوا بھی دکھاؤ اور جو اس نے باپ کی طرح کوئی چیز نہیں بنائی تو کپوت یعنی نالائق بیٹے کا ذکر کیا ہے۔ پادری صاحب بغلیں جھانکنے لگے اور کچھ جواب نہ بن پڑا۔

آگے شرک و عصیان کی مذمت اور برائی ظاہر کرنے کے لئے حضرت لقمان اور ان کی نصیحتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ انسان کے لئے جو مفید اور اچھی باتیں ہیں ان کی عقلمند انسانوں نے اپنی فطری سوچ و سمجھ سے ہمیشہ تصدیق اور تائید کی ہے اور خدائے تعالیٰ کی عبادت اور اس کی توحید کا اعتقاد ان حکما کا بھی قول ہے کہ جن کی حکمت کے اہل عرب بھی قائل ہیں اور جن کے اقوال دلائل عقلیہ پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے یہاں آگے لقمان حکیم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک وضاحت یہ سمجھ لی جائے کہ حضرت لقمان کے ساتھ حکیم کا لفظ جو لگایا جاتا ہے تو یہ طبیب کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ ہمارے ہاں حکیم کو طبیب کا ہم معنی غلطی سے سمجھ لیا گیا ہے حکیم عقل اور دانش رکھنے والے کو کہتے ہیں اور اسی لئے حضرت لقمان کو حکیم کہا جاتا ہے۔

یہ حضرت لقمان کون تھے؟ کہاں کے رہنے والے تھے؟ کس زمانہ میں ہوئے؟ مفسرین میں ان کی شخصیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اتنا تو بہر حال ظاہر ہے کہ کوئی مقبول اور صالح و برگزیدہ بندہ تھے اور ایسے کہ اہل عرب قرآن کے مخاطبین اول ان کے نام سے مانوس تھے اور انکی عاقلانہ نصیحتیں اور حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور چلی آتی تھیں۔ یہاں رب العزت نے انکی نصائح کا ایک حصہ نقل فرما کر ان کا مرتبہ اور زیادہ بڑھا دیا۔ تو اہل عرب کے یہاں ان کی شخصیت مشہور ہونے کے باوجود انکے حالات۔ خاندان و نسب سے متعلق مختلف اقوال اور متضاد رائیں

پائی جاتی ہیں اور یہ اس لئے کہ قدیم تاریخ اور کلام جاہلیت میں ایک نہیں اس نام کے تین تین شخصوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت لقمان کے متعلق یہ اختلاف سلف سے چلا آرہا ہے کہ آیا آپ نبی تھے یا محض ولی اور بندۂ صالح۔ دونوں قول منقول ہیں لیکن جمہور علمائے مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے کہ آپ نبی نہ تھے صرف حکیم تھے۔ آپ کے زمانہ کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ ایک روایت ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہمعصر تھے۔ ملک حبشہ کے رہنے والے تھے اور ایک آزاد شدہ غلام تھے لیکن علامہ سید سلیمان ندویؒ نے جو تحقیق اپنی کتاب ارض القرآن اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے جو اپنی تحقیق قصص القرآن میں لکھی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا زمانہ 3000ء ق۔م۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی بہت پہلے کا ہے اور آپ قوم عاد ثانیہ کے ایک نیک نفس بادشاہ تھے اور حضرت ہود علیہ السلام کے پیرو تھے اور عربی النسل تھے۔ بہر حال حضرت لقمان عرب میں نزول قرآن کے وقت تک اپنی فہم و فراست اور عقل و دانش کی بنا پر "حکیم" کے لقب سے مشہور تھے اسلئے مشرکین مکہ کو یاد دلایا جاتا ہے کہ جن کی حکمت کے تم بھی قائل ہو وہ بھی توحید کے قائل تھے اور شرک سے بیزار تھے چنانچہ انہی حضرت لقمان کی بعض نصیحتوں کو حق تعالیٰ نے یہاں اس سورۃ میں بیان فرمایا ہے۔ اب یہاں ایک تنبیہ مفسرین نے لکھی ہے کہ اگر کوئی معترض اشکال کرے کہ کتاب الٰہی میں کسی حکیم کی یونہی نصیحتیں نقل کر دی جاویں تو کتاب الٰہی پر دھبہ لگتا ہے کہ گویا خدا حکیموں سے نصیحتیں سیکھ کر بیان فرماتا ہے اس لئے اس رفع اعتراض کے لئے اس جگہ یہ اسلوب بدل دیا اور کلام اللہ ہونے کی اس میں بھی شان دکھلا دی اس لئے اول فرمایا ولقد اتینا لقمٰن الحکمۃ۔ اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت و دانائی عطا کی تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ حضرت لقمان کی یہ نصیحتیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام یا تعلیم کی ہوئی ہیں۔ تو یہاں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی اور ساتھ ہی ان کو یہ حکم دیا کہ میری سب نعمتوں پر عموماً اور نعمت حکمت پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔ اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا اور اس کا حق ماننا ضروری ہے لیکن واضح رہے کہ اس حق شناسی اور شکر گزاری سے خدائے قدوس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ جو کچھ فائدہ ہے خود شاکر کا ہے کہ دنیا میں شکر گزاری کی بدولت مزید انعام اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اگر کوئی ناشکری کرے گا تو خود اپنا نقصان کرے گا۔ کیونکہ اللہ کی ذات تو بے نیاز ہے اس کو کسی کے شکر کی کیا حاجت اور پرواہ ہو سکتی ہے۔ اس کی حمد و ثنا تو ساری مخلوق زبان حال سے کر رہی ہے اور بفرض محال کوئی تعریف کرنے والا نہ ہو تب بھی وہ جامع الصفات اور منبع کمالات ہونے کی بنا پر وہ بذات خود محمود ہے کسی کے حمد و شکر کرنے یا نہ کرنے سے اس کے کمالات میں ذرہ بھر کمی بیشی نہیں ہوتی۔

یہاں دلائل توحید کے ساتھ یہ تعلیم دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر واجب ہے۔ اب شکر ادا کرنے کے لئے شکر کی ماہیت معلوم ہونی ضروری ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ شکر کے دو رکن ہیں۔ علم و عمل۔ اول علم "یعنی نعمت اور منعم سے واقف ہونا نیز یہ سمجھنا کہ تمام نعمتیں حق تعالیٰ ہی مرحمت فرماتا ہے اور جس قدر اسباب اور واسطے اس نعمت کے ہم تک پہنچنے میں پیش آئے ہیں وہ سب اللہ پاک ہی کے قبضہ میں ہیں کہ اس کے حکم بغیر نہ کوئی ذرہ حرکت کر سکتا ہے نہ کوئی چیز کسی کو مل سکتی۔ دوسرا رکن عمل یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس کی رضامندی میں استعمال کرنا اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ کیا چیز کس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے مثلاً آنکھ اللہ کی ایک نعمت ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور علم دین کی کتابوں کے دیکھنے اور آسمان و زمین کی مخلوقات کو اس غرض سے دیکھنے میں صرف کرے کہ عبرت و نصیحت حاصل ہو اور خالق برتر کی معرفت و عظمت اور کبریائی سے آگاہی حاصل ہو اور ستر دیکھنے اور نامحرم پر نظر ڈالنے سے اسے روکے۔ اسی طرح کان ایک نعمت ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو ذکر الٰہی اور ان باتوں کے سننے میں استعمال کرے جو آخرت میں نفع دیں اور لغو اور فضول اور گناہ کی باتیں سننے سے روکے۔ اسی طرح زبان کو یادِ خدا اور حمد و ثنا اور اظہار شکر میں مشغول رکھے اور بے جا شکوہ و شکایت اور فضول گناہ کی باتوں سے سے باز رکھے۔ غرض کہ تمام اعضاء و جوارح و مال و متاع اور عزت و جاہ سب کا شکر یہ یہی ہے کہ ان کو حق تعالیٰ کی طاعت میں مشغول رکھا جائے کیونکہ انسان پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے اور ان کو ان باتوں اور کاموں سے روکا جائے جن سے منع کیا گیا ہے۔

اب آگے حضرت لقمان نے جو اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا وہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا، بیشک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	لُقْمٰنُ لقمان	لِابْنِهٖ اپنے بیٹے کو	وَهُوَ اور وہ	يَعِظُهٗ اسے نصیحت کر رہا تھا	يٰبُنَيَّ اے میرے بیٹے
لَا تُشْرِكْ تو نہ شریک ٹھہرا	بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِنَّ الشِّرْكَ بیشک شرک	لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ البتہ ظلم عظیم			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اثبات توحید اور مذمت شرک کے سلسلہ میں حضرت لقمان کا ذکر ہوا تھا جو بوقت نزول قرآن عرب میں اپنی فہم وفراست اور عقل ودانش کی بنا پر ''حکیم'' کے لقب سے مشہور تھے۔قرآن کریم نے آپ کی عقل وفہم اور متانت و دانائی کی تعریف فرمائی۔آپ نے عقل کی راہ سے وہ باتیں کھولیں جو پیغمبروں کے احکام و ہدایات کے موافق تھیں۔ یہاں حضرت لقمان کے ذکر سے مشرکین کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ شرک کا قبیح ہونا جس طرح فطرت انسانی کی شہادت اور انبیاء کی وحی سے ثابت ہے اسی طرح دنیا کے منتخب عقلمند بھی اپنی عقل سے شرک کی برائی کی تائید اور تصدیق کرتے رہے ہیں۔پس توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرنا کھلی ہوئی گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ چنانچہ اب حضرت لقمان کی وہ نصیحتیں بیان کی جاتی ہیں جو انہوں نے بوقت فہمائش اپنے فرزند کو کی تھیں۔ یہ معلوم نہیں کہ بیٹا مشرک تھا اور سمجھا بجھا کر راہ راست پر لانا چاہتے تھے یا موحد تھا اور اسے مضبوط جمائے رکھنے کی غرض سے یہ وصیتیں فرمائی تھیں۔حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو سب سے پہلی نصیحت جس کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے وہ شرک باللہ سے اجتناب اور توحید کے التزام کی ہے کیونکہ ''دین حق'' میں یہی وہ حقیقت ہے جو حنیف کو مشرک سے ممتاز کرتی ہے اور شرک ہی سب سے بڑا گناہ ہے کہ جو کسی حالت میں بھی قابل بخشش نہیں مگر یہ کہ اس سے صحیح اور سچی توبہ دنیا ہی میں کر لی جائے۔اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔بیشک شرک کرنا ظلم عظیم یعنی بڑا بھاری ظلم ہے۔حضرت لقمان نے شرک کو ''ظلم عظیم'' فرمایا۔ اس سلسلہ میں بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ جب ساتویں پارہ سورۂ انعام کی یہ آیت نازل ہوئی۔ **الذین امنوا ولم یلبسوآ ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون** ۝ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور نہیں ملایا انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو۔ ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی سیدھی راہ پر چل رہے ہیں) یعنی خدا کی مغفرت اور رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ بات بہت شاق گزری اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسا تو کوئی شخص بھی نہ ہوگا جس نے خدائے تعالیٰ کے احکام کے پیش نظر کچھ نہ کچھ ظلم نہ کیا ہو تب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کیا تم نے لقمان کا یہ قول نہیں سنا **یبنی لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم** ۝ (اے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے) تو مطلب یہ ہوا کہ آیت **لم یلبسوا ایمانھم بظلم** میں ظلم سے مراد شرک ہے نہ کہ معصیت۔اسی بنا پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ اور بعض دوسرے مفسرین نے آیت مذکورہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں

کرتے ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں۔ تو یہاں سے معلوم ہوا کہ آدمی ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی شرک میں گرفتار ہوسکتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ مسلمان کہلانے والے بھی شرک میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ لیکن آیت مذکورہ میں ایمان وہی مطلوب ہے جس میں شرک کی ملاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ اس آیت کے تحت حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ اگر خدا پر یقین رکھنے کے باوجود شرک کو نہ چھوڑا تو وہ نہ ایمان شرعی ہے نہ اس کے ذریعہ سے امن وہدایت نصیب ہوسکتی ہے۔ سورۂ یوسف تیرہویں پارہ میں ایک جگہ ارشاد ہے وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔ اس آیت پر حضرت علامہ عثمانی نے لکھا ہے کہ زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصہ دار بنا رہا ہے۔ کوئی اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کرتا ہے۔ کوئی اسے روح و مادہ کا محتاج بتاتا ہے۔ کسی نے احبار و رہبان کو خدائی اختیارات دے دیئے ہیں۔ بہت سے تعزیہ پرستی۔ قبر پرستی کے خس و خاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو مکدر کر رہے ہیں۔ ریا۔ نام ونمود اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہوں گے۔ غرض ایمان کا زبانی دعویٰ کرکے بہت کم ہیں جو عقیدہ یا عمل کے درجہ میں شرک جلی یا خفی کا ارتکاب نہیں کرتے۔'' اللہ تعالیٰ ہر طرح کے شرک سے ہمیں اور آپ کو محفوظ فرمائیں۔

بہرحال یہاں معلوم ہوا کہ اخروی فلاح ونجات کے لئے خالص توحید الٰہی کو پکڑنا اور شرک سے بچنا کتنا اہم اور ضروری ہے۔ اور اس اہمیت کی بنا پر مسئلہ توحید قرآن پاک کا خاص الخاص موضوع دعوت ہے اور قرآن کریم نے دوسرے تمام مسئلوں سے زیادہ زور اسی پر دیا ہے۔ اور قرآن سے پہلے آنے والی تمام اللہ کی کتابوں اور تمام اللہ کے رسولوں کی تعلیم ودعوت کا مرکزی نقطہ بھی توحید ہی کا مسئلہ رہا ہے۔

قرآن مجید میں توحید کی تعلیم اتنی وضاحت اور ایسی تفصیل سے دی گئی ہے کہ مسئلہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہا ہے جو پوری طرح روشنی میں نہ آ گیا ہو کیونکہ اور امتوں قوموں نے توحید ہی کے بارے میں ہمیشہ سخت ٹھوکریں کھائیں ہیں حالانکہ اللہ کے تمام پیغمبروں اور سچے داعیوں نے اپنی اپنی قوموں کو ہمیشہ توحید ہی کی تعلیم دی تھی بلکہ قرآن مجید کا تو بیان ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس کو اللہ کے پیغمبروں اور ہادیوں نے توحید کا پیغام نہ پہنچایا ہو۔ الغرض شرک ہمیشہ سے انسانوں کی بڑی خطرناک اور بڑی عام بیماری رہی ہے اسی لئے قرآن مجید میں جو اللہ کی طرف سے آخری کتاب ہدایت ہے اور جس کے بعد انسانوں کے لئے کوئی آسمانی ہدایت نامہ آنے والا نہیں توحید کے مسئلہ کو زیادہ سے زیادہ واضح اور روشن کیا گیا ہے بلکہ ان تمام دروازوں کو بھی بند کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے جس سے اگلی امتوں میں شرک آیا۔ قرآن مجید نے صرف یہ کہہ کر توحید کا درس ختم نہیں کردیا کہ خدا ایک ہے اس کے سوا کسی کی بندگی اور عبادت نہ کی جائے بلکہ توحید فی الذات کے علاوہ قرآن پاک نے ایک ایک خدائی صفت کا ذکر کرکے بتلایا کہ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ ہی میں ہے اور وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اسی طرح اپنے افعال و اختیارات میں بھی وہ وحدہ لاشریک ہے اور پھر اپنے خدائی حقوق میں بھی وہ اسی طرح وحدہ لاشریک ہے۔ قرآن پاک نے توحید کے ان سب پہلوؤں کو اتنا واضح کیا کہ کسی قسم کے اعتقادی یا عملی۔ جلی یا خفی شرک کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ پھر علاوہ اس درس توحید کے جو قرآن عزیز نے پیش کیا ہے اگر ذخیرۂ حدیث پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا کہ خدا کے آخری پیغمبر۔ اور توحید الٰہی کے آخری ناشر اور ملت آسمانی کے آخری معلم۔ نبی آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کتنی شدومد کے ساتھ توحید کی تعلیم دی ہے اور شرک کے استیصال میں کسی قدر جدوجہد فرمائی ہے۔ مگر اب جب کہ ہماری اکثریت قرآن و حدیث میں سے دست برداری اختیار کر لے تو ان کی تعلیمات کا علم کیسے حاصل ہو؟ اور اب تو سائنس اور ٹیکنالوجی کا وقت بتلایا جاتا ہے علم قرآن وحدیث حاصل کرنا تو درکنار اب تو کوئی سرے سے حدیث ہی کا منکر ہے تو کوئی قرآن کا مخالف و محرف انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور پھر بھی دعوئے اسلام وایمان۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک صحیح حدیث میں اس دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جبکہ آدمی کی تعریف صرف اس پر ہوا کرے گی کہ وہ کتنا بڑا عاقل۔ کیسا خوش مزاج اور کتنا قوی و بہادر ہے لیکن اس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان کا پتہ نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

الغرض قرآن وحدیث کی روشنی میں اخروی فلاح ونجات کا مدار دو ہی چیزیں ہیں۔

(۱) ایک ایمان یعنی عقائد۔

(۲) دوسرے اعمال صالحہ۔ اور اعمال کو ایمان سے وہی رشتہ اور تعلق ہے جو شاخوں کو جڑ سے اور مکان کی دیواروں کو بنیادوں سے ہوتا ہے۔ شاخوں کی تروتازگی اور شادابی جڑ کی تروتازگی اور مضبوطی پر موقوف ہے اور دیواروں کی پائیداری اور چھت کا قیام بنیادوں کی مضبوطی اور استواری پر موقوف ہے اگر درخت کی جڑیں تندرست اور مضبوط ہوں گی تو اس کی شاخیں خوب پھولیں پھلیں گی اور اگر بنیادیں مضبوط ہوں گی تو دیواریں پائیدار اور چھت دیرپا ہوں گی لیکن اگر درخت کی جڑیں کرم خوردہ ہوں گی تو شاخیں مرجھا جائیں گی اور پھول پھل نہیں سکیں گی اور اگر مکان کی بنیادیں کمزور اور کھوکھلی ہوں تو دیواروں اور چھت کا بھی یہی حال ہوگا اور ایسا کمزور بنیادوں والا مکان رہائش کے قابل نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی کا ایمان شرک کی ناپاکی سے ملوث ہوگا تو اس کے اعمال بھی بیکار اور بے نتیجہ ثابت ہوں گے۔ تو جب شرک ایسی لعنت اور بری بلا ہے اور ایسا سنگین جرم ہے جس سے دنیا میں اگر توبہ نہ کر لی جائے تو آخرت میں ہرگز معاف نہ ہوگا تو اس سے بچنا کس قدر ضروری ہوا۔ اور صحیح توحیدی عقائد کا حاصل کرنا کتنا لازم ہوا۔ اس لئے اسی درس کے سلسلہ میں توحید ذاتی۔ توحید الوہیت۔ توحید صفات و افعال و اختیارات اور توحید حقوق اور توحید فی الدعا اور توحید فی العبادہ کی تعلیم جو قرآن وحدیث نے پیش کی ہے اس کو آئندہ درس میں عرض کیا جائے گا تا کہ شرک کی تمام اقسام مثلاً شرک فی الذات شرک فی العلم شرک فی التصرف شرک فی الدعا اور شرک فی العبادہ وغیرہ کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ اس لئے آئندہ درس بھی اسی آیت پر ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں توحید خالص کی دولت عطا فرمائیں اور ہر طرح کے خفی اور جلی شرک سے ہمارے اعمال وعقائد کو محفوظ رکھیں۔ اور ہم کو قرآن وحدیث سے تا زندگی وابستہ رکھیں۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی توفیق حسن عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ

اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے اُس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اُس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اُس کا دودھ چھوٹتا ہے

اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ

تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کیا کر، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے

عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ

جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں اُن کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو، پھر تم سب کو

مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾

میرے پاس آنا ہے پھر میں تم کو جتلا دوں گا جو جو کچھ تم کرتے تھے۔

وَوَصَّيْنَا اور ہم نے تاکید کردی	الْإِنْسَانَ انسان	بِوَالِدَيْهِ اسکے ماں باپ کے بارہ میں	حَمَلَتْهُ اسے پیٹ میں رکھا	أُمُّهُ اسکی ماں	وَهْنًا کمزوری	
عَلَىٰ وَهْنٍ پر کمزوری	وَفِصَالُهُ اور اس کا دودھ چھڑانا	فِي عَامَيْنِ دوسال میں	أَنِ اشْكُرْ لِي کہ تو میرا شکر کر	وَلِوَالِدَيْكَ اور اپنے ماں باپ کا		
إِلَيَّ میری طرف	الْمَصِيرُ لوٹ کر آنا	وَإِنْ اور اگر	جَاهَدَاكَ وہ تیرے ساتھ کوشش کریں	عَلَىٰ پر (کی)	أَنْ تُشْرِكَ کہ تو شریک ٹھہرائے	بِي میرا
مَا لَيْسَ جس کا نہیں	لَكَ تجھے	بِهِ اس کا	عِلْمٌ کوئی علم	فَلَا تُطِعْهُمَا تو ان دونوں کا کہنا نہ ماننا	وَصَاحِبْهُمَا اور انکے ساتھ بسر کر	فِي الدُّنْيَا دنیا میں
مَعْرُوفًا اچھے طریقہ سے	وَاتَّبِعْ اور تو پیروی کر	سَبِيلَ راستہ	مَنْ جو	أَنَابَ رجوع کرے	إِلَيَّ میری طرف	ثُمَّ پھر
إِلَيَّ میری طرف	مَرْجِعُكُمْ تمہیں لوٹ کر آنا ہے	فَأُنَبِّئُكُمْ سو میں تمہیں آگاہ کروں گا	بِمَا جو کچھ	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو پہلی نصیحت ذکر فرمائی گئی تھی جو توحید باری تعالیٰ کے اختیار کرنے اور شرک کے نہ کرنے کے متعلق تھی۔ حضرت لقمان کی مزید نصیحتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں وہ ان آیات کے بعد پھر آگے بیان کی گئی ہیں۔ درمیان میں توحید کی تاکید کے لئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جو ان آیات میں بطور جملہ معترضہ کے ہے جس میں ماں باپ کی اطاعت و شکر گزاری کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمائی گئی کہ شرک اتنی سخت قبیح چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مفسر و محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت لقمان نے بیٹے کو باپ کا حق نہ بتلایا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کی نصیحت کے بعد اور آئندہ آنے والی دوسری نصیحتوں سے پہلے ماں باپ کا حق بیان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق ہے گویا باپ نے یعنی حضرت لقمان نے اللہ کا حق بتلایا اور اللہ تعالیٰ نے باپ کا حق بتایا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے طبرانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیات میرے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ میں اپنی ماں کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پورا اطاعت گزار تھا۔ جب مجھے خدا نے اسلام کی طرف ہدایت کی تو میری والدہ مجھ پر بہت بگڑیں

اور کہنے لگیں کہ بیٹا یہ نیا دین تو کہاں سے نکال لایا۔ سنو میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس دین سے دستبردار ہو جاؤ ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی اور یونہی بھوکی پیاسی مرجاؤں گی۔ میں نے اسلام کو چھوڑا نہیں اور میری ماں نے کھانا پینا ترک کر دیا اور چہار طرف سے مجھ پر آوازہ کشی ہونے لگی کہ یہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔ میں بہت ہی دل تنگ ہوا۔ اپنی والدہ کی خدمت میں بار بار عرض کیا۔ خوشامدیں کیں سمجھایا کہ خدا کے لئے اپنی ضد سے باز آجاؤ۔ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اس سچے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی حیص بیص میں میری والدہ پر تین دن کا فاقہ گزر گیا اور ان کی حالت بہت ہی خراب ہوگئی تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا سنو اماں جان تم مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہو مگر دین سے زیادہ عزیز نہیں ہو واللہ ایک نہیں تمہاری ایک سو جانیں ہوں اور اسی بھوک پیاس میں ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تب بھی میں آخری لمحہ تک اپنے سچے دین اسلام کو نہیں چھوڑوں گا۔ اب میری ماں مایوس ہوگئی اور کھانا پینا شروع کر دیا۔

مخالفین اسلام کہا کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ کوئی ان کم بختوں سے پوچھے کہ یہاں کون سی تلوار تھی جس کا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے حضرات صحابہ کو خوف وخطر تھا۔

اس روایت سے ''بھوک ہڑتال'' کی بھی حقیقت معلوم ہوگئی کہ یہ جاہلیت کی رسم تھی جس کو ہندوستان میں گاندھی نے انگریزوں کے خلاف بطور حربہ کے استعمال کیا اور اب دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی یہ چیز رائج ہوگئی چنانچہ آئے دن بھوک ہڑتالیں منائی جاتی ہیں جو شرعاً قطعاً ناجائز ہے۔

ان آیات کی تشریح سے پہلے ایک دلچسپ بات ملاحظہ ہو کہ روافض یعنی شیعوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کے چالیس پارے تھے دس سنیوں نے حذف کر لئے (تاریخ قرآن اور موجودہ قرآن نعوذ باللہ بقول ان کے محرف ہے اور آیتیں الٹ پلٹ کر دی گئی ہیں کہیں کی آیتیں کہیں رکھ دی گئیں جس سے مطلب خبط اور بے ربط ہوگیا۔ چنانچہ آیتوں کے الٹ پلٹ کے ثبوت میں وہ ایک مثال ان آیات زیر تفسیر کی پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تذکرہ تو ہو رہا تھا لقمان کی نصیحتوں کا اپنے بیٹے کو اور بیچ میں ماں باپ کی اطاعت گزاری کا حکم آگیا اور پھر لقمان کی نصیحتیں جاری ہوگئیں۔ تو شیعوں کے نزدیک موجودہ قرآن کی آیتوں کے بے ربط کر دینے کی ایک یہ مثال ہے جس کو وہ پیش کرتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اب یہ ہے تو دوسرا موضوع مگر چونکہ ان آیات کے سلسلہ میں ذکر آگیا اس لئے مختصراً کچھ اس الزام کے متعلق بھی سن لیجئے۔

مخالفین و معاندین جو موجودہ قرآن کریم پر اس قسم کے الزامات لگاتے ہیں تو ہمارے علمائے محققین نے ماشاء اللہ بڑے دندان شکن اور مفصل اور طول طویل جوابات ایسے الزامات کے دیئے ہیں۔ ابھی بالکل قریب ہی زمانہ میں حضرت مولانا عبدالشکور صاحب مجددی لکھنویؒ گزرے ہیں انہوں نے ''حفاظت قرآن'' کے عنوان سے قرآن کریم کی آیات ہی سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی تحریف لفظی ومعنوی سے بالکل پاک ہے اور یہ کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی تحریف ناممکن ہے جو قرآن کا ایک زندہ معجزہ ہے خیر ہمارا تو بحمد للہ یہ ایمان ہی ہے ہمیں تو اس کے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ مگر مولانا موصوفؒ نے اس سلسلہ میں مخالفین کے الزام کے متعلق جو لکھا ہے وہ ملاحظہ ہو۔ مولاناؒ لکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہور مخالفین (یعنی شیعہ صاحبان) کے عقیدہ میں یہ قرآن مجید جو آج مسلمانوں کے پاس ہے اور ہر زمانہ میں یہی قرآن مجید مسلمانوں کے پاس رہا محرف ہے اور تحریف کی جتنی قسمیں ہوسکتی ہیں سب بقول ان کے اس قرآن میں ہوئی ہیں۔ جا بجا سے آیتیں اور سورتیں نکال ڈالی گئیں اور اس میں زیادتی بھی ہوئی ہے۔ جا بجا انسانی کلام اس میں شامل کر دیا گیا اور اس میں الفاظ وحروف کی تبدیلی بھی

ہوئی ہے اور اس کی ترتیب بھی خراب کر دی گئی ہے ترتیب کی چار قسمیں ہیں اول ترتیب سورتوں کی۔ دوم ترتیب آیتوں کی۔ سوم ترتیب کلمات کی۔ چہارم ترتیب حروف کی۔ کتب شیعہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ چاروں قسم کی ترتیب بگاڑ دی گئی ہے۔ اگر صرف سورتوں کی ترتیب میں کلام کیا جاتا تو چنداں خرابی نہ تھی کیونکہ ہر سورت بجائے خود مستقل چیز ہے اس کے تقدم و تاخر سے مقصود کلام پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ بخلاف باقی تین ترتیبوں کے کہ ان سے مقصود کلام کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ مخالفین کی کتابوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے محرف ثابت کرنے کے لئے انہوں نے کس قدر اہتمام کیا ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی کسی اور مسئلہ میں نہیں کیا اس اہتمام کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ آج ان کی معتبر کتابوں میں ائمہ معصومین سے زائد از دو ہزار روایت تحریف قرآن کی منقول ہیں اور تحریف کی نفی میں ایک روایت بھی ان کے کسی امام سے ان کی کسی کتاب میں نہیں۔ (بحوالہ تفسیر آیات قرآنی صفحہ ۶۴۶ از مولانا لکھنویؒ)

اب قرآن پر تو مخالفین نے یوں ہاتھ صاف کیا۔ اب اس ضمن میں حدیث کا حال بھی سن لیجئے۔ ائمہ محدثین حنفیہ میں ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت مشہور و معروف ہے۔ احادیث کے پرکھنے۔ جرح اور تعدیل میں آپ کے کارنامے سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علم حدیث کی تاریخ سے جو واقف ہیں ان سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ بدخواہاں ملت نے وضع احادیث کا فتنہ کھڑا کیا تھا یعنی بہت سے اقوال و افعال کا انتساب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا کہ آپ نے یہ کیا یا آپ نے یہ فرمایا۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس دین حق کو قیامت تک باقی رکھنا تھا اس لئے اس فتنہ کا مقابلہ کرنے والے علمائے محدثین بھی ہمیشہ موجود رہے جنہوں نے کھرا کھوٹا الگ کر دکھایا۔ ''موضوعات کبیر'' ملا علی قاریؒ کی کتاب اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے جس میں احادیث موضوعہ کو جمع کر کے امت کو ان کے فتنہ اور ضرر رساں اثرات سے محفوظ و مامون فرمایا۔ اسی کتاب ''موضوعات کبیر'' میں آپ نے دیگر محدثین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ روافض نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کے فضائل میں ۳ لاکھ احادیث وضع کی ہیں یعنی جھوٹی حدیثیں گھڑی ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اب یہاں جب معاندین کی طرف سے تحریف قرآن کا ذکر آ گیا تو مختصراً یہ بھی سن لیجئے کہ قرآن کیسے جمع ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے پورا قرآن شریف نازل کیا گیا۔ کیونکہ آپ امی تھے جو کچھ نازل ہوتا آپ زبانی یاد فرما لیتے اور اپنے صحابہ کو یاد کرا دیتے اور حکم دیتے کہ لکھ لیا جائے چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کاغذ کے ٹکڑوں۔ کھجوروں کے پتوں۔ لکڑی کے تختوں پتھر کے ٹکڑوں چمڑے کے غلافوں اور کپڑے کے تھیلوں وغیرہ پر لکھ لیا کرتے تھے۔ یہ تو عام صحابہ کا حال تھا لیکن چند صحابہ رضوان اللہ علیہم یہ مخصوص تھے جو کتاب وحی کے نام سے پکارے جاتے تھے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے وحی لکھنے کے لئے مامور فرمایا تھا۔ ان کو آپ لکھنے کا حکم دیتے اور یہ بھی حکم دیتے کہ فلاں آیت کو فلاں سورۃ میں لکھو۔ یہ سب متفرق لکھے جاتے رہے مگر جب قرآن حکیم کا ایک معتد بہ حصہ آ چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی اور بہ اشارۂ جبرئیل امین۔ اسی ترتیب سے حفظ کروانا شروع کیا جو ترتیب لوح محفوظ میں ہے اور جو آج تک موجود ہے۔ جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری رمضان ۱۰ھ میں تو دو بار پورا قرآن شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سنایا۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت ایک خاصی بڑی جماعت حفاظ قرآن کی موجود تھی جن کو پورے کا پورا

5 قران شریف اسی موجودہ ترتیب الحمد سے والناس تک حفظ تھا۔ لیکن اس موجودہ صورت میں صرف اس کی تحریر عمل میں نہیں آئی تھی ۱۱ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے آپ کے زمانہ خلافت میں جنگ یمامہ واقع ہوئی جس میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی جنگ ہوئی اس میں ۷۰ سے زیادہ حفاظ قرآن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم شہید ہوگئے۔تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ قرآن شریف مطابق لوح محفوظ اور مطابق حفظ تحریر میں بھی لے آنا چاہئے۔مبادا کہیں حفاظت قرآن کی شہادتوں سے قرآن کا کوئی حصہ ضائع نہ ہوجائے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے تو عذر کرتے رہے کہ جس کام کو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کو میں کیسے کروں۔آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ کو اس کام کے لئے کھول دیا آپ نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو ان خوش نصیب بزرگوں میں سے ایک ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد ان سے قرآن حاصل کرنا تحریر و تسوید کے لئے مقرر فرمایا۔آپ نے حفاظ صحابہ کی ایک جماعت کی مدد سے بڑی ہی احتیاط سے یعنی ہر نماز کے بعد مسجد نبوی میں دو دو گواہوں کی موجودگی میں آیات کی بموجب حفظ و بموجب ترتیب لوح محفوظ نقل کروانا شروع کر دیا۔یہاں تک کہ سارا قرآن شریف یکجا جمع ہوگیا۔اور اس طرح سارا قرآن شریف تحریر کے احاطہ میں آگیا۔جب یہ سب کچھ ہوگیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو محفوظ فرمادیا جو پھر آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔آپ کو کثرت مشاغل و کثرت جہاد کی وجہ سے اس کی نقلیں کرانے کا موقع نہیں ملا البتہ اس کی تعلیم و تعلم اور اس کی نشر و اشاعت و تبلیغ کا اس قدر اہتمام فرمایا جس کی مثال کہیں اور نہ ملے گی۔جب ۲۳ھ میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا تو آپ کی صاحبزادی اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس امانت میں آیا۔حضرت عثمانؓ جب خلیفہ ہوئے اُس وقت اسلام دور دراز ممالک تک پہنچ چکا تھا۔اور نو مسلموں کی آمیزش سے گمان ہونے لگا تھا کہ قرآن شریف کی قرأت اور تلاوت میں گڑبڑ نہ ہوجائے اور مسلمانوں میں قرأت کا اختلاف نہ پڑ جائے۔حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس امانتاً رکھے ہیں۔انہیں بھیج دیجئے تاکہ میں ان کو نقل کرانے کے بعد پھر آپ کے پاس واپس بھیج دوں چنانچہ حضرت حفصہؓ نے وہ صحائف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قرآن کے ماہر اور عالم تھے۔ان سب کو بلایا اور فرمایا کہ قرآن کریم قریش کی قرأت پر لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا تاکہ قرأت کے اختلافات نہ رہیں۔ان بزرگوں نے اس کام کو نہایت احتیاط سے مکمل فرمادیا۔تب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی سات نقلیں کروائیں۔ایک مدینہ منورہ میں روک لی۔بقیہ چھ کو مکہ معظمہ، بصرہ، کوفہ، شام، یمن اور بحرین میں بھجوا دیں۔اور حکم دیا کہ ان کی متابعت کی جائے اور یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف سے بچایا جائے۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف پر تمام صحابہ نے اجماع کرلیا اور امت متفق ہوگئی۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مصاحف نقل کروائے تھے ان میں سے بعض اب تک موجود ہیں۔اور ان کے آخر میں یہ عبارت بھی ہے کہ حضرت عثمان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے یہ نقل ہوئے۔۱۹۰۴ء میں ماسکو میں مسلمانوں نے ایک کتب خانہ قائم کیا جس میں وہ مصحفِ عثمانی بھی موجود ہے جس کو پڑھتے ہوئے آپ شہید ہوئے تھے۔اور اس پر آپ کے خون کے نشانات بھی ہیں (تاریخ قرآن) الغرض آج جس صورت میں ہمارے پاس قرآن موجود ہے بالکل یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا۔اور یہی لوح محفوظ میں ہے اور قرآن حکیم میں ایک شوشے اور ایک حرف کا بھی اضافہ یا کمی یا تبدیلی نہیں کی گئی۔نہ اس کا امکان ہی تھا اور نہ ہے کیونکہ حق جل علیٰ سجانہ نے ارشاد فرمایا ہے۔انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔(سورۂ حجر)۔بالتحقیق ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

الغرض یہ حفاظت قرآن کا ذکر اس بات پر آ گیا تھا کہ روافض نے ان آیات زیر تفسیر کو اس مقام سے غیر متعلق قرار دے کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ قرآن میں صحابہ رضوان اللہ علیہم نے تحریف کی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیات اس مقام سے قطعاً غیر متعلق نہیں ہیں بلکہ ان کو اس مقام سے گہرا تعلق ہے جیسا کہ شروع درس میں عرض کیا گیا۔اوپر حضرت لقمان نے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔اب اس امر توحید کی تاکید کے لئے حق تعالیٰ ان آیات میں ہدایت فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے کہ ان کی اطاعت اور خدمت کرے کیونکہ انہوں نے اس کے لئے بڑی مشقتیں جھیلی ہیں۔باپ کے احسانات تو ہوش وحواس کے زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں کہ اولاد کو کھلاتا پہناتا ہے لیکن ماں کے احسانات اس کی عالم بےخبری میں اس سے بھی بڑھ کر تھے اس لئے حق تعالیٰ ان کو یاد دلاتے ہیں کہ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا۔مہینوں تک اس کا بوجھ پیٹ میں اٹھائے اٹھائے پھری۔ضعف پر ضعف اٹھائے اس لئے کہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے عورت کو ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔پھر وضع حمل کی تکلیف برداشت کی۔پھر دو برس تک دودھ پلایا۔اس درمیان میں نہ معلوم کیسی کیسی سختیاں جھیل کر بچہ کی تربیت کی۔اپنے آرام کو بچہ کے آرام پر قربان کیا لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی اولاً خدا تعالیٰ کا اور ثانیاً اپنے ماں باپ کا خصوصاً ماں کا حق پہچانے یعنی اللہ کی عبادت کرے۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور ماں باپ کی خدمت واطاعت میں مشغول رہے جہاں تک کہ اللہ کی نافرمانی نہ ہو کیونکہ حق تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے اور اسی کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔

یہاں آیت میں الی المصیر میری ہی طرف پھیر کر آنا ہے فرما کر یہ تنبیہ کر دی کہ نہایت سرگرمی اور تن دہی سے حقوق اللہ اور حقوق الوالدین ادا کیا کرے اور یہ نہ سمجھے کہ اب خدا سے کیا کام پڑے گا۔نہیں پھر مجھ ہی سے کام پڑنا ہے اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے تو اس اطاعت کے حکم پر یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ماں باپ خواہ بری بات کا حکم دیں خواہ بھلی بات کا ان کی اطاعت فرض ہے حالانکہ ان سے زیادہ ایک اور بھی قابل ادب واطاعت موجود ہے یعنی خدا تعالیٰ۔تو اگر ماں باپ دین کے خلاف کرنے کو کہیں اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کا حکم دیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ تو اس کا بھی حکم فرما دیا کہ ایسی صورت میں ان کی اطاعت نہ کرنی چاہئے وہ ہزار زور ڈالیں اور کیسا ہی اصرار کریں کہ تو خدا کے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کر،تو اس بات کو نہ ماننا چاہئے ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیکی اور سلوک کرتا رہے اور دین کے معاملہ میں پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ پر چلے دین کے خلاف ماں باپ کی تقلید یا اطاعت نہ کرے۔اخیر میں ارشاد ہوا کہ تم سب کو میرے ہی پاس واپس آنا ہے اولاد اور والدین سب کو پتہ لگ جائے گا کہ کس کی زیادتی یا تقصیر تھی اس لئے کسی امر میں میرے حکم کے خلاف مت کرو۔تو گویا یہاں ضروری تنبیہ فرما دی کہ

شرک اتنی سخت اور قبیح چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے ان کی اطاعت اور خدمت کی۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور پھر دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے اس لئے ہم نے اپنے حقوق کے ساتھ ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر کیونکہ میری ہی طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے اس وقت میں اعمال کی جزا و سزا دوں گا اس لئے احکام کی بجا آوری ضروری ہے اور باوجود یکہ ماں باپ کا اتنا بڑا حق ہے لیکن امر توحید ایسا عظیم الشان ہے کہ اگر تجھ پر وہ دونوں بھی اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل اور سند نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور ہاں یہ ضرور ہے کہ دنیا کے معاملات میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا اور دین کے بارہ میں صرف اس شخص کی راہ چلنا جو میری طرف رجوع ہو یعنی میرے احکام کا معتقد اور عامل ہو۔ پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے پھر آنے کے وقت میں تم کو بتلا دوں گا جو جو کچھ تم کرتے تھے۔''

یہاں آیت میں جو دو سال میں دودھ چھڑانے کا ذکر ہے تو اس آیت سے امام شافعیؒ اور حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے استدلال کر کے یہ فتویٰ دیا ہے کہ دودھ پینے کی مدت جس کو مدت رضاعت کہتے ہیں دو برس تک ہے اور اسی پر جمہور علماء کا فتویٰ ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ مدت رضاعت اڑھائی برس تک ہے کیونکہ ۲٦ ویں پارہ سورۂ احقاف میں فرمایا گیا ہے وحمله وفصاله ثلثون شهراً اس کا حمل اور اس کی دودھ بڑھائی تیس مہینوں میں ہوتی ہے۔

یہاں آیت میں والدین کے حقوق کا ذکر آ گیا اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدمت اور سلوک کا زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے عرض کیا پھر کون۔ فرمایا تیری ماں۔ پھر عرض کیا پھر کون۔ پھر ارشاد فرمایا تیرا باپ ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کی خوشنودی میں خدا کی خوشنودی ہے اور ان کی ناراضی میں خدا کی ناراضگی ہے۔

اب اگلی آیات میں حضرت لقمان کی بقیہ نصیحتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائی تھیں ذکر کی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں اور جن کے ماں باپ حیاۃ ہیں ان کی خدمت واطاعت پوری طرح کرنے کا عزم وہمت نصیب فرمائیں اور جن کے ماں باپ گزر چکے ہیں ان کے ساتھ ایصال ثواب کر کے ان کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احکام خداوندی کو ہر حال میں مقدم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور حقوق العباد کے ساتھ حقوق اللہ بھی ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ

بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو

اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

تب بھی اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کردے گا، بیشک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین ہے باخبر ہے۔ بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ

اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر

لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ

اور زمین پر اترا کر مت چل، بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر

فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾

اور اپنی آواز کو پست کر بیشک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

یٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے	اِنَّهَآ بیشک وہ	اِنْ تَكُ اگر ہو	مِثْقَالَ حَبَّةٍ وزن (برابر) دانہ	مِنْ سے (کے)	خَرْدَلٍ رائی	فَتَكُنْ پھر وہ ہو	فِیْ میں	
صَخْرَةٍ سخت پتھر	اَوْ یا	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	اَوْ یا	فِی الْاَرْضِ زمین میں	یَاْتِ بِهَا لے آئیگا اسے	اللّٰهُ اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَطِیْفٌ باریک بین
خَبِیْرٌ خبردار	یٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے	اَقِمِ الصَّلٰوةَ قائم کر نماز	وَاْمُرْ اور حکم دے	بِالْمَعْرُوْفِ اچھے کام	وَانْهَ اور روک تو	عَنِ سے	الْمُنْكَرِ بری بات	
وَاصْبِرْ اور صبر کر	عَلٰی پر	مَآ اَصَابَكَ جو تجھ پر پہنچے	اِنَّ ذٰلِكَ بیشک یہ	مِنْ سے	عَزْمِ الْاُمُوْرِ بڑی ہمت کے کام	وَلَا تُصَعِّرْ اور تو ٹیڑھا نہ کر		
خَدَّكَ اپنا رخسار	لِلنَّاسِ لوگوں سے	وَلَا تَمْشِ اور نہ چل تو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	مَرَحًا اتراتا	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَا یُحِبُّ پسند نہیں کرتا		
كُلَّ ہر کسی	مُخْتَالٍ اترانے والا	فَخُوْرٍ خود پسند	وَاقْصِدْ اور میانہ روی کر	فِیْ مَشْیِكَ اپنی رفتار میں	وَ اور	اغْضُضْ پست کر	مِنْ صَوْتِكَ اپنی آواز کو	
اِنَّ بیشک	اَنْكَرَ سب سے ناپسندیدہ	الْاَصْوَاتِ آوازیں	لَصَوْتُ آواز	الْحَمِیْرِ گدھا				

تفسیر و تشریح:۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں اور وصیتیں کی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے۔ سب سے پہلی نصیحت جو گذشتہ درس میں بیان ہوئی یہ تھی کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرنا۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک سے زیادہ برا کام اور کوئی نہیں۔

حضرت لقمان نے مزید نصیحتیں اور وصیتیں جو اپنے بیٹے کو فرمائیں وہ ان آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ یہ سب نصیحتیں حکمتوں سے پر ہیں اس لئے قرآن پاک ان کو نقل فرما رہا ہے تاکہ لوگ ان پر عمل کریں۔ پہلی نصیحت توحید کے متعلق تھی۔ اب دوسری نصیحت عقائد کے متعلق ہے اور حق تعالیٰ کے علم وقدرت کے متعلق وہ اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہیں کہ کوئی چیز ہو یا کوئی عمل ہو یا کوئی بات ہو اچھی یا بری۔ اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو اور فرض کرو کہ پتھر کی کسی سخت چٹان کے اندر یا آسمانوں کی بلندی پر یا زمین کی تاریک گہرائیوں میں ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی جب وقت آئے گا وہیں سے لا حاضر کرے گا اس لئے آدمی کو چاہئے کہ عمل کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھے کہ ہزار

پردوں میں بھی جو کام کیا جائے گا وہ اللہ کے سامنے ہے۔ وہ باریک سے باریک شے کو دیکھ لیتا ہے اور جانتا ہے اور ہر چیز سے پوری طرح خبردار ہے اور ہر جگہ موجود ہے اس لئے انسان کو اس مغالطہ میں نہ رہنا چاہئے کہ جیسے آدمیوں کو چھپی باتوں اور پردے کے اندر کے کاموں سے واقفیت نہیں ہوتی اسی طرح چھپ کر کوئی گناہ کر لیا جائے تو اللہ کو خبر نہ ہوگی۔ ایسا سمجھنا نادانی ہے کوئی جگہ ایسی نہیں جو اللہ سے چھپی ہو اور صرف یہی نہیں کہ اللہ کو اس کا علم ہے بلکہ وہ اپنی قدرت سے اس کو حاضر کر دینے پر بھی قادر ہے۔ وہ اس کو ہر جگہ سے نکال لاوے گا اور قیامت میں سامنے کر دے گا۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ جو کام کرے اللہ کے علم وقدرت کو خیال رکھے۔

اب تصحیح عقائد کے بعد تیسری نصیحت اعمال کے متعلق ہے۔ چنانچہ انہوں نے نصیحت کی کہ بیٹا نماز ادا کرتا رہ۔ یہ معلوم نہیں کہ حضرت لقمان کے عہد میں نماز کا کیا طریقہ تھا۔ رکوع، سجود قیام وسلام کے ساتھ تھی یا کسی اور طرح سے۔ نماز درحقیقت اپنے خالق ومالک کے آگے عجز ونیاز کا نام ہے اور اس کے طریقے ہر نبی اور ہر زمانہ کے موافق مختلف رہے ہیں کہیں صرف دعا وگریہ زاری تھا کہیں سجدہ کرنا۔ کہیں اس کی تسبیح وتقدیس اور استغفار کرنا۔ امت محمدیہ کے عہد میں نماز کا وہ طریقہ قائم ہوا کہ جس میں سب باتیں آ گئیں۔ آگے بیٹے کو تکمیل نفس کے بعد تکمیل غیر کی بھی نصیحت کرتے ہیں اس لئے دونوں باتیں ضروری ہیں خود بھی اچھا ہونا اللہ کی توحید وبندگی پر قائم رہنا اور دوسروں کو بھی راستی کی طرف لانا اس لئے نصیحت کی کہ نیک باتوں کی تعلیم کیا کر اور بری باتوں سے منع کیا کر۔ یہ تو اعمال کے متعلق نصیحت تھی آگے حسن معاشرت کی تعلیم دی اور کہا کہ تجھ پر اگر خدا کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے اور دنیا میں جو سختیاں پیش آئیں ان کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کرنا شدائد سے گھبرا کر ہمت ہار دینا یہ حوصلہ مندوں کا کام نہیں اس کے بعد تین باتیں اور تعلیم کیں اول یہ کہ لوگوں سے تکبر سے پیش نہ آنا یعنی لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبروں کی طرح ان سے بات نہ کرنا اور غرور سے ان کی طرف مت دیکھنا بلکہ خندہ پیشانی سے ملنا۔ دوسرے یہ کہ زمین پر اترا کر مت چلنا۔ اترانے والے اور بڑائیاں مارنے والے کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ تیسرے یہ کہ تواضع۔ متانت اور میانہ روی کی چال اختیار کرنا۔ بے ضرورت مت بولنا۔ کلام کرتے وقت حد سے زیادہ نہ چلانا۔ چیخ چلا کر بات نہ کرنا۔ اگر اونچی آواز سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز پر خیال کرو وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے مگر کس قدر کریہہ اور کرخت ہوتی ہے۔ تو چیخ چلا کر بات کرنا گویا گدھے کی آواز کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

حضرت لقمانؑ کے متعلق جن کی نصیحتیں یہاں منقول ہوئیں جمہور مفسرین اسلام کا مشہور قول یہی ہے کہ حضرت لقمان اللہ تعالیٰ کے ولی۔ حکیم دانا تھے۔ نبی نہیں تھے تو انسان اگر نبی معصوم اور پیغمبر خدا بھی نہ ہو مگر حکمت ودانائی سے مشرف ہو تب بھی خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ عظیم الشان ہے۔ اسی لئے حضرت لقمان کو یہ عزت ملی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی ثنا اور توصیف فرمائی اور امت مسلمہ کے لئے ان کی بعض ان نصائح اور وصایا کو نقل فرمایا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ حتیٰ کہ قرآن کی ایک سورۃ ان کے نام سے منسوب ہوئی۔

۱- گذشتہ اور ان آیات میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو سب سے پہلے جو اہم نصیحت کی وہ شرک باللہ سے اجتناب اور توحید کا التزام ہے۔ حضرت لقمان نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا اور شرک ایسا گناہ ہے جو کسی حالت میں بھی قابل بخشش نہیں۔ مگر یہ کہ اس سے سچی توبہ دنیا میں کر لی جائے اور شرک جلی کی طرح شرک خفی بھی اعمال انسانی کو برباد کر دیتا ہے اور اس طرح کھا لیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔ اور شرک خفی میں ریا۔ نمائش۔ شہرت پسندی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

۲- حضرت لقمان کی بحیثیت شفیق باپ کے بیٹے کو نصیحت کی مناسبت سے حق تعالیٰ نے امت مرحومہ کو یہ نصیحت وہدایت فرمائی کہ جب باپ اور ماں کی محبت کا یہ عالم ہے کہ وہ دنیوی اور اخروی کسی معاملہ میں بھی اولاد کو بے راہ دیکھنا نہیں چاہتے تاکہ انجام کار اولاد کو دکھ جھیلنا نہ

پڑے تو اولاد کے لئے بھی از بس ضروری ہے کہ وہ خدا کی صحیح اور حقیقی معرفت کے بعد سب سے زیادہ والدین کی خدمت اور ان کی رضاجوئی کو مقدم سمجھے حتیٰ کہ اگر والدین کافر و مشرک بھی ہوں تب بھی اولاد کا فرض ہے کہ ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک۔ تواضع اور نیازمندی کو ہاتھ سے نہ دے البتہ اگر وہ دین حق سے اعراض اور شرک کے اختیار پر اصرار کریں تو اس کو قبول نہ کرے اس لئے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت درست نہیں۔ لیکن اپنے اس انکار کے وقت بھی نرمی اور حسن خطابت کو نہ چھوڑے اور درشت کلامی نہ اختیار کرے۔

اسی اہمیت کے پیش نظر حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ اپنے حقوق یعنی توحید باللہ کے ساتھ ساتھ حقوق والدین کا ذکر کیا اور ان کو تمام حقوق پر مقدم رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

۳- حضرت لقمان کی جو دوسری نصیحتیں مذکور ہوئیں ان میں اطاعت خداوندی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسن خلق اور تواضع کی ترغیب اور کبر۔ شیخی اور بد خلقی کی مذمت کی گئی۔ حضرت لقمان نے امر و نہی میں ان باتوں کو خصوصیت کے ساتھ انتخاب فرمایا اس لئے کہ کائنات میں جس قدر بھی بھلائی اور برائی پیش آتی ہے ان سب کی جڑ و بنیاد یہی امور ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی امت مرحومہ کو ان امور کی اہمیت پر بہت زیادہ توجہ دلائی ہے۔

۴- حضرت لقمان نے درشت اور کرخت آواز سے بات چیت کرنے کو بھی منع فرمایا اس لئے کہ نرم گفتاری حسن خلق کا شعبہ اور درشت اور کرخت لہجہ بد خلقی کا جزو ہے۔ اور اسی بنا پر اس طرز گفتگو کو 'صوتِ حمار' یعنی گدھے کی آواز سے مشابہ بتایا گیا ہے۔ اور گدھے کی آواز کے متعلق یہ حدیث مشہور و معروف ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے فضل طلب کرو اور گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے پناہ مانگو اس لئے کہ وہ شیطان کو دیکھ کر آواز کرتا ہے۔ یعنی مرغ کی آواز ملائکۃ اللہ کے نزول کی دلیل ہے کیونکہ وہ سحر میں تسبیح کا عادی ہے اور گدھے کی آواز نزول شیاطین کا پتہ دیتی ہے۔

۵- حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصائح کیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "زمین پر اکڑ کر نہ چلو" اس مضمون کو قرآن کریم نے سورۂ بنی اسرائیل پندرہویں پارہ میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ **ولا تمش فی الارض مرحاً انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولاً** اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چل تو اپنے اس انداز رفتار سے نہ زمین کو پھاڑ سکے گا نہ پہاڑوں کی چوٹیوں تک طویل ہو جائے گا۔" یعنی مغرور انسان کے انداز رفتار کی مذمت فرمائی گئی کہ وہ قدم کو زمین پر اس طرح رکھتا ہے کہ گویا اس کو پھاڑ ڈالے گا اور اپنی اکڑی ہوئی بلند گردن کے ذریعہ گویا پہاڑوں کی بلندی سے بھی اونچا ہو جانا چاہتا ہے مگر یہ نہیں سمجھتا کہ وہ ان میں سے کوئی بات بھی نہ کر سکے گا پھر بلاوجہ اکڑ کر چلنے کے کیا معنیٰ؟ اس کے برعکس متواضع اور بااخلاق انسانوں کی سورۂ فرقان انیسویں پارہ میں یہ کیفیت بیان کی گئی۔ **●وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماًo** اور جو رحمان کے بندے (یعنی حکم بردار فرمانبردار بندے) ہیں وہ زمین پر وقار۔ اور تواضع کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں تو وہ جہالت سے بچنے کے لئے سلام کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔

الغرض عرب میں نزول قرآن کے وقت حکمت لقمان کا کافی چرچا تھا اور وہ اکثر مجالس میں ان کے حکیمانہ اقوال کو نقل کرتے رہتے تھے ان کو ایمان اور عمل صالح سے متعلق حضرت لقمان کے یہ پند و نصائح سنائے گئے کہ اگر حضرت لقمان ہی کے معتقد ہو تو ان کی یہ نصیحتیں سن کر توحید اختیار کرو اور شرک و کفر سے باز آؤ۔

اسی سلسلہ میں آگے پھر اصل مضمون توحید یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال اور احسان و انعام یاد دلا کر توحید باری تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور ایمان اور اعمال صالحہ کی ترغیب دی جاتی ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً

کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری

وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا

اور باطنی پوری کر رکھی ہیں اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں بدوں واقفیت اور بدوں کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔ اور جب

قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ

اُن سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم اسی کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے کیا اگر شیطان

یَدْعُوْهُمْ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَی اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

اُن کے بڑوں کو عذاب دوزخ کی طرف بلاتا رہا ہو تب بھی (انہی کا اتباع کریں گے)۔ اور جو شخص اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ؕ وَاِلَی اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾

تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا اور اخیر سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف پہنچے گا۔

اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	سَخَّرَ مسخر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	مَا جو کچھ	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو کچھ	فِی الْاَرْضِ زمین میں	
وَاَسْبَغَ اور بھرپور دیں	عَلَیْكُمْ تم پر (تمہیں)	نِعَمَهٗ اپنی نعمتیں	ظَاهِرَةً ظاہر	وَّبَاطِنَةً اور پوشیدہ	وَ اور	مِنَ بعض	النَّاسِ لوگ	مَنْ جو
یُّجَادِلُ جھگڑتا ہے	فِی اللّٰهِ اللہ (کے بارہ میں)	بِغَیْرِ بغیر	عِلْمٍ علم	وَّلَا هُدًی اور بغیر ہدایت	وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ اور بغیر کتاب روشن	وَاِذَا اور جب		
قِیْلَ کہا جائے	لَهُمُ اُن سے	اتَّبِعُوْا تم پیروی کرو	مَاۤ اَنْزَلَ جو نازل کیا	اللّٰهُ اللہ	قَالُوْا وہ کہتے ہیں	بَلْ نَتَّبِعُ بلکہ ہم پیروی کریں گے	مَا وَجَدْنَا جو ہم نے پایا	
عَلَیْهِ اس پر	اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا	اَوَلَوْ کیا اگر	كَانَ ہو	الشَّیْطٰنُ شیطان	یَدْعُوْهُمْ ان کو بلاتا	اِلٰی طرف	عَذَابِ عذاب	السَّعِیْرِ دوزخ
وَمَنْ اور جو	یُّسْلِمْ جھکا دے	وَجْهَهٗ اپنا چہرہ	اِلَی اللّٰهِ اللہ کی طرف	وَهُوَ اور وہ	مُحْسِنٌ نیکوکار	فَقَدِ اسْتَمْسَكَ تو بیشک اس نے تھام لیا		
	بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی حلقہ مضبوط	وَ اور	اِلَی اللّٰهِ اللہ کی طرف	عَاقِبَةُ انجام	الْاُمُوْرِ تمام کام (جمع)			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں شروع سورۃ سے توحید کا مضمون بیان ہوتا آ رہا تھا اور اسی کی مناسبت سے درمیان میں حضرت لقمان کی نصیحتوں اور وصیتوں کا ذکر آ گیا تھا اب آگے پھر مضمون توحید ہی کے متعلق ہے اور ان آیات میں حق تعالیٰ کی عظمت وجلال اور احسان و انعام یاد دلا کر توحید کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ تمہیں یہ نہیں سوجھتا کہ آسمان اور زمین کی ساری مخلوق تمہارے کام میں لگی ہوئی ہے دیکھو آسمان کے ستارے تمہارے کام میں مشغول ہیں۔ چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں۔ بادل بارش گرمی سردی تمہارے نفع کی چیزیں ہیں۔ زمین کی نہریں۔ چشمے۔ دریا۔ سمندر۔ درخت۔ کھیتی پھول پھل یہ سب نعمتیں اسی نے دے رکھی ہیں۔ ہوا۔ روشنی۔ آگ۔ پانی غذا مکان لباس یہ سب نعمتیں ساری مخلوق بشری کے لئے عام ہیں ہاتھ پاؤں کان آنکھ ناک صحت تندرستی یہ تم سب کو دے رکھی ہیں پھر ان ظاہری بے شمار نعمتوں کے علاوہ باطنی بے شمار نعمتیں بھی اس نے دے

رکھی ہیں جیسے عقل فہم فراست سوچ سمجھ وغیرہ وغیرہ۔ تو جس نے اتنی لاتعداد نعمتیں دے رکھی ہیں حق تو یہ تھا کہ اس کی ذات پر سب کے سب ایمان لاتے مگر ایسے کھلے ہوئے انعامات واحسانات کے باوجود بعض لوگ آنکھیں بند کر کے اللہ کی وحدانیت میں یا اس کی صفات میں یا اس کے احکام وشرائع میں جھگڑتے ہیں اور محض بے سند جھگڑتے ہیں نہ کوئی علمی اور عقلی اصول ان کے پاس ہے۔ نہ کسی ہادیٔ برحق کی ہدایت۔ نہ کسی مستند اور روشن کتاب کا حوالہ۔ محض جہالت و ضلالت سے بغیر کسی سند اور دلیل کے اپنے کفروشرک پر اڑے ہوئے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی نازل کردہ وحی کا اتباع کرو اور اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کو کیسے چھوڑ دیں ہم تو اپنے باپ دادا کے ہی طریقہ پر چلیں گے۔ قرآن پاک نے محض باپ دادا کی اندھی تقلید کی بیسوں جگہ مذمت کی ہے۔ آج ہمارے بہت سے کلمہ گو بھائی بھی اپنے افعال واعمال کی دلیل اسی باپ دادا کی ریت کو بتاتے ہیں اور خلاف شرع رسوم اور بدعات وغیرہ کی حمایت میں ایک یہی ان کا جواب ہے کہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں۔ ہم اپنے باپ دادا سے ایسا ہی سنتے آئے ہیں ہم تو ان ہی کے راستہ پر چلیں گے۔ تو اسلام اور ایمان کے مقابلہ میں کفار ومشرکین بھی یہی کہتے تھے کہ ہم تو اپنے باپ دادا کی لکیر کے فقیر ہیں۔ تو ان منکرین کو حق تعالیٰ کی طرف سے کیا خوب جواب عنایت فرمایا جاتا ہے کہ اگر شیطان تمہارے باپ دادوں کو دوزخ کی طرف لے جا رہا ہو۔ تب بھی تم ان ہی کے پیچھے چلو گے؟ اور جہاں وہ گریں گے وہیں جا کر گرو گے؟ آگے ان کجروؤں کے مقابلہ میں سلامت روی کا نتیجہ ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ جس نے اخلاص کے ساتھ نیکی کا راستہ اختیار کیا اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اس کی فرمانبرداری صدق دل سے اختیار کی تو سمجھ لو کہ اس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ ہاتھ میں تھام لیا۔ جب تک یہ کڑا پکڑے رہے گا گرنے یا چوٹ کھانے کا کوئی اندیشہ نہیں یعنی جس طرح کوئی پستی سے بلندی کی طرف چڑھنے والا کسی مستحکم اور مضبوط رسی کو تھام کر مطمئن ہو جاتا ہے یہی حال اس شخص کا ہے کہ جو دلی ارادت کے ساتھ اللہ کا فرمانبردار ہو جائے۔ تو جس نے یہ کڑا مضبوط تھامے رکھا وہ آخر اسکے سہارے سے اللہ تک پہنچ جائے گا اور نجات کا بڑا قوی ذریعہ اس کے ہاتھ آ جائے گا اور خدا اس کا انجام درست کر دیگا۔

اب یہاں آیت میں اس جملہ پر غور کیجئے **واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله** اور جب ان سے یعنی منکرین سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو یعنی قرآن کریم کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ تو وہ منکرین اس کا جواب دیتے تھے **بل نتبع ماوجدنا عليه اباءنا** نہیں ہم اسی کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے یہ تو تھا منکرین قرآن کا جواب لیکن اگر آپ آج یہی مطالبہ اور یہی سوال اپنے ہم وطنوں سے کریں کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے تو معلوم ہے یورپی تہذیب کے دلدادہ اور مغربیت کے شیدائیوں کی طرف سے آپ کو کیا کیا جواب ملیں گے؟ پہلا جواب یہ ہوگا کہ یہ چودہ سو سال کا پرانا قانون اس ترقی کے زمانہ میں کیسے چل سکتا ہے؟ دوسرا جواب یہ ملے گا کہ قرآن نے جو سزائیں اور حدود مقرر کئے ہیں وہ یورپ کی نظر میں وحشیانہ سزائیں ہیں۔ چور کے ہاتھ کاٹ دینا اور زانی کو کوڑے مارنا یا سنگسار کر دینا۔ تو یہ سزائیں جاری کر کے ہم یورپ کی نظر میں غیر مہذب اور وحشی کیسے بنیں؟ تیسرا جواب یہ ملے گا کہ قرآنی اتباع میں شراب بند کر دی جائے اور شرابی کے کوڑے لگائے جائیں تو غیر ملکی مہمانوں کی شراب و کباب سے ضیافت کیسے ہو سکے گی جو ان کی مہمانداری کے لوازم میں سے ہے؟ چوتھا جواب یہ ملے گا کہ قرآنی اتباع میں سود کا لین دین ختم کر دیا جائے تو ساری غیر ملکی تجارت کاروبار اور لین دین سب ہی ٹھپ ہو جائے گا۔ پانچواں جواب یہ ملے گا کہ قرآنی شرم وحیا اور پردہ ہماری مستورات کی ترقی اور جدید تہذیب میں رکاوٹ بنے گا۔ ہم اپنی بہو۔ بیٹیوں

کو غیروں کے بغل میں بٹھائے بغیر اور غیروں کی بہو بیٹیوں کو اپنے بغل میں بٹھائے بغیر اور یورپ کی تہذیب جدید کا مظاہرہ کئے بغیر یورپ والوں سے مہذب اور ترقی یافتہ کیسے کہلائیں گے؟ تو اس چیز کا اتباع کیسے کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ کفار و منکرین کو تو ایک ہی عذر تھا کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کے خلاف کیسے دوسرا طریقہ اختیار کریں اور یہاں بیسوں اور پچاسوں عذر ہیں اتباع قرآن کے لئے اور ساتھ ہی اسلام اور ایمان کے بلند دعوے بھی ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

دیکھئے سورۂ مائدہ چھٹے پارہ میں صاف فرمایا گیا ہے **ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الکفرون.** اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ کافر ہیں۔

(۲) پھر آگے اسی سورۂ مائدہ پ ۶ میں فرمایا گیا **ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الفسقون.** جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ فاسق ہیں یعنی بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں۔

(۳) پھر اسی سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا **ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الظلمون.** اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل ظالم ہیں۔

سورۂ مائدہ کی ان آیات کے تحت علمائے محققین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص حکم خداوندی کو حقیر یا غلط یا خلاف مصلحت یا خلاف تہذیب سمجھ کر اس کا انکار کردے اور قانون شریعت اسلامیہ میں تغیر و تبدل کر کے اپنی طرف سے نیا حکم تجویز کردے تو ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے۔ اور اگر دل میں حکم خداوندی کی تصدیق اور اس کی عظمت اور اس کی حقانیت کا اعتراف موجود ہے اور محض غلبۂ نفس یا کسی دنیاوی مجبوری اور معذوری کی بنا پر بادل ناخواستہ حکم خداوندی کے خلاف فیصلہ کردے تو شریعت اسلامیہ میں وہ کافر نہ ہوگا بلکہ فقط گناہ گار ہوگا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتقاد کی غلطی عملی غلطی سے زیادہ سخت اور تباہ کن ہوتی ہے۔

تو جہاں حق تعالیٰ نے اس اندھی تقلید کی مذمت اور اس کی قباحت میں منکرین کے جواب پر ان کی ضلالت ظاہر کرنے کے لئے یہ فرمایا **اولو کان الشیطن یدعوھم الی عذاب السعیر ٥** یعنی کوئی ان سے پوچھے کہ کیا وہ ہر حالت میں اپنے بڑوں ہی کی پیروی کریں گے اگرچہ ان کو شیطان عذاب جہنم کی طرف بلاتا رہا ہو۔ وہیں حق تعالیٰ نے اگلی ہی آیت میں اس سچے اسلام اور ایمان کی حقیقت کو بھی ظاہر فرما دیا کہ جو اسلام اور ایمان مطلوب ہے اور جو حقیقت میں کام آنے والا ہے۔ فرمایا **ومن یسلم وجھه الی اللہ وھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقی.** اور جو شخص حق کا اتباع کر کے اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی اور اس کے ساتھ وہ محسن یعنی مخلص بھی ہو یعنی محض ظاہری اسلام نہ ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا اور یہ شخص ہلاکت و خسران سے محفوظ ہو گیا۔ تو معلوم ہوا کہ ہلاکت اور خسرانِ آخرت سے بچنے کے لئے محض زبانی اور ظاہری اسلام کا دعویٰ کافی نہیں بلکہ حقیقی اسلام اور خالص ایمان پر یہ بشارت ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ جو خدا کا سچا فرمانبردار بن جائے اور جو شریعت کا تابعدار ہو جائے خدا کے حکموں پر عمل کرے اور اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرے۔ خدا کے منع کردہ کاموں سے باز آ جائے اس نے مضبوط دستاویز لے لیا گویا خدا کا وعدہ لے لیا کہ وہ عذاب آخرت سے نجات یافتہ ہے۔ ابھی آگے بھی انہی منکرین کے متعلق مضمون جاری ہے کہ یہ جو حق کو نہیں سمجھتے اور اپنے انکار حق پر جمے ہوئے ہیں تو ابھی یہ چند روز مزے دنیا میں اڑا لیں پھر ان کو ایک سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لایا جائے گا یعنی آخرت میں عذاب جہنم سے واسطہ پڑنا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

اور جو شخص کفر کرے سو آپ کیلئے اس کا کفر باعث غم نہ ہونا چاہیے اس سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے سو ہم ان کو جتلا دیں گے جو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں

الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ

خوب معلوم ہیں۔ ہم ان کو چندروزہ عیش دیے ہوئے ہیں پھر ان کو کشاں کشاں ایک سخت عذاب کی طرف لے آویں گے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي

آسمانوں و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے، آپ کہیئے کہ الحمدللہ۔ بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے۔ جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ

آسمانوں اور زمین میں موجود ہے سب اللہ ہی کا ہے اور بیشک اللہ بے نیاز سب خوبیوں والا ہے۔ اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں

وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ

اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اس میں اور شامل ہو جائیں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں، بیشک خدا تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ تم سب کا پیدا کرنا

وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

اور زندہ کرنا بس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا سب کچھ دیکھتا ہے۔

وَ اور	مَنْ كَفَرَ جس نے کفر کیا	فَلَا يَحْزُنْكَ تو آپ کو غمگین نہ کردے	كُفْرُهٗ اس کا کفر	اِلَيْنَا ہماری طرف	مَرْجِعُهُمْ اُن کا لوٹنا			
فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا پھر ہم انہیں ضرور جتلائیں گے وہ جو	عَمِلُوْا وہ کرتے تھے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینوں (دلوں) کے بھید				
نُمَتِّعُهُمْ ہم انہیں فائدہ دینگے	قَلِيْلًا تھوڑا	ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ پھر ہم انہیں کھینچ لائینگے	اِلٰى طرف	عَذَابٍ عذاب	غَلِيْظٍ سخت	وَلَىِٕنْ اور اگر		
سَاَلْتَهُمْ تم اُن سے پوچھو	مَنْ خَلَقَ کس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں کو	وَالْاَرْضَ اور زمین	لَيَقُوْلُنَّ تو وہ یقیناً کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	قُلِ فرمادیں		
الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ کے لئے	بَلْ اَكْثَرُهُمْ بلکہ ان کے اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ جانتے نہیں	لِلّٰهِ اللہ کے لئے	مَا جو کچھ	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں			
وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	هُوَ وہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	الْحَمِيْدُ تعریفوں کے ساتھ	وَلَوْ اور اگر	اَنَّ یہ ہو کہ	مَا جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں
مِنْ سے کوئی	شَجَرَةٍ درخت	اَقْلَامٌ قلمیں	وَالْبَحْرُ اور سمندر	يَمُدُّهٗ اسکی سیاہی	مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد	سَبْعَةُ سات	اَبْحُرٍ سمندر (جمع)	
مَا نَفِدَتْ تو بھی ختم نہ ہوں	كَلِمٰتُ اللّٰهِ اللہ کی باتیں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَزِيْزٌ غالب	حَكِيْمٌ حکمت والا	مَا خَلْقُكُمْ نہیں تم سب کا پیدا کرنا			
وَلَا بَعْثُكُمْ اور نہیں تمہارا جی اٹھانا	اِلَّا مگر	كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ جیسے ایک شخص	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا	بَصِيْرٌ دیکھنے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ جو شخص اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے یعنی پوری طرح اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دے دے اور اس کی فرمانبرداری صدق دل سے اختیار کر لے اور اپنے سارے معاملات کو اس کے سپرد کر دے اور اس کی دی

ہوئی ہدایات کو اپنی پوری زندگی کا قانون بنالے تو سمجھ لو کہ اس نے ایک مضبوط حلقہ تھام لیا اور اس شخص کے مشابہ ہوگیا جو کسی مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں تھام کر بلندی پر چڑھنے میں گرنے سے مامون اور محفوظ ہوجاتا ہے اسی طرح یہ شخص ہلاکت اور خسران آخرت سے محفوظ و مامون ہوگیا۔ تو اس میں مومنین کو ترغیب و تعلیم تھی کہ تم اپنا علاقہ خدا سے اخلاص کے ساتھ جوڑے رکھو۔ اب آگے منکرین کے متعلق مضمون ہے اور ان آیات میں پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو منکرین کو سمجھانے کا حق ادا کر چکے قرآن کریم کی آیات انہیں سناویں اب بھی جو شخص آپ کی بات ماننے سے انکار کرتا ہے تو آپ غم نہ کریں۔ ان منکرین کو بالآخر ہمارے ہی پاس آنا ہے۔ اس وقت سب کیا دھرا سامنے آجائے گا۔ کسی جرم کو اللہ سے چھپا نہ سکیں گے کیونکہ وہ تو دلوں تک کے راز جانتا ہے۔ سب کھول کر رکھ دے گا۔ اور ان کے اعمال کا نتیجہ سامنے آجائے گا اور اگر یہ لوگ محض چند روزہ عیش پر بھول رہے ہیں تو ان کی بڑی غلطی ہے کیونکہ یہ دائمی نہیں بلکہ تھوڑے دن کا عیش و بے فکری ہے مہلت ختم ہوجانے پر سخت سزا کے نیچے کھنچے چلے آئیں گے۔ مجال ہے کہ پھر چھوٹ کر کہیں بھاگ جائیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ گو یہ منکرین دلائل پر غور و فکر نہیں کرتے۔ محض باپ دادا کی اندھی تقلید میں گرفتار ہیں لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور خالق ہونے کا و نیز قادر و مالک ہونے کا فطری طور پر ایسا علم ہے کہ اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ تو شکر ہے کہ اتنی بات تو جانتے اور مانتے ہیں اور اس کا زبان سے اعتراف کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا بجز اللہ کے کسی اور کا کام نہیں تو پھر اب کونسی خوبی رہ گئی جو اس کی ذات میں نہ ہو۔ لامحالہ خالق السموٰت والارض میں تمام کمالات

تسلیم کرنے پڑیں گے۔ جب یہ حقیقت ہے کہ خالق تنہا وہ ہے اور تخلیق کائنات میں کسی اور کا حصہ نہیں تو کوئی دوسری ہستی معبود ہونے کی کیسی مستحق ہوسکتی ہے اور دوسرے معبود کیونکر بن گئے۔ بات تو صاف ہے پر بہت سے لوگ نہیں سمجھتے اور یہاں آکر اٹک جاتے ہیں۔ جب ایک شخص یہ مانتا ہے کہ زمین اور آسمانوں کا خالق صرف اللہ ہے تو لازماً اس کو یہ بھی ماننا چاہئے کہ إلٰہ اور رب بھی صرف اللہ ہی ہے۔ عبادت و طاعت و بندگی کا مستحق بھی تنہا وہی ہے۔ خالق ایک ہو اور معبود دوسرا یہ بالکل عقل کے خلاف ہے اور سراسر متضاد بات ہے جس کا قائل وہی ہوسکتا ہے جو جہالت ولاعلمی میں ڈوبا ہوا ہو اور پھر حقیقت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے بلکہ درحقیقت وہی ان سب چیزوں کا مالک بھی ہے جو زمین اور آسمانوں میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ نے اپنی یہ کائنات بنا کر یونہی نہیں چھوڑ دی کہ جو چاہے اس کا یا اس کے کسی حصہ کا مالک بن بیٹھے بلکہ سب اس کی مخلوق اور مملوک ہیں اور سب اسی کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ تو جو شخص کفر کرتا ہے اس کا کفر اسی کے لئے نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کا اس سے کوئی نقصان نہیں کیونکہ اس کی ذات جملہ صفات کمالیہ کا مخزن و منبع ہے اور وہ بالذات سب خوبیوں اور عزتوں کا مالک ہے پھر اسے کسی کی کیا پروا ہوسکتی ہے۔ پس سزاوار الوہیت وہی ہے۔ اور اس کی خوبیاں اور کمالات تو اس کثرت سے ہیں کہ فرض کرو کہ تمام دنیا کے درختوں کو تراش کر قلم بنالیں اور موجودہ سمندروں کی روشنائی تیار کی جائے اور پھر مزید سات سمندر روشنائی بن کر اس میں شامل ہوجائیں اور تمام مخلوق اپنی اپنی بساط کے موافق لکھنا شروع کرے تب بھی حق تعالیٰ کے کمالات اور عظمت و جلال کی باتیں ختم نہ ہوں اور لکھنے والوں کی عمریں ختم ہوجائیں قلم گھس گھس کر ٹوٹ جائیں۔ روشنائی ختم ہوجائے گی پر اللہ کی

تعریفیں۔ اس کی خوبیاں اور کمالات ختم نہ ہوں گے۔ بھلا محدود اور متناہی قوتوں سے لامحدود اور غیر متناہی کا سرانجام کیونکر ہوسکتا ہے۔ بظاہر ایک شخص یہ گمان کرسکتا ہے کہ شاید اس قول میں مبالغہ کیا گیا ہے لیکن درحقیقت اس میں ذرہ برابر مبالغہ نہیں جتنے قلم اس زمین کے درختوں سے بن سکتے ہیں اور جتنی روشنائی زمین کے موجودہ سمندر اور ویسے ہی سات مزید سمندر فراہم کرسکتے ہیں ان سے اللہ کی قدرت وحکمت اور اس کے سارے کمالات تو درکنار شاید موجودات عالم کی مکمل فہرست بھی نہیں لکھی جاسکتی۔ تو یہاں اس بیان سے دراصل یہ تصور دلانا مقصود ہے کہ جو خدا ایسی قدرت اور ایسے کمالات والا ہے اور جو اتنی بڑی کائنات کو وجود میں لایا ہے اور جو ازل سے ابد تک اس کا سارا نظم ونسق چلا رہا ہے اس کی خدائی میں ان ہستیوں کی حیثیت ہی کیا ہے جنہیں یہ مشرکین معبود بنائے بیٹھے ہیں۔ آگے مسئلہ بعث یعنی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ یہ منکرین بدفہم اس کو دشوار اور محال سمجھ رہے ہیں حالانکہ وہ ایسا قادر ہے کہ تم سب کا پیدا کرنا اور تم سب کو زندہ کر کے قیامت میں اٹھانا صرف ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا اور ظاہر ہے کہ ایک جان کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ پس تم سب کا بھی زندہ کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا کیونکہ اسے کسی کام کے لئے کوئی سامان نہیں کرنا پڑتا بلکہ وہاں تو صرف حکم کی دیر ہے۔ بس ادھر حکم ہوا ادھر وہ چیز موجود۔ اخیر میں ارشاد ہوا **ان اللہ سمیع بصیر** یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے اس لئے اس سے ان منکرین کا کوئی قول وفعل مخفی نہیں۔ پس جو لوگ باوجود ان دلائل کے بعث بعدالموت کا انکار کررہے ہیں اور اس جرأت پر کفروشرک فسق وفجور پر جمے ہوئے ہیں وہ ان سب کو سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے اور ہٹ دھرموں کو سخت سزا دے گا جو خواہ مخواہ اس کے کمالات کا انکار کررہے ہیں۔

ابھی آگے بھی یہی مضمون توحید جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکرواحسان ہے کہ اس نے کفروشرک سے بچا کر ہم کو اسلام وایمان کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اس پر استقامت عطا فرماویں اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائیں۔ اور اس زندگی میں ہم کو آخرت کا فکر اور وہاں کی ہمہ وقت کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ دنیا کا چندروزہ عیش وبہار ہم کو آخرت سے غفلت میں نہ ڈالنے پائے۔ یا اللہ! آپ کی عظمت اور کمالات کی باتیں لامحدود اور غیر متناہی ہیں ان کا حصر مخلوق سے کہاں ممکن ہے بیشک آپ سمیع بصیر ہیں سب کچھ آپ سنتے اور سب کچھ آپ دیکھتے ہیں موجودات کا کوئی ذرہ آپ کے عالم محیط سے غائب نہیں ہے۔

یا اللہ! بیشک ایک دن ہم کو آپ کے سامنے کھڑا ہونا اور اپنے اعمال دنیا کی جواب دہی دینا ہے۔ یا اللہ ہمیں اس دن کی فکر دائمی نصیب فرما اور دنیا ہی میں موت سے پہلے اپنی کوتاہیوں کا سچی توبہ اور استغفار سے تدارک کرلینے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْٓ

اے مخاطب کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک مقرر وقت تک

اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّاَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ

چلتا رہے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں

مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ

بالکل ہی لچر ہیں اور اللہ ہی عالی شان اور بڑا ہے۔ اے مخاطب کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتی دریا میں چلتی ہے

اللّٰہِ لِیُرِیَکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِیَھُمْ مَّوْجٌ کَالظُّلَلِ دَعَوُا

تاکہ تم کو اپنی نشانیاں دکھلا دے اس میں نشانیاں ہیں ہر ایسے شخص کیلئے جو صابر شاکر ہو۔ اور جب ان لوگوں کو موجیں سائبانوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے

اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ فَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا کُلُّ خَتَّارٍ کَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے سو بعضے تو ان میں اعتدال پر رہتے ہیں، اور ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکر ہیں۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰہَ کہ اللہ	یُوْلِجُ داخل کرتا ہے	الَّیْلَ رات	فِی النَّھَارِ دن میں	وَیُوْلِجُ اور داخل کرتا ہے	النَّھَارَ دن	فِی الَّیْلِ رات میں	
وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا	الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	کُلٌّ ہر ایک	یَّجْرِیْٓ چلتا رہے گا	اِلٰٓی طرف	اَجَلٍ مدت	مُّسَمًّی مقررہ	وَّاَنَّ اور یہ کہ
اللّٰہَ اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو کچھ تم کرتے ہو	خَبِیْرٌ خبردار	ذٰلِکَ یہ	بِاَنَّ اللّٰہَ اس لئے کہ اللہ	ھُوَ الْحَقُّ وہی برحق	وَاَنَّ اور یہ کہ	مَا جو جس	
یَدْعُوْنَ وہ پرستش کرتے ہیں	مِنْ دُوْنِہٖ اس کے سوا	الْبَاطِلُ باطل	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰہَ اللہ	ھُوَ وہی	الْعَلِیُّ بلند مرتبہ	الْکَبِیْرُ بڑائی والا	
اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ کہ	الْفُلْکَ کشتی	تَجْرِیْ چلتی ہے	فِی الْبَحْرِ دریا میں	بِنِعْمَتِ اللّٰہِ اللہ کی نعمتوں کیساتھ	لِیُرِیَکُمْ تاکہ وہ تمہیں دکھادے		
مِّنْ اٰیٰتِہٖ اسکی نشانیاں	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِکَ اس میں	لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّکُلِّ واسطے ہر	صَبَّارٍ بڑے صبر والے	شَکُوْرٍ بڑے شکر گزار	وَاِذَا اور جب	
غَشِیَھُمْ اُن پر چھا جاتی ہے	مَّوْجٌ موج	کَالظُّلَلِ سائبانوں کی طرح	دَعَوُا اللّٰہَ وہ اللہ کو پکارتے ہیں	مُخْلِصِیْنَ خالص کر کے	لَہُ الدِّیْنَ اس کیلئے دین عبادت			
فَلَمَّا پھر جب	نَجّٰھُمْ اس نے انہیں بچالیا	اِلَی الْبَرِّ خشکی کی طرف	فَمِنْھُمْ تو ان میں کوئی	مُّقْتَصِدٌ میانہ رو	وَمَا یَجْحَدُ اور انکار نہیں کرتا			
بِاٰیٰتِنَآ ہماری آیتوں کا	اِلَّا سوائے	کُلُّ ہر	خَتَّارٍ عہد شکن	کَفُوْرٍ ناشکرا				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے کمالات کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ زمین میں جتنے درخت ہیں اگر ان سب کے قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی بن جائے اور پھر سات مزید سمندر روشنائی بن کر اس میں شامل ہو جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کے کمالات کی باتیں لکھنے سے ختم نہ ہوں۔ اسی سلسلہ میں آگے مزید توحید کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے اور تمام انسانوں کو خطاب کر کے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ ہر شخص پر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لاتا ہے اور چاند سورج جیسے عظیم کرات کو ایک مزدور کی طرح کام میں لگا رکھا ہے یہ رات اور دن کا پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ آنا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ سورج اور چاند پوری طرح ایک

ضابطہ میں بندھے ہوئے ہیں۔ یہاں صرف سورج اور چاند کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ دونوں عالم بالا کی وہ نمایاں چیزیں ہیں جن کو مشرکین قدیم زمانہ سے معبود بناتے چلے آئے ہیں۔ آج بھی بہت سے انسان انہیں اپنا دیوتا تسلیم کرتے ہیں ورنہ درحقیقت اس زمین سمیت کائنات کے تمام ستارے اور سیارے اللہ تعالیٰ کے ایک اٹل ضابطہ میں کسے ہوئے ہیں جس سے وہ بال برابر ادھر ادھر نہیں ہٹ سکتے پھر آگے یہ تصریح بھی فرمادی کہ ہر چیز کی مدت عمر مقرر کردی گئی ہے اسی وقت تک وہ چل رہی ہے۔ سورج ہو یا چاند یا کائنات کا کوئی اور ستارہ یا سیارہ ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ ہر ایک کا ایک وقت آغاز ہے۔ جس سے پہلے وہ موجود نہ تھی اور ایک وقت اس کے خاتمہ کا ہے جس کے بعد وہ موجود نہ رہے گی۔ اس تصریح سے مقصود یہ جتلانا ہے کہ ایسی حادث اور بے بس چیزیں آخر معبود کیسے ہوسکتی ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی یہ صفات اور کمالات عظیمہ اس لئے ذکر کی گئیں کہ سننے والے سمجھ لیں کہ ایک خدا کو ماننا اور صرف اس کی ہی عبادت کرنا ٹھیک راستہ ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ کہا جائے یا کیا جائے باطل اور جھوٹ ہے۔ لہٰذا بندہ کی انتہائی پستی اور تذلل جس کا نام عبادت ہے اسی بلند اور برتر قدرت والے کے لئے ہونی چاہئے۔ آگے توحید کی ایک دوسری دلیل دی جاتی ہے اور یہاں بھی عام انسانوں کو مخاطب کرکے بتلایا جاتا ہے کہ کیا تم کو توحید کی یہ دلیل معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتی یا جہاز دریا یا سمندر میں چلتے ہیں اور اس میں اس کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں یعنی ایسی نشانیاں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اختیارات بالکل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ انسان خواہ کیسے ہی مضبوط اور بحری سفر کے لئے موزوں جہاز بنالے اور جہاز رانی کے فن اور اس سے تعلق رکھنے والی معلومات اور تجربات میں کتنا ہی کمال حاصل کرلے لیکن سمندر میں جن ہولناک طاقتوں سے اس کو سابقہ پیش آتا ہے ان کے مقابلہ میں وہ تنہا اپنی تدابیر کے بل بوتہ پر بخیریت سفر نہیں کرسکتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم پھرتے ہی آدمی کو معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کے ذرائع و وسائل اور کمالات فن کتنے پانی میں ہیں۔ جن کو زندگی میں کبھی ایسا سابقہ پڑا ہے وہ اس کا احساس خوب کرسکتے ہیں۔ آدمی امن و اطمینان کی حالت میں چاہے کیسا ہی سخت دہریہ یا کٹر مشرک ہو لیکن سمندر کے طوفان میں جب اس کی کشتی ڈوبنے لگتی ہے اس وقت دہریہ کو بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ خدا ہے اور مشرک بھی جان لیتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس بحری سفر کے احوال و حوادث میں غور کرنا انسان کے لئے صبر و شکر کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ جب طوفان اٹھ رہے ہوں اور جہاز طوفانی موجوں کے تھپیڑوں میں گھرا ہو اس وقت بڑے صبر و تحمل کا کام ہے اور جب اللہ نے اس کشمکش موت و حیات سے صحیح سالم نکال دیا تو ضروری ہے کہ اس کا احسان مانا جائے اور شکر کیا جائے۔ ان دلائل اور شواہد سے سمجھایا گیا کہ ایک اللہ ہی کا ماننا ٹھیک ہے۔ اس کے خلاف سب باتیں جھوٹی ہیں۔ اب آگے بتلایا جاتا ہے کہ طوفانی موجوں میں گھر کر کٹر سے کٹر مشرک بھی بڑی عقیدت مندی اور اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسانی ضمیر اور فطرت کی اصلی آواز یہی ہے باقی سب بناوٹ اور جھوٹے ڈھکوسلے ہیں۔ قرآن پاک نے یہاں جس حقیقت کو ظاہر کیا ہے اس کی مثالیں اس وقت بھی سامنے آتی ہیں۔ جب روس کا سب سے پہلا خلاباز فضائے آسمانی میں روانہ کیا تو اس کی بیوی کو اس پرواز سے بے خبر رکھا گیا۔ جب اس کی بیوی کو اس کے عزم کی خبر ملی تو تمام رات سربسجود اپنے شوہر کی بہ سلامت واپسی کے لئے رو رو کر دعائیں مانگتی رہی۔ یہ اس ملک کا حال ہے جو خدا کا نام دنیا سے مٹانے کے لئے ادھار رکھائے بیٹھا ہے۔ روس کی رسوائی عالم خدا دشمنی منظر عام پر آچکی ہے۔ آئے دن تحریر و تقریر کے ذریعہ اعلان ہوتے ہیں کہ مذہب کو صفحۂ ارضی سے ختم

کردو۔ ایک دفعہ ایک خلاباز کی کامیاب پرواز کے بعد ماسکو ریڈیو سے اعلان کیا گیا کہ اتنے ہزار میل بلندی پر ہم ہو آئے ہیں ہمیں تو خدا کا کہیں کھوج نہ مل سکا۔ لیکن یہی خداوند عالم کا انکار کرنے والے روسی تھے کہ جب ہٹلر کی افواج قاہرہ کا اسٹیلین گراڈ Stelin Grad کی طرف پیش قدمی کا تصور ہوا تو روس کی طرف سے اعلان ہوا جس میں مساجد اور تمام معابد میں دعا مانگنے کی اپیل کی گئی تھی۔ سوویت روس کے یوم دعا کے اعلان پر کہ گرجوں مساجد اور دیگر مذہبی معابد میں صدق دل سے دعائیں مانگی جائیں۔ اس پر بمقام لاہور بیرون دہلی دروازہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تقریر کی تھی جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شہر امرتسر میں ایک لڑکا اپنی ماں کا انتہائی گستاخ تھا۔ وہ اکثر ماں کے ساتھ غیر شریفانہ سلوک سے پیش آیا کرتا۔ گالی گلوچ کے علاوہ مار پیٹ سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس نے محلہ کے لڑکوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ آئے دن کے مظالم سے محلہ کے لڑکے تنگ آ گئے تو انہوں نے مشورہ کر کے ایک دن اس ماں کے نافرمان بچے کو پکڑ کر ہڈی پسلی ایک کر دی۔ تو درد و کرب سے بے ساختہ وہ لڑکا پکار اٹھا کہ "ہائے اماں" اماں اپنے لال کی آواز سن کر بھاگی بھاگی آئی اور وہ آتے ہی مارنے والے لڑکوں کے ہاتھ چومنے لگ گئی۔ اور کہنے لگی کہ میں تمہارے صدقہ واری جاؤں۔ جنہوں نے ساری عمر میں اس کم بخت کے منہ سے "ہائے اماں" کہلوا دیا۔ تو سوویت روس کو بھی اس وقت خدا نظر آ گیا تھا۔ آج اگر اس کو خدا نظر نہیں آتا تو ممکن ہے کہ خدا آئندہ پھر کوئی ہٹلر اس کے لئے کھڑا کر دے۔ اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ جب ان لوگوں کو موجیں سائبانوں کی طرح محیط ہو کر گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد ہی کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف خدا تعالیٰ لے آتا ہے تو تھوڑے نفوس ہیں جو اعتدال اور توسط کی راہ پر قائم رہیں ورنہ اکثر تو دریا یا سمندر سے نکلتے ہی شرارتیں شروع کر دیتے ہیں اور ابھی تھوڑی دیر پہلے طوفان میں گھر کر جو قول و اقرار اللہ سے کر رہے تھے سب جھوٹے نکلے چند روز بھی اس کے انعام و احسان کا حق نہ مانا۔ اور اس قدر جلد قدرت کی نشانیوں سے منکر ہو گئے۔

ان آیات کے تحت ایک بات یہ بھی افسوس ناک کہنے کے لائق ہے کہ مشرکین کے متعلق بھی یہاں بتلایا گیا کہ جب وہ کسی سخت حادثہ میں گرفتار ہوتے تھے تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے تھے۔ لیکن آج آپ کو اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں ایسے افراد بھی ملیں گے کہ جو دریا کی موجوں اور سمندر کے طلاطم خیز تھپیڑوں میں اللہ کے نام کی بجائے دوسروں ہی کا نام لیتے ہیں۔ مثلاً یا علی مشکل کشا" اور "یا غوث" اور "یا قطب" اور "یا پیر دستگیر"

اب آگے خاتمہ کی آیات میں تمام انسانوں کو خطاب فرما کر انکی خیر خواہی کا حکم فرمایا جاتا ہے اور قیامت کے دن سے ڈرایا جاتا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سچی اور پکی اور خالص توحید سے ہمارے دلوں کو منور فرما دیں۔ حق تعالیٰ اپنی ذات پاک کی صحیح معرفت اور توحید حقیقی ہم سب کو نصیب فرما دیں۔ اور ہر حال میں اپنا صابر شاکر بندہ بنا کر رکھیں۔ اور ہر حال میں اپنی ہی ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی ہم کو توفیق مرحمت فرماویں۔ اور بدعہدی اور ناشکری کی بدخصلت سے ہم کو بچاویں۔

یا اللہ! آپ نے بے شمار احسانات اور انعامات سے ہم کو نواز رکھا ہے چاند سورج سیاروں اور ستاروں کو ہماری خدمت کے کاموں میں اپنی قدرت سے لگا رکھا ہے۔ یا اللہ! اپنی بے شمار نعمتوں کا ہم کو احساس عطا فرما اور ان نعمتوں کی سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرما تا کہ ہم کو کسی آن آپ کے ذکر و فکر سے غفلت نہ ہو۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے

وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۳۳

ذرا بھی مطالبہ ادا کر دے یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے سو تم کو دنیوی زندگانی دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ تم کو وہ دھوکہ باز اللہ سے دھوکہ میں ڈالے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ

بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا

مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۳۴ ع

کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بیشک اللہ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	النَّاسُ لوگو	اتَّقُوْا تم ڈرو	رَبَّكُمْ اپنا پروردگار	وَاخْشَوْا اور خوف کرو	يَوْمًا وہ دن	لَا يَجْزِيْ نہ کام آئے گا	وَالِدٌ کوئی باپ	عَنْ سے کے
وَلَدِهٖ اپنے بیٹے	وَلَا مَوْلُوْدٌ اور نہ کوئی بیٹا	هُوَ وہ	جَازٍ کام آئیگا	عَنْ وَّالِدِهٖ سے کے باپ	شَيْـًٔا کچھ	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا
فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ سو تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَ اور	لَا يَغُرَّنَّكُمْ تمہیں ہرگز دھوکہ نہ دے	بِاللّٰهِ اللہ سے				
الْغَرُوْرُ دھوکہ دینے والا	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عِنْدَهٗ اس کے پاس	عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم	وَيُنَزِّلُ اور وہ نازل کرتا ہے	الْغَيْثَ بارش			
وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے	مَا جو	فِي الْاَرْحَامِ (حاملہ کے) رحم میں	وَمَا اور نہیں	تَدْرِيْ جانتا	نَفْسٌ کوئی شخص	مَاذَا کیا	تَكْسِبُ وہ کرے گا	
غَدًا کل	وَمَا تَدْرِيْ اور نہیں جانتا	نَفْسٌ کوئی شخص	بِاَيِّ کس	اَرْضٍ زمین	تَمُوْتُ وہ مرے گا	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلِيْمٌ علم والا	خَبِيْرٌ خبردار

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ لقمان کی خاتمہ کی آیات ہیں گذشتہ آیات میں یہ سمجھایا گیا تھا کہ انسان کو چاہئے کہ اللہ کے لطف وکرم فضل واحسان کو دنیا میں ہر طرف پھیلا ہوا دیکھ کر اللہ کو پہچانے۔ اور توحید کو اختیار کرے لیکن انسان کا عجیب رویہ ہے۔ اللہ کی نعمتوں سے ہر وقت ہر لحظہ فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اُسے بھول کر دوسروں کی معبودیت تسلیم کرتا ہے۔ مگر جب کوئی سخت مصیبت آپڑتی ہے کہ جہاں کوئی مدد کی شکل وصورت نظر نہیں آتی تو پھر اللہ ہی کی ذات عالی کی طرف متوجہ ہو کر اس کو پکارتا ہے لیکن غضب یہ کہ مصیبت کے ٹلتے ہی بدعہدی اور ناشکری اختیار کر لیتا ہے۔ اب چونکہ یہ سورۂ لقمان کی آخری آیات ہیں اس لئے انسانوں کو بغرض خیر خواہی اور اتمام حجت کے ایک ایسا حکم دیا جاتا ہے جو تمام نیکیوں کا اصل الاصول ہے اور وہ حکم یہ ہے یآیھا الناس اتقوا ربکم اے لوگو اپنے رب سے ڈرا کرو۔ ظاہر ہے کہ جو اپنے رب سے ڈرے گا وہ اس کی نافرمانی اور معصیت کے پاس بھی نہ جائے گا اور کسی حکم کے بجالانے میں کوتاہی نہ کرے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا اوصیکم بتقوی اللہ. میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں یعنی بتاکید حکم دیتا ہوں۔ اب چونکہ یہ انسانی خصلت ہے کہ ڈر وخوف اس کو جبھی پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ کسی خطرہ یا آنے والی بلائے عظیم کا احساس کرے اس لئے عام انسانوں کو خدا سے ڈرنے کے لئے قیامت کے واقعہ اور حادثۂ عظیم کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ ایک ایسا ہولناک اور ہوشربا دن آنے والا ہے جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی۔ اولاد اور والدین میں سے کوئی ایثار کر کے دوسروں کی مصیبت اپنے سر لینے کو تیار نہ ہوگا اور تیار بھی ہو تو یہ تجویز چل نہ سکے گی۔ تیسویں پارہ سورۂ عبس میں بھی ایسا ہی فرمایا گیا ہے یوم یفر

6 **المرءُ من اخیه وامه ابیه وصاحبته وبنیه. لکل امری منهم یومئذ شان یغنیه.** جس روز انسان بھاگنے لگے اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے۔ان میں سے ہر شخص کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔دوسروں سے بےتوجہ کردینے والی یعنی اس وقت ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی احباب عزیز و اقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے ایک دوسرے سے بھاگے گا۔دنیا میں قریب ترین تعلق اگر کوئی ہے تو وہ اولاد اور والدین کا ہے مگر قیامت میں یہ حالت ہوگی کہ بیٹا پکڑا گیا تو باپ آگے بڑھ کر یہ نہیں کہے گا کہ اس کے گناہ میں مجھے پکڑ لیا جائے اور باپ کی شامت آرہی ہو تو بیٹے میں یہ کہنے کی ہمت نہیں ہوگی کہ اس کے بدلے میں مجھے پکڑ لیا جائے اس حالت میں یہ توقع رکھنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ دوسرا شخص وہاں کسی کے کچھ کام آئے گا۔ لہٰذا نادان ہے وہ شخص جو دنیا میں دوسروں کی خاطر اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔یا کسی کے بھروسہ پر گمراہی اور گناہ کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ عام انسان سے ایسے سارے موقعوں پر اکثر مفسرین نے مراد کافر ہی لی ہے۔اہل ایمان کی شفاعت کا مسئلہ اہل ایمان کے لئے اپنی جگہ علیحدہ ہے۔

یہاں انسان کو قیامت کی ہولناکی سے ڈرا کر غضب الٰہی سے بچنے کا سامان کرنے کی تاکید مقصود ہے۔آگے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ دن یعنی قیامت کا دن یقیناً آکر رہے گا۔یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔لہٰذا دنیا کی چند روزہ بہار اور چہل پہل سے انسان دھوکا نہ کھائے کہ ہمیشہ یہ اسی طرح رہے گی۔اور یہاں آرام سے ہے تو وہاں بھی آرام کرے گا۔نیز سمجھایا جاتا ہے کہ اس دغا باز شیطان کے اغوا سے ہوشیار رہو۔جو اللہ کا نام لے کر دھوکہ دیتا ہے اور مختلف قسم کی غلط فہمیوں میں مبتلا کرتا ہے۔

یہاں آیات میں **ولا یغرنکم باللہ الغرور** فرمایا ہے یعنی نہ تم کو وہ دھوکہ باز اللہ سے دھوکہ میں ڈالے تو یہاں غرور یعنی دھوکہ باز سے اکثر مفسرین نے مراد شیطان سے لی ہے لیکن بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے کوئی انسان یا انسانوں کا کوئی گروہ بھی مراد ہوسکتا ہے اور ان کا اپنا نفس امارہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔اور یہاں آیت میں اللہ کے معاملہ میں دھوکہ دینے کے الفاظ بھی بہت وسیع ہیں جنہیں بے شمار مختلف قسم کے دھوکے آجاتے ہیں کسی انسان کو اس کا دھوکہ باز یہ یقین دلاتا ہے کہ خدا سرے سے ہے ہی نہیں کسی کو یہ سمجھاتا ہے کہ جو کچھ بھی تم چاہو کرتے رہو بخشش تمہاری یقینی ہے کسی کو اس دھوکہ میں رکھتا ہے کہ جینا مرنا جو کچھ ہے بس اسی دنیا کا ہے۔اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں لہٰذا جو مزے اڑانے ہیں زندگی میں اڑا لو۔کسی کو اس دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے کہ خدا غفور الرحیم ہیں تم گناہ کرتے چلے جاؤ وہ بخشتا چلا جائے گا یا بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کر لینا اللہ سب بخش دے گا۔نہ معلوم کتنے اور کیسے کیسے دھوکہ ہیں جو انسان خدا کے بارے کھا رہا ہے۔اس لئے ہدایت فرمائی کہ تم کو دنیاوی زندگانی دھوکہ میں نہ ڈالے کہ اس میں منہمک ہو کر اس دن سے غافل رہو اور نہ تم کو کوئی دھوکہ باز اللہ سے دھوکہ میں ڈالے کہ تم اس کے بہکائے میں آجاؤ۔اب چونکہ قیامت کا ذکر فرمایا گیا تھا اور منکرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے کہ قیامت سے ہم کو ڈرایا جاتا ہے وہ کب آئے گی؟ اور کونسا اس کا وقت ہے؟ اس کا جواب آخری آیات میں دیا جاتا ہے کہ قیامت آکر رہے گی لیکن کب آئے گی اس کا علم خدا کے پاس ہے۔نہ معلوم کب یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد چار فقرے بطور دلیل کے ارشاد ہوتے ہیں۔دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جن معاملات سے انسان کی قریب ترین دلچسپیاں وابستہ ہیں۔انسان ان کے متعلق بھی علم نہیں رکھتا۔پھر بھلا یہ جاننا اس کے لئے کیسے ممکن ہے کہ ساری دنیا کے انجام کا وقت کب آئے گا۔تمہاری خوشحالی و بدحالی کا انحصار بارش پر ہے۔اور زمین کی ساری رونق اور مادی برکت آسمانی بارش پر موقوف ہے۔مگر اس کا اختیار بالکل اللہ کے ہاتھ میں ہے جب جہاں جتنی چاہتا ہے برساتا ہے اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے۔تم قطعاً نہیں جانتے کہ کہاں کس وقت کتنی بارش ہوگی اور کون سی زمین اس سے محروم رہ جائے گی۔یا کس زمین پر بارش اُلٹی نقصان دہ ہوجائے گی۔اسی طرح تمہاری اپنی بیویوں کے پیٹ میں تمہارے اپنے نطفہ سے حمل قرار پاتا ہے جس سے تمہاری نسل کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے۔مگر تم نہیں جانتے کہ کیا اس

پیٹ میں پرورش پا رہا ہے۔اور کس شکل میں کن بھلائیوں یا برائیوں کو لئے ہوئے برآمد ہوگا۔ یہ علم تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور پیدا ہونے کے بعد اس کی عمر کیا ہوگی روزی کتنی ملے گی؟ سعید ہوگی یا شقی؟ مفلس ہوگی یا غنی؟ جنتی ہے یا دوزخی؟ ان چیزوں کا علم تو اسی علیم وخبیر کو ہی ہے۔ پھر تم کو یہ تک پتہ نہیں ہے کہ کل تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آنا ہے۔ ایک اچانک حادثہ تمہاری حالت بالکل بدل سکتا ہے۔ مگر ایک منٹ پہلے بھی تم کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ تم کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ تمہاری اس زندگی کا خاتمہ آخر کار کب کہاں اور کس طرح ہوگا۔ یہ ساری معلومات اللہ نے اپنے ہی پاس رکھی ہیں۔ اور ان میں سے کسی کا علم بھی تم کو نہیں دیا۔ اس لئے تمہارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان معاملات میں اللہ ہی کی تدبیر اور اسی کی قضا پر بھروسہ کرو۔ اسی طرح دنیا کے خاتمہ کی ساعت یعنی قیامت کا معاملہ بھی اللہ کے فیصلہ پر اعتماد کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ اس کا علم بھی نہ کسی کو دیا ہے نہ دیا جائے گا۔

یہاں ایک بات اور بھی اچھی طرح سمجھ لینی ضروری ہے اور وہ یہ کہ یہاں اس آخری آیت میں امور غیب کی کوئی فہرست نہیں دی گئی کہ جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ بلکہ یہاں یہ پانچ مسئلے صرف بطور مثال اور نمونہ کے بیان ہوئے ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں ان پانچ امور کی تخصیص کہ (۱) قیامت کب ہوگی۔ (۲) بارش کس جگہ کس مقدار میں ہوگی (۳) ماں بچے کو پیٹ میں کیا لئے ہوئے ہے لڑکا یا لڑکی (۴) کسی کا یہ نہ جاننا کہ کل میں کیا کام کروں گا۔ (۵) اور کسی کو یہ علم نہ ہونا کہ میری موت کب اور کہاں واقع ہوگی؟۔ ان پانچ امور کی تخصیص محض اس سوال کی بنا پر ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ یارسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ بارش کب ہوگی؟ میری بیوی لڑکا جنے گی یا لڑکی؟ میں کل کیا کروں گا؟ اور میں کہاں مروں گا؟ تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفاتح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (۱) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ (۲) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ رحموں میں کیا ہے۔ (۳) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔ (۴) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔ (۵) اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے مفاتح الغیب کی تفسیر فرماتے ہوئے سورۂ لقمان کی یہ آیت **ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وما تدری نفس ماذاتکسب غدًا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر.** تلاوت فرمائی۔ آخیر میں **ان اللہ علیم خبیر.** فرما کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے بالتحقیق اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

قرآن کریم کی منجملہ دوسری بیسوں آیات کے یہ آخری آیت اس سورۃ کی بھی نص صریح ہے کہ تمام غیوب کا کلی اور تفصیلی علم اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔ تفسیر مدارک التنزیل میں اس آخری آیت کی تفسیر کے ذیل میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب فیصلہ مذکور ہے لکھا ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور عباسی نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو ان سے اپنی بقیہ عمر کے بارہ میں سوال کیا کہ میری کتنی عمر باقی ہے؟ تو فرشتہ نے پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا اور غائب ہوگیا۔ خلیفہ منصور نے تعبیر دانوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا ان میں حضرت امام اعظم بھی شامل تھے۔ تعبیر دینے والوں نے مختلف تعبیریں بیان کیں کسی نے کہا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ خلیفہ کی عمر ابھی ۵ سال باقی ہے۔ کسی نے کہا کہ اس سے مراد ۵ ماہ ہیں اور کسی نے ۵ دن بتائے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درحقیقت یہ سورۂ لقمان کی آخری آیت کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ بات ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔ تو گویا تعبیر آپ نے یہ دی کہ ملک الموت نے ۵ انگلیوں سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مجھے تمہاری بقیہ عمر کا پتہ نہیں کیونکہ یہ مفاتح الغیب میں سے ہے اور ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

الحمدللہ کہ اس درس پر سورۂ لقمان کا بیان ختم ہوا جس میں چار رکوعات تھے۔ اس کے بعد ان شاءاللہ تعالیٰ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ

الٓمّٓ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ اپنے دل سے بنالیا ہے بلکہ یہ سچی کتاب ہے آپ کے

رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۞

رب کی طرف سے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ راہ پر آجائیں۔

الٓمّٓ الم	تَنْزِيْلُ نازل کرنا	الْكِتٰبِ کتاب	لَا رَيْبَ کوئی شبہ نہیں	فِيْهِ اس میں	مِنْ سے	رَبِّ پروردگار	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان	اَمْ کیا
يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ یہ اس نے گھڑ لیا ہے	بَلْ بلکہ	هُوَ یہ	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَبِّكَ تمہارا رب	لِتُنْذِرَ تاکہ تم ڈراؤ	قَوْمًا اس قوم کو
	مَّآ اَتٰىهُمْ ان کے پاس نہیں آیا	مِنْ کوئی	نَّذِيْرٍ ڈرانے والا	مِنْ سے	قَبْلِكَ تم سے پہلے	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَهْتَدُوْنَ ہدایت پالیں	

تفسیر و تشریح:۔ الحمدللہ کہ اب ۲۱ ویں پارہ کی سورۂ سجدہ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی تین ابتدائی آیات تلاوت کی گئیں ہیں۔ ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ موضوع و مباحث۔ تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے دوسرے رکوع پندرہویں آیت میں سجدہ کا مضمون آیا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سجدہ قرار دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کا زمانۂ نزول مکہ کا درمیانی دور ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی بتیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ستر ہے یعنی انہتر سورتیں مکہ معظمہ میں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور چوالیس سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۰ آیات۔ تین رکوعات۔ ۳۷۴ کلمات اور ۱۵۷۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

مثل دوسری مکی سورتوں کے اس سورۃ میں بھی زیادہ تر عقائد ہی کے متعلق مضامین ہیں۔ سورۃ کا خاص موضوع توحید۔ آخرت و رسالت کے متعلق لوگوں کے شبہات کو دور کر کے ان تینوں حقیقتوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ سب سے پہلے اس سورۃ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی کہ قرآن مجید یقیناً اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے جو سارے جہانوں کو پالنے والا اور ان کا محافظ ہے۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے جس زمانہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اس وقت کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپس میں چرچے کرتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ عجیب عجیب باتیں گھڑ گھڑ کر سنا رہے ہیں۔ کبھی مرنے کے بعد کی خبریں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرجانے اور مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد تم پھر زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اور اس ساری دنیا کی زندگی میں کرے دھرے کا حساب کتاب ہوگا اور جزا و سزا ہوگی۔ دوزخ و جنت ہوگی۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ دیوی دیوتا کوئی چیز نہیں بس اکیلا ایک خدا ہی معبود ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں۔ آسمان سے مجھ پر وحی آتی ہے اور یہ کلام جو میں تم کو سنا رہا ہوں میرا کلام نہیں بلکہ خدا رب العالمین کا کلام ہے۔ تو یہ عجیب عجیب باتیں ہیں جو ہم کو یہ سنا رہے ہیں۔ کفار کے انہی سب باتوں کے جواب اس سورت میں دیئے گئے ہیں اور پھر ان سے فرمایا گیا کہ یہ قرآن جن حقیقتوں کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہے۔ عقل سے

کام لے کر خود سوچو کہ ان میں کیا چیز اچنبھے کی ہے۔ آسمان و زمین کے انتظام کو دیکھو۔ خود اپنی پیدائش اور بناوٹ پر غور کرو کہ یہ نظام کائنات توحید پر دلالت کر رہا ہے یا شرک پر؟ اور اس سارے نظام کو دیکھ کر اور خود اپنی پیدائش پر نگاہ ڈال کر کیا تمہاری عقل یہی گواہی دیتی ہے کہ جس نے اب تمہیں پیدا کر رکھا ہے پھر وہ تمہیں دوبارہ پیدا نہ کر سکے گا۔ پھر عالم آخرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور ایمان کے ثمرات اور کفر کے نتائج بیان کر کے یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ لوگ برا انجام سامنے آنے سے پہلے کفر و شرک چھوڑ دیں اور قرآن کی اس تعلیم کو قبول کر لیں جسے مان کر خود ان کی اپنی ہی عاقبت درست ہوگی۔ نیز سمجھایا گیا کہ دنیا میں ہر ایک کے لئے کچھ ہی عرصہ جینا ہے پھر ہر ایک کو موت آ کر دبوچ لے گی اور پھر اس کے بعد جب دوبارہ زندگی ہوگی اور اعمال کا حساب کتاب ہوگا اور ان کے مطابق جزا و سزا ملے گی تو اس دن اللہ کے نافرمان بندے پچھتائیں گے اور دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے۔ لیکن اس وقت یہ درخواست منظور نہ ہوگی کیونکہ دنیا میں رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ پورے طور پر سمجھا دیا گیا تھا کہ نہ مانو گے تو جہنم ٹھکانا ہوگا جہاں سوائے عذاب کے کچھ نہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ دیکھو اچھی طرح سن لو ایمان والے بندے وہی ہیں جو اللہ کے کلام کی آیتیں سن کر اکڑفون چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اس کے سامنے راتوں کو اٹھ اٹھ کر گڑگڑاتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں۔ اس سے ڈرتے بھی ہیں اور اسی سے بخشش کی امید بھی رکھتے ہیں۔ پھر سمجھایا گیا کہ دیکھو یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ وہ انسانوں کے قصوروں پر فوراً اور یکایک آخری گرفت اور فیصلہ کن عذاب میں نہیں پکڑ لیتا بلکہ پہلے انسانوں کو چونکانے کے لئے چھوٹی چھوٹی تکلیفیں، مصیبتیں آفات و نقصانات بھیجتا رہتا ہے تاکہ انہیں تنبیہ ہو اور ان کی آنکھیں کھل جائیں۔ لیکن اگر ان سے سبق نہ لیا اور ہوش میں نہ آیا تو پھر آخرت کا بڑا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اور یاد رکھو قیامت برحق ہے اس دن سب جھگڑے قصے چکا دیئے جائیں گے۔ پھر آگے فرمایا گیا کہ دنیا میں یہ کوئی پہلا اور انوکھا واقعہ تو نہیں ہے کہ ایک شخص پر خدا کی طرف سے کتاب آئی ہو۔ اس سے پہلے آخر موسیٰ علیہ السلام پر بھی کوئی کتاب آئی ہی تھی جسے تم لوگ جانتے ہو تو اب ایسی کیا بات ہے کہ جو تم لوگ یوں کان کھڑے کر رہے ہو۔ یقین مانو کہ یہ کتاب بھی خدا ہی کی طرف سے آئی ہے اور خوب سمجھ لو کہ اب پھر وہی کچھ ہوگا جو موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہو چکا ہے۔ امامت اور پیشوائی اور بڑائی اور بزرگی انہی کو نصیب ہوگی جو اس کتاب الٰہی کو مان لیں گے اور اسے رد کر دینے والوں کے لئے ناکامی اور نامرادی مقدر ہو چکی ہے پھر کفار مکہ سے یہ بھی کہا گیا کہ تم اپنے تجارتی سفروں کے درمیان میں جن پچھلی تباہ شدہ قوموں کی بستیوں پر سے گزرتے ہو ان کا انجام دیکھ لو۔ کیا نافرمانی کر کے یہی انجام تم اپنے لئے پسند کرتے ہو؟ ظاہر سے دھوکہ نہ کھاؤ آج تم دیکھ رہے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چند غلاموں اور غریب لوگوں کے سوا کوئی نہیں سن رہا ہے اور ہر طرف سے ان پر طعن و تشنیع ہو رہی ہے تو اس سے تم یہ سمجھ رہے ہو کہ یہ چلنے والی بات نہیں۔ چار دن چلے گی اور پھر ختم ہو جائے گی لیکن یہ محض تمہاری نظر کا دھوکہ ہے۔ ابھی موقع ہے کہ اللہ اور رسول کے کہنے پر یقین کر لو اور اس دن سے بچنے کی تیاری کر لو ورنہ اس دن کے آ جانے پر نہ ایمان لانا کام دے گا۔ نہ سزا میں ڈھیل ہوگی اور نہ مہلت ملے گی کہ آئندہ چال چلن ٹھیک کر کے درست ہو جاؤ۔ اس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو۔ تمسخر اور مذاق اور تکذیب میں رایگاں مت کرو۔ قیامت آنے والی ہے اور یقیناً آ کر رہے گی پھر یہ کہنا فضول ہے کہ کب آئے گی اور کب فیصلہ ہوگا۔ ماننا ہے تو اب مان لو اور اگر آخر فیصلہ ہی کا انتظار کرنا ہے تو پھر بیٹھے انتظار کرتے رہو۔ یہ ہے اس ساری سورۃ کے مضامین کا خلاصہ جس کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

اب اس تمہیدی مضمون کے بعد ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتداء بھی حروف مقطعات الٓمٓ سے فرمائی گئی جس کے حقیقی معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ حروف مقطعات کے متعلق اس سے پہلے کئی جگہ عرض کیا جا چکا ہے۔ ان کے متعلق مشاہیر صحابہ کرام و تابعین اور جمہور مفسرین کا مسلک یہی ہے کہ

یہ حروف ان متشابہات قرآنی میں سے ہیں جن کا علم کسی مصلحت سے عام بندوں کو نہیں دیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔اس کے بعد سورۃ کا آغاز اس اعلان سے ہوتا ہے کہ بلاشبہ یہ کتاب مقدس رب العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ نہ اس میں کچھ دھوکہ ہے نہ شک وشبہ کی گنجائش۔ قرآن کریم کی جب کسی سورت کا آغاز اس غیر معمولی اعلان سے ہوتا ہے کہ یہ پیغام پروردگار عالم اور فرمانروائے کائنات کی طرف سے آرہا ہے تو اس میں ایک بہت بڑا دعویٰ اور ایک عظیم چیلنج شامل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ابتداء ہی اتنی بڑی خبر دیتا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ خداوند عالم کا کلام ہے۔ یہ اعلان فوراً آدمی کے ذہن میں یہ سوال لا کھڑا کرتا ہے کہ اس دعوے کو تسلیم کروں یا نہ کروں۔ تسلیم کرتا ہوں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے آگے سر اطاعت جھکا دینا ہوگا پھر میرے لئے اس کے مقابلہ میں کوئی آزادی باقی نہیں رہ سکتی اور تسلیم نہیں کرتا تو یہ خطرۂ عظیم مول لیتا ہوں کہ اگر واقعی یہ خداوند عالم کا کلام ہے تو اسے رد کرنے کا نتیجہ مجھے ابدی شقاوت و بدبختی کی صورت میں دیکھنا پڑے گا۔اس بنا پر صرف یہ تمہیدی فقرہ اپنی اس غیر معمولی نوعیت ہی کی بنا پر آدمی کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ چوکنا ہوکر۔ ہوش وحواس سے انتہائی سنجیدگی کے ساتھ اس کلام کو سنے اور یہ فیصلہ کرے کہ اس کو کلام الٰہی کی حیثیت سے تسلیم کرنا ہے یا نہیں۔ میرے عزیز و اور بزرگو۔اس وقت ہم میں سے جو یہاں موجود ہیں آیئے ہم اور آپ اپنی اس میں انتہائی سعادت سمجھتے ہوئے اپنے دل کی گہرائیوں سے حق تعالیٰ کو حاضر وناظر جانتے ہوئے اس کا فیصلہ کریں کہ ہم اس کو کلام الٰہی ہونے کی حیثیت سے دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں اور مولائے کریم سے ہمت اور توفیق طلب کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر حال میں اس کی سچی اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ آمین۔ پھر یہاں اس تمہیدی آیت میں صرف اتنا کہنے پر اکتفا نہیں کیا گیا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے بلکہ مزید یہاں پورے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ **لاریب فیه** بیشک یہ خدا کی کتاب ہے۔اس کے منزل من اللہ ہونے میں قطعاً کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس تمہیدی اعلان کے بعد مشرکین مکہ کے پہلے اعتراض کو لیا جا رہا ہے جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر کرتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ قرآن آپ نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے مرحمت فرمایا جاتا ہے کہ ان کا یہ کہنا محض لغو اور جھوٹ ہے یہ کلام کسی کا بنایا ہوا نہیں بلکہ یہ سچی کتاب ہے جو پروردگار کی طرف سے آئی ہے اور اس لئے آئی ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے آپ اس قوم کو بیدار کرنے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کریں جن کے پاس قرنوں سے کوئی بیدار کرنے والا پیغمبر نہیں آیا۔

واضح رہے کہ عرب میں دین حق کی روشنی سب سے پہلے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کے ذریعہ پہنچی تھی۔ پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام آئے جن کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب اڑھائی ہزار برس قبل گزرا ہے اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام عرب کی سرزمین میں آئے جن کی آمد کو بھی تقریباً دو ہزار برس گزر چکے تھے یہ اتنی طویل مدت ہے کہ اس کے لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا تھا کہ اس قوم کے اندر کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اثبات رسالت کا مضمون بیان فرمایا گیا۔ آگے اثبات توحید کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو قرآن پاک جیسی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سید الانبیاء والمرسلین پیغمبر عطا فرمائے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان دونوں کے درمیان میں ہے چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا،

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى

بدوں اُس کے نہ تمہارا کوئی مددگار ہے اور نہ سفارش کرنے والا سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے

الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِكَ عٰلِمُ

پھر ہر امر اسی کے حضور میں پہنچ جاوے گا ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی۔ وہ ہی ہے جاننے والا

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑥

پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا زبردست رحمت والا۔

اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں کو	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	فِيْ میں	سِتَّةِ چھ (۶)
اَيَّامٍ دن	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰى اس نے قرار کیا	عَلَى الْعَرْشِ عرش پر	مَا لَكُمْ تمہارے لئے نہیں	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مِنْ سے۔ کوئی	وَلِيٍّ مددگار	
وَلَا شَفِيْعٍ اور نہ سفارش کرنے والا	اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ سو کیا تم غور نہیں کرتے	يُدَبِّرُ وہ تدبیر کرتا ہے	الْاَمْرَ تمام کام	مِنَ سے	السَّمَاۗءِ آسمان			
اِلَى الْاَرْضِ زمین تک	ثُمَّ پھر	يَعْرُجُ وہ رجوع کریگا	اِلَيْهِ اسکی طرف	فِيْ يَوْمٍ ایک دن میں	كَانَ ہے	مِقْدَارُهٗٓ اسکی مقدار	اَلْفَ سَنَةٍ ایک ہزار سال	
مِمَّا اس سے جو	تَعُدُّوْنَ تم شمار کرتے ہو	ذٰلِكَ وہ	عٰلِمُ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	الْعَزِيْزُ غالب	الرَّحِيْمُ مہربان		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ بلاشک یہ کتاب قرآن کریم رب العالمین نے نازل فرمائی ہے اور اس لئے اتاری ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے ذریعہ سے انسانوں کو ان کے برے اعمال کی سزا سے ڈرادیں تا کہ وہ سیدھے راستہ پر آجائیں اور برے اعمال سے پرہیز کریں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ رب العالمین جس نے یہ کتاب اتاری ہے اللہ تعالیٰ ہے جس نے کہ آسمانوں وزمین اور ان کے درمیان کی ساری مخلوق کو چھ روز کی مقدار میں پیدا فرمایا اور پھر عرش پر جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح قائم اور جلوہ فرما ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں بھی ایک ایسی ہی آیت آئی ہے جہاں ارشاد ہوا ان ربکم الله الذی خلق السموت والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش. بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز کے برابر وقت میں پیدا کیا پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اس آیت کی تشریح میں سورۂ اعراف میں بتلایا گیا تھا کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہاں چھ دن سے دنیا کی مقدار کے چھ دن مراد ہیں یا عالم غیب کے چھ دن مراد ہیں جہاں کا ایک دن ایک ہزار برس کا ہے جیسا کہ ان ہی آیات میں فرمایا گیا ہے فی یوم کان مقدارہ الف سنة مما تعدون (ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی) یا جیسا سورۂ حج سترھویں پارہ میں ارشاد ہوا وان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون (اور تمہارے پروردگار کے پاس کا ایک دن مثل ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے

شمار کے مطابق) بعض مفسرین نے یوم سے مراد مطلق زمانہ کے لئے ہیں یعنی چھ مختلف زمانوں میں یا چھ مراتب وجود کے ساتھ آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا کیونکہ یوم کے معنی مطلق مدت کے بھی محاورۂ عرب میں مستعمل ہوتے ہیں۔ بہرحال مقصود یہ ہوا کہ آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی ساری مخلوقات کو دفعۃً اور یکایک بنا کر نہیں کھڑا کر دیا گیا۔ شاید اول ان کا مادہ پیدا فرمایا ہو پھر استعداد کے موافق بتدریج مختلف اشکال اور صورتوں میں منتقل فرماتے رہے ہوں حتیٰ کہ چھ دن میں جو دنیا کے حساب سے عالم آخرت کے چھ ہزار سال بنے موجودہ شکل میں مع تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہوں جیسا کہ آج بھی انسان اور حیوانات اور نباتات وغیرہ کی پیدائش کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے۔ حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ مجددی پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سارے آسمان اور زمین ایک آن اور ایک پل میں پیدا کر سکتا تھا مگر انسانوں کو ہر کام میں آہستہ روی اور ہر عمل کو بتدریج انجام دینے کی تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات ارضی و سماوی کو چھ روز میں بنایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آہستہ روی رحمٰن کی طرف سے ہے اور عجلت پسندی شیطان کی طرف سے ہے۔

الغرض آیت میں یہاں بتلایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ فرما اور متمکن ہو گیا یہ جملہ **ثم استوی علی العرش** یعنی عرش پر جلوہ فرما ہوا یا جا ٹھہرا یہ متشابہات قرآنی میں سے ہے۔ اور یہ جملہ قرآن پاک میں مختلف سورتوں میں ۷ جگہ آیا ہے۔ چونکہ متشابہات کا تعلق عقیدہ سے ہے اس لئے بعض فرقے ان کے مطالب کی وجہ سے کجی اور گمراہی میں گرفتار ہو گئے۔ علمائے اہل سنت والجماعت کا قول ایسی آیات کے متعلق جن کے اندر صفات متشابہات کا بیان ہے یہی ہے کہ ان کو اسی طرح بلا کیف ماننا چاہئے جس طرح وہ آئی ہیں۔

یہاں پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ قرآن کریم بلکہ تمام کتب الٰہیہ میں دو قسم کی آیات پائی جاتی ہیں ایک وہ کہ جن کی مراد بالکل واضح اور متعین ہو اور جن کے مطالب و معانی میں کوئی شبہ ابہام یا اجمال نہ ہو ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں اور فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل اصول یہ ہی آیات ہوتی ہیں۔ دوسری قسم آیات کی متشابہات کہلاتی ہیں یعنی ایسی آیتیں جن کا مفہوم و مطلب معلوم اور متعین کرنے میں کچھ شبہ واقع ہوتا ہو۔ اور جس سے باہم کئی ملتے جلتے مطلب نکلتے ہوں اور انکے درمیان فرق کرنا مشکل ہو اور اس کی تفسیر میں مختلف پہلو نکلتے ہوں اس لئے متشابہات میں اپنی رائے اور خواہش کے مطابق مطلب نکالنا گمراہی ہے کیونکہ ان کا حقیقی مطلب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ باقی عقیدہ دونوں کے متعلق یہی رکھنا چاہئے کہ دونوں قسم کی آیات ایک ہی سرچشمہ سے آئی ہیں اس لئے متشابہات کو محکمات کی روشنی میں ہمیشہ سمجھنا چاہئے تو **ثم استوی علی العرش** کے متعلق سمجھئے کہ یہ جملہ متشابہات میں سے ہے جس کے مفہوم و مطلب میں مختلف پہلو موجود ہیں اور اس کے کئی مطلب باہم ملتے جلتے نکلتے ہیں مگر جو حقائق اور مطالب انسانی حواس سے ادراک نہیں کئے جا سکتے اور عقل و شعور میں پوری طرح نہیں آ سکتے تو ان کے لئے پیرایہ بیان تشبیہ و مجاز کا اختیار کیا جاتا ہے تا کہ کسی درجہ میں انسانی عقل و فہم کے لئے سمجھنے کے لائق ہو سکے۔ متشابہات گو خلاف عقل نہیں مگر پوری طرح اپنی حقیقت اصل کے ساتھ عقل میں نہیں سما سکتے اس لئے متشابہات پر بلا تفتیش کیفیت ایمان رکھنا چاہئے۔ **استوی علی العرش** کو بھی اسی طرح سمجھئے عرش

کے معنی تخت و بلند مقام کے ہیں اور استواء کے معنی ٹھہرنے کے ہیں۔ قرون ثلثہ اور ائمہ اربعہ اور تمام محدثین اور جمہور مفسرین اہل سنت والجماعت کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ مذہب ہے کہ وہ عرش پر مستوی یعنی ٹھہرا ہوا ہے اور وہ ٹھہرنا ایسا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور جس کی کیفیت اور حقیقت ہم نہیں سمجھ سکتے (اس جملہ کی تشریح میں سورۂ اعراف میں جو بیان کیا گیا ہے اس کو ایک مرتبہ قارئین پھر ملاحظہ فرمالیں۔ بس صحیح اور سلامتی کی راہ یہی ہے کہ متشابہات پر ایمان تو رکھے مگر بلا تفتیش کیفیات۔

الغرض مشرکین مکہ کا پہلا اعتراض جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر کرتے تھے اس کا جواب گزشتہ آیات میں دیا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ بلاشک یہ کتاب اللہ رب العالمین نے نازل فرمائی ہے اب مشرکین کے دوسرے اعتراض کو لیا جاتا ہے جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید پر کرتے تھے۔ ان کو اس بات پر سخت اعتراض تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دیوتاؤں کی معبودیت سے انکار کرتے ہیں اور ہمہ وقت یہی دعوت دیتے ہیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود۔ کوئی کارساز کوئی حاجت روا۔ کوئی دعائیں سننے والا اور بگڑی بنانے والا اور کوئی ذی اختیار نہیں ہے۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمہارا اصل خدا تو خالق زمین و آسمان ہے جو اس پوری کائنات اور اس کی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور پھر تمام زمین و آسمان میں عرش سے فرش تک اللہ ہی کی حکومت ہے۔ وہی حاکم حقیقی اور فرمانروا ہے اگر اللہ تمہاری مدد نہ کرے تو کس کی یہ طاقت ہے کہ وہ تمہاری مدد کر سکے؟ اگر اللہ تمہیں پکڑے تو کس کا یہ زور ہے کہ تمہیں چھڑا سکے۔ اگر اللہ سفارش نہ سنے تو کون ایسا ہے کہ اس سے اپنی سفارش منوالے۔ تو تمہیں سوچنا چاہئے کہ جب واقعہ یہ ہے تو تمہارا اس کے سوا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ پھر بھی تم ایسا دیدہ دلیری سے اس کا انکار کر رہے ہو۔ نہ اس کے رسول کو مانتے ہو۔ نہ اس کی کتاب پڑھتے سنتے ہو۔ نہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہو۔ تو یہ تمہاری سراسر نادانی نہیں تو کیا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ چھوٹی بڑی ہر چیز کی تربیت۔ تدبیر و انتظام سب اس کے دست قدرت میں ہے۔ یہ نہیں کہ اس نے کائنات کو ایک بار پیدا کر کے اس کارخانہ کو یونہی معلق چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ ہر آن اس کا دخل و تصرف بھی جاری رہتا ہے اور آسمان سے زمین تک تمام دنیا کا بندوبست کرتا ہے پھر ایک وقت آئے گا جب یہ سارا قصہ ختم ہو کر اللہ کی طرف لوٹ جائے گا اور آخری فیصلہ کے لئے پیش ہوگا جس کو قیامت کہتے ہیں۔ اور اس دن کی مقدار اور طول اس دنیا کے شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی۔ اخیر میں ارشاد ہے کہ ایسے اعلیٰ اور عظیم الشان انتظام اور تدبیر کا قائم کرنا اسی پاک ہستی کا کام ہے جو ہر ایک ظاہر و پوشیدہ کی خبر رکھے اور جو ہر چیز پر غالب اور ہر شے اس سے مغلوب ہو اور کسی میں اس کے مقابلہ کا بل بوتا نہ ہو پھر اس غلبہ اور قوت قاہرہ کے باوجود وہ ظالم نہیں ہے بلکہ اپنی مخلوق پر رحیم و شفیق ہے۔

ابھی آگے بھی مضمون توحید جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی ذات پاک کی صحیح اور سچی معرفت ہم سب کو عطا فرمائیں کہ ہم ہر حال میں اسی کو اپنا مددگار اور حقیقی کارساز سمجھیں۔ حق تعالیٰ اپنی قدرت و رحمت سے ہمارے دین و دنیا کے تمام معاملات کی تدبیر و انتظام فرمائیں اور قیامت کے دن اپنی رحمت و شفقت کا معاملہ ہمارے ساتھ فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ

جس نے (یعنی اللہ نے) جو چیز بنائی خوب بنائی، اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل کو خلاصہ اخلاط یعنی ایک بے قدر پانی سے بنایا۔

سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۸ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

پھر اُس کے اعضا درست کیے اور اس میں اپنی رُوح پھونکی اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے،

وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹

تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو (یعنی نہیں کرتے)۔

الَّذِيْ وہ جس نے	اَحْسَنَ بہت خوب بنائی	كُلَّ شَيْءٍ ہر شے	خَلَقَهٗ جو اس نے پیدا کی	وَبَدَاَ اور ابتدا کی	خَلْقَ پیدائش	الْاِنْسَانِ انسان	مِنْ سے
طِيْنٍ مٹی	ثُمَّ پھر	جَعَلَ بنایا	نَسْلَهٗ اس کی نسل	مِنْ سُلٰلَةٍ خلاصہ سے	مِنْ سے	مَّآءٍ مَّهِيْنٍ حقیر (بے قدر) پانی	ثُمَّ سَوّٰىهُ پھر اس (کے اعضا) کو ٹھیک کیا
وَنَفَخَ اور پھونکی	فِيْهِ اس میں	مِنْ سے	رُّوْحِهٖ اپنی روح	وَجَعَلَ اور بنائے	لَكُمُ تمہارے لئے	السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں
وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل	قَلِيْلًا بہت کم	مَّا جو	تَشْكُرُوْنَ تم شکر کرتے ہو				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آسمان وزمین اوران کے درمیان کی ساری مخلوق تدریجاً پیدا فرمائی اور پھر اس ساری کائنات کو پیدا کرکے یونہی معلق نہیں چھوڑ دیا بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز کی تربیت وتدبیر انتظام وتصرف واختیار سب اپنے دست قدرت میں رکھا۔ کائنات میں ہر چیز پر وہ غالب ہے اور پھر اس غلبہ اور قوت قاہرہ کے باوجود وہ اپنی مخلوق پر رحیم اور شفیق بھی ہے۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس عظیم الشان کائنات میں اللہ تعالیٰ نے بے حد وحساب اور بے شمار چیزیں بنائی ہیں اور بڑی خوبی سے بنائی ہیں۔ ہر چیز موزوں ترین شکل اور مناسب ترین صفات کے ساتھ بنائی ہے۔ جس چیز کو جس مصلحت کے لئے پیدا کیا۔ ٹھیک اسی کے مناسب حال اس کی ساخت اور فطرت رکھی۔ ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ جو بے ڈھنگی یا بے تکی ہو۔ پہلے انسان کی پیدائش کا حال بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو براہ راست اپنے تخلیقی عمل سے پیدا کیا۔ اپنے کمال قدرت سے زمینی مادہ کو جمع کرکے اپنے تخلیقی حکم سے اس میں وہ زندگی اور شعور اور عقل پیدا کردی جس سے انسان جیسی ایک حیرت انگیز مخلوق وجود میں آ گئی۔ یہاں آپ کی معلومات کے لئے حضرت سید عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ جو ۱۱۰۰ھ ہجری کی ابتدا میں مراکش (افریقہ) میں ایک بالکل اُمی مگر ولی کامل صاحب کشف وکرامات بزرگ گزرے ہیں ان سے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق سوالات کئے گئے تو جو جوابات آپ نے دیئے وہ مشہور کتاب ابریز سے جو عربی سے اردو ترجمہ ہے آپ کے ملفوظات کا نقل کئے جاتے ہیں۔ حضرت عبدالعزیز دباغ بالکل اُمی تھے اور لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے علم لدنی ایسا عطا فرمایا تھا کہ اگر کسی گذشتہ پیغمبر یا نبی کے متعلق آپ سے دریافت کیا جاتا تو آپ اس طرح جواب دیتے جیسے کہ آپ اس پیغمبر کے زمانہ میں موجود رہے ہوں۔ کسی گذشتہ آسمانی کتاب کے متعلق پوچھا جاتا تو یہ معلوم ہوتا کہ آپ اس کے حافظ ہیں۔

جنت ودوزخ کے متعلق دریافت کیا جاتا تو اس طرح حال بیان فرماتے گویا کہ آپ گوشہ گوشہ اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں اسی طرح کسی قرآنی آیت یا حدیث کا مطلب آپ سے دریافت کیا جاتا تو باوجود ظاہری علم نہ ہونے کے ایسی تفسیر اور تشریح بیان فرماتے کہ بڑے بڑے علماء حیران رہ جاتے۔غرض کہ اپنے وقت کے زبردست صاحب کشف وکرامات ولی اللہ تھے۔کتاب ''ابریز'' آپ کے چند ماہ کے ملفوظات کا عربی سے اردو میں ترجمہ ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق آپ سے چند سوالات کئے گئے۔ وہ جوابات یہاں موقع کی مناسبت سے نقل کئے جاتے ہیں۔

''حضرت نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو دس دن میں ان کی مٹی کو جمع کیا گیا اور بیس دن تک اسے پانی میں چھوڑے رکھا۔ چالیس دن میں ان کی صورت بنائی گئی اور اس کے بعد بیس دن تک اسے چھوڑے رکھا یہاں تک کہ وہ مٹی سے منتقل ہوکر جسمیت کی طرف آ گئے یہ تمام تین ماہ ہوتے ہیں۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کی طرف اٹھالیا اور جنت ہی میں ان کی روح پھونکی گئی اور جنت ہی میں حضرت حوا ان سے پیدا کی گئیں۔سائل کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ وہ کون سی مٹی تھی جس سے آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی؟ فرمایا یہ تمام کانوں کی مٹی تھی۔سونے کے کان کی۔چاندی کے کان کی۔تانبے کے کان کی اور دیگر معدنیات کی۔چنانچہ ان سب میں سے آپ کی مٹی لی گئی اور اسے ایک جگہ اکٹھا کر کے حضرت آدم کو پیدا کیا گیا میں نے دریافت کیا کہ اس مٹی کو کس نے جمع کیا؟ فرمایا فرشتوں نے اور جن سے اللہ نے اکٹھا کرانا چاہا مگر سب سے زیادہ مٹی جبرئیل علیہ السلام نے اٹھائی۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ مٹی کی ایک مخلوق ہوگی جس سے بڑھ کر اللہ کے ہاں کوئی مخلوق نہ ہوگی اور جبرئیل علیہ السلام اس کے ساتھی اور رفیق ہوں گے اور اس سے جبرئیل کو بہت برکت ہوگی اور وہ مخلوق سید الوجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔لہٰذا جبرئیل علیہ السلام اس امید پر کہ یہ مٹی اس مخلوق کے لئے جمع کی جارہی ہے جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے مٹی جمع کرتے تھے۔میں نے دریافت کیا اس مٹی کی مقدار کتنی تھی؟ فرمایا اتنی تھی کہ ایک میل یا کچھ زمین آباد ہو جائے یعنی اس قدر کثیر مقدار میں مٹی جمع کی گئی۔میں نے عرض کیا کہ اسے جمع کرنے میں دس دن کی ضرورت کیوں ہوئی حالانکہ اسے اللہ تعالیٰ ایک لحظہ میں جمع کر سکتے تھے۔فرمایا اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کو بھی تو ایک لحظہ میں پیدا کر سکتے تھے۔انہیں پیدا کرنے میں چھ دن کیوں لگائے اور حضرت آدم کو مٹی کے سوا بھی پیدا کر سکتے تھے مٹی سے کیوں بنایا لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اشیاء کو پیدا کرتے ہیں اور ان کی پیدائش کو چند دنوں میں ترتیب دیتے ہیں اور اسے تھوڑا تھوڑا کر کے چلاتے ہیں جس سے ملاء اعلیٰ کو توحید عظیم حاصل ہوتی ہے اس لئے کہ اس مخلوق کے ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے اور اس کے آہستہ آہستہ ظاہر ہونے میں ملاء اعلیٰ کی توجہ اس حادث مخلوق میں امر الٰہی پر تعجب کے ساتھ پڑتی رہتی ہے اور اس بارہ میں غور وفکر رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کیسے پیدا کر رہا ہے اور اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا اور اس کا کیا انجام ہوگا لہٰذا جس حالت پر اس مخلوق کا خروج ہوتا ہے اور اسے ملاء اعلیٰ دیکھتے رہتے ہیں اور اس سے انہیں بے حد توحید حاصل ہوتی ہے لہٰذا اس زمانہ میں جب کہ وہ اس کی پیدائش کو دیکھتے رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی معرفت اور اس کی قدرت کاملہ کا علم حاصل ہوتا جاتا ہے لہٰذا یہ تدریجی تخلیق اس حکمت کے لئے ہے۔اس تدریجی تخلیق میں اور حکمتیں بھی ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ہر چیز میں اسرار اور حکمتیں پائی جاتی ہیں۔سائل کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ پانی کونسا

پانی تھا؟ جس میں یہ مٹی ڈالی گئی اور بیس دن اسی میں پڑی رہی۔ فرمایا یہ ایک خاص پانی تھا جس میں آدم اور ان کی ذریت کا نفع تھا کیونکہ یہ پانی اسی زمین کا پانی تھا جس کی طرف درحقیقت حضرت آدم کو نسبت دی جاتی تھی لہٰذا یہ ذات آدم کے مناسب اور موافق تھا۔ پھر سائل نے دریافت کیا کہ کیا یہ پانی زمین کی جڑ سے تھا یا کوئی اور۔ فرمایا یہ زمین کی جڑ میں سے تھا مگر اس کا گزر اکثر اجزاء ارض پر ہو چکا تھا اور یہ پانی ان چشموں میں سے ایک چشمے کا پانی ہے جو شام کی زمین میں سے نکلتا ہے اور وہیں حضرت آدم کی مٹی ایک پست زمین میں جمع کی گئی جس کی مسافت کا ذکر ہو چکا ہے اور اس پانی سے اس مٹی کو تر کیا گیا کیونکہ اسے اطراف زمین کے پانیوں سے مدد پہنچتی ہے چنانچہ یہ پانی تہہ زمین کے اجزا کو پھاڑتا ہوا نکل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس چشمہ تک پہنچ جاتا ہے اور یہ چشمہ اب تک موجود ہے جس کا پانی روئے زمین کے دیگر پانیوں کے مقابلہ میں ذات انسانی کے زیادہ موافق ہے۔ یہ مٹی پانی میں بیس دن تک پڑی رہی تب جا کر آدم کی شکل بننے لگی جب کہ ابھی تک وہ مٹی میں تھے ان کی شکل آہستہ آہستہ بنتی رہی تا آنکہ چالیس دن میں مٹی کے اندر ہی شکل مکمل ہوگئی مگر کوئی چیز نظر نہ آئی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے مٹی سے جسم کی طرف منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو آدم کی انگلیوں میں پھنسی سی ظاہر ہوئی جو بھر کر پھٹ گئی اور اس کا مادہ انگلی پر جم کر ایسا سفید ہوگیا جیسے درخت کھجور کی چھال اتارنے کے بعد اندر کا گودا ہوتا ہے جسے شحم النخلہ کہتے ہیں اس کے بعد ایک ایک عضو اور ہر ہر جزو میں سرایت کرتا رہا حتیٰ کہ تمام کا تمام صفائی اور رطوبت کے اعتبار سے شحم النخلہ بن گیا یا ایسا جیسے خالص گیہوں کے آٹے کا گوندھا ہوا صاف پیڑا ہوتا ہے پس اس سے آدم کی شکل بنی پھر اس میں تھوڑا تھوڑا خونی مادہ پیدا ہوا۔ گارہ پھٹ کر جدا ہوگیا اور اس میں خشکی نمودار ہوگئی اس کے بعد اس پر ہوائیں چلتی رہیں اور اجزا خشک ہوتے رہے اور اللہ کے حکم سے ہڈیاں بن گئیں جب بیس دن میں حضرت آدم کی تخلیق مکمل ہوگئی اور اللہ نے اس میں روح پھونکنے کا ارادہ کیا تو انہیں اٹھا کر جنت میں منتقل کر دیا۔ سائل نے پوچھا کہ یہ جنت کونسی تھی؟ فرمایا پہلی جنت۔ جب وہاں آ گئے تو اس میں روح داخل ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ عقل وعلم کا دخول ہوا اور ان کو خدا کی معرفت حاصل ہوئی۔ اس وقت حضرت آدم نے کھڑا ہونا چاہا مگر انہیں لرزہ آیا اور گر پڑے جس طرح کہ بچے اٹھنے لگتے ہیں تو گر پڑتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ مشاہدہ عطا کیا جس کا ذکر اسماء حسنیٰ میں کیا جا چکا ہے جب آپ کو یہ مشاہدہ حاصل ہوا تو آپ کی زبان سے اللہ اللہ اللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نکلا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت عطا فرمائی جس سے آپ سیدھے کھڑے ہو کر جنت میں چلنے پھرنے لگے۔ جہاں چاہتے جاتے۔ اس کے بعد آپ کی پسلی میں ایک دنبل نمودار ہوا جس سے آدمی کے سر جتنا ایک بڑا پھوڑا سا بن گیا جس میں سے پھٹ کر ایک چھوٹا سا ڈھانچہ نکلا اور نیچے گر گیا۔ حضرت آدم نے اسے دیکھا تو اسے اپنی شکل کا پایا اور اسے ویسا ہی چھوڑ دیا۔ جنت کی ہوا اور جھونکے اس ڈھانچے کو لگتے رہے جس سے اس میں بہت جلد نشوونما ہوا۔ حضرت آدم بھی اس کی دیکھ بھال کرتے رہے اور دیکھتے کہ ڈھانچہ بہت جلد بڑا ہو رہا ہے لہٰذا آپ اس سے مانوس ہونے لگ گئے۔ اللہ نے اس ڈھانچہ میں عقل ڈال دی اور اس نے حضرت آدم سے کلام کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح حضرت بی بی حوا علیہا السلام پیدا ہوئی'' (ابریز)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت حوا علیہا السلام سے نکاح ہوا۔ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے مہر ادا کرنے کو کہا۔ آپ نے پوچھا مہر کیا ہے۔

فرشتوں نے کہا کہ رسول مقبول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود پڑھنا اور ایک روایت میں بیس بار آیا ہے۔

الغرض بیچ میں یہ مضمون حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق اس آیت زیر تفسیر پر آ گیا تھا **الذی احسن کل شی خلقه وبد اخلق الانسان من طین.** اس نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ تو ایک کمال تو قدرت الٰہی کا یہ تھا کہ زمین کے مواد کو جمع کر کے اپنے تخلیقی حکم سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا آگے دوسرا کمال یہ بتلایا جاتا ہے کہ آئندہ مزید انسانوں کی پیدائش کے لئے ایک ایسی عجیب غریب مشینری خود انسانی ساخت کے اندر رکھ دی اور اس کی نسل ایک ایسے حقیر اور بے قدر پانی یعنی نطفہ سے جاری کی جو تمام انسانی اخلاط کا نچوڑ یا عطر ہوتا ہے اور باوجود اس کے ایسا بے قدر اور گندہ ہوتا ہے کہ بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو دھونا پڑتا ہے۔ پھر نطفہ کو ماں کے پیٹ میں رکھ کر اسے پوری انسانی شکل تک پہنچایا اور اس کا جسم سارے اعضاء و جوارح کے ساتھ درست کر دیا اس گوشت کے لوتھڑے میں سر کی جگہ سر۔ کان کی جگہ کان۔ آنکھ کی جگہ آنکھ۔ ناک کی جگہ ناک۔ ہڈی پٹھے۔ بال کھال ایک خاص تناسب سے بنائیں اور ہر چیز کو اس انداز سے بنایا کہ علم بدن کی تشریح سے واقف ہونے کے بعد ایک عاقل کو اس بات کا اقرار ہی کرنا پڑتا ہے کہ یہ کسی بڑے مدبر حکیم کا فعل اور بڑے قادر و باکمال کی کاریگری ہے۔ پھر ماں کے پیٹ میں جسم کو ٹھیک کر کے اس میں روح پھونک کر زندہ کیا اور پھر سماعت بینائی اور دوسرے حواس وادراکات ظاہرہ و باطنہ عطا کئے اور ان سب کا مقتضا یہ تھا کہ انسان خدا کا شکر کرتے اور اس کا احسان مانتے اور اپنی ظاہری و باطنی قوتوں کو اسی محسن اعظم کے کام میں لگاتے۔ ان جملہ نعمتوں کا شکر تو یہ تھا کہ آنکھوں سے اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھتے۔ کانوں سے احکام الٰہیہ کو توجہ اور شوق سے سنتے۔ اور دل سے ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرتے پھر سمجھ کر اس پر عامل ہوتے۔ مگر منکرین کی ناشکری کا تو یہ حال ہے کہ توحید تک سے انہیں انکار ہے۔

یہاں تک رسالت اور توحید پر کفار کے اعتراضات کے جواب تھے۔ اب اسلام کے تیسرے بنیادی عقیدے یعنی آخرت پر ان کے اعتراض کو نقل کر کے اس کا جواب اگلی آیات میں دیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا اور ظاہری اور باطنی انعامات سے نوازا اور پھر سب سے بڑا انعام و احسان یہ فرمایا کہ ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اس نعمت عظمیٰ کے قدر اور حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے شکر گزار بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۬ؕ بَلۡ ہُمۡ بِلِقَآیِٔ رَبِّہِمۡ کٰفِرُوۡنَ ﴿۱۰﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو گئے تو کیا ہم پھر نئے جنم میں آویں گے، بلکہ وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہی ہیں۔

قُلۡ یَتَوَفّٰىکُمۡ مَّلَکُ الۡمَوۡتِ الَّذِیۡ وُکِّلَ بِکُمۡ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ

آپ فرما دیجئے کہ تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے۔ اور اگر آپ دیکھیں تو عجب حال دیکھیں

نَاکِسُوۡا رُءُوۡسِہِمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا وَسَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾

جب کہ یہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے، ہمارے پروردگار بس ہماری آنکھیں اور کان کھل گئے سو ہم کو پھر بھیج دیجئے ہم نیک کام کیا کریں گے

وَلَوۡ شِئۡنَا لَاٰتَیۡنَا کُلَّ نَفۡسٍ ہُدٰىہَا وَلٰکِنۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ مِنِّیۡ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَہَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّۃِ

ہم کو پورا یقین آ گیا۔ اور اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کا راستہ عطا فرماتے ولیکن میری یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنات

وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوۡقُوۡا بِمَا نَسِیۡتُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ ہٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیۡنٰکُمۡ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ

اور انسان دونوں سے ضرور بھروں گا۔ تو اب اس کا مزہ چکھو کہ تم اپنے اس دن کے آنے کو بھولے رہے، ہم نے تم کو بھلا دیا اور اپنے اعمال کی بدولت

الۡخُلۡدِ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾

ابدی عذاب کا مزہ چکھو۔

وَقَالُوۡا اور انہوں نے کہا	ءَاِذَا کیا جب	ضَلَلۡنَا ہم گم ہو جائیں گے	فِی الۡاَرۡضِ زمین میں	ءَاِنَّا کیا ہم	لَفِیۡ تو۔ میں	خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ نئی پیدائش	بَلۡ بلکہ	
ہُمۡ وہ	بِلِقَآیِٔ ملاقات سے	رَبِّہِمۡ اپنا رب	کٰفِرُوۡنَ منکر (جمع)	قُلۡ فرما دیں	یَتَوَفّٰىکُمۡ تمہاری روح قبض کرتا ہے	مَلَکُ الۡمَوۡتِ موت کا فرشتہ		
الَّذِیۡ وہ جو کہ	وُکِّلَ مقرر کیا گیا ہے	بِکُمۡ تم پر	ثُمَّ پھر	اِلٰی رَبِّکُمۡ تم اپنے رب کی طرف	تُرۡجَعُوۡنَ لوٹائے جاؤ گے	وَلَوۡ اور اگر	تَرٰۤی تم دیکھو	
اِذِ جب	الۡمُجۡرِمُوۡنَ مجرم (جمع)	نَاکِسُوۡا جھکائے ہوں گے	رُءُوۡسِہِمۡ اپنے سر	عِنۡدَ رَبِّہِمۡ اپنے رب کے سامنے	رَبَّنَاۤ اے ہمارے رب	اَبۡصَرۡنَا ہم نے دیکھ لیا		
وَسَمِعۡنَا اور ہم نے سن لیا	فَارۡجِعۡنَا پس ہمیں لوٹا دے	نَعۡمَلۡ ہم کریں گے	صَالِحًا اچھے عمل	اِنَّا بیشک ہم	مُوۡقِنُوۡنَ یقین کرنے والے	وَلَوۡ اور اگر		
شِئۡنَا ہم چاہتے	لَاٰتَیۡنَا ہم ضرور دیتے	کُلَّ نَفۡسٍ ہر شخص	ہُدٰىہَا اس کی ہدایت	وَلٰکِنۡ اور لیکن	حَقَّ ثابت ہو چکی ہے	الۡقَوۡلُ بات	مِنِّیۡ میری طرف سے	
لَاَمۡلَـَٔنَّ جَہَنَّمَ البتہ میں ضرور بھروں گا جہنم	مِنَ سے	الۡجِنَّۃِ جنوں	وَالنَّاسِ اور انسان	اَجۡمَعِیۡنَ اکٹھے	فَذُوۡقُوۡا پس چکھو تم	بِمَا وہ جو		
نَسِیۡتُمۡ تم نے بھلا دیا تھا	لِقَآءَ ملاقات	یَوۡمِکُمۡ اپنے دن	ہٰذَا اس	اِنَّا نَسِیۡنٰکُمۡ بیشک ہم نے تمہیں بھلا دیا	وَذُوۡقُوۡا اور چکھو تم			
عَذَابَ الۡخُلۡدِ ہمیشہ کا عذاب	بِمَا اس کا بدلہ جو	کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ تم کرتے تھے						

تفسیر و تشریح:- گذشتہ آیات میں رسالت اور توحید پر کفار کے اعتراضات کا جواب دینے کے بعد اب کفار کے تیسرے اعتراض کو ان آیات میں بیان کر کے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ منکرین قیامت کہتے ہیں اور تعجب کے لہجہ میں کہتے کہ بھلا ایسا بھی کبھی ممکن ہے کہ جب

ہمارے جسم مردہ ہوکر خاک میں رل مل جائیں اور بدن کے اجزا گل سڑ کر نیست نابود ہوجائیں تو پھر کیونکر زندہ ہوجاویں گے؟ تو ان کے اس خیال کا رد فرمایا جاتا ہے کہ ان کا زمین میں مل جانے کے بعد زندہ ہونے ہی پر تعجب نہیں بلکہ وہ دراصل اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانے ہی کے منکر ہیں گویا سرے ہی سے عقیدۂ حشر ہی سے انکار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ اول تو تمہیں وہ فرشتۂ موت اپنے قبضہ میں لے گا جو اس کام کے لئے تم پر مقرر کیا گیا ہے اس کے بعد تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے۔ مرنے پر تو تمہارا بھی یقین ہے۔ اب رہا دوسری بار زندہ ہونا سو جس نے اول بار نیست سے ہست کر دیا کیا وہ دوسری بار زندہ نہیں کرسکتا۔ ضرور کرسکتا ہے اور کرے گا۔ آگے اس حالت کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے جب اپنے رب کی طرف پلٹ کر یہ مجرمین قیامت میں حساب دینے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ مجرمین ذلت وندامت سے شرمندگی اور خوف سے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور یہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب اب ہم نے آنکھ سے حشر کا معاملہ دیکھ لیا۔ اور ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں۔ پیغمبر جو باتیں فرمایا کرتے تھے ان کا یقین آ گیا بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا کہ ایمان اور عمل صالح ہی خدا کے ہاں کام دیتا ہے۔ اب ایک مرتبہ پھر ہمیں دنیا میں بھیج دیجئے پھر دیکھئے کہ ہم کیسے نیک کام کرتے ہیں۔ اب ہمیں پورا یقین آ گیا اور اب ہم دنیا میں واپس جا کر آخرت سے بالکل غافل نہ ہوں گے۔ جواب ارشاد ہوگا کہ تم جھوٹے ہو۔ اگر دنیا کی طرف لوٹائے جاؤ تو پھر وہی شرارتیں کروگے۔ تمہاری طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ شیطان کے اغوا کو قبول کرے اور اللہ کی رحمت سے دور بھاگے۔ بیشک ہم کو قدرت تھی۔ چاہتے تو ایک طرف سے تمام آدمیوں کو زبردستی اسی راہ ہدایت پر قائم رکھتے جس کی طرف انسان کا دل فطرۃً رہنمائی کرتا ہے لیکن اس طرح سب کو ایک ہی طور وطریق اختیار کرلینے کے لئے مضطر اور مجبور کردینا ہماری حکمت کے خلاف تھا۔ تم کو رسولوں نے بہت کچھ سمجھایا پر تم نے نہ مانا اس لئے اللہ کا نوشتۂ ازلی اور وہ قول پورا ہوگیا کہ یہ لوگ جہنم میں جاویں گے۔ یہاں اشارہ اس قول کی طرف ہے جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت ابلیس کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا تھا۔ سورۂ ص ۲۳ ویں پارہ کے آخری رکوع میں اس وقت کا پورا قصہ بیان کیا گیا ہے جب کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا جس پر وہ راندۂ درگاہ ہوا اور اس نے قیامت تک کی مہلت مانگی اور نسل آدم کو بہکانے کے عزم کا اظہار کیا تو جواب میں حق تعالیٰ نے بھی فرمادیا **فالحق والحق اقول لاملئن جھنم منک وممن تبعک منھم اجمعین.** (پس حق یہ ہے اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں کہ میں جہنم کو بھردوں گا تجھ سے اور ان لوگوں سے جو تیری پیروی کریں گے) پس حکم ہوگا کہ اے منکرین دنیا کے عیش میں گم ہوکر تم نے اس بات کو بالکل بھلا دیا تھا کہ کبھی اپنے رب کے سامنے بھی جانا ہے۔ پس آج کے دن کو فراموش کرنے کا مزہ چکھو۔ تم نے ہم کو بھلا دیا تھا۔ ہم نے بھی تم کو بھلا دیا یعنی کبھی رحمت سے یاد نہیں کئے جاؤ گے۔ اب تم اپنے کرتوتوں کے سبب جو کچھ تم دنیا میں کرتے رہے ہو عذاب ابدی کا مزہ چکھو۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو آخرت کا یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کے تیاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ حق تعالیٰ قیامت کے روز ندامت اور شرمندگی سے ہم سب کو بچاویں اور اس زندگی میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرماویں کہ جو میدان حشر میں ہمیں سرخروئی اور کامیابی نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر وفکر کی دائمی توفیق عطا فرمائیں اور ہمارے دلوں کو ایمان ویقین والے راستہ پر اپنی زندگی گزارنے کا عزم وہمت نصیب فرمائیں۔ اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا

بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ

يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

السجدة

لوگ تکبر نہیں کرتے۔اُن کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے

يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

خرچ کرتے ہیں۔سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کیلئے خزانہ غیب میں موجود ہے یہ اُن کو اُن کے اعمال کا صلہ ملا ہے۔

إِنَّمَا اسکے سوانہیں	يُؤْمِنُ ایمان لاتے ہیں	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں پر	الَّذِيْنَ وہ جو	إِذَا جب	ذُكِّرُوْا یاددلائی جاتی ہیں	بِهَا وہ	
خَرُّوْا سُجَّدًا گر پڑتے ہیں سجدہ میں	وَسَبَّحُوْا اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں	بِحَمْدِ تعریف کے ساتھ	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَهُمْ اور وہ			
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ تکبر نہیں کرتے	تَتَجَافٰى الگ رہتے ہیں	جُنُوْبُهُمْ ان کے پہلو	عَنِ سے	الْمَضَاجِعِ خوابگاہوں (بستروں)	يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں		
رَبَّهُمْ اپنا رب	خَوْفًا ڈر	وَطَمَعًا اور امید	وَمِمَّا اور اس سے	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیا	يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں	فَلَا تَعْلَمُ سونہیں جانتا	نَفْسٌ کوئی شخص
مَا جو	أُخْفِيَ چھپا رکھا گیا	لَهُمْ ان کے لئے	مِنْ سے	قُرَّةِ أَعْيُنٍ آنکھوں کی ٹھنڈک	جَزَآءً جزا	بِمَا اس کا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے تھے

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں منکرین قیامت وآخرت کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ابھی تو یہ منکرین یوں کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی میں رل مل جائیں گے تو پھر دوبارہ زندگی اور حشر نشر اور جزا وسزا اور عذاب وثواب کا کیا سوال۔ایسے منکرین کے متعلق بتلایا گیا کہ ابھی تو باتیں بناتے ہیں لیکن میدان حشر میں جب یہ دوبارہ زندہ کر کے کھڑے کئے جائیں گے تو اس وقت ان کے سر شرم وندامت سے جھکے ہوئے ہوں گے اور پھر اس وقت کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار اب ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا اور اب ہم کو پورا یقین آپ کی اور آپ کے رسولوں کی باتوں کا آ گیا۔اب آپ ہمیں پھر دنیا میں بھیج دیں۔اب ہم ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کریں گے مگر اس وقت ان کی یہ درخواست محض بیکار ہوگی اور بطور سرزنش کے ان سے کہا جائے گا کہ اس آخرت فراموشی اور اس کے جھٹلانے کا اب خمیازہ بھگتو اور اپنے کرتوتوں کا نتیجہ عذاب ابدی کی صورت میں چکھو۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ بدنصیب منکرین اور نالائق مکذبین کیا ایمان لاویں گے اور کیا ہماری آیتوں کو مانیں گے۔ہماری آیتوں کو تو وہی لوگ مانتے ہیں جو ازلی نیک بخت ہیں اور پھر ان کی علامات اور صفات حمیدہ بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلی صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ جب ان کو آیات الٰہی سنا کر سمجھایا جاتا ہے تو خوف وخشیت اور خشوع وخضوع سے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ زبان سے اللہ کی حمد وتسبیح کرتے ہیں مثلاً سبحان اللہ. والحمدللہ یاسبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کہتے ہیں۔امام بخاریؒ نے آخری حدیث جو بخاری شریف میں روایت کی اس میں ان الفاظ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوکلمہ ایسے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں اور زبان پر نہایت ہلکے ہیں

مگر میزان میں بہت بھاری ہیں وہ کلمات یہ ہیں **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**. اکثر بزرگان دین ایک تسبیح یعنی سو مرتبہ فرض نماز فجر سے پہلے ان کلمات کی یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ ۔ سبحان اللہ العظیم پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں اور بہت اس کے برکات وفوائد بیان کرتے ہیں قارئین بھی اس کو اپنا معمول بنالیں۔ چند منٹ ۱۰۰ مرتبہ پڑھنے میں خرچ ہوتے ہیں مگر اجروثواب اور دینی ودنیوی فوائد بے حد ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ تیسری صفت ان صاحب ایمان بندوں کی یہ فرمائی کہ دل میں کبروغرور اور بڑائی کی بات نہیں رکھتے۔ نہ تو اللہ کے بندوں سے تکبر کرتے ہیں نہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے تکبر کر کے سرتابی کرتے ہیں یعنی اپنے غلط خیالات کو چھوڑ کر اللہ کی بات مان لیتے اور اللہ کی بندگی اختیار کر کے اس کی عبادت کو بجا لانے میں اپنی کسر شان نہیں سمجھتے اور نفس کی بڑائی انہیں آیات اللہ اور احکام الٰہیہ کے آگے جھکنے سے مانع نہیں ہوتی۔

چوتھی صفت یہ بتلائی کہ وہ راتوں کو اپنے بستروں اور خواب گاہوں سے اٹھ کر تہجد کی ماز پڑھتے ہیں۔ اس میں خوف اور امید کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں۔ دعا و ذکر کرتے ہیں اور مناجات میں مشغول ہوتے ہیں۔

یہاں آیت میں میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے اکثر مفسرین نے نماز تہجد مراد لی ہے جس کی احادیث صحیحہ میں بڑے فضائل و برکات و تاکید وارد ہے۔ بعض مفسرین نے صبح کی یا عشا کی نماز۔ یا مغرب اور عشاء کے درمیان کے نوافل بھی مراد لئے ہیں مگر راجح تفسیر نماز تہجد ہی کے متعلق ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام اور صالحین امت کا ہمیشہ سے دستور ہے کہ وہ نصف شب کے بعد اخیر شب میں اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تو نماز تہجد فرض تھی اور تمام امت کے لئے مسنون ہے اور احادیث میں اس کی بڑی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ضرور تہجد پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ وشعار رہا ہے اور قرب الٰہی کا خاص وسیلہ وذریعہ ہے اور وہ گناہوں کے برے اثرات کو مٹانے والی اور معاصی سے روکنے والی چیز ہے۔ بعض احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ اپنے پورے لطف و کرم اور اپنی خاص شان رحمت کے ساتھ اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جن بندوں کو ان باتوں کا کچھ احساس وشعور بخشا گیا ہے وہ اس مبارک وقت کی خاص برکات کو محسوس بھی کرتے ہیں اور حضرت اسا بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو قیامت کے روز جمع فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی کھڑا ہوگا جس کی آواز تمام مخلوقات سنے گی۔ وہ ندا دے گا کہ اہل محشر آج جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون لوگ عزت وآرام کے مستحق ہیں۔ پھر وہ فرشتہ ندا دے گا کہ اہل محشر میں سے وہ لوگ کھڑے ہوں جن کی صفت یہ تھی **تتجا فی جنوبھم عن المضاجع** یعنی ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوجاتے ہیں۔ اس آواز پر یہ لوگ کھڑے ہوں گے جن کی تعداد قلیل ہوگی۔ (ابن کثیر) اور اسی روایت کے بعض الفاظ میں ہے کہ یہ لوگ بغیر حساب کے جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد اور تمام لوگ کھڑے ہوں گے ان سے حساب لیا جائے گا (مظہری) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ان حقائق کا ہم کو بھی ایسا یقین نصیب فرمائیں کہ جو اس وقت بے چین کر کے اللہ کے سامنے حاضری۔ دعا۔ سوال اور استغفار کے لئے کھڑا کر دیا کرے۔

پانچویں صفت **وممّا رزقنھم ینفقون** کی فرمائی یعنی ہمارے دیئے ہوئے رزق سے تھوڑا یا بہت جس کو ہم نے جتنا دیا

7 ہے اس میں سے اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ یہاں رزق سے مراد ہے رزق حلال کیونکہ مال حرام کو اللہ تعالیٰ اپنے دیئے ہوئے رزق سے تعبیر نہیں فرماتا آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جب ان ایمان لانے والے بندوں کا ہمارے ساتھ یہ معاملہ ہے تو ہمارا برتاؤ بھی ان کے ساتھ یہ ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ ان کے ان نیک کاموں کے بدلہ میں کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان خزانہ غیب میں موجود ہے۔ جس کو ان کے لئے قیامت میں ظاہر کیا جائے گا۔ ایک حدیث قدسی میں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے مروی ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک صالح بندوں کے لئے وہ وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کوئی انسان کبھی اس کا تصور کر سکا ہے گویا جنت کی نعمتوں کا پورا اندازہ انسان کو اپنے ان دنیوی حواس کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کے حوالہ سے اپنی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ ادنیٰ جنتی کا درجہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ ادنیٰ جنتی وہ شخص ہے جو کل جنتیوں کے جنت میں چلے جانے کے بعد آئے گا اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا خدایا کہاں جاؤں۔ ہر ایک نے اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو اس پر خوش ہے کہ تیرے لئے اتنا ہو جتنا کہ دنیا کے کسی بہت بڑے بادشاہ کے پاس تھا وہ کہے گا پروردگار میں اس پر خوش ہوں اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیرے لئے اتنا ہی اور۔ اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور۔ اور پانچ گنا۔ یہ کہے گا بس بس اے رب میں راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ سب ہم نے تجھے دیا اور اس کا دس گنا اور بھی دیا اور بھی جس چیز کو تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ یہ کہے گا کہ میرے پروردگار میری تو باچھیں کھل گئیں اور میرا جی خوش ہو گیا۔

تو گویا آیت میں یہاں یہ بتلا کر جزآء بما کانو یعملون کہ یہ انتہائی نعمتیں صلہ میں اعمال حسنہ کی خاص ترغیب دلائی گئی جو یہاں پانچ صفات اہل ایمان کی بیان فرمائیں۔

یہ انجام بیان ہوا مومنین کا اور گذشتہ درس میں ذکر کفار مجرمین کا ہو چکا ہے۔ اس طرح دونوں کا حال و مآل بتلا کر آگے بتلایا جاتا ہے کہ دونوں آخرت میں برابر کیسے ہو سکتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔ چونکہ ان تلاوت کردہ آیات میں پہلی آیت آیت سجدہ ہے۔ اس لئے سب قارئین و سامعین پر اس آیت کے پڑھنے سننے سے سجدہ واجب ہو گیا ہے۔ اس لئے سب صاحبان ایک سجدہ تلاوت ادا کر لیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو بھی قرآنی انوار سے منور فرما دیں اور قرآن پاک پڑھ کر اور سن کر ہمارے خشوع و خضوع میں بھی ترقی عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے ذکر و فکر۔ حمد و ثنا تسبیح و تحمید کی دائمی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ اور اپنے احکام کی پوری پوری اطاعت نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ۞ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

تو جو شخص مومن ہو کیا وہ اس شخص جیسا ہو جاوے گا جو بے حکم ہو وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞

سو ان کیلئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو ان کے اعمال کے بدلہ میں بطور ان کی مہمانی کے ہیں۔

اَفَمَنْ تو کیا جو	كَانَ ہو	مُؤْمِنًا مومن	كَمَنْ اس کے مانند جو	كَانَ ہو	فَاسِقًا فاسق نافرمان	لَا يَسْتَوٗنَ وہ برابر نہیں ہوتے	اَمَّا رہے
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	فَلَهُمْ تو ان کیلئے	جَنّٰتُ الْمَاْوٰى باغات رہنے کے	نُزُلًا مہمانی		
	بِمَا اسکے (صلہ میں) جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے					

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں پہلے منکرین قیامت کا بیان ہوا تھا کہ آج تو وہ بے دھڑک آخرت کی زندگی کا انکار کر رہے ہیں۔لیکن قیامت میں جب ان کی آنکھیں کھلیں گی تو اس وقت انہیں یقین ہوگا کہ واقعی جو اللہ کے رسول کہتے تھے سب سچ اور امر حق تھا۔مگر اس وقت سوائے ندامت اور شرمندگی اور عذاب الیم کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔منکرین کے بعد ایمان والوں کا ذکر فرمایا گیا تھا اور ان کی صفات و حالات بتلائے گئے تھے کہ اللہ کی وہ آیات سنتے ہیں تو خشوع وخضوع سے ان کے دل لبریز ہو جاتے ہیں اور زبان سے وہ اللہ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔تکبر ان میں نام کو نہیں ہوتا۔اور راتوں میں نیند چھوڑ کر بستروں سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کی یاد اور اس سے داد فریاد میں لگ جاتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈر کر اور اس کی رحمت کے امیدوار ہو کر اسے پکارتے ہیں اور جو اللہ نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔تو اللہ نے بھی بڑی بڑی نعمتیں ان کی راحت اور سرور کی مہیا کر رکھی ہیں جن کو قیامت میں ان کے لئے ظاہر کیا جائے گا۔اس طرح مومنین ومنکرین دونوں کا انجام ذکر فرمایا گیا تھا۔

اب آگے ان آیات میں فرمایا جاتا ہے کہ تمہی بتلاؤ جو شخص خدا کی باتوں کو ماننے والا ہے کیا وہ اس جیسا ہے جو کہ نافرمان ہے۔ ہرگز نہیں اور جب یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو دونوں کے ساتھ برتاؤ بھی یکساں نہیں ہوسکتا۔یہاں آیت افمن کان مومنا کمن کان فاسقاً میں مومن اور فاسق کے دو مقابل الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔مومن سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور معبود واحد مان کر اس قانون کی اطاعت اختیار کرے جو اللہ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا میں بھیجا ہے اس کے برعکس فاسق یعنی کافر وہ ہے جو اللہ کے حکم کے خلاف چلے۔ اللہ کے قانون سے بغاوت اور نافرمانی برتے۔خود مختاری اور اطاعت غیر اللہ کا رویہ اختیار کرے تو جب دنیا میں ان دونوں کا طرز فکر اور طرز حیات یکساں نہیں تو آخرت میں ان کے ساتھ خدا کا معاملہ یکساں کیوں ہونے لگا۔ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بڑے لوگوں کے نوکر چاکر کئی قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ کہ جو مالک نے حکم دیا دوڑ کر بسروچشم بجالائے اور فوراً تعمیل کردی دوسرے وہ جو ڈھیٹ بن کر بیٹھ گئے لیکن پھر بادل ناخواستہ اٹھے اور ادھورا سدھورا کام کر کے جان چھڑائی اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو حکم کو خاطر ہی میں نہیں لاتے۔مالک کچھ ہی کہا کرے مگر وہ کریں گے وہی جو ان کا دل چاہے تو ایک خبردار اور ہوشیار مالک کے نزدیک یہ سب یکساں نہیں ہو سکتے تو اللہ کے نزدیک جو دلوں کے راز اور بھیدوں تک سے واقف ہے مومن اور فاسق کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔پھر آگے اس کی مزید وضاحت فرمائی جاتی ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور صرف ایمان لانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے اعمال

صالحہ بھی کیے جن کی تشریح گذشتہ آیات میں ہو چکی ہے ان کا ٹھکانہ جنت میں ہے کہ وہی ان کا اصلی مقام ہے اور دنیا تو ایک کوچ کر جانے کی منزل ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے انکی دنیا میں اطاعت و فرمانبرداری جنت کی مہمانی کا سبب بن جائے گی۔ یعنی جنت کی نعمتیں اہل ایمان کو مثل مہمان کے اکرام کے ساتھ ملیں گی نہ کہ سائل محتاج کی طرح بے قدری اور بے وقعتی کے ساتھ۔

اب یہاں مناسب معلوم ہوا کہ جنت کی مہمانی اور وہاں کی نعمتوں کا کچھ حال بیان کر دیا جائے۔ مگر حقیقتاً جنت کی نعمتوں کا پورا اندازہ انسان کو اس دنیا میں اپنے ان ناسوتی حواس کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا تاہم قرآن اور حدیث میں جس طرح جنت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کا مختصر احوال حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث و مفسر دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب قیامت نامہ میں اس طرح لکھا ہے کہ جب تمام لوگ دوزخ اور جنت میں داخل ہو چلیں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان منادی ہوگی کہ اے اہل جنت جنت کے کناروں پر آ جاؤ۔ اور اے اہل دوزخ دوزخ کے کناروں پر آ جاؤ۔ اہل جنت کہیں گے ہم کو تو ابدالآباد کا وعدہ دلا کر جنت میں داخل کیا ہے اب کیوں طلب کیا ہے اور اہل دوزخ نہایت خوش ہو کر کناروں کی طرف دوڑ پڑیں گے اور کہیں گے شاید ہماری مغفرت کا حکم ہو گا پس جس وقت سب کناروں پر آ جائیں گے تو ان کے مابین موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں حاضر کر دیا جائے گا اور لوگوں سے کہا جائے گا کہ کیا اس کو پہچانتے ہو سب کہیں گے کہ ہاں جانتے ہیں کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے موت کا پیالہ نہ پیا ہو۔ اس کے بعد اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ اس کو حضرت یحییٰ علیہ السلام ذبح کریں گے پھر وہ منادی آواز دے گا اے اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں اور اے اہل دوزخ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں۔ اہل جنت اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ خوشی شادی مرگ ہو جاتی اور اہل دوزخ اس قدر رنجیدہ ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ غم کے مارے مر جاتے۔ اس کے بعد حکم ہو گا کہ دوزخ کے دروازوں کو بند کر کے اس کے پیچھے بڑے بڑے آتشی شہتیر بطور پشتبان لگا دو تا کہ دوزخیوں کو نکلنے کا خیال بھی نہ رہے اور اہل جنت کو جنت میں ابدالآباد تک رہنے کا یقین و اطمینان ہو جائے۔ جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مشک و زعفران کے گارے سے بنی ہوئی ہیں اس کی سڑکیں اور پٹریاں زمرد۔ یاقوت اور بلور سے۔ اس کے باغیچے نہایت پاکیزہ ہیں جن میں بجائے بجری زمرد یاقوت اور موتی وغیرہ پڑے ہیں۔ اس کے درختوں کی چھالیں طلائی و نقرئی ہیں۔ شاخیں بے خار و بے خزاں۔ اس کے میووں میں دنیا کی نعمتوں کی گونا گوں لذتیں ہیں۔ ان کے نیچے ایسی نہریں ہیں جن کے کنارے پاکیزہ جواہرات سے مرصع ہیں۔ ان نہروں کی چار قسمیں ہیں ایک وہ کہ جن کا پانی نہایت شیریں و ٹھنڈا ہے۔ دوسری وہ جو ایسے دودھ سے لبریز ہیں جس کا مزا نہیں بگڑتا۔ تیسری ایسی شراب کی ہیں جو نہایت فرحت افزا و خوش رنگ ہے۔ چوتھی نہایت صاف و شفاف شہد کی ہیں علاوہ اس کی تین قسم کے چشمے ہیں ایک کا نام کافور ہے جس کی خاصیت خنکی ہے۔ دوسرے کا نام زنجبیل ہے جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں اس کی خاصیت گرم ہے مثل چاء و قہوہ۔ تیسرے کا نام تسنیم ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ہوا میں معلق جاری ہے۔ ان تینوں چشموں کا پانی مقربین کے لئے مخصوص ہے لیکن اصحاب یمین کو بھی جو ان سے کمتر ہیں ان میں سر بمہر گلاس مرحمت ہوں گے جو پانی پینے کے وقت گلاب اور کیوڑہ کی طرح سے اس میں سے تھوڑا تھوڑا ملا کر پیا کریں گے۔ اور رویدار الٰہی کے وقت ایک اور چیز عنایت ہوگی جس کا نام شراب طہور ہے جو ان تمام چیزوں سے افضل و اعلیٰ ہے جنت کے درخت باوجود نہایت بلند و بزرگ اور سایہ دار ہونے کے اس قدر باشعور ہیں کہ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ اس قدر نیچے کو جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لیا کرے گا۔ جنت

کے فرش وفروش ولباس وغیرہ نہایت پاکیزہ اور عمدہ ہیں اور ہر شخص کو وہی لباس عطا کئے جائیں گے جو اس کو مرغوب ہوں گے ریشمین۔ اطلس۔ زربفت وغیرہ اور بعض ان میں ایسے نازک وباریک ہوں گے کہ ستر تہوں میں بھی بدن نظر آئے گا۔ جنت میں نہ سردی ہے نہ گرمی۔ نہ آفتاب کی شعاعیں نہ تاریکی بلکہ ایسی حالت ہے جیسا کہ طلوع آفتاب سے کچھ پیشتر ہوتی ہے مگر روشنی میں ہزار ہا درجہ اس سے برتر ہوگی جو عرش کے نور کی ہوگی نہ کہ چاند سورج کی چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر جنت کا لباس وزیور زمین پر لایا جائے تو وہ اپنی چمک دمک سے جہان کو اس قدر روشن کردے گا کہ آفتاب کی روشنی اس کے سامنے ماند ہوجائے گی۔ جنت میں ظاہری کثافت وغلاظت یعنی پیشاب، پاخانہ۔ تھوک۔ بلغم۔ ناک کا رینٹ۔ پسینہ ومیل بدن وغیرہ بالکل نہ ہوں گے۔ صرف سر پر بال ہوں گے اور داڑھی مونچھ اور دیگر قسم کے بال جو جوانی میں پیدا ہوتے ہیں بالکل نہ ہوں گے اور نہ کوئی بیماری ہوگی اور باطنی کثافتوں یعنی کینہ۔ بغض۔ حسد۔ تکبر۔ عیب جوئی۔ غیبت وغیرہ سے دل پاک صاف ہوں گے۔ سونے کی حاجت نہ ہوگی۔ اور خلوت واستراحت کے لئے پردہ والے مکان ومحلات ہوں گے۔ ملاقات اور مجلس کے وقت صحن اور میدانوں میں جمع ہوں گے۔ ان کی غذاؤں کا فضلہ خوشبودار ڈکاروں اور معطر پسینوں سے رفع ہوا کرے گا۔ جس قدر کھائیں گے فوراً ہضم ہوجایا کرے گا۔ بدہضمی اور گرانی شکم کا نام تک نہ ہوگا۔ سیر وتفریح کے واسطے ہوائی سواریاں اور تخت ہوں گے جو ایک گھنٹہ میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرتے ہوں گے۔ جنت میں ایسے قبے۔ برج اور بنگلے ہوں گے جو ایک ہی یاقوت یا موتی یا زمرد یا دیگر جواہرات سے رنگ برنگ بنے ہوں گے جن کی بلندیاں اور عرض ۶۰-۶۰ گز ہوں گی۔ اہل جنت کی خدمت۔ راحت۔ آسائش وآرام وغیرہ کے لئے حور وغلمان و ازواج موجود ہوں گے۔ جنت آٹھ ہیں۔ جن میں سے سات تو سکونت کے لئے مخصوص ہیں اور آٹھویں دیدار الٰہی کے لئے جس کو بارگاہِ الٰہی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اہل جنت میں سے ادنی شخص کو دنیاوی آرزوؤں سے دس گنا زیادہ مرحمت ہوگا اور بعض روایتوں میں ہے کہ ادنیٰ اہل جنت کی ملک حشم خدم۔ اسباب۔ سامان راحت وغیرہ وغیرہ اسی سال کی مسافت کے برابر پھیلاؤ میں ہوں گے۔ اور جنت کے بعض بڑے بڑے میوے ایسے ہوں گے کہ جس وقت اس کو جنتی توڑے گا تو اس میں سے نہایت خوبصورت پاکیزہ حور مع لباس فاخرہ وزیور کے برآمد ہوگی اور اپنے مالک کی خدمت گزار ہوگی اہل جنت کے قد وقامت مانند حضرت آدم علیہ السلام کے ۶۰-۶۰ ہاتھ ہوں گے اور دیگر اعضا بھی انہی قد وقامت کے مناسب ہوں گے۔ بلحاظ صورت نہایت حسین وجمیل ہوں گے اور ہر ایک عین شباب کی حالت میں ہوگا۔ ذکر الٰہی بے تکلف اس طرح دل اور زبانوں پر جاری ہوگا جیسا کہ دنیا میں سانس آتا جاتا ہے اور جیسا کہ جنت کی نعمتوں سے بدن کو لذت حاصل ہوگی اسی طرح سے باطنی لذات یعنی انوار وتجلیات الٰہی بھی حاصل ہوتی رہیں گی اور جنت کی سب سے بہتر اور افضل نعمت دیدار الٰہی ہے۔

الغرض مومنین کاملین کا ٹھکانا آخرت میں جنت ہوگا جس کا مختصر ذکر اوپر ہوا اب آگے مومنین کے مقابلہ میں فاسقین کافرین کا انجام جہنم بتلایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔ جہاں جہنم کا کچھ حال بیان کیا جائے گا۔ جس سے فاسقین کافرین کو واسطہ پڑتا ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ جس جنت کا حال اس وقت ہم نے پڑھا اور سنا ہے اے اللہ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بے حساب وہاں داخل ہونا نصیب فرمائیے۔ اور وہاں کی مہمانی ہمارے لئے مقدر فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ

اور جولوگ بے حکم تھے سواُن کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ لوگ جب اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اوران کو کہا جاوے گا

لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۰

کہ دوزخ کا وہ عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

وَاَمَّا اور رہے	الَّذِيْنَ وہ جنھوں نے	فَسَقُوْا نافرمانی کی	فَمَاْوٰىهُمُ تو ان کا ٹھکانا	النَّارُ جہنم	كُلَّمَا جب بھی	اَرَادُوْا وہ ارادہ کریں گے
اَنْ يَّخْرُجُوْا کہ وہ نکلیں	مِنْهَا اس سے	اُعِيْدُوْا لوٹا دیے جائیں گے	فِيْهَا اس میں	وَقِيْلَ اور کہا جائے گا	لَهُمْ انہیں	ذُوْقُوْا تم چکھو
عَذَابَ النَّارِ دوزخ کا عذاب	الَّذِيْ وہ جو	كُنْتُمْ تم تھے	بِهٖ اس کو	تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں مومن اور فاسق ہرگز برابر نہیں ہوسکتے اور اس لئے دونوں کے ساتھ برتاؤ بھی یکساں نہیں ہوسکتا اس کے بعد ایک حقیقی مومن کو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی وجہ سے آخرت میں جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں جو ملنے والی ہیں اس کی بشارت سنائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں جنت کی نعمتوں کا کچھ حال جو قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں گذشتہ درس میں بیان کیا گیا تھا۔

اب مومن اور اس کے انجام آخرت کے مقابلہ میں فاسق یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی نافرمانی۔ ان سے بغاوت وسرتابی۔ خودمختاری اور اطاعت غیر اللہ کو اختیار کرنے والے کا انجام آخرت اس آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے تا کہ ایمان کے ثمرات کے مقابلہ میں کفر وفسق کے نتائج بھی انسانوں کے سامنے آجائیں جس سے مقصود یہ ترغیب دلانا ہے کہ لوگ برا انجام سامنے آنے سے پہلے کفر وفسق چھوڑ دیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت فرمانبرداری قبول کرلیں۔ چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں کفر وفسق کا راستہ اختیار کیا ان کا ٹھکانہ آخرت میں جہنم ہے۔ اب جہنم کیا ہے؟ کتنے اس کے طبقات ہیں؟ کیا وہاں کے حالات ہیں؟ ان کو بھی مختصرا

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ''قیامت نامہ'' سے نقل کئے جاتے ہیں۔

''جب کفار آگ میں مجتمع ہوجائیں گے تو شیطان یعنی ابلیس آگ کے منبر پر چڑھ کر سب کو اپنی طرف بلائے گا اور جہنمی اس گمان سے کہ یہ ہمارا سردار ہے کسی نہ کسی مکروحیلہ سے ہم کو نجات دلائے گا سب اس کے پاس آجائیں گے۔ پس شیطان کہے گا کہ خدا کے تمام احکام بجا اور درست تھے میں تمہارا اور تمہارے باپ کا دشمن تھا مگر یہ یادر ہے کہ میں نے تم میں سے کسی کو زبردستی اپنی طرف نہیں کھینچا۔ البتہ برے کاموں کی ترغیب میں نے دی۔ تم نے بسبب کم عقلی اور خام طبعی میرے وسوسوں کو سچا جان کر اختیار کیا پس اس وقت تم سب اپنے آپ ہی پر ملامت کرو نہ کہ مجھ پر۔ علاوہ ازیں مجھ سے کسی قسم کی نجات وخلاصی دلانے کی امید نہ رکھنا۔ اس یاس وناامیدی کے جواب کو سن کر آپس میں لعن طعن کرنے لگیں گے۔ بڑے اور چھوٹے سب چاہیں گے کہ اپنے وبال کو دوسرے پر ڈال کر خود سبکدوش ہوجائیں مگر یہ خیال محال اور بے سود ہوگا اور قہر کے فرشتے ان کو کشاں کشاں اس مقام تک پہنچادیں گے جو ان کے اعمال وعقائد سے مناسبت رکھتا ہوگا۔ دوزخ کی آگ یہاں کی آگ سے ۷۰ فیصد زیادہ گرم ہے۔ اس

کا رنگ شروع میں سفید تھا۔ پھر ہزار برس اس کو جلایا گیا تو رنگ سرخ ہوگیا۔ اور پھر ہزار برس جلایا گیا تو اب سیاہ ہے۔ اس کے سات طبقہ ہیں جن میں ایک ایک بڑا پھاٹک ہے۔ اول طبقہ گنہگار مسلمانوں اور ان کفار کے لئے ہے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے مخصوص ہے۔ بخاری و مسلم کی صحیح روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان چپلوں کے تسمے آگ کے ہوں گے ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا کہ جس طرح چولہے پر دیگچی کھولتی ہے اور اس میں جوش آتا ہے اور وہ اپنے ہی کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں سمجھے گا حالانکہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔ اس پہلے طبقہ کے علاوہ جہنم کے دیگر طبقات کفار و مشرکین۔ آتش پرست۔ دھریئے۔ یہود نصاریٰ اور منافقین کے لئے مقرر ہیں ان طبقات میں سے ہر ایک میں نہایت سخت اور قسم قسم کے عذاب اور عجب طرح کے مکانات ہیں مثلاً ایک مکان ہے جس کا نام غی ہے جس کی سختی سے باقی دوزخ بھی ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے ایک اور مکان ہے جس میں بے انتہا سردی ہے جس کو زمہریر کہتے ہیں اور یہ سردی کا عذاب جنات کے لئے ہوگا ایک اور مکان ہے جس کو جب الحزن کہتے ہیں یعنی غم کا کنواں۔ ایک کنواں ہے جس کو طینۃ الخبال یعنی راد۔ پیپ کی کیچڑ کہتے ہیں۔ ایک پہاڑ ہے جس کو صعود کہتے ہیں اس کی بلندی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے جس پر کفار کو چڑھا کر دوزخ کی تہہ میں پھینکا جائے گا۔ ایک تالاب ہے جس کا نام حمیم ہے۔ اس کا پانی اتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائیں گی اور نیچے کا ہونٹ سوج کر سینے اور ناف تک پہنچے گا۔ یہ آبِ حمیم جو دوزخیوں کو پینے کو ملے گا حلق سے نیچے اترتے ہی پھیپھڑے معدہ اور انتڑیوں کو پھاڑ دے گا۔ ایک اور تالاب ہے جس کو غساق کہتے ہیں اس میں کفار کا پسینہ، پیپ اور لہو بہ کر جمع ہوتا ہے ایک چشمہ ہے جس کا نام غسلین ہے اس میں کفار کا میل کچیل جمع ہوتا ہے۔ اس قسم کے بہت سے خوفناک مکانات ہیں۔ اہل دوزخ کے جسم بہت چوڑے چکلے بنا دیئے جائیں گے تا کہ سختی عذاب زیادہ ہو اور ان کے ہر ایک رگ و ریشہ کو ظاہراً و باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائے جائیں گے مثلاً جلانا۔ کچلنا۔ سانپ بچھوؤں کا کاٹنا۔ کانٹوں کا چبھونا۔ کھال کا چیرنا۔ مکھیوں کا زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ اور جہنم کے سانپ بچھو الامان الحفیظ اس قدر زہریلے ہیں کہ ان میں کا کوئی سانپ جس دوزخی کو ایک دفعہ ڈسے گا تو ۴۰ سال کی مدت تک وہ اس کے زہر کے اثر سے تڑپے گا اور اسی طرح دوزخ میں بچھو ہیں جو اپنی جسامت میں خچروں کی مانند ہیں وہ بھی ایسے زہریلے ہیں کہ ان میں سے کوئی کسی دوزخی کو ایک دفع ڈنک مارے گا تو چالیس سال تک وہ اس کے زہر کی تکلیف پائے گا جہنم کی شدت گرمی سے ان کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے۔ مگر یہ واضح رہے کہ جسم کے اصلی اجزا برقرار رہیں گے صرف گوشت اور پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا اور غم و حسرت۔ ناامیدی وغیرہ کی تکلیفات بقدر جسامت علیحدہ برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھال ۴۲-۴۲ ہاتھ موٹی ہوگی۔ دانت پہاڑ کے مانند۔ بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت اور ایک روایت میں ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان کی برابر جگہ گھیریں گے دوزخ میں کفار کے دونوں مونڈھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا کہ تیز رو سوار کے تین دن کی مسافت علاوہ دیگر عذابوں کے بھوک کا عذاب اس قدر سخت کر دیا جائے گا کہ جو تمام عذابوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔ دوزخی جب بھوک کی شدت سے فریاد کریں گے تو

کھانے کے لئے ان کو ضریع یعنی خاردار اور سخت بدبودار گھاس دی جائے گی۔ جس سے نہ ان کا پیٹ بھرے گا اور نہ ان کی بھوک دفع ہوگی پھر بے چین اور بے قرار ہوکر غذا طلب کریں گے تو زقوم یعنی جہنم میں پیدا ہونے والا نہایت تلخ خاردار پھل دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کردے پس کیا گزرے گی اس شخص پر جس کا کھانا وہی زقوم ہوگا۔ پھر غساق یعنی وہ سڑی ہوئی پیپ جو جہنمیوں کے زخموں سے نکلے گی وہی انتہائی بھوک میں ان کی غذا ہوگی جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ اسقدر بدبودار ہوگی کہ ایک ڈول اس دنیا میں بہادیا جائے تو ساری دنیا اس کی سرانڈ سے بدبودار ہوجائے پھر جہنمی جب زقوم کو کھانا شروع کریں گے تو وہ گلے میں پھنس جائے گا تو کہیں گے کہ دنیا میں جب ہمارے گلے میں لقمہ اٹک جاتا تھا تو پانی سے نگل لیا کرتے تھے لہٰذا طالب آب ہوں گے تو حکم ہوگا جحیم سے پانی پلادو۔ اس پانی کے منہ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر اتنے سوج جائیں گے پیشانی اور سینہ تک پہنچ جائیں گے۔ حلق ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا انتڑیاں پھٹ کر پاخانہ کے راستہ سے نکل پڑیں گی۔''

دوزخ کی آگ۔ اس کی گرمی۔ سانپ۔ بچھو۔ کھانے پینے کی چیزیں یہ سب کچھ عذاب ہی عذاب ہوگا مگر یہ جو کچھ اب تک ذکر کیا گیا ہے یہ دوزخ کے عذاب کا تھوڑا سا حصہ ہے۔ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ بھی بہت سے طریقوں سے عذاب دیا جائے گا۔ مثلاً دوزخی کے جکڑنے کی زنجیریں جو آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلہ سے بھی لمبی ہوں گی یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرودی جائیں گی پاخانہ کے راستہ سے ڈالی جائیں گی پھر اسے آگ میں اس طرح بھونا جائے گا جیسے سیخ میں کباب اور تیل میں ٹڈی بھونی جاتی ہے (ابن کثیر) دوزخیوں کو مارنے کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے وہ لوگ جب بھی دوزخ کی گھٹن سے نکلنا چاہیں گے تو لوہے کے گرزوں سے مار کر واپس کئے جائیں گے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر دوزخ کے لوہے کا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے تو اس کو تمام جنات وانسان مل کر اٹھانا چاہیں تو نہیں اٹھا سکتے اور ایک روایت میں ہے کہ جہنم کا لوہے کا گرز اگر پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ یقیناً ریزہ ریزہ ہوکر راکھ ہوجائے۔ اس مختصر درس میں عذاب جہنم کی مزید تفصیلات کی گنجائش نہیں بس اس کو ایک حدیث پر ختم کیا جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا کہ اے لوگو! اللہ اور اس کے عذاب کے خوف سے خوب روؤ اور اگر تم یہ نہ کرسکو یعنی اگر حقیقی گریہ کی کیفیت تم پر طاری نہ ہو تو پھر اللہ کے قہر اور اس کے عذاب کا خیال کرکے تکلف سے روؤ اور رونے کی شکل بناؤ۔ کیونکہ دوزخی دوزخ میں اتنا روئیں گے اتنا روئیں گے کہ ان کے چہروں پر ان کے آنسو ایسے بہیں گے کہ گویا وہ بہتی ہوئی نالیاں ہیں یہاں تک کہ آنسو ختم ہوجائیں گے اور پھر آنسوؤں کی جگہ خون بہے گا اور پھر اس خون بہنے سے آنکھوں میں زخم پڑجائیں گے اور پھر ان زخموں سے اور زیادہ خون جاری ہوگا اور ان دوزخیوں کے ان آنسوؤں اور خونوں کی مجموعی مقدار اتنی ہوگی کہ اگر کشتیاں اس میں چلائی جائیں تو خوب چلیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے جنت میں نظر ڈالی تو اکثر کم مایہ بے پیسہ والے دیکھے اور میں نے دوزخ میں نظر ڈالی تو اکثر عورتیں دیکھیں۔

میرے عزیزو اب یہاں ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس دنیا کی معمولی سردی وگرمی کو انسان کا برداشت کرنا دشوار ہوتا ہے تو پھر بھلا دوزخ کی گرمی اور سردی کو برداشت کرنے اور وہاں

کا عذاب بھگتنے کی ہمت کسی کو کس بل بوتے پر ہے؟ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ کروڑوں انسان ایسے ہیں جو اس دنیا کی گرمی سردی اور تکلیف سے بچنے کا کتنا اہتمام کرتے ہیں مگر دوزخ سے بچنے کا ان کو کچھ بھی دھیان نہیں۔ پھر جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے قرآن وحدیث کے الفاظ سے جنت کے عیش وراحت اور دوزخ کے دکھ اور عذاب کا جو تصور اور نقشہ ہمارے ذہنوں میں قائم ہوتا ہے وہ اصل حقیقت سے بہت کمتر ہے۔ قرآن اور حدیث کے الفاظ سے بھی جنت و دوزخ کی چیزوں کی اصل کیفیت اور اصل حقیقت کو ہم یہاں پورے طور پر سمجھ نہیں سکتے۔ بس وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہوگا کہ جنت کے عیش وراحت کے بارہ میں جو کچھ ہم نے جانا اور سمجھا تھا ہمارا وہ علم بہت ہی ناقص تھا اسی طرح دوزخ کے دکھ اور عذاب کے بارہ میں جو کچھ ہم نے سنا تھا اصل حقیقت کے مقابلہ میں وہ بہت ہی ناقص تھا قران وحدیث میں دوزخ وجنت کے بارہ میں جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے اس کا یہ مقصد ہے ہی نہیں کہ جو کچھ وہاں پر پیش آنے والا ہے اس کو ہم پوری پوری طرح یہاں سمجھ لیں اور جان لیں بلکہ اس بیان کا اصل مقصد تبشیر اور انذار ہے یعنی جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف دلا کر اللہ کی رضا والی اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچانے والی زندگی پر اللہ کے بندوں کو آمادہ کرنا اور اس مقصد کے لئے جنت و دوزخ سے متعلق قرآن وحدیث کا یہ بیان بالکل کافی ہے۔

الغرض اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں کفر وفسق کا راستہ اختیار کیا اللہ کے احکامات سے بغاوت کی۔ اللہ کے قانون کو ٹھکرا دیا۔ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقہ کے خلاف چلے تو ایسے نافرمانوں کا ٹھکانا آخرت میں جہنم ہوگا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کبھی کبھی آگ کے شعلے جہنمیوں کو جہنم کے دروازہ کی طرف پھینکیں گے اس وقت شاید وہ جہنم سے نکلنے کا خیال کریں تو فرشتے پھر ادھر ہی دھکیل دیں گے کہ جاتے کہاں ہو جس چیز کو جھٹلاتے تھے ذرا اس کا مزہ چکھو۔

یہ تو کافروں اور نافرمانوں کے لئے عذاب آخرت کا حال بیان فرمایا گیا۔ لیکن کبھی کبھی عذاب آخرت سے پہلے دنیا میں بھی عذاب الٰہی کا مزہ چکھنا پڑتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! جہاں آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا ہے اے اللہ ہم کو ایمان کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمایئے کہ جو آپ راضی کرنے والے ہوں۔

اے اللہ! ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو آخرت میں ہماری سرخروئی اور کامرانی کا باعث بنیں اور اے اللہ ہمیں ان تمام اعمال سے بچا لیجئے جن کے باعث آخرت میں ندامت وشرمندگی اٹھانی پڑے۔

اے اللہ! عذاب جہنم سے ہمیں دور رکھئے اور ہمیں آخرت کا وہ خوف عطا فرمایئے کہ ہم سے آپ کی کوئی چھوٹی بڑی نافرمانی سرزد نہ ہو۔ یا اللہ! آج اس دنیا میں آپ کے عذاب اور قہر سے بچنے کے لئے ہمیں رونا نصیب ہو جائے۔ اور ہمارے اس رونے کو آپ قبول فرمالیں تاکہ ہمیں آخرت میں رونا نصیب نہ ہو۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الأخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار وقنا عذاب الحشر وقنا عذاب یوم القیمۃ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ

اور ہم ان کو قریب کا (یعنی دُنیا میں آنے والا) عذاب بھی اس بڑے عذاب سے پہلے چکھادیں گے، تاکہ یہ لوگ باز آویں۔ اور اس شخص سے زیادہ

اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

کون ظالم ہوگا جس کو اُس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جاویں پھر وہ ان سے اعراض کرے، ہم ایسے مجرموں سے بدلہ لیں گے۔

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ اور البتہ ہم انہیں ضرور چکھائیں گے	مِنَ کچھ	الْعَذَابِ عذاب	الْاَدْنٰى نزدیک	دُوْنَ سوائے (پہلے)	الْعَذَابِ عذاب	الْاَكْبَرِ بڑا
لَعَلَّهُمْ شاید وہ	يَرْجِعُوْنَ لوٹ آئیں	وَمَنْ اور کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنْ اس سے جو	ذُكِّرَ اسے نصیحت کی گئی	بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ اسکے رب کی آیات سے
ثُمَّ پھر	اَعْرَضَ اس نے منہ پھیر لیا	عَنْهَا اس سے	اِنَّا بیشک ہم	مِنَ سے	الْمُجْرِمِيْنَ جمع	مُنْتَقِمُوْنَ انتقام لینے والے

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اہل ایمان کے مقابلہ میں منکرین وفساق کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ آخرت میں ان کے فسق و انکار کے نتیجہ میں ان کا ٹھکانا نارِ جہنم ہوگا۔ جہاں طرح طرح کے سخت عذاب ہوں گے اور کبھی دوزخ کا جوش اور جہنم کا شعلہ انہیں دروازہ کی طرف پھینکیں گے تو اس وقت شاید ان کے دل میں خیال آئے کہ دروازہ میں سے نکل بھاگیں تو جہنم کے دربان فرشتے انہیں دھکے دیکر پھر اندر پھینک دیں گے اور کہیں گے کہ باہر جانے کے کیا معنی جس آگ کے عذاب کو تم دنیا میں جھوٹا سمجھتے تھے اور اللہ کے رسولوں کی دی ہوئی خبروں کو جھٹلاتے تھے اب اس عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

اب آگے ان آیات میں پہلے یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین وفساق اس خیال میں نہ رہیں کہ آخرت ہی میں عذاب آئے گا دنیا میں تو مزے سے گزرتی ہے۔ جیسا کہ اب بھی بعض بدکردار اور آزاد طبع کہہ دیا کرتے ہیں

اب تو آرام سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے

تو یہاں بتلایا جاتا ہے کہ آخرت کے عذاب اکبر سے قبل دنیا میں بھی ذرا کم درجہ کا عذاب ہم ان کو دیتے رہیں گے اور دنیا میں کم درجہ کے عذاب یہی دنیا کے مصائب۔ بیماری۔ قحط۔ طوفان۔ زلزلہ۔ قتل و قید وغیرہ ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ جملہ ولنذیقنھم من العذاب الا دنیٰ دون العذاب الاکبر۔ (اس بڑے عذاب یعنی عذاب آخرت سے پہلے ہم اس دنیا میں بھی کسی نہ کسی چھوٹے عذاب کا مزا انہیں چکھاتے رہیں گے (اہل مکہ کے متعلق خاص لیا ہے کہ جن کی طرف آیت میں روئے سخن ہے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے موافق اہل مکہ پر عذاب ادنیٰ آیا اور سات برس تک وہ قحط پڑا کہ مردار اور کتوں کے کھانے کی نوبت آ گئی۔ یا جنگ بدر میں ان کو قتل و قید نصیب ہوا۔ مگر اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اگرچہ آیت میں روئے سخن اہل مکہ کی طرف ہے مگر یہ حکم عام ہے اور جملہ کفار وفساق کی طرف اشارہ ہے چنانچہ تاریخ بھی اس کی شاہد ہے کہ دنیا میں جس قوم نے اللہ اور رسول سے بغاوت۔ اور احکام الٰہیہ کی نافرمانی اور بدکاری اور شہوت پرستی اور فسق و فجور اختیار کیا وہ دنیا میں بھی تباہ و برباد ہوئے۔ ذلیل و خوار ہوئے سلطنتیں چھین لی گئیں۔ لوگوں کے ہاتھوں سے قتل و قید ہوئے۔ ان کی عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ تو اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں آیت میں "عذاب اکبر" سے مراد آخرت کا عذاب ہے کہ جو کفر و فسق کی پاداش میں دیا جائے گا۔ اور اس کے مقابلہ میں "عذاب ادنیٰ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے مراد وہ سختیاں و مصائب و تکالیف ہیں جو اسی دنیا میں انسان کو بداعمالی اور بدکرداری کی وجہ سے پہنچتی ہیں مثلاً افراد کی زندگی میں سخت بیماریاں۔ المناک حادثہ۔ جانی مالی نقصانات و دیگر ناکامیاں وغیرہ اور اجتماعی زندگی میں طوفان۔

زلزلے۔ سیلاب۔ وبائیں۔ قحط۔ فسادات۔ لڑائیاں اوراسی طرح کی دوسری بلائیں وآفات جو معاصی کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کواپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔تو ان کو یہاں آیت میں ''عذاب ادنیٰ'' یعنی قریب کا عذاب یا کم درجہ کا عذاب فرمایا گیا۔ آگے ان آفات یعنی عذاب ادنیٰ کے نازل کرنے کی مصلحت بیان کی گئی ہےاوروہ مصلحت فرمائی **لعلهم یرجعون**. (تا کہ یہ لوگ باز آجائیں) گویا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ وہ انسان کی نافرمانیوں اوران کے کفروفسق پر یکا یک اور فیصلہ کن عذاب میں نہیں پکڑلیتا بلکہ پہلے دنیا میں چھوٹی چھوٹی تکالیف۔ آفات و مصائب ونقصانات بھیجتا رہتا ہے تاکہ انسان کو تنبیہ ہواوراس کی آنکھیں کھل جائیں اوراس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے کہ اس کے اوپر کوئی بالاتر طاقت موجود نہیں ہے کہ جواس کا کچھ بگاڑ سکتی ہو۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ وقتاً فوقتاً افراد پر بھی اور قوموں پر بھی اور ملکوں پر بھی ایسے حوادث وآفات بھیجتا رہتا ہے کہ جو انہیں اپنی بے بسی اور اپنے سے بالاتر ایک ہمہ گیر قوت کی فرمانروائی کا احساس دلاتی ہیں۔ یہ آفات وحوادث ایک ایک شخص کو۔ ایک ایک گروہ کواورایک ایک قوم کو یہ یاد دلاتی ہیں کہ تمہاری قسمتوں کو کوئی اور قوت بالا کنٹرول کر رہی ہے۔سب کچھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دے دیا گیا ہے۔اصل طاقت اسی کارفرما اقتدار کے دست قدرت میں ہے۔ اسی کی طرف سے جب کوئی آفت تمہارے اوپرآ جائے تو نہ تمہاری کوئی تدبیراسے دفع کر سکتی ہےاور نہ کوئی دیوی دیوتا۔اس لحاظ سے یہ آفات محض آفات نہیں بلکہ خدا کی تنبیہات ہیں۔ان سے سبق لے کر دنیا ہی میں آدمی اپنا عقیدہ اور عمل ٹھیک کر لےاوراللہ اوراس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لےتو آخرت میں خدا کا بڑا عذاب جس کو آیت میں عذاب اکبر فرمایا گیا دیکھنے کی نوبت ہی کیوں آئے۔

یہاں ایک بات ضمناً یہ بھی عرض کردی جائے کہ اگرچہ بعض اوقات مصائب اور حوادث کے اسباب کچھ اور بھی ہوتے ہیں اور ان میں حق تعالیٰ کی حکمتیں اور راز کچھ اور پنہاں ہوتے ہیں جن کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اوراللہ کے مقبولین اور معصوم بچوں کو بھی ابتلا ہوتا ہے مگراس جگہ ان آیات واحادیث کی شرح کرنا مقصود نہیں۔تذکرۃً رفع اشکال کے لئے یہ ذکر کردیا گیا کہ انبیاء اولیاء اللہ پر جو ظاہری آفات یا مصائب آتے ہیں وہ ان کے امتحان اورامتحان کے ذریعہ رفع درجات کے لئے ہوتے ہیں۔

تو بیان یہ ہورہا تھا کہ آخرت کا عذاب تو فساق ومنکرین کے لئے بہت بڑا عذاب ہےاس سے پہلے دنیا ہی میں چھوٹے اور ہلکے عذاب دیئے جاتے ہیں اوراس لئے دیئے جاتے ہیں کہ شاید وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔توبہ کر کے صلاحیت کو اختیار کریں۔ایمان اور عمل صالح والی زندگی اپنالیں۔اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کواختیار کرلیں اور بغاوت اور خودمختاری کوترک کردیں۔ مگر جواس پر بھی باز نہ آویں اور خدا کی طرف رجوع نہ کریں تو پھراس کے لئے عذاب اکبر ہی ہےاورایسےلوگوں پرعذاب اکبر ہونے سے کچھ تعجب نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس سے زیادہ بدبخت ظالم کون ہوگا جس کواللہ کی آیات سے سمجھایا جاتا ہےاس کواس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں اور پھروہ ان سے اعراض کرے اور منہ موڑے تو پھرایسے مجرموں سے کیوں نہ بدلہ لیا جائے۔

یہاں **ومن اظلم ممن ذکر بایٰت ربه ثم اعرض عنها** یعنی اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعہ سے نصیحت کی جائے اور پھروہ ان سے منہ پھیر لےتو یہاں رب کی آیات کے الفاظ بہت جامع ہیں۔آیات کے لفظی معنی نشانیوں کے ہیں اوراس کے اندر تمام قسم کی نشانیاں آجاتی ہیں۔قرآن کریم کے مختلف مقامات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نشانیاں چھ قسموں پر مشتمل ہیں۔

(۱) وہ نشانیاں جو زمین سے لے کرآسمان تک ہر چیز میں اور کائنات کے مجموعی نظام میں پائی جاتی ہیں۔

(۲) وہ نشانیاں جو انسان کی اپنی پیدائش اور اس کی ساخت اور اس کے وجود میں پائی جاتی ہیں۔

(۳) وہ نشانیاں جو انسان کی فطرت۔شعور اور وجدان میں پائی جاتی ہیں۔

(۴) وہ نشانیاں جو انسانی تاریخ کے مسلسل تجربات میں پائی جاتی ہیں۔

(۵) وہ نشانیاں جو انسان پر آفاتِ ارضی وسماوی کے نزول میں پائی جاتی ہیں۔اور ان سب کے بعد۔

(۶) وہ آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ سے بھیجیں تاکہ انسان کو معقول طریقہ سے ان حقائق سے آگاہ کیا جائے جن امور کی طرف یہ تمام مذکورہ نشانیاں دلالت کرتی ہیں۔

تو یہ ساری نشانیاں یعنی رب کی آیات انسان کو یہ بتارہی ہیں۔

(۱) تیرا خدا صرف ایک ہی خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔جس کی اطاعت وعبادت کے سوا تیرے لئے کوئی دوسرا صحیح راستہ نہیں ہے۔

(۲) اے انسان تو اس دنیا میں آزاد اور خود مختار اور غیر ذمہ دار بنا کر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ تجھے اپنے کارنامۂ حیات ختم کرنے کے بعد اپنے پیدا کرنے والے خالق اور رازق اور مالک کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہی کرنی ہے اور اپنے ایک ایک رتی اور رائی برابر عمل کے لحاظ سے جزا و سزا پانی ہے۔اب یہ ظاہر ہے کہ جس انسان کو اتنے مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا ہو۔جسکی فہمائش کے لئے لاتعداد طرح طرح کی نشانیاں فراہم کی گئی ہوں۔اور جنہیں دیکھنے کے لئے آنکھیں۔اور سننے کے لئے کان اور سوچنے سمجھنے کے لئے دل و دماغ جیسی نعمتیں بھی دی گئی ہوں پھر بھی وہ اگر ان ساری نشانیوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اور منہ موڑ لیتا ہے۔سمجھانے والوں کو تذکیر ونصیحت کے لئے بھی اپنے کان بند کر لیتا ہے تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔وہ پھر اسی کا مستحق ہے کہ دنیا میں اپنے امتحان کی مدت ختم کرنے کے بعد جب وہ اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو تو اپنی بغاوت کی بھرپور سزا پائے اور عذاب اکبر سے دوچار ہو۔اسی بنا پر حق تعالیٰ نے آیت کے اخیر میں بتلایا کہ ایسے مجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔

اب یہاں ہم میں سے بھی ہر ایک کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ خدانخواستہ ہم تو کسی درجہ میں اپنے رب کی آیات سے اعراض کے مجرم نہیں ہیں؟ اعراض کی بہت سی صورتیں ہیں۔ایک اعراض وہ ہے کہ جو کافر برتتا ہے۔ایک اعراض وہ ہے کہ جو مشرک برتتا ہے۔ایک اعراض وہ ہے کہ جو فاسق وفاجر برتتا ہے مگر ایک کلمہ گو کہ جس کو اپنے رب کی آیات سننے سنانے۔پڑھنے پڑھانے کے لئے کوئی دن رات کا وقفہ نصیب نہیں ہوتا وہ بھی ایک درجہ میں اعراض کا مجرم ہے۔ایک کلمہ گو جسے اپنی آخرت سنبھالنے اور سنوارنے کے لئے اپنے رب کی آیات کو سیکھنے اور سکھانے اور ان کا علم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملتا وہ بھی ایک درجہ میں اعراض کا مجرم ہے۔ایک کلمہ گو جو اپنی اولاد کو دنیا کی موہومہ بہتری اور عزت کے حصول کے لئے جان مال دولت وقت سب کچھ کھپانے کے لئے تیار ہے مگر اسی اولاد کو آخرت کی نجات اور صلاح وفلاح کے لئے اپنے رب کی آیات سے بے خبر۔غافل۔اور لاعلم رکھتا ہے وہ بھی ایک درجہ میں اعراض کا مجرم ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ وفہم عطا فرمائیں اور اپنی آیات کے اعراض سے کامل طور پر بچائیں۔

اب چونکہ کفار کے اعراض اور منکرین کی تکذیب ومخالفت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج وملال ہوتا تھا اس لئے آگے خاتمہ کی آیات میں آپ کے اور مومنین کی تسلی کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: مولائے کریم ہمیں اور ہماری نسلوں کو اپنی آیات کے اعراض کے جرم سے بچالیں۔اور ہم سے جو تقصیر و کوتاہی اس معاملہ میں اب تک ہوئی ہو اس کو اپنے کرم سے معاف فرمادیں۔اور آئندہ کے لئے دین کو سنبھالنے اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا عزم نصیب فرمادیں۔وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآئِہٖ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۳﴾

اور ہم نے موسٰیؑ کو کتاب دی تھی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے، اور ہم نے اُس کو بنی اسرائیل کیلئے موجب ہدایت بنایا تھا۔

وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۟ؕ وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ

اور ہم نے ان میں بہت سے پیشوا بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جبکہ وہ لوگ صبر کئے رہے اور وہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔ آپ کا رب

یَفْصِلُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ یَھْدِ لَھُمْ کَمْ اَھْلَکْنَا

قیامت کے روز ان سب کے آپس میں فیصلے ان اُمور میں کر دے گا جن میں یہ باہم اختلاف کرتے تھے۔ کیا ان کو یہ امر موجب رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم

مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰکِنِھِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

ان سے پہلے کتنی اُمتیں ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ آتے جاتے ہیں، اس میں صاف نشانیاں ہیں، کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَی الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا تَاْکُلُ مِنْہُ اَنْعَامُھُمْ وَاَنْفُسُھُمْ ؕ

کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی ہم خشک افتادہ زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں پھر اس کے ذریعے سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس سے ان کے مواشی اور وہ خود بھی کھاتے ہیں،

اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْفَتْحُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ

تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو فیصلہ کب ہوگا۔ آپ فرما دیجئے کہ اس فیصلہ کے دن کافروں کو

الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِیْمَانُھُمْ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّھُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا۔ اور ان کو مہلت بھی نہ ملے گی۔ سو ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور آپ منتظر رہیے یہ بھی منتظر ہیں۔

وَ اور | لَقَدْ اٰتَیْنَا تحقیق ہم نے دی | مُوْسٰی موسٰیؑ | الْکِتٰبَ کتاب (توریت) | فَلَا تَکُنْ تو تم نہ رہو | فِیْ مِرْیَۃٍ شک میں | مِنْ سے۔ متعلق | لِقَآئِہٖ اس کا ملنا

وَجَعَلْنٰہُ اور ہم نے بنایا اسے | ھُدًی ہدایت | لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کیلئے | وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا | مِنْھُمْ ان سے | اَئِمَّۃً جمع امام (پیشوا)

یَھْدُوْنَ وہ رہنمائی کرتے | بِاَمْرِنَا ہمارے حکم سے | لَمَّا جب | صَبَرُوْا انہوں نے صبر کیا | وَ اور | کَانُوْا وہ تھے | بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں پر | یُوْقِنُوْنَ یقین کرتے

اِنَّ بیشک | رَبَّکَ تمہارا رب | ھُوَ وہ | یَفْصِلُ فیصلہ کرے گا | بَیْنَھُمْ انکے درمیان | یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن | فِیْمَا اُس میں | کَانُوْا وہ تھے | فِیْہِ اس میں

یَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے | اَوَ کیا | لَمْ یَھْدِ ہدایت نہ ہوئی | لَھُمْ ان کیلئے | کَمْ اَھْلَکْنَا ہم نے کتنی ہلاک کیں | مِنْ قَبْلِھِمْ ان سے قبل | مِنَ سے

الْقُرُوْنِ اُمتیں | یَمْشُوْنَ وہ چلتے ہیں | فِیْ میں | مَسٰکِنِھِمْ ان کے گھر | اِنَّ بیشک | فِیْ ذٰلِکَ اس میں | لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں | اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ تو کیا وہ سنتے نہیں | اَوَ کیا

لَمْ یَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا | اَنَّا نَسُوْقُ کہ ہم چلاتے ہیں | الْمَآءَ پانی | اِلٰی طرف | الْاَرْضِ زمین | الْجُرُزِ خشک | فَنُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا پھر ہم نکالتے ہیں اس سے کھیتی

تَاْکُلُ کھاتے ہیں | مِنْہُ اس سے | اَنْعَامُھُمْ ان کے مویشی | وَاَنْفُسُھُمْ اور وہ خود | اَفَلَا تو کیا | یُبْصِرُوْنَ دیکھتے نہیں وہ | وَیَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں

مَتٰی کب	هٰذَا یہ	الْفَتْحُ فتح (فیصلہ)	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	قُلْ فرمادیں	يَوْمَ الْفَتْحِ فتح (فیصلے) کے دن	لَا يَنْفَعُ نفع نہ دیگا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا جنہوں نے کفر کیا (کافر)	اِيْمَانُهُمْ ان کا ایمان	وَلَا اور نہ	هُمْ وہ	يُنْظَرُوْنَ مہلت دیئے جائیں گے	فَاَعْرِضْ پس منہ پھیرلو تم			
عَنْهُمْ ان سے	وَانْتَظِرْ اور تم انتظار کرو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	مُنْتَظِرُوْنَ منتظر ہیں					

تفسیر وتشریح:۔ یہ اس سورۃ کا آخری رکوع اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ شروع سورۃ میں کفار ومنکرین کی تکذیب ومخالفت کا ذکر ہوا تھا کہ کفار مکہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر خدا کی طرف سے کوئی کتاب نہیں آئی بلکہ (نعوذ باللہ) انہوں نے خود اسے گھڑ لیا ہے اور دعویٰ یہ کر رہے ہیں کہ خدا نے اسے نازل کیا ہے۔ اس کا جواب بھی ابتدائی آیات میں دیا گیا تھا۔ چونکہ ان کفار ومنکرین کی تکذیب اور مخالفت اور اعراض عن الحق سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج وملال ہوتا تھا اور مخالفت کے بعض آثار مثل ایذا وغیرہ مومنین کے لئے بھی موجب اذیت ہوتے تھے اس لئے خاتمہ پر آپ کے اور مومنین کے لئے تسلی کا مضمون بیان فرمایا گیا اور اسی سلسلہ میں کفار کے بعض مزید شبہات وسوالات کے جواب دے کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

گذشتہ آیات میں نافرمانوں اور ظالم مجرموں کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ ان مجرمین سے بدلہ لیا جائے گا تو پھر یہ کیوں کر بچ سکتے ہیں۔ اب ان آیات میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان منکرین کے ظلم اور اعراض سے دلگیر اور رنجیدہ خاطر نہ ہوں پہلے بھی موسیٰ علیہ السلام کو آپ ہی کی طرح کتاب دی گئی تھی جس سے بنی اسرائیل کو ہدایت ہوئی اور اس کی پیروی کرنے والوں میں بڑے بڑے دینی پیشوا اور امام ہو گزرے۔ آپ کو بھی بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان کتاب ملی ہے جس سے بڑی مخلوق ہدایت پائے گی اور بنی اسرائیل سے بڑھ کر آپ کی امت میں امام وسردار اٹھیں گے رہے منکرین ان کا فیصلہ حق تعالیٰ خود کر دے گا۔ تو اس میں ایک تسلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ہوئی کہ آپ صاحب کتاب اور صاحب خطاب ہیں پس جب آپ اللہ کے نزدیک ایسے مقبول ہیں تو اگر یہ منکرین احمق آپ کو قبول نہ کریں تو کوئی غم کی بات نہیں۔ دوسری تسلی یہ ہوئی کہ جس طرح کتاب موسوی کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا تھا اسی طرح آپ کی کتاب سے بہتوں کو ہدایت ہوگی آپ خوش رہیئے۔ آگے مومنین کی تسلی کا مضمون ہے کہ جیسے ہم نے ان بنی اسرائیل میں بہت سے دین کے پیشوا بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور دنیا کے شدائد اور منکرین کے جور وستم پر صبر کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے اسی طرح اہل اسلام اللہ کے وعدوں پر یقین رکھیں اور سختیوں پر صبر کر کے اپنے کام پر جمے رہیں تو ان کے ساتھ بھی خدا کا یہی معاملہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُن کو ائمہ دین بنا دیں گے۔ چنانچہ الحمدللہ یہ ہوا اور خوب ہوا۔ یہ تو تسلی تھی اہل اسلام کو دنیا کے اعتبار سے اور ایک تسلی آخرت کے اعتبار سے دی گئی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اہل حق اور منکرین کے درمیان دوٹوک اور عملی فیصلہ فرما دے گا یعنی مومنین کو جنت میں اور کفار کو دوزخ میں ڈال دے گا اور قیامت بھی کچھ دور نہیں اس سے بھی تسلی حاصل کرنی چاہئے۔

اس مضمون کو سن کر کفار دو شبہے کر سکتے تھے ایک یہ کہ ہم اسی کو نہیں مانتے کہ خدا کو ہمارا کفر ناپسند ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم قیامت ہی کو ناممکن سمجھتے ہیں اس لئے آگے ان دونوں شبہات کے دفع کے لئے دو مضمون بیان فرمائے اول یہ کہ ان کو جو کفر کے مبغوض اور مردود ہونے میں شبہ ہے تو کیا ان منکروں نے ان سے پہلے جو امتیں کفر وشرک ہی کے سبب ہلاک ہو چکی ہیں جیسے عاد وثمود وغیرہ تو ان

کی ہلاکت کی داستانیں انہوں نے نہیں سنیں۔ مقام تعجب ہے کہ آدمی ان تباہ شدہ بستیوں کے کھنڈرات دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتا ہے مگر وہ چیزیں دیکھنے اور سننے کے بعد بھی ان کو تنبہ نہ ہوا اور نجات و فلاح کا راستہ نظر نہ آیا۔ دوسرا مضمون یہ کہ ان کو جو قیامت میں شبہ عدم امکان کا ہے تو کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ بارش یا نہروں اور دریاؤں کے ذریعہ سے خشک مردہ زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں اور پھر وہ اس پانی پہنچنے سے مردہ زمین زندہ یعنی سرسبز ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔ یہ دیکھ کر انہیں حق تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا قائل ہونا چاہئے تھا اور سمجھنا چاہئے تھا کہ اسی طرح مردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈال دینا بھی اس کے لئے کچھ مشکل اور بعید امر نہیں۔ پہلے فرمایا تھا کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا اس پر منکرین کہتے کہ قیامت قیامت کہے جاتے ہو۔ اگر سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ دن کب آئے گا۔ مطلب یہ کہ صرف قیامت کی خالی دھمکیاں ہیں۔ قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ اے منکرین تم اس کا تقاضہ تو عبث کرتے ہو کہ وہ فیصلہ کا دن کب آئے گا۔ جب وہ دن آ پہنچے گا تو پھر اس دن نہ تمہارا ایمان لانا کام دے گا۔ نہ سزا میں ڈھیل ہوگی۔ نہ مہلت ملے گی کہ آئندہ چال چلن درست کر کے حاضر ہو جاؤ۔ لہٰذا اس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو۔ ابھی موقع ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے کہنے پر یقین کر لو اور اس دن سے بچنے کی تیاری کر لو اور اس استہزا اور تکذیب کو چھوڑ دو۔ جو گھڑی آنے والی ہے وہ یقیناً آ کر رہے گی کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی پھر یہ کہنا فضول ہے کہ کب آئے گی اور کب فیصلہ ہوگا۔ سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جو ایسے بے فکرے اور بے حس ہیں کہ باوجود انتہائی مجرم اور مستوجب سزا ہونے کے فیصلہ اور سزا کے دن کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان کے راہ راست پر آنے کی کیا توقع ہے لہٰذا آپ فرض دعوت و تبلیغ ادا کرنے کے بعد ان کا خیال چھوڑ دیئے اور آپ فیصلہ موعود کے منتظر رہئے جیسے وہ اپنے زعم میں (معاذ اللہ: معاذ اللہ) آپ کی تباہی کے منتظر ہیں مگر معلوم ہو جاوے گا کہ کس کا انتظار مطابق واقعہ کے ہے اور کس کا نہیں۔ چنانچہ الحمدللہ دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح سرزمین عرب کفار کے وجود سے پاک کر دی گئی اور ان شاء اللہ قیامت تک پاک رہے گی۔ الحمدللہ اس درس پر سورۂ سجدہ کا بیان پورا ہو گیا اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو یہ کتاب قرآن کریم اور نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے ہیں۔ تو ان نعمت عظمٰی کی ہم کو قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اور ایمان و اسلام پر ہم کو استقامت عطا فرمائیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ اور آخرت کا ہم کو یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہیئے اور کافروں کا اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

اورآپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلیے، بیشک تم لوگوں کے سب اعمال کی اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھتا ہے۔اورآپ اللہ پر بھروسہ رکھیے،

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾

اوراللہ کافی کارساز ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی!	اتَّقِ اللّٰهَ آپ اللہ سے ڈرتے رہیں	وَلَا تُطِعِ اور کہنا نہ مانیں	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافقوں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
كَانَ ہے	عَلِيْمًا جاننے والا	حَكِيْمًا حکمت والا	وَّاتَّبِعْ اور پیروی کریں آپ	مَا يُوْحٰۤى جو وحی کیا جاتا ہے	اِلَيْكَ آپ کی طرف
مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب (کی طرف) سے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	بِمَا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	خَبِيْرًا خبردار
وَّتَوَكَّلْ اور بھروسہ رکھیں آپ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	وَكَفٰى اور کافی ہے	بِاللّٰهِ اللہ	وَكِيْلًا کارساز	

تفسیر و تشریح:۔ الحمدللہ اب اکیسویں پارہ کی ''سورۂ احزاب'' کا بیان شروع ہورہا ہے۔اس وقت جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔مقام نزول۔خلاصہ مضامین۔تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔اس سورۃ میں غزوۂ احزاب جو ہجرت کے بعد ۵ھ میں پیش آیا اس کا ذکر فرمایا گیا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام احزاب مقرر ہوا۔احزاب کے لفظی معنی ہیں گروہ۔جماعتیں۔ٹولیاں۔اسلام کی مخالفت میں متعدد جماعتوں نے متحدہ محاذ بنا کر مدینہ پر چڑھائی کی تھی اس لئے اس غزوہ کو غزوۂ احزاب کہتے ہیں۔اور اس غزوہ کے موقع پر حفاظت کے خیال سے مدینہ کے ان اطراف میں خندق کھودی گئی تھی جدھر سے دشمنوں کے آنے کا راستہ تھا۔اسی بنا پر اس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔اس سورۃ میں تین اہم واقعات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ایک غزوۂ احزاب جو شوال ۵ھ میں پیش آیا۔دوسرے غزوۂ بنی قریظہ جو ذی القعدہ ۵ھ میں پیش آیا اور تیسرے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح جو مدینہ منورہ میں اسی ماہ ذی القعدہ ۵ھ میں ہوا۔اس لئے یہی اس سورۃ کا زمانہ نزول ہے۔اور یہ سورۃ مدنی ہے۔موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی تینتیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۱۰۳ لکھا ہے۔یعنی صرف ۱۱ سورتیں مزید مدینہ منورہ میں اس کے بعد نازل ہوئیں۔اس سورۃ میں ۷۳ آیات۔۹ رکوعات۔۱۳۱۰ کلمات اور ۵۹۰۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

جیسا کہ اوپر بتلایا گیا اس سورۃ کے مضامین تین اہم واقعات سے متعلق ہیں۔ایک غزوۂ احزاب جو شوال ۵ھ میں پیش آیا۔غزوۂ اس جنگ یا مہم کو کہا جاتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شرکت فرما کر قیادت فرمائی۔اور ایسی جنگ یا

فوجی مہم جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہ ہوتے تھے اس کو سریہ کہتے ہیں۔ اس غزوۂ احزاب یا جنگ خندق کی تفصیلات انشاء اللہ دوسرے رکوع میں سامنے آئیں گی۔ اس کے بعد غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق جو یہود مدینہ کے ساتھ جنگ احزاب کے فوراً بعد ہی پیش آیا اس پر تبصرہ فرمایا گیا ہے جس کی تفصیلات انشاء اللہ تیسرے رکوع میں بیان ہوں گی۔ اس سورۃ کے زمانہ نزول کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو تنگی اور عسرت کا سامنا پیش تھا اور سب نہایت تنگی سے زندگی بسر کرتی تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سے کہا گیا کہ دنیا اور اس کی زینت اور خدا و رسول اور آخرت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلیں اگر دنیا کی عیش و بہار مطلوب ہے تو صاف کہہ دیں۔ اور اگر اللہ اور رسول کی خوشنودی پسند ہے تو صبر کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ دیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس فرمان پر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے فوراً خدا اور رسول اور آخرت کو منتخب کرلیا۔ اسی سلسلہ میں ایک معاشرتی اصلاح کی ابتدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ابتدا فرماتے ہوئے ازواج مطہرات اور ان کے توسط سے مسلمان عورتیں کو جاہلیت کی بے پردگی سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا اور وقار کے ساتھ گھر میں بیٹھنے اور غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں سخت احتیاط کی تعلیم دی گئی۔ گویا یہ پردے کے حکم کا آغاز تھا۔ اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے سلسلہ میں جو ذی قعدہ ۵ ھ میں ہوا مخالفین کی طرف سے اس پر اعتراضات و شبہات کئے گئے جس پر تمام اعتراضات کے جواب دیئے گئے اور مسئلہ تبنیت یعنی گود لینے یا بیٹا بنانے کی رسم کی اصلاح فرمائی گئی۔ عرب کے لوگ جس بچہ کو متبنی بنا لیتے تھے جس طرح کے ہنود گود لے لیتے ہیں وہ بالکل ان کی حقیقی اولاد کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ اسے وراثت ملتی تھی۔

اس سے منہ بولی ماں اور منہ بولی بہنیں بالکل وہی خلا ملا رکھتی تھیں جو حقیقی بیٹے اور بھائی سے رکھا جاتا ہے جب منہ بولا بیٹا مرجائے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو منہ بولے باپ کے لئے وہ عورت سگی بہو کی طرح سمجھی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ یہ جاہلیت کی رسم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس توڑیں تاکہ جو کام خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اور اللہ کے حکم سے کیا ہو پھر اس کے متعلق کسی مسلمان کے ذہن میں کراہت کا تصور باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ کیا گیا کہ آپ اپنے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مطلقہ بیوی سے خود نکاح کرلیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل آپ نے محاصرہ بنی قریظہ کے زمانہ میں فرمائی جس پر منافقین اور یہود نے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالنے کی کوشش کی جس پر مسلمانوں کو بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور مقام کیا ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار ومنافقین کے جھوٹے پروپیگنڈے پر صبر کی تلقین فرمائی گئی۔ انہی واقعات کے سلسلہ میں طلاق کے قانون کی ایک دفعہ بیان ہوئی۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ضابطہ بیان کیا گیا اور اس میں یہ بات واضح کردی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان متعدد پابندیوں سے مستثنیٰ ہیں جو ازدواجی زندگی کے معاملہ میں عام مسلمانوں پر عائد کی گئی ہیں۔ اسی سلسلہ میں بعض احکام معاشرتی اصلاح کے لئے نازل فرمائے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں غیر مردوں کی آمدورفت پر پابندی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات و دعوت وغیرہ کا ضابطہ بتلایا گیا۔ نیز بتلایا گیا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن عزت وحرمت میں مسلمانوں کے لئے بمنزلہ ماں کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ان میں سے کسی کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح پر جو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

8 کے ساتھ ہوا تھا چہ میگوئیوں پر سخت تنبیہ کی گئی اور اہل ایمان کو ہدایت کی گئی کہ وہ دشمنوں کی اس عیب چینی سے اپنے دامن بچائیں اور اپنے نبی مکرم پر درود بھیجیں۔ نیز یہ تلقین بھی کی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو درکنار اہل ایمان کو تو عام مسلمانوں پر بھی تہمتیں لگانے اور الزامات لگانے سے کلی اجتناب کرنا چاہئے ساتھ ہی مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ جب گھروں سے باہر نکلیں تو چادروں سے اپنے آپ کو ڈھانک کر اور گھونگھٹ ڈال کر نکلیں۔ اخیر میں بیش بہا نصیحتیں ایمان والوں کو دی جاتی ہیں کہ ایمان لانے کے بعد تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ کے غضب سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اس سے ڈر کر اپنے آپ کو بری باتوں سے دور رکھو اور منہ سے جو بات نکالو وہ سچی۔ سیدھی اور راست ہونی چاہئے پھر ایسے لوگوں کو آخرت کی کامیابی کی بشارت دی گئی خاتمہ پر تمام انسانوں کو یاد دلایا گیا کہ تمام مخلوقات میں یہ انسان ہی ہے کہ جس نے امانت الٰہی کا بار اٹھانا اپنے ذمہ لیا ہے کہ اللہ کے احکام کی پابندی کروں گا ورنہ سزا بھگتوں گا۔ یہ عہد و پیمان ایک امانت ہے جس کی حفاظت اور نگہبانی ہر انسان کے ذمہ واجب ہے۔ اس سے غفلت۔ انکار۔ بے پروائی کرنے والے سزا کے مستحق ہیں۔ یہ ہے اس پوری سورۃ کا اجمال اور خلاصہ جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

اب اس تمہیدی بیان کے بعد ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کمال عزت ہے کہ قرآن مجید میں کسی جگہ آپ کا نام لے کر نہیں پکارا گیا بلکہ کہیں خطاب بلقب نبی ہوا کہیں بلقب رسول۔ کہیں یا مزمل فرمایا۔ کہیں یا مدثر فرمایا۔ تو ان ابتدائی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چند ہدایات ربانی دی جا رہی ہیں اور فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اب تک آپ کا معمول رہا ہے آئندہ بھی ہمیشہ ایک اللہ سے ڈرتے رہئے اور کافروں اور منافقوں کا کہا کبھی نہ مانئے۔ یہ سب مل کر خواہ کتنا ہی بڑا جتھا بنالیں۔ سازشیں کریں۔ جھوٹے مطالبات منوانا چاہیں۔ عیارانہ مشورہ دیں اپنی طرف جھکانا چاہیں۔ آپ بالکل پروانہ کیجئے اور خدا کے سوا کسی کا ڈر پاس نہ آنے دیجئے۔ اسی اکیلے پروردگار کی بات مانئے۔ اسی کے آگے جھکئے۔ خواہ ساری مخلوق اکٹھا ہو کر آجائے حکم خداوندی کے خلاف ہرگز کسی کی بات نہ سنیں۔ اللہ تعالیٰ سب احوال کا جاننے والا ہے وہ جس وقت جو حکم دے گا۔ نہایت حکمت اور خبرداری سے دے گا۔ اسی میں اصل بہتری ہوگی جب اس کے حکم پر چلتے رہوگے اور اسی پر بھروسہ رکھوگے۔ تمہارے سب کام اپنی قدرت سے بنادے گا تنہا اسی کی ذات عالی بھروسہ کرنے کے لائق ہے۔

یہاں ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر چار باتوں کا حکم دیا گیا (۱) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا۔ (۲) کافروں اور منافقوں کے کہنا نہ ماننے کا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم بذریعہ وحی بھیجا جائے اس کے اتباع کا اور (۴) اللہ پر بھروسہ و توکل رکھنے کا۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر ان ہی باتوں کی طرف مائل تھے اور ان سب امر و نہی پر آپ پہلے ہی سے عامل تھے تو مفسرین نے لکھا ہے کہ اس خطاب سے زیادہ مقصود آپ کے ذریعہ سے آپ کے ماننے والوں کو ہدایت دینا ہے کہ فقط اللہ ہی کی رضامندی تلاش کرو اور اسی کی ناراضی سے ڈرو۔ کافروں اور منافقوں کی باتیں ماننے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ وہ جہالت میں مبتلا ہیں ان کی باتیں حقیقت سے بہت دور ہیں۔ اللہ عزوجل سب چیزوں کے حالات اور ان کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے اس لئے وہ جو حکم دے گا وہ حقیقت پر مبنی ہوگا اور پھر جب پورا علم۔ مصلحت شناسی اور ہر چیز پر پوری قدرت اللہ ہی کو حاصل ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف دیکھنا بیکار و لاحاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ

تمہارے ہر کام مکمل کر دینے کے لئے بالکل کافی ہے۔

مفسر علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ تنبیہ کی ایک مؤثر صورت یہ بھی ہے کہ بڑے کو کہا جائے تا کہ چھوٹا چوکنا ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات تاکید سے کہے تو ظاہر ہے کہ اوروں پر وہ تاکید اور بھی زیادہ ہے۔ یہاں پہلی تقویٰ کی تاکید فرمائی۔ تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ہدایات کے موافق ثواب کے طلب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت کی جائے اور فرمان باری تعالیٰ کے مطابق اس کے عذابوں سے بچنے کے لئے اس کی نافرمانیاں ترک کی جائیں۔ دوسری تاکید یہ فرمائی کہ کافروں اور منافقوں کی باتیں نہ ماننا۔ نہ ان کے مشوروں پر کاربند ہونا۔ نہ ان کی باتیں قبولیت کے ارادہ سے سننا۔ تیسری تاکید اتباع وحی کی فرمائی یعنی قرآن وسنت کی پیروی کی۔ اور چوتھی تاکید تمام اموروا حوال میں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر بھروسہ رکھنے کی فرمائی۔ ان چار تاکیدات کے بعد ان کے عاملین کے لئے **و کفٰی باللہ و کیلا** کی بشارت اور وعدہ فرمایا گیا۔

اب یہاں ذرا ہمیں بھی اپنی حالت پر انفراداً اور اجتماعاً غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم ان تاکیدات ربانی اور ان تنبیہات قرآنی پر کس درجہ عامل ہیں۔ پہلی تاکید اللہ سے ڈرنے کی لیجئے۔ دیکھ لیجئے کہ آج دین کے معاملہ میں کتنا خوف خداوندی ہے۔ کتنے فی صدی نمازی ہیں؟ کتنے فی صدی روزہ رکھتے ہیں؟ کتنے فی صدی شریعت کے دوسرے احکام کی پابندی کرتے ہیں؟ دوسری تاکید کافروں منافقوں کے کہنا نہ ماننے کی ہے۔ دیکھ لیجئے۔ آج ہماری اکثریت بے دینوں مغربی دھریوں۔ یورپ کے یہود ونصاریٰ کی تقلید کو فخر سمجھتی ہے چہ جائیکہ ان کا کہنا نہ سننا باتیں نہ ماننا اور ان کے مشوروں پر کاربند نہ ہونا۔ تیسری تاکید اتباع وحی یعنی قرآن وسنت کی پابندی کو دیکھ لیجئے۔ آج ہر بد دینی ترقی کا راستہ ہے۔ ہر معصیت قابل فخر ہے اور ہر کفریات بکنے والا روشن خیال ہے۔ اور قرآن وسنت سے کوئی نکیر کر دے تو وہ کٹھ ملا ہے۔ ضروریات زمانہ سے بے خبر۔ ترقی کا دشمن اور حالات دنیا سے جاہل ہے۔ چوتھی تاکید تمام امور واحوال میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و بھروسہ رکھنا ہے۔ بس اس کے متعلق تو کیا عرض کیا جائے سوائے اکبر الہ آبادی کے اس شعر کے پڑھ دینے کے۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اللہ تعالیٰ ہی اپنے کرم و رحم سے امت مسلمہ کے اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرما دیں۔ آمین۔

اب آگے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا ان کے متعلق ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنا وہ خوف وڈر عطا فرمائیے کہ جو ہم کو آپ کی اطاعت پر آمادہ رکھے اور آپ کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔

یا اللہ! ہمیں بے دینوں کی تقلید سے محفوظ رکھئے اور قرآن وسنت کا دلدادہ اور عاشق بنا کر زندہ رکھئے۔

یا اللہ! ہمیں اپنے تمام معاملات میں اپنی ذات پاک پر بھروسہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے اور اپنی رحمت سے ہمارے تمام دین ودنیا کے معاملات میں ہماری وکالت وکفالت فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِـْٔ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ

اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنادیا

اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ

اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (سچ مچ کا) بیٹا نہیں بنادیا یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی

يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ

سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔تم اُن کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے، اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دین کے

فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ

بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں اور تم کو اس میں جو بھول چوک ہوجاوے تو اس سے تو تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا، لیکن ہاں

قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

جو دل سے ارادہ کر کے کرو، اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

مَا جَعَلَ نہیں بنائے	اللّٰهُ اللہ	لِرَجُلٍ کسی آدمی کیلئے	مِّنْ قَلْبَيْنِ دو دل	فِيْ جَوْفِهٖ اس کے سینے میں	وَمَا جَعَلَ اور نہیں بنایا	اَزْوَاجَكُمُ تمہاری بیویاں	
الّٰٓئِـْٔ وہ جنہیں	تُظٰهِرُوْنَ تم ماں کہہ بیٹھتے ہو	مِنْهُنَّ ان سے اُنہیں	اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری مائیں	وَمَا جَعَلَ اور نہیں بنایا	اَدْعِيَآءَكُمْ تمہارے منہ بولے بیٹا		
اَبْنَآءَكُمْ تمہارے بیٹے	ذٰلِكُمْ یہ تم	قَوْلُكُمْ تمہارا کہنا	بِاَفْوَاهِكُمْ اپنے منہ	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَقُوْلُ فرماتا ہے	الْحَقَّ حق	وَهُوَ اور وہ
يَهْدِي ہدایت دیتا ہے	السَّبِيْلَ راستہ	اُدْعُوْهُمْ انہیں پکارو	لِاٰبَآئِهِمْ انکے باپوں کی طرف	هُوَ یہ	اَقْسَطُ زیادہ انصاف	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	
فَاِنْ پھر اگر	لَّمْ تَعْلَمُوْٓا تم نہ جانتے ہو	اٰبَآءَهُمْ ان کے باپوں کو	فَاِخْوَانُكُمْ تو وہ تمہارے بھائی	فِي الدِّيْنِ دین میں دینی	وَمَوَالِيْكُمْ اور تمہارے رفیق		
وَلَيْسَ اور نہیں	عَلَيْكُمْ تم پر	جُنَاحٌ کوئی گناہ گار	فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ اس میں جو تم سے بھول چوک ہوچکی	بِهٖ اس سے	وَلٰكِنْ اور لیکن		
مَا تَعَمَّدَتْ جو ارادے سے	قُلُوْبُكُمْ اپنے دل	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا مہربان		

تفسیر وتشریح:۔ان آیات میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس لئے ان آیات کی تشریح سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔آگے قریب نصف سورۃ پر پھر دوبارہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔مزید تفصیل انشاء اللہ وہاں ذکر کی جائے گی۔حضرت زید عربی الاصل قبیلہٗ کلب کے ایک شخص حارثہ بن شرحبیل کے بیٹے تھے ان کی والدہ سعدی بن ثعلبہ قبیلے طے کی شاخ بنی معن سے تھیں۔جب زید آٹھ سال کے بچے تھے اس وقت ان کی ماں انہیں میکہ لے کر گئیں۔وہاں ایک دوسرے قبیلہ کے لوگوں نے ان کے پڑاؤ پر حملہ کیا اور لوٹ مار کے ساتھ جن آدمیوں کو وہ پکڑ کر لے گئے ان میں یہ حضرت زید بھی تھے پھر ان حملوں آوروں نے انہیں طائف کے قریب عکاظ کے میلہ میں ان کو لے جا کر بیچ دیا خریدنے والے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام

تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو ایک ہوشیار غلام خرید کرنے کو کہا تھا۔ انہوں نے ان کو خرید کر مکہ لاکر اپنی پھوپھی صاحبہ کے حوالہ کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں زید کو دیکھا اور ان کی عادات واطوار آپ کو اس قدر پسند آئیں کہ آپ نے انہیں حضرت خدیجہ سے مانگ لیا۔ اس طرح یہ خوش قسمت لڑکا اس خیر الخلائق ہستی کی خدمت میں پہنچ گیا جسے چند سال بعد اللہ تعالیٰ نبوت سے سرفراز فرمانے والے تھے۔ اس لئے یہ سب واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے کا ہے۔ اس وقت زید کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ کچھ مدت بعد ان کے باپ اور چچا کو پتہ چلا کہ ہمارا بچہ زید مکہ میں ہے وہ انہیں تلاش کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور عرض کیا کہ آپ جو فدیہ لینا چاہیں وہ ہم دینے کے لئے تیار ہیں آپ ہمارا بچہ ہم کو دے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لڑکے کو بلاتا ہوں اور معاملہ اس کی مرضی پر چھوڑے دیتا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرتا ہے یا میرے پاس رہنا پسند کرتا ہے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں کوئی فدیہ تم سے نہیں لوں گا اور اسے یونہی چھوڑ دوں گا لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو میں ایسا نہیں ہوں کہ جو میرے پاس رہنا چاہے میں اسے خواہ مخواہ نکال دوں۔ انہوں نے کہا یہ تو آپ نے انصاف سے بھی بڑھ کر بات کہی ہے۔ آپ بچے کو بلا کر پوچھ لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو بلایا اور ان سے کہا کہ ان دونوں صاحبوں کو جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا تم ان کو بھی جانتے ہو اور مجھے بھی۔ اب تمہیں پوری آزادی ہے کہ چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جانا چاہتا۔ ان کے باپ اور چچا نے کہا کہ زید کیا تو آزادی کو غلامی پر ترجیح دیتا ہے اور اپنے ماں باپ اور خاندان کو چھوڑ کر غیروں کے پاس رہنا چاہتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے جو اوصاف ان کے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھے ہیں۔ ان کا تجربہ کر لینے کے بعد اب میں دنیا میں کسی کو بھی ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ غور کیجئے یہ نبوت سے پہلے کے واقعات ہیں۔ زید کا یہ جواب سن کر ان کے باپ اور چچا بخوشی راضی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت زید کو آزاد کر دیا اور حرم میں جا کر قریش کے مجمع عام میں اعلان فرمادیا کہ تم سب لوگ گواہ رہو آج سے زید میرا بیٹا ہے۔ اسی بنا پر لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے۔ یہ سب واقعات نبوت سے پہلے کے ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت پر سرفراز ہوئے تو چار ہستیاں ایسی تھیں جنہوں نے ایک لمحہ شک وتردد کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کا دعویٰ سنتے ہی اسے تسلیم کر لیا۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تیسرے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چوتھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی بڑوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ایمان لائے۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔ آزاد غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید ایمان لائے اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے۔ اس وقت حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ۳۰ سال تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہوئے ۱۵ سال گزر چکے تھے۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کے بعد ۴ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا اور اپنی طرف سے ان کا مہر ادا کیا اور گھر بسانے کے لئے ان کو کچھ سامان بھی عطا فرمایا اس نکاح سے آپ کا یہ بھی مقصود تھا کہ غلام آزاد مذہب اسلام میں حقیر نہ سمجھے جائیں اور ان کی عزت بھی احرار کی طرح کی جائے یعنی آزاد اور غلام میں جو اہل عرب امتیاز کرتے ہیں وہ مسلمانوں میں نہ ہو۔ مگر

اتفاق امر کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں موافقت پیدا نہ ہوئی۔ آخر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امر پر مجبور ہوئے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد ہوا کیونکہ آپ یہی چاہتے تھے کہ زینب زید ہی کی زوجیت میں رہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو یہ بھی فکر ہوا کہ ان میاں بیوی میں علیحدگی واقع ہوئی تو زینب کے بارہ میں بڑی مشکل آئے گی کہ زید کی زوجیت میں رہ چکنے کے سبب لوگ زینب کے اعزاز و احترام میں کمی کریں گے اور یہ بات بھی آپ کو منظور نہ ہوسکتی تھی۔ جب آپ حضرت زید کی توقیر کرتے اور لوگوں سے کرانی چاہتے تھے تو حضرت زینب کی تحقیر کیونکر گوارا فرما سکتے تھے۔ مگر آخرالامر حضرت زید اور حضرت زینب کا تعلق منقطع ہوکر رہا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کو تین اصلاحیں مدنظر ہوئیں ایک یہ کہ اسلام میں متبنٰی یعنی منہ بولے بیٹے جس کو لے پالک یا گود لیا ہوا بیٹا بھی کہتے ہیں اس کا وہ درجہ اور حق نہ سمجھا جائے جو حقیقی اور صلبی اولاد کا ہوتا ہے اور دونوں قسم کے تعلقات میں جو فرق ہے وہ ظاہر کردیا جائے۔ دوسرے یہ کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویاں صلبی اولاد کی بیویوں کی طرح حرام نہ سمجھی جائے۔ تیسرے یہ کہ آزاد غلاموں کی مطلقہ عورتوں کی حیثیت جن کو شریف اہل عرب اپنی زوجیت میں لینے سے دریغ کرتے تھے ان کی وہی حیثیت قرار دی جائے جو احرار کی مطلقہ عورتوں کی ہے یعنی ان سے بے پس وپیش نکاح کرلیا جائے اور یہ تینوں اصلاحیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت سے شروع کرانا حق تعالیٰ کو مقصود ہوئیں۔ حق تعالیٰ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بعد عدت نکاح کرلیا۔ غرض جب آپ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرلیا تو مخالفین نے طعن کیا کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا تو اس طعن کی بنا پر ایک جواب اجمالاً ان آیات میں دینا مقصود ہے اور تفصیلاً یہ مضمون اسی سورۃ میں آگے پانچویں رکوع میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی تقویت جواب کے لئے جاہلیت کی دو اور نظیریں ان آیات میں بیان فرما کر ان کی تردید کردی گئی۔ جاہلیت میں عرب میں تینوں باتیں غلط مشہور تھیں کہ ذہین اور عقیل آدمی کے دو دل سمجھا کرتے تھے اور بیوی سے لڑتے ہوئے کبھی کوئی عرب یہ کہہ بیٹھتا کہ تیری پشت میرے لئے ماں کی پشت کی طرح ہے تو اس بات کے منہ سے نکل جانے سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ اب یہ عورت اس پر حرام ہوگئی۔ کیونکہ وہ اسے ماں سے تشبیہ دے چکا ہے گویا ان الفاظ سے وہ حقیقی ماں بن گئی۔ ایسے ہی کسی کو منہ بولا بیٹا بنالیا جاتا تو وہ سچ مچ کا حقیقی بیٹا جیسا سمجھا جاتا اور سب احکام اس پر حقیقی بیٹے جیسے جاری ہوتے تھے۔ تو یہاں خاص مقصود اسی تیسری غلطی کا رفع کرنا ہے مگر تقویت کے لئے دو غلطیاں اور رفع کردی گئیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ متبنٰی کو حقیقی بیٹا سمجھنا اور اس بنا پر اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے پر طعن کرنا ایسا ہی غلط مشہور ہوگیا ہے جیسا زوجہ کو زبان سے ماں قرار دینا اور اس بنا پر اس کو نکاح سے خارج سمجھنا یا کسی شخص کو عقلمندی اور ہوشیاری کے سبب یہ سمجھنا کہ اس کے دو قلب ہیں۔ قرآن کریم نے اس لفظی اور مصنوعی تعلق کو حقیقی اور قدرتی تعلق سے جدا کرنے کے لئے ان رسوم اور مفروضات کی بڑی شدومد سے تردید فرمائی اور بتلایا کہ بیوی کو ماں کہہ دینے سے اگر واقعی وہ ماں بن جاتی ہے تو کیا یہ دو ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ ایک وہ کہ جس نے اول جنا تھا اور دوسری یہ کہ جس کو ماں کہہ کر پکارتا ہے اسی طرح کسی نے زید کو بیٹا بنالیا تو ایک باپ تو اس کا پہلے سے موجود تھا جس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے کیا واقعی اب یہ ماننا چاہئے کہ یہ دو باپوں سے الگ الگ پیدا ہوا ہے۔ جب ایسا نہیں تو حقیقی اولاد کے احکام ان پر جاری نہیں کئے جاسکتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک ٹھیک اور منصفانہ بات یہ ہے کہ ہر شخص کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے۔ کسی نے منہ بولا بیٹا بنالیا تو وہ واقعی باپ

نہیں بن گیا۔ یوں شفقت ومحبت سے کسی کو مجازاً بیٹا یا باپ کہہ کر پکارلے وہ دوسری بات ہے غرض یہ نسبی تعلقات اوران کے احکام میں خلط ملط اور اشتباہ واقع نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں سب سے پہلے جو اصلاح نافذ کی گئی وہ یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زید کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنے کی بجائے زید بن حارثہ کہنا شروع کر دیا گیا۔ مزید براں ان آیات کے نزول کے بعد یہ بات حرام قرار دے دی گئی کہ کوئی شخص اپنے حقیقی باپ کے سوا اور کی طرف اپنا نسب منسوب کرے۔ بخاری ومسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا کہا درآنحالیکہ وہ جانتا ہو کہ وہ شخص اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ کسی مسلمان کا باپ کون ہے تو بہرحال وہ تمہارا دینی بھائی اور رفیق ہے اسی لقب سے یاد کیا کرو۔ اور اگر اس میں تم کو بھول چوک ہو جائے یعنی نادانستہ اگر غلط کہہ دیا کہ فلاں کا بیٹا فلاں وہ معاف ہے۔ بھول چوک کا گناہ نہیں۔ ہاں جو دل سے ارادہ کر کے کہے تو گناہ ہوگا اور اس سے بھی اگر استغفار کر لیا جائے تو پھر معاف ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

ان آیات کے تحت نسب کے متعلق ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اب اس وقت جہاں اور دوسری بے اعتدالیاں پیدا ہو رہی ہیں اور ہوگئی ہیں ان میں ایک بے اعتدالی یہ بھی ہے کہ بعض لوگ اپنا نسب آبائی چھوڑ کر اپنے آپ کو دوسرے انساب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کوئی سید بننے کے درپے ہے تو کوئی اپنے آپ کو انصاری ثابت کرتا ہے۔ کوئی اس فکر میں ہے کہ اپنے کو صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی۔ علوی ظاہر کرے کوئی اس کے درپے ہے کہ اپنے کو قریش میں داخل کر کے قریشی کہلائے۔ اور منشا اس کا تکبر اور غرور ہے جو فی نفسہٖ بھی گناہ کبیرہ ہے اور نسب بدلنا یہ مستقل دوسرا کبیرہ گناہ ہے۔ احادیث صحیحہ صریحہ میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں تفاخر بالانساب کا سب سے زیادہ چرچا جاہلیت میں تھا جس کو اسلام نے آکر مٹایا۔ لیکن قرون مابعد میں مسلمانوں میں یہ بلا پھر پیدا ہوگئی۔ اس میں شک نہیں کہ شرافت نسب فضائل غیر اختیاریہ میں سے ہے اور جس کو یہ حاصل ہو نعمت الٰہیہ سمجھے اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اور جس کو حاصل نہ ہو وہ اس کے پیچھے نہ پڑے اس لئے کہ نسب بدلنا گناہ کبیرہ ہے اور اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ کسی نسبت سے تبریٰ کرے اگرچہ وہ نسب ادنیٰ ہی ہو اور ایسے نسب کا دعویٰ کرے جس میں اس کا ہونا معروف نہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ایسے نسب کا دعویٰ کرے جو اس کے لئے معروف نہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا یعنی نافرمانی کی۔ تو جن کو اپنے آبائی نسب سے صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی۔ انصاری۔ قریشی وغیرہ ہونا ثابت ہو وہ اظہار نعمت کے لئے نہ کہ فیشن اور فخر وغرور کے لئے اگر اس کو ظاہر کریں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ شرافت نسب کی نعمت عطا فرمائے اس کو یہ نسبت دوسروں کے اور بھی زیادہ اصلاحِ اعمال واخلاق کی طرف توجہ کرنی چاہئے کیونکہ اول تو اس نعمت کا اقتضا اور شکریہ یہی ہے۔ دوسرے بزرگوں کی نسبت جتنی زیادہ ہے اتنی ہی اس کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں کہ کم از کم اس نسبت کی لاج رکھنے کے لئے اپنے آبائی بزرگوں کے خلاف نہ چلے۔

الغرض ان آیات کے نزول پر حضرت زید کو اب تک جو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہے جاتے تھے اب ان کو ہدایت ربانی کے ماتحت زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ اس سے ایک وہم کسی کو یہ ہوسکتا تھا کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ تو اس وہم کو اگلی آیات میں دور کیا جاتا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۗ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ

نبیؐ مومنین کے ساتھ خود اُن کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں اور رشتہ دار کتاب اللہ میں

أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَن تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم

ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرنا چاہو

مَّعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٦﴾

تو وہ جائز ہے یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جاچکی ہے۔

النَّبِيُّ نبی	أَوْلَىٰ زیادہ (حقدار)	بِالْمُؤْمِنِينَ مومنوں کیساتھ	مِنْ سے	أَنفُسِهِمْ ان کی جانیں	وَأَزْوَاجُهُ اور اس کی بیبیاں	أُمَّهَاتُهُمْ اُن کی مائیں
وَ اور	أُولُو الْأَرْحَامِ قرابت دار	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض	أَوْلَىٰ نزدیک تر	بِبَعْضٍ بعض (دوسروں) سے	فِي میں	كِتَابِ اللَّهِ اللہ کی کتاب
مِنَ سے	الْمُؤْمِنِينَ مومنوں	وَالْمُهَاجِرِينَ اور مہاجروں	إِلَّا أَن مگر یہ کہ	تَفْعَلُوا تم کرو	إِلَىٰ طرف (ساتھ)	أَوْلِيَائِكُم اپنے دوست
	مَعْرُوفًا احسن سلوک	كَانَ ہے	ذَٰلِكَ یہ	فِي الْكِتَابِ کتاب میں	مَسْطُورًا لکھا ہوا	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں جاہلیت کے زمانہ کی بعض رسوم کی تردید فرمائی گئی تھی اور اس سلسلہ میں بتلایا گیا تھا کہ ہر شخص کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے اگر کسی نے کسی کو منہ بولا بیٹا بنالیا تو وہ واقعی باپ نہیں بن گیا۔ اسی حکم کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زید کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنے کے بجائے ان کے حقیقی باپ کی نسبت سے زید بن حارثہ کہنا شروع کر دیا گیا تھا۔ تو اس سے بظاہر کسی کو یہ وہم گزر سکتا تھا کہ اب حضرت زید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے نبی اور امتی کے تعلق کو واضح کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں سے اور مسلمانوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تعلق ہے وہ تو تمام دوسرے انسانی تعلقات سے بالاتر نوعیت رکھتا ہے۔ کوئی رشتہ اس رشتہ سے اور کوئی تعلق اس تعلق سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے درمیان ہے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ دنیا میں بظاہر سب سے بڑا تعلق انسان کا ماں باپ سے ہے۔ ماں باپ ہی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی۔ تو باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اس کا حاصل یہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسمانی وجود سے نکلا ہے اور باپ کی طبعی تربیت وشفقت اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن نبی اور امتی کا تعلق ماں باپ سے بھی بڑھ کر شفقت ورحمت کا ہے۔ یقیناً امتی کا ایمانی اور روحانی وجود نبی کے طفیل میں ہے۔ جو شفقت وتربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوئی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امتی کی وہ ہمدردی۔ اور خیر خواہانہ شفقت وتربیت فرماتے ہیں جو خود اس کا نفس بھی اپنی نہیں کر سکتا۔ تمہارے ماں باپ تمہارے بیوی بچے تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تمہارے ساتھ خود غرضی برت سکتے ہیں۔ تم کو گمراہ کر سکتے ہیں۔ تم سے غلطیوں کا ارتکاب کرا سکتے ہیں مگر نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے حق میں صرف وہی بات کرنے والے ہیں جس میں تمہاری حقیقی فلاح ہو۔تم خود اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار سکتے ہو۔حماقتیں کر کے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر سکتے ہو لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے وہی کچھ تجویز کریں گے جو فی الواقع تمہارے حق میں نافع ہی نافع ہو اور جب معاملہ یہ ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اہل ایمان پر یہ حق ہے کہ وہ آپ کو اپنے ماں باپ اولاد اور اپنی جان سے بڑھ کر عزیز سمجھیں اور عزیز رکھیں۔دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ کی محبت رکھیں۔اپنی رائے پر آپ کی رائے کو۔اپنے فیصلے پر آپ کے فیصلہ کو۔اپنی چاہت پر آپ کی چاہت کو مقدم رکھیں اور آپ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔اسی مضمون کو ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ احادیث میں مشہور ہے کہ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد سنا تو عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کی کیفیت فوراً بدل دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کا حال اسی وقت بدل گیا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اب تم مومن کامل ہو۔تو معلوم ہوا کہ کامل ایمان دراصل اسی کا نام ہے کہ آدمی بالکل اللہ و رسول کا ہو جائے اور اپنے سارے تعلقات و خواہشات کو اللہ اور رسول کے تعلق پر اللہ و رسول کے دین کی راہ میں قربان کر سکے جس طرح کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کر دکھایا۔اور آج بھی اللہ کے سچے اور صادق بندوں کا یہی حال ہے اگر چہ ان کی تعداد اب بہت کم ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول پاک سے سچا تعلق ہم کو نصیب فرما دیں۔تو اس خصوصیت کی بنا پر جو اوپر مذکور ہوئی ایک خصوصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آگے یہ بھی بیان ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امتیوں کی دینی مائیں ہیں اور ان کی تکریم و تعظیم مسلمانوں پر مثل ماں کے واجب ہے۔اور ان کے ساتھ کسی مسلمان کا کبھی نکاح نہیں ہوسکتا تو ازواج مطہرات مومنین کے لئے مثل ماں کے عزت و حرمت میں ہیں باقی دوسرے احکام میں مثل پردہ وغیرہ کے وہ ماں کی طرح نہیں یعنی علاوہ حقیقی رشتہ داروں کے باقی سب مسلمان ان کے لئے غیر محرم تھے جن سے پردہ واجب تھا۔آگے بتلایا گیا کہ جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے تو آپ کے ساتھ تو مسلمانوں کے تعلق کی نوعیت سب سے الگ ہے لیکن عام مسلمانوں کے درمیان آپس کے تعلقات اس اصول پر قائم ہوں گے کہ رشتہ داروں کے حقوق ایک دوسرے پر عام لوگوں کی بہ نسبت مقدم ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنہوں نے وطن چھوڑا اور مدینہ کو ہجرت کی اپنے عزیز و اقارب سے علیحدہ ہوئے گھر بار چھوڑا اور بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ پہنچے تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہاجر کا ایک انصار مدینہ سے بھائی چارہ قائم فرمادیا جس کی رو سے محض دینی برادری کے تعلق کی وجہ سے مہاجرین وانصار ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے بعد میں جب مہاجرین کے دوسرے قرابت دار مسلمان ہوگئے تو ان آیات کی رو سے اللہ تعالیٰ نے صاف حکم فرمادیا کہ قدرتی رشتہ ناتا اس بھائی چارہ سے مقدم ہے۔ میراث وغیرہ رشتہ ناطہ کے موافق تقسیم ہوگی۔ سلوک واحسان کوئی اپنے دینی بھائی سے کرنا چاہے تو وصیت کے ذریعہ سے کرسکتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ حکم اب ہمیشہ کے لئے جاری رہا۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید کی رو سے اور یہاں آیت میں وازواجه اُمهٰتهم کے ارشاد سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ تمام ازواج مطہرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جن میں بغیر کسی شک وشبہ کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل ہیں۔ لیکن روافض جو خلفائے ثلثہ اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ہدف لعن طعن بناتے ہیں اس بنا پر کہ وہ خلیفہ اول حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تھیں۔ بہرحال مخالفین کچھ کہیں جملہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن قرآن کی شہادت سے امہات المومنین ہیں۔ اور ان کی تعظیم وتکریم۔ عزت وحرمت اہل اسلام پر واجب ہے۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق ایک امتی پر ہیں ان کو یہاں بتلا کر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بلند درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے انبیاء کو اپنے امتیوں پر ان کی ذمہ داری کی بنا پر ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف بخشا ہے تو ہم کو اس نعمت عظمیٰ کے قدر کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور عظمت کے ساتھ آپ کا سچا اتباع بھی نصیب فرمائیں۔

اللہ پاک ہم کو اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لائی ہوئی جملہ ہدایات پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں اور آپ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ازواج مطہرات واہل بیت کو اپنے قرب خاص کے درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

اور جب کہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ابن مریمؑ سے بھی

وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ لِّيَسْــَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا

اور ہم نے اُن سب سے خُوب پختہ عہد لیا۔ تاکہ ان سچوں سے ان کے سچ کی تحقیقات کرے، اور کافروں کیلئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَاِذْ اور جب	اَخَذْنَا ہم نے لیا	مِنَ سے	النَّبِيّٖنَ نبیوں	مِيْثَاقَهُمْ ان کا عہد	وَمِنْكَ اور تم سے	وَمِنْ نُّوْحٍ اور نوحؑ سے	وَّاِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم
وَمُوْسٰى اور موسیٰ	وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ	وَاَخَذْنَا اور ہم نے لیا	مِنْهُمْ ان سے	مِّيْثَاقًا عہد	غَلِيْظًا پختہ	لِّيَسْــَٔلَ تاکہ وہ سوال کرے	
الصّٰدِقِيْنَ سچے	عَنْ سے	صِدْقِهِمْ ان کی سچائی	وَاَعَدَّ اور اُس نے تیار کیا	لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے	عَذَابًا عذاب	اَلِيْمًا دردناک	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل ایمان سے اور اہل ایمان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تعلق ہے اس کی نوعیت ظاہر فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل اسلام کی وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت وتربیت فرماتے ہیں کہ جو خود اپنا انکا نفس بھی نہیں کرسکتا اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اہل اسلام کی جان مال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں اور اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ آپ کو اپنے ماں باپ اولاد اور اپنی جان سے بڑھ کر عزیز سمجھیں۔ اور آپ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم رکھیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ بلند درجہ انبیاء کو اس لئے ملا کہ ان پر محنت اور ذمہ داری بھی سب سے زیادہ ہے۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے پختہ اقرار کرلیا ہے کہ وہ بے غرضی کے ساتھ انسانوں کو سچی سچی باتیں بتائیں گے اور دین کے قائم کرنے اور حق تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اور کسر نہ اٹھا رکھیں گے اور اللہ کے بندوں کو اعتقاد اور عمل کے صحیح راستہ پر ڈالنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اور پھر یہ عہد و پیمان بھی کوئی ایسا ویسا نہیں بلکہ بڑا سخت اور پکا قول وقرار لیا گیا۔ تو یہاں اول تو جمیع انبیاء کا ذکر عام طور سے فرمایا گیا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد اور قول وقرار لیا تھا

پھر ان میں سے پانچ نبیوں کے نام لئے جو بڑے اولوالعزم اور صاحب شریعت پیغمبر تھے۔ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا حالانکہ عالم شہادت میں آپ کا ظہور سب انبیاء کے بعد ہوا مگر درجہ میں آپ سب سے پہلے ہیں اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے جیسا کہ احادیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب ملی فرمایا اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے درمیان تھے یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خدا کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین مقرر ہوچکا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی یعنی گارے کی شکل ہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اس حدیث شریف کا ذکر آجانے پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فیوض الحرمین" سے ایک واقعہ یاد آیا۔ حرمین شریفین کے زمانہ قیام میں حضرت شاہ صاحبؒ پر جو حق تعالیٰ کی جانب سے الہامات یا روح پرفتوح سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو افاضات آپ پر ہوئے اور

خاص تعلیم وتلقین کی گئی اور جو بشارتیں منجانب اللہ تعالیٰ القاء ہوئیں اور جن اسرار دین متین سے آپ کو آگاہ کیا گیا یا جو وصیتیں اور نصیحتیں آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرمائی گئیں ان کو آپ نے بڑے عجیب اور دلکش انداز اور علمی حقائق و دقائق کے ساتھ ایک عربی کتاب فیوض الحرمین میں جمع فرمادیا جس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہ فیوض و برکات تقریباً ۴۷ مشاہد پر مشتمل ہیں۔ایک مشہد میں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی ہی میں تھے اور میں نبی ہو چکا تھا اور میرا یہ سوال زبان کے مقال اور دل کے خطرات سے نہ تھا بلکہ اس بھر اور راز کی آرزو اور شوق سے میری روح لبریز تھی۔اس کے بعد میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر قوت اور طاقت تھی آپ کی صورت مثالیہ کے قریب ملا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی وہ صورت کریمہ مثالیہ دکھائی جو پہلے عالم اجسام کے پائی جاتی تھی۔اس کے بعد مجھے عالم مثال سے اس عالم میں آنے کی کیفیت بتلائی اور مجھے انبیاء مبعوثین کی شکلیں بتلائیں۔آگے اس مشاہدہ میں بڑی دقیق علوم و معارف کی باتیں لکھی ہیں جو ہم کم علموں کی سمجھ میں بھی نہیں آسکتیں۔یہ تذکرہ حضرت شاہ صاحبؒ کا درمیان میں ضمناً آ گیا تھا۔ایک طویل حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تمہاری امت کو میں نے سب سے آخر میں بھیجا ہے اور وہ حساب میں سب سے پہلے ہوگی اور میں نے تم کو نبیوں میں سب سے پہلے پیدا کیا اور سب سے آخر میں بھیجا ہے۔تم کو میں نے فاتح یعنی دورۂ نبوت شروع کرنے والا بنایا ہے اور تم کو اس کا ختم کرنے والا بنایا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاعت کی ایک طویل حدیث ذکر کرتے ہیں کہ قیامت میں شفاعت کیلئے مخلوق تمام اولوالعزم انبیاء کے پاس سے ناکارہ ہو کر آخر کار لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہی ہمارے پروردگار سے سفارش کیجئے تاکہ ہمارا حساب لے لے وہ فرمائیں گے کہ میں یہ کام نہیں کرسکتا کیونکہ میں اس سے شرمندہ ہوں کہ میرے امتیوں نے مجھے اور میری ماں کو خدا بنالیا تھا۔لیکن بتلاؤ اگر کسی برتن کو بند کر کے اس پر مہر لگادی جائے کیا اس برتن کی چیز اس وقت تک لے سکتے ہو جب تک کہ اس کی مہر نہ توڑو۔لوگ کہیں گے ایسا تو نہیں ہوسکتا عیسیٰ علیہ السلام پھر فرمائیں گے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو انبیاء علیہم السلام کے خاتمہ پر مہر ہیں آج موجود ہیں ان کی آئندہ اور گذشتہ سب لغزشیں معاف ہو چکی ہیں ان کے پاس جاؤ۔گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس نوازش الٰہیہ کی طرف اشارہ فرمایا جو ازل میں خلعت نبوۃ پہنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکی تھی۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معراج کی حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟ وہ بولے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔جب آپ کی دربار الٰہی میں رسائی ہوئی تو ارشاد ہوا کہ میں نے پیدائش کے لحاظ سے آپ کو سب نبیوں سے پہلے اور بلحاظ بعثت سب سے آخر میں بھیجا۔نبوت کا شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا آپ ہی کو بنایا ہے۔خود ان آیات کریمہ کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت **واذ اخذنا من النبیین میثاقھم** کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا میں باعتبار پیدائش کے سب سے پہلا اور باعتبار بعثت سب سے آخری نبی ہوں۔یہاں متعدد احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت و ابتدائے نبوت اور ختم نبوت کے متعلق اس لئے گوش گزار کی گئیں کہ ایک گمراہ اور ملعون فرقہ باوجود کھلی اور واضح تصریحات کے "نبوت" کے دروازہ کو کھلا رکھتا ہے تاکہ اس چودھویں صدی میں بھی غلام احمد قادیانی جیسے نبوت کے دعویدار پیدا ہوتے رہیں۔مگر جیسا کہ ہر باطل کے خاتمہ کا ایک وقت ہوتا ہے۔الحمدللہ کہ اس فرقہ قادیانی کو جو اہل اسلام

کے لئے قریب ایک صدی سے مارآستین بنا ہوا تھا۔ ماہ ستمبر ۱۹۷۴ء میں حکومت پاکستان اور پاکستان کے اہل اسلام نے بالاتفاق اس فرقہ کے بانی غلام احمد کو کافر خارج از اسلام قرار دیا اور جو بھی اس کی نبوت کا قائل۔ معتقد یا متبع ہوا اس کو بھی کافر قرار دے کر کم از کم پاکستان سے تو قادیانیت کا جنازہ نکل گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فتنہ عظیم کی سرکوبی کے لئے پاکستان کو منتخب فرما کر ایک بڑا عزوشرف عطا فرمایا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اہل پاکستان کو اس دین اسلام کی خدمت اور اپنے پیارے حبیب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے اس جرأت مندانہ اعلان کے صلہ میں اہل پاکستان کو اسلام سے سچا اور صحیح تعلق نصیب فرمادے اور اس سرزمین سے اسلام کی عظمت کا آفتاب چمکنے اور تمام دنیا کو روشن کرنے کا ذریعہ بنادے۔ آمین۔

ذکر یہ ہو رہا تھا کہ یہاں آیت میں اول تو اجمالاً تمام انبیاء کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد وقول وقرار لیا تھا اور پھر ان میں سے پانچ اولوالعزم انبیاء کے نام لئے جن میں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ تو یہاں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا اگر چہ اس دنیا میں ظہور آپ کا سب انبیاء کے بعد ہوا۔ اب یہ عہد کیا تھا اور کب لیا گیا تھا؟ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں اس میثاق کا ذکر متعدد مقامات پر کیا گیا ہے جن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عہد اس وقت لیا گیا تھا کہ جب عالم ارواح میں روز میثاق میں تمام لوگوں کو آدم علیہ السلام کی پشت سے باہر نکالا تھا اور تمام بنی آدم سے عہد لیا تھا اور انبیاء سے بالخصوص عہد موثق لیا گیا تھا اور وہ اس بات کا عہد تھا کہ دین الٰہی کو قائم رکھیں۔ احکام الٰہی لوگوں کو سنائیں۔ خدا تعالیٰ کی رضامندی ہر بات پر مقدم رکھیں۔ باہم اتفاق رکھیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

آیت میں آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض عہد لے کر نہیں رہ گیا ہے بلکہ اس عہد کے بارہ میں قیامت میں وہ سوال کرنے والا ہے اور سوال اس لئے ہوگا تا کہ سچوں کا سچائی پر قائم رہنا ظاہر ہو اور ان کو انعام واکرام سے مالا مال فرمایا جائے اور منکروں کو سچائی سے انکار کرنے پر سزا دی جائے۔

یہاں آیت میں لفظ صادقین استعمال کرکے انبیاء علیہم السلام کا اپنے عہد کو پورا کرنا ظاہر فرمادیا پس ان کا تو اپنے عہد کو عملاً پورا کرنا ثابت ہوگیا۔ اب رہ گئے وہ کہ جن کو اتباع کا حکم تھا اور ان کو ترک اتباع پر وعید سنائی گئی کہ منکروں کو دردناک عذاب ہوگا اور اصحاب اتباع کو انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔

اب آگے جنگ احزاب کے موقع پر جو اہل ایمان پر انعام فرمایا گیا وہ اہل ایمان کو یاد دلایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو افضل الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی رسالت کا حق ادا فرمادیا اور امانت کا حق ادا کردیا اور امت کی پوری خیر خواہی فرمادی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا

اے ایمان والو اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے اُن پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی

وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ⑨ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ

جوتم کو دکھائی نہ دیتی تھی، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے تھے۔ جبکہ وہ لوگ تم پر آچڑھے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی

مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ⑩

اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو	اذْكُرُوْا یاد کرو	نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت	عَلَيْكُمْ اپنے اوپر	اِذْ جَآءَتْكُمْ جب تم پر (چڑھ) آئے	جُنُوْدٌ لشکر		
فَاَرْسَلْنَا ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	رِيْحًا آندھی	وَّجُنُوْدًا اور لشکر	لَّمْ تَرَوْهَا تم نے انہیں نہ دیکھا	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	بِمَا اسے جو
تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	بَصِيْرًا دیکھنے والا	اِذْ جب	جَآءُوْكُمْ وہ تم پر آئے	مِّنْ سے	فَوْقِكُمْ تمہارے اوپر	وَ اور	مِنْ اَسْفَلَ نیچے سے
مِنْكُمْ تمہارے	وَاِذْ اور جب	زَاغَتِ الْاَبْصَارُ کج ہوئیں (چندھیا گئیں) آنکھیں	وَبَلَغَتِ اور پہنچ گئے	الْقُلُوْبُ دل	الْحَنَاجِرَ گلے		
	وَتَظُنُّوْنَ اور تم گمان کرتے تھے	بِاللّٰهِ اللہ کے بارے میں	الظُّنُوْنَا بہت سے گمان				

تفسیر وتشریح:۔ گزشتہ آیات میں اس عہد و پیمان اور قول وقرار کا بیان تھا کہ جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے لیا تھا اور اس عہد و پیمان کا نتیجہ بھی بتلایا گیا تھا تا کہ قیامت میں جب ہر ایک سے پوچھ پاچھ ہو تو سچوں کا سچائی پر قائم رہنا ظاہر ہو اور منکروں کو سچائی سے انکار کرنے پر سزا دی جائے۔ اس میں ایک طرح اطاعت الٰہیہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید تھی۔ اب آگے اللہ تعالیٰ اپنے ایک احسان اور فضلِ عظیم یعنی دو غزووں میں کامیابی اور بڑی پریشانی کا رفع و دفعہ ہونا یاد دلاتے ہیں تا کہ تذکرۂ نعمت سے اطاعتِ الٰہیہ اور اتباع رسول کی ترغیب ہو نیز سچے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے متبعین اور ان کے بالمقابل منکرین و منافقین کے کچھ احوال اور ان کے ظاہری ثمرات و نتائج ذکر کیے جاتے ہیں۔ پہلے اس پورے رکوع میں غزوۂ احزاب جس کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں اس کا واقعہ یاد دلایا گیا اور پھر اگلے رکوع میں غزوۂ بنی قریظہ کا ذکر فرمایا گیا۔ ان آیات کی تشریح سے پہلے جن میں جنگ احزاب کی طرف اشارہ ہے مناسب معلوم ہوگا کہ اس جنگ کے اسباب و حالات و نتائج وغیرہ کو مختصراً بیان کر دیا جائے تا کہ اس کی روشنی میں ان اور آئندہ آیات کا مطلب بخوبی سمجھا جا سکے۔ ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال یہود کا ایک قبیلہ بنی النضیر مسلمانوں کے ہاتھوں مدینہ سے نکالا گیا اور اس کا واقعہ یوں پیش آیا کہ یہود بنی النضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کی اور جب یہ راز فاش ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نوٹس دے دیا کہ دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ ورنہ اس کے بعد تم میں سے جو یہاں پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ منافقین مدینہ کے سردار عبداللہ بن اُبی نے ان یہود کو در پردہ شہ دی کہ تم ڈٹ جاؤ اور مدینہ چھوڑنے سے انکار کر دو۔ میں دو ہزار آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا۔ دوسرے یہود قبیلہ بنی قریظہ وغیرہ تمہاری مدد کریں گے عرب کے دوسرے قبائل بھی تمہاری مدد کے لئے آجائیں گے۔ چنانچہ یہود بنی النضیر نے اس کی باتوں میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ ہم اپنا علاقہ نہیں چھوڑیں گے آپ سے جو کچھ ہو سکے کر لیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوٹس کی میعاد ختم ہوتے ہی ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے حامیوں میں سے

کسی کی ہمت نہ پڑی کہ مدد کو آتا۔ آخرکار انہوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ ان میں سے ہر تین آدمی ایک اونٹ پر جو کچھ لاد کر لے جاسکتے ہیں لے جائیں گے اور باقی سب کچھ مدینہ ہی میں چھوڑ جائیں گے اس طرح مضافات مدینہ کا وہ محلہ جس میں یہود بنی نضیر رہتے تھے۔ ان کے باغات اور سروسامان سمیت مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا اور اس بدعہد قبیلہ کے لوگ ادھر ادھر تتر بتر ہو گئے۔ اس قبیلہ کے لوگ مخالفین اسلام کے ہر قبیلہ میں پھرے اور دورہ کر کے قریش اور دوسرے عرب قبائل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ سب مل کر بہت بڑی جمعیت کے ساتھ مدینہ پر ٹوٹ پڑیں اور مسلمانوں کا قلع قمع کر دیں۔ چنانچہ شوال ۵ھ مطابق ماہ فروری ۶۲۷ء میں ابوسفیان تقریباً بارہ ہزار کا لشکر جرار پورے ساز وسامان سے آراستہ۔ طاقت کے نشہ میں چور مدینہ پر چڑھائی کے لئے مکہ سے نکلا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی اس نقل وحرکت کا علم ہوا تو سب سے پہلا کلمہ جو زبان مبارک پر آیا یہ تھا **حسبنا اللہ ونعم الوکیل** یعنی اللہ ہمیں کافی ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ہم اہل فارس کا دستور یہ ہے کہ ایسے موقع پر خندق کھود کر دشمن سے خود کو محفوظ کر لیتے اور اس کو مجبور بنا دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول فرما کر خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۳ ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر خندق کھودنے کے لئے خود بھی کمربستہ ہو گئے۔ شہر کے گرد جدھر سے حملہ کا اندیشہ تھا تقریباً ساڑھے تین میل لمبی خندق کھودی گئی۔ یہ کام دس دس افراد کی ٹولیوں پر تقسیم کر دیا گیا اور ہر ٹولی نے ۴/۴۰ گز خندق تیار کی۔ چھ دن میں یہ پانچ گز گہری خندق اس طرح تیار ہوئی کہ اس کے کھودنے پتھر توڑنے اور مٹی ہٹانے میں خود سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا ایک بڑا حصہ تھا۔ اور روایات میں آتا ہے کہ سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے۔ کائناتِ انسانی کی تاریخ میں آقا اور غلام۔ حاکم اور محکوم۔ مخدوم اور خادم کے درمیان یہ وہ منظر تھا جو آنکھوں نے دیکھا اور کانوں سے سنا کہ دو جہان کے سردار ہاتھ میں کدال لئے تین دن کے فاقہ سے پیٹ پر پتھر باندھے مہاجرین اور انصار کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف ہیں اور برابر کے شریک نظر آتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ یہ کس کو معلوم نہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے جان نثار خادم اور عاشق صادق تھے کہ جو کسی حال بھی یہ نہ ہونا چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس خندق کے کھودنے اور مٹی کے اٹھانے کی محنت شاقہ میں ان کے شریک ہوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دل جوئی اور امت کی تعلیم کے لئے اس محنت شاقہ میں برابر کا حصہ لیا اور آپ کی یہی عادت مبارکہ تھی کہ ہر محنت ومشقت اور تنگی وتکلیف میں آپ سب عوام مسلمین کی طرح ان میں شریک ہوتے تھے۔ **اللھم رب صلی وسلم علی رسول اللہ صلوٰۃ دائمۃ بدوام ملک اللہ.**

ایک جگہ خندق کھودتے ہوئے پتھر کی ایک چٹان نکل آئی جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عاجز آ گئے۔ خدمت اقدس میں اس واقعہ کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوئی مشورہ یا حکم دینے کی بجائے خود ان کے ساتھ موقع پر تشریف لائے اور خندق کے اندر اتر کر اور کدال اپنے دستِ مبارک میں لے کر اس چٹان پر بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی اور ایک ہی ضرب سے چٹان کا ایک تہائی حصہ کٹ گیا۔ اس کے بعد آپ نے دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی چٹان اور کٹ گئی۔ تیسری مرتبہ پھر آپ نے ضرب لگائی تو باقی چٹان بھی کٹ کر ختم ہو گئی۔ اور پھر آپ خندق سے باہر تشریف لائے۔ **اللھم رب صلی وسلم علی رسول اللہ صلوٰۃ دائمۃ بدوام ملک اللہ.**

الغرض سخت جاڑے کا موسم تھا۔ غلہ کی گرانی تھی۔ بھوک کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر بندھے ہوئے تھے مگر دین حق کی حمایت اور عشق الٰہی میں سرشار زمین کی کھدائی میں حیرت انگیز قوت اور ہمت مردانہ کے ساتھ مشغول تھے۔ صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔

نحن الذین بایعو محمداً — علی الجھاد مابقینا ابدًا

(ہم وہ ہیں جنہوں نے زندگی بھر کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کرلی ہے۔)

دوسری جانب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ دعائیہ کلمہ جاری تھا۔

اللھم ان العیش عیش الأخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرہ

(خدایا عیش تو آخرت کا عیش ہے۔ پس تو انصار و مہاجرین کو مغفرت سے نواز)

الغرض اس طرح چھ روز میں ساڑھے تین میل لمبی خندق تیار ہوگئی۔اور ادھر کفار کا لشکر آ پہنچا اور مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔اسلامی لشکر نے دشمن کے مقابل مورچے جما دیئے تقریباً ۲۰۔۲۵ روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ درمیان میں خندق حائل تھی۔ عرب کے لئے یہ ایک نئی حکمت جنگ تھی اور قریش اس پر دنگ رہ گئے۔دور سے تیراندازی ہوتی تھی اور گاہ بگاہ فریقین کے خاص خاص افراد میں دو دو ہاتھ ہو جاتے تھے۔کفار کے یہ خیال میں ہی نہ تھا کہ مدینہ کے باہر خندق سے سابقہ پیش آئے گا کیونکہ اہل عرب اس وقت تک اس طریق دفاع سے ناآشنا تھے۔ناچار انہیں جاڑے کے زمانہ میں ایک طویل محاصرہ کے لئے تیار ہونا پڑا جس کے لئے وہ گھروں سے تیار ہو کر نہ آئے تھے۔ بہرحال مسلمانوں کی جمعیت مدینہ میں محصور تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کو مدینہ کے ایک محلہ میں کردیا تھا۔اسی عرصہ میں کفار نے ایک تدبیر یہ کی کہ بنو قریظہ کے یہودی قبیلہ کو جو مدینہ کے جنوب مشرقی گوشہ میں رہتا تھا انہیں غداری پر آمادہ کیا۔ چونکہ اس قبیلہ بنو قریظہ سے مسلمانوں کا باقاعدہ حلیفانہ معاہدہ تھا جس کی رو سے مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مدافعت کرنے کا پابند تھا۔اس لئے مسلمانوں نے اس طرف سے بے فکر ہو کر اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک محلہ میں جمع کردیا جو بنو قریظہ کی جانب تھا اور ادھر مدافعت کا کوئی انتظام بھی نہ کیا گیا تھا۔کفار کے حملہ آور لشکریوں میں سے بنی نضیر کا ایک یہودی سردار قبیلہ بنو قریظہ کے پاس بھیجا گیا تاکہ انہیں کسی طرح معاہدہ توڑ کر جنگ میں شامل ہونے کے لئے آمادہ کرے۔ابتداء تو بنو قریظہ نے انکار کیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ ہے اور آج تک ہمیں کبھی ان سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی لیکن جب اس بنی نضیر کے یہودی سردار نے کہا کہ دیکھو میں اس وقت تمام عرب قبائل کی متحدہ طاقت مسلمانوں پر چڑھا لایا ہوں۔یہ انہیں ختم کرنے کا نادر موقع ہے اس کو اگر تم نے کھو دیا تو پھر دوسرا ایسا موقع کوئی نہ مل سکے گا۔تو یہودی ذہنیت کی اسلام دشمنی اخلاق کے پاس ولحاظ پر غالب آگئی اور بنو قریظہ عہد توڑنے پر آمادہ ہوگئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ سے بھی بے خبر نہ تھے۔آپ کو بروقت اس کی اطلاع مل گئی اور آپ نے فوراً انصار کے چند سرداروں کو بنو قریظہ کے پاس تحقیق حال اور فہمائش کے لئے بھیجا۔یہ حضرات وہاں پہنچے تو بنو قریظہ کو پوری خباثت پر آمادہ پایا اور انہوں نے برملا ان انصار سرداروں سے کہہ دیا کہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔یہ خبر بہت جلد مدینہ کے مسلمانوں میں پھیل گئی اور ان کے اندر اس سے سخت اضطراب پیدا ہوگیا کیونکہ اب وہ دونوں طرف سے گھیرے میں آگئے تھے اور مدینہ کا وہ حصہ اب خطرہ میں پڑ گیا تھا جدھر دفاع کا بھی کوئی انتظام نہ تھا اور سب کے بال بچے بھی اسی جانب تھے۔اس پر منافقین جو مسلمانوں میں ملے جلے ہوئے تھے ان کی سرگرمیاں تیز ہوگئیں اور انہوں نے اہل ایمان کے حوصلہ پست کرنے کے لئے طرح طرح کے نفسیاتی حملے شروع کردیئے۔کسی نے کہا کہ ہم سے وعدہ تو قیصر اور کسریٰ کے ملک کے فتح ہو جانے کے کئے جارہے تھے اور حال یہ ہے کہ اب ہم رفع حاجت کے لئے بھی نہیں نکل سکتے۔کسی نے یہ کہہ کر خندق کے محاذ سے رخصت مانگی کہ اب تو ہمارے گھر اور بال بچے ہی خطرہ میں پڑ گئے ہیں ہمیں جا کر ان کی حفاظت کرنی ہے۔کسی نے یہاں تک خفیہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ حملہ آوروں سے اپنا معاملہ درست کرلو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ کردو۔ یہ ایسی شدید آزمائش کا وقت تھا کہ صرف صادق اور مخلص اہل ایمان ہی تھے جو اس نازک اور کڑے وقت میں فداکاری کے عزم پر ثابت قدم رہے۔محاصرہ کی وجہ سے مدینہ میں سخت بے چینی پھیل گئی تھی۔ رسد کی قلت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تین تین فاقہ گزر گئے۔

ایک روز مضطر ہو کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے پیٹ کھول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے کہ سب نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ ادھر محاصرین جب خندق عبور نہ کر سکے تو وہیں سے تیر اور پتھر برسانے شروع کیے۔ جانبین سے مسلسل تیراندازی ہوئی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو دن بھر ایسا مشغول رہنا پڑا کہ نماز کے لئے بھی ذرا سی مہلت نہ ملی۔ چار نمازیں قضا ہوئیں۔ جو عشا کے وقت پڑھی گئیں۔ اب محاصرہ ۲۵ دن سے زیادہ طویل ہو چکا تھا۔ سردی کا زمانہ تھا۔ بالآخر خداوند تعالیٰ نے اس بے سروسامان جماعت کی امداد فرمائی ایک نومسلم صحابی کے ایک عاقلانہ اور لطیف تدبیر سے حملہ آور مشرکین اور یہودی بنی قریظہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ ادھر کفار کے دلوں کو خدا تعالیٰ کا نہ دکھائی دینے والا فرشتوں کا لشکر مرعوب کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ایک رات لشکر کفار پر برفانی ہوا کا ایک ایسا طوفان چلا دیا جس سے ریت اور سنگریزے اڑ اڑ کر کفار کے منہ پر لگتے تھے۔ ان کے چولہے بجھ گئے۔ دیگچے زمین پر اوندھے جا پڑے۔ کھانے پکانے کی کوئی صورت نہ رہی۔ ہوا کے زور سے خیمے اکھڑ گئے گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے۔ لشکر پریشان ہو گیا۔ سردی اور آندھی ناقابل برداشت بن گئی۔ آخر ابوسفیان نے جن کے ہاتھ میں تمام لشکروں کی اعلیٰ کمان تھی وہاں سے کوچ کر جانے کا حکم دیا اور ناچار سب ناکام و نامراد راتوں رات واپس ہو گئے۔ صبح جب مسلمان اٹھے تو میدان میں ایک دشمن بھی نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کو دشمنوں سے خالی دیکھ کر فوراً ارشاد فرمایا کہ اب قریش کے لوگ تم پر کبھی چڑھائی نہ کر سکیں گے۔ اب تم ان پر چڑھائی کرو گے۔ غزوۂ خندق سے پلٹ کر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر پہنچے تو ظہر کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر حکم سنایا کہ ابھی ہتھیار نہ کھولے جائیں۔ بنی قریظہ کا معاملہ باقی ہے۔ ان سے بھی اسی وقت نمٹ لینا چاہئے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ کوئی عصر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھے جب تک دیار بنی قریظہ پر نہ پہنچ جائے۔ غزوۂ احزاب کی کچھ تفصیلات تو آپ کے سامنے آ گئیں اب غزوۂ بنی قریظہ کی تفصیلات انشاء اللہ تیسرے رکوع میں جہاں ان کا ذکر فرمایا گیا ہے وہاں بیان ہوں گی۔ اب غزوۂ احزاب کی ان تفصیلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔

جیسا کہ ابتداء میں اوپر عرض کیا گیا...... اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کی ترغیب کے لئے اہل ایمان کو خطاب کر کے اپنا احسان اور فضل یاد دلاتے ہیں کہ اے ایمان والو اس سخت وقت کو یاد کرو جب کہ تمہارے اوپر لشکر چڑھ آئے تھے اور جب تم ہر طرف سے گھر گئے تھے اور تمہاری سخت حالت ہو گئی تھی۔ مراد اس سے جنگ احزاب ہے تو ہم نے دشمنوں کو ہزیمت دے کر تم سے ٹال دیا اور سخت ٹھنڈی ہوا چلا دی اور فرشتوں کا لشکر جو تمہیں دکھائی نہ دیتا تھا بھیج دیا تمہاری حالت یہ تھی کہ مدینہ کی مشرق کی طرف سے جو اونچا علاقہ تھا اور مغرب کی طرف سے جو نیچا حصہ تھا تمہیں دشمنوں نے اکٹھے ہو کر گھیر لیا تھا اور دہشت کے مارے تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ جیسا کہ خوف کے وقت ہوا کرتا ہے اور تمہارے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ گئے تھے۔ یہ ایک محاورہ عرب کی بات ہے جو شدت خوف کے وقت کہا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں کہ ناک میں دم آ گیا تھا یا کہا کرتے ہیں کہ دل باہر نکل پڑا اور تم اللہ تعالیٰ سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے یعنی سچے اور ایمان دار تو یہی کہتے تھے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اسلام ضرور فتحیاب ہو گا مگر منافقین کہتے کہ ہم مصیبت میں پڑ گئے۔ بس اب کے خاتمہ ہے۔ ایسی مصیبت پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ اب کے شاید ہی بچیں۔ کوئی کہتا کہ اس دل بادل فوج سے جیتنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ کمزور یقین والوں کے منہ سے بھی یاس و ہراس کے کلمے نکل جاتے تھے۔

مزید واقعات و حالات اسی جنگ احزاب کے اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور اس جنگ میں منافقین کا کیا طرز عمل رہا وہ بتلایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَإِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ 9

اس موقع پر مسلمانوں کا امتحان کیا گیا اور سخت زلزلہ میں ڈالے گئے۔ اور جب کہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَإِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ

یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا ہے۔اور جب کہ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اے یثرب کے لوگو!

يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ

تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقع نہیں سو لوٹ چلو اور بعض لوگ ان میں نبی سے اجازت مانگتے تھے کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں

وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا

حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں یہ محض بھاگنا ہی چاہتے تھے۔ اور اگر مدینہ میں اس کے اطراف سے اُن پر کوئی آگھسے پھر اُن سے فساد کی درخواست کی جائے

الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ

تو یہ اُس کو منظور کرلیں اور ان گھروں میں بہت ہی کم ٹھہریں۔ حالانکہ یہی لوگ پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔

لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ

اور اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی باز پرس ہوگی۔ آپ فرمادیجئے کہ تم کو بھاگنا کچھ نافع نہیں ہوسکتا اگر تم

مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ

موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں بجز تھوڑے دنوں کے اور زیادہ متمتع نہیں ہوسکتے۔ یہ بھی فرمادیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خدا سے بچاسکے،

مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ

اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے یا وہ کون ہے جو خدا کے فضل سے تم کو روک سکے اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے اور خدا کے سوا نہ کوئی

دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

اپنا حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔

هُنَالِكَ یہاں	ابْتُلِيَ آزمائے گئے	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن	وَزُلْزِلُوْا اور وہ ہلائے گئے	زِلْزَالًا ہلایا جانا	شَدِيْدًا شدید	وَاِذْ اور جب	يَقُوْلُ کہنے لگے
الْمُنٰفِقُوْنَ منافق	وَالَّذِيْنَ اور وہ جن کے	فِيْ قُلُوْبِهِمْ دلوں میں	مَرَضٌ روگ	مَا وَعَدَنَا جو ہم سے وعدہ کیا	اللّٰهُ اللہ	وَرَسُوْلُهٗ اور اسکا رسول	
اِلَّا مگر (صرف)	غُرُوْرًا دھوکہ دینا	وَاِذْ اور جب	قَالَتْ کہا	طَآئِفَةٌ ایک گروہ	مِّنْهُمْ ان میں سے	يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ اے یثرب (مدینہ) والو	

لَامُقَامَ کوئی جگہ نہیں	لَكُمْ تمہارے لئے	فَارْجِعُوْا لہٰذا تم لوٹ چلو	وَيَسْتَاْذِنُ اوراجازت مانگتا تھا	فَرِيْقٌ ایک گروہ	مِنْهُمُ ان میں سے	النَّبِیَّ نبی سے	
يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے تھے	اِنَّ بیشک	بُيُوْتَنَا ہمارے گھر	عَوْرَةٌ غیر محفوظ	وَمَا هِیَ حالانکہ وہ نہیں	بِعَوْرَةٍ غیر محفوظ	اِنْ يُّرِيْدُوْنَ وہ نہیں چاہتے	
اِلَّا مگر (صرف)	فِرَارًا فرار	وَلَوْ اور اگر	دُخِلَتْ داخل ہوجائیں	عَلَيْهِمْ ان پر	مِنْ سے	اَقْطَارِهَا اس (مدینہ) کے اطراف	ثُمَّ پھر
سُئِلُوا ان سے چاہا جائے	الْفِتْنَةَ فساد	لَاٰتَوْهَا تو وہ ضرور اسے دیں گے	وَ اور	مَا تَلَبَّثُوْا نہ دیر لگائیں گے	بِهَا اس (گھر) میں		
اِلَّا مگر (صرف)	يَسِيْرًا تھوڑی سی	وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا حالانکہ وہ عہد کر چکے تھے	اللّٰهَ اللہ	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	لَا نہ		
يُوَلُّوْنَ پھیریں گے	الْاَدْبَارَ پیٹھ	وَكَانَ اور ہے	عَهْدُ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	مَسْئُوْلًا پوچھا جانے والا	قُلْ فرمادیں	لَنْ يَّنْفَعَكُمُ تمہیں ہرگز نفع نہ دیگا	
الْفِرَارُ فرار	اِنْ اگر	فَرَرْتُمْ تم بھاگے	مِنَ الْمَوْتِ موت سے	اَوِ یا	الْقَتْلِ قتل	وَاِذًا اور اس صورت میں	لَا تُمَتَّعُوْنَ نہ فائدہ دیے جاؤگے
اِلَّا قَلِيْلًا مگر (صرف) تھوڑا	قُلْ فرمادیں	مَنْ ذَا کون جو	الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ وہ جو تمہیں بچائے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	اِنْ اگر		
اَرَادَ بِكُمْ وہ چاہے تم سے	سُوْٓءًا برائی	اَوْ یا	اَرَادَ بِكُمْ چاہے تم سے	رَحْمَةً مہربانی	وَ اور	لَا يَجِدُوْنَ وہ نہ پائیں گے	
	لَهُمْ اپنے لئے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	وَلِيًّا کوئی دوست	وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ مددگار			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے اپنا وہ احسان اور فضل یاد دلایا تھا جو غزوۂ احزاب یا جنگ خندق کے موقع پر مسلمانوں پر فرمایا جبکہ کفار و مشرکین و یہود نے مل کر پوری طاقت اور پورے جتھے سے مسلمانوں کو مٹانے کے ارادہ سے زبردست لشکر لے کر حملہ کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اہل ایمان کے لئے واقعی یہ بڑی سخت آزمائش کا وقت تھا۔ اہل ایمان کی پختگی اور استقامت کا زبردست امتحان تھا۔ شدید سردی کا موسم۔ غلہ کی گرانی و کمیابی۔ صحابہ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ اس پر بھی ہمت اور استقلال کا یہ عالم تھا کہ پتھریلی زمین کی کھدائی شب و روز اپنے ہاتھوں سے جاری تھی۔ بخاری شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب خندق کھودی جارہی تھی تو میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت بھوکے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ تین دن سے آپ نے کچھ نہ کھایا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں گھر آیا اور بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے معلوم ہوتے ہیں۔ بیوی نے بوری سے جو نکالے جو ایک صاع تھے (یعنی ہمارے وزن سے قریب ساڑھے تین سیر) گھر میں بکری کا ایک بچہ پلا ہوا تھا۔ وہ میں نے ذبح کیا اتنے میں بیوی نے آٹا پیس لیا اور گوشت کاٹ کر ہانڈی میں چڑھادیا۔ پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بیوی نے چلتے وقت کہا کہ دیکھو مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے سامنے شرمندہ مت کرنا کہ بہت سے آدمی آجائیں اور کھانا تھوڑا ہوجائے۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکے سے عرض کیا۔ میں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع کا آٹا پیسا ہے۔ آپ اپنے ساتھ چند آدمیوں کو لے کر چلئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی اے خندق والو! جلدی چلو۔ جابر نے کھانا پکایا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم چلو مگر میرے آنے تک نہ ہانڈی اتارنا اور نہ خمیر کی روٹیاں پکانا۔ میں چلا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو لے کر آنے کے لئے تیار ہونے لگے میں نے آکر بیوی سے سب باتیں کہہ دیں تو وہ گھبرا گئی اور کہا تم نے یہ کیا کیا۔ میں نے کہا کہ میں نے تمہاری بات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دی تھی۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خمیر میں لعاب دہن ملایا اور دعائے برکت فرمائی پھر فرمایا اے جابر روٹی پکانے والی کو بلاؤ وہ میرے سامنے روٹی پکائے اور ہانڈی سے گوشت نکالے اور اسے چولہے سے نہ اتارے آخر سب نے پیٹ بھر کر کھالیا۔ ہانڈی اسی طرح پک رہی اور ابل رہی تھی اور روٹیاں پکائی جارہی تھیں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں خدا کی قسم کھانے والے ایک ہزار تھے سب نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا ہانڈی میں گوشت بھرا ہوا تھا اور روٹیاں برابر پک رہی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی سے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ

اور اپنے آدمیوں کو بھی حصہ دینہ کرو کیونکہ آج کل بھوک سے سب پریشان ہو رہے ہیں۔ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ ورنہ بخاری ہی کی ایک حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک ایک مٹھی جو آتے پھر ان کو بدمزہ چربی میں پکا کر سب مل کر کھا لیتے حالانکہ وہ حلق کو پکڑتی تھی اور اس میں سے بو آتی تھی غرض کہ سردی کے علاوہ کھانے پینے کی بھی تنگی تھی اور پھر بنی قریظہ کے یہودیوں نے دفعتہً معاہدہ توڑ کر سخت بے چینی پیدا کر دی تھی۔ پھر منافقین دل کے کھوٹے جو بظاہر مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے وہ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے۔ کوئی کہتا کہ اب وہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کہاں گئے۔ ہمیں تو بڑا سخت دھوکہ دیا گیا۔ بعض منافقین مسلمانوں کو بہکانے لگے اور ان کو یہ کہہ کر ڈرایا کہ اے یثرب کے باشندو! یثرب مدینہ طیبہ کا پرانا نام تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے "مدینۃ النبی" کہلایا جانے لگا پھر بعد میں اختصار کر کے مدینہ کہنے لگے۔ تو منافقین اہل ایمان سے کہتے کہ دیکھتے ہو کہ صورت حال کیا ہے؟ سارے عرب اکٹھا ہو کر ہم پر چڑھ آئے ہیں۔ بنو قریظہ نے بھی جو اپنا عہد و پیمان ہم سے کر رکھا تھا توڑ دیا ہے اب ہم خندق پر اس عرب کے جم غفیر اور عظیم لشکر کے سامنے پڑے رہیں تو اس سے کیا فائدہ اب ہمارے یہاں ٹھہرنے کا کچھ کام نہیں صاف ظاہر ہے کہ کیا انجام ہونے والا ہے چلو گھر لوٹ چلیں۔ یہاں رہنا موت کے منہ میں جانا ہے۔ چنانچہ بعض منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور عرض کیا کہ شہر میں ہمارے گھر کھلے ہوئے غیر محفوظ پڑے ہیں۔ خبر نہیں کیا ہو جائے۔ ہمیں اجازت دیجئے کہ شہر جا کر گھروں کی حفاظت کا بندوبست کریں۔ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں صرف عورتیں بچے رہ گئے ہیں دیواریں قابل اطمینان نہیں کبھی چور وغیرہ نہ گھس آئیں۔ چنانچہ جو اجازت لینے آیا آپ اجازت دیتے رہے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ صرف مخلص اہل ایمان ہی رہ گئے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب بھاگ جانے کے بہانے تھے۔ گھروں کی حفاظت کا بہانہ ایک جھوٹا بہانہ ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کے دل اسلام کی طرف پورے جھکے ہی نہیں۔ اس وقت جو کفار کا ہجوم دیکھا اور بظاہر مسلمانوں کی فتح کا کوئی نشان نظر نہ آیا تو میدان جنگ سے بھاگ کر گھر میں جا کر بیٹھ رہنے کی سوجھی بالفرض مدینہ کے باہر سے کوئی غنیم ادھر ادھر سے گھس آئے پھر ان سے

مطالبہ کرے کہ مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ ہو کر ان سے لڑو اور فتنہ فساد برپا کر دو تو یہ فوراً ان کا ساتھ دینے کو تیار ہو جائیں اور ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکل پڑیں۔ اسلام کے ظاہری دعوے سے دست بردار ہو کر فوراً فتنہ فساد کی آگ میں کود پڑیں۔ اس وقت تو فوراً گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ نہ گھروں کی حفاظت کا بہانہ کریں اور نہ شکست کا خیال دل میں لائیں۔ منافقین کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ وہی تو ہیں جنہوں نے جنگ اُحد کے بعد عہد کیا تھا کہ آئندہ کبھی میدان جنگ سے پیٹھ موڑ کر نہ بھاگیں گے۔ اب یہ اس عہد کی خلاف ورزی کیسی۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کے ساتھ جو عہد کیا جائے گا اللہ کی طرف سے اس کی پوچھ ہوگی۔ اور عہد توڑنے پر اس کی سزا ملے گی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کو بتلا دیں کہ تم جو بھاگے بھاگے پھرتے ہو تو موت یا قتل کئے جانے کے ڈر سے بھاگنا بے سود ہے جس کی قسمت میں موت ہے وہ کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا۔ قضائے الٰہی ہر جگہ پہنچ کر رہے گی۔ اور فرض کرو بھاگنے سے بچاؤ ہو گیا تو کتنے دن؟ آخر موت آنی ہے اب نہیں چند روز کے بعد آئے گی اور نہ معلوم کس سختی اور ذلت سے آئے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ اللہ کے ارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ نہ کوئی تدبیر و حیلہ اس کے مقابلہ میں کام دے سکتا ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اسی پر توکل کرے اور ہر حالت میں اسی کی مرضی کا طلبگار رہے۔ ورنہ دنیا کی برائی بھلائی یا سختی و نرمی تو یقیناً پہنچ کر رہے گی پھر اس کے راستہ میں بزدلی کیوں دکھائے اور وقت پر جان کیوں چرائے جو عاقبت خراب ہو۔ ہر چیز اللہ کے اختیار اور ارادہ کے تحت ہے اگر اس نے حکم دے دیا ہے کہ تمہیں برائی پہنچے تو وہ پہنچ کر رہے گی اگر اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہیں اچھائی اور خوشی نصیب ہو تو ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ اس کے فیصلہ کے بعد نہ کوئی برائی سے بچا سکے اور نہ کوئی اس کی رحمت سے روک سکے۔ انہیں ماننا پڑے گا کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی نہ ساتھی ہے نہ حمایتی اور نہ مددگار۔

ابھی منافقین کی مذمت اور تشنیع اگلی آیات میں جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ

اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو مانع ہوتے ہیں اور جو اپنے (نسبی یا وطنی) بھائیوں سے یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ، اور لڑائی میں

الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٨﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ

بہت ہی کم آتے ہیں۔ تمہارے حق میں بخیلی لئے ہوئے سو جب خوف پیش آتا ہے تو ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگتے ہیں

اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ

کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، پھر جب وہ خوف دور ہوجاتا ہے تو تم کو تیز تیز زبانوں سے طعنے دیتے ہیں

اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٩﴾

مال پر حرص لئے ہوئے، یہ لوگ ایمان نہیں لائے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال بیکار کر رکھے ہیں، اور یہ بات اللہ کے نزدیک بالکل آسان ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي

ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ (ابھی تک) یہ لشکر گئے نہیں، اور اگر (بالفرض) یہ (گئے ہوئے) لشکر (پھر لوٹ کر) آجاویں تو (پھر تو) یہ لوگ (اپنے لئے) یہی پسند کریں

الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢٠﴾

کہ کاش ہم دیہاتوں میں باہر جا رہیں کہ تمہاری خبریں پوچھتے رہیں اور اگر تم ہی میں رہیں تب بھی کچھ یوں ہی سا لڑیں۔

قَدْ يَعْلَمُ خوب جانتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْمُعَوِّقِيْنَ روکنے والے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَالْقَآئِلِيْنَ اور کہنے والے	لِاِخْوَانِهِمْ اپنے بھائیوں سے		
هَلُمَّ آجاؤ	اِلَيْنَا ہماری طرف	وَلَا يَاْتُوْنَ اور نہیں آتے	الْبَاْسَ لڑائی	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا بہت کم	اَشِحَّةً بخل کرتے ہوئے	عَلَيْكُمْ تمہارے متعلق
فَاِذَا جَآءَ پھر جب آئے	الْخَوْفُ خوف	رَاَيْتَهُمْ تم دیکھو گے انہیں	يَنْظُرُوْنَ وہ دیکھنے لگتے ہیں	اِلَيْكَ تمہاری طرف	تَدُوْرُ گھوم رہی ہیں		
اَعْيُنُهُمْ انکی آنکھیں	كَالَّذِيْ اس شخص کی طرح	يُغْشٰى غشی آتی ہے	عَلَيْهِ اس پر	مِنَ الْمَوْتِ موت سے	فَاِذَا پھر جب	ذَهَبَ چلا جائے	
الْخَوْفُ خوف	سَلَقُوْكُمْ تمہیں طعنے دینے لگیں	بِاَلْسِنَةٍ زبانوں سے	حِدَادٍ تیز	اَشِحَّةً بخیلی (لالچ) کرتے ہوئے	عَلَى الْخَيْرِ مال پر	اُولٰٓئِكَ یہ لوگ	
لَمْ يُؤْمِنُوْا نہیں ایمان لائے	فَاَحْبَطَ اللّٰهُ تو اکارت کر دیئے اللہ نے	اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل	وَكَانَ اور ہے	ذٰلِكَ یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	يَسِيْرًا آسان	
يَحْسَبُوْنَ وہ گمان کرتے ہیں	الْاَحْزَابَ لشکر	لَمْ يَذْهَبُوْا نہیں گئے ہیں	وَاِنْ يَّاْتِ اور اگر آئیں	الْاَحْزَابُ لشکر	يَوَدُّوْا وہ تمنا کریں	لَوْ اَنَّهُمْ کہ کاش وہ	
بَادُوْنَ باہر نکلے ہوئے ہوتے	فِي الْاَعْرَابِ دیہات میں	يَسْاَلُوْنَ پوچھتے رہتے	عَنْ سے	اَنْۢبَآئِكُمْ تمہاری خبریں	وَلَوْ اور اگر	كَانُوْا ہوں	
فِيْكُمْ تمہارے درمیان	مَا قٰتَلُوْا جنگ نہ کریں	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا بہت کم				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مومنین مخلصین کے مقابلہ میں منافقین کی حالت جنگ احزاب کے موقع پر بیان کی گئی تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے غلبہ واثرات کو دیکھ کر بعض یہود وغیرہ محض پالیسی کے ماتحت ظاہراً مسلمان بن گئے تھے اور مسلمانوں کی طرح ان میں مل کر نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور دوسرے سب اسلامی اعمال بجالاتے تھے۔ اور جہاد میں بھی دکھلاوے کے لئے شریک ہوجاتے تھے مگر جنگ سے جان بچانے کے لئے حیلہ بہانہ ڈھونڈتے تھے تو ایسے لوگوں کی جن کے دلوں میں نفاق اور شک کا مرض بھرا ہوا تھا اور صدق دل سے اخلاص کے ساتھ اسلام قبول نہیں کیا تھا ان کی مذمت فرمائی گئی تھی۔

انہیں منافقین کے بعض احوال اور اقوال جو ان سے اس جنگ احزاب کے موقعہ پر ظاہر ہوئے ان آیات میں بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں گھسے ہوئے ہیں اور ظاہری وضع داری اور دکھاوے کو شرما شرمی بھی میدان میں آ کھڑے ہوتے ہیں ورنہ عموماً گھروں میں بیٹھے مزا اڑاتے ہیں اور اپنی برادری کے لوگوں کو بھی جو سچے مسلمان ہیں جہاد میں جانے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لشکر کو چھوڑو اور ہمارے پاس آ جاؤ وہاں اپنی جان کیوں کھوتے ہو۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک منافق نے یہ بات اپنے حقیقی بھائی سے کہی تھی اور اس وقت یہ کہنے والا بھنا ہوا گوشت اور روٹیاں کھا رہا تھا۔ مسلمان بھائی نے کہا کہ افسوس تو اس چین میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تکلیف میں۔ تو اس پر وہ بولا کہ تم بھی یہیں چلے آؤ۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کا ساتھ دینے سے دریغ رکھتے ہیں۔ اپنی محنت۔ اپنے اوقات۔ اپنی فکر۔ اپنے مال کوئی چیز بھی وہ جہاد اور مسلمانوں کی ہمدردی اور بہی خواہی میں صرف کرنے کے لئے بخوشی تیار نہیں ہیں جبکہ مومنین صادقین اپنا سب کچھ جھونکے دے رہے ہیں اور جان کی بازی لگانا تو بڑی چیز ہے وہ کسی کام میں بھی کھلے دل سے اہل ایمان کا ساتھ دینا نہیں چاہتے۔ ان کی بزدلی۔ حرص اور بخیلی کی تو یہ کیفیت ہے کہ وہ جنگ میں آتے ہی نہیں مگر کبھی کبھی کہ جس میں ذرا نام ہوجاوے اور مسلمان ان سے بالکل ہی بدک نہ جائیں۔ ہاں مال غنیمت حاصل کرنے کا موقع آئے تو حرص کے مارے چاہیں کہ کسی کو کچھ نہ ملے سارا مال ہمیں سمیٹ کر لے جائیں۔ جب کوئی خوف اور خطرہ کا وقت آجاتا ہے تو چہرہ پر مردنی چھا جاتی ہے اور ایسے اڑے وقت میں رفاقت سے جی چراتے ہیں۔ ڈر کے مارے جان نکلتی ہے۔ اور خوف وخطر کا وقت جاتا رہا تو آ کر باتیں بناتے ہیں۔ اور زبان کی بڑی تیزی دکھاتے ہیں اور بڑھ بڑھ کر مطالبہ کرتے ہیں کہ لاؤ ہمارا حصہ۔ ہم نے بھی خدمات انجام دی ہیں۔ ہماری ہی پشت پناہی سے یہ فتح حاصل ہوئی ہے۔ اپنے مصنوعی کارنامے جتانے لگتے ہیں اور دوسروں کو طعنے دیتے ہیں کہ واہ تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ان لوگوں کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے دل میں ایمان کا نام نہیں۔ اور جب اللہ ورسول پر ایمان نہیں تو کوئی عمل مقبول نہیں یعنی ظاہر اسلام قبول کرلینے کے بعد جو نمازیں انہوں نے پڑھیں یا جو روزے رکھے یا جو زکوٰتیں دیں اور بظاہر جو نیک کام بھی کئے ان کاموں کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ کالعدم قرار دے گا اور ان کا کوئی اجر وثواب آخرت میں نہ ملے گا۔ بغیر ایمان کچھ بھی کرے سب اکارت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فیصلہ اعمال کی ظاہری شکل پر نہیں ہوتا بلکہ یہ دیکھ کر ہوتا ہے کہ اس ظاہر کی تہ میں ایمان وخلوص ہے یا نہیں تو جب یہ چیز سرے سے ان کے اندر موجود ہی نہیں تو یہ دکھاوے کے اعمال سراسر بے معنی ہیں۔

آیت کا یہ حصہ **اولئک لم یؤمنوا فاحبط اللہ اعمالھم.** یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال بیکار کر رکھے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ اس وقت کے منافقین یعنی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین جو اللہ اور رسول کا ظاہراً اقرار کرتے تھے۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ روزے بھی رکھتے تھے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دوسرے نیک کاموں میں بھی ظاہراً شریک

ہوتے تھے ان کے بارے میں صاف صاف فیصلہ دیا گیا کہ یہ لوگ سرے سے ایمان لائے ہی نہیں اور بے ایمان کچھ ہی کرے سب اکارت ہے۔ اس کے اعمال کوئی وزن اور قیمت نہیں رکھتے ان پر کوئی اجروثواب آخرت میں نہیں۔ رہے اس وقت کے منافقین وہ تو نہ نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں نہ ظاہراً شریعت کے احکام کی پابندی کریں لیکن پھر بھی اسلام اور ایمان کے لمبے چوڑے دعوے ہیں۔ لیکن وہ اپنی حقیقت کو سن لیں اُولٰئک لم یؤمنوا فاحبط اللہ اعمالھم سورۂ بقرہ میں منافقین کے ذکر کے سلسلہ میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاٰخرۃ وما ھم بمؤمنین یخدعون اللہ والذین امنوا.

اور لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں۔ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان والے ہیں)

تو جیسے پہلے منافقین اسلام کا لیبل لگا کر اسلام کو جڑ بنیاد سے اکھیڑنا اور ختم کرنا چاہتے تھے اسی طرح موجودہ دور کے منافقین جو بظاہر اسلام کا نام لیتے ہیں مگر دل سے حقیقی اسلام کو مسخ کر کے ایک ماڈرن اسلام کے خواہشمند ہیں کہ جس میں نہ حلال حرام کی تمیز ہو۔ نہ جائز ناجائز کی قید ہو۔ نہ نماز روزہ کی پابندی ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے مارآستینوں سے اس ملک کو پاک فرمائیں۔

آگے انہی منافقین مدینہ کی بزدلی کی حالت بیان کی گئی کہ کفار کی فوجیں ناکام واپس جا چکیں لیکن ان ڈرپوک منافقوں کو ان کے چلے جانے کا یقین نہیں آتا اور بالفرض کفار کی فوجیں پھر لوٹ کر حملہ کر دیں تو ان کی تمنا یہی ہوگی کہ اب وہ شہر میں بھی نہ ٹھہریں اور کہیں دور دیہات میں چلے جائیں اور وہیں دور بیٹھے آنے جانے والوں سے پوچھ لیا کریں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے یعنی باتوں میں تمہاری خیرخواہی جتا دیں اور لڑائی میں کام نہ دیں۔ محض مجبوری کو برائے نام شرکت کریں۔

تو جنگ احزاب کے موقع پر منافقوں کی کفار کے لشکر عظیم کو دیکھ کر جو حالت ہوئی اور جو ان کے منہ سے باتیں نکلیں اس کا بیان ہوا۔ اب آگے اس کا بیان ہے کہ ایماندار مخلص مومنین کی دشمنوں کو دیکھ کر کیا حالت ہوئی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ شک ونفاق کی بیماریوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور حقیقی ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائیں۔ اور دکھانے سنانے کے لئے اعمال کرنا جو منافقوں کی خصلت ہے اس سے ہم کو محفوظ رکھیں اور ہر حال میں ہم کو اخلاص کے ساتھ دین سے وابستہ رہنے کا عزم وہمت عطا فرمائیں۔ یا اللہ! اپنے دین کی خدمت کے لئے ہم کو بھی توفیق عطا فرما اور کسی نہ کسی درجہ میں دین کے لئے ہمیں بھی جانی مالی قربانی کی سعادت نصیب فرما۔ یا اللہ! اب باطل اور کفار ومشرکین سے جنگ وجہاد کا جذبۂ ایمانی امت مسلمہ کے دلوں میں بھی سرد پڑ گیا ہے۔ دنیا کی محبت اور مال کی حرص پیدا ہوگئی ہے۔

یا اللہ! ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طفیل میں جنہوں نے دین اسلام کے لئے ہر طرح کی جان ومال کی قربانی دے کر اسلام کی حفاظت فرمائی اور دنیا میں پھیلا دیا۔ ہمیں بھی اپنے دین اسلام کے لئے جانی ومالی قربانی جس کا اسلام مطالبہ کرے دینے کا عزم وہمت عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں اپنے دین اسلام کا سچا وفادار سپاہی بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر ہمیں موت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

تم لوگوں کیلئے یعنی ایسے شخص کیلئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا

وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔اور جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ ورسول نے خبر دی تھی اور اللہ ورسول نے سچ فرمایا تھا

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا

اور اس سے ان کے ایمان اور طاعت میں ترقی ہوگئی۔ ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا

مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے، پھر بعضے تو اُن میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے اُن میں مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا۔

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ

یہ واقعہ اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو چاہے سزا دے یا چاہے ان کو توبہ کی توفیق دے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَكَفَى

بیشک اللہ غفور الرحیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ ان کی کچھ بھی مُراد پُوری نہ ہوئی اور جنگ میں

اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے آپ ہی کافی ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑا زبردست ہے۔

لَقَدْ كَانَ البتہ ہے یقیناً	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْ میں	رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ کا رسول	اُسْوَةٌ مثال (نمونہ)	حَسَنَةٌ اچھا بہترین	لِمَنْ اس کیلئے جو	
كَانَ يَرْجُوا امید رکھتا ہے	اللّٰهَ اللہ	وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ اور روز آخرت	وَذَكَرَ اللّٰهَ اور اللہ کو یاد کرتا ہے	كَثِيْرًا کثرت سے	وَلَمَّا اور جب		
رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ مومنوں نے دیکھا	الْاَحْزَابَ لشکروں کو	قَالُوْا وہ کہنے لگے	هٰذَا یہ ہے	مَا وَعَدَنَا جو ہم کو وعدہ دیا	اللّٰهُ اللہ	وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول	
وَصَدَقَ اور سچ کہا تھا	اللّٰهُ اللہ	وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول	وَمَا اور نہ	زَادَهُمْ ان کا زیادہ کیا	اِلَّآ مگر	اِيْمَانًا ایمان	وَّتَسْلِيْمًا اور فرماں برداری
مِنَ سے (میں)	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	رِجَالٌ ایسے آدمی	صَدَقُوْا انہوں نے سچ کر دکھایا	مَا عَاهَدُوا جو انہوں نے عہد کیا	اللّٰهَ اللہ	عَلَيْهِ اس پر	فَمِنْهُمْ سو ان میں سے
مَنْ جو	قَضٰى پورا کر چکا	نَحْبَهٗ نذر اپنی	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَنْ جو	يَّنْتَظِرُ انتظار میں ہے	وَمَا بَدَّلُوْا اور انہوں نے تبدیلی نہیں کی	
تَبْدِيْلًا کچھ بھی تبدیلی	لِيَجْزِيَ تاکہ جزا دے	اللّٰهُ اللہ	الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ	بِصِدْقِهِمْ ان کی سچائی کی	وَيُعَذِّبَ اور وہ عذاب دے		
الْمُنٰفِقِيْنَ منافقوں	اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے	اَوْ یا	يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ وہ ان کی توبہ قبول کرلے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	غَفُوْرًا بخشنے والا	
رَّحِيْمًا مہربان	وَرَدَّ اور لوٹا دیا	اللّٰهُ اللہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کافر	بِغَيْظِهِمْ انکے غصے میں بھرے ہوئے	لَمْ يَنَالُوْا انہوں نے نہ پائی		
خَيْرًا کوئی بھلائی	وَكَفَى اور کافی ہے	اللّٰهُ اللہ	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	الْقِتَالَ جنگ	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	قَوِيًّا توانا
عَزِيْزًا غالب							

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں منافقین جو مسلمانوں میں ملے جلے ہوئے تھے ان کا رویہ اور ان کے اقوال واحوال کا بیان تھا جو انہوں نے جنگ احزاب کے موقع پر ظاہر کیا۔ منافقین کی مذمت فرماتے ہوئے یہ صاف صاف اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمادیا گیا کہ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال بیکار اور ضائع کر دیئے اور آخرت میں انہیں کوئی اجر وثواب کسی عمل پر نہیں ملے گا۔ آگے اب ان آیات میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو ایک بہترین نمونہ ہونا بتلایا گیا کہ اس جنگ احزاب کے موقع پر بھی جو صبر وتحمل اور استقامت اور عدیم المثال شجاعت اور اخوت ومساوات کی مثالیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیں وہ اس قابل ہیں کہ ہر مدعی اسلام انہیں اپنی زندگی کا جزو عظیم بنالیں اور اپنے پیارے پیغمبر حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے بہترین نمونہ بنالیں اور ان اوصاف سے اپنے تئیں بھی متصف ہونے کی کوشش کریں۔ جو لوگ اس موقع پر سست پڑ رہے تھے اور گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار کر رہے تھے ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم نے میرے نبی کی تابعداری کیوں نہ کی؟ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو تم میں موجود تھے ان کا نمونہ تمہارے سامنے موجود تھا تمہیں صبر واستقلال کی نہ صرف تلقین تھی بلکہ استقامت اور ثابت قدمی اور استقلال واطمینان کا پہاڑ تمہاری نگاہوں کے سامنے موجود تھا۔ پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ تم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے نمونہ اور نظیر نہ بناتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ ہر مشقت جس کا آپ نے دوسروں سے مطالبہ کیا اسے برداشت کرنے میں آپ خود بنفس نفیس سب کے ساتھ شریک تھے۔ بلکہ دوسروں سے بڑھ کر ہی آپ نے حصہ لیا۔ کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو دوسروں نے اٹھائی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اٹھائی ہو۔ پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کے کھودنے ۔ پتھر کے توڑنے اور مٹی کے اٹھانے میں آپ خود شامل تھے۔ بھوک اور سردی کی تکلیف اٹھانے میں ایک ادنیٰ مسلمان کے ساتھ آپ کا حصہ بالکل برابر کا تھا۔ محاصرے کے دوران میں آپ ہر وقت محاذ جنگ پر موجود رہے اور دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اس جہاد کے ادائے فرض، اور مشغولیت میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جیسا فریضہ قضا ہو گیا اور ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عصر کی نماز مغرب کے وقت ادا فرمائی۔ بنی قریظہ کی غداری کے بعد جس خطرے میں تمام مسلمانوں کے بال بچے مبتلا تھے اسی حال میں آپ کے گھر والے بھی مبتلا تھے۔ آپ نے اپنی حفاظت اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کے لئے کوئی خاص اہتمام نہ فرمایا کہ جو دوسرے مسلمانوں کے لئے نہ ہو۔ جس مقصد عظیم کے لئے آپ دوسروں سے قربانیوں کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اسی پر سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر آپ خود اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو تیار تھے۔ اس لئے جو کوئی بھی آپ کے اتباع کا مدعی تھا اسے یہ نمونہ دیکھ کر اس کی پیروی کرنی چاہئے تھی۔ یہ تو اس ارشاد لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (بالیقین تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بہترین نمونہ تھا) موقع اور محل کے لحاظ سے اس آیت کا مفہوم ہوا جو اوپر عرض کیا گیا مگر آیت کے الفاظ عام ہیں اور اس کے منشا کو صرف اسی معنی تک محدود رکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف اسی لحاظ سے اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے بلکہ مطلقاً آپ کی ذات کو نمونہ قرار دیا لہٰذا اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک کلمہ گو ہر معاملہ میں آپ کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ کی زندگی سمجھے اور اس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال وافعال واحوال کا اقتدا اور پیروی اور تابعداری کرے اور ہر معاملہ میں اور ہر حرکت وسکون اور نشست و

برخاست میں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرے۔اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ظاہراً و باطناً تمام احوال میں نصیب فرمائیں۔آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی طرف توجہ دلانے کے بعد آگے اللہ تعالیٰ مومنین مخلصین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طرزِ عمل اور ان کے اقوال و احوال کو بیان فرماتے ہیں تا کہ ایمان کے جھوٹے مدعیوں اور سچے دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کا کردار ایک دوسرے کے مقابلہ میں پوری طرح نمایاں ہوجائے اور یہ صاف معلوم ہوجائے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص وفادار کون ہیں اور محض نام کے مسلمان کون ہیں۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ مومنین مخلصین نے جب دیکھا کہ اعدائے دین اور کفار و مشرکین کی ٹڈی دل فوج اکٹھی ہوکر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں تو بجائے مذبذب یا پریشان ہونے کے ان کی اطاعت شعاری اور اللہ کی فرمانبرداری کا جذبہ اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر انکا یقین اور زیادہ بڑھ گیا اور وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ اور رسول نے پہلے سے دے رکھی تھی اور جس کے متعلق انکا وعدہ ہو چکا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ کے جن وعدوں کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذہن گیا وہ وہ وعدے ہیں کہ سخت آزمائشوں سے تم کو گزرنا ہوگا۔ مصائب کے پہاڑ تم پر ٹوٹ پڑیں گے گراں ترین قربانیاں تمہیں دینی ہوں گی پھر اللہ تعالیٰ کی بھی عنایات خاصہ تم پر ہوں گی اور تمہیں دنیا و آخرت کی وہ کامیابیاں اور سرفرازیاں بخشی جائیں گی جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے کیا ہے جیسے کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا ام حسبتم ان تدخلو االجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم ط مستھم الباسآء والضرآء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا معه متٰی نصر الله ط الا ان نصر الله قریب٥ کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ بس جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ وہ حالات تو ابھی تم پر گزرے ہی نہیں جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکے ہیں۔ انہیں سختیاں اور مصیبتیں پیش آئیں اور انہیں ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ پیغمبر اور جو لوگ ان کے ہمراہ ایمان لائے تھے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ سن لو اللہ کی مدد یقیناً قریب ہی ہے۔'' یا جیسا سورۂ عنکبوت میں فرمایا گیا ہے'' کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس یہ کہنے پر وہ چھوڑ دیئے جائیں گے کہ'' ہم ایمان لائے'' اور انہیں آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم نے ان سب لوگوں کو آزمایا ہے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو یہ ضرور دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔'' تو اس کفار و مشرکین کے سیلاب بلا کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان اور بڑھ گئے اور وہ اور زیادہ جذبۂ یقین و اطمینان کے ساتھ سب کچھ جان و مال کی قربانیاں دینے پر آمادہ ہوگئے۔ آگے انہیں مومنین مخلصین کے بعض اوصاف اور بیان کئے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ منافقین کے برعکس جو بے حیائی کے ساتھ میدان جنگ سے ہٹ گئے اور اپنے عہد کو توڑ دیا ان مومنین نے اپنا عہد و پیمان سچا کر دکھایا۔ بڑی بڑی سختیوں کے وقت دین کی حمایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زبان دے چکے تھے پہاڑ کی طرح اس پر جمے رہے۔ اور ان مومنین میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے یعنی جہاد ہی میں جان دے دی اور شہید ہوگئے اور بہت سے مسلمان وہ ہیں جو نہایت اشتیاق کے ساتھ موت فی سبیل اللہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب کوئی معرکہ پیش آئے جس میں ہمیں بھی شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ صحابۂ

کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جذبہ جہاد اور شہادت کا شوق اللہ اکبر! تاریخ ایسے واقعات سے لبریز ہے یہاں صرف ایک واقعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تبرکاً بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں سے لنگڑے تھے غزوۂ اُحد میں شوق ہوا کہ میں بھی میدان جنگ میں جاؤں۔ لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو۔ لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا دشوار ہے۔ انہوں نے فرمایا کیسی بری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں۔ بیوی صاحبہ نے بھی ابھارنے کے لئے طعنہ کے طور پر کہا کہ میں تو دیکھ رہی ہوں کہ وہ لڑائی سے بھاگ کر لوٹ آئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر ہتھیار لئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اللّٰھم لاتردنی الی اھلی اے اللہ مجھے اپنے گھر والوں کی طرف نہ لوٹائیو۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو معذور کیا ہے تو نہ جانے میں کیا حرج ہے۔ انہوں نے پھر خواہش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو کو لڑائی میں دیکھا کہ اکڑتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں۔ ان کا ایک بیٹا بھی دوڑتا ہوا ان کے پیچھے جاتا تھا۔ دونوں لڑتے رہے حتیٰ کہ دونوں شہید ہو گئے۔ ان کی بیوی اپنے خاوند اور بیٹے کی نعش کو لاد کر دفن کے لئے مدینہ لانے لگیں تو اونٹ بیٹھ گیا۔ ہر چند اس کو مار کر اٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی مگر وہ اُحد کی طرف منہ کرتا تھا۔ ان کی بیوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے عمرو گھر سے چلتے ہوئے کچھ کہہ کر گئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا کی تھی اللّٰھم لاتردنی الی اھلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی وجہ سے یہ اونٹ اس طرف نہیں جاتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کے خلوص اور دین سے عشق کا کوئی حصہ ہم کو بھی نصیب فرمادیں۔

یہاں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ جہاد صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی پر فرض نہ تھا بلکہ اس کا وجوب اسلام میں ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس لئے جذبۂ جہاد سے کسی زمانہ میں کسی مسلمان کا دامن خالی نہیں رہنا چاہئے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مر گیا اور اس نے اللہ کے راستہ میں نہ کبھی جنگ کی اور نہ اس کے دل میں اس کا خطرہ گزرا تو وہ اپنے ساتھ نفاق کا ایک شعبہ لے کر مرا۔ اس حدیث شریف پر حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ نے ''ترجمان السنہ'' میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں غزوات ہی سے مومن مخلص اور منافق کے درمیان پورا امتیاز ہوا کرتا تھا جو مومن تھے وہ تو پروانہ وار آتش جنگ میں کود پڑتے تھے اور جو منافق تھے وہ دم چرا جاتے تھے۔ درحقیقت ایک مومن کی شان یہی ہونی بھی چاہئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے بے چین نظر آئے اور یہی اس کا ثبوت ہوگا کہ خدا اور رسول کی محبت اس کے قلب میں تمام محبتوں پر غالب ہے۔ اگر بالفرض کوئی ایسا نادر موقع اس کے ہاتھ نہ آئے تو کم از کم اس تمنا میں تو اس کا دل ہمیشہ رہنا چاہئے۔ اگر ایسا بھی نہیں تو یہ اس کی علامت ہوگی کہ اس کا دعویٰ ایمان صرف زبانی ہی زبانی ہے۔ اس کا قلب جذبات محبت سے یکسر خالی ہے یہ بھی ظاہر و باطن میں ایک قسم کا اختلاف ہے اس لئے اس کو بھی نفاق کا شعبہ کہا جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تصدیق فرمارہے ہیں کہ ان مومنین میں سے بعضے تو وہ ہیں جو اپنے عہد و پیمان پورے کر چکے مطلب یہ کہ شہید ہو چکے اور اخیر دم تک منہ نہیں موڑا اور بعضے وہ ہیں جو اس شہادت کے مشتاق ہیں اور اپنے عزم پر قائم ہیں۔ آگے اس غزوۂ احزاب کی ایک حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ واقعہ اس لئے ہوا کہ جو عہد کے پکے اور قول وقرار کے سچے رہے ان کو سچ پر جمے رہنے کا بدلہ ملے اور بدعہد دغاباز منافقوں کو اللہ تعالیٰ چاہے سزا دے اور یا توبہ کی توفیق دے کر معاف فرمادے۔ آگے دشمنانِ دین کی حالت کا ذکر ہے کہ کفار کا لشکر ذلت وناکامی سے پیچ وتاب کھاتا اور غصہ سے دانت پیستا ہوا میدان چھوڑ کر واپس ہوا۔ نہ فتح ملی۔ نہ کچھ سامان ہاتھ آیا۔ ہاں عمرو بن عبدود جیسا ان کا نامور سوار جسے کفار ایک ہزار سواروں کے برابر گنتے تھے اس لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ عمرو نے کوشش کر کے ایک جگہ سے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر خندق کو پار کر لیا تھا جس پر فوراً مقابلہ کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور اس مقابلہ میں یہ کافر مارا گیا۔ مشرکین نے درخواست کی کہ دس ہزار درہم لے کر عمرو کی لاش ہمیں دے دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاش دے دو ہمیں قیمت درکار نہیں۔

اخیر میں اس جنگ احزاب کے واقعہ کو اس پر ختم فرمایا جاتا ہے کہ اللہ نے مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہوا کا طوفان اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر وہ اثر پیدا فرمادیا کہ کفار ازخود سراسیمہ اور پریشان حال ہو کر بھاگ گئے اور اس طرح کافروں کا ہٹا دینا کچھ عجیب نہ سمجھو کیونکہ اللہ تعالیٰ زبردست قوت والا ہے۔

یہاں تک تو جنگ احزاب کا ذکر تھا۔ اب دوسرا گروہ مخالفین میں یہود بنی قریظہ کا تھا آگے ان کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع ظاہراً و باطناً تمام احوال میں نصیب فرمائیں اور آپ کی سچی محبت وعظمت کے ساتھ سچا اتباع وپیروی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے عہد و پیمان کا جو ہم نے کلمہ پڑھ کر اللہ اور رسول سے باندھ لیا ہے اس کو پورا کرنے اور اس پر سچی طرح قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان کے طفیل میں ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرما۔ اور دین کے لئے جان مال کی قربانی پیش کرنے کا عزم عطا فرما۔ یا اللہ! اب حقیقی اسلامی جذبۂ جہاد سے ہمارے دل خالی ہوتے جارہے ہیں۔ اور آپ کی قوت اور قدرت کا یقین اٹھتا جارہا ہے۔ اور اسی وجہ سے کفار ومشرکین یہود ونصاریٰ کا غلبہ ہم پر چھاتا جارہا ہے۔ اور ہم ذلت اور رسوائی کے شکار ہورہے ہیں۔ یا اللہ! آپ نے اپنی رحمت وقدرت سے عرب کے کفار ومشرکین ہی کو ہدایت سے نواز کر اسلام کا سچا خادم بنادیا اور ان حضرات کو جہاد کی وہ توفیق عطا فرمائی کہ دنیا پر ان کی ڈھاک بیٹھ گئی۔

یا اللہ! ہم ان ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسلام کے سچے عاشقین کے نام لیوا ہیں۔ اس نسبت سے ہم پر اور ہماری قوم پر اور عالم اسلام پر اپنے کرم ورحم کی نظر فرمادے اور ہم کو حقیقی اور اسلامی جذبہ جہاد پھر عطا فرمادے۔ اور اپنی ہدایت۔ نصرت اور امداد سے نواز دے۔ اور دین اسلام کے لئے ہم کو بھی جان ومال کی قربانی پیش کرنے کی سعادت عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی اُن کو اُن کے قلعوں سے نیچے اتاردیا اور اُن کے دلوں میں

الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

تمہارا رعب بٹھادیا بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کرلیا۔ اور اُن کی زمین اور اُن کے گھر اور اُن کے مالوں کا تم کو مالک بنادیا

وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۧ

اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

وَاَنْزَلَ اور اتاردیا	الَّذِيْنَ ان لوگوں کو	ظَاهَرُوْهُمْ جنہوں نے ان کی مدد کی	مِّنْ سے	اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب	مِنْ سے	صَيَاصِيْهِمْ انکے قلعے
وَقَذَفَ اور ڈال دیا	فِيْ میں	قُلُوْبِهِمُ ان کے دل	الرُّعْبَ رعب	فَرِيْقًا ایک گروہ	تَقْتُلُوْنَ تم قتل کرتے ہو	وَتَاْسِرُوْنَ اور تم قید کرتے ہو
فَرِيْقًا ایک گروہ	وَ اور	اَوْرَثَكُمْ تمہیں وارث بنا دیا	اَرْضَهُمْ ان کی زمین	وَدِيَارَهُمْ اوران کے گھر	وَاَمْوَالَهُمْ اور ان کے مال	
وَاَرْضًا اور وہ زمین	لَّمْ تَطَئُوْهَا تم نے وہاں قدم نہیں رکھا	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰي پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرًا قدرت رکھنے والا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ دوسرے رکوع کی ابتدا سے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے اپنا ایک احسان اور فضل جنگ احزاب کے متعلق یاد دلایا تھا جس کی تفصیلات گذشتہ درس تک بیان ہوتی رہیں۔ جنگ احزاب کا ذکر گذشتہ آیات پر اس طرح ختم فرمایا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے کفار کو نا کام ونامراد میدان جنگ سے بھگا دیا اب آگے ان آیات میں ایک دوسرے فضل واحسان کو یاد دلایا جاتا ہے جو غزوۂ بنی قریظہ سے متعلق ہے اور جو یہود کے ساتھ پیش آیا۔ لفظ "یہود" سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہیئے جو یہودا ابن یعقوب کی نسل سے تھا لیکن اصطلاحاً بنی اسرائیل کے ۱۲ قبائل ہی کا نام یہود ہوگیا ہے۔ بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں خدا کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی لیکن آخر میں وہ خدا سے اس قدر دور ہوتے گئے کہ خدا کے غضب کی مستحق ٹھہری۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت مکہ میں تو صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی اور سب کا مذہب بھی زیادہ تر بت پرستی تھا۔ مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا وہاں بت پرست بھی تھے۔ اور یہودی بھی۔ اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے زبردست قبیلے بنو نضیر بنو قینقاع۔ بنو قریظہ تھے جو اپنے جداگانہ قلعوں میں مضافات مدینہ میں رہا کرتے۔ تجارت اور سود خوری کی وجہ سے بہت مال دار تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کرلیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی سب کو تمدن اور تہذیب اور معاشرت میں ایک دوسرے سے مدد واعانت ملتی رہے۔ چنانچہ ایک معاہدہ پر مدینہ کی تمام آباد قوموں اور قبیلوں کے دستخط ہوئے۔ یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے لیکن ان کی فطری شرارت اور خباثت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا اور معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد یہود کی شرارتوں کا آغاز ہوگیا۔ جب مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں بدر کی جانب گئے ہوئے تھے انہی دنوں میں ایک مسلمان عورت قبیلہ بنو قینقاع کے محلہ میں دودھ بیچنے گئی۔ چند یہودیوں نے شرارت کی اور

اسے سربازار برہنہ کر دیا۔ عورت کی چیخ پکار سن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہنچا اس نے طیش میں آ کر فساد انگیز یہودیوں کو قتل کر دیا۔ اس پر اس قبیلہ کے سب یہودی جمع ہو گئے اس مسلمان کو بھی شہید کر دیا اور بلوہ بھی کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپس آ کر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کے لئے بلایا جس پر انہوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیج دیا اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی اس لئے ان کو یہ سزا دی گئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا آباد ہوں۔ یہود کی دوسری شرارت قبیلہ بنو نضیر سے ہوئی۔ قریش مکہ نے بدر میں شکست کھانے کے بعد یہود مدینہ کو لکھا کہ تم جائیدادوں اور قلعوں کے مالک ہو۔ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑو۔ ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ایسا کریں گے تمہاری عورتوں کی پازیبیں تک اتار لیں گے۔ اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فریب کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے سازش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بہانہ سے اپنے ہاں بلایا اور جبکہ آپ ایک یہودی کے مکان کی دیوار کے نیچے بیٹھے تھے تو انہوں نے یہ تدبیر کرنی چاہی کہ دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر گرا کر آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ آپ کو باعلان ربانی اس شرارت کا علم ہو گیا اور حفاظت الٰہی سے بچ کر چلے آئے۔ آپ نے ان کی اس شرارت کی بنا پر ان کو نوٹس دے دیا کہ دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ ورنہ پھر سزا دی جائے گی۔ پہلے تو بنو نضیر نے مقابلہ کی ٹھانی چنانچہ محاصرہ کر لیا گیا اور بالآخر ان کو یہ سزا دی گئی کہ یہ مدینہ سے نکل جائیں چنانچہ چھ سو اونٹوں پر انہوں نے سباب لادا اور اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو گرا کر وہاں سے نکلے اور خیبر وغیرہ میں جا بسے یہ خیبر پہنچ کر بھی امن سے نہیں بیٹھے کہ انہوں نے یہ عزم کیا کہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک متفقہ کوشش کی جائے جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگجو شامل ہوں۔

انہوں نے ۲۰ سردار مقرر کئے کہ جو عرب کے تمام قبائل کو حملہ کے لئے آمادہ کریں۔ یہود کی اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ دس بارہ ہزار کا خونخوار لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ اور وہ یہی جنگ احزاب تھی جس کا گذشتہ آیات میں بیان ہوا جب کہ قریب ایک ماہ کے مدینہ کا محاصرہ رہا۔ یہود بنی قریظہ جس کا ایک مضبوط قلعہ مدینہ کی مشرقی جانب تھا اور جو مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کئے ہوئے تھے اور جن پر بربنا پابندئ معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری تھا وہ بھی نضیری یہود کی ترغیب وترہیب سے نقض عہد پر آمادہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار باران کے پاس سمجھانے کو آدمی بھیجے مگر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں کہ ہم ان کی بات مانیں۔ ان کا ہم سے کوئی عہد وپیمان نہیں۔ اس کے بعد بنو قریظہ نے شہر مدینہ کے امن میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس بارہ ہزار کا جرار لشکر حملہ آور ہو گا اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دیں گے تو دنیا میں مسلمانوں کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا مگر اسی اثناء میں ایک رات اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر سخت طوفان ہوا کا مسلط فرما دیا جس کی وجہ سے لشکر پریشان ہو گیا۔ سردی اور آندھی ناقابل برداشت بن گئی اور مجبوراً تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اٹھا کر رفو چکر ہو گیا۔ جب کفار قریش وغیرہ عاجز ہو کر چلے گئے تو بنو قریظہ اپنے مضبوط قلعوں میں جا گھسے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احزاب سے فارغ ہو کر مدینہ واپس تشریف لائے اور غسل وغیرہ میں مشغول تھے کہ ظہر کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے۔ چہرہ پر غبار کا اثر تھا۔ فرمایا یا رسول اللہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ فرشتہ ہنوز ہتھیار بند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنو قریظہ پر حملہ کیا جائے اور ان سے بھی اسی وقت نمٹ لیا جائے۔ یہ حکم پاتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اعلان فرما دیا کہ جو کوئی سمع وطاعت پر قائم ہو وہ عصر

کی نماز اس وقت تک نہ پڑھے جب تک دیار بنی قریظہ پر نہ پہنچ جائے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کس قدر جذبۂ اطاعت وتسلیم تھا کہ بعض صحابہ کو راستہ ہی میں نماز عصر کا وقت ہوگیا تو کچھ حضرات نے کہا کہ ہم تو وہیں پہنچ کر نماز عصر پڑھیں گے بعض نے کہا کہ ہم تو پڑھ لیتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ نہ تھا کہ نماز قضا کردی جائے چنانچہ بعض صحابہ نے نماز عصر پڑھ لی اور بعض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری الفاظ کہ "ہر کوئی نماز عصر بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر پڑھے"۔ اس کی پابندی کی اور وہیں جاکر نماز عصر پڑھی اگرچہ قضا ہوگئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا گیا تو آپ نے کسی سے بھی کچھ نہ فرمایا یعنی کسی پر نکیر نہیں کی۔ الغرض نہایت سرعت کے ساتھ اسلامی فوج نے بدعہد یہودی بنی قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا جو ۲۵ دن جاری رہا۔ محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آگئے اور انہوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے ان کا پہلے سے ربط ضبط تھا بیچ میں ڈالا اور اس شرط پر اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کردیا کہ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حق میں جو بھی فیصلہ کردیں گے اسے فریقین مان لیں گے۔ یہود نے حضرت سعد کو اس امید پر حَکَم یعنی منصف سرپنچ بنایا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس اور بنی قریظہ کے درمیان جو دوستانہ تعلقات مدتوں سے چلے آرہے تھے وہ ان کا لحاظ کریں گے۔ اور انہیں بھی اسی طرح مدینہ سے نکل جانے دیں گے جس طرح پہلے یہود بنی النضیر اور یہود بنی قینقاع کو نکل جانے دیا گیا تھا۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو قبول فرمالیا ادھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جنگ احزاب میں آپ کے دشمنوں کا ایک تیر رگ میں لگا تھا جس سے خون جاری تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم پر داغ لگوایا تھا۔ آپ کو آدمی بھیج کر مدینہ سے بلوایا گیا بمشکل سواری پر سوار ہوکر حضرت سعد تشریف لائے اور بحیثیت ایک مسلم حَکَم کے فیصلہ دیا کہ۔

(۱) بنو قریظہ کے جنگجو مرد قتل کئے جائیں۔

(۲) عورتیں اور بچے سب قید غلامی میں لائے جائیں۔

(۳) ان کے اموال اور جائیداد کے مالک مہاجرین ہوں۔

اگر یہود بنی قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردیتے تو شاید ان کو زیادہ سے زیادہ جو سزا ہوتی وہ یہی ہوتی کہ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور آباد ہوجاؤ۔ مگر اللہ کی مرضی اور ان کی بدعہدی کی سزا یہی تھی اور حضرت سعد نے یہ فیصلہ ٹھیک ان کی آسمانی کتاب توراۃ کے موافق دیا چنانچہ توراۃ کتاب استثناء میں ہے "جب کسی شہر پر تو حملہ کرنے کے لئے جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے اگر وہ صلح تسلیم کرلیں اور تیرے لئے دروازہ کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہوجائیں گے لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلادے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کردے باقی بچے عورتیں جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گے۔" حضرت سعد کے اس فیصلہ کے مطابق سو یہودی جوان قتل کئے گئے کئی سو عورتیں اور لڑکے قید ہوئے اور ان کے املاک و اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ جب مسلمان ان کے قلعوں میں داخل ہوئے تو انہیں پتہ چلا کہ جنگ احزاب میں حصہ لینے کے لئے ان غداروں نے ۱۵ سو تلواریں...... ۳۰۰ زرہیں۔ ۲۰۰۰ نیزے اور ۱۵۰۰ ڈھالیں فراہم کی تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تائید اہل اسلام کے شامل حال تھی یہ سارا جنگی سامان جو مسلمانوں پر حملہ کے لئے استعمال ہوتا وہ اب مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ انہی واقعات کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن اہل کتاب یعنی یہود نے کافروں یعنی قریش مکہ کے لشکر کی ہمت افزائی کی تھی اور انکا ساتھ دیا تھا ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعے خالی کرادیئے اور یہود کے دل میں مسلمانوں کا رعب بٹھادیا اور خود ان کے تسلیم و تجویز کئے ہوئے حَکَم کے ذریعہ سے انکے جوان قتل

کیے گئے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا گیا اور ان کے مال و جائیداد پر مہاجرین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبضہ کرلیا اور انصار پر سے ان کا بوجھ ہلکا ہو گیا اور ساتھ ہی فتح خیبر کی خصوصاً یا فتوحات مستقبلہ کی عموماً بشارت بھی اس جملہ میں سنادی و ارضــالـم تـطـوهـا ۔ اور ایسی زمین کا بھی تم کو اللہ نے اپنے علم ازلی میں مالک بنا رکھا ہے جس پر تم نے ابھی قدم تک نہیں رکھا۔ اکثر مفسرین نے اس زمین سے مراد خیبر کی زمین لی ہے جو مدینہ سے یہود کے نکلنے کے بعد۔ یہودیت کا مرکز بن گیا تھا جو اس کے دو برس بعد ہاتھ لگی۔ اور بعض مفسرین نے فتح مکہ یا بعد کی اسلامی فتوحات فارس و روم وغیرہ مراد لیا ہے۔

یہاں موقع کی مناسبت سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان یہود مدینہ کے بڑے سردار جن سے ان کی نسل جاری ہوئی تھی اگلے زمانہ میں حجاز میں آکر مدینہ میں اس امید سے آباد ہوئے تھے کہ جس نبی آخر الزماں کی پیشینگوئی ان کی کتابوں میں موجود تھی وہ اسی جگہ آنے والے ہیں تو ان کے بڑے اس امید پر کہ ہم سب سے پہلے اس نبی پر ایمان لانے اور اس کا اتباع کرنے کی سعادت حاصل کرنے والے ہوں مدینہ کے قرب و جوار میں آکر آباد ہوئے تھے۔ لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تو بعض اہل انصاف یہود تو ایمان لے آئے مگر اکثر ناخلفوں نے اللہ کے رسول کی تکذیب کی جس کی وجہ سے خدا کی لعنت ان پر نازل ہوئی اور ذلت و رسوائی کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل۔ قید اور دربدر کیے گئے۔ مگر کتنے عبرت کے آنسو بہانے کی جگہ ہے کہ وہی مردود۔ ومغضوب اور لعین قوم یہود آج عربوں پر اس طرح مسلط ہے کہ ان کا قبلہ اول بیت المقدس جو ۸۰۰ سال سے مسلمانوں کے قبضہ میں تھا ان کے ہاتھوں سے چھن گیا اور فلسطین کی وہ مقدس سرزمین جہاں کم وبیش ایک لاکھ انبیاء علیہم السلام کے قدم پڑے ہیں وہ اس بدطینت اور مردود قوم یہود کی شکارگاہ بنی ہوئی ہے اور جو آج اسلام کا نام لینے والوں کے خون سے لالہ زار بنی ہوئی ہے جہاں مسلمانوں کے گھربار چھینے گئے اور ان کے سینے گولیوں سے چھلنی کیے گئے۔ اخبار بین حضرات جانتے ہیں کہ جو مظالم وہاں عربوں اور اسلام کا نام لینے والوں پر کیے جارہے ہیں۔ یہ قدرت کا ایک تازیانہ ہے جو تمام عالم کے مسلمانوں کو بیدار ہونے کی دعوت دے رہا ہے ہم نے تعلیمات اسلام سے منہ موڑا۔ قرآنی احکامات کو چھوڑا۔ اللہ اور رسول سے رشتہ توڑا اور یہود و نصاریٰ کی تہذیب۔ ان کی معاشرت۔ ان کا لباس۔ ان کا طور وطریق سب اپنایا۔ وہی عریانی۔ وہی فحاشی وہی عیش پرستی اور وہی خدا اور رسول کے احکام سے دوری۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید ونصرت سے ہم نے اپنے آپ کو خود محروم کرلیا تو پھر جو کچھ بھی سامنے آئے وہ تھوڑا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اب بھی ہمیں سوچنے۔ سمجھنے اور سنبھلنے کی صلاحیت عطا فرمادیں۔ ان آیات پر غزوۂ بنی قریظہ جو یہود کے ساتھ ہوا تھا اس کا بیان ختم ہوا اب آگے دوسرا مضمون ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے متعلق شروع فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی رحمت سے امت مسلمہ کے ان تمام گناہوں کو معاف فرمادیں جن کی بدولت عالم اسلامی کو یہ ذلت دیکھنی پڑی کہ آج بیت المقدس یہود کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں مسلمان بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور باطل کی طاغوتی طاقتوں کو پاش پاش کرنے کی ہمت و عزم عطا فرمائیں اور اپنی حمایت ونصرت و تائید سے ہم کو دنیا میں بھی سربلندی اور آخرت میں بھی سرخروئی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اس امت مسلمہ میں پھر جہاد کا سچا جذبہ عطا فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ

اے نبیؐ آپ اپنی بیبیوں سے فرمادیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال ومتاع (دنیوی) دے دوں

وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ

اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں۔ اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو تو تم میں نیک کرداروں کیلئے

لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔ اے نبیؐ کی بیبیو! جو کوئی تم میں کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی،

يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

اس کو دوہری سزا دی جائے گی، اور یہ بات اللہ کو آسان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبیؐ	قُلْ فرمادیں	لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیبیوں سے	اِنْ اگر	كُنْتُنَّ تم ہو	تُرِدْنَ چاہتی ہو	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی
وَزِيْنَتَهَا اور اس کی زینت	فَتَعَالَيْنَ تو آؤ	اُمَتِّعْكُنَّ میں تمہیں کچھ دے دوں	وَ اور	اُسَرِّحْكُنَّ تمہیں رخصت کردوں	سَرَاحًا رخصت کرنا	
جَمِيْلًا اچھی	وَاِنْ اور اگر	كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ تم چاہتی ہو اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	وَ اور	الدَّارَ الْاٰخِرَةَ آخرت کا گھر	فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ
اَعَدَّ تیار کیا ہے	لِلْمُحْسِنٰتِ نیکی کرنے والیوں کیلئے	مِنْكُنَّ تم میں سے	اَجْرًا عَظِيْمًا اجر عظیم	يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ اے نبی کی بیبیو	مَنْ جو کوئی	
يَّاْتِ لائے (مرتکب ہو)	مِنْكُنَّ تم میں سے	بِفَاحِشَةٍ بیہودگی کے ساتھ	مُّبَيِّنَةٍ کھلی	يُّضٰعَفْ بڑھایا جائے گا	لَهَا اس کیلئے	
الْعَذَابُ عذاب	ضِعْفَيْنِ دوچند	وَكَانَ اور ہے	ذٰلِكَ یہ	عَلَى پر	اللّٰهِ اللہ	يَسِيْرًا آسان

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات کی تشریح میں یہ بتلایا گیا تھا کہ مدینہ کے یہودی بنی قریظہ کی زمینیں اور ان کے املاک واموال سب مسلمانوں کے ہاتھ آ گئیں جو مہاجرین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تقسیم کردی گئیں۔ اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جواب تک اکثر مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خرچ اٹھا رہے تھے ان پر سے مہاجرین صحابہ کا خرچ ہلکا ہوگیا۔ بنو قریظہ کے بعد خیبر کی فتوحات ہوئیں اور وہاں کی زمینیں وغیرہ مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جس سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آسودہ حال ہوگئے۔ فتح خیبر کے بعد جب مسلمانوں کو مالی وسعت اچھی خاصی حاصل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو قدرۃً یہ خیال گزرا کہ اب عام مسلمان آسودہ حال ہوگئے ہیں اب ہمارے خرچ اور نفقہ میں بھی اضافہ اگر ہوجائے تو کچھ آرام وراحت کی زندگی بسر کرسکیں۔ سب نے اس خواہش کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور ذرا تقاضہ کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی اذیت کے لئے دنیا طلبی کی اتنی جھلک بھی بہت تھی۔ اس لئے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاق گزریں اور آپ نے قسم کھالی کہ ایک مہینہ گھر میں نہ جائیں گے۔ مسجد کے قریب ایک بالا خانہ میں علیحدہ مقیم ہوگئے حضرات صحابہ اس معاملہ کی وجہ سے مضطرب تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق

10 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح یہ معاملہ سلجھ جائے۔ ان حضرات کو اپنی اپنی صاحبزادیوں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فکر تھی کہ کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملول کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کر بیٹھیں۔ ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی صاحبزادیوں کو دھمکایا اور سمجھایا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ اُنس اور بے تکلفی کی باتیں کیں۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو کچھ انشراح ہوا تو ایک ماہ بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں پہلے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حکم دیتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج سے صاف صاف کہہ دیں کہ دو راستوں میں سے ایک انتخاب کر لیں۔ اگر دنیا کے عیش و بہار اور امیرانہ ٹھاٹھ چاہتی ہیں تو کہہ دیجئے کہ میرے ساتھ تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا میں کچھ دے دلا کر خوبصورتی کے ساتھ تم کو رخصت کر دوں یعنی شرعی طریقہ سے اپنے نکاح سے الگ کر دوں اور اگر اللہ کی خوشی۔ رسول کی رضامندی اور آخرت کے اعلیٰ مراتب پسند ہیں تو صبر و سہار سے میرے ساتھ زندگی گزارو اللہ تمہیں آخرت کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ ان آیات کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے۔ سب سے اول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرنے والا ہوں۔ تم جواب میں جلدی نہ کرنا۔ اپنے والد اور والدہ سے مشورہ کر کے جواب دینا پھر آپ نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ یا رسول اللہ اس میں والد اور والدہ سے مشورہ کرنے کی کونسی بات ہے۔ مجھے خدا پسند ہے اس کے رسول پسند ہیں اور آخرت کا گھر پسند ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر جب حضور نے میرا جواب سنا تو آپ خوش ہو گئے اور ہنس دیئے۔ پھر آپ دوسری ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اُن سے پہلے ہی فرمادیتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو یہ جواب دیا ہے وہ کہتیں کہ یہی جواب ہمارا بھی ہے چنانچہ تمام ازواجِ مطہرات نے اللہ اور رسول کی مرضی اختیار کی اور دنیا کی عیش و عشرت کا تصور بھی دلوں سے نکال ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ہمیشہ اختیاری فقر و فاقہ رہتا تھا آپ کے جود و کرم اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ سائل کو کبھی رد ہی نہ فرماتے تھے اگر اس وقت پاس کچھ نہ ہوا تو آئندہ کا وعدہ فرما لیا یا کہہ دیا کہ تم میرے نام پر قرض لے لو میں پھر اسے اتار دوں گا۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میرے پاس اس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تین رات اس میں سے بجز قرض کی ادائیگی کے ایک دینار بھی میرے پاس رہے بلکہ اس کو اللہ کے بندوں میں اس طرح اور اس طرح خرچ کر دوں۔ آپ نے دائیں بائیں اور پیچھے اشارہ کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے متعلق یہ دعا منقول ہے کہ اے رب میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے تضرع و عاجزی کیا کروں اور تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔ ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے اللہ آل محمد کو صرف اتنا دے کہ جس سے ان کا گزر ہو سکے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا یہ حال ہو تو ظاہر ہے کہ آپ کو دنیا کی عیش و بہار اپنے متعلقین اور گھر والوں کے لئے کب پسند آ سکتی تھی۔ چنانچہ زندگی مبارک کے اخیر وقت تک آپ کے زہد کا یہی حال رہا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے آپ مدینہ میں تشریف لائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے سیر ہو کر تین رات متواتر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دن دو کھانے نہیں کھائے مگر یہ کہ ایک وقت کھجور یا چھوارے ہوتے تھے۔حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بیان کیا کہ ہم لوگوں کو آگ جلائے ہوئے ایک مہینہ گزر جاتا تھا۔صرف کھجوریں اور پانی استعمال کرتے تھے مگر یہ کہ تھوڑا سا گوشت ہم لوگوں کے پاس آجاتا تو اس کو پکا لیتے تھے۔ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے میرے بھانجے ہم لوگ دو مہینوں میں تین چاند دیکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں سلگتی تھی۔حضرت عروہ کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا پھر زندگی کس طرح گزرتی تھی انہوں نے کہا کہ کھجور اور پانی سے مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند انصاری پڑوسی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ ہدیۃً بھیجا کرتے تھے اور آپ وہ ہم لوگوں کو پلا دیتے تھے۔اس دنیا سے رحلت مبارک فرمانے سے ایک روز قبل سب غلاموں کو آزاد فرما دیا اور گھر میں جو نقد سات دینار موجود تھے وہ غربا کو تقسیم کر دیئے گئے۔اسی دن کی شام کو یعنی اس دنیا میں آخری شب کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چراغ کا تیل ایک پڑوسن سے عاریۃً منگوایا تھا۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان سے انتقال فرمایا تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلہ جو رہن تھی۔صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب ہوا اس کے بعد خود حق تعالیٰ ازواج مطہرات کو خطاب فرماتے ہیں کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیبیو تم سمجھ لو کہ بڑے کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے اگر بالفرض تم میں سے کسی سے کوئی بداخلاقی کا کام ہو جائے تو جو سزا اوروں کو اس کام پر ملتی اس سے دگنی سزا ملے گی اور اللہ تعالیٰ پر یہ آسان ہے یعنی تمہاری وجاہت اور نسبت زوجیت سزا دینے سے اللہ کو مانع نہیں ہو سکتی۔

یہاں آیت میں غلطی پر دوہری سزا کا حکم سنایا گیا آگے آیت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ان کو دوہرے اجر کی بشارت سنائی گئی ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آخرت کا طالب بنا کر زندہ رکھیں۔

یا اللہ! ہم کو اس زندگی میں ان اعمال کی توفیق عطا فرمائیے کہ جو ہم آخرت میں آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔یا اللہ! ہم کو ان اعمال سے بچا لیجئے کہ جو آپ کی اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہوں۔

یا اللہ! جس حال میں بھی آپ ہم کو رکھیں صبر وشکر کے ساتھ دین پر استقامت نصیب فرمائیں۔یا اللہ! دنیا کی عیش وعشرت اور بہار کی طرف سے ہمارے دل سرد فرما دے اور آخرت کی کامیابی اور سرخروئی پر ہماری نظریں جما دے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

وَمَنْ يَّقْنُتْ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا

اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اس کا ثواب دوہرا دیں گے، اور ہم نے اس کیلئے

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیبیو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقوی اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے)

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعًا) خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو۔ اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ

اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

کہنا مانو، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہرا و باطنا) پاک صاف رکھے۔

تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

اور تم ان آیات الٰہیہ کو اور اس علم (احکام) کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ رازدان ہے پورا خبردار ہے۔

وَمَنْ اور جو	يَّقْنُتْ اطاعت کرے	مِنْكُنَّ تم میں سے	لِلّٰهِ اللہ کی	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کا رسول	وَتَعْمَلْ اور عمل کرے	صَالِحًا نیک	
نُّؤْتِهَآ ہم دینگے اسکو	اَجْرَهَا اسکا اجر	مَرَّتَيْنِ دوہرا	وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا	لَهَا اسکے لئے	رِزْقًا كَرِيْمًا عزت کا رزق	يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ اے نبی کی بیبیو	
لَسْتُنَّ نہیں ہو تم	كَاَحَدٍ کسی ایک کی طرح	مِّنَ النِّسَآءِ عورتوں میں سے	اِنِ اگر	اتَّقَيْتُنَّ تم پرہیزگاری کرو	فَلَا تَخْضَعْنَ تو ملائمت نہ کرو	بِالْقَوْلِ گفتگو میں	
فَيَطْمَعَ کہ لالچ کرے	الَّذِيْ وہ جو	فِيْ قَلْبِهٖ اس کے دل میں	مَرَضٌ روگ (کھوٹ)	وَّقُلْنَ اور بات کرو تم	قَوْلًا بات	مَّعْرُوْفًا اچھی (معقول)	
وَقَرْنَ اور قرار پکڑو	فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اپنے گھروں میں	وَلَا تَبَرَّجْنَ اور بناؤ سنگھار کا اظہار کرتی نہ پھرو	تَبَرُّجَ بناؤ سنگھار	الْجَاهِلِيَّةِ (زمانہ) جاہلیت	الْاُوْلٰى اگلا		
وَ اور	اَقِمْنَ قائم کرو	الصَّلٰوةَ نماز	وَاٰتِيْنَ اور دیتی رہو	الزَّكٰوةَ زکوۃ	وَاَطِعْنَ اور اطاعت کرو	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول
اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يُرِيْدُ اللّٰهُ اللہ چاہتا ہے	لِيُذْهِبَ کہ دور فرمادے	عَنْكُمُ تم سے	الرِّجْسَ آلودگی	اَهْلَ الْبَيْتِ اے اہل بیت		
وَيُطَهِّرَكُمْ اور تمہیں پاک و صاف رکھے	تَطْهِيْرًا خوب پاک	وَاذْكُرْنَ اور تم یاد رکھو	مَا يُتْلٰى جو پڑھا جاتا ہے	فِيْ میں	بُيُوْتِكُنَّ تمہارے گھر		
	مِنْ سے	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتیں	وَالْحِكْمَةِ اور حکمت	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	لَطِيْفًا باریک بین	خَبِيْرًا باخبر

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب کر کے بطور

نصیحت ارشاد فرمایا تھا کہ تم اپنے مرتبہ کا خیال رکھو۔ بڑوں کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے کیونکہ اس کا اثر انہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ ان کے پیروؤں تک پہنچتا ہے اس لئے اگر بالفرض تم میں سے کسی سے کوئی برا کام سرزد ہوجائے تو سزا بھی اوروں سے دگنی ہوگی اس تنبیہ کے ساتھ آگے ان آیات میں بشارت بھی دی جاتی ہے کہ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کریں گی اور عمل صالح ونیکی اختیار کریں گی تو اس نیکی اور اطاعت پر تم کو دوسروں سے اجروثواب بھی دوگنا ملے گا اور تمہارے لئے جنت میں ایک خاص عزت کی روزی ہوگی۔تو گذشتہ اور ان آیات سے یہ اصول بھی نکلتا ہے کہ جہاں جتنی حرمت ہوگی وہاں جرم و برائی بھی ویسی ہی شدید ہوگی۔مثال کے طور پر مکہ معظمہ کا قیام۔جیسے وہاں کی ایک نیکی دوسرے جگہ کی نیکی سے کئی گنا درجہ زیادہ اجروثواب رکھتی ہے اسی طرح وہاں کوئی گناہ کرنا بھی دوسری جگہ کے گناہ سے کئی گنا اشد ہوتا ہے۔اسی بنا پر بعض بزرگوں نے مکہ معظمہ کے مستقل قیام سے گریز کیا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طائف میں قیام کیا اور فرمایا کرتے تھے اگر میں طائف میں پچاس گناہ کروں وہ مکہ میں ایک گناہ کرنے سے میرے نزدیک اچھے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شہر میں صرف ارادہ پر عمل کرنے سے پہلے مواخذہ نہیں ہوتا ہے لیکن مکہ معظمہ میں ارادہ پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔اسی طرح جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاشرہ میں کسی بلند مرتبہ پر سرفراز فرماتا ہے اور وہ بالعموم لوگوں کے رہنما بن جاتے ہیں اور بندگان خدا کی بڑی تعداد انہی کی پیروی کرتی ہے تو ان کی برائی تنہا انہی کی برائی نہیں رہتی اور ان کی بھلائی صرف انہی کی انفرادی بھلائی نہیں رہتی اس لئے جب کوئی مقتدا ہو کر برا کام کرتا ہے تو وہ اپنے بگاڑ کے ساتھ دوسروں کے بگاڑ کی بھی سزا پاتا ہے۔اور جب وہ نیک کام کرتا ہے تو اپنی نیکی کے ساتھ دوسروں کو بھی بھلائی کی راہ دکھلانے کی جزا پاتا ہے۔اسی بنا پر جہاں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ تم کو اس پر نازنہ ہونا چاہئے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ہیں بلکہ تم میں سے اگر کسی سے کوئی برائی ہوگی تو اس کو دوہری سزا دی جائے گی۔اسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بشارت اور خوشخبری دی گئی کہ تم میں سے جو خدا اور رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری اور عمل صالح اختیار کرے گی تو اس کو اجر وصلہ بھی دوگنا دیا جائے گا۔آگے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب کر کے چند ہدایات ربانی دی جاتی ہیں۔

پہلی ہدایت یہ دی گئی کہ تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔آخر اللہ تعالیٰ نے تم کو سید المرسلین کی زوجیت کے لئے انتخاب فرمایا اور امہات المومنین بنایا تو تمہارا درجہ عام مومنات سے ممتاز رہے گا۔لہٰذا اگر تقویٰ وطہارت اور زہد و عبادت کا بہترین نمونہ پیش کروگی جیسا کہ تم سے متوقع ہے تو اس کا وزن اور اجروثواب اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔

دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ اگر تم تقویٰ اور خدا کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں اور نامحرموں سے بات چیت کرتے ہوئے جس کی ضرورت اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو پیش آتی تھی اور عام عورتوں کو بھی یہ ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے۔نرم اور نزاکت کے لہجہ میں کلام نہ کرو۔بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے لیکن پاکباز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہئے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرنے میں جب کہ بضرورت ایسا کرنا پڑے تو بہ تکلف ایسا لب ولہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہوتا کہ کوئی بدباطن اور روگی دل کا آدمی دل میں کوئی خیال فاسد نہ لانے پائے۔یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ اگرچہ ان آیات میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے فرمایا گیا ہے لیکن یہ احکام تمام

مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔ تو اس ہدایت کا منشایہ ہے کہ مسلمان عورت کو اگر بضرورت اجنبیوں سے بولنا پڑ جائے تو پوری احتیاط کے ساتھ بات کرے۔ علمائے محققین نے لکھا ہے کہ اس ہدایت میں اسباب فتنہ سے بچنے کا ارشاد ہے اگر چہ اسباب بعید ہی ہوں۔ خصوصاً عورتوں کے باب میں۔ اسی بنا پر شریعت اسلامیہ نے

۱-عورت کی اذان اور اقامت اور اس کی امامت کو ممنوع قرار دیا۔

۲-عورت کا جہری نماز میں جہراً پڑھنا ممنوع قرار دیا۔

۳-عورت کا حج میں آواز کے ساتھ لبیک کہنا ممنوع قرار دیا۔

۴-جوان عورت کا نامحرم مرد کو محض سلام کرنا ناجائز قرار دیا۔

۵-امام کوئی غلطی کرے تو مقتدیوں کو لقمہ زبان سے دینے کا حکم ہے مگر عورتوں کو زبان سے لقمہ دینے کی بجائے یہ تعلیم دی گئی کہ اپنے ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر امام کو متنبہ کریں زبان سے کچھ نہ کہیں جب آواز اور گفتگو کے باب میں یہ اہتمام ہے تو نغمہ اور موسیقی اور عورت کا گانا بجانا ظاہر ہے کہ نامحرم کے حق میں کیا حکم رکھے گا۔ اسی ہدایت کے ذیل میں فقہا نے لکھا ہے کہ عورت کے لئے اتنی بلند آواز سے گفتگو کرنی درست نہیں جسے غیر محرم سنیں۔ اب یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات بضرورت کرتے ہوئے بھی نرمی و نزاکت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور غیر مردوں کے سامنے بلاضرورت آواز نکالنے اور بلند کرنے سے بھی روکتا ہے کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے اور اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر عورت عاشقانہ گیت اور غزلیں گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا کر لوگوں میں فسق و فجور کے جذبات پھیلائے؟ کیا وہ اسے جائز رکھ سکتا ہے کہ عورتیں اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں؟ مگر آج آپ دیکھ لیجئے کہ تہذیب و تمدن کے دعوے دار اور آزادئ نسواں کے علمبردار اسی تہذیب و کلچر کو قوم اور ملک کی ترقی کا زینہ اور ذریعہ قرار دیتے ہیں اور کیا مجال کوئی قرآن وسنت سے نکیر کر سکے۔ خدا غریق رحمت فرمائے مولانا محمد علی جوہرؔ کو ان کا ایک شعر ہے۔

حد ہے پستی کی کہ پستی کو بلندی جانا
اب بھی احساس ہو اس کا تو ابھرنا ہے یہی

تیسری ہدایت ربانی یہ دی جاتی ہے کہ اپنے گھروں میں قرار سے رہو یعنی بلاضرورت گھروں سے باہر مت نکلو۔ شرعی یا دنیوی ضرورتوں سے پابندئ ستر و حجاب سے گھر سے نکلنا اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس کی شریعت میں اجازت ہے۔ احادیث میں ہے کہ ایک موقع پر عورتوں نے حاضر ہو کر رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ جہاد وغیرہ کی کل فضیلتیں مرد ہی لے گئے۔ آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت پا سکیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہے وہ جہاد کی فضیلت پالے گی۔ ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے یہ جب گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور اللہ کی رحمت سے وہ قریب تر اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر میں ہو۔ ابوداؤد وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورت کی اپنے گھر کے اندرونی کوٹھڑی کی نماز۔ گھر کے برآمدہ کی نماز سے افضل ہے۔ اور برآمدہ کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے۔ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا بہ نسبت مسجد کے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ مسجد حرام جو تمام مسجدوں سے افضل ہے اور جس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے کہ ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے لیکن یہ ثواب کی زیادتی صرف فرض نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے نیز یہ

ثواب صرف مردوں کو ہوتا ہے۔عورتوں کونہیں ہوتا۔ان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنی افضل ہے(معلم الحجاج صفحہ ۱۱۸) اور اسی طرح مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک نماز کا ثواب بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب مذکور ہے(معلم الحجاج ص ۳۴۲) مگر مسند احمد میں ایک صحابیہ ام حمید ساعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ (جماعت سے مسجد میں) نماز ادا کیا کروں۔آپ نے ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ یعنی میرے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی بڑی چاہت ہے مگر تمہاری وہ نماز جو تم اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں پڑھو وہ اس نماز سے افضل و بہتر ہے جو تم اپنے بیرونی دالان میں پڑھو اور بیرونی دالان میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کے صحن میں پڑھو اور اپنے گھر کے صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے قبیلہ کی مسجد میں (جو کہ تمہارے مکان سے قریب ہے) نماز پڑھو اور اپنے قبیلہ والی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آ کر نماز پڑھو(معارف القرآن جلد سوم)

چوتھی ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ جاہلیت کے زمانہ کی طرح بے پردہ باہر بناؤ سنگار کے ساتھ نہ پھریں۔اس سلسلہ میں آیت کے دو لفظ یعنی تبرج اور جاہلیۃ الاولیٰ سمجھنے کی ضرورت ہے۔تبرج کے لفظی معنی عربی زبان میں ظہور اور نمایاں ہونے۔ابھرنے اور کھل کر سامنے آنے کے ہیں۔عورت کے لئے جب لفظ تبرج استعمال کیا جائے تو اس کے تین مطلب ہوں گے۔ایک یہ کہ وہ اپنے چہرہ اور جسم کا حسن لوگوں کو دکھائے دوسرے یہ کہ وہ اپنے زیور و لباس کی شان دوسروں کے سامنے نمایاں کرے۔تیسرے یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال سے اپنے آپ کو نمایاں کرے یہ سب صورتیں تبرج میں داخل ہیں۔

جاہلیت کا لفظ قرآن میں چار جگہ استعمال ہوا ہے۔ایک تو یہاں انہی آیات میں جہاں ارشاد ہے عورتوں کو کہ زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق بے پردگی سے باہر مت پھرو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دین اسلام سے پہلے کے حالات اور زمانے کو جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہاں جاہلیت اولیٰ آیت میں ارشاد فرمانے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس پہلی جاہلیت کے بعد کوئی دوسری جاہلیت بھی آنے والی ہے جس میں اسی طرح کی بے حیائی۔بے پردگی اور بے شرمی پھیل جائے گی اور وہ شاید اس زمانہ کی جاہلیت ہے جس کا اب مشاہدہ ہر جگہ ہو رہا ہے(معارف القرآن جلد ہفتم)

الغرض جاہلیت سے مراد دین اسلام کی اصطلاح میں ہر وہ طرز عمل ہے جو اسلامی تعلیم۔اسلامی تہذیب۔اسلامی اخلاق و آداب اور اسلامی ذہنیت اور قرآن و حدیث کے خلاف ہو تو یہاں آیت میں جاہلیۃ الاولیٰ کا مطلب وہ برائیاں ہیں جن میں اسلام سے پہلے عرب یا دنیا کے لوگ مبتلا تھے۔اسلام سے پہلے عورتیں عرب میں بے پردہ پھرتی اور اپنے بدن و لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔اس بداخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کرسکتا تھا۔اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانۂ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔باقی کسی دینی یا دنیوی ضرورت کی بنا پر بغیر زیب و زینت کے حیا اور پردہ کے ساتھ احیاناً باہر نکلنا ہو بشرطیکہ کسی فتنہ کا ماحول کے اعتبار سے خطرہ نہ ہو تو بلاشبہ اس کی اجازت شریعت سے ملتی ہے اور خاص ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں بھی اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔یہاں آیت میں جاہلیت کے بناؤ سنگار سے باہر بے پردہ پھرنے سے روکا گیا ہے۔اب یہاں ہر شخص خود

فیصلہ کرسکتا ہے کہ جو ثقافت۔ اور تہذیب اور کلچر ہمارے ہاں رائج کی جارہی ہے اور جس کو ترقی کا زینہ سمجھا جاتا ہے وہ قرآن کی رو سے اسلام کی ثقافت ہے یا جاہلیت کی ثقافت۔ یہ بے پردگی اور بے حیائی کی فرنگی تہذیب اسلام کی تہذیب ہے یا جاہلیت کی تہذیب ہے۔ مگر ان مغرب زدہ ذہنیتوں کو کون اور کس طرح قرآن وحدیث کو سمجھائے۔

پانچویں ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ تم نمازوں کی پابندی رکھو۔

چھٹی ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ اگر نصاب کی مالک ہوتو زکوٰۃ دیا کرو۔

ساتویں ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ جتنے شریعت کے احکام ہیں سب میں اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔

ان ہدایات واحکام کو دینے کے بعد کہ جو دین و دنیا کی صلاح وفلاح۔ اور حسن معاشرت کے اصل الاصول اور تہذیب وشائستگی کا عطر ہیں اللہ تعالیٰ ان احکام کو دینے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تم کو ان احکام کے التزام اور اہتمام کا مکلّف فرمایا ہے تو اس میں تمہارا ہی نفع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان احکام کے بتانے سے یہ منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو تم سے معصیت و نافرمانی کی گندگی اور آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ظاہراً و باطناً عقیدۃً وعملاً بالکل پاک صاف رکھے اور چونکہ ان احکام پر عمل واجب ہے اور عمل موقوف ہے احکام کے جاننے اور ان کے یاد رکھنے پر اس لئے تم قرآن اور سنت میں جو اللہ کے احکام اور دین کی باتیں ہیں انہیں سیکھو۔ یاد کرو۔ دوسروں کو سکھاؤ بتاؤ اور اللہ کے اس احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

اخیر میں اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ٥ فرما کر یہ ظاہر کردیا کہ یہ بھی پیش نظر رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ رازداں ہے کہ اعمال قلوب کو بھی جانتا ہے اور پورا خبردار ہے کہ پوشیدہ اعمال کو بھی جانتا ہے اس لئے ظاہراً و باطناً اور سراً وعلانیۃً جو احکام دیئے گئے ان کا امتثال امر اور اہتمام واجب وضروری ہے۔

یہاں آیات میں اگرچہ مخاطب حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔ مگر یہ احکام عام ہیں سب عورتوں کیلئے۔ اور جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ان احکام کی مکلّف بنائی گئیں تو دوسری مسلمات ومومنات عورتوں کے لئے تو یہ احکام بدرجہ اولیٰ ہوئے۔ اب اگر ہم اپنی حماقت اور جہالت سے ان خدائی احکام کی قدر ووقعت نہ کریں تو پھر اس کے جو نتائج ہیں وہ شب وروز ہم اور آپ سب ہی دیکھتے اور سنتے ہیں اور جو آخرت کی تباہی ہونی ہے وہ تو ہے ہی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں اور اس وقت جو ایام جاہلیت کی بے پردگی اور بے حیائی کا ماحول پھیلتا جارہا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بداثرات سے ہماری عورتوں کو محفوظ فرمادیں۔
اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو احکام شرعیہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں اور ہم کو ہماری عورتوں کو قرآن وسنت سے وابستگی اور لگاؤ عطا فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

بیشک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنیوالی عورتیں

وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ

اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد

وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ

اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت

كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾

خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اِنَّ بیشک	اَلْمُسْلِمِیْنَ مسلمان مرد	وَالْمُسْلِمٰتِ اور مسلمان عورتیں	وَالْمُؤْمِنِیْنَ اور مومن مرد	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں		
وَالْقٰنِتِیْنَ اور فرماں بردار مرد	وَالْقٰنِتٰتِ اور فرماں بردار عورتیں	وَالصّٰدِقِیْنَ اور راست گو مرد	وَالصّٰدِقٰتِ اور راست گو عورتیں			
وَالصّٰبِرِیْنَ اور صبر کرنے والے مرد	وَالصّٰبِرٰتِ اور صبر کرنے والی عورتیں	وَالْخٰشِعِیْنَ اور عاجزی کرنیوالے مرد	وَالْخٰشِعٰتِ اور عاجزی کرنیوالی عورتیں			
وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ اور صدقہ کرنیوالے مرد	وَالْمُتَصَدِّقٰتِ اور صدقہ کرنیوالی عورتیں	وَالصَّآئِمِیْنَ اور روزہ رکھنے والے مرد	وَالصّٰٓئِمٰتِ اور روزہ رکھنے والی عورتیں			
وَالْحٰفِظِیْنَ اور حفاظت کرنیوالے مرد	فُرُوْجَهُمْ اپنی شرمگاہیں	وَالْحٰفِظٰتِ اور حفاظت کرنے والی عورتیں	وَالذّٰكِرِیْنَ اور یاد کرنے والے مرد	اللّٰهَ اللہ		
كَثِیْرًا بکثرت	وَالذّٰكِرٰتِ اور یاد کرنے والی عورتیں	اَعَدَّ اللّٰهُ اللہ نے تیار کیا	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةً بخشش	وَ اور	اَجْرًا عَظِیْمًا اجر عظیم

تفسیر و تشریح:۔ اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے کئی روایات لکھی ہیں۔ گذشتہ آیات میں جو احکام اور اوامر و نواہی بیان فرمائے گئے تھے ان میں اصل روئے سخن حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف تھا اور ان کے لئے اعمال صالحہ پر بشارت اور اجر و ثواب کا ذکر فرمایا گیا تھا اس پر بعض نیک بخت عورتیں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پاس جا کر کہنے لگیں کہ اس موقع پر تمہارا ذکر تو قرآن میں آیا ہے اور ہمارا نہیں آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاریہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قرآن میں مردوں ہی کا ذکر ہے عورتوں کا ذکر نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ مردوں کا ذکر تو قرآن میں آتا رہتا ہے لیکن عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ بہر حال اس آیت میں عام مسلمان مرد اور عام عورتوں کی تسلی فرمائی گئی کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے ہاں ضائع نہیں جاتی۔ مرد ہو یا عورت اجر و ثواب میں یکساں ہیں۔ جس طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کشادہ ہے۔

یہاں اس آیت میں مسلمان اور ایماندار مرد اور عورتوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر فرما کر دونوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ اگر یہ دس اوصاف مرد اور عورت دونوں میں یکساں موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں کا

مرتبہ یکساں اور دونوں کا اجر برابر ہوگا۔ اب وہ دس صفات کیا ہیں کہ جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا اور ایسے صفات رکھنے والے مرد اور عورتوں کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ان کی تشریح اور تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلی صفت مُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ کی فرمائی گئی۔ یعنی جن مردوں اور عورتوں نے دین ''اسلام'' کو اپنے لئے ضابطہ حیات کی حیثیت سے قبول کرلیا اور یہ سوچ سمجھ کر طے کرلیا کہ اب وہ اسی کی پیروی میں زندگی بسر کریں گے۔ ''اسلام'' کے اصل معنی ہیں اپنے کو کسی کے سپرد کردینا۔ اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہوجانا۔ اللہ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے دین کا نام ''اسلام'' اسی لئے ہے کہ اس میں بندہ اپنے آپ کو بالکل اپنے مولا کے سپرد کردیتا ہے اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنا دستور زندگی قرار دے لیتا ہے اور یہی ہے اصل حقیقت اور روح دین اسلام کی بندہ اپنے کو کلی طور پر اللہ کے سپرد کردے اور ہر پہلو سے اس کا مطیع فرمان بن جائے۔ تو اسلام دنیا میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام لائے اور اب اخیر میں اسلام نام ہے اس دین کا اور اس طریقہ پر زندگی گزارنے کا جو اللہ کے سچے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اور جو قرآن اور سنت میں بتلایا گیا ہے۔ پس جو کوئی اس دین کو اختیار کرے اور اس طریقہ پر چلے وہی ''مسلم'' ہے اور اس ''اسلام'' کا دروازہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کلمہ کو قبول کرکے اور اعتقاد کے ساتھ پڑھ کر عمر بھر کا غیر مسلم ''مسلم'' بن جاتا ہے۔ اب اس کلمہ کی حقیقت کو سمجھئے کہ یہ دراصل ایک اقرار نامہ اور عہد نامہ ہے اس بات کا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو خدائے برحق اور معبود و مالک مانتا ہوں جو دنیا و آخرت کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور وہی مجھ کو پیدا کرنے والا۔ مجھ کو روزی دینے والا۔ مجھ کو مارنے اور جلانے والا ہے اور نفع اور نقصان سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ میں اسی ایک اکیلی ہستی کی عبادت و بندگی کروں گا۔ اور بندہ کو جس طرح اپنے آقا اور مولا کے حکموں پر چلنا چاہئے اسی طرح میں اس کے حکموں پر چلوں گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں خدا کا برحق رسول تسلیم کرتا ہوں۔ اب میں ایک امتی کی طرح ان کی اطاعت اور پیروی کروں گا اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتا رہوں گا۔ دراصل اسی عہد اور اقرار کا نام ''اسلام'' ہے اور یہی اس کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مقصد اور مطلب ہے پس جس مرد اور عورت نے اس کلمہ کو دل سے قبول کیا۔ زبان سے اقرار کیا اور عمل سے اس کی شہادت دی وہ اللہ کے نزدیک سچا ''مسلم'' ہے اور اس کی مغفرت و نجات کا وعدہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

دوسری صفت مُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کی فرمائی یعنی ایمان رکھنے والے مرد اور ایمان رکھنے والی عورتیں ایمان کے اصل معنی ہیں کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننا۔ اور دین کی اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک سے باہر ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم و ہدایات اللہ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کرلیں مثلاً اللہ اور اس کی صفات آخرت۔ حشر و نشر۔ جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ کے متعلق جتنی باتیں اللہ کے رسول بیان فرمائیں ان سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر دل سے ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ''......ایمان'' ہے۔ اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قسم کی غیبی حقیقتوں میں سے کسی ایک بات کو نہ ماننا اور اس کو حق نہ سمجھنا ہی اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کردیتی ہے۔ تو آدمی کے مومن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ان چیزوں اور حقیقتوں کی جو اللہ کے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے تصدیق کی جائے اور ان کو حق مان کر قبول کیا جائے تو ایسے مومن مرد اور عورت کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

تیسری صفت قَانِتِیْنَ وَالْقَانِتَاتِ کی فرمائی یعنی فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں۔ اوپر عقائد و اعمال دونوں کا ذکر اسلام اور ایمان میں آ گیا اب تیسری صفت قنوت یعنی فرمانبرداری کی بتلائی گئی مطلب یہ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ و رسول کے حکم کے مطابق بغیر پس و پیش جذبہ اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ کرتے ہیں۔ ایسے فرمانبردار مرد و عورت کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

چوتھی صفت صَادِقِیْنَ وَالصَّادِقَاتِ کی فرمائی یعنی سچے وراست باز مرد اور سچے وراست باز عورتیں۔ اس میں قول کی سچائی۔ عمل کی سچائی۔ نیت کی سچائی وغیرہ سب آ گئی یعنی جو اپنی گفتار میں بھی سچے ہیں۔ اپنے معاملات میں بھی سچے ہیں۔ جھوٹ فریب۔ بدنیتی۔ دغابازی ان کی زندگی میں نہیں پائے جاتے وہ وہی کام کرتے ہیں جو ایمانداری کے ساتھ ان کے نزدیک راستی وصداقت کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ جس سے بھی معاملہ کرتے ہیں دیانت وراستی کے ساتھ کرتے ہیں تو ایسے صادق مرد اور ایسی صادق عورتوں کے لئے مغفرت واجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

پانچویں صفت صَابِرِیْنَ وَالصَّابِرَاتِ کی فرمائی یعنی صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ اس میں ہر قسم کا صبر۔ ثبات اور استقامت داخل ہے۔ طاعت پر بھی معاصی سے باز رہنے پر بھی۔ اور مصائب کو برداشت کرنے میں بھی یعنی جو مرد اور عورتیں خدا اور رسول کے بتائے ہوئے سیدھے راستہ پر چلنے اور خدا کے دین کو قائم کرنے اور اس کی تبلیغ واشاعت میں جو مشکلات بھی پیش آئیں۔ جو خطرات بھی درپیش ہوں۔ جو تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں۔ اور جن نقصانات سے بھی دوچار ہونا پڑے سب کو برداشت کرتے ہیں اور ان کا پوری ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں کوئی خوف۔ کوئی لالچ۔ کوئی طمع اور خواہشات نفس کا کوئی تقاضہ ان کو سیدھی راہ اور شریعت کے حکم سے ہٹا دینے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ ایسے مرد اور ایسی عورتوں کے لئے مغفرت واجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

چھٹی صفت خَاشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ کی بیان فرمائی یعنی خشوع وخضوع کرنے والے مرد اور خشوع وخضوع کرنے والی عورتیں۔ یہ خشوع عبادات میں اور عادات میں دونوں کو شامل ہے یعنی جو تکبر۔ بڑائی اور غرور نفس سے خالی ہیں اور وہ اس حقیقت کا پورا احساس رکھتے ہیں کہ ہم بندے ہیں اور بندگی ہی ہم کو سزاوار ہے۔ اس لئے ان کے دل اور جسم دونوں ہی اللہ کے آگے عاجزی و تواضع سے جھکے رہتے ہیں۔ ان پر خدا کا خوف غالب رہتا ہے وہ اپنی نمازوں اور عبادات میں خشوع وخضوع کرنے والے ہیں ایسے مرد اور ایسی عورتوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

ساتویں صفت مُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ کی فرمائی گئی یعنی صدقہ وخیرات کرنے والے مرد اور صدقہ وخیرات کرنے والی عورتیں۔ اس میں فرض زکوٰۃ اور تمام صدقات وخیرات سب شامل ہیں۔ مطلب یہ کہ جو اللہ کی راہ میں کھلے دل سے اپنا مال صرف کرتے ہیں اللہ کے بندوں کی مدد کرنے میں اپنی حدِ استطاعت تک کوئی دریغ نہیں کرتے یتیموں۔ بیماروں۔ ضعیفوں معذوروں غریبوں اور محتاجوں کو اپنی امداد واعانت اور خبر گیری سے محروم نہیں رکھتے۔ اور اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے ضرورت پیش آ جائے تو وہ اس پر اپنا مال خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ ایسے صدقہ وخیرات کرنے والے مرد اور عورتوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

آٹھویں صفت صَآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ کی فرمائی یعنی روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اس میں فرض اور نفلی روزے دونوں قسم کے شامل ہیں۔

نویں صفت حَافِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ اور حافظات کی فرمائی یعنی اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی حفاظت کرنے والی عورتیں اس میں دو مفہوم شامل ہیں ایک یہ کہ وہ زنا سے پرہیز کرتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ برہنگی اور عریانی سے

اجتناب کرتے ہیں اور برہنگی اور عریانی صرف اسی چیز کا نام نہیں ہے کہ آدمی لباس کے بغیر ننگا ہو جائے بلکہ ایسا لباس پہننا بھی برہنگی ہی ہے جو اتنا باریک ہو کہ جسم اس میں جھلکتا ہو یا اتنا چست ہو کہ جسم کی ساخت اس سے نمایاں ظاہر ہو۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ مردوں کے لئے حَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ فرمایا اور عورتوں کے لئے صرف حافظات فرمایا۔ گویا مردوں کے لئے شرمگاہ کی حفاظت کی تصریح فرمادی اور عورتوں کے لئے صرف حفاظت کا اشارہ فرمایا۔ مفسرین نے اس کی توجیہ دو طرح پر کی ہے۔ ایک یہ کہ اس میں عورتوں کو تعلیم ہے حیا کی۔ وہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم تک میں اشارہ و کنایہ پر کفایت کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مرد کے لئے شرمگاہ کا تحفظ کافی ہے۔ بخلاف اس کے عورت کی ہر چیز عورت ہوتی ہے۔ اسے اپنے تحفظ کے لئے احتیاط اپنی رفتار۔ گفتار۔ لباس اور آواز ہر چیز میں رکھنا لازمی ہے۔

آخری اور دسویں صفت ذَاكِرِيْنَ وَالذَّاكِرَاتِ کی فرمائی یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں۔ اسلام کے خاص ارکان عبادت پانچ ہیں یعنی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج و جہاد لیکن پورے قرآن کریم میں ان میں سے کسی عبادت کو کثرت کے ساتھ کرنے کا حکم نہیں مگر ذکر اللہ کے متعلق قرآن کریم کی متعدد آیات میں بکثرت کرنے کا ارشاد ہے اور اس کی حکمت غالبًا یہ ہے کہ اول تو ذکر اللہ سب عبادات کی اصل روح ہے جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا۔ کسی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجاہدین میں سب سے زیادہ اجر و ثواب کس کا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جو ان میں سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرے۔ پھر پوچھا کہ روزہ داروں میں کس کا ثواب سب سے زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرے۔ پھر اسی طرح نماز۔ زکوٰۃ۔ حج و صدقہ کے متعلق سوال کئے ہر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ جو اللہ کا ذکر زیادہ کرے وہی زیادہ مستحق اجر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جہاد۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ صدقہ خیرات وغیرہ جملہ عبادات میں اجر و ثواب ذکر کی کثرت سے بڑھتا ہے۔ پھر علاوہ ذکر کے جتنی بھی عبادات ہیں ان کے لئے بہرحال کوئی وقت اور کوئی موقع اور محل ہوتا ہے جب کہ وہ ادا کی جاتی ہیں لیکن ذکر اللہ کی وہ عبادت ہے جو سب عبادات میں سب سے زیادہ سہل ہے اور ہر وقت ہر حال میں جاری رہ سکتی ہے۔ شریعت نے اس کے لئے کوئی شرط نہیں رکھی۔ وضو۔ بے وضو۔ لیٹے۔ بیٹھے۔ چلتے پھرتے۔ غریبی میں امیری میں۔ دکھ میں سکھ میں۔ حضر میں سفر میں۔ ہر وقت میں ذکر اللہ کیا جا سکتا ہے۔ کثرت ذکر کا اثر اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کسی وقت حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔ یہ امر و نہی کے موقع پر ظاہراً و باطناً تعلق مع اللہ کی برکت سے حق تعالیٰ کے احکام کا دھیان رکھے گا۔ اور پھر نتیجہ میں ذاکر اپنے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگے گا۔ ہر نعمت ملنے پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔ ہر حاجت پیش آنے پر حق تعالیٰ سے دعا مانگے گا۔ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہوگا۔ ہر خطا اور قصور سرزد ہو جانے پر حق تعالیٰ سے استغفار کرے گا اور معافی چاہے گا۔ اس طرح ذاکر اپنے رب سے کسی آن غافل نہ رہے گا اور اس کے دنیا کے کام بھی دین اور عبادت بن جائیں گے۔

یہ دس صفات بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے جو انہیں آخرت میں ملے گا۔

دُعا کیجئے: کہ حق تعالیٰ ہمیں بھی اسلام کامل اور ایمان حقیقی نصیب فرمائیں۔ اور اپنے قانتین۔ صادقین صابرین خاشعین۔ متصدقین۔ صائمین۔ حافظین اور ذاکرین بندوں میں ہم کو بھی شامل فرمادیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ (پھر) اُن (مومنین) کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے،

مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لِمُؤْمِنٍ کسی مومن مرد کیلئے	وَلَا مُؤْمِنَةٍ اور نہ کسی مومن عورت کیلئے	اِذَا جب	قَضَى فیصلہ کردیں	اللّٰهُ اللہ	وَرَسُولُهٗ اور اسکا رسول
اَمْرًا کسی کام کا	اَنْ يَّكُوْنَ کہ (باقی) ہو	لَهُمُ ان کیلئے	الْخِيَرَةُ کوئی اختیار	مِنْ اَمْرِهِمْ ان کے کام میں	وَمَنْ اور جو	يَّعْصِ نافرمانی کریگا
	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	فَقَدْ ضَلَّ تو البتہ گمراہی میں جاپڑا	ضَلٰلًا گمراہی	مُّبِيْنًا صریح	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت میں مسلمین اور مسلمات اور مومنین اور مومنات کی صفات بیان فرما کر ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا تھا۔ اب اس آیت میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالہ اور سپرد کردے اور خدا اور رسول جو حکم دیں دل و جان سے بسر وچشم اس کو قبول کرے اور بجالائے مرد ہو یا عورت جب خدا کا رسول کوئی حکم دے تو ایمان اور اسلام کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے سامنے سر جھکا دیں۔

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے رشتہ داروں نے اس پیغام کو نامنظور کردیا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اسی سورۃ کے پچھلے رکوع میں ذکر آچکا ہے۔ جہاں صاف صاف یہ حکم سنایا گیا تھا کہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو اللہ نے تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنادیا اور پھر یہ بھی حکم ہوا تھا کہ تم ان کو یعنی منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔

چنانچہ ان ابتدائی آیات کے نزول کے بعد سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بجائے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جانے لگا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات کا خلاصہ بھی ان ہی مذکورہ آیات کے ضمن میں بیان کیا گیا تھا کہ کس طرح بچپن میں حضرت زید جو قبیلہ بنی کلب سے تعلق رکھتے تھے اپنی ننہال گئے ہوئے تھے کہ وہاں لوٹ مار ہوئی اور یہ گرفتار ہو کر طائف کے قریب عکاظ کے بازار میں بحیثیت غلام فروخت کئے گئے۔ خریدنے والے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے تھے۔ انہوں نے خرید کر ان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی ۸ سال ہی کے تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہونے کا شرف حاصل ہوگیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زید کو حضور اقدس کی خدمت میں ہبہ کردیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت زید کے باپ اور چچا کو پتہ چلا کہ ہمارا بچہ مکہ میں ہے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ زید کو ہمارے حوالہ کردیجئے اور جو رقم فدیہ کی آپ لینا چاہیں لے لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ زید کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ وہ چاہیں تو

اپنے باپ اور چچا کے ساتھ چلے جائیں اور اگر چاہیں تو میرے ساتھ رہیں۔ زید نے عرض کیا کہ میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتا۔ باپ اور چچا نے کہا بھی کہ تم غلامی کو پسند کرتے ہو اور اپنے خاندان باپ دادا کو چھوڑ کر اجنبی جگہ پر رہنا چاہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس ہستی کے ساتھ رہ کر میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے بعد میں دنیا میں کسی کو آپ پر ترجیح نہیں دے سکتا اور میں کسی حال آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کو آزاد کر دیا اور اپنا متبنیٰ یعنی اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا اور اسی وقت سے یہ زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہلانے لگے۔ اور جب اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو پھر زید بن حارثہ کہے جانے لگے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے محبوب صحابی تھے اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ قرآن کریم میں یعنی اس سورۃ میں اگلی آیات میں ان کا نام بصراحت مذکور ہے یہ شرف صرف انہی کے حصہ میں آیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار افراد میں سے ایک ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا گیا تو ایک لحہ کے شک وتردد کے بغیر نبوت کا دعویٰ سنتے ہی اسے تسلیم کرلیا۔ حضرت زید کی توقیر بڑھانے کے لئے اور نیز اس خیال سے کہ آزاد غلام مذہب اسلام میں حقیر نہ سمجھے جائیں اور ان کی عزت بھی احرار کی طرح ہو آپ نے ارادہ کیا کہ حضرت زید کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے کر دیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیغام دیا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں ان سے نسب میں بہتر ہوں۔ اسی طرح کا اظہار نارضامندی حضرت زینب کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کیا تھا اس لئے کہ حضرت زید گو نسلاً عربی الاصل تھے مگر غلامی کا داغ اٹھا چکے تھے۔ ان کو یہ بات پسند نہ تھی کہ اتنے اونچے گھرانہ کی لڑکی۔ ہاشمی خاندان کی بیٹی ان کا نکاح ایک آزاد کردہ غلام سے ہو۔ اس لئے حضرت زینب کے بھائی بھی اس عقد پر راضی نہ تھے اس پر یہ آیت زیر تفسیر نازل ہوئی جس میں حکم دیا گیا کہ جس بات کا حکم اور فیصلہ اللہ اور اس کا رسول کردیں پھر اس کی خلاف ورزی کسی کے لئے جائز نہیں۔

اس وحی الٰہی کے نزول پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے سب خاندان والوں نے بلا تامل سر اطاعت خم کر دیا اور اپنی مرضی کو اللہ و رسول کی مرضی پر قربان کر دیا۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوگیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح پڑھایا اور خود حضرت زید کی طرف سے مہر کی رقم ادا کی اور کچھ کپڑے اور سامان خوراک گھر کے لئے بھجوادیا۔ اور اس طرح آپ نے اپنے خاندان ہی سے عملی طور پر فخر بالانساب کی جڑ کاٹ دی تا کہ آپ کا عمل اسوۂ حسنہ بنے۔ پس یہ آیت گو شان نزول کے اعتبار سے مخصوص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمان ہوتے ہوئے نہ تو کوئی مخالفت کر سکتا ہے نہ اسے ماننے نہ ماننے کا اختیار کسی کو باقی رہتا ہے۔ نہ رائے اور قیاس کرنے کا حق۔ جو حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے اور اس کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ اس آیت کی رو سے کسی مسلم و مومن فرد کو یا قوم کو یا حکومت یا ریاست کو یا عدالت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی حکم صراحت سے ثابت ہو اس میں وہ خود اپنی آزادیٔ رائے استعمال کرے۔ مومن اور مسلم ہونے کے معنی ہی خدا اور رسول کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے

دستبردار ہو جانے کے ہیں۔ کسی شخص یا قوم کا مومن بھی ہونا اور اپنے لئے اس اختیار کو محفوظ بھی رکھنا دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ جسے مومن رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا اور رسول کے آگے جھک جانا ہوگا اور جسے نہ جھکنا ہو اس کو صاف ماننا پڑے گا کہ وہ مومن نہیں۔ قرآن پاک نے اسی مضمون کو اور بھی کئی جگہ بیان کیا ہے چنانچہ پانچویں پارہ سورۂ نساء میں ارشاد ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ یہ لوگ اس اختلاف میں جو ان کے آپس میں ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کردیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کرلیں۔ تو آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کا حکم بننا ظاہر ہی تھا۔ بعد وفات شریف آپ کی شریعت حکم بننے کے لئے کافی ہے۔ فقہا نے اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ جو کوئی اللہ یا اس کے رسول کے کسی حکم صریح میں شک وشبہ کرے یا ماننے سے انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اٹھارویں پارہ سورۂ نور کے اخیر میں ارشاد ہے فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت نازل ہو جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب آ پکڑے۔ ایسا ہی مضمون صحیح حدیث میں آیا ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔

الغرض اس آیت اور ان تمام ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل ہوسکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہوسکتی ہیں جب کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر اللہ و رسول کے تابع و ماتحت ہو جائیں۔ الحاصل اس آیت میں خدا اور رسول کے فیصلہ سے اعراض وانحراف اور عدول کو حرام اور ممنوع قرار دیا اس لئے کہ وہ ایمان واسلام کے منافی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں اسلام اور حقیقی معنی میں ایمان نصیب فرمائیں۔ اور ہمیں ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرمائیں اللہ تعالیٰ ہماری خواہشوں کو اپنے رسول پاک کے لائے ہوئے دین کے تابع بنادیں اور قرآن وسنت کے احکام کو ہمارے ملک میں رائج ہونے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ

اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر

اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا

اور آپ اپنے دل میں وہ (بات بھی) چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ (آخر میں) ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں (کے طعن) سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے سزاوار ہے، پھر

قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ

جب زید کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے (نکاح کے) بارہ میں کچھ تنگی نہ رہے

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا

جب وہ (منہ بولے بیٹے) اُن سے اپنا جی بھر چکیں، اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا ہی تھا۔ اور ان پیغمبر کیلئے جو بات (تکوینا یا تشریعا) خدا تعالیٰ نے مقرر کر دی تھی

فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝۳۸

اس میں نبی پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں) کے حق میں (بھی) یہی معمول کر رکھا ہے جو پہلے ہو گذرے ہیں، اور اللہ کا حکم تجویز کیا ہوا (پہلے سے) ہوتا ہے۔

الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۝۳۹

یہ سب (پیغمبران گذشتہ) ایسے تھے کہ اللہ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے، اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔

وَاِذْ اور (یاد کرو) جب	تَقُوْلُ آپ فرماتے تھے	لِلَّذِیْ اس شخص کو	اَنْعَمَ اللّٰهُ اللہ نے انعام کیا	عَلَیْهِ اس پر	وَاَنْعَمْتَ اور آپ نے انعام کیا			
عَلَیْهِ اس پر	اَمْسِكْ روکے رکھ	عَلَیْكَ اپنے پاس	زَوْجَكَ اپنی بیوی	وَاتَّقِ اللّٰهَ اور ڈر اللہ سے	وَتُخْفِیْ اور آپ چھپاتے تھے	فِیْ نَفْسِكَ اپنے دل میں		
مَا اللّٰهُ جو اللہ	مُبْدِیْهِ اس کو ظاہر کرنے والا	وَتَخْشَى اور آپ ڈرتے تھے	النَّاسَ لوگ	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَحَقُّ زیادہ حقدار	اَنْ کہ		
تَخْشٰىهُ تم اس سے ڈرو	فَلَمَّا پھر جب	قَضٰى پوری کرلی	زَیْدٌ زید	مِنْهَا اس سے	وَطَرًا اپنی حاجت	زَوَّجْنٰكَهَا ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دیدیا		
لِكَیْ تاکہ	لَا یَكُوْنَ نہ رہے	عَلَى پر	الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں	حَرَجٌ کوئی تنگی	فِیْٓ اَزْوَاجِ بیویوں میں	اَدْعِیَآئِهِمْ اپنے لے پالک	اِذَا جب وہ	
قَضَوْا پوری کرچکیں	مِنْهُنَّ ان سے	وَطَرًا اپنی حاجت	وَكَانَ اور ہے	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	مَفْعُوْلًا ہو کر رہنے والا	مَا كَانَ نہیں ہے		
عَلَى النَّبِیِّ نبی پر	مِنْ حَرَجٍ کوئی حرج	فِیْمَا اس میں جو	فَرَضَ اللّٰهُ مقرر کیا اللہ نے	لَهٗ اس کیلئے	سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ کا دستور	فِیْ میں	الَّذِیْنَ وہ جو	
خَلَوْا گزرے	مِنْ قَبْلُ پہلے	وَكَانَ اور ہے	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	قَدَرًا مقرر کیا ہوا	مَّقْدُوْرًا اندازہ سے	الَّذِیْنَ وہ جو	یُبَلِّغُوْنَ پہنچاتے ہیں	
رِسٰلٰتِ اللّٰهِ اللہ کے پیغامات	وَیَخْشَوْنَهٗ اور اس سے ڈرتے ہیں	وَلَا یَخْشَوْنَ اور وہ نہیں ڈرتے	اَحَدًا کسی سے	اِلَّا اللّٰهَ اللہ کے سوا	وَكَفٰى اور کافی ہے			
بِاللّٰهِ اللہ	حَسِیْبًا حساب لینے والا							

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیت میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ عام حکم نازل ہوا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ اور

11 اس کے رسول کسی بات کو طے کر دیں یا کسی امر کا فیصلہ دے دیں تو پھر کسی مسلم اور مومن مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں رہتی کہ اگر چاہیں تو اس کام کو کریں اور چاہیں تو نہ کریں بلکہ ان کو اس کا ماننا ضروری ہے اور اس پر بے چوں وچرا عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ گذشتہ آیت کے نزول کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو منظور کر لیا اور نکاح ہو گیا۔ اب آگے اس نکاح کے بعد کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آگئیں تو اتفاق امر کہ میاں بیوی میں مزاج کی موافقت نہ ہوئی۔ آئے دن جھگڑے ہونے لگے۔ جب آپس میں بدمزگی اور لڑائی ہوتی تو حضرت زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر شکایت کرتے کہ ان روزانہ کے جھگڑوں سے تو بہتر یہ ہے کہ میں زینب کو طلاق دے دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کو سمجھاتے کہ زینب کو اپنی زوجیت میں رہنے دو اور جہاں تک ہو سکے نباہ کرنے کی کوشش کرو۔ مگر دونوں کے درمیان تلخیاں بڑھتی ہی چلی گئیں اور ایک سال سے کچھ ہی زیادہ مدت گزری تھی کہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت زید کو سمجھایا کہ دیکھو میری خاطر اور اللہ ورسول کے حکم سے زینب نے تم کو اپنی منشا کے خلاف قبول کیا۔ اب چھوڑ دینے کو وہ اور اس کے عزیز دوسری ذلت سمجھیں گے اس لئے بیوی کو اپنے پاس رکھو اور طلاق دینے کا خیال چھوڑ دو اور خدا سے ڈرو کیونکہ حق تعالیٰ کو طلاق پسند نہیں ہے اور جہاں تک ہو سکے نباہ کی کوشش کرو مگر جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا اور شکایتیں اور رنجشیں حد سے بڑھ گئیں اور آپ کو خواہ وحی سے خواہ قرائن سے اور خواہ دونوں سے یہ یقین ہو گیا کہ اب یہ تعلق ازدواج نبھ نہیں سکتا تو قدرتاً آپ کو اس کی فکر پیدا ہوئی کہ اگر ان میاں بیوی میں علیحدگی واقع ہوئی تو زینب کے بارہ میں بڑی مشکل پیش آئے گی کہ زید کی زوجیت میں رہ چکنے کے سبب لوگ زینب کے اعزاز واحترام میں کمی کریں گے ایک تو زینب نے اپنی مرضی کے خلاف میرے کہنے سے آزاد شدہ غلام سے نکاح منظور کیا تھا پھر طلاق کے بعد اسے دوسرا صدمہ ہوگا اور کہیں ساری زندگی ایک آزاد شدہ غلام کی مطلقہ ہی کہلا کر نہ بسر کرنا پڑے اور یہ جس قدر شاق ہوگا ظاہر ہے۔ تو اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ اگر ناچار ہو کر زید چھوڑ ہی دیں گے تو زینب کی دلجوئی اور قدر افزائی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کر لوں۔ میرا اس سے نکاح کر لینا ایک قسم کی معذرت ہوگا کہ اگر زید نے نہ نباہا تو نہ سہی میں تمہیں نباہوں گا۔ مگر اس خیال کے ساتھ آپ کو یہ بھی اندیشہ ہوا کہ مخالفین میری طرف سے غلط اور جھوٹے چرچے کریں گے اور کہیں گے کہ لو جی! بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی۔ اس طرح لوگوں کو میری طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کریں گے اور اسلام کو اس بہانہ بدنام کرنے کی کوشش کریں گے۔ حالانکہ یہ حکم پہلے آ چکا ہے کہ اللہ کے نزدیک منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹے کے حکم میں نہیں آپ اس فکر ہی میں تھے کہ حضرت زید اور حضرت زینب کی ناچاقی نے صورت حال بدل دی اور وحی الٰہی نے یہ فیصلہ کر دیا کہ وقت آ گیا ہے کہ اب متبنیٰ کی رسم جاہلیت کا خاتمہ کر دیا جائے اور جس طرح آپ نے فخر بالانساب کے پہلو کو اپنے خاندان ہی میں سب سے پہلے توڑا اسی طرح اس "منہ بولے بیٹے" کی رسم کے توڑنے کی ابتدا بھی خود ذات اقدس ہی کے عمل سے ہو اور یہ اس طرح کہ زید جب طلاق دے دیں تو پھر زینب کا عقد آپ سے ہو جائے اس طرح اس واقعہ سے ایک طرف جہاں زینب اور ان کے خاندان کو جو صدمہ پہنچے اس کا اندمال ہو سکے اور دوسری جانب یہ تین اصلاحیں خود آپ کی ذات بابرکات سے شروع ہوں۔ ایک اسلام میں متبنیٰ یعنی لے پالک یا منہ بولے بیٹے کا وہ حق نہ سمجھا جائے جو صلبی بیٹوں کا ہے اور دونوں قسم کے تعلقات میں جو فرق ہے وہ ظاہر کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ منہ بولے بیٹوں کی عورتیں صلبی بیٹوں کی عورتوں کی طرح حرام سمجھی جائیں۔ تیسرے یہ کہ آزاد غلاموں کی مطلقہ عورتوں کی حیثیت جن کو شرفائے اہل عرب اپنی زوجیت میں لینے سے انکار کرتے تھے ان کی وہی حیثیت قرار دی جائے جو احرار کی مطلقہ عورتوں کی ہے یعنی ان سے بے پس وپیش نکاح کر لیا جائے۔ چنانچہ وحی الٰہی کی تعمیل میں حضرت زید کے طلاق دینے اور عدت گزر جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے حضرت زینب سے نکاح فرمالیا۔ اور یہ نکاح خود حضرت زینب کے بھائی نے پڑھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر ۴۰۰ درہم کا رکھا اور گوشت روٹی سے دعوت ولیمہ فرمائی۔ جب حضرت زینب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح ہو چکا تو اس پر منافقین۔ یہود اور مشرکین نے آپ کے خلاف اعتراضات اور طعن کا طوفان اٹھایا اور مسلمانوں کے دلوں میں بھی شک اور الجھن پیدا کرنا چاہی اس لئے ان آیات میں اور آگے اللہ تعالیٰ نے تمام امکانی شبہات کا ازالہ فرمایا اور دوسری طرف مسلمانوں کو بھی اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بتلایا کہ ان حالات میں کیا رویہ ہونا چاہیے۔

اس تمہیدی مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ آپ فہمائش اور مشورہ کے طور سے اس شخص کو سمجھا رہے تھے کہ جس پر اللہ نے بھی انعام کیا کہ اسلام کی توفیق دی اور غلامی سے چھڑایا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ تعلیم دین فرمائی۔ آزاد کیا۔ اور پھوپھی زاد بہن سے نکاح کرایا۔ مراد اس سے حضرت زید ہیں کہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھاتے تھے کہ اپنی بیوی زینب کو اپنی زوجیت میں رکھو اور ان کی معمولی خطاؤں پر نظر نہ کرو کہ گاہے اس سے ناموافقت ہو جاتی ہے اور خدا سے ڈرو اور اس کے حقوق میں کوتاہی نہ کرو۔ لیکن جب شکایتیں حد سے متجاوز ہو گئیں اور آپ کو اصلاح اور موافقت کی امید نہ رہی تو اس وقت فہمائش کے ساتھ آپ اپنے دل میں وہ بات بھی چھپائے ہوئے تھے کہ جس کو اللہ تعالیٰ آخر میں ظاہر کرنے والا تھا (مراد اس سے وہی خیال تھا کہ اگر زید نے طلاق دے دی تو پھر زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اشک شوئی اور تلافی میرے ہی نکاح سے ہو سکتی ہے) اور اس نکاح کے خیال کے ساتھ آپ لوگوں کے طعن سے بھی اندیشہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اندیشہ پر کہ مخالفین طعن و تشنیع کریں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے کہنے سننے کا کیا ڈر۔ ڈرنا تو بس ایک خدا ہی سے سزاوار ہے۔

آگے آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب زید کا جی بھر گیا یعنی انہوں نے طلاق دے دی اور زمانۂ عدت بھی گزر گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں لانے کا فیصلہ اور حکم فرمادیا اور یہ فیصلہ اس وجہ سے فرمایا تاکہ عرب میں جو غلط رسوم منہ بولے بیٹوں کے بارہ میں رائج ہو گئی تھیں وہ توڑی جائیں اور اسلامی شریعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے یہ ظاہر کر دیا جائے کہ اسلام میں اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں سے نکاح درست ہے اگر وہ منہ بولے بیٹے انہیں طلاق دے دیں۔

یہاں آیت میں فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا فرمایا پھر جب زید کا دل اس عورت سے بھر گیا۔ تو تمام صحابہ میں یہ شرف حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو حاصل ہے کہ ان کا نام قرآن میں صراحت کے ساتھ آیا ہے۔ اور کسی صحابی یا صحابیہ کا نام صراحت سے قرآن پاک میں نہیں آیا۔ آگے لوگوں کے طعن و اعتراض کے بارہ میں فرمایا جاتا ہے کہ اللہ کا حکم اٹل ہے جو بات اس کے یہاں طے ہو چکی ضرور ہو کر رہے گی پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسا کرنے میں کیا مضائقہ ہے جو شریعت میں روا ہو گیا۔ انبیاء و رسل جتنے بھی پہلے گزرے ہیں ان کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی معمول کر رکھا تھا کہ ان کو جس امر کی اجازت ہوتی ہے بے تکلف وہ اس امر کو کرتے ہیں چنانچہ آپ بھی کسی کے کہنے سننے کی پروا نہ کیجئے اور اللہ کا حکم حکمت و مصلحت پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے آپ بھی اندیشہ نہ کیجئے۔ آگے آپ کی تسلی کے لئے فرمایا جاتا ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا یعنی حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی اور کی بازپرس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔

ان آیات میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر کیا تھا۔ (۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی ضرورت و مصلحت کی خاطر کرایا تھا کہ جو خاطر خواہ اسی تدبیر سے پوری ہو سکتی تھی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسولؐ ہیں اور نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ تعالیٰ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

مَا كَانَ نہیں ہیں	مُحَمَّدٌ محمد	اَبَآ باپ	اَحَدٍ کسی کے	مِنْ رِّجَالِكُمْ تمہارے مردوں میں سے	وَلٰكِنْ اور لیکن	رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ کے رسول	
وَخَاتَمَ اور مہر	النَّبِيّٖنَ نبیوں	وَ كَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا	عَلِيْمًا جاننے والا		

(حصہ اول)

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب سے نکاح کے سلسلہ میں بصراحت فرمایا گیا تھا کہ یہ کام آپ نے خداوند ذوالجلال کے حکم سے کیا اور یہ بھی بتلایا گیا کہ یہ نکاح اللہ تعالیٰ نے ایک اہم ضرورت کی خاطر کرنے کا حکم دیا اور وہ یہ کہ جاہلیت کی رسم کو گود لئے ہوئے بیٹے مثل حقیقی اور صلبی بیٹوں کے تصور کیے جاتے تھے توڑے۔ اس سلسلہ میں مخالفین نے جو طعن اور اعتراض اٹھائے اس کا ایک جواب تو گذشتہ آیات میں مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ۔ فرما کر دے دیا گیا تھا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی ایسے کام میں کوئی الزام نہیں جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہو۔ یعنی یہ نکاح کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک فرض تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر عائد کیا تھا۔ تو یہ کام آپ نے خدا کے حکم سے کیا اس میں آپ پر طعن کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ اب آگے اس آیت میں اعتراض کرنے والوں کو خطاب کر کے ان کے تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دی گئی جو مخالفین اس نکاح پر کر رہے تھے چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اے معترضو! تمہارے اعتراضات محض لغو اور لایعنی ہیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔ نہ زید کے اور نہ کسی کے پس انہوں نے ہرگز اپنے بیٹے کی مطلقہ بہو سے شادی نہیں کی۔ جب ان کے کوئی بیٹا ہی نہیں ہے تو بہو کے ساتھ نکاح کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت کو پہنچی ہی نہیں۔ قاسم۔ طیب اور طاہر تین بچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئے لیکن تینوں بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ پھر حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے جن کا نام ابراہیم تھا یہ بھی دودھ پینے ہی کے زمانہ میں انتقال فرما گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چار صاحبزادیاں۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں ان میں تین صاحبزادیاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں رحلت فرما گئی تھیں۔ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوا۔ تو معترضین کا اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد ہی نہیں یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ بیٹا تھا کب کہ جو اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا؟ تم لوگ سب جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بیٹا موجود ہی نہیں۔ اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ یہ نکاح ناجائز تو

نہیں لیکن اگر نہ ہوتا تو بہتر تھا کہ اعتراض کا موقع ہی نہ ہوتا تو اس کے جواب میں فرمایا گیا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ مگر وہ اللہ کے رسول ہیں یعنی رسول ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اس کے بارہ میں تمام جہالت کے تعصبات وخیالات باطلہ کا خاتمہ کردیں اور ایک حلال چیز کی ملت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں پھر مزید تاکید کے لئے آگے فرمایا وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی وہ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ہیں یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو در کنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں۔ آپ سب نبیوں کے ختم پر ہیں تو اگر قانون ومعاشرہ کی کوئی اصلاح آپ کے زمانہ میں نافذ ہوجانے سے رہ جائے تو بعد میں کوئی نبی آنے والا نہیں کہ جو یہ کسر پوری کردے۔ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ وہ اس رسمِ جاہلیت کا خاتمہ خود ہی کریں۔ اس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا گیا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اس رسم جاہلیت کو ختم کرانا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ ہونے میں کیا خرابی تھی۔ وہ جانتا ہے کہ اب اس کی طرف سے دنیا میں کوئی اور نبی آنے والا نہیں لہٰذا (اگر اپنے آخری نبی کے ذریعہ اس رسم کا خاتمہ نہ کرایا تو پھر کوئی دوسری ہستی دنیا میں ایسی نہ ہوگی کہ جس کے توڑنے سے یہ رسم تمام دنیا کے مسلمانوں سے ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائے تو خلاصہ یہ کہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش سے نہیں کیا بلکہ اللہ کے حکم سے کیا اس لئے اس پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں اور اللہ تعالیٰ علیم ہیں یعنی ہر چیز کی مصلحت سے پوری طرح واقف ہیں اس لئے یہ مصلحت اپنے نبی کے لئے تجویز کی۔ غرضیکہ معترضین کے اعتراضات بالکل لغو ہیں۔

یہاں اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدائشی نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذکر فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں آپ کا یہ اسم گرامی ۴ جگہ آیا ہے۔ ایک اسی آیت زیر تفسیر میں اور دوسرے چوتھے پارہ سورۂ آل عمران میں۔ تیسرے ۲۶ ویں پارہ سورۂ محمد میں اور چوتھے سورۂ فتح میں۔ اس کے علاوہ دوسرا اسم گرامی احمد ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک ۲۸ ویں پارہ سورۂ صف میں آیا ہے۔ ان دو ناموں کے علاوہ باقی آپ کے اسمائے صفات والقاب ہیں۔ جن کے شمار میں اختلاف ہے۔ مشہور محدث ابوبکر بن عربی نے شرح ترمذی میں آپ کے اسمائے صفات والقاب کا شمار ۶۴ کرایا ہے۔ بعض محدثین نے ۹۹ اور بعض نے ۳۰۰ اور بعض اہل علم نے ان کو ایک ہزار تک پہنچایا ہے۔ بہرحال اسمائے اعلام صرف دو ہیں محمد اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور باقی اسمائے صفات اور القاب ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک بے نظیر تھی آپ کے یہ اسماء بھی بے مثل تھے۔ آپ سے پہلے کسی کے ذہن میں ان اسماء کا وہم وگمان بھی نہ ہوا تھا۔ حتیٰ کہ جب آپ کی ولادت مبارک کا زمانہ نزدیک آگیا تو کاہنوں منجموں اور اہل کتاب نے نام لے کر آپ کی آمد کی بشارتیں دیں تو لوگوں نے اس نبی منتظر کی طمع میں اپنی اولاد کا نام محمد واحمد رکھنا شروع کردیا۔ جہاں تک تاریخ سے ثابت ہوتا ہے جن کے نام محمد واحمد رکھے گئے تھے ان کی کل تعداد چھ تک ہے۔ محمد کے لفظی معنی ہیں جس میں بکثرت تعریف کے اوصاف پائے جائیں اور لفظ احمد اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔

(۱) تمام تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔

(۲) تمام لوگوں میں سب سے زیادہ تعریف کے قابل اور ثنا کا مستحق۔

توراۃ میں آپ کا نام محمد ذکر کیا گیا کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ۔ آپ کی امت۔ آپ کے دین کے فضائل وکمالات کا اتنی کثرت سے اس میں ذکر تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم رسول کو بھی آپ کی امت میں ہونے کی آرزو ہونے

گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بشارت میں لفظ احمد فرمایا یعنی میرے بعد وہ آئے گا جو اپنے تمام پہلے آنے والوں کا سردار اور سب پر فائق ہوگا۔ الغرض لفظ محمد اور احمد کے مفہوموں کے لحاظ سے آپ سطح عالم پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ اسماء جتنی حقیقت اور جتنی صداقت کے ساتھ آپ کی ذات مبارک پر چسپاں ہیں اتنے کسی اور پر نہیں اس لئے محمد اور احمد نام پانے کے لئے بھی آپ کی ذات مبارک منتخب ہوئی۔ اس لئے آپ سے پہلے بھی جس نے یہ نام رکھا آپ کی اتباع میں رکھا اور بعد میں بھی جس نے اس نام کو اختیار کیا آپ ہی کے اتباع میں کیا۔ **اللھم صل وسلم علی رسول اللہ وبارک علیہ.**

یہاں موقع کی مناسبت سے محمد یا احمد نام رکھنے کی برکت وفضیلت بھی ذکر کردی جائے۔ مولانا محمد اسحاق صاحبؒ جو نواسے اور جانشین تھے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ دہلوی کے۔ وہ لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنے کے بارہ میں اپنی تالیف رفاہ المسلمین میں لکھتے ہیں۔

لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنا مستحب ہے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام میرے نام پر رکھو اور سنن ابوداؤد میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام پیغمبروں کے نام پر رکھا کرو اور طبرانی نے جامع کبیر میں اور عدیؒ نے کامل میں بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس شخص کے تین لڑکے ہوں پھر اس نے ان میں سے ایک کا بھی نام محمد نہ رکھا تو بڑی نادانی کی یعنی بسبب اپنی نادانی کے ایسی بڑی نعمت وبرکت سے محروم رہا......احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جس لڑکے کا نام محمد ہو اس کی تعظیم وتکریم کرنی چاہئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی تعظیم کیا کرو......اور اخبار اور روایات میں وارد ہے کہ جس شخص کا نام محمد ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس کی شفاعت فرما کر بہشت میں لاویں گے اور اشرف الوسائل شرح الشمائل میں لکھا ہے کہ انسان کو چاہئے اپنی اولاد کا نام قصداً اور تاکیداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں سے رکھے اس واسطے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے رسول قسم کھاتا ہوں میں اپنی عزت اور جلال کی کہ جس شخص کا نام تیرے نام سے موسوم ہوگا میں اس کو ہرگز آتش دوزخ سے عذاب نہ دوں گا اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر عہد کرلیا ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہوگا میں اس کو ہرگز دوزخ میں نہ ڈالوں گا پس آدمی کو چاہئے کہ اپنی اولاد کا نام بہت اچھا اور بہتر رکھے اس واسطے کہ قیامت کے دن آدمی کو اس کے نام سے اور اس کے باپ کے نام سے پکاریں گے اور صحیح ترمذی میں بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام ان کے پیدا ہونے سے ساتویں دن رکھا کرو۔ (رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین ص ۹۸)

(دعاء اے اللہ یہ حقیر فقیر (مؤلف درس قرآن ہذا) کس قدر خوش نصیب ہے کہ آپ نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھ کو دنیا میں موسوم کئے جانے کے لئے کیسا پیارا۔ بزرگی اور عظمت والا نام محمد احمد عطا فرمایا اور کیسی بڑی غیر اختیاری نعمت سے نوازا۔

اللھم ربنا لک الحمد ولک الشکر ارجو رضاک فلا تحرم نوالک من بدعی باسم حبیبک فی البلدان والرفق.

(یہ ناچیز آپ کی رضا کا امیدوار ہے۔ اپنی بخشش اور عنایت سے اس غلام کو محروم نہ فرمایئے جو تمام بلاد اور احباب میں آپ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کے ساتھ پکارا جاتا ہے)

یہ مضمون اور دعا درمیان میں اضطراری طور پر آ گیا۔

قرآن کریم نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ کو خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرما کر آپ کی ختم نبوت کا اعلان فرمایا یعنی آپ رسول اللہ ہونے کے علاوہ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ بھی ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ دو باتوں کا تصور ضروری ہے۔ ایک یہ کہ آپ رسول اللہ ہیں دوسرے یہ کہ آپ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہیں اور ان دو تصورات میں آپ کا امتیازی تصور خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہی ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع تینوں لحاظ سے امت کا یہ عقیدہ ہے کہ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس عقیدہ کے خلاف اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ نبوت کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی ہو سکتا ہے تو تمام محدثین و مفسرین اور علمائے امت کے نزدیک وہ قطعاً کافر اور ملت اسلام سے خارج ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے (کہ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع رحمت پر شکر کرنا چاہئے کہ اس نے اپنے رحم و کرم سے ایسے عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف بھیجا اور انہیں خَتَمَ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ بنایا اور آسان۔ سچا دینِ حنیف آپ کے ہاتھوں کمال کو پہنچایا۔ رب العالمین نے اپنی کتاب میں اور رحمۃ للعالمین نے اپنی متواتر حدیثوں میں یہ خبر دے دی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا۔ مفتری۔ دجال گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے گو وہ شعبدے دکھائے۔ جادوگری کرے۔ اور بڑے کمالات اور عقل کو حیران کر دینے والی چیزیں پیش کرے اور طرح طرح کی نیرنگیاں دکھائے لیکن عقلمند جانتے ہیں کہ یہ سب فریب دھوکہ اور مکاری ہے۔ ہر اس شخص کا جو قیامت تک اس دعوے سے مخلوق کے سامنے آئے گا اس کا جھوٹ اور اس کی گمراہی سب پر کھل جائے گی یہاں تک کہ سب سے آخری دجال مسیح دجال آئے گا۔''

الغرض پہلی صدی سے آج تک پوری دنیائے اسلام متفقہ طور پر ''خاتم النبیین'' کے معنی آخری نبی ہی سمجھتی رہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند تسلیم کرنا ہر زمانہ میں تمام اہل اسلام کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے اور اس امر میں اہل اسلام کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا جو اس کے دعوے کو مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ اس عقیدۂ اسلام کی بنا پر مرزا غلام قادیانی اور اس کے متبعین کو پاکستان میں ستمبر ۱۹۷۴ء میں بالاتفاق کافر اور خارج از اسلام قرار دیا گیا اور تمام اسلامی دنیا کو اس امر سے آگاہ کر دیا گیا مگر افسوس ہے کہ اس کے باوجود اس چودھویں صدی میں گمراہ قادیانیوں نے اس آیت زیر تفسیر کی غلط تاویلات کر کے نہ صرف نبوت کا دروازہ کھول رکھا ہے بلکہ عقیدہ ختم نبوت کے رکھنے والے کو وہ معاذ اللہ لعنتی اور مردود قرار دیتے ہیں۔ اور پھر اپنی گمراہی میں بعض سیدھے سادے مسلمانوں کو بھی شکار کر کے پھانستے ہیں اور دین ایمان سے کھوتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو خاتم الانبیاء والمرسلین کی امت میں پیدا فرمایا اور دین اسلام کی دولت سے نوازا۔ حق تعالیٰ ہمیں اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے رسول پاک کا سچا و پکا متبع اور وفادار امتی ہونا نصیب فرمائیں۔ اس وقت جو طرح طرح کی گمراہیاں اور فتنے پھیل رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہماری اور پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں اور مضبوطی سے دین کو پکڑنے اور اس پر جمے رہنے کی ہمت۔ توفیق اور استقامت عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ

اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو۔اور صبح و شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح (تقدیس) کرتے رہو۔وہ ایسا (رحیم) ہے

يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾

کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں، تاکہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے، اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بہت مہربان ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

وہ جس روز اللہ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ السلام علیکم اور اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے عمدہ صلہ (جنت میں) تیار کر رکھا ہے۔

يَاَيُّهَا اے	اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	اُذْكُرُوا یاد کرو تم	اللّٰهَ اللہ	ذِكْرًا یاد	كَثِيْرًا بکثرت	وَسَبِّحُوْهُ اور پاکیزگی بیان کرو اسکی	بُكْرَةً صبح
وَّاَصِيْلًا اور شام	هُوَ الَّذِيْ وہی جو	يُصَلِّيْ بھیجتا ہے	عَلَيْكُمْ تم پر	وَمَلٰٓئِكَتُهٗ اور اس کے فرشتے	لِيُخْرِجَكُمْ تاکہ وہ تمہیں نکالے	مِّنَ سے	
الظُّلُمٰتِ اندھیروں	اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف	وَكَانَ اور ہے	بِالْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر	رَحِيْمًا مہربان	تَحِيَّتُهُمْ اُن کی دعا	يَوْمَ جس دن	
	يَلْقَوْنَهٗ وہ ملیں گے اس کو	سَلٰمٌ سلام	وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	اَجْرًا اجر	كَرِيْمًا بڑا اچھا	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیت جو مخالفین اور منافقین کے طعن واعتراض بسلسلہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفع کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی اس میں ضمناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت رسالت وختم نبوت کا ذکر فرمایا گیا تھا۔تو چونکہ حق تعالیٰ نے یہ ایک بہت بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کے لئے بھیجا اس لئے آگے ان آیات میں اہل اسلام کو خطاب کرکے اس احسانِ عظیم کے شکریہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر و طاعت کا حکم دیا جاتا ہے اور پھر اس ذکر وطاعت کی مزید ترغیب کے لئے حق تعالیٰ اپنے بھی دنیوی و اخروی احسانات کا ذکر فرماتے ہیں چنانچہ ان آیات میں ایمان والوں کو خطاب کرکے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو تم احسانات الٰہیہ کو عموماً اور ایسے عظیم الشان رسول کی بعثت کو خصوصاً یاد کرکے حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔اور وہ شکر اس طرح ادا کرو کہ منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو۔اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے رات دن۔صبح شام ہمہ اوقات اس کو یاد رکھو اور اس کے ذکر وطاعت پر دوام رکھو۔اور اس کی تسبیح وتقدیس بیان کرتے رہو۔یہاں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کی حقیقی شکرگزاری یہی ہے کہ حق تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔اور یہ ذکر کرنا عام ہے یعنی زبان سے بھی دل سے بھی اور اعضا و جوارح سے بھی اور اس کی طاعت پر دوام رکھا جائے اس میں ہر طرح کے اعمال صالحہ جانی و مالی سب آگئے۔آگے حق تعالیٰ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے۔یہ ہی رحمت و برکت ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت وضلالت کی اندھیریوں سے علم وہدایت کے اجالے میں لاتی ہے۔اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہوتو دولت ایمان کہاں سے ملے اور کیونکر محفوظ رہے۔اسی کی مہربانی سے مومنین رشد وہدایت اور ایمان واحسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں یہ تو دنیا میں ان کا حال ہوا۔آگے آخرت کا اعزاز واکرام ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر سلام بھیجے گا۔اور فرشتے سلام کرتے ہوئے ان کے پاس آئیں گے اور مومنین کی آپس میں بھی یہی دعاء سلام ہوگی۔اللہ تعالیٰ آخرت میں جن کا خود سلام سے استقبال فرمائیں ان کے اعزاز واکرام کا

کیا کہنا۔ ۲۳ویں پارہ سورۂ یٰس میں فرمایا گیا ہے

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام بولا جائے گا خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ حدیث شریف میں ایک روایت ہے کہ بلاواسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائینگے۔ سبحان اللہ اس وقت کے عزت اور لذت کا کیا کہنا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی یہ نعمت عظمیٰ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

ملائکہ کے سلام کے متعلق سورہ نحل چودہویں پارہ میں ارشاد ہے۔

یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْکُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

یعنی فرشتے کہیں گے تم پر سلام ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ اپنے نیک اعمال کی بدولت جو دنیا میں کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں کا یہ سلام مومنین کی تعظیم و اکرام کے لئے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ فرشتوں کا سلام ہم سب کو بھی سننا نصیب فرمائیں۔ پھر خود آپس میں مومنین ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسا سورۂ یونس گیارہویں پارہ میں ارشاد ہوا۔

دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یعنی جنتی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل و احسان کو دیکھ کر سبحان اللہ پکاریں گے۔ اور جنتی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے اور جنت میں پہنچ کر جب دنیا کی فانی لذتوں کا مقابلہ وہاں کے دائمی عیش و سرور سے کریں گے تو الحمد للہ رب العلمین کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ کلمہ کہنا نصیب فرمائیں تو آخرت میں یہ سلام کا اعزاز و اکرام تو روحانی انعام ہے آگے جسمانی انعام کی خبر دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کے لئے نہایت عمدہ صلہ جنت میں تیار کر رکھا ہے کہ ان کے جانے کی دیر ہے یہ گئے اور وہ ملا۔

یہاں ان آیات کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے ذکر کی تاکید فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں اور بھی بیسوں جگہ ذکر اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ چونکہ اسلام کی تعلیم اور اس کا مطالبہ یہ ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ اسلام در حقیقت نام ہی اس کا ہے کہ اللہ کے بندے اپنی پوری زندگی احکام الٰہی کے ماتحت گزاریں اور ہر حال اور ہر معاملہ میں وہ اللہ کی فرمانبرداری کریں اور چونکہ یہ بات کامل طور پر جبھی ہو سکتی ہے کہ بندے کو ہر وقت اللہ کا خیال رہے اور اس کے دل میں اللہ کی عظمت و محبت پوری طرح بیٹھ جائے۔ ہر وقت اللہ کا اور اس کے حکموں کا خیال رہے اور آدمی کا دل اللہ سے غافل نہ ہو۔ یہی حقیقت ہے ذکر کی اور اسی لئے قرآن کریم کی ایک خاص تعلیم یہ ہے کہ بندے کثرت سے اللہ کا ذکر کریں اور اس کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا سے اپنی زبانیں تر رکھیں۔ دل میں اللہ کی محبت اور عظمت پیدا کرنے کا یہ ایک خاص ذریعہ اور آزمودہ نسخہ ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ آدمی جس کی عظمت و کمال کے خیال میں ہر وقت ڈوبا رہے اور جس کی یاد و دھیان سے دل و دماغ بسا رہے اس کی عظمت و محبت ضرور پیدا ہو جائے گی اور برابر ترقی کرتی رہے گی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ذکر کی کثرت عشق و محبت کے چراغ کو روشن کرتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کامل اطاعت و بندگی کی وہ زندگی جس کا نام اسلام ہے وہ صرف محبت ہی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ صرف محبت ہی وہ چیز ہے جو محبِ صادق کو محبوب کا کامل مطیع اور فرمانبردار بنا دیتی ہے۔ اسلئے قرآن پاک میں ذکر کی کثرت کی سخت تاکید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

اے نبیؐ ہم نے بیشک آپ کو اس شان کا رسولؐ بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے) ڈرانے والے ہیں،

وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ

اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔ اور مومنین کو بشارت دیجئے کہ اُن پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں اور اُن کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کا خیال نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے، اور اللہ کافی کارساز ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبیؐ	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بیشک ہم نے آپ کو بھیجا	شَاهِدًا گواہی دینے والا	وَّمُبَشِّرًا اور خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈرسنانے والا		
وَّدَاعِيًا اور بُلانے والا	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	بِاِذْنِهٖ اس کے حکم سے	وَسِرَاجًا اور چراغ	مُّنِيْرًا روشن	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیں	
الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں	بِاَنَّ یہ کہ	لَهُمْ ان کیلئے	مِّنَ اللّٰهِ اللہ (کی طرف) سے	فَضْلًا فضل	كَبِيْرًا بڑا	وَلَا تُطِعِ اور کہا نہ مانیں
الْكٰفِرِيْنَ کافر	وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافق	وَدَعْ اور خیال نہ کریں	اَذٰىهُمْ ان کا ایذا دینا	وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کریں	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	
	وَكَفٰى اور کافی	بِاللّٰهِ اللہ	وَكِيْلًا کارساز			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون بسلسلۂ نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ پہلے مخالفین ومعترضین کو خطاب کر کے بتلایا گیا تھا کہ تمہارے اعتراضات محض لغو اور لایعنی ہیں اور یہ نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے کیا اس لئے آپ پر کسی کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول اور خاتم النبیین ہونا بتلایا گیا تھا۔ اس کے بعد اہل ایمان کو گذشتہ آیات میں خطاب فرمایا گیا تھا کہ حق تعالیٰ نے یہ بہت بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا لہٰذا اس نعمت کو یاد کر کے حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اس کے ذکر واطاعت پر دوام رکھو اور ہمہ وقت اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے رہو۔ اس خطاب سے درپردہ اہل ایمان کو یہ تلقین کرنا بھی مقصود تھی کہ جب دشمنوں کی طرف سے اللہ کے رسول پر طعن و تشنیع کیا جا رہا ہے تو ایسی حالت میں تمہارا نہ تو یہ کام ہے کہ ایسی بیہودگیوں کو سنو اور نہ یہ کہ دشمنوں کے پھیلائے ہوئے شک وشبہات میں مبتلا ہو اور نہ یہ کہ جواب میں ان سے بدکلامی اور بدزبانی کرو بلکہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو اپنے حق میں اللہ کا بہت بڑا انعام واحسان سمجھو اور اس نعمت کے شکر میں ہمہ وقت اللہ کے ذکر وطاعت میں لگو اور جب اس کے ذکر وطاعت میں لگو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں تم پر دنیا میں بھی نازل فرمائے گا کہ جس کی بدولت تمہیں جہالت و ضلالت کی تاریکیوں کی بجائے علم و ہدایت کا نور نصیب ہوگا۔ اور آخرت میں بھی انعام واکرام سے نوازے جاؤ گے۔ اہل ایمان کو خطاب کے بعد اب ان آیات میں حق تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے چند کلمات تسکین ارشاد فرماتے ہیں جن سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے کہ آپ ان چند معترضین کے طعن سے مغموم نہ ہوں۔ اگر یہ احمق آپ کو نہ جانیں تو کیا ہوا ہم نے تو آپ کو بہت کچھ مراتب عالیہ بخشے ہیں اور آپ کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے کہ یہ مخالفین اپنے بہتان وافترا کے طوفان سے آپ کا

کچھ بگاڑ سکیں لہٰذا نہ آپ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ ہوں نہ ان کی بکواس کو کوئی وقعت دیں آپ اپنے فرائض منصبی ادا کئے جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ وہ کافی کارساز اور حامی و مددگار ہے وہ آپ کو مخالفین کے ہر ضرر سے بچاوے گا۔

یہاں ان آیات میں خطاب کر کے پہلی بات یہ فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو شاہد یعنی گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب قیامت کے روز اللہ کی عدالت قائم ہوگی تو آپ امت کے اعتبار سے گواہ ہوں گے کہ آپ کے بیان کے موافق ان کا فیصلہ ہوگا۔ آپ کی شہادت پر یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ ماننے والے کس جزا کے اور نہ ماننے والے کس سزا کے مستحق ہیں۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ آپ مبشر ہیں یعنی مومنین کو بشارت دینے والے ہیں اور فرمانبرداروں کو خوشخبری سنانے والے ہیں۔

تیسری بات یہ فرمائی کہ آپ نذیر ہیں یعنی کفار اور نافرمانوں کو ڈرانے والے ہیں

چوتھی بات یہ فرمائی کہ آپ داعی الی اللہ ہیں یعنی اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں۔

یہاں آیت میں دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ کے ساتھ باذنہ بھی فرمایا گیا یعنی آپ سب کو اللہ کی طرف اللہ کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ دعوت الی اللہ تو ہر مبلغ دے سکتا ہے مگر وہ اللہ کی طرف سے اس کام پر مامور نہیں ہوتا۔ برخلاف نبی اللہ کے اذن سے دعوت دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اس لئے نبی کی دعوت کے پیچھے اس کے بھیجنے والے اللہ رب العالمین کی فرمانروائی کا زور ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ کے بھیجے ہوئے داعی کی مخالفت و مزاحمت خود اللہ رب العالمین کے خلاف جنگ قرار دی جاتی ہے جس طرح دنیوی حکومتوں میں سرکاری کام انجام دینے والے سرکاری ملازم کی مزاحمت خود حکومت کے خلاف جنگ سمجھی جاتی ہے۔

پانچویں بات یہ فرمائی کہ آپ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ہیں۔ یعنی آپ سرتاپا نمونۂ ہدایت ہونے میں بمنزلۂ ایک روشن چراغ کے ہیں یا مثل آفتاب کے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ آفتاب نبوت و ہدایت ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی۔ سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو اور مدغم ہو گئیں۔

چھٹی بات یہ فرمائی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمانداروں کو خوشخبری دیجئے کہ ان پر اللہ کا بڑا فضل ہونے والا ہے یعنی آپ کے واسطہ سے دنیا میں انہیں سرفرازی اور غلبہ و نصرت دے گا اور آخرت میں عفو و مغفرت اور اجر عظیم اور دائمی نعمتیں عطا فرمائے گا اب رہ گئے کافر اور منافق جو آپ کی تصدیق نہیں کرتے اور آپ پر بہتان باندھتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں اور آپ کو اپنی مرضی کے موافق کرنا چاہتے ہیں تو آپ ان کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ کیجئے یعنی ایسا نہ ہو کہ ان کے طعن پیہم سے آزردہ ہو کر ان پر تبلیغ ہی ترک کردیں۔ آپ حسب معمول فریضۂ دعوت و اصلاح کو پوری مستعدی سے ادا کرتے رہئے اور اللہ جو حکم دے اس کے کہنے یا کرنے میں کسی کافر و منافق کے کہنے کی پروا نہ کیجئے۔ پس اگر یہ بدبخت زبان یا عمل سے آپ کو ستائیں جیسا کہ اس واقعۂ نکاح میں کہ آپ کی طرف سے تبلیغ فعلی تھی اور ان کی طرف سے اذیت قولی آپ کو پہنچی تو اس کا خیال نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اللہ کافی کارساز ہے وہ آپ کو ہر ضرر سے بچاوے گا۔

یہاں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ اسمائے صفات کا ذکر فرمایا گیا یعنی شاهدٌ- مُبشرٌ- نذيرٌ- داعٍ- سراجٌ- منيرٌ. (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے علاوہ مندرجہ ذیل اسمائے صفات بھی مختلف سورتوں میں آئے ہیں۔

عبدالله بشيرٌ- عزيزٌ- حريصٌ- رؤف رحيمٌ -اَمينٌ
مزملٌ- مدثرٌ- مذكرٌ- منذرٌ- هادئٌ- يٰس
رَحمتٌ- طٰه- نُورٌ- حقٌ- شهيدٌ- نبيٌ -امیٌ
رسولٌ- برهانٌ خاتم النبيين- رحمة للعٰلمين.
(صلی اللہ علیہ وسلم)

انکے علاوہ احادیث میں بھی اور اسمائے صفات آئے ہیں بعض محدثین نے ۹۹۔ بعض نے ۳۰۰ اور بعض اہل علم نے ۱۰۰۰ تک نام آپ کے گنائے ہیں۔ اللهم صلى وسلم وبارک عليه.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

اے ایمان والو تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے (کسی اتفاق سے) طلاق دے دو

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٤٩﴾ يٰٓاَيُّهَا

تو تمہاری ان پر کوئی عدت (واجب) نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو، تو اُن کو کچھ (مال) متاع دے دو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کر دو۔ اے نبیؐ

النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

ہم نے آپ کیلئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ اُن کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ

اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو،

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ

اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر اُس کو نکاح میں لانا چاہیں یہ سب آپ کیلئے مخصوص کیے گئے ہیں نہ اور

دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا

مومنین کیلیے، ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے اُن پر اُن کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کیے ہیں

يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٠﴾

تا کہ آپ پر کسی قسم کی تنگی (واقع) نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	اِذَا جب	نَكَحْتُمُ تم نکاح کرو	الْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں	ثُمَّ پھر	طَلَّقْتُمُوْهُنَّ تم انہیں طلاق دو	
مِنْ قَبْلِ پہلے	اَنْ کہ	تَمَسُّوْهُنَّ تم انہیں ہاتھ لگاؤ	فَمَا لَكُمْ تو نہیں تمہارے لئے	عَلَيْهِنَّ ان پر	مِنْ عِدَّةٍ کوئی عدت		
تَعْتَدُّوْنَهَا کہ پوری کراؤ تم اس سے	فَمَتِّعُوْهُنَّ پس تم انہیں کچھ متاع دو	وَسَرِّحُوْهُنَّ اور انہیں رخصت کردو	سَرَاحًا رخصت	جَمِيْلًا اچھی طرح			
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبیؐ!	اِنَّآ اَحْلَلْنَا ہم نے حلال کیں	لَكَ تمہارے لئے	اَزْوَاجَكَ تمہاری بیبیاں	الّٰتِيْٓ وہ جو کہ	اٰتَيْتَ تم نے دے دیا	اُجُوْرَهُنَّ اُن کا مہر	
وَمَا اور جو	مَلَكَتْ مالک ہوا	يَمِيْنُكَ تمہارا دایاں ہاتھ	مِمَّآ ان سے جو	اَفَاۗءَ اللّٰهُ اللہ نے ہاتھ لگا دیں	عَلَيْكَ تمہارے	وَ اور	
بَنٰتِ عَمِّكَ تمہارے چچا کی بیٹیاں	وَ اور	بَنٰتِ عَمّٰتِكَ تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں	وَ بَنٰتِ خَالِكَ اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں				
وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں	الّٰتِيْ وہ جنہوں نے	هَاجَرْنَ انہوں نے ہجرت کی	مَعَكَ تمہارے ساتھ	وَامْرَاَةً اور عورت			
مُّؤْمِنَةً مومن	اِنْ اگر	وَّهَبَتْ وہ بخشدے (نذر کردے)	نَفْسَهَا اپنے آپ کو	لِلنَّبِيِّ نبی کیلیے	اِنْ اگر	اَرَادَ النَّبِيُّ چاہے نبیؐ	اَنْ کہ
يَّسْتَنْكِحَهَا اسے نکاح میں لے لے	خَالِصَةً خاص	لَّكَ تمہارے لئے	مِنْ دُوْنِ علاوہ	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں	قَدْ عَلِمْنَا البتہ ہمیں معلوم ہے		

مَآ فَرَضۡنَا جو ہم نے فرض کیا	عَلَيۡهِمۡ اس پر	فِيٓ میں	أَزۡوَٰجِهِمۡ ان کی عورتیں	وَمَا اور جو	مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُهُمۡ مالک ہوئے انکے داہنے ہاتھ (کنیزیں)				
لِكَيۡلَا يَكُونَ تا کہ نہ رہے	عَلَيۡكَ تم پر	حَرَجٌ کوئی تنگی	وَكَانَ اور ہے	اللَّهُ اللہ	غَفُورًا بخشنے والا	رَّحِيمًا مہربان			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ میں مضمون حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح سے متعلق مذکور ہوا تھا۔ اسی سلسلہ میں آگے کچھ احکام نکاح۔ طلاق وعدت کے متعلق بیان فرمائے جاتے ہیں پہلے احکام عام مسلمانوں سے متعلق بیان فرمائے گئے اس کے بعد بعض احکام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے ان کا بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے عام اہل ایمان کو خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ ایمان کی دولت سے مشرف ہو چکے ہیں وہ سن لیں کہ جب ان میں سے کوئی مرد کسی مسلمان عورت سے شادی کرے اور پھر اس سے پہلے کہ عورت کی رخصتی ہو یعنی قبل اس کے کہ میاں بیوی کی تنہائی میں ملاقات ہو اتفاق سے کوئی ایسی وجہ پیش آجائے کہ مرد کو طلاق دینی پڑ جائے تو ایسی صورت میں ایک حکم تو یہ ہے کہ عورت پر کوئی عدت واجب نہیں وہ چاہے تو فوراً دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عدت کے ساقط ہونے کا حکم طلاق قبل خلوت کی صورت میں ہے۔ اگر نکاح ہو جانے کے بعد خلوت سے پہلے عورت کا شوہر مر جائے تو اس صورت میں عورت کو عدت وفات پوری کرنی لازمی ہے۔ اور اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنی واجب ہے۔ اس کے بعد دوسرا نکاح جائز ہوسکتا ہے۔ یہاں آیت میں عورت پر کسی عدت کے واجب نہ ہونے کا جو حکم ہے وہ اسی صورت میں ہے کہ ابھی عورت کی رخصتی نہیں ہوئی تھی اور طلاق مرد نے دے دی۔ اگر رخصتی کے بعد یعنی میاں بیوی میں خلوت کے بعد طلاق دی تو اس صورت میں پورے تین حیض ختم ہونے تک عدت گزارنا لازمی ہے۔ اور اگر عورت حاملہ ہو اور اس حالت میں طلاق مل گئی تو بچہ پیدا ہونے تک عدت کا زمانہ رہے گا۔ اگر طلاق ملنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں بچہ پیدا ہو گیا تو عدت ختم ہوگئی۔ تو ایک حکم عام جس میں سارے مسلمان شامل ہیں یہ ہوا کہ اگر رخصتی سے قبل ہی طلاق دی گئی تو عورت پر کوئی عدت لازم نہیں۔

دوسرا حکم عام یہ ہے کہ ایسی مطلقہ عورتوں کو کچھ مال ومتاع دے دو اور خوبی سے علیحدہ کردو یہ حکم دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر مرد کو پورا کرنا ہوگا۔ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر کیا گیا تھا اور پھر خلوت سے پہلے طلاق دے دی گئی تو اس صورت میں مرد کو نصف مہر دینا واجب ہوگا جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۳۷۔ میں ارشاد ہوا ہے۔ لیکن اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور نہ خلوت کی نوبت آئی تو اس صورت میں عورت کو کچھ دے کر رخصت کرنا واجب ہے اور یہ کچھ دینا آدمی کی حیثیت اور مقدرت کے موافق ہونا چاہئے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۳۶ میں فرمایا گیا جو کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا ہے۔ اور خوبی سے رخصت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی تکا فضیحتی اور لڑائی جھگڑے کے بغیر شریفانہ طریقہ پر علیحدگی اختیار کرلی جائے۔ یہ احکام تو عام مسلمین سے متعلق تھے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وامتیاز نیز آپ کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر آپ کو ازدواجی زندگی سے متعلق بعض مخصوص احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر پہلا حکم مخصوص یہ دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کے لئے یہ بیبیاں جو کہ اس وقت آپ کی خدمت میں موجود ہیں اور جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں باوجود چار سے زیادہ ہونے کے حلال کی ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن موجود تھیں۔ یعنی ایک حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دوسری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، تیسری حضرت

حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، چوتھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں پانچویں تھیں تو اس مخصوص حکم کا مطلب یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیک وقت چار تک کی قید لگائی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قید سے مستثنیٰ فرمایا۔

دوسرا مخصوص حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ فرمایا گیا کہ وہ عورتیں بھی آپ کے لئے خاص طور پر حلال کی گئی ہیں جو آپ کی مملوکہ ہوں اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنیمت میں دلوادیں اس اجازت کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو جنگ میں گرفتار ہوکر آئی تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔اور آزاد کردی گئیں۔اور آزاد ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔

تیسرا مخصوص حکم یہ دیا گیا کہ چچا۔ پھوپھی۔ ماموں اور خالہ کی بیٹیاں یعنی قریش میں کی جو باپ یا ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں مگر جنہوں نے ہجرت کی ہو ان سے بھی نکاح کی اجازت دی گئی چنانچہ اس آیت کے موافق حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں۔

چوتھا مخصوص حکم یہ فرمایا کہ وہ مسلمان عورت جو بلاعوض یعنی بغیر کسی مہر کے اپنے آپ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کردے اور بشرطیکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نکاح میں لانا چاہیں تو وہ بھی حلال ہے۔ اس اجازت کی بنا پر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند نہ فرمایا کہ مہر کے بغیر ان کے ہبہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اس لئے آپ نے ان کی کسی خواہش اور مطالبہ کے بغیر ان کو مہر عطا فرمایا۔

پانچواں حکم یہ کہ یہ سب احکام آپ کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں دوسرے مومنین کے لئے نہیں ہیں۔ عام مومنین کے لئے ان کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو احکام اور حدود مقرر کئے گئے ہیں وہ دوسری آیات و روایات میں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور جو اوروں کو بھی معلوم کرادیئے گئے ہیں۔

آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مخصوص احکام دیئے جانے کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ مخصوص احکام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیئے ہیں یہ اس مصلحت کے لئے ہیں تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور کوئی حرج واقع نہ ہو بلکہ سہولت اور وسعت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے کہ بندوں سے جو احکام کی تعمیل میں کبھی کوئی قصور ہو جاوے تو اس پر بھی معاف کرتے ہیں اور یہ اللہ کی رحمت و مہربانی تھی جو سہل احکام نازل کئے۔

یہاں جو مصلحت بیان فرمائی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو مخصوص احکام دیئے گئے وہ اس لئے کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے اور حرج واقع نہ ہو۔ تو اس کی وضاحت میں مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد جو دین کا کام کیا گیا تھا۔ اور ہر شعبہ زندگی میں تعلیم و تربیت دے کر ایک اعلیٰ درجہ کی مہذب۔ شائستہ اور پاکیزہ ملت بنانا تھا اس غرض کے لئے مردوں کو تعلیم و تربیت دینا کافی نہ تھا بلکہ عورتوں کی تعلیم و تربیت بھی اتنی ہی ضروری تھی اور جو اسلامی تہذیب آپ نے سکھائی تھی اس کے مطابق عورتوں کو براہ راست خود تربیت و تعلیم دینا ممکن نہ تھا۔ اس بنا پر عورتوں میں کام کرنے اور ان کی تعلیم و تربیت کے لئے یہی ایک صورت آپ کے لئے ممکن تھی کہ مختلف عمروں، اور ذہنی صلاحیتوں کے متعدد خواتین آپ کی ازواج میں شامل ہوں۔ ان کو آپ براہ راست تعلیم و تربیت دے کر اپنی مدد کے لئے تیار کریں اور پھر ان ازواج مطہرات کے ذریعہ سے شہری بدوی۔ جوان و بوڑھی ہر قسم کی عورتوں کو دین سکھانے اور اخلاق و تہذیب

کے اصول سمجھانے کا کام لیں۔ چنانچہ صرف ایک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کتب احادیث میں ۲۲۱۰ مرویات منقول ہیں علاوہ فتاویٰ شرعیہ اور جوابات علمیہ کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہ میں آپڑتا تھا تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب رجوع کرتے تھے اور ان کے پاس اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔ ۲۰۰ سے زیادہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شاگرد ہیں۔ جنہوں نے حدیث اور فقہ فتاویٰ آپ سے سیکھے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۳۶۸ احادیث کی روایت معتبر کتب حدیث میں جمع ہیں تو ان مخصوص احکام کی یہی مصلحت تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے معاملہ میں کوئی تنگی باقی نہ رکھی جائے تاکہ جو کار عظیم دین کی اشاعت کا آپ کے سپرد کیا گیا تھا اس کی ضروریات کے لحاظ سے آپ ان مخصوص احکام کے ماتحت جتنے نکاح کرنے چاہیں کرلیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ نکاح فرمائے جن میں سے دو ازواج مطہرات یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خزیمہ کی وفات آپ کے سامنے ہوئی اور باقی نو ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موجود تھیں۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حفصہ، حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

یہاں عام معلومات کے لئے اتنا اور عرض کردیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شباب کا بڑا حصہ تو محض تجرد اور خلوت گزینی میں گزرا۔ جب عمر شریف ۲۵ سال میں پہنچی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے نکاح کی درخواست ہوئی جو بیوہ اور صاحب اولاد ہونے کے ساتھ اس وقت ۴۰ سال کی عمر میں بڑھاپے کا زمانہ گزار رہی تھیں اور آپ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عمر اسی ایک نکاح پر گزری اور وہ بھی اس طرح کہ آپ حرا کے لق و دق غار میں ایک ایک مہینہ تک عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور یہ اللہ کی نیک بندی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے لئے توشہ تیار کرتیں اور عبادت الٰہی اور سکون طلبی میں آپ کی اعانت و امداد کیا کرتیں۔ عمر کا بڑا حصہ یعنی ۲۵ سال اسی نکاح پر گزرا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۵۰ سال سے تجاوز کرجاتی ہے تو یہ سارے نکاح ظہور میں آتے ہیں اور خاص خاص شرعی ضرورتوں کے ماتحت دس خواتین تک آپ کے نکاح میں داخل ہوتی ہیں جو سب کی سب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا بیوہ ہیں اور بعض صاحب اولاد بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کی پاک زندگی کے ہر ایک دور میں پاکباز متقیوں کے لئے کچھ نمونہ رکھ دیئے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی عملی رہبری کرسکیں اللھم صل وسلم وبارک علیہ.

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جو احکام ازدواجی زندگی کے ہم کو عطا فرمائے ہیں ہم کو ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر کام ہمارا قانون الٰہیہ کے ماتحت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ظاہراً و باطناً زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی نصیب فرماویں۔ اور تعمیل احکام میں ہم سے جو کوتاہیاں سرزد ہوچکی ہیں ان کو اپنی رحمت اور شان غفور الرحیمی سے معاف فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ

ان میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جبتک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں، اور جن کو دور کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ

تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں، اس میں زیادہ توقع ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ اُن کو دے دیں گے اُس پر سب کی سب راضی رہیں گی

كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ

اور خدا تعالیٰ کو تم لوگوں کے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں، اور اللہ تعالیٰ (یہی کیا) سب کچھ جاننے والا بُردبار ہے۔ ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کیلئے

النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا

حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کرلیں اگرچہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حُسن اچھا معلوم ہو مگر

مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع

جو آپ کی مملوکہ ہو، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز (کی حقیقت اور آثار و مصالح) کا پورا نگران ہے۔

تُرْجِيْ دُور رکھیں	مَنْ تَشَآءُ جس کو آپ چاہیں	مِنْهُنَّ ان میں سے	وَتُـْٔوِيْ اور پاس رکھیں	اِلَيْكَ اپنے پاس	مَنْ تَشَآءُ جسے آپ چاہیں		
وَمَنِ اور جس کو	ابْتَغَيْتَ آپ طلب کریں	مِمَّنْ ان میں سے جو	عَزَلْتَ دُور کردیا تھا آپ نے	فَلَا جُنَاحَ تو کوئی تنگی نہیں	عَلَيْكَ آپ پر		
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى یہ زیادہ قریب ہے	اَنْ تَقَرَّ کہ ٹھنڈی رہیں	اَعْيُنُهُنَّ ان کی آنکھیں	وَلَا يَحْزَنَّ اور وہ آزردہ نہ ہوں	وَيَرْضَيْنَ اور وہ راضی رہیں			
بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ اس پر جو آپ نے انہیں دیں	كُلُّهُنَّ وہ سب کی سب	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا جو	فِيْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں		
وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلِيْمًا جاننے والا	حَلِيْمًا بُردبار	لَا يَحِلُّ حلال نہیں	لَكَ آپ کیلئے	النِّسَآءُ عورتیں	مِنْۢ بَعْدُ اس کے بعد
وَلَآ اور نہ	اَنْ تَبَدَّلَ یہ کہ بدل لیں	بِهِنَّ ان سے	مِنْ سے اور	اَزْوَاجٍ عورتیں	وَلَوْ اگرچہ	اَعْجَبَكَ آپ کو اچھا لگے	حُسْنُهُنَّ انکا حسن
اِلَّا سوائے	مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ جس کا مالک ہو تمہارا ہاتھ (کنیزیں)	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰي پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	رَّقِيْبًا نگہبان	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے متعلق چند مخصوص احکام بیان فرمائے گئے تھے اور ان مخصوص احکام عطا کرنے کی حکمت و مصلحت کو بھی ظاہر فرمایا گیا تھا کہ یہ خاص رعایتیں اور خصوصی احکام آپ کو اس لئے دیئے گئے کہ آپ کے اصل فرائض اور ذمہ داریوں میں کوئی حرج واقع نہ ہو۔ اسی لئے بحکم خداوندی چار سے زائد ازواج مطہرات کا رکھنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ٹھہری تاکہ آپ کی خانگی زندگی کے حالات جوامت کے لئے تمام دین و دنیا کے معاملات میں دستور العمل ہیں صرف ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے امتیوں کو مرجع کر سکتے تھے چنانچہ جیسا کہ پہلے درس میں بیان ہوا۔ صرف ایک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۲۲۱۰ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہیں علاوہ فتاویٰ شرعیہ اور جوابات علمیہ کے جو تبلیغ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امت کو فرمائی۔ اور علم نبوت کی اشاعت میں حصہ لیا اور علمی فوائد آپ نے فرزندان توحید کو پہنچائے وہ اظہر من الشمس ہیں۔ ایسے ہی دوسری ازواج مطہرات سے بھی روایات احادیث پائی جاتی ہیں۔

پھر بعض ازواج مطہرات کو حرم نبوی میں داخل کرنے میں ان کے خاندان کو اسلام کی طرف لانے کی حکمت بھی تھی۔ الغرض یہ متعدد نکاح نہ معلوم کتنے اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے۔ جن عظیم مصالح کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج کی تعداد کے معاملہ میں عام قاعدہ سے مستثنیٰ کیا گیا تھا انہی مصالح کا تقاضا یہ بھی تھا کہ آپ کو خانگی زندگی کا سکون بہم پہنچایا جائے اور ایسے اسباب کا سد باب کیا جائے جو آپ کے لئے پریشان خاطری کا موجب ہو سکتے ہوں اس لئے چھٹا مخصوص حکم ان آیات میں یہ دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ آپ اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں اور جب تک چاہیں اپنے ساتھ رکھیں اور جسے جب تک چاہیں الگ رکھیں اور پھر الگ رکھنے کے بعد جب چاہیں ساتھ رکھ لیں۔ غرض ازواج کے بارے میں آپ پر کوئی پابندی نہیں کہ ہر ایک کے پاس باری باری سے برابر مدت تک رہیں جیسا کہ عام مومنین کے لئے کئی بیویوں والے کے لئے لازم ہے۔ آپ کو اپنی ازواج کے بارے میں پورا اختیار تھا کہ جس طرح چاہیں رکھیں۔ لیکن اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ حق تعالیٰ کی طرف سے پوری رخصت تھی پھر بھی آپ ہر ایک کے ساتھ برابر عدل و انصاف فرماتے اور سب کے حقوق برابر پورے فرماتے۔ آگے اس مخصوص حکم کی علت اور حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ حکم اس لئے دیا گیا تاکہ آپ کی ازواج کو کوئی شکایت پیدا نہ ہو اور سب ہنسی خوشی رہیں۔ رنج و غم نہ کریں۔ جو آپ کی طرف سے انہیں ملے اس پر راضی رہیں۔ کیونکہ کسی کو علیحدہ کرنے کسی کو پاس رکھنے کسی کی باری میں دوسرے گھر چلے جانے میں رات دن رنجش اور جھگڑے رہتے لیکن جب سب کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اختیار کلی دے دیا کہ جس طرح چاہیں ازواج کے ساتھ سلوک کریں تو اب شکایت کا کوئی موقع نہ رہا۔ اس صورت میں انہیں شکایت پیدا ہی نہیں ہو سکتی جو کچھ آپ کریں گے وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہوگا اس لئے یہ ان کو خوش رکھنے ان کے غمگین نہ ہونے اور جو ملے اور جس طرح رہیں اس پر راضی رہنے کا کارگر ذریعہ ہوگا۔ کیونکہ بناء رنج کی عادۃً دعوئے استحقاق ہوتا ہے اور جب معلوم ہو گیا کہ جو کچھ مال یا توجہ مبذول ہوگی وہ محض احسان ہی ہے تو کسی کو شکایت نہ ہوگی۔ ازواج مطہرات کے لئے یہ ایک بہت بڑا شرف تھا کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کی زوجیت حاصل ہوئی اور اس کی بدولت ان کو یہ موقع نصیب ہوا کہ دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کے اس عظیم الشان کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیق کار بنیں۔ جو رہتی دنیا تک انسانیت کی فلاح کا ذریعہ بننے والا تھا اور اس مقصد کے لئے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیر معمولی ایثار و قربانی سے کام لے رہے تھے اور تمام صحابہ کرام اپنی حد استطاعت تک قربانیاں کر رہے تھے اسی طرح ازواج مطہرات کا بھی فرض تھا کہ ایثار سے کام لیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو تمام ازواج مطہرات نے بخوشی قبول کیا۔ اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مل جاتا اس پر صبر و شکر سے قناعت فرماتیں۔ مہینوں ازواج مطہرات کے گھروں میں دھواں نہیں نکلتا تھا اور کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی دولت حاصل ہونے کی وجہ سے کبھی تنگی ترشی پر آزردہ خاطر نہیں ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ آگے عام اہل اسلام کو تنبیہ ہے کہ یہ احکام مخصوصہ سن کر دل میں یہ خیال مت پکا لینا کہ یہ احکام عام کیوں نہ ہوئے۔ اگر ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ کو تمہارے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں۔ ایسا خیال کرنے پر تمہاری گرفت ہوگی کیونکہ یہ در پردہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حسد ہے جو موجب تعذیب ہے اس کے بعد ایک اور مخصوص حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جب آپ کی ازواج مطہرات اس بات کے لئے راضی ہو گئیں کہ وہ تنگی ترشی ہر حال میں آپ کا ساتھ دیں اور آخرت کے لئے انہوں نے دنیا کو قربان کر دیا اور وہ اس پر بھی خوش ہیں کہ آپ جو برتاؤ بھی چاہیں ان کے ساتھ کریں تو اب آپ کے لئے بھی یہ حلال نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کوئی اور بیوی نکاح میں لائیں۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممانعت فرما دی گئی کہ موجودہ بیویوں میں سے کسی کو اس لئے نہ چھوڑا جائے کہ اس کے بدلے کسی اور سے نکاح کیا جائے خواہ صورت شکل کے لحاظ سے وہ کتنی ہی اچھی ہو۔ ہاں شرعی کنیز اور باندیوں میں تبدل آپ کے لئے جائز ہے اور اس کی اجازت ہے۔ اخیر میں فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ رَّقِيْبًا ۚ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حقیقت و مصالح کا پورا نگران ہے اس لئے ان سب احکام میں مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ اس واسطے کسی کو ان پر سوال یا اعتراض کا منصب و استحقاق نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

12

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ

اے ایمان والو نبیؐ کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے اجازت دی جاوے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو،

نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ

لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو،

لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ

اس بات سے نبیؐ کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا،

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ

اور جب تم اُن سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات (ہمیشہ کیلئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے

وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ

پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے، اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو،

أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾ إِن تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ

یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کروگے یا اُس کو پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ

كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥٤﴾

ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ آمَنُوا ایمان والو	لَا تَدْخُلُوا تم نہ داخل ہو	بُيُوتَ گھر	النَّبِيِّ نبی	إِلَّا سوائے	أَن یہ کہ	يُؤْذَنَ اجازت دی جائے
لَكُمْ تمہارے لئے	إِلَىٰ طرف (لئے)	طَعَامٍ کھانا	غَيْرَ نَاظِرِينَ نہ راہ تکو	إِنَاهُ اس کا پکنا	وَلَٰكِنْ اور لیکن	إِذَا جب	دُعِيتُمْ تمہیں بلایا جائے
فَادْخُلُوا تو تم داخل ہو	فَإِذَا پھر جب	طَعِمْتُمْ تم کھالو	فَانتَشِرُوا تو تم منتشر ہوجایا کرو	وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ اور نہ جی لگا کر بیٹھے رہو	لِحَدِيثٍ باتوں کیلئے		
إِنَّ بیشک	ذَٰلِكُمْ یہ تمہاری بات	كَانَ يُؤْذِي ایذا دیتی ہے	النَّبِيَّ نبی	فَيَسْتَحْيِي پس وہ شرماتے ہیں	مِنكُمْ تم سے	وَاللَّهُ اور اللہ	لَا يَسْتَحْيِي نہیں شرماتا
مِنَ الْحَقِّ حق (بات) سے	وَإِذَا اور جب	سَأَلْتُمُوهُنَّ تم ان سے مانگو	مَتَاعًا کوئی شے	فَاسْأَلُوهُنَّ تو ان سے مانگو	مِن وَرَاءِ حِجَابٍ پردہ کے پیچھے سے		
ذَٰلِكُمْ تمہاری یہ بات	أَطْهَرُ زیادہ پاکیزگی	لِقُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں کیلئے	وَقُلُوبِهِنَّ اور ان کے دل	وَمَا كَانَ اور (جائز) نہیں	لَكُمْ تمہارے لئے		
أَن تُؤْذُوا کہ تم ایذا دو	رَسُولَ اللَّهِ اللہ کا رسول	وَلَا اور نہ	أَن تَنكِحُوا یہ کہ تم نکاح کرو	أَزْوَاجَهُ اس کی بیبیاں	مِن بَعْدِهِ ان کے بعد		
أَبَدًا کبھی	إِنَّ بیشک	ذَٰلِكُمْ تمہاری یہ بات	كَانَ ہے	عِندَ اللَّهِ اللہ کے نزدیک	عَظِيمًا بڑا	إِن تُبْدُوا اگر تم ظاہر کرو	شَيْئًا کوئی بات
أَوْ تُخْفُوهُ یا اسے چھپاؤ	فَإِنَّ اللَّهَ تو بیشک اللہ	كَانَ ہے	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے	عَلِيمًا جاننے والا			

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں احکام متعلقہ نکاح وغیرہ کا بیان ہوا تھا۔ بعض احکام اہل اسلام کے لئے عموماً اور بعض احکام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خصوصاً بیان فرمائے گئے تھے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حقوق جو ازواج مطہرات پر تھے اور ازواج مطہرات کے بعض حقوق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تھے بیان فرمائے گئے۔اب آگے بعض دیگر احکام وحقوق حسن معاشرت کے متعلق بیان ہے۔یہ آیت آیت حجاب کے نام سے مشہور ہے اور یہ اس حکم عام کی تمہید ہے جو تقریباً ایک سال کے بعد سورۂ نور میں نازل ہوا جس میں اہل اسلام کو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی صریح ممانعت فرمائی گئی۔تمام جاہلیت کے ناجائز رسوم اور غلط باتیں جن کے عادی اہل عرب عرصہ سے تھے ان کو مٹانے اور ان کی اصلاح کا قرآن کریم نے یہی طریقہ رکھا کہ پہلے شروع میں ان کی برائی بتلا کر آسان حکم دیئے جاتے پھر آخر میں ان کی قطعی ممانعت وغیرہ کے احکام آتے۔قدیم زمانے میں اہل عرب بے تکلف ایک دوسرے کے گھروں میں چلے جاتے تھے کسی شخص کو دوسرے شخص سے ملنا ہوتا تو وہ دروازہ پر کھڑے ہو کر پکارنے اور اجازت لے کر اندر جانے کا پابند نہ تھا بلکہ اندر جا کر عورتوں بچوں سے پوچھ لیتا کہ صاحب خانہ گھر میں ہے یا نہیں۔یہ جاہلانہ طریقہ بہت سی خرابیوں کا موجب تھا اور بسا اوقات اس سے بہت سے اخلاقی مفاسد کا بھی آغاز ہو جاتا تھا اس لئے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ کوئی شخص خواہ وہ قریبی دوست یا دور کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو آپ کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔پھر سورۂ نور میں جس کا نزول اس سورۂ احزاب کے کچھ عرصہ بعد ہوا اس قاعدے کو تمام مسلمانوں کے گھروں میں رائج کرنے کا حکم عام دے دیا گیا۔تو یہاں اس آیت حجاب میں پہلا حکم اہل ایمان کو مخاطب کر کے یہ دیا جاتا ہے کہ اے لوگو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بے بلائے مت جاؤ۔یعنی بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔اسی سلسلہ میں دوسرا حکم یہ دیا جاتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تم کو کھانے کے لئے آنے کی اجازت دی جائے تو پھر جانے میں مضائقہ نہیں مگر تب بھی ایسے طور سے جانا چاہئے کہ اس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ رہو یعنی بے دعوت تو جاؤ مت اور دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو لیکن جب تم کو بلایا جاوے کہ اب کھانا تیار ہے تب جایا کرو۔جاہلیت کے زمانہ کی جو غیر مہذب عادات اہل عرب میں پھیلی ہوئی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ کسی دوست یا ملاقاتی کے گھر کھانے کے وقت تاک کر پہنچ جاتے۔یا اس کے گھر آ کر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ کھانے کا وقت ہو جائے۔اس حرکت کی وجہ سے صاحب خانہ اکثر عجیب مشکل میں پڑ جاتا تھا منہ پھٹ ہو کر کہے کہ میرے کھانے کا وقت ہے آپ تشریف لے جایئے تو سخت بے مروتی ہے کھلائے تو اچانک آئے ہوئے کتنے آدمیوں کو کھلائے۔ہر وقت ہر آدمی کے بس میں نہیں ہوتا کہ جب جتنے بھی آدمی اس کے پاس آ جائیں فوراً کھانے کا انتظام کر لے۔اللہ تعالیٰ نے اس رسم سے منع فرمایا اور یہاں حکم اگرچہ خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے لئے دیا کہ جب کھانے کے لئے بلایا جائے تو جاؤ اور وہ بھی اس وقت پر جبکہ کھانے کے لئے بلایا گیا ہو۔بہت پہلے سے جا کر مت بیٹھ جاؤ لیکن جب اس نمونہ کے گھر میں یہ قواعد جاری ہو جائیں گے تو مسلمانوں کے ہاں بھی عام تہذیب کا یہی ضابطہ بن جائے گا۔تیسرا حکم یہ دیا کہ جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور وہیں بیٹھ کر باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔اس میں بھی ایک غلط عادت کی اصلاح تھی۔بعض لوگ کھانے کی دعوت میں بلائے جاتے تو کھانے سے فارغ ہو جانے کے بعد بیٹھک لگا دیتے اور باتوں کا ایسا سلسلہ چھیڑ دیتے کہ جو ختم ہی ہونے میں نہ آتا۔انہیں اس بات کی پروا نہ ہوتی کہ صاحب خانہ کو اس سے اذیت ہوگی۔

چنانچہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر بھی یہی صورت پیدا ہوئی اور اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی تو یہ آیات نازل ہوگئیں اور صاف صاف حکم دیا گیا کہ اہل ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کھانے کا اتفاق ہو تو کھانا کھا چکنے کے بعد اٹھ کر چلے جایا کرو یہ نہیں کہ وہیں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگو۔ آگے فرمایا کہ اس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوتی ہے گو آپ لحاظ فرماتے ہیں اور زبان سے یہ نہیں فرماتے کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔ مگر یہ آپ کے اخلاق اور مروت کی بات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو تو مسلمانوں کی تادیب و اصلاح منظور ہے اس لئے صاف صاف حکم دے دیا کہ کھانا کھاؤ اس کے بعد اٹھ کر چلے جاؤ۔ اس کے بعد ایک حکم یہ ہوا کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سے پردہ کیا کریں گی تو اب جب تم کوئی چیز ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگو تو پردہ کے باہر کھڑے ہو کر وہاں سے مانگا کرو یعنی بے ضرورت تو پردہ کے پاس جانا اور بات کرنا بھی نہ چاہئے۔ لیکن ضرورت میں کلام کر سکتے ہو مگر رویت اور ازواج مطہرات کا سامنا نہ ہونا چاہئے۔ اس آیت کو آیت حجاب کہا جاتا ہے بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کے نزول سے پہلے متعدد مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر چکے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاں سب ہی قسم کے لوگ آتے ہیں کاش آپ اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دے دیتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ الٰہی کے منتظر رہے آخر کار یہ حکم آ گیا کہ محرم مردوں کے علاوہ جیسا کہ آگے کی آیت میں آ رہا ہے کوئی مرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہ آئے اور جس کو بھی ازواج مطہرات سے کوئی کام ہو وہ پردے کے پیچھے سے بات کرے۔ اس حکم کے بعد ازواج مطہرات کے گھروں میں دروازوں پر پردہ لٹکا دیئے گئے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تمام مسلمانوں کے لئے نمونہ کا گھر تھا اس لئے تمام مسلمانوں کے گھروں پر بھی پردہ لٹک گئے۔ پھر آگے اس حجاب یعنی پردہ کے حکم کی علت بھی بیان فرما دی گئی کہ یہ بات ہمیشہ کے لئے جانبین کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ اب غور کرنے کی بات ہے کہ یہ قانون الٰہی جو غیر مردوں کو عورتوں سے رودررو بات کرنے سے روکتا ہے اور پردے کے پیچھے سے بات کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کی مصلحت یہ بتائی جاتی ہے کہ جانبین کے لئے اس میں دلوں کی پاکیزگی ہے تو اس قانون الٰہی کے خلاف مغربی تہذیب کے دلدادوں کی یہ مخلوط عورتوں مردوں کی مجالس۔ اور یہ لڑکیوں اور لڑکوں کی مخلوط کالجوں کی تعلیم اور یہ دفاتر میں مردوں عورتوں کا بے تکلف میل جول۔ کیا اس سے دلوں کی پاکیزگی قائم رہ سکتی ہے۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ مگر کیا مجال جو قرآن وسنت سے کوئی نکیر کر سکے۔ اور پھر یہ رونا کہ ملک اور قوم میں اغوا کا بازار گرم ہے۔ زنا کی کثرت ہے۔ جرائم بڑھ رہے ہیں فسق و فجور پھیل رہا ہے۔ حماقت نہیں تو اور کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کے احکام کی قدر نصیب فرمائیں اور ان کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس آیت حجاب کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ۔

''اس جگہ یہ بات قابل نظر ہے کہ یہ پردے کے احکام جن عورتوں مردوں کو دیئے گئے ہیں ان میں عورتیں تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں جن کے دلوں کو پاک صاف رکھنے کا حق تعالیٰ نے خود ذمہ لیا جس کا ذکر اس سے پہلے اسی سورۃ میں آیت إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے) میں تفصیلاً آ چکا ہے۔ دوسری طرف جو مرد مخاطب ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں جن میں بہت سے حضرات کا مقام فرشتوں سے بھی آگے ہے۔ لیکن

ان سب امور کے ہوتے ہوئے ان کی طہارت قلب اور نفسانی وساوس سے بچنے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ مرد وعورت کے درمیان پردہ کرایا جائے۔ آج کون ہے جو اپنے نفس کو صحابہ کرام کے نفوس سے زیادہ پاک سمجھے اور اپنی عورتوں کے نفوس کو ازواج مطہرات کے نفوس سے زیادہ پاک ہونے کا دعویٰ کر سکے اور یہ سمجھے کہ ہمارا اختلاط عورتوں کے ساتھ کسی خرابی کا موجب نہیں ہے؟ (معارف القرآن جلد ۷)

اور شیخ التفسیر والحدیث حضرت کاندھلویؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت حجاب کی تشریح کے بعد بطور خلاصہ کلام لکھا ہے کہ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ پردہ متعارفہ جو قدیم اہل اسلام میں رائج ہے وہ غایت درجہ ضروری ہے اور نہایت قابل اہتمام ہے۔ نفسانی وسوسوں اور خطروں سے حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ آیت اگرچہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں ہے لیکن اس حکم کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ عام ہے یعنی ذٰلِکُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ (یعنی یہ بات ہمیشہ کے لئے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے)۔ یعنی یہ حجاب طہارت قلوب کا بہترین ذریعہ ہے اور بلاشبہ حق اور درست ہے اور یہ علت صراحۃً دلالت النص سے ثابت ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بے حجابی اور بے پردگی قلب کی نجاست اور گندگی کا سبب ہے اور حجاب اور پردہ قلب کی طہارت اور پاکیزگی کا سبب ہے اور ازواج مطہرات تو بوجہ امہات المومنین ہونے کے ان کی عظمت اور حرمت دلوں میں ایسی راسخ تھی کہ جہاں فتنہ کا احتمال نہیں لہٰذا جہاں فتنہ کا احتمال غالب بلکہ فتنہ یقینی ہو وہاں حجاب قطعی طور پر فرض اور لازم ہوگا۔'' (معارف القرآن جلد ۹)

غرض کہ اوپر یہ حکم دیا گیا تھا کہ اہل ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جم کر نہ بیٹھ جایا کریں کہ یہ چیز باعث اذیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اب آگے علی الاطلاق حکم دیا جاتا ہے کہ صرف اسی معاملہ میں نہیں بلکہ کسی امر میں بھی اہل ایمان کے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچائیں۔ یعنی کفار و منافقین تو جو چاہیں بکتے پھریں یا کرتے رہیں لیکن مومنین کو یہ ہرگز لائق نہیں کہ حضور کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی بات ایسی کہیں یا کریں جو ضعیف سے ضعیف درجہ میں آپ کی ایذا کا سبب بن جائے۔ مومنین پر لازم ہے کہ اپنے محبوب و مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی رکھیں کہ کہیں غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت نہ صادر ہو جائے کہ جو دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کے احکام کی مخالفت کی جائے یا آپ کی یا آپ کے اہل بیت کی کوئی اہانت یا توہین کی جائے۔ یا ازواج مطہرات پر کوئی عیب لگایا جائے یا آپ کے پاک دین میں بد دینی پھیلائی جائے۔ یا بدعات کو رواج دیا جائے یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا اور دکھ دینے کی صورتیں ہیں جس کی سزا بڑی سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح سے اس بات سے محفوظ رکھیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور کتاب تاریخ مدینہ منورہ جس کا نام جذب القلوب الی دیار المحبوب ہے اس میں ایک حدیث حضرت شیخ نے لکھی ہے کہ بسند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں سیر کرنے والے زمین میں کہ میری امت کے اعمال مجھے پہنچاتے ہیں اور فرمایا کہ میرا وفات کرنا بہتر ہے تمہارے واسطے اس واسطے کہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اگر بہتر ہوں گے تو میں اس میں خدا تعالیٰ کا شکر کروں گا اگر بداعمال دیکھوں گا تو تمہارے حق میں طلب مغفرت کروں گا۔ آگے لکھتے ہیں کہ محققین و متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں بعد وفات کے اور خوش ہوتے ہیں طاعت امت سے اور انبیاء علیہم السلام کے

بدن شریفہ قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتے۔'' اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جب آپ امت کی طاعت سے خوش ہوتے تو امت کی بداعمالی سے رنجیدہ بھی ہوتے ہوں گے۔ اسی کے مطابق حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک وعظ آداب التبلیغ میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جو دلچسپ ہونے کے ساتھ نصیحت اور عبرت آموز بھی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔'' کوئی بھی معصیت ایسی نہ ہوگی جس سے کسی نہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ شاید آپ سوچتے ہوں گے کہ ہمارے گناہوں سے کس کو آزار پہنچتا ہے تو آپ ایک حکایت سے اس کا اندازہ کر لیجئے مرزا بیدل دہلوی شاعر کی حکایت ہے کہ ان کے اشعار تصوف کا رنگ لئے ہوئے تھے۔ کسی ایرانی نے ان کے اشعار کو دیکھ کر پسند کیا اور ان کو بزرگ سمجھ کر ان کے پاس آیا جب ان کے پاس پہنچا تو یہ مرزا بیدل شاعر حجام سے داڑھی منڈوا رہے تھے۔ ایرانی کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا اور جھلا کر اس نے پوچھا آغا ریش میتراشی۔ شاعر نے جواب دیا آرے ریش می تراشم دلے دلے کسی نمی خراشم۔ وہ بیچارہ مخلص تھا اس نے آزادانہ جواب دیا آرے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میتراشی۔ تو شاعر نے جواب دیا تھا کہ دلے کسی نمی خراشم ایرانی نے جواب دیا کہ ظالم تو تو سب سے بڑے دل کو چھیل رہا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ دلے کسی نمی خراشم۔ تم یہ داڑھی پر استرہ نہیں پھرا رہے ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چھری چلا رہے ہو۔ حضور کی خدمت میں جب اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ میری امت کا ایک شخص یہ حرکت کرتا ہے کیا اس سے آپ کا دل نہیں دکھتا اور کیا آپ کا دل دکھانا چھوٹی بات ہے آپ کا قلب تو سید القلوب ہے جب تم سید القلوب کو تکلیف دیتے ہو پھر یہ دعویٰ کیسے کرتے ہو کہ ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے ہیں۔ یہ سن کر مرزا شاعر کی آنکھیں کھلی اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو توبہ کی اور بزبان حال یا قال یہ کہتا تھا

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جان جان ہمراز کردی

یعنی میں تو اندھا تھا میری کبھی نظر ہی ادھر نہیں گئی کہ مجھ سے اتنے بڑے قلب کو ایذا ہو رہی ہے۔ یہاں تک میرے ذہن کی رسائی نہیں ہوئی۔ تو نے میری آنکھیں کھول دیں خدا تجھ کو اس کی جزا دے۔ آگے حضرتؒ فرماتے ہیں اب اس حکایت سے سمجھ لیجئے کہ جب آپ سے کوئی امر غیر مشروع سرزد ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آزار ہوگا یا نہیں۔''

یہ واقعہ درمیان میں ضمناً آ گیا مگر اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو خوش کرنے یا آپ کو رنج و ایذا دینے کا عمل اب بھی ہر امتی سے جاری ہے۔ تو یہاں آیت میں صاف حکم دیا گیا کہ تم کو کسی امر میں بالکل جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچاؤ اور ان تکلیف دہ حرکات میں سے ایک بہت سخت اور بڑا بھاری گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا چاہے یا ایسے نالائق ارادہ کو دل میں لائے یا زبان سے ذکر کرے یہ سب گناہ ہے۔ سو اگر اس کے متعلق کسی چیز کو زبان سے ظاہر کرو گے یا اس ارادہ کو دل میں پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کو دونوں کی خبر ہوگی کیونکہ وہ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں پس تم کو اس پر سزا دیں گے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو قرآنی احکام پر دل و جان سے عمل کرنے کا جذبہ عطا فرمائیں اور اب تک ہم سے جو اس معاملہ میں کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں اور آئندہ کے لئے ہم کو عزم و ہمت اطاعت قرآنی کی نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ

پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے

اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ

بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے اور خدا سے ڈرتی رہو، بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر (ناظر) ہے۔

شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝٥٥ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجا کرو

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝٥٦ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا

اور خوب سلام بھیجا کرو۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر دُنیا

وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝٥٧ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے، اور جو لوگ ایمان والے مَردوں کو اور ایمان والی عورتوں

بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝٥٨ۧ

کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔

لَا جُنَاحَ گناہ نہیں	عَلَيْهِنَّ عورتوں پر	فِيْ میں	اٰبَآئِهِنَّ اپنے باپ	وَلَا اور نہ	اَبْنَآئِهِنَّ اپنے بیٹوں	وَ اور	لَا اِخْوَانِهِنَّ نہ اپنے بھائی	وَلَا اور نہ
اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ اپنے بھائیوں کے بیٹے	وَلَا اور نہ	اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ اپنی بہنوں کے بیٹے	وَلَا اور نہ	نِسَآئِهِنَّ اپنی عورتیں	وَلَا اور نہ			
مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ جس کے مالک ہوئے ان کے ہاتھ (کنیزیں)	وَاتَّقِيْنَ اور ڈرتی رہو	اللّٰهَ اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	عَلٰي پر			
كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	شَهِيْدًا گواہ (موجود)	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	وَمَلٰۗئِكَتَهٗ اور اسکے فرشتے	يُصَلُّوْنَ درود بھیجتے ہیں	عَلَي النَّبِيِّ نبی پر	يٰٓاَيُّهَا اے		
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	صَلُّوْا درود بھیجو	عَلَيْهِ اس پر	وَسَلِّمُوْا اور سلام بھیجو	تَسْلِيْمًا خوب سلام	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ		
يُؤْذُوْنَ ایذا دیتے ہیں	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسولؐ	لَعَنَهُمُ ان پر لعنت کی	اللّٰهُ اللہ	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت		
وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابًا مُّهِيْنًا رسوا کرنے والا عذاب	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يُؤْذُوْنَ ایذا دیتے ہیں	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مرد			
وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں	بِغَيْرِ بغیر	مَا اكْتَسَبُوْا کہ انہوں نے کمایا کیا	فَقَدِ احْتَمَلُوْا البتہ انہوں نے اٹھایا	بُهْتَانًا بہتان	وَّاِثْمًا اور گناہ	مُّبِيْنًا صریح		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت حجاب میں اہل ایمان کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے علاوہ دوسرے احکام کے حجاب یعنی پردہ کا حکم بھی دیا تھا کہ ازواج مطہرات اب تم سے پردہ کیا کریں گی اس لئے کوئی مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں نہ آئے اور جس کو بھی ازواج مطہرات سے کوئی کام ہو وہ پردہ کے پیچھے سے بات کرے۔ اب آگے اس حکم سے جو مستثنیٰ ہیں یعنی قریبی رشتہ دار اور محرم ان کو

ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی پردہ نہیں اور ان کے سامنے آسکتی ہیں یعنی باپ۔ بیٹے۔ بھائی۔ بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے۔ بہنوں کے بیٹے یعنی بھانجے۔ ان کے علاوہ مسلمان عورتیں اور اپنی لونڈیاں یا باندیاں بھی اندر آجاسکتی ہیں۔ پردہ کے یہی تفصیلی احکام پھر سورۂ نور میں نازل ہوئے۔ آگے تاکید کے لئے فرمایا جاتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوان احکام مذکورہ میں خدا سے ڈرتی رہو یعنی کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پائے اس لئے کہ اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں وہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے۔ گذشتہ درس میں ایک حکم مسلمانوں کو یہ بھی ہوا تھا کہ کوئی بات اور کوئی کام تم سے ایسا نہ ہونے پائے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت یا ایذا پہنچے یعنی ایک طریقہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا یہ بتلایا گیا تھا کہ اپنے محبوب اور مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں اور ضعیف سے ضعیف کام آپ کی ایذا کا نہ کریں۔ دوسرا طریقہ آپ کی تعظیم وتکریم اور عظمت کا یہاں یہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت وشفقت کے ساتھ آپ کی ثنا اور اعزاز واکرام کرتا ہے اور اللہ کے فرشتے بھی رحمت بھیجتے ہیں اس لئے اے ایمان والو تم بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و رحمت بھیجا کرو تاکہ آپ کا جو حق عظمت تمہارے ذمہ ہے ادا ہوسکے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے احکامات ارشاد فرمائے۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ اور بہت سے انبیاء کرام کی توصیفیں اور تعریفیں بھی فرمائیں۔ ان کے بہت سے اعزاز واکرام بھی بیان فرمائے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تو فرشتوں کو حکم فرمایا کہ ان کو سجدہ تعظیمی کیا جائے لیکن کسی حکم یا کسی اعزاز واکرم میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف سید الکونین فخر دو عالم اشرف الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف اس کے بعد اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں اے مومنو تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ پر بے حد مہربان ہے۔ آپ کی تعریف فرماتا ہے۔ آپ کا نام بلند کرتا ہے۔ آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے۔ ملائکہ کی طرف سے آپ پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ سے غایت درجہ کی محبت رکھتے ہیں اور آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو زیادہ سے زیادہ بلند مرتبے عطا فرمائے۔ آپ کے دین کو سربلند کرے۔ آپ کی شریعت کو فروغ بخشے اور آپ کو مقام محمود پر پہنچائے تو اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کیساتھ ایمان والوں کو بھی دو چیزوں کا حکم دیا گیا ایک صَلُّوْا عَلَيْهِ دوسرے سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا — صَلُّوْا عَلَيْهِ ۔ کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو تم اپنے نبی کے گرویدہ ہوجاؤ۔ آپ کی مدح وثنا کرو۔ آپ کے لئے خاص رحمتوں اور برکتوں کی دعا کرو اور آپ کے لئے اس طرح دعائیں کر کے اپنی نیازمندی اور شکر گزاری کا ثبوت دو۔ اسی قسم کی دعا کو ''درود'' کہتے ہیں۔ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کا مطلب یہ ہے کہ تم آپ کے حق میں کامل سلامتی کی دعا کرو پوری طرح دل و جان سے آپ کا ساتھ دو۔ آپ کی مخالفت سے پرہیز کرو اور آپ کے سچے فرمانبردار بن کر رہو۔ فقہاء اور علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کے حکم کے مطابق عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نال ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا

یعنی نماز میں تشہد میں السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته کہہ کر آپ پر سلام بھیجا کریں اب آپ ہمیں یہ بھی بتادیجئے کہ ہم آپ پر "صلوٰۃ" یعنی درود کیسے بھیجا کریں۔ آپ نے فرمایا یوں کہا کرو

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔
اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجیدo

یعنی اے اللہ اپنی خاص رحمت فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ آپ نے رحمت فرمائی حضرت ابراہیم پر اور ان کی آل پر۔ ساری حمد وستائش کے سزاوار اور بزرگی وعظمت والے آپ ہی ہیں۔ اے اللہ خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ آپ نے خاص برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم پر اور ان کی آل پر ساری حمد وستائش کے سزاوار اور عظمت و بزرگی والے آپ ہی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد درود شریف احادیث میں آئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تعلیم فرمائے (ایسے ۲۵ صیغۂ صلوٰۃ کے اور ۱۵ صیغۂ سلام کے جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں وہ ایک رسالہ زاد السعید میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے جمع کر دیئے ہیں جو تاج کمپنی سے مل سکتا ہے۔ یوں تو صدہا صیغے درود شریف کے مشائخ کرام سے منقول ہیں مگر ظاہر ہے کہ جو صیغے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں ان کی افضلیت اور بابرکت ہونے میں کیا کلام ہے۔ پھر دین وایمان کی نعمت جو اس دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہے یہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور طفیل میں ملی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمارے سب سے بڑے مشفق ومحسن ہیں ہم آپ کے احسان کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے۔

بس زیادہ سے زیادہ جو ہم کر سکتے ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے دعائیں کریں۔ یعنی دوسرے الفاظ میں آپ پر زیادہ سے زیادہ درود وسلام بھیجیں۔ پھر جب کہ درود شریف کے فضائل بھی بکثرت احادیث میں آئے ہیں تو اس سعادت سے محروم رہنا کسی امتی کے لئے مناسب نہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آئے اس کو چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ اللہ جل شانہٗ اس پر درود بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں کہ جن کا خاص کام یہی ہے کہ وہ روئے زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میرا جو امتی مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے وہ اس کو مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ سبحان اللہ کتنی بڑی دولت ہے کہ ہمارا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے اور اس بہانہ ہمارا ذکر وہاں ہو جاتا ہے۔ سینکڑوں احادیث درود شریف کی فضیلت میں وارد ہیں جو اس مختصر درس میں جمع نہیں کی جا سکتیں ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ مجھ پر ہزار دفعہ درود پڑھے تو اس کو موت نہ آئے گی جب تک کہ وہ اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھنے پر سخت وعید بھی فرمائی گئی ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ

خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی ۔ میں نے کہا آمین ۔ پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے ۔ میں نے کہا آمین ۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں ۔ میں نے کہا آمین ۔

اب غور کیجئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بددعا ہی کیا کم تھی اور پھر اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین فرمانا ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو ان تینوں ہلاکتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں ۔

الغرض اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا سبب نہ بنیں بلکہ آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے ۔ مگر ایک بات یہاں ذہن میں یہ بھی رکھی جائے کہ جیسے ہر عبادت صرف طریق سنت پر ادا کرنے سے مقبول ہوتی ہے اور خلاف سنت طریقہ پر کرنے سے نہ صرف مردود بلکہ قابل مواخذہ ہو جاتی ہے اسی طرح درود و سلام کا حال ہے ۔ جو طریقہ سنت میں تعلیم فرمایا گیا ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس طرح درود بھیجا ۔ اور تابعین ۔ تبع تابعین ۔ ائمہ دین نے جس طریقہ کا اتباع کیا وہی طریقہ مقبول ہے اور باعث اجر و ثواب ۔ باقی من گھڑت طریقہ جو رائج کر لئے جائیں وہ قابل اتباع نہیں ۔ آگے بتلایا کہ اللہ و رسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہوں گے ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے سے مراد دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ اس کی نافرمانی کی جائے ۔ اس کے مقابلہ میں کفر و شرک اور دہریت کا رویہ اختیار کیا جائے اور اس کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لیا جائے دوسرے یہ کہ اس کے رسول کو اذیت دی جائے کیونکہ جس طرح رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اسی طرح رسول کی مخالفت خدا کی مخالفت ہے اور رسول کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے ۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح کی ایذا پہنچائے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے خواہ صراحتہً یا کنایۃً وہ کافر ہو گیا اور اس آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا کی رو سے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی ۔ اللہ اور رسول کی ایذا کے بعد مومنین و مومنات کو بلاوجہ ایذا دینے پر وعید سنائی گئی اور فرمایا وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا اس میں اشارہ ہے منافقین کی طرف کہ پیٹھ پیچھے مسلمانوں کی برائیاں کرتے اور غلط باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ۔ ان کو تنبیہ کی گئی کہ وہ ایسا کر کے گناہ عظیم کا بار اپنے سر پر لے رہے ہیں ۔ اس آیت کی رو سے کسی مسلمان کو بغیر وجہ شرعی کے کسی قسم کی ایذاء اور دکھ پہنچانے کی حرمت ثابت ہوئی لہٰذا کسی مسلمان کو بغیر وجہ شرعی دکھ پہنچانا گو وہ کسی نوعیت کا ہو حرام ہے ۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

"مسلمان تو صرف وہ آدمی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہوں (یعنی کسی کو تکلیف نہ پہنچے) اور مومن تو صرف وہی ہے جس سے لوگ اپنے خون اور مال کے مقابلہ میں محفوظ و مامون ہوں ۔"

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی

جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۵۹ لَئِنْ

اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہوجایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ منافقین

لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کریں گے

ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۶۰ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا

پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پاویں گے۔ وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی۔

تَقْتِيْلًا ۶۱ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۶۲

اللہ تعالیٰ نے اُن (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں، اور آپ خدا کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے ردّ و بدل نہ پاویں گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	قُلْ فرمادیں	لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیبیوں کو	وَبَنٰتِكَ اور بیٹیوں کو	وَنِسَآءِ اور عورتوں کو	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں		
يُدْنِيْنَ ڈال لیا کریں	عَلَيْهِنَّ اپنے اوپر	مِنْ سے	جَلَابِيْبِهِنَّ اپنی چادریں	ذٰلِكَ یہ	اَدْنٰٓى قریب تر	اَنْ کہ	يُّعْرَفْنَ اُن کی پہچان ہوجائے
فَلَا يُؤْذَيْنَ تو انہیں نہ ستایا جائے	وَكَانَ اللّٰهُ اور اللہ ہے	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا مہربان	لَئِنْ اگر	لَّمْ يَنْتَهِ باز نہ آئے	الْمُنٰفِقُوْنَ منافق	
وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں میں	مَّرَضٌ روگ	وَّالْمُرْجِفُوْنَ اور جھوٹی افواہیں اُڑانے والے	فِي میں	الْمَدِيْنَةِ مدینہ		
لَنُغْرِيَنَّكَ ہم ضرور تمہیں پیچھے لگا دیں گے	بِهِمْ ان کے	ثُمَّ پھر	لَا يُجَاوِرُوْنَكَ تمہارے ہمسایہ نہ رہیں گے وہ	فِيْهَآ اس (شہر) میں			
اِلَّا سوائے	قَلِيْلًا چند دن	مَّلْعُوْنِيْنَ پھٹکارے ہوئے	اَيْنَمَا جہاں کہیں	ثُقِفُوْٓا وہ پائے جائیں گے	اُخِذُوْا پکڑے جائیں گے		
وَقُتِّلُوْا اور مارے جائینگے	تَقْتِيْلًا بُری طرح مارا جانا	سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ کا دستور	فِي الَّذِيْنَ ان لوگوں میں جو	خَلَوْا گذرے	مِنْ قَبْلُ فرمادیں		
	وَلَنْ تَجِدَ اور تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّةِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں	تَبْدِيْلًا کوئی تبدیلی				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے اور اذیت پہنچانے پر وعید سنائی گئی تھی اس کے بعد عام مومنین و مومنات کو بلاوجہ ستانا اور ایذا دینے پر وعید بیان کی گئی تھی۔ آگے ان آیات میں بعض ایذاؤں کے انسداد کا بندوبست کیا گیا جو مسلمان عورتوں کو منافقین کی طرف سے پہنچتی تھی۔ روایت میں ہے کہ مسلمان عورتیں جب ضروریات کے لئے باہر نکلتیں تو بدطینت منافقین تاک میں رہتے اور چھیڑ چھاڑ کرتے۔ پھر پکڑے جاتے تو کہتے کہ ہم نے سمجھا نہیں تھا کہ کوئی شریف عورت ہے۔ لونڈی باندی سمجھ کر چھیڑ دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ ایسی جھوٹی خبریں اڑاتے کہ فلاں غنیم چڑھ کر آنا چاہتا ہے۔ مخالفوں کی قوت اور مسلمانوں کے ضعف و شکست کے چرچے کرتے اور ان دونوں امور سے عام مومنین و مومنات کو کلفت ہوتی۔ اس امر کے انتظام کے لئے حق

تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں جن میں حکم دیا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج اور صاحبزادیوں اور دوسرے مسلمان عورتوں کو فرمادیجئے کہ جب بضرورت گھر سے باہر نکلیں تو ایک چادر سے بدن ڈھانپ لیں اور چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ لونڈیوں اور باندیوں کو اس حکم کا مکلف نہیں کیا گیا تا کہ کام کاج میں حرج واقع نہ ہو۔ اسی لئے ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی لونڈی کو چادر میں لپٹے ہوئے جاتے دیکھ کر فرمایا کہ کم بخت بیبیوں کے مشابہ ہونا چاہتی ہے۔ اس کپڑے کو اتار تو گویا آزاد عورتوں اور شریف حیادار مومنات کی یہ پہچان ہوگئی کہ وہ بدن اور چہرہ ایک حیادار لباس سے چھپا کر باہر نکلتیں اور اس طرح وہ پہچانی جاتیں کہ لونڈی یا باندی نہیں ہیں تا کہ کوئی ان سے تعرض یا چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ تو آزاد مسلمان عورتوں کے متعلق یہ انتظام فرمایا گیا تا کہ انہیں پہچان کر کسی منافق وغیرہ کا حوصلہ چھیڑنے کا نہ ہو اور جھوٹے عذر کرنے کا موقع نہ رہے۔ اس حکم کے بعد فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا یعنی باوجود اہتمام پردہ کے اگر کچھ تقصیر رہ جائے تو اللہ کی مہربانی سے بخشش کی توقع ہے۔ آگے عام چھیڑ چھاڑ خواہ آزاد عورتوں سے ہو یا لونڈیوں سے اس کے متعلق بدطینت منافقین یا یہود کو تنبیہ فرمائی جاتی ہے جن کا ایک کام ایذا رسانی کا یہ بھی تھا کہ مدینہ میں طرح طرح کی جھوٹی خوفناک خبریں اڑا کر لوگوں کو پریشان کیا کرتے کہ فلاں غنیم چڑھ کر آنا چاہتا ہے۔ فلاں قوم آتی ہے وہ یوں حملہ آور ہوں گے اور یوں قتل عام کریں گے۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے تا کہ یہ مدینہ سے نکال باہر کئے جاویں اور چند دن جو یہاں رہیں تو ذلیل وخوار ہو کر رہیں جہاں کہیں پکڑے جاویں قتل کئے جاویں چنانچہ یہود تو نکالے گئے اور منافقین نے یہ دھمکی سن کر شاید اپنا رویہ بدل دیا ہوگا اس لئے سزا سے بچے رہے۔ آگے فرمایا جاتا ہے کہ فساد اور شورش پر سزا کا مشروع کرنا کچھ ان ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان مفسد لوگوں میں اپنا یہی دستور جاری رکھا ہے جو ان سے پہلے بھی ہو گزرے ہیں کہ ان کو آسمانی سزائیں دی ہیں یا انبیاء کے ہاتھوں سزائیں دلوائی ہیں۔ پس اگر پہلے ایسا نہ ہو چکتا تو ان کو اس وعید میں شک وشبہ بھی ہوتا مگر اب تو گنجائش ہی نہیں اور آپ خدا کے دستور میں ردوبدل نہ پائیں گے کہ خدا کوئی بات جاری کرنا چاہے اور کوئی اس کو روک سکے۔ بعض مفسرین نے یہ مطلب بھی لیا ہے کہ عادت اللہ یہ ہی رہی ہے کہ پیغمبروں کے مقابلہ میں جنہوں نے شرارتیں کی اور فتنے فساد پھیلائے اسی طرح ذلیل وخوار یا ہلاک کئے گئے۔

تو یہاں اس ارشاد باری تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ سے یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ جب ضرورت کے لئے اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو نیچی کرلیا کریں سر سے اپنے چہرہ کے اوپر اپنی چادریں۔ تو اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان عورت کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلنا پڑے تو لمبی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ مروجہ برقع بھی جلباب کے قائم مقام ہے اور یہی پردہ مروجہ ہے جو شروع اسلام سے اب تک مسلمانوں میں رائج ہے۔ جس کو اس زمانہ کے یورپ پرست دین سے آزاد ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور ان کے فتنہ سے مسلمانوں کو بچائے۔

آیت میں لفظ جلابیب کا استعمال ہوا ہے جو جمع ہے جلباب کی جو ایک خاص لمبی چادر کو کہا جاتا ہے۔ جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے۔ اس چادر کی ہیئت کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر ہے جو دوپٹہ کے اوپر اوڑھی جاتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ہیئت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے

نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر سے یہ چادر لٹکا کر چہروں کو چھپالیں اور صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کیلئے کھلی رکھیں۔ (ابن کثیر)

قرآن کریم میں پردہ نسواں اور اس کی تفصیلات کے متعلق ۷ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ چار اسی سورۂ احزاب میں اور تین اٹھارویں پارہ کی سورۂ نور میں اور قریب ۷۰ روایات حدیث ہیں جن کا حاصل اور اصل مطلوب یہی ہے کہ عورتوں کا وجود اور ان کی نقل وحرکت غیر مردوں کی نظروں سے مستور ہو۔ باقی شریعت اسلامیہ ایک جامع اور مکمل نظام زندگی ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات کی رعایت پوری کی گئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کو ایسی ضرورتیں پیش آنا ناگزیر ہے کہ وہ کسی وقت گھروں سے نکلیں تو اس کے لئے قرآن اور سنت کی رو سے پردہ کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن اور سنت نے جس نظام معاشرت کی دنیا کو تعلیم دی ہے وہ طہارت وتقویٰ اور عفت وعصمت و پاک دامنی اور عزت و آبرو اور امن و عافیت کا ضامن ہے۔ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے اسلام ہی کی بدولت عزت عطا فرمائی ہے مسلمان کی ایمانی غیرت اور دینی جذبہ حمیت کو ہرگز یہ گوارا نہ ہونا چاہئے کہ وہ اسلامی طرز معاشرت چھوڑ کر غیروں کی وضع وقطع اور طور وطریق اور تمدن و معاشرت اختیار کرے۔ یورپ اور مغرب کے یہود ونصاریٰ اور بے دین دہریے اسلام اور مسلمانوں کے نہایت خطرناک دشمن ہیں۔ انہوں نے ہم میں سے ناقص الفہم لوگوں کو آزادئ نسواں کا سبق رٹا کر۔ بے حجابی۔ بے حیائی۔ عریانیت اور بدکاریوں میں مبتلا کر دیا اور طرح طرح کی گندگیاں اسلام کے عفت وعصمت مآب نظام معاشرت میں پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے جال پھیلا دیئے جس میں اسلام اور قرآن وسنت سے قوی محبت نہ رکھنے والے لوگ بڑی تیزی سے پھنستے جارہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آج یورپ وامریکہ وغیرہ مغربی ممالک جس اخلاقی تباہی وبربادی اور فواحش اور بدکاریوں میں گرفتار ہیں اس کی ابتدا بے پردگی سے ہی ہوئی بے پردگی نے جسمانی زیبائش کا راستہ کھولا۔ پھر اس نے بے حیائی کی صورت اختیار کی اور پھر بے حیائی نے عریانی اور بدکاری کے سارے دروازہ کھول دیئے۔ وہ یورپ جس نے آزادئ نسواں کے پرفریب نام سے دنیا میں گندگی پھیلائی اس کے متعلق غیر نہیں ایک انگلستان ہی کی شریف نفس عورت نے جس حسرت وندامت سے اپنے ملک کی عورتوں کے متعلق ایک مقالہ لکھا جس کا ترجمہ مصر کے ماہنامہ المنار میں شائع ہوا تھا جس میں وہ لکھتی ہے کہ انگلستان کی عورتیں اپنی تمام عفت وعصمت کھوچکی ہیں اور ان میں بہت کم ایسی ملیں گی جنہوں نے اپنے دامن عصمت کو حرام کاری کے دھبہ سے آلودہ نہ کیا ہو۔ ان میں شرم وحیا نام کو بھی نہیں اور ایسی آزادانہ زندگی بسر کرتی ہیں کہ اس ناجائز آزادی نے ان کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ ان کو انسانوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے۔ ہمیں سرزمین مشرق کی مسلمان خواتین پر رشک آتا ہے جو نہایت دیانت اور تقویٰ کے ساتھ اپنے شوہروں کے زیر فرمان رہتی ہیں اور ان کی عصمت کا لباس گناہ کے داغ سے ناپاک نہیں ہوتا۔ وہ جس قدر فخر کریں بجا ہے اور اب وہ وقت آرہا ہے کہ اسلامی احکام شریعت کی ترویج سے انگلستان کی عورتوں کی عفت کو محفوظ رکھا جائے۔

(ماخوذ از معارف القرآن جلد نہم از حضرت کاندھلویؒ)

بہر کیف قرآن وحدیث نے مسئلہ حجاب کو روشن اور واضح دلائل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے جس میں کسی قسم کے شک وتردد کی گنجائش نہیں۔

ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی اطاعت و پابندی لازم ہے ہمیں چاہئے کہ اپنی معاشرت اور زندگی پوری طرح احکام اسلام کے تابع بنائیں اور مغربی تہذیب وتمدن جس میں ہمارے لئے دین و دنیا۔ اور اخلاق و ایمان کی تباہی و بربادی ہے۔ اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ اس بے حجابی اور آزادئ نسواں کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اسلامی قوانین اور قرآنی احکام اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہر ایسے قول وفعل سے جو آپ کی اور آپ کے رسول پاک کی ناراضگی کا باعث ہو ہم کو کامل طور پر اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

یہ (منکر) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے، اور آپ کو اس کی کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی

تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ

واقع ہو جائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور اُن کیلئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے،

لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ

نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کیے جاویں گے یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے

اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا

اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی، اور یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا اور بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو

السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ ع

(سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا تھا۔ اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔

يَسْـَٔلُكَ آپ سے سوال کرتے ہیں	النَّاسُ لوگ	عَنِ سے (متعلق)	السَّاعَةِ قیامت	قُلْ فرمادیں	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	عِلْمُهَا اس کا علم	
عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	وَمَا اور کیا	يُدْرِيْكَ تمہیں خبر	لَعَلَّ شاید	السَّاعَةَ قیامت	تَكُوْنُ ہو	قَرِيْبًا قریب	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
لَعَنَ لعنت کی	الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر	وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَآ اس میں	
اَبَدًا ہمیشہ	لَا يَجِدُوْنَ وہ نہ پائیں گے	وَلِيًّا کوئی دوست	وَلَا اور نہ	نَصِيْرًا کوئی مددگار	يَوْمَ جس دن	تُقَلَّبُ الٹ پلٹ کیے جائیں گے	
وُجُوْهُهُمْ انکے چہرے	فِي النَّارِ آگ میں	يَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے	يٰلَيْتَنَآ اے کاش ہم	اَطَعْنَا ہم نے اطاعت کی ہوتی	اللّٰهَ اللہ		
وَاَطَعْنَا اور اطاعت کی ہوتی	الرَّسُوْلَا رسول	وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے	رَبَّنَآ اے ہمارے رب	اِنَّآ بیشک ہم	اَطَعْنَا ہم نے اطاعت کی		
سَادَتَنَا اپنے سردار	وَكُبَرَآءَنَا اور اپنے بڑوں	فَاَضَلُّوْنَا تو انہوں نے بھٹکایا ہمیں	السَّبِيْلَا راستہ	رَبَّنَآ اے ہمارے رب			
	اٰتِهِمْ دے انہیں	ضِعْفَيْنِ دوگنا	مِنَ الْعَذَابِ عذاب	وَالْعَنْهُمْ اور لعنت کر ان پر	لَعْنًا لعنت	كَبِيْرًا بڑی	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون اللہ اور رسول کی مخالفت پر تنبیہ و وعید کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ گذشتہ ایک آیت میں فرمایا گیا تھا کہ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے قیامت میں عذاب مہین تیار کر رکھا ہے۔ اس میں علاوہ دنیوی لعنت کے قیامت کے عذاب سے بھی ڈرایا گیا تھا تو اللہ و رسول کی مخالفت کرنے والے منافقین و یہود وغیرہ اس آخرت کے عذاب کو کب یقین میں لاتے اور اس قسم کی وعیدیں سن کر بطور انکار اور ہنسی و تمسخر کے قیامت کا وقت وغیرہ پوچھا کرتے تھے۔ اس لئے اس کا جواب اور عذاب مذکورہ کی کسی قدر تفصیل اور کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق منکرانہ سوال کرتے ہیں کہ وہ قیامت کب آوے گی؟ یہ سوال کرنے والے وہی بد باطن منافق تھے اور ان کے ساتھ یہود بھی

شریک تھے قیامت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کا ذکر قرآن کریم میں متعدد جگہ آیا ہے لیکن قیامت کا وقت مصلحت الٰہی کی وجہ سے مخفی رکھا گیا ہے اس لئے اس کا تو کچھ جواب نہ یہاں دیا گیا اور نہ قرآن مجید میں کسی اور جگہ البتہ اس آنے والی مصیبت کا حال بیان کردیا اور اشارۃً یہ بتلا دیا کہ اس کا وقت بہت دور نہیں بلکہ قریب ہی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اور قیامت اس طرح سے ہیں اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی اٹھا کر دکھایا یعنی جس طرح یہ دونوں ملی ہوئی ہیں اور ان میں تھوڑا ہی فصل ہے اسی طرح قیامت کبریٰ اور میری بعثت ملی ہوئی ہیں۔ غرض یہ کہ قیامت قریب ہی آ لگی ہے تو اس فکر میں مت پڑو کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کا سامان کرو اور اس کی تیاری کرو۔ تم سارے جہاں کی قیامت کو کیا پوچھتے ہو۔ تمہاری قیامت یعنی تمہاری موت کہیں سر پر نہ کھڑی ہو۔ آگے قیامت کے منکروں اور ان غفلت شعار لوگوں کا وہ معاملہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو آخرت میں بہت جلد ان کے سامنے آنے والا ہے کہ یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور وہاں نہ وہ کوئی اپنا یار پائیں گے نہ مددگار اور اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے اور ان کے چہروں کو آگ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا۔ جس طرح کہ کباب کو بھونتے وقت الٹا پلٹا کرتے ہیں۔ اس وقت غایت حسرت سے یوں کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ اور رسول کے کہنے پر چلتے تو یہ وقت دیکھنا نہ پڑتا۔ اور حسرت کے ساتھ اپنے گمراہ کرنے والوں پر غیض وغضب پیدا ہوگا اور یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا یعنی اہل حکومت کا اور اپنے بڑوں اور لیڈروں کا کہنا مانا تھا۔ انہوں نے دھوکہ دے کر اور جھوٹ وفریب کہہ کر اس مصیبت میں پھنسوایا۔ ان ہی کے بہکانے پر ہم راہ حق سے بھٹکے رہے اس

لئے ان کو دوہری سزا دیجئے اور جو پھٹکار ہم پر ہے۔ اس سے بڑی پھٹکار ان بڑوں پر پڑنی چاہئے۔ گویا ان کو دوگنی سزا دلوا کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہیں گے۔ اسی مضمون کی ایک آیت سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں گزر چکی ہے جہاں ان بڑوں اور سرداروں کا جواب بھی نقل کیا گیا ہے کہ وہ ان چھوٹوں اور اپنے پیرووٴں سے کہیں گے کہ ہماری سزا میں اضافہ کی درخواست کرکے تمہیں کیا مل گیا؟ کیا تمہارے عذاب میں کچھ تخفیف ہوگئی؟ نہیں تم کو بھی اپنے کرتوت کا مزہ چکھنا ہے۔ غرض کہ اہل جہنم باہم ایک دوسرے پر لعن طعن اور الزام سے کام لیں گے اور یہ بجائے خود ایک عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے ہم سب کو جہنم کے آزار سے دور رکھیں اور وہاں کی ہوا بھی نہ لگنے دیں۔ آمین۔

اب یہاں کفار ومنکرین کا جو یہ قول نقل فرمایا گیا یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا یعنی جب کفار جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے اس وقت حسرت وندامت سے کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں اللہ ورسول کے کہنے پر چلتے تو یہ وقت دیکھنا نہ پڑتا مگر پھر اس وقت ان کے پچھتانے سے کیا بنے گا۔ تو کیا اس سے کوئی نصیحت وعبرت ان لوگوں کو نہیں لینی چاہئے کہ جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اور اسلام کا لیبل لگا کر دن اور رات اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور خلاف ورزی میں لگے ہوئے ہیں بلکہ قرآن وسنت سے ایک درجہ میں بغاوت برت رہے ہیں تو کیا انہوں نے سورۂ فرقان ۱۹ ویں پارہ کی آیت وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا نہیں سنی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سے قیامت کے روز شکایت کے طور پر کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو جو کہ واجب العمل تھا بالکل نظر انداز کر رکھا تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ: ”اس سے ظاہر یہ ہے کہ قرآن کو مہجور ومتروک کردینے سے مراد قرآن کا انکار ہے جو کفار ہی کا کام ہے مگر بعض روایات میں یہ بھی آیا

ہے کہ جو مسلمان قرآن پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرنے کی وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کر دیا نہ اس کی تلاوت کی نہ اس کے احکام میں غور کیا قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندہ نے مجھے چھوڑ دیا تھا اب آپ میرے اور اس کے معاملہ کا فیصلہ فرما دیں۔'' (معارف القرآن جلد ۶ ص ۴۷۱)

ایسے مسلمان آج غور کر لیں کہ کل میدان حشر میں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ پاک کی کتاب قرآن مجید شکایت اور فریاد کریں گے تو حق تعالیٰ کا ان کے لئے کیا فیصلہ ہوگا؟ پھر کیا ایسے مسلمانوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا جو بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا (ترجمان السنۃ جلد اول ص ۳۴۷) (اس حدیث شریف پر مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ نے یہ شرح لکھی ہے۔

''انکار دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ زبان سے انکار کرے۔ ایسا منکر کافر ہے اور کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ دوسرا یہ کہ زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ ہے۔ یہ گو اقرار کر رہا ہے مگر جب نافرمانی کرنے میں زبان سے انکار کرنے والے کے برابر ہے تو ایک نظر میں یہ بھی گویا منکر ہے لہٰذا اسے بھی ان منکرین کے ساتھ کچھ دن رہنا ہوگا۔ گو اپنے قلبی اقرار کی وجہ سے پھر کبھی نجات ہو جائے۔ رسول کے لائے ہوئے دین کو ماننا ایمان ہے اور اس کی اطاعت کرنا اس قلبی ایمان کی علامت ہے۔ نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں۔'' (ترجمان السنۃ جلد ۱ صفحہ ۳۴۷)

تو ایسے مسلمان جو دن رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں لگے ہوئے ہیں وہ اپنا انجام اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سوچ لیں۔ پھر بخاری شریف میں حوض کوثر کے باب میں متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں۔ جن کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو حوض کوثر سے سیراب کرنے کے لئے ابتدائی انتظامات میں مصروف اور اپنی امت کے لوگوں کی آمد کے منتظر ہوں گے تو اس وقت کچھ لوگوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک دیا جائے گا اور ان کو جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے اللہ یہ لوگ تو میرے امتی ہیں اور مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جواب ملے گا کہ ہیں تو بے شک یہ آپ کے امتی ہی۔ لیکن آپ کو ان کے کرتوت معلوم نہیں یہ لوگ دین میں طرح طرح کی بدعات نکالتے رہے۔ اس لئے حوض کوثر سے ان کو پانی نہیں ملے گا۔ (توحیدی پاکٹ بک صفحہ ۲۱۳ حصہ اول)

اور انہی احادیث میں سے ایک حدیث میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ فاقول سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی یعنی اس وقت میں کہوں گا کہ وہ لوگ دور ہوں وہ لوگ دور ہوں جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا تو آج بے دینی کے راستوں پر چلنے والے مسلمان میدان حشر کے اس وقت کو یاد کر لیں جبکہ حوض کوثر سے سیراب نہ ہو سکیں گے اور شافع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انہیں جھڑک کر دور کر دیں گے پھر ان کا ٹھکانہ کیا ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

میرے عزیزو اور دوستو آج ہر مسلمان کو موقع حاصل ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کرے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے جو وہ قصداً کر رہا ہے باز آ جائے اور سچی توبہ سے گذشتہ گناہوں کی تلافی کر لے تا کہ روز قیامت میں حسرت و ندامت سے واسطہ نہ پڑے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا رحم و کرم ہم پر فرمائیں اور اپنی توفیق حسن ہم کو نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ

اے ایمان والوتم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسیٰ کو ایذا دی تھی سوان کو خدا تعالیٰ نے بری ثابت کردیا، اور وہ

عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ

اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے۔اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں)

لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾

تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ

ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کردیا

مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ

اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا۔ وہ ظالم ہے جاہل ہے۔ انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین و منافقات

وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ

اور مشرکین و مشرکات کو سزا دے گا اور مومنین و مومنات پر توجہ (ورحمت) فرمائے گا،

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٧٣﴾ ع

اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ آمَنُوا ایمان والو	لَا تَكُونُوا تم نہ ہو	كَالَّذِينَ ان لوگوں کی طرح	آذَوْا انہوں نے ستایا	مُوسَىٰ موسیٰ	فَبَرَّأَهُ تو بری کردیا اسکو	
اللَّهُ اللہ	مِمَّا اس سے جو	قَالُوا انہوں نے کہا	وَكَانَ اور وہ تھے	عِنْدَ اللَّهِ اللہ کے نزدیک	وَجِيهًا باآبرو	يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ آمَنُوا ایمان والو
اتَّقُوا اللَّهَ اللہ سے ڈرو	وَقُولُوا اور کہو	قَوْلًا بات	سَدِيدًا سیدھی	يُصْلِحْ وہ سنوار دے گا	لَكُمْ تمہارے لئے	أَعْمَالَكُمْ تمہارے عمل	
وَيَغْفِرْ اور بخشدے گا	لَكُمْ تمہارے لئے	ذُنُوبَكُمْ تمہارے گناہ	وَمَنْ اور جو۔جس	يُطِعِ اللَّهَ اللہ کی اطاعت کی	وَرَسُولَهُ اور اس کا رسول		
فَقَدْ فَازَ تو وہ مراد کو پہنچا	فَوْزًا عَظِيمًا بڑی مراد	إِنَّا بیشک ہم	عَرَضْنَا ہم نے پیش کیا	الْأَمَانَةَ امانت	عَلَى پر	السَّمَاوَاتِ آسمان	
وَالْأَرْضِ اور زمین	وَالْجِبَالِ اور پہاڑ	فَأَبَيْنَ تو انہوں نے انکار کیا	أَنْ يَحْمِلْنَهَا کہ وہ اسے اٹھائیں	وَأَشْفَقْنَ اور وہ ڈر گئے	مِنْهَا اس سے		
وَحَمَلَهَا اور اسے اٹھالیا	الْإِنْسَانُ انسان نے	إِنَّهُ بیشک وہ	كَانَ تھا	ظَلُومًا ظالم	جَهُولًا بڑا نادان	لِيُعَذِّبَ اللَّهُ تاکہ اللہ عذاب دے	
الْمُنَافِقِينَ منافق مردوں	وَالْمُنَافِقَاتِ اور منافق عورتوں	وَالْمُشْرِكِينَ اور مشرک مردوں	وَالْمُشْرِكَاتِ اور مشرک عورتوں	وَيَتُوبَ اور توبہ قبول کرے			
اللَّهُ اللہ	عَلَى پر۔کی	الْمُؤْمِنِينَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنَاتِ اور مومن عورتوں	وَكَانَ اور ہے	اللَّهُ اللہ	غَفُورًا بخشنے والا	رَحِيمًا مہربان

13 تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ احزاب کا آخری رکوع اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں اللہ ورسول کی مخالفت احکام جس کو ایذا سے تعبیر فرمایا گیا تھا اس پر وعید سنائی گئی تھی اور ایسے لوگوں کو قیامت میں جو حسرت وندامت ہوگی اس کو بیان فرمایا گیا تھا کہ اس دن غایت حسرت سے یوں کہیں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی تو آج اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے اس کے بعد مسلمانوں کو عام ہدایت کی جاتی ہے کہ تم اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوئی برتاؤ ایسا نہ کرنا جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ جھوٹے الزامات لگائے اور بے سروپا تہمتیں آپ کے سر پر تھوپیں۔ تو جنہوں نے تہمت تراش کر موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی تھی اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑے معزز پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برأت ظاہر فرمادی اور ان کا بے عیب و بے خطا ہونا سب پر ظاہر کردیا لیکن ستانے والوں نے اپنی عاقبت خراب کرلی تو مطلب یہ کہ اے مسلمانو! تم اپنے رسول کو آپ کی مخالفت کر کے ایذا مت دینا بلکہ ہر امر میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا جس کا حکم آگے دیا جاتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ کے غضب سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اس سے ڈر کر بری باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھو اور بالخصوص کلام کرنے میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ جب بات کرنا ہو راستی کی بات کہو کہ جس میں عدل واعتدال سے تجاوز نہ ہو۔ یعنی منہ سے جو بات نکالو وہ تچی۔ سیدھی اور راست ہونی چاہئے۔ یہاں مفسرین نے ایک واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کچھ مال تقسیم کررہے تھے۔ اس مجلس سے جب لوگ باہر نکلے تو کسی نے کہا کہ یہ تقسیم

اللہ کے لئے نہیں کی یعنی اس میں رو رعایت کی گئی ہے۔ یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن لی اور جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آج آپ پر یہ بات بنائی گئی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا اللہ کی رحمت ہو موسیٰ علیہ السلام پر انہیں اس سے زیادہ اذیتیں دی گئیں اور انہوں نے صبر کیا۔ الغرض یہاں عام مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی کہ تم یہودیوں کی سی حرکت نہ کرنا۔ تمہاری روش اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ نہ ہونی چاہئے جو بنی اسرائیل کی روش موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ تم اللہ سے ڈرو یعنی ہر امر میں اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کا خیال رکھو اور بالخصوص زبان سے کلام کرنے میں اس کا بہت ہی خیال رکھو اور ہمیشہ اللہ کے خوف وڈر سے منہ سے سیدھی۔ تچی راست اور دیانت داری کی بات کہو۔ اور جب تم تقویٰ اور راستی اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں تمہارے اعمال کو قبول کرے گا۔ اور تمہارے کام سنوار دے گا اور تمہاری خطائیں اور لغزشیں معاف کردے گا اور یہ ثمرات اطاعت پر ہیں اور اطاعت وہ چیز ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ سورۃ کے آخر میں انسان کا مکلف باحکام شرعیہ ہونا اور ان کو امانت کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کے ادائے حق کرنے والوں کا مورد عنایت ہونا اور اس حق کو ادا کرنے والوں کا مستحق عذاب ہونا بیان فرمایا جاتا ہے چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امانت یعنی احکام بجالانے کی ذمہ داری اپنی بڑی زبردست و طاقتور مخلوق آسمانوں۔ زمین۔ اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی مگر وہ اس ذمہ داری سے ڈر گئے اور انکار کردیا۔ اب یہاں یہ اشکال نہ ہونا چاہئے کہ پہاڑ۔ زمین اور آسمان تو بظاہر بے حس و بے شعور ہیں تو ان سے سوال جواب کیسے ہوسکتا ہے تو اس کی وضاحت میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کا یہ واضح ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں

جواللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح نہ پڑھتی ہو۔اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی ذات عالی کو پہچاننا اور اس کو خالق و مالک اور سب سے اعلیٰ اور برتر جان کر اس کی حمد وتسبیح کرنا بغیر ادراک و شعور کے ممکن نہیں۔تو ثابت ہوا کہ ادراک و شعور تمام مخلوقات میں یہاں تک کہ جمادات میں بھی موجود ہے۔اسی ادراک و شعور کی بناء پر ان کو مخاطب بھی بنایا جاسکتا ہے اور وہ جواب بھی دے سکتے ہیں اس لئے جمہور امت کے نزدیک آسمانوں۔ زمین اور پہاڑوں پر عرض امانت حقیقی طور پر کیا گیا اور انہوں نے حقیقی طور پر ہی اپنا اس بار سے عاجز ہونا ظاہر کیا۔ (معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۴۶) علامہ ابن کثیرؒ نے متعدد اسناد کے ساتھ اس عرض امانت کی یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اول آسمانوں پر پھر زمین پر پھر پہاڑوں پر اختیاری صورت میں یہ پیش کیا کہ ہماری امانت یعنی اطاعت احکام شرعیہ بالاختیار کا بار اٹھالو اس معاوضہ کے ساتھ جو اس کے لئے مقرر ہے۔ ہر ایک نے سوال کیا کہ معاوضہ کیا ہے تو بتلایا گیا کہ امانت یعنی اطاعت احکام شرعیہ تم نے پوری طرح کی تو تمہیں جزا وثواب اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعزاز خاص ملے گا اور اگر تعمیل احکام شرعیہ نہ کی یا اس میں کوتاہی کی تو عذاب اور سزا ملے گی۔ان سب بڑے بڑے اجسام نے یہ سن کر جواب دے دیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم اب بھی آپ کے تابع فرمان چل رہے ہیں لیکن جب ہمیں اختیار دیا گیا تو ہم اس بار کو اٹھانے سے اپنے کو عاجز پاتے ہیں۔ہم نہ ثواب چاہتے ہیں نہ عذاب کے متحمل ہیں۔ (یعنی آپ کے اوامر ونواہی کی بجا آوری کی ذمہ داری قبول کرنے کی ہم میں طاقت وہمت نہیں۔پس اس امانت کے بوجھ سے اس قدر ڈرے کہ عذاب کے خوف سے ثواب سے بھی دست بردار ہوگئے کہ خدا جانے بعد میں کیا انجام ہو۔ہم سے اس امانت کی حفاظت ہوسکے یا نہ ہوسکے اور ہم اس کے حقوق ادا کرسکیں یا نہ کرسکیں پس ان سب نے اس امانت کے اٹھانے سے اور اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ آسمانوں۔زمین اور پہاڑوں کا یہ انکار ابلیس کی طرح سجدۂ تعظیم سے نہ تھا۔ بلکہ اپنے کو صغیر اور حقیر سمجھا اور اپنی کمزوری کے اظہار سے یہ نیاز مندانہ عذر پیش کردیا۔ پھر انکو اختیار دیا گیا تھا کہ قبول کریں یا نہ کریں۔

پھر ایک حدیث کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آسمان زمین اور پہاڑوں پر عرض امانت اور ان کے جواب کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا اور فرمایا کہ ہم نے اپنی امانت آسمان و زمین کے ساتھ پیش کی تو وہ اس کا بار اٹھانے سے عاجز ہوگئے تو آپ اس بار امانت کو اٹھائیں گے مع اس چیز کے جو اس کے ساتھ ہے۔آدم علیہ السلام نے سوال کیا کہ اے پروردگار وہ چیز جو اس کیساتھ ہے کیا ہے؟ جواب ملا کہ اگر حمل امانت میں پورے اترے یعنی اطاعت مکمل کی تو آپ کو جزا ملے گی (جو اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا اور جنت کی دائمی نعمتوں کی صورت میں ہوگی) اور اگر اس امانت کو ضائع کیا تو سزا ملے گی۔آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا میں ترقی ہونے کے شوق میں اس کو اٹھالیا۔

مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے تقدیر ازلی میں آدم علیہ السلام کو زمین میں اپنا خلیفہ بنانا طے فرمایا تھا اور یہ خلافت اسی کو سپرد کی جاسکتی تھی جو احکام الٰہیہ کی اطاعت کا بار اٹھائے کیونکہ اس خلافت کا حاصل ہی یہ ہے کہ زمین پر اللہ کے قانون کو نافذ کرے۔خلق خدا کو احکام الٰہیہ کی اطاعت پر آمادہ کرے اس لئے تکوینی طور پر حضرت آدم علیہ السلام اس امانت کے اٹھانے کے لئے آمادہ ہوگئے حالانکہ دوسری بڑی بڑی مخلوقات کا اس سے عاجز ہونا بھی معلوم ہوچکا تھا۔ (معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۴۸)

اب جب کہ انسان اتنی بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے اور پھر بھی یہ بے فکر ہوکر رہتا ہے اور اعمال وعقائد دونوں میں خلاف ورزی احکام الٰہیہ کی کرتا ہے تو اسی بنا پر اس

انسان کو باعتبار حالت اکثر افراد کے ظالم اور جاہل قرار دیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ جملہ انه کان ظلوما جهولاً مطلقاً انسان کی مذمت میں نہیں آیا بلکہ اکثر افرادنوع انسانی کے اعتبار سے واقعہ کے طور پر ارشاد ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نوع انسانی کی اکثریت ظلوم وجہول ثابت ہوئی جس نے امانت کا حق ادا نہ کیا اور خسارہ میں پڑی اور چونکہ اکثریت کا یہ حال تھا اس لئے اس جملہ کو نوع انسانی کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ بالآخر اس ذمہ داری کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات کہ جنہوں نے ظاہری اسلام رکھتے ہوئے درپردہ مخالفت کی اور مشرکین ومشرکات کہ جنہوں نے علی الاعلان اور کھلم کھلا مخالفت احکام الٰہیہ کی انکو اس امانت کی خیانت اور احکام کے ضائع کرنے پر سزا وعذاب دے گا اور مومنین ومومنات جنہوں نے صدق دل سے ایمان اختیار کیا اور خدا کے احکام کی اطاعت کی ان پر توجہ اور رحمت فرمائے گا اور اگر مخالفت کے بعد بھی کوئی باز آ جائے تو مومنین ومومنات کے زمرہ میں شامل کر لیا جائے گا۔ یعنی ہر ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بخشنے اور رحمت کرنے کو تیار ہے جو اس سے معافی اور رحم کا خواستگار ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اس خاتمہ کے رکوع کی ابتدائی آیات یعنی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۚ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ (یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو یعنی ہر امر میں اس کی اطاعت کرو اور بالخصوص کلام کرنے میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ جب بات کرنا راستی کی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں تمہارے اعمال کو قبول کر لے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور یہ ثمرات اطاعت کے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔) اس پر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اصل حکم سب مسلمانوں کو یہ دیا گیا ہے کہ اتَّقُوا اللّٰهَ یعنی تقویٰ اختیار کرو جس کی حقیقت تمام احکام الٰہیہ کی مکمل اطاعت ہے کہ تمام اوامر کی تعمیل کرے اور تمام منہیات و مکروہات سے اجتناب کرے اور ظاہر ہے کہ یہ کام آسان نہیں اس لئے اتَّقُوا اللّٰهَ کے بعد ایک خاص عمل کی ہدایت کی جاتی ہے یعنی اپنے کلام کی درستی اور اصلاح۔ یہ بھی اگرچہ تقویٰ ہی کا ایک جزو ہے مگر ایسا جزو ہے کہ اس پر قابو پا لیا جائے تو باقی اجزاء تقویٰ خود بخود حاصل ہوتے چلے جائیں گے جیسا کہ خود آیات مذکور میں قول سدید اختیار کرنے کے نتیجہ میں یُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ کا وعدہ ہے یعنی اگر تم نے اپنی زبان کو غلط باتوں سے روک لیا اور کلام درست اور بات سچی سیدھی صاف کہنے کے خوگر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی اصلاح فرمائیں گے اور سب کو درست کر دیں گے اس طرح وہ سب قبول ہوں گے۔ اور یہ بھی وعدہ فرمایا یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ یعنی جو لغزشیں تم سے سرزد ہوئی ہیں ان کو معاف فرما دیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک صرف زبان اور کلام کی درستی دین دنیا دونوں کے کام درست کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی زبانوں کی حفاظت اور کلام کی درستگی کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے قول وفعل سے بچائیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور اذیت کا باعث ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اتباع بھی نصیب فرمائیں اور ہمیں ہر حال میں راستی اور صداقت پر قائم رکھیں۔ اور ہم سے جو کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں انہیں اپنی رحمت سے معاف فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ سَبَاٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ

تمام تر حمد (ثنا) اسی اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اُسی کو حمد (ثنا) آخرت میں بھی (سزاوار) ہے

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ

اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو

السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ②

چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے، اور وہ (اللہ) رحیم (اور) غفور (بھی) ہے۔

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِيْ لَهٗ وہ جس کیلئے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں
وَلَهٗ اور اسی کیلئے	الْحَمْدُ ہر تعریف	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	وَهُوَ اور وہ	الْحَكِيْمُ حکمت والا	الْخَبِيْرُ خبر رکھنے والا	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے
مَا يَلِجُ جو داخل ہوتا ہے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا اور جو	يَخْرُجُ نکلتا ہے	مِنْهَا اس سے	وَمَا اور جو	يَنْزِلُ نازل ہوتا ہے
مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	وَمَا اور جو	يَعْرُجُ چڑھتا ہے	فِيْهَا اس میں	وَهُوَ اور وہ	الرَّحِيْمُ مہربان	الْغَفُوْرُ بخشنے والا

تفسیر و تشریح:۔ الحمد للہ اب ۲۲ ویں پارہ کی سورۂ سبا کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ تلاوت کردہ ابتدائی آیات کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ حسب معمول بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں قوم سبا کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ سبا قرار پایا۔ یہ سورہ مکی ہے اور مکی دور کے تقریباً درمیانی زمانہ میں اس کا نزول ہوا ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی چونتیسویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۵ لکھا ہے یعنی ۸۴ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۲۹ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۵۴ آیات۔ ۶ رکوعات۔ ۸۹۶ کلمات اور ۳۶۳۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

اس سورۃ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر سے کیا گیا اور بتلایا گیا کہ حمد و شکر کی مستحق صرف وہی ایک ذات ہے جو آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک ہے اللہ تعالیٰ سب کی حقیقت سے آگاہ اور سب کے حالات سے خوب واقف ہے۔ قیامت اور خدائی فیصلوں کے اٹل ہونے کو مختلف انداز سے سمجھایا اور بتلایا کہ انسان بلا مقصد نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اپنے اعمال کا جواب دہ ہے اور یہ جواب دہی قیامت میں ہوگی۔ عالم الغیب کے علم سے بھاگ کر انسان کا کوئی ایسا عمل نہیں ہو سکتا جس کا بدلہ اس کے سامنے قیامت میں نہ آئے۔ سب کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس لکھے ہوئے ہیں اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پھل ملنا ہے۔ کفار اور مشرکین کو اعتراضات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و توحید و آخرت اور خود آپ

کی نبوت ورسالت پر کرتے ان کے جوابات دیتے ہوئے کفار کو ان کی ہٹ دھرمی کے برے انجام سے ڈرایا گیا اور بتلایا گیا کہ جولوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو دبا دینے کی کوششیں کرتے ہیں ان کے ہاتھ بجز دردناک عذاب کے کچھ نہ آئے گا جاننے والے خوب سمجھتے ہیں کہ قرآن حق ہے۔ جولوگ مر کر دوبارہ زندہ ہونے میں شک کرتے ہیں اور اللہ کے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی باتوں کا یقین نہیں کرتے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے حالات اور قوم سبا کا قصہ بیان فرمایا گیا اور جتلایا گیا کہ انسانوں کے لئے اس میں دونمونہ موجود ہیں۔ ایک نمونہ تو اللہ کے شکر گزار اور منعم حقیقی کے شکر سے غافل نہ ہونے والے بندے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں اور طاقتیں بخشیں اور ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرمائیں۔ نبوت کے ساتھ ان کو بے مثال سلطنت بھی ملی۔ اور وہ شوکت وحشمت عطا کی کہ جو پہلے کسی کو کم ہی نصیب ہوئی۔ جن کی شان وشوکت دنیاوی کا یہ حال تھا کہ جن وانس اور چرند و پرند اور بر و بحر۔ اور ہوا اور فضا سب ان کے لئے مسخر تھے۔ مگر باوجود دین ودنیا کی نعمتوں کے جمع ہونے کے وہ کبر وغرور میں مبتلا نہ ہوئے اور اپنے رب کے شکر گزار بندے ہی بنے رہے۔ اگر کسی وقت غفلت ہوئی تو سجدہ میں اپنے معبود حقیقی کے آگے گر گئے اور استغفار کرنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بھی ان کے شامل حال رہا۔ دوسری طرف سبا کی قوم کا نمونہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے جب دنیوی نعمتوں سے نوازا تو وہ دنیاوی عیش وعشرت میں ایسے مست ہوئے اور کبر وغرور میں مبتلا ہو کر کہ اپنے رب سے بغاوت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کی۔ اور کفران نعمت کیا جس کے نتیجہ میں وہ اس طرح تباہ وبرباد ہوئے کہ دنیا جو ان کے لئے جنت بنی ہوئی تھی مبدل بہ جہنم ہوگئی اور رحمت وراحت مبدل بہ لعنت وزحمت ہوگئی اور عزت مبدل بہ ذلت ہوگئی اور اس طرح تباہ وبرباد ہوئے کہ بس اب دنیا میں ان کے افسانے ہی باقی رہ گئے۔ ان دونوں نمونوں کو بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ دنیا والے دیکھ لیں اور سمجھ لیں کہ توحید اور آخرت کے یقین پر اور اپنے رب۔ خالق اور مالک کی اطاعت وبندگی کی حالت اور منعم حقیقی کی نعمتوں کے شکر کے جذبے سے جو زندگی بنتی ہے وہ بہتر ہے یا جو زندگی کفر وشرک اور انکار آخرت اور دنیا پرستی پر مبنی ہے؟ قوم سبا کے تذکرہ میں بتلایا گیا کہ وہ شیطان ابلیس لعین کے جال میں پھنس گئے حالانکہ ابلیس کو اتنی طاقت اور قدرت نہیں کہ وہ انسان کو خواہ وہ سبا والے ہوں یا کوئی اور زبردستی سیدھی راہ سے پکڑ کر کھینچ لے وہ فقط ورغلاتا اور بہکاتا ہے۔ اور شیطان کو صرف وسوسہ ڈالنے کی قدرت بھی اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے عطا کی کہ اس سے مقصود بندوں کا امتحان اور آزمائش ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت۔ وحدانیت کو دکھلایا گیا کہ وہ مالک مطلق ہے۔ اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں۔ نہ اس کے آگے بغیر اجازت کے کوئی سفارش کرسکتا ہے۔ فرشتے تک بغیر اس کے حکم کے کوئی کام نہیں کرسکتے۔ اپنی قدرت کمالیہ کا اظہار کر کے آگے بتلایا کہ اس نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا بھر کے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ کفار جو آج قیامت کو نہیں مانتے وہ قیامت کے دن آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ چھوٹے اور ماتحت بڑوں اور اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا۔ تم نہ ہوتے تو ہم عذاب میں نہ پھنستے وہ کہیں گے کہ ہم نے کیا کیا تم خود ہی گمراہ ہوئے۔ مگر اس وقت یہ جھگڑا بیکار ہوگا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی سزا و جزا مل کر رہے گی۔ دنیا میں مال و اولاد پر اترانے والوں کو بتلایا گیا کہ آخرت میں ایمان اور نیک اعمال کام آئیں گے۔ یہ دنیا کا مال دولت اور کثرت اولاد اللہ کے ہاں تمہارے درجے بلند نہیں کرسکتا مشرکوں کے معبود قیامت میں اپنے پجاریوں کو دھتا بتائیں گے کہ تم ہمارے نہیں اپنی ہوا اور ہوس کے بندے تھے اس لئے اپنے کئے کا پھل بھگتو۔ اخیر میں سمجھایا گیا کہ ہر انسان کو چاہئے کہ اللہ کے رسول

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سمجھے اور آپ کی پیروی کرے ایمان وہی کام آئے گا جو دنیا میں لایا جائے ورنہ آخرت کا عذاب دیکھ کر تو ہر شخص ایمان لاوے ہی گا مگر اس وقت کا ایمان کچھ فائدہ مند نہ ہوگا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے مضامین کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں زیر نظر آئیں گی۔

اس تمہید کے بعد اب ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتداء الحمدللہ سے ہوئی ہے۔ اور ایسی کل پانچ سورتیں قرآن کریم میں ہیں جن کی ابتداء الحمدللہ سے ہوئی ہے۔ ایک سورۂ فاتحہ۔ دوسری سورۂ انعام۔ تیسری سورۂ کہف۔ چوتھی یہی سورۃ سبا اور پانچویں اگلی سورۂ فاطر اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بیشمار نعمتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک نعمت ایجاد ہے کہ اس نے ہم کو اور کائنات کی تمام چیزوں کو معدوم سے موجود کیا۔ دوسری نعمت بقا ہے کہ ہم کو باقی رکھا اور زندہ رہنے کے سامان عطا کئے اور بندہ کی بھی دو ہی حالتیں ہیں ایک ابتدا جو اس عالم دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور ایک انتہا جو عالم آخرت سے تعلق رکھتی ہے۔ پس ان پانچ سورتوں میں کہیں ایجادی نعمتیں یاد دلائی ہیں کہیں بقا کی کہیں اس عالم کی اور کہیں اس عالم کی۔ تو سورۃ کی ابتدا الحمدللہ سے فرمائی گئی۔ حمد کا لفظ عربی زبان میں تعریف اور شکر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں دونوں معنی مراد ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ساری خوبیاں اور تعریفیں اس ایک اللہ ہی کے لئے ہیں جو اکیلا بلا شرکت غیرے تمام آسمانی اور زمینی چیزوں کا مالک و خالق ہے تو اس کائنات میں جو حکمت وقدرت۔ اور صناعی اور کاریگری کی شان بھی نظر آتی ہے اس پر تعریف کا مستحق وہی خدا ہے۔ آگے فرمایا کہ جس طرح اس دنیا کی ساری نعمتیں اسی کی بخشش ہیں اسی طرح آخرت میں جو کچھ کسی کو ملے گا اسی کے خزانوں سے اور اسی کے عطا سے ملے گا اس لئے عالم آخرت میں بھی تعریف اور شکر کی مستحق اسی کی ذات ہے۔ آگے فرمایا

وھو الحکیم الخبیر یعنی اس کے سارے کام کمال درجہ حکمت ودانائی پر مبنی ہیں۔ جو کچھ کرتا ہے بالکل ٹھیک کرتا ہے اور اسے ہر مخلوق کے متعلق پورا علم ہے کہ وہ کہاں ہے۔ کس حال میں ہے۔ کیا کچھ اس کی ضرورت ہے۔ کیا کچھ اس کی مصلحت کے مناسب ہے۔ وہ اپنی بنائی ہوئی دنیا سے بے خبر نہیں ہے بلکہ اسے ذرہ ذرہ کی حالت پوری طرح معلوم ہے۔ آگے بتلایا گیا کہ زمین وآسمان کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو چیز زمین کے اندر چلی جاتی ہے مثلاً کیڑے مکوڑے۔ بارش کا پانی مردہ کی لاش۔ یا درختوں پودوں کے بیج وغیرہ ان سب پر اللہ کا علم محیط ہے۔ اسی طرح جو زمین کے اندر سے نکلتی ہیں مثلاً کھیتی۔ سبزہ۔ معدنیات وغیرہ۔ اسی طرح جو آسمان کی طرف سے اترتی ہیں۔ مثلاً بارش۔ وحی۔ فرشتے وغیرہ۔ اسی طرح جو اوپر آسمان پر چڑھتی ہیں مثلاً روح۔ دعا۔ عمل اور ملائکہ وغیرہ ان سب جزئیات کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور چونکہ ان سب چیزوں میں جسمانی یا روحانی منافع ہیں اس لئے مقتضا ان کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا پورا پورا شکر ادا کیا جائے اور جو کوتاہی کرے وہ مستحق سزا ہو لیکن اللہ تعالیٰ رحیم اور غفور بھی ہے پس اپنی رحمت سے صغیرہ کوتاہیوں کو نیکیوں سے اور کبیرہ کوتاہی کو توبہ سے۔ اور کبھی صغیرہ اور کبیرہ کو اپنے فضل سے معاف فرما دیتا ہے اور جو کوتاہی حد کفر وشرک تک پہنچی ہو اس کو ایمان لانے سے معاف فرما دیتا ہے۔ اسی طرح عاصی اور خاطی کو قصور سرزد ہوتے ہی پکڑ لینا۔ اس کا رزق بند کر دینا۔ اس کو آناً فاناً ہلاک کر دینا یہ سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے مگر وہ اپنی شان رحیمی سے ایسا نہیں کرتا اور باوجود قادر مطلق ہونے کے نافرمان بندوں کو ڈھیل دیتا ہے اور سنبھلنے کی مہلت عطا کرتا ہے اور جب بھی باز آ جائیں تو معاف فرما دیتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ

اور یہ کافر کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی،آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں قسم ہے اپنے پروردگار عالم کی وہ ضرور تم پر آئے گی،

الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ

اس (کے علم) سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز

ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳﴾ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

(اس سے) بڑی ہے مگر سب کتاب مبین میں (مرقوم) ہے۔تاکہ ان لوگوں کو صلہ (نیک) دے جو ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے،ایسے لوگوں

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ

کیلئے مغفرت اور (بہشت میں) عزت کی روزی ہے۔اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے متعلق کوشش کی تھی ہرانے کیلئے ایسے لوگوں کے واسطے سختی کا

مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۵﴾ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ

دردناک عذاب ہوگا۔اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو جو کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے

وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۶﴾

اور وہ خدائے غالب محمود (کی رضا) کا راستہ بتلاتا ہے۔

وَقَالَ اور کہا (کہتے ہیں)	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	لَا تَاْتِيْنَا ہم پر نہیں آئے گی	السَّاعَةُ قیامت	قُلْ فرمادیں	بَلٰى ہاں		
وَرَبِّيْ قسم میرے رب کی	لَتَاْتِيَنَّكُمْ البتہ تم پر ضرور آئے گی	عٰلِمِ جاننے والا	الْغَيْبِ غیب	لَا يَعْزُبُ پوشیدہ نہیں	عَنْهُ اس سے		
مِثْقَالُ ذَرَّةٍ ایک ذرہ کے برابر	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَلَا اور نہ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	اَصْغَرُ چھوٹا	مِنْ ذٰلِكَ اس سے	وَلَا اور نہ
اَكْبَرُ بڑا	اِلَّا مگر	فِيْ میں	كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ روشن کتاب	لِّيَجْزِيَ تاکہ جزادے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	
الصّٰلِحٰتِ نیک	اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةٌ بخشش	وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور عزت کی روزی	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	سَعَوْ انہوں نے کوشش کی	
فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری آیتوں میں	مُعٰجِزِيْنَ ہرانے کیلئے	اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	مِّنْ سے	رِّجْزٍ اَلِيْمٌ سخت دردناک	
وَيَرَى اور وہ دیکھتے ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا دیا گیا	الْعِلْمَ علم	الَّذِيْٓ وہ جو کہ	اُنْزِلَ نازل کیا گیا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	
مِنْ رَّبِّكَ تمہارے رب کی طرف سے	هُوَ الْحَقَّ وہ حق	وَيَهْدِيْٓ اور وہ رہنمائی کرتا ہے	اِلٰى طرف	صِرَاطِ راستہ	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَمِيْدِ سزاوار تعریف	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں حق تعالیٰ کی بعض صفات کمالیہ بیان فرمائی گئی تھیں اور بتلایا گیا تھا کہ اس عالم دنیا میں بھی اور عالم آخرت میں بھی تمام خوبیاں اسی کے لئے ہیں اور ساری حمد وثنا کی سزاوار اسی کی ایک ذات عالی ہے۔ان تمام صفات اور کمالات کا مقتضا یہ تھا کہ اس کو اپنا خالق و مالک سمجھ کر اس کی اطاعت کی جائے اس کی تعریف کی جائے۔اس کی تصدیق کی جائے اور اس سے رحم

ومغفرت کی درخواست کی جائے اور قیامت کا اقرار کیا جائے کیونکہ انکار قیامت میں اول تو تکذیب ہے خدا کی۔ پھر انکار ہے اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا۔ مگر اس کے برخلاف ان آیات میں کفار کی حالت بتلائی جاتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قیامت کوئی چیز ہی نہیں اس لئے اس کے آنے کا کوئی خطرہ نہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے اور اپنے پروردگار عالم الغیب کی قسم کھا کر کہہ دیجئے کہ قیامت ضرور آ کر رہے گی۔

تمام قرآن کریم میں تین آیتیں ہیں جہاں قیامت کے آنے پر قسم کھا کر بیان فرمایا گیا ہے ایک سورۂ یونس میں جہاں ارشاد ہے وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ (لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کا آنا حق ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہے اور تم خدا کو مغلوب نہیں کر سکتے) دوسرے یہی سورۂ سبا کی آیات اور تیسرے سورۂ تغابن میں جہاں ارشاد ہے زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (کفار کا خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے نہ جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ضرور اور قسم ہے میرے پروردگار کی ضرور تم اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جو کچھ تم کر چکے ہو اس کی تم کو خبر دی جائے گی اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے)

تو یہاں بھی کافروں کا انکار قیامت ذکر کر کے جواب تلقین فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ تم مانو یا نہ مانو قیامت آ کر رہے گی اور میں اپنے اس رب کی قسم کھا کر جو عالم الغیب ہے کہتا ہوں کہ وہ ضرور آئے گی اور آ کر تمہیں اپنی گرفت میں لے گی پھر آگے اسی کی تائید میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ خدا جو عالم الغیب ہے جس سے ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز آسمانوں یا زمین میں پوشیدہ نہیں۔ سب اس کے علم میں ہے۔ گو ہڈیاں سڑ گل جائیں۔ ان کے ریزے ریزے متفرق ہو جائیں۔ لیکن وہ کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ وہ سب جانتا ہے اور ان کے جمع کرنے پر قادر بھی ہے۔ اور کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں کہ جو بوجہ احاطہ علم الٰہی کے کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں مندرج نہ ہو یعنی منکرین آخرت جس وجہ سے مابعد الموت کو بعید از عقل سمجھتے تھے وہ یہ تھی کہ جب انسان مر کر مٹی میں رل مل جائیں اور انکا ذرہ ذرہ منتشر ہو جائے گا تو کس طرح یہ ممکن ہے کہ یہ بے شمار اجزا پھر سے اکٹھے ہوں اور ان کو جوڑ کر ہم دوبارہ پھر اسی جسم کے ساتھ پیدا کر دیئے جائیں۔ اس شبہ کو یہ بتلا کر رفع کیا گیا کہ ہر ذرہ جو کہیں گیا ہے خدا کے دفتر میں اس کا اندراج موجود ہے اور خدا کو معلوم ہے کہ کیا چیز کہاں گئی ہے اس لئے جب وہ دوبارہ پیدا کرنے کا ارادہ کرے گا تو اسے ایک ایک انسان کے اجزائے جسم کو سمیٹ لانے میں زحمت پیش نہ آئے گی۔ آگے قیامت کے آنے کی غرض و غایت بتلائی جاتی ہے کہ قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو مانا اور اس کی مرضی کے مطابق نیک کام کئے ان کو اس کا اچھا بدلہ دیا جائے اور انہیں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ انہیں اپنی مغفرت سے نوازے اور بہشت میں عزت کی روزی عطا کرے اور جن لوگوں نے دنیا کے اندر اس کوشش میں عمر بسر کی کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں اور ان کے خلاف عمل کریں اور اپنے قول و فعل سے ظاہر کریں کہ (معاذ اللہ) اللہ ہمارا کچھ نہیں کر سکتا انہیں سخت دردناک عذاب دیا جائے اور قیامت کا اس لئے بھی آنا ضروری ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اپنی سمجھ سے کام لیا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ قرآن کی خبریں بالکل صحیح و سچی تھیں اور قرآن نے جس ثواب و عذاب کی خبر دی تھی وہ بالکل حق تھیں۔ اور بیشک قرآن ہی وہ کتاب تھی جو اس زبردست خوبیوں والے خدا تک پہنچانے کا ٹھیک راستہ بتاتی تھی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ

اور کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایک ایسا شخص بتائیں جو تم کو یہ عجیب خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو (اس کے بعد قیامت کو) ضرور تم ایک نئے جنم میں آؤ گے۔

اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ ۝۷ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے، بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے

بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝۸ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

(وہی) عذاب اور دور دراز گمراہی میں مبتلا ہیں۔ تو کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں کی جو اُن کے آگے بھی اور اُن کے پیچھے (بھی) موجود ہیں،

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ

اگر ہم چاہیں تو اُن کو زمین میں دھنسا دیں یا اُن پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، اس (دلیل مذکور) میں (قدرت الٰہیہ) کی پوری دلیل ہے

السَّمَآءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۹

(مگر) اس بندہ کیلئے جو متوجہ ہو۔

وَقَالَ اور کہا کہتے ہیں)	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	هَلْ کیا	نَدُلُّكُمْ ہم بتلائیں تمہیں	عَلٰى پر۔کا	رَجُلٍ ایسا آدمی			
يُنَبِّئُكُمْ وہ خبر دیتا ہے تمہیں	اِذَا جب	مُزِّقْتُمْ تم ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے	كُلَّ مُمَزَّقٍ پوری طرح ریزہ ریزہ	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَفِيْ البتہ میں			
خَلْقٍ جَدِيْدٍ زندگی نئی	اَفْتَرٰى اس نے باندھا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	اَمْ یا	بِهٖ اسے	جِنَّةٌ جنون	بَلْ بلکہ	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	فِي الْعَذَابِ عذاب میں	وَالضَّلٰلِ اور گمراہی	الْبَعِيْدِ دور	اَفَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا!			
اِلٰى طرف	مَا جو	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے	وَمَا اور جو	خَلْفَهُمْ ان کے پیچھے	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنْ نَّشَاْ اگر ہم چاہیں	
نَخْسِفْ بِهِمُ انہیں دھنسا دیں	الْاَرْضَ زمین	اَوْ نُسْقِطْ یا گرادیں	عَلَيْهِمْ ان پر	كِسَفًا ٹکڑا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	اِنَّ بیشک		
	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيَةً البتہ نشانی	لِكُلِّ لئے۔ہر	عَبْدٍ بندہ	مُّنِيْبٍ رجوع کرنے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کا انکار قیامت کا ذکر کر کے اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوایا گیا تھا اور ساتھ ہی قیامت آنے کی غرض وغایت بھی بیان کی گئی تھی کہ ایمان والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے وہ مغفرت اور رزق کریم سے نوازے جائیں اور جنہوں نے خدا کی باتوں سے ضد وانکار کیا اور رسولوں کا کہنا نہ مانا انہیں بدترین اور سخت سزائیں دی جائیں۔ پھر قیامت کی ایک حکمت یہ بھی بیان فرمائی گئی تھی کہ ایماندار بھی قیامت کے دن نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو علم الیقین سے عین الیقین حاصل کرلیں گے اور اس وقت کہہ اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ تو کفار ومشرکین مکہ جو قیامت کے آنے کو محال جانتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے ان کے بعض کفریہ کلمات کا ذکر

ان آیات میں کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔لو اور سنو! ہم میں سے ایک صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور چورہ چورہ اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے بعد بھی ہم زندہ کئے جاویں گے۔تو بھلا ایسی مہمل بات کون قبول کر سکتا ہے کہ جو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ لگا رہے ہیں کہ اس نے ایسی خبر دی ہے۔اور اگر یہ بات نہیں تو پھر ان کا دماغ خراب ہے دیوانوں کی سی باتیں کرتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں نہیں یعنی نہ جھوٹ ہے نہ جنون بلکہ خود یہ منکرین عقل و دانش اور صدق و صواب کے راستہ سے بھٹک کر بہت دور جا پڑے ہیں اور بیہودہ بکواس کر کے اپنے کو آفت میں پھنسا رہے ہیں۔فی الحقیقت یہ بڑا عذاب ہے کہ آدمی کا دماغ اس قدر مختل ہو جائے کہ وہ خدا کے پیغمبر کو مفتری یا مجنون کہنے لگے (العیاذ باللہ تعالیٰ) آگے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں کہ آسمان و زمین بھی انہیں نظر نہیں آتے جو آگے پیچھے ہر طرف نظر ڈالنے سے نظر آ سکتے ہیں۔ان کو تو یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ نے بنایا ہے۔پھر جس نے بنایا اسے توڑنا کیا مشکل ہے اور جو ایسے عظیم الشان اجسام کو بنا سکتا اور توڑ پھوڑ سکتا ہے اسے انسانی جسم کا بگاڑ دینا اور بنانا کیا مشکل ہوگا۔آخر ان منکرین نے خالق ارض و سما کو کیا سمجھ رکھا ہے کہ مرے ہوئے انسانوں کے دوبارہ پیدا کئے جانے کو اس کی قدرت سے باہر خیال کر رہے ہیں۔جو لوگ مرتے ہیں ان کے جسم پارہ پارہ ہو کر خواہ کتنے ہی منتشر ہو جائیں رہتے تو اسی آسمان زمین کے حدود میں ہیں اس سے کہیں باہر تو نہیں چلے جاتے۔پھر جس خدا کے یہ زمین و آسمان ہیں اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ مٹی پانی اور ہوا میں جو چیز جہاں بھی ہے اسے وہاں سے نکال لائے۔ان منکرین کے جسم میں اب زندہ ہونے کی حالت میں جو کچھ موجود ہے وہ بھی تو اسی کا جمع کیا ہوا ہے اور اسی مٹی۔پانی اور ہوا میں سے نکال کر لایا گیا ہے ان اجزا کی فراہمی اگر آج ممکن ہے تو کل کیوں غیر ممکن ہو جائے گی؟ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و منکرین اسی کے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر رہ کر ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں حالانکہ خدا چاہے تو ابھی ان کو زمین میں دھنسا کر یا آسمان سے ایک ٹکڑا گرا کر نیست و نابود کر دے اور قیامت کا چھوٹا سا نمونہ دکھلا دے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو بندے عقل و انصاف سے کام لے کر اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ خدا سے طالب ہدایت ہوئے ہیں ان کے لئے اسی آسمان و زمین میں بڑی بھاری نشانی موجود ہے۔وہ اس منتظم اور پر حکمت نظام کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ضرور یہ ایک دن کسی اعلیٰ اور اکمل نتیجہ پر پہنچنے والا ہے جس کا نام دار الآخرۃ ہے۔یہ تصور کر کے وہ بیش از بیش اپنے مالک و خالق کی طرف جھکتے ہیں اور جو آسمانی و زمینی نعمتیں ان کو پہنچتی ہیں تہہ دل سے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو دین و ایمان کی باتوں پر یقین کامل نصیب فرماویں اور ہر طرح کی گمراہی و شک و شکوک سے ہماری حفاظت فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں اپنی طرف متوجہ ہونے والے بندوں میں شامل رکھیں اور حق کی طلب کے ساتھ حق کا اتباع کامل بھی نصیب فرمائیں۔یا اللہ! کفار و مشرکین تو قیامت و آخرت کے پہلے بھی منکر رہے اور اب بھی ہیں۔مگر افسوس اور تعجب تو ان پر ہے جو باوجود مسلمان کہلانے کے آخرت سے بالکل غافل ہیں۔اور شب و روز آپ کی نافرمانی میں لگے ہوئے ہیں۔

یا اللہ! ہمیں جب اسلام کی دولت سے نوازا ہے تو دین حق پر استقامت بھی نصیب فرما۔اور فکر آخرت کے ساتھ زندہ رہنا نصیب فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ ۝۱۰

اور ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی، اے پہاڑو! داؤدؑ کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی حکم دیا، اور ہم نے اُن کے واسطے لوہے کو نرم کردیا۔

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝۱۱

(اور یہ حکم دیا) کہ تم پوری زرہیں بناؤ (اور کڑیوں کے) جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو، میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا اور تحقیق ہم نے دیا	دَاوٗدَ داؤدؑ	مِنَّا اپنی طرف سے	فَضْلًا فضل	یٰجِبَالُ اے پہاڑو	اَوِّبِیْ تسبیح کرو	مَعَهٗ اس کیساتھ	
وَالطَّیْرَ اور پرندو	وَاَلَنَّا اور ہم نے نرم کردیا	لَهٗ اس کے لئے	الْحَدِیْدَ لوہا	اَنِ کہ	اعْمَلْ بناؤ	سٰبِغٰتٍ کشادہ زرہیں	وَقَدِّرْ اور اندازرکھو
فِی السَّرْدِ (کڑیوں کے) جوڑنے میں	وَ اور	اعْمَلُوْا عمل کرو	صَالِحًا اچھے	اِنِّیْ بیشک	بِمَا تَعْمَلُوْنَ تم جو کچھ کرتے ہو اسکو	بَصِیْرٌ دیکھ رہا ہوں	

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں کفار کا قول نقل فرمایا گیا تھا جو کہتے تھے کہ مرکر دوبارہ قیامت میں زندہ ہونا ایک محال امر ہے۔ان کے قول کا رد فرماتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا تھا کہ ان منکرین کو قدرت الٰہیہ کی دلیل دیکھنے کے لئے آسمان اور زمین پر نظر کرنی چاہئے مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا تھا کہ اس آسمان وزمین میں دلیل تو موجود ہے مگر اس بندہ کے لئے جو خدا کی طرف متوجہ بھی ہو اور حق کی طلب بھی ہو۔تو اس میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے بندوں کی فضیلت کا اجمالاً ذکر تھا۔آگے اسی کی تفصیل کے لئے بعض اعلیٰ درجہ کے منیب حضرات یعنی داؤد وسلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ انابت یعنی اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا سرمایۂ سعادت ہونا معلوم ہو اور ہر شخص اپنی استعداد کے موافق اس سے بہرہ ور ہو۔ نیز اس قصہ میں منکرین قیامت کا بھی اس طرز پر جواب ہے کہ جب خدائے برتر اپنے کسی بندے کے لئے پہاڑوں کو مسخر کرسکتا ہے اور لوہے کو موم کی طرح نرم بنا سکتا ہے۔تو کیا وہ خدائے قادر انسانی ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں۔

پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور پھر ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان دو حضرات کا ذکر اس وجہ سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبردست دنیوی شوکت وحشمت اور حکومت وسلطنت بھی عطا کی تھی اور ساتھ ہی بنی اسرائیل کے اولوالعزم انبیاء میں سے تھے مگر باوجود دین ودنیا کی ظاہری وباطنی نعمتوں کے جمع ہونے کے منعم حقیقی کے شکر سے غافل نہیں ہوئے اور اگر کسی وقت ذرا غفلت ہوئی تو سجدہ میں گر گئے اور استغفار کرنے لگے۔

ان آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بڑی نعمتیں دی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔آپ کا زمانہ قریب ایک ہزار سال قبل مسیح کا ہے۔کتب سیر میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ابتدا میں بنی اسرائیل کے لشکر میں بحیثیت ایک سپاہی کے ملازم تھے اس وقت کوئی بظاہر نمایاں شخصیت آپ کی نہ تھی۔نہ شجاعت وبہادری میں کوئی خاص شہرت تھی۔عمالقہ اور بنی اسرائیل میں جنگ ہوئی تو دشمنوں کی فوج کا سردار اس زمانہ کا مشہور جنگ آزما اور زبردست پہلوان جالوت تھا کہ جس کے نام سے لوگ کانپ اٹھتے تھے۔اسرائیلیوں کو اس سے مقابلہ میں پس پیش ہو رہا تھا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے طالوت سے جو بنی اسرائیل کے حاکم اور فرمانروا تھے اجازت چاہی کہ جالوت کے مقابلہ کے لئے ان کو موقع دیا جائے۔طالوت نے کہا کہ تم ابھی ناتجربہ کار جوان ہو اس لئے تمہارا جالوت سے مقابلہ ٹھیک نہیں۔مگر حضرت داؤد کا اصرار بڑھتا رہا اور آخر کار طالوت نے اجازت

دے دی۔ حضرت داؤد مقابلہ کے لئے آگے بڑھے اور جالوت کو للکارا۔ جالوت نے ایک نوجوان کو مقابل سمجھا تو حقیر سمجھ کر زیادہ توجہ نہ دی مگر جب دونوں کے درمیان نبرد آزمائی شروع ہوگئی تو اب جالوت کو حضرت داؤد کی بے پناہ شجاعت کا اندازہ ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے لڑتے لڑتے اپنی گوپھن سنبھالی اور تاک کر پے در پے تین پتھر اس کے سر پر مارے اور جالوت کا سر پاش پاش کر دیا اور پھر آگے بڑھ کر اس کی گردن کاٹ لی۔ جالوت کے قتل کے بعد جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور بنی اسرائیل کی جنگ جارحانہ حملہ میں تبدیل ہوگئی اور بنی اسرائیل فاتح و کامران ہو کر لوٹے۔ اس واقعہ نے حضرت داؤد کی شجاعت کا سکہ دوست دشمنوں دونوں کے قلوب پر بٹھا دیا اور آپ بنی اسرائیل میں ہر دلعزیز ہوگئے اور آپ کی شخصیت بہت نمایاں اور ممتاز نظر آنے لگی۔ بعض اسرائیلی روایت میں یہ بھی ہے کہ جالوت کی زبردست طاقت اور بنی اسرائیل کے اس کے مقابل ہونے میں جھجک کو دیکھ کر طالوت نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا اس سے اپنی بیٹی کی شادی کروں گا اور اس کو حکومت میں بھی حصہ دار بناؤں گا چنانچہ جب حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا تو طالوت نے وفائے عہد کے پیش نظر اپنی لڑکی سے شادی کر دی اور حکومت میں بھی حصہ دار بنا لیا حضرت داؤد کے ساتھ بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی محبت کا نتیجہ یہ نکلا کہ طالوت کی موجودگی میں ہی یا اس کی موت کے بعد عنان حکومت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں آگئی اور اس عرصہ میں آپ پر خدا کا ایک زبردست انعام یہ ہوا کہ آپ منصب نبوت و رسالت سے بھی سرفراز فرمائے گئے اس طرح آپ صاحب تخت و تاج بھی تھے اور خدا کے پیغمبر اور رسول بھی۔ اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کی خدمت بھی سرانجام دیتے اور ان کی اجتماعی زندگی کی نگرانی کا فرض بھی ادا فرماتے بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے اصل کتاب توراۃ تھی جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی لیکن حالات و واقعات اور زمانہ کے تغیرات کے پیش نظر حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خدا کی جانب سے زبور عطا ہوئی جو توراۃ کے قوانین و اصول کے اندر رہ کر اسرائیلی گروہ کی ہدایت کے لئے بھیجی گئی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام خدائے تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں بہت زیادہ مصروف رہتے تھے اور اس قدر خوش الحان تھے کہ جب زبور پڑھتے یا خدا کی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوتے تو ان کے وجد آفریں نغموں سے نہ صرف انسان بلکہ وحوش و طیور وجد میں آجاتے اور آپ کے اردگرد جمع ہو کر اللہ کی تسبیح اور حمد کرنے لگتے اور انسان و حیوان ہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی خدا کی حمد میں گونج اٹھتے اور اللہ کے ذکر میں بآواز بلند مشغول ہو جاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حسن صوت یعنی خوش آوازی کا معجزہ عطا فرمایا تھا اور ان کا خصوصی شرف و امتیاز یہ تھا کہ جب وہ صبح و شام خدا کی حمد و ثنا کرتے تو وحشی جانور اور چرند پرند اور پہاڑ بھی آپ کے ساتھ بلند آواز سے خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے اور وہ سب ایک دوسرے کی تسبیح و تحمید کو سنتے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام باوجود بادشاہی کے سلطنت و مملکت کے مالیہ میں سے ایک حبہ نہیں لیتے اور اپنا اور اہل و عیال کی معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اسی کو ذریعہ معاش بناتے تھے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس وصف کو ایک حدیث صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ سراہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بے شبہ اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت سے روزی کماتے تھے۔ مفسر علامہ ابن کثیرؒ نے ابن عساکر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے تھے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے۔ لیکن ہر شخص کو

تعریفیں کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے کوئی بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ان سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے ان سے بھی سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ داؤد ہیں تو اچھے آدمی لیکن ایک کمی ان میں نہ ہوتی تو کامل بن جاتے۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ تو اس فرشتہ جو بہ شکل انسان تھا کہا کہ وہ اپنا بوجھ رعیت کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہیں۔ خود بھی اس میں سے لے لیتے ہیں اور اہل وعیال کو بھی اس میں سے کھلاتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں یہ بات گڑ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے۔ اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگے کہ خدایا مجھے کوئی ایسا کام سکھا دے کہ جس سے میں اتنا حاصل کرلیا کروں کہ وہ مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی اور آپ کو زرہ بنانا سکھا دی اور اپنی رحمت سے لوہے کو آپ کے لئے بالکل نرم کردیا گیا۔ نہ لوہے کو بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت ہاتھ میں آتے ہی ایسا نرم ہو جاتا جیسا موم۔ لکھا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے آپ ہی نے زرہ بنانا ایجاد کی۔ ایک زرہ بنا کر آپ فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصہ کرلیتے۔ ایک حصہ اپنے کھانے پینے وغیرہ کے لئے۔ ایک حصہ صدقہ کے لئے اور ایک حصہ رکھ چھوڑتے تا کہ دوسری زرہ بنانے تک اللہ کے بندوں کو دیتے رہیں۔

ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اشیاء ضرورت کی ایجاد وصنعت ایسی اہم چیز ہے کہ حق تعالیٰ نے خود اس کی تعلیم دینے کا اہتمام فرمایا۔ اور اپنے عظیم الشان پیغمبروں کو سکھلایا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کی صنعت سکھانا انہی آیات سے ثابت ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کی صنعت اسی طرح سکھائی گئی تھی۔ اسی طرح بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی مختلف صنعتیں سکھانا بعض روایات سے ثابت ہے (معارف القرآن جلد ۷) پھر انہی آیات کے تحت حضرت مفتی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس طرز عمل سے کہ اپنے اعمال و عادات کے متعلق لوگوں کی رائیں بے تکلف آزادانہ معلوم کرنے کا اہتمام فرماتے تھے یہ ثابت ہوا کہ اپنے عیوب چونکہ آدمی کو خود معلوم نہیں ہوتے اس لئے دوسروں سے تحقیق کرنا چاہئے۔ حضرت امام مالکؒ بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے کہ یہ معلوم کریں کہ عام لوگ ان کے بارہ میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی اپنی عطا کردہ دینی و دنیوی نعمتوں پر صحیح شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہر حال میں ہمیں اپنی طرف رجوع اور متوجہ رہنے کی دولت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمیں بھی حلال روزی کمانے اور اکل حلال کھانے کی توفیق مرحمت فرما اور اعمال صالحہ کرنے کی سعادت نصیب فرما۔ یا اللہ اپنے ذکر وفکر اور حمد وتسبیح کی نعمت ہم سب کو عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۗ وَمِنَ

اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا کو مسخر کردیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور اس کی شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور ہم نے ان کیلئے تانبے کا چشمہ بہادیا

الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۗ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ

اور جنات میں بعضے وہ تھے جو ان کے آگے کام کرتے تھے اُن کے رب کے حکم سے، اور ان میں سے جو شخص ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا ہم اس کو (آخرت میں)

عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ

دوزخ کا عذاب چکھادیں گے۔ وہ جنات اُن کیلئے وہ وہ چیزیں بناتے ہیں جو اُن کو (بنوانا) منظور ہوتا بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن جیسے حوض اور دیگیں جو

وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۗ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۗ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ

ایک ہی جگہ جمی رہیں، اے داؤدؑ کے خاندان والو تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو، اور میرے بندوں میں شکر گذار کم ہی ہوتے ہیں۔ پھر جب ہم نے اُن پر

الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ

موت کا حکم جاری کردیا تو کسی چیز نے اُن کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمانؑ کے عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے

الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ اور سلیمان کے لئے	الرِّيْحَ ہوا	غُدُوُّهَا اس کی صبح کی منزل	شَهْرٌ ایک ماہ	وَرَوَاحُهَا اور شام کی منزل	شَهْرٌ ایک ماہ		
وَاَسَلْنَا لَهٗ اور ہم نے بہایا اس کیلئے	عَيْنَ الْقِطْرِ تانبے کا چشمہ	وَمِنَ اور سے	الْجِنِّ جن	مَنْ يَّعْمَلُ وہ کام کرتے	بَيْنَ يَدَيْهِ اس کے سامنے		
بِاِذْنِ اذن (حکم) سے	رَبِّهٖ اسکے رب کے	وَمَنْ اور جو	يَّزِغْ کجی کرے گا	مِنْهُمْ ان میں سے	عَنْ اَمْرِنَا ہمارے حکم سے		
نُذِقْهُ ہم اس کو چکھائیں گے	مِنْ سے۔کا	عَذَابِ عذاب	السَّعِيْرِ آگ (دوزخ)	يَعْمَلُوْنَ وہ بناتے	لَهٗ اس کیلئے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتے	
مِنْ سے	مَحَارِيْبَ بڑی عمارتیں (قلعے)	وَتَمَاثِيْلَ اور تصویریں	وَجِفَانٍ اور لگن	كَالْجَوَابِ حوض جیسے	وَ اور	قُدُوْرٍ دیگیں	رّٰسِيٰتٍ ایک جگہ جمی ہوئی
اِعْمَلُوْا تم عمل کرو	اٰلَ دَاوٗدَ اے خاندان داؤد	شُكْرًا شکر بجالاکر	وَقَلِيْلٌ اور تھوڑے	مِنْ سے	عِبَادِيَ میرے بندے	الشَّكُوْرُ شکرگزار	
فَلَمَّا پھر جب ہم نے	قَضَيْنَا حکم جاری کیا	عَلَيْهِ اس پر	الْمَوْتَ موت	مَا دَلَّهُمْ انہیں پتہ نہ دیا	عَلٰى مَوْتِهٖ اس کی موت کا	اِلَّا مگر	
دَآبَّةُ الْاَرْضِ گھن کا کیڑا	تَاْكُلُ وہ کھاتا تھا	مِنْسَاَتَهٗ اس کا عصا	فَلَمَّا پھر جب	خَرَّ وہ گر پڑا	تَبَيَّنَتِ حقیقت کھلی	الْجِنُّ جن	اَنْ اگر
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہوتے	الْغَيْبَ غیب	مَا لَبِثُوْا وہ نہ رہتے	فِيْ میں	الْعَذَابِ عذاب	الْمُهِيْنِ ذلت		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا ذکر فرما کر حضرت داؤد علیہ السلام اور آپ کے متعلقین کو حکم ہوا تھا کہ تمہیں بھی چاہئے کہ نیک اعمال کرتے رہو اور میرے فرمان کا ذرا خلاف نہ کرو کیونکہ یہ بہت ہی بے جابات

ہے کہ جس کے اتنے بڑے اور بے پایاں احسان ہوں پھر اس کی فرمانبرداری ترک کردی جائے پھر جبکہ اللہ تعالیٰ تمام اعمال کا نگراں بھی ہے کہ کوئی چھوٹا یا بڑا عمل اس سے پوشیدہ نہیں۔

اب داؤد علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان ان آیات میں ہو رہا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر پہلے بھی سورۂ انبیاء اور سورۂ نمل میں آچکا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا جب انتقال ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام سن رشد کو پہنچ چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت وحکومت دونوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جانشین بنا دیا اور اس طرح فیضان نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں آگئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بعض خصوصیات وامتیازات سے نوازا اور اپنی نعمتوں میں سے بعض ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جو آپ کے لئے طغرائے امتیاز بنیں۔

یہاں ان آیات میں جن انعامات کا ذکر فرمایا گیا اس میں پہلا انعام تسخیر ریاح کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کردیا تھا اور وہ آپ کے زیر فرمان کردی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینہ کی مسافت اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت کی مقدار سفر فرما لیتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت شاہی جس پر آپ مع اہل دربار کے سوار ہوتے۔ فضا میں مثل ہوائی جہاز کے اڑتا ہوا اس کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے جاتی اور اس طرح ایک ماہ کی مسافت ہوا کے ذریعہ تھوڑی دیر میں طے ہوتی تھی۔

بعض مفسرین نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تسخیر ہوا کا معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس عمل کے صلہ میں عطا ہوا تھا کہ ایک روز وہ اپنے گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول تھے اس میں ایسی مشغولیت ہوئی کہ آپ کی عصر کی نماز کا وقت ختم ہوگیا اور نماز قضا ہوگئی۔ جب تنبہ ہوا کہ گھوڑے اس غفلت کا سبب ہوئے تھے تو اس سبب غفلت کو ختم کرنے کیلئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو ذبح کر کے قربان کردیا کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں گائے بیل کی طرح گھوڑے کی قربانی بھی جائز تھی چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی سواری کے جانور قربان کردیئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر سواری عطا فرما دی۔ یہ گھوڑوں کے قربان کرنے کی تفصیل سورۂ ص ۲۳ ویں پارہ میں ذکر فرمائی گئی ہے۔

دوسری نعمت یہاں یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا یعنی زمین سے ایک چشمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پھوٹ نکلا تھا جس میں سے پانی کے بجائے پگھلا ہوا تانبہ بہتا تھا۔ اس پگھلے ہوئے تانبہ کو سانچوں میں ڈال کر جنات بڑے بڑے برتن تیار کرتے تھے جن میں ایک لشکر کا کھانا پکتا اور کھلایا جاتا۔ پھر چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عظیم الشان عمارات اور پرشوکت قلعوں کی تعمیر کرائی۔ اور ایسی تعمیرات کے استحکام کے لئے ضرورت تھی کہ گارے چونے کی بجائے پگھلی ہوئی دھات گارے کی طرح استعمال کی جائے۔ لیکن اس قدر کثیر مقدار میں یہ کیسے میسر آئے۔ حق تعالیٰ نے اس ضرورت کو اس طرح حل کردیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ مرحمت فرما دیا۔

تیسری نعمت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا تھا۔ جنات جیسی طاقت ور قوم حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے معمولی قلیوں اور خدمت گاروں کی طرح آپ کے کام میں لگے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ جنات سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کریں۔ ذرا سرکشی کی تو آگ میں پھونک دیا جائے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان جنات سے بڑے بڑے محل۔ مسجدیں۔ اور قلعے

تعمیر کراتے اور مجسمے بنواتے۔ اور تانبہ کے بڑے بڑے لگن جیسے حوض یا تالاب اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی جگہ سے نہ ہل سکتی تھیں یہ جنات بناتے۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام کے کنبے اور گھرانے کو ان عظیم الشان انعامات و احسانات کو یاد دلا کر حق تعالیٰ حکم فرماتے ہیں اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا اے داؤد کے خاندان والو یعنی حضرت سلیمان اور ان کے متعلقین تم سب ان نعمتوں کے شکریہ میں نیک کام کیا کرو یعنی محض زبان سے نہیں بلکہ عمل سے وہ کام کرو جن سے حق تعالیٰ کی شکر گزاری ٹپکتی ہو۔ حدیث میں حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت آئی ہے کہ جب یہ آیت اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تشریف لائے اور اس آیت کو تلاوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو پورا کرلے تو جو فضیلت آلِ داؤد کو عطا کی گئی تھی وہ اس کو بھی مل جائے گی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تین کام کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ رضا اور غضب کی دونوں حالتوں میں انصاف پر قائم رہنا۔ اور غنا اور فقر کی دونوں حالتوں میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا اور خفیہ اور علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ سے ڈرنا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ احسان تو خدا کم وبیش سب ہی پر کرتا ہے لیکن پورے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں۔ یہاں جو شکر گزاری کا حکم عمل کے ذریعہ سے ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص حق تعالیٰ کے انعامات و احسانات محض زبان سے مانتا ہو مگر اس کی نعمتوں کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہو تو یہ زبانی شکر بے معنی ہے۔ اصل شکر گزار بندہ وہی ہے جو زبان سے بھی نعمت کا اعتراف کرے اور اس کے ساتھ منعم کی عطا کردہ نعمتوں سے وہی کام لے جو منعم حقیقی کے مرضی کے مطابق ہو۔

حضرت شاہ عبدالقادر مفسر و محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایسے عظیم الشان احسانات کیئے اور پھر یہاں تک فرمایا کہ اس بے انتہا دولت و ثروت کے صرف وخرچ اور داد و دہش پر تم سے کوئی باز پرس بھی نہیں مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت وحکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے ''امانت الٰہی'' سمجھ کر ایک حبہ اپنی ذات پر صرف نہیں فرماتے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔ یہ تھی عمل سے حق تعالیٰ کی کامل شکر گزاری۔

الغرض یہ تو زندگی کے احسانات تھے اب آگے موت کے بعد کا ایک احسان بیان فرمایا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کے ہاتھوں بیت المقدس تعمیر کرارہے تھے اور جنات کی ایک بہت بڑی جماعت اس عظیم الشان عمارت بنانے میں مصروف تھی کہ سلیمان علیہ السلام کو پیغام اجل آ پہنچا۔ جب معلوم ہوا کہ میری موت آ پہنچی تو جنات کو تعمیر کا نقشہ بتا کر آپ ایک شیشہ کے مکان میں دروازہ بند کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کر لی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہوسکا۔ وفات کے بعد مدت تک جنات بدستور تعمیر کرتے رہے۔ جب تعمیر پوری ہوگئی تو جس عصا پر ٹیک لگا رکھی تھی گھن کے کیڑے کے کھانے سے وہ عصا ٹوٹ گیا تب نعش مبارک گر پڑی۔ اس وقت سب کو وفات کا حال معلوم ہوا۔ تب جنات کو بھی علم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ ہوا انتقال ہوگیا تھا اور وہ افسوس کرنے لگے کہ ہم نہ معلوم کر سکے اور کاش کہ ہم علم غیب رکھتے تو عرصہ تک اس مشقت و محنت میں نہ پڑے رہتے جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے مبتلا رہے۔ اگر ہمیں علم ہو جاتا تو ہم اس سے بہت پہلے آزاد ہوگئے ہوتے اور حضرت سلیمان کی وفات کو محسوس کرتے ہی کام چھوڑ دیتے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا

14 ہے کہ مشرکین عرب جنات کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے تھے اور یہ مشرکین جنات کو عالم الغیب جانتے تھے اور غیب کی باتیں جاننے کے لئے ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اسی عقیدہ کی تردید میں بھی یہ واقعہ سنا دیا جس سے جنات کی غیب دانی کی حقیقت کھل گئی اور ان کے معتقد مشرکین کو بھی پتہ لگ گیا کہ اگر انہیں غیب کی خبر ہوتی تو اس ذلت آمیز تکلیف میں کیوں پڑے رہتے۔

یہاں ان آیات میں کچھ ان کاموں کی بھی تفصیل ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام جنات سے لیتے تھے۔ ان کاموں میں جنات سے مجسمے۔ مورتیں اور تصاویر بھی بنوانا تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں جان داروں کے مجسمے اور تصاویر بنانا اور استعمال کرنا جائز تھا مگر شریعت اسلامیہ میں جانداروں کے مجسمے۔ مورتیں اور تصاویر بنانا اور استعمال کرنا حرام ہے اور ان کی سخت ممانعت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں جانداروں کی تصاویر اور مجسمے بت پرستی کا ذریعہ بن گئیں۔ شریعت اسلامیہ کو چونکہ اللہ تعالیٰ کو قیامت تک قائم رکھنا تھا اس لئے اس شریعت میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا کہ جس طرح حرام چیزوں اور معاصی کو حرام وممنوع کیا گیا ہے اسی طرح ان کے ذرائع اور اسباب قریبہ کو بھی حرام کر دیا گیا ہے۔ اصل جرم عظیم شرک و بت پرستی ہے اس کی ممانعت ہوئی تو جن راستوں سے بت پرستی آ سکتی تھی ان کو بھی حرام اور ممنوع قرار دیا گیا۔ اسی طرح مثلاً شراب نوشی حرام کی گئی تو اس کی خرید وفروخت۔ اس کا لانا لے جانا۔ اس کی مزدوری اس کا بنانا سب حرام کر دیا گیا۔ جو شراب نوشی کے ذرائع ہیں۔ الغرض ذی روح کی تصاویر کا بنانا اور استعمال کرنا ہماری شریعت میں حرام کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ متواترہ سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ جس کے احکام تفصیل سے علماء نے مستقل تصانیف میں جمع کر دیئے ہیں۔ یہ وضاحت یہاں اس لئے عرض کی گئی کہ آج کل تصاویر کے بنانے اور اس کے استعمال کرنے کا گناہ وبائے عام کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ احادیث میں اس پر شدید وعیدیں آئی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری و مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب میں تصویر بنانے والے ہوں گے اور صحیحین ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مصور جہنم میں جائے گا۔ اور بعض روایات حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس لعنت سے مسلمانوں کو بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض یہاں تک حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام یعنی اللہ تعالیٰ کے دو خاص منیب اور شاکر بندوں کا ذکر ہوا کہ جن کو نبوت و رسالت کے علاوہ ایسی دنیاوی سلطنت و بادشاہت نصیب ہوئی کہ جس کی نظیر نہیں مگر یہ دونوں کیسے خدا کے پسندیدہ اور برگزیدہ بندے تھے کہ باوجود اس بے مثال بادشاہت کے شب و روز خدا کی نعمتوں کے شکر گزار رہے۔ خدا کی طرف خاص طور پر متوجہ اور ملتفت ہوئے تو اللہ نے بھی کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو دین اور دنیا کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی مرضیات کے موافق ان تمام نعمتوں کو استعمال کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ یا اللہ شریعت مطہرہ کی ہم کو ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرما اور ہر منکر و معصیت سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۗ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ

سبا (کے لوگوں کیلئے) اُن کے وطن میں نشانیاں موجود تھیں، دو قطاریں تھیں باغ کے دائیں اور بائیں اپنے رب کا رزق کھاؤ

رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

اور اس کا شکر کرو، (کہ رہنے کو) عمدہ شہر اور بخشنے والا پروردگار۔ سو انہوں نے سرتابی کی تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ

اور ہم نے اُن کے اُن دو رویہ باغوں کے بدلے اور دو باغ دیدیئے جن میں یہ چیزیں رہ گئیں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری۔ اُن کو یہ سزا ہم نے

جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

اُن کی ناسپاسی کے سبب دی، اور ہم ایسی سزا بڑے ناسپاس ہی کو دیا کرتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ البتہ تھی	لِسَبَاٍ (قوم) سبا کیلئے	فِیْ میں	مَسْكَنِهِمْ اُن کی آبادی	اٰيَةٌ ایک نشانی	جَنَّتٰنِ دو باغ	عَنْ يَّمِيْنٍ دائیں سے	
وَّشِمَالٍ اور بائیں	كُلُوْا تم کھاؤ	مِنْ سے	رِّزْقِ رَبِّكُمْ اپنے رب کے رزق	وَاشْكُرُوْا اور شکر ادا کرو	لَهٗ اس کا	بَلْدَةٌ شہر	طَيِّبَةٌ پاکیزہ
وَّرَبٌّ اور پروردگار	غَفُوْرٌ بخشنے والا	فَاَعْرَضُوْا پھر انہوں نے موڑلیا	فَاَرْسَلْنَا تو ہم نے بھیجا	عَلَيْهِمْ ان پر	سَيْلَ الْعَرِمِ سیلاب بند سے (رکا ہوا)		
وَبَدَّلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں بدل دیئے	بِجَنَّتَيْهِمْ انکے دو باغوں کے بدلے	جَنَّتَيْنِ دو باغ	ذَوَاتَيْ والے	اُكُلٍ میوہ	خَمْطٍ بدمزہ	وَّاَثْلٍ اور جھاؤ	
وَّشَيْءٍ اور کچھ	مِّنْ سِدْرٍ بیریاں	قَلِيْلٍ تھوڑی	ذٰلِكَ یہ	جَزَيْنٰهُمْ ہم نے انکو سزا دی	بِمَا اس کے سبب جو	كَفَرُوْا انہوں نے ناشکری کی	
وَهَلْ اور نہیں	نُجٰزِيْٓ ہم سزا دیتے	اِلَّا مگر صرف	الْكَفُوْرَ ناشکرا				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کے برکات وثمرات ظاہر کرنے کے لئے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے قصے بیان فرمائے گئے تھے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ سے اعراض اور اس کے احکام کی نافرمانی کا نتیجہ ووبال ظاہر کرنے کے لئے قوم سبا کا قصہ مذکور ہوتا ہے تاکہ مخالفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عموماً اور کفار کو خصوصاً تنبیہ ہو۔ چونکہ اہل مکہ میں اہل سبا اور ان کے قصہ کی شہرت تھی اس لئے کفار مکہ کو خاص طور سے اہل سبا کا واقعہ سنایا جاتا ہے تاکہ وہ اس سے متاثر ہوں۔ قوم سبا کا وہ عبرتناک سانحہ اور ان کے عروج و زوال کا وہ بصیرت افروز واقعہ جو قرآن پاک نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے تاریخی واقعات میں بہت اہمیت رکھتا ہے اور قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ میں ہزاروں عبرت ونصیحت مہیا کرتا ہے۔

ان آیات کی تشریح سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قوم سبا کے متعلق کچھ ضروری معلومات پیش کردی جائیں۔ قوم سبا کا ذکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں سورۂ نمل ۱۹ ویں پارہ میں بھی آچکا ہے جبکہ ملکہ سبا بلقیس نے حاضر خدمت ہوکر سلیمان علیہ السلام کے سامنے قبول ایمان کیا۔ یہ زمانہ سبا کی حکومت کا زمانۂ عروج ہے۔ اور یہ زمانہ تاریخ کے لحاظ سے ۹۵۰ ق۔م کا تھا۔ قوم سبا کی حکومت موجودہ یمن کے جنوبی حصہ پر تھی جو بعد میں وسیع ہوکر حضرموت اور حبش تک پھیل گئی تھی۔ مورخین نے حکومت سبا کو چار

طبقات پر تقسیم کیا ہے۔ پہلا طبقہ ۱۱۰۰ ق۔م سے شروع ہو کر ۵۵۰ ق۔م پر ختم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کی ملکہ سبا کا تعلق اسی طبقہ سے ہے۔ دوسرا طبقہ ۵۵۰ ق۔م سے شروع ہو کر ۱۱۵ ق۔م پر ختم ہوتا ہے۔ سیل عرم یعنی بند کے سیلاب کا واقعہ جس کا تذکرہ ان آیات میں کیا گیا ہے۔ اسی دور سے متعلق ہے۔ تیسرا طبقہ ۱۱۵ ق۔م سے شروع ہو کر ۳۰۰ء پر ختم ہوتا ہے۔ اور چوتھا یعنی آخری دور ۳۰۰ء سے شروع ہو کر ۵۲۵ء پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں اہل حبش آخری مرتبہ یمن پر قابض ہوئے۔ (قصص القرآن) بالآخر ظہور اسلام یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے بعد اسلام کی صداقت سے متاثر ہو کر سارا یمن یکدم ایمان لے آیا۔ اس قوم سبا میں بہت سے سلاطین ہوئے بعضے اچھے بھی ہوئے اور بعضے بت پرست ہوئے۔ جب ملکہ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایمان قبول کیا تو صدیوں تک انہوں نے اس امانت الٰہی کو سینے سے لگائے رکھا لیکن گذشتہ قوموں کی طرح جب انہوں نے ایمان سے روگردانی شروع کی اور دوبارہ شرک اختیار کیا تب خدا کے پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانہ میں آ کر ان کو رشد و ہدایت کی جانب متوجہ کیا۔ غالباً یہ انبیاء بنی اسرائیل ہیں جو بذات خود اپنے نائبوں کے ذریعہ ان کو ہدایت کی جانب بلاتے رہے مگر انہوں نے عیش وعشرت۔ دولت وثروت۔ حکومت وشوکت کے نشہ میں کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ بنی اسرائیل کی طرح خدا کی نعمتوں کو ٹھکرانے لگے تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک صدی پہلے خدا کی جانب سے سیل عرم کی تباہی کا عذاب آیا اور اس نے قوم سبا کو پارہ پارہ کر دیا۔ (قصص القرآن) اہل سبا ایک تاجر قوم تھی اور یہ وصف ان کا قومی مزاج بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حدود حکومت میں جو خزانے مدفون کر رکھے تھے وہ ان کے لئے تائید غیبی بن گئے تھے۔ سونے و جواہرات کی بکثرت کانیں موجود تھیں۔ یمن کا علاقہ خوشبودار اشیاء کی پیداوار کے لئے مشہور تھا۔ عرب میں مستقل دریا تو ناپید ہیں۔ اکثر بارش کے پانی پر گزر رہے اور کہیں کہیں پہاڑی چشمہ بھی ہیں۔ بارش کا پانی ہو یا پہاڑی چشموں کا۔ تمام پانی بہہ کر وادی کے ریگستانوں میں جذب ہو کر ضائع ہو جاتا۔ قوم سبا نے اس پانی کو کام میں لانے اور باغات وزراعت کو سرسبز و شاداب بنانے کے لئے یمن میں ایک سو سے زائد بند باندھے تھے اور ان کی وجہ سے تمام ملک سرسبز اور بہارستان بنا ہوا تھا۔ انہیں بندوں میں سب سے بڑا اور عظیم الشان بند ''سد مارب'' تھا جو دارالحکومت میں بنایا گیا تھا۔ یہ بند کئی میل مربع میں بنایا گیا تھا۔ دور دور کا پانی وہاں جمع ہوتا اور اس سے پھر چھوٹی شاخیں اور نہریں نکالی گئی تھیں اور ان کے ذریعہ سے سال بھر تک کھیتیاں و باغات سیراب کئے جاتے اور یہ باغات دورویہ سڑکوں پر منزلوں تک چلے گئے تھے۔ لکھا ہے کہ اس عظیم الشان بند کی وجہ سے تین سو مربع میل تک داہنے اور بائیں۔ کھجوروں کے نخلستان۔ میووں اور پھلوں کے حسین وجمیل باغ خوشبوؤں کے کھیت۔ دارچینی۔ عود وغیرہ کے گنجان باغات اس کثرت سے ہو گئے تھے کہ تمام علاقہ چمنستان اور فردوس بنا ہوا تھا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے روایت لکھی ہے کہ پھلوں اور میووں کی یہ کثرت تھی کہ اگر ایک عورت کسی موسم میں بھی سر پر ٹوکری رکھ کر ان باغات کے اندر گزر جاتی تو ہاتھ لگائے بغیر ہی اس کی ٹوکری پختہ پھلوں کے ٹپکنے سے بھر جاتی۔ آب و ہوا ایسی فرحت بخش روح پرور اور صحت افزا تھی کہ اہل سبا موذی جانور کیڑے مکوڑے۔ مچھر۔ مکھی۔ پسو وغیرہ سے پاک اور محفوظ تھے۔ الغرض اس بند کی وجہ سے ملک میں عظیم الشان اضافہ اور ترقی اور تجارتی کاروبار اور معدنیات کی کثرت کی وجہ سے سونا چاندی اور جواہرات کی بہتات نے قوم سبا میں اس درجہ خوش عیشی۔ رفاہیت اور فارغ البالی اور اطمینان پیدا کر دیا تھا کہ وہ ہر وقت مسرت اور شادمانی کے ساتھ خدا کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتے اور شب و روز مرفہ حالی میں زندگی بسر کرتے۔ اہل سبا ایک عرصہ تک تو اس جنت ارضی کو خدا کی ایک عظیم الشان آیت و نعمت ہی سمجھتے رہے اور ایمان پر قائم رہتے ہوئے احکام الٰہی کی تعمیل اپنا فرض یقین کرتے رہے لیکن

تمول۔ خوش عیشی اور ہر قسم کے راحت و آرام نے آہستہ آہستہ ان میں وہی اخلاق اور رویے پیدا کر دیئے جو گذشتہ متکبر اور مغرور قوموں میں موجود تھے اور بداخلاقی میں اہل سبا یہاں تک ترقی کرتے رہے کہ انہوں نے دین حق کو بھی خیر باد کہہ دیا اور کفر وشرک کی سابق زندگی کو دوبارہ اپنالیا۔ تاہم رب غفور نے فوراً گرفت نہیں کی بلکہ اس کی وسعت رحمت نے مہلت کے قانون سے کام لیا اور انبیاء علیہم السلام نے ان کو راہ حق کی تلقین فرمائی اور بتایا کہ ان نعمتوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم دولت وثروت اور جاہ وحشمت کے نشہ میں چور ہو کر مست ہو جاؤ اور نہ یہ کہ اخلاق کریمانہ کو چھوڑ بیٹھو اور کفر وشرک اختیار کر کے خدا کے ساتھ بغاوت اختیار کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ اس درمیان میں ان کے پاس خدا تعالیٰ کے تیرہ نبی آئے مگر انہوں نے مطلق توجہ نہ کی اور اپنی موجودہ خوش عیشی کو دائمی وراثت سمجھ کر شرک وکفر کی بدمستیوں میں مبتلا رہے آخر قانونِ قدرت نے خود کو دہرایا اور ان کا انجام بھی وہی ہوا جو گذشتہ زمانہ میں خدائے برحق کی نافرمان قوموں کا ہو چکا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان پر دو قسم کا عذاب مسلط کر دیا جس کی بدولت ان کے جنت مثال باغات برباد ہو گئے اور ان کی جگہ جنگلی بیری۔ خاردار درخت۔ اور بدمزہ پھل اگ کر یہ شہادت دینے اور عبرت کی کہانی سنانے لگے کہ خدا کی پیہم نافرمانی اور سرکشی کرنے والی قوم کا یہ حشر ہوتا ہے۔ پہلی سزا یہ ہوئی کہ وہ "بند" جس کی تعمیر پر ان کو بے حد ناز تھا اور جس کی بدولت ان کا دارالحکومت خوبصورت اور حسین باغات اور سرسبز شاداب کھیتوں سے گلزار بنا ہوا تھا وہ خدا کے حکم سے ٹوٹ گیا اور اچانک اس کا پانی زبردست سیلاب بن کر پھیلا اور اس تمام زمین پر جن میں فرحت بخش باغات تھے سب کو غرق آب کر کے برباد کر ڈالا۔ جب پانی آہستہ آہستہ خشک ہو گیا تو اس پورے علاقہ میں باغات کی بجائے جھاؤ کے درخت۔ جنگلی بیری اور پیلو کے درخت جس کا پھل بد ذائقہ اور بکسا ہوتا ہے جگہ لے لی۔ اور خدا کے اس عذاب کو قوم سبا کی کوئی قوت وسطوت نہ روک سکی اور اہل سبا کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ اپنے بلدۂ طیبہ اور اس کے قرب وجوار کو چھوڑ کر منتشر ہو جائیں۔ کچھ ہلاک ہوئے کچھ پریشان ہو کر منتشر ہو گئے غرض کہ اہل سبا اپنے غرور وتکبر اور غفلت وسرکشی اور کفر وشرک پر اصرار کے سبب سیل عرم کے ذریعہ تباہ وبرباد ہوئے۔ اخیر میں فرمایا کہ ایسی سخت سزا بڑے درجہ کے ناشکروں ہی کو دی جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو جو دینی اور دنیوی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ نصیب فرمائیں۔ یا اللہ کفران نعمت کے وبال سے ہم سب کو بچایئے اور ہم سے اس معاملہ میں گذشتہ زندگی میں جو کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہوں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ اور دین ودنیا دونوں جہان میں اپنی گرفت اور سزا سے ہم کو محفوظ و مامون فرمایئے۔ یا اللہ اس ملک پاکستان کو جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اور جہاں آپ کے احکام کی بہت کچھ خلاف ورزیاں اور نافرمانیاں ہوتی رہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں۔ یا اللہ اس ملک اور قوم کو ہدایت بخش دے کہ آپ کے اور آپ کے مقدس ومعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے غفلت اور نافرمانی سے باز آ جائے اور آپ نے جو اپنے احکام کی اطاعت کے ذریعہ اپنی نعمتوں کے شکر کا حکم دیا ہے اس کو بجالانے پر کمربستہ ہو جائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ

اور ہم نے اُن کے اور ان بستیوں کے درمیان میں جہاں ہم نے برکت کر رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے ان دیہات کے درمیان ان کے چلنے کا ایک

سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

خاص انداز رکھا تھا کہ بے خوف وخطر ان میں راتوں کو اور دنوں کو چلو۔ سو وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کردے اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا

فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۱۹﴾

سو ہم نے ان کو افسانہ بنادیا اور ان کو بالکل تتر بتر کردیا، بیشک اس (قصہ) میں ہر صابر وشاکر کے لئے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

وَجَعَلْنَا اور ہم نے (آباد) کردیئے	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَبَيْنَ اور درمیان	الْقُرَى بستیاں	الَّتِي وہ جنہیں	بَارَكْنَا ہم نے برکت دی
فِيهَا اس میں	قُرًى بستیاں	ظَاهِرَةً ایکدوسرے سے متصل	وَقَدَّرْنَا اور ہم نے مقرر کردیا	فِيهَا السَّيْرَ ان میں آمدورفت	سِيرُوا تم چلو (پھرو)
فِيهَا ان میں	لَيَالِيَ راتوں	وَأَيَّامًا اور دنوں	آمِنِينَ امن سے (بے خوف وخطر)	فَقَالُوا وہ کہنے لگے	رَبَّنَا اے ہمارے رب
بَاعِدْ دوری پیدا کردے	بَيْنَ أَسْفَارِنَا ہمارے سفروں کے درمیان	وَظَلَمُوا اور انہوں نے ظلم کیا	أَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں پر	فَجَعَلْنَاهُمْ تو ہم نے بنادیا انہیں	
أَحَادِيثَ افسانے	وَمَزَّقْنَاهُمْ اور ہم نے انہیں پراگندہ کردیا	كُلَّ مُمَزَّقٍ پوری طرح پراگندہ	إِنَّ بیشک	فِي ذَٰلِكَ اس میں	لَآيَاتٍ نشانیاں
	لِكُلِّ صَبَّارٍ ہر بڑے صبر کرنے والے	شَكُورٍ شکرگزار			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قوم سبا کو اللہ تعالیٰ نے کس درجہ دنیوی نعمتیں عطا فرمائی تھیں کہ ہر وقت مسرت اور شادمانی کی زندگی بسر کرتے تھے اور شب وروز خدا کی نعمتوں سے بہرہ اندوز تھے مگر جب اس قوم نے خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے غرور وتکبر کے ساتھ کفران نعمت کیا۔ نبیوں اور پیغمبروں کے بار بار رشد وہدایت پہنچانے کے باوجود شرک وکفر پر اصرار پر اصرار کیا تو اچانک عذاب الٰہی نے آکر ان کو تباہ وبرباد کیا اور وہی بند جس کی تعمیر پر ان کو ناز تھا اور جس کی بدولت یمن گلزار بنا ہوا تھا جب خدا کے حکم سے ٹوٹ گیا اور اچانک اس کا پانی زبردست سیلاب بن کر بہا تو وہی ان کی تباہی وبربادی کا سبب بن گیا۔ سارے سرسبز کھیتوں۔ خوشبودار درختوں۔ عمدہ میووں اور پھلوں کے شاداب باغوں سے محروم ہوگئے اور اہل سبا کچھ ہلاک ہوئے اور کچھ منتشر ہوکر ادھر ادھر کے ملکوں میں چلے گئے۔ تو یہ پانی کا بند ٹوٹنے کی پہلی سزا تھی جو اس قوم کو قدرت الٰہی کی طرف سے کفران نعمت کے وبال میں پہنچی مگر عذاب الٰہی کی تکمیل ہنوز باقی تھی اس لئے کہ اہل سبا نے صرف غرور وسرکشی اور کفر وشرک ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نہیں ٹھکرایا تھا بلکہ ان کو یمن سے شام تک راحت رساں آبادیوں اور کارواں سراؤں اور مسافر خانوں کی وجہ سے وہ سفر بھی ناپسند تھا جس میں ان کو یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ سفر کی صعوبتیں کیا ہوتی ہیں۔ پانی کی تکلیف اور خورد ونوش کی ایذا کس شے کا نام ہے۔ قدم قدم پر میلوں تک سرسبز شاداب باغات کی وجہ سے گرمی اور تپش کی زحمت سے بھی ناآشنا تھے۔ انہوں نے ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرنے کی بجائے بنی

اسرائیل کی طرح ناک بھوؤں چڑھا کر یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ انسان سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور یہ بھی نہ معلوم ہو کہ حالت سفر میں ہے یا اپنے گھر میں۔ سفر کا لطف تو وہ انسان اٹھاتے ہیں جو سفر کی ہر قسم کی تکلیف اٹھاتے ہیں پانی اور کھانے پینے کے لئے آزار سہتے ہیں اور اب راحت اور آرام کے نہ ملنے کی وجہ سے سفر میں تکالیف کا ذائقہ چکھتے ہیں۔ اے کاش ہمارا سفر بھی ایسا ہو جائے کہ ہم یہ محسوس کرنے لگیں کہ وطن سے کسی دور دراز جگہ کا سفر کرنے نکلے ہیں اور دوریٔ منزل کی تکالیف کو سہتے ہوئے ہم حضر اور سفر میں امتیاز کر سکیں۔ یہ اس قوم کی بدبختی۔ ناسپاسی اور ناشکری تھی کہ اللہ کی نعمتوں سے اکتا کر خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے تھے۔ تو اس قوم نے جب اس طرح کفران نعمت کی تکمیل کر دی تو اب خدائے تعالیٰ نے بھی ان کو دوسری سزا یہ دی کہ یمن سے شام تک ان کی تمام ان آبادیوں کو ویران کر دیا جو نزدیک نزدیک مسلسل چھوٹے چھوٹے قصبوں۔ گاؤں۔ گاؤں۔ کارواں سراؤں۔ اور تجارتی منڈیوں کی صورت میں آباد تھیں اور اس طرح اس پورے علاقہ میں خاک اڑنے لگی اور یمن سے شام تک یہ آبادیوں کا سلسلہ ویرانوں میں تبدیل ہو کر رہ گیا۔

قرآن کریم کی یہ آیات اسی حقیقت کا اعلان کرتی ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ علاوہ اور نعمتوں کے جو اہل سبا کو حاصل تھیں ایک خاص نعمت سفر کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھی تھی اور وہ یہ کہ ان کے ملک سے شام تک راستے مامون تھے سڑک کے کنارے کنارے دیہات اور آبادیوں کا سلسلہ ایسے اندازہ اور تناسب سے چلا گیا تھا کہ مسافر کو ہر منزل پر کھانا۔ پانی اور آرام کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب ہونے اور جلد جلد نظر آنے سے مسافر کا دل نہیں گھبراتا نہ چوروں ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ سفر کیا تھا ایک طرح کی سیر و تفریح تھی۔ سو اس نعمت کی بھی انہوں نے جس کی حقیقی شکر گزاری کہ طاعت الٰہیہ تھی نہ کی ایسے ہی ظاہری شکر گزاری بھی نہ کی کہ اس نعمت الٰہیہ کو غنیمت سمجھتے اور اس کی قدر کرتے وہ بھی نہ کی چنانچہ کہنے لگے کہ اے اللہ! اس طرح سفر کا لطف نہیں آتا منزلیں دور دور ہوں۔ آس پاس آبادی نہ ملے۔ لطف تو اس میں ہے کہ کہیں زاد راہ ختم ہو گیا کہیں پیاس ہے اور پانی نہیں ملتا۔ کہیں چوروں کا اندیشہ ہے اور نوکر ہتھیار بند پہرے دے رہے ہیں۔ پھر اس موجودہ حالت میں ہم کو اپنی بڑائی اور سرداری کے اظہار کا موقع بھی نہیں ملتا۔ امیر غریب سب یکساں سفر کر سکتے ہیں اس لئے دل یہ چاہتا ہے کہ ہمارے سفروں میں درازی اور فاصلہ کر دے یعنی بیچ کے دیہات اور آبادیاں اجاڑ دے تاکہ منزلوں میں خوب فاصلہ ہو جاوے۔ تو بجائے اس نعمت سہولت سفر کی قدر کرنے کے اس کی بے قدری کرنے لگے اور علاوہ اس ناشکری کے اور بھی انہوں نے نافرمانیاں کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا جس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کا شیرازہ بکھیر دیا اور ان کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ اکثر خاندان ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ کوئی ایک طرف کوئی دوسری طرف نکل گیا۔ آبادیوں کے نام و نشان حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ اب ان کی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں کہ لوگ سنیں اور عبرت پکڑیں۔ ان کا وہ عظیم الشان تمدن اور شان و شکوہ سب خاک میں مل گیا۔ اور ان کے وہ عالی شان مساکن و باغات اور آس پاس کی آبادیاں سب ویران ہو گئے اور ان کی حالت لائق عبرت ہو گئی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں موعظت و نصیحت کے چار طریقے بیان فرمائے ہیں۔

ایک تذکرہ بالآء اللہ یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو انعامات و احسانات فرمائے ہیں ان کو یاد کر کے خدا کے احکام کی پیروی کی جانب متوجہ ہونا۔

دوسرے تذکیر بایام اللہ یعنی ان گذشتہ قوموں کے حالات

بیان کر کے نصیحت وعبرت دلانا جنہوں نے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی وجہ سے کامرانی وفلاح دارین حاصل کی اور یا سرکشی وطغیان کی انتہا پر پہنچ کر ہلاکت وتباہی مول لی۔ بالفاظ دیگر قوموں کے عروج وزوال کو پیش کر کے سامان عبرت مہیا کرنا۔

تیسرے تذکیر بایات اللہ یعنی مظاہر قدرت کی جانب توجہ دلا کر خالق کائنات کی ہستی اور اس کی وحدت وقدرت کا اعتراف کرانا اور تصدیق حق کے لئے اپنی نشانیوں کے ذریعہ چشم بصیرت کھولنا۔

چوتھے تذکیر بما بعد الموت۔ یعنی موت کے بعد۔ برزخ۔ قیامت۔ حشر ونشر۔ جزا سزا۔ عذاب ثواب۔ جنت دوزخ کے حالات سنا کر عبرت دلانا۔

قوم سبا کا واقعہ تذکرہ بایام اللہ سے تعلق رکھتا ہے اور ہم کو یہ عبرت دلاتا ہے کہ جب کوئی قوم عیش و راحت اور ثروت و طاقت۔ یا حکومت وسلطنت کے گھمنڈ میں آ کر نافرمانی اور سرکشی پر آمادہ ہو جاتی ہے تو اول خدائے تعالیٰ اس کو مہلت دیتے ہیں اور اس کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنی حجت کو آخری حد تک پورا فرماتے ہیں پس وہ اگر اس پر بھی قبول حق کی دشمن رہی اور بغاوت وسرکشی پر جمی رہی اور خدا کی نعمتوں کا نہ صرف کفران نعمت بلکہ اللہ کی عطا کردہ سہولتیں بھی ناگوار گزرنے لگیں اور وہ ان کو ٹھکرانے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ کا قانون گرفت آگے بڑھتا ہے اور ایسی بدبخت قوم کو پارہ پارہ کر کے ان کا سارا کروفر مٹا دیتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان قرآنی واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ نے جو دینی اور دنیوی نعمتیں ہم کو اور ہماری قوم کو اور ہمارے ملک کو عطا فرمائی ہیں ان پر ہمیں حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرما اور ان نعمتوں کو اپنی مرضیات میں استعمال کرنے کا عزم عطا فرما۔

یا اللہ ہمیں اور ہمارے ملک کو اور ہماری قوم کے ہر چھوٹے بڑے کو حاکم اور محکوم کو کفران نعمت۔ قبول حق سے انحراف۔ قانون الٰہیہ سے بغاوت اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرکشی جیسی کافرانہ خصلتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اور ہر طرح کے دنیوی واخروی عذاب وگرفت سے محفوظ ومامون فرما دے۔

یا اللہ ہم سوائے اس کے کہ آپ کی طرف رجوع ہوں اور آپ کی پناہ طلب کریں اور آپ سے ہدایت کے طالب ہوں اور کوئی چارہ ہمارے لئے نہیں یا اللہ اس ملک اور قوم کے لئے ہدایت کے فیصلہ فرما دے اور یہاں اسلام وایمان کے پھیلنے اور چمکنے کے راستہ کھول دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَمَا

اور واقعی ابلیس نے ان لوگوں کے بارہ میں اپنا گمان صحیح پایا کہ یہ سب اُسی راہ پر ہولئے مگر ایمان والوں کا گروہ۔ اور ابلیس کا

كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ

اُن لوگوں پر تسلط بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم کو (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو جو کہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے (الگ کرکے) معلوم کرنا ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں،

وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۲۱﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ

اور آپ کا رب ہر چیز کا نگران ہے۔ آپ فرمایئے کہ جن کو تم خدا کے سوا سمجھ رہے ہو اُن کو پکارو، وہ ذرہ برابر

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم

اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

مِّن ظَهِيرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ

اور خدا کے سامنے سفارش کسی کیلئے کام نہیں آتی مگر اس کیلئے جس کی نسبت وہ اجازت دیدے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے

قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۲۳﴾

توایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا، وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے۔

وَلَقَدْ اور البتہ	صَدَّقَ سچ کردکھایا	عَلَيْهِمْ اُن پر	إِبْلِيسُ ابلیس	ظَنَّهُ اپنا گمان	فَاتَّبَعُوهُ پس انہوں نے اسکی پیروی کی	إِلَّا سوائے	
فَرِيقًا ایک گروہ	مِّنَ سے۔کا	الْمُؤْمِنِينَ مومن	وَمَا كَانَ اور نہ تھا	لَهُ اسے (ابلیس کو)	عَلَيْهِم ان پر	مِّن سُلْطَانٍ کوئی غلبہ	إِلَّا مگر
لِنَعْلَمَ تاکہ ہم معلوم کرلیں	مَن يُؤْمِنُ جو ایمان رکھتا ہے	بِالْآخِرَةِ آخرت پر	مِمَّنْ اس سے جو	هُوَ وہ	مِنْهَا اس سے	فِي شَكٍّ شک میں	
وَرَبُّكَ اور تیرا رب	عَلَىٰ پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	حَفِيظٌ نگہبان	قُلِ فرمادیں	ادْعُوا پکارو	الَّذِينَ ان کو جنہیں	زَعَمْتُم گمان کرتے ہو
مِّن دُونِ اللَّهِ اللہ کے سوا	لَا يَمْلِكُونَ وہ مالک نہیں ہیں	مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ایک ذرہ کے برابر	فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں	وَلَا اور نہ	فِي الْأَرْضِ زمین میں		
وَمَا اور نہیں	لَهُمْ ان کا	فِيهِمَا مِن شِرْكٍ ان (آسمان وزمین) میں کوئی ساجھا	وَمَا لَهُ اور نہیں اس (اللہ) کا	مِنْهُم ان میں سے			
مِّن ظَهِيرٍ کوئی مددگار	وَلَا تَنفَعُ اور نفع نہیں دیتی	الشَّفَاعَةُ شفاعت	عِندَهُ اس کے پاس	إِلَّا سوائے	لِمَنْ أَذِنَ جسے وہ اجازت دے		
لَهُ اس کو	حَتَّىٰ یہاں تک	إِذَا جب	فُزِّعَ دور کردی جاتی ہے	عَن قُلُوبِهِمْ ان کے دلوں سے	قَالُوا کہتے ہیں	مَاذَا کیا	قَالَ کہا
رَبُّكُمْ تمہارے رب نے	قَالُوا وہ کہتے ہیں	الْحَقَّ حق	وَهُوَ اور وہ	الْعَلِيُّ بلند مرتبہ	الْكَبِيرُ بزرگ قدر		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصوں سے اللہ کے ماننے والوں اور اس کے شکر گزار بندوں کا حال سنانا مقصود تھا کہ انہوں نے دنیا اور آخرت میں اس کا پھل کیا پایا اور اہل سبا کے قصہ سے یہ جتلانا مقصود تھا کہ اللہ کے

فرمان سے منہ پھیرنے والوں اور اس کی ناشکری کرنے والوں اور کفران نعمت کرنے والوں کا دنیا میں بھی بھلا نہیں ہوتا اور آخر کار وہ ہلاکت و بربادی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اب سبا والوں نے جو شیطان کے فریب میں پھنس کر اپنی دین و دنیا دونوں کو خراب کیا اس کے متعلق اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ شیطان کو یہ تو قدرت نہ تھی کہ لاٹھی لے کر ان کو زبردستی راہ حق سے روک دیتا۔ ہاں شیطان بہکاتا پھسلاتا ہے اور لوگ اپنے اختیار سے اس کے دام فریب میں پھنستے ہیں۔ اب اگر کسی کو شبہ پیدا ہو کہ شیطان کو اتنی قدرت اغوا اور بہکانے کی کیوں دی تو اس کی حکمت اور راز بتلایا جاتا ہے کہ اس کو یہ قدرت بہکانے کی اس لئے دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو امتحان منظور تھا کہ دیکھیں کون آخرت پر یقین کر کے خدا کو اور اس کے احکام کو یاد رکھتا ہے اور کون دنیا میں پھنس کر انجام سے غافل ہو جاتا اور بیوقوف بن کر شک یا دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ کی حکمت کا مقتضا ہی یہ تھا کہ دنیا میں انسان کے لئے دونوں طرف جانے کے راستہ کھلے رکھیں تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون رحمٰن کی اتباع کرتا ہے اور کون شیطان کی۔ آخرت کو ماننے والے شیطان کی نہیں مانیں گے۔ اور رحمٰن کی نہ ماننے والے شیطان کی پیروی کریں گے۔ یہ شیطان ابلیس جب آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیم نہ کر کے راندہ درگاہ ہوا تھا تو اس نے اسی وقت کہا تھا کہ میں آدم کی اولاد کو ہر طرح برباد کرنے کی کوشش کروں گا اور بجز تھوڑی سی جماعت کے باقی سب لوگوں کو راہ حق سے بھٹکا دوں گا چنانچہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام جنت سے دنیا میں اتارے گئے تو ابلیس لعین بھی ان کے ساتھ اترا اور اس وقت وہ خوش تھا کہ جب میں نے آدم اور حوا کو بہکا لیا تو ان کی اولاد کو تباہ کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ میں ابن آدم کو سبز باغ دکھاتا رہوں گا۔ غفلت میں رکھوں گا۔ طرح طرح سے دھوکے دوں گا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھوں گا۔ تو شیطان نے اسی وقت اپنی اٹکل اور تخمینہ سے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ میں ابن آدم میں سے بہت سوں کو بآسانی بہلا پھسلا کر سیدھے راستہ سے ہٹا دوں گا چنانچہ ابلیس نے اپنا یہ گمان اولاد آدم کے بارے میں پورا کر دکھایا اور وہ سچ مچ اس کی چال میں آ گئے اور جو ابلیس نے تخمینہ کر کے کہا تھا ویسے ہی نکلے۔ بس فقط وہی لوگ اس کی چالوں سے بچ سکے جو اللہ عزوجل پر ایمان لے آئے اور اس کے احکامات سر آنکھوں پر رکھے اور اس کے رسولوں کی ہدایات پر عمل کیا یعنی ابلیس کو یہ طاقت نہیں کہ کسی کا ارادہ تو خدا کی فرمانبرداری کرنے کا ہو اور وہ زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر نافرمانی کی راہ پر کھینچ کر لگا دے۔ صرف اس کو اغوا یعنی بہکانے اور پھسلانے کی طاقت دی گئی ہے اور یہ اغوا کے مواقع بھی ابلیس کو اس لئے عطا کئے گئے تاکہ آخرت کے ماننے والوں اور اس کی آمد میں شک رکھنے والوں کا فرق کھل کر ظاہر ہو جائے۔

اہل سبا کی ناشکری کا حال سنا کر اب اہل عرب و اہل مکہ کی ناشکری کا ذکر کیا جاتا ہے جو اپنے معبود حقیقی اور منعم و محسن کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے۔ اور شرک سے بڑھ کر ناشکری اور کیا ہوگی۔ مشرکین مکہ کا شرک کئی طرح پر تھا اس لئے یہاں ہر طرح کے شرک کا رد فرما کر مشرکین کو تنبیہ فرمائی گئی۔ بعض مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا تو اللہ ہی نے کیا ہے مگر ان میں تصرفات کے اختیارات ہمارے معبودوں کو دے رکھے ہیں اس لئے ہم ان کو دہائی دیتے۔ نذر و نیاز کرتے ہیں۔ اس خیال باطل کے رد میں فرمایا جاتا ہے لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وہ نہ تو آسمانوں ہی میں ذرہ برابر اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین میں بعض مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ آسمان تو خدائے تعالیٰ نے خود بنائے ہیں اور زمین اور وہاں کی چیزیں چاند سورج اور ستاروں کی حرکت وغیرہ کے وسیلہ سے بنی ہیں اس کے رد میں فرمایا گیا وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے۔ بعض یہ خیال کرتے تھے کہ ملائکہ اور ارواح عالیہ خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے اور روزی دینے اور مارنے وغیرہ میں مددگار ہیں۔ ان کی اعانت کی خدا کو حاجت پڑتی اس لئے ان چیزوں کے نام سے پیتل۔ تانبے اور پتھر وغیرہ کے

بت بنا رکھے تھے اور ان کی پرستش اور نذر نیاز کے دستور بھی قائم کر رکھے تھے۔ ان کے رد میں فرمایا گیا وَمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ یعنی نہ ان میں سے خدا کا کوئی مددگار ہے اس کو کسی کی مدد کی حاجت نہیں۔ وہ سب کچھ آپ ہی کرتا ہے۔ بعض مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ یہ ملائکہ اور فرشتے بلند مرتبہ ہیں خدا تعالیٰ سے کہہ کر ہماری حاجات کو روا کرا دیتے ہیں اس لئے ان کی نذر نیاز اور پکارنا ضروری ہے۔ اس کے رد میں فرمایا گیا وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ یعنی خدا کے سامنے سفارش کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے لئے جس کی نسبت اجازت دے دے یعنی خدا تعالیٰ کی بارگاہ تو وہ ہے جہاں بڑے بڑے مقربین کی یہ بھی طاقت نہیں کہ بدون اذن و رضا کے کسی کی نسبت ایک حرف سفارش ہی زبان سے نکال سکیں۔ انبیاء۔ اولیاء اور ملائکۃ اللہ کی شفاعت بھی صرف انہیں کے حق میں نافع ہوگی جن کے لئے ادھر سے سفارش کا حکم مل جائے۔ قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفیع المذنبین و رحمۃ للعالمین کو شفاعت کبریٰ کی اجازت ہوگی۔ اس کے بعد انبیاء اور صلحاء اور ملائکہ کو مختلف قسم کی شفاعت کی اجازت ہوگی۔ لیکن جو بھی شفاعت ہوگی وہ خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کی اجازت سے ہوگی۔ بالآخر گناہ گار مسلمانوں کے حق میں شفاعت کی اجازت ہوگی اور جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہوگا وہ انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت سے جہنم سے نکال لیا جائے گا اور جو کفر و شرک میں مبتلا رہے ان کے لئے اجازت نہ ہوگی۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

آگے فرشتوں کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ فرشتے جو ہمہ وقت اس کی بارگاہ کے حاضر باش ہیں یہ بلا اذن سفارش کرنے کی کب جرأت کر سکتے ہیں۔ ان کا تو غلبۂ ہیبت اور عظمت الٰہی سے یہ حال ہے کہ جب ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو اسی میں ہیبت کے مارے گھبرا اٹھتے ہیں اور دہشت اور خوف رعب سے تھرا جاتے ہیں اور تسبیح کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ جب یہ حالت رفع ہو کر دل کو تسکین ہوئی اور کلام الٰہی اتر چکا تو ایک دوسرے سے فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا حکم ہوا اور اوپر والے فرشتے نیچے والوں کو درجہ بدرجہ بتلاتے ہیں جب وہ حکم اس طرح محقق ہو چکتا ہے پھر اس پر عمل کرتے ہیں پس جب حق تعالیٰ کی جانب سے جو ابتدائی خطاب معمولی احکام کا ہوتا ہے اس میں ان ملائکہ کی یہ حالت ہے تو خود ان کا ابتداء کرنا ایک نئی بات کے متعلق اس کی تو کیا گنجائش ہے۔ پس جب ملائکہ مقربین کی یہ حالت ہو تو دوسرے کس شمار میں ہیں۔ اور اس کے روبرو فرشتوں کا ایسا حال ہو جانا کیا عجب ہے۔ واقعی وہ ایسا ہی عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ابلیس لعین کے فریب اور جالوں سے ہمیں محفوظ رکھیں اور ہم کو ان ایمان والوں کے گروہ میں شامل فرمائیں کہ جن پر شیطان کا قابو نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات کی صحیح معرفت ہم سب کو نصیب فرماویں اور توحید حقیقی سے ہمارے سینوں کو منور فرمائیں اور شرک کے ہر شائبہ سے ہمیں محفوظ رکھیں۔

یا اللہ اس دنیا کی امتحان گاہ میں اب ہم کو آپ نے اتار دیا ہے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا میں آنے کی غرض و غایت اور حقیقت کو سمجھ لینے کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ

آپ پوچھیے کہ تم کو آسمان اور زمین سے کون روزی دیتا ہے آپ (ہی) کہہ دیجیے کہ اللہ (روزی) دیتا ہے) اور (یہ بھی کہیے کہ اس مسئلہ توحید میں) بیشک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ

یا صریح گمراہی میں ہیں۔ آپ (یہ بھی) فرمادیجیے کہ اگر ہم مجرم ہیں (تو) تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی۔ (اور یہ بھی) کہہ دیجیے کہ ہمارا رب

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ

ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردے گا، اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے آپ (یہ بھی) کہیے کہ مجھ کو ذرا وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے شریک بنا کر

بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

خدا کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ ہرگز (اس کا کوئی شریک) نہیں بلکہ وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا۔ اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

قُلْ فرمادیں	مَنْ کون	يَرْزُقُكُمْ تمہیں رزق دیتا ہے	مِّنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے	وَالْاَرْضِ اور زمین	قُلِ فرمادیں	اللّٰهُ اللہ	وَاِنَّاۤ اور بیشک ہم	
اَوْ یا	اِيَّاكُمْ تم ہی	لَعَلٰى هُدًى البتہ ہدایت پر	اَوْ یا	فِيْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	مُّبِيْنٍ کھلی	قُلْ فرمادیں	لَّا تُسْـَٔلُوْنَ تم سے نہ پوچھا جائیگا	
عَمَّاۤ اسکی بابت	اَجْرَمْنَا جو ہم نے گناہ کیا	وَلَا نُسْـَٔلُ اور نہ ہم سے پوچھا جائیگا	عَمَّا اسکی بابت	تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	قُلْ فرمادیں آپ	يَجْمَعُ وہ جمع کریگا		
بَيْنَنَا ہم سب کو	رَبُّنَا ہمارا رب	ثُمَّ پھر	يَفْتَحُ فیصلہ کرے گا	بَيْنَنَا ہمارے درمیان	بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک	وَهُوَ اور وہ	الْفَتَّاحُ فیصلہ کرنیوالا	
الْعَلِيْمُ جاننے والا	قُلْ فرمادیں	اَرُوْنِيَ مجھے دکھاؤ	الَّذِيْنَ وہ جنہیں	اَلْحَقْتُمْ تم نے ساتھ ملا دیا ہے	بِهٖ اس کیساتھ	شُرَكَآءَ شریک	كَلَّا ہرگز نہیں	
بَلْ بلکہ	هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَمَاۤ اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ آپ کو بھیجا ہم نے	اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ مگر تمام لوگوں (نوع انسانی) کیلیے		
بَشِيْرًا خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈر سنانے والا	وَّلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ اکثر لوگ				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں توحید کا مضمون بیان ہوا تھا جس میں مشرکین کے ہر طرح کے شرک کا رد فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو چھوڑ کر مشرکین نے اور معبود بنا رکھے ہیں تو انہیں کسی شے کے اوپر ذرا سی بھی قدرت حاصل نہیں۔ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے برابر چیز بھی ان کے قبضہ میں نہیں۔ یہ نہ کسی چیز کو بنا سکیں نہ کسی کو نفع دے سکیں۔ نہ ضرر پہنچا سکیں۔ اللہ عزوجل نے یہ سب کچھ بنایا ہے اور اسی کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے اور اس کو نہ کسی کام میں کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور نہ کسی سہارے کی ضرورت ہے۔

اب آگے ان آیات میں مشرکین کو ایک دوسرے پیرایہ میں توحید کی راستی اور شرک کی گمراہی سمجھائی جاتی ہے۔ مشرکین عرب اللہ کی ہستی کے منکر نہ تھے اور وہ یہ بھی جانتے اور مانتے تھے کہ رزق کا دینے والا بھی اللہ ہی ہے مگر اس کے باوجود وہ دوسروں کو خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے اور بتوں کے آگے

نذر نیاز پیش کرتے اور ان کی عبادت کرتے۔ تو ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ تمہیں آسمانوں اور زمین میں سے رزق کون دیتا ہے؟ اس کا اقرار تو مشرکین کو بھی تھا کہ آسمان اور زمین سے روزی کے سامان بہم پہنچانا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے چونکہ اس کا جواب مشرکین کے نزدیک بھی متعین و مسلم ہے اس لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود ہی اس کے جواب میں کہہ دیجئے کہ اللہ روزی دیتا ہے۔ یعنی جب خالق بھی وہی اور رازق بھی وہی تو پھر الوہیت اور معبودیت میں دوسرے شریک کہاں سے ہوگئے۔ تو اس سوال اور جواب کا منطقی نتیجہ یہ تھا کہ جو صرف اللہ ہی کی بندگی و پرستش کرتا ہے وہ ہدایت پر ہوا اور جو اس کے سوا دوسروں کی بندگی بجالاتا ہے وہ گمراہی میں مبتلا ہوا۔ مگر ایک جاہل مخاطب کو اگر یوں صاف صاف کہا جاوے کہ تو گمراہی اور غلطی پر ہے تو اس طرح دوٹوک بات کہہ دینا اگرچہ حق گوئی کے اعتبار سے کتنا ہی درست ہو اس کو جوش آجاوے گا اور وہ حق بات کی تحقیق کو چھوڑ کر مقابلہ کو آمادہ ہوجاوے گا۔ برخلاف اس کے جب حکمت تبلیغ کے ماتحت اس کو یوں کہا جائے کہ ہم میں سے ایک فریق ضرور ہدایت پر ہے اور ایک فریق گمراہی پر کیونکہ دونوں فرقے نہ ہدایت پر ہوسکتے ہیں اور نہ گمراہی پر۔ یقیناً دونوں میں ایک سچا اور ایک جھوٹا ہے۔ تو اب سوچنا چاہئے کہ ہدایت پر کون ہے اور گمراہی پر کون؟ یعنی یہاں یہ بتلادیا گیا کہ ایک فریق یقیناً خطاکار اور گمراہ ہے باقی تعین نہ کرنے میں حکیمانہ حسن خطاب ہے کہ لو ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ اوپر کے دلائل سن کر تم خود ہی فیصلہ کرلو کہ کون غلطی پر ہے۔ گویا مخالف کو نرمی سے بات کر کے اپنے نفس میں غور کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا

ہے کہ آپ ان سے یہ بھی فرمادیجئے کہ جب تم باوجود وضوح حق کے حق کو قبول نہیں کرتے تو اخیر درجہ کی بات یہی ہے کہ اگر ہم خطاپر اور مجرم ہیں تو تم سے ہمارے جرائم کی بازپرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی بازپرس نہ ہوگی۔ اس خطاب میں بھی غایت نرمی ہے کہ مخاطبین کے اعمال کو جرائم سے تعبیر نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی عاقبت کی فکر کرنا چاہئے۔ کوئی شخص دوسرے کے قصور اور غلطی کا جواب دہ نہ ہوگا۔ اگر اتنی صاف باتیں سننے کے بعد بھی تم اپنی حالت میں غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو یاد رکھو کہ ہم حجت تمام کرچکے۔ اب تم اپنے اعمال کے خود جواب دہ ہوگے ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی نہ ایسی حالت میں ہمارا تمہارا کوئی واسطہ۔ خدا کے یہاں حاضر ہونے کے لئے ہر ایک اپنی اپنی فکر کر رکھے۔ وہ سب کو اکٹھا کر کے ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کردے گا۔ اس کے بعد یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی کہئے کہ بعد اس کے کہ تم نے حق تعالیٰ کی شان اور اُس کے مقابلہ میں دوسرے معبودوں کے عجز کا حال سن لیا تو ذرا مجھ کو دکھلاؤ تو سہی اور سامنے تو کرو وہ کونسی ہستی ہے جو اس کی خدائی میں ساجھا رکھتی ہے؟ ہم بھی تو دیکھیں کہ اس کے کیا کچھ اختیارات ہیں؟ کیا ان بے جان پتھر کی مورتیوں کو پیش کروگے؟ ہرگز تم ایسی کوئی ہستی پیش نہیں کرسکتے۔ بس وہ تو اکیلا ایک ہی خدا ہے جو زبردست۔ غالب و قاہر اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و دانائی رکھنے والا ہے۔ سب اس کے سامنے مغلوب و مقہور ہیں۔ یہ تو ذکر توحید کا تھا۔ آگے رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ساتھ ہی فرمادیا کہ ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے خواہ وہ جن ہوں یا انسان۔ عرب ہوں یا عجم۔ موجود ہوں یا آئندہ ہونے والے ہوں سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا

ہے۔آپ کو بعثت کی غرض یہ ہی ہے کہ نہ صرف عرب کو بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کو ان کے نیک و بد سے آگاہ کر دیں۔اس کے بعد بھی جو نہیں سمجھتے تو وہ جانیں۔سمجھ دار آدمی تو اپنے نفع نقصان کو سوچ کر آپ کی بات کو ضرور مان لے گا۔مگر دنیا میں کثرت ناسمجھوں کی ہے۔ان کے دماغوں میں کہاں گنجائش ہے کہ کارآمد باتوں کی قدر کریں۔

یہاں اس جگہ یہ ارشاد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے ملک یا اپنی قوم یا اپنے زمانہ کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک پوری نوع انسانیت کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں قرآن پاک میں اور بھی متعدد مقامات پر یہ بات کہی گئی ہے اور یہی مضمون خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں مختلف طریقوں پر ارشاد فرمایا ہے۔اتنی صراحت کے ساتھ اپنے پیام ہدایت کی عالمگیری کا دعویٰ دنیا کے کسی دین نے بھی نہیں کیا ہے۔یہ خصوصیت آسمانی کتابوں میں صرف قرآن کریم کی ہے۔قرآن کریم ہی اعلان کے ساتھ کہتا ہے کہ پیام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ملک۔ہر قوم۔ہر طبقۂ انسانیت اور ہر زمانہ کی ہدایت کے لئے ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو توحید سے نوازا۔اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور ہر چھوٹے اور بڑے شرک سے ہمارے ایمان کو محفوظ رکھیں۔

حق تعالیٰ کا اس پر بھی بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور پکا امتی بنا کر زندہ رکھیں۔اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۲۹ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے واسطے ایک خاص دن کا وعدہ (مقرر) ہے کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو

عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۳۰ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ

اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔ اور یہ کفار کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لاویں گے اور نہ اس سے پہلے کتابوں پر، اور اگر

بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى

آپ اس وقت کی حالت دیکھیں جب یہ ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے ایک دوسرے پر بات ڈالتا ہوگا

بَعْضِ ۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝۳۱ قَالَ

ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے۔ یہ بڑے لوگ اُن ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ

کہ کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا بعد اس کے کہ وہ تم کو پہنچ چکی تھی نہیں بلکہ تم ہی قصوروار ہو۔

بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝۳۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اور یہ کم درجہ کے لوگ اُن بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ نہیں بلکہ تمہاری رات دن کی تدبیروں نے روکا تھا

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ

جب تم ہم کو فرمائش کرتے رہتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کیلئے شریک قرار دیں اور وہ لوگ (اپنی) پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) مخفی رکھیں گے جبکہ عذاب دیکھیں گے

وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۳

اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے، جیسا کرتے تھے ویسا ہی تو بھرا۔

وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	مَتٰى کب	هٰذَا الْوَعْدُ وہ وعدہ (قیامت)	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	قُلْ فرمادیں	لَكُمْ تمہارے لئے
مِيْعَادُ وعدہ	يَوْمٍ ایک دن	لَا تَسْتَاْخِرُوْنَ نہ تم پیچھے ہٹ سکتے ہو	عَنْهُ اس سے	سَاعَةً ایک گھڑی	وَلَا اور نہ	تَسْتَقْدِمُوْنَ تم آگے بڑھ سکتے ہو	
وَقَالَ اور کہتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	لَنْ نُّؤْمِنَ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے	بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن پر	وَلَا اور نہ			
بِالَّذِيْ اس پر جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے	وَلَوْ تَرٰى اور کاش تم دیکھو	اِذِ جب	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	مَوْقُوْفُوْنَ کھڑے کئے جائیں گے		
عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے	يَرْجِعُ لوٹائے گا (رد کریگا)	بَعْضُهُمْ ان میں سے ایک	اِلٰى طرف	بَعْضٍ دوسرے	الْقَوْلَ بات	يَقُوْلُ کہیں گے	
الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا جو کمزور کئے گئے (ناتوان)	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو	اسْتَكْبَرُوْا تکبر کرتے تھے (بڑے لوگ)	لَوْلَآ اَنْتُمْ اگر نہ تم ہوتے	لَكُنَّا ضرور ہم ہوتے			

مُؤْمِنِیْنَ ایمان لانیوالے	قَالَ کہیں گے	الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا جولوگ تکبر کرتے تھے (بڑے لوگ)	لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان سے جو کمزور کیے گئے (ناتواں)				
اَنَحْنُ کیا ہم	صَدَدْنٰکُمْ ہم نے روکا تمہیں	عَنِ سے	الْهُدٰی ہدایت	بَعْدَ اس کے بعد	اِذْ جَآءَکُمْ جب آگئی تمہارے پاس	بَلْ بلکہ	کُنْتُمْ تم تھے
مُجْرِمِیْنَ مجرم	وَقَالَ اور کہیں گے	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اسْتُضْعِفُوْا کمزور کیے گئے (ناتوان)	لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا ان لوگوں سے جو تکبر کرتے تھے (بڑے)			
بَلْ بلکہ	مَکْرُ چال	الَّیْلِ وَالنَّهَارِ رات اور دن	اِذْ تَاْمُرُوْنَنَا جب تم حکم دیتے تھے ہمیں	اَنْ نَّکْفُرَ کہ ہم انکار کریں	بِاللّٰهِ اللہ کا		
وَنَجْعَلَ اور ہم ٹھہرائیں	لَهٗ اس کیلئے	اَنْدَادًا شریک	وَاَسَرُّوا اور وہ چھپائیں گے	النَّدَامَةَ شرمندگی	لَمَّا رَاَوُا جب وہ دیکھیں گے		
الْعَذَابَ عذاب	وَجَعَلْنَا اور ہم ڈالیں گے	الْاَغْلٰلَ طوق	فِیْٓ اَعْنَاقِ گردنوں میں	الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)			
	هَلْ یُجْزَوْنَ وہ سزا نہ دیے جائیں گے	اِلَّا مگر	مَا جو	کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں توحید ورسالت کی تحقیق تھی۔ اب قیامت وحشر نشر اوراس کے بعض واقعات کا ذکر ہے۔ گذشتہ آیات میں اثبات توحید اور رد شرک کے سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ مشرکین یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے اعمال کی باز پرس ہی نہیں ہونی جیسا منکرین قیامت کہتے ہیں بلکہ ایک وقت ضرور آنے والا ہے جس میں پروردگار عالم اگلوں اور پچھلوں سب کو جمع کرے گا۔ سب مردہ زندہ کئے جاویں گے اور ایک جگہ جمع کر کے سب کے درمیان ٹھیک ٹھیک عملی فیصلہ ہوگا۔ تو منکرین جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کے قائل ہی نہ تھے ازراہ طنز وتمسخر پوچھتے کہ وہ قیامت کب آئے گی جس سے ہم کو ڈرایا جاتا ہے۔ اگر سچے ہو تو جلد لا کر دکھاؤ۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ گھبراؤ نہیں جس دن کا وعدہ ہے وہ ضرور آ کر رہے گا۔ اور جب آئے گا تو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے گی۔ تو جلدی مچانے کی بجائے اس کی ضرورت ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے کچھ تیاری کرلو۔ آگے ان منکرین کی سرکشی اور ضد وعناد کا بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ گو وہ حقانیت قرآن کی ہزار ہا دلیلیں دیکھ لیں لیکن ہرگز مان کر نہیں دیں گے چنانچہ وہ کہتے کہ نہ ہم قرآن کو مانیں اور نہ اگلی کتابوں کو جنہیں تم آسمانی کتاب بتلاتے ہو مثلاً تورات وانجیل وغیرہ کی ہر ایک میں جہاں دیکھو وہی حساب کتاب اور قیامت وآخرت کا مضمون۔ سو ان چیزوں کو ہم ہرگز تسلیم کرنے والے نہیں۔ مشرکین عرب کی طرح آج کا دہریہ بھی یہی کہتا ہے۔ اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کو اپنے قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب خدا کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے۔ چھوٹے بڑوں کو اور بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے اور ہر ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا۔ جیسے ناکامیابی کے وقت ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو ناکامیابی کا سبب گردانتا ہے۔ اسی طرح محشر میں بھی کفار ایک دوسرے کو مورد الزام بتائیں گے جس کی تفصیل آگے بتلائی جاتی ہے کہ دنیا میں جو لوگ نیچے کے طبقہ میں شمار ہوتے تھے اور دوسروں کے پیچھے چلتے تھے وہ اپنے بڑے سرداروں اور پیشواؤں کو الزام دیں گے کہ تم نے ہمیں اس مصیبت میں پھنسوایا۔ اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے اور پیغمبروں کی بات مان لیتے اور یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ اس پر ان کے بڑے اور سردار جواب میں کہیں گے کہ جب تمہارے پاس حق بات پہنچ گئی اور سمجھ میں آ گئی تھی تو کیوں قبول نہ کی؟ کیا ہم نے زبردستی تمہارے دلوں کو ایمان ویقین سے روک دیا تھا؟ تمہیں چاہئے تھا کہ کسی کی پروا نہ کر کے حق کو قبول کر لیتے اب اپنا جرم دوسروں کے سر کیوں رکھتے ہو؟ یہ تو تمہاری خود اپنی بے عقلی تھی۔ تم خود شہوت پرست تھے۔ تمہارے اپنے دل خدا کی باتوں

سے بھاگتے تھے۔ رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گزرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہے۔ ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟ اس پر پھر وہ چھوٹے درجہ والے اپنے بڑوں کو جواب دیں گے بیشک تم نے زبردستی مجبور تو نہ کیا تھا مگر رات دن مکروفریب اور مغویانہ تدابیر سے ہم کو بہکاتے پھسلاتے رہتے تھے۔ جب ملتے یہی تلقین کہ ہم پیغمبروں کے ارشاد کے موافق خدا کو ایک نہ مانیں۔ تمہارا رات دن کا یہ کہنا اور ہمیں اطمینان دلانا کہ ہمارے اعمال وعقائد ٹھیک ہیں ہم سے بار بار کفروشرک کے نہ چھوڑنے کو اور پرانے دین کے نہ بدلنے کی اور باپ دادا کی روش پر قائم رہنے کو کہتے اور ہماری کمر تھپکتے۔ آخر تمہاری شب و روز کی ترغیب وترہیب کا کہاں تک اثر نہ ہوتا۔ یہی سبب ہوا ہمارے ایمان سے رک جانے کا۔ تمہیں آآ کر عقلی ڈھکوسلے سنا کر اسلام سے پھیرتے تھے۔ تو دونوں چھوٹے بڑے ایک دوسرے پر الزام بھی دیں گے اپنی برأت بھی کریں گے۔ لیکن دل میں اپنے کئے پر سب پچھتا رہے ہوں گے اور تابعین ومتبوعین دونوں اپنے اپنے دل میں یہ محسوس کریں گے کہ واقعی ہم مجرم اور قصوروار ہیں لیکن شرم وندامت کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کریں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان سب کے ہاتھوں کو گردنوں سے ملا کر طوق وزنجیر سے جکڑ دیا جائیگا اور کہا جائے گا کہ اب ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہوگا۔ جیسا کرنا ویسا بھرنا۔ جو عمل کئے تھے وہی آج سزا کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔

قرآن مجید میں قیامت میں اس قسم کے جھگڑے کا ذکر جیسا کہ تابع اور متبوع اور حاکم اور محکوم۔ اور پیشواؤں اور ان کے پیروؤں کے درمیان ان آیات میں ذکر فرمایا گیا۔ مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے بیان فرمایا گیا ہے۔ اس میں عوام الناس کے لئے اور ان کے دنیوی لیڈروں۔ سرداروں۔ حاکموں اور پیشواؤں کے لئے عبرت ونصیحت ہے۔ عوام الناس جو آج اپنے بڑے دنیاداروں اور پیشواؤں کے پیچھے آنکھ بند کئے چلے جا رہے ہیں اور ان کے خلاف کسی ناصح کی بات کو سننے کے لئے تیار نہیں اس کی حقیقت انہیں اس وقت کھلے گی جس وقت انہیں پتہ چل جائے گا کہ ان غلط رہنماؤں کی پیروی نے انہیں کس انجام سے دوچار کیا۔ اس وقت چیخ چیخ کر الزام اپنے ان اونچی ناک والے بڑوں پر رکھنا اور یہ کہنا کہ تم ہمیں نہ بہکاتے تو ہم خدا اور رسول کی بات مان لیتے کیا کام آئے گا؟ بلکہ اس کے جواب میں ان بڑوں سے یہی سننا پڑے گا کہ دراصل تم خود اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنا نہ چاہتے تھے۔ تم خود اپنی اغراض اور خواہشات کے بندے تھے۔ تم خود حرام وحلال سے بے نیاز ہو کر عیش دنیا کے طالب تھے۔ اب تم خود معصوم بنتے ہو اور الزام اپنے بگڑنے کا ہم پر رکھتے ہو۔ ہم نے کیا زبردستی تم کو بگاڑ دیا تھا۔ غرض کہ اس طرح نہ دوسرے پر الزام ڈالنے سے کام بنے گا اور نہ برأت ہوگی۔ اس لئے ہر شخص اپنے دین کے متعلق سوچنے اور سمجھنے اور راہ حق پر چلنے کا خود ذمہ دار ہے۔ آج طرح طرح کے رسومات شرک۔ بدعات۔ اور ناجائز امور کے ارتکاب کی دلیل اکثر عوام الناس کے پاس یہی ہے کہ ہمارا فلاں لیڈر یہ کہتا ہے۔ ہمارا فلاں پیشوا یہ کہتا ہے۔ اور ہمارا فلاں پیر یہ کہتا ہے۔ ہم اس طریقہ کو چھوڑنے والے نہیں۔ تو یہ آیات صاف بتلا رہی ہیں کہ یہ جواب اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں چلے گا۔ دیکھنا ہر شخص کو یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول کیا فرما رہے ہیں۔ قرآن کیا تعلیم دے رہا ہے۔ حدیث کیا تلقین کر رہی ہے جواب دہی اس پر کرنا ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

15

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْھَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِہٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرسنانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم توان احکام کے منکر ہیں جوتم کو دے کر بھیجا گیا ہے۔

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ

اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں، اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا۔ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ

زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے ولیکن اکثر لوگ واقف نہیں۔ اور تمہارے اموال اور اولاد

بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَھُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ

ایسی چیز نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنادے مگر ہاں جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے، سوایسے لوگوں کیلئے ان کے (نیک) عمل کا دُونا صلہ ہے

بِمَا عَمِلُوْا وَھُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ

اور وہ (بہشت کے) بالاخانوں میں چین سے ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق کوشش کررہے ہیں (نبی کو) ہرانے کیلئے ایسے لوگ

فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

عذاب میں لائے جاویں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا اور ہم نے نہیں بھیجا	فِیْ قَرْیَۃٍ کسی بستی میں	مِّنْ نَّذِیْرٍ کوئی ڈرانے والا	اِلَّا مگر	قَالَ کہا	مُتْرَفُوْھَآ اسکے خوشحال لوگ		
اِنَّا بیشک ہم	بِمَآ اُرْسِلْتُمْ تم جو دے کر بھیجے گئے ہو	بِہٖ اس کے	كٰفِرُوْنَ منکر ہیں	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	نَحْنُ ہم	اَكْثَرُ زیادہ	
اَمْوَالًا مال میں	وَّاَوْلَادًا اور اولاد میں	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِمُعَذَّبِیْنَ عذاب دیے جانے والے	قُلْ فرمادیں	اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرا رب
یَبْسُطُ وسیع فرماتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ یَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	وَیَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہے	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ		
لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَمَآ اور نہیں	اَمْوَالُكُمْ تمہارے مال	وَلَآ اور نہ	اَوْلَادُكُمْ تمہاری اولاد	بِالَّتِیْ وہ جو کہ	تُقَرِّبُكُمْ تمہیں نزدیک کردے	
عِنْدَنَا ہمارے نزدیک	زُلْفٰٓی درجہ	اِلَّا مگر	مَنْ جو	اٰمَنَ ایمان لایا	وَ اور	عَمِلَ صَالِحًا اس نے اچھے عمل کیے	فَاُولٰٓئِكَ یہی لوگ
لَھُمْ ان کیلئے	جَزَآءُ جزا	الضِّعْفِ دوگنی	بِمَا عَمِلُوْا اس کے بدلے جو انہوں نے کیا	وَھُمْ اور وہ	فِی الْغُرُفٰتِ بالاخانوں میں		
اٰمِنُوْنَ امن سے ہوں گے	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	یَسْعَوْنَ کوشش کرتے ہیں	فِیْٓ اٰیٰتِنَا ہماری آیتوں میں	مُعٰجِزِیْنَ عاجز کرنے (ہرانے) والے			
	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	فِی الْعَذَابِ حاضر کیے جائیں گے	مُحْضَرُوْنَ عاجز کرنیوالے				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کے انکار قیامت کا حال بیان ہوا تھا اوران کا یہ قول بھی نقل فرمایا گیا تھا کہ ہم ہرگز اس قرآن پرایمان نہ لاویں گے۔ کفار کے ان اقوال جہالت اور افعال ضلالت سے طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے آگے ان آیات میں پہلے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ روسائے مکہ کے انحراف وسرکشی سے مغموم نہ ہوں کیونکہ یہ معاملہ انوکھا آپ ہی کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ ہر زمانہ میں پیغمبروں کا مقابلہ ایسے ہی بدبخت رئیسوں اور سرداروں نے کیا ہے۔ دولت وثروت کا نشہ اور اقتدار طلبی کا جذبہ آدمی کو اندھا کردیتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے گردن جھکانا اور چھوٹے آدمیوں کے برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی لئے انبیاء کے اول متبعین عموماً غریب ومسکین لوگ ہی ہوئے ہیں۔ کفار مکہ میں جو سردار اور رئیس بنے ہوئے تھے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ آپ کے خلاف کھڑے ہوجاتے اور کہتے کہ ہمارے پاس مال اولاد۔ دھن۔ دولت۔ سرداری اور پیشوائی سب کچھ موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا ہم سے خوش اور راضی ہے ورنہ اتنا مال ودولت کیوں دیتا۔ پھر جب خدا خوش ہے تو ہم کو کسی آفت ومصیبت کا اندیشہ نہیں۔ تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو۔ ہم کو عذاب وزاب کچھ نہیں ہوگا۔ کفار ومنکرین کی اس بات کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے قول کو رد کیجئے اور ان سے یوں کہہ دیجئے کہ روزی کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں۔ کسی کا مالدار کرنا یا مفلس کرنا اللہ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے اور اس میں حکمتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے مال ودولت یا افلاس وتنگی کسی کے عنداللہ مقبول اور محبوب ہونے کی دلیل نہیں۔ مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے آگے کفار کو مخاطب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے منکرین وکفار یہ بھی سن رکھو کہ جس طرح تمہارے اموال واولاد دلیل مقبولیت عنداللہ کے نہیں اسی طرح تمہارے اموال واولاد ایسی چیز نہیں کہ جو تم کو درجہ میں اللہ کا مقرب بنادے اس لئے تمہارے انواع واقسام کے مال اور اولاد کی کثرت اس کی علامت نہیں کہ تم اللہ کے مقرب ہو۔ اللہ کے نزدیک مقرب اور بڑا درجہ حاصل کرنا ان شرائط پر موقوف ہے کہ ایمان لاؤ اور عمل صالح یعنی نیک کام کرو۔ سنو! جو لوگ ایمان لائیں گے اور عمل صالح کریں گے انہیں ان کے کئے کا صلہ وبدلہ بہت ملے گا یعنی کام پر جتنا اجر کا استحقاق ہوسکتا ہے اس سے زائد بدلہ ملے گا۔ کم از کم دس گنا زیادہ اور زیادہ ہو تو سات سو گنا بلکہ اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ جس کی کوئی حد نہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اونچے اونچے جنت کے بالا خانہ تیار ہیں جن میں یہ آرام اور اطمینان سے رہیں گے۔ اور جو لوگ ان کے خلاف محض مال واولاد پر مغرور ہیں اور ایمان عمل صالح کو اختیار نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اللہ کی آیات کی طرف نہ خود توجہ کریں اور نہ اوروں کو متوجہ ہونے دیں۔ تو ان بدبختوں نے گویا اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کی ٹھان لی ہے اور نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ مقابلہ میں ہم اللہ اور اس کے رسول کو ہرادیں گے ایسے لوگ سب عذاب میں گرفتار ہوکر حاضر کئے جائیں گے۔ ایک بھی نہ چھوٹ سکے گا۔

یہ بات قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مقابلہ اور انکار سب سے پہلے اور سب کے آگے بڑھ کر ان خوشحال طبقوں نے کیا ہے جو دولت وحشمت اور ثروت واقتدار کے مالک تھے۔ عموماً یہی خوشحال طبقہ ہر قوم میں اور ہر دور میں خدائی تعلیمات سے انکار میں آگے رہا ہے۔ اور اپنی دولت وحشمت اور سروسامان اور مرفہ حالی پر یقین کرتا رہا ہے کہ ہمیشہ یونہی اقبال مند بنا رہے گا قرآن کریم نے بھی ایسے دنیا پرستوں کی اس غلط فہی کا جگہ جگہ ذکر فرما کر اس کی تردید فرمائی ہے۔ اور بار بار یہ بتلایا کہ یہ دنیا کی ظاہری خوشحالی ہرگز دلیل صدق وحقانیت نہیں۔ آسمانی بادشاہت میں قدر وقیمت تو صرف سچے ایمان اور عمل صالح کی ہے اور یہی قرب خداوندی کا ذریعہ ہیں نہ کہ مال اور اولاد بلکہ بعض اوقات مال ودولت اور اولاد تو عذاب اور مصیبت بن جاتے ہیں۔ ایمان ہی سے حق تعالیٰ سے تعلق درست ہوتا ہے اور عمل صالح سے عبدیت کا تعلق درست ہوتا ہے ہاں اگر مال ودولت کو اللہ کی راہ میں لگادے تو اس سے اللہ کے ہاں عزت حاصل ہوسکتی ہے باقی محض مال اور اولاد کو عزت کا ذریعہ سمجھنا خیال خام ہے۔ اسلام نے افضلیت کا اصل اصول ایمان اور اعمال صالحہ کو قرار دیا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ

آپ فرمادیجئے کہ میرارب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے تنگی سے دیتا ہے، اور جو چیز تم خرچ کروگے

فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ

سو وہ اس کا عوض دے گا، اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اور جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو قیامت میں جمع فرمادے گا پھر فرشتوں سے ارشاد فرمادے گا کہ

اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ

یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں ہمارا تو آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے، بلکہ یہ لوگ شیاطین کو پوجا کرتے تھے،

الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ

ان میں اکثر لوگ انہیں کے معتقد تھے۔ سو آج تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا،

وَنَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور (اُس وقت) ہم ظالموں سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔

قُلْ فرمادیں	اِنَّ بیشک	رَبِّیْ میرارب	یَبْسُطُ وسیع فرماتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ یَّشَآءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے	
وَیَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہے	لَهٗ اس کیلئے	وَمَا اور جو	اَنْفَقْتُمْ تم خرچ کروگے	مِنْ شَیْءٍ کوئی شے	فَهُوَ تو وہ	یُخْلِفُهٗ اس کا عوض دے گا	
وَهُوَ اور وہ	خَیْرُ بہترین	الرّٰزِقِیْنَ رزق دینے والا	وَیَوْمَ اور جس دن	یَحْشُرُهُمْ وہ جمع کرے گا ان کو	جَمِیْعًا سب	ثُمَّ یَقُوْلُ پھر فرمائے گا	
لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو	اَهٰٓؤُلَآءِ کیا یہ لوگ	اِیَّاكُمْ تمہاری ہی	كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ پرستش کرتے تھے	قَالُوْا وہ کہیں گے	سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے		
اَنْتَ تو	وَلِیُّنَا ہمارا کارساز	مِنْ دُوْنِهِمْ انکے سوائے (نہ کہ وہ)	بَلْ بلکہ	كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ وہ پرستش کرتے تھے	الْجِنَّ جن		
اَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر	بِهِمْ ان پر	مُّؤْمِنُوْنَ اعتقاد رکھتے تھے	فَالْیَوْمَ سو آج	لَا یَمْلِكُ اختیار نہیں رکھتا	بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض (ایک)		
لِبَعْضٍ بعض (دوسرے) کیلئے	نَّفْعًا نفع کا	وَّلَا ضَرًّا اور نہ نقصان کا	وَنَقُوْلُ اور ہم کہیں گے	لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو	ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا		
	ذُوْقُوْا تم چکھو	عَذَابَ النَّارِ آگ (جہنم) کا عذاب	الَّتِیْ وہ جس	كُنْتُمْ تم تھے	بِهَا اس کو	تُكَذِّبُوْنَ تم جھٹلاتے تھے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار و منکرین کے باطل خیالات کے رد میں فرمایا گیا تھا کہ رزق کی زیادتی یا کمی محض اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت پر موقوف ہے اور کفار کے یہ مال واولاد ایسی چیز نہیں کہ جو ان کو اللہ کا مقرب بنادے۔ اللہ کا مقرب بننے کے لئے ایمان اور عمل صالح کی ضرورت ہے۔ یہ تو ارشاد ہوا تھا کفار کے اس زعم باطل کے تردید میں جو کہتے کہ دنیا میں جب ہمیں مال دولت زیادہ ملا ہے تو آخرت میں بھی ہم کو عذاب نہ ہوگا۔ اب یہاں اسی مال دولت اور رزق سے متعلق مومنین کو ایک نصیحت فرمائی جاتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب رزق و مال دولت کی کمی بیشی محض مشیت الٰہیہ پر مبنی ہے تو مومن کو چاہئے کہ مال و دولت کے ساتھ قلب کو زیادہ متعلق

نہ کرے اور کفار کی طرح اس کو مقصود نہ سمجھے بلکہ اس کو آلہ اور ذریعۂ حصول رضائے حق اور قرب الٰہی کا بنائے جو اصل مقصود ہے۔ چنانچہ ان آیات میں مومنین کو بتلایا جاتا ہے کہ تم نیکی کے کاموں میں اور اللہ کی رضا میں مال خرچ کرتے وقت تنگی اور افلاس سے نہ ڈرا کرو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے رزق و مال کم نہیں ہو جاتا۔ جو رزق مقدر ہے وہ پہنچ کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مشیت سے جس کو جتنا دینا چاہے اس میں تمہارے خرچ کرنے نہ کرنے سے فرق نہیں پڑتا بلکہ خیر کے مواقع میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس کا عوض مرحمت فرماتے ہیں خواہ مال کی صورت میں یا قناعت وغنائے قلبی کی شکل میں اور آخرت میں اس کا اجر وعوض ملنا تو یقینی ہے غرض اس کے ہاں کچھ کمی نہیں۔ مومن کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے اور اس کی مرضی میں خرچ کرنے میں فقر وفاقہ کا اندیشہ دل میں نہ لائے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر روز جب لوگ صبح میں داخل ہوتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں ''یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور بخل کرنے والے کا مال ضائع کردے۔'' اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ لوگوں پر خرچ کریں میں آپ پر خرچ کروں گا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نیک کام صدقہ ہے اور کوئی آدمی جو اپنے نفس یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ کے حکم میں ہے اور موجب اجر وثواب ہے۔ اور جو شخص کچھ خرچ کر کے اپنی آبرو بچائے وہ بھی صدقہ اور جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق کچھ خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس کا بدل اس کو دے گا مگر وہ خرچ جو تعمیر میں (یعنی فضول اور زائد از ضرورت تعمیر میں) یا کسی گناہ کے کام میں کیا ہو اس کے بدل کا وعدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر ہم کو بھی یقین کامل نصیب فرمائیں اور اپنی رضا کے لئے شریعت کے مطابق خرچ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

آگے پھر شرک کی مذمت اور مشرکین کا انجام بد سنایا جاتا ہے۔

اسی سورۃ میں گذشتہ میں یہ ذکر آچکا ہے کہ بعض مشرکین عرب فرشتوں کو نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں تصور کرتے تھے اور ان کی مورتیں بنا کر پرستش کرتے تھے اور ان پر نذر نیاز چڑھاتے تھے اس خیال سے کہ یہ ہم سے خوش ہوں تو یہ ہماری شفاعت اور سفارش کریں گے۔ اس کے متعلق ایک جواب تو قریب ہی گذشتہ میں گزر چکا کہ ملائکہ باوجود مقربین ہونے کے اللہ تعالیٰ کی ہیبت۔ عظمت وجلال سے ایسے رہتے ہیں کہ ان کی ہمت ہی نہیں کہ از خود سعی وسفارش کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اسی کے متعلق اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں ان ملائکہ کے بتوں کو پوجنے والے کفار ومشرکین کو سنا کر فرشتوں سے اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے کہ یہ لوگ کیا تم کو پوجتے تھے؟ اور تم ان کے معبود بن بیٹھے تھے؟ یہ سوال ملائکہ سے ایسے ہی ہوگا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت میں سوال ہوگا جیسا کہ سورۂ مائدہ ساتویں پارہ میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو بھی معبود بنالینا؟ تو دراصل اللہ تعالیٰ کو تو حقیقت کا علم ہے۔ سوال سے مقصود استفہام واستفسار نہیں بلکہ مشرکین پر مزید حجت قائم کرنا اور انہیں اپنے شرک پر اور زیادہ نادم ولاجواب کرنا اور انہیں ان کی نظروں میں ذلیل کرنا مقصود ہوگا۔ تو جس وقت ملائکہ سے محشر میں مشرکین کے سامنے سوال ہوگا کہ کیا یہ لوگ تم کو

پوجا کرتے تھے اور تمہاری عبادت کرتے تھے؟ تو ملائکہ جواب دیں گے کہ آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی کسی درجہ میں آپ کا شریک ہو۔ ہم کیوں ان کو ایسی بات کہتے یا ایسی واہیات حرکت سے خوش ہوتے۔ ہماری رضا تو آپ کی رضا کے تابع ہے۔ ہم کو ان مجرموں سے کیا واسطہ۔ ہم تو آپ کے فرمانبردار تابعدار ہیں۔ پھر یہ بدبخت تو حقیقت میں ہماری پرستش بھی نہیں کرتے تھے۔ نام ہمارا لے کر شیطانوں کی پرستش تھی۔ فی الحقیقت ان کی عقیدت مندی انہیں کے ساتھ ہے۔ شیاطین ان کو جس طرف ہانکتے ادھر ہی مڑ جاتے۔ اس وقت ان مشرکین اور ملائکہ کے پوجاریوں سے کہا جائے گا کہ لو جن سے تم امیدیں رکھتے تھے انہوں نے بھی اپنی برأت و عجز ظاہر کر دیا جن معبودین کا تم بڑا سہارا سمجھتے تھے انہوں نے بھی اس وقت پر بیزاری ظاہر کر دی اور یہ واضح ہو گیا کہ کوئی کسی کو ذرہ بھر نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس وقت ان ظالموں یعنی کفار و مشرکین اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔ اب کوئی نہیں جو تمہیں اس نار جہنم میں جلنے سے بچا سکے۔

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے متعلق وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ فرما کر مومن کو خبردار کر دیا کہ خدائے تعالیٰ صرف آخرت ہی کا حاکم نہیں بلکہ دنیا میں اِلٰہ المعاش بھی ہے یعنی وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ پس ہماری ساری معاشی تدبیروں اور اسباب کا آخری سرا اس کے دست قدرت میں ہے اس لئے کسی مومن اور مسلم کو معاشی فکر اور تدبیر میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی اور بے نیازی کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ و فہم عطا فرمائیں اور اپنا صحیح و قوی تعلق نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو رزق اپنے فضل سے عطا کر رکھا ہے اس سے اپنی مرضیات حاصل کرنے کی توفیق ہمیں مرحمت فرمائیں۔

یا اللہ! اپنے راستہ میں مال کو خرچ کرنے سے کمی کے اندیشہ کو ہمارے دلوں سے دور فرما دیجئے اور جو کچھ ہم کو توفیق آپ کی خوشنودی میں خرچ کرنے کی نصیب ہو اس کا اجر دنیا و آخرت میں مرحمت فرمایئے۔

یا اللہ! قیامت کی ذلت و رسوائی سے ہر طرح ہم کو بچایئے اور مومنین مخلصین میں ہمارا حشر و نشر فرمایئے۔

یا اللہ بخل اور کنجوسی کے باطنی مرض سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور اپنی رضا میں دل کھول کر آپ ہی کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یا اللہ اب اس مادی دنیا میں اور اس خدا فراموش معاشرہ میں ہم آپ کی شان خیر الرزقین کو بھول گئے اور مادی ذرائع رزق کو اپنا رزاق سمجھ لیا۔ اور ان کے پیچھے پڑ گئے۔ یا اللہ ہماری آپ کی ذات سے اس بے تعلقی کی اصلاح فرما دیجئے اور ہم کو اپنی ذات عالی سے صحیح و قوی تعلق نصیب فرمایئے اور اپنی شان رزاق کی صحیح معرفت ہم کو نصیب فرمایئے اور اپنی ذات گرامی پر سچا توکل اور بھروسہ عطا فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ

اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو صاف صاف پڑھی جاتی ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں (کہ نعوذ باللہ) یہ محض ایک ایسا شخص ہے جو یوں چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں (کی عبادت)

يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ

سے باز رکھے جن کو تمہارے بڑے پوجتے تھے، اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ (قرآن) محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے، اور یہ کافر اس امر حق (یعنی قرآن) کی نسبت جب کہ وہ ان کے پاس

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۴۳ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ

پہنچا یوں کہتے ہیں کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے۔ اور ہم نے اُنکو کتابیں نہیں دی تھیں کہ اُنکو پڑھتے پڑھاتے ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے اُنکے پاس ڈرانے والا نہیں بھیجا۔

مِنْ نَّذِيْرٍ ۝۴۴ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ

اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی، اور یہ (مشرکین عرب) تو اس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے، غرض انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی،

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝۴۵ ع

سو (دیکھو) میرا (اُن پر) کیسا عذاب ہوا۔

وَاِذَا اور جب	تُتْلٰی پڑھی جاتی ہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیات	بَيِّنٰتٍ واضح	قَالُوْا وہ کہتے ہیں	مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ	اِلَّا مگر صرف
رَجُلٌ ایک آدمی	يُّرِيْدُ وہ چاہتا ہے	اَنْ يَّصُدَّكُمْ کہ روکے تمہیں	عَمَّا اس سے جو	كَانَ يَعْبُدُ پرستش کرتے تھے	اٰبَآؤُكُمْ تمہارے باپ دادا		
وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں	مَا هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّا مگر	اِفْكٌ مُّفْتَرًى جھوٹ گھڑا ہوا	وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	لِلْحَقِّ حق کے بارے میں	
لَمَّا جَآءَهُمْ جب وہ آیا ان کے پاس	اِنْ هٰذَآ یہ نہیں	اِلَّا مگر	سِحْرٌ مُّبِيْنٌ جادو کھلا	وَمَآ اور نہ	اٰتَيْنٰهُمْ دیں ہم نے انہیں	مِّنْ كُتُبٍ کتابیں	
يَّدْرُسُوْنَهَا کہ انہیں پڑھیں	وَمَآ اور نہ	اَرْسَلْنَآ بھیجا ہم نے	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	قَبْلَكَ آپ سے پہلے	مِنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا	وَكَذَّبَ اور جھٹلایا	
الَّذِيْنَ انہوں نے جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَمَا بَلَغُوْا اور وہ نہ پہنچے	مِعْشَارَ دسواں حصہ	مَآ اٰتَيْنٰهُمْ جو ہم نے انہیں دیا	فَكَذَّبُوْا سو انہوں نے جھٹلایا		
	رُسُلِيْ میرے رسولوں کو	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	نَكِيْرِ میرا عذاب			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات سے مشرکین عرب کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ساتھ ہی ان کے مشرکانہ عقائد کا ابطال اور ان کے اقوال جاہلانہ کی تردید بھی فرمائی گئی تھی۔ اب ان آیات میں ان مشرکین عرب اور کفار مکہ کی ایک اور ہٹ دھرمی اور حماقت کا بیان کیا جاتا ہے کہ جس کے باعث وہ خدائی عذاب کے مستحق بن رہے تھے اور وہ ہٹ دھرمی اور حماقت یہ ہے کہ جب خدا کا کلام اور اللہ کی آیات اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنتے ہیں تو قبول کرنا۔ ماننا اور اس کے مطابق عقیدہ اختیار کرنا اور عمل کرنا تو ایک طرف الٹا جاہلانہ طریقہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص تمہیں تمہارے آبائی اور پرانے دین سے روک رہا ہے۔ یہ نبی رسول کچھ نہیں بس ان کی تو یہ غرض ہے کہ ہمارے باپ دادوں کا طریقہ چھڑا کر جس کو ہم قدیم سے حق جانتے چلے آئے ہیں اپنے ڈھب اور طریقہ پر لے آئیں اور خود حاکم و سردار بن کر بیٹھ جائیں گویا صرف

حکومت وریاست مطلوب ہے۔(العیاذ باللہ تعالیٰ) اور کہتے کہ یہ قرآن کیا ہے؟ یہ ان کا تراشیدہ ہے اور چند جھوٹی باتیں ہیں جو خدا کی طرف منسوب کردی گئی ہیں۔(العیاذ باللہ) اور کہتے کہ یہ نبوت کا دعویٰ اور قرآن جس کی تاثیر لوگوں کے دلوں پر غیر معمولی ہوتی ہے صریح جادو کے سوا اور کچھ نہیں اور اس کا جادو ہونا کچھ ڈھکا چھپا نہیں بالکل ظاہر ہے کہ اس کو سن کر لوگ مغلوب العقل اور فریفتہ ہوجاتے ہیں (العیاذ باللہ) یہ تھے وہ احمقانہ اقوال اور الزامات کہ جو کفار قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے تھے۔اس کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان مشرکین عرب کو تو اس قرآن کی اور اس نبی کی بڑی قدر کرنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا عظیم الشان پیغمبر اور ایسی جلیل القدر کتاب مرحمت فرمائی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انہیں نعمت غیر مترقبہ سمجھتے اور اس انعام الٰہی کی قدر کرتے خصوصاً جب کہ پہلے سے کہا بھی کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی پیغمبر آتا یا کوئی کتاب ہم پر اتاری جاتی تو اوروں سے بڑھ کر ہم فرمانبردار ہوتے۔سورہ فاطر پارہ ۲۲ میں مشرکین کا یہ قول نقل فرمایا گیا ہے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ لَّیَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ کہ کفار قریش نے قبل بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا یعنی پیغمبر آوے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ قبول کرنے والے ہوں۔اب جب خدا کی طرف سے ان کے پاس ایک کامل ترین نذیر آگیا تو لگے انکار اور استکبار کرنے اور بجائے قدر کرنے کے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین تکذیب کر کے بے فکر نہ ہو بیٹھیں کیونکہ تکذیب کا وبال بڑا سخت ہے۔چنانچہ ان سے پہلے جو کافر امتیں گزری ہیں انہوں نے انبیاء اور وحی کی تکذیب کی تھی پھر وہ کیسے عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔اور پھر وہ گذشتہ امتیں تو قوت و طاقت اور مال و متاع اور دنیوی ساز وسامان ان مشرکین عرب سے بہت زیادہ رکھتے تھے۔یہ تو ان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے لیکن جب انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب و مخالفت کی تو ان کا سب ساز وسامان دھرا رہ گیا اور ایک منٹ کو بھی عذاب الٰہی کو نہ روک سکے۔نہ ان کے مال کام آئے اور نہ ان کی اولاد اور کنبے قبیلے اور نہ قوت وطاقت نے انہیں بچایا اور نہ مال و دولت نے فائدہ دیا۔سب برباد کر کے رکھ دیئے گئے۔ تو پھر یہ مشرکین عرب جو ان جیسی نہ لمبی عمریں رکھتے ہیں نہ جسمانی قوتیں نہ ان گذشتہ کفار جیسا مال دولت نہ عیش وترفہ یہ کیسے اس تکذیب کے وبال سے بچ سکے۔

اب یہاں ان آیات کے سلسلہ میں ایک طرف تو آپ کفار مکہ اور مشرکین عرب منکرین اسلام کے اقوال اور اعتراضات اور الزامات کو دیکھیں کہ کتنے سخت اور شدید ہیں قران کریم کے متعلق کہا کہ ”یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے۔“ (معاذ اللہ) اور ”یہ محض ایک صریح جادو ہے۔“ گویا ان الزامات کے ساتھ کفار مکہ ومشرکین عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے۔مگر اس کا کیسا فیصلہ کن جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا کہ پہلے بھی جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تھی سو دیکھو کہ اللہ کا ان پر تکذیب کی بدولت کیسا عذاب اسی دنیا میں ہوا۔کہ نیست نابود کردیئے گئے۔چنانچہ کفار مکہ اور مشرکین عرب بھی اپنی تکذیب کی بدولت اسی طرح نیست ونابود کردیئے گئے کہ کفر وشرک کی جڑ جزیرۃ العرب سے ہمیشہ کے لئے ختم کردی گئی نہ وہ اور ان کے بت رہے نہ ان کے پجاری رہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی اور اسلام جیسا دین عطا فرمایا۔تو ہم کو ان نعمتوں کی قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمایئے۔یا اللہ ہم کو قرآن پاک کا علم وعمل اور اس کی تعلیمات کا اتباع نصیب فرما اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سچا اور پکا امتی ہونا اور آپ کا مطیع وفرمانبردار ہونا نصیب فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ

آپ کہیئے کہ میں تم کو صرف ایک بات سمجھاتا ہوں، وہ یہ کہ تم خدا کے واسطے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر سوچو کہ تمہارے اس ساتھی کو

مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ

جنون (تو) نہیں ہے، وہ تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کچھ معاوضہ مانگا ہو تو

اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ

وہ تمہارا ہی رہا، میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے، اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب

يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾

حق بات غالب کر رہا ہے وہ علام الغیوب ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ (دین) حق آگیا اور (دین) باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ

آپ کہہ دیجئے کہ اگر (مثلاً فرضاً) میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر وبال ہوگی، اور اگر میں راہ (راست) پر ہوں تو یہ بدولت اس قرآن کے ہے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے،

اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾

وہ سب کچھ سنتا (اور) بہت نزدیک ہے۔

قُلْ فرمادیں	اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ میں صرف نصیحت کرتا ہوں تمہیں	بِوَاحِدَةٍ ایک بات کو	اَنْ تَقُوْمُوْا کہ تم کھڑے ہو جاؤ	لِلّٰهِ اللہ کے واسطے	مَثْنٰى دو،دو		
وَفُرَادٰى اور اکیلے اکیلے	ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا پھر تم غور کرو	مَا بِصَاحِبِكُمْ نہیں تمہارے اس ساتھی کو	مِّنْ جِنَّةٍ کوئی جنون	اِنْ نہیں	هُوَ وہ		
اِلَّا مگر۔صرف	نَذِيْرٌ ڈرانے والے	لَّكُمْ تمہیں	بَيْنَ يَدَيْ آگے (آنے سے پہلے)	عَذَابٍ شَدِيْدٍ سخت عذاب	قُلْ فرمادیں		
مَا سَاَلْتُكُمْ جو میں نے مانگا ہو تم سے	مِّنْ اَجْرٍ کوئی اجر	فَهُوَ تو وہ	لَكُمْ تمہارا ہے	اِنْ نہیں	اَجْرِيَ میرا اجر	اِلَّا مگر۔صرف	
عَلَى اللّٰهِ اللہ کے ذمے	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر۔کی	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	شَهِيْدٌ اطلاع رکھنے والا ہے	قُلْ فرمادیں	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب
يَقْذِفُ ڈالتا (اوپر سے اتارتا ہے)	بِالْحَقِّ حق کو	عَلَّامُ الْغُيُوْبِ سب غیبوں کا جاننے والا	قُلْ فرمادیں	جَآءَ الْحَقُّ حق آگیا			
وَمَا يُبْدِئُ اور نہ پیدا کریگا	الْبَاطِلُ باطل	وَمَا يُعِيْدُ اور نہ لوٹائے گا	قُلْ فرمادیں	اِنْ اگر	ضَلَلْتُ میں بہکا ہوں	فَاِنَّمَا تو اس کے سوا نہیں	
اَضِلُّ میں بہکا ہوں	عَلٰى نَفْسِيْ اپنی جان پر (اپنے نقصان کو)	وَاِنِ اور اگر	اهْتَدَيْتُ میں ہدایت پر ہوں	فَبِمَا تو اسکی بدولت	يُوْحِيْ وہ وحی کرتا ہے		
اِلَيَّ میری طرف	رَبِّيْ میرا رب	اِنَّهٗ بیشک وہ	سَمِيْعٌ سننے والا	قَرِيْبٌ قریب			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کو تکذیب نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر وعید سنائی گئی تھی کہ اے مشرکین عرب تمہاری تو کیا حیثیت ہے۔ گذشتہ امتوں کے منکرین نبوت جو تم سے ساز و سامان اور دولت و ثروت میں کہیں زیادہ تھے وہ اس تکذیب کی بدولت عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہوئے تو تم تکذیب نبوت پر کیسے بچ جاؤ گے۔ اب ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت و تصدیق نبوت

کا ایک طریقہ بتلایا جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں خطاب ہو رہا ہے کہ یہ کفار جو نعوذ باللہ آپ کو مجنون بتا رہے ہیں تو آپ ان سے کہئے کہ آؤ میں تمہیں اپنے دعویٰ رسالت کی جانچ کا ایک آسان سا مختصر طریقہ بتاؤں۔ تم اخلاص نیت کے ساتھ خدا کو حاضر ناظر جان کر انفراداً بھی اور اجتماعاً بھی سوچو کہ میں جو تمہارے درمیان ۴۰ سال سے ہر وقت رہتا ہوں اور جس کی امانت کا دیانت کا۔ اصابت رائے کا فہم و دانش کا تم خود براہ راست تجربہ رکھتے ہو اور قائل رہے ہو۔ کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا خود غرضی کا الزام تم نے اس پر نہیں رکھا۔ اب کیا تم واقعی گمان کر سکتے ہو کہ (العیاذ باللہ) اسے بیٹھے بٹھائے جنون ہو گیا جو خواہ مخواہ اس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنالیا۔ کیا کہیں دیوانے ایسی حکمت کی باتیں کیا کرتے ہیں یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور ان کی اخروی صلاح و فلاح کی ایسی زبردست ہدایات پیش کر سکتا ہے۔ وہ تم کو آئندہ کی ہلاکت کے خطرات سے آگاہ کر رہا ہے۔ دلائل و شواہد سے تمہارا برا بھلا سمجھاتا ہے کیا یہ کام دیوانوں کے ہیں؟ پھر میں تم سے اپنی اس محنت و خیر خواہی کا کچھ صلہ تو نہیں چاہتا۔ اگر تمہارے خیال میں کچھ معاوضہ طلب کیا ہو تو وہ تم سب اپنے ہی پاس رکھو۔ مجھے ضرورت نہیں۔ میرا اصلہ تو خدا کے یہاں ہے۔ میں تم سے جو چیز طلب کرتا ہوں یعنی ایمان و اسلام وہ صرف تمہارے نفع کی خاطر ہے۔ اس سے زائد میری کوئی غرض وغایت نہیں ہے۔ میری سچائی اور نیت اللہ کے سامنے ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے وحی اتر رہی ہے اور دین حق کی بارش ہو رہی ہے۔ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو اس سے فائدہ اٹھاؤ جس زور سے اب اللہ تعالیٰ حق کو باطل کے سر پر پھینک کر مار رہا ہے اس سے اندازہ کرو کہ باطل کہاں ٹھہر سکے گا۔ ضرور ہے کہ ملیا میٹ ہو کر رہے اور دین حق کا ڈنکا بجے۔ اس علام الغیوب نے خوب دیکھ بھال کر عین موقع پر حق کو باطل کا سر کچلنے کے لئے بھیجا ہے۔ دین حق آ پہنچا۔ اب اس کا زور رکنے والا نہیں۔ یہ سب پر غالب ہو کر اور باطل کو زیر کر کے رہے گا۔ جھوٹ کے پاؤں کہاں جو حق کے سامنے چل سکے۔ باطل تو اب کرنے کا رہا نہ دھرنے کا سمجھ لو کہ باطل یقینی آیا گیا ہوا۔

فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہی آیت تھی قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ حق آ گیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔

آگے مزید تلقین ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر نعوذ باللہ میں نے یہ ڈھونگ خود کھڑا کیا ہے تو کتنے دن چلے گا۔ اس میں آخر میرا ہی نقصان ہے۔ دنیا کی عداوت مول لینا۔ آخرت کی رسوائی قبول کرنا۔ العیاذ باللہ۔ لیکن اگر میں سیدھے راستہ پر ہوں جیسا کہ واقعی ہوں تو سمجھ لو کہ یہ سب اللہ کی تائید و امداد اور وحی الٰہی کی برکت و ہدایت سے ہے جو کسی وقت میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ میرا خدا سب کچھ سنتا ہے اور وہ بالکل نزدیک ہے وہ ہمیشہ میری مدد فرمائے گا اور اپنے پیغام کو دنیا میں روشن کرے گا تم مانو یا نہ مانو۔ اگر تم نے حق کا اتباع نہ کیا تو تم خود بھٹکو گے میرا کیا بگڑے گا اور اگر راہ پر آ گئے تو یہ راہ پر آنا اسی دین حق کے اتباع کی بدولت ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے ہم کو ایمان و اسلام کی دولت سے نوازا اللہ تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق کا اتباع کرنے والوں میں شامل رکھیں اور قرآنی ہدایات کی بدولت راہ راست پر مستقیم رکھیں۔

یا اللہ جیسے آپ نے ابتدا میں اسلام کو غلبہ دیا اور باطل کو مغلوب فرمایا۔ یا اللہ اب بھی اور آئندہ بھی اپنی تائید و نصرت سے اسلام کو غلبہ اور نصرت عطا فرمایئے اور باطل کو مغلوب اور ملیا میٹ فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٥١﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى

اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں جبکہ یہ کفار گھبرائے پھریں گے پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور پاس کے پاس ہی پکڑ لئے جاویں گے۔ اور کہیں گے ہم دینِ حق پر ایمان لے آئے

لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ

اور اتنی دُور جگہ سے (ایمان کا) ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے حالانکہ پہلے سے (دنیا میں) یہ لوگ اس کا انکار کرتے رہے، اور بے تحقیق باتیں دُور ہی دُور

مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ

سے ہانکا کرتے تھے۔ اور ان میں اور ان کی آرزو میں ایک آڑ کردی جائے گی جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی) یہی (برتاؤ) کیا جاوے گا جو اُن سے پہلے تھے،

اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾

کیونکہ یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔

وَلَوْ تَرٰٓى اے کاش تم دیکھو	اِذْ جب	فَزِعُوْا وہ گھبرائیں	فَلَا فَوْتَ اور نہ بچ سکیں گے	وَاُخِذُوْا اور پکڑ لئے جائیں گے	مِنْ سے	
مَكَانٍ قَرِيْبٍ قریب جگہ (پاس)	وَقَالُوْٓا اور کہیں گے	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	بِهٖ اس پر	وَاَنّٰى اور کہاں	لَهُمُ ان کیلئے	
التَّنَاوُشُ پکڑنا (ہاتھ آنا)	مِنْ سے	مَكَانٍ جگہ	بَعِيْدٍ دُور دراز	وَقَدْ كَفَرُوْا اور تحقیق انہوں نے کفر کیا	بِهٖ اس سے	
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَ اور	يَقْذِفُوْنَ وہ پھینکتے ہیں	بِالْغَيْبِ بن دیکھے	مِنْ سے	مَكَانٍۢ بَعِيْدٍ دُور جگہ	وَحِيْلَ اور آڑ کردی گئی
بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	وَبَيْنَ اور درمیان	مَا يَشْتَهُوْنَ جو وہ چاہتے تھے	كَمَا جیسے	فُعِلَ کیا گیا	بِاَشْيَاعِهِمْ ان کے ہم جنسوں کیساتھ	
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا وہ تھے	فِيْ میں	شَكٍّ شک	مُّرِيْبٍ تردد میں ڈالنے والے	

تفسیر و تشریح:۔ یہ سورۂ سبا کی خاتمہ کی آیات ہیں گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کے بعض وہ جاہلانہ اور احمقانہ اقوال بیان فرمائے گئے تھے جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور قرآن کریم پر لگاتے تھے۔ اس لئے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اس وقت یہ کفار جتنی چاہیں باتیں بنائیں اور جوڑ تیگیں چاہیں ماریں لیکن وہ وقت قابل دید ہوگا جب یہ لوگ محشر کا ہولناک منظر دیکھ کر گھبرائیں گے اور ان کے ہوش و حواس اڑ جائیں گے۔ گھبرا کر ادھر ادھر بھاگیں گے کہ کہیں پناہ کی جگہ مل جائے تو چھپ کر اپنی جان بچائیں لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ نہ بھاگ کر۔ نہ چھپ کر۔ نہ کسی کی حمایت سے نہ کسی کی پناہ سے۔ غرض کہ یہ کہیں بھاگ نہ سکیں گے۔ اس وقت گرفتاری کے لئے کہیں دور سے ان کو تلاش کرنا نہ پڑے گا بلکہ نہایت آسانی سے فوراً جہاں کے تہاں گرفتار کر لئے جائیں گے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے کہ ہمیں پیغمبر کی باتوں پر یقین آ گیا ان کی باتیں بالکل سچ تھیں اب ہم ان پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس وقت تو ایمان لانے کا موقع ہی جا چکا ہوگا۔ اب وہ وقت کہاں کہ ایمان لا کر اپنے کو بچا سکیں۔ ایمان تو وہی مقبول ہے کہ جو موت سے پہلے اس دنیا میں نصیب ہو آخرت میں تو آنکھوں سے دیکھ کر سب ہی کو یقین آ جائے گا۔ جب دنیا میں ایمان لانے کا وقت تھا تو انکار پر تلے رہے اور ان باتوں کا جو اللہ کے پیغمبر نے انہیں بتائیں رد کرتے رہے اور اپنی ہی انکل پچو باتیں ہانکتے

رہے اور اللہ کے رسول کو کبھی ساحر اور کبھی شاعر اور کبھی مجنون بتلاتے رہے اور آخرت وحشر ونشر کا انکار کرتے رہے۔ اب آنکھیں کھلیں تو ایمان کی سوجھی۔ غرض دنیا میں رہ کر جو ایمان کی جگہ تھی ہمیشہ بے تحقیق باتیں کیں۔ سچی بات کے قریب نہ پھٹکے اب پچھتانے اور ایمان لانے سے کیا حاصل۔ سیدھی بات یہ تھی کہ دنیا ہی میں یہ اللہ کے پیغمبروں کی بات مان لیتے اور ایمان لے آتے تو اس وقت کے مان لینے سے اس وقت عذاب سے نجات مل سکتی تھی۔ اب یہاں نجات کی آرزو بالکل بیکار ہے۔ اور دنیا میں دوبارہ جا کر ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے کا ارمان پورا نہیں ہوسکتا۔ اب عیش وآرام کی تمنا بھی فضول ہے۔ ان کفار اور ان کی سب آرزوؤں اور تمناؤں کے درمیان سخت روک قائم کردی جائے گی۔ اور ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو ان جیسا خیال کرنے والے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔ وہ لوگ بھی پیغمبروں کی بتائی ہوئی باتوں میں ایسا ہی شک وشبہ نکالا کرتے تھے اور ایسے ہی مہمل شبہات اور بے جا شک وترددات میں گھرے ہوئے تھے جو کسی طرح ان کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ آخر ایمان سے محروم مرے اور سزا کے مستحق ٹھہرے۔ ایسا ہی ان کا بھی حشر ہوگا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کفار ومشرکین کے ایمان سے محروم رہنے کی بڑی وجہ ان کا شک وتردد ہی ہے۔ برخلاف ان کے مومن کو دین کے معاملہ میں یقین حاصل ہوتا ہے۔ درحقیقت شرک وکفر اور دہریت اور انکار آخرت کے عقائد کوئی شخص بھی یقین کی بنا پر اختیار نہیں کرتا اور نہ کرسکتا ہے۔ جس نے دنیا میں یہ عقائد اختیار کئے کہ خدا نہیں ہے۔ یا بہت سے خدا ہیں۔ یا خدائی اختیارات میں بہت سی ہستیوں کو دخل ہے یا آخرت حشر ونشر وجزا وسزا نہیں ہے تو یہ اس نے محض وہم اور گمان کی بنا پر ایسے عقائد قائم کر لئے جن کی اصل بنیاد حق سے شک وتردد کے سوا کچھ نہیں ہے اور یہ شک ہی انہیں گمراہی کی طرف لے گیا۔ انہیں خدا کے وجود میں شک ہوا۔ انہیں توحید کی صداقت میں شک ہوا۔ انہیں آخرت کے آنے میں شک ہوا۔ غرض کہ جب تک دنیا میں رہے

دریائے شک میں غرق رہے۔ اللہ اور رسول کی ہر بات میں ان کو شک رہا اور ان کی کوئی بات نہ مانی اور اپنی دنیوی زندگی کی پوری مہلت عمل اسی شک وتردد اور اضطراب میں گزار دی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شبہات اور شکوک سے بچو۔ اس پر جس کی موت آئی وہ قیامت کے دن بھی اسی پر اٹھایا جائے گا اور جو یقین پر مرا اسے یقین ہی پر اٹھایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ دین کی باتوں میں شکوک وشبہات کے مرض سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور دین کی ہر بات پر ہم کو جزم اور یقین کامل نصیب فرمائیں۔ اس موقع پر ایک دلچسپ حکایت یاد آئی۔ جو یہاں نقل کی جاتی ہے۔

ایک زبردست فلسفی دہریہ خدا کے وجود کا منکر حضرت جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گیا۔ دوران گفتگو حضرت جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بوقت ضرورت ہم اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں تو ناممکن الوقوع بھی وقوع میں آجاتا ہے۔ اس پر اس دہریہ نے کہا کہ یہ کس کا نام آپ نے لیا۔ اللہ کیا ہے؟ کہاں ہے؟ کیسا ہے؟ وہ کیا کرتا ہے؟ اللہ کا وجود ثابت کیجئے؟ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عقلی طریقہ سے یا نقلی طریقہ سے یعنی کتابوں سے؟ کہنے لگا کہ جناب عقل سے ثابت فرمائیے کتابوں کو میں نہیں مانتا۔ حضرت جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ اس پر خوش ہوئے کہ اس نے عقلی طریقہ کو پسند کیا۔ جب دہریہ نے خوش ہونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عقلی یا نقلی طریقہ کو پسند کرنا تمہارا اختیاری امر تھا۔ میں تم کو کسی طریقہ پر مجبور نہ کرسکتا تھا اگر تم نقلی ثبوت کتابوں سے چاہتے تو ذرا مشکل پڑتی اور آج اسی وقت منٹوں میں یہ مرحلہ طے نہ ہوسکتا جواب انشاء اللہ ہوجائے گا ورنہ کئی دن بحث چلتی کیونکہ کتابیں بہت ہیں اور ہر ایک میں گو نتیجہ واحد ہے اور دلائل مختلف اس لئے میں نے یہ التجا اللہ تعالیٰ سے کی کہ تم کو یہ توفیق دے کہ تم عقلی طریقہ پسند کرو۔ اب تو معاملہ آسان ہوگیا۔ اور فرمایا یہ بتلاؤ کہ ایک عقلمند انسان کے لئے وہ کون سا امر لازمی ہے جو اس کو آئندہ کی ندامت اور مصیبت سے مامون اور محفوظ رکھے۔ اس

کا جواب اس وقت اس فلسفی دہریے کی سمجھ میں نہ آیا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا ''احتیاط'' ایسا امر ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں صحیح ہے۔ عقل مند آدمی کے لئے ہر معاملہ میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا تو اچھا اب ایک حکایت سن لو۔ حمید اور ولید دو دوست بغداد میں ہیں۔ اور بصرہ جانا چاہتے ہیں جہاں وہ کبھی نہیں گئے تھے۔ نہ راہ کی کیفیت جانتے تھے۔ نہ حالات سفر سے انہیں خبر تھی۔ متفکر بیٹھے تھے کہ ایک مسافر کو بصرہ کی راہ سے آتا دیکھا پوچھا بھائی ذرا مہربانی کر کے بتا دینا کہاں سے آ رہے ہو؟ کہا بصرہ سے۔ پوچھا کیسی راہ ہے؟ حالات سفر کیا ہیں؟ کہا کہ راستہ تو اچھا ہے مگر ایک گھاٹی ہے جہاں قزاق تاک میں لگے رہتے ہیں قابو مل گیا تو مار لیتے ہیں اس لئے ہتھیار رکھ لو پھر اطمینان ہے پھر شہر پناہ بصرہ پر محصول لے کر اندر جانے دیتے ہیں ورنہ باہر ہی باہر ہنکا دیتے ہیں اس محصول کی ادائیگی کے لئے کچھ رقم بھی ساتھ لے لو۔ اس پر وہ دونوں دوست متفق ہو گئے۔ اسی اثنا میں ایک دوسرا مسافر اسی بصرہ کی راہ سے آ رہا تھا۔ اس سے بھی وہی سوالات کئے گئے۔ اس نے جواب دیا راستہ بالکل صاف ہے۔ ناک کی سیدھی راہ پر چلے جاؤ۔ کھلے ہاتھ سونا لے جاؤ کچھ خطرہ نہیں۔ حمید نے کہا کہ کیا حرج ہے احتیاطاً ہتھیار رکھ لیں مگر ولید نے کہا کہ اس مخبر کو صحیح سمجھنا چاہئے۔ کون فضول بوجھ ہتھیار کا باندھے۔ خلاصہ یہ حمید مسلح اور ولید نہتہ چلے۔ اتفاق سے راہ میں وہ گھاٹی آئی اور دو تین آدمی ان پر ٹوٹ پڑے اب حمید نے تلوار چمکائی اس پر حملہ کرنے والا جھجکا ادھر دیکھا کہ ولید نہتہ کھڑا ہے۔ اس پر جھپٹے۔ حمید بھاگا۔ جان بھی بچی۔ اپنا مال بھی سلامت لے گیا۔ محصول بھی لیا جاتا تھا وہ ادا کیا اور بصرہ میں داخل ہو گیا۔ ولید کی جان مال قزاقوں کے نذر ہو گئی۔ اتنا فرما کر حضرت جعفر صادقؒ خاموش ہو گئے۔ دہریہ نے کہا کہ ہاں بچوں کے لئے اچھی حکمت آموز نقل ہے۔ حضرت نے فرمایا نہیں بڑوں کے لئے بھی ہدایت حق کرتی ہے۔ دہریہ نے کہا یہ کیونکر؟ فرمایا کہ تم اور میں دونوں مرنے والے ہیں۔ اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے رہنے والے نہیں۔ اس لئے ہم دونوں اس دنیا سے سفر کرنے والے ہیں اور ایسی دنیا کو جہاں اب تک ہم نہیں گئے۔ نہ وہاں کا حال ہمیں معلوم۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ خدا کا وجود نہیں۔ اگر تمہارا دعویٰ صحیح ہے اور واقعیت میں واقعی خدا نہیں ہے تو میں جو خدا کے وجود کا قائل ہوں مجھ کو اس اعتقاد کی سزا دینے والا وہاں کوئی نہ ہوگا۔ پس باوجود مختلف اور متضاد عقیدوں کے تمہاری اور میری حالت بعالم ثانیہ ایک سی رہے گی لیکن بحسب دعویٰ میرے اگر خدا کا وجود ہے تو تم پھنسے اور میں بچا۔ پس اس امر پر میں نے احتیاط پر عمل کیا یا تم نے؟ انسانی شیوۂ عقل میرا رہا یا تمہارا؟ آئندہ مصائب سے عقلاً میرا عمل محفوظ رکھے گا یا تمہارا؟ فلسفی دہریہ قائل ہو گیا اور ایمان لے آیا۔

یہاں اس حکایت سے جہاں نفس مضمون یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرنا عقلاً بھی انسانی شیوۂ عقل ثابت ہوا وہیں ایک بڑے کام کی بات یہ گرہ میں باندھ لینے کی ہے کہ دنیا کے معاملات میں ''احتیاط'' جیسے انسانی شیوۂ عقل ہے اسی طرح دین کے معاملات میں بھی اس ''احتیاط'' کے پہلو پر عمل پیرا ہونا عقل کا تقاضہ ہے مثلاً رمضان المبارک کے مہینہ میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور جس پر چاروں ائمہ کا اجماع ہے اور جس کے نقلاً اثبات میں علمائے محققین نے دسیوں اور بیسیوں کتب تحریر فرمائی ہیں جب کہ بعض افراد خصوصاً غیر مقلدین صرف آٹھ رکعت پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں تو یہ انسانی شیوۂ عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر میدان حشر میں حق تعالیٰ کی طرف سے ۲۰ رکعت کا مطالبہ ہوا تو ۸ رکعت پڑھنے والے قابل مواخذہ ہوں گے اور اس وقت بری طرح اس معاملہ میں اپنے کو پھنسا ہوا پائیں گے اور اگر مطالبہ ۲۰ کا نہ بھی ہوا تب بھی ۲۰ رکعت والوں کو کوئی خدشہ اور نقصان نہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ وفہم ہم کو عطا فرمائیں اور دینی معاملات میں بھی احتیاطی پہلو کو مدنظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس سورۃ کو اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ کے جملہ پر ختم فرمایا گیا یعنی یہ منکرین آخرت سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔ معلوم ہوا کہ دین میں شک وتردد یہ خالص کافرانہ خصلت ہے اور اس کے مقابل یقین یہ خالص مومنوں کا سرمایۂ آخرت ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ فَاطِرٍ مَّکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّ خَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی

تمام تر حمد اللہ کو لائق ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جو فرشتوں کو پیغام رسا بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱

اور چار چار پر دار بازو ہیں، وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کردیتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	فَاطِرِ پیدا کرنے والا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	جَاعِلِ بنانے والا	الْمَلٰٓئِکَۃِ فرشتے
رُسُلًا پیغام بر	اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ پروں والے	مَّثْنٰی دو دو	وَثُلٰثَ اور تین تین	وَرُبٰعَ اور چار چار	یَزِیْدُ زیادہ کردیتا ہے	فِی الْخَلْقِ پیدائش میں
	مَا یَشَآءُ جو وہ چاہے	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	عَلٰی پر	کُلِّ شَیْءٍ ہر شے	قَدِیْرٌ قدرت رکھنے والا	

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب ۲۲ ویں پارہ کی سورۃ فاطر کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت صرف ایک ابتدائی آیت کا انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا۔ جس کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ سورۃ کی ابتداہی اس جملہ سے ہوتی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ساری تعریفیں اس اللہ ہی کے لئے زیبا ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے) اس جملہ میں فاطر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام فاطر مقرر ہوا۔ فاطر کے معنی ہیں نیست سے ہست کرنے والا۔ عدم سے وجود میں لانے والا۔ بغیر نمونہ اور مثال کے کوئی نئی چیز بنانے والا۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الملائکہ بھی ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں ملائکہ کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کو سورۃ الملائکہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے پینتیسویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۶ لکھا ہے یعنی ۸۵ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہوچکی تھیں اور ۲۸ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۴۵ آیات۔ ۵ رکوعات۔ ۷۹۲ کلمات اور ۳۱۸۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں بھی مثل دوسری مکی سورتوں کے عقائد سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں جس میں توحید کو ثابت کیا گیا ہے اور شرک کو باطل قرار دیا گیا۔ اہل مکہ اور ان کے سرداروں نے دعوت توحید کے مقابلہ میں جو رویہ اختیار کر رکھا تھا اس پر ناصحانہ انداز میں ان پر تنبیہ و ملامت بھی کی گئی ہے اور معلمانہ انداز میں فہمائش بھی۔ سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے بیان سے فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اس زمین پر انسانوں کو بسایا اور ان کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے اور ان رسولوں کے پاس اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے پیغام ہدایت بھیجا۔ پھر جس طرح انسان کی جسمانی پرورش اور تربیت کے بے شمار سامان دنیا میں پیدا کئے۔ اسی طرح روحانی اور اخلاقی تربیت کے لئے نبوت و رسالت کا سلسلہ قائم کیا گیا اور کتابیں نازل کی گئیں۔ اسی سلسلۂ رسالت کی آخری رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آخری کتاب قرآن کریم ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانے۔ اور زمین و آسمان میں بے شمار پھیلے ہوئے آثار سے

توحید کا سبق حاصل کرے۔ وہ نعمتیں جو اللہ نے دے رکھی ہیں ان کی ناشکری کفر وسرکشی انسان کا شیوہ نہ ہونا چاہئے۔ مزید براں انسانوں کو یہ قرآن اور رسالت محمدیہ کی یہ عظیم نعمتیں ملیں پھر بھی اکثر لوگ اس سے اعراض وسرکشی کرتے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ پہلے بھی انبیاء کی تکذیب ہوتی رہی ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ نے جو پیغام قرآن کی شکل میں دیا ہے وہ حق ہے۔ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اس کو نہ بھول جانا۔ اور شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس کا کہنا مانو گے تو تمہیں آگ یعنی نار جہنم کی طرف لے جائے گا۔ جو لوگ شیطانی دھوکہ میں آجاتے ہیں ان کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ وہ بری باتوں کو اچھا اور اپنے کو اچھوں کے برابر سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ وہ برے ہیں۔ کافروں کے لئے آخرت میں سخت عذاب ہے اور ایماندار نیکوکار بڑا اجر پائیں گے اس لئے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو جو دنیا میں پھیلی پڑی ہیں۔ انسان کی اپنی پیدائش پھر اس کی پرورش کا انتظام سب ایک اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہے اس لئے انسان سراسر اسی کا محتاج ہے اور ہر ایک اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے کوئی اپنے سوا اور کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ برے اعمال کی سزا بعض وقت دنیا میں بھی مل جاتی ہے لیکن قیامت میں تو ضرور ملے گی۔ یہ سنت اللہ ہے کہ سرکشی اور نافرمانی پر فوراً گرفت نہیں ہوتی۔ مہلت ملتی ہے اگر مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر نتائج بھگتنے پڑیں گے اس لئے جسے سنبھلنا ہے وہ سنبھل جائے آخر وہ مقررہ گھڑی آکر رہے گی اور جب آجائے گی تو پھر کسی کی کچھ نہ چلے گی اور فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہوگا اور چونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے بخوبی واقف ہے۔ اس لئے ہر کسی کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے خاص مضامین کا جن کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

اب اس تمہید کے بعد اس ابتدائی آیت کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا بھی الحمدللہ سے ہوئی ہے اور یہ ان پانچ سورتوں میں سے آخری سورۃ ہے جن کی ابتدا الحمدللہ سے فرمائی گئی ہے۔ سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد سے فرمائی جاتی ہے کہ ساری خوبیاں اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر وقت حمد وثنا بیان کرنے کے لئے اس کی قدرت کے نمونہ ہر وقت ہر کسی کے سامنے موجود ہیں۔ انسان آنکھ اٹھا کر آسمان کو دیکھے یا نیچے نگاہ ڈال کر زمین کو دیکھے یہ سب اسی نے بنائے ہیں اور پھر ان کے درمیان طرح طرح اور قسم قسم کی مخلوقات پیدا کی منجملہ ان کے فرشتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے مامور فرمایا وہ اللہ کے پیغمبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے ہیں۔ علاوہ پیغام رسانی کی خدمت کے بعض فرشتوں کے سپرد اللہ جل شانہ کے احکام لے جانا اور دنیا میں ان کو نافذ کرنا بھی ہے۔ ان فرشتوں میں طاقت پرواز ہے۔ یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ ان فرشتوں کے پردار بازو ہیں بعض کے دو۔ بعض کے تین اور بعض کے چار اور بعض کے اس سے بھی زائد۔ حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک مرتبہ اس شکل میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصل شکل میں دیکھا ہے ان کے ۶۰۰ بازو تھے اور وہ پورے افق پر چھائے ہوئے تھے۔ اصل حقیقت اور کیفیت ان فرشتوں کے بازوؤں اور پروں کی تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے وہ لفظ استعمال فرمایا جو انسانی زبان اور فہم میں پرندوں کے بازوؤں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ہماری زبان کا یہی لفظ اصل کیفیت سے قریب تر ہے غرض یہ کہ فرشتوں کے پر اور بازو ہیں اور یہ پر

اور بازو ان کی خلقت کے مناسب ہیں۔ جیسے ان کی خلقت نورانی ہے اسی طرح ان کے پر اور بازو بھی نورانی ہیں چونکہ فرشتے اللہ کا پیغام لے کر زمین میں آسمان سے اترتے ہیں اور پھر زمین سے آسمان پر چڑھتے ان کو اللہ نے پروں اور بازوؤں والا بنایا تا کہ وہ اللہ کا حکم لے کر آسمان سے زمین پر جلد پہنچیں اور پھر عالم بالا کی پرواز کر سکیں۔ فرشتوں کے دو دو تین تین اور چار چار بازوؤں کے ذکر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف درجہ کی طاقتیں عطا فرمائی ہیں۔ جس سے جیسی خدمت لینی مطلوب ہے اس کو ویسی ہی زبردست سرعت رفتار اور قوت کار سے آراستہ فرمایا گیا ہے۔ آیت کے اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پورا قادر ہے۔ اس کا ایک مطلب تو مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ فرشتوں کو پیغام رساں بنانے سے یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کچھ ان وسائط کا محتاج ہے۔ ہرگز نہیں وہ بذات خود ہر چیز پر قادر ہے۔ محض حکمت کی بنا پر یہ اسباب و وسائط کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ یہ فرشتے جن کو بعض مشرکین دیوی دیوتا بنائے ہوئے ہیں ان کی حیثیت وحدہٗ لاشریک کے فرمانبردار اور حکم بردار کی سی ہے کہ جس طرح کسی بادشاہ کے خدام اس کے احکام کی تعمیل کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اسی طرح یہ فرشتے کائنات کے فرمانروائے حقیقی کے احکام بجالانے کے لئے اڑتے پھرتے ہیں۔ ان حکم بردار فرشتوں کے اختیار میں کچھ نہیں ہے سارے اختیارات اصل فرمانروا کے دست قدرت میں ہیں۔

اب یہاں آیت میں چونکہ ملائکہ یعنی فرشتوں کا ذکر آ گیا ہے اور آج کل کے دہریئے فلسفی اور نیچری سرے سے وجود ملائکہ کے منکر ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ملائکہ کا وجود قرآن و حدیث سے صراحۃً ثابت ہے لہٰذا فرشتوں کا انکار یا فرشتوں کے نزول کا انکار سب کفر ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اہل اسلام کے نزدیک ملائکہ اجسام نورانیہ کا نام ہے جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور یہ ایک ایسی لطیف اور نورانی مخلوق ہے جو عالم مادی کے ظلمات سے پاک اور منزہ ہے۔ اللہ کی مخلوقات کی کوئی شمار نہیں۔ اس کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک نوع فرشتوں کی بھی ہے جو تمام انواع مخلوقات سے علیحدہ اور جدا ہے۔ یہ کھانے پینے اور توالد وتناسل سے اور اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی سے بالکل پاک اور منزہ ہیں۔ ذکر الٰہی ان کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو افعال قویہ پر قدرت دی ہے۔ یہ ہر صورت اور شکل میں نمودار ہو سکتے ہیں۔ اور یہ سب باتیں قرآن کریم کی کثیر آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر تعداد اور صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہیں اور تمام کتب سماویہ مثل توریت۔ انجیل۔ زبور وغیرہ سب کی سب فرشتوں کے اقرار اور اعتراف اور ان پر ایمان کے بارہ میں متفق ہیں لہٰذا فرشتوں کا انکار کفر ہے۔ انبیائے کرام نے فرشتوں کا مشاہدہ کیا ہے اور مرنے کے وقت ہر شخص فرشتوں کو دیکھتا ہے اور حدیث میں ہے کہ مرغ فرشتے کو دیکھ کر اذان دیتا ہے اور گدھا شیطان کو دیکھ کر آواز نکالتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ حق جل شانہٗ نے ان کا ادراک اور احساس عام انسانوں کو عطا نہیں فرمایا ہے۔ اسی طرح کیا یہ ممکن نہیں کہ فرشتوں کا ادراک و احساس حضرات انبیاء کرام کو عطا کیا ہو اور عام انسانوں کو ان کا ادراک نہ عطا کیا ہو۔ رہا منکرین ملائکہ کا یہ شبہ کہ اگر فرشتے کوئی مخلوق موجود ہے تو ہم کو دکھائی کیوں نہیں دیتی تو یہ بالکل احمقانہ شبہ ہے۔ ہوا اپنی لطافت کی وجہ سے کسی کو نظر نہیں آتی تو کیا ہوا کے نظر نہ آنے سے کوئی فلسفی اور نیچری ہوا کے وجود کا انکار کر سکتا ہے۔ (معارف القرآن از کاندھلویؒ)

الغرض ملائکہ کے وجود پر ہمارا اسی طرح ایمان ہے جس طرح توحید و رسالت۔ اور تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتب اور قیامت و آخرت اور حشر ونشر اور جنت وجہنم پر ایمان ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان و اسلام کو زندگی کے آخری لمحہ تک قائم رکھیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ؕ

اللہ جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں، اور جس کو بند کردے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں،

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اے لوگو تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں اُن کو یاد کرو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ

جو تم کو آسمان وزمین سے رزق پہنچاتا ہو، اُن کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، سو تم (شرک کرکے) کہاں اُلٹے جارہے ہو۔ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

آپ سے پہلے بھی بہت پیغمبر جھٹلائے جاچکے ہیں، اور سب امور اللہ ہی کے روبرو پیش کیے جائیں گے۔

مَا يَفْتَحِ جو کھول دے	اللّٰهُ اللہ	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	مِنْ رَّحْمَةٍ رحمت سے	فَلَا مُمْسِكَ تو بند کرنیوالا نہیں	لَهَا اسکا	وَمَا يُمْسِكْ اور جو وہ بند کردے
فَلَا مُرْسِلَ تو کوئی بھیجنے والا نہیں	لَهٗ اس کا	مِنْ بَعْدِهٖ اس کے بعد	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو
اذْكُرُوْا تم یاد کرو	نِعْمَتَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت	عَلَيْكُمْ اپنے اوپر	هَلْ کیا	مِنْ خَالِقٍ کوئی پیدا کرنے والا	غَيْرُ اللّٰهِ اللہ کے سوا	
يَرْزُقُكُمْ وہ تمہیں رزق دیتا ہے	مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے	وَ اور	الْاَرْضِ زمین	لَاۤ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا
فَاَنّٰى تو کہاں	تُؤْفَكُوْنَ اُلٹے پھرے جاتے ہو تم	وَاِنْ اور اگر	يُّكَذِّبُوْكَ وہ تجھے جھٹلائیں	فَقَدْ كُذِّبَتْ تو تحقیق جھٹلائے گئے		
	رُسُلٌ رسول	مِّنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	وَ اور	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	تُرْجَعُ لوٹتا	الْاُمُوْرُ تمام کام

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت کے خاتمہ پر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فرماکر بتلایا گیا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ سب کچھ اس کی قدرت میں ہے اور ہر چیز پر اسے پورا پورا اختیار ہے۔ اب آگے اس کی قدرت واختیار کا اندازہ کرنے کے لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی رحمت سے کوئی جسمانی یا روحانی نعمت دینا چاہے تو کسی کی مجال نہیں کہ اسے روک لے اور اگر وہی روک لے تو کوئی اور اس کے سوا کسی کو کچھ دے نہیں سکتا۔ ساری قدرت واختیار کا وہی مالک ہے اور یہ بھی وہی جانتا ہے کہ کس کو کیا دینا چاہئے۔ گویا کامل اقتدار کے ساتھ عزیز وحکیم بھی ہے۔ عزیز یعنی زبردست ہے کہ کوئی اس کے فیصلوں کو نافذ ہونے سے روک نہیں سکتا اور اس کے ساتھ ہی وہ حکیم بھی ہے کہ جو فیصلہ کرتا ہے سراسر حکمت کی بنا پر کرتا ہے۔ کسی کو دیتا ہے تو اس لئے دیتا ہے کہ حکمت اسی کو مقتضی ہے اور کسی کو نہیں دیتا تو اس لئے نہیں دیتا کہ اسے دینا حکمت کے خلاف ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ علاوہ کامل القدرت ہونے کے کامل النعمت بھی ہے۔ چنانچہ بے شمار نعمتیں اس نے انسانوں کو دے رکھی ہیں۔ اس لئے تمام انسانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ کے احسانات کو یاد کریں اور اس کی نعمتوں کو نہ بھولیں۔ اور ان نعمتوں کے یاد کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ان کا شکر ادا کیا جائے۔ اور سب سے بڑا شکر یہ ہے کہ توحید اختیار کی جائے اور شرک چھوڑ دیا جائے۔ گویا یہاں انسانوں

16 کو احسان فراموش نہ ہونے کی تعلیم دی گئی کہ اس حقیقت کو کوئی نہ بھولے کہ جو کچھ بھی اسے حاصل ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔اب اگر کوئی کسی نعمت کو اللہ کے سوا دوسری ہستی کی عطا سمجھتا ہے یا کسی نعمت کے ملنے پر اللہ کے سوا کسی اور کا شکر بجالاتا ہے یا کوئی نعمت مانگنے کے لئے اللہ کے سوا کسی اور سے دعا کرتا ہے تو یہ انسان کی غلطی اور احسان فراموشی ہے۔آگے دو بڑی نعمتوں پر متنبہ کیا جاتا ہے کہ اے انسانو غور کرو کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور تمہارا خالق ہے اور رزاق ہے؟ یعنی اسی خالق بے مثال نے تمہیں پیدا کر کے تمہارے واسطے آسمان اور زمین سے رزق پہنچانے کا سامان مہیا کر دیا۔ آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ زمین سے گھاس۔ غلہ۔ سبزی۔ ترکاری پھل پھلار وغیرہ سب کچھ پیدا ہوتا ہے۔تو جب تم یہ مانتے ہو کہ پیدا کرنا اور روزی کے سامان بہم پہنچا کر زندہ رکھنا سب اللہ کے قبضہ اور اختیار میں ہے پھر معبودیت کا استحقاق کسی دوسرے کو کدھر سے ہو گیا؟ جو خالق و رازق حقیقی ہے وہی معبود ہونا چاہئے۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اس قدر سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے بعد بھی اگر یہ مشرکین و منکرین آپ کی بات نہیں مانتے۔آپ کو اللہ کا رسول نہیں تسلیم کرتے بلکہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ غم نہ کیجئے انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوا ہے۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔متعصب اور ضدی لوگ کبھی اپنی ہٹ سے باز نہیں آئے۔ایسوں کا معاملہ خدا کے حوالہ کیجئے۔وہیں پہنچ کر سب باتوں کا دوٹوک عملی فیصلہ ہو جائیگا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کتنی خوبی کے ساتھ اثبات توحید فرمایا گیا اور عام تعلیم اور سبق یہ دیا گیا کہ اللہ کے بندے غیر اللہ سے نفع و ضرر کی کوئی امید یا خوف نہ رکھیں۔صرف اللہ تعالیٰ کی طرف نظر رکھیں۔ بزرگان دین لکھتے ہیں کہ دین و دنیا کی درستی اور دائمی راحت اور چین و سکون کا یہ اکسیری نسخہ ہے۔اور اللہ پر توکل اور اعتماد ہزاروں غموں اور فکروں سے نجات دینے والا ہے۔

حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب میں صبح کو قرآن کریم کی چار آیتیں پڑھ لیتا ہوں تو مجھے یہ فکر نہیں رہتی کہ اب صبح کو کیا ہوگا اور شام کو کیا ہوگا۔وہ آیتیں یہ ہیں۔

(۱) ایک تو یہی پہلی آیت یعنی

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

یعنی اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے تو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے تو اس کے بند کرنے کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں۔اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

(۲) دوسری آیت۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۚ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (پ۱۱ سورۂ یونس)

اور اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں۔اور اگر تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مبذول فرما دے وہ غفور الرحیم ہے۔

(۳) تیسری آیت سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا

اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد فراغت بھی دے گا۔(پ۲۸ سورۂ طلاق)

(۴) اور چوتھی آیت۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (سورۂ ہود)

اور روئے زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔(معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ جلد ہفتم)

اللہ تعالیٰ اپنی ذات عالی اور قدرت کاملہ پر ہم کو بھی توکل اور اعتماد کامل نصیب فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

اے لوگو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور سچا ہے سو ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکہ میں ڈالے رکھے اور ایسا نہ ہو کہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈال دے۔

الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ

یہ شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو دشمن (ہی) سمجھتے رہو۔ وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ

اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ڛ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

دوزخیوں میں سے ہو جاویں۔ جو لوگ کافر ہوگئے اُن کیلئے سخت عذاب ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۷﴾ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ

اُن کیلئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ تو کیا ایسا شخص جس کو اُس کا عمل بد اچھا کر کے دکھایا گیا پھر وہ اُس کو اچھا سمجھنے لگا (اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے کہیں برابر ہو سکتے ہیں) سو اللہ تعالیٰ

مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے، سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے، اللہ کو اُن کے

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾

سب کاموں کی خبر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ پس ہرگز تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی		
وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ اور تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے	بِاللّٰهِ اللہ سے	الْغَرُوْرُ دھوکہ باز	اِنَّ الشَّيْطٰنَ بے شک شیطان	لَكُمْ تمہارے لئے			
عَدُوٌّ دشمن	فَاتَّخِذُوْهُ پس اسے سمجھو	عَدُوًّا دشمن	اِنَّمَا يَدْعُوْا وہ تو بلاتا ہے	حِزْبَهٗ اپنے گروہ کو	لِيَكُوْنُوْا تاکہ وہ ہوں	مِنْ سے	
اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ جہنم والے	اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ شَدِيْدٌ سخت عذاب	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جو لوگ ایمان لائے			
وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	مَغْفِرَةٌ بخشش	وَاَجْرٌ اور اجر	كَبِيْرٌ بڑا	اَفَمَنْ سو کیا جس	زُيِّنَ آراستہ کیا گیا
لَهٗ اس کیلئے	سُوْۗءُ عَمَلِهٖ اس کا برا عمل	فَرَاٰهُ پھر اس نے دیکھا اسے	حَسَنًا اچھا	فَاِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ	يُضِلُّ گمراہ ٹھہراتا ہے		
مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَيَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو وہ چاہتا ہے	فَلَا تَذْهَبْ پس نہ جاتی رہے	نَفْسُكَ تمہاری جان			
	عَلَيْهِمْ ان پر	حَسَرٰتٍ حسرت کر کے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِمَا اسے جو	يَصْنَعُوْنَ وہ کرتے ہیں	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے خالق و رازق ہونے سے اس کے معبود ہونے پر دلالت کی گئی تھی کیونکہ کفار و مشرکین کو بھی اس امر کا اقرار تھا کہ خالق و رزاق اللہ کے سوا کوئی نہیں اس پر بتلایا گیا تھا کہ جب خالق و رازق اللہ کے سوا کوئی نہیں تو پھر معبود بھی اس کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا مگر چونکہ بعض کفار و مشرکین اپنی ہٹ دھرمی پر قائم تھے اور توحید رسالت کی تکذیب پر جمے ہوئے تھے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا تو اس پر آپ کی تسلی فرمائی گئی تھی کہ ان کفار و مشرکین کی تکذیب کرنا کوئی نئی بات نہیں

گذشتہ انبیاء کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے۔ بہر حال تمام معاملات آخرت میں حق تعالیٰ کے حضور پیش ہونے والے ہیں اور وہاں عملی اور قطعی فیصلہ فرما دیا جائے گا۔

چونکہ گذشتہ آیات میں آخرت کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت آنی ہے اور یقیناً سب کو اللہ تعالیٰ کی بڑی عدالت میں حاضر ہونا ہے اور سب کو اپنے اپنے کاموں اور باتوں کی جزا و سزا ملنی ہے۔ اللہ نے جن باتوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہیں گی۔ ان کے ٹل جانے کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ تو اے انسانو! دنیا کی ٹیپ ٹاپ فانی عیش و بہار پر نہ پھولو اور اس دھوکہ میں نہ رہو کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا ہے۔ اور اسی کو سب کچھ سمجھنے لگو۔ دیکھو تمہارے پیچھے ایک دغا باز پڑا ہوا ہے اور وہ تمہیں دنیا میں پھنسا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اور طرح طرح سے فریب تمہیں دیتا ہے۔ کسی کو اس دھوکہ میں رکھتا ہے کہ میاں کیسی قیامت و آخرت اور کہاں کی جزا و سزا۔ یہ دنیا کا کارخانہ جیسا چلتا رہا ہے ایسے ہی چلتا رہے گا۔ لہٰذا دنیا کے عیش کو آخرت کی فکر سے کیوں کر کرا کیا جائے کسی کو یہ دھوکہ دیتا ہے کہ اب تو عیش کرو۔ اور گناہ و معصیت کرنے سے نہ ڈرو۔ ابھی بہت عمر پڑی ہے۔ جوانی کی بہاریں دیکھو۔ پھر بڑھاپے میں توبہ کر لینا۔ خدا بڑا کریم و رحیم ہے۔ سب گناہ بخش دے گا۔ اور یہ دھیان نہیں آنے دیتا کہ شاید موت توبہ کرنے سے پہلے ہی آ پہنچے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ کسی کے پاس تریاق ہو اور اس کے بھروسہ زہر کھا لے۔ اس لئے تمام انسانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس مشہور دغا باز شیطان کے دھوکہ میں مت آؤ۔ وہ تمہارا ازلی دشمن ہے کبھی اچھا مشورہ نہیں دے گا اور یہی کوشش کرے گا کہ اپنے ساتھ تمہیں بھی جہنم میں پہنچا کر چھوڑے۔ طرح طرح کی باتیں بنا کر خدا اور آخرت سے غافل کرتا رہے گا۔ چاہئے کہ تم دشمن کو دشمن سمجھو اور اس کی بات ہرگز نہ مانو اور اس پر ثابت کر دو کہ ہم تیری مکاری کے جال میں پھنسنے والے نہیں خوب سمجھتے ہیں کہ تو دوستی کے لباس میں بھی دشمنی کرتا ہے۔ الغرض شیطان اپنے متبعین کو محض اس لئے باطل کی طرف بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ جہنمیوں میں شامل ہو جاویں پس اے انسانو! خوب سمجھ لو کہ اللہ کے رسول کی دعوت اور اس کے مقابل شیطان لعین کی دعوت دونوں تمہارے سامنے ہیں۔ اور ان کا قبول کرنا اور قبول نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے۔ اس لئے آگے تنبیہ فرمائی جاتی ہے کہ جو لوگ شیطان کی دعوت اور دھوکہ میں پھنسیں گے اور کفر و شرک اختیار کریں گے اور اللہ کی معصیت اور نافرمانی میں لگے رہیں گے تو پھر ان کے لئے آخرت میں سخت عذاب کی سزا ہے۔ اور جو اس کی دعوت اور دھوکہ میں نہ پھنسیں گے اور اللہ کے رسول کی دعوت کو قبول کر کے ایمان لے آئیں گے اور اچھے کام کریں گے تو ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ آگے سمجھایا جاتا ہے کہ جب کفر و معصیت و نافرمانی کا انجام عذاب شدید اور ایمان و عمل صالح کا انجام مغفرت اور اجر کبیر ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ایسا شخص جس کو اس کا عمل برا اچھا نظر آئے اور وہ اس کو اچھا سمجھنے لگے کہیں ایسے شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو برے کام کو برا سمجھے اور نیکی کو نیکی جانے اور بدی کو بدی جانے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو پھر انجام بھی دونوں کا یکساں نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ دیکھتی آنکھوں برائی کو بھلائی کوئی کیوں سمجھ لے گا۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو سوء استعداد اور سوء اختیار کی بنا پر بھٹکانا چاہے تو اس کی عقل اسی طرح اوندھی ہو جاتی ہے اور جس کو حسن استعداد اور حسن اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے تو کسی شیطان کی طاقت نہیں کہ اسے غلط راہ پر ڈال سکے یا الٹی بات سجھا دے۔ الغرض جو شخص شیطانی اغوا سے برائی کو بھلائی۔ اور بدی کو نیکی اور زہر کو تریاق سمجھ لے کیا

اس کے سیدھے راستہ پر آنے کی کوئی توقع ہوسکتی ہے؟ جب نہیں ہوسکتی اور سلسلۂ ہدایت وضلالت اللہ کی مشیت کے تابع ہے تو اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان معاندین کے غم میں اپنے کو کیوں گھلاتے ہیں۔ اور اس حسرت میں کہ یہ بدبخت اپنے فائدہ کی بات کو کیوں قبول نہیں کرتے کیا آپ اپنی جان دے بیٹھیں گے۔ آپ صبر سے بیٹھئے اور ان پر افسوس نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے سب کرتوتوں کی خبر ہے وہ خود ان کا بھگتان کردے گا اور وقت آنے پر ان سے سمجھ لے گا۔ آپ دلگیر اور غمگین نہ ہوں۔

یہاں ان آیات میں کئی اہم نصیحتیں کی گئی ہیں اور ان سے کئی امور معلوم ہوتے ہیں۔

۱- ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول یا اپنی کتاب کے ذریعہ جو وعدے فرمائے ہیں وہ سب حق ہیں سچے اور یقینی ہیں۔ ان کے خلاف میں دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔

۲- دوسرے یہ کہ انسان کو دنیوی زندگی کے دھوکہ میں نہ پڑنے کی ہدایت کی گئی۔ اور دنیوی زندگی کا سب سے بڑا دھوکہ یہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں منہمک ہوکر آخرت سے غافل ہوجائے۔

۳- تیسرے یہ کہ شیطان انسانوں کا ازلی اور قدیمی دشمن ہے۔ اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ انسان کو اپنے وسوسوں سے دھوکہ اور فریب دیتا رہے لہٰذا ایک عاقل انسان کو ہمیشہ شیطانی وسوسوں سے چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور شیطان کے بہکانے سے ہرگز قصد کرکے کوئی گناہ اور معصیت و نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نہ کرے۔ اور اگر اتفاقاً کوئی گناہ یا معصیت ہوجائے تو اس پر جلد پشیمانی اور ندامت کے ساتھ توبہ کرلے کہ پھر ایسا نہ کروں گا۔

۴- چوتھے یہ کہ شیطان کو چونکہ اپنا انجام معلوم ہے کہ وہ جہنمی ہے اس لئے وہ یہی چاہتا ہے کہ انسانوں میں سے جس کو ہوسکے اپنے ساتھ وہ جہنم میں لے جائے۔ اس لئے شیطانی اغوا سے بہت سے انسان برائی کو اچھائی۔ اور بدی کو بھلائی۔ اور حق کو باطل اور باطل کو حق۔ اور نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع سمجھنے لگتے ہیں اور اچھے اور برے میں تمیز کی صلاحیت ان میں باقی نہیں رہتی گویا یہ دل کی موت ہے اور آدمی کا اس حال پر پہنچ جانا نہایت خطرناک ہے کہ جس کی نگاہ میں ہدایت گمراہی اور گمراہی ہدایت بن جاتی ہے۔ پھر اس کا اپنی حماقت پر متنبہ ہونا اور کسی کی نصیحت کا اس پر کارگر ہونا مشکل ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ایک آدمی جو کوئی برا کام تو کرتا ہے مگر یہ سمجھتا ہے اور مانتا ہے کہ وہ جو کچھ کررہا ہے برا کررہا ہے اور اس کے قلب میں نیکی اور بدی کی تمیز باقی ہے تو ایسا شخص کبھی خود اپنے ضمیر کی ملامت سے یا کسی کے سمجھانے سے درست ہوسکتا ہے اور راہ راست پر آسکتا ہے۔

۵- پانچویں یہ کہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ آخرت میں انسان کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔

۶- چھٹے یہ کہ ہدایت وضلالت حقیقت میں حق تعالیٰ جل شانہ کی مشیت کے تابع ہے۔ نیکی اور بدی اور حق و باطل میں تمیز من جانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں اور جس کو چاہیں ہدایت سے نوازیں۔ اس لئے ہدایت کا طالب ہر کسی کو اللہ پاک ہی سے ہونا چاہئے۔ اور اسی سے ہدایت اور صراط مستقیم کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اور اس کی تاکید خود حق تعالیٰ کی طرف سے ہر اہل ایمان کو اس طرح کی گئی ہے کہ ہر نماز میں اور نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہنے کی تلقین فرمائی گئی یعنی اے اللہ ہم کو سیدھے راستے کی ہدایت فرما۔ حق تعالیٰ ہمیں حق و باطل کی تمیز اور حق پر قائم رہنے اور باطل سے گریز اور بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ

اور اللہ ایسا ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو خشک قطعۂ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر ہم اس کے (پانی کے)

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ

ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں، اسی طرح (قیامت میں آدمیوں کا) جی اٹھنا ہے۔ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو تمام تر عزت خدا ہی کیلئے ہے،

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ

اچھا کلام اُسی تک پہنچتا ہے اور اچھا کام اس کو پہنچاتا ہے، اور جو لوگ بُری بُری تدبیریں کر رہے ہیں ان کو

عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ یَبُوْرُ ۝۱۰

سخت عذاب ہوگا، اور ان لوگوں کا یہ مکر نیست و نابود ہو جائے گا۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	الَّذِیْٓ وہ جس نے	اَرْسَلَ بھیجا	الرِّیٰحَ ہوائیں	فَتُثِیْرُ پھر وہ اٹھاتی ہیں	سَحَابًا بادل	فَسُقْنٰهُ پھر ہم اسے لے گئے	اِلٰی طرف
بَلَدٍ مَّیِّتٍ مردہ شہر	فَاَحْیَیْنَا پھر ہم نے زندہ کیا	بِهٖ اس سے	الْاَرْضَ زمین	بَعْدَ مَوْتِهَا اسکے مرنے کے بعد	كَذٰلِكَ اسی طرح		
النُّشُوْرُ جی اٹھنا	مَنْ جو کوئی	كَانَ یُرِیْدُ چاہتا ہے	الْعِزَّةَ عزت	فَلِلّٰهِ تو اللہ کیلئے	الْعِزَّةُ عزت	جَمِیْعًا تمام تر	اِلَیْهِ اس کی طرف
یَصْعَدُ چڑھتا ہے	الْكَلِمُ الطَّیِّبُ کلام پاکیزہ	وَالْعَمَلُ اور عمل	الصَّالِحُ اچھا	یَرْفَعُهٗ وہ اس کو بلند کرتا ہے	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	یَمْكُرُوْنَ تدبیریں کرتے ہیں	
	السَّیِّاٰتِ بُری	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ شَدِیْدٌ عذاب سخت	وَمَكْرُ اور تدبیر	اُولٰٓئِكَ ان لوگوں	هُوَ یَبُوْرُ وہ اکارت جائیگی	

تفسیر و تشریح:۔ شروع سورت میں توحید کا مضمون تھا اسی سلسلہ میں گذشتہ آیات میں آخرت و قیامت کا ذکر فرمایا گیا تھا ساتھ ہی منکرین و مکذبین توحید و رسالت و آخرت کا ذکر ہوا تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی۔ اب آگے پھر وہی مضمون توحید و آخرت بیان ہو رہا ہے اور منکرین کو سمجھایا جا رہا ہے کہ وہ کس طرح دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں اور وہ مردہ زمین جو گرمی کی شدت سے سوکھی پڑی تھی اور چاروں طرف خاک اڑ رہی تھی۔ بارش کے پانی سے اس میں جان پڑ جاتی ہے اور جہاں کھیتی و سبزہ کچھ نہ تھا وہ زمین یکا یک لہلہا اٹھتی ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی مرے پیچھے جلا کر کھڑا کر دے گا۔ روایات میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنا چاہے گا تو عرش کے نیچے سے ایک خاص قسم کی بارش ہوگی جس کا پانی پڑتے ہی مردے اس طرح جی اٹھیں گے جیسے ظاہری بارش ہونے پر دانہ زمین سے اگ آتا ہے تو منکرین آخرت کو یہاں بتلایا گیا کہ تم جو اس خیال میں ڈوبے ہوئے ہو کہ دنیا میں جو کچھ بھی من مانی کرتے رہیں وہ وقت کبھی نہیں آتا کہ جب اپنے دنیا میں کیے ہوئے اعمال و افعال کی جواب دہی کے لئے خدا کے حضور حاضر ہونا پڑے گا۔ تو یہ خیال بالکل غلط ہے۔ قیامت و آخرت ضرور آنی ہے جبکہ تمام اگلے پچھلے مرے ہوئے انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں دوبارہ زندہ کر کے حاضر کر دیئے جائیں گے اور بالکل اسی طرح جی اٹھیں گے جس طرح ایک بارش ہوتے ہی سوکھی اور مردہ زمین یکا یک لہلہا اٹھتی ہے۔ آگے اس نشور یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی مناسبت سے ایک اور مضمون بیان فرمایا جاتا ہے اور

وہ یہ کہ جب قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے تو وہاں کی ذلت و خواری سے بچنے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص آخرت میں عزت حاصل کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ کی اطاعت اور بندگی کو دنیا میں لازم پکڑے اور لباس تقویٰ اختیار کرے۔ جو جس درجہ کی اطاعت و بندگی اختیار کرے گا اور جس درجہ کا تقویٰ اور پرہیز گاری لازم پکڑے گا اسی درجہ کی عزت اس کو آخرت میں حاصل ہوگی۔ تو منکرین توحید ورسالت وآخرت کو بتلایا گیا کہ سچی عزت جس میں ذلت کا شائبہ نہ ہوگا وہ تو اللہ کی اطاعت سے ملے گی اور اس کے رسول سے کفر و بغاوت کر کے جو عزت تم نے دنیا میں بنا رکھی ہے یہ تو ایک جھوٹی عزت ہے جس کو دیر یا سویر خاک ہی میں ملنا ہے۔ حقیقی عزت اور پائیدار عزت جو دنیا سے لے کر عقبیٰ تک کبھی ذلت آشنا نہیں ہوسکتی وہ صرف خداوند قدوس سے حاصل ہوسکتی ہے اور خدا کی بندگی سے میسر آسکتی ہے۔ اس کے ہو جاؤ گے تو وہ تمہیں مل جائے گی اور اس سے منہ موڑو گے تو انجام کار ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔ پس اس عزت حقیقی کو خدائے ذوالجلال والاکرام سے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ قولاً اور فعلاً اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی جائے کہ خدا کے نزدیک یہی چیزیں پسندیدہ ہیں چنانچہ اچھا کلام یعنی کلمۂ توحید ذکر اللہ اور تلاوۃ القرآن۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ تسبیح تہلیل۔ تحمید اور تمجید۔ علم و نصیحت کی باتیں۔ یہ سب چیزیں بارگاہ رب العزت کی طرف چڑھتی ہیں اور قبولیت کی عزت حاصل کرتی ہیں اور اچھے کلام کے ساتھ اچھے کام بھی ہوں تو وہ اس کو سہارا دے کر اور زیادہ ابھارتے اور بلند کرتے رہتے ہیں۔ غرض کہ بھلے کام اور اچھے کلام یہ دونوں اللہ کو پسندیدہ ہیں لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طالب ہو وہ ان چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کرے۔

یہاں یہ بات لائق غور ہے کہ قرآن کریم نے کلم الطیب اور عمل الصالح لازم ملزوم کی حیثیت سے بتلائے ہیں۔ تو جو شخص ان دونوں کو اختیار کرے گا وہ اللہ کے نزدیک پوری طرح معزز ہوگا۔ اور جو لوگ اس کے خلاف طریقہ اختیار کر کے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں اور اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بری بری تدبیریں سوچتے اور حق کے خلاف داؤ گھات میں رہتے ہیں ان کو آخرت میں کوئی عزت نہیں اور سخت عذاب ہوگا جو کہ موجب ان کی ذلت کا ہوگا۔ یہ تو آخرت کا خسران ہوا۔ لیکن دنیا میں بھی ان کو یہ خسران ہوگا کہ ان کی یہ تدبیریں خلاف حق کامیاب نہ ہوں گی اور ان کا مکر نیست و نابود ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کفار عرب اسلام کو مٹانا چاہتے تھے وہ خود ہی مٹ گئے۔ یا قریش نے "دارالندوہ" میں بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے مشورہ کئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ بدر کے موقع پر وہی لوگ وطن سے نکلے۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل و قید ہوئے۔

دعا کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو ایمان واسلام کے ساتھ کلمہ طیب اور عمل صالحہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! جن اعمال صالحہ کی ہم کو توفیق نصیب ہو جائے ان کو اپنی قبولیت سے بھی سرفرازی بخشئے۔

یا اللہ! دنیا کی ذلت اور رسوائی سے ہم کو بچائیے اور آخرت کی ذلت اور رسوائی سے بھی ہم کو بچا لیجئے۔

یا اللہ! جو امور آپ کو پسند ہیں اور جس سے دونوں جہان میں عزت نصیب ہوتی ہے ان کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور جو امور آپ کو ناپسند ہیں اور جو ذلت کا باعث ہیں ان سے ہمیں دور رکھئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا، اور کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ

تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ

وہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے، اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے، یہ سب

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿١١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ

اللہ کو آسان ہے۔ اور دونوں دریا برابر نہیں ہیں، ایک تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا آسان ہے اور ایک شور تلخ ہے،

وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ

اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور (یعنی موتی) نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو، اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھتا ہے

مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي

پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اس کی روزی ڈھونڈو اور تاکہ تم شکر کرو۔ وہ رات کو دن میں داخل کردیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کردیتا ہے،

الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ

اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے، یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے،

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿١٣﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ

اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار سنیں گے نہیں،

وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿١٤﴾

اور اگر سن بھی لیں تو تمہارا کہنا نہ کرینگے، اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے، اور تجھ کو خبر رکھنے والے کے برابر کوئی نہیں بتلاوے گا۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	مِنْ تُرَابٍ مٹی سے	ثُمَّ پھر	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	ثُمَّ جَعَلَكُمْ پھر اس نے تمہیں بنایا		
اَزْوَاجًا جوڑے جوڑے	وَمَا اور نہ	تَحْمِلُ حاملہ ہوتی ہے	مِنْ اُنْثٰى کوئی عورت	وَلَا تَضَعُ اور نہ جنتی ہے	اِلَّا مگر	بِعِلْمِهٖ اسکے علم میں ہے	
وَمَا اور نہیں	يُعَمَّرُ عمر پاتا	مِنْ مُّعَمَّرٍ کوئی بڑی عمر والا	وَلَا يُنْقَصُ اور نہ کم کی جاتی ہے	مِنْ عُمُرِهٖ اس کی عمر سے	اِلَّا مگر	فِيْ كِتٰبٍ کتاب میں	
اِنَّ بیشک	ذٰلِكَ یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	يَسِيْرٌ آسان	وَمَا يَسْتَوِي اور برابر نہیں	الْبَحْرٰنِ دونوں دریا	هٰذَا یہ	عَذْبٌ فُرَاتٌ شیریں پیاس بجھانے والا
سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ آسان اس کا پینا	وَهٰذَا اور یہ	مِلْحٌ اُجَاجٌ شور تلخ	وَمِنْ كُلٍّ اور ہر ایک سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	لَحْمًا گوشت	طَرِيًّا تازہ	
وَتَسْتَخْرِجُوْنَ اور تم نکالتے ہو	حِلْيَةً زیور	تَلْبَسُوْنَهَا جس کو پہنتے ہو تم	وَتَرَى اور تو دیکھتا ہے	الْفُلْكَ کشتیاں	فِيْهِ اس میں		
مَوَاخِرَ چیرتی ہیں پانی کو	لِتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش کرو	مِنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل سے روزی	وَلَعَلَّكُمْ اور تاکہ تم	تَشْكُرُوْنَ تم شکر کرو			

يُوْلِجُ الَّيْلَ وہ داخل کرتا ہے رات	فِی النَّهَارِ دن میں	وَيُوْلِجُ النَّهَارَ اور داخل کرتا ہے دن کو	فِی الَّيْلِ رات میں	وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا		
الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	كُلٌّ يَّجْرِیْ ہر ایک چلتا ہے	لِاَجَلٍ ایک وقت	مُّسَمًّى مقررہ	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہی ہے اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار
لَهُ الْمُلْكُ اس کیلئے بادشاہت	وَالَّذِيْنَ اور جن کو	تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	مَا يَمْلِكُوْنَ وہ مالک نہیں	مِنْ قِطْمِيْرٍ کھجور کی گٹھلی کا چھلکا	
اِنْ اگر	تَدْعُوْهُمْ تم ان کو پکارو	لَا يَسْمَعُوْا وہ نہیں سنیں گے	دُعَآءَكُمْ تمہاری پکار (دعا)	وَ اور	لَوْ اگر	سَمِعُوْا وہ سن لیں
مَا اسْتَجَابُوْا وہ حاجت پوری نہ کرسکیں گے	لَكُمْ تمہاری	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور روز قیامت	يَكْفُرُوْنَ وہ انکار کریں گے	بِشِرْكِكُمْ تمہارے شرک کرنیکا		
	وَلَا يُنَبِّئُكَ اور تجھ کو خبر نہ دے گا	مِثْلُ مانند	خَبِيْرٍ خبر دینے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اثبات توحید اور رد شرک کے سلسلہ میں حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا ایک مظہر یعنی بعث بعد الموت اور حشر ونشر بیان فرمایا گیا تھا۔ اب آگے ان آیات میں قدرت خداوندی کے بعض دوسرے مظاہر جو توحید پر بھی دلالت کرتے ہیں بیان فرمائے گئے ہیں اور ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کر کے پہلی بات یہ بیان فرمائی گئی کہ انسان کی پیدائش پہلے براہ راست مٹی سے کی گئی یعنی حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان مٹی سے پیدا کئے گئے۔ اور پھر نسل انسانی کو ایک حقیر پانی یعنی نطفہ سے جاری رکھا۔ اللہ نے مرد وعورت کے جوڑے بنادیئے جس سے نسل انسانی دنیا میں پھیلی یہ تو اس کی قدرت عظیمہ کا بیان ہوا۔ آگے اس کے علم کا بیان ہے کہ ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچہ کے تولد ہونے کا علم اس کو ہے اور اس عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفہ کو لمبی عمر ملنے والی ہے کس کو کم عمر ملنے والی ہے اور استقرار حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک جو دور اس پر گزرتے ہیں جس کو ماں باپ بھی نہیں جانتے سب کا علم خدا ہی کو ہے۔ پھر جس کی جتنی عمر ہے وہ سب لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اللہ نے اپنے علم قدیم کے موافق لوح محفوظ میں سب ثبت فرمادیا ہے۔ اور اللہ کو ان جزئیات پر احاطہ رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ اس کو تو تمام ما کان ویکون۔ جزئی۔ کلی اور غیب وشہادت کا علم ازل سے حاصل ہے۔ آگے اللہ کی قدرت کے اور دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں کہ دیکھو۔ اللہ نے اپنی قدرت سے دو قسم کے پانی پیدا کردیئے۔ ایک تو صاف ستھرا۔ میٹھا عمدہ پانی جو پینے میں لذیذ اور تسکین دہ ہے جیسے دریاؤں اور نہروں و چشموں کا اور دوسرا کھاری کڑوا اور تلخ پانی جیسے سمندروں کا۔ پھر یہ بھی اس کی قدرت ہے کہ اس نے پانی میں مچھلیاں پیدا کردیں جس کو انسان نکال کر انکا گوشت کھاتے ہیں۔ پھر اسی پانی میں موتی۔ مونگا۔ مرجان وغیرہ پیدا کئے جسے انسان نکال کر زیورات یعنی سامان آرائش بناتے ہیں اور پہنتے ہیں۔ پھر اسی پانی میں کشتیاں اور جہازوں سے انسان سفر کرتے ہیں جو پانی کو چیر کر اور کاٹ کر چلتے ہیں اور اس طرح بڑے بڑے تجارتی سفر ان پر طے ہوتے ہیں اور سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچتے ہیں۔ انسانوں کے لئے یہ سب چیزیں نفع حاصل کرنے کے لئے اللہ نے بنادی ہیں تاکہ انسان اللہ کا فضل اور روزی تلاش کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے۔ آگے اور اپنی قدرت کاملہ کا بیان اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا۔ کبھی راتیں بڑی۔ کبھی دن بڑے۔ کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے۔ کبھی گرمیاں۔ اسی نے سورج اور چاند کو اور ایک جگہ جمے ہوئے اور چلتے پھرتے سیاروں اور ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے کہ مقدار معین پر خدا کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں۔ یہ نظام اس قدرت والے اور علم والے خدا نے قائم کر رکھا ہے اور مقررہ

وقت یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ تو جس اللہ نے یہ سب کچھ کیا ہے اور مقررہ وقت یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ تو جس اللہ نے یہ سب کچھ کیا ہے اور جیسا علم اور قدرت والا ہے جس کے نمونہ اوپر بیان کئے گئے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت و بندگی نہیں۔ اب ان مشرکین نے جو دیوی اور دیوتا بنا رکھے ہیں یا جن بتوں کی یہ پرستش کرتے ہیں یا جن جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں لیکن یہ سب کے سب محض مجبور اور خدائی قدرت کے سامنے بالکل بے بس و بے کس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں۔ آسمان و زمین کی حقیر سے حقیر چیز کے بھی وہ مالک نہیں، جن کو یہ مشرکین خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی آواز تک تو سنتے نہیں اور اگر بالفرض وہ ان کی پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضہ میں کوئی چیز نہیں اس لئے وہ ان کی حاجت براری نہیں کرسکتے بلکہ قیامت کے دن اس شرک سے وہ انکاری ہوجائیں گے اور مشرکین کی ان مشرکانہ حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اور بجائے مددگار بننے کے دشمن ثابت ہوں گے۔ تو بھلا بتلاؤ کہ خدا جیسی سچی خبریں اور کون دے سکتا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ احوال کو کون جاننے والا ہے۔ جب وہی فرماتا ہے کہ یہ شریک غلط ہیں جو کچھ کام نہیں آسکتے تو ایسی ٹھیک اور پکی باتیں اور کون بتلائے گا۔ مطلب یہ کہ جو اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر ہی رہے گا اور جو کچھ ہونے والا ہے اس سے خدا تعالیٰ پورا خبردار ہے اس جیسی خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں تمام انسانوں کو بتلایا گیا کہ جس خدا نے تم کو پیدا کیا اور جس نے تم کو ایک مقررہ عمر عطا فرمائی۔ اور جس نے اپنی قدرت سے دریا و سمندر کا میٹھا اور شیریں پانی بھی بنایا اور کڑوا و تلخ بھی۔ جس میں سے انسان مچھلیاں اپنی غذا کے لئے پکڑتے ہیں اور موتی وغیرہ جیسے قیمتی سامان آرائش حاصل کرتے ہیں۔ اور جس خدا نے یہ چاند۔ سورج اور دن رات کا نظام مقرر کیا اور اس کو قائم رکھا۔ اسی پروردگار عالم کو سب قدرت وسلطنت حاصل ہے اور سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے تو ایسے خدا کے ساتھ ایسوں کو معبود بنانا کہ جو نہ کسی شے کے مالک ہیں نہ خالق ہیں۔ اور نہ نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں کہاں کی عقل ہے اور کس طرح یہ انسان کے لئے زیبا ہے کہ خدائے واحد کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کر کے شرک و کفر میں گرفتار ہو۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا۔ اور پھر ہم کو زندگی عطا فرمائی تا کہ ہم حق تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرسکیں۔

حق تعالیٰ ہم کو توحید کے ساتھ اسلام و ایمان کامل بھی نصیب فرمائیں۔ اور اپنی جملہ عطا کردہ نعمتوں کی شکرگزاری اور ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ

اے لوگو تم خدا کے محتاج ہو، اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تم کو فنا کردے اور ایک نئی مخلوق پیدا کردے۔

بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ

اور یہ بات خدا کو کچھ مشکل نہیں۔ اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھاوے گا، اور اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا

مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کیلئے بلاوے گا (بھی) تب بھی اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ بٹایا جاوے گا اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی ہو آپ تو صرف ایسے لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں

رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو شخص پاک ہوتا ہے وہ اپنے لئے پاک ہوتا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہوسکتے۔ اور نہ تاریکی اور روشنی۔ اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ

اور زندے اور مردے برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے، اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو

فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ

قبروں میں ہیں۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ ہم نے ہی آپ کو (دین) حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی

اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو، اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا (اور) ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر

بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾

معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔ پھر میں نے ان کافروں کو پکڑ لیا سو میرا کیسا عذاب ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	اَنْتُمْ تم	الْفُقَرَآءُ محتاج	اِلَى اللّٰهِ اللہ کے	وَاللّٰهُ اور اللہ	هُوَ وہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	الْحَمِيْدُ سزاوار حمد	اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے
يُذْهِبْكُمْ تمہیں لے جائے	وَيَاْتِ اور لے آئے وہ	بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ نئی خلقت	وَمَا اور نہیں	ذٰلِكَ یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	بِعَزِيْزٍ دشوار		
وَلَا تَزِرُ اور نہیں اٹھائے گا	وَازِرَةٌ کوئی اٹھانے والا	وِّزْرَ اُخْرٰى بوجھ دوسرے کا	وَاِنْ اور اگر	تَدْعُ بلائے	مُثْقَلَةٌ کوئی بوجھ لدا ہوا			
اِلٰى حِمْلِهَا طرف لئے اپنا بوجھ	لَا يُحْمَلْ نہ اٹھائیگا وہ	مِنْهُ اس سے	شَيْءٌ کچھ	وَّلَوْ كَانَ خواہ ہوں	ذَا قُرْبٰى قرابت دار	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں (صرف)		

تُنْذِرُ آپ ڈراتے ہیں	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	یَخْشَوْنَ ڈرتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	بِالْغَیْبِ بن دیکھے	وَاَقَامُوا اور قائم رکھتے ہیں	الصَّلٰوۃَ نماز		
وَمَنْ اور جو	تَزَکّٰی پاک ہوتا ہے	فَاِنَّمَا تو صرف	یَتَزَکّٰی وہ پاک صاف ہوتا ہے	لِنَفْسِهٖ خود اپنے لئے	وَاِلَى اللّٰهِ اور اللہ کیطرف	الْمَصِیْرُ لوٹ کر جانا		
وَمَا یَسْتَوِی اور برابر نہیں	الْاَعْمٰی اندھا	وَالْبَصِیْرُ اور آنکھوں والا	وَلَا الظُّلُمٰتُ اور نہ اندھیرے	وَلَا النُّوْرُ اور نہ روشنی	وَلَا الظِّلُّ اور نہ سایہ			
وَلَا الْحَرُوْرُ اور نہ جھلستی ہوا	وَمَا یَسْتَوِی اور نہیں برابر	الْاَحْیَآءُ زندے	وَلَا اور نہ	الْاَمْوَاتُ مُردے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	یُسْمِعُ سنا دیتا ہے		
مَنْ یَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَمَآ اَنْتَ اور تم نہیں	بِمُسْمِعٍ سنانے والے	مَنْ جو	فِی الْقُبُوْرِ قبروں میں	اِنْ اَنْتَ تم نہیں	اِلَّا مگر۔صرف		
نَذِیْرٌ ڈرانے والے	اِنَّا بیشک ہم	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے آپ کو بھیجا	بِالْحَقِّ حق کیساتھ	بَشِیْرًا خوشخبری دینے والا	وَنَذِیْرًا اور ڈرسنانے والا	وَاِنْ اور نہیں		
مِّنْ اُمَّةٍ کوئی امت	اِلَّا خَلَا مگر گزرا	فِیْهَا اس میں	نَذِیْرٌ کوئی ڈرانے والا	وَاِنْ اور اگر	یُّكَذِّبُوْكَ وہ تمہیں جھٹلائیں	فَقَدْ كَذَّبَ تو تحقیق جھٹلایا		
الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے اگلے	جَآءَتْهُمْ آئے انکے پاس	رُسُلُهُمْ انکے رسول	بِالْبَیِّنٰتِ روشن دلائل کیساتھ	وَبِالزُّبُرِ اور صحیفوں کیساتھ			
وَبِالْكِتٰبِ اور کتابوں کیساتھ	الْمُنِیْرِ روشن	ثُمَّ پھر	اَخَذْتُ میں نے پکڑا	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا	فَكَیْفَ پھر کیسا	كَانَ ہوا	نَكِیْرِ میرا عذاب	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون اثبات توحید اور رد شرک کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں حق تعالیٰ کی قدرت کا بیان گذشتہ آیات میں ہوا۔ چونکہ کفار توحید الٰہی سے انکار کرتے تھے اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس انکار سے حق تعالیٰ کا کچھ ضرر نہیں بلکہ ان کفار ہی کا ضرر ہے۔ پھر اس ضرر سے کفار کو ڈرایا گیا۔ پھر چونکہ کفار کے انکار اور ان کی تکذیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوتا تھا اس لئے چند مثالیں بیان فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین وتسلی کا مضمون بیان فرمایا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے تمام انسانوں کو خطاب فرمایا اور سمجھایا گیا کہ تم کو جو یہ توحید کی باتیں اور شرک کی برائی بتلائی جاتی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ان میں حق تعالیٰ کی کوئی غرض ہے۔ حق تعالیٰ تو ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ غنی ہے اور سب فقیر ہیں۔ وہ بے پروا ہے اور سب اس کے حاجتمند ہیں۔ اور انسان تو سب سے زیادہ حاجتوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اگر ہوا۔ پانی۔ روشنی۔ حیوانات۔ نباتات میں سے کسی کی کمی ہو جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور خداوند ذوالجلال غنی مطلق اور بے نیاز مطلق ہے۔ اسے نہ کسی کے مال ودولت کی حاجت ہے اور نہ کسی کی عبادت کی حاجت ہے وہ سب سے بے نیاز ہے لہذا اس غلط فہمی میں کوئی نہ رہے کہ ہم اسے خدا نہ مانیں گے تو اس کی خدائی نہ چلے گی اور تم اس کی طاعت وبندگی نہ کرو گے تو اس کا کوئی نقصان ہو جائے گا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تم ہی اس کے محتاج ہو۔ تمہاری زندگی ایک لحہ کے لئے قائم نہیں رہ سکتی اگر وہ تمہیں زندہ نہ رکھے۔ لہذا تمہیں جو توحید اختیار کرنے اور اس کی عبادت وطاعت کرنے کی تاکید کی جاتی ہے اس میں خود تمہارا ہی نفع ہے تمہاری احتیاج دیکھ کر تمہارے نفع کے لئے یہ توحید کی تعلیم کی گئی ہے۔ اگر تم نہیں مانو گے تو تم اپنا ہی ضرر کرو گے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو تمہارے کفر وشرک کی سزا میں تم کو فنا کر دے اور صفحہ ہستی سے مٹا دے اور ایک نئی مخلوق کو وجود میں تمہارے بدلہ میں لے آئے جو ہر طرح اس کی فرمانبردار اور اطاعت گزار ہو جیسے آسمانوں پر فرشتے اور ایسا کرنا اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔ لیکن اس نے اپنی مصلحت سے مہلت دے رکھی ہے۔ غرض کفر وعصیان کی سزا کا امکان اور اس وقت یہ حالت ہو گی کہ نہ کوئی از خود دوسرے کا بوجھ اپنے سر رکھے گا کہ اس کے گناہ اپنے اوپر لے لے اور نہ دوسرے کے پکارنے پر اس کا ہاتھ بٹا سکے گا۔ خواہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں یہ بات

اس بنا پر بھی فرمائی جارہی ہے کہ مکہ معظمہ میں جو لوگ اسلام قبول کررہے تھے تو ان سے ان کے مشرک رشتہ دار اور برادری کے لوگ کہتے تھے کہ تم ہمارے کہنے سے اس نئے دین کو چھوڑ دو اور دین آبائی پر قائم رہو اگر تمہیں کچھ عذاب یا سزا ہو تو ہماری گردن پر۔ اس لئے یہاں بتلا دیا گیا کہ قیامت کے دن کوئی اپنے گناہوں کا بوجھ دوسرے پر لادنا چاہے تو یہ چاہت اس کی پوری نہ ہوگی اور نہ کوئی اسے ملے گا کہ اس کا بوجھ اٹھالے۔ عزیز وا قارب بھی منہ موڑلیں گے اور پیٹھ پھیرلیں گے۔ سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی۔ اور ہر شخص اپنے حال میں مشغول ہوگا پس اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت ہی سے اس دن بیڑا پار ہوگا۔ پس اے لوگو تم ہوش میں آؤ اور کفر و معصیت کو چھوڑ دو۔ ورنہ اس کفر و بدعملی کا خمیازہ خود ہی بھگتنا ہوگا۔ یہ تو تنبیہ منکرین کو تھی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر آپ کی تسلی کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین کے انکار و تکذیب پر جس کی سزا یہ ایک دن ضرور بھگتیں گے اس قدر غم و افسوس کیوں کرتے ہیں۔ آپ کے ڈرانے سے وہی اپنا رویہ درست کرکے نفع اٹھائے گا جو خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور ڈر کر اس کی بندگی میں لگا رہتا ہے۔ جس کے دل میں خدا کا خوف ہی نہ ہو وہ ان دھمکیوں سے کیا متاثر ہوگا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ آپ کی نصیحت سن کر جو شخص مان لے اور اپنا حال درست کرلے تو کچھ آپ پر یا خدا پر احسان نہیں۔ بلکہ اسی کا فائدہ ہے اور یہ فائدہ پوری طرح اس وقت ظاہر ہوگا جب سب اللہ کے ہاں لوٹ کر جائیں گے پس اگر ایمان لائیں گے تو ان کا اپنا نفع ہے اور کفر پر جمے رہیں گے تو بھی ان کا اپنا نقصان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اس قدر غم فرماتے ہیں۔ آگے بعض مثالوں کے ذریعہ مومن اور کافر کے حال و مستقبل کا فرق بتایا گیا

ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ضد ہیں یعنی مومن جس کو اللہ نے دل کی آنکھیں دی ہیں۔ حق کے اجالے اور وحی الٰہی کی روشنی میں بے کھٹکے راستہ قطع کرتا ہوا جنت کے باغوں اور رحمت الٰہی کے سایہ میں جا پہنچتا ہے۔ کیا اس کی برابری وہ کافر کرسکے گا جو دل کا اندھا ہو اور ہوا و ہوس کی ضلالت و اندھیروں میں بھٹکتا ہو اور جہنم کی آگ اور اس کی جھلس دینے والی لپٹوں کی طرف بے تحاشہ چلا جارہا ہے۔ ہرگز نہیں ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ مردہ اور زندہ برابر ہوگیا۔ حالانکہ فی الحقیقت مومن اور کافر میں اس سے بھی زیادہ فرق ہے۔ کہ جو ایک زندہ تندرست آدمی اور مردہ لاش میں ہوتا ہے۔ اصلی اور دائمی زندگی صرف روح ایمان سے ملتی ہے بدوں اس کے انسان کو ہزار مردوں سے بدتر مردہ سمجھنا چاہئے۔

یہاں چار مثالیں دی گئیں جس سے مومن اور کافر کے فرق کو سمجھایا گیا۔ پہلی مثال اعمٰی اور بصیر سے دی گئی یعنی کافر کی مثال اندھے کی سی ہے اور مومن کی مثال آنکھوں والے کی سی ہے اور ظاہر ہے کہ اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر نہیں سمجھے جاتے۔ دوسری مثال ظلمت اور نور سے دی گئی یعنی کافر کی مثال ظلمت اور تاریکی کی سی ہے اور مومن کی مثال نور اور روشنی کی سی ہے اور ظاہر ہے کہ اندھیرا اور روشنی یکساں نہیں ہوسکتے۔ تیسری مثال ظل اور حرور یعنی ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش سے دی گئی یعنی مومن کے ایمان پر جو ثمرہ جنت وغیرہ مرتب ہوگا اس کی مثال ٹھنڈے سایہ کی سی ہے اور کافر کے کفر پر جو ثمرۂ جہنم مرتب ہوگا اس کی مثال جلتی ہوئی دھوپ کی سی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں یکساں نہیں۔ چوتھی مثال زندہ اور مردہ کی دی گئی یعنی مومن مثل زندہ شخص کے ہے اور کافر مثل مردہ لاش کے ہے۔ اور دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ کافر مثل مردہ کے ہیں تو مردوں کو زندہ کرنا خدا کی قدرت میں تو ہے

بندہ کی قدرت میں نہیں پس اگر خدا ہی ان کو ہدایت کرے تب تو اور بات ہے باقی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی کوشش سے یہ لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں کیونکہ ان کی مثال مردوں کی سی ہے۔اسی طرح سمجھ لیا جائے کہ پیغمبر کا کام پیغام پہنچا دینا اور بھلے اور برے سے آگاہ کر دینا ہے۔کوئی مردہ کافر اگر پیغمبر کی بات نہ سنے تو یہ پیغمبر کے بس کی بات نہیں کہ زبردستی ان سے بات منوالیں اور ایمان ان کے دلوں میں اتار دیں۔اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کام لوگوں کو خبردار کرنے کا ہے اس کے بعد اگر کوئی ہوش میں نہیں آتا اور گمراہیوں میں بھٹکتا رہتا ہے تو اس کی آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔آپ کے ذمہ صرف تبلیغ ہے اور اہل ایمان کو ایمان لانے کی وجہ سے خوشخبری سنانا اور کافروں کو کفر کی سزا سے ڈرانا یہ آپ کا کام ہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر امت میں نبی یا رسول آتا رہا تا کہ ان کا کوئی عذر باقی نہ رہ جائے اور بایں ہمہ اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں۔تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے لئے کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی خدا کے رسولوں کو جھٹلایا جو بڑے بڑے معجزات اور کھلی کھلی دلیلیں۔صاف صاف آیتیں اور نورانی صحیفے لے کر آئے تھے۔آخر ان کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں عذاب وسزا میں گرفتار کر لیا گیا اور آپ دیکھ لیجئے کہ پھر وہ کس طرح تباہ و برباد ہوئے۔اسی طرح ان کفار کو تکذیب کرنے پر وقت آنے پر سزامل جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کفار ومشرکین کو سمجھایا گیا کہ اگر تم توحید کو اختیار نہیں کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے اور امکان ہے کہ دنیا میں بھی اس کفر و نافرمانی کی سزا بھگتو اور آخرت میں تو یقیناً بھگتنا ہی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کفار کے ایمان نہ لانے سے جو صدمہ اور رنج وغم ہوتا تھا اس پر آپ کی تسلی کی گئی اور گذشتہ امتوں اور پیغمبروں کا حال اجمالاً سنایا گیا کہ گذشتہ کفار بھی اپنے پیغمبر کی نافرمانی وتکذیب پر پکڑے گئے اسی طرح وقت آنے پر ان کفار مکہ کو بھی سزا ملے گی۔اب ان آیات میں مومن اور کافر کے فرق کے سلسلہ میں کفار کی مثال مردوں سے اور مومنین کی مثال زندوں سے دی گئی ہے اور اسی سلسلہ میں ایک جملہ

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ

فرمایا گیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔"

اسی مضمون کا ایک جملہ ۲۱ ویں پارہ سورۂ روم کی آیت نمبر ۵۲ میں فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (سو آپ مردوں کو تو نہیں سنا سکتے) آیا ہے اور ایسا ہی بیسویں پارہ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۸۰ میں اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے) گزر چکا ہے جہاں ان جملوں کی ضروری تشریح ہو چکی ہے۔جہاں ان مردوں سے مراد زندہ کفار ہیں۔اسی طرح یہاں آیت میں بھی مَنْ فِی الْقُبُوْرِ سے مراد زندہ کفار ہیں اور یہاں سنانے سے مراد وہ سنانا ہے جو مفید۔موثر اور نافع ہو ورنہ مطلق سنانا تو کفار کو ہمیشہ ہوتا ہی رہا اور مشاہدہ میں آتا رہا کہ ان کو تبلیغ ہوتی تھی اور وہ سنتے تھے اس لئے مراد اس جملہ کی یہ ہے کہ جس طرح آپ مردوں کو کلام حق سنا کر راہ حق پر نہیں لا سکتے کیونکہ وہ دنیا کے دار العمل سے آخرت کے دار الجزاء میں منتقل ہو چکے ہیں۔وہاں اگر وہ ایمان کا اقرار بھی کر لیں تو معتبر نہیں اسی طرح کفار کا حال ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ مردوں کے سنانے کی جو نفی اس جملہ میں کی گئی ہے اس سے مراد خاص اسماع نافع ہے جس کی وجہ سے سننے والا باطل کو چھوڑ کر حق پر آ جائے۔اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مسئلہ سماع موتی سے یعنی مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں یا نہیں اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔

(معارف القرآن صفحہ ۳۳۳ جلد ہفتم از حضرت مفتی صاحبؒ)

یہ مسئلہ کہ مردے کوئی کلام سن سکتے ہیں یا نہیں یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے اور اس کے متعلق ''مسئلہ سماع اموات'' کے زیر عنوان جو تحقیق حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

''یہ مسئلہ کہ مردے کوئی کلام سن سکتے ہیں یا نہیں ان مسائل میں سے ہے جن میں خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا باہم اختلاف رہا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سماع موتی کو ثابت قرار دیتے ہیں اور حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں۔ اسی لئے دوسرے صحابہ و تابعین میں بھی دو گروہ ہو گئے۔ بعض اثبات کے قائل ہیں بعض نفی کے۔ مذکورہ بالا تینوں مواقع میں یہ بات قابل نظر ہے کہ ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں کہ مردے سن نہیں سکتے بلکہ تینوں جگہ (یعنی یہاں سورۂ فاطر میں۔ سورۂ روم اور سورۂ نمل میں) نفی اس کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ تینوں جگہ اسی تعبیر اور عنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہو سکتی ہے مگر ہم باختیار خود ان کو سنا نہیں سکتے۔

ان تینوں آیتوں کے بالمقابل ایک چوتھی آیت جو شہداء کے بارہ میں آئی ہے وہ یہ ثابت کرتی ہے کہ شہداء کو اپنی قبروں میں ایک قسم کی زندگی عطا ہوتی ہے اور اس زندگی کے مطابق رزق بھی ان کو ملتا ہے اور اپنے پسماندہ متعلقین کے متعلق بھی منجانب اللہ ان کو بشارت سنائی جاتی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْھِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۶۹-۱۷۰)

(اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے) یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ مرنے کے بعد بھی روح انسانی میں شعور اور ادراک باقی رہ سکتا ہے بلکہ شہداء کے معاملہ میں اس کے وقوع کی شہادت بھی یہ آیت دے رہی ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ یہ حکم تو شہیدوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے اموات کے لئے نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے کم از کم اتنا تو ثابت ہو گیا کہ مرنے کے بعد بھی روح انسانی میں شعور و ادراک اور اس دنیا کے ساتھ علاقہ باقی رہ سکتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے شہداء کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ ان کی ارواح کا تعلق ان کے اجساد اور قبور کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ چاہیں تو دوسری اموات کو یہ موقع دے سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سماع اموات کے قائل ہیں ان کا یہ قول بھی ایک صحیح حدیث کی بنا پر ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسناد صحیح کے ساتھ منقول ہے وہ یہ ہے۔

''جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردہ کی روح اس میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔''

اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ جب کوئی شخص اپنے مردہ مسلمان بھائی کی قبر پر جا کر سلام کرتا ہے تو مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور جواب دیتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اس کی روح اس دنیا میں واپس بھیج دیتے ہیں

اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ مردے سن سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا سننا اور ہمارا سنانا ہمارے اختیار میں نہیں البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں سنادیں۔ جب نہ چاہیں نہ سنائیں۔ مسلمان کے سلام کرنے کے وقت تو اس حدیث نے بتلا دیا کہ حق تعالیٰ مردہ کی روح واپس لا کر اس کو سلام سنا دیتے ہیں اور اس کو سلام کا جواب دینے کی بھی قدرت دیتے ہیں۔ باقی حالات وکلمات کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ مردہ ان کو سنے گا یا نہیں اس لئے امام غزالیؒ اور علامہ سبکیؒ وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ اتنی بات تو احادیث صحیح اور قرآن کی آیت مذکورہ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات میں مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں لیکن یہ ثابت نہیں کہ ہر مردہ ہر حال میں ہر شخص کے کلام کو ضرور سنتا ہے۔ اس طرح آیات و روایات کی تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مردے ایک وقت میں احیاء کے کلام کو سن سکیں دوسرے وقت نہ سن سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کے کلام کو سنیں۔ بعض کے کلام کو نہ سنیں۔ یا بعض مردے سنیں۔ بعض نہ سنیں۔ کیونکہ سورۂ نمل، سورۂ روم، سورۂ فاطر کی آیات سے بھی یہ ثابت ہے کہ مردوں کو سنانا ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں اس لئے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے۔ نہ قطعی نفی کی۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔'' (معارف القرآن جلد ششم صفحہ ۶۰۲ تا ۶۰۴)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو توحید کی دولت عطا فرمائی اس پر ہمیں شکر گزاری کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو دین اسلام پر استقامت اور مضبوطی سے جمنا نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے مومنین ومخلصین بندوں میں شامل رکھیں اور کفر وشرک کی باتوں سے ہمیں کامل طور پر بچاویں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کی جو خوشخبریاں مومنین کے لئے سنائی ہیں۔ یا اللہ اپنے فضل سے ہمیں بھی ان خوشخبریوں کا مصداق بنا دیجئے اور جن باتوں سے آپ نے ڈرایا ہے اور منع فرمایا ہے ان سے ہمیں باز رہنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ

(اے مخاطب) کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے، اور

الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ

پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں (بعضے) سفید (بعضے) سُرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور بعضے بہت گہرے سیاہ۔ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں

وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝

اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں، خدا سے اُس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں، واقعی اللہ زبردست بخشنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	اَنْزَلَ اُتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَاَخْرَجْنَا پھر ہم نے نکالے	بِهٖ اس سے	
ثَمَرٰتٍ پھل	مُخْتَلِفًا مختلف	اَلْوَانُهَا ان کے رنگ	وَ اور	مِنَ الْجِبَالِ پہاڑوں سے۔میں	جُدَدٌۢ بِيْضٌ قطعات سفید	وَحُمْرٌ اور سُرخ	
مُخْتَلِفٌ مختلف	اَلْوَانُهَا ان کے رنگ	وَغَرَابِيْبُ گہرے رنگ	سُوْدٌ سیاہ	وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں سے۔میں	وَالدَّوَآبِّ اور جانور		
وَالْاَنْعَامِ اور چوپائے	مُخْتَلِفٌ مختلف	اَلْوَانُهٗ ان کے رنگ	كَذٰلِكَ اسی طرح	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	يَخْشَى ڈرتے ہیں	اللّٰهَ اللہ	مِنْ سے
	عِبَادِهِ اسکے بندے	الْعُلَمٰٓؤُا علم والے	اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ	عَزِيْزٌ غالب	غَفُوْرٌ بخشنے والا		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ سے مضمون توحید کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کی شان خلاقی ورزاقی اور اس کے کمالات وانعامات واحسانات کا بیان ہوتا چلا آرہا ہے اسی سلسلہ میں ان آیات میں بعض عجائبات قدرت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمالات کو دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گوناگوں نمونے نظر آتے ہیں۔ ایک زمین۔ ایک پانی ایک ہوا اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگ کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ کوئی سرخ۔ کوئی سبز کوئی سفید اور پھر ہر ایک کی خوشبو الگ اور ہر ایک کا ذائقہ جداگانہ۔ تو انسان غور وفکر سے دیکھے تو نباتات میں اللہ کی قدرت کے کرشمہ نظر آئیں گے۔ پھر جمادات کی طرف نظر کرے مثلاً پہاڑوں کو دیکھے تو یہاں بھی قدرت کی نیرنگی نظر آتی ہے۔ پہاڑوں کی یہ پیدائش بھی قسم قسم کی ہے کوئی سفید ہے۔ کوئی سرخ ہے کوئی سیاہ ہے۔ کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں۔ کوئی سرسبز ہے کوئی بنجر ہے۔ کوئی لمبا ہے۔ کوئی ناہموار ہے۔ غرض کہ طرح طرح کے پتھر۔ چٹانیں طرح طرح کی شکلوں اور رنگوں کے کس نے بنائے؟ نباتات اور جمادات کے بعد حیوانات پر غور کرو۔ تو یہاں بھی انسانوں۔ جانوروں چوپایوں۔ درندوں پرندوں۔ چرندوں۔ کیڑوں مکوڑوں میں مختلف اور رنگ برنگ کی مخلوق موجود ہے۔ انسانوں میں کوئی حبشی بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں تو کوئی گورے سفید رنگ کے۔ تو کوئی درمیانی۔ پھر رنگوں کے ساتھ انسان کی بول چال کا اختلاف۔ پھر انسان کی طبائع۔ خواہشات۔ جذبات ومیلانات کا اختلاف۔ کوئی ایک بات پسند کرتا ہے تو دوسرا اسے ناپسند کرتا ہے کوئی اللہ کو مانتا ہے تو کوئی اس کا انکار کرتا ہے۔ کوئی اللہ سے ڈرتا ہے تو کوئی اس سے نڈر ہے۔ پھر انسانوں کے بعد دیگر حیوانات پر نظر ڈالی جائے تو ان میں بھی رنگ وروپ علیحدہ علیحدہ۔ بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔ الغرض کائنات کی ہر چیز اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ اس کا خالق کوئی زبردست حکیم ہے۔ اس کا بنانے والا کوئی بے نظیر خلاق اور کوئی بے مثل صانع ہے۔ انسان غور تو کرے کہ اس سے حق تعالیٰ کا کس قدر کمال قدرت وصنعت ظاہر ہوتا ہے۔ پھر کیا خدا کے سوا کسی اور میں یہ بات ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ معبود ہونے کے لائق صرف

اسی کی ایک ذات ہے جو اس درجہ کا خالق۔ رازق اور حکیم ہو۔ مقصود 17
یہاں یہ سمجھانا ہے کہ انسانوں کو خدا کی ذات کو پہچاننا چاہئے اور اس
کی توحید کو اختیار کرنا چاہئے اور کفر وشرک سے توبہ کر کے باز رہنا
چاہئے۔ آگے ایک حقیقت کا اظہار فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے
کہ بات دراصل یہ ہے کہ خدا سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم
رکھتے ہیں اور جو جاہل ہیں۔ جیسے یہ مشرکین وہ کیا ڈریں گے۔ یعنی
جو شخص اللہ کی صفات و کمالات سے جتنا زیادہ ناواقف ہوگا وہ اس
سے اتنا ہی بے خوف اور نڈر ہوگا اور جس شخص کو اللہ کی قدرت۔ اس
کے علم۔ اس کی حکمت اس کی قہاری اور جباری اور اس کی دوسری
صفات کی جتنی معرفت حاصل ہوگی اتنا ہی وہ اس کی نافرمانی سے
خوف کھائے گا۔ اور اسی قدر اس عظیم قدیر اور علیم وحکیم خدا کی عظمت
اور ہیبت اس کے دل میں بڑھے گی۔ اور اسی قدر اس کی خشیت اس
کے دل میں زیادہ ہوگی۔ جو جانے گا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم
قدم پر اس سے ڈرتا اور خوف کھاتا رہے گا۔ جو اللہ کی عظمت وجلال
اور آخرت کے بقاو دوام اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھے گا اور اپنے
پروردگار کے احکام وہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر رکھے گا
تو جس میں یہ فکر و سمجھ اور علم جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ میں وہ خدا سے
ڈرنے والا ہوگا۔ اور جس میں خوف خدا نہیں وہ فی الحقیقت عالم
کہلانے کا مستحق نہیں۔ یہاں آیت میں اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ
عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم
رکھتے ہیں) اس جملہ کی تشریح میں علامہ مفسر ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ
خدا کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو
شریک نہ کرے۔ اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام
بتائے ہوئے کاموں کو حرام جانے اس کے فرمان پر یقین کرے۔
اس کی وصیت کی نگہبانی کرے۔ اس کی ملاقات کو برحق جانے۔
اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے۔ خوف وخشیت ایک قوت ہوتی
ہے جو بندے کے اور خدا کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتی
ہے۔ آگے علامہ لکھتے ہیں کہ عالم کہتے ہی اسے ہیں جو در پردہ بھی
خدا سے ڈرتا ہے اور خدا کی رضامندی کی رغبت رکھتا ہے اور اس کی
ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھتا ہے۔ محققین ومفسرین نے لکھا

ہے کہ یہاں علما یعنی علم والوں سے مراد اصطلاحی علماء نہیں ہیں جو
فلاں فلاں کتابیں پڑھ چکے ہیں یا فلاں امتحان کی سند رکھتے ہیں
بلکہ وہ اشخاص مراد ہیں جن کے دلوں میں خدا ترسی موجود ہو جو اللہ
اور اس کے احکام کی معرفت رکھتے ہوں اور انکا عمل بھی ان کے مرتبہ
علم ومعرفت کے متناسب رہتا ہو اس لئے یہاں آیت میں علم سے
مراد۔ فلسفہ اور سائنس اور تاریخ اور ریاضی وغیرہ درسی علوم سے نہیں
بلکہ صفات واحکام الٰہی کا علم مراد ہے۔ اس موقع پر حضرت مفتی اعظم
پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے یہ الفاظ یاد آئے کہ یہ
آزادی کا زمانہ ہے اور ہر بددین کے ہاتھ میں قلم اور سامنے لاوارث
قرآن ہے۔ جس کا جی چاہتا ہے اس کے مطلب پر حکومت کرتا ہے۔
اگر خود خداوند عالم نے اس کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا ہوتا تو بعید نہ تھا کہ یہ
بے خوف بہادر اس کی لفظی اور معنوی تحریف میں کوئی دقیقہ نہ
چھوڑتے (ختم نبوت ص ۱۱۶) حضرت مفتی صاحبؒ کے ان الفاظ
کی تائید میں اور یہاں آیت کے اس جملہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ
عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کے مطلب کے سلسلہ میں آپ کو حال ہی کا ایک
واقعہ سناتا ہوں۔ گذشتہ ماہ فروری ۶۸ء میں آپ کے پاکستان میں
وزارت قانون کی طرف سے ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس
منعقد ہوئی تھی جس میں تمام اسلامی ممالک سے اہم شخصیتوں کو مدعو
کیا گیا تھا۔ اخبار میں حضرات نے اس عالمی اسلامی کانفرنس کی
روئیداد اخباروں یا رسالوں وغیرہ میں پڑھی ہوگی۔ اسی کانفرنس کے
اخیر دن ہمارے مملکت کے ایک وزیر صاحب نے اپنے صدارتی
مقالہ میں فرمایا۔ ''مسلمانوں کے زوال کا سبب ان کا مغربی اطوار کو
اپنا لینا۔ رقص وسرود کو اختیار کر لینا وغیرہ نہیں ہے جیسا کہ عام طور سے
بیان کیا جاتا ہے بلکہ اس کا اصل سبب قرآن کریم میں تدبر اور تفکر کو
چھوڑ دینا ہے۔ قرآن کی بنیادی دعوت یہ ہے کہ کائنات میں غور وفکر
کیا جائے اسی لئے قرآن کریم علماء ان لوگوں کو کہتا ہے جو صحیح فکر کے
ساتھ سائنس کا علم حاصل کریں۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ
عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا میں علما سے مراد یہی لوگ ہیں۔'' (البلاغ محرم ۱۳۸۸ھ)
یہ ہمارے ایک منسٹر صاحب کا ارشاد ہے جو یہاں آپ کو یہ نقل
کر کے ایک نمونہ دکھلانا تھا کہ '' یہ آزادی کا زمانہ ہے اور سامنے

لاوارث قرآن ہے جس کا جس طرح جی چاہتا ہے اس کے مطلب پر حکومت کرتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ذکر اس جگہ میں ضمناً اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا پر آ گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں۔ علم نام ہے بکثرت خدا سے ڈرنے کا۔ حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کہ کثرت روایات کا نام علم نہیں۔ علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت احمد بن صالح مصریؒ جو ایک مشہور عالم دین گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ علم کثرت روایات کا نام نہیں بلکہ علم نام ہے اس کا جس کی تابعداری خدا کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب اور سنت اور جو صحابہ سے پہنچا ہو۔ پھر ان سب سے بالاتر مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ علم تین قسم پر مشتمل ہے۔ ایک آیت محکمہ دوسرے سنت قائمہ۔ تیسرے فریضۂ عادلہ۔ اور ان کے سوا جو کچھ ہے وہ سب زائد ہے۔ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یہاں علم سے مراد علم دین ہے۔ آیت محکمہ کتاب اللہ ہے۔ اور سنت قائمہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کی اسناد صحیح ہوں اور جن پر صحابہ۔ تابعین اور جمہور امت کا عمل ہو۔ اور فریضۂ عادلہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر مسلمان جمع ہو جائیں یعنی اجماع امت۔ الغرض تمام محدثین۔ مفسرین اور علمائے محققین نے اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا کو خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ یہاں علم سے مراد حق تعالیٰ کی صفات۔ عظمت وجلال۔ اور احکام الٰہیہ کا علم مراد لیا ہے۔ نہ کہ سائنس کا علم۔ اخیر میں فرمایا گیا اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ غَفُوۡرٌ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست اور بخشنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی بندوں کے ساتھ دو طرح سے ہے۔ وہ زبردست بھی ہے کہ نافرمانوں کو جب چاہے پکڑ لے پھر کسی میں قوت نہیں کہ اس کی پکڑ سے بچ نکلے اور وہ بڑا بخشنے والا بھی ہے کہ اپنے ڈرنے والوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

یہاں آخری آیت کے اس جملہ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (یعنی اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں) کے تحت علمائے محققین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس جملہ میں علماء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اور اس کے احکام اور اوامر ونواہی کا علم ہو اور پھر وہ اللہ کے حکموں پر چلتے ہوں۔ جس درجہ کا علم ہوگا اسی درجہ کا ان کو خوف وخشیت ہوگا۔ خشیت خداوندی علم اور معرفت پر موقوف ہے۔ علم خشیت کے لئے شرط ہے۔ جیسے طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔ اور جس علم کے بعد خوف خداوندی حاصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ علم اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔ اور ایسے عالم جو خدا سے نہ ڈرتے ہوں وہ اللہ کے نزدیک عالم نہیں اگرچہ دنیا ان کو علامہ کہتی ہو۔ نیز علم سے وہ علم مراد نہیں جو محض قال کے درجہ میں ہو بلکہ وہ علم مراد ہے جو حال کے درجہ میں ہو۔ علم دین سے مقصود تزکیۂ نفس اور اصلاح عمل ہے ورنہ ہیچ ہے۔

حدیث شریف میں ہے **اللھم انی اسئلک من خشیتک ما تحول بینی وبین معاصیک** یااللہ میں آپ سے آپ کی اتنی خشیت طلب کرتا ہوں کہ جو حائل ہو جائے میرے اور آپ کے معاصی کے درمیان میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جس سے بندہ اور معصیت کے درمیان رکاوٹ واقع ہو جائے اور جسے یہ خشیت حاصل نہیں کہ جو عاصی اور معاصی کے درمیان حائل ہو تو سمجھ لو کہ اسے صحیح علم بھی حاصل نہیں۔ اور علمائے ربانی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور انبیاء سب سے زیادہ خداوند ذوالجلال سے ڈرنے والے ہوتے ہیں پس جس عالم میں خوف خداوندی نہ ہو وہ انبیاء کا وارث نہیں۔ اللہ تعالیٰ علم حقیقی کی دولت سے ہم سب کو سرفراز فرمائیں اور اپنی وہ خشیت ہم کو عطا فرمائیں کہ جو ہر طرح کے معاصی سے ہم کو روک دے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو عطا فرمایا ہے اُس میں پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں

یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَ یَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ﴿۳۰﴾

وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماندنہ ہوگی۔تاکہ اُن کو اُن کی اجرتیں پوری (پوری) دیں اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (بھی) دیں، بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	یَتْلُوْنَ جو پڑھتے ہیں	کِتٰبَ اللّٰہِ اللہ کی کتاب	وَ اَقَامُوْا اور قائم رکھتے ہیں	الصَّلٰوۃَ نماز	وَ اَنْفَقُوْا اور خرچ کرتے ہیں
مِمَّا اس سے جو	رَزَقْنٰھُمْ ہم نے انہیں دیا	سِرًّا پوشیدہ	وَ اور	عَلَانِیَۃً علانیہ (ظاہر)	یَرْجُوْنَ وہ امید رکھتے ہیں	تِجَارَۃً ایسی تجارت
لَنْ تَبُوْرَ ہرگز گھاٹا نہیں	لِیُوَفِّیَھُمْ تاکہ وہ پورے پورے دے دے	اُجُوْرَھُمْ ان کے اجر	وَیَزِیْدَھُمْ اور وہ انہیں زیادہ دے	مِنْ فَضْلِہٖ اپنے فضل سے		
	اِنَّہٗ بیشک وہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	شَکُوْرٌ قدردان			

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں اور خوف وخشیت رکھتے ہیں جو اللہ کی عظمت وجلال اور صفات وکمال کا علم رکھتے ہیں۔اب آگے ایسے ہی بندوں کی صفات یعنی خشیت رکھنے والے اہل علم کا بیان فرمایا جاتا ہے۔پہلی صفت یہ بتلائی گئی کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ اس تلاوت کتاب اللہ سے مراد یہی ہے کہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ ہمارے پروردگار کی نازل کردہ کتاب ہے اور اس کے موافق عمل کرتے ہیں۔اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتے ہیں۔اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔اس کی ہدایات وتعلیمات کا اتباع کرتے ہیں۔ورنہ اگر محض تلاوت ہو اور عمل یا عقیدہ اس کے خلاف ہو تو یہ تو اور سخت جرم ہے۔جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ ان کو دنیا وآخرت میں رفعت وعزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔حق سبحانہٗ ان کو ذلیل کرتے ہیں امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلام پاک کی پڑھنا شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ تلاوت سے فارغ ہو اور دوسرا شخص ایک سورۃ شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں اور بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی مثلاً قرآن شریف میں پڑھتا ہے اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس لعنت میں داخل ہوتا ہے۔اسی طرح قرآن پاک میں پڑھتا ہے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔ایک دوسری حدیث میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی۔ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے۔دوسری چیز امانت ہے۔تیسری چیز رشتہ داری ہے جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو رحمت سے ملا دے

اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اس کو جدا کرے۔ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ ان تین چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمال قرب ہے یعنی حق تعالیٰ جل شانہٗ کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ اور قرآن پاک کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی۔ اس کا حق ادا کیا۔ اس پر عمل کیا۔ ان کی طرف سے دربار حق میں کلام پاک سفارش اور شفاعت کرے گا اور ان کے درجہ بلند کرائے گا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ کرامت کا تاج عطا فرمائیں گے۔ پھر اور زیادتی کی درخواست کرے گا تو حق تعالیٰ اکرام کا جوڑا عنایت فرمائیں گے پھر درخواست کرے گا کہ یا اللہ آپ اس شخص سے راضی ہو جائیں تو حق سبحانہٗ تعالیٰ اس شخص سے رضا کا اظہار فرمائیں گے اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے ان سے قرآن کریم مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی؟ میرا کیا حق ادا کیا؟ اس رعایت اور حق کی ادائیگی پر یاد آیا کہ ہمارے پاکستانی تو کہہ دیں گے کہ ہم نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے سونے کے دھاگہ اور زری سے قرآن پاک لکھوایا۔ یہ لاہور کی ۱۷ جون ۱۹۶۸ء ہی کی خبر ہے کہ محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام زری سے قرآن پاک لکھا جا رہا ہے جس کے ۱۱ پارہ مکمل ہو چکے ہیں اور اس پر اب تک ۶۷ ہزار ۱۹۷ روپیہ صرف ہو چکے ہیں اور ۱۹ پارہ جو باقی ہیں اور اسی طرح سنہرے دھاگہ سے لکھے جانے والے ہیں ان پر ایک لاکھ ۴۴ ہزار روپیہ صرف ہوں گے (حریت ۱۹-۶-۶۸) ماشاء اللہ کیا خوب قرآن کا حق ادا کیا جا رہا ہے۔ پھر پاکستانی صاحبان کہہ دیں گے کہ ہم نے صد سالہ جشن نزول قرآن منایا تھا۔ چراغاں کئے۔ کانفرنسیں کیں۔ تقریریں ہوئیں۔ پھر یہ بھی کہہ دیں گے کہ ہم نے قرآن کے ذریعہ لوگوں کو

سینما بینی کی دعوت دی اور قرآن کا حکم وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا یاد دلا کر سینما اور بائیسکوپ میں فلم ''خانہ خدا'' دیکھنے کو جمع کیا اور حج کا شوق دلایا۔ یہ قرآن کا حق ادا کیا جا رہا ہے یا اس کی حق تلفی کی جا رہی ہے اس کا پتہ دنیا میں نہ سہی تو آخرت میں سامنے آ ہی جائے گا۔ الغرض اللہ سے ڈرنے والے بندوں کی پہلی صفت یہ بتائی گئی کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ دوسری صفت یہ بتائی گئی کہ وہ خصوصیت و اہتمام کے ساتھ نماز کی پابندی رکھتے ہیں تیسری صفت یہ بتائی گئی کہ جو کچھ اللہ نے ان کو دنیا میں رزق و مال دے رکھا ہے اس میں سے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے پوشیدہ اور علانیہ جیسا موقع ہوتا ہے اور جس طرح بن پڑتا ہے خرچ کرتے ہیں۔ گویا ان تین خصوصیات میں سارے ہی دین کا احاطہ ہو گیا۔ قرآن کا علم و عمل۔ بدنی عبادات۔ مالی عبادات۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے لوگ جو اس کتاب کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نیز بدنی اور مالی عبادات بجا لاتے ہیں۔ وہ حقیقت میں ایسی زبردست تجارت سوداگری اور بیوپار کے امیدوار ہیں کہ جس میں خسارے اور ٹوٹے کا کوئی احتمال نہیں۔ کیونکہ اس سودے کا خریدار کوئی مخلوقات میں سے نہیں ہے کہ جو کبھی تو سودے کی قدر کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا بلکہ اس کے خریدار خود حق تعالیٰ ہوں گے جو ضرور حسب وعدہ اس کی قدر فرمائیں گے۔ اس لئے اس تجارت میں نقصان کا کسی طرف سے اندیشہ نہیں۔ سرتاپا نفع ہی نفع ہے۔ تو یہاں آیت میں اہل ایمان کے عمل کو تجارت سے اس لئے تشبیہ دی گئی کہ آدمی تجارت میں اپنا سرمایہ محنت۔ وقت اس امید پر صرف کرتا ہے کہ نہ صرف اصل واپس ملے گا اور نہ صرف وقت اور محنت کی اجرت ملے گی بلکہ کچھ مزید نفع بھی حاصل ہو گا اسی طرح ایک مومن بھی خدا کی فرمانبرداری میں۔ اس کی بندگی و طاعت

میں اور اس کے دین کی خاطر جدوجہد میں اپنا مال اپنے اوقات اپنی محنت اور قابلیت اس امید پر کھپا دیتا ہے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ سے اس کا پورا پورا اجر ملے گا بلکہ وہ خوش ہو کر اپنے فضل سے مزید بہت کچھ عنایت فرمائے گا۔ اخیر میں انہ غفورٌ شکورٌ فرمایا یعنی بے شک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔ یعنی اہل ایمان کے اعمال میں جو کوتاہی ہو جائے تو وہ فیاض اور کریم آقا ان کوتاہیوں سے درگزر فرماتا ہے اور ان کے اعمال کی ایسی قدر فرماتا ہے کہ علاوہ اجرت کے انعام بھی دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں آخرت کی تجارت کے نفع اور کامیابی کا طریقہ بتلایا کہ ان تین کاموں کے کرنے سے آخرت کی تجارت میں کامیابی کی توقع ہے۔

ایک تلاوت قرآن جو تمام اذکار اور عبادات نافلہ کی جڑ ہے اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اور اس کی تلاوت گویا خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور حکایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کو میں نے ۹۹ بار خواب میں دیکھا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اب کی سوویں مرتبہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھوں گا تو معلوم کروں گا کہ آپ تک پہنچنے کا سب سے زیادہ قریبی راستہ کونسا ہے یعنی مقربین جن چیزوں سے آپ کا قرب حاصل کرتے ہیں ان میں سے سب سے افضل کونسی چیز ہے۔ چنانچہ جب سوویں مرتبہ امام احمدؒ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو یہی دریافت کیا کہ یارب۔ وہ کون سی چیز سب سے افضل ہے جس سے مقربین آپ کی قربت حاصل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ تلاوت قرآن یعنی میرے کلام قرآن کا پڑھنا۔ اس پر امام صاحب نے عرض کیا۔ بفھم او بلافھم یعنی مطلب اور معنی سمجھ کر پڑھنا یا بغیر مطلب اور معنی سمجھے ہوئے پڑھنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا بفھم او بلافھم یعنی معنی سمجھ کر ہو یا بلا معنی سمجھے ہوئے ہو۔ دونوں طرح موجب قرب ہے۔ سبحان اللہ۔ الغرض آخرت کی کامیاب تجارت کے لئے پہلی چیز تلاوت قرآن بتلائی گئی۔ دوسرے نماز کی درستی اور پابندی جو تمام فرائض اور جسمانی عبادتوں کی جڑ ہے اور دین کا ستون ہے۔ تیسرے ظاہر اور پوشیدہ طور پر خیرات کرنا جس میں تمام مالی عبادتیں آ گئیں۔ سو جو لوگ یہ تین کام کرتے ہیں وہ امید رکھتے ہیں کہ ان کی تجارت میں آخرت میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کی کامیاب تجارت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اس کتاب قرآن کریم کی شب وروز تلاوت کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ اور اس کے احکام وہدایات پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ یا اللہ قیامت میں اس کتاب کو ہمارے لئے سفارشی بنائیے اور اس کے مطالبات اور حجت قائم کرنے سے ہم کو اور ساری امت مسلمہ کو بچائیے۔ یا اللہ اس ملک اور قوم کو قرآن پاک کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور اس کی حق تلفی سے ہم سب کو بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جن عبادات بدنیہ و مالیہ کی توفیق عطا فرمائی ہے ان اعمال کو اپنی رحمت سے قبول فرما لیجئے۔ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائیے۔ بیشک آپ بڑے بخشنے والے اور بڑے قدردان ہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ

اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں

لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ

کی پوری خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ پھر یہ کتاب ہم نے اُن لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا، پھر بعضے تو اُن میں اپنی جانوں پر

لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾

ظلم کرنیوالے ہیں، اور بعضے اُن میں متوسط درجے کے ہیں، اور بعضے اُن میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے چلے جاتے ہیں، یہ بڑا فضل ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا

وہ باغات میں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے، اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی۔

حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا

اور کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے (رنج و) غم دور کیا، بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔ جس نے ہم کو اپنے فضل سے

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اُتارا، جہاں ہم کو نہ کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی۔

وَالَّذِيْٓ اور وہ جو	اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی بھیجی ہے	اِلَيْكَ تمہاری طرف	مِنَ الْكِتٰبِ کتاب	هُوَ وہ	الْحَقُّ حق	مُصَدِّقًا تصدیق کرنے والی	لِّمَا اس کی جو	
بَيْنَ يَدَيْهِ ان کے پاس	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں سے	لَخَبِيْرٌ البتہ باخبر	بَصِيْرٌ دیکھنے والا	ثُمَّ پھر	اَوْرَثْنَا ہم نے وارث بنایا		
الْكِتٰبَ کتاب	الَّذِيْنَ وہ جنہیں	اصْطَفَيْنَا ہم نے چنا	مِنْ سے۔کو	عِبَادِنَا اپنے بندے	فَمِنْهُمْ پس ان سے کوئی	ظَالِمٌ ظلم کرنے والا		
لِّنَفْسِهٖ اپنی جان پر	وَ اور	مِنْهُمْ ان سے (کوئی)	مُّقْتَصِدٌ میانہ رو	وَمِنْهُمْ اور ان سے (کوئی)	سَابِقٌۢ سبقت لیجانے والا	بِالْخَيْرٰتِ نیکیوں میں		
بِاِذْنِ اللّٰهِ حکم سے اللہ کے	ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ (یہی)	الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ فضل بڑا	جَنّٰتُ عَدْنٍ باغات ہمیشگی کے	يَّدْخُلُوْنَهَا وہ ان میں داخل ہوں گے			
يُحَلَّوْنَ وہ زیور پہنائے جائیں گے	فِيْهَا ان میں	مِنْ سے۔کا	اَسَاوِرَ کنگن	مِنْ سے	ذَهَبٍ سونا	وَّلُؤْلُؤًا اور موتی	وَلِبَاسُهُمْ اور ان کا لباس	
فِيْهَا اس میں	حَرِيْرٌ ریشم	وَقَالُوا اور وہ کہیں گے	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِيْٓ وہ جس نے	اَذْهَبَ دور کردیا	عَنَّا ہم سے	الْحَزَنَ غم
اِنَّ بیشک	رَبَّنَا ہمارا رب	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا	شَكُوْرٌ قدردان	الَّذِيْٓ وہ جس	اَحَلَّنَا ہمیں اتارا	دَارَ الْمُقَامَةِ ہمیشہ رہنے کا گھر	مِنْ سے	
فَضْلِهٖ اپنا فضل	لَا يَمَسُّنَا اور نہ ہمیں چھوئے گی	فِيْهَا اس میں	نَصَبٌ کوئی تکلیف	وَلَا يَمَسُّنَا اور نہ ہمیں چھوئے گی	فِيْهَا اس میں	لُغُوْبٌ تھکاوٹ		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور منجملہ اعمال کے بدنی عبادات میں سے نماز جو سب کا اصل الاصول ہے اس کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور مالی عبادات بھی ادا کرتے ہیں تو یہ لوگ ایک ایسا سودا یا تجارت کررہے ہیں کہ جس میں کبھی نقصان نہ ہوگا۔ تو وہاں چونکہ تلاوت قرآن کا ذکر آ گیا تھا

اس لئے اب ان آیات میں پہلے قرآن کریم کی حقانیت اور فضیلت بیان فرمائی گئی پھر اس کتاب کی وارث۔ حامل اور امین امت مسلمہ کی بزرگی اور مقبولیت کا ذکر فرمایا گیا پھر امت مسلمہ کے افراد کی تین قسموں کا بیان فرما کر ان کو جو اجر کبیر اور فضل عظیم ملنے والا ہے یعنی جنت کے باغات رہنے کو۔ اور عمدہ پوشاک پہننے کو اس کا ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے وحی کے ذریعہ جو کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے وہ سراسر راست درست اور حق ہے۔ اور جس طرح اگلی کتابیں اس کی خبر دیتی رہیں یہ بھی ان اگلی سچی کتابوں کی سچائی ثابت کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے اور ان کی مصلحتیں اس کی نگاہ میں ہیں۔ جن حالات میں جو چیز قرین مصلحت ہوتی ہے اسی کا حکم فرماتا ہے۔ اب اس قرآن حکیم میں ہر وقت کے لئے جو چیز اس وقت کی مصلحت کے لحاظ سے مناسب ہے ملے گی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کتاب کا وارث امت محمدیہ کو بنایا اور اس امت کا اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں میں سے انتخاب کر کے اس کتاب کا وارث قرار دیا جو مجموعی حیثیت سے تمام امتوں سے بہتر اور برتر ہے۔ اس امت مسلمہ کا لقب ''خیر امت'' ہے اور ان کا کام ہی یہ ہے کہ یہ خود اس کے عامل ہوں اور نیز ساری دنیا میں اس کا پیغام پھیلا دیں۔ اس امت کا قیام ہی دنیا میں قرآن کے احکام کی قولاً اور فعلاً تبلیغ کے لئے ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ گو یہ امت مجموعی حیثیت سے تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے مگر اس امت کے سب افراد یکساں اور ایک ہی طرح کے نہیں ہیں بلکہ ان کی تین قسمیں ہیں۔

ایک ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ دوسرے مُّقْتَصِدٌ تیسرے سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ اب ان تینوں طبقات کی تشریح اس طرح ہے کہ پہلا طبقہ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ فرمایا یعنی اپنے نفس پر ظلم کرنے والے کہ جو باوجود ایمان کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یعنی ہیں تو مسلمان مگر گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سچے دل سے اللہ کی کتاب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمانداری کے ساتھ اللہ کا رسول تو مانتے ہیں مگر عملاً کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اتباع اور پیروی میں کوتاہی کرتے ہیں ایماندار ہیں مگر گناہ گار ہیں۔ اسی لئے ان کو ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ہونے کے باوجود وارثین کتاب میں داخل فرمایا گیا۔

دوسری قسم امت مسلمہ کی مقتصد فرمائی یعنی جو درمیانی درجہ میں ہیں۔ نہ گناہوں میں منہمک نہ بڑے درجہ کے بزرگ اور ولی۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو اس وراثت کا حق کم و بیش ادا تو کرتے ہیں۔ مگر پوری طرح نہیں۔

تیسری قسم سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ فرمائی یعنی نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔ یہ وارثین کتاب میں صف اول کے لوگ ہیں اور وہ کامل بندے ہیں جو اللہ کے فضل و توفیق سے آگے بڑھ بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے ہیں اور فرائض و واجبات کے علاوہ مستحبات کو بھی نہیں چھوڑتے اور گناہ کے خوف سے مکروہ تنزیہی بلکہ بعض مباحات تک سے پرہیز کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور فضیلت تو ان کو حاصل ہے۔ یہ اتباع کتاب و سنت میں بھی پیش پیش ہیں۔ خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں بھی پیش پیش۔ دین حق کی خاطر قربانیاں کرنے میں بھی پیش پیش۔ اور بھلائی و نیکی کے ہر کام میں پیش پیش۔ اور چونکہ ان کی تعداد امت میں دونوں گروہوں سے کم ہے اس لئے ان کا آخر میں ذکر کیا گیا اگرچہ وراثت کا حق ادا کرنے کے معاملہ میں ان کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ تو امت میں اعلیٰ درجہ کی افضلیت تو انہی سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ کو حاصل ہے ویسے چنے ہوئے بندوں اور وارث کتاب اللہ میں ایک حیثیت سے سب کو شمار کیا گیا۔ یعنی ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کو بھی اور مقتصد کو بھی کیونکہ درجہ بدرجہ جنتی سب ہیں۔ گناہ گار بھی اگر مومن ہے تو بہرحال کسی نہ کسی وقت ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ تینوں

طبقات اہل جنت ہی کے ہیں اور امت کے یہ تینوں گروہ بالآخر جنت میں داخل ہوں گے خواہ محاسبہ کے بغیر یا محاسبہ کے بعد اور خواہ مواخذہ سے محفوظ رہ کر یا کوئی سزا پانے کے بعد۔ اس کی تائید خود قرآن پاک سے ہوتی ہے کیونکہ اگلی آیات میں وارثین کتاب کے بالمقابل دوسرے گروہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ''جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لئے جہنم کی آگ ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس کتاب کو مان لیا ان کے لئے بالآخر جنت ہے اور جنہوں نے اس پر ایمان لانے سے انکار کیا ان کے لئے جہنم ہے۔ اس آیت کی تفسیر خود حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔ امام احمدؒ وغیرہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے ہیں وہ جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہوں گے اور جو مقتصد یعنی بیچ کے لوگ ہیں ان سے محاسبہ ہوگا مگر ہلکا محاسبہ رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو وہ محشر کے پورے طویل عرصہ میں روک کر رکھے جائیں گے۔ پھر انہیں اللہ اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہی لوگ ہیں جو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں طبقوں کا حال الگ الگ بتا دیا۔ آگے آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایسی کامل کتاب کا امت کو پہنچا دینا یہ خدا کا بڑا فضل ہے کیونکہ اس پر ایمان اور عمل کی بدولت انہیں قیامت کے دن ہمیشگی اور دائمی اور ابدی نعمتوں والی جنتوں میں پہنچایا جائے گا جہاں انہیں سونے اور موتیوں کے مثل بادشاہوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے کہ مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک کہ اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ اس کا لباس خالص ریشمی ہوگا جس سے وہ دنیا میں منع کر دیئے گئے تھے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص یہاں دنیا میں حریر اور ریشم پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ یہ ریشم کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تم مومنوں کے لئے آخرت میں اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے زیوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں سونے چاندی کے زیور پہنائے جائیں گے جو موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے اور ان کے سروں پر موتیوں اور یاقوت کے تاج ہوں گے۔ بالکل شاہانہ ہوں گے۔ نوجوان ہوں گے۔ سرمئی آنکھوں والے۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اہل جنت جناب باری تعالیٰ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جس نے ہم سے خوف و رزائل کر دیا اور دنیا و آخرت کی پریشانیوں اور پشیمانیوں سے ہمیں نجات دے دی۔ ہمارے قصور اس نے معاف فرما دیئے اور ایمان و عمل کی جو تھوڑی سی پونجی ہم لائے تھے اس کی ایسی قدر فرمائی کہ اپنی جنت اس کے بدلہ میں عطا فرما دی۔ دنیا کی حیات ایک منزل تھی جس سے ہم گزر آئے۔ عالم برزخ اور میدان حشر بھی ایک مرحلہ تھا جس سے ہم گزر آئے۔ اب ہم اس کے فضل سے اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں سے نکل کر پھر کہیں جانا نہیں۔ اب ہماری تمام محنتوں اور مشقتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اب یہاں جنت میں نہ ہمیں کسی طرح کی مشقت و محنت ہے نہ تکان و کلفت۔ روح الگ خوش جسم الگ راضی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اس امت کی فضیلت کتاب اللہ کی وراثت سے ہے اور اسی بنا پر اس امت کو دوسری جگہ ''خیرامت'' فرمایا گیا۔ اہل اسلام کو یہ کتاب پہنچا دینا اللہ نے اس کو اپنا بڑا فضل فرمایا ہے۔ اب امت کو بھی اپنی اس شرافت و کرامت اور عزت کو قائم رکھنے کے لئے اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور قرآن کریم کے ساتھ سچا تعلق نصیب فرمائیں اور اس کے حقوق کی خاطر خواہ ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ

اور جولوگ کافر ہیں ان کیلئے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو اُن کی قضا آوے گی کہ مر ہی جاویں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی اُن سے ہلکا کیا جاوے گا،

عَذَابِهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا

ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ اس (دوزخ) میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (یہاں سے) نکال لیجئے ہم اچھے (اچھے) کام کریں گے

غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا

برخلاف اُن کاموں کے جو کیا کرتے تھے کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا سو (اس نہ ماننے کا)

فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٣٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٣٨﴾

مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ بیشک اللہ (ہی) جاننے والا ہے آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا، بے شک وہی جاننے والا ہے دل کی باتوں کا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا، سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا، اور کافروں کیلئے ان کا کفر

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾

ان کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے، اور کافروں کیلئے ان کا کفر خسارہ ہی پڑنے کا باعث ہوتا ہے۔

وَ اور	الَّذِيْنَ وہ جن لوگوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا انہوں نے	لَهُمْ ان کیلئے	نَارُ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	لَا يُقْضٰى نہ قضا آئے گی	عَلَيْهِمْ ان پر		
فَيَمُوْتُوْا کہ وہ مرجائیں	وَلَا يُخَفَّفُ اور نہ ہلکا کیا جائے گا	عَنْهُمْ ان سے	مِنْ سے۔کچھ	عَذَابِهَا اس کا عذاب	كَذٰلِكَ اسی طرح			
نَجْزِيْ ہم سزا دیتے ہیں	كُلَّ كَفُوْرٍ ہر ناشکرے	وَهُمْ اور وہ	يَصْطَرِخُوْنَ چلائیں گے	فِيْهَا دوزخ میں	رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار	اَخْرِجْنَا ہمیں نکال لے		
نَعْمَلْ ہم عمل کریں	صَالِحًا نیک	غَيْرَ برعکس	الَّذِيْ اس کے جو	كُنَّا نَعْمَلُ ہم کرتے تھے	اَوَ کیا	لَمْ نُعَمِّرْكُمْ ہم نے تمہیں عمر نہ دی تھی		
مَا يَتَذَكَّرُ کہ نصیحت پکڑ لیتا	فِيْهِ اس میں	مَنْ جو۔جس	تَذَكَّرَ نصیحت پکڑتا	وَجَآءَكُمْ اور آیا تمہارے پاس	النَّذِيْرُ ڈرانے والا	فَذُوْقُوْا سو چکھو تم		
فَمَا پس نہیں	لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے	مِنْ نَّصِيْرٍ کوئی مددگار	اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ	عٰلِمُ جاننے والا	غَيْبِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کی پوشیدہ باتیں	وَالْاَرْضِ اور زمین		
اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌ باخبر	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینوں (دلوں) کے بھیدوں سے	هُوَ وہی	الَّذِيْ جس نے	جَعَلَكُمْ تمہیں بنایا	خَلٰٓئِفَ جانشین		
فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَمَنْ كَفَرَ سو جس نے کفر کیا	فَعَلَيْهِ تو اسی پر	كُفْرُهٗ اس کا کفر	وَ اور	لَا يَزِيْدُ نہیں بڑھاتا	الْكٰفِرِيْنَ کافر	كُفْرُهُمْ ان کا کفر	
عِنْدَ نزدیک	رَبِّهِمْ انکا رب	اِلَّا سوائے	مَقْتًا ناراضی (غضب)	وَلَا يَزِيْدُ اور نہیں بڑھاتا	الْكٰفِرِيْنَ کافر	كُفْرُهُمْ انکا کفر	اِلَّا سوائے	خَسَارًا خسارہ

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اہل اسلام کہ جو کتاب اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ان کا انجام بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ اس قرآن پر ایمان وعمل کی بدولت جنت کے دائمی باغات میں رہیں گے جہاں ان کو شاہانہ لباس پہنچایا جائے گا اور وہاں کسی طرح کی کوئی کلفت اور آزار نہ ہوگی۔ اور وہ وہاں کی راحت وآرام دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ ساری مصیبتوں اور مشقتوں سے پیچھا چھوٹا اور اب

آرام کی دائمی زندگی نصیب ہوئی۔

اب آگے اہل اسلام کے مقابل یعنی کفار جن کا قرآن پر نہ ایمان ہوتا ہے نہ عمل ان کا حال بیان کیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اللہ کا انکار کر دیا۔ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کا انکار کر دیا ان کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ تیار ہے کہ جس میں وہ ہمیشہ جلتے اور جھلستے رہیں گے۔ انہیں وہاں موت بھی نہ آئے گی کہ مر کر ہی عذاب سے نجات پائیں اور نہ ان کے عذاب میں کچھ تخفیف ہی ہوگی۔ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو ابدی جہنمی ہیں انہیں وہاں نہ موت آئے گی اور نہ اچھائی کی زندگی ملے گی" جہنمی کہیں گے کہ اے داروغۂ جہنم تم ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ ہمیں موت دے دے لیکن جواب ملے گا کہ تم تو یہیں پڑے رہو گے پس وہ تو موت کو اپنے لئے راحت سمجھیں گے لیکن موت آئے گی ہی نہیں نہ مریں گے نہ عذابوں میں کمی دیکھیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و منکرین جہنم میں چیخ پکار کریں گے اور فریاد کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم سے نکال کر پھر دنیا میں بھیج دیجئے اب کے ہم وہاں جا کر خوب نیک کام کریں گے اور جو کام ہم پہلے کرتے رہتے تھے اس کے پاس بھی نہ پھٹکیں گے۔ اب بالکل آپ کی مرضی پر چلیں گے اور جو کچھ آپ کے رسول نے بتایا ہے وہی کریں گے۔ گناہوں سے دور بھاگیں گے اور نیکیاں سمیٹیں گے۔ اس فریاد اور چیخ و پکار کا جواب انہیں دیا جائے گا کہ اللہ نے تو تمہیں دنیا میں خاصی لمبی عمر دی تھی جو سوچنے سمجھنے کے لئے کافی تھی۔ اگر چاہتے تو سوچ سمجھ کر حق کو اختیار کر لیتے اور اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کے تابعدار بن جاتے۔ پھر یہی نہیں بلکہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ڈرانے والے بھی پہنچے تھے جو اچھے برے انجام سے آگاہ کرتے رہے اور خواب غفلت سے بیدار کرتے رہے۔ اس وقت تمہاری عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے جو تم نے نہ عقل سے کام لیا اور نہ ڈر سنانے والے خواہ وہ نبی ہو یا اس کا قائم مقام نبی کی راہ پر بلانے والا ہو اس کی بات سن کر نہ دی۔ نہ کسی کی نصیحت پر کان دھرا۔ نہ کسی بات سے عبرت پکڑی اب اپنے کئے کا پھل بھگتو اور سرکشی کا مزہ چکھو۔ تم جیسے ظالموں کا اب کوئی مددگار نہیں اور اب کوئی مدد کی توقع مت رکھو۔ اس طرح ایمان و اسلام اور کفر و انکار دونوں کا انجام بتلا کر آگے سمجھایا جاتا ہے کہ اس بات کو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اور اسرار سے واقف ہے۔ آسمان اور زمین کی ہر چیز کا اسے علم ہے۔ اسے اپنے بندوں کے سب کھلے چھپے احوال و افعال اور دلوں کے اندر جو اعتقادات اور نیتیں پوشیدہ ہیں ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے اعمال و افعال اور اعتقادات اور نیتوں کے مطابق سلوک کرے گا۔ سنو! تم سے پہلے یہاں دنیا میں اور لوگ بستے تھے اب وہ یہاں موجود نہیں ہیں اپنے اپنے اعمال و عقائد کا گٹھر سر پر اٹھائے اس دنیا سے چلے گئے۔ اب ان کی جگہ دنیا میں تم موجود ہو آنکھ کھول کر ہوشیاری کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اگر تم نے کفر و ناشکری اور اللہ کی آیات کا انکار کیا تو اس سے اللہ کا کچھ نقصان نہیں اس کا وبال تمہارے ہی دم پر پڑے گا اور تمہاری ہی جان پر بن آئے گی۔ کفر کا انجام بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ کی طرف سے برابر ناراضی اور بیزاری بڑھتی جائے اور کافر کے نقصان اور خسران میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔

یہاں ان آیات میں اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ (کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس نذیر یعنی ڈرانے والا بھی پہنچا

تھا) یہ خطاب اگرچہ کفار کو ہے مگر مقصود سب کو سنانا ہے اس لئے کہ اصل علت غفلت ہے جس میں دوسرے بھی شریک ہیں اگرچہ مراتب غفلت میں فرق ہے تاکہ سب سن لیں اور متنبہ ہوجائیں۔ دیکھئے عدالت میں جب مجرم کو سزا دی جاتی ہے تو اس کا اعلان کیا جاتا ہے جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ مجرم نہیں وہ بھی سن لیں اور متنبہ ہوجائیں اور غفلت میں نہ رہیں۔ غرض یہ کہ اس جملہ سے مقصود یہ ہے کہ عمر کے ہر حصہ کو عمر کا اخیر حصہ سمجھو اور غفلت سے تنبہ کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ یہاں اس جملہ میں اجمالاً اس طریق کی طرف اشارہ فرمایا کہ غفلت سے تنبہ کا طریقہ یہ سوچ بچار ہے کہ عمر کے ہر حصہ کو عمر کا اخیر حصہ سمجھے اور حدیث میں اس کا صراحتہً حکم دیا گیا چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو ایسی طرح نماز پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کر رہے ہو یعنی یہ سمجھو کہ میری عمر کا اخیر وقت ہے اور یہ میری گویا آخری نماز ہے۔ تو اس حدیث شریف میں اگرچہ نماز کا ذکر ہے مگر یہ علت غفلت ہر عمل میں پائی جاتی ہے اس لئے نماز کے علاوہ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ صدقہ خیرات وغیرہ سب میں یہی مضمون پیش نظر رہنا چاہئے کہ یہ میرا زندگی کا آخری عمل ہے۔ اس تنبہ اور استحضار کا فائدہ یہ ہوگا کہ طول امل یعنی لمبی چوڑی آئندہ کی امیدیں باندھنا اس سے محفوظ ہوجائے گا یا کم از کم کمی ہی آجائے گی۔ اسی کو ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کے منصوبوں کی باتیں نہ کرنا اور جب تو شام کرے تو صبح کے منصوبوں کی باتیں نہ کرنا۔ خلاصہ یہ کہ انسان موت کو یاد رکھے جو دنیوی زندگی کا خاتمہ کردیتی ہے۔ اور اس خطاب میں جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ میں کہ تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کو حق و باطل کو جاننے اور اپنے خالق و مالک کو پہچاننے کے لئے حق تعالیٰ نے نہ صرف عقل و تمیز عمر بلوغ کے وقت سے عطا کی بلکہ اس عقل کی امداد کے لئے دنیا میں نذیر بھی بھیجے۔ نذیر کے معنی اردو میں ڈرانے والے کے کئے جاتے ہیں۔ درحقیقت نذیر وہ ہے کہ جو اپنی رحمت و شفقت کے سبب لوگوں کو ایسی چیزوں سے بچنے کی ہدایت کرے جو اس کو ہلاکت یا مضرت میں ڈالنے والی ہیں۔ تو معروف معنی کے اعتبار سے نذیر سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے نائبین۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے اکابر سلف نے یہاں نذیر سے مراد بڑھاپے کے سفید بال لئے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب بڑھاپا آجائے اور سفید بال ظاہر ہوجائیں تو وہ انسان کو اس کی ہدایت کرتے ہیں کہ اب رخصت کا وقت قریب آن پہنچا ہے اگر اب بھی غفلت نہ گئی اور آنکھ نہ کھلی کہ آخرت کا سامان کرے تو بڑھاپا آجانے کے بعد کس چیز کا انتظار رہ گیا۔ اللہ کی حجت تو بلوغ سے بھی پوری ہوجاتی ہے کیونکہ نصیحت کے لئے بلوغ کا زمانہ بھی کافی ہے۔ جوانی میں جب آدمی معاش کو سمجھ سکتا ہے تو معاد کو کیوں نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے تو نصیحت اور سوچ بچار کی مدت انتہا کو پہنچ گئی اور حجت بالکل پوری ہوگئی۔

یا اللہ ہم کو عقل و تمیز اور عمر کی مہلت عطا فرما کر آپ نے بے شک حجت پوری فرمادی۔ یا اللہ اب آخرت کی طرف سے غفلت کو ہم سے دور فرمادیجئے اور حق کو جاننے اور پہچاننے اور آپ کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے کی توفیق مرحمت فرمادیجئے۔ آمین۔

اصل اور مرکزی مضمون سورۃ کا شروع ہی سے
اثبات توحید اور رد شرک کا چل رہا ہے۔ درمیان
میں ضمناً دیگر مضامین متعلقہ بھی آگئے تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

آپ کہیئے کہ تم اپنے قرار داد شریکوں کا حال تو بتاؤ جن کو تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو، یعنی مجھ کو یہ بتلاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ

یا اُن کا آسمانوں میں کچھ ساجھا ہے، یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہوں، بلکہ یہ ظالم

بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ڬ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ

ایک دوسرے سے نری دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت کو نہ چھوڑ دیں،

اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝۴۱

اور اگر وہ موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی اُن کو تھام بھی نہیں سکتا، وہ حلیم غفور ہے۔

قُلْ فرمادیں	اَرَءَيْتُمْ کیا تم نے دیکھا	شُرَكَآءَكُمْ اپنے شریک	الَّذِيْنَ وہ جنہیں	تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا			
اَرُوْنِيْ تم مجھے دکھاؤ	مَاذَا کیا	خَلَقُوْا انہوں نے پیدا کیا	مِنَ سے	الْاَرْضِ زمین	اَمْ یا	لَهُمْ ان کیلئے	شِرْكٌ ساجھا	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
اَمْ یا	اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے دی انہیں	كِتٰبًا کوئی کتاب	فَهُمْ پس (کہ) وہ	عَلٰي بَيِّنَتٍ دلیل (سند) پر	مِّنْهُ اس سے۔کی	بَلْ بلکہ	اِنْ نہیں	
يَعِدُ وعدے کرتے	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	بَعْضُهُمْ ان کے بعض (ایک)	بَعْضًا بعض (دوسرے) سے	اِلَّا سوائے	غُرُوْرًا دھوکہ	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	
يُمْسِكُ تھام رکھا ہے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	اَنْ کہ	تَزُوْلَا ٹل جائیں وہ	وَلَىِٕنْ اور اگر وہ	زَالَتَآ ٹل جائیں	اِنْ نہ	
اَمْسَكَهُمَا تھامے گا انہیں	مِنْ اَحَدٍ کوئی بھی	مِّنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	حَلِيْمًا حلم والا	غَفُوْرًا بخشنے والا		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار کے متعلق بیان تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ان کے کفر پر مصر رہنے سے کسی دوسرے کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ جو شخص کفر کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور اس کو آخرت میں جہنم کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ آپ ان مشرکوں سے فرمایئے کہ خدا کے سوا اور جن جن کو تم پکارا کرتے ہو تو مجھے ذرا دکھلاؤ کہ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ زمین کا کونسا حصہ انہوں نے بنایا ہے؟ یا آسمانوں کے بنانے اور تھامنے میں ان کی کس قدر شرکت ہے؟ اگر کچھ نہیں تو آخر خدا کس طرح بن بیٹھے؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔ اور اگر عقلی نہیں تو کوئی معتبر کتابی یعنی نقلی دلیل ہی پیش کرو جس کی سند پر مشرکانہ دعوے کرتے ہو۔ لیکن تم یہ بھی نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے کے پیچھے لگ گئے ہو۔ دلیل عقلی یا نقلی کچھ بھی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ان میں سے بڑے چھوٹوں کو اور اگلے پچھلوں کو شیطان کے اغوا سے یہ وعدہ بتاتے چلے آئے کہ یہ بت وغیرہ اللہ کے ہاں ہمارے شفیع بنیں گے اور اس کا قرب عطا کریں گے۔ حالانکہ یہ خالص دھوکہ اور فریب ہے۔ یہ تو کیا شفیع بنتے۔ بڑے سے بڑا مقرب بھی کفار کی سفارش میں زبان نہیں ہلا سکتا۔ اپنے ان جھوٹے معبودوں کی کمزوری اپنے سامنے رکھ کر خدا

تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت و طاقت دیکھو کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ رکا ہوا اور تھما ہوا ہے۔ ادھر ادھر جنبش بھی تو نہیں کھا سکتا اور کوئی اپنے مقام و نظام سے ادھر ادھر سرک نہیں سکتا اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر بجز خدا کے کس کی طاقت ہے کہ ان کو قابو میں رکھ سکے چنانچہ جب قیامت میں یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ درہم برہم فرما دیں گے تو کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی۔ اس حلیم و غفور خدا کو دیکھو کہ مخلوق و مملوک کی نافرمانی۔ سرکشی۔ کفر و شرک دیکھتے ہوئے بھی حلم و بردباری اور بخشش سے کام لے رہا ہے۔ ڈھیل اور مہلت دیئے ہوئے ہے ورنہ کفر و عصیان کا اقتضا تو یہ ہے کہ یہ سارا نظام ایک دم میں تہ و بالا کر دیا جائے لیکن اس کے تحمل اور بردباری سے تھما ہوا ہے۔ اس کی بخشش نہ ہو تو سب دنیا ویران ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ شرک پر کوئی دلیل نہیں بلکہ شرک تو فساد عالم اور اس کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔ کفر و شرک کا مقتضیٰ تو یہی تھا کہ ان پر قہر الٰہی نازل ہوتا لیکن حلم الٰہی کی وجہ سے قہر خداوندی کا نزول رکا ہوا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کی ذات بڑی بردبار ہے کہ مجرمین کے پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا۔ اور آمرزگار ہے کہ کفر و معصیت کو دیکھتا ہے مگر عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔

نافرمانوں کو چاہئے کہ عذاب نہ آنے کو اللہ کے حلم اور بردباری کی دلیل سمجھیں۔ اس کے عفو کلی یا غفلت یا سہو و نسیان کی دلیل نہ سمجھیں۔ روایات میں ہے کہ منجانب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو دو شیشے دیئے گئے کہ ان کو ہاتھ میں تھامے رکھیں اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو سونے نہ دو تین راتیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اس طرح گزار دیں بالآخر نیند کا غلبہ ہوا اور شیشے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اگر بالفرض مجھ پر نیند اور اونگھ آتی (اور ایک آن بھی دنیا جہان سے غفلت ہوتی) تو شیشہ کی طرح یہ آسمان و زمین ٹوٹ پھوٹ جاتے (تفسیر عزیزی بحوالہ معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ) پس آسمان اور زمین کا قیام اور بقا یہ محض اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔ اور وہ اپنی قدرت و حکمت سے ان کو روکے اور تھامے ہوئے ہے۔ چنانچہ یہ آسمان و زمین اپنی جگہ قائم ہیں اور جب قیامت ہوگی تو اپنی جگہ سے ہٹ کر سب درہم برہم ہو جائیں گے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان اور جود و کرم ہے کہ جو یہ زمین اور زمین والے قائم ہیں جس پر اس کی شکر گزاری لازم ہے نہ کہ اس کی توحید ہی سے انکار کر کے کفر و شرک اور معصیت و عصیان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اس پر شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی اور کفر و شرک سے بچا کر امت مسلمہ میں شامل فرمایا۔ یا اللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! یہ آپ کا محض کرم و رحم اور حلم و بردباری ہے جو نافرمان سرکش انسانوں کو مہلت اور ڈھیل ملی ہوئی ہے اور عذاب خداوندی ان پر آنے سے رکا ہوا ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت عطا فرما دے کہ جو ہم کو آپ کا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھے اور اسی حالت میں ہم کو اس دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کرنا نصیب ہو۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ

اور ان کفار نے بڑی زور دار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آوے تو وہ ہر ہر اُمت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں،

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۝۴۲ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ

پھر جب ان کے پاس ایک پیغمبر آپہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی۔ دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بُری تدبیروں کو ترقی ہوئی اور بُری تدبیروں کا وبال

السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا

اُن تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے سو کیا یہ اُسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے (کافر) لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے سو آپ خدا کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پاویں گے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝۴۳ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

اور آپ خدا کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پاویں گے۔ اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے

مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا

پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ قوت میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے اور خدا ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اُس کو ہرا دے نہ آسمانوں میں اور نہ

فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝۴۴ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا

زمین میں وہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب (فوراً) دارو گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک

مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝۴۵

متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے، سو جب ان کی وہ میعاد آپہنچے گی (اس وقت) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا۔

وَاَقْسَمُوْا اور انہوں نے قسم کھائی	بِاللّٰهِ اللہ کی	جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی سخت قسمیں	لَئِنْ اگر	جَآءَهُمْ انکے پاس آئے	نَذِيْرٌ کوئی ڈرانے والا		
لَيَكُوْنُنَّ البتہ وہ ضرور ہوں گے	اَهْدٰى زیادہ ہدایت پانیوالے	مِنْ اِحْدَى ہر ایک سے	الْاُمَمِ امت	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَهُمْ ان کے پاس آیا		
نَذِيْرٌ ایک نذیر	مَّا زَادَهُمْ نہ ان (میں) زیادہ ہوا	اِلَّا مگر۔سوائے	نُفُوْرَا ابدکنا	اسْتِكْبَارًا اپنے کو بڑا سمجھنے کے سبب	فِي الْاَرْضِ زمین (دنیا) میں		
وَمَكْرَ اور چال	السَّيِّئِ بری	وَلَا يَحِيْقُ اور نہیں الٹا پڑتا	الْمَكْرُ چال	السَّيِّئُ بری	اِلَّا صرف	بِاَهْلِهٖ اسکے کرنیوالے پر	فَهَلْ تو کیا
يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار کر رہے ہیں	اِلَّا مگر صرف	سُنَّتَ دستور	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	فَلَنْ تَجِدَ سو تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّتِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں		
تَبْدِيْلًا کوئی تبدیلی	وَلَنْ تَجِدَ اور تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّتِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں	تَحْوِيْلًا کوئی تغیر	اَوَ کیا	لَمْ يَسِيْرُوْا وہ چلے پھرے نہیں		
فِي الْاَرْضِ زمین دنیا میں	فَيَنْظُرُوْا سو وہ دیکھتے	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ عاقبت (انجام)	الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	
وَكَانُوْا اور وہ تھے	اَشَدَّ بہت زیادہ	مِنْهُمْ ان سے	قُوَّةً قوت میں	وَمَا اور نہیں	كَانَ ہے	اللّٰهُ اللہ	لِيُعْجِزَهٗ کہ اسے عاجز کردے
مِنْ شَيْءٍ کوئی شے	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَلَا اور نہ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	عَلِيْمًا علم والا	قَدِيْرًا بڑی قدرت والا

وَلَوْ اور اگر	يُؤَاخِذُ اللّٰهُ اللہ پکڑ کرے	النَّاسَ لوگ	بِمَا كَسَبُوْا انکے اعمال کے سبب	مَا تَرَكَ وہ نہ چھوڑے	عَلٰى پر	ظَهْرِهَا اسکی پشت
مِنْ دَآبَّةٍ کوئی چلنے پھرنے والا	وَّلٰكِنْ اور لیکن	يُّؤَخِّرُهُمْ وہ انہیں ڈھیل دیتا ہے	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت معین	فَاِذَا پھر جب	
جَآءَ آجائے گی	اَجَلُهُمْ ان کی اجل	فَاِنَّ تو بیشک	اللّٰهَ اللہ	كَانَ ہے	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کو	بَصِيْرًا دیکھنے والا

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں توحید ورسالت کے اثبات کے سلسلہ میں کفار کی تکذیب کا متعدد جگہ بیان ہوا اور اس کا انجام انہیں بتلایا گیا۔ گذشتہ آیات میں یہ جتلایا گیا تھا کہ یہ مشرکین کفر وشرک کی وجہ سے ہیں تو قہر الٰہی کے مستحق لیکن حق تعالیٰ کے حلم اور بردباری کے باعث بچے ہوئے ہیں اور مہلت ملی ہوئی ہے۔ اب اخیر میں کفار کے اسی انکار وتکذیب پر مزید وعید سنائی جاتی ہے اور اسی تنبیہ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ عرب کے اندر یہود ونصاریٰ باہر سے آ کر آباد ہوگئے تھے اور اپنے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے بہت دانا۔ صاحب علم اور مہذب لوگ سمجھے جاتے تھے اور عرب عام طور پر اپنے کو ان سے کم مرتبہ سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جب کبھی یہودی اور عیسائی ان مشرکین عرب کو عار دلاتے کہ تمہارے پاس نہ کوئی کتاب اور نہ رسول۔ تم تو یونہی بے سری قوم ہو تو یہ عرب آرزو کرتے کہ کاش ہم میں بھی کوئی نبی آتا تو ہم ان کی قیادت میں بڑے بڑے کام کر دکھاتے اور بڑے زور سے قسمیں کھا کھا کر کہتے کہ اگر ہمارے اندر کوئی نبی آیا تو ہم ان ساری امتوں سے بڑھ کر جواب اپنے اہل کتاب ہونے کی بدولت ہم پر فخر اور بڑائی جماتے ہیں۔ اپنے رسول کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر دکھائیں گے اور ان سے زیادہ مہذب اور شائستہ ہو کر بتائیں گے۔ افسوس ہے کہ اب تک ہم میں کوئی نبی آیا ہی نہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے عرب ایسی آرزو کیا کرتے تھے اور قسمیں کھاتے کہ اگر کوئی نبی ہم میں آئے تو ہم سب سے زیادہ اس کی تابعداری کریں گے۔ قرآن پاک میں علاوہ ان آیات کے یہ بات اور بھی کئی جگہ بیان فرمائی گئی ہے۔ سورۂ انعام آٹھویں پارہ میں ان مشرکین عرب کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اگر ہم پر کتاب نازل ہوئی ہوتی تو ہم ان سے یعنی گروہ یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر راہ پر ہوتے سورۂ صفات تیئسویں پارہ میں ارشاد ہوا ہے کہ یہ لوگ پہلے تو کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت کی کتاب پہلے لوگوں کی طرح آتی تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے۔ اسی طرح یہاں سورۂ فاطر میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان کفار یعنی مشرکین عرب نے بڑی زوردار قسمیں کھائی تھیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا یعنی پیغمبر آئے تو ہم ہر گروہ سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ پہلے تو ایسی قسمیں کھایا کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان میں نبی بھیجا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اعلان نبوت فرمایا تو یہ حق سے اور زیادہ بدکنے لگے اور بجائے مطیع وفرمانبردار ہونے کے اپنے رسول کے دشمن ہوگئے۔ ان کے غرور اور تکبر نے اجازت نہ دی کہ نبی کے سامنے گردن جھکائیں اور الٹا آپ کی ایذا رسانی کی فکر میں لگ گئے اور طرح طرح کی مکروہ تدبیریں اور داؤ گھات شروع کر دیئے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ جو لوگ برے داؤ گھات کر رہے ہیں ان کے یہ داؤ گھات اور بری تدبیریں انہی پر الٹ پڑیں گی۔ جو دوسروں کو ناحق ستاتا ہے وہ انجام کار آپ ہی تباہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ تھوڑے دن کچھ عارضی فائدہ اٹھا لے اور دل میں خوش ہولے کہ میں نے اپنے مقابل اور مخالف کو کیسا جت کیا اور کیسا نیچا دکھلایا اور تدبیریں کر کے یوں نقصان پہنچا دیا لیکن درحقیقت وہ اپنے ہی حق میں کانٹے بو رہا ہے اور انجام کار دیکھ لے گا کہ واقع میں نقصانِ عظیم کس کو اٹھانا پڑا۔ ظالم وناحق کی کامیابی عارضی ہوتی ہے اور آخر کار اس کے ظلم کا

وبال اول تو دنیا ہی میں ورنہ آخرت میں تو یقیناً اس پر پڑ کر رہتا ہے تو یہاں کفار مکہ کو جتلایا جارہا ہے کہ تم جو اللہ کے رسول کے ساتھ داؤ گھات کررہے ہو اور مسلمانوں کو بے جا ستارہے ہو تو یہ تم اپنی ہی تباہی کا بیج بورہے ہو۔ کیا تم نے پہلے لوگوں کا حال نہیں سنا؟ کیا تم اسی کے منتظر ہو جو گذشتہ مجرموں کے ساتھ معاملہ ہوا؟ یادرکھو کہ اگر تم باز نہ آئے تو وہی ہو کر رہے گا۔ اللہ کا جو دستور مجرموں کی نسبت دینے کا رہا ہے وہ نہ بدلنے والا ہے کہ بجائے سزا کے ایسے مجرموں پر انعام واکرام ہونے لگے اور نہ ٹلنے والا ہے کہ مجرم سے سزا ٹل کر غیر مجرم کو دے دی جائے۔ جس طرح اللہ نے ساری کائنات کے لئے قاعدے اور قانون مقرر کر دیئے ہیں اسی طرح انسانوں کیلئے بھی قاعدے اور قانون مقرر ہیں جن میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا اس لئے یقین کرو کہ جیسے پہلوں کو قانون الٰہی کی خلاف ورزی کی سزائیں ملیں اسی طرح تمہیں بھی ملیں گی اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ قانون مکافاتِ عمل کو سمجھ لو اور اس قانون کے جاری کئے جانے کی نشانیاں پچھلے لوگوں کی تاریخ میں دیکھ لو۔ بڑی بڑی عزت اور قوت رکھنے والی قومیں اور بڑے بڑے زورآور مدعی اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکے مثلاً عاد وثمود وغیرہ۔ تو یہ بے چارے کفار مکہ تو کیا چیز ہیں۔ خوب سمجھ لو اور کان کھول کر سن لو کہ آسمان اور زمین میں کوئی طاقت اللہ کو عاجز نہیں کرسکتی۔ ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اگر وہ نافرمانوں کو سزا دینا چاہے تو انہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں مل سکتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت سب پر حاوی ہے اور سب اس کے سامنے عاجز ہیں اس کے آگے کوئی دم نہیں مارسکتا۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ باوجود سمجھانے کے درست ہونے کا نام نہیں لیتے اگر اللہ تعالیٰ ان کی ہر ایک بات کی فوراً گرفت کرنے لگے تو یہ اپنے کردار کے باعث فوراً ہی تباہ ہوجائیں اور ان کی شامت اعمال سے کوئی جاندار دنیا میں نہ بچے لیکن یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ایک مقررہ وقت تک انسان کو مہلت دے رکھی ہے اور ڈھیل دے رکھی ہے کہ جسے سنبھلنا ہو سنبھل جائے۔ جب وہ وقت موعود آجائے گا تو پھر کسی کی بھی کچھ نہ چلے گی۔ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا۔ سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔ کسی کا ایک ذرہ بھر برا یا بھلا عمل اس کے علم سے باہر نہیں پس ہر ایک کا اپنے علم کے موافق ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمادے گا۔ نہ مجرم کہیں چھپ سکے اور نہ مطیع فرمانبردار کا حق مارا جائے۔

اسی تنبیہ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ اب غور کیجئے کہ اگر ان آیات کو کوئی اچھی طرح سمجھ لے تو ممکن نہیں کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار نہ ہوجائے۔ ان آیات میں انسان کے سامنے دنیا کی اور خود اس کی اپنی حقیقت کو بتلادیا گیا کہ اس دنیا میں بہت سے آئے اور چلے گئے بہت سی قومیں ابھریں اور پست ہوئیں اور بہت سے تو ایسے تھے کہ اپنے زور کے آگے کسی کو کچھ سمجھتے نہ تھے مگر بالآخر وہ لوگ قانون الٰہی کی گرفت میں آکر ذلیل وخوار ہوئے اور دنیا سے تباہ کر کے نکال دیئے گئے۔ اب موجودہ انسان انہیں کی جگہ آباد ہیں۔ انہیں ان کے حالات سن کر عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم وقدرت کا اندازہ لگا کر اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں مشغول ہونا چاہئے اگر کوئی نافرمانی کرے گا تو اس کی سزا پائے گا اور کوئی اس بات پر مغرور نہ ہو کہ وہ اللہ کو نہ مان کر بھی دنیا میں بڑی شان وشوکت سے بسر کررہا ہے اور باوجود کفر وعصیان کے اسے ہر چیز ملتی جارہی ہے۔ یہ محض ایک عارضی بات ہے۔ انجام کار انہیں معلوم ہوجائے گا کہ وہ اللہ کو نہ مان کر سخت نقصان میں رہے اور دنیا میں بچ گئے تو کیا مرنے کے بعد پکڑے جائیں گے۔ بہرحال اس وقت انسان کے لئے دنیا میں موقع ہے اس کے بعد پھر کوئی موقع نہیں۔ اگر دنیا میں ایمان اور عمل صالح کو اختیار نہ کیا تو آخرت میں عذاب دیکھ کر تو ہر شخص ایمان لاوے ہی گا مگر اس وقت کا ایمان نہ کچھ نفع دے گا اور نہ پچھتانا سودمند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور دنیا کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر کھول دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰسٓ ۝١ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤

یٰسین قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں۔ سیدھے راستہ پر ہیں۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝٥ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٦

یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے تھے سو اسی سے یہ بے خبر ہیں۔

يٰسٓ یٰسین	وَالْقُرْاٰنِ قسم ہے قرآن	الْحَكِيْمِ باحکمت	اِنَّكَ بیشک آپ	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں میں سے	عَلٰى پر	صِرَاطٍ راستہ
مُسْتَقِيْمٍ سیدھا	تَنْزِيْلَ نازل کیا	الْعَزِيْزِ غالب	الرَّحِيْمِ مہربان	لِتُنْذِرَ تاکہ آپ ڈرائیں	قَوْمًا وہ قوم	مَّآ اُنْذِرَ نہیں ڈرائے گئے
	اٰبَآؤُهُمْ انکے باپ (دادا)	فَهُمْ پس وہ	غٰفِلُوْنَ غافل			

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب سورۂ یٰسین شریف کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت اس سورۂ مبارکہ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں۔ ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کے فضائل۔ وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے فضائل میں احادیث میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شے کا دل ہوتا ہے۔ قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ جو شخص اس سورۃ کو ایک بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دس قرآن کا ثواب عطا کرے گا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سورۃ کو قرآن کا دل اس لئے فرمایا گیا کہ یہ سورۃ قرآن کی خاص دعوت یعنی توحید۔ رسالت وآخرت کو نہایت پرزور طریقہ سے پیش کرتی ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کو قرآن کریم کا قلب یعنی دل فرمایا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا دارومدار دل پر ہے۔ اور روحانی زندگی کا دارومدار ایمان پر ہے جس کے خاص اور اہم ترین اصول تین ہیں۔ توحید۔ رسالت اور آخرت۔ اس سورۃ میں ایمان کے ان تین اہم اصول کو جو دین کا دل و جان ہیں نہایت مدلل اور مفصل بیان کیا گیا ہے اور ان سب کی جڑ حشر ونشر کا اقرار اور آخرت کی فکر و تیاری ہے جو اس سورۃ میں خاص طور پر بیان کی گئی ہے اور منکرین حشر کے شبہ کا نہایت مدلل۔ مکمل اور مفصل جواب دیا گیا ہے۔ پس ایمانی حیات کا سارا دارومدار خوف خدا اور آخرت کے یقین اور اس کی فکر پر ہے اور یہی سارے دین کا دل ہے جس پر روحانی زندگی کا دارومدار ہے۔ تو جس دل کو آخرت کا فکر ہے وہ دل تو زندہ ہے ورنہ مردہ ہے۔ حدیث کی ایک روایت میں ہے کہ اس کے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کو اپنے مرنے والوں پر پڑھا کرو۔ علمائے کرام اور بزرگان دین نے لکھا ہے کہ ہر سختی کے وقت یٰسین شریف پڑھنی چاہئے کہ اس کی برکت سے وہ سختی دفع ہوتی ہے۔ حاجت پوری ہوتی ہے اور موت کے وقت پڑھنے سے میت کی روح آسانی سے نکلتی ہے اور ایمان نصیب ہوتا ہے اور رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ میری چاہت ہے کہ میری امت کے ہر ہر فرد کے دل میں یہ سورۃ ہو۔ ایک حدیث میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسین کو شروع دن میں پڑھے۔ اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں اور بھی احادیث میں اس سورۃ کے فضائل آئے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتدا ہی میں دو حرف یٰسین آئے ہیں۔ اسی بنا پر علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام یٰسین مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۶ ویں سورت ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶۰ لکھا ہے یعنی ۵۹ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۳۰ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۸۳ آیات۔ ۵ رکوعات۔ ۷۳۹ کلمات اور ۳۰۹۰ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی عقائد سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں۔ یعنی توحید۔ رسالت۔ آخرت۔ قیامت۔ جزا وسزا وغیرہ کا بیان ہے۔

اس سورۃ میں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو برحق کہا گیا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ منکروں کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس دنیا کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے کہ اس میں سے کچھ لوگ آپ کا رسول ہونا تسلیم کریں گے اور کچھ آپ کی رسالت کے قائل نہ ہوں گے اور ایمان نہ لاویں گے۔ بلکہ الٹے مخالف ہو جائیں گے۔ ایسے لوگوں کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں جو ڈر کر آپ کی نصیحت مان لیں گے وہ سعادت مند ہیں اور انہیں آخرت میں بڑی راحت و آسائش نصیب ہوگی۔ ایمان لانے والوں اور انکار کرنے والوں کا رویہ ایک خاص مثال سے واضح کیا گیا اور رسولوں کے انکار کرنے والوں پر افسوس کیا گیا کہ وہ اپنے بے باکانہ رویہ سے آخرت کا سخت عذاب مول لے رہے ہیں۔ رسالت کی اہمیت جتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی معرفت کی طرف توجہ دلائی گئی اور بتلایا گیا کہ اس عالم میں اس کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ سب اس دنیا کے بنانے والے اور پالنے والے کا پتہ بتا رہی ہیں اس کے بعد قیامت کا نقشہ کھینچا گیا اور آخرت میں ایمان لانے والوں کے انعام واکرام اور انکار کرنے والوں کی سزا کا بیان ہوا پھر قرآن کریم کی اہمیت جتلائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ کوئی شاعرانہ خیال اور فرضی باتوں کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ہر چیز اور ہر بات کی اصل حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ پھر سمجھایا گیا کہ انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ موڑنا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا صحیح اندازہ کر کے اس کی طاعت و بندگی بجالائے اور خوب سمجھ لے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ اللہ کے نزدیک نیست و نابود ہو جانے کے بعد کسی کا دوبارہ بنا دینا کچھ مشکل نہیں۔ دنیا کی ہر چیز چھوٹی ہو یا بڑی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے وہ چیز اس کا حکم دیتے ہی موجود ہو جاتی ہے۔ وہ ہر برائی۔ عیب۔ کمزوری اور بے چارگی سے پاک ومبرا ہے اور بالآخر تمام انسانوں کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے خاص مضامین کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

اب ان ابتدائی آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات یٰسین سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کی تشریح پہلے پارہ الم کی ابتدا ہی میں ہو چکی ہے کہ ان کے حقیقی معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ ان حروف مقطعات کا علم عام بندوں کو نہیں دیا گیا۔ ان کے متعلق اسی طرح ایمان رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد کلام کی ابتدا قسم سے فرمائی گئی کہ قسم ہے اس قرآن باحکمت کی۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنے مخلوق کی اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ اس سلسلہ میں علما نے لکھا ہے کہ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اسی لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک عربوں کی زبان میں نازل ہوا اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت تک فصیح اور بلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس میں قسمیں نہ ہوں۔ اس لئے قرآن کریم میں بھی قسمیں کھائی گئیں کہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی رہنے نہ پائے۔ اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی کیوں قسم کھائی ہیں۔ اس کا جواب مختلف وجوہ سے دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ مضاف پوشیدہ ہے مثلاً جہاں قسم ہے آفتاب و ماہتاب کی وہاں آفتاب و ماہتاب کے رب کی قسم سمجھا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ عرب ان اشیاء کی تعظیم کرتے تھے اس لئے قرآن نے قسمیں کھائیں۔ تیسرے یہ کہ اس وجہ سے قسمیں کھائی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے خالق و صانع کی عظمت کا اظہار کیا جا سکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہاں آغاز کلام قرآن حکیم کی قسم کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو بیان فرمایا گیا کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں۔ تو اس قسم سے ایک تو کفار کا رد مقصود ہے کہ جو قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ رسول نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں قسم کھا کر آپ کی نبوت و رسالت کو بیان فرمایا اور قرآن کی جو قسم کھائی گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے رسول ہونے کا سب سے بڑا ثبوت اور سب سے بڑی دلیل یہ قرآن حکیم ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و رسالت کو قسم کے ساتھ بیان کیا۔ آپ کے سوا کسی اور نبی اور رسول کی رسالت کو قسم کھا کر نہیں بیان فرمایا۔

یہاں آیت میں اگرچہ خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن درحقیقت سنانا اوروں کو مقصود ہے کہ جس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن نازل ہوا ہے وہ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور بے شک و شبہ سیدھی راہ پر ہیں یعنی جو پیغام ہدایت یہ اللہ کی طرف سے انسانوں کے پاس لے کر آئے ہیں یقیناً وہ انسان کو اصل کامیابی اور منزل مقصود تک سیدھا پہنچاتا ہے۔ اس راستہ پر چلنے والا کبھی ادھر ادھر بھٹکتا نہیں پھرتا۔ آگے فرمایا گیا تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ یعنی یہ قرآن پاک خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نازل کرنے کے سلسلہ میں اپنی دو صفات بیان فرمائی ہیں ایک عزیز یعنی وہ غالب اور زبردست ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ رحیم ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی صفت عزیز بیان کرنے سے مقصود اس حقیقت پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ قرآن کسی کمزور اور بے زور ہستی کا بھیجا ہوا نہیں ہے کہ جسے تم نظر انداز کر دو تو تمہارا کچھ نہ بگڑے بلکہ یہ اس مالک کائنات کا فرمان ہے جو سب پر غالب ہے اور جو نافرمانوں کو پوری پوری سزا دینے کی طاقت رکھتا ہے اور جس کی پکڑ سے بچ جانے کی کسی کو قدرت حاصل نہیں ہے۔ دوسری صفت رحیم بیان کرنے سے یہ احساس دلاتا ہے کہ یہ سراسر اس کی مہربانی ہے کہ اس نے تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنا رسول بھیجا اور یہ کتاب عظیم نازل کی تاکہ تم گمراہیوں سے بچ کر اس راہ راست پر چل سکو جس سے تمہیں دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل ہوں۔ اب آگے آپ کی رسالت اور قرآن کے نزول کی ایک حکمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ آپ پیغمبر اس لئے بنائے گئے ہیں تاکہ اولاً آپ اس قوم عرب کو برے اعمال کے نتائج سے خبردار کریں کہ جن کے پاس مدت سے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور جن کے باپ دادا تک نے بھی کبھی ایسی باتیں نہ سنی۔ اس لئے وہ خواب غفلت میں گرفتار ہیں اور اب انہیں اس خواب غفلت سے جگاتا ہے۔ یہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صرف عرب ہی کے لئے رسول تھے۔ اولاً ڈرانا آپ کا قریش عرب کے لئے تھا اور پھر عام لوگوں کو بھی آپ نے دعوت فرمائی کیونکہ بعثت آپ کی عام تمام سارے عالم کے لئے ہے۔ آپ کی عموم بعثت کے لئے بہت سی قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۷ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ

ان میں سے اکثر لوگوں پر (تقدیری) بات ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں

اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا

پھر وہ ٹھوڑیوں تک (اَڑ گئے) ہیں جس سے ان کے سر اُوپر کو اُٹھے رہ گئے ہیں۔ اور ہم نے ایک آڑ اُن کے سامنے کردی

وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۹ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

اور ایک آڑ ان کے پیچھے کردی جس سے ہم نے اُن کو گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کے حق میں آپ کا

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ

ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہ لاویں گے۔ پس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور خدا سے

الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝۱۱ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ

بے دیکھے ڈرے، سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبری سنا دیجئے۔ بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں

مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۲

وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کردیا تھا۔

لَقَدْ حَقَّ تحقیق ثابت ہوگئی	الْقَوْلُ بات	عَلٰی پر	اَكْثَرِهِمْ ان میں سے اکثر	فَهُمْ پس وہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہ لائیں گے		
اِنَّا جَعَلْنَا بیشک ہم نے کیے (ڈالے)	فِیْ میں	اَعْنَاقِهِمْ ان کی گردنیں	اَغْلٰلًا طوق	فَهِیَ پھر وہ	اِلَی تک	الْاَذْقَانِ ٹھوڑیاں	فَهُمْ تو وہ
مُّقْمَحُوْنَ سر اونچا کیے (سر الل رہے ہیں)	وَجَعَلْنَا اور ہم نے کردی	مِنْ سے	بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے	سَدًّا ایک دیوار	وَ اور		
مِنْ خَلْفِهِمْ ان کے پیچھے	سَدًّا ایک دیوار	فَاَغْشَيْنٰهُمْ پھر ہم نے انہیں ڈھانپ دیا	فَهُمْ پس وہ	لَا يُبْصِرُوْنَ دیکھتے نہیں	وَسَوَآءٌ اور برابر		
عَلَيْهِمْ ان پر۔ ان کیلئے	ءَاَنْذَرْتَهُمْ خواہ تم انہیں ڈراؤ	اَمْ یا	لَمْ تُنْذِرْهُمْ تم انہیں نہ ڈراؤ	لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے			
اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	تُنْذِرُ تم ڈراتے ہو	مَنِ جو	اتَّبَعَ پیروی کرے	الذِّكْرَ کتاب نصیحت	وَخَشِیَ اور ڈرے	الرَّحْمٰنَ رحمٰن (اللہ)	
بِالْغَيْبِ بن دیکھے	فَبَشِّرْهُ پس اسے خوشخبری دیں	بِمَغْفِرَةٍ بخشش کی	وَاَجْرٍ اور اجر	كَرِيْمٍ اچھا	اِنَّا نَحْنُ بیشک ہم	نُحْیِ زندہ کرتے ہیں	
الْمَوْتٰى مُردے	وَنَكْتُبُ اور ہم لکھتے ہیں	مَا قَدَّمُوْا جو انہوں نے آگے بھیجا (عمل)	وَاٰثَارَهُمْ اور انکے اثر (نشانات)	وَكُلَّ اور ہر			
شَیْءٍ شے	اَحْصَيْنٰهُ ہم نے اسے شمار کر رکھا ہے	فِیْ میں	اِمَامٍ مُّبِيْنٍ کتاب روشن (لوح محفوظ)				

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق اور قرآن کریم کی حقانیت کا ذکر فرما کر نزول قرآن کی ایک وجہ بتلائی گئی تھی کہ اس کے ذریعہ سے اولاً آپ اس قوم عرب کو ہوشیار اور بیدار کریں جس کے پاس صدیوں سے کوئی جگانے والا نہیں آیا تھا اس لئے وہ تاریکی کی جہالت و غفلت میں پڑے ہوئے تھے اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس

قوم میں بہت سے افراد آپ کو ایسے بھی ملیں گے جو کسی قسم کی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں یعنی کچھ لوگ تو آپ کی بات کو مان لیں گے اور ایمان لے آویں گے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جو آپ کی دعوت کے مقابلہ میں ضد۔ عناد۔ اور ہٹ دھرمی سے کام لیں گے اور جنہوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ آپ کی بات بہر حال کسی صورت مان کر نہیں دینی ہے۔ ایسے سخت بدکیش اور سرکش کفار کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ فیصلہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں۔ اور ان بدنصیبوں کو ہدایت کا پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔ یہ لوگ جو دوسری زندگی سے بالکل منکر ہو کر اپنی فانی خواہشات ہی کو اپنا قبلہ مقصود بنائے ہوئے ہیں اور موت کے بعد کسی دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں رکھتے۔ نہ برائی کو برائی سمجھتے ہیں بلکہ اغوائے شیطانی سے اپنی بدیوں کو نیکی اور گمراہی کو ہدایت تصور کرتے ہیں۔ انہیں کیسے ہی معقول دلائل سنائے جائیں اور کھلے کھلے نشانات دکھلائے جائیں یہ سب کو جھٹلاتے رہیں گے اور فضول حجتیں نکالتے رہیں گے۔ انہوں نے محض ہوا و ہوس کو اپنا معبود ٹھہرا لیا ہے۔ یہ نہ عقل سے کام لیں اور نہ آنکھوں سے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے اعراض اور عناد کے نتیجہ میں آخر کار اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر کر دیتا ہے پھر ان کے دلوں میں خیر کے جانے کی ذرا گنجائش نہیں رہتی جیسے کوئی شخص اپنے اوپر روشنی کے سب دروازہ بند کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو اندھیرے میں چھوڑ دیتا ہے یا ایک بیمار دوا پینے کی قسم کھا لے۔ طبیب سے دشمنی کر لے اور ہر قسم کی بد پرہیزی پر تیار ہو جائے تو پھر اللہ بھی اس کے مرض کو مہلک بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے حال کی ایک مثال یہاں یہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی کی گردن میں ایسے طوق ڈال دیئے گئے ہوں کہ جو خوب اچھی طرح اس کی گردن میں پھنسے ہوئے ہوں اور وہ ٹھوڑیوں تک خوب ان سے جکڑا ہوا ہو جس سے کہ اس کا چہرہ اور سر اوپر کو اٹھا رہ جائے اور وہ اپنا سر نیچے نہ جھکا سکے اور اپنی گردن نہ ہلا سکے اور اس کی آنکھیں اوپر ہی کو رہ جائیں کہ وہ نیچے راستہ کی طرف دیکھ ہی نہ سکے تو ایسا شخص ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو کسی کھڈ یا گڑھے میں گرنے اور ہلاک ہونے سے بچا نہیں سکتا۔ تو دراصل ایسے ضدی اور معاند کفار جنہوں نے حق کو پہچان لیا اور پھر بجائے اس کے قبول کرنے کے الٹے عداوت اور دشمنی پر تل گئے ان کے گلوں میں کوئی ظاہری طوق نہیں پہنائے گئے تھے بلکہ یہ کلام اِنَّا جَعَلۡنَا فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ اَغۡلٰلًا کہ ہم نے ان کی گردنوں میں بھاری بھاری طوق ڈال دیئے ہیں بطور تشبیہ کے ہے اور ان کے حال کو تشبیہ دی گئی اس شخص کے حال سے جس کے گلے میں طوق ڈال دیا گیا ہو جو اس کی گردن کو جکڑ دے اور سر نیچا نہ ہو سکے یہی حال ان معاندین کفار کا ہے جو نفسانیت۔ اور ضد و عناد کے طوقوں میں ایسے جکڑ دیئے گئے ہیں کہ وہ حق کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے۔

دوسری مثال ایسے لوگوں کی یہاں یہ دی گئی کہ جیسے کسی شخص کے چاروں طرف دیواریں کھڑی کر دی جائیں اور وہ چار دیواری میں محصور ہو کر باہر کی چیزوں سے بے خبر ہو جائے اور کسی طرف سے کچھ نظر نہ آئے اسی طرح ان معاند اور ضدی کافروں کے گرد بھی ان کی جہالت اور ہٹ دھرمی نے محاصرہ کر لیا ہے کہ باہر سے اب حق کی باتیں ان تک گویا پہنچتی ہی نہیں۔ تو یہاں ان دونوں تشبیہات اور مثالوں سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس دنیا میں کفر و ایمان' حق و باطل اور جنت و جہنم کے دونوں راستے انسان کے سامنے کر دیئے ہیں۔ اور ایمان کی دعوت و تعلیم کے لئے انبیاء کرام و کتابیں بھی بھیج دیں۔ پھر انسان کو یہ اختیار بھی عطا کر دیا کہ وہ بھلے برے۔ نیکی و بدی کو پہچان کر اپنے لئے کوئی راستہ اختیار کرے۔ اب جو بدنصیب نہ غور و فکر سے کام لے نہ دلائل قدرت میں غور کرے۔ نہ انبیاء کی دعوت پر کان دھرے۔ نہ اللہ کی کتاب

میں غور کرے تو اس نے اپنے اختیار سے جو راہ اختیار کرلی تو قدرت کی طرف سے اس کے لئے اسی راہ کے سامان جمع فرما دیئے جاتے ہیں یعنی جو کفر میں لگ گیا تو پھر اس کے واسطے کفر بڑھانے ہی کے سامان ہو جاتے ہیں۔ اسی کو یہاں آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ یعنی ان میں سے اکثر لوگوں پر ان کے سوءِ اختیار کی بنا پر یہ قول حق جاری ہو چکا ہے کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور عالم اسباب میں اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے عناد کی وجہ سے توفیق خداوندی سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

یا اللہ آپ اپنے کرم سے اپنی توفیق حسن کو ہر حال میں ہمارے شامل حال رکھئے اور کسی آن ہم کو اس سے محروم نہ فرمایئے۔ امین۔

یہاں کفار کی اس کیفیت اور حالت کو جوان دو مثالوں کے ذریعہ بیان کی گئی اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی مقصود ہے کہ جب یہ ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے اس حالت کو پہنچ گئے تو ایسوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانا اور نہ ڈرانا سب برابر ہے۔ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے۔ ان میں ایمان کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی۔ اللہ کے علم ازلی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے اور کفر ہی پر مریں گے۔

آگے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ڈرانے کا فائدہ تو اسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جو نصیحت کو سن کر اور مان کر اس پر چلے اور اللہ کا ڈر دل میں رکھتا ہو۔ پس ایسے خداترس بندوں کو گذشتہ تقصیرات پر خداوند کریم کے مغفرت کی اور طاعات پر آخرت میں بڑے اچھے ثواب اور انعام کی خوش خبری سنا دیجئے جو ان کو اس عالم سے گزرنے کے بعد ملے گا۔ جس کو خدا کا ڈر ہی نہیں۔ نہ نصیحت کی کچھ پروا۔ وہ نبی کی تنبیہ و تذکیر سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ ایسے لوگ بجائے مغفرت و عزت کے سزا اور ذلت کے مستحق ہوں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ فریقین کے اس عزت و ذلت کا پورا اظہار زندگی کے دوسرے دور میں ہوگا جو کہ موت کے بعد سے شروع ہو جاتی ہے یعنی موت کے بعد دوسری زندگی یقینی ہے جہاں سب اپنے کیئے کا بدلہ پائیں گے۔ انسان کے اعمال جو اس نے زندگی میں کیئے یا جن کا اثر اس کے مرنے کے بعد بھی پھیلتا رہا سب کے سب دفتر غیب میں لکھے جا رہے ہیں۔ اس کے ہاں چونکہ ہر کام ضابطہ اور انتظام کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اس نے ہر ہر چیز لوح محفوظ میں لکھ دینے کا حکم جاری کر رکھا ہے چنانچہ کوئی چیز چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں کہ جو اس میں لکھی ہوئی نہ ہو خواہ اس کا تعلق حال سے ہو یا ماضی سے مستقبل سے پس اس کے مطابق وہاں جزا و سزا ملے گی۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اعمال خیر و شر کا سلسلہ زندگی ختم ہو جانے اور مرنے کے بعد بھی چلتا رہتا ہے۔ اور اس دنیا میں اچھے یا برے کیئے ہوئے اعمال بس زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتے بلکہ زندگی کے اعمال کی طرح مرنے کے بعد اعمال کے اثرات بھی لکھے جاتے ہیں اس کی تفصیل و تشریح یوں سمجھئے مثلاً کسی نے لوگوں کو دین کی تعلیم دی۔ یا دینی احکام بتلائے۔ یا کوئی علم دین کے بارہ میں کتاب لکھی جس سے لوگوں نے دین کا نفع اٹھایا۔ یا کوئی وقف دینی فائدہ کے لئے کیا جس سے لوگوں نے دین کا نفع اٹھایا۔ جیسے مسجد بنائی۔ یا دینی مدرسہ بنایا۔ یا اور کوئی ایسا کام کیا کہ جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہوا تو جہاں تک ان اعمال خیر کے اثرات پہنچیں گے اور جب تک پہنچتے رہیں گے وہ سب زندگی کے بعد بھی اس شخص کے اعمال نامہ میں لکھے جاتے رہیں گے۔ اسی طرح برے اعمال جن کے برے اثرات اور

ثمرات دنیا میں باقی رہے اور ان سے دوسروں میں برائی اور معصیت پھیلتی رہی مثلاً کسی نے فحش ناول۔ افسانے یا ڈرامے لکھے۔ یا کسی نے اپنی زندگی میں ظالمانہ قوانین جاری کردیئے۔ یا ایسی چیز رائج کردی یا ایسے ادارہ قائم کردیئے کہ جو انسانوں کے اخلاق و اعمال کو خراب کریں۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کا ذریعہ لوگوں کے لئے بنیں۔ یا جن سے لوگ غلط اور برے راستہ پر پڑیں جیسے سینما' تھیٹر' بائیسکوپ' ناچ گانے کے اڈے' فحاشی اور عریانی اور بے حیائی پھیلانے والے ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ وغیرہ تو جب تک اور جہاں تک کسی کے عمل کے برے نتائج اور فتنے اور مفاسد وجود میں آتے رہیں گے اور دوسرے گناہوں میں مبتلا ہوتے رہیں گے تو وہ اس شخص کے نامہ اعمال میں مرنے کے بعد بھی برابر لکھے جاتے رہیں گے۔ جیسا کہ اس جملہ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی ثواب ملے گا اور جتنے آدمی اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کا بھی ثواب اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی آوے۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی گناہ ہوگا اور جتنے آدمی جب تک اس برے طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے ان کا گناہ بھی اس کو ہوتا رہے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کمی آوے۔''

اور ایک دوسری صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال کٹ جاتے ہیں مگر تین عمل۔ ایک وہ علم جس سے اس کے بعد نفع حاصل کیا جائے۔ دوسرے وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا خیر کرے۔ اور تیسرے صدقہ جاریہ جو اس کے بعد بھی باقی رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے اعمال و افعال کے نیک اثرات ہمارے مرنے کے بعد بھی قائم رکھیں اور ان کے ثواب ہمارے اعمال ناموں میں برابر لکھے جاتے رہیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے گناہوں کی شامت اعمال سے محفوظ رکھیں اور جو نصیحت و ہدایت ہم کو قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچے اس پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ اور حق تعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت نصیب فرمائیں کہ جو ہم کو اطاعت و بندگی پر آمادہ رکھے۔ اور عصیان و نافرمانی سے بچالے۔

یا اللہ ہم کو اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے کہ جو مرنے کے بعد بھی ہم دوسروں کے لئے نیکی اور بھلائی کا ذریعہ بن جائیں۔

یا اللہ ہمارے لئے خیر ہی مقدر فرمایئے اور اس کے ثمرات و برکات ہم کو زندگی میں بھی نصیب فرمایئے اور مرنے کے بعد بھی مغفرت و رحمت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ

اور آپ ان کے سامنے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کیجئے جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے ۔ یعنی جبکہ ہم نے اُن کے پاس (اول)

اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا

دو کو بھیجا سو اُن لوگوں نے دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے (رسول) سے تائید کی سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں ۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم تو

بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ

ہماری طرح معمولی آدمی ہو ، اور خدائے رحمٰن نے (تو) کوئی چیز نازل نہیں کی تم نرا جھوٹ بولتے ہو ۔ ان رسولوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار علیم ہے

اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ

کہ بیشک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں ۔ اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر (حکم کا) پہنچا دینا تھا ۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں ، اگر تم باز نہ آئے

تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ

تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی ۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے

ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو ۔

وَاضْرِبْ اور بیان کریں آپ	لَهُمْ ان کیلئے	مَثَلًا مثال (قصہ)	اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ بستی والے	اِذْ جب	جَآءَهَا انکے پاس آئے	الْمُرْسَلُوْنَ رسول		
اِذْ جب	اَرْسَلْنَآ ہم نے بھیجے	اِلَيْهِمُ انکی طرف	اثْنَيْنِ دو	فَكَذَّبُوْهُمَا تو انہوں نے جھٹلایا انہیں	فَعَزَّزْنَا پھر ہم نے تقویت دی	بِثَالِثٍ تیسرے سے		
فَقَالُوْٓا پس انہوں نے کہا	اِنَّآ بیشک ہم	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	مُّرْسَلُوْنَ بھیجے گئے	قَالُوْا وہ بولے	مَآ اَنْتُمْ تم نہیں ہو	اِلَّا مگر محض	بَشَرٌ آدمی	
مِّثْلُنَا ہم جیسے	وَمَآ اور نہیں	اَنْزَلَ اُتارا	الرَّحْمٰنُ رحمٰن (اللہ)	مِنْ شَيْءٍ کچھ	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم	اِلَّا مگر محض	تَكْذِبُوْنَ جھوٹ بولتے ہو
قَالُوْا انہوں نے کہا	رَبُّنَا ہمارا پروردگار	يَعْلَمُ جانتا ہے	اِنَّآ بیشک ہم	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	لَمُرْسَلُوْنَ البتہ بھیجے گئے	وَمَا اور نہیں	عَلَيْنَآ ہم پر	
اِلَّا مگر	الْبَلٰغُ پہنچا دینا	الْمُبِيْنُ صاف صاف	قَالُوْٓا وہ کہنے لگے	اِنَّا تَطَيَّرْنَا ہم نے منحوس پایا	بِكُمْ تمہیں	لَئِنْ اگر	لَّمْ تَنْتَهُوْا تم باز نہ آئے	
لَنَرْجُمَنَّكُمْ ضرور ہم سنگسار کردیں گے تمہیں	وَلَيَمَسَّنَّكُمْ اور ضرور پہنچے گا تمہیں	مِّنَّا ہم سے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	قَالُوْا انہوں نے کہا			
طَآئِرُكُمْ تمہاری نحوست	مَّعَكُمْ تمہارے ساتھ	اَئِنْ کیا	ذُكِّرْتُمْ تم سمجھائے گئے	بَلْ بلکہ	اَنْتُمْ تم	قَوْمٌ لوگ	مُّسْرِفُوْنَ حد سے بڑھنے والے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن کے ذریعہ سے انسانوں کو سیدھا راستہ بتاتے آئے ہیں تاکہ مدتوں سے جو خواب غفلت میں گرفتار ہیں وہ بیدار ہوں پھر بتایا گیا کہ بعض بدبخت رسول اور قرآن کا انکار کریں گے ۔ ان پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے گی وہ ایمان نہ لاویں گے ۔ لیکن جو اللہ سے ڈریں گے وہ ضرور اسے مانیں گے اور پھر ماننے والوں کو مغفرت اور اجر کریم کی بشارت دی گئی

تھی۔ اسی کی تشریح میں آگے ان آیات اور اگلی آیات میں اصحاب قریہ کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ مومنین کے لئے باعث بشارت اور مکذبین کے لئے باعث عبرت ونصیحت ہو۔ یہ کس بستی کا قصہ ہے؟ کس زمانہ کا ہے؟ اور کن رسولوں سے متعلق ہے؟ اس کا تعین نہ قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔ نہ کسی صحیح حدیث میں۔ اس لئے اصحاب قریہ کی تفصیلی جزئیات کچھ بھی ہوں قرآن پاک نے جو حصہ نقل کیا ہے وہ اپنے مقصد عظمٰی ''عبرت و نصیحت'' کے پیش نظر ایک صاحب بصیرت کے لئے کافی وشافی ہے اور اہل مکہ اور قریش کو دعوت دیتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رشد وہدایت سے فائدہ اٹھائیں اور اصحاب قریہ کی طرح منہ موڑ کر دنیا اور آخرت کی تباہی مول نہ لیں۔ قرآن کریم نے اصحاب قریہ کے متعلق صرف اس قدر بتلایا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں ایک بستی میں کفروشرک اور شروفساد کو دور کرنے اور رشد وہدایت کا سبق دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبروں کو مامور کیا۔ انہوں نے اہل قریہ کو حق کی تلقین کی اور صراط مستقیم کی جانب دعوت دی لیکن بستی والوں نے ان دونوں پیغمبروں کو جھٹلایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ایک اور پیغمبر کا اضافہ کردیا اور وہ تین مل کر ایک جماعت ہوگئے۔ اب ان تینوں پیغمبروں نے بستی والوں کو یقین دلایا کہ بے شبہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور ان کا مذاق اڑایا کہ تم بھی آدمی ہم بھی آدمی۔ پھر تمہارے اندر وہ کون سی بات ہے کہ تم پیغمبر بنادیئے گئے۔ یہ سب تمہارا جھوٹ اور تمہاری سازش ہے۔ (العیاذ باللہ) اس پر ان پیغمبروں نے کہا کہ خدا اس کا شاہد ہے کہ ہم جھوٹے نہیں۔ وہ دانا وبینا اس کو خوب جانتا ہے مگر تم پھر بھی نہیں مانتے تو ہمارا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ خدا کا پیغام تم تک پہنچادیں اور راہ حق دکھادیں بستی والے کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں کہ تم نے خواہ مخواہ ہمارے یہاں آکر گڑ بڑ پیدا کردی اگر تم اس سے باز نہ آئے تو ہم تم تینوں کو مار ڈالیں

گے یا سخت قسم کی تکلیف میں مبتلا کردیں گے۔ ان پیغمبروں نے جواب دیا کہ خدا کی نافرمانی کر کے نحوست تو تم خود اپنے اوپر لاچکے ہو۔ اس سے زیادہ نحوست اور کیا ہوسکتی ہے کہ تم نصیحت اور خیر خواہی تک کو قبول نہیں کرتے اور حد سے زیادہ گزرتے جاتے ہو۔ اسی بستی کے آخری کنارہ پر ایک نیک مرد رہتا تھا اس نے جب سنا کہ بستی والے خدا کے رسولوں کو جھٹلا رہے ہیں اور طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے ہیں تو وہ نیک مرد عجلت کے ساتھ وہاں آپہنچا جس جگہ یہ گفتگو ہورہی تھی اور کہنے لگا کہ اے قوم خدائے تعالیٰ کے پیغمبروں کی پیروی کرو۔ ان مقدس لوگوں کی پیروی سے کیوں منہ موڑتے ہو جو تم سے اس خدمت حق اور تبلیغ دین کا کوئی معاوضہ تک طلب نہیں کرتے۔ بتاؤ کہ میں کیوں اس ایک خدا کی ہی پرستش نہ کروں جس نے مجھ کو نیست سے ہست کیا ہے اور مرنے کے بعد پھر میں اور تم سب اسی کی جانب لوٹ جانے والے ہیں۔ تم جوان۔ برگزیدہ انسانوں کی تکذیب کررہے ہو تو میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا مجھ کو خدائے واحد کے سوائے معبودان باطلہ کو اپنا خدا مان لینا چاہئے۔ اگر تمہارا مقصد یہ ہے تو ایسی صورت میں بلاشبہ میں تو سخت گمراہی میں پھنس جاؤں گا لہٰذا کان کھول کر سن لو کہ تم ان مقدس انسانوں کی بات مانو۔ میں تو اس ذات پر ایمان لے آیا جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ قوم نے جو اس نیک مرد کی یہ پراز ہدایت گفتگو سنی تو غیض وغضب میں آگئی اور اس نیک مرد کو شہید کرڈالا۔ اس کے بعد ان بستی والوں پر ایک ہولناک چیخ کا عذاب نازل ہوا اور سب کا کام تمام کردیا۔ یہ ہے اصحاب قریہ کا پورا قصہ جو ان آیات میں اور اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ یہاں ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار مکہ اور مشرکین عرب کو ایک بستی کے لوگوں کا قصہ مثال کے طور پر سنایئے کہ اس بستی میں پہلے ہم نے دو رسول بھیجے۔ بستی والوں نے ان دونوں

پیغمبروں سے کہا کہ تم جھوٹے ہو ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ پھر ان کی تائید کے لئے ایک تیسرا رسول مزید بھیجا گیا اور تینوں نے مل کر کہا کہ ہم تمہارے پاس اللہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ اللہ نے جو پیغام دیا ہے وہ ہم تمہیں پہنچانے آئے ہیں لہٰذا ہم جو کچھ کہیں اللہ کا پیغام سمجھو اور مانو اس بستی والوں نے جو جواب ان پیغمبروں کو دیا وہ قرآن پاک نے نقل فرمایا

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ

یعنی تم میں کوئی سرخاب کا پر نہیں جو اللہ تمہیں بھیجتا۔ ہم سے تم کس بات میں بڑھ کر ہو۔ جیسے ہم انسان ایسے ہی تم انسان۔ بس رہنے دو خواہ مخواہ خدا کا نام نہ لو۔ اس نے کچھ نہیں اتارا اور پیغام دیا۔ تم تینوں سازش کر کے ایک جھوٹ بنا لائے اور اسے خدا کی طرف نسبت کر دیا۔ استغفراللہ والعیاذ باللہ قرآن پاک نے متعدد جگہ بتلایا کہ قوم نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت تک ہر ایک گروہ نے پہلے اسی پر تعجب یا نفرت کا اظہار کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہماری ہی طرح کا انسان اور لوازمات بشری کا محتاج انسان خدا کا پیغمبر ہو۔ ان تمام باطل گروہوں کا ہمیشہ سے جیسا کہ قرآن کریم نے بتلایا یہ عقیدہ رہا ہے کہ خدا کا پیغمبر انسان و بشر نہیں ہونا چاہئے بلکہ کسی مافوق الفطرۃ ہستی کو اللہ کا رسول ہونا چاہئے۔ چنانچہ اصحاب قریہ نے بھی اپنے رسولوں کے متعلق یہی کہا کہ تم ہماری طرح انسان ہو۔ کون سی ایسی تم میں خوبی ہے کہ تم خدا کے رسول ہو۔ اور اصحاب قریہ کی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین مکہ نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ ہماری طرح کھاتے پیتے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ مگر منکرین کے

اس جاہلانہ سوال کا قرآن کریم نے وہ فیصلہ کن جواب ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ کے لئے اس بحث کا خاتمہ کر دیا۔ پندرھویں پارہ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے

قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اگر ایسا ہوتا کہ زمین میں انسانوں کی جگہ فرشتے بسے ہوتے اور اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے ایک فرشتہ پیغمبر بنا کر اتار دیتے۔ یعنی اس سوال کی بنیاد ہی بے وقوفی پر مبنی ہے اس لئے کہ جب دنیا میں انسان بس رہے ہیں اور فرشتوں کی آبادیاں نہیں ہیں تو پھر ان کی ہدایت کے لئے رسول اور پیغمبر بھی انسان ہی ہونا چاہئے نہ کہ نوری فرشتہ۔

تو اصحاب قریہ کے اس قول کے جواب میں کہ جو انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ تم کچھ نہیں مگر ہمیں جیسے انسان ہو اور خدا نے ہرگز کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم محض جھوٹ بولتے ہو اس کا جواب اس بستی والوں کو ان پیغمبروں نے یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں اور کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہمارا کام یہی ہے کہ جو پیغام تم تک پہنچانے کے لئے رب العالمین نے ہمارے سپرد کیا ہے وہ ہم تمہیں پہنچا دیں اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ مانو یا نہ مانو۔ یہ ذمہ داری ہم پر نہیں ڈالی گئی کہ ہم زبردستی تم سے منوا کر ہی رہیں۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے۔ خدا کا پیغام خوب کھول کر واضح۔ معقول اور دلنشین طریقہ سے تم کو پہنچا دیا اب اتمام حجت کے بعد تم خود سوچ لو کہ تکذیب و عداوت کا انجام کیا ہونا چاہئے رسولوں کی یہ بات بالکل صاف اور بے لاگ تھی۔ اس کا جواب وہ کیا دیتے مگر جیسا باطل کا دستور ہے کہ زچ ہو کر

دھمکیوں پر اتر آتا ہے اور بے تکی باتیں کرنے لگتا ہے اسی طرح اصحاب قریہ نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ جب سے تم آئے ہو بستی میں ایک ہلچل مچ گئی ہے۔ جب تک تم نہ آئے تھے ہماری زندگی مزے سے کٹ رہی تھی۔ اب یہ تمہاری نحوست ہے کہ بارش موقوف ہے قحط کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ پھر آپس میں اختلاف ہو گیا تو تمہارے قدم کیا آئے قحط و نااتفاقی کی وبا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے۔ (العیاذ باللہ) بس اب تم اپنی زبان کو روکو اور اس وعظ و نصیحت کو بند کرو ورنہ ہم تم پر ایسا پتھراؤ کریں گے کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اور ہم تمہیں اتنا دق کریں گے اور ایسی دکھ بھری اذیت دیں گے کہ تم سب بھول جاؤ گے استغفراللہ! یہ غفلت و جہالت اور بداعمالیوں کی مستی ایسی ہی ہے اور بس وہ اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ ہم طاقت ور ہیں۔ ہمارے پاس مادی ذرائع و وسائل ہیں۔ ہم اپنے مقابل و مخالف کو سخت سزا دے سکتے ہیں اور یہ ان کی کھوپڑی میں بات آتی ہی نہیں کہ ہم سے زیادہ طاقت ور بھی کوئی ہے اور وہ ہمیں سخت سے سخت سزا دے سکتا ہے۔ الغرض اللہ کے ان پیغمبروں نے اصحاب قریہ کی نادانی پر افسوس کیا اور تحمل کے ساتھ پھر سمجھایا کہ یہ نحوست تو تم پر تمہارے اعمال کی شامت سے آئی ہے اگر تم ہماری بات پر غور کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں تمہارے ہی بھلے اور خیر خواہی کی کہہ رہے ہیں اور جو نصیحت کر رہے ہیں وہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے کر رہے ہیں۔ کیا ہماری نصیحت اور خیر خواہی کا بدلہ یہی ہے کہ تم ہمیں منحوس سمجھو اور خواہ مخواہ ہم سے دشمنی کرنے لگو اور ہمارے ستانے پر کمر باندھ لو۔ اور ہم کو قتل کی دھمکیاں دینے لگو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عقل اور انسانیت کی حدود سے خارج ہوئے جاتے ہو۔ نہ عقل سے سمجھتے ہو نہ انسانیت کی بات کرتے ہو۔

اب جہاں شر و فساد اور فتنہ و گمراہی کے جراثیم بکثرت موجود ہوتے ہیں وہاں خیر و سعادت کی بھی کوئی روح ضرور نکل آتی ہے چنانچہ اسی بستی میں سے ایک نیک مرد مومن نکل آیا اور اس نے اپنی گمراہ قوم کو کیا نصیحت کی یہ انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی صحیح سمجھ اور فہم نصیب فرمائیں اور ہم کو جو تعلیمات و ہدایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچی ہیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم و ہمت عطا فرمائیں۔ اور ہم کو ظاہراً و باطناً ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں اور قرآن کے مطابق صحیح عقائد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہر طرح جہالت۔ غفلت اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ

اور ایک شخص اس شہر کے کسی دُور مقام سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو۔ (ضرور) ایسے لوگوں کی راہ پر چلو

لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہِ راست پر بھی ہیں۔

وَجَآءَ اور آیا	مِنْ سے	اَقْصَا پرلا سرا	الْمَدِيْنَةِ شہر	رَجُلٌ ایک آدمی	يَّسْعٰى دوڑتا ہوا	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اتَّبِعُوا تم پیروی کرو	
الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کی	اتَّبِعُوْا تم پیروی کرو	مَنْ جو	لَّا يَسْـَٔلُكُمْ تم سے نہیں مانگتے	اَجْرًا کوئی اجر	وَّهُمْ اور وہ	مُّهْتَدُوْنَ ہدایت یافتہ			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں ''اصحاب قریہ'' کے قصہ کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جب اُس بستی والوں کی طرف اللہ کے رسول آئے اور ان کو خدائی پیغام پہنچایا تو تکذیب کی بلکہ جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی لیکن قدرت خداوندی ہے کہ جہاں شر و فساد اور فتنہ و گمراہی کا کیسا ہی بازار گرم ہو وہیں حق تعالیٰ خیر و سعادت والی روح بھی کوئی پیدا فرما دیتے ہیں جو کلمۂ حق کی تائید میں جان کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ارادہ سے مطلع کر کے حفاظت جان کیلئے نیک صلاح دی تھی کہ وہ مصر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں ایسے ہی اصحاب قریہ نے جب سرکشی پر اصرار کیا در پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کر لیا تو اُسی بستی کے آخری حصہ سے ایک نیک مرد مومن نکل آیا اور اُس نے اپنی قوم کو نصیحت کی اور اس صلہ میں اپنی جان دی۔ چنانچہ اِن آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اُسی بستی کے آخری کنارہ پر ایک مرد صالح رہتا تھا جو کسب حلال سے کماتا تھا اور عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ جب اپنی قوم کے بد ارادے کا اُسے علم ہوا تو اُس سے صبر نہ ہوسکا اور اس کی فطری صلاحیت نے اُسے چپ نہ بیٹھنے دیا اور وہ رسولوں کی تائید و حمایت اور مکذبین کی نصیحت و فہمائش کیلئے دوڑتا ہوا موقع پر آیا کہ کہیں بستی والے اپنی دھمکیوں کو جو انہوں نے رسولوں کو جان سے مار ڈالنے کی دی تھیں پورا نہ کرنے لگیں۔ یہاں آیت میں ہے وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى یعنی ایک شخص اس بستی کے آخری سرے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اُن رسولوں کے پیغام اور آواز کا اثر بستی کے دور دراز حصوں تک پہنچ گیا تھا۔ تو اس مرد مومن نے آکر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا اور پہلی بات یہ کہی يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

یعنی اے میری قوم والو یہ رسول اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اخلاق اعمال۔ اور عادات و اطوار سب ٹھیک ہیں بے غرضی اور خیر خواہی کرتے ہیں۔ تم سے کوئی معاوضہ وصلہ نہیں چاہتے۔ جو کچھ کہہ رہے ہیں تمہارے ہی بھلے کی کہہ رہے ہیں۔ تو ایسے بے لوث اور بے غرض بزرگوں کا اتباع کیوں نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ سے جو پیغام بھیجے اُسے قبول کیوں نہ کیا جائے۔ یہ سیدھے راستہ پر ہیں تمہیں بھی سیدھے راستہ پر چلانا چاہتے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہئے اور ان کی اطاعت کرنا چاہئے۔ تو یہاں اس مرد مومن نے اپنی قوم کے سامنے نبوت کی صداقت کے سارے دلائل سمیٹ کر اس ایک جملہ میں رکھ دیئے۔ ایک نبی کی صداقت دو ہی باتوں سے جانچی جاسکتی ہے ایک اس کا قول دوسرے اس کا فعل تو اس بندۂ خدا نے اپنی قوم سے بھی کہا کہ اول تو یہ لوگ سراسر معقول بات کہہ رہے ہیں دوسرے یہ کہ ان کی سیرت و کردار بالکل بے داغ ہے۔ یہ دین کی دعوت اپنی کسی ذاتی مفاد اور غرض کی خاطر تو نہیں دے رہے۔ یہ تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ یہ اپنی نصیحت و خیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے۔ اس کے بعد کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ان کی بات کیوں نہ مانی جائے۔ یہاں اس شخص کا استدلال نقل کر کے قرآن کریم نے لوگوں کے سامنے ایک معیار رکھ دیا کہ نبی کی دعوت کو پرکھنا ہو تو اس کسوٹی پر پرکھ لو۔ اس میں کفار مکہ کو اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل بتا رہا ہے کہ یہ راہ راست پر ہیں اس لئے کسی معقول انسان کو آپ کی بات رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ آگے وہی نیک بخت شخص جس نے اپنی قوم کو رسولوں کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی وہ اب اپنے عمل اور عقیدہ کو اُن کے سامنے پیش کر رہا ہے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کر کے ایمان کی دعوت دے رہا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

وَمَالِیَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ

اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اُسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں

الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾

کہ اگر خدائے رحمٰن مجھ کو کچھ تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ اُن معبودوں کی سفارش میرے کچھ کام آوے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں۔ اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا۔

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا سو تم میری بات سُن لو۔ ارشاد ہوا کہ جا جنت میں داخل ہو کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی۔

بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ

کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کردیا۔ اور ہم نے اس (شہید) کی قوم پر اُس کے بعد کوئی لشکر

جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا کُنَّا مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾

آسمان سے نہیں اُتارا اور نہ ہم کو اُتارنے کی ضرورت تھی۔ وہ سزا بس ایک آواز سخت تھی اور وہ سب اُسی دم بجھ کر (یعنی مَر کر) رہ گئے۔

وَمَا اور کیا ہوا	لِیَ مجھے	لَآ اَعْبُدُ میں نہ عبادت کروں	الَّذِیْ وہ جس نے	فَطَرَنِیْ پیدا کیا مجھے	وَاِلَیْهِ اور اسی کی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے	
ءَاَتَّخِذُ کیا میں بنالوں	مِنْ دُوْنِهٖٓ اسکے سوا	اٰلِهَةً ایسے معبود	اِنْ اگر	یُّرِدْنِ وہ چاہے	الرَّحْمٰنُ رحمٰن۔اللہ	بِضُرٍّ کوئی نقصان	
لَا تُغْنِ عَنِّیْ نہ کام آئے میرے	شَفَاعَتُهُمْ انکی سفارش	شَیْـًٔا کچھ بھی	وَّ اور	لَا یُنْقِذُوْنِ نہ چھڑا سکیں وہ مجھے	اِنِّیْٓ بیشک میں	اِذًا اس وقت	
لَّفِیْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں	مُّبِیْنٍ کھلی	اِنِّیْٓ بیشک میں	اٰمَنْتُ میں ایمان لایا	بِرَبِّکُمْ تمہارے پروردگار پر	فَاسْمَعُوْنِ پس تم میری سنو		
قِیْلَ ارشاد ہوا	ادْخُلِ تو داخل ہوجا	الْجَنَّةَ جنت	قَالَ اس نے کہا	یٰلَیْتَ اے کاش	قَوْمِیْ میری قوم	یَعْلَمُوْنَ وہ جانتی	بِمَا اس بات کو
غَفَرَ لِیْ اس نے بخش دیا مجھے	رَبِّیْ میرا رب	وَجَعَلَنِیْ اور اس نے کیا مجھے	مِنَ سے	الْمُکْرَمِیْنَ نوازے ہوئے لوگ	وَمَآ اَنْزَلْنَا اور نہیں اتارا ہم نے		
عَلٰی پر	قَوْمِهٖ اس کی قوم	مِنْ بَعْدِهٖ اس کے بعد	مِنْ جُنْدٍ کوئی لشکر	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	وَمَا کُنَّا اور نہ تھے ہم	مُنْزِلِیْنَ اتارنے والے
اِنْ کَانَتْ نہ تھی	اِلَّا مگر	صَیْحَةً چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ایک	فَاِذَا پس اچانک	هُمْ وہ	خٰمِدُوْنَ بجھ کر رہ گئے	

تفسیر وتشریح: اس مردمومن کا قول قرآن پاک نے نقل فرمایا کہ اس نے کہا **و ما لی لا اعبد الذی فطرنی و الیه ترجعون** اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس معبود کی عبادت نہ کروں۔ جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس جملہ میں دو حصہ ہیں پہلے حصہ میں یہ دلیل اختیار کی گئی ہے کہ اپنے خالق اور پیدا کرنے والے کی بندگی و طاعت کرنا تو سراسر عقل اور فطرت کا تقاضا ہے۔ نامعقول بات اگر ہے تو وہ یہ کہ آدمی ان کی بندگی کرے جنہوں نے اسے پیدا نہیں کیا یعنی اس مردمومن نے اپنے اوپر رکھ کر دوسروں کو سنایا کہ تم کو آخر کیا ہوا کہ جس نے پیدا کیا اس کی بندگی نہ کرو۔ دوسرے حصہ میں وہ مردمومن اپنی قوم کے

لوگوں کو احساس دلاتا ہے کہ یہ مت سمجھنا کہ تم کو پیدا کر کے تمہارے مالک نے آزاد چھوڑ دیا اور اب اس سے کچھ مطلب نہ رہا۔نہیں سب کو مرے پیچھے اسی کے پاس جانا ہے۔سب کو یہاں سے لوٹ کر اسی کے سامنے جمع ہونا ہے اس وقت وہ ہر بھلائی و برائی کا بدلہ دے گا۔تو اب تم خود سوچ لو کہ اس سے منہ موڑ کر تم کس بھلائی کی توقع کر سکتے ہو۔آگے اس مرد مومن کی مزید تقریر نقل فرمائی گئی کہ یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق و قادر کو چھوڑ کر اوروں کی بندگی و طاعت کروں اور انہیں پوجوں جو نہ تو یہ طاقت رکھیں کہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی کسی مصیبت کو مجھ پر سے ٹال دیں نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی ضرر پہنچے ہی نہیں۔ خدا اگر مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو اس کو نہ وہ دفع کر سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں نہ مجھے اس سے بچا سکتے ہیں اگر میں ایسے کمزوروں کی عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر بہکا ہوا اور گمراہ کون ہوگا۔تو یہاں اس مرد مومن نے بات کو اپنے اوپر رکھتے ہوئے قوم کو بتلایا کہ کس قدر صریح گمراہی ہے کہ اس مہربان اور قادر مطلق پروردگار کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی تکلیف سے نہ بذات خود چھڑا سکیں نہ سفارش کر کے نجات دلا سکیں۔اس کے بعد مجمع میں اس مرد مومن نے بے کھٹکے اعلان کیا کہ میں خدائے واحد پر ایمان لا چکا اسے سب سن رکھیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس مرد خدا کا اپنے ایمان کے متعلق سنانا رسولوں کو تو شاید اس لئے ہو کہ وہ اللہ کے ہاں گواہ رہیں اور قوم کو سنانا اس لئے ہو کہ شاید وہ کچھ متاثر ہوں یا دنیا کم از کم ایک مومن کی قوت ایمان کا مشاہدہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔آگے نقل کرتے ہیں کہ قوم نے اس مرد مومن کو نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالا۔ادھر شہادت واقع ہوئی ادھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ فوراً بہشت میں داخل ہو جاؤ۔علامہ مفسر ابن کثیرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کفار نے اس مرد اس مومن کامل کو بری طرح مارا پیٹا اور اس کو گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور پیروں سے اسے روندنے لگے یہاں تک کہ پیٹ کی آنتیں پیچھے کے راستہ سے باہر نکل آئیں۔اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے رنج و غم سے آزاد کر دیا اور امن وچین کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از محشر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔قوم نے تو اس مرد مومن سے دشمنی کی کہ انہیں جان سے مار ڈالا لیکن اس بندۂ خدا کو بہشت میں پہنچ کر بھی قوم کی خیر خواہی کا خیال رہا اور ان کی زبان سے نکلا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے ایمان اور اتباع رسل کی برکت سے مجھ کو بخش دیا اور میرا بڑا ہی اکرام فرمایا کہ مجھ کو عزت والوں میں شامل فرمایا تو اگر یہ حال میری قوم کو معلوم ہو جاتا تو وہ بھی ایمان لے آتے اور اسی طرح وہ بھی مغفور و مکرم ہوتے۔حقیقت یہ ہے کہ مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکہ باز اور بدخواہ نہیں ہوتے۔اس باخدا شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی ان کے خیر خواہ رہے اس مرد مومن کے کمال اخلاق کے نمونہ کو ملاحظہ کیجئے کہ جن قوم والوں نے اسے ابھی ابھی قتل کیا تھا ان کے خلاف غصہ اور جذبۂ انتقام ان کے دل میں نہ تھا کہ وہ اللہ سے ان کے حق میں بددعاء کرتے۔ اس کے بجائے وہ اب بھی ان کی خیر خواہی چاہتے تھے۔مرنے کے بعد اگر ان کے دل میں کوئی تمنا پیدا ہوئی تو وہ یہی تھی جیسا کہ قرآن کریم نے بتلایا کہ کاش میری قوم میرے اس انجام خیر سے باخبر ہو جائے اور میری زندگی سے نہیں تو میری موت ہی سے سبق لے کر راہ راست اختیار کر لے۔وہ اس وقت بھی اپنے قاتلوں کے لئے جہنم نہ چاہتے تھے بلکہ یہی چاہتے تھے کہ وہ ایمان لا کر جنت کے مستحق بنیں۔اسی تعریف میں حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ ''اس شخص نے جیتے جی بھی

اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مر کر بھی“۔
قرآن پاک نے یہاں اس مرد مومن کا قول **یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین** نقل فرما کر اور اس واقعہ کو بیان کر کے در پردہ کفار مکہ کو اس حقیقت پر متنبہ فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اہل ایمان بھی اسی طرح تمہارے سچے خیر خواہ ہیں جس طرح وہ مرد مومن اپنی قوم کا خیر خواہ تھا۔ ان کو دشمنی تم سے نہیں صرف تمہاری گمراہی اور عقائد سے ہے اور وہ صرف تم سے یہی چاہتے ہیں کہ تم راہ راست پر آ جاؤ۔

یہاں ان آیات کے تحت علامہ ابن کثیرؒ نے ایک روایت لکھی ہے کہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اگر اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟ آپ نے فرمایا ”ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں“۔ حضرت عروہؓ نے جواب دیا کہ حضور اس بات کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ انہیں مجھ سے اس قدر الفت و عقیدت ہے کہ اگر میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا پھر جاؤ۔ یہ چلے لات و عزیٰ بتوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آ گئی اس بات پر پورا قبیلہ ثقیف بگڑ بیٹھا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو تم ان بتوں کو ترک کرو یہ لات و عزیٰ دراصل کوئی چیز نہیں اسلام قبول کر لو تو سلامتی حاصل ہوگی۔ اے میرے بھائی بند و یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ ساری بھلائی اسلام میں ہے۔ ابھی تین ہی مرتبہ اس کلمہ کو دہرایا تھا کہ ایک بدنصیب جلے تن نے دور ہی سے ایک تیر چلا دیا جو ان کے پیوست ہو گیا اور آپ اسی وقت شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جیسے سورۃ یٰسین والا جس نے کہا تھا **یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین** غرض اصحاب قریہ کا اس حد تک ذکر کرنے کے بعد ان لوگوں پر جو غضب خدا نازل ہوا اور جس عذاب کی وجہ سے وہ غارت کر دیئے گئے اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے چونکہ انہوں نے خدا کے رسولوں کو جھٹلایا اور ایک مرد مومن اللہ کے ولی کو قتل کیا اور شاید ان لوگوں نے خدا کے رسولوں کو بھی شہید کر ڈالا ہو جیسا کہ انہوں نے ان کو دھمکی دی تھی۔ اگرچہ قرآن کریم میں یہ مذکور نہیں اس لئے ان پر عذاب اترا اور ہلاک کر دیئے گئے اور انہیں برباد کرنے کے لئے خدا نے نہ تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا۔ نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا۔ نہ کسی بڑے سے بڑے کام کے لئے اسے اس کی ضرورت اس کا تو صرف ایک حکم کر دینا کافی ہے۔ چنانچہ اس قوم کا بھی حال یہی ہوا کہ فرشتہ نے ایک چیخ ماری ان کے دل دہل گئے۔ کلیجے پاش پاش ہو گئے اور سب اسی دم مر کر رہ گئے۔

روایات میں ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے شہر کے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر ایک سخت ہیبت ناک آواز لگائی جس کے صدمہ کو کسی کی روح برداشت نہ کر سکی سب کے سب مر کر رہ گئے۔ ان کے فنا ہو جانے کو قرآن کریم نے خَامِدُوْنَ کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ خمود آگ بجھ جانے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ یہی حال اصحاب قریہ کا ہوا کہ سب کے کلیجے پھٹ گئے اور سب بجھی آگ کی طرح ٹھنڈے ہو گئے حیاۃ کی حرارت ختم ہوئی اور کوئی باقی نہ بچا اور فرشتہ کی ایک چیخ سب کی ہلاکت کے لئے کافی ہو گئی۔

اب آگے اس قصہ کے نتیجہ کے طور پر مکذبین کی مذمت فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں بھی حق کی تائید اور تبلیغ کی ہمہ وقت توفیق و ہمت نصیب فرمائیں اور ہم اپنے خالق و مالک کے اطاعت گزار بندے بن کر زندہ رہیں اور اسی پر مریں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی گمراہی اور کجی سے ہماری حفاظت فرمائیں اور دنیا میں ہم کو حق کا وہ اتباع نصیب فرمائیں کہ آخرت میں ہم کو مغفرت اور عزت نصیب ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

19 يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٣٠ اَلَمْ يَرَوْا

افسوس ایسے بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ کیا اُن لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝٣١ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا

کہ ہم ان سے پہلے بہت سی اُمتیں غارت کر چکے کہ وہ (پھر) ان کی طرف (دُنیا میں) لوٹ کر نہیں آتے۔ اور ان میں کوئی ایسا نہیں جو مجتمع طور پر ہمارے روبرو حاضر نہ کیا جاوے۔

مُحْضَرُوْنَ ۝٣٢ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝٣٣

اور ایک نشانی اُن لوگوں کیلئے مُردہ زمین ہے ہم نے اُس کو (بارش سے) زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو اُن میں سے لوگ کھاتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝٣٤ لِيَاْكُلُوْا مِنْ

اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگائے اور اس میں چشمے جاری کیے۔ تاکہ لوگ باغ کے پھلوں میں سے کھائیں اور اس (پھل اور غلہ) کو

ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝٣٥ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا سو کیا شکر نہیں کرتے۔ وہ پاک ذات ہے جس نے تمام متقابل قسموں کو پیدا کیا نباتات زمین کے قبیل سے بھی

الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٣٦

اور (خود) ان آدمیوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں سے بھی جن کو (عام لوگ) نہیں جانتے۔

يٰحَسْرَةً ہائے حسرت	عَلَى الْعِبَادِ بندوں پر	مَا يَاْتِيْهِمْ نہیں آیا ان کے پاس	مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول	اِلَّا مگر	كَانُوْا وہ تھے	بِهٖ اس سے		
يَسْتَهْزِءُوْنَ ہنسی اڑاتے	اَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا	كَمْ کتنی	اَهْلَكْنَا ہلاک کیں ہم نے	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	مِنَ الْقُرُوْنِ بستیاں	اَنَّهُمْ کہ وہ		
اِلَيْهِمْ ان کی طرف	لَا يَرْجِعُوْنَ لوٹ کر نہیں آئیں گے وہ	وَاِنْ اور نہیں	كُلٌّ سب	لَمَّا مگر	جَمِيْعٌ سب کے سب	لَّدَيْنَا ہمارے رُوبرو		
مُحْضَرُوْنَ حاضر کیے جائیں گے	وَاٰيَةٌ ایک نشانی	لَّهُمُ ان کیلئے	الْاَرْضُ زمین	الْمَيْتَةُ مُردہ	اَحْيَيْنٰهَا ہم نے زندہ کیا اسے	وَاَخْرَجْنَا اور نکالا ہم نے		
مِنْهَا اس سے	حَبًّا اناج	فَمِنْهُ پس اس سے	يَاْكُلُوْنَ وہ کھاتے ہیں	وَجَعَلْنَا اور بنائے ہم نے	فِيْهَا اس میں	جَنّٰتٍ باغات	مِّنْ سے۔کے	نَّخِيْلٍ کھجور
وَّاَعْنَابٍ اور انگور	وَّفَجَّرْنَا اور جاری کیے ہم نے	فِيْهَا اس میں	مِنَ سے	الْعُيُوْنِ چشمے	لِيَاْكُلُوْا تاکہ وہ کھائیں	مِنْ ثَمَرِهٖ اسکے پھلوں سے	وَمَا اور نہیں	
عَمِلَتْهُ بنایا اسے	اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں	اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ تو کیا وہ شکر نہ کریں گے	سُبْحٰنَ پاک	الَّذِيْ وہ ذات جس نے	خَلَقَ پیدا کیے	الْاَزْوَاجَ جوڑے		
كُلَّهَا ہر چیز	مِمَّا اس سے جو	تُنْۢبِتُ اگاتی ہے	الْاَرْضُ زمین	وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ اور اُنکی جانوں سے	وَمِمَّا اور اس سے جو	لَا يَعْلَمُوْنَ وہ نہیں جانتے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب قریہ کا ذکر فرما کر اہل مکہ اور ارباب بصیرت کو دعوت دی گئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رشد وہدایت سے فائدہ اٹھائیں اور اصحاب قریہ کی طرح منہ موڑ کر خسر الدنیا والاٰخرۃ کا مصداق نہ بنیں۔ اس قصہ کو بیان فرما کر اب آگے ان آیات میں عبرت اور سبق حاصل کرنے کے لئے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین ومکذبین دیکھتے اور سنتے ہیں کہ

دنیا میں کتنی قومیں پہلے پیغمبروں کے ساتھ استہزا و تکذیب کر کے غارت ہو چکی ہیں۔ جن کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔ کوئی ان میں سے لوٹ کر دنیا میں واپس نہیں آئی۔ عذاب کی چکی میں سب پس کر برابر ہو گئیں۔ اس پر بھی انسانوں کو عبرت نہیں ہوتی اور اللہ کی نافرمانی پر کمر باندھتے ہیں اور جب کوئی نیا رسول آتا ہے وہی تمسخر اور استہزا شروع کر دیتے ہیں جو پہلے کفار کی عادت تھی چنانچہ ان کفار مکہ کا یہی معاملہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ پھر اس تکذیب انبیاء اور نافرمانی کا جو خمیازہ یہاں بھگتا وہ تو دنیا کا عذاب تھا اور آخرت کی سزا الگ رہی۔ اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ مر گئے تو بس قصہ ختم ہوا۔ نہیں سب کو پھر ایک دن خدا کے ہاں حاضر ہونا ہے جہاں بلا استثنا سب مجرم پکڑے ہوئے آئیں گے۔ یہاں تک ابتدائی دو رکوعات میں کفار مکہ کو انکار و تکذیب اور مخالفت حق کے رویہ پر ملامت کی گئی جو کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اختیار کر رکھا تھا۔ اب کلام کا رخ اس بنیادی نزاع کی طرف پھرتا ہے جو منکرین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اختلاف کی اصل وجہ تھی یعنی توحید و آخرت کا عقیدہ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیش فرما رہے تھے اور کفار ماننے سے انکار کر رہے تھے اس سلسلہ میں پے در پے چند دلائل دے کر اور نشانیاں بیان کر کے لوگوں کو دعوت غور و فکر کی دی جا رہی ہے کہ دیکھو کائنات کے یہ آثار جو علانیہ تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں ان سے حق تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت اور اس کے انعامات و احسانات اور بعث بعد الموت کے مسائل بخوبی سمجھے جا سکتے ہیں چنانچہ ایک نشانی یہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ تم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی اور خشک پڑی ہوتی ہے زندگی کے آثار اس میں کچھ نظر نہیں آتے تھے۔ پھر جب بارش ہوتی ہے زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔ غلہ پیدا ہوتا ہے اور انسان کی خوراک کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ پھر کچھ حصہ زمین میں باغات لگ جاتے ہیں جن میں کھجوریں لگتی ہیں اور انگور پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اللہ نے ان کو تر و تازہ رکھنے کے لئے جگہ جگہ چشمے بہا کر پانی پہنچانے کا بندوبست کر دیا تو یہ پھل اور میوہ قدرت الٰہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ انسان میں طاقت نہیں کہ ایک انگور یا کھجور کا دانہ پیدا کر لے۔ یہ سب خدا کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ انسان کے بس اور اختیار میں ان کو اگانے کی طاقت نہیں نہ انسان میں ان کو بچانے کی قدرت۔ نہ ان کو پکانے اور تیار کرنے کا اختیار یہ صرف خدا کے کام ہیں اور اسی کی مہربانی ہے کہ اس نے زمین کو پیداوار کے حصول کا ذریعہ بنایا جو بے شمار مخلوقات کے لئے رزق کا ذریعہ ہے۔ اور پھر یہ سلسلہ ہزاروں لاکھوں برس سے مسلسل جاری ہے۔ تو کیا یہ امر اس بات کی رہنمائی نہیں کرتا کہ خالق کائنات رب قدیر کا ہر کام ایک قانون قدرت اور ایک جامع ہمہ گیر حکمت کے مطابق قائم و جاری ہے۔ لہٰذا ہر حیثیت سے انسان پر اس خدا رب قدیر کی شکر گزاری اور احسان شناسی واجب ہوئی۔ مگر اس پر بھی لوگوں کو کیا ہوگا جو خدا کی شکر گزاری نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کی بے انتہا اور ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس کا احسان نہیں مانتے۔ اس کی وحدانیت اور توحیدی کمالات کو قبول نہیں کرتے۔

گذشتہ آیات میں تو ترہیب کا پہلو نمایاں تھا کہ عذاب الٰہی سے ڈر کر منکرین راہ ہدایت اختیار کریں اور اب ان آیات میں ترغیب کی صورت اختیار فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر اس کی توحید اور شکر گزاری کی طرف متوجہ ہوں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات اور بے مثل اور بے نظیر ہے وہ ہستی جس نے اپنی قدرت کاملہ سے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا نوع انسانی میں

سے ہوں یا اور دوسری مخلوقات میں سے ہوں۔ یہاں آیت میں لفظ ازواج فرمایا گیا ہے۔ ازواج جوزوج کی جمع ہے ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسرے سے ملتی جلتی ہو یا اس کی ضد ہو چنانچہ زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں یکساں شکل اور مزے والی بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف شکل اور مزے والی بھی ہیں جیسے کھٹی میٹھی' سیاہ سفید وغیرہ ایسے ہی خود انسانوں میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے افراد بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مخالف صفتوں والے بھی ہیں مرد۔عورت' کالے گورے وغیرہ بہرحال نباتات میں انسانوں میں حیوانوں میں اور دوسری مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے ہیں جن کی انسانوں کو پوری خبر بھی نہیں۔اب تو جدید سائنس کا بھی مشہور اور مسلمہ مسئلہ ہے کہ نر و مادہ کا وجود کائنات کی ہر صنف میں پایا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان وحیوانات سے گزر کر نباتات بلکہ جمادات میں بھی۔الغرض مخلوقات میں کوئی مخلوق نہیں جس کا زوج یعنی مماثل یا مقابل نہ ہو۔ یہ صرف خدا کی ذات پاک ہے جس کا نہ کوئی مقابل ومماثل نہیں وہی لائق پرستش وبندگی ہے۔زوجیت مخلوق کی صفت ہے اور فردیت خدائے وحدہ لاشریک کی صفت ہے۔

الغرض ان آیات میں تو زمینی مخلوقات میں قدرت خداوندی کی نشانیاں بیان فرمائی گئیں۔آگے آسمانی اور آفاقی مخلوقات میں بعض دوسری نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں جن سے توحید خداوندی پر دلالت ہو جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ گذشتہ نافرمان قوموں کی دنیا ہی میں ہلاکت وتباہی وبربادی سے ہمیں عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری نصیب فرما۔

یا اللہ کائنات کی ہر چیز آپ کی وحدانیت اور قدرت لازوال کی شاہد ہے آپ کی ربوبیت اور حکمت عظیمہ کا درس دے رہی ہے۔یا اللہ ہم کو بھی وہ بصیرت عطا فرما کہ کائنات کی ہر شے سے ہم کو آپ کی معرفت نصیب ہو۔

یا اللہ آپ کی بے شمار ظاہری وباطنی' حسی ومعنوی' نعمتیں جو ہم کو ہمہ وقت حاصل ہیں ان کا ہمیں احساس عطا فرما اور ان پر شکر گزاری کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے جبکہ ہم سب کو آپ کے سامنے حاضر ہونا ہے جس سے ہم غفلت میں پڑ گئے ہیں۔

یا اللہ ہماری اس غفلت کو دور فرما دے تاکہ ہم ہمہ وقت آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگے رہیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچ جائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ فَاِذَا ھُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا ۭ ذٰلِکَ

اور ایک نشانی ان لوگوں کیلئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکا یک وہ لوگ اندھیروں میں رہ جاتے ہیں اور (ایک نشانی) آفتاب (ہے کہ وہ) اپنے ٹھکانہ کی طرف چلتا رہتا ہے

تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ

یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس (خدا) کا جو زبردست علم والا ہے۔ اور چاند کیلئے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔

یَنْۢبَغِیْ لَھَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ ۭ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

وَاٰیَۃٌ اور ایک نشانی	لَّھُمْ اپنے	الَّیْلُ رات	نَسْلَخُ ہم کھینچتے ہیں	مِنْہُ اس سے	النَّھَارَ دن	فَاِذَا تو اچانک	ھُمْ وہ	مُّظْلِمُوْنَ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں	
وَالشَّمْسُ اور سورج	تَجْرِیْ چلتا رہتا ہے	لِمُسْتَقَرٍّ ٹھکانہ مقررہ راستہ	لَّھَا اپنے	ذٰلِکَ یہ	تَقْدِیْرُ نظام	الْعَزِیْزِ غالب	الْعَلِیْمِ جاننے والا (دانا)		
وَالْقَمَرَ اور چاند	قَدَّرْنٰہُ ہم نے مقرر کیں اسکو	مَنَازِلَ منزلیں	حَتّٰی یہاںتک کہ	عَادَ ہوجاتا ہے	کَالْعُرْجُوْنِ کھجور کی شاخ کی طرح	الْقَدِیْمِ پرانی			
لَا نہ	الشَّمْسُ سورج	یَنْۢبَغِیْ لائق (مجال)	لَھَآ اس کیلئے	اَنْ کہ	تُدْرِکَ جا پکڑے وہ	الْقَمَرَ چاند	وَلَا اور نہ	الَّیْلُ رات	سَابِقُ پہلے آسکے
النَّھَارِ دن	وَکُلٌّ اور سب	فِیْ فَلَکٍ دائرہ میں	یَّسْبَحُوْنَ تیرتے (گردش کرتے) ہیں						

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی زبردست قدرت۔ اور اس کی خلاقی ورزاقی پر بعض نشانیاں بیان کی گئی تھیں کہ جن سے توحید پر بھی دلالت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کی بعض مزید نشانیاں ان آیات میں بیان فرمارہے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ منجملہ نشانہائے قدرت کے ایک نشانی دن ورات ہیں کہ جو برابر ایک دوسرے کے پیچھے آ جارہے ہیں۔ دن اور رات کی آمد ورفت جسے انسان اس دنیا میں ایک معمولی بات سمجھ کر کبھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتا لیکن اگر انسان غور وخوض کرے کہ رات اور دن کے الٹ پھیر میں کیا حکمتیں پنہاں ہیں؟ مقررہ وقت پر دن کا ختم ہونا اور رات کا آجانا اور اسی طرح مقررہ وقت پر رات کا ختم ہونا اور دن کا آجانا اس میں کیسی باقاعدگی پائی جاتی ہے تو اسے یقین ہوجائے کہ یہ ایک واحد رب قدیر وحکیم کے وجود کی روشن دلیل ہے جس نے شمس وقمر اور ستاروں اور سیاروں کو ایک حکیمانہ نظام میں جکڑ رکھا ہے اور ان میں سے کسی کو بھی سرکشی کی مجال نہیں۔ اس دنیا کی زمین پر رات ودن کا تعلق سورج سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس دنیا کو سورج سے ایسے فاصلہ پر رکھا ہے کہ جس کے نتیجہ میں اس زمین پر انسان وحیوان اور نباتات کا وجود قائم ہے۔ سورج کی چال اور راستہ مقرر ہے۔ ایک انچ یا ایک سیکنڈ کے لئے اس سے ادھر ادھر نہیں ہوسکتا۔ جس کام پر قدرت خداوندی نے لگادیا ہے بس ہر وقت اس میں مشغول ہے۔ رات دن کی گردش اور سال بھر کے چکر میں جس جس ٹھکانے پر اسے پہنچنا ہے وہاں پہنچتا ہے اور پھر وہاں سے باذن خداوندی نیا دور شروع کرتا ہے۔ قرب قیامت تک اسی طرح کرتا رہے گا تا آنکہ ایک وقت آئے گا جب اس کو حکم ہوگا کہ جدھر سے غروب ہوا ہے۔ ادھر ہی سے الٹا واپس آئے۔ یہ ہی وہ وقت ہے کہ جب باب توبہ دنیا والوں کے لئے بند کردیا جائے گا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ تو سورج کے طلوع وغروب کا یہ نظام اس زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے جس کے انتظام

کو کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا اور نہ اس کی حکمت اور دانائی پر کوئی حرف گیری کر سکتا ہے ہاں وہ خود جب چاہے الٹ پلٹ کرے۔ کسی کو مجال انکار و سرکشی کی نہیں ہو سکتی۔ الغرض یہ آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے اور اس حساب سے چلتا ہے جو ایک زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے۔

یہاں آیت میں صاف فرمایا گیا ہے **والشمس تجری لمستقر لھا** یعنی آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے۔ سورج کے متعلق قدیم زمانے کے لوگ عینی مشاہدہ کی بناء پر یہ یقین کرتے تھے کہ وہ زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ سورج اپنی جگہ ساکن ہے اور نظام شمسی کے سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ پھر مزید تحقیقات اور سائنسی مشاہدات سے یہ نظریہ بھی غلط ثابت ہوا اور موجودہ زمانہ کے ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ سورج اپنے پورے نظام کو لئے ہوئے ایک معین اور مقررہ رفتار سے حرکت کر رہا ہے۔ یورپ کے ماہرین آفتاب کو ساکن قرار دے کر صدیوں تک یہی کہتے رہے کہ یہ امر قرآن کی اس تصریح کے خلاف ہے جو سورۂ یٰس میں موجود ہے۔ **والشمس تجری لمستقر لھا** جس سے آفتاب کا حرکت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ مگر اٹھارویں صدی عیسوی میں ہیئت جدید کے ماہرین کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ آفتاب خود اپنے طور پر حرکت کرتا ہے اور بعد کی تحقیقات نے اس کو بھی تسلیم کر لیا کہ آفتاب اپنے محور کی حرکت کے علاوہ پورے نظام شمسی کے ساتھ حرکت کرتا ہے الحمدللہ جتنی سائنس میں ترقی ہو رہی ہے اسلامی اور قرآنی نظریات کی سائنسدان تائید کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ مثلاً سارا قرآن قیامت کے نظریہ سے پر ہے۔ ابھی کچھ تھوڑے ہی عرصہ کی بات ہے، ہمبرگ جرمنی کے سائنسدانوں کا ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں وفاقی جمہوریہ جرمنی کے ایک ماہر فلکیات پروفیسر بوشکے نے اپنی سائنسی مشاہدات کی بناء پر لکھا ہے کہ

قیامت کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔ اس وقت انسانی نگاہیں نہایت ہی حیرت انگیز منظر دیکھیں گی۔ افق پر ایک نئے سورج کے مانند چمکتا ہوا آگ کی طرح بھڑکتا ہوا سرخ کرہ نمودار ہوگا جس کی نیلی پیلی آتش بار کرنیں پھلجھڑی کی مانند چاروں طرف بکھرتی چلی جائیں گی یا کسی دن اچانک بے ابر آسمان سے بجلی کا ایک صاعقہ سطح زمین پر لاکھوں کروڑوں چنگاریوں اور بھڑکتے کڑکتے آتشین لاوے کی ایک بوچھاڑ برسا جائے گا جس سے ارضی زندگی کی تمام شکلیں خس و خاشاک کی مانند راکھ ہو کر رہ جائیں گی۔ (روزنامہ حریت (۲۸-۶-۱۴ء) دیکھئے قدرت نے ان یورپ کے دہریوں سے قیامت کا اعتراف کرالیا یا نہیں گو وہ اس نظریہ کو مذہب کے ماتحت نہ سہی سائنس ہی کے تحت مانیں۔ مگر ماننا تو پڑا کہ سائنس کی رو سے بھی قیامت کسی وقت آ سکتی ہے۔ خیر یہ بات درمیان میں ضمناً آ گئی تھی تو ان آیات میں قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتلائی گئی کہ آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے آگے فرمایا کہ ایک اور نشانی چاند ہے کہ اس کی چال کے لئے قدرت نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ ان کو ایک معین نظام کے ساتھ درجہ بدرجہ طے کرتا ہے۔ چاند کی رفتار سے قمری مہینوں کا وجود وابستہ ہے چاند سورج مہینہ کے آخر میں ملتے ہیں تو چاند چھپ جاتا ہے جب آگے بڑھتا ہے تو نظر آتا ہے پھر منزل بہ منزل بڑھتا چلا جاتا ہے اور چودھویں شب کو پورا ہو کر بعد میں گھٹنا شروع ہوتا ہے۔ آخر رفتہ رفتہ اسی پہلی حالت پر آ پہنچتا ہے اور کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح پتلا خمدار اور بے رونق سا ہو کر رہ جاتا ہے (فوائد از علامہ عثمانیؒ) پھر یہ شمس و قمر کی حرکت دائمی نہیں بلکہ ایک میعاد معین تک کے لئے ہے جیسا ۲۴ ویں پارہ سورۂ زمر میں ارشاد ہے **و سخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی** (یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے کہ ان میں ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا) اور یہ میعاد معین روز

قیامت پر پہنچ کر ختم ہو جائے گی۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ سورج اور چاند کی چال اور رات و دن کی آمد و رفت ایسے انداز اور انتظام سے رکھی گئی ہے کہ نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے یعنی قبل از وقت خود طلوع ہو کر چاند کو اور اس کے رات کے وقت کو ختم کر دے یہ ممکن نہیں اسی طرح یہ ممکن نہیں کہ چاند بھی آفتاب کو اس کے ظہور کے وقت پکڑ سکے کہ دن ختم ہو کر رات ہو جاوے اور اسی طرح نہ رات دن کے زمانہ مقررہ کے ختم ہونے سے پہلے آ سکتی ہے اور نہ دن رات کے مقررہ زمانہ سے پہلے آ سکتا ہے اور چاند و سورج دونوں ایک دائرہ میں حساب سے اس طرح چل رہے ہیں گویا تیر رہے ہیں اور حساب سے باہر نہیں ہو سکتے کہ رات دن کے حساب میں خلل واقع ہو سکے۔تو سمجھ لو کہ جو ہستی رات و دن اور چاند سورج کا ادل بدل کرتی ہے تو کیا وہ تمہارے فنا کرنے اور فنا کے بعد پھر دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہوگی؟ (العیاذ باللہ)

خلاصہ یہ کہ ان آیات کا اصل مقصد انسان کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ آنکھیں کھول کر دیکھے اور عقل سے کام لے تو زمین سے لے کر آسمان تک جدھر بھی وہ نگاہ ڈالے گا اس کے سامنے خدا کی ہستی اور اس کی یکتائی کے بے حد و حساب دلائل آئیں گے۔

یہاں ایک تحقیق جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ماہنامہ البلاغ ماہ شوال ۱۳۸۷ھ میں شائع فرمائی تھی اس کا ایک حصہ موقع کی مناسبت سے یہاں نقل کرنا بڑا کارآمد معلوم ہوتا ہے۔وہ بھی سن لیجئے۔حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"یہاں ایک بات اصولی طور پر سمجھ لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم کوئی فلسفہ یا ہیئت کی کتاب نہیں جس کا موضوع بحث حقائق کائنات یا آسمانوں اور ستاروں کی ہیئت و حرکات وغیرہ کا بیان ہو مگر اس کے ساتھ ہی وہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کائنات کا ذکر بار بار کرتا ہے ان میں غور و فکر کی دعوت بھی دیتا ہے قرآن کریم کی ان تمام آیات میں غور کرنے سے واضح طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قرآن عزیز ان حقائق کونیہ کے متعلق انسان کو صرف وہ چیزیں بتلانا چاہتا ہے جن کا تعلق ان کے عقیدے اور نظریہ کی درستی سے ہو یا اس کے دینی اور دنیوی منافع ان سے متعلق ہوں۔مثلاً قرآن کریم نے آسمان و زمین اور ستاروں، سیاروں کا اور ان کی حرکات اور حرکات سے پیدا ہونے والے آثار کا ذکر بار بار ایک تو اس مقصد سے کیا ہے کہ انسان اس کی عجیب و غریب صنعت اور مافوق العادت آثار کو دیکھ کر یہ یقین کرے کہ یہ چیزیں خود بخود پیدا نہیں ہو گئیں ان کو پیدا کرنے والا کوئی سب سے بڑا حکیم۔سب سے بڑا علیم اور سب سے بڑا صاحب قدرت و قوت ہے اور اس یقین کے لئے ہرگز اس کی ضرورت نہیں کہ آسمانوں اور فضائی مخلوقات اور ستاروں و سیاروں کے مادے کی حقیقت اور ان کی اصل ہیئت اور صورت اور ان کے پورے نظام کی پوری کیفیت اس کو معلوم ہو بلکہ اس کے لئے صرف اتنا بھی کافی ہے جو ہر شخص مشاہدہ سے دیکھتا اور سمجھتا ہے کہ شمس و قمر اور دوسرے ستاروں کے کبھی سامنے آنے اور کبھی غائب ہو جانے سے نیز چاند کے گھٹنے بڑھنے سے اور رات دن کے انقلابات پھر مختلف موسموں اور مختلف خطوں میں دن رات کے گھٹنے بڑھنے کے عجیب و غریب نظام سے جس میں ہزاروں سال سے کبھی ایک منٹ ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آتا۔سب امور سے ایک ادنیٰ عقل و بصیرت رکھنے والا انسان یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ حکیمانہ نظام یونہی خود بخود نہیں چل رہا کوئی اس کو چلانے والا باقی رکھنے والا ہے اور اتنا سمجھنے کے لئے انسان کو نہ کسی فلسفی تحقیق اور آلات رصدیہ وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے نہ قرآن نے اس کی طرف دعوت دی۔قرآن کی دعوت صرف اسی حد تک ان چیزوں میں غور و فکر کی ہے جو عام مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے آلات رصدیہ بنانے یا مہیا کرنے اور اجرام سماویہ کی ہیئتیں

دریافت کرنے کا مطلقاً کوئی اہتمام نہیں فرمایا۔ اگر ان آیات کونیہ میں تدبر اور غور وفکر کا یہ مطلب ہوتا کہ ان کی حقائق اور ہیئات اور ان کی حرکات کا فلسفہ معلوم کیا جائے تو یہ نا ممکن تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اہتمام نہ فرماتے خصوصاً جبکہ ان فنون کا رواج اور تعلیم و تعلم دنیا میں اس وقت موجود بھی تھا۔ مصر، شام، عرب، ہند، چین وغیرہ میں ان فنون کے جاننے والے اور ان پر کام کرنے والے موجود تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۵۰۰ سال پہلے فیثا غورس اور اس کے بعد بطلیموس کا نظریہ دنیا میں شائع و رائج ہو چکا تھا اور اس زمانہ کے حالات کے مناسب آلات رصد یہ وغیرہ ایجاد بھی ہو چکے تھے مگر جس ذات قدسی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں اور جن صحابہ کرامؓ نے بلا واسطہ آپ سے ان کو پڑھا انہوں نے کبھی اس طرف التفات نہیں فرمایا۔ اس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ ان آیات کونیہ میں تدبر اور غور وفکر کا وہ منشا ہر گز نہ تھا جو آج کل کے بعض تجدد پسندوں نے یورپ اور اس کے معاملات سے متاثر ہو کر اختیار کیا ہے کہ یہ خلائی سفر چاند، مریخ و زہرہ پر کمندیں پھینکنے کی مساعی قرآن کریم کے تقاضہ کو پورا کرنا ہے۔ بس صحیح بات یہ ہے کہ قرآن کریم نہ ان فلسفی اور سائنسی تحقیقات قدیمہ یا جدیدہ کی طرف دعوت دیتا ہے نہ ان سے بحث کرتا ہے اور نہ ان کی مخالفت کرتا ہے۔ قرآن کریم کا حکیمانہ اصول و اسلوب کائنات و مخلوقات سے متعلقہ تمام فنون کے بارے میں یہی ہے کہ وہ ہر فن کی چیزوں سے صرف اسی قدر لیتا اور بیان کرتا ہے جس قدر انسان کی دینی یا دنیوی ضرورت سے متعلق ہے اور جس کو انسان آسانی سے حاصل بھی کر سکتا ہے۔ فلسفیانہ دور راز کار بحثوں سے اور ایسی تحقیقات سے جو عام انسانوں کے قابو سے باہر ہیں اور جن کو کچھ حاصل کر لینے کے بعد بھی قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہی صحیح ہیں بلکہ حیرانی اور شکوک بڑھتے ہیں ایسی بحثوں میں انسان کو نہیں الجھاتا کیونکہ قرآن کی نظر میں انسان کی منزل مقصود ان تمام زمینی اور آسمانی کائنات و مخلوقات سے آگے اپنے خالق کی مرضیات پر چل کر جنت کی دائمی نعمتوں اور آخرت کی ابدی راحتوں کو حاصل کرنا ہے۔ حقائق کائنات کی بحث نہ اس کے لئے ضروری ہے اور نہ اس پر پورا عبور انسان کے بس میں ہے"۔ (البلاغ ماہ شوال ۱۳۸۷ھ)

ابھی قدرت کی بعض نشانیوں کا بیان اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو کائنات کی ہر چیز سے اپنی معرفت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں اور زندگی کا صحیح مقصد یعنی مرضیات الٰہیہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو شریعت مطہرہ کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور مقاصد قرآن کو حاصل کرنے کی فہم عطا فرمائیں۔

یا اللہ! قرآن حکیم ہم کو جن امور میں تدبر و تفکر کرنے کو کہتا ہے ہمیں انہی امور میں تدبر اور فکر کرنا نصیب فرما تا کہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب ہو اور آپ کی مرضیات کے موافق اس دنیا میں زندگی گزارنا نصیب ہو۔ یا اللہ! اس انسان کو دنیا میں بھیجنے کا جو مقصد اور غرض ہے ہمیں اس مقصد کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہم اس دنیا دار الامتحان سے کامیابی کے ساتھ گزر کر دار الجزاء یعنی آخرت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کے حاصل کرنے والے ثابت ہوں۔ یا اللہ! جس صراط مستقیم پر چلنے کی قرآن کریم نے دعوت دی ہے اسی صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلنے کی ہم کو سعادت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور ایک نشانی اُن کیلئے یہ ہے کہ ہم نے اُن کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے اُن کیلئے کشتی ہی جیسی ایسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو غرق کر دیں پھر نہ تو کوئی ان کا فریاد رس ہو اور نہ یہ خلاصی دیئے جاویں۔ مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا (منظور) ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے (مرے) پیچھے ہے تاکہ تم پر رحمت کی جاوے۔ تو وہ اصلا پروا نہیں کرتے

اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ

اور ان کے رب کے آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ان کے پاس ایسی نہیں آتی جس سے وہ سرتابی نہ کرتے ہوں۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو

اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاۤءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ

تو یہ کفار مسلمانوں سے یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانے کو دیں جن کو اگر خدا چاہے تو کھانے کو دیدے تم نری

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

صریح غلطی میں ہو۔

وَاٰيَةٌ اور ایک نشانی	لَّهُمْ ان کیلئے	اَنَّا کہ ہم	حَمَلْنَا ہم نے سوار کیا	ذُرِّيَّتَهُمْ ان کی اولاد	فِى الْفُلْكِ کشتی میں	الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی	وَخَلَقْنَا اور ہم نے پیدا کیا	
لَهُمْ ان کیلئے	مِّنْ مِّثْلِهٖ اس (کشتی) جیسی	مَا جو۔ جس	يَرْكَبُوْنَ وہ سوار ہوتے ہیں	وَاِنْ اور اگر	نَّشَاْ ہم چاہیں	نُغْرِقْهُمْ ہم غرق کریں انہیں	فَلَا صَرِيْخَ تو نہ فریاد رس	
لَهُمْ ان کیلئے	وَلَا هُمْ اور نہ وہ	يُنْقَذُوْنَ چھڑائے جائیں	اِلَّا مگر	رَحْمَةً رحمت	مِّنَّا ہماری طرف سے	وَمَتَاعًا اور فائدہ دینا	اِلٰى حِيْنٍ ایک وقت معین تک	
وَاِذَا اور جب	قِيْلَ کہا جائے	لَهُمُ ان سے	اتَّقُوْا تم ڈرو	مَا جو	بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ تمہارے سامنے	وَمَا اور جو	خَلْفَكُمْ تمہارے پیچھے	لَعَلَّكُمْ شاید تم
تُرْحَمُوْنَ پر رحم کیا جائے	وَمَا اور نہیں	تَاْتِيْهِمْ ان کے پاس آتی	مِّنْ اٰيَةٍ کوئی نشانی	مِّنْ اٰيٰتِ نشانیوں میں سے	رَبِّهِمْ ان کا رب	اِلَّا مگر	كَانُوْا وہ ہیں	
عَنْهَا اس سے	مُعْرِضِيْنَ روگردانی کرتے	وَاِذَا اور جب	قِيْلَ کہا جائے	لَهُمْ ان سے	اَنْفِقُوْا خرچ کرو تم	مِمَّا اس سے جو	رَزَقَكُمُ تمہیں دیا	
اللّٰهُ اللہ	قَالَ کہتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں سے جو ایمان لائے (مومن)	اَنُطْعِمُ کیا ہم کھلائیں	مَنْ (اسکو) جسے			
لَّوْ يَشَاۤءُ اللّٰهُ اگر اللہ چاہتا	اَطْعَمَهٗ اسے کھانے کو دیتا	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم	اِلَّا مگر۔ صرف	فِيْ میں	ضَلٰلٍ گمراہی	مُّبِيْنٍ کھلی	

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید کی حقانیت کے سلسلہ میں اس کی قدرت کی نشانیوں کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں مزید اس کی قدرت کی ایک نشانی کا بیان ان آیات میں فرمایا جاتا ہے اور انسان کی توجہ اس واقعہ کی طرف دلائی گئی ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا تو اس وقت نسل انسانی فقط ایک کشتی کے ذریعہ محفوظ رہی جسے

الہام خداوندی کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے بنایا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون (ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا) یہاں بھری ہوئی کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسانی نسل کو اللہ تعالیٰ نے ایک کشتی کے ذریعہ جو بھری ہوئی تھی طوفان میں غرق ہونے سے بچالیا اور پھر انہی سے دنیا میں انسانی نسل پھیلی کیونکہ طوفان نوح میں حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کے سوا باقی پوری اولاد آدم کو غرق کر دیا گیا تھا اور بعد کی انسانی نسل صرف انہی کشتی والوں سے چلی۔ تو یہاں جتلایا گیا کہ جب طوفان آیا تو نسل آدم کو اس بھری ہوئی کشتی پر سوار کر لیا جو حضرت نوحؑ نے بنائی تھی ورنہ انسان کا تخم باقی نہ رہتا پھر اس کشتی کے نمونہ کی دوسری کشتیاں اور جہاز وغیرہ تمہارے لئے بنا دیئے جن پر آج تم لدے پھرتے ہو آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ انسان زبردست دریاؤں اور سمندروں کو کشتی اور جہازوں کے ذریعہ عبور کرتا ہے جہاں بڑے بڑے جہازوں کی حقیقت ایک تنکے کے برابر نہیں۔ اگر اللہ اس وقت غرق کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کون ہے جو فریاد کو پہنچے مگر یہ اسی کی مہربانی اور مصلحت ہے کہ تم اس طرح لمبے چوڑے سفر بہ آرام و راحت طے کر رہے ہو اور قدرت کے ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک یعنی دنیوی زندگی تک تم سلامت رہتے ہو مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگ ان قدرت کی نشانیوں کو نہیں سمجھتے اور نہ اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں یہ بحری سفر میں غرق سے بچے رہنا یہ خدا ہی کی قدرت و رحمت وعنایت سے ہے ورنہ تو کفر و شرک کی وجہ سے غرق ہی کے مستحق تھے۔

الغرض یہاں تک قدرت خداوندی کی متعدد اور مختلف نشانیاں ظاہر کرنے کے بعد منکرین و مکذبین کی سرکشی عناد اور تکبر کا بیان فرمایا جاتا ہے کہ جب ان سے گناہوں سے بچنے کو کہا جاتا ہے کہ جو کچھ کر چکے اس پر نادم ہو جاؤ اور اس سے توبہ کر لو اور آئندہ کے لئے ان کفریہ اور شرکیہ عقائد و اعمال سے احتیاط کرو جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا اور تمہیں اپنے عذابوں سے بچالے گا تو ان کا اس پر کاربند ہونا تو ایک طرف اور منہ پھلا لیتے ہیں اور سب سنی ان سنی کر دیتے ہیں اور ذرا نصیحت پر کان نہیں رکھتے اور خدائی احکام سے روگردانی کرتے رہتے ہیں اور یہی ایک بات کیا ان کی تو عادت ہو گئی ہے کہ خدا کی ہر بات سے منہ پھیر لیں نہ اس کی توحید کو مانتے ہیں نہ اس کے رسول کو سچا جانتے ہیں۔ نہ ان میں غور وفکر کی عادت۔ نہ ان میں قبولیت کا مادہ۔ اور نہ نفع کو حاصل کرنے کا ملکہ یہ تو اپنی جہالت و ضلالت پر سختی سے جمے ہوئے ہیں۔ نہ آگے کی فکر ہے نہ پیچھے کا خیال ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ اور احکام الٰہی تو کیا مانتے فقیروں مسکین اور محتاجوں پر خرچ کرنا تو وہ بھی اچھی بات کہتے ہیں لیکن یہی بات جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومنین کی طرف سے کہی جاتی ہے تو نہایت بھونڈے طریقہ سے تمسخر کے ساتھ یہ کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں کہ جنہیں خود اللہ میاں نے کھانے کو نہیں دیا ہم انہیں کیوں کھلائیں خدا کا ارادہ ہوتا تو ان غریبوں کو خود ہی دیتا جب خدا ہی کا ارادہ ان کو دینے کا نہیں تو ہم اس کے خلاف کیوں کریں تم جو ہمیں خیر خیرات کی نصیحت کر رہے ہو اس میں بالکل غلطی پر ہو۔

اب یہاں آخری آیت میں کفار کا جو قول نقل فرمایا گیا ہے تو ظاہراً تو کفار کا یہ کہنا کہ جن کو خدا چاہے تو کھانے کو دے دے ہم کیوں غرباء اور فقراء پر خرچ کریں خدا خود قادر ہے وہ خود صاحب احتیاج کی حاجت کو پورا کر سکتا ہے۔ فی نفسہٖ تو یہ بات صحیح ہے مگر کفار کی ناسمجھی اور نادانی یہ ہے کہ یہ سارا عالم عالم اسباب ہے۔ سارا عالم اسباب و وسائل کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اسباب و وسائل کو خدا تعالیٰ نے اپنی داد و دہش کا روپوش

واسطہ اور ذریعہ بنایا ہے عام طور سے اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کو رزق کسی واسطہ ہی سے دیتے ہیں اسی طرح اللہ نے حکم دیا کہ غربا اور فقرا کو دیا کریں تو اصل دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اغنیاء کے ہاتھ اللہ کی عطا کا واسطہ اور ذریعہ ہیں۔ ان کے واسطہ سے فقراء کو رزق پہنچتا ہے دولتمندوں کو جو رزق مل رہا ہے وہ بھی اسباب و وسائل ہی کے واسطہ سے مل رہا ہے۔ بلاواسطہ خدا تعالیٰ ان کو رزق نہیں دے رہا اور آسمان سے کوئی خوان ان کے گھر میں نہیں اتر رہا ہے۔ بادشاہ بعض وقت خزانچی سے کسی کو کچھ دلواتا ہے تو وہ دراصل بادشاہ ہی کی عطا ہے۔ خزانچی عطا شاہی کا ایک واسطہ ہے اب رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو مختلف قسم پر جو پیدا فرمایا ہے کسی کو امیر بنایا اور کسی کو فقیر۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصود بندوں کا امتحان ہے کہ کون اس کی دی ہوئی نعمت اور دولت کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتا ہے اور کون اس میں بخل کرتا ہے تو کسی انسان کا اپنے بخل کے لئے خدا کی مشیت کو بہانہ بنانا یہ صرف سنگدلی ہے بلکہ حکم خداوندی کے بھی خلاف ہے خدا نے جو امیروں کو فقیروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے بندو میں نے تم کو جو مال و دولت دیا ہے اس کا اصل مالک میں ہوں میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم میری اس دی ہوئی دولت کا کچھ حصہ غریب محتاج بندوں کی مدد میں خرچ کرو جس طرح میں تمہاری ذات کا مالک ہوں اسی طرح تمہارے پاس جو دولت ہے اس کا حقیقی مالک بھی میں ہی ہوں اور یہ تمام مال و دولت جو تمہارے ہاتھ میں ہے یہ سب میری امانت ہے جب چاہوں اپنی امانت واپس لے سکتا ہوں تم میرے حکم کے مطابق خرچ کرو اور میری مشیت کو بہانہ نہ بناؤ۔ نیک کام نہ کرنے کے لئے خدا کی تقدیر اور مشیت کو بہانا بنانا یہ صریح گمراہی ہے بندہ کا کام یہ ہے کہ خدا کے حکم پر چلے نہ کہ اس کی قدرت اور مشیت کو اپنے برے فعل کے لئے بہانہ بنائے۔

اب یہاں ایک شبہ اور سوال یہ ہوسکتا ہے کہ اہل ایمان نے کفار کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم کس بناء پر دیا اور کیوں ان سے کہا کہ اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں غرباء و مساکین پر خرچ کرو جبکہ کفار کا ایمان ہی اللہ تعالیٰ پر نہیں اور جیسا کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے شریعت کے احکام اوامر فرعیہ کے کفار مخاطب اور مکلف بھی نہیں۔ سو اس کا جواب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہاں اہل ایمان کا یہ کہنا کسی تشریعی حکم کی تعمیل کرانے کی حیثیت سے نہیں بلکہ محض انسانی ہمدردی اور شرافت کے مروجہ اصول کی بناء پر تھا۔

الغرض یہاں تک تو مسئلہ توحید کے متعلق بیان تھا اب آگے مسئلہ آخرت کے متعلق بیان ہے تاکہ کفار کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جس چیز کا انکار کر رہے ہیں وہ ان کے انکار سے ٹلنے والی نہیں اور انہیں ایک دن اس سے سابقہ پڑنا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہمیں جو یہ زندگی کی مہلت عطا فرما رکھی ہے اس میں ہمیں اپنی مرضیات کے موافق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور کفر و شرک سے بچا کر توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور جو احکام الٰہیہ ہمارے سامنے آئیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں ندامت اور توبہ نصیب فرمائیں۔ اور ہمارے تمام چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

اور یہ لوگ (بطور انکار) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ یہ لوگ بس ایک آواز سخت کے منتظر ہیں جو اُن کو آ پکڑے گی

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنُفِخَ فِي

اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔ سو نہ تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔ اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جاوے گا

الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ

سو وہ سب یکا یک قبروں سے اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔ کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی ہم کو ہماری قبروں سے کس نے اُٹھایا؟

مَّرْقَدِنَا ؐ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا

یہ وہی (قیامت) ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے۔ بس وہ ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکا یک سب جمع ہو کر

هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

ہمارے پاس حاضر کردیئے جائیں گے۔ پھر اُس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے

وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	مَتٰى کب	هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	مَا يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں			
اِلَّا مگر	صَيْحَةً چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ایک	تَاْخُذُهُمْ وہ انہیں آ پکڑے گی	وَهُمْ اور وہ	يَخِصِّمُوْنَ باہم جھگڑ رہے ہوں گے	فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پھر نہ کر سکیں گے			
تَوْصِيَةً وصیت کرنا	وَّلَآ اور نہ	اِلٰى طرف	اَهْلِهِمْ اپنے گھر والے	يَرْجِعُوْنَ وہ لوٹ سکیں گے	وَنُفِخَ اور پھونکا جائے گا	فِي الصُّوْرِ صور میں			
فَاِذَا هُمْ تو یکا یک وہ	مِّنَ سے	الْاَجْدَاثِ قبریں	اِلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب کی طرف	يَنْسِلُوْنَ دوڑیں گے	قَالُوْا وہ کہیں گے	يٰوَيْلَنَا اے وائے ہم پر			
مَنْۢ بَعَثَنَا کس نے اٹھا دیا ہمیں	مِنْ سے	مَّرْقَدِنَا ہماری قبریں	هٰذَا یہ	مَا وَعَدَ جو وعدہ کیا	الرَّحْمٰنُ رحمن۔اللہ	وَصَدَقَ اور سچ کہا تھا			
الْمُرْسَلُوْنَ رسولوں	اِنْ نہ	كَانَتْ ہوگی	اِلَّا مگر	صَيْحَةً ایک چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ایک	فَاِذَا پس یکا یک	هُمْ وہ	جَمِيْعٌ سب	لَّدَيْنَا ہمارے سامنے
مُحْضَرُوْنَ حاضر کئے جائیں گے	فَالْيَوْمَ پس آج	لَا تُظْلَمُ نہ ظلم کیا جائے گا	نَفْسٌ کسی شخص	شَيْئًا کچھ	وَلَا تُجْزَوْنَ اور نہ تم بدلہ پاؤ گے				
اِلَّا مگر۔بس	مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے								

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں قدرت کی کئی نشانیوں کا ذکر ہوا توحید ورسالت کے بعد منکرین و مکذبین جس بات کا انکار کرتے تھے وہ مسئلہ آخرت وحشر ونشر تھا۔ چنانچہ کفار ومنکرین کا ایک سوال نقل کیا جاتا ہے۔ ویقولون متیٰ ھٰذا الوعدان کنتم صٰدقین یعنی یہ کفار کہتے ہیں کہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اس کے وقت کے اظہار سے مصلحتاً اعراض فرمایا اور اجمالی طور پر عالم آخرت کا نقشہ ان کے سامنے کھینچا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ کے رسول انہیں اللہ کا کلام پڑھ کر سناتے ہیں اور اس میں کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور قیامت قائم ہوگی اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو دنیا میں نہیں مانا انہیں قیامت کے روز ان کی بداعمالیوں کی سزا دی جائے گی اور وہ بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے تو یہ کفار اور منکرین ہنستے

ہیں اور بطور تمسخر کہتے ہیں کہ یہ وعدے وعید آخر کب پورے ہوں گے۔ یہ قیامت اور عذاب کی دھمکیاں جو دی جاتی ہیں اگر سچی ہیں تو انہیں جلد پورا کر کے دکھلاؤ۔ ہم کوئی نا سمجھ بچے ہیں جو ہمیں باتیں بنا کر ڈرانا چاہتے ہو۔ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا اور سب کا جمع ہونا اور اعمال کا حساب کتاب ہونا یہ سب فرضی کہانیاں ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت جس کا یہ انکار کر رہے ہیں ان کو ناگہاں آ پکڑے گی اور یہ اپنے معاملات میں غرق ہوں گے۔ جس وقت پہلا صور پھونکا جائے گا سب کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے اور آخر مر کر ڈھیر ہو جائیں گے۔ اتنی بھی فرصت نہ ملے گی کہ فرض کرو مرنے سے پہلے کسی سے کچھ کہنا سننا چاہیں کہ کہہ سن گزریں یا جو گھر سے باہر ہے وہ گھر واپس جا سکے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم ہو جائے گی حالانکہ آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہتا ہوگا اس کے منہ تک اس کے دودھ کا برتن نہ پہنچا ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور دو آدمی کپڑا خرید و فروخت کرتے ہوں گے۔ ان کی بیع پوری ہونے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور کوئی اپنا حوض درست کر رہا ہوگا اور ابھی ہٹا نہ ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ الغرض کفار پوری بے جگری کے ساتھ اپنے دنیا کے دھندوں میں مشغول ہوں گے اور ان کے خیال میں بھی یہ وہم و گمان نہ ہوگا کہ دنیا کے خاتمہ کا وقت آن پہنچا ہے۔ اسی حالت میں صور پھونکا جائے گا جو جہاں ہوگا وہیں مر کر ڈھیر ہو جائے گا یہ تو پہلے نفخ یعنی صور پھونکنے کا اثر ہوگا آگے دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کا حال بتلایا جاتا ہے کہ ایک مدت کے بعد جب اللہ کو منظور ہوگا اور دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر یہ نہیں کہ اٹھنے کے بعد تتر بتر ہو جائیں یا جس کا جدھر منہ اٹھے چل دے نہیں۔ سب کے سب بے تحاشا ایک ہی طرف یعنی میدان حشر کی طرف دوڑیں گے اور فرشتے کشاں کشاں میدان حشر کی طرف جمع کر دیں گے۔ خوف کے مارے بدحواس ہوں گے۔ اس سراسیمگی کے مقابلہ میں اپنی موت کی حالت انہیں آرام وہ نظر آئے گی اور کہیں گے کہ ہائے یہ کیا آفت ٹوٹ پڑی ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے جھنجھوڑ کر اٹھا دیا۔ فرشتے انہیں جواب دیں گے کہ کیا پوچھتے ہو کہ کس نے اٹھا دیا۔ ذرا آنکھیں کھولو یہ وہی اٹھانا ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن کی طرف سے کیا گیا تھا اور پیغمبر جس کی خبر برابر دیتے رہے تھے۔

بعض روایات کی بناء پر مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے اور دوسرے صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس سال کی مدت ہوگی اور اس مدت میں کافروں سے عالم برزخ میں عذاب اٹھالیا جائے گا اور وہ اس عرصہ میں آرام سے سوتے رہیں گے جب نفخہ ثانیہ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکنے پر قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور میدان حشر اور حساب کتاب کا ہولناک منظر دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم کو ہماری خواب گاہ سے کس نے جگا دیا ہم تو آرام سے پڑے سو رہے تھے۔ کس نے ہم کو جگایا اور اس مصیبت کے میدان میں لا کھڑا کیا تو اس وقت فرشتے یا اہل ایمان ان کو جواب دیں گے کہ یہ وہی قیامت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس کی پیغمبروں نے سچی خبر دی تھی اور پھر سب کے سب دربار خداوندی میں حاضر کر دیئے جائیں گے (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس روز نہ کوئی متنفس بھاگ سکے گا نہ روپوش ہو سکے گا۔ پھر نہ کسی کی کوئی نیکی ضائع ہوگی نہ جرم کی حیثیت سے زیادہ سزا ملے گی۔ ٹھیک ٹھیک انصاف ہوگا اور جو نیک و بد لوگ دنیا میں کرتے تھے فی الحقیقت وہی عذاب و ثواب کی صورت میں سامنے آ جائے گا ایمان نماز روزہ حج زکوٰۃ صدقات خیرات اعمال صالحہ یہ سب جنت بن جائیں گے۔ کفر و شرک نافرمانی شرارت فساد یہ سب دوزخ کی شکل میں نمودار ہوں گے۔

یہ تو کفار منکرین کا حال بیان ہوا آگے ان کے مقابلہ میں اہل جنت کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِىْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِىْ ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ

اہل جنت بے شک اُس دن اپنے مشغلوں میں خوش دل ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیبیاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

اُن کیلئے وہاں میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا۔ ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِىْ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ

اور اے مجرمو آج الگ ہوجاؤ۔ اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کردی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا

إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّأَنِ اعْبُدُوْنِىْ هٰذَا صِرٰطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ

وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ کہ میری (ہی) عبادت کرنا' یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور وہ (شیطان) تم میں ایک

جِبِلًّا كَثِيْرًا أَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ

کثیر مخلوق کو گمراہ کرچکا' سو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔ یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ آج اپنے کفر کے بدلہ میں

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾

اس میں داخل ہو۔

إِنَّ بیشک	أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اہلِ جنت	الْيَوْمَ آج	فِىْ شُغُلٍ ایک شغل میں	فٰكِهُوْنَ باتیں خوش طبعی کرتے	هُمْ وہ	وَأَزْوَاجُهُمْ اور ان کی بیویاں		
فِىْ ظِلٰلٍ سایوں میں	عَلَى پر	الْأَرَآئِكِ تختوں پر	مُتَّكِـُٔوْنَ تکیہ لگائے ہوئے	لَهُمْ ان کیلئے	فِيْهَا اس میں	فَاكِهَةٌ میوہ	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	
مَّا يَدَّعُوْنَ جو وہ چاہیں گے	سَلٰمٌ سلام	قَوْلًا فرمایا جائے گا	مِّنْ سے	رَّبٍّ رَّحِيْمٍ مہربان پروردگار	وَامْتَازُوا اور الگ ہوجاؤ تم	الْيَوْمَ آج		
أَيُّهَا اے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرمو	أَلَمْ أَعْهَدْ کیا میں نے حکم نہیں بھیجا تھا	إِلَيْكُمْ تمہاری طرف	يٰبَنِىْ اٰدَمَ اے اولادِ آدم	أَنْ کہ	لَّا تَعْبُدُوا پرستش نہ کرنا		
الشَّيْطٰنَ شیطان	إِنَّهٗ بیشک وہ	لَكُمْ تمہارا	عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ دشمن کھلا	وَّأَنِ اور یہ کہ	اعْبُدُوْنِىْ تم میری عبادت کرنا	هٰذَا یہی	صِرٰطٌ راستہ	مُّسْتَقِيْمٌ سیدھا
وَ اور	لَقَدْ أَضَلَّ تحقیق گمراہ کردیا	مِنْكُمْ تم میں سے	جِبِلًّا مخلوق	كَثِيْرًا بہت سی	أَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟	هٰذِهٖ یہ ہے	جَهَنَّمُ جہنم	
الَّتِىْ وہ جس کا	كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ تم سے وعدہ کیا گیا تھا	اِصْلَوْهَا اس میں داخل ہوجاؤ	الْيَوْمَ آج	بِمَا اس کے بدلے	كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ تم کفر کرتے تھے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار اور منکرین قیامت کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ہر شخص کو اس کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا بدلہ آخرت میں ملے گا کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں جو جی چاہے کرلو۔ آگے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ خیال غلط ہے۔ انسان کے لئے ایک قانون ہے جس کے مطابق اسے دنیا میں چلنا ہے اگر اس کے خلاف کیا تو سزا ملے گی اور اس کے موافق کیا تو اچھا بدلہ ملے گا۔ اب آگے مومنین اہل جنت کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو میدان قیامت سے فارغ ہو کر جنتوں میں بصد اکرام و تعظیم پہنچائے جائیں گے اور بتلایا

جاتا ہے کہ یہ اہل جنت ہر قسم کے عیش ونشاط و نعمت و راحت میں مشغول ہوں گے۔ وہ اوران کی بیبیاں جنتی میوے دار درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور بے غمی اور بے فکری کے ساتھ خدا کی مہمانداری سے لطف لے رہے ہوں گے۔ ہر قسم کے میوہ بکثرت ان کے پاس موجود ہوں گے اور بھی جس چیز کو جی چاہے گا وہ دی جائے گی اور جو خواہش ہوگی وہ پوری کی جائے گی اور منہ مانگی مرادیں ملیں گی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ازواج میں جنت کی حوریں بھی داخل ہیں اور دنیا کی بیبیاں بھی یہ تو جسمانی لذائذ کا حال ہوا۔ آگے روحانی نعمتوں کی طرف اشارہ سلام قولاً من رب رحیم میں فرمایا جاتا ہے۔ یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام فرمایا جائے گا خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ ایک ابن ماجہ کی حدیث میں ہے بلاواسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائیں گے۔ سبحان اللہ اس وقت کی عزت اور لذت کا کیا کہنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مجھے اور آپ کو بھی یہ نعمت نصیب فرمائیں۔ سنن ابن ماجہ کی کتاب الذہد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا خواہشمند اور اس کے لئے تیاریاں کرنے والا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے جس میں کوئی خوف وخطر نہیں رب کعبہ کی قسم وہ سراسر نور ہی نور ہے۔ اس کی تازگیاں بے حد ہیں۔ اس کا سبزہ لہلہا رہا ہے اس کے بالا خانہ مضبوط بلند اور پختہ ہیں اس کی نہریں پر ہیں اور رواں ہیں اس کے پھل ذائقہ دار پکے ہوئے اور بکثرت ہیں اس میں خوبصورت حوریں ہیں ان کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں۔ ان کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں۔ وہ سلامتی کا گھر ہے۔ وہ سبز اور تازے پھلوں کا باغ ہے اس کی نعمتیں بکثرت اور عمدہ ہیں اور اس کے محلات بلند بالا اور مزین ہیں۔ یہ سن کر جتنے صحابہ موجود تھے۔ سب نے کہا یا رسول اللہ ہم اس کے لئے تیاریاں کرنے اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا "انشاء اللہ کہو" چنانچہ انہوں نے کہا "ان شاء اللہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنتی اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا۔ یہ اپنا سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور رب فرمائیں گے السلام علیکم یااھل الجنة یہی معنیٰ ہیں اس آیت سلام قولاً من رب رحیم کے جنتی خاص طور سے خدا تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دیکھیں گے۔ اس وقت وہ کسی دوسری نعمت کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ حجاب حائل ہو جائے گا اور نور و برکت ان کے پاس باقی رہ جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں بھی اس دیدار کی نعمت عظمیٰ سے سرفرازی بخشیں۔ اہل جنت کے بعد پھر مجرموں کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں اللہ کے احکام کو جو اس نے اپنے رسول کے ذریعہ انسانوں پر واضح کر دیئے ہیں نہیں مانتے وہ اللہ کے مجرم ہیں۔ پہلے فرمانبردار اطاعت گزار بندوں کا بیان ہوا اس کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے احکام سے منہ موڑنے والے مجرموں سے خطاب کیا جائے گا میدان حشر میں اول جب لوگ اپنی قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو سب گڈمڈ منتشر ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا گیا کانهم جراد منتشر یعنی وہ منتشر ٹڈیوں کے دل کی طرح ہوں گے مگر پھر اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے لوگوں کے گروہ الگ الگ کر دیئے جائیں گے کفار ایک جگہ مومن دوسری جگہ فجار فساق الگ صلحاء اور مقبولین الگ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے واذالنفوس زوجت یعنی جبکہ نفوس جوڑ جوڑ کر دیئے جائیں گے تو مجرموں سے خطاب فرمایا جائے گا کہ اے مجرمو! جنتیوں کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ تمہارا مقام دوسرا ہے جہاں تمہیں رہنا ہوگا۔ جنتیوں پر جس طرح طرح طرح کی نوازشیں ہو رہی ہوں گی۔ اسی طرح جہنمیوں پر طرح طرح کی سختیاں ہو رہی ہوں گی اور ان کو بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ اسی دن کے لئے تم کو انبیاء کی زبانی بار بار سمجھایا گیا تھا کہ شیطان لعین کی

پیروی مت کرنا جو تمہارا صریح دشمن ہے وہ جہنم میں پہنچائے بغیر نہ چھوڑے گا اس کے آگے کبھی نہ جھکنا اور اس سے منہ موڑ کر تم میری عبادت اور فرمانبرداری میں لگے رہنا اور میرے احکام سے ذرا بھی منہ نہ موڑنا۔ بس یہی ایک سیدھا راستہ ہے اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو اسی راستہ پر چلنا لیکن اس کے باوجود تم نے مجھ رحمٰن کی نافرمانی کی۔ تمہارا خالق رازق اور مالک میں اور فرمانبرداری کی جائے میرے راندۂ درگاہ کی۔ میں کہہ چکا تھا کہ ایک میری ہی ماننا اور صرف میری ہی بندگی کرنا لیکن تم الٹے چلے اب یہاں بھی الٹے ہی جاؤ۔ ان نیک بخت اہل جنت کی اور تمہاری راہ الگ الگ ہے۔ وہ جنتی ہیں تم دوزخی ہو۔ آگے انہیں مجرموں کو خطاب جاری ہے۔ جن سے کہا جائے گا کہ افسوس اتنی نصیحت اور فہمائش پر بھی تم کو عقل نہ آئی اور اس ملعون نے ایک خلقت کو گمراہ کر چھوڑا۔ کیا تمہیں اتنی سمجھ نہ تھی کہ دوست دشمن میں تمیز کر سکتے اور اپنے نفع و نقصان کو پہچانتے دنیا کے کاموں میں تو اس قدر ہوشیاری اور ذہانت دکھلاتے تھے مگر آخرت کے معاملہ میں اتنے غبی بن گئے کہ موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی بھی لیاقت نہ رہی اور خواب غفلت میں ایسے سرشار ہوئے کہ آج ہمارے پاس آ کر ہی آنکھ کھلی۔ اب کیا ہو سکتا ہے عمل کا وقت گیا یہ تو بدلہ کا دن ہے اس لئے آج تم اپنے کفر و بددینی اور سرکشی و نافرمانی کے بدلے جہنم میں جاؤ اور اپنی دنیا کی بدمستیوں کی سزا بھگتو۔ تم سے اسی ٹھکانے کا وعدہ کیا گیا تھا سو تم اب اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کی اس ذلت و رسوائی سے مجھے اور آپ کو سب کو بچائیں۔

اب غور کیجئے کہ یہاں جو خطاب حق تعالیٰ نے مجرمین سے فرمایا ہے جس سے بظاہر کفار و منکرین مراد ہیں مگر ہم کیا نام کے مسلمین کے لئے اس تنبیہ و تاکید اور زجر و توبیخ سے جو حق تعالیٰ نے ان آیات میں شیطان کے اتباع کرنے میں فرمائی ہے اور جس کا انجام بتلایا گیا کیا اس میں ہمارے لئے کوئی عبرت و نصیحت نہیں اگر ہمارا حق تعالیٰ کی ذات پاک پر ایمان ہے اور ہم اس قرآن کریم کو حق تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں اور اس پر یقین ہے کہ جو آخرت اور وہاں کی جزا و سزا کے متعلق بتلایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے وہ یقیناً بلا کسی شک و شبہ کے پیش آنا ہے تو ہم میں اگر ایمان و اسلام کے دعوے کے ساتھ کچھ بھی عقل اور فہم موجود ہے تو ہم کیسے جرات و ہمت کرتے ہیں کہ بے باکانہ حق تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی شب و روز کرتے رہیں اور اس طرح اپنے کو مجرمین کے زمرہ میں جان بوجھ کر شامل رکھیں۔ کیا کوئی ایسا بھی اسلام اور ایمان کا دعویدار ہو سکتا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کی رضا و انعام و دیدار کا مقام جنت پسند نہ ہو اور اللہ کے غصہ اور غضب کا مقام جہنم پسند ہو۔ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم شیطان کی اتباع کر کے مولائے کریم کی نافرمانیوں میں پیش پیش ہوں اور پھر سچی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر بھی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہی جہل اور غفلت کے پردوں کو ہمارے دلوں پر سے دور فرمائیں اور اپنی صراط مستقیم پر چلنا ہم کو نصیب فرمائیں اور اپنے کرم سے اہل جنت میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں اور مجرمین کے گروہ میں شامل ہونے سے بچائیں۔

ابھی آگے انہی مجرمین کے متعلق مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں آئے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو اصحاب الجنۃ میں شامل فرما کر اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں اور وہاں کی ابدی راحتوں سے سرفراز فرمائیں اور اپنے دیدار کا شرف نصیب فرمائیں اور مجرموں کے گروہ سے ہم کو علیحدہ رکھیں۔ یا اللہ اس دنیا میں ہماری نفس و شیطان سے حفاظت فرمایئے اور ہم کو اپنے احکام کے موافق زندگی گزار کر اس دنیا سے جانا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کرتے تھے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰی

اور اگر ہم چاہتے تو (دنیا ہی میں) ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کردیتے پھر یہ راستہ کی طرف دوڑتے پھرتے سو ان کو کہاں نظر آتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل ڈالتے

مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّلَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اس حالت سے کہ یہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس سے یہ لوگ نہ آگے کو چل سکتے اور نہ پیچھے کو لوٹ سکتے۔ اور ہم جس کی عمر زیادہ کردیتے ہیں تو اس کو طبعی حالت میں الٹا کردیتے ہیں سو کیا وہ لوگ نہیں سمجھتے

اَلْیَوْمَ آج	نَخْتِمُ ہم مہر لگا دینگے	عَلٰی پر	اَفْوَاهِهِمْ انکے منہ	وَتُكَلِّمُنَآ اور ہم سے بولیں گے	اَیْدِیْهِمْ انکے ہاتھ	وَتَشْهَدُ اور گواہی دینگے
اَرْجُلُهُمْ ان کے پاؤں	بِمَا اس کی جو	كَانُوْا وہ تھے	یَكْسِبُوْنَ کماتے (کرتے تھے)	وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں	لَطَمَسْنَا تو مٹا دیں (ملیامیٹ کردیں)	
عَلٰی پر	اَعْیُنِهِمْ ان کی آنکھیں	فَاسْتَبَقُوا پھر وہ سبقت کریں	الصِّرَاطَ راستہ	فَاَنّٰی تو کہاں	یُبْصِرُوْنَ وہ دیکھ سکیں گے	وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں
لَمَسَخْنٰهُمْ ہم مسخ کردیں انہیں	عَلٰی پر۔ میں	مَكَانَتِهِمْ ان کی جگہیں	فَمَا اسْتَطَاعُوْا پھر نہ کرسکیں	مُضِیًّا چلنا	وَلَا یَرْجِعُوْنَ اور نہ وہ لوٹیں	وَمَنْ اور جس
	نُعَمِّرْهُ ہم عمر دراز کردیتے ہیں	نُنَكِّسْهُ اوندھا کردیتے ہیں	فِی الْخَلْقِ خلقت (پیدائش) میں	اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ تو کیا وہ سمجھتے نہیں؟		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں مجرمین کے متعلق بیان ہوا تھا کہ یوم محشر میں ان سے اس طرح خطاب ہوگا کہ اے اولاد آدم کیا تم کو تاکید دنیا میں نہیں کردی گئی تھی کہ خبردار شیطان کے کہنے میں نہ آنا اور اللہ ہی کی عبادت میں لگے رہنا مگر تم کچھ نہ سمجھے اور کفر و گمراہی میں پڑے رہے۔ تو اب یہ جہنم جس کا وعدہ کیا جاتا تھا اب اس کا مزہ چکھو اور اس میں داخل ہو۔ انہی مجرمین کے متعلق آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن یہ مجرم اگر اپنے جرم کا انکار بھی کریں تو ان کا انکار کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ان مجرمین کا منہ تو مہر لگا کر بند کردیا جائے گا اور ان کے ہاتھ پیر آنکھ کان ان کی زبانیں اور ان کی کھالوں کو حکم ہوگا کہ تم بولو اس مجرم نے تمہاری مدد سے کیا کیا برے کام کیے۔ حکم پاتے ہی ہاتھ پیر وغیرہ بولنا شروع کردیں گے۔ یہ حکم ان مجرمین کے معاملہ میں دیا جائے گا جو اپنے جرائم کا اقبال کرنے سے انکار کریں گے۔ گواہوں کو بھی جھٹلا دیں گے۔ نامۂ اعمال کی صحت بھی تسلیم نہ کریں گے اور قسمیں کھالیں گے کہ ہم نے یہ گناہ اور جرم دنیا میں نہیں کیے تھے تب اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ اچھا منہ بند کرو اور سنو کہ تمہارے اعضائے بدن تمہارے کرتوتوں کی کیا روداد سناتے ہیں اور تمہارے جرموں کی کیا شہادت دیتے ہیں۔ اس وقت بدن کے اعضاء سچی سچی گواہی دینا شروع کردیں گے۔ مثلاً ہاتھ کہیں گے کہ اس نے ہم سے مارنے پیٹنے اور دوسروں پر ظلم و ستم کرنے کا کام لیا۔ چوری کا مال چھینا اور یہ یہ ناجائز کام کیے۔ اسی طرح پاؤں کہیں گے کہ یہ فلاں فلاں بری جگہوں پر گیا ناچ گانے اور رقص و سرور اور بیکار باتوں کی مجلسوں میں پہنچا اور فلاں فلاں ناجائز کاموں کی طرف چل کر گیا۔ یہاں آیت میں تو صرف تکلمنآ ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون فرمایا یعنی ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جنہیں وہ دنیا میں کرتے تھے مگر قرآن پاک میں دوسرے مقامات پر بتایا گیا ہے کہ بدن کے دوسرے اعضاء بھی گواہی دیں گے کہ وہ ان سے دنیا میں کیا کام لیتے

رہے ہیں مثلاً سورۂ نور اٹھارویں پارہ ۲۴ ویں آیت میں فرمایا گیا۔

"اس دن ان کے خلاف گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے پیران کاموں کی جو یہ کیا کرتے تھے۔"

سورۂ حم سجدہ ۲۴ ویں پارہ میں ارشاد ہے......"تو ان کے کانٔ اوران کی آنکھیں اوران کی جلدیں ان پران کے اعمال کی گواہی دیں گے اور وہ لوگ اپنی اپنی جلد سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دے دی؟......"

مسلم شریف کی ایک حدیث ہے حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ یکایک ہنسے پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔فرمایا میں بندہ اور خدا کے درمیان منہ در منہ گفتگو ہونے کا خیال کر کے ہنسا قیامت کے دن بندہ اپنے پروردگار سے کہے گا کہ کیا آپ نے مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں دی ہے تو پھر یہ کہے گا کہ میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔بس میرا بدن تو میرا ہے باقی سب میرے دشمن ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا یونہی سہی تو ہی اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتہ گواہ نہ سہی۔چنانچہ اسی وقت اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اعضاء بدن سے فرمایا جائے گا کہ بولو تم خود ہی گواہی دو کہ اس نے تم سے کیا کیا کام لئے؟ وہ صاف صاف کھول کھول کر سچ سچ ایک ایک بات بتلادیں گے۔پھر اس مہر کو جو منہ پر لگائی گئی تھی توڑ دیا جائے گا اور بندہ بدستور سابق باتیں کرنے لگے گا اور اپنے اعضاء سے کہے گا تمہارا ستیاناس ہو جائے تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے میں تو تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کررہا تھا۔علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ساتھ ہی ایک دوسری حدیث مومن سے حساب لئے جانے کے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومن کو بلاکر اس کے گناہ اس کے سامنے پیش کر کے فرمائے گا کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ مومن بندہ کہے گا ہاں خدایا سب درست ہے۔بے شک مجھ سے یہ خطائیں سرزد ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا ہم نے سب بخش دیں لیکن یہ گفتگو اس طرح ہوگی کہ کسی ایک اور کو بھی اس کا مطلق علم نہ ہوگا۔اس کا ایک گناہ بھی مخلوق میں سے کسی پر ظاہر نہ ہوگا۔اب اس کی نیکیاں لائی جائیں گی اور کھول کھول کر ساری مخلوق کے سامنے جتا جتا کر رکھی جائیں گی ان دونوں احادیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن کثیرؒ حالات حشر سے اتنے متاثر ہوئے کہ حق تعالیٰ سے مناجات فرمانے لگے۔ہم بھی اسی مناجات کو یہاں دہراتے ہیں اور علامہ کے پردرد الفاظ میں مولائے کریم سے فریاد کرتے ہیں۔"اے ستار العیوب! اے غفار الذنوب!! تو ہم گنہگاروں کی بھی پردہ پوشی فرمالے اور ہم مجرموں سے بھی درگزر فرمادے۔خدایا اس دن ہمیں ذلت و رسوائی سے بچائیے گا اور اپنے دامن رحمت سے ہمیں ڈھانپ لیجئے گا۔اے ذرہ نواز خدا اپنی بے پایاں بخشش کی موسلا دھار بارش کا ایک قطرہ ادھر بھی برسادے جو ہمارے تمام گناہوں کو دھو کر صاف کردے پروردگار ایک نظر کرم و رحمت ادھر بھی۔یا مالک الملک ہم بھی تیری چشم رحمت کے منتظر ہیں۔اے غفور الرحیم خدا کیا تیرے در سے بھی کوئی سوالی خالی جھولی لے کر نا امید ہوکر آج تک لوٹا ہے؟ اپنا کرم کر دے۔اے مالک و خالق رحم فرمادے۔اپنے انتقام سے بچالے۔اپنے غصہ سے نجات دے دے۔اپنی رحمتوں سے نواز دے۔اپنے عذابوں سے چھٹکارا دے دے۔اے مولا اپنی جنت میں پہنچادے اور اپنے دیدار کی دولت سے مشرف فرمادے"۔یا اللہ ہمیں یقین ہے کہ آپ نے اپنے کرم سے یہ دعا اپنے مقبول ولی حضرت علامہ کے حق میں ضرور قبول فرمائی ہوگی۔یا اللہ انہیں کے اتباع اور نقل میں ہمارے حق میں بھی اس دعا کو قبول فرمالیجئے۔آمین۔

یہاں ان آیات میں میدان حشر کا نقشہ کھینچنے کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ جیسے ان منکرین و مکذبین نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے دنیا

میں آنکھیں بند کر لی ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو دنیا ہی میں بطور سزا کے ان کی ظاہر بینائی چھین کر نپٹ اندھا کر دیں کہ پھر ادھر ادھر چلنے کا انہیں راستہ بھی نہ سوجھے اور جس طرح یہ لوگ شیطانی راستوں سے ہٹ کر اللہ کی راہ پر چلنا نہیں چاہتے تو اللہ کو قدرت ہے کہ ان کی صورتیں بگاڑ کر بالکل اپاہج بنا دیں کہ پھر یہ کسی ضرورت کے لئے اپنی جگہ سے نہ ہل سکیں۔ پر اللہ نے ایسا نہ چاہا اور ان جوارح وقویٰ سے ان کو محروم نہ کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت اور ڈھیل ہے۔ اور یہ آنکھیں چھین لینا اور صورت بگاڑ کر اپاہج بنا دینا کچھ قابل تعجب اور بعید مت سمجھو۔ دیکھتے نہیں ایک تندرست اور مضبوط آدمی زیادہ بوڑھا ہو کر کس طرح سننے اور چلنے پھرنے سے معذور کر دیا جاتا ہے گویا بچپن میں جیسا کمزور و ناتواں اور دوسروں کے سہارے کا محتاج تھا بڑھاپے میں پھر اسی حالت کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے۔ تو کیا جو خدا پیرانہ سالی کی حالت میں ان کی قوتیں سلب کر لیتا ہے جوانی میں نہیں کر سکتا؟ کیا اس تغیر اور تبدل کو دیکھ کر لوگ سمجھتے نہیں کہ انسانوں کے وجود کی باگ ڈور حق تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے وہ جب چاہے انسان کی صورت اور ہیئت کو تبدیل کر سکتا ہے۔ کیا ان کفار کو اتنی عقل نہیں کہ یہ سمجھتے کہ جو خدا صورت بنانے پر قادر ہے وہی خدا صورت کے بدلنے پر بھی قادر ہے اور جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان وحیوان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے زیر تصرف ہے۔ قدرت کا عمل اس میں مسلسل جاری ہے۔ ایک گندے اور ناپاک قطرہ سے اس کا وجود شروع ہوا۔ نو ماہ بطن مادر میں رکھ کر اور اس کی تربیت فرما کر اور اس میں روح ڈال کر جیتا جاگتا انسان بنا کر اس کو دنیا میں لایا گیا پھر اس کو تدریجی توانائی ملی اور جوان ہونے پر اس کے سب قویٰ مضبوط ہو گئے بالآخر جب بڑھاپا شروع ہوا تو سب طاقتوں اور قوتوں میں کمی شروع ہو گئی حتیٰ کہ اخیر عمر میں شنوائی اور بینائی کی طاقتیں بھی جواب دینے لگیں اور نکما اور اپاہج بنا دیا گیا تو انسان کے وجود میں یہ انقلابات قدرت حق تعالیٰ شانہ کا عجیب وغریب مظہر ہی تو ہے جس کی طرف غافل انسانوں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ خدا کی قدرت پر نظر کریں اور اس سے ڈر کر اس کی اطاعت اختیار کریں۔

اب یہاں تک جو توحید و رسالت قیامت و آخرت جزا و سزا جنت و دوزخ اور حکمت اور عقل و دانائی اور نصیحت و موعظت کا قرآن کریم میں بیان ہوا تو کفار و منکرین ان باتوں کو محض شاعرانہ تخیلات قرار دے کر بے وزن ٹھہرانے کی کوشش کرتے اسلئے آگے بتلایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر و شاعری سے کوئی تعلق اور نسبت ہی نہیں اور یہ قرآن کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں بلکہ یہ خالص نصیحت اور آسمانی کتاب ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی رحمت سے ہمیں معاف فرما دیجئے۔ اور ہم کو اس زندگی میں اپنی مرضیات کے اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے اور مرتے دم تک ہمارے اعضاء جوارح کو اپنی عبادت و طاعت میں ظاہراً و باطناً مشغول رکھئے اور زندگی کے ہر لحہ میں ہمیں آخرت کی تیاری کا ذکر و فکر نصیب فرمائیے۔ یا اللہ ہم سے جو تقصیرات گذشتہ میں سرزد ہو چکی ہیں ہم کو ان کی تلافی کی توفیق عطا فرمائیے۔ تاکہ ہم میدان حشر میں آپ کی مغفرت و رحمت کے مورد بن جائیں اور آپ کی رضا کے مقام جنت میں بغیر کسی مواخذہ کے پہنچ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ (۶۹) لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا

اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کیلئے شایان بھی نہیں وہ تو محض نصیحت اور ایک آسمانی کتاب ہے جو احکام کو ظاہر کرنے والی ہے۔ تا کہ ایسے شخص کو ڈراوے جو زندہ ہو

وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ (۷۰) اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا

اور تا کہ کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہوجاوے۔ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے (نفع کے) لئے اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مواشی پیدا کئے

فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ (۷۱) وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ (۷۲) وَ لَهُمْ فِیْهَا

پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے ہیں۔ اور ہم نے ان مواشی کو ان کا تابع بنادیا سو ان میں بعضے تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں۔ اور ان میں ان لوگوں کے

مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ (۷۳) وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ (۷۴) ؕ

اور بھی منافع ہیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں۔ سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے۔ اور انہوں نے خدا کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں اس امید پر کہ ان کو مدد ملے۔

لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (۷۵) فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا

(لیکن) وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ ان کے حق میں ایک فریق (مخالف) ہو جاویں گے جو حاضر کئے جاویں گے۔ تو ان لوگوں کی باتیں آپ کے لئے آزردگی کا باعث نہ ہونا چاہئے بیشک ہم سب جانتے ہیں

یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ (۷۶)

جو کچھ یہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ اور ہم نے نہیں سکھایا اس کو	الشِّعْرَ شعر	وَ اور	مَا یَنْۢبَغِیْ نہیں شایان	لَهٗ اس کیلئے	اِنْ نہیں	هُوَ وہ یہ	اِلَّا مگر	ذِكْرٌ نصیحت
وَّ اور	قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ قرآن واضح	لِّیُنْذِرَ تا کہ (آپ) ڈرائیں	مَنْ جو	كَانَ ہو	حَیًّا زندہ	وَ اور	یَحِقَّ ثابت ہوجائے	الْقَوْلُ بات حجت
عَلَى پر	الْكٰفِرِیْنَ جمع کافر	اَوَلَمْ یَرَوْا کیا وہ نہیں دیکھتے؟	اَنَّا خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	لَهُمْ ان کیلئے	مِّمَّا اس سے جو			
عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا بنایا اپنے ہاتھوں (قدرت) سے	اَنْعَامًا چوپائے	فَهُمْ پس وہ	لَهَا ان کے	مٰلِكُوْنَ مالک ہیں	وَ ذَلَّلْنٰهَا اور ہم نے فرمانبردار کیا انہیں			
لَهُمْ ان کیلئے	فَمِنْهَا پس ان سے	رَكُوْبُهُمْ ان کی سواری	وَ مِنْهَا اور ان سے	یَاْكُلُوْنَ وہ کھاتے ہیں	وَ لَهُمْ اور ان کیلئے	فِیْهَا ان میں		
مَنَافِعُ فائدے	وَ مَشَارِبُ اور پینے کی چیزیں	اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ کیا پھر وہ شکر نہیں کرتے؟	وَ اتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنالئے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا				
اٰلِهَةً اور معبود	لَّعَلَّهُمْ شاید وہ	یُنْصَرُوْنَ مدد کئے جائیں	لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ وہ نہیں کرسکتے	نَصْرَهُمْ ان کی مدد	وَ هُمْ اور وہ	لَهُمْ ان کیلئے		
جُنْدٌ لشکر	مُّحْضَرُوْنَ حاضر کئے جائیں گے	فَلَا یَحْزُنْكَ پس آپ کو مغموم نہ کرے	قَوْلُهُمْ ان کی بات	اِنَّا نَعْلَمُ بیشک ہم جانتے ہیں				
مَا یُسِرُّوْنَ جو وہ چھپاتے ہیں	وَمَا اور جو	یُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں						

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں قیامت و آخرت کا ذکر تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اہل جنت کو وہاں کیسے کیسے آرام و راحت نصیب ہوں گے اور ساتھ ہی منکرین کو جہنم کے کیسے سخت عذاب ہوں گے۔ تو موت کے بعد کی زندگی اور عالم آخرت میں جنت و جہنم اور وہاں دنیا کے کاموں کی جزا و سزا کا ملنا یہ سب منکرین و مکذبین کے نزدیک من گھڑت بناوٹی اور خیالی باتیں تھیں اور ان باتوں کو شاعرانہ تخیلات اور خیالی تک بندیاں قرار دے کر ان کو بے وزن ٹھہراتے

اس کے جواب میں ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں سناتے ہیں اور بیان کرتے ہیں یہ سب حقائق واقعیہ ہیں۔ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں ہم نے جو قرآن اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے وہ آسمانی نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے یہ کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں کہ جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تک بندیاں ہوں بلکہ آپ کو تو فطری طور پر اس فن شعر و شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یوں کسی موقع پر کبھی ایک آدھ مرتبہ زبان مبارک سے مقفیٰ عبارت نکل کر بے ساختہ شعر کے ڈھانچہ میں ڈھل گئی ہو وہ الگ بات ہے۔ اسے شاعری یا شعر کہنا نہیں کہتے۔ غرض کہ آپ کی طبیعت شریفہ کو شاعری سے نسبت ہی نہیں دی گئی تھی کیونکہ یہ آپ کے منصب جلیل کے لائق نہ تھی۔ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدوں ادنیٰ ترین غلو اور کذب کے روشناس کرانا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا کیونکہ شاعریت کا حسن و کمال کذب و مبالغہ خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں تو شعر و شاعری کو قرآن سے اور رسول سے کیا نسبت؟ اللہ کے رسول تو جو کلام سناتے ہیں اس میں سراسر نصیحت اور انسانی خیر خواہی کے سوا کچھ نہیں وہ لوگوں کو حقیقی اور اصلی باتیں بتاتے ہیں اور وہ قرآن سناتے کہ جس میں انسان کی بھلائی کی ساری باتیں جمع کر دی گئی ہیں تا کہ وہ ہر اس شخص کو جو زندہ دل ہو اور سوچنے سمجھنے والا انسان ہو اس کو خبردار کر دیں اور منکرین پر حجت قائم ہو جائے کہ قیامت کے دن وہ یہ عذر نہ کر سکیں گے کہ ہمیں کسی نے نہیں سمجھایا اور نہیں بتلایا آگے بتلایا جاتا ہے کہ انسان اگر غور کرے تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ کا اقرار نہ کرے دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جن سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ اس نے خود نہیں بنائیں اور نہ اس کے کسی ہم جنس نے انہیں تیار کیا۔ آخر سوچنے کی بات ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا اور بنانے والا اللہ کے سوا کون ہے؟ مثال کے طور پر یہ اونٹ گھوڑے گائے بکری گدھے خچر وغیرہ جانوروں کو انسانوں نے نہیں بنایا۔ اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا۔ پھر انسانوں کو اپنے فضل سے ان کا مالک بنا دیا کہ ان سے جو چاہے کام لو۔ دیکھو کتنے بڑے عظیم الجثہ قوی ہیکل جانور اس ضعیف انسان کے سامنے عاجز و مسخر کر دیئے۔ سینکڑوں اونٹوں کی قطار کو ایک چھوٹا سا بچہ نکیل پکڑ کر جدھر چاہے لے جائے ذرا کان نہیں ہلاتے۔ کیسے کیسے شہ زور جانوروں پر آدمی سواری کرتا ہے اور بعض کو ذبح کر کے اپنی غذا بناتا ہے۔ علاوہ گوشت کھانے کے ان کی کھال ہڈی اون وغیرہ سے کس قدر فوائد حاصل کیئے جاتے ہیں ان کے تھن کیا ہیں گویا دودھ کے چشمے ہیں کہ کتنے آدمی سیراب ہوتے ہیں لیکن شکر گزار بندے اس کے تھوڑے ہی ہیں ورنہ اکثر عقل سے کام نہیں لیتے کہ اپنے رب اور منعم حقیقی کو اس کی نشانیاں اور انعامات و احسانات دیکھ کر پہچانیں اور اس کے رسول کی باتیں سنیں اور جو وہ کہیں وہ کریں۔ جس خدا نے یہ نعمتیں عطا فرمائیں اس کا شکر ادا کیا تو یہ کیا کہ اس کے مقابل دوسرے معبود اور حاکم ٹھہرا لئے جنہیں سمجھتے ہیں کہ اڑے وقت میں کام آدیں گے اور مدد کریں گے سو یاد رکھو وہ تمہاری تو کیا اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں جب تم کو مدد کی ضرورت ہو گی تو اس وقت گرفتار ضرور کرا دیں گے تب پتہ چلے گا کہ جن کی حمایت میں عمر بھر لڑتے رہے وہ آج کس طرح آنکھیں دکھانے لگے۔ ہر جھوٹے معبود کے پوجنے والے اس کی شکست خوردہ فوج کی طرح پکڑے ہوئے آئیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنے باطل معبودوں سے کہو کہ تمہیں عذاب الٰہی سے بچا لیں۔ اس وقت وہ فرضی معبود سب کانوں پر ہاتھ رکھیں گے کہ ہم ان کے خدا ہرگز نہیں اور نہ ہم نے کہا تھا کہ ہمیں خدا مانو تو آج یہ جانیں اور ان کا کام ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں اس وقت ان مشرکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو گی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خود ہمارے ساتھ ان مشرکین کا یہ معاملہ ہے تو اگر آپ کی بات نہ مانیں تو آپ اس سے غمگین اور دلگیر نہ ہوں اپنا فرض ادا کر کے ان کو ہمارے حوالہ کریں۔ ہم ان کے ظاہری و باطنی احوال سے خوب واقف ہیں ٹھیک ٹھیک بھگتان کر دیں گے۔

اب سورۃ کے اخیر میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر استدلال فرمایا جاتا ہے اور اس کے لئے عقلی دلیل دی جاتی ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ

کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا۔ اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا

خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ

کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہوگئی ہوں کون زندہ کرے گا۔ آپ جواب دے دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں پیدا کیا ہے اور وہ

بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿۷۹﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ

سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ اور ایسا (قادر) ہے کہ ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کردیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو۔

تُوقِدُونَ ﴿۸۰﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ

اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو (دوبارہ) پیدا کردے ضرور قادر ہے

وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿۸۱﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحَانَ الَّذِي

اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا پس وہ ہوجاتی ہیں۔ تو اس کی پاک ذات ہے

بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۳﴾

جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

اَوَ کیا	لَمْ یَرَ نہیں دیکھا	الْاِنْسَانُ انسان	اَنَّا خَلَقْنٰهُ کہ ہم نے پیدا کیا اس کو	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	فَاِذَا پھر ناگہاں	هُوَ وہ	خَصِیْمٌ جھگڑالو		
مُبِیْنٌ کھلا	وَضَرَبَ اور اس نے بیان کی	لَنَا ہمارے لئے	مَثَلًا ایک مثال	وَنَسِیَ اور بھول گیا	خَلْقَهٗ اپنی پیدائش	قَالَ کہنے لگا			
مَنْ یُّحْیِ کون پیدا کریگا	الْعِظَامَ ہڈیاں	وَهِیَ جبکہ وہ	رَمِیْمٌ گل گئیں	قُلْ فرمادیں	یُحْیِیْهَا اسے زندہ کرے گا	الَّذِیْ وہ جس نے			
اَنْشَاَهَا اسے پیدا کیا	اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار	وَهُوَ اور وہ	بِكُلِّ ہر طرح	خَلْقٍ پیدا کرنا	عَلِیْمٌ جاننے والا	الَّذِیْ جس نے	جَعَلَ پیدا کیا		
لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ سے	الشَّجَرِ درخت	الْاَخْضَرِ سبز	نَارًا آگ	فَاِذَا پس اب	اَنْتُمْ تم	مِنْهُ اس سے	تُوْقِدُوْنَ سلگاتے ہو	
اَوَ کیا	لَیْسَ نہیں	الَّذِیْ وہ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	بِقٰدِرٍ قادر	عَلٰی پر	اَنْ کہ	یَّخْلُقَ وہ پیدا کرے
مِثْلَهُمْ ان جیسا	بَلٰی ہاں	وَهُوَ اور وہ	الْخَلّٰقُ بڑا پیدا کرنے والا	الْعَلِیْمُ دانا	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	اَمْرُهٗ اس کا کام	اِذَا جب		
اَرَادَ شَیْئًا وہ ارادہ کرے کسی شے کا	اَنْ کہ	یَّقُوْلَ وہ کہتا ہے	لَهٗ اس کو	كُنْ ہوجا	فَیَكُوْنُ تو وہ ہوجاتی ہے	فَسُبْحٰنَ سو پاک ہے	الَّذِیْ وہ جس		
بِیَدِهٖ اسکے ہاتھ میں	مَلَكُوْتُ بادشاہت	كُلِّ شَیْءٍ ہر شے	وَاِلَیْهِ اور اسی کی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے					

تفسیر و تشریح: یہ سورۃ یٰس شریف کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ تیسرے رکوع کے اخیر میں کفار کا ایک اعتراض نقل فرمایا گیا تھا ویقولون متیٰ هذا الوعد ان کنتم صٰدقین یعنی وہ کہتے تھے کہ یہ قیامت کی دھمکی کب پوری ہوگی؟ بتاؤ اگر تم سچے ہو؟ ان کا یہ سوال کچھ اس غرض کے لئے نہ تھا کہ وہ قیامت کے آنے کی تاریخ معلوم کرنا چاہتے تھے بلکہ اس بناء پر تھا کہ وہ مرنے کے بعد انسانوں کو دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کو بعید از امکان اور بعید از عقل سمجھتے

تھے۔ تو اوپر اس سوال کے جواب میں قیامت کے عبرتناک منظر کا نقشہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا کہ جس قیامت کا منکرین انکار کر رہے ہیں وہ ایسے شان اور ان حالات کے ساتھ آ کر رہے گی۔ ان کے اسی سوال کے جواب میں قیامت اور حشر و نشر کے اب دلائل ارشاد ہو رہے ہیں۔

مفسرین نے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی روایت سے لکھا ہے کہ اس موقع پر کفار مکہ کے سرداروں میں سے ایک شخص قبرستان سے کسی مردہ کی ایک بوسیدہ ہڈی لئے ہوئے آ گیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسے چورا کر کے اس کے اجزا کو ہوا میں اڑا کر آپ سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ مردے پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے بتاؤ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اس کا جواب فوراً ان آیات کی صورت میں دیا گیا اور بتلایا گیا کہ اس انسان کو یہ نہیں سوجھتا کہ پہلے یہ کیا تھا؟ اس کو اپنی اصلیت یاد نہیں کہ وہ ایک ناچیز قطرہ تھا جس کو خدا نے کیا سے کیا بنا دیا۔ اس قطرہ کو اس کی ماں کے پیٹ میں پرورش کیا اور یہ جیتا جاگتا انسان بن گیا۔ پھر ماں کے پیٹ سے نکل کر بھی اس کی پرورش کا سامان کر دیا پھر رفتہ رفتہ یہ اس قابل ہوا کہ اس کو زور اور قوت گویائی عطا کی کہ بات بات پر جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا اور اپنی ناچیز اصلیت کو بھول گیا۔ حتیٰ کہ آج اپنی حد سے بڑھ کر اپنے خالق و رازق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا اور خدا پر کیسے فقرے چسپاں کرتا ہے گویا اس قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح فرض کر لیا ہے جو کہتا ہے کہ جب بدن گل سڑ کر صرف ہڈیاں رہ گئیں وہ بھی بوسیدہ پرانی اور کھوکھری تو انہیں دوبارہ کون زندہ کرے گا۔ ایسا سوال کرتے وقت اسے اپنی پیدائش یاد نہیں رہی ورنہ اس قطرۂ ناچیز نطفہ حقیر سے پیدا ہونے والے کو ایسے الفاظ کی جرات نہ ہوتی۔ بہرحال اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے سوال کے جواب میں کہہ دیجئے کہ جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی اسے دوسری بار جان ڈالنا کیا مشکل ہے بلکہ پہلے سے زیادہ آسان ہونا چاہئے اور اس قادر مطلق کے لئے تو سبھی چیز آسان ہے۔ پہلی مرتبہ ہو یا دوسری مرتبہ وہ ہر طرح بنانا جانتا ہے اور بدن کے اجزاء اور ہڈیوں کے ریزے جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہوں ان کا ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ بعض ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے اور تم پھر اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو؟ چنانچہ عرب میں ایک درخت تھا جس کو مرخ کہتے تھے اور دوسرا درخت جس کو عفار کہتے تھے ان سے اہل عرب چقماق کا کام لیتے تھے۔ ان دونوں درختوں کی ہری بھری ٹہنیاں مثل مسواک کے لے کر اہل عرب ایک دوسرے پر مارتے تھے تو ان سے آگ جھڑنے لگتی تھی۔ قدیم زمانہ میں عرب کے بدوی آگ جلانے کے لئے یہی طریقہ استعمال کرتے تھے تو جس قادر کو ہرے درخت سے آگ پیدا کرنا مشکل نہیں اسے بوسیدہ ہڈی سے دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ جس خدا نے یہ عظیم الشان آسمان بنا کر کھڑے کر دیئے اور زمین کو پیدا کر دیا اسے ان کافروں جیسی چھوٹی چیز کا دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ اس کی قدرت تو ایسی ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا۔ وہ فوراً ہو جاتی ہے ایک سیکنڈ کی تاخیر نہیں ہو سکتی تو اس صورت میں مرے ہوؤں کو دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔ ان سب مقدمات و دلائل سے ثابت ہو گیا کہ اس کی ذات پاک ہے اور وہ اعلیٰ ترین ہستی ہے جس کے دست قدرت میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے یعنی وہ کسی طرح کے عجز وغیرہ کے نقص سے بالکل پاک و منزہ ہے فی الحال بھی تمام مخلوقات کی زمام حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے اور آئندہ بھی سب کو لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے یعنی خاتمہ کلام پر والیہ ترجعون فرما کر نتیجہ کے طور پر ثابت فرما دیا گیا کہ حشر ضرور برپا ہو گا۔ مرنے کے بعد سب کو زندہ ہونا ہے اور خدا تعالیٰ کے سامنے سب کو کھڑا ہونا ہے۔

ان آیات کے تحت علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی بات تو ان آیات سے اور دوسری قرآنی آیات و احادیث میں جس معاد اور حشر و نشر کی خبر دی گئی ہے یہ معلوم ہوئی کہ وہ حشر جسمانی ہے اسی جسم انسانی کی بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ زندہ کی جائیں گی اور روح کا دوبارہ تعلق انہی اجزاء ترابیہ کے ساتھ ہو گا جن سے دنیاوی جسم مرکب ہے۔ یعنی اسی بدن عنصری کے ساتھ علی وجہ الکمال والاتمام انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور حشر کے بعد جو جسم عطا ہو گا وہ ہو بہو پہلے جسم کے پورا مشابہ ہو گا جو اس کو دنیا میں حاصل تھا اور اسی حشر جسمانی پر تمام انبیاء و مرسلین کا اور تمام صحابہ و تابعین کا اور تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے جبکہ فلاسفہ معاد جسمانی کے منکر ہیں اور معاد روحانی کے قائل ہیں۔

یہاں ان خاتمہ کی آیات میں منکرین حشر و نشر کے شبہات کا جو مکمل مفصل اور مدلل جواب دیا گیا ہے وہ چار دلائل پر مبنی ہے:-

پہلی دلیل بعث بعد الموت یعنی دنیا میں مرکر دوبارہ زندہ ہونے کی یہ دی گئی کہ جس علیم وحکیم وقدیر خدا نے انسان کو دنیا میں ایک حقیر ناپاک اور گندے قطرہ سے پیدا کیا جو بظاہر ایک بے روح چیز ہے اور اس میں ہوش وحواس اور اعضاء وجوارح کچھ بھی نظر نہیں آتے۔ پس جب انسان قدرت الٰہی سے پیدا اور زندہ ہو گیا حالانکہ وہ اس سے پہلے کچھ نہ تھا تو وہی قادر انسان کے مرنے کے بعد بھی گلی اور سڑی ہڈیوں کے متفرق ریزوں کو جمع کر کے اس کو دوبارہ زندہ کر سکتا ہے پہلی بار پیدا کرنا اور دوسری بار پیدا کرنا خدا کی قدرت کے اعتبار سے سب برابر ہے۔

دوسری دلیل یہ دی گئی کہ جو قادر خدا تمہارے لئے سرسبز اور ہرے بھرے درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے اور ایک ضد سے دوسری ضد پیدا کر سکتا ہے کہ آگ اور پانی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور مرخ اور عفار کی دو سرسبز ٹہنیوں سے جن سے پانی ٹپکتا ہو آپس میں رگڑنے سے آگ نکل پڑتی ہے تو وہی خدا دوسری بار انسان کو گلی سڑی ہڈیوں سے بھی پیدا کر سکتا ہے۔

تیسری دلیل یہ دی گئی کہ وہ خدا جس نے آسمان اور زمین جیسے اجسام عظیمہ پیدا کئے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک پانچ فٹ کے انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے۔

چوتھی دلیل یہ دی گئی کہ جس خدا کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اس کا صرف یہ کہنا کافی ہے کہ ''ہوجا'' بس وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے اور عدم سے نکل کر وجود میں آ جاتی ہے پس جو خدا اس غیر محدود قدرت کا مالک ہو اسے روئے زمین کے انسانوں کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خداتعالیٰ کا علم وقدرت ہر ہر ذرہ کو محیط ہے۔ تو جس نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو پہلی بار وجود عطا کیا اور زندگی بخشی اور جب تک چاہا اس کو زندہ رکھا اسی طرح مرنے کے بعد جب چاہے گا اس کو زندہ کر دے گا۔ اس لئے کہ وہ اس کے ہر ہر ذرہ کو خوب جانتا ہے جہاں وہ متفرق پڑا ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے (گذشتہ امتوں میں سے) اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی (اور بڑا ظلم کیا کہ اللہ کی نافرمانی والی زندگی گزارتا رہا) جب اس کی موت کا وقت آیا تو (اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر کے اس پر اللہ کے خوف کا بہت زیادہ غلبہ ہوا اور آخرت کے برے انجام سے وہ بہت ڈرا۔ یہاں تک کہ) اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا کر راکھ کر دینا پھر تم میری اس راکھ میں سے آدھی تو کہیں خشکی میں بکھیر دینا اور آدھی کہیں دریا یا سمندر میں بہا دینا۔ خدا کی قسم اگر اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا سخت عذاب دے گا جو دنیا جہان میں کسی کو بھی نہ دے گا۔ اس کے بعد جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا (یعنی جلا کر اس کی راکھ کو کچھ خشکی میں ہوا میں اڑا دیا اور کچھ پانی میں بہا دیا) پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے خشکی اور تری سے اس کے اجزاء جمع ہوئے (اور اس کو دوبارہ زندہ کیا گیا) پھر اس سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا اے میرے مالک! تو خوب جانتا ہے کہ تیرے ڈر سے ہی میں نے ایسا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کی بخشش کا فیصلہ فرما دیا شارحین نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کسی زمانے کے جس شخص کا یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے وہ بیچارہ خدا کی شان اور اس کی صفات سے بھی ناواقف تھا اور اعمال بھی اچھے نہ تھے لیکن مرنے سے پہلے اس پر خدا کے خوف کی کیفیت اتنی غالب ہوئی کہ اس نے اپنے بیٹوں کو ایسی جاہلانہ وصیت کر دی اور بیچارہ سمجھا کہ میری راکھ کے اس طرح خشکی وتری میں منتشر ہو جانے کے بعد میرے پھر زندہ ہونے کا کوئی امکان نہ رہے گا۔ لیکن اس جاہلانہ غلطی کا منشا اور سبب چونکہ خدا کا خوف اور اس کے عذاب کا ڈر تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے کرم نے اس کو بھی معاف کر دیا اور اس کو بخش دیا۔ (معارف الحدیث جلد دوم صفحہ ۴۶-۴۷)

غرض یہ کہ خداتعالیٰ نے جس کو عقل سلیم دی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ خداتعالیٰ ہزار بار پیدا کرنے اور ہزار بار موت دینے اور ہزار بار پھر زندہ کرنے پر قادر ہے اور یہ امر خدا کی قدرت کاملہ کے اعتبار سے نہ محال ہے اور نہ بعید ہے۔ الحمدللہ اس درس پر سورۂ یٰسین شریف کا بیان ختم ہوا جس میں ۵ رکوع تھے۔ اس کے بعد اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔ انشاءاللہ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَانِ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۭ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۭ﴿۵﴾

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا

وَ قسم	الصّٰٓفّٰتِ صف باندھنے والے	صَفًّا پرا جما کر	فَالزّٰجِرٰتِ پھر ڈانٹنے والے	زَجْرًا جھڑک کر	فَالتّٰلِيٰتِ پھر تلاوت کرنے والے	ذِكْرًا ذکر (قرآن)	
اِنَّ بیشک	اِلٰهَكُمْ تمہارا معبود	لَوَاحِدٌ البتہ ایک	رَبُّ پروردگار	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو انکے درمیان	
			وَرَبُّ اور پروردگار	الْمَشَارِقِ مشرقوں			

تفسیر وتشریح

الحمدللہ قرآن کریم کی پانچ منزلوں کا بیان سورۂ یٰسین پر ختم ہوگیا تھا۔ اب چھٹی منزل کی ابتداء ۲۳ویں پارہ کی سورۂ صٰفّٰت سے ہو رہی ہے جس کی چند ابتدائی آیات اس وقت زیر تفسیر ہیں۔ ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام نزول خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ابتدا ہی لفظ والصّٰفّٰت سے ہوئی ہے۔ صفت کے معنیٰ ہیں صف باندھنے والے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام علامت کے طور پر صٰفّٰت مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۷ویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۰ ہے یعنی ۴۹ سورتیں مکہ معظمہ میں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۶۴ سورتیں اس سورۃ کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۱۸۲ آیات ۵ رکوعات ۸۷۳ کلمات اور ۳۹۵۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں عقائد سے متعلق مضامین توحید رسالت آخرت وغیرہ خاص طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ جس وقت اس سورۃ کا نزول ہوا ہے وہ وہ وقت تھا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید واسلام کا انکار ومخالفت پوری شدت کے ساتھ کفار مکہ کر رہے تھے اس لئے اس سورۃ میں کفار مکہ کو نہایت پرزور طریقہ سے تنبیہ کی گئی اور آخیر میں انہیں صاف صاف خبردار کردیا گیا کہ عنقریب یہی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کا تم مذاق اڑا رہے ہو تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تم پر غالب آجائیں گے اور تم اللہ کے لشکر کو اپنے گھر کے صحن میں اترا ہوا پاؤ گے۔ یہ پیشین گوئی اس زمانہ میں کی گئی تھی جبکہ مخالفین کو اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی اور غلبہ کے ظاہری آثار دور دور بھی کہیں نظر نہ آتے تھے۔ جس وقت اہل اسلام بری طرح ظلم وستم کا نشانہ بن رہے تھے اور مسلمانوں کی قریب تین چوتھائی تعداد مکہ چھوڑ کر ہجرت کر چکی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بمشکل ۴۰-۵۰ صحابہ مکہ میں رہ گئے تھے اور انتہائی بے بسی کے ساتھ کفار کی زیادتیاں برداشت کر رہے تھے ان حالات میں ظاہر اسباب کو دیکھتے ہوئے اہل مکہ کسی طرح باور نہ کر سکتے تھے کہ غلبہ آخر کار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مٹھی بھر بے سروسامان جماعت کو نصیب ہوگا۔ بلکہ دیکھنے والے تو یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ

دین اسلام مکہ کی گھاٹیوں ہی میں ختم ہو کر رہ جائے گا۔لیکن تاریخ گواہ ہے کہ صرف ۱۵-۱۶ سال کے عرصہ میں فتح مکہ کے موقع پر ٹھیک وہی کچھ پیش آیا جس سے کفار کو خبردار کیا گیا تھا۔تنبیہ کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ نے اس سورۃ میں تفہیم اور ترغیب کا حق بھی پورا پورا ادا فرمایا اور توحید و آخرت کے عقیدہ کی صحت پر مختصر مگر دل نشین دلائل دیئے گئے اور مشرکین کے عقائد کا رد فرمایا گیا اور ان کی گمراہیوں کے برے نتائج سے انہیں آگاہ کیا گیا۔ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ ایمان اور عمل صالح کے نتائج کس قدر شاندار ہیں اسی سلسلہ میں گذشتہ انبیائے کرام کا ذکر فرمایا گیا جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کے ساتھ اور ان کی تکذیب کرنے والی قوم کے ساتھ کیا معاملہ رہا ہے کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے وفادار بندوں کو نوازا اور کس طرح ان کے جھٹلانے والوں کو سزا دی۔ جو تاریخی واقعات اس سورۃ میں بیان کئے گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ سبق آموز واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ کا وہ اہم واقعہ ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم پاتے ہی اپنے پیارے اور اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔اس میں نہ صرف کفار مکہ ہی کے لئے سبق تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اپنے نسبی تعلقات پر فخر کرتے تھے بلکہ ان مسلمانوں کے لئے بھی سبق تھا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تھے اور یہ واقعہ سنا کر انہیں تعلیم دی گئی کہ ایک مومن صادق کو کس طرح اللہ کی رضا پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔سورۃ کے آخر میں جہاں کفار کو تنبیہ دی گئی وہیں اہل ایمان کو بشارت سنائی گئی اور خوشخبری دی گئی کہ اس وقت جن مصائب سے انہیں سابقہ پڑ رہا ہے ان پر گھبرائیں نہیں آخر کار غلبہ انہی کو نصیب ہو گا اور باطل کے علمبردار جو اس وقت غالب نظر آ رہے ہیں یہ انہی کے ہاتھوں مغلوب اور مفتوح ہو کر رہیں گے۔چنانچہ چند ہی سال بعد واقعات نے بتلا دیا کہ یہ محض وقتی تسلی نہ تھی بلکہ ایک ہونے والا واقعہ تھا جس کی پیشین گوئی فرما کر ان کے دل مضبوط کئے گئے تھے۔

اللہ اللہ ایک وہ وقت تھا جبکہ صحابہ کرامؓ نے اپنی جانی و مالی قربانیاں دے کر اس اسلام کے باغ کو لگایا تھا اور اسکے پودے کو اپنے خون سے سینچا تھا۔ایک یہ زمانہ ہے اس لگے ہوئے باغ کو اجاڑنے اور ویران کرنے کی فکر میں غیر نہیں اپنے لگے ہوئے ہیں۔یہ خصوصاً پاکستان میں چند سال پہلے کا کبھی نہ بھولنے والا زمانہ رہا ہے جبکہ کوئی قرآن پر ہاتھ صاف کرتا رہا تو کوئی حدیث کا انکار کرتا رہا۔کوئی ارکان اسلام نماز روزہ حج زکوٰۃ کو "مولویوں" کی پیداوار کہہ کر ان سے آزاد ہو رہا تھا تو کوئی مذہب ہی کے نام سے بیزار اور مسلمانوں کو ذلت و خواری سے بچانے کے لئے مذہب اور دقیانوسیت کو چھوڑنے کی تلقین کرتا رہا۔ کوئی قمار جوئے اور سود کو حلال کرنے کی فکر میں لگا رہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔یہ بات ضمناً بیچ میں صحابہ کرامؓ کی قربانیوں پر آ گئی تھی۔

خلاصہ یہ کہ اصل موضوع اس سورۃ کا توحید و آخرت ہے اور اسی کی تعلیم دی گئی ہے اور اسی کے تقاضوں کے مطابق زندگی سنوارنے والوں کو کامیابی کی بشارت اور اس کے خلاف کرنے والوں کو بدانجامی سے ڈرایا گیا ہے۔اب اس تمہید کے بعد ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سورۃ کی ابتدا تین قسمیہ جملوں سے فرمائی جاتی ہے:۔

(۱) قسم ہے ان فرشتوں کی جو عبادت میں یا حق تعالیٰ کا حکم سننے کے وقت صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(۲) قسم ہے ان فرشتوں کی جو آسمانی خبریں لانے سے شیاطین کی بندش کرنے والے ہیں۔(۳) قسم ہے ان فرشتوں کی جو ذکر الٰہی تسبیح و تقدیس کی تلاوت کرنے والے ہیں۔

یہ پچھلی سورۃ میں بھی کہا جا چکا ہے کہ قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے متعدد جگہ قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے بعض علماء نے لکھا ہے کہ قرآن شریف عربوں کی زبان میں نازل ہوا ہے اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت فصیح بلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب کہ اس میں قسمیں نہ ہوں اس لئے قرآن پاک میں بھی قسمیں کھائی گئیں کہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی رہنے نہ پائے۔اور بھی وجوہات علماء نے لکھی ہیں۔الغرض

مخاطبین کو پختہ وثوق و یقین دلانے کے لئے کلام کو قسم کے ساتھ شروع فرمایا گیا اور تین چیزوں کی قسم کھائی گئی۔ اول والصّٰفّٰت صفاً۔ جس کے لفظی معنٰی ہیں صف باندھنے والے۔ مفسرین نے اس سے مراد وہ فرشتے لئے ہیں جو حق تعالیٰ کی عبادت میں یا حق تعالیٰ کا حکم سننے کے وقت صف باندھ کر قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں۔

دوسرے فالزّٰجرٰت زجراً جس کے لفظی معنٰی ہیں بندش کرنے والے ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے پھٹکارنے والے۔ مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو آسمانی خبریں لانے سے شیاطین کی بندش کرنے والے ہیں۔ تیسری فالتّٰلیٰت ذکراً یعنی ذکر کرنے والے مراد اس سے وہ فرشتے ہیں جو ذکر الٰہی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں۔

اب یہاں اس سورۃ کی ابتدا میں فرشتوں کی قسم کھانے کی وجہ مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ اس سورۃ کا مرکزی مضمون توحید اور رد شرک ہے اور شرک میں بھی اس خاص شرک کی تردید ہے جس کے تحت اہل مکہ اور مشرکین عرب فرشتوں کو (معاذ اللہ) اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ چنانچہ سورۃ کی ابتداء ہی میں فرشتوں کی قسم کھا کر ان کے وہ اوصاف بیان کر دیئے گئے جن سے ان کی مکمل بندگی کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بات غور کرنے سے صاف سمجھ میں آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فرشتوں کا رشتہ باپ بیٹی کا (معاذ اللہ) نہیں بلکہ خالق و مخلوق اور آقا و بندہ کا ہے غرض کہ ان تینوں قسموں کے بعد جو بات کہی جاتی ہے وہ یہ کہ تمہارا معبود برحق ایک ہے۔ آگے دلیل اس توحید کی دی جاتی ہے اور وہ یہ کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا یعنی ان کا مالک اور متصرف ہے اور جو مالک ہے مشارق کا۔ مشارق سے مراد آفتاب کے طلوع ہونے کے مواقع ہیں۔ سورج ہمیشہ ایک ہی مطلع سے نہیں نکلتا بلکہ ہر روز ایک نئے زاویہ سے طلوع ہوتا ہے اور اس طرح سال کے ۳۶۵ مشرق ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے مشرق کی بجائے جمع کا صیغہ یعنی مشارق استعمال کیا گیا۔

اب یہاں فرشتوں کی صفت "صف بندی" کی جو ذکر فرمائی گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ ہر کام میں نظم و ضبط اور ترتیب و سلیقہ کا لحاظ رکھنا دین میں مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو یا اس کے احکام کو سن کر ان کی تعمیل ہو یہ مقاصد اس طرح بھی حاصل ہو سکتے تھے کہ فرشتے بجائے صف باندھنے کے ایک غیر منظم بھیڑ کی شکل میں جمع ہو جایا کرتے۔ اس بدنظمی کی بجائے اللہ تعالیٰ نے انہیں صف بندی کی توفیق عطا فرمائی اور یہاں فرشتوں کے اوصاف میں سے سب سے پہلے اسی وصف کو ذکر فرمایا۔ اسی طرح انسانوں کو بھی عبادت کے لئے صف بندی کی ترغیب و تاکید کی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نماز میں اس طرح صف بندی کیوں نہیں کرتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ فرشتے اپنے رب کے حضور کس طرح صف بندی کرتے ہیں؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ وہ صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں پیوست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں (یعنی بیچ میں خالی جگہ نہیں چھوڑتے) نماز میں صفوف کی درستی یعنی صفوں کو پورا کرنے اور سیدھا رکھنے کی بہت ہی تاکید احادیث میں وارد ہوئی ہے اور اس کے خلاف کرنے اور صفوں کو آگے پیچھے رکھنے میں دلوں میں اختلاف پیدا ہو جانے کی وعید سنائی گئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں جو حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کا مالک اور فرمانروا ہی انسانوں کا اصل معبود ہے اور وہی درحقیقت معبود ہو سکتا ہے اور اسی کو معبود ہونا چاہئے۔ یہ بات سراسر عقل کے خلاف ہے کہ رب یعنی مالک، حاکم، مربی و پروردگار کوئی اور ہو اور عبادت کا مستحق یعنی الٰہ کوئی اور ہو جائے عبادت کا استحقاق پہنچتا ہی اس کو ہے جو کامل اقتدار رکھتا ہے اور کامل اقتدار کا مالک چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے وہی تنہا معبود حقیقی ہے۔ اس طرح سورۃ کی ابتدا توحید کے مضمون سے فرمائی گئی جو کہ قرآن پاک کا خاص الخاص موضوع دعوت ہے اور جس پر تمام مسئلوں سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اب آگے اسی وحدانیت کی دلیل دی گئی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ِالْکَوَاکِبِ ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا یَسَّمَّعُوْنَ

ہم ہی نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے

اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ

اور وہ ہر طرف سے مار کر دھکے دیدیئے جاتے ہیں اور ان کیلئے دائمی عذاب ہوگا مگر جو شیطان کچھ خبر لے ہی بھاگے

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا

تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے۔تو آپ ان سے پوچھئے کہ یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی یہ چیزیں

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَیَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُکِّرُوْا لَا یَذْکُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا

(کیونکہ) ہم نے ان لوگوں کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں

اٰیَةً یَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے

اِنَّا زَیَّنَّا بیشک ہم نے مزین کیا	السَّمَآءَ الدُّنْیَا آسمانِ دنیا	بِزِیْنَةِ زینت سے	الْکَوَاکِبِ ستارے	وَحِفْظًا اور محفوظ کیا	مِنْ سے	کُلِّ شَیْطٰنٍ ہر شیطان		
مَّارِدٍ سرکش	لَا یَسَّمَّعُوْنَ کان نہیں لگا سکتے	اِلَی طرف	الْمَلَاِ الْاَعْلٰی ملاءِ اعلیٰ	وَیُقْذَفُوْنَ اور مارے جاتے ہیں	مِنْ سے	کُلِّ جَانِبٍ ہر طرف		
دُحُوْرًا بھگانے کو	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ وَّاصِبٌ عذاب دائمی	اِلَّا سوائے	مَنْ جو	خَطِفَ لے بھاگا	الْخَطْفَةَ اُچک کر	فَاَتْبَعَهٗ تو اسکے پیچھے لگا	
شِهَابٌ ثَاقِبٌ ایک انگارا دہکتا ہوا	فَاسْتَفْتِهِمْ پس ان سے پوچھیں	اَهُمْ کیا ان	اَشَدُّ خَلْقًا زیادہ مشکل پیدا کرنا	اَمْ یا	مَنْ جو	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا		
اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بیشک ہم نے پیدا کیا انہیں	مِنْ سے	طِیْنٍ لَّازِبٍ مٹی چپکتی ہوئی	بَلْ بلکہ	عَجِبْتَ آپ نے تعجب کیا	وَیَسْخَرُوْنَ اور وہ مذاق اڑاتے ہیں			
وَاِذَا اور جب	ذُکِّرُوْا نصیحت کی جائے	لَا یَذْکُرُوْنَ وہ نصیحت قبول نہیں کرتے	وَاِذَا اور جب	رَاَوْا وہ دیکھتے ہیں	اٰیَةً کوئی نشانی			
	یَسْتَسْخِرُوْنَ وہ ہنسی میں اڑا دیتے ہیں	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	اِنْ نہیں	هٰذَا یہ	اِلَّا مگر۔صرف	سِحْرٌ مُّبِیْنٌ جادو کھلا		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی توحید کے بیان سے فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ بلاشبہ تمہارا معبود ایک ہے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان کی چیزوں کا۔اب آگے ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک دلیل دی جاتی ہے کہ نظر اوپر اٹھاؤ تو اندھیری رات میں یہ آسمان بے شمار ستاروں کی جگمگاہٹ سے دیکھنے والوں کو کیسا خوبصورت مزین اور پررونق معلوم ہوتا ہے۔یہ دنیا کا آسمان ہے۔دنیا کے معنی سب سے قریب کے ہیں۔اس سے بلندتر آسمان اور بھی ہیں تو اس آسمان دنیا کو اللہ تعالیٰ نے تاروں سے کیسی زینت وآرائش دی۔یہاں آیت میں کواکب یعنی ستاروں کے دو کام بتلائے گئے ایک تو آسمان کی زیب وزینت اور دوسرے شیاطین سے حفاظت یعنی بعض تاروں کے ذریعہ جو ٹوٹتے ہیں شیطانوں کو روکنے اور دفاع کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔سورۂ حجر چودھویں پارہ میں بھی یہی فرمایا گیا "بلاشبہ ہم نے آسمان میں بڑے ستارے بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لئے ان سے آراستہ کیا اور ہم نے اسے یعنی آسمان کو ہر شیطان مردود سے محفوظ کردیا۔ہاں مگر کوئی بات فرشتوں کی چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے

پیچھے ایک شہاب ثاقب یعنی روشن شعلہ ہو لیتا ہے''۔ ستاروں کے یہی دو کام یہاں آیت میں بھی بتلائے گئے۔ ایک تو زیب و زینت آسمان کی دوسرے شیاطین کا دفاع۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ فرشتوں کی عالم بالا میں کوئی بات وحی الٰہی کی سن آئیں۔ جب یہ شیاطین ایسا ارادہ کر کے اوپر آسمانوں کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو جس طرف سے جاتے ہیں ادھر ہی سے فرشتہ دھکے دے کر اور مار مار کر بھگا دیتے ہیں اور دنیا میں ہمیشہ ان پر یونہی مار پڑتی رہے گی اور آخرت کا دائمی عذاب الگ رہا۔ اور اس فرشتوں کی مار دھاڑ اور بھاگ دوڑ میں اگر شیاطین فرشتوں کی کوئی ایک آدھ بات اچک لائے اور کچھ خبر لے ہی بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے اور اس کو جلا کر پھونک دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عالم بالا کا انتظام اور وہاں کی بندش ایسی مضبوط ہے کہ کسی شیطان سرکش کا وہاں تک گزر نہیں اور وہ اس پر قادر نہیں کہ ملاء اعلیٰ یعنی گروہ ملائکہ کی باتیں سن سکے اور اس کی خبر دنیا میں لا کر کسی کو دے سکے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اس وقت عرب میں کہانت کا بڑا چرچا تھا۔ جگہ جگہ کاہن موجود تھے جو پیشین گوئیاں کرتے۔ غیب کی خبریں بتاتے اور لوگ اپنے اگلے پچھلے احوال دریافت کرنے کے لئے ان سے رجوع کرتے اور ان کاہنوں کا دعویٰ یہ تھا کہ جن اور شیاطین ان کے قبضہ میں ہیں اور وہ انہیں ہر طرح کی خبریں لا لا کر دیتے ہیں۔ ان حالات کی موجودگی میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر سرفراز ہوئے اور آپ نے قرآن مجید کی آیات سنانی شروع کیں جن میں پچھلے اور آئندہ کے پیش آنے والے حالات کی خبریں بھی دی گئیں اور ساتھ ہی آپ نے یہ بتایا کہ ایک فرشتہ یہ آیات میرے پاس لاتا ہے تو منکرین و مکذبین نے آپ کو کاہن کہنا شروع کر دیا کہ ان کا تعلق بھی دوسرے کاہنوں کی طرح کسی جن یا شیطان سے ہے جو عالم بالا سے کچھ خبریں ان کے پاس لاتا ہے اور یہ اسے وحی الٰہی بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ تو اس الزام کے رد میں بھی یہاں یہ حقیقت ظاہر فرمائی گئی شیاطین کی تو رسائی ہی عالم بالا تک نہیں ہو سکتی اور وہ اس پر قادر ہی نہیں کہ آسمان پر جا کر ملائکہ کی باتیں سن سکیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کو مزین اور محفوظ بنایا ہے اور یہ دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کی اور تمام انتظامات و تصرفات اس کے دست قدرت میں ہونے کی اور اس طرح اس کے واحد ہونے کی۔ اب اثبات توحید کے بعد آگے اثبات بعث بعد الموت کے متعلق فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو قیامت کو نہیں مانتے اور اپنے دوبارہ پیدا کئے جانے کو تسلیم نہیں کرتے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے پوچھئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ آسمان' زمین' ستارے' فرشتے' جنات و شیاطین وغیرہ ساری مخلوقات بنائی ہے تو ان کا بنانا زیادہ مشکل ہے یا ان منکرین کا پیدا کرنا۔ یقیناً اتنی بڑی بڑی چیزیں بنانے کے مقابلہ میں انسان کا بنا دینا کچھ مشکل نہیں اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں انسان اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو ایک لیس دار چپکتے ہوئے گارے سے بنا کر تیار کر دیا اور پھر اس میں روح ڈال دی تو کیا اسی طرح دوبارہ مٹی سے انسانوں کو پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ یقین کرو کہ ضرور ایسا کیا جائے گا اور اللہ کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو تو ان منکرین پر تعجب ہوتا ہے کہ ایسی صاف باتیں کیوں نہیں سمجھتے اور وہ تمسخر کرتے ہیں کہ یہ کس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ آخر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین نصیحت سن کر غور و فکر نہیں کرتے اور جو معجزات و نشانات دیکھتے ہیں تو بجائے اس کے کہ ان سے نصیحت حاصل کریں انہیں جادو کہہ کر ہنسی میں اڑا دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں آسمانوں' ستاروں اور شہاب ثاقب کا تذکرہ کرنے سے ایک مقصد تو توحید کا اثبات ہے اور وہ اس طرح کہ جس ذات عالی نے تنہا اپنی قدرت سے ایسے زبردست آفاقی انتظام کئے ہوئے ہیں وہی لائق عبادت و بندگی بھی ہے۔

دوسرے مشرکین کے باطل عقائد کی تردید بھی ہوگئی کہ جو شیاطین کو دیوی دیوتا یا معبود قرار دیتے ہیں اور یہاں جتلا دیا گیا کہ یہ شیاطین تو ایک مردود و مقہور مخلوق ہیں ان کو خدائی سے کیا واسطہ۔

اس کے علاوہ اسی مضمون میں ان مشرکین کی بھی تردید ہوگئی جو قرآن کریم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کو کاہنوں کی کہانت سے تعبیر کرتے تھے اور معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کاہن ہونے کا الزام لگاتے تھے۔ تو یہاں یہ بتلا دیا گیا کہ شیاطین کی عالم بالا تک رسائی ممکن ہی نہیں اور وہ غیب کی سچی خبریں سن ہی نہیں سکتے تو وہ کاہنوں کو غیب کی خبریں کیسے لا کر دے سکتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کہانت کا الزام معاندین کیسے چسپاں کرتے ہیں۔

آگے مر کر دوبارہ زندہ نہ ہونے کے متعلق منکرین کا قول نقل فرما کر اس کا رد کیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

(کیونکہ) بھلا جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تو کیا ہم (پھر) زندہ کئے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (ضرور زندہ ہوگے) اور تم ذلیل بھی ہوگے۔

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ

پس قیامت تو بس ایک للکار ہوگی سو سب یکا یک دیکھنے بھالنے لگیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کمبختی یہ تو وہی روز جزا (معلوم ہوتا) ہے۔ (ارشاد ہوگا کہ ہاں) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے

الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾

جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے جمع کرلو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ

پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ بتلاؤ اور (اچھا) ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جاویگا کہ اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی

لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾

مدد نہیں کرتے بلکہ وہ سب کے سب اس روز سر افگندہ (کھڑے) ہونگے

ءَاِذَا کیا جب	مِتْنَا ہم مرگئے	وَكُنَّا اور ہم ہوگئے	تُرَابًا مٹی	وَّعِظَامًا اور ہڈیاں	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ پھر اٹھائے جائیں گے	اَوَ کیا
اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ہمارے باپ دادا پہلے	قُلْ فرمادیں	نَعَمْ ہاں	وَاَنْتُمْ اور تم	دٰخِرُوْنَ ذلیل وخوار	فَاِنَّمَا هِيَ پس اس کے سوا نہیں وہ	زَجْرَةٌ للکار	
وَّاحِدَةٌ ایک	فَاِذَا پس ناگہاں	هُمْ وہ	يَنْظُرُوْنَ دیکھنے لگیں گے	وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے	يٰوَيْلَنَا ہائے ہماری خرابی	هٰذَا یہ	يَوْمُ الدِّيْنِ بدلے کا دن
هٰذَا یہ	يَوْمُ الْفَصْلِ فیصلے کا دن	الَّذِيْ وہ جس	كُنْتُمْ تم تھے	بِهٖ اس کو	تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے	اُحْشُرُوا تم جمع کرو	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وہ جنہوں نے ظلم کیا (ظالم)
وَاَزْوَاجَهُمْ اور ان کے جوڑے (ساتھی)	وَمَا اور جس	كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ وہ پرستش کرتے تھے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	فَاهْدُوْهُمْ پس تم ان کو دکھاؤ			
اِلٰى طرف	صِرَاطِ راستہ	الْجَحِيْمِ جہنم	وَقِفُوْهُمْ اور ٹھہراؤ ان کو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	مَّسْئُوْلُوْنَ ان سے پرسش ہوگی	مَا لَكُمْ کیا ہوا تمہیں	
	لَا تَنَاصَرُوْنَ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	الْيَوْمَ آج	مُسْتَسْلِمُوْنَ سر جھکائے فرمانبردار			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین قیامت ومکذبین آخرت کا ذکر ہوا تھا کہ جب ان کو قرآن کے ذریعہ سے آخرت وقیامت اور وہاں کی جزا وسزا کے متعلق بتلایا اور سمجھایا جاتا ہے تو ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور اللہ کے رسول کی باتوں کو ہنسی اور مذاق میں ٹال دیتے ہیں اب آگے انہی منکرین ومکذبین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور تمہارے اعمال کی بابت تم سے باز پرس ہوگی اور اس کی جزا وسزا تم کو بھگتنا ہوگی تو یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد تو ہم مٹی ہو جائیں گے۔ بدن گل سڑ کر خاک میں مل جائے گا۔ شاید ہڈیاں کچھ روز رہیں۔ پھر ہمارے باپ دادا کو مرے ہوئے مدتیں گزر گئیں۔ ان کی تو ہڈیوں تک کا بھی نشان نہ رہا ہوگا۔ تو ہم کس طرح مان لیں کہ ہمارا اور ہمارے باپ دادا کے بدن مٹی ہو جانے کے بعد پھر بن جائیں گے اور سب از سر نو زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے؟ ہماری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین ہوتی ہے کہ آپ ان منکرین سے

کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا مرنے کے بعد سارے انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس لئے تم بھی ضرور اٹھائے جاؤ گے اور یہ بھی یاد رکھو کہ آج جو اس بات کا انکار کر رہے ہیں اس وقت دوسری زندگی میں ذلیل و رسوا ہو کر اس انکار کی سزا بھگتیں گے۔ اب رہا یہ سوال کہ دوبارہ زندہ ہونا ہو گا کس طرح؟ اس کی بابت بتلایا جاتا ہے کہ صور کی آواز سے سب کو جھنجھوڑ دیا جائے گا۔ ایک جھڑکی سب کو زندہ کرنے کے لئے کافی ہو گی۔ سنتے ہی سب جہاں کہیں بھی ہوں گے اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرت و دہشت سے ادھر ادھر دیکھنے لگیں گے کہ یہ کیسی آواز تھی کہ جس نے ہمیں اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ آگے قیامت کے دن کفار کا اپنے تئیں ملامت کرنا پچھتانا اور حسرت و افسوس کرنا بیان ہو رہا ہے کہ وہ نادم ہو کر قیامت کے دہشت خیز اور وحشت انگیز امور کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے کمبختی یہ تو وہی دن آ پہنچا جس کی خبر ہمیں دنیا میں اللہ کے رسولؐ دیا کرتے تھے اور ہم جس کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ افسوس ہمارے حال پر آج ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ وہ بالکل سچ کہتے تھے اس پر ارشاد ہو گا کہ ہاں یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے اور سچا نہ مانتے تھے۔ اسی دن کے لئے تو ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجے تھے کہ ہمارا پیغام تم تک پہنچا دیں اور ڈرا دیں کہ اگر ہمارے رسول اور ہماری کتاب کے کہنے پر نہ چلے تو تمہارا برا حشر ہو گا۔ تمہیں چاہئے تھا کہ دنیا ہی میں قیامت پر ایمان لے آتے۔ آج جب وہ تمہارے سر پر آ ہی گئی تب تمہاری آنکھیں کھلی ہیں۔ اس کے بعد فرشتوں کو حکم ہو گا کہ ان ظالموں کافروں اور بے ایمانوں کو اور ان کے ساتھیوں اور جھوٹے معبودوں کو اکٹھا جمع کرو اور دوزخ کی طرف ہانک کر لے جاؤ۔ یہاں آیت میں احشروا الذین ظلموا وازواجھم وما کانوا یعبدون من دون اللہ فرمایا یعنی جمع کر لو سب ظالموں اور ان کی ازواج کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ خدا کو چھوڑ کر بندگی کیا کرتے تھے۔ تو یہاں لفظ ازواج استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد ان کی وہ بیویاں بھی ہو سکتی ہیں جو کفر و شرک میں ان کی رفیق تھیں اور اس سے وہ سب لوگ بھی مراد ہو سکتے ہیں جو انہی کی طرح باغی۔ نافرمان اور سرکش تھے اور اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ایک قسم کے مجرم و ظالم الگ الگ جتھوں کی شکل میں جمع کئے جائیں مثلاً زانی زانیوں کے ساتھ، سود خوار سود خواروں کے ساتھ، شرابی شرابیوں کے ساتھ، بت پرستوں کو بت پرستوں کے ساتھ وغیرہ وغیرہ پھر اس جگہ جو ان ظالموں کے ساتھ ان کے معبودوں کو بھی جمع کرنے کا حکم دیا گیا تو یہاں معبودوں سے مراد دو قسم کے معبود ہیں۔ ایک تو وہ جن وانس و شیاطین جن کی اپنی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی بندگی کریں۔ دوسرے وہ بت و صنم اور شجر و حجر وغیرہ جن کی پرستش کفار و مشرکین دنیا میں کرتے تھے۔ ان میں سے پہلی قسم کے معبود تو خود مجرمین میں شامل ہوں گے اور انہیں سزا کے طور پر جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا اور دوسری قسم کے معبود اپنے پرستاروں کے ساتھ اس لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے کہ وہ انہیں دیکھ کر ہر وقت شرمندگی محسوس کریں اور اپنی حماقت پر حسرت و افسوس کریں ۔ آگے ارشاد ہے کہ دوزخ کی طرف لے جانے کے حکم کے بعد فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ان کو ذرا ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔ چنانچہ ان سے یہ سوال ہو گا کہ آج تمہیں کیا ہو گیا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ فرشتے تمہیں گرفتار کئے ہوئے ہیں اور ہر ایک کان دبائے گرفتار ہے۔ کوئی کسی کی مدد کو نہیں بڑھتا دنیا میں تو تم اپنے مددگاروں اور ساتھیوں کے بل پر بہت کودتے تھے اور فوراً ایک دوسرے کی مدد کو تیار ہو جاتے تھے آج کیا ہوا کہ خاموش سر جھکائے کھڑے ہو۔ کسی میں ہمت نہیں کہ اپنے ساتھی کی مدد کر سکے۔ یہ خطاب بتلا رہا ہے کہ اس وقت بڑے بڑے ہیکڑ مجرمین کے کس اور بل نکل چکے ہوں گے اور کسی مزاحمت کے بغیر وہ کان دبائے جہنم کی طرف جا رہے ہوں گے۔ تو اس حالت کا نقشہ کھینچ کر یہاں یہ بات ذہن نشین کرائی ہے کہ دنیا میں جو لوگ گمراہی کا شکار ہیں اور ساتھ ہی ہمچو ما دیگرے نیست کے غرور میں مبتلا ہیں وہاں ان کا تکبر کس طرح خاک میں مل جائے گا اور کیسی ذلت و رسوائی ان کو نصیب ہو گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کی ذلت و رسوائی سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔

اب آگے بتلایا جاتا ہے کہ بجائے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے باہم ان ظالموں میں تنافر اور تنازع ہو گا اور باہم ایک دوسرے کو ملزم گردانیں گے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر جواب سوال (یعنی اختلاف) کرنے لگیں گے (چنانچہ) تابعین کہینگے کہ ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی تھی

بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ

متبوعین کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور ہمارا تم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے سو ہم سب پر ہی

عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ

ہمارے رب کی یہ (ازلی) بات تحقیق ہوچکی تھی کہ ہم سب کو مزہ چکھنا ہے تو ہم نے تم کو بہکایا ہم خود بھی گمراہ تھے تو وہ سب کے سب اس روز عذاب میں (بھی) شریک رہیں گے

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(اور) ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں

يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ

تو تکبر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دیں گے۔ بلکہ ایک سچا دین لے کر آئے ہیں

وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ

اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں تم سب کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا اور تم کو اُسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے

تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾

ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں۔

وَاَقْبَلَ اور رخ کریگا	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض (ایک)	عَلٰى بَعْضٍ بعض پر دوسرے کی طرف	يَتَسَآءَلُوْنَ باہم سوال کرتے ہوئے	قَالُوْٓا وہ کہیں گے					
اِنَّكُمْ بیشک تم	كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا تم ہم پر آئے تھے	عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف سے	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلْ بلکہ	لَمْ تَكُوْنُوْا تم نہ تھے	مُؤْمِنِيْنَ ایمان لانیوالے			
وَمَا اور نہ	كَانَ تھا	لَنَا ہمارا	عَلَيْكُمْ تم پر	مِنْ سُلْطٰنٍ کوئی زور	بَلْ بلکہ	كُنْتُمْ تم تھے	قَوْمًا ایک قوم	طٰغِيْنَ سرکش	فَحَقَّ پس ثابت ہوگئی
عَلَيْنَا ہم پر	قَوْلُ بات	رَبِّنَا ہمارا رب	اِنَّا بیشک ہم	لَذَآئِقُوْنَ البتہ چکھنے والے	فَاَغْوَيْنٰكُمْ پس ہم نے بہکایا تمہیں	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	غٰوِيْنَ گمراہ		
فَاِنَّهُمْ پس بیشک وہ	يَوْمَئِذٍ اس دن	فِي الْعَذَابِ عذاب میں	مُشْتَرِكُوْنَ مشترک (شریک)	اِنَّا بیشک ہم	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَفْعَلُ کرتے ہیں			
بِالْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کے ساتھ	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا وہ تھے	اِذَا جب	قِيْلَ کہا جاتا	لَهُمْ ان کو	لَا نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا	
يَسْتَكْبِرُوْنَ وہ تکبر کرتے تھے	وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	اَئِنَّا کیا ہم	لَتَارِكُوْٓا چھوڑ دینے والے	اٰلِهَتِنَا اپنے معبود	لِشَاعِرٍ ایک شاعر کی خاطر				
مَّجْنُوْنٍ دیوانے	بَلْ بلکہ	جَآءَ وہ آئے	بِالْحَقِّ حق کیساتھ	وَصَدَّقَ اور تصدیق کی	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کی	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَذَآئِقُوا ضرور چکھنے والے		

الْعَذَابِ عذاب	الْأَلِيْمِ دردناک	وَمَا تُجْزَوْنَ اور تمہیں بدلہ نہ دیا جائے گا	اِلَّا مگر	مَا جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	اِلَّا مگر
عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے	الْمُخْلَصِيْنَ خاص کئے ہوئے					

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین قیامت اور مکذبین آخرت کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ جب قیامت قائم ہوگی اور یوم محشر ہوگا اور صور پھونکنے پر سب دوبارہ زندہ ہوکر کھڑے ہو جائیں گے تو اس وقت انہیں حسرت وافسوس ہوگا کہ یہ تو وہی روز جزا اور فیصلہ کا دن آ گیا جس کا ہم زندگی میں انکار کیا کرتے تھے۔ پھر فرشتے ایسے تمام مجرمین کو جمع کرلیں گے اور ان کو ہانک کر جہنم کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا۔ اس وقت ان مجرمین اور کفار و مشرکین میں باہم سوال و جواب ہوں گے اور ایک دوسرے پر گمراہی کا الزام ڈالیں گے جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے لگیں گے کمزور اور چھوٹے بڑوں اور زبردستوں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑا۔ یہ تمہیں ہو جو دنیا میں بڑے زور سے ہم پر چڑھے چلے آتے تھے اور زور دے دے کر ہمیں بھلی باتوں سے روکتے اور برے کاموں کے کرنے کو کہا کرتے تھے۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایماندار بن جاتے۔ جب بڑے چھوٹوں کا یہ الزام اور لعن طعن سنیں گے تو جواب دیں گے کہ تم ہمیں کوئی الزام نہیں دے سکتے۔ ایمان لانا نہ لانا تمہارا اپنا کام تھا۔ تم خود ہی بے ایمان تھے۔ ہم نے کیا کیا۔ ہمارا تم پر ایسا زور تو نہ تھا کہ جو تمہارے دل میں ایمان نہ گھسنے دیتے۔ تمہارے دل پر ہمیں اختیار نہ تھا کہ ہم جدھر چاہتے اسے موڑ دیتے۔ یہ تو تم خود ہی بدطینت اور سرکش واقع ہوئے تھے کہ ہمارے اشاروں پر چل پڑے اور ہمارے بہکانے میں آ گئے۔ اگر عقل و فہم اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو ہماری باتوں پر کبھی کان نہ دھرتے۔ آخر دنیا میں ہم ہی تو صرف نہ تھے اچھی باتوں کے سمجھانے والے بھی تو موجود تھے۔ تم نے ان کا سمجھانا کیوں نہ مانا۔ اگر فرض کرو ہم تمہیں زور وشور سے بہکا رہے تھے تو وہ بھی تو پورے خلوص اور خیرخواہی کے جذبہ سے تمہیں سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے تھے۔ پھر کیوں تم نے ان کی نہ سنی اور ہماری سن لی ہم تو ظاہر ہے خود گمراہ تھے اور ایک گمراہ سے بجز گمراہی کی طرف بلانے کے اور کیا توقع ہو سکتی ہے ہم نے وہی کیا جو ہمارے حال کے مناسب تھا لیکن تمہیں کیا مصیبت نے گھیرا تھا کہ جو تم ہمارے چکموں میں آ گئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ تم خود ہی بدباطن ظالم اور بے انصاف تھے۔ اگر تم خود دل سے برائی کی طرف مائل نہ ہوتے تو اچھوں کی سنتے اور بروں کو دھتا بتاتے۔ اب ہمیں الزام دینے سے کیا فائدہ۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔ خدا کی حجت ہم پر قائم ہوئی۔ ہمارے رب نے جو اچھے اور بروں کے لئے فیصلہ کر رکھے تھے اور جزا وسزا کے جو احکام جاری کر رکھے تھے آج وہ پورے ہو کر رہیں گے اور ہم سب کو اپنی اپنی بداعمالیوں اور بدکرداریوں اور غلط کاریوں کا مزہ چکھنا ہے۔ آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سب مجرم درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہوں گے۔ جیسے جرم میں شریک تھے اور ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور نافرمانوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں آگے ان کے جرم کا بیان ہے کہ جب ہمارے رسول نے ان سے کہا لا الٰہ الا اللہ کہو تو انہیں تکبر نے یہ نہ کہنے دیا یعنی توحید کے بھی منکر تھے اور رسالت کے بھی اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے کی وجہ سے چھوڑ دیں گے (العیاذ باللہ) حق تعالیٰ منکرین کے اس قول کی تردید میں آگے فرماتے ہیں کہ ہمارے رسول تو بالکل سچے ہیں۔ سچ لے کر آئے ہیں ساری

21

شریعت سراسر حق ہے یہ گذشتہ رسولوں کو بھی سچا مانتے ہیں اوران رسولوں نے جو صفتیں اور پاکیزگیاں آپ کی بیان کی تھیں ان کے صحیح مصداق آپ ہی ہیں۔اس انکارتوحیداوران گستاخیوں کا مزہ چکھو گے جو بارگاہ رسالت میں کررہے ہواوراس پراے منکرین تم سب تابع اور متبوع کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا اورتم کواسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہاں جواللہ کے خاص بندے صاحب ایمان اورحق کا اتباع کرنے والے ہیں وہ عنایات ونوازش وکرم سے نوازے جائیں گے۔

یہاں جو آیات میں تابعین ومتبوعین منکرین ومکذبین کے متعلق یہ فرمایا گیا فانهم یومئذ فی العذاب مشترکون پس وہ سب کے سب اس روز عذاب میں شریک رہیں گے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو ناجائز کام کی دعوت دے اوراسے گناہ پرآمادہ کرنے کے لئے اپنا اثرورسوخ استعمال کرےتواسے دعوت گناہ کا عذاب تو بے شک ہوگا لیکن جس شخص نے اس کی دعوت کو اپنے اختیار سے قبول کرلیا وہ بھی اپنے عمل کے گناہ سے بری نہیں ہوسکتاوہ آخرت میں یہ کہہ کر چھٹکارانہیں پاسکتا کہ مجھے تو فلاں شخص نے گمراہ کیا تھا ہاں اگر اس نے گناہ کاارتکاب اپنے اختیار سے نہ کیا ہو بلکہ جبرواکراہ کی حالت میں اپنی جان بچانے کے لئے کرلیا ہوتوایسی حالت میں اس کی معافی کی امید ہے۔(معارف القرآن جلد ۷ص ۴۳۲)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت کی ندامت وشرمندگی سے ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔

یااللہ ہمارے بڑوں اور چھوٹوں کو سب کو ہدایت سے نواز دیجئے اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی گمراہی سے ہم سب کو بچالیجئے۔

یااللہ مجرمین کے گروہ سے ہمیں دنیا میں بھی علیحدہ رکھئے اورآخرت میں بھی علیحدہ رکھئے اورہمیں اپنے مخلصین ایماندار بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیے۔دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اُولٰٓئِکَ لَھُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاکِہُ ۚ وَھُمْ مُّکْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰی

اُن کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال (دوسری سورتوں میں) معلوم (ہو چکا) ہے یعنی میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾ یُطَافُ عَلَیْھِمْ بِکَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۴۵﴾ بَیْضَآءَ لَذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِیْھَا

ان کے پاس ایسا جام شراب لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائیگا۔ سفید ہوگی۔ پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی نہ اُس میں

غَوْلٌ وَّلَا ھُمْ عَنْھَا یُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَھُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿۴۸﴾ کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

دردسر ہوگا اور نہ اُس سے عقل میں فتور آوے گا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہونگی گویا وہ بیضے ہیں جو چھپے ہوئے رکھے ہیں

فَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْھُمْ اِنِّیْ کَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾

پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر بات چیت کریں گے ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا

یَّقُوْلُ اَئِنَّکَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ ھَلْ

وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تو بعث کے معتقدین میں سے ہے کیا جب ہم مرجاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاویں گے تو کیا ہم جزا وسزا دیئے جاویں گے ارشاد ہوگا کہ کیا تم

اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰہُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰہِ اِنْ کِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا

جھانک کر (اُس کو) دیکھنا چاہتے ہو سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو وسط جہنم میں دیکھے گا کہے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھ کو تباہ ہی کرنے کو تھا اور اگر

نِعْمَۃُ رَبِّیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ

میرے رب کا (مجھ پر) فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں ہوتا کیا ہم بجز پہلی بار کے مرچکنے کے اب نہیں مریں گے اور نہ ہم کو عذاب ہوگا

بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

یہ بے شک بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے

اُولٰٓئِکَ یہی لوگ	لَھُمْ ان کیلئے	رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ رزق معلوم	فَوَاکِہُ میوے	وَھُمْ اور وہ	مُّکْرَمُوْنَ اعزاز والے ہوں گے	فِیْ میں	
جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمت کے باغات	عَلٰی پر	سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (جمع)	تخت آمنے سامنے	یُطَافُ دورہ ہوگا	عَلَیْھِمْ ان پر۔ انکے آگے	بِکَاْسٍ جام	
مِّنْ سے۔کا	مَّعِیْنٍ بہتا ہوا شروب	بَیْضَآءَ سفید	لَذَّۃٍ لذت	لِّلشّٰرِبِیْنَ پینے والوں کیلئے	لَا فِیْھَا نہ اس میں	غَوْلٌ خرابی (دردسر)	وَ اور
لَا ھُمْ نہ وہ	عَنْھَا اس سے	یُنْزَفُوْنَ بہکی باتیں کریں گے	وَعِنْدَھُمْ اور انکے پاس	قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ نیچی نگاہوں والیاں	عِیْنٌ بڑی آنکھوں والیاں		
کَاَنَّھُنَّ گویا وہ	بَیْضٌ انڈے	مَّکْنُوْنٌ پوشیدہ رکھے ہوئے	فَاَقْبَلَ پس رخ کریگا	بَعْضُھُمْ ان میں سے بعض ایک	عَلٰی بَعْضٍ بعض پر (دوسرے کی طرف)		
یَّتَسَآءَلُوْنَ باہم سوال کرتے ہوئے	قَالَ کہے گا	قَآئِلٌ ایک کہنے والا	مِّنْھُمْ ان میں سے	اِنِّیْ بیشک میں	کَانَ تھا	لِیْ میرا	قَرِیْنٌ ایک ہم نشین

يَقُوْلُ وہ کہتا تھا	اَئِنَّكَ کیا تو	لَمِنَ سے	الْمُصَدِّقِيْنَ سچ جاننے والے	ءَاِذَا کیا جب	مِتْنَا ہم مرگئے	وَكُنَّا اور ہوگئے	تُرَابًا مٹی	وَّعِظَامًا اور ہڈیاں
ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَدِيْنُوْنَ البتہ بدلہ دیے جائیں گے	قَالَ وہ کہنے لگا	هَلْ کیا	اَنْتُمْ تم	مُّطَّلِعُوْنَ جھانکنے والے ہو	فَاطَّلَعَ تو وہ جھانکے گا	فَرَاٰهُ تو اسے دیکھے گا	
فِيْ میں	سَوَآءِ درمیان	الْجَحِيْمِ دوزخ	قَالَ وہ کہے گا	تَاللّٰهِ اللہ کی قسم	اِنْ كِدْتَّ تو قریب تھا	لَتُرْدِيْنِ کہ تو مجھے ہلاک کرڈالے	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ
نِعْمَةُ نعمت	رَبِّيْ میرا رب	لَكُنْتُ تو میں ضرور ہوتا	مِنَ سے	الْمُحْضَرِيْنَ حاضر کیے جانے والے	اَفَمَا نَحْنُ کیا پس نہیں ہم	بِمَيِّتِيْنَ مرنے والوں میں سے		
اِلَّا سوائے	مَوْتَتَنَا ہماری موت	الْاُوْلٰى پہلی	وَ اور	مَا نہیں	نَحْنُ ہم	بِمُعَذَّبِيْنَ عذاب دیے جانیوالوں میں سے	اِنَّ بیشک	هٰذَا یہ
لَهُوَ البتہ وہ	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ کامیابی عظیم	لِمِثْلِ هٰذَا اس جیسی (نعمت) کیلئے	فَلْيَعْمَلِ پس چاہیے ضرور عمل کریں	الْعٰمِلُوْنَ عمل کرنیوالے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں یہ مجرمین ایک دوسرے پر لعنت ملامت کریں گے چھوٹے بڑوں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم گمراہ ہوئے بڑے چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ تم اپنے اختیار سے اپنی بدعقلی سے گمراہ ہوئے۔ تم نے کیوں ہمارا کہنا مانا اور سیدھے راستہ پر بلانے والوں کا کہنا کیوں نہ سنا۔ اپنی گمراہی کے تم خود ذمہ دار ہو۔ الغرض چھوٹے ہوں یا بڑے تابع ہوں یا متبوع جیسے دنیا میں جرم میں شریک تھے ایسے ہی درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہوں گے اور اپنے دنیا کی کرتوتوں کی بنا پر وہاں عذاب جہنم بھگتیں گے یہ تو قیامت میں انجام ہوگا کفار ومشرکین کا۔ اب ان کے مقابلہ میں جو صاحب ایمان اور اللہ کے مخلص بندے ہوں گے ان کا حال ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے کہ ان پر اللہ کا خاص فضل وکرم ہوگا۔ ان کو کھانے پینے کی چیزیں ملیں گی جن کی پوری صفت تو اللہ ہی کو معلوم ہے ہاں کچھ مختصر سی بندوں کو بھی بتلادی ہے۔ نہایت نفیس قسم کے عجیب وغریب میوے کھانے کو ملیں گے جن سے جنتی لذت اندوز ہوں گے۔

امام المفسرین امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ جنت میں جنتی غذائیں جنتیوں کو دی جائیں گی وہ سب لذت بخشنے کے لئے دی جائیں گی بھوک کی حاجت رفع کرنے کے لئے نہیں اس لئے کہ جنت میں جنتی کو بھوک پیاس کی حاجت نہ ہوگی وہاں اسے اپنی زندگی برقرار رکھنے کے لئے غذا کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں خواہش ہوگی اور اس خواہش کے پورا ہونے سے لذت حاصل ہوگی۔ اور جنت کی تمام نعمتوں کا مقصد لذت عطا کرنا ہوگا اور اس کی عزت وخاطر داری کی جائے گی اور نہ معلوم کیا کیا اعزاز واکرام ہوں گے۔ دل کو مسرور کرنے والے سرسبز باغوں کے اندر شاندار تخت بچھے ہوں گے اور وہ ان پر آرام سے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ پاکیزہ اور ستھرے خدام شراب طہور سے بھرے ہوئے جام ہاتھوں میں لئے ان کے سامنے پھر رہے ہوں گے اور یہ شراب یعنی پینے کی چیز ایک عجیب قسم کی ہوگی۔ بہتے ہوئے چشموں میں سے لی جائے گی۔ سفید رنگ کی صاف شفاف ہوگی۔ پینے والے جب اس کو پئیں گے تو اس میں سرور ہی سرور۔ لذت ہی لذت اور لطافت ہی لطافت ہوگی۔ دنیا کی شراب کی طرح نشہ خمار دوران سر وغیرہ ساری تکلیف وکیفیت سے وہ شراب طہور یکسر خالی ہوگی یعنی دنیا کی شراب میں جو بہت سی خرابیاں ہیں جیسے بیہوشی' عقل جاتی رہنا' دردشکم' دردسر پیشاب کی زیادتی' قے' متلی' بدن ٹوٹنا' پاگلوں کی سی حرکت کرنا۔ جنت کی پاک شراب میں ایسی کوئی خرابی نہ ہوگی۔ پھر ان کے لئے پاک صاف بیویاں یعنی جنت کی حوریں جن کی شرمیلی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی جو اپنے ازواج کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔ ان کا رنگ صاف شفاف ہوگا جیسا کہ پر کے نیچے چھپے ہوئے انڈے کہ وہ گرد وغبار اور داغ سے بالکل محفوظ ہوتے ہیں۔ پھر جب یہ جنتی آرام سے مسندوں پر بیٹھے ہنسی خوشی باتیں کررہے ہوں گے اس وقت اپنے بعض دنیا کے گذشتہ حالات کا مذاکرہ کریں گے۔ ایک جنتی اپنے ہم مجلسوں سے کہے گا کہ مجھے اس وقت ایک شخص یاد آیا جو دنیا میں میرا ساتھی اور ملاقاتی تھا اور جو مجھے آخرت پر یقین

رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا تھا اور مجھے احمق بنایا کرتا تھا اور مجھ سے کہا کرتا تھا کہ تم ایسے نادان ہو گئے کہ آخرت پر یقین رکھتے ہو اور مر کر پھر دوبارہ جی اٹھنے اور جزا و سزا کو سچی بات سمجھتے ہو۔ تمہاری عقل کو کیا ہوا۔ تم اتنا نہیں سوچتے کہ جب آدمی مر گیا اور اس کا بدن مٹ مٹا کر مٹی میں مل گیا۔ کچھ تھوڑی سی ہڈیاں رہ گئیں پھر وہ بھی مٹی میں پڑے پڑے گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو گئیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ پھر اسے زندہ کر کے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے اٹھایا جائے گا۔ ایسی بے تکی باتوں پر کون یقین کر سکتا ہے۔ تو میرا وہ ساتھی جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا منکر تھا ضرور دوزخ میں گیا ہوگا۔ اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اے اہل جنت کیا تم جھانک کر اس کو دیکھنا چاہتے ہو اگر چاہو تو تم کو اجازت ہے سو وہ شخص جس نے اپنے ملاقاتی کا قصہ بیان کیا تھا اس کو اپنے ملاقاتی کا حال دکھلایا جائے گا کہ وہ ٹھیک بیچ جہنم میں آگ میں پڑا ہوا ہے یہ حال دیکھ کر اس جنتی کو عبرت ہوگی اور اسے اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان یاد آئے گا اور اس ملاقاتی سے جو جہنم میں نظر آئے گا کہے گا کمبخت تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا یہ تو اللہ کے فضل و احسان نے میری دستگیری فرمائی تھی جو مجھے اس مصیبت سے بچا لیا اور میرا قدم راہ ایمان سے ڈگنے نہ دیا اور مجھ کو خدا نے صحیح اعتقاد پر قائم رکھا ورنہ آج میں بھی تیری طرح پکڑا ہوا ہوتا اور اس دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔ اس وقت وہ جنتی فرط مسرت سے اپنے دوسرے یاران جلسہ اہل جنت سے کہے گا کیا یہ واقعہ نہیں کہ اس پہلی موت کے سوا جو دنیا میں آ چکی اب ہم کو کبھی مرنا نہیں اور نہ کبھی اس عیش و بہار سے نکل کر تکلیف و عذاب کی طرف جانا ہے خدا تعالیٰ کے فضل و رحمت سے انہی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے اس پر حق تعالیٰ کا آگے ارشاد ہے کہ اے سامعین جو کچھ جنت کی جسمانی و روحانی نعمتوں کا ذکر ہوا یہ بے شک بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے یعنی ایمان لانا اور اطاعت کرنا چاہئے۔

یہاں ان آیات میں اہل جنت کے عمومی حالات کے بیان میں جو ایک جنتی کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا کہ وہ جنت میں اپنے دنیا کے ایک کافر ساتھی اور ملاقاتی کو یاد کرے گا جو دنیا میں آخرت اور حشر و نشر جزا و سزا کا منکر تھا اور یہ خیال کر کے کہ وہ آخرت کا منکر ہونے کی وجہ سے ضرور جہنم میں گیا ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے وہ جنتی اس کافر دنیا کے ساتھی کو جہنم کے بیچ میں پڑا ہوا دیکھے گا اور اس کافر سے اس جنتی کی گفتگو ہوگی۔ جو ان آیات میں نقل فرمائی گئی تو مفسرین نے لکھا ہے کہ اس واقعہ اور اس جنتی اور دوزخی کے درمیان گفتگو کو ذکر کرنے سے قرآن حکیم کا اصل منشا لوگوں کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ ہر شخص دنیا میں اپنے دوستوں اور ساتھیوں کا بڑی احتیاط اور فکر کے ساتھ جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ اس کے ساتھیوں اور دوستوں اور ملاقاتیوں میں کوئی ایسا تو نہیں ہے کہ جس کی دوستی دوزخ کے انجام کی طرف لے جانے والی ہو۔ دنیا میں بری صحبت سے جو آخرت کی تباہی و بربادی آ سکتی ہے اس کا صحیح اندازہ تو آخرت ہی میں ہوگا اور اس وقت اس تباہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا اس لئے دنیا ہی میں دوستی اور تعلقات بہت دیکھ بھال کر قائم کرنے چاہئیں۔ بسا اوقات کسی کافر یا نافرمان شخص سے دوستی کے تعلقات قائم کرنے کے بعد انسان غیر محسوس طریقہ پر اس کے افکار و نظریات اور عقائد اور خیالات اور طرز زندگی سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ چیز آخرت کے انجام کے لئے نہایت خطرناک ثابت ہوگی۔ اسی لئے بری صحبت سے بچنے اور اچھی صحبت اختیار کرنے کی تعلیم و تاکید قرآن و حدیث میں نہایت تاکید کے ساتھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں اپنے محبین اور مخلصین و مقبولین کی صحبت اور ان سے تعلق نصیب فرمائیں اور بری صحبت اور فجار فساق بے دینوں کی دوستی سے بچنا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الغرض ان آیات میں تو جنتیوں کی مہمانی اور اعزاز و اکرام کا ذکر تھا اب آگے دوزخیوں کی مہمانی کا حال سنایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ ﴿٦٣﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ

بھلا یہ دعوت بہتر ہے یا زقوم کا درخت ہم نے اس درخت کو ظالموں کیلئے موجب امتحان بنایا ہے وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے

فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ﴿٦٥﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ

اُس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن تو وہ لوگ اُس سے کھاویں گے اور اُسی سے پیٹ بھریں گے

مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِالَى الْجَحِیْمِ ﴿٦٨﴾

پھر اُن کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جاوے گا پھر اخیر ٹھکانہ اُن کا دوزخ ہی کی طرف ہوگا

اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿٧١﴾

کیونکہ انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا پھر یہ بھی انہیں کے قدم بقدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے اور اُن سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہو چکے ہیں

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿٧٤﴾

اور ہم نے ان میں بھی ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے سو دیکھ لیجئے ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے تھے

اَذٰلِكَ کیا یہ	خَیْرٌ بہتر	نُّزُلًا ضیافت	اَمْ یا	شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ درخت تھوہر	اِنَّا بیشک ہم	جَعَلْنٰهَا ہم نے اس کو بنایا	فِتْنَةً ایک آزمائش		
لِّلظّٰلِمِیْنَ ظالموں کیلئے	اِنَّهَا بیشک وہ	شَجَرَةٌ ایک درخت	تَخْرُجُ وہ نکلتا ہے	فِیْ میں	اَصْلِ جڑ	الْجَحِیْمِ جہنم	طَلْعُهَا اس کا خوشہ		
كَاَنَّهٗ گویا کہ وہ	رُءُوْسُ سر	الشَّیٰطِیْنِ شیطانوں	فَاِنَّهُمْ پس بیشک وہ	لَاٰكِلُوْنَ کھانے والے ہیں	مِنْهَا اس سے	فَمَالِـُٔوْنَ سو بھرنے والے			
مِنْهَا اس سے	الْبُطُوْنَ پیٹ	ثُمَّ پھر	اِنَّ بیشک	لَهُمْ ان کیلئے	عَلَیْهَا اس پر	لَشَوْبًا ملا ملا کر	مِّنْ سے	حَمِیْمٍ کھولتا ہوا پانی	ثُمَّ پھر
اِنَّ بیشک	مَرْجِعَهُمْ ان کی بازگشت	لَاْ البتہ	اِلَى طرف	الْجَحِیْمِ جہنم	اِنَّهُمْ بیشک اُن	اَلْفَوْا انہوں نے پایا	اٰبَآءَهُمْ اپنے باپ دادا	ضَآلِّیْنَ گمراہ	
فَهُمْ سو وہ	عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ ان کے نقش قدم پر	یُهْرَعُوْنَ دوڑتے جاتے تھے	وَلَقَدْ ضَلَّ اور تحقیق گمراہ ہوئے	قَبْلَهُمْ ان سے پہلے					
اَكْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ اگلوں میں سے اکثر	وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجے	فِیْهِمْ ان میں	مُّنْذِرِیْنَ ڈرانے والے	فَانْظُرْ سو دیکھیں	كَیْفَ کیسا			
	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الْمُنْذَرِیْنَ جنہیں ڈرایا گیا	اِلَّا مگر	عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے	الْمُخْلَصِیْنَ خاص کیے ہوئے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں جنتیوں کی حالت۔ ان کو کھانے پینے کی نعمتیں اور ان کے راحت وآرام کا بیان فرما کر بتلایا گیا تھا کہ جنت میں پہنچ جانا بڑی کامیابی ہے اور ایسی کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوشش اور سعی کرنا چاہئے۔ یعنی ایمان اور عمل صالحہ کا اہتمام کرنا چاہئے اب آگے ان اہل جنت کے مقابلہ میں اہل جہنم کا حال ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اور تمام لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم نے جنتیوں کا حال سنا کہ ان کی مہمانی کس طرح کی جائے گی۔ ان کو کیسے خوش رنگ اور خوش ذائقہ میوے کھانے کو اور کیسے دل خوش کرنے والے شربت پینے کو ملیں گے۔ اب بتاؤ یہ مہمانی بہتر ہے جو اہل ایمان کے لئے ہے یا وہ سلوک جو اللہ کے نافرمانوں کفار ومشرکین کے ساتھ کیا جائے گا وہ بہتر ہے جن کو زقوم کا درخت جہنم میں کھانے کو ملے گا۔ زقوم کسی درخت کا نام ہے

جو سخت کڑوا اور بدذائقہ ہوتا ہے اور جسے حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جہنم کے اندر آگ میں پیدا فرمایا ہے۔ وہ ایک بلا ہے ظالموں کے واسطے آخرت میں کیونکہ جب دوزخی بھوک سے بے قرار ہوں گے تو یہی کھانے کو دیا جائے گا۔ اول تو اس کا نگلنا ہی مشکل ہوگا اور نگل لیا تو پیٹ میں سخت تکلیف کا باعث ہوگا اور یہ ایک مستقل عذاب ہوگا۔ اور یہ زقوم دنیا میں بھی ایک طرح کی بلا اور آزمائش ہے کہ قرآن میں اس کا ذکر سن کر منکر گمراہ ہنستے ہیں کہ سبز درخت آگ میں کیونکر ہوگا؟ آگ کا کام تو جلانے کا ہے اور یہ نبی کہتے ہیں کہ آگ میں درخت ہوگا۔ اس پر آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ہاں یہ درخت آگ ہی سے پیدا ہوگا اور اس کی غذا بھی آگ ہی ہوگی اس درخت کی اصل جڑ جہنم کی تہہ میں ہے اور اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھن ہوں ہمارے ہاں بھی ایک درخت کو اسی تشبیہ سے "ناگ پھن" کہتے ہیں۔ یہ۔ زقوم کس قدر گندی اور زہریلی چیز ہوگی اس کا اندازہ ایک حدیث سے لگایئے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اتقوا اللہ حق تقاته ولا تموتن الا و انتم مسلمون (اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور فیصلہ کر لو کہ ہرگز نہ مرو گے مگر اس حال میں کہ تم مسلم یعنی اللہ کے فرمانبردار بندے ہو گے) اور اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کے سلسلے میں آپ نے بیان فرمایا کہ زقوم اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کر دے۔ پس کیا گزرے گی اس شخص پر جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔ الامان والحفیظ۔ الغرض یہ جہنمی بھوک سے مجبور ہو کر زقوم کو کھائیں گے اور اس سے اپنا پیٹ بھریں گے۔ اس کو کھا کر پیاس بے انتہا لگے گی پھر پانی کی فریاد کریں گے۔ اس پر فرشتے انہیں کھولتے ہوئے پانی کے چشمہ پر لے جائیں گے اور یہ گرم پانی وہ ہوگا جو جہنمیوں کے زخموں سے لہو اور پیپ وغیرہ کی شکل میں نکلا ہوگا جس کو غساق کہتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ غساق اس قدر بدبودار ہوگی کہ اگر اس کا ایک ڈول اس دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا اس کی سڑاند سے بدبودار ہو جائے۔ الامان والحفیظ۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب یہ پانی ان کے سامنے لایا جائے گا تو انہیں سخت ایذا ہوگی اور بڑی کراہت آئے گی پھر جب وہ ان کے منہ کے پاس لایا جائے گا تو اس کی بھاپ سے ان کے چہروں کی کھالیں جھلس کر رہ جائے گی اور جب اس کا گھونٹ پیٹ میں جائے گا تو ان کی آنتیں کٹ کر پاخانہ کے راستہ سے باہر آ جائیں گی۔ غرض کھانا اور پینا سب کچھ ان کے لئے عذاب جان ہوگا لیکن اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا اس لئے مجبوراً یہی کھانا پینا پڑھے گا۔ موت سے بدتر زندگی ہوگی لیکن موت بھی نہ آئے گی۔ ایسی زندگی کو بھگتنا پڑے گا۔ یہاں آیت میں جو فرمایا کہ کھانے اور پینے کے بعد ان کی واپسی اسی آتش دوزخ کی طرف ہوگی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دوزخ جب بھوک پیاس سے بے تاب ہونے لگیں گے تو انہیں اس مقام کی طرف ہانک دیا جائے گا جہاں زقوم کے درخت اور کھولتے ہوئے پانی کے چشمے ہوں گے۔ پھر جب وہاں سے کھا پی کر فارغ ہو جائیں گے تو پھر انہیں دوزخ کی آگ کی طرف واپس لایا جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ جہنمی وہی ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اپنے گمراہ باپ دادا کے قدم بقدم چلنا پسند کیا تھا۔ یعنی خود اپنی عقل سے کام لے کر کبھی نہ سوچا کہ باپ دادا سے جو طریقہ چلا آ رہا ہے وہ درست بھی ہے یا نہیں۔ بس آنکھیں بند کر کے اسی ڈگر پر ہو لئے جس پر دوسروں کو چلتے دیکھا۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اسی آفت میں مبتلا ہو کر ان سے پہلے اکثر لوگ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔انہوں نے وہی راہ کفر وشرک کی اختیار کی جو ان کے باپ دادا اختیار کئے ہوئے تھے اور ذرا نہ سوچا کہ ان کے لئے ٹھیک راستہ کونسا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ان کے پاس بھیجے جو انہی کے کنبہ قبیلہ کے تھے لیکن انہوں نے ان کی ایک نہ سنی آخر جنہوں نے نہ مانا نہ سنا تو دیکھ لو کہ ان کا کیا انجام ہوا۔اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے اور فقط وہی لوگ بلا سے محفوظ رہے جو اللہ کے مخلص بندے تھے۔جن کو خدا کا ڈر اور عاقبت کی فکر تھی۔

ان آیات میں کفار ومشرکین کو تو تنبیہ ہی ہے لیکن ان اہل بدعت کے لئے بھی تعلیم اور سبق ہے جنہوں نے ہر بدعت کو اس دلیل کی بناء پر اپنا رکھا ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔یہاں حق تعالیٰ نے ان کفار ومشرکین کو یہی الزام دیا اور ان کے جہنم میں جانے کی یہی وجہ بتلائی کہ وہ گمراہی اور غلط بات میں اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے تھے۔تو معلوم ہوا کہ باپ دادا کی ریت اور رسم یہ کوئی دلیل نہیں ہے حق ہونے کی اس لئے ہم کو حق کی جستجو کرنی چاہئے۔اور شریعت کا حکم معلوم کرنا چاہئے اور اس پر عمل کرنا چاہئے نہ کہ محض باپ دادا کی تقلید۔

الغرض ان آیات کے خاتمہ پر اللہ کے مخلص بندوں کا ذکر آ گیا تھا۔اس لئے آگے بعض مشہور پیغمبروں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس طرح اللہ نے اپنے عباد مخلصین کو اور ان کے پیروؤں کو دنیا کے عذاب سے بچا لیا اسی طرح وہ ان کو عذاب آخرت سے بھی بچا لے گا۔جس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے مخلص بندوں میں شامل فرماویں۔دنیا میں بھی ان کا ساتھ رکھیں اور آخرت میں بھی ان ہی کا ساتھ نصیب فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہم کو مجرمین اور ظالمین کے گروہ سے دنیا میں بھی علیحدہ رکھیں اور آخرت میں بھی علیحدہ رکھیں۔یا اللہ آخرت کی ذلت و رسوائیوں سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھئے اور عذاب جہنم سے ہم کو دور رکھئے۔یا اللہ ہمارا حشر اہل جنت کے ساتھ فرمایئے اور ان ہی کے ساتھ جنت کی اعزاز و اکرام والی مہمانی ہم سب کو نصیب فرمایئے اور اس دنیا میں آخرت کی تیاری کی فکر نصیب فرمایئے۔یا اللہ! پہلوں سے دیکھا دیکھی اب امت میں بھی بہت سی غلط اور خلاف شرع وسنت رسمیں چل گئی ہیں دین کے رنگ میں بھی اور دنیا کے رنگ میں بھی۔یا اللہ! ہمیں شریعت کے احکام کی پابندی اور سنت کا اتباع نصیب فرمایئے اور پرانی غلط رسموں کو ترک کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔یا اللہ! دین کے رنگ میں جو طرح طرح کی بدعات پیدا ہو گئی ہیں ان سے ہم کو بچئے اور اتباع سنت اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا

اور ہم کو نوحؑ نے پکارا سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے اُن کو اور اُن کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی۔ اور ہم نے

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

باقی اُنہیں کی اولاد کو رہنے دیا اور ہم نے اُن کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ نُوحؑ پر سلام ہو عالم والوں میں ہم

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾

مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو (یعنی کافروں کو) غرق کردیا۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا اور تحقیق ہمیں پکارا	نُوْحٌ نوحؑ	فَلَنِعْمَ سو ہم البتہ خوب	الْمُجِيْبُوْنَ دعا قبول کرنے والے	وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے نجات دی اسے				
وَاَهْلَهٗ اور اسکے گھر والے	مِنَ سے	الْكَرْبِ مصیبت	الْعَظِيْمِ بڑی	وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیا	ذُرِّيَّتَهٗ اس کی اولاد	هُمُ وہ	الْبٰقِيْنَ باقی رہنے والی	
وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑا	عَلَيْهِ اس پر۔ اس کا	فِي میں	الْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنیوالے	سَلٰمٌ سلام ہو	عَلٰى پر	نُوْحٍ نوحؑ	فِي الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں میں	
اِنَّا بیشک ہم	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِي ہم جزا دیتے ہیں	الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	
ثُمَّ پھر	اَغْرَقْنَا ہم نے غرق کردیا	الْاٰخَرِيْنَ دوسرے						

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ کفار مکہ کی طرح گذشتہ امتوں میں بھی اکثر لوگ گم کردہ راہ تھے اور خدا کے ساتھ کفر و شرک کرتے تھے جبکہ سمجھانے اور کفر و شرک سے باز رکھنے کے لئے اللہ کے رسول ان میں آئے تھے مگر انہوں نے انبیاء کا کہنا نہ مانا اور اپنے اعمال بد سے باز نہ آئے۔ تو اس اللہ کی نافرمانی اور تکذیب انبیاء کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیا ہی میں تہس نہس کر دیئے گئے اور تباہ و برباد ہوئے۔ ہاں جو اللہ کے مخلص ایماندار بندے تھے وہ تباہی سے بچا لئے گئے اور عزت کے ساتھ رکھے گئے۔ اسی بات کی تائید میں آگے اب چند انبیاء کے قصہ بیان کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سنایا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ رسولوں کا کہنا نہ ماننے والوں کو کیسی سزا ملی اور ان کا اتباع کرنے والوں کو کیسی جزا ملی۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو برس تک رہے اور ہر وقت انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے لیکن قوم اپنی گمراہی پر جمی رہی۔ سوائے چند پاک باز لوگوں کے اور کوئی ایمان نہ لایا بلکہ الٹا اللہ کے رسول اور ان کے متبعین کو ستاتے اور تکلیفیں دیتے رہے۔ آخر اللہ کے رسول حضرت نوح علیہ السلام نے تنگ آ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی اور کہا کہ اے پروردگار میں ان سے عاجز آ چکا ہوں ہدایت اور فہمائش کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اب آپ اپنے دین اور پیغمبر کا بدلہ لے لیجئے اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ پھر دیکھ لو اللہ نے ان کی پکار کیسی سنی اللہ تعالیٰ تو بہترین طور پر دعاؤں کے قبول کرنے والے ہیں۔ فوراً ان کی دعا قبول کر لی اور نوح علیہ السلام کو مع ان کے گھرانے اور متبعین کے رات دن کی ایذاء کفار سے بچا لیا۔ پھر ہولناک طوفان کے وقت ان کی حفاظت کی اور پھر انہی کی اولاد سے دنیا بسی کیونکہ وہی باقی بچے تھے۔

اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ آج تمام دنیا کے آدمی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سامؑ حامؑ اور یافثؑ ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ جامع ترمذی کی بعض احادیث سے بھی اس کا

ثبوت ملتا ہے غرض کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بھلائی اوران کا ذکر خیران کے بعد کے لوگوں میں خدا کی طرف سے زندہ رہا۔ آج دنیا میں حضرت نوحؑ کی برائی کرنے والا کوئی نہیں طوفان نوح کے بعد سے آج تک ہزار ہا برس سے دنیا ان کا ذکر خیر ہی کرتی چلی آ رہی ہے۔ یہودہوں یا نصاریٰ یا اہل اسلام ہرامت ان پر سلام بھیجتی رہتی ہے اور سارے جہان میں نوح علیہ السلام کہہ کر یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ تو اللہ کے مخلص اور نیک بندوں کا حال ہوا دوسری طرف ان کے دشمنوں کا حال دیکھو کہ سب کے سب زبردست طوفان کی نذر کر دیئے گئے۔ آج ان کا نام ونشان تک باقی نہیں اپنی حماقت اور شرارتوں کی بدولت دنیا کا بیڑہ غرق کرا کر رہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تو یہ عادت ہے کہ جو خلوص کے ساتھ اللہ کی طاعت وعبادت پر جم جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ذکر جمیل بعد والوں میں ہمیشہ باقی رکھتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام یقین وایمان رکھنے والے اور توحید پر جم جانے والوں میں سے تھے تو ان کا اوران کی دعوت قبول کرنے والوں کا تو یہ انجام خیر ہوا اور مخالفین نوح علیہ السلام غارت اور غرق کر دیئے گئے کہ دنیا میں ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ ہاں ان کی بدیاں اور برائیوں کے افسانے مخلوق کی زبان پر باقی رہ گئے۔

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا وجعلنا ذریته هم الباقین اور ہم نے باقی انہی کی اولاد کو رہنے دیا تو اکثر حضرات مفسرین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا۔ اس میں دنیا کی اس وقت کی اکثر آبادی پانی میں غرق ہو کر ہلاک ہوگئی تھی اوراس کے بعد ساری دنیا کی نسل حضرت نوح علیہ السلام ہی کے تین بیٹوں سے چلی ایک بیٹے جن کا نام سام تھا ان کی اولاد سے اہل عرب اور فارس وغیرہ کی نسل چلی دوسرے بیٹے حام تھے ان سے افریقی ممالک کی آبادیاں دنیا میں پھیلیں اور تیسرے بیٹے یافث تھے ان سے ترک منگول وغیرہ کی نسلیں نکلیں طوفان نوح کے متعلق جمہور علماء کا یہی قول ہے اور دوسری آیات اور احادیث سب اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ طوفان عام تھا اور تمام آبادی نوع انسانی کو شامل تھا۔ اہل ایمان کے سوا کافروں میں سے کوئی نہ بچا تھا۔ سب کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔

یہاں اس قصہ میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ جس طرح نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اس کرب عظیم سے بچا لیا گیا اسی طرح آخر کار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو بھی اس کرب عظیم سے بچا لیں گے جس میں اس وقت اہل مکہ نے ان کو مبتلا کر رکھا ہے۔ چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔ کفار عرب اور مشرکین مکہ اس سرزمین سے ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے گئے اور وہاں کا مالک اہل اسلام کو بنا دیا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ تو ان آیات میں ختم ہوا اب آگے دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے جیسے نوح علیہ السلام اوران کے متبعین کی مدد فرمائی اوران کے مخالفین کو غرق کر کے ختم کیا اسی طرح اہل ایمان کی اب بھی مدد فرمائیں اور مخالفین اسلام کو تہ وبالا فرمائیں۔ یا اللہ! روئے زمین پر اعدائے دین نے جہاں جہاں اہل اسلام اور اہل ایمان کو اذیت دے رکھی ہے آپ ان کی نصرت فرمائیں اور اہل اسلام کو غلبہ اور مخالفین کو مغلوب فرمائیں اے اللہ جیسے آپ نے دین حق کی ہمیشہ مدد فرمائی اور حفاظت فرمائی اب بھی اس کی حفاظت فرمائیں اور غیب سے اس کی امداد کی صورتیں ظاہر فرما دیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ

اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے جب کہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا

مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو تو تمہارا رب العالمین کے ساتھ کیا خیال ہے

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ

سو ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ اُن کے بتوں میں جا گھسے

فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ

اور کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ہو تم کو کیا ہوا تم تو بولتے بھی نہیں ہو پھر ان پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے

يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ

ابراہیم نے فرمایا کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کیلئے

بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

ایک آتش خانہ تعمیر کرو اور اس کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو غرض ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ بُرائی کرنا چاہا تھا سو ہم نے اُنہی کو نیچا دکھایا

وَاِنَّ اور بیشک	مِنْ سے	شِيْعَتِهٖ اسکے طریقہ پر چلنے والے	لَاِبْرٰهِيْمَ البتہ ابراہیم	اِذْ جَآءَ یاد کرو	جب وہ آیا	رَبَّهٗ اپنا رب	بِقَلْبٍ دل کے ساتھ
سَلِيْمٍ صاف	اِذْ قَالَ جب اس نے کہا	لِاَبِيْهِ اپنے باپ کو	وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم	مَاذَا کس چیز	تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو		
اَئِفْكًا کیا جھوٹ موٹ کے	اٰلِهَةً معبود	دُوْنَ اللّٰهِ اللہ کے سوا	تُرِيْدُوْنَ تم چاہتے ہو	فَمَا سو کیا	ظَنُّكُمْ تمہارا گمان	بِرَبِّ پروردگار کے بارے میں	
الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں	فَنَظَرَ پھر اس نے دیکھا	نَظْرَةً ایک نظر	فِى میں۔کو	النُّجُوْمِ ستارے	فَقَالَ تو اس نے کہا	اِنِّىْ بیشک میں	
سَقِيْمٌ بیمار ہوں	فَتَوَلَّوْا پس وہ پھر گئے	عَنْهُ اس سے	مُدْبِرِيْنَ پیٹھ پھیر کر	فَرَاغَ پھر پوشیدہ گھس گیا	اِلٰى طرف۔میں	اٰلِهَتِهِمْ ان کے معبودوں	
فَقَالَ پھر کہنے لگا	اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم نہیں کھاتے	مَا لَكُمْ کیا ہوا تمہیں؟	لَا تَنْطِقُوْنَ تم بولتے نہیں	فَرَاغَ پھر جا پڑا وہ	عَلَيْهِمْ ان پر	ضَرْبًا مارتا ہوا	
بِالْيَمِيْنِ اپنے دائیں ہاتھ (قدرت سے)	فَاَقْبَلُوْٓا پھر وہ متوجہ ہوئے	اِلَيْهِ اس کی طرف	يَزِفُّوْنَ دوڑتے ہوئے	قَالَ اس نے فرمایا			
اَتَعْبُدُوْنَ کیا تم پرستش کرتے ہو	مَا تَنْحِتُوْنَ جو تم تراشتے ہو	وَاللّٰهُ حالانکہ اللہ	خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	وَمَا اور جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو		
قَالُوْا انہوں نے کہا	ابْنُوْا بناؤ	لَهٗ اس کیلئے	بُنْيَانًا ایک عمارت	فَاَلْقُوْهُ پھر ڈال دو اسے	فِى الْجَحِيْمِ آگ میں	فَاَرَادُوْا پھر انہوں نے چاہا	
بِهٖ اس پر	كَيْدًا داؤ	فَجَعَلْنٰهُمُ تو ہم نے کر دیا انہیں	الْاَسْفَلِيْنَ زیر				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے متبعین کو بچالیا اور پانی کا زبردست طوفان بھیج کر سارے نافرمانوں اور سرکشوں کو غرق کر کے ختم کر دیا اب آگے ان

آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس سے قریش اور مشرکین عرب کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ تم جو حضرت ابراہیم کو اپنا جدامجد مانتے ہو تو دیکھو وہ کیسے موحد اور بت شکن تھے۔ تم ان کی اولاد کہلا کر الٹے بت پرست بن گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے تو قوم کو بت پرستی پر ملزم گردانا اور خدا پرستی اختیار کی اور اسی کی تلقین فرمائی۔ قرآن کریم کے رشد و ہدایت کا پیغام چونکہ ملت ابراہیمی کا پیغام ہے اس لئے قرآن کریم میں جگہ جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے کسی جگہ اختصار کیساتھ کسی جگہ تفصیل کے ساتھ۔ کسی جگہ مختلف حالات و اوصاف کے پیش نظر۔ یہاں ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیمؑ کا ذکر اس طرح شروع فرمایا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ بھی حضرت نوح علیہ السلام کے طریقہ ہی کے پیرو تھے کیونکہ وہ بھی انہی کی طرح کے پیغمبر تھے۔ انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں۔ اور سب پیغمبروں کا شروع سے آخر تک ایک ہی اصول دین رہا ہے اس لئے وہ سب ایک ہی گروہ کے افراد ہیں۔ اسی لئے یہاں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت نوحؑ کے گروہ سے فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب سلیم کی تعریف فرمائی یعنی ہر قسم کے اعتقادی اور اخلاقی روگ سے دل کو پاک صاف کر کے دنیوی حرکتوں سے آزاد ہو کر انکسار اور تواضع کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھک پڑے اور اپنی قوم کو بت پرستی سے باز رہنے کی نصیحت کی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور ساری قوم کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھا تو ان کو ٹوکا اور کہا کہ تمہارا طرز عمل تو سراسر غلط ہے۔ آخر یہ پتھر کی مورتیاں ہیں کیا چیز؟ جنہیں تم اس قدر چاہتے ہو کہ ایک اللہ کو چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ کیا سچ مچ ان کے ہاتھوں میں جہان کی حکومت ہے؟ یا کسی چھوٹے بڑے نقصان کے مالک ہیں؟ آخر سچے مالک اور معبود کو چھوڑ کر ان جھوٹے معبودوں کی اتنی خوشامد اور بندگی کیوں ہے؟ تم نے جو اللہ کے سوا ان کو معبود بنایا ہے تو رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا اس کے وجود میں شبہ ہے؟ یا اس کی شان اور رتبہ کو نہیں سمجھتے جو پتھر کی مورتیوں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہو یا اس کے غضب اور انتقام کی خبر نہیں جو ایسی گستاخی پر جری ہو گئے ہو؟ آخر بتاؤ تو سہی تم نے پروردگار عالم کو کیا خیال کر رکھا ہے؟ غرض آپ قوم کو اسی طرح بہت دنوں تک سمجھاتے رہے لیکن ان کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی اور یونہی بحث مباحثہ ہوتا رہتا تھا۔ اسی درمیان میں ان کا کوئی میلہ یا تہوار آ پہنچا جس کا سب کو شہر کے باہر جا کر منانا ضروری تھا۔ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی زور دیا کہ ہمارے میلہ میں چلو اور شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لے جانے سے ان کا مقصد یہ ہو کہ ہماری شان و شوکت دیکھ کر ہمارے طریقہ کی کچھ وقعت ان کے دل میں پیدا ہو جائے اور آپ کو منظور یہ تھا کہ میں یہاں اکیلا رہ جاؤں تو بتوں کی مرمت کروں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں نجوم کا بہت زور تھا اور وہ کواکب پرست بھی تھے۔ تو آپ نے ان کو دکھانے کو ستاروں کی طرف نظر ڈال کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں میں بیمار ہونے کو ہوں اس لئے میلہ میں نہیں جا سکتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کی طرف دیکھ کر انی سقیم فرمانا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں اپنی جگہ بالکل صحیح تھا کیونکہ یہ صیغہ بمعنی مستقبل ہے مطلب یہ میں آئندہ کبھی بیمار ہوں گا اور بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا تو موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنے والی ہے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں یہ بھی ایک طرح بالکل درست تھا اس وجہ سے کہ ایسا دنیا میں کون ہے جس کی طبیعت ہر وقت ہر طرح ٹھیک رہے۔ کچھ نہ کچھ عوارض اندرونی بیرونی لگے ہی رہتے ہیں اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہی تکلیف اور بدمزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی ردی حالت دیکھ کر کڑھتے تھے۔ غرض کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد اپنی جگہ صحیح تھی لیکن قوم والے یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے

والے ہیں اس لئے یہ عذر سن کر آپ کو چھوڑ کر اپنے میلہ میں چلے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غرض پہلے ہی سے یہ تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی کا ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں۔ چنانچہ قوم والے تو باہر شہر کے میلہ میں گئے اور آپ ان کے بت خانہ میں جا گھسے اور بتوں کو خطاب کر کے کہا کہ یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں کیوں نہیں کھاتے باوجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے جب بتوں کی طرف سے کھانے کے متعلق کچھ جواب نہ ملا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ تم بولتے کیوں نہیں یعنی اعضاء اور صورت تو تمہاری انسانوں کی سی بنا دی لیکن انسانوں کی سی روح تم میں نہ ڈال سکے تو پھر تعجب ہے کہ کھانے پینے اور بولنے والے انسان بے حس وحرکت مورتیوں کے سامنے سربسجود ہوں پھر تبر وغیرہ سے مار مار کر ان بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں یہ قصہ مفصل گزر چکا ہے۔ اب لوگ جب اپنے میلہ ٹھیلہ سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے بت ٹوٹے پڑے ہیں۔ قرائن سے سمجھ گئے کہ یہ کام ابراہیم کے سوا کسی اور کا نہیں چنانچہ سب ان کی طرف جھپٹ پڑے اور غصہ میں دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم یہ احمقانہ حرکت کرتے کیوں ہو۔ کیا پتھر کی بے جان مورت جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے تراش کر تیار کی پرستش اور عبادت کے لائق ہو گئی اور جو اللہ تمہارا اور ان پتھروں کا پیدا کرنے والا ہے اس سے کوئی سروکار نہ رہا؟ پیدا تو ہر چیز کو وہ کرے اور بندگی دوسروں کی ہونے لگے پھر دوسرے بھی کیسے جو مخلوق در مخلوق ہیں۔ آخر یہ کیا اندھیر ہے عبادت تو اس کی ہونی چاہئے جو سب کا خالق مالک اور رازق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان معقول باتوں کا جواب تو ان سے کچھ بن نہ پڑا غصہ میں باہم جھلا کر یہ تجویز کی کہ ایک بڑا زبردست آتش خانہ بنا کر ابراہیم کو اس میں ڈال دو تا کہ اس دہکتی ہوئی آگ میں یہ جل کر خاک سیاہ ہو جائیں۔ اور انہوں نے یہ سوچا کہ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائے گی اور ہیبت بیٹھ جائے گی کہ ان کی مخالفت کا انجام یہ ہوتا ہے تا کہ آئندہ کوئی ایسی جرات نہ کرے چنانچہ جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں یہ قصہ مفصل گزر چکا ہے قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہلاک کرنے کے لئے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان ہی کو نیچا دکھلایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار کر دی گئی جس سے سب پر یہ ثابت ہو گیا کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب مل کر خدائے واحد ذوالجلال والاکرام کے ایک مخلص بندے کا بال بیکا نہیں کر سکتے آگ کی مجال نہیں کہ رب ابراہیم کی اجازت کے بغیر ایک بال بھی جلا سکے۔ تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف جو کارروائی کرنی چاہی تھی اللہ نے ان مشرکین ہی کو اس میں نیچا دکھایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برتری ہی ثابت ہوئی۔

اس واقعہ کو یہاں بیان کرنے سے مقصود قریش کے لوگوں کو متنبہ کرنا ہے کہ جن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر تم فخر کرتے ہو ان کا طریقہ وہ نہ تھا جو تم نے اختیار کر رکھا ہے بلکہ وہ وہ تھا جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔ اب اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچا دکھانے کے لئے وہ چالیں چلو گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کے ساتھ چلی تھی تو آخر کار نیچا تم ہی دیکھو گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نیچا نہیں دکھا سکتے اور ان کی صداقت اور سچائی ایسی ہی ثابت ہو گی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سچائی ثابت ہوئی تھی اور مشرکین نے نیچا دیکھا تھا۔

اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ سے بسلامت نکل آئے اور قوم نے آپ کی تبلیغ اور دعوت کا کوئی اثر نہ لیا تو آپ نے اس جگہ سے ہجرت کر جانے کا فیصلہ کیا جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاء اللہ آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ

اور ابراہیمؑ کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند

بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ

کی بشارت دی سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیمؑ کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیمؑ نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بامر الٰہی) ذبح کر رہا ہوں

مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ

سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تامل) کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے پائیں گے غرض جب

اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ

دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کیلئے) کروٹ پر لٹایا اور (چاہتے تھے گلا کاٹ ڈالیں اس وقت) ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیمؑ (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا

نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا

(وہ وقت بھی عجیب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دے دیا اور ہم نے پیچھے

عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

آنے والوں میں یہ بات ان کیلئے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے

الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ ؕ

اور ہم نے (ایک انعام ان پر یہ کیا کہ) ان کو اسحٰقؑ کی بشارت دی کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے اور ہم نے ابراہیمؑ پر اور اسحٰقؑ پر برکتیں نازل کیں

وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

(اور پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں بعضے اچھے بھی ہیں اور بعضے ایسے بھی جو (بدیاں کر کے) صریح اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

وَقَالَ اور اس (ابراہیم)	نے کہا	اِنِّیْ بیشک میں	ذَاهِبٌ جانے والا ہوں	اِلٰی رَبِّیْ اپنے رب کی طرف	سَیَهْدِیْنِ عنقریب وہ مجھے راہ دکھائے گا		
رَبِّ اے میرے رب	هَبْ لِیْ مجھے عطا فرما	مِنَ سے	الصّٰلِحِیْنَ نیک صالح	فَبَشَّرْنٰهُ پس بشارت دی ہم نے اسے	بِغُلٰمٍ ایک لڑکا		
حَلِیْمٍ بردبار	فَلَمَّا پھر جب	بَلَغَ وہ پہنچا	مَعَهُ اس کے ساتھ	السَّعْیَ دوڑنے	قَالَ اس نے کہا	یٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے	اِنِّیْٓ اَرٰی بیشک میں دیکھتا ہوں
فِی میں	الْمَنَامِ خواب	اَنِّیْ کہ میں	اَذْبَحُكَ تجھے ذبح کر رہا ہوں	فَانْظُرْ اب تو دیکھ	مَاذَا کیا	تَرٰی تیری رائے	قَالَ اس نے کہا
یٰٓاَبَتِ اے میرے ابا جان	افْعَلْ آپ کریں	مَا تُؤْمَرُ جو آپ کو حکم کیا جاتا ہے	سَتَجِدُنِیْٓ آپ جلد ہی مجھے پائیں گے	اِنْ اگر			
شَآءَ اللّٰهُ اللہ نے چاہا	مِنَ سے	الصّٰبِرِیْنَ صبر کرنے والے	فَلَمَّا پس جب	اَسْلَمَا دونوں نے حکم الٰہی	مان لیا	وَتَلَّهٗ (باپ نے بیٹے کو) لٹایا	
لِلْجَبِیْنِ پیشانی کے بل	وَنَادَیْنٰهُ اور ہم نے اسکو پکارا	اَنْ کہ	یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ اے ابراہیم	قَدْ صَدَّقْتَ تحقیق تو نے سچ کر دکھایا	الرُّءْیَا خواب		

اِنَّا كَذٰلِكَ بیشک ہم اسی طرح	نَجْزِي ہم جزا دیا کرتے ہیں	الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	لَهُوَ البتہ وہ	الْبَلٰٓؤُا آزمائش		
الْمُبِيْنُ کھلی	وَفَدَيْنٰهُ اور ہم نے اس کا فدیہ دیا	بِذِبْحٍ ایک ذبیحہ	عَظِيْمٍ بڑا	وَتَرَكْنَا اور ہم نے باقی رکھا	عَلَيْهِ اس پر اس کا ذکر خیر		
فِي الْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنیوالوں میں	سَلٰمٌ سلام	عَلٰى پر	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِي ہم جزا دیا کرتے ہیں		
الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	الْمُؤْمِنِيْنَ جمع	وَبَشَّرْنٰهُ اور ہم نے اسے بشارت دی	بِاِسْحٰقَ اسحق کی	
نَبِيًّا ایک نبی	مِنَ سے	الصّٰلِحِيْنَ جمع صالح	وَبٰرَكْنَا اور ہم نے برکت نازل کی	عَلَيْهِ اس پر۔اس کو	وَ اور	عَلٰى پر	اِسْحٰقَ اسحق
	وَ مِنْ اور سے۔میں	ذُرِّيَّتِهِمَا ان دونوں کی اولاد	مُحْسِنٌ نیکوکار	وَظَالِمٌ اور ظلم کرنیوالا	لِّنَفْسِهٖ اپنی جان پر	مُبِيْنٌ صریح	

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام عرصہ تک قوم کو "توحید الٰہی" کی دعوت دیتے رہے اور ان کو شرک و بت پرستی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے مگر بدبخت قوم نے کسی طرح آپ کی رشد و ہدایت کو قبول نہیں کیا۔ اور جب ایک موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا تو تمام قوم نے عداوت کے جذبہ میں آپ کو آگ میں ڈال کر جلادینے کا فیصلہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ارادوں کو ناکام فرمایا اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں نار کو گلزار بنادیا۔ اس کھلی ہوئی نشانی اور معجزہ کو دیکھ کر بھی قوم کو ایمان لانا نصیب نہ ہوا تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے علیحدہ ہو جانا پسند فرمایا اور ارادہ کیا کہ وطن سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ پیغام الٰہی سنائیں اور دعوت حق پہنچائیں چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ اب میں تم میں سے ہجرت کر کے کہیں اور جہاں میرا رب میری رہنمائی فرمائے گا چلا جاؤں گا۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے جدا ہو کر ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی اور آپ کے ہمراہ آپ کی بی بی حضرت سارہ اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط نے بھی ہجرت فرمائی کیونکہ ساری قوم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والے صرف یہی دو نفر تھے۔ اس وقت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی رب ھب لی من الصلحین یعنی اے میرے پروردگار مجھ کو کوئی نیک صالح اولاد عطا فرما جو دینی کام میں میری مدد کرے اور اس سلسلہ کو باقی رکھے۔ اس دعائے ابراہیمی پر علماء نے لکھا ہے کہ فرزند صالح کی دعا مانگتے رہنا کسی کمال روحانی کے منافی نہیں بلکہ عین سنت انبیاء ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ایک حلیم المزاج لڑکے کی بشارت دی گئی جس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو سب سے پہلے اور سب سے بڑے فرزند ہیں اب جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے اور والد کا ہاتھ بٹانے کے لائق ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے اس پیارے بچہ کو ذبح کر رہے ہیں۔ حضرات انبیاء کا خواب بھی وحی کی ایک قسم ہوتا ہے اس لئے آپ اسے امر الٰہی سمجھے اور تعمیل حکم پر آمادہ ہو گئے لکھا ہے کہ تین رات آپ مسلسل یہی خواب دیکھتے رہے۔ تیسرے روز آپ نے اپنا خواب بیٹے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سنایا تا کہ بیٹے کا خیال معلوم کریں کہ وہ خوشی سے آمادہ ہیں یا نہیں اور اس لئے بھی کہ اچانک ذبح کرنے سے وہ گھبرا نہ جائیں اپنا ارادہ اور رویاء صادقہ حضرت اسماعیل پر ظاہر کیا۔ حضرت اسماعیل آخر تو حضرت ابراہیمؑ جیسے مجدد انبیاء کے فرزند ارجمند تھے کہنے لگے ابا جان پھر دیر کیا ہے مالک کا جو حکم ہوا سے فوراً کر ڈالئے۔ ایسے کام میں مشورہ کی کیا ضرورت۔ رہا میں سو آپ ان شاء اللہ دیکھ لیں گے

کہ کس صبر وتحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ انشاء اللہ میرا صبر آپ کا جی خوش کر دے گا۔ سبحان اللہ ہزار ہزار رحمتیں ہوں ایسے بیٹے اور باپ پر۔ آخر باپ بیٹے دونوں حکم خداوندی کی اطاعت کے لئے جاں بکف تیار ہو جاتے ہیں۔ باپ بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے اور بیٹا راہ خدا میں اپنے باپ کے ہاتھوں اپنا گلا کٹوانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس گفتگو کے بعد باپ بیٹے اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔

بعض روایات میں آتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے ارادہ سے مکہ سے لے کر چلے اور منیٰ کی حدود میں پہنچے تو ایک جگہ شیطان سامنے آیا اور اس نے اس ارادہ سے آپ کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مردود کے سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنس گیا اور آپ آگے روانہ ہو گئے۔ کچھ دور چلے تھے کہ اللہ والوں کا وہ دشمن ابلیس پھر سامنے آیا اور اس نے آپ کو حضرت اسماعیلؑ کی قربانی سے روکنا چاہا آپ نے پھر اس کو سات کنکریاں ماریں جس سے وہ دفع ہو گیا۔ آپ آگے چل دیئے کچھ دور کے بعد وہ تیسری دفعہ پھر نمودار ہوا اور پھر اس نے ورغلایا آپ نے پھر اس کو کنکریاں ماریں جس سے پھر وہ زمین میں دھنس گیا۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عاشقانہ ادا ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے اس کی نقل بھی حج کا جزو بنا دی گئی ہے۔ جن تین جگہوں پر شیطان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سنگ باری کی تھی ان جگہوں پر بطور نشان کے تین ستون بنے ہوئے ہیں جن کو جمرات کہتے ہیں اور اب حجاج ان نشانوں پر کنکریاں مارتے ہیں۔ الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بچے کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذبح کرنے کے لئے لٹاتے ہیں۔ یہاں آیت میں یہ الفاظ ارشاد ہیں **فلما اسلما و تله للجبين**

پس جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرایا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے چت نہیں لٹایا بلکہ اوندھے منہ لٹایا تاکہ ذبح کرتے وقت بیٹے کا چہرہ دیکھ کر کہیں محبت اور شفقت پدری جوش نہ مارنے لگے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا کہ کیا ماجرا گزرا کیونکہ بات اتنی بڑی تھی کہ اسے الفاظ میں بیان کرنے کی بجائے ذہن میں تصور ہی کے لئے چھوڑ دینا زیادہ مناسب تھا۔ ایک بوڑھا باپ اپنے ارمانوں سے مانگے ہوئے بیٹے کو محض اللہ کی خوشنودی پر قربان کر رہا ہے اور بیٹا بھی گلے پر چھری چلوانے کے لئے تسلیم و رضا سے راضی ہے تو کیا حال اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر گزر رہا ہوگا۔ اور کیا کچھ فرشتوں پر گزر رہی ہوگی۔ اور کیسا کچھ اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں جوش آیا ہوگا۔ بس اس کا کچھ تصور ہی کیا جا سکتا ہے الفاظ میں ان کیفیات کا بیان مشکل ہے۔ یہاں اس موقع پر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بالآخر جب دونوں باپ بیٹے یہ انوکھی عبادت انجام دینے کے لئے قربان گاہ پہنچے تو حضرت اسماعیلؑ نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان مجھے خوب اچھی طرح باندھ دیجئے تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑوں کو بھی مجھ سے بچایئے ایسا نہ ہو کہ ان پر میرے خون کی چھینٹیں پڑیں تو میرا ثواب گھٹ جائے اس کے علاوہ میری والدہ خون دیکھیں گی تو انہیں غم زیادہ ہوگا اور اپنی چھری بھی تیز کر لیجئے اور اسے میرے حلق پر ذرا جلدی جلدی پھیریئے گا تاکہ آسانی سے میرا دم نکل سکے کیونکہ موت بڑی سخت چیز ہے اور جب آپ میری والدہ کے پاس جائیں تو ان کو میرا سلام کہہ دیجئے گا اور اگر آپ میرا قمیص والدہ کے پاس لے جانا چاہیں تو لے جائیں۔ شاید انہیں اس سے کچھ تسلی ہو۔ اکلوتے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ایک باپ کے دل پر کیا گزر سکتی ہے؟ (اللہ علیم خبیر ہی واقف

ہے) لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام استقامت کے پہاڑ بن کر جواب دیتے ہیں کہ بیٹا! تم اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے میرے کتنے اچھے مددگار ہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے بیٹے کو بوسہ دیا اور پرنم آنکھوں سے انہیں باندھا۔ آگے بعض تاریخی روایات کی بناء پر حضرت مفتی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو سیدھا لٹایا تھا لیکن جب چھری چلانے لگے تو بار بار چلانے کے باوجود گلا کٹتا نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیتل کا ایک ٹکڑا بیچ میں حائل کر دیا تھا تو اس موقع پر بیٹے نے باپ سے خود یہ فرمائش کی تھی ابا جان! مجھے چہرہ کے بل کروٹ سے لٹا دیجئے اس لئے کہ جب آپ کو میرا چہرہ نظر آتا ہے تو شفقت پدری جوش مارنے لگتی ہے اور گلا پوری طرح کٹ نہیں پاتا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح لٹا کر چھری چلانی شروع کی۔" مگر حضرت اسماعیلؑ کی گردن تو قدرت خداوندی سے تانبے کی سی ہوگئی کہ چھری سے بالکل نہ کٹی اور فوراً وحی الٰہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ **وناديناه ان يآابراهيم قدصدقت الرءيا** اور ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیم (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچا کر دکھایا۔ مقصود بیٹے کا ذبح کرانا نہیں۔ محض تمہارا امتحان منظور تھا سو اس میں تم پوری طرح کامیاب ہوئے بیشک یہ بہت سخت اور کٹھن آزمائش تھی۔ اب لڑکے کو چھوڑ دو اور تمہارے پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلہ میں ذبح کرو اور قربان کرو۔

علامہ حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ میں نے اسماعیل کو ذبح کر دیا بلکہ یہ دیکھا تھا کہ میں ذبح کر رہا ہوں یعنی ذبح کا جو فعل ہے گردن پر چھری چلانا وہ کر رہا ہوں۔ سو اتنا کرنے سے وہ خواب میں سچے ہوگئے جتنا خواب دیکھا تھا اتنا پورا ہوگیا چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیل حکم الٰہی سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو ذبح سے بچا لیا (معارف القرآن از حضرت کاندھلوی)

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مینڈھے کو ذبح کیا۔ یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی اسی دن یعنی ذوالحجہ کی دس تاریخ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کو آیت میں **ان هٰذا لهو البلٰؤا المبين** فرمایا گیا یعنی حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان۔ مقربین بارگاہ الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ وہ نہیں ہوتا جو عام انسانوں کے ساتھ ہے۔ ان کو امتحان و آزمائش کی سخت سے سخت منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے اور قدم قدم پر جان نثاری اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء اپنے اپنے مراتب کے اعتبار سے امتحان کی صعوبتوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی چونکہ جلیل القدر نبی اور پیغمبر تھے اس لئے آپ کو بھی مختلف آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا اور آپ ہر دفعہ امتحان میں کامل اور مکمل ثابت ہوئے۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت جس صبر و رضا کا ثبوت دیا اور جس عزم و استقامت کو پیش کیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ اس کے بعد جب حضرت اسماعیل شیر خوار بچہ اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو فاران کے بیابان جہاں دانہ پانی کا نام و نشان نہ تھا چھوڑ آنے کا حکم ملا تو وہ بھی معمولی امتحان نہ تھا۔ شیر خوار بچہ اور ان کی والدہ کو ایک بے آب و گیاہ جنگل بیابان میں چھوڑتے ہیں جہاں اب مکہ آباد ہے اور پیچھے پھر کر بھی نہیں دیکھتے کہ امتثال امر الٰہی میں لغزش نہ ہو جائے اور ان دونوں منزلوں سے کٹھن یہ تیسرا امتحان تھا جب کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام تین شب مسلسل یہ خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابراہیم ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دو۔ جس کی تفصیلات اوپر بیان ہوئیں تو جیسا یہ بڑا امتحان تھا جس کو سوا مخلص کامل کے دوسرا برداشت نہیں کرسکتا تو ایسے امتحان میں پورا اترنے پر اللہ تعالیٰ نے صلہ بھی بڑا بھاری عطا فرمایا۔

یہاں ایک بات یہ اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ شریعت محمدیہ میں اپنے لڑکے کو ذبح کرنے کی نذر یا خود اپنے کو راہ خدا میں ذبح کرنے کی نذر و منت بہرصورت اور بالاتفاق ناجائز ہے۔ لیکن اگر کوئی بدعقل ایسی نذر مان لے تو امام مالکؒ کے نزدیک اس کے بدلہ بکری قربان کردے لیکن امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ ایسی نذر سرے سے معصیت ہے جس پر اسے استغفار کرنا چاہئے حنفیہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے کہ بکری کی قربانی دینی چاہئے کہ یہ شریعت ابراہیمی سے ثابت ہے اور اس کا نسخ منقول نہیں۔ لیکن امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ ایسی نذر ہی سرے سے باطل ہے اس لئے اس کا کچھ کفارہ اور بدلہ بھی نہیں۔ مفسر ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو راہ خدا میں ذبح کرنے کی منت مانی تھی تو حضرت ابن عباسؓ نے اسے ایک سو اونٹ ذبح کرنے کا فتویٰ دیا تھا لیکن پھر حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ اگر میں اسے ایک بھیڑ ذبح کرنے کو کہتا تب بھی کافی تھا کیونکہ کتاب اللہ میں ہے کہ حضرت ذبیح اللہ کا فدیہ اسی سے دیا گیا تھا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے شریعت محمدیہ میں اپنے ہاتھوں اپنے کی یا اپنے اولاد کی قربانی جائز نہیں فرمائی اور یہ اس لئے ظاہر کیا گیا کہ کافی عرصہ ہوا اخبارات میں اسی کراچی کی خبر یہ پڑھنے میں آئے تھی کسی نے خواب کی بناء پر اپنی بچی کو ذبح کرڈالا تھا جس پر اس نیم پاگل کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔

الغرض یہاں آیات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر فرمانے کے بعد اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں کامیاب ہوگئے تو آپ کو ایک اور بیٹے یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دیگئی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے بشارت سنائی کہ حضرت سارہ کے بطن سے بھی ایک بیٹا ہوگا اور ان کا نام اسحاق رکھنا اور وہ بھی نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے چنانچہ حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے جن کی نسل سے سینکڑوں بادشاہ اور ہزاروں نبی بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے توحید اخلاص اور ایمان کے نتیجہ میں برکت عطا فرمائی۔ اب اخیر میں یہ سب بیان کرنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کا ذکر کرنے کے بعد جو مقصد اس قصہ کو ذکر فرمانے سے ہے وہ ظاہر فرمایا جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زمانہ عرب یہود و نصاریٰ جو اپنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور ان کی ذریت کہلانے پر فخر کرتے تھے انہیں سنایا جاتا ہے **ومن ذريتهما محسن و ظالم لنفسه مبين** اور ان دونوں کی نسل میں سے بعضے اچھے اور نیک بھی ہیں جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکار اور بعضے ایسے بھی ہیں جو اپنی جان پر صریح ظلم کررہے ہیں اور اس ظلم کا وبال انہی پر پڑے گا۔ اس جملہ میں تعریض ہے کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کے طریقہ پر نہیں وہ ان کی نسل سے ہونے کے فخر کو محض بیکار جانے۔ نہ وہ اس برکت کے وعدہ کا شریک ہے نہ وہ ان عنایات کا مستحق ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتنی بات بھی نہیں مانتے کہ خدا پرستی اختیار کریں بدکاری اور بت پرستی کفر و شرک کو چھوڑ کر توحید الٰہی اختیار کریں ان کے ایک بیٹے نے تو ان کی راہ حق میں یہاں تک اطاعت کی کہ

جان دینے پر آمادہ ہو گئے تم کیسے فرزند ہو کہ الٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہنے کے خلاف بت پرستی اور کفر و شرک اختیار کرتے ہو اور خدا پرستی کو ترک کرتے ہو۔

یہاں ان آیات کے تحت اور اس واقعہ سے جس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بے مثال جذبۂ جان نثاری کی شہادت ملتی ہے۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کم سنی ہی میں اللہ نے حضرت اسماعیل کو کیسی ذہانت اور علم ادب عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا بلکہ محض اپنے خواب کا تذکرہ فرمایا تھا۔ لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اور یہ خواب بھی در حقیقت حکم الٰہی کی ہی ایک شکل ہے چنانچہ انہوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکم الٰہی کا تذکرہ فرمایا اور کہا یآبت افعل ما تؤمر اے ابا جان جس بات کا آپ کو خدا کی طرف سے حکم کیا گیا ہے آپ اسے کر گزریئے اور والد بزرگوار کو یقین دلایا کہ ستجدنی ان شآء الله من الصٰبرین یعنی ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایت تواضع اور ادب ہے۔ ایک تو آپ نے انشاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالہ کر دیا اور اس وعدے میں جو دعوے کی ظاہری صورت پیدا ہو سکتی تھی اسے ختم فرما دیا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو کسی معاملہ میں اپنے اوپر خواہ کتنا ہی اعتماد ہو لیکن اسے ایسے بلند بانگ دعوے نہیں کرنے چاہئیں۔ جن سے غرور و تکبر ٹپکتا ہو اگر کہیں ایسی کوئی بات کہنے کی ضرورت ہو تو الفاظ میں اس کی رعایت ہونی چاہئے کہ ان میں اپنے بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا اظہار ہو اور جس حد تک ممکن ہو تواضع اور انکساری کے دامن کو نہ چھوڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے متواضع اور مخلصین بندوں کے طفیل میں ہمیں بھی تواضع اور انکساری کی دولت عطا فرمائیں۔

یہاں تک دو انبیاء یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہوا اب آگے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے حکم بردار اور اطاعت گزار بندوں میں شامل فرماویں۔

یا اللہ ہم کو ہر حال میں ظاہراً اور باطناً شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما اور اپنی مرضیات کی ہر آن میں سعادت حاصل کرنے کی دولت عطا فرما۔ یا اللہ ہم تو عاجز ضعیف الایمان ہیں ہم کسی امتحان کے لائق نہیں۔ اپنے ان مخلص اور کامیاب بندوں کے طفیل میں جو آپ کی ہر آزمائش اور امتحان میں کامیاب رہے۔ اے اللہ ہم کو دین پر استقامت اور کامیابی نصیب فرما اور اپنی برکتوں اور رحمتوں سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو دین و دنیا میں سرفراز فرما۔

اے اللہ ہم کو اپنے محسن اور مخلص بندوں میں شامل فرمایئے اور ہم کو ظالموں میں شامل ہونے سے بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوسٰى وَهٰرُونَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۱۱۵﴾

اور ہم نے موسیٰ اور ہارونؑ پر بھی احسان کیا اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات دی

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغٰلِبِينَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِينَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلہ میں مدد کی سو یہی لوگ غالب آئے اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستہ

الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِينَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوسٰى وَهٰرُونَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

پر قائم رکھا اور ہم نے ان دونوں کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ موسیٰ اور ہارونؑ پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں

الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۲﴾

بے شک وہ دونوں ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے۔

وَلَقَدْ	اور تحقیق البتہ
مَنَنَّا	اور ہم نے احسان کیا
عَلٰى مُوسٰى	موسیٰ پر
وَهٰرُونَ	اور ہارونؑ
وَنَجَّيْنٰهُمَا	اور ان دونوں کو نجات دی
وَقَوْمَهُمَا	اور ان کی قوم
مِنَ	سے
الْكَرْبِ	غم
الْعَظِيمِ	بڑا
وَ	اور
نَصَرْنٰهُمْ	ہم نے مدد کی ان کی
فَكَانُوا	تو وہ رہے
هُمُ	وہی
الْغٰلِبِينَ	غالب
وَاٰتَيْنٰهُمَا	اور ہم نے ان دونوں کو دی
الْكِتٰبَ	کتاب
الْمُسْتَبِينَ	واضح
وَ	اور
هَدَيْنٰهُمَا	اور ہم نے ان دونوں کو ہدایت دی
الصِّرَاطَ	راستہ
الْمُسْتَقِيمَ	سیدھا
وَتَرَكْنَا	اور ہم نے باقی رکھا
عَلَيْهِمَا	ان دونوں پر انکا ذکر خیر
فِي الْاٰخِرِينَ	بعد میں آنیوالوں میں
سَلٰمٌ	سلام
عَلٰى مُوسٰى	موسیٰ پر
وَهٰرُونَ	اور ہارون
اِنَّا كَذٰلِكَ	بیشک ہم اسی طرح
نَجْزِي	ہم جزا دیتے ہیں
الْمُحْسِنِينَ	نیکوکاروں
اِنَّهُمَا	بیشک وہ دونوں
مِنْ	سے
عِبَادِنَا	ہمارے بندے
الْمُؤْمِنِينَ	مومن

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر ہوا تھا اب آگے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سورتوں میں متعدد جگہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت موسیٰ اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام مصر کے سرکش اور باغی بادشاہ فرعون کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے تا کہ اسے سمجھائیں کہ وہ اپنی سرکشی سے باز آئے اور بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے رہائی دے مگر اس ظالم اور متکبر فرعون کی سمجھ میں کہاں کوئی بات آنے والی تھی۔ اس نے اور زیادہ بنی اسرائیل کو ستانا شروع کر دیا۔ ان کے بچوں کو قتل کرا دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ ان سے ذلیل خدمات لیتا تھا اور تمام قوم بنی اسرائیل کو پست وذلیل اور بے حیثیت بنا کر رکھا تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اور بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے ظلم وستم سے نجات ملی۔ مصر سے نکل کر بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو نہایت آسانی سے پار کر لیا اور فرعونیوں کو اسی سمندر میں غرق کر کے بنی اسرائیل کو غالب ومنصور کیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک واضح روشن اور بین کتاب یعنی توراۃ عطا فرمائی جو حق و باطل میں فرق وفیصلہ کرنے والی تھی اور نور وہدایت دکھانے والی تھی۔ ان واقعات کی طرف یہاں اجمالاً اشارہ فرما کر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی تعریف فرمائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں افعال میں اقوال میں استقامت بخشی اور ہر معاملہ میں سیدھی راہ پر چلایا جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے لوازم میں سے ہے اور ان کے بعد والوں میں بھی ان کا ذکر خیر اور ثناء وصفت باقی رکھی کہ آج

تک زبانیں ان پر سلام بھیجتی ہیں اس کے بعد بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص اور نیک کار بندوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں کہ ان کو مستحق ثناء وصفت کا بناتے ہیں اور چونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بھی اللہ تعالیٰ کے کامل ایماندار بندوں میں سے تھے اس لئے صلہ بھی کامل عطا ہوا۔

یہاں اس سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المؤمنین** بیشک ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کر کے بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المؤمنین** ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں تھے۔ اب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر کر کے بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انهما من عبادنا المؤمنین** ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ اور آگے حضرت الیاس علیہ السلام کا بھی ذکر کر کے بھی یہی فرمایا گیا **انا کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المؤمنین** ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ تو قرآن کریم میں انبیاء کے ذکر میں جو بار بار اس قسم کی تصریحات ہیں ان سے بظاہر دو خاص مقصد معلوم ہوتے ہیں ایک تو انبیاء علیہم السلام کی مدح و تعریف ان کا مستحق ثناء ہونا ان کا قابل تقلید ہونا اہل کتاب کی بدگوئی اور اتہام تراشیوں سے انہیں محفوظ رکھنا اور دوسرا مقصد اس کے بالمقابل یہ بھی ہے کہ انبیاء کو ان کے مرتبہ سے زیادہ نہ بڑھایا جائے۔ انہیں بہرحال اللہ تعالیٰ کا بندہ ہی سمجھا جائے اور الوہیت کا کوئی جزو بھی ان کے شامل نہ ہونا سمجھا جائے۔ اسی لئے انبیاء کے عبد مومن اور عبد کامل ہونے کی بار بار تصریح فرمائی۔ تو جس طرح اوپر حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ اور ذکر ایک خاص مقصد اور غرض سے سنائے گئے جس کی طرف اشارہ گذشتہ درس میں ہو چکا ہے اسی طرح حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے مناسبت رکھتا ہے اور اہل عرب کو حضرت موسیٰ و ہارون کا قصہ سنا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ تمہاری بہتری بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہے۔ نیز اہل ایمان کو یہ بشارت بھی ہے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی برکت سے ملکوں کے مالک ہو جاؤ گے اور جس طرح ان دونوں حضرات کو ایک روشن کتاب یعنی تورات دی تھی اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دیا گیا جس کا اتباع اب لازم ہے اور جس طرح ان دونوں حضرات یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے راہ راست کی ہدایت فرمائی۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صراط مستقیم دکھائی جس پر چلنا اب لازم ہے۔

اسی سلسلہ میں آگے چوتھا قصہ حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو سید الانبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ حق تعالیٰ ہم کو اس نعمت عظمیٰ کی صحیح قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ اور آپ ہی کی لائی ہوئی صراط مستقیم پر ہم کو بھی چلنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! جیسے آپ نے اپنے کرم سے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات بخشی اور فرعون کو بمعہ اس کے لشکر کے تباہ و برباد فرمایا اسی طرح اب بھی جو اہل اسلام اس وقت کے ملعون فرعون کے ظلم و ستم سے دبے ہوئے ہیں یا اللہ مظلوم اہل اسلام کو ظالموں کے تسلط سے نجات عطا فرما۔ اور ظالموں پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا کر تباہ و برباد فرما۔ یا اللہ! کمزور اور مظلوم اہل اسلام کی مدد فرما دے اور ظالموں کے ظلم سے بچا لے۔ آمین

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ

اور الیاسؑ بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور اُس کو چھوڑے بیٹھے ہو

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾

جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے (اور وہ) معبود برحق ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے سو اُن لوگوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ لوگ پکڑے جاویں گے

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾

مگر جو اللہ کے خاص بندے تھے اور ہم نے الیاسؑ کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ الیاسینؑ پر سلام ہو

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾

ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے۔

وَاِنَّ اور بیشک	اِلْيَاسَ الیاسؑ	لَمِنَ البتہ۔ سے	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں	اِذْ قَالَ جب اس نے کہا	لِقَوْمِهٖٓ اپنی قوم کو	اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم نہیں ڈرتے
اَتَدْعُوْنَ کیا تم پکارتے ہو	بَعْلًا بعل	وَتَذَرُوْنَ اور تم چھوڑ دیتے ہو	اَحْسَنَ سب سے بہتر	الْخَالِقِيْنَ پیدا کرنے والا	اللّٰهَ اللہ	
رَبَّكُمْ تمہارا رب	وَرَبَّ اور رب	اٰبَآئِكُمُ تمہارے باپ دادا	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا	فَاِنَّهُمْ تو بیشک وہ	
لَمُحْضَرُوْنَ وہ ضرور حاضر کئے جائینگے	اِلَّا سوائے	عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے	الْمُخْلَصِيْنَ مخلص	وَتَرَكْنَا اور ہم نے باقی رکھا	عَلَيْهِ اس پر اسکا ذکر خیر	
فِى الْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنے والوں میں	سَلٰمٌ سلام	عَلٰى پر	اِلْ يَاسِيْنَ الیاسینالیاسؑ	اِنَّا كَذٰلِكَ بیشک ہم اسی طرح	نَجْزِى جزا دیا کرتے ہیں	
	الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اس کے بعد اب حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام ایک مشہور اسرائیلی نبی گزرے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ عرصہ بعد مبعوث ہوئے تھے۔ بیشتر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور آپ کا زمانہ قریب ۸۵۰ سال قبل مسیح ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ سے قریب ۵۰۰ سال بعد قرآن کریم میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر دو جگہ آیا ہے ایک سورۂ انعام ساتویں پارہ میں اور ایک موجودہ سورۃ میں ان آیات زیر تفسیر میں۔ سورۂ انعام میں تو آپ کو صرف انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں شمار کیا ہے مگر یہاں آپ کی نبوت ورسالت کا بھی اعلان ہے۔ آپ کی قوم کی گمراہی اور بت پرستی کا بھی ذکر ہے۔ آپ کی تبلیغ اور ارشاد کا بھی تذکرہ ہے اور آپ کی فضیلت اور برگزیدگی کا بھی بیان ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی بعثت کے متعلق مفسرین و مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ شام کے باشندوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اور بعلبک کا مشہور شہر آپ کی رسالت و ہدایت کا مرکز تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم مشہور بت "بعل" کی پرستار اور توحید سے بیزار شرک میں مبتلا تھی۔ کتب تفسیر میں منقول ہے کہ

''بعل'' اس قوم کا سب سے زیادہ مقبول دیوتا تھا۔ یہ سونے کا بت تھا اور بیس گز کا قد تھا اور اس کے چار منہ تھے اور اس کی خدمت پر چار سو خادم مقرر تھے۔ ایک پر تکلف درگاہ بنا رکھی تھی اور اس کی تعظیم و ادب کے قاعدے مقرر کر رکھے تھے۔ اس بت کے مجاور نئی نئی اس کی کرامات و حکایات لوگوں کو سناتے کہ فلاں کی یہ مراد ''بعل'' نے دی اور فلاں نے نذرانہ نہ دیا تھا تو اس کو یوں برباد کیا۔ اس کو سجدہ کیا کرتے تھے اور اس کے آگے قربانی ہوتی تھی اور باجے گاجے بجا کرتے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم دوسرے بتوں کے ساتھ خصوصیت سے ''بعل'' کی پرستار تھی خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کو سمجھایا اور راہ ہدایت دکھائی صنم پرستی کے خلاف وعظ و نصیحت کرتے ہوئے توحید خالص کی جانب دعوت دی جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت الیاس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے کہ اس کے سوا دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہو۔ تم نے خود ایک بت گھڑ کر اس کا نام ''بعل'' رکھ لیا۔ (عبرانی زبان میں بعل کے معنی مالک، سردار، حاکم اور رب کے ہیں) اور اللہ کو بھول گئے۔ تعجب ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جو خالق کل ہے اور بہترین خالق ہے ایک بت کو پوج رہے ہو اور اس کو پکارتے رہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا اور تم سے پہلے تمہارے باپ دادا کا رب اور پروردگار ہے اور وہی مستحق عبادت ہے اس کے سوا کسی قسم کی عبادت کسی کے لئے لائق نہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے رسول کی اس صاف اور خیر خواہانہ نصیحت کو نہ مانا اور اس دعوائے توحید میں ان کو جھٹلایا جس کی شامت اور وبال میں قیامت میں ان سے سخت باز پرس ہوگی اور ان پر سخت عذاب ہوں گے جبکہ وہ گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اس روز صرف وہی لوگ پکڑ اور عذاب سے بچیں گے جنہوں نے رسولوں کا کہنا مانا اور توحید پر قائم رہے۔ وہی اللہ کے مخلص بندے ہیں وہ اجر و ثواب میں ہوں گے آگے بتلایا جاتا ہے کہ مثل دیگر انبیاء کے اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کی ثنا و صفت اور ذکر خیر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا کہ ہر مومن و مسلم کی زبان سے ان پر سلام بھیجا جاتا ہے اور ان کو علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلصین اور نیک کاروں کو ایسا ہی صلہ اور بدلہ عطا فرماتے ہیں کہ دنیا میں نیک نامی اور ذکر خیر اور آخرت میں کامیابی و کامرانی بیشک حضرت الیاس علیہ السلام اللہ کے کامل ایماندار بندوں میں سے ہیں۔

یہاں ان آیات میں حضرت الیاس علیہ السلام نے جو اللہ رَبّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے متعلق فرمایا "اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ" یعنی سب سے بہتر بنانے والا تو اس کے متعلق مفسرین نے ایک نکتہ اور تنبیہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ معاذ اللہ احسن الخالقین کے یہ معنی نہیں کہ خالق تو بہت ہیں مگر اللہ سب سے بہتر ہے بلکہ لفظ خلق کے دو معنی ہیں۔ ایک ایجاد اور اختراع کے معنی ہیں یعنی کسی چیز کو عدم سے نکال کر وجود میں لانا۔ اس معنی میں تو خالق کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں۔ عدم سے وجود میں لانا اور جان ڈالنا اور جان نکالنا یہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کے اختیار میں نہیں تو یہاں آیت میں خالقین کے یہ معنیٰ مراد نہیں دوسرے معنیٰ خلق کے تقدیر یا اور اندازہ کرنے اور صنعت اور کاریگری کے ہیں اس معنیٰ میں "اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ" کے مطلب یہ ہوں گے کہ سب اندازہ کرنے والوں اور تمام صناعوں اور کاریگروں میں اللہ سب سے بہتر اور بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اندازہ ہمیشہ بالکل ٹھیک اور درست ہوتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کا اندازہ کبھی درست ہوتا ہے اور کبھی غلط اور دنیا میں اگرچہ صناع اور کاریگر بہت ہیں مگر خداوند قدوس کی صنعت اور کاریگری کو کسی کی کاریگری

نہیں پہنچتی۔تو اس آیت میں خالقین کے یہی دوسرے معنیٰ مراد ہیں۔اس طرح خالق کا اطلاق بمعنی صناع اور کاریگر بندہ پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ بندہ بھی اپنے علم وقدرت کے مطابق صنعت اور کاریگری پر قدرت رکھتا ہے تو "اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ" یعنی اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے اسی دوسرے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

الغرض حضرت الیاس علیہ السلام اور آپ کی قوم کا واقعہ اگرچہ قرآن کریم میں بہت مختصر مذکور ہے تاہم اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل یعنی یہود ذہنیت کس درجہ مسخ تھی کہ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی کہ جس کے کرنے پر یہ حریص نہ رہے ہوں۔باوجود انبیاء اور رسل کے ایک طویل اور پیہم سلسلہ کے بت پرستی عناصر پرستی کواکب پرستی غرض غیر اللہ کی پرستش کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس کے یہ پرستار نہ بنے ہوں۔قرآن کریم میں بنی اسرائیل سے متعلق ان واقعات میں جہاں ان کی بدبختی اور کجروی پر روشنی پڑتی ہے وہیں ہم کو یہ موعظت اور عبرت بھی حاصل ہوتی ہے کہ اب جبکہ انبیاء ورسل کا سلسلہ منقطع ہو چکا اور خاتم النبیین کی بعثت اور قرآن کریم کے آخری پیغام نے اس سلسلہ کو ختم کر دیا ہے تو ہمارے لئے ازبس ضروری ولازمی ہے کہ بنی اسرائیل کی مسخ فطرت اور تباہ ذہنیت کے خلاف خدائی احکام کو مضبوطی سے پکڑیں اور کتاب وسنت میں کجروی سے کام لے کر ان کی خلاف ورزی کی جرات نہ کریں۔گویا ہمارا شیوہ سپرد و تسلیم ہو۔انکار وانحراف نہ ہو کہ اسلام کے یہی معنیٰ ہیں مگر افسوس ہے کہ کیسا پرفتن وقت آ گیا ہے کہ کسی نے اسلام کا لیبل لگا کر قرآن کی معنوی تحریف کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے تو کسی نے انکار حدیث کا فتنہ کھڑا کر رکھا ہے۔کوئی مذہب سے بیزار ہے تو کوئی اللہ اور رسول کے خلاف ہے کہیں سوشلزم کی پکار ہے تو کہیں کمیونزم کا پرچار ہے۔اس امت میں فتنوں کے دروازے نت نئے کھلتے چلے جا رہے ہیں اور وہ تمام گمراہیاں جن کا شکار یہود ونصاریٰ ہوئے تھے اس امت میں بھی راہ پاتی جا رہی ہیں۔کوئی غلو اور افراط میں نصاریٰ کے قدم بقدم چلا تو کسی نے تفریط میں یہود کی روش اختیار کی۔اور اس پر کچھ حیرت اور تعجب بھی نہیں۔صادق مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے متعلق پہلے ہی پیشین گوئی فرما دی تھی کہ ایسا وقت اور ایسے حالات اس امت پر آ کر رہیں گے۔بخاری ومسلم کی صحیح حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ ضرور بالضرور پیروی کرو گے اگلی امتوں کی یعنی یہود ونصاریٰ کی بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ یعنی بالکل ان کے قدم بقدم چلو گے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر رحم فرمائیں اور ان کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی کتاب اور اپنے احکام کا متبع اور شیدائی بننا نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ان کی حفاظت فرمائیں۔آمین۔

اب آگے پانچواں قصہ حضرت لوط علیہ السلام اور چھٹا قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان واسلام کی حفاظت فرمائیں اور اس پرفتن وقت میں ہم کو صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو اسلام اور ایمان اور کتاب وسنت کی دولت عطا فرمائی ہے اس کی قدر اور سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنی کتاب کا سچا مطیع اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔یا اللہ ہم کو اپنے عباد اللہ المخلصین میں تازندگی شامل ہونا نصیب فرما اور اپنے مخلصین ہی کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرما اور انہی کے ساتھ ہمیں اپنے رضا کے مقام جنت میں جانا نصیب فرما۔یا اللہ! ہم کو بھی یہ سعادت نصیب فرما کہ ہمارے اس دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد ہمارا ذکر اس جہان میں نیک نامی سے ہو اور آخرت میں آپ کے اجر وثواب اور مغفرت ورحمت کے مورد ہوں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝١٣٣ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۝١٣٤ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ۝١٣٥

اور بیشک لوط (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز اس بڑھیا (یعنی ان کی زوجہ) کے کہ وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ۝١٣٦ وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِم مُّصْبِحِينَ ۝١٣٧ وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝١٣٨

پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا۔ اور تم تو اُن (کے دیار و مساکن) پر صبح ہوتے اور رات میں گزرا کرتے ہو۔ کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ہو

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝١٣٩ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝١٤٠ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ

اور بے شک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے جبکہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے سو یونس شریک قرعہ ہوئے تو یہی ملزم ٹھہرے

الْمُدْحَضِينَ ۝١٤١ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝١٤٢ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝١٤٣ لَلَبِثَ

پھر ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور یہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے سو اگر وہ (اُس وقت) تسبیح کرنیوالوں میں سے نہ ہوتے

فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝١٤٤ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۝١٤٥ وَأَنبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً

تو قیامت تک اُسی کے پیٹ میں رہتے۔ سو ہم نے اُن کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے اور ہم نے اُن پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا تھا

مِّن يَقْطِينٍ ۝١٤٦ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ۝١٤٧ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۝١٤٨

اور ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا

وَاِنَّ اور بیشک	لُوْطًا لوط	لَمِنَ البتہ ۔ سے	الْمُرْسَلِیْنَ رسول	اِذْ جب	نَجَّیْنٰهُ ہم نے اسے نجات دی	وَ اور	اَهْلَهٗ اس کے گھر والے	
اَجْمَعِیْنَ سب	اِلَّا سوائے	عَجُوْزًا ایک بڑھیا	فِی الْغٰبِرِیْنَ پیچھے رہ جانے والے	ثُمَّ پھر	دَمَّرْنَا ہم نے ہلاک کیا	الْاٰخَرِیْنَ اوروں کو		
وَاِنَّكُمْ اور بیشک تم	لَتَمُرُّوْنَ البتہ گزرتے ہو	عَلَیْهِمْ ان پر	مُّصْبِحِیْنَ صبح کرتے ہوئے (صبح ہوتے)	وَبِالَّیْلِ اور رات میں				
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے	وَ اور	اِنَّ بیشک	یُوْنُسَ یونس	لَمِنَ البتہ ۔ سے	الْمُرْسَلِیْنَ رسولوں	اِذْ جب	اَبَقَ بھاگ گئے وہ	
اِلٰی طرف	الْفُلْكِ کشتی	الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی	فَسَاهَمَ تو قرعہ ڈالا	فَكَانَ سو وہ ہوا	مِنَ سے	الْمُدْحَضِیْنَ دھکیلے گئے	فَالْتَقَمَهُ پھر اسے نگل لیا	
الْحُوْتُ مچھلی	وَهُوَ اور وہ	مُلِیْمٌ ملامت کرنیوالا	فَلَوْلَا پھر اگر نہ	اَنَّهٗ یہ کہ وہ	كَانَ ہوتا	مِنَ سے	الْمُسَبِّحِیْنَ تسبیح کرنے والے	لَلَبِثَ البتہ رہتا
فِیْ بَطْنِهٖ اسکے پیٹ میں	اِلٰی تک	یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ بعثت کے دن (روز حشر)	فَنَبَذْنٰهُ پھر ہم نے اسے پھینک دیا	بِالْعَرَآءِ چٹیل میدان میں	وَهُوَ اور وہ			
سَقِیْمٌ بیمار	وَاَنْۢبَتْنَا اور ہم نے اُگایا	عَلَیْهِ اس پر	شَجَرَةً ایک پودا	مِّنْ سے	یَّقْطِیْنٍ بیلدار (کدو)	وَاَرْسَلْنٰهُ اور ہم نے بھیجا اس کو	اِلٰی طرف	
مِائَةِ اَلْفٍ ایک لاکھ	اَوْ یا	یَزِیْدُوْنَ اس سے زیادہ	فَاٰمَنُوْا سو وہ ایمان لائے	فَمَتَّعْنٰهُمْ تو ہم نے انہیں بہرہ مند کیا	اِلٰی حِیْنٍ ایک مدت تک			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا اس کے بعد پانچواں قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا اور چھٹا قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ کئی جگہ گذشتہ سورتوں میں تفصیلاً بیان ہو

چکا ہے یہاں اجمالاً ذکر فرمایا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور آپ کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ ہی گزرا تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وطن سے ہجرت فرمائی تو حضرت لوط علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو بھی پیغمبری سے نوازا اور آج جہاں بحر لوط یا بحرمیت جس کو بحیرۂ مردار Dead Sea بھی کہتے ہیں واقع ہے۔ یہاں اس وقت سدوم و عامورہ وغیرہ کی بستیاں تھیں۔ جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آ کر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور بدکاری میں بری طرح مبتلا ہیں۔ اور ان کی خباثت اور بے حیائی اس درجہ کو پہنچ چکی تھی کہ اپنی بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور علی الاعلان فخر و مباہات کے ساتھ بدکاری کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی اور ہر ممکن طریقہ جو سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ پڑا بلکہ الٹے حضرت لوط علیہ السلام کے دشمن بن گئے اور آپ کو بستی سے نکال دینے اور پتھروں سے مار مار کر جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دیں۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو بالآخر قانون جزا کا فیصلہ ان کے حق میں نازل ہوا اور عذاب الٰہی کا وقت آ پہنچا۔ ملائکہ عذاب انسانی شکل و صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں پہنچے اور آپ کو بتلایا کہ ہم ملائکہ عذاب ہیں اور اب یہ خدائی فیصلہ اس قوم کے سر سے ٹلنے والا نہیں۔ آپ اور آپ کا خاندان عذاب سے محفوظ رہے گا مگر آپ کی بیوی ان ہی بے حیاؤں کی رفاقت میں رہے گی اور آپ کا ساتھ نہ دے گی اور سب کے ساتھ ہلاک ہوگی۔ ملائکہ کے اشارہ پر ابتدائے شب میں حضرت لوط علیہ السلام مع اپنے گھر والوں کے سدوم سے رخصت ہو گئے مگر آپ کی بیوی نے آپ کی رفاقت سے انکار کر دیا آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ و بالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ انہی واقعات کی طرف اجمالی طور پر ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

''اور بیشک لوط علیہ السلام بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ ان کا اس وقت کا قصہ قابل ذکر ہے جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو نجات دی بجز اس بڑھیا یعنی ان کی زوجہ کے کہ وہ عذاب کے اندر رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو یعنی لوط علیہ السلام اور آپ کے اہل کے سوا جو تھے ہلاک کر دیا اس کے بعد اہل مکہ سے خطاب ہوتا ہے کہ اے اہل مکہ تم تو ان کے دیار و مساکن پر شام کی طرف سفر کرتے ہوئے کبھی صبح اور کبھی رات میں گزرا کرتے ہو اور آثار بربادی دیکھتے ہو تو کیا اس کو دیکھ کر پھر بھی نہیں سمجھتے ہو کہ کفر و نافرمانی کا کیا انجام ہوتا ہے یعنی تم کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے باز آ جانا چاہئے''۔

اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا جاتا ہے جس کی تفصیلات سورۂ یونس گیارہویں پارہ اور سورۃ انبیاء سترہویں پارہ میں گزر چکی ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جو انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر سرفراز فرمایا اور اہل نینوا کی رشد و ہدایت کے لئے مامور فرمایا۔ وہاں کے لوگ جو شرک اور بت پرستی میں گرفتار تھے ان کو یونس علیہ السلام لگاتار سات سال تک پند و نصیحت کرتے رہے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے آپ کی ایک نہ سنی اور اعلان حق پر مطلق

کان نہ دھرا اور یوماً فیوماً ان کا انکار و تکذیب بڑھتا ہی رہا۔ آخر ان کی مخالفت و معاندت سے متاثر ہو کر حضرت یونس علیہ السلام قوم سے خفا ہو گئے اور ان کو آگاہ کیا کہ باز نہ آئے تو تین دن کے اندر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ چنانچہ جب تیسری شب ہوئی تو یونس علیہ السلام بستی سے نکل کھڑے ہوئے۔ دریائے فرات کے کنارہ پر پہنچے تو ایک کشتی کو مسافروں سے بھرا ہوا تیار پایا۔ حضرت یونس علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی نے لنگر اٹھا دیا۔ راستہ میں طوفانی ہواؤں نے کشتی کو آگھیرا جب کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی کو غرق ہونے کا یقین ہونے لگا تو اپنے عقیدہ کے مطابق وہ کہنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ جب تک اس کو کشتی سے جدا نہ کیا جائے گا نجات مشکل ہے"۔ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ سنا تو آپ کو تنبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نینویٰ سے وحی کا انتظار کئے بغیر اس طرح چلا آنا پسند نہیں آیا اور یہ میری آزمائش کے آثار ہیں۔ یہ سوچ کر آپ نے اہل کشتی سے فرمایا کہ وہ غلام میں ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ مجھ کو کشتی سے باہر دریا میں پھینک دو مگر ملاحوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور پھر یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ نکلا۔ تب مجبور ہو کر انہوں نے یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا یا خود آپ دریا میں کود گئے۔ اسی وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونسؑ کو اپنے پیٹ میں رکھ اس طرح کہ ان کے جسم کو مطلق گزند نہ پہنچے۔ یہ تیری غذا نہیں ہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم نے ان کا قید خانہ بنایا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں خود کو زندہ پایا تو درگاہ الٰہی میں اپنی اس ندامت کا اظہار کیا کہ وہ وحی الٰہی کا بغیر انتظار کئے اور اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر امت کی دعوت سے ناراض ہو کر نینویٰ سے نکل آئے اور عفو تقصیر کے لئے اس طرح دعا گو ہوئے۔ **لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظّٰلمین** الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی یکتا ہے۔ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں بلاشبہ میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی درد بھری آواز کو سنا اور ان کے عذر کو قبول فرمایا اور مچھلی کو حکم ہوا کہ تیرے پاس جو ہماری امانت ہے وہ اگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے کنارہ پر جا کر حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دیا۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے اس کے جواب میں متعدد قول سلف سے نقل ہوئے ہیں۔ بعض نے صرف ایک دن یا ایک رات لکھا ہے۔ بعض نے تین دن یا سات دن یا چالیس دن تک لکھے ہیں۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ کسی بھی مدت کے تعین پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ الغرض جب مچھلی نے آپ کو بحکم خداوندی ساحل پر اگل دیا تو آپ نے اپنے کو ایک چٹیل میدان میں پایا آپ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے بہت کمزور و ناتواں ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے پاس ایک بیل دار درخت اگا دیا گیا تا کہ اس سے گھنا سایہ مل سکے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ کدو کی بیل تھی اور ایک پہاڑی بکری آپ کو دودھ پلا جایا کرتی تھی۔ ادھر تو یہ ہوا ادھر جب یونس علیہ السلام اہل نینویٰ سے جدا ہوئے تو قوم نے آپ کی بددعا کے آثار محسوس کئے آسمان پر ایک نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت دھواں نکلتا تھا اور وہ ان کے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ یہ آثار دیکھ کر جب انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو یونس علیہ السلام کو تلاش کرنا شروع کیا۔ آپ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت بلکہ اپنے مویشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے۔

اور گریہ زاری اور آہ بکا کے ساتھ بڑے اخلاص اور تضرع سے خدا کو پکارنے لگے اور سب کہنے لگے کہ اے پروردگار یونس علیہ السلام جو تیرا پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو دولت ایمان سے نوازا اور ان کو عذاب سے محفوظ کر دیا۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام کو دوبارہ حکم خداوندی ہوا کہ وہ نینویٰ جائیں اور قوم میں رہ کر ان کی رہنمائی کریں۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے اس حکم کا امتثال کیا اور نینویٰ واپس تشریف لے آئے قوم نے جب ان کو دیکھا تو بے حد خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور ان کی رہنمائی میں دین و دنیا کی کامرانی حاصل کرتی رہی دنیا میں جتنی بستیاں اور قوم تکذیب انبیاء کی وجہ سے مستوجب عذاب ٹھہریں۔ ان میں سے کسی کو اس طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات مل جاتی۔ صرف یونس علیہ السلام کی قوم کی ایک مثال ہے کہ جس نے ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بال بال بچالیا جو بالکل ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی بدولت ان پر سے آنے والی بلا ٹال دی۔ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کے انہی واقعات کی طرف ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

مخاطبین قرآن کو جہاں حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ و ہارون حضرت الیاس حضرت لوط علیہم السلام کے واقعات ذکر کر کے یہ بتلایا گیا کہ اللہ نے اہل ایمان کی اور اپنے مخلص بندوں کی ہمیشہ مدد فرمائی۔ اہل باطل پر ان کو غلبہ عطا فرمایا کفر و شرک پر اصرار ہمیشہ تباہی کا باعث ہوا۔ تکذیب انبیاء کی سزا قوموں نے اس دنیا ہی میں بھی اٹھائی وہیں حضرت یونس علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر کر کے یہ بتلایا کہ زندگی میں توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اگر کوئی فرد یا قوم کیسا ہی جرم کر چکے لیکن اگر وہ خلوص اور عجز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنے کئے پر ندامت ظاہر کر کے معافی کا طالب اور خواستگار ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے گذشتہ سے درگزر فرما کر معافی عطا فرما دیتے ہیں جیسا کہ یونس علیہ السلام کی قوم کی مثال موجود ہے یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا **فلولآ انه کان من المسبحین للبث فی بطنه الیٰ یوم یبعثون** سو اگر وہ اس وقت تسبیح اور استغفار کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے یعنی مچھلی کے پیٹ سے نکلنا میسر نہ ہوتا بلکہ اس کی غذا بنا دیئے جاتے تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ مصائب اور آفتوں کو دور کرنے میں تسبیح اور استغفار خاص اثر رکھتے ہیں اور جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں بیان ہو چکا ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں **لا الٰه الا انت سبحانک انی کنت من الظّٰلمین** پڑھا تو اس کلمہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش سے حضرت یونس علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی۔ اور وہ مچھلی کے پیٹ سے صحیح سالم نکل آئے۔

ابوداؤد کی ایک حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جو دعاء مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی **لا الٰه الا انت سبحانک انی کنت من الظّٰلمین** اسے جو مسلمان بھی کسی مقصد کے لئے پڑھے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس آیت کریمہ کے ورد کی سعادت عطا فرمائیں اور اس کے ذریعہ سے توبہ اور استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یہاں جو یہ فرمایا گیا **وارسلنٰه الیٰ مائة الف او یزیدون** (اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف

پیغمبر بنا کر بھیجا تھا) یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہیں ان کو اس شک کے اظہار کی کیا ضرورت تھی کہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمی تھے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ عام لوگوں کی مناسبت سے کہا گیا ہے۔یعنی ایک عام آدمی انہیں دیکھتا تو یہ کہتا کہ ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ اوپر ہے۔(تفسیر مظہری) اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہاں شک کا اظہار مقصود ہی نہیں ہے۔انہیں ایک لاکھ بھی کہا جاسکتا ہے اور اس سے زیادہ بھی اور وہ اس طرح کہ اگر کسر کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان کی تعداد ایک لاکھ تھی اور اگر کسر کو بھی شمار کیا جائے تو ایک لاکھ سے زیادہ۔اور ترمذی میں مرفوعاً آیا ہے کہ ۲۰ ہزار زیادہ تھے (بیان القرآن بحوالہ معارف القرآن جلد ہفتم)

ان آیات کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن جلد ہفتم میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ بات سورۂ یونس کی تفسیر میں بھی واضح کی جاچکی ہے اور اس آیت سے بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر سے جو عذاب ٹلایا گیا وہ اس لئے کہ آپ کی قوم بروقت ایمان لے آئی تھی اس سے پنجاب کے جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی کی اس تلبیس کا خاتمہ ہوجاتا ہے کہ جب اس نے اپنے مخالفوں کو یہ چیلنج کیا کہ اگر وہ اسی طرح مخالفت کرتے رہے تو خدا کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ فلاں وقت تک عذاب الٰہی آجائے گا۔لیکن مخالفین کی جدوجہد اور تیز ہوگئی پھر بھی عذب نہ آیا۔تب ناکامی کی ذلت سے بچنے کے لئے قادیانی نے یہ کہنا شروع کردیا کہ چونکہ مخالفین دل میں ڈر گئے ہیں اس لئے ان پر سے عذاب ٹل گیا جس طرح یونس علیہ السلام کی قوم پر سے ٹل گیا تھا۔لیکن قرآن کریم کی یہ آیت اس تاویل باطل کو مردود قرار دیتی ہے اس لئے کہ قوم یونس علیہ السلام تو ایمان کی وجہ سے عذاب سے بچی تھی اس کے برعکس مرزا قادیانی کے مخالفین نہ صرف یہ کہ اس پر ایمان نہیں لائے بلکہ ان کی مخالفانہ جدوجہد اور تیز ہوگئی۔(معارف القرآن جلد ہفتم صفحہ ۴۸۰-۴۸۱)

یہ واقعات انبیاء کرام علیہم السلام کے سنا کر اب اصل مقصد یعنی توحید کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور شرک کی مذمت فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اس کی برکت سے حق تعالیٰ کی مدد و نصرت ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو۔

حق تعالیٰ ہم کو اپنے مومن اور مخلص بندوں میں شامل فرماویں اور ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرماویں ہم سے جو گذشتہ میں تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائیں۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

سو ان لوگوں سے پوچھئے کہ کیا خدا کیلئے تو بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہاں کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ (ان کے بننے کے وقت) دیکھ رہے تھے

شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ

خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً (بالکل) جھوٹے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں

عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾

بیٹیاں زیادہ پسند کیں تم کو کیا ہو گیا تم کیسا (بیہودہ) حکم لگاتے ہو پھر کیا تم (عقل اور) سوچ سے کام نہیں لیتے ہو ہاں کیا تمہارے پاس (اس پر) کوئی واضح دلیل موجود ہے

فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۗ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ

سو تم اگر (اس میں) سچے ہو تو اپنی وہ کتاب پیش کرو اور اُن لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں رشتہ داری قرار دی ہے اور جنات کا خود یہ عقیدہ ہے کہ

اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا

(اُن میں جو کافر ہیں وہ عذاب میں) گرفتار ہوں گے۔ اللہ اُن باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ مگر جو اللہ کے خاص بندے ہیں (وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے) سو تم

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ

اور تمہارے سارے معبود خدا سے کسی کو نہیں پھیر سکتے مگر اسی کو کہ جو کہ جہنم رسید ہونے والا ہے۔ اور ہم میں سے (یعنی ملائکہ میں سے) ہر ایک کا

مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

ایک معین درجہ ہے۔ اور ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ہم پاکی بیان کرنے میں بھی لگے ہوئے ہیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ پس پوچھیں اُن سے	اَلِرَبِّكَ کیا تیرے رب کیلئے	الْبَنَاتُ بیٹیاں	وَلَهُمُ اور ان کیلئے	الْبَنُوْنَ بیٹے	اَمْ کیا	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	
الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے	اِنَاثًا عورت	وَهُمْ اور وہ	شٰهِدُوْنَ دیکھ رہے تھے	اَلَآ یاد رکھو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	مِّنْ سے	اِفْكِهِمْ اپنی بہتان طرازی
لَيَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہیں	وَلَدَ اللّٰهُ اللہ صاحب اولاد	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	لَكٰذِبُوْنَ بالتحقیق جھوٹے	اَصْطَفَى کیا اس نے پسند کیا	الْبَنَاتِ بیٹیاں		
عَلَى الْبَنِيْنَ بیٹوں پر	مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہوگیا	كَيْفَ کیسا	تَحْكُمُوْنَ تم فیصلہ کرتے ہو	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟	اَمْ کیا		
لَكُمْ تمہارے پاس	سُلْطٰنٌ کوئی سند	مُّبِيْنٌ کھلی	فَاْتُوْا تو لے آؤ	بِكِتٰبِكُمْ اپنی کتاب	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے
وَجَعَلُوْا اور انہوں نے ٹھہرایا	بَيْنَهٗ اسکے درمیان	وَبَيْنَ اور درمیان	الْجِنَّةِ جنات	نَسَبًا ایک رشتہ	وَ اور	لَقَدْ عَلِمَتِ تحقیق جان لیا	الْجِنَّةُ جنات
اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَمُحْضَرُوْنَ حاضر کئے جائیں گے	سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ	عَمَّا اس سے جو	يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	اِلَّا مگر		
عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے	الْمُخْلَصِيْنَ خاص کئے ہوئے (چنے ہوئے)	فَاِنَّكُمْ تو بیشک تم	وَمَا اور جو	تَعْبُدُوْنَ تم پرستش کرتے ہو			
مَآ اَنْتُمْ نہیں ہو تم	عَلَيْهِ اس کے خلاف	بِفٰتِنِيْنَ بہکانے والے	اِلَّا سوائے	مَنْ هُوَ جو۔ وہ	صَالِ جانے والا	الْجَحِيْمِ جہنم	وَمَا اور نہیں

مِنَّا ہم میں سے	اِلَّا لَہٗ مگر اس کیلئے	مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ایک معین درجہ	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَنَحْنُ البتہ ہم	الصَّآفُّوْنَ صف بستہ ہونے والے
	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَنَحْنُ البتہ ہم	الْمُسَبِّحُوْنَ تسبیح کرنے والے		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بعض انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنائے گئے تھے جن میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کے ساتھ اوران کی قوموں کے ساتھ کیا معاملہ رہا ہے۔ کس کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص اور وفادار بندوں کو نوازا اور کس طرح ان کے جھٹلانے والوں کو سزا دی۔ ان قصوں کے قبل شروع سورت میں توحید اور آخرت کے متعلق عقلی دلائل مذکور ہوئے تھے اور مشرکین کے عقائد پر تنقید کر کے بتلایا گیا تھا کہ وہ کیسی لغو باتوں پر ایمان لائے بیٹھے ہیں اور ان کی گمراہیوں کے برے نتائج سے انہیں آگاہ کیا گیا تھا۔ اب سورت کے خاتمہ کے قریب پھر ابطال کفر وشرک کا بیان فرمایا جاتا ہے تا کہ توحید کا حق ہونا ظاہر ہو جائے۔

عرب کے بعض قبائل کا عقیدہ تھا کہ فرشتے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ان کے اس جاہلانہ عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب ان مشرکین سے پوچھا جاتا کہ فرشتے اگر خدا کی بیٹیاں ہیں تو ان کی مائیں کون ہیں۔ تو جواب میں وہ بڑے بڑے جنات کی لڑکیوں کو بتلاتے اس طرح (نعوذ باللہ) مشرکین نے خدا کا رشتہ جنوں اور فرشتوں دونوں سے جوڑ رکھا تھا۔ اس لئے ان آیات میں دونوں یعنی جنات اور فرشتوں کا حال ذکر کیا جاتا ہے اور مشرکین عرب کے ان احمقانہ عقائد کا رد فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان احمقوں سے کوئی پوچھے کہ اتنی بڑی عظمت اور قدرت والا خدا اپنے لئے اولاد بھی تجویز کرتا تو (معاذ اللہ) بیٹیاں لیتا اور تم کو بیٹے دیتا۔ ایک تو یہ گستاخی کہ خداوند قدوس کے لئے اولاد تجویز کی پھر اولاد بھی کمزور اور گھٹیا۔ اس پر طرہ یہ کہ فرشتوں کو مونث یعنی عورت تجویز کیا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو پیدا کیا تھا یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ انہیں عورت بنایا گیا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس جہالت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ کچھ تو سوچو اے مشرکین عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے۔ ایک غلط عقیدہ بنانا تھا تو ایسا بالکل ہی بے تکا تو نہ ہونا چاہئے تھا یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرو اور خدا سے بیٹیاں پسند کراؤ۔ آخر یہ مہمل اور بے تکی بات تم نے نکالی کہاں سے۔ عقل وفہم اور علمی اصول سے تو اسے لگاؤ نہیں پھر کیا کوئی نقلی اور کتابی سند اس عقیدہ کی تم رکھتے ہو ایسا ہے تو وہی دکھلاؤ۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان احمقوں نے (معاذ اللہ) جنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا رشتہ جوڑ دیا۔ سبحان اللہ! کیا باتیں کرتے ہیں۔ ان مشرکین سے ہو سکے تو ذرا ان جنات ہی سے پوچھ آئیں کہ وہ خود اپنی نسبت کیا سمجھتے ہیں۔ جنات کو معلوم ہے اور وہ اس کو خوب جانتے ہیں کہ دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ کے روبرو پکڑے ہوئے آئیں گے۔ اور جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے اللہ کے چنے ہوئے بندے ہی اس پکڑ دھکڑ سے محفوظ رہیں گے تو معلوم ہوا کہ وہاں کسی کا رشتہ ناطہ نہیں صرف بندگی اور اخلاص کی پوچھ ہے عرب کے لوگ جنات کو بڑی طاقتور مخلوق مانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ جسے چاہیں ستا سکتے ہیں اور بہکا کر راستہ سے دور ہٹا سکتے ہیں۔ پھر بعض یہ بھی سمجھتے تھے کہ جنات کے ہاتھ میں بدی کی اور فرشتوں کے ہاتھ میں نیکی کی باگ ہے۔ فرشتے جس کو چاہیں بھلائی پہنچائیں اور خدا کا مقرب بنا

دیں اور جنات جسے چاہیں برائی اور تکلیف میں ڈال دیں یا گمراہ کر دیں۔ ان تمام باطل عقائد کا رد فرمایا جاتا ہے اور جواب دیا جاتا ہے کہ تمہارے اور ان کے ہاتھ میں کوئی مستقل اختیار نہیں۔ تم اور تمہارے جھوٹے معبود خواہ وہ جنات ہوں یا شیاطین یہ سب مل کر بھی اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ بدوں مشیت ایزدی ایک متنفس کو بھی زبردستی گمراہ کر سکیں۔ گمراہ وہی ہوگا جو اپنی کرتوتوں کی وجہ سے دوزخ میں بہرحال جانے والا ہی ہے یہ تو جنات کا حال ہوا۔ اب رہے فرشتے تو ان کے منہ سے سن لو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم میں سے ہر فرشتہ کی ایک حد اور درجہ مقرر ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اپنی حد سے باہر نکل سکے یا اپنے درجہ سے آگے بڑھ سکے۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ صف باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ ہر ایک اس انتظار میں رہتا ہے کہ اسے جو حکم ملے وہ پورا کرے۔ ہم سب زبان اور عمل سے اللہ کی تسبیح اور تعریف کرتے رہتے ہیں ہمارا ہر وقت کا یہی کام ہے۔ ہم کوئی کام بغیر اللہ کے حکم کے نہیں کرتے۔ تو مطلب یہ نکلا کہ جب جن اور فرشتے سب اللہ کے سامنے عاجز ہیں تو ان کا اس کی خدائی میں کیا دخل ہو سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ شرک کی قباحت اور مشرکین کی جہالت اور حماقت یہاں ظاہر کی گئی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے بارہ میں کیسے بہتان باندھتے ہیں مثلاً اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے اور بیٹیاں ناپسند کرتے حتیٰ کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے اور خدا کے لئے معاذ اللہ بیٹیاں پسند کرتے پھر فرشتوں کو مونث یعنی عورتیں قرار دیا اور خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ صاحب اولاد قرار دیا اور جنات کو خدا تعالیٰ کے درمیان رشتہ ٹھہرایا اور ذرا نہ خیال کیا کہ کتنی بیہودہ عقل اور نقل کے خلاف بات بک رہے ہیں۔

اب آگے سورۃ کی آخری آیات میں کفار مکہ کو تنبیہ اور اہل ایمان کے لئے بشارت اور غلبہ کی پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے کفر و شرک سے بچا کر ہم کو ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس انعام و احسان کی قدر شناسی کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے مخلص تابعدار بندوں میں شامل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح کی گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں کہ باطل اور نفس و شیطان کا کوئی حربہ ہم پر نہ چل سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اہل جنت میں سے ہونا مقدر فرمائیں اور اہل نار ہونے سے بچائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور یہ لوگ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب) پہلے لوگوں کی (کتابوں کے) طور پر آتی تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے

فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

پھر یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے سو (خیر) اب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہوا جاتا ہے۔ اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کیلئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے۔ کہ بے شک وہی غالب کئے جاویں گے

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَا

اور (ہمارا تو قاعدہ عام ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے تو آپ (تسلی رکھیئے اور) تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی کا) خیال نہ کیجئے اور (ذرا)

بِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾

ان کو دیکھتے رہئے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں۔ سو وہ (عذاب) جب اُن کے روبرو آنازل ہوگا سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا (ٹل نہ سکے گا)

وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾

اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے اور دیکھتے رہئے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔ آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کیلئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

وَاِنْ اور بیشک	كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ وہ کہا کرتے تھے	لَوْ اَنَّ اگر ہوتی	عِنْدَنَا ہمارے پاس	ذِكْرًا کوئی نصیحت	مِنَ سے	الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگ	
لَكُنَّا ضرور ہم ہوتے	عِبَادَ اللّٰهِ اللہ کے بندے	الْمُخْلَصِيْنَ خاص کئے (منتخب)	فَكَفَرُوْا پھر انہوں نے انکار کیا	بِهٖ اس کا	فَسَوْفَ تو عنقریب		
يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے	وَ اور	لَقَدْ سَبَقَتْ پہلے صادر ہو چکا ہے	كَلِمَتُنَا ہمارا وعدہ	لِعِبَادِنَا اپنے بندوں کیلئے	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں		
اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَهُمُ البتہ وہی	الْمَنْصُوْرُوْنَ فتح مند	وَاِنَّ اور بیشک	جُنْدَنَا ہمارا لشکر	لَهُمُ البتہ وہی	الْغٰلِبُوْنَ غالب	فَتَوَلَّ پس اعراض کریں
عَنْهُمْ ان سے	حَتّٰى تک	حِيْنٍ ایک وقت تک	وَّاَبْصِرْهُمْ اور انہیں دیکھتے رہیں	فَسَوْفَ پس عنقریب	يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھ لیں گے		
اَفَبِعَذَابِنَا تو کیا ہمارے عذاب کیلئے	يَسْتَعْجِلُوْنَ وہ جلدی کر رہے ہیں	فَاِذَا تو جب	نَزَلَ وہ نازل ہوگا	بِسَاحَتِهِمْ انکے میدان میں	فَسَآءَ تو بُری		
صَبَاحُ صبح	الْمُنْذَرِيْنَ جنکو ڈرایا جاچکا ہے	وَتَوَلَّ اور اعراض کریں	عَنْهُمْ ان سے	حَتّٰى تک	حِيْنٍ ایک مدت	وَّاَبْصِرْ اور دیکھتے رہیں	
فَسَوْفَ پس عنقریب	يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھ لیں گے	سُبْحٰنَ پاک ہے	رَبِّكَ تمہارا رب	رَبِّ الْعِزَّةِ عزت والا رب	عَمَّا اس سے جو		
يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	وَسَلٰمٌ اور سلام	عَلَى پر	الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں	وَالْحَمْدُ اور تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب	

تفسیر وتشریح: یہ سورۃ والصّٰفّٰت کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ میں کفار و مشرکین کے کفریات اور ان کے باطل عقائد کا رد فرمایا گیا تھا۔ اب خاتمہ پر مشرکین عرب کی مذمت ایک دوسرے طریقہ سے فرمائی جاتی ہے اور انہیں تنبیہ کی جاتی ہے ساتھ ہی

23

ان اہل ایمان کے لئے جو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور حمایت میں ہر طرح کے مصائب برداشت کر رہے تھے اور مخالفین اسلام کے غلبہ کے باعث نہایت سخت حالات کا مقابلہ کر رہے تھے انہیں بشارت اور خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ جن مصائب سے انہیں سابقہ پڑ رہا ہے ان پر گھبرائیں نہیں آخر کار غلبہ انہی کو نصیب ہوگا اور باطل کے وہ علمبردار جو اس وقت غالب نظر آ رہے ہیں انہی کے ہاتھوں مغلوب اور مفتوح ہو کر رہیں گے۔ اس طرح ان کی تسلی فرمائی گئی اور ان کے دل مضبوط کئے گئے خاتمہ سورت پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی و عظمت اور اس کی ذات پاک کا تمام عیوب و نقائص سے پاک و مبرا ہونا بیان فرما کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مشرکین عرب جب یہود و نصاریٰ کے منہ سے پہلے انبیاء کا حال سنتے تو کہتے کہ کاش ہمارے پاس بھی کوئی نبی اللہ کی کتاب لے کر آیا ہوتا تو ہم خوب اس پر عمل کرتے اور اللہ کے پسندیدہ بندوں میں ہوتے۔ مشرکین کے اس قول و اقرار کا ذکر سورۂ انعام آٹھویں پارہ میں بھی آیا ہے جہاں ان کا قول اس طرح نقل فرمایا گیا ہے کہ اگر ہم پر کتاب نازل ہوئی ہوتی تو ہم ان سے بھی یعنی یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ کر راہ پر ہوتے اور سورۂ فاطر ۲۲ویں پارہ میں بھی ان کے اس اقرار کا ذکر فرمایا گیا کہ ان کفار نے اللہ کی بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو ہم ہر امت سے بڑھ کر ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے۔ ان خاتمہ کی آیات میں بھی کفار مکہ کو ان کا یہ قول و قرار یاد دلایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ کوئی نبی اگر ہم میں پیدا ہوا ہوتا اور اس پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہوتی تو یقیناً ہم تصدیق کرنے والوں میں ہوتے اور اس پر خوب عمل کر کے دکھلاتے اور اطاعت الٰہی میں ترقی کر کے اللہ کے مخصوص اور منتخب بندوں میں شامل ہو جاتے تو اب جبکہ ان کی تمنا کے مطابق رسول اور صاحب کتاب و شریعت رسول ان کی قوم میں آ گئے تو یہ اپنے سب پچھلے قول و قرار بھول بیٹھے اور تکذیب و انکار میں پچھلی قوموں سے بھی بازی لے گئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید ان کے پاس آئے تو ان کے منکر ہو گئے۔ اب اس انکار اور انحراف کا نتیجہ ان کو عنقریب معلوم ہو جاوے گا اور جو ان کا انجام ہونے والا ہے یہ عنقریب دیکھ لیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخر کار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے خواہ درمیان میں حالات کتنے ہی پلٹے کھائیں اور آخری فتح و کامیابی مخلص بندوں ہی کے لئے ہے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تسلی رکھئے اور تھوڑے زمانہ تک صبر کیجئے اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی کا خیال نہ کیجئے اور ان کا حال دیکھتے رہئے اور یہ اپنا انجام بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔ چنانچہ الحمدللہ مشرکین نے دیکھ لیا کہ یہ بات جس طرح فرمائی گئی تھی اسی طرح پوری ہوئی ان آیات کے نزول پر چند ہی سال گزرے تھے کہ کفار مکہ نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کا فاتحانہ داخلہ اپنے شہر میں دیکھ لیا اور پھر اس کے چند سال بعد انہی لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اسلام نہ صرف عرب پر بلکہ روم اور ایران وغیرہ جیسی عظیم سلطنتوں پر بھی غالب آ گیا۔ تو یہاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھ اہل ایمان کو تسلی فرمائی گئی اور **ابصرھم فسوف یبصرون** فرمایا یعنی آپ ان مشرکین کا حال دیکھتے رہئے اور عنقریب اپنا انجام یہ بھی دیکھ لیں گے تو شاید اس کو سن کر کافروں نے کہا ہو کہ پھر دیر کیا ہے ہم کو ہمارا انجام جلدی دکھلاؤ اس کے

متعلق آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کفار اللہ کے عذاب کا کیا تقاضہ کرر ہے ہیں اور اس کے آنے کی کیا جلدی مچار ہے ہیں۔ جب وہ آئے گا تو وہ بہت براوقت ہوگا اور عذاب الٰہی اس طرح آئے گا جیسے کوئی دشمن گھات میں لگا ہوا ہو اور صبح کے وقت یکا یک میدان میں اتر کر چھاپہ مار جائے۔ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تھوڑا زمانہ صبر کیجئے اور منتظر رہئے عنقریب یہ کفار بھی اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ اس بشارت کے بعد سورت کے خاتمہ پر بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک اور تمام محاسن و کمالات کی جامع ہے اور حق تعالیٰ پاک اور منزہ ہیں ان تمام لغویات اور خرافات سے جو اہل کفر و شرک اس کی جانب منسوب کرتے رہتے ہیں اس کا سلام و رحمتیں و برکتیں اس کے رسولوں پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اور حق تعالیٰ جن بندوں پر سلام بھیجیں ان کی عظمت اور ان کا واجب الاتباع ہونا بالکل ظاہر ہے اخیر میں وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا کہ تمام تر خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں۔ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

اس سورۃ کی خاتمہ کی تین آیات یعنی سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ان تین مختصر آیات میں سورۃ کے جملہ مضامین کو بڑی خوبی سے سمیٹ دیا گیا ہے۔ سورۃ کی ابتدا توحید کے بیان سے ہوئی تھی جس کا حاصل یہ تھا کہ مشرکین جو جو باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ ان سب سے پاک اور منزہ ہے۔ چنانچہ پہلی آیت سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد سورۃ میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کئے گئے تھے۔ چنانچہ دوسری آیت وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد نہایت وضاحت سے کھول کھول کر کفار و مشرکین کے عقائد اور ان کے شبہات و اعتراضات کو عقلی و نقلی دلائل سے باطل ٹھہرایا گیا اور یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ غلبہ بالآخر اہل حق ہی کو حاصل ہوگا اور جو انسان بھی عقل و فہم سے کام لے گا وہ بالآخر حق تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مجبور ہوگا چنانچہ اسی حمد و ثنا یعنی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

ان خاتمہ کی آیت سے یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ ایک مومن کا کام یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے ہر مضمون ہر خطاب اور مجلس کا خاتمہ باری تعالیٰ کی کبریائی اور بزرگی اور اس کی حمد و ثنا پر کرے۔ چنانچہ حدیث میں ان خاتمہ کی تین آیات یعنی سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کو بعد نماز اور ختم مجلس پڑھنے کی فضیلت آئی ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار سنا کہ آپ نماز ختم ہونے کے بعد یہ تین آیات تلاوت فرماتے تھے اور حضرت علیؓ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اسے بھرپور پیمانے سے اجر و ثواب ملے اسے چاہئے کہ وہ اپنی ہر مجلس کے اخیر میں یہ پڑھا کرے یعنی سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الحمد للہ کہ اس درس پر سورہ صّٰفّٰت مکیہ کا بیان ختم ہوا جس میں ۵ رکوع تھے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے جیسی تائید و حمایت ابتدا میں اسلام کی فرمائی اب بھی اپنی رحمت سے ایسی ہی تائید و حمایت فرمائیں اور اسلام کو غلبہ اور نصرت عطا فرمائیں۔ اور مخالفین اسلام کو ذلت و خواری نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰیَۃً وَّخَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝١ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝٢

صٓ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے بلکہ یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق) کی مخالفت میں ہیں۔

صٓ صاد	وَالْقُرْاٰنِ قرآن کی قسم	ذِی الذِّكْرِ نصیحت دینے والا	بَلْ بلکہ	اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	فِیْ عِزَّةٍ گھمنڈ میں	وَّشِقَاقٍ اور مخالفت

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب ۲۳ ویں پارہ کی سورۂ ص کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ زیر تفسیر دو ابتدائی آیات تشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام نزول وجہ تسمیہ خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ حسب معمول بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات میں سے حرف ص سے ہوئی ہے۔ اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا یہی نام قرار دے دیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۸ ویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار انسٹھ ہے یعنی ۵۸ سورتیں اس سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ اور پھر ۵۵ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورت میں ۸۸ آیات ۵ رکوعات ۷۳۸ کلمات اور ۳۱۰۷ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی عقائد سے متعلق مضمون بیان فرمایا گیا ہے خصوصاً زیادہ تر مضمون متعلق رسالت کے ہے کیونکہ جس زمانہ میں یہ سورت نازل ہوئی اس وقت کفار مکہ اور سرداران قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذا دہی اور مخالفت پر کمر باندھ رکھی تھی تا کہ آپ کسی طرح تبلیغ دین کو چھوڑ دیں اس لئے سورۃ کی ابتدا میں قرآن کریم کے نصیحت والی کتاب ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کفار کو ان کی ہٹ دھرمی پر اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جو لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں اور کفر وانکار پر اصرار کر رہے ہیں اس کا انجام خود ان کے حق میں برا ہوگا کیونکہ جب فیصلہ کا وقت آ جاتا ہے تو پھر نجات کی راہ باقی نہیں رہتی۔ پہلے بھی جن قوموں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور وہ برباد ہوگئیں۔ اس بات کے ثبوت کے طور پر اجمالی طور سے قوم نوح عاد وثمود وغیرہ کا ذکر فرمایا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تسلی دی گئی کہ یہ نادان لوگ ہیں۔ ان کی جہالت کی باتوں کو صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کریں اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر سنایا گیا کہ اللہ نے ان کی مدد کی اور ان کے مخالفوں پر انہیں فتح دی اور وہ سارے ملک کے بادشاہ ہوئے اس کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام بھی بادشاہ ہوئے اور اللہ کے حکموں کی تعمیل کرتے رہے۔ پھر حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہے انہوں نے مصیبت میں بڑے صبر سے کام لیا اور اللہ سے آس نہ توڑی آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی اور دنیا میں بھی خوش حالی عطا فرمائی اور آخرت میں بھی اپنی رحمت سے سرفراز کرے گا۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے ذکر سے منکرین قرآن کو جتلایا گیا کہ وہ اپنی جاہ ودولت اور دنیوی شان وشوکت کے لحاظ سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے اقتدار کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں مگر اتنے زبردست اقتدار اور شان وشوکت کے باوجود حضرت داؤد اور

حضرت سلیمانؑ ہر وقت اور ہر قدم پر اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے خدا کے شکر گزار بندے تھے دنیاوی جاہ وحشمت نے ان کو اللہ سے غافل نہیں بنایا پے در پے نو پیغمبروں کا ذکر کر کے فرمانبردار بندوں اور نافرمانبردار سرکش بندوں کے اس انجام کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو وہ عالم آخرت میں دیکھنے والے ہیں۔ دوزخیوں کا حال اور جنتیوں کی کیفیت بڑے پراثر انداز سے بیان کی گئی ہے۔ اخیر میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ابلیس اور حضرت آدمؑ کے درمیان ازلی عداوت ہے۔ خدا نے جو مرتبہ آدم علیہ السلام کو دیا تھا اس پر ابلیس نے حسد کیا اور حکم خدا کے مقابلہ میں سرکشی اختیار کر کے لعنت کا مستحق ہوا اسی طرح جو لوگ حق سے کفر وانکار کی سرگرمیاں کر رہے ہیں وہ دراصل ابلیس کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور ابلیس جس طرح مردود بارگاہ ہوا اسی طرح منکرین بھی اپنے حق میں مردود بارگاہ ہونے کی راہ ہموار کر رہے ہیں اس کے برخلاف جو لوگ قرآن کو اپنا رہنما بنا رہے ہیں وہ آدمیت اور انسانیت کی راہ ہے گویا قرآن کی مخالفت سے انسان آدمیت سے نکل کر ابلیسیت کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ شیطان کے ہتھکنڈوں اور چالوں سے بچو رسول کی نصیحت مانو اگر اسے نہ سنا اور نہ مانا تو پھر بری طرح پچھتاؤ گے یہ ہے خلاصہ مضامین اس پوری سورت کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اس سورت کی ابتدائی آیات کے سبب نزول کے متعلق لکھا ہے کہ جب ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے والد بیمار ہوئے اور قریش کے سرداروں نے محسوس کیا کہ اب یہ ان کا آخری وقت ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چل کر ابو طالب سے بات کرنی چاہئے وہ ہمارا اور اپنے بھتیجے کا جھگڑا چکا جائیں تو اچھا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا انتقال ہو جائے اور ان کے بعد ہم ان کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کوئی سخت معاملہ کریں تو عرب کے لوگ ہمیں طعنہ دیں گے کہ جب تک ابو طالب زندہ تھے یہ لوگ ان کا لحاظ کرتے رہے اب ان کے مرنے کے بعد ان لوگوں نے ان کے بھتیجے پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اس رائے پر متفق ہو کر تقریباً ۲۵ سرداران قریش جن میں ابوجہل، ابوسفیان، امیہ بن خلف، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، عقبہ، عتبہ، شیبہ شامل تھے ابو طالب کے پاس پہنچے ان سرداران قریش نے پہلے تو حسب معمول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی شکایات بیان کیں پھر کہا کہ ہم آپ کے سامنے ایک انصاف کی بات پیش کرنے آئے ہیں۔ آپ کا بھتیجا ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دے اور ہم انہیں ان کے دین پر چھوڑے دیتے ہیں۔ وہ جس معبود کی عبادت کرنا چاہیں کریں مگر وہ ہمارے معبودوں کی برائی اور مذمت نہ کریں اور یہ کوشش نہ کریں کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ اس شرط پر آپ ہم سے ان کی صلح کرا دیں۔ ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور کہا کہ بھتیجے یہ تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے ہیں ان کی خواہش ہے کہ تم ایک منصفانہ بات پر ان سے اتفاق کر لو تاکہ تمہارا اور ان کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ پھر انہوں نے وہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائی جو سرداران قریش نے ان سے کہی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا چچا جان میں تو ان کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں جسے اگر یہ مان لیں تو تمام عرب ان کا مطیع ہو جائے اور عجم ان کا باج گزار ہو جائے سرداران قریش بولے بتاؤ کہ وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ۔ اس پر

وہ سب یکبارگی ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ باتیں کرتے ہوئے وہاں سے چل دیئے جو اس سورۃ کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہیں۔ اس شان نزول کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔

سورۃ کی ابتداء ص جو حروف مقطعات میں سے ہے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کے متعلق پہلے کئی جگہ کہا جا چکا ہے کہ اس کے حقیقی معنیٰ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا اس کے بعد کلام کی ابتدا قرآن کی قسم سے فرمائی گئی قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے ایمان و عقائد کے بہت سے اصولی مسائل کی تاکید کیلئے مختلف طرح کی قسم کھائی ہے کبھی اپنی ذات پاک کی کبھی اپنی مخلوقات میں سے خاص خاص اشیاء کی تو حق تعالیٰ کو تو کوئی ضرورت قسم کھانے کی نہ تھی مگر جس طرح دنیا میں جھگڑے چکانے اور اختلافات مٹانے کا معروف طریقہ یہ ہے کہ دعوے پر شہادت پیش کی جائے۔ شہادت نہ ہو تو قسم کھائی جائے اسی طرح حق تعالیٰ نے انسانوں کے اس مانوس طریقہ کو اختیار فرمایا ہے اور کہیں تو شہادت کے الفاظ سے کسی مضمون کی تاکید فرمائی اور کہیں قسم کے الفاظ سے باقی یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی قسم عام مخلوق کی قسم کی طرح نہیں ہوسکتی۔

(بہشتی زیور) انسانوں کے لئے تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے کی اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی قسم کھانا شرک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے وہ اپنی مخلوقات میں جس چیز کی چاہے قسم کھالے۔ الغرض تاکید کے لئے کلام کی ابتدا قرآن کریم کی قسم سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ عظیم الشان اور عالی مرتبہ قرآن جو عمدہ نصیحتوں سے پر اور نہایت موثر طرز میں لوگوں کو ہدایت اور معرفت کی باتیں سمجھانے والا ہے بآواز بلند شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ قرآنی صداقت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ قرآن کی تعلیم یا تفہیم میں کچھ قصور ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ میں معاذ اللہ کوئی کمی ہے بلکہ ان منکرین کے انکار اور انحراف کا اصلی سبب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی شیخی جاہلانہ غرور و نخوت اور معاندانہ مخالفت کے جذبات میں پھنسے ہوئے ہیں یہ اس دلدل سے نکلیں تو حق وصداقت کی راہ صاف نظر آئے۔

معلوم ہوا کہ جب تک انسان تکبر اور ضد سے کام لے گا حق تعالیٰ کو کبھی نہیں پاسکتا اور کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ ابھی ان کفار منکرین ہی کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قرآن پاک کی ہدایت اور نور سے ہمارے دلوں کو معمور فرمائیں اور اس کی تعلیمات ونصائح سے ہم کو پوری طرح فیض یاب فرمائیں۔ تعصب اور ضد جو کافرانہ خصلتیں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔ اور قرآن پاک نے جو راستہ دکھلایا ہے اس پر ہم کو چلنے اور اس پر مستقیم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں دنیا میں قرآن پاک کا متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ

ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں سو انہوں نے (ہلاکت کے وقت) بڑی ہائے پکار کی اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا اور ان کفار نے اس بات پر تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن (ہی)

مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝۵

میں سے ایک ڈرانے والا آگیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ شخص ساحر اور (دعویٰ نبوت میں) جھوٹا ہے (اور) کیا (یہ شخص سچا ہو سکتا ہے کہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

اور ان کفار میں کے رئیس یہ کہتے ہوئے چلے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت پر) قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی

فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ

ہو نہ ہو یہ گھڑت ہے کیا ہم سب میں سے اِسی شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا بلکہ یہ لوگ (خود) میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں

مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸

بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا

كَمْ کتنی ہی	اَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کردیں	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل	مِّنْ قَرْنٍ امتیں	فَنَادَوْا تو وہ فریاد کرنے لگے	وَّلَاتَ اور نہ تھا	حِيْنَ وقت			
مَنَاصٍ چھٹکارا	وَعَجِبُوْٓا اور انہوں نے تعجب کیا	اَنْ کہ	جَآءَهُمْ ان کے پاس آیا	مُّنْذِرٌ ایک ڈرانے والا	مِّنْهُمْ ان میں سے	وَقَالَ اور کہا			
الْكٰفِرُوْنَ کافر	هٰذَا سٰحِرٌ یہ جادوگر	كَذَّابٌ جھوٹا	اَجَعَلَ کیا اس نے بنا دیا	الْاٰلِهَةَ معبود	اِلٰهًا معبود	وَّاحِدًا ایک	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ		
لَشَيْءٌ ایک شے (بات)	عُجَابٌ بڑی عجیب	وَانْطَلَقَ اور چل پڑے	الْمَلَاُ سردار	مِنْهُمْ ان کے	اَنِ کہ	امْشُوْا چلو	وَ اور	اصْبِرُوْا جمے رہو	
عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ اپنے معبودوں پر	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	لَشَيْءٌ کوئی شے (بات)	يُّرَادُ ارادہ کی ہوئی (مطلب کی)	مَا سَمِعْنَا ہم نے نہیں سنا	بِهٰذَا ایسی				
فِيْ میں	الْمِلَّةِ مذہب	الْاٰخِرَةِ پچھلا	اِنْ نہیں	هٰذَآ یہ	اِلَّا مگر محض	اخْتِلَاقٌ من گھڑت	ءَاُنْزِلَ کیا نازل کیا گیا	عَلَيْهِ اس پر	الذِّكْرُ ذکر (کلام)
مِنْۢ بَيْنِنَا ہم میں سے	بَلْ بلکہ	هُمْ وہ	فِيْ شَكٍّ شک میں	مِّنْ ذِكْرِيْ میری نصیحت سے	بَلْ بلکہ	لَمَّا نہیں	يَذُوْقُوْا چکھا انہوں نے	عَذَابِ میرا عذاب	

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن تو اپنی ذات میں نہایت عظیم الشان عالی مرتبہ وعظ و نصیحت سے پر اور عزت و عظمت والا ہے اس کے باوجود جو کافر اس کا انکار اور اس سے انحراف کر رہے ہیں اس کی وجہ محض ان لوگوں کی ضد عناد ہٹ دھرمی اور تکبر ہے اب ان آیات میں ان ہی متکبر منکرین کو سنایا جا رہا ہے کہ ان کو معلوم رہنا چاہئے کہ اسی غرور اور تکبر کی بدولت۔ اللہ کے رسولوں سے مقابلہ اور مخالفت ٹھان کر بہت امتیں اور جماعتیں پہلے تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ وہ لوگ بھی مدتوں خدا کے پیغمبروں سے لڑتے رہے پھر جب ان کی پکڑ کا وقت آ گیا اور عذاب الٰہی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو گھبرا کر ہائے واویلا اور شور و غل مچانے لگے۔ مگر اس وقت فریاد کرنے اور ہائے پکار سے کیا بنتا ہے؟ اس وقت کی چیخ و پکار بیکار

تھی۔ عذاب سے بچ کر بھاگنے کا وقت ہی نہ رہا تھا اور رہائی اور خلاصی کا موقع گزر چکا تھا۔ آگے بتلایا گیا کہ ان کفار قریش نے اس بات پر تعجب کیا اور ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ ایک پیغمبر ان ہی کی جنس ان ہی کی قوم اور ان ہی کی برادری میں سے ان کو خبردار کرنے کے لئے مقرر کیا گیا حالانکہ عجیب بات اگر ہوتی تو یہ ہوتی کہ انسانوں کو خبردار کرنے کے لئے کوئی مخلوق آسمان سے بھیج دی جاتی یا ان کے درمیان اچانک ایک اجنبی کہیں باہر سے آ کھڑا ہوتا اور نبوت کا اعلان کرتا تو اس صورت میں تو بلاشبہ ان کو تعجب ہو سکتا تھا۔ پھر ان کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ کا رسول ہونے ہی پر تعجب نہیں بلکہ یہ کافر تو یہ کہتے ہیں کہ یہ (نعوذ باللہ) کوئی جادوگر ہیں کہ جو اپنے دل سے کچھ باتیں گھڑ لی ہیں اور اللہ کے رسول بن بیٹھے ہیں اور لوگوں کو جادو اور منتر کے زور سے اپنے قابو میں لے آتے ہیں اور یہ کفار یوں کہتے ہیں کہ کیا غضب کی بات ہے کہ ہمارے سارے دیوتاؤں اور معبودوں کے بدلے فقط ایک خدا کو ماننے کو کہتے ہیں یہ تو بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ سارے جہان کا انتظام فقط ایک خدا کے سپرد کر دیا جائے اور جن دیوتاؤں کی بندگی قرنوں اور پشتوں سے ہوتی چلی آئی ہے وہ سب یک قلم موقوف کر دی جائے گویا ہمارے باپ دادا سب نرے جاہل اور بیوقوف ہی تھے جو اتنے دیوتاؤں کے سامنے سر عبودیت خم کرتے رہے۔ ان آیات کے شان نزول میں گذشتہ درس میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس سرداران قریش جمع ہوئے اور ابو طالب سے شکایت کی کہ یہ آپ کے بھتیجے ہماری اور ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہیں اور ہمیں طرح طرح سے احمق بناتے ہیں آپ ان کو سمجھایئے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا میں تو صرف ان سے ایک کلمہ چاہتا ہوں اور وہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ سرداران قریش یہ سن کر طیش میں آ کر کھڑے ہو گئے تو کہنے لگے کہ ہم اپنے سارے جانے بوجھے پرانے معبودوں کو چھوڑ کر بس ان کے کہنے سے ایک خدا کو مان لیں۔ چلو جی یہاں سے یہ کبھی اپنے منصوبہ سے باز نہ آئیں گے۔ یہ تو ہمارے معبودوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ تم بھی مضبوطی سے اپنے معبودوں کی عبادت وحمایت پر جمے رہو۔ یہ تو ہم سب پر اپنا حکم چلانا چاہتے ہیں اور ہم سب کا بڑا بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ یہی ان کا مطلب ہے جو بات یہ کہتے ہیں ہم نے تو یہ بات اپنے پچھلے مذہب میں کبھی سنی نہیں۔ یہ انہوں نے اپنے دل سے ایک بے اصل بات گھڑی ہے جو بالکل انوکھی ہے (العیاذ باللہ) ہم ان کی من گھڑت بات کیسے مان لیں اور اگر خیر فرض بھی کر لیں کہ یہ جو کچھ سنا رہے ہیں یہ اللہ کا کلام ہے تو یہ کیا غضب ہے کہ ہم سب میں سے انہی کا انتخاب ہوا۔ کیا سارے ملک اور قوم میں بس یہی اس منصب کے لئے رہ گئے تھے۔ ان کو کیا فوقیت اور فضیلت حاصل تھی کہ جو انہی کو نبوت ملی۔ کیا کوئی بڑا رئیس مالدار خدا کو نہ ملتا تھا جس پر اپنا کلام نازل کرتا (معاذ اللہ) کفار کی اس تمام بکواس اور خرافات کے جواب میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی یہ خرافات کچھ نہیں۔ بات حقیقت میں یہ ہے کہ ابھی ان کو ہماری نصیحت کے متعلق دھوکہ لگا ہوا ہے۔ وہ یقین نہیں رکھتے کہ جس خوفناک مستقبل سے آگاہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور پیش آ کر رہے گا کیونکہ ابھی تک انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑے گی اور عذاب کا کوڑا برسے گا اس وقت سارے شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔

اب غور کیجئے کہ نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے ۴۰ سال اپنی عمر مبارک کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنی

قوم کے درمیان گزار دے۔ اس وقت تک آپ اپنی قوم میں سب سے زیادہ بامروت سب سے زیادہ خلیق سب سے زیادہ ہمسایوں کے خبر گیران۔ سب سے زیادہ حلیم اور بردبار سب سے زیادہ سچے اور امانت دار سب سے زیادہ خصومت اور دشنام اور فحش اور ہر بری بات سے زیادہ دور تھے اسی وجہ سے آپ کی قوم نے آپ کا لقب امین رکھا تھا (سیرۃ مصطفیٰ جلد اول) بعثت نبوی سے پانچ سال قبل جب آپ کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی تو خانہ کعبہ کی دیواریں مرور زمانہ کی وجہ سے بہت بوسیدہ ہو چکی تھیں تو قریش اس بات پر متفق ہوئے کہ بیت اللہ کو منہدم کر کے از سر نو بنایا جائے چنانچہ جب تعمیر مکمل ہوگئی اور حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کا وقت آیا تو قبائل قریش میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا۔ تلواریں کھنچ گئیں اور لوگ جنگ وجدال اور قتل وقتال پر آمادہ ہو گئے جب چار پانچ روز اسی طرح گزر گئے اور کوئی بات طے نہ ہوئی تو ابو امیہ بن مغیرہ جو قریش میں سب سے زیادہ معمر اور سن رسیدہ تھا اس نے یہ رائے دی کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے میں داخل ہو اسی کو اپنا حکم بنا کر فیصلہ کرا لو۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا صبح ہوئی اور تمام لوگ حرم میں پہنچے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ سب سے پہلے آنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے **هذا محمد الامين . رضينا هذا محمد** (یہ محمد امین ہیں ہم ان کے حکم بنانے پر راضی ہیں۔ یہ تو محمد امین ہیں)۔

آپ نے ایک چادر منگائی اور حجر اسود کو اس میں رکھ کر یہ فرمایا کہ ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کو تھام لے تاکہ اس شرف سے کوئی قبیلہ محروم نہ رہے۔ اس فیصلہ کو سب نے پسند کیا اور سب نے مل کر چادر اٹھائی جب سب کے سب اسی چادر کو اٹھائے اس جگہ پہنچے جہاں اس کو رکھنا تھا تو آپ بنفس نفیس آگے بڑھے اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھ دیا اور اس طرح یہ اختلاف اور قضیہ طے ہوا تو اعلان نبوت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عزت وحرمت قبائل قریش اور اہل مکہ میں تھی۔ جب آپ چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمائے گئے تو تین سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر اسلام کی دعوت دیتے رہے اور لوگ آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہوتے رہے تین سال کے بعد جب یہ حکم نازل ہوا کہ علی الاعلان اسلام کی طرف بلائیں تو آپ ایک دن کوہ صفا پر چڑھے اور قبائل قریش کو نام بنام پکارا جب سب جمع ہو گئے تو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ پہاڑ کے عقب میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ تو اس وقت بھی سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ بے شک ہم نے تو آپ سے سوائے صدق اور سچائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ تو بتلانا یہاں یہ مقصود ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو صرف اسلام کی دعوت دیتے رہے اس وقت تک قریش نے آپ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن جب علی الاعلان بت پرستی کی برائی بیان کرنا شروع کی اور کفر وشرک سے روکنا شروع کیا تب قریش عداوت اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور ضد اور عناد اور ہٹ دھرمی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ایسے اتہامات اور الزامات رکھنے لگے کہ کبھی آپ کو معاذ اللہ ساحر کہتے کبھی شاعر کہتے کبھی کاہن کہتے کبھی دیوانہ اور مجنون کہتے اور آپ کی دشمنی عداوت اور ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور جیسا کہ یہاں ان آیات میں بتلایا گیا معاذ اللہ کفار عداوت میں آپ کو ساحر کذاب کہنے لگے۔ کذاب مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت بڑا

جھوٹا (العیاذ باللہ تعالیٰ) اب اس وقت کو ذرا ذہن میں لائیے کہ ایک طرف تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قوم کو دین و دنیا کی صلاح وفلاح کے لئے اور ان کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے ان کی خیرخواہی میں دن رات کوشاں ہیں۔ دوسری طرف قوم کے افراد آپ کو ساحر کذاب کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو کفار کے ان اتہامات اور الزامات سے آپ کو کس قدر قلبی اور ذہنی اذیت پہنچتی ہوگی اور آپ کو کتنا حزن و ملال ہوتا ہوگا جس کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے بار بار تسلی کا مضمون اور صبر کی تلقین فرمائی جاتی۔ چنانچہ اسی سورۃ میں چند آیات آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا اصبر علیٰ مایقولون. اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے۔ اب یہاں ایک فلسفہ قدرت اور حکمت خداوندی کا یہ بھی سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے جس طرح نور کے مقابلہ میں ظلمت اور بلندی کے مقابلہ میں پستی کو پیدا فرمایا اسی طرح خیر کے مقابلہ میں شر اور ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت کو اور ملائکہ کے مقابلہ میں شیاطین کو پیدا فرمایا کہ حق و باطل کا مقابلہ اور معرکہ دنیا میں جاری رہے اور لوگ اپنے ارادہ اور اختیار سے کسی ایک جانب کو قبول کریں۔ یہ نہ ہو کہ کسی ایک جانب کے قبول کرنے میں مجبور ہو جائیں اگر فقط حق اور اہل حق کو پیدا کیا جاتا اور باطل بالکل نیست و نابود ہوتا تو لوگ حق کے قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے جو سراسر حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔ شریعت اسلامیہ کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ لوگ جبراً وقہراً اسلام لائیں۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے جب حضرات انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا تو ان کے مقابلہ کے لئے شیاطین الانس والجن کو بھی پیدا فرمایا تا کہ دنیا حق اور باطل کا معرکہ اور ہدایت و گمراہی کی جنگ اور مقابلہ کو خوب دیکھ لے اور پھر اپنے ارادے اور اختیار سے حق اور باطل میں سے جس جانب کو چاہے قبول کرے۔ یہ دنیا دار ابتلا اور امتحان ہے اور بعثت انبیاء سے مقصود یہی ہے کہ لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں۔ اور جو تصدیق و ایمان اپنے ارادہ سے ہو شریعت میں اسی کا اعتبار ہے اور عنداللہ وہی مطلوب ہے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر کفار و مشرکین محض ضد وعناد سے جو الزامات و اتہامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا کر آپ کی دعوت حق کو رد کرنے کی فکر اور کوشش میں رہتے تو کفار کے اقوال کا ایک جواب تو ان آیات میں دیا گیا آگے ایک دوسرے طرز پر جواب دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو ہم کو اس نعمت کی قدر شناسی کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اور اس قرآن پاک کی ہدایات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا کامل اتباع نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور ہر طرح کی کج روی اور گمراہی سے اپنی حفاظت میں رکھیں۔ حق کا اتباع اور باطل سے گریز نصیب فرمائیں اور اپنے ہر طرح کے چھوٹے بڑے عذاب سے دین و دنیا میں محفوظ و مامون فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ أَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

کیاان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگارزبردست فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں یا کیاان کوآسمان وزمین اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں ان کا اختیار حاصل ہے

فَلْيَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

(اگراختیار ہے) توان کوچاہئے کہ سیڑھیاں لگاکر (آسمان پر) چڑھ جاویں۔اس مقام پران لوگوں کی یونہی ایک بھیڑ ہے منجملہ گروہوں کے جوشکست دیئے جاویں گے ان سے پہلے بھی قوم نوح

وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ

اور عاد اور فرعون نے جس کے کھونٹے گڑ گئے تھے اور ثمود نے اور قوم لوطؑ نے اور اصحاب اَیکہ نے تکذیب کی تھی۔ وہ گروہ یہی لوگ ہیں

كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ

ان سب نے صرف رسولوں کو جھٹلایا تھا سو میرا عذاب (ان پر) واقع ہوگیا اور یہ لوگ بس ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی

فَوَاقٍ ۝۱۵ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو روز حساب سے پہلے دے دے۔

أَمْ کیا	عِنْدَهُمْ ان کے پاس	خَزَآئِنُ خزانے	رَحْمَةِ رَبِّكَ تمہارے رب کی رحمت	الْعَزِيْزِ غالب	الْوَهَّابِ بہت عطا کرنیوالا	أَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے		
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہت آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	فَلْيَرْتَقُوْا تو وہ چڑھ جائیں					
فِی الْاَسْبَابِ رسیوں میں (رسیاں تان کر)	جُنْدٌ ایک لشکر	مَا جو	هُنَالِكَ یہاں	مَهْزُوْمٌ شکست خوردہ	مِنَ الْاَحْزَابِ گروہوں میں سے	كَذَّبَتْ جھٹلایا		
قَبْلَهُمْ ان سے پہلے	قَوْمُ قوم	نُوْحٍ نوح	وَعَادٌ اور عاد	وَفِرْعَوْنُ اور فرعون	ذُو الْاَوْتَادِ میخوں والا	وَثَمُوْدُ اور ثمود	وَقَوْمُ لُوْطٍ اور قوم لوط	وَ اور
اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ اَیکہ والے	اُولٰٓئِكَ یہی وہ	الْاَحْزَابُ گروہ	اِنْ نہیں	كُلٌّ سب	اِلَّا مگر	كَذَّبَ جھٹلایا	الرُّسُلَ رسولوں	فَحَقَّ پس آپڑا
عِقَابِ عذاب	وَمَا يَنْظُرُ اور وہ انتظار نہیں کرتے	هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	اِلَّا مگر	صَيْحَةً چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ایک	مَا لَهَا جس کیلئے نہیں	مِنْ کوئی	
فَوَاقٍ ڈھیل	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	عَجِّلْ جلدی دے	لَّنَا ہمیں	قِطَّنَا ہمارا حصہ	قَبْلَ پہلے	يَوْمِ الْحِسَابِ روز حساب	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے بعض کافرانہ اقوال اور ان کے اعتراضات نقل فرمائے گئے تھے جو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے دعوے میں ساحر اور کذاب کہتے۔ کبھی یہ الزامات لگاتے کہ اس تبلیغ دین سے آپ کا مقصد اپنی جاہ وحکومت قائم کرنا ہے۔ کبھی یہ اعتراض کرتے کہ خدا کو سوائے ان کے اور کوئی شخص نبی بنانے کے لئے نہ ملا۔ کفار کی ان خرافات کا ایک جواب تو گذشتہ آیات میں دیا گیا تھا کہ یہ جو بکواس کر رہے ہیں اور الزامات اور اتہامات لگا رہے ہیں یہ اس لئے ہیں کہ ابھی انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑے گی تو عقل ٹھکانے آ جائے گی اور یہ تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔ دوسرا جواب ان آیات میں دیا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ رحمت کے خزانے اور آسمان وزمین کی حکومت سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہی زبردست اور بڑی بخشش والا ہے جس پر جو انعام چاہے کرے۔

کون روک سکتا ہے یا نکتہ چینی کرسکتا ہے اگر وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی کو منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرماتا ہے تو یہ کفار منکرین دخل دینے والے کون ہیں کہ جو یہ کہیں کہ فلاں پر تو یہ مہربانی فرمائی اور ہم پر نہ فرمائی۔ کیا اللہ کی رحمت کے خزانوں اور زمین و آسمانوں کی حکومت کے یہ مالک و مختار ہیں جو اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے ہیں۔ اگر ہیں تو اپنے تمام اسباب و وسائل کو کام میں لے آئیں اور رسیاں تان کر یا سیڑھیاں لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں تاکہ وہاں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی کا آنا بند کرسکیں اور اپنی مرضی اور منشاء کے موافق آسمان اور زمین کے انتظام انجام دے سکیں۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو آسمان اور زمین کی حکومت اور خزائن رحمت کی مالکیت کا دعویٰ عبث ہے۔ پھر خدائی انتظامات میں دخل دینا بجز بے حیائی اور جنون کے اور کیا ہوگا۔

آگے بتایا جاتا ہے کہ زمین و آسمان کی حکومت اور خزانوں کے مالک تو یہ بیچارے کیا ہوتے چند شکست خوردہ آدمیوں کی ایک بھیڑ ہے جو اگلی تباہ شدہ قوموں کی طرح تباہ و برباد ہوتی نظر آتی ہے (چنانچہ یہ منظر ''بدر'' سے لے کر ''فتح مکہ'' تک لوگوں نے دیکھ لیا) ان کفار مکہ اور مشرکین عرب سے پہلے بھی قوم نوح نے اور عاد نے اور فرعون نے جس کی سلطنت کے کھونٹے گڑے ہوئے تھے یعنی بہت زور قوت اور لاؤ لشکر والا تھا اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور اصحاب ایکہ نے جن کے قصے متعدد جگہ آچکے ہیں ان سب نے بھی رسولوں کی تکذیب کی تھی پھر ان کی کیسی پکڑ ہوئی بڑی بڑی طاقتور فوجیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں تو ان کفار مکہ اور مشرکین عرب کی تو حیثیت اور حقیقت ہی کیا ہے۔ جب وہ تکذیب انبیاء کے جرم کی سزا سے نہ بچ سکے تو پھر یہ کیوں مطمئن ہیں اور یہ لوگ جو تکذیب پر مصر ہیں تو کیا ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں کہ جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین وعید عذاب سن کر استہزا اور تمسخر کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم کو آخرت اور قیامت کے عذاب کی دھمکیاں سنائی جاتی ہیں تو اس وقت کا حصہ ہم کو ابھی دے دو۔ ہاتھ کے ہاتھ ہم سزا و جزا سے فارغ ہو جائیں۔ اس مطالبہ اور استہزا سے منکرین کا مطلب یہ تھا کہ قیامت و آخرت کچھ نہیں ہے اور اگر ہے تو ہم کو ابھی عذاب مطلوب ہے اور جب فوری عذاب نہیں تو معلوم ہوا نہ قیامت ہے نہ آخرت۔ خواہ مخواہ کی دھمکی ہے۔

چونکہ ان امور سے اور ان کفار کے ان اقوال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن و ملال ہوتا تھا اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے صبر کا حکم دیا جاتا ہے اور بعض انبیاء علیہم السلام کے قصص کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جو کمال صبر کے ساتھ موصوف تھے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں اور شکوک و شبہات کے فتنوں اور گمراہیوں سے ہم کو محفوظ رکھیں۔ یا اللہ آپ نے جیسے پہلے گمراہ قوموں اور اعدائے دین و اسلام کو ہلاک و تباہ فرمایا اسی طرح اب بھی دشمنان دین و اسلام کو ہلاک فرمایئے اور اسلام کو غلبہ و نصرت عطا فرمایئے۔ اور ہمیں حق کی پیروی اس کا اتباع اور اس کی حمایت کرنا نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! اگر کفار مشرکین نے ضد و عناد سے دین اسلام کی قدر نہ کی اور اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس کا استہزا اور تکذیب کی تو یہ اتنا تعجب خیز نہیں جتنا اس امر پر تعجب ہوتا ہے کہ جو باوجود دعوائے اسلام کے شریعت اسلامیہ سے نہ صرف منحرف ہیں بلکہ استہزا کا برتاؤ تک برتنے کی جرات کرتے ہیں۔ یا اللہ! رحمت کے خزانے آپ کے دست قدرت میں ہیں۔ امت مسلمہ پر نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اپنی رحمت کے دروازہ کھول دے۔ اور ان کو دین و دنیا کی صلاح و فلاح سے نواز دے اور ہر طرح کی کجروی اور گمراہی سے بچالے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ

آپ ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بڑی قوت والے تھے وہ بہت رجوع ہونے والے تھے ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ

يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ

شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور پرندوں کو بھی جو کہ جمع ہو جاتے تھے سب انکی (تسبیح کی) وجہ سے مشغول ذکر رہتے اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی تھی

الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى

اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا فرمائی تھی اور بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ وہ لوگ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر

دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ

داؤد کے پاس آئے تو وہ گھبرا گئے وہ کہنے لگے کہ آپ ڈریں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے

وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾

اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو سیدھی راہ بتا دیجئے

اِصْبِرْ آپ صبر کریں	عَلٰى اس پر	مَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	وَاذْكُرْ اور یاد کریں	عَبْدَنَا ہمارے بندے	دَاوٗدَ داؤد	ذَا الْاَيْدِ قوت والا
اِنَّهٗ بیشک وہ	اَوَّابٌ خوب رجوع کرنیوالا	اِنَّا سَخَّرْنَا بیشک ہم نے مسخر کر دیئے	الْجِبَالَ پہاڑ	مَعَهٗ اس کے ساتھ	يُسَبِّحْنَ وہ تسبیح کرتے تھے	
بِالْعَشِيِّ شام کے وقت	وَالْاِشْرَاقِ اور صبح کے وقت	وَالطَّيْرَ اور پرندے	مَحْشُوْرَةً اکٹھے کیے ہوئے	كُلٌّ سب	لَهٗ اسکی طرف	اَوَّابٌ رجوع کرنیوالے
وَشَدَدْنَا اور ہم نے مضبوط کی	مُلْكَهٗ اس کی بادشاہت	وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسکو دی	الْحِكْمَةَ حکمت	وَ اور	فَصْلَ فیصلہ کن	الْخِطَابِ خطاب
وَهَلْ اور کیا	اَتٰىكَ آپ کے پاس آئی (پہنچی)	نَبَؤُا الْخَصْمِ خبر جھگڑنے والے	اِذْ جب	تَسَوَّرُوا وہ دیوار پھاند کر آئے	الْمِحْرَابَ محراب (مسجد)	
اِذْ دَخَلُوْا جب وہ داخل ہوئے	عَلٰى پر۔ پاس	دَاوٗدَ داؤد	فَفَزِعَ تو وہ گھبرایا	مِنْهُمْ ان سے	قَالُوْا انہوں نے کہا	لَا تَخَفْ خوف نہ کھاؤ
خَصْمٰنِ ہم دو جھگڑنے والے	بَغٰى زیادتی کی	بَعْضُنَا ہم میں سے ایک	عَلٰى بَعْضٍ دوسرے پر	فَاحْكُمْ تو آپ فیصلہ کر دیں	بَيْنَنَا ہمارے درمیان	
بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَلَا تُشْطِطْ اور زیادتی (بے انصافی) نہ کریں	وَاهْدِنَآ اِلٰى اور ہماری رہنمائی کریں طرف	سَوَآءِ سیدھا	الصِّرَاطِ راستہ		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کے بعض اقوال ذکر فرمائے گئے تھے جن کی بناء پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی تکذیب کرتے تھے۔ کفار کے ان الزامات اور اعتراضات کے جواب بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمائے گئے تھے۔ چونکہ کفار کی ان بے باکانہ باتوں اور بے جا الزامات اور اعتراضات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی اور طبیعت پر حزن وملال ہوتا تھا اس لئے آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور بعض انبیائے سابقین کے حالات سنائے جاتے ہیں تا کہ ان کے حالات وواقعات کے معلوم ہونے سے آپ کو تقویت حاصل ہو۔ اس سلسلہ میں پہلا قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا جو ان آیات اور اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے ان آیات زیر تفسیر میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار ومشرکین کے اقوال نازیبا پر کہ جو آپ کو (معاذ اللہ) ساحر اور کذاب تک کہتے ہیں صبر کیجئے اور ہمارے بندہ داؤد

علیہ السلام کو یاد کیجئے۔ اس کے بعد حضرت داؤدعلیہ السلام کی دوصفات بیان کی گئیں ایک صفت ذاالاید کی فرمائی اس کے لفظی معنی ہیں ''ہاتھوں والا'' مگر محاورہ میں اس سے مراد ''قوت والے'' کے لئے جاتے ہیں یعنی داؤدعلیہ السلام بڑی قوت کے مالک تھے۔ اب قوتوں سے بہت سی قوتیں مراد ہوسکتی ہیں مثلاً جسمانی طاقت جس کا مظاہرہ آپ نے جالوت سے جنگ کے موقع پر کیا تھا۔ فوجی اور سیاسی طاقت جس سے اردگرد کی مشرک قوموں کو شکست دے کر ایک مضبوط دینی سلطنت قائم فرمائی۔ اخلاقی طاقت جس کی بدولت آپ نے بادشاہی میں فقیری کی کہ باوجود سلطنت اور مملکت کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کی معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اس کو ذریعہ معاش بناتے۔ عبادت کی طاقت جس کا یہ حال تھا کہ حکومت اور فرمانروائی اور جہاد فی سبیل اللہ کی مصروفیتوں کے باوجود صحیح احادیث کی روایات کے مطابق آپ ہمیشہ ایک دن ناغہ کرکے روزہ رکھتے تھے اور روزانہ ایک تہائی رات نماز میں گزارتے تھے جیسا کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داؤدعلیہ السلام کی ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے داؤدعلیہ السلام کے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے ایک تہائی رات عبادت کرتے اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوجاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمن سے ان کا مقابلہ ہوجاتا تو فرار اختیار نہ کرتے اور بلاشبہ وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔'' اس حدیث پر شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ عبادت کے اس طریقہ کو جو حضرت داؤدعلیہ السلام کا تھا سب سے زیادہ پسندیدہ اس لئے قرار دیا گیا کہ ایک تو اس طریقہ میں مشقت ومجاہدہ زیادہ ہے۔ اگر کوئی روزانہ ساری عمر روزہ رکھنے کا طریقہ اختیار کرے تو اس سے وہ روزے کا عادی ہوجاتا ہے اور اس کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اس میں زیادہ مشقت نہیں رہتی۔ لیکن ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنے میں تکلیف ومجاہدہ مسلسل رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس طریقہ عبادت سے انسان عبادت کے ساتھ اپنے نفس اہل وعیال اور متعلقین کے حقوق بھی پوری طرح ادا کرسکتا ہے۔

تو ایک صفت آپ کے قوت والے ہونے کی فرمائی دوسری صفت اواب کی فرمائی یعنی اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے۔ اس کے بعد اُن نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدعلیہ السلام پر فرمائی تھیں۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ ایک نعمت ان کو یہ عطا فرمائی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز میں ایسا اثر بخشا تھا کہ صبح وشام جب باہر میدان میں جاکر اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا اور تسبیح بلند آواز سے کرتے اور زبور پڑھتے تو آپ کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح کرنے لگتے تھے۔ پرندے اڑتے اڑتے ٹھہر جاتے اور آپ کے اردگرد جمع ہوکر حمد خدا کے ترانے گاتے اور آپ کی تسبیح کی نقل کرتے اور ہمنوائی کرتے۔ دوسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسیع اور پرشوکت سلطنت عطا فرمائی تھی۔ لکھا ہے کہ آپ کی مملکت میں شام، عراق، فلسطین، شرق اردن اور حجاز کا ایک حصہ شامل تھے۔ تیسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت یعنی نبوت عطا کی تھی اور صحیح فیصلہ کی قوت بخشی تھی لکھا ہے کہ داؤدعلیہ السلام کے سامنے کوئی ایسا معاملہ رکھ دیا جائے یا ایسی کوئی مہم پیش کردی جائے جو انتہائی پیچیدہ ہو یا کذب وافترا نے اس پر زیادہ سے زیادہ ملمع کردیا ہو تب بھی وحی الٰہی کے ذریعہ ان پر حقیقت حال منکشف ہوجاتی اس لئے جن وانس کسی کو یہ حوصلہ نہیں ہوتا تھا کہ آپ کے احکام کی خلاف ورزی کریں۔ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ دو آدمی ایک بیل کا جھگڑا لے کر حضرت داؤدعلیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ بیل میرا ہے دوسرا غاصب ہے حضرت داؤدعلیہ السلام نے قضیہ کا فیصلہ دوسرے دن پر مؤخر کردیا۔ دوسرے دن آپ نے مدعی سے فرمایا کہ رات میں مجھ پر خدا نے وحی کی ہے کہ تجھ کو قتل کردیا جائے لہٰذا تو صحیح صحیح بات بیان کر۔ مدعی نے کہا کہ خدا کے سچے نبی! اس مقدمہ میں تو میرا بیان قطعاً حق اور سچ ہے لیکن اس واقعہ سے قبل میں نے اس یعنی مدعا علیہ کے باپ کو دھوکہ دے کر مار ڈالا تھا۔ یہ سن کر حضرت داؤدعلیہ السلام نے اس کو قصاص میں قتل کردینے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی قسم کے واقعات ہوتے تھے جن کی وجہ سے حضرت داؤدعلیہ السلام کے حکم اور ان کی عظمت وشوکت

کے سامنے سب پست اور فرمانبردار تھے تو باوجود اس بڑی سلطنت اور نعمتوں کے جو اکثر احوال میں آدمی کو از خود رفتہ کر دیتی ہے بہ برکت نور نبوت کے آپ نہایت ضابط اور صابر تھے۔ آپ کے اسی ضبط وصبر کو ظاہر کرنے کے لئے آگے ایک واقعہ اہل مقدمہ کا بیان فرمایا جاتا ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔ لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے تین دن کی باری رکھی تھی ایک دن دربار اور مقدمات وغیرہ کے فیصلہ۔ ایک دن اپنے اہل وعیال کے پاس رہنے کا ایک دن خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اس دن خلوت میں رہتے تھے دربان کسی کو اندر جانے نہ دیتے۔ ایک دن عبادت میں مشغول تھے کہ ناگاہ دو شخص عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آپ کے پاس آ کھڑے ہوئے کیونکہ دروازہ میں سے پہرہ داروں نے اس وجہ سے آنے نہ دیا تھا کہ وہ وقت خاص آپ کی عبادت کا تھا۔ مقدمات کے فیصلہ کا نہ تھا۔ تو ان کے اس طرح بے قاعدہ آ جانے سے حضرت داؤد علیہ السلام گھبرا گئے کہ یہ آدمی ہیں یا کوئی اور مخلوق۔ آدمی ہیں تو ناوقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ دربانوں نے کیوں نہیں روکا؟ اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیوار کو پھاندنے کی کیا سبیل کی؟ خدا جانے ایسے غیر معمولی طور پر کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ غرض اچانک یہ عجیب واقعہ دیکھ کر خیال دوسری طرف ہٹ گیا اور عبادت میں جیسی یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے قائم نہ رہ سکی۔ آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں ہم سے خوف نہ کھایئے۔ ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ چونکہ پہرہ داروں نے دروازہ سے آنے نہیں دیا اس لئے اس طرح آنے کے مرتکب ہوئے اب آپ ہم میں منصفانہ فیصلہ کر دیجئے کوئی بے راہی اور ٹالنے کی بات نہ ہو عدل وانصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں۔

مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ آپ کیسے صابر اور متحمل تھے کہ ایسے بڑے جلیل القدر سلطنت کے خلوت خانہ خاص میں کسی کا بے اجازت پھر اس بے ڈھنگے پن سے آ گھسنا پھر بات چیت اس طرز سے کرنا کہ اول تو یہ کہنا کہ لاتخف یعنی ڈرومت پھر یہ کہنا کہ انصاف سے فیصلہ کرنا۔ اس پر مزید یہ کہنا کہ بے انصافی مت کرنا غرض ان کا مجموعہ اقوال وافعال بظاہر گستاخی در گستاخی تھا اور اس میں داؤد علیہ السلام کے تحمل اور صبر کا امتحان تھا کہ آیا زور سلطنت میں ان متواتر گستاخیوں پر دارو گیر کرتے ہیں اور اس مقدمہ کو ملتوی کر کے ان پر دوسرا مقدمہ قائم کرتے ہیں یا غلبۂ نور نبوت سے عفو فرماتے ہیں اور اس مقدمہ کو کمال عدل سے بلا شائبہ غیض وغضب فیصل کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نہایت صابر ثابت ہوئے اور مقدمہ کو نہایت ٹھنڈے دل سے سماعت اور فیصل فرمایا۔ جس سے مفسرین کرام نے بطور نتیجہ یہ بیان کیا کہ جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے کوئی بڑا رتبہ یا منصب دیا ہو اور عام مخلوق کی ضروریات اس سے متعلق ہوں تو اس کو چاہئے کہ وہ اہل حاجت کی بے قاعدگیوں اور غلطیوں پر حتی الوسع صبر کرے اور صبر سے کام لے کہ اس کے مرتبہ اور منصب کا یہی تقاضا ہے خاص طور سے حکام کو اس کا لحاظ رکھنا چاہئے مگر یہ باتیں تو وہ حکام برت سکتے ہیں جو قرآنی ہدایات اور اسلامی اخلاق کے طالب ہوں اور جو یورپ کے فرنگیوں کی تقلید پر نازاں ہوں اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ہوں انہیں ان قرآنی ہدایات وتعلیمات سے کیا سروکار؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم پاکستانیوں کو بھی وہ دن دیکھنا نصیب فرمائیں کہ جو اسلامی اور قرآنی اخلاق کا حامل اور عامل حکام کو اپنے ملک میں حکمرانی کرتے دیکھ لیں۔

الغرض حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے آنے والوں نے جو صورت مقدمہ بیان کی اور اس پر جو فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اور پھر فیصلہ فرمانے کے بعد خود اپنے فیصلہ سے جو اپنے آپ کو متنبہ ہوا اور اس قصہ کو اپنے لئے ایک فتنہ اور امتحان سمجھا اور اس پر عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک پڑے وہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ هٰذَاۤ اَخِىْ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِىْ فِى

یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت میں جو مجھ کو دباتا ہے۔

الْخِطَابِ ۝۲۳ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِىْ بَعْضُهُمْ

داؤدؑ نے کہا یہ جو تیری دُنبی اپنی دُنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں

عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ

مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور داؤدؑ کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی

رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝۲۴ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝۲۵ يٰدَاوٗدُ

اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے سو ہم نے ان کو وہ معاف کر دیا اور ہمارے یہاں ان کیلئے قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے۔ اے داؤد

اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ

ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دے گی

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝۲۶

جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں اُن کیلئے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روزِ حساب کو بھولے رہے۔

اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	اَخِىْ میرا بھائی	لَهٗ اسکے پاس	تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ ننانوے (۹۹)	نَعْجَةً دُنبیاں	وَلِىَ اور میرے پاس	نَعْجَةٌ دُنبی	وَّاحِدَةٌ ایک
فَقَالَ پس اس نے کہا	اَكْفِلْنِيْهَا وہ میرے حوالے کر دے	وَعَزَّنِىْ اور اس نے مجھے دبایا	فِى الْخِطَابِ گفتگو میں	قَالَ داؤدؑ نے (کہا)			
لَقَدْ ظَلَمَكَ واقعی اس نے ظلم کیا	بِسُؤَالِ مانگنے سے	نَعْجَتِكَ تیری دُنبی	اِلٰى طرف ساتھ	نِعَاجِهٖ اپنی دُنبیاں	وَاِنَّ اور بیشک	كَثِيْرًا اکثر	
مِّنَ سے	الْخُلَطَآءِ شرکاء	لَيَبْغِىْ زیادتی کیا کرتے ہیں	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض	عَلٰى پر	بَعْضٍ بعض	اِلَّا سوائے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کئے درست	وَقَلِيْلٌ اور بہت کم	مَّا هُمْ وہ۔ ایسے	وَ اور	ظَنَّ خیال کیا	دَاوٗدُ داؤدؑ	اَنَّمَا کہ کچھ	
فَتَنّٰهُ ہم نے اسے آزمایا ہے	فَاسْتَغْفَرَ تو اس نے مغفرت طلب کی	رَبَّهٗ اپنا رب	وَخَرَّ اور گر گیا	رَاكِعًا جھک کر	وَّاَنَابَ اور اس نے رجوع کیا		
فَغَفَرْنَا پس ہم نے بخش دی	لَهٗ اس کی	ذٰلِكَ یہ	وَاِنَّ اور بیشک	لَهٗ اس کیلئے	عِنْدَنَا ہمارے پاس	لَزُلْفٰى البتہ قرب	وَحُسْنَ اور اچھا
مَاٰبٍ ٹھکانا	يٰدَاوٗدُ اے داؤدؑ	اِنَّا بیشک ہم نے	جَعَلْنٰكَ ہم نے تجھے بنایا	خَلِيْفَةً نائب	فِى الْاَرْضِ زمین میں	فَاحْكُمْ سو تو فیصلہ کر	
بَيْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَلَا تَتَّبِعِ اور نہ پیروی کر	الْهَوٰى خواہش	فَيُضِلَّكَ کہ وہ تجھے بھٹکا دے	عَنْ سے		
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَضِلُّوْنَ بھٹکتے ہیں	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب
شَدِيْدٌ شدید	بِمَا اس پر کہ	نَسُوْا انہوں نے بھلا دیا	يَوْمَ الْحِسَابِ روزِ حساب				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ ایک دن جب حضرت داؤد علیہ السلام اپنے عبادت خانہ میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے تو دو فریق ایک مقدمہ میں جھگڑنے والے اچانک دیوار پھاند کر آپ کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ان کی اس طرح اچانک ناوقت آمد سے گھبرا گئے اور عبادت میں جیسی یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے قائم نہ رہ سکی اور ان آنے والوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ آپ گھبرایئے نہیں ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے آئے ہیں۔ آپ ہم میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے۔ اب مقدمہ اور جھگڑے کی جو صورت حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی وہ ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ ایک فریق نے کہا کہ جھگڑا ہمارے درمیان یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ۹۹ دنبیاں ہیں اور میرے ہاں صرف ایک دنبی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کر لے اور جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے۔ بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے۔ جب بولتا ہے تو مجھ کو دبا لیتا ہے اور لوگ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ غرض میرا حق چھیننے کے لئے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی شریعت کے قاعدہ کے مطابق ثبوت وغیرہ طلب کیا ہوگا اور پھر فرمایا کہ یہ اس کی زیادتی اور ناانصافی ہے چاہتا ہے کہ اس طرح اپنے غریب بھائی کا مال ہڑپ کر جائے اور عام لوگوں میں ایسا ہی ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے کی عادت ہے کہ قوی چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھا جائے۔ ہاں اللہ کے نیک اور ایمان دار بندے اس سے مستثنیٰ ہیں کہ وہ ایسی ظلم و زیادتی نہیں کرتے مگر وہ دنیا میں تھوڑے ہی ہیں۔ الغرض حضرت داؤد علیہ السلام نے انصاف پر مبنی فیصلہ کر کے قضیہ کو ختم کر دیا۔ اس تمام قصہ کے بعد جب فریقین چلے گئے تو حضرت داؤد علیہ السلام کو احساس اور تنبہ ہوا کہ میرے حق میں یہ قصہ ایک فتنہ اور امتحان تھا۔ اس خیال کے آتے ہی وہ اپنی خطا معاف کرانے کے لئے نہایت عاجزی کے ساتھ درگاہ الٰہی میں سربسجود ہو گئے اور طلب مغفرت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی استغفار کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کی خطا معاف فرما دی۔ اور آپ کی عظمت اور قرب کو اور دوبالا کر دیا اور پھر یہ نصیحت فرمائی کہ اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اس لئے تمہارا فرض ہے کہ خدا کی اس نیابت کا پورا پورا حق ادا کرو اور معاملات کے فیصلہ شریعت الٰہی کے موافق انصاف کے ساتھ کرتے رہو اور جس طرح اب تک کبھی نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کی آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کیونکہ یہ چیز انسان کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے اور جب انسان اللہ کی راہ سے بھٹکا تو پھر ٹھکانہ کہاں۔ اور عموماً خواہش نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا۔ اگر یہ بات مستحضر رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی نفسانی خواہش کو مقدم نہ رکھے۔

اب یہاں اس آیت کے سلسلہ میں **وظن داود انما فتنه فاستغفر ربه و خر راكعاً و اناب** اور داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گر پڑے اور ہماری طرف رجوع ہوئے سو ہم نے ان کو وہ معاف کر دیا۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی وہ کیا خطا تھی جس کی آپ نے مغفرت طلب کی اور جس کی طرف یہاں آیت میں اشارہ فرمایا گیا تو چونکہ نہ قرآن مجید میں کہیں اس کی تفصیل کی طرف اشارہ ہے نہ کسی صحیح حدیث میں اس کی تفسیر ہے اس لئے مفسرین نے اپنی اپنی علیحدہ رائے کا اظہار کیا ہے اس سلسلہ میں مفسرین کا ایک گروہ تو وہ ہے کہ جو اسرائیلی اور اہل کتاب کی روایات سے متاثر ہوئے اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ جنہوں نے ان اسرائیلی روایات کے ماخذ کو سراسر بہتان الزام اور قطعاً غلط ٹھہرایا ہے۔ موجودہ بائبل میں تو حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی عجیب مٹی پلید کی گئی ہے اور اس میں جو کور کسر رہ گئی تھی وہ تالمود وغیرہ یہود کے

24 مذہبی نوشتوں نے پوری کر دی۔ بنی اسرائیلی انبیاء میں سے خصوصاً حضرت داؤد اور آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہما السلام کے خلاف تو ایسے سخت الزامات لگائے گئے ہیں کہ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ اسرائیلی روایات کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی ذات قدسی صفات کی جانب ایسی بے ہودہ اور مضحکہ خیز حکایات اور قصص منسوب کرتی ہے جن کو پڑھ کر ان مقدس ہستیوں کے متعلق نبی یا رسول اللہ ہونے کا تو کیا یقین ہو سکتا ہے یہ بھی باور نہیں ہوتا کہ وہ بااخلاق بزرگ ہستیاں ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ یہودی علماء کا ایک گروہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا سخت مخالف رہا ہے اور اسی دشمنی کے زیر اثر یہودیوں کے خبیث ذہن نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے خلاف افسانہ تراشی کی ہے۔ اسی لئے قرآن پاک نے انبیاء خصوصاً انبیاء بنی اسرائیل کی مقبولیت و صالحیت کا پرزور اثبات بار بار اہل کتاب کے اتہامات کی تردید میں فرمایا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا بنی اسرائیل پر کتنا بڑا احسان ہے کہ ان کے اکابر کا دامن خود ان کی پھینکی ہوئی گندگیوں سے صاف کیا۔ انبیاء کرام کے اوپر الزامات اور اتہامات کی داستانیں موجودہ بائبل اور تورات میں ان کے محرف ہونے کی بڑی دلیل ہیں چنانچہ انہی داستان اور حکایات میں سے ایک خرافی روایت حضرت داؤد علیہ السلام سے تعلق رکھتی ہے جو موجودہ تورات کے صحیفۂ سموئیل دوم باب ۱۱ و ۱۲ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایک طویل داستان بیان کی گئی ہے۔ اس لغو اور ناگفتہ بہ داستان میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جو اخلاقی نقشہ یہودیوں کی موجودہ توراۃ میں پیش کیا گیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد ان کو نبی اور پیغمبر تو کجا کسی ایک صحیح اخلاق کا انسان بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ نبی کا دامن ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے جو قوموں کا ہادی اور رہبر ہوتا ہے اور جس کی ذات انسان کے لئے ایک مثال اور نمونہ بن کر آتی ہے اور پھر ایسے معصوم اور جلیل القدر نبی کے متعلق کسی قسم کی شرمناک اور حیا سوز حرکت کا احتمال کس قدر خلاف عقل ہے۔ جس کی برگزیدگی و

فضل کا قرآن پاک میں اس طرح اعلان کیا گیا ہے۔ سورۃ سبا ۲۲ ویں پارہ میں ارشاد ہوا۔ **ولقد اٰتینا داؤد منا فضلاً** اور بالیقین ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے فضیلت اور برگزیدگی بخشی تھی اور یہاں ان آیات میں فرمایا گیا **انه اواب** بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ **و ان له عندنا لزلفیٰ و حسن مآب.** اور بے شک ان کے لئے ہمارے یہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی لغو اسرائیلی قصہ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف منسوب کرے گا اس کو ۱۶۰ کوڑے لگائے جائیں گے جو کسی نبی پر بہتان باندھنے کی سزا ہے۔ درمیان میں یہ بیان حضرت داؤد علیہ السلام پر یہود کے بہتان کا ضمناً آ گیا تھا۔ وہ سوال کہ یہاں آیت **وظن داؤد انما فتنه فاستغفر ربه و خر راكعاً و اناب** میں کس خطا سے مغفرت کی طرف اشارہ ہے یہ تحقیق طلب رہ گیا۔ اس کے متعلق بھی تحقیق مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ احقر مولف کو بہترین تحقیق شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی معلوم ہوئی جس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت علامہؒ لکھتے ہیں۔

"ہمارے نزدیک اصل بات وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ ابتلا ایک طرح کے عجب کی بناء پر پیش آیا۔ صورت یہ ہوئی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار رات و دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داؤد کے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت میں مشغول نہ رہتا ہو اور یہ اس لئے کہا کہ آپ نے روز و شب کے ۲۴ گھنٹہ اپنے گھر والوں پر نوبت بہ نوبت تقسیم کر رکھے تھے تاکہ آپ کی عبادت خانہ کسی وقت عبادت سے خالی نہ رہنے پائے اور بھی کچھ اس قسم کی چیزیں عرض کیں شاید اپنے حسن انتظام وغیرہ کے متعلق ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ارشاد ہوا کہ داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے۔ اگر میری مدد نہ ہو تو اس چیز پر قدرت نہیں پا سکتے۔ قسم ہے اپنے جلال کی کہ میں ایک روز تم کو تمہارے

نفس کے سپرد کردوں گا یعنی اپنی مدد ہٹا لوں گا۔ دیکھیں اس وقت تم کہاں تک اپنی عبادت میں مشغول رہ سکتے ہو۔ حضرت علامہ عثمانیؒ آگے لکھتے ہیں کہ یہ روایت بتلاتی ہے کہ فتنہ کی نوعیت صرف اسی قدر ہونی چاہئے کہ جس وقت داؤد علیہ السلام عبادت میں مشغول ہوں تو بوجوہ پوری کوشش کے مشغول نہ رہ سکیں اور اپنا انتظام قائم نہ رکھ سکیں چنانچہ آپ سن چکے کہ کس بے قاعدہ اور غیر معمولی طریقہ سے فریقین مقدمہ نے اچانک عبادت خانہ میں داخل ہو کر حضرت داؤد علیہ السلام کو گھبرا دیا اور آپ کو شغل خاص سے ہٹا کر اپنے جھگڑے کی طرف متوجہ کرلیا۔ بڑے بڑے پہرے اور انتظامات ان کو داؤدؑ کے پاس پہنچنے سے نہ روک سکے۔ تو جب اہل معاملہ آپ کے پاس سے رخصت ہو گئے تو آپ کو تنبہ ہوا کہ یہ میری آزمائش تھی اللہ نے مجھے اس دعوے کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا کیا۔ لفظ فتنہ کا اطلاق اس جگہ تقریباً ایسا سمجھو جیسے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ بچپن میں قمیص پہن کر لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر سے دیکھا اور خطبہ قطع کر کے ان کو اوپر اٹھا لیا اور فرمایا **صدق اللّٰه انمآ اموالکم واولادکم فتنة** بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کر کے کہتا ہے کہ اے پروردگار میں نے یہ کام کیا میں نے صدقہ کیا میں نے نماز پڑھی میں نے کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور میں نے تیری مدد کی اور تجھ کو توفیق دی اور جب بندہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تو نے مدد کی تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور تو نے عمل کیا۔ تو نے ارادہ کیا تو نے یہ نیکی کمائی اسی سے سمجھ لو کہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا اپنے حسن انتظام کو جتلاتے ہوئے یہ فرمانا کہ اے پروردگار رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں میں یا میرے متعلقین تیری عبادت میں مشغول نہ رہتے ہوں کیسے پسند آسکتا تھا۔ بڑوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت ہوتی ہے اسی لئے ایک آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے تاکہ متنبہ ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف و تدارک کریں۔ چنانچہ تدارک کیا اور خوب کیا۔ میرے نزدیک یعنی حضرت علامہ عثمانیؒ کہتے ہیں آیت کی بے تکلف تقریر یہی ہے"۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اس آزمائش اور لغزش کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ مقدمہ کے یہ دو فریق دیوار پھاند کر اندر عبادت خانہ میں داخل ہوئے اور طرز مخاطبت بھی انتہائی گستاخانہ اختیار کیا کہ شروع ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انصاف کرنے اور ظلم و زیادتی نہ کرنے کی نصیحتیں شروع کر دی۔ اس انداز کی گستاخی کی بناء پر کوئی عام آدمی ہوتا تو انہیں جواب دینے کی بجائے الٹی سزا دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ امتحان فرمایا کہ وہ بھی غصہ میں آکر انہیں سزا دیتے ہیں یا پیغمبرانہ عفو و تحمل اور ضبط و صبر سے کام لے کر ان کی بات سنتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے لیکن اتنی سی فروگذاشت ہوگئی کہ فیصلہ سناتے وقت ظالم کو خطاب کرنے کی بجائے مظلوم کو خطاب فرمایا جس سے ایک صورت جانبداری کی متوہم ہوتی ہے اور گو مظلوم ہونے کی حیثیت سے یہ طرفداری بھی عبادت ہے مگر حضرت داؤدؑ غایت تقویٰ سے اتنی بات کو بھی کمال صبر کے خلاف اور ثبات فی الامتحان کے منافی سمجھے جس پر فوراً انہیں تنبہ ہوا اور سجدے میں گر گئے (بیان القرآن)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس کے متعلق بطور نتیجہ کے لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے متعلق ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش خواہ کچھ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ براہ راست وحی کے ذریعہ بھی آپ کو اس پر متنبہ فرما سکتے تھے۔ لیکن اس کے بجائے ایک مقدمہ بھیج کر تنبیہ کے لئے یہ خاص طریقہ کیوں اختیار کیا گیا؟ تو درحقیقت اس طریقہ پر غور کرنے سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ کسی شخص کو اس کی غلطی پر تنبیہ کے لئے حکمت سے کام لینے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا زیادہ

اچھا ہے جس سے متعلقہ شخص خود بخود اپنی غلطی کو محسوس کر لے اور اسے زبانی تنبیہ کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور اس کے لئے ایسی تمثیلات سے کام لینا زیادہ موثر ہوتا ہے جس سے کسی کی دلآزاری بھی نہ ہو اور ضروری بات بھی واضح ہو جائے۔ (معارف القرآن جلد ۷)

الغرض ان آیات کی تشریح کے سلسلہ میں بعض محقق اور محتاط مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص حکمت و مصلحت سے اپنے جلیل القدر پیغمبر کی اس لغزش اور امتحان کی تفصیل کو کھول کر بیان نہیں فرمایا اس لئے ہمیں بھی اس کی کاوش میں پیچھے نہیں پڑنا چاہئے اور جتنی بات قرآن کریم میں مذکور ہے صرف اسی پر ایمان رکھنا چاہئے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اسی پر عمل کرتے ہوئے واقعہ کی تفصیلات سے خاموشی اختیار کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہی محتاط اور سلامتی کا راستہ ہے۔ اسی لئے بعض علمائے سلف سے منقول ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہے تم بھی اس کو مبہم رہنے دو۔ اسی میں حکمت و مصلحت ہے۔

ان آیات کے سلسلہ میں ایک دوسری بحث یہ ہے کہ جو فریقین مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے تھے وہ فرشتے تھے یا آدمی اور جو واقعہ بیان کیا گیا ہے کیا وہ واقعی تھا یا محض فرضی۔ تو اس کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ قرآن کریم میں کوئی صاف تصریح نہیں اس لئے امکان دونوں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اور کفار مکہ کے اقوال و حرکات سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو رنج پہنچتا تھا اس کو صبر و تحمل سے برداشت کر لینے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا گیا تا کہ آپ کو تقویت حاصل ہو کہ حضرت داؤد علیہ السلام باوجود اتنے بڑے جلیل القدر بادشاہ ہونے کے کس قدر صابر اور متحمل تھے کہ اہل مقدمہ کا اول تو آپ کے عبادت خانہ میں بے اجازت اور نہایت بے ڈھنگے پن سے دیوار پھاند کر گھس آنا۔ پھر بات چیت کا طرز بھی گستاخانہ تھا کہ پہلے تو یہ کہا کہ ڈرو مت۔ پھر یہ کہا کہ انصاف سے فیصلہ کرنا پھر مزید یہ کہا کہ ناانصافی مت کرنا۔ ان تمام گستاخیوں پر حضرت داؤد علیہ السلام نے صبر و تحمل فرمایا اور ان اہل مقدمہ پر کوئی غیظ و غضب ظاہر نہیں فرمایا اور ان کا مقدمہ نہایت ٹھنڈے دل سے سماعت فرما کر فیصل فرمایا۔ اب آگے حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا گیا ہے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کو ذکر کرنے سے پہلے تین آیات میں بطور تاکید اور اہتمام کے یوم حساب اور آخرت کی جزا و سزا کے متعلق ذکر فرمایا گیا جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

یہاں چونکہ سجدہ کی آیت آگئی ہے اس لئے اس کے پڑھنے اور سننے سے سب پر سجدہ تلاوت لازم ہو گیا۔ اس لئے جملہ قارئین و سامعین دعاء کے بعد ایک سجدہ تلاوت کر لیں گو یہ سجدہ کی آیت کئی مرتبہ پڑھی گئی مگر ایک ہی مجلس میں آیت سجدہ اگر بار بار بھی پڑھی جائے تو ایک ہی سجدہ لازم آتا ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہماری شب و روز کی غلطیوں پر گرفت نہ فرمائیں اور ہمہ وقت ہم کو اپنی کوتاہیوں پر ندامت و مغفرت طلب کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو کسی پر ظلم و زیادتی کرنے اور نفسانی خواہشات کے اتباع سے کامل طور پر بچائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ یا اللہ! روز حساب کو دنیا کی زندگی میں بھولے رہنے پر آپ نے عذاب شدید کی وعید ارشاد فرمائی ہے۔ یا اللہ! ہمیں اس وعید کا مورد بننے سے بچا لیجئے اور ہمیں روز حساب کو ہمہ وقت یاد رکھنے اور اس روز کی تیاری میں لگے رہنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو چیزیں ان کے درمیان موجود ہیں ان کو خالی از حکمت پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں سو کافروں کیلئے (آخرت) میں

مِنَ النَّارِ ۭ (۲۷) اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ

بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ ہاں تو کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے برابر کردیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو

كَالْفُجَّارِ (۲۸) كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۲۹)

بدکاروں کے برابر کردیں گے یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔

وَ اور	مَا خَلَقْنَا نہیں پیدا کیا ہم نے	السَّمَآءَ آسمان	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	بَاطِلًا باطل	ذٰلِكَ یہ	ظَنُّ گمان
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	فَوَيْلٌ پس خرابی ہے	لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان کیلئے جنہوں نے کفر کیا (کافر)	مِنَ سے	النَّارِ آگ	اَمْ کیا	نَجْعَلُ ہم کردینگے		
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	كَالْمُفْسِدِيْنَ انکی طرح جو فساد پھیلاتے ہیں	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اَمْ کیا			
نَجْعَلُ ہم کردینگے	الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں	كَالْفُجَّارِ فاجروں (بدکرداروں) کی طرح	كِتٰبٌ ایک کتاب	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا	اِلَيْكَ آپ کی طرف			
مُبٰرَكٌ مبارک	لِّيَدَّبَّرُوْٓا تاکہ وہ غور کریں	اٰيٰتِهٖ اسکی آیات	وَلِيَتَذَكَّرَ اور تاکہ نصیحت پکڑیں	اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے				

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں خاتمہ پر یوم الحساب کا ذکر آ گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کے لئے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے یعنی جنہوں نے دنیا میں اللہ کے احکام سے منہ موڑا وہ یقیناً آخرت کو بھول گئے۔ انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ آخرت میں رائی رائی کا حساب دینا ہوگا اس آخرت فراموشی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اب آگے ان آیات میں یوم حساب کے ذکر کی مناسبت سے یوم حساب کا ثبوت اور اس کے وقوع پر دلائل دیئے جاتے ہیں کہ یوم حساب ضرور ہونے والا ہے کیونکہ اگر روز حساب نہ ہو تو آسمان زمین وغیرہ کی پیدائش بے نتیجہ ہوئی جاتی ہے۔ اور اللہ نے یہ آسمان زمین اور ان کے درمیانی چیزوں کو بے نتیجہ پیدا نہیں کیا کہ اس میں کوئی حکمت نہ ہو۔ کوئی غرض اور مقصد نہ ہو اور کسی اچھے یا برے فعل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو۔ اس ارشاد سے مقصود یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں پیدا کر کے شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑ دیا گیا ہے کہ یہاں جس کا جو جی چاہے کرتا رہے اور اس پر کوئی باز پرس نہ ہو۔ یقیناً اس دنیا کا کچھ نتیجہ نکلنا ہے اور وہ نتیجہ ہے آخرت لہذا یہاں اس دنیا میں رہ کر وہاں یعنی آخرت کے لئے کام کرنا چاہئے اور وہ کام یہی ہے کہ انسان اپنی بے جا خواہشات کی پیروی چھوڑ کر حق وعدل کے اصول پر کاربند ہو اور خالق ومخلوق دونوں سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھے۔ یہ نہ سمجھے کہ بس دنیا کی زندگی ہے کھا پی کر اور مزہ اڑا کر ختم کردیں گے۔ آگے حساب کتاب کچھ نہیں یہ خیالات تو ان کے ہیں جنہیں موت کے بعد دوسری زندگی سے انکار ہے جو جزا سزا کے قائل نہیں اور جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ نیک وبد سب آخر کار مٹی ہو جائیں گے اور کسی سے کوئی باز پرس اور محاسبہ نہیں۔ نہ کسی کو بھلائی یا برائی کا بدلہ ملے گا۔ ایسے لوگوں نے دراصل دنیا کو ایک کھلونا سمجھا ہے اور ان کا خیال ہے کہ خالق کائنات نے دنیا ومافیہا کو یونہی کھیل کے طور پر فضول اور عبث پیدا کر دیا ہے تو ایسے منکروں کے لئے جہنم کی آگ کا عذاب آخرت میں تیار ہے۔ آگے آخرت کے وقوع ہونے کی ایک دوسری دلیل دی جاتی ہے اور وہ یہ کہ کسی کے نزدیک یہ معقول

بات نہیں کہ نیک اور بد دونوں آخرکار یکساں ہو جائیں اور کسی نیک انسان کو اس کی نیکی کا کوئی صلہ اور کسی بد آدمی کو اس کی بدی کا کوئی بدلہ نہ ملے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے عدل وحکمت کا یہ اقتضا نہیں کہ نیک ایماندار بندوں کو شریروں اور مفسدوں کے برابر کر دیں یا متقی پرہیز گاروں کو اور بدکاروں کو ایک جیسا کر دیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ کوئی وقت حساب کتاب جزا سزا کا رکھا جائے لیکن اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے نیک اور ایماندار بندے قسم قسم کی آفات اور مصائب میں مبتلا رہتے ہیں اور کتنے ہی بدکردار بے حیا بدمعاش مزے چین اڑاتے ہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ موت کے بعد دوسری زندگی کی جو خبر دی گئی ہے وہ عین اقتضائے حکمت ہے وہاں ہی ہر نیک وبد کو اس کے برے بھلے کاموں کا بدلہ ملے گا اور یہی یوم الحساب ہے اور یہی دار آخرت میں ہونا ہے تو جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ گویا زبان حال سے یہ کہتے ہیں کہ کائنات بے مقصد اور خالی از حکمت پیدا کر دی گئی ہے کہ اچھے اور برے سب زندگی گزار کر مر جائیں اور ان سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت پر ایمان رکھنے والا اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ آگے ارشاد ہے کہ جب نیک وبد کا انجام ایک نہیں تو ضروری تھا کہ کوئی کتاب ہدایت مآب حق تعالیٰ کی طرف سے آئے جو لوگوں کو خوب معقول طریقہ سے ان کے انجام پر آگاہ کر دے چنانچہ یہ کتاب قرآن کریم نازل کی گئی جس کے الفاظ حروف نقوش معانی اور مضامین ہر چیز میں برکت ہے اور جو اسی غرض سے اتاری گئی ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور عقل وفکر رکھنے والے اس کی نصیحتوں سے منتفع ہوں اور اس پر عمل کر کے اس کی ہدایتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

یہاں اس آخری آیت کتاب انزلنٰه الیک مبٰرک لیدبروا اٰیٰته ولیتذکر اولوا الالباب میں صاف تصریح ہے کہ یہ بابرکت کتاب یعنی قرآن کریم اس واسطے نازل کی گئی ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔ اس کے علاوہ اور بھی قرآن پاک کی متعدد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں غور وفکر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہر انسان اس کی آیات اور ان کے مطالب میں غور کرے مگر یہاں بالفاظ حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سمجھ لیا جائے کہ تدبر اور تفکر کے درجات علم وفہم کے درجات کی طرح مختلف ہوں گے۔ ائمہ مجتہدین کا تفکر ایک ایک آیت سے ہزاروں مسائل نکالے گا عام علماء کا تفکر ان مسائل کے سمجھنے تک پہنچے گا۔ عوام جو عربی زبان کے سمجھنے میں مہارت نہ رکھتے ہوں وہ اگر قرآن کریم کا معتبر ترجمہ اور تفسیر اپنی زبان میں پڑھ کر تدبر کریں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت اور آخرت کی فکر پیدا ہوگی جو کلید کامیابی ہے۔ البتہ عوام کے لئے غلط فہمی اور مغالطوں سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ کسی عالم سے قرآن کو سبقاً سبقاً پڑھیں اور اس کا مطلب سمجھیں۔ یہ نہ ہو سکے تو کوئی مستند اور معتبر تفسیر کا از خود مطالعہ کریں اور جہاں کوئی شبہ پیش آئے تو اپنی رائے سے فیصلہ نہ کریں بلکہ ماہر علماء سے رجوع کریں۔'' (معارف القرآن جلد دوم) الغرض اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو قرآن کی آیتوں میں غور وفکر نہیں کرتے وہ اس کے نزول کا مقصد پورا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے نزول کے مقصد کو پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

آیت کا آخری جملہ ولیتذکر اولوا الالباب اور تا کہ عقل مند اہل فہم واہل دانش نصیحت حاصل کریں یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سمجھدار عقلمند اہل فہم واہل دانش وہی ہیں جو قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں جو ایسا نہیں کرتے تو وہ اولوا الالباب کے مقابل یعنی احمق بیوقوف کم عقل نادان ٹھہرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولوا الالباب میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الغرض اوپر حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر تھا بیچ میں یہ مضمون آخرت کے متعلق آ گیا۔ اب آگے حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۳۰ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝۳۱

اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ عطا کیا بہت اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہونے والے تھے جبکہ شام کے وقت اُن کے روبرو اصیل عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے

فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۳۲ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ

تو کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ

مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝۳۳ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰي كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝۳۴

سو انہوں نے اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار) سے ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور ہم نے سلیمانؑ کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے اُن کے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا پھر انہوں نے (خدا کی طرف) رجوع کیا دعا مانگی

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۳۵

کہ اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانے میں) کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ۝۳۶ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝۳۷

سو ہم نے ہوا کو اُن کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ (جانا) چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کا تابع کر دیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی

وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝۳۸ هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۹ وَاِنَّ لَهٗ

اور غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ (کسی کو) دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں۔ اور اُن کیلئے

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝۴۰

ہمارے یہاں قرب اور نیک انجامی ہے۔

وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا	لِدَاوٗدَ داؤد کو	سُلَيْمٰنَ سلیمان	نِعْمَ الْعَبْدُ بہت اچھا بندہ	اِنَّهٗ بیشک وہ	اَوَّابٌ رجوع کرنے والا	اِذْ جب	عُرِضَ پیش کئے گئے
عَلَيْهِ اس پر۔ سامنے	بِالْعَشِيِّ شام کے وقت	الصّٰفِنٰتُ اصیل گھوڑے	الْجِيَادُ عمدہ	فَقَالَ تو اس نے کہا	اِنِّيْ بیشک میں	اَحْبَبْتُ میں دوست رکھا	
حُبَّ الْخَيْرِ مال کی محبت	عَنْ سے	ذِكْرِ رَبِّيْ اپنے رب کی یاد	حَتّٰى یہاں تک کہ	تَوَارَتْ چھپ گیا	بِالْحِجَابِ پردہ میں	رُدُّوْهَا پھیر لاؤ انہیں	
عَلَيَّ میرے سامنے	فَطَفِقَ پھر شروع کیا	مَسْحًا ہاتھ پھیرنا۔ صاف کرنا	بِالسُّوْقِ پنڈلیوں پر	وَالْاَعْنَاقِ اور گردنوں	وَلَقَدْ اور البتہ		
فَتَنَّا ہم نے آزمائش کی	سُلَيْمٰنَ سلیمان	وَاَلْقَيْنَا اور ہم نے ڈالا	عَلٰي كُرْسِيِّهٖ اس کے تخت پر	جَسَدًا ایک دھڑ	ثُمَّ اَنَابَ پھر اس نے رجوع کیا		
قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اغْفِرْ لِيْ مجھے بخش دے	وَهَبْ لِيْ اور عطا فرما دے مجھے	مُلْكًا ایسی سلطنت	لَا يَنْۢبَغِيْ نہ سزاوار ہو		
لِاَحَدٍ کسی کو	مِّنْۢ بَعْدِيْ میرے بعد	اِنَّكَ بیشک تو	اَنْتَ تو	الْوَهَّابُ عطا فرمانے والا	فَسَخَّرْنَا پھر ہم نے مسخر کر دیا	لَهٗ اس کیلئے	الرِّيْحَ ہوا
تَجْرِيْ وہ چلتی تھی	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے	رُخَاۗءً نرمی سے	حَيْثُ جہاں	اَصَابَ وہ پہنچنا چاہتا	وَالشَّيٰطِيْنَ اور دیو (جنات)	كُلَّ تمام	
بَنَّاۗءٍ عمارت بنانے والا	وَ اور	غَوَّاصٍ غوطہ مارنے والا	وَّاٰخَرِيْنَ اور دوسرے	مُقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے	فِي الْاَصْفَادِ زنجیروں میں	هٰذَا یہ	

عَطَآؤُنَا ہمارا عطیہ	فَامْنُنْ اب تو احسان کر	اَوْ یا	اَمْسِكْ روک رکھ	بِغَيْرِ حِسَابٍ حساب کے بغیر	وَاِنَّ لَهٗ اور بیشک اس کیلئے	عِنْدَنَا ہمارے پاس	
لَزُلْفٰى البتہ قرب	وَحُسْنَ اور اچھا	مَاٰبٍ ٹھکانا					

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا۔اب حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر اور آپ کے بعض واقعات ان آیات میں بیان فرمائے جاتے ہیں۔ان آیات میں جو قرآن کریم کے مشکل ترین مقامات میں سے ایک ہے اس لئے اس کے ترجمہ اور تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے چونکہ یہاں اس مختصر درس میں علمی بحث اور مختلف تفاسیر اور ہر ایک کے دلائل بیان کرنا نہ مقصود ہے نہ اس کی گنجائش اس لئے ان آیات کا جو ترجمہ اور تشریح حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بیان کی ہے وہی اس درس میں اختیار کی گئی ہے۔

یہاں ان آیات میں پہلے بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام فرزند عنایت فرمایا جو انہی کی طرح نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی دو صفات بیان فرمائی گئیں۔ایک نعم العبد فرمایا بہت اچھے بندے تھے۔دوسری صفت فرمائی انه اواب یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے۔اللہ کے سچے پرستار اور موحد تھے نہ کہ معاذ اللہ جیسا کہ بائبل اور اسرائیلی نوشتوں میں آپ کو ظاہر کیا گیا ہے۔یہود میں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مخالف رہے انہوں نے تو آپ پر گھناؤنے الزامات واتہامات لگائے ہیں جو آج بھی یہود کی کتابوں میں موجود ہیں۔یہود کے اسی ناپاک پروپیگنڈے کا اثر ہے کہ بائبل حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبی کے بجائے محض ایک بادشاہ کی حیثیت سے پیش کرتی ہے یہود و نصاریٰ نے آپ کو دل کھول کر بدنام کیا ہے اور ہر طرح کی بدعقیدگی و برگشتگی وغیرہ کے الزامات آپ پر تھوپ دیئے ہیں۔معاذ اللہ قرآن کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مقبولیت و برگزیدگی کی بار بار تصریح کی ہے۔ چنانچہ علاوہ دوسرے مقامات کے ان آیات میں شروع میں فرمایا نعم العبد انه اواب وہ بہت اچھے بندے تھے اور بہت اللہ کی طرف رجوع ہونے والے تھے۔اور آخر میں فرمایا وان له عندنا لزلفیٰ و حسن مآب اور یقیناً ان کے لئے ہمارے ہاں خاص قرب اور نیک انجامی ہے۔آگے ایک واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ قصہ بھی قابل ذکر ہے کہ نہایت اصیل شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کے لئے پرورش کئے گئے تھے وہ آپ کے سامنے پیش ہوئے ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی۔حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا اور اس وقت کا کچھ معمول از قسم نماز یا وظیفہ وغیرہ فوت ہو گیا اور بوجہ ہیبت وجلالت کے کسی خادم وغیرہ کی جرات نہ ہوئی کہ مطلع ومتنبہ کرے۔پھر جب خود ہی متنبہ ہوا تو فرمانے لگے کہ افسوس میں اس مال کی محبت میں لگ کر اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا حتیٰ کہ غروب آفتاب تک میں اپنا وظیفہ نہ ادا کر سکا۔تو اگرچہ اس مال کی محبت میں بھی ایک پہلو عبادت اور خدا کی یاد کا تھا مگر خواص اور مقربین کو یہ فکر بھی رہتی ہے کہ جس عبادت کا جو وقت مقرر ہے اس میں تخلف نہ ہو اور ہوتا ہے تو صدمہ اور قلق سے بے چین ہو جاتے ہیں گو عذر ہی سے ہو۔غزوۂ خندق یعنی جنگ احزاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔باوجودیکہ آپ عین جہاد میں مشغول تھے اور کسی قسم کا گناہ آپ پر نہ تھا۔لیکن جن کفار کے سبب سے ایسا پیش آیا آپ ان کے حق میں ملأ الله بيوتهم و قبورهم ناراً وغیرہ الفاظ سے بددعا فرما رہے تھے تو حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک موقوت عبادت کے فوت ہو جانے سے بیتاب ہو گئے۔

حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ جو یاد الٰہی کے فوت ہونے کا سبب بنے ہیں۔ جب لائے گئے تو شدت غیرت اور غلبہ حب الٰہی میں تلوار لے کر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنی شروع کردیں تا کہ سبب غفلت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کریں کہ وہ فی الجملہ کفارہ اس غفلت کا ہو جائے۔ شاید اس وقت کی شریعت میں قربانی گھوڑے کی جائز ہوگی اور آپ کے پاس گھوڑے وغیرہ اس کثرت سے ہوں گے کہ چند گھوڑوں کے قربان کر لینے سے مقصد جہاد میں کوئی خلل نہ پڑتا ہوگا تو ایک واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان آیات میں یہ بیان ہوا جس سے ظاہر ہوا کہ اتنے مالِ کثیر کی کچھ پروا نہ کی بوجہ غایت ثبات فی الدین کے۔

اس واقعہ سے ایک تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی وقت اللہ کی یاد سے غفلت ہو جائے تو نفس کو سزا دینے کے لئے اسے کسی فعل مباح سے محروم کر دینا جائز ہے (معارف القرآن) اور حضرات صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اسے ''غیرت'' کہا جاتا ہے (بیان القرآن) اور اس کا جواز بلکہ استحباب معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوجہمؓ نے ایک شامی چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جس پر کچھ نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ آپ نے اس چادر میں نماز پڑھی اور واپس آ کر حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ یہ چادر ابوجہمؓ کو واپس کر دو کیونکہ نماز میں میری نگاہ اس کے نقش ونگار پر پڑ گئی تو قریب تھا کہ یہ نقش ونگار مجھے فتنہ میں ڈال دیں (معارف القرآن) اسی طرح حضرت ابوطلحہؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھتے ہوئے ایک پرندہ کو دیکھنے میں مشغول ہو گئے جس سے نماز کی طرف سے دھیان کچھ ہٹ گیا تو آپ نے وہ پورا باغ صدقہ کر دیا۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ موقوت عبادت کے وقت میں کسی دوسری عبادت میں بھی وقت صرف نہ کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ جہاد کے گھوڑوں کا معائنہ خود ایک عبادت تھی لیکن چونکہ وہ وقت اس عبادت کے بجائے نماز یا کسی وظیفہ کا وقت تھا اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو ذبح کر ڈالا جن کی وجہ سے یاد الٰہی میں خلل واقع ہوا تھا۔ اور آپ نے اپنے بلند منصب کے پیش نظر اس کا تدارک فرمایا۔ شریعت اسلامیہ میں بھی فقہا نے لکھا ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد جس طرح خرید وفروخت میں مشغولیت جائز نہیں اسی طرح نماز جمعہ کی تیاری کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہونا بھی جائز نہیں خواہ وہ تلاوت قرآن یا نفل پڑھنے کی عبادت ہی کیوں نہ ہو۔ (معارف القرآن جلد ۷)

دوسرا واقعہ یہاں ان آیات میں یہ بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو ایک اور طرح سے بھی امتحان میں ڈالا کہ آپ کے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا۔ یہاں آیت میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو یہ آزمائش پیش آئی تو وہ کیا تھی؟ صرف اس قدر اشارہ ہے کہ ان کی کرسی یا تخت پر ایک جسد یعنی جسم یا دھڑ لا ڈالا گیا۔ حدیث میں روایت ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے امرائے لشکر پر ان کی کسی کوتاہی جہاد پر خفا ہوئے اور جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ایک صحیح حدیث میں جو حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا کہ آج کی رات میں اپنی ستر بیبیوں کے پاس جاؤں گا تا کہ ان میں سے ہر ایک بیوی ایک شہ زور لڑکا جنے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے لیکن یہ خیال ظاہر کرتے وقت آپ انشاء اللہ کہنا بھول گئے اور اس جملہ کو ادا نہ کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی بیوی بھی حاملہ نہ ہوئی۔ البتہ ایک بیوی کے ناقص مردہ بچہ پیدا ہوا جس کا ایک پہلو ندارد تھا۔ اس کے بعد نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو ہر ایک حرم کے بطن سے مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوتا۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی ناقص الخلقت بچہ کو دایہ نے آپ کے سامنے تخت پر لا رکھا کہ یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ اسی کی نسبت آیت میں کہا گیا کہ ہم نے ان کے تخت پر ایک دھڑ الا ڈالا۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو تنبہ ہوا اور خدا کی طرف رجوع کیا اور ترک انشاء اللہ سے توبہ کی اور اس وقت آپ کے دل میں خیال آیا کہ یہ دو لغزشیں مجھ سے جو جہاد کے متعلق ہوئیں۔ ایک سواریوں کے سامان جمع کرنے میں دوسری سواروں کو مہیا کرنے میں تو گذشتہ لغزشوں سے توبہ کر کے ایسی دعا کرنی چاہئے کہ اس معتاد سامان کی ضرورت ہی نہ پڑے اس لئے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی کہ اے میرے رب میرا پچھلا قصور معاف فرما دیجئے اور آئندہ کے لئے مجھ کو ایسی سلطنت دیجئے کہ میرے سوا میرے زمانہ میں کسی کو میسر نہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خطا بھی معاف کر دی اور آپ کی دعا بھی لاثانی سلطنت ملنے کی قبول فرمائی۔ چنانچہ ہوا کو آپ کے تابع حکم کر دیا گیا کہ وہ آپ کے حکم سے جہاں جانا چاہتے چلتی اس سے گھوڑوں سے استغناء ہو گیا اور جنات کو بھی آپ کا تابع کر دیا کہ جو آپ کے حکم سے بڑی بڑی عمارتیں بناتے اور موتی وغیرہ نکالنے کے لئے سمندروں میں غوطہ لگاتے اور بہت سے جنات جو خدمت میں کوتاہی یا گریز کرتے تو ان کو سرکشی اور شرارت کی وجہ سے زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا جاتا تھا پس ان جنات کے تابع کر دینے سے آدمیوں اور سواروں سے استغناء ہو گیا اور پھر یہ تمام سامان عطا کر کے حق تعالیٰ نے ایک عظیم الشان احسان یہ فرمایا کہ اس نے انتہا دولت وثروت کے صرف وخرچ اور دادودہش پر کوئی حساب کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ مگر لکھا ہے کہ ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت اور حکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے امانت الٰہی سمجھ کر ایک حبہ بھی اپنی ذات پر صرف نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔ آخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ علاوہ اس سامان کے جو دنیا میں ان کو عطا ہوا اُن کیلئے ہمارے یہاں خاص قرب اور اعلیٰ درجہ کی نیک انجامی ہے جس کا ثمرہ آخرت میں ظاہر ہوگا۔

الغرض حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ قصہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کے سلسلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے بعد سنایا گیا۔ اب آگے حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے نیک اور تابعدار بندوں میں شامل فرمائیں اور ہر معاملہ میں ہم کو اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ جو کچھ اس دنیا میں ہمیں مال و دولت آپ نے عطا فرمایا ہے اس کو اپنے راستہ میں لگانے اور اپنی مرضیات کے حاصل ہونے میں معین و مددگار بنا دیجئے۔ یا اللہ ہمارے دلوں کو دنیوی مال و دولت کے پیچھے اپنی یاد سے غافل نہ ہونے دیجئے اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہم سب کو انجام کی خیر و خوبی اور کامیابی اور کامرانی نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ

اور آپ ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں مارو

هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى

یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی (دیئے) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کیلئے

الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

یادگار رہنے کے سبب سے اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مارلو اور قسم نہ توڑو بے شک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے۔

وَاذْكُرْ اور آپ یاد کریں	عَبْدَنَا ہمارا بندہ	اَيُّوْبَ ایوب	اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا	رَبَّهٗ اپنا رب	اَنِّىْ بیشک میں	مَسَّنِىَ مجھے پہنچایا	الشَّيْطٰنُ شیطان
بِنُصْبٍ ایذا	وَّعَذَابٍ اور دکھ	اُرْكُضْ (زمین پر)	مار	بِرِجْلِكَ اپنا پاؤں	هٰذَا یہ	مُغْتَسَلٌ غسل کیلئے	بَارِدٌ ٹھنڈا / وَّشَرَابٌ اور پینے کیلئے
وَوَهَبْنَا اور ہم نے عطا کیا	لَهٗ اس کو	اَهْلَهٗ اسکے اہل خانہ	وَمِثْلَهُمْ اور ان جیسے	مَّعَهُمْ ان کیساتھ	رَحْمَةً ایک رحمت	مِّنَّا ہماری (طرف) سے	
وَذِكْرٰى اور نصیحت	لِاُولِى الْاَلْبَابِ عقل والوں کیلئے	وَخُذْ اور تو لے	بِيَدِكَ اپنے ہاتھ میں	ضِغْثًا جھاڑو	فَاضْرِبْ بِّهٖ اس سے مار اس کو		
وَلَا تَحْنَثْ اور قسم نہ توڑ	اِنَّا بیشک ہم	وَجَدْنٰهُ ہم نے اسے پایا	صَابِرًا صابر	نِعْمَ الْعَبْدُ اچھا بندہ	اِنَّهٗ بیشک وہ	اَوَّابٌ (اللہ کی طرف) رجوع کرنیوالا	

تفسیر و تشریح: حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اب حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا جاتا ہے۔ اس سے پہلے حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں تین جگہ آچکا ہے۔ ایک سورۂ نسآء میں دوسرے سورۂ انعام میں۔ اور ان دونوں جگہ فقط انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں نام مذکور ہے۔ تیسرے سورۂ انبیآء میں اور چوتھے یہاں ان آیات میں جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر آزمائش اور امتحان کا ایک سخت وقت آیا اور بلایا و مصائب نے آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا مگر آپ نہایت صابر و شاکر رہے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا اور مصائب کے بادل سب دور ہو گئے اور حق تعالیٰ کے فضل و عطا نے دوبارہ ہر طرح مالا مال کر دیا۔ یہ تو ہے آپ کے واقعہ کا اجمال جس کی کچھ تفصیل سترہویں پارہ سورۂ انبیاء میں بیان ہو چکی ہے۔ باقی آپ کی شخصیت اور زمانہ کے متعلق تو اس میں مورخین کے مختلف اقوال ہیں اور علماء یہود و نصاریٰ کے درمیان تو سخت اختلاف ہے حتیٰ کہ ان میں سے تو بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ فرضی نام ہے اور ایوب کسی شخصیت کا نام نہیں ہے ہمارے علمائے محققین کا کہنا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام عرب ہیں اور آپ کا زمانہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درمیانی عہد ہے۔ یعنی تقریباً ۱۵۰۰ ق م اور ۱۳۰۰ ق م کے درمیان۔

موقع کے مناسبت سے جو تفصیل حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعات کی سترہویں پارہ سورۂ انبیاء کی آیات کی تفسیر و تشریح کے سلسلہ میں ذکر کی گئی ہے اس کا کچھ حصہ یہاں دہرایا جاتا ہے جو پہلے ملاحظہ کر لیا جائے۔

''بندگان خدا میں سے جس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ جس قدر تقرب حاصل ہوتا ہے اسی نسبت سے وہ بلایا اور مصائب کی بھٹی میں تپایا جاتا ہے اور جب وہ ان کے پیش آنے پر صبر و استقامت سے کام لیتا ہے تو وہی مصائب اس کے درجات تقرب کی رفعت اور بلندی کے سبب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ

ایک حدیث میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصائب میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کا ہوتا ہے۔اس کے بعد صلحا کا اور پھر حسب مراتب و درجات ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ انسان اپنے دین کے درجات کے مناسب آزمایا جاتا ہے پس اگر اس کے دین میں پختگی اور مضبوطی ہے تو وہ مصیبت کی آزمائش میں بھی دوسروں سے زیادہ ہوگا۔وجاہت وعزت دولت وثروت خوشحالی اور رفاہیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور احسان شناسی اتنی مشکل نہیں جتنا مصیبت و بلا رنج وغم عسرت و تنگ حالی میں رضا بقضا رہ کر صبر واستقامت پر قائم رہنا کٹھن ہے اس لئے جب کوئی خدا کا نیک بندہ شدت وسختی میں صبر واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور صبر وشکر کا مسلسل مظاہرہ کرتا رہتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش میں آجاتی ہے اور اس پر فضل و کرم کی بارش ہونے لگتی ہے اور وہ غیر متوقع طور پر افضال و اکرام سے نوازا جاتا ہے اور دین و دنیا دونوں کی کامرانی کا حق دار بن جاتا ہے چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام کی مثال اس کے لئے ایک روشن شہادت ہے۔حضرت ایوب علیہ السلام کا سلسلہ نسب اکثر مورخین کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور آپکا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسحٰق و یعقوب علیہما السلام کے زمانہ کے درمیان ہونا بتلایا گیا ہے مختصراً صحیح روایات کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح آسودہ اور خوشحال رکھا تھا۔مویشی باغات کھیتیاں کوٹھیاں زمینیں لونڈی غلام اور اولاد صالح وغیرہ سب کچھ مرضی کے موافق عطا کئے تھے حضرت ایوب علیہ السلام بڑے شکر گزار اللہ کے نبی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔بحکم الٰہی چند ہی روز میں تمام اولاد مر گئی۔کوئی ڈوبا کوئی مکان کے نیچے دب گیا کوئی کسی مرض سے ختم ہوگیا۔تمام

جانور گھوڑے اونٹ گائے بھینس بکریاں وغیرہ سب مر گئے کھیتیاں اور باغات جل گئے اور اجڑ گئے مکانات گر پڑے تمام سونا چاندی تلف ہو گیا لیکن حضرت ایوب علیہ السلام برابر صبر کے ساتھ شکر کرتے رہے۔مصائب کا اس پر بھی خاتمہ نہ ہوا خود بیمار پڑ گئے اور سخت جسمانی اذیت اور تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔شہر کے باہر ایک جھونپڑی میں جا کر پڑ گئے۔لیکن صبر وشکر سے کسی وقت اور کسی حال میں غافل نہ رہے۔آپ کے ساتھ آپ کی غمگسار صرف ایک بیوی رہ گئیں جو آپ کی ہر طرح کی خدمت کرتیں اور محنت وکام کاج کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتیں۔مدتوں تک آپ ان بلایا اور مصائب میں گرفتار رہے۔ایک قول میں ہے کہ آپ ۱۸ برس مصائب میں مبتلا رہے۔ایک روایت میں تیرہ سال اور ایک میں سات سال آپ کے مصائب کا زمانہ رہا۔لکھا ہے کہ جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی۔اہل وعیال مر گئے۔مال فنا ہو گیا۔کوئی چیز ہاتھ میں باقی نہ رہی تو آپ ذکر خدا میں اور بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے۔مال دیا اولاد دی۔اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو فارغ کر دیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا۔آپ کی دعاؤں میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ خدایا تو نے جب مجھے تونگر اور اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور وتکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم وستم کیا۔میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم و گرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادت اور بندگی میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو آرام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔تیری رضامندی کی طلب میں اپنے راحت و آرام کو ترک کر دیا کرتا تھا۔غرض کہ مدتوں آپ بلاؤں کی آزمائش میں مبتلا رہے۔جب تکلیف واذیت اور دشمنوں کے

طعن و تشنیع حد سے گزر گئے بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ یقیناً ایوبؑ نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہو سکتی تھی تو آپ بہت بے چین اور مضطرب ہوئے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں سربسجود ہو کر دعا گو ہوئے اور مصائب کے دور ہونے کی دعا کی رب کو اس طرح پکارنا تھا کہ دریائے رحمت اُمڈ پڑا۔ خدائے ذوالجلال والاکرام نے پھر پہلا سا مال و منال دے دیا۔ نئی اولاد بھی پہلے سے زائد ہوگئی۔ زمین سے چشمہ نکلا اسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہو گئے۔ آن کی آن میں سارا مرض جاتا رہا اور سب طرح درست ہو گئے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت ایوبؑ ایک مرتبہ غسل کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں۔ ایوب علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو مٹھی بھر کر کپڑے میں رکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو پکارا ایوب! کیا ہم نے تم کو دھن دولت دے کر غنی نہیں بنا دیا؟ پھر یہ کیا؟ ایوب علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار یہ صحیح اور درست ہے مگر تیری نعمتوں اور برکتوں سے کب کوئی بے پروا ہو سکتا ہے۔''

الغرض یہاں اس سورت میں ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے بندہ ایوب کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ شیطان نے مجھ کو رنج و آزار پہنچایا ہے اور یہ رنج و آزار حسب قول بعض مفسرین وہ ہے جو امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک بار شیطان بہ شکل طبیب کے ایوب علیہ السلام کی بی بی کو راستہ میں ملا۔ انہوں نے اس کو طبیب سمجھ کر حضرت ایوب علیہ السلام کے علاج کی جن کے جسم کو کوئی سخت بیماری لگ گئی تھی درخواست کی۔ اس نے کہا کہ اس شرط سے علاج کرنے کو تیار ہوں کہ اگر ان کو شفا ہو جائے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی۔ میں اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا۔ آپ کی بی بی نے آ کر آپ سے ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا اور آپ کو اس سے سخت رنج پہنچا کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا ہے جو ظاہراً موجب شرک ہیں۔ اس پر آپ نے کہا کہ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفا دے دے تو میں تم کو ۱۰۰ قمچیاں ماروں گا تو ازالۂ مرض کے لئے آپ پہلے بھی دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں آیا ہے انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین. یعنی میں دکھ میں پڑ گیا ہوں اور خدایا تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں۔ مگر اس واقعہ کے بعد اور زیادہ ابتہال اور تضرع سے دعا کی کہ کمبخت شیطان نے مجھے اس واقعہ سے رنج و آزار پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی تو وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا حکم ہوا کہ اسی چشمہ کے پانی سے غسل کرو اور اسی کو پیو۔ چنانچہ آپ نہائے اور پانی پیا اور بالکل اچھے تندرست ہو گئے اور آپ کے گھرانے کے لوگ جو چھت کے نیچے دب کر مر گئے تھے یا آپ سے غائب ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ان سے دگنے عطا کر دیئے اس طرح کہ یا تو وہ آپ کے پاس آ گئے اور یا اتنے ہی اور پیدا ہو گئے۔ یہاں ان آیات میں اور سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں دونوں جگہ حضرت ایوب علیہ السلام کو انتہائی آزمائش و امتحان کے بعد تندرستی اولاد و اموال دوبارہ عطا کرنے میں حق تعالیٰ نے دو وجوہات بیان فرمائیں ایک وجہ تو یہ کہ اپنی رحمت خاصہ فرمائی یعنی حضرت ایوب علیہ السلام نے رحم کی درخواست کی اور ان کی حالت قابل رحم ہوگئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی طرف سے رحمت نازل فرمائی۔ اور دوسری وجہ یہ فرمائی کہ اہل عقل کے لئے یہ ایک یادگار رہے گی یعنی اہل عقل یاد

رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صابروں کو کیسی جزا دیتے ہیں اور جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا ہے اور خدائے واحد کی طرف رجوع کرتا ہے تو حق تعالیٰ کس طرح اس کی وکالت و کفالت فرماتے ہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ صحت وعافیت کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام نے جو بیماری کی حالت میں قسم کھائی تھی کہ تندرست ہو گئے تو بیوی کے ۱۰۰ قمچیاں ماریں گے کیونکہ شیطان نے بیوی سے شرک کے کلمات کہلوانے چاہے تھے تو اب حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی قسم پورا کرنے کا ارادہ کیا مگر چونکہ ان بی بی نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور مصائب کے زمانہ میں بڑی وفاداری اور غمخواری کے ساتھ خدمت کی تھی اور وہ چنداں قصوروار بھی نہ تھیں اس لئے حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان نیک بی بی کی نیکی اور شوہر کے ساتھ وفاداری کے صلہ میں قسم سچا کرنے کا ایک حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کو تلقین فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ایوب تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو جس میں ۱۰۰ سینکیں ہوں۔ اس سے اپنی بی بی کو ایک مرتبہ مارلو قسم پوری ہو جائے گی چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس موقع پر حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اس طرح قسم پورا ہو جانا یہ مخصوص تھا ایوب علیہ السلام کے ساتھ اور اس قصہ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ احکام میں ہر جگہ حیلہ جائز ہے۔ اس میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس حیلہ سے کسی حکمت شرعیہ وغرض شرعی کا ابطال مقصود ہو وہ حرام ہے۔ جیسے اسقاط زکوٰۃ کے حیلے لوگوں نے نکالے ہیں کہ جب مال پر سال گزرنے کا وقت آیا تو اس کو کسی اور کی ملک میں دے دیا اور پھر بعد میں اپنی ملک میں لے لیا گویا اس طرح نہ پورا سال مال کا مالک رہا نہ زکوٰۃ فرض ہوئی تو ایسا حیلہ جس سے حکم شرعی اور مقصد دینی کا ابطال ہو جائز نہیں اور جس میں یہ نہ ہو بلکہ کسی امر مطلوب شرعی کی تحصیل مقصود ہو وہ جائز ہے یعنی جو حیلہ حکم شرعی کو باطل نہ کرے بلکہ کسی نیکی کا ذریعہ بنتا ہو اس کی اجازت ہے۔ آیات کے اخیر میں پھر حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا صابر اور اچھا بندہ پایا کہ جو خدا کی طرف رجوع ہوتے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے اس قرآنی واقعہ سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ کسی حالت میں بھی خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اس لئے کہ مایوسی اور ناامیدی کفر کا شیوہ ہے۔ عیش وراحت میں تواضع اور شکر اور رنج ومصیبت میں ضبط وصبر دو ایسی بیش بہا نعمتیں ہیں کہ جس کو یہ نصیب ہو جائیں وہ دین ودنیا میں کبھی ناکام نہیں رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہر حال میں اس کی رفیق رہتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مصیبت اور بلا محض گناہوں کی پاداش ہی میں وجود پذیر نہیں ہوتی بلکہ کبھی آزمائش اور امتحان بھی بن کر آتی ہے اور انبیاء وصالحین ومتقین و صابرین وشاکرین کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت ہوا کرتی ہے۔ اس لئے ہر کسی کو ابتلا میں دیکھ کر یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کے یہاں مبغوض ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین. جو سورۂ انبیاء میں آئی ہے اس کے متعلق حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب ''اعمال قرآنی'' میں لکھا ہے کہ یہ دعا بلا اور مصیبت کے وقت پڑھے تو انشاء اللہ نجات ہوگی۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کی طرف سے جو دکھ اور رنج پہنچتا تھا اس پر صبر کی تلقین فرمائی گئی تھی اور اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت اور تسلی کے لئے تیسرا قصہ حضرت ایوب علیہ السلام کا سنایا گیا اس کے بعد آگے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاقؑ حضرت یعقوبؑ حضرت اسماعیلؑ حضرت یسع اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا اجمالاً ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ

اور ہمارے بندوں ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ

ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ

یاد آخرت کی ہے اور وہ ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے تھے اور اسمٰعیلؑ اور یسعؑ اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے

وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ

اور یہ سب بھی سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں ایک نصیحت کا مضمون تو یہ ہو چکا اور پرہیزگاروں کیلئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانہ ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات

الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

جن کے دروازے ان کے واسطے کھلے ہوں گے وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی

اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

(اے مسلمانو) یہ وہ (نعمت) ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے بے شک یہ ہماری عطا ہے اس کا کہیں ختم ہی نہیں۔

وَاذْكُرْ اور یاد کریں	عِبٰدَنَا ہمارا بندوں	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَ اور	اِسْحٰقَ اسحٰق	وَيَعْقُوْبَ اور یعقوبؑ	اُولِي الْاَيْدِيْ ہاتھوں والے		
وَالْاَبْصَارِ اور آنکھوں والے	اِنَّا بیشک ہم	اَخْلَصْنٰهُمْ ہم نے انہیں ممتاز کیا	بِخَالِصَةٍ خاص صفت	ذِكْرَى یاد	الدَّارِ گھر (آخرت کا)	وَ اور		
اِنَّهُمْ بیشک وہ	عِنْدَنَا ہمارے نزدیک	لَمِنَ البتہ سے	الْمُصْطَفَيْنَ چنے ہوئے	الْاَخْيَارِ سب سے اچھا	وَاذْكُرْ اور یاد کریں	اِسْمٰعِيْلَ اسمٰعیل		
وَ اور	الْيَسَعَ الیسع	وَذَا الْكِفْلِ اور ذوالکفل	وَكُلٌّ اور یہ تمام	مِنَ سے	الْاَخْيَارِ سب سے اچھے لوگ	هٰذَا ذِكْرٌ یہ ایک نصیحت	وَاِنَّ اور بیشک	
لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	لَحُسْنَ البتہ اچھا	مَاٰبٍ ٹھکانا	جَنّٰتِ باغات	عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے	مُفَتَّحَةً کھلے ہوئے	لَهُمُ ان کیلئے		
الْاَبْوَابُ دروازے	مُتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگائے ہوئے وہ	فِيْهَا ان میں	يَدْعُوْنَ منگوائیں گے	فِيْهَا ان میں	بِفَاكِهَةٍ میوے	كَثِيْرَةٍ بہت سے		
وَشَرَابٍ اور شراب (مشروبات)	وَعِنْدَهُمْ اور ان کے پاس	قٰصِرٰتُ نیچے رکھنے والیاں	الطَّرْفِ نگاہ	اَتْرَابٌ ہم عمر	هٰذَا یہ	مَا جو۔جس		
تُوْعَدُوْنَ وعدہ کیا جاتا ہے تم سے	لِيَوْمِ الْحِسَابِ روزِ حساب کیلئے	اِنَّ بیشک	هٰذَا یہ	لَرِزْقُنَا یقیناً ہمارا رزق	مَا لَهٗ اس کیلئے۔اسکو نہیں	مِنْ نَّفَادٍ ختم ہونا		

تفسیر وتشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کی طرف سے جو قولی اور فعلی ایذائیں اور دکھ درنج پہنچتا تھا اس پر گذشتہ میں صبر کرنے کی تلقین فرمائی گئی تھی اور اسی سلسلہ میں آپ کی تقویت وتسلی کے لئے پہلے انبیاء میں سے حضرت داؤد۔ حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہ السلام کے بعض واقعات وحالات سنائے گئے تھے۔ گذشتہ درس میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا کہ آپ نے بھی طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں اور مصائب جھیلے لیکن ہر حال میں صبر وشکر سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے رہے اور سوائے اللہ کے کسی سے مدد طلب نہ کی۔

اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ گذشتہ پیغمبروں میں سے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو یاد کیجئے۔ ان کے حالات و واقعات سے دل کو تسلی اور تقویت حاصل ہو گی کہ کس طرح ان سب نے مشکلات کے اندر پھنس کر صحیح علم و عمل سے کام لیا کہ ان کے اعمال بھی بہت بہتر تھے اور صحیح علم بھی رکھتے تھے ساتھ ہی عبادت خدا میں قوی تھے اور قدرت کی طرف سے ان کو بصیرت عطا فرمائی گئی تھی کہ دین میں سمجھ دار تھے۔ اطاعت خدا میں نہایت بلند درجہ استقامت رکھتے تھے۔ حق کو دیکھنے والے تھے اور ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ تھی صرف آخرت ہی کا خیال ہر وقت بندھا رہتا تھا ہر عمل آخرت ہی کیلئے ہوتا تھا۔ دنیا کی محبت سے وہ الگ تھے اور آخرت کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے وہ اعمال اختیار کرتے تھے جو جنت کا مستحق بنا دیں اور دوسروں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دیتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بہترین بدلہ اور افضل مقامات عطا فرمائے گا۔ یہ سب اللہ کے مخلص اور خاص الخاص بندے تھے۔ یہاں ان آیات میں تینوں انبیائے کرام علیہم السلام کی خاص صفت ذکری الدار بیان کی گئی یعنی دار آخرت کی یاد۔ ظاہر ہے کہ انبیائے کرام میں یہ صفت سب سے زیادہ تام اور کامل ہوتی ہے اور یہ شاید اس لئے جتلایا گیا کہ اہل غفلت کے بھی کان کھلیں کہ جب حضرات انبیاء اس فکر سے خالی نہ تھے اور ان کی ساری سعی اور فکر آخرت کے لئے تھی تو ہم کس شمار میں ہیں۔ یہاں آخرت کے لئے صرف الدار یعنی گھر کا لفظ استعمال فرمایا گیا جس سے یہ حقیقت ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ دنیا سرے سے انسان کا گھر ہے ہی نہیں بلکہ یہ صرف ایک گزرگاہ یا مسافر خانہ ہے کہ جس سے آدمی کو بہر حال بعد چندے رخصت ہو جانا ہے۔ اصل اور دائمی گھر وہی آخرت کا گھر ہے جو شخص اس کو سنوارنے کی فکر کرتا ہے وہی صاحب بصیرت اور صاحب عقل و فہم ہے۔ رہا وہ شخص جو اس مسافر خانے میں اپنے عارضی اور چند روزہ قیام گاہ کی فکر میں اس طرح رہتا ہے کہ جس سے آخرت کا اصل گھر اس کے لئے ویران اور اجاڑ ہو جائے تو وہ عقل کا پورا اندھا ہے۔ اس کے بعد فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسماعیل علیہ السلام اور یسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے کہ یہ سب بھی ہمارے پسندیدہ اور خاص بندوں میں سے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو مشہور و معروف نبی ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور جو ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہیں اور آپ کا ذکر متعدد بار گذشتہ سورتوں میں آ چکا ہے۔ حضرت یسع اور ذوالکفل علیہما السلام کے حالات پر قرآن کریم نے زیادہ روشنی نہیں ڈالی صرف انبیاء کی فہرست میں ان کے نام مذکور ہیں۔ حضرت یسع کا ذکر ایک تو سورۂ انعام ساتویں پارہ میں دوسرے انبیاء کرام کے ناموں کے ساتھ آیا ہے اور دوسری جگہ اسی سورۂ ص میں یہاں ان آیات میں ذکر فرمایا گیا۔ علماء نے کتب تواریخ سے یہ لکھا ہے کہ حضرت یسع حضرت الیاس علیہ السلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور ابتداء عمر میں آپ حضرت الیاس کی رفاقت میں رہتے تھے۔ حضرت الیاسؑ کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لئے حضرت یسع کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ نے حضرت الیاسؑ کے طریقہ پر بنی اسرائیل کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت ذوالکفل کا ذکر بھی قرآن پاک میں دو سورتوں میں آیا ہے ایک سورۂ انبیاء سترہویں پارہ میں اور دوسرے اسی سورۂ ص میں اور دونوں جگہ سوائے نام کے ذکر کے اور کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ اسی طرح احادیث میں بھی کوئی تفصیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں لہذا قرآن حدیث کی روشنی میں اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا کہ ذوالکفل علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی اور پیغمبر تھے اور کسی قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ امام طبری نے اپنی تاریخ طبری میں آپ کو حضرت ایوب علیہ السلام کا بیٹا بتایا ہے۔ بہر حال حضرت ذوالکفل بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ الغرض حضرت اسماعیل حضرت یسع اور حضرت

ذوالکفل تینوں حضرات کے متعلق فرمایا کہ یہ اخیار یعنی نیکوکاروں اور اچھے لوگوں میں سے تھے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تو انبیاء کا ذکر تھا۔ کہ جن کے واقعات و حالات ذکر کرنے سے نیک باتوں اور اچھی صفتوں کو اختیار کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ آگے ان کا حال سنو کہ جو نبیوں کی پیروی کر کے اللہ کے آگے جھکے اور اس کے عذاب سے ڈر کر دنیا میں بری باتوں سے بچتے رہے جن کو متقی اور پرہیز گار کہا جاتا ہے ۔ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کتنا پاک بدلہ اور اچھا ٹھکانا اور کیسی پیاری جگہ یعنی ہمیشگی کی جنت تیار کر رکھی ہے اور آگے کچھ جنت کے حالات بیان فرمائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جس کے اندر اچھے اچھے مکانات اور محلات بنے ہوئے ہیں جن کے دروازے ان متقین کے لئے کھلے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنے اپنے مکان پہچان کر بلا روک ٹوک اندر چلے جائیں گے۔

مسندوں پر تکیے لگے لگائے تیار ہوں گے ان پر آرام سے بیٹھ جائیں گے اور میوؤں اور کھانے پینے کی چیزوں کی جنت کے خادموں سے فرمائش کریں گے جو فوراً خدام باسلیقہ حاضر کر دیں گے اور ان کے پاس عفیفہ، پاک دامن، نیچی نگاہوں والی اور ان سے محبت رکھنے والی حوریں ہوں گی جن کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھیں اور ان کی ہم عمر یا سب ایک ہی عمر کی ہوں گی تو ان صفات والی جنت کا وعدہ اللہ سے ڈرتے رہنے والے ایمان دار بندوں سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن یہ اس کے وارث اور مالک ہوں گے اور اللہ کا یہ عطیہ کبھی ختم نہ ہونے والی لازوال نعمتیں ہوں گی۔ نہ ان میں کبھی کمی آئے گی نہ گھاٹا آئے گا اور نہ کبھی وہ ختم اور فنا ہوں گی۔ مولائے کریم اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی یہ لازوال نعمتیں آخرت میں عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب یہ تو ذکر اہل ایمان اور اہل سعادت متقی پرہیز گاروں کا ہوا آگے ان کے مقابل اہل شقاوت کفار و مشرکین و منکرین کا حال بیان کیا گیا ہے کہ ان کا ٹھکانا کہاں ہوگا اور انہیں کن حالات سے سابقہ پڑے گا جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کے ذکر و فکر کی توفیق عطا فرمائیں کہ ہم ہر حال میں دنیا سے آخرت کو مقدم رکھیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اپنے متقین بندوں میں شامل فرما دیں اور جس ٹھکانے کا متقین سے ان آیات میں وعدہ فرمایا گیا ہے وہ ٹھکانا ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے ہم سب کو سرفراز فرمائیں اور دنیا میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو آخرت میں ہم کو اللہ کے فضل سے جنت کی راحتیں نصیب ہوں۔

یا اللہ! آخرت سے غفلت کا مرض جو اب امت مسلمہ میں بھی گھس آیا ہے اس کو ہمارے دلوں سے دور فرما دیجئے اور آخرت کو سنوارنے کی فکر نصیب فرما دیجئے۔ یا اللہ ہم اس دنیا کو مسافر خانہ سمجھ کر یہاں اپنی زندگانی گزاریں اور جو آخرت ہمارا اصلی اور دائمی گھر ہے اس کو سنوارنے اور بنانے کی فکر میں لگے رہیں۔

یا اللہ! آخرت کو بگاڑ کر دنیا کے سنوارنے کی جو مذموم خصلت اب امت میں پھیل گئی ہے اس سے ہم کو محفوظ فرمایئے اور جو اس میں گرفتار ہیں ان کی بھی آنکھیں کھول دیجئے اور ہدایت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ

یہ بات تو ہو چکی اور سرکشوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے یعنی دوزخ اس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی بری جگہ ہے یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے سو یہ لوگ اس کو چکھیں

وَّ غَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا

اور بھی اسی قسم کی طرح طرح کی چیزیں ہیں یہ ایک جماعت اور آئی جو تمہارے ساتھ گھس رہے ہیں ان پر خدا کی مار یہ بھی دوزخ ہی میں آرہے ہیں

النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ

وہ کہیں گے بلکہ تمہارے ہی اوپر خدا کی مار (کیونکہ) تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے آگے لائے سو (جہنم) بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے دعا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار جو شخص اس (مصیبت) کو

لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَ قَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ ؕ

ہمارے آگے لایا ہو اس کو دوزخ میں دُونا عذاب دیجئے اور وہ لوگ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو (دوزخ میں) نہیں دیکھتے جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع

کیا ہم نے اُن لوگوں کی ہنسی کر رکھی تھی یا ان (کے دیکھنے) سے نگاہیں چکرا رہی ہیں یہ بات یعنی دوزخیوں کا لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات ہے۔

هٰذَا یہ	وَاِنَّ اور بیشک	لِلطّٰغِیْنَ سرکشوں کیلئے	لَشَرَّ البتہ بُرا	مَاٰبٍ ٹھکانا	جَهَنَّمَ جہنم	یَصْلَوْنَهَا وہ اس میں داخل ہونگے	فَبِئْسَ سو بُرا		
الْمِهَادُ بچھونا	هٰذَا یہ	فَلْیَذُوْقُوْهُ پس اس کو چکھو تم	حَمِیْمٌ کھولتا ہوا پانی	وَّغَسَّاقٌ اور پیپ	وَّاٰخَرُ اور اس کے علاوہ	مِنْ شَكْلِهٖ اس کی شکل کی			
اَزْوَاجٌ کئی قسمیں	هٰذَا یہ	فَوْجٌ ایک جماعت	مُّقْتَحِمٌ گھس رہے ہیں	مَّعَكُمْ تمہارے ساتھ	لَا مَرْحَبًا نہ ہو کوئی فراخی	بِهِمْ انہیں	اِنَّهُمْ بیشک وہ		
صَالُوا النَّارِ داخل ہونے والے جہنم میں	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلْ اَنْتُمْ بلکہ تم	لَا مَرْحَبًا کوئی فراخی نہ ہو	بِكُمْ تمہیں	اَنْتُمْ بیشک تم				
قَدَّمْتُمُوْهُ تم ہی یہ آگے لائے	لَنَا ہمارے لئے	فَبِئْسَ سو بُرا	الْقَرَارُ ٹھکانا	قَالُوْا وہ کہیں گے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	مَنْ قَدَّمَ جو آگے لایا			
لَنَا ہمارے لئے	هٰذَا یہ	فَزِدْهُ تو زیادہ کردے	عَذَابًا عذاب	ضِعْفًا دو چند	فِی النَّارِ جہنم میں	وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے	مَا لَنَا کیا ہوا ہمیں		
لَا نَرٰی ہم نہیں دیکھتے	رِجَالًا وہ لوگ	كُنَّا نَعُدُّهُمْ ہم شمار کرتے تھے انہیں	مِنَ سے	الْاَشْرَارِ شریر بہت بُرے	اَتَّخَذْنٰهُمْ کیا ہم نے انہیں پکڑا تھا				
سِخْرِیًّا ٹھٹھے میں	اَمْ یا	زَاغَتْ کج ہوگئی ہیں	عَنْهُمُ ان سے	الْاَبْصَارُ آنکھیں	اِنَّ ذٰلِكَ بیشک یہ	لَحَقٌّ بالکل سچ	تَخَاصُمُ باہم جھگڑنا	اَهْلِ النَّارِ اہل دوزخ	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان متقی پرہیزگار اہل سعادت کا ذکر ہوا تھا کہ آخرت میں ان کا ٹھکانا جنت ہوگا جہاں ہر طرح کا عیش راحت آرام اور اللہ کی دی ہوئی لازوال اور ابدی نعمتیں میسر ہوں گی جو نہ کبھی کم ہوں گی نہ ختم ہوں گی۔ نہ فنا ہوں گی۔ اب ان اہل سعادت کے مقابلہ میں اہل شقاوت یعنی کفار و مشرکین وغیرہ کا حال بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ ترغیب کے بعد ترہیب اور وعدہ کے بعد وعید مذکور ہو کر دارالجزاء کا بیان پورا ہو جائے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو خدا کا حکم نہیں مانتے سرکش اور نافرمان ہیں ان کا ٹھکانہ آخرت میں جہنم ہوگا جو بہت بری جگہ ہے آگے جہنم کا کچھ حال سنایا جاتا ہے کہ جب جہنمی اس میں داخل ہوں گے اور چاروں طرف سے آتش دوزخ انہیں گھیر لے گی تو گرمی کے مارے ان کا برا حال ہوگا۔ اوپر سے بھوک پیاس ستائے گی تو جیسا کہ دوسری آیات میں بتلایا گیا جہنمیوں کو کھانے کو زقوم ملے گا جسے کھا کر نہ نگلتے بنے گا نہ اگلتے بنے گا۔ پھر زقوم کھا کر پیاس

سے بے تاب ہوں گے تو حمیم اور غساق پینے کو دیا جائے گا۔ حمیم کہتے ہیں گرم کھولتے ہوئے پانی کو جس کی حرارت اور گرمی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ غساق سے بعض نے کہا ہے کہ دوزخیوں کے زخموں کی پیپ اور ان کی آلائشیں مراد ہیں جس میں کہ سانپوں اور بچھوؤں کا زہر ملا ہوا ہوگا اور بعض کے نزدیک غساق حد سے زیادہ ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جس کے پینے سے سخت اذیت ہو گویا ایک طرف آگ کا گرم عذاب دوسری جانب ٹھنڈ کا سرد عذاب غساق کے تیسرے معنیٰ انتہائی بدبودار متعفن چیز کے ہیں۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غساق کا ایک ڈول اس دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا اس کی سڑاند سے بدبودار ہو جائے۔ الغرض جہنمیوں کو پیاس کی بے تابی میں حمیم پینے کو دیا جائے گا جو اتنا گرم ہوگا کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائیں گی اور نیچے کا ہونٹ سوج کر سینے اور ناف تک پہنچ گا اور حلق سے نیچے اترتے ہی پھیپھڑے معدہ اور انتڑیوں کو پھاڑ دے گا اور غساق دیا جائے گا جس کی بدبوگندگی اور سڑاہند کا حال حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایک ڈول غساق اگر اس دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا کو سڑا دے اور بدبودار کر دے تو جن کو یہ پینا پڑے گا ان پر کیا گزرے گی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے ہم سب کو عذاب جہنم سے بچاویں۔ آمین۔ اسکے بعد بتلایا گیا کہ جہنمیوں کا آپس میں جھگڑا اور تنازع ہوگا ایک دوسرے کو برا کہیں گے اور لعنت ملامت کرینگے اور آپس میں ایک دوسرے پر الزام رکھیں گے جس وقت فرشتے ان کو یکے بعد دیگرے لا لا کر دوزخ کے کنارے پر جمع کریں گے تو پہلا گروہ سرداروں اور بڑوں کا ہوگا۔ مقلدین اور متبعین کی جماعت آئیگی۔

ایک جماعت جو جہنم میں جا چکے گی وہ دوسری جماعت کو جہنم کی طرف آتے ہوئے دیکھ کر کہے گی کہ لو دیکھو ایک اور فوج جہنم میں دھنسنے اور گرنے کے لئے چلی آ رہی ہے۔ خدا کی مار ان پر۔ یہ بھی کہیں آ کر مرنے کو تھے۔ خدا کرے انہیں کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دیں گے کہ کم بختو! تم ہی پر خدا کی مار ہو۔ خدا تم کو ہی کہیں آرام کی جگہ نہ دے۔ تم ہی تھے جن کے بہکانے اور گمراہ کرنے کی بدولت آج ہم کو یہ مصیبت پیش آئی۔ اب بتاؤ کہاں جائیں یہی جگہ ہم سب کے ٹھہرنے کی ہے۔ جس طرح ہو یہاں ہی مرو کھپو۔ اس طرح آپس میں لعن طعن کر کے پھر حق تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار جو اپنی شقاوت سے یہ بلا اور مصیبت ہمارے سر پر لایا اس کو جہنم میں دوگنا عذاب دیجئے۔ شاید سمجھیں گے کہ اس کا دگنا عذاب دیکھ کر اپنا دل ذرا ٹھنڈا ہو جائے گا مگر وہاں تسلی کا سامان کہاں۔ ایک دوسرے کو کوسنا۔ پھٹکارنا لعنت ملامت کرنا یہ بھی ایک مستقل عذاب ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے اس حالت سے ہم سب کو بچاویں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان جہنمیوں کے لئے ایک اور بڑی یاس اور حسرت کی بات یہ ہوگی کہ وہ حیران ہو کر ہر طرف دیکھیں گے کہ اس جہنم میں ہم اور ہمارے پیشوا اور جان پہچان والے ادنیٰ اور اعلیٰ تو سب موجود ہیں لیکن کیا بات ہے کہ ہمیں وہ لوگ اس دوزخ میں نظر نہیں آتے جنہیں ہم دنیا میں برا سمجھتے تھے اور ان کی تحقیر اور استہزا کرتے تھے اور خدا۔ رسول۔ آخرت کی باتیں کرنے پر جن کا ہم مذاق اُڑاتے تھے اور آجکل کے متکبرین کی اصطلاح میں یوں سمجھئے کہ جنہیں مُلا ٹے اور مسجد کے مینڈھے کہتے تھے۔ لکیر کے فقیر۔ دقیانوسی خیال والے سمجھتے تھے وہ اس جگہ نظر نہیں آتے تو حیران ہو کر کہیں گے کہ کیا ہم نے غلطی سے ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا وہ اس لائق نہ تھے کہ آج دوزخ کے قریب رہیں۔ یا اسی جگہ کہیں ہیں پر ہماری آنکھیں چوک گئیں کہ ہمارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس جگہ لکھا ہے کہ اسی وقت اہلِ بہشت کی جانب سے آواز آئے گی کہ اے اہل جہنم ادھر دیکھو ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا تم اپنی کہو کیا خدا کے وعدے تمہارے حق میں بھی سچے نکلے؟ یہ اہل جہنم جواب دیں گے کہ ہاں بالکل سچے نکلے۔ اسی وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ جو کچھ بتلایا گیا کہ جہنمی آپس میں لڑے جھگڑیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔ یہ سب سرتاسر حقائق ہیں اور بالکل سچی۔ واقعی اور ٹھیک خبریں۔ بالکل یقینی ایسا ہی ہونا اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا ٱللَّهُ ٱلْوَٰحِدُ ٱلْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو (تم کو عذاب خداوندی سے) ڈرانیوالا ہوں اور بجز اللہ واحد غالب کے کوئی لائق عبادت کے نہیں ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا

بَيْنَهُمَا ٱلْعَزِيزُ ٱلْغَفَّٰرُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا۟ عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ أَنتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِىَ مِنْ عِلْمٍۭ بِٱلْمَلَإِ

جو ان کے درمیان میں ہیں (اور وہ) زبردست بڑا بخشنے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک عظیم الشان مضمون ہے جس سے تم بے پرواہ ہو رہے ہو مجھ کو عالم بالا کی کچھ بھی خبر نہ تھی

ٱلْأَعْلَىٰٓ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰٓ إِلَىَّ إِلَّآ أَنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى

جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے میرے پاس وحی محض اس سبب سے آتی ہے کہ میں (منجانب اللہ) صاف صاف ڈرانیوالا ہوں جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں

خَٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَٰجِدِينَ ﴿٧٢﴾

گارے سے ایک انسان کو بنانے والا ہوں سو میں جب اُس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا

فَسَجَدَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ ٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾

سو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدم کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آگیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔

قُلْ فرمادیں	إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	أَنَا کہ میں	مُنذِرٌ ڈرانے والا	وَمَا اور نہیں	مِنْ إِلَٰهٍ کوئی معبود	إِلَّا ٱللَّهُ اللہ کے سوا	ٱلْوَٰحِدُ واحد (یکتا)
ٱلْقَهَّارُ زبردست	رَبُّ پروردگار	ٱلسَّمَٰوَٰتِ آسمانوں	وَٱلْأَرْضِ اور زمین	وَمَا اور جو	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	ٱلْعَزِيزُ غالب	
ٱلْغَفَّٰرُ بڑا بخشنے والا	قُلْ فرمادیں	هُوَ وہ۔یہ	نَبَؤٌا عَظِيمٌ ایک خبر بڑی	أَنتُمْ تم	عَنْهُ اس سے	مُعْرِضُونَ منہ پھیرنے والے (بے پرواہ ہو)	
مَا كَانَ نہ تھا	لِىَ میرے پاس (مجھے)	مِنْ عِلْمٍ کچھ خبر	بِٱلْمَلَإِ ٱلْأَعْلَىٰ عالم بالا کی	إِذْ جب	يَخْتَصِمُونَ وہ باہم جھگڑتے تھے	إِن يُوحَىٰٓ نہیں وحی کی جاتی	
إِلَىَّ میری طرف	إِلَّا سوائے	أَنَّمَا یہ کہ	أَنَا نَذِيرٌ میں ڈرانے والا	مُّبِينٌ صاف صاف	إِذْ قَالَ جب کہا	رَبُّكَ تمہارا رب	لِلْمَلَٰٓئِكَةِ فرشتوں کو
إِنِّى کہ میں	خَٰلِقٌ پیدا کرنیوالا	بَشَرًا ایک بشر	مِّن طِينٍ مٹی سے	فَإِذَا پھر جب	سَوَّيْتُهُۥ میں درست کر دوں اسے	وَنَفَخْتُ اور میں پھونکوں	
فِيهِ اس میں	مِن سے	رُّوحِى اپنی روح	فَقَعُوا تو تم گر پڑو	لَهُۥ اس کیلئے آگے	سَٰجِدِينَ سجدہ کرتے ہوئے	فَسَجَدَ پس سجدہ کیا	ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ فرشتے
كُلُّهُمْ سب	أَجْمَعُونَ اکٹھے	إِلَّا سوائے	إِبْلِيسَ ابلیس	ٱسْتَكْبَرَ اس نے تکبر کیا	وَكَانَ اور وہ ہوگیا	مِنَ سے	ٱلْكَٰفِرِينَ کافروں

تفسیر و تشریح: اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس سورۃ کا بنیادی اور اصل مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اثبات اور کفار و مشرکین کی تردید ہے اسی ضمن میں کئی انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر فرمائے گئے دو خاص مقاصد کے لئے ۔ اول یہ کہ کفار مکہ کے افعال و اقوال سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا آپ کو تسلی اور تقویت ہو اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح آپ بھی کفار و منکرین کی بیہودہ باتوں پر صبر کریں۔ دوسرے یہ کہ انبیائے سابقین کے واقعات سے خود کفار و منکرین عبرت حاصل کریں کہ نبی برحق کے انکار و تکذیب کا کیا انجام و نتیجہ ہوتا ہے۔ پھر ایک اور طریقہ سے کفار و منکرین کو دعوت ایمان و اسلام دی گئی اور وہ اس طرح کہ اہل ایمان کی نیک انجامی اور

کافروں کی بدانجامی کا نقشہ کھینچا گیا اور بتایا گیا کہ اہل ایمان فرمانبردار متقی و پرہیزگار بندوں کا ٹھکانا آخرت میں جنت ہوگا جو آرام وسکون راحت اور آسائش کا خزانہ ہے اور بے ایمان سرکش اور نافرمانوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بے انتہا دکھ درد اور مصیبت کا گھر ہے جس سے یہی سمجھانا مقصود تھا کہ انسان کو لازم ہے کہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ زندگی دنیا میں بسر کرے تا کہ آخرت میں جنت اس کا ٹھکانہ ہو اور کفر وشرک نافرمانی و سرکشی سے باز آئے ورنہ آخرت میں پچھتائے گا اور سر پکڑ کر روئے گا اور جہنم جیسی بری جگہ ٹھکانا نصیب ہوگا۔ ان تمام مضامین کے بعد اب اخیر میں یہاں سے پھر اصلی مدعا یعنی توحید و رسالت پر کلام فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ سنانے کے بعد آپ ان منکرین سے جو توحید و رسالت کے مسئلہ میں تکذیب و انکار کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ تم جو میری رسالت اور توحید الٰہی کا انکار کر رہے ہو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے میرا کچھ ضرر نہیں کیونکہ میرا کام تو اتنا ہی ہے کہ میں تم کو اُس آنے والی خوفناک گھڑی سے ہوشیار کردوں اور جو بھیانک مستقبل آنے والا ہے اس سے بے خبر نہ رہنے دوں۔ اور برے انجام سے تم کو ڈرادوں باقی واسطہ اور سابقہ جس حاکم سے پڑنے والا ہے وہ تو وہی اکیلا خدا ہی جس کے سامنے کوئی چھوٹا بڑا دم نہیں مار سکتا وہی ہر چیز پر غالب ہے اور ہر چیز اس کے ماتحت ہے۔ آسمان زمین اور ان کے درمیان کی کوئی چیز نہیں جو اس کے زیر تصرف نہ ہو۔ جب تک چاہے ان کو قائم رکھے جب چاہے ان کو توڑ پھوڑ کر برابر کردے۔ اس عزیز و غالب کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے اور اس کے زبردست قبضہ سے کون نکل کر بھاگ سکتا ہے۔ ساتھ ہی وہ وحدہٗ لاشریک بڑا رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے بندہ سے کوئی گناہ ہو جائے اور اس کے آگے سچے دل سے توبہ

کر کے معافی مانگ لے تو وہ غفار اس کا گناہ بخش دیتا ہے اور میں جو تمہیں توحید و رسالت قیامت و آخرت اور جزا و سزا اور جنت و جہنم سے متعلق جو خبریں سنا رہا ہوں تو یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ بڑی بھاری اور یقینی خبر ہے جو میں تم کو دے رہا ہوں مگر افسوس ہے کہ تم ان باتوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہو۔ جو کچھ تمہاری خیر خواہی میں کہا جاتا ہے دھیان میں نہیں لاتے بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہو۔ میں جو یہ کہتا ہوں کہ مر کر دوبارہ جینا ہوگا۔ قیامت قائم ہوگی عملوں کا حساب ہوگا نافرمانوں کو جہنم میں فرمانبرداروں کو جنت میں داخل کیا جائے گا تو مجھے اس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ مجھے ملاء اعلیٰ یعنی ملائکہ مقربین وغیرہم کی مجلس کہ جہاں نظام عالم کے فنا و بقاء و تدابیر الٰہیہ کے متعلق گفتگو یا قیل و قال ہوتی ہے مجھے اس کی کیا خبر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ سے جن باتوں پر مطلع فرمادیا وہ بیان کر دیئے جو کچھ کہتا ہوں اسی کی وحی اور بتلانے سے کہتا ہوں مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنے والے خوفناک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کردوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی؟ یہ انذار یعنی ڈرانے کے لئے نہ ضروری ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ میرے پاس جو وحی آتی ہے جس سے احوال ملاء اعلیٰ بھی معلوم ہوتے ہیں تو محض اس سبب سے آتی ہے کہ منجانب اللہ صاف صاف ڈرانے والا کر کے بھیجا گیا ہوں یعنی چونکہ مجھ کو پیغمبری عنایت کی گئی ہے اس لئے وحی نازل ہوتی ہے پس واجب ہے کہ تم میری رسالت کی تصدیق کرو اور میرے کہنے اور بتلانے کے موافق اپنا عقیدہ اور ایمان رکھو۔ آگے سورۃ کے اخیر میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ سنایا جاتا ہے جس سے عام انسانوں کو تو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ ابلیس لعین حضرت آدم علیہ السلام کا اور آپ کی اولاد کا قیامت تک کا دشمن ہے لہٰذا اس

کے ہتھکنڈوں سے بچو۔ رسول کی نصیحت بے غرض ہے اسے مانو اگر نہ مانا تو پچھتاؤ گے اور کفار مکہ کو یہاں قصہ آدم وابلیس سنا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے اور آپکے سامنے جھکنے سے جو تکبر تمہیں مانع ہو رہا ہے وہی تکبر ابلیس کو حضرت آدم کے آگے جھکنے سے مانع ہوا تھا جس پر ابلیس خدا کے حکم کے مقابلہ میں سرکشی کر کے لعنت کا مستحق ہوا اسی طرح تم جو اللہ ورسول کے معاملہ میں تکبر برت رہے ہو اگر اس سے باز نہ آئے تو پھر آخر کار تمہارا بھی وہی انجام ہونا ہے جو ابلیس لعین کا ہوا۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں بے شمار نصائح، عبرتیں اور مسائل کا ذخیرہ موجود ہے اس لئے قرآن پاک نے اس واقعہ کو مختلف سورتوں میں ان سورتوں کے مضامین کے مناسب بار بار بیان فرمایا ہے۔ کہیں واقعہ کی تفصیل ہے کہیں اجمال ہے۔ کسی مقام پر ایک پہلو نظر انداز کر دیا گیا تو دوسرے مقام پر اسی کو نمایاں فرمایا گیا۔ اس سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ سورۂ بقرہ۔ سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔ یہاں اس سورۃ میں مضمون کی مناسبت سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو یہ اطلاع دی کہ میں عنقریب مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو بشر کہلائے گی تو جب میں اس کو بنا سنوار لوں اور اس میں روح پھونک دی جائے اور جان پڑ جائے تو تم سب اس بشر کے آگے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔ ابلیس جو خلقت میں جنات میں سے تھا اور کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شامل ہو گیا تھا اس کو بھی فرشتوں میں شامل ہونے کی وجہ سے اس حکم خداوندی کی تعمیل کرنا تھی۔ چنانچہ جب آدم علیہ السلام کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا اور جب یہ مٹی پختہ ٹھیکری کی طرح آواز دینے اور کھنکھنانے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس جسد خاکی میں روح پھونکی اور حضرت آدم علیہ السلام ایک گوشت پوست ہڈی پٹھے وغیرہ کے زندہ انسان ارادہ شعور حس وعقل کیفیات اور جذبات کے حامل نظر آنے لگے۔ ارشاد خداوندی کے موافق تمام فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ تعظیمی کیا مگر ابلیس نے غرور اور تمکنت کے ساتھ صاف انکار کر دیا۔

اب جب ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو اس کی باز پرس ہوئی اور حق تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ ابلیس نے کیا جواب دیا اور پھر اس کا کیا انجام ہوا یہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو دولت اسلام اور ایمان کی عطا فرمائی ہے اس پر حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنا تابعدار اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات اور تعلیمات اور جو احکام خداوندی ہم کو پہنچائے ہیں ان پر ہم کو ایمان صادق کے ساتھ اتباع کامل بھی نصیب ہو۔ تکبر اور غرور جو شیطانی خصلت ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ کاملہ عطا فرمائیں۔ یا اللہ ابلیس آپ کے حکم کے مقابلہ میں سرکشی کرنے سے جو کافر ہو گیا تو اس کے انجام بد سے نہ صرف کفار مشرکین بلکہ اہل اسلام کو بھی عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کی توفیق نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون چیز مانع ہوئی کیا تو غرور میں آ گیا یا یہ کہ تو بڑے درجہ والوں میں ہے

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٧٧﴾ وَّاِنَّ

کہنے لگا کہ میں آدم سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے ارشاد ہوا کہ تو آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو مردود ہو گیا۔ اور بیشک

عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٨٠﴾

تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے لگا تو پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ارشاد ہوا تجھ کو وقت معین کی تاریخ تک

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٢﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٨٣﴾

مہلت دی گئی کہنے لگا سو تیری عزت کی قسم کہ میں ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں

قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿٨٤﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَاۤ اَسْئَلُكُمْ

ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور میں تو (ہمیشہ) سچ ہی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں تیرا ساتھ دے ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿٨٨﴾

اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں یہ قرآن تو (اللہ کا کلام اور) دنیا جہان والوں کیلئے بس ایک نصیحت ہے اور تھوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جاوے گا۔

قَالَ اس نے فرمایا	يٰۤاِبْلِيْسُ اے ابلیس	مَا مَنَعَكَ کس نے منع کیا تجھے	اَنْ تَسْجُدَ کہ تو سجدہ کرے	لِمَا اس کو جسے	خَلَقْتُ میں نے پیدا کیا		
بِيَدَيَّ اپنے ہاتھوں سے	اَسْتَكْبَرْتَ کیا تو نے تکبر کیا	اَمْ كُنْتَ یا تو ہے	مِنَ سے	الْعَالِيْنَ بلند درجہ والے	قَالَ اس نے کہا	اَنَا میں	خَيْرٌ بہتر
مِنْهُ اس سے	خَلَقْتَنِيْ تو نے پیدا کیا مجھے	مِنْ نَّارٍ آگ سے	وَّ اور	خَلَقْتَهٗ تو نے پیدا کیا اسے	مِنْ سے	طِيْنٍ مٹی	قَالَ اس نے فرمایا
فَاخْرُجْ پس نکل جا	مِنْهَا یہاں سے	فَاِنَّكَ کیونکہ تو	رَجِيْمٌ راندۂ درگاہ	وَّاِنَّ اور بیشک	عَلَيْكَ تجھ پر	لَعْنَتِيْۤ میری لعنت	اِلٰى تک
يَوْمِ الدِّيْنِ روز قیامت	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	فَاَنْظِرْنِيْۤ پس تو مجھے مہلت دے	اِلٰى تک	يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ جس دن اٹھائیں جائیں گے		
قَالَ اسنے فرمایا	فَاِنَّكَ پس بیشک تو	مِنَ سے	الْمُنْظَرِيْنَ مہلت دیے جانیوالے	اِلٰى تک	يَوْمِ دن	الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ وقت معین	قَالَ اس نے کہا
فَبِعِزَّتِكَ سو تیری عزت کی قسم	لَاُغْوِيَنَّهُمْ میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا	اَجْمَعِيْنَ سب	اِلَّا سوائے	عِبَادَكَ تیرے بندے	مِنْهُمُ ان میں سے		
الْمُخْلَصِيْنَ مخلص	قَالَ اس نے فرمایا	فَالْحَقُّ یہ حق (سچ)	وَالْحَقَّ اور سچ	اَقُوْلُ میں کہتا ہوں	لَاَمْلَئَنَّ میں ضرور بھر دوں گا	جَهَنَّمَ جہنم	
مِنْكَ تجھ سے	وَمِمَّنْ اور ان سے جو	تَبِعَكَ تیرے پیچھے چلیں	مِنْهُمْ ان سے	اَجْمَعِيْنَ سب	قُلْ فرمادیں	مَاۤ نہیں	اَسْئَلُكُمْ میں مانگتا تم سے
عَلَيْهِ اس پر	مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر	وَّمَاۤ اَنَا اور نہیں میں	مِنَ سے	الْمُتَكَلِّفِيْنَ بناوٹ کرنے والے	اِنْ نہیں	هُوَ اِلَّا یہ مگر	ذِكْرٌ نصیحت
لِّلْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کیلئے	وَلَتَعْلَمُنَّ اور تم ضرور جان لوگے	نَبَاَهٗ اس کا حال	بَعْدَ بعد	حِيْنٍ ایک وقت			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر اپنا ارادہ ظاہر فرمایا کہ میں مٹی سے آدم کو پیدا کرنے والا ہوں اور جب میں اس کو پیدا کردوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا تاکہ میری فرمانبرداری کے ساتھ ہی آدم کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے چنانچہ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی تو تمام فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی۔ ابلیس جس کا نام عزازیل تھا اور مردود ہونے کے بعد لقب ابلیس پڑا جو اصل میں جنات میں سے تھا اور اپنی گذشتہ کثرت عبادت کی وجہ سے آسمان پر فرشتوں کے ساتھ شامل کرلیا گیا تھا وہ اپنی جگہ پر تنا کھڑا رہا اور آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔

اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ابلیس نے تکبر برتا اور فرشتوں کے ساتھ حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا تو حق تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا یعنی جس کے ایجاد کی طرف خاص عنایت ربانیہ متوجہ ہوئی اور اپنی قدرت کاملہ سے بنایا اور پھر اس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا گیا تو تجھ کو کونسی چیز آدم کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی؟ کیا تو غرور میں آ گیا اور جان بوجھ کر اپنے کو بڑا بنانا چاہا یا واقع میں تو اپنا مرتبہ ہی اونچا سمجھتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ اگرچہ عالم الغیب اور دلوں کے بھید تک سے واقف ہیں مگر ابلیس کے امتحان اور آزمائش کے لئے یہ سوال کیا گیا کہ کس بات نے تجھے آدم کے سامنے جھکنے سے روکا جبکہ میں نے حکم دیا تھا۔ اس پر ابلیس لعین کیا منطقی جواب دیتا ہے کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے آپ نے آگ سے بنایا اور آدم کو مٹی کے گارے سے پیدا کیا مطلب یہ کہ میں آدم سے افضل ہوں پس مجھ کو حکم دینا کہ اس کے سامنے سجدہ کروں خلاف حکمت ہے۔ دیکھئے یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے صاف اور صریح حکم کے سامنے اپنی عقل دوڑانا کم بختی کی نشانی ہے۔ جب آقا نے حکم صادر فرمادیا کہ یہ کرو پھر بندہ کے لئے حجت کی گنجائش کہاں باقی رہی اب اگر بندہ اپنے آقا و مالک کے حکم کی فوراً تعمیل نہ کرے تو وہ یقیناً نافرمان ہے۔ اس کا یہ بہانا قابل سماعت نہ ہوگا کہ آپ کا حکم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میری عقل میں تو یہی آتا ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ بندہ کی یہ ٹال مٹول یا تو جہالت کی وجہ سے ہوگی یا پھر بے جا اکڑفوں ہے اس کے کیا معنٰی کہ بندہ اپنے آقا و مالک سے حجت کرے۔ ابلیس کا جواب چونکہ غرور اور تکبر کی جہالت پر مبنی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر واضح کردیا کہ جہالت سے پیدا شدہ کبر و غرور نے تجھ کو اس قدر اندھا کردیا کہ تو اپنے خالق کے حقوق اور احترام خالقیت سے بھی منکر ہو گیا اور میرے حکم کو خلاف حکمت قرار دیا پس تو اب اس سرکشی کی وجہ سے ابدی ہلاکت کا مستحق ہے اس لئے حکم ہوا کہ میرے دربار میں تجھ جیسے نافرمانوں کی رسائی نہیں۔ یہاں سے نکل۔ دور ہو تو میری رحمت سے دور ہو گیا۔ اب تجھ پر ابدی لعنت نازل ہوئی۔ ابلیس نے جب دیکھا کہ خالق کائنات کے حکم کی خلاف ورزی اور تکبر و غرور برتنے پر مجھ کو رب العالمین کی آغوش رحمت سے مردود اور جنت سے محروم کردیا تو بجائے توبہ اور ندامت کے اور عاجزی اور خاکساری کے اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا کی کہ تاقیام قیامت مجھ کو مہلت عطا کردی جائے اور اس طویل مدت کے لئے میری زندگی کی رسی کو دراز کردیجئے۔ حکمت الٰہی کا تقاضا بھی یہی تھا لہٰذا اس کی درخواست منظور کرلی گئی۔ یہ سن کر اس نے پھر ایک مرتبہ اپنی خباثت و شیطنت کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگا کہ جب آپ نے مجھ کو راندہ درگاہ کر ہی دیا تو جس آدم کی بدولت مجھے یہ رسوائی نصیب ہوئی میں بھی اس کی اولاد سے خوب بدلہ لوں گا اور ان کو آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے ہر جانب ان کو گمراہ کروں گا اور ان کی اکثریت

کو تیرا ناسپاس اور ناشکر گزار بنا کر چھوڑوں گا اور جہاں تک میرا بس چلے گا کسی کو اس راستہ پر نہ چلنے دوں گا جو آپ نے ان کے لئے مقرر کیا ہے۔ میرے حملہ سے کوئی بچ نہ سکے گا سوائے ان لوگوں کے جو آپ کے مخلص بندے ہوں گے۔ ان پر البتہ میرا زور نہ چل سکے گا اور وہ بچ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کو ایسا ہی حاکمانہ جواب ملا کہ ہم کو اس کی کیا پروا۔ جو بنی آدم مجھ سے روگردانی کر کے تیری پیروی کرے گا وہ تیرے ہی ساتھ جہنم میں جھونکا جائے گا اور میں سب کو دوزخ میں بھر دوں گا۔ ایک بھی میری پکڑ سے بچ کر نکل نہ سکے گا۔ یہ بالکل حقیقت ہے کیونکہ میری سب باتیں سچی اور ٹھیک ہی ہوا کرتی ہیں۔ تو گویا یہاں حق تعالیٰ نے بنی آدم کو سنا دیا کہ تمہارے دشمن نے تمہارے بہکانے اور گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہے اور میں نے بھی وعدہ کر لیا ہے کہ بنی آدم میں سے جو بھی اس کا کہنا مانے گا ان سب سے شیطان کے ہمراہ جہنم بھر دوں گا۔ تو خبردار اور ہوشیار رہنا چاہئے اور شیطانی چالوں میں ہرگز نہ آنا چاہئے۔

اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ بطور اتمام حجت کے اور قول اخیر کے ان منکرین سے یہ کہہ دیجئے کہ میری اس نصیحت سے غرض یہ ہے کہ اپنے دشمن اور دوست میں تمیز کرو۔ شیطان لعین جو ازلی دشمن ہے اس کی راہ مت چلو اور اللہ کے رسول کا کہنا مانو میں اس نصیحت تبلیغ دین اور احکام قرآن پر تم سے کوئی بدلہ اور اجرت تو نہیں مانگتا۔ اس سے میرا مقصود کوئی دنیوی نفع حاصل کرنا تو نہیں۔ اور نہ میں خوانخواہ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فہمائش ہوتی ہے اور احکام آتے ہیں وہ بلا کمی بیشی کے تم تک پہنچا دیتا ہوں۔ اب اس پر بھی جو شخص کفر کرے اور انکار و تکذیب پر جما رہے تو تھوڑی مدت کے بعد یعنی مرتے ہی میری باتوں کی حقیقت میرے کلام کی تصدیق میرے بیان کی سچائی۔ میری زبان کی صداقت معلوم ہو جائے گی۔ اس وقت تمہیں یقین آ جائے گا اور میری کہی ہوئی خبریں سب دیکھ لو گے اور حق و باطل سب کھل جائے گا مگر اس وقت معلوم ہونے سے کچھ نفع نہیں۔

ایک تو اس مسئلہ کی طرف کہ ابلیس لعین کا کفر محض عملی نافرمانی کا نتیجہ نہیں کیونکہ کسی فرض کو عملاً ترک کر دینا اصول شریعت میں فسق و گناہ ہے کفر نہیں۔ ابلیس کے کفر کا اصل سبب حکم ربانی سے معارضہ اور مقابلہ کرنا ہے کہ جو اس لعین نے یہ کہہ کر کیا کہ آپ نے جس کو سجدہ کرنے کا مجھے حکم دیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ میں اس کو سجدہ کروں کیونکہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ یہ معارضہ اور مقابلہ بلاشبہ کفر ہے۔ (معارف القرآن جلد اول)

اب غور کیجئے کہ آج اس بے دینی کے دور میں یہ مہلک مرض یعنی حق تعالیٰ کے احکام سے مقابلہ و معارضہ کس درجہ میں عام ہوتا جا رہا ہے اور ہم اسلام کا ظاہری لیبل لگا کر اپنے ایمان اور اسلام پر مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور اپنے احکام کی بلا چوں و چرا اتباع و اطاعت نصیب فرمائیں آمین۔

(۲) دوسرے اپنی شریعت اسلامیہ میں سجدہ تعظیمی کے متعلق جو حکم ہے اس کو ذرا وضاحت سے ظاہر کرنا ہے کیونکہ اس جہل اور بے دینی کے دور میں یہ مرض بھی موجود ہے۔ آج بعض جہلاء اپنے پیروں کو سجدہ تعظیمی کرتے ہیں اور اولیاء اللہ اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنا تو ہندوستان پاکستان میں اکثر نے دیکھا ہی ہو گا۔ یہاں اس سورۃ میں اور سورۃ بقرہ وغیرہ میں فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور سورۂ یوسف تیرہویں پارہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں کا مصر پہنچنے کے بعد یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا مذکور

ہے۔اب یہ تو ظاہر ہے کہ یہ سجدہ عبادت کے لئے نہیں ہوسکتا کیونکہ غیر اللہ کی عبادت کفر و شرک ہے اور اصول ایمان کے خلاف ہے اور وہ کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں رہی۔ سجدہ تعظیمی پچھلی شریعتوں میں جائز تھا اور قدیم انبیاء کے زمانہ میں اس سجدہ تعظیمی کا وہی درجہ تھا جو ہماری شریعت محمدیہ میں سلام، مصافحہ، معانقہ اور دست بوسی یا تعظیم کے لئے کھڑے ہو جانے کا ہے۔اس طرح انبیاء سابقین کی شریعت میں بڑوں کی تعظیم اور تحیہ کے لئے سجدہ مباح تھا لیکن شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو گیا اور بڑوں کی تعظیم کے لئے صرف سلام اور مصافحہ و معانقہ کی اجازت دی گئی۔ رکوع، سجدہ اور بہیئت نماز ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو نا جائز قرار دیا گیا۔ اسی طرح جانداروں کی تصویر بنانا اور استعمال کرنا پچھلی شریعتوں میں جائز تھا۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں سورۂ سبا ۲۲ ویں پارہ میں مذکور ہے کہ جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تصویریں اور مجسمے بنایا کرتے تھے مگر شریعت محمدیہ چونکہ اب دائمی شریعت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت ختم ہو چکی۔اس لئے اس شریعت مطہرہ کو مسخ اور تحریف سے بچانے کے لئے ہر ایسے سوراخ کو بند کر دیا گیا جہاں سے شرک و بت پرستی آ سکتی تھی۔اس طرح اس شریعت میں وہ تمام چیزیں حرام قرار دے دی گئیں جو گذشتہ انبیاء کے زمانوں میں شرک و بت پرستی کا ذریعہ بنی تھیں۔تصویر سازی اور اس کے استعمال کو اسی وجہ سے حرام کیا گیا اور سجدۂ تعظیمی بھی اس شریعت میں اسی وجہ سے حرام ہوا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ مشہورہ سے سجدہ تعظیمی کا حرام اور نا جائز ہونا ثابت ہے۔

خلاصہ یہ کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ جو قرآن کریم میں مذکور ہے یہ سجدہ تعظیمی تھا جو اب شریعت محمدیہ میں اس کو شرک و کفر کے شائبہ سے بھی پاک رکھنے کے لئے نا جائز قرار دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بقصد تعظیم بھی سجدہ یا رکوع کرنا جائز نہیں رکھا گیا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی شریعت اسلامیہ کی قدر منزلت نصیب فرمائیں اور اس کی ہر چھوٹی بڑی ظاہری و باطنی نافرمانی سے بچائیں۔آمین۔

الحمد للہ اس درس پر سورۂ ص کا بیان ختم ہوا۔جس میں ۵ رکوع تھے۔اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو شرف و عزت بنی آدم میں پیدا فرما کر ہم کو بخشا ہے ہمیں اس شرف کی لاج کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنا تابعدار اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی حالت پر موت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمارے دین اسلام کی حفاظت کا سامان فرمایئے اور نفس و شیطان کی چالوں سے ہماری حفاظت فرمایئے۔یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو اپنے مخلص بندوں میں شامل فرما لیجئے اور انہیں کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمایئے۔یا اللہ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی ہدایات و تعلیمات کا متبع اور پیرو کار بنا دیجئے اور قرآنی نصائح سے ہمارے قلوب کو منور و مزین فرما دیجئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّ ثَمَانِ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی

لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا

عبادت کرتے رہئے یاد رکھو عبادت جو کہ خالص ہو اللہ ہی کیلئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی پرستش صرف

لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ

اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں تو اُن کے باہمی اختلافات کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا

مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

جو (قولاً) جھوٹا اور (اعتقاداً) کافر ہو۔

تَنْزِيْلُ نازل کیا جانا	الْكِتٰبِ یہ کتاب	مِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَكِيْمِ حکمت والا	اِنَّآ اَنْزَلْنَآ بیشک ہم نے نازل کی		
اِلَيْكَ تمہاری طرف	الْكِتٰبَ یہ کتاب	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	فَاعْبُدِ اللّٰهَ پس اللہ کی عبادت کرو	مُخْلِصًا خالص کر کے	لَهُ اسی کیلئے	الدِّيْنَ عبادت	
اَلَا یاد رکھو	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الدِّيْنُ عبادت	الْخَالِصُ خالص	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اتَّخَذُوْا بناتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖٓ اسکے سوا	اَوْلِيَآءَ دوست
مَا نَعْبُدُهُمْ نہیں عبادت کرتے ہم انکی	اِلَّا مگر	لِيُقَرِّبُوْنَآ اسلئے کہ وہ مقرب بنادیں ہمیں	اِلَى اللّٰهِ اللہ کا	زُلْفٰى قرب کا درجہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ		
يَحْكُمُ فیصلہ کردیگا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	فِيْ مَا جس میں	هُمْ وہ	فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ وہ اختلاف کرتے ہیں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	
لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	مَنْ هُوَ جو ہو	كٰذِبٌ جھوٹا	كَفَّارٌ ناشکرا				

تفسیر و تشریح: الحمد للہ اب تیئسویں پارہ کی سورہ زمر کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی ابتدائی تین آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام نزول وجہ تسمیہ خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے آخری رکوع میں لفظ زمر استعمال کیا گیا ہے۔ زمر کے لفظی معنی ہیں گروہ در گروہ جوق جوق جھتے جھتے جیسا کہ اس سورۃ کے آخری رکوع میں بتایا گیا کفار کو جہنم کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا، ایسے ہی مومنین کو بھی جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا۔ اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا نام زمر (یعنی گروہ در گروہ) مقرر کیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول ہجرت حبشہ سے قبل کا بتلایا گیا ہے موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ ۳۹ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۸۰ لکھا ہے۔ یعنی ۷۹ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۳۴ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔

اس سورۃ میں ۷۵ آیات ۸ رکوعات ۱۱۸۴ کلمات اور ۴۹۶۵

حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے مثل دوسری مکی سورتوں کے اس میں بھی عقائد کا بیان ہے اور پوری سورۃ توحید کے دلائل اس کی تعلیم اور اس کے تقاضوں اور ان پر عمل کے نتیجہ میں ملنے والے انعامات اور اس کے مقابلہ میں کفر وشرک کا رد۔ اس کی برائیوں اور اس کے نتیجہ میں ملنے والی سزاؤں کے بیان پر مشتمل ہے۔

سورۃ کی ابتداء قرآن کریم کے حقانیت کے بیان سے فرمائی گئی اور انسانوں کو تعلیم دی گئی کہ ہر طرف سے منہ موڑ کر خالص اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف جھکو اور اسی کی طاعت و بندگی کرو۔ زمین وآسمان کی پیدائش دن رات کا باقاعدہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہنا سورج اور چاند کی باقاعدہ ایک نظام میں بندھی ہوئی گردش حیوانات اور انسان کی پیدائش یہ سب اللہ کی قدرت کو ظاہر کر رہے ہیں اور اس کی توحید پر دلالت ہیں۔ پھر اس کو وحدہ لاشریک نہ ماننے کے کیا معنی پھر انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا گیا اگر کسی کو از خود نہیں سوجھتا اور توحید باری تعالیٰ کے کائنات میں پھیلے ہوئے بے شمار دلائل نظر نہیں آتے تو وہ اس قرآن کے بتانے ہی سے اللہ کو جانے اور اسے ایک مانے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی قدرت اور بڑی طاقت والی ہے اور وہ بڑا دانا بینا ہے۔ اس لئے اس کا کلام یعنی یہ قرآن زور و قوت اور علم وحکمت کا خزانہ ہے۔ اس لئے انسان کی بھلائی صرف اسی میں ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ اس کے حکموں پر عمل کرے اور دنیا میں اس قرآن کریم کی بتلائی ہوئی راہ پر چل کر پرہیزگاری کی زندگی بسر کرے۔ اللہ کی اطاعت میں ہر وقت سرگرم رہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی پروا نہیں کہ کوئی اسے مانے یا نہ مانے۔ انسان کا اپنا بھلا خود اسی میں ہے کہ وہ اللہ کو اپنا رب اور معبود مانے۔ جو نہ مانے گا اور ناشکری کرے گا اس کی سزا اسے خود ملے گی پھر عام انسانوں کی حالت بتلائی گئی کہ انسان کی بھی عجیب حالت ہے جب اس پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو اللہ کو پکارنے لگتا ہے اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر بھول کر بھی اللہ کو یاد نہیں کرتا اور اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے مگر سب انسان برابر نہیں۔ بعض لوگ ہر حال میں اللہ ہی کو یاد رکھتے ہیں اور اسی کی عبادت اور شکر گزاری میں اپنا دن رات گزارتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کا انجام بھی یکساں نہیں ہو گا۔ نیک لوگوں کا انجام دنیا وآخرت دونوں میں اچھا ہوگا۔ وہ بے شمار انعامات کے مستحق ہوں گے اور ان کو یقیناً جنت میں بڑے آرام و راحت کی زندگی نصیب ہوگی لیکن اللہ سے منہ موڑنے والے دوزخ کے اندر آگ میں جلیں گے اور وہاں کے عذاب بھگتیں گے اور انتہائی حسرت اور افسوس کے ساتھ کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی اور شامت اعمال کہ ہم غفلت میں پڑے رہے۔ اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے اور انہوں نے سمجھانے کا حق ادا کیا لیکن ہم دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے بیٹھے تھے۔ ان کی ایک نہ سنی مگر وہاں اس اقرار اور پچھتانے کا کوئی نتیجہ نہیں۔ الغرض خلاصہ اس سورۃ کی تمام تعلیمات کا یہی ہے کہ سچی بات کی پیروی کرو اور کفر وشرک کر کے اللہ کے سر جھوٹی باتیں مت لگاؤ۔ اللہ ہی کے ہو کر رہو۔ مرنے کے بعد اسی کے پاس جانا ہوگا۔ وہی سب کو ان کے اعمال کے مطابق جزا سزا دے گا اور قیامت میں اس کی قدرت سب پر علانیہ ظاہر ہو جائے گی اور سب کی زبان پر اسی کی حمد وثنا ہوگی۔ ہر ایک انصاف کے ساتھ اپنا حق پائے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درس میں سامنے آئیں گی۔

اب ان ابتدائی آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا اس تمہید سے ہوتی ہے کہ یہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس کی

طرف سے نازل فرمایا گیا ہے اور جو عزیز و حکیم ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی دو صفات عزیز و حکیم یعنی جو سب سے زبردست ہے اور ساتھ ہی بڑی حکمت والا ہے بیان فرمائی گئی ہیں اور جن سے مقصود یہ جتلانا ہے کہ چونکہ یہ کتاب اللہ تبارک وتعالیٰ زبردست کی طرف سے ہے اس لئے اس کتاب کے احکام پھیل کر اور نافذ ہو کر رہیں گے۔ کوئی طاقت اس کے نفاذ اور شیوع کو روک نہیں سکتی دوسرے یہ کہ وہ حکیم ہے اس لئے دنیا کی کوئی کتاب اس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جو تعلیمات و ہدایات اس کتاب میں دی گئی ہیں وہ سراسر حکمت و دانائی پر مبنی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے یعنی جو کچھ اس میں ہے حق اور سچائی ہے سو آپ اس قرآن کی تعلیم کے موافق خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہئے جیسا کہ اب تک آپ کرتے رہے ہیں اور اسی کی طرف قولاً اور فعلاً لوگوں کو دعوت دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ اسی بندگی کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو یعنی جس میں کوئی شریک یا ریا۔ نمود و دکھاوا نہ ہو بلکہ خالص اللہ کے لئے اور اسی کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو۔ آگے مشرکین کا ناپاک عقیدہ بیان کیا جاتا ہے کہ عموماً یہ مشرک لوگ یہی کہا کرتے ہیں کہ ان چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا کے نزدیک ہو جائیں گے۔ اور ان دیوتاؤں کی سفارش سے ہمارے کام بن جائیں گے۔ اس کا جواب ارشاد ہوا کہ ان لچر پوچ حیلوں سے جو یہ مشرکین خالص توحید کے عقیدہ میں جھگڑے ڈال رہے ہیں اور اہل حق سے اختلاف کر رہے ہیں تو اس کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے ہو جائے گا۔ یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ عملی فیصلہ اس طرح کر دیں گے کہ اہل توحید کو جنت میں اور اہل شرک کو جہنم میں داخل کر دیں گے۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے نہ ماننے سے آپ غم نہ کریں ان کا فیصلہ وہاں ہوگا اور اس کا بھی تعجب نہ کریں کہ باوجود ایسے واضح دلائل اور کھلی ہوئی براہین کے یہ راہ حق پر کیوں نہیں آتے تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ ہدایت دیکھنا نصیب نہیں فرماتے جو قولاً جھوٹا اور اعتقاداً کافر ہو اور اس سے باز نہ آئے اور طلب حق کا قصد ہی نہ کرتا ہو تو اس کے اس عناد سے اللہ تعالیٰ بھی اس کو ہدایت کی توفیق نہیں بخشتے۔

ان ابتدائی آیات سے معلوم ہوا اور قرآن کریم کی دوسری متعدد آیات اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال کی مقبولیت بقدر اخلاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہونی چاہئے جس میں کسی غیر اللہ کے شرک یا ریاء و نمود و نمائش کا شائبہ نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بعض اوقات کوئی صدقہ و خیرات کرتا ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس میں میری نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ میری تعریف اور ثنا کریں گے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے جس میں کسی غیر کو شریک کیا گیا ہو۔ پھر آپؐ نے بطور استدلال کے ان ابتدائی آیات میں سے تلاوت فرمایا۔ فاعبدالله مخلصاً له الدين ۝ الاالله الدين الخالص (سو خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہو۔ اے لوگو یاد رکھو عبادت جو کہ شرک و ریاء سے خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال کی قدر اور وزن بقدر اخلاص ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کمال اخلاص بدوں کمال ایمان حاصل نہیں ہوتا اور اخلاص کامل یہ ہے کہ اللہ کے سوا نہ کسی کو نفع وضرر کا مالک سمجھے نہ اپنے کاموں میں کسی غیر اللہ کو متصرف جانے۔ نہ کسی طاعت وعبادت میں غیر اللہ کا اپنے قصد سے تصور ودھیان آنے دے۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اخلاص وللّٰہیت روحانی اور اخلاقی بلندی کا آخری زینہ ہے۔ اسی لئے بزرگان دین اور مشائخ طریقت فرماتے ہیں کہ سلوک کے تمام منازل طے کر لینے کے بعد آخری منزل اخلاص وللّٰہیت کی ہے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اخلاص کے لفظی معنیٰ تو یہ ہیں کہ نیت صرف ایک ہی شے کی ہو کیونکہ خالص اسی شے کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہ ہو۔ مگر اصطلاح شریعت میں اخلاص کے یہ معنیٰ ہیں کہ محض حق تعالیٰ کی ذات مقصود ہو اور اخلاص کی اصل مسلمان کی نیت ہے کیونکہ نیت ہی میں اخلاص ہوا کرتا ہے تو اخلاص وللّٰہیت کا مطلب یہ ہوا کہ اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ صرف اس لئے اور اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا خالق و پروردگار اللہ جل شانہ ہم سے راضی ہو۔ ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔ اسی طرح عبادت سے مقصود اگر محض عبادت ہے تب تو اخلاص کہلائے گا اور اگر اس میں ریا یعنی دکھاوے کی آمیزش یا نام و نمود یا دنیا کے کسی فائدہ کا بھی ارادہ شامل ہو تو اس کو اخلاص نہیں کہیں گے مثلاً روزہ رکھنے سے مقصود یہ ہو کہ روزہ رکھنا عبادت ہے اور یہ بھی مقصود ہو کہ کھانے پینے کے پرہیز کرنے سے بیماری کو بھی نفع ہوگا پس ایک کام میں دو نیتیں شامل ہوئیں تو اس کو اخلاص نہ کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقت اخلاص نصیب فرمائیں اور اپنا مخلص بندہ بن کر زندہ رہنا نصیب فرمائیں۔

الغرض سورۃ کی ابتداء حقانیت قرآن اور توحید کی تعلیم اور خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی بجالانے کی ہدایت فرمائی۔ اب آگے مضمون توحید ہی کے سلسلہ میں مشرکین کے بعض عقائد کا رد فرمایا جاتا ہے اور توحید باری تعالیٰ کے عقلی دلائل دیئے جاتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔

یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کی قدر دانی اور شکر گزاری کی توفیق عطا فرما اور اخلاص کے ساتھ اپنی بندگی اور طاعت کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ نام ونمود اور ریا اور دکھاوے جیسی بدخصلتوں سے اور بری نیتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

اگر (بالفرض) اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا وہ پاک ہے وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ

اُس نے آسمان و زمین کو حکمت سے پیدا کیا۔ وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

کہ ہر ایک وقت مقرر تک چلتا رہے گا یاد رکھو کہ وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا (بھی) ہے اُس نے تم لوگوں کو تن واحد

وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِيْ

(یعنی آدمؑ) سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لئے آٹھ نر و مادہ چارپایوں کے پیدا کئے وہ تم کو

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ

ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے تین تاریکیوں میں یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب اسی کی سلطنت ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم کہاں (حق سے) پھرے چلے جا رہے ہو۔

لَوْ اگر	اَرَادَ اللّٰهُ چاہتا اللہ	اَنْ يَّتَّخِذَ کہ بنائے	وَلَدًا اولاد	لَّاصْطَفٰى البتہ وہ چن لیتا	مِمَّا اس سے جو	يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وہ پیدا کرتا ہے (مخلوق) جسے وہ چاہتا ہے	
سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	هُوَ اللّٰهُ وہی اللہ	الْوَاحِدُ واحد یکتا	الْقَهَّارُ زبردست	خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	
بِالْحَقِّ حق (درست تدبیر) کے ساتھ	يُكَوِّرُ وہ لپیٹتا ہے	الَّيْلَ رات	عَلَى النَّهَارِ دن پر	وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ اور دن کو لپیٹتا ہے	عَلَى الَّيْلِ رات پر		
وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا	الشَّمْسَ سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	كُلٌّ يَّجْرِيْ ہر ایک چلتا ہے	لِاَجَلٍ ایک مدت	مُّسَمًّى مقررہ	اَلَا یاد رکھو	
هُوَ الْعَزِيْزُ وہ غالب	الْغَفَّارُ بخشنے والا	خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	مِّنْ سے	نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ نفس واحد	ثُمَّ جَعَلَ پھر اس نے بنایا		
مِنْهَا اس سے	زَوْجَهَا اس کا جوڑا	وَاَنْزَلَ اور اس نے بھیجے	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنَ الْاَنْعَامِ چوپایوں سے	ثَمٰنِيَةَ آٹھ	اَزْوَاجٍ جوڑے	
يَخْلُقُكُمْ وہ پیدا کرتا ہے تمہیں	فِيْ بُطُوْنِ پیٹ (جمع) میں	اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری مائیں	خَلْقًا ایک کیفیت	مِّنْۢ بَعْدِ کے بعد	خَلْقٍ دوسری کیفیت		
فِيْ ظُلُمٰتٍ تاریکیوں میں	ثَلٰثٍ تین	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہ تمہارا اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار	لَهُ اس کیلئے	الْمُلْكُ بادشاہت	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود
اِلَّا هُوَ اس کے سوا	فَاَنّٰى تو کہاں	تُصْرَفُوْنَ تم پھرے جاتے ہو					

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں مشرکین کا قول نقل کیا گیا تھا کہ جو یہ کہتے تھے کہ ہم اپنے دیوی اور دیوتاؤں یعنی چھوٹے خداؤں کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ ہم بڑے خدا سے نزدیک ہو جائیں گے یعنی کفار و مشرکین جو غیر اللہ کی پرستش کرتے تھے تو ان کو وہ وسیلہ

جانتے تھے اور وجہ وسیلہ ہونے کی یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارے معبود دیوی دیوتا خدا کی اولاد ہیں (نعوذ باللہ تعالیٰ) اور باپ واولاد میں بڑا رابطہ اور تعلق ہوتا ہے اولاد باپ سے کہہ کر ہماری حاجتیں روا کروادیتے ہیں چنانچہ مکہ کے مشرکین فرشتوں کو پوجتے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں اپنے عقیدہ میں قرار دیتے تھے۔ شرک کی یہ قسم کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی جائے دنیا کی دوسری قوموں میں بھی پائی جاتی تھی۔ یہود میں ایک فرقہ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتا تھا۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ اب تک رکھتے ہیں۔ یونانی زہرہ اور مشتری ستاروں کو ایک دوسرے کا خاوند اور بیوی اور اولاد بناتے بناتے خدا تعالیٰ سے نسب ملادیتے تھے۔

ان آیات میں مشرکین کے انہی عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کے رد میں بتلایا جاتا ہے کہ بفرض محال اگر اللہ تعالیٰ کو اولاد ہی بنانا ہوتا تو وہ اپنی مخلوق میں سے عمدہ اور بہتر ہی کو نہ پسند کر لیتا تمہارے معبودوں میں کیا بات ہے اگر خدا کو اولاد بنانا منظور ہوتا تو بیٹیاں کیوں بناتا جو کہ خود ان مشرکین کو بھی ناپسند ہیں۔ بیٹے کیوں نہ بناتا اس کا کیا مطلب کہ خدا اپنے لئے تو گھٹیا چیز کا انتخاب کرے اور بڑھیا اولاد چن چن کر تمہیں دے۔ مگر اسے یہ منظور ہی نہ تھا کیونکہ وہ پاک ہے اولاد بنانے سے وہ ایسا خدا ہے کہ جو اکیلا ہے اور زبردست ہے۔

یہاں آیت میں اس عقیدۂ ولدیت کی تردید میں ایک چھوٹے سے جملہ سبحانہ هو اللّٰه الواحد القهار میں تین دلائل دیئے گئے۔

پہلی دلیل لفظ سبحانہ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر نقص۔ عیب اور کمزوری سے پاک منزہ اور مبرہ ہے اور ظاہر ہے کہ اولاد کی ضرورت ناقص اور کمزور اور حاجتمند کو ہوا کرتی ہے تا کہ اس کی نسل باقی رہے اور اس کی امداد واعانت کا ذریعہ ہو پیری اور ضعیفی میں اس کے کارآمد ہو تو حق تعالیٰ ان انسانی کمزوریوں سے پاک ہیں پھر آخر اولاد بنانا کس غرض سے ہوگا؟

دوسری دلیل لفظ واحد میں ہے کہ وہ اکیلا اور اپنی ذات میں واحد ہے۔ کسی جنس کا فرد نہیں اور ظاہر ہے کہ اولاد لازماً ہم جنس ہوا کرتی ہے تو اس یکتا ویگانہ ہستی کے لئے اولاد کیسے تجویز ہو سکتی ہے؟

تیسری دلیل لفظ قہار میں دی گئی یعنی جو بھی اس کی مخلوق ہے اس سے مغلوب ہے اور اس کی مملوک اور محکوم ہے اور اس کی قاہرانہ گرفت میں جکڑی ہوئی ہے تو جب ہر چیز اس کے سامنے دبی ہوئی ہے اور اس پر کسی کا دباؤ نہیں اس کی قوت سب پر غالب وہ کسی کا محتاج نہیں تو اُسے اولاد کی کیا حاجت؟

آگے اللہ تعالیٰ کے واحد وقہار ہونے کی دلیل دی جاتی ہے کہ اس کی قوت اِسی سے ظاہر ہے کہ اس نے آسمان اور زمین چاند سورج ستارے اور جملہ مخلوقات کو پیدا کیا اور بنایا اور بنایا بھی تو بڑی حکمت اور بجا طور پر مناسب شکل وصورت کے مطابق پھر تمام مخلوقات پر اسی کا تصرف اور دست قدرت ہے۔ وہی رات دن کا الٹ پھیر کرتا ہے اسی کے حکم سے انتظام کے ساتھ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے مسلسل چلے آرہے ہیں۔ سورج اور چاند کو اسی نے مسخر کر رکھا ہے کہ وہ اپنے دورے کو پورا کر رہے ہیں۔ ان کے لئے جو طریق کار اور نظام مقرر کر دیا ہے اس کے مطابق اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ جو نظام اور قانون قاعدہ ان کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے اسے کوئی چیز اور طاقت بدل نہیں سکتی تو ان عظیم الشان چیزوں کے بنانے اور ان کو اپنے حکم کے نیچے رکھنے ہی سے اس کی شان وبڑائی اور قوت وحکومت ظاہر ہے۔ انسان کا علم و دخل کچھ ہے تو وہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے قاعدہ اور قانون کے ماتحت ہی چل سکتا ہے۔ کائنات کے انتظام کے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی نئے قاعدہ قانون بنا سکتا ہے اور نہ بنائے ہوئے قاعدہ کو بدل سکتا ہے۔ جب یہ باتیں کسی اور میں نہیں تو اس کا واحد اور قہار ہونا ثابت ہوگیا۔ ان دلائل

کے بعد بھی اگر کوئی انکار توحید کرے تو لوگوں کی یہ گستاخی اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ یہ سب نظام درہم برہم کر دیا جائے اور بصورت انکار سخت سزا دی جائے لیکن وہ بڑا بخشنے والا اور درگزر کرنے والا ہے اور اپنی شان عفو و مغفرت سے ایسا یکدم نہیں کرتا اور اگر کوئی انکار کے بعد بھی اقرار کر لے تو گذشتہ انکار پر عذاب وسزا نہیں دیتا کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا بھی ہے۔

آگے مزید دلائل اپنی وحدانیت اور کامل القدرت ہونے کے دیئے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ آسمان' زمین' چاند' سورج وغیرہ تو اللہ نے پیدا ہی کئے تھے۔ لیکن خود تمہیں بھی اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔ پہلے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی بیوی حضرت حوا کو پیدا کیا اور پھر اس جوڑے سے تمام انسانی نسل دنیا میں پھیلی۔ پھر انسانوں کے نفع کے لئے چار قسم کے چوپائے اونٹ گائے بھیڑ بکری اپنی حکمت سے بنائے اور ہر قسم میں نر و مادہ کا جوڑا برقرار رکھا اس طرح چوپایوں میں آٹھ نر و مادہ پیدا کئے۔ یہاں ان چوپایوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ زیادہ کام میں یہی آتے ہیں۔ آگے انسانوں کی پیدائش کی کیفیت بتائی گئی کہ وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں رفتہ رفتہ تین تاریکیوں میں پیدا کرتا ہے۔ یعنی پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر خون پھر لوتھڑا پھر گوشت پوست ہڈی رگ پٹھے اور پھر روح کا ڈالا جانا یہ جملہ کیفیات تین تاریکیوں میں ہوتی ہیں۔ ایک تاریکی ماں کے پیٹ کی۔ دوسری تاریکی رحم کی تیسری اس جھلی کی جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

آگے جتلایا جاتا ہے کہ جب تم نے آسمان' زمین' چاند سورج' دن' رات کو دیکھ لیا اور ان کو جس نظام اور قانون کے ساتھ چلایا جا رہا ہے اس کو بھی سن لیا اور پھر انسان کی پیدائش اور اس کے فائدہ کے لئے حیوانات کے پیدا کئے جانے پر بھی غور کر لیا تو اب اس نتیجہ پر پہنچنے میں کیا دیر ہے کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے کارنامے ہیں اور اللہ ہی کی وہ ذات ہے کہ جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا اور پھر سب کی دیکھ بھال اور پرورش و تربیت کا انتظام کرتا ہے ساری حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر چیز اسی کے زیر فرمان ہے۔ تو جب خالق' رازق اور مالک وہی ہے تو معبود اس کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ خدائے واحد کے لئے ان صفات کے اقرار کر لینے کے بعد دوسرے کی بندگی کیسی؟ خوب سمجھ لو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جب یہ دلائل سے ثابت ہوا تو افسوس نہ معلوم تمہاری سمجھ اور عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت و بندگی کرنے لگے اور اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکے اور ان کو پوجنے لگے۔ کیسی انتہائی نادانی کی بات ہے۔

ابھی آگے کفر و شرک کی برائی اور اس کا ناپسندیدہ ہونا اور اہل کفر کی مذمت کا مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ توحید کی حقیقت ہم کو نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو اپنا تابع دار اور اطاعت گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آپ نے اپنی قدرت سے ہم کو دنیا میں پیدا فرما کر اتنی عمر عطا فرمائی۔ یا اللہ ہم کو اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنی مرضیات میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرما اور اپنی صحیح معرفت اور تعلق قوی نصیب فرما۔ یا اللہ یہ کائنات کا نظام جو ایک اٹل قانون کے اندر چل رہا ہے اس میں غور و فکر کر کے ہم کو اپنی توحید کامل کرنے کی توفیق و صلاحیت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ

اگر تم کفر کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارا حاجتمند نہیں اور وہ اپنے بندوں کیلئے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے تو اس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ

اور کوئی کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا۔ سو وہ تم کو تمہارے سب اعمال جتلا دے گا۔ وہ

بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑦

دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

اِنْ تَكْفُرُوْا اگر تم ناشکری کرو گے	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	غَنِيٌّ بے نیاز	عَنْكُمْ تم سے	وَلَا يَرْضٰى اور وہ پسند نہیں کرتا	لِعِبَادِهِ اپنے بندوں کیلئے		
الْكُفْرَ ناشکری	وَاِنْ اور اگر	تَشْكُرُوْا تم شکر کرو گے	يَرْضَهُ لَكُمْ وہ اسے پسند کرتا ہے تمہارے لئے	وَلَا تَزِرُ اور نہیں اٹھاتا	وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اٹھانیوالا		
وِزْرَ بوجھ	اُخْرٰى دوسرے کا	ثُمَّ پھر	اِلٰى طرف	رَبِّكُمْ اپنا رب	مَرْجِعُكُمْ لوٹنا ہے تمہیں	فَيُنَبِّئُكُمْ پھر وہ جتلا دے گا تمہیں	بِمَا وہ جو
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینہ (دلوں) کی پوشیدہ باتیں				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں بعض حقائق و دلائل توحید بیان فرما کر فانی تصرفون (اے مشرکین تم کہاں بہکے جا رہے ہو) فرمایا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ادھر ادھر کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ اس پر مشرکین کا گمان جا سکتا تھا کہ اللہ کو ہماری بڑی ضرورت ہے اور ہمارے ایمان اور شکر گزاری کی بڑی حاجت ہے جو ہم کو اپنی طرف بلاتا ہے اس خیال کے دفعیہ اور اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ اسے کوئی مانے یا نہ مانے۔ کسی کے کفر سے اس کی خدائی میں ذرہ برابر کمی نہیں آ سکتی۔ مانو گے تب بھی وہی خدا ہے اور نہ مانو گے تب بھی وہ خدا ہے اور رہے گا لیکن خود انسان کا بھلا اسی میں ہے کہ اللہ کو اپنا رب اور معبود مانے۔ اگر کافر بن کر اس کے انعامات اور حقوق کا انکار کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ کفر سے راضی نہیں۔ اپنے بندوں کے کافر اور منکر بننے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس چیز کو ان کے لئے ناپسند کرتا ہے اور جو بندے اس کا حق مان کر مطیع اور شکر گزار بنیں۔ یہ بات اس کو پسند ہے جس کا نفع انہیں کو پہنچتا ہے۔ اس طرح ہر شخص وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو۔ یہ نہ ہوگا کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ ہر شخص اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا جائے گا اور وہ اس دن صاف صاف بتا دے گا کہ کون شخص کیا کام کرتا رہا ہے کیونکہ وہ ہر ایک کے کاموں سے خوب واقف ہے بلکہ وہ سب کے دلوں تک کے بھید اچھی طرح جانتا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سارا جہان اگر متقی ہو جائے تو اس سے اللہ کو کچھ نفع نہیں پہنچتا اور اگر سارا جہان نافرمان ہو جائے تو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ جیسا جو عمل کرتا ہے لکھا جاتا ہے۔ اگر نیک عمل ہے تو اللہ اپنے فضل سے عمل سے بڑھ کر جزا دے گا اور عمل بد ہے تو بدی کے حیثیت کے موافق سزا ہوگی یا معاف کر دیا جائے گا بغیر ہدایت اور توفیق الٰہی کے آدمی گمراہی میں پڑا ہوا ہے اس کو چاہئے اللہ سے ہدایت کی التجا کرے۔ اللہ اس کو نیک راستہ پر لگا دے گا۔ (ربنا اھدنا الصراط المستقیم) اس صحیح حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ نہ اللہ کو نیک کام کی حیثیت سے بڑھ کر جزا دینے میں کچھ دریغ ہے نہ بدی کے بخش دینے میں کچھ دریغ نہ سارے جہان کے نیک ہو جانے سے اس کا کچھ نفع۔ نہ سارے جہان کے بد بن جانے سے اس کا کوئی ضرر۔ تو اسی غنا

اور بے پروائی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اگر سب لوگ منکر ہو جاویں تو اللہ کو ان کے منکر ہونے کی کچھ پروا نہیں۔ خدا کی بادشاہی دنیا کے بادشاہوں جیسی نہیں ہے کہ ان کی سلطنت کو فوج یا رعیت کے منحرف ہو جانے سے ضرر پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے کسی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ خود بندوں کے مفاد کی خاطر یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کفر کریں کیونکہ کفر خود انہیں کے لئے نقصان دہ ہے۔

یہاں ایک ضروری بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چیز ہے اور اس کی رضا دوسری چیز ہے دنیا کا کوئی کام بھی اللہ کی مشیت کے خلاف نہیں ہو سکتا مگر اس کی رضا کے خلاف بہت سے کام ہو سکتے ہیں اور رات دن ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً دنیا میں ظالموں کا حکمران ہونا چوروں اور ڈاکوؤں کا پایا جانا قاتلوں، زانیوں اور شرابیوں کا موجود ہونا اگر اللہ تعالیٰ اپنے بنائے ہوئے نظام قدرت میں سرے سے ان کاموں کی گنجائش ہی نہ رکھتا تو دنیا میں کبھی کوئی برائی ظاہر نہ ہوتی۔ لیکن چونکہ یہ دنیا دارالامتحان ہے اس لئے خیر اور شر دونوں کا وجود دنیا میں انسانوں کی آزمائش کے لئے رکھا گیا اور یہ سب کچھ بربنائے مشیت ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو کچھ مشیت کے تحت صدور ہو رہا ہے اللہ کی رضا بھی اس کو حاصل ہے۔ مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص اگر حرام و ناجائز راستہ سے اپنا رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ اسی ذریعہ سے اس کو رزق دیتا ہے۔ یہ تو ہے اس کی مشیت۔ مگر مشیت کے تحت چور ڈاکو رشوت خور اور کافر مشرک کو رزق دینے کا یہ مطلب نہیں کہ چوری ڈاکے رشوت کو اللہ تعالیٰ پسند بھی کرتا ہے۔ مشیت الٰہی کا قانون تکوینی دوسرا ہے اور مرضیات الٰہی کا قانون تشریعی جدا ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ یہاں آیت میں فرما رہے ہیں کہ تم کفر کرنا چاہو تو کرو۔ ہم تمہیں زبردستی اور جبراً قہراً اس سے روک کر مومن نہیں بنائیں گے۔ مگر یہ ہمیں پسند نہیں ہے کہ تم بندے ہو کر اپنے خالق و پروردگار سے کفر کرو۔ کیونکہ یہ تمہارے ہی لئے نقصان دہ ہے ہماری خدائی کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔

یہاں آیت میں ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ **ان تکفروا** **فان اللہ غنی عنکم** اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے اس کے مقابلہ میں **و ان تشکروا یرضہ لکم** فرمایا گیا یعنی اور اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے تو یہاں کفر کے مقابلہ میں ایمان کے لفظ کی بجائے شکر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ کفر درحقیقت احسان فراموشی اور حق ناشناسی ہے اور ایمان فی الحقیقت شکر گزاری اور احسان مندی اور حق شناسی ہے۔ جس شخص میں اللہ جل شانہ کے احسانات کا کچھ بھی احساس ہوگا وہ ایمان کے سوا دوسری راہ اختیار نہیں کر سکتا اس لئے شکر و ایمان ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ جہاں شکر ہوگا وہاں ایمان ضرور ہوگا۔ اور اس کے برعکس جہاں کفر ہوگا وہاں شکر کا سرے سے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ کفر کے ساتھ شکر کے کوئی معنیٰ نہیں۔

ان آیات کے تحت مفسرین نے اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کی تصریح کی ہے کہ دنیا میں کوئی اچھا یا برا کام ایمان یا کفر اللہ تعالیٰ کی مشیت یا ارادہ کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے ہر چیز کے وجود میں آنے کے لئے اللہ جل شانہ کا ارادہ شرط ہے۔ البتہ رضا اور پسندیدگی حق تعالیٰ کی صرف ایمان اور اعمال صالحہ سے متعلق ہوتی ہے۔ کفر و شرک اور معاصی اس کو پسند نہیں۔ (معارف القرآن جلد ۷) اسی بنا پر علمائے اہل حق نے لکھا ہے کہ اہل حق کا مذہب تقدیر پر ایمان لانا ہے اور یہ کہ تمام کائنات اچھی ہو یا بری سب اللہ تعالیٰ کے حکم و تقدیر سے وجود میں آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی تخلیق کا ارادہ بھی کرتا ہے مگر وہ معاصی کو مکروہ و ناپسند سمجھتا ہے اگرچہ ان کی تخلیق کا ارادہ کسی حکمت و مصلحت سے ہوتا ہے جس کو حق تعالیٰ جل علا ہی جانتے ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۷) اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا اور پسندیدگی کے اعمال کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی ناراضگی اور ناپسندیدگی والے اعمال سے ہم کو بچائیں۔

ابھی اہل کفر و شرک کی مذمت اور اس پر تردید اور ایمان کا پسندیدہ ہونا اور اہل ایمان کی تعریف کا مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا

اور آدمی کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع ہوکر پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سے نعمت عطا فرمادیتا ہے تو جس کیلئے پہلے سے (خدا کو) پکار رہا تھا

اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ

اس کو بھول جاتا ہے اور خدا کے شریک بنانے لگتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ سے (دوسروں کو) گمراہ کرتا ہے آپ (ایسے شخص سے) کہہ دیجئے کہ اپنے کفر کی بہار تھوڑے دنوں اور لوٹ لے

اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ

(پھر آخرکار) تو دوزخیوں میں سے ہونیوالا ہے بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ وقیام کی حالت میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی

رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹ ع

رحمت کی امید کر رہا ہو آپ کہئے کیا علم والے اور جہل والے برابر ہوتے ہیں وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔

وَاِذَا اور جب	مَسَّ لگے پہنچے	الْاِنْسَانَ انسان	ضُرٌّ کوئی سختی	دَعَا رَبَّهٗ وہ پکارتا ہے اپنا رب	مُنِيْبًا رجوع کرکے	اِلَيْهِ اس کی طرف	
ثُمَّ اِذَا پھر جب	خَوَّلَهٗ وہ اسے دے	نِعْمَةً نعمت	مِّنْهُ اپنی طرف سے	نَسِيَ وہ بھول جاتا ہے	مَا جو	كَانَ يَدْعُوْٓا وہ پکارتا تھا	اِلَيْهِ اسکی طرف۔ لیئے
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَجَعَلَ اور وہ بنالیتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	اَنْدَادًا شریک	لِّيُضِلَّ تاکہ گمراہ کرے	عَنْ سَبِيْلِهٖ اسکے راستے سے	قُلْ فرمادیں	
تَمَتَّعْ فائدہ اٹھالے	بِكُفْرِكَ اپنے کفر سے	قَلِيْلًا تھوڑا	اِنَّكَ بیشک تو	مِنْ سے	اَصْحٰبِ النَّارِ آگ (دوزخ) والے	اَمَّنْ یا جو	هُوَ وہ
قَانِتٌ عبادت کرنیوالا	اٰنَآءَ الَّيْلِ گھڑیوں میں رات کی	سَاجِدًا سجدہ کرنیوالا	وَّقَآئِمًا اور قیام کرنیوالا	يَّحْذَرُ وہ ڈرتا ہے	الْاٰخِرَةَ آخرت		
وَيَرْجُوْا اور امید رکھتا ہے	رَحْمَةَ رحمت	رَبِّهٖ اپنا رب	قُلْ فرمادیں	هَلْ کیا	يَسْتَوِي برابر ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَعْلَمُوْنَ وہ علم رکھتے ہیں
	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ جو علم نہیں رکھتے ہیں	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يَتَذَكَّرُ نصیحت قبول کرتے ہیں	اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفرو ناشکری کی مذمت میں بتلایا گیا تھا کہ اگر تم ناشکری کروگے تو اللہ کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا اور اس کو تمہاری شکر گزاری کی حاجت بھی نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ بندے اگر اس کی ناشکری وکفران نعمت کرتے ہیں تو وہ اس کو پسند نہیں فرماتا اور ناخوش ہوتا ہے اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اس کو پسند کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آگے انسان کی جس سے مراد یہاں کافر اور مشرک انسان ہے اس کی ناشکری کا حال ان آیات میں بیان کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کافر انسان کی بھی عجیب حالت ہے کہ جب کوئی سختی اور مصیبت آپڑتی ہے تو پھر رب حقیقی کو یاد کرنے لگتا ہے کیونکہ دیکھتا ہے کہ کوئی مصیبت کو ہٹانے والا نہیں۔ مشرکین عرب کے متعلق دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب دریا یا سمندر میں ہوتے ہیں اور وہاں کوئی آفت آتی دیکھتے ہیں تو جن جن کو خدا کے سوا پکارا کرتے تھے اس وقت سب کو بھول جاتے ہیں اور صرف خدا کو پکارنے لگتے ہیں۔ لیکن نجات پاتے ہی منہ پھیر لیتے ہیں۔ جہاں درد دکھ ٹل گیا پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا مصیبت کے وقت اس نے رب حقیقی کو پکارا ہی نہ تھا۔ انسان کی اس حالت کو ایک دوسری آیت میں اس طرح ظاہر فرمایا گیا ہے کہ تکلیف کے وقت تو انسان ہمیں اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر وقت پکارتا ہے لیکن اس تکلیف کے ہٹتے ہی وہ بھی ہم سے ہٹ جاتا ہے گویا اس نے دکھ درد کے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ بلکہ عافیت کے وقت خدا

کے ساتھ شریک کرنے لگتا ہے اسی حالت کو یہاں آیت میں بیان کیا گیا کہ کیسا ناشکرا انسان ہے کہ جب مصیبت آپڑے تو ہمیں یاد کرتا ہے۔ پھر جہاں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ذرا آرام و اطمینان نصیب ہوا تو معاً وہ پہلی حالت بھول جاتا ہے اور پھر عیش وعشرت کے نشہ میں ایسا غافل اور مست ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہئے تھا۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور اپنے قول وفعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ کافر کی اس ناشکری پر آگے فرمایا جاتا ہے کہ اچھا کافر رہ کر چند روزہ یہاں دنیا میں عیش اڑا لے اور خدا نے جب تک مہلت دے رکھی ہے دنیا کی نعمتوں سے تمتع کرتا رہ اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ یہ تو ایک کافر اور مشرک انسان کی حالت بیان ہوئی اس کے مقابلہ میں ایک اہل ایمان کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا۔ کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل کو بیقرار کیے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے تو کیا یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت تو خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو گویا ایک عالم و جاہل یا ایک سمجھدار اور ایک بیوقوف میں کچھ فرق ہی نہ رہا مگر اس بات کو بھی وہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔

یہاں مشرکین عرب کا حال بتلایا گیا اور ان کی اس خصلت کی مذمت کی گئی کہ جب مصیبت پڑی تو رب حقیقی کی طرف رجوع ہو کر اس کو پکارنے لگے اور جب مصیبت خدا کی مہربانی سے ٹل گئی تو پھر حق تعالیٰ سے انحراف اور غفلت اور غیر اللہ کی بندگی میں لگ گئے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ خصلت کہ جب مصیبت پڑی تو اللہ یاد آ گیا اور جب مصیبت دور ہوئی تو پھر حق تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے انحراف اختیار کر لینا یہ حالت جب کافر اور مشرک کے لئے ناپسندیدہ اور باعث مذمت ہے تو ایک مسلمان کے لئے کیسے پسندیدہ ہو سکتی ہے۔

پھر ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس زمانہ کے مشرکین عرب جن کی مذمت فرمائی گئی آج کے دہریوں اور مادہ پرستوں سے تو بہتر تھے۔ آج کے مادہ پرست دہریئے اور کفار خدا تعالیٰ کے وجود ہی کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان میں براہ راست گستاخیاں کرتے ہیں اب خواہ یورپ کے دہریئے ہوں یا روس کے کمیونسٹ ہوں وہ تو اس کے قائل ہیں کہ معاذ اللہ خدا کوئی چیز نہیں ہم اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ ہم سے ہمارے اعمال کی باز پرس کرنے والا کوئی نہیں۔ اسی بدترین کفر و ناشکری کا نتیجہ ہے کہ پوری دنیا سے امن و اطمینان چین وسکون مفقود ہو چکا ہے عیش و آرام کے نئے نئے سامان بہت مگر جس کا نام راحت قلب ہے وہ غائب علاج کے جدید آلات اور تحقیقات کی بہتات ہے مگر امراض کی اتنی کثرت ہے کہ جو پہلے کسی زمانہ میں سنی نہیں گئی۔ تو اس کفر و شرک کی سزا تو آخرت میں سب ہی کفار دہریوں اور کمیونسٹوں وغیرہ کے لئے دائمی جہنم ہے مگر اس اندھی ناشکری اور کفران نعمت کی سزا کچھ دنیا میں بھی بھگتنی پڑتی ہے کہ جس کی دی ہوئی نعمتوں میں تصرفات کر کے چاند اور ستاروں میں پہنچنے کے حوصلے پیدا ہوئے اسی کا انکار ناشکری اور ناسپاسی۔

حق تعالیٰ غفلت اور انحراف کے مہلک امراض سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اپنے شکر گزار اور فرمانبردار بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں اور ہر حال میں اپنے ذکر وفکر اور ہمیشہ اپنی طرف رجوع رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے اہل ایمان کو حق تعالیٰ کی اطاعت میں لگے رہنے کی ترغیب اور اپنے رب حقیقی کی عبادت کرتے رہنے کی تلقین فرمائی جاتی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ

آپ کہئے کہ اے میرے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کیلئے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین

اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝١٠ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا

فراخ ہے۔ مستقل رہنے والوں کو اُن کا صلہ بے شمار ہی ملے گا آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اسی کیلئے

لَّهُ الدِّيْنَ ۝١١ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝١٢ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ

خالص رکھوں۔ اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں آپ یہ (بھی) کہہ دیجئے اگر (بفرض محال) میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝١٣ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۝١٤ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ ہی کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھتا ہوں۔ سو خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اسکی عبادت کرو۔ آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ پورے زیاں کار

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝١٥ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ صریح خسارہ یہ ہے۔ ان کیلئے ان کے اوپر سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے

ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝١٦

اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو

قُلْ فرمادیں	يٰعِبَادِ اے میرے بندو	الَّذِيْنَ جو	اٰمَنُوا ایمان لائے	اتَّقُوْا تم ڈرو	رَبَّكُمْ اپنا رب	لِلَّذِيْنَ ان کیلئے جنہوں نے	اَحْسَنُوْا اچھے کام کئے
فِيْ میں	هٰذِهِ الدُّنْيَا اس دنیا	حَسَنَةٌ بھلائی	وَاَرْضُ اللّٰهِ اور اللہ کی زمین	وَاسِعَةٌ وسیع	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	يُوَفَّى پورا بدلہ دیا جائیگا	
الصّٰبِرُوْنَ صبر کرنیوالے	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	بِغَيْرِ حِسَابٍ بے حساب	قُلْ فرمادیں	اِنِّيْٓ اُمِرْتُ بیشک مجھے حکم دیا گیا	اَنْ کہ		
اَعْبُدَ اللّٰهَ میں اللہ کی عبادت کروں	مُخْلِصًا خالص کرکے	لَّهُ اسی کیلئے	الدِّيْنَ عبادت	وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	لِاَنْ اس کا	اَكُوْنَ کہ میں ہوں	
اَوَّلَ پہلا	الْمُسْلِمِيْنَ (جمع) مسلم۔فرمانبردار	قُلْ فرمادیں	اِنِّيْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں	اِنْ اگر	عَصَيْتُ میں نافرمانی کروں	رَبِّيْ اپنا پروردگار	
عَذَابَ عذاب	يَوْمٍ عَظِيْمٍ ایک بڑا دن	قُلْ فرمادیں	اللّٰهَ اَعْبُدُ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں	مُخْلِصًا خالص کرکے	لَّهٗ اسی کیلئے	دِيْنِيْ اپنی عبادت	
فَاعْبُدُوْا پس تم پرستش کرو	مَا شِئْتُمْ جس کی تم چاہو	مِّنْ دُوْنِهٖ اس کے سوائے	قُلْ فرمادیں	اِنَّ بیشک	الْخٰسِرِيْنَ گھاٹا پانے والے	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	
خَسِرُوْٓا گھاٹے میں ڈالا	اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو	وَاَهْلِيْهِمْ اور اپنے گھر والے	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	اَلَا خوب یاد رکھو	ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ	الْخُسْرَانُ گھاٹا
الْمُبِيْنُ صریح	لَهُمْ ان کیلئے	مِّنْ فَوْقِهِمْ ان کے اوپر سے	ظُلَلٌ سائبان (چادریں)	مِّنَ النَّارِ آگ کے	وَ اور	مِنْ تَحْتِهِمْ ان کے نیچے سے	
ظُلَلٌ سائبان (چادریں)	ذٰلِكَ یہ	يُخَوِّفُ اللّٰهُ ڈراتا ہے اللہ	بِهٖ اس سے	عِبَادَهٗ اپنے بندوں	يٰعِبَادِ اے میرے بندو	فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایک کافر ومشرک کا حال بیان ہوا تھا کہ وہ دنیا کے عیش وآرام میں پھنس کر اللہ سے بالکل

غافل رہتا ہے اور کسی بڑی آفت میں پھنستا ہے اور دیکھتا ہے کہ اب مصیبت کو ہٹانے والا کوئی نہیں تو پھر اس کو خدا یاد آتا ہے اور اس وقت اسے اور کوئی یاد نہیں آتا لیکن مصیبت ٹلتے ہی وہ پہلی حالت بھول جاتا ہے اور پھر بدستور عیش وعشرت کے نشہ میں ایسا غافل ہوتا ہے کہ گویا کبھی خدا سے واسطہ ہی نہ تھا اور بھول کر بھی اس کو یاد نہیں کرتا۔ بلکہ اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اس کے برخلاف اللہ کے فرمانبردار بندے کی حالت بھی بیان ہوئی تھی جو راتوں کو اٹھ کر اللہ کے آگے جھکتا ہے کبھی اپنے مالک کے آگے دست بستہ کھڑا رہتا ہے اور کبھی سجدہ میں گرتا ہے ایک طرف اس کے دل میں آخرت کا کھٹکا لگا رہتا ہے تو دوسری طرف اللہ کی رحمت کا سہارا اور آسرا بندھا ہوتا ہے مصیبت میں بھی اسی کو پکارتا ہے اور راحت میں بھی اسی کا شکر ادا کرنے میں لگا رہتا ہے تو اس طرح کفر اور اہل کفر کی مذموم اور ایمان اور اہل ایمان کا محمود ہونا ثابت فرمایا گیا تھا۔ اب جب اہل ایمان کا عنداللہ محمود ہونا معلوم ہوگیا تو ایسے ایماندار بندوں کو اطاعت کی ترغیب اور اپنے رب کی عبادت پر جمے رہنے کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مومنین کو میری طرف سے کہہ دیجئے کہ میرے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو یعنی صرف ایمان لا کر نہ رہ جاؤ بلکہ اس کے ساتھ تقویٰ یعنی خدا کا خوف بھی اختیار کرو اور جن چیزوں کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو بجالاؤ اور ان پر عمل کرو اور جن چیزوں سے روکا اور منع کیا ہے ان سے بچو۔ آگے اس تقویٰ اور خوف خداوندی اختیار کرنے کا ثمرہ اور نفع بتلایا گیا کہ جس نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا اس کے لئے نیک صلہ ہے آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی۔ اس کی دنیا بھی سدھر جائے گی اور آخرت میں بھی بھلائی حاصل ہوگی۔ آگے انہی ایماندار بندوں کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اگر تم ایک جگہ اپنے وطن میں یا شہر میں یا ملک میں خدا کی عبادت استقلال سے نہ کر سکو اور لوگ تمہیں نیک راہ چلنے سے مانع ہوں تو خدا کی زمین کشادہ ہے دوسری جگہ چلے جاؤ جہاں آزادی سے اس کے احکام بجالا سکو۔ بلاشبہ اس ترک وطن کرنے میں مصائب بھی برداشت کرنا پڑیں گے۔ اور طرح طرح کے خلاف عادت وطبیعت امور پر صبر بھی کرنا پڑے گا لیکن ثواب بھی بے شمار ایسوں ہی کو ملے گا جس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہیچ ہیں۔ گویا یہاں اہل ایمان کو مکہ سے ہجرت کی ترغیب ہے کہ جن پر کفار مکہ نے اس وقت ظلم وستم ڈھا رکھا تھا اور دین اسلام پر زندگی گزارنا دشوار بنا رکھا تھا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں فقط تمہیں ہی زبانی پیغام پہنچانے نہیں آیا ہوں بلکہ وہ پیغام خود میرے لئے بھی حکم کی صورت رکھتا ہے اور مجھ کو منجانب اللہ حکم ہوا ہے کہ میں بھی فقط اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کروں اور اس طرح عبادت کروں کہ اس میں شائبہ شرک کا نہ ہو اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں خود اسلام کو حق ماننے والا اور اسلام کے احکام پر چلنے والا ہو جاؤں اور دوسروں کے لئے اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ بن کر دکھاؤں۔ نیز یہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی لوگوں سے کہہ دیجئے کہ بفرض محال اگر میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں اور اس کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی قیامت کے دن اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ کا اندیشہ ہے مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی اوراس پر سزا کے قاعدہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی معصوم اور مقرب اور محبوب ذات بھی مستثنیٰ نہیں تو دوسرے لوگ تو کس شمار میں ہیں۔ اس لئے دوسروں کو تو اللہ کی نافرمانی سے بہت ہی زیادہ اجتناب کرنا چاہئے آگے ارشاد ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ جس بات کا مجھ کو حکم ہوا ہے جس کا ابھی اوپر ذکر ہوا میں تو اسی پر کاربند بھی ہوں چنانچہ میں تو صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری میں کسی اور کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ خالص اسی کی بندگی کرتا ہوں اسی کے آگے جھکتا ہوں اور جو کچھ مانگتا ہوں اسی سے مانگتا ہوں۔ تمہیں میرے طریقہ پر چلنا ہے تو تم بھی وہی کرو جو میں کرتا ہوں اور اگر تم میری بات نہیں سنتے اور میرے عمل کے مطابق عمل نہیں کرتے تو تم جانو اور تمہارا کام ایک خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس کی عبادت کو چاہے کرو قیامت کے دن اس کا نقصان خود بھگتو گے اور اپنی جان کے لئے بھی اور اپنے گھر والوں کے لئے بھی آفت مول لو گے۔ اور یاد رکھو کہ قیامت کا نقصان سب سے زیادہ زبردست نقصان ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ متنبہ فرماتے ہیں کہ کیا ان مشرکین کو دکھائی نہیں دیتا کہ یہ نقصان سب سے زیادہ کھلا خسارہ ہے اور اس خسارہ کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان مشرکین کے لئے سر کے اوپر آگ کی تہ بتہ چادریں بادلوں کی طرح چھائی ہوں گی اور ان کے نیچے بھی آگ کی تہ بتہ چادریں بچھی ہوں گی۔ غرض ہر طرف سے نار جہنم ان کو محیط ہوگی۔ یہی وہ عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور اس سے بچنے کی تدبیریں بتلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اتنا بندوبست کیا کہ اپنے رسول بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل کیں۔ یہ سارا بندوبست اسی لئے ہے کہ وہ اپنے بندوں کو نافرمانی کے انجام سے ڈراوے۔ اب سمجھ لو کہ یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے اور کفر وشرک سے بچنا چاہئے اور خالص اللہ ہی کی عبادت وبندگی کرنا چاہئے۔

یہاں **وارض الله واسعة** سے یعنی اللہ کی زمین فراخ ہے معلوم ہوا کہ یہ عذر کوئی نہیں کرسکتا کہ میں جس شہر یا ملک میں رہتا ہوں یا جس ماحول میں پھنسا ہوا ہوں اس کا ماحول مجھے اعمال صالحہ سے روکتا ہے۔ دین کی پابندی اور اللہ کی بندگی میں مانع ہے اس جملہ میں بتلا دیا گیا کہ اگر کسی خاص شہر ملک یا خاص ماحول میں رہتے ہوئے کسی مسلمان اور اہل ایمان کے لئے احکام شرعیہ کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کو چھوڑ دو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ کسی ایسی جگہ اور ماحول میں جا کر رہو جو اطاعت الٰہیہ کے لئے سازگار ہو۔ اس میں ترغیب ہے ایسی جگہ سے ہجرت کی جس میں رہتے ہوئے ایک مسلمان احکام دینیہ کی پابندی نہ کرسکے۔ اور اگلے جملہ میں **انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب** جو فرمایا یعنی اگر ترک وطن میں کچھ تکلیف پہنچے اور ان تکالیف پر صبر کرنے والوں اور دین میں مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بغیر حساب ملے گا۔

بغیر حساب سے مراد یہ ہے کہ صبر کرنے والوں کا ثواب کسی مقرر اندازے اور پیمانے سے نہیں بلکہ بے اندازہ و بے حساب دیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ حضرت انسؓ نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز میزان عدل قائم کی جائے گی۔ اہل صدقہ آئیں گے تو ان کے صدقات کو تول کر اس کے حساب سے پورا پورا اجر دے دیا جائے گا۔ اسی طرح نماز اور حج وغیرہ عبادات والوں کی عبادات کو تول کر حساب سے پورا پورا اجر دے دیا جائے گا۔ پھر جب بلا اور مصیبت میں صبر کرنے والے آئیں

گے تو ان کے لئے کوئی پیمانہ اور وزن نہیں ہوگا۔ بلکہ بغیر حساب اور بغیر اندازہ کے ان کی طرف ثواب بہا دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب.** یہاں تک کہ وہ لوگ جن کی دنیاوی زندگی عافیت میں گزری تھی تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش دنیا میں ان کے بدن قینچیوں کے ذریعہ کاٹے گئے ہوتے تو آج ہمیں بھی صبر کا ایسا ہی بغیر حساب صلہ ملتا۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں **صابرون** سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا کے مصائب اور تکلیف اور رنج وغم پر صبر کرنے والے ہیں اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو معاصی اور گناہوں سے اپنے نفس کو روکیں اور گناہوں سے باز رکھنے کی مشقت پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین حق پر قائم رہنے کی مشقت اور مشکلات پر صبر کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے صابرین بندوں میں شامل فرمائیں۔ آمین۔

الغرض یہاں آخری آیات میں کفار ومشرکین کے متعلق بتلایا گیا کہ قیامت میں پورے خسارے اور نقصان میں پڑنے والے یہی ہوں گے اور اس خسارہ کی کیفیت یہ ہوگی کہ جہنم کی آگ کے محیط شعلے ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اب آگے اہل ایمان کو جو اپنے رب کے احکام کان لگا کر سنتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں ان کو بشارت اور خوشخبری سنائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں اپنا وہ خوف وخشیت بھی عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے گناہ اور نافرمانی سے بچ جائیں۔

یا اللہ ہم کو دین پر استقامت عطا فرما اور دین پر قائم رہنے کے لئے ہر مشقت کو برداشت کرنے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ قیامت میں خسارہ اور نقصان سے ہم کو بچا لیجئے۔

یا اللہ ہمیں ایسا ماحول عطا فرمایئے جو دین میں ہمارے لئے معین ومددگار ہو اور اطاعت احکام الٰہیہ کے لئے سازگار ہو۔

یا اللہ اب ہمارے معاشرہ میں جو منکرات اور ممنوعات پھیلتے جارہے ہیں ان کی اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمایئے اور معاشرہ میں دین داری تقویٰ اور پرہیزگاری پھیلنے اور پھیلانے میں ہماری مدد فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ

اور جولوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں سو آپ میرے اُن بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو

يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

اس کلام (الٰہی) کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

بھلا جس شخص پر عذاب کی بات محقق ہو چکی تو کیا آپ ایسے شخص کو جو کہ (علم الٰہی میں) دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں۔لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں

لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

ان کیلئے (جنت کے) بالا خانے ہیں جن کے اوپر اور بالا خانے ہیں جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا

وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اجْتَنَبُوا بچتے رہے	الطَّاغُوْتَ سرکش شیطان	اَنْ کہ	يَعْبُدُوْهَا اسکی پرستش کریں	وَاَنَابُوْٓا اور انہوں نے رجوع کیا	
اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	لَهُمْ ان کیلئے	الْبُشْرٰى خوشخبری	فَبَشِّرْ سو خوشخبری دیں	عِبَادِ میرے بندوں	الَّذِيْنَ وہ جو	يَسْتَمِعُوْنَ سنتے ہیں	الْقَوْلَ بات
فَيَتَّبِعُوْنَ پھر پیروی کرتے ہیں	اَحْسَنَهٗ اسکی اچھی باتیں	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	الَّذِيْنَ وہ جنہیں	هَدٰىهُمُ اللّٰهُ انہیں ہدایت دی اللہ نے	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ	
هُمْ وہ	اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے	اَفَمَنْ کیا۔تو۔جو۔جس	حَقَّ ثابت ہو گیا	عَلَيْهِ اس پر	كَلِمَةُ حکم۔وعید	الْعَذَابِ عذاب
اَفَاَنْتَ کیا پس۔تم	تُنْقِذُ بچا لوگے	مَنْ جو	فِي النَّارِ آگ میں	لٰكِنِ لیکن	الَّذِيْنَ اتَّقَوْا جو لوگ ڈرے	رَبَّهُمْ اپنا رب	لَهُمْ ان کیلئے
غُرَفٌ بالا خانے	مِّنْ فَوْقِهَا ان کے اوپر سے	غُرَفٌ بالا خانے	مَّبْنِيَّةٌ بنے بنائے	تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں
وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	لَا يُخْلِفُ خلاف نہیں کرتا	اللّٰهُ اللہ	الْمِيْعَادَ وعدہ			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار مشرکین کو توحید اور دین حق کی تلقین فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ اور کسی کی عبادت کو نہ ملاؤ اور جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو انہوں نے اپنا اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کا ناس کر لیا اور قیامت کے دن یہ سب سے زیادہ نقصان اور خسارہ اٹھانے والے ہوں گے جس کی شکل یہ ہوگی کہ اوپر اور نیچے ہر چہار طرف سے ان کو نار جہنم کے شعلے گھیرے ہوں گے گویا اوڑھنا بچھونا سب آگ کا ہوگا۔ یہ حال تو کفار ومشرکین کا بیان ہوا تھا اب ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کو اختیار کرنے والوں کو خوشخبری اور بشارت سنائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ بت پرستی اور شیطانی طریقوں سے بچتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع بھی ہوتے ہیں ان کے لئے بڑی بھاری خوشخبری ہے اور وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں اس لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے ایسے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے یہاں جس خوشخبری کا ذکر فرمایا گیا ہے حدیث شریف میں اس خوشخبری کے بہت سے مواقع بیان فرمائے گئے ہیں مثلاً قبض روح کے وقت فرشتوں کا جنت اور اللہ کی خوشنودی کی خوشخبری

دینا۔ قبر میں راحت و آرام کے ساتھ رہنے کی خوشخبری ملنا قبر سے نکلنے کے وقت اور میدان حشر میں ملائکہ کا جنت و مغفرت کا مژدہ سنانا۔

آگے ایسے بندوں کی جو مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں ایک صفت بیان کی جاتی ہے جو دل کے کانوں سے سننے کے لائق ہے۔ صفت یہ بیان کی گئی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه جو اس کلام الٰہی کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں تو معلوم ہوا کہ قرآن و سنت اور دین کی باتیں محض سن لینا کافی نہیں بلکہ سن کر ان پر عمل کی نیت اور کوشش بھی کرنا چاہئے آگے ایسے لوگوں کی یعنی جو دین کی باتیں سنتے ہیں اور پھر اس پر عمل بھی کرتے ہیں تعریف فرمائی جاتی ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔ یعنی کامیابی کا راستہ ان ہی کو ملا ہے کیونکہ انہوں نے عقل سے کام لے کر توحید خالص اور انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا۔ قرآن کریم نے بار بار اور متعدد جگہ اہل عقل وفہم انہی کو قرار دیا ہے جو راہ ہدایت اختیار کرتے ہیں اور اس پر قائم رہتے ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جن لوگوں کو آخرت اور وہاں کے نجات کی فکر نہ ہو اور دل میں تحقیق حق کا اہتمام نہ ہو ان سے بڑھ کر کم عقل اور کم فہم اور زیاں کار اور خسارہ ونقصان اٹھانے والا اور کون ہوگا۔

آگے ان خوشخبری کے قابل راہ یافتہ اور صاحب عقل لوگوں کے مقابل ازلی بدبختوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جن پر ان کی ضد و عناد اور بداعمالیوں کی بدولت عذاب کا حکم ثابت ہو چکا کیا وہ کامیابی کا راستہ پاسکتے ہیں بھلا ایسے بدبختوں کو جو شقاوت ازلی کے سبب آگ میں گر چکے ہوں کون ان کو راہ پر لاسکتا ہے اور کون ان کو آگ سے نکال سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو ایمان کا قصد ہی نہ کرے اور اپنے کو اسباب ہلاکت سے بچانے کی فکر ہی نہ کرے تو اسے ایمان پر مجبور اور نقطۂ ایمان پر لے آنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امکان و اختیار سے بھی خارج ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی آرزو تھی کہ سب قریش مسلمان ہو جاویں اس لئے قریش کی سرکشی کے سبب سے جب آپ کی اس آرزو کے خلاف کوئی بات قریش کی جانب سے ظہور میں آتی تو آپ کو رنج ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کی تسکین فرمائی کہ بعض لوگ قریش میں ایسے ہیں کہ خدا کے ازلی علم میں جہنمی قرار پاچکے ہیں ان لوگوں کے لئے یہ چاہنا کہ وہ اسلام لے آویں اور ضلالت سے نکل آویں تو ایسے لوگ کوشش سے بھی ضلالت سے نہ نکلیں گے اس لئے ان پر تاسف اور غم بے سود ہے۔ ہاں جو لوگ ایسے ہیں کہ ان کے حق میں کلمۃ العذاب محقق نہیں ہوا اور اس وجہ سے وہ آپ سے احکام سن کر اپنے رب سے ڈرتے رہے جن کے صفات اوپر آچکے ہیں تو ایسوں کے لئے جنت کے اعلیٰ درجات ہیں جہاں ان کو ایسے بالاخانہ عطا ہوں گے کہ جو ایک کے اوپر دوسرے بنتے چلے گئے ہیں۔ یعنی کئی منزلوں کے مکانات و محلات ہوں گے اور جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور یہ سب جنت کے محلات اور بالاخانے بنے بنائے تیار ہیں جن کا اللہ نے وعدہ کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ یعنی یہ ضرور سب کچھ ملے گا۔

اب یہاں آخرت کی جو لازوال نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا تو ان کے حصول سے مانع انہماک فی الدنیا ہے اس لئے آگے دنیا کی زندگی کی حقیقت کو سمجھایا گیا ہے کہ جس کا آخر فنا ہے اور جس میں منہمک ہو کر ابدی راحت سے محروم رہنا ابدی مصیبت کو سر پر لینا نہایت درجہ کی حماقت ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا

(اے مخاطب) کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے جسکی مختلف

اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ

قسمیں ہیں پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر (اللہ تعالیٰ) اس کو چورا چورا کر دیتا ہے اس (نمونہ) میں اہل عقل کیلئے بڑی عبرت ہے۔

شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے (کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں) سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ

ان کیلئے بڑی خرابی ہے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے

جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ

جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ (قرآن)

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾

اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	اَنْزَلَ اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	فَسَلَكَهٗ پھر چلایا اسکو	يَنَابِيْعَ چشمے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	
ثُمَّ پھر	يُخْرِجُ وہ نکالتا ہے	بِهٖ اس سے	زَرْعًا کھیتی	مُّخْتَلِفًا مختلف	اَلْوَانُهٗ اس کے رنگ	ثُمَّ يَهِيْجُ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے	فَتَرٰىهُ پھر تو دیکھے اسے	
مُصْفَرًّا زرد	ثُمَّ يَجْعَلُهٗ پھر وہ کر دیتا ہے اسے	حُطَامًا چورا چورا	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَذِكْرٰى البتہ نصیحت	لِاُولِي الْاَلْبَابِ عقل والوں کیلئے		
اَفَمَنْ کیا۔پس جس	شَرَحَ اللّٰهُ اللہ نے کھول دیا	صَدْرَهٗ اس کا سینہ	لِلْاِسْلَامِ اسلام کیلئے	فَهُوَ تو وہ	عَلٰى پر	نُوْرٍ نور	مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے	
فَوَيْلٌ سو خرابی	لِّلْقٰسِيَةِ ان کیلئے۔سخت	قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	مِّنْ سے	ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	فِيْ میں	ضَلٰلٍ گمراہی	مُّبِيْنٍ کھلی
اَللّٰهُ اللہ	نَزَّلَ نازل کیا	اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ بہترین کلام	كِتٰبًا ایک کتاب	مُّتَشَابِهًا ملتی جلتی (آیات والی)	مَّثَانِيَ دہرائی گئی	تَقْشَعِرُّ بال کھڑے ہو جاتے ہیں		
مِنْهُ اس سے	جُلُوْدُ جلدیں	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَخْشَوْنَ وہ ڈرتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	ثُمَّ پھر	تَلِيْنُ نرم ہو جاتی ہیں	جُلُوْدُهُمْ ان کی جلدیں	
وَقُلُوْبُهُمْ اور انکے دل	اِلٰى طرف	ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد	ذٰلِكَ یہ	هُدَى اللّٰهِ اللہ کی ہدایت	يَهْدِيْ بِهٖ ہدایت دیتا ہے اس سے			
مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	وَمَنْ اور۔جو۔جس	يُّضْلِلِ اللّٰهُ گمراہ کرتا ہے اللہ	فَمَا تو نہیں	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ هَادٍ کوئی ہدایت دینے والا			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ شیطانی کاموں سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور قرآن وسنت کی باتوں کو سن کر ان پر عمل پیرا ہوئے اور تقویٰ اختیار کیا تو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خوشخبری دی تھی کہ دار آخرت میں ان کے لئے جنت کی راحتیں ہیں جہاں ان کے رہنے کو اونچے اونچے محلات تیار ہیں جن کی منزلوں پر منزلیں چلی گئی ہیں اور

جن کے نیچے صاف شفاف نہریں بہہ رہی ہیں اس طرح دار آخرت کی نعمتوں کا ذکر کر کے آخرت کی رغبت دلائی گئی تھی اس کے بعد دنیا کی بے ثباتی کہ جس میں منہمک ہو کر انسان آخرت سے غافل ہوتا اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا جاتا ہے اور یہ سبق دیا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی اور اس کی بہاریں سب عارضی ہیں آخر اس کو فنا ہے اور یہ دنیا وہ چیز نہیں ہے کہ جس کے حسن اور ظاہری ٹیپ ٹاپ پر فریفتہ ہو کر انسان خدا کو اور آخرت کو بھول جائے اور اس دنیا کی چند روزہ بہار کے پیچھے اپنی عاقبت کو برباد کرے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان اس بات کو دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر سے پانی بارش کا برساتا ہے پھر وہ پانی زمین میں پیوست ہو جاتا ہے اور زمین اس کو پی جاتی ہے۔ پھر وہی پانی چشموں سے اور کنوؤں سے نکل کر بہتا ہے اور زمین اس سے سیراب ہوتی ہے اور پھر اس سے رنگ برنگ اور قسم قسم کی کھیتیاں نکلتی ہیں اور یہ کھیتیاں رفتہ رفتہ بڑھتی رہتی ہیں۔ بالآخر جب یہ کھیتیاں بڑھ چکتی ہیں تو ان کی سرسبزی زردی سے بدل جاتی ہے یہاں تک کہ خشک ہو جاتی ہے اور پھر اس کو کاٹ کر ڈال دیتے ہیں اور پھر اسے روند کر چورا چورا کر ڈالتے ہیں۔ تو ایک عقلمند آدمی اس کھیتی کا آغاز و انجام دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے کہ جس طرح اس کی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی اور انجام میں بالکل خشک ہو کر چورہ چورہ ہو گئی یہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہے تو انسان کو چاہئے کہ اس کی بہار پر فریفتہ ہو کر انجام سے غافل نہ ہو جائے۔ عقلمند انجام پر نظر رکھیں قرآن کریم میں اکثر جگہ دنیا کی زندگی کی مثال بارش سے پیدا شدہ کھیتی سے دی گئی ہے کہ جس کے آغاز اور انجام پر انسان غور کرے تو ایک کھلا ہوا نمونہ حیات انسانی کے آغاز و انجام کا مل جاتا ہے۔ دنیوی زندگی کے مثل کھیتی کے کیسے کیسے دور گزرتے ہیں لیکن سب کا انجام و حاصل فنا اور آخر فنا تو اس عارضی دنیوی حیات میں اس طرح منہمک ہو جانا کہ ابدی راحت سے محروم رہے اور ابدی مصیبت کو مول لے یہ ایک عقلمند کا کام تو ہے

نہیں۔ اب یہاں تک حق کے اثبات اور اس کے قبول کرنے اور باطل کی نفی اور اس سے گریز کرنے کے نہایت شافی و کافی اور بلیغ وجوہ بیان فرما کر یہ بتلایا جاتا ہے کہ ان بیانات سے وہی لوگ نفع اٹھاتے ہیں اور ہدایت پاتے ہیں جن کے اللہ نے سینے کھول دیئے اور دل روشن کر دیئے ہیں۔ یعنی جنہیں اللہ نے یہ توفیق بخشی کہ ان حقائق سے سبق لیں اور اسلام کے حق ہونے پر مطمئن ہو جائیں اور کتاب و سنت میں جو عقائد اور اعمال اور اصول و قواعد بتلائے گئے انہیں برضا و رغبت قبول کریں اور جس نے ان باتوں سے کوئی سبق نہ لیا اور جس کو ان باتوں سے بھی شفا حاصل نہ ہوئی تو اب اس کے علاج کی کوئی توقع نہیں اور پھر اس کے لئے کامل تباہی ہی ہے۔ تو یہاں دو گروہوں کا ذکر فرمایا ایک تو وہ کہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا۔ نہ اُسے اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک و شبہ ہے۔ نہ احکام اسلام کے تسلیم و قبول سے انقباض۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علىٰ نور من ربه تلاوت فرمائی تو ہم نے آپ سے شرح صدر کا مطلب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب نور ایمان انسان کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو اس کا قلب وسیع ہو جاتا ہے (جس سے احکام الٰہیہ کا سمجھنا اور عمل کرنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے) ہم نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شرح صدر کی علامت کیا ہے تو آپ نے فرمایا ''ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف راغب اور مائل ہونا اور دھوکے کے گھر یعنی دنیا (کے لذائذ اور زینت) سے دور رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔'' تو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور حق تعالیٰ نے اس کو توفیق و بصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی کہ جس کے اجالے میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر اڑا جا رہا ہے تو کیا ایسا شخص اور اہل قساوت برابر ہو سکتے ہیں۔ اہل قساوت وہ بدبخت گروہ ہے جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو نہ کوئی

نصیحت اس پر اثر کرے نہ کوئی خیر کی بات اس کے اندر گھسے۔ کبھی خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو یونہی ضلالت کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے۔ تو کہیں یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں آگے نتیجہ بیان فرمایا کہ جن کے دل خدا کے ذکر سے نرم نہیں پڑتے اور احکام الٰہیہ کو ماننے کے لئے نہیں کھلتے رب کے سامنے عاجزی نہیں کرتے بلکہ سنگدل اور سخت دل ہیں ان کے لئے بڑی خرابی ہے اور یہ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اب چونکہ قرآن کریم اس خبیث مرض سے شفا حاصل ہونے کا بڑا قوی نسخہ ہے اور دل میں نور پیدا کرنے کے لئے نہایت روشن شمع ہے اس لئے آگے قرآن مجید کے فضائل اور اس کا منزل من اللہ ہونا بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قرآن مجید جو سب کلاموں سے عمدہ کلام ہے اس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے گویا پہلا وصف قرآن کریم کا احسن الحدیث فرمایا یعنی دنیا میں کوئی بات اس کتاب کی باتوں سے بہتر نہیں۔ دوسرا وصف اس کا متشابھاً فرمایا یعنی اس کے مضامین میں کوئی اختلاف اور تعارض نہیں۔ پوری کتاب اول سے آخر تک ایک ہی مدعا ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی نظام فکر و عمل پیش کرتی ہے اس کا ایک مضمون دوسرے مضمون کی تصدیق و تائید اور ایک جزو دوسرے جزو کی توضیح و تشریح کرتا ہے اور معنی و بیان دونوں لحاظ سے اس میں کامل یکسانیت پائی جاتی ہے۔ تیسرا وصف مثانی فرمایا یعنی اس میں بہت سے احکام مواعظ اور قصص کو مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے اور بار بار نئے اسلوب سے بیان کیا گیا ہے تا کہ اچھی طرح دلنشین ہو جائیں بعض علماء نے مثانی سے یہ مراد لیا ہے کہ قرآن بار بار پڑھا جاتا ہے اور اس کی تلاوت مکرر پڑھنے کی طرف مجبور کرتی ہے اور دل پر گراں نہیں گزرتا اور کلاموں میں یہ بات نہیں ایک بار پڑھ کر دوبارہ پڑھنے کو دل نہیں چاہتا برخلاف قرآن مجید کے۔ آگے کلام اللہ کی تلاوت اور اس کی سماعت کے اثرات مومنوں کے قلب پر جو پیدا ہوتے ہیں وہ بیان فرمائے گئے کہ کتاب اللہ کو سن کر اللہ کے خوف اور اس کے کلام کی عظمت سے مومنین کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خوف و رعب کی کیفیت طاری ہو کر ان کا قلب و قالب اور ظاہر و باطن اللہ کی یاد کے سامنے جھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد ان کے بدن و روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سعادت مندوں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے اور جس کو خدائے تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہ دے تو آگے کون ہے جو اس کی دستگیری کر سکے اور راہ ہدایت دکھا سکے۔

اب باوجود ان قرآنی صفات کے جو اوپر بیان ہوئیں قرآن سے جو نفع نہیں اٹھاتا اس کو قیامت میں جو عذاب جھیلنا پڑے گا اس کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ دنیوی زندگی اور آخرت کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور ہم کو اس دنیا کی فانی زندگی میں آخرت کی باقی زندگی کا سامان جمع کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں یا اللہ ہمارے سینوں کو اسلام اور ایمان کے لئے کشادہ فرما دے اور ہمارے قلوب کو اپنے نور ہدایت سے منور فرما دے۔ یا اللہ ہمیں اپنے ان بندوں میں شامل فرما لے کہ جن کے جسم اور روح آپ کے خوف و خشیت سے متاثر ہو کر آپ کے ذکر و فکر کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور ان بندوں میں ہمیں شامل ہونے سے بچا لے کہ جن کے دل آپ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے اور جو قرآن کریم کی ہدایت اور نور سے محروم ہیں۔ یا اللہ اپنی ہدایت کے نور سے ہم سب کو نواز دے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکی سے ہم سب کو بچا لے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَمَن يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٢٤﴾

بھلا جو شخص اپنے منہ کو قیامت کے روز سخت عذاب کی سپر بناوے گا۔ اور ایسے ظالموں کو حکم ہوگا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو تو کیا یہ اور جو ایسا نہ ہو برابر ہو سکتے ہیں

كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٥﴾ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ

جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا سو ان پر (خدا کا) عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی زندگی میں بھی رسوائی کا مزہ چکھایا

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ

اور آخرت کا عذاب اور بھی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ سمجھ جاتے۔ اور ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں

فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ

تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا کجی نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں۔

يَتَّقُونَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم ضد اضدی (بھی) ہے اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا (غلام) ہے

يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ

(تو) کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہے۔ الحمدللہ بلکہ ان میں اکثر سمجھتے نہیں۔ آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر

يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿٣١﴾

قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے۔

أَفَمَن کیا۔پس۔جو	يَتَّقِي بچاتا ہے	بِوَجْهِهِ اپنا چہرہ	سُوءَ الْعَذَابِ برے عذاب سے	يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن	وَقِيلَ اور کہا جائے گا		
لِلظَّالِمِينَ ظالموں کو	ذُوقُوا تم چکھو	مَا جو	كُنتُمْ تَكْسِبُونَ تم کماتے (کرتے) تھے	كَذَّبَ جھٹلایا	الَّذِينَ جو لوگ	مِن قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	
فَأَتَاهُمُ تو ان پر آ گیا	الْعَذَابُ عذاب	مِنْ حَيْثُ جہاں سے	لَا يَشْعُرُونَ انہیں خیال نہ تھا	فَأَذَاقَهُمُ پس چکھایا انہیں	اللَّهُ اللہ	الْخِزْيَ رسوائی	
فِي میں	الْحَيَاةِ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	وَلَعَذَابُ اور البتہ عذاب	الْآخِرَةِ آخرت	أَكْبَرُ بہت ہی بڑا	لَوْ کاش	كَانُوا يَعْلَمُونَ وہ جانتے ہوتے
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا اور تحقیق ہم نے بیان کی	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	فِي میں	هَٰذَا الْقُرْآنِ اس قرآن	مِن كُلِّ ہر قسم کی	مَثَلٍ مثال	لَّعَلَّهُمْ تاکہ وہ	
يَتَذَكَّرُونَ نصیحت پکڑیں	قُرْآنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی	غَيْرَ ذِي عِوَجٍ کسی کجی کے بغیر	لَّعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَتَّقُونَ پرہیزگاری اختیار کریں		
ضَرَبَ اللَّهُ بیان کی اللہ نے	مَثَلًا ایک مثال	رَّجُلًا ایک آدمی	فِيهِ اس میں	شُرَكَاءُ کئی شریک	مُتَشَاكِسُونَ آپس میں ضدی		
وَرَجُلًا اور ایک آدمی	سَلَمًا سالم (خالص)	لِّرَجُلٍ ایک آدمی	هَلْ کیا	يَسْتَوِيَانِ دونوں کی برابر ہے	مَثَلًا مثال (حالت)	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	
لِلَّهِ اللہ کیلئے	بَلْ بلکہ	أَكْثَرُهُمْ ان میں اکثر	لَا يَعْلَمُونَ علم نہیں رکھتے	إِنَّكَ بیشک تم	مَيِّتٌ مرنے والے	وَإِنَّهُم اور بیشک وہ	مَّيِّتُونَ مرنے والے
ثُمَّ پھر	إِنَّكُمْ بیشک تم	يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن	عِندَ پاس	رَبِّكُمْ اپنا رب	تَخْتَصِمُونَ تم جھگڑو گے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایک ہدایت یافتہ اور خدا سے ڈرنے والے مؤمن اور اس کے مقابلہ میں ایک بدبخت گمراہ جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو دونوں کا حال بیان فرما کر ان کے درمیان فرق ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک اسلام وایمان اور قرآن و سنت کا کیا اثر لیتا ہے اور دوسرا منکر ایمان خدا کے ذکر اور احکام الٰہیہ سے ذرا متاثر نہیں ہوتا۔ یہ فرق تو دونوں کی حالتوں میں باعتبار تاثر اور عدم تاثر عن الحق کے مذکور ہوا تھا اب آگے دونوں میں فرق انجام اور ثواب و عذاب آخرت کے لحاظ سے بیان فرمایا گیا ہے اور ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہ بدقسمت جو راہ راست سے بھٹک گئے قیامت میں یہ عذاب اپنے منہ پر جھیلیں گے اور ان بدبختوں سے کہا جائے گا کہ آج اپنے دنیا میں کئے ہوئے کرتوتوں کا مزہ چکھو۔ آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے سے کوئی حملہ ہو یا ضرب لگائے تو ہاتھوں پر روکتا ہے اور چہرہ کو بچاتا ہے لیکن محشر میں مجرموں اور ظالموں کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوں گے اس لئے عذاب کی تھپڑیں سیدھی منہ پر پڑیں گی تو ایسا شخص جو بدترین عذاب کو اپنے منہ پر روکے اور اس سے کہا جائے کہ یہ اس کام کا مزہ ہے جو دنیا میں کئے تھے کیا اس مومن کی طرح ہوسکتا ہے جسے آخرت میں اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا اور وہ اللہ کے فضل سے مطمئن اور تکلیف و گزند سے بےفکر ہوگا۔ ہرگز دونوں انجام کے لحاظ سے برابر نہ ہوں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین توحید و رسالت کو جو ہمارے رسول کو جھٹلا رہے ہیں اور ہماری نازل کی ہوئی کتاب کو خاطر میں نہیں لا رہے ان کو پہلے زمانہ کے لوگوں کے حالات سے سبق اور نصیحت حاصل کرنا چاہئے ان سے پہلے ایسے منکرین اور مکذبین گزرے ہیں کہ جنھوں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور سمجھے کہ ہم اپنی ڈھٹائی پر قائم رہ کر مزہ سے زندگی بسر کرتے رہیں گے اور اللہ کی پکڑ سے بچے رہیں گے لیکن انکا یہ خیال غلط تھا۔ اللہ کے عذاب نے انہیں اچانک اس طرح آ پکڑا کہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ عذاب اس طرح بھی آسکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیا میں ذلیل وخوار اور تباہ و برباد ہوئے اور آخرت کا عذاب الگ مول لیا جو اس دنیا کے عذاب سے بہت بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ اگر ان منکرین میں جو اس وقت اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ اور فہم ہوتی تو یہ پہلے منکرین اور مکذبین کے حالات سے سبق حاصل کرتے اور نتیجہ پر نظر کرتے اور انجام کی کچھ فکر کرتے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا نہ سمجھنا یہ اپنی ہی غفلت اور حماقت سے ہے ورنہ اس قرآن کریم کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں۔ قرآن تو بات بات کو مثالوں اور دلیلوں سے واضح اور روشن طور پر سمجھاتا ہے تاکہ لوگ ان میں دھیان کر کے اپنی عاقبت درست کریں۔ قرآن تو ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی اور اونچ نیچ کی بات نہیں کہ عام آدمی کے لئے اس کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آئے بلکہ صاف اور سیدھی بات کہی گئی ہے جس سے ہر آدمی جان سکتا ہے کہ یہ کتاب کیا منوانا چاہتی ہے اور کس چیز کا انکار کرانا چاہتی ہے۔ کس چیز کو صحیح بتلاتی ہے اور کس بات کو غلط کہتی ہے کن کاموں کا حکم دیتی ہے اور کن کاموں سے منع کرتی ہے۔ اس کی سیدھی اور سچی باتیں ایسی ہیں کہ جن کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور اس میں کسی طرح کی کجی اور تضاد نہیں۔ غرض اس میں تو شافی اور کافی سامان موجود ہے کہ لوگ بسہولت اس سے مستفید ہوں۔ اعتقادی اور عملی غلطیوں سے بچیں اور اس کی صاف صاف نصیحتیں سن کر اللہ سے ڈرتے رہیں۔ چونکہ مثالوں کے ذریعہ باتیں ٹھیک طور پر سمجھ میں آجاتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں بھی بیان فرمائی

ہیں تاکہ لوگ اس کے مضمون کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ آگے اللہ تبارک وتعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ جس سے شرک اور توحید کے فرق اور انسان کی زندگی پر دونوں کے اثرات کو نہایت مختصر مگر بہت موثر طریقہ سے سمجھایا گیا ہے۔ مثال یہ بیان فرمائی گئی کہ ایک غلام تو وہ ہے جس کے بہت سے مالک یا آقا ہوں اور ہر مالک نہایت ضدی کج خلق اور بے مروت واقع ہوا ہو اور چاہتا ہو کہ غلام تنہا اس کے کام میں لگا رہے۔ دوسرے مالک سے سروکار نہ رکھے۔ اس کھینچ تان میں ظاہر ہے کہ غلام سخت پریشان اور پراگندہ دل ہوگا۔ برخلاف اس کے جو غلام پورا ایک ہی مالک کا ہو اسے ایک طرح کی یکسوئی اور اطمینان حاصل ہوگا اور کئی مالکوں کو خوش رکھنے کی کشمکش میں گرفتار نہ ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح مشرک اور موحد کو سمجھ لو۔ مشرک کا دل کئی طرف بٹا ہوا ہے اور کتنے ہی جھوٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے اس کے برخلاف موحد کی کل توجہات وخیالات کا ایک ہی مرکز ہے اور وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اسی ایک ذات واحد کو خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی خوشنودی کے بعد کسی غیر کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔ تو کہاں یہ مخلص موحد اور کہاں یہ دربدر بھٹکنے والا مشرک؟ ان دونوں میں کوئی نسبت نہیں۔ الحمد للہ۔ ساری خوبی اور تعریفیں اس ذات واحد کے لئے ہیں کہ کیسے اعلیٰ مطالب اور حقائق کو کیسی صاف اور دلنشین مثال سے سمجھا دیا مگر اس پر بھی بہت بدنصیب ایسے ہیں کہ ان واضح مثالوں کے سمجھنے کی توفیق نہیں پاتے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہی شرک کریں گے جو یکسر بے علم ہوں اور جن میں عقل وفہم اور سمجھ بوجھ بالکل ہی نہ ہو۔ اب جب ہر پہلو سے حق کو ثابت فرما دیا گیا اور بحث کا فیصلہ ہو گیا اور معاندین نے اس فیصلہ کو قبول نہ کیا تو اب آگے فیصلہ قیامت کا جو کہ آخری فیصلہ ہوگا اور جس سے کوئی سرتابی کر ہی نہیں سکتا بیان فرمایا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اس عقلی اور نقلی فیصلہ کو جو معاندین دنیا میں نہیں مانتے تو آپ غم نہ کریں کیونکہ اس دنیا سے آپ کو بھی گزر کر جانا ہے اور ان معاندین کو بھی مر کر جانا ہے پھر قیامت کے روز جب تمام مقدمات اور دنیا کے اختلافات اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو اس وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا اور حق و باطل صاف صاف ظاہر ہو جائے گا۔ ایمان واخلاص اور توحید وسنت والے نجات پائیں گے شرک وکفر اور انکار وتکذیب کرنے والے سخت سزائیں اٹھائیں گے۔ اسی طرح جن دو شخصوں میں جو جھگڑا اور اختلاف دنیا میں تھا قیامت کے روز وہ خدائے عادل ذوالجلال کے سامنے پیش ہو کر فیصل ہوگا۔

اس آخری آیت انک میت وانھم میتون ٥ ثم انکم یوم القیٰمۃ عند ربکم تختصمون کے نازل ہونے پر احادیث میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا جو جھگڑے ہمارے دنیا میں تھے وہ دوبارہ وہاں قیامت میں دہرائے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ ضرور دہرائے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا پورا پورا بدلہ دلوایا جائے گا ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے پڑوسیوں کے آپس کے جھگڑے پیش ہوں گے اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سب جھگڑوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ یہاں تک کہ دو بکریاں جو لڑی ہوں گی اور ایک نے دوسرے کو سینگ مارے ہوں گے ان کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔ مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا یا رسول اللہؐ مجھے کیا خبر۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو اس

2

کا علم ہے اور وہ قیامت کے دن ان دونوں میں انصاف کرے گا علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہر سچا جھوٹے سے ہر مظلوم ظالم سے ہر ہدایت یافتہ گمراہی میں مبتلا ہونے والے سے ہر کمزور زورآور سے اس روز جھگڑے گا۔ اور حضرت ابن عباسؓ ہی سے یہ روایت لائے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑیں گے یہاں تک کہ روح اور جسم کے درمیان بھی جھگڑا ہوگا۔ روح تو جسم کو الزام دے گی کہ تو نے یہ سب برائیاں کیں اور جسم روح سے کہے گا کہ ساری چاہت اور شرارت تیری ہی تھی۔ ایک فرشتہ ان میں فیصلہ کرے گا وہ کہے گا سنو ایک آنکھوں والا انسان ہے لیکن اپاہج بالکل لولا لنگڑا چلنے پھرنے سے معذور دوسرا ایک آدمی اندھا ہے لیکن پیر اس کے سلامت ہیں چلتا پھرتا ہے یہ دونوں ایک باغ میں ہیں۔ لنگڑا اندھے سے کہتا ہے بھائی یہ باغ تو میووں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے لیکن میرے تو پاؤں نہیں ہیں جو میں چل کر یہ پھل توڑلوں اندھا جواب دیتا ہے آؤ میرے پاؤں ہیں میں تجھے اپنی چڈی پر چڑھا لیتا ہوں اور لے چلتا ہوں چنانچہ یہ دونوں اس طرح پہنچے اور خوب مرضی کے مطابق باغ سے پھل توڑے۔ بتلاؤ کہ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ جسم روح دونوں جواب دیں گے کہ جرم دونوں کا ہے۔ فرشتہ کہے گا کہ بس اب تو تم نے اپنا فیصلہ آپ کردیا یعنی جسم گویا سواری ہے اور روح اس پر سوار ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کسی کا حق ہے اس کو چاہئے کہ دنیا ہی میں اس کو ادا یا معاف کرا کر حلال ہو جائے کیونکہ آخرت میں درہم اور دینار تو ہوں گے نہیں اگر ظالم کے پاس کچھ اعمال صالحہ ہیں تو بمقدار ظلم یہ اعمال صالحہ اس سے لے کر مظلوم کو دے دیئے جاویں گے اور اگر اس کے پاس حسنات نہیں ہیں تو مظلوم کی برائیاں اور گناہوں کو اس سے لے کر ظالم پر ڈال دیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے دوسری روایت یہ ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو مفلس اس کو جانتے ہیں جس کے پاس نہ کوئی نقد رقم ہو نہ ضروریات کا سامان۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اصلی اور حقیقی مفلس میری امت میں وہ شخص ہے جو قیامت میں بہت سے نیک اعمال نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ لے کر آئے گا مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی۔ کسی پر تہمت باندھی کسی کا مال ناجائز طور پر کھا گیا۔ کسی کو قتل کرایا کسی کو مار پیٹ سے ستایا تو یہ سب مظلوم اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے اپنے مظالم کا مطالبہ کریں گے اور اس کی حسنات ان میں تقسیم کردی جائے گی پھر جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مظلوم کے حقوق ابھی باقی ہوں گے تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تو گویا یہ شخص سب کچھ سامان ہونے کے باوجود قیامت میں مفلس وقلاش رہ گیا۔ یہی اصلی مفلس ہے یا اللہ ایسی مفلسی سے ہم سب کو اپنی رحمت سے بچائیے گا۔ مگر ایک بات یہاں یہ سمجھ لی جائے کہ قیامت میں سارے نیک اعمال مظالم اور حقوق العباد کے بدلے میں مظلوموں کو دے دیئے جائیں گے مگر ایمان نہیں دیا جائے گا جب ظالم کے تمام اعمال صالحہ علاوہ ایمان کے سب مظلوموں کو دے کر ختم ہو جائیں گے اور صرف ایمان رہ جائے گا تو ایمان اس سے سلب نہیں کیا جاوے گا بلکہ مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال کر حقوق کی ادائیگی کی جائے گی جس کے نتیجہ میں یہ گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد بالآخر کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ہو جائے گا اور پھر یہ حال اس کا دائمی ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ ہے ایمان کی قدر و قیمت مگر افسوس کہ آج اس بے دینی کے زمانہ میں ہر چیز قابل وقعت اور

قابل قدر ہے۔ اگر نہیں ہے تو ایمان صادق کی کچھ وقعت اور پروا نہیں ۔ الا ماشآء اللہ اور ابھی کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں وہ وقت نہ دکھلائیں جب کہ کفر اتنا سستا ہو جائے گا کہ صبح کو آدمی مسلمان ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مسلمان ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا۔ معمولی سے دنیوی نفع کے عوض دین کو فروخت کردے گا جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں بروایت مسلم بتلادیا گیا ہے۔ (العیاذ باللہ) مشکوٰۃ شریف ہی کی ایک دوسری حدیث بروایت ابی داؤد میں وارد ہے کہ قیامت کے قریب ایسے سخت فتنے برپا ہوں گے جیسا اندھیری رات کے ٹکڑے صبح کو آدمی ان میں مسلمان ہوگا شام کو کافر شام کو مسلمان ہوگا صبح کو کافر۔ ان میں بیٹھنے والا آدمی کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔ اس وقت اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا۔ یعنی ٹاٹ کی طرح گھر کے ایک کونے میں پڑے رہنا (الاعتدال فی مراتب الرجال) ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہو رہی ہیں۔ لیکن ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اسی طرح فوجیں کی فوجیں اسلام سے خارج ہونے لگیں گی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ پاک ایسے وقت سے ہمیں بچائیں اور اسلام پر قائم رکھیں اور ایمان پر موت نصیب فرمائیں۔

میرے عزیزو اور دوستو وقت کی اور اپنے ایمان و اسلام کی قدر کیجئے اور حق تعالیٰ کا اسی قرآن کریم میں وعدہ ہے لئن شکرتم لازیدنکم (پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم) یعنی اگر تم اللہ کی کسی نعمت پر شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس نعمت میں زیادتی عطا فرمائیں گے تو اسلام اور ایمان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ ہم کم از کم صبح و شام حق تعالیٰ کا اسی نعمت اسلام و ایمان پر شکر ادا کرنے کا معمول بنالیں تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ہمارے اسلام اور ایمان میں ترقی وزیادتی اور اضافہ ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق نصیب فرمائیں۔

الغرض ان آیات کا خلاصہ یہی ہے کہ قیامت کے روز تمام دنیا کے اختلافات کا آخری عملی فیصلہ ہوگا اور اس فیصلہ کا کیا نتیجہ ہوگا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان آئندہ درس میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قیامت کے دن مجرموں اور ظالموں کے گروہ سے ہم کو علیحدہ رکھیں اور اپنے مومنین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں دنیا اور آخرت دونوں جہان میں اپنے عذاب سے محفوظ و مامون فرمایئے۔ اور اس قرآن پاک کے ذریعہ جو آپ کے احکام ہم کو پہنچے ہیں ان پر ہم کو دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہمارے اس پاکستان میں اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی قرآن پاک کے احکام کا بول بالا ہو۔

یا اللہ ہم کو قرآن پاک کا متبع اور فرمانبردار بنا کر زندہ رکھئے اور اس کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے ہم کو ہمارے ملک کو اور تمام امت مسلمہ کو بچالیجئے۔ یا اللہ ہمیں اپنے اختلافات اس دنیا ہی میں ختم کرلینے کی توفیق عطا فرمایئے۔ تاکہ قیامت میں جواب دہی نہ کرنا پڑے۔ یا اللہ ہمارے اسلام کی مرتے دم تک حفاظت فرمایئے اور ایمان پر ہم سب کو خاتمہ بالخیر نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

فَمَنْ اَظْلَمُ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ

سو اس شخص سے زیادہ بے انصاف کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچی بات کو جبکہ وہ اس کے پاس پہنچی جھٹلاوے۔

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ

کیا جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانہ نہ ہوگا اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ جانا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝

تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں وہ جو کچھ چاہیں گے ان کیلئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے۔ یہ صلہ ہے نیک کاروں کا۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ

تاکہ اللہ تعالیٰ اُن سے اُن کے بُرے عملوں کو دور کردے اور ان کے نیک کاموں کے عوض اُن کو ان کا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ

ثواب دے۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت) کیلئے کافی نہیں اور یہ لوگ آپ کو اُن (جھوٹے معبودوں) سے ڈراتے ہیں

دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ

جو خدا کے سوا (تجویز کر رکھے) ہیں اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جس کو وہ ہدایت دے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝

کیا خدا تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا نہیں

فَمَنْ پس کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنْ سے۔جس	كَذَبَ جھوٹ باندھا	عَلَى پر	اللّٰهِ اللہ	وَكَذَّبَ اور اس نے جھٹلایا		
بِالصِّدْقِ سچائی کو	اِذْ جب	جَآءَهٗ وہ اسکے پاس آئی	اَلَيْسَ کیا نہیں	فِيْ جَهَنَّمَ جہنم میں	مَثْوًى ٹھکانا	لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے		
وَالَّذِيْ اور جو شخص	جَآءَ آیا	بِالصِّدْقِ سچائی کے ساتھ	وَصَدَّقَ اور اس نے اسکی تصدیق کی	بِهٖٓ اس کو	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمُ وہ		
الْمُتَّقُوْنَ جمع (متقی)	لَهُمْ ان کیلئے	مَّا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے	عِنْدَ ہاں۔پاس	رَبِّهِمْ ان کا رب	ذٰلِكَ یہ	جَزٰٓؤُا جزا		
الْمُحْسِنِيْنَ (جمع) نیکوکاروں	لِيُكَفِّرَ تاکہ دور کردے	اللّٰهُ اللہ	عَنْهُمْ ان سے	اَسْوَاَ برائی	الَّذِيْ وہ جو	عَمِلُوْا انہوں نے کئے (اعمال)		
وَيَجْزِيَهُمْ اور انہیں جزادے	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	بِاَحْسَنِ بہترین (اعمال)	الَّذِيْ وہ جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے				
اَلَيْسَ کیا نہیں	اللّٰهُ اللہ	بِكَافٍ کافی	عَبْدَهٗ اپنے بندے کو	وَيُخَوِّفُوْنَكَ اور وہ خوف دلاتے ہیں آپ کو	بِالَّذِيْنَ ان سے جو			
مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	وَمَنْ اور جس	يُّضْلِلِ گمراہ کردے	اللّٰهُ اللہ	فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ کوئی	هَادٍ ہدایت دینے والا		
وَمَنْ اور جس	يَّهْدِ اللّٰهُ اللہ ہدایت دے	فَمَا تو نہیں	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ کوئی	مُّضِلٍّ گمراہ کرنیوالا	اَلَيْسَ کیا نہیں	اللّٰهُ اللہ	
بِعَزِيْزٍ غالب	ذِي انْتِقَامٍ بدلہ لینے والا							

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اس سورۃ میں دور سے توحید وشرک اور حق و باطل کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ مشرک و موحد دونوں فریقوں کا فرق اور ان کے حالات بیان کرتے ہوئے اخیر میں گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ معاندین اور منکرین و مکذبین اس وقت جو توحید کو نہیں مانتے اور اس میں جھگڑے نکالتے ہیں اور حجتیں کرتے ہیں تو ان کو بہر حال مر کر ایک دن حق تعالیٰ کے ہاں پیش ہونا ہے۔ اس دن تمام جھگڑوں کا عملی فیصلہ پروردگار فرما دے گا اور فیصلہ یہ ہوگا کہ ناحق پرستوں کو عذاب جہنم نصیب ہوگا اور حق پرستوں کو اجر عظیم ملے گا۔

اب ان آیات میں بھی انہی دو فریقوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ کون حق پر اور مستحق نجات ودرجات ہے اور کون ناحق پر مستحق عذاب ہے۔ قرآن نے اور اللہ کے رسول نے تو یہی تعلیم دی کہ اللہ کو ایک مانو اور اسی کو اپنا خالق رازق اور مالک جانو اور اس پروردگار عالم کو اسی طرح سمجھنے کی کوشش کرو جس طرح اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اللہ کو اپنے خیال کے مطابق ماننا انسان کی نجات کے لئے کافی نہیں۔ اللہ کی سچی باتیں اور اس کی صفتیں وہی ہیں جو اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول نے بتلا دی ہیں۔ ان کے خلاف نعوذ باللہ اللہ کی اولاد ماننا فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینا اوروں کو اس کا شریک ٹھہرانا اس کی خدائی میں دوسروں کا حصہ ماننا جیسا کہ مشرکوں کے عقائد تھے یہ سب اللہ پر جھوٹ گھڑنا اور بہتان لگانا ہے۔ قرآن کریم میں جو اللہ کی صفات آئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اللہ کی عبادت و بندگی اور اس کے آداب وطریقے بتلائے ہیں وہ سراسر سچائی پر مبنی ہیں۔ جو لوگ ان کو نہیں مانتے وہ سچائی کے نہ ماننے والے اور منکر ہیں۔ ان سے زیادہ بڑھ کر کون ظالم۔ بے انصاف اور ناحق پرست ہوگا کہ جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور اس کے شریک ٹھہرائے اور جب سچی بات اس کے پاس اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کے ذریعہ پہنچی تو اس کو بھی جھٹلایا تو جو شخص سچائی کا اتنا دشمن ہو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے اور ایسے ظالموں کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کہاں ہوگا تو اس ناحق پرست فریق کا تو یہ فیصلہ ہوا اور اس فریق کے خلاف دوسرا فریق جو سچی بات لے کر خدا کی طرف سے یا رسول کی طرف سے لوگوں کے پاس آئے اور خود بھی اس کو سچ جانا یعنی صادق بھی ہیں اور مصدق بھی تو یہ لوگ واقعی اللہ سے ڈرنے والے اور متقی کہلانے کے لائق ہیں اور ان کے متعلق فیصلہ یہ ہوگا کہ ان کو اپنے رب کے ہاں وہ سب کچھ ملے گا جو یہ چاہیں گے اور ان کا انجام یہ ہوگا کہ بربنائے بشریت جو ان سے قصور اور برائیاں سرزد ہوئی ہوں گی وہ بھی معاف کردی جائیں گی اور ان کی نیکیاں قبول کرلی جائیں گی۔ ان پاکباز لوگوں کا یہی بدلہ ہوگا۔ تو اوپر کے مضامین اور قرآنی آیات کہ جس میں توحید کی حقانیت اور شرک وبت پرستی کی مذمت وبطلان بیان فرمایا گیا کفار مکہ جب سنتے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکاتے اور کہتے کہ آپ ہمارے معبودوں سے گستاخی نہ کیجئے ورنہ ہم ان سے درخواست کر کے آپ کو سزا دلوادیں گے اور وہ آپ کے ہوش و حواس چھین لیں گے اور (معاذ اللہ) دیوانہ اور پاگل بنادیں گے۔ اس کا جواب ارشاد فرمایا گیا کہ کیا خوب گویا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی حفاظت کے لئے کافی نہیں۔ جو ایک زبردست خدا کا بندہ بن چکا اسے عاجز اور بے بس خداؤں سے کیا ڈر ہوسکتا ہے؟ کیا اس عزیز و منتقم یعنی زبردست بدلہ لینے والے اللہ کی امداد وحمایت اس بندہ کو کافی نہیں جو کسی دوسرے سے ڈرے؟ یہ بھی ان مشرکین کا خبط باطل عقیدہ اور مستقل گمراہی ہے کہ خدائے واحد کے پرستار کو اس طرح کی گیدڑ بھبکیوں سے خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ کے مقابلہ میں اپنے بتوں اور خداؤں کو کھڑا کرتے ہیں۔ ان کی اللہ کے سامنے کیا حقیقت ہے؟ ان کی عقلوں کو کیا ہوگیا ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت اور ٹھیک راستہ پر لگا دینا یا نہ لگانا سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جب کسی شخص کو اس کی کجروی اور بدتمیزی کی بناء پر اللہ تعالیٰ ہدایت اور کامیابی کا راستہ نہ دے تو وہ اسی طرح خبطی اور احمق

ہو جاتا ہے اور موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی بھی قوت اس میں نہیں رہتی۔ کیا ان احمقوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ جو بندہ خداوند قدوس کی پناہ میں آ گیا کونسی طاقت ہے جو اس کا بال بیکا کر سکے۔ جو طاقت مقابل ہوگی پاش پاش کر دی جائے گی۔ غیرت خداوندی مخلص وفاداروں کا بدلہ لئے بدوں نہیں چھوڑے گی۔ اس سے بڑھ کر زبردست اور انتقام لینے کی قدرت والا کوئی نہیں۔ اس کے رسول سے جولڑتے بھڑتے ہیں وہ انہیں سخت سزائیں دے گا۔

ان آیات میں ایک جملہ **ویخوفونک بالذین من دونہ** آیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ یہ کفار آپ کو ان جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سوا انہوں نے تجویز کر رکھے ہیں تو اس پر حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ اس آیت کو پڑھنے والے عموماً یہ خیال کر کے گزر جاتے ہیں کہ یہاں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے جس کا تعلق کفار کی دھمکیوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہے۔ اس طرف دھیان نہیں دیتے کہ اس میں ہمارے لئے کیا ہدایت ہے۔ حالانکہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ جو شخص بھی کسی مسلمان کو اس لئے ڈرائے کہ تم نے فلاں ناجائز یا حرام کام یا گناہ نہ کیا تو تمہارے حکام اور افسر یا جن کے تم محتاج سمجھے جاتے ہو تم سے خفا ہو جائیں گے اور تکلیف پہنچائیں گے تو یہ بھی اسی میں داخل ہے اگرچہ ڈرانے والا مسلمان ہی ہو اور جس کو ڈرایا جائے وہ بھی مسلمان ہی ہو۔ اور یہ ایسا عام ابتلاء ہے کہ دنیا کی اکثر ملازمتوں میں لوگوں کو پیش آتا ہے کہ احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی پر آمادہ ہو جائیں یا پھر اپنے افسروں اور حاکموں کے عتاب وعقاب کے مورد بنیں۔ آیت نے ان سب کو یہ ہدایت دی کہ کیا اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کے لئے کافی نہیں۔ اگر تم نے خالص اللہ کے لئے گناہوں کے ارتکاب سے بچنے کا عزم کر لیا اور احکام خداوندی کے خلاف کسی حاکم وافسر کی پرواہ نہ کی تو خدا تعالیٰ کی امداد تمہارے ساتھ ہوگی۔ زائد سے زائد یہ ملازمت چھوٹ بھی جائے گی تو اللہ تعالیٰ تمہارے رزق کا دوسرا انتظام کر دیں گے اور مومن کا کام تو یہ ہے کہ ایسی ملازمت کو چھوڑنے کی خود ہی کوشش کرتا رہے کہ کوئی دوسری مناسب جگہ مل جائے تو اس کو فوراً چھوڑ دے۔ (معارف القرآن جلد ۷)

آگے مزید دلائل سے یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی حفاظت اور امداد کے لئے بالکل کافی ہے اور ہر حال میں اللہ ہی مددگار ہو سکتا ہے دوسرے کسی گنتی میں نہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

جو کچھ ہم کو قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ہم کو ایمان صادق اور یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہم کو بھی اپنے ان متقی بندوں میں شامل فرمائیں کہ جن کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازیں گے۔

یا اللہ! آپ ہماری دین و دنیا میں کفالت فرمائیں اور اپنی ہدایت سے ہم سب کو نوازیں۔ اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے حاسدین اور دشمنوں سے آپ اپنی قدرت سے انتقام لے لیں اور آپ اپنی حفاظت میں ہم کو رکھیں۔

یا اللہ! ہم کو وہ ایمان و یقین عطا فرما کہ ہم اس بات کو دل میں رکھ لیں کہ ہرگز ہرگز ہم کو کوئی نقصان اور تکلیف نہیں پہنچ سکتی اور ہمارے دشمن ہم کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے مگر وہی کہ جو ہمارے اللہ کو منظور ہو۔ یا اللہ اپنی نصرت اور حمایت پر ہم کو بھروسہ عطا فرما اور ہر حال میں ہمارے ناصر اور مددگار رہئے۔ یا اللہ! ہمیں ایسے حکام اور افسران عطا فرمایئے کہ جو ہمارے دین داری میں مددگار و معاون ہوں اور ایسے حکام سے بچایئے جو آپ کے احکام کے خلاف ورزی پر آمادہ کرنے والے ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا

اور اگر ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ آپ کہئے کہ بھلا پھر یہ تو بتلاؤ

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ

کہ خدا کے سوا تم جن معبودوں کو پوجتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے کیا یہ معبود اس کی دی ہوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے

بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸

کیا یہ معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے خدا کافی ہے۔ توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں سو اب جلدی تمکو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب

يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۴۰ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ

آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دیگا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔ ہم نے آپ پر یہ کتاب لوگوں کے (نفع کے) لئے اتاری جو حق کو لئے ہوئے ہے

فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۴۱

سو جو شخص راہ راست پر آوے گا تو اپنے نفع کے واسطے اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا اور آپ ان پر مسلط نہیں کئے گئے۔

وَلَئِنْ اور اگر	سَاَلْتَهُمْ تم پوچھو اُن سے	مَنْ کون۔کس	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین		
لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	قُلْ فرمادیں	اَفَرَءَيْتُمْ کیا پس دیکھا تم نے	مَا تَدْعُوْنَ جن کو تم پکارتے ہو	مِنْ سے		
دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوائے	اِنْ اگر	اَرَادَنِيَ چاہے میرے لئے	اللّٰهُ اللہ	بِضُرٍّ کوئی ضرر	هَلْ کیا	هُنَّ وہ سب	كٰشِفٰتُ دور کرنیوالے ہیں
ضُرِّهٖٓ اس کا ضرر	اَوْ یا	اَرَادَنِيْ وہ چاہے میرے لئے	بِرَحْمَةٍ کوئی رحمت	هَلْ کیا	هُنَّ وہ سب	مُمْسِكٰتُ روکنے والے ہیں	
رَحْمَتِهٖ اسکی رحمت	قُلْ فرمادیں	حَسْبِيَ اللّٰهُ کافی ہے میرے لئے اللہ	عَلَيْهِ اس پر	يَتَوَكَّلُ بھروسہ کرتے ہیں	الْمُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنیوالے		
قُلْ فرمادیں	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْمَلُوْا تم کام کئے جاؤ	عَلٰى پر	مَكَانَتِكُمْ اپنی جگہ	اِنِّىْ بیشک میں	عَامِلٌ کام کرتا ہوں	
فَسَوْفَ پس عنقریب	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے	مَنْ کون	يَّاْتِيْهِ آتا ہے اُس پر	عَذَابٌ عذاب	يُّخْزِيْهِ رسوا کردے اس کو		
وَيَحِلُّ اور اُتر آتا ہے	عَلَيْهِ اس پر	عَذَابٌ عذاب	مُّقِيْمٌ دائمی	اِنَّآ اَنْزَلْنَا بیشک ہم نے نازل کی	عَلَيْكَ آپ پر	الْكِتٰبَ کتاب	
لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	فَمَنِ پس جس	اهْتَدٰى ہدایت پائی	فَلِنَفْسِهٖ تو اپنی ذات کیلئے	وَمَنْ اور جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	
فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں	يَضِلُّ وہ گمراہ ہوتا ہے	عَلَيْهَا اپنے لئے	وَمَآ اور نہیں	اَنْتَ آپ	عَلَيْهِمْ ان پر	بِوَكِيْلٍ نگہبان	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہوا تھا کہ جب مشرکین اور کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک کی مذمت اور برائی سنتے تو یہ مشرکین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے بتوں سے ڈراتے تھے اور کہتے کہ تم ہمارے دیوتاؤں کی توہین کر کے ان کو غصہ نہ دلاؤ اور ان کی برائی کرنا

چھوڑ دو ورنہ وہ تمہیں اس کی سخت سزا دیں گے اور تمہاری عقل اور ہوش و حواس چھین لیں گے۔ اس کا جواب دیا گیا تھا کہ کیا اللہ اپنے بندہ خاص کی حفاظت کے لئے کافی نہیں؟ جو خداوند قدوس کی حفاظت میں آ چکا تو اسے ان عاجز اور بے بس بتوں سے کیا ڈر ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ زبردست قوتوں کا مالک ہے اس کے سامنے کیا مجال ہے کہ کوئی دم مار سکے۔ پھر ان کے یہ بت تو سرے سے کچھ ہیں ہی نہیں۔ انسان تو انسان یہ تو مکھی اور مچھر جیسی حقیر چیزوں کے آگے بھی بے بس ہیں۔

اسی سلسلہ میں ان آیات میں ایک اور دلیل سے سمجھایا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو نفع و نقصان دے سکے تو پھر ان بتوں سے کیا ڈرنا اور ڈرانا۔ مشرکین بھی اپنے عقیدہ میں اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اور بنانے والا اللہ ہی ہے تو ایک طرف تو خداوند قدوس جو خود مشرکین کے اقرار کے موافق تمام زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور دوسری طرف پتھر کی بے جان مورتیں یا عاجز مخلوق جو سب مل کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف کو دور نہ کر سکیں اور اسی طرح اللہ اپنی رحمت سے کسی کو راحت پہنچانا چاہے تو کوئی اس کی رحمت کو روک نہ سکے تو مشرکین ہی بتلائیں کہ دونوں میں سے کس پر بھروسہ کیا جائے؟ اور کس کو اپنی مدد کے لئے کافی سمجھا جائے؟ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ بالکل کافی ہے۔ وہی میرے سب کام اپنی رحمت سے بنائے گا۔ ہر حالت میں اللہ ہی مددگار ہو سکتا ہے اور اسی کی ذات عالی بھروسہ کرنے کے لائق ہے دوسرے کس گنتی میں ہیں اس لئے میں بھی اسی پر توکل رکھتا ہوں اور تمہاری مخالفت اور عناد کی کچھ پروا نہیں کرتا اور چونکہ کفار و مشرکین ان کھلی ہوئی دلیلوں اور صاف صاف بیانات کے بعد بھی اپنی اسی جہالت اور ضلالت پر مصر تھے اس لئے آگے آخری جواب کی تعلیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے صاف کہہ دیجئے کہ اگر اس پر بھی تم نہیں مانتے تو تم جانو جو چاہو کرو اور جیسے تم اپنا طریقہ نہیں چھوڑتے میں اپنا طریقہ نہیں چھوڑتا میں تو اسی راستہ پر قائم رہوں گا اور جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مقرر کر دیا ہے۔ سو جلدی ہی تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کی شامت آنے والی ہے اور کون دنیا ہی میں ذلیل و خوار اور آخرت میں ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ہونے والا ہے۔ الغرض یہاں تک جو مضامین بیان ہوئے ان میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے مذہب کو کبھی تو دلائل بینات سے باطل کیا کبھی امثال بیان کر کے اس کی خرابی ظاہر فرمائی اور کبھی دنیا و آخرت میں بلائیں اور عذاب کی سزا سے ڈرایا مگر اس پر بھی وہ کور باطن نہ مانتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایمان نہ لانے سے رنج ہوتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلاتے ہیں اور تسلی فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر لوگوں کی رہنمائی کے لئے دنیا میں کتاب نازل کر دی ہے یعنی قرآن مجید جو سعادت و شقاوت بیان کرنے میں صاف صاف ہے اور جمیع ضروریات کے لئے دستور العمل آسمانی ہے اس کتاب کے ذریعہ سے سچی بات نصیحت کی کہہ دی گئی اور دین کا راستہ ٹھیک ٹھیک بتلا دیا گیا۔ آگے ہر انسان اپنا نفع نقصان خود سوچ لے۔ نصیحت پر چلے گا تو اسی کا دین و دنیا کا بھلا ہے ورنہ اپنا ہی انجام خراب کرے گا۔ آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ زبردستی ان کو راہ پر لے آئیں۔ صرف پیغام حق پہنچا دینا آپ کا فرض تھا۔ وہ آپ نے ادا کر دیا اور کر رہے ہیں آگے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے پھر ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ امت مسلمہ پر رحم و کرم فرما دے اور ہمیں اپنے کلام کی پھر سچی محبت اور عظمت عطا فرما دے۔ اس کے اتباع کی توفیق نصیب فرما دے تا کہ ہم کو پھر دین و دنیا کی کامرانی نصیب ہو جائے اور ہماری بدحالی دور ہو جائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۚ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ

اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو اُن کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی اُن کے سونے کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے

قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کیلئے رہا کر دیتا ہے اس میں اُن لوگوں کیلئے جو کہ

لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۲

سوچنے کے عادی ہیں دلائل ہیں۔

اَللّٰهُ اللہ	یَتَوَفّٰی قبض کرتا ہے	الْاَنْفُسَ (جمع) جان۔روح	حِیْنَ وقت	مَوْتِهَا اس کی موت	وَ الَّتِیْ اور جو	لَمْ تَمُتْ نہ مرے
فِیْ میں	مَنَامِهَا اپنی نیند	فَیُمْسِكُ تو روک لیتا ہے	الَّتِیْ وہ جس	قَضٰی فیصلہ کیا اس نے	عَلَیْهَا اس پر	الْمَوْتَ موت
وَ یُرْسِلُ وہ چھوڑ دیتا ہے	الْاُخْرٰی دوسروں کو	اِلٰی تک	اَجَلٍ ایک وقت	مُسَمًّی مقررہ	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں
لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	یَتَفَكَّرُوْنَ غور و فکر کرتے ہیں				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات سے خاص اور مرکزی مضمون توحید کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے مثالوں اور دلیلوں اور صاف اور واضح بیانات سے ہر طرح یہ بتا دیا گیا کہ اللہ کے سوا نہ کوئی قادر مطلق ہے اور نہ کوئی معبود اور نہ کسی کو انتظام عالم میں دخل دینے کی قدرت اور نہ کوئی نفع ونقصان کا مالک۔ غرض کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نمونہ ہے جدھر دیکھو ہر جگہ اس کی نشانی نظر آتی ہے۔ سوچنے اور غور وفکر کرنے والے انسان ہر واقعہ میں اللہ کی معرفت کی نشانی دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کی قدرت کے دلائل میں ایک بڑی چیز انسان کا سونا اور جاگنا بھی ہے جس کا اس آیت میں ذکر فرمایا جاتا ہے اور جس سے انسان کو یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ موت اور زیست کس طرح اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے کوئی شخص یہ ضمانت نہیں رکھتا کہ رات کو جب وہ سوئے گا تو صبح وہ لازماً زندہ ہی اٹھے گا۔ کسی کو بھی یہ معلوم نہیں کہ ایک گھڑی بھر میں اس پر کیا گزر سکتا ہے اور دوسرا لمحہ اس پر زندگی کا لمحہ ہوتا ہے یا موت کا۔ ہر وقت سوتے جاگتے چلتے پھرتے گھر میں یا باہر کسی وقت بھی وہ گھڑی آسکتی ہے جو اس کے لئے پیام موت ثابت ہو۔ جو انسان اس طرح خدا کے ہاتھ میں بے بس ہے وہ کیسا سخت نادان ہے اگر وہ اسی خدا سے غافل یا اسی کا منکر ہے۔ چنانچہ اس آیت میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ ہی کی ذات ہے جو موت کے وقت روحوں کو قبض کرتا ہے اور بدن سے نکالتا ہے۔ اور جو ابھی نہیں مرا ہے اس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے نیند کی حالت میں روح قبض کرنے سے مراد یہ ہے کہ ظاہری تصرفات جیسے کھانا پینا دیکھنا سننا چلنا پھرنا لینا دینا کچھ انسان سے نہیں ہوتا۔ ظاہری احساس وشعور فہم وادراک اور اختیار وارادہ کی قوتیں معطل ہو جاتی ہیں۔ نیند میں بھی مردہ کی طرح پڑے رہتے ہیں۔ اسی حالت کے متعلق اردو زبان میں بھی یہ کہاوت مشہور ہے کہ سویا اور مرا برابر ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ پھر جس پر اللہ تعالیٰ موت کا فیصلہ نافذ فرما دیتا ہے تو اس کی روح

روک لیتا ہے۔ پھر اس بدن کی طرف دنیا میں نہیں آنے پاتی اور دوسری روحوں کو جن کو خواب یعنی نیند میں قبض کیا تھا ایک وقت معین تک چھوڑ دیتا ہے یعنی بیدار ہو کر انسان بدن سے پھر تصرفات کرنے لگتا ہے تو جب زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اور کسی اور کو دنیا جہاں کی پیدائش اور موت اور اس کے قائم رکھنے میں کوئی دخل نہیں تو اس میں ان لوگوں کے لئے جو کہ عقل وفکر سے سوچنے اور سمجھنے کے عادی ہیں خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کے تصرفات پر ایسے دلائل ہیں کہ جن سے اس کی توحید پر استدلال کر سکتے ہیں۔

یہاں آیت میں اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ جو فرمایا یعنی اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے۔ تو علما نے لکھا ہے کہ ہر انسان کے دو نفس ہوتے ہیں ایک تو نفس حیاتی جو موت کے وقت اس سے سلب ہو جاتا ہے کہ اس کے جانے سے جان چلی جاتی ہے اور دوسرا نفس شعور وادراک ہے وہ نیند کے وقت انسان سے جدا ہو جاتا ہے اور نیند کے بعد جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں واپس آ جاتا ہے تو گویا ایک وفات کبریٰ ہوئی جس میں روح من کل الوجوہ سلب ہو جاتی ہے جس کے بعد نہ حیات جسمانی باقی رہ جاتی ہے نہ شعور و ادراک اور دوسری وفات صغریٰ ہے کہ جس میں سلب روح صرف جزئی حیثیت سے ہوتا ہے کہ جس سے حیات جسمانی تو باقی رہتی ہے لیکن شعور وادراک باقی نہیں رہتا نیند کے وقت سلب صرف حیات شعوری کا ہوتا ہے تو اس طرح جن معطل روحوں کی موت کا وقت نہیں آتا نیند سے جاگ کر بدستور تصرفات جسمی میں مصروف ہو جاتی ہیں اور جن روحوں کو اللہ تعالیٰ روک لیتے ہیں پھر وہ تصرفات جسمانی کی طرف واپس نہیں آتیں۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اصل روح تو نیند کے وقت بھی جسم سے نکل جاتی ہے لیکن اس کا تعلق جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے (جیسے آفتاب کا شعاعی تعلق کروڑوں میل دور ہونے کے باوجود زمین سے قائم رہتا ہے) اور سوتا ہوا انسان اسی جزئی تعلق کی بناء پر خواب دیکھتا رہتا ہے پھر جب بیداری کا وقت آتا ہے تو یہ روح چشم زدن سے بھی کم میں جسم میں واپس آ جاتی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابن آدم میں نفس بھی ہوتا ہے اور روح بھی اور دونوں کا ایک شعاعی تعلق مثل شعاع آفتاب کے ہوتا ہے۔ پس نفس تو وہ ہے جو ادراک وشعور کا مبداء ہے اور روح وہ ہے جس سے تنفس اور حرکت قائم ہے اور انسان جب سوتا ہے تو خدائے تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے نہ کہ اس کی روح کو۔ تو خلاصہ یہ نیند کے وقت بھی اللہ تعالیٰ بدن سے ایک طرح سے روح الگ کر دیتے ہیں مگر اتنا تعلق اور اثر اس کا جسم سے باقی رہتا ہے کہ سانس چلتا رہے۔ اب یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ روح کو بدن میں واپس بھیجے یا نہ بھیجے۔ اگر واپس بھیج دیا تو آدمی جاگ اٹھتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ ابھی اسے دنیا میں کچھ دن اور رہنا ہے اور اگر واپس نہ بھیجا اور روح کو اپنے پاس ہی روک لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی مر گیا یعنی روح کا جسم پر اتنا اثر بھی نہ رہا کہ آدمی کا سانس چلتا رہے تو معلوم ہوا کہ یہ بالکل حق تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے کہ بدن میں جب روح چاہے داخل کر دے اور جب چاہے اسے بدن سے جدا کر دے۔ اگر جدائی پوری ہے تو اس کا نام بدن کی موت ہے اور اگر جدائی ادھوری ہے تو اس کا نام نیند ہے تو ایک غور وفکر کرنے والے کے لئے یہ انسان کا سونا اور جاگنا کتنی بڑی اللہ کی معرفت کی نشانی ہے۔

جو مضمون یہاں اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اسی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ سونے کے وقت اور سونے سے جاگنے کے وقت کی دعائیں احادیث میں منقول ہیں۔ چنانچہ سوتے وقت کی ایک دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے تعلیم فرمائی وہ یہ ہے۔

(۱) باسمک اللّٰھم اموت و احیٰ

(اے اللہ تیرے نام کی برکت سے میں مرتا ہوں اور جیتا ہوں)ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں کوئی اپنے بستر پر سونے کے خیال سے جائے تو اسے جھاڑ لے اس لئے کہ نہ جانے اس پر کیا کچھ ہو پھر یہ دعا پڑھے۔ **باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعه ان امسک نفسی فاغفرلھا و ان ارسلتھا فاحفظھا بما تحفظ به عبادک الصالحین** (یعنی اے میرے پالنے والے رب تیرے ہی پاک نام کی برکت سے میں لیٹتا ہوں اور تیری ہی رحمت سے میں جاگوں گا۔ اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے بھیج دے تو اس کی ایسی ہی حفاظت کرنا جیسی تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے)

اسی طرح نیند سے بیدار ہوتے ہی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی ہے۔ **الحمد للہ الذی احیانا بعدما اماتنا و الیه النشور** (شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں زندہ کیا بعد ہمارے مرجانے کے اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے)۔

غور کیجئے کہ ایک غافل انسان کے لئے ساری زندگی کا سونا اور جاگنا ایک معمولی انسانی عادت ہے مگر ایک اہل ایمان کو کتاب وسنت یہ تعلیم دیتی ہے کہ جب سونے لگے تو یہ متحضر کر لے کہ نیند بھی ایک طرح کی موت ہے اور حق تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اس کے بعد روح کو لوٹا کر زندگی بخشیں یا نہ بخشیں اسی طرح جب نیند سے جاگے تو سب سے پہلی دعا یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ جس کے فضل سے نیند سے جاگنا اور ایک طرح سے مر کر نئی زندگی پانا نصیب ہوا۔ اگر یہ مسنون دعائیں عربی میں یاد کر کے پڑھی جائیں تو کامل اتباع سنت ہے ورنہ کم از کم اپنی ہی زبان میں سوتے و جاگتے وقت مذکورہ دعائیں توجہ کے ساتھ مانگ لی جائیں۔

ابھی آگے مشرکین کے بعض خیالات باطلہ کا رد جاری ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا یہ ایک بڑا فضل واحسان ہے کہ جو ہم کو یہ زندگی اس نے عطا فرما رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب تک ہم کو زندہ رکھیں اپنی مرضیات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جب ہمارے لئے موت مقدر فرمائیں تو ایمان اور اسلام کی موت نصیب فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں شب و روز ایک ایک لمحہ کی قدر کرنے اور اس دنیا میں آخرت کا سامان جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

ہاں کیا ان (مشرک) لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو (معبود) قرار دے رکھا ہے جو (انکی) سفارش کریں گے آپ کہہ دیجئے اگرچہ یہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں۔

قُلْ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیْعًا ؕ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

آپ کہہ دیجئے کہ سفارش تو تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت اُسی کی ہے۔ پھر تم اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے

وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ ۚ وَاِذَا ذُکِرَ

اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو کہ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا

الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖۤ اِذَا ہُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰہُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ

اوروں کا ذکر آتا ہے تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہوجاتے ہیں۔ آپ کہئے کہ اے اللہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے

الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْ مَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

باطن اور ظاہر کے جاننے والے آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان اُن امور میں فیصلہ فرمادیں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔

اَمِ کیا	اتَّخَذُوْا انہوں نے بنالیا	مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ کے سوا	شُفَعَآءَ شفاعت کرنیوالے	قُلْ فرمادیں	اَوَلَوْ یا اگر	
کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ وہ نہ اختیار رکھتے ہوں	شَیْئًا کچھ	وَّ اور	لَا یَعْقِلُوْنَ نہ وہ سمجھ رکھتے ہوں	قُلْ فرمادیں	لِلّٰہِ اللہ کیلئے	
الشَّفَاعَۃُ شفاعت	جَمِیْعًا تمام	لَہٗ اسی کیلئے	مُلْکُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	ثُمَّ پھر
اِلَیْہِ اس کی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹو گے	وَاِذَا اور جب	ذُکِرَ اللّٰہُ ذکر کیا جاتا ہے اللہ	وَحْدَہٗ ایک۔واحد	اشْمَاَزَّتْ متنفر ہوجاتے ہیں	
قُلُوْبُ دل	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	لَا یُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	بِالْاٰخِرَۃِ آخرت پر	وَاِذَا اور جب	ذُکِرَ ذکر کیا جاتا ہے	الَّذِیْنَ ان کا جو
مِنْ دُوْنِہٖ اس کے سوا	اِذَا تو فوراً	ہُمْ وہ	یَسْتَبْشِرُوْنَ خوش ہوجاتے ہیں	قُلِ فرمادیں	اللّٰہُمَّ اے اللہ	فَاطِرَ پیدا کرنے والا
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	عٰلِمَ اور جاننے والا	الْغَیْبِ پوشیدہ	وَالشَّہَادَۃِ اور ظاہر	اَنْتَ تو	تَحْکُمُ تو فیصلہ کرے گا
بَیْنَ درمیان	عِبَادِکَ اپنے بندوں	فِیْ مَا اس میں جو	کَانُوْا وہ تھے	فِیْہِ اس میں	یَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیت میں توحید کے دلائل میں یہ بتلایا گیا تھا کہ زندگی اور موت یہ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اسی کے ہاتھ میں مارنا جلانا اور سلانا جگانا ہے۔ تو جب دنیا جہاں والوں کی حیات وممات قائم رکھنے میں کسی کا دخل نہیں تو مشرکین پھر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں کی طرف کیوں جھکتے ہیں۔ اب آگے ان آیات میں اللہ تعالیٰ مشرکوں اور بت پرستوں کی مذمت فرماتے ہیں کہ وہ بتوں کو اور معبودان باطل کو اپنا سفارشی اور شفیع سمجھے بیٹھے ہیں اور بتوں کی نسبت مشرکین یہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ یہ بت اللہ کی درگاہ میں ہماری سفارش کرتے ہیں اور انہی کی سفارش سے ہمارے سارے کام بنتے ہیں۔ اسی لئے ان بتوں کی عبادت کی جاتی ہے مشرکین کے ان عقائد باطلہ کی تردید میں بتلایا جاتا ہے کہ اول تو شفیع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا۔ دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جسے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو اور وہ بھی صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے جس کو خدا پسند کرے تو ان بتوں کے پاس نہ اللہ کا اجازت نامہ ہے کہ وہ کسی کی سفارش کر سکتے ہیں اور نہ یہ کفار و مشرکین سفارش چاہنے والے اس قابل ہیں کہ ان کی سفارش کی جائے۔ تو مشرکین کا ان بتوں کو اپنا سفارشی سمجھنے میں نہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے نہ حجت اور دراصل نہ ان بتوں کو کچھ اختیار ہے نہ عقل و شعور۔ یہ پتھر کی بے جان مورتیاں جو کسی چیز کی بھی مالک نہیں اور جو عقل و شعور سے بھی بالکل بے بہرہ ہیں پھر یہ کیا کسی کی سفارش کر سکتی ہیں اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ کوئی نہیں جو خدا کے سامنے لب ہلا سکے اور آواز نکال سکے جب تک کہ اس کی مرضی اور اجازت نہ پالے۔ زمین اور آسمان میں اسی کی سلطنت ہے ہر جگہ اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور پھر قیامت کے دن سب کو لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے۔ اس دن وہ عدل کے ساتھ تم سب میں سچے فیصلے کر دے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ آگے کفار و مشرکین کی ایک حالت بیان کی جاتی ہے کہ ان کافروں کی یہ حالت ہے کہ توحید کا کلمہ سننا انہیں ناپسند ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر سن کر ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے سوا کسی میں طاقت نہیں کہ کچھ کر سکے تو ان کے دل بھیچ کر سکڑ جاتے ہیں اور جہاں بتوں کا اور دوسرے خداؤں کا ذکر آیا تو ان کی باچھیں کھل گئیں۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ''مشرک کا خاصہ ہے کہ گو بعض وقت زبان سے اللہ کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے لیکن اس کا دل اکیلے خدا کے ذکر اور حمد و ثنا سے خوش نہیں ہوتا۔ ہاں دوسرے دیوتاؤں یا جھوٹے معبودوں کی تعریف کی جائے تو مارے خوشی کے اچھلنے لگتا ہے جس کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ افسوس یہی حال آج بہت سے نام نہاد مسلمانوں کا دیکھا جاتا ہے کہ خدائے واحد کی قدرت و عظمت اور اس کے علم کی لامحدود وسعت کا بیان ہو تو چہروں پر انقباض کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مگر کسی پیر فقیر کا ذکر آئے اور جھوٹی سچی کرامات اناپ شناپ بیان کر دی جائیں تو چہرہ کھل پڑتے ہیں اور دلوں میں جذبات مسرت و انبساط جوش مارنے لگتے ہیں بلکہ بسا اوقات توحید خالص کا بیان کرنے والا ان کے نزدیک منکر اولیاء سمجھا جاتا ہے۔''

مشہور مفسر علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اس مقام پر خود اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ ایک شخص اپنی کسی مصیبت میں ایک وفات یافتہ بزرگ کو مدد کے لئے پکار رہا ہے۔ میں نے کہا اللہ کے بندے اللہ کو پکار وہ خود فرماتا ہے **واذا سئالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعو ۃالداع اذادعان** میری یہ بات سن کر اس کو سخت غصہ آیا اور بعد میں لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ کہتا تھا کہ یہ شخص اولیاء کا منکر ہے اور بعض لوگوں نے اس کو یہ کہتے بھی سنا کہ اللہ کی نسبت ولی جلدی سن لیتے ہیں۔ استغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ مشرکین اس پر بھی نہیں مانتے اور توحید میں بھی جھگڑتے ہیں تو آپ ان کی شدت عناد سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا میں یہ کہئے کہ اے اللہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے باطن و ظاہر کے جاننے والے آپ ہی قیامت کے روز اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمادیں گے جن میں وہ باہم دنیا میں اختلاف کرتے تھے۔

اب آگے ان مشرکین کی فیصلہ کے وقت جو حالت قیامت میں ہوگی اس کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ

اور اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور اُن چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے

الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ

چھوٹ جانے کیلئے ان کو دینے لگیں۔ اور خدا کی طرف سے اُن کو وہ معاملہ پیش آویگا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کو تمام اپنے بُرے

سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۴۸﴾ فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ

اعمال ظاہر ہوجاویں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔ پھر جس وقت آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے

ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۚ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ

تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے۔ بلکہ وہ ایک آزمائش ہے۔

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ

لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ یہ بات (بعض) ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں سو ان کی کارروائی

عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۵۰﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۚ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ

ان کے کچھ کام نہ آئی۔ پھر اُن کی تمام بداعمالیاں اُن پر آپڑیں۔ اور ان میں بھی جو ظالم ہیں ان پر بھی

هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۵۱﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ

اُن کی بداعمالیاں ابھی پڑنے والی ہیں اور یہ (خداتعالٰی کو) ہرا نہیں سکتے۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ ہی

اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾

جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی (جس کیلئے چاہتا ہے) تنگی بھی کردیتا ہے، اس میں ایمان والوں کے واسطے نشانیاں ہیں۔

وَلَوْ اور اگر	أَنَّ ہو	لِلَّذِينَ ان کیلئے جنہوں نے	ظَلَمُوا ظلم کیا	مَا فِي الْأَرْضِ اور جو کچھ زمین میں	جَمِيعًا سب کا سب	وَمِثْلَهُ اور اتنا ہی	
مَعَهُ اسکے ساتھ	لَافْتَدَوْا بدلہ میں دیں وہ	بِهِ اس کو	مِنْ سے	سُوءِ بُرے	الْعَذَابِ عذاب	يَوْمَ الْقِيَامَةِ روز قیامت	
وَبَدَا لَهُمْ اور ظاہر ہوجائیگا ان پر	مِنَ اللَّهِ اللہ (کی طرف) سے	مَا جو	لَمْ يَكُونُوا نہ تھے وہ	يَحْتَسِبُونَ گمان کرتے			
وَبَدَا لَهُمْ اور ظاہر ہوجائیں ان پر	سَيِّئَاتُ بُرے کام	مَا كَسَبُوا جو وہ کرتے تھے	وَحَاقَ اور گھیر لے گا	بِهِمْ ان کو	مَا جو	كَانُوا وہ تھے	
بِهِ اس کا	يَسْتَهْزِئُونَ مذاق اُڑاتے	فَإِذَا پھر جب	مَسَّ پہنچتی ہے	الْإِنْسَانَ انسان	ضُرٌّ دَعَانَا کوئی تکلیف۔ وہ ہمیں پکارتا ہے		
ثُمَّ إِذَا پھر جب	خَوَّلْنَاهُ ہم عطا کرتے ہیں اسکو	نِعْمَةً کوئی نعمت	مِنَّا اپنی طرف سے	قَالَ وہ کہتا ہے	إِنَّمَا یہ تو	أُوتِيتُهُ مجھے دی گئی ہے	عَلَىٰ پر
عِلْمٍ علم	بَلْ هِيَ بلکہ یہ	فِتْنَةٌ ایک آزمائش	وَلَٰكِنَّ اور لیکن	أَكْثَرَهُمْ ان میں اکثر	لَا يَعْلَمُونَ جانتے نہیں	قَدْ قَالَهَا یقیناً یہ کہا تھا	

الَّذِيْنَ جولوگ	مِنْ سے	قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	فَمَآ اَغْنٰى تو وہ نہ دور کیا	عَنْهُمْ ان سے	مَا جو	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کرتے تھے
فَاَصَابَهُمْ پس انہیں پہنچیں	سَيِّاٰتُ برائیاں	مَا كَسَبُوْا جو انہوں نے کمائی	وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور جن لوگوں نے ظلم کیا	مِنْ هٰٓؤُلَآءِ ان میں سے		
سَيُصِيْبُهُمْ جلد پہنچیں گی انہیں	سَيِّاٰتُ برائیاں	مَا كَسَبُوْا جو انہوں نے کمایا	وَمَا هُمْ اور وہ نہیں	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کرنے والے		
اَوَ یا	لَمْ يَعْلَمُوْٓا وہ نہیں جانتے	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	يَبْسُطُ فراخ کرتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ جس کیلئے	يَّشَآءُ وہ چاہتا ہے
وَيَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہے	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	لِّقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يُّؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کے جہل واصرار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرنے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمانے کی تلقین کی گئی تھی کہ اے آسمان وزمین کے خالق اور ہر چھپی اور کھلی چیز کے جاننے والے۔ دلوں کے راز تجھ پر آشکار ہیں۔ آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان کہ جن باتوں میں وہ جھگڑتے اور اختلاف کرتے ہیں قیامت کے روز فیصلہ فرمادیں گے۔

اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کے دن ان اختلافات کا فیصلہ سنایا جائے گا تو اس وقت جو ظالم آج شرک وکفر میں گرفتار ہیں ان کا برا حال ہوگا۔ اگر اس روز فرض کرو کہ تمام دنیا کی دولت اور کل روئے زمین کے خزانے بلکہ اس سے بھی زائد ان کے پاس موجود ہوں تو چاہیں گے کہ سب دے دلا کر اپنی جان کو سخت عذاب سے چھڑالیں۔ لیکن یہ کہاں ممکن ہوگا اور ان پر وہ آفتیں نازل ہوں گی اور ایسے قسم قسم کے ہولناک عذابوں کا مزہ چکھیں گے جو کبھی ان کے خیال اور گمان میں بھی نہ گزرے ہوں گے۔ جو جو بداعمالیاں اور بدکرداریاں دنیا میں کی تھیں سب ایک ایک کرکے ان کے سامنے آ جائیں گی۔ اور دنیا میں جو توحید اور دین حق سے ٹھٹھا کرتے تھے اس کا وبال پڑ کر رہے گا اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان پر ٹوٹ پڑے گا اور چاروں طرف سے گھیر لے گا۔ اللھم انا نعوذبک من خزی الدنیا والعذاب الاخرۃ آمین۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یوں تو مشرک غیر اللہ کے ذکر سے مسرور اور صرف اللہ کے ذکر سے نفور رہتا ہے مگر جس وقت اس مشرک کو کوئی سخت تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے تو سب کو چھوڑ کر صرف خدا کو پکارتا ہے جس سے مشرک کی صاف حماقت وجہالت ظاہر ہونے کے علاوہ اس کا مسلک بھی باطل قرار پاتا ہے کہ جس کے ذکر سے چڑتا تھا مصیبت کے وقت اسی کو پکارتا ہے اور جن کے ذکر سے خوش ہوتا تھا ان کو بھول جاتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو اس توحید پر جس کا حق ہونا خود اس کے اقرار سے ثابت ہو چکا تھا قائم نہیں رہتا۔ چنانچہ اس نعمت کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ یوں کہتا ہے کہ یہ جو کچھ مجھ کو ملا ہے یہ میری تدبیر سے ملا ہے مجھ میں اس کی لیاقت تھی اور اس کمائی کے ذرائع کا علم رکھتا تھا۔ یہ میری استعداد اور اہلیت تھی پھر مجھے کیوں نہ ملتی۔ حق تعالیٰ اس کے قول کو رد فرماتے ہیں کہ وہ اس کی تدبیر کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ نعمت خدا ہی کی دی ہوئی ہے اور یہ نعمت خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے کہ بندہ اسے لے کر کہاں تک منعم حقیقی کو پہچانتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے یا اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اپنی لیاقت یا عقل وہنر کی طرف منسوب کرکے منعم حقیقی کی ناشکری کرتا ہے۔ تو یہ مال دولت دراصل انسان کی آزمائش اور امتحان کے لئے ہے مگر افسوس کہ اکثر لوگ اس کو سمجھتے نہیں یا جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں اور یہی بات بعض لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں جیسے قارون جس کا حال سورۂ قصص میں بیان ہو چکا ہے اس نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ دولت میں نے اپنے علم ولیاقت سے کمائی ہے آخر جو اس کا حشر ہوا وہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جب اللہ کے غضب نے پکڑا تو کچھ کرتے دھرتے نہ بنا۔ وہ خوش حالی بھی گئی مال دولت بھی گیا اور خود بھی تباہ ہوا تو پہلے لوگوں نے جو برے کام کئے ان کے نتیجے انہیں بھگتنے پڑے اور ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر بڑی بڑی آفتیں آئیں تو جیسے پہلے مجرموں پر ان کی شرارتوں کا وبال پڑا

موجودہ مشرکین پر بھی پڑنے والا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینا چاہے گا تو یہ روپوش ہو کر یا کسی اور تدبیر سے جان نہیں بچا سکتے۔ اور نہ انکی مجال ہے کہ اپنے فریب اور چھل بٹوں سے خدا کو عاجز کر سکیں اور یہ جو بعض احمق رزق کی فراخی اور مال دولت کی زیادتی کو اپنی تدبیر و ہنر کی طرف منسوب کرتے ہیں تو کیا ان لوگوں کو احوال میں غور کرنے سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگی پیدا کر دیتا ہے تو دنیا میں روزی کا کشادہ ہونا کچھ عقل و ذہانت اور علم ولیاقت پر منحصر نہیں۔ دیکھ لو کتنے احمق بیوقوف یا بد چلن بدمعاش مزے اڑا رہے ہیں اور کتنے عقلمند اور نیک آدمی فاقے کھینچ رہے ہیں۔ یہ تو عقل کا کام نہیں کہ اپنے اوپر روزی کشادہ کر لے بلکہ یہ تقسیم رزاق حقیقی کی حکمت و مصلحت کے تابع اور اسی کے دست قدرت میں ہے۔ جس کیلئے چاہے کشادگی کرے اور جس پر چاہے تنگی کرے اس میں ایمان والوں کیلئے طرح طرح کی عبرتیں اور دلیلیں ہیں۔

یہاں اس آخری آیت **اولم یعلموا ان اللہ یبسط الرزق لمن یشآء و یقدر**

(کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دے دیتا ہے اور وہی تنگی بھی کر دیتا ہے) میں جو عقیدہ تعلیم کیا گیا ہے یہ قرآن پاک میں ایک دو جگہ نہیں دسیوں اور بیسیوں جگہ بیان فرمایا گیا ہے کہ رزق کا معاملہ کلیۃً حق تعالیٰ کی مشیت و حکمت پر موقوف و منحصر ہے کہ باسط اور قابض وہی ہے حسن تدبیر و سوء تدبیر اس میں علت حقیقیہ نہیں مگر اس صریح اور واضح قرآنی تعلیم وعقیدہ کے باوجود آج کوئی تو منصوبہ بندی ''خوشحالی کا ذریعہ بتاتا ہے تو کوئی سائنس اور ٹیکنالوجی کو فراخی اور کشادگی اور زیادتی رزق کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔

آیت مذکورہ پر حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں جس استدلال کی طرف اشارہ قریب بصراحت ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ ہم بسا اوقات دیکھتے ہیں کہ دو شخصوں کے پاس ایک سا سرمایہ ایک سا سلیقہ ایک سی تدبیر و تجربہ پھر ایک پر فراخی ایک پر تنگی۔ اگر کہا جائے کہ ایک کی تدبیر بن آئی ایک کی نہ بن پڑی تو اس کا بطلان یہ ہے کہ بن پڑنا اگر اختیار میں تھا تو دوسرے نے کیوں نہ بنالیا اگر یہ اختیار میں نہیں ہے تو ہمارا مطلوب ثابت ہو گیا کہ موثر بسط وقدر میں کسی فاعل مختار کی مشیت ہے کہ جس طرح چاہے اس کو متعلق کر دے۔

الغرض یہاں شرک کی مذمت اور اس پر وعید ہے جس سے مقصود دعوت الی التوحید ہے تو ایسے مضامین سن کر بعض کو شبہ ہوا کہ جب کفر و شرک کی بناء پر ایسے وعید شدید کے مستحق ہیں تو اگر آئندہ کے لئے ایمان و توحید بھی اختیار کر لیا تب بھی گذشتہ شرک کا وبال تو بھگتنا پڑے گا پھر اسلام لانے سے کیا فائدہ ہوا؟

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید سے نوازا اور کفر و شرک سے بچایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو دینی اور دنیوی نعمتیں ہم کو عطا فرمائی ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور کفران نعمت کے وبال سے بچائیں۔ یا اللہ قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھئے اور اپنی شان رزاقی پر ہم کو ایمان صادق اور یقین کامل نصیب فرمایئے اور ہم کو اپنے عقائد و ایمان کو قرآنی تعلیم کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ)

الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ

گناہوں کو معاف فرمادے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

قبل اس کے کہ تم پر عذاب واقع ہونے لگے پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جاوے اور تم (کو چاہئے کہ) اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو

مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ

قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آپڑے اور تم کو (اس کا) خیال بھی نہ ہو۔ کبھی (کل قیامت کو)

تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰي مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝

کوئی شخص کہنے لگے کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی جناب میں کی اور میں تو (احکام خداوندی پر) ہنستا ہی رہا

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ

یا کوئی یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ (دنیا میں) مجھ کو ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے لگے

لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

کہ کاش میرا (دنیا میں) پھر جانا ہوجاوے پھر میں نیک بندوں میں ہوجاؤں۔

قُلْ فرمادیں	یٰعِبَادِیَ اے میرے بندو	اَنْفُسِهِمْ اپنی جانیں	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے	اَسْرَفُوْا زیادتی کی	عَلٰی پر	لَا تَقْنَطُوْا مایوس نہ ہو تم	
مِنْ سے	رَّحْمَةِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	یَغْفِرُ بخش دیتا ہے	الذُّنُوْبَ گناہ (جمع)	جَمِیْعًا سب	اِنَّهٗ بیشک وہ	
هُوَ وہی	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِیْمُ مہربان	وَاَنِیْبُوْا اور رجوع کرو	اِلٰی طرف	رَبِّکُمْ اپنا رب	وَاَسْلِمُوْا لَهٗ اور فرمانبردار ہوجاؤ اسکے	
مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ کہ	یَّاْتِیَکُمُ تم پر آئے	الْعَذَابُ عذاب	ثُمَّ پھر	لَا تُنْصَرُوْنَ تم مدد نہ کیے جاؤ گے	وَاتَّبِعُوْا اور پیروی کرو	
اَحْسَنَ سب سے بہتر	مَآ اُنْزِلَ جو نازل کی گئی	اِلَیْکُمْ تمہاری طرف	مِنْ سے	رَّبِّکُمْ تمہارا رب	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل		
اَنْ یَّاْتِیَکُمُ کہ تم پر آئے	الْعَذَابُ عذاب	بَغْتَةً اچانک	وَّاَنْتُمْ اور تم	لَا تَشْعُرُوْنَ تم کو شعور (خبر) نہ ہو	اَنْ تَقُوْلَ کہ کہے		
نَفْسٌ کوئی شخص	یٰحَسْرَتٰی ہائے افسوس	عَلٰی اس پر	مَا فَرَّطْتُّ جو میں نے کوتاہی کی	فِیْ میں	جَنْۢبِ اللّٰهِ اللہ کا حق	وَ اور	
اِنْ کُنْتُ اور یہ کہ میں	لَمِنَ البتہ سے	السّٰخِرِیْنَ ہنسی اڑانے والے	اَوْ یا	تَقُوْلَ وہ کہے	لَوْ اگر	اَنَّ اللّٰهَ یہ کہ اللہ	
هَدٰىنِیْ مجھے ہدایت دیتا	لَکُنْتُ میں ضرور ہوتا	مِنَ سے	الْمُتَّقِیْنَ پرہیزگار (جمع)	اَوْ یا	تَقُوْلَ وہ کہے	حِیْنَ جب	تَرَی تو دیکھے
الْعَذَابَ عذاب	لَوْ اَنَّ کاش اگر	لِیْ میرے لئے	کَرَّةً دوبارہ	فَاَکُوْنَ تو میں ہوجاؤں	مِنَ سے	الْمُحْسِنِیْنَ نیکوکار (جمع)	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفر وشرک کی مذمت اور اس پر عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ جو ظالم آج کفر وشرک میں گرفتار ہیں قیامت کے روز ان پر ایسی آفتیں نازل ہوں گی اور ایسے ہولناک عذابوں کا وہ مزہ چکھیں گے کہ جو کبھی ان کے وہم وگمان میں بھی نہ گزرا ہوگا اور ان کی یہ حالت ہوگی کہ اگر تمام دنیا کی دولت اور کل روئے زمین کے خزانے بھی ان کے پاس موجود ہوں تو وہ یہ چاہیں گے کہ یہ سب دے دلا کر اپنی جان کو عذاب سے چھڑا لیں لیکن اس وقت یہ کہاں ممکن ہوگا تو جیسا کہ قرآن کریم کی عادت ہے وعید کے بعد حق تعالیٰ اپنے بندوں سے مغفرت کا وعدہ بھی فرماتے ہیں اس لئے بتلایا جاتا ہے کہ گنہگار یہ نہ سمجھیں کہ اب کسی طرح سے ہمارے گناہوں کی خدا تعالیٰ کے یہاں معافی ہی نہیں اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے جو کوئی گناہ کر چکا صغیرہ یا کبیرہ کفر ہو یا شرک سب کو توبہ کے بعد وہ معاف بھی فرما دیتا ہے۔

یہاں پہلی آیت ہے **قل یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفرالذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم**

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری جانب سے کہہ دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے) اس آیت کے شان نزول کے متعلق صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ بعض مشرکین جو اور گناہوں کے علاوہ قتل وزنا کے بھی مرتکب تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کی باتیں اور آپ کا دین ہر لحاظ سے ہمیں اچھا اور سچا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بڑے بڑے گناہ جو ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان کا کفارہ کیا ہوگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی مسند احمد کی ایک حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ تو یہ آیت ارحم الرحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو ودرگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت گنہگار اور مایوس العلاج مریض کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے۔ کافر' مشرک' ملحد' زندیق' مرتد' یہودی' نصرانی' مجوسی' بت پرست' بدعتی' بدمعاش' فاسق فاجر کوئی ہو اس آیت کو سننے کے بعد خداوند قدوس کی رحمت سے مایوس ہو جانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا پھر بندہ ناامید کیوں ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہی دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی ہے کہ کفر وشرک کا جرم بدوں توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔ تو اس آیت میں تمام نافرمانوں کو گو وہ مشرک وکافر بھی ہوں توبہ کی دعوت دی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ خدا کی ذات غفور الرحیم ہے وہ ہر تائب کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ہر جھکنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والے کے تمام گذشتہ گناہ بھی معاف کر دیتا ہے خواہ کیسے ہی ہوں۔ کتنے ہی ہوں کبھی کے ہوں تو بندوں کی مایوسی کو توڑ کر اور انہیں مغفرت کی امید دلا کر آگے توبہ کی طرف متوجہ فرمایا یعنی گذشتہ غلطیوں پر نادم ہو کر اور اللہ کے بے پایاں جود وکرم سے شرما کر کفر وعصیان کی راہ چھوڑو اور اس رب کریم کی طرف رجوع ہو کر اپنے کو اس کے سپرد کر دو اور اس کے احکام کے سامنے نہایت عجز واخلاص کے ساتھ گردن ڈال دو لیکن یہ سب اس کا عذاب آنے سے پہلے کرنا چاہئے ورنہ جب عذاب آ گیا تو پھر اس سے بچانے والا کوئی نہیں۔ جب سر پر عذاب آ گیا یا موت نظر آنے لگی تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں نہ اس وقت کوئی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے آگے ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ قرآنی ہدایات وتعلیمات پر چل کر اور اس قرآن پاک میں جو اچھی باتیں بتائی گئی ہیں ان پر عمل کر کے عذاب آنے سے

پہلے اپنے مستقبل کی روک تھام کرلو ورنہ معائنہ عذاب کے بعد نہ کچھ تدارک ہو سکے گا نہ کوئی تدبیر بن پڑے گی۔ عذاب الٰہی اس طرح آ کر یکدم دبالے گا کہ خبر بھی نہ ہوگی کہ کہاں سے آ گیا اس وقت نہ پھر پچھتانے سے کچھ بنے گا اور نہ حسرت و افسوس سے کچھ نتیجہ نکلے گا۔ اس وقت تو ہر گنہگار کے منہ سے حسرت بھرے الفاظ نکلنے لگیں گے کہ افسوس صد افسوس میں اللہ کے ماننے اور اس کے احکام کے بجالانے میں قصوروار رہا۔ دنیا کے مزوں میں پڑا رہا اور اسی کو سب کچھ سمجھتا رہا۔ میں نے خدا کو اس کے دین کو اور اس کے پیغمبر کو کچھ سمجھا ہی نہیں اور جس ہولناک انجام سے پیغمبر ڈرایا کرتے تھے سب کی ہنسی اڑاتا رہا اور ان چیزوں کی کوئی حقیقت ہی نہ سمجھی۔ افسوس خدا کو پہچاننے اور اس کا حق ماننے میں میں نے کس قدر کوتاہی کی جس کے نتیجہ میں آج یہ برا وقت دیکھنا پڑا۔ پھر جب حسرت و افسوس سے کوئی کام نہ چلے گا تو اپنا دل بہلانے کے لئے یہ عذر لنگ پیش کرے گا کہ کیا کہوں خدا نے مجھ کو ہدایت نہ کی وہ ہدایت کرنا چاہتا تو میں بھی آج متقین کے درجہ پر پہنچ جاتا اللہ نے ہمیں دنیا میں ہدایت نہ کی ورنہ ہم ضرور برائیوں سے بچتے اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے۔ جب حسرت اور عذر کرنا دونوں بیکار ثابت ہوں گے اور محشر میں دوزخ کا عذاب آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اس وقت شدت اضطراب سے مجرم کہنے لگیں گے کہ کسی طرح مجھ کو ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے تو پھر دیکھو میں کیسا نیک بن کر آتا ہوں۔ دنیا میں خوب نیک کام کروں گا۔ نیکوں میں نام لکھواؤں گا اور اچھے لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

خلاصہ ان آیات کا یہ ہوا کہ اس دنیا کی زندگی میں مرنے سے پہلے پہلے ہر بڑے سے بڑے گناہ یہاں تک کہ کفر و شرک سے بھی جو سچی توبہ کرلے تو وہ قبول ہو جاتی ہے اور سچی توبہ سے گذشتہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لئے کسی کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آیات گنہگاروں کے لئے قرآن کریم کی سب آیتوں سے زیادہ امید افزا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مغفرت و رحمت بہت وسیع ہے مگر وہ جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ کرلی جائے اس لئے پہلے ہی سے حق تعالیٰ نے بتلا دیا کہ ایسا نہ ہو کہ تم مرنے کے بعد پچھتاؤ اور آخرت میں اس طرح کی فضول حسرت و تمنا میں مبتلا ہو کہ کاش میرا جانا پھر دنیا میں ہو جاوے تو پھر میں نیک اور صالح بندوں میں ہو جاؤں اور اللہ کے احکام کی پوری اطاعت کروں مگر اس وقت کفار و مشرکین اور توبہ نہ کرنے والوں کی یہ حسرت و ندامت اور بیکار تمنائیں کچھ کام نہ آئیں گی اور ان کے اقوال کے رد میں حق تعالیٰ کی طرف سے کیا جواب ارشاد ہوگا۔ یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم و معصیت کر کے زیادتی کی ہے۔ آپ ارحم الراحمین ہیں ہم آپ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اپنے کرم سے ہمارے تمام گذشتہ ظاہری و باطنی چھوٹے و بڑے صغیرہ و کبیرہ دانستہ یا نادانستہ تمام خطاؤں اور گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ اے اللہ آپ ہی اپنے فضل و کرم سے ہم کو سچی توبہ کی توفیق اور اپنی طرف رجوع ہونے کا عزم عطا فرمائیں۔ اے اللہ ہم کو آج اس دنیا میں اور اس زندگی میں اپنے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق نصیب فرما دیجئے اور قیامت کی ذلت و رسوائی اور وہاں کی حسرت و ندامت سے بچا لیجئے۔

یا اللہ جب کفار و مشرکین تک کے لئے سچی توبہ پر آپ نے رحم و کرم اور معافی کا وعدہ فرمایا ہے تو امت مسلمہ کے لئے جو آپ کے نبی الرحمۃ کا نام لینے والے ہیں اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پڑھنے والے ہیں ان کی خطاؤں اور گناہوں سے آپ کیوں نہ درگزر فرماویں گے اگر آپ کی طرف رجوع ہو کر آپ کی فرمانبرداری اختیار کرلیا اور گذشتہ پر ندامت کے چند آنسو اگر بہالیں یا اللہ جب آپ نے کفار و مشرکین کو بھی اپنی رحمت سے ناامید نہیں کیا تو آپ ہم کے کرم و رحم کے امیدوار کیوں نہ ہوں یا اللہ ہم کو اپنی شان غفور الرحیمی کا مورد بنا لیجئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۵۹ وَيَوْمَ

ہاں بیشک تیرے پاس میری آیتیں پہنچی تھیں سو تو نے اُن کو جھٹلایا اور تو نے تکبر کیا اور کافروں میں شامل رہا اور آپ قیامت کے روز

الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا۔ کیا ان متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۶۰ وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ

اور جو لوگ بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ نجات دے گا اُن کو (ذرا) تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ۶۱ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۶۲ لَهٗ مَقَالِيْدُ

غمگین ہوں گے اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۶۳

آسمانوں اور زمین کی۔ اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے۔

بَلٰى ہاں	قَدْ جَآءَتْكَ تحقیق تیرے پاس آئیں	اٰيٰتِىْ میری آیات	فَكَذَّبْتَ تو تُو نے جھٹلایا	بِهَا انہیں	وَاسْتَكْبَرْتَ اور تو نے تکبر کیا	
وَكُنْتَ اور تو تھا	مِنَ سے	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے دن	تَرَى تم دیکھو گے	الَّذِيْنَ كَذَبُوْا جن لوگوں نے جھوٹ بولا	
عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	وُجُوْهُهُمْ ان کے چہرے	مُّسْوَدَّةٌ سیاہ	اَلَيْسَ کیا نہیں	فِىْ میں	جَهَنَّمَ جہنم	مَثْوًى ٹھکانا
لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ تکبر کرنیوالے	وَيُنَجِّى اور نجات دے گا	اللّٰهُ اللہ	الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وہ جنہوں نے پرہیزگاری کی	بِمَفَازَتِهِمْ ان کی کامیابی کیساتھ		
لَا يَمَسُّهُمُ نہ چھوئے گی انہیں	السُّوْٓءُ برائی	وَلَا هُمْ اور نہ وہ	يَحْزَنُوْنَ غمگین ہوں گے	اَللّٰهُ اللہ	خَالِقُ پیدا کرنے والا	
كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	وَّهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	كُلِّ ہر	شَيْءٍ شے	وَّكِيْلٌ نگہبان	لَهٗ مَقَالِيْدُ اسکے پاس کنجیاں
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	كَفَرُوْا منکر ہوئے	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات کے	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	هُمُ وہ
الْخٰسِرُوْنَ خسارہ پانیوالے						

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں جہاں کفر وشرک اور عصیان ونافرمانی پر اللہ کے غضب اور انتقام سے ڈرایا گیا تھا وہیں یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ اللہ کی رحمت سے کسی کو مایوس اور ناامید بھی نہ ہونا چاہئے وہ ہر گناہ توبہ کرنے پر بخش دیتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ فقط اس غفور الرحیم کی طرف رجوع کرنے اور اس کے احکام بجالانے کی دیر ہے لیکن یہ اس زندگی میں ہونا چاہئے ورنہ پھر آخرت میں سوائے پچھتانے اور حسرت وافسوس کرنے کے سوا کچھ نہ بنے گا اور اس وقت پچھتانا بھی بیکار ہوگا۔ قیامت کے روز تو ہر مجرم کہنے لگے گا کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کے جناب میں کی اور احکام خداوندی کی ہنسی اڑاتا رہا۔ اور دنیا میں پڑ کر اللہ کو بھول گیا۔ کوئی کہے گا کہ اللہ ہی نے دنیا میں ہمیں ہدایت نہ دی ورنہ ہم بھی متقی پرہیزگار بن جاتے۔ کوئی کہے گا کہ کسی طرح پھر میں دنیا میں واپس پہنچ جاؤں تو خوب نیک کام کروں اور اچھے لوگوں میں شامل

ہو جاؤں۔ غرض کہ مجرمین اسی طرح کی حسرت وندامت اور بیکار تمنائیں کریں گے جوان کے کچھ کام نہ آئیں گی بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کے ان اقوال کا رد فرمایا جائے گا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ جب گناہ گار دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو کریں گے اور خدائی احکام پر نہ چلنے کی حسرت کریں گے اور خدا کے رسولوں کی بات نہ ماننے پر کڑھیں گے تو حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف سے جواب دیا جائے گا کہ اب ندامت لاحاصل ہے اور پشیمانی بے سود ہے ہدایت کا سامان تو دنیا میں پورا مل چکا تھا دنیا میں میں اپنی آیات اتار چکا تھا اپنی دلیلیں قائم کر چکا تھا۔ اپنے پیغمبروں کو نشانات اور احکام دیکر بھیجا تھا مگر تم نے تو ان کی کوئی بات ہی نہ سنی جو کچھ کہا گیا غرور اور تکبر سے جھٹلاتے رہے اور ہمارے رسولوں کے سمجھانے بجھانے کو خاطر ہی میں نہ لائے اور اپنی شرارت نفس اور خباثت سے ایمان نہ لائے اور گمراہی ہی کو اختیار کیا۔ پس تمہارا عذر بالکل باطل ہے اور اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ اور تم کو کوئی عذر کرنے کی اب گنجائش نہیں ہے۔

تو یہاں کفار کی اس بات کا جواب بھی ہو گیا کہ جو قیامت میں یوں بھی کہیں گے کہ دنیا میں اللہ اگر ہم کو ہدایت کر دیتا تو صالح متقی پرہیزگار نیک بندے بن جاتے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے تو دنیا میں پوری ہدایت کا سامان کر دیا تھا اپنی کتابیں بھیجیں اپنے رسول بھیجے اس لئے کوئی یہ غلط اور لغو بات نہیں کہہ سکتا کہ اللہ نے ہمیں دنیا میں ہدایت نہیں کی ہاں ہدایت کرنے کے بعد نیکی اور اطاعت پر اللہ نے کسی کو مجبور نہیں کیا بلکہ بندہ کو دنیا میں یہ اختیار دے دیا کہ وہ جس راستہ حق یا باطل کو اختیار کرنا چاہے اپنے ارادہ سے اس کو اختیار کرے اور یہی بندہ کا امتحان تھا۔ جس نے اپنے اختیار سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔ اور جواب دہ ہے آگے ایسے لوگوں کے کفر و شرک پر مصر رہنے اور اس سے توبہ نہ کرنے کی سزا کا حال مختصراً ذکر فرمایا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ قیامت کے روز ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا خدا پر جھوٹ بولنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی وہ اس کی جانب منسوب کر دی جائے دوسری یہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اسے اس کی جانب نسبت دینے سے انکار کر دیا جائے۔ تو قیامت میں ایسے لوگوں کے چہرے جنہوں نے دنیا میں اللہ پر جھوٹ بولا تھا اس کی سزا میں سیاہ ہوں گے۔ یہ چہرہ کی سیاہی آگ سے جلنے کا اثر بھی ہوسکتی ہے اور خوف و رسوائی کا نتیجہ بھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سیاہی ان کے قلوب کی ہو جو چہرہ پر منعکس ہو گئی ہو۔ تو ان کفار و مشرکین کے چہرے جھوٹ اور بہتان کی وجہ سے کالے سیاہ ہوں گے اور حق کو قبول نہ کرنے اور تکبر اور بڑائی کرنے کے وبال میں جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے جہاں بڑی ذلت کے ساتھ سخت ترین اور بدترین سزائیں بھگتیں گے۔ (**اللھم انا نعوذبک من عذاب الأخرۃ**)

آگے ان کفار و مشرکین اور منکرین و متکبرین کے مقابلہ میں کفر و شرک سے توبہ کرنے والے اور ایمان و اسلام لانے والے اور اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس کی فرمانبرداری کرنے والے اور اس کے احکام پر چلنے والے ان کی جزا کا مختصراً حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ اپنی کامیابی اور سعادت مندی کی وجہ سے ان عذابوں سے اور اس ذلت اور مار پیٹ سے بالکل بچے ہوں گے۔ کوئی برائی ان کے پاس بھی نہ پہنچے گی۔ گھبراہٹ اور پریشانی جو قیامت کے دن عام ہوگی وہ ان سے مبرا ہوں گے۔ ہر غم سے بےغم اور ہر ڈر سے بے ڈر اور ہر سزا سے بے سزا اور ہر دکھ سے بے دکھ ہوں گے۔ امن و امان کے ساتھ راحت و چین کے ساتھ خدا کی تمام نعمتیں حاصل کئے ہوئے ہوں گے۔

(اللھم اجعلنامنھم بمنک و فضلک)

آخر میں اس تمام مضمون کا خلاصہ اور لب لباب یہ فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا اور پھر پیدا کرنے کے بعد اس کی بقاء وحفاظت کا ذمہ دار بھی وہی ہوا اور زمین وآسمان کی تمام چیزوں میں تصرف واقتدار بھی اسی کو حاصل ہے کیونکہ سب خزائن کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ پھر ایسے خدا کو چھوڑ کر آدمی کہاں جائے چاہیئے کہ اسی کے غضب سے ڈرے اور اسی کی رحمت کا امیدوار رہے۔ اس کی باتوں سے منکر ہو کر آدمی کا کہیں ٹھکانا نہیں کیا اس سے منحرف ہو کر آدمی انجام وآخرۃ کی فلاح کی امید رکھ سکتا ہے؟ اس پر بھی جو لوگ اللہ کی آیتوں کو اللہ کی توحید کو اور اللہ کے احکام کو نہیں مانتے وہ بڑے ہی گھاٹے خسارہ اور نقصان میں رہیں گے۔

قرآن پاک کا یہ جملہ کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے تو جہاں تک اللہ کی آیتوں کا نہ ماننا کفار و مشرکین سے متعلق ہے تو وہ تو ظاہر ہے کہ وہ نہ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں نہ اس کے عقائد کو مانتے ہیں نہ اس کے احکام پر چلتے ہیں نہ اس کی ہدایات کو آسمانی ہدایت اور نہ اس کے قوانین کو خداوندی قوانین تصور کرتے ہیں نہ اس کی جزاوسزا کو مانتے ہیں تو ان کے حق میں اولئک ھم الخسرون وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے بالکل ظاہر ہے مگر یہاں ہم بعض مدعیان اسلام کے ماننے کو بھی ذرا غور کرلیں۔ اسلام اور ایمان کے بعد سب سے بڑا درجہ نماز کا ہے۔ قرآن پاک میں کم وبیش ۷۰۰ جگہ نماز کا حکم ہے۔ کہیں ترہیب کے ساتھ کہیں ترغیب کے ساتھ۔ مگر آج کتنے مدعیان اسلام ہیں جو اس اہم فریضہ کا خاطر خواہ اہتمام کرتے ہیں اور اہتمام تو درکنار نماز کی اہمیت مٹانے کے لئے یہاں تک کہا گیا کہ نماز خدا کی پرستش کی رسم ہے جو ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے اور پارسیوں کے ہاں اس کا نام تک بھی یہی ہے۔ (قرآنی فیصلے صف ۲۷ ماخذ حقیقت حدیث) قرآن صاحب نصاب اور مال داروں پر زکوٰۃ فرض کرتا ہے مگر ایک طبقہ کے علامہ فرما گئے ہیں۔ ''میرے نزدیک مسلمانوں کی زکوٰۃ کا پیسہ آج ٹھکانے نہیں لگتا۔ خدا کے نزدیک کسی معنوں میں قبول نہیں۔ گناہ محض ہے حرام ہے۔ بیت المال نہیں تو زکوٰۃ نہیں (میری سخت گیریاں صف ۱۴' ۱۵ ماخذ مشرقی اور اسلام) ایک دوسرے نام نہاد محقق صاحب فرماتے ہیں آج کل زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حکومت ٹیکس وصول کر رہی ہے۔ اگر یہ حکومت اسلامی ہوگئی تو یہی ٹیکس زکوٰۃ ہو جائے گا۔ ایک طرف ٹیکس اور دوسری طرف زکوٰۃ۔ قیصر اور خدا کی غیر اسلامی تفریق ہے اور مسلمانوں جیسی مفلس قوم کو مفلوک تر بنانے کا ذریعہ۔'' قرآنی فیصلے ص ۳۷ ماخذ حقیقت حدیث) قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ ہے اس مکان کا حج کرنا جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کے سبیل کی مگر اس کے متعلق بھی کہا گیا کہ یہ بھی رسم ہے اسلامی معاشرہ کا جزو نہیں ہے (قرآنی فیصلے) اور کہا گیا کہ اب تو حج اپنے مقصد کو چھوڑ کر محض ''یاترا'' بن کر رہ گیا ہے۔ (قرآنی فیصلے ص ۶۲) نیز یہ بھی کہا گیا کہ قوم اور ملک کی اتنی کثیر رقم غیر ملک میں خرچ کرنا قومی مفاد کے خلاف ہے چنانچہ ان اسلامی ارکان کی ادائیگی پر یہاں تک کہا گیا کہ جب تک دین کی باگ مولوی کے ہاتھ میں ہے صدقات نکلتے رہیں گے۔ زکوٰۃ دی جاتی رہے گی۔ قربانیاں ہوتی رہیں گی لوگ حج بھی کرتے رہیں گے اور قوم بدستور بے گھر' بے در' بھوکی ننگی اسلام کے ماتھے پر کلنک کے ٹیکے کا موجب بنی رہے گی۔ یہ تو نمونہ قرآن کے ماننے کے آپ نے بعض مدعیان اسلام سے سن لئے۔ اب دوسری جانب محرمات کو دیکھئے۔ قرآن شراب نوشی کو حرام قرار دیتا ہے مگر کیا ہم اس لعنت کو ملک سے یکسر ختم کر سکے؟ قرآن کس سختی سے سود کی حرمت اور ممانعت کو ظاہر کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ

اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو اعلان جنگ فرمادیا ہے جو سود کو نہ چھوڑیں مگر آج سودی لین دین نہ صرف کھلم کھلا ہو رہا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کو جائز ترقی کا ذریعہ بتلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ سودی لین دین کو چھوڑ کر آج کی دنیا میں ترقی کیسے کی جاسکتی ہے تجارت کو فروغ کیسے ہوسکتا ہے؟ قرآن حکم دیتا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے زانی اور زانیہ کو سنگسار کیا جائے یا کوڑے لگائے جائیں۔ ہم اس حکم کو کیسے قبول کر سکتے ہیں جبکہ نام نہاد مغربی مہذب حکومتیں اس کو وحشیانہ سزا قرار دیتے ہیں۔ قرآن پردہ حیا اور شرم وعفت کا حکم دیتا ہے اور کسی غیر محرم عورت کو بدنیتی سے دیکھنے تک کی اجازت نہیں دیتا مگر اس ترقی کے زمانہ میں غیر عورتوں کے ساتھ دوش بدوش بیٹھے ہوئے کیسے ترقی ہوسکتی ہے۔ الغرض آپ قرآن کے ایک ایک ادامر کو دیکھئے اور ایک ایک نواہی کو دیکھئے کہ من حیث القوم کتنے قرآنی احکام پر عمل ہو رہا ہے اور اب تو نوبت بانیجا رسید کہ یہ قرآن ۱۴۰۰ سال کی پرانی کتاب ہے۔ اس ترقی کے وقت میں اس پر عمل کیسے کیا جاسکتا ہے یہاں تک کہا گیا اور یہ کسی غیر مسلم کی زبان سے نہیں بلکہ اسلام کے دعویداروں ہی کی زبان سے تو یہ ہے ہمارے من حیث القوم قرآن کے ماننے کا حال اور اس پر ہم خواب دیکھیں اس رفعت وعزت کا۔ اس بلندی اور غلبہ کا اس نصرت اور تائید الٰہی کا کہ جو قرآن کے ماننے والوں کے لئے قرآن نے وعدہ کیا ہے تو سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

نوٹ:۔ واضح ہو یہ درس اب سے ٹھیک سولہ سال پہلے کا تحریر کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور احسان ہے کہ اب ملک کی فضا کچھ بدلی ہوئی ہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کی حکومت کی سطح پر مبارک کوشش اور سعی کی جارہی ہے اور اس سلسلہ میں بعض اقدام بھی ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کی قسمت کو چار چاند لگنا نصیب فرمائیں اور یہاں اسلامی حکومت کے برکات وثمرات ہم کو دیکھنا نصیب فرمائیں آمین۔ (احقر مولف) ماہ اکتوبر ۱۹۸۴ء

ابھی آگے مزید شرک کی مذمت اور توحید باری تعالیٰ کے اثبات کا مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پر ایمان کے ساتھ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور عالم اسلام نے آج جو قرآن کی اتباع اور پیروی کے حقوق میں کوتاہی برت رکھی ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرماویں اور دنیا میں قرآنی احکام کا بول بالا فرمائیں۔ یہ قرآن جو آسمانی رحمت سرچشمہ ہدایت اور ذریعہ سعادت دارین ہے اس کی عظمت ووقعت حق تعالیٰ ہمارے قلوب میں عطا فرمائیں اور اپنی اس کتاب کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ قیامت کی ذلت ورسوائی اور نقصان وخسارہ سے ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں اور ہم سے اب تک جو آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوتاہیاں ہوئی ہیں ان پر سچی توبہ کی توفیق طلب کرتے ہیں۔

یا اللہ ہمارے بگڑتے ہوئے معاشرہ کو سنبھل جانے کی توفیق وسعادت عطا فرمادے اور اسلام کو بدنام کرنے کے جرم عظیم سے ہم کو بچالے۔ یا اللہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو صحیح معنیٰ میں اسلام کا سچائی کے ساتھ پیرو کار بنادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ

آپ کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! کیا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو۔ اور آپ کی طرف بھی اور جو پیغمبر آپ سے پہلے ہو گذرے ہیں انکی طرف بھی

مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ

یہ (بات) وحی میں بھیجی جاچکی ہے کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا کام (سب) غارت ہو جائے گا اور تو خسارہ میں پڑیگا۔ تو اے مخاطب بلکہ

فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ

اللہ ہی کی عبادت کرنا اور (اللہ کا شکر گذار رہنا) اور ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہئے تھی۔ حالانکہ ساری زمین اسکی مٹھی میں ہوگی

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَنُفِخَ فِي

قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے اور (قیامت کے روز) صور میں

الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ

پھونک ماری جائے گی سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اُڑ جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے پھر اس (صُور) میں دوبارہ پھونک ماری جاوے گی

فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ

تو دفعتاً سب کے سب کھڑے ہو جاویں گے دیکھنے لگیں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جاوے گی اور نامۂ اعمال (ہر ایک کے سامنے) رکھ دیا جاوے گا

وَجِايْۗءَ بِالنَّـبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ

اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جاویں گے اور سب میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جاوے گا اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔ اور ہر شخص کو

كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ۧ

اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جاویگا اور وہ سب کاموں کو خوب جانتا ہے۔

قُلْ فرمادیں	اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تو کیا اللہ کے سوا	تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ تم مجھے کہتے ہو	اَعْبُدُ میں پرستش کروں	اَيُّهَا اے	الْجٰهِلُوْنَ جاہلو (جمع)	وَ اور		
لَقَدْ اُوْحِيَ یقیناً وحی بھیجی گئی ہے	اِلَيْكَ آپ کی طرف	وَاِلَى اور طرف	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	لَئِنْ البتہ اگر			
اَشْرَكْتَ تو نے شرک کیا	لَيَحْبَطَنَّ البتہ اکارت جائیگے	عَمَلُكَ تیرے عمل	وَلَتَكُوْنَنَّ اور تو ہوگا ضرور	مِنَ سے	الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانیوالے			
بَلِ بلکہ	اللّٰهَ اللہ	فَاعْبُدْ پس عبادت کرو	وَكُنْ اور ہو	مِنَ سے	الشّٰكِرِيْنَ شکرگزاروں	وَ اور	مَا قَدَرُوا انہوں نے قدر شناسی نہ کی	
اللّٰهَ اللہ	حَقَّ حق	قَدْرِهٖ اس کی قدر شناسی	وَالْاَرْضُ اور زمین	جَمِيْعًا تمام	قَبْضَتُهٗ اس کی مٹھی	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت		
وَالسَّمٰوٰتُ اور تمام آسمان	مَطْوِيّٰتٌ لپٹے ہوئے	بِيَمِيْنِهٖ اسکے دائیں ہاتھ میں	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	وَتَعٰلٰى اور برتر	عَمَّا اس سے جو			
يُشْرِكُوْنَ وہ شریک کرتے ہیں	وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونک ماری جائے گی صُور میں	فَصَعِقَ تو بیہوش ہوجائے گا	مَنْ جو					

فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَنْ اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اِلَّا سوائے	مَنْ جسے	شَآءَ اللّٰهُ چاہے اللہ	ثُمَّ پھر
نُفِخَ فِيْهِ پھونک ماری جائیگی اسمیں	اُخْرٰى دوبارہ	فَاِذَا تو فوراً	هُمْ وہ	قِيَامٌ کھڑے	يَّنْظُرُوْنَ دیکھنے لگیں گے	وَاَشْرَقَتِ اور چمک اٹھے گی
الْاَرْضُ زمین	بِنُوْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے نور سے	وَوُضِعَ اور رکھ دی جائیگی	الْكِتٰبُ کتاب	وَجِايْٓءَ اور لائے جائیں گے		
بِالنَّبِيّٖنَ نبی (جمع)	وَالشُّهَدَآءِ اور گواہ (جمع)	وَقُضِيَ اور فیصلہ کیا جائیگا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَهُمْ اور وہ ان پر	
لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کیا جائے گا	وَوُفِّيَتْ اور پورا پورا دیا جائے گا	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	مَا عَمِلَتْ جو اس نے کیا اسکے اعمال	وَهُوَ اور وہ		
	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا يَفْعَلُوْنَ جو کچھ وہ کرتے ہیں				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید کی تائید میں یہ بتلایا گیا تھا کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر پیدا کرنے کے بعد اس کی بقا وحفاظت کا سامان بھی اسی نے کیا پھر زمین و آسمان کی تمام چیزوں میں تصرف اختیار و اقتدار بھی اسی کو حاصل ہے تو جو خدا خالق بھی ہو موجد بھی ہو حافظ بھی ہو وکیل بھی ہو اور متصرف بھی ہو تو ایسے اوصاف کمال رکھنے والا جو قیامت میں جزا وسزا کا بھی مالک ہوگا تنہا معبود حقیقی ہوسکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔

اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار ومشرکین خود تو کفر وشرک میں مبتلا تھے ہی مگر ان کا حوصلہ یہاں تک بڑھا کہ نعوذ باللہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کو اپنے طریقہ پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آؤ تم ہمارے معبودوں کی پرستش کرو ہم تمہارے معبود کی پرستش کریں گے۔ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ آپ ان مشرکین سے جواب میں کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! بعد اس کے کہ توحید ہر طرح عقلاً ونقلاً ثابت ہو چکی ہے اور شرک کا رد و بطلان ہو چکا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی پرستش کی فرمائش کرتے ہو یہ تو انسان کی انتہائی نادانی حماقت و جہالت ہے کہ وہ ایک خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرے اور معاذ اللہ تم پیغمبر خدا سے یہ طمع رکھتے ہو کہ وہ تمہارے راستہ پر آ جائیں گے عقلی حیثیت سے دیکھا جائے کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنا باقی رکھنا اور ان میں ہر قسم کا تصرفات کرتے رہنا صرف اللہ کا کام ہے تو عبادت کا مستحق بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوسکتا اور نقلی حیثیت سے دیکھو تو تمام خدا کے رسول پیغمبر اور تمام آسمانی ادیان توحید کی صحت اور شرک کے بطلان پر متفق ہیں بلکہ ہر نبی کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا کہ آخرت میں مشرک کے تمام اعمال اکارت ہیں اور شرک کا انجام سوائے حرمان اور خسران کے کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر ایک خدائے قدوس کی بندگی کرے اور اس کا شکر گزار اور وفادار بندہ بنے۔ اس کی عظمت و جلال کو سمجھے۔ عاجز اور حقیر مخلوق کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے اس کو اسی طرح بزرگ و برتر مانے جیسا وہ واقع میں ہے۔ مشرکین نے تو اس کی عظمت وجلال اور بزرگی و برتری کو سمجھا ہی نہیں اور انہوں نے اللہ کو جیسا چاہئے پہچانا ہی نہیں۔ ورنہ اللہ کے سامنے کسی کی کیا ہستی ہے جو کسی کو کچھ دے سکے یا کسی سے کچھ چھین سکے۔ اس خداوند قدوس کی عظمت و بڑائی کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن کل زمین اس کی ایک مٹھی میں اور سارے آسمان کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہوں گے۔ بھلا اس سے ان مشرکوں کے گھڑے ہوئے معبودوں کو کیا نسبت۔ وہ ان مشرکین کے ہر طرح کے شرک سے پاک و برتر ہے۔

یہاں آیت میں الفاظ قبضۃ یعنی مٹھی اور یمین یعنی داہنے ہاتھ کا استعمال جو حق تعالیٰ کے لئے ہوا ہے تو معتزلہ اس کے یہ

معنی لیتے ہیں کہ قبضہ سے مراد تصرف ہے نہ کہ مٹھی میں ہونا اور داہنے ہاتھ میں آسمانوں کے لپیٹنے سے مراد اس کی قدرت میں ہونا ہے لیکن اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ یمین وغیرہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں جن پر بلا کیف ایمان رکھنا واجب ہے کہ ان کی حقیقت وہی جانتا ہے اور اس کی ذات کے لائق جو قبضہ اور یمین ہے اس کو ہم اس عقل سے نہیں سمجھ سکتے۔

گذشتہ آیات میں چونکہ قیامت کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے کچھ قیامت کا احوال بیان کیا جاتا ہے کہ قیامت کے روز جب صور میں پھونک ماری جاوے گی سو تمام آسمان و زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اکثر علمائے محققین کے نزدیک نفخ صور دو مرتبہ ہوگا پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے پھر زندہ تو مردہ ہو جائیں گے اور جو مر چکے تھے ان کی ارواح پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہو جاوے گی مگر اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے وہ اس بیہوشی اور موت سے محفوظ رہے گا۔ اب یہ کون ہوں گے۔ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت حضرت عزرائیل مراد لئے ہیں۔ بعض نے ان کے ساتھ ملائکہ حملۃ العرش کو بھی شامل کیا ہے۔ بعض کے نزدیک انبیاء وشہداء مراد ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب بہر حال یہ استثنا پہلے نفخہ صور کے وقت ہوگا اس کے بعد ممکن ہے کہ ان پر بھی فنا طاری کر دی جائے۔ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو مردوں کی ارواح اپنے بدنوں کی طرف واپس آ جائیں گی اور بے ہوشوں کو افاقہ ہوگا اس وقت محشر کے عجیب وغریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر تکتے رہیں گے۔ پھر خداوند قدوس کی پیشی میں حاضر کئے جاویں گے۔ پھر جب حق تعالیٰ حساب کے لئے زمین پر اپنی شان کے مناسب نزول اجلال فرمائیں گے اس وقت حق تعالیٰ کی تجلی اور نور سے محشر کی زمین چمک اٹھے گی۔ حساب کا دفتر کھلے گا سب کے اعمال سامنے رکھ دیئے جاویں گے انبیاء علیہم السلام اور دوسرے گواہ دربار الٰہی میں حاضر ہوں گے اور ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنایا جائے گا۔ کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہوگی جس کا جتنا اچھا یا برا عمل ہے سب خدا کے علم میں ہے اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔

اب آگے کس کو کیا جزا یا سزا دی جائے گی اس کا بیان فرمایا گیا ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر طرح کے خفی وجلی شرک سے بچا کر توحید پر قائم رکھیں اور اپنے عبادت گزار اور شکر گزار بندوں میں شامل فرماویں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولنا کیوں سے ہمیں محفوظ و مامون فرماویں اور ہمارے حساب کتاب کو آسان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ٹوٹے پھوٹے اعمال کو اپنی رحمت سے قبول فرمالیں اور ہماری خطاؤں اور گناہوں کو اپنے کرم سے بخش دیں۔ اور نجات ومغفرت سے ہم سب کو نواز دیں۔ یا اللہ اب ہم مشرکین کی کیا شکایت کریں جنہوں نے آپ کی عظمت، جلال، بزرگی وبرتری کو نہ سمجھا اور نہ جانا اب تو امت مسلمہ کے اکثر افراد کا رونا ہے کہ جنہوں نے آپ کی عظمت کا حق بھلا رکھا ہے اور آپ کے احکام کے خلاف زندگی گزار رہے ہیں اور آپ کی نافرمانی میں لگے ہوئے ہیں۔

یا اللہ! میدان حشر میں آپ کے سامنے حاضری کا خوف ان کے دلوں میں ایسا ڈال دے کہ یہ ہر نافرمانی سے رک جائیں اور آپ کی سچی اطاعت میں لگ جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ

اور جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جاویں گے۔ یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جاویں گے اور ان سے دوزخ کے محافظ (فرشتے)

خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ

کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔

هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ

کافر کہیں گے کہ ہاں لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا ہو کر رہا۔ (پھر ان سے) کہا جاوے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾

ہمیشہ اس میں رہا کرو غرض (خدا کے احکام سے) تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔

وَسِيْقَ اور ہانکے جائیں گے	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا (کافر)	اِلٰى طرف	جَهَنَّمَ جہنم	زُمَرًا گروہ درگروہ			
حَتّٰٓى اِذَا یہاں تک کہ جب	جَآءُوْهَا وہ آئیں گے وہاں	فُتِحَتْ کھول دیئے جائیں گے	اَبْوَابُهَا اسکے دروازے	وَقَالَ اور کہیں گے				
لَهُمْ ان سے	خَزَنَتُهَآ اس کے محافظ	اَلَمْ يَاْتِكُمْ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس	رُسُلٌ رسول (جمع)	مِّنْكُمْ تم میں سے	يَتْلُوْنَ وہ پڑھتے تھے			
عَلَيْكُمْ تم پر	اٰيٰتِ رَبِّكُمْ تمہارے رب کی آیتیں (احکام)	وَيُنْذِرُوْنَكُمْ اور تمہیں ڈراتے تھے	لِقَآءَ ملاقات	يَوْمِكُمْ تمہارا دن	هٰذَا یہ			
قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلٰى ہاں	وَلٰكِنْ اور لیکن	حَقَّتْ پورا ہوگیا	كَلِمَةُ حکم	الْعَذَابِ عذاب	عَلَى پر	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	قِيْلَ کہا جائیگا
اُدْخُلُوْا تم داخل ہو	اَبْوَابَ دروازے	جَهَنَّمَ جہنم	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے کو	فِيْهَا اس میں	فَبِئْسَ سو برا ہے	مَثْوَى ٹھکانا	الْمُتَكَبِّرِيْنَ تکبر کرنے والے	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں احوال قیامت کے سلسلہ میں میدان حشر کا نقشہ کھینچا گیا تھا کہ جب صور میں پہلی بار پھونک ماری جائے گی تو اس کی ہیبت ناک آواز سے زمین اور آسمان میں جتنے جاندار ہیں سب کے ہوش اڑ جائیں گے اور اس صور کے اثر سے کوئی نہ بچے گا مگر وہی جسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بچالیں پھر ایک عرصہ کے بعد جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے دوسری بار صور پھونکا جاوے گا تو سب مردے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر میدان حشر میں اللہ رب العزت کا جلوہ ظاہر ہوگا اور ساری زمین اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور سب کے اعمال ناموں کا دفتر سامنے رکھ دیا جائے گا اور ہر ایک کے عملوں کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ اور اجر دیا جائے گا جو جس نے اس دنیا میں کیا ہوگا اس کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کے عمل کا ذرہ ذرہ پتہ ہے اور ہر ایک کا پورا پورا حال اس پر ظاہر ہے اس لئے ہر ایک کا پورا پورا حساب چکا دیا جائے گا جو جس جگہ کے لائق ہوگا وہاں پہنچ جائے گا۔ چنانچہ ان آیات اور اگلی آیات میں حساب کتاب کے بعد جو فیصلہ کا نتیجہ نکلے گا وہ ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ جہنمی جہنم میں بھیج دیئے جائیں گے اور جنتی جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

ان آیات میں پہلے بدنصیب منکرین حق کا انجام بیان ہو رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ جانوروں کی طرح رسوائی اور ذلت

سے ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکیوں کے ساتھ جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔قرآن پاک کی بعض دوسری آیات میں ہے کہ اس وقت یہ جہنمی پیاسے بھی ہوں گے اور وہ اندھے بہرے اور گونگے بھی ہوں گے۔اور بہتوں کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ پھران کافروں میں سینکڑوں گروہ ہوں گے چونکہ کفر کے اقسام اور مراتب بہت ہیں ہر قسم اور ہر درجہ کے کافروں کا گروہ الگ الگ کردیا جائے گا مثلاً بت پرستوں کا ایک گروہ ستارہ پرستوں کا ایک گروہ چاند وسورج کو پوجنے والوں کا ایک گروہ منافقوں کا ایک گروہ وغیرہ وغیرہ۔ پھر جس طرح دنیا میں جیل خانہ کا پھاٹک کھلا نہیں رہتا جب کسی قیدی کو داخل کرنا ہوتا ہے پھاٹک کھول کر داخل کرتے اور پھر بند کر دیتے ہیں ایسے ہی وہاں جس وقت دوزخی دوزخ کے قریب پہنچیں گے دروازہ کھول کر اس میں دھکیل دیا جائے گا اور اس کے بعد پھر دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو فرشتے دوزخ کے محافظ اور نگران ہیں جن کے سردار کا نام مالک ہوگا وہ ان دوزخیوں سے بطور ملامت اور ان کو شرمندہ کرنے کے لئے اور ندامت بڑھانے کے لئے بطور زجر وتوبیخ کے کہیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تمہارے پاس نہیں پہنچے تھے جو تم ہی سے تھے اور تمہاری ہی جنس کے تھے۔ جن سے تم سوال جواب کر سکتے تھے ان کی صحبت میں بیٹھ سکتے تھے انہوں نے خدائے تعالیٰ کی آیتیں تمہیں پڑھ پڑھ کر سنائیں اپنے لائے ہوئے سچے دین پر دلیلیں قائم کر دیں۔ تمہیں اس دن کی برائیوں سے آگاہ کر دیا۔ آج کے عذابوں سے ڈرادیا تو پھر تم نے ان کی بات کیوں نہیں مانی۔ کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ تمہارا ایک رب ہے جو ظاہر و باطن تمہاری پرورش کرتا ہے کیا اس رب کے کھلے ہوئے احکام پیغمبروں نے تمہیں نہیں پہنچائے اور کیا تم کو نہیں ڈرایا کہ قیامت کا دن پیش آنے والا ہے جس میں اچھے برے کی جزا سزا ملے گی۔ وہ دوزخی انتہائی حسرت اور افسوس کے ساتھ جواب دیں گے کہ پیغمبر کیوں نہیں آئے ضرور آئے ہم کو اللہ کی باتیں سنائیں اور آج کے دن سے بھی ڈرایا لیکن ہماری بدبختی اور نالائقی کہ ہم نے ان کا کہنا نہ مانا۔ ہم غفلت اور جہالت میں پڑے رہے اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے رہے اللہ کے رسولوں کی بات نہ سنی اور ان کی نصیحت کو اس کان سنا تو اس کان اڑا دیا آخر خدا کی اٹل تقدیر سامنے آئی اور عذاب کا حکم ہم پر ثابت ہو کر رہا۔ کافروں کے لئے جو سزا اللہ نے مقرر کی تھی اس کے حق دار ہوئے اور وہ سزا بھگتنے کے لئے یہاں بھیج دیئے گئے ۔اس پر ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تم نے شیخی اور غرور میں آ کر اللہ کی بات نہ مانی اب ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہو اور اس کا مزہ چکھتے رہو۔ یہیں جلتے اور بھنتے رہنا۔ نہ یہاں سے کسی طرح کسی وقت چھٹکارا ملے نہ تمہیں موت ہی آئے گی۔ یہ کیا برا ٹھکانہ ہے کہ دن رات تمہیں جلنا ہی جلنا ہے اور یہ تمہارے تکبر کا اور حق کو نہ ماننے کا بدلہ ہے جس نے تمہیں ایسی بری جگہ پہنچایا اور یہیں کا کر دیا۔ اے اللہ آپ ہمیں عذاب جہنم سے ہر طرح اور بالکلیہ اپنی رحمت سے بچائیے گا۔

یہاں آیت میں ابواب جہنم جو فرمایا گیا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کے دروازے مقرر ہیں اور باضابطہ ان دروازوں ہی سے جہنم کے اندر داخلہ ہوگا۔ اب جہنم کیا ہے؟ کہاں ہے؟ اس کے کتنے طبقات ہیں؟ اس میں کس قسم کے عذاب دکھ اور آزار ہیں؟ تو اس کے متعلق یہ سمجھ لیا جائے کہ غیب اور عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلم اور مومن نہیں ہوسکتا ان ہی میں

سے جہنم اور جنت بھی ہے مگر ہم اس دنیا میں اس عقل کے ساتھ دوزخ یا جنت کی اصل کیفیت اور اصل حقیقت پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ بس اس پر قرآن وحدیث کے فرمان کے مطابق عقل سے بالاتر قلبی ایمان رکھنا ضروری ہے اور جو کچھ قرآن وحدیث میں جہنم یا جنت کے متعلق فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے اس کا مقصد یہ نہیں کہ جو کچھ وہاں پیش آنے والا ہے اس کو ہم یہاں پوری طرح سمجھ لیں جان لیں اور وہاں کے حالات کا صحیح اور اصل نقشہ ہمارے سامنے آ جائے بلکہ اس بیان کا اصل مقصد تبشیر اور انذار ہے یعنی جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف دلا کر اللہ کی رضا والی اور دوزخ سے بچا کر جنت پہنچانے والی زندگی پر اللہ کے بندوں کا آمادہ کرنا اور ایسی احادیث اور آیات قرآنی کا حق یہی ہے کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی کیفیتیں پیدا ہوں۔ اسی حصول مقصد کے لئے قرآن اور حدیث میں جو جہنم کے متعلق بتلایا گیا ہے اس کو مختصراً یہاں بیان کیا جاتا ہے اور اس کو حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ کی کتاب قیامت نامہ جو اصل میں فارسی میں ہے اور جس کے مضامین کی بنیاد آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث پر ہے اس کا ترجمہ عرض کیا جاتا ہے لکھا ہے کہ دوزخ کی آگ یہاں دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ گرم ہے۔ اس کا رنگ شروع میں سفید تھا پھر ہزار برس بعد سرخ ہو گیا اب سیاہ ہے اس کے سات طبقے ہیں جن میں ایک ایک بڑا پھاٹک ہے اول طبقہ گنہگار مسلمانوں اور ان کفار کے لئے ہے جو باوجود شرک کے پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے۔ دوسرے طبقات مشرکین آتش پرست دہریئے یہود نصاریٰ منافقین وغیرہ کے لئے مقرر ہیں۔ ان طبقوں کے نام جو قرآن مجید میں جابجا مذکور ہیں یہ ہیں۔ پہلا جحیم' دوسرا جہنم' تیسرا سعیر' چوتھا سقر' پانچواں لظیٰ' چھٹا ہاویہ' ساتواں حطمہ۔ ان طبقات میں سے ہر ایک میں نہایت وسعت قسم قسم کے عذاب اور رنگ برنگ کے مکانات ہیں مثلاً ایک مکان ہے جس کا نام غی ہے جس کی سختی سے باقی دوزخ بھی ہر روز ۴۰۰ مرتبہ پناہ مانگتی ہے ایک اور مکان ہے جس میں بے انتہا سردی ہے جس کو زمہریر کہتے ہیں ایک مکان ہے جس کو جب الحزن کہتے ہیں یعنی غم کا کنواں اور ایک کنواں ہے جس کو طینۃ الخبال یعنی لہو اور پیپ کی کیچڑ کہتے ہیں۔ ایک پہاڑ ہے جس کو صعود کہتے ہیں اس کی بلندی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے جس پر کفار کو چڑھا کر دوزخ کی تہہ میں پھینکا جائے گا۔ ایک تالاب ہے جس کا نام حمیم ہے جس کا پانی اتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائیں گی اور نیچے کا لب سوج کر سینہ اور ناف تک پہنچے گا زبان جل جائے گی اور منہ تنگ ہو جائے گا۔ حلق سے نیچے اترتے ہی معدہ اور انتڑیوں کو پھاڑ دے گا۔ ایک اور تالاب ہے جس کو غساق کہتے ہیں اس میں کفاروں کا پسینہ پیپ اور لہو بہہ کر جمع ہو گا۔ ایک چشمہ ہے جس کا نام غسلین ہے اس میں کفاروں کا میل کچیل جمع ہو گا یہ جہنمیوں کو کھانے اور پینے کو ملے گا۔ اہل دوزخ کے جسم بہت لمبے چوڑے بنا دیئے جائیں گے تاکہ سختی عذاب زیادہ ہو اور ہر ایک رگ و ریشہ کو ظاہراً و باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائے جائیں گے۔ مثلاً جلانا' کچلنا' سانپ اور بچھوؤں کا کاٹنا' کانٹوں کا چبھونا' کھال کا چیرنا' مکھیوں کو زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ بسبب شدت گرمی کے پہنچتے ہی ان کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے یہاں تک کہ ایک گھڑی میں ۷۰۰ جسم بدلتے رہیں گے۔ مگر جسم کے اصلی اجزاء برقرار رہیں گے صرف گوشت

اور پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا۔ غم اور حسرت نا امیدی وغیرہ کی تکالیف علیحدہ برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھال ۴۲'۴۲ گز موٹی ہوگی۔ دانت پہاڑوں کی مانند بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت گھیریں گے۔ دیگر عذابوں کے علاوہ بھوک کا عذاب اس قدر سخت کر دیا جائے گا کہ جو تمام عذابوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔ جب نہایت بے چین اور بے قرار ہو کر غذا طلب کریں گے تو درخت زقوم کے پھل جو نہایت تلخ خاردار اور سخت ہے اور جو جحیم کی تہہ میں پیدا ہوتا ہے ان کو کھانے کو دیا جائے گا۔ جب اس کو کھانا شروع کریں گے تو گلے میں پھنس جائے گا لہذا طالب آب ہوں گے۔ حکم ہوگا کہ جحیم میں سے پانی پلا دو۔ پانی کے منہ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر سوج جائیں گے۔ زبان سکڑ جائے گی حلق ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ انتڑیاں پھٹ کر پاخانہ کے راستہ سے نکل پڑیں گی۔ اس حالت سے بے قرار ہو کر داروغہ جہنم جن کا نام مالک ہے کے سامنے آہ و زاری کریں گے کہ ہم کو تو مار ڈال تا کہ ان مصائب سے نجات پا لیں۔ ہزار سال کے بعد وہ جواب دیں گے کہ تم تو ہمیشہ اسی میں رہو گے پھر ہزار سال کے بعد خداوند کریم سے دعا کریں گے کہ اے خدا قدوس ہماری جان لے لے اور اس عذاب سے نجات دے دے۔ ہزار سال کے بعد بارگاہ ایزدی سے جواباً ارشاد ہوگا کہ خبردار خاموش رہو۔ ہم سے استدعا نہ کرو۔ تم کو یہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ **اللّٰھم انا نعوذبک من غضبک والنار** یہ مختصر سا کچھ حال ہے جو قرآن و حدیث سے دوزخ کے بارے میں بتلایا گیا ہے۔ اب ان جہنمیوں کے مقابلہ میں اگلی آیات میں مومنین و متقین کا جنت میں داخل ہونے کا حال ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں خاتمہ کی آیات میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو نار جہنم سے بچاویں اور میدان حشر کی ذلت و رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں اور اپنے غضب اور ناراضگی سے مامون و محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اس دنیا میں فکر آخرت نصیب فرمایئے اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرمایئے۔ **ربنآ اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الاٰخرة حسنةً وقنا عذاب النار** آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتّٰى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ ہو کر جنت کی طرف روانہ کئے جاویں گے یہاں تک کہ جب اُس کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خٰلِدِينَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا

اور وہاں کے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزہ میں رہو سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ۔ اور (داخل ہو کر) کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے

وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِينَ ۝

اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنادیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں غرض (نیک) عمل کرنے کا اچھا بدلہ ہے

وَتَرَى الْمَلٰئِكَةَ حَآفِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے ہوں گے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہوں گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردیا جائے گا

بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝

اور کہا جاوے گا کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

وَسِيقَ ہانکا (لیجایا)	جائے گا	الَّذِينَ وہ لوگ جو	اتَّقَوْا وہ ڈرے	رَبَّهُمْ اپنا رب	إِلَى الْجَنَّةِ جنت کی طرف	زُمَرًا گروہ در گروہ	
حَتّٰى یہاںتک کہ	إِذَا جب	جَاءُوهَا وہ وہاں آئینگے	وَفُتِحَتْ اور کھول دیئے جائیں گے	أَبْوَابُهَا اس کے دروازے	وَقَالَ اور کہیں گے		
لَهُمْ ان سے	خَزَنَتُهَا اس کے محافظ	سَلٰمٌ سلام	عَلَيْكُمْ تم پر	طِبْتُمْ تم اچھے رہے	فَادْخُلُوهَا سو اس میں داخل ہو	خٰلِدِينَ ہمیشہ رہنے کو	
وَقَالُوا اور وہ کہیں گے	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِي وہ جس نے	صَدَقَنَا ہم سے سچا کیا	وَعْدَهُ اپنا وعدہ	وَأَوْرَثَنَا اور ہمیں وارث بنایا	
الْأَرْضَ زمین	نَتَبَوَّأُ ہم مقام کریں	مِنَ سے	الْجَنَّةِ جنت	حَيْثُ جہاں	نَشَاءُ ہم چاہیں	فَنِعْمَ سو کیا ہی اچھا	أَجْرُ اجر
الْعٰمِلِينَ عمل کرنے والے	وَتَرَى اور آپ دیکھیں گے	الْمَلٰئِكَةَ فرشتے	حَآفِّينَ حلقہ باندھے	مِنْ سے	حَوْلِ الْعَرْشِ عرش کے گرد		
يُسَبِّحُونَ پاکیزگی بیان کرتے ہوئے	بِحَمْدِ تعریف کے ساتھ	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَقُضِيَ اور فیصلہ کردیا جائیگا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان			
بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَقِيلَ اور کہا جائے گا	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	رَبِّ پروردگار	الْعٰلَمِينَ سارے جہان (جمع)		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین حق اور بدبختوں کا انجام بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ جانوروں کی طرح گروہ درگروہ رسوائی اور ذلت سے جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے اور پھر عذابوں سے بھری ہوئی جہنم میں داخل کردیا جائے گا اور ساتھ ہی کہہ دیا جائے گا کہ اب اس جہنم میں ہمیشہ کے لئے جلتے رہو اور یہ براٹھکانہ تم کو تمہارے تکبر اور حق کو نہ ماننے کا بدلہ ہے۔ اب ان کے مقابل یہاں خاتمہ کی آیات میں سعادت مند مومنین ومتقین کا حال اور ان کا انجام بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے ماننے والے اور اس کے فرمانبردار بندے جو دنیا میں اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے اور ڈر کر برے کاموں اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچتے تھے ان کی بھی ایمان اور عمل کے درجوں کے لحاظ سے جماعتیں بن جائیں گی۔ مفسرین نے ان مومنین کی جماعتوں کی مختلف صورتیں لکھی ہیں۔ مثلاً مقربین خاص کی جماعت پھر ابرار کی جماعت پھر ان سے کم درجہ والوں کی جماعت پھر ان سے کم درجہ والوں کی یا مثلاً کثرت سے نفلی نماز پڑھنے والوں کی

جماعت علیحدہ ہوگی اور اسی طرح کثرت سے نفلی روزہ داروں کی علیحدہ اور نفلی صدقہ دینے والوں کی علیحدہ مجاہدین کی علیحدہ۔ سخاوت کرنے والوں کی علیحدہ یا مثلاً انبیاء کے گروہ میں انبیاء صدیقوں کے گروہ میں صدیق شہیدوں کے گروہ میں شہید مقربین کے ساتھ مقربین۔ ابرار کے ساتھ ابرار۔ الغرض ہر درجہ کے مومنین متقین کی جماعت علیحدہ ہوگی اور ان سب جماعتوں کو نہایت شوق دلا کر جلدی جلدی عمدہ سواریوں پر اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ احادیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں گے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سب سے پہلے جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا وہ میں ہوں گا حضرت انسؓ کی دوسری روایت میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھلواؤں گا خازن جنت پوچھے گا کہ آپ کون ہیں میں جواب دوں گا محمدؐ دربان کہے گا بہت خوب مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں داخل ہونے والے سب سے پہلے گروہ کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔ جنت میں ان کو نہ تھوکنے کی ضرورت ہوگی نہ ناک کی ریزش نہ بول براز اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ان کے قد اونچائی میں ۶۰ ہاتھ ہوں گے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے جنت میں جس گروہ کا داخلہ سب سے پہلے ہوگا وہ تعداد میں ۷۰ ہزار ہوگا اور ان کے چہرے بدر کی طرح چمکتے ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عکاشہؓ بن محصن اسدی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی اس کو بھی انہیں میں شامل فرما دے۔ اس کے بعد ایک انصاری نے کھڑے ہو کر یہی درخواست کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔

الغرض یہ جماعتیں جنت کے پاس پہنچیں گی تو جس طرح مہمانوں کے لئے ان کی آمد سے پہلے گھر کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے اسی طرح جنتی وہاں پہنچ کر جنت کے دروازے کھلے پائیں گے اور فرشتے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ کلمات سلام و ثنا وغیرہ سے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ تم پاکیزہ لوگ ہو۔ تم گناہوں کی گندگی سے بچتے رہے اور اللہ عزوجل کے خوف سے برے کاموں کو چھوڑ کر اور صاف ستھری زندگی دنیا میں بسر کی۔ اللہ کی عبادت اور اس کے احکام کے بجالانے میں دل و جان سے لگے رہے آج تمہارے لئے جنت ہے اس کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ اس کے اندر داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہو۔

یہاں آیت میں **فتحت ابوابھا** فرمایا یعنی اس کے دروازے کھلے ہوئے پائیں گے ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور حضرت عمرؓ فاروق سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر کہے **اشھد ان لآ الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد اعبدہ و رسولہ** تو اس کا مرتبہ یہ ہوگا کہ جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔ یعنی اجازت ہر دروازہ سے جانے کی ہوگی اگرچہ بطور اعزاز خاص خاص دروازوں سے اس کو دعوت دی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث میں روایت ہے کہ جنت کے دروازے بہت ہیں۔ نمازی کو باب الصلوٰۃ سے خیرات کرنے والے کو باب الصدقہ سے مجاہدین کو باب الجہاد سے اور روزہ داروں کو باب الریان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یوں تو کسی کا زور نہیں جس دروازہ سے بلوا لیا جائے لیکن کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جس کو سب دروازوں سے بلایا جائے۔ فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔ ابوداؤد کی ا

29 ایک صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا (یہ واقعہ شب معراج کا ہے) اور مجھ کو جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت کے اندر داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا کہ اس دروازہ کو دیکھ لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر آگاہ ہو کہ میری امت میں سے سب سے پہلے شخص تم ہوگے جو جنت میں داخل ہوگے۔

الغرض جنت کے نگران فرشتے جنتیوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے بشارت دیں گے کہ تم اس شان سے جنت میں داخل ہو کہ وہاں تمہارا قیام دوامی ہوگا۔ یعنی نہ کبھی وہاں سے نکالے جاؤ گے اور نہ کبھی وہاں رہتے رہتے تمہارا دل اکتائے گا۔ جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور آرام وسکون اور راحت کی فضا انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی۔ تو وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بے ساختہ ان کے منہ سے نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ اس نے جو وعدے دنیا میں ہم سے اپنے انبیاء کی معرفت کئے تھے وہ سب پورے کر دیئے اور ہمیں اس سرزمین جنت کا مالک بنا دیا کہ جہاں جی چاہے آئیں جائیں رہیں سہیں اس کی راہ میں محنت کرنے والوں کا صلہ کیسا اچھا ہے۔ فنعم اجر العاملین سو کیا خوب بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس جملہ کو اہل جنت کی حمد وثنا کا اخیر قرار دیا ہے یعنی اللہ نے ہمارے عمل کی قدردانی فرمائی۔ ان کو قبول فرما کر اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ اس کا شکر ہے کہ عمل کرنے والوں کا اجر کیسا اچھا ہے۔ مگر بعض علمائے مفسرین نے اس فقرہ کو اللہ تعالیٰ کا کلام قرار دیا ہے یعنی جنتیوں کی حمد وثنا کے بعد یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے کہ ہم نے جو کچھ مومنوں کو دیا وہ ان کی نیکوکاری کا نتیجہ ہے۔ کام کرنے والوں کی مزدوری اور اجر بہت اچھا دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ مومنوں کو جنت میں ان کے مقام پر اور کافروں کو جہنم میں ان کی جگہ بھیج دیا جائے گا اور جزا سزا کا معاملہ ختم ہو جائے گا۔ تو سورۃ کی آخری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان جبروتی اور پرجلال ہیبت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جب حق تعالیٰ حساب کتاب کے لئے نزول اجلال فرمائیں گے اس وقت فرشتے عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہوں گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دیا جائے گا جس پر ہر طرف سے جوش وخروش کے ساتھ **الحمد للہ رب العالمین** کا نعرہ بلند ہوگا یعنی ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہیں جو تمام عالم کے پروردگار ہیں اور جس نے سارے جہان کا فیصلہ ایسا عمدہ اپنی قدرت سے فرمایا۔

اب یہاں چونکہ جنت کا ذکر آ گیا ہے اس لئے جنت کا کچھ احوال حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث ومفسر دہلویؒ کے قیامت نامہ سے جو صحیح احادیث اور آیات قرآنیہ پر مبنی ہے نقل کیا جاتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں" حاصل کلام جب تمام اہل جنت اپنے اپنے مقاموں پر برقرار ہو جائیں گے تو ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے کہیں گے کہ فلاں جہنمی ہم سے حق باتوں میں جھگڑتا تھا۔ نہ معلوم اب وہ کس حالت میں ہے پس ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور بینائی میں قوت عطا کی جائے گی کہ جس سے وہ دوزخی کو دیکھ لیں گے۔ دوزخی بہت آہ وزاری کر کے جنت کے کھانے اور پانی کو طلب کرے گا لیکن یہ جواب دیں گے کہ جنت کی نعمتوں کو خدا نے تم پر حرام کر دیا ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو کیونکر تم نے سچا پایا۔ ہم نے تو تمام وعدوں کو بے کم وکاست بجا اور درست پایا۔ وہ نہایت ہی پشیمانی اور عاجزی ظاہر کرے گا اس کے بعد اہل جنت کھڑکی بند کر لیں گے پھر اہل جنت اپنے اہل وعیال کی حالت دریافت کریں گے فرشتے جواب دیں

گے کہ وہ سب حسب اعمال جنت میں اپنے اپنے مکانوں میں موجود ہیں۔ اہل جنت کہیں گے کہ ہم کو بغیر ان کے کچھ لطف نہیں آتا۔ ان کو ہم تک پہنچاؤ۔ ملائکہ جواب دیں گے کہ یہاں ہر شخص اپنے عمل کے موافق رہ سکتا ہے۔ اس سے تجاوز کا حکم نہیں۔ پس وہ خدائے قدوس کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ خداوندا تجھ پر روشن ہے کہ ہم جب تک دنیا میں تھے تو کسب معاش کرتے تھے اور اس سے اپنے اہل وعیال کی پرورش ہوتی تھی اور وہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوتے تھے۔ اب جب آپ نے بلا مشقت ایسی ایسی نعمت عطا فرمائیں تو ہم ان کو کیونکر محروم کر سکتے ہیں۔ امیدوار ہیں کہ ہم کو ان سے ملا دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ ان کی اولادوں کو ان تک پہنچا دو اور ان کو عیش و آرام کے سامان بھی ساتھ ہی پہنچا دو۔ پس اہل وعیال کو ان سے ملا دیا جائے گا اور ان کو اصلی اعمال کی جزا کے علاوہ والدین کے طفیل سے بہت کچھ عطا ہوگا۔ اندرون جنت میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو درجات عالیہ کے لئے شفاعت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور لوگ جتنی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہوں گے اتنے ہی مراتب اپنے استحقاق سے زیادہ حاصل کریں گے جب تمام لوگ جنت و دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان منادی ہوگی کہ اے اہل جنت! جنت کے کناروں پر آ جاؤ۔ اور اہل دوزخ دوزخ کے کناروں پر آ جاؤ۔ اہل جنت کہیں گے ہم کو تو ابدالآباد کا وعدہ دلا کر جنت میں داخل کیا ہے اب کیوں طلب کرتے ہو اور اہل دوزخ نہایت خوش ہو کر کناروں کی طرف دوڑیں گے اور سمجھیں گے شاید ہماری مغفرت کا حکم ہوگا۔ پس جس وقت سب کناروں پر آ جائیں گے تو ان کے مابین موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں حاضر کر دیا جائے گا اور لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس کو پہچانتے ہو سب کہیں گے کہ ہاں جانتے ہیں کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے موت کا پیالہ نہ پیا ہو اس کے بعد اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ اسکو حضرت یحییٰ علیہ السلام ذبح کریں گے پھر وہ منادی آواز دے گا اے اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں اور اے اہل دوزخ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو کہ اب موت نہیں۔ اہل جنت اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ شادی مرگ ہو جاتی اور اہل دوزخ اس قدر رنجیدہ ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ غم کے مارے مر جاتے اس کے بعد حکم ہوگا کہ دوزخ کے دروازوں کو بند کر کے اس کے پیچھے بڑے بڑے آتشی شہتیر بطور پشتیبان لگا دو تا کہ دوزخیوں کو نکلنے کا خیال بھی نہ رہے اور اہل جنت کو جنت میں ابدالآباد تک رہنے کا یقین واطمینان ہو جائے۔

جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مشک و زعفران کے گارے سے بنی ہوئی ہیں۔ اس کی سڑکیں اور پٹڑیاں زمرد یاقوت اور بلور سے۔ اس کے درختوں کی چھالیں سونے اور چاندی کی ہیں۔ شاخیں بے خار و بے خزاں اس کے میووں میں گونا گوں لذتیں ہیں۔ ان کے نیچے ایسی نہریں ہیں جن کے کنارے پاکیزہ جواہرات سے مرصع ہیں۔ ان نہروں کی چار قسمیں ہیں ایک وہ کہ جن کا پانی نہایت شیریں اور خنک ہے دوسری وہ جو ایسے دودھ سے لبریز ہیں جن کا مزہ نہیں بگڑتا۔ تیسری ایسی شراب کی ہیں جو نہایت فرحت افزا اور خوش رنگ ہے چوتھی نہایت صاف وشفاف شہد کی ہیں۔ علاوہ ان کے تین قسم کے چشمہ ہیں ایک کا نام کافور ہے جس کی خاصیت خنکی ہے دوسری کا نام زنجبیل ہے جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں اس کی خاصیت گرم ہے مثل چائے وقہوہ تیسرے کا نام تسنیم ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ہوا میں معلق جاری ہے ان تینوں چشموں کا پانی مقربین کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن اصحاب یمین کو بھی جو ان سے کمتر ہیں ان میں سے سربمہر گلاس مرحمت ہوں گے جو پانی پینے کے وقت گلاب اور کیوڑہ کی طرح سے تھوڑا

تھوڑا املا کر پیا کریں گے۔اور دیدار الٰہی کے وقت ایک اور چیز عنایت ہوگی جس کا نام شراب طہور ہے جوان تمام مشروبات سے افضل و اعلیٰ ہے جنت کے درخت باوجود نہایت بلند و بزرگ وسایہ دار ہونے کے اس قدر باشعور ہیں کہ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ نیچے کو اس قدر جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لیا کرے گا۔ جنت کے فرش وفروش ولباس وغیرہ نہایت عمدہ و پاکیزہ ہیں اور ہر شخص کو وہی لباس عطا کئے جائیں گے جو اس کو مرغوب ہوں گے اور بعض ان میں سے ایسے نازک و باریک ہوں گے کہ ستر تہوں میں سے بھی بدن نظر آئے گا۔ جنت میں نہ سردی ہے نہ گرمی۔ نہ آفتاب کی شعاعیں نہ تاریکی بلکہ ایسی حالت ہے جیسے طلوع آفتاب سے کچھ پیشتر ہوتی ہے مگر روشنی میں ہزار ہا درجے اس سے برتر ہوگی جو عرش کے نور کی ہوگی نہ کہ چاند سورج کی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر وہاں کا لباس اور زیور زمین پر لایا جائے تو وہ اپنی چمک دمک سے جہان کو اس قدر روشن کر دے گا کہ آفتاب کی روشنی اس کے سامنے ماند ہو جائے گی۔ جنت میں ظاہری کثافت و غلاظت یعنی پیشاب پاخانہ' حدث' تھوک' بلغم' ناک کا رینٹ' پسینہ' بدن کا میل کچیل وغیرہ بالکل نہ ہوں گے۔صرف سر پر بال ہوں گے اور داڑھی مونچھ اور دیگر قسم کے بال جو جوانی میں پیدا ہوتے ہیں بالکل نہ ہوں گے اور نہ کوئی بیماری ہوگی اور باطنی کثافتوں یعنی کینہ' بغض' حسد' تکبر' عیب جوئی' غیبت وغیرہ سے دل صاف ہوں گے۔سونے کی حاجت نہ ہوگی اور خلوت اور استراحت کے لئے پردہ والے مکان ہوں گے ملاقات اور ترتیب مجلس کے وقت صحن اور میدانوں میں میلان کریں گے۔ جنتیوں کی غذاؤں کا فضلہ خوشبودار ڈکاروں سے دفع ہوا کرے گا۔جس قدر کھائیں گے فوراً ہضم ہو جایا کرے گا۔ بدہضمی اور گرانی شکم کا نام تک نہ ہوگا۔سیر وتفریح کے واسطے سواریاں اور تخت ہوں گے جو ایک گھنٹہ میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرتے ہوں گے۔ جنت میں ایسے ایسے قبے برج اور بنگلے ہوں گے جو ایک ہی یاقوت یا موتی یا زمرد یا دیگر جواہرات سے رنگ برنگ بنے ہوں گے۔اہل جنت کی خدمت وراحت آسائش و آرام کے لئے حور وغلمان و ازواج موجود ہوں گے۔ جنت آٹھ ہیں جن میں سے سات تو سکونت کے لئے مخصوص ہیں اور آٹھویں دیدار الٰہی کیلئے۔جنتوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ جنت الماویٰ۔ دارالمقام۔ دارالسلام۔ دارالخلد۔ جنت النعیم۔ جنت العدن۔ جنت الفردوس' یہ جنت الفردوس تمام جنتوں سے برتر واعلیٰ ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ادنیٰ اہل جنت کی ملک حشم وخدم اسباب لذت وراحت وغیرہ وغیرہ ۸۰ سال کی مسافت کے برابر پھیلاؤ میں ہوں گے اور جنت کے بعض بڑے بڑے میوے ایسے ہوں گے کہ جس وقت ان کو جنتی توڑے گا تو اس میں سے نہایت خوبصورت پاکیزہ عورت مع لباس فاخرہ زیور کے برآمد ہوگی اور اپنے مالک کی ہمنشین و خدمت گزار ہوگی۔اہل جنت کے قد وقامت مانند حضرت آدم علیہ السلام کے ساٹھ ساٹھ ہاتھ ہوں گے اور دیگر اعضاء بھی انہیں قد وقامت کے مناسب ہوں گے۔ بلحاظ صورت نہایت حسین وجمیل ہوں گے اور ہر ایک عین شباب کی حالت میں ہو گا۔ ذکر الٰہی اس طرح بے تکلف دل وزبانوں پر جاری ہوگا جیسے کہ دنیا میں سانس اور جیسا کہ جنت کی نعمتوں سے بدن کو لذت حاصل ہوگی اسی طرح سے باطنی لذات یعنی انوار و تجلیات الٰہی بھی حاصل ہوتی رہیں گی اور جنت کی سب سے افضل و بہتر نعمت دیدار الٰہی ہے۔ دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کی حیثیت سے جنتیوں کی چار قسمیں ہوں گی ایک تو وہ جو سال بھر میں ایک مرتبہ دوسرے وہ جو ہر جمعہ کو تیسرے وہ جو دن میں

دو دفعہ مشرف ہوں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صبح وعصر کی نماز نہایت خشوع وخضوع سے پڑھنے سے اس دیدار میں بڑی مدد ملتی ہے۔ چوتھی جماعت اخص الخاص ہر وقت بارگاہ الٰہی میں حاضر رہیں گے۔ طریقہ دیدار یہ ہوگا کہ سات طبقوں کے اوپر آٹھویں طبقہ میں ایک کشادہ وسیع میدان زیر عرش موجود ہے۔ وہاں نور، زمرد یاقوت، موتی، سونے اور چاندی وغیرہ کی کرسیاں حسب مراتب رکھی جائیں گی اور جن لوگوں کے لئے کرسیاں نہیں ہیں ان کو مشک وعنبر کے ٹیلوں پر بٹھائیں گے اور ہر شخص اپنی جگہ نہایت خوش وخرم ہوگا دوسروں کے مراتب کی افزونی کی وجہ سے اس کو کسی طرح کا خیال نہ ہوگا اور اسی اثناء میں ایک نہایت فرحت افزا ہوا چل کر ان پر ایسی ایسی پاکیزہ خوشبوئیں چھڑک دے گی جو انہوں نے نہ کبھی دنیا میں اور نہ بہشت میں دیکھی ہوں گی اس وقت خداوند کریم رب العزت ان پر اس طور سے جلوہ افروز ہوگا کہ کوئی شخص ایک دوسرے کے درمیان حائل نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس قدر قرب حاصل ہوگا کہ وہ اپنے دل کے رازوں کو اس طرح عرض کرے گا کہ دوسرے کو خبر نہ ہوگی اور خداوند قدوس کے خطاب سرا وجہرا سنے گا۔ اسی اثناء میں حکم ہوگا کہ شراب طہور اور نہایت لذیذ نعمتوں سے ان کو سرفراز کرو۔ دیدار الٰہی دیکھنے والوں کو اس قدر استغراق ہوگا کہ لذت دیدار کے سوا تمام چیزوں کو بھول جائیں گے۔ جب یہاں سے رخصت ہوں گے تو راستہ میں ایک بازار دیکھیں گے کہ جس میں ایسے ایسے تحفے تحائف مہیا ہوں گے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے ہوں گے نہ کان نے سنے ہوں گے جو شخص جس کا طالب ہوگا مرحمت کی جائے گی۔ جنت میں تین قسم کے راگ ہوں گے ایک تو یہ کہ جس وقت ہوا چلے گی تو درخت طوبیٰ کے ہر پتے وشاخ سے خوش الحان آوازیں سنائی دیں گی کہ جس سے سامعین محو ہو جایا کریں گے اور جنت میں کوئی گھر ایسا نہ ہوگا کہ جس میں درخت طوبیٰ کی شاخ نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس طرح شادی بیاہ وغیرہ میں ترتیب اجتماع و سماع کرتے ہیں اسی طرح جنت میں حوریں اپنی خوش الحانیوں سے ہر روز اپنے شوہروں کو محظوظ کریں گی۔ تیسرے یہ کہ دیدار الٰہی کے وقت بعض خوش الحان بندوں کو جیسے حضرت اسرافیل وحضرت داؤد علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ خدا کی پاکی بیان کرو۔ اس وقت ایک ایسا عجیب لطف حاصل ہوگا کہ تمام سامعین پر وجد طاری ہو جائے گی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اپنے اس رضا کے مقام جنت میں داخل ہونا نصیب فرمائیں۔

الحمدللہ اس درس پر سورۂ زمر کا بیان ختم ہوا جس میں ۸ رکوع تھے۔

دعا کیجئے: مولائے کریم اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اپنے ان مومنین ومتقین بندوں میں شامل فرمالیجئے جن کو جماعت بنا بنا کر جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا اور جن کو فرشتے بشارت سنائیں گے۔ یا اللہ! اپنے جن مقربین کو اپنی جنتوں میں آپ بے حساب داخل فرمائیں گے مولائے کریم ہم کو بھی ان مقربین کا کفش بردار بنا کر ان کے ہمراہ جنت میں بے حساب داخل فرمادیجئے گا۔ یا اللہ! جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر آپ کے دیدار پرانوار کی نعمت ہوگی۔ یا اللہ اس نعمت عظمیٰ سے ہم کو بھی مشرف فرمایا جائے۔ یا اللہ! یہ جنت آپ کی رضا کا مقام جس کو نصیب ہوگا آپ کے فضل وکرم ہی سے ملے گا۔ یا اللہ ہم بھی اس فضل وکرم کے محتاج ہیں اور خواستگار ہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ خَمْسٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ

حٰمٓ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے۔

شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

قدرت والا ہے اُس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے پاس (سب کو) جانا ہے۔

حٰمٓ حا۔میم	تَنْزِيْلُ اتارا جانا	الْكِتٰبِ کتاب (قرآن)	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	الْعَزِيْزِ غالب	الْعَلِيْمِ ہر چیز کا جاننے والا	غَافِرِ بخشنے والا
الذَّنْبِ گناہ (جمع)	وَقَابِلِ اور قبول کرنے والا	التَّوْبِ توبہ	شَدِيْدِ الْعِقَابِ شدید عذاب والا	ذِي الطَّوْلِ بڑے فضل والا	لَآ نہیں کوئی	
اِلٰهَ معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	اِلَيْهِ اسی کی طرف	الْمَصِيْرُ لوٹ کر جانا			

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب چوبیسویں پارہ کی سورۂ مومن کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے حسب معمول سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام و زمانۂ نزول خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے چوتھے رکوع میں فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کے سلسلہ میں ایک مومن شخص جو کہ فرعون کے خاندان سے تھے اور پوشیدہ طور پر ایمان لے آئے تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کی تھی اور اس مرد مومن نے فرعون کو بھی سمجھایا تھا اسی فرعونی مومن کے تذکرہ کی نسبت سے سورۃ کا نام مؤمن قرار دیا گیا اس سورۃ کا نام غافر بھی ہے۔ یہ سورۃ مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے جن حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے ان حالات کی طرف اشارات اس سورۃ کے مضامین میں موجود ہیں۔ کفار مکہ نے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف علاوہ دیگر کارروائیوں کے دو مہم خاص طور سے اٹھا رکھی تھیں ایک تو یہ کہ قرآن کی تعلیم اسلام کی دعوت اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں طرح طرح کے الزامات اور شبہات پیدا کر کے لوگوں کو بدظن کرنا اور ہر طرف جھگڑے اور رنجشیں چھیڑ کر الٹے سیدھے سوالات اٹھانا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل ایمان زچ اور پریشان ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ قتل کر کے دین واسلام کی تبلیغ کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس کے لئے کفار طرح طرح کی سازشیں کر رہے تھے اور ایک مرتبہ جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے ظاہر ہے عملاً اس کا اقدام بھی کر ڈالا تھا۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ مجھ سے وہ سب سے زیادہ سخت حرکت بیان کیجئے جو مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن معیط آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک کو پکڑ کر اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر مروڑنے لگا اور گلا گھونٹنے لگا۔ اسی وقت حضرت ابوبکرؓ پہنچ گئے اور عقبہ کی

گردن پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹایا اور کہا اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ و قد جآء کم باالبینٰت من ربکم کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمہارے رب کے پاس سے کھلی دلیلیں لے کر آیا ہے۔ یہ اسی سورت کے چوتھے رکوع کی شروع کی آیت ہے اور یہی فرعون کے خاندان کے مؤمن مرد جن کا ذکر اوپر ہوا انہوں نے فرعونیوں سے کہا تھا جبکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے منصوبے کر رہے تھے تو یہ وہ حالات تھے جبکہ اس سورۃ کا مکہ میں نزول ہوا۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن کی چالیسویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۷۸ لکھا ہے یعنی ۷۷ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۳۶ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں اس سورۃ میں ۸۵ آیات ۹ رکوعات ۱۲۴۲ کلمات ۵۲۱۴ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں یہ قرآن پاک کی ان سات سورتوں میں سے پہلی سورۃ ہے جو حٰم سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ ساتوں سورتیں ایک ہی جگہ مسلسل ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں اور ۲۶ ویں پارہ سورۂ احقاف پر ختم ہوئی ہیں۔ بیہقی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حٰم سات ہیں۔ یعنی حٰم والی سات سورتیں ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حٰم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے نہ داخل کریو۔ یہ ساتوں مکی سورتیں ہیں جن میں صحیح عقائد کی تعلیم ہے۔

اس سورۂ مومن کا بھی خاص حاصل مضمون توحید و رسالت ہی ہے اور اسی کی تائید و تائید کے لئے فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کسی قدر تفصیلاً اور بعض دوسرے انبیائے کرام کا اجمالاً ذکر فرمایا گیا ہے۔ خلاصہ مضامین تمام سورۃ کا یہ ہے کہ شروع میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے چند صفاتی نام بتلا کر کہا گیا کہ یہ قرآن اسی اللہ نے نازل کیا ہے جس کی یہ صفات ہیں۔ یہ اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اتارا ہے۔ اب جو لوگ اس کو نہیں مانتے اس میں شک کرتے ہیں اور جھگڑے نکالتے ہیں اور پھر بھی مال و جاہ کے مالک بنے ہوئے ہیں تو ان کی اس حالت سے کسی کو دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ اللہ نے ان کو مہلت دی ہوئی ہے ورنہ ان کی کیا ہستی ہے جو وہ اس ذات پاک کا مقابلہ کریں ان سے پہلے بھی بہت سے سرکش ایسے ہوئے ہیں کہ جو نہ اللہ کو مانتے تھے نہ اس کے رسولوں کو کچھ گردانتے تھے اللہ نے انہیں دنیا میں بھی سزا دی آخر تباہ ہوئے اور پھر آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ان کے لئے موجود ہے۔ برخلاف ان کے اللہ کے ایماندار اور فرمانبردار بندوں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اللہ کے مقرب فرشتے ان کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بخشش و مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔ بدکاروں کو قیامت کے دن ان کے برے عملوں کی سزا ملے گی۔ ان کے عمل اللہ کے پاس سب محفوظ ہیں اور قیامت میں ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ اس وقت وہ اپنے کرتوتوں پر شرمندہ ہوں گے اور افسوس کریں گے اور تمنا کریں گے کہ اب دنیا میں ہمیں دوبارہ بھیجا جائے تو ہم اچھے کام کر کے دکھائیں گے مگر اس وقت ان کی وہ تمنا پوری نہ ہوگی۔ اس لئے آگے تنبیہ فرمائی گئی کہ اللہ کی قدرت کو دنیا ہی میں پہچان لو ورنہ آخرت میں سوائے دکھ درد کے اور کچھ نصیب نہ ہوگا اور وہ سزا ملے گی کہ یاد ہی کرو گے آگے عبرت کے لئے فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا ہے کہ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت کچھ سمجھایا بلکہ خود اس کے خاندان کے اپنے ایک آدمی نے بھی جو خفیہ طور پر ایمان لے آئے تھے خوب سمجھایا اور سمجھانے کا حق ادا کر دیا لیکن وہ نہ مانا بالآخر اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو دنیا ہی میں تباہ کر دیا اور آخرت میں وہ دوزخ کے اندر جھونکے جائیں گے۔ پھر سمجھایا گیا

کہ لوگ اللہ کو کیوں نہیں مانتے؟ اس کی قدرت تو دنیا جہان کی پیدائش اور خود انسان ہی کی پیدائش سے ظاہر ہے۔ آخر میں منکرین ومکذبین کو بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اور آخرت میں اپنے رسول اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد کریں گے اور جو منکر اور غلط باتوں پر اڑا رہے گا ان لوگوں کا انجام بہت برا ہوگا۔ عذاب الٰہی کو دیکھ کر پھر ایمان لانا کسی کام کا نہ ہوگا اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ پہلے ہی سمجھ جائیں ورنہ انجام کار بڑے خسارہ اور گھاٹے میں رہیں گے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

اب زیر تفسیر آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات حٰم سے فرمائی گئی جس کے حقیقی مطلب ومعنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ اس کے بعد بطور تمہید کے فرمایا گیا کہ اس کتاب یعنی قرآن کریم کا نزول اس اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے جس کی یہ صفات ہیں جو آگے بیان فرمائی گئی ہیں گویا سامعین کو پہلے ہی خبردار کر دیا گیا کہ یہ کلام جو ان کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے یہ کسی معمولی ہستی کا کلام نہیں ہے بلکہ اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جس کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ عزیز ہے یعنی وہ زبردست ہے۔ سب پر غالب ہے۔ غلبہ اور اقتدار سب کچھ اسی کو حاصل ہے۔ ساری کائنات اس کے سامنے مقہور ومغلوب ہے۔ کوئی سرتابی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس کے فرمان سے منہ موڑ کر اگر کوئی شخص کامیابی کی توقع رکھتا ہو اور اس کے رسول سے جھگڑا کر کے اگر کامیاب ہونا چاہتا ہو تو اس کی یہ حماقت ہے اس کی توقعات کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔ کوئی خدا سے مقابلہ کر کے نہ جیت سکتا ہے اور نہ اس کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔

دوسری صفت علیم فرمائی یعنی یہ کہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے اس کا کوئی حکم قیاس اور گمان کی بناء پر نہیں بلکہ ہر چیز کا علم براہ راست رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ انسان کی فلاح اور بہبود کس چیز میں ہے۔ اس لئے اس کی ہر تعلیم حکمت اور علم صحیح پر مبنی ہے لہٰذا اس کی ہدایات کو قبول نہ کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان خود اپنی تباہی کے راستہ پر جانا چاہتا ہے پھر انسانوں کی حرکات وسکنات میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی حتیٰ کہ وہ نیتوں ارادوں اور دلوں کے راز تک سے واقف ہے اس لئے انسان کسی طرح سے اس کی سزا سے بچ کر بھی نہیں نکل سکتا۔

تیسری صفت غافر الذنب فرمائی یعنی وہ گناہ معاف کرنے والا ہے۔ یہ صفت اس لئے سنائی گئی کہ جو لوگ اب تک سرکشی کرتے رہے ہیں وہ مایوس نہ ہوں بلکہ اگر وہ اپنی حالت کو درست کر لیں اور غلط روش سے باز آ جائیں تو اللہ کے دامن رحمت میں جگہ پا سکتے ہیں۔

چوتھی صفت قابل التوب فرمائی یعنی وہ توبہ قبول کرنے والا ہے توبہ کے معنیٰ ہیں گناہوں اور نافرمانیوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا سچائی کے ساتھ وعدہ کرنا تو اگر کوئی سچے دل سے آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرے یہاں تک کہ وہ کفر وشرک ہی کیوں نہ ہو اگر ان کو بھی ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے وعدہ کو قبول کر لیتا ہے اور توبہ سے پہلے کا ماضی جیسا بھی ہو معاف کر دیا جاتا ہے۔

پانچویں صفت شدید العقاب فرمائی یعنی سخت سزا دینے والا ہے۔ اگر کوئی توبہ نہ کرے نافرمانیوں پر جما رہے۔ سرکشی سے باز نہ آئے تو پھر اللہ کی سزا بھی سخت ہے۔ گویا اس صفت کا ذکر کر کے انسانوں کو متنبہ کیا گیا کہ فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کرنے والوں کے لئے اللہ جتنا رحیم ہے۔ بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کرنے والوں کے لئے اتنا ہی سخت ہے اور اس کی سزا نہایت ہولناک ہے۔

چھٹی صفت ذی الطول فرمائی یعنی بڑا صاحب فضل اور بڑی قدرت والا ہے۔اس کی نعمتیں اور اس کے احسانات تمام مخلوقات پر ہر آن ہیں۔بندوں کو جو کچھ بھی مل رہا ہے اسی کے فضل و کرم سے مل رہا ہے۔پھر اس کے ہاں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں۔

ان چھ صفات کو بیان فرما کر دو حقیقتوں کا اظہار فرمایا ایک تو یہ کہ معبود فی الحقیقت اس کے سوا کوئی نہیں خواہ لوگوں نے کتنے ہی جھوٹے معبود بنا رکھے ہوں۔اور دوسرے یہ کہ پلٹ کر یعنی اس دنیا سے گزر کر جانا سب کو آخر کار اسی کے پاس ہے۔ وہی حساب کتاب لینے والا ہے اور جزا سزا دینے والا ہے لہٰذا اگر اس کو چھوڑ کر کوئی دوسروں کو معبود بنائے گا تو اپنی اس غلطی کا خمیازہ خود بھگتے گا۔

تو مقصود یہ ہے کہ قرآن توحید و رسالت کا مقتضا یہ ہے کہ ان کو قبول کیا جائے اور اس میں انکار اور اعراض اور جدال نہ کیا جائے اگر پھر بھی کوئی ایسا کرے گا تو اس کی سزا اگلی آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو قرآن اور توحید اور رسالت کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ان نعمتوں کا قدر دان بنائیں اور ان نعمتوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے تمام ظاہری و باطنی چھوٹے اور بڑے تمام گناہوں کو اپنی شان غفور الرحیمی سے معاف فرما دیں اور ہمیں سچی توبہ کی توفیق نصیب کریں۔

اللہ تعالیٰ اپنی گرفت اور عقاب سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں اور اپنے خزانہ غیب سے ہمارے دین و دنیا کی کفالت فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ

اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں میں وہی لوگ جھگڑے نکالتے ہیں جو منکر ہیں سو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے۔ان سے پہلے نوحؑ کی قوم نے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ

اور دوسرے گروہوں نے بھی جو ان کے بعد ہوئے جھٹلایا تھا۔اور ہر امت (میں سے جو ایمان نہ لائے تھے انہوں) نے اپنے پیغمبر کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا

وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذٰلِكَ

اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ اس ناحق سے حق کو باطل کر دیں۔سو میں نے (آخر) ان پر دارو گیر کی۔سو (دیکھو) میری طرف سے کیسی سزا ہوئی۔اور اسی طرح

حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝

تمام کافروں پر آپ کے پروردگار کا یہ قول ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لوگ (آخرت میں) دوزخی ہوں گے۔

مَا يُجَادِلُ وہ نہیں جھگڑتے	فِيٓ میں	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	اِلَّا مگر	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	فَلَا يَغْرُرْكَ سو تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالدے		
تَقَلُّبُهُمْ ان کا چلنا پھرنا	فِي الْبِلَادِ شہروں میں	كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمُ نُوْحٍ نوح کی قوم	وَالْاَحْزَابُ اور گروہ (جمع)		
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	وَهَمَّتْ اور ارادہ باندھا	كُلُّ اُمَّةٍ ہر امت	بِرَسُوْلِهِمْ اپنے رسول کے متعلق	لِيَاْخُذُوْهُ کہ وہ اسے پکڑ لیں			
وَجٰدَلُوْا اور جھگڑا کریں	بِالْبَاطِلِ ناحق	لِيُدْحِضُوْا تاکہ ناچیز کر دیں، دبا دیں	بِهٖ اس سے	الْحَقَّ حق	فَاَخَذْتُهُمْ تو میں نے انہیں پکڑ لیا		
فَكَيْفَ سو کیسا	كَانَ ہوا	عِقَابِ میرا عذاب	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	حَقَّتْ ثابت ہوگئی	كَلِمَتُ بات	رَبِّكَ تمہارے رب کی	عَلٰی پر
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	اَنَّهُمْ کہ وہ	اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے					

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن حکیم اس اللہ پاک کا نازل کیا ہوا ہے جو نہایت زبردست ہے اور جو قوت و شوکت میں سب سے بڑھا ہوا ہے اور جو ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے اور جو اپنے بندوں کی غلطیاں، خطائیں اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور جو بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے لیکن جو سرکشی و نافرمانی سے باز نہ آئیں تو سزا بھی سخت دیتا ہے اور جس کے پاس ہر چیز کے خزانہ موجود ہیں اور جو اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو سب کچھ عنایت کرتا ہے تو جب ان صفات والا کوئی دوسرا نہیں اس لئے اس کے سوا کوئی عبادت کے بھی لائق نہیں اور آخر کار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس وقت وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق جزا و سزا دے گا۔ جب یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم کو ایسے بزرگ و برتر اور اعلیٰ صفات کے مالک نے اتارا ہے تو ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ کوئی عقل رکھنے والا انسان اس کے ماننے میں ذرا بھی دیر نہ لگاتا اور اس میں انکار و جدال نہ کیا جاتا مگر پھر بھی جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اس قرآن کریم میں لوگ جھگڑے نکالتے ہیں اختلاف کرتے ہیں اور اس کی سچائی میں شک و شبہ کرتے ہیں۔تو یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ ہی کو نہیں مانتے اور اس کے منکر ہیں۔وہ اس کی آیتوں اور کلام کو کیا مانیں گے۔اور اس انکار کا مقتضا تو یہ تھا کہ ان کو فوراً سزا مل جاتی۔مگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ڈھیل اور مہلت ہے کہ جو ان کی فوری پکڑ نہیں ہوتی اور یہ دنیا میں دندناتے پھر رہے ہیں اور ایک شہر سے دوسرے شہر آتے جاتے ہیں اور بے فکری سے کھا کما رہے ہیں اور مال دار اور ذی عزت بنے ہوئے ہیں مگر اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ سزا سے ہمیشہ کے لئے بچے رہیں گے اس انکار اور نافرمانی کا نتیجہ تو بھگتنا پڑے گا اور کسی نہ کسی وقت ان کی پکڑ اور داروگیر ضرور ہو گی۔ چنانچہ ان منکرین سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اور اس کے بعد اور بہت سی قوموں نے اللہ کے رسولوں کی بات نہ مانی اور ان کو جھوٹا ٹھہرایا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ان مفسد سرکشوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو ستانا شروع کیا اور اپنے اپنے زمانہ کے نبی کو قید کرنا اور مار ڈالنا چاہا اور بعض تو ایسا کر بھی گزرے اور اپنے دل سے گھڑی ہوئی بے بنیاد جھوٹی باتوں کے سامنے رسولوں کی بتائی ہوئی سچی باتوں کو نہ مانا اور یہی کہتے رہے کہ جو ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے اور رسولوں کا کہنا اس کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ آخر اس کا انجام کیا ہوا؟ دیکھ لو کہ اللہ نے انہیں پکڑ کر کیسی سخت سزائیں دیں کہ ان کی جڑ بنیاد بھی باقی نہ چھوڑی۔ آج بھی ان تباہ شدہ قوموں کے کچھ آثار کہیں کہیں موجود ہیں۔ ان ہی کو دیکھ کر انسان ان کی تباہی کا تصور کر سکتا ہے تو جس طرح اگلی قوموں پر عذاب آنے کی بات پوری اتر چکی ان موجودہ منکروں پر بھی اتری ہوئی سمجھو۔

یہاں آیت میں **فلا یغررک تقلبھم فی البلاد** (سو ان لوگوں کا یعنی منکرین کا شہروں میں چلنا پھرنا کہیں آپ کو دھوکہ میں نہ ڈال دے) یہ خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر سنانا یہ اوروں کو مقصود ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی تو کیا صحابہ کرام کی ذات بھی اس سے اونچی تھی کہ وہ کافروں کے اس چندروزہ عیش و تنعم اور خوشحالی کو دیکھ کر کوئی دھوکہ کھاتے مگر قرآن کی ہدایات تو قیامت تک کے لئے ہیں۔ آج یہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ منکروں' ملحدوں' اور مشرکوں اور مغرب کے دہریوں کی دنیا میں ظاہری کامیابیاں اور مادی ترقیاں اور ان کے عیش و آرام دیکھ کر آج کتنے مسلمانوں کے منہ میں پانی آتا ہے اور جنھوں نے کفار و مشرکین اور بے دینوں کی اونچی کوٹھیاں سونے چاندی کے ڈھیر۔ حشم و خدم کا ہجوم اور بادرفتار سواریاں اور سبزہ زار تفریح گاہیں اور لہلہاتے باغ غرض ہر طرح تن آسانی اور عیش و عشرت کے اسباب کی فراہمی دیکھ کر یہی عروج ترقی اور معیار زندگی کا ماحصل اور مقصد سمجھ لیا ہے اور دن رات ان کو یہی دھن سوار ہے کہ کافروں جیسی خوشحالی اور عیش و آرام اور مال دولت ہم کو بھی حاصل ہو جائے اور یہی ان کی نظروں میں کامیابی و کامرانی کا معیار ہے۔ مگر قرآن کا یہ جملہ متنبہ کرتا ہے کہ یہ کیا عیش ہے؟ بے حقیقت یہ کیا راحت ہے و تنعم ہے؟ بے اصل یہ کیا حکومت اور اقتدار ہے؟ زوال پذیر کیا اس پر پھولنا جھومنا اور مست ہونا یہ دنیا فانی ہے اور اس کی ہر مصیبت و راحت آنی جانی ہے زلزلہ کا ایک جھٹکا اونچی کوٹھیوں کو زمین پر گرا دیتا ہے۔ ایک رات میں چاندی سونے کے ڈھیر چور لے جاتا ہے چند منٹ میں ملک میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو شاہی فوج خود شاہی اقتدار کو مٹا دیتی ہے آدمی تخت سے تختہ پر اور زرین کرسی سے آہنی دار پر پہنچ جاتا ہے۔ قانون الٰہی اٹل ہے اس کا پیام لازوال ہے۔ سو ڈرنا اسی کی نافرمانی سے چاہئے کفر و انکار پر جس طرح دنیا میں سزا ملتی ہے آخرت میں بھی مل کر رہے گی۔

یہ حال تو منکرین کا بیان ہوا اب ان کے مقابل جو اہل ایمان ہیں ان کا حال اور ان کے متعلق اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

جوفرشتے کہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے استغفار کیا کرتے ہیں۔

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا

کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے۔سوان لوگوں کو بخش دیجئے (جنہوں نے) توبہ کرلی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں

سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝٧ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ

اوران کو جہنم کے عذاب سے بچالیجئے۔اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے اُن سے وعدہ کیا ہے داخل کردیجئے۔

صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٨ۙ وَقِهِمُ

اوران کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق ہوں ان کو بھی داخل کردیجئے۔بلاشک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔اوران کو (قیامت کی)

السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٩

تکالیف سے بچائیے۔اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالیں تو اس پر آپ نے (بہت) مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

الَّذِيْنَ وہ جو (فرشتے)	يَحْمِلُوْنَ اٹھائے ہوئے ہیں	الْعَرْشَ عرش	وَمَنْ حَوْلَهٗ اور جو اس کے اردگرد	يُسَبِّحُوْنَ وہ پاکیزگی بیان کرتے ہیں			
بِحَمْدِ تعریف کے ساتھ	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَيُؤْمِنُوْنَ اور ایمان لاتے ہیں	بِهٖ اس پر	وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اور مغفرت مانگتے ہیں	لِلَّذِيْنَ ان کیلئے جو		
اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	وَسِعْتَ سمولیا ہے	كُلَّ شَيْءٍ ہر شے	رَّحْمَةً رحمت	وَّعِلْمًا اور علم	فَاغْفِرْ سو تو بخش دے	
لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی	وَاتَّبَعُوْا اور انہوں نے پیروی کی	سَبِيْلَكَ تیرا راستہ	وَقِهِمْ اور تو انہیں بچالے	عَذَابَ عذاب			
الْجَحِيْمِ جہنم	رَبَّنَا اے ہمارے رب	وَاَدْخِلْهُمْ اور انہیں داخل کرنا	جَنّٰتِ عَدْنِ ہیشگی کے باغات	الَّتِيْ وہ جن کا	وَعَدْتَّهُمْ تونے ان سے وعدہ کیا		
وَمَنْ اور جو	صَلَحَ صالح ہیں	مِنْ سے	اٰبَاۗىِٕهِمْ انکے باپ دادا	وَاَزْوَاجِهِمْ اور اُن کی بیویوں	وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور اُن کی اولاد	اِنَّكَ بیشک تو	
اَنْتَ تو ہی	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	وَقِهِمُ اور تو انہیں بچالے	السَّيِّاٰتِ بُرائیوں	وَمَنْ اور جو	تَقِ بچا	السَّيِّاٰتِ برائیوں
يَوْمَىِٕذٍ اس دن	فَقَدْ رَحِمْتَهٗ تو یقیناً تونے اس پر رحم کیا	وَذٰلِكَ اور یہ	هُوَ وہ (ہی)	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِيْمُ عظیم		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ عزوجل کو نہ ماننے والوں اور قرآن کے منکرین ومکذبین کا حال بیان ہوا تھا اور ان کے متعلق یہ فیصلہ بھی سنادیا گیا تھا کہ موجودہ منکرین جو آج اللہ کے انکار پر تلے ہوئے ہیں اور اس کے کلام میں طرح طرح کے اختلافات شک وشبہ اور جھگڑے نکالتے ہیں ان کا بھی عنقریب گذشتہ امتوں کے مجرموں کا سا حال ہوگا اور مرنے کے بعد آخرت میں پھر جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔اب آگے ان آیات میں منکرین ومکذبین کے مقابلہ میں ان کا فضل وشرف بیان کیا جاتا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کے مقر ہیں۔اس کے کلام کو سچا جانتے ہیں اور جو اللہ کی طرف توبہ کے ذریعہ سے رجوع ہوتے ہیں اور اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلتے ہیں کہ وہ ایسے مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ

کے ملائکہ مقربین بھی ان کے لئے دعا اور استغفار کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ عرش عظیم کو اٹھانے والے اور اس کے گرد طواف کرنے والے بے شمار فرشتے جن کی غذا صرف حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ہے اور جو مقربین بارگاہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا ایمان و یقین رکھتے ہیں وہ بھی پروردگار سے مومنین کے لئے دعاء و استغفار کرتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حاملان عرش فرشتے اب چار ہیں اور قیامت کے روز آٹھ ہو جائیں گے اور عرش کے گرد کتنے فرشتے ہیں ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے بعض روایات میں ان کی صفوں کی تعداد لاکھوں تک بیان کی گئی ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں اور یہ سب مومنین کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا ٹھکانہ ہے اس عزت افزائی اور شرف واحترام کا کہ فرش خاک پر رہنے والے مومنین سے جو خطائیں اور لغزشیں ہو جائیں اللہ کے ملائکہ مقربین بارگاہ احدیت میں ان کے لئے غائبانہ معافی چاہیں۔

قرآن پاک میں دوسری جگہ ملائکہ کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ **ویفعلون مایؤمرون** اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے اس کام پر مامور ہوں گے۔ یہاں آیت میں حاملین عرش اور ملائکہ مقربین کے متعلق جو یہ فرمایا گیا **ویؤمنون به و یستغفرون للذین اٰمنوا** یعنی یہ ملائکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں تو اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے مقرب فرشتوں کا ایمان بھی اللہ تعالیٰ پر غائبانہ ہے رویت و مشاہدہ ان ملائکہ کو بھی نصیب نہیں دوسرے یہ کہ ایمان کا تعلق ہی وہ اصل تعلق ہے کہ جس نے حاملین عرش اور ملائکہ مقربین کو زمین پر بسنے والے ان خاکی انسانوں سے وابستہ کر دیا۔ اللہ اکبر یہ ہے ہم خاکی انسانوں کے ایمان کی قدر و منزلت اب آگے ان فرشتوں کے استغفار اور دعاء کی صورت بتلائی جاتی ہے یعنی وہ بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب آپ کا علم ورحمت ہر چیز کو محیط ہے یعنی آپ کے علم سے کائنات کا کوئی ذرہ باہر نہیں اور آپ کی رحمت بھی ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے پس جو کوئی آپ کے علم محیط میں برائیوں کو چھوڑ کر سچے دل سے آپ کی طرف رجوع ہوا اور آپ کے راستہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہوا اگر اس سے بمقتضائے بشریت کچھ کمزوریاں اور خطائیں سرزد ہو جائیں تو آپ اپنے فضل ورحمت سے اس کو معاف فرمادیں نہ دنیا میں ان پر دارو گیر ہو نہ آخرت میں جہنم کا منہ دیکھنا پڑے۔ اب یہاں ملائکہ کی دعا پر غور کیجئے کہ ان کی دعاء مغفرت ان مومنین کے لئے ہے جنہوں نے توبہ کر لی ہے اور جو اللہ کے راستہ پر چلتے ہیں۔ **للذین تابوا واتبعوا سبیلک** ایسوں کے لئے دعا ہے کہ ان کو جہنم کے عذاب سے بچادے۔ تو معلوم ہوا کہ جو مسلمان توبہ وانابت کی راہ اختیار نہ کرے اس کا اس ملائکہ کی دعا میں ذکر نہیں ہے۔ جس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بظاہر حاملین عرش ان کے حق میں دعا نہیں کرتے۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے والوں اور اس کی راہ پر برضا ورغبت چلنے والوں کا درجہ سمجھ لیا جائے۔ یہ تو ملائکہ کی دعا کا ایک جزو ہوا آگے دوسرا جزو بتلایا جاتا ہے کہ وہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ان کو ہمیشگی کی جنتوں میں داخل فرمادیجئے جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں انہیں بھی داخل فرمادیجئے بیشک آپ زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں۔ اس دعا میں **من صلح** کے الفاظ قابل غور ہیں یعنی ملائکہ کی دعا مومنین کے والدین بیویوں اور اولاد کے حق میں اس شرط کے ساتھ ہے کہ جن میں جنت میں داخل ہونے کی صلاحیت و قابلیت موجود ہو یعنی جو اہل ایمان ہوں کافر ومشرک تو جنتی ہونے کی صلاحیت ہی کو فنا کر دیتا ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ آخرت میں کسی کا نسب اس کے کام نہ آئے گا وہاں مراد ہے کہ عدم ایمان کی حالت میں تو یہاں فرشتوں کی دعا ایسے اعزہ کے لئے ہے جو ایمان تو رکھتے ہوں مگر اس درجہ کے نہ ہوں سورۂ رعد تیرہویں پارہ اور سورۂ طور ۲۷ ویں پارہ میں یہ تصریحات آئی ہیں کہ اگر ایک مومن متقی جنت میں

بلند درجے کا مستحق ہو اور اس کے والدین اور بال بچے اس درجہ کے مستحق بوجہ قلت اعمال کے نہ ہوں مگر ہوں اہل ایمان یا جنت کے کمتر درجہ میں ہوں تو اللہ تعالیٰ مومن متقی کے اکرام اور اس کے ازدیاد لطف کے لئے ان کی ذریات کو باوجود ان کے درجہ عمل کی پستی کے ان کے ساتھ ملحق اور ہم مرتبہ کر دیا جائے گا تو مومن متقی کو اپنے بلند درجہ سے نیچے نہیں لایا جائے گا بلکہ اس کے اعزہ یعنی والدین اولاد بیوی کو نیچے کے درجہ سے اس متقی کے بلند درجہ میں پہنچا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اسی انعام واحسان کی طرف ملائکہ کی اس دعا میں اشارہ ہے آگے ملائکہ کی دعا کا تیسرا جزو بیان فرمایا جاتا ہے کہ وہ یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ان کو قیامت کے دن ہر طرح کی تکلیف سے بچائیے اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالیں تو اس پر آپ کی یہ بڑی رحمت ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ آیت میں لفظ سیئات آیا ہے جس کے معنی برائی اور تکالیف کے ہیں۔ ان سے مراد محشر اور یوم قیامت کی تکالیف ہیں۔ قیامت کے روز جہنم کے علاوہ اور بھی دوسری تکالیف اور طرح طرح کی ہولناکیاں ہوں گی۔ میدان حشر میں سورج کی نزدیکی کی وجہ سے انتہائی گرمی حساب فہمی میں سختی تمام خلائق کے سامنے زندگی کی بداعمالیاں اور راز فاش ہونے کی رسوائی پل صراط سے گزر وغیرہ وغیرہ تو ملائکہ مومنین کو انہی شدائد اور محشر کی گھبراہٹ اور پریشانیوں سے بچانے کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ یہاں ملائکہ کی دعا میں **فوز العظیم** یعنی بڑی کامیابی جس کو کہا گیا ہے وہ نجات اخروی اور دخول جنت ہے جس کے سامنے ساری دنیاوی کامیابیاں پست عارضی اور ہیچ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی آخرت کی کامیابی نصیب فرماویں۔ آمین۔

یہاں ملائکہ نے اپنی دعا میں ربنا کے لفظ کو مکرر استعمال کیا ہے اور قرآن کریم میں تمام جلیل القدر انبیاء کی دعائیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دعائیں بھی رب یا ربنا سے شروع ہوتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کے منہ سے لفظ رب سننا بہت پسند ہے۔

یہ تو بیان تھا مومنین کے متعلق آگے پھر ان کے مقابلہ میں کفار کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے اور ان پر جو آخرت میں گزرے گی اس کا بیان فرما کر ان کو پھر توحید کی دعوت دی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے ہمارے رب ہم کو بھی حاملین عرش اور ملائکۃ المقربین کی دعاؤں میں شامل فرمالیا جائے اور ان کی دعاؤں کی مقبولیت اور برکت سے ہماری مغفرت فرما دیجائے اور عذاب جہنم سے بچالیا جائے اور ہمیں ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں داخل فرمالیا جائے۔

اے اللہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں سچی توبہ اور اپنے راستہ پر چلنا نصیب فرما۔

اے اللہ اے ہمارے رب ہمارے ماں باپ اور ہمارے اہل وعیال کو بھی جنت میں داخلہ نصیب فرما اور اپنے فضل وکرم ورحم وعنایت سے قیامت اور محشر کی دکھ اور تکالیف سے بچا کر آخرت کی کامل کامیابی اور کامرانی ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ! مومنین صادقین کو آپ نے کیسی عزت عطا فرمائی ہے کہ بمقتضائے بشریت ان سے جو تقصیرات اور لغزشیں دنیا میں سرزد ہو جائیں تو آپ کے ملائکہ مقربین اور حاملان عرش عظیم آپ کی بارگاہ عالی میں مومنین کی مغفرت ورحمت کی دعا فرماتے رہتے ہیں۔

یا اللہ ہمیں ملائکہ کی دعاؤں کا مورد بنادے اور دنیا وآخرت دونوں جہان میں اپنے فضل وکرم اور رحم سے نوازے جانے کی سعادت عطا فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى

جولوگ کافر ہوئے ان کو پکارا جاوے گا کہ جیسی تم کو (اس وقت اپنے سے نفرت ہے اس سے بڑھ کر خدا کو (تم سے) نفرت تھی جبکہ تم (دنیا میں)

الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ

ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے۔ پھر تم نہیں مانا کرتے تھے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم کو دوبار مردہ رکھا اور دوبار زندگی دی۔ سو ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں تو کیا

إِلَىٰ خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ﴿١١﴾ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ

(یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے

فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٢﴾ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ۚ

سو (اس پر) یہ فیصلہ اللہ کا ہے جو عالیشان (اور) بڑے رتبہ والا ہے وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور آسمان سے تمہارے لئے رزق بھیجتا ہے۔

وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿١٤﴾

اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو (خدا کی طرف) رجوع (کرنے کا ارادہ کرتا ہے سو تم لوگ خدا کو خالص اعتقاد کر کے پکارو گو کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو)

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا	يُنَادَوْنَ وہ پکارے جائیں گے	لَمَقْتُ اللَّهِ البتہ اللہ کا بیزار ہونا	أَكْبَرُ بہت بڑا	مِنْ سے			
مَقْتِكُمْ تمہارا بیزار ہونا	أَنْفُسَكُمْ اپنے تئیں	إِذْ جب	تُدْعَوْنَ تم بلائے جاتے تھے	إِلَى الْإِيمَانِ ایمان کی طرف	فَتَكْفُرُونَ تو تم کفر کرتے تھے			
قَالُوا وہ کہیں گے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	أَمَتَّنَا تو نے ہمیں مردہ رکھا	اثْنَتَيْنِ دوبارہ	وَأَحْيَيْتَنَا اور زندگی بخشی ہمیں تو نے	اثْنَتَيْنِ دو بار			
فَاعْتَرَفْنَا پس ہم نے اعتراف کرلیا	بِذُنُوبِنَا اپنے گناہوں کا	فَهَلْ تو کیا	إِلَىٰ طرف	خُرُوجٍ نکلنا	مِنْ سے۔کوئی	سَبِيلٍ سبیل	ذَٰلِكُمْ یہ تم (پر)	
بِأَنَّهُ اس لئے کہ جب	دُعِيَ اللَّهُ پکارا جاتا اللہ	وَحْدَهُ واحد	كَفَرْتُمْ تم کفر کرتے	وَإِنْ اور اگر	يُشْرَكْ بِهِ اس کا شریک کیا جاتا	تُؤْمِنُوا تم مان لیتے		
فَالْحُكْمُ پس حکم	لِلَّهِ اللہ کیلئے	الْعَلِيِّ بلند	الْكَبِيرِ بڑا	هُوَ وہ	الَّذِي جو کہ	يُرِيكُمْ تمہیں دکھاتا ہے	آيَاتِهِ اپنی نشانیاں	وَيُنَزِّلُ اور اتارتا ہے
لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ السَّمَاءِ آسمانوں سے	رِزْقًا رزق	وَمَا يَتَذَكَّرُ اور نہیں نصیحت قبول کرتا	إِلَّا سوائے	مَنْ جو	يُنِيبُ رجوع کرتا ہے		
فَادْعُوا اللَّهَ پس پکارو اللہ	مُخْلِصِينَ خالص کرتے ہوئے	لَهُ اس کیلئے	الدِّينَ عبادت	وَلَوْ خواہ	كَرِهَ برا مانیں	الْكَافِرُونَ کافر (جمع)		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں ملائکہ مقربین کی دعا جو وہ مومنین کے لئے کرتے رہتے ہیں اس کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ وہ مومنین کے لئے عذاب جہنم سے بچانے کی دعا کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی وہ یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ مومنین کو اللہ تعالیٰ قیامت کے لئے بڑی کامیابی کا حاصل ہونا کہا گیا تھا۔ اب آگے پھر کفار کا بیان ہے کہ جو اس مغفرت اور حفاظت عذاب کی کامیابی سے قیامت میں محروم رہیں گے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب کفار جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں پہنچ کر وہ اپنے کفر و شرک کے اختیار کرنے پر نہایت حسرت و افسوس کریں گے اور خود ان کو اپنے وجود سے

نفرت ہو گی حتیٰ کہ غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاویں گے اس وقت فرشتے ان سے کہیں گے کہ آج جس قدر تم اپنے آپ سے نالاں ہو اور جتنی دشمنی تمہیں خود اپنی ذات سے ہے اور جس قدر برا آج تم اپنے آپ کو کہہ رہے ہو اس سے زیادہ برے تم خدا کے نزدیک دنیا میں تھے جبکہ تمہیں ایمان واسلام کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اسے مانتے نہ تھے تم کو دنیا میں بار بار ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم بار بار کفر کرتے تھے آج اس کی سزا بھگتنے کے وقت جس قدر تم اپنی جانوں سے بیزار ہو رہے ہو اللہ تعالیٰ تم سے اس سے زیادہ بیزار ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ کفار جو جہنم میں پڑے ہوں گے وہ دعا کریں گے کہ اے پروردگار آپ نے ہم کو دو بار مردہ رکھا اور دو بار زندگی عطا کی۔ گویا کفار سوال کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بیان کر رہے ہیں کہ پہلے یعنی پیدائش سے قبل ہم مردہ تھے پھر آپ نے جان ڈالی پھر زندگی ختم ہونے پر موت دی اور پھر آخرت میں زندہ کر دیا مطلب یہ کہ آپ ہر اس چیز پر جیسے آپ چاہیں قادر ہیں۔ ہم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر جینا نہیں۔ نہ حساب کتاب ہے نہ جزا و سزا نہ اور کوئی قصہ اسی لئے گناہوں اور شرارتوں پر جری ہوتے تھے اب دیکھ لیا کہ جس طرح پہلی موت کے بعد آپ نے ہم کو زندہ کیا اور عدم سے نکال کر وجود عطا فرمایا دوسری موت کے بعد بھی پیغمبروں کے ارشاد کے موافق دوبارہ زندگی بخشی اور اس آخرت کی زندگی میں وہ سب مناظر جن کا ہم انکار کیا کرتے تھے ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اب ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ یقیناً ہم نے اپنی جانوں پر بڑی ظلم و زیادتی کی۔ افسوس ہے کہ اب بظاہر یہاں سے چھوٹ کر نکل بھاگنے کی تو کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ ہاں آپ قادر ہیں کہ جہاں دو مرتبہ موت و حیات دے چکے ہیں تیسری مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس بھیج دیں جو یقیناً آپ کے بس میں ہے۔ اب ہم دنیا میں واپس جا کر اپنے پہلے اعمال کے خلاف کریں گے تاکہ خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں اس پر انہیں جواب دیا جائے گا کہ اب دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اب تو تم کو اپنے اعمال سابقہ کا خمیازہ بھگتنا ہے تمہارے متعلق ہلاکت ابدی کا یہ فیصلہ اس لئے ہوا کہ تم نے واحد سچے خدا کی پکار پر کبھی دنیا میں کان نہ دھرا۔ ہمیشہ اس کا یا اس کی وحدانیت کا انکار ہی کرتے رہے ہاں کسی جھوٹے معبود کی طرف بلا لئے گئے تو فوراً آمنا و صدقنا کہہ کر اس کے پیچھے ہو لئے تم نے تو اپنی طبیعت اور دل و دماغ ہی کو الٹا کر رکھا تھا۔ تم اگر دوبارہ دنیا میں چلے بھی جاؤ گے تو پھر وہی کرو گے جس سے منع کئے جاؤ گے اور پھر وہی کفر و شرک کما کر لاؤ گے بس اب تمہارے جرم کی ٹھیک سزا یہی حبس دوام ہے جو اس بڑے زبردست خدا کی عدالت عالیہ سے جاری کی گئی جس کی آگے کوئی اپیل نہیں۔ اب اس سے چھوٹنے کی تمنا عبث ہے۔ آگے پھر توحید کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے کہ اس کی عظمت اور وحدت کی نشانیاں کائنات کی ہر چیز میں ظاہر ہیں۔ ایک انسان اپنی روزی ہی کے مسئلہ کو سمجھ لے جس کا سامان آسمان سے ہوتا رہتا ہے یہاں اس طرف انسان کی توجہ دلائی گئی کہ صرف اسی ایک اپنی روزی کے انتظام پر تم غور کرو تو سب کچھ سمجھ میں آ جائے۔ مثلاً ایک گیہوں کا دانہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ کائنات کی لاتعداد اللہ کی مقرر کردہ غیبی طاقتیں مقررہ نظام کے تحت کام کرتی ہیں۔ زمین، پانی، ہوا، چاند، سورج، روشنی، سردی گرمی کا یہ سارا نظام جس کو خدا نے ایک باقاعدگی کے ساتھ جاری کر رکھا ہے۔ یہ اپنے اپنے حصہ کی

خدمات بجالاتے ہیں اور لاکھوں تدریجی مدارج طے ہوتے ہیں تب جاکر ایک گیہوں کا دانہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ سارا نظام صرف اسی صورت میں باقاعدگی کے ساتھ چل سکتا ہے جبکہ وہی ازلی اور ابدی خدا اس کو جاری رکھے تو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اس ایک پروردگار عالم کا انکار کرے۔ یا اس کے ساتھ کچھ دوسری ہستیوں کو اس کی خدائی میں شریک ٹھہرائے۔ مگر ان مشاہدات سے وہی سب کچھ سمجھ سکتا ہے جو ادھر رجوع ہوا اور غور وفکر سے کام لے اور جو غور وفکر سے کام ہی نہ لے تو اسے کیا خاک سمجھ حاصل ہوسکتی ہے۔ اس پر آگے سمجھایا جاتا ہے کہ بندوں کو چاہئے کہ سمجھ سے کام لیں اور ایک خدا کی طرف رجوع ہوکر اسی کو پکاریں اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں۔ بیشک مخلص اور موحد بندوں کے اس طرز عمل سے کافر اور مشرک ناک بھوں چڑھائیں گے کہ سارے دیوتا اڑا کر صرف ایک ہی خدا رہنے دیا مگر پکا اور سچا موحد وہی ہے جو مشرک کے مجمع ہی میں توحید کا نعرہ بلند کرے اور ان کے برا ماننے کی کوئی پروانہ کرے۔

ابھی آگے یہی توحید کا مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اس زندگی میں دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور ہم کو جو احکام خداوندی پہنچیں ان پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم وہمت عطا فرمائیں۔

یا اللہ قیامت کی ندامت وحسرت سے ہم سب کو بچایئے اور اس زندگی میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے کہ جو قیامت میں ہم کو پچھتانا نہ پڑے۔

یا اللہ ہر حال میں ہم کو توحید پر قائم رکھئے اور اپنی عبادت کی اخلاص کے ساتھ توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ 3

وہ رفیع الدرجات ہے وہ عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تاکہ (وہ صاحب وحی لوگوں کو) اجتماع کے دن

یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ

(یعنی قیامت کے دن) سے ڈرائے جس دن سب لوگ (خدا کے) سامنے آموجود ہوں گے۔ ان کی بات خدا سے مخفی نہ رہے گی۔ آج کے روز کس کی حکومت ہوگی

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا اور غالب ہے آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا آج ظلم نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

رَفِیْعُ بلند	الدَّرَجٰتِ درجے	ذُو الْعَرْشِ عرش کا مالک	یُلْقِی الرُّوْحَ وہ ڈالتا ہے روح	مِنْ اَمْرِهٖ اپنے حکم سے	عَلٰی مَنْ جس پر	
یَّشَآءُ وہ چاہتا ہے	مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں (میں) سے	لِیُنْذِرَ تاکہ وہ ڈرائے	یَوْمَ التَّلَاقِ ملاقات (قیامت) کا دن	یَوْمَ جس دن		
هُمْ وہ	بٰرِزُوْنَ ظاہر ہوں گے	لَا یَخْفٰی نہ پوشیدہ ہوگی	عَلَی اللّٰهِ اللہ پر	مِنْهُمْ ان سے۔کی	شَیْءٌ کوئی شے	لِمَنِ کس کیلئے
الْمُلْكُ بادشاہت	اَلْیَوْمَ آج	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الْوَاحِدِ واحد	الْقَهَّارِ زبردست قہر والا ہے	اَلْیَوْمَ آج	تُجْزٰی بدلہ دیا جائے گا
كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	بِمَا كَسَبَتْ وہ جو اس نے کمایا (اعمال)	لَا ظُلْمَ نہیں ظلم	الْیَوْمَ آج	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	سَرِیْعُ جلد	الْحِسَابِ حساب لینے والا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شان ربوبیت کے استدلال میں کائنات میں پھیلی ہوئی بے شمار نشانیوں میں سے تنہا صرف ایک نشانی کو پیش کر کے انسانوں کو توحید کی طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ دور کیوں جاؤ اپنے رزق ہی کی فراہمی کے مسئلہ پر غور کرو اور سمجھ بوجھ سے کام لو کہ کس طرح وہ تمہاری روزی کا سامان کرتا ہے تو یہی بات اللہ کو پہچاننے کے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد آگے ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی مزید چند صفات بیان فرماتے ہیں جو اس کی شان الوہیت کی دلیل ہیں۔

پہلی صفت رفیع الدرجات فرمائی یعنی تمام موجودات میں اس کا مقام بدرجہا بلند ہے وہ جمیع صفات کمال میں سب سے بلند رتبہ ہے۔ اس کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ سب اس کے ذات و صفات میں محتاج ہیں وہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں۔

دوسری صفت فرمائی ذو العرش یعنی وہ عرش کا مالک ہے۔ عرش کے معنی ہیں تخت شاہی کے اور کبھی عرش عزت غلبہ اور سلطنت سے بھی کنایہ ہوتا ہے تو ذو العرش کے لفظی معنی ہوئے عرش والا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ ہر جسمیت اور ہر مکانیت سے پاک و برتر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ عرش کا بھی مالک۔ اس کا خالق اور اس پر ہر طرح قادر ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق عظیم ہے مگر ہم کو بجز نام کے اس کی کچھ حقیقت معلوم نہیں۔ امام بیہقی اپنی کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے ہیں۔ ’’مفسرین کے اقوال یہی ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہی ہے اور یہ ایک جسم مجسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اسے اٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعہ عبادت کو بجا لائیں جس طرح سے کہ زمین میں اس نے ایک گھر پیدا فرمایا (مراد خانہ کعبہ ہے) اور بنی آدم کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں اور نماز میں اس کی طرف منہ کریں۔‘‘ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ عرش فلک اعلیٰ یعنی آسمان نہم ہے اور کرسی فلک ثوابت یعنی آسمان ہشتم ہے اور یہ استدلال اس حدیث سے کیا جاتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ساتوں آسمان

اور ساتوں زمین کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے جنگل بیابان میں کوئی انگوٹھی پڑی ہو اور یہی حال کرسی کا عرش کے مقابلہ میں ہے۔ قرآن کریم میں عرش کا تین صفات یعنی عظیم کریم اور مجید سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ گیارہویں پارہ سورۃ توبہ میں فرمایا وھو رب العرش العظیم اٹھارویں پارہ سورۂ مومنوں میں فرمایا رب العرش الکریم. اور تیسویں پارہ سورۂ بروج میں فرمایا ذوالعرش المجید امام عبدالوہاب شعرانی اس پر لکھتے ہیں کہ ''اگر تم یہ سوال کرو کہ عرش کو عظیم کریم اور مجید تین ناموں سے موسوم کرنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ الفاظ مترادف ہیں یا نہیں؟ تو یہ جواب ہے کہ یہ مترادف نہیں ہیں بلکہ عرش کو اگر اس کے احاطہ کی حیثیت سے دیکھو تو وہ عظیم ہے کیونکہ سب اجسام سے بڑا ہے اور اس حیثیت سے کہ عرش کو ان سب پر فوقیت دی گئی ہے کہ جن کا وہ احاطہ کئے ہوئے ہے وہ کریم ہے اور اس حیثیت سے کہ کوئی اور جسم اس کا احاطہ کر سکے اس سے وہ بالا ہے وہ مجید ہے۔'' علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ عرش سرخ رنگ یاقوت کا ہے جس کے دو کناروں کی وسعت پچاس ہزار سال کی ہے اور جس کی اونچائی ساتویں زمین سے پچاس ہزار سال کی ہے۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ جلال الوہیت کے مظہر دو طرح کے ہیں مادی اور غیر مادی۔ مادی مظاہر میں سب سے بڑی جلوہ گاہ صفات عرش ہے۔ الغرض عرش کی عظمت پر سوائے غائبانہ ایمان رکھنے کے ہم اس کی اصلیت و حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے تو عرش کے مالک ہونے کی یہ دوسری صفت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے الوہیت کے دلائل میں یہاں بیان فرمائی۔

تیسری صفت یلقی الروح کی فرمائی یعنی اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے روح کا القا کرتا ہے۔ روح سے مراد یہاں مفسرین نے وحی لیا ہے جس طرح روح جسد انسانی کو زندہ کرتی ہے وحی ایمان کی زندگی پھونکتی ہے اس لئے وحی کو بھی روح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے اس غرض سے وحی نازل کرتا ہے تاکہ وہ صاحب وحی لوگوں کو قیامت کے دن سے یعنی آخرت کے حساب کتاب اور جزا و سزا سے ڈرائے اور وہ قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ سب آدمی نکل کر سامنے آ جائیں گے۔ کوئی بات بھی خدا سے پوشیدہ نہیں رہے گی۔ یوں تو اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ہر بات کو جانتے ہیں اور کسی کی کوئی بات ان سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن یہاں آدمی کی آنکھوں پر غفلت و جہالت کے پردے پڑے ہوئے ہیں جس بناء پر وہ نہیں سمجھتا کہ میں ہر وقت اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں لیکن قیامت کے دن یہ پردے ہٹ جائیں گے اور ہر شخص کو یقین ہو جائے گا کہ میں بارگاہ عدالت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں اور یہ میرے سامنے میرے اچھے برے عمل ہیں ان میں سے کچھ بھی اللہ سے چھپا ہوا نہیں ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا اور کہا جاوے گا کہ بتلاؤ آج کس کی حکومت ہے؟ یعنی دنیا میں تو بہت لوگ حکومت کے مدعی تھے اور بہتیروں کے دماغ میں یہ خناس سمایا ہوا تھا کہ ہمچو من دیگرے نیست لیکن آج وہ مدعی کہاں گئے اور وہ دعوے کیا ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے قائم ہونے کے وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ لوگو قیامت آ گئی اس ندا کو مردہ زندہ سب سنیں گے پھر فناء خلق کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرمائیں گے اور ارشاد ہوگا لمن الملک الیوم آج کس کی حکومت اور بادشاہی ہے۔ اس سوال کا جواب کوئی نہ دے سکے گا سب پر ہیبت چھائی ہوگی جب کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا تو خود ہی حق تعالیٰ فرمائیں گے لله الواحد القهار آج حکومت صرف واحد قہار اللہ کی ہے اس موقع پر ایک تاریخی واقعہ قابل ذکر ہے کہ خاندانِ سامان کے فرمانروا نصر بن احمد

جب نیشاپور میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایک دربار منعقد کیا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد فرمائش کی کہ دربار کی کارروائی کا افتتاح قرآن کریم کی تلاوت سے ہو۔ چنانچہ ایک بزرگ آگے آئے اور انہوں نے یہی رکوع تلاوت کیا جس وقت وہ اس آیت پر پہنچے لمن الملک الیوم لله الواحد القهار تو بادشاہ پر ہیبت طاری ہوگئی لرزتے ہوئے تخت سے اترے تاج سر سے اتار کر سجدے میں گر گئے اور بولے کہ اے رب بادشاہی تیری ہی ہے۔ نہ کہ میری۔ اللہ اکبر الغرض کہ جب یوم قیامت میں تمام حالات سامنے آجائیں گے اور کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی تو جزا و سزا کا وقت آئے گا اور جو کچھ کسی نے نیکی بدی کی ہوگی اس کا بدلہ ملے گا اور جزا و سزا میں کسی کی حق تلفی اور ظلم و زیادتی نہ ہوگی نہ جرم سے زیادہ سزا ملے گی نہ نیکی سے کم جزا رہا یہ کہ جرم سے کم سزا دی جائے یا بالکل معاف کر دیا جائے یا نیکی سے زیادہ ثواب دیا جائے تو یہ اللہ کے فضل و رحمت پر موقوف ہے۔ یہاں آیت میں اس کی نفی نہیں ہے۔ صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث قدسی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو میں نے ظلم کرنا اپنے اوپر بھی حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے۔ پس تم میں سے کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ آخر میں ہے اے میرے بندو یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جنہیں میں نگاہ رکھتا ہوں اور جن کا پورا بدلہ دوں گا پس جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے آپ کو ملامت کرے۔ اخیر میں ان الله سریع الحساب فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ حق تعالیٰ کو ساری مخلوق سے حساب لینا ایسا آسان ہے جیسا ایک شخص سے حساب لینا۔ یعنی کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ لاتعداد مخلوق اور پھر ذرہ ذرہ کا حساب فہمی ایک شخص کی ساری عمر کی نقل و حرکت نشست و برخاست خواب و بیداری بلکہ ہر سانس کا حساب کتاب اور پھر حساب فہمی بھی ایسی کہ جسمیں ذرا حق تلفی اور ظلم و زیادتی نہ ہو اس کا تصور کسی انسان کا دماغ نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الله سریع الحساب اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب فہمی کر لے گا۔ اس کو حساب لینے میں کوئی دیر نہیں لگے گی اس سرعت حساب فہمی کو اسی پر قیاس کر لیا جائے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر مخلوق کو بیک وقت رزق دے رہے ہیں اور کسی ایک کو رزق رسانی کے انتظام میں حق تعالیٰ کو ایسی مشغولیت نہیں ہوتی کہ دوسرے کو رزق دینے میں دیر لگے یا جس طرح کائنات کی ہر چیز کو حق تعالیٰ بیک وقت دیکھ رہے ہیں۔ اور ساری آوازوں کو بیک وقت سن رہے ہیں اور تمام چھوٹے بڑے معاملات کی بیک وقت تدبیر فرما رہے ہیں کوئی چیز اُس کی توجہ اس طرح جذب نہیں کر لیتی کہ وہ اسی آن دوسری چیزوں کی طرف توجہ نہ کر سکے اسی طرح وہ ہر ہر فرد کا بیک وقت محاسبہ بھی کر لے گا اور اسے حساب کتاب کرنے میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔

دعا کیجئے:

حق تعالیٰ ہمارے دلوں سے بھی غفلت کو دور فرما دیں اور ہمہ وقت ہم کو آخرت کا فکر اور وہاں کی تیاری نصیب فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا سے اسلام و ایمان کے ساتھ آخرت کی طرف کوچ کرنا نصیب فرمائیں اور قیامت کے دن ہمارا حساب کتاب آسان فرمائیں۔ ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائیں اور آخرت کی کامیابی اور سرخروئی نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ

اور آپ ان لوگوں کو ایک قریب آنے والے مصیبت کے دن سے ڈرائیے جس وقت کلیجے منہ کو آجاویں گے (اور غم سے) گھٹ گھٹ جاویں گے (اس روز) ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا

وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ

اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جاوے۔ وہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردے گا۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارا کرتے ہیں وہ کسی طرح کا فیصلہ نہیں کرسکتے اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ اور آپ انہیں ڈرائیں	يَوْمَ الْاٰزِفَةِ قریب آنے والا روز (قیامت)	اِذِ الْقُلُوْبُ جب دل (جمع)	لَدَى الْحَنَاجِرِ گلوں کے نزدیک			
كٰظِمِيْنَ غم سے بھرے ہوئے	مَا لِلظّٰلِمِيْنَ نہیں ظالموں کیلئے	مِنْ سے۔کوئی	حَمِيْمٍ دوست	وَلَا شَفِيْعٍ اور نہ کوئی سفارش کرنیوالا		
يُطَاعُ جسکی بات مانی جائے	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	خَآئِنَةَ خیانت	الْاَعْيُنِ آنکھوں	وَمَا اور جو	تُخْفِي چھپاتے ہیں	الصُّدُوْرُ سینے (جمع)
وَاللّٰهُ اور اللہ	يَقْضِيْ فیصلہ کرتا ہے	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يَدْعُوْنَ پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	
لَا يَقْضُوْنَ نہیں فیصلے کرتے	بِشَيْءٍ کچھ بھی	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	هُوَ وہی	السَّمِيْعُ سننے والا	الْبَصِيْرُ دیکھنے والا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شان الوہیت کے سلسلہ میں کچھ احوال قیامت اور جزاوسزا کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں جزاوسزا بغیر کسی کی حق تلفی اور ظلم وزیادتی کے دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لے لیں گے۔ اب ایک کوتاہ بین اور غافل انسان سمجھتا ہے کہ ابھی تو قیامت بہت دور ہے اس طرح اس میں لاپرواہی پیدا ہو جاتی ہے اور باوجود قیامت کا منکر نہ ہونے اور اس کو یقینی الوقوع جاننے کے دل ودماغ پر غفلت اور ذہول کے پردے چھا جاتے ہیں اور اعمال صالحہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس لئے یہاں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حکم دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو قریب آنے والے قیامت کے دن سے ڈرائیے۔ یعنی قیامت کا دن لوگوں کی نظروں میں بعید ہے۔ مگر چونکہ یقیناً آنے والا ہے اور آنے والی چیز قریب ہی سمجھی جاتی ہے عقلمند سوکوس پرے کی بھی بلا کو آنکھوں کے سامنے ہی دیکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں لوگوں کو بار بار یہ احساس دلایا گیا ہے کہ قیامت ان سے کچھ دور نہیں ہے بلکہ قریب ہی لگی کھڑی ہے۔ سترہویں پارہ سورۂ انبیاء میں فرمایا گیا **اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون** (قریب آلگا لوگوں سے ان کے حساب کا وقت یعنی یوم قیامت اور وہ غفلت ہی میں پڑے ہیں اعراض کئے ہوئے) ستائیسویں پارہ سورۂ قمر میں فرمایا گیا **اقتربت الساعة** (قیامت نزدیک آپہنچی) پھر سورۂ نجم میں فرمایا گیا **ازفت الأزفة** (وہ قریب آجانے والی چیز قریب آگئی) تو ان بار بار کی تنبیہات سے مقصود لوگوں کو متنبہ کرنا ہے کہ قیامت کو دور کی چیز سمجھ کر بے خوف نہ رہیں اور ہوش میں آجائیں۔ جو وقت ابھی توبہ اور رجوع الی اللہ کے لئے ملا ہوا ہے اسے غنیمت سمجھیں۔ تو یہاں بھی فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس قریب آنے والے قیامت کے دن سے ڈرائیے۔

آگے اس دن کی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے کہ وہ دن ان منکرین ومکذبین ظالموں کے لئے بڑی سختی اور مصیبت کا ہوگا کہ خوف کی وجہ سے کلیجے منہ کو آئے ہوئے ہوں گے اور دم گھٹ رہے ہوں گے اور حیران و پریشان ہوں گے اور جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر وشرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ان کا اس دن کوئی دوست اور غمگسار نہ ہوگا جو ان کے کام آئے اور نہ کوئی شفیع اور سفارشی ہوگا کہ جو ان کی شفاعت کے لئے زبان ہلائے۔ یہاں ظالمین جس سے مراد کفار ہیں ان کے لئے شفاعت کی نفی ہے مومن گنہگار کے لئے شفاعت کی نفی اس سے نہیں نکلتی۔ آگے ایک اور دہشت ناک بات بیان کی جاتی ہے کہ اس قیامت کے دن جس حاکم کا سامنا ہوگا وہ ایسا ہے کہ جس سے چھوٹی سے چھوٹی چیز یہاں تک کہ دزدیدہ نگاہ چشم اور پوشیدہ سے پوشیدہ بات یہاں تک کہ وہ خیال جو سینوں میں چھپا ہوتا ہے وہ بھی اس سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ تو مقصد اس سے یہ ہے کہ اتنے بڑے علم والے سے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں سب کو ڈرنا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس وقت وہ مجھ سے پوشیدہ ہے اور میرے حال کی اسے اطلاع نہیں بلکہ ہر وقت یہ یقین کرے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اس کا علم میرے ساتھ ہے اس لئے اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے رکا رہے اور اس کے احکام کی بجا آوری کرتا رہے۔ آگے بات یہ فرمائی کہ اس روز فیصلہ وانصاف اللہ ہی کرے گا اور انصاف بھی کیسا کہ جس میں کوئی رورعایت نہ ہوگی۔ بڑے چھوٹے امیر غریب شاہ وگدا سب کے ساتھ عادلانہ حق کے ساتھ انصاف ہوگا۔ تیسری بات یہ فرمائی کہ اللہ کے سوا کفار ومشرکین کے جھوٹے معبود جن کو یہ لوگ اس دن کی امید پر پکارتے ہیں کچھ بھی فیصلہ کرنے کے مجاز نہ ہوں گے۔ ان کو اختیار ہی نہ ہوگا کہ کسی قسم کا فیصلہ کرسکیں خواہ عادلانہ ہو یا ظالمانہ۔ آخر میں فرمایا ان اللہ ھو السمیع البصیر اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے جس سے کسی کا کوئی قول وفعل مخفی نہیں اس لئے فیصلہ کرنا اسی کا کام ہوسکتا ہے جو سننے اور جاننے والا ہو۔ یہ کفار ومشرکین کے معبود پتھر کی بے جان مورتیں جنہیں وہ معبود کہہ کر پکارتے ہیں جو اندھے بھی ہیں اور بہرے بھی ہیں وہ کیا خاک فیصلہ کریں گے جن سے یہ کفار ومشرکین امید لگائے ہوئے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ خدائے واحد ہی معبود ہے اور کوئی نہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت وآخرت کا حقیقی فکر ہم کو نصیب فرمائیں۔ اور اس زندگی میں آخرت کا سامان جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ قیامت کی ہولناکیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ اور ہم کو اس گروہ میں شامل نہ فرمایئے کہ جن کا نہ کوئی دوست قیامت میں ہوگا نہ سفارشی۔

یا اللہ ہمارا حساب کتاب آسان فرمایئے اور آخرت کی کامیابی وکامرانی سے سرفراز فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ ۚ

کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا

كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ

وہ لوگ قوت اور ان نشانیوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے بہت زیادہ تھے سو ان کے گناہوں کے وجہ سے خدا نے ان پر دارو گیر فرمائی اور ان کا کوئی

لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ۝٢١ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ

خدا سے بچانے والا نہ ہوا یہ (مواخذہ) اس سبب سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے پھر انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ فرمایا

اللَّهُ ۚ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝٢٢ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝٢٣ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

بیشک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اپنے احکام اور کھلی دلیل کے ساتھ فرعون

وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ۝٢٤ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا

اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر (اور) جھوٹا ہے۔ پھر جب وہ لوگوں کے پاس دین حق جو ہماری طرف سے تھا لیکر آئے تو ان لوگوں نے کہا

اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝٢٥

کہ جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو اور ان کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی۔

اَوَ کیا	لَمْ يَسِيرُوا وہ چلے پھرے نہیں	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَيَنظُرُوا تو وہ دیکھتے	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام
الَّذِينَ ان لوگوں کا جو	كَانُوا تھے	مِن قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	كَانُوا وہ تھے	هُمْ وہ	اَشَدَّ زیادہ سخت	مِنْهُمْ ان سے
قُوَّةً قوت	وَاٰثَارًا اور آثار	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَاَخَذَهُمُ تو انہیں پکڑا	اللّٰهُ اللہ	بِذُنُوبِهِمْ انکے گناہوں کے سبب	وَمَا اور نہیں
كَانَ ہے	لَهُمْ ان کیلئے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	مِن سے۔کوئی	وَاقٍ بچانے والا	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ
كَانَت تَّاْتِيهِمْ ان کے پاس آتے تھے	رُسُلُهُمْ ان کے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کے ساتھ	فَكَفَرُوا تو انہوں نے کفر کیا	فَاَخَذَهُمُ پس پکڑا انہیں	اللّٰهُ اللہ	اِنَّهٗ بے شک وہ
قَوِيٌّ قوی	شَدِيدُ الْعِقَابِ سخت عذاب والا	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجا	مُوسٰى موسیٰ	بِاٰيٰتِنَا اپنی نشانیوں کے ساتھ	وَسُلْطٰنٍ اور سند	مُّبِينٍ روشن
اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف	وَهَامٰنَ اور ہامان	وَقَارُونَ اور قارون	فَقَالُوا تو انہوں نے کہا	سٰحِرٌ جادوگر	كَذَّابٌ بڑا جھوٹا	فَلَمَّا پھر جب
جَاۗءَهُمْ وہ آئے ان کے پاس	بِالْحَقِّ حق کیساتھ	مِنْ عِنْدِنَا ہمارے پاس (طرف) سے	قَالُوا انہوں نے کہا	اقْتُلُوا تم قتل کردو	اَبْنَاۗءَ انکے بیٹے	الَّذِينَ وہ جو
اٰمَنُوا ایمان لائے	مَعَهٗ اسکے ساتھ	وَاسْتَحْيُوا اور زندہ رہنے دو	نِسَاۗءَهُمْ ان کی عورتیں (بیٹیاں)	وَ اور	مَا كَيْدُ اور نہیں داؤ	الْكٰفِرِينَ کافروں
اِلَّا سوائے	فِي ضَلٰلٍ گمراہی میں					

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شان الوہیت کے ثبوت میں بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں جزا و سزا کا

مالک و حاکم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی جس کی یہ صفات ہیں کہ وہ پوشیدہ سے پوشیدہ قول وفعل حتیٰ کہ دل کے اندر کے وسوسے اور خیالات تک سے واقف ہے اور وہ قیامت کے دن انصاف کے ساتھ ہر ایک کا فیصلہ فرماویں گے۔ تو جو لوگ باوجود ان دلائل توحید کے کفر وشرک پر اصرار کرتے ہیں ان کو مزید ڈرایا جاتا ہے اور یہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کو نہ ماننے اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے کے سبب گذشتہ دور میں بہت سی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں تو ان کے انجام سے ان مشرکوں کو عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے جس سے کفار مکہ اور مشرکین عرب کو یہ جتلایا گیا کہ تم جو کچھ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنا چاہتے ہو یہی کچھ اپنی طاقت اور حکومت کے بل بوتا پر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کرنا چاہتا تھا مگر آخر تقدیر الٰہی کے آگے کوئی تدبیر نہ چل سکی اور انجام کار فرعون ہلاک ہوا تو کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے اسی انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہو جس سے فرعون موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کر کے دوچار ہوا۔ ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کو سبق دیا گیا کہ یہ ظالم کفار مکہ بظاہر اس وقت کیسے ہی بالا دست اور چیرہ دست ہوں اور ان کے مقابلہ میں مسلمان خواہ کتنے ہی کمزور اور بے بس ہوں مگر آخر کار اللہ تعالیٰ کی نصرت اپنے رسول اور ان کے متبعین کے ساتھ آ کر رہے گی اور ان کو کامیابی وغلبہ نصیب ہوگا اور وہ وقت آنے تک ظلم وستم کے جو طوفان بھی سامنے آئیں انہیں صبر وضبط کے ساتھ برداشت کرنا ہوگا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان کفار مکہ ومشرکین عرب نے جو ملک شام اور یمن وغیرہ تجارت کے لئے آیا جایا کرتے ہیں کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا اور سنا کہ ان منکروں کا جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں کیا

انجام ہوا حالانکہ وہ ان سے زیادہ طاقت ور بھی تھے اور بڑے بڑے نشان دنیا میں چھوڑ گئے یعنی ان کے مکانات اور مستحکم قلعوں کے کھنڈرات اور ان کے آثار شکستہ جو اس وقت تک موجود تھے ان کی یادگار ہیں۔ پھر ان کو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان کو کوئی نہ بچا سکا جیسا کہ قوم عاد وثمود وقوم لوط وغیرہ اور یہ مصیبت ہلاکت کی ان پر صرف اس لئے آئی کہ اللہ کے رسول ان کے پاس نشانیاں ومعجزات و آیات لے کر آئے تھے مگر وہ انکار ہی کرتے رہے اور تکذیب سے باز نہ آئے پھر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کو پکڑ لیا اور سزا دی کیونکہ اللہ تعالیٰ زبردست اور بڑی قوت والا ہے۔ اس کی پکڑ اور سزا سے پھر کوئی بچ نہیں سکتا گویا یہاں یہ صاف صاف بتلا دیا گیا کہ جو احکام خداوندی کے خلاف کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائیں گے اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانیں گے ان کا وہی حشر ہوگا جو پہلوں کا ہوا کہ جن میں سے کچھ تو اپنی حکومت سلطنت پر پھولے ہوئے تھے۔ جیسے فرعون اور بعض اپنے انتظام وتدبیر پر مغرور تھے جیسے ہامان اور بعض کو دولت کی کثرت پر گھمنڈ تھا جیسے قارون تو ان سب کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہو کر آئے اور کھلی ہوئی نشانیاں معجزات اور حجت وصداقت کے دلائل لے کر آئے مگر ان سب نے اللہ کے رسول کو معاذ اللہ جھوٹا اور جادوگر ہی بتایا۔ فرعون اور اس کے وزیر اعظم ہامان نے تو کھلم کھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی تھی اور آپ کو جادوگر بھی ٹھہرایا تھا مگر قارون جو بنی اسرائیل ہی میں سے تھا اس نے بظاہر یہ الفاظ نہ کہے تھے مگر چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا۔ آپ پر الزامات اور تہمت لگائی اور آپ کے اتباع سے انکار کیا تو گویا بزبان حال اس نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ہی کی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب قوم فرعون کے پاس موسیٰ علیہ السلام دین حق اور پیغام الٰہی لے کر

آئے تو بجائے اس کے کہ ان کا کہنا مانتے فرعون نے یہ حکم دے دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کروتا کہ بنی اسرائیلیوں کا زور اور قوت نہ بڑھنے پائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دوتا کہ وہ فرعونیوں کی خدمت گزاری کے کام میں آئیں۔ بنی اسرائیل کے متعلق یہ حکم فرعون کا دوبارہ تھا۔ پہلے یہی حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت نجومیوں کے کہنے سے فرعون نے صادر کیا تھا۔ اب جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہو کر آئے اور فرعون زچ ہوا تو پھر اس لعین نے یہی حکم صادر کیا مگر حق تعالیٰ اس پر فرماتے ہیں کہ ان سب تدبیروں سے کیا ہوتا ہے۔ کفار کے سب داؤ پیچ خدا تعالیٰ کی مشیت کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتے۔ سب بیکار اور ضائع جاتے ہیں۔ آخر کار ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ فرعون اور اس کے سردار اور لشکر سب غارت ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مع تمام بنی اسرائیل کے سلامت رہے۔

کفار کا اپنے اپنے انبیاء کے ساتھ ہمیشہ یہ رویہ رہا کہ پہلے تو اللہ کے پیغمبر کو ڈرا دھمکا کر تبلیغ حق سے باز رہنے کی کوشش کی اور جب یہ حربہ کارگر نہ ہوا تو پھر قتل پیغمبر کے منصوبہ باندھتے تا کہ تبلیغ کی جڑ بنیاد ہی ختم کر دی جائے۔ چنانچہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اخیر میں قتل کرنا چاہا۔

دعا کیجئے

یا اللہ نافرمانوں کے انجام دیکھ کر ہم کو بھی عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور اپنی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی ہمت و توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ جو دین حق کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے اس پر ہم کو استقامت اور اس کا اتباع نصیب فرمایئے اور کفار و مشرکین کے سارے وہ ارادے اور تدبیریں جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وہ کر رہے ہیں۔

یا اللہ ان کی ساری تدبیریں بے اثر فرما دیجئے اور اہل ایمان کو غلبہ اور شوکت اور کفار کو ذلت و خواری نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ

اور فرعون نے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہئے کہ اپنے رب کو (مدد کیلئے) پکارے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے

يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ

یا ملک میں کوئی خرابی پھیلا دے اور موسیٰ نے کہا کہ میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر خردماغ شخص (کے شر) سے

مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ

جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ اور ایک مؤمن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان سے تھے اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ

کہا کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے۔ اور اگر

يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا۔ اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کررہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر (ضرور ہی) پڑیگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ

مقصود تک نہیں پہنچاتا جو حد سے گذر جانے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ اے میرے بھائیو آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو

يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَاۗءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ

سو خدا کے عذاب میں ہماری کون مدد کرے گا اگر وہ ہم پر آپڑا فرعون نے کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جو خود سمجھ رہا ہوں اور میں

اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

تم کو عین طریق مصلحت بتلاتا ہوں۔

وَقَالَ اور کہا	فِرْعَوْنُ فرعون	ذَرُوْنِيْٓ مجھے چھوڑ دو	اَقْتُلْ میں قتل کروں	مُوْسٰى موسیٰ	وَلْيَدْعُ اور اسے پکارنے دو	رَبَّهٗ اپنا رب
اِنِّيْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں	اَنْ يُّبَدِّلَ کہ وہ بدل دے	دِيْنَكُمْ تمہارا دین	اَوْ یا	اَنْ يُّظْهِرَ یہ کہ ظاہر کردے (پھیلا دے)		
فِي الْاَرْضِ زمین میں	الْفَسَادَ فساد	وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰى موسیٰ	اِنِّيْ بیشک میں	عُذْتُ پناہ لے لی	بِرَبِّيْ اپنے رب سے۔کی
وَرَبِّكُمْ اور تمہارے رب سے۔کی	مِّنْ سے	كُلِّ ہر	مُتَكَبِّرٍ مغرور	لَّا يُؤْمِنُ جو ایمان نہیں رکھتا	بِيَوْمِ الْحِسَابِ روزحساب پر	وَقَالَ اور کہا
رَجُلٌ ایک مرد	مُّؤْمِنٌ مؤمن	مِّنْ سے	اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون کے لوگ	يَكْتُمُ وہ چھپائے ہوئے تھا	اِيْمَانَهٗٓ اپنا ایمان	
اَتَقْتُلُوْنَ کیا تم قتل کرتے ہو	رَجُلًا ایک آدمی	اَنْ يَّقُوْلَ کہ وہ کہتا ہے	رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب اللہ	وَقَدْ جَآءَكُمْ اور وہ تمہارے پاس آیا ہے		
بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانوں کیساتھ	مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے	وَاِنْ اور اگر	يَّكُ وہ ہے	كَاذِبًا جھوٹا	فَعَلَيْهِ تو اس پر	

كَذِبُهٗ اس کا جھوٹ	وَاِنْ يَّكُ اور اگر ہے وہ	صَادِقًا سچا	يُّصِبْكُمْ تمہیں پہنچے گا	بَعْضُ کچھ	الَّذِيْ وہ جو	يَعِدُكُمْ تم سے وعدہ کرتا ہے	
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	مَنْ هُوَ جو ہو	مُسْرِفٌ حد سے گزرنے والا	كَذَّابٌ سخت جھوٹا	يٰقَوْمِ اے میری قوم		
لَكُمُ تمہارے لئے	الْمُلْكُ بادشاہت	الْيَوْمَ آج	ظٰهِرِيْنَ غالب	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَمَنْ تو کون	يَّنْصُرُنَا ہماری مدد کریگا	
مِنْ سے	بَاْسِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب	اِنْ جَآءَنَا اگر وہ آجائے ہم پر	قَالَ کہا	فِرْعَوْنُ فرعون	مَا نہیں	اُرِيْكُمْ میں دکھاتا (رائے دیتا) تمہیں	اِلَّا مگر
مَآ اَرٰى جو میں دیکھتا ہوں	وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اور راہ نہیں دکھاتا تمہیں	اِلَّا مگر	سَبِيْلَ راہ	الرَّشَادِ بھلائی			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ذکر فرمایا گیا تھا جس سے کفار مکہ اور مشرکین عرب کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ تم بھی اللہ کے رسول کی تکذیب کر کے فلاح نہیں پا سکتے آخر ذلیل وخوار ہو گے اور دین و دنیا دونوں جہان کی رسوائی مول لو گے اور خداوند قدوس اپنی تائید وحمایت سے اپنے پیغمبر کو غالب اور منصور فرمائے گا۔ نیز یہ بتلایا گیا تھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بغرض تبلیغ دین فرعون کے پاس پہنچے تو اس نے آپ کی نبوت کی تکذیب اور معجزات کو دیکھ کر جادوگر بتلایا۔

انسان کو عموماً بگاڑنے والی تین ہی چیزیں ہوتی ہیں۔

(اول) یا تو اس کو اپنی قوت وطاقت پر ناز۔

دوسرے یا اپنے علم وقابلیت یا ہنر پر گھمنڈ

تیسرے یا دولت وثروت کی زیادتی اور اس پر بھروسہ۔

اور اگر ان تینوں باتوں کا گٹھ جوڑ ہو جائے اور اس کے ساتھ خوف خدا نہ ہو تو پھر انسان تباہی کی طرف تیزی سے جاتا ہے۔ فرعون بجائے اس کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتا۔ آپ کی نبوت کو تسلیم کرتا آپ کے حکم کا اتباع کرتا آپ کی مخالفت اور دشمنی پر اتر آیا اور بنی اسرائیل کی تذلیل وتوہین کے لئے اور ان کی تعداد اور قوت گھٹانے کے لئے یہ حکم دیا کہ ان کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے اور بیٹیوں کو خدمت گزاری کے لئے زندہ رہنے دیا جائے اور ممکن ہے کہ یہ دہشت انگیزی کی پالیسی اس نے اس لئے بھی اختیار کی ہو کہ بنی اسرائیلیوں کے دل میں یہ خیال جم جائے کہ یہ سب مصیبت ان پر موسیٰ علیہ السلام کی بدولت آئی اس لئے ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔ لیکن مشیت خداوندی کے آگے کفار کی کوئی تدبیر کارآمد نہیں ہوتی۔ کافروں کا فریب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا تو جیسا کہ منکرین ومکذبین کا ہمیشہ وطیرہ رہا کہ دعوت حق کو روکنے اور ختم کرنے کا آخری حربہ یہی خیال کرتے رہے کہ داعی حق کو قتل کر دیا جائے جس سے سارا قصہ ہی ختم ہو جائے ایسا ہی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق خیال کیا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایک روز فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا کہ تم لوگ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں موسیٰ کو جان سے مار دوں۔ فرعون تھا بڑا فریبی گویا اس وقت تک موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کرنے کی وجہ اپنے درباریوں کی روک تھام اور ان کی ممانعت کو قرار دے رہا تھا حالانکہ موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالنے سے خود دل میں سہما اور ڈرا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر مگر اپنی قوت اور شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے بے حیائی سے ایسا کہہ رہا تھا تا کہ لوگ سمجھیں کہ اس کو قتل سے کوئی چیز مانع نہیں اور اس کے ارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ تو اہل دربار سے فرعون نے اپنی شقاوت کی بنا پر کہا کہ مجھ کو چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں گا اور وہ اپنے خدا کو اپنی مدد پر پکارے تب بھی مجھے کوئی پروا نہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تو تمہارا مذہبی طور وطریق جو پہلے سے چلا آ رہا ہے بگاڑ ڈالے یا سازش وغیرہ کا جال پھیلا کر ملک میں بدامنی وفساد پھیلا دے جس کا انجام یہ ہو کہ تمہاری حکومت کا خاتمہ ہو کر ملک بنی اسرائیل کے ہاتھوں میں چلا جائے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے ان مشوروں کی خبر پہنچی تو آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ مجھے ان دھمکیوں کی مطلق

پروا نہیں۔ فرعون اکیلا تو کیا ساری دنیا کے متکبرین و جبارین جمع ہو جائیں تب بھی میرا اور تمہارا پروردگار ان کے شر سے بچانے کے لئے کافی ہے میں اپنے کو تنہا اسی کی پناہ میں دیتا ہوں وہی میرا حامی و مددگار ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب وحی تھے۔ اللہ کی ہمہ گیر طاقت پر ان کو یقین کامل تھا اس کی ربوبیت پر ایمان تھا اور کھلی آنکھوں اللہ کی مہربانی اور امدادی طاقت کو دیکھ رہے تھے اس لئے بجائے خوفزدہ ہونے اور اپنی طاقت پر بھروسہ کر کے اپنے بچاؤ کا سامان فراہم کرنے کے آپ نے اللہ کے دامن ربوبیت کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اعلان کر دیا کہ ان مغرور ظالموں سے مجھے کچھ اندیشہ نہیں۔ مجھے اپنی رب کی اعانت کا یقین ہے۔ میں اسی کی پناہ چاہتا ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم یا دشمن سے اندیشہ ہوتا تو آپ یہ دعا پڑھتے۔ **اللهم انا نعوذبک من شرورهم و ندرء بک فی نحورهم** یعنی اے اللہ ان کے شر اور برائی سے ہم تیری پناہ میں آتے ہیں اور ہم تجھے ان کے مقابلہ میں کرتے ہیں الغرض دربار فرعون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے مشورہ ہوئے تو اس وقت وہاں ایک مرد مومن جس نے فرعون اور قوم فرعون سے اب تک اپنا ایمان مخفی رکھا تھا فرعون کی یہ گفتگو سن کر کہا کہ کیا تم ناحق ایک شخص کا خون کرنا چاہتے ہو محض اس بات پر کہ وہ صرف ایک اللہ کو اپنا رب کیوں کہتا ہے حالانکہ وہ اپنے دعوے کی صداقت میں کھلے کھلے نشان تم کو دکھلا چکا اور اس کے قتل کی تم کو کچھ ضرورت بھی نہیں بلکہ ممکن ہے تمہارے لئے مضر ہو۔ فرض کرو اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ثابت ہوا تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے اور تم نے اسے ستایا یا دکھ پہنچایا تو جیسا وہ کہہ رہا ہے تم پر یقیناً عذاب پڑے گا۔ پس عقلاً لازم ہے کہ تم لوگ اسے چھوڑ دو۔ جو اس کی مان رہے ہیں مانیں تم کیوں درپئے آزار ہوتے ہو۔ مسرف اور جھوٹے آدمی راہ یافتہ نہیں ہوتے دنیا کا کوئی اسراف اور کذب اور جھوٹے دعوائے

نبوت سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ تو موسیٰ اگر دعوائے نبوت میں جھوٹے ہیں تو خود انہیں اس کی سزا ملے گی لیکن اگر ان کا دعوئے نبوت سچ نکلا تو تم اپنی خبر لو تمہارا انجام کیا ہوگا۔ اس مومن مرد نے مزید سمجھایا کہ اے میرے بھائیو۔ آج تمہاری حکومت و سلطنت ہے لیکن اپنے سامانوں اور لشکروں پر مغرور مت ہو۔ آج تمہاری یہ شان و شوکت ہے لیکن اگر کل خدا کے عذاب نے آ گھیرا تو کوئی بچانے والا نہ ملے گا اور یہ سب ساز و سامان یوں ہی رکھے رہ جاویں گے۔ لکھا ہے کہ یہ مرد مومن فرعون کے خاندان سے تھے اور بعض مفسرین نے ان کو فرعون کا چچا زاد بھائی لکھا ہے مگر یہ اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آل فرعون میں سے ایک تو یہ مرد ایماندار تھے اور دوسرے فرعون کی بیوی اور تیسرا وہ شخص کہ جس نے ایک فرعونی نادانستہ قتل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوڑ کر خبر دی تھی کہ تمہارے قتل کے دربار فرعون میں مشورہ ہو رہے ہیں لہذا تمہارا مصر سے کہیں اور چلا جانا اس وقت مناسب ہے تمام قوم فرعون میں صرف یہی تین حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ تو فرعون نے پوشیدہ ایمان رکھنے والے اس مرد مومن سے جو یہ تقریر سنی تو اس نے جواب دیا کہ میرے خیالات تمہاری باتوں سے تبدیل نہیں ہوئے۔ جو کچھ میرے نزدیک مصلحت و راستی ہے وہی تم کو سمجھا رہا ہوں۔ میرے خیال میں بہتری کا راستہ یہی ہے کہ اس شخص کا قصہ ختم ہی کر دیا جائے۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر دل میں اتنا ڈرا ہوا تھا کہ اس کی خدائی کا نشہ بھی کافور ہو چکا تھا اور اب وہ اپنی رعونت کو بھول گیا اور خدائی غرور کو چھوڑ کر لیڈری کے عجز پر اتر آیا کہ میں تو تم کو سیدھا راستہ ہی بتا رہا ہوں اور وہی رائے دے رہا ہوں جس کو ٹھیک سمجھتا ہوں۔ یہاں بھی کمبخت نے جھوٹ ہی بولا حضرت موسیٰ علیہ السلام جو شرک اور دہریت کو چھوڑنے اور خدا کے وجود اور توحید اختیار کرنے کا طریقہ بتلاتے تھے اس کو تو جیسا کہ اوپر بیان ہوا فرعون نے بدامنی اور فساد

کا طریقہ بتلایا اور جس دہریہ طریقہ پر آپ تھا اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا اور لوگوں کو بت پرستی سکھاتا تھا اس کو اس نے کہا کہ یہی بھلائی کی راہ ہے۔ یہ باتیں فرعون کی کچھ اس سبب سے نہ تھیں کہ فرعون یا اس کی قوم کو خدا کی خدائی یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا یقین نہ آیا تھا بلکہ متواتر معجزے دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم کے دلوں میں یہ بات یقینی طور پر آ چکی تھی کہ جو باتیں موسیٰ علیہ السلام سے ظہور میں آتی ہیں وہ بڑے بڑے جادوگروں سے جب نہیں ہو سکتیں تو بلاشک بغیر تائید غیبی کے نہیں ہیں لیکن نخوت اور تکبر کے سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتباع منظور نہ تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو فساد کی باتیں بتلاتا تھا۔ اسی لئے جب سمندر میں غرق ہونے لگا تو جیسا سورۂ یونس گیارہویں پارہ میں ذکر ہوا اس وقت خدا کی خدائی کا اقرار کیا لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں مٹی بھر دی کہ عمر بھر تو جان بوجھ کر خدا کا منکر رہا اب ایسے وقت خدا کی خدائی کا اقرار کرتا ہے۔

الغرض اس مومن کی نصیحت پر فرعون نے کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جس کو خود ٹھیک سمجھ رہا ہوں اور میں تو تم کو عین طریق مصلحت بتلاتا ہوں کہ ان کا قتل ہی مناسب ہے گویا اب یہاں اس کا حاکمانہ طرز کلام نہیں رہا۔ بلکہ بے جان واعظانہ نصیحت اور رائے دینے پر اتر آیا۔

یہاں ان آیات میں اس خفیہ ایمان رکھنے والے مرد مومن نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہا **اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ و قدجآء کم بالبینت من ربکم** کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے اس دعوے پر دلیلیں بھی لے کر آیا ہے روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے بھی کفار مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے وقت یہی کہا تھا۔ بخاری وغیرہ میں ایک واقعہ کئی روایتوں سے مروی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ مشرکوں نے مکہ میں سب سے زیادہ برا سلوک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہو مجھے بتائیے۔ آپ نے فرمایا سنو ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ کو پکڑ لیا اور اپنی چادر میں بل دے کر آپ کی گردن میں ڈال کر مروڑنے لگا جس سے کہ آپ کا گلا مبارک گھٹنے لگا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ دوڑے بھاگے آئے اور اسے دھکا دے کر دور پھینکا اور فرمانے لگے۔ **اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وقد جآء کم بالبینت من ربکم** کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے اس دعوے پر دلیلیں بھی لے کر آیا ہے۔

ابھی آگے اس مرد مومن کی نصیحت اور تقریر جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ دشمنان دین سے ہماری اور امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں اور حق کی حمایت کے لئے اور باطل سے مقابلہ کے لئے ہم کو عزم واستقلال نصیب فرمائیں۔ اس وقت جہاں جہاں روئے زمین پر اہل اسلام کفار ومشرکین کے نرغہ میں ہیں یا اللہ اہل اسلام کی حمایت فرما اور ان کو غلبہ عطا فرما اور کفار ومشرکین کو پست ومغلوب فرما۔ یا اللہ! اب قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ باطل نے سر اٹھا رکھا ہے اور حق کو کچلنے کی کوشش ہو رہی ہے یا اللہ حق کی ناصر اور مددگار آپ کی قدرت ہو جائے۔ یا اللہ! اپنی قدرت جباری وقہاری سے باطل کو ملیا میٹ فرما دے اور حق کو غلبہ اور فتح ونصرت عطا فرما دے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝۳۰ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ

اور اس مومن نے کہا صاحبو! مجھ کو تمہاری نسبت اور امتوں کے سے روز بد کا اندیشہ ہے۔ جیسا قوم نوح

نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝۳۱ وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ

اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا تھا اور خدا تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور صاحبو! مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے

اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ۝۳۲ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ

جس میں کثرت سے ندائیں ہونگی۔ جس روز (موقف حساب سے) پشت پھیر کر (دوزخ کی طرف) لوٹو گے اس وقت تم کو خدا سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور جس کو

یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۳ وَلَقَدْ جَآءَکُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ

خدا ہی گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ اور اس کے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف (علیہ السلام) دلائل (توحید و نبوت کے) لے کر آ چکے ہیں۔ سو تم ان امور میں بھی

مِّمَّا جَآءَکُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓی اِذَا هَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ کَذٰلِکَ یُضِلُّ

برابر شک ہی میں رہے جو وہ تمہارے پاس لیکر آئے تھے حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم لوگ کہنے لگے کہ بس اب اللہ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ سے باہر

اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۝۳۴ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ؕ

ہو جانیوالوں (اور) شبہات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتے ہیں۔ جو بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو۔ خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں۔

کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵

اس (کج بحثی) سے خدا تعالیٰ کو بھی بڑی نفرت ہے اور مومنین کو بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتا ہے۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِیْ وہ شخص جو	اٰمَنَ ایمان لے آیا	یٰقَوْمِ اے میری قوم	اِنِّیْٓ اَخَافُ میں ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ تم پر	مِثْلَ مانند	
یَوْمِ الْاَحْزَابِ سابقہ گروہوں کا دن	مِثْلَ جیسے	دَاْبِ حال	قَوْمِ نُوْحٍ قوم نوح	وَعَادٍ اور عاد	وَثَمُوْدَ اور ثمود	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	
مِنْ بَعْدِهِمْ انکے بعد	وَمَا اور نہیں	اللّٰهُ اللہ	یُرِیْدُ چاہتا	ظُلْمًا کوئی ظلم	لِلْعِبَادِ اپنے بندوں کیلئے	وَیٰقَوْمِ اور اے میری قوم	
اِنِّیْٓ اَخَافُ میں ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ تم پر	یَوْمَ التَّنَادِ دن چیخ و پکار	یَوْمَ جس دن	تُوَلُّوْنَ تم پھر جاؤ گے (بھاگو گے)	مُدْبِرِیْنَ پیٹھ پھیر کر		
مَا لَکُمْ نہیں تمہارے لئے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	مِنْ کوئی	عَاصِمٍ بچانے والا	وَمَنْ اور جس کو	یُّضْلِلِ گمراہ کردے	اللّٰهُ اللہ	
فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ هَادٍ کوئی ہدایت دینے والا	وَلَقَدْ جَآءَکُمْ اور تحقیق آئے تمہارے پاس	یُوْسُفُ یوسف	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل			
بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلائل کیساتھ	فَمَا زِلْتُمْ سو تم ہمیشہ رہے	فِیْ شَکٍّ شک میں	مِّمَّا جَآءَکُمْ اس سے آئے تمہارے پاس	بِهٖ حَتّٰٓی اسکے ساتھ یہاں تک			
اِذَا جب	هَلَکَ وہ فوت ہوگئے	قُلْتُمْ تم نے کہا	لَنْ یَّبْعَثَ ہرگز نہ بھیجے گا	اللّٰهُ اللہ	مِنْ بَعْدِهٖ اسکے بعد	رَسُوْلًا کوئی رسول	کَذٰلِکَ اسی طرح
یُضِلُّ اللّٰهُ گمراہ کرتا ہے اللہ	مَنْ هُوَ جو وہ	مُسْرِفٌ حد سے گزرنے والا	مُّرْتَابٌ شک میں رہنے والا	الَّذِیْنَ جو لوگ	یُجَادِلُوْنَ جھگڑا کرتے ہیں		

فِیْٓ میں	اٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ کی آیتیں	بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ بغیر کسی دلیل	اَتٰىھُمْ آئی اُنکے پاس	کَبُرَ مَقْتًا سخت ناپسند	عِنْدَ اللّٰہِ اللہ کے نزدیک
وَعِنْدَ اور نزدیک	الَّذِیْنَ ان لوگوں کے جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	کَذٰلِکَ اسی طرح	یَطْبَعُ اللّٰہُ مُہر لگا دیتا ہے اللہ	عَلٰی پر / کُلِّ قَلْبِ ہر دل
مُتَکَبِّرٍ مغرور	جَبَّارٍ سرکش				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات کا ذکر ہوا تھا اور یہ بتلایا گیا تھا کہ جب فرعون نے اپنے اہل دربار میں موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا خیال ظاہر کیا تو فرعون کے خاندان کے ایک مومن شخص نے جواب تک اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے حاضرین دربار سے کہا کہ کیا تم ایک شخص کے محض اس بات پر قتل کے درپے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور حالانکہ وہ اپنے دعوائے نبوت پر دلیلیں بھی لے کر آیا ہے اور اس مومن شخص نے مزید یہ کہا تھا کہ تم کو قتل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ یا تو اپنے دعوے میں جھوٹا ہے یا سچا ہے۔ اگر بالفرض جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو پھر جس عذاب کی وہ پیشین گوئیاں کر رہا ہے وہ تم پر پڑ کر رہے گا اور اس صورت میں قتل کرنے سے اور زیادہ بلا اپنے سر مول لینا ہے حالانکہ آج تمہاری حکومت وسلطنت ہے اور تم اس سرزمین مصر کے حاکم ہو لیکن وہ شخص اگر سچا ہے تو پھر اس کے قتل کرنے سے ہم پر جو عذاب الٰہی آ پڑے گا تو اس وقت کون تمہاری مدد کرے گا۔

یہاں تک مضمون گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا تھا۔

اب آگے ان آیات میں اسی مومن شخص کی بقیہ تقریر بیان فرمائی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے جب اس مومن نے دیکھا کہ نصیحت میں نرمی سے کام نہیں چلتا تو اب اس نے ڈراوے اور خوف دلانے سے کام لیا اور کہا کہ اے صاحبو اگر تم اسی طرح تکذیب اور عداوت پر جمے رہے تو مجھے سخت اندیشہ ہے کہ تم کو بھی کہیں وہی دن دیکھنا نہ پڑے جو پہلی قومیں اپنے انبیاء کی تکذیب اور مقابلہ کر کے دیکھ چکی ہیں۔ مجھے تو یہی نظر آ رہا ہے کہ اللہ اپنے پیغمبر ہی کی مدد کرے گا اور اس کے ستانے والوں کو سخت سزا دے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری وہی گت بنے جیسا قوم نوح اور قوم عاد وثمود وغیرہ کی بنی۔ اللہ تو ایسا نہیں کہ بندوں پر ظلم کرے اور بلا وجہ سزا دے مگر انسان آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے اگر تم وہی حرکتیں کرو گے تو پھر ضرور اپنی سزا کو پہنچو گے۔ یہ تو اس مومن نے اپنے ساتھیوں اور قوم کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا۔ آگے عذاب آخرت کا خوف دلایا اور کہا کہ دیکھو ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ تم بڑی مصیبت میں پھنسو گے ہر طرف چیخ وپکار ہائے واویلا کے سوا کچھ نہ سنائی دے گا۔ اور تم پیٹھ پھیر کر مصیبت سے بھاگ کر نکلنا چاہو گے مگر نکل نہ سکو گے۔ یاد رکھو اللہ کے عذاب سے تمہیں بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ میں تو تمہیں سب نشیب وفراز پوری طرح سمجھا چکا اب اس پر بھی تم نہ مانو تو سمجھ لو کہ تمہاری عناد اور کجروی کی شامت سے تم پر اللہ کی پھٹکار ہے اگر وہ کسی کو غلط راستہ پر چلنے سے نہ بچائے تو اس شخص کی سمجھ الٹی اور مت اوندھی ہو جاتی ہے پھر کوئی نہیں جو ایسے شخص کو سیدھی بات سمجھائے یا سیدھا راستہ بتائے۔ اے میری قوم کے لوگو تم پہلے بھی ایک بڑی غلطی کر چکے ہو دیکھو پہلے تمہارے ملک میں حضرت یوسف علیہ السلام آئے اور انہوں نے ایسی صاف نشانیاں دکھائیں کہ اگر مصری عقل سے کام لیتے تو سمجھ جاتے کہ یہ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔ تم مانتے ہو کہ انہوں نے بادشاہ وقت کے خواب کی صحیح تعبیر دے کر تمہاری قوم کو سات برس کے اس خوفناک قحط کی تباہ کاریوں سے بچا لیا جو ان کے دور میں تم پر آیا تھا اور تمہاری ساری قوم اس بات کی بھی معترف ہے کہ ان کے دور حکومت سے بڑھ کر عدل وانصاف اور خیر وبرکت کا زمانہ کبھی

مصریوں نے نہیں دیکھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے مصریوں کو بہت کچھ سمجھایا اور بت پرستی سے منع کیا لیکن لوگ ان کی زندگی میں ان کے منکر ہی رہے۔ یعنی مصریوں نے عقیدہ توحید و رسالت میں ان کی اطاعت نہ کی ہاں بوجہ دنیوی جاہ وعزت کے تو انہیں یوسف علیہ السلام کی ماتحتی کرنی پڑتی تھی مگر مصریوں نے ان کی نبوت کو من حیث القوم تسلیم نہیں کیا اور جب آپ کا انتقال ہو گیا تو اس وقت مصریوں نے بطور شرارت کہا کہ بس اب خدا کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔ مطلب مصریوں کا یہ تھا کہ اول تو یوسف بھی خدا کے رسول نہ تھے اور اگر بالفرض تھے بھی تو جب ایک کو نہ مانا تو اب خدا کو دوسرے کے بھیجنے کی کیا ضرورت ہے ہمیشہ کے لئے یہ قصہ پاک ہو گیا۔ یہ سورۂ یوسف بارہویں اور تیرہویں پارہ میں بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح سب سے پہلے بنی اسرائیل میں حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی دونوں وجاہتوں سے آپ کو نوازا۔ اور پھر تقریباً ۲۷ سال کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے خاندان اور گھرانے کے باقی افراد جو ستر سے زیادہ تھے فلسطین سے مصر میں آ گئے جہاں یہ قوم پہلے پھلی پھولی اور یوسف علیہ السلام کی وفات کے تقریباً ۴۰۰ سال بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہو کر مصر میں تشریف لائے اور بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر آپ نکلے ہیں تو بنی اسرائیل کی تعداد قریب چھ لاکھ کے تھی تو مصریوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات اچھی طرح معلوم تھے اس لئے اس مرد مومن نے حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد دلا کر یہ جتلانا چاہا کہ نعمت کی قدر بعد زوال کے ہوا کرتی ہے۔ فی الحال تم کو موسیٰؑ کی قدر نہیں۔ ان کی بات مانو ورنہ پچھتاؤ گے جو لوگ اللہ کی نشانیاں نہیں پہچانتے اور شک وشبہ میں پھنسے رہتے ہیں انہیں اللہ اپنی ہدایت سے محروم کر دیتا ہے کیونکہ وہ بدوں حجت عقلیہ ونقلیہ کے اللہ کی باتوں میں جھگڑے ڈالتے ہیں۔ ان کی یہ بے باکی اور سرکشی نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ ان کو جو اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ اس لئے اللہ اور اس کے ایماندار بندے ایسے لوگوں سے سخت بیزار ہیں جو حق کے سامنے غرور سے گردن نہ جھکائیں اور پیغمبروں کے ارشادات سن کر سر نیچا نہ کریں۔ آخر کار ان کے دلوں پر اللہ کی طرف سے مہر لگ جاتی ہے کہ پھر سچی بات ان کے دل میں گھسنے ہی نہیں پاتی اور پھر قبول حق کی ان میں گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

الغرض ان مومن کی اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ اب ان کا ایمان پوشیدہ نہیں تھا۔ یہاں آخری آیت کے جملہ **کذٰلک یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار** یعنی اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے ہر متکبر اور جبار کے دل پر یعنی جس طرح فرعون اور اس کے متبعین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومن آل فرعون کی نصیحتوں سے کوئی اثر نہیں لیا اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر ایسے مغرور و متکبر اور جابر یعنی ظالم کے دل پر مہر کر دیتے ہیں کہ پھر اچھے برے اور حق و باطل کی تمیز نہیں رہتی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ تمام اخلاق واعمال کا منبع اور سرچشمہ انسان کا دل ہی ہے ہر اچھا برا عمل انسان کے دل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا (یعنی دل) ایسا ہے کہ جس کے درست ہونے سے سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور اس کے خراب ہونے سے سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کی حفاظت فرمائیں اور اس کو نور ایمان سے منور رکھیں۔ آمین۔ الغرض فرعون نے جو یہ لاجواب تقریر سنی تو اس مومن کو تو کچھ جواب نہ دے سکا لیکن اپنی جہالت قدیمہ پر حجت قائم کرنے کے لئے اپنے وزیر ہامان سے مخاطب ہوا اور کیا کہا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى

اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں۔ پھر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں

اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ

اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کی (اور) بدکرداریاں بھی اس کو مستحسن معلوم ہوئی تھیں اور (سیدھے) راستہ سے رُک گیا

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ

اور فرعون کی (ہر) تدبیر غارت ہی گئی۔ اور اس مومن نے کہا کہ اے بھائیو! تم میری راہ پر چلو میں تم کو ٹھیک راستہ بتلاتا ہوں۔

الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ

اے بھائیو! یہ دنیاوی زندگی محض حظ چند روزہ ہے۔ اور اصل ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے۔ (جہاں جزا کا یہ قانون ہے کہ)

سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے۔ اور جو نیک کام کرتا ہے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو

فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

ایسے لوگ جنت میں جاویں گے وہاں بے حساب اُن کو رزق ملے گا۔

وَقَالَ اور کہا	فِرْعَوْنُ فرعون	يٰهَامٰنُ اے ہامان	ابْنِ بنادے تو	لِيْ میرے لئے	صَرْحًا ایک (بلند) محل	لَعَلِّيْٓ شاید کہ میں	اَبْلُغُ پہنچ جاؤں
الْاَسْبَابَ راستے	اَسْبَابَ راستے	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	فَاَطَّلِعَ پس جھانک لوں	اِلٰٓى طرف۔کو	اِلٰهِ معبود	مُوْسٰى موسیٰ	وَاِنِّيْ اور بیشک میں
لَاَظُنُّهٗ اسے البتہ گمان کرتا ہوں	كَاذِبًا جھوٹا	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	زُيِّنَ آراستہ دکھائے گئے	لِفِرْعَوْنَ فرعون کو	سُوْٓءُ عَمَلِهٖ اس کے بُرے عمل		
وَصُدَّ اور وہ روک دیا گیا	عَنِ سے	السَّبِيْلِ سیدھا راستہ	وَمَا كَيْدُ اور نہیں تدبیر	فِرْعَوْنَ فرعون	اِلَّا مگر۔صرف	فِيْ تَبَابٍ تباہی میں	
وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْٓ اٰمَنَ وہ جو ایمان لے آیا تھا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اتَّبِعُوْنِ تم میری پیروی کرو	اَهْدِكُمْ میں تمہیں راہ دکھاؤنگا	سَبِيْلَ راستہ		
الرَّشَادِ بھلائی	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	هٰذِهِ یہ	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	مَتَاعٌ (تھوڑا) فائدہ	وَّاِنَّ اور بیشک	الْاٰخِرَةَ آخرت
هِيَ یہ	دَارُ الْقَرَارِ (ہمیشہ) رہنے کا گھر	مَنْ جو۔جس	عَمِلَ عمل کیا	سَيِّئَةً بُرا	فَلَا يُجْزٰٓى اسے بدلہ نہ دیا جائیگا	اِلَّا مگر	مِثْلَهَا اسی جیسا
وَمَنْ اور جو۔جس	عَمِلَ عمل کیا	صَالِحًا اچھا	مِّنْ سے۔خواہ	ذَكَرٍ مرد	اَوْ اُنْثٰى یا عورت	وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور (بشرطیکہ) وہ مومن	
فَاُولٰۗىِٕكَ تو یہی لوگ	يَدْخُلُوْنَ داخل ہوں گے	الْجَنَّةَ جنت	يُرْزَقُوْنَ وہ رزق دیے جائیں گے	فِيْهَا اس میں	بِغَيْرِ حِسَابٍ بے حساب		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں قوم فرعون میں سے ایک مردمومن کی تقریر نقل فرمائی گئی تھی جس نے بلا رورعایت اور خوف وخطر حق کو فرعون اور اس کے درباریوں اور اپنی قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔ تقریر سے یہ بات صاف واضح ہوتی ہے کہ وہ مردمومن

فرعون کی سلطنت میں کوئی اہم شخصیت کا مالک تھا کہ جو بھرے 3
دربار میں فرعون کے روبرو اس طرح حق گوئی کی جرأت کی اور اس کو فوراً اس علانیہ حق گوئی کے باوجود فوری سزا دینے کی جرات نہ کی جاسکتی تھی۔ اسی وجہ سے جیسا کہ آئندہ آیات سے اندازہ ہوتا ہے فرعون اور اس کے حامیوں نے اس مرد مومن کو ہلاک کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں مگر ان تدبیروں کو بھی اللہ تعالیٰ نے نہ چلنے دیا۔ الغرض فرعون نے جو اس مرد مومن کی تقریر لاجواب سنی تو کچھ جواب نہ دے سکا اور اپنے وزیر ہامان کو مخاطب کر کے بات کچھ اس انداز میں کرنے لگا گویا کہ وہ اس مرد مومن کے کلام کو کسی التفات کے قابل نہیں سمجھتا۔ اس لئے متکبرانہ شان کے ساتھ اس مرد مومن کی طرف سے منہ پھیر کر ہامان وزیر سے کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بلند اور اونچی عمارت اینٹوں اور چونے کی پختہ تعمیر کراؤ تاکہ میں اس پر چڑھ کر دیکھوں تو سہی کہ یہ موسیٰ جس خدا کی باتیں کر رہا ہے وہ کہاں رہتا ہے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ موسیٰ جھوٹے (نعوذ باللہ) اور وہ جو کہتے ہیں کہ خدا نے انہیں بھیجا ہے بالکل غلط ہے۔ دراصل یہ بھی فرعون کا ایک مکر اور وہ اپنی رعایا پر ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو میں ایسا کام کرتا ہوں کہ جس سے کہ موسیٰ کا جھوٹ بالکل کھل جائے اور میری طرح تمہیں بھی یقین آ جائے کہ موسیٰ دعوائے نبوت میں (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں قرآن کریم نے اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی کہ ہامان نے عمارت تیار کرائی یا نہیں اور پھر فرعون نے اس پر چڑھ کر کیا کیا؟ البتہ مفسرین نے یہ قصہ ضرور نقل کیا ہے کہ جب ہامان نے ایک بہت اونچا مینارہ تیار کرا کے فرعون کو اطلاع دی تو فرعون اس پر چڑھا اور تیر کمان لے کر آسمان کی طرف پھینکا قدرت الٰہی کے مطابق وہ تیر خون آلود ہو کر واپس ہوا۔ فرعون نے یہ دیکھ کر غرور اور شیخی کے ساتھ مصریوں سے کہا کہ لو اب میں نے موسیٰ کے خدا کا بھی قصہ تمام کر دیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ برے کام کرتے کرتے آدمی کی یونہی عقل ماری جاتی ہے اور ایسی ہی مضحکہ خیز حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ جس کے بعد پھر راہ پر آنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ یہی حال فرعون کا تھا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ فرعون کے جس قدر مکر و فریب اور داؤ پیچ اور منصوبے یا مشورے تھے سب بے حقیقت تھے اور خود اپنی ہی تباہی کے لئے تھے۔ اس کی ہر تدبیر الٹی ہی رہی اور وہ موسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ آگے اسی مرد مومن کی مزید تقریر بیان فرمائی جاتی ہے کہ اس مرد مومن نے فرعون کی بات کا کچھ خیال نہ کیا اور اپنی قوم کو سمجھانے لگے کہ اے لوگو تم میری بات مانو اور میری راہ پر چلو میں تمہیں راہ راست پر ڈال دوں گا۔ پھر انہیں دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کہا کہ اس دنیا کی فانی اور زائل ہونے والی زندگی ہے اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بہرحال بھلی بری ختم ہونے والی ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی شروع ہوگی جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ تو عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے وہاں کی درستی کی فکر کرے ورنہ ہمیشہ کی تکلیف میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ پھر آگے اس مرد مومن نے اخروی زندگی کی تھوڑی سی تفصیل بتلا دی کہ وہ کس طرح درست ہوسکتی ہے اور جہاں کی رحمت وزحمت ابدی اور غیر فانی ہے جہاں برائی کا بدلہ تو اس کے برابر ہی دیا جاتا ہے ہاں نیکی کا بدلہ بے حساب دیا جاتا ہے نیکی کرنے والا چاہے مرد ہو چاہے عورت شرط یہ ہے کہ ہو صاحب ایمان اسے اس کی نیکیوں کا ثواب اس قدر دیا جائے گا جو بے حد وحساب ہوگا۔

ابھی اس مرد مومن کی تقریر جاری ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ

اور اے میرے بھائیو! یہ کیا بات ہے کہ میں تو تم کو (طریق) نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھ کو اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں خدا کے ساتھ کفر کروں

وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ

اور ایسی چیز کو اس کا ساجھی بناؤں جس کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں اور میں تم کو خدائے زبردست خطابخش کی طرف بلاتا ہوں۔ یقینی بات ہے کہ تم جس چیز (کی عبادت) کی طرف مجھ کو بلاتے ہو

اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ

وہ نہ تو دنیا ہی میں پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ آخرت ہی میں اور ہم سب کو خدا کے پاس جانا ہے اور جو لوگ دائرہ (عبودیت) سے نکل رہے ہیں

هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ

وہ سب دوزخی ہوں گے۔ سو آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں خدا تعالیٰ سب بندوں کا

بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ

نگران ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اُس (مومن) کو ان لوگوں کی مضر تدبیروں سے محفوظ رکھا۔ اور فرعون والوں پر موذی عذاب نازل ہوا۔ وہ لوگ (برزخ میں)

عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

صبح وشام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس روز قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعون والوں کو نہایت سخت آگ میں داخل کرو۔

وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم	مَا لِيْٓ کیا ہوا مجھے	اَدْعُوْكُمْ میں بلاتا ہوں تمہیں	اِلَى طرف	النَّجٰوةِ نجات	وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اور بلاتے ہو تم مجھے				
اِلَى طرف	النَّارِ آگ (جہنم)	تَدْعُوْنَنِيْ تم بلاتے ہو مجھے	لِاَكْفُرَ کہ میں انکار کروں	بِاللّٰهِ اللہ کا	وَاُشْرِكَ اور میں شریک ٹھہراؤں				
بِهٖ اسکے ساتھ	مَا جو	لَيْسَ نہیں	لِيْ مجھے	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ کوئی علم	وَّاَنَا اور میں	اَدْعُوْكُمْ بلاتا ہوں تمہیں	اِلَى طرف	الْعَزِيْزِ غالب
الْغَفَّارِ بخشنے والا	لَا جَرَمَ کوئی شک نہیں	اَنَّمَا یہ کہ	تَدْعُوْنَنِيْٓ تم بلاتے ہو مجھے	اِلَيْهِ اس کی طرف	لَيْسَ لَهٗ نہیں اس کیلئے				
دَعْوَةٌ بلانا	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَلَا اور نہ	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	وَاَنَّ اور یہ کہ	مَرَدَّنَآ پھر جانا ہے ہمیں	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف			
وَاَنَّ اور یہ کہ	الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھنے والے	هُمْ وہ۔ وہی	اَصْحٰبُ النَّارِ آگ والے جہنمی	فَسَتَذْكُرُوْنَ سو تم جلد یاد کرو گے					
مَآ اَقُوْلُ جو میں کہتا ہوں	لَكُمْ تمہیں	وَاُفَوِّضُ اور میں سونپتا ہوں	اَمْرِيْٓ اپنا کام	اِلَى اللّٰهِ اللہ کو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	بَصِيْرٌ دیکھنے والا			
بِالْعِبَادِ بندوں کو	فَوَقٰىهُ سو اسے بچالیا	اللّٰهُ اللہ	سَيِّاٰتِ برائیاں	مَا مَكَرُوْا داؤ جو وہ کرتے تھے	وَحَاقَ اور گھیر لیا	بِاٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون والوں کو			
سُوْۗءُ الْعَذَابِ برا عذاب	اَلنَّارُ آگ	يُعْرَضُوْنَ وہ حاضر کئے جاتے ہیں	عَلَيْهَا اس پر	غُدُوًّا صبح	وَّعَشِيًّا اور شام	وَيَوْمَ اور جس دن			
تَقُوْمُ قائم ہوگی	السَّاعَةُ قیامت	اَدْخِلُوْٓا داخل کرو تم	اٰلَ فِرْعَوْنَ فرعون والے	اَشَدَّ شدید ترین	الْعَذَابِ عذاب				

تفسیر وتشریح: فرعون کی قوم کے ایک مرد مومن کا ذکر گذشتہ آیات سے ہوتا چلا آرہا ہے جنہوں نے پہلے تو اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا مگر ان کی حق گوئی اور تقریر سے بالآخر ان کا ایمان سب پر ظاہر ہوگیا تھا۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انہوں نے اپنی قوم کے سرکشوں اور متکبروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم میری بات مانو اور میری راہ پر چلو میں تمہیں راہ راست پر ڈال دوں گا پھر انہوں نے دنیا سے بے

رغبت کے لئے قوم کو بتلایا کہ یہ دنیوی زندگی فانی ہے اور لازوال اور ہمیشگی والی جگہ تو آخرت ہے جہاں ایمان رکھنے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کے لئے بے حدوحساب اجروثواب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس مردمومن کی یہ حق گوئی فرعون کے لئے بڑے تعجب اور حیرت کا باعث بنی ہوگی تو جب اس مردمومن نے فرعونیوں کے حال وقال سے محسوس کیا کہ یہ میری باتوں پر سخت متعجب ہیں اور خود مجھ ہی کو اپنے طریقہ کفریہ کی طرف بلانا چاہتے ہیں تو اس مردمومن نے مزید قوم سے خطاب کیا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اور اس مرد مومن نے کہا کہ میرا اور تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایمان کے راستہ پر لگا کر خدا کے عذاب سے نجات دلاؤں اور تمہاری کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی جہنم کی آگ میں دھکیل دو۔ میں تو تم کو بچانا چاہتا ہوں اور تمہیں توحید کی طرف بلا رہا ہوں۔ میں تمہیں خدا کے رسول کی تصدیق کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے کفروشرک کی طرف بلا رہے ہو۔ جس کا نتیجہ سوائے اس کے کہ آگ میں داخل ہوں اور کچھ نہیں۔ تم چاہتے ہو کہ میں جاہل بن جاؤں اور بے دلیل خدا کے اور اس کے رسول کے خلاف کروں۔ تمہاری کوشش کا حاصل تو یہ ہے کہ میں معاذ اللہ خدائے واحد کا انکار کردوں۔ اس کے پیغمبروں کو اور ان کی باتوں کو نہ مانوں اور نادان جاہلوں کی طرح ان چیزوں کو خدا جاننے لگوں جن کی خدائی کسی دلیل اور علمی اصول سے ثابت نہیں۔ میں تو تمہیں اسی خدا کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو بڑی عزت اور کبریائی والا ہے۔ اور باوجود اس کے وہ ہر اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف جھکے اور اس سے معافی کا خواستگار ہو اور تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو یعنی بتوں اور سوائے خدائے واحد کے اوروں کی عبادت کی طرف وہ ایسے ہیں کہ ان میں نفع پہنچانے یا ضرر سے بچانے کی طاقت ہی نہیں۔ جنہیں نفع نقصان پر کوئی قابو نہیں یاد رکھو! میں اسی خدا کی پناہ میں آچکا ہوں جس کی طرف میں تمہیں بلا رہا ہوں۔ انجام کار ہر پھر کر سب کو اسی خدائے واحد کی طرف جانا ہے۔ وہاں ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ بھگتنا ہوگا اور وہاں پہنچ کر سب کو اپنی زیادتیوں کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ تم اس وقت گو میری باتوں کی قدر نہ کرو لیکن آگے چل کر جب اپنی زیادتیوں کا مزہ چکھو گے اس وقت میری نصیحت کو یاد کرو گے کہ ہاں ایک مرد خدا جو ہم کو سمجھایا کرتا تھا وہ ٹھیک کہتا تھا۔ لیکن اس وقت یاد کر کے پشیمان ہونے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس وقت ندامت وحسرت وافسوس کرو گے لیکن وہ محض بے سود ہوگا۔ مردمومن کے اس خطاب اور صاف گوئی سے فرعونیوں نے جو کچھ پیچ وتاب نہ کھایا ہو وہ کم ہے۔ اس حق پرست کو ڈرانے دھمکانے پر اتر آئے جس پر اس مردمومن نے کہا کہ میں خدا کی حجت تم پر تمام کر چکا اور نصیحت کی بات سمجھا چکا۔ تم نہیں مانتے تو میرا تم سے کچھ مطلب نہیں۔ اب میں اپنے کو بالکلیہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اگر تم مجھے ستانا چاہو گے تو وہی خدا میرا حامی اور ناصر ہے۔ سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں وہ میرا اور تمہارا دونوں کا معاملہ دیکھ رہا ہے۔ کسی کی کوئی حرکت اس پر پوشیدہ نہیں۔ مجھے تمہاری دھمکیوں کی پروانہیں۔ تم اپنی طاقت سطوت حکومت فوج اور کثرت سے کیا ڈراتے ہو۔ میری نظر میں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ حقیقی کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے وہ جو کچھ چاہے گا کرے گا۔ اس طرز بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس مردمومن کی حق گوئی سے فرعون کو یہ خطرہ بھی لاحق ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام سے اس کی حکومت اور سلطنت کی اہم شخصیتیں بھی متاثر ہو چکی ہیں۔ اس لئے وہ اب ان تدبیروں میں لگا ہی ہوا تھا کہ سلطنت کے امراء اور اعلیٰ عہدہ دار جو موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت سے متاثر ہو چکے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے ساتھ ان کی بھی سرکوبی کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو ہجرت کا حکم دے دیا اور ان کا پیچھا کرتے ہوئے فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے غرق آب ہو کر ہلاک ہوا۔ تو اس مردمومن کی تقریر کے خاتمہ پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حق وباطل کی کشمکش کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں جن میں یہ

مومن آل فرعون بھی شامل تھے فرعونیوں کے منصوبوں سے محفوظ رکھا اور کوئی داؤان کا چلنے نہ دیا بلکہ ان کے داؤ پیچ خود انہی پر الٹ پڑے۔ جس نے حق پرستوں کا تعاقب کیا مارا گیا اور قوم کی قوم کا بیڑا بحر قلزم میں غرق ہوا۔ اس طرح اس مرد مومن کو بھی خدا تعالیٰ نے فرعونیوں کے مکر سے بچالیا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ رہتی دنیا تک ہر صبح وشام فرعونیوں کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں اوران سے کہا جاتا ہے کہ بدکارو! تمہاری اصلی جگہ یہی ہے تا کہ ان کے رنج وغم بڑھیں ان کی ذلت وتوہین ہو اور نمونہ کے طور پر اس آنے والے عذاب کا کچھ مزہ چکھتے رہیں یہ عالم برزخ کا حال بیان ہوا۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اسی طرح ہر کافر کے سامنے دوزخ کا اور ہر مومن کے سامنے جنت کا ٹھکانا روزانہ صبح وشام پیش کیا جاتا ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا النار یعرضون علیها غدواً و عشیاً وہ لوگ یعنی فرعونی صبح وشام آگ یعنی جہنم کے سامنے لائے جاتے ہیں تو یہ ثبوت عالم برزخ اور اثبات عذاب قبر میں ایک نص صریح ہے جس کا ذکر احادیث میں بکثرت آیا ہے۔ یہاں حق تعالیٰ نے عذاب کے دو مرحلوں کا ذکر صاف فرمایا ہے۔ ایک کمتر درجہ کا عذاب جو قیامت کے آنے سے پہلے فرعون اور آل فرعون کو برابر دیا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ انہیں صبح و شام جہنم کی آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جسے دیکھ کر وہ لرزتے اور ہول کھاتے رہتے ہیں کہ یہ ہے وہ نار جہنم جس میں آخر کار ہمیں جانا ہے۔ اس کے بعد جب قیامت آ جائے گی اور عالم برزخ ختم ہو کر عالم آخرت شروع ہوگا تو انہیں وہ اصلی اور بڑی سزا دی جائے گی جو ان کے لئے مقرر ہے یعنی وہ اسی نار جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے جس کا نظارہ انہیں قیامت کی گھڑی تک کرایا جاتا رہے گا اور یہ معاملہ صرف فرعون اور آل فرعون ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جیسا کہ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے تمام مجرموں کو موت کی گھڑی سے لے کر قیامت تک یعنی عالم برزخ یا عالم قبر میں برابر وہ انجام بد نظر آتا رہتا ہے جس سے عالم آخرت میں انہیں دوچار ہونا ہے اور اسی طرح تمام نیک لوگ اور صالحین کو وہ انجام خیر نظر آتا رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عالم آخرت میں مہیا کر رکھا ہے۔ بخاری اور مسلم کی صحیح حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص بھی مرتا ہے اسے صبح وشام اس کی آخری قیام گاہ دکھائی جاتی رہتی ہے خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں تو اس وقت جائے گا جب اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تجھے دوبارہ زندہ کر کے اپنے حضور بلائے گا۔

علامہ ابن کثیرؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت مذکورہ سے برزخ میں ارواح پر عذاب ثابت ہوتا ہے باقی ان روحوں کے سبب سے قبور میں جسموں کا بھی معذب ہونا تو اس کا ثبوت احادیث نبوی سے ہوتا ہے اور احادیث اس بات میں بکثرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے عذاب قبر سے بچاویں اور قبر کو ہمارے لئے راحت وآرام کی جگہ بنادیں۔ آمین۔

اب چونکہ یہاں فرعون اور آل فرعون کے لئے عذاب جہنم کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے جہنم میں کفار کا جو جھگڑا چھوٹوں اور بڑوں کے درمیان ہوگا اس کا حال ظاہر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہماری ہر طرح سے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حفاظت ونگرانی فرمایئے اور اپنے ہر معاملہ کو آپ کے سپرد کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ یا اللہ! ایمان واسلام کی برکت سے ہمیں دنیا میں بھی امن وعافیت نصیب فرمایئے۔ اور موت کے بعد عالم برزخ میں بھی راحت نصیب فرمایئے اور پھر آخرت میں اپنی دائمی نعمتوں کی جگہ جانا نصیب فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذْ يَتَحَآجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَٰٓؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

اور جب کہ کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم

أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا إِنَّا كُلٌّ فِيهَآ إِنَّ اللَّهَ

سے آگ کا کوئی جزو ہٹا سکتے ہو۔ وہ بڑے لوگ کہیں گے کہ ہم سب ہی دوزخ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ

قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ

بندوں کے درمیان فیصلہ کرچکا۔ اور جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے جہنم کے مؤکل فرشتوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو

عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوٓا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَٰتِ ۖ قَالُوا بَلَىٰ

کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کردے۔ فرشتے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے تھے (دوزخی کہیں گے کہ ہاں آتے تو رہے تھے۔

قَالُوا فَادْعُوا ۗ وَمَا دُعَٰٓؤُا الْكَٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَٰلٍ ﴿٥٠﴾

فرشتے کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے۔

وَاِذْ اور جب	يَتَحَآجُّوْنَ وہ باہم جھگڑیں گے	فِي النَّارِ آگ (جہنم) میں	فَيَقُوْلُ تو کہیں گے	الضُّعَفٰٓؤُا کمزور	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو		
اسْتَكْبَرُوْا وہ بڑے بنتے تھے	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	لَكُمْ تمہارے	تَبَعًا تابع	فَهَلْ تو کیا	اَنْتُمْ تم	مُّغْنُوْنَ دور کردو گے	
عَنَّا ہم سے	نَصِيْبًا کچھ حصہ	مِّنَ سے۔کا	النَّارِ آگ	قَالَ کہیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اسْتَكْبَرُوْا بڑے بنتے تھے	اِنَّا بیشک ہم
كُلٌّ سب	فِيْهَآ اس میں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	قَدْ حَكَمَ فیصلہ کرچکا ہے	بَيْنَ الْعِبَادِ بندوں کے درمیان	وَقَالَ اور کہیں گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	
فِي النَّارِ آگ میں	لِخَزَنَةِ نگہبان۔داروغہ (جمع) کو	جَهَنَّمَ جہنم	ادْعُوْا تم دعا کرو	رَبَّكُمْ اپنے رب سے	يُخَفِّفْ ہلکا کردے		
عَنَّا ہم سے	يَوْمًا ایک دن	مِّنَ الْعَذَابِ سے۔کا عذاب	قَالُوْا وہ کہیں گے	اَوَ کیا	لَمْ تَكُ نہیں تھے	تَاْتِيْكُمْ تمہارے پاس آتے	
رُسُلُكُمْ تمہارے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ نشانیوں کے ساتھ	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلٰى ہاں	قَالُوْا وہ کہیں گے	فَادْعُوْا تو تم پکارو	وَمَا اور نہ	
دُعٰٓؤُا پکار	الْكٰفِرِيْنَ جمع (کافر)	اِلَّا مگر	فِيْ ضَلٰلٍ گمراہی میں (بے سود)				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ جب وقت آیا تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ یہ انجام تو متکبر فرعون اور اس کے ساتھیوں کا دنیا میں ہوا۔ اور مرنے کے بعد اب عالم برزخ میں حشر تک ان سب کو روزانہ صبح وشام وہ نار جہنم دکھائی جاتی رہے گی جس میں بالآخر ان کو جانا ہے اور جب قیامت قائم ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں یہ حکم صادر فرمائیں گے کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں سمیت اس نار جہنم میں جو سخت ترین عذاب ہے داخل کر دو۔ اب چونکہ عذاب جہنم کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جہنمی جہنم میں داخل ہو کر جہاں اور عذابوں کو برداشت کریں گے وہاں ایک عذاب ان فرعونیوں کو دوسرے جہنمیوں کو آپس کی تکافضیحتی اور لڑائی جھگڑے کا بھی ہوگا۔ دنیا میں عموماً اور

اکثر و بیشتر دو ہی طبقات کے آدمی ہیں۔امیر اور غریب۔ بادشاہ اور رعایا۔ زردار و نادار۔ مالک و مملوک۔ کمزور وطاقتور۔استاد وشاگرد۔گرواور چیلے۔لیڈراور پیشوااوران کے پیچھے چلنے والے غرض ایک گروہ اونچا ہے دوسرا نیچا ہے۔ ایک بالادست ہے تو دوسرا زیردست ہے۔نچلا طبقہ عموماً بالا طبقہ کی برتری کا قائل ہوکراس کا ساتھ دیتا ہے اور بے چوں و چرااس کے ساتھ لگا رہتا ہے اب اگر بالا گروہ واقعی حق پرست ہادی اور مہدی ہے تو پیچھے چلنے والا سارا گروہ ہدایت یافتہ بن جاتا ہے اور اگر پیشوااور رہنما حاکم اور لیڈر گمراہ ہے تو وہ اپنے ساتھ اپنے متبعین کو بھی گمراہ کرتا ہے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن حق و باطل کے فیصلہ کے بعد جب ان تمام گمراہ لیڈروں اور جھوٹے پیشواؤں اور ان کے ساتھ ان کے پیروکاروں کا اجتماع جہنم میں ہوگا تو اس وقت اس بہکی ہوئی رعایا اور نادان چیلوں اور بے عقل پیروؤں کو اپنی غلط روی کا یقین آئے گا اور اپنے پیشواؤں سے مدد کی درخواست کریں گے۔چھوٹے بڑوں سے یعنی تابعداری کرنے والے اور حکم واحکام کے ماننے والے جن کی بڑائی اور برتری کے قائل تھے اور جن کی باتیں دنیا میں تسلیم کیا کرتے تھے اور جن کے کہے ہوئے پر عامل تھے۔ان سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تو تمہارے تابع فرمان رہے جو تم نے کہا ہم بجا لائے۔کفر و گمراہی کے جو احکام بھی تمہاری بارگاہ سے صادر ہوئے تمہاری حکومت اور سرداری کی بناء پر ہم سب کو مانتے رہے جس کی بدولت آج ہم بھی پکڑے گئے اب یہاں ہمارے کچھ تو کام آؤ۔دنیا میں تو تم بڑے طنطنے سے اپنی سرداری ہم پر چلاتے تھے اب یہاں اس آفت میں پھنسے ہیں جو تمہاری ہی بدولت ہم پر آئی ہے تو اب یہاں کچھ تو ہمارے کام آؤ۔ان بیچاروں کو یہ کہنے کی جرأت تو نہ ہوگی کہ تم دوزخ سے ہمیں بالکل بچالو ہاں اتنا ضرور کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے تابع اور پیرو تھے۔آخر بڑوں کو چھوٹوں کی تھوڑی بہت خبر لینی چاہئے۔

دیکھتے نہیں آج ہم کس قدر مصیبت میں ہیں کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ اس مصیبت کا کوئی حصہ ہم سے ہلکا کردو۔اب دنیا میں جو بڑے بنتے تھے اور لیڈری اور پیشوائی کا دم بھرتے تھے۔اس وقت خود بے بس ہوں گے۔دنیوی وجاہت اور اقتدار ان کے پاس نہ ہوگا۔ان کی بڑائی اور تکبر کی قلعی کھل چکی ہوگی وہ جواب دیں گے کہ آج ہم اور تم سب اسی مصیبت میں مبتلا ہیں ہم بھی تو تمہارے ساتھ جل بھن رہے ہیں۔ہمیں جو عذاب ہورہے ہیں وہ کیا کم ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصل کرچکا جو بالکل قطعی اور اٹل ہے اب موقع نہیں رہا کہ کوئی کسی کے کام آئے جب ہم اپنی تکلیف ہی کم نہیں کرسکتے تو تمہارے دکھ میں کیا تخفیف کرسکتے ہیں۔اب تو ہم سب ایک ناؤ میں سوار ہیں۔جو فیصلہ ہونا تھا ہو چکا۔اس میں کمی ناممکن ہے پھر جس طرح دنیا کے جیل خانوں کے نگہبان اور داروغہ اور محافظ سپاہ ہوتے ہیں اسی طرح فرشتے جہنم کے انتظامات پر مسلط ہوں گے۔جب جہنمی چھوٹے اور بڑے' نیچے اور اونچے' کمزور اور قوی' راجہ اور پرجا سب بے کسی کی حالت میں مجبور ہوں گے تو جہنم کے نگران فرشتوں سے سفارش کی درخواست کریں گے کہ تم ہی اپنے رب سے درخواست کرکے کوئی دن تعطیل کا کرا دو جس میں ہم پر سے کچھ تو عذاب ہلکا ہو جایا کرے۔یہاں آیت میں یوما کا لفظ آیا ہے یعنی جہنمی درخواست کریں گے کہ کسی طرح ایک دن کا عذاب ہی ہلکا ہو جائے۔تو اس جگہ دن سے مراد نہ قیامت کا دن ہے اور نہ دنیا کا دن مراد ہے۔ دوزخ میں سورج کا طلوع اور غروب کہاں مفسرین نے لکھا ہے کہ یوماً سے قلیل مدت مراد ہے یعنی کبھی ذرا سی دیر کے لئے تو عذاب ہم سے ہلکا ہو جائے۔جہنم کے نگران اور عذابوں پر مسلط فرشتے ان کو کورا جواب دیں گے بلکہ اور مزید شرمندہ کرنے کے لئے کہیں گے کہ کیا اللہ کے پیغمبر اللہ کے احکام واضحہ لے کر تمہارے پاس نہیں پہنچے تھے۔یعنی اب تم کو معذرت کا کیا موقع ہے کیا تم اللہ کے احکام اور احکام کی

خلاف ورزی کی سزا سے ناواقف تھے کیا قانون الٰہیہ کا تم کو علم نہ ہوا تھا اس وقت ان پیغمبروں کی بات نہ مانی اور انجام کی فکر نہ کی کہ کچھ کام آتا۔ اب موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ کوئی سعی یا سفارش یا خوشامد درآمد کام نہیں دے سکتی بس اب پڑے چیختے چلاتے رہو نہ ہم ایسے معاملات میں سفارش کر سکتے ہیں نہ تمہاری چیخ و پکار سے کوئی فائدہ ہے۔ جہنمی اس سے تو انکار نہ کر سکیں گے کہ رسولوں کے زبانی خدائی احکام دنیا میں نہ پہنچے تھے اس لئے جواباً کہیں گے کہ ہاں احکام تو ضرور پہنچے تھے اس پر فرشتے بطور تشنیع کہیں گے کہ اب تم خود دعا کرو ہم تو تمہاری طرف سے کوئی عرض جناب باری تعالیٰ کی درگاہ میں نہیں کر سکتے۔ بلکہ اب ہم تمہاری ہائے واویلا کا بھی خیال نہیں کریں گے۔ ہم خود تم سے بیزار اور تمہارے دشمن ہیں۔ اور ہم تمہیں بتلائے دیتے ہیں کہ خواہ تم دعا کرو خواہ تمہارے لئے کوئی اور دعا کرے ناممکن ہے کہ تمہارے عذابوں میں کمی ہو۔ کافر کی دعا نامقبول اور مردود ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا **وما دعٰؤا الکفرین الافی ضلل**۔ کافروں کی دعا محض بے اثر ہے تو یہ آخرت کے متعلق ہے کہ جہاں کافروں کی دعاؤں کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ باقی دنیا میں کافر کے مانگنے پر کوئی چیز اللہ تعالیٰ دے دیں وہ دوسری بات ہے اور آیت میں اس کی نفی نہیں جیسے ابلیس کو قیامت تک کی مہلت دے دی۔ یا جیسے دنیا میں مظلوم کافروں کی بھی دعا سنی جاتی ہے تو یہاں اس آیت میں کافر کی دعا کی ناقبولیت کی تصریح قیامت کے دن کی دعاؤں سے ہے۔

اب جس مقصد کے لئے یہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا سنایا گیا اس کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس دنیا میں ہمیں حق پر قائم رکھیں اور حق کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو بھی ہدایت نصیب فرمایئے اور ہمارے بڑوں اور چھوٹوں کو بھی ہدایت عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو اور ہمارے بڑوں اور چھوٹوں کو سب کو عذاب آخرت سے دور رکھئے اور ہم کو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہر اور باطن میں متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! جہنم تو دراصل کافروں ہی کے لئے تیار کی گئی ہے اپنی رحمت سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو عذاب جہنم سے محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! کفار سے جو جہنم میں گرفتار عذاب ہوں گے فرشتے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر نہیں آئے تھے اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلا۔ تم تھے ان کا کہنا نہ ماننے ہی سے تم کو جہنم میں آنا پڑا۔

یا اللہ! آج امت مسلمہ کے ان افراد کے لئے جو اپنے نبی علیہ السلام کا کہنا نہیں مان رہے یہ کتنا بڑا عبرت و نصیحت کا موقع ہے۔

یا اللہ! ہم کو اور امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پکا و سچا تابعدار امتی بنا کر زندہ رہنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہمارے مقتدا اور پیشوا خواہ دینی ہوں یا دنیاوی سب کو ہدایت سے نواز دے اور سب کو اپنے متبعین کو نیک راستہ دکھانے اور نیکی پر چلانے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝۵۱ يَوْمَ

ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (یعنی فرشتے جو کہ اعمال نامے لکھتے تھے) گواہی کیلئے کھڑے ہونگے۔ جس دن

لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝۵۲ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى

کہ ظالموں (یعنی کافروں) کو ان کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی۔ اور ان کیلئے لعنت ہوگی اور ان کیلئے اس عالم میں خرابی ہوگی۔ اور ہم موسیٰ کو ہدایت نامہ (یعنی توریت) دے چکے ہیں۔

الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ۝۵۳ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۵۴

اور (پھر) ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی کہ وہ ہدایت اور نصیحت (کی کتاب) تھی اہل عقل (سلیم) کیلئے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝۵۵

سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے (اس) گناہ کی (جس کو مجازاً گناہ کہہ دیا) معافی مانگیے۔ اور شام و صبح اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ

(اور) جو لوگ بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو خدائی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں ان کے دلوں میں نری بڑائی (ہی بڑائی) ہے

مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۵۶

کہ وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں۔ سو آپ اللہ کی پناہ مانگتے رہیے۔ بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا۔

اِنَّا بیشک ہم	لَنَنْصُرُ ضرور مدد کرتے ہیں	رُسُلَنَا اپنے رسول (جمع)	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	فِيْ میں	الْحَيٰوةِ زندگی	
الدُّنْيَا دنیا	وَيَوْمَ اور جس دن	يَقُوْمُ کھڑے ہونگے	الْاَشْهَادُ گواہی دینے والے	يَوْمَ جس دن	لَا يَنْفَعُ نفع نہ دے گی	الظّٰلِمِيْنَ جمع ظالم	
مَعْذِرَتُهُمْ انکی عذرخواہی	وَلَهُمُ اوران کیلئے	اللَّعْنَةُ لعنت	وَلَهُمْ اوران کیلئے	سُوْٓءُ الدَّارِ برا گھر (ٹھکانا)	وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور تحقیق ہم نے دی		
مُوْسٰى موسیٰ	الْهُدٰى ہدایت	وَاَوْرَثْنَا اور ہم نے وارث بنایا	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	الْكِتٰبَ کتاب توریت	هُدًى ہدایت		
وَذِكْرٰى اور نصیحت	لِاُولِي الْاَلْبَابِ عقل مندوں کیلئے	فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا		
وَاسْتَغْفِرْ اور مغفرت طلب	لِذَنْۢبِكَ اپنے گناہوں کیلئے	وَسَبِّحْ اور پاکیزگی بیان کریں	بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے پروردگار کی تعریف کیساتھ				
بِالْعَشِيِّ شام	وَالْاِبْكَارِ اور صبح	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يُجَادِلُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِيْٓ میں	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	بِغَيْرِ بغیر
سُلْطٰنٍ کسی سند	اَتٰىهُمْ ان کے پاس آئی ہو	اِنْ نہیں	فِيْ میں	صُدُوْرِهِمْ ان کے سینے (دل)	اِلَّا سوائے	كِبْرٌ تکبر	مَا هُمْ نہیں وہ
بِبَالِغِيْهِ اس تک پہنچنے والے	فَاسْتَعِذْ پس آپ پناہ چاہیں	بِاللّٰهِ اللہ کی	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ السَّمِيْعُ وہی سننے والا	الْبَصِيْرُ دیکھنے والا		

تفسیر و تشریح: گذشتہ تین رکوعات میں مسلسل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا جو قصہ سنایا گیا وہ عین ان کے حالات کے مطابق تھا جن حالات میں کہ اس سورۃ کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا۔ اس سورۃ کے ابتدائی درس میں یہ بتلایا جا چکا ہے کہ جن حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی

ہے اس وقت کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اسلام کے خلاف نہ صرف یہ کہ طرح طرح کے الزامات لگائے۔ الٹے سیدھے سوالات کرتے اور بیکار کے جھگڑے اور بحثیں نکالتے اور شکوک و شبہات پیدا کرتے بلکہ اس کی بھی سازشیں ہورہی تھیں کہ معاذ اللہ آپ کو قتل کر کے اس تمام قصہ کی بنیاد ہی کو ختم کر دیں۔ اسی صورت حال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مذکور قصہ سنایا گیا جس میں تین مختلف سبق دیئے گئے۔

اول کفار مکہ کو بتایا گیا کہ تم جو کچھ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنا چاہتے ہو یہی اپنی طاقت کے بھروسے پر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کرنا چاہتا تھا مگر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا اور تکذیب رسول اور عداوت پیغمبر کے باعث بالآخر ہلاکت سے دوچار ہوا تو کیا تم بھی اللہ کے رسول کے ساتھ وہی حرکتیں کر کے اسی انجام بد سے دوچار ہونا چاہتے ہو۔

دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو سبق دیا گیا کہ یہ مخالفین بظاہر کتنے ہی بالادست ہوں اور ان کے مقابلہ میں اہل اسلام خواہ کتنے ہی کمزور اور بے بس ہوں مگر یہ یقین رکھنا چاہئے کہ جس خدا کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے اہل اسلام کھڑے ہوئے ہیں اس خدا کی نصرت آ کر رہے گی اور آج کے فرعونی بھی وہی کچھ دیکھ لیں گے جو گذشتہ فرعونی دیکھ چکے ہیں مگر وہ وقت آنے تک جو ظلم وستم بھی معاندین و مخالفین کی طرف سے آئے اس کو صبر و ہمت اور استقلال کے ساتھ برداشت کرنا ہوگا اور بالآخر کامیابی اور کامرانی اللہ کے رسول اور اُن کے متبعین ہی کو نصیب ہوگی۔

تیسرے اس گروہ کو بھی اس میں سبق دیا گیا کہ جو دلوں میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو مان چکے تھے مگر کفار قریش کی زیادتیوں کے خوف سے خاموشی کے ساتھ اس حق و باطل کی کشمکش کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ انہیں آل فرعون کے مرد مومن کے واقعات سنا کر جتلایا گیا کہ کس طرح اس مرد مومن نے فرعون کے بھرے دربار میں حق کا ساتھ دیا اور ساری مصلحتوں کو ٹھکرا کر حق کا اعلان کیا اور اس کے بعد دیکھ لو کہ فرعون اس مرد مومن کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔

الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ میں فرعونیوں کی بربادی اور موسیٰ علیہ السلام کی سلامتی و کامیابی کا ذکر کرنے کے بعد آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد غیبی کچھ موسیٰ علیہ السلام ہی کے ساتھ موقوف نہ تھی بلکہ وہ اپنے سب رسولوں اور ان کے ماننے والوں کی مدد فرماتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ان کے دشمنوں کو دنیا میں بھی ذلیل ہونا پڑتا ہے اور قیامت کے دن بھی ظالموں کو کوئی عذر و معذرت فائدہ نہ دے گی۔ جب میدان حشر میں اولین وآخرین سب جمع ہوں گے تو حق تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے انبیاء و رسل اور ان کے متبعین کی سربلندی عزت و رفعت کو ظاہر فرمادیں گے۔ یہاں پہلی ہی آیت میں جو یہ فرمایا گیا **انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد** ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی جس میں کہ گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے مراد یوم قیامت ہے۔ اب یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ آیت میں رسولوں اور ان کے متبعین کی مدد کرنے کا خدا کا وعدہ ہے پھر بھی بعض انبیاء مخالفین کے ہاتھوں شہید ہوئے جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام اور بعض انبیاء کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ انہیں خدائے تعالیٰ نے آسمان کی طرف ہجرت کرائی۔ پھر اہل حق بکثرت میدان

جنگ میں شہید بھی ہوئے۔ جنگ احد میں صحابہ کرام نے نقصان اٹھایا۔ یزیدی فوجوں کے ہاتھوں حضرت حسینؓ اور آپ کے رفقاء کو شہادت ملی۔ تو اس آیت کے موافق ہر ایک کو فتحیاب ہونا چاہئے۔ کسی پیغمبر صحابی یا ولی کی شہادت تو ایک طرف رہی کسی کو عارضی شکست بھی نہ ہونا چاہئے تھی۔ ان مذکورہ حالات میں یہ وعدہ پورا کیوں نہیں ہوا؟ اس شبہ کے ازالہ میں مفسرین نے متعدد جوابات دیئے ہیں اور لکھا ہے کہ آیت میں عمومی ضابطہ بیان فرمایا گیا ہے اور پیغمبروں ہی کو اللہ کی طرف سے نصرت ملتی ہے لیکن نصرت الٰہی دو طرح سے حاصل ہوئی ہے ایک تو یہ کہ پیغمبروں پر کافروں کو غالب نہ کیا جائے بلکہ ان کے دشمنوں اور ایذا پہنچانے والوں کو ہلاک کر دیا جائے تو ایسا بھی بکثرت ہوا ہے دوسرے یہ کہ بعض انبیاء کو کافروں کے ہاتھوں شہادت ملی یا ترک وطن کرنا پڑا یا کسی اور طرح سے جدا کیا گیا تو پھر اس قوم پر تباہی بھیجی گئی یعنی بدلہ لیا گیا۔ تو یہ بدلہ لینا بھی نصرت الٰہی ہی کی شکل ہے اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جسے ایذا پہنچانے والوں سے قدرت نے زبردست انتقام نہ لیا ہو چنانچہ بنی اسرائیلیوں نے جب بعض پیغمبروں کو شہید کر دیا تو بنی اسرائیل کے دشمن (بخت نصر وغیرہ) ان پر چڑھ آئے اور اتنی خون ریزی بربادی اور بیخ کنی کی کہ جس کا تصور بھی مشکل ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کے بعد آپ کے مخالف بادشاہ نمرود کو حقیر ترین مخلوق کے ذریعہ سے برباد کیا گیا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی دینے کی کوشش کی تھی مگر حضرت عیسٰیؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو یہودیوں پر مسلط کر دیا اور یہودیوں کی سخت ذلت اہانت اور تباہی و بربادی ہوئی۔ اور اب جب قیامت کے قریب آپ اتریں گے تو دجال کے ساتھ ان یہودیوں کو جو اس کے لشکری ہوں گے قتل کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مسلمانوں کو پیہم فتوحات حاصل ہوئیں یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور کفر کی جڑ اکھڑ گئی۔ اسی طرح حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد مختار ثقفی نے قاتلان حسین اور طرفداران یزید کا تختہ تاراج کر دیا۔ تو یہ ہے خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مدد اور یہی دستور قدرت ہے جو اب تک جاری ہے کہ اللہ اپنے مومن بندوں کی دنیوی امداد بھی فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں سے خود انتقام لے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ اس موقع پر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ انجام کار مومنین قائمین کے مقابلہ میں ان کے دشمنوں کو پست اور ذلیل ہونا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کا انتقام لئے بدوں نہیں چھوڑتا۔ لیکن واضح رہے کہ آیت میں جن مومنین کے لئے وعدہ کیا گیا ہے شرط یہ ہے کہ وہ حقیقی مومن اور رسول کے سچے متبع ہوں جیسا کہ سورۂ آل عمران چوتھے پارہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم سچے مومن ہو اور مومنین کی خصلتیں قرآن میں جا بجا مذکور ہیں۔ تو چاہئے کہ مسلمان اس کسوٹی پر اپنے کو کس کر دیکھ لیں کہ ہم نصرت خداوندی کے کتنے مستحق ہیں۔

الحاصل گذشتہ آیات میں قدرے تفصیلی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالف اور دشمن فرعون اور آل فرعون کی تباہی اور حضرت موسیٰ اور ان کے متبعین کی کامرانی کو بیان فرما کر یہاں ان آیات میں ایک عمومی ضابطہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں اور ان پر ایمان لانے والواں کی دنیا میں بھی مدد کرتا ہے اور آخرت میں بھی مدد فرمائے گا اور ان کے دشمنوں کو دنیا میں بھی ذلیل ہونا پڑتا ہے اور قیامت کے دن ان پر لعنت اور اللہ کی پھٹکار ہو گی۔ تو اس میں تسلی بھی ہے اور پیشگوئی بھی ہے کہ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبع بھی منصور

ہوں گے اور آپ کے دشمن مقہور اور مغلوب ہوں گے اور الحمد للہ دنیا نے اس پیشین گوئی کی حقانیت کو کھلی آنکھوں دیکھ لیا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ سے قبل ہم موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت نامہ یعنی توریت دے چکے ہیں تا کہ دوسرے بنی اسرائیلیوں کو بھی احکام الٰہیہ پہنچ جائیں اور ان کے ہاتھوں میں بھی مکمل حیاۃ دنیوی آ جائے تو اگر چہ احکام الٰہیہ اور کتب سماویہ کی رہنمائی عمومی ہوتی ہے مگر ان سے فائدہ صرف سمجھ دار اور اہل عقل ہی اٹھاتے ہیں اسی طرح قرآن بھی اگر چہ سب لوگوں کے لئے پیام ہدایت ہے مگر نفع اندوز صرف اہل تقویٰ ہی ہوتے ہیں۔ اسی لئے شروع قرآن ہی میں **ذٰلک الکتٰب لاریب فیه هدیً للمتقین** خصوصیت کے ساتھ فرمادیا۔ آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی تسلی رکھئے جو وعدہ آپ کے ساتھ ہے ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ خداوند قدوس دارین میں آپ کو اور آپ کے طفیل میں آپ کے متبعین کو سربلند کرے گا۔ ضرورت اس کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے شدائد و مصائب پر صبر کریں اور جن سے جس درجہ کی تقصیر کا امکان ہو اس کی معافی خدا سے چاہتے رہیں اور ہمیشہ رات دن صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کا قولاً اور فعلاً ورد رکھیں ظاہر و باطن میں اس کی یاد سے غافل نہ ہوں پھر اللہ کی مدد یقینی ہے۔

یہاں آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا **واستغفر لذنبک** اور اپنے گناہ کی معافی چاہئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پیغمبر معصوم تھے آپ کا کوئی گناہ موجود ہی نہ تھا پھر گناہ کی معافی چاہنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ تو علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ یہاں اگر چہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر اس سے مقصود امت کو استغفار کی تلقین دینی ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث و مفسر دہلویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں سو سو بار استغفار کرتے۔ ہر بندے کی تقصیر اس کے موافق ہے اس لئے ہر کسی کو استغفار ضروری ہے۔

الغرض صبر و استغفار اور تسبیح و تحمید کا حکم دے کر آگے منکرین پر رد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور آسمانی کتاب یعنی قرآن کریم اور اس کے پیغمبر کے معجزات و ہدایات میں خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں اور بے سند باتیں نکال کر حق کی آواز کو دبانا چاہتے ہیں ان کے ہاتھ میں کوئی حجت اور دلیل نہیں نہ فی الواقع ان کھلی ہوئی چیزوں میں شک و شبہ کا موقع ہے۔ صرف شیخی اور غرور مانع ہے کہ حق کے سامنے گردن جھکائیں اور پیغمبر کا اتباع کریں۔ وہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پیغمبر سے اوپر ہو کر رہیں اور کسی کے سامنے جھکنا نہ پڑے لیکن یاد رکھیں کہ وہ اس مقصد کو کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ یا پیغمبر کے سامنے سر اطاعت جھکانا پڑے گا ورنہ سخت ذلیل و خوار ہوں گے الحمد للہ کہ اس پیشین گوئی کے موافق کفار مکہ اور مشرکین عرب میں سے جس نے اسلام سے اور پیغمبر اسلام سے انحراف برتا وہ ذلیل و خوار ہی ہوئے تاریخ گواہ ہے کہ مشرکین کا سارا زور بدر کی لڑائی میں ڈھے گیا کفر کے تمام وزنی ستون اس لڑائی میں یا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے یا مسلمانوں کے ہاتھوں میں قیدی بن کر نامرادی کے ساتھ گردن جھکائے نظر آنے لگے۔ قید و بند میں جکڑے ہوئے ذلت و اہانت کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں لائے گئے پھر وہ وقت بھی آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے اور دشمنان رسول گردن پر ہاتھ باندھے ہوئے سامنے لائے گئے اور تمام شرک و کفر اور ہر طرح کی بے ادبیوں سے بیت اللہ کو صاف کر دیا گیا اور بالآخر پورا جزیرۂ عرب قبضۂ رسولؐ میں آ گیا اور پھر آپؐ

کے بعد آپ کے سچے اور پکے متبع صحابہ کرام آپ کے جانشین بنے جنہوں نے خدا کی توحید کی طرف خلق خدا کو بلایا اور جو روڑا راہ میں آیا اسے الگ کیا اور جو خار چمن میں نظر پڑا اسے کاٹ ڈالا۔ گاؤں گاؤں شہر شہر ملک ملک دعوت اسلام پہنچا دی مشرق و مغرب میں اسلامی سلطنت پھیل گئی اور زمین پر اور زمین والوں کے جسموں ہی پر صحابہ کرام نے فتح حاصل نہیں کی بلکہ ان کے دلوں پر بھی فتح حاصل کی اور اسلامی نقوش دلوں میں جما دیئے اور دین محمدی نے زمین کے کونہ کونہ اور چپہ چپہ میں اپنی دعوت پہنچا دی الغرض منکرین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی پیشین گوئی فرما دی گئی کہ یہ جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور اتباع رسول سے انہیں عار آتا ہے اور خود اوروں ہی کو اپنا تابع بنانے کی ہوس رکھتے ہیں لیکن یہ بڑائی ان کو نصیب نہ ہوگی یا تو پیغمبر کے سامنے ان کا سر اطاعت جھکے گا یا پھر ذلیل وخوار ہوں گے۔

اخیر میں فرمایا کہ جب یہ خود بڑائی چاہتے ہیں تو آپ سے یہ حسد وعداوت سب کچھ کریں گے لیکن آپ اندیشہ نہ کیجئے بلکہ ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے رہیئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے اور حقیقت حال سے پورا واقف ہے۔

اب جن باتوں میں منکرین جھگڑتے تھے مثلاً مر کر دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے آنے میں اس کا رد اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پکا اور سچا متبع بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے دنیا میں بھی ہماری نصرت اور امداد فرمائیں اور آخرت میں بھی ہماری مغفرت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے وعدوں پر یقین نصیب فرمائیں اور ہم کو دین کے لئے مشقت اٹھانے میں صبر واستقلال نصیب فرمائیں اور اپنے گناہوں اور تقصیرات پر استغفار کرنا اور دائمی حق تعالیٰ کا ذکر وفکر اور تسبیح وتہلیل کرنا نصیب فرمائیں اور کبر اور بڑائی چاہنا جو کافروں کی خصلت ہے اس سے ہمارے قلوب کو پاک فرما دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۵۷

بالیقین آسمانوں اور زمین کا (ابتداء) پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے لیکن اکثر آدمی (اتنی بات) نہیں سمجھتے

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا

اور بینا نابینا اور (ایک) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور (دوسرے) بدکار باہم برابر نہیں ہوتے تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۵۸ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۵۹

قیامت تو ضرور ہی آکر رہے گی اس (کے آنے) میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں مگر اکثر لوگ نہیں مانتے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ

اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں۔

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۶۰ ع

وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

لَخَلْقُ یقیناً پیدا کرنا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	اَكْبَرُ بہت بڑا	مِنْ سے	خَلْقِ النَّاسِ لوگوں کو پیدا کرنا	وَلٰكِنَّ اور لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ جانتے (سمجھتے) نہیں	وَمَا يَسْتَوِي اور برابر نہیں	الْاَعْمٰى نابینا	وَالْبَصِيْرُ اور بینا		
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے	وَلَا الْمُسِيْٓءُ اور نہ بدکار	قَلِيْلًا بہت کم			
مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ جو تم غور و فکر کرتے ہو	اِنَّ بیشک	السَّاعَةَ قیامت	لَاٰتِيَةٌ ضرور آنے والی	لَا رَيْبَ نہیں شک	فِيْهَا اس میں	وَلٰكِنَّ اور لیکن
اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	وَقَالَ اور کہا	رَبُّكُمُ تمہارے رب نے	ادْعُوْنِيْٓ تم دعا کرو مجھ سے	
اَسْتَجِبْ میں قبول کروں گا	لَكُمْ تمہاری	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَسْتَكْبِرُوْنَ تکبر کرتے ہیں	عَنْ سے	عِبَادَتِيْ میری عبادت
سَيَدْخُلُوْنَ عنقریب وہ داخل ہوں گے	جَهَنَّمَ جہنم	دٰخِرِيْنَ خوار ہو کر				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین حق کا ذکر ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں اور ان پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں تو ان کے ایسا کرنے کی کوئی معقول وجہ ان کے پاس نہیں۔ وہ اپنے اس طور طریقہ کی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ ان پر فقط یہ خبط سوار ہے کہ ہم بڑے بن کر رہیں اور دوسروں کو اپنا تابع بنا کر رکھیں لیکن ان کو یہ بڑائی کبھی نصیب نہ ہوگی بلکہ جلدی ہی وہ ذلیل و خوار ہوں گے۔ اب آگے ان آیات میں ان امور میں منکرین کا رد فرمایا گیا جن امور میں وہ جھگڑتے تھے اور ان کو ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ مثلاً ان کا جھگڑا ایک تو بعث بعد الموت کے متعلق تھا یعنی مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونے کو وہ نہیں مانتے تھے دوسرے قیامت کے متعلق وہ انکار کرتے تھے اور تیسرے توحید کے متعلق ان کا جدال تو مشہور تھا کہ وہ خدا کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے تھے آج بھی ایسے بے بہرہ اور کم فہم موجود ہیں کہ جن کی ساری معلومات حسی دائرہ کے اندر بند ہیں جو چیز ان کے حسی ادراک سے خارج ہو وہ ان کے لئے ناقابل قبول ہے اسی لئے وہ دوسری زندگی کے امکان کو

اچنبھے کی نظر سے دیکھتے ہیں اور قیامت اور اسکی جزا وسزا کو تو حقیقت واقعیہ نہیں جانتے اسی طرح غیر محسوس خدا کی ہستی کا اقرار ان کو بعید از فہم معلوم ہوتا ہے تو قدیم زمانہ کے کفار ومشرکین ہوں یا جدید وقت کے کمیونسٹ دہریئے بے دین ہوں ان کا سرمایہ جدال آخرت وقیامت کا انکار ہے اور بقول ان کے جب قیامت وآخرت کا امکان نہیں تو اخروی جزا وسزا کا کیا امکان اور جب جزا وسزا سے بے نیاز ہو گئے تو خیر وشر اور اچھے برے عمل کی کیا تمیز اور کیا ضرورت اور جب اعمال صالحہ اور فاسدہ کی تمیز ضروری نہیں تو رسالت اور کتب سماویہ اور شریعت الٰہیہ اور خود خدا کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ غرض اس طرح کوتاہ فہم انسان مطلق العنان اور باعث فساد جہان بن کر آزاد رہنا چاہتا ہے۔

الغرض اس وقت کے منکرین نے جو تخلیق ثانی یعنی آخرت کی زندگی اور قیامت کے منکر تھے اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت سے اعراض کر کے شرک کرتے تھے ان کے اس تمام خرافات کی تردید اور عقائد باطلہ کا بطلان ان آیات سے شروع کیا گیا ہے اور پورے اگلے رکوع میں بھی یہی مضمون بیان ہوتا چلا گیا ہے۔ پہلے امکان آخرت کی دلیل بیان فرمائی گئی کفار کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد پھر انسانوں کا دوبارہ جی اٹھنا غیر ممکن ہے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں وہ درحقیقت نادان ہیں۔ اگر عقل سے کام لیں تو یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہ ہو کہ جس خدا نے یہ عظیم الشان کائنات پیدا فرمائی ہے اس کے لئے ایک مرے ہوئے انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل بات ہے۔ انسان اگر غور کرے کہ جب یہ کائنات اور زمین وآسمان کچھ بھی نہ تھے تو پھر یہ سنسار کہاں سے آیا؟ کیسے آیا؟ کون اس کو لایا؟ اور کس طاقت کے ساتھ لایا؟ ان کا مادہ پہلے کیا تھا اور پھر کیا بنا دیا گیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ مادہ کو عدم سے وجود میں لا کر جب ایسی عظیم الشان کائنات کو اللہ نے پیدا کر دیا تو ایک انسان کے موجودہ مادہ کے پراگندہ ذرات کو اکٹھا کر کے جوڑنا اور جیتا جاگتا انسان دوبارہ بنا دینا کیا دشوار ہے یہ تو مشرکین عرب بھی تسلیم کرتے تھے کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا خداوند قدوس ہے تو پھر جس نے اتنی بڑی مخلوق کو پیدا کیا جس کے سامنے مادی حیثیت سے انسان کی کیا حقیقت ہے تو انسانوں کا پہلی بار یا دوسری بار پیدا کر دینا کیا مشکل ہوگا۔ تعجب ہے کہ ایسی صاف بات کو بھی بہت سے لوگ نہیں سمجھتے۔ آگے ارشاد ہے کہ ایک اندھے کو جیسے حق کا سیدھا راستہ نہیں سوجھتا اور وہ خوبصورتی اور بدصورتی میں کوئی فرق نہیں کر سکتا اور سیدھا اور ٹیڑھا راستہ اس کی نظر میں ایک جیسا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ ٹیڑھے راستہ پر چل کر کہیں کھائی اور خندق میں گر کر ہلاک ہو جائے یا کوئی موذی جانور اس کو کاٹ لے یا کوئی درندہ اس کو پھاڑ لے اور ایک آنکھوں والا جو نہایت بصیرت کے ساتھ صراط مستقیم کو دیکھتا اور سمجھتا ہے اور اچھے برے کی تمیز کرتا ہے خوبصورت خوش رنگ اور بدصورت بدرنگ میں امتیاز کر سکتا ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح کیا ایک نیکوکار مومن اور بدکار کافر کا انجام یکساں ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو ضرور ایک دن چاہیئے جب ان کا باہمی فرق کھلے اور دونوں کے علم وعمل کے ثمرات اپنی صورت میں ظاہر ہوں اور اسی کو یوم قیامت کہا جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ یہ منکرین صرف عناد وشرارت سے وجود قیامت کا انکار کرتے ہیں آگے حق تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ قیامت تو ضرور ہی آ کر رہے گی۔ اس کے آنے میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں۔ مگر اکثر لوگ اس کو نہیں مانتے اب قیامت وآخرت کے بعد توحید پر کلام شروع ہو رہا ہے کہ جس میں منکرین جدال اور نزاع کرتے تھے اور خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے اس کے متعلق ارشاد ہے کہ تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ غیروں کو حوائج کے لئے مت پکارو بلکہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست کو قبول کروں گا اور جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں جس میں مجھ سے دعا مانگنا بھی داخل ہے اور غیروں کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں یعنی جو لوگ توحید سے اعراض کر کے شرک کرتے ہیں وہ عنقریب مرنے کے بعد ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (نفع کے) لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور اُسی نے دن کو (دیکھنے کیلئے) روشن بنایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر آدمی (ان نعمتوں کا) شکر نہیں کرتے یہ اللہ ہے تمہارا رب وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾

اسکے سوا کوئی لائق نہیں سو (بعد اثبات توحید کے) تم لوگ شرک کر کے کہاں اُلٹے چلے جارہے ہو۔ اسی طرح وہ (پہلے) لوگ بھی اُلٹے چلا کرتے تھے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

اللہ ہی ہے جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرار گاہ بنایا اور آسمان کو (مثل) چھت (کے) بنایا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا۔

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ

اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں (پس) یہ اللہ ہے تمہارا رب سو بڑا عالی شان ہے اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ وہی زندہ رہنے والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں

اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾

سو تم (سب) خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارا کرو۔ تمام خوبیاں اسی اللہ کیلئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہان کا

اَللّٰهُ اللہ	الَّذِیْ وہ جس نے	جَعَلَ بنائی	لَكُمْ تمہارے لئے	الَّیْلَ رات	لِتَسْكُنُوْا تاکہ تم سکون حاصل کرو	فِیْهِ اس میں	وَالنَّهَارَ اور دن
مُبْصِرًا دکھانے کو	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَذُوْ فَضْلٍ فضل والا	عَلَى النَّاسِ لوگوں پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	
لَا يَشْكُرُوْنَ شکر نہیں کرتے	ذٰلِكُمُ یہ ہے	اللّٰهُ اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار	خَالِقُ پیدا کرنیوالا	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود
اِلَّا هُوَ اس کے سوا	فَاَنّٰى تو کہاں	تُؤْفَكُوْنَ تم اُلٹے پھرے جاتے ہو	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُؤْفَكُ اُلٹے پھر جاتے ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو		
كَانُوْا تھے	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات سے۔ کا	يَجْحَدُوْنَ وہ انکار کرتے	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	جَعَلَ اس کو بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے	
الْاَرْضَ زمین	قَرَارًا قرار گاہ	وَّالسَّمَاۗءَ اور آسمان	بِنَاۗءً چھت	وَّصَوَّرَكُمْ اور تمہیں صورت دی	فَاَحْسَنَ تو بہت ہی حسین		
صُوَرَكُمْ تمہیں صورت دی	وَرَزَقَكُمْ اور تمہیں رزق دیا	مِّنَ سے	الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	ذٰلِكُمُ یہ ہے	اللّٰهُ اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا پروردگار	
فَتَبٰرَكَ سو برکت والا	اللّٰهُ اللہ	رَبُّ پروردگار	الْعٰلَمِيْنَ سارے جہان	هُوَ وہی	الْحَيُّ زندہ رہنے والا	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود
اِلَّا هُوَ سوائے اس کے	فَادْعُوْهُ پس تم پکارو اسے	مُخْلِصِيْنَ خالص کر کے	لَهُ الدِّيْنَ اس کیلئے عبادت	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ کیلئے			
رَبِّ پروردگار	الْعٰلَمِيْنَ سارے جہان						

تفسیر وتشریح: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے لئے استحقاق الوہیت ثابت کرنے کے لئے جابجا اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کا تذکرہ کرتا ہے اور اس کی شان الوہیت کو بیان فرما کر اس کی وحدت اور معبودیت پر استدلال کرتا ہے۔ یہاں ان آیات میں رات اور

دن کو دلیل توحید کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور دن و رات کے فوائد بیان فرما کر اپنی شان ربوبیت کا اظہار فرمایا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے رات و دن بنائے اور ان کا باقاعدگی کے ساتھ آنا اور جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ زمین اور سورج پر ایک ہی خدا حکومت کر رہا ہے پھر یہ شب و روز اور لیل و نہار کا چکر اس نے کیوں بنایا؟ کیا اس سے کوئی اس کا ذاتی مفاد وابستہ ہے نہیں بلکہ اس سارے چکر کی غرض صرف یہ ہے کہ اس کی مخلوق انسان کو فائدہ پہنچے۔ رات کی ٹھنڈ اور تاریکی میں عموماً لوگ سوتے اور آرام کرتے ہیں اور جسمانی راحت حاصل کرتے ہیں۔ دل کو چین و سکون میسر ہوتا ہے بدن اور اعضاء کی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور جب دن ہوتا ہے تو تازہ دم ہو کر اس کے اجالے میں اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس وقت دیکھنے بھالنے اور چلنے پھرنے کے لئے مصنوعی روشنی کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ تو یہ رات اور دن کا الٹ پھیر انسان اور دوسری زمینی مخلوقات کے لئے نفع بخش اور فائدہ مند ہونا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اس خالق اور مالک اور منعم نے یہ سارا نظام کمال درجہ حکمت کے ساتھ اس طرح بنایا ہے کہ وہ اس کی مخلوقات کے لئے نافع ہو۔ تو منعم حقیقی کی حق شناسی یہ تھی کہ قول و فعل اور جان و دل سے اس کا شکر ادا کرتے اس کا احسان مانتے۔ اس کی توحید قبول کرتے۔ نہ کہ الٹا اس سے بغاوت و سرکشی اور شرک و کفر کئے چلے جائیں۔ گویا خدا کے منکر اور اس کے ساتھ شرک کرنے والے انسان کو احساس دلایا گیا کہ خدا نے رات اور دن کی شکل میں یہ کتنی بڑی نعمت ان کو عطا کی ہے اور وہ کتنے بڑے ناشکرے ہیں کہ اس کی اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی کی عبدیت سے باہر قدم نکالتے ہیں اور اس کے سامنے سر نیاز نہیں جھکاتے اور تکبر اور غرور کے بلند دعوے کرتے

ہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہی اللہ جس نے تمہارے لئے سب کچھ پیدا کیا ہے تمہارا رب ہے اور وہی ہر چیز کا خالق ہے اور مالک و منعم ہے۔ رات اور دن کی سب نعمتیں اس کی طرف سے مانتے ہو تو بندگی بھی صرف اسی کی ہونی چاہئے۔ تم اس مقام پر پہنچ کر کہاں بھٹک جاتے ہو کہ مالک حقیقی تو کوئی ہو اور بندگی کسی کی کی جائے۔ تم کو یہ الٹی پٹی کون پڑھا رہا ہے کہ جو نہ خالق ہیں نہ پروردگار وہ تمہاری عبادت کے مستحق ہیں؟ اس ایک واحد ذات اللہ کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ مالک ہے تو اے اللہ کی توحید میں جدال کرنے والے بیوقوفو تمہارے یہ گمراہ کن پیشوا اور یہ نافہم لیڈر اور یہ کوتاہ بین سردار تمہاری زندگی کے رخ کو کس کی طرف گھما رہے ہیں اور تم کو کہاں لئے جا رہے ہیں۔ پہلے کے مشرکین بھی اسی طرح بہکے اور بے دلیل و حجت غیر خدا کی عبادت کرنے لگے۔ خواہش نفسانی کو سامنے رکھ کر دلائل الٰہیہ کی تکذیب کی اور جہالت کو آگے رکھ کر بہکتے اور بھٹکتے رہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تو ذات ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے قرار گاہ بنایا یعنی ٹھہری ہوئی اور فرش کی طرح بچھی ہوئی کہ اس پر تم اپنی زندگی گزارو آؤ جاؤ چلو پھرو پہاڑوں کو اس زمین پر میخوں کی طرح گاڑ کر اسے ہلنے جلنے سے محفوظ کر دیا پھر اسی زمین کے لئے آسمان کو مثل چھت کے بنا دیا جو ہر طرح محفوظ ہے۔ یعنی تمہارے پیدا کرنے سے پہلے تمہارے لئے کس قدر محفوظ اور پرامن جائے قیام مہیا کی پھر تمہیں پیدا کیا۔ تو اس طرح کہ بہترین صورت عطا فرمائی اور نہایت موزوں جسم اور اعضا عطا کئے۔ یہ سڈول بدن یہ خوبصورت چہرہ یہ موزوں قامت اور یہ مناسب اعضا یہ دیکھنے والی آنکھ یہ سننے والے کان یہ بولتی ہوئی زبان اور یہ بہترین صلاحیتوں کا دماغ تم خود بنا کر نہیں لے آئے تھے نہ تمہارے ماں باپ نے

3 انہیں بنایا تھا نہ کسی دیوی دیوتا اور تمہارے فرضی معبود میں یہ طاقت تھی کہ انہیں بنا تا ان کا بنانے والا وہی ایک حکیم ورحیم اور قادر مطلق ہے پھر تمہیں پیدا کر کے نفیس اور بہترین چیزیں کھانے پینے کو دیں یہ پانی یہ غلے یہ ترکاریاں یہ پھل یہ میوے یہ دودھ یہ گوشت یہ شہد یہ نمک اور مرچ مسالے اور یہ بے شمار اشیاء آخر یہ کس نے زمین پر مہیا کیں اور کس نے یہ انتظام کیا کہ غذا کے یہ بے حساب خزانے زمین سے پے در پے نکلتے چلے آ ئیں اور ان کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے نہ پائے کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ تمہارا پیدا کرنے والا صرف خالق ہی نہیں رازق اور رب رحیم بھی ہے۔ تو پیدا اس نے کیا۔ بسایا اس نے کھلایا پلایا اس نے پہنایا اڑھایا اس نے ۔ پس صحیح معنیٰ میں خالق و رازق وہی رب العالمین ہے جو تمہارا بھی رب ہے اور سارے جہان کا رب بھی وہی ہے جو بابرکت ہے۔ بلندی پاکیزگی برتری اور بزرگی والا ہے۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت وفنا نہیں وہی اول اور آخر ظاہر و باطن ہے۔ اس کا کوئی وصف کسی دوسرے میں نہیں۔ اس کا نظیر اور عدیل کوئی نہیں تو تمہیں چاہیئے کہ اس کی توحید کو مانتے ہوئے اس سے دعائیں کرتے رہو اس کی عبادت میں مشغول رہو۔ اپنی حاجات میں اسی کو پکارو۔ تمام تر تعریفوں اور حمدوں کا مالک و مستحق اللہ رب العالمین ہی ہے۔

غور کیجئے کہ مسئلہ توحید باری تعالیٰ کیسے موثر اور لاجواب عقلی دلائل سے ثابت فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ توحید کی حقیقت ہم سب کو نصیب فرمائیں اور اپنی نعمتوں کی سچی قدردانی اور صحیح شکرگزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ کفران نعمت کی خصلت سے ہم سب کو بچایئے اور جو یہ جسم و جان و زندگی ہم کو جو آپ نے عطا فرمائی ہے اس کو اپنی مرضیات و طاعت وعبادت میں لگائے رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ بیشک ہمارے خالق ورازق اور مربی آپ ہی ہیں یا اللہ اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر ہم کو زندہ رکھئے اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ

آپ (ان مشرکوں کوسنانے کیلئے) کہہ دیجئے کہ مجھ کواس سے ممانعت کردی گئی ہے کہ میں اُن (شرکاء) کی عبادت کروں جن کو خدا کے سوا تم پکارتے ہو۔جبکہ میرے پاس

رَّبِّیْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

میرے رب کی نشانیاں آچکیں۔اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں (صرف) رب العالمین کے سامنے گردن جھکاؤں۔وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا

نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر تا کہ تم

شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

بوڑھے ہوجاؤ اور کوئی کوئی تم میں سے پہلے ہی مرجاتا ہے۔اور تا کہ تم سب (اپنے اپنے) وقت مقرر تک پہنچ جاؤ اور تا کہ تم لوگ سمجھو۔

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔پھر جب وہ کسی کام کو پورا کرنا چاہتا ہے سو بس اس کی نسبت فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

قُلْ آپ فرمادیں	اِنِّیْ بیشک میں	نُهِیْتُ مجھے منع کردیا گیا ہے	اَنْ اَعْبُدَ کہ پرستش کروں میں	الَّذِیْنَ وہ جن کی	تَدْعُوْنَ تم پوجا کرتے ہو		
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	لَمَّا جب	جَآءَنِیَ وہ میرے پاس آگئیں	الْبَیِّنٰتُ کھلی نشانیاں	مِنْ رَّبِّیْ میرے رب سے	وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا		
اَنْ اُسْلِمَ کہ میں اپنی گردن جھکا دوں	لِرَبِّ پروردگار کیلئے	الْعٰلَمِیْنَ تمام جہان	هُوَ الَّذِیْ وہ جس نے	خَلَقَكُمْ پیدا کیا تمہیں			
مِنْ تُرَابٍ مٹی سے	ثُمَّ پھر	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	ثُمَّ پھر	مِنْ عَلَقَةٍ لوتھڑے سے	ثُمَّ پھر	یُخْرِجُكُمْ تمہیں نکالتا ہے وہ	
طِفْلًا بچہ سا	ثُمَّ پھر	لِتَبْلُغُوْٓا تاکہ تم پہنچو	اَشُدَّكُمْ اپنی جوانی	ثُمَّ پھر	لِتَكُوْنُوْا تاکہ تم ہوجاؤ	شُیُوْخًا بوڑھے	وَمِنْكُمْ اور تم میں سے
مَّنْ یُّتَوَفّٰی جو فوت ہوجاتا ہے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَلِتَبْلُغُوْٓا اور تاکہ پہنچو تم	اَجَلًا مُّسَمًّی وقتِ مقررہ	وَّلَعَلَّكُمْ اور تاکہ تم			
تَعْقِلُوْنَ سمجھو	هُوَ الَّذِیْ وہی ہے جو	یُحْیٖ زندگی عطا کرتا ہے	وَیُمِیْتُ اور مارتا ہے	فَاِذَا پھر جب	قَضٰٓی وہ فیصلہ کرتا ہے	اَمْرًا کسی امر	
فَاِنَّمَا تو اسکے سوا نہیں	یَقُوْلُ لَهٗ وہ کہتا ہے اس کیلئے	كُنْ تو ہوجا	فَیَكُوْنُ سو وہ ہوجاتا ہے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات سے اثبات توحید اور رد شرک کا مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔اسی سلسلہ میں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ مشرکین خود اپنے ہی شرک پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ آپ کو بھی شرک کی دعوت دیتے ہیں۔آپ ان مشرکین سے صاف کہہ دیجئے کہ مجھے اس کی ممانعت کردی گئی ہے کہ میں ان چیزوں کی پرستش کروں جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو۔میرے پاس میرے پروردگار کی طرف سے اس معاملہ میں صاف احکام اور دلائل عقلیہ ونقلیہ آچکے ہیں اور مجھے شرک سے قطعاً ممانعت کردی گئی ہے اور مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں صرف پروردگار عالم رب العالمین کی عبادت کروں اور اسی کے سامنے اپنے سر کو جھکاؤں لہٰذا میں تمہاری درخواست کسی طرح منظور نہیں کرسکتا۔اے شرک کی دعوت دینے

والو! دیکھو میرا خدا تو وہ ہے جس نے اول تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر آگے ان کی نسل کو نطفہ سے چلایا جو رحم مادر میں جا کر خون کے لوتھڑے میں تبدیل ہو جاتا ہے اور پھر تم کو ماں کے پیٹ سے بچہ ہونے کی حالت میں نکالتا ہے پھر وہ تم کو بڑھاتا ہے تاکہ تم اپنی پوری قوت کو پہنچ جاؤ گویا بچپن سے جوان بناتا ہے پھر تم کو اور زندہ رکھ کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ تم بوڑھے ہو جاتے ہو اور کچھ تم میں سے وہ بھی ہوتے ہیں جو اس سے پہلے ہی لے لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ کسی کو جوانی میں موت آ جاتی ہے اور کسی کو بچپن میں۔ بہرحال سب کو ایک مدت معین اور لکھے ہوئے وعدہ تک پہنچنا ہے تاکہ اس میعاد معین پر پہنچ کر تم کو موت دے دی جائے اس میعاد معین سے پہلے ساری دنیا بھی مل کر کسی کو مارنا چاہے تو نہیں مار سکتی اور مقررہ وقت آ جانے کے بعد دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی کسی کو زندہ رکھنا چاہیں تو نہیں کر سکتیں اور یہ سب کچھ اس لئے کیا اور زندگی کے مختلف مراحل سے تم کو گزارا کہ تم ان امور میں غور کر کے خدا تعالیٰ کی توحید کو سمجھو کہ وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمہاری حیات و ممات کا سرشتہ اسی قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے۔ تو جب تمہاری موت و حیات پر کوئی اور حکمران نہیں تو بندگی و عبادت کا مستحق کوئی دوسرا کیسے ہو گیا۔ پھر مارنے اور جلانے ہی پر کچھ منحصر نہیں وہ ہر کام کو جب وہ کوئی بات طے کر چکتا ہے تو بس اس کی نسبت اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے یعنی کسی کام کے ہونے میں صرف اس کے ارادہ کی دیر ہے جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتا ہے اس کے لئے اس کو کوئی انتظام اور اہتمام نہیں کرنا پڑتا۔ پس جبکہ خدا کی یہ صفت ہے اور یہ صفات کسی اور میں نہیں تو تمہیں کب زیبا ہے کہ تم اس کے لئے شریک ٹھہراؤ اور خود بھی شرک کرو اور دوسروں کو بھی شرک کی دعوت دو۔ یہ ہرگز زیبا نہیں تو گویا یہاں انسان کو خود اس کی اپنی پیدائش اور موت و حیات کو جتلا کر توحید باری تعالیٰ کی طرف دعوت دی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی پیدائش اور موت و حیات کا مسئلہ اللہ کی قدرت کی کھلی ہوئی نشانیوں میں سے ہے۔ انسان اگر عقل سے کام لے تو اس نشانی کے ذریعہ اللہ کو پہچان سکتا ہے اور اس کی توحید کا مقر اور معترف ہو سکتا ہے۔ صحیح احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ صرف انسان کی پیدائش ہی میں خدا کی قدرت کے اس قدر نمونے ہیں کہ اور مخلوقات کے سوا انسان اپنی ہی پیدائش کو نظر غور سے دیکھے تو خدا کی ذات اور قدرت کا پورا یقین ہو سکتا ہے اگر غور کیا جائے تو فقط نطفہ کے رحم میں ٹھہرنے سے بچہ کے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تک ایسے قدرت کے نمونے ہیں جن کا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ نطفہ سے خون بننا اور پھر خون کا گوشت پھر اس گوشت سے ہڈیاں پھر ان ہڈیوں کے اوپر گوشت کا غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ چار مہینہ میں یہ سب کچھ ہو کر اس پتلے میں اللہ کے حکم سے روح پھونکی جاتی ہے۔ اللہ کے حکم سے عورت کے رحم پر جو فرشتہ تعینات ہے وہ نطفہ سے خون اور خون سے گوشت بننے کے وقت تک اللہ کا حکم حاصل کرتا رہتا ہے اگر حکم ہوتا ہے تو پورا پتلا تیار ہوتا ہے ورنہ حمل ساقط ہو جاتا ہے گوشت سے جب پتلا بننے لگتا ہے تو فرشتہ یہ بھی پوچھتا ہے کہ یا اللہ لڑکے کا پتلا تیار ہو گا یا لڑکی کا۔ خدا کے حکم کے موافق وہ فرشتہ عمل کرتا ہے اسی وقت یہ چار باتیں بھی لکھی جاتی ہیں کہ اس بچہ کی عمر کتنی ہوگی تمام عمر کتنا رزق ملے گا اور وہ رزق کس طرح حاصل کرے گا اور تمام عمر کیسے عمل کرے گا اور پھر خاتمہ کس طرح کے عمل پر ہوگا۔ اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔ اسی کے موافق مرنے کے وقت آدمی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اب باوجود اس طرح سمجھانے کے پھر بھی مشرک اگر اپنی ہٹ دھرمی سے شرک پر قائم رہے تو پھر اس کو اس جرم کی کیا سزا ملے گی یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۝۶۹ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ

کیا آپ نے ان لوگوں (کی حالت) کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ (حق سے) کہاں پھرے چلے جارہے ہیں۔ جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن) کو جھٹلایا

وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۷۰ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ

اور اس چیز کو بھی جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دیکر بھیجا تھا سو ان کو ابھی (یعنی قیامت میں جو قریب ہے) معلوم ہوا جاتا ہے۔ جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے

يُسْحَبُوْنَ ۝۷۱ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝۷۲ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

اور زنجیریں ان کو گھسیٹتے ہوئے۔ کھولتے پانی میں لے جاویں گے پھر یہ آگ میں جھونک دیے جاویں گے پھر ان سے پوچھا جاوے گا کہ (وہ معبود) غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم

تُشْرِكُوْنَ ۝۷۳ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَـيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ

شریک (خدائی) ٹھہراتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ وہ تو سب ہم سے غائب ہوگئے بلکہ ہم اس کے قبل کسی کو نہیں پوجتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح

يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۴ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے۔ یہ (سزا) اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور اس کے بدلہ میں تم اتراتے تھے۔

تَمْرَحُوْنَ ۝۷۵ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۷۶ فَاصْبِرْ

جہنم کے دروازوں میں گھسو (اور) ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو سو متکبرین کا وہ برا ٹھکانہ ہے۔ تو آپ (چندے) صبر کیجئے

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا

بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جس (عذاب) کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دیدیں سو ہمارے ہی

يُرْجَعُوْنَ ۝۷۷ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ

پاس انکو آنا ہوگا۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں سے بعضے تو وہ ہیں کہ ان کا قصہ ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعضے وہ ہیں

مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

جن کا ہم نے آپ سے قصہ بیان نہیں کیا۔ اور کسی رسول سے یہ نہ ہوسکا کہ کوئی معجزہ بدون اذن الٰہی کے ظاہر کرسکے۔

فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۷۸ ع

پھر جس وقت اللہ کا حکم آویگا ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہوجاوے گا۔ اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جاویں گے۔

اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا تم نے	اِلٰی طرف	اَلَّذِیْنَ جو لوگ	یُجَادِلُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِیْ میں	اٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	اَنّٰی کہاں

يُصْرَفُوْنَ پھرے جاتے ہیں	الَّذِيْنَ جو لوگوں نے	كَذَّبُوْا جھٹلایا	بِالْكِتٰبِ کتاب کو	وَبِمَآ اور اس کو جو	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	بِهٖ اس کے ساتھ	
رُسُلَنَا اپنے رسول	فَسَوْفَ پس جلد	يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے	اِذِ جب	الْاَغْلٰلُ طوق (جمع)	فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ان کی گردنوں میں		
وَ اور	السَّلٰسِلُ زنجیریں	يُسْحَبُوْنَ وہ گھسیٹے جائیں گے	فِي الْحَمِيْمِ کھولتے ہوئے پانی میں	ثُمَّ پھر	فِي النَّارِ آگ میں		
يُسْجَرُوْنَ وہ جھونک دیئے جائیں گے	ثُمَّ پھر	قِيْلَ کہا جائے گا	لَهُمْ ان کو	اَيْنَ کہاں	مَا كُنْتُمْ جن کو تم تھے	تُشْرِكُوْنَ شریک کرتے	
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	قَالُوْا وہ کہیں گے	ضَلُّوْا وہ گم ہوگئے	عَنَّا ہم سے	بَلْ بلکہ	لَمْ نہیں	نَكُنْ نَّدْعُوْا پکارتے تھے ہم	
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	شَيْئًا کوئی چیز	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُضِلُّ گمراہ کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	ذٰلِكُمْ یہ	بِمَا اس کا بدلہ جو
كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ تم خوش ہوتے تھے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق	وَبِمَا اور بدلہ اس کا جو	كُنْتُمْ تم تھے	تَمْرَحُوْنَ اتراتے		
اُدْخُلُوْا تم داخل ہو جاؤ	اَبْوَابَ دروازے	جَهَنَّمَ جہنم	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے کو	فِيْهَا اس میں	فَبِئْسَ سو برا	مَثْوَى ٹھکانا	
الْمُتَكَبِّرِيْنَ تکبر کرنے (بڑا بننے) والوں کا	فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	فَاِمَّا پس اگر		
نُرِيَنَّكَ ہم آپکو دکھادیں	بَعْضَ بعض (کچھ حصہ)	الَّذِيْ وہ جو	نَعِدُهُمْ ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں	اَوْ یا	نَتَوَفَّيَنَّكَ ہم آپکو وفات دیدیں		
فَاِلَيْنَا پس ہماری طرف	يُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجے	رُسُلًا بہت سے رسول	مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے			
مِنْهُمْ ان میں سے	مَّنْ جو۔جن	قَصَصْنَا ہم نے حال بیان کیا	عَلَيْكَ آپ پر۔سے	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَّنْ جو۔جن		
لَّمْ نَقْصُصْ ہم نے حال نہیں بیان کیا	عَلَيْكَ آپ پر۔سے	وَمَا كَانَ اور نہ تھا	لِرَسُوْلٍ کسی رسول کیلئے	اَنْ کہ	يَّاْتِيَ وہ لائے		
بِاٰيَةٍ کوئی نشانی	اِلَّا مگر۔بغیر	بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے	فَاِذَا سو جب	جَآءَ آگیا	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	قُضِيَ فیصلہ کردیا گیا	
	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَ اور	خَسِرَ گھاٹے میں رہ گئے	هُنَالِكَ اس وقت	الْمُبْطِلُوْنَ اہل باطل		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں انسان کی پیدائش اور اس کی موت و حیات کو سمجھا کر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات اور شرک کا رد فرمایا گیا تھا۔ اب باوجود ایسی صاف اور صریح دعوت کے اور دلائل توحید باری تعالیٰ کے جو لوگ راہ حق سے فرار اختیار کرتے ہیں اور توحید کو قبول نہ کر کے کفر و شرک پر جمے رہتے ہیں اور اللہ کے کلام میں ناحق حجتیں نکالتے ہیں اور اللہ کے رسول کو جھٹلاتے ہیں تو ان کی اس تکذیب کا نتیجہ اور ان کا انجام ان آیات میں ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ مدعی شرک اور منکرین توحید جو خود بھی شرک کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی شرک کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ لوگ کہاں اور کیسے برے راستہ کی طرف پھرے جا رہے ہیں کہ جو کتب الٰہیہ کو جھٹلاتے ہیں اور جو پیغام و تعلیم اللہ کے رسول لائے اس کا بھی انکار کرتے ہیں تو اس سرکشی اور انکار کا نتیجہ ان کو آگے چل کر معلوم ہو جائے گا جبکہ طوق ان کی گردنوں میں پڑے ہوں گے اور ان میں زنجیریں بندھی ہوں گی جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو ان مجرمین و مکذبین کو گھسیٹے گھسیٹے پھر رہے ہوں گے اور کبھی حمیم میں اور کبھی جحیم میں گرم کھولتے ہوئے پانی میں سے گھسیٹے جائیں گے اور آگ جہنم میں جھلسائے جائیں گے اور طرح طرح کے عذاب دیئے جائیں گے پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ آج تمہارے وہ معبود اور دیوتا کہاں گئے جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے اب وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے وہ مشرکین جواب دیں گے کہ وہ تو ہم سے سب غائب ہو گئے بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ ہم اس سے قبل جو دنیا میں بتوں کو پوجتے تھے تو اب معلوم ہوا کہ وہ درحقیقت لاشی محض تھے اور ہم دراصل کسی کو بھی نہ پوجتے تھے یہ کہنا ان کا ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی شخص تجارت میں نقصان اٹھا دے اور اس سے پوچھا جائے کہ تم فلاں مال کی تجارت کیا کرتے

ہوا اور وہ کہے کہ میں تو کہیں کی تجارت نہیں کرتا یعنی اس کا ثمرہ حاصل نہ ہو تو یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا وہ عمل ہی نہ ہوا۔ اس پر آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کافروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے کہ جس چیز کے لاشئ اور غیر نافع ہونے کا وہاں یعنی قیامت میں خود مشرکین اقرار کریں گے آج یہاں دنیا میں ان کی عبادت میں مشغول ہیں الغرض ان مشرکین ومنکرین ومکذبین سے کہا جائے گا کہ تم جو زمین پر ناجائز طور پر خوشیاں مناتے تھے اور اترایا کرتے تھے اور بلاوجہ اینڈتے اور اکڑتے پھرتے تھے تو دیکھ لو یہ ہے اس ناحق کی شیخی غرور اور تکبر کا انجام۔ لو اب جہنم میں پڑے رہو اور تم جیسے اینٹھنے والوں کی یہی بدمنزل اور بری جائے قرار ہے۔ جس قدر دنیا میں تکبر کیا تھا اتنا ہی ذلیل وخوار آج بنو گے اور اس جگہ سے تم کو کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

اب جب اللہ اور رسول اور قرآن کے نہ ماننے والوں کا حشر اور ان کا انجام بدسنا دیا گیا تو اب کلام کا رخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیرا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی ڈھٹائی کا یہ حال ہے کہ لاکھ سناؤ ایک نہیں سنتے تو آپ صبر کیجئے خدا کا وعدہ ضرور سچا ہے اور جو کچھ اس نے کہہ دیا ہے کہ وہ ضرور ہو کر رہے گا اور ان منکرین کو ضرور سزا دے گا اور ان پر عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اب خواہ یہ وعدہ آپ کی حیاۃ اور موجودگی میں پورا ہو یا آپ کی وفات کے بعد بہر حال یہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے سب کا انجام ہمارے ہاتھ میں ہے۔ سب کو ہمیں سے واسطہ پڑتا ہے۔ مر کر بھی ہمارے ہی پاس آئیں گے۔ چھٹکارا کسی صورت سے نہیں۔ پھر مشرکین ومکذبین یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ اگر آپ سچے ہیں اور جس عذاب کی دھمکیاں آپ دیتے ہیں تو آپ اس عذاب کو لے کیوں نہیں آتے؟ اس کے جواب میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے اور خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول دنیا میں بھیجے ہیں جن میں سے بعض کا تفصیلی یا اجمالی حال آپ سے بیان کر دیا اور بعض کا نہیں تو ان تمام رسولوں میں کسی رسول کو یہ بات حاصل نہ تھی کہ وہ کوئی نشانی عذاب ہو یا غیر عذاب از خود لے آئے اور امت کی ہر فرمائش پوری کر سکے ہاں جو نشانیاں رسول لائے تھے خدا کے حکم اور اجازت سے لائے تھے تو آپ تسلی رکھئے جس وقت خدا کا حکم یعنی عذاب آئے گا اس وقت صحیح فیصلہ ہو جائے گا اور اس موقع پر اہل باطل سراسر گھاٹے میں رہیں گے۔ کیونکہ اس وقت انہیں اپنے زعم باطل کی غلطی معلوم ہو گی مگر اس کی تلافی پر ان کو قدرت نہ ہوگی تو مقصد یہ کہ لوگوں کو چاہئے کہ اس وقت سے پہلے ہی اپنے خیالات اور اوہام باطلہ کی اصلاح کر لیں اور خسارہ سے بچ جائیں۔

اب آگے خاتمہ کی آیات میں پھر توحید کی دلیل اور پھر اس کے انکار پر توبیخ اور پھر مشرکین امم سابقہ کا حال یاد دلا کر تہدید فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہم کو جو کچھ احکام الٰہیہ اور پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر ایمان ویقین کے ساتھ عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیں اپنی اور اپنے رسول پاک کی نافرمانی سے ہم کو بچالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں توحید کی حقیقت کے ساتھ زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت کی ناکامی اور خسارہ سے ہم سب کو اور امت مسلمہ کو بچائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے مواشی بنائے تا کہ ان میں بعض سے سواری لو اور ان میں بعض (ایسے ہیں کہ ان) کو کھاتے بھی ہو۔ اور تمہارے لئے اُن میں اور بھی بہت فائدے ہیں

وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَیُرِیْكُمْ

اور (اس لئے بنائے) تا کہ تم ان پر اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے اور ان پر (بھی) اور کشتی پر (بھی) لدے لدے پھرتے ہو اور تم کو اپنی اور

اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ

بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے سو تم اللہ تعالیٰ کی کون کونسی نشانیوں کا انکار کرو گے۔ کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (مشرک) لوگ

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ

ان سے پہلے ہو گذرے ہیں اُن کا کیسا انجام ہوا (حالانکہ) وہ لوگ ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور نشانیوں میں (بھی) جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا

بڑھے ہوئے تھے سو ان کی کمائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئی۔ غرض جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے (اس) علم (معاش) پر

عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا

بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا۔ اور ان پر وہ عذاب آپڑا جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ

تو کہنے لگے (اب) ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے سو اُن کو ان کا یہ ایمان لانا نافع نہ ہوا

لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے۔

اَللّٰهُ الله	الَّذِیْ وہ جس نے	جَعَلَ بنائے	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاَنْعَامَ چوپائے	لِتَرْكَبُوْا تا کہ تم سوار ہو	مِنْهَا ان سے	وَمِنْهَا اور ان سے
تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِیْهَا ان میں	مَنَافِعُ بہت سے فائدے	وَلِتَبْلُغُوْا اور تا کہ تم پہنچو	عَلَیْهَا ان پر	حَاجَةً حاجت	
فِیْ صُدُوْرِكُمْ تمہارے سینوں (دلوں) میں	وَعَلَیْهَا اور ان پر	وَ اور	عَلَى الْفُلْكِ کشتیوں پر	تُحْمَلُوْنَ لدے پھرتے ہو			
وَیُرِیْكُمْ اور وہ دکھاتا ہے تمہیں	اٰیٰتِهٖ اپنی نشانیاں	فَاَیَّ تو کن کن	اٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ کی نشانیوں کا	تُنْكِرُوْنَ تم انکار کرو گے			
اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا پس کیا وہ چلے پھرے نہیں	فِی الْاَرْضِ زمین میں	فَیَنْظُرُوْا تو وہ دیکھتے	كَیْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام		
الَّذِیْنَ ان لوگوں کا جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل	كَانُوْا وہ تھے	اَكْثَرَ بہت زیادہ	مِنْهُمْ ان سے	وَاَشَدَّ اور بہت زیادہ	قُوَّةً قوت	
وَّاٰثَارًا اور آثار	فِی الْاَرْضِ زمین میں	فَمَا سو نہ	اَغْنٰى وہ کام آیا	عَنْهُمْ اُن کے پاس	مَا جو	كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ وہ کماتے (کرتے) تھے	

فَلَمَّا پھر جب	جَآءَتْهُمْ انکے پاس آئے	رُسُلُهُمْ انکے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کیساتھ	فَرِحُوْا بِمَا خوش ہوئے (اترانے لگے اس پر جو)			
عِنْدَهُمْ ان کے پاس	مِّنَ الْعِلْمِ علم سے	وَحَاقَ اور گھیر لیا	بِهِمْ انہیں	مَّا جو وہ	كَانُوْا تھے	بِهٖ اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے
فَلَمَّا پھر جب	رَاَوْا انہوں نے دیکھا	بَاْسَنَا ہمارا عذاب	قَالُوْٓا وہ کہنے لگے	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَحْدَهٗ وہ واحد	
وَكَفَرْنَا اور ہم منکر ہوئے	بِمَا وہ جس	كُنَّا ہم تھے	بِهٖ اس کے ساتھ	مُشْرِكِيْنَ شریک کرتے	فَلَمْ يَكُ تو نہ ہوا	يَنْفَعُهُمْ ان کو نفع دیتا	
اِيْمَانُهُمْ ان کا ایمان	لَمَّا رَاَوْا جب انہوں نے دیکھ لیا	بَاْسَنَا ہمارا عذاب	سُنَّتَ اللّٰهِ اللہ کا دستور	الَّتِيْ وہ جو	قَدْ خَلَتْ گزر چکا ہے		
فِيْ عِبَادِهٖ اس کے بندوں میں	وَخَسِرَ اور گھاٹے میں رہ گئے	هُنَالِكَ اس وقت	الْكٰفِرُوْنَ کافر (جمع)				

تفسیر وتشریح: یہ سورۂ مومن کی آخری آیات ہیں گذشتہ سے اثبات توحید اور رد شرک کا مضمون بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ ان آیات میں بھی پہلے توحید کی دلیل دی گئی۔ پھر اس کے انکار پر ڈرایا گیا اور گذشتہ امتوں کے منکرین ومکذبین کا حال بیان فرما کر موجودہ منکرین کو اس انجام بد سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو خدا وہ ہے کہ جس نے انسانوں کے لئے مویشی بنائے جن سے انسان طرح طرح کے کام اور نفع حاصل کرتے ہیں۔ سواریوں کے کام میں بھی آتے ہیں۔ ان کے گوشت بھی کھائے جاتے ہیں۔ مثلاً اونٹ سواری کا کام بھی دیتا ہے بار برداری بھی کرتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور دودھ بھی پیا جاتا ہے گائے بیل گوشت کھانے کے کام میں بھی آتے ہیں دودھ بھی دیتے ہیں۔ ہل میں بھی جوتے جاتے ہیں۔ بھیڑ بکری کا دودھ بھی پیا جاتا ہے۔ گوشت بھی کھایا جاتا ہے پھر اور بھی بیسیوں کام اور فائدے ان سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً دودھ سے دہی گھی مکھن کھویا پنیر وغیرہ بناتے کھاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ علاوہ گوشت کے چربی اون بال کھال وغیرہ سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ ہڈی اور سینگوں وغیرہ سے مختلف چیزیں بناتے ہیں۔ تو انسانوں کی بے شمار ضروریات ان جانوروں سے پوری ہوتی ہیں۔ پھر جس طرح خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر لدے پھندے سفر کرتے ہو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے ہو اسی طرح پانی میں کشتیوں پر لدے پھرتے ہو تو یہ خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی بے شمار نشانیاں ہیں جنہیں وہ انسانوں کو دکھلاتا ہے۔ تو اس قدر کھلے ہوئے نشانات دیکھنے پر بھی آدمی کہاں تک انکار ہی کرتا چلا جائے گا۔ مطلب یہ تم خدا کی نشانیوں کا انکار نہیں کر سکتے تو پھر اس کی ذات اور توحید کا انکار سراسر ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک کا بھی کوئی شخص صحیح معنیٰ میں انکاری نہیں ہوسکتا یہ اور بات ہے کہ کوئی اپنے دیدہ ہی پھوڑ لے اور آنکھوں پر پٹی باندھ لے۔ انسان کو اللہ نے عقل دی ہے اور اس کا پہلا کام یہ ہے کہ دنیا کے حالات واقعات اور اس کے عجیب وغریب انتظام پر نظر کر کے اس کے بنانے والے کو پہچانے اور اللہ کو پہچان کر اس کا شکر ادا کرے اس کا احسان مانے اور اس کی توحید قبول کر کے اس کی فرمانبرداری اختیار کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے نعمتوں اور احسانات کی ناقدری اور ناسپاسی اور ناشکری اور اس کی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی ملا کرتی ہے انسان اس روئے زمین پر چل پھر کر دیکھے کہ پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں جو ان منکرین اور مشرکین مکہ سے زیادہ زور اور قوت والی تھیں اور جتھے اور تعداد میں بھی زیادہ تھیں اور انہوں نے ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر اپنی یادگاریں اور نشانیاں قائم کر رکھی تھیں۔ بڑی بڑی عمارات رکھنے والے تھے اور بڑے مال دار تھے۔ لیکن ان پر جب خدا کا عذاب آیا تو وہ زور وطاقت اور ساز وسامان کچھ بھی کام نہ آسکا۔ یونہی تباہ وبرباد ہوکر رہ گئے۔ کسی سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو نہ دفع کرتے بنا۔ نہ ٹال سکے۔ نہ کم کر سکے۔ آگے بتلایا

جاتا ہے کہ وہ تھے ہی غارت کئے جانے کے قابل کیونکہ جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صاف صاف دلیلیں روشن حجتیں اور کھلے معجزات اور پاکیزہ تعلیمات لے کر آئے تو انہوں نے آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھا اور جن مادی ترقیات کا علم ان کے پاس تھا اور جن غلط عقیدوں پر دل جمائے ہوئے تھے۔ اسی پر اتراتے رہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے علوم وہدایات کو حقیر سمجھ کر مذاق اڑاتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہم ہی زیادہ عالم ہیں۔ یہ حساب کتاب عذاب ثواب جنت دوزخ کوئی چیز نہیں۔ سب من گھڑت خیالات ہیں۔ آخر ایک وقت آیا جب ان کو اپنی ہنسی مذاق کی حقیقت کھلی جب خدا کا وہ عذاب کہ جسے جھٹلاتے تھے آیا تو ان کے بنائے کچھ نہ بنی۔ جس عذاب پر ناک بھوں چڑھاتے تھے اور جسے مذاق میں اڑاتے تھے اسی نے انہیں تہس نہس کر دیا۔ بھرکس نکال ڈالا۔ تہہ وبالا کر دیا۔ روئی کی طرح دھن دیا اور بھوسی کی طرح اڑا دیا جس وقت آفت آنکھوں کے سامنے آ گئی اور عذاب الٰہی کا معائنہ ہونے لگا تب ہوش آیا اور اس وقت ایمان اور توبہ کی سوجھی اب پتہ چلا کہ اکیلے خدائے بزرگ ہی سے کام چلتا ہے جن ہستیوں کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا سب عاجز اور بیکار ہیں لیکن معائنہ عذاب کے وقت پچھتانے اور تقصیر کا اعتراف کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ایمان اور توبہ کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ عذاب دیکھ لینے پر تو ہر کسی کو بے اختیار یقین آ جاتا ہے مگر اس وقت کا یقین اور ایمان کا اقرار اور توحید کی تسلیم موجب نجات نہیں۔ فرعون جیسے متکبر نے بھی غرق ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میرا اس خدا پر ایمان ہے جس پر بنی اسرائیل کا ایمان ہے اور میں اس کے سوا کسی کو لائق عبادت نہیں سمجھتا مگر خدا کی طرف سے اسے جواب ملا تھا کہ اب ایمان لانا بے سود ہے ساری زندگی تو نافرمانی اور شرانگیزی میں لگا رہا اب عذاب الیم دیکھ کر ایمان لاتا ہے تو یہاں بھی یہی ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ عذابوں کا معائنہ کرنے پر ایمان کی قبولیت نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہمیشہ سے یونہی ہوتا رہا ہے کہ لوگ اول انکار اور استہزاء سے پیش آتے ہیں۔ پھر جب عذاب میں پکڑے جاتے ہیں اس وقت واویلا مچاتے ہیں اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں لیکن اللہ کی عادت یہ ہے کہ اس بے وقت کی توبہ کو قبول نہیں فرماتا۔ آخر منکرین اپنے جرائم کی پاداش میں خراب وبرباد ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس موقع پر کافر سراسر نقصان اور گھاٹے ہی میں رہے کہ عذاب ابدی میں مبتلا ہوئے اللہ تعالیٰ اس خسران اور اپنے عذاب وناراضگی سے دین ودنیا دونوں جہان میں ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

یہاں سے فقہا نے یہ مسئلہ نکالا کہ جب کافر کو عذاب آخرت وملائکہ عذاب نظر آ جاویں تو پھر اس وقت کا ایمان مقبول نہیں اور مسلمان کے لئے حدیث شریف میں ہے کہ غرغرہ سے پہلے تک کی توبہ قبول ہے۔ جب دم سینہ میں اٹکا روح حلقوم تک پہنچ گئی فرشتوں کو دیکھ لیا تو اس کے بعد کوئی توبہ نہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہم کو جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کی شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائیں۔ کائنات اور دنیا کے واقعات وحالات میں جو عبرتیں اور اللہ پاک کی نشانیاں موجود ہیں ان کو سمجھنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جو علم ونصیحت ہم کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے پہنچی ہے اس کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ

حٰم یہ کلام رحمٰن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی ہے ایسے لوگوں کیلئے ہے

يَّعْلَمُوْنَ ۝٣ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝٤ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ

جو دانشمند ہیں۔ بشارت دینے والا ہے اور ڈرانے والا ہے سو اکثر لوگوں نے روگردانی کی پھر وہ سنتے ہی نہیں۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل

مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝٥

اس سے پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کئے جایئے۔ ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

حٰمٓ حٰم	تَنْزِيْلٌ نازل کیا ہوا	مِنَ سے	الرَّحْمٰنِ نہایت رحم کرنے والا	الرَّحِيْمِ مہربان	كِتٰبٌ ایک کتاب	فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ جدا جدا (واضح) کردی گئیں اس کی آیتیں
قُرْاٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی (زبان) میں	لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يَّعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں	بَشِيْرًا خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈرسنانے والا	
فَاَعْرَضَ سو منہ پھیرلیا	اَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر	فَهُمْ پس وہ	لَا يَسْمَعُوْنَ وہ سنتے نہیں	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	قُلُوْبُنَا ہمارے دل	
فِيْٓ اَكِنَّةٍ پردوں میں	مِمَّا اس سے جو	تَدْعُوْنَآ تم بلاتے ہو ہمیں	اِلَيْهِ اس کی طرف	وَ اور	فِيْٓ اٰذَانِنَا ہمارے کانوں میں	وَقْرٌ بوجھ۔گرانی
وَّمِنْۢ بَيْنِنَا اور ہمارے درمیان	وَبَيْنِكَ اور تمہارے درمیان	حِجَابٌ ایک پردہ	فَاعْمَلْ سو تم کام کرو	اِنَّنَا بیشک ہم	عٰمِلُوْنَ کام کرتے ہیں	

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب چوبیسویں پارہ کی سورۃ حٰم سجدۃ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس سورۃ کو سورۃ سجدہ اور سورۃ فصلت بھی کہتے ہی۔ یہ اس سورۃ کی ابتدائی آیات ہیں جن کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ، مقام و زمانہ نزول، خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔

گذشتہ سورۂ مومن کی طرح یہ سورۃ بھی حروف مقطعات حٰم سے شروع ہوئی ہے۔ اور چونکہ اس سورۃ میں ایک جگہ سجدۂ تلاوت آیا ہے۔ اس لئے بطور علامت اس کا نام حٰم سجدہ مقرر ہوا۔ قرآن پاک کی حٰم سے شروع ہونے والی سات سورتوں میں سے یہ دوسری سورۃ ہے۔ گذشتہ سورۂ مومن میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حٰم سات ہیں یعنی حٰم سے شروع ہونے والی سات سورتیں ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حٰم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے نہ داخل کریو۔ یہ ساتوں سورتیں مکی ہیں۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۱ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۷۱ ہے۔ یعنی ۷۰ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں۔ اور ۴۳ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۵۴ آیات ۶ رکوعات ۸۰۹ کلمات اور ۳۴۰۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں چونکہ یہ بھی مکی سورۃ ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین ہیں یعنی توحید ورسالت قرآن و آخرت قیامت حشر ونشر جزا وسزا جنت وجہنم وغیرہ کا بیان ہے۔

اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جو اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے انسانوں کو ہدایت کی ضرورت ہمیشہ سے رہی ہے اگر اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا تو یہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے پڑ جاتا اور شیطان اس کو بہکا کر ادھر ادھر لئے پھرتا اسی لئے یہ ہدایت نامہ نازل کیا گیا۔ اس میں انسانوں کو نیک و بد، بھلے اور برے، صحیح و غلط، حق و باطل کاموں میں فرق کرنا خوب کھول کر واضح طریقہ پر سمجھایا گیا ہے اس میں خوشخبری بھی دی گئی ہے ڈراوا بھی دیا گیا ہے تاکہ علم اور عقل رکھنے والے اس سے فائدہ اٹھائیں لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس کی باتوں سے کتراتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے یہ قرآن انسانوں کے پاس بھیجا گیا اور آپ کے ذریعہ سے بتلایا گیا کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اسی کی طرف منہ سیدھا کر کے چلو۔ اسی سے اپنے گناہوں اور خطاؤں کی مغفرت طلب کرتے رہو۔ جو لوگ ایک اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں ان کا انجام بہت برا ہوگا۔ ان کی خیر نہیں۔ ان پر شیطان کا قابو چل گیا ہے کہ جو احکام الٰہیہ سے منہ موڑتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ بھلائی صرف انہی کی ہے جو اللہ پر ایمان لا کر اچھے اعمال کریں گے اور وہ اس کی بدولت ہمیشہ آرام سے زندگی بسر کرنے کی نعمت و راحت حاصل کریں گے۔ پھر توحید کے مضمون کو سمجھایا گیا کہ آخر تم اللہ کو کیوں نہیں مانتے؟ آسمان اور زمین میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی پڑی ہیں زمین اسی نے بنائی۔ آسمان اس نے بنائے پھر آسمانوں کو ستاروں سے اسی نے مزین کیا۔ ان سب کا خالق وہی ایک

زبردست یکتا ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔ اگر اس کو نہ مانا تو یاد رکھو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو تم سے پہلے لوگوں کا ہوا۔ جنہوں نے اس کے رسول کی باتیں نہ سنی اور ضد و عناد سے اپنے کفر و شرک پر جمے رہے۔ ان پر طرح طرح کی آفتیں مثلاً طوفان، زلزلہ، کڑک، وغیرہ آئیں اور وہ تباہ و برباد ہوئے اور صرف وہی بچے کہ جو ایماندار اور پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ منکرین و مکذبین کو اپنی قوت و طاقت اور ساز و سامان پر غرور تھا یہ نہ سمجھا کہ اللہ ان سے زیادہ طاقتور ہے یاد رکھو کہ اللہ کے دشمن قیامت کے دن آگ میں ڈال دیئے جائیں گے جہاں وہ طرح طرح کے عذاب بھگتیں گے اور ان کے برے کاموں کی گواہی خود ان کے ہاتھ پیر دیں گے اس لئے اپنے دنیا میں کئے ہوئے اعمال سے مکرنا کسی سے ممکن نہ ہوگا اس لئے اس نار جہنم سے جسے بچنا ہے دنیا ہی میں بچ لے اور بچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اللہ کے حکموں کے موافق گزارے اور وہ احکام اس قرآن کریم میں موجود ہیں اور ان پر عمل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھا دیا ہے۔ اب تم میں اچھا اور بہتر وہی ہے جو دوسروں کو بھی اللہ کی طرف بلائے۔ اپنی عادتیں اور اخلاق بھی درست کرے نیک کام اختیار کرے تاکہ دوسرے بھی اسے دیکھ کر ویسا ہی کریں۔ جو لوگ اللہ کے حکموں کو ٹھکرا رہے ہیں ان کا رتی اور رائی حال اللہ کو معلوم ہے۔ اچھے لوگوں کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ انجام میں بروں کو سزا اور اچھوں کو جزا دے گا آخیر میں عام انسانوں کی خصلت بیان کی گئی کہ انسان کا بھی عجب حال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں عطا کرتے ہیں اور وہ خوش حال اور مالدار

ہو جاتا ہے تو ہماری طرف سے منہ پھیر لیتا ہے اور دوسری طرف کی کروٹ بدل لیتا ہے ہمارے حکموں کی پروا نہیں کرتا اور جب کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو پھر اللہ کے سامنے لمبی چوڑی دعائیں مانگنے بیٹھ جاتا ہے پھر تمام انسانوں کو دعوت دی گئی کہ تم نے کبھی یہ سوچا بھی کہ اگر یہ قرآن سچ مچ انسان کی ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے آیا ہے جیسا کہ وہ حقیقت میں آیا ہے تو اس کے انکار کرنے والوں اور اس کی ہدایات کو نہ ماننے والوں کی کیا گت بنے گی۔ کیا کوئی اس سے زیادہ گمراہ ہو سکتا ہے جو اس کی باتوں سے دور ہو اور نافرمانی میں دن بدن بڑھتا ہی چلا جائے۔ خاتمہ پر بتلایا گیا کہ سمجھ لو قرآن جو کچھ کہتا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ جنہوں نے اس کی سچائی سنتے ہی مان لی وہ بڑے سمجھ دار ہیں ورنہ رفتہ رفتہ اس کی سچائی بعد میں آنے والے واقعات سے ظاہر ہوتی چلی جائے گی۔ عجب حال ہے کہ اس قرآن کی سچائی پر لوگ اللہ کی گواہی کو کافی نہیں سمجھتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی حقیقت معلوم ہے اور وہ سب کا حال جانتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کو یہ دھوکہ لگ گیا ہے کہ انہیں اللہ کے سامنے حاضر نہیں ہونا۔ یاد رکھو کہ اللہ کی قدرت کے اندر ہر چیز گھری ہوئی ہے اور اس کائنات کا ایک ایک ذرہ اللہ کے بس میں ہے اور سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ یہ ہے مختصر خلاصہ اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آویں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا حٰمٓ حروف مقطعات سے فرمائی گئی جس کی صحیح تفسیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے حقیقی معنیٰ سے واقف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوگا اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اظہار نہیں فرمایا اس کے بعد بطور تمہید کے فرمایا گیا کہ یہ قرآن رحمٰن اور رحیم کی طرف سے اتارا گیا یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی بہت ہی بڑی مہربانی اور رحمت بندوں پر ہے جو ان کی ہدایت کے لئے ایسی عظیم الشان اور بے مثال کتاب نازل فرمائی۔ آگے قرآن کریم کی ایک صفت بیان فرمائی گئی فصلت اٰیٰتہ' یعنی جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ یعنی اس میں کوئی ایسی پیچیدہ بات نہیں کہ کوئی شخص اس بنا پر اسے قبول کرنے سے اپنی معذوری ظاہر کر دے کہ اس کی سمجھ میں اس کتاب کی باتیں اور مضامین آتے ہی نہیں۔ اس میں تو صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔ صحیح عقائد کیا ہیں اور غلط کیا ہیں۔ اچھے اخلاق کیا ہیں اور برے اخلاق کیا ہیں۔ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے۔ کن باتوں میں نجات ہے اور کن میں ہلاکت ہے۔ کس طریقہ میں انسان کا نفع ہے اور کس میں نقصان ہے۔ کیا جائز ہے کیا ناجائز۔ کیا حلال ہے اور کیا حرام۔ کیا کھرا ہے اور کیا کھوٹا غرضیکہ اس کی ہدایات صاف اور کھلی ہوئی ہیں۔ پھر بتلایا گیا ہے کہ یہ قرآن کریم اعلیٰ درجہ کی صاف شستہ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی تاکہ ان لوگوں کو اس کے سمجھنے میں دقت نہ ہو خود سمجھ کر دوسروں کو پوری طرح سمجھا سکیں مگر اس کے باوجود بھی ظاہر ہے کہ وہی لوگ اس سے نفع اٹھا سکتے ہیں جو سمجھ رکھتے ہوں۔ ناسمجھ جاہل کو اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔ پھر یہ کتاب بشارت دینے والی بھی ہے اور ڈرانے والی بھی ہے۔ مومنوں اور فرمانبرداروں کو بشارت دینے والی ہے منکروں اور نافرمانوں کو ڈرانے والی ہے۔

قرآن اپنے ماننے والوں کو نجات وفلاح کی خوشخبری سناتا ہے اور منکروں کو ان کے برے انجام سے ڈراتا ہے پھر بھی بہت سے لوگ اس کتاب کی بیش قیمت ہدایات وتعلیمات پر دھیان نہیں کرتے اور جب ادھر دھیان ہی نہیں تو سننا کیوں چاہیں گے اور اگر ان ظاہری کانوں سے سن بھی لیں مگر دل کے کانوں سے نہ سنا اور قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی اور سن کر اثر نہ لیا تو سنا ان سنا برابر ہے اور پھر اسی قدر نہیں کہ ان قرآنی نصیحتوں کی طرف دھیان نہیں کرتے یا کان نہیں دھرتے بلکہ ایسی الٹی باتیں کرتے ہیں کہ جن کو سن کر ناصح بالکلیہ مایوس ہو جائے اور آئندہ نصیحت سنانے کا ارادہ بھی ترک کر دے مثلاً یہ منکرین کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر تو تمہاری باتوں کی طرف سے غلاف چڑھا ہوا ہے۔ یعنی ہمارے دل تمہاری دعوت کی طرف توجہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے ہم تمہاری بات سنتے ہی نہیں۔ تمہاری آواز ہمارے کانوں میں پہنچ ہی نہیں سکتی۔ اور ہمارے تمہارے درمیان ایک حجاب حائل ہے اور پردہ پڑا ہوا ہے۔ یعنی دشمنی بغض اور عداوت کی ایک دیوار ہمارے اور تمہارے درمیان کھڑی ہے۔

غرض علم کے تین ہی ذریعہ ہیں۔ دل سے سوچنا' کانوں سے سننا اور آنکھوں سے دیکھنا تو ان منکرین نے تینوں علمی ذرائع کی نفی کر دی نہ حقانیت کو آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا اور نہ دل سے سوچا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ تم اپنا کام کئے جاؤ ہم اپنا کام کئے جائیں یعنی تم اپنے دین پر عمل کرو ہم اپنے مذہب پر عمل کر رہے ہیں مراد یہ کہ ہمارے مذہب سے ہمارے معبودوں سے کچھ تعرض مت کرو۔

منکرین کے ان اقوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دینے کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے تلقین فرمایا گیا یہ اگلی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس کلام پاک جیسی نعمت عظمیٰ کی قدر دانی ہم کو نصیب فرماویں اور اس کی ہدایات وتعلیمات سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں اور اس کے احکام وقوانین پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ کفار نے تو اس سے روگردانی کی ہی تھی لیکن آج اس پر ایمان رکھنے والوں نے بھی اس کے احکام کو بالائے طاق رکھ دیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنا چھوڑ دیا ہے یا اللہ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما دے اور قرآن پاک کی ناقدری اور نافرمانی سے بچا لے۔

یا اللہ اپنے اس کلام پاک کی سچی محبت وعظمت عطا فرما دے اور اس کی محبت کے ساتھ اس کا اتباع بھی نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اس کی طرف سیدھ باندھ لو اور اس سے معافی مانگو،

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿٦﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّ

اور ایسے مشرکوں کیلئے بڑی خرابی ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں۔ جو لوگ ایمان لے آئے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٨﴾ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ

اور انہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو موقوف ہونے والا نہیں۔ آپ فرمایئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا کا انکار کرتے ہو جس نے

خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩﴾ وَجَعَلَ فِيْهَا

زمین کو دو روز میں پیدا کر دیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو، یہی سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اُس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنا دیئے

رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿١٠﴾

اور اس (زمین) میں فائدہ کی چیزیں رکھ دیں اور اس میں اس (کے رہنے والوں) کی غذائیں تجویز کر دیں چار دن میں پوچھنے والوں کیلئے جواب پورا ہوا۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ

پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھواں سا تھا سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا

اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿١١﴾ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا

کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ سو دو روز میں اس کے سات آسمان بنا دیئے اور آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم (فرشتوں کو) بھیج دیا اور ہم نے

السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿١٢﴾

اس قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور اس کی حفاظت کی، یہ تجویز ہے (خدائے) زبردست واقف الکل کی۔

قُلْ فرمادیں	اِنَّمَآ اسکے سوانہیں	اَنَا بَشَرٌ کہ میں ایک بشر	مِّثْلُكُمْ تم جیسا	يُوْحٰٓى وحی کی جاتی ہے	اِلَيَّ میری طرف	اَنَّمَآ یہ کہ	اِلٰهُكُمْ تمہارا معبود
اِلٰهٌ معبود	وَّاحِدٌ یکتا	فَاسْتَقِيْمُوْٓا پس سیدھے رہو	اِلَيْهِ اسکی طرف (اس کے حضور)	وَاسْتَغْفِرُوْهُ اور اس سے مغفرت مانگو	وَوَيْلٌ اور خرابی		
لِّلْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں کیلئے	الَّذِيْنَ وہ جو	لَا يُؤْتُوْنَ نہیں دیتے	الزَّكٰوةَ زکوٰۃ	وَهُمْ اور وہ	بِالْاٰخِرَةِ آخرت کا	هُمْ وہ	كٰفِرُوْنَ منکر ہیں
اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جولوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورانہوں نے عمل کئے اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	اَجْرٌ اجر	غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ختم نہ ہونیوالا	
قُلْ فرمادیں	اَئِنَّكُمْ کیا تم	لَتَكْفُرُوْنَ انکار کرتے ہو	بِالَّذِيْ اس کا جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	الْاَرْضَ زمین	فِيْ يَوْمَيْنِ دو دنوں میں	
وَتَجْعَلُوْنَ اور تم ٹھہراتے ہو	لَهٗٓ اس کے	اَنْدَادًا شریک (جمع)	ذٰلِكَ یہ	رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ سارے جہانوں کا رب	وَجَعَلَ اور اس نے بنائے	فِيْهَا اس میں	
رَوَاسِيَ پہاڑ	مِنْ فَوْقِهَا اسکے اوپر	وَبٰرَكَ اور برکت رکھی	فِيْهَا اس میں	وَقَدَّرَ اور مقرر کیں	فِيْهَآ اس میں	اَقْوَاتَهَا اسکی خوراکیں	فِيْٓ میں

اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ چار دن (جمع)	سَوَآءً یکساں	لِلسَّآئِلِيْنَ تمام سوال کرنیوالوں کیلئے	ثُمَّ اسْتَوٰٓى پھر اس نے توجہ فرمائی	اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف			
وَهِيَ اور وہ	دُخَانٌ ایک دھواں	فَقَالَ تو اس نے کہا	لَهَا اس سے	وَلِلْاَرْضِ اور زمین سے	ائْتِيَا تم دونوں آؤ	طَوْعًا خوشی سے	اَوْ یا / كَرْهًا ناخوشی سے
قَالَتَآ ان دونوں نے کہا	اَتَيْنَا ہم دونوں آئے (حاضر ہیں)	طَآئِعِيْنَ خوشی سے	فَقَضٰهُنَّ پھر اس نے بنائے	سَبْعَ سَمٰوَاتٍ سات آسمان			
فِيْ يَوْمَيْنِ دو دنوں میں	وَاَوْحٰى اور وحی کردی	فِيْ میں	كُلِّ سَمَآءٍ ہر آسمان	اَمْرَهَا اس کا کام	وَزَيَّنَّا اور ہم نے زینت دی	السَّمَآءَ آسمان	
الدُّنْيَا دنیا	بِمَصَابِيْحَ چراغوں (ستاروں) سے	وَحِفْظًا اور حفاظت کیلئے	ذٰلِكَ یہ	تَقْدِيْرُ اندازہ (فیصلہ)	الْعَزِيْزِ غالب	الْعَلِيْمِ علم والا	

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن کریم رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس کے الفاظ اور مضامین خوب کھلے ہوئے اور واضح ہیں۔ مومنوں کو بشارت دینے والا اور کافروں کو ڈرانے والا ہے لیکن اکثر لوگوں کی یہ کم نصیبی ہے کہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اس کے سننے تک سے انکار کرتے ہیں اور یہ منکرین کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں یعنی رسول کی دعوت پر ان کے دل توجہ کرنے کے لئے تیار نہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے یعنی دعوت رسول کی طرف سے ہمارے کان بہرے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اور ان کے درمیان ایک حجاب حائل ہے اور پردہ پڑا ہوا ہے۔ کافروں کے ان اقوال کے جواب میں جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان منکرین سے جواب میں کہہ دیں کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں تمہاری نوع اور جنس ہی کا ایک انسان ہوں اس لئے ہم جنس کی بنا پر میری بات تو آسانی سے تمہاری سمجھ میں آجانا چاہئے اور بات بھی بالکل صاف ہے اس کے سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے بذریعہ وحی یہ حکم ملا ہے کہ سوائے ایک اللہ کے اور کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی بندگی کی جائے۔ بس تم سب کا معبود اور حاکم ایک ہی ہے۔ جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ لہٰذا سب کو لازم ہے کہ اسی خدائے واحد کی طرف رخ کر کے چلیں۔ اس کے راستہ سے ذرا ادھر ادھر قدم نہ ہٹائیں اور اگر پہلے غلط راستہ پر چل چکے ہیں تو اپنے پروردگار سے اس کی معافی چاہیں اور پچھلے گناہوں کو بخشوائیں اور یہ بھی سن رکھو کہ ان لوگوں کی بڑی شامت آئے گی جن لوگوں کا معاملہ اللہ کے ساتھ یہ ہے کہ عاجز مخلوق کو اس کی بندگی میں شریک کرتے ہیں اور بندوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ صدقہ اور خیرات کا پیسہ کسی محتاج مسکین پر خرچ کرنے کے روادار نہیں ساتھ ہی انجام کی طرف سے بالکل غافل اور بےفکر ہیں کیونکہ انہیں یہ تسلیم ہی نہیں کہ مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے اور اچھے برے کا حساب بھی ہوگا۔ ایسوں کا مستقبل بجز ہلاکت اور خرابی اور بربادی کے کیا ہونا ہے۔

یہاں آیت میں زکوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی بڑی کمبختی ہے مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے تو یہاں زکوٰۃ فقہی اصطلاح میں نہیں۔ بلکہ لفظی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی نیک راہ میں خرچ کرنا کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ کے احکام مدینہ منورہ میں نازل ہوئے بعض مفسرین نے یہاں زکوٰۃ کے معنی پاکی کے لئے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ مشرکین اپنے آپ کو نجاست شرک اور اپنے نفس کو عقائد فاسدہ سے پاک اور صاف نہیں کرتے۔ برخلاف ان کے جو لوگ ایمان لائیں اور اچھے کام کریں ان کو ہمیشہ رہنے والا اجر ملے گا جو کبھی منقطع نہ ہوگا اور ابدالآباد تک جاری رہے گا۔ چنانچہ جنت میں مومنین کو پہنچ کر نہ ان کو فنا نہ ان کے اجر وثواب کو آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے توحید کا مضمون بیان کرنے کی تلقین کی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے کہئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا کی توحید کا انکار کرتے ہو جس

نے زمین کو باوجود اتنی وسعت کے دو روز کی مقدار کے وقت میں پیدا کر دیا۔ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ رب العالمین کی وحدانیت اور صفات عالیہ کا انکار کرتے ہو اور دوسری چیزوں کو اس کے برابر سمجھتے ہو جو ایک ذرہ بھی پیدا کرنے کا اختیار نہیں رکھتیں اور پھر اس خدا نے اس زمین کو پیدا کرنے کے بعد اس کے اوپر پہاڑ قائم کئے جس سے کہ زمین کو قرار اور ٹھہراؤ دیا گیا کہ اب وہ ہل جل نہیں سکتی پھر اس زمین کو پیدا کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے اندر ایسی برکت رکھی کہ زمین پر بسنے والوں کی ضروریات کا سلسلہ برابر پورا ہوتا چلا جا رہا ہے چنانچہ ہر اقلیم اور ہر ملک میں وہاں کے باشندوں کی طبائع اور خصوصیات کے موافق قدرت نے ان کا رزق اور خوراک مہیا کر رکھا ہے اور یہ سب کام چار دن میں قدرت نے کر دیا دو روز میں زمین پیدا کی اور دو روز میں اس کے متعلقات کا بندوبست ہوا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ زمین اور آسمان کی پیدائش کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال پیش کیا گیا تھا اور اس کا جواب قرآن پاک نے یہاں دیا اس کے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ زمین اور اس کے متعلقات کو چار دن کے وقفہ میں پیدا کر چکا تو اللہ عزوجل نے آسمان کی طرف توجہ کی جو اس وقت سارا ایک دھوئیں کی طرح تھا۔ اس سے سات آسمان دو دن میں بنا دیئے جیسا کہ آگے بتلایا جاتا ہے پس زمین بناتے وقت زمین سے اور آسمان بناتے وقت آسمان سے فرمایا گیا کہ تم دونوں کو ہمارے حکم کی طرف آنا تو ضرور پڑے گا اب تم کو اختیار ہے خواہ خوشی سے آؤ یا زبردستی سے مطلب یہ ہے کہ ہمارے احکام تکوینیہ تم دونوں میں جاری ہوا کریں گے اور قیامت تک زمین میں بے انتہا تغیرات ہوتے چلے جاویں گے۔ سو تم دیکھ لو کہ تم ہمارے ان احکام پر راضی رہو گے یا کراہت رکھو گے۔ دونوں زمین و آسمان نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے ان احکام کے لئے حاضر ہیں سو دو روز میں اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنا دیئے اور ہر ایک آسمان کا انتظام جو اس کے مناسب تھا مقرر کر دیا۔ اور زمین سے قریب کے آسمان کو چمکدار اور روشن ستاروں سے مزین کر دیا اور ان میں حفاظت کے بھی سامان کر دیئے کہ کسی کی وہاں تک دست رس نہیں۔ فرشتوں کے وہاں پہرے لگے ہوئے ہیں۔ کوئی طاقت اس نظام محکم میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتی کیونکہ وہ سب سے زبردست اور باخبر ہستی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

سورۂ یونس گیارہویں پارہ میں فرمایا کہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا۔ ایسے ہی سورۂ ہود بارہویں پارہ میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ ایسا ہے کہ سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا تو اس چھ دن کی تفصیل ان آیات سے معلوم ہوئی کہ دو دن میں زمین پیدا کی گئی اور دو دن میں زمین سے متعلقات اور دو دن میں آسمان اس طرح زمین و آسمان کی خلقت چھ دن میں ہوئی۔

ان آیات سے متعلق حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ یہاں ''دنوں'' سے مراد ظاہر ہے معروف و متبادر دن (یعنی ۲۴ گھنٹے دن رات) نہیں ہو سکتے کیونکہ زمین اور سورج وغیرہ کی پیدائش سے قبل ان کا وجود متصور ہی نہیں۔ لامحالہ ان دنوں کی مقدار کچھ اور مراد ہو گی یا وہ دن مراد ہو جس کی نسبت سترہویں پارہ سورۂ حج میں فرمایا و ان یوماً عند ربک کالف سنة مما تعدون اور ایک دن تمہارے رب کے یہاں ہزار برس کے برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آگے کفار مکہ کو وعید سنائی جاتی ہے کہ اگر ایسی عظیم الشان آیات سننے کے بعد بھی نصیحت قبول کرنے اور توحید و اسلام کی راہ اختیار کرنے سے اعراض ہی کرتے رہے تو پھر ان کا انجام بد ہو گا۔ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ

پھر اگر یہ لوگ (توحید سے) اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد وثمود پر آفت آئی تھی۔ جب کہ ان کے پاس

الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا

اُن کے آگے سے بھی اور اُن کے پیچھے سے بھی پیغمبر آئے کہ بجز اللہ کے اور کسی کی عبادت مت کرو، انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارے پروردگار کو منظور ہوتا

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

تو فرشتوں کو بھیجتا سو ہم اس (توحید) سے منکر ہیں جس کو دیکر (بزعم خود تم) بھیجے گئے ہو۔ پھر وہ جو عاد کے لوگ تھے وہ دنیا میں ناحق کا تکبر کرنے لگے

وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ

اور کہنے لگے وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے کیا ان کو یہ نظر نہ آیا کہ جس خدا نے اُن کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے،

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ

اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔ تو ہم نے ان پر ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو منحوس تھے تاکہ ہم ان کو اس دنیوی حیات میں

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور اُن کو مدد نہ پہنچے گی۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کو راستہ بتلایا سو انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا پس ان کو عذاب سراپا ذلت کی آفت نے پکڑ لیا

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ۚ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ۧ

اُن کی بدکرداریوں کی وجہ سے۔ اور ہم نے اُن کو نجات دی جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

فَاِنْ پھر اگر	اَعْرَضُوْا وہ منہ موڑلیں	فَقُلْ تو فرمادیں	اَنْذَرْتُكُمْ میں ڈراتا ہوں تمہیں	صٰعِقَةً ایک چنگھاڑ	مِثْلَ جیسی	صٰعِقَةِ چنگھاڑ	
عَادٍ وَّثَمُوْدَ عاد اور ثمود	اِذْ جَآءَتْهُمُ جب آئے انکے پاس	الرُّسُلُ رسول	مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ انکے آگے سے	وَمِنْ خَلْفِهِمْ اور انکے پیچھے سے			
اَلَّا تَعْبُدُوْٓا کہ تم نہ عبادت کرو	اِلَّا اللّٰهَ سوائے اللہ	قَالُوْا انہوں نے جواب دیا	لَوْ شَآءَ اگر چاہتا	رَبُّنَا ہمارا رب	لَاَنْزَلَ تو ضرور اتارتا		
مَلٰٓئِكَةً فرشتے	فَاِنَّا پس بیشک	بِمَآ اس کا جو	اُرْسِلْتُمْ تم بھیجے گئے ہو	بِهٖ اس کے ساتھ	كٰفِرُوْنَ منکر ہیں	فَاَمَّا پھر جو	عَادٌ عاد
فَاسْتَكْبَرُوْا تو وہ تکبر (غرور) کرنے لگے	فِي الْاَرْضِ زمین (ملک) میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق	وَقَالُوْا اور وہ کہنے لگے	مَنْ کون	اَشَدُّ بہت زیادہ		
مِنَّا ہم سے	قُوَّةً قوت	اَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا وہ نہیں دیکھتے	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	خَلَقَهُمْ پیدا کیا انہیں	هُوَ وہ	اَشَدُّ بہت زیادہ
مِنْهُمْ ان سے	قُوَّةً قوت	وَكَانُوْا اور وہ تھے	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کا	يَجْحَدُوْنَ انکار کرتے	فَاَرْسَلْنَا پس ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	

رِيْحًا ہوا	صَرْصَرًا تند وتیز	فِيْٓ اَيَّامٍ دنوں میں	نَّحِسَاتٍ نحوست	لِّنُذِيْقَهُمْ تاکہ ہم چکھائیں انہیں	عَذَابَ عذاب	الْخِزْيِ رسوائی
فِي میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَلَعَذَابُ اور البتہ عذاب	الْاٰخِرَةِ آخرت	اَخْزٰى زیادہ رسوا کرنیوالا	وَهُمْ اور وہ	
لَا يُنْصَرُوْنَ مدد نہ کئے جائیں گے	وَاَمَّا اور رہے	ثَمُوْدُ ثمود	فَهَدَيْنٰهُمْ سو ہم نے راستہ دکھایا انہیں	فَاسْتَحَبُّوْا تو انہوں نے پسند کیا		
الْعَمٰى اندھا رہنا	عَلَى الْهُدٰى ہدایت پر	فَاَخَذَتْهُمْ تو انہیں آ پکڑا	صٰعِقَةُ چنگھاڑ	الْعَذَابِ عذاب	الْهُوْنِ ذلت	بِمَا اسکی سزا میں جو
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے (کرتے تھے)	وَنَجَّيْنَا اور ہم نے بچالیا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَ اور	كَانُوْا يَتَّقُوْنَ وہ پرہیزگاری کرتے تھے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں زمین وآسمان کی پیدائش کا ذکر فرما کر حق تعالیٰ کی وحدانیت والوہیت پر استدلال فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ خدائی کے لائق وہ ہے کہ جس نے دو دن کے وقفہ میں زمین اور دو دن کے وقفہ میں زمین سے متعلق تمام چیزوں کو پیدا کیا اور پھر دو دن کے وقفہ میں آسمانوں کو پیدا کیا گویا چھ دن میں آسمانوں زمین اور زمین سے متعلق چیزوں کو پیدا کر دیا اور مشرکین جن کو خدائی میں شریک اور حصہ دار بناتے ہیں۔ وہ نہ ایک ذرہ پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس عالم کی پیدائش اور نظام میں ان کا کچھ دخل واختیار ہے تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ جو زمین وآسمان کا خالق ہے وہی معبود اور الٰہ بھی ہے۔ اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ یہ کفار ومشرکین اگر ایسے واضح دلائل سننے کے بعد بھی نصیحت قبول کرنے سے انکار ہی کرتے ہیں اور توحید و اسلام کی راہ سے اعراض ہی برتتے ہیں اور اس بات کو نہیں مانتے کہ خدا اور معبود بس وہی ایک ہے جس نے یہ زمین اور ساری کائنات بنائی ہے اور اپنی جہالت پر اصرار ہی کئے چلے جاتے ہیں تو فرما دیجئے کہ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تمہارا انجام بھی عاد وثمود وغیرہ اقوام معذبین کی طرح ہو سکتا ہے جن کے پاس اللہ کے پیغمبر آئے اور ان کو ماضی ومستقبل کی باتیں سمجھائیں اور کوئی جہت اور پہلو نصیحت وفہمائش کا نہیں چھوڑا اور انہوں نے یہی سمجھایا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت وبندگی مت کرو جس کا جواب ان منکرین نے پیغمبروں کو یہی دیا کہ خدا کا رسول بشر کیسے ہو سکتا ہے اگر خدا کو واقعی اپنا رسول بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتا تم چونکہ فرشتے نہیں بلکہ ہم ہی جیسے انسان ہو اس لئے ہم یہ نہیں مانتے کہ تم کو خدا نے بھیجا ہے۔ اس لئے تم اپنے زعم کے موافق جو باتیں خدا کی طرف سے لائے ہو ہم ان کے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ پھر اللہ کے رسولوں نے جو عذاب کی دھمکی دی تو اس کے جواب میں کہا کہ ہم سے زیادہ کون زور آور اور قوت والا ہے کہ جس سے ہم خوف کھائیں قوم عاد کے لوگ چونکہ بڑے جسیم اور تندومند تھے تو انہوں نے اپنے بدن کی قوت پر غرور کیا اور شیخی بگھارنے لگے کہ ہم سے زیادہ زور والا کون ہے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نادان اتنا نہ سمجھے کہ اللہ ان سے زیادہ قوت والا ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور لگے جان بوجھ کر اللہ کی نشانیوں کا انکار کرنے تو ان کے غرور توڑنے کو اللہ نے اپنی مخلوق میں سے ہوا کو ان پر مسلط کر دیا اور سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا طوفان چلتا رہا اور سب کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔ یہ تو ان کو اس دنیا میں رسوائی کا عذاب چکھنا پڑا اور آخرت کا عذاب اور رسوائی تو بہت بڑی چیز ہے جو نہ کسی کے ٹالے ٹلے گا اور نہ وہاں کوئی مدد کر سکے گا یہ تو انجام ہوا عاد کا اور جو قوم ثمود والے تھے ان کی یہ کیفیت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی زبانی جو انہیں سیدھی راہ بتائی اور نجات کا راستہ دکھایا اس سے تو آنکھیں بند کر لیں اور راہ حق سے اندھا ہی رہنے کو پسند کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی پسند کی ہوئی حالت میں چھوڑ دیا اور ان کا

انجام یہ ہوا کہ سخت زلزلہ آیا اور اس کے ساتھ سخت ہیبت ناک کڑک سنائی دی جس سے ان کے جگر پھٹ گئے اور سب اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو گئے اور ساری اکڑ فوں دم بھر میں جاتی رہی پھر خدا کی قدرت اور اس کی امداد وحمایت کا حال دیکھو کہ انہی بستیوں میں جو لوگ ایمان لائے۔ جنہوں نے اللہ کی وحدانیت کو قبول کیا۔ اور اللہ کے رسول کو مان کر ان کا اتباع اختیار کیا اور تقویٰ و پرہیز گاری کی زندگی اختیار کی۔ ان کو اللہ نے صاف بچا لیا اور نزول عذاب کے وقت ان پر ذرا آنچ بھی نہ آئی۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا فارسلنا علیهم ریحاً صرصراً فیٓ ایام نحسات تو ہم نے ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو منحوس تھے۔ تو شریعت اسلامیہ کے اصول کی بنا پر جیسا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے۔ تو یہاں قوم عاد پر ہوا کے طوفان کے ایام کو نحسات یعنی منحوس فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایام قوم عاد کے حق میں ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کے سبب منحوس ہو گئے تھے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ایام سب کے لئے منحوس ہوں۔ کیونکہ یہی ایام قوم عاد کے ایمانداروں کے لئے باعث نجات تھے اور ان پر اس طوفانی ہوا کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ اس لئے کسی دن یا رات کو اپنی ذات میں منحوس نہیں کہا جا سکتا۔ ہوسکتا ہے کہ وہی دن یا رات کسی کی بداعمالی کی بنا پر اس کے حق میں منحوس ہو اور کسی کے نیک عمل کی وجہ سے وہی دن رات اس کے لئے باعث سعادت و خیر ہو۔ یہ بات چونکہ عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے اس لئے ضروری تشریح کی گئی۔

الغرض یہاں تک تو عذاب دنیوی کا ذکر تھا اب آگے عذاب آخرت کا ذکر ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو ہدایت کے راستہ پر مستقیم رکھیں اور اعراض عن الحق سے بچائیں اور جو تعلیمات وہدایات ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچی ہیں ان پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں اور دین میں حجت بازی سے ہم کو بچائیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور ایمان کی بدولت ہم کو دین و دنیا دونوں جہاں میں نجات وعافیت عطا فرمائیں اور دنیا کی رسوائی اور عذاب آخرت سے بالکلیہ بچائیں۔ یا اللہ آپ نافرمانوں کی تنبیہ کے لئے گاہے بگاہے عذاب اور پکڑ کے نمونے دنیا میں دکھاتے رہتے ہیں تاکہ لوگ آپ کی نافرمانی سے باز آجائیں اور صراط مستقیم کو اختیار کر لیں اور اپنی بداعمالیوں کو ترک کر دیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ یا اللہ اب امت مسلمہ میں بھی منکرات اور ممنوعات پھیلتے جا رہے ہیں اور طرح طرح کے دینی و دنیوی فتنے پیدا ہو رہے ہیں اور عافیت سلب ہوتی جا رہی ہے۔

یا اللہ ہم کو دین اسلام مضبوطی سے تھام لینے کی توفیق عطا فرما اور ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ سچی توبہ و استغفار سے آپ کو راضی کر لینے کی سعادت عطا فرما تاکہ ہم کو دنیا و آخرت کی عافیت نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝۱۹ حَتّٰىٓ إِذَا مَا جَآءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ

اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کر کے لائے جاویں گے، پھر وہ روکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آجاویں گے تو ان کے

سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۲۰ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ

کان اور آنکھیں اور اُن کی کھالیں اُن پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اور (اس وقت) وہ لوگ اپنے اعضا سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی،

عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىٓ أَنْطَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۲۱

وہ (اعضا) جواب دیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر (گویا) چیز کو گویائی دی، اور اُسی نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ

اور اسی کے پاس پھر لائے گئے ہو۔ اور تم (دنیا میں) اس بات سے تو اپنے آپ کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف میں گواہی دیں

وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝۲۲ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِى

ولیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں۔ اور تمہارے اسی گمان نے جو کہ تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدٰكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِينَ ۝۲۳ فَإِنْ يَّصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۖ

تم کو برباد کیا پھر تم (ابدی) خسارہ میں پڑگئے۔ سو یہ لوگ صبر کریں تب بھی دوزخ ہی اُن کا ٹھکانہ ہے،

وَإِنْ يَّسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِينَ ۝۲۴ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ

اور اگر وہ عذر کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا۔ اور ہم نے (دنیا میں) ان کیلئے کچھ ساتھ رہنے والے شیاطین مقرر کر رکھے تھے

مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِىٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

سو انہوں نے اُن کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کر رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے

الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِينَ ۝۲۵

جن وانسان (کفار) ہو گذرے ہیں، بے شک وہ (سب) بھی خسارہ میں رہے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	يُحْشَرُ جمع کئے جائینگے	أَعْدَآءُ اللّٰهِ اللہ کے دشمن	إِلَى النَّارِ جہنم کی طرف	فَهُمْ تو وہ	يُوزَعُونَ گروہ گروہ کئے جائیں گے
حَتّٰى یہانتک کہ	إِذَا جب	مَا جَآءُوهَا وہ آئینگے اسکے پاس	شَهِدَ گواہی دیں گے	عَلَيْهِمْ ان پر	سَمْعُهُمْ ان کے کان
وَأَبْصَارُهُمْ اور ان کی آنکھیں	وَجُلُودُهُمْ اور انکی جلدیں (گوشت پوست)	بِمَا اس پر	كَانُوا يَعْمَلُونَ جو وہ کرتے تھے	وَقَالُوا اور وہ کہیں گے	
لِجُلُودِهِمْ اپنی جلدوں (گوشت پوست) سے	لِمَ کیوں	شَهِدْتُّمْ تم نے گواہی دی	عَلَيْنَا ہم پر (ہمارے خلاف)	قَالُوا وہ جواب دیں گے	

اَنْطَقَنَا ہمیں گویائی دی | اللّٰہُ اللہ | الَّذِیْٓ وہ جس نے | اَنْطَقَ گویا فرمایا | کُلَّ شَیْءٍ ہر شے | وَھُوَ اور وہ۔اس | خَلَقَکُمْ تمہیں پیدا کیا

اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار | وَ اور | اِلَیْهِ اسی کی طرف | تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے | وَمَا اور جو | كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ تم چھپاتے تھے

اَنْ يَّشْهَدَ کہ گواہی دیں گے | عَلَيْكُمْ تم پر تمہارے خلاف | سَمْعُكُمْ تمہارے کان | وَلَآ اَبْصَارُكُمْ اور نہ تمہاری آنکھیں

وَلَا جُلُوْدُكُمْ اور نہ تمہاری جلدیں (گوشت پوست) | وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ) | ظَنَنْتُمْ تم نے گمان کرلیا تھا | اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ | لَا يَعْلَمُ نہیں جانتا

كَثِيْرًا بہت کچھ | مِّمَّا اس کے | تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو | وَذٰلِكُمْ اور اس | ظَنُّكُمُ تمہارا گمان | الَّذِيْ وہ جو | ظَنَنْتُمْ تم نے گمان کیا تھا

بِرَبِّكُمْ اپنے پروردگار کے متعلق | اَرْدٰىكُمْ ہلاک کیا تمہیں | فَاَصْبَحْتُمْ سو تم ہوگئے | مِّنَ سے | الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانے والے | فَاِنْ پھر اگر | يَّصْبِرُوْا وہ صبر کریں

فَالنَّارُ تو جہنم | مَثْوًى ٹھکانہ | لَّهُمْ ان کیلئے | وَاِنْ اور اگر | يَّسْتَعْتِبُوْا وہ معافی چاہیں | فَمَا هُمْ تو نہ وہ | مِّنَ سے | الْمُعْتَبِيْنَ معافی قبول کئے جانیوالے

وَقَيَّضْنَا اور ہم نے مقرر کئے | لَهُمْ ان کیلئے | قُرَنَآءَ کچھ ہم نشین | فَزَيَّنُوْا لَهُمْ تو انہوں نے آراستہ کر دکھایا ان کیلئے | مَّا جو | بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ اُنکے آگے

وَ اور | مَا خَلْفَهُمْ جو اُن کے پیچھے | وَحَقَّ اور پورا ہوگیا | عَلَيْهِمُ ان پر | الْقَوْلُ قول | فِيْٓ اُمَمٍ ان اُمتوں میں | قَدْ خَلَتْ جو گزر چکیں

مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل | مِّنَ الْجِنِّ جنات میں سے۔کی | وَالْاِنْسِ اور انسان | اِنَّهُمْ بیشک وہ | كَانُوْا خٰسِرِيْنَ خسارہ پانے والے تھے

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں عاد وثمود نافرمان قوموں کا ذکر ہوا تھا کہ وہ اپنی نافرمانی وسرکشی اور تکذیب انبیاء اور کفر و شرک کی بدولت اسی دنیا میں گرفتار عذاب ہوئیں اور اپنے اعمال کی سزا میں تباہ و برباد ہوئیں۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو سزا ان کفار ومشرکین کو ملی وہ تو ملی ہی لیکن آخرت کی سزا جو کہیں زیادہ سخت اور سارے اہل محشر کی نظر میں ہونے کے باعث زیادہ رسوا کن ہوگی اس کا حال بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے دشمنوں کو قیامت کے دن فرشتے جہنم کی طرف ہنکا کر لے جائیں گے اور ان مجرموں کی ان کے جرموں کے مطابق الگ الگ جماعتیں بنا دی جائیں گی اور یہ سب جماعتیں ایک دوسرے کے انتظار میں جہنم کے قریب روکی جائیں گی۔ اور جب سب اگلے پچھلے جمع ہو جائیں گے تو فیصلہ اور عدالت کا کام شروع ہوگا پرسش جرائم ہوگی تو وہ انکار کریں گے اعمال ناموں کی شہادت تسلیم نہ کریں گے پڑوسیوں اور گھر والوں کی گواہی کی بھی تکذیب کریں گے۔ فرشتوں کی شہادت بھی ان کے لئے قابل قبول نہ ہوگی۔ صحاح کی حدیث ہے حضرت انسؓ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے یا ہنس دیئے اور کسی کو جرات نہ ہوئی کہ ہنسی کا سبب دریافت کرتا خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے میرے ہنسنے کی وجہ دریافت نہیں کی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ حضور کی ہنسی کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس بات پر تعجب کر کے مسکرایا کہ قیامت کے دن کافر بندہ اپنے رب سے جھگڑے گا اور کہے گا پروردگار تو نے وعدہ کرلیا ہے کہ ظلم نہ ہوگا ارشاد ہوگا بیشک ظلم نہ ہوگا تو بندہ کہے گا کہ آج میں اپنے خلاف سوائے اپنی شہادت کے کسی کی شہادت قبول نہیں کر سکتا ارشاد ہوگا کہ کیا میری اور میرے ملائکہ کی شہادت کافی نہیں۔ بندہ بار بار اپنی وہی بات کہے جائے گا آخر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء اور جوارح اس کی بداعمالیاں بیان کرنے لگیں گے۔ جو کچھ اس نے کیا ہوگا ایک ایک کر کے بیان کر دیں گے پھر جب اس کا منہ کھلے گا تو وہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ کم بختو تم پر خدا کی لعنت تمہاری ہی طرف سے تو میں جھگڑ رہا تھا (مسلم ونسائی وغیرہ) حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ایک وقت تو وہ ہوگا کہ نہ کسی کو بولنے کی اجازت ہوگی نہ عذر معذرت کی۔ پھر جب اجازت ہوگی تو بولنے لگیں گے اور

جھگڑے کریں گے یہاں تک کہ مشرک اپنے شرک ہی سے انکار کر جائیں گے اور جھوٹی قسمیں کھا جائیں گے آخران کی زبانیں بند ہو جائیں گی اور خود اعضائے بدن ان کے ہاتھ پاؤں آنکھ کان ان کے افعال پر شہادت دیں گے پھر جب ان کا منہ کھول دیا جائے گا تو وہ اپنے اعضاء سے لڑنے لگیں گے آخر کار انکار کے بعد اقرار ہوگا۔ اسی کے متعلق یہاں آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان مجرمین کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور اس وقت وہ لوگ متعجب ہو کر اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف میں کیوں گواہی دی۔ ہم تو دنیا میں تمہارے ہی لئے سب کچھ کرتے تھے جب میں زبان سے انکار کر رہا تھا تو تم پر کیا مصیبت پڑی تھی کہ خوانخواہ سب کچھ بتلانا شروع کر دیا۔ آخر یہ بولنا تم کو کس نے سکھلایا؟ وہ اعضاء جواب دیں گے کہ جس کی قدرت نے ہر بولنے والی چیز کو بولنے کی قدرت دی آج اسی نے ہم کو بھی گویا کر دیا اور بولنے کی قوت دی۔ اور نہ بولتے اور بتلاتے تو کیا کرتے جب وہ قادر مطلق بلوانا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ نہ بولے۔ اسی قادر مطلق نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس پھر دوبارہ زندہ کر کے لائے گئے ہو۔ گو تم اس کے منکر تھے پس جو خدا ایسا قادر اور عظیم الشان ہو اس کے سامنے اس کے حکم پر ہم حق کو کیسے چھپا سکتے تھے۔ اس لئے ہم نے صاف صاف اور سچی گواہی دے دی۔ آگے حق تعالیٰ ان منکروں کو خطاب فرمائیں گے کہ تم غیروں سے چھپ کر گناہ کرتے تھے یہ خبر نہ تھی کہ خود اپنے ہاتھ پاؤں بتلا دیں گے ان سے بھی پردہ کریں اور کرنا بھی چاہتے تو اس کی قدرت کہاں تھی۔ اصل میں تمہارے طرز عمل سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تم کو خدا تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہ تھا۔ سمجھتے تھے کہ جو چاہو کرتے رہو کون دیکھ بھال کرتا ہوگا۔ اگر پوری طرح یقین ہوتا کہ خدا ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے اور اس کے ہاں ہمارا پورا ریکارڈ موجود ہے تو ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے۔ تم کو تو یہی یقین تھا کہ اللہ تمہاری بداعمالیوں کو نہیں جانتا اور تمہارے اسی خیال نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق کر رکھا تھا تم کو تباہ کیا اور تم ابدی خسارہ اور نقصان میں پڑ گئے اب صبر کرو یا نہ کرو ٹھکانا تمہارا یہی جہنم ہے۔ اب اگر گناہوں کی تم معافی چاہو اور کیسے ہی عذر معذرت کرو یا خوشامد درآمد کرو سب بیکار ہے اس کا وقت گیا آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں ان پر شیاطین تعینات تھے کہ ان کو برے کام بھلے کر کے دکھائیں اور تباہ کن ماضی اور مستقبل کو خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کریں اور یہ شیطانوں کا تعینات کیا جانا بھی ان کے اعراض عن الحق کا نتیجہ تھا تو ان کے رفیقوں نے ان کے دلوں میں بری باتیں رچا دیں اور ان کے حق میں بھی اللہ کا قول یعنی وعدہ عذاب پورا ہو کر رہا۔ اور یقیناً یہ خسارہ میں رہے۔

اللہ تعالیٰ آخرت کے خسارہ سے ہم سب کو بچائیں۔ ایک حدیث میں جو حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے آخرت کے خسارہ سے بچنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر آنے والا دن انسان کو یہ ندا دیتا ہے کہ میں نیا دن ہوں اور جو کچھ تو میرے اندر عمل کرے گا قیامت میں میں اس پر گواہی دوں گا اس لئے اے انسان تجھے چاہئے کہ میرے ختم ہونے سے پہلے پہلے نیک عمل کر لے کہ میں اس کی قیامت میں گواہی دوں۔ اور اگر میں ختم ہو گیا اور چلا گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہ پائے گا اسی دن کی طرح ہر رات بھی انسان کو یہی ندا دیتی ہے۔

اب آگے کفار مکہ اور منکرین قرآن و رسالت کی مذمت اور ان کے اعراض عن الحق کو ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور یہ کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور (اگر پیغمبر سنانے لگیں تو) اس کے بیچ میں غل مچا دیا کرو، شاید تم ہی غالب رہو،

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

سو ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے، اور ان کو ان کے بُرے بُرے کاموں کی سزا دیں گے۔

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءً

یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی دوزخ، ان کیلئے وہاں ہمیشگی کا مقام ہوگا، اس بات کے بدلہ میں کہ وہ

بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ

ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ اور وہ کفار کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ دونوں شیطان اور انسان

اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ

دکھا دیجئے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا ہم اُن کو اپنے پیروں کے تلے مل ڈالیں تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں۔ جن لوگوں نے

الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا

اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے، اُن پر فرشتے اُتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم

تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ

جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ اور ہم تمہارے رفیق تھے دُنیوی زندگی میں بھی

الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ ۭ

اور آخرت میں بھی رہیں گے، اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع

یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	لَا تَسْمَعُوْا تم مت سنو	لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن کو	وَالْغَوْا اور غل مچاؤ		
فِيْهِ اس میں	لَعَلَّكُمْ شاید کہ تم	تَغْلِبُوْنَ تم غالب آجاؤ	فَلَنُذِيْقَنَّ پس ہم ضرور چکھائیں گے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا (کافر)			
عَذَابًا شَدِيْدًا سخت عذاب	وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اور ہم انہیں ضرور بدلہ دیں گے	اَسْوَاَ بدترین	الَّذِيْ وہ جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے (اعمال)			
ذٰلِكَ یہ	جَزَآءُ بدلہ	اَعْدَآءِ اللّٰهِ اللہ کے دشمن (جمع)	النَّارُ جہنم	لَهُمْ ان کیلئے	فِيْهَا اس میں	دَارُ الْخُلْدِ ہمیشگی کا گھر	جَزَآءً بدلہ

بِمَا اسکا جو	كَانُوْا وہ تھے	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کا	يَجْحَدُوْنَ انکار کرتے	وَقَالَ اور کہیں گے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)		
رَبَّنَا اے ہمارے رب	اَرِنَا ہمیں دکھا دے	الَّذَيْنِ وہ دونوں	اَضَلّٰنَا جنہوں نے گمراہ کیا ہمیں	مِنَ الْجِنِّ جنات میں سے	وَ اور		
الْاِنْسِ انسانوں	نَجْعَلْهُمَا ہم ان دونوں کو ڈالیں	تَحْتَ تلے	اَقْدَامِنَا اپنے پاؤں	لِيَكُوْنَا تاکہ وہ ہوں	مِنَ سے	الْاَسْفَلِيْنَ انتہائی ذلیل (جمع)	
اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	قَالُوْا انہوں نے کہا	رَبُّنَا اللّٰهُ ہمارا رب اللہ	ثُمَّ پھر	اسْتَقَامُوْا وہ ثابت قدم رہے	تَتَنَزَّلُ اترتے ہیں	
عَلَيْهِمُ ان پر	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	اَلَّا تَخَافُوْا کہ نہ تم خوف کھاؤ	وَلَا تَحْزَنُوْا اور نہ غمگین ہو	وَاَبْشِرُوْا اور تم خوش رہو	بِالْجَنَّةِ جنت پر	الَّتِيْ وہ جو	
كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا	نَحْنُ ہم	اَوْلِيٰٓؤُكُمْ تمہارے رفیق	فِي الْحَيٰوةِ زندگی میں	الدُّنْيَا دنیا	وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں		
وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	مَا تَشْتَهِيْٓ جو چاہیں	اَنْفُسُكُمْ تمہارے دل	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِيْهَا اسمیں	مَا جو	
تَدَّعُوْنَ تم مانگو گے	نُزُلًا ضیافت	مِنْ سے	غَفُوْرٍ بخشنے والا	رَّحِيْمٍ مہربان			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کا حال قیامت کے روز بوقت حساب کتاب بیان فرمایا گیا تھا کہ جب محشر میں کفار اپنے جرائم کا زبان سے انکار کریں گے اس وقت حکم ہوگا کہ ان کے اعضاء کی شہادت پیش کی جائے جن کے ذریعہ سے گناہ کئے تھے۔ چنانچہ ہر ایک عضو مجرم کے خلاف سچی اور صحیح شہادت دے گا اور بالآخر کفار ومشرکین کو اپنے جرائم کا اقرار کرنا پڑے گا اور جہنم ان کا ٹھکانہ بنایا جائے گا۔ اب آگے ان آیات میں کفار مکہ کا ایک طرز عمل بیان فرما کر ان کی مذمت کی جاتی ہے۔ کفار مکہ نے جب دیکھا کہ قرآن سن کر لوگوں کے دل ادھر کھنچتے ہیں اور دل متاثر ہوتے ہیں تو اس کی تدبیر کفار نے یہ نکالی اور آپس میں طے کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھا کریں تو اس وقت قرآن نہ خود سنو اور نہ کسی اور کو سننے دو اس قدر شور وغل مچاؤ اور تالیاں اور سیٹیاں بجاؤ کہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں پہنچنے ہی نہ پائے۔ جب قرآن لوگ نہ سن سکیں گے تو ان کا میلان بھی اس طرف نہ ہوگا اور اس طرح ہماری بک بک سے قرآن کی آواز دب جائے گی۔ اہل باطل کے پاس حق کے مقابلہ میں جب کوئی دلیل باقی نہیں رہتی اور ان کو اپنی مغلوبیت نظر آتی ہے تو وہ لوگوں کو حق سے روکنے کے لئے جاہلانہ تدبیریں کرتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ کوئی حق کی آواز ہی نہ سن سکے لیکن حق وصداقت کی کڑک مچھروں اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے کہاں مغلوب ہوسکتی ہے تو کفار مکہ نے آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق کیا کہ نہ خود وہ قرآن کو سنیں گے نہ دوسروں کو سننے دیں گے اور جب قرآن پڑھا جائے تو خوب شور وغل کرو سیٹیاں اور تالیاں بجاؤ چنانچہ کفار دین کی دشمنی میں یہی کرتے تھے اور اس تدبیر کو اپنے غلبہ کا باعث جانتے تھے اور یہ حال کفار مکہ ہی کا نہیں بلکہ ہر جاہل کا فرکا رہا ہے کہ اسے قرآن کا سننا اچھا نہیں لگتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس حالت کے برخلاف مومنوں کو حکم فرمایا ہے **واذاقرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون** جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ تلاوت قرآن کے وقت غور وفکر کرے دل نرم رکھے اگر کوئی دوسرا پڑھتا ہو تو خاموشی اور ادب کے ساتھ سنے۔ کان لگائے رکھے۔ ایسی کوئی بات یا حرکت نہ کرے کہ پڑھنے والے کے پڑھنے میں کوئی خرابی آئے اور اس کی توجہ ہٹے۔ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس موقع پر اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

''کہ تلاوت قرآن میں خلل ڈالنے کی نیت سے شور وغل کرنا تو کفر کی علامت ہے اور خاموش ہو کر سننا واجب اور ایمان کی علامت ہے۔ آج کل ریڈیو پر تلاوت قرآن نے ایسی صورت

اختیار کرلی ہے کہ ہر ہوٹل اور مجمع کے مواقع میں ریڈیو کو کھولا جاتا ہے جس میں قرآن کی تلاوت ہورہی ہو اور ہوٹل والے خود اپنے دھندوں میں لگے رہتے ہیں اور کھانے پینے والے اپنے شغل میں اس کی صورت وہ بن جاتی ہے جو کفار کی علامت تھی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت فرماویں کہ یا تو ایسے مواقع میں تلاوت قرآن کے لئے ریڈیو نہ کھولیں اور اگر کھولنا ہے اور برکت حاصل کرنا ہے تو چند منٹ سب کام بند کر کے خود بھی اس طرف متوجہ ہوکر سنیں۔ دوسروں کو بھی اس کا موقع دیں"۔

تو ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ برا کام کونسا ہوگا خود نصیحت کی بات نہ سنے اور دوسروں کو بھی سننے نہ دے اس لئے کفار کو ان کی اس حرکت پر وعید سنائی جارہی ہے کہ قرآن کریم سے مخالفت کرنے کی بنا پر انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ اور ان کی اس بدعملی کا مزہ انہیں ضرور چکھایا جائے گا۔ ایسے دشمنان خدا کا بدلہ جہنم کی آگ ہے جس میں ان کے لئے ہمیشگی کا گھر ہے اور وہ سدا اسی میں رہیں گے اور یہ سزا اس کا بدلہ ہوگا کہ وہ جان بوجھ کر اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے تمام نشانیاں ان سے یہ کہہ رہی تھیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ بشر ایسا کلام ہرگز نہیں بنا سکتا اور دل میں یہ کفار بھی یہی سمجھتے تھے لیکن ضد تعصب اور عناد سے انکار ہی کرتے رہتے تھے آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ کفار جہنم میں مبتلائے عذاب ہوں گے تو انتہائی جھنجلاہٹ اور جوش غضب میں یہی چاہیں گے کہ اپنے گمراہ کرنے والے لیڈروں اور پیشواؤں اور فریب دینے والے شیاطین کو اپنے قریب موجود پائیں تو اپنے پیروں سے روند اور کچل کر رکھ دیں چنانچہ جہنمی دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم تو آفت اور مصیبت میں پھنسے ہی ہیں لیکن انسانوں اور شیاطین جنات میں سے جن شیطانوں نے ہم کو بہکا بہکا کر اس آفت میں گرفتار کرایا ہے ذرا انہیں ہمارے سامنے کردیجئے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں اور نہایت ذلت وخواری کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں دھکیل دیں تاکہ انتقام لے کر ہمارا دل تو کچھ ٹھنڈا ہو۔

غور کیجئے کہ وہی گمراہ عوام جو آج دنیا میں اپنے گمراہ لیڈروں اور پیشواؤں اور فریب دینے والے شیاطین کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں کل جب قیامت میں اس گمراہی کی سزا میں گرفتار ہوں گے اور انہیں پتہ چلے گا کہ ان کے رہنماؤں نے انہیں اس آفت میں گرفتار کرایا ہے تو یہی عوام انہیں کوسیں گے اور چاہیں گے کہ وہ ان کے ہاتھ آجائیں تو پیروں تلے روند ڈالیں۔ اب یہاں تک تو کفار کی بدحالی اور بدانجامی مذکور تھی اور ان کو وعید سنائی گئی تھی آگے اہل ایمان کو ان کی خوش انجامی کی بشارت دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو اپنا رب کہا اور اس کی ربوبیت اور الوہیت کا دل سے اقرار کیا اور اس یقین و اقرار سے مرتے دم تک نہ ہٹے اس کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ اختیار نہ کیا۔ جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضا پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکر گزاری کے لئے کیا۔ اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستہ پر چلے ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اسکے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں جو تسکین و تسلی دیتے ہیں اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے اور جنت کے جو وعدے اللہ کے پیغمبر کی زبانی کئے گئے تھے وہ اب تم سے پورے کئے جانے والے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی روح سے فرشتے کہتے ہیں کہ اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی

چل خدا کی بخشش انعام اور اس کی نعمت کی طرف چل اس خدا کے پاس جو تجھ پر ناراض نہیں۔ الحاصل موت کے وقت قبر میں قبر سے اٹھتے ہوئے ہر جگہ ملائکہ رحمت مومن کے ساتھ رہیں گے اور ہر جگہ بشارتیں سناتے رہیں گے۔ اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ متقین اور ابرار پر اس دنیوی زندگی میں بھی ایک قسم کا نزول فرشتوں کا ہوتا ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے دینی اور دنیوی امور میں بہتری کی باتیں الہام کرتے ہوں جو ان کے شرح صدر اور تسکین واطمینان کا موجب ہو جاتا ہے جیسا کہ انہی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتے مومنین سے یہ کہیں گے کہ ہم دنیا کی زندگانی میں بھی تمہارے رفیق اور ساتھی تھے۔ تمہیں نیکی کی راہ سمجھاتے تھے خیر کی رہنمائی کرتے تھے ٹھیک اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔ تمہاری وحشت اور دہشت دور کرتے رہیں گے اور تمہاری شفاعت اعزاز واکرام کا انتظام کریں گے یہاں تک کہ نعمتوں والی جنت میں پہنچا دینے تک تم سے الگ نہ ہوں گے اور جنت میں پہنچ کر جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا۔ جو خواہش و رغبت دل یا زبان سے کرو گے سب کچھ ملے گا۔ اور یہ مہمانی یہ عطا اور یہ انعام یہ ضیافت اس خدا کی طرف سے ہوگی جو غفور الرحیم ہے جو بڑا بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے جس کا لطف و کرم اور بخشش و رحم بہت وسیع ہے۔ یہ تو اہل ایمان کی تسلی و تسکین کا بیان ہوا اس کے بعد ان کو اصل کام یعنی حسن اعمال کی طرف ترغیب دلائی جا رہی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی ہے اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق بھی نصیب فرمائیں اور اس کے خلاف چلنے اور قدم اٹھانے سے ہم کو بچائیں۔

یا اللہ دنیا میں انسانوں اور شیطانوں کی گمراہی سے ہماری کامل طور پر حفاظت فرمایئے اور ہم کو اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہمیں بھی اپنے ان مومن بندوں میں شامل فرما لیجئے جن پر ملائکہ کا نزول ہوگا اور جنت کی خوشخبری اور بشارت سنیں گے۔

یا اللہ اپنے کرم سے ہمیں بھی مومنین کاملین کے طفیل میں ان کے ساتھ جنت کی مہمانی نصیب فرمایئے اور اپنی مغفرت و رحمت سے نواز دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں سے ہوں۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، آپ نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے، پھر یکایک آپ میں

وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰهَآ

اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جاوے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے، اور یہ بات انہیں لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے مستقل مزاج ہیں، اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے

اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ

جو بڑا صاحب نصیب ہے۔ اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے،

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

بلاشبہ وہ خوب سننے والا ہے خوب جاننے والا ہے۔

وَمَنْ اور کس	اَحْسَنُ بہترین	قَوْلًا قول	مِمَّنْ اس سے جو	دَعَا بلائے	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	وَعَمِلَ اور عمل کرے	صَالِحًا اچھے	
وَقَالَ اور وہ کہے	اِنَّنِیْ بیشک میں	مِنَ سے	الْمُسْلِمِیْنَ مسلمانوں	وَلَا تَسْتَوِی اور برابر نہیں ہوتی	الْحَسَنَةُ نیکی	وَلَا السَّیِّئَةُ اور نہ برائی		
اِدْفَعْ دور کردیں آپ	بِالَّتِیْ اس سے جو	هِیَ وہ	اَحْسَنُ بہترین	فَاِذَا تو یکایک	الَّذِیْ وہ جو شخص	بَیْنَكَ آپ کے درمیان	وَ اور	بَیْنَهٗ اس کے درمیان
عَدَاوَةٌ عداوت	كَاَنَّهٗ گویا کہ وہ	وَلِیٌّ دوست	حَمِیْمٌ قرابتی (جگری)	وَمَا یُلَقّٰهَا اور نہیں ملتی یہ	اِلَّا مگر	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے	صَبَرُوْا صبر کیا	
وَمَا اور نہیں	یُلَقّٰهَا ملتی یہ	اِلَّا مگر	ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ بڑے نصیب والے	وَاِمَّا اور اگر	یَنْزَغَنَّكَ تمہیں وسوسہ آئے	مِنَ سے		
الشَّیْطٰنِ شیطان	نَزْغٌ کوئی وسوسہ	فَاسْتَعِذْ تو پناہ چاہیں	بِاللّٰهِ اللہ کی	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہی	السَّمِیْعُ سننے والا	الْعَلِیْمُ جاننے والا	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کے مقابلہ میں ان مخصوص بندوں یعنی اہل ایمان کا ذکر ہوا تھا جنہوں نے صرف ایک اللہ کی ربوبیت پر اعتقاد جما کر اپنی استقامت کا ثبوت دیا۔ ایسے بندوں کے لئے اللہ کے فرشتوں کی رفاقت و حمایت کی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری سنائی گئی تھی اور جنت جو دائمی آرام و راحت اور چین و سکون کی جگہ ہے اس کی بشارت دی گئی تھی اب آگے ان آیات میں انہی اہل ایمان کے ایک اعلیٰ مقام اور بہترین عمل کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور اس کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ بہترین شخص وہ ہے جو خود اللہ کا ہو رہے اور خدا کے بندوں کو خدا کی طرف بلائے۔ اسی کی حکم برداری کا اعلان کرے۔ اسی کی پسندیدہ روش پر چلے اور دنیا کو اسی کی طرف آنے کی دعوت دے۔ اس کا قول و فعل بندوں کو خدا کی طرف کھینچنے میں موثر ہو۔ جس نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے بذات خود بھی اس پر عامل ہو۔ خدا کی نسبت اپنی بندگی اور فرمانبرداری کا اعلان کرنے سے کسی موقع پر اور کسی وقت نہ جھجکے اس کا طغرائے قومیت صرف مذہب اسلام ہو اور ہر قسم کی ملکی اور قومی اور فرقہ وارانہ نسبتوں سے یکسو ہو کر اپنے مسلم خالص ہونے کی منادی کرے اور اسی اعلیٰ مقام کی طرف لوگوں کو

بلائے جس کی دعوت دینے کے لئے خاتم الانبیاء نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے تو اگرچہ یہ آیت **و من احسن قولاً ممن دعآ الی اللہ و عمل صالحاً و قال اننی من المسلمین** عام ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے لوگوں کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی اس لئے سب سے اولیٰ طور پر اس آیت کے مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ پھر حضرات صحابہ کرامؓ اس شرف سے ممتاز ہوئے۔ پھر درجہ بدرجہ آنے والے لوگوں کو یہ نیابت حاصل ہوئی۔ اس آیت کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے اس ماحول کو بھی نظر میں رکھنا چاہئے جس ماحول میں کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے اس وقت مکہ کے حالات یہ تھے کہ جو شخص بھی اپنا دین اسلام اور اپنے کو مسلمان ہونا ظاہر کرتا تو گویا وہ اپنے کو دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا پاتا ان حالات میں فرمایا گیا کہ کمال درجہ کی نیکی یہ ہے کہ اللہ کی توحید اور بندگی کی طرف خلق خدا کو دعوت دے اور بے دھڑک اٹھ کر کہے کہ میں مسلمان ہوں اور اس دعوت الی اللہ کے کام کو کرتے ہوئے اپنا عمل اور اخلاق اتنا صاف اور پاکیزہ رکھے کہ کسی کو اسلام اور اس کے علمبرداروں پر حرف رکھنے کی گنجائش نہ ملے۔ یہاں آیت میں **دعآ الی اللہ** فرمایا ہے یعنی جو اللہ کی طرف بلائے۔ ان ظاہر الفاظ سے بعض علماء نے اشارہ اذان کی طرف سمجھا ہے اور اس سے عمل اذان کی فضیلت پر استدلال کیا ہے تو اس میں شک نہیں کہ اذان جو اللہ کی طرف بلانے کی دعوت ہے اس کی فضیلت اپنی جگہ بالکل مسلم ہے۔ احادیث میں موذن کے لئے یہ بشارت آچکی ہے کہ اللہ نے اس کا گوشت پوست آگ پر حرام کر دیا ہے۔ مگر یہ فضیلت اسی کے لئے ہے جو اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے اذان دے۔ اجرت و معاوضہ پیش نظر نہ ہو۔ صحیح مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن موذن سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں موذن ہوتا تو پھر مجھے حج و عمرے اور جہاد کی اتنی زیادہ پرواہ نہ رہتی۔ (ابن کثیر) اور حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ اگر میں موذن ہوتا تو میری آرزو پوری ہو جاتی۔ اور میں رات کے نفلی قیام کی اور دن کے نفلی روزوں کی اس قدر تگ و دو نہ کرتا میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے تین بار موذنوں کی بخشش کی دعا مانگی (ابن کثیر) حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں موذنوں کی بھی تعریف ہے کیونکہ اس کا **حی علی الصلوٰۃ** کہنا خدا کی طرف بلانا ہے لیکن عام علمائے مفسرین کا کہنا یہی ہے کہ اس آیت کا مفہوم دعا الی اللہ عام ہے اور ہر داعی الی اللہ اس کے تحت میں آجاتا ہے خواہ وہ حاکم عادل ہو یا فوجی مجاہد ہو یا مدرسہ کا معلم و مدرس ہو۔ یا واعظ ہو یا شیخ طریقت ہو یا دینی کتابوں کا مصنف و مولف ہو۔ اسی آیت سے فقہا نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بہترین قولی عبادت دعوت الی اللہ ہی ہے اور اسی سے بعض علماء نے یہ بھی مرتب کیا ہے کہ دعوت الی اللہ فرض ہے ورنہ اگر یہ فرض نہ ہو بلکہ صرف نفل ہو تو نفل کا فرض سے بہتر ہونا لازم آتا ہے الغرض یہ آیت صاف ظاہر کر رہی ہے کہ دعوت ایمانی اور تبلیغ اعمال صالحہ اللہ کی نظر میں بہت پسندیدہ ہے۔ لیکن داعی الی اللہ کے لئے بھی ایک شرط وعمل صالحاً کی فرمائی گئی ہے یعنی جہاں دوسروں کو دعوت دی جائے وہاں اپنے اعمال کو بھی صالحہ بنایا جائے اس آیت کا آخری فقرہ **وقال اننی من المسلمین** اور کہے کہ میں مسلمان ہوں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ داعی الی اللہ کا طغرائے قومیت صرف اسلام اور مسلمان ہونا ہو اور وہ اپنے مسلم ہونے کی منادی کرے۔ اس قرآنی ہدایت اور وصف کے خلاف آج امت مسلمہ میں کہیں عربی اور غیر عربی کا دعویٰ بلند کیا جا رہا ہے تو کہیں پاکستانی اور غیر پاکستانی کا یا بنگالی سندھی پنجابی بلوچی اور دوسرے فرقہ وارانہ نسبتوں کی طرف اپنے کو منسوب کرنا فخر سمجھا جا رہا ہے جو سراسر قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ ایک کلمہ گو کا طغرائے امتیاز ''مسلمان'' ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام عالم کے اہل اسلام کو اس طغرائے امتیاز کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

شاعر مشرق مرحوم علامہ اقبال نے اسی کے متعلق کیا خوب کہا ہے:۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں
منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟
شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں "مسلم" موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں ! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلماں بھی ہو
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

آگے ایک سچے داعی الی اللہ کو جس حسن و اخلاق کی ضرورت ہے اس کی تعلیم دی جاتی اور سمجھایا جاتا ہے کہ خوب سمجھ لو نیکی بدی کے اور بدی کے برابر نہیں ہو سکتی۔ دونوں کی تاثیر جداگانہ ہے لہذا ایک مسلم و مومن اور خصوصاً ایک داعی الی اللہ کا مسلک یہ ہونا چاہئے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے اس طرز عمل کے نتیجہ میں سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا۔ گو دل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئے گا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے اور گرم جوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا بلکہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں کے بعد سچے دل سے دوست بن جائے دشمنی اور عداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں ہاں کسی شخص کی طبیعت سانپ اور بچھوؤں کی طرح ہے کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اس پر اثر نہ کرے وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں بہرحال دعوت الی اللہ کے منصب پر فائز ہونے والوں کو بہت زیادہ صبر و استقلال اور حسن خلق کی ضرورت ہے۔ یعنی بہت بڑا حوصلہ چاہئے کہ بری بات سہار کر بھلائی سے جواب دے۔ یہ اخلاق اور اعلیٰ خصلت اللہ کے یہاں سے بڑے قسمت والے خوش نصیب اقبال مندوں کو ملتی ہے یہاں تک اس مقابل اور دشمن کے ساتھ معاملہ کرنا سکھلایا گیا جو حسن معاملہ اور خوش اخلاقی سے متاثر ہو سکتا ہو۔ لیکن ایک دشمن وہ ہے جو کسی حال میں اور کسی نہج سے دشمنی نہیں چھوڑ سکتا۔ تم کتنی ہی خوشامد نرمی برتو اس کا نصب العین یہی ہو کہ تم کو ہر طرح نقصان پہنچائے تو ایسے پکے دشمن سے محفوظ رہنے کے لئے تدبیر آگے تلقین فرمائی جاتی ہے۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ ایسے شیطان کے مقابلہ میں نرمی اور عفو و درگزر سے کام نہیں چلتا اور اس سے بچنے کے لئے ایک ہی تدبیر ہے کہ خداوند قدوس کی پناہ میں آ جاؤ یہ وہ مضبوط قلعہ ہے جہاں پر شیطان کی رسائی نہیں اگر تم واقعی اخلاص اور تضرع سے اللہ کو پکارو گے تو وہ تم کو ضرور پناہ دے گا کیونکہ وہ ہر ایک کی پکار سنتا ہے اور خوب سنتا ہے کہ کس نے اس کو کتنے اخلاص اور تضرع سے پکارا ہے۔

یہاں ان آیات میں جس حسن اخلاق کی تعلیم دی گئی اس کی بہترین تفسیر ایک وہ واقعہ ہے جو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکر

صدیقؓ کو بے تحاشا برا بھلا کہنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ خاموشی کے ساتھ اس کا سب وشتم سنتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ آخر کار جناب صدیقؓ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو آپ نے بھی اسے جواب میں ایک سخت بات کہہ دی۔ ان کی زبان سے وہ بات نکلتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید انقباض طاری ہوا جو چہرۂ مبارک پر نمایاں ہونے لگا اور آپ فوراً اٹھ کر تشریف لے چلے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی اٹھ کر آپؐ کے پیچھے ہو لئے اور راستہ میں عرض کیا کہ حضور وہ مجھے برا بھلا کہتا رہا اور آپؐ خاموش مسکراتے رہے جب میں نے اسے ایک جواب دیا تو آپ ناراض ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم خاموش تھے تو ایک فرشتہ تمہارے ساتھ رہا اور تمہاری طرف سے اس کو جواب دیتا رہا اور جب تم بول پڑے تو فرشتہ کی جگہ شیطان آ گیا۔ میں شیطان کے ساتھ تو نہیں بیٹھ سکتا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کریم کا تو کیا ہی کہنا اس لئے گو خطاب یہاں آپ کی طرف ہے مگر مقصود عام تعلیم ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس قرآنی اخلاق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اعلیٰ مظہر ہو کر چکے اور جدھر گئے غیر مسلموں کو اپنے اخلاق سے متاثر کیا اور ان کے اعلیٰ اخلاق تبلیغ اسلام کا ذریعہ بنتے تھے۔ افسوس ہے کہ آج بھی وہی قرآن موجود ہے مگر اس وقت کا مسلمان قرآنی اخلاق سے اتنا دور ہو گیا ہے الا ماشاءاللہ کہ آج ہم اپنی بدخلقی اور بداطواری سے اسلام کو بدنام کرنے والے ثابت ہو رہے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

الغرض دعوت الی اللہ کی فضیلت کے ساتھ داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے اس کو بیان فرما کر آگے جس اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلایا جاتا ہے اس کی شان عظمت و قدرت اور وحدانیت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اور تمام امت مسلمہ کو قرآنی ہدایات وتعلیمات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حق تعالیٰ ہم کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں داعی الی اللہ کے زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت عطا فرمائیں ہم کو بھی یا اللہ اپنے راستہ پر چلنا نصیب فرما اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی چلانا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں قرآنی اخلاق سے مزین فرما اور شیطانی وساوس سے ہماری حفاظت فرما اور اپنی پناہ میں داخل فرما۔

یا اللہ! سلف صالحین کے قرآنی اخلاق تبلیغ اسلام کا ذریعہ بنتے تھے۔ لیکن آج ہم اپنی بدخلقی اور بداعمالی سے بدنام کنندۂ اسلام ثابت ہو رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یا اللہ ہماری اور تمام امت مسلمہ کی حالت اس وقت قابل رحم ہے۔ آپ ہی کے فضل وکرم سے آپ ہی کی تائید وتوفیق سے آپ ہی کی نصرت وحمایت سے ہماری حالت بدل سکتی ہے۔

یا اللہ ہم آپ کے کرم ورحم کے طالب ہیں۔ آپ ہی کی طرف رجوع ہو کر آپ سے ہدایت کے بھکاری ہیں۔ آپ ہی سے توفیق حسن کے خواستگار ہیں۔ آپ کے بندے ہیں۔ آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں۔ آپ ہی ہماری مدد فرمائیں اور ہمارے منجدھار میں ڈوبتے ہوئے بیڑے کو پار لگا دیں اور ہمیں پھر سے اسلام کا وفادار اور جانثار بنا دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ

اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید کی) نشانیوں کے رات اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے، (پس) تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو

وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا

اور (صرف) اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) نشانیوں کو پیدا کیا اگر تم کو خدا کی عبادت کرنا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں

فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ

تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں وہ شب وروز اُس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ (اس سے ذرا) نہیں اکتاتے۔ اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید کی)

اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ

نشانیوں کے ایک یہ ہے (کہ اے مخاطب) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی دبائی پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ اُبھرتی ہے اور پھولتی ہے، (اس سے ثابت ہوا کہ)

اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا

جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا وہی مردوں کو زندہ کر دے گا، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں

لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا

وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں ہیں، سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جاوے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز امن وامان کے ساتھ (جنت میں) آئے، جو جی چاہے کرلو،

شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے۔

وَمِنْ اور سے	اٰيٰتِهِ اسکی نشانیاں	الَّيْلُ رات	وَالنَّهَارُ اوردن	وَالشَّمْسُ اورسورج	وَالْقَمَرُ اور چاند	لَا تَسْجُدُوْا تم نہ سجدہ کرو	لِلشَّمْسِ سورج کو	
وَلَا اور نہ	لِلْقَمَرِ چاند کو	وَاسْجُدُوْا اور تم سجدہ کرو	لِلّٰهِ اللہ کو	الَّذِيْ وہ جس نے	خَلَقَهُنَّ پیدا کیا انہیں	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	
اِيَّاهُ صرف اسکی	تَعْبُدُوْنَ عبادت کرتے	فَاِنِ پس اگر وہ	اسْتَكْبَرُوْا تکبر کریں	فَالَّذِيْنَ سو وہ جو	عِنْدَ رَبِّكَ آپ کے رب کے نزدیک			
يُسَبِّحُوْنَ وہ تسبیح کرتے ہیں	لَهٗ اسکی	بِالَّيْلِ رات	وَالنَّهَارِ اوردن	وَهُمْ اور وہ	لَا يَسْـَٔمُوْنَ نہیں اکتاتے	وَ اور	مِنْ اٰيٰتِهٖ اسکی نشانیوں میں سے	
اَنَّكَ کہ تو	تَرَى تو دیکھتا ہے	الْاَرْضَ زمین	خَاشِعَةً دبی ہوئی سنسان	فَاِذَا پھر جب	اَنْزَلْنَا ہم نے اتارا	عَلَيْهَا اس پر	الْمَآءَ پانی	
اهْتَزَّتْ وہ لہلہانے لگتی ہے	وَرَبَتْ اور پھولتی ہے	اِنَّ بیشک	الَّذِيْ وہ جس نے	اَحْيَاهَا اس کو زندہ کیا	لَمُحْيِ الْمَوْتٰى البتہ زندہ کرنیوالا مردوں کو			
اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	يُلْحِدُوْنَ کج روی کرتے ہیں	فِيْ اٰيٰتِنَا ہماری آیات میں		
لَا يَخْفَوْنَ وہ پوشیدہ نہیں	عَلَيْنَا ہم پر	اَفَمَنْ تو کیا جو	يُلْقٰى ڈالا جائے	فِي النَّارِ آگ میں	خَيْرٌ بہتر	اَمْ مَّنْ یا جو	يَّاْتِيْ آئے	اٰمِنًا امن کیساتھ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	اِعْمَلُوْا تم کرو	مَا شِئْتُمْ جو تم چاہو	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں دعوت الی اللہ کی فضیلت کے ساتھ داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے اس کا بیان فرمایا گیا تھا۔ اب یہاں سے آگے اللہ تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت اور بعث بعد الموت وغیرہ کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ گویا اس میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ ایک طرف خدا کے مخصوص بندے اپنے قول و فعل سے خدا کی طرف بلا رہے ہیں اور دوسری جانب چاند سورج اور آسمان و زمین کا عظیم الشان نظم سوچنے اور سمجھنے والوں کو اسی خدائے واحد کی طرف آنے کی دعوت دے رہا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ ان تکوینی نشانیوں میں الجھ کر نہ رہ جائے۔ جیسے بہت سی قومیں انہی میں الجھ کر رہ گئی ہیں۔ بلکہ لازم ہے کہ اس لامحدود قدرت والے مالک کے سامنے سر جھکائے جس کی یہ سب نشانیاں ہیں اور جس کے حکم سے یہ نشانیاں یعنی دن رات اور چاند اور سورج ایک مقررہ نظام میں جکڑے ہوئے ہیں۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سورج اور چاند اور دن اور رات اس کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں رات کو اس کے اندھیروں سمیت اور دن کو اس کے اجالے سمیت اسی نے بنایا ہے جو یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں چونکہ آسمان اور زمین میں زیادہ خوبصورت اور منور سورج اور چاند تھا اس لئے اسی خصوصیت سے اپنا مخلوق ہونا فرمایا اور فرمایا کہ اگر خدا کے بندے ہو تو سورج اور چاند کے آگے ماتھا نہ ٹیکنا اس لئے کہ وہ مخلوق ہیں اور مخلوق سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ سجدہ کئے جانے کے لائق وہی ایک خدا ہے۔ جو سب کا خالق ہے پس تم صرف خدا کی عبادت کئے جاؤ سورج اور چاند وغیرہ کے پوجنے والے بھی زبان سے یہی کہتے تھے کہ ہماری غرض ان چیزوں کی پرستش سے اللہ کی پرستش ہے۔ اس لئے یہاں بتلا دیا گیا کہ یہ چیزیں پرستش کے لائق نہیں عبادت کا مستحق صرف ایک خدا ہے جو لوگ صرف اس کی عبادت نہیں کرتے اور غرور اور تکبر حق کے قبول کرنے سے مانع ہے۔ اور باوجود واضح دلائل کے توحید الٰہی کی طرف آنا نہیں چاہتے تو نہ آئیں اپنا ہی نقصان کریں گے اللہ کو ان کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے جس کی بڑائی اور بزرگی اور عظمت اور جبروت کا یہ حال ہو کہ بے شمار ملائکہ مقربین شب و روز اس کی عبادت اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں نہ کبھی تھکتے ہیں اور نہ کبھی اکتاتے ہیں۔ تو ایسے بزرگ اور مقدس فرشتوں کے سامنے یہ مشرکین بے چارے کیا چیز ہیں اور ان کا غرور کیا چیز ہے۔ خوامخواہ کی جھوٹی شیخی کر کے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ زمین کو دیکھو بے چاری کیسی چپ چاپ ذلیل و خوار بوجھ میں دبی ہوئی پڑی رہتی ہے۔ خشکی کے وقت ہر طرف خاک اڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن جہاں آسمانی بارش کا ایک چھینٹا پڑا پھر اس کی تر و تازگی رونق اور ابھار قابل دید ہو جاتی ہے۔ کھیتیاں، سبزے، گھاس، پات، پھل، پھول وغیرہ اُگ آتے ہیں اور وہ ایک عجیب انداز سے اپنے سبزے کے ساتھ لہلہانے لگتی ہے۔ آخر یہ انقلاب کس کے دست قدرت کے تصرف کا نتیجہ ہے؟ جس خدا نے اس مردہ زمین کو زندہ کر دیا کیا وہ مرے ہوئے انسانوں کے بدن میں دوبارہ جان نہیں ڈال سکتا۔ بے شک وہ سب کچھ کر سکتا ہے اس کی قدرت کے سامنے کوئی مانع و مزاحم نہیں۔ تو قدرت کی ان نشانیوں کو دیکھ کر اور اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے اللہ کی آیات سن کر بھی جو لوگ کجروی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں میں واہی تباہی شبہات کو پیدا کر کے ٹیڑھی بناتے ہیں یا خوامخواہ توڑ مروڑ کر ان کا مطلب غلط لیتے ہیں یا یونہی جھوٹ موٹ کے عذر اور بہانے تراش کر آیات اور احکام الٰہیہ کے ماننے میں ہیر پھیر کرتے ہیں ایسی ٹیڑھی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے اور خدا سے ان کی کوئی چال پوشیدہ نہیں جس وقت سامنے جائیں گے نتیجہ دیکھ لیں گے فی الحال اس نے ڈھیل دے رکھی

3 ہے کہ مجرم کو ایک دم نہیں پکڑتا۔ یہ سب کچھ سمجھانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ اب جو تمہاری سمجھ میں آئے کئے جاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ تمہاری سب حرکات اس کی نظر میں ہیں۔ ایک دن ان کا اکٹھا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اب خود سوچ لو اور سمجھ لو کہ ایک شخص جو اپنی شرارتوں کی بدولت جلتی آگ میں گرے اور ایک جو اپنی شرافت اور سلامت روی کی بدولت ہمیشہ امن و چین سے رہے دونوں میں کون بہتر ہے؟

ان آیات سے ایک بات یہ ثابت ہوئی جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ "سجدہ صرف حق تعالیٰ خالق کائنات کا حق ہے اس کے سوا کسی ستارے یا انسان وغیرہ کو سجدہ کرنا حرام ہے خواہ وہ عبادت کی نیت سے ہو یا محض تعظیم و تکریم کی نیت سے دونوں صورتیں اب باجماع امت حرام ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرے گا وہ کافر ہو جاوے گا اور جس نے محض تعظیم و تکریم کے لئے سجدہ کیا اس کو کافر نہ کہیں گے مگر ارتکاب حرام کا مجرم اور فاسق کہا جائے گا۔ سجدۂ عبادت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی امت و شریعت میں حلال نہیں رہا کیونکہ وہ شرک میں داخل ہے اور شرک تمام شرائع انبیاء میں حرام رہا ہے البتہ کسی کو تعظیماً سجدہ کرنا یہ پچھلی شریعتوں میں جائز تھا دنیا میں آنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سب فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی کا حکم ہوا۔ یوسف علیہ السلام کو ان کے والد اور بھائیوں نے سجدہ کیا جس کا ذکر قرآن کریم میں سورۂ یوسف میں موجود ہے مگر باتفاق فقہائے امت یہ حکم ان شریعتوں میں تھا۔ اسلام میں منسوخ قرار دیا گیا اور غیر اللہ کو سجدہ مطلقاً حرام قرار دیا گیا"۔ (معارف القرآن)

افسوس ہے کہ بعض جاہل پیروں اور مریدوں میں یہ سجدہ بازی کی رسم اب بھی پائی جاتی ہے اور بزرگان دین کی قبروں کو سجدہ کرنا تو اس ملک پاکستان اور ہندوستان میں تو اکثر صاحبان نے دیکھا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور ہر طرح کے منکرات سے بچا کر دین خالص پر ہم کو استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے قرآن کریم جو حق تعالیٰ حکیم و حمید کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی حقانیت اور شان عظمت کو بیان کیا جاتا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

ان تلاوت کردہ آیات میں چونکہ آیت سجدہ بھی تلاوت کی گئی ہے اس لئے پڑھنے اور سننے والوں پر ایک سجدہ تلاوت واجب ہو گیا ہے۔ جس کو ادا کر لیا جائے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ ہمیں شب و روز اپنی عبادت اور اپنی پاکی و بڑائی بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اور قیامت و آخرت پر ہم کو ایسا یقین کامل نصیب فرما کہ ہم آخرت سے کسی لحہ غافل نہ ہوں۔ یا اللہ اپنے کرم سے قیامت کے دن نار سے ہم کو بچایئے اور اپنی امن و امان والی جنت میں ہمیں داخل ہونا نصیب فرمایئے یا اللہ! ہم کفار و مشرکین کی کیا حکایت و شکایت کریں جو قیامت و آخرت کے منکر ہیں۔ اب تو ہمیں رونا بعض اہل اسلام ہی کے لئے ہے کہ جو دنیا میں من مانی اور دل چاہی زندگی بسر کر رہے ہیں اور قیامت و آخرت سے بالکل بے پرواہ ہو کر ممنوعات و منکرات شرعیہ میں گرفتار ہیں آپ کے احکام سے انحراف و اعراض برت رہے ہیں۔

یا اللہ! اس غفلت و جہالت کو اہل اسلام سے دور فرما دے اور ہم کو اپنا وفادار فرمانبردار بندہ بن کر زندہ رہنا اور اسی حالت پر مرنا نصیب فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ

جولوگ اس قرآن کا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں، اور یہ (قرآن) بڑی باوقعت کتاب ہے۔ جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے

بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ

اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ آپ کو وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں

قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ

آپ کا رب بڑی مغفرت والا اور دردناک سزا دینے والا ہے۔ اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے

قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ ءَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا

تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں، یہ کیا بات کہ عجمی کتاب اور عربی رسول، آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کیلئے

هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ

تو راہ نما اور شفا ہے، اور جو ایمان نہیں لاتے اُن کے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور وہ قرآن ان کے حق میں نابینائی ہے، یہ لوگ (ایسے ہیں کہ گویا)

يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْ

کسی بڑی دور جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔ اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی سو اس میں بھی اختلاف ہوا، اور اگر ایک بات نہ ہوتی

لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾

جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب آخرت میں ملے گا) تو ان کا فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا، اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے، جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے اور جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں،

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ وہ جنہوں نے	كَفَرُوا انکار کیا	بِالذِّكْرِ ذکر (قرآن) کا	لَمَّا جب	جَاءَهُمْ وہ آیا ان کے پاس	وَإِنَّهُ اور بیشک یہ
لَكِتَابٌ البتہ کتاب ہے	عَزِيزٌ گرامی قدر	لَا يَأْتِيهِ اسکے پاس نہیں آتا	الْبَاطِلُ باطل	مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اس کے سامنے سے	وَلَا اور نہ	
مِنْ خَلْفِهِ اس کے پیچھے سے	تَنْزِيلٌ نازل کیا گیا	مِنْ سے	حَكِيمٍ حکمت والے	حَمِيدٍ سزاوار	مَا يُقَالُ نہیں کہا جاتا	لَكَ آپ کو
إِلَّا سوائے	مَا قَدْ قِيلَ جو کہا جا چکا ہے	لِلرُّسُلِ رسولوں کو	مِنْ قَبْلِكَ آپ سے قبل	إِنَّ بیشک	رَبَّكَ آپ کا رب	لَذُو مَغْفِرَةٍ بڑی مغفرت والا
وَذُو عِقَابٍ اور سزا دینے والا	أَلِيمٍ دردناک	وَلَوْ جَعَلْنَاهُ اور اگر ہم بناتے اُسے	قُرْآنًا قرآن کو	أَعْجَمِيًّا عجمی زبان کا	لَقَالُوا تو وہ کہتے	
لَوْ کیوں	لَا فُصِّلَتْ نہ صاف بیان کی گئیں	آيَاتُهُ اسکی آیتیں	ءَأَعْجَمِيٌّ کیا عجمی (کتاب)	وَعَرَبِيٌّ اور عربی (رسول)	قُلْ فرمادیں	
هُوَ وہ۔ یہ	لِلَّذِينَ ان لوگوں کیلئے جو	آمَنُوا ایمان لائے	هُدًى ہدایت	وَشِفَاءٌ اور شفاء	وَالَّذِينَ اور جو لوگ	لَا يُؤْمِنُونَ ایمان نہیں لائے

فِیْٓ اٰذَانِهِمْ ان کے کانوں میں	وَقْرٌ گرانی	وَهُوَ اور وہ۔یہ	عَلَيْهِمْ ان پر	عَمًى اندھاپن	اُولٰٓئِكَ یہ لوگ	يُنَادَوْنَ پکارے جاتے ہیں	
مِنْ سے	مَكَانٍ کسی جگہ	بَعِيْدٍ دور	وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور تحقیق ہم نے دی	مُوْسَى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب	فَاخْتُلِفَ تو اختلاف کیا گیا	
فِيْهِ اس میں	وَلَوْ اور اگر	لَا كَلِمَةٌ نہ ہوتی ایک بات	سَبَقَتْ پہلے ٹھہر چکی	مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے	لَقُضِيَ تو فیصلہ ہو چکا ہوتا		
بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	لَفِيْ شَكٍّ ضرور شک میں	مِّنْهُ اس سے	مُرِيْبٍ تردد میں ڈالنے والے شک میں			
مَنْ جو۔جس	عَمِلَ عمل کئے	صَالِحًا اچھے	فَلِنَفْسِهٖ تو اپنی ذات کیلئے	وَمَنْ اور جس	اَسَآءَ برائی کی	فَعَلَيْهَا تو اس پر اس کا وبال	
	وَمَا اور نہیں	رَبُّكَ آپ کا رب	بِظَلَّامٍ مطلق ظلم کرنے والا	لِّلْعَبِيْدِ اپنے بندوں پر			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ان لوگوں کو جو اللہ کی نشانیاں دیکھ کر اس کو نہیں پہچانتے۔ اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے آیات الٰہیہ سن کر ان کو نہیں مانتے اور سیدھی سادھی دین کی باتوں میں شک وشبہات کرتے ہیں اور عذر و بہانہ تراش کر احکام خداوندی ماننے سے انکار کرتے ہیں ان کو جتلایا گیا تھا کہ تم جو چاہے کئے جاؤ اللہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے ایک دن ان کا خمیازہ اکٹھا بھگتنا ہوگا اور پوچھا گیا تھا کہ بتلاؤ قیامت کے دن نار جہنم میں پڑنے والا اچھا ہے یا وہ جو خوش اور بے غم ہو کر امن وامان حاصل کرنے والا ہے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ خواہ مخواہ اپنی کجروی سے نصیحت کی بات میں شبہات پیدا کر دیتے ہیں اور بھولی ہوئی نیک باتوں کے یاد دلانے والے تذکرہ سے منہ موڑتے ہیں وہ بڑا غضب کر رہے ہیں یہ تذکرہ تو ایک بڑی عزت اور شان والی کتاب ہے جس کے پیچھے جھوٹ کہیں پھٹک بھی نہیں سکتا اور جس میں جھوٹ کی کسی طرف سے کوئی گنجائش ہی نہیں تو ایسی صاف واضح اور محکم کتاب کا انکار ایک احمق یا شریر آدمی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ کتاب تو اس کی اتاری ہوئی ہے جو ساری حقیقتوں سے واقف اور تمام کا مالک ہے تو باطل کی کیا مجال ہے کہ جو اس کتاب کے پاس بھی پھٹک سکے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ منکرین کا جو معاملہ آپ کے ساتھ ہے یہی رویہ ہر زمانے کے منکرین کا اپنے پیغمبروں کے ساتھ رہا ہے۔ پیغمبروں نے ہمیشہ خیر خواہی کی ہے لیکن منکرین نے اس کے جواب میں ہر طرح کی اذیت اور تکلیفیں پہنچائیں۔ پھر جس طرح گذشتہ پیغمبروں نے سختیوں پر صبر کیا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی صبر کرتے رہئے۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ کچھ لوگ توبہ کر کے راہ راست پر آ جائیں گے اور کچھ اپنی کجروی اور ضد پر قائم رہیں گے جو آپ کی بات مان لیں گے اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے اور جو نہ مانے گا وہ سزا پائے گا کیونکہ اللہ سزا بھی سخت دینے والا ہے۔ آگے کفار مکہ کے ایک خاص حیلے بہانے کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جو یہ کہتے تھے کہ عربی پیغمبر کا معجزہ تو ہم اس وقت سمجھتے جب قرآن عربی کے سوا کسی اور زبان میں آتا۔ عربی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مادری زبان ہے۔ یہ جو عربی میں قرآن پیش کرتے ہیں تو کیسے یقین کیا جائے کہ یہ انہوں نے خود اپنی طرف سے نہیں گھڑ لیا (العیاذ باللہ تعالیٰ) ہاں اگر کسی دوسری زبان میں جس کو یہ نہیں جانتے خدا کا کلام پیش کیا ہوتا تو اس وقت مانا جا سکتا تھا کہ یہ ان کا اپنا بنایا ہوا نہیں ہے۔ اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ جسے ایک بات نہ ماننا ہو تو ہزار حیلے بہانے نکال سکتا ہے اب تو کفار مکہ یوں کہتے ہیں کہ عربی کے سوا اور کسی زبان میں قرآن آتا تو ہم مان لیتے کہ یہ معجزہ ہے لیکن فرض کرو اگر ایسا ہوتا تو اس وقت ان کو یہ اعتراض ہوتا کہ عربوں کے لئے عربی زبان میں یہ کلام کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ بھلا یہ کیسی بے جوڑ بات کہ رسول عربی اور اس کی قوم جو اولین مخاطب ہے عرب اور کتاب بھیجی جائے ایسی

زبان میں جس کا ایک حرف بھی عرب لوگ نہ سمجھ سکیں۔ تو منکرین ومعاندین کے یہ لغو اور بیہودہ شبہات تو کبھی ختم نہ ہوں گے۔ ہاں اس قدر تجربہ ہر ایک آدمی کر سکتا ہے کہ یہ کتاب مقدس اپنے او پر ایمان لانے اور عمل کرنے والوں کو کیسی عجیب اور نافع ہدایات اور بصیرت اور سوجھ بوجھ عطا کرتی ہے کہ ان کے قرنوں اور صدیوں کے روگ مٹا کر کس طرح بھلا چنگا کر دیتی ہے اور کیسی بداخلاقیوں اور بدکرداریوں سے نکال کر حسن اخلاق اور نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف لے آتی ہے۔ اس پر بھی ان منکرین کو اگر قرآن کی روشنی میں کچھ نظر نہیں آتا تو اس میں قرآن کا کیا قصور ہے۔ ان منکروں کو چاہئے کہ اپنی نگاہ کا ضعف وقصور محسوس کر کے اپنی آنکھوں کا علاج کریں جیسے کسی کو دور سے آواز دی جائے تو وہ نہیں سنتا اور اگر سنے بھی تو اچھی طرح سمجھتا نہیں اسی طرح منکرین قرآن بھی صداقت اور منبع صداقت سے اس قدر دور پڑے ہوئے ہیں کہ حق کی آواز ان کے دل کے کانوں تک نہیں پہنچتی اور کبھی کچھ پہنچتی ہے تو اس کا ٹھیک مطلب نہیں سمجھتے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تسلی کے لئے فرمایا جاتا ہے کہ جیسے آج قرآن کے ماننے اور نہ ماننے والوں میں اختلاف پڑ رہا ہے پہلے توریت کے متعلق جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی ایسا ہی اختلاف پڑ چکا ہے بعض نے مانا بعض نے نہ مانا۔ پھر دیکھ لو کہ وہاں نہ ماننے والوں کا انجام کیا ہوا تھا۔ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی ان کے اختلافات سے متاثر نہ ہو جایئے اور یہ سب اختلافات محض اس وجہ سے ہیں کہ انہیں مہلت دی جا رہی ہے اور مہلت اس وجہ سے دی جا رہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی طے کر چکے ہیں کہ وہ کسی کو پورے طور پر اتمام حجت سے پہلے سزا نہ دیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ کا یہ حکم جاری نہ ہو چکا ہوتا تو اب تک ان منکرین کے درمیان کبھی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا اور یقیناً یہ لوگ اس فیصلہ کی جانب سے بھی ایسے شک میں مبتلا ہیں جو ان کو خلجان اور تردد میں مبتلا کئے ہوئے ہے کہ ان کو عذاب کا یقین ہی نہیں آتا حالانکہ وہ فیصلہ ضرور واقع ہوگا اور اس فیصلہ کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی اچھا اور نیک کام کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے یعنی وہ اسی کا نفع اور ثواب پاوے گا اور جو شخص برا کرتا ہے اس کا وبال اس پر پڑے گا اور اس کو سزا دی جائے گی اللہ کے ہاں بندوں پر کوئی ظلم وستم نہیں کہ وہ کسی کو ناحق سزا دے گا بلکہ جس کو سزا دے گا وہ خود اس کے کرتوتوں پر دے گا پس اگر کسی کو سزا سے بچنا ہے تو وہ اپنی حالت درست کر کے بچ سکتا ہے۔

اب یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا **لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه** یعنی اس قرآن کریم میں باطل یعنی غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے نہ اس کے پیچھے کی طرف سے اس میں صاف تصریح ہے کہ شیطان یا باطل کا کوئی تصرف اور تدبیر اس کتاب میں نہیں چل سکتی کہ وہ اس کتاب میں کمی بیشی یا کوئی تحریف کر سکے کسی اہل باطل کی مجال نہیں کہ سامنے آ کر اس کتاب میں کوئی تغیر یا تبدل کر سکے اور نہ اس کی یہ مجال ہے کہ پیچھے سے چھپ کر اس کے الفاظ یا معانی میں تحریف اور الحاد کر سکے۔ یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی باعزت اور باوقعت ہے کہ نہ اس کے الفاظ میں کمی بیشی کی کسی کو قدرت ہے نہ معانی میں تحریف کر کے اس کے احکام بدل دینے کی مجال ہے جب بھی کسی بدبخت ملعون نے اس کا ارادہ کیا وہ ہمیشہ رسوا اور ذلیل ہوا۔ اور قرآن اس کی ناپاک تدبیر و تحریف وغیرہ سے پاک رہا۔ دنیا اس کا کھلا ہوا مشاہدہ کر چکی ہے۔

الحمد للہ اس درس پر ۲۴ واں پارہ ختم ہوا۔ اب آئندہ سے انشاء اللہ ۲۵ واں پارہ شروع ہوگا اب چونکہ نیکی و بدی کا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا تو کفار اکثر سوال کرتے تھے کہ قیامت کب آوے گی اس لئے آگے اسی کا جواب ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

اِلَيْهِ يُرَدُّ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا

قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جاسکتا ہے، اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے

تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ

مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو پکارے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں (اس عقیدہ کا) کوئی مدعی نہیں

مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ

اور جن جن کو یہ لوگ پہلے سے (یعنی دنیا میں) پوجا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جاویں گے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کیلئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں۔ آدمی کا ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا،

وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ

اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہراساں ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ

هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ

یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہیے تھا اور میں قیامت کو آنے والا نہیں خیال کرتا اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہے،

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾

سو ہم ان منکروں کو ان کے سب کردار ضرور بتلا دیں گے، اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے۔

اِلَيْهِ اس کی طرف	يُرَدُّ لوٹایا (حوالے کیا) جاتا ہے	عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم	وَمَا تَخْرُجُ اور نہیں نکلتا	مِنْ کوئی	ثَمَرٰتٍ پھل	مِنْ سے
اَكْمَامِهَا اسکے غلافوں گابھوں	وَمَا تَحْمِلُ اور نہیں حاملہ ہوتی ہے	مِنْ اُنْثٰى کوئی عورت	وَلَا تَضَعُ اور نہ وہ بچہ جنتی ہے	اِلَّا مگر	بِعِلْمِهٖ اس کے علم میں	
وَيَوْمَ اور جس دن	يُنَادِيْهِمْ وہ پکارے گا انہیں	اَيْنَ کہاں	شُرَكَآءِيْ میرے شریک	قَالُوْٓا وہ کہیں گے	اٰذَنّٰكَ اطلاع دیدی ہم نے تجھے	
مَا مِنَّا نہیں ہم سے	مِنْ شَهِيْدٍ کوئی شاہد	وَضَلَّ اور کھویا گیا	عَنْهُمْ ان سے	مَا كَانُوْا يَدْعُوْنَ جو وہ پکارتے تھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	
وَظَنُّوْا اور انہوں نے سمجھ لیا	مَا لَهُمْ نہیں ان کیلئے	مِنْ مَّحِيْصٍ کوئی بچاؤ (خلاصی)	لَا يَسْـَٔمُ نہیں تھکتا	الْاِنْسَانُ انسان	مِنْ سے	
دُعَآءِ الْخَيْرِ بھلائی مانگنے	وَاِنْ اور اگر	مَسَّهُ اسے لگ جائے	الشَّرُّ برائی	فَيَـُٔوْسٌ تو مایوس ہو جاتا ہے	قَنُوْطٌ نا امید	وَلَىِٕنْ اور البتہ اگر
اَذَقْنٰهُ ہم چکھائیں اسے	رَحْمَةً رحمت	مِّنَّا اپنی طرف سے	مِنْۢ بَعْدِ کے بعد	ضَرَّآءَ کسی تکلیف	مَسَّتْهُ جو اس کو پہنچی	لَيَقُوْلَنَّ تو وہ ضرور کہے گا
هٰذَا لِيْ یہ میرے لئے	وَمَآ اَظُنُّ اور میں خیال نہیں رکھتا	السَّاعَةَ قیامت	قَآىِٕمَةً قائم ہونے والی	وَلَىِٕنْ اور البتہ اگر	رُّجِعْتُ مجھے لوٹایا گیا	
اِلٰى رَبِّيْٓ اپنے رب کی طرف	اِنَّ بیشک	لِيْ میرے لئے	عِنْدَهٗ اس کے پاس	لَلْحُسْنٰى البتہ بھلائی	فَلَنُنَبِّئَنَّ پس ہم ضرور آگاہ کر دیں گے	
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا کافر	بِمَا عَمِلُوْا اس سے جو انہوں نے کیا (اعمال)	وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے انہیں	مِنْ سے			
	عَذَابٍ ایک عذاب	غَلِيْظٍ سخت				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ خدا کے ہاں ظلم نہیں ہر آدمی اپنے عمل کو آخرت میں دیکھ لے گا اور جیسا دنیا میں کرے گا ویسا ہی آخرت میں سامنے آئے گا۔ نہ کسی کی نیکی وہاں ضائع ہوگی۔ نہ ایک کی بدی دوسرے پر ڈالی جائے گی۔تو جب کفار مکہ سے کہا جاتا کہ نیکی اور بدی کا پورا بدلہ قیامت میں ملے گا۔تو کفار اکثر سوال کرتے کہ قیامت آئے گی کب؟ اس کا جواب ان آیات میں دیا جا رہا ہے کہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ کسی مخلوق کو اس کا علم نہیں۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت ہی کی کیا تخصیص ہے۔اللہ کا علم تو ہر شے کو محیط ہے حتیٰ کہ کوئی پھل اپنے خول میں سے۔اور کوئی دانہ اپنے خوشہ میں سے اور کوئی میوہ اپنے غلاف سے باہر نہیں آتا جس کی خبر خدا کو نہ ہو۔ نیز کسی عورت کو جو حمل رہتا ہے یا کسی مادہ جانور کے پیٹ میں جو بچہ موجود ہے۔سب کچھ اللہ کے علم میں ہے اسی طرح سمجھ لو کہ موجودہ دنیا کے نتیجہ کے طور پر جو آخرت کا ظہور اور قیامت کا وقوع ہونے والا ہے اس کا وقت بھی خدا ہی کو معلوم ہے۔کوئی انسان یا فرشتہ اس کی خبر نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کو اس کی خبر رکھنے کی ضرورت ہے۔ضرورت تو اس کی ہے کہ آدمی قیامت کی خبر اللہ کے فرمانے کے موافق یقین رکھے اور اس دن کی فکر کرے۔آگے اس قیامت کے ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ جب وہ دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا کہ دنیا میں تم نے جن کو میرا شریک قرار دے رکھا تھا اب ان کو بلاؤ کہ تم کو اس مصیبت سے بچاویں۔مشرکین جواب میں کہیں گے کہ اب تو ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی اس عقیدہ کا مدعی نہیں۔یعنی اپنی غلطی کے ہم مقر ہیں۔ چونکہ وہاں سب حقائق منکشف ہو جائیں گے پس یہ اقرار یا تو اضطراری ہوگا یا ممکن ہے اس سے کچھ توقع مشرکین کو نجات کی بھی ہو۔تو مشرکین دنیا میں جنہیں خدا کا شریک بنا کر پکارتے تھے قیامت میں ان کا پتہ نہ ہوگا کہ وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو آئیں۔اور پرستاروں کے دلوں سے بھی وہ پکارنے کے خیالات اس وقت غائب ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ خدائی سزا سے بچنے کی اب کوئی سبیل نہیں اور گلوخلاصی کا اب کوئی ذریعہ نہیں۔آخر آس توڑ کر بیٹھے رہیں گے اور جن کی حمایت میں دنیا میں پیغمبروں سے لڑتے تھے قیامت میں ان سے قطعاً بے تعلقی اور بیزاری کا اظہار کرنے لگیں گے۔آگے کفر وشرک کا ایک بڑا اثر طبیعت انسانی پر بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص توحید وایمان سے بے بہرہ ہے اُس آدمی کے اخلاق واعمال وعقائد ایسے برے ہوتے ہیں کہ ایک تو کسی حالت میں یعنی خواہ آرام ہو یا تنگی دونوں میں ترقی کی خواہش سے اُس کا جی نہیں بھرتا اور یہ کمال حرص ہے۔کہ کسی حد پر بھی پہنچ کر اس کی حرص کا پیٹ نہیں بھرتا۔اگر بس چلے تو ساری دنیا کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے۔یہ تو ایک کافر و مشرک بددین، بداخلاق، بداعمال کی حالت بتلائی گئی جبکہ اسے کچھ عیش وآرام وتندرستی نصیب ہو تو مارے حرص کے یہی چاہتا ہے کہ اور زیادہ مزے اڑائے۔لیکن اگر اس پر کوئی خاص حالت تنگی کی یا افتاد پڑنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اپنے خلاف دیکھا تو اس وقت اس کا دل فوراً آس توڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور ناامید وہراساں ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی نظر صرف اسباب پر محدود ہوتی ہے۔اس قادر مطلق مسبب الاسباب پر اعتماد نہیں رکھتا کہ جو چاہے تو ایک آن میں سلسلہ اسباب کو الٹ پلٹ کر رکھ دے۔یہ دوسری حالت بھی کافر ومشرک کی بیان ہوئی۔آگے اس کی ایک تیسری حالت کا بیان ہے کہ مایوسی کے بعد اگر تکلیف یا مصیبت دور کر کے خدا اپنی مہربانی سے پھر عیش وراحت کا سامان کر دے تو یہ کہنے لگتا ہے کہ میں نے فلاں تدبیر کی تھی۔

میری تدبیر لیاقت اور فضیلت سے یونہی ہونا چاہئے تھا اور اب عیش و آرام کے نشہ میں ایسا مخمور ہوتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا اور یہاں تک پھولتا اور بھولتا ہے کہ اس حالت میں اگر کبھی قیامت کا نام سن لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو خیال نہیں کرتا کہ قیامت بھی کوئی ہونے والی چیز ہے۔ اور فرض کرو ایسی نوبت آ ہی گئی تب بھی مجھے یہی یقین ہے کہ وہاں بھی میرا انجام بہتر ہوگا۔ اگر میں خدا کے نزدیک برا اور نالائق ہوتا تو دنیا میں مجھے یہ عیش و بہار کے مزے کیوں ملتے۔ جب میرے ساتھ یہاں یہ معاملہ ہے تو وہاں بھی یہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا اس پر آگے ارشاد ہوتا ہے کہ خوب خوش ہولے کہ اس کفر و غرور کے باوجود وہاں بھی مزے لوٹو گے۔ وہاں پہنچ کر پتہ لگ جائے گا کہ منکروں کو کیسی سخت سزا بھگتنا پڑتی ہے اور کس طرح عمر بھر کے کرتوت سب سامنے آتے ہیں۔

اب یہاں یہ قابل غور ہے کہ یہ کافر و مشرک اور بے دین بدخلق انسان کی خصلت بیان فرمائی گئی ہے کہ دنیا میں اس کا دنیوی ترقی کی خواہش سے جی نہیں بھرتا اور دن رات ترقی ترقی کی رٹ اور اس کا خبط ہی اس کا عین مقصود زندگی ہوتا ہے۔ آج کافر اور مشرک اور بے دین قوموں کا سامان عشرت دیکھ کر اکثر مسلمانوں کی بھی رال ٹپکتی ہے اور انہیں بے دینوں کے نقش قدم پر چلنے کو ترقی کا معیار سمجھ رکھا ہے جس کا حاصل فقط کمال حرص۔ حب مال اور حب جاہ ہے جب کہ شریعت نے ان چیزوں کی جڑ کاٹ دی ہے۔ اب یہاں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا اسلام اور علماء اسلام دنیوی ترقی سے مانع ہیں۔ اور اگر مانع نہیں تو پھر وہ کونسی ترقی ہے جو اسلام کو مطلوب ہے اور جو شریعت میں محمود ہے ۔ اس کے جواب میں ایک مضمون "اسلام اور ترقی" حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ مولانا تھانویؒ کا فرمودہ ہے جو موقع کی مناسبت سے اگلے درس میں نقل کیا جائے گا انشاء اللہ جس سے اسلام میں ترقی کا صحیح مفہوم اور اس کے حصول کا صحیح طریقہ بھی معلوم ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ و فہم کے ساتھ دین کا علم نصیب فرمائیں اور ہم کو قرآن پاک کی بتلائی ہوئی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور کفار و مشرکین کی خصلت دنیوی حرص سے ہم کو بچائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی نعمتوں کا شکر گذار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اب ہم کفار و مشرکین کی حالت پر کہ دنیا کی ترقی اور حرص سے ان کا دل کبھی نہیں بھرتا کیا حکایت اور شکایت کریں۔ ہم کو رونا اب ان اہل اسلام ہی کے لئے ہے کہ جنہوں نے مقصد حیاۃ دنیا ہی کی ترقی کو بنا لیا ہے۔ جس کے سامنے نہ حلال کی پرواہ ہے نہ حرام کا خیال۔ نہ فرائض کی ادائیگی ہے نہ ممنوعات سے اجتناب بس یہود و نصاریٰ کی معاشرت کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ مغربی ذہنیت سے دل و دماغ کو رچاتے جا رہے ہیں۔ نہ انجام کی فکر۔ نہ آخرت کا خیال۔ نہ خدا کا خوف۔ گویا اللہ اور اس کے رسول سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

یا اللہ! ہم سوائے آپ کی ذات عالی کے اور کس سے فریاد کریں؟ کون ہماری حالت کو بدل سکتا ہے؟ کون ہمارے دلوں کو پھیر سکتا ہے؟ یا اللہ ہدایت آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے آپ ہی سے فریاد اور التجا ہے کہ امت مسلمہ کو بھولا ہوا سبق پھر یاد کر لینے کی توفیق عطا فرما دے اور صراط مستقیم پر آ جانے اور اس پر قائم رہنے کی سعادت عطا فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ

اور جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو ہم سے منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے، اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے، آپ کہیئے کہ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن خدا کے یہاں سے آیا ہو پھر تم اس کا کرو انکار سو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی دور دراز مخالفت میں پڑا ہو۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۗ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ

ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھا دیں گے، اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جاوے گا کہ وہ قرآن حق ہے، (تو) کیا آپ کے رب کی

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں، یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے

وَاِذَا اور جب	اَنْعَمْنَا ہم انعام کرتے ہیں	عَلَى الْاِنْسَانِ انسان پر	اَعْرَضَ وہ منہ موڑ لیتا ہے	وَنَاٰ اور بدل لیتا ہے	بِجَانِبِهٖ اپنا پہلو	وَاِذَا اور جب		
مَسَّهُ آ لگے اسے	الشَّرُّ برائی	فَذُوْ دُعَآءٍ تو دعاؤں والا	عَرِيْضٍ لمبی	چوڑی	قُلْ آپ فرما دیں	اَرَءَيْتُمْ کیا تم نے دیکھا	اِنْ كَانَ اگر ہو	
مِنْ سے	عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے پاس	ثُمَّ پھر	كَفَرْتُمْ بِهٖ تم نے کفر کیا اس سے	مَنْ کون	اَضَلُّ بڑا گمراہ	مِمَّنْ اس سے جو	هُوَ وہ	فِيْ میں
شِقَاقٍ ضد	بَعِيْدٍ دور دراز	سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا ہم جلد دکھا دیں گے انہیں اپنی آیات	فِي الْاٰفَاقِ اطراف عالم میں	وَ اور	فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ان کی ذات میں			
حَتّٰى یہاں تک	يَتَبَيَّنَ ظاہر ہو جائے	لَهُمْ ان کیلئے	اَنَّهُ کہ وہ	الْحَقُّ حق	اَوَلَمْ يَكْفِ کیا کافی نہیں	بِرَبِّكَ آپ کے رب کیلئے	اَنَّهٗ کہ وہ	
عَلٰى پر۔کا	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	شَهِيْدٌ شاہد	اَلَآ خوب یاد رکھو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	فِيْ مِرْيَةٍ شک میں	مِنْ لِّقَآءِ ملاقات سے	رَبِّهِمْ اپنا رب	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر۔کا	مُّحِيْطٌ احاطہ کئے ہوئے					

تفسیر و تشریح:۔ یہ سورہ حٰمٓ سجدۃ کی آخری آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں کفر و شرک کی مذمت کے سلسلے میں شرک و کفر کا ایک بڑا اثر طبیعت انسانی پر بیان فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جو شخص توحید اور ایمان سے بے بہرہ ہے اس کے اخلاق۔ اعمال اور عقائد ایسے برے ہوتے ہیں کہ جب اسے عیش و آرام وصحت وتندرستی نصیب ہو تو بھی دنیوی حرص سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور دنیا کی ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا۔ بس چلے تو ساری دنیا کی دولت اپنے پاس جمع کر لے۔ اور اس پر جہاں کوئی افتاد پڑی اور ظاہری اسباب اپنے مخالف دیکھے تو پھر مایوس اور نا امید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی کیونکہ اس کا تعلق قادر مطلق خدائے ذوالجلال والاکرام سے تو ہے نہیں کہ اس کے دل کو اعانت خداوندی کی سہارا اور قوت ہو۔ اور اگر تکلیف و مصیبت کے بعد پھر اس کو عیش و راحت مل جاتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا۔ میری تدبیر میرا ہنر اور میری لیاقت اسی کو مقتضی تھی۔ ایسے ہی انسان کے متعلق آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایسا شخص اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے وقت تو منعم حقیقی کی حق شناسی اور شکر گذاری سے اعراض کرتا ہے اور بالکل بے پرواہ ہو کر ادھر سے کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اس کو

تکلیف پہنچتی ہے یا مصیبت پیش آتی ہے اور نعمت چھن جاتی ہے تو ظاہرا اسباب پر نظر کر کے اگرچہ دل کے اندر مایوسی ہوتی ہے مگر اس حالت میں بھی بدحواس اور پریشان ہو کر دعا کے لئے ہاتھ بے اختیار خدا کی طرف اٹھ جاتے ہیں اور یہ جزع وفزع کی راہ سے ہے نہ کہ منعم کی طرف توجہ اور التجا کے طور پر تو یہ غایت درجہ کی بے صبری اور حبّ دنیا میں انہماک ہے۔ غرض یہ مفاسد جو اوپر مذکور ہوئے سب مفاسد کفرو شرک سے ہیں بخلاف ایمان کے کہ اس کے آثار ہیں حریص نہ ہونا۔ حالت امن اور عیش میں کفر اور کفران نعمت نہ کرنا اور حالت ضرر اور تنگی میں مایوسی اور جزع فزع نہ کرنا۔ غرض کہ انسانی کمزوری کا نقشہ کھینچ کر مفاسد کفرو شرک کی طرف اوپر توجہ دلائی گئی تھی اب آگے تنبیہ کی جاتی ہے کہ یہ کتاب جو تمہاری کمزوریوں اور روحانی بیماریوں پر آگاہ کرنے والی اور انجام کی طرف توجہ دلانے والی ہے اگر خدا کے پاس سے آئی ہو جیسا کہ یہ واقع میں ہے اور پھر تم نے اس کو نہ مانا۔ اس کے دلائل حق کو تسلیم نہ کیا۔ اس کی خبروں پر یقین نہ کیا اس کی اعلیٰ اور بیش قیمت نصائح و ہدایات سے منکر رہ کر اپنی عاقبت کی فکر نہ کی بلکہ حق کی مخالفت میں دور ہوتے چلے گئے تو کیا اس سے بڑھ کر گمراہی نقصان اور خسارہ کچھ اور ہو سکتا ہے۔ آگے بطور پیشین گوئی کے فرمایا جاتا ہے کہ قرآن کی حقانیت کے دوسرے دلائل و براہین تو اپنی جگہ رہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان منکروں کو خود ان کی جانوں میں اور ان کے چاروں طرف سارے عرب بلکہ ساری دنیا میں اپنی قدرت کے وہ نمونہ اور نشانیاں دکھلائیں گے جن سے قرآن اور حامل قرآن کی صداقت بالکل روز روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے یہاں لکھا ہے کہ وہ نمونے اور نشانیاں وہی اسلام کی عظیم الشان اور محیر العقول فتوحات ہیں جو سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف۔ اور قرآنی پیشگوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئیں چنانچہ معرکہ ''بدر'' میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر اور ''فتح مکہ'' میں مرکز عرب کے اندر اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں ''آیات'' سے عام نشانہائے قدرت مراد ہوں جو غور کرنے والوں کو اپنے وجود میں اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں جن سے حق تعالیٰ کی وحدانیت وعظمت کا ثبوت ملتا ہے اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ حکمت خدا کی ہزار ہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں اس کی صنعت و بناوٹ اس کی ترکیب وجبلت اس کے جداگانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ وروپ آواز لہجہ وغیرہ اس کے خالق وصانع کی بہترین نشانیاں ہیں جو ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قرآن کی حقانیت کو فرض کرو کوئی نہ مانے تو اکیلے خدا کی گواہی کیا تھوڑی ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے اور ہر چیز میں غور کرنے سے اس کی گواہی کا ثبوت ملتا ہے۔ سورۃ کے اخیر میں بتلایا گیا کہ یہ کفار و منکرین اس دھوکہ میں ہیں کہ کبھی خدا کے سامنے جانا اور اس سے ملنا نہیں ہے حالانکہ خدائے تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ کسی وقت بھی اس کے قبضہ اور احاطہ سے نکل کر نہیں جا سکتے اگر مرنے کے بعد ان کے بدن کے ذرات مٹی میں مل جائیں۔ یا پانی میں بہ جائیں یا ہوا میں منتشر ہو جائیں تب بھی ایک ایک ذرہ پر اللہ کا علم اور قدرت محیط ہے۔ ان کو جمع کر کے از سر نو زندہ کر دیا جائیگا۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا واذآ انعمنا علی الا نسان اعرض و نا بجانبه واذا مسه الشر فذوا دعآء عریض یعنی ایک بے دین۔ ناشکر گذار کافر مشرک کی خصلت

بیان فرمائی گئی کہ جب اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اللہ سے اور اللہ کے احکام سے منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے جو انتہا درجہ کی ناشکری اور کفران نعمت ہے اور حالت تنگی وضرر میں ایسے آدمی کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے۔ یعنی مقصود ایک کافر انسان کی خصلت کو بیان کرنا ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو کوئی نعمت و دولت مثل عزت وصحت وعافیت۔ فراوانی مال ودولت ملتی ہے تو ان میں ایسا مگن اور مست ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ سے اس کی غفلت اور بڑھ جاتی ہے اور منعم حقیقی سے اور دور ہو جاتا ہے اور جب کوئی دکھ درد۔ مصیبت یا رنج وغم پیش آتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے تو حق تعالیٰ سے طویل دعائیں مانگنا اگرچہ فی نفسہ امر محمود ومستحسن ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں دعا کے آداب میں ذکر کیا گیا ہے کہ دعاء میں الحاح وزاری اور بار بار تکرار کرنا بہتر ہے۔ لیکن یہاں آیت میں کافر انسان کی جو مذمت کی گئی ہے وہ درحقیقت طول دعا پر نہیں بلکہ اس کی اس مذموم خصلت پر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نعمت کی ارزانی اور کثرت فرماویں تو تکبر اور غرور میں مدہوش ہو جاوے اور جب مصیبت آ جائے تو اپنے دکھ اور پریشانی کو پکارتا اور بار بار کہتا پھرے اور اپنا دکھڑا لوگوں کے سامنے روتا رہے۔ تو غور کرنے کی بات یہاں یہ ہے کہ جس خصلت کی مذمت فرمائی گئی۔ وہ خصلت اب اس وقت عام مسلمانوں میں الا ما شآء اللہ تو کسی درجہ میں نہیں پائی جاتی؟ اگر پائی جاتی ہے تو کس درجہ عبرت کی بات ہے کہ کافروں اور مشرکوں کی اس مذکورہ بدخصلت سے بھی آج کا مسلمان نہ بچ سکا الا ما شآء اللہ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اور ہمیں کفار ومشرکین کی خصلتوں سے نجات عطا فرما کر اپنے محبوبین ومقبولین کی صفات محمودہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

الحمدللہ اس درس پر سورہ حم سجدہ کا بیان ختم ہوا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ وفہم عطا فرمائیں اور قرآن پاک پر ایمان کے ساتھ یقین کامل بھی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور اپنی قدرت سے ہمارے دین ودنیا کے معاملات کو درست وراست فرمائیں۔

اور اپنی شان رزاقی سے ہمارے رزق میں وسعت عطا فرمائیں۔ بے دینوں کے اقتدا سے ہم کو بچائیں اور اپنی مرضیات والے طریقہ پر چلنا نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُورَةُ الشُّورٰى مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ

حٰم۔ عٓسٓق۔ اسی طرح آپ پر اور جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے، وحی بھیجتا رہا ہے۔

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے۔

حٰمٓ حا میم	عٓسٓقٓ عین۔سین۔قاف	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُوْحِيْٓ وحی فرماتا ہے	اِلَيْكَ آپ کی طرف	وَاِلَى اور طرف	الَّذِيْنَ وہ جو	
مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	اللّٰهُ اللہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	لَهٗ اسی کیلئے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو
فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَهُوَ اور وہ	الْعَلِيُّ بلند	الْعَظِيْمُ عظمت والا				

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب ۲۵ویں پارہ کی سورہ شوریٰ کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ، مقام نزول، خلاصہ مضامین، تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں لفظ شوریٰ جس کے معنی مشورہ کے ہیں اس سورۃ کی ۳۸ویں آیت میں آیا ہے جہاں اہل ایمان کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں۔ انہی میں سے ایک صفت وامرھم شوریٰ بینھم فرمائی گئی یعنی مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام شوریٰ قرار پایا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس دور میں نازل ہوئی جبکہ مادی حیثیت سے مسلمان بہت کمزور تھے۔ کفار کی ظلم وزیادتی کے شکار بنے ہوئے تھے۔ یہ ان سات سورتوں میں سے جو حٰم سے شروع ہوتی ہیں تیسری سورۃ ہے۔ حٰم سے شروع ہونے والی سات سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حٰم سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حٰم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے داخل نہ کیجیو۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۲ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۲ لکھا ہے یعنی ۸۲ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۳۱ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۵۳ آیات ۵ رکوعات، ۸۶۹ کلمات اور ۳۵۸۸ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

چونکہ یہ سورۃ بھی مکی ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں جیسے توحید ورسالت کا اثبات، دین اسلام کی حقانیت، آخرت کی زندگی کی کامیابی کے طریقے، دنیا پرستی کے بدنتائج، کفر وشرک اور انکار حق کا انجام آخرت کی جزا وسزا، ایک مسلمان کی صفات اور ذمہ داری اور زندگی بسر کرنے کا طریقہ جس سے دونوں جہاں میں کامیابی ہو وغیرہ کا بیان ہے۔ خلاصہ اس تمام سورۃ کا یہ ہے کہ اس میں اللہ عزوجل کی اعلیٰ صفات کی طرف توجہ دلا کر خبردار کیا گیا ہے کہ اس کی طرف سے غافل نہ رہو اور اس کی نافرمانی اختیار نہ کرو۔ اللہ کے نہ ماننے والے اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ ان کی ساری باتیں سنتا ہے اور جانتا ہے اس لئے جو اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی طرف جھکے ہوئے ہیں ان کو پوری پوری سزا دے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ذمہ ان منکرین ومکذبین کو زبردستی راہ راست پر لانا نہیں۔ آپ کا کام فقط تبلیغ کر دینا اور سمجھا دینا ہے۔ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے یہاں لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے رہیں گے اور ان سب کا فیصلہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے یہاں ہوگا جہاں سب جمع ہوں گے اور سب کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی کچھ لوگ جنت میں اور کچھ لوگ اپنے عملوں کی بدولت دوزخ میں جائیں گے اللہ کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ تمام انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور رہا کہ انسانوں کا دنیا میں امتحان لیا جائے۔ اور ان میں سے جو کامیاب ہوں انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے اور جو امتحان میں ناکام رہ جائیں انہیں سزا دی جائے۔ اگر انسان غور کرے تو اللہ کا پہچاننا کوئی مشکل نہیں خود آسمان اور زمین اس کے ایک ہونے پر گواہ ہیں اور ان کے سارے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں وہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔ انسانوں کے لئے دنیا میں اللہ نے ایک ہی دین بنایا ہے۔ اور اسی کو تمام انبیاء اور پیغمبر سکھاتے اور سمجھاتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے اس دین کو مضبوطی سے پکڑنا اور اس پر قائم رہنا چاہئے اور اس میں پھوٹ اور اختلاف نہ ڈالنا چاہئے۔ دین اتفاق کے لئے آیا ہے۔ لیکن انسان اپنی غلط خواہشوں اور جذبات کا غلط شکار ہو کر اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ جنہیں پہلے اللہ کی کتاب مل چکی ہے۔ وہ دنیا کے بکھیڑوں میں پھنس کر اس کو بھلا بیٹھے۔ اب یہ قرآن آخری کتاب ہے اور اس میں محمد رسول اللہ کو ارشاد ہے کہ آپ تمام انسانوں کو اصلی دین کی طرف دعوت دیں اور خود بھی اس پر چل کر اور عمل کر کے لوگوں کے لئے مثال قائم کریں۔ اس کے بعد جو نہ مانے اس کے لئے اللہ کا عذاب تیار ہے۔ دنیا آخر فنا ہو جائے گی اور قیامت ضرور آئے گی جو اس کو بھلا بیٹھا وہ انتہائی گمراہی میں پھنس گیا۔ قرآن کریم ایک کسوٹی ہے۔ اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے ترازو کی مانند ہے جو اسے مانیں گے وہ جنت میں جائیں گے اور منہ مانگی مرادیں پائیں گے اور جو دنیا میں اس کا انکار کریں گے ان کا انجام برا ہو گا۔ افسوس کہ انسان دنیا میں مال ودولت پر مغرور ہو جاتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے ظلم وستم پر اتر آتا ہے۔ یاد رکھو انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے برے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے اور بہت سی خطاؤں کو تو اللہ تعالیٰ معاف کرتا رہتا ہے۔ ورنہ بالکل تباہی پھیل جائے اس لئے انسانوں کو چاہئے کہ توبہ کریں اور ایمان لا کر خدا کی حمایت میں آ جائیں۔ اور اس طرح سزا سے بچ جائیں۔ دنیا میں کیا دھرا ہے۔ دنیا کی چیزیں عارضی وفانی دنیا ہی تک ہیں اور خدا کے یہاں آخرت کی دولت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے اور وہ انہی کو نصیب ہوگی۔ جو دنیا میں ایمان لائیں گے اور اعمال صالحہ اختیار کریں گے، جو گناہوں اور بے حیائیوں کی باتوں سے علیحدہ رہنے والے ہوں۔ جو اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والے ہوں۔ جب کسی پر غصہ ہوں تو معذرت پر معافی دینے والے ہوں۔ اپنی نمازوں کو باقاعدہ ادا کرتے ہوں۔ اور ان کے کام آپس میں مشورہ سے ہوتے ہوں اور جو کچھ انہیں اللہ نے دیا ہے اس میں سے خدا کے لئے خرچ کرتے ہوں۔ اور جن کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ صرف انتقام لے لیتے ہیں اور زیادتی نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے لئے خدا کے یہاں دائمی نعمتیں ہیں۔ ان کے برخلاف وہ لوگ جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ایسے گمراہ لوگ کوئی اپنا حامی اور سرپرست نہ پائیں گے اور جب یہ جہنم میں عذاب کا معائنہ کریں گے تو غایت بے بسی اور بے کسی سے تباہ حال ہوں گے۔ اخیر میں سمجھایا گیا کہ اے انسانو! دیکھو اللہ تعالیٰ تمہاری خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ تم

کفر و عناد اور ظلم و فساد کو چھوڑ دو اور اپنے پروردگار کی بات مانو قبل اس کے کہ خدا کی جانب سے وہ دن آئے کہ جس سے نہ ہٹنا ممکن ہوگا اور نہ کوئی پناہ مل سکے گی اور نہ کوئی تمہارے بارے میں خدا سے روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ سارا زور اس پر ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ رسول اللہؐ کے کہنے پر چلو۔ قرآن حکیم کی بتلائی ہوئی ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی گزارو۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کے مضامین کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔ اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حٰم عسق سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کے متعلق گذشتہ سورتوں میں بیان ہو چکا ہے کہ ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ اسرار الٰہی میں سے ہیں اور ان کے صحیح و حقیقی مطلب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔ کفار مکہ کو اس بات سے بڑا تعجب تھا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات نئی اور عجیب سی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو میں تمہیں سنا رہا ہوں تو کفار تعجب کرتے کہ یہ بات کیسے مان لی جائے۔ کیا خدا ان کے پاس آتا ہے؟ یا یہ خدا کے پاس جاتے ہیں؟ یا ان کی اور خدا کی بات چیت ہوتی ہے؟ بہر حال ان کا خیال تھا کہ یہ نرالی بات ہے۔ سورۃ کی ابتدا اسی ارشاد سے ہوتی ہے کہ یہ کوئی نرالی بات نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء و رسول آئے ہیں ان سب کو بھی خدا کی طرف سے ایسی ہی ہدایات دی جاتی رہی ہیں۔ تو اگرچہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ جس طرح آپ پر قرآن کی وحی نازل ہوتی ہے اسی طرح سے آپ سے پہلے پیغمبروں پر بذریعہ وحی کتابیں اور صحیفے اللہ تبارک وتعالیٰ زبردست حکمت والے کی طرف سے نازل ہو چکے ہیں مگر دراصل کفار کو سنایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے کسی خاص بندہ کو چن لیتا ہے تو اس میں کسی کے اللہ کے پاس آنے یا اس کے پاس کسی کے جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ اپنی حکمت سے اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے ''وحی'' کا طریقہ اختیار فرماتے ہیں۔ حضرت حارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی سی مسلسل آواز کی طرح جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے جب وہ ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے۔ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سخت جاڑوں کے ایام میں بھی جب آپ پر وحی اترتی تھی تو شدت وحی سے آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے یہاں تک کہ پیشانی مبارک سے پسینہ کی بوندیں ٹپکنے لگتی تھیں۔ الغرض یہاں بتلایا گیا کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ان پیغمبروں پر کہ جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں وحی بھیجتا رہا ہے اور اس اللہ زبردست حکمت والے کی شان یہ ہے کہ اسی کی ہیں وہ تمام چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے۔

اب آگے حق تعالیٰ کی عظمت شان کو ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اس سورۃ میں جو مومنین صالحین کی صفات بتلائی گئی ہیں وہ اپنی رحمت سے ہم سب کو نصیب فرمایئے اور کسی صفت سے اپنے کرم سے محروم نہ فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ

کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور اہل زمین کیلئے معافی مانگتے ہیں

فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٥ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ

خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں

حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝٦ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ

اللہ ان کو دیکھ بھال رہا ہے اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ اور ہم نے اسی طرح آپ پر قرآن عربی وحی کے ذریعہ سے نازل کیا ہے تاکہ آپ (سب سے پہلے)

اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي

مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس ہیں ان کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں ذرا شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک دوزخ میں ہوگا۔

السَّعِيْرِ ۝٧ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا، لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے،

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝٨ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ

اور ظالموں کا (قیامت کے روز) کوئی حامی مددگار نہیں۔ کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں سو اللہ ہی کارساز ہے

وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ؗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٩

اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا، اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تَكَادُ قریب ہے	السَّمٰوٰتُ آسمانوں (جمع)	يَتَفَطَّرْنَ پھٹ پڑیں	مِنْ فَوْقِهِنَّ ان کے اوپر سے	وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے	يُسَبِّحُوْنَ تسبیح کرتے ہیں			
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ	وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اور وہ مغفرت طلب کرتے ہیں	لِمَنْ اس کیلئے جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اَلَآ یاد رکھو				
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	هُوَ وہ۔وہی	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ مہربان	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اتَّخَذُوْا ٹھہراتے ہیں	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اَوْلِيَآءَ رفیق	
اَللّٰهُ اللہ	حَفِيْظٌ ۔ عَلَيْهِمْ دیکھنے والا۔ان پر انہیں دیکھ رہا ہے	وَمَآ اَنْتَ اور آپ نہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	بِوَكِيْلٍ ذمہ دار	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح			
اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کیا	اِلَيْكَ آپ کی طرف	قُرْاٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی زبان	لِّتُنْذِرَ تاکہ آپ ڈرائیں	اُمَّ الْقُرٰى ام القریٰ (اہلِ مکہ)	وَمَنْ اور جو		
حَوْلَهَا اس کے اردگرد	وَتُنْذِرَ اور آپ ڈرائیں	يَوْمَ الْجَمْعِ جمع ہونے کا دن	لَا رَيْبَ نہیں شک	فِيْهِ اس میں	فَرِيْقٌ ایک فریق			
فِي الْجَنَّةِ جنت میں	وَفَرِيْقٌ اور ایک فریق	فِي السَّعِيْرِ دوزخ میں	وَلَوْ اور اگر	شَآءَ اللّٰهُ چاہتا اللہ	لَجَعَلَهُمْ ضرور بنادیتا انہیں	اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت		
وَّلٰكِنْ اور لیکن	يُّدْخِلُ وہ داخل کرتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہتا ہے	فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں	وَالظّٰلِمُوْنَ اور ظالم (جمع)	مَا لَهُمْ نہیں ان کیلئے			
مِّنْ کوئی	وَّلِيٍّ کارساز	وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ مددگار	اَمِ کیا	اتَّخَذُوْا انہوں نے ٹھہرالئے	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اَوْلِيَآءَ کارساز (جمع)	فَاللّٰهُ پس اللہ	
هُوَ الْوَلِيُّ وہی کارساز	وَهُوَ اور وہی	يُحْيِ زندہ کرتا ہے	الْمَوْتٰى مُردوں	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	كُلِّ ہر	شَيْءٍ چیز	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کا بیان تھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔وہی سب سے اعلیٰ اور بڑائی والا ہے۔تمام زمین و آسمان کی مخلوق اس کی غلام ہے۔اس کی ملکیت ہے اس کے ماتحت اور اس کے سامنے عاجز و مجبور ہے۔اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس کی عظمت وجلال کا یہ حال ہے کہ کہیں آسمان نہ پھٹ پڑیں۔فرشتے اس کی عظمت سے کپکپائے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف اور تسبیح وتحمید بیان کرتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لئے خدا کی بخشش طلب کرتے رہتے ہیں۔ یہاں آیت میں جو یہ فرمایا کہ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں تو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آسمان کا پھٹ جانا یا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے زور سے ہو۔ یا بیشمار فرشتوں کے بوجھ سے یا ان کے ذکر کی کثرت سے ۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آسمانوں میں چار انگشت جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ سربسجود نہ ہو۔اور بعض مفسرین نے آسمان کے پھٹ پڑنے کا یہ مطلب لیا ہے کہ جب مشرکین خدا تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتے ہیں۔ اس کے لئے شریک اور بیٹے و بیٹیاں ٹھہراتے ہیں تو خداوند قدوس کی جناب میں یہ ایسی گستاخی ہے جس سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے جیسا کہ سولھویں پارہ سورہ مریم میں بھی ارشاد ہوا تکاد السمٰوت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا. ان دعوا للرحمٰن ولدا یعنی یہ ایسی بھاری بات کہی گئی اور ایسا گستاخانہ کلمہ منہ سے نکالا گیا کہ خدا تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کی کہ جس کی وجہ سے اگر آسمان، زمین اور پہاڑ مارے ہول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ اس گستاخی پر اگر غضب الٰہی بھڑک اٹھے تو عالم تہ و بالا ہو جائے اور آسمان زمین تک کے پرخچے اڑ جائیں۔ یہ محض اس کا حلم مانع ہے کہ ان بیہودگیوں کو دیکھ کر دنیا کو ایک دم تباہ نہیں کرتا۔تو یہاں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ اللہ کی شان مغفرت و رحمت اور ملائکہ کی تسبیح و استغفار کی برکت سے یہ نظام عالم تھما ہوا ہے اور اللہ کے فرشتے اللہ کی تسبیح وتحمید کے ساتھ زمین والوں کے لئے خدا سے بخشش مانگتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ان پر دنیا میں کوئی سخت عذاب نہ آجائے جس سے سب ہی ہلاک ہو جائیں۔تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور شان غفور رحیمی سے فرشتوں کی دعا قبول کر کے مومنین کی خطاؤں کو معاف کرتا رہتا ہے اور کافروں کو ایک عرصہ کے لئے مہلت دیتا ہے ورنہ دنیا کا سارا کارخانہ چشم زدن میں درہم برہم ہو جائے۔آگے فرمایا جاتا ہے کہ دنیا میں کفار و مشرکین کو وہ مہلت تو دیتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچ گئے۔ان کے سب اعمال و احوال اللہ کے ہاں محفوظ ہیں جو وقت پر کھول دیئے جائیں گے۔اس لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ یہ منکرین مانتے کیوں نہیں اور نہ ماننے کی صورت میں فوراً تباہ کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔آپ ان باتوں کے ذمہ دار نہیں۔آپ تو صرف پیغام حق پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔آگے ہمارا کام ہے وقت آنے پر ہم ان سب کا حساب چکا دیں گے۔آگے مسئلہ نبوت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جس طرح انبیائے سابقین پر وحی نازل کی گئی تھی اسی طرح اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر عربی زبان میں قرآن وحی کیا تا کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والوں کو خدائی احکام اور خدا کے عذابوں سے آگاہ کر دیں اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو ڈرائیں۔ یہاں آیت میں ام القریٰ کا لفظ آیا ہے یعنی ساری بستیوں اور شہروں کی اصل اور بنیاد جس سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں سارے عرب کا مجمع ہوتا ہے۔اور ساری دنیا میں اللہ کا گھر وہیں ہے اور وہی گھر روئے زمین پر سب سے پہلی عبادت گاہ قرار پائی بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو

3 اسی جگہ سے پھیلانا شروع کیا جہاں خانہ کعبہ واقع ہے تو مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگ یعنی ملک عرب اور پھر ساری دنیا کو یہ آگاہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب تمام اگلے پچھلے خدا کی پیشی میں حساب کتاب کے لئے جمع ہوں گے یہ ایک بالکل یقینی اور طے شدہ بات ہے۔ جس میں کوئی دھوکہ، فریب اور شک وشبہ کی گنجائش نہیں لہٰذا چاہئے کہ اس دن کے لئے انسان تیار ہو جائے اور اس وقت تمام انسان دو فریقوں میں تقسیم ہوں گے۔ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی۔ اب ہر ایک خود سوچ لے کہ اس کو کس فرقہ میں شامل ہونا چاہئے اور اس میں شامل ہونے کے لئے کیا سامان کرنا چاہئے۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کام محض ایسے دن سے ڈرا دینا ہے آگے ان کا ایمان لانا یا نہ لانا یہ آپ کے ذمہ نہیں۔ وہ مشیت الٰہی پر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت تھی کہ اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی طرح کا بنا دیتا اور ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا لیکن اس کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ اپنی رحمت وغضب دونوں قسم کی صفات کا اظہار فرمائے اس لئے بندوں کے احوال میں اختلاف وتفاوت رکھا کسی کو اس کی فرمانبرداری کی وجہ سے اپنی رحمت کا مورد بنایا۔ کسی کو اس کے ظلم وعصیان کی بنا پر اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور جو لوگ رحمت سے دور ہو کر غضب کے مستحق ہوئے اور حکمت الٰہیہ ان پر سزا جاری کرنے کو مقتضی ہوئی ان کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ نہ کوئی رفیق ومددگار ان کو مل سکتا ہے جو اللہ کی گرفت اور سزا سے انہیں بچاوے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر رفیق ومددگار بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو سارے کام بنا سکتا ہے حتیٰ کہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ بیچارے عاجز ومجبور رفیق جن کو تم نے بنا رکھا ہے وہ تمہارا کیا ہاتھ بٹائیں گے۔

ابھی اگلی آیات میں بھی توحید کا مضمون جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات کے راستہ پر چلنا نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیں۔ اور اپنے کرم سے ہم کو جنتی گروہ میں شامل فرمائیں اور دین ودنیا میں ہمارے حامی ومددگار رہیں۔

یا اللہ! حقیقی کارساز آپ ہی کی ذات پاک ہے ہمیں وہ ایمان اور تعلق نصیب فرمایئے کہ ہم آپ کی کارسازی پر بھروسہ رکھیں اور ہر معاملہ میں آپ ہی کی ذات عالی کی طرف رجوع کریں۔

یا اللہ! ہر مشکل اور دشواری میں ہماری نظریں آپ ہی کی طرف اٹھیں اور آپ ہی اپنی شان کارسازی سے ہماری مشکلات ودشواریوں کو اپنی رحمت سے حل فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو ایسا قوی ایمان عطا فرما کہ جو ہر حال میں آپ ہی کی حمایت ونصرت کو طلب کریں اور آپ اپنے کرم سے ہمارے ولی اور ناصر ہو جائیں۔ یا اللہ! ہم کو وہ ایمان واسلام عطا فرما کہ جو ہم آپ کی رحمت میں داخل ہو کر جنت کے فریق بن جائیں اور دوزخ کے فریق ہونے سے بچ جائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

اور جس جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے، یہ اللہ میرا رب ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں،

وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ

اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے

الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۱۱﴾ لَهُ

اور مواشی کے جوڑے بنائے۔ اس کے ذریعہ سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے،کوئی چیز اس کے مثل نہیں ،اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔اس کے اختیار میں ہیں

مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۲﴾

کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی، جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (جس کو چاہے) کم دیتا ہے، بیشک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے۔

وَمَا اور جو۔جس	اخْتَلَفْتُمْ اختلاف کرتے ہو تم	فِيهِ اس میں	مِنْ شَيْءٍ کسی چیز	فَحُكْمُهُ تو اس کا فیصلہ	إِلَى اللَّهِ طرف۔پاس اللہ	
ذَٰلِكُمُ اللَّهُ وہی ہے اللہ	رَبِّي میرا رب	عَلَيْهِ اس پر	تَوَكَّلْتُ بھروسہ کیا میں نے	وَإِلَيْهِ اور اس کی طرف	أُنِيبُ میں رجوع کرتا ہوں	
فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ پیدا کرنے والا آسمانوں	وَالْأَرْضِ اور زمین	جَعَلَ اس نے بنائے	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْ أَنْفُسِكُمْ تمہاری ذات (جنس) سے		
أَزْوَاجًا جوڑے	وَمِنَ اور سے۔کے	الْأَنْعَامِ چوپایوں	أَزْوَاجًا جوڑے	يَذْرَؤُكُمْ وہ پھیلاتا ہے تمہیں	فِيهِ اس (دنیا) میں	لَيْسَ نہیں
كَمِثْلِهِ اس کی مثل	شَيْءٌ کوئی شے	وَهُوَ اور وہ	السَّمِيعُ سننے والا	الْبَصِيرُ دیکھنے والا	لَهُ اس کیلئے۔پاس	مَقَالِيدُ کنجیاں
السَّمَاوَاتِ آسمانوں	وَالْأَرْضِ اور زمین	يَبْسُطُ وہ فراخ کرتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ جس کیلئے	يَشَاءُ وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے
	إِنَّهُ بیشک وہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيمٌ جاننے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مشرکین کے اس مشرکانہ فعل کی مذمت بیان کی گئی تھی کہ جو وہ خدا کے ساتھ شرک کیا کرتے تھے اور دوسروں کی پرستش کیا کرتے تھے اور بتلایا گیا تھا کہ حقیقی کارساز تو حق تعالیٰ ہی ہیں جو ہر چیز پر قدرت اور قابو رکھتے ہیں حتیٰ کہ مردوں کو بھی وہ زندہ کرسکتے ہیں تو رفیق ومددگار اللہ تعالیٰ ہی کو بنانا چاہئے جو سارے کام بنا سکتا ہے۔

اب مشرکین جو توحید خداوندی میں اہل حق سے جھگڑتے تھے اس کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سب جھگڑوں کے فیصلے اسی ایک اللہ کے سپرد ہونا چاہئیں۔ عقائد ہوں یا احکام عبادات ہوں یا معاملات۔ جس چیز میں بھی اختلاف پڑ جائے اس کا بہترین فیصلہ اللہ کے حوالہ ہے وہ اپنی کتاب میں یا اپنے رسول کی زبان پر صراحۃً یا اشارۃً جس معاملہ میں جو فیصلہ فرمادے بندہ کو حق نہیں کہ اس میں چون وچرا کرے۔ توحید جو اصل اصول ہے اللہ تعالیٰ اس کے متعلق برابر حکم دیتے رہے ہیں پھر یہ کیونکر درست ہوگا کہ بندہ ایسے قطعی اور محکم فیصلہ میں جھگڑا ڈالے۔ یا بیہودہ شک وشبہات نکال کر اس کے فیصلہ اور حکم سے سرتابی کرے۔ اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ وہ اللہ جس کی شان اوپر بیان ہوئی میرا رب وہی ہے۔ میں اسی پر ہمیشہ سے بھروسہ رکھتا ہوں اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع ہوتا رہتا ہوں پس نہ تمہاری مخالفت اور معاندت سے ڈرتا ہوں اور نہ توحید میں جس کو اس نے حق کہہ دیا کوئی شک وشبہ کرتا ہوں۔ میرا رب تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارا بھی پیدا کرنے والا وہی

ہے کہ تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنائے یعنی مرد وعورت اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے اور نر و مادہ بنائے پھر آدمیوں اور جانوروں کی کتنی نسلیں روئے زمین پر پھیلا دیں۔ تو حق یہ ہے کہ اس خالق جیسا کوئی اور نہیں۔ نہ ذات میں اس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں کوئی شریک ہے۔ نہ اس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے۔ نہ اس کے دین کی طرح کوئی دین ہے۔ نہ اس کا کوئی جوڑا ہے۔ نہ ہمسر۔ نہ ہم جنس۔ وہ احد وصمد ہے۔ بے نظیر ہے بے مثیل ہے اور سمیع وبصیر ہے۔ ہر چیز کو دیکھتا سنتا ہے مگر اس کا دیکھنا سننا بھی مخلوق کی طرح نہیں۔ کمالات اس کی ذات میں سب ہیں پر کوئی کمال ایسا نہیں کہ جس کی پوری حقیقت وکیفیت بیان کی جا سکے کیونکہ اس کی نظیر کہیں موجود نہیں۔ وہ مخلوق کی مشابہت ومماثلت سے بالکلیہ پاک ہے اور مقدس ومنزہ ہے۔ تمام خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہیں اور یہ اسی کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہے کہ جس خزانہ میں سے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائیے۔ سارے عالم کا متصرف مالک وحاکم وہی یکتا لاشریک ہے وہی تمام جانداروں کو روزی دیتا ہے اور رزق کی کمی زیادتی کا تعین اپنی حکمت سے کرتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کون کتنی عطا کا مستحق ہے اور اس کے حق میں کس قدر دینا مصلحت ہوگا اور جو حال روزی کا ہے وہی دوسری عطایا میں سمجھو اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے کہ کس کے لئے کیا مصلحت ہے۔

اب یہ قرآن کریم کی بالکل کھلی ہوئی آیت ہے **له مقالید السموٰت والارض یبسُطُ الرزق لمن یشآء ویقدر انه بکل شیء علیم** (اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے کم دیتا ہے بے شک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے) اور اسی ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ صاف صاف قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ رزق کا معاملہ بالکل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے رزق کے کفیل ہیں جتنی مخلوق پیدا فرمائیں گے اس کا رزق بھی پیدا کریں گے۔ اب رہا کسی کو کمی اور کسی کو زیادتی۔ کسی کو فراخی اور کسی کو تنگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت پر موقوف ہے مگر آج قرآن کے منکرین نہیں قرآن پر ایمان رکھنے والوں کا اس معاملہ رزق میں کیا عقیدہ ہے؟ مغرب کے بے دین ماہر معاشیات نے ایک اصول بتایا کہ انسان کی پیدائش کی شرح۔ اشیاء خوراک کے پیداوار کی شرح سے زیادہ تیزی اور سرعت کے ساتھ دنیا میں بڑھ رہی ہے۔ اگر کسی سبب سے آبادی میں اضافہ کی یہ رفتار سست نہ ہوئی تو ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں کثیر تعداد فاقہ کشی پر مجبور ہوگی کیونکہ اشیاء خوراک ان کی آبادی کے لئے کفایت نہ کرے گی۔ اس موہوم نظریہ کی روشنی میں شرح پیدائش اور شرح اموات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان بزعم خود ماہرین معاشیات نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ زمانہ قریب آ گیا ہے اس لئے اگر آبادی کے اضافہ پر کنٹرول نہ کیا گیا تو اشیاء خوردنی اور دیگر ضروریات زندگی کی کمی روز بروز بڑھتی ہی جائے گی اور بہت جلد نوبت فاقہ کشی تک پہنچ جائے گی۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے مختلف طریقوں سے شرح پیدائش کم کرنے کا پرزور مشورہ دنیا والوں کو دیا ہے اور اسی کے ماتحت "خاندانی منصوبہ بندی" کی تحریک ملکوں میں رائج کرائی گئی ہے کہ ایسی تدابیر کی جائیں کہ زائد اولاد پیدا ہی نہ ہو۔ چنانچہ ان تدابیر میں سے ایک تدبیر نسل بندی کی ہے جو شرعی اعتبار سے اور انجام اور نتیجہ کے لحاظ سے اختصاء یعنی خصی ہو جانے کے مترادف ہے اور خصی ہونے کی صریح ممانعت حدیث میں وارد ہے۔ الغرض ہمارے ملک میں بھی قوم کی بہبودی اور رزق کی فی کس ترقی اور افلاس اور تنگی رزق سے بچنے کی تدابیر اب خاندانی منصوبہ بندی جیسی تحریکات سے وابستہ سمجھی جاتی ہیں جس پر ہزاروں نہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ اس تحریک پر خرچ ہو رہے ہیں۔ بس یورپ وامریکہ نے جو سبق دے دیا اس پر آمنا وصدقنا کہنا گویا ہمارے لئے لازم ہو گا۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ**۔ قرآن وحدیث کچھ ہی کہے لیکن اس کو کون مانتا ہے؟ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

الغرض قانون الٰہیہ اور ضابطہ خداوندی اور دین حق کی مخالفت پر آگے کفار کی مذمت فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اُس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ

اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا اور ان کی امم کو یہ کہا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں،

اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص (خدا کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیدیتا ہے اور وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ

آپس کی ضدا ضدی سے باہم متفرق ہوگئے، اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک ایک بات پہلے قرار نہ پاچکتی تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا،

بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝۱۴

اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ اس کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہیں جس نے (ان کو) تردد میں ڈال رکھا ہے۔

شَرَعَ اس نے مقرر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ الدِّيْنِ وہی دین	مَا وَصّٰى اس نے جس کا حکم دیا	بِهٖ اس کا	نُوْحًا نوح	وَالَّذِيْٓ اور وہ جس
اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کی	اِلَيْكَ آپ کی طرف۔کو	وَمَا وَصَّيْنَا اور جس کا حکم دیا ہم نے	بِهٖٓ اس کا	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَمُوْسٰى اور موسیٰ	
وَعِيْسٰٓى اور عیسیٰ	اَنْ اَقِيْمُوا کہ تم قائم کرو	الدِّيْنَ دین	وَلَا تَتَفَرَّقُوْا اور تفرقہ نہ ڈالو تم	فِيْهِ اس میں	كَبُرَ گراں	عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں پر
مَا تَدْعُوْهُمْ جسکی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں	اِلَيْهِ اسکی طرف	اَللّٰهُ اللہ	يَجْتَبِيْٓ چن لیتا ہے	اِلَيْهِ اپنی طرف	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	
وَيَهْدِيْٓ اور ہدایت دیتا ہے	اِلَيْهِ اس کی طرف	مَنْ يُّنِيْبُ جو رجوع کرتا ہے	وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اور انہوں نے تفرقہ نہ ڈالا	اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ اسکے بعد	
مَا جَآءَهُمُ کہ آگیا انکے پاس	الْعِلْمُ علم	بَغْيًا ضد	بَيْنَهُمْ آپس کی	وَلَوْلَا اور اگر نہ	كَلِمَةٌ فیصلہ	سَبَقَتْ گزر چکا ہوتا
مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقررہ	لَّقُضِيَ تو فیصلہ کردیا جاتا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَاِنَّ اور بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ
اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ کتاب کے وارث بنائے گئے	مِنْۢ بَعْدِهِمْ انکے بعد	لَفِيْ شَكٍّ البتہ وہ شک میں	مِّنْهُ اس سے	مُرِيْبٍ تردد میں ڈالنے والے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بعض صفات بیان ہوئی تھیں کہ جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ ہی کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے۔ وہی انسانوں کا حقیقی کارساز اور ولی ہے۔ انسانوں کے عقائد واعمال میں جو اختلافات ہیں اس کا فیصلہ کرنا اسی کا کام ہے وہی سب سے اعلیٰ بزرگ اور برتر ذات ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے۔ نہ اس کی صفات میں کوئی اس جیسا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ رزق اور روزی کا معاملہ اسی کے اختیار میں ہے اور سمیع وبصیر ہے۔ ہر ایک کا حال جانتا ہے پس اپنی مشیت سے جس کو چاہتا ہے زیادہ اور فراخ روزی عنایت فرماتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے کمی اور تنگی سے رزق عطا فرماتا ہے۔ تو جب اصولاً اللہ ہی انسانوں کا حقیقی مالک، ولی اور حاکم، رازق، فاطر،

قادر اور متصرف ہے تو یہ اسی کا حق ہے کہ وہ انسانوں کے لئے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ مقرر کرے اور قانون وضابطہ بنائے چنانچہ اس نے وہ طریقہ قانون اور ضابطہ مقرر کر کے اپنے رسولوں کے ذریعہ دنیا میں بھیجا۔ اسی کو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کے لئے جو دین شریعت اور آئین الٰہی مقرر کیا وہ وہی ہے جو حضرت آدمؑ کے بعد دنیا کے سب سے پہلے پیغمبر اور دنیا کے سب سے آخری پیغمبر اور ان کے درمیان دوسرے اولوالعزم پیغمبر کا دین آئین تھا۔ آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں اس لئے فی الحقیقت تشریع احکام کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام ہی سے شروع ہوا اور آخری نبی سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر سلسلہ نبوت ورسالت ختم ہو گیا۔ درمیان میں جو انبیاء ورسل آئے ان میں حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام یہ تین زیادہ مشہور ومعروف ہوئے ہیں جن کے نام لیوا ہر زمانہ میں بکثرت موجود رہے ہیں اس لئے آیت میں یہاں پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے لوگو تمہارے لئے کوئی نیا دین نہیں نازل کیا گیا بلکہ وہی دین قدیم کہ جس پر حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام مامور تھے اسی پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامور کئے گئے ہیں۔ تو اصل دین حق ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ کیونکہ عقائد، اخلاق اور اصول دین میں تمام انبیاء ورسل متفق رہے ہیں۔ البتہ بعض فروع میں حسب مصلحت زمانہ کچھ تفاوت ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ایک ہی دین ہے اور اس کے اصول ہمیشہ سے ایک ہی رہے ہیں۔ انہی اصولوں کے مطابق چلنا ہر زمانے میں انسان کے لئے دین ودنیا دونوں جہان کی کامیابی کے لئے ضروری ٹھہرا اور ان کی مخالفت ہمیشہ شر وفساد کا باعث رہی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء ورسل اور ان کی امتوں کو حق تعالیٰ کا یہی حکم ہوا کہ دین

الٰہی کو اپنے قول وعمل سے قائم رکھیں اور اصل دین میں کسی طرح کی تفریق اور اختلاف کو روا نہ رکھیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس دین توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ مشرکین پر وہ بہت بھاری ہے اور یہ توحید کی صدائیں ان مشرکین کو بڑی ناگوار گزرتی ہیں۔ گویا ان کے خیال میں آپ کوئی نئی اور انوکھی چیز پیش کر رہے ہیں جو کسی نے پہلے پیش نہ کی تھی۔ بھلا توحید وآخرت اور کتاب ونبوت جیسی صاف معقول اور متفق علیہ چیز بھی جب لوگوں کو بھاری معلوم ہونے لگے اور اس میں بھی لوگ بدوں اختلاف ڈالے اور جھگڑا کئے نہ رہیں تو جہالت اور بدبختی کی حد ہو گئی۔ آگے حقیقت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت وغیرہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے وہ چاہے بندوں میں سے چن کر اپنی طرف کھینچ لے یعنی دین حق قبول کرنے کی توفیق دے دے اور جو لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور اپنے حسن استعداد سے محنتیں کریں تو ان کو حق تعالیٰ اپنے تک رسائی دے دیتے ہیں۔ اور ان کی محنت کو ٹھکانے لگا کر دستگیری فرماتے ہیں اور کامیابی بخشتے ہیں اور جو از خود برے راستہ کو اختیار کر لیتا ہے اور صاف راہ کو چھوڑ دیتا ہے تو خدا بھی ان کو ضلالت میں چھوڑ دیتا ہے۔ بہر حال حکمت الٰہی جس کی ہدایت کو مقتضی ہو وہی ہدایت پاتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ توحید اور اصول دین میں جنہوں نے اختلاف ڈالا اور کتب الٰہیہ میں تحریف کی مثلاً یہود نے کہا کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی کتاب انجیل کو کیوں مانیں۔ نصاریٰ نے کہا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی کتاب قرآن کو کیوں مانیں۔ تو ان کا یہ اختلاف کچھ غلط فہمی یا اشتباہ کی وجہ سے نہ تھا۔ ایسی صاف وصریح تعلیمات میں کیا شک وتردد ہو سکتا تھا یہ تو محض نفسانیت، ضد وعناد، عداوت اور طلب مال وجاہ وغیرہ اسباب ہیں جو فی الحقیقت اس تفریق اور اختلاف مذموم کا باعث بنے۔ جب اختلافات قائم

ہوئے اور مختلف مذاہب نے الگ الگ مورچہ بنالئے تو پیچھے آنے والی نسلیں خبط اور دھوکہ میں پڑ گئیں اور ایسے شکوک وشبہات پیدا کر لئے جو کسی حال ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بندوں کو ڈھیل اور مہلت دی اگر وہ چاہتا تو سارے اختلافات کو ایک دم میں ختم کر دیتا لیکن اس کی حکمت بالغہ اسی کو مقتضی تھی کہ ان اختلافات کا عملی اور دوٹوک فیصلہ ایک وقت معین پر زندگی کے دوسرے دور میں کیا جائے تو اگر یہ بات پہلے سے حق تعالیٰ نے طے نہ فرمادی ہوتی تو دین میں سب جھگڑے قصے اور اختلافات کا فیصلہ دنیا میں لگے ہاتھ ہو جاتا۔

تو یہاں ان آیات میں کفار ومشرکین کی مذمت اس بات پر کی گئی ہے کہ انہوں نے دین حق سے اختلاف محض نفسانیت' ضد وعناد اور عداوت کی بنا پر کیا ورنہ علم صحیح ان تک بھی پہنچ چکا تھا لیکن آج دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذموم حرکت خود اس امت میں اس بری طرح آ چکی ہے کہ اس پر آشوب دور میں بھی جبکہ ہمارے دشمنان دین نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے ہم آپس میں فروعی مسائل پر جھگڑنے' اس پر کیچڑ اچھالنے اور ایک دوسرے کو طعن وتشنیع کا ہدف بنانے میں اس طرح محو ہیں کہ ملت اسلامیہ کے اصل مسائل اور دین کے بنیادی مقاصد بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ کہیں اشتراکیت یعنی کمونزم کے فتنہ آ رہے ہیں۔ کہیں عیسائیت اور دہریت کا بازار گرم ہے کہیں قادیانیت اور پرویزیت کا زور ہے تو کہیں انکار حدیث اور تجدد وتحریف دین کی شکل میں براہ راست دین کی بنیادوں پر حملہ ہے تو بجائے اصل دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے امت فروعی مسائل پر جھگڑنے اور ایک دوسرے کا گریبان تھامنے میں مصروف ہے جبکہ اس امت کی رہنمائی کے لئے قرآن وحدیث اور سنت رسول اللہ اور عمل صحابہ سب ہی کچھ موجود ہے۔ جب کافروں اور مشرکوں کے حق میں دین الٰہی میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے کی مذمت بیان فرمائی گئی تو یہ چیز خود اہل اسلام کے لئے کس درجہ قابل مذمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔

اب کفار ومشرکین اور مخالفین واعدائے دین کی مخالفت اور انکار اور دین حق میں جھگڑنے کے باوجود جو تعلیم وطریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطے سے امت مسلمہ کو تلقین فرمایا گیا وہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی حقیقی فہم اور سمجھ نصیب فرمائیں اور جو دین شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم کو پہنچا ہے اس پر ہم کو پوری طرح عامل بنائیں۔ اور دین میں جھگڑنے اور ناحق اختلافات پیدا کرنے کی بدخصلت سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو حق تعالیٰ اپنے کرم سے بچائیں۔

یا اللہ اپنے کرم سے ہمارے لئے ہدایت کے فیصلہ فرمادیجئے اور اپنے راستہ پر ہم کو چلنے اور چلانے کی توفیق عطا فرمادیجئے۔

اور باطل سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کا عزم نصیب فرمادیجئے۔

یا اللہ آپ نے جس طرح ابتدا میں دین اسلام کی حفاظت فرمائی اور دشمنان دین کو مغلوب فرمایا۔ اسی طرح اب بھی دین حق کی مدد فرمائیں اور دشمنان دین اور بدخواہان اسلام کو تباہ وبرباد فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ

سو آپ اسی طرف بلاتے رہیے اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (اس پر) مستقیم رہیے، اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیے، اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں

كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ

میں سب پر ایمان لاتا ہوں، اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان میں عدل رکھوں، اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے، ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے،

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ ﴿۱۵﴾

ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں، اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس جانا ہے۔

فَلِذٰلِكَ پس اسی کیلئے	فَادْعُ آپ بلائیں	وَاسْتَقِمْ اور قائم رہیں	كَمَآ اُمِرْتَ جیسا کہ میں نے حکم دیا ہے آپ کو	وَلَا تَتَّبِعْ اور آپ نہ چلیں	
اَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشات	وَقُلْ اور کہیں	اٰمَنْتُ میں ایمان لے آیا	بِمَآ اس پر جو	اَنْزَلَ اللّٰهُ نازل کی اللہ نے	مِنْ كِتٰبٍ سے۔ ہر کتاب
وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	لِاَعْدِلَ کہ میں انصاف کروں	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	اَللّٰهُ اللہ	رَبُّنَا ہمارا رب	وَرَبُّكُمْ اور تمہارا رب
لَنَآ ہمارے لئے	اَعْمَالُنَا ہمارے اعمال	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	اَعْمَالُكُمْ تمہارے اعمال	لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا کوئی حجت (جھگڑا) نہیں ہمارے درمیان	
وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	اَللّٰهُ اللہ	يَجْمَعُ جمع کریگا	بَيْنَنَا ہمارے درمیان (ہمیں)	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	الْمَصِيْرُ بازگشت (لوٹنا)

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ تمام نوع انسانی کا اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے اور ہر زمانہ میں اللہ کے رسول اور پیغمبر اسی کو سمجھاتے اور بتلاتے چلے آئے ہیں اور وہی دین الٰہی اب اخیر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں مگر ہمیشہ سے یہ بھی ہوتا رہا کہ خود غرض اور مفاد پرست خود غرضی اور ضد و عناد میں پڑ کر حق کو جانتے اور پہچانتے ہوئے توحید اور اصول دین میں جھگڑتے۔ اختلاف کرتے اور تفرقے ڈالتے رہے ہیں اور اس طرح دنیا میں مختلف اور جدا جدا مذاہب بنالئے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں آنے والوں کو دین حق میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے اس لئے آگے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دین حق کے متعلق تفریق اور اختلاف کے طوفان چاروں طرف سے اٹھ رہے ہیں تو آپ کا بھی یہ فرض ہے کہ غیر متزلزل عزم کے ساتھ اسی دین و آئین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیے جس کی دعوت پہلے تمام انبیاء علیہم السلام دیتے رہے ہیں۔

آپ اپنے پروردگار کے حکم سے ذرا ادھر ادھر نہ ہوں۔ قولاً اور فعلاً علماً اور حالاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر اب تک رہے ہیں۔ مکذبین اور معاندین کی خواہشات کی ذرا پروانہ کریں اور صاف اعلان کر دیں کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر خواہ وہ کسی پیغمبر پر اتری ہو۔ توراۃ ہو یا انجیل ہو یا قرآن ہو یا کوئی صحیفہ ہو جو کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوا ہو سچے دل سے اس کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر یقین رکھتا ہوں۔ میرا کام پہلی صداقتوں کو جھٹلانا نہیں بلکہ سب کو تسلیم کرنا اور باقی رکھنا ہے اور مجھ کو حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں جو اختلافات تم نے ڈالے ہیں ان کا منصفانہ فیصلہ دوں اور تبلیغ احکام وشرائع یا فصل خصومات میں عدل و مساوات کا اصول قائم رکھوں۔ اور جس طرح تم کو خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلاؤں۔ تم سے پہلے میں خود احکام الٰہی کی پوری پوری تعمیل کر کے اس کا کامل فرمانبردار بندہ ہونا ثابت کروں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے اس لئے ہم سب کو اسی کی خوشنودی کے لئے کام کرنا چاہئے اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ہمارا تم سے

کچھ تعلق نہیں۔ ہم دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکے۔ ہم میں سے کوئی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے اور وہی اس کے آگے آئے گا۔ تو چاہئے کہ اس کے نتائج برداشت کرنے کے لئے تیار رہے۔ آگے ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث و تکرار کی ضرورت نہیں۔ سب کو بالآخر خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں جا کر ہر ایک کو پورا پتہ لگ جائے گا کہ وہ دنیا سے کیا کچھ کما کر لایا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ آیات اور سورۃ مکی ہے قتال اور جہاد کی آیتیں اور احکام بعد میں مدینہ میں نازل ہوئے ہیں مکی دور میں تو صبر و ضبط و تحمل ہی کی تلقین ہوتی رہی۔

علامہ ابن کثیرؒ نے یہاں لکھا ہے کہ اس آیت میں ایک لطیفہ ہے جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے باقی کسی اور آیت میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس آیت میں دس کلمہ ہیں جو سب مستقل ہیں الگ الگ ایک ایک کلمہ اپنی ذات میں ایک مستقل حکم ہے اور یہی بات دوسری آیت یعنی آیۃ الکرسی میں بھی ہے تو اس آیت میں دس احکام یہ ہیں۔

پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ جو وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی وہی وحی آپ سے پہلے تمام انبیاء پر آتی رہی اس لئے تمام لوگوں کو آپ اس کی دعوت دیں اور ہر ایک کو اسی کی طرف بلاویں۔

دوسرا حکم یہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت۔ وحدانیت اور اس کے احکام پر مستقیم رہیے۔

تیسرا حکم یہ ہوا کہ آپ ہرگز ہرگز ان مشرکین کی خواہشات پر نہ چلیں اور ایک بات بھی ان کی نہ مانیں۔

چوتھا حکم یہ ہوا کہ آپ علی الاعلان اپنے اس عقیدہ کی تبلیغ کریں کہ خدا کی نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے یہ نہیں کہ میں ایک کو مانوں اور دوسری سے انکار کروں۔

پانچواں حکم یہ ہوا کہ آپ اعلان کر دیں کہ میں تم میں وہی احکام جاری کرنا چاہتا ہوں جو خدا کی طرف سے میرے پاس پہنچائے گئے ہیں جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں۔

چھٹا حکم یہ ہوا کہ آپ اعلان کر دیں کہ معبود برحق صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی ہمارا اور تمہارا سب کا معبود برحق ہے۔

ساتواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ ہمارے عمل ہمارے ساتھ تمہاری کرنی تمہارے ساتھ۔

آٹھواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ ہم سے کوئی جھگڑا اور کسی بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں (یہ حکم مکہ کا تھا پھر مدینہ میں جہاد کی آیتیں واحکام نازل ہوئے)

نواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ قیامت کے دن اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور پھر حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

دسواں حکم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ لوٹنا سب کو خدا ہی کی طرف ہے۔ کوئی بچ کر نکل نہیں سکتا۔ تو اگرچہ آیت میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر یہ تعلیمات واحکام امت مسلمہ کے لئے عام ہیں یعنی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ:۔

پہلے خود قرآن کریم کے حکموں پر پوری طرح عمل کرو اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی ان حکموں پر عمل کرنے کے لئے کہتے رہو۔ دشمنان دین کی خواہشات کی پیروی مت کرو۔ تمہیں زبانی اور عملی دونوں طرح پر لوگوں کو بتا دینا چاہئے کہ ہم ہر آسمانی کتاب پر جو منجانب اللہ نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اس کو منزل من اللہ ہونے میں سچا جانتے ہیں۔ تمہارا کام دنیا میں عدل وانصاف قائم کرنا ہو اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب سب اللہ عزوجل کو اپنا معبود اور پروردگار مانیں۔ پھر تم میں سے ہر ایک اپنے عملوں کا خود ذمہ دار ہے آخر سب کو قیامت کے دن اللہ کے دربار میں جمع ہونا ہے اور سب کا ٹھکانہ وہی ہے۔ وہاں سب کے عملوں کا فیصلہ ہو جائے گا یہ ہیں عام تعلیمات اس آیت مبارکہ کی۔

اب دین حق کی تبلیغ و دعوت کے بعد بھی جو اس کے منکر رہیں گے تو ان کی سزا کا حال اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ (کے دین) کے بارہ میں جھگڑے نکالتے ہیں، بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا ان لوگوں کی حجت اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے

وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا

اور ان پر غضب ہے اور ان کیلئے (قیامت کو) سخت عذاب (ہونیوالا) ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے (اس) کتاب یعنی قرآن کو اور انصاف کو نازل فرمایا، اور آپ کو

يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ

کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو۔ جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے اس کا تقاضہ کرتے ہیں، اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں

اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ

وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے، یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ بڑی گمراہی میں ہیں۔

ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے جس کو (جس قدر) چاہتا ہے روزی دیتا ہے، اور وہ قوت والا اور زبردست ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يُحَآجُّوْنَ جھگڑا کرتے ہیں	فِي اللّٰهِ اللہ کے بارے میں	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ کہ قبول کرلیا گیا اس کیلئے۔ اس کو				
حُجَّتُهُمْ اُن کی حجت	دَاحِضَةٌ لغو	عِنْدَ ہاں	رَبِّهِمْ ان کا رب	وَعَلَيْهِمْ اور اُن پر	غَضَبٌ غضب	وَّلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	
شَدِيْدٌ سخت	اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْٓ وہ جس نے	اَنْزَلَ نازل کی	الْكِتٰبَ کتاب	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَالْمِيْزَانَ اور میزان	وَمَا اور کیا	يُدْرِيْكَ تجھے خبر
لَعَلَّ شاید	السَّاعَةَ قیامت	قَرِيْبٌ قریب	يَسْتَعْجِلُ وہ جلدی مچاتے ہیں	بِهَا اسکی	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے		
بِهَا اس پر	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مُشْفِقُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	مِنْهَا اس سے	وَيَعْلَمُوْنَ اور وہ جانتے ہیں	اَنَّهَا کہ یہ	الْحَقُّ حق	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک جو لوگ	يُمَارُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِي السَّاعَةِ قیامت کے بارے میں	لَفِيْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں	بَعِيْدٍ دور	اَللّٰهُ اللہ		
لَطِيْفٌ مہربان	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں پر	يَرْزُقُ وہ رزق دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے	وَهُوَ اور وہ	الْقَوِيُّ قوی	الْعَزِيْزُ غالب		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسی دین کی طرف لوگوں کو بلایئے جس دین حق کی تمام انبیاء اب تک تعلیم دیتے چلے آئے ہیں اور خود آپ اس دین پر پکے ارادہ کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق جمے رہیئے اور ان منکرین ومعاندین کی دین کے بارے میں کوئی بات نہ مانیئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ نے وقتاً فوقتاً جتنی کتابیں نازل کیں جو اصول کے لحاظ سے ایک ہیں میں سب کو مانتا ہوں کسی کا انکار نہیں کرتا اور مجھے حکم ہے کہ میں کسی کی بیجا طرف داری نہ کروں بلکہ عدل وانصاف کے ساتھ معاملہ اور فیصلہ کروں کیونکہ رب ہمارا اور تمہارا سب کا ایک ہے اور ہر ایک کا کیا ہوا عمل اس کے آگے آئے گا جبکہ قیامت میں سب اللہ کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ نیز بتلایا گیا تھا کہ انسان کے لئے سچا دین فقط ایک ہی ہے اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا ہے۔ اس نے اس دنیا اور اس

کی ساری چیزوں کو بنایا اور وہی دنیا والوں کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز اس کے ایک اور سب کا رب ہونے پر گواہ ہے اور تمام اللہ کے رسول اور پیغمبر اسی عقیدہ اور تعلیم کو دنیا میں لے کر آئے۔ تو اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایسے واضح اور روشن دلائل کے بعد بھی جو اس عقیدہ توحید میں شک وشبہ کرے۔ اللہ کے دین میں جھگڑا کرے۔ اللہ کی ذات و صفات میں اختلاف کرے۔ اور دین حق کے خلاف زہر اگلے اور خواہ مخواہ دین کی باتوں میں جھگڑا ڈالے خصوصاً جبکہ اللہ کا دین، اس کی کتاب اور اس کی باتوں کی سچائی علانیہ ظاہر ہو چکی۔ حتیٰ کہ بہت سے سمجھدار لوگ اسے قبول کر چکے تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب اور سخت عذاب کے مستوجب ہیں اور ان کے سب جھگڑے جھوٹے اور باطل ہیں۔ اور قیامت کے روز انہیں سخت ناقابل برداشت مار ماری جائے گی۔ تو اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ کو اور اس کے دین کو مانو اور اس کے دین کا ماننا یہی ہے کہ کتاب اللہ کو سچ اور واجب العمل جانو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو انصاف کے ساتھ نازل فرمایا ہے جو خالق و مخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتا ہے۔ پھر منکرین جو واقعات قیامت کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو قیامت کی گھڑی کی کیا خبر۔ عجب نہیں کہ قیامت کی گھڑی بالکل قریب ہی آ لگی ہو۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جن کو قیامت پر یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں کہ ہاں صاحب وہ قیامت آخر کب آئے گی؟ اس کے آنے میں دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آ جاتی؟ لیکن جس کو اللہ نے ایمان اور یقین عطا کیا ہے وہ تو اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز تو یقیناً ہونے والی ہے۔ کسی کے ٹلائے ٹل نہیں سکتی۔ اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے مشرکین کا کیا حشر ہونا ہے۔ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں تو وہ اس کی تیاری کیا خاک کرے گا۔ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی صحابی نے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ قیامت کب ہو گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہاں وہ یقیناً آنے والی ہے لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے اس کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس پر ان صحابی نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ یعنی میرا قیامت کا سامان بس یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم ان ہی کے ساتھ ہو گے جن سے محبت رکھتے ہو۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں قیامت کے وقت کی تعین نہیں کی بلکہ سائل کو اس دن کی تیاری کرنے کو فرمایا۔ یہاں آیت میں یہ جملہ جو فرمایا گیا وما یدریک لعل الساعۃ قریب۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی ہو۔ ایسا ہی سُوْرَۃ احزاب ۲۲ویں پارہ میں بھی فرمایا گیا ہے کہ لوگ آپ سے قیامت کے بارہ میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے قل انما علمها عند الله وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریبا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور آپ کیا جانیں شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو''۔ مفسرین نے تصریح فرمائی ہے کہ حق

تعالیٰ نے قرآن عزیز سے پہلے بھی تمام آسمانی کتابوں میں علم قیامت کو پوشیدہ ہی رکھا ہے۔الغرض قیامت کے آنے کے وقت کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں۔آگے فرمایا گیا کہ قیامت کے آنے میں جو لوگ جھگڑ رہے ہیں اور اس کے منکر ہیں۔اسے محال جانتے وہ نرے جاہل ہیں سیدھے راستہ سے بھٹک کر دور گمراہی میں جا پڑے ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے کہ باوجود تکذیب وانکار کے روزی کسی کی بند نہیں کرتا بلکہ ایک کو دوسرے کے ہاتھ روزی پہنچا رہا ہے اور بندوں کے باریک سے باریک احوال کی رعایت کرتا اور تدبیر لطیف سے ان کی تربیت فرماتا ہے گو حسب مصلحت اس روزی دینے میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے کہ جس کو جس قدر چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔

یہاں آخری آیت ہے **اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز** اس آیت کو پڑھنا بزرگان دین نے زیادتی رزق کے لئے مجرب لکھا ہے۔چنانچہ حضرت تھانویؒ نے اعمال قرآنی میں لکھا ہے کہ اس آیت کو بعد نماز کے زیادتی رزق کے لئے کثرت سے پڑھا کرے۔اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ مہاجر مکی سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کو پابندی سے ۷۰ مرتبہ یہ آیت پڑھا کرے وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا اور فرمایا کہ یہ نہایت مجرب عمل ہے۔اللہ تعالیٰ اس آیت کی برکت سے ہم سب کو تنگی رزق سے محفوظ فرمائیں۔آمین۔

اب آگے دنیا کے ناز ونعمت پر پھولنے اور اس میں منہمک ہو کر آخرت کو بھولنے پر تنبیہ فرمائی جاتی ہے۔اور طالب دنیا اور طالب آخرت کا انجام بتلایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جہاں اپنے فضل وکرم سے ہم کو ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے وہیں اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ اس زندگی میں اپنی مرضیات والے عمل ہمارے لئے آسان فرما دیجئے اور ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرما لیجئے جو آخرت میں انعامات اور فضل کبیر سے نوازے جائیں گے۔

یا اللہ ہمیں اپنے دین اسلام کی سچی قدر نصیب فرما دے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہمیں بھی اس دین کی خدمت کی توفیق کسی درجہ میں نصیب فرما دے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو، ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے، اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دنیا (اگر چاہیں) دے دیں گے

مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ

اور آخرت میں اس کا کچھ نہیں۔ کیا ان کے کچھ شریک (خدائی) ہیں جنہوں نے ان کیلئے ایسا دین مقرر کردیا ہے جس کی

يَأْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

خدا نے اجازت نہیں دی، اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قول فیصل نہ ہوتا تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور (آخرت میں) ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا۔

مَنْ جو شخص	كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	حَرْثَ کھیتی	الْاٰخِرَةِ آخرت	نَزِدْ لَهٗ ہم اضافہ کردیتے ہیں اس کیلئے	فِيْ حَرْثِهٖ کھیتی میں اس کی	وَمَنْ اور جو
كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	حَرْثَ الدُّنْيَا دنیا کی کھیتی	نُؤْتِهٖ ہم اسے دیتے ہیں	مِنْهَا اس میں سے	وَمَا لَهٗ اور نہیں اس کیلئے	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	
مِنْ نَّصِيْبٍ کوئی حصہ	اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے	شُرَكٰٓؤُا کچھ شریک (جمع)	شَرَعُوْا انہوں نے مقرر کیا	لَهُمْ ان کیلئے	مِنَ سے۔ایسا	
الدِّيْنِ دین	مَا لَمْ جو۔جس نہیں	يَأْذَنْ اجازت دی	بِهٖ اس کی	اللّٰهُ اللہ	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ
كَلِمَةُ الْفَصْلِ ایک قول فیصل						
لَقُضِيَ تو فیصلہ ہوجاتا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَاِنَّ اور بیشک	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسانوں میں ایک تو وہ ہیں کہ جنہیں قیامت کا یقین ہی نہیں وہ تو بے پرواہی اور تمسخرو ہنسی کی راہ سے کہہ دیتے ہیں کہ قیامت کو آنا ہے تو ابھی آجائے مگر جو اللہ اور رسول کے کہنے پر اس کا یقین کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ایک واقعی چیز ہے اور وہ آکر رہے گی۔ اس کا برپا ہونا حق ہے وہ تو اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہی رہتے ہیں اور اس لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں اور جس کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں ظاہر ہے کہ وہ اس کی تیاری ہی کیا کرے گا بلکہ الٹا مذاق اڑا کر اور گمراہی میں بڑھتا جائے گا۔ مگر اس تکذیب وانکار کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ وہ دنیا میں ہر ایک نیک وبد کافر ومومن کو روزی دیتا ہے اور ان کی تربیت فرماتا ہے۔ منکرین قیامت تو اس دنیا کے عیش ونشاط میں مست رہتے ہیں اور اسی عالم دنیا کو رنج وراحت کا اصلی مقام جانتے ہیں۔ اور اپنی دنیاوی کامیابیوں کو خدا کی خوشنودی کا باعث سمجھتے ہیں حالانکہ دنیا میں تو اللہ اپنی رحمت عامہ کے سبب ہر جاندار کو روزی پہنچا رہے ہیں نہ یہ اس کے رضامندی کی دلیل ہے اور نہ یہ کہ یہی عالم دنیا اصلی مقام ہے۔ اس دنیا میں بھی دشمن کو باوجود ناراضگی کے کھانا پینا قید میں دے دیا کرتے ہیں تو کیا یہ قیدی سے رضامندی کی دلیل ہوسکتی ہے؟ الحاصل سمجھایا یہ گیا تھا کہ دنیا انسان کا مقام اصلی نہیں بلکہ یہ آئندہ کے لئے یعنی آخرت کے واسطے نیکی یا بدی حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ اب اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ زندگیاں دو ہیں ایک اس دنیا کی زندگی جو بالآخر ختم ہوجائے گی اور ایک آخرت کی زندگی جو کبھی ختم نہ ہوگی اور آدمی کو یہ اختیار ہے کہ وہ جس زندگی کے لئے چاہے دنیا میں دوڑ دھوپ کرتا رہے۔ جو آخرت کی زندگی سنوارنی چاہتا ہے اور آخرت کے اعمال کی طرف توجہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں اسے اعمال خیر کی توفیق دیتے ہیں۔ اس کی نیکیوں کو بڑھاتے رہتے ہیں۔ کسی نیکی کو دس گنا کردیتے ہیں کسی کو سات سو ۷۰۰ گنا اور کسی کو اس سے بھی زیادہ۔ الغرض آخرت کی چاہت جس دل میں ہوتی ہے اس شخص کو نیک اعمال کی توفیق خدا کی طرف سے عطا فرمائی جاتی ہے اور جس کی تمام کوشش دنیا ہی حاصل کرنے کی ہوتی ہے آخرت کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی تو اسے

تھوڑا بہت یہاں مل رہے گا وہ بھی جس کے لئے اور جتنا اللہ تعالیٰ چاہیں گے دیدیں گے لیکن آخرت میں اسے کچھ نہیں ملے گا۔ دنیا کا ملنا خدا کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے ممکن ہے کہ ایک دنیادار ہزاروں جتن کرے اور دنیا سے بھی محروم رہ جائے اور بدنیتی کے باعث عقبیٰ تو برباد کر ہی چکا تھا۔ تو اگر دنیا بھی نہ ملی تو دونوں جہان سے گیا گذرا ہوا اور اگر تھوڑی بہت دنیا مل بھی گئی تو یہ نہیں کہ جس قدر کوئی دنیا کی حرص کرے سب ہی اس کو مل جائے اور وہ بھی عارضی چندروزہ زندگی کے لئے لیکن اس کی محنت کا فائدہ آخرت میں کچھ نہ ہوگا۔ یہاں یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ جس حصول دنیا کی مذمت کی جارہی ہے وہ وہ ہے کہ جو خدا سے غافل کرے اور جس دنیا سے دین برباد ہو اور آخرت کا منکر ہو کر دنیا حاصل کرے جو آخرت سے بے نصیب کر دیتا ہے ورنہ کسب معاش حلال طور پر اور جائز طریقوں سے اپنے نفس کے لئے۔ اہل وعیال کی پرورش کے لئے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے۔ یہ بقدر ضرورت ضروری ہے اور یہ عین دین ہے اور باعث اجر وثواب ہے۔

یہاں آیت میں حرث الاخرۃ اور حرث الدنیا فرمایا گیا ہے حرث کے لغوی معنیٰ کسب اور کمانے کے ہیں لیکن محاورہ میں حرث کھیتی کو کہتے ہیں اور حارث کسان اور کھیتی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ تو یہاں آیت میں آخرت و دنیا دونوں کے لئے سعی اور عمل کرنے والوں کو کھیتی کرنے یعنی کسان سے تشبیہ دی گئی ہے جو زمین کے جوتنے بونے سے لے کر کھیتی کے تیار ہونے تک مسلسل محنت و جانفشانی کرتا ہے اور اس غرض کے لئے کرتا ہے کہ وہ اخیر میں اپنی کھیتی کاٹے اور غلہ حاصل کرے۔ تو آخرت کی کھیتی بونے والے کسان اور دنیا کی کھیتی بونے والے کسان ان دونوں میں نیت اور مقصد کے لحاظ سے فرق عظیم واقع ہو جاتا ہے اس لئے دونوں کی محنتوں کے نتائج اور ثمرات بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف رکھے ہیں حالانکہ دونوں کے کام کرنے کی جگہ یہی دنیا اور زمین ہے۔ پھر آیت میں غور کیجئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کی کھیتی بونے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ دنیا اسے نہیں ملے گی۔ دنیا تو کم یا زیادہ اس کو بہر حال ملنی ہی ہے کیونکہ اللہ جل شانہٗ کے لطف عام میں اس کا بھی حصہ ہے اور رزق نیک و بد سبھی کو یہاں دنیا میں مل رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو خوشخبری اس بات کی سنائی ہے کہ اس کی آخرت کی کھیتی بڑھائی جائے گی اس کی کھیتی میں اللہ تعالیٰ ترقی دیں گے کیونکہ وہ اسی کا طالب ہے اور اسی کے انجام کی اسے فکر لاحق ہے۔ رہا دنیا کی کھیتی بونے والا یعنی جو سب کچھ دنیا ہی کے لئے کرتا ہے اور آخرت نہیں چاہتا اسے اللہ تعالیٰ نے اس کی محنت کے دو نتیجہ صاف صاف سنا دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خواہ کتنا ہی سر مارے دنیا کا اسے وہی حصہ ملے گا جتنا اللہ نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ دوسرے یہ اسے جو کچھ ملنا ہے بس دنیا ہی میں مل جائے گا۔ آخرت کی بھلائیوں میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی معرفت آخرت اور دین حق کا راستہ بتلا دیا۔ اب یہ مشرکین اور منکرین دین خدا کے احکام کی تو پیروی کرتے نہیں بلکہ جنات و شیاطین اور بعض انسانوں کو انہوں نے اپنا بڑا سمجھ رکھا ہے۔ یہ جو احکام انہیں بتاتے ہیں یہ انہی احکام کے مجموعے کو دین سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جسے کوئی دوسرا راستہ مقرر کرنے کا حق اور اختیار حاصل ہو کہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہراوے پھر آخر ان مشرکین نے اللہ کی وہ راہ چھوڑ کر جو انبیاء علیہم السلام نے بتائی تھی دوسری راہیں کہاں سے نکال لیں۔ ان کی اس گستاخی کی سزا انہیں مل چکی ہوتی اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی کہ مجرمین کو اصل عذاب بعد مرگ ہوگا اور ان کا آخری فیصلہ قیامت میں ہوگا اب جو ٹیڑھے چلیں گے انہیں قیامت کے دن جہنم کے المناک اور بڑے سخت عذاب ہوں گے۔

تو ان آیات سے اہل ایمان کو سبق لینا چاہئے اور اپنا مرکز توجہ صرف آخرت کو قرار دینا چاہئے اور زندگی کی ہر حرکت و سکون کو درستی اور ذخیرہ آخرت کی نیت سے کرنا چاہئے۔

نیت جس کے معنی ہیں دل میں کسی کام کا ارادہ کرنا تو اس طرح ہر عمل کی تعمیر نیت پر ہوتی ہے۔ نیت کی خرابی سے عبادت تک فاسد اور بے کار ہو جاتی ہے اور نیت کی خوبی سے دنیاوی کام بھی عبادت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک مشہور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عمل کا اعتبار نیتوں کے ساتھ ہے۔ اور آدمیوں کو دراصل اپنی نیت ہی کا صلہ ملتا ہے۔ اس لئے جو شخص اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرتا ہے تو اس کی نیت کے مطابق اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لئے ہے اور جو شخص دنیا حاصل کرنے کے لئے ہجرت کرتا ہو یا کسی عورت کو نکاح میں لانے کے لئے ہجرت اختیار کرے تو اس کی ہجرت اسی مقصد کی خاطر سمجھی جائے گی جس کے لئے اس نے گھر بار چھوڑا۔ بعض محدثین نے اس حدیث شریف کو نصف علم کہا ہے تو معلوم ہوا کہ اسلام جس نیت کا طلب گار ہے وہ نیت وہ ہے جو خالص اور بے میل ہو۔ جس میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہو اور جس میں کسی دنیاوی غرض کا شائبہ تک نہ ہو۔ ایسی ہی نیت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔ تو ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے اس لئے ہر کام سے پہلے نیت کی درستگی اور ارادہ کی صحت ضروری ہے۔ اور ایک عمل میں کئی کئی نیتیں کی جا سکتی ہیں اور ہر نیت پر اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا اجر و ثواب ہے۔ مثلاً مسجد میں جانے کا ایک عمل ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس ایک عمل میں پندرہ نیتیں ہو سکتی ہیں اور ہر نیت پر جدا اجر و ثواب ملتا ہے۔ چونکہ ہر نمازی بفضلہٖ مسجد میں پانچ مرتبہ آتا ہے اس لئے مسجد میں جانے کی یہ پندرہ نیتیں قابل ذکر ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسجد کو اللہ تعالیٰ کا گھر ہونے کی نسبت حاصل ہے اس طرح مسجد میں ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے آتا ہے اور اس کی ذات عالی کریم ہے اور ہر کریم اپنے مہمان کی خاطر کرتا ہے۔ تو مسجد جاتے وقت یہ نیت کرے کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا مہمان ہونے اور اس کے گھر سے مہمانی کا حق یعنی اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل، اجر و ثواب حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ (۲) دوسرے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے جماعت کے انتظار کی نیت کرے کہ حدیث میں نماز کی جماعت کا انتظار کرنے والا بھی گویا نماز ہی میں ہوتا ہے۔ (۳) تیسرے اس کی نیت کرے کہ اعضائے جسمانی مسجد میں جا کر دنیا کی آلودگیوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ (۴) چوتھے مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرے۔ (۵) پانچویں یہ کہ مسجد سے متعلق منقولہ دعائیں پڑھنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا موقع مل جائے۔ (۶) چھٹے یہ کہ ذکر اللہ۔ تلاوت قرآن اور وعظ و نصیحت سے مستفید ہونے کا موقع ملے حدیث میں آیا ہے کہ مسجد میں صبح کو ذکر و نصیحت کے لئے جانا مجاہدہ فی سبیل اللہ کے برابر ہے اور جو جماعت اللہ تعالیٰ کے گھر میں تلاوت قرآن اور پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہو اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ (۷) ساتویں یہ کہ وضو کر کے مسجد میں نماز کے لئے جانے سے حج اور عمرہ کے برابر ثواب حاصل ہوتا ہے۔ (۸) آٹھویں یہ مسجد میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور علمی مذاکرہ کا موقع ملتا ہے۔ (۹) نویں یہ کہ اپنے مومن بھائیوں سے ملاقات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (۱۰) دسویں یہ مومن بھائیوں کو سلام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (۱۱) گیارہویں یہ کہ آخرت کی یاد تازہ کرنے اور توبہ و استغفار کے لئے مسجد میں بڑی یکسوئی ہوتی ہے۔ اس کی نیت بھی باعث اجر و ثواب ہے۔ (۱۲) بارہویں یہ کہ قلبی توجہ اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اور تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۳) تیرہویں یہ کہ اپنے مسلمان بھائی کے دکھ تکلیف اور ضرورتوں کا علم ہوگا۔ (۱۴) چودھویں یہ کہ مسجد میں جمع ہونے سے اسلام کا ایک شعار زندہ ہوگا۔ (۱۵) پندرھویں یہ کہ بموجب آیت قرآنی **ان الصلوۃ تنھٰی عن الفحشآء والمنکر** اپنی اصلاح ہوگی۔ گویا ایک عمل میں ۱۵ نیتوں کا اجر و ثواب مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کا علم اور دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور ہر عمل میں حسن نیت کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آگے طالب دنیا اور طالب آخرت دونوں کا اخروی انجام ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

(اس روز) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ (وبال) ان پر پڑ کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝٢٢

وہ بہشتوں کے باغوں میں ہوں گے، وہ جس چیز کو چاہیں ان کے رب کے پاس ان کو ملے گی، یہی بڑا انعام ہے۔

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ

یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے، آپ یوں کہئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا

اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝٢٣

بجز رشتہ داری کی محبت کے، اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کردیں گے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔

تَرٰی تم دیکھوگے	الظّٰلِمِیْنَ ظالموں	مُشْفِقِیْنَ ڈرتے ہوں گے	مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ اس سے جو انہوں نے کمایا (اعمال) اور وہ	وَاقِعٌ واقع ہونے والا			
بِهِمْ اُن پر	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	فِیْ میں	رَوْضٰتِ باغات	
الْجَنّٰتِ جنتوں	لَهُمْ ان کیلئے	مَا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے	عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں	ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ۔یہی	الْفَضْلُ فضل	الْكَبِيْرُ بڑا
ذٰلِكَ یہی	الَّذِیْ وہ جس	يُبَشِّرُ اللّٰهُ اللہ بشارت دیتا ہے	عِبَادَهٗ اپنے بندے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے		
قُلْ فرمادیں	لَآ اَسْئَلُكُمْ میں تم سے نہیں مانگتا	عَلَيْهِ اس پر	اَجْرًا کوئی اجر	اِلَّا سوائے	الْمَوَدَّةَ محبت	فِي الْقُرْبٰى قرابتداری میں۔کی	وَمَنْ اور جو
يَّقْتَرِفْ کمائے گا	حَسَنَةً کوئی نیکی	نَّزِدْ لَهٗ ہم بڑھادینگے اس کیلئے	فِيْهَا اس میں	حُسْنًا خوبی	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	شَكُوْرٌ قدردان

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی سعی اور کوشش کرے گا یعنی اللہ اور رسول کے بتلائے ہوئے طریقہ کے موافق چلے گا تو اسے آخرت میں اس کے کاموں کا اجر اتنا ملے گا جو اس کی محنت سے کہیں زیادہ ہوگا اور جس کی زندگی میں تمام کوشش دنیا ہی حاصل کرنے کی رہے گی اور آخرت کی طرف اس کی توجہ نہ ہوگی تو اسے تھوڑا یا بہت جتنا بھی اس کے لئے مقدر ہے دنیا مل جائے گی لیکن آخرت میں اس کی اس دوڑ دھوپ کا کوئی صلہ نہ ہوگا۔ تو پہلی حالت یعنی آخرت طلبی اہل ایمان کی بیان ہوئی تھی اور دوسری حالت یعنی دنیا طلبی کفار ومشرکین کی بیان ہوئی تھی اور یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ آج جو یہ کفار ومشرکین قیامت و آخرت کا انکار کررہے ہیں تو انہیں اس گستاخی اور تکذیب کی سزا یہیں دنیا میں مل چکی ہوتی اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی کہ اصل عذاب مجرمین کو قیامت ہی میں ہوگا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ ظالم کفار ومشرکین اپنے کرتوتوں کے نتائج سے خواہ نہ ڈریں مگر اس فیصلہ کے دن یعنی قیامت میں یہ اپنے عملوں کے ڈر سے تھر تھر کانپتے ہوں گے اور یہ ڈر و خوف ان پر ضرور پڑ کر رہے گا۔ اس دن کوئی سبیل رہائی اور فرار کی نہ ہوگی اور ان کا خوف کرنا بھی سودمند نہ ہوگا۔ عذاب تو ان پر آکر رہے گا کوئی بچا نہ سکے گا۔ اور یہ اپنے اعمال کا مزہ چکھ کر ہی رہیں گے اور ان کے برخلاف ایماندار اور نیکوکاروں یعنی مومنین صالحین جو دنیا میں اللہ پر یقین کر کے اس کی کتاب اور اس کے

رسول کے بتائے ہوئے حکموں کو مانتے تھے اور اسی بتلائے ہوئے طریقہ پر چلتے تھے ان کا یہ حال ہوگا کہ وہ امن وچین سے بہشت کے باغات میں مزے کر رہے ہوں گے۔ یہ کفار و مشرکین طرح طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں میں ہوں گے اور یہ مومنین وصالحین طرح طرح کی لذتوں اور راحتوں میں ہوں گے۔ بہترین غذائیں بہترین مکانات۔ بہترین لباس، بہترین ساز وسامان جن کا یہاں دیکھنا اور سننا تو کہاں کسی انسان کے ذہن اور تصور میں بھی وہ چیزیں نہیں آسکتیں۔ پھر ان کے لئے ہر چیز جو وہ چاہیں گے اور جس کی خواہش کریں گے جنت میں موجود ہوگی۔ دنیا کے عیش جس پر کافر پھولا ہوا ہے اس کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ دنیا میں تو یہ بات کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی میسر نہیں کہ جونہی جو خواہش دل میں پیدا ہوئی فوراً وہ حاصل ہوگئی لیکن اہل جنت کی یہ حالت ہوگی کہ ان کو ہر نعمت میسر ہوگی۔ ادھر خواہش پیدا ہوئی ادھر وہ چیز موجود ہوگی۔ سبحان اللہ! حقیقت میں بڑا انعام اور فضل کبیر یہی ہے نہ کہ وہ جو دنیا میں عیش وعشرت موجود ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ فضل کبیر اور جنت کے انعامات جس کی بشارت اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں جو لامحالہ واقع ہو کر رہیں گے۔ یہ بشارت ان اہل ایمان کے لئے ہے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرنے والے ہیں۔ یہاں آیت مقدسہ میں فضل کبیر یعنی جنت کی جسمانی اور روحانی نعمتوں، لذتوں اور راحتوں کی بشارت اور خوشخبری ان بندوں کو دی جارہی ہے جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرنے والے ہیں۔ یہاں یہ قابل غور ہے کہ یہ بشارت نہ صرف ایمان پر ہے اور نہ بغیر ایمان کے ظاہری نیکی کرنے والے کے لئے ہے۔ بلکہ ایمان اور عمل صالح دونوں چیزوں کو اکٹھا کرنے پر ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ قرآن پاک میں بکثرت مقامات پر آخرت کی لازوال نعمتوں کے لئے یہ دونوں شرائط یعنی ایمان اور عمل صالح بیان فرمائے گئے ہیں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ جملہ بشارتیں مومنین صالحین کے لئے ہیں رہا معاملہ ان لوگوں کا جو ایمان تو کسی درجہ میں رکھتے ہیں مگر اعمال صالحہ سے تہی دست ہیں ان کا معاملہ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا اس کی مشیت ہوگی تو مغفرت ہو جائے گی ورنہ سزا برداشت کرنی ہوگی مگر ایمان کی بدولت کبھی نہ کبھی نجات مل ہی جائے گی۔ مگر جتنا زبان سے یہ کہہ دینا آسان ہے کہ ایمان کی بدولت آخر جہنم سے نجات مل ہی جائے گی اتنی آسان نجات نہ ہوگی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ نے ایک حدیث ''فضائل نماز'' میں نقل فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کردے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مدار اسی برس کی ہوتی ہے اور ایک برس ۳۶۰ دن کا ہوتا ہے اور قیامت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار برس کے برابر ہوگا (اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ ۸۸ لاکھ برس ہوئی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ مضمون حضرت عبداللہ بن عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرما کر کہتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے سال یعنی ۲ کروڑ ۸۸ لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا وہ بھی جب ہی کہ اور کوئی وجہ زیادہ جہنم میں پڑے رہنے کی نہ ہو۔ العیاذ باللہ اور حضرت ابوالیلیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے۔ اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اب غور کیجئے کہ ایک فرض نماز کو قصداً اور عمداً قضا کر دینے کی قانونی سزا جو حقب جہنم میں پڑے رہنے کی فرمائی گئی جس کی مقدار ۲ کروڑ ۸۸ لاکھ برس کا زمانہ ہماری دنیا کے حساب سے ہوتا ہے۔ تو اگر کسی نے ساری زندگی نمازیں قضا کیں یا دس بیس برس یا دو چار سال یا ایک ہی دن کی ۵ فرائض قضا کئے تو اس کا کتنا طویل عرصہ جہنم میں پڑے رہنے کا بنتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ یہ بہر حال قانونی سزا ہے۔ جس کی معافی اللہ تعالیٰ سے اگر مانگی گئی اور اللہ تعالیٰ نے معافی

قبول فرمالی تو یہ قانونی سزا بھی معاف ہوسکتی ہے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کفار مکہ اور مشرکین عرب جو دور یا نزدیک آپ سے رشتہ داری اور برادری کا تعلق بھی رکھتے ہیں اور اس کے باوجود نہ صرف آپ کے ساتھ تکذیب بلکہ ظلم اذیت کا معاملہ بھی کرتے ہیں اور آپ کی بات اور آپ کا پیغام بھی سننے کے لئے تیار نہیں تو ان منکرین سے آپ یوں کہیے کہ میں اس تبلیغ دین پر اور تمہاری خیر خواہی پر کچھ تم سے طلب تو نہیں کر رہا۔ میں قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں۔ اور ابدی نجات اور فلاح کا راستہ دکھا رہا ہوں۔ یہ سب محض بوجہ اللہ ہے۔ اس خیر خواہی اور احسان کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی اور خاندانی تعلقات ہیں کم از کم ان کو تو نظر انداز نہ کرو۔ آخر تمہارا معاملہ اپنے اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے بسا اوقات ان کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو تو کیا مجھ سے برادری اور رشتہ داری کے تعلق کا یہ حق نہیں کہ مجھ سے عداوت میں جلدی نہ کرو۔ بلکہ سادہ دل سے سہولت اور اطمینان کے ساتھ میری پوری بات تو سن لو اور اس کو میزان عقل اور دلیل صحیح سے جانچو اور اگر معقول ہو تو قبول کرلو۔ اگر کچھ شبہ ہو تو صاف کرلو۔ اور بفرض محال اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھ کو سمجھا دو اور راہ پر لے آؤ۔ غرض جو بات ہو خیر خواہی سے ہو۔ یہ نہیں کہ میری پوری بات بھی نہ سنو اور فوراً بھڑک اٹھو بلکہ سمجھ جانے پر بھی مخالفت سے باز نہ آؤ۔ اور الٹا ظلم واذیت پر کمربستہ ہو جاؤ۔ مجھ کو اتنی آزادی تو دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں۔ اللہ اکبر! غور کیجئے کہ یہ ایمان اور اسلام جو آج ہم ناقدروں کو مفت میں مل گیا ہے اس کی تبلیغ ودعوت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالہا سال کیسی مشقتیں۔ کتنی صعوبتیں اور کس قدر مخالفتیں برداشت فرمائی ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہی دل وجگر تھا جو ہر طرح کی قربانیاں دے کر اس اسلام کے چمن کو سرسبز وشاداب بنایا جس کو کہ آج ہم کلمہ گو ہونے کے باوجود اجاڑنے اور ویران کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی سچی قدر نصیب فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لگائے ہوئے چمن کی حفاظت اور خبر گیری کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہ بات بیچ میں اضطراراً آگئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کی طرف سے اوپر جو تلقین فرمائی گئی اس کے بعد حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ انسان بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی کو بڑھاتا ہے آخرت میں تو اجر وثواب کے اعتبار سے اور دنیا میں نیک خوئی اور نیک نامی عطا فرما کر اور ایسے آدمی کی لغزشوں کو بھی معاف فرماتا ہے اور اس کی نیکی کا بڑا قدر دان ہوتا ہے۔ یہاں یہ مضمون شاید اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ اوپر جو تلقین فرمائی گئی تھی جس سے قرابت کی محبت وتعلق مطلوب تھا اور جس کا حاصل ظلم اور ایذا سے روکنا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا کہ جو زائد نیکی اور بھلائی دکھلائے تو وہ خوب سمجھ لے کہ خدا بڑا قدر دان ہے وہ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا بلکہ بڑھاتا ہی رہتا ہے۔

اب آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کا مضمون بیان فرما کر منکرین کو کفر وشرک سے توبہ کرنے اور ایمان لے آنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے، سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے، اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے

الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ

اور حق کو اپنے احکام سے ثابت کیا کرتا ہے، وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے

التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ

اور وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے۔ اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾

جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے۔ اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے۔

اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰى اس نے باندھا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	فَاِنْ سو اگر	يَّشَاِ اللّٰهُ چاہتا اللہ	يَخْتِمْ وہ مہر لگا دیتا
عَلٰى قَلْبِكَ تمہارے دل پر	وَيَمْحُ اور مٹاتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْبَاطِلَ باطل	وَيُحِقُّ اور ثابت کرتا ہے	الْحَقَّ حق	بِكَلِمٰتِهٖ اپنے کلمات سے	
اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کی باتوں کو	وَهُوَ اور وہی	الَّذِيْ يَقْبَلُ جو قبول فرماتا ہے	التَّوْبَةَ توبہ		
عَنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں سے	وَيَعْفُوْا اور معاف کر دیتا ہے	عَنِ سے۔کو	السَّيِّاٰتِ برائیاں	وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے	مَا تَفْعَلُوْنَ جو تم کرتے ہو		
وَيَسْتَجِيْبُ اور قبول کرتا ہے	الَّذِيْنَ وہ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَ اور	عَمِلُوا انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	وَيَزِيْدُهُمْ اور ان کو زیادہ دیتا ہے	
مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے	وَالْكٰفِرُوْنَ اور کافروں	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	شَدِيْدٌ سخت			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات سے کفار ومشرکین کی مذمت اور کفر وشرک کے رد میں مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ کفار مکہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر طرح طرح کے الزامات اور تہمتیں لگاتے رہتے ہیں۔ ایک تہمت یہ بھی لگاتے کہ (معاذ اللہ) یہ کلام جس کو قرآن کہہ کر پیش کرتے ہیں اس کو خود بنا کر جھوٹ موٹ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ کفار کے اس الزام کی تردید میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر بفرض محال ان کفار کا خیال ٹھیک ہوتا اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلام آپ نے ان کے کہنے کے مطابق خود گھڑا ہوتا اور اللہ کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کیا ہوتا تو کیا اللہ کی غیرت اس کو برداشت کرتی ؟ اللہ کو تو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے یعنی خدانخواستہ اگر آپ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے یا خدا کی طرف غلط بات منسوب کرتے تو وہ خدا تو اس پر قادر تھا کہ سلسلہ وحی کا بند ہو جاتا بلکہ پہلے دیا ہوا کلام بھی سلب کر لیا جاتا مگر واقع میں چونکہ ان کا الزام قطعاً کذب وافترا ہے اس لئے محض ان بدبختوں کی قدر ناشناسی اور طعن وتشنیع کی بنا پر یہ فیض وحی منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ بے شک اللہ اس کو جاری رکھے گا اور اپنی باتوں سے عملی طور پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ ثابت کر کے رہے گا۔ اس وقت سب کو صاف کھل جائے گا کہ فریقین میں جھوٹا اور مفتری

کون ہے۔ اللہ کی عادت یونہی ہے کہ وہ باطل کومٹایا اور حق کو غلبہ دیا کرتا ہے۔ سچ تو سچ ہی ہے گو کوئی اسے لاکھ جھوٹ سمجھے چنانچہ ایک وقت آئے گا کہ یہ منکرین و مکذبین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ جھوٹ غارت ہوا اور سچ کا بول بالا ہوا۔ انہیں جلدی واقعات سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کلام جسے ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سنا رہے تھے بالکل سچ اور درست تھا اور واقعی اللہ ہی کی طرف سے نازل کیا ہوا تھا کیونکہ جو کچھ اس میں کہا گیا تھا وہ رفتہ رفتہ بالکل سچ ثابت ہوتا چلا جائے گا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین کے جھوٹے الزامات کی ذرہ برابر پروہ نہ کیجئے اور اپنا کام کئے جایئے۔ اللہ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ الزامات آپ پر کیوں لگائے جا رہے ہیں اور اس کے پیچھے ان منکرین کی کیا غرض اور نیت کام کر رہی ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اللہ اس سے خوب واقف ہے کیونکہ وہ ہر ایک کی دل کی چھپی ہوئی بات بھی خوب جانتا ہے۔ اب چونکہ کفار و مشرکین کی اس مذمت سے مقصود یہی ہے کہ وہ کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور ایمان لے آویں اس لئے آگے توبہ کی برکت اور ایمان کی فضیلت بیان فرمائی جاتی ہے اور جو اس پر بھی کفر و شرک پر مصر رہیں تو انہیں وعید بھی سنائی جاتی ہے۔ یعنی منکرین کو جتلایا جاتا ہے کہ اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ اور کفر و شرک سے سچی توبہ کر کے اسلام لے آؤ۔ وہ خدا ایسا رحیم و کریم ہے کہ توبہ کرنے والے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس توبہ کی برکت سے تمام گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سب کو جانتا ہے پس اس کو یہ بھی خبر ہے کہ توبہ خالص اور سچی کی ہے یا نہیں۔ مطلب یہ کہ تم کو خالص توبہ کرنا چاہئے اور جب کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے تو تمہارے اعمال جو پہلے مقبول نہ ہوتے تھے اب مقبول ہونے لگیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی عبادت قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔ ان کی طاعات کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور جس قدر اجر و ثواب کے وہ عام ضابطہ سے مستحق ہوں اپنے فضل سے اس سے کہیں زائد مرحمت فرماتا ہے۔ اور اس پر بھی جو کفر سے تائب نہ ہوئے اور مرتے دم تک رجوع اور توبہ کی توفیق میسر نہ ہوئی تو پھر ان کے لئے سخت عذاب مقرر ہے۔

ان آیات میں جب کہ ایک کافر و مشرک کو بھی توبہ کی قبولیت کی خوشخبری دی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ ایک کلمہ گو اور مومن گو وہ کیسا ہی عاصی اور گناہ گار اور نافرمان کیوں نہ رہا ہو اس کی توبہ تو بدرجہ اولیٰ لائق قبولیت ہو گی۔ بشرطیکہ سچی توبہ ہو۔ قرآن پاک میں بہت سے مواقع پر اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بکثرت سچی توبہ کی قبولیت کی بشارت دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے گناہ کے بعد توبہ کر لی وہ گویا بے گناہ ہو گیا۔ حق تعالیٰ کو بندہ کی سچی توبہ سے جتنی خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ ایک حدیث شریف میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ''اگر کوئی شخص کسی بے آب و گیاہ اور دہشت ناک جنگل میں پہنچ جائے اور اس کو سواری مع کھانے پینے کے سامان کے جو اس پر رکھا ہوا تھا گم ہو جائے اور اس کو ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا تھک جائے اور آخر میں اس وجہ سے کہ سواری کے بغیر نہ جنگل سے باہر نکل سکتا ہے اور نہ توشہ کے بغیر فاقہ کی موت سے جان بچا سکتا ہے زندگی سے مایوس ہو جائے کہ نہ پیدل چلنے کی طاقت ہے اور نہ وہاں آب و دانہ میسر آنے کی امید اس لئے مایوس ہو کر کسی درخت کے نیچے آ لیٹے اور اپنے ہاتھ پر سر رکھ کر اس فکر میں ڈوبا ہوا سو جائے کہ اب موت آیا

چاہتی ہے اور پھر دفعتہً اس کی آنکھ کھل جائے اور وہ دیکھے کہ اس کی کھوئی ہوئی سواری اس کے پاس کھڑی ہے اور کھانے پینے کا سامان جو اس پر لدا ہوا تھا وہ بجنسہ موجود ہے تو اس کی ایسی حالت میں اپنی زندگی سے نا امید ہونے کے بعد سرمایہ حیات ہاتھ لگنے کی وجہ سے جتنی خوشی دفعتہً حاصل ہوگی اس سے زیادہ حق تعالیٰ کو اس وقت خوشی ہوتی ہے جب بندہ اس کی جانب رجوع کرتا اور اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے''۔ مگر یہاں توبہ کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا جائے کہ گذشتہ گناہ پر خوف وندامت ہو اور جس گناہ میں مبتلا تھا اس کو فوراً چھوڑ دینے کا عزم اور اس سے آئندہ پرہیز کرنے کا قصد مصمم ہو اور اس کے ساتھ ہی جہاں تک ہو سکے گذشتہ تقصیر وکوتاہی کا تدارک کرے۔ جب ماضی۔ حال اور مستقبل تینوں زمانہ کے متعلق توبہ کا یہ ثمرہ پیدا ہو تو وہ توبہ کامل ہے۔ نہ کہ محض زبان سے استغفار یا توبہ کہنا۔ روایات میں ہے کہ مدینہ کی مسجد مبارک میں ایک بار کوئی اعرابی آیا اور نماز پڑھ کر اس نے معمول کے موافق بار بار کہا الٰہی میں تجھ سے توبہ استغفار کرتا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے زبان سے جلدی جلدی استغفار کرنا جھوٹے آدمیوں کی توبہ ہوتی ہے۔ اس نے عرض کیا یا امیر المومنین پھر توبہ کیسی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ چھ باتیں ہوں تو توبہ ہوتی ہے۔

۱- گذشتہ گناہوں پر ندامت وشرمندگی۔

۲- ترک شدہ فرائض کی دوبارہ ادائیگی۔

۳- اگر کسی بندہ کا حق تائب کے ذمہ ہو تو اس کی واپسی

۴- دل نے گناہ کا جو مزہ اٹھایا اسکے عوض نیکی کی تلخی اسکو چکھائی جائے۔

۵- جس طرح بدکاری نے اسے موٹا کیا تھا اسی طرح نیکی کر کے اسکو پگھلایا جائے۔

۶- گناہ میں غافل ہو کر جتنا ہنسا تھا اب اتنا ہی روئے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایسی ہی سچی توبہ نصیب فرمائیں۔

الغرض شروع سورۃ میں توحید کا مضمون تھا۔ پھر اس کی تاکید اور اس کی دلیل اور تائید تھی اور اسی سلسلہ میں کفر وشرک کی مذمت اور ان کے رد کا بیان ہوا اب آگے اسی توحید کے اثبات میں حق تعالیٰ اپنے بعض صفات وافعال کا اظہار فرماتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں آخرت کا طالب بنا کر زندہ رکھیں اور اس دنیا میں جو کچھ مال دولت ساز وسامان حق تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے اس کو آخرت کی کمائی کا ذریعہ بنائیں۔ یا اللہ! اس غفلت اور بے دینی سے ان کو چھٹکارا نصیب فرمادے۔ دنیا کی محبت ان کے دلوں سے دور فرمادے اور آخرت کا فکر نصیب فرمادے۔
یا اللہ! جو اجر وثواب آپ نے آخرت میں اپنے صالح بندوں کے لئے رکھا ہے اس کا حریص بنادے۔
آخرت کے خسران اور ناکامی سے بچالے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ

اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے روزی فراخ کردیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے، لیکن جتنا رزق چاہتا ہے انداز (مناسب) سے (ہرایک کیلئے) اتارتا ہے، وہ اپنے

بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝۲۷ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ

بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔ اور وہ

الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۸ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ

کارساز قابل حمد ہے۔ اور منجملہ اس (کی قدرت) کی نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے آسمان وزمین میں پھیلار کھے ہیں،

وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۝۲۹ۧ

اور وہ اُن (خلائق) کے جمع کرلینے پر بھی جب وہ چاہے قادر ہے۔

وَلَوْ اور اگر	بَسَطَ اللّٰهُ کشادہ کردیتا اللہ	الرِّزْقَ رزق	لِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کیلئے	لَبَغَوْا تو وہ سرکشی کرتے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلٰكِنْ اور لیکن	
يُّنَزِّلُ وہ اتارتا ہے	بِقَدَرٍ اندازے سے	مَّا يَشَآءُ جس قدر وہ چاہتا ہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں سے	خَبِيْرٌ باخبر	بَصِيْرٌ دیکھنے والا	
وَهُوَ اور وہی	الَّذِيْ وہ جو	يُنَزِّلُ نازل فرماتا ہے	الْغَيْثَ بارش	مِنْ بَعْدِ بعد	مَا قَنَطُوْا جب وہ مایوس ہوگئے	وَيَنْشُرُ اور پھیلاتا ہے	رَحْمَتَهٗ اپنی رحمت
وَهُوَ اور وہی	الْوَلِيُّ کارساز	الْحَمِيْدُ ستودہ صفات	وَمِنْ اور سے	اٰيٰتِهٖ اسکی نشانیاں	خَلْقُ پیدا کرنا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین
وَمَا اور جو	بَثَّ اس نے پھیلائے	فِيْهِمَا ان کے درمیان	مِنْ دَآبَّةٍ چوپائے	وَهُوَ اور وہ	عَلٰي جَمْعِهِمْ ان کے جمع کرنے پر		
	اِذَا يَشَآءُ جب وہ چاہے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا					

تفسیر وتشریح:۔اس سورۃ کی ابتداہی سے توحیدی مضمون شروع ہوا تھا اور پھر توحید کے دلائل دے کر اس کی تاکید اور شرک وکفر کا رد فرما گیا تھا اور اسی توحید کے سلسلہ میں شروع سورت سے یہاں تک اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات اور افعال بیان فرمائے گئے۔ ابتدائی آیت میں فرمایا گیا الله العزيز الحكيم اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ پھر چوتھی آیت میں فرمایا گیا وهو العلي العظيم وہی سب سے برتر عظیم الشان ہے پھر پانچویں آیت میں فرمایا گیا هو الغفور الرحيم وہ معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے پھر نویں ۹ آیت میں فرمایا گیا هو الولي وهو يحي الموتٰى وهو علىٰ كل شيء قدير۔ اللہ ہی کارساز ہے وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ گیارھویں آیت میں فرمایا گیا فاطر السموٰت والارض وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا ليس كمثله شيء کوئی چیز اس کے مثل نہیں۔ پھر فرمایا وهو السميع البصير وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔ پھر بارھویں ۱۲ آیت میں فرمایا انه بكل شيء عليم۔ بے شک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے۔ پھر انیسویں آیت میں فرمایا وهو القوي العزيز وہ قوت والا اور زبردست ہے۔ پھر ۲۳ ویں آیت میں فرمایا ان الله غفور شكور بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا قدردان ہے۔ پھر ۲۴ ویں آیت میں فرمایا انه عليم بذات الصدور وہ دلوں کی باتیں جاننے والا ہے پھر ۲۵ ویں آیت میں فرمایا وهو الذی يقبل التوبة عن عباده ويعفوا عن السيئات ويعلم ما تفعلون وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے اور تمام

گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے۔

غرض کہ شروع سورۃ سے یہاں تک توحید کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات اور افعال بیان کئے گئے۔ اسی سلسلہ میں ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت حکمت اور اس کے آثار کو بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ خدا کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں اگر چاہے تو اپنے تمام بندوں کو غنی اور تونگر بنا دے لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں کہ سب کو بے اندازہ روزی دے کر خوش عیش رکھا جائے۔ ایسا کیا جاتا تو عموماً لوگ طغیان و سرکشی اختیار کر کے دنیا میں اودھم مچاتے اور فتنہ فساد برپا کرتے۔ نہ خدا کے سامنے جھکتے نہ اس کی مخلوق کو خاطر میں لاتے۔ جتنا دیا جاتا اتنا ہی حرص اور بڑھتی۔ اب بھی عموماً خوش حال لوگوں میں یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ جتنا بھی ان کے پاس آجائے اس سے زیادہ ہی کے طالب رہتے ہیں اور کوشش اور تمنا یہی ہوتی ہے کہ سب کے گھر خالی کر کے اپنا گھر بھر لیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ اگر اپنے سب بندوں کو غنی بنا دیتا تو لوگ ملک میں فساد برپا کر دیتے اور معاشرہ انسانی کا نظم قائم نہ رہتا کیونکہ جب سب مالدار ہوتے تو کوئی کسی کا کام نہ کرتا اور کسی کو کسی سے دبنے کی ضرورت نہ رہتی۔ یہ صنعت وحرفت۔ زراعت۔ ملازمت۔ تجارت وغیرہ سب کچھ انسانی طبقات کے مختلف المعاش ہونے کی وجہ سے ہے۔ پھر مال و دولت کی کثرت عموماً فسق و فجور۔ اللہ کی نافرمانی عیش پرستی۔ راحت پسندی اور طرح طرح سے معصیت کے سامان لاتی ہے۔ بہر حال دنیا کو بحالت موجودہ جس نظام پر چلانا ہے اس کا مقتضیٰ یہی ہے کہ غنا اور مالداری عام نہ کی جائے بلکہ ہر ایک کو اس کی استعداد اور احوال کی رعایت سے جتنا مناسب ہو جانچ تول کر دیا جائے اور یہ خدا ہی کو خبر ہے کہ کس کے حق میں کیا صورت اصلح ہے کیونکہ اللہ سے بڑھ کر اپنے بندوں کی مصلحتوں۔ صلاحیتوں اور استعدادوں کا جاننے والا اور ان کے احوال و اعمال پر نظر رکھنے والا اور کون ہوگا۔ وہ ہر بندہ کو اس کے ظرف۔ ضرورت اور مصلحت کے لائق ہی روزی دیتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بندے ایسے بھی ہیں جن کی صلاحیت اور بہتری مالداری میں ہے۔ اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو وہ دین داری سے بھی جاتے رہیں گے اور بعض میرے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے لائق فقیری ہی ہے اگر وہ مال حاصل کرلیں اور تونگر ہو جائیں تو اپنا دین کھو بیٹھیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح رزق اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اسی طرح اسباب رزق بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ بعض مرتبہ ظاہری اسباب و حالات پر نظر کر کے جب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں اس وقت حق تعالیٰ باران رحمت نازل فرماتا ہے اور اپنی مہربانی کے آثار و برکات چاروں طرف عالم میں پھیلا دیتا ہے غرض کہ سب کام اسی کے اختیار میں ہیں اور جو کچھ وہ کرے عین حکمت و صواب ہے کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اسی کی ذات میں جمع ہیں اور ہر قسم کی کارسازی۔ امداد و اعانت وہیں سے ہو سکتی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطابؓ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ امیر المومنین قحط سالی ہوگئی اور اب تو لوگ بارش سے بالکل مایوس ہوگئے۔ تو آپ نے فرمایا جاؤ اب بارش انشاءاللہ ضرور ہو گی اور پھر یہی آیت تلاوت فرمائی وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ منجملہ قدرت کی نشانیوں کے آسمانوں کا زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے زمین و آسمان میں پھیلا رکھے ہیں پیدا کرنا ہے اور باوجود ان سب کو پھیلا دینے کے ان کو جمع کرنا چاہے تو اس وقت وہ ان کو اکٹھا کرنے پر بھی پوری قدرت رکھتا ہے چنانچہ وہ قیامت میں سب کو اکٹھا کرے گا۔

یہاں ان آیات میں ایک تو صراحت اس بات کی ہے کہ رزق تمام بندوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنا مقدر اور مقرر جس کے لئے فرمایا ہے وہی اترتا ہے۔ رزق کی کمی زیادتی یہ بالکل قبضہ قدرت میں ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ ''منصوبہ بندی'' جیسی تحریکات سے ملک والوں کا رزق بڑھ جائے گا اور اس پر عمل درآمد نہ کرنے سے ملک والوں کا رزق گھٹ جائے گا اور فاقہ کشی کی نوبت آجائے گی اس کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ ایں خیال است محال است وجنوں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دنیا کے تمام انسانوں کا مال ودولت میں مساوی اور برابر ہونا نہ ممکن ہے۔ نہ مطلوب ہے اور نہ نظام عالم کو چلانے اور عدل وانصاف کو قائم رکھنے کی مصلحتیں اس کا تقاضا کرتی ہیں۔ دنیا کا نظام معیشت قدرت خداوندی نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور اپنی حکمت سے دنیا کا نظام ایسا بنایا ہے کہ یہاں ہر شخص کی ضروریات وحاجات دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں اور ہر شخص اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے دوسرے کا محتاج ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے نظام معیشت میں تفاوت رکھا تاکہ ایک شخص دوسرے شخص سے کام لے سکے۔ اگر سب کی آمدنی برابر ہوتی تو کوئی کسی کا کام کیوں کرتا۔ لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آمدنی اور مال ودولت میں مساوات' نہ عدل وانصاف کا تقاضا ہے۔ نہ عملاً یہ صورت کہیں قائم ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ اور نہ یہ اسلام کو مطلوب ہے۔

تیسری بات یہاں یہ سمجھائی گئی کہ کوئی جاندار آسمان یا زمین میں خدا کے قابو سے باہر نہیں اور سب کو زندہ ہو کر قیامت میں اس کے سامنے حاضر ہونا ہے تو کتنا کم عقل ہے وہ انسان جو اللہ کے احکام سے دنیا میں سرتابی کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ خدا کی دسترس سے باہر ہو جائے گا یا کوئی مدد کرنے والا اس کی مدد کر سکے گا اور اس کو خدا کی گرفت اور سزا سے بچالے گا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار۔ اب جس طرح نعمت رزق اور روزی کے معاملہ میں حق تعالیٰ نے اپنی صفت حکمت کا بیان ان آیات میں فرمایا اسی طرح انسانوں کو جو سختی ومصیبت پیش آتی ہے اس کا نزول بھی خاص اندازہ اور اسباب وضوابط کے ماتحت ہوتا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو جس حال میں رکھیں اپنا صابر وشاکر بندہ بنا کر رکھیں۔ دنیا میں اپنے فضل سے جو رزق ہم کو عطا فرمائیں اس سے اپنی طاعت وفرمانبرداری کے حصول کی سعادت نصیب فرمائیں۔ اور مال ودولت کے فتنوں سے ہم کو محفوظ رکھیں۔

یا اللہ اپنی کارسازی پر ہم کو ایمان کامل اور یقین محکم نصیب فرما اور اپنی شان کارسازی سے ہمارے دین ودنیا کے تمام معاملات کو درست وراست فرمادے اور ہر حال میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمادے

یا اللہ! آپ اپنے بندوں کے خالق ورازق ہیں۔ آپ ہی اپنے بندوں کے مصالح کو خوب جانتے ہیں اس لئے امیری یا غریبی جس حال میں جس کو رکھا ہے آپ کی مشیت ومصلحت پر مبنی ہے۔ یا اللہ! مال ودولت کے فتنہ سے جو طرح طرح سے آپ کی نافرمانی کے سامان لاتے ہیں' ہمیں اپنی رحمت سے بچالیجئے اور جو مال ودولت آپ ہم کو عطا فرمائیں اس سے اپنی مرضیات کے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما کر ہماری آخرت کا سامان اور مغفرت کا ذریعہ بنا دیجئے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ

اور تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگزر ہی کردیتا ہے۔ تم زمین میں

بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ

(پناہ لے کر اس کو) ہرا نہیں سکتے، اور خدا کے سوا تمہارا کوئی بھی حامی و مددگار نہیں۔ اور منجملہ اس کی نشانیوں کے

الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ

جہاز ہیں سمندر میں جیسے پہاڑ۔ اگر وہ چاہے ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (بحری جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جاویں،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾

بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر صابر شاکر کیلئے۔ یا ان جہازوں کو ان کے اعمال کے سبب تباہ کردے اور بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جاوے۔

وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

اور ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہو جاوے کہ ان کیلئے کہیں بچاؤ نہیں۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ اور جو پہنچی تمہیں	مِّنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت	فَبِمَا تو اس کے سبب جو	كَسَبَتْ کمایا	اَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھوں		
وَيَعْفُوْا اور وہ معاف فرمادیتا ہے	عَنْ كَثِيْرٍ بہت سے	وَمَآ اور نہیں	اَنْتُمْ تم	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کرنیوالے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	
وَمَا لَكُمْ اور نہیں تمہارے لئے	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مِنْ وَّلِيٍّ کوئی کارساز	وَّ اور	لَا نَصِيْرٍ نہ کوئی مددگار	وَمِنْ اٰيٰتِهِ اور اس کی نشانیوں سے	
الْجَوَارِ جہاز	فِي الْبَحْرِ سمندر میں	كَالْاَعْلَامِ پہاڑوں جیسے	اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے	يُسْكِنِ وہ ٹھہرا دے	الرِّيْحَ ہوا	فَيَظْلَلْنَ تو وہ رہ جائیں
رَوَاكِدَ کھڑے ہوئے	عَلٰى ظَهْرِهٖ اس کی پیٹھ (سطح) پر	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بیشک اس میں	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر صبر کرنیوالے کیلئے		
شَكُوْرٍ شکر کرنیوالے	اَوْ یا	يُوْبِقْهُنَّ وہ انہیں ہلاک کردے	بِمَا كَسَبُوْا ان کے اعمال کے سبب	وَيَعْفُ اور (یا) معاف کردے	عَنْ كَثِيْرٍ بہتوں کو	
وَّيَعْلَمَ اور جان لیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يُجَادِلُوْنَ جھگڑتے ہیں	فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری آیات میں	مَا لَهُمْ نہیں ان کیلئے	مِّنْ کوئی	مَّحِيْصٍ خلاصی

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں رزق کی تقسیم تمام تر قبضہ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ خبیر و بصیر ہے۔ وہ اپنے بندوں کے احوال و مصالح کو جاننے والا اور دیکھنے والا ہے اس لئے جتنا رزق جس کے لئے اس کی مشیت میں مناسب ہوتا ہے اتنا ہی اتارا جاتا ہے۔ انسانی تدابیر جو ظاہری اسباب کے درجہ میں رزق کے کمی و زیادتی کا سبب ہوسکتی ہیں سب اسی مشیت الٰہیہ کے ماتحت کام کرتی ہیں۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ رزق کی طرح اسباب رزق بھی مثل بارش وغیرہ یہ بھی سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ جیسے روزی حق تعالیٰ بندوں کو ایک خاص اندازہ سے عطا کرتا ہے اسی طرح بارش بھی خاص اوقات اور خاص مقدار میں مرحمت فرماتا ہے۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جیسے نعمتیں یعنی رزق و روزی ایک خاص اندازہ سے دی جاتی ہیں اسی طرح مصائب کا نزول بھی خاص اسباب و ضوابط کے ماتحت ہوتا ہے

مثلاً انسانوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھئے کہ جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے یا جیسے بعض اوقات ماں کی بد پرہیزی شیر خوار بچہ کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے یا کبھی کبھی ایک محلہ والے یا شہر والوں کی بد تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ یا شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے یہی حال روحانی اور باطنی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لیجئے ۔ گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت سے گناہوں سے درگذر کرتی ہے۔ اگر ہر ایک جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی متنفس باقی نہ رہتا جیسا کہ قرآن پاک میں ۲۲ ویں پارہ سورہ فاطر میں ارشاد ہے ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علیٰ ظھر ھا من دآبۃ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب فوراً داروگیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا۔ اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے۔ کہ آیت کے عموم سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ہر مصیبت ذنوب یعنی گناہ ہی سے آتی ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر بڑی بڑی بلائیں اور مصیبتیں آئی ہیں اور ان کا گناہوں سے پاک ہونا معلوم ہے۔ تو حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ یہاں خطاب عام نہیں بلکہ صرف اہل ذنوب مخاطب ہیں۔ دوسرے یہ کہ انبیاء پر جو بلائیں آئیں۔ وہ گو صورۃً مصیبت ہیں مگر معناً وحقیقتاً مصیبت نہیں۔ بلکہ وہ نعمتیں ہیں۔ کہ وہ ان سے پریشان نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے علوم واحوال و مدارج قرب میں اس سے ترقی کا مشاہدہ کر کے اس پر راضی رہتے ہیں۔ تو یہاں

آیت میں گناہ گاروں کے گناہ کی پاداش میں جو مصیبت آتی ہے اس کا بیان ہے اور نیکوں پر آئی ہوئی تکلیف اور مصیبت ان کے لئے سزا نہیں بلکہ کفارہ ہوتی ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مومن بندہ کو جو سختی اور تکلیف پہنچتی ہے ۔ یا فکر واندوہ آتا ہے اللہ اس کو مومن کے گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے ۔ یہاں تک کہ اگر کانٹا بھی لگتا ہے تو اللہ اس کی کسی نہ کسی خطا کا کفارہ بنا دیتا ہے''۔ رہے وہ مصائب جو اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کے لئے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کوئی مومن برداشت کرتا ہے۔ تو وہ اللہ کے یہاں ترقی درجات کا سبب بنتے ہیں۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے۔ کہ صابر بندوں کو صبر کے عوض آخرت میں جو نعمتیں و مرتبے عنایت ہوں گے ان کو دیکھ کر عافیت میں زندگی گذارنے والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں اللہ کے لئے قینچی سے ہماری بوٹیاں کاٹی جاتیں۔ تو یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے گناہ گارو تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے۔ اور بہت سی باتیں تو اللہ تعالیٰ درگذر ہی کر دیتا ہے۔ اور محض اپنی مہربانی سے معاف کر دیتا ہے ورنہ جس جرم پر سزا دینا چاہے مجرم بھاگ کر کہیں روپوش نہیں ہو سکتا اور نہ اللہ کی پکڑ سے بچ سکتا ہے اور نہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا حمایت اور امداد کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے۔ آگے اللہ کی قدرت کے دلائل اور نشانیوں میں سے سمندر میں جہازوں کا چلنا اور تیرنا بیان فرمایا گیا ہے کہ جیسے زمین کی سطح پر پہاڑ ابھرے ہوتے ہیں۔ سمندر کی سطح پر بڑے بڑے جہاز ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں اللہ نے سمندروں کو مسخر کر رکھا ہے اور بادبانی جہاز جو اس زمانہ میں رائج تھے۔ ہوا کے

ذریعہ سے چلتے اور ادھر ادھر جاتے۔ تو ان بادبانی جہازوں کو ادھر سے ادھر لے جانے والی ہوائیں اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے اور بادبان بے کار ہو جائیں اور کشتیاں و جہاز رک کر کھڑے ہو جائیں۔ غرض پانی اور ہوا سب اسی کے زیر فرمان ہیں۔ تو ایک وہ انسان جو سختیوں میں صبر اور راحت و آسانیوں میں خدا کے شکر کا عادی ہو وہ ربّ کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں سلطنت کو ان نشانیوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں اور بادبان جہازوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسے جہاز کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کر دے یا اگر وہ چاہے تو اسی موافق ہوا کو ناموافق اور تند و تیز طوفان بنا دے جس سے کشتی اور جہاز سنبھالے نہ سنبھل سکے اور یونہی سرگشتہ و حیران ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں تو یہ اسی کا لطف و کرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوائیں سمندر میں چلاتا ہے اور لمبے لمبے سفر ان کشتیوں و جہازوں کے ذریعہ انسان طے کرتا ہے ورنہ ان جہازوں کی تباہی کے وقت ان لوگوں کو بھی جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہو جاوے کہ اب ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں اور خدائی گرفت سے نکل بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

اب گذشتہ آیات سے جو دنیا طلبی کی مذمت اور طلب آخرت کی ترغیب اور رزق کے کمی زیادتی کی حکمت بیان ہوئی اور ان آیات میں گناہوں کی شامت و مضرت کا جو بیان ہوا ان سب سے کیا نتیجہ نکلا اور کیا ثابت ہوتا ہے یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہماری دن رات کی تقصیرات وسیئات سے درگذر فرمائیں۔ ہمارے ظاہری و باطنی گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں۔ اے کریم رب ہماری بداعمالیوں پر داروگیر نہ فرمائیے۔ اور ہمیں اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمادیجئے۔

اے اللہ! آپ ہر حال میں ہمارے حامی اور مددگار رہیئے۔ اور آپ کی نصرت و حمایت سے ہمارے دین و دنیا کے سارے کام درست و راست ہو جائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنا صابر و شاکر بندہ بن کر رہنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سو جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چندروزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کیلئے ہے اور جو (اجر و ثواب آخرت میں) اللہ کے یہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائدار وہ ان لوگوں

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

کیلئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ پس جو کچھ دی گئی تمہیں	مِّنْ شَيْءٍ کوئی شے	فَمَتَاعُ تو فائدہ	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیاوی زندگی	وَمَا اور جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	
خَيْرٌ بہتر	وَّاَبْقٰى اور ہمیشہ باقی رہنے والا	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے	وَعَلٰى رَبِّهِمْ اور اپنے رب پر وہ	يَتَوَكَّلُوْنَ وہ بھروسہ کرتے ہیں		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا کہ طالب دنیا کی دنیا میں تو حرص تمنا پوری نہیں ہوتی اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور طالب آخرت کو اجر و ثواب بڑھا کر دیا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں زیادہ مال دولت کا انجام بالعموم اچھا نہیں اکثر اس سے خدا کی نافرمانی اور دنیا میں فتنہ فساد ہی ہوتا ہے۔ یہ سب سنا کر انسانوں کو متنبہ کیا گیا تھا کہ مطلوب و مقصود بنانے کے لائق دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے۔

اب دنیا کی زندگی اور اس کے مال و دولت کی حقیقت اور فلسفہ کو بتلایا جاتا ہے کہ جس کے غرور میں انسان خدا سے سرکشی کرتا ہے اور جس کے تلف ہو جانے یا نہ ملنے پر کیسا بے چین ہوتا ہے۔ ساتھ ہی دنیا کی زندگی کا آخرت کی زندگی سے مقابلہ و موازنہ فرمایا جاتا ہے تا کہ آدمی دنیا یا آخرت کے مطلوب ہونے پر فیصلہ کرے اور زندگی کے مقصود کو سمجھے۔ انسانوں کا ایک طبقہ ایسا ہے کہ جس کے نزدیک جو کچھ ہے بس یہی دنیوی زندگی ہے۔ تکلیف ہو یا راحت۔ ذلت ہو یا عزت۔ ناداری ہو یا زرداری۔ اس کے نزدیک جو کچھ اس دنیا کی زندگی میں حاصل ہو بس یہی ہے آگے کچھ نہیں۔ ایسے دنیا کے پجاری اور آخرت کے منکر کے نزدیک انسان نام ہے صرف پیٹ کا۔ پیٹ میں روٹی۔ بدن پر بوٹی۔ برق رفتار موٹر۔ اونچی کوٹھی۔ رقص و سرود کی محفلیں۔ عیش و نشاط کے جلسے۔ نوکر چاکر حشم خدم اس کا مقصود حیات ہے اور اس کے خیال میں جس کے پاس یہ نہیں وہ بدنصیب ہے۔ ذلیل و خوار ہے۔ زمین کی پشت پر بار ہے۔ قابل شمشیر و دار ہے۔ اس کی نظر میں جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی بحث بے سود ہے بلکہ تباہ کن قید ہے۔ اس کے مقابل ایک دوسرا طبقہ انسانوں کا وہ بھی ہے جو اس دنیا کی زندگی کو فانی اور اس کے مال و متاع کو حقیر جانتا ہے اس کے لئے اس میں کوئی کشش نہیں اور وہ اس دنیا کی زندگی کو آئندہ زندگی کے رنج و راحت کا سبب جانتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ جیسا یہاں بویا جائے گا۔ آگے ویسا ہی کاٹا جائے گا۔ اس لئے وہ دنیوی زندگی میں ایسے اعمال و ضوابط کو اختیار کرتا ہے جو اگلی زندگی میں اس کے لئے سودمند اور ایسے اطوار و افکار سے بچتا ہے جو آگے اس کو تباہ کرنے والے ہوں۔ تو ہر طبقہ ایک نظریہ کا قائل ہے اور اپنے عقیدہ و نظریہ کے موافق زندگی دنیا میں گذار رہا ہے۔ تو ایک نظریہ کی تردید اور دوسرے نظریہ کی تصدیق میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو! دنیا کی چیزوں میں سے جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض چندروزہ دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے۔ یعنی یہ مال دولت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس پر آدمی پھول جائے اور چندروزہ زندگانی اور عیش فانی پر مغرور ہو جائے۔ بڑی سے بڑی دولت بھی جو کسی شخص کو دنیا میں ملی ہے وہ ایک عارضی اور تھوڑی سی ہی مدت کے لئے ملی ہے۔ کچھ عرصہ میں اس کو برت لیتا ہے اور پھر سب کو چھوڑ کر دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہو جاتا ہے۔ اور خاتمہ عمر کے ساتھ اس مال و دولت کا بھی گویا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تو اس فنا پذیر نا قابل اعتماد اور قریب الزوال ساز

وسامان پر ریجھنا اور اس پر غرور وتکبر کرنا اور اس پر بھروسہ کرنا اور اس سے دل لگانا انسان کی حماقت ہے۔ہاں جو ساز وسامان۔ جو دولت۔ جو عیش وآرام۔ جو اجر وثواب۔ جو جزا۔ جو نعمت اللہ کے ہاں ہے وہ اپنی نوعیت اور کیفیت کے لحاظ سے بھی دنیا کے عیش وآرام اور مال دولت سے بہتر ہے اور اعلیٰ درجہ کی ہے اور پھر وقتی اور عارضی بھی نہیں بلکہ ابدی اور لازوال ہے۔ نہ اس میں کسی طرح کی کدورت ہوگی نہ فنا اور زوال کا کھٹکا ہوگا اور بے مشقت حاصل ہوگی۔ تو کجا عالم قدس کی چیزیں اور کجا اس عالم خسیس کی چیزیں۔ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ وہ باقی یہ فانی۔ وہاں کی جوانی اور حسن دائمی۔ وہاں کے اسباب معیشت ابدی۔ مگر یہ اخروی نعمتیں کس کے لئے ہوں گی؟ کیا وہ آخرت کی نعمتیں دنیا کے دولت مند کافروں کو ملیں گی۔ یا مومن اور غیر مومن دونوں ان میں شریک ہوں گے یا صرف اہل ایمان کیلئے وہ مخصوص ہوں گی اور اہل ایمان میں سے بھی کن صفات اور کن خصائل کے لوگوں کو دینے کا قطعی وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل آگے بیان فرمائی جاتی ہے جو اس رکوع کے اخیر تک بیان ہوتی چلی گئی ہے۔

پہلی اور دوسری صفت جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی ہے وہ للذین امنوا وعلیٰ ربھم یتوکلون فرمائی۔ یعنی اللہ کے پاس کی آخرت کی نعمتیں ان کے لئے ہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ وتوکل رکھے۔ پہلی صفت للذین امنوا یعنی جو ایمان لے آئے فرمائی۔ اس میں اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لانا۔ اللہ کے فرشتوں پر یمان لانا۔ اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔ اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا۔ اللہ کی تقدیر پر ایمان لانا۔ اللہ کے احکام پر ایمان لانا۔ اللہ کے اوامر ونواہی پر ایمان لانا سب شامل ہیں۔ تو پہلی صفت آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے ایمان کی بتلائی گئی۔ دوسری صفت ایمان کے بعد توکل کی فرمائی جو جمیع حسنات کا اصل اصول ہے۔ نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ جہاد۔ صدقہ۔ خیرات وغیرہ سب حسنات توکل ہی پر مبنی ہیں کہ ان سب پر اللہ ہی پر بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ ان کی جزائے خیر دے گا۔ آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لئے ایمان کے بعد ضروری وصف توکل بیان فرمایا گیا اس لئے توکل کی صحیح تشریح بھی سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ جاہلوں کا تو خیال ہے کہ توکل محنت۔ مزدوری اور کسب کے چھوڑ دینے کا نام ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بے کار بن کر بیٹھ جائے۔ اگر بیمار ہو تو دوا علاج نہ کرے۔ اور بے سوچے سمجھے اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیا کرے۔ کہیں آگ میں گھس جائے اور کہیں شیر کے منہ میں ہاتھ دے دے تب متوکل کہلائے تو یہ خیال بالکل غلط ہے اس لئے توکل کے صحیح معنیٰ اور مطلب سمجھ لینا چاہئے۔ توکل کے ایک معنیٰ تو یہ ہیں کہ آدمی کا بھروسہ اپنی طاقت۔ قابلیت۔ اپنے ذرائع و وسائل۔ اپنی تدابیر اور اللہ کے سوا دوسروں کی امداد واعانت پر نہ ہو بلکہ وہ دل سے اس بات کا یقین رکھے کہ دین و دنیا کے ہر معاملہ میں اس کی کامیابی کا اصل انحصار اللہ کی توفیق اور تائید پر ہے۔

دوسرے معنیٰ توکل کے یہ ہیں کہ آدمی کو ان وعدوں پر پورا بھروسہ اور اطمینان ہو جو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے اور دوسری طاعات وحسنات پر بندوں سے کئے ہیں۔ اور انہی وعدوں پر وہ اعتماد کرتے ہوئے حق پر استقامت کے ساتھ قائم رہے۔

تیسرے معنیٰ توکل کے یہ ہیں کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی پر کامل اعتماد و بھروسہ ہو اور وہ یہ یقین جانے کہ جو احکام۔ جو اصول۔ جو حلال وحرام کے حدود۔ جو اوامر ونواہی۔ اور جو زندگی بسر کرنے کے ضوابط وقواعد اللہ نے دیئے ہیں وہی برحق ہیں اور انہی کا اتباع اور پیروی میں انسان کی خیر ہے اور اس کے خلاف میں ہلاکت وخسران اور ناکامی اور بدانجامی ہی ہے۔ تو یہ ہے توکل کا صحیح مفہوم اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لئے ایمان کے بعد توکل کی صفت ہونا بتلائی گئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يَجْتَنِبُوْنَ وہ بچتے ہیں	كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ کبیرہ (بڑے) گناہ	وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائیاں	
وَاِذَا اور جب	مَا غَضِبُوْا هُمْ وہ غصے میں ہوتے ہیں	يَغْفِرُوْنَ وہ معاف کر دیتے ہیں		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیت میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا کا مال دولت اور ساز سامان تو آنی جانی چیز ہے۔ یہ بہار عارضی اور چند روزہ ہے۔ اصل چیز تو اللہ تعالیٰ کے آخرت کے انعامات ہیں کہ جو دائمی اور ابدی ہیں اور دنیا کی چیزوں اور عیش و آرام کے مقابلہ میں وہ بدر جہا بہتر اور ساتھ ہی لازوال ہیں اور وہ نعمائے آخرت انہی لوگوں کو ملیں گی جن میں یہ صفات ہوں۔ پہلی اصفت یہ بتلائی گئی تھی کہ وہ ایمان لانے والے ہوں۔ دوسری صفت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ اور توکل کرنے والے ہوں۔

اب آگے اس آیت میں تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کی آخرت کی نعمتیں ان کو ملیں گی جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور چوتھی صفت یہ بتلائی گئی کہ نہ صرف کبیرہ بلکہ دوسرے بھی فحش اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں۔ اور پانچویں صفت یہ بتائی گئی کہ جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر صفت تفصیل طلب ہے اس لئے اس درس میں صرف آیت کے اس حصہ کی تشریح کی جائے گی جو واللذین یجتنبون کبٰئر الا ثم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور آیت کے دوسرے اجزا کا بیان انشاء اللہ اگلے درسوں میں علیٰحدہ ہوگا۔ تو آیت کے اس جزو میں واللذین یجتنبون کبٰئر الاثم میں فرمایا گیا کہ اللہ کی آخرت کی نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔

علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ ہر گناہ کبیرہ ہی ہے کوئی صغیرہ نہیں کیونکہ ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہے اور مخالفت اللہ اور رسول کی کتنی ہی کم ہو وہ بھی سخت اور بڑا گناہ ہے اس لئے ہر گناہ بڑا ہی ہے چھوٹا کوئی نہیں۔ انہی علماء کا کہنا ہے کہ کبیرہ اور صغیرہ کی تقسیم درحقیقت محض نام کا اختلاف ہے۔ حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ وہ علماء جو بعض گناہوں کو صغیرہ کہتے ہیں اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ ان کے کرنے میں کوئی برائی نہیں یا معمولی خرابی ہے بلکہ اللہ اور رسول کی مخالفت کی حیثیت سے ہر گناہ بڑا اور سخت وبال ہے۔ آگ کا بڑا انگارا جیسا تباہ کن ہے ویسے ہی چھوٹی چنگاری بھی ہے۔ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا انسان کے لئے دونوں مصیبت ہیں۔ بہر حال پھر بھی اصطلاح میں گناہوں کی کبیرہ و صغیرہ کی تقسیم مشہور و معروف ہے پھر اصطلاحی کبیرہ و صغیرہ گناہوں کی تعریف میں علما کے اقوال مختلف ہیں۔ سب سے زیادہ جامع اور صحابہ و تابعین سے منقول تعریف یہ ہے کہ جس گناہ پر قرآن یا حدیث میں آگ اور جہنم کی وعید بصراحت آئی ہو وہ کبیرہ ہے اور جس پر اس کی تصریح منقول نہیں۔ محض ممانعت وارد ہوئی ہے وہ صغیرہ ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ جس گناہ پر انسان بے پروائی کے ساتھ ڈھیٹ ہو کر اقدام کرے وہ کبیرہ ہے خواہ کتنا ہی چھوٹا گناہ ہو اور جو گناہ اتفاقی سرزد ہو گیا اور اس کے ساتھ وہ دل میں خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ ندامت اور افسوس ساتھ ساتھ ہیں۔ وہ صغیرہ ہے خواہ کتنا ہی بڑا ہو۔

امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس گناہ کو صغیرہ کہا جاتا ہے وہ اسی وقت تک صغیرہ ہے جب تک اس پر اصرار اور دوام نہ کرے۔ احیاناً صادر ہو جائے۔ اور جو شخص کسی صغیرہ گناہ پر اصرار اور دوام

کرے وہ مثل مرتکب کبیرہ کے ہے۔ معاصی کبائر وصغائر کے بیان میں علماء کی مستقل تصانیف بھی موجود ہیں۔ یہاں اس درس میں اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے رسالہ انذار العشائر من الصغائر والکبائر سے کبیرہ گناہوں کی فہرست نقل کی جاتی ہے:۔

کبیرہ گناہوں کی فہرست

۱۔ زنا۔

۲۔ لواطت۔

۳۔ شراب پینا اگرچہ ایک قطرہ ہو۔ اسی طرح تاڑی۔ گانجھ۔ بھنگ وغیرہ نشہ کی چیزیں پینا۔

۴۔ چوری کرنا۔

۵۔ پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔

۶۔ ناحق کسی کو قتل کرنا۔

۷۔ شہادت کو چھپانا جبکہ اس کے سوا اور کوئی شاہد نہ ہو۔

۸۔ جھوٹی گواہی دینا۔

۹۔ جھوٹی قسم کھانا۔

۱۰۔ کسی کا مال غصب کرنا۔

۱۱۔ میدان جہاد سے بھاگنا (جبکہ مقابلہ کی قدرت موجود ہو)۔

۱۲۔ سود کھانا۔

۱۳۔ یتیم کا مال ناحق کھانا۔

۱۴۔ رشوت لینا۔

۱۵۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

۱۶۔ قطع رحمی کرنا۔ (قریبی رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا۔)

۱۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول یا فعل کو بالقصد جھوٹ منسوب کرنا۔

۱۸۔ رمضان میں بلا عذر کے قصداً روزہ توڑنا۔

۱۹۔ ناپ تول میں کمی کرنا۔

۲۰۔ کسی فرض نماز کو اپنے وقت سے مقدم یا مؤخر کرنا۔

۲۱۔ زکوٰۃ یا روزہ کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنا۔ (عذر اور مرض کی صورتیں مستثنیٰ ہیں)

۲۲۔ حج فرض ادا کئے بغیر مر جانا۔ اگر موت کے وقت وصیت کر دی اور حج بدل کا انتظام چھوڑا تو اس گناہ سے نکل گیا۔

۲۳۔ کسی مسلمان کو ظلماً نقصان پہنچانا۔

۲۴۔ کسی صحابی کو برا کہنا۔

۲۵۔ علمائے حقانی اور حفاظ قرآن کو برا کہنا اور ان کو بدنام کرنے کے درپے ہونا۔

۲۶۔ کسی ظالم کے پاس کسی کی چغل خوری کرنا۔

۲۷۔ دیاثت یعنی اپنی بیوی بیٹی وغیرہ کو باختیار خود حرام میں مبتلا کرنا یا اس پر راضی ہونا۔

۲۸۔ قیادت یعنی کسی اجنبی عورت کو حرام پر آمادہ کرنا اور اس کے لئے دلالی کرنا۔

۲۹۔ باوجود قدرت کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑنا۔

۳۰۔ جادو سیکھنا اور سکھانا یا اس کا عمل کرنا۔

۳۱۔ قرآن کو یاد کر کے بھلا دینا۔ یعنی باختیار خود لاپرواہی سے بھلا دینا۔ کسی مرض وضعف وغیرہ سے ایسا ہو جائے وہ اس میں داخل نہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ نسیان قرآن جو گناہ کبیرہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بھول جائے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے۔

۳۲۔ کسی جاندار کو آگ میں جلانا۔ (سانپ بچھو تیئے کی ایذا سے بچنے کی اگر کوئی اور صورت جلانے کے سوا نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔)

۳۳۔ کسی عورت کو اس کے شوہر کے پاس جانے اور حقوق

شوہری ادا کرنے سے روکنا۔

۳۴۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا۔

۳۵۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا۔

۳۶۔مردار جانور کا گوشت کھانا (حالت اضطرار مستثنیٰ ہے)

۳۷۔خنزیر کا گوشت کھانا (حالت اضطرار مستثنیٰ ہے)

۳۸۔چغل خوری کرنا۔

۳۹۔کسی مسلمان یا غیر مسلم کی غیبت کرنا۔

۴۰۔جوا کھیلنا۔

۴۱۔مال میں اسراف کرنا یعنی مصلحت وضرورت سے زائد خرچ کرنا۔

۴۲۔زمین میں فساد پھیلانا۔

۴۳۔کسی حاکم کا حق سے عدول کرنا۔

۴۴۔اپنی بیوی کو ماں بیٹی کے مثل کہنا جس کو عربی میں ظہار کہا جاتا ہے۔

۴۵۔ڈاکہ زنی کرنا۔

۴۶۔کسی صغیرہ گناہ پر مداومت کرنا۔

۴۷۔عورت کو گانا اور لوگوں کو گانا سنانا۔

۴۸۔معاصی پر کسی کی اعانت کرنا یا گناہ پر آمادہ کرنا۔

۴۹۔لوگوں کے سامنے ستر کھولنا (حالت ضرورت مستثنیٰ ہے) مرد کے لئے ناف سے نیچے گھٹنے تک کا حصہ ستر ہے۔عورت کا سارا بدن غیر محرم کے لئے ستر ہے۔

۵۰۔کسی کے حق واجب کے ادا کرنے میں بخل کرنا۔

۵۱۔حضرت علیؓ کو صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ سے افضل کہنا۔

۵۲۔خودکشی کرنا یا اپنے کسی عضو کو باختیار خود تلف کرنا۔اور یہ دوسرے کو قتل کرنے سے زیادہ گناہ ہے۔

۵۳۔پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا۔

۵۴۔صدقہ دے کر احسان جتلانا اور تکلیف پہنچانا۔

۵۵۔قضاوقدر یعنی تقدیر کا انکار کرنا۔

۵۶۔اپنے امیر سے غداری کرنا۔

۵۷۔نجومی یا کاہن کی تصدیق کرنا۔

۵۸۔لوگوں کے نسب پر طعنے دینا۔

۵۹۔کسی مخلوق کے لئے بطور نذر تقرب جانور کی قربانی کرنا۔

۶۰۔تہبند یا پاجامہ وغیرہ کو ازراہ تکبر ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔

۶۱۔کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو بلانا یا کوئی بری رسم نکالنا۔

۶۲۔اپنے بھائی مسلمان کی طرف تلوار یا چاقو وغیرہ سے مارنے کا اشارہ کرنا۔

۶۳۔جھگڑے لڑائی کا خوگر ہونا۔

۶۴۔احسان کرنے والے کی ناشکری کرنا۔

۶۵۔ضرورت سے زائد پانی میں بخل کرنا۔

۶۶۔غلام کو خصی بنوانا یا اس کے کسی عضو کو کٹوانا یا اس کو سخت تکلیف دینا، خصی بنانے کی ممانعت غلاموں تک کے لئے ہے اور اب تو آزادوں کی بھی نسل بندی کی جارہی ہے جو مترادف ہے خصی بنانے کے۔

۶۷۔حرم محترم میں الحاد وگمراہی پھیلانا (یہ ہر جگہ گناہ ہے مگر حرم میں اشد ہے)

۶۸۔لوگوں کے پوشیدہ عیوب کو تلاش کرنا اور ان کے درپے ہونا۔

۶۹۔چوسر کھیلنا یا طبلہ سارنگی وغیرہ بجانا۔

۷۰۔مسلمان کا کسی مسلمان کو کافر کہنا۔

۷۱۔ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے حقوق میں برابری نہ کرنا۔

۷۲۔ استمنا بالید یعنی اپنے ہاتھ سے مشت زنی کر کے شہوت پوری کرنا۔
۷۳۔ حائضہ عورت سے جماع کرنا۔
۷۴۔ مسلمانوں پر اشیاء کی گرانی سے خوش ہونا۔
۷۵۔ عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔
۷۶۔ کسی کھانے کو برا کہنا (بنانے یا پکانے کی خرابی کو بیان کرنا اس میں داخل نہیں)
۷۷۔ گانے بجانے کے ساتھ رقص کرنا۔
۷۸۔ دنیا کی محبت یعنی دین کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دینا۔
۷۹۔ کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا۔
۸۰۔ دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا۔
۸۱۔ بے ریش لڑکے کی طرف شہوت سے نظر کرنا۔
۸۲۔ لڑکیوں کو حصہ میراث سے نہ دینا۔
۸۳۔ امانت میں خیانت کرنا۔
۸۴۔ خدا کا کوئی فرض مثل نماز روزہ حج زکوۃ چھوڑ دینا۔
۸۵۔ خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانا۔
۸۶۔ کافروں کی رسمیں پسند کرنا۔

بعض علماء نے اس سے بھی زائد کبائر کی تعداد لکھی ہے اور یہ بظاہر صغیرہ وکبیرہ کی تعریف کے اختلاف پر مبنی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق و ہمت نصیب فرمائیں۔ الغرض جن کو آخرت کی نعمتیں ملنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے ان کی پہلی صفت یہ بتلائی گئی تھی کہ وہ ایمان لانے والے ہوں اور دوسری صفت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ اعتماد اور توکل کرنے والے ہوں۔ جس کا بیان گذشتہ درس میں ہوا تھا۔ تیسری صفت جس کا اس درس میں بیان ہوا یہ بتلائی گئی کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہوں۔

چوتھی صفت یہ بتلائی گئی کہ نہ صرف کبیرہ بلکہ فواحش یعنی بے حیائی کی باتوں یا صغیرہ گناہوں سے بھی بچتے ہیں۔ اب وہ کون سے گناہ ہیں جو علماء نے صغیرہ کی فہرست میں شمار کیے ہیں جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور گذشتہ زندگی میں جو گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرمائیں۔

یا اللہ ہم میں وہ صفات پیدا فرما دے جن پر آخرت کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے۔

یا اللہ ہمارے لئے وہ اعمال آسان فرما دیجئے جو جنت آپ کی رضا کے مقام میں لے جانے والے ہیں اور وہ اعمال جو آپ کی ناراضی کا باعث ہیں ہمارے لئے محال بنا دیجئے اور ہمیں ان سے بچا لیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں، اور ان کا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے، اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں

يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

سے خرچ کرتے ہیں۔اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں نے	اسْتَجَابُوْا قبول کیا	لِرَبِّهِمْ اپنے رب کا (فرمان)	وَاَقَامُوْا اور انہوں نے قائم کی	الصَّلٰوةَ نماز	وَاَمْرُهُمْ اور ان کا کام
شُوْرٰى مشورہ	بَيْنَهُمْ باہم	وَمِمَّا اور اس سے جو	رَزَقْنٰهُمْ ہم نے عطا کیا انہیں	يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ
اِذَا جب	اَصَابَهُمْ انہیں پہنچے	الْبَغْيُ کوئی ظلم وتعدی	هُمْ وہ	يَنْتَصِرُوْنَ بدلہ لیتے ہیں	

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ سے یہ مضمون بیان ہو رہا ہے کہ آخرت کا اجر وثواب اور وہاں کی دائمی اور ابدی نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں کہ جو (۱) دنیا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے (۲) اور جو اپنے رب پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں اور (۳) جو کہ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔اور (۴) جو کہ فواحش اور بے حیائی کی باتوں سے بھی بچتے ہیں۔اور (۵) جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔اب آگے ان آیات میں مزید چند صفات انہی لوگوں کی بیان فرمائی گئی ہیں یعنی چھٹی صفت یہ بتلائی گئی والذین استجابوا لربھم اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا یعنی کسی لیڈر پیشوا۔سردار۔باپ دادا کا رسم ورواج شاہی حکم۔یا خود اپنی رائے اور خواہش غرض کسی کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں نہ ماننا۔اور ہر ایک کے حکم پر اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دینا۔جن کاموں کا اللہ نے اپنے رسول اور اپنی کتاب کے ذریعہ کرنے کا حکم دیا ہے ان کو بجا لاتے ہیں اور جن کاموں کی ممانعت فرمائی ان سے رکتے اور باز رہتے ہیں۔تو گویا آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے والوں کی چھٹی ۶ صفت یہ ہوئی کہ وہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا کوئی حکم ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے خواہ وہ کوئی ہو۔اپنا باپ ہو۔حاکم وقت ہو۔یا برادری کا چودھری ہو یا کوئی پیارا دوست ہو یا خود اپنے دل کی خواہش اور چاہت ہو۔

آگے ساتویں ۷ صفت بیان فرمائی گئی واقاموا الصلوۃ۔اور جنہوں نے قائم کیا نماز کو۔قرآن پاک میں نماز کے متعلق جہاں بھی حکم دیا گیا ہے وہ اقامت صلوٰۃ یعنی نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔نماز کے قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز اور نماز سے متعلق تمام ضروریات کی پوری رعایت اور نگہداشت ہو اس طرح اقامت صلوٰۃ میں وضو۔غسل۔طہارت۔بدن کی پاکی کپڑوں کی پاکی۔جگہ کی پاکی۔اذان۔اقامت۔جماعت سب کی نگہداشت شامل ہوئی۔پھر نماز کے جملہ شرائط وارکان کی نگہداشت اور ہر ایک شرط ورکن کو قاعدہ اور اطمینان سے فرائض۔واجبات۔سنن۔مستحبات کے ساتھ ادا کرنا۔پھر نماز کی روح یعنی اخلاص۔خشوع۔خضوع اور اللہ کی طرف دل کا متوجہ ہونا یہ سب اقامت صلوٰۃ میں شامل ہوئے۔

آگے آٹھویں صفت بیان فرمائی گئی وامر ھم شوریٰ بینھم اور ان کے کام آپس کے مشورہ سے ہوتے ہیں۔معلوم ہوا کہ مشورہ سے کام کرنا خواہ دین کا ہو یا دنیا کا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے جب ہی تو اہل ایمان کی بہترین صفات میں اس کو شامل کیا گیا ہے۔آپس میں مشورہ کرنا یہ دلیل ہے سلامتی طبع کی۔تو جو لوگ سلیم الطبع ہوتے ہیں وہ جو بھی مہتم بالشان کام ہوتا ہے خواہ وہ ذاتی معاملات میں سے ہو یا ملی قومی اور ملکی اور امور سلطنت سے ہو اس میں ایسے لوگوں سے رائے لیتے ہیں جن کی عقل وفہم پر انہیں اعتماد ہوتا کہ ان کو اپنی رائے کی صحت یا غلطی معلوم ہو جائے۔اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاص امور میں برابر

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے جیسا کہ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے **وشاورھم فی الامر** اور صحابہ کرام آپس میں مشورہ کرتے تھے اور خلافت راشدہ کی تو بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ یہ صفت مشورہ کی جو اہل ایمان کی بیان کی گئی ہے یہ انہی کاموں کے متعلق ہے جو کہ مہتم بالشان ہوں اور قرآن، حدیث میں منصوص نہ ہوں ورنہ اگر کسی بات کے متعلق قرآن اور سنت میں صاف اور صریح حکم موجود ہے تو اس میں رائے اور مشورہ کے کوئی معنی نہیں۔ وہ تو اسی طرح ہونا چاہئے جیسے قرآن وسنت میں منصوص ہے۔ اسی طرح ہر وقت اٹھتے بیٹھتے ہر چھوٹے بڑے کام میں مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام ہی نہ ہو سکے اس لئے یہ حکم مشورہ کا انہیں امور میں ہے جو معتد بہ اور مہتم بالشان ہوں اور جن کا صاف وصریح حکم قرآن وحدیث میں نہ موجود ہو ورنہ جس معاملہ کا فیصلہ اللہ اور رسول کی طرف سے کر دیا گیا ہو اس میں آزادی اور رائے کا کوئی سوال ہی نہیں پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل اور دین دار ہو ورنہ بیوقوف اور بے دین اور بددیانت شخص سے مشورہ و رائے لینے میں کام کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور باہم مشورہ کرنے کے بعد اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو صحیح اور مفید صورت کی ہدایت مل جاتی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تمہارے حکام تم میں سے بہترین آدمی ہوں اور تمہارے مال دار سخی ہوں اور تمہارے معاملات آپس میں مشورہ سے طے ہوا کریں تو زمین کے اوپر رہنا تمہارے لئے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدترین افراد ہوں اور تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے اندر دفن ہو جانا تمہارے زندہ رہنے سے بہتر ہوگا۔

ایک حدیث میں جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ عقل مند آدمی سے مشورہ لو اور اس کے خلاف نہ کرو ورنہ ندامت اٹھانا ہوگی۔

آگے نویں صفت بیان فرمائی گئی **ومما رزقنھم ینفقون** اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی اللہ کے دیئے ہوئے مال دولت اور رزق کو سینت سینت کر سب اپنی ہی ذات کے لئے نہیں رکھتے بلکہ اس میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

جو حقوق مال کے اللہ نے رکھے ہیں اس کی ادائیگی کرتے ہیں اور محتاج و مساکین۔ ضرورت مندوں وغیرہ کے ساتھ درجہ بدرجہ اپنی استطاعت کے موافق احسان وسلوک کرتے رہتے ہیں۔

آگے دسویں صفت بیان فرمائی گئی **والذین اذآ اصابھم البغی ھم ینتصرون** اور جن کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ برابر کا بدلہ لے لیتے ہیں زیادتی نہیں کرتے یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو وہاں تو معاف کر دیتے ہیں مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے ساتھ اپنے عجز و قصور کا اعتراف کر لیا۔ انہوں نے معاف کر دیا مگر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا آئے اور ظلم و زیادتی سے دبانے کی کوشش کرے۔ یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ زیادتی میں بڑھتا جائے یا شخصی حیثیت سے قطع نظر کر کے دین کی اہانت یا جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہو تو ایسی حالت میں بدلہ لے لیتے ہیں لیکن بقدر اس کی زیادتی کے۔ جرم سے زائد نہ بدلہ لیتے ہیں نہ سزا دیتے ہیں یعنی یہ بھی اہل ایمان کی ایک بہترین صفت ہے کہ ظالموں اور جباروں کے سامنے پست و ذلیل اور بے ہمتے نہیں ہوتے کہ ظالم کے ظلم کی کوئی روک تھام نہ کر سکیں بلکہ اتنی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ ظالموں سے انتقام لیں اور مظلوم کو اس کے پنجہ سے نجات دلائیں۔ لیکن اس انتقام میں وہ کوئی زیادتی نہیں کرتے۔

اب یہ آخری صفت یعنی بدلہ میں زیادتی نہیں کرتے اس کی مزید تشریح اور تفصیل اگلی آیات میں فرمائی گئی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی، پھر جو شخص معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، واقعی اللہ تعالیٰ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۤئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤١﴾ اِنَّمَا

ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اپنے اوپر ظلم ہوچکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام صرف

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۤئِكَ لَهُمْ

اُن لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دُنیا میں سرکشی کرتے ہیں، ایسوں کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾

دردناک عذاب ہے۔ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

وَجَزٰٓؤُا اور بدلہ	سَيِّئَةٍ برائی	سَيِّئَةٌ برائی	مِّثْلُهَا اس جیسی	فَمَنْ سو۔ جس	عَفَا معاف کردیا	وَاَصْلَحَ اور اصلاح کردی	فَاَجْرُهٗ تو اس کا اجر
عَلَى اللّٰهِ اللہ پر۔ ذمے	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُحِبُّ دوست نہیں رکھتا	الظّٰلِمِيْنَ (جمع) ظالم	وَلَمَنِ اور البتہ۔ جس	انْتَصَرَ اس نے بدلہ لیا		
بَعْدَ ظُلْمِهٖ اپنے اوپر ظلم کے بعد	فَاُولٰۤئِكَ سو یہ لوگ	مَا عَلَيْهِمْ نہیں ان پر	مِّنْ سَبِيْلٍ کوئی راہ	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	السَّبِيْلُ راہ، الزام		
عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَظْلِمُوْنَ وہ ظلم کرتے ہیں	النَّاسَ لوگ	وَيَبْغُوْنَ اور وہ فساد کرتے ہیں	فِى الْاَرْضِ زمین میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق	
اُولٰۤئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	وَلَمَنْ اور البتہ۔ جس	صَبَرَ صبر کیا	وَغَفَرَ اور معاف کردیا	اِنَّ بیشک	
ذٰلِكَ یہ	لَمِنْ البتہ۔ سے	عَزْمِ الْاُمُوْرِ بڑی ہمت کے کام					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات سے یہ مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے کہ دنیا کا ساز وسامان اور مال دولت تو فانی اور آنی جانی چیز ہے۔ اصل چیز تو اللہ کا انعام اور آخرت کی دولت ہے اور یہ آخرت کی لازوال دولت ان ہی کو ملے گی جو دنیا میں ایمان لائے اور اللہ کو راضی کرنے کی فکر میں لگے رہے۔ جو اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اپنے مال دولت۔ حکومت سلطنت اور علم وہنر پر نازاں اور مغرور نہیں ہوتے۔ جو بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور جو بے حیائی اور گندی باتوں سے بھی علیحدہ رہتے ہیں اور جو غصہ اور غضب کی حالت میں قابو سے باہر نہیں ہوتے اور لوگوں کا قصور معاف کردیا کرتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کی حکم برداری میں لگے رہتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کو پابندی کے ساتھ تمام شرائط کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور جن کاموں کا حکم صاف وصریح قرآن وحدیث میں نہیں ان میں باہم مشورہ کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں مال ودولت دنیا میں دیا ہے اس میں سے اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں اور جن کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں اور ظلم وزیادتی کے جواب اور انتقام میں خود بھی ظلم وزیادتی نہیں کرتے۔

اب آگے ان آیات میں برابر کا بدلہ لینے کی مزید تشریح فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدلہ لینے کی اجازت تو ضرور دے رکھی ہے مگر قانون عدل کے ساتھ یعنی جتنی برائی کسی کے ساتھ کی گئی ہو اتنی ہی برائی وہ اس کے ساتھ کرلے اس سے زیادہ برائی کرنے کا وہ حق نہیں رکھتا مثلاً دانت کا بدلہ دانت اور آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ کان کے بدلہ میں کان۔ ہاتھ کے

بدلہ میں ہاتھ اور قتل کے بدلہ میں قتل اور نقصان کے بدلہ میں اس نہ معاوضہ۔ جیسا کہ اسلامی فقہ میں اس بدلہ لینے کی تشریح اور تفسیر موجود ہے۔ لیکن ایک بڑی شرط انتقام اور بدلہ لینے میں یہ ہے کہ کسی برائی کا بدلہ کسی گناہ اور ناجائز صورت سے لینا درست نہیں اور نہ اس کی اجازت ہے۔ مثلاً کسی شخص کے لڑکے کو اگر کسی ظالم نے قتل کیا ہے تو بدلہ لینے والے کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ یہ جابر اس کے بیٹے کو قتل کردے۔ یا اگر کسی بدذات انسان نے کسی کی بہن یا بیٹی کو خراب کیا ہے تو بدلہ میں یہ حلال اور جائز نہ ہوگا کہ اس کی بیٹی اور بہن کو خراب کیا جائے۔ پھر یہاں انتقام کا صرف جواز نکلتا ہے یعنی اجازت دی گئی ہے لازمی حکم بدلہ لینے کا نہیں دیا گیا ہے اس لئے آگے فرمایا جاتا ہے کہ اگرچہ عدل و انصاف کے ساتھ بدلہ لینے کی اجازت ہے لیکن بہترین خصلت یہ ہے کہ آدمی جتنا بدلہ لے سکتا ہے اس سے بھی درگزر کرے۔ بشرطیکہ درگذر کرنے میں بات سنورتی ہو اور باہمی معاملہ کی اصلاح ہوتی ہو تو ایسا کرنے پر اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے یعنی اس کا ثواب حسب وعدہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے اور اگر کوئی بدلہ لینے میں زیادتی کرنے لگے تو صاف بتلا دیا گیا کہ ظلم و زیادتی اللہ کے ہاں کسی صورت میں بھی پسند نہیں۔ مظلوم اگر ظالم سے بدلہ لینا چاہے تو اس میں الزام اور گناہ کچھ نہیں۔ ہاں معاف کردینا افضل و احسن ہے۔ الزام اور گناہ تو ان پر ہے جو ابتداءً ظلم کرتے ہیں یا انتقام و بدلہ میں حد استحقاق سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور جو صبر و تحمل سے غصہ کو پی جائیں اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کردیں تو یہ بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے حدیث میں ہے کہ جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اس سے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس بندہ کی عزت بڑھائے گا اور اس کی مدد فرمائے گا۔

اب اس خدائی قانون کے عدل و انصاف کو دیکھئے کہ کس طرح مختلف انسانوں کی طبائع کی رعایت رکھی گئی ہے اور یہ کلام منجانب اللہ ہونے کی بڑی دلیل ہے ظاہر ہے کہ دنیا میں مختلف الطبائع لوگ پائے جاتے ہیں بعض ایسے ہیں کہ ایک دو بار کوئی ان پر زیادتی کرلیتا ہے تو برداشت کر لیتے ہیں مگر پھر کوئی ایسا کرتا ہے تو ان کا حلم غیظ و غضب کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ نہ کسی پر زیادتی کرتے ہیں نہ اور کی زیادتی ان کو مطلقاً برداشت ہے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ کبھی ان سے بمقتضائے بشریت زیادتی ہو جاتی ہے تو اس پر خود ہی نادم ہو جاتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں کوئی نرمی برتتا ہے تو وہ ندامت سے ڈوب جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زیادتی پر معافی دینا اور نیکی و نرمی سے پیش آنا بہت ہی مناسب ہے۔ لیکن بعض ایسے بھی بدخصلت ہوتے ہیں کہ زیادتی کر کے فخر کرتے ہیں اور ان سے بدلہ نہ لیا جائے تو ان کو ہر کسی پر زیادتی کرنے کا حوصلہ ہو جاتا ہے تو جو علام الغیوب تمام طبائع بشریہ سے واقف ہے اس نے جہاں درگزر اور عفو کا حکم دیا وہیں بدلہ لینے کی بھی اجازت دی مگر بدلہ بھی عدل و انصاف کے ساتھ کہ زیادتی نہ ہونے پائے۔ تو اہل ایمان کی ان دسوں قرآنی صفات پر غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی کیسے گزارنی چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم سے بہتر اس وقت اور تاقیامت انسان کی ہدایت کے لئے دنیا میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں نہ ہوسکتی ہے جس میں زندگی گزارنے کی پوری پوری ہدایتیں ہر اس معاملہ کے متعلق بتائی گئی ہوں جو انسان کو پیش آ سکتا ہے۔ اس لئے اگر قرآن پر ہمارا ایمان ہے تو اس کے بتلائے ہوئے طریقہ ہی پر چل کر ہم اس آخرت کی زندگی میں ابدی راحتیں اور لازوال نعمتیں حاصل کرسکتے ہیں ورنہ انسان کو دنیا میں گمراہی اور آخرت میں خسارہ و عذاب ہی سے واسطہ پڑنا ہے اس وقت پھر یہ پچھتائے گا اور حسرت و ندامت سے دنیا میں پھر آنے کی تمنا کرے گا جیسا کہ اگلی آیات میں بتلایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ

اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی چارہ ساز نہیں، اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے جس وقت کہ ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا

يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ

کہتے ہوں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟۔ اور آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ دوزخ کے رُوبرو لائے جاویں گے مارے ذلت کے جھکے ہوئے

يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۗ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

ہوں گے سُست نگاہ سے دیکھتے ہوں گے، اور (اس وقت) ایمان والے کہیں گے کہ پورے خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے

وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ

اور اپنے متعلقین سے (آج) قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یادرکھو کہ ظالم لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے۔ اور اُن کے کوئی

اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

مددگار نہ ہوں گے جو خدا سے الگ اُن کی مدد کریں، اور جس کو خدا گمراہ کردے اس کیلئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

وَمَنْ اور جس کو	يُضْلِلِ گمراہ کردے	اللّٰهُ اللہ	فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ وَّلِيٍّ کوئی کارساز	مِنْ بَعْدِهٖ اسکے بعد	وَتَرَى اور تم دیکھو گے	
الظّٰلِمِيْنَ (جمع) ظالم	لَمَّا جب	رَاَوُا وہ دیکھیں گے	الْعَذَابَ عذاب	يَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے	هَلْ کیا	اِلٰى طرف۔کا	مَرَدٍّ لوٹنا	مِنْ سَبِيْلٍ کوئی راہ
وَتَرٰىهُمْ اور تو دیکھے گا انہیں	يُعْرَضُوْنَ پیش کیے جائینگے وہ	عَلَيْهَا اس دوزخ پر	خٰشِعِيْنَ عاجزی کرتے ہوئے	مِنَ الذُّلِّ ذلت سے	يَنْظُرُوْنَ وہ دیکھتے ہونگے		
مِنْ سے	طَرْفٍ گوشۂ چشم	خَفِيٍّ پوشیدہ (نیم کشادہ)	وَقَالَ اور کہیں گے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا جو ایمان لائے مومن	اِنَّ بیشک	الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانے والے	
الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	خَسِرُوْٓا خسارہ میں ڈالا	اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو	وَاَهْلِيْهِمْ اور اپنے متعلقین	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	اَلَآ خوب یادرکھو		
اِنَّ بیشک	الظّٰلِمِيْنَ (جمع) ظالم	فِيْ میں	عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ہمیشہ رہنے والا عذاب	وَمَا كَانَ اور نہیں ہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مِنْ اَوْلِيَاۗءَ کوئی کارساز	
يَنْصُرُوْنَهُمْ وہ مدد دیں انہیں	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	وَمَنْ اور جس	يُضْلِلِ اللّٰهُ گمراہ کردے اللہ	فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ سَبِيْلٍ کوئی راستہ		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں جو صفات اہل ایمان کی بیان فرمائی گئی تھیں وہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں موجود تھیں اور جن کو کہ کفار مکہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کفار کو بھی یہ جتلا دیا کہ یہ دنیا کی چند روزہ بہار اور ساز وسامان پر جو تم پھولے ہوئے ہو اور جس بنا پر تم انکار حق پر تلے ہوئے ہو تو اصل دولت یہ ساز سامان نہیں بلکہ اصل دولت یہ اخلاق اور اوصاف ہیں جن کی رہنمائی قرآن نے کی ہے اور جن کی بدولت اہل ایمان کو آخرت کی ایسی لازوال اور ابدی نعمتیں حاصل ہوں گی جو تمہارے اس فانی مال ودولت اور عیش وبہار سے بدرجہا بہتر اور برتر ہیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن جیسی بہترین کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجی جو نہایت مؤثر طریقہ سے زندگی کا صحیح راستہ بتا رہی ہے اور محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی ان کی رہنمائی کے لئے بھیجے کہ جن کی تعلیم وتربیت کے نتائج بھی ان کی آنکھوں کے سامنے ہیں یہ سب دیکھ کر بھی اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کا منکر رہتا ہے اور ہدایت سے منہ موڑتا ہے تو پھر اللہ بھی اسے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے جس سے کہ وہ نکلنے کا خواہشمند نہیں ہے اور جب اللہ ہی کی توفیق اور دستگیری کسی کو نہ ملے تو پھر وہ کون ہے جو ایسوں کو ہاتھ پکڑ کر اخلاقی پستی اور گمراہی کے گڑھے سے نکال کر راہ راست پر لے آئے۔ ایسے منکرین کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ میدان حشر میں جب یہ ظالم عذاب کا معائنہ کریں گے تو یہ کہیں گے کہ کیا کوئی ایسی سبیل بھی ہے کہ ہم دنیا کی طرف پھر واپس کر دیئے جائیں اور پھر وہاں سے خوب نیک بن کر حاضر ہوں۔

قرآن پاک کی مختلف آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین اور ظالم نافرمان ومجرمین تین مواقع میں دنیا میں دوبارہ آنے کی اور نیک عمل کرنے کی تمنا کریں گے۔

ایک تو موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کی خوفناک حالت دیکھ کر جیسا کہ ۱۸ ویں پارہ سورہ مؤمنون میں فرمایا گیا **حتیٰ اذا جآء احدھم الموت قال رب ارجعون. لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا**۔ یعنی جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آ کھڑی ہوتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے پھر واپس بھیج دے تا کہ جس دنیا کو چھوڑ کر آیا ہوں اس میں پھر جا کر نیک کام کروں جس کا جواب ہوگا کہ اجل آ جانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرے میدان حشر میں جب جہنم کو اس طرح لایا جاوے گا کہ اس کی ہزار نکیلیں اونٹ کی طرح سے ہوں گی اور ہر ہر نکیل کو ستر ستر ہزار فرشتے پکڑے کھینچ رہے ہوں گے تو جہنم کو اس حالت میں دیکھ کر قیامت کے منکرین بہت گھبرائیں گے اور تمنا کریں گے کہ ان کو دوبارہ دنیا میں جانے کی پروانگی مل جائے تا کہ دوبارہ دنیا میں جا کر نیک کام کریں۔ اسی دوسری تمنا کا ذکر اس آیت **لما را وا العذاب یقولون ھل الی مرد من سبیل** میں فرمایا گیا۔ یعنی جس وقت ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا تو کہتے ہوں گے کہ دنیا میں واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟ یا جیسا سورہ انعام ساتویں پارہ میں فرمایا گیا **ولو تریٰ اذ وقفوا علی النار فقالوا یلیتنا نرد ولانکذب باٰیات ربنا ونکون من المؤمنین**۔ اور اگر آپ ان کو اس وقت دیکھیں جبکہ یہ منکرین دوزخ کے پاس کھڑے کئے جاویں گے تو اس کی ہول وہیبت کو دیکھ کر کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم دنیا میں پھر واپس بھیج دیئے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم پھر اپنے رب کی آیات مثل قرآن وغیرہ کو کبھی جھوٹا نہ بتاویں اور ہم ضرور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ یہ تو نافرمانوں اور مجرموں کی دو دفعہ کی تمنا دنیا میں دوبارہ آنے کی اور نیک عمل کرنے کی ہوئی۔ پھر جب یہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے اور عذاب جہنم کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکیں گے۔

پھر تیسری دفعہ یہی خواہش اور تمنا کریں گے جیسا کہ سورۃ فاطر ۲۲ ویں پارہ میں فرمایا گیا **وھم یصطر خون فیھا. ربنآ اخرجنا نعمل صالحاً غیر الذی کنا نعمل** یعنی وہ لوگ اس دوزخ میں چلاویں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو یہاں سے نکال لیجئے۔ ہم اب خوب اچھے اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو دنیا میں کیا کرتے تھے۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ یہ ظالم منکرین قیامت کے عذابوں کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے مگر پھر اس کا موقع

کہاں۔ پھر بتلایا گیا کہ جب یہ ظالم جہنم کے پاس لائے جائیں گے اور خدا کی نافرمانیوں کے باعث ان پر ذلت برس رہی ہوگی تو عاجزی سے مجرم کی طرح خوف و ذلت و ندامت سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو تک رہے ہوں گے لیکن جس سے خوف کر رہے ہیں اس سے بچ نہ سکیں گے اس وقت اہل ایمان اپنے بچنے پر شکر کرنے کے لئے اور ان ظالموں پر ملامت کرنے کے لئے کہیں گے کہ پورے خسارہ والے اور حقیقی نقصان والے وہ لوگ ہیں کہ جو اپنی جانوں سے اور بدبخت اپنے ساتھ اپنے متعلقین اور گھر والوں سے آج قیامت کے روز خسارہ میں پڑے اور آخرت کی ابدی نعمتوں سے خود بھی محروم رہے اور اپنے متعلقین کو بھی محروم رکھا اور سب دائمی عذاب میں گرفتار رہیں گے اور کوئی ان کا حامی اور مددگار نہ ہوگا۔ آخر میں نتیجہ کے طور پر فرمایا جاتا ہے کہ جس کو خدا گمراہ کردے اس کی نجات کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

تو یہاں ایمان نہ لانے پر کفار و مشرکین کو عذاب قیامت کی وعید سنائی گئی تھی آگے ان کو ایمان لے آنے کا حکم دیا جاتا ہے اور ان کے ایمان نہ لانے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے حد شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارا حشر نشر اپنے نیک اور مومن بندوں کے ساتھ فرمائیں اور وہاں کی ذلت و رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھیں اور دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حق تعالیٰ ہماری چارہ سازی اور مدد فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ

تم اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کیلئے خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا، نہ تم کو اس روز کوئی پناہ ملے گی

وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝٤٧ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا

اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی (خدا سے) روک ٹوک کرنے والا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کرکے نہیں بھیجا، آپ کے ذمہ تو صرف (حکم کا) پہنچادینا ہے،

الْبَلٰغُ ۭ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ

اور ہم جب آدمی کو اپنی عنایت کا مزہ چکھادیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہوجاتا ہے، اور اگر (ایسے) لوگوں پر ان کے ان اعمال کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کرچکے ہیں،

اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۝٤٨ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ

کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے

اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝٤٩ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ

اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔ یا ان کو جمع کردیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی، اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے،

عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝٥٠

بیشک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔

اِسْتَجِيْبُوْا تم قبول کرلو	لِرَبِّكُمْ اپنے رب کا فرمان	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يَّاْتِيَ کہ آئے	يَوْمٌ وہ دن	لَّا مَرَدَّ پھیرنے والا نہیں	لَهٗ اس کیلئے		
مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	مَا لَكُمْ نہیں تمہارے لئے	مِّنْ کوئی مَّلْجَاٍ کوئی پناہ	يَّوْمَىِٕذٍ اس دن	وَّمَا لَكُمْ اور نہیں تمہارے لئے	مِّنْ کوئی			
نَّكِيْرٍ انکار (روک ٹوک کرنیوالا)	فَاِنْ پھر اگر	اَعْرَضُوْا وہ منہ پھیرلیں	فَمَآ تو نہیں	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے بھیجا تمہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	حَفِيْظًا نگہبان		
اِنْ نہیں	عَلَيْكَ آپ پر۔ذمے	اِلَّا سوا	الْبَلٰغُ پہنچانا	وَاِنَّآ اور بیشک	اِذَآ جب	اَذَقْنَا چکھاتے ہیں ہم	الْاِنْسَانَ انسان	مِنَّا اپنی طرف سے
رَحْمَةً رحمت	فَرِحَ بِهَا خوش ہوجاتا ہے اس سے	وَاِنْ اور اگر	تُصِبْهُمْ پہنچے انہیں	سَيِّئَةٌ کوئی برائی	بِمَا اس کے بدلے	قَدَّمَتْ آگے بھیجا		
اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں	فَاِنَّ الْاِنْسَانَ تو بیشک انسان	كَفُوْرٌ بڑا ناشکرا	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین		
يَخْلُقُ وہ پیدا کرتا ہے	مَا يَشَاۗءُ جو وہ چاہتا ہے	يَهَبُ وہ عطا کرتا ہے	لِمَنْ يَّشَاۗءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	اِنَاثًا بیٹیاں	وَّيَهَبُ اور عطا کرتا ہے			
لِمَنْ يَّشَاۗءُ جس کیلئے وہ چاہتا ہے	الذُّكُوْرَ بیٹے	اَوْ یا	يُزَوِّجُهُمْ جمع کردیتا ہے انہیں	ذُكْرَانًا بیٹے	وَّاِنَاثًا اور بیٹیاں	وَيَجْعَلُ اور کردیتا ہے		
مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو وہ چاہتا ہے	عَقِيْمًا بانجھ	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا ہے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کو دنیا میں ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب قیامت کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں جب یہ ظالم عذاب کا معائنہ کریں گے تو پھر پچھتائیں گے اور دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوگی اور جس وقت جہنم کے سامنے لا کر کھڑے کئے جائیں گے تو شرم کے مارے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور

ذلت اورندامت سے ان کی نظریں نیچی ہوں گی۔ کسی سے پوری طرح آنکھ نہ ملاسکیں گے اور اس آخرت کے عذاب سے ان کو کوئی چھڑانے والا نہ ہوگا وہاں دوست ملاقاتی۔ یار مددگار کوئی بھی کام نہ آسکے گا۔ یہ وعید سنانے کے بعد آگے ان آیات میں تمام لوگوں کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور سمجھایا جاتا ہے کہ اے لوگو تم نے یہ وعید سن لی۔ دیکھو ہم تمہاری خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ تم کفر وعناد اور ظلم وفساد کو چھوڑو اور اپنے پروردگار کا حکم ایمان وغیرہ لانے کے بارے میں مان لو اور اللہ کے تابع اور فرمانبردار بن جاؤ اور مرنے سے پہلے اس کے بندے بن جاؤ ورنہ قیامت کے دن تباہ ہوگے اور اس دن نافرمانوں کے سر سے اللہ کا عذاب ٹل نہیں سکتا۔ اللہ کی جانب سے وہاں کوئی مہلت نہ ملے گی اور نہ عذاب میں تاخیر ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے وہاں اس کا کوئی موقع نہیں۔ مجرموں کو وہاں پناہ کی کوئی جگہ نہ مل سکے گی اور نہ وہ گناہوں سے مکر سکیں گے اور نہ یہ ممکن ہوگا کہ وہاں انجان بن کر چھپ جائیں اور نظر نہ پڑیں اور نہ اس روز کوئی خدا سے روک ٹوک کرنے والا ہے کہ اتنا ہی پوچھ لے کہ ان کا یہ حال کیوں بنایا گیا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ باتیں ان لوگوں کو سنا دیجئے اور بتلا دیجئے۔ اگر یہ لوگ یہ سب سن کر بھی اعراض کریں اور ایمان نہ لائیں اور روگردانی ہی کرتے رہیں تو آپ کا کچھ حرج نہیں آپ فکر رنج میں نہ پڑیں آپ ان پر کوئی نگران اور داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں کہ ان کو زبردستی سیدھے راستہ پر لے ہی آویں اور آپ سے ان کے اعمال کی باز پرس ہو۔ آپ کا فرض پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے جسے آپ ادا کر رہے ہیں۔ پس آپ بریٔ الذمہ ہیں۔ اب یہ نہ مانیں تو جائیں جہنم میں۔ اس قسم کے انسانوں کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ اللہ انعام واحسان فرمائے اور خوشحالی اور خوش عیشی دے تو اکڑنے اور اترانے لگتے ہیں پھر جہاں اپنے کرتوتوں کی بدولت کوئی افتاد پڑ گئی اور مصیبت آپڑی تو منہ سے کفر کے کلمے نکلنے لگتے ہیں اور سب نعمتیں بھول جاتا ہے اور ایسا ناشکرا بن جاتا ہے گویا اس پر کبھی اچھا وقت ہی نہ آیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ فراخی یا عیش کی حالت ہو یا تنگی اور تکلیف کی حق تعالیٰ سے بےتعلقی ایسے لوگوں کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ پس ان سے آپ ایمان کی توقع کیوں رکھیں جو موجب غم ہو۔ یہ تو مومنین اور قانتین ہی کا شیوہ ہے کہ سختی پر صبر اور فراخی میں منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی حال میں اس کے انعامات اور احسانات کو فراموش نہیں کرتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کفر وشرک کی حماقت میں جو لوگ مبتلا ہیں وہ اگر سمجھانے سے نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ حقیقت اپنی جگہ حقیقت ہے۔ زمین اور آسمان کی بادشاہی اور تمام کائنات کی سلطنت کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کا حکم چلتا ہے اور اللہ کی مطلق بادشاہی ہونے کا ایک کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ وہ جو چیز چاہے پیدا کرے اور جو چیز جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے چنانچہ دنیا کے حالات میں دیکھ لو کسی کو سرے سے اولاد نہیں ملتی۔ کسی کو ملتی ہے تو صرف بیٹیاں' کسی کو صرف بیٹے کسی کو دونوں' جڑواں یا الگ الگ۔ اس میں کسی کا کچھ دعویٰ نہیں۔ وہ اپنے علم وحکمت کے موافق تدبیر کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے ارادہ کو روک دے یا اس کی تخلیق وتقسیم پر حرف گیری کر سکے۔ **انه علیم قدیر**۔ بے شک وہی سب کچھ جاننے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔

یہاں یہ آیات **لله ملک السموٰت والارض ط یخلق مایشآء ط یھب لمن یشآء اناثاً ویھب لمن یشآء الذکور ج اویزوجھم ذکراناو اناثاً ج ویجعل من یشاء عقیماً ط انه علیم قدیر**۔ (اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا

ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے بیشک وہی بڑا جاننے والا اور بڑی قدرت والا ہے) قابل غور ہیں اس لحاظ سے کہ کوئی انسان خواہ وہ بڑے سے بڑا دنیوی اقتدار کا مالک بنا ہوا ہو کبھی اس پر قادر نہیں ہو سکا کہ دوسروں کو دلوانا تو درکنار خود اپنے ہاں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا کر سکے جسے خدا نے بانجھ کر دیا وہ کسی تدبیر سے اولاد والا نہ بن سکا جسے خدا نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں وہ ایک بیٹا بھی کسی تدبیر سے حاصل نہ کر سکا اور جسے خدا نے لڑکے ہی لڑکے دیئے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پا سکا اس معاملہ میں ہر ایک قطعی بے بس رہا ہے بلکہ بچہ کی پیدائش سے پہلے کوئی یہ تک معلوم نہ کر سکا کہ رحم مادر میں لڑکا پرورش پا رہا ہے یا لڑکی یہ سب دیکھ کر بھی اگر کوئی خدا کی خدائی اور اس کے اختیارات میں کسی تدبیر کو دخیل سمجھے کہ جس کے باعث اولاد پیدا کرنے نہ کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ اور قدرت میں سمجھے تو کیا یہ قرآنی تعلیم اور عقیدہ سے ٹکراؤ اور اس کے مقابل نہیں۔ آپ کے ملک میں جس خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک چلائی جا رہی ہے اس میں کیا نظریہ کام کر رہا ہے؟ یہی نا کہ اپنے اختیار سے اولاد پیدا نہ کرو۔

استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ان آیات میں اولاد کی قسمیں بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ لڑکوں کا ذکر بعد میں فرمایا۔ اسی بنا پر بعض اکابر سلف نے فرمایا کہ جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہوتی ہے وہ مبارک ہوتی ہے۔

اب آگے خاتمہ کی آیات میں کفار کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایک اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی صحیح سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے عقیدہ اور عمل قرآن پاک کی تعلیمات کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اپنے علیم و قدیر ہونے کا یقین کامل نصیب فرما۔ اور اپنی نعمتوں کا شکر گزار بندہ بنا اور کفران نعمت سے بچایئے۔

یا اللہ اس زندگی میں اپنے احکام کی فرمانبرداری کی توفیق نصیب فرما اور آخرت کی ذلت و رسوائی سے اپنی پناہ بخشئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ

اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمادے مگر (تین طریق سے) یا تو الہام سے یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتہ کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے

بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا

جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے، وہ بڑا عالیشان ہے بڑی حکمت والا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس بھی وحی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے،

كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ

آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کیا ہے ولیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے

عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے راستہ کی ہدایت کر رہے ہیں۔ یعنی اس خدا کے راستہ کی کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

اور جو کچھ زمین میں ہے، یاد رکھو سب اُمور اسی کی طرف رجوع ہوں گے۔

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	لِبَشَرٍ کسی بشر کو	اَنْ يُّكَلِّمَهُ کہ اس سے کلام کرے	اللّٰهُ اللہ	اِلَّا وَحْيًا مگر وحی سے	اَوْ یا	مِنْ وَّرَآئِ پیچھے سے	
حِجَابٍ ایک پردہ	اَوْ يُرْسِلَ یا وہ بھیجے	رَسُوْلًا کوئی فرشتہ	فَيُوْحِيَ پس وہ وحی کرے	بِاِذْنِهٖ اس کے حکم سے	مَا يَشَآءُ جو وہ چاہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	
عَلِيٌّ بلندتر	حَكِيْمٌ حکمت والا	وَ اور	كَذٰلِكَ اسی طرح	اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کیا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	رُوْحًا قرآن	مِّنْ اَمْرِنَا اپنے حکم سے
مَا كُنْتَ تَدْرِيْ تم نہ جانتے تھے	مَا الْكِتٰبُ کیا ہے کتاب	وَلَا الْاِيْمَانُ اور نہ ایمان	وَلٰكِنْ اور لیکن	جَعَلْنٰهُ ہم نے بنادیا اسے	نُوْرًا نور		
نَّهْدِيْ بِهٖ ہم ہدایت دیتے ہیں اس سے	مَنْ نَّشَآءُ جس کو ہم چاہتے ہیں	مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے	وَاِنَّكَ اور بیشک تم				
لَتَهْدِيْٓ ضرور رہنمائی کرتے ہو	اِلٰى طرف	صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	صِرَاطِ اللّٰهِ راستہ اللہ کا	الَّذِيْ لَهٗ وہ جس کیلئے	مَا جو کچھ	
فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَ اور	مَا جو کچھ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اَلَآ یاد رکھو	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	تَصِيْرُ بازگشت	الْاُمُوْرُ تمام کام

تفسیر وتشریح: یہ سورہ شوریٰ کی آخری اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ سورۃ کے خاتمہ پر پھر بھی اسی مضمون کو لیا گیا ہے جو سورۃ کی ابتدا میں ارشاد ہوا تھا۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر جہاں اور طرح طرح کے اعتراضات وشبہات کرتے تھے منجملہ ان کے کفار کا ایک شبہ یہ بھی تھا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ یا فرشتہ بالمشافہ رودررو کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ رسول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن کی دعوت یہ کہہ کر پیش فرماتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو میں تمہیں سنا رہا ہوں تو کفار اعتراضاً کہتے ہیں کہ آخر یہ بات کیسے مان لی جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ کیا خدا ان کے پاس آتا ہے؟ یا یہ خدا کے پاس جاتے ہیں؟۔ یا ان کی اور خدا کی بات چیت ہوتی ہے؟ اگر یہ واقعی رسول ہیں اللہ کے تو خدا یا اس کے فرشتے ہم سے رودررو یعنی آمنے سامنے ہو کر کیوں نہیں ایسا کہہ دیتے۔ کفار کے اس شبہ کا جواب دیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کوئی بشر

یا انسان اپنی دنیوی اور فطری ساخت اور موجودہ قویٰ کے اعتبار سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ خداوند قدوس اس دنیا میں اس کے سامنے ہو کر کلام فرمائے اور وہ تحمل کر سکے اس لئے کسی بشر سے خدا کے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک الہام سے یعنی قلب میں کوئی بات ڈال دی جائے بلا واسطہ خواہ سوتے میں یا جاگتے میں۔ دوسرے ۲ حجاب یا پردہ کے باہر سے کہ بندہ آواز تو سنے مگر بولنے والا اسے نظر نہ آئے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر ہوا تھا کہ ایک درخت سے انہیں یکا یک آواز آنی شروع ہوئی مگر بولنے والا ان کی نگاہ سے اوجھل تھا۔ یہ دوسرا طریقہ ہوا۔ تیسری ۳ صورت یہ کہ خدا کسی فرشتے کو بھیج دے اور وہ خدا کے حکم سے اس کا کلام اور پیام بندہ کو پہنچا دے۔ اس طریق کے وحی کے مخاطب حضرات انبیاء تو قطعی ہوتے ہیں اور غیر انبیاء کے لئے بھی اس کی گنجائش ہے جیسا کہ حضرت مریم کے بارہ میں قرآن مجید ہی سے ثابت ہے۔ الغرض خدا کے کلام کی بشر سے یہ تین صورتیں ہیں اور خدا کی ذات اس سے بہت بالا اور برتر ہے کہ وہ کسی بشر سے رو در رو کلام کرے اس لئے یہ عادت اللہ کے خلاف ہے کہ خود انسان موجودہ حالت میں اس کا تحمل نہیں کر سکتا۔ کلام کے تین ممکن طریقہ بیان فرما کر ارشاد ہوا انه علی حکیم۔ وہ بڑا عالیشان ہے کہ اس سے جب تک وہ خود تحمل نہ دے کوئی کلام نہیں کر سکتا۔ اس کا علو مانع ہے کہ بے حجاب کلام کرے مگر اس کے ساتھ ہی وہ بڑی حکمت والا بھی ہے اس لئے بندوں کی رعایت سے تین طریقے کلام کے مقرر فرما دیئے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح بشر کے ساتھ ہم کلام ہونے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اسی طرح یعنی اسی قاعدہ کے موافق ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی اور آپ کو نبی بنایا اور آپ کی نبوت کا ثبوت اس پر موقوف نہیں کہ ہم لوگوں سے رو در رو یہ آ کر کہیں۔ اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ جب آپ سے باوجود صلاحیت رسالت کے بالمشافہ رو در رو کلام نہیں ہوتا بلکہ بطریق مذکورہ کلام ہوتا ہے تو یہ معترضین کس شمار میں ہیں۔ الغرض یہ کتاب ہم نے آپ پر وحی کی ہے۔ اس میں شبہ اور اعتراض کی کیا بات ہے اور اس سے قبل یعنی نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ کتاب کیا چیز ہے۔ گو نفس ایمان ہر نبی کو ہر وقت قبل نبوت بھی حاصل ہوتا ہے مگر کمال ایمان نبوت سے ہوتا ہے تو اس طرح خدا کی طرف سے آپ کو یہ قرآن اور نبوت دی گئی اور اس قرآن کو آپ کے لئے اولا اور بعد کو دوسروں کے لئے ایک نور اور روشنی بنا دیا جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں راہ حق دکھاتے ہیں۔ پس اس کتاب کے نور عظیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اب جو اندھا ہی ہو وہ اس نور کے نفع سے محروم بلکہ اس کا منکر ہے جیسے یہ معترضین اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ اس قرآن اور وحی کے ذریعہ سے عام لوگوں کو ایک سیدھے راستہ کی ہدایت کر رہے ہیں آگے اس راستہ کا بیان ہے جس کی طرف آپ ہدایت فرماتے ہیں یعنی آپ اس خدا کے راستہ کی ہدایت کرتے ہیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی کسی کی شرکت نہیں ہے۔ لہٰذا لوگوں کو لا یعنی شبہات سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس راستہ پر چلنا چاہئے۔ اس کے بعد آخری تنبیہ کفار و مشرکین کو دی جاتی ہے کہ خوب سن لو تمام معاملات بالآخر خدا تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ سب کو اسی کے حضور میں پیش ہونا ہے پس وہ سب پر جزا و سزا جاری فرمائے گا۔

حاصل ان آیات کا یہ ہے کہ کسی انسان کے لئے اس دنیا میں بالمشافہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنا ممکن نہیں۔ اور شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ سے کلام فرمانا

۰۰اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ وہ کلام اس عالم دنیا میں نہیں تھا بلکہ عالم ساوات میں تھا۔ اسی طرح جنت میں پہنچ کر ہر جنتی حق تعالیٰ کی زیارت و دیدار سے مشرف ہوگا جو اس عالم دنیا میں ممکن نہیں کیونکہ انسان کی قوت بینائی کا ضعف اس کیلئے زیارت حق سے حجاب بن جاتا ہے۔ اور جنت میں جنتی کی قوت بینائی قوی کر دی جائے گی اس لئے ہر جنتی حق تعالیٰ کے دیدار و زیارت سے مشرف ہو سکے گا۔ نیز ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ قبل وحی یعنی نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ ایمان کیا چیز ہے تو مفسرین نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ ایمان سے واقفیت نہ ہونے کے مطلب یہ ہیں کہ ایمان کی تفصیلات اور شرائع ایمان یا ایمان کا اعلیٰ مقام جو بعد وحی و نبوت حاصل ہوتا ہے۔ وحی سے پہلے اس سے واقفیت نہیں ہوتی۔ ورنہ باجماع امت یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو رسالت و نبوت کے شرف سے نوازتے ہیں اس کو ابتدا ہی سے ایمان پر پیدا فرماتے ہیں۔ ان کی فطرت ایمان پر مبنی ہوتی ہے۔ عطاء نبوت اور نزول وحی سے پہلے بھی وہ پکے مومن و موحد ہوتے ہیں۔ اصول ایمان ان کی فطرت وخلقت میں داخل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے جب ان کی قوموں نے مخالفت کی تو ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے مگر کسی پیغمبر پر کسی امت نے یہ الزام نہیں لگایا کہ تم بھی تو نبوت کے دعوے سے پہلے ہماری طرح بتوں کی پوجا و پرستش کرتے تھے۔ (معارف القرآن) عصمت انبیاء یہ امت کا اصولی مسئلہ ہے جس کے مطابق تمام انبیاء جب سے پیدا ہوئے وہ توحید اور ایمان ہی پر قائم رہے نبوت سے قبل بھی اور نبوت کے بعد بھی ہاں یہ ضرور ہے کہ ایمان کی تفصیلات کا وہ علم اور ایمان کا اعلیٰ اور اکمل مقام جو بعد نبوت حاصل ہوتا ہے وہ نبوت اور نزول وحی سے قبل نہیں ہوتا۔ اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا۔ ما کنت تدری ما الکتٰب و لا الا یمان یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل نزول وحی آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ کتاب اللہ کیا ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا کمال اقصیٰ جو کہ اب حاصل ہے کیا چیز ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت وقرآن عطا کیا۔

دعا کیجئے

اس قرآنی نور عظیم سے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی منور فرمائیں اور اس قرآن پاک کے ذریعہ سے حق تعالیٰ ہم کو ہدایت کے راستہ پر چلنا نصیب فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صراط مستقیم دکھائی ہے حق تعالیٰ اس پر چلنا ہمارے لئے آسان فرمائیں اور ہم کو انجام کی خیر خوبی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! ہدایت کے خزانہ آپ ہی کے دست قدرت میں ہیں۔ آپ ہی جس کو چاہتے ہیں ہدایت عطا فرماتے ہیں اور صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرماتے ہیں۔

یا اللہ! ہم آپ ہی سے ہدایت کے طالب ہیں۔ اپنے فضل و کرم سے ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرما اور پھر اس پر استقامت نصیب فرما۔ یا اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صراط مستقیم کی تلقین فرمائی ہے۔ اسی صراط مستقیم پر ہم کو چلنا اور قائم رہنا نصیب فرما اور اسی صراط مستقیم پر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٣﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ

حٰمٓ۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ (اے عرب) تم (آسانی سے) سمجھ لو۔ اور وہ ہمارے پاس

الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿٤﴾

لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے۔

حٰمٓ حٰم	وَالْكِتٰبِ قسم ہے کتاب	الْمُبِيْنِ واضح	اِنَّا بیشک ہم	جَعَلْنٰهُ ہم نے اسے بنایا	قُرْءٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی زبان	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم
تَعْقِلُوْنَ سمجھو	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	فِيْٓ میں	اُمِّ الْكِتٰبِ اصل کتاب لوح محفوظ	لَدَيْنَا ہمارے پاس	لَعَلِيٌّ بلند مرتبہ	حَكِيْمٌ باحکمت	

تفسیر و تشریح

الحمد للہ اب پچیسویں ۲۵ پارہ کی سورہ زخرف کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں۔ ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ، مقام نزول، خلاصہ مضامین، تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ۳۵ ویں آیت میں لفظ زخرف آیا ہے۔ زخرف کے معنی ہیں سنہرا، آراستہ، زینت اور کسی شے کے کمال حسن کو زخرف کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے سونے کو زخرف کہا جاتا ہے۔ اس سورۃ کے تیسرے رکوع میں دنیوی مال ودولت۔ سونا چاندی کی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ دنیا کی جاہ ودولت اللہ کے نزدیک کس قدر حقیر ہے۔ اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام زخرف قرار پایا۔

قرآن پاک کی حم سے شروع ہونے والی سات سورتوں میں سے یہ چوتھی سورۃ ہے۔ اور حم سے شروع ہونے والی سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حم سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازے سے داخل نہ کیجیو۔

موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۳ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶۱ بیان کیا گیا یعنی ۶۰ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھی اور ۵۳ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۸۹ آیات ۷ رکوعات ۸۴۸ کلمات اور ۳۶۵۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں مثلاً اثبات توحید۔ ابطال شرک۔ اثبات وحی و رسالت۔ بعض اعتراضات مشرکین اور ان کے جوابات۔ تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تحقیر دنیا۔ تہدید منکرین۔ توحید و رسالت کی تائید میں حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے۔ مومنین صادقین کے لئے قیامت کے وعدے اور منکرین و مکذبین کے لئے قیامت کی وعیدیں۔ مکی دور میں جس قدر قرآن کی سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں عملیات واحکامات کا بہت کم حصہ ہے۔ زیادہ تر اعتقادیات کی تعلیم ہے۔ اور مدنی دور کی سورتوں میں

زیادہ تر احکام و عملیات کی تعلیم ہے۔اس سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ ایک نہایت واضح اور روشن کتاب ہے۔اس کا مرتبہ نہایت بلند ہے اور اس میں سراسر دانائی کی باتیں بھری ہوئی ہیں پھر اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی کہ تم جتنی چاہے زیادتیاں اور شرارتیں کرو مگر یہ خدا کی کتاب پوری کی پوری نازل ہو کر رہے گی اور ساری دنیا میں اس کا پیغام پھیل کر رہے گا۔ تم نہ مانو گے تو جو تم سے زیادہ سمجھ دار ہیں وہ مانیں گے خدا نے پہلی قوموں میں بھی اپنے رسول بھیجے تھے۔احمقوں نے ان انبیاء کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کیا لیکن پھر کیا ہوا خدا نے ان کو ان کی گستاخی کی سزا دی اور اب صرف ان کی کہانیاں ہی باقی رہ گئیں اور ان کے حالات منکرین کو اس کتاب میں سنا دیئے گئے تا کہ وہ عبرت پکڑیں۔منکرین سے پھر پوچھا جاتا ہے کہ تم آخر اللہ تعالیٰ کو مانتے کیوں نہیں؟ اتنا تو تم بھی اقرار کرتے ہو کہ یہ ساری کائنات اللہ نے پیدا کی۔ پھر اللہ کی ہدایات پر کیوں نہیں چلتے؟ آسمان سے مینہ وہ برساتا ہے۔خشکی و تری میں چلنے پھرنے کے ذرائع کشتیاں۔بوجھ اٹھانے والے جانور سب تمہارے لئے اس نے بنائے۔تو کیا تمہیں اس کا شکر ادا کرنا نہیں چاہئے اور الٹا اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔یہ کتنی بے عقلی ہے کہ یہ کفار و مشرکین اللہ کی اولاد مانتے ہیں اور وہ بھی بیٹیاں حالانکہ خود اپنے لئے بیٹیاں بری سمجھتے ہیں۔پھر بتلایا گیا کہ اللہ کے کوئی اولاد نہیں۔ جو ہے اس کا بندہ ہے۔اور وہ سب کا خالق و مالک ہے۔کفار و مشرکین کو سمجھایا گیا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کی پچ مت کرو بلکہ سچائی کے طلب گار بنو اور قرآن کی پیروی کرو۔دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کو اور قوم کو گمراہ پا کر ان کا طریقہ چھوڑا اور اللہ کو اپنا اکیلا معبود مانا اور توحید کا ڈنکا بجایا اور اپنی اولاد کو بھی اسی کی وصیت کر گئے مگر بعد کے لوگ دنیا کی بیہودہ باتوں میں پڑ کر توحید کو چھوڑ بیٹھے اور جب اللہ کے رسول انہیں سمجھانے آئے تو ان کا کہنا ماننے سے انکار کیا۔اب یہ کفار مکہ بھی رسول اللہ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں اور بہانہ انکار کا یہ بناتے ہیں کہ رسول تو کوئی مشہور اور مال و دار دولت مند کو ہونا چاہئے تھا۔اس کا جواب دیا گیا کہ کوئی ان منکرین سے پوچھے کہ کیا تم اللہ کی رسالت کے ٹھیکے دار ہو کہ اپنی مرضی کے مطابق اسے بانٹو۔دنیا کے مال و دولت پر کیا فخر کرتے ہیں ۔ خدا کے ہاں دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۔ رسالت دنیا کی ساری دولتوں سے بڑھ کر حیثیت رکھتی ہے اور وہ اس کو ملتی ہے جو خدا کے نزدیک اس لائق ہو۔دنیا کی دولت جو خدا کے نزدیک نہایت حقیر اور صغیر چیز ہے وہ کافروں کو بہت کچھ دے ڈالتے یہاں تک کہ وہ سونے چاندی کے گھر بنا لیتے لیکن اتنی دولت اس لئے نہیں دی کہ کہیں وہ لوگ کفر کو اچھا نہ سمجھ بیٹھیں کہ اس سے دولت ملتی ہے اور اس لئے سب کفر ہی کو اختیار کر لیں۔ نادانو دنیا کے مال و دولت میں کچھ نہیں دھرا اصل چیز عاقبت و آخرت ہے اور وہ مومن متقی پرہیز گاروں کے لئے ہے جو جنت میں دائمی عیش کریں گے۔جو دنیا ہی کو سب کچھ جان بیٹھا اور اللہ کی طرف سے منہ پھیرا وہ شیطان کا ساتھی بن جائے گا اور آخرت میں دکھ درد اٹھائے گا۔دیکھو مصر کے فرعون نے سرکشی کی اور ملک و مال پر مغرور ہو کر خدائی تک کا دعویٰ کر بیٹھا اور خدا کے رسول موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا۔آخر اس کا انجام کیا ہوا۔ذلت کی موت مارا گیا اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی بابت بتلایا گیا کہ وہ اللہ کی قدرت کا ایک نمونہ ہیں جن کو لوگ عجائبات قدرت سمجھ کر انہی کی پوجا کرنے لگے حالانکہ خود عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے بندہ ہونے کا اقرار تھا اور ان کی تعلیم یہی تھی کہ میرا اور سب کا پالنے والا صرف ایک اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔پھر بتلایا گیا کہ جو لوگ دنیا میں اللہ کے بندے بن کر رہے اور اس کا حکم بجا لاتے رہے ان کو قیامت میں جنتوں میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر طرح کا چین سکھ اور آرام نصیب ہوگا اور جو ان کی آرزو ہوگی سب پوری کی جائے گی۔ان کے برخلاف مجرمین جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور ہمیشہ طرح طرح کے عذاب بھگتتے رہیں گے۔اخیر

میں بتلایا گیا کہ ان کفار نے اس قدر ڈھٹائی اور بے پروائی اختیار کی کہ ہمارے رسول کو ہماری جناب میں کہنا پڑا کہ اے میرے رب میں نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اس کا مطلب سمجھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ غرض ہر طرح انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر یہ ایسے ضد و عناد میں ڈوبے ہیں کہ میری بات ہی نہیں سنتے اور ایمان سے دور بھاگتے ہیں تو ہم نے اپنے رسول کی یہ بات سن لی اور ہم اپنے رسول کی ان سرکش لوگوں کے مقابلہ میں ضرور مدد کریں گے۔ اور وقت عنقریب ہے کہ جب ان کی جلدی ہی بری گت بننے والی ہے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور حقیقت معلوم ہوگی۔ یہ ہے خلاصہ مضامین اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اس تمہید کے بعد اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حٰم سے فرمائی گئی۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے حروف مقطعات اسرار الٰہیہ میں سے ہیں اور ان کے صحیح مطلب اور معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد فرمایا گیا قسم ہے اس واضح کتاب یعنی قرآن کریم کی۔ کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنے مخلوق کی اور صرف سات ۷ مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اسی لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔ بعض علما نے فرمایا کہ قرآن شریف عربوں کی زبان میں نازل ہوا اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت تک فصیح و بلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس میں قسمیں نہ ہوں اس لئے قرآن میں بھی قسمیں کھائی گئیں تاکہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی رہنے نہ پائے۔ مگر یہاں یہ بھی ذہن نشین کر لیا جائے کہ شریعت اسلامیہ میں انسان کے لئے کسی مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں۔ صرف اللہ پاک کے ذات اور نام کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ پھر عرب میں گو ایام جاہلیت میں صدہا قبائح موجود تھے مگر جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر قسم کھانا بہت ہی سخت بات سمجھی جاتی تھی اور ان کا یقین تھا کہ جو کوئی قسم کھا کر جھوٹ بولے گا کبھی سرسبز نہ ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ کتاب مبین کی قسم کھا کر یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کو عربی زبان کا قرآن بنایا تاکہ اے اہل عرب تم باسانی سمجھ سکو۔ تو یہاں قسم جس بات پر کھائی گئی وہ یہ کہ یہ خداوند عالم کا کلام ہے اور یہ جو فرمایا کہ ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم اسے سمجھ سکو تو اگرچہ قرآن کا نزول تمام اقوام عالم کے لئے ہوا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ عرب تھے اس لئے عربی میں اس کا ہونا ضروری تھا کیونکہ اگر یہ کسی عجمی زبان میں ہوتا تو عرب جو مخاطبین اوّل تھے وہ یہ عذر کر سکتے تھے کہ ہم اس کے کلام الٰہی ہونے نہ ہونے کی جانچ کیسے کریں جبکہ یہ ہماری سمجھ ہی میں غیر عربی ہونے کی وجہ سے نہیں آ رہا۔ تو چونکہ عرب قوم میں اس کا نزول ہوا اس لئے عربی ہی میں نازل کیا گیا تاکہ مخاطبین اوّلین کو اس کے سمجھنے میں عذر باقی نہ رہے۔ آگے بتلایا گیا کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے۔ تو مقصود یہاں قرآن کی فضیلت کا اظہار ہے کہ جب یہ کتاب اہل عرب کے لئے سمجھنے میں بھی آسان ہے اور خاص اللہ تعالیٰ کے زیر حفاظت ہے اور پھر نہایت عظیم المرتبہ بھی ہے جس کے مضامین بھی نہایت نافع اور حکیمانہ ہیں تو پھر ایسی کتاب کو ضرور ماننا چاہئے۔ اب اگر کوئی اپنی نادانی سے یا حماقت سے اس کتاب کی قدر و منزلت نہ پہچانے اور اس کی حکیمانہ تعلیمات سے فائدہ نہ اٹھائے تو یہ اس کی اپنی بدبختی اور بدقسمتی ہے۔

ابھی آگے بھی قرآن کریم ہی کے متعلق مضمون جاری ہے نیز مضمون رسالت و توحید کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِينَ ﴿٥﴾ وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي 3

کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو۔ اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی

الْأَوَّلِينَ ﴿٦﴾ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٧﴾ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ

بھیجتے رہے ہیں۔ اوران لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو۔ پھر ہم نے اُن لوگوں کو جو کہ اُن سے زیادہ زور آور تھے

بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ

غارت کرڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہوچکی ہے۔ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ

الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَعَلَّكُمْ

ان کو زبردست جاننے والے (خدا) نے پیدا کیا ہے، جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں اس نے تمہارے لئے راستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔

تَهْتَدُونَ ﴿١٠﴾ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١١﴾

اور جس نے آسمان سے پانی ایک انداز سے برسایا، پھر ہم نے اس سے خشک زمین کو زندہ کیا، اسی طرح تم (بھی اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔

أَفَنَضْرِبُ کیا ہم ہٹالیں	عَنْكُمُ تم سے	الذِّكْرَ نصیحت	صَفْحًا اعراض کرکے	أَنْ کہ	كُنْتُمْ تم ہو	قَوْمًا لوگ	مُسْرِفِينَ حد سے گزرنے والے	
وَكَمْ أَرْسَلْنَا اور بہت بھیجے ہم نے	مِنْ نَبِيٍّ نبی	فِي الْأَوَّلِينَ پہلے لوگوں میں	وَمَا يَأْتِيهِمْ اور نہیں آیا ان کے پاس	مِنْ نَبِيٍّ کوئی نبی	إِلَّا مگر			
كَانُوا وہ تھے	بِهِ اس سے	يَسْتَهْزِئُونَ ٹھٹھا کرتے	فَأَهْلَكْنَا پس ہم نے ہلاک کیا	أَشَدَّ سخت	مِنْهُمْ ان سے	بَطْشًا پکڑ	وَمَضَىٰ اور گزر چکی	مَثَلُ مثال حالت
الْأَوَّلِينَ پہلے	وَلَئِنْ اور اگر	سَأَلْتَهُمْ تم ان سے پوچھو	مَنْ کس	خَلَقَ السَّمَاوَاتِ پیدا کیا آسمانوں کو	وَالْأَرْضَ اور زمین	لَيَقُولُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے		
خَلَقَهُنَّ انہیں پیدا کیا	الْعَزِيزُ غالب	الْعَلِيمُ علم والا	الَّذِي وہ جس	جَعَلَ بنایا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْأَرْضَ زمین	مَهْدًا فرش	وَجَعَلَ اور بنائے
لَكُمْ تمہارے لئے	فِيهَا اس میں	سُبُلًا راستے۔ جمع سبیل	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَهْتَدُونَ تم راہ پاؤ	وَالَّذِي اور وہ جس	نَزَّلَ اُتارا	مِنَ السَّمَاءِ آسمان سے	
مَاءً پانی	بِقَدَرٍ ایک اندازہ سے	فَأَنْشَرْنَا پھر زندہ کیا ہم نے	بِهِ اس سے	بَلْدَةً مَيْتًا شہر مردہ	كَذَٰلِكَ اسی طرح	تُخْرَجُونَ تم نکالے جاؤ گے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں سورۃ کی ابتدا قسمیہ کلام سے فرمائی گئی تھی اور عام اہل عرب کو مخاطب کرکے بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے تاکہ تم اسے باسانی سمجھ لو۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن پاک بڑی بلند مرتبہ اور پرازحکمت کتاب ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے وقت سے لے کر تمام ۱۳ سالہ قیام مکہ کے دور میں کفار مکہ ہاتھ دھوکر آپ کے پیچھے پڑے رہے۔ ہر طرح کی مخالفت اور عداوت برتی۔ آپ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے حتیٰ کہ آپ کو قتل تک کردینے کی ٹھان لی اس حالت میں منکرین کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمہاری زیادتیوں اور شرارتوں کی وجہ سے اس بیش قیمت اور عظیم المرتبت اور نصیحانہ وحکیمانہ کتاب کو روکا نہیں جاسکتا کہ تم قرآن کو جھٹلاؤ اور نہ مانو تو اس درس نصیحت کا سلسلہ بند کردیا جائے اور تم کو مخاطب بنانا چھوڑ دیا جائے۔ خواہ تم مانو یا نہ مانو

نصیحت تو برابر کی جاوے گی اور یہ سلسلہ فیض کامل ہو کر رہے گا۔ تمہارے ایمان نہ لانے اور اس قرآن کا انکار کرنے سے نزول قرآن اور تبلیغ قرآن موقوف نہیں کی جائے گی۔ اللہ کی رحمت و حکمت دونوں کا تقاضہ ہے کہ یہ فیض کامل جاری رہے چنانچہ ۲۳ سال کے عرصہ تک یہ قرآن نازل ہوتا رہا اور نہ ماننے والوں کے انکار اور بد باطن لوگوں کی شرارت کی وجہ سے انہیں نصیحت اور موعظت کرنی نہیں چھوڑی گئی۔ جو ان میں نیکی والے اور سمجھ دار تھے وہ درست ہوئے اور جنہوں نے باطل پر اصرار کیا ان پر حجت تمام ہوئی۔ اگر منکرین کی شرارت اور بیہودگی نبی اور کتاب بھیجنے میں مانع ہوتی تو کسی قوم میں بھی کوئی نبی نہ آتا اور نہ کتاب بھیجی جاتی مگر گذشتہ امتوں اور پہلے لوگوں میں بھی باوجود ان کی تکذیب کے اللہ تعالیٰ نبی بھیجتے رہے۔ یہ نہیں ہوا کہ کسی کی تکذیب سے سلسلہ نبوت بند ہو جاتا آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزا کیا گیا اور ان کی تعلیمات کو بھی جھٹلایا گیا لیکن انبیاء کا مقابلہ اور ان سے عداوت کرنے میں بڑے بڑے مغرور اور ظاہری طاقت رکھنے والے بھی آخر برباد ہوئے۔ عبرت کے لئے گذشتہ مکذبین کی تباہی کی مثالیں مذکور ہو چکیں جو زور اور قوت میں ان کفار مکہ سے کہیں زیادہ تھے۔ جب وہ اللہ کی پکڑ سے نہ بچ سکے تو اے کفار مکہ تم کاہے پر مغرور ہوتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ کی توحید عظمت و قدرت اور کمال تصرف کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو ایک حد تک منکرین و مشرکین کے نزدیک بھی مسلم تھا۔ مشرکین عرب اکثر اور عموماً اللہ کی ذات کا اقرار کرتے تھے اور ان کا بھی خیال تھا کہ دنیا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنا تو اللہ ہی کا کام ہے لیکن وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے کہ انسانی ضروریات اور چھوٹے موٹے روز مرہ کے کام دیوی دیوتاؤں اور ستارہ۔ شمس۔ وقمر۔ وغیرہ کے حوالہ ہیں۔ اس لئے ان کو خوش رکھنا اور ان کی پوجا پاٹ کرنا بھی ضروری ہے۔ تو ان کے اس خیال کی تردید میں اور ابطال شرک اور اثبات توحید کے لئے فرمایا جاتا ہے کہ اگر ان مشرکین سے کوئی پوچھے کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کئے تو فوراً ان کے منہ سے یہی نکلے گا کہ ان کو زبردست جاننے والے خدا نے پیدا کیا ہے تو وہ یہ مان کر پھر بھی شرک کرتے ہیں کیونکہ اللہ کو خالق ماننے میں یہ اقرار پوشیدہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اختیار اور قوت والا ہے۔ وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور اس کے سوا اس جیسی قوت اور علم کسی میں نہیں۔ آگے مشرکین کو قائل کرنے کے لئے ذات خالق واحد کی بعض دوسری صفات اور قدرت کا بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ زمین و آسمان اسی نے پیدا کیا ہے جس نے تمہارے آرام کے لئے اس زمین کو مثل فرش کے بنایا کہ اس پر آرام کرتے ہو۔ یعنی اس زمین کو نہ اتنا زیادہ نرم بنایا کہ انسان زمین میں دھنس جائیں۔ نہ اتنا سخت بنایا کہ اس کا کھودنا مشکل ہو نہ اتنا چکنا بنایا کہ لیٹنا اور کھڑا ہونا ناممکن ہو۔ نہ اتنا گرم بنایا کہ تپش سے جلا دے۔ نہ اتنا سرد کہ ٹھٹھرا دے۔ اور اس زمین میں اس نے راستے بنا دیئے کہ ان راستوں میں چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ پہاڑوں کے بیچ میں درے۔ اور پھر دریا۔ ندی۔ نالے وغیرہ وہ قدرتی راستے ہیں جو اللہ نے زمین کی پشت پر بہا دیئے ہیں تا کہ ان قدرتی راستوں کی مدد سے اپنا راستہ معلوم کر سکو اور جہاں جانا چاہتے ہو وہاں پہنچ سکو۔ پھر آسمان سے مینہ برسانے کا جس نے انتظام فرما دیا کہ ایک خاص انداز کے موافق حسب مشیت و حکمت پانی برستا ہے یعنی ہر علاقے کے لئے بارش کی ایک اوسط مقدار مقرر کی کہ جو سال

بسال اسی طریقہ سے چلتی رہتی ہے پھر اس پانی کے ذریعہ سے مردہ اور خشک زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔ کھیتیاں اور باغات سرسبز ہو جاتے ہیں۔ جنگل لہلہا اٹھتے ہیں۔ اسی سے یہ بھی سمجھ لو کہ اسی طرح انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا جس طرح کہ مردہ زمین کو بذریعہ بارش کے زندہ اور آباد کر دیتا ہے ایسے ہی تمہارے مردہ جسموں میں خدا جان ڈال کر قبروں سے نکال کھڑا کرے گا۔ پس اس نظیر کے مشاہدہ کے بعد بعث بعد الموت کا انکار نہ کرنا چاہئے۔

یہاں پہلی آیت **افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوما مسرفین** جس میں حق تعالیٰ کفار مکہ سے خطاب فرما رہے ہیں کہ کیا ہم تم سے اس نصیحت کو اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد سے گذرنے والے ہو؟ یعنی تم اپنی سرکشی اور نافرمانی میں خواہ کتنے ہی حد سے گذر جاؤ لیکن ہم تمہیں قرآن کے ذریعہ نصیحت کرنا نہیں چھوڑیں گے تو اس آیت کے ماتحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مبلغ دین کو مایوس ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے۔ جو بھی دعوت اور تبلیغ کا کام کرتا ہو اسے ہر شخص کے پاس پیغام حق لے کر جانا چاہئے اور کسی گروہ یا جماعت کو تبلیغ کرنا محض اس بنا پر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ وہ تو انتہا درجہ کے ملحد۔ بے دین یا فاسق وفاجر ہیں انہیں کیا تبلیغ کی جائے۔ مگر ایک بات یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے جس کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے اپنے رسالہ فضائل تبلیغ میں لکھا ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جب کہ بخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشات نفسانیہ کا اتباع کیا جائے۔ دنیا کو دین پر ترجیح دی جائے ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے۔ دوسرے کی نہ مانے اس وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہے مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے اس لئے جو کچھ کرنا ہے کر لو خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھتی آنکھوں آن پہنچے کہ اس وقت کسی قسم کا اصلاح ممکن نہ ہوگی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو یہ کتاب مبین ہم کو عطا فرمائی ہے اور اس پر ہم کو ایمان رکھنے کی دولت نصیب فرمائی ہے تو اس پر عمل کرنے کی بھی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس قرآن کریم کی ہم کو حقیقی قدر و منزلت نصیب فرما۔ اور تمام امت مسلمہ کو اس کے احکام کے موافق دنیا میں زندگی گذارنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمارے ملک میں بھی قرآنی احکام کے نفاذ کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما تا کہ اس کی پوری برکات وسعادتیں نصیب ہوں۔ اور اللہ کی کتاب سے اعراض کر کے جو پہلے ہلاکت میں پڑ چکے ہیں ان سے ہم کو عبرت و نصیحت عطا فرما۔

یا اللہ ہم کو سچی توحید اور اپنی معرفت نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا

اور جس نے تمام اقسام بنائیں اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو پھر

عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ

جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت کو دل سے یاد کرو اور یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے

سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ

ان چیزوں کو ہمارے بس میں کردیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو اُن کو قابو میں کر لیتے۔ اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور لوگوں نے

عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

خدا کے بندوں میں سے خدا کا جز ٹھہرادیا، واقعی انسان صریح ناشکرا ہے۔

وَالَّذِيْ اور وہ جس	خَلَقَ پیدا کئے	الْاَزْوَاجَ جوڑے	كُلَّهَا ان سب کے	وَجَعَلَ اور بنائی	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ الْفُلْكِ کشتیاں
وَالْاَنْعَامِ اور چوپائے	مَا جس	تَرْكَبُوْنَ تم سوار ہوتے ہو	لِتَسْتَوٗا تاکہ تم ٹھیک بیٹھو	عَلٰی ظُهُوْرِهٖ اُنکی پیٹھوں پر	ثُمَّ پھر	تَذْكُرُوْا تم یاد کرو
نِعْمَةَ نعمت	رَبِّكُمْ اپنا رب	اِذَا جب	اسْتَوَيْتُمْ تم ٹھیک بیٹھ جاؤ	عَلَيْهِ اس پر	وَتَقُوْلُوْا اور تم کہو	سُبْحٰنَ پاک ہے
الَّذِيْ وہ ذات جس	سَخَّرَ لَنَا مسخر کیا ہمارے لئے	هٰذَا اس	وَ اور	مَا كُنَّا نہ تھے	لَهٗ ہم اسکو	مُقْرِنِيْنَ قابو میں لانیوالے
وَاِنَّآ اور بیشک ہم	اِلٰى طرف	رَبِّنَا اپنا رب	لَمُنْقَلِبُوْنَ ضرور لوٹ کر جانیوالے	وَجَعَلُوْا اور انہوں نے بنالیا	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ عِبَادِهٖ اس کے بندوں میں سے
جُزْءًا جز ولخت جگر	اِنَّ بیشک	الْاِنْسَانَ انسان	لَكَفُوْرٌ ناشکرا	مُّبِيْنٌ صریح		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں فرمایا گیا تھا کہ اگر ان مشرکین سے دریافت کیا جائے تو اس بات کا یہ بھی اقرار کریں گے کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو جب مشرکین اس کی خالقیت کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر اس کی الوہیت اور عبادت میں دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہیں۔ نیز تقویت توحید کے لئے بتلایا گیا تھا کہ اسی خدا نے جس نے یہ زمین آسمان پیدا کئے ہیں تمہارے لئے اس زمین کو آرام گاہ بنادیا اور اُسی خدا نے اس زمین میں راستہ بنا دیئے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاسکو۔ اور اسی خدا نے آسمان سے اس انداز سے بارش برسائی کہ زمین سرسبز ہو جائے غلہ۔ پھل پھول سبزی۔ ترکاریاں جڑی بوٹیاں جو انسانوں کے لئے اسباب زندگی ہیں پیدا فرمائیں۔ اس سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اسی نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے۔ یعنی نہ صرف انسانوں میں زن ومرد کے جوڑے بنائے اور حیوانات میں نر و مادہ پیدا کئے اور نباتات یعنی درختوں اور پودوں میں نر و مادہ رکھے بلکہ دنیا کی دوسری بے شمار چیزوں کو بھی خالق نے ایک دوسرے کا جوڑ بنایا ہے۔ مثال کے طور پر بجلی میں منفی اور مثبت بجلیاں یعنی Negative اور Positive ایک دوسرے کا جوڑ بنائیں۔ اور ان کی باہمی کشش ہی سے دنیا میں بجلی کے عجیب عجیب کرشمہ نمودار ہیں۔ تو اس طرح ان گنت جوڑے قسم قسم کے مخلوقات کے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے اور اسی خدا نے انسانوں کو پانی اور خشکی میں سفر کرنے کے لئے سواریاں پیدا کر کے ان کو

انسان کی خدمت میں لگا دیا۔ کشتیاں اور جہاز پانی کے سفر کے لئے بنائے اور چوپائے جانور خشکی کے سفر کو مہیا کئے کہ انسان جہاں پیادہ نہ جاسکتا ہو وہاں سوار ہو کر چلا جائے۔ کیا یہ اللہ کی نعمت اور احسان نہیں کہ سرکش اور نافہم جانور انسان کے اشاروں پر کام کرتا ہے اور باوجود زیادہ طاقتور ہونے کے انسان کا تابع فرمان بن جاتا ہے کہ اس پر سوار ہو کر یا سامان لاد کر جہاں چاہتا ہے اور جدھر چاہتا ہے لئے پھرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان سواریوں کی تسخیر نہ کرتا۔ جانوروں کو فرمان پذیری کی صلاحیت اور انسان کو دانش و تدبیر کی عقل نہ دیتا تو کس طرح ایک حقیر انسان اپنے سے بدر جہا زیادہ طاقتور جانوروں سے کام لے سکتا۔ یہ اللہ ہی کی عنایت ہے۔ اس لئے آگے تعلیم دی جاتی ہے کہ تم جب ان سواریوں پر بیٹھو تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کر دیئے۔ دل سے اللہ کا شکر ادا کرو اور زبان سے کہو کہ اس نے ہم پر بڑا احسان کیا جو ان چیزوں کو ہمارے اختیار میں دے دیا اور یوں شکر کرو کہ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں دے دیا ورنہ ہم میں کیا طاقت تھی کہ جو ہم انہیں قابو میں لاتے۔

تو یہاں جانوروں اور کشتیوں و جہازوں کا اللہ کی نعمت ہونا یاد دلا کر تعلیم دی گئی کہ انسان اپنی عبدیت اور خدا کی الوہیت کی طرف سے کسی حال میں غافل نہ رہے۔ سواری گھوڑے کی ہو۔ اونٹ یا ہاتھی کی ہو۔ یا جہاز۔ کشتی۔ ریل۔ موٹر وغیرہ کی ہو۔ انسان جب بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائے تو پہلے دل میں خدائی نعمتوں کا استحضار کرے اور یہ خیال تازہ کرے کہ جو کچھ بھی مل رہا ہے سب عنایت اور فضل الٰہی سے مل رہا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے:۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جانے کے لئے سواری پر بیٹھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہیں اور پھر یہ آیت یعنی سبحٰن الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الیٰ ربنا لمنقلبون پڑھتے اس کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ "اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے اس سفر میں مجھے نیکی اور تقویٰ اور ایسے عمل کی توفیق دے جو تجھے پسند ہو۔ اے اللہ ہمارے لئے سفر کو آسان کر دے اور لمبی مسافت کو لپیٹ دے اے اللہ تو ہی سفر کا ساتھی اور ہمارے پیچھے ہمارے اہل وعیال کا نگہبان ہے۔ اے اللہ ہمارے سفر میں ہمارے ساتھ اور پیچھے ہمارے گھروں کی خبر گیری فرما"۔ سفر کے وقت خواہ وہ پانی میں کشتی اور جہازوں کے ذریعہ ہو یا خشکی میں جانوروں اور سواریوں وغیرہ کے ذریعہ سے ہو ایک تعلیم تو یہاں یہ دی گئی کہ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے والا منعم حقیقی کو فراموش نہ کرے بلکہ اس کی پاکی اور بڑائی بیان کرے۔

آگے ایک دوسری تعلیم وانا الیٰ ربنا لمنقلبون میں دی گئی کہ انسان اس مختصر سے دنیا کے سفر سے آخرت کو یاد کرے اور کہے کہ ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور ہم سب کو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ ایک دن اس دنیا سے کوچ کر کے ہم اسی طرح اپنے رب کی طرف جائیں گے۔ مطلب یہ کہ ہر سفر پر انسان جاتے ہوئے یہ یاد کر لے کہ آگے ایک بڑا اور آخری سفر بھی درپیش ہے۔ پھر ہر سواری کو استعمال کرنے میں یہ امکان بھی ہوتا ہے کہ شاید کوئی حادثہ یا واقعہ اسی سفر کو آدمی کا آخری سفر بنا دے اس لئے بھی تعلیم دی گئی کہ ہر مرتبہ وہ اپنے رب کی طرف واپسی کو یاد کر کے چلے کہ اگر مرنا ہی ہے تو غفلت کی موت تو نہ مرے۔ اب آپ اس قرآنی تعلیم کے نتیجہ کا اندازہ لگائیں کہ ایک شخص کے اخلاق پر اس کا کیا اثر پڑے گا جب وہ کسی سواری پر بیٹھتے وقت سمجھ بوجھ کر پورے شعور کے ساتھ اس طرح اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا اور اس کے حضور میں حاضر ہونے اور اپنے اعمال کی باز پرس اور جواب دہی کو یاد کر کے چلے گا۔ تو وہ اس دھیان کے ساتھ چل کر کیا کسی فسق و فجور اور ظلم و ستم اور ناجائز اور حرام کا مرتکب ہوگا؟

کوئی حاکم ہو۔ یا افسر ہو۔ یا تاجر ہو۔ یا فوجی ہو۔ کوئی بھی ہو جو یہ سوچ کر اور اپنے منہ سے یہ کلمات نکال کر گھر سے نکلے گا کیا وہ کسی معصیت اور گناہ کی طرف چلے گا؟ کیا کسی فاحشہ اور بازاری عورت سے ملاقات کے لئے۔ یا کسی کلب میں شراب خواری اور قمار بازی کے لئے۔ یا کسی بے گناہ کا خون بہانے کے لئے۔ یا کسی کا مال لوٹنے اور ڈاکہ ڈالنے کے لئے۔ یا کسی کمزور کو ستانے اور اس پر ظلم کرنے کے لئے سواری پر سوار ہوتے وقت یہ الفاظ زبان پر اور یہ دھیان دماغ میں لاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو یہی ایک تعلیم ہر اس نقل و حرکت پر بندش لگانے کے لئے کافی ہے جو کسی معصیت۔ گناہ اور اللہ و رسول کی نافرمانی کے لئے ہو۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ اب قرآن تدبیر و تفکر اور عمل کے لئے تو ہے نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ بس زبانی دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے اور یہ اللہ کی کتاب ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اوپر اپنی متعدد نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ اللہ نے انسانوں کو کیا کیا نعمتیں عطا کیں۔ زمین کو پیدا کر کے قابل سکونت بنایا۔ آمد و رفت کی سہولت کے لئے زمین میں راستے بنائے۔ آسمان سے مینہ برسا کر زمین سے طرح طرح کی چیزوں کو برآمد کیا۔ پانی اور خشکی میں سفر کرنے کے لئے سواریاں پیدا کیں تو چاہئے تو یہ تھا کہ انسان ان نعمتوں پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے مگر انسان کی حماقت اور کفران نعمت کہ الٹا اس کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگے۔ اسی کے بندوں میں سے بعض کو اس کی اولاد بنانے لگے۔ بعض نے پیغمبروں کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ بعض نے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دیا۔ یہ تو کھلا ہوا انکار اور ناشکری ہے اس خالق اور منعم حقیقی کی کہ کسی کو اس کا مددگار مانا جائے اور اس کو اولاد کا محتاج قرار دیا جائے۔ بے شک یہ انسان کھلا ہوا ناسپاس اور صریح ناشکرا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اتنا بڑا کفر کرتا ہے کہ اس کو صاحب اولاد قرار دیتا ہے۔

یہاں ان آیات سے ایک خاص تعلیم تو یہ ملتی ہے کہ ایک صاحب عقل و فہم انسان کا کام یہ ہے کہ وہ منعم حقیقی کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے۔ جہل و غفلت۔ بے پروائی اور استغنا کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اس بات پر دھیان دے اور غور و فکر کرے کہ یہ مجھ پر حق تعالیٰ کا انعام و احسان ہے لہذا مجھ پر اس کے شکر کی ادائیگی دل و زبان سے واجب ہے۔ ایک کافر اور ایک مومن میں درحقیقت یہی بڑا فرق ہے کہ کائنات کی نعمتوں کو دونوں استعمال کرتے ہیں۔

لیکن کافر انہیں غفلت اور بے پروائی سے استعمال کرتا ہے اور مومن اللہ کے انعام اور احسان کو یاد کر کے اس کا شکر گذار اور احسان مند بندہ بنتا ہے۔

دوسری تعلیم یہ دی گئی کہ انسان کو اپنے ہر دنیوی سفر کے وقت آخرت کے سفر کو یاد کرنا چاہئے۔ جو ہر حال میں ضرور پیش آکر رہے گا۔ دنیا کے سفر میں سواری کی نعمت و سہولت کو حاصل کر کے آخرت کی نعمت و سہولت کو مستحضر کرے اور یاد کرے کہ آخرت کے سفر کو سہولت کے ساتھ طے کرنے کے لئے ایمان و اعمال صالحہ کے سوا کوئی اور سواری نہ ہوگی۔ لہذا ایمان اور اعمال صالحہ کے لئے ہر آن کوشاں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شب و روز کے ہر لحہ اور ہر آن کی نعمتوں پر ہم کو شکر کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اپنے شکر گذار بندوں میں ہم کو شامل فرمائیں۔

ابھی مشرکین کے اس شرک کی مذمت اور اس کی تردید اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کا ہم کو شکر گزار بندہ بنائیں اور کفران نعمت سے بچائیں۔ قرآن پاک کی تعلیمات کا ہم کو قدر دان اور عامل بنائیں اور کوئی سواری ہو اس پر بیٹھ کر منعم حقیقی کی یاد اور ذکر کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور دنیا میں سفر کر کے ہم آخرت کا سفر یاد کرنے والے ہو جائیں۔ یا اللہ ہم کو توحید حقیقی نصیب فرما اور ہر طرح کے شرک و کفر اور گمراہی سے بچنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰکُمْ بِالْبَنِیْنَ ۝۱۶ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ

کیا خدا نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا۔ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو خدا رحمٰن

مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِیْمٌ ۝۱۷ اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ

کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ کیا جو کہ آرائش میں نشو ونما پائے اور وہ مباحثہ میں

غَیْرُ مُبِیْنٍ ۝۱۸ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ

قوت بیانیہ (بھی) نہ رکھے۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں عورت قرار دے رکھا ہے، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے،

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَیُسْئَلُوْنَ ۝۱۹

ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہوگی۔

اَمِ اتَّخَذَ کیا اس نے بنالیں	مِمَّا یَخْلُقُ اس سے جو اس نے پیدا کیا (مخلوق)	بَنٰتٍ بیٹیاں	وَّ اَصْفٰکُمْ اور تمہیں مخصوص کیا	بِالْبَنِیْنَ بیٹوں کے ساتھ					
وَاِذَا اور جب	بُشِّرَ خوشخبری دی جائے	اَحَدُهُمْ ان میں سے ایک	بِمَا اس کی جو	ضَرَبَ اس نے بیان کیں	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کیلئے				
مَثَلًا مثال	ظَلَّ وَجْهُهٗ ہوجاتا ہے اس کا چہرہ	مُسْوَدًّا سیاہ	وَّهُوَ اور وہ	كَظِیْمٌ پر ازغم	اَوَ کیا	مَنْ جو	یُنَشَّؤُا پرورش پائے		
فِی الْحِلْیَةِ زیور میں	وَهُوَ اور وہ	فِی الْخِصَامِ جھگڑے (بحث مباحثہ) میں	غَیْرُ مُبِیْنٍ غیر واضح	وَجَعَلُوا اور انہوں نے ٹھہرایا	الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتے				
الَّذِیْنَ وہ جو	هُمْ وہ	عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کے بندے	اِنَاثًا عورتیں	اَشَهِدُوْا کیا تم موجود تھے	خَلْقَهُمْ ان کی پیدائش				
	سَتُكْتَبُ ابھی لکھ لیا جائے گا	شَهَادَتُهُمْ انکی گواہی (دعویٰ)	وَیُسْئَلُوْنَ اور ان سے پوچھا جائے گا						

تفسیر و تشریح: اوپر اللہ تعالیٰ کی بعض نعمتوں کا ذکر فرما کر بتلایا گیا تھا کہ انسان کو چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر اس کا شکر ادا کرے لیکن یہ انسان کفر و شرک کر کے صریح ناشکری پر اتر آیا اور اللہ کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگا اور اس سے بڑھ کر گستاخی اور ناشکری کیا ہوگی کہ اللہ کے لئے اولاد تجویز کی جائے جیسا کہ مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ فرشتوں کو عورتیں اور (معاذ اللہ) اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اسی لئے ان کے بت انہوں نے عورتوں کی شکل کے بنا رکھے تھے اور ان کو اپنی دیویاں سمجھ کر پرستش کرتے تھے۔ ان کے اس عقیدہ کی نامعقولیت کو ظاہر کر کے اس کا رد فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ایک تو خالق مطلق کو باپ اور مخلوق کو اولاد قرار دینا ہی خالقیت اور تقاضائے خالقیت کے خلاف ہے۔ کفر بھی ہے اور ناسپاسی بھی اور اس سے بڑھ کر یہ حماقت کہ مشرک اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لئے وہ اولاد تجویز کی کہ جسے خود اپنے لئے ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ اگر اپنے گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے تو اس کی اطلاع ملتے ہی منہ فق پڑ جاتا ہے۔ رنج سے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل میں گھٹ کر رہ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو زندہ بچی کو دفن کر دیتا ہے۔ جیسا کہ چودھویں پارہ سورہ نحل میں ارشاد فرمایا گیا واذا بشر احد هم بالانثیٰ ظل وجهه مسودا وهو كظيم يتوارىٰ من القوم من سوٓء ما بشر به ايمسكه على هون ام يدسه في التراب الا سآء ما يحكمون (اور جب ان میں کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی

جائے تو اس قدر ناراض ہو کہ سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے یعنی تولد دختر اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے اور دل میں اتار چڑھاؤ کرے کہ آیا اس مولود جدید کو ذلت کی حالت پر لئے رہے یا اس کو زندہ یا مار کر مٹی میں گاڑ دے)۔

اسلام کی برکت سے یہ بدرسم جہلائے عرب سے مٹی۔ تو جو اولاد یعنی بیٹی مشرکین کے زعم میں ایسی عیب دار حقیر اور ذلیل ہے۔ وہ اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ گویا معاذ اللہ خدا نے اپنے لئے اولاد بھی رکھی تو گھٹیا اور ناقص۔ اے مشرکین کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ اپنے حصہ میں تو عمدہ اور بڑھیا چیز لگاتے ہو اور خدا کے حصہ میں ناقص اور گھٹیا چیز۔ پھر جو کوئی اولاد چاہتا ہے وہ اس لئے چاہتا ہے کہ ہماری اولاد ہمارے کام آئے پس اگر بفرض محال خدا کو اولاد کی ضرورت ہوئی تو اس کا بھی یہی مقصد ہوتا اور سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اولاد دشمن کے مقابلہ میں باپ کی مدد کرے تو عورتیں نہ باپ کی تلوار سے مدد کرنے کے قابل ہیں۔ نہ زبان سے تو پھر خدا اپنے لئے ایسی ناکارہ اولاد کیسے تجویز کر سکتا ہے کہ جو عادۃً آرائش وزیبائش میں نشو ونما پائے اور گھنے زیور کے شوق میں مستغرق رہے۔ تو ان مشرکین کا یہ کہنا کہ خدا نے (معاذ اللہ) فرشتوں کو بیٹیاں بنایا ہے نہ صرف غلط بلکہ سخت حماقت بھی ہے۔ آگے مشرکین کا ایک اور جھوٹ بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو فرشتوں کو عورتوں کی جنس میں سے خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ نہ مرد ہیں۔ نہ عورت۔ ان کی جنس ہی علیحدہ ہے۔ پھر مشرکین جو یہ دعویٰ کرتے ہیں تو کیا جب اللہ نے فرشتوں کو بنایا تھا تو یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ مرد نہیں عورت بنایا ہے۔ کیا انہوں نے خود دیکھا ہے کہ وہ زنانہ ہیں۔ اگر نہیں تو ان کو زنانہ کیسے کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مشرکوں کی یہ دوسری حماقت ہے کہ وہ ملائکہ کو جو اللہ تعالیٰ کی خالص نورانی مخلوق ہیں ان کو عورت قرار دیتے ہیں۔ ان کی یہ جھوٹی شہادت دفتر اعمال میں لکھی جائے گی اور خدائی عدالت میں جس وقت پیش ہوں گے تب اس کے متعلق ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا؟ اور کہاں سے کہا تھا۔

یہاں ان آیات میں مشرکین عرب کی دو خصلتوں پر مذمت کی گئی۔

اوّل تو یہ کہ وہ اپنے گھر میں لڑکی پیدا ہونے کو اتنا برا جانتے کہ شرمندگی کے سبب چہرہ کا رنگ بدل جاتا اور دل میں اس کی پیدائش سے گھٹتا اور سوچ میں پڑ جاتا کہ لڑکی پیدا ہونے کی ذلت کو برداشت کروں یا اس کو زندہ درگور کر کے پیچھا چھڑاؤں۔

دوسرے یہ جہالت کہ مشرکین جس اولاد کو اپنے لئے پسند نہ کریں اللہ جل شانہٗ کی طرف اسی کو منسوب کریں اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیں۔

یہاں سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ گھر میں لڑکی پیدا ہونے کو مصیبت وذلت سمجھنا جائز نہیں۔ یہ کفار کا فعل ہے اور جاہلیت کی بری رسم تھی۔ علما نے لکھا ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ لڑکی پیدا ہونے سے زیادہ خوشی کا اظہار کرے تاکہ اہل جاہلیت کے فعل پر رد ہو جائے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پیٹ سے پہلے لڑکی پیدا ہو۔ (معارف القرآن جلد ۵۔ سورہ نحل)

اب آگے مشرکین اپنی مشرکانہ گستاخیوں کے جواز میں ایک دلیل عقلی بھی پیش کرتے جو اگلی آیات میں نقل فرما کر پھر اس کا رد بھی فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝۲۰

اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے، ان کو اس کی کچھ تحقیق نہیں، محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں۔

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝۲۱ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ

کیا ہم نے اُن کو اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ یہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے

وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۲۲ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا

اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے راستہ چل رہے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا

قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝۲۳ قٰلَ اَوَلَوْ

کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چلے جارہے ہیں۔ ان کے پیغمبر نے کہا کہ کیا (رسم آبائی ہی کا اتباع کئے جاؤ گے)

جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝۲۴ فَانْتَقَمْنَا

اگرچہ میں اس سے اچھا منزل مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے وہ کہنے لگے کہ ہم تو اس دین کو مانتے ہی نہیں جس کو دے کر تم کو بھیجا گیا ہے۔

مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۵

سو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا۔

وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں	لَوْ شَآءَ اگر چاہتا	الرَّحْمٰنُ رحمٰن (اللہ)	مَا عَبَدْنٰهُمْ ہم نہ عبادت کرتے ان کی	مَا لَهُمْ انہیں نہیں	بِذٰلِكَ اس کا	مِنْ عِلْمٍ کچھ علم	
اِنْ نہیں	هُمْ وہ	اِلَّا مگر۔صرف	يَخْرُصُوْنَ انکل دوڑاتے ہیں	اَمْ کیا	اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے دی انہیں	كِتٰبًا کوئی کتاب	مِّنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل
فَهُمْ بِهٖ سو وہ اس کو	مُسْتَمْسِكُوْنَ تھامے ہوئے ہیں	بَلْ بلکہ	قَالُوْٓا وہ کہتے ہیں	اِنَّا وَجَدْنَآ بیشک ہم نے پایا	اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا		
عَلٰٓى اُمَّةٍ ایک طریقہ پر	وَّاِنَّا اور بیشک ہم	عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ ان کے نقش قدم پر	مُّهْتَدُوْنَ راہ پانے والے چل رہے ہیں	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح			
مَآ اَرْسَلْنَا نہیں بھیجا ہم نے	مِنْ قَبْلِكَ اس سے پہلے	فِيْ قَرْيَةٍ کسی بستی میں	مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈر سنانے والا	اِلَّا مگر	قَالَ کہا		
مُتْرَفُوْهَآ اس کے خوشحال	اِنَّا وَجَدْنَآ بیشک ہم نے پایا	اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا	عَلٰٓى اُمَّةٍ ایک طریقہ پر	وَّاِنَّا اور بیشک ہم	عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ انکے نقش قدم پر		
مُّقْتَدُوْنَ پیروی کرتے ہیں	قٰلَ نبی نے کہا	اَوَ کیا	لَوْ جِئْتُكُمْ اگرچہ میں تمہارے پاس لایا ہوں	بِاَهْدٰى بہتر راہ بتانے والا	مِمَّا اس سے جو		
وَجَدْتُّمْ تم نے پایا	عَلَيْهِ اس پر	اٰبَآءَكُمْ اپنے باپ دادا	قَالُوْٓا وہ بولے	اِنَّا بیشک ہم	بِمَآ اس پر	اُرْسِلْتُمْ بِهٖ جس کے ساتھ تم بھیجے گئے	
كٰفِرُوْنَ انکار کرنیوالے	فَانْتَقَمْنَا تو ہم نے بدلہ لیا	مِنْهُمْ ان سے	فَانْظُرْ سو دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مشرکین کے اس عقیدہ کا رد فرمایا گیا تھا کہ جو معاذ اللہ فرشتوں کو عورتیں اور اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے اور ان کے بت بنا کر ان کی پرستش کرتے۔ اب آگے ان آیات میں مشرکین کا قول جو وہ شرک اور بت پرستی کے جواز میں پیش

کرتے نقل فرما کر اس کا ردّ فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مشرکین اپنی مشرکانہ گستاخیوں اور بت پرستی کے جواز میں ایک عقلی دلیل بھی پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شرک و بت پرستی اگر ایسی ہی بری چیز تھی تو خدا نے ہمیں اس پر قدرت کیوں دی؟ اسے منظور ہوتا تو وہ ہمیں شرک و بت پرستی کرنے ہی نہ دیتا۔ خدا اگر چاہتا تو ہم کو اپنے سوا دوسری چیزوں کی پرستش سے جبرٌا روک دیتا۔ جب ہم برابر کرتے رہے اور نہ روکا تو ثابت ہوا کہ یہ کام اس کو پسند ہے۔ گویا مشرکین کا استدلال یہ تھا کہ چونکہ اس نے ہمیں بت پرستی پر قادر کر دیا اس لئے وہ اس سے راضی بھی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان کو دنیا میں اختیار جو ملا ہے وہ اسے مکلف بنانے ہی کے لئے ملا ہے۔ اسی اختیار کے باعث یہ مستوجب عذاب وثواب ہوتا ہے۔ ورنہ اگر اسے اختیار ہی نہ ہوتا تو انسان کی بالکل ایک مشین کی سی حالت ہوتی اور عذاب وثواب کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہتا۔ تو مشرکین نے اپنی جہالت سے یہ سمجھا کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ چونکہ خدا کی مشیت کے تحت ہو رہا ہے اس لئے ضرور اس کی رضا سے بھی ہو رہا ہے۔ حالانکہ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو دنیا میں کوئی کام اور کوئی چیز بری ہی نہ رہے۔ ہر ایک چور۔ ڈاکو۔ قاتل۔ زانی۔ راشی۔ ظالم یہ ہی کہہ دے کہ خدا چاہتا تو مجھے ظلم وستم۔ چوری۔ ڈاکہ۔ قتل۔ زنا نہ کرنے دیتا جب کرنے دیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس کام سے خوش اور راضی ہے۔ جن برائیوں اور جرموں کو کوئی بھی دنیا میں نیکی اور بھلائی نہیں سمجھتا اس طرز استدلال کی بنا پر تو سب افعال حلال۔ طیب اور خیر ہی ہو جاتے اور سارا عالم خیر محض ہو جاتا۔ اور شر اور برائی کا بیج نہ رہتا۔ الغرض محض دنیا میں اللہ کا کسی کام کو ہونے دینا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اس کام سے راضی

اور خوش بھی ہے۔ چنانچہ مشرکین کی اس دلیل کو اس طرح ردّ فرمایا جاتا ہے کہ یہ جو دلیل بک رہے ہیں یہ کوئی علمی اصول اور تحقیقی بات نہیں یہ محض ان کی اٹکل پچو بات اور بے بنیاد قیاس ہے۔ یہ تو ان مشرکین کے عقلی دلیل کا ردّ ہوا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان کے پاس شرک و بت پرستی کی کوئی نقلی یعنی کتابی دلیل بھی ہے جو یہ اپنے دعوٰی پر رکھتے ہوں؟ کیا خدا کی اتاری ہوئی کوئی کتاب ان کے ہاتھ میں ہے جس میں شرک کا پسندیدہ ہونا لکھا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی سند ان کے پاس نہیں بجز باپ دادا کی رسم کی اندھی تقلید کے۔ ان کے پاس دلیل کے نام سے کوئی چیز نہیں نہ عقلی۔ نہ نقلی۔ بس ان کی سب سے بڑی دلیل جس کو ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے آئے ہیں یہی باپ دادا کی اندھی تقلید ہے۔ امام رازیؒ نے یہاں لکھا ہے کہ باپ دادا کی کورانہ تقلید کی مذمت میں قرآن کریم میں اگر کسی اور جگہ بھی کچھ نہ فرمایا گیا ہوتا جب بھی یہی آیات بالکل کافی تھیں۔ آج مسلمانوں میں غیر شرعی رسموں کی پابندی محض اس بنا پر کی جاتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا سے اس رسم کو ہوتے ہوئے دیکھتے آئے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ کسی کام کے اچھے برے ہونے کی یہ دلیل کافی نہیں کہ محض باپ دادا کے وقت سے یہ کام ہوتا آ رہا ہے۔ بلکہ قرآن و حدیث اور شریعت اسلامیہ کی روشنی میں اس کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جس طرح یہ مشرکین بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل اپنی رسم قدیم کو سند لاتے ہیں اسی طرح آپ سے پہلے بھی جس بستی میں جس پیغمبر کو بھیجا گیا تو اس بستی کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو جس طریق پر پایا اسی راستہ پر ان کے پیچھے ہم چل رہے ہیں۔ جس پر

اس بستی میں آنے والے پیغمبر نے کہا کہ تم رسم آبائی ہی کا اتباع کئے جاؤ گے اگرچہ تمہارے باپ دادا کا طریق زندگی غلط رہا ہو۔ میں تو تمہارے پاس ایسی صحیح تعلیم لے کر آیا ہوں اور وہ ضابطۂ حیات بتا رہا ہوں اور وہ طریقۂ زندگی سکھا رہا ہوں جو تمہارے باپ دادا کے طریقہ سے کہیں زیادہ بہتر اور منزل مقصود پر پہنچانے والا ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی تم باپ دادا ہی کے طریقہ پر چلتے رہو گے اور میری ہدایت اور تعلیم کو نہیں مانو گے۔ جس پر مشرکوں نے پیغمبر کو جواب دیا کہ کچھ بھی ہو ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے اور پرانا آبائی طریقہ ترک نہیں کر سکتے۔ تم جس پیام ہدایت کے لانے والے ہو ہم کو اس سے انکار ہے یعنی نہ ہم کو اس کا یقین ہے کہ خدا نے تم کو یہ پیام پہنچانے اور اس طرح ہدایت کرنے پر مقرر کیا ہے نہ اس تعلیم کو ہم باپ دادا کے طریقہ کے مقابلہ میں صحیح اور مفید سمجھتے ہیں۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ اس سرکشی اور غلط روی کا نتیجہ آخر یہی نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور انبیاء کا مقابلہ کرنے والے اور ان کی تکذیب کرنے والے آخر ہلاک۔ تباہ و برباد کئے گئے۔ ان کی حکومت۔ ان کی طاقت۔ ان کی کثرت۔ ان کی صنعت۔ ہر چیز تباہ ہو کر رہ گئی۔

اب یہاں چونکہ باپ دادا کی تقلید اور ان کے طریقہ پر چلنے کا ذکر آ گیا اس لئے آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مشرکین کو سنایا جاتا ہے کہ اگر باپ دادا ہی کی تقلید کرنی ہے تو اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کرو جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو جو تعلیم و ہدایت کتاب و سنت سے ملی ہے اسی کے موافق ہم کو اپنا عقیدہ اور عمل رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور دین میں بے تحقیق باتوں پر عمل کرنے سے بچایئے۔ دین میں جو غلط باتیں محض باپ دادا کی رسم کی بنیاد پر چل گئی ہیں۔ یا اللہ ان کی تقلید سے ہم کو بچایئے اور کتاب و سنت کی تعلیم کے موافق چلنا نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! دین میں جو طرح طرح کی بدعات اور رسوم غیر شرعی اب ایجاد کر لئے گئے ہیں ان کے اتباع سے ہم کو بچایئے اور وہ صراط مستقیم جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور جس پر خود چل کر دکھلا دیا اور جس کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتباع کیا۔ اور ائمہ دین۔ سلف صالحین نے جس کا اتباع کیا۔

یا اللہ ہم کو بھی اسی صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرما تا کہ ہم آپ کی اور آپ کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ

اور جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں (کی عبادت سے) بیزار ہوں جنکی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا

سَیَهْدِیْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ

پھر وہی مجھ کو راہنمائی کرتا ہے۔اور وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تاکہ لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں۔ بلکہ میں نے ان کو

وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا

اور ان کے باپ داداوں کو (دنیا کا) خوب سا سامان دیا یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف بتلانے والا رسول آیا۔اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا تو کہنے لگے یہ تو جادو ہے

بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾

اور ہم اس کو نہیں مانتے۔اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	اِبْرٰهِیْمُ ابراہیم	لِاَبِیْهِ اپنے باپ کو	وَقَوْمِهٖٓ اور اپنی قوم	اِنَّنِیْ بیشک میں	بَرَآءٌ بیزار	
مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اس سے جس کی تم پرستش کرتے ہو	اِلَّا الَّذِیْ مگر وہ جس نے	فَطَرَنِیْ مجھے پیدا کیا	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	سَیَهْدِیْنِ جلد مجھے ہدایت دیگا			
وَجَعَلَهَا اور اس نے کیا اس کو	كَلِمَةً بات	بَاقِیَةً باقی رہنے والی	فِیْ عَقِبِهٖ اپنی نسل میں	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	یَرْجِعُوْنَ رجوع کرتے ہیں		
بَلْ مَتَّعْتُ بلکہ میں نے سامانِ زیست دیا	هٰٓؤُلَآءِ انکو	وَاٰبَآءَهُمْ اور انکے باپ دادا	حَتّٰی یہاں تک کہ	جَآءَهُمُ آگیا انکے پاس	الْحَقُّ حق (قرآن)		
وَرَسُوْلٌ اور رسول	مُّبِیْنٌ صاف صاف بیان کرنیوالا	وَلَمَّا اور جب	جَآءَهُمُ آگیا انکے پاس	الْحَقُّ حق	قَالُوْا وہ کہنے لگے	هٰذَا یہ	سِحْرٌ جادو
وَاِنَّا اور بیشک ہم	بِهٖ اس کے	كٰفِرُوْنَ انکار کرنیوالے	وَقَالُوْا اور وہ بولے	لَوْلَا نُزِّلَ کیوں نہ اتارا گیا	هٰذَا الْقُرْاٰنُ یہ قرآن	عَلٰی رَجُلٍ کسی آدمی پر	
مِّنَ سے	الْقَرْیَتَیْنِ دو بستیاں	عَظِیْمٍ بڑے					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ شرک اور بت پرستی کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل ان کفار مکہ ومشرکین عرب کے پاس نہیں بجز اس کے کہ وہ اپنے باپ دادا کے پرانے طریقہ پر چلتے ہیں اور پہلی قوموں کے مشرکین نے بھی اپنے اپنے پیغمبروں سے یہی کہا کہ ہم تو وہی کرتے ہیں جو ہمیشہ سے ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔تو اس کورانہ باپ دادا کے رسم کی تقلید کی مذمت فرمائی گئی تھی۔اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ عقل مند آدمی باپ دادا کے غلط راستہ پر کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔اور اس کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور مشرکین عرب کو جتلایا جاتا ہے کہ دیکھو حضرت ابراہیمؑ جو تمہارے مسلم پیشوا ہیں انہوں نے اپنے باپ کی غلط راہ دیکھ کر چھوڑ دی تھی۔تم اگر اپنے باپ دادا کی تقلید ہی پر مرتے ہو تو اپنے اس جد امجد کی راہ پر چلو جس نے دنیا میں حق وصداقت کا جھنڈا اگاڑ دیا تھا اور نہ صرف اپنی ذات سے توحید پر عامل تھے بلکہ اپنی اولاد کو بھی وصیت کر گئے تھے کہ میرے بعد ایک خدا کی بندگی کے سوا کسی کو نہ پوجنا۔تو کفار مکہ اور مشرکین عرب کو یہ جتلایا جا رہا ہے کہ تم نے اپنے بڑوں کی تقلید اختیار بھی کی تو اس کے لئے اپنے بہترین اسلاف کو چھوڑ کر بدترین اسلاف کا انتخاب کیا کہ حضرت ابراہیم واسماعیلؑ کی اولاد ہوتے ہوئے ان کے طریقہ کو چھوڑ کر بت پرست قوموں

سے شرک و بت پرستی سیکھ لی۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقیدہ اور قول بیان فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے صاف کہہ دیا تھا کہ تم جن بتوں کی پرستش کرتے ہو میرا ان سے کوئی تعلق اور سروکار نہیں۔ میرا تعلق صرف اس ایک وحدہ لا شریک سے ہے کہ جو میرا پیدا کرنے والا ہے اور وہی انسان کی صحیح رہنمائی کرنے والا ہے۔ ان بتوں نے نہ مجھے پیدا کیا اور نہ کسی معاملہ میں رہنمائی کر سکتے ہیں اس لئے ان سے میرا کوئی تعلق نہیں اس لئے میں تمہارے جاہلانہ مذہب کی پیروی نہیں کر سکتا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے یہ جتلایا گیا کہ دیکھو اگر آنکھ بند کر کے حق و باطل کی تمیز کئے بغیر باپ دادا کی تقلید کرنا درست ہوتا تو حضرت ابراہیمؑ بھی اس آبائی تقلید کی پیروی کرتے جس کا انہوں نے صاف انکار کر دیا جس سے ظاہر ہوا کہ باپ دادا کی پیروی کرنے سے پہلے آدمی کو آنکھیں کھول کر دیکھ لینا اور عقل سے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ باپ دادا صحیح راستہ پر بھی ہیں یا نہیں۔ اگر معقول دلیل سے یہ ظاہر ہو کہ باپ دادا غلط راستہ پر تھے تو ان کی پیروی چھوڑ کر وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ جو دلیل کی رو سے حق ہو غرض کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو خود بھی توحید کے معتقد تھے اور اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدہ کو قائم رکھنے کی وصیت کر گئے تھے مگر افسوس کہ ان کی نسلوں نے ان کی میراث توحید تو حاصل نہ کی اور ان کی وصیت پر نہ چلے بلکہ اللہ نے جو دنیا کا سامان اور مال و دولت دیا تھا اس کے مزوں میں پڑ کر خداوند قدوس کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے یہاں تک کہ ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنا وہ پیغمبر بھیجا جس کی پیغمبری بالکل روشن اور واضح ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے سچا دین پہنچایا۔ قرآن پڑھ کر سنایا۔ اللہ کے احکام سے مطلع کیا۔ کھلے ہوئے معجزات دکھلا کر راہ حق پیش کی مگر بدبختوں نے اللہ کے رسول کو جادوگر قرار دیا۔ قرآن کو جادو بتلایا اور پیغمبر خدا کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تو ان منکرین نے قرآن کی نسبت تو یہ کہا کہ یہ جادو ہے ہم اس کو نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہنے لگے کہ یہ قرآن اگر کلام الٰہی ہے اور واقعی خدا کو کوئی رسول بھیجنا تھا تو ہمارے مرکزی شہر مکہ و طائف میں سے کسی بڑے رئیس دولت مند آدمی کو اس غرض کے لئے منتخب ہونا تھا۔ سارے عرب میں رسول بنانے کے لئے کیا خدا کو ایسا ہی ایک شخص ملا جو یتیم پیدا ہوا۔ جس نے بکریاں چرائیں۔ جس کے کوئی مال و دولت کا انبار یا سرداری بھی نہیں۔ گویا کافروں کو اوّل تو نبوت تسلیم ہی نہ تھی قومی رسم و رواج۔ اجتماعی دستور۔ اور باپ دادا کی تقلید اور طریقہ زندگی ان کی نظر میں معیار صداقت تھی لیکن بادل ناخواستہ اگر وہ ضرورت نبوت کو تسلیم کر بھی لیتے تو استحقاق نبوت اور محل نبوت ہونے کا معیار ان کے نزدیک صرف مال و دولت کی کثرت۔ قوم کی سیادت اور دنیوی وجاہت تھی اس لئے مکہ کے کافر کہتے تھے کہ طائف یا مکہ کے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہ نازل ہوا اور دونوں بستیوں کے مشہور و معروف سرداروں میں سے کسی کو پیغمبر کیوں نہیں بنایا گیا۔

ان آیات کے تحت علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی گمراہ۔ بدعمل یا بدعقیدہ جماعت یا گروہ کے درمیان رہتا ہے اور خاموش رہنے کی صورت میں یہ اندیشہ ہے کہ اس کو بھی اس گروہ یا جماعت کا ہم خیال اور ہم عقیدہ سمجھا جائے گا تو محض اپنے عقیدے اور عمل کا درست کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس گروہ اور جماعت کے بدعقائد اور بداعمال سے اپنی براءت کا اظہار بھی ضروری ہے جیسا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول و فعل سے ظاہر ہے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ اپنے عقائد و اعمال کو مشرکین سے عملاً ممتاز کر لیا بلکہ زبان سے بھی براءت کا برملا اظہار فرمایا (معارف القرآن) اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس اتباع کی توفیق نصیب فرمائیں۔

پھر جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق جو یہ فرمایا

وجعلها كلمة باقية في عقبه یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اس عقیدہ توحید کو جس کے وہ معتقد تھے وصیت کے ذریعہ اس عقیدہ کو اپنی اولاد میں بھی ایک قائم رہنے والی بات کر گئے۔ مطلب یہ کہ اپنے عقیدہ توحید کو انہوں نے اپنی ذات ہی تک محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدہ پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اپنی ذات کے علاوہ اپنی اولاد کو دین صحیح پر کار بند کرنے اور قائم رکھنے کی فکر بھی انسان کے فرائض میں داخل ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن کریم نے بتایا ہے کہ انہوں نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو دین صحیح پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی لہٰذا جس صورت سے ممکن ہو اولاد کے اعمال واخلاق کی اصلاح میں اپنی پوری کوشش صرف کر دینا ضروری بھی ہے اور انبیاء کی سنت بھی اور یوں تو اولاد کی اصلاح کے بہت سے طریقے ہیں جنہیں حسب موقع اختیار کیا جاسکتا ہے لیکن حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اولاد کی اصلاح کے لئے سب سے زیادہ کارگر عمل یہ ہے کہ والدین ان کی دینی اصلاح کے لئے دعاء کا اہتمام کریں افسوس ہے کہ اس آسان تدبیر سے آج کل غفلت عام ہوتی جارہی ہے اور اس کے انجام بد کا مشاہدہ خود والدین کرتے رہتے ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس غفلت سے بچائیں اور اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے دل سے دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

خلاصہ یہ کہ اوّل تو مشرکین عرب یہی باور کرنے پر تیار نہ تھے کہ اللہ کا کوئی رسول انسان ہوسکتا ہے چنانچہ ان کا یہ اعتراض قرآن کریم نے متعدد جگہ ذکر فرمایا کہ کفار کہتے ہیں کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول کیسے تسلیم کرلیں جب کہ وہ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں اپنی ضروریات کے لئے چلتے پھرتے ہیں لیکن جب حق تعالیٰ نے اس اعتراض کے جواب میں متعدد آیات قرآنی کے ذریعہ یہ واضح کردیا کہ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ دنیا میں جتنے بھی اللہ کے انبیاء اور رسول آئے وہ سب انسان ہی تھے۔ تو اب مشرکین یہ اعتراض کرنے لگے کہ اگر کسی انسان ہی کو نبوت خدا کو سونپنی تھی اور اپنی کتاب اس پر نازل کرنی تھی تو یہ منصب مکہ یا طائف کے کسی بڑے دولت مند۔ اور صاحب جاہ وریاست کو کیوں نہیں دیا گیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مالی اعتبار سے کوئی بڑے صاحب حیثیت نہیں؟ یہ چونکہ مال وریاست نہیں رکھتے اس لئے پیغمبر نہیں ہوسکتے۔ کفار کے اس شبہ کی تردید اور ان کے اس اعتراض کا جواب حق تعالیٰ نے اگلی آیات میں ظاہر فرمایا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو توحید کی نعمت عطا فرمائی ہے تو زندگی کے آخری لمحہ تک ہم کو سچی توحید پر قائم رکھیں۔

یا اللہ اپنے کرم سے ہماری نسلوں کو بھی توحید خالص پر قائم رکھئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک جو یہ قرآن عظیم پہنچا ہے تو اس پر ایمان کے ساتھ عمل کی بھی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ ہم کو اور ہماری نسلوں کو قرآنی تعلیمات اور ہدایات نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پورا پورا متبع اور تابعدار بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا

کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، دنیوی زندگی میں ان کی روزی ہم نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر

بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا ؕ وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴿۳۲﴾

رفعت دے رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں۔

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ يَّكۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُيُوۡتِهِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّةٍ

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جاویں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کیلئے ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے

وَّمَعَارِجَ عَلَيۡهَا يَظۡهَرُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوۡتِهِمۡ اَبۡوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيۡهَا يَتَّكِـُٔوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخۡرُفًا ؕ وَاِنۡ كُلُّ

اور زینے بھی جن پر وہ چڑھا کرتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی، اور یہ سب کچھ بھی نہیں

ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَالۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ رَبِّكَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۳۵﴾

صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے، اور آخرت آپ کے رب کے ہاں خدا ترسوں کیلئے ہے۔

اَهُمۡ کیا وہ	يَقۡسِمُوۡنَ تقسیم کرتے ہیں	رَحۡمَتَ رحمت	رَبِّكَ تمہارا رب	نَحۡنُ ہم	قَسَمۡنَا ہم نے تقسیم کی	بَيۡنَهُمۡ انکے درمیان	مَّعِيۡشَتَهُمۡ انکی روزی
فِى میں	الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا دنیا کی زندگی	وَرَفَعۡنَا اور ہم نے بلند کئے	بَعۡضَهُمۡ ان میں سے بعض (ایک)	فَوۡقَ بَعۡضٍ بعض (دوسرے) پر	دَرَجٰتٍ درجے		
لِّيَتَّخِذَ تاکہ بنائے	بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا ان میں سے بعض (ایک) دوسرے کو	سُخۡرِيًّا خدمتگار	وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ اور تمہارے رب کی رحمت	خَيۡرٌ بہتر			
مِّمَّا اس سے جو	يَجۡمَعُوۡنَ وہ جمع کرتے ہیں	وَلَوۡلَاۤ اور اگر (یہ) نہ ہوتا	اَنۡ يَّكُوۡنَ کہ ہو جائیں گے	النَّاسُ تمام لوگ	اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت (طریقہ)		
لَّجَعَلۡنَا تو ہم بناتے	لِمَنۡ يَّكۡفُرُ ان کیلئے جو کفر کرتے ہیں	بِالرَّحۡمٰنِ رحمٰن (اللہ) کا	لِبُيُوۡتِهِمۡ ان کے گھروں کیلئے	سُقُفًا چھت	مِّنۡ فِضَّةٍ چاندی سے۔ کی		
وَّمَعَارِجَ اور سیڑھیاں	عَلَيۡهَا جن پر	يَظۡهَرُوۡنَ وہ چڑھتے	وَلِبُيُوۡتِهِمۡ اور ان کے گھروں کیلئے	اَبۡوَابًا دروازے	وَّسُرُرًا اور تخت	عَلَيۡهَا جن پر	
يَتَّكِـُٔوۡنَ وہ تکیہ لگاتے	وَزُخۡرُفًا اور آرائش کرتے	وَاِنۡ اور نہیں	كُلُّ ذٰلِكَ یہ سب	لَمَّا مگر	مَتَاعُ پونجی	الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا دنیا کی زندگی	
	وَالۡاٰخِرَةُ اور آخرت	عِنۡدَ رَبِّكَ تمہارے رب کے نزدیک	لِلۡمُتَّقِيۡنَ پرہیزگاروں کیلئے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا اور اس کا اعجاز ظاہر ہوا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے۔ یہ تو انہوں نے قرآن کی نسبت کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے کہ یہ قرآن اگر کلام الٰہی ہے تو عرب کی مشہور دو بستیاں یعنی مکہ و طائف کے رہنے والے کسی مشہور بڑے آدمی اور سردار پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ یعنی ان کے نزدیک رسول کے لئے دنیوی وجاہت اور مال و دولت کی کثرت اور قوم کی سرداری و سیادت کا مالک ہونا ضروری تھا اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہراً مال و دولت اور ریاست نہیں رکھتے تھے اس وجہ سے کفار شبہ کرتے کہ آپ پیغمبر نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ کفار کے اس شبہ کا رد فرماتے ہیں اور ان آیات میں اس کے جواب میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تقسیم ان کے قبضہ میں ہے کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں؟ کیا منصب نبوت و

رسالت کی تقسیم ان کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے کہ جو انتخاب پر بحث کر رہے ہیں؟ یعنی ان کو وہ حق کہاں سے پہنچ گیا کہ یہ جس کو تجویز کریں اس کو نبوت دی جائے اور جس کو یہ تجویز نہ کریں اس کو نہ دی جانی چاہئے؟ مطلب یہ کہ ان منکرین کو یہ کہنے کا کوئی حق ہی نہیں کہ فلاں پر قرآن کیوں اتارا گیا اور فلاں پر کیوں نہ اتارا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت ہے اور اسے وہی خوب جانتا ہے کہ اس کی رسالت کا صحیح معنیٰ میں کون حق دار ہے۔ یہ نعمت و رحمت اسی کو دی جاتی ہے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پاک دل اور سب سے بڑھ کر پاک نفس ہو۔ نبوت جو اللہ کا سب سے بڑا عطیہ ہے اور خاص الخاص رحمت وعنایت ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ہی اپنے ہمہ گیر علم کی مناسبت سے موزوں ترین شخصیت کو اس منصب پر مامور فرماتا ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت تو خیر بہت ہی بڑی چیز ہے۔ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے جو عام ذرائع۔ سامان زندگی اور مال و دولت کی تقسیم ہے وہ بھی کسی اور کے حوالہ یا اور کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا گیا۔ اس کا انتظام اور تقسیم بھی قدرت نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ کسی کو مال دار بنایا تو کسی کو غریب رکھا۔ کسی کو خوبصورت بنایا تو کسی کو بدصورت بنایا۔ کسی کو قوت و طاقت دے کر قوی ہیکل بنایا تو کسی کو ناداری اور کمزوری دے کر کمزور وضعیف بنایا۔ کسی کو صحیح و سالم اعضاء دیئے تو کسی کو اپاہج۔ لولا۔ لنگڑا گونگا بہرا بنایا کوئی امیر زادہ ہے تو کوئی فقیر زادہ۔ کوئی حاکم ہے تو کوئی محکوم۔ کوئی آقا ہے تو کوئی خدمت گار۔ غرض کہ فرق و تفاوت کے ساتھ انسانوں کو معاشی حیثیت سے مختلف درجات کار کھا اور جس کو جتنا اور جو چاہا عطا کیا اور جس سے جو اور جب چاہا چھین لیا اس طرح ایک کو دوسرے پر رفعت دی اور حکمت اس میں یہ ہے کہ عالم کا انتظام قائم رہے اور ایک دوسرے کا کام کرتا رہے۔ الغرض کہ دنیوی معیشت اور سامان زندگی کی تقسیم بھی حق تعالیٰ نے اپنی ہی قدرت میں رکھی ہے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کہہ سکے کہ فلاں کو اتنا کیوں دیا اور فلاں کو اتنا کیوں نہ دیا پس اسی طرح رسالت کے باب میں یہ حق نہیں ہوسکتا کہ کوئی یوں کہے کہ فلاں کو پیغمبری کیوں دی اور فلاں کو کیوں نہ دی۔ جب اللہ نے دنیا کی روزی۔ اور دنیا کا مال و جاہ اور ساز و سامان کسی کی تجویز پر نہیں بانٹا۔ تو نبوت و رسالت کا شرف تو کہیں اعلیٰ ہے اس میں کسی کے اختیار کو کیا دخل ہوسکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی حکمت و دانائی سے جانتے ہیں کہ ان بستیوں میں کون ایسے مرتبہ والا شخص ہے کہ جسے رسالت کا عہدہ دیا جا سکے۔ آگے دنیا کے مال و دولت اور مادّی ساز و سامان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بے وقعت اور حقیر ہونا بیان فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس دنیوی مال و دولت کی کوئی وقعت وقدر نہیں نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب الٰہی کی دلیل ہے یہ تو عند اللہ ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں یہ مال و دولت کافروں کو اتنا دے دیتا کہ ان کے پاس سونے اور چاندی کا انبار لگا دیتا۔ ان کے مکان کی چھتیں۔ دروازہ اور چوکھٹ اور تخت اور چوکیاں سب سونے اور چاندی کی بنا دیتا مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے۔ عموماً لوگ کفر کا راستہ اختیار کر لیتے اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ سرد پانی کا نہ دیتا۔ آگے اس دنیا کے مال و دولت کے حقیر ہونے کی ایک وجہ جو نہایت ظاہر ہے وہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ سب دنیا کا ساز سامان جس کا ذکر ہوا یہ صرف دنیا کی چندروزہ زندگی کی بہار کے لئے ہے۔ پھر فنا اور آخر فنا ہے۔ قابل قدر اور قابل طلب تو صرف آخرت ہے جو دائمی اور ابدی ہے اور جو تقویٰ یعنی ایمان اور عمل صالحہ سے حاصل ہوتی ہے۔ آخرت کی بھلائیاں انہی کے لئے ہیں جو دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں اور ڈر ڈر کر زندگی گذارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے متقی بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔آمین۔اب ان آیات سے بعض امور خاص طور پر ظاہر ہوتے ہیں:۔

ایک تو یہ کہ دنیا میں معاشی تقسیم یونہی الل ٹپ اور انکل پچو نہیں۔ بلکہ ایک خاص نظام تکوینی اور مشیت الٰہی کے ماتحت چل رہی ہے۔

دوسرے معاشی حیثیت سے بھی مراتب و درجات کا فرق بالکل طبعی وفطری ہے کوئی دولت مند ہوگا کوئی نادار۔کوئی حاکم ہوگا کوئی محکوم۔کوئی افسر و آقا ہوگا تو کوئی ماتحت اور خادم۔

تیسرے یہ کہ دنیا اور اس کا سارا ساز و سامان اللہ کے ہاں نہایت حقیر اور بے وقعت ہے اور مال وزر کی افراط وکثرت اکثر وبیشتر نقصان اور حرمان آخرت ہی کا باعث ہوتی ہے۔

چوتھے چاندی اور سونے کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے کہ جو چیز دنیا میں کافروں کے لئے سزاوار ہے وہ مومن کی پسند نہ ہونا چاہئے۔چنانچہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ریشم اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتنوں میں پانی پیو۔اور نہ ان کی رکابیوں میں کھاؤ۔اس لئے کہ یہ دنیا میں کفار کا سامان ہے اور ہمارے لئے آخرت میں ہے ان آیات سے قوم کے ان نام نہاد ''مصلحین'' اور بہی خواہان ترقی کے دل دادوں کی روش پر بھی روشنی پڑگئی جو دن رات اپنی تحریر و تقریر میں اٹھتے اور بیٹھتے یورپ اور امریکہ کے مال و دولت اور ساز سامان زندگی کا ذکر للچائی ہوئی زبان میں کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کو اس طرح ترغیب دیتے رہتے ہیں کہ جیسے زرداری ہی ترقی کی معراج ہے۔ان کے عیش وآرام اور ان کی دولت مندی کو دیکھ کر للچانا اور اس کی حرص کرنا یہ ایک مسلمان کے لئے حقیقت شناسی سے بہت بعید بات ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی پر آپ لیٹے ہوئے ہیں۔اور اس کے اور آپ کے جسم مبارک کے درمیان کوئی بستر نہیں ہے۔اور چٹائی کی بناوٹ نے آپ کے پہلوئے مبارک پر گہرے نشانات ڈال دیئے ہیں۔اور سرہانے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔یہ حالت دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ حضور! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ آپ کی امت کو فراخی اور خوش حالی عطا فرمائے۔روم اور فارس والوں کو بھی اللہ نے فراخی دی ہے۔حالانکہ وہ تو خدا پرست بھی نہیں ہیں۔آپ نے فرمایا اے ابن خطاب! تم ابھی اس حال میں اور اس خیال میں ہو! یہ سب تو وہ لوگ ہیں (جو اپنی خدا فراموشی اور کافرانہ زندگی کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم و بےنصیب کئے گئے ہیں۔اور اس لئے ان کی وہ لذتیں جو اللہ ان کو دینا چاہتا تھا اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہیں۔اور ایک روایت میں حضورؐ کا جواب اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے عمرؓ تم اس پر راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا کا عیش ہو۔اور ہمارے لئے آخرت کا عیش۔(بخاری ومسلم)

معلوم ہوا مسلمان کو تو فکر وطلب بس آخرت کی ہونی چاہئے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔یہ دنیا تو بس چندروزہ قیام کی سرائے ہے کیا یہاں کی تکلیف اور کیا یہاں کا عیش وآرام۔مگر یہ تو اسی کی سمجھ میں بات آسکتی ہے جو دین وآخرت کو اپنا مقصد زندگی سمجھتا ہو۔اور جس نے مقصد زندگی روٹی کپڑا مکان بنالیا وہ تو ان آخرت کے متوالوں کو احمق اور دیوانہ ہی کہے گا۔لیکن ان دنیا کے پرستاروں کا انجام اگلی آیات میں کھول کر بیان فرمایا گیا ہے جو ہوش کے کانوں سے سننے کے قابل ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝٣٦ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ

اور جو شخص اللہ کی نصیحت سے اندھا بن جاوے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ ان کو راہ (حق) سے روکتے رہتے ہیں،

عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝٣٧ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ

اور یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ (راست) پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا تو (اس شیطان سے) کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان میں

بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝٣٨ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ

مشرق و مغرب کے برابر فاصلہ ہوتا کہ تو بُرا ساتھی تھا۔ اور جب کہ تم (دنیا میں) کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آوے گی کہ تم سب عذاب میں

مُشْتَرِكُوْنَ ۝٣٩ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٤٠

شریک ہو۔ سو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی میں ہیں راہ پر لا سکتے ہیں۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝٤١ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ

پس اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھا لیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (بھی) دکھلا دیں تب بھی ہم کو ان پر

مُّقْتَدِرُوْنَ ۝٤٢ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْٓ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤٣ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ

ہر طرح کی قدرت ہے۔ تو آپ اس قرآن پر قائم رہئے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے، آپ بیشک سیدھے راستہ پر ہیں۔ اور یہ قرآن آپ کیلئے اور آپ کی

وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝٤٤ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ۙ اَجَعَلْنَا

قوم کیلئے بیشک بڑے شرف کی چیز ہے، اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے۔ اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کیا ہم نے

مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝٤٥

خدائے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جاوے۔

وَمَنْ اور جو	يَعْشُ شب کوری کرے	عَنْ سے	ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کی یاد	نُقَيِّضْ ہم مقرر (مسلط) کر دیتے ہیں	لَهٗ اس کیلئے	
شَيْطٰنًا ایک شیطان	فَهُوَ تو وہ	لَهٗ اس کا	قَرِيْنٌ ساتھی	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	لَيَصُدُّوْنَهُمْ البتہ وہ روکتے ہیں انہیں	عَنِ السَّبِيْلِ راستہ سے
وَيَحْسَبُوْنَ اور وہ گمان کرتے ہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ	مُّهْتَدُوْنَ ہدایت یافتہ	حَتّٰٓى یہاں تک	اِذَا جب	جَآءَنَا وہ آئیں گے ہمارے پاس	قَالَ وہ کہے گا
يٰلَيْتَ اے کاش	بَيْنِىْ میرے درمیان	وَبَيْنَكَ اور تیرے درمیان	بُعْدَ دوری	الْمَشْرِقَيْنِ مشرق و مغرب	فَبِئْسَ تو بُرا	الْقَرِيْنُ ساتھی
وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ اور ہرگز نفع نہ دیگا تمہیں	الْيَوْمَ آج	اِذْ ظَّلَمْتُمْ جب ظلم کیا تم نے	اَنَّكُمْ یہ کہ	تم فِى الْعَذَابِ عذاب میں	مُشْتَرِكُوْنَ مشترک ہو	
اَفَاَنْتَ تو کیا آپ	تُسْمِعُ سنائیں گے	الصُّمَّ بہروں	اَوْ تَهْدِى یا راہ دکھائیں گے	الْعُمْىَ اندھوں	وَمَنْ كَانَ اور جو ہو	فِىْ میں
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ صریح گمراہی	فَاِمَّا پھر اگر	نَذْهَبَنَّ لے جائیں	بِكَ آپ کو	فَاِنَّا تو بیشک ہم	مِنْهُمْ ان سے	مُّنْتَقِمُوْنَ انتقام لینے والے

اَوْ نُرِيَنَّكَ یا ہم دکھادیں تمہیں	الَّذِیْ وہ جو	وَعَدْنٰهُمْ ہم نے وعدہ کیا ان سے	فَاِنَّا تو بیشک ہم	عَلَيْهِمْ ان پر	مُّقْتَدِرُوْنَ قدرت رکھنے	
والے (قادر) ہیں	فَاسْتَمْسِكْ پس آپ مضبوطی سے تھام لیں	بِالَّذِیْٓ وہ جو	اُوْحِیَ وحی کیا گیا	اِلَيْكَ آپ کی طرف	اِنَّكَ بیشک آپ	عَلٰی پر
صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ	لَذِكْرٌ نصیحت (نامہ)	لَّكَ آپ کیلئے	وَلِقَوْمِكَ اور آپ کی قوم کیلئے	وَسَوْفَ اور عنقریب
تُسْئَلُوْنَ تم سے پوچھا جائیگا	وَسْئَلْ اور پوچھ لیں	مَنْ جو	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے	مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے	مِنْ رُّسُلِنَآ ہمارے رسولوں میں سے	
	اَجَعَلْنَا کیا ہم نے مقرر کئے	مِنْ سے	دُوْنِ الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کے سوا	اٰلِهَةً کوئی معبود	يُّعْبَدُوْنَ اُن کی عبادت کی جائے	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین کا تذکرہ ہوا تھا جن کے نزدیک دنیوی مال و دولت ہی عزت و افتخار کی چیز ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ مال و دولت ایک بے حقیقت اور حقیر چیز ہے جو دنیا میں اللہ کے نہ ماننے والوں کو افراط کے ساتھ مل جاتی ہے اور جتنا اب اللہ نے کافروں کو دنیا میں دے رکھا ہے اس سے بھی زیادہ زرو دولت کی بارش کافروں پر کردی جاتی حتیٰ کہ ان کے گھر چھتیں اور دروازہ اور دوسرا ساز و سامان سونے چاندی کا بنادیا جاتا مگر اس لئے ایسا نہیں کیا گیا کہ پھر اکثر لوگ مال و دولت کے لالچ میں کفر ہی کو اختیار کرنے لگتے۔ نیز بتلایا گیا تھا کہ نادانو یہ دنیوی ساز و سامان فقط دنیا ہی میں گزارے کے لئے ہے اور آخرت کی زندگی اصل ہے جو دائمی اور ابدی ہے اور وہاں کا آرام و راحت انہی کو نصیب ہوگا جو دنیا میں تقویٰ یعنی پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر اس کے پیچھے پڑ جانا اور آخرت اور اللہ کی طرف سے اندھے بن جانا یہ گمراہی کی جڑ اور انتہا ہے۔ چنانچہ خدا کی یاد اور اس کی نصیحتوں سے غفلت کا قانونی انجام یہ بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص بھی سچی نصیحت اور یادالٰہی سے اعراض کرتا رہتا ہے تو اس پر ایک شیطان خصوصی طور سے مسلط کردیا جاتا ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ لگا رہتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے اس کے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور راہ حق سے روکتا رہتا ہے اور یہ شیطان پھر جہنم تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ شیاطین ان نادانوں کو نیکی اور حق کی راہ سے روکتے رہتے ہیں مگر ان کی عقلیں ایسی مسخ ہوجاتی ہیں کہ اسی کو ٹھیک راستہ سمجھتے ہیں اور نیکی و بدی کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ ایسے غافل لوگوں پر شیطان ایسا قابو کر لیتا ہے اور ان کے دل میں ایسا خیال جما دیتا ہے کہ وہ باوجود راہ حق سے دور ہونے کے یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری روش بہت اچھی ہے اور ہم صحیح راہ پر قائم ہیں اور راہ راست پر چل رہے ہیں ایسے غافل اور نادانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ خدا کے ہاں پہنچ کر قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے حاضری ہوگی تو وہاں معاملہ کھل جائے گا اور اس وقت اپنی غلطی معلوم ہوجائے گی کہ دنیا میں وہ شیطان جو اس کا ہر وقت کا ساتھی تھا اس وقت حسرت اور ندامت سے یہ نادان غافل کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ یعنی بے انتہا دوری ہوتی میں دنیا میں تیری کوئی بات نہ سنتا اور ایک لحہ تیری صحبت میں نہ گزرتا۔ یعنی دنیا میں تو غافل انسان شیطان کے مشورہ پر چلتا ہے اور قیامت میں اس کی صحبت اور رفاقت سے پچھتائے گا آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں تو یہ حال ہے کہ جس مصیبت میں سب چھوٹے بڑے شریک ہوں تو وہ مصیبت کچھ ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے جیسا کہ ایک ضرب المثل ''مرگ انبوہ جشن دارد'' مشہور ہے مگر جہنم میں تمام شیاطین الانس والجن اور تابع و متبوع اور چھوٹے بڑے سب کا جمع ہونا اور عذاب میں شریک ہونا کسی کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ہر ایک کے لئے عذاب کی شدت ایسی ہوگی کہ کسی کو اپنے لئے کوئی تسلی اور تخفیف کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ کسی کو کسی کی طرف التفات بھی نہ ہوگا۔ ہر شخص اپنے حال میں مبتلا ہوگا اور اپنے ہی کو سب سے زیادہ مبتلائے عذاب سمجھے گا تو منکرین کے اس کفر و ضلالت سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو جو حزن و ملال ہوتا تھا اس کے ازالہ اور آپ کی تسلی کے لئے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو مثل بہرے اور اندھوں کے ہیں تو ایسے اندھوں کو راہ حق دکھلا دینا اور ایسے بہروں کو حق کی آواز سنا دینا جو صریح غلطی اور گمراہی میں پڑے بھٹک رہے ہوں اور ان کو تاریکی سے نکال کر سچائی کی صاف سڑک پر چلا دینا یہ آپ کے اختیار سے خارج ہے۔ جب ان کی ہدایت آپ کے اختیار سے خارج ہے تو آپ اس غم میں نہ رہیئے کہ یہ سب لوگ حق اور ہدایت کو قبول کیوں نہیں کرتے اور کیوں کر اپنا انجام خراب کر رہے ہیں؟ ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے اور ان کے غم میں اپنی جان کو نہ گھلایئے کہ یہ کیوں راہ راست پر نہیں آتے؟ اللہ ان کے اعمال کی سزا ان کو دے گا۔ ان کا یہ عصیان اور طغیان خالی جانے والا نہیں ان کو اس پر ضرور سزا ہونے والی ہے خواہ آپ کی حیات میں ہو خواہ آپ کی وفات کے بعد۔ بہرصورت نہ یہ خدا کے قابو سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے ہیں۔ نہ خدا انہیں بدوں سزا دیئے چھوڑیں گے۔ تو جب یہ صورت ہے تو آپ تسلی رکھیئے اور اطمینان سے اس قرآن پر قائم رہیئے جو آپ پر نازل کیا جا رہا ہے اور جو حکم ربانی آئے اس پر مضبوطی سے جمے رہیئے اور اپنا فرض برابر ادا کئے جایئے۔ کیونکہ دنیا کہیں اور کسی راستہ پر جائے۔ آپ اللہ کے فضل سے سیدھی راہ پر ہیں جس سے ایک قدم ادھر ادھر ہٹنے کی ضرورت نہیں۔ نہ کسی ہوا پرست کی خواہش و آرزو کی طرف التفات کرنے کی حاجت ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ قرآن کریم آپ کے اور آپ کی قوم کے لئے خاص فضل و شرف کا سبب ہے اس سے بڑی عزت اور خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام اور ساری دنیا کی نجات و فلاح کا ابدی دستور العمل آپ پر نازل ہوا۔ آپ کی زبان میں اترا۔ اور آپ کی قوم کے لوگ اس کے اولین مخاطب قرار پائے۔ اگر عقل ہو تو یہ لوگ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں اور قرآن جو ان سب کے لئے بیش بہا نصیحت نامہ ہے اس کی ہدایت پر چل کر سب سے پہلے دنیوی و اخروی سعادتوں کے مستحق ہوں۔ اور عنقریب قیامت کے روز پوچھ ہوگی کہ اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر کی تھی اور اس فضل و شرف کا کیا شکر ادا کیا تھا؟ آگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا راستہ وہی ہے جو پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ یعنی توحید کا۔ شرک کی تعلیم کبھی کسی نبی نے نہیں دی نہ اللہ تعالیٰ نے کسی دین حق میں اس بات کو کبھی جائز رکھا کہ اس کے سوا دوسروں کی پرستش کی جائے۔ یہ خطاب گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر سنانا اوروں کو مقصود ہے کہ جس کا جی چاہے تحقیق کر لے کسی پیغمبر نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی بندگی کے لائق ہے۔

ان آیات سے ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ کی یاد اور اس کے ذکر و فکر سے اعراض کی اتنی سزا تو دنیا ہی میں مل جاتی ہے کہ انسان خراب صحبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں شیاطین خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے اس کو بھلائیوں اور نیکیوں سے دور اور برائیوں سے قریب کرتے رہتے ہیں اور اس شیطانی تسلط کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کام تو ایسا انسان سارے گمراہی اور بدی کے کرتا رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بہت اچھا کر رہا ہے یہ تو ہوئی اللہ کے ذکر سے اعراض کی سزا دنیا میں اور مرنے کے بعد عالم برزخ میں اور آخرت کی سزا وہ الگ رہی جس کا اعلان ۲۹ ویں پارہ سورہ جن میں اس طرح فرمایا ہے۔ **ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذاباً صعداً** ط اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔ یا جیسا سولھویں پارہ سورہ کہف میں فرمایا **وعرضنا جھنم یومئذ للکافرین عرضا ن الذین کانت اعینھم فی غطآء عن ذکری**۔ اور ہم دوزخ کو اس روز یعنی قیامت کے دن کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر ہمارے ذکر یعنی ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

الغرض یہ تو بیان ہوا ذکر اللہ سے اعراض کا جس کا نتیجہ دنیا

میں شیاطین کا تسلط ہونا بتلایا گیا اور آخرت میں نار جہنم کی سزا۔ اسی سے اس کی ضد بھی سمجھی جاسکتی ہے یعنی ذکر اللہ کی پابندی شیاطین سے دوری کا باعث ہے اب یہاں ذکر اللہ کے معنی اور مطلب بھی سمجھ لئے جائیں۔ ذکر کے لفظی معنی یاد کے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا نام ذکر اللہ ہے اور یاد کا اصل تعلق انسان کے دل سے پھر زبان سے ہے اور افضل یہ ہے کہ اللہ کا ذکر دل اور زبان دونوں سے کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی ذکر کی فضیلت کو زیادہ بیان فرمایا ہے جس میں دل کے ساتھ زبان بھی شریک ہو۔ علمائے محققین و محدثین ومفسرین کا کہنا ہے کہ ذکر اللہ صرف تسبیح وتہلیل اور زبانی ذکر پر منحصر نہیں بلکہ ہر عمل جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کیا جائے۔ وہ بھی ذکر اللہ میں داخل ہے بشرطیکہ نیت اطاعت کی ہو اس طرح دنیا کے تمام کاروبار بھی ذکر اللہ میں داخل ہیں اگر ان میں شرعی حدود کی پابندی کا دھیان رہے کہ جہاں تک جائز ہے کیا جائے اور جس حد پر پہنچ کر ممنوع ہے اس کو چھوڑ دیا جائے تو یہ سارے اعمال بظاہر دنیوی کام ہیں وہ بھی ذکر اللہ میں شمار ہوں گے اس طرح جس مجلس میں احکام شرعیہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تحقیق وتعلیم و بحث ہو وہ بھی مجالس ذکر ہیں (ذکر اللہ از حضرت مفتی صاحبؒ)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ذکر فکر کی توفیق دائمی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الغرض کفار مکہ کا شبہ اور اعتراض کہ جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر آپ کے مال دار اور صاحب جاہ وریاست نہ ہونے کی بنا پر کرتے تھے اس کا پوری طرح رد فرمایا گیا۔ اسی سلسلہ میں آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ ان کی نبوت پر بھی فرعون نے یہی اعتراض کیا تھا کہ میں ملک مصر کا مالک ہوں میرے محلات کے نیچے نہریں بہتی ہیں انہیں نبوت کیونکر مل سکتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نفس وشیطان کی گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔
اور اپنے ذکر وفکر کی دائمی توفیق نصیب فرماویں۔
یا اللہ قیامت کی حسرت وندامت سے ہم سب کو محفوظ فرمایئے اور اپنے عذابوں سے دونوں جہاں میں محفوظ اور مامون فرمایئے۔
یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی صراط مستقیم پر چلنا نصیب فرما۔ اور تا زندگی اسی پر قائم رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔
یا اللہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے جو یہ قرآن پاک کی نعمت ہم کو بخشی ہے تو اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس نعمت کی حقیقی شکر گزاری کی بھی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تھا سو انہوں نے فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے ہوں۔ پھر جب

جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ؗ

موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ یکایک (ان) پر لگے ہنسنے۔ اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی،

وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ

اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں پکڑا تھا، تا کہ وہ باز آجاویں۔ اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے،

اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

ہم ضرور راہ پر آجاویں گے۔ پھر جب ہم نے وہ عذاب اُن سے ہٹا دیا تب ہی انہوں نے (اپنا) عہد توڑ دیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجا	مُوْسٰى موسیٰ	بِاٰيٰتِنَآ اپنی نشانیوں کے ساتھ	اِلٰى طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَا۟ئِهٖ اور اس کے سردار	فَقَالَ تو اس نے کہا		
اِنِّىْ رَسُوْلُ بیشک میں رسول	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا پروردگار	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَهُمْ وہ آیا	بِاٰيٰتِنَآ ہماری نشانیوں کیساتھ	اِذَا ناگہاں	هُمْ وہ		
مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ اس سے (اُن نشانیوں پر) ہنسنے لگے	وَمَا نُرِيْهِمْ اور ہم انہیں دکھاتے تھے	مِّنْ اٰيَةٍ کوئی نشانی	اِلَّا هِىَ مگر وہ	اَكْبَرُ بڑی	مِنْ سے			
اُخْتِهَا اس کی بہن دوسری نشانی اور	اَخَذْنٰهُمْ ہم نے گرفتار کیا انہیں	بِالْعَذَابِ عذاب میں	لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ	يَرْجِعُوْنَ وہ رجوع کریں	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا			
يٰٓاَيُّهَ اے	السّٰحِرُ جادوگر	ادْعُ دعا کر	لَنَا ہمارے لئے	رَبَّكَ اپنا رب	بِمَا عَهِدَ اس عہد کے سبب جو	عِنْدَكَ تیرے پاس	اِنَّنَا بیشک ہم	
لَمُهْتَدُوْنَ البتہ ہدایت پانے والے	فَلَمَّا پھر جب	كَشَفْنَا ہم نے کھولا (ہٹا دیا)	عَنْهُمُ اُن سے	الْعَذَابَ عذاب	اِذَا هُمْ ناگہاں وہ	يَنْكُثُوْنَ عہد توڑ گئے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ وہی ہے جو پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ سارے ہی پیغمبروں نے دین حق کی تبلیغ کی اور توحید کی دعوت دی۔ شرک کی تعلیم کبھی کسی نبی نے نہیں دی اور نہ اللہ تعالیٰ نے کسی دین حق میں کبھی اس بات کو جائز رکھا کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی پرستش کی جائے۔ تو تحقیق وتفتیش کے جو ذرائع ہو سکتے ہیں ان کو استعمال میں لانے سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ کسی آسمانی دین میں کبھی شرک کی اجازت نہیں ہوئی۔ اسی کی تائید میں اب یہاں سے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے جو کئی وجوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات وحالات سے مناسبت رکھتا تھا جس طرح کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دنیوی مال ودولت ووجاہت نہ ہونے سے اعتراض اور طعن کیا تھا اسی طرح فرعون نے باوجود معجزات دیکھنے کے ایسا ہی طعن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیا تھا کہ یہ ذلیل وحقیر ہیں (معاذ اللہ) اور ان کے پاس سونے کے کنگن پہننے کو نہیں جو تاجداری اور سرداری کی علامت ہے۔ اس کے علاوہ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا قصہ یہاں بیان فرما کر اہل عرب کو یہ بھی جتلا دیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم میں اپنا نبی بھیج کر انہیں موقع عطا فرماتا ہے کہ سعادت اخروی حاصل کریں اور قوم نبی کی قدر کرنے اور اس کی ذات سے فائدہ اٹھانے کی بجائے نبی کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے جیسا کہ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا تو پھر اس کا نہایت عبرتناک انجام ہوتا ہے جیسا کہ فرعونیوں کا حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں ہوا۔ اس قصہ سے کفار مکہ

کو یہ بھی جتلایا گیا کہ جس طرح تم اپنے سرداروں اور دولت مندوں کے مقابلہ میں اللہ کے رسول کو حقیر سمجھ رہے ہو ایسا ہی فرعون نے بھی اپنی بادشاہی شان و شوکت اور مال و دولت پر فخر کر کے موسیٰ علیہ السلام کو حقیر سمجھا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ اصل میں حقیر و ذلیل کون تھا اور کس کا کیا انجام ہوا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ میں کفار مکہ کے لئے یہ بھی تنبیہ موجود تھی کہ تم جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ تکبر اور ہمیکڑی برت رہے ہو تو یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اس کا وہی خمیازہ تم بھگت کر رہو گے جس کی مثال حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصہ میں موجود ہے۔

الغرض ان متعدد مقاصد کے ماتحت ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب باری تعالیٰ نے اپنا رسول و نبی بنا کر فرعون اور اس کے امرا اور اس کی رعایا کی طرف بھیجا تا کہ آپ انہیں توحید الٰہی کا سبق دیں اور شرک و کفر سے منع کریں۔ منصب نبوت کے ثبوت میں آپ کو بڑے بڑے معجزات بھی عطا فرمائے گئے جیسے ہاتھ کا روشن ہو جانا۔ اور لاٹھی کا اژدھا بن جانا وغیرہ لیکن فرعونیوں نے اپنے نبی کی کوئی قدر نہ کی بلکہ الٹا تکذیب کی اور تمسخر اڑایا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک عرصہ تک دین کی دعوت دیتے رہے مگر فرعونیوں نے مان کر نہ دیا تو پھر متعدد بار ان پر اللہ کے عذاب آئے تا کہ انہیں عبرت بھی ہو اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی حقانیت پر دلیل بھی ہو۔ وہ متعدد قسم کے عذاب جو فرعونیوں پر آئے تھے ان کا ذکر سورہ اعراف نویں پارہ میں آ چکا ہے۔ کبھی ان پر ہولناک بارش اور سیلاب کا طوفان آیا۔ کبھی ٹڈی دلوں کا خوف اور تباہ کن حملہ ہوا۔ کبھی چیچڑیاں۔ جوئیں یا سرسلیوں کے پھیلنے کی وبا آئی۔ کبھی مینڈکوں کا سیلاب امنڈ آیا جس سے فرعونیوں کا کھانا پینا حتیٰ کہ بولنا چالنا اور رہنا سہنا دوبھر ہو گیا۔ کبھی خون کا عذاب رونما ہوا کہ فرعونیوں کے تمام نہر۔ کنویں، چشمے۔ تالاب۔ حوض۔ دریا سب خون میں تبدیل ہو گئے کہ جس سے صاف پانی کو ترس گئے۔ جب کوئی عذاب آتا تو فرعونی تلملا اٹھتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشامد کرتے۔ انہیں رضامند کرتے ان سے قول و قرار کرتے اور عذاب کے دفع ہونے کی دعا کراتے جب آپ کی دعا پر عذاب ہٹ جاتا تو پھر سرکشی پر اتر آتے اور وعدہ سے مکر جاتے۔ پھر عذاب آتا۔ پھر یہی ہوتا۔ یہاں ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ فرعونی جب دفع عذاب کی درخواست موسیٰ علیہ السلام سے کرتے تو آپ کو یا یہا السحر اے جادوگر کہہ کر خطاب کرتے۔ اس پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ "ساحر" ان کے محاورات میں "عالم" کو کہتے تھے کیونکہ بڑا علم ان کے نزدیک یہی سحر تھا۔ تو شاید اس خوشامد و لجاجت کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بظاہر تعظیمی لقب سے پکارا ہو اور خبث باطن سے اشارہ اس طرف بھی ہو کہ ہم تم کو نبی اب بھی نہیں سمجھتے صرف ایک ماہر جادوگر سمجھتے ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے ساحر یعنی جادوگر سے وہ بڑا عالم مراد لیتے تھے۔ ان کے زمانہ کے علما کا یہی لقب تھا اور انہی لوگوں میں علم تھا اور یہ علم مذموم نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پس ان کا جناب موسیٰ علیہ السلام کو "اے ساحر" کہہ کر خطاب کرنا بطور عزت کے تھا۔ اعتراض کے طور پر نہ تھا کیونکہ اس وقت تو انہیں اپنا کام نکالنا تھا۔ تو جب کوئی عذاب فرعونیوں پر آتا اور وہ زچ ہوتے اور موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتے اور کہتے کہ تمہارے رب نے جو طریقہ دعا کا بتلایا ہے اور جو کچھ آپ سے عہد کر رکھا ہے اس کے موافق ہمارے حق میں دعا کرو کہ یہ عذاب ہم سے دفع ہو۔ اگر تمہاری دعا سے ایسا ہو گیا تو ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے یعنی تمہارا بتلایا ہوا دین قبول کر لیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر اس قول و قرار کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جب عذاب ہٹ جاتا اور مصیبت ختم ہوتی تو ایک دم اپنے قول و قرار سے پھر جاتے جیسے کوئی وعدہ کیا ہی نہ تھا۔

ابھی آگے فرعون کے کبر و غرور۔ اپنے کو بڑا سمجھنا اور موسیٰ علیہ السلام کی تحقیر کرنا۔ بالآخر فرعونیوں کی شرارت سے حق تعالیٰ کا غصہ بھڑکنا اور ان سے انتقام لیا جانا اور فرعونیوں کو غرق کر کے ہلاک کر دینا اور اس واقعہ کو آگے آنے والی نسلوں کے لئے ایک نمونہ بنا دینا اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ

اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی یہ بات کہی کہ اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے (محل کے) پائیں میں بہ رہی ہیں،

تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝۵۱ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝۵۲ فَلَوْلَآ

کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ بلکہ میں (ہی) افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے۔ اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا۔ تو اس کے

اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝۵۳ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ

سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا فرشتے اس کے جلو میں پرا باندھ کر آئے ہوتے غرض اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر دیا اور وہ اس کے کہنے میں آگئے

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۴ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۵۵

وہ لوگ شرارت کے بھرے تھے۔ پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا۔

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝۵۶

اور ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کیلئے خاص طور پر متقدمین اور نمونہ (عبرت) بنا دیا۔

وَنَادٰى اور پکارا	فِرْعَوْنُ فرعون	فِىْ میں	قَوْمِهٖ اپنی قوم	قَالَ يٰقَوْمِ اس نے کہا اے میری قوم	اَلَيْسَ لِىْ کیا نہیں میرے لئے	مُلْكُ مِصْرَ مصر کی بادشاہت	
وَهٰذِهٖ اور یہ	الْاَنْهٰرُ نہریں	تَجْرِىْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِىْ میرے نیچے سے	اَفَلَا تو کیا نہیں	تُبْصِرُوْنَ دیکھتے تم	اَمْ اَنَا کیا۔ بلکہ میں	خَيْرٌ بہتر
مِنْ هٰذَا اس سے	الَّذِىْ وہ جو	هُوَ وہ	مَهِيْنٌ کم قدر	وَلَا يَكَادُ اور وہ معلوم نہیں ہوتا	يُبِيْنُ صاف گفتگو کرتا	فَلَوْ تو کیوں	لَآ اُلْقِىَ نہ ڈالے گئے
عَلَيْهِ اس پر	اَسْوِرَةٌ کنگن	مِنْ ذَهَبٍ سونے کے	اَوْ جَآءَ یا آئے	مَعَهُ اسکے ساتھ	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	مُقْتَرِنِيْنَ پرا باندھ کر	
فَاسْتَخَفَّ پس اس نے بے عقل کر دیا	قَوْمَهٗ اپنی قوم	فَاَطَاعُوْهُ تو انہوں نے اسکی اطاعت کی	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَوْمًا لوگ	فٰسِقِيْنَ نافرمان	
فَلَمَّا پھر جب	اٰسَفُوْنَا انہوں نے غصہ دلایا ہمیں	انْتَقَمْنَا ہم نے انتقام لیا	مِنْهُمْ اس سے	فَاَغْرَقْنٰهُمْ پس ہم نے غرق کر دیا انہیں			
اَجْمَعِيْنَ سب	فَجَعَلْنٰهُمْ تو ہم نے کر دیا انہیں	سَلَفًا وَّمَثَلًا پیش رو (گئے گزرے) اور مثال (داستان)	لِلْاٰخِرِيْنَ بعد میں آنے والے				

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے تذکرہ میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا اور موسیٰ علیہ السلام نے ثبوت نبوت میں فرعونیوں کو معجزہ دکھلائے مگر وہ موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ہی کرتے رہے۔ بالآخر ان کی تنبیہ کے لئے متعدد قسم کے عذاب فرعونیوں پر نازل ہوئے۔ جب وہ مصیبت میں گرفتار ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچتے اور درخواست عذاب کے دفعیہ کی کرتے اور وعدہ کرتے کہ اگر آپ کی دعا سے یہ عذاب دور ہو گیا تو ہم پھر آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ جب موسیٰ کی دعا سے عذاب ہٹ جاتا تو فرعونی پھر اپنے قول وقرار سے ہٹ جاتے۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ فرعون نے یہ سوچ کر کہ کہیں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر عام فرعونی ان پر ایمان نہ لے آویں اور موسیٰ علیہ السلام کے پیرو نہ بن جائیں تو روک تھام کے لئے اس نے اپنے ملک میں ساری قوم میں منادی کرائی اور ایک اعلان کرایا اور اس اعلان میں یہ قوم سے کہا کہ کیا میں تنہا ملک مصر کا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میرے باغات ومحلات میں نہریں جاری نہیں؟

کیا تم میری عظمت وسلطنت اور دبدبہ کو دیکھ نہیں رہے ہو؟ پھر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھو کہ نہ ان کے پاس ملک نہ مال نہ دولت نہ ثروت نہ حکومت تو ہم ایک معمولی حیثیت والے شخص کے سامنے کیسے گردن جھکا دیں جس کے پاس نہ کوئی ظاہری کمال ہے۔ نہ حکومت وسلطنت ہے نہ ملک و مال ہے حتیٰ کہ بات کرتے ہوئے بھی پوری طرح زبان صاف نہیں چلتی۔ اور یہ فرعون نے اس وجہ سے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں کچھ لکنت تھی اور یہ لکنت ممکن ہے کہ پیدائشی ہو یا ممکن ہے کہ بچپن میں فرعون کے ہاں آگ کا انگارا منہ میں رکھ لینے سے پیدا ہوئی ہو جیسا کہ اکثر مفسرین میں مشہور ہے۔ تو فرعون نے قوم سے کہا کہ میں ان سے ہر طرح بہتر و اعلیٰ ہوں اور یہ بالکل بے وقعت شخص ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں تمام دنیا کے مالک و حاکم کا ایلچی اور پیغامبر ہوں اگر ایسا تھا تو اس پر سونے کے کنگن آسمان سے کیوں نہ اتارے گئے۔ لکھا ہے کہ فرعون خود جواہرات کے کنگن پہنتا تھا اور جس امیر وزیر پر مہربان ہوتا اسے سونے کے کنگن پہناتا اور فرعون کے سامنے فوج صف باندھ کر کھڑی ہوتی تھی تو اس نے قوم کو یہ سمجھایا کہ جب ہم کسی کو عزت دیتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں تو اگر اس کا خدا ایسا ہی رعب داب اور شان وشوکت والا ہے جیسا کہ یہ کہتا ہے تو پھر اس کا ایلچی ہونے کے باعث اس کے ہاتھ میں کنگن پڑے ہوتے اور اس کے ساتھ فرشتوں کے پرے کے پرے ہوتے اور یہ ان کے بیچ میں بڑی شان وشوکت سے آتے اور اس کا پیغام پہنچاتے۔ تو فرعون نے ان ابلہ فریب باتوں سے قوم کو الو بنالیا اور سب احمق اسی کی بات ماننے لگے اور اسی کا کلمہ پڑھنے لگے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ فرعونی اصل میں تھے ہی بدکار اور ان کی طبیعتوں میں خدا کی نافرمانی وسرکشی پہلے سے رچی ہوئی تھی۔ اس لئے فرعون کی باتوں نے اور ان پر رنگ چڑھا دیا اور ان کو بیوقوف بنا لیا۔ پھر جب فرعون اور اس کی قوم نے ان کاموں پر اصرار کیا جن پر عادۃً خدا کا غضب نازل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور سب کو سمندر میں ڈبو کر ہلاک کر دیا اور آئندہ نسلوں کے لئے عبرت کا نمونہ بن گئے اور ان کا قصہ ایک عبرتناک نظیر کے طور پر بیان ہوتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے کو کوئی نعمت دے اور بندہ گناہ اور نافرمانی کرتا جاوے تو یہ خدا تعالیٰ کا اس کے لئے داؤ ہے کہ خدا نے اسے ڈھیل دے رکھی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تلاوت فرمائی۔ **فلما اسفونا انتقمنا منهم فاغرقنهم اجمعين۔** (پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ ختم فرما کر آگے اصل مقصود توحید کی تائید اور ابطال شرک کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ مال ودولت کے اور جاہ وسطوت کے فتنہ سے ہماری حفاظت فرمائیں اور مال ودولت کی وجہ سے جو تکبر پیدا ہوتا ہے اس سے ہمیں بچائیں۔ یا اللہ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمایئے اور ہر طرح کی گمراہی اور بے دینی سے ہم کو بچایئے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جن سے آپ راضی ہو جائیں اور ان بداعمالیوں سے بچا لیجئے کہ جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔ یا اللہ! ہم کو ایسے مخلص۔ دین دار صاحب حکومت عطا فرما جو خود بھی دین پر چلنے والے ہوں اور اپنے محکوموں اور رعایا کو بھی دین پر چلانے والے ہوں، جن کا اعزاز واکرام ہم کریں۔ یا اللہ! ہماری تقصیرات پر گرفت نہ فرما۔ ہمیں اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں اپنا تابعدار بندہ بن کر زندہ رہنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝۵۷ وَقَالُوٓا ءَأٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ

اور جب عیسیٰ ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو یکا یک آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلانے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ،

مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝۵۸ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ

ان لوگوں نے جو یہ آپ سے بیان کیا ہے تو محض جھگڑنے کی غرض سے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ عیسیٰ تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور ان کو

مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ۝۵۹ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلٰٓئِكَةً فِى الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝۶۰ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ

بنی اسرائیل کیلئے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے۔ اور وہ

لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هٰذَا صِرٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝۶۱ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۖ

(یعنی عیسیٰ) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں تو تم لوگ اس میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور تم کو شیطان (اس راہ پر آنے سے) روکنے نہ پائے

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝۶۲

وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے۔

وَلَمَّا اور جب	ضُرِبَ بیان کی گئی	ابْنُ مَرْيَمَ عیسیٰ ابن مریم	مَثَلًا مثال	إِذَا یکایک	قَوْمُكَ تمہاری قوم	مِنْهُ يَصِدُّونَ اس سے (خوشی سے) چلانے لگتے ہیں		
وَقَالُوٓا اور وہ بولے	ءَأٰلِهَتُنَا کیا ہمارے معبود	خَيْرٌ بہتر	أَمْ یا	هُوَ وہ	مَا ضَرَبُوهُ نہیں وہ بیان کرتے اسکو	لَكَ تمہارے لئے		
إِلَّا جَدَلًا مگر (صرف) جھگڑنے کو	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	قَوْمٌ لوگ	خَصِمُونَ جھگڑالو	إِنْ نہیں	هُوَ وہ (عیسیٰ)	إِلَّا صرف	عَبْدٌ ایک بندہ	
أَنْعَمْنَا ہم نے انعام کیا	عَلَيْهِ اس پر	وَجَعَلْنٰهُ اور ہم نے بنایا اس کو	مَثَلًا ایک مثال	لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ بنی اسرائیل کیلئے	وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہتے			
لَجَعَلْنَا البتہ ہم کرتے	مِنكُم تم میں سے	مَّلٰٓئِكَةً فرشتے	فِى الْأَرْضِ زمین میں	يَخْلُفُونَ (وہ تمہارے) جانشین ہوتے	وَإِنَّهُ اور بیشک وہ			
لَعِلْمٌ ایک نشانی	لِّلسَّاعَةِ قیامت کی	فَلَا تَمْتَرُنَّ تو ہرگز شک نہ کرو تم	بِهَا اس میں	وَاتَّبِعُونِ اور میری پیروی کرو	هٰذَا یہ			
صِرٰطٌ راستہ	مُّسْتَقِيمٌ سیدھا	وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ اور روک نہ دے تمہیں	الشَّيْطٰنُ شیطان	إِنَّهُ بیشک وہ	لَكُمْ تمہارے لئے	عَدُوٌّ مُّبِينٌ دشمن کھلا		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات سے مضمون جا بجا اثبات توحید اور ابطال شرک کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اسی کی تائید میں گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا گیا تھا اسی سلسلہ میں اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے۔ ان آیات کی ابتداء اس طرح فرمائی گئی کہ ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک مضمون بیان کیا گیا تو یکا یک آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلانے لگے۔ تو یہاں مضمون بیان کرنے والے کا نام ظاہر نہیں فرمایا گیا مگر اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ وہ مشرکین میں سے عبداللہ بن زبعری تھا جو بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے پاس تشریف فرما تھے کہ مشرکین میں سے نضر بن حارث بھی آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ باتیں کرنے لگا جس میں وہ لاجواب ہو گیا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ انبیاء سترھویں پارہ کی آیت انکم وماتعبدون من دون اللہ حصب جهنم پڑھ کر سنائی۔ یعنی تم اور تمہارے معبود جن کو تم پوجتے ہو سب جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وہاں سے تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر میں عبداللہ بن زبعریٰ آیا تو اس سے کہا گیا کہ نضر بن حارث تو ابن عبدالمطلب سے ہار گیا اور بالآخر وہ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن کہتے ہوئے چلے گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو انہیں لاجواب کر دیتا۔ جاؤ ذرا ان سے پوچھو تو کہ جب ہم اور ہمارے معبود جہنمی ہیں تو لازم آیا کہ سارے فرشتے اور حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیح بھی جہنم میں جائیں (معاذ اللہ معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد) کیونکہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں۔ یہود عزیرؑ کی پرستش کرتے ہیں۔ اور نصاریٰ عیسیٰؑ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس پر مجلس کے کفار بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہاں یہ جواب بہت ٹھیک ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور ہر وہ شخص جو اپنی عبادت اپنی خوشی کرائے یہ دونوں عابد و معبود جہنمی ہیں۔ فرشتوں یا نبیوں نے نہ اپنی عبادت کا حکم دیا نہ وہ اس سے خوش۔ ان کے نام سے دراصل یہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں وہی انہیں شرک کا حکم دیتا ہے اور یہ بجالاتے ہیں۔ اس پر قرآن پاک کی کئی آیات نازل ہوئیں (جو دوسری سورتوں میں ہیں) اور ان کے یعنی مشرکین کے عقائد کی تردید کی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں مشرکین میں سے عبداللہ بن زبعریٰ نے جو جواب دیا تھا جس کا ذکر اوپر ہوا اور جس پر مشرکین بڑے خوش ہوئے تھے یہ اس سے متعلق آیات زیر تفسیر نازل ہوئیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ آپ کے اس قول کو سنتے ہی کہ معبودان باطل بھی اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے ان مشرکین نے جھٹ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش کر دیا اور مارے خوشی کے آپ کی قوم کے مشرک اچھل پڑے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگے۔ اس سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک بار ابطال شرک کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لیس احد یعبد من دون اللہ فیہ خیر** کسی معبود غیر اللہ میں کچھ خیر نہیں تو کفار قریش کہنے لگے کیا مسیح میں بھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں حالانکہ آپ ان کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے اور عبد صالح تھے اور ظاہر ہے کہ نصاریٰ نے ان کی عبادت کی ہے پس اگر آپ کا یہ کہنا کہ کسی معبود غیر اللہ میں کچھ خیر نہیں قول صادق ہے تو اس عموم میں عیسیٰ (علیہ السلام) بھی داخل ہیں۔ تو وہ بھی مثل الٰہ مشرکین کے ہوئے۔ غرض حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا ذکر آتا تو عرب کے مشرکین خوب شور مچاتے اور قسم قسم کی آوازیں اٹھاتے تھے۔ تو معترضین کو پہلے تو اجمالاً جواب دیا جاتا ہے اور پھر تفصیلاً۔ اجمالاً جواب یہ کہ ان لوگوں نے جو یہ مضمون عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ سے بیان کیا تو ان کا منشا محض جھگڑنا ہے اور کٹ حجتی کر کے حق کو دبانا ہے اور ان لوگوں کا جھگڑنا کچھ مخصوص اسی مضمون کے ساتھ نہیں بلکہ یہ لوگ اپنی عادت ہی سے جھگڑالو ہیں۔ سیدھی اور صاف بات کبھی ان کے دماغوں میں نہیں اترتی۔ یونہی مہمل بحثیں اور دور از کار جھگڑے نکالتے رہتے ہیں اور تفصیلاً جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے مقبول بندے ہیں جن پر اللہ نے خاص فضل فرمایا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے واسطے کھڑا کیا جن کو اپنے بندہ ہونے کا اقرار تھا اور جو اپنی امت کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے تو کیا اس مقبول بندہ کو العیاذ باللہ **حصب جھنم** کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں یہ تو پتھر کی وہ مورتیاں جن کو مشرکین دیوتا اور معبود بنا کر پوجتے ہیں اپنے پوجنے والوں کے ساتھ جہنم میں ڈالی جائیں گی۔ قرآن کریم کسی بندہ کو بھی خدائی کا درجہ نہیں دیتا اس کا تو سارا جہاد ہی اس مضمون کے خلاف ہے ہاں یہ بھی نہیں کر سکتا کہ محض احمقوں کے خدا بنا لینے سے ایک مقرب اور مقبول بندہ کو پتھروں اور شریروں کے برابر کر دے آگے بتلایا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام محض اس بنا پر کہ وہ بغیر باپ کے عام عادت کے خلاف پیدا ہوئے لائق عبادت نہیں ہو سکتے۔ ان کی ولادت اس طرح بغیر باپ کے یہ تو

اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت تھی کہ جس سے حق تعالیٰ کی قدرت پر استدلال ہو کہ خدا سب کچھ کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب امور پر قادر ہیں۔ چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو انسانوں سے فرشتوں کو پیدا کردیتے اور وہ زمین پر مثل انسانوں کے رہا کرتے یا انسانوں کی جگہ آسمان سے فرشتے ہی لا کر زمین پر آباد کر دیتے۔ یہ سب قدرت ان کو حاصل ہے۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اول مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا کہ بدوں باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب و غریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ دنیا میں آنا قرب قیامت کا نشان ہوگا۔ان کے نزول سے لوگ معلوم کرلیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آ گئی ہے اب چونکہ مشرکین خود توحید کی طرح قیامت میں بھی کلام رکھتے تھے اس لئے مناسبت مضمون سے قیامت کی صحت پر بھی بطور جملہ معترضہ کے ذکر فرمایا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کا خطاب تمام انسانوں سے ہوتا ہے کہ اے لوگو تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور جو سیدھی راہ ایمان وتوحید کی بتلائی جا رہی ہے اس پر چلے آؤ۔ مبادا تمہارا ازلی دشمن شیطان تم کو اس راستہ سے روک دے۔

اب دیکھ لیجئے کہ باوجود حق تعالیٰ کی اس کھلی ہوئی تنبیہ و دعوت کے تم قیامت میں شک مت کرو آج ہمارے یقین آخرت کے متعلق کس درجہ میں ہیں اور شب وروز ہم اس کا کتنا اہتمام اور فکر کررہے ہیں اور اس دعوت الٰہی کے جواب میں کہ تم لوگ میرا اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے آج کتنے نفوس صدق دل سے یہ اعلان کرنے کو تیار ہیں کہ ہم دل و جان سے۔ عقائد میں۔ افعال میں۔ اعمال میں۔ اخلاق میں۔ خصائل میں۔ معاملات میں غرض ہر چیز میں اتباع حکم الٰہیہ کے لئے تیار ہیں۔ پھر اس تنبیہ الٰہیہ کے باوجود کہ دیکھو شیطان تمہارا صریح دشمن ہے وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے سے روکنے نہ پاوے آج کتنے ہیں جو شیطان کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس کے دھوکہ میں نہیں آتے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے ہمارے دین ایمان کی حفاظت فرمائیں اور اس پرفتن زمانہ میں ہم کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔آمین۔

اب چونکہ یہاں اثبات توحید اور ابطال شرک کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آ گیا تھا۔آگے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال نقل فرمائے جاتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ ہی کہا تھا اور اللہ ہی کی عبادت کا حکم لوگوں کو دیا تھا اور اللہ کی توحید ہی کی طرف سب کو بلایا تھا جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے فضل وکرم سے توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور قیامت وآخرت پر یقین کامل عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کا فکر اور وہاں کا اہتمام نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر کام میں ہر عمل میں اور ہر آن میں اپنے احکام پر عمل پیرا ہونے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور شیطان کے مکروفریب اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ

اور جب عیسیٰ معجزے لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں اور تا کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کردوں،

فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾

تو تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ

سو مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈال لیا۔ سو ان ظالموں کیلئے ایک پردرد دن کے عذاب سے بڑی خرابی ہے۔ یہ لوگ بس

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ

قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعتہً آپڑے اور اُن کو خبر بھی نہ ہو۔ تمام دوست اس روز

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾

ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے۔

وَلَمَّا اور جب	جَآءَ آئے	عِيْسٰى عیسیٰ	بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کیساتھ	قَالَ انہے کہا	قَدْ جِئْتُكُمْ تحقیق میں آیا ہوں تمہارے پاس	بِالْحِكْمَةِ حکمت کیساتھ
وَلِاُبَيِّنَ اور اسلئے کہ بیان کردوں	لَكُمْ تمہارے لئے	بَعْضَ بعض	الَّذِيْ وہ جو کہ	تَخْتَلِفُوْنَ تم اختلاف کرتے ہو	فِيْهِ اس میں	فَاتَّقُوا اللّٰهَ سو ڈرو اللہ سے
وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	هُوَ وہ	رَبِّيْ میرا رب	وَرَبُّكُمْ اور تمہارا رب	فَاعْبُدُوْهُ سو تم اس کی عبادت کرو	هٰذَا یہ
صِرَاطٌ راستہ	مُّسْتَقِيْمٌ سیدھا	فَاخْتَلَفَ پھر اختلاف ڈال لیا	الْاَحْزَابُ گروہ (جمع)	مِنْۢ بَيْنِهِمْ آپس میں	فَوَيْلٌ سو خرابی	لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے
ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا	مِنْ عَذَابِ عذاب	يَوْمٍ اَلِيْمٍ دن دُکھ دینے والا	هَلْ کیا	يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار کرتے ہیں	اِلَّا صرف	السَّاعَةَ قیامت
اَنْ کہ	تَاْتِيَهُمْ وہ ان پر آجائے	بَغْتَةً اچانک	وَهُمْ اور وہ	لَا يَشْعُرُوْنَ شعور نہ رکھتے ہوں	اَلْاَخِلَّاۗءُ تمام دوست	يَوْمَىِٕذٍ اس دن
بَعْضُهُمْ ان کے بعض	لِبَعْضٍ بعض سے (دوسرے)	عَدُوٌّ دشمن	اِلَّا سوا	الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید باری تعالیٰ کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محض ایک بندے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت اور کمالات نبوت سے سرفراز فرمایا تھا یعنی (معاذ اللہ) نہ وہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے جیسا کہ جاہلوں نے ان کو بے باپ کی پیدائش کی بنا پر سمجھ لیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت دکھلانا تھی کہ وہ اس پر بھی قادر ہے اس کے بعد ان آیات میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال نقل فرمائے جاتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ ہی بتلایا تھا اور خدا پرستی ہی کا حکم دیا تھا اور اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا تھا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھلے کھلے معجزات لے کر بنی اسرائیل کی طرف آئے اور لوگوں کو اپنی نبوت کی نشانیاں دکھائیں اور آپ نے لوگوں سے کہا کہ میں تمہیں علم وحکمت اور دانائی وسمجھ کی باتیں بتانے آیا ہوں تا کہ تم اپنے عقیدہ کو ان کی روشنی میں صحیح ودرست کرو۔ نیز اس لئے آیا ہوں کہ میں تمہیں احکام الٰہیہ بتاؤں کہ جن کی بابت تمہارے اندر اختلاف پڑ چکا ہے اور

اس لئے حلال وحرام کی تمیز مشکل ہوگئی ہے۔ میں تمہیں صاف صاف بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ کیا حلال ہے اور کیا حرام۔ کیا جائز ہے کیا ناجائز۔ پس تمہیں چاہئے کہ اللہ کا خوف دل میں پیدا کرو جس نے مجھے اپنا رسول بنا کر تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے اور جس طرح میں چلاؤں اسی طرح چلو۔ میرا ہی کہنا مانو اور میرے حکم کے خلاف یا اس سے انحراف نہ کرو۔ سب سے پہلے میں تمہیں دین کی بنیادی بات بتلاتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو اور توحید کا یہی سیدھا راستہ ہے۔ تو یہ تھی تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔ دیکھو کیسی صفائی سے خدائے واحد کی ربوبیت اور معبودیت کو بیان فرمایا اور اسی توحید کو صراط مستقیم قرار دیا۔ تو اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بالکل صاف تھی اور انہوں نے برملا کہہ دیا تھا کہ میرا اور تمہارا سب کا پالنے والا ایک اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر اتنی صاف اور کھلی بات بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت آپس میں مختلف فرقے بن گئے۔ یہود نے تو صاف انکار کر دیا کہ ہم انہیں رسول ہی نہیں مانتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں اس قدر بڑھ گئے کہ آپ پر ناجائز ولادت کی تہمت لگائی اور اپنے گمان کے موافق آپ کو سولی پر چڑھا کر چھوڑا۔ نصاریٰ نے آپ کو مانا لیکن آگے چل کر عقیدت میں بے انتہا غلو کیا اور کسی نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتلایا تو کسی نے ان کو تین خداؤں میں کا ایک کہا اور کسی نے کہا کہ وہ ایک راز ہیں جن کا سمجھنا آسان نہیں مگر خدائی میں حصہ دار ضرور ہیں۔ الغرض کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ تو ایسے ایسے کھلے بیانات اور واضح ہدایات کے باوجود بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں مانتے تو ایسے ظالموں کے لئے قیامت کے دن جو بڑا ہولناک دن ہے بری گت بنے گی اور عذاب الیم سے واسطہ پڑے گا یہ سب بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ اب بھی اگر یہ لوگ نہ

مانیں تو ان کے احوال کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ بس قیامت ہی ایک دم ان کے سر پر آ کھڑی ہو تب مانیں گے حالانکہ اس وقت کا ماننا کچھ کام نہ دے گا اس دن کا تو یہ حال ہوگا کہ دوست دوست سے بھاگے گا کہ اس کے سبب سے کہیں میں نہ پکڑا جاؤں۔ دنیا کی سب دوستیاں اور محبتیں منقطع ہو جائیں گی اور آدمی پچھتائے گا کہ فلاں شریر سے دوستی کیوں کی تھی اس کی رفاقت سے میں بھی گرفتار مصیبت ہوا۔ ہاں البتہ جن کی محبت و دوستی دنیا میں اللہ کے واسطے تھی اور اللہ کے تعلق پر مبنی تھی وہ کام آئے گی علامہ ابن کثیرؒ نے اس موقع پر ایک روایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو ایماندار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خدایا فلاں شخص میرا دلی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا تھا۔ بھلائی کی ہدایت کرتا تھا برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز خدا سے ملنا ہے پس اے باری تعالیٰ تو اسے راہ حق پر ثابت رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھائے جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی تو اسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کے لئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو تو بہت خوش ہوتا اور بالکل آزردہ نہ ہوتا پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو۔ پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا ان کے خلاف دو کافر جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم کی خبر دیا جاتا ہے تو اسے بھی اپنا دوست یاد آتا ہے اور کہتا ہے باری تعالیٰ فلاں شخص میرا دوست تھا تیری اور

تیرے نبی کی نافرمانی کی مجھے تعلیم دیتا تھا برائیوں کی رغبت دلاتا تھا پس تو اسے میرے بعد ہدایت نہ کرتا کہ وہ بھی وہی دیکھے جو میں نے دیکھا اور اس پر تو اسی طرح ناراض ہو جس طرح مجھ پر غضبناک ہوا۔ پھر جب دوسرا مرتا ہے اور ان کی روحیں جمع ہوتی ہیں۔ تو کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے اوصاف بیان کرو۔ تو ہر ایک کہتا ہے تو بڑا برا بھائی تھا اور برا ساتھی تھا اور بدترین دوست تھا۔ الغرض قیامت کے دن تمام دنیوی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز اہل ایمان متقین کے۔

یہاں آخری آیت **الاخلآء یومئذٍ بعضھم لبعض عدو الاالمتقین** تمام دنیا کے دوست اس روز یعنی قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے یعنی اہل ایمان متقین کے تو اس میں اس امر کی صاف تصریح ہے اور یہ بات کھول کر بتا دی گئی کہ یہ دنیا کے دوستانہ تعلقات جن پر آج انسان ناز کرتا ہے اور جن کی خاطر حلال وحرام ایک کر ڈالتا ہے قیامت کے روز نہ صرف یہ کہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ ان کی دوستی الٹی دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس لئے دنیا و آخرت دونوں کے لحاظ سے بہترین دوستی وہ ہے جو اللہ کے لئے ہو۔ اور اللہ کے لئے محبت و دوستی کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے سے اس بنا پر تعلق ہو کہ وہ اللہ کے دین کا سچا پیرو ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہے اس طرح علمائے حقانی و ربانی۔ مشائخ طریقت۔ بزرگان دین اور اہل اللہ نیز عالم اسلام کے تمام مسلمانوں سے بے لوث محبت جو صرف دین کے تعلق سے ہے وہ سب اللہ کے لئے محبت میں داخل ہے اور اللہ کے لئے محبت کے بڑے فضائل اور درجات احادیث میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ آواز دیں گے کہ کہاں ہیں وہ جو خاص میرے واسطے محبت باہم رکھتے تھے۔ آج جب کہ میرے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہیں ہے میں ان کو اپنے سایہ میں لوں گا (تبلیغ دین بحوالہ مسلم) ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ عرش کے گرد نور کے ممبر ہیں جن پر ایک جماعت بیٹھے گی جن کے لباس اور چہرے سرتاپا نور ہوں گے اور وہ لوگ نہ نبی ہیں نہ شہید۔ مگر انبیاء و شہدا ان کی حالت پر رشک کریں گے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کے وہ مخلص بندے جو باہم اللہ کے واسطے محبت کرتے اور اللہ کے واسطے ایک دوسرے کے پاس اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے ہیں"۔ (تبلیغ دین بحوالہ سنن اکبری نسائی) بخاری و مسلم کی مشہور حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات گروہوں کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے جس دن اس سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ وہ سات گروہ یہ ہوں گے۔

ایک عادل بادشاہ

دوسرے وہ نوجوان جو اپنی جوانی خدا کی عبادت اور شریعت کی فرمانبرداری میں گزارے۔

تیسرے وہ دو شخص جو اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھیں اسی پر جمع ہوں اور اسی پر جدا ہوں۔

چوتھے وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے نکلنے کے وقت سے مسجد میں پھر جانے کے وقت تک۔

پانچویں وہ شخص جو خلوت اور تنہائی میں اللہ کا ذکر کر کے رو دے۔

چھٹے وہ شخص جسے کوئی منصب اور جمال والی عورت بدکاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

ساتویں وہ شخص جو اپنا صدقہ اس قدر چھپا کر دے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر تک نہ ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد اللہ کے واسطے کی محبت کا مرتبہ ہے اور اس میں بھی دو درجہ ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ تم کو کسی شخص سے اس بنا پر محبت ہو کہ دنیا میں تم کو اس کے ذریعہ سے ایسی چیز حاصل ہوئی ہے جو آخرت میں مفید ہے مثلاً شاگرد کو اپنے استاد کے ساتھ علم دین حاصل کرنے کے سبب محبت ہے اور مرید کو اپنے مرشد سے راہ طریقت معلوم کرنے کی وجہ سے محبت ہے پس یہ سب اللہ ہی کے واسطے کی محبت ہے کیونکہ کوئی دنیاوی غرض اس محبت سے مقصود نہیں مگر پھر بھی چونکہ خاص اللہ تعالیٰ کی ذات مطلوب نہیں اس لئے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ کسی اللہ کے پیارے اور نیک بندے سے بغیر کسی دینی غرض کے صرف اس وجہ سے محبت ہو کہ یہ شخص حق تعالیٰ کا محبوب ہے...... بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں حق تعالیٰ سے محبت ہو اور اس کے محبوب بندوں سے محبت نہ ہو؟...... جس مسلمان کو اپنے مولا سے اتنی بھی محبت نہیں جس کا یہ اثر ہو کہ اللہ کے محبوب بندے اس کے محبوب بن جائیں اور یہ خدا کے دشمنوں کو وہ اپنا دشمن سمجھے تو سمجھنا چاہئے کہ اس شخص کے ایمان میں ضعف ہے اور اس کو اپنے خدا کی محبت نہیں ہے۔ (تبلیغ دین)

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب و مقبول بندوں کی سچی محبت اور اپنے دشمنوں کی دشمنی ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

اب آگے متقین اہل ایمان کو جو جزا قیامت کے روز ملے گی اس کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہمارے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حکمت کی باتیں ہمارے طرف لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کا پورا اتباع نصیب فرمائیں اور دین میں بیجا اور ناحق اختلافات سے ہم کو بچائیں اور صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے صالح و متقی اہل ایمان کی رفاقت و دوستی دنیا میں نصیب فرمائیں تاکہ وہ آخرت میں کام آئے۔ اور بے دینوں کی رفاقت و دوستی سے ہم کو بچائیں تاکہ ہمارا دین ایمان محفوظ رہے۔

یا اللہ! اختلاف اور افتراق کی وبا اور بیماری اب اہل اسلام میں بھی گھس آئی ہے جس کے بدنتائج ہم دیکھ رہے ہیں۔

یا اللہ اس لعنت کو امت مسلمہ میں سے دور فرمادے اور ان کو آپس میں اتحاد اتفاق کے ساتھ رہنا نصیب فرمادے۔

یا اللہ ہمارے اختلافات سے دشمنان دین فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور ہمیں نقصان پہنچا رہے ہیں یا اللہ ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات اپنا لینے کی توفیق عطا فرما تاکہ اختلاف کی لعنت ہم میں سے دور ہو اور آپس کے اتفاق واتحاد کی برکت و سعادت نصیب ہو۔

یا اللہ! ہم کو اپنی محبت۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اپنے اولیاء کی محبت نصیب فرما اور اسی محبت کو ہماری نجات و مغفرت کا ذریعہ بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

4

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾

(اور مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے۔ یعنی وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور فرمانبردار تھے۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ

تم اور تمہاری بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جاویں گے اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ

جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی۔ اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک

اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾

بنادئے گئے ہو اپنے اعمال کے عوض میں۔ تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھا رہے ہو۔

يٰعِبَادِ اے میرے بندو	لَا خَوْفٌ کوئی خوف نہیں	عَلَيْكُمْ تم پر	الْيَوْمَ آج	وَلَآ اَنْتُمْ اور نہ تم	تَحْزَنُوْنَ غمگین ہو گے	اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے
بِاٰيٰتِنَا ہماری آیات پر	وَكَانُوْا اور وہ تھے	مُسْلِمِيْنَ (جمع) مسلم	اُدْخُلُوا تم داخل ہو جاؤ	الْجَنَّةَ جنت	اَنْتُمْ تم	وَاَزْوَاجُكُمْ اور تمہاری بیویاں
تُحْبَرُوْنَ تم خوش بخت کئے جاؤ گے	يُطَافُ لے پھریں گے	عَلَيْهِمْ ان پر	بِصِحَافٍ رکابیاں	مِّنْ ذَهَبٍ سونے کی	وَّاَكْوَابٍ اور آبخورے	
وَفِيْهَا اور اس میں	مَا تَشْتَهِيْهِ وہ جو چاہیں گے	الْاَنْفُسُ جی (جمع)	وَتَلَذُّ اور لذت ہوگی	الْاَعْيُنُ آنکھوں	وَاَنْتُمْ اور تم	فِيْهَا اس میں
خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہو گے	وَتِلْكَ اور یہ	الْجَنَّةُ جنت	الَّتِيْ وہ جس	اُوْرِثْتُمُوْهَا تم وارث بنائے گئے اس کے	بِمَا اس کے بدلے	
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	فَاكِهَةٌ میوے	كَثِيْرَةٌ بہت	مِّنْهَا اس سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں قیامت کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ دوست دوست سے بھاگے گا اور افراتفری پڑی ہوگی اور ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے گا۔ بجز خدا سے ڈرنے والے اہل ایمان کے کہ جن کا تعلق اور دوستی دنیا میں اللہ کے واسطے تھی۔ ان کو دوستی کا نفع و ثواب محسوس ہوگا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان اہل ایمان متقین کو قیامت کے دن حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی اور اس طرح خطاب فرمایا جائے گا کہ اے میرے بندو آج تمہارے لئے نہ آئندہ کا ڈر ہے نہ پچھلی باتوں کا غم۔ تم غم و ہراس سے دور رہو۔ اور تمہارے لئے ہر طرح امن و چین ہوگا۔ یہ خطاب کن سے ہوگا؟ یہ ان لوگوں سے

کہا جائے گا جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے اور اس کے احکام بجالانے پر کمربستہ رہتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جبکہ لوگ اپنی اپنی قبروں سے کھڑے کئے جائیں گے تو سب کے سب گھبراہٹ اور بے چینی میں ہوں گے۔ اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ اے بندو! آج کے دن تم پر نہ خوف ہے نہ ہراس سارے کے سارے اسے عام اعلان سمجھ کر خوش ہو جائیں گے تو منادی اسی وقت کہے گا وہ بندے جو دل سے ایمان لائے تھے اور جسم سے نیک کام کئے تھے۔ اس وقت سوائے سچے اور پکے مسلمانوں کے باقی سب مایوس ہو جائیں گے۔ تو مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے میدان حشر میں ندا دی جائے گی

اوریعباد اے میرے بندو کے لقب سے خطاب فرمایا جائے گا اور بشارت سنائی جائے گی کہ نہ تم آئندہ کی کسی تکلیف کا اندیشہ کرو اور نہ اب ماضی کے متعلق کوئی غم وفکر رکھو۔

اب یہاں یہ قابل غور ہے کہ یہ بشارت جن کو سنائی جائے گی ان کی دوصفات بیان کی گئی ہیں ایک الذین ا منوا باٰ یٰتنا جو دنیا میں ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے۔ جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے تھے۔ دوسری صفت فرمائی و کانو ا مسلمین اور وہ علماً وعملاً ہمارے فرمانبردار تھے۔حکم بردار تھے یہیں سے ایمان اور اسلام کا فرق بھی معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام دوعلیٰحدہ علیٰحدہ چیزیں ہیں اور یہ مژدہ اور بشارت انہی کو سنایا جائے گا جو ایمان بھی رکھتے ہوں گے اور اسلام بھی رکھتے ہوں گے۔تو معلوم ہوا کہ فلاح ونجات آخرت کے لئے جیسا ایمان ضروری ہے ایسا ہی اسلام بھی ضروری ہے اور دونوں کے مجموعہ ہی پر یہ بشارت سنائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں ایمان صادق کے ساتھ اسلام کامل بھی نصیب فرمائیں۔ آمین۔ تو میدان حشر میں پہلے تو اے میرے بندو کے پیارے لقب سے بشارت سنائی جائے گی پھر اس کے بعد حکم فرمایا جائے گا کہ تم اور تمہاری ایماندار بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی مومن و مسلم نہیں ہوسکتا ان ہی میں سے جنت وجہنم بھی ہیں اور یہی دونوں مقام انسانوں کا آخری اور پھر ابدی ٹھکانہ ہیں۔ جنت کیا ہے؟ اللہ کے انعام اور رضا کی جگہ جہنم کیا ہے؟ اللہ کے غصہ اور ناراضگی کی جگہ۔قرآن وحدیث میں جو جنت وجہنم کا ذکر بکثرت فرمایا گیا ہے اس سے مقصد یہی ہے کہ انسانوں میں جہنم اور اس کے عذاب کا خوف پیدا ہو اور وہ ان برائیوں سے بچیں جو جہنم میں لے جانے والی ہیں اور جنت اور اس کی بہاروں اور لذتوں کا شوق ابھرے تاکہ وہ اچھے اعمال اختیار کریں جو جنت میں پہنچانے والے ہیں اور وہاں کی نعمتوں کا مستحق بنانے والے ہیں۔ تو ایسی آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی کا اصلی حق یہی ہے کہ ان کو پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی کیفیتیں پیدا ہوں جن سے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں مدد ملے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کا عزم و ہمت پیدا ہو۔ اہل ایمان کو میدان حشر میں حکم ہوگا کہ تم اور تمہاری بیبیاں جنت میں جاؤ۔ اب آگے ان اہل ایمان کے جنت میں جانے کے بعد کیا ہوگا کچھ تھوڑا سا اس کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے پر ان اہل ایمان کے پاس سونے کی رکابیاں کھانوں سے بھری ہوئی اور سونے کے گلاس مشروبات سے بھرے ہوئے لائے جاویں گے۔ گویا ہر چہار طرف سے ان کے سامنے طرح طرح کے ملذز خوش ذائقہ مرغوب کھانوں کی کشتیاں۔ رکابیاں اور قابیں پیش ہوں گی اور غلمان خوش رو اور نوعمر خادم کی حیثیت سے سونے کی پلیٹیں اور گلاس لئے ادھر ادھر اردگرد گھوم رہے ہوں گے۔ غلمان جنت میں حوروں کی طرح ایک جدا مخلوق ہیں۔ وہ ہمیشہ ایک عمر کے رہیں گے اور مثل بکھرے ہوئے موتیوں کے چاروں طرف اہل جنت کی خدمت کرتے پھریں گے اور صرف کھانے پینے ہی کی نہیں بلکہ ان اہل جنت کو وہاں ہر وہ چیز ملے گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور جس سے ان کو راحت اور سرور حاصل ہوگا پھر مزید براں ان سے یہ کہا جاوے گا کہ اب تم اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو گے یعنی یہ راحت و آرام اور نعمتیں عارضی نہیں ہیں بلکہ دائمی اور ابدی ہیں اور بطور اعزاز و اکرام کے یہ بھی کہا جاوے گا کہ یہ جنت تمہارے باپ آدم کی میراث تم کو واپس مل گئی۔ تمہارے اعمال کے سبب سے اور اللہ کے فضل سے۔ اللہ

تعالیٰ یہ جنت کی نعمتیں اپنے فضل سے مجھ کو اور آپ کو بھی اپنی رحمت سے عطا فرمائیں۔ آمین۔

جس جنت کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے اس کی بابت کچھ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جان لیجئے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سب سے نیچے درجہ کا جنتی جو سب سے آخر جنت میں جائے گا اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جاتی ہوگی لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ڈیرے خیمے اور محل سونے کے اور زمرد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے-ساز و سامان سے پر ہوں گے۔ صبح و شام ستر ستر ہزار رکابیا لے الگ الگ وضع کے کھانے سے پر اس کے سامنے ر نائیں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابۃ اور اوّل سے آخر تک اس کی اشتہا برابر اور یکساں رہے گی۔ اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کر دے تو سب کو کفایت ہو جائے اور کچھ نہ گھٹے۔ ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا ہوتا تو اچھا ہوتا چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہی چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں۔ پس کافر۔ مومن کی جہنم کی جگہ کا وارث ہوگا اور مومن۔ کافر کی جنت کی جگہ کا وارث ہوگا۔ جہنمی اپنی جنت کی جگہ جہنم میں سے دیکھیں گے اور حسرت و افسوس سے کہیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت کرتا تو میں بھی متقیوں میں ہوتا اور ہر ایک جنتی بھی اپنی جہنم کی جگہ جنت میں سے دیکھے گا اور اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہے گا کہ ہم خود اپنے طور پر راہ راست کے حاصل کرنے پر قادر نہ تھے اگر اللہ تعالیٰ خود ہماری رہنمائی نہ فرماتا۔ غرض کہ یہاں آیت میں جنت کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہاں قیمتی سے قیمتی اور اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے پینے کے برتن ہوں گے۔ اور خادم کھانے پینے کی چیزیں لئے حسب منشا ان کے سامنے حاضر رہیں گے اور جو دل میں آرزو اور چاہت پیدا ہوگی وہ پوری ہوگی اور جو چاہیں گے وہ فوراً ملے گا اور پھر یہ حالت کبھی ختم نہ ہونے والی ہوگی۔

یہ تو حال اہل ایمان کا بیان ہوا ان کے مقابلہ میں آگے مجرموں اور نافرمانوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمالیں جن کو میدان حشر میں کسی خوف اور غم نہ ہونے کی بشارت دی جائے گی۔ یا اللہ آپ نے جہاں اس دنیا میں اپنے فضل سے ہم کو ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے وہیں ہم کو کامل طور پر اسلام اور فرمانبرداری کی دولت بھی نصیب فرمایئے۔ یا اللہ اپنی دائمی جنتوں میں ہم کو بھی بے حساب داخل ہونا نصیب فرمایئے۔ اور وہاں کی نعمتوں سے سرفراز فرمایئے۔ یا اللہ ساتھ ہی ہمارے اہل و عیال کو بھی جنت نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَمَا

بیشک نافرمان (یعنی کافر) لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ (عذاب) ان سے ہلکا نہ کیا جاوے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے۔ اور ہم نے

ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ

ان پر ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی ظالم تھے۔ اور پکاریں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار (ہم کو موت دیکر) ہمارا کام ہی تمام کردے وہ (فرشتہ) جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں

مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٨﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿٧٩﴾

رہو گے۔ ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا لیکن تم میں اکثر آدمی سچے دین سے نفرت رکھتے ہیں۔ ہاں کیا انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے سو ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے۔

اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٨٠﴾

ہاں کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی چپکی چپکی باتوں کو، اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے، ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں۔

اِنَّ بیشک	الْمُجْرِمِيْنَ مجرم (جمع)	فِيْ میں	عَذَابِ جَهَنَّمَ عذاب جہنم	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے	لَا يُفَتَّرُ ہلکا نہ کیا جائے گا	عَنْهُمْ ان سے
وَهُمْ فِيْهِ اور وہ اس میں	مُبْلِسُوْنَ ناامید پڑے رہیں گے	وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ظلم نہیں کیا اُن پر	وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ)	كَانُوْا وہ تھے		
هُمْ وہ	الظّٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)	وَنَادَوْا اور وہ پکاریں گے	يٰمٰلِكُ اے مالک	لِيَقْضِ عَلَيْنَا اچھا ہو کہ موت کا فیصلہ کردے ہم پر (ہماری)		
رَبُّكَ تیرا رب	قَالَ وہ کہے گا	اِنَّكُمْ بیشک تم	مّٰكِثُوْنَ ہمیشہ رہنے والے	لَقَدْ جِئْنٰكُمْ تحقیق ہم آئے تمہارے پاس	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	
وَلٰكِنَّ لیکن	اَكْثَرَكُمْ تم میں سے اکثر	لِلْحَقِّ حق سے۔کو	كٰرِهُوْنَ ناپسند کرنے والے	اَمْ کیا	اَبْرَمُوْٓا انہوں نے ٹھہرالی	اَمْرًا کوئی بات
فَاِنَّا تو بیشک ہم	مُبْرِمُوْنَ ٹھہرانے والے	اَمْ يَحْسَبُوْنَ کیا وہ گمان کرتے ہیں	اَنَّا کہ ہم	لَا نَسْمَعُ ہم نہیں سنتے	سِرَّهُمْ ان کی پوشیدہ باتیں	
	وَنَجْوٰىهُمْ اور انکی سرگوشیاں	بَلٰى ہاں	وَرُسُلُنَا اور ہمارے فرشتے	لَدَيْهِمْ ان کے پاس	يَكْتُبُوْنَ لکھتے ہیں	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان کی جزاء کا بیان ہوا تھا کہ قیامت میں اہل ایمان متقین کو خطاب ہوگا کہ اے میرے بندو آج تم کو نہ خوف ہے نہ غم۔ تم خوش خوش اپنی جنتی بیبیوں کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔ چنانچہ جب وہ جنت میں چلے جائیں گے تو ان کے سامنے کھانے پینے کا دور ہوگا۔ اور ان کو ہر وہ چیز جس کا دل چاہے وہ ان کو ملے گی اور پھر یہ بھی بتلا دیا جاوے گا کہ یہ جنت کی نعمتیں دائمی اور لازوال ابدالآباد تک کے لئے ہیں۔ نیکوکار اہل ایمان کی جزا بیان کردینے کے بعد آگے ان آیات میں بدکار کافروں اور مجرموں کی سزا کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کفار مجرمین جہنم میں جائیں گے اور اسی میں ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ اور ان پر سے عذاب جہنم ذرا بھی نہ ہٹایا جائے گا۔ نہ کم کیا جائے گا۔ اور وہ اسی عذاب میں مایوس پڑے رہیں گے اور ناامید ہوجائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں۔ یہاں آیت میں لفظ مجرمین کا آیا ہے جس سے مراد مشرک وکافر ہیں کیونکہ دوسری آیات اور بکثرت احادیث اس کی دلالت کررہی ہیں کہ عاصی اور گناہ گار مومن اگر بغیر توبہ کے بھی مرجائیں اور ان کے گناہوں کی مغفرت بھی نہ ہو تب بھی وہ گناہوں کی سزا پانے کے بعد کبھی نہ کبھی جنت میں چلے ہی جائیں گے اور یہاں آیت میں دوامی عذاب میں مبتلا ہونے اور رہائی بلکہ تخفیف عذاب سے بھی ناامید ہوجانے کی صراحت

موجود ہے اس لئے یہاں مجرمین سے مقصود صرف کفار ہی ہیں ۔آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کفار کو جہنم رسید کر کے ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوا کہ ناحق عذاب دیا گیا ہو بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے کہ کفروشرک کر کے اپنا نقصان کرلیا۔ان کو دنیا میں بھلائی برائی کے سب پہلو سمجھا دیئے گئے تھے اور پیغمبروں کو بھیج کر حجت تمام کردی تھی۔کوئی معقول عذران کے لئے باقی نہ چھوڑا تھا۔اس پر بھی نہ مانے اور اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے ۔ پھر ایسوں کو سزا دی جائے تو اسے ظلم کون کہہ سکتا ہے؟انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے فائدہ اندوز ہونے کے باوجود اس کو معبود یکتا نہ مانا اور اس کے احکام کی تعمیل نہ کی پھر خداداد قوتوں کا غلط استعمال کیا۔علمی اور عملی طاقت کا بے محل استعمال کیا۔فکر واعتقاد کو غلط رو بنایا۔یہی زندگی کا غلط استعمال اور بے راہ روی دوامی جہنم کی شکل میں ان کے سامنے آئی آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ مجرمین نجات سے بالکل مایوس ہو جاویں گے تو اس وقت موت کی تمنا کریں گے اور جہنم کے داروغہ مالک نامی فرشتے کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم نہ یہاں سے چھوٹتے ہیں۔اور نہ مرتے ہی ہیں۔اپنے رب سے تم ہی دعاء کرو کہ تمہارا پروردگار ہم کو موت دے کر ہمارا کام تمام کر دے۔لکھا ہے کہ جہنمی ہزار برس چلائیں گے تب مالک فرشتہ جواب دے گا کہ چلانے سے کچھ فائدہ نہیں تم کو اسی حالت میں ہمیشہ رہنا ہے یعنی کبھی نہ مرو گے کہ عذاب سے نجات مل جائے نہ یہاں سے نکلو گے۔اہل جہنم کی یہ حالت بیان کر کے آگے کفار مشرکین سے خطاب ہوتا ہے کہ ہم نے تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کردیا ہے اور سچی باتیں بتادی ہیں لیکن تم میں سے بہت سوں کو سچ سے تو نفرت ہے۔اس کو قبول کرنا تو درکنار اسے سننا بھی پسند نہیں کرتے پھر انہیں کفار مشرکین کی طرف اشارہ کر کے بتلایا جاتا ہے کہ ان کفار نے اللہ کے رسول کے مقابلہ میں طرح طرح کے خفیہ منصوبے گانٹھتے اور پوشیدہ تدبیریں کرتے ہیں مگر اللہ کی خفیہ تدبیریں ان کے سب منصوبوں پر پانی پھیر دیتی ہیں۔انہوں نے اسلام سے لوگوں کو روکنے کا پکا ارادہ کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ارادہ کرلیا ہے کہ اسلام دنیا بھر میں پھیل کر رہے گا اور ان کی سب تدبیریں ناکام ہو کر رہیں گی۔ پھر کفار مکہ نے آپس میں مشورہ سے یہ بھی طے کیا تھا کہ ہم میں جو اسلام قبول کر چکا ہے اگر وہ آزاد ہے تو اس کے ساتھی اور رشتہ دار اور اگر وہ غلام ہے تو اس کا آقا اور مالک اس پر سختی کرے۔اسے ڈانٹے ڈپٹے۔مارے پیٹے ۔سزائیں دے تاکہ وہ دق ہو کر اور تنگ ہو کر اسلام چھوڑ دے اور باہر سے آنے والوں کو مکہ میں داخل ہونے سے پہلے اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ ایک شخص جو نئے دین کی دعوت اور تعلیم پیش کرتا ہے اس کے پاس بھی نہ پھٹکنا ورنہ تم (نعوذ باللہ) گمراہ ہو جاؤ گے اور ان کی باتوں میں جادو کا اثر ہے چنانچہ ان کفار مکہ نے قول و قرار کیا کہ ہم ایسا ہی کریں گے اور اس پر عمل بھی شروع کردیا۔اسی کے متعلق یہاں اشارہ ہے کہ اللہ نے بھی پکا فیصلہ کرلیا ہے کہ کفار مکہ کی یہ ساری تدبیریں ناکام ہو کر رہیں گی اور اسلام کا بول بالا اس سرزمین پر ہو کر رہے گا چنانچہ الحمدللہ یہ قرآنی پیشین گوئی اسی طرح ثابت ہوئی آگے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا یہ کفار جو ہمارے رسول اور ہمارے دین اسلام کو مٹانے اور نقصان پہنچانے کی خفیہ تدبیریں کررہے ہیں تو کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی چپکی چپکی کہی ہوئی باتوں اور ان کے خفیہ مشوروں کو نہیں سنتے۔ہم ضرور سنتے ہیں اور ان کے دلوں کے بھید تک ہم جانتے ہیں اور انتظامی ضابطہ کے موافق ہمارے فرشتے کراماً کاتبین ان کے سب اعمال وافعال لکھتے جاتے ہیں۔ان کا سارا کچا چٹھا قیامت میں پیش ہوگا۔

اب آگے مشرکین کے اس عقیدہ شرکیہ کے متعلق کہ (نعوذ باللہ) اللہ اولاد رکھتا ہے اس کا رد فرمایا جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی پاکی بڑائی وعظمت وشان بیان فرما کر خاتمہ سورۃ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ ان منکرین سے جو توحید ورسالت کا محض عناد و ہٹ دھرمی کی بنا پر انکار کررہے ہیں ان سے اعراض فرمالیا جائے جس کا بیان انشاءاللہ خاتمہ کی اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَأَنَا أَوَّلُ الْعٰبِدِينَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ

آپ کہیئے اگر خدائے رحمٰن کے اولاد ہوتو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں۔ آسمانوں اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾

ان باتوں سے منزہ ہے جو یہ (مشرک) لوگ بیان کر رہے ہیں۔ تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِي لَهُ

اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے، اور وہی بڑی حکمت والا اور بڑے علم والا ہے۔ اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس کیلئے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ

آسمانوں اور زمین کی اور جو مخلوق اس کے درمیان میں ہے اس کی سلطنت ثابت ہے، اور اس کو قیامت کی (بھی) خبر ہے، اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ اور خدا کے سوا

الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ

جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش (تک) کا اختیار نہ رکھیں گے ہاں جن لوگوں نے حق بات کا اقرار کیا تھا اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں

سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلِهِ يٰرَبِّ إِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾

کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے سو یہ لوگ کدھر الٹے جاتے ہیں۔ اور اس کو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

تو آپ ان سے بے رخ رہیئے اور یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں، سو ان کو ابھی معلوم ہو جاوے گا۔

قُلْ فرمادیں	إِنْ كَانَ اگر ہوتا	لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کا	وَلَدٌ کوئی بیٹا	فَأَنَا تو میں	أَوَّلُ پہلا	الْعٰبِدِينَ عبادت کرنیوالا	سُبْحٰنَ پاک ہے	
رَبِّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کارب	وَالْأَرْضِ اور زمین	رَبِّ الْعَرْشِ عرش کارب	عَمَّا اس سے جو	يَصِفُونَ وہ بیان کرتے ہیں	فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دیں انکو			
يَخُوضُوا وہ بیہودہ باتیں کریں	وَيَلْعَبُوا اور کھیلیں	حَتّٰى یہاں تک	يُلٰقُوا وہ پالیں	يَوْمَهُمُ اس دن کو	الَّذِي وہ جس	يُوعَدُونَ ان کو وعدہ کیا جاتا ہے		
وَهُوَ اور وہ	الَّذِي وہ جو	فِي السَّمَاءِ آسمانوں میں	إِلٰهٌ معبود	وَفِي الْأَرْضِ اور زمین میں	إِلٰهٌ معبود	وَهُوَ اور وہی	الْحَكِيمُ حکمت والا	الْعَلِيمُ علم والا
وَ اور	تَبٰرَكَ بڑی برکت والا	الَّذِي وہ جو	لَهُ اس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْأَرْضِ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	
وَعِنْدَهُ اور اسکے پاس	عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم	وَإِلَيْهِ اور اسکی طرف	تُرْجَعُونَ تم لوٹ کر جاؤ گے	وَلَا يَمْلِكُ اور اختیار نہیں رکھتے	الَّذِينَ وہ جن کو			
يَدْعُونَ وہ پکارتے ہیں	مِنْ دُونِهِ اسکے سوا	الشَّفَاعَةَ شفاعت	إِلَّا سوائے	مَنْ شَهِدَ جس نے گواہی دی	بِالْحَقِّ حق کی	وَهُمْ اور وہ	يَعْلَمُونَ جانتے ہیں	
وَلَئِنْ اور اگر	سَأَلْتَهُمْ آپ ان سے پوچھیں	مَنْ کس	خَلَقَهُمْ پیدا کیا انہیں	لَيَقُولُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے	اللّٰهُ اللہ	فَأَنّٰى تو کدھر		
يُؤْفَكُونَ وہ الٹے پھرے جاتے ہیں	وَقِيلِهِ قسم اس کے کہنے کی	يٰرَبِّ اے میرے رب	إِنَّ بیشک	هٰؤُلَاءِ یہ	قَوْمٌ لوگ	لَا يُؤْمِنُونَ ایمان نہیں لائیں گے		
	فَاصْفَحْ تو آپ منہ پھیر لیں	عَنْهُمْ ان سے	وَقُلْ اور کہیں	سَلٰمٌ سلام	فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ پس جلد انہیں معلوم ہو جائے گا			

تفسیر وتشریح

یہ سورہ زخرف کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ کفار ومشرکین کے انجام کے سلسلہ میں گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا گیا تھا کہ "ہم نے ان پر ذرا ظلم نہیں کیا کہ ناحق عذاب دیا ہو لیکن یہ خود ہی ظالم تھے"۔ اس ارشاد کے بعد کفار ومشرکین کے ظلم کی چند مثالیں بیان فرمائی گئی تھیں۔ پہلی بات تو ان کفار و مشرکین کے ظلم کی یہ تھی کہ اللہ نے سچا دین ان کے پاس پہنچایا لیکن اکثر کفار نے اس سچے دین سے نفرت ہی کی۔ کفار کے دوسرے مظالم یہ تھے کہ وہ اللہ کے سچے رسول اور اللہ کے سچے دین کے نقصان کے لئے خفیہ تدبیریں اور مشورہ کرتے تھے جس پر انہیں تنبیہ کی گئی تھی کہ اللہ کو ان کی خفیہ تدبیروں اور مشوروں کا سب علم ہے اور اس کے فرشتے ان کے یہ سب اعمال وافعال لکھتے جارہے ہیں جس کا حال ان پر قیامت میں سب کھل جائے گا۔ اسی سلسلہ میں کفار ومشرکین کا ایک اور ظلم ان آیات میں بیان کر کے اس کا رد فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ ان کفار ومشرکین نے اللہ کے لئے (نعوذ باللہ) بیٹے اور بیٹیاں تجویز کی ہیں۔ اس عقیدہ کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ مشرکین کے اس عقیدہ کے رد میں یوں کہیں کہ تم جو حق تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہو تو اگر بالفرض محال ایسا ہوتا یعنی نعوذ باللہ خدائے رحمٰن کے اولاد ہوتی تو سب سے اول اس بات کو تسلیم کرنے والا میں ہوتا یعنی مجھ کو تمہاری طرح حق بات کے ماننے سے انکار اور ضد نہیں۔ میں جس بنا پر اس سے انکار کرتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ حقیقت میں خدا کا کوئی بیٹا یا بیٹی نہیں ہے اور تمہارا یہ عقیدہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے ورنہ میں تو اللہ تعالیٰ کا ایسا مطیع اور فرمانبردار بندہ ہوں کہ اگر بالفرض یہ حقیقت ہوتی تو میں تم سے پہلے اس معاملہ میں بندگی میں سر جھکا دیتا اور اس کے اولاد کی ویسی ہی عزت اور عبادت کرتا جیسے کہ ان کے شایان شان ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بابت جو غلط بیانیاں تم کرتے ہو وہ ان سے بالکل پاک ہے۔ وہ تو آسمانوں اور زمین اور عرش عظیم کا مالک ومختار ہے۔ اس اکیلے کا حکم سب پر چلتا ہے۔ اسے نہ اولاد کی ضرورت نہ مددگار کی حاجت۔ وہ تنہا سب پر حاوی اور قابض ہے اور جو ہے اس کا بندہ اور مملوک ہے تو اس کی ذات میں یہ امکان ہی نہیں کہ معاذ اللہ وہ کسی کا باپ بنے یا اس کا کوئی بیٹا بنے۔ آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ یہ منکرین جہل وغفلت کے نشہ میں جو کچھ بکتے ہیں بکنے دیجئے۔ یہ لوگ اور چندروز دنیا کے کھیل تماشہ میں گزار لیں آخر وہ یوم موعود یعنی روز قیامت آنا ہے جس میں ایک ایک کر کے ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھایا جائے گا۔ خدا تو وہی ایک اکیلا خدا ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔ ساری خلقت زمین سے آسمان تک اس کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے اور اس کے سامنے پست وعاجز ہے۔ زمین وآسمان میں ہر جگہ وہی اکیلا معبود ہونے کا حق دار ہے اور کوئی نہیں کیونکہ فقط وہی کامل حکمت والا اور علم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ ذات بابرکات ہے جو ساری خوبیوں کا سرچشمہ اور جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے سب کی بادشاہت ہے۔ فرش سے عرش تک اسی کا راج ہے اور یہ بھی اسی کو خبر ہے کہ قیامت آئے گی جس دن سارے مردے زندہ کر کے کھڑے کئے جاویں گے اور سب اسی کی طرف لوٹ کر جاویں گے اور ہر ایک کے عملوں کے مطابق فیصلہ فرمایا جائے گا۔ اور یہ جو کفار ومشرکین نے غلط خیال قائم کر رکھا ہے کہ ان کے معبودان باطل جن کی یہ پرستش کرتے ہیں یہ اللہ

سے ان کی سفارش کر کے دنیا میں جو چاہیں دلوا دیں گے اور قیامت کے دن ان کی سفارش کر کے عذاب سے بچالیں گے تو یہ سب بالکل بے بنیاد خیال ہیں وہ بالکل بے اختیار ہیں وہ سفارش کا کوئی اختیار نہ رکھیں گے ہاں البتہ جن لوگوں نے دنیا میں کلمہ حق یعنی ایمان کا اقرار کیا تھا اور وہ دل سے تصدیق بھی کیا کرتے تھے جیسے انبیاء۔ اولیاء۔ صلحاء مومنین وہ باذن الٰہی اہل ایمان کی سفارش کر سکیں گے مگر اس سے کفار کو کیا فائدہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ان مشرکین سے پوچھا جائے کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ نے مشرکین عرب کو نزول قرآن کے زمانہ میں یہ اقرار تھا کہ تمام انسانوں کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ تو جب یہ مشرکین کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ خالق اور ان کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے تو پھر عبادت اور بندگی کا مستحق کوئی دوسرا کیونکر ہو گیا۔ ان کی جہالت اور حماقت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ ایسی سیدھی سی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور بلکہ سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتے۔ عجیب بات ہے کہ مقدمات کو تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ سے انکار۔ ان کی مت کیسی اوندھی ہو رہی ہے۔ تو اس سے ان کا جرم صاف ظاہر ہے کہ ان کا یہ انکار محض عناد سے ہے اور ظاہر ہے کہ معاند زیادہ مجرم ہوتا ہے۔ پھر ان کا جرم اللہ کے رسول کی فریاد اور نالش سے اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اس قدر رڈھٹائی اور بے پروائی اختیار کی کہ ہمارے رسول کو ہماری جناب میں کہنا پڑا کہ اے میرے رب میں نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس کا مطلب سمجھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا غرض ہر طرح سے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن باوجود میری اس درجہ فہمائش کے یہ ایمان نہیں لاتے اور میری بات نہیں مانتے تو ہم نے اپنے رسول کی یہ فریاد سن لی ہے پس ایسی حالت میں ان سرکشوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ کیسا سخت عذاب ہوگا۔ سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان معاندین سے درگذر کریئے اور اگر وہ آپ سے مخالفت اور جہالت اور شر کی باتیں کریں تو آپ رفع شر کے لئے یوں کہہ دیجئے کہ میں تم کو سلام کرتا ہوں اور کچھ نہیں کہتا۔ آپ چندے صبر کیجئے۔ عنقریب ان کو پتہ لگ جائے گا اور مرتے ہی معلوم ہو جائے گا کہ کس غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔

اب یہاں یہ امر قابل غور و فکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار و مشرکین کے ایمان نہ لانے اور کفر و شرک پر اصرار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد و نالش کرنا پڑی تو جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے اور آپ کا کلمہ پڑھتے ہوئے اسلام سے در پردہ بغاوت پر کمر بستہ ہیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے کے درپے ہیں جو احکام الٰہیہ کے مقابلہ میں یورپ اور امریکہ کے بے دینوں کے قانون کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو قرآنی قوانین کو ۱۴۰۰ سال پرانے اور اس ترقی کے زمانہ میں نہ چل سکنے کا الزام لگاتے ہیں جو قرآن میں اپنے اقتصادی مسائل کا حل نہیں پاتے۔ جو رسول اللہ کی سنتوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو مغرب کے بے دینوں اور یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلنے میں فخر محسوس کرتے ہیں جو دین پر چلنے کو دقیانوسیت خیال کرتے ہیں۔ جو اس سائنس اور ٹیکنالوجی کے زمانہ میں قرآن و حدیث کی بات کرنا جرم سمجھتے ہیں۔ جو دین اور مذہب اور اللہ و رسول سے آزاد ہو کر ترقی کی رٹ لگاتے ہیں۔ اور جو اس کے خلاف زبان کھولے اس کو ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانے والا اور زمانہ سے ناواقف گردانتے ہیں تو کیا ایسوں کے خلاف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی جناب میں شکایت کی نوبت نہ آئے گی؟ پھر جب شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین ہی شکایت فرمائیں تو

پھر ٹھکانہ کہاں اور کیا انجام ہونا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقل سلام کی جو تلقین فرمائی گئی اور یہ جو فرمایا کہ کہہ دیجئے کہ میں تم کو سلام کرتا ہوں تو اس سے یہ مقصد نہیں ہے کہ ان معاند کفار ومشرکین کو ''السلام علیکم'' کے الفاظ کہیں جائیں کیونکہ کسی غیر مسلم کو ان الفاظ سے سلام کرنا جائز نہیں۔ بلکہ یہ ایک محاورہ ہے کہ جب کسی شخص سے قطع تعلق کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ میری طرف سے سلام ہے۔ یا تمہیں سلام کرتا ہوں۔ اس سے حقیقی طور پر سلام کرنا مقصود نہیں ہوتا جو ایک دعائیہ کلمہ ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں خوبصورتی کے ساتھ تم سے قطع تعلق کرنا چاہتا ہوں۔ اور تم سے کوئی واسطہ رکھنا نہیں چاہتا۔ (معارف القرآن جلد ۷)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حقیقی اسلام اور کامل ایمان نصیب فرمائیں اور ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور آپ کے ارشاد کی تعمیل نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو قرآنی اور اسلامی حکومت نصیب فرمائیں۔ اور اس کی برکات سے دین ودنیا دونوں جہان میں مالا مال فرمائیں۔

یا اللہ! اس پرفتن دور میں ہم ان کفار ومشرکین کی کیا شکایت کریں کہ جنہوں نے اس آسمانی کتاب رحمت کی قدر نہ کی اور اس پر ایمان لانے کی سعادت حاصل نہ کی۔ ہمیں تو رونا ان اہل اسلام ہی کے لئے ہے کہ جو اس قرآن کریم پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر نہ صرف اس کی تعلیمات سے انحراف اور تغافل برت رہے ہیں بلکہ اب تو اس سے بغاوت تک کی نوبت دیکھنے اور سننے میں آرہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اور اس ملک پر جو اسلام کے نام سے دنیا کے نقشہ میں نمودار ہوا تھا ہم کو اسلام کی سچی وقعت وعظمت عطا فرمائیں یا اللہ! ہماری آنکھیں قرآن کریم کے حقوق کی طرف سے کھول دے اور اس کی سچی عظمت کے ساتھ اس کا اتباع بھی نصیب فرمادے۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو اس سلسلہ میں تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان کے تدارک کی اور اس جرم عظیم سے توبہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ

حٰم۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے ہم آگاہ کرنے والے تھے۔ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے

كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۶﴾

حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے، ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے، بیشک وہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

حٰمٓ حٰم	وَالْكِتٰبِ قسم۔ کتاب	الْمُبِيْنِ واضح	اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بیشک ہم نے نازل کیا اسے	فِيْ میں	لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ایک مبارک رات	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم میں	
مُنْذِرِيْنَ ڈرانے والے	فِيْهَا اس میں	يُفْرَقُ فیصل کیا جاتا ہے	كُلُّ اَمْرٍ ہر امر	حَكِيْمٍ حکمت والا	اَمْرًا حکم ہو کر	مِّنْ عِنْدِنَا ہمارے پاس سے	
اِنَّا كُنَّا بیشک ہم ہیں	مُرْسِلِيْنَ بھیجنے والے	رَحْمَةً رحمت	مِّنْ سے	رَبِّكَ تمہارا رب	اِنَّهٗ هُوَ بیشک وہی	السَّمِيْعُ سننے والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا

تفسیر وتشریح: بفضلہ تعالیٰ اب ۲۵ویں پارہ کی سورہ دخان کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں۔ اس کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی دسویں آیت میں لفظ دخان آیا ہے۔ دخان کے لفظی معنی ہیں دھواں۔ جس دخان یعنی دھویں کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے اس کی تفصیل وتشریح انشاء اللہ آئندہ درس میں آئے گی۔ بہرحال جس دخان کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے اس سے مراد ایک خاص دھواں ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام ہی دخان مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول بھی وہی دور ہے جبکہ کفار مکہ کی مخالفت نہایت شدید ہو گئی تھی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے دعا کی تھی کہ اللہ یوسفؑ کے قحط جیسے ایک قحط سے میری مدد فرما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اس خیال سے کی تھی کہ جب ان کفار پر مصیبت پڑے گی تو ان کی اکڑی ہوئی گردنیں ڈھیلی پڑ جائیں گی اور ان کے دل نصیحت قبول کرنے کے لئے نرم ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور مکہ کے علاقہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ اہل مکہ بلبلا اٹھے اور بڑے بڑے ہیکڑ دشمنان حق اور سرداران قریش جن میں اس وقت ابو سفیان بھی شامل تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے درخواست کی کہ اپنی قوم کو اس بلا سے نجات دلانے کے لئے اللہ سے دعا کریں۔ نیز انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا کہ یہ عذاب قحط پروردگار ہم پر سے ٹال دے تو ہم ایمان لے آویں گے۔ یہی موقع ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ مکہ میں نازل فرمائی۔ یہ ان سات سورتوں میں سے جو حم سے شروع ہوتی ہیں۔ پانچویں سورۃ ہے اور حم سے شروع ہونے والی سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حم سات ہیں اور جہنم کے بھی ۷ دروازے ہیں۔ ہر حم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے داخل نہ کیجیو۔ نیز اس سورۃ کی فضیلت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھ لے تو صبح کو اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔ موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۴ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۵۳ ہے یعنی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۵۲ سورتیں اس سورہ دخان سے

قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۶۱ سورتیں اس سورت کے بعد نازل ہوئیں۔اس سورت میں ۵۹ آیات۔تین ۳ رکوعات ۳۴۹ کلمات اور ۱۴۹۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔چونکہ یہ سورۃ بھی مکی ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں۔مثلاً اثبات توحید و رسالت۔منکرین پر وعید۔اور تاکید۔وعید کے لئے بعض اقوام سابقہ کے واقعات۔قیامت اور حشر نشر کا ہونا۔اور اپنے اعمال کی جزا و سزا میں بالآخر جنت یا جہنم میں جانا اور وہاں کے عیش و آرام یا دکھ و آزار کا بیان۔سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے تذکرہ سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ تو ایک بہت ہی صاف اور واضح کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی برکت والی رات میں نازل کیا جس رات میں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہے کیونکہ اس کی رحمت انسان کو دنیا میں بے یار و مددگار کیسے چھوڑ سکتی تھی۔اللہ تعالیٰ ہی آسمان زمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کا خالق ہے اور وہی سب کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے اور زندگی و موت دینا بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔پھر ان منکرین کو جو دین حق کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور کھیل کود میں پھنسے ہوئے ہیں انہیں تنبیہ کی گئی اور بتلایا گیا کہ اس وقت کا انتظار کرو جب دھواں ہی دھواں آسمان پر ہوگا اور لوگ سخت دکھ اور تکلیف میں ہوں گے اور گھبرا کر کہیں گے کہ اے رب اس عذاب کو ہم سے دور کر دے ہم ایمان لے آئیں گے۔اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بھلا وہ کب ایمان لانے والے ہیں۔ان کے پاس اللہ کے سچے رسول کھلی اور واضح باتیں لے کر آئے لیکن انہوں نے انہیں جھٹلا دیا۔اچھا کچھ مدت کے لئے عذاب روک دیتے ہیں لیکن یہ پھر وہی کریں گے جو پہلے کیا تھا۔اس لئے تنبیہ کی گئی کہ یاد رکھو قیامت کے دن بڑی سخت پکڑ ہوگی اور تمہاری ڈھٹائی کا بدلہ دیا جائے گا۔پھر مثال کے لئے فرعون کا قصہ سنایا گیا کہ فرعون نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بڑے مکرم رسول تھے جھٹلایا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھلائے اور اللہ کی نشانیاں پیش کیں مگر فرعون نے ان کی کوئی بات نہ مانی۔آخر فرعونیوں پر طرح طرح کے

عذاب آئے لیکن ان کا حال یہ تھا کہ عذاب آتا تو کہتے کہ اے موسیٰ! اس عذاب کو اپنے رب سے دعا مانگ کر دور کرا دو تو ہم تمہاری بات ماننے کو تیار ہیں لیکن جب عذاب ہٹ جاتا تو پھر ویسے ہی ڈھیٹ بن جاتے۔آخر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چلے جانے کا حکم ملا تو فرعون نے لشکر سمیت ان کا پیچھا کیا جس کے نتیجہ میں فرعونی سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے اور بنی اسرائیل کو ان کے ظلم و ستم سے نجات ملی اور قیامت میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔تو عرب کے یہ مشرک بھی ان ہی مغروروں کی چال چل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ موت کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا۔بس مر گئے سو مر گئے اور کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے کو مانتے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ہم زبانی دعوے کو تو ہرگز نہیں مانتے۔اس پر منکرین سے کہا گیا کہ نادانو! تم کیا ہو۔تم سے پہلے تم سے زبردست لوگوں کو ہلاک کیا جا چکا ہے اس لئے سمجھ سے کام لو۔یہ دنیا۔یہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے یہ یونہی کوئی کھیل تو نہیں بنایا۔اس کا بڑا زبردست نتیجہ نکلنا ہے جو قیامت کو معلوم ہوگا پھر سمجھایا گیا کہ لوگو قیامت میں شک مت کرو۔یہ دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ یہ ایک دن فنا ہو کر رہے گی اور سارے انسان اللہ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے ان کے عملوں کا حساب ہوگا۔اچھے عمل والے جنت میں جائیں گے جہاں راحت ہی راحت ہے اور برے عمل والے جہنم میں جائیں گے جہاں دکھ ہی دکھ ہے۔اب اگر تمہیں یہ نصیحت ماننی ہے تو مانو ورنہ وقت آنے پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں آئیں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حم سے فرمائی گئی۔جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے حروف مقطعات اسرار الٰہیہ میں سے ہیں اور ان کے صحیح مطلب و معانی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔حروف مقطعات کے متعلق یہی عقیدہ

رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد مضمون قرآن مجید کی تعظیم سے شروع ہوتا ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ قسم ہے اس کتاب مبین کی کہ ہم نے اس کو ایک خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں برکت والی رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جیسا کہ تیسویں پارہ سورہ قدر میں فرمایا گیا انا انزلنه فی لیلة القدر ہم نے اس کو یعنی قرآن کریم کو اتارا لیلۃ القدر میں۔ دوسری جگہ سورہ بقرہ میں فرمایا گیا شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن۔ رمضان کے مہینہ میں قرآن نازل کیا گیا۔ اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں ابتدائے دنیا سے آخر تک اپنے انبیا علیہم السلام پر نازل فرمائیں وہ سب کی سب ماہ رمضان المبارک ہی کی مختلف تاریخوں میں نازل ہوئی ہیں۔

اب یہاں ایک شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ باتفاق مورخین قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یک بارگی نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا مکہ اور مدینہ میں ۲۳ برس کے عرصہ میں نازل ہوا پھر یہ کیسے فرمایا جاتا ہے کہ قرآن کریم ایک برکت والی رات میں نازل ہوا تو علما نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ پورا قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لیلۃ القدر میں نازل ہوا جو رمضان کے مہینہ میں واقع ہوئی تھی یا ہمیشہ رمضان ہی میں واقع ہوتی ہے۔ پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا حسب حاجت دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونا شروع ہوا۔ اس لئے آیت انا انزلنه فی لیلة مبارکة کا ترجمہ حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہم نے اس کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک برکت والی رات یعنی شب قدر میں اتارا ہے۔

اب یہ کتاب کیوں اتاری گئی اس کے متعلق فرمایا انا کنا منذرین یعنی ہم کو منظور ہوا کہ اپنے بندوں کو مضرت اور نقصان سے بچانے کے لئے خیر و شر اور نیک و بد کی اطلاع کر دیں تو مقصد نزول بندوں کو خبردار اور ہوشیار کر دینا اور ان کے اعمال بد کی سزا سے آگاہ کر دینا مقصود تھا۔ اس کے بعد لیلۃ المبارکۃ یعنی برکت والی رات کی عظمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ اس رات میں سال بھر کے معاملات جس طور پر حق تعالیٰ کو کرنا منظور ہے اس طور کو متعین کر کے ان کی اطلاع کارکن ملائکہ کو کر دی جاتی ہے۔ یعنی سال بھر کے متعلق قضا و قدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے اسی عظیم الشان رات میں لوح محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالہ کئے جاتے ہیں۔ آگے بتلایا گیا کہ یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ بوجہ اپنی رحمت کے جو اس کو اپنے بندوں پر ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنانے والے تھے تاکہ آپ کی معرفت بندوں کو آگاہ و خبردار کر دیں۔

اب آگے توحید کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو قرآن کریم عطا فرمایا۔

یا اللہ اپنی اس کتاب کے انوار سے ہمارے قلوب کو منور فرما اس کے اتباع کی سعادت نصیب فرما۔ اور اس کے اتباع کی برکت سے دین و دنیا کی بھلائی نصیب فرما۔ یا اللہ شب قدر کی برکت و فضیلت ہم کو بھی زندگی میں بار بار نصیب فرما۔ نیز اس سورۃ کو شب جمعہ میں تلاوت کی سعادت اور توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۘ اِنْ کُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ۷ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ رَبُّکُمْ وَرَبُّ

جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان ہے اس کا بھی اگر تم یقین لانا چاہو۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے وہ تمہارا پروردگار ہے

اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ ۸ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ ۹ فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۱۰

اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے۔ بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں مصروف ہیں۔ سو آپ اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو۔

یَّغْشَی النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۱۱ رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۱۲ اَنّٰی لَهُمُ الذِّکْرٰی

جو ان سب لوگوں پر عام ہو جائے، یہ (بھی) ایک دردناک سزا ہے۔ اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے۔ ان کو کب نصیحت ہوتی ہے

وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ۱۳ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۱۴ اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ

حالانکہ ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا۔ پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ (کسی کا) سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے۔ ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے،

قَلِیْلًا اِنَّکُمْ عَآئِدُوْنَ ۱۵ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْکُبْرٰی ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۱۶

تم پھر اپنی اُسی حالت پر آجاؤ گے، جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے، (اس روز) ہم بدلہ لے لیں گے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ رب ہے آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا اور جو	بَیْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	اِنْ کُنْتُمْ اگر تم ہو	مُّوْقِنِیْنَ یقین کرنے والے		
لَا نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہ جان ڈالتا ہے اور جان نکالتا ہے	رَبُّکُمْ تمہارا رب	وَرَبُّ اور رب	اٰبَآئِکُمُ تمہارے باپ دادا	
الْاَوَّلِیْنَ پہلے	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	فِیْ شَكٍّ شک میں	یَلْعَبُوْنَ کھیلتے ہیں	فَارْتَقِبْ تو تم انتظار کرو	یَوْمَ اس دن	تَاْتِی السَّمَآءُ آسمان لائے	
بِدُخَانٍ دھواں	مُّبِیْنٍ ظاہر	یَّغْشَی وہ ڈھانپ لے گا	النَّاسَ لوگوں	هٰذَا یہ	عَذَابٌ اَلِیْمٌ عذاب درد ناک	رَبَّنَا اے ہمارے رب	
اکْشِفْ کھول (دور) کردے	عَنَّا ہم سے	الْعَذَابَ عذاب	اِنَّا بیشک ہم	مُؤْمِنُوْنَ ایمان لے آئیں گے	اَنّٰی کہاں	لَهُمُ ان کو	الذِّکْرٰی نصیحت
وَقَدْ جَآءَهُمْ اور تحقیق آچکا انکے پاس	رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ رسول کھول کھول کر بیان کرنیوالا	ثُمَّ پھر	تَوَلَّوْا وہ پھر گئے	عَنْهُ اس سے	وَقَالُوْا اور کہنے لگے		
مُعَلَّمٌ سکھایا ہوا	مَّجْنُوْنٌ دیوانہ	اِنَّا بیشک ہم	کَاشِفُوا کھولنے والے	الْعَذَابِ عذاب	قَلِیْلًا تھوڑا	اِنَّکُمْ عَآئِدُوْنَ تم بیشک واپس اصل حالت پر لوٹ آنیوالے ہو	
	یَوْمَ جس دن	نَبْطِشُ ہم پکڑیں گے	الْبَطْشَةَ پکڑ	الْکُبْرٰی بڑی سخت	اِنَّا بیشک ہم	مُنْتَقِمُوْنَ انتقام لینے والے	

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اس کتاب واضح یعنی قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے ایک برکت والی رات یعنی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرمایا اور پھر وہاں سے بتدریج ۲۳ سال میں حسب ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا اور یہ لیلۃ المبارکہ یعنی برکت والی رات ایسی عظمت والی ہے کہ اسی عظیم الشان رات میں ایک سال کے متعلق قضا و قدر کے فیصلہ لوح محفوظ سے نقل کر کے ملائکہ کے حوالہ کئے جاتے ہیں نیز یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ قرآن کریم اس لئے نازل کیا گیا تا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے بندوں کو خیر و شر کی اطلاع کر دیں تا کہ وہ شر سے بچ سکیں اور خیر حاصل کر سکیں۔ اب آگے اس کے بعد چند اوصاف الٰہی کا بیان ہوتا ہے تا کہ اس کا معبود حقیقی ہونا ذہن نشین ہو کر اس

کی طرف بندے رجوع کریں اور اس کی وحدانیت والوہیت اور معبودیت کو تسلیم کریں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس قرآن کریم کو اتارنے والا اور رسولوں کو بھیجنے والا وہ خدا ہے جو آسمان زمین اور اس کے درمیان کی کل چیزوں کا خالق و مالک ہے انسان میں اگر کسی چیز پر یقین کرنے کی صلاحیت ہے تو سب سے پہلی چیز یقین رکھنے کے قابل اللہ کی ربوبیت عامہ ہے جس کے آثار کائنات میں روشن ہیں پھر معبود برحق بھی وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر ہر ایک کی موت وزیست اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور سب اولین و آخرین کا پالنے پوسنے والا وہی ہے تو جس کے قبضہ میں پیدا کرنا' مارنا جلانا اور سب کو روزی دینا اور ان کی پرورش کرنا ہو۔ کیا اس کے سوا کسی دوسرے کی بندگی و عبادت جائز ہوسکتی ہے؟ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ تو ان واضح نشانات اور قطعی دلائل کا اقتضا تو یہ تھا کہ یہ منکرین توحید الٰہی کو تسلیم کر لیتے مگر وہ پھر بھی نہیں مانتے اور توحید وغیرہ دین حق کی طرف سے شک میں پڑے ہیں اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں اور اس میں غور وفکر سے کام لیں۔ یہ اسی دھوکہ میں ہیں کہ ہمیشہ یونہی رہنا ہے خدا کے سامنے کبھی پیشی نہ ہوگی۔ اس لئے نصیحت کی باتوں کو ہنسی کھیل میں اڑا دیتے ہیں۔ اس کے بعد مشرکین ومنکرین کو ایک دنیاوی مصیبت کے پیش آنے کی خبر دے کر متنبہ کیا جاتا ہے کہ جو لوگ غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں یہ تو جب ہی چونکیں گے جب وہ آفت بھرا دن آئے گا جبکہ ہر طرف آسمان پر دھواں چھا جائے گا اور وہ دھواں لوگوں کو گھیر لے گا اور وہ بڑا دکھ بھرا عذاب ہوگا۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں ''دھویں'' سے کیا مراد ہے؟ اس میں سلف کے دو قول ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ کے نزول اور ان کے ۴۰ سالہ قیام پھر انتقال فرما جانے کے بعد اور آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے اس زمانہ میں ایک زبردست دھواں نمودار ہوگا جو تمام زمین پر چھا جائے گا اور تمام لوگوں کو گھیر لے گا جس سے آدمی تنگ آجائیں گے نیک آدمی کو اس کا اثر خفیف پہنچے گا جس سے مسلمان کو ایک زکام کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اور کافر و منافق کے دماغ میں دھواں گھس کر بیہوش کر دے گا۔ بعض ایک دن میں بعض دو دن میں اور بعض تین دن میں ہوشیار ہوں گے اور یہ دھواں ۴۰ روز تک مسلسل رہے گا پھر مطلع صاف ہو جائے گا تو حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے قول کے مطابق یہ قیامت کے قریب والا دھواں یہاں آیت میں مذکور ہے لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد وہ دھواں نہیں جو علامات قیامت میں سے ہے بلکہ قریش مکہ کی مخالفت اور ایذا دہی سے تنگ آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ ان پر بھی ایسا شدید قحط مسلط کر دے جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر مسلط ہوا تھا۔ چنانچہ قحط پڑا جس میں مکہ والوں کو مردار اور چمڑے ہڈیاں تک کھانے کی نوبت آ گئی۔ غرض اہل مکہ بھوکوں مرنے لگے اور قاعدہ ہے کہ شدت کی بھوک اور مسلسل خشک سالی کے زمانہ میں فضا یعنی زمین و آسمان کے درمیان دھواں سا آنکھوں کے سامنے نظر آیا کرتا ہے اور ویسے بھی مدت دراز تک بارش بند رہنے سے گرد وغبار وغیرہ آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور دھواں سا معلوم ہونے لگتا ہے اس کو یہاں آیت میں دخان سے تعبیر فرمایا ہے۔ سلف اور متقدمین کے اختلاف کی بنا پر علمائے متاخرین میں بھی دخان کی تفسیر میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر قریش مکہ کے قحط سے متعلق اختیار کی ہے اوران کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر صاحب محدث ومفسرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول اختیار کیا ہے اور قیامت کے قریب جودھواں ظاہر ہوگا وہ مرادلیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں دخان کو اہل مکہ کے قحط سے متعلق ہونا بیان فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ جب اہل مکہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور لگے عاجزی کرنے اسی کو آیت میں آگے بطور پیشین گوئی کے فرمایا گیا کہ یہ اس وقت جناب باری میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کودور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے چنانچہ یہ پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ابوسفیان اور دیگر قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا بھی اور آئے بھی کہ آپ دعا کریں اور بعض مفسرین نے ابوسفیان کا وعدہ ایمان بھی نقل کیا ہے تو اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ ان باتوں سے ماننے والے کہاں ہیں۔ جو چیز بالکل کھلی ہوئی آفتاب سے زیادہ روشن تھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اسی کو نہ مانا اور سرتابی کرتے رہے۔ کوئی آپ کو مجنون بتلانے لگا۔ کوئی کہنے لگا کہ یہ کسی دوسرے کے سکھائے ہوئے ہیں۔ پس جب اتنے عظیم الشان رسول کے آنے پر کہ جس کے دلائل رسالت میں کوئی تاویل ہی نہیں ہوسکتی۔ یہ معاندین لوگ ایمان نہ لائے تو قحط کے ہونے نہ ہونے پر کب امید ایمان لانے کی ہے یہ ان کا کہنا محض دفع الوقتی ہے کہ کسی طرح کام نکل جائے اور مصیبت ٹل جائے۔ مگر خیر حجت تمام کرنے کے لئے چندے اس عذاب کو ہٹا دیا جائے گا مگر یہ پھر اپنی اسی پہلی حالت پر آ جاویں گے چنانچہ یہ پیشین گوئی اسی طرح پوری ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش وغیرہ ہوئی اور غلہ بھی آنے لگا اور اہل مکہ کو فارغ البالی میسر ہوئی مگر ایمان تو کیا لاتے وہ نرمی اور شکستگی بھی جاتی رہی پھر وہی زور اور وہی شور اور وہی عناد و مخالفت۔ آگے فرمایا گیا کہ آخرت میں ان کی بڑی سخت پکڑ ہوگی اور اس روز ان سے پورا بدلہ لے لیا جائے گا یعنی پوری سزا ملے گی۔

اب یہ وعید جو منکرین کو سنائی گئی اس وعید کی تائید میں آگے فرعون اور اس کی قوم کا قصہ سنایا جاتا ہے کہ تکذیب نبی کی وجہ سے اس قوم کا کیا انجام ہوا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں اور توحید کی حقیقت ہم پر منکشف فرمائیں کہ حق تعالیٰ ہی کو ہم اپنا معبود حقیقی اور کارساز سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ دنیا میں لہوولعب کی مشغولیت سے ہم سب کو بچائیں اور دین ودنیا کے عذابوں سے ہمیں محفوظ رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کے ساتھ ہم کو آپ کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی ظاہر و باطن میں اخلاص کے ساتھ پابندی نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ

اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا کہ ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے۔ کہ ان اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالہ کردو، میں تمہاری طرف

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ

(خدا کا) فرستادہ (ہو کر آیا) ہوں، دیانتدار ہوں، اور یہ (بھی فرمایا) کہ تم خدا سے سرکشی مت کرو۔ میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل پیش کرتا ہوں۔ اور میں اپنے پروردگار

وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ

اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر سے قتل کرو۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہی رہو۔ تب موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ

مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾

بڑے سخت مجرم لوگ ہیں۔ تو اب میرے بندوں کو تم رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ، تم لوگوں کا تعاقب ہوگا۔ اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا، ان کا سارا لشکر ڈبو دیا جاوے گا۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ

وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں خوش رہا کرتے تھے، چھوڑ گئے۔ (یہ قصہ) اسی طرح ہوا

وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾

اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا مالک بنادیا۔ سو نہ تو ان پر آسمان اور زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا اور ہم آزما چکے ہیں	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمَ فِرْعَوْنَ قوم فرعون	وَجَآءَهُمْ اور آیا انکے پاس	رَسُوْلٌ ایک رسول	كَرِيْمٌ کریم (عالی قدر)		
اَنْ اَدُّوْٓا کہ سپرد کردو	اِلَيَّ میرے	عِبَادَ اللّٰهِ بندے اللہ کے	اِنِّيْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ایک رسول امین	وَّاَنْ اور یہ کہ	
لَّا تَعْلُوْا تم سرکشی نہ کرو	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر۔ مقابل	اِنِّيْٓ بیشک میں	اٰتِيْكُمْ آیا ہوں تمہارے پاس	بِسُلْطٰنٍ دلیل کیساتھ	مُّبِيْنٍ واضح		
وَاِنِّيْ اور بیشک میں	عُذْتُ پناہ چاہتا ہوں	بِرَبِّيْ اپنے رب کی	وَرَبِّكُمْ اور تمہارا رب	اَنْ کہ	تَرْجُمُوْنِ تم مجھے سنگسار کردو	وَاِنْ اور اگر	
لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لاتے	لِيْ مجھ پر	فَاعْتَزِلُوْنِ تو ایک کنارے ہو جاؤ مجھ سے	فَدَعَا رَبَّهٗٓ تو اس نے دعا کی اپنے رب سے	اَنَّ کہ	هٰٓؤُلَآءِ یہ		
قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ مجرم لوگ	فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ تو تُو لے جا میرے بندوں کو	لَيْلًا رات میں	اِنَّكُمْ بیشک تم	مُّتَّبَعُوْنَ پیچھا کئے جاؤ گے (تعاقب ہوگا)			
وَاتْرُكِ اور چھوڑ جاؤ	الْبَحْرَ دریا	رَهْوًا ٹھہرا ہوا	اِنَّهُمْ بیشک وہ	جُنْدٌ ایک لشکر	مُّغْرَقُوْنَ ڈوبنے والے	كَمْ تَرَكُوْا وہ کتنے (ہی) چھوڑ گئے	مِنْ سے
جَنّٰتٍ باغات	وَّعُيُوْنٍ اور چشمے	وَّزُرُوْعٍ اور کھیتیاں	وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ اور مکان نفیس	وَّنَعْمَةٍ اور نعمتیں	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهَا اس میں	
فٰكِهِيْنَ مزے اڑاتے	كَذٰلِكَ اسی طرح	وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنایا انکا	قَوْمًا قوم	اٰخَرِيْنَ دوسرے	فَمَا بَكَتْ سو نہ روئے	عَلَيْهِمُ ان پر	
	السَّمَآءُ آسمان	وَالْاَرْضُ اور زمین	وَمَا كَانُوْا اور نہ ہوئے وہ	مُنْظَرِيْنَ ڈھیل دیئے گئے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا تھا کہ یہ معاندین کفار مکہ قحط جیسی مصیبت سے کہاں سبق لینے والے ہیں۔ انہوں نے جب اللہ کے رسول کی طرف سے منہ موڑ لیا جبکہ ان کی زندگی سے ان کے کردار واخلاق سے ان کے

41 کام اور کلام سے یہ صاف صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ یقیناً اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں تو اب محض ایک قحط ان کی غفلت کیسے دور کر دے گا دوسری طرف کفار سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا تھا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ یہ عذاب قحط تم سے ٹال دیا جائے تو تم ایمان لے آؤ گے تو تم ماننے والے تو ہو نہیں لیکن حجت پوری کرنے کے لئے ہم اس عذاب قحط کو ہٹائے دیتے ہیں اور ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ تم اپنے قول و قرار میں کتنے سچے ہو۔ مصیبت ہٹنے پر تم پھر وہی کرو گے جو پہلے کر رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں آگے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو بھی ٹھیک یہی آزمائش پیش آئی تھی جس آزمائش میں کہ اب کفار قریش پڑے ہیں۔ فرعونیوں کے پاس بھی ایک معزز رسول آئے تھے اور باوجود کھلے ہوئے نشانیاں اور معجزات کے وہ فرعونی اپنی ضد و عناد سے باز نہ آئے حتیٰ کہ اپنے رسول کی جان کے دشمن بن گئے پھر اس کا جو نتیجہ دیکھا وہ ہمیشہ کے لئے سامان عبرت بن گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ پہلے قوم فرعون کی بھی آزمائش ہو چکی ہے اور وہ آزمائش یہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام آئے تھے اور پیغمبر کے آنے سے امتحان و آزمائش یہ ہوتی ہے کہ کون ایمان لاتا ہے اور کون نہیں لاتا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور قوم فرعون کے پاس پہنچے تو ان سے فرمایا کہ تم نے ان اللہ کے بندوں کو یعنی بنی اسرائیل کو جو غلامی میں پھانس رکھا ہے اور طرح طرح کی تکالیف میں گرفتار کر رکھا ہے تو ان کو آزاد کرو اور میرے حوالہ کرو میں جہاں اور جس طرح مناسب ہو گا ان کو آزاد کر کے رکھوں گا پھر یہ بھی فرمایا کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور بحیثیت ایک امین اور دیانت دار رسول کے میں تم سے کوئی بات وحی الٰہی سے کم و بیش نہیں کرتا ہوں۔ جو حکم الٰہی ہوتا ہے وہی پہنچاتا ہوں۔ پس تم کو میری اطاعت کرنا چاہئے اور کہنا ماننا چاہئے اور خدا کے احکام سے سرکشی مت کرو اور میں اپنی نبوت پر دلیل بھی رکھتا ہوں۔ مراد اس سے معجزات "عصا" و "ید بیضا" وغیرہ تھے کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات قرآن پاک میں متعدد سورتوں میں بیان فرمائے گئے ہیں کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً۔ ہر جگہ موقع کی مناسبت سے واقعہ کی جزئیات بیان فرمائی گئی ہیں۔ یہاں ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب ایک عرصہ تک موسیٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کا فرعونیوں پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ الٹا آپ کے قتل کا مشورہ طے پایا اور آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرعونیوں سے فرمایا کہ میں تمہارے ظلم اور ایذا سے خدا کی پناہ لیتا ہوں۔ یعنی اس کی حفاظت و حمایت پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔ تم اگر میری بات نہیں مانتے تو کم از کم مجھے ایذا دے کر اپنے جرم کو سنگین تو مت کرو۔ مگر ان مجرمین کی سمجھ میں موسیٰ علیہ السلام کی خیر خواہی کی بات کہاں آنے والی تھی اور وہ کب باز آنے والے تھے۔ آخر میں مجبور ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ یہ لوگ اپنے جرائم سے باز آنے والے نہیں۔ اب آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ وہاں کیا دیر تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فرعونیوں کو اطلاع کئے بدوں بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے چلے جایئے اور دن ہونے پر جب انہیں اطلاع ہو گی اس وقت تمہارا پیچھا کریں گے۔ لیکن آپ کے راستہ میں سمندر پڑے گا۔ اس پر عصا مارنے سے پانی ادھر ادھر ہٹ جائے گا اور درمیان میں خشک راستہ نکل آئے گا۔ اسی راستہ سے بنی اسرائیل کو لے کر گذر جائیں اور پار ہو جانے کے بعد اس کی فکر مت کرنا کہ سمندر میں جو راستہ بن گیا تھا وہ باقی نہ رہے۔ اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیں۔ اس راستہ ہی کو دیکھ کر فرعونی اس میں گھسنے کی ہمت کریں گے اور جب وہ اس میں داخل ہو جائیں گے تو پھر

خدا کے حکم سے سمندر کا پانی چاروں طرف سے مل جائے گا اور فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے سب غرق ہو کر ہلاک ہوں گے۔ چنانچہ بالکل اسی طرح ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پار ہو گئے اور فرعونی غرق ہوئے اور وہ باغات، چشمے، نہریں، کھیتیاں، مکانات اور عیش و آرام کے ساز و سامان سب چھوڑ گئے اور پھر دوسری قوم کو اس کا مالک بنا دیا گیا اور فرعونیوں کی اس ہلاکت پر نہ تو آسمان و زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو عذاب سے مہلت دی گئی۔

یہاں یہ جو فرمایا گیا کہ ان فرعونیوں کی ہلاکت پر نہ تو آسمان کو رونا آیا نہ زمین کو تو حدیث میں مومن کے اوپر آسمان اور زمین کا رونا بتلایا گیا ہے چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن جب مر جاتا ہے تو آسمان کا ایک وہ دروازہ جس میں سے اس کا عمل اوپر چڑھتا تھا اور ایک وہ دروازہ جس میں سے اس کے رزق کا نزول ہوتا تھا اس پر روتے ہیں اور اس کے بعد آپ نے یہی آیت پڑھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ زمین مومن کے مرنے پر چالیس دن تک روتی ہے اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب مومن مرتا ہے تو زمین اس کے نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان میں اس کے عمل اوپر چڑھنے کی جگہ اس پر روتی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر شے احساس و شعور کسی نہ کسی درجہ میں ضرور رکھتی ہے۔ اسی طرح آسمان اور زمین میں بھی ان کے مرتبہ کے لائق شعور موجود ہے جس کی وجہ سے وہ مومن کے مرتبہ کا ادراک کر کے غمگین ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ آسمان و زمین کا رونا ویسا ہی ہو جیسے انسانوں کا رونا ہوتا ہے۔ ان کے رونے کی کیفیت یقیناً مختلف ہوگی جس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں اور چونکہ کافر کے پاس عمل صالح کا سوال ہی نہیں اس لئے آسمان یا زمین اس پر کیوں روئیں بلکہ شاید خوش ہوتے ہوں گے کہ چلو پاپ کٹا "خس کم جہاں پاک" تو یہ اثر تھا ان فرعونیوں کی کمال مبغوضیت کا کہ زمین و آسمان کسی کو ان پر رونا نہ آیا اور ساتھ ہی کمال مغضوبیت کا اثر یہ تھا کہ ان کی جب پکڑ ہوئی تو پھر ذرا بھی مہلت نہ پائی۔

ابھی آگے فرعون اور بنی اسرائیل کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں اپنی آزمائشوں میں نہ ڈالیں اور صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور استقامت بخشیں۔

یا اللہ ہم کو جب اشرف الانبیاء اور سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہونا نصیب فرمایا تو ہم کو آپ کا مطیع اور فرمانبردار امتی بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آپ نے جس طرح اپنے مقبولین کی حمایت و نصرت فرمائی اسی طرح آج بھی امت مسلمہ کی حمایت و نصرت فرما دیں اور کفار و مشرکین پر غلبہ و نصرت عطا فرمائیں۔

یا اللہ کفار و مشرکین میں جن کے لئے ہدایت مقدر ہے ان کو نور ایمان سے منور فرما دے اور جن کفار و مشرکین کو ان کی شرارت اور دین حق سے عداوت کی بنا پر گمراہی میں گرفتار رہنا مقدر ہے ان پر اپنا غیبی عذاب مسلط فرما دے کہ جن کی ہلاکت پر نہ آسمان کو رونا آئے نہ زمین کو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذِلّت کے عذاب یعنی فرعون (کے ظلم و ستم) سے نجات دی واقعی وہ بڑا سرکش حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا۔

الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے اُن کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا۔

مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاْتُوْا

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے۔ سو اے مسلمانو! اگر تم سچے ہو تو

بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا

ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کر کے) لاموجود کرو۔ یہ لوگ (قوت و شوکت میں) زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا تبع (شاہ یمن) کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے ہو گذری ہیں، ہم نے ان کو بھی ہلاک کر ڈالا

مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

وہ نافرمان تھے۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى

اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ بیشک فیصلہ کا دن ان کا سب کا وقت مقرر ہے۔ جس دن کوئی علاقہ والا کسی علاقہ والے کے ذرا کام نہ آوے گا

شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾

اور نہ اُن کی کچھ حمایت کی جاوے گی۔ ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرمائے، وہ (اللہ) زبردست ہے مہربان ہے۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا اور تحقیق ہم نے نجات دی	بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	مِنَ سے	الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ عذاب ذلت والا	مِنْ سے	فِرْعَوْنَ فرعون		
اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	عَالِيًا سرکش	مِنَ الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھ جانے والوں میں سے	وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ اور البتہ ہم نے انہیں پسند کیا	عَلٰى عِلْمٍ دانستہ		
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان والوں پر	وَ اور	اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے انہیں دیں	مِنَ الْاٰيٰتِ نشانیاں	مَا فِيْهِ وہ جن میں	بَلٰٓؤٌا آزمائش	مُّبِيْنٌ کھلی	اِنَّ بیشک
هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	لَيَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہیں	اِنْ هِيَ نہیں یہ	اِلَّا مگر صرف	مَوْتَتُنَا ہمارا مرنا	الْاُوْلٰى پہلی (ایک ہی بار)	وَمَا نَحْنُ اور ہم نہیں	
بِمُنْشَرِيْنَ دوبارہ اٹھائے جانے والے	فَاْتُوْا تو لے آؤ	بِاٰبَآئِنَا ہمارے باپ دادا	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	اَهُمْ کیا وہ	خَيْرٌ بہتر	اَمْ یا
قَوْمُ تُبَّعٍ قوم تبع	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل	اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ہلاک کیا انہیں	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	مُجْرِمِيْنَ مجرم (جمع)	
وَمَا اور نہیں	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	لٰعِبِيْنَ کھیلتے ہوئے		
مَا خَلَقْنٰهُمَآ ہم نے نہیں پیدا کیا انہیں	اِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کیساتھ ٹھیک طور پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان میں سے اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے		
اِنَّ بیشک	يَوْمَ الْفَصْلِ فیصلہ کا دن	مِيْقَاتُهُمْ ان سب کا وقت مقرر	اَجْمَعِيْنَ سب	يَوْمَ جس دن	لَا يُغْنِيْ نہ کام آئے گا	مَوْلًى کوئی ساتھی	

عَنْ مَوْلًى کسی ساتھی کے	شَيْئًا کچھ	وَلَا هُمْ اور نہ وہ	يُنْصَرُونَ مدد کئے جائیں گے	إِلَّا مگر	مَنْ جس	رَحِمَ اللّٰهُ رحم کیا اللہ نے
إِنَّهُ بیشک وہ	هُوَ الْعَزِيزُ وہ غالب	الرَّحِيمُ رحم کرنیوالا				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جب فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول تسلیم نہ کیا اور نہ آپ کی بات کو مانا تو بالآخران کی سزا کا وقت آیا۔ اوراس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی بنی اسرائیل کو راتوں رات مصر سے لے کر نکل گئے۔ صبح کو جب فرعونیوں کو معلوم ہوا تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تعاقب کیا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے اللہ کے حکم سے سمندر میں ۱۲ راستہ پیدا ہوگئے تھے اور وہ ان پر چل کر پار ہوگئے۔ فرعون اور اس کے لشکر نے بھی چاہا کہ انہی راستوں پر چل کر بنی اسرائیل کو گرفتار کریں مگر جب وہ بیچ سمندر میں تھے تو سمندر کا پانی چاروں طرف سے مل گیا اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق ہوگیا نتیجہ تھا فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی کا۔ آگے اسی سلسلہ میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون جیسے متکبر۔ ظالم اور سرکش کے عذابوں سے بنی اسرائیل کو نجات دی۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو پست وخوار کر رکھا تھا۔ ذلیل خدمتیں ان سے لیتا تھا اور سخت بیگاری کے کام بغیر معاوضہ کے ان سے کراتا تھا۔ خدا کی زمین میں سرکشی کئے ہوئے تھا اور ان بدکاریوں میں اس کی قوم بھی اس کے ساتھ تھی۔ ایک نعمت اور احسان بنی اسرائیل پر یہ جتلایا گیا کہ ان کو اللہ نے فرعون جیسے موذی سے نجات بخشی۔ دوسرا احسان بنی اسرائیل پر یہ تھا کہ اس زمانہ کے تمام لوگوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ تیسرا احسان یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں یعنی معجزات وکرامات وغیرہ عطا فرمائے تھے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے ''من وسلویٰ'' کا اتارنا۔ بادل کا سایہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر تھا۔ اب یہاں سے آگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کا تذکرہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ قیامت کی وعیدیں سن کر قیامت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہم دنیا میں مرگئے تو بس فنا ہوجائیں گے اس کے بعد پھر کوئی زندگی نہیں۔ بس آخری حالت یہی دنیا کی موت ہے اس کے بعد سب قصہ ختم' آگے نہ حشر نشر' نہ حساب کتاب۔ یہ منکرین قیامت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے عقیدہ میں سچے ہو کر مرنے کے بعد سب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے تو اچھا ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ تب ہمیں زندگی بعد موت کا یقین آجائے گا۔ کفار کے ان اقوال کا جواب دیا جاتا ہے۔ پہلا جواب یہ دیا گیا کہ انکار آخرت وہ جرم ہے کہ جس قوم نے بھی اسے اختیار کیا وہ آخر کار تباہ ہوکر رہی۔ مثال کے طور پر دیکھو تبع کی قوم۔ تبع لقب تھا یمن کے بادشاہ کا اور اس سے پہلے قوم سبا اور قوم فرعون کیسی خوشحالی اور شان وشوکت کو پہنچی ہوئی تھیں۔ ان سب کو اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر کے چھوڑا۔ تو یہ کفار مکہ تو اس خوش حالی اور شان وشوکت کو پہنچ بھی نہ سکے یہ کیسے ہلاکت سے بچ جائیں گے؟ دوسرا جواب منکرین کو یہ دیا گیا کہ یہ کارخانہ عالم یعنی زمین آسمان اور ان کے درمیان کی چیزیں یہ اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشہ نہیں کہ یونہی فعل عبث کے طور پر کھڑا کر دیا گیا ہو کہ انسان دنیا میں جیسا جی چاہے زندگی گذار کر مٹی میں رل مل جائے اور اس کے کسی اچھے یا برے کام کا کوئی نتیجہ نہ نکلے تو ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ نے یہ کارخانہ عالم بڑی حکمت سے دارالامتحان بنایا ہے جس کا نتیجہ ایک دن ضرور نکل کر رہے گا اور وہی نتیجہ آخرت ہے۔ تیسرا جواب کفار کے اس مطالبہ

کا "کہ مسلمان اگر دعوئے آخرت میں سچے ہیں تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لا کھڑا کریں" یہ دیا گیا کہ اس کے لئے تو رب العالمین نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جبکہ تمام اوّلین وآخرین کو وہ دوبارہ زندہ کر کے اپنی عدالت میں جمع کرے گا اور سب کے مقدمات کا فیصلہ بصورت جزا یا سزا صادر فرمائے گا۔ منکرین خواہ اسے مانیں یا نہ مانیں یہ کام بہر حال اپنے وقت مقرر ہی پر ہو کر رہے گا۔ اگر یہ مانیں گے تو اپنا ہی بھلا کریں گے کیونکہ اس طرح قبل از وقت اس عدالت سے کامیاب نکلنے کی تیاری کر سکیں گے ۔ نہ مانیں گے تو اپنا ہی نقصان کریں گے کیونکہ اس صورت میں یہ اپنی ساری زندگی بس اسی دنیا کی بھلائی برائی دوڑ دھوپ میں کھپا دیں گے کہ آگے تو کوئی عدالت ہی نہیں کہ دنیا کے اچھے برے کا کوئی نتیجہ نکلے اس لئے وہاں کی کامیابی کی کوئی فکر ہی نہ کریں گے ۔ بہر حال ان سب کے لئے ایک فیصلہ کا دن مقرر ہے۔ آگے اس فیصلہ کے دن کی کچھ کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے کہ اس فیصلہ کے دن کیا رنگ ہوگا۔ تو بتلایا جاتا ہے کہ اس دن ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔ رشتہ دار رشتہ دار کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ کوئی دوست اپنے دوست کی پریشان حالی میں اس کا کچھ حال نہ پوچھ سکے گا۔ اس دن کسی کی مدد یا حمایت کسی مجرم کو نہ چھڑا سکے گی نہ کسی کے لئے کوئی بیرونی مدد آئے گی۔ اس روز کلی اختیارات بس اس حاکم اور مالک حقیقی کے ہاتھ میں ہوں گے جس کے فیصلے کے نافذ ہونے کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ الغرض کسی کو کسی سے کوئی مدد نہ مل سکے گی ہاں جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس کا بیڑا پار ہے۔ جس پر اللہ کی رحمت وہاں ہو جائے گی وہ کامیاب ہو جائے گا۔ اخیر میں فرمایا گیا **انه هو العزيز الرحيم** وہ اللہ زبردست ہے کافروں سے انتقام لے گا اور وہ مہربان ہے اہل ایمان پر رحمت فرمائے گا۔

اب آگے اس فیصلہ کے دن اس عدالت میں جو لوگ مجرم ثابت ہوں گے ان کا کیا انجام ہوگا اور جن لوگوں کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ دنیا میں خدا سے ڈر کر نافرمانیوں سے پرہیز کرتے تھے ان کو کن انعامات سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ اس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں اس فیصلہ کے دن کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس دن میں اپنے کرم و رحم سے ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائیں اور ہمارا حساب آسان فرمائیں

یا اللہ گذشتہ نافرمان قوموں کی تباہی و ہلاکت سے ہم کو سبق عبرت و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرما دے اور ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرما دے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کفار و مشرکین اور بے دینوں کے ہاتھوں ظلم وستم اٹھا رہے ہیں۔

یا اللہ مظلوم اہل اسلام کی حمایت و نصرت فرما دے اور ان کو کفار کے مظالم سے نجات عطا فرما دے اور اسلام کو غلبہ و شوکت نصیب فرما دے اور اعدائے دین کو ہلاک و برباد فرما دے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾

بے شک زقوم کا درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے۔

خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ

(اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ۔ پھر اس کے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو۔ لے چکھ تو

إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾

بڑا معزز و مکرم ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

إِنَّ بیشک	شَجَرَتَ الزَّقُّومِ درخت تھوہر	طَعَامُ الْأَثِيمِ کھانا گنہگاروں کا	كَالْمُهْلِ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح	يَغْلِي کھولتا ہے	فِي الْبُطُونِ پیٹوں میں
كَغَلْيِ جیسے کھولتا ہوا	الْحَمِيمِ گرم پانی	خُذُوهُ تم پکڑلو اسے	فَاعْتِلُوهُ پھر کھینچو اسے	إِلَىٰ تک	سَوَاءِ الْجَحِيمِ بیچوں بیچ جہنم
ثُمَّ صُبُّوا پھر ڈالو	فَوْقَ پر۔ اوپر	رَأْسِهِ اس کا سر	مِنْ سے	عَذَابِ الْحَمِيمِ عذاب کھولتا ہوا پانی	ذُقْ چکھ
إِنَّكَ بیشک تو	أَنتَ تو	الْعَزِيزُ زور آور	الْكَرِيمُ عزت والا	إِنَّ هَٰذَا بیشک یہ	مَا كُنتُمْ جو تم تھے
بِهِ اس میں	تَمْتَرُونَ شک کرتے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین کے شبہات آخرت کے جواب میں بتلایا گیا تھا کہ رب العالمین نے قیامت حشر و نشر کا ایک وقت معین و مقرر فرمایا ہے جبکہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک تمام انسانوں کو وہ دوبارہ زندہ کر کے اپنی عدالت میں جمع فرمائے گا اور سب اولین و آخرین کے مقدمات کا فیصلہ بصورت جزا یا سزا صادر فرمائے گا اور وہ فیصلہ کا دن ایسا ہوگا کہ کوئی کسی کی مدد یا حمایت نہ کر سکے گا ہاں مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس کی ہر طرح کی نصرت و حمایت ہوگی اور اعزاز و اکرام ہوگا۔ اب آگے ان آیات میں اس فیصلہ کے دن کی عدالت میں جو مجرم ثابت ہوں گے ان کا کیا انجام و حشر ہوگا یہ بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ بڑے مجرموں یعنی کفار و مشرکین کا کھانا زقوم کا درخت ہوگا جو کہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند یا تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا جو کھانے کے بعد وہ ان کے پیٹ میں یوں جوش کھائے گا اور ایسا کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتوں کو جو تعذیب مجرمین پر مامور ہیں حکم ہوگا کہ ان مجرمین کو پکڑو اور پھر گھسیٹتے ہوئے آتش سوزاں کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ اور پھر اس کے سر کے اوپر تیز گرم پانی چھوڑو جس کا یہ اثر لکھا ہے کہ وہ گرم پانی دماغ سے اتر کر نیچے آنتوں تک پہنچے گا اور آنتوں کو کاٹتا ہوا باہر نکل آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے بڑے عذاب سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں۔ پھر انہیں شرمسار اور زیادہ پشیمان کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ تو وہی تو ہے جو دنیا میں بڑا معزز و مکرم سمجھا جاتا تھا اور اپنے کو سردار ثابت کیا کرتا تھا۔ جیسا تو دنیا میں اپنے کو مکرم و معظم سمجھ کر ہمارے احکام سے عار کیا کرتا تھا آج ویسی ہی تیری تعظیم ہو رہی ہے تم کو کہاں یقین تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا نصیب ہوگا۔ اسی دھوکہ میں تھے کہ بس یونہی کھیلتے کودتے گذر جائے گی۔ آخر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے۔ آگے کچھ بھی نہیں۔ اب دیکھ لیا کہ وہ باتیں سب سچی تھیں جو پیغمبروں نے بیان کی تھیں۔ جس چیز میں تم شک اور انکار کرتے تھے وہی سب سامنے آیا یا نہیں۔

علاوہ اس مقام کے قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں جہنم کے دردناک عذاب کی اس سے بہت زیادہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں جو اپنی اپنی جگہ پر بیان ہو چکیں۔ یا انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔ پھر علاوہ قرآن کریم کے احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جہنم کے

عذابوں کے متعلق بھی بکثرت وارد ہوئے ہیں۔ یہاں موقع کی مناسبت سے چند ارشادات احادیث نبوی سے نقل کئے جاتے ہیں:۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ زقوم (جس کے متعلق قرآن کریم میں ہے کہ وہ جہنم میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے اور وہ دوزخیوں کی خوراک بنے گا) اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو یہاں کی تمام چیزیں اس کی بدبو اور گندگی اور زہریلے پن سے متاثر ہو جائیں اور ہمارے کھانے پینے کی ساری چیزیں خراب ہو جائیں۔ پس سوچنے کی بات ہے کہ یہ زقوم جس کو کھانا پڑے اس پر کیا گذرے گی۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان چپلوں کے تسمہ آگ کے ہوں گے۔ ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا کہ جس طرح چولھے پر دیگچی کھولتی ہے اور اس میں جوش آتا ہے اور وہ اپنے ہی کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا سمجھے گا حالانکہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں میں سے جو اپنے کفر وشرک یا فسق وفجور کی وجہ سے جہنم میں جانے والے ہوں گے۔ ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے اپنی دنیا کی زندگی نہایت عیش وآرام کے ساتھ گذاری ہوگی اور پھر اس کو جہنم کی آگ میں ایک غوطہ دلایا جائے گا (یعنی جس طرح کپڑے کو رنگتے وقت رنگ میں ڈال کر ایک ڈوب دے کر نکال لیتے ہیں) اسی طرح اس شخص کو جہنم کی آگ میں ڈال کر فوراً نکال لیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے فرزند کیا تو نے کبھی خیریت اور اچھی حالت بھی دیکھی ہے۔ اور کیا کبھی عیش وآرام کا کوئی دور تجھ پر گذرا ہے؟ وہ کہے گا خدا کی قسم اے پروردگار کبھی نہیں۔ مطلب یہ کہ جہنم کا عذاب اتنا سخت ہے کہ اس کا ایک لمحہ عمر بھر کے عیش وراحت کو یکسر بھلا دے گا۔ اے اللہ آپ ہم کو اور سب ایمان والوں کو جہنم کے ہر چھوٹے بڑے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

عزیزو! قرآن وحدیث میں قیامت۔ حشر ونشر۔ جزا وسزا۔ جنت و جہنم کا ذکر اتنی کثرت سے بار بار اسی لئے کیا گیا ہے کہ ہم جہنم کے عذاب اور قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے بچنے کی فکر آج اس دنیا میں کرلیں۔ یہ دنیا بہرحال چند روزہ ہے ایک نہ ایک دن ہم سب کو یقیناً اس جہان سے گذرنا ہے اور قیامت یقیناً آنے والی ہے اور ہم سب کو اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے میدان حشر میں کھڑا ہونا ہے اور پھر اس کے بعد ہر کسی کا دائمی ٹھکانہ جنت یا جہنم بننا ہے۔ ابھی وقت ہے اور موقع ہے کہ ہم آخرت کی فکر کرلیں اور جہنم سے بچنے کی کوشش کرلیں اور مولائے کریم کو راضی کرنے کی سعی کرلیں۔ اگر خدانخواستہ زندگی یونہی غفلت اور معاصی میں گذر گئی تو مرنے کے بعد حسرت وندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

یہاں ان آیات میں مجرموں یعنی کفار ومشرکین کا ذکر ہوا اور ان کا انجام بد بتلایا گیا۔ آگے اہل ایمان کا ذکر ہے کہ ان کا ٹھکانہ آخرت میں کیسا ہوگا۔ ان کا لباس اور ان کے ساز وسامان راحت کے کیسے ہوں گے اور کن نعمتوں سے ان کو سرفراز فرمایا جائے گا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو آخرت کا فکر نصیب فرمائیں اور اس دنیا میں اس طرح زندگی گذارنا نصیب فرمائیں کہ ہمیں آخرت میں دائمی راحتیں اور نعمتیں نصیب ہوں۔ اور قیامت کی ذلت ورسوائیوں سے ہم کو واسطہ نہ پڑے۔

یا اللہ میدان حشر کی ہولناکیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے عذاب جہنم سے اپنی پناہ میں رکھئے۔

یا اللہ! آخرت کی طرف سے ہم جو غافل ہیں ہماری غفلت کو دور فرما دیجئے اور ہمہ وقت آخرت کی درستگی کا فکر نصیب فرما دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿۵۱﴾ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ

بے شک خدا سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے یعنی باغوں میں اور نہروں میں۔ وہ لباس پہنیں گے باریک اور دبیز ریشم کا آمنے سامنے

مُّتَقٰبِلِينَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِينَ ﴿۵۵﴾ لَا

بیٹھے ہوں گے۔ یہ بات اسی طرح ہے، اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کریں گے۔ وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگاتے ہوں گے۔

يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ

وہاں وہ بجز اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا۔ یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا،

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۵۷﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ ﴿۵۹﴾

بڑی کامیابی یہی ہے۔ سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان کردیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔ تو (اگر یہ لوگ نہ مانیں تو) آپ منتظر رہئے یہ لوگ بھی منتظر ہیں۔

إِنَّ بیشک	الْمُتَّقِينَ متقی (جمع)	فِي میں	مَقَامٍ أَمِينٍ امن کا مقام	فِي میں	جَنّٰتٍ باغات	وَعُيُونٍ اور چشمے	يَلْبَسُونَ پہنے ہوئے	مِنْ سے۔کے
سُنْدُسٍ باریک ریشم	وَإِسْتَبْرَقٍ اور دبیز ریشم	مُتَقٰبِلِينَ ایکدوسرے کے آمنے سامنے	كَذٰلِكَ اسی طرح	وَزَوَّجْنٰهُمْ اور ہم جوڑے بنادینگے انکے				
بِحُورٍ عِينٍ خوبرو بڑی بڑی آنکھوں والیاں	يَدْعُونَ وہ مانگیں گے	فِيهَا اس میں	بِكُلِّ فَاكِهَةٍ ہر قسم کا میوہ	اٰمِنِينَ اطمینان سے	لَا يَذُوقُونَ وہ نہ چکھیں گے			
فِيهَا وہاں	الْمَوْتَ موت	إِلَّا سوائے	الْمَوْتَةَ الْأُولٰى پہلی موت	وَ اور	وَقٰهُمْ اس اللہ نے بچالیا انہیں	عَذَابَ الْجَحِيمِ جہنم کا عذاب		
فَضْلًا فضل سے	مِنْ سے۔کے	رَبِّكَ تمہارا رب	ذٰلِكَ یہ	هُوَ یہی	الْفَوْزُ الْعَظِيمُ کامیابی بڑی	فَإِنَّمَا اس کے سوا نہیں	يَسَّرْنٰهُ ہم نے اسے آسان کردیا	
بِلِسَانِكَ آپ کی زبان پر	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَتَذَكَّرُونَ نصیحت پکڑیں	فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں	إِنَّهُمْ بیشک وہ	مُرْتَقِبُونَ انتظار میں ہیں			

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورہ دخان کی آخری اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اس فیصلہ کے دن کی عدالت میں جو مجرم ثابت ہوں گے ان کا انجام یہ ہوگا کہ زقوم کا درخت ان کو کھانے کو ملے گا اور وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتے گھسیٹتے ہوئے لے جا کر انہیں جہنم میں پھینکیں گے جہاں انہیں طرح طرح کے عذاب ہوں گے اور ان کو مزید پشیمان کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز تو ہے جس میں تم دنیا میں شک وانکار کیا کرتے تھے۔ یہ تو کفار مشرکین جہنمیوں کا حال بتلایا گیا اب آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان اور متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو اللہ سے ڈرتے رہے یعنی اس کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گذاری۔ اس کی نافرمانی سے بچے۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلے وہ وہاں یعنی آخرت میں نہایت امن چین سے ہوں گے۔ کسی طرح کا رنج وغم پاس نہ آئے گا یعنی نہ مشکلات تکالیف اور مشقت سے واسطہ پڑے گا۔ نہ درد دکھ رنج وغم پہنچے گا۔ نہ کسی آفت ومصیبت کا خوف ہوگا۔ نہ شیطان اور اس کے مکر سے بچنے کی فکر ہوگی۔ نہ رب کی ناراضگی کا اندیشہ ہوگا۔ غرضیکہ تمام باتوں سے نڈر۔ بے فکر۔ مطمئن اور بے اندیشہ ہوں گے جیسا کہ ایک حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ یہاں تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو

گے۔ ہمیشہ خوشحال رہو گے کبھی خستہ حال نہ ہو گے۔ ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے (مسلم شریف) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس امن وچین کی جگہ جانا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

غرض کہ متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے پہلی بشارت مقام امین کی دی گئی یعنی ایسی جگہ جو ہر طرح کی مصیبت ۔ دکھ درد اور ناخوشگواری سے محفوظ ہو۔ اب آگے اسی مقام امین کی کچھ تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں۔ اول فرمایا فی جنت و عیون یعنی عالیشان باغات جن میں نہریں و چشمے بہتے ہوں گے۔ پھر لباس کے متعلق فرمایا کہ ان کی پوشاک باریک اور دبیز ریشم کی ہوگی۔ پھر یہ تختوں اور مسہریوں پر بڑے طمطراق سے تکئے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے اور ان کی بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادیاں ہو جائیں گی جن کے پاک جسموں کو پہلے کسی نے چھوا بھی نہ ہوگا۔ حوران بہشت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص مخلوق ہے۔ جن کے متعلق قرآن کریم اور احادیث نبوی میں کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن کریم میں مختلف سورتوں میں حوروں کی صفات حسب ذیل بتلائی گئی ہیں:۔

۱۔ شرم وحیاء سے نگاہ نیچی رکھنے والی۔ (سورۃ الصّٰفّٰت)

۲۔ بڑی آنکھوں والی۔ (سورۃ الصّٰفّٰت)

۳۔ صاف وشفاف رنگ والی۔ (سورۃ الصّٰفّٰت)

۴۔ اہل جنت سے پہلے ان کو کسی نے چھوا تک نہیں۔ (سورہ رحمٰن)

۵۔ وہ ایسی خوش رنگ اور بیش بہا ہیں جیسے یاقوت و مرجان (سورہ رحمٰن)

۶۔ وہ اچھے اخلاق کی خوب صورت اور خوب سیرۃ ہیں۔ (سورہ رحمٰن)

۷۔ وہ گورے رنگ والیاں خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ (سورہ رحمٰن)

احادیث میں آیا ہے کہ اگر ان حوروں میں سے کوئی کھاری سمندر میں تھوک دے تو اس کا سارا پانی میٹھا ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر ان میں سے کوئی زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان روشنی ہی روشنی ہو جائے اور مہک وخوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کی صرف اوڑھنی بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ الغرض اہل جنت کا بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے نکاح کر دیا جائے گا پھر وہاں کھانے پینے کی چیزوں کا یہ حال ہوگا کہ جس میوے یا پھل کی طلب ہوگی وہ موجود ہوگا۔ جو مانگیں گے وہ ملے گا اور اس شان سے ملے گا کہ ادھر ارادہ کیا ادھر وہ چیز موجود۔ ادھر خواہش ہوئی ادھر وہ چیز حاضر۔ پھر نہایت بے فکری سے سب کچھ ملے گا کہ نہ کمی کا خوف نہ ختم ہو جانے کا کھٹکا۔ پھر وہاں انہیں کبھی موت نہ آئے گی۔ بس ایک موت جو دنیا میں پہلے آ چکی وہ آ چکی۔ آگے کبھی موت و فنا نہیں۔ دائما اسی عیش ونشاط میں رہنا ہے۔ نہ ان کو فنا نہ ان کے سامانوں کو فنا۔ تو یہاں جنت کی سرمدی اور ابدی نعمتوں کی تقریباً تمام قسموں کو جمع کر دیا گیا ہے کیونکہ انسانی ضروریات کی چیزیں عموماً یہی ہوتی ہیں:۔

۱۔ عمدہ مکان۔ ۲۔ اچھا لباس۔ ۳۔ بہترین شریک زندگی۔

۴۔ بہترین کھانے پینے کی چیزیں۔

۵۔ پھر ان نعمتوں کے دائمی اور ابدی ہونے کی ضمانت۔

۶۔ اور ہر طرح کے رنج وغم ۔ دکھ آزار و تکالیف و پریشانی سے بچے رہنے کا یقین۔

تو یہاں ان آیات میں ان تمام باتوں کو اہل جنت کے لئے ثابت کر دیا گیا۔ سبحان اللہ! پھر جنت کی نعمتوں کے متعلق احادیث میں بھی بہت کچھ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے۔ نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خطرہ یا خیال ہی گذرا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

جنتیوں کو جو نفیس و لذیذ کھانے ملیں گے اسی طرح پینے کی جو نہایت خوشگوار چیزیں ملیں گی اور پہننے کو جو اعلیٰ درجہ کے خوشنما لباس دیئے جائیں گے اور جو عالیشان خوبصورت محلات اور خوش منظر باغات عطا ہوں گے اور جنت کی جو حسین و جمیل حوریں دی جائیں گی اور ان کے سوا بھی لذت و راحت اور لطف و مسرت کے جو اور سامان عطا فرمائے جائیں گے تو واقعہ یہ ہے بس اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتے ہیں۔ البتہ ان سب پر ہمارا غائبانہ ایمان ہے۔ اور سب سے بڑی نعمت جو جنت میں پہنچنے کے بعد جنتیوں کو ملے گی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کیا تم چاہتے ہو کہ جو نعمتیں تم کو دی گئی ہیں ان سے زائد کوئی اور چیز میں تمہیں عطا کروں۔ وہ عرض کریں گے خداوندا آپ نے ہمارے چہرے روشن کیے۔ ہم کو جہنم سے بچایا اور جنت عطا کی جس میں سب کچھ ہے اب ہم اور کیا مانگیں؟۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر حجاب اٹھا دیا جائے گا اور اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار بے پردہ کریں گے اور پھر جنت اور اس کی ساری نعمتیں جو اب تک ان کو مل چکی تھیں ان سب سے زیادہ پیاری نعمت ان کے لئے یہ دیدار الٰہی کی نعمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے فضل و کرم سے اپنے دیدار کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان متقین اہل جنت کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جہنم کے عذاب سے بچا دے گا۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اب دیکھئے قرآن پاک **فوز العظیم** یعنی بہت بڑی کامیابی انسانوں کے لئے کس چیز کو بتلاتا ہے؟ آخرت میں نجات پا کر اللہ کی رضا و خوشنودی کے مقام یعنی جنت میں داخل ہو جانا اور اس کے غصہ اور غضب کے مقام یعنی جہنم سے بچ جانا یہی انسان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ مگر آج منکرین اسلام و قرآن نہیں بلکہ اسلام اور ایمان کے دعوے دار مگر دنیا کے دلدادہ اور پرستار اپنی کامیابی کا ہے میں سمجھتے ہیں' بس یہی نا کہ مغرب کے بے دینوں کی طرح بے لگام ہو کر' مذہب سے آزاد' حلال و حرام سے آزاد' دنیوی مال و دولت کی بہتات ہو' عیش و عشرت کی محفلیں ہوں' رقص و سرود اور گانے بجانے کی مجلسیں ہوں' عیاشی کے اڈے ہوں' یہود و نصاریٰ کا تمدن و معاشرت ہو' اونچی کوٹھی ہو' اعلیٰ سواری ہو' مال و زر کی آمد ہو' ہوا و ہوس کے پورے کرنے کے سامان ہوں' بے حیائی' بے شرمی' فسق و فجور میں بے لگام ہوں' بس یہی ہے ان کا معیار کامیابی۔ **استغفر اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ**۔ لیکن قرآن پاک اسی ایک جگہ نہیں بلکہ مزید ۱۵ جگہ کہیں **فوز العظیم** ۔ کہیں **فوز الکبیر** ۔ کہیں **فوز المبین** صرف آخرت کی کامیابی کو بڑی کامیابی بتلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ متقین اہل ایمان کے لئے جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اخیر میں انہیں جہنم سے بچا لینے کا ذکر بھی خاص طور پر الگ فرمایا۔ ورنہ کسی کا جنت میں پہنچ جانا اس سے خود لازم آتا ہے کہ وہ جہنم میں جانے سے بچ گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو انعامات کی پوری قدر اس وقت محسوس ہو سکتی ہے جب اس کے سامنے یہ بات بھی ہو کہ وہ کس برے انجام سے بچ گیا۔ پھر یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقین کے جنت میں پہنچنے اور جہنم سے بچ جانے کو محض اپنے فضل کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آخرت کی کامیابی کسی شخص کو نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ اگر چہ اہل ایمان کو انعام اپنے حسن عمل ہی پر ملے گا لیکن اول تو حسن عمل ہی کی توفیق انسان کو اللہ کے فضل سے نصیب ہوتی ہے پھر جو بہتر سے بہتر عمل انسان کر

بھی سکتا ہے وہ بھی اتنا کامل اور اکمل نہیں ہوتا کہ جس کے متعلق دعوے سے یہ کہا جا سکے کہ اس میں نقص کا کوئی ادنی سے ادنی پہلو بھی موجود نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہے کہ وہ بندے کی کمزوری اور اس کے عمل کی خامی کو نظر انداز کر کے اس کی خدمات کو قبول فرمالے اور اسے انعامات سے سرفراز فرمائے۔ ورنہ اگر گہرائی اور باریک بینی کے ساتھ کسی کا حساب اللہ تعالیٰ لینے پر آ جائیں تو کس کی ہمت ہے کہ وہ اپنے اعمال کے زور پر جنت حاصل کر لینے کا دعویٰ کر سکے۔ یہی بات ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ عمل کرو اور اپنی حد استطاعت تک زیادہ سے زیادہ ٹھیک کام کرنے کی کوشش کرو مگر یہ جان لو کہ کسی شخص کو محض اس کا عمل ہی جنت میں نہ داخل کر دے گا اس پر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کا عمل بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی محض اپنے عمل کے زور سے جنت میں نہ پہنچ جاؤں گا الا یہ کہ مجھے میرا رب اپنی رحمت سے ڈھانک لے۔

اخیر میں بطور تمام سورۃ کے خلاصہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ کا کام اتنا ہے کہ آپ ان منکرین کو کہتے رہیئے اور اسی غرض سے یہ قرآن کریم بہت سہل بالکل آسان۔ بہت واضح اور مدلل کر کے آپ کی عربی زبان ہی میں نازل کیا گیا ہے تا کہ یہ لوگ اس کو باسانی سمجھ کر اس سے نصیحت قبول کریں اور اگر اس پر بھی یہ لوگ نہ مانیں تو آپ چندے انتظار کیجئے ان کا بد انجام سامنے آ جائے گا۔ یہ کفار تو منتظر ہیں کہ آپ پر کوئی افتاد پڑے لیکن آپ دیکھتے جایئے کہ ان کا کیا حال بنتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں تا کہ ہماری زندگی احکام الہیہ کے مطابق گزرے۔

یا اللہ اپنے کرم سے ہم کو قیامت کے دن اپنے متقین بندوں میں شامل فرمالیجئے اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر ونشر اور جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے۔

یا مولائے کریم اپنے فضل وکرم سے اپنے رضا کی جگہ ہم کو پہنچنا نصیب فرمایئے اور جنت کی دائمی نعمتوں سے ہم کو سرفراز فرمایئے اور جنت کی سب سے اعلیٰ نعمت یعنی اپنے دیدار کی دولت ہم سب کو نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾

حٰم۔ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے۔ آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کیلئے بہت سے دلائل ہیں۔

وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ

اور خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو زمین میں پھیلا رکھا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں۔ اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں

اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾

اور اس رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس (بارش) سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہواؤں کے بدلنے میں دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

حٰمٓ حم	تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ نازل کی ہوئی کتاب	مِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَكِيْمِ حکمت والا	اِنَّ بیشک	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	
وَالْاَرْضِ اور زمین	لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں	لِلْمُؤْمِنِيْنَ اہل ایمان کیلئے	وَ اور	فِيْ خَلْقِكُمْ تمہاری پیدائش میں	وَمَا اور جو	يَبُثُّ وہ پھیلاتا ہے	
مِنْ دَآبَّةٍ جو جانور	اٰيٰتٌ نشانیاں	لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ یقین کرنیوالے لوگوں کیلئے	وَاخْتِلَافِ اور تبدیلی	الَّيْلِ رات	وَالنَّهَارِ اور دن	وَمَا اور جو	
اَنْزَلَ اللّٰهُ اللہ نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مِنْ رِّزْقٍ رزق	فَاَحْيَا پھر زندہ کیا	بِهِ اس سے	الْاَرْضَ زمین		
بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے (خشک ہونے) کے بعد	وَتَصْرِيْفِ اور گردش	الرِّيٰحِ ہوائیں	اٰيٰتٌ نشانیاں	لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ عقل (سلیم والوں کیلئے)			

تفسیر وتشریح: بفضلہ تعالیٰ اب ۲۵ویں پارہ کی آخری سورۃ الجاثیۃ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ ابتدائی آیات کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے آخری رکوع میں اہل باطل اور غیر مقبولین فرقوں کے تذکرہ کے سلسلہ میں لفظ جاثیہ استعمال ہوا ہے۔ جاثیہ کے معنی ہیں خوف سے زانو کے بل گر پڑنا۔ یعنی آخری رکوع میں تمام اہل باطل فرقوں اور امتوں کے بارہ میں بتلایا گیا کہ قیامت میں یہ اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے اور مارے خوف کے زانو کے بل گر پڑیں گے۔ اسی تذکرہ کی بنا پر سورۃ کا نام ہی جاثیہ قرار پایا۔ حٰم سے شروع ہونے والی سات سورتوں میں سے یہ چھٹی سورۃ ہے اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۵ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۷۲ ہے یعنی ۷۱ سورتیں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۴۲ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۷ آیات۔ ۴ رکوعات۔ ۴۹۲ کلمات۔ اور ۲۱۳۱ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں اس کا نزول روایت کیا گیا ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں اثبات توحید ونبوت وآخرت سورۃ کے مرکزی مضامین ہیں اور دوسرے بعض مضامین ان ہی کی مناسبت سے آگئے ہیں۔

سورۃ کی ابتدا توحید کے دلائل سے فرمائی گئی ہے اس سلسلے میں انسانوں کو بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں آسمان

زمین اور خود انسانوں اور جانوروں کی پیدائش میں موجود ہیں۔ جن میں عقل وفہم ہے وہ کائنات کے حالات سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کائنات بے خدا نہیں ہے نہ بہت سے خداؤں کی خدائی میں چل رہی ہے۔ بلکہ ایک ہی خدا نے اسے بنایا ہے اور وہی اکیلا اس کا فرمانروا ہے۔ اسی کے مقرر کردہ نظام عالم کے مطابق یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ رات و دن کا باقاعدہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہنا۔ پھر وقت پر بارش ہونا اور مینہ برسنا اور پھر بارش کے ذریعہ مردہ زمین میں تروتازگی پیدا ہو جانا اور اس سے انسانوں اور جانوروں کے کھانے پینے کی چیزوں کا پیدا ہونا۔ یہ سب اللہ کی قدرت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کی توحید کی نشانیاں ہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ قرآن مجید کی آیتوں میں جو سچی باتیں بتائی گئی ہیں وہ حقیقت کو بالکل کھول دیتی ہیں اور ان میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ ان کو نہیں مانتے تو پھر اس سے زیادہ اور کوئی سچی اور سیدھی بات ان کے پاس کہاں سے آئے گی جسے یہ مانیں گے۔ پھر تنبیہ فرمائی گئی کہ جنہوں نے یہ آیتیں سن کر ان سے منہ موڑا اور اپنی ہی رائے پر اڑے رہے۔ ان کی شامت آنی یقینی ہے اور نتیجہ میں وہ جہنم میں داخل ہوں گے اس قرآن سے منہ موڑ کر جو کچھ یہ منکرین اس دنیا میں کر رہے ہیں مرنے کے بعد یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ مال و دولت سب یہیں پڑا رہ جائے گا اور یہ خود سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ قرآن مجید سیدھا راستہ بتا رہا ہے جو اس پر نہ چلیں گے وہ دردبھری آفتوں کا شکار ہوں گے۔ پھر انسانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں۔ اپنے اوپر اس کے احسانات دیکھو۔ گہرے سمندر اور دریاؤں میں تمہیں جہاز وکشتیاں چلانے کا سلیقہ عطا کر کے تمہارے لئے راستے کھول دیئے کہ ان کے ذریعہ تجارت وغیرہ کر کے بڑے بڑے فائدہ اٹھاتے ہو اور ایک سمندر ہی کیا آسمان۔ زمین کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے کہ وہ تمہاری خدمت گزاری میں لگی رہیں۔ پس انسانوں کو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ بہرحال ایمان والوں کو ان منکرین کے جال میں نہ پھنسنا چاہئے۔ یہ عمل صالحہ کی کوشش میں لگے رہیں انہیں اس کا بہت بہتر بدلہ ملے گا اور ان نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دے گا۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی گئی کہ تمہارے لئے یہ قرآن کافی ہے اسے چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی جو ہوا ہوس میں گرفتار ہیں ہرگز پیروی مت کرو۔ اچھے اور برے ایک جیسے نہیں ہو سکتے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے اور آخرت کا انکار کرنے والے نادان اور گمراہ ہیں۔ ان کی نظر آگے نہیں جاتی یہ مرکر جینے کو نہیں مانتے۔ یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ حقیقت یہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں ظاہر کر دی ہے اور جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ سب ہو کر رہے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا۔

اب ان آیات زیر تفسیر کی تشریح کی جاتی ہے۔ سورۃ کی ابتدا حروف مقطعات حٰم سے فرمائی گئی جس کے حقیقی مطلب ومعانی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو گا۔ گذشتہ حٰم سے شروع ہونے والی سورتوں کی طرح اس سورۃ کی ابتدا بھی قرآن کریم کے ذکر سے فرمائی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ اس کتاب کا نزول اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ یعنی یہاں دو باتوں سے خبردار کیا گیا ایک تو یہ کہ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں گھڑی ہے جیسا کہ معاذ اللہ کفار الزام لگاتے تھے بلکہ اس کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہا ہے دوسرے یہ کہ اسے وہ خدا

نازل کر رہا ہے جو زبردست بھی ہے اور حکیم بھی ہے اس کے زبردست ہونے سے یہ بات جتلائی جاتی ہے کہ انسان اس کے فرمان سے سرتابی کی جرأت نہ کرے کیونکہ نافرمانی کر کے وہ اس کی سزا سے کسی طرح بچ نہیں سکتا اور اس کے حکیم ہونے سے یہ جتلایا ہے کہ انسان پورے اطمینان کے ساتھ رضا اور رغبت سے اس کی ہدایت اور احکامات کی پیروی کرے کیونکہ اس کی تعلیم و ہدایت میں کسی غلطی یا نامناسب یا نقصان وغیرہ کا کوئی امکان قطعاً نہیں اس تمہیدی مضمون کے بعد اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں۔ خدا کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں۔ پھر اس کا شکر بجالائیں اور انسان اس کی ذات کو پہچاننا چاہے تو اسی آسمان وزمین کی پیدائش اور ان کے محکم نظام میں غور کر کے جان سکتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا ہے جس نے کمال حکمت وخوبی سے انہیں بنایا اور لامحدود قدرت سے ان کی حفاظت کی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ انسان خود اپنی پیدائش اور بناوٹ اور دوسرے حیوانات کی ساخت میں غور کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا یقین دلانے کے لئے ہزار ہا نشانیاں ملیں گی۔ اسی طرح دن رات کے ادلنے بدلنے اور آسمان سے بارش کے برسنے اور پھر خشک زمین کے سرسبز شاداب ہو جانے میں نشانیاں اس کی قدرت اور معرفت کی موجود ہیں۔ تو انسان اگر ذرا بھی سمجھ سے کام لیں تو معلوم ہو جائے کہ یہ امور بجز اس زبردست قادر وحکیم کے اور کسی کے بس میں نہیں۔

یہ تو مضمون توحید ہوا آگے مضمون نبوت ورسالت بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی معرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ تاکہ کائنات کی ہر شے سے ہم کو توحید کا سبق ملے۔

یا اللہ ہم کو صحیح ایمان یقین کی دولت نصیب فرما اور اسی پر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ٹھیک ٹھیک طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں تو پھر اللہ اور اُس کی آیتوں کے بعد اور کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔ بڑی خرابی ہوگی ہر ایسے شخص کیلئے

اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٧﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

جو جھوٹا ہو نافرمان ہو۔ جو خدا کی آیتوں کو سنتا ہے جب کہ اُس کے رُوبرو پڑھی جاتی ہیں پھر بھی وہ تکبر کرتا ہوا اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے اُس نے ان کو سنا ہی نہیں، سو ایسے شخص

اَلِيْمٍ ﴿٨﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

کو دردناک عذاب کی خبر سنادیجئے۔ اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اُڑاتا ہے، ایسے لوگوں کیلئے (آخرت میں) ذلت کا عذاب ہے۔

جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠﴾

ان کے آگے جہنم ہے اور (اس وقت) نہ تو ان کے وہ چیزیں ذرا کام آویں گی جو (دنیا میں) کما گئے تھے اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا، اور ان کیلئے بڑا عذاب ہوگا۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾

یہ قرآن سرتاسر ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں کو نہیں مانتے ان کیلئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا۔

تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ اللّٰهِ اللہ کے احکام	نَتْلُوْهَا ہم وہ پڑھتے ہیں	عَلَيْكَ آپ پر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	فَبِاَيِّ پس کس	حَدِيْثٍ بات	بَعْدَ اللّٰهِ اللہ کے بعد
وَاٰيٰتِهٖ اور اس کی آیات	يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائیں گے	وَيْلٌ خرابی	لِكُلِّ اَفَّاكٍ ہر جھوٹ باندھنے والے کیلئے	اَثِيْمٍ گنہگار	يَسْمَعُ وہ سنتا ہے		
اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	تُتْلٰى عَلَيْهِ پڑھی جاتی ہیں اس پر	ثُمَّ يُصِرُّ پھر اڑا رہتا ہے	مُسْتَكْبِرًا تکبر کرتا ہوا	كَاَنْ گویا کہ	لَمْ يَسْمَعْهَا اس نے نہیں سنا اسے		
فَبَشِّرْهُ پس اسے خوشخبری دو	بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب کی	وَاِذَا اور جب وہ	عَلِمَ واقف ہو	مِنْ اٰيٰتِنَا ہماری آیات میں سے	شَيْـًٔا کسی شے		
اتَّخَذَهَا وہ اس کو پکڑتا ہے	هُزُوًا ہنسی مذاق	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ مُّهِيْنٌ عذاب رسوا کرنے والا	مِنْ وَّرَآئِهِمْ ان کے دوسری طرف (آگے)		
جَهَنَّمُ جہنم	وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ اور نہ کام آئیگا ان کے	مَا كَسَبُوْا جو انہوں نے کمایا	شَيْـًٔا کچھ	وَلَا مَا اتَّخَذُوْا اور نہ جو انہوں نے ٹھہرایا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا		
اَوْلِيَآءَ کارساز	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عَظِيْمٌ بڑا عذاب	هٰذَا هُدًى یہ (قرآن) ہدایت	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور جن لوگوں نے کفر کیا (نہ مانا)			
	بِاٰيٰتِ آیات کو	رَبِّهِمْ اپنا رب	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابٌ ایک عذاب	مِنْ سے	رِجْزٍ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ کتاب یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے پھر عام انسانوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں۔ خدا کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں اور اس کو اپنا منعم حقیقی جان کر اس کا شکر بجالائیں۔ پھر بتلایا گیا تھا کہ انسان اگر ماننا چاہے تو اسی آسمان وزمین کی پیدائش اور جس محکم نظام میں یہ جکڑے ہوئے ہیں ان پر غور کر کے جان سکتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ پھر انسان اپنی پیدائش اور بناوٹ اور دوسرے چوپائے چرند پرند درند کیڑے مکوڑوں کی خلقت میں غور کرے تو اس میں بھی اللہ کی معرفت کی ہزارہا نشانیاں ملیں گی اور ہر چیز اسی کی توحید کی شہادت دیتی ہوئی نظر آئے گی۔ پھر فرمایا گیا کہ انسان اس دنیا میں جتنی چیزوں سے کام لیتا ہے اور جو لاتعداد اور ان گنت اشیاء اور قوتیں اس کائنات میں انسان کے مفاد کی خدمت کر رہی

ہیں اور جنہیں قدرت نے انسان کے لئے مسخر کر رکھا ہے یہ سب ایک عقل وفہم رکھنے والے انسان کو بتلا رہی ہیں کہ وہی ایک خدا انسانوں کا محسن اور مربی ہے گذشتہ ابتدائی آیات میں توحید کا مضمون بیان فرمایا گیا تھا۔ اب آگے مضمون نبوت کا بیان ہے چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو صحیح صحیح طور پر آپ کو پڑھ کر سنائی جارہی ہیں جن میں غلطی کا کوئی شبہ نہیں ہوسکتا اور جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ تو یہ منکرین اگر اللہ تعالیٰ کی بات نہیں سنتے اور اس کی آیات کو نہیں مانتے تو پھر اس سے زیادہ اور کوئی سچی اور سیدھی بات ان کے پاس کہاں سے آئے گی جسے یہ مانیں گے۔

آگے آیات قرآنی سے انحراف وانکار کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جو ضد اور غرور کی وجہ سے اللہ کی بات نہیں سنتا ہے اس کی شیخی اور ہیکڑی اجازت نہیں دیتی کہ اپنی جہالت سے ہٹے۔ حق کو سن کر اس طرح منہ پھیر لیتا ہے کہ گویا سنا ہی نہیں تو اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ ایسوں کے لئے آخرت میں خدا کے ہاں دکھ کی مار ہے اور عذاب الیم تیار ہے اور ایسوں کا طرز عمل یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جائیں تو اس کو مذاق بنالے اور ان کے ساتھ ہنسی وٹھٹا کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت سزا ہے اور آج جس طرح وہ آیات اللہ کے ساتھ اہانت کا معاملہ کررہا ہے ایسے ہی اہانت وذلت کی سخت سزا بھی اسے آخرت میں ملے گی۔ جس سے اس کی ساری شیخی کر کری ہوجائے گی۔ وہ دنیا میں کیا بڑا بنا پھرتا ہے۔ آخرت میں انہیں سخت ذلت سے واسطہ پڑے گا۔ چنانچہ ان کے سامنے جہنم ہے اور وہ اس میں عنقریب ذلیل ہو کر داخل ہوں گے ایسے سرکش لوگ آخرت میں بالکل خالی ہاتھ ہوں گے۔ دنیا میں اکٹھا کیا ہوا مال و دولت وہاں کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ معبودان باطلہ جن کو انہوں نے خدا کے سوا اپنا سرپرست اور حامی بنا رکھا ہے کچھ کام آئیں گے انہیں زبردست اور بہت بڑے عذاب بھگتنے پڑیں گے اور وجہ اس عذاب کی یہ ہے کہ یہ قرآن سرتاسر ہدایت اور واجب التسلیم ہے۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ اب بھی مان لیں ورنہ جو لوگ اب بھی خدا کی آیات کا انکار کریں ان کے لئے ایک سخت مصیبت کا نہایت تکلیف دہ عذاب ہوگا۔

یہاں ان آیات میں قرآن کے منکرین کی دو قسمیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک قسم تو منکر کی وہ بتلائی گئی کہ جو اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر پھر بھی اپنے کفر وانکار پر اڑا رہتا ہے جیسا کہ اس نے آیات اللہ کو سنا ہی نہیں اور تکبر کی وجہ سے ان کی کچھ پروا نہ کی۔ دوسری قسم منکرین کی وہ بتلائی کہ جو آیات اللہ کو سن کر صرف انکار ہی نہیں کرتا بلکہ اس پر تمسخر اور مذاق بھی کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جرم پہلے سے زیادہ سخت ہے اس لئے ایسوں کی سزا بھی زیادہ بتلائی گئی۔ پہلی قسم کے منکرین کے لئے صرف **بعذاب الیم** فرمایا گیا جبکہ دوسری قسم کے منکرین کے لئے **عذاب مھین** اور **من و رآئھم جھنم** اور **عذاب عظیم** فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن یا دین کی بات سن کر پھر نہ سننے کے برابر کر دینا یہ منکرین کی خصلت ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور دین کی باتوں کا مذاق اور تمسخر اڑانا یہ اور بھی زیادہ منکرین کی بدترین خصلت وجرم ہے مگر اب اس وقت کفار و منکرین کا تو کیا ذکر اب تو اسلام کا لیبل لگا کر اور ایمان کے دعوے رکھ کر نہ صرف قرآنی تعلیمات اور احکام الٰہیہ سے انحراف ہے بلکہ غضب در غضب یہ کہ قرآن کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنایا جارہا ہے اور دین کی باتوں کا اور دین داروں کا مذاق اور تمسخر اڑانا اور ان پر طعن تشنیع کرنا یہ تو ہمارے وقت کے ”ترقی یافتہ روشن خیالوں“ کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں ان کی نام نہاد ترقی کے راستہ میں سب سے زیادہ رکاوٹ ڈالنے والی چیز ”دین“ ہی ہے جس کا نام ان متکبرین نے ملاپن رکھا ہے **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ بہرحال ایسے متکبرین کو بدترین انجام سے سابقہ پڑنا ہے جس کے لئے وہ تیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پرفتن وقت میں ہمارے ”دین“ کی حفاظت کا سامان غیب سے فرمائیں۔

اب آگے پھر مسئلہ توحید پر دلائل بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ 4

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

اور جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو تمہارے لئے اپنی طرف سے مسخر بنایا، بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کیلئے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں

يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا

آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگذر کریں جو خدا کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے تا کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو (یعنی مومنوں کو) اُن کے عمل کا صلہ دے۔

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

جو شخص نیک کام کرتا ہے سو اپنے ذاتی نفع کیلئے اور جو شخص برا کام کرتا ہے اس کا وبال اُسی پر پڑتا ہے، پھر تم کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

اَللّٰهُ اللہ	الَّذِيْ وہ جس	سَخَّرَ مسخر کیا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْبَحْرَ دریا	لِتَجْرِيَ تا کہ چلیں	الْفُلْكُ کشتیاں	فِيْهِ اس میں	بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے	
وَلِتَبْتَغُوْا اور تا کہ تم تلاش کرو	مِنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل سے	وَلَعَلَّكُمْ اور تا کہ تم	تَشْكُرُوْنَ شکر کرو	وَسَخَّرَ اور اس نے مسخر کیا	لَكُمْ تمہارے لئے				
مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	جَمِيْعًا سب	مِنْهُ اپنے حکم سے	اِنَّ بیشک	فِيْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰيٰتٍ نشانیاں	
لِقَوْمٍ ان لوگوں کیلئے	يَّتَفَكَّرُوْنَ غور و فکر کرتے ہیں	قُلْ فرما دیں	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	يَغْفِرُوْا وہ درگزر کریں				
لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو	لَا يَرْجُوْنَ امید نہیں رکھتے	اَيَّامَ اللّٰهِ اللہ کے ایام	لِيَجْزِيَ تا کہ وہ بدلہ دے	قَوْمًا ان لوگوں کو	بِمَا اس کا جو				
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے (اعمال)	مَنْ جس	عَمِلَ صَالِحًا عمل کیا نیک	فَلِنَفْسِهٖ تو اپنی ذات کیلئے	وَمَنْ اور جس	اَسَآءَ برا کیا				
فَعَلَيْهَا تو اس پر	ثُمَّ پھر	اِلٰى رَبِّكُمْ تم اپنے رب کی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے						

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں اثبات توحید کے سلسلہ میں انسانوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کریں اور خدا کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں اور اس منعم حقیقی کا شکر بجالائیں۔ پھر منکرین اور مخالفین حق کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جو آیات اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور تکبر سے اپنے انکار پر اڑے رہتے ہیں اور دین حق کا تمسخر اور مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کا انجام آخرت میں نہایت دردناک ہو گا اور ان کو جہنم کے عذاب بھگتنے ہوں گے۔

اب آگے پھر مسئلہ توحید پر دلائل بیان ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی بعض نعمتیں جتلاتے ہیں تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات دیکھ کر اس پر ایمان لائیں چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے سمندر جیسی مخلوق کو ایسا مسخر کر دیا کہ انسان بے تکلف کشتیاں اور جہاز اس میں لئے پھرتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق میلوں گہرے پانی میں سفر طے کرتے ہیں۔ بڑی بڑی کشتیاں و جہاز مال اور سواریوں سے لدے ہوئے ادھر سے ادھر لے جاتے ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ بحری تجارت کرتے ہیں بلکہ سمندر اور دریا میں مچھلیاں شکار کرتے ہیں اور اس کی تہ سے موتی نکالتے ہیں اور بھی سمندر میں بہت سی نفع بخش چیزیں قدرت نے انسانوں کے لئے پیدا فرمائی ہیں اور اب تو جدید

سائنسی تحقیقات کی رو سے یہ معلوم ہوا کہ سمندر میں جس قدر معدنی ذخائر اور زمین کی پوشیدہ دولتیں موجود ہیں اتنی خشکی میں نہیں ہیں۔ تو سمندروں سے یہ سب منافع و فوائد حاصل کرتے وقت انسانوں کو چاہیے کہ منعم حقیقی کو نہ بھولیں۔ اس کا حق پہچانیں۔ زبان و دل و قلب و قالب سے اس کا شکر ادا کریں اور صرف ایک سمندر ہی پر کیا موقوف ہے جتنی چیزیں آسمان و زمین میں ہیں جیسے چاند۔ سورج۔ ستارے۔ پہاڑ۔ نہریں۔ حجر۔ شجر۔ حیوانات۔ سب اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم و قدرت سے انسانوں کے کام میں لگا دیں کہ وہ تمام چیزوں سے فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ تو انسان اگر غور و فکر کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ زمین سے لے کر آسمان تک کی تمام اشیاء اور قوتیں جو اللہ کی عطیہ ہیں اس کے بس کی نہ تھیں۔ محض اللہ کے فضل اور اس کی قدرت کاملہ سے یہ جملہ اشیاء انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں تو انسان کو بھی لامحالہ کسی کے کام میں لگنا چاہیے اور وہ کام یہی ہے کہ اپنے منعم حقیقی۔ محسن اور مربی کو پہچانے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگا رہے۔ یہاں تک روئے سخن مشرکین کی طرف تھا جن کی نافرمانی تکبر۔ استہزا وغیرہ کا ذکر ہوا تھا اب آگے مومنوں کو نصیحت فرمائی جاتی ہے۔ کفار مکہ جو اسلام کو جھٹلاتے۔ مسلمانوں سے سختی سے پیش آتے۔ سخت کلام۔ بدگوئی۔ بدمزاجی۔ بدمعاملگی۔ دست درازی کرتے تو آخر اہل ایمان بھی انہیں کے ملک اور انہیں کے قوم کے لوگ تھے۔ کفار کی شرارتوں پر غصہ آتا تھا کہ ان سے لڑ مریں۔ انہیں ماریں یا خود مر جائیں۔ اس لئے اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تلقین عفو و درگذر کر دی گئی کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں۔ منکرین کی سخت باتیں سن کر ٹال دیا کریں اور کفار کی ایذاؤں کو سہار لیں اور مسلمان ان سے بدلہ اور انتقام لینے کی فکر نہ کریں۔ اللہ پر معاملہ چھوڑ دیں۔ وہ ان کی شرارتوں پر کافی سزا اور مومنین کے صبر و تحمل اور عفو و درگذر کا مناسب صلہ دے گا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا لیکن بعد میں کفار سے جہاد اور ان کی جلاوطنی کے احکام نازل ہوئے۔ لیکن اکثر محقق مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں ایمان والوں کو جو درگذر کرنے کا حکم ہے اس کا جہاد کے حکم سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو عام معاشرت میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا انتقام و بدلہ نہ لینے کی تعلیم ہے جو ہر زمانے کے لئے اہل اسلام کے لئے عام ہے اور اس طرح آج بھی اس کا حکم باقی ہے۔ اور حضرت اقدس حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس درگذر کے حکم سے جہاد کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ یہاں اس انتقام اور بدلہ سے روکا ہے جس سے اصل مقصود اعلائے کلمۃ اللہ نہ ہو بلکہ محض اپنے غیظ و غضب کی تسکین ہو اور اسلامی جہاد میں اصل مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہے گو تبعاً تسکین غیظ بھی حاصل ہو جائے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ بھلے اور نیک کام کا فائدہ اسی نیک کام کرنے والے کو پہنچتا ہے۔ اور بدی کرنے والا خود اپنے حق میں برا بیج بوتا ہے۔ ایک کی برائی دوسرے پر نہیں پڑتی۔ غرض ہر شخص اپنے نفع و نقصان کی فکر کرے جو جیسا عمل کرے گا اس کا نفع و نقصان اسی کی ذات کو پہنچے گا۔ آخر ایک دن قیامت کا آنا ہے جبکہ سب اللہ کے ہاں حاضر ہوں گے وہاں پہنچ کر سب برائی بھلائی سامنے آ جائے گی اور ہر ایک اپنے اعمال کی جزا و سزا پا لے گا۔

اب آگے بنی اسرائیل کے کچھ حالات سنائے جاتے ہیں تاکہ ان کے حالات و واقعات سے لوگ نصیحت حاصل کریں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکمت اور نبوت دی تھی، اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی تھیں، اور ہم نے ان کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی۔

عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا

اور ہم نے اُن کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دیں، سو انہوں نے علم ہی کے آنے کے بعد باہم اختلاف کیا بوجہ آپس کی ضدا ضدی کے،

بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۷ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ

آپ کا رب ان کے آپس میں قیامت کے روز ان امور میں (عملی) فیصلہ کرے گا جن میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے۔ پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص

عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ

طریقہ پر کردیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جایئے اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلیے۔ یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں

مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۱۹ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ

آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے، اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، اور اللہ دوست ہے اہل تقویٰ کا، یہ قرآن عام لوگوں کیلئے دانشمندیوں کا سبب

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝۲۰

اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین لانے والوں کیلئے بڑی رحمت ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور تحقیق ہم نے دی	بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل	الْكِتٰبَ کتاب	وَالْحُكْمَ اور حکومت	وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت	وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے عطا کیں انہیں		
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے فضیلت دی انہیں	عَلَي الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں پر	وَاٰتَيْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں دیں	بَيِّنٰتٍ واضح نشانیاں			
مِّنَ الْاَمْرِ امر سے (دین کے بارے میں)	فَمَا اخْتَلَفُوْٓا تو انہوں نے اختلاف کیا	اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا جَاۗءَهُمُ جب آگیا ان کے پاس			
الْعِلْمُ علم	بَغْيًۢا ضد سے	بَيْنَهُمْ آپس کی	اِنَّ رَبَّكَ بیشک تمہارا رب	يَقْضِيْ فیصلہ کرے گا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	
فِيْمَا اس میں	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے	ثُمَّ پھر	جَعَلْنٰكَ ہم نے کردیا آپ کو	عَلٰي شَرِيْعَةٍ شریعت (خاص طریقہ) پر	
مِّنَ الْاَمْرِ دین سے۔کے	فَاتَّبِعْهَا تو آپ اس کی پیروی کریں	وَلَا تَتَّبِعْ اور نہ پیروی کریں	اَهْوَاۗءَ خواہشات	الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو			
لَا يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَنْ يُّغْنُوْا ہرگز کام نہ آئیں گے	عَنْكَ آپ کے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے۔سامنے	شَـيْـــًٔا کچھ	وَاِنَّ اور بیشک	
الظّٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض (ایک)	اَوْلِيَاۗءُ رفیق (جمع)	بَعْضٍ بعض (دوسرے)	وَاللّٰهُ اور اللہ	وَلِيُّ رفیق	الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں	
هٰذَا یہ	بَصَاۗىِٕرُ دانائی کی باتیں	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَهُدًى اور ہدایت	وَّرَحْمَةٌ اور رحمت	لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ یقین رکھنے والے لوگوں کیلئے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ دنیا میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں اور اس کے انعامات واحسانات ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں جن میں غور وفکر کرنے سے ایک عقل وفہم والا انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچان سکتا ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کی وحدانیت کو نہیں مانتے۔ اسی سلسلہ میں کفار مکہ کو ان کی ہٹ دھرمی۔ تکبر۔ دین حق سے استہزا اور اصرار علی الکفر پر تنبیہ و

ملامت کی گئی اور انہیں آخرت کے عذاب کی وعید سنائی گئی تھی۔اور اہل اسلام کو صبر وتحمل تلقین اور اس پر اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی تھی۔

اب آگے انہی کفار مکہ اور مشرکین عرب کو جو کہ قرآن اور اسلام کی دعوت کا مقابلہ کر رہے تھے خبردار کیا جاتا ہے کہ یہ قرآن وہی نعمت لے کر آیا ہے جو کبھی پہلے بنی اسرائیل کو دی گئی تھی جس کی بدولت بنی اسرائیل کو طرح طرح کی دینی اور دنیوی نعمتیں عطا فرمائی گئی تھیں اور ان کے زمانہ میں انہیں سارے جہان والوں پر فضیلت اور فوقیت بخشی گئی تھی لیکن جب بنی اسرائیل نے اس نعمت کی ناقدری کی اور دین میں اختلاف کر کے اسے کھو دیا اور احکام الٰہیہ سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عطاء ان سے چھین لی اور نبوت وحکمت بنی اسرائیل سے منتقل کر کے بنی اسماعیل میں دے دی گئی۔اب جو لوگ اپنی جہالت وحماقت سے اس نعمت عظمٰی یعنی قرآنی ہدایت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے روگردانی کر کے اس کو رد کریں گے وہ اپنی ہی تباہی کا سامان کریں گے اور خدا کی تائید ورحمت نصرت وحمایت کے مستحق صرف وہی لوگ ہوں گے جو اس قرآن کریم کی پیروی قبول کر کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی روش پر قائم رہیں گے۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آسمانی کتاب یعنی توراۃ عطا فرمائی تھی اور حکومت وسلطنت اور حکمت بھی عنایت کی تھیں اور ان میں بکثرت پیغمبر بھی مبعوث فرمائے تھے اور پاکیزہ چیزیں یعنی دنیوی بھی مرحمت کی تھیں حتیٰ کہ من وسلویٰ ان پر اتارا گیا تھا اور اس زمانہ کے سارے انسانوں پر ان کو برتری اور فوقیت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔انہیں نہایت واضح اور مفصل احکام اور کھلے کھلے معجزات عطا کیے تھے۔بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب۔نبوت۔حکمت۔حکومت مال ودولت ملنے کے بعد ہوا پرستی ان پر مسلط ہوگئی اور محض عناد وفساد کے زیر اثر ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی۔آپس کی ضد اور نفسانیت سے اصل کتاب کو چھوڑ کر گروہ در گروہ فرقے بن گئے۔احکام الٰہیہ کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے لگے اور دین میں پھوٹ ڈال کر مختلف گروہ بن گئے جن کا عملی فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا اس وقت حقیقت کھلے گی اور پتہ چلے گا کہ ان کا منشا نفس پروری اور ہوا پرستی کے سوا کچھ نہ تھا۔جب بنی اسرائیل نے دنیا میں باہمی فرقہ بندی اور خواہشات کی پیروی کا دروازہ کھول دیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اپنی نعمت چھین لی۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اب انسانوں کو دین کا صحیح راستہ دکھلانے اور سمجھانے کے لئے آپ کو نبی بنایا گیا اور دین حق کا راستہ دکھایا گیا تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور آپ کی امت کو چاہئے کہ اس راستہ پر برابر مستقیم رہیں اور کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں کا یعنی کفار ومشرکین کی جن میں اہل کتاب بھی شامل ہیں خواہشات اور میلان طبع پر نہ چلیں مثلاً ان کی خواہش یہ ہے کہ آپ ان کے طعن وتشنیع اور ظلم وتعدی سے تنگ آ کر دعوت وتبلیغ ترک کریں یا مسلمانوں میں ویسا ہی اختلاف وتفریق پڑ جائے جس میں وہ لوگ خود مبتلا ہیں تو ایسی صورت میں واجب ہے کہ ان کی خواہشات کو بالکل پامال کر دیا جائے۔اور گو آپ سے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ احتمال نہیں کہ آپ ان جہلا کی خواہشات پر چلنے لگیں گے مگر اہتمام اور مزید تقویت کے لئے آپ کو پھر اس کا حکم دیا جاتا ہے۔آگے اس حکم کی علت بیان فرمائی جاتی ہے کہ یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے پس ان کا اتباع ہرگز نہ ہونے پائے۔

اب غور کیجئے کہ جب یہاں تاکید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع شریعت اسلامیہ کا حکم ہے تو دوسرا کس شمار میں ہے کہ شرع کی مخالفت کرے۔معلوم ہوا کہ غیروں کے طریقوں پر چل کر دعویٰ کمال ایمان اور اسلام کا کرنا کس قدر لغو اور باطل ہے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ یہ سارا ناحق شناس گروہ متحد ہے۔ایک دوسرے کا حامی ہے مگر اللہ تعالیٰ ان کا ساتھی۔مددگار اور حامی ہے جو اس سے ڈر کر اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور تقویٰ وپرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے متقین کا حامی وناصر

ہے اور اس کی حمایت و مدد کے مقابلہ میں کفار و مشرکین کی اجتماعی طاقت کچھ کام نہ دے گی اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اللہ کی رفاقت اور مدد کو حاصل کریں اور اسی کی راہ پر چلیں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن کریم مجموعہ بصیرت و ہدایت ہے۔ تمام انسانوں کو کام کی باتیں اور کامیابی کی راہیں سمجھاتا ہے اور جو خوش قسمت اس کی ہدایات و نصائح پر یقین کر کے عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے حق میں یہ قرآن خصوصی طور پر رحمت و برکت ہے۔

ان آیات کے ماتحت علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے واقعات کو نقل کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے کتاب عنایت کی اور نبوت اعلیٰ سے سرفراز کیا اور واضح احکام اور محکم ضابطے شریعت اسلامیہ کے بتا دیئے اس لئے انہیں نصیحت حاصل کرنی چاہئے اور سبق لینا چاہئے کہ بنی اسرائیل کے نقش قدم پر نہ چلیں۔ آپس میں دینی اختلاف اور پھوٹ پیدا نہ کریں۔ کتاب الٰہی کو اپنی خواہشات کے سانچے میں نہ ڈھالیں۔ احکام الٰہیہ سے کسی حال میں روگردانی نہ کریں۔ غیر مسلموں کی اتباع اور پیروی ہرگز نہ کریں۔ ان کی تہذیب۔ رسم و رواج۔ تمدن و معاشرت کسی چیز کو اختیار نہ کریں۔ کفار و مشرکین تو باہم متحد اور مددگار ہوں گے لیکن ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو متحد ہو کر اللہ کی نصرت و حمایت کے بھروسہ پر ثابت قدم رہنا چاہئے۔ اب غور کیجئے کہ کیا سبق یہ آیات دیتی ہیں اور کیا حکم یہ اللہ کی کتاب دیتی ہے اپنے ماننے والوں کو اور آج کیا طرز عمل ہے اس پر ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں کا۔ بس اس کی زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں کیونکہ سمجھنے والوں کے لئے اس وقت مسلمانوں کی زبوں حالی روز روشن کی طرح عیاں ہے اور نہ سمجھنے والوں کو تو اپنی ہر برائی بھلائی ہی نظر آتی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اس پر فتن زمانہ میں ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ اور اسلام کی جو دولت ہم کو عطا فرمائی ہے اس کے قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔

ان آیات میں جو فرمایا گیا **ثم جعلنک علیٰ شریعۃ من الامر فاتبعھا** یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقے پر کر دیا سو آپ اسی طریقے پر چلئے۔ اس کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

”یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ دین اسلام کے کچھ تو اصولی عقائد ہیں مثلاً توحید و آخرت وغیرہ اور کچھ عملی زندگی سے متعلق احکام ہیں۔ جہاں تک اصولی احکام کا تعلق ہے وہ تو ہر نبی کی امت میں یکساں رہے ہیں اور ان میں کبھی ترمیم اور تبدیلی نہیں ہوئی لیکن عملی احکام مختلف انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے بدلتے رہے ہیں۔ آیت مذکورہ میں انہی دوسری قسم کے احکام کو ”دین کے ایک طریقے“ سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور اسی وجہ سے فقہا نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امت محمدیہ کے لئے صرف شریعت محمدی ہی کے احکام واجب العمل ہیں پچھلی امتوں کو جو احکام دیئے گئے تھے وہ ہمارے لئے اس وقت تک واجب العمل نہیں ہیں جب تک قرآن و سنت سے ان کی تائید نہ ہو جائے۔ پھر تائید کی ایک شکل تو یہ ہے کہ قرآن یا حدیث میں صراحۃً یہ فرمایا گیا ہو کہ فلاں نبی کی امت کا یہ حکم ہمارے لئے بھی واجب العمل ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی پچھلی امت کا کوئی حکم بطور تحسین و مدح بیان فرمائیں اور اس کے بارہ میں یہ نہ فرمائیں کہ یہ حکم ہمارے زمانہ میں منسوخ ہو گیا ہے۔ اس سے بھی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حکم ہماری شریعت میں بھی جاری ہے۔ یہاں اتنی بات مسئلہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ تفصیلات اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں“۔ (معارف القرآن جلد ہفتم)

آگے منکرین اسلام اور مکذبین آخرت نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اس کے بعد جزا و سزا کچھ نہیں تو ان کے اس خیال باطل اور عقیدہ فاسد کی تردید فرمائی گئی ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ

یہ لوگ جو بُرے بُرے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا، کہ ان سب کا جینا اور مرنا

وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

یکساں ہو جاوے، یہ بُرا حکم لگاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا، اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جاوے

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ

اور اُن پر ذرا ظلم نہ کیا جاوے گا۔ سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے

سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾

گمراہ کر دیا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے، کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آجاتی ہے، اور ان لوگوں کے پاس

عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتُوا

اس پر کوئی دلیل نہیں، محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔ اور جس وقت ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا بجز اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کہتے ہیں کہ ہمارے

بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

باپ دادوں کو (زندہ کر کے) سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر (جب چاہے گا) تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن

لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾

جس (کے وقوع) میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

اَمْ حَسِبَ کیا گمان کرتے ہیں	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	اجْتَرَحُوا کمائیں (کیں)	السَّيِّاٰتِ برائیاں	اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کہ ہم کردیں گے انہیں			
كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	سَوَآءً برابر	مَّحْيَاهُمْ ان کا جینا	وَ اور	مَمَاتُهُمْ ان کا مرنا
سَآءَ برا	مَا يَحْكُمُوْنَ جو وہ حکم لگاتے ہیں	وَخَلَقَ اور پیدا کیا	اللّٰهُ اللہ	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَ اور	الْاَرْضَ زمین	بِالْحَقِّ حق (حکمت) کے ساتھ
وَلِتُجْزٰى اور تاکہ بدلہ دیا جائے	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	بِمَا اس کا	كَسَبَتْ جو اس نے کمایا (اعمال)	وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کئے جائیں گے		
اَفَرَءَيْتَ کیا تم نے دیکھا	مَنِ جو۔ جس	اتَّخَذَ بنالیا	اِلٰهَهٗ اپنا معبود	هَوٰىهُ اپنی خواہش	وَاَضَلَّهُ اور گمراہ کردیا اسے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى عِلْمٍ علم پر۔ باوجود
وَخَتَمَ اور اس نے مہر لگادی	عَلٰى سَمْعِهٖ اس کے کان	وَقَلْبِهٖ اور اس کے دل	وَجَعَلَ اور کردیا، ڈالدیا	عَلٰى بَصَرِهٖ ان کی آنکھ پر	غِشٰوَةً پردہ		
فَمَنْ تو کون	يَّهْدِيْهِ اسے ہدایت دے گا	مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اللہ کے بعد	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	مَا هِيَ نہیں یہ		

اِلَّا صرف	حَيَاتُنَا ہماری زندگی	الدُّنْيَا دنیا	نَمُوْتُ ہم مرتے ہیں	وَنَحْيَا اور ہم جیتے ہیں	وَمَا يُهْلِكُنَا اور نہیں ہلاک کرتا ہمیں	اِلَّا مگر۔صرف			
الدَّهْرُ زمانہ	وَمَا اور نہیں	لَهُمْ انہیں	بِذٰلِكَ اس کا	مِنْ سے۔کوئی	عِلْمٍ علم	اِنْ نہیں	هُمْ وہ	اِلَّا مگر۔صرف	يَظُنُّوْنَ اٹکل دوڑاتے ہیں
وَاِذَا اور جب	تُتْلٰى عَلَيْهِمْ پڑھی جاتی ہیں ان پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیات	بَيِّنٰتٍ واضح	مَا كَانَ نہیں ہوتی	حُجَّتَهُمْ ان کی حجت	اِلَّا اَنْ سوا یہ کہ			
قَالُوا وہ کہتے ہیں	ائْتُوْا تم لے آؤ	بِاٰبَآئِنَا ہمارے باپ دادا کو	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	قُلِ فرمادیں	اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ اللہ تمہیں زندگی دیتا ہے			
ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ وہ پھر تمہیں موت دیگا	ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ وہ پھر تمہیں جمع کرے گا	اِلٰى طرف	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کا دن	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں					
	فِيْهِ اس میں	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ جانتے نہیں					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں جب بنی اسرائیل نے دین میں اختلاف پیدا کر کے فرقہ بندی اختیار کی اور گروہ در گروہ ہو گئے اور احکام الٰہیہ کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عطاء نبوت کو چھین لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرما کر دنیا میں بھیجا تا کہ انسانوں کو سیدھا راستہ بتلائیں اور جو کتاب و شریعت آپ کو عطا کی گئی وہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے فکری و عملی راہ نجات بتانے والی اور حق و باطل کا فرق نمایاں کرنے والی ہے مگر اس سے ہدایت وہی لوگ پاتے ہیں جو اس کی صداقت پر یقین لائیں اور انہی کے حق میں یہ رحمت ہے۔

مسئلہ توحید و رسالت کی دعوت کے بعد اب یہاں سے آخرت کے متعلق کلام فرمایا جاتا ہے۔ منکرین آخرت نزول قرآن کے وقت کہتے جیسا کہ اب بھی لا مذہب دہریہ و نیچری کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد دوسری کوئی اور زندگی نہیں۔ دین مذہب کی قید۔ جائز۔ ناجائز۔ کی پابندی اور بدکاری۔ نیکوکاری کوئی چیز نہیں۔ نہ آئندہ کسی کی سزا ہے نہ جزا۔ بس زندگی یہی ہے جو چل رہی ہے۔ آئندہ کوئی زندگی ہی نہیں ہے۔ پیدائش اور موت زمانہ کی رفتار کا ایک سلسلہ ہے۔ باپ کے بعد بیٹا آتا ہے۔ پہلے مرتے ہیں دوسرے ان کے جانشین ہوتے ہیں۔ اگر باپ دادا ہزاروں برس گزرنے کے بعد بھی اب تک زندہ نہ ہوئے تو آئندہ کیا زندہ ہوں گے نیک ہو یا بد۔ صالح ہو یا بد معاش۔ کافر ہو یا مومن سب کا انجام مرنے کے بعد برابر ہے۔ منکرین آخرت کے ان خیالات باطلہ کی اس پورے رکوع میں مدلل تردید فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے برائی پر کمر باندھ رکھی ہے اور گناہ سمیٹنے میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ دین کے احکام سے منہ موڑ لیا ہے۔ اللہ اور رسول اور قرآن کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ نیک و بد میں کوئی تمیز نہیں کرتے تو کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ یونہی چھوٹ جائیں گے اور ان کے برے کاموں کی سزا انہیں نہ ملے گی اور ان کا مرنا جینا بھی انہی لوگوں کا سا ہو جائے گا جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کے فرمانبردار بن کر رہے اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاری۔ جن باتوں کے کرنے کو کہا گیا ان کو کیا اور جن باتوں سے روکے گئے ان سے باز رہے۔ تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور خداوند عالم کی حکمت اور اس کے عدل سے یہ بات بالکل بعید ہے کہ وہ نیک و بد سے ایک جیسا معاملہ کرے۔ منکرین آخرت کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور یہ خیال بالکل مہمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوں اور بدوں کا مرنا جینا برابر کر دے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص عمر بھر اپنے اوپر دین و مذہب کی پابندیاں عائد کرے۔ جائز۔ ناجائز اور حلال و حرام کے قیود برداشت کرے۔ حق والوں کے حق ادا کرتا رہے ناجائز فائدوں اور لذتوں سے اپنے آپ کو محروم رکھے اور حق و صداقت کی خاطر طرح طرح کے مصائب اور نقصانات برداشت کرتا رہے ہر بات میں خوف خدا رکھتے ہوئے اللہ و رسول کے احکامات کو سامنے رکھے اور دوسرا شخص جو ہر طرح کی قیود سے آزاد ہو جو اپنی خواہشات کو ہر ممکن طریقہ سے پورا کرنے کے درپے رہا ہو۔ جس نے نہ خدا کا حق پہچانا نہ بندوں کے حقوق کو جانا جس طرح ہوا اپنے لئے فائدہ اور لذتیں سمیٹتا رہا تو کیا خدا سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ دونوں قسم کے آدمیوں

کا مرنا جینا یکساں کر دے گا اور دونوں کا انجام مرنے کے بعد برابر کر دے گا۔ اگر ایسا ہو تو خدا کی خدائی میں معاذ اللہ اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہو سکتی ہے الغرض اس کی حکمت اس کو ہرگز مقتضی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ دونوں کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ ظاہر ہو کر رہے اور ہر ایک کی نیکی یا بدی کے آثار یہاں دنیا میں بھی مشاہد ہوں اور ان کا پوری طرح مکمل معائنہ موت کے بعد ہو۔ آگے عالم آخرت کے ضروری واقع ہونے پر ایک دوسری دلیل دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ زمین و آسمان یعنی سارا جہاں محض کھیل کے طور پر بے کار پیدا نہیں کیا ہے بلکہ نہایت حکمت سے کسی خاص مقصد کے لئے بنایا ہے اور ضرور ہے کہ ایک دن اس کارخانہ ہستی کا کوئی عظیم الشان نتیجہ نکلے اور اسی کو آخرت کہتے ہیں جہاں ہر ایک کو اس کی کمائی کا پھل ملے گا اور جو دنیا میں بویا تھا وہی آخرت میں کاٹنا پڑے گا اور وہاں اس بدلہ میں ذرا ظلم نہ کیا جائے گا کہ کسی نیک انسان کو اس کی نیکی کا اجر نہ ملے۔ یا حق سے کم اجر دیا جائے یا ظالم کو سزا نہ دی جائے۔ ایسا ظلم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز نہ ہوگا۔ اب اتنے بلیغ بیانات کے بعد بھی اگر کوئی شخص آخرت کا قائل نہ ہو اور اس پر یقین نہ لائے اور اس کا منکر ہی رہے تو ایسے شخص کے متعلق فرمایا جاتا ہے کہ اس نے خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ جس چیز کی نفس نے خواہش کی اس کا ارتکاب کر گذرا۔ نہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کو حرام جانا۔ نہ اس کے حلال کیے ہوئے کو حلال سمجھا۔ بس اپنے خواہش نفس کا فرمانبردار ہے۔ جدھر اس کا نفس اسے بلاتا ہے اسی طرف وہ چلا جاتا ہے۔ تو ایسا بدبخت جو محض خواہش نفس کو اپنا حاکم اور معبود ٹھہرا لے اور جدھر اس کی خواہش لے چلے ادھر ہی چل پڑے اور حق و ناحق کے جانچنے کا معیار اس کے پاس یہی خواہش رہ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے پھر اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ نہ کان نصیحت کی بات سنتے ہیں۔ نہ دل سچی بات کو سمجھتا ہے۔ نہ آنکھ سے حق کی روشنی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اس کی کرتوت کی بدولت ایسی حالت پر چھوڑے تو اس کے بعد کونسی طاقت ہے جو اسے راہ راست پر لے آئے۔ اب آگے

ان منکرین آخرت کے اقوال نقل فرمائے جاتے ہیں اور پھر ان کا رد فرمایا جاتا ہے چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین آخرت یوں کہتے ہیں ۔کہ اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی دوسری زندگی نہیں۔ بس یہی ایک جہان ہے جس میں ہمارا مرنا اور جینا ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ آدمی پیدا ہوتا ہے۔ پھر معین وقت تک اس دنیا میں زندہ رہتا ہے۔ آخر زمانہ کا چکر اسے ختم کر دیتا ہے۔ یہی سلسلہ موت و حیاۃ دنیا میں چلتا رہتا ہے۔ آگے کچھ نہیں منکرین آخرت کے ان اقوال کے رد میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ جو کچھ بک رہے ہیں اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور بجز وہم و خیال کے وہ کوئی سند اپنے قول پر پیش نہیں کر سکتے۔ ان کے پاس کوئی ذریعہ علم ایسا نہیں ہے جس سے ان کو تحقیق یہ معلوم ہو گیا ہو کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں۔ یہ محض ان کا اٹکل پچو گمان ہے۔ پھر آگے ان بے علموں منکرین قیامت و آخرت کی کٹ حجتی بیان ہوتی ہے کہ قیامت قائم ہونے کی اور دوبارہ زندہ کیے جانے کی بالکل واضح اور صاف دلیل جب ان کو دی جاتی ہیں اور قرآن کی آیات سنائی جاتی ہیں اور قائل معقول کر دیا جاتا ہے تو چونکہ کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو کہتے ہیں کہ ہم کسی دلیل کو نہیں مانیں گے اگر مسلمان اپنے دعوے میں سچے ہیں کہ مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا ہے تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھلا دو۔ تب ہم تسلیم کریں گے کہ بے شک موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے۔ تو اس کے جواب میں بتلایا جاتا ہے کہ تم اپنا پیدا کیا جانا اور مرجانا تو اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہو کہ تم کچھ نہ تھے اور اس نے تمہیں موجود کر دیا۔ پھر وہ تمہیں مار ڈالتا ہے۔ تو جو ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ جی اٹھانے پر قادر کیسے نہ ہوگا؟ بلکہ عقلاً یہ بات بداہت کے ساتھ ثابت ہے کہ جو شروع شروع کسی چیز کو بنا دے اس پر دوبارہ اس کا بنانا بہ نسبت پہلی دفعہ کے بہت ہی آسان ہوتا ہے پس وہ تمہیں قیامت کے دن کہ جس کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں زندہ کر کے جمع کرے گا۔ تو تم اپنی بے علمی کی بنا پر قیامت و آخرت کا انکار نہ کرو۔ تم گو اسے دور جان رہے ہو لیکن دراصل وہ قریب ہی ہے اور تم گو اس کا آنا محال سمجھ رہے ہو لیکن فی الواقع اس کا آنا یقینی ہے

اب یہاں جو یہ فرمایا گیا من اتخذ الٰھہ ھوٰہ یعنی وہ شخص جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدایا معبود بنالیا تو اس کے متعلق حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی کافر بھی اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا خدایا معبود نہیں کہتا مگر قرآن کریم نے یہاں یہ بتلایا کہ عبادت درحقیقت اطاعت کا نام ہے۔ جو شخص خدا کی اطاعت کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی اطاعت اختیار کرے وہ ہی اس کا معبود کہلائے گا۔ جس شخص کو حلال وحرام اور جائز ناجائز کی پروا نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے جس کو حرام کہا ہے وہ اس میں خدا کا حکم ماننے کی بجائے اپنے نفس کی پیروی کرے تو گو وہ اپنے نفس کو زبان سے اپنا معبود نہ کہے مگر حقیقۃً وہی اس کا معبود ہوا...... حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ زیر آسمان دنیا میں جتنے معبودوں کی عبادت کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک ہوی ہے

یعنی خواہش نفسانی۔ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانش مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور مابعد الموت کے واسطے عمل کرے اور فاجر وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہش کے پیچھے چھوڑ دے اور اس کے باوجود اللہ سے آخرت کی بھلائی کی تمنا کرتا رہے۔ اور حضرت سہل بن عبد اللہ تستریؒ نے فرمایا کہ تمہاری بیماری تمہاری نفسانی خواہشات ہیں۔ ہاں اگر تم ان کی مخالفت کرو تو یہ بیماری ہی تمہاری دوا بھی ہے۔ (معارف القرآن جلد ہفتم)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے چلنے سے کامل طور پر بچائیں۔ اور شریعت اسلامیہ کا ظاہراً و باطناً اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے ان منکرین آخرت کو جو قیامت میں واقعات پیش آئیں گے اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت وآخرت کا ایسا یقین نصیب فرمائیں کہ ہم اس زندگی میں ہر وقت اس کی تیاری میں لگے رہیں۔

یا اللہ ہمیں آخرت کی طرف سے غفلت میں رہنے سے بچایئے۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور خواہشات نفسانی کے اتباع سے ہم کو بچایئے۔

یا اللہ ایمان کے ساتھ ہم کو ان اعمال صالحہ کی بھی اس زندگی میں توفیق عطا فرمایئے جو آپ کی رضا کا باعث ہوں اور ہمارے لئے ذخیرہ آخرت اور نجات کا سبب ہوں۔ یا اللہ اس وقت امت مسلمہ میں سب سے بڑا مرض یہی پیدا ہو چلا ہے کہ ہم خواہشات نفس کے پیرو ہوتے جارہے ہیں۔ دین وشریعت کی قیود جائز وناجائز کی پابندی سے آزاد ہوتے جارہے ہیں جس کے نتیجہ میں فسق وفجور اور ممنوعات اور مکروہات کے سیلاب میں بہتے جارہے ہیں۔

یا اللہ! اس امت مسلمہ پر رحم وکرم فرمادے اور ان کی ہدایت واصلاح کے سامان غیب سے فرمادے۔ دین کی عظمت عطا فرما دے۔ اپنا اطاعت گذار اور فرمانبردار بندہ بنالے اور دین ودنیا کی تباہی وبربادی سے بچالے۔

یا اللہ آپ ہی کی ہدایت بخشنے سے ہم ہدایت پاسکتے ہیں اس لئے آپ ہی سے ہدایت کے طالب اور فریادی ہیں۔

یا اللہ! صراط مستقیم کی ہدایت ہم کو نصیب فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَتَرٰى

اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے۔ اور (اس روز)

كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا

آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (مارے خوف کے) زانو کے بل گر پڑیں گے، ہر فرقہ اپنے نامہ اعمال (کے حساب) کی طرف بلایا جائے گا، آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا۔ یہ (نامۂ اعمال)

يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے، اور ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے۔ سو جو لوگ ایمان لائے تھے

الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾

اور انہوں نے اچھے کام کیے تھے تو اُن کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا، اور یہ صریح کامیابی ہے۔

وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہت آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَيَوْمَ اور جس دن	تَقُوْمُ قائم ہوگی	السَّاعَةُ قیامت	يَوْمَىِٕذٍ اس دن
يَخْسَرُ خسارہ پائیں گے	الْمُبْطِلُوْنَ باطل پرست	وَتَرٰى اور تم دیکھو گے	كُلَّ اُمَّةٍ ہر امت	جَاثِيَةً گھٹنوں کے بل گرے ہوئے	كُلُّ ہر	
اُمَّةٍ امت	تُدْعٰى پکاری جائے گی	اِلٰى كِتٰبِهَا اپنی کتاب (نامۂ اعمال) کی طرف	اَلْيَوْمَ آج	تُجْزَوْنَ تمہیں بدلہ دیا جائے گا	مَا جو	
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	هٰذَا كِتٰبُنَا یہ ہماری کتاب (تحریر)	يَنْطِقُ بولتی ہے	عَلَيْكُمْ تم پر (تمہارے متعلق)	بِالْحَقِّ حق کیساتھ	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم	
نَسْتَنْسِخُ لکھاتے تھے	مَا جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	فَاَمَّا الَّذِيْنَ پس جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے نیک	
فَيُدْخِلُهُمْ تو وہ داخل کریگا انہیں	رَبُّهُمْ ان کا رب	فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں	ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ (یہی)	الْفَوْزُ کامیابی	الْمُبِيْنُ کھلی

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین آخرت کا ذکر فرمایا گیا تھا جو یہ کہتے تھے کہ زندگی صرف دنیوی زندگی ہی ہے۔ ہم صرف زمانہ کے اثر سے مرتے جیتے رہتے ہیں۔ اس کی تردید میں فرمایا گیا تھا کہ ان منکرین کو کوئی صحیح علم نہیں جو کسی حجت یا دلیل پر مبنی ہو بلکہ وہ محض ایک خیال باطل پکار رہے ہیں اور ان کے اس مطالبہ کے جواب میں کہ اگر واقعی قیامت ہونی ہے اور آخرت آنی ہے اور سب مرے ہوؤں کو زندہ ہونا ہے تو ہمارے باپ دادا جو مر چکے ہیں ان کو زندہ کر کے ہمارے پاس لاؤ تو ہمیں یقین آئے کہ قیامت میں پھر مردے زندہ ہو جائیں گے۔ اس کے جواب میں منکرین آخرت سے کہا گیا تھا کہ نادانو! زمانہ کیا چیز ہے کہ جو تم کہتے ہو کہ ہمیں صرف زمانہ مارتا ہے۔ تم کو اللہ ہی پیدا کرتا ہے اور وہی تمہیں موت دیتا ہے اور اس کے بعد جس طرح اس نے پہلی بار پیدا کیا تھا یونہی دوبارہ زندہ کر کے تم کو قیامت کے دن جمع کیا جاوے گا جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اب آگے اس کے ثبوت میں کہ اللہ تعالیٰ سب کو قیامت کے دن جمع کرلے گا ان آیات میں فرمایا جاتا ہے وللہ ملک السموٰت والارض اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں سارے جہان کی حکومت اسی کی ہے۔ اسی کے قبضہ میں آسمان وزمین ان کی تخلیق وانتظام ہے۔ وہ جو چاہے تصرف کرے اس لئے اس کو قیامت کے قائم کرنے اور سب انسانوں کو زندہ کر کے جمع کرنے پر پوری قدرت ہے۔ آگے قیامت کے بعض واقعات کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل اور تکذیب کرنے والے سراسر گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے زعم کی بنا پر اس دن کے لئے کوئی تیاری ہی نہ کی ہوگی اور محاسبہ

کے وقت ان کے پاس کچھ بھی نہ نکلے گا بجز برائیوں کے دنیا کی زندگی میں جن افکار اور اعمال کی انہوں نے خرید وفروخت کی تھی اس کا خسران اور دیوالیہ پن قیامت کے دن ظاہر ہو جائے گا۔ دنیا میں جنہوں نے اللہ کے رسول کی بات نہ مانی اور اللہ کی کتاب کے حکموں پر عمل نہ کیا وہ قیامت میں سخت نقصان میں رہیں گے ایسے لوگوں کی ساری ٹولیاں اور گروہ قیامت کے دن خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ پھر ہر گروہ کے ہر شخص کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا تا کہ وہ اس کو پڑھ کر اپنے اعمال کے متعلق جواب دہی کرے اور جب وہ آ جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ آج تم کو ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو دنیا میں کئے تھے اور دیکھو ہماری یہ کتاب یعنی فرشتوں کی لکھی ہوئی تحریر اعمال سچی سچی سرگذشت بیان کر دے گی۔ تمہارا چھوٹا بڑا ہر کام اس میں درج ہے۔ یہ تمہارے کاموں کا بھی کھاتہ ہے اور تمہارے کرتوتوں کا کچا چٹھا ہے جو ہمارے حکم سے ہمارے مقرر کئے ہوئے فرشتوں نے لکھا ہے۔ اس میں ذرا کمی بیشی نہیں۔

یہ ٹھیک وہی بتاتا ہے جو تم نے دنیا میں کیا۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر شخص کو بلایا جاوے گا اور دائیں بائیں ہاتھ میں ہر ایک کے اعمال کے موافق نامہ اعمال دیا جائے گا۔ جس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا چہرہ نورانی ہو گا اور جس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کے چہرہ پر سیاہی چھا جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارا نامہ اعمال ہم کو داہنے میں ملنا نصیب فرمائیں۔

یہاں جو آیت میں یہ فرمایا گیا **انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون** ۔ ہم تمہارے اعمال کو لکھواتے جاتے تھے احادیث کی روایات میں آتا ہے کہ انسان کے اعمال کئی دفعہ لکھے گئے ہیں سب سے پہلے جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا ہے تو لوح محفوظ میں قلم نے اللہ کے حکم سے تمام دنیا کے موجودات کے ساتھ ہر انسان کے عمل لکھے۔ اور اس عمل کے لکھنے میں فرشتوں کا کچھ دخل نہیں ہے۔

پھر جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو ہر بچہ کی عمر بھر کے عمل فرشتہ لکھتا ہے پھر شب قدر میں سال بھر تک کے ہر شخص کے عمل لوح محفوظ سے فرشتے نقل کر لیتے ہیں۔ کراماً کاتبین زمین پر سے ہر شخص کے جو عمل لکھ کر روزانہ آسمان پر لے جاتے ہیں اس سے وہ فرشتے لوح محفوظ سے سال بھر کے عمل کی نقل جو لے کر رکھ لیتے ہیں اس کے ساتھ ہر اٹھواڑے میں مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ اب یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ لکھوانے کی صورت صرف یہی ایک ممکن صورت نہیں کہ کاغذ پر سیاہی سے لکھ دیا جائے انسانی اقوال وافعال کو ثبت کرنے اور دوبارہ ان کو بعینہ اسی شکل میں پیش کر دینے کی متعدد دوسری صورتیں اسی دنیا میں خود انسان دریافت کر چکا ہے جس کی مثالیں ریڈیو۔ ٹیپ رکارڈنگ۔ گراموفون۔ ٹیلی ویژن وغیرہ ہیں۔ اور ابھی نہ معلوم آئندہ اس قسم کی اور کیا ایجادات دنیا والوں کے سامنے آ جائیں۔ یہ کون جان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کس طرح انسان کی ایک ایک بات۔ اور اس کی حرکات وسکنات میں سے ایک ایک چیز اور اس کی نیت اور ارادہ اور خواہشات وخیالات میں سے ہر مخفی سے مخفی شے کو ثبت کرا رہے ہیں اور کس طرح وہ ہر انسان کا پورا کارنامہ زندگی بے کم وکاست اس کے سامنے میدان قیامت میں لا رکھیں گے اب اس اعمال نامہ کی تحریر اور سچی سرگذشت سے جو نتیجہ برآمد ہو گا آگے اس کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے مقر تھے۔ اس کے رسولوں کی تصدیق کی تھی۔ اس کی کتابوں کو سچا جان کر اس کے مطابق عمل کیا تھا۔ احکام الٰہیہ کے مطابق اپنی زندگی دنیا میں بسر کی تھی۔ رسول کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چلے تھے تو انہیں قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور یہی وہ سب سے بڑی کامیابی وکامرانی ہے جسے انسان حاصل کر سکتا ہے۔

یہاں آیت فاما الذین امنو اوعملوا الصلحت فیدخلھم ربھم فی رحمتہ ذلک ھو الفوز المبین میں آخرت میں اللہ کی رحمت میں داخل ہونے اور صریح کامیابی حاصل کرنے کی جو بشارت دی گئی ہے اور وعدہ فرمایا گیا ہے وہ قرآن پاک کی متعدد دوسری آیات کے موافق ایمان اور عمل صالح دونوں کے مجموعہ پر ہے۔ اب یہاں ایمان اور عمل صالح کے تعلق کو سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ حدیث میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرنے کا نام ہے (ترجمان السنۃ جلد اول صفحہ ۴۹۴) اس حدیث اور دوسری متعدد احادیث کی روشنی میں ائمہ اہل سنت والجماعت نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ جب تک اقرار و تصدیق کے ساتھ التزام طاعت اور انقیاد قلبی نہ ہو ایمان حاصل نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق نہیں ہے بلکہ انقیاد قلبی اور التزام طاعت بھی اس کا جزو اہم ہے۔ اگر ایک شخص صرف تصدیق رکھتا ہے مگر عہد وفاداری نہیں کرتا وہ مومن نہیں کہلا سکتا اور اسی طرح اگر فرمانبرداری کے لئے تو آمادہ ہے مگر قلب و زبان سے تصدیق کے لئے آمادہ نہیں تو وہ بھی مومن نہیں ہے۔ پس ایمان صرف اس صورت کا نام ہے کہ قلب اور زبان تصدیق سے مزین ہوں اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کا عزم بھی مصمم ہو۔ شرعی تصدیق اسی کا نام ہے۔ (ترجمان السنۃ جلد اوّل صفحہ ۴۷۶)

شیخ الحدیث مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ترجمان السنۃ میں اسی ایمان کی تشریح و توضیح کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ''فرض کرو ایک شخص دربار نبوت میں حاضر ہوتا ہے اور تصدیق کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نہ آپ کے احکام بجا لاؤں گا۔ نہ جس چیز سے آپ منع فرمائیں گے باز رہوں گا۔ نہ فرائض خمسہ ادا کروں گا۔ ہاں شراب پیوں گا۔ چوری۔ زنا۔ نکاح محارم کروں گا۔ غرض جو نا کرنی ہے وہ سب کچھ کروں گا۔ کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ محض لغوی تصدیق کے بعد رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے لئے ایمان کا پروانہ تحریر فرما دیں گے۔ اس کی شفاعت کا وعدہ فرمالیں گے۔ جہنم سے نجات ابدی کی بشارت سنا دیں گے۔ یا یہی جواب دیں گے کہ تو صرف کافر نہیں بلکہ بدترین کافر ہے۔ تیرا یہ ایمان۔ ایمان نہیں۔ استہزا ہے۔ یہ تصدیق نہیں بلکہ تکذیب کا بدترین مظاہرہ ہے۔ اور اگر یہ بھی ایمان ہے تو پھر ابلیس کے ایمان میں کیا کسر تھی جس نے صرف ایک ہی سجدہ کا انکار کیا تھا۔ پھر قرآن کریم نے کیوں اس کو کافروں میں شمار کرلیا ہے۔ اور فرمایا استکبر و کان من الکفرین۔ (ترجمان السنۃ جلد اوّل صفحہ ۴۷۷)

الغرض ایمان جس پر دین کی تمام بنیاد قائم ہے کوئی معمولی متاع نہیں۔ کوئی شخص صرف ایک بار کلمہ طیبہ پڑھ لینے سے خواہ وہ عذاب الٰہی کی دائمی اور ابدی گرفت سے نجات پانے کا مستحق ہو جائے لیکن ''مومن'' کے معزز خطاب کا اس وقت تک مستحق نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی نظری اور عملی دونوں قوتیں کامل نہ ہو جائیں یعنی وہ دین اسلام کے عقائد اور اعمال کا پورے طور پر پابند نہ ہو جائے۔ (ترجمان السنۃ جلد اوّل صفحہ ۵۰۶)

اللہ پاک ہمیں ایمان کامل و عمل صالح کی دولت سے دنیا میں مالا مال فرمائیں کہ جو ہم آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جائیں۔ آمین۔

الغرض دنیا میں ایمان لانے اور عمل صالح کرنے والوں سے آخرت میں سرخروئی اور کامیابی کا وعدہ فرمایا گیا۔ اور جو لوگ کافر اور منکرین آخرت ہوں گے ان کے ساتھ کیا معاملہ آخرت میں ہوگا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

اور جو لوگ کافر تھے (ان سے کہا جاوے گا) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں سو تم نے تکبر کیا تھا اور تم بڑے مجرم تھے۔

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ

اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے، تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے،

نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم کو یقین نہیں۔ اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام برے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ

وہ اُن کو آگھیرے گا۔ اور (اُن سے) کہا جاوے گا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے

مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔ یہ (سزا) اس وجہ سے ہے کہ تم نے خدا تعالیٰ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا، سو آج

لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ

نہ تو یہ لوگ دوزخ سے نکالے جاویں گے اور نہ ان سے خدا (کی خفگی) کا تدارک چاہا جاوے گا۔ سو تمام خوبیاں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا پروردگار

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾

تمام عالم کا۔ اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں و زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	اَفَلَمْ تَكُنْ سو کیا نہ تھیں	اٰيٰتِيْ میری آیات	تُتْلٰى پڑھی جاتیں	عَلَيْكُمْ تم پر		
فَاسْتَكْبَرْتُمْ تو تم نے تکبر کیا	وَكُنْتُمْ اور تم تھے	قَوْمًا لوگ	مُّجْرِمِيْنَ مجرم (جمع)	وَاِذَا اور جب	قِيْلَ اِنَّ کہا جاتا تھا بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	
حَقٌّ حق	وَّالسَّاعَةُ اور قیامت	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں	فِيْهَا اس میں	قُلْتُمْ تم نے کہا	مَا نَدْرِيْ ہم نہیں جانتے	مَا السَّاعَةُ کیا ہے قیامت	
اِنْ نَّظُنُّ نہیں ہم گمان کرتے	اِلَّا مگر۔ صرف	ظَنًّا تو ہم جیسا	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِمُسْتَيْقِنِيْنَ یقین کرنے والے	وَبَدَا اور کھل گئیں	
لَهُمْ ان پر	سَيِّاٰتُ برائیاں	مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا (اعمال)	وَحَاقَ اور گھیر لیا	بِهِمْ انہیں	مَا كَانُوْا جسکا وہ تھے	بِهٖ اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ وہ مذاق اڑاتے
وَقِيْلَ اور کہا جائے گا	الْيَوْمَ آج	نَنْسٰىكُمْ ہم نے بھلا دیا تمہیں	كَمَا جیسے	نَسِيْتُمْ تم نے بھلا دیا	لِقَآءَ ملنا	يَوْمِكُمْ اپنے دن	هٰذَا اس
وَ اور	مَاْوٰىكُمْ تمہارا ٹھکانا	النَّارُ جہنم	وَمَا لَكُمْ اور نہیں تمہارے لئے	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ کوئی مددگار (جمع)	ذٰلِكُمْ یہ	بِاَنَّكُمْ اس لئے کہ تم	
اتَّخَذْتُمْ تم نے بنالیا	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات	هُزُوًا ایک مذاق	وَّغَرَّتْكُمُ اور فریب دیا تمہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	فَالْيَوْمَ سو آج		
لَا يُخْرَجُوْنَ وہ نہ نکالے جائیں گے	مِنْهَا اس سے	وَلَا هُمْ اور نہ انہیں	يُسْتَعْتَبُوْنَ رضامندی حاصل کرنیکا موقع دیا جائیگا	فَلِلّٰهِ پس اللہ کیلئے			

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ تمام تعریفیں	رَبِّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب	وَرَبِّ الْاَرْضِ اور زمین کا رب	رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں کا رب	وَلَهُ اور اس کیلئے
الْكِبْرِيَآءُ کبریائی	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا

تفسیر وتشریح

یہ سورہ جاثیہ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔گذشتہ آیات میں بتلایا گیا کہ جب قیامت بپا ہوگی تو اس روز اہل باطل اور تکذیب کرنے والے سراسر گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے جب حساب کتاب کے لئے بلائے جائیں گے اور ان کے اعمال سامنے رکھے جائیں گے تو بارگاہ خداوندی سے حکم صادر ہوگا کہ آج تم کو تمہارے دنیا میں کئے ہوئے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا اور یہ اعمال نامہ یعنی فرشتوں کی لکھی ہوئی تحریر سچی سچی سرگذشت بیان کردے گی۔ پھر حساب فہمی کا نتیجہ بیان فرمایا گیا تھا کہ دنیا میں جو ایمان لائے تھے اور عمل صالح کئے تھے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں لے لے گا اور مقام قرب اور رضا الٰہی یعنی جنت میں داخل فرمائے گا اور یہی انسان کے لئے سب سے بڑھ کر اور زبردست کامیابی ہے۔ یہ تو معاملہ قیامت میں ہوگا نیکوکار مومنوں کے ساتھ اب آگے جو معاملہ کفار ومنکرین کے ساتھ ہوگا وہ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کی وحدانیت کا انکار کیا۔اس کے رسولوں کی تکذیب کی۔ اس کی کتابوں کو جھٹلایا اور ان سے منہ موڑا۔ جنہوں نے دین مذہب کے قیود سے آزاد ہو کر من مانی زندگی گذاری۔ دنیا کی لذات وشہوات کے پیچھے پڑے رہے اور آخرت کی زندگی کا انکار کیا۔اور اللہ کے سامنے پیش ہونے کو فراموش کر دیا اور احکام الٰہیہ کی توہین کی اور دین کی باتوں کا مذاق اڑایا اور دنیا کی زندگی پر ریجھے رہے ان سے قیامت کے دن بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں یعنی یقیناً پڑھی جاتی تھیں اور تمہیں سنائی جاتی تھیں مگر تم نے نہ مانا۔تم نے تو سرکشی کی اور غرور سے انکار کیا۔تم نے اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھا اور احکام الٰہیہ کے آگے گردن جھکانے کو تمہارا جی نہ چاہا۔تم نے آسمانی کتاب کی اتباع نہ کی بلکہ اس سے منہ پھیرے رہے۔تم نے ظاہرا بھی اپنے افعال میں اس کی نافرمانی کی اور گناہوں پر دلیری کرتے چلے گے اور باطنا بھی تم اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تکذیب لئے ہوئے تھے۔تم تھے ہی بڑے مجرم اور جب اللہ کے رسول اور اس کے ایماندار بندے تم سے کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ۔ وہ ضرور بالضرور قائم ہوگی۔تو تم پلٹ کر جواب دے دیا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کسے کہتے ہیں؟ یہ محض ایک فرضی اور گھڑی ہوئی بات ہے ۔ہمیں تو یقین نہیں کہ قیامت آئے ہی گی ۔ بھلا ہم ایسی زبانی باتوں کا کیسے یقین کر لیں۔ کفار مکہ عموماً تو قیامت کا بالکل انکار ہی کرتے تھے اور زندگی صرف دنیوی زندگی کو کہتے تھے جیسا کہ گذشتہ آیات میں ظاہر فرمایا گیا لیکن بعض کو کچھ شبہ اور شک وتردد بھی پیدا ہو گیا تھا کہ شاید یہ عالم فنا ہی ہو جائے تو ایسے منکرین کا ذکر یہاں ان آیات میں فرمایا گیا کہ جنہیں کہنے سننے سے کچھ ضعیف سا امکان اور دھندلا سا وہم گمان کبھی قیامت کا آ جاتا تو بظاہر گو ان دونوں قسم کے منکرین میں فرق نظر آتا ہے کہ ایک تو قیامت اور آخرت کا قطعی اور کھلا انکار کرنے والے تھے دوسرے جو وہم کی حد تک قیامت کے امکان کا گمان تو رکھتے مگر یقین کے درجہ میں نہیں۔لیکن نتیجہ اور انجام کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ۔اس سے معلوم ہوا کہ قیامت اور آخرت پر ایمان یقین کے درجہ میں مطلوب ہے۔ کیونکہ صرف آخرت کا یقین ہی دنیا میں انسان کے رویہ کو درست رکھ سکتا ہے۔جس کا جتنا پختہ یقین آخرت وقیامت پر ہو

گا اسی قدر اس کو وہاں کی فکر دامن گیر ہوگی۔اور جس کا جتنا کمزور اور ضعیف یقین ہوگا اتنا ہی وہ آخرت سے لاپروا اور غافل ہوگا۔ غرضکہ جب قیامت آئے گی تو ان منکرین کی تمام بدکاریاں اور ان کے نتائج سامنے آجائیں گے اور اپنی آنکھوں سے اپنے دنیا کے کرتوتوں کا بدلہ دیکھ لیں گے اور جس عذاب کے دنیا میں انکاری تھے۔اور جسے مذاق میں اڑاتے تھے اور جس کا ہونا ناممکن سمجھ رہے تھے وہی ان پر آپڑے گا اور انہیں چہار طرف سے گھیر لے گا اور ان کو ہر قسم کی بھلائی سے مایوس کرنے کے لئے ارشاد خداوندی ہوگا کہ دنیا میں تم نے آج کے دن کو یاد نہ رکھا تھا اور ہمارے سامنے پیشی اور ملاقات کو بھلا رکھا تھا اس لئے آج ہم تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ کریں گے جیسے کوئی کسی کو بھول جاتا ہے آج ہم تم کو مہربانی سے یاد نہ کریں گے اور ہمیشہ کے لئے عذاب میں پڑا چھوڑ دیں گے جیسے تم نے اپنے کو دنیا کے مزوں میں پھنسا کر چھوڑ دیا تھا۔اب تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور کوئی نہیں جو تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے۔تو اس عتاب آمیز کلام میں جس سے منکرین کے لئے ابدی مایوسی ٹپکتی ہے تین باتیں فرمائی گئیں:۔

ایک الیوم ننسکم آج ہم تم کو بھول جائیں گے یعنی بمنزلہ بھولے ہوئے کر دیں گے۔

دوسرے و ماوٰکم النار اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تیسرے و ما لکم من نصرین۔تمہارا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا کہ تم کو اس عذاب سے چھڑائے۔

اس کے بعد ان کے وہ جرم بھی بیان ہوتے ہیں جس پر ان کو یہ سزا آخرت میں دی جائے گی:۔

پہلا جرم یہ کہ تم نے اللہ کی آیات کو سنا اور سن کر ہنسی میں اڑا دیا۔دین حق کا انکار کیا اور پھر اس انکار پر اصرار کیا۔

دوسرے یہ کہ تم دنیا کی ظاہری چہل پہل اور رونق پر ریجھ گئے اور اس کی بہکانے والی ٹیپ ٹاپ پر لٹو ہو گئے۔جب دنیا میں ایسے ڈوبے کہ آخرت سے مطلقاً غافل ہو گئے۔تو یہاں سے معلوم ہوا کہ اس جہان فانی کی زیب و زینت اور لذات و شہوات پر ایسا مبتلا ہونا کہ انہی کو باقی سمجھ لینا اور ان کے مقابلہ میں عالم آخرت کی پرواتو کیا اس سے منکر ہو جانا۔یہی دنیا کا دھوکہ ہے جس میں لاکھوں مبتلا ہیں۔بوڑھے ہو گئے ہیں سفر در پیش ہے اور ایسا سفر کہ جو پھر کر کبھی واپس نہیں آنا مگر دنیاوی مال و جاہ اور اس کے فراہم کرنے میں ایسے مدہوش ہیں کہ آگے کی کچھ خبر نہ رہی۔اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ تم کو حیات دنیا نے فریب اور دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔آگے اس کا انجام سنایا جاتا ہے کہ نہ ان کو کبھی جہنم سے چھٹکارا نصیب ہوگا اور نہ یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو دور کر سکیں۔عذر معذرت کے قبول کرنے کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

اخیر میں سورۃ کو حمد باری تعالیٰ پر تمام فرمایا جاتا ہے کہ ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین یعنی تمام جہانوں کا خالق اور پرورش کرنے والا ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے عزت اور بڑائی ہے کیونکہ وہی سب سے بڑا۔سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے کہ دنیا اور آخرت کی زندگی اپنی حکمت سے مقرر کی ہے۔یہاں خاتمہ پر جو حمد باری بیان فرمائی گئی اس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اسی رب کی طرف متوجہ ہو۔اس کے احسانات اور انعامات کی دنیا میں قدر کرے۔اس کی ہدایات اور احکام پر چلے۔سب کو چھوڑ کر اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر کرے اور اس کی بزرگی اور عظمت کے سامنے ہمیشہ باختیار خود مطیع و فرمانبردار رہے اور کبھی نافرمانی اور سرکشی کا خیال بھول کر دل میں نہ لائے۔اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایسا ہی بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یہاں ان آیات میں کفار و منکرین قیامت و حشر نشر کا ذکر فرمایا

گیا ہے اور دنیا میں آخرت کو بھلانے اور انکار کرنے کی سزا سنائی گئی ہے۔ اہل ایمان اور اہل اسلام کا ان آیات وعید سے بظاہر کوئی تعلق نہیں مگر یہاں منکرین آخرت کو عذاب جہنم بھگتنے کی جو دو وجوہ ان کی گئی ہیں وہ اہل اسلام کے لئے بھی قابل غور ہیں:۔

ایک تو یہ فرمائی بانکم اتخذتم ایت الله هزوا کہ تم نے خدا تعالیٰ کی آیات کی ہنسی اڑائی تھی۔

اور دوسری وجہ یہ فرمائی و غرتکم الحیٰوة الدنیا اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ کیا آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں مدعیان اسلام ان دونوں وجوہ سے بالکل مبرا ومنزہ ہیں؟ اگر نہیں تو خوف کرنے کی بات ہے کہ میدان حشر میں کہیں یہ خطاب الیوم ننسکم کما نسیتم لقاء یومکم هذا نہ سننا پڑے یعنی باری تعالیٰ کا ارشاد کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ افسوس ہے کہ آج کتنے ہی مدعیان اسلام ہیں کہ جنہوں نے آخرت کے معاملہ میں اپنا مسلک یہ بنا رکھا ہے کہ

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں سے آخرت کی طرف سے غفلت اور لاپروائی کو دور فرمائیں۔ اور ہمیں اپنے ذاکر و شاغل بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ جاثیة کا بیان ختم ہوا۔ اور ساتھ ہی بفضلہ تعالیٰ ۲۵ ویں پارہ کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد ۲۶ ویں پارہ سے سورہ احقاف کا بیان آئندہ درس سے شروع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اسی پر تا زندگی ہم کو قائم رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ کفار و منکرین کی بدخصلتوں سے ہم کو بچایئے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

یا اللہ ہم کو آخرت کا یقین کامل نصیب فرمایئے تاکہ وہاں کی تیاری سے ہم کسی حال میں غافل نہ ہوں۔

یا اللہ اپنے فضل وکرم سے آخرت میں ہمارے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرمایئے اور نافرمان بندوں سے ہم کو علیحدہ رکھئے۔ اور وہاں کی ذلت اور رسوائیوں سے اپنی پناہ بخشئے۔

یا اللہ اس دنیوی زندگی کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیجئے اور اس کے فریب و دھوکہ سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

اے اللہ ہم سے جو تقصیرات اور کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں ان پر توبہ اور ان کا تدارک کر کے آپ کو راضی کرنے کی توفیق اس زندگی میں نصیب ہو جائے۔ تاکہ آخرت میں ہم مواخذہ سے بری ہو جائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

1

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

حم۔ یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔

حٰمٓ حامیم	تَنْزِيْلُ نازل کرنا	الْكِتٰبِ کتاب	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَكِيْمِ حکمت والا	

تفسیر وتشریح: الحمد للہ اب ۲۶ ویں پارہ کی ابتدا سے سورۃ احقاف کا بیان شروع ہورہا ہے۔ تلاوت کردہ ابتدائی آیت کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام وزمانہ نزول' تاریخی پس منظر خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے تیسرے رکوع کی ابتدا میں لفظ احقاف آیا ہے۔ احقاف حقف کی جمع ہے اس کے لفظی معنی ہیں ریت کے لمبے لمبے بلند ٹیلے لیکن اصطلاحاً یہ صحرائے عرب کے جنوبی مغربی حصہ کا نام ہے جہاں اس وقت کوئی آبادی نہیں اور بجز ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا لیکن قدیم زمانہ میں یہاں قوم عاد آباد تھی۔ جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست ونابود کر دیا تھا چونکہ اس سورۃ میں اسی بڑے حادثہ کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام احقاف مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی باتفاق جمہور مکہ میں نازل ہوئی تھی اور سرکش قوم یعنی کفار قریش کو قوم عاد کی تباہی و بربادی یاد دلا کر خوف دلانے کے لئے نازل ہوئی تھی۔ یہ ان سات سورتوں میں سے جو حم سے شروع ہوتی ہیں ساتویں اور آخری سورۃ ہے۔ ان سات سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حم سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور دربار الٰہی میں عرض کرے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس

دروازہ سے داخل نہ کیجیو۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۴۶ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۸ بیان کیا گیا ہے یعنی قرآن پاک کی ۸۷ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۲۶ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۵ آیات' ۴ رکوعات' ۶۵۰ کلمات اور ۲۷۰۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کا زمانہ نزول نبوت کے دسویں سال کے آخر یا گیارہویں سال کی ابتدا بیان کیا گیا ہے جو اس تاریخی واقعہ سے متعین ہوتا ہے جو اس سورۃ کے آخری رکوع میں جنات کے آنے اور قرآن سن کر اس سے متاثر ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ حدیث اور سیرۃ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ یعنی جنات کی ایک جماعت کا حاضر ہونا اور قرآن پاک کو سن کر اس سے متاثر ہو کر اپنی قوم جنات میں جا کر ایمان واسلام کی تبلیغ کرنا اس وقت پیش آیا تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قیام مکہ کے زمانہ میں طائف بغرض تبلیغ و دعوت اسلام تشریف لے گئے تھے اور بظاہر وہاں سے ناکامی اور خستہ دلی کے ساتھ واپس مکہ تشریف لا رہے تھے کہ رات کے وقت نخلہ کے مقام پر آپ نے قیام فرمایا تھا اور صبح کی نماز میں بآواز بلند قرآن کریم پڑھ رہے تھے کہ جنات کی ایک جماعت کا ادھر سے گزر ہوا اور وہ قرآن سننے لگے۔ جس کا مفصل بیان سورۃ جن ۲۹ ویں پارہ میں آیا ہے اور تمام معتبر تاریخی روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف بغرض تبلیغ تشریف لے جانے کا واقعہ مکہ سے ہجرت سے ۳ سال پہلے

کا واقعہ ہے۔ اس طرح اس سورۃ کے نزول کا زمانہ نبوت کے دسویں سال کا متعین ہو جاتا ہے اور یہ ۱۰ نبوی کا وہ سال ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ میں انتہائی سختی کا سال تھا۔ اس سال کو آپ نے غم کا سال فرمایا ہے۔ یوں تو کفار مکہ قریش کی مخالفت اعلان نبوت کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی مگر جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ان کی اذیتوں اور تکلیفوں کے اپنی دعوت اور تبلیغ دین پر قائم ہیں اور بے نظیر جرات سے اپنا کام برابر کئے جا رہے ہیں تو تمام قریش نے یہ طے کیا کہ بنی عبدالمطلب اور بنی ہاشم سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے سپرد کر دیں ورنہ ہم ان سے بالکل قطع تعلق کر دیں گے۔ مگر بنی عبدالمطلب نے اس کو منظور نہ کیا تو باتفاق رائے قریش میں یہ عہد نامہ لکھا گیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ تھا مکمل مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کیا جائے۔ رشتے ناطے نکاح بیاہ خرید وفروخت لین دین حتیٰ کہ کھانے پینے کی چیزیں سب بند کر دیے جائیں اور یہ عہد نامہ لکھ کر بیت اللہ کے اندر معلق کر دیا گیا یہ نبوت کے ساتویں سال کا واقعہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام رفقاء اور اقربا مجبور ہو گئے اور گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی ایک گھاٹی میں محبوس اور محصور ہو کے رہنے لگے۔ بنی ہاشم کے تمام افراد سوائے ابولہب کے بلا امتیاز مسلم و کافر سب کے سب ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ساتھ اس گھاٹی میں مقید اور محصور رہے۔ سب طرف کے آمد و رفت کے راستے بند تھے۔ خورد و نوش کا جو سامان ساتھ تھا وہ ختم ہو گیا تو سخت اضطراب پیش آیا۔ شدت بھوک کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانے کی نوبت آئی۔ سوکھا چمڑا ملتا تو اسے بھون کر کھاتے۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے کہ ان کی آواز گھاٹی کے باہر سنائی دیتی۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے فرمایا اور اس مرتبہ ایک بڑے قافلہ نے ہجرت کی جس کی تعداد ۸۳ مرد اور ۱۲ عورتیں بیان کی جاتی ہے۔ ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی آل اصحاب نے تقریباً تین سال انہی مظالم اور مصائب کے ساتھ بسر کئے۔ آخر ان ظالموں میں سے کچھ کو رحم آیا اور اس عہد کے توڑنے اور آپ سے محاصرہ اٹھانے پر آمادہ ہوئے۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ قریش کے عہد نامہ کو دیمک نے کھا لیا ہے اور بجز خدا کے نام کے اس میں کوئی حرف نہیں چھوڑا۔ آپ نے لوگوں سے بیان کیا۔ دیکھا گیا تو ٹھیک اسی طرح نکلا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ الغرض اس وقت آپ سے محاصرہ اٹھا دیا گیا۔ اب گھاٹی سے نکل کر اپنے گھروں میں آئے تو چند ہی دن گزرے تھے کہ اسی نبوت کے دسویں سال آپ کے چچا ابو طالب نے جو حضرت علی مرتضیٰؓ کے والد تھے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر مددگار رہے تھے وفات پائی جن کے انتقال کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوا۔ آپ کے چچا کی وفات کے تین ہی دن بعد آپ کی غمگسار زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ نے انتقال فرمایا۔ یہ وہ زوجہ مطہرہ ہیں کہ جنہوں نے اپنا سارا مال و دولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان اور راہ خدا میں صرف کر دیا تھا۔ یہ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لائی تھیں۔ آپ کی دو مونس و غمگسار اسی سال آگے پیچھے چل بسے۔ قریش کے ظالموں کو آپ کے چچا ابو طالب کے رعب داب اور حضرت خدیجہ کی خاطر سے کچھ رکاوٹ تھی وہ بھی ان دونوں کے اٹھ جانے پر دور ہو گئی اور آپ کی ایذا رسانی میں اب کوئی دقیقہ کفار نے نہ چھوڑا۔ اور اب قریش نے زیادہ تر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ آپ راہ میں جا رہے تھے کسی شریر نے آپ کے سر مبارک پر کیچڑ پھینک دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح گھر میں داخل ہوئے۔ صاحبزادیوں میں سے ایک اٹھیں پانی لے کر آئیں سر مبارک دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ آپ نے فرمایا اے پیاری بیٹی روؤ نہیں۔ اللہ تیرے باپ کا محافظ ہے۔ ایک دفعہ آپ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے سردار بھی جلسہ

جمائے بیٹھے تھے۔ نماز پڑھتے دیکھ کر کہنے لگے کہ کوئی اونٹ کی اوجھڑی لاکر ان کی گردن پر رکھ دے۔ چنانچہ ایک شریر نے یہ کام کیا۔ اس بوجھ سے آپ کی پشت مبارک دب گئی۔ کسی نے آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے جاکر اس کی خبر کی وہ آئیں تو کسی طرح اس گندگی کو ہٹا کر دور کیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے آپ کی گردن میں چادر کا پھندا ڈال کر چاہا کہ گلا گھونٹ دے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دوڑ کر آپ کو بچایا۔ مکہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر طائف کا سرسبز اور شاداب شہر تھا۔ آپ نے مکہ کے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر طے کیا کہ طائف جائیں اور وہاں کے سرداروں کو اسلام کا پیغام سنائیں۔ آپ اسی سال یعنی ۱۰ نبوی میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور یہ سارا سفر مکہ سے طائف تک پیدل طے فرمایا اور اہل طائف کو دین حق کی طرف دعوت دی اور ایک ماہ تک متواتر ان کی تبلیغ و ہدایت میں مصروف رہے۔ ایک ایک سردار و رئیس کے پاس جاکر بات کی مگر افسوس کہ ان میں سے ایک نے بھی آپ کی بات نہ مانی بلکہ آپ کو صاف صاف نوٹس دے دیا کہ آپ ان کے شہر سے نکل جائیں اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ظالموں نے اپنے شہر کے چند اوباش لوگوں کو ابھار دیا کہ وہ آپ کو دق کریں۔ وہ راستہ کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے اور جب آپ ادھر سے گزرنے لگے تو آپ کے پاؤں پر پتھر مارے جس سے آپ کے پاؤں مبارک لہولہان ہو گئے۔ آپ درد کے مارے کہیں بیٹھ جاتے تو وہ شریر بازو تھام کر اٹھا دیتے۔ یہ سنگدل بدنصیب اس سرور کائنات کے درپے تھے کہ اگر شان رحمت للعالمین مانع نہ ہوتی تو آپ کی ایک جنبش لب میں ان کی ساری بدمستیوں کا خاتمہ ہو سکتا تھا اور طائف کے بسنے والوں کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹایا جا سکتا تھا۔ آپ زخموں سے چور تھے اور جوتیاں آپ کی خون سے بھر گئی تھیں۔ اس حالت میں آپ نے طائف کے باہر ایک باغ کی دیوار کے سایہ میں پناہ لی اور وہاں بیٹھ کر رب العالمین سے فریاد کی۔ آپ کی اس وقت کی دعا احادیث میں منقول ہے جس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے۔

''اے اللہ! میں اپنی کمزوری، بے بسی اور بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کی فریاد تیرے حضور میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو سارے کمزوروں کا رب ہے اور میرا رب بھی تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کر رہا ہے؟ کیا ایسے بیگانہ کے حوالہ جو مجھ سے ترش رو ہو کر پیش آئے یا کسی دشمن کے حوالے جو مجھ پر قابو پالے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پروا نہیں ہے مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہو جائے تو اس میں میرے لئے زیادہ کشادگی ہے۔ میں تیری ذات کے اس نور کی پناہ لیتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور جو دنیا و آخرت کے معاملات کو درست کرتا ہے۔ مجھے اس بات سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے عتاب کا مستحق ہو جاؤں۔ تیری ہی رضامندی کی طلب ہے حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے''۔

احادیث میں روایت ہے کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام آپ کے سامنے آئے اور عرض کیا کہ آپ کی قوم نے جو کچھ آپ کو جواب دیا ہے اور آپ کے ساتھ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے سن لیا اور دیکھ لیا۔ اب یہ پہاڑوں کا منتظم فرشتہ اللہ نے بھیجا ہے آپ جو حکم دینا چاہیں اسے دے سکتے ہیں۔ پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے آپ کو سلام کر کے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اگر آپ فرمائیں تو دونوں طرف کے پہاڑ ان لوگوں پر الٹ دوں اور یہ پس کر رہ جائیں۔ آپ کی ذات تو رحمۃ للعالمین تھی آپ نے فرمایا ''نہیں۔ بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل سے وہ لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کریں گے''۔

اب یہاں ہمیں بھی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچنا چاہئے کہ یہ ''اسلام'' جو ہمیں ورثہ میں بیٹھے بٹھائے مفت مل گیا ہے دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کتنی قربانیوں سے پھلا پھولا ہے۔ اور اس کی تبلیغ و دعوت میں کیسی کیسی مشقتیں ایذائیں اور صعوبتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے برداشت کی ہیں۔ اسی اسلام کی آج ہم چودھویں صدی والے یہ قدر دانی کر رہے ہیں کہ گویا الٹی چھری سے بے دریغ اسلام کو ذبح کرنے کو تیار ہیں۔ اس کی جڑوں پر کلہاڑیاں چل رہی ہیں۔ اسی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو پامال کیا جا رہا ہے آپ کے ایک ایک ارشاد سے نہ صرف مقابلہ بلکہ تحقیر اور تمسخر کا معاملہ برتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیں اور اسلام کے پھلنے پھولنے اور سربلندی کے سامان اپنی رحمت سے پھر فرما دیں۔ آمین۔ الغرض اللہ کے محبوب رحمت عالم سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ بعد طائف سے اس طرح واپس ہوئے کہ آپ کے پاؤں مبارک لہولہان تھے مگر زبان پر کوئی حرف بددعا اس وقت بھی نہ آتا تھا۔ طائف سے واپسی پر چند روز آپ نخلہ کے مقام پر ٹھہر گئے۔ یہیں ایک روز نماز فجر میں آپ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کے ایک گروہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے قرآن سنا۔ ایمان لائے اور واپس جا کر اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری سنائی کہ انسان چاہے آپ کی دعوت سے بھاگ رہے ہوں مگر بہت سے جنات جو طبعاً انسانوں سے بھی زیادہ سرکش ہوتے ہیں اس کے گرویدہ ہو گئے ہیں اور اسے وہ اپنی قوم میں پھیلا رہے ہیں۔ یہ تھے وہ حالات جن میں کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس سورۃ میں بتایا گیا کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو بڑی عزت قوت اور حکمت والا ہے اور جس نے یہ زمین و آسمان یعنی کل جہان ایک مقررہ نظام کے تحت پیدا فرمایا ہے اور ایک معین میعاد تک یہ نظام چلتا رہے گا۔ اور بالآخر ایک دن ختم ہو کر قیامت قائم ہو گی اس دن ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ اور رسول اور قرآن کے ماننے سے دنیا میں انکار کر دیا تھا اور دوسرے معبودان باطل کو پکارتے تھے ان کا برا حال ہو گا اور قیامت کے دن جھوٹے معبودان کے دشمن ہوں گے اور کہیں گے کہ تم نے ہماری عبادت ہی نہیں کی۔ پھر جتلایا گیا کہ

منکرین قرآن کو سن کر اور اس کے اثرات کو دیکھ کر اسے جادو یا گھڑا ہوا کلام بتلاتے اور کہتے کہ نعوذ باللہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے آپ بنا کر خدا کے نام لگا دیا ہے۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا کہ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں ایسا کرتا تو مجھے اللہ کی گرفت سے نہ تم بچا سکتے نہ کوئی اور۔ میں تو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا نہ میں کوئی انوکھا رسول ہوں میں بھی پہلے رسولوں ہی کی طرح ہوں اور جس بات کی میری طرف وحی کی جاتی ہے اسی کے مطابق میں احکام پہنچاتا ہوں۔ اہل کتاب میں سے بعض اپنی کتابوں کی پیشین گوئی کے مطابق مجھے اللہ کا رسول مان چکے ہیں اور وہ ایمان بھی لا چکے ہیں اس پر بھی تم مجھے اللہ کا رسول نہ مانو تو تم بہت بڑے ہٹ دھرم ہو اور گویا کہ تم فیصلہ کر چکے ہو کہ کچھ بھی ہو ہم اسلام کو نہ مانیں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور اس میں اسلام کا راستہ صاف کھول کر بتا دیا گیا ہے اور کہہ دیا گیا ہے کہ جو اللہ کو دنیا میں اپنا رب مان کر اس پر جمے رہیں گے وہ آخرت میں خوف و غم سے نجات پائیں گے اور جو نہ مانیں گے وہ پچھتائیں گے۔ پھر بتلایا گیا کہ سعادت مند انسان دنیا میں اللہ کا اور ماں باپ کا حق ادا کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ انہیں نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور بدبخت لوگ وہ ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے اور ماں باپ کے سمجھانے سے بگڑ کر ان سے بھی سخت کلامی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بڑے نقصان میں رہیں گے اور آخرت میں سوائے عذاب جہنم کے اور کچھ نہ ملے گا۔ اس کے بعد مشرکین عرب اور کفار مکہ کو قوم عاد کے حال سے عبرت دلائی گئی اور بتلایا گیا کہ وہ تم سے قوت میں زیادہ زبردست تھے۔ مگر اللہ کی نافرمانی کر کے تباہ ہوئے اور اللہ کے عذاب کے سامنے کسی کی کچھ نہ چلی۔ اس کے بعد قوم جنات پر قرآن کا اثر ہونے کا ذکر فرمایا گیا اور انسان کو سمجھایا گیا کہ وہ اللہ کو مانے۔ قیامت کو برحق سمجھے ورنہ آخرت میں سخت سزا ملے گی۔ اور یہ قرآن کا پیغام ہے جو اس کی نہ سنے گا آخر تباہ ہو گا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا

جن کی تفصیلات آئندہ درسوں میں انشاءاللہ بیان ہوں گی۔

اب اس سورۃ کی ابتدا بھی حروف مقطعات حٰم سے فرمائی ہے۔ حروف مقطعات کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہیں۔ان کے حقیقی معنیٰ ومطلب کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ یہ اصل میں طویل عبارتوں کے مخففات ہیں اور کلام عرب میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔قرآن حکیم چونکہ اہل عرب کی زبان میں نازل ہوا اس لئے قرآن نے بھی ان کو استعمال کیا تاکہ عربی زبان کی کوئی خوبی یا کوئی شق ایسی نہ رہے جو قرآن میں استعمال نہ کرلی جائے۔ گو بعض مفسرین نے اپنے اپنے گمان کے مطابق ان کے مطلب بیان کئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا حقیقی مطلب صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں چونکہ کفار مکہ یہ الزام لگاتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ کلام خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی طرف سے بنالیا ہے یا کسی کے سکھانے سے یہ کہتے ہیں اور اس کی نسبت خدا کے کلام کی طرف کرتے ہیں تو اس الزام کی تردید میں گذشتہ متعدد سورتوں میں ابتدا ہی میں یہ فرمایا گیا کہ اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزیز بھی ہے یعنی زبردست ہے اور حکیم بھی ہے یعنی دانا اور حکمت والا ہے۔ گویا منکرین کے الزام کی ابتدا ہی میں تردید فرمادی گئی کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام نہیں ہے جیسا کہ منکرین کہتے ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے خود نازل فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی دو صفات یعنی عزیز اور حکیم بیان فرما کر اس امر پر متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ زبردست ہے۔ دوسرا کوئی ایسا نہیں کہ جو اس کے احکام ارادے اور فیصلوں میں مزاحمت کرسکے دوسرے یہ کہ وہ حکیم ہے یعنی جو ہدایات وہ اس کتاب میں دے رہا ہے وہ سراسر دانائی پر مبنی ہیں اور انسانوں کی فلاح و بہبود دونوں جہاں میں اس کے ماننے اور ان کے آگے سر تسلیم خم کرنے ہی میں ہے۔

اس کے بعد توحید کا مضمون اگلی آیات میں شروع فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمام امت مسلمہ کو اس کتاب قرآن کریم پر

ایمان کے ساتھ اس کا سچا اور پکا اتباع بھی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اس کتاب کا اور اپنے احکام کا اور شریعت کا اور

اپنے رسول پاک کا سچا احترام نصیب فرمائیں تاکہ ہم کو آخرت میں

فلاح وصلاح نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو اُن کے درمیان میں ہیں حکمت کے ساتھ ایک میعاد معین کیلئے پیدا کیا ہے، اور جو لوگ کافر ہیں

كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا

انکو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اس سے بےرخی کرتے ہیں آپ کہیئے کہ یہ تو بتلاؤ جن چیزوں کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو مجھ کو یہ دکھلاؤ کہ انہوں نے کونسی زمین پیدا کی ہے

مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ

یا اُن کا آسمان میں کچھ ساجھا ہے، میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے کی ہو یا کوئی اور مضمون منقول لاؤ

عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ

اگر تم سچے ہو۔ اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو خدا کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ کرے

لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً

اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہ ہو۔ اور جب سب آدمی جمع کیے جائیں تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں

وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

اور ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں۔

مَا خَلَقْنَا نہیں پیدا کیا ہم نے	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَآ اور جو ان دونوں کے درمیان	اِلَّا مگر			
بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَ اور	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک میعاد مقرر	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور جن لوگوں نے کفر کیا	عَمَّآ جس سے			
اُنْذِرُوْا وہ ڈرائے جاتے ہیں	مُعْرِضُوْنَ روگردانی کرنیوالے	قُلْ فرما دیں	اَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو	مَّا تَدْعُوْنَ جن کو تم بلاتے ہو			
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اَرُوْنِيْ دکھاؤ مجھے تم	مَاذَا کیا	خَلَقُوْا انہوں نے پیدا کیا	مِنَ الْاَرْضِ زمین سے	اَمْ یا	لَهُمْ ان کیلئے	
شِرْكٌ کچھ ساجھا	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	اِيْتُوْنِيْ لے آؤ میرے پاس	بِكِتٰبٍ کوئی کتاب	مِّنْ قَبْلِ سے پہلے	هٰذَآ اس	اَوْ یا	
اَثٰرَةٍ آثار	مِّنْ عِلْمٍ علم سے۔کی	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	وَمَنْ اور کون	اَضَلُّ بڑا گمراہ	مِمَّنْ يَّدْعُوْا اس سے جو وہ پکارتا ہے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَنْ جو	لَّا يَسْتَجِيْبُ جواب نہ دے گا	لَهٗٓ اس کو	اِلٰى تک	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کا دن	وَهُمْ اور وہ	
عَنْ سے	دُعَآئِهِمْ ان کا پکارنا	غٰفِلُوْنَ بے خبر ہیں	وَاِذَا اور جب	حُشِرَ النَّاسُ جمع کیے جائیں گے لوگ	كَانُوْا وہ ہوں گے		
	لَهُمْ انکے	اَعْدَآءً دشمن	وَكَانُوْا اور وہ ہوں گے	بِعِبَادَتِهِمْ ان کی عبادت سے	كٰفِرِيْنَ منکر (جمع)		

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں بطور تمہید کے قرآن کریم کی حقانیت کو بتلایا گیا تھا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے یعنی نہ کسی انسان کی تصنیف ہے نہ جن کا الہام نہ سحر نہ کہانت نہ فرشتہ کا کلام بلکہ یہ کتاب اپنے پورے الفاظ اور عبارت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عزیز وحکیم ہے یعنی جو غلبہ والا زبردست بھی ہے اور حکیم و دانا بھی۔ اس تمہید سے ذہن میں یہ

بات بتائی گئی کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی تو اس کے احکام اس کے پند ونصائح اس کے مضامین سب قابل غور وفکر اور لائق اہتمام کے ہیں۔ اس تمہید کے بعد سب سے زیادہ مہتم بالشان مضمون یعنی توحید باری تعالیٰ کو بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ آسمان وزمین اور سب کارخانہ عالم اللہ تعالیٰ نے بیکار اور عبث نہیں بنایا بلکہ کسی خاص غرض ومقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور نہایت اعلیٰ حکمت اور بہترین تدبیر کے ساتھ بنایا ہے جو ایک معین میعاد اور مقررہ وعدہ تک یونہی چلتا رہے گا تا آنکہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو اور اسی نتیجہ کو آخرت کہتے ہیں۔ یہاں آیت میں واجل مسمیٰ فرمایا یعنی ایک میعاد معین کے لئے پیدا کیا ہے یہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ زمین وآسمان اور سارا کارخانہ عالم دائمی اور ابدی نہیں بلکہ عارضی اور فانی ہے۔ ایک وقت مقررہ تک کے لئے یہ سب کچھ پیدا کیا گیا ہے جس کے بعد یہ سب فنا اور ختم ہو جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے خدا کے رسول اور اس کی کتاب کو ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ ان حقائق سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس بات کی کچھ فکر ہی نہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب انہیں اپنے اعمال دنیا کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ وہ چونکہ برے انجام سے ڈرتے نہیں اس لئے آخرت کی تیاری بھی نہیں کرتے۔ جب آخرت کی بات سنی ایک کان سنی دوسرے کان نکال دی۔ آگے دلائل توحید میں یہ فرمایا جاتا ہے کہ خداوند قدوس نے تو یہ آسمان وزمین اور کل مخلوقات بنائی۔ اب کوئی ان مشرکین سے پوچھے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات واحد کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی پرستش و بندگی کرتے ہیں کیا ان کے معبودوں نے زمین کا کوئی ٹکڑا یا آسمان کا کوئی حصہ بنایا ہے یا بنا سکتا ہے؟ جب یہ ہے کہ اس کائنات کے جزو کل کا خالق ایک ہی ہے اور ان سب کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ بجز اس کے کسی کو ایک ذرہ کا بھی اختیار نہیں تو معبودیت الوہیت اور ربوبیت میں کوئی دوسرا کیسے شریک ہو جائے گا؟ مشرکین اس ایک اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ کیوں اس کے سوا دوسروں کو اپنی مصیبتوں میں پکارتے ہیں؟ انہیں یہ تعلیم کس نے دی اور کس نے یہ شرک سکھایا؟ شرک کے جواز کی تو کوئی عقلی یا نقلی شہادت نہیں۔ اگر یہ مشرکین اپنے دعوئے شرک میں سچے ہیں تو کسی آسمانی کتاب کی سند لائیں یا کسی ایسے علمی اصول سے ثابت کریں جو عقلا کے نزدیک مسلم چلا آتا ہو تمام کتب آسمانی وہی توحید پیش کرتی ہیں جس کی طرف قرآن دعوت دے رہا ہے اور علوم اولین میں سے بھی کہیں اس امر کی شہادت نہیں ملتی کہ کسی نبی ولی یا مرد صالح نے کبھی لوگوں کو خدائے واحد کے سوا کسی اور کی بندگی کی تعلیم دی ہو تو جس چیز پر کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہ ہو اسے کیسے تسلیم کیا جائے۔ تو جب کوئی عقلی ونقلی دلیل پیش نہ کر سکے اور اپنے شرک سے بھی باز نہ آئے تو ایسے شخص سے بڑھ کر اور زیادہ کون گمراہ ہوگا۔ اس سے بڑی حماقت اور گمراہی کیا ہوگی کہ ایک خدا کو چھوڑ کر ایسی بے جان اور بے اختیار مخلوق کو اپنی حاجت براری کے لئے پکارا جائے جو اپنے مستقل اختیار سے کسی کی پکار کو نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ان کو پکارنے کی خبر بھی ہو۔ پتھر کی بے جان مورتوں کا تو کہنا ہی کیا۔ فرشتے اور پیغمبر بھی وہی کام کر سکتے ہیں جس کی اجازت وقدرت حق تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی گم کردہ راہ نہیں جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پکارے اور ان سے حاجات طلب کرے اور ان کی پرستش اور بندگی کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یوم محشر میں جبکہ امداد و اعانت کی زیادہ حاجت ہوگی تو یہ معبودان باطل اپنے عابدین کی مدد تو کیا کر سکیں گے ہاں اور الٹے دشمن بن کر ان کے مقابل کھڑے ہوں گے اور سخت بیزاری کا اظہار کریں گے بلکہ یہاں تک کہہ دیں گے کہ یہ لوگ ہماری پرستش کرتے ہی نہ تھے۔ تو اے مشرکین ذرا سوچو اس وقت کیسی ندامت وحسرت کا سامنا ہوگا۔

یہ توحید کے اثبات کا مضمون تھا۔ آگے تحقیق رسالت کا مضمون ہے جو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ

اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں ان لوگوں کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو یہ منکر لوگ اس سچی بات کی نسبت جب کہ وہ ان تک پہنچتی ہے یوں کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے۔

مُّبِيْنٌ ﴿٧﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا هُوَ

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہوگا تو پھر تم لوگ مجھ کو خدا سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے، وہ

اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٨﴾ قُلْ

خوب جانتا ہے تم قرآن میں جو جو باتیں بنا رہے ہو، میرے اور تمہارے درمیان میں وہ کافی گواہ ہے۔ اور وہ بڑی مغفرت والا رحمت والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے

مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ

کوئی میں انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور نہ (یہ معلوم کہ) تمہارے ساتھ (کیا کیا جائے گا) میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعہ

وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

آتا ہے، اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ آپ یہ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ

مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠﴾

اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آوے اور تم تکبر ہی میں رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

وَاِذَا اور جب	تُتْلٰى عَلَيْهِمْ پڑھی جاتی ہیں ان پر	اٰيٰتُنَا آیات ہماری	بَيِّنٰتٍ واضح	قَالَ کہتے ہیں وہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے انکار کیا			
لِلْحَقِّ حق کا	لَمَّا جب	جَآءَهُمْ انکے پاس آگیا وہ	هٰذَا سِحْرٌ یہ جادو	مُّبِيْنٌ کھلا	اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ اس نے خود بنالیا ہے اسے	
قُلْ فرمادیں	اِنِ اگر	افْتَرَيْتُهٗ میں نے خود بنالیا ہے اسے	فَلَا تَمْلِكُوْنَ تو تم اختیار نہیں رکھتے	لِيْ میرے لئے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	شَيْـًٔا کچھ بھی		
هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَا وہ جو	تُفِيْضُوْنَ تم باتیں بناتے ہو	فِيْهِ اس میں	كَفٰى بِهٖ وہ کافی ہے اس کا	شَهِيْدًا گواہ	بَيْنِيْ میرے درمیان		
وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	وَهُوَ اور وہ	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ رحم کرنیوالا	قُلْ فرمادیں	مَا كُنْتُ نہیں ہوں میں	بِدْعًا نیا	مِّنَ الرُّسُلِ رسولوں میں سے	
وَمَآ اَدْرِيْ اور نہیں جانتا	مَا يُفْعَلُ کیا کیا جائے گا	بِيْ میرے ساتھ	وَلَا بِكُمْ اور نہ تمہارے ساتھ	اِنْ اَتَّبِعُ نہیں پیروی کرتا میں	اِلَّا سوائے صرف			
مَا يُوْحٰى جو وحی کیا جاتا ہے	اِلَيَّ میری طرف	وَمَآ اَنَا اور نہیں ہوں میں	اِلَّا مگر صرف	نَذِيْرٌ ڈر سنانے والا	مُّبِيْنٌ صاف صاف	قُلْ فرمادیں		
اَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو تو	اِنْ اگر	كَانَ ہے	مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے پاس سے	وَكَفَرْتُمْ اور تم نے انکار کیا	بِهٖ اس کا	وَشَهِدَ اور گواہی دی		
شَاهِدٌ ایک گواہ	مِّنْ سے	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	عَلٰى مِثْلِهٖ اس جیسی (ایک کتاب) پر	فَاٰمَنَ پھر وہ ایمان لے آیا	وَاسْتَكْبَرْتُمْ اور تم نے تکبر کیا			
اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الظّٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید کے سلسلہ میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح مانو کہ اس کے ساتھ کسی بات میں کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور جو باوجود واضح دلائل کے توحید سے انکار کرے اور شرک پر مصر رہے تو ایسے شخص کو حد درجہ گمراہ بتلایا گیا تھا کہ جو ایک خدا کو چھوڑ کر ایسے معبودان باطل کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارے کہ

جو نہ اس کی پکار سنے اور نہ کوئی چیز بھی عطا کر سکے اور بتلایا گیا تھا کہ یہ مشرکین آج دنیا میں تو ان معبودان باطلہ کی پرستش کر رہے ہیں لیکن کل قیامت میں ان کے یہ معبود ان کے دشمن ہوں گے اور الٹا انہی کو ملزم گردانیں گے اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اب آگے ان آیات میں انہی مشرکین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو اپنے انجام کی کچھ فکر نہیں۔ کسی نصیحت اور فہمائش پر کان ہی نہیں دھرتے۔ بلکہ جب قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جن میں بالکل سچی سچی باتیں بتائی جاتی ہیں تو یہ اسے جادو اور سحر کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب اپنی طاقت وقدرت سے بڑھ کر ہر چیز کو سحر کہتے تھے۔ چونکہ قرآن مجید کی خوبیاں اس کی فصاحت و بلاغت اس کے مضامین کی لطافت اس کے اثرات اہل زبان ہونے کے سبب کفار ومشرکین کے ذہن میں آتیں اور وہ اس کو اپنی طاقت وقدرت سے بالا پاتے کہ ایسے مضمون اور الفاظ سے وہ عاجز ہیں تو الزام لگاتے کہ یہ کلام تو سحر ہے اور بعض مشرکین اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ الزام لگاتے کہ (معاذ اللہ) یہ کلام تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خود بنالائے ہیں اور خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کفار و مشرکین کے اس الزام کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے جواب میں ان سے کہہ دیجئے کہ خدا پر جھوٹ لگانا اور افترا باندھنا انتہائی جرم ہے۔ اگر بفرض محال میں ایسی جسارت کروں جیسا کہ تم الزام لگاتے ہو تو گویا جان بوجھ کر میں اپنے کو اللہ کے غضب اور اس کی سخت ترین سزا کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ بھلا خیال کرو جو ساری عمر بندوں پر جھوٹ نہ لگائے اور ذرا ذرا سے معاملہ میں اللہ کے خوف سے ڈرتا ہو وہ ایک دم بیٹھے بٹھائے اللہ پر جھوٹ طوفان باندھ کر اپنے کو ایک عظیم ترین آفت ومصیبت میں پھنسائے گا جس سے بچانے والی اور پناہ دینے والی کوئی طاقت دنیا میں موجود نہیں۔ اگر میں خدا پر جھوٹ باندھوں تو کیا تم خدا کے غضب وقہر سے جو جھوٹے مدعی نبوت پر ہوتا ہے مجھ کو نجات دلا سکو گے؟ اور جب اللہ مجھ کو برائی پہنچانا چاہے گا تو تم میرا کچھ بھلا کر سکو گے؟ میری چالیس سال کی زندگی سے جو تمہارے ہی درمیان میں گزری ہے اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ میں اس قدر بے خوف اور بے باک نہیں ہوں اور نہ ایسا بے عقل ہوں کہ بعض انسانوں کو خوش کر کے خداوند قدوس کا غصہ مول لوں۔ بہر حال اگر میں (معاذ اللہ) مفتری ہوں اور غیر اللہ کے کلام کو اللہ کی طرف نسبت دوں تو اس کا وبال مجھ پر ہی پڑے گا۔ لیکن یاد رکھو کہ جو باتیں تم نے شروع کر رکھی ہیں اور جو الزامات تم لگاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی خوب جانتا ہے اگر خدا کے سچے رسول کو جھوٹا اور مفتری کہا تو سمجھ لو کہ اس کا کیا حشر ہوگا خدا پر میری اور تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں اس لئے میں اسی کو اپنے اور تمہارے درمیان گواہ ٹھہراتا ہوں۔ وہی بتلا دے گا اور ظاہر فرما دے گا کہ کون حق پر ہے اور کون جھوٹ بول رہا ہے اور افترا کر رہا ہے۔ دیکھو اگر اپنے افعال واقوال سے اب بھی باز آ جاؤ تو اللہ غفور الرحیم ہے وہ بخش دے گا اور یہ اس کی بردباری اور مہربانی سمجھو کہ باوجود جرائم پر مطلع ہونے اور کامل قدرت رکھنے کے تم کو ہلاک نہیں کر دیتا۔ اب بھی اس ہٹ دھرمی سے باز آ جاؤ تو خدا کی رحمت کا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے اور جو کچھ اب تک تم نے کیا یا کہا ہے وہ معاف ہو سکتا ہے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے یوں بھی کہئے کہ آخر تم میری رسالت پر اتنا شدید انکار کیوں کر رہے ہو؟ میری باتوں سے تم اس قدر کیوں بدکتے ہو؟ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور کوئی انوکھی چیز تو لے کر نہیں آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی دنیا میں اور رسول ہو چکے ہیں۔ جو وہ کہتے تھے وہی میں کہتا ہوں میں کسی اور عجیب بات کا دعویٰ نہیں کرتا اور مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا اس لئے میں اپنی طرف سے عذاب وثواب کی خبریں نہیں دے سکتا۔ بلکہ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے اس لئے جو مجھے حکم ربی ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتا ہوں اور کفر و عصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کئے دیتا ہوں۔ دیکھو تم بنی اسرائیل کو بڑا پڑھا لکھا سمجھتے ہو ان کے علم وفضل سے مرعوب ہو۔ ان کو آسمانی کتاب وعلم کا حامل سمجھتے ہو تم نے ان کے عالموں سے بھی پوچھ کر دیکھ لیا اور انہوں نے گواہی دی کہ ہاں آخری رسول آخری کتاب لے کر آنیوالا ہے۔

تو اب وہ قرآن جس کو تم تراشیدہ بتاتے ہو اگر خدا کی طرف سے ہے جیسا کہ درحقیقت وہ ہے اور تم اسے نہ مانو تو پھر کیا ہوگا؟ کیا تمہیں سزا نہ دی جائے گی۔ ضرور دی جائے گی۔ پس تم عناد سے کام نہ لو اور خالی الذہن ہو کر اس میں غور کرو۔ اگر بنی اسرائیل میں سمجھدار علمائے یہود تو اس کے صدق کی گواہی دیں اور تم اس کتاب کے ماننے سے انکار کرو اور اپنی شیخی اور غرور سے اس کو قبول نہ کرو تو سمجھ لو کہ اس سے بڑھ کر ظلم اور گناہ کیا ہوگا۔ بالخصوص جبکہ تم گذشتہ میں یہ بھی کہہ چکے تھے کہ اگر ہمیں کتاب دی جاتی تو ہم ان سے یعنی اہل کتاب سے زیادہ راہ پر ہوتے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گو یہ باتیں بہت صاف ہیں مگر یہ منکرین ہٹ دھرم انہیں بھی نہ مانیں گے کیونکہ وہ سراسر ظلم پر کمربستہ ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ حق تعالیٰ ظلم پر کمربستہ لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا (تو ایسے ظالم کی نجات وفلاح کی کیا توقع ہو سکتی ہے)

ابھی آگے منکرین کے بعض اقوال جو وہ اہل ایمان کے متعلق کہتے نقل فرما کر اس کی تردید کی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ

اور یہ کافر ایمان والوں کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرتے، اور جب اُن لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے

هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ

کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے۔ اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب جو راہ نما اور رحمت تھی، اور یہ ایک کتاب ہے جو اس کو سچا کرتی ہے

لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾

عربی زبان میں ظالموں کے ڈرانے کیلئے اور نیک لوگوں کو بشارت دینے کیلئے۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان کیلئے جو ایمان لائے (مومن)	لَوْ كَانَ اگر ہوتا	خَيْرًا بہتر				
مَا سَبَقُوْنَا نہ وہ پہل کرتے ہم پر	اِلَيْهِ اس کی طرف	وَاِذْ اور جب	لَمْ يَهْتَدُوْا نہ ہدایت پائی انہوں نے	بِهٖ اس سے	فَسَيَقُوْلُوْنَ تو اب کہیں گے	هٰذَا یہ		
اِفْكٌ جھوٹ	قَدِيْمٌ پرانا	وَ اور	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے	كِتٰبُ کتاب	مُوْسٰى موسیٰ	اِمَامًا رہنما۔امام	وَرَحْمَةً اور رحمت	وَهٰذَا اور یہ
كِتٰبٌ کتاب	مُصَدِّقٌ تصدیق کرنے والی	لِسَانًا زبان	عَرَبِيًّا عربی	لِيُنْذِرَ تاکہ وہ ڈرائے	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا (ظالم)			
	وَبُشْرٰى اور خوشخبری	لِلْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں کیلئے						

تفسیر وتشریح: زمانہ جاہلیت میں عرب کے جاہل مشرک اہل کتاب بنی اسرائیل کے علم وفضل سے مرعوب تھے اور یہود کو آسمانی کتاب کے عالم اور پہلے زمانہ کے حالات سے بڑا باخبر جانتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا چرچا ہوا تو مشرکین نے اس معاملہ میں علمائے بنی اسرئیل کا عندیہ لینا چاہا اور امید ان کو یہ تھی کہ وہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائیں گے اور آپ کی علانیہ تکذیب کر دیں گے تو کہنے کو ان مشرکین کے یہ بات ہاتھ آجائے گی کہ دیکھو اہل علم اور اہل کتاب بھی ان کی باتوں کو (نعوذ باللہ) جھوٹا کہتے ہیں لیکن مشرکین کی یہ امید بر نہ آئی۔ یہود کے عالموں نے صاف کہہ دیا کہ ہاں ایک آخری رسول آخری کتاب لے کر آنے والے ہیں۔ جن کی آمد کی خبر تورات میں ہے اور یہ رسول وہی معلوم ہوتے ہیں علمائے یہود کی یہ شہادتیں فی الحقیقت ان پیشین گوئیوں پر مبنی تھیں جو ان کی کتابوں میں منقول چلی آتی تھیں۔ تو کفار و مشرکین اس مقصد میں بھی ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علما سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق وتائید کرا دی۔ مشرکین عرب یہاں بھی مایوس ہوئے تو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار اور قرآن کے نہ ماننے کا ایک نیا بہانہ تراشا جیسا کہ ان آیات میں ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن برحق ہوتا اور اس میں کچھ بہتری ہوتی تو کیا ہم سے پہلے غریب کمزور نادار لوگ اور لونڈی وغلام اس کو قبول کرتے۔ بلکہ سب سے پہلے ہم مانتے اگر یہ دین بہتر ہوتا تو بہتر لوگ اس کی طرف جھپٹتے کیا یہ چیز اچھی ہوتی تو اس کے حاصل کرنے میں ہم جیسے عقلمند عزت اور دولت والے سردار ان لونڈی غلاموں سے پیچھے رہ جاتے۔ مکہ میں سب سے پہلے غریب لوگ ایمان لائے تھے منجملہ ان کے حضرت عمرؓ کے ایک لونڈی بھی تھی جس کو دین اسلام قبول کرنے پر مارتے مارتے تھک جاتے تھے مگر وہ دین اسلام سے پھرنے پر تیار نہ تھی۔ تو اس بات پر کفار قریش تمسخر کرتے اور کہتے کہ اگر یہ قرآن حق ہوتا تو سب سے پہلے ہم قبول کرتے۔ کیا فلاں لونڈی ہم سے پہل کر جاتی؟ اور گرے پڑے غلام جیسے بلال عمار صہیب خباب وغیرہ جیسے سبقت کر جاتے؟ گویا قریش کے سردار

عوام الناس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہکانے کے لئے یہ پرفریب دلیل استعمال کرتے کہ اگر یہ قرآن برحق ہوتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی صحیح بات پر دعوت دے رہے ہوتے تو قوم کے بڑے سردار اور معززین اور مال دار آگے بڑھ کر اس کو قبول کرتے یہ کیا بات ہوئی کہ چند ناتجربہ کار لڑکے اور چند ادنیٰ درجہ کے غلام اور مفلس کم حیثیت لوگ ایک بات کو مان لیں اور قوم کے بڑے بڑے لوگ رئیس سردار اور معزز مال دار اور جہاں دیدہ جن کی عقل وتدبیر پر قوم اعتماد کرتی رہی وہ اس کو رد کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس نئی دعوت میں ضرور کچھ خرابی ہے لہٰذا عوام بھی اس سے دور بھاگیں۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ان منکرین کو تکبر اور عناد کے سبب قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ یہی کہیں گے کہ یہ بھی ایک قدیم جھوٹ ہے۔ (معاذ اللہ) پرانے لوگوں کی پرانی غلط باتیں ہیں۔ کفار ومشرکین کا یہ قول بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ آج کل کے نام نہاد ''ترقی پسند'' اور ''تجدد پسند'' اور ''مغرب زدہ'' بے دین دین داروں کو لکیر کے فقیر پرانے دقیانوسی خیالات والے ترقی کے دشمن زمانہ سے ناواقف ہونے کا طعنہ دیتے ہیں تو سنئے حق تعالیٰ کفار کے اس الزام میں کہ معاذ اللہ یہ قرآن بھی ایک قدیمی جھوٹ اور پرانی غلط بات ہے کیا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ پرانا جھوٹ نہیں بلکہ بہت پرانا سچ ہے۔ نزول قرآن سے سینکڑوں برس پہلے تورات نے بھی یہی اصولی تعلیم دی تھی جس کی انبیاء اور اولیاء اقتدا کرتے رہے اور اس نے پیچھے آنے والی نسلوں کے لئے اپنی تعلیمات وبشارات سے راستی وہدایت کی راہ ڈال دی اور رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ اب قرآن اترا تو اس کو سچا ثابت کرتا ہوا غرض دونوں کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور یہی حال دوسری کتب سماویہ کا ہے غرض کہ اس قرآن سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب تورات امام اور رحمت تھی اور اب یہ کتاب یعنی قرآن مجید جو اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں کو منزل من اللہ اور سچی کتابیں مانتا ہے عربی زبان میں نازل ہوا ہے تاکہ شریروں اور ظالموں کو انجام بد سے خبردار کردے اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنادے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا اچھا ہوتا ہے۔

اب چونکہ یہاں ظالمین کے حق میں وعید اور محسنین یعنی نیک کاروں کے حق میں بشارت کا ذکر ہوا ہے۔ آگے اسی وعدہ ووعید کی کسی قدر تفصیل ہے جس کا بیان انشاءاللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس امت مسلمہ کو قرآن کی حق شناسی اور قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آج بھی جو غافل قرآن کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ چودہ سو سال پرانی کتاب کے احکام وقوانین اس ترقی کے زمانہ میں اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں کیسے چل سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھول دے اور ان کے قلوب میں قرآن پاک کی عظمت وسچائی اتار دے۔

اے اللہ پھر اس دنیا میں قرآنی تعلیمات کا دور دورہ زندہ فرما دے اور اس امت حامل قرآن کو قرآن پر ایمان کے ساتھ عمل بھی نصیب فرما دے۔ یا اللہ قرآن کریم کے متعلق کفار ومشرکین نے جو کچھ کہا یا اب بھی کہتے ہیں اس کی حکایت شکایت ہم کیا کریں ہمیں تو رونا اب یہ ہے کہ بعض مدعیان اسلام ہی قرآن کی خوبیوں سے بے بہرہ ہو گئے ہیں اور اس آسمانی کتاب کی بے قدری قولاً نہ سہی عملاً تو یقینی کر رہے ہیں۔ یا اللہ ہماری حالت پر رحم وکرم فرما اور ہم کو اپنی کتاب قرآن عظیم پر ایمان کے ساتھ اور عمل کی توفیق بھی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے، اُن لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

اہل جنت ہیں جو اُس میں ہمیشہ رہیں گے، بعوض ان کاموں کے جو وہ کرتے تھے۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے،

اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا

اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا، اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے (میں پورا ہوتا ہے) یہاں تک کہ جب

بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ

وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے، اور چالیس برس کو پہنچتا ہے، تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں

اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ

جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں، اور میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی مرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے،

اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ

میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے کاموں کو قبول کرلیں گے

مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور ان کے گناہوں سے درگذر کریں گے اس طور پر کہ یہ اہل جنت میں سے ہوں گے، اس وعدۂ صادقہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

اِنَّ بیشک	اَلَّذِيْنَ قَالُوْا جن لوگوں نے کہا	رَبُّنَا اللّٰهُ ہمارا رب اللہ	ثُمَّ پھر	اسْتَقَامُوْا وہ قائم رہے	فَلَا خَوْفٌ تو کوئی خوف نہیں	عَلَيْهِمْ ان پر
وَلَا هُمْ اور نہ وہ	يَحْزَنُوْنَ غمگین ہوں گے	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اہل جنت	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	جَزَآءً جزا
بِمَا اس کی جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے تھے	وَوَصَّيْنَا اور ہم نے حکم دیا	الْاِنْسَانَ انسان	بِوَالِدَيْهِ ماں باپ کیساتھ	اِحْسٰنًا حسن سلوک کا	
حَمَلَتْهُ وہ اس کو اٹھائے رہی	اُمُّهٗ اس کی ماں	كُرْهًا تکلیف کے ساتھ	وَ اور	وَضَعَتْهُ كُرْهًا اس نے اس کو جنا تکلیف کیساتھ	وَحَمْلُهٗ اور اس کا حمل	
وَفِصٰلُهٗ اور اسکا دودھ چھڑانا	ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا تیس مہینے	حَتّٰٓى یہاں تک	اِذَا جب	بَلَغَ وہ پہنچا	اَشُدَّهٗ اپنے زور (جوانی) کو	وَبَلَغَ اور وہ پہنچا (ہوا)
اَرْبَعِيْنَ چالیس	سَنَةً سال	قَالَ اس نے عرض کیا	رَبِّ اے میرے رب	اَوْزِعْنِيْٓ توفیق دے مجھے	اَنْ اَشْكُرَ کہ میں شکر کروں	
نِعْمَتَكَ تیری نعمت	الَّتِيْٓ وہ جو	اَنْعَمْتَ عَلَيَّ تو نے انعام فرمائی مجھ پر	وَ اور	عَلٰي وَالِدَيَّ میرے ماں باپ پر	وَاَنْ اور یہ کہ	اَعْمَلَ میں عمل کروں
صَالِحًا نیک عمل	تَرْضٰىهُ تو پسند کرے اسے	وَاَصْلِحْ اور اصلاح کردے	لِيْ میرے لئے	فِيْ ذُرِّيَّتِيْ میری اولاد میں	اِنِّيْ تُبْتُ بیشک میں نے توبہ کی	
اِلَيْكَ تیری طرف	وَاِنِّيْ اور بیشک میں	مِنَ سے	الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں (فرمانبرداروں)	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	

نَتَقَبَّلُ ہم قبول کرتے ہیں	عَنْهُمْ ان سے	اَحْسَنَ بہترین (عمل)	مَا جو	عَمِلُوْا انہوں نے کئے	وَ اور	نَتَجَاوَزُ ہم درگزر کرتے ہیں
عَنْ سے	سَيِّاٰتِهِمْ انکی برائیوں	فِیْ میں	اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ اہل جنت	وَعْدَ الصِّدْقِ سچا وعدہ	الَّذِیْ وہ جو	كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ انہیں وعدہ دیا جاتا تھا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آسمانی دین کو پہلے توراۃ نے پھیلایا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے اور ہدایت ورحمت کا راستہ انسانوں کے لئے کھولا اور اب اسی کی تائید اور تصدیق کرتا ہوا یہ قرآن کریم نازل ہوا۔ عربی زبان میں تا کہ ان ظالموں کو خطرہ سے آگاہ کرے اور ان کے انجام بد سے ڈراوے جو اس کا انکار کرتے ہیں اور نیک لوگوں کو جو اس کو مان کر اس کی ہدایات پر چلیں ان کو خوشخبری وبشارت سنادے کہ ان کا انجام کیسا اچھا ہوگا۔ تو گویا اس وعدہ وعید میں یہ جتلا دیا گیا تھا کہ جو لوگ اس دین کو نہ مانیں گے جسے قرآن کریم نے انسانوں کے سامنے صاف صاف پیش کیا ہے وہ لوگ ظالم ہیں اور ان کا وہی حشر ہوگا جس سے قرآن مجید نے انہیں ڈرایا ہے اور جو لوگ اس کو مان کر اس راستہ پر چلیں گے جس کا قرآن مطالبہ کرتا ہے تو ان کو وہ سب انعامات ملیں گے جن کی قرآن کریم نے بشارت وخوشخبری دی ہے اسی وعدہ ووعید کی مزید تشریح ان اور اگلی آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہے اور سمجھایا گیا کہ انسان اگر چاہتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد اس کا انجام اچھا ہو اور وہ ناگوار اور رنج وغم کی باتیں پیش آنے سے نجات پا جائے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے جو کوئی اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو اس دنیا کی زندگی کے بعد وہ رنج وغم سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ اب وہ راستہ کیا ہے یہ یہاں پہلی مختصر سی آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ دو باتیں اس دنیا میں اختیار کرے۔ ایک تو سچے دل سے اقرار کرے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اس پر ایمان اس کی الوہیت وربوبیت سب کا اقرار آ گیا یعنی اللہ کی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال اور ہر آن میں اور ہر قدم میں اللہ تعالیٰ کے زیر تربیت ہوں۔ مجھے ایک سانس کے بعد دوسرا سانس بھی بغیر اس کی رحمت کے نہیں آ سکتا۔ اور دوسری بات یہ کہ اس قول وقرار پر تا زندگی قائم اور ثابت قدم رہے یعنی اس یقین اور اقرار سے مرتے دم تک نہ ہٹے جو کچھ زبان سے کہا ہے اس کے مقتضا پر اعتقاداً اور عملاً جما رہے یعنی اللہ کی ربوبیت کا حق پہچانے اور اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھے اور ادا کرے۔ یہ نہیں کہ ابن الوقت بن کر گرگٹ کی طرح رنگ بدلا کرے کہ دعویٰ تو ایمان اور اسلام کا اور اتباع ہو کفار ومشرکین یہود ونصاریٰ کا تو گویا اس مختصر سے جملہ میں یعنی قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا یعنی جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہے بڑی بلاغت کے ساتھ پورے اسلام اور ایمان اور اعمال صالحہ سب کو جمع کر دیا گیا ہے اسی کی تشریح اور تائید مسلم شریف کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ جب حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کی ایک ایسی جامع بات بتلا دیجئے کہ جس کے بعد مجھے کسی اور سے کچھ نہ پوچھنا پڑے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قل امنت باللہ ثم استقم یعنی تم اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرو پھر اس پر مستقیم رہو تو لفظ مستقیم یا استقامت ایک لفظ مختصر ہے مگر تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے جس میں تمام احکام الٰہیہ پر عمل اور تمام محرمات ومکروہات ومنہیات سے اجتناب وپرہیز دائمی طور پر شامل ہے۔ اسی لئے لفظ استقامت کی تفسیر میں حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو اس سے ادھر ادھر راہ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو (تفسیر مظہری) اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں بھی اس پر مستقیم رہنا نصیب فرمائیں آمین۔

تو جس نے دنیا میں یہ دو باتیں پوری کر دیں یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور توحید کا اقرار کیا اور پھر اس پر تا زندگی وہ مستقیم بھی رہا وہ یقیناً اس دنیا کی زندگی کے بعد خوف اور رنج وغم سے نجات پا جائے گا اور یہی وہ لوگ جنہیں آخرت میں جنت میں جگہ ملے گی اور وہ بھی عارضی نہیں بلکہ دائمی ہمیشہ کے لئے جہاں نہ کسی قسم کا خوف اور فکر اس کے پاس پھٹکے گا اور نہ کوئی غم وہراس ان پر آئے گا کیونکہ ہر

چیز خواہش کرتے ہی فوراً ملے گی۔ ایسی ہی بشارت چوبیسویں پارہ سورۃ حم سجدہ میں ذکر ہو چکی ہے جہاں ارشاد ہوا تھا ''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور خوش ہو جنت کے ملنے پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے واسطے اس جنت میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کو تمہارا جی چاہے اور تمہارے واسطے موجود ہے جو کچھ بھی تم مانگو۔ یہ بطور مہمانی کے خدائے غفورالرحیم کی طرف سے (آیات ۳۰'۳۲)۔''

خلاصہ یہ کہ یہ آیات مومن کے حق میں بہت بڑی بشارت ہیں اور وعدہ ہے کہ اس بات کا کہ اسے کوئی غم و رنج نہ موت کے وقت ہوگا نہ برزخ میں نہ آخرت میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے کرم سے اپنے ایسے ہی مومنین بندوں میں شامل فرماویں۔ آمین۔ تو اوپر چونکہ خدائے تعالیٰ کی توحید و ربوبیت والوہیت کا اس کی عبادت و فرمانبرداری کا اور اس پر استقامت کرنے کا حکم ہوا جس میں تمام حقوق اللہ کی بجا آوری آ گئی تو مناسب ہوا کہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی حکم کر دیا جائے۔ قرآن کریم میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کا حق بیان فرمایا ہے کیونکہ موجد حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس عالم اسباب میں ماں باپ اولاد کے وجود کا سبب ظاہری اور حق تعالیٰ کی شان ربوبیت کا مظہر خاص بنتے ہیں اس لئے یہاں بھی پہلے اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذکر فرما کر والدین کا حق بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے والدین یعنی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے ان کی تعظیم و محبت اور خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھے۔ دوسری جگہ بتلایا گیا ہے کہ اگر والدین مشرک ہوں تب بھی ان کے ساتھ دنیا میں معاملہ اچھا رکھنا چاہئے۔ خصوصاً ماں کی خدمت گزاری کہ بعض وجوہ سے اس کا حق اولاد پر باپ سے بھی زائد ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے اور صحیح احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایسا ہی ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں عرض کیا کہ پھر کون۔ آپ نے فرمایا تمہاری ماں پوچھا پھر کون آپ نے پھر فرمایا تمہاری ماں پھر پوچھا کہ اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارا باپ۔ گویا ۳ مرتبہ ماں کے حق کی طرف اشارہ فرمایا اور چوتھی مرتبہ باپ کے حق کی طرف۔ یہاں آیت میں بھی ماں کے تہرے حق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے پہلے یہ کہ انسان کو اس کی ماں نے اسے مشقت اٹھا کر پیٹ میں رکھا۔ یعنی حمل جب کئی ماہ کا ہو جاتا ہے تو اس کا ثقل و گرانی اور بوجھ محسوس ہونے لگتا ہے جس کو ماں برداشت کرتی ہے۔ دوسرے مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنتی ہے۔ بچہ کی پیدائش کے وقت ماں کیسی سختی برداشت کرتی ہے۔ تیسرے دودھ پلانے اور بچہ کی نگہداشت کرنے میں صعوبت برداشت کرتی ہے۔ ماں اپنی آسائش اور راحت کو بچہ کی آسائش اور راحت پر قربان کر دیتی ہے اور اس حمل اور دودھ پلانے کے زمانہ میں ۳۰ ماہ یعنی اڑھائی سال لگ جاتے ہیں۔ حمل اور دودھ پلانے کی مدت جو ۳۰ مہینہ یہاں فرمائی گئی سو جمہور کے نزدیک اس حساب پر مبنی ہے کہ کم از کم ۶ ماہ مدت حمل اور زیادہ سے زیادہ مدت رضاعت یعنی دودھ پلانا دو سال اس طرح مجموعہ اڑھائی سال یعنی ۳۰ ماہ ہو گیا یا یہ حساب رکھا جائے کہ طبعی مدت حمل ۹ مہینہ اور طبعی مدت رضاعت ۲۱ مہینہ یوں بھی اڑھائی برس ہو گئے۔ اتنے دنوں تک ماں طرح طرح کی مصیبت اٹھاتی ہے اور کم و بیش ان مصیبتوں میں باپ کی بھی شرکت ہوتی ہے بلکہ اکثر امور کا انتظام عادۃً باپ ہی کو کرنا پڑتا ہے اس لئے بھی ماں باپ کا حق انسان پر زیادہ واجب کیا گیا۔ غرض کہ اس کے بعد بچہ نشوونما پاتے پاتے اپنی جوانی یعنی بلوغ کو پہنچ جاتا ہے اور پھر بلوغ کے بعد ایک زمانہ میں چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو جو انسان سعید ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کو پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے جو احسانات اس پر اور اس کے ماں باپ پر ہو چکے ہیں ان کا شکر ادا کرتا ہے اور آئندہ نیک عمل کرنے کی توفیق بھی خدا سے مانگتا ہے اور اپنی اولاد کے حق میں بھی نیکی کی دعا مانگتا ہے اور جو کوتاہی حقوق اللہ یا حقوق العباد میں رہ گئی اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے معافی مانگتا ہے اور از راہ

تواضع وبندگی اپنی مخلصانہ عبدیت وفرمانبرداری کا اعتراف کرتا ہے غرض کہ جو بندہ سعید ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق تو براہ راست ادا کرتا ہی ہے اور ساتھ ہی بندوں کے حقوق کو بھی پہچانتا ہے اور انہی بندوں کے حقوق میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ان کی خدمت گزاری میں بھی لگا رہتا ہے۔

یہاں آیت میں جو اربعین سنةً فرمایا یعنی جب ۴۰ سال کو پہنچتا ہے تو علما نے لکھا ہے کہ ۴۰ برس کی عمر میں عموماً انسان کی عقلی اور اخلاقی قوتیں پختہ ہوجاتی ہیں اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ۴۰ برس سے پہلے نہ ہوتی تھی۔ تو یہاں یہ تاکید مقصود ہے کہ ۴۰ برس کے بعد پھر غفلت نہ ہونی چاہئے کیونکہ جوانی میں قوت عقلیہ مغلوب ہوتی ہے اور ۴۰ سال پر قوت عقلیہ کامل غالب ہوتی ہے تو اس وقت توجہ الی اللہ بہت ضرور ہے اور ۴۰ سال کی عمر کو پہنچ کر انسان کو پختہ دل سے اللہ کی طرف توبہ کرنی چاہئے اور نئے سرے سے خدا کی طرف رغبت اور رجوع کر کے اس پر جم جانا چاہئے بعض مفسرین سے منقول ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق وارد ہوئی ہیں اور آپ نے یہ بات چالیس سال کی عمر میں کہی تھی اور وہ اس طرح پوری ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مع اپنی اولاد کے پہلے ہی اسلام لائے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد آپ کے والد ابوقحافہ بھی مسلمان ہو گئے تھے اور آپ کی والدہ ام الخیر بھی مسلمان تھیں۔ گویا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ خود ان کو ان کے ماں باپ کو اور اولاد کو ایمان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ صحابہ کرام میں یہ خصوصیت سوائے آپ کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ مگر اکثر مفسرین ان آیات کو عموم پر محمول کرتے ہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے بندوں کی نیکیاں قبول اور کوتاہیاں معاف ہوتی ہیں اور ان کا مقام اللہ کے سچے وعدہ کے موافق جنت میں ہے۔ قرآن مجید میں یہ حقیقت دسیوں جگہ آ چکی ہے اور یہاں پھر اسی کا اعادہ ہے کہ بڑے بڑے کاملین اور مقبولین سے بھی تقصیرات اور خطائیں ہوجاتی ہیں لیکن ان کی خطاؤں سے درگزر کردیا جاتا ہے۔

عام حکم ان آیات سے سب مسلمانوں کے لئے یہ نکلتا ہے اور جملہ اہل اسلام کو یہ ہدایت کرنا مقصود ہے کہ آدمی کی عمر جب ۴۰ سال کے قریب ہو جائے تو اس کو آخرت کی فکر غالب ہو جانا چاہئے۔ پچھلے گناہوں سے توبہ کی تجدید کرے اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا پورا اہتمام کرے کیونکہ ۴۰ سال کی عمر میں جو اخلاق و عادات کسی شخص کے ہو جاتے ہیں پھر ان کا بدلنا مشکل ہوتا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان فرمادیتے ہیں اور جب ساٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو اس کو اپنی طرف رجوع وانابت نصیب فرمادیتے ہیں اور جب ستر سال کی عمر کو پہنچ جائے تو تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حسنات کو قائم فرمادیتے ہیں اور اس کے سیأت کو مٹا دیتے ہیں اور جب نوے سال کی عمر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کو اپنے اہل بیت کے متعلق شفاعت کرنے کا حق دے دیتے ہیں اور آسمان میں اس کے نام کے ساتھ لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ اسیر اللہ فی الارض ہے یعنی زمین میں اللہ کی طرف سے قیدی ہے (ابن کثیر) اور یہ ظاہر ہے کہ مراد اس سے وہی بندہ مومن ہے جس نے اپنی زندگی احکام شرع کے تابع ہوکر تقویٰ کے ساتھ گزاری ہے۔ (معارف القرآن۔جلد ہفتم ص ۸۰۸)

الغرض یہاں تک تو اہل سعادت اور نیکوکار مومنین کا بیان ہوا آگے ان کے مقابلہ میں اہل شقاوت وظالمین کا ذکر ہے جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ضائع کرتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی سچی توحید نصیب فرمائیں اور تازندگی اسی پر قائم رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا

اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم پر کیا تم مجھ کو یہ وعدہ (یعنی خبر) دیتے ہو کہ میں (دوبارہ زندہ ہو کر) قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گذر گئیں،

یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿١٧﴾

اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لا، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو یہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن اور انسان ہو گذرے ہیں،

وَالْاِنْسِ ۖ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿١٨﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ

بے شک یہ خسارہ میں رہے۔ اور ہر ایک کیلئے ان کے اعمال کی وجہ سے الگ الگ درجے ملیں گے اور تا کہ اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال پورے کردے اور ان پر

لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ

ظلم نہ ہوگا۔ اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے

الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ

اور ان کو خوب برت چکے سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے،

بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾

اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

وَالَّذِیْ اور وہ جس | قَالَ اس نے کہا | لِوَالِدَیْهِ اپنے ماں باپ کیلئے | اُفٍّ تف | لَّكُمَا تمہارے لئے۔ پر | اَتَعِدٰنِنِیْ اَنْ کیا تم مجھے وعدہ (خبر) دیتے ہو کہ

اُخْرَجَ میں نکالا جاؤں گا | وَقَدْ خَلَتِ حالانکہ گزر چکے | الْقُرُوْنُ (بہت سے) گروہ | مِنْ قَبْلِیْ مجھ سے پہلے | وَهُمَا اور وہ دونوں | یَسْتَغِیْثٰنِ فریاد کرتے ہیں

اللّٰهَ اللہ | وَیْلَكَ تیرا برا ہو | اٰمِنْ تو ایمان لے آ | اِنَّ بیشک | وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ | حَقٌّ سچا | فَیَقُوْلُ تو وہ کہتا ہے | مَا نہیں | هٰذَا یہ | اِلَّا مگر۔ صرف

اَسَاطِیْرُ کہانیاں | الْاَوَّلِیْنَ پہلوں | اُولٰٓئِكَ یہی لوگ | الَّذِیْنَ وہ جو | حَقَّ ثابت ہوگئی | عَلَیْهِمُ ان پر | الْقَوْلُ بات (عذاب)

فِیْۤ اُمَمٍ امتوں میں | قَدْ خَلَتْ گزر چکیں | مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل | مِنَ سے | الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنات اور انسان (جمع) | اِنَّهُمْ بیشک وہ

كَانُوْا تھے | خٰسِرِیْنَ خسارہ پانیوالے | وَلِكُلٍّ اور ہر ایک کیلئے | دَرَجٰتٌ درجے | مِّمَّا عَمِلُوْا اس سے جو انہوں نے کیا | وَلِیُوَفِّیَهُمْ اور تا کہ وہ پورا دے انکو

اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال | وَهُمْ اور وہ۔ ان | لَا یُظْلَمُوْنَ ان پر ظلم نہ کیا جائے گا | وَیَوْمَ اور جس دن | یُعْرَضُ لائے جائیں گے

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا (کافر) | عَلَى النَّارِ آگ کے سامنے | اَذْهَبْتُمْ تم لے گئے حاصل کر چکے | طَیِّبٰتِكُمْ اپنی نعمتیں | فِیْ میں

حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا اپنی دنیا کی زندگی | وَاسْتَمْتَعْتُمْ اور تم فائدہ اٹھا چکے | بِهَا ان کا | فَالْیَوْمَ پس آج | تُجْزَوْنَ تمہیں بدلہ دیا جائے گا

2

عَذَابَ الْهُوْنِ رسوائی کا عذاب	بِمَا اس لئے کہ	كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ تم تکبر کرتے تھے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق
وَبِمَا اور اس لئے کہ	كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ تم نافرمانیاں کرتے تھے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسان اگر چاہتا ہے کہ اس کا انجام اچھا ہو اور اس دنیا کے بعد آنے والی زندگی میں ناگوار باتوں اور خوف وغم کے پیش آنے سے نجات پا جائے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ وہ دنیا میں دو باتیں اختیار کر لے۔ ایک تو سچے دل سے اقرار کرے کہ میرا رب اللہ ہے دوسرے اس قول پر مرتے وقت تک ثابت قدم رہے۔ ایسے لوگوں کو بشارت دی گئی تھی کہ انہیں آخرت میں جنت ملے گی۔ اس کے بعد بتلایا گیا تھا کہ اچھے اور نیک لوگ وہ ہوتے ہیں جو بالغ ہو جانے پر خاص کر جب کہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ اللہ کے حکم کے آگے سر جھکانے اور اللہ کے فرمانبردار ہونے کا پختہ ارادہ کر لیتے ہیں ماں باپ کا ادب بجا لاتے ہیں اور اللہ سے نیکیوں کی توفیق مانگتے ہیں۔ اپنی تقصیرات پر توبہ کرتے رہتے ہیں ایسے سعادت مند لوگ جو کہ اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے پر کمربستہ رہتے ہیں ان کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو قبول فرما لیتا ہے اور یہی لوگ اللہ کی رضا کے مقام جنت میں جانے والے ہیں۔ ایسے سعادت مند انسانوں کے مقابلہ میں اب آگے ان آیات میں بے ادب نافرمان اور نالائق انسانوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور اس کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جو نہ ماں باپ کے احسانات کا خیال کرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے بلکہ ماں باپ کے ساتھ سخت کلامی اور بدتہذیبی سے پیش آتا ہے چنانچہ ان آیات میں ایسے ہی اہل شقاوت اور ظالمین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جس نے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ضائع کیا۔ اس طرح کہ اس نے اپنے مسلمان ماں باپ سے کہا کہ میں تمہارے طریقے پر دین کو پسند نہیں کرتا تم مجھے یہ کیا سکھاتے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے نکلوں گا میں ایسی دھمکیوں سے نہیں ڈرتا بھلا کتنی قومیں اور جماعتیں مجھ سے پہلے گزر چکی ہیں کوئی شخص بھی ان میں سے اب تک دوبارہ زندہ ہو کر واپس آیا؟ لوگ ہمیشہ سے یونہی سنتے چلے آتے ہیں اور ہر زمانے میں پیغمبر یونہی وعدہ دیتے چلے آئے مگر آج تک کسی وعدہ کا ظہور نہ ہوا اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں تو میں اس پر کیونکر اعتبار کرلوں۔ اس کے غریب ماں باپ اس کے اس انکار سے کہ کفر عظیم ہے گھبرا کر اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور اس کو سمجھاتے ہیں کہ کمبخت تیرا ستیاناس اب بھی باز آجا۔ دیکھ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ قیامت کی اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی جو خبر دی گئی ہے وہ ضرور اپنے وقت میں پوری ہو کر رہے گی اس وقت تیرا یہ انکار رنگ لائے گا۔ اس پر وہ گستاخ کہتا ہے کہ ایسی کہانیاں میں نے بہت سنی ہیں۔ پرانے وقتوں کے قصہ اسی طرح مشہور ہو جاتے ہیں اور واقعہ میں ان کا مصداق کچھ نہیں ہوتا۔ ایسا شقی شخص کہ جو اللہ سے کفر کرتا ہے۔ اور اپنے ماں باپ سے بھی مخالفت کے ساتھ پیش آتا ہے اور اپنے کلام میں بھی بدتمیزی اور درشتی کرتا ہے۔ اس کا انجام حق تعالیٰ آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح بہت سی جماعتیں کافر جنات اور کافر انسانوں کی پہلے جہنم کی مستحق ہو چکی ہیں۔ یہ بدبخت بھی انہیں میں شامل ہے۔ اور یقیناً ایسے لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے اور ان کے لئے آئندہ سوائے آفتوں اور مصیبتوں کے کچھ نہیں یہاں تک پہلے سعادت مند اور نیکوکار اور پھر شقی بدبخت نافرمان دونوں کا تذکرہ اور انجام ظاہر کرنے کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں ہر شخص کے اور ہر قوم کے اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ہوں گے کسی کو جنت کے اور کسی کو دوزخ کے درجے ملیں گے اور یہ مختلف درجے اس لئے ملیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ان کے اعمال کی جزا پوری کر دے اور ہر ایک کو اپنے کئے کا پورا پورا پھل مل جائے اور کسی پر ظلم زیادتی نہ ہو۔ نہ کسی کی نیکی کا ثواب کم کیا جائے اور نہ کسی کے جرم کی سزا حد سے زائد دی جائے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کافر کے کسی نیک کام میں چونکہ ایمان کی روح نہیں ہوتی محض

صورت اور ڈھانچہ نیکی کا ہوتا ہے تو ایسی فانی نیکیوں کا اجر بھی فانی ہے جو اسی دنیا کی زندگی میں مال و دولت حکومت اولاد تندرستی عزت شہرت وغیرہ کی شکل میں مل جاتا ہے چنانچہ کافروں سے قیامت کے دن جب وہ جہنم کے پاس لاکر کھڑے کر دیئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی تھی۔ تم جو کچھ کرتے تھے وہ اس لئے کہ اس کا فائدہ دنیا میں ہی مل جائے۔ نام ہو شہرت ہو دولت ہو اور عیش و راحت ہو تو یہ لذت کی چیزیں تم اپنی دنیاوی زندگی میں حاصل کر چکے اب آخرت کے عیش میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ آج تمہاری جھوٹی شیخی اور نافرمانیوں کی سزا میں ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب دیا جائے گا۔ بس یہی ایک چیز تمہارے لئے یہاں باقی ہے پس تمہاری سزا کے لئے اب جہنم ہے اور ذلت میں یہ ملامت اور پھٹکار ہے۔ اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ نافرمانیاں کیا کرتے تھے لہذا اب اپنے کیئے کی سزا بھگتو۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ناحق تکبر اور احکام الٰہیہ کی نافرمانی یہ کفار کی خاص خصلتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچاویں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان آیات میں کفار سے جو آخرت میں خطاب فرمایا جائے گا کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں خوب برت چکے تو معلوم ہوا کہ دنیا میں لذات میں پڑنا یہ کفار کی خصلت ہے نہ کہ مومنین صالحین کی۔ چونکہ یہاں آیت میں کفار کو ان کے دنیوی لذات میں منہمک رہنے کی بنا پر عتاب کیا گیا اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے لذائذ دنیا کو ترک کرنے کی عادت اختیار فرمائی جیسا کہ ان حضرات کی سیرت اس پر شاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے اتباع کی توفیق نصیب فرمائیں۔ حدیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑا رزق لینے پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اس پر پورا عمل تھا کہ خود بھی آپ تکلف اور لذت و راحت کے کھانے پینے اور سامان سے پرہیز کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس قسم کی نصیحت فرماتے تھے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں حضرت عمرؓ کو دنیا کی راحت کی چیزوں سے اس قدر پرہیز نہ تھا چنانچہ صحیحین میں خود حضرت عمرؓ سے جو روایت ہے۔ اس میں آپ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا تھا کہ فارس اور روم کے لوگ باوجود مشرک ہونے کے چین اور مزے اڑاتے ہیں۔ اور آپؐ اور آپ کی امت پر تنگ دستی غالب ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی فارغ البالی کی دعا فرمایئے۔ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کی اس بات کے جواب میں نصیحت فرمائی کہ اے عمر تم کو اس بات پر قناعت کرنی چاہئے کہ مشرک لوگوں کے لئے دنیا کا چین ہے اور ہم لوگوں کے لئے عقبیٰ کا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کا حضرت عمرؓ کے دل پر یہ اثر ہوا کہ اس دن سے آپ کے دل سے دنیا کی راحت کا خیال بالکل اٹھ گیا۔ لیکن آج آپ کے نام لیواؤں کا کیا حال ہے کہ دن و رات، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بس دنیا کی ترقی اس کے عیش و آرام یہاں کی لذتیں و راحتیں کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ اور بے دین دہریئے اور نیچریوں کی سی معیشت اور طور طریق اور مغرب کی اندھی تقلید و نقالی کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں اور زندگی کا معیار ہی یورپ کے دہریوں کا سا عیش آرام اور رہن سہن نصیب ہو جانا سمجھ رکھا ہے۔ الا ماشآء اللہ ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

اللہ تعالیٰ اس دنیا کی زندگی کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور یہاں کے عیش و آرام لذات و راحتوں کے پیچھے پڑنے سے بچا لیں اور آخرت کی فکر نصیب فرمائیں۔ آمین اب یہاں جو کفر اور انہماک فی الدنیا کی برائی اور مذمت فرمائی گئی تو اسی کی تاکید اور مضمون بالا کی تاکید میں عرب کی قوم عاد کا قصہ آگے بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ کفار مکہ کو تنبیہ ہو جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ۖ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

اور آپ قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجئے، جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو جو کہ ایسے مقام پر رہتے تھے کہ وہاں ریگ کے مستطیل خمدار تودے تھے اس پر ڈرایا کہ تم خدا کے سوا کسی کی عبادت مت کرو

خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا

اور ان سے پہلے اور ان سے پیچھے بہت سے ڈرانے والے (پیغمبر اب تک) گذر چکے ہیں، مجھ کو تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے ہو

عَنْ آلِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٢﴾ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ

کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو، سو اگر تم سچے ہو تو جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اس کو ہم پر واقع کردو۔ انہوں نے فرمایا کہ پورا علم تو خدا ہی کو ہے،

وَأُبَلِّغُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ

اور مجھ کو تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے میں تم کو وہ پہنچا دیتا ہوں لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ سو ان لوگوں نے جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتا دیکھا

قَالُوا هَٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۚ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُم بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ

تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا، نہیں نہیں بلکہ یہ وہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے

كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٥﴾

وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کردے گی چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا، ہم مجرموں کو یوں ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

وَاذْكُرْ اور یاد کر	أَخَا عَادٍ عاد کے بھائی	إِذْ جب	أَنذَرَ اسنے ڈرایا	قَوْمَهُ اپنی قوم	بِالْأَحْقَافِ احقاف میں	وَقَدْ خَلَتِ اور گزر چکے	النُّذُرُ ڈرانیوالے
مِن بَيْنِ يَدَيْهِ اس سے پہلے	وَمِنْ خَلْفِهِ اور اس کے بعد	أَلَّا تَعْبُدُوا کہ تم عبادت نہ کرو	إِلَّا اللَّهَ اللہ کے سوا	إِنِّي أَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں			
عَلَيْكُمْ تم پر	عَذَابَ عذاب	يَوْمٍ عَظِيمٍ ایک بڑا دن	قَالُوا وہ بولے	أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا کیا تو ہمارے پاس آیا کہ تو پھیر دے ہمیں	عَنْ سے		
آلِهَتِنَا ہمارے معبود	فَأْتِنَا پس لے آ ہم پر	بِمَا تَعِدُنَا جو کچھ تو وعدہ کرتا ہے ہم سے	إِن اگر	كُنتَ تو ہے	مِنَ سے	الصَّادِقِينَ سچے (جمع)	
قَالَ اسنے کہا	إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْعِلْمُ علم	عِندَ اللَّهِ اللہ کے پاس	وَأُبَلِّغُكُمْ اور میں پہنچاتا ہوں تمہیں	مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ جو میں بھیجا گیا ہوں اس کیساتھ		
وَلَٰكِنِّي اور لیکن میں	أَرَاكُمْ دیکھتا ہوں تمہیں	قَوْمًا گروہ۔ لوگ	تَجْهَلُونَ تم جہالت کرتے ہو	فَلَمَّا رَأَوْهُ پھر جب دیکھا انہوں نے اسکو	عَارِضًا ایک ابر		
مُّسْتَقْبِلَ سامنے (چلا) آرہا ہے	أَوْدِيَتِهِمْ ان کی وادیاں	قَالُوا وہ بولے	هَٰذَا یہ	عَارِضٌ ایک بادل	مُّمْطِرُنَا ہم پر بارش برسانے والا		
بَلْ هُوَ بلکہ وہ	مَا جس	اسْتَعْجَلْتُم تم جلدی کرتے تھے	بِهِ اس کی	رِيحٌ فِيهَا ایک ہوا۔ آندھی اس میں	عَذَابٌ أَلِيمٌ دردناک عذاب		
تُدَمِّرُ وہ تہس نہس کردیگی	كُلَّ ہر	شَيْءٍ شے	بِأَمْرِ حکم سے	رَبِّهَا اپنا رب	فَأَصْبَحُوا پس رہ ہوگئے	لَا يُرَىٰ نہ دکھائی دیتا تھا	إِلَّا سوائے
مَسَاكِنُهُمْ ان کے مکان	كَذَٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِي ہم بدلہ دیتے ہیں	الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ مجرم (جمع) لوگ				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ کے نافرمان انسانوں کو ان کے انجام بد سے ڈرایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے دن یہ اللہ کا انکار کرنے والے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ضائع کرنے والے جب جہنم کے کنارے لا کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے

گا کہ تم نے دنیا میں بہت مزے اڑا لئے دنیا کے عیش وآرام میں ایسے محو تھے کہ آخرت کو بالکل بھول گئے تھے اور اس کے لئے کوئی فکر نہ کی اب اپنے تکبر اور نافرمانی کی وجہ سے ذلت کا عذاب اٹھاؤ۔ کفار مکہ بھی باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و دعوت کے دنیوی شہوات ولذات میں پڑے ہوئے تھے اور ہدایت وآخرت کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اس لئے ان کو قوم عاد کا قصہ سنایا جاتا ہے کہ جو لذات اور دنیا پرستی میں ایسے غرق تھے کہ دار آخرت کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوئے اور اپنے ہادی اور پیغمبر کا کہنا نہ مانا اس لئے ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا جس سے وہ پوری قوم تباہ و برباد ہوئی۔ قوم عاد ایک قدیم عرب قوم تھی جو جنوبی عرب میں کبھی آباد تھی اور اپنے زمانہ کے ایک بڑے زبردست تمدن کی مالک تھی حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم عاد میں سے تھے اور اسی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ وہ اپنی قوم کو اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ قوم عاد کے بھائی یعنی حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر ان اہل مکہ سے کیجئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر مقرر کیا تھا تاکہ وہ اپنی سرکش قوم کو ڈرادیں کہ اگر تم نے اللہ عزوجل کی عبادت و بندگی سے منہ موڑ کر اوروں کی بندگی اختیار کی تو تمہارا انجام برا ہو گا اور تمہارے کفر و سرکشی کی وجہ سے تم پر ایک ہولناک عذاب نازل ہوگا قوم عاد جو اپنی شوکت وقوت میں مست تھے اور بتوں کی پرستش کرتے تھے انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت و توحید ونصیحت کفر وشرک سے باز رہنے کی سن کر کہا کہ کیا تم ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے ہو کہ ہم کو اپنے آبائی مذہب سے دور کردو اور ان بتوں کی بندگی و پرستش چھڑادو تو ہم اپنے آبائی طریقہ سے ہٹنے والے نہیں اور تم جو توحید کے قبول نہ کرنے پر عذاب الٰہی سے ڈراتے ہو تو تم اگر اپنی دھمکیوں میں سچے ہو تو دیر کیا ہے۔ جو زبان سے کہتے ہو کر کے دکھلا دو اور وہ عذاب ہم پر واقع کردو۔ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو جواب دیا کہ اس قسم کا مطالبہ کرنا تمہاری

نادانی اور جہالت ہے۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں جو پیغام مجھے بھیجا جاتا ہے وہ پہنچا دیتا ہوں اس سے زائد کا نہ مجھے علم نہ اختیار۔ یہ علم خدا ہی کو ہے کہ سرکش اور منکر قوم کس وقت دنیوی سزا کی مستوجب ہوتی ہے اور کس وقت تک اسے مہلت ملنی چاہئے اللہ کا عذاب کب اور کس وقت آئے گا۔ یہ تو صرف حق تعالیٰ کے ہی علم میں ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت پر اتر آئے ہو اور بڑی نادانی کر رہے ہو ایک تو اللہ کی توحید کو قبول نہیں کرتے پھر اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب کسی طرح انہوں نے حق کو قبول نہ کیا تو عذاب کا اس طرح سامان شروع ہوا کہ قوم عاد نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی طرف بڑھتا چلا آرہا ہے چونکہ اس وقت خشک سالی تھی اور گرمی سخت تھی یہ خوشیاں منانے لگے کہ اچھا ہوا ابر چڑھا ہے اور گہری گھٹا اٹھی ہے اور اسی طرف رخ ہے۔ اب بارش خوب برسے گی اور ہمارے سب ندی نالے پانی سے بھر جائیں گے۔ اور پانی کا کال نہ رہے گا۔ اس پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ نادانو یہ برسنے والا بادل نہیں بلکہ عذاب الٰہی کی آندھی ہے۔ اور یہ وہی عذاب ہے کہ جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔ اور جس میں بڑا دکھ بھرا عذاب پوشیدہ ہے اور اس کی سخت طوفانی ہوا ہر چیز کو تباہ کر کے چھوڑے گی کیونکہ اللہ نے ایسا حکم دیا ہے۔ چنانچہ سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا وہ غضبناک طوفان چلا کہ جس کے سامنے درخت آدمی اور جانوروں کی حقیقت تنکوں سے زیادہ نہ تھی۔ ہوا آدمیوں کو اور مویشیوں کو اٹھا اٹھا کر پٹک دیتی تھی۔ ہر چیز ہوا نے اکھاڑ پھینکی اور چاروں طرف تباہی نازل ہوگئی۔ آخر مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی یہ واقعہ سنا کر منکرین کو جتلایا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ کے مجرموں کا حال ایسا ہوتا ہے تم کو چاہئے کہ ان واقعات کو سن کر ہوش میں آجاؤ ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہوسکتا ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا تدمر کل شیء بامر ربھا وہ (یعنی آندھی ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے ہلاک کردے گی)

نے تصرف نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ آندھی میں خود کوئی اختیار نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ بھی ہلاکت پیش آئی تمام تر پروردگار عالم کے ہی حکم سے پیش آئی۔ احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو کبھی کھل کھلا کر اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے مسوڑھے نظر آئیں آپ صرف تبسم فرمایا کرتے تھے اور جب ابر اٹھتا اور آندھی چلتی تو آپ کے چہرۂ مبارک سے فکر کے آثار نمودار ہو جاتے۔ چنانچہ ایک روز میں نے آپ سے کہا یا رسول اللہ لوگ تو ابر و باد کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش برسے گی لیکن آپ کی اس کے بالکل برعکس حالت ہو جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا عائشہ میں اس بات سے کہ کہیں اس میں عذاب ہو۔ کیسے مطمئن ہو جاؤں؟ ایک قوم ہوا ہی سے ہلاک کی گئی۔ اس قوم نے عذاب کے بادل کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ ابر ہے۔ جو ہم پر بارش برسائے گا ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب شدت سے ہوا چلتی تو آپ کہتے یا اللہ میں تجھ سے اس ہوا کی بھلائی مانگتا ہوں اور بھلائی اس چیز کی جو اس میں ہے اور بھلائی اس کی جس کے واسطے یہ ہوا بھیجی ہے اور پناہ مانگتا ہوں تیری اس کی برائی سے اور جو کچھ اس میں ہے۔ اس کی برائی سے اور جس کے واسطے یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے اور جب آسمان پر بادل ہوتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور گھر سے باہر اندر آتے جاتے اور پھر جب مینہ برسنے لگتا تو آپ کا خوف و اضطراب جاتا رہتا حضرت عائشہؓ نے اس کا آپ سے سبب پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید یہ بادل ایسا ہی ہو جیسا قوم عاد کا کہ جب انہوں نے دیکھا تو کہا کہ یہ بادل ہے مینہ برسانے والا۔ علماء کرام نے ان روایات کو نقل کر کے لکھا ہے کہ بڑے رتبے والے جو خدا کی باتوں سے واقف ہوتے ہیں وہ ہر وقت اس سے حالت خوف و امید میں رہتے ہیں۔ مگر نافرمان اور لاابالی لوگ کچھ پروانہیں کرتے۔ دنیا میں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بادشاہ کے مقرب لوگ اس کے قانون کی عزت کرتے اور حالت خوف اور امید میں رہتے ہیں مگر چور وڈا کو کچھ پروانہیں کرتے۔

یا اللہ ہمارے دلوں میں بھی اپنی وہ عظمت عطا فرما کہ ہم کسی حال میں بے خوف اور آپ کی کبریائی سے لاتعلق ہو کر نہ رہیں۔ آمین۔

اب آگے کفار مکہ کو خطاب فرما کر تنبیہ کی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نافرمان قوموں کے واقعات سے ہمیں بھی عبرت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی کامل توفیق عطا فرمائیں۔

حق تعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرمائیں جو ہم کو ہر طرح کی نافرمانی سے روک دے۔

یا اللہ اپنے غصہ اور عذاب سے دنیا میں بھی ہماری حفاظت فرمایئے اور آخرت میں بھی بچایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى

اور ہم نے اُن لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی، اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل دیئے تھے، سو چونکہ وہ لوگ

عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے اس لئے نہ اُن کے کان اُن کے ذرا کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل اور جس کی وہ ہنسی کیا کرتے تھے

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا

اُسی نے اُن کو آ گھیرا۔ اور ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بستیاں بھی غارت کی ہیں اور ہم نے بار بار

الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ

اپنی نشانیاں بتلادی تھیں تاکہ وہ باز آئیں۔ سو خدا تعالیٰ کے سوا جن جن چیزوں کو انہوں نے خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو اپنا معبود بنا رکھا ہے انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی،

بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

بلکہ وہ سب ان سے غائب ہوگئے، اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ اور البتہ ہم نے انکو قدرت دی تھی	فِيْمَا اس میں	اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ نہیں ہم نے قدرت دی تمہیں	فِيْهِ اس میں۔پر			
وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے۔دیئے	لَهُمْ انہیں	سَمْعًا کان	وَّاَبْصَارًا اور آنکھیں	وَّاَفْـِٕدَةً اور دل (جمع)	فَمَا تو نہ	اَغْنٰى عَنْهُمْ کام آئے انکے
سَمْعُهُمْ ان کے کان	وَلَآ اَبْصَارُهُمْ اور نہ ان کی آنکھیں	وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ اور نہ دل ان کے	مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی	اِذْ جب		
كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ وہ انکار کرتے تھے	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات کا	وَحَاقَ اور اس نے گھیر لیا	بِهِمْ ان کو	مَّا كَانُوْا جو وہ تھے	بِهٖ اس کا	
يَسْتَهْزِءُوْنَ وہ مذاق اڑاتے	وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اور تحقیق ہم نے ہلاک کردیا	مَا حَوْلَكُمْ جو تمہارے اِرد گرد	مِّنَ سے	الْقُرٰى بستیاں		
وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ اور ہم نے بار بار دکھائیں اپنی نشانیاں	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَرْجِعُوْنَ لوٹ آئیں	فَلَوْلَا پھر کیوں	لَا نَصَرَهُمُ نہ مدد کی انکی		
الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا جنہیں بنالیا انہوں نے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	قُرْبَانًا قرب حاصل کرنیکو	اٰلِهَةً معبود	بَلْ بلکہ		
ضَلُّوْا عَنْهُمْ وہ گم (غائب) ہوگئے اُن سے	وَذٰلِكَ اور یہ	اِفْكُهُمْ ان کا بہتان	وَمَا اور جو	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افترا کرتے تھے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیت میں کفار مکہ اور نافرمان انسانوں کو عرب کی قوم عاد کا حال سنایا گیا تھا جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا تاکہ وہ بت پرستی اور غیر اللہ کی پرستش و بندگی سے باز آئیں اور اللہ کی بندگی و عبادت اختیار کریں۔ مگر قوم عاد جو اپنی قوت و طاقت اور سامان عیش و راحت میں مست تھے انہوں نے اپنے پیغمبر کا کہنا نہ مانا اور سرکشی و کفر پر برابر اصرار کیا جس کے نتیجہ میں ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور سخت ہوا کا طوفان ان پر ایسا مسلط ہوا کہ آدمی درخت اور جانور سب تنکوں کی طرح اڑ کر اور گر گر کر مرے اور ان کے مکانات کے کھنڈرات کے سوا اور کچھ باقی نہ رہا۔ اب آگے ان آیات میں کفار مکہ کو خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو قوم عاد کیسی زبردست قوم تھی۔ اس کے پاس جسمانی طاقت، مال و دولت اور جتھے اور مددگار اور راحت و آرام کے سامان اس قدر تھے کہ تمہارے پاس ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں مگر جب ان پر عذاب آیا تو کوئی چیز کام نہ آئی پھر تم اے اہل مکہ کس برتے پر

مغرور ہو جو اللہ اور اس کے رسول سے تکبر اور مخالفت برت رہے ہو۔ دیکھو قوم عاد کو نصیحت سننے کے لئے کان اور قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے بوجھنے کے لئے دل و دماغ دیئے تھے پر وہ کسی قوت کو صحیح کام میں نہ لائے۔ اندھے بہرے اور پاگل بن کر پیغمبر کے مقابل ہو گئے آخر انجام یہ ہوا کہ عذاب الٰہی نے آ گھیرا۔ کوئی اندرونی یا بیرونی طاقت اس کو دفع نہ کر سکی اور وہی سزا جس سے اللہ کے پیغمبر انہیں ڈراتے تھے اور جسے سن کر وہ ہنسی اور ٹھٹھوں میں اڑا دیتے تھے ان کو مل کر رہی اور عذاب نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔ پس تمہیں ان کی طرح نہ ہونا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے سے عذاب تم پر بھی آ جائیں اور تم بھی ان کی طرح جڑ سے کاٹ دیئے جاؤ۔ پھر مزید سمجھایا جاتا ہے کہ اے اہل مکہ تم اپنے آس پاس ہی کی بستیوں پر ایک نظر ڈالو اور دیکھو کہ علاوہ ''عاد'' کے قوم ثمود اور قوم لوط اور اصحاب مدین اور اہل یمن اور قوم سبا وغیرہ کی بستیاں تھیں اور وہ سب اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا طریقہ اختیار کیا۔ تم تو اکثر تجارت وغیرہ کے سفر میں آتے جاتے رہتے ہو اور وہ تباہ شدہ بستیاں تمہارے راستہ ہی میں پڑتی ہیں پھر ان سے ہی عبرت حاصل کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے سے پہلے ان کی فہمائش کے لئے بار بار اپنی نشانیاں ان کو بتلا دی تھیں اور واضح طور پر ظاہر کر دیا تھا تاکہ وہ کفر و شرک سے باز آ جائیں مگر اتنا سمجھانے پر بھی وہ کسی طرح باز نہ آئے اور اللہ کے رسولوں کی ایک نہ مانی۔ اللہ کے سوا دوسروں سے مرادیں مانگتے رہے اور بت پرستی کا ایک بہانہ یہ تراشا کہ خدا کی درگاہ تو بہت بلند ہے ہماری اس تک رسائی کہاں۔ یہی ہمارے بت خدا کے قریب ہمیں پہنچاتے ہیں اور انہیں بڑے بڑے درجے دلواتے ہیں تو عذاب الٰہی کے وقت جبکہ ان کو ان کی مدد کی پوری ضرورت تھی تو اس آڑے وقت میں کیوں کام نہ آئے؟ انہیں چاہئے تھا کہ ان کو مدد کے لئے پکارتے کہ اس مشکل وقت میں ہمیں بچاؤ۔ وہ ان کو عذاب میں گرفتار دیکھ کر کہاں چل دیئے جو ایسی مصیبت میں بھی کام نہ آ سکے؟ معلوم ہوا کہ بتوں کو خدا بنانا اور ان سے امیدیں قائم رکھنا اور ان کی پوجا پاٹ کرنا محض جھوٹی اور من گھڑت باتیں تھیں اور صاف افترا اور فضول بہتان تھا کہ یہ انہیں معبود سمجھ رہے تھے۔ پس ان کی عبادت کرنے میں اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ دھوکے اور نقصان ہی میں رہے۔

اب آگے بعض جنات کے اسلام لانے کا قصہ بیان کیا جاتا ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جنات جو کہ تکبر و سرکشی میں انسان سے بھی زیادہ ہوتے ہیں وہ تو تکبر چھوڑ کر کفر سے دست بردار ہو گئے مگر تم اے اہل مکہ انسان ہو کر کفر و تکبر سے باز نہیں آئے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو ہم کو یہ آنکھ کان اور دل و دماغ عطا فرمائے ہیں تو ان کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور دین کو سمجھنے اور حق کو دیکھنے اور باطل کو جاننے میں یہ ہمارے مددگار رہوں۔ یا اللہ ہمیں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی وہ عظمت و وقعت نصیب فرما کہ ہم سے کسی معاملہ میں آپ کے احکام کی نافرمانی نہ ہو اور ہم ان کو ہلکا سمجھ کر ان سے لاپروائی نہ برتیں۔ یا اللہ آپ نے دنیا میں نافرمان قوموں کی ہلاکت و تباہی کی جو خبریں دی ہیں وہ ہماری عبرت کے لئے کافی ہوں تاکہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں اور آپ کے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا

اور جب ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو قرآن سننے لگے تھے، غرض جب وہ قرآن کے پاس آپہنچے، کہنے لگے کہ خاموش رہو، پھر جب

قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ

قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے واسطے واپس گئے۔ کہنے لگے کہ اے بھائیو ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے

مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٠﴾ يٰقَوْمَنَآ

جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو

اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣١﴾ وَمَنْ

اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو عذاب دردناک سے محفوظ رکھے گا۔ اور جو شخص

لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا، اور خدا کے سوا اس کا کوئی حامی بھی نہ ہوگا۔ ایسے لوگ

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٢﴾

صریح گمراہی میں ہیں۔

وَاِذْ اور جب	صَرَفْنَآ ہم پھیر لائے	اِلَيْكَ آپ کی طرف	نَفَرًا ایک جماعت	مِّنَ الْجِنِّ جنات کی	يَسْتَمِعُوْنَ وہ سنتے تھے	الْقُرْاٰنَ قرآن		
فَلَمَّا پس جب	حَضَرُوْهُ وہ حاضر ہوئے انکے پاس	قَالُوْٓا انہوں نے کہا	اَنْصِتُوْا چپ رہو	فَلَمَّا پھر جب	قُضِيَ (پڑھنا) تمام ہوا	وَلَّوْا وہ لوٹے		
اِلٰى طرف	قَوْمِهِمْ اپنی قوم	مُّنْذِرِيْنَ ڈرساتے ہوئے	قَالُوْا انہوں نے کہا	يٰقَوْمَنَآ اے ہماری قوم	اِنَّا سَمِعْنَا بیشک ہم نے سنی	كِتٰبًا ایک کتاب		
اُنْزِلَ نازل کی گئی	مِنْۢ بَعْدِ بعد	مُوْسٰى موسیٰ	مُصَدِّقًا تصدیق کرنیوالی	لِّمَا اسکی جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے (اپنے سے)	يَهْدِيْٓ وہ رہنمائی کرتی ہے		
اِلَى الْحَقِّ حق کی طرف	وَاِلٰى اور طرف	طَرِيْقٍ راہ	مُّسْتَقِيْمٍ راست	يٰقَوْمَنَآ اے ہماری قوم	اَجِيْبُوْا قبول کرلو	دَاعِيَ اللّٰهِ اللہ کی طرف بلانے والا		
وَاٰمِنُوْا اور ایمان لے آ	بِهٖ اس پر	يَغْفِرْ لَكُمْ بخش دیگا تمہیں	مِّنْ سے	ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہ	وَ اور	يُجِرْكُمْ وہ پناہ دے گا تمہیں	مِّنْ سے	
عَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب	وَمَنْ اور جو	لَّا يُجِبْ نہ قبول کریگا	دَاعِيَ اللّٰهِ اللہ کیطرف بلانے والا	فَلَيْسَ تو نہیں	بِمُعْجِزٍ عاجز کرنے والا			
فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلَيْسَ اور نہیں	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اَوْلِيَآءُ حامی	اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ	فِيْ میں	ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ گمراہی کھلی	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں انسانوں کے تکبر اور سرکشی و نافرمانی کا بیان ہوا تھا اور اہل مکہ کو سمجھایا گیا تھا کہ اللہ کو نہ ماننے اور اس کے رسول کی نافرمانی کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اب آگے ان آیات میں نافرمان و سرکش انسانوں کے مقابل جنات کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حال سنایا جاتا ہے جس سے کفار مکہ کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ جنات جو طبعی طور پر تکبر و سرکشی میں انسان سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اس کے بعض افراد کس طرح اللہ کا کلام سن کر موم ہو جاتے ہیں اور تکبر چھوڑ کر کفر سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔

دنیا میں انسان وحیوان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق جنات بھی ہے جس طرح انسان کی ابتدائی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے جنات کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔انسانوں کی طرح یہ بھی آسمانی شریعت اوراحکام شرعیہ کے مکلّف ہیں اورانسانوں کی طرح جنات میں بھی توالدوتناسل کا سلسلہ جاری ہےان میں بھی نیک وبد کافرومسلم ہوتے ہیں لفظ جن کے معنیٰ پوشیدہ کے ہیں چونکہ یہ عام طور پرنظروں سے غائب رہتے ہیں اس لئے ان کا نام جن ہوا۔ یہ اپنی اصلی شکل میں انسانوں کونظر نہیں آتے اور جب اور جہاں جو شکل چاہیں اختیار کر لیتے اورادھرادھر دنیا میں جہاں چاہیں پھرتے رہتے ہیں تمام ارباب مذاہب جوکسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں وہ ''جن'' کا وجودتسلیم کرتے ہیں لیکن دنیا میں انسان افراط وتفریط سے بھی کم ہی محفوظ رہتے ہیں چنانچہ بعض عقل کے دشمنوں نے ان کے وجودکو ماننے سے انکار کردیا ہے حالانکہ عقلاً کوئی وجہ انکار کی نہیں سوائے اس کے کہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور ہمیں دکھائی نہیں دیتے لیکن کسی چیز کا ہم کونظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے وجود میں نہ ہونے کی دلیل کب ہے۔قرآن مجید اوراحادیث متواترہ کے نصوص جب صراحت کے ساتھ''جن'' کے وجودکوثابت کررہے ہیں اور بہت سی احادیث میں تورویت جن کا بھی ذکر ہےتو پھر کسی مسلمان کاان کو ماننے سے انکارکرنا کیامعنیٰ خصوصاً جبکہ ہرزمانہ میں ایسے سچے لوگ بھی گزرے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جنات کومختلف صورتوں میں دیکھا ہے مگر یورپ کے دہریئے ہوں یاروس کے کمیونسٹ ہوں یا بے دین نیچری ہوں یا بعض محض نام کے مسلمان ان بے دینوں کے مقلد ہوں ایسی چیزوں کاصفحہ عالم پروجودہی نہیں سمجھتے اور جو چیزمحسوس نہ ہواس کولاشئے محض کہتے ہیں۔وہ نہ جنات ملائکہ اورشیاطین کے جداگانہ وجودکوتسلیم کرتے ہیں۔نہ کسی رسول پیغمبر نبی کے معجزہ کوحق مانتے ہیں نہ اولیاء کی کرامت کے قائل ہوتے ہیں نہ خدااوررسول کے مقر ہوتے ہیں۔نہ خدائے قدیر کی بے انتہا قدرتوں پرایمان رکھتے ہیں توایسے ملحدوں اور بے دینوں سےتو یہاں خطاب ہی نہیں باقی جواللہ کے کلام اوراللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پرایمان رکھتے ہیں اوران کوصادق تسلیم کرتے ہیں ان کو جنات کے وجود میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے قبل جنات کو کچھ آسمانی خبریں معلوم ہوجاتی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پروحی آنا شروع ہوئی تو وہ سلسلہ تقریباً بند ہوگیااور بہت کثرت سے شہب یعنی آگ کے شعلوں کی مار جنات پر پڑنے لگی۔ جنات کوخیال ہوا کہ ضرور دنیا میں کوئی نیا اور خاص واقعہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبروں پر بہت سخت پہرے بٹھلادیئے گئے ہیں۔اسی کی جستجو میں جنات کے مختلف گروہ مشرق ومغرب میں پھیل پڑے۔ان میں سے ایک جماعت 'بطن نخلہ'' جو طائف اور مکہ کے درمیان ایک جگہ ہے وہاں گزری وہاں اتفاق سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجرادافرمارہے تھے اورقرآن پاک کی باآواز بلند تلاوت فرمارہے تھے جنات کی جو جماعت ادھرآ گئی تو قرآن انہیں بہت عجیب موثر اوردلکش معلوم ہوا اورقرآن کی عظمت وہیبت ان کے دلوں پرچھاگئی وہ آپس میں کہنے لگے کہ خاموشی کے ساتھ کلام پاک سنو۔آخرقرآن کریم نے ان کے دلوں میں گھر کرلیااور وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ نئی چیز ہےجس نے جنات کوآسمانی خبروں سے روکا ہے۔بہرحال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھ کر فارغ ہوئے تو یہ جنات اپنے دلوں میں ایمان ویقین لےکرواپس گئے اوراپنی قوم کونصیحت کی بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ جنات کی حاضری کا اس وقت کا واقعہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے بڑی خستہ حالی کے ساتھ واپس مکہ تشریف لارہے تھے توراستہ میں آپ نے نخلہ میں قیام کیا اور یہاں آپ نماز میں تلاوت قرآن فرمارہے تھے کہ جنات کا ایک گروہ جس کا ادھر سے گزرہوا آپ کی قرأت سننے کے لئے ٹھہر گیا۔بہرحال تمام اکابرمفسرین ومحدثین اس پرمتفق ہیں کہ یہ جنات کی پہلی حاضری کا واقعہ ہے جو یہاں ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہےاوراس پربھی تمام روایات متفق ہیں کہ اس موقع پر جنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آئے تھے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کو ان کے آنے جانے اور قرآن سننے سنانے کا پتہ لگا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کے آنے اور قرآن سننے کی تفصیلاً خبر دی اور سورۂ جن نازل فرمائی۔ اس کے بعد پے در پے جنات کے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور بہت بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھنے کے لئے رو در رو ملاقاتیں ہونے لگیں۔ اس بارے میں جو روایات کتب احادیث میں منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں ہجرت سے پہلے کم از کم چھ وفود جنات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان ہی میں سے ایک وفد کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رات بھر غائب رہے اور ہمیں رہ رہ کر بار بار یہی خیال گزرتا کہ شاید کسی دشمن نے آپ کو دھوکہ دے دیا اور خدانخواستہ آپ کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ وہ رات ہماری بڑی بری طرح کٹی۔ صبح صادق سے کچھ ہی پہلے ہم نے دیکھا کہ آپ غار حرا کی طرف سے واپس آ رہے ہیں تو ہم نے رات کی ساری کیفیت بیان کر دی۔ تو آپ نے فرمایا میرے پاس جنات کا قاصد آیا تھا جس کے ساتھ جا کر انہیں میں نے قرآن سنایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ آج رات تم میں سے کون میرے ساتھ جنوں کی ملاقات کے لئے چلتا ہے میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا مکہ کے بالائی حصہ میں ایک جگہ لکیر کھینچ کر حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اس سے آگے نہ بڑھنا پھر آپؐ آگے تشریف لے گئے اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے اشخاص ہیں کہ جنہوں نے آپ کو گھیر رکھا ہے اور وہ میرے اور آپ کے درمیان میں حائل ہیں۔

الغرض کفار مکہ کے تکبر اور کفر کی مذمت میں یہ واقعہ سنایا جا رہا ہے کہ جنات جو کہ تکبر میں انسان سے زیادہ ہوتے ہیں وہ تو تکبر چھوڑ کے کفر سے دست بردار ہو گئے مگر تم اے اہل مکہ کو انسان ہو مگر کفر و تکبر سے باز نہیں آتے۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار سے اس وقت کا قصہ ذکر کیجئے جبکہ اللہ تعالیٰ جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آیا اور وہ قرآن کی آواز سن کر اس کے سننے کی طرف متوجہ ہوئے اور جب وہ آپ کے پاس آ پہنچے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ اور اس کلام کو سنو کہ کیا پڑھا جا رہا ہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن پڑھ چکے تو وہ جنات اس پر ایمان لے آئے اور چپ چاپ اپنی قوم کے پاس یہ خبر پہنچانے واپس گئے اور جا کر اپنی قوم جنات سے انہوں نے کہا کہ ہم ایک عجیب کلام سن کر آئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کیا گیا ہے اور جو پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور جس میں سچے عقیدہ اور عمل کا صحیح راستہ بتلایا گیا ہے تو اے قوم جنات تم اس اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اور ان کی رسالت پر یقین کر لو اور جو گناہ حالت کفر میں کر چکے ہو۔ اسلام کی برکت سے سب معاف ہو جائیں گے اور جو کہنا نہ مانے گا تو وہ کہیں بھاگ کر خدا کی مار سے نہیں بچ سکتا اور نہ کوئی اسے بچا سکتا ہے اور ایسے لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں کہ باوجود داعی الی اللہ کے حق ہونے پر ان کی بات نہیں مانتے۔

یہاں آیت میں جنات نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل کا ذکر چھوڑ دیا تو اس کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ انجیل اکثر شرائع میں توراۃ کے تابع تھی اور وہ دراصل توراۃ کو پورا کرنے والی تھی۔ اس میں زیادہ تر وعظ کے اور دل کو نرم کرنے کے بیانات تھے حرام و حلال کے مسائل بہت کم تھے۔ پس اصل چیز یعنی مستقل کتاب توراۃ ہی رہی اسی لئے ان جنات نے اسی کا ذکر کیا۔

اب خاتمہ کی آیات میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے اور کفار و منکرین کو اپنے کفر کی بنا پر سزا پانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایذائیں پہنچا رہے تھے ان پر آپ کو صبر و تحمل کرنے کی تلقین فرمائی گئی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْىِۦَ

کیا اُن لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے،

الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ

کیوں نہ ہو بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جس روز وہ کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جاویں گے (ا[illegible]ـے [illegible]چھا جاوے گا) کیا یہ دوزخ

هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا [illegible] ـمُرُوْنَ ۞ فَاصْبِرْ كَمَا

امرِ واقعی نہیں ہے وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم ضرور امرِ واقعی ہے، ارشاد [illegible] میں اس کا عذاب چکھو تو آپ صبر کیجئے، جیسے

صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْـ[illegible] ـهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ

اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا، اور ان لوگوں کیلئے ا[illegible] (الٰہی) کی جلدی نہ کیجئے، اور جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے

لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا [illegible] مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۞

جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو گویا یہ لوگ دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں، یہ پہنچا دینا ہے، سو وہی برباد ہوں گے جو نافرمانی کریں گے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	الَّذِىْ وہ جس نے	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ پیدا کیا آسمانوں کو	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَلَمْ يَعْىَ اور وہ تھکا نہیں	
بِخَلْقِهِنَّ ان کے پیدا کرنے سے	بِقٰدِرٍ وہ قادر ہے	عَلٰٓى پر	اَنْ يُّحْىِۦَ کہ وہ زندہ کرے	الْمَوْتٰى مردے	بَلٰٓى ہاں	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰى پر
كُلِّ شَىْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	وَيَوْمَ اور جس دن	يُعْرَضُ پیش کیے جائیں گے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا (کافر)			
عَلَى النَّارِ آگ کے سامنے	اَلَيْسَ کیا نہیں	هٰذَا یہ	بِالْحَقِّ حق	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلٰى ہاں	وَرَبِّنَا ہمارے رب کی قسم	قَالَ وہ فرمائے گا
فَذُوْقُوا پس تم چکھو	الْعَذَابَ عذاب	بِمَا وہ جس	كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ تم انکار کرتے تھے	فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	كَمَا جیسے	صَبَرَ صبر کیا	
اُولُوا الْعَزْمِ اولو العزم	مِنَ سے	الرُّسُلِ رسولوں	وَلَا تَسْتَعْجِلْ اور جلدی نہ کریں	لَّهُمْ ان کیلئے	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ		
يَوْمَ يَرَوْنَ جس دن دیکھیں گے وہ	مَا يُوْعَدُوْنَ جس کا وعدہ کیا جاتا ہے ان سے	لَمْ يَلْبَثُوْٓا وہ نہیں ٹھہرے	اِلَّا مگر صرف	سَاعَةً ایک گھڑی			
مِّنْ نَّهَارٍ دن کی	بَلٰغٌ پہنچانا	فَهَلْ يُهْلَكُ پس نہیں ہلاک ہوں گے	اِلَّا مگر	الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ نافرمان لوگ			

تفسیر وتشریح: یہ سورۂ احقاف کی خاتمہ کی آیات ہیں گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنات کی ایک جماعت نے قرآن کریم سن کر بڑا اثر لیا اور انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم جنات کو سمجھایا کہ ہم ایک عجیب کلام سن کر آئے ہیں جو دین حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لئے تم سب اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اگر ایسا کرو گے تو جیسا اس کلام میں وعدہ کیا گیا ہے تمہارے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور آخرت میں تم کو دردناک عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا ورنہ قیامت کے دن نافرمانی کی سخت سزا بھگتنی ہوگی تو جنات کے قرآن کریم سے متاثر ہو کر ایمان لانے اور قیامت وجزا و سزا پر یقین لے آنے کا واقعہ سنا کر سورۃ کے اخیر میں پھر کفار و منکرین قیامت وحشر ونشر کو وقوع قیامت کا یقین دلایا جاتا ہے اور ایسے منکرین کو جو قیامت میں سزا ہوگی وہ یاد دلائی جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو جنہیں کفار ومشرکین ہر طرح کی شرارتوں اور ایذاؤں سے اس وقت ستا رہے تھے ہمت کے ساتھ صبر وسہار کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے جو مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کے منکر ہیں اور قیامت کے دن جسموں سمیت جی اٹھنے کو محال جانتے ہیں یہ نہیں

دیکھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسمان وزمین جیسی عظیم الشان چیزوں کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور بنا کر کھڑا کر دیا اور اس آسمان وزمین کے بنانے میں حق تعالیٰ کو کوئی محنت ومشقت نہیں اٹھانی پڑی کہ اسے تکان ہو جاتی بلکہ صرف اس کے حکم ''کن'' سے موجود ہو گئے۔ تو جو اتنی کامل قدرت اور قوت والا ہو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے اور زندہ کر کے ان کے دنیا کے اعمال کا حساب لے اور اچھوں کو اچھائی کی جزا اور بروں کو برائی کی سزا دے؟ اس کا جواب حق تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ بلاشبہ وہ تو ہر شے پر قادر ہے اور اسی میں موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا بھی شامل ہے۔ آگے وقوع قیامت اور یوم حشر ونشر کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب یہ منکرین جہنم میں ڈالے جانے سے پہلے جہنم کے کنارہ پر لا کر کھڑے کئے جائیں گے تو ایک مرتبہ پھر لاجواب اور بے حجت کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیوں اللہ کے وعدے اور دوزخ کا عذاب اب تو صحیح نکلے یا اب بھی شک وشبہ اور انکار وتکذیب ہے؟ یہ جادو تو نہیں؟ تمہاری آنکھیں تو اندھی نہیں؟ جو دیکھ رہے ہو صحیح دیکھ رہے ہو یا درحقیقت صحیح نہیں؟ جہنم کا عذاب اور اس کا وجود واقعی چیز ہے یا نہیں؟ اس وقت یہ دنیا کے منکرین اور متکبرین سے سوائے اقرار کے کچھ بن نہ پڑے گا اور سب ذلیل ہو کر اقرار کریں گے کہ بے شک سب واقعی ہے جو دنیا میں کہا گیا تھا وہ سب حق نکلا۔ ہم غلطی پر تھے جو اس کا انکار کیا کرتے تھے خدا کی قسم اب ہمیں رتی برابر بھی شک نہیں۔ اس وقت کہا جائے گا کہ اچھا اب اس انکار وتکذیب کا مزہ چکھو تو یہاں سے صاف سمجھ میں آیا کہ انسان کو دنیا میں جتنی سمجھ بوجھ اور عقل ودانائی دی گئی ہے وہ اگر اس سے صحیح طور پر اور ٹھیک طریقہ سے کام لے تو تین باتیں اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

(۱) ایک آسمان وزمین کو دیکھ کر وہ ضرور پہچان لے گا کہ اس کا بنانے والا کوئی ایک قادر مطلق ضرور ہے پھر کائنات کے اس باقاعدہ نظام کو دیکھ کر وہ سمجھ لے گا کہ اس کا قائم رکھنے والا بھی وہی ایک ہے اور اس کا مقابل ومزاحم کوئی دوسرا نہیں اور وہ اللہ کی ذات عالی ہے۔

(۲) دوسرے انسان کو دنیا میں غلط راستہ سے بچانے اور صحیح راستہ پر ڈالنے کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان میں اپنے رسول ہادی اور پیغمبر بھیجے اور ان کو ہدایت نامہ دے چنانچہ دنیا میں رسولوں کا سلسلہ اور ان کو کتابوں کا ملنا برحق ہے جس کی آخری کڑی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو آخری کتاب قرآن کریم عطا ہوئی۔

(۳) تیسرے انسان کی اس دنیا کی زندگی کے عمل اور کارنامہ کی جزا وسزا از روئے عدل وانصاف لازمی اور ضروری ہونی چاہئے اور اس کے لئے ایک دوسری زندگی ہونی چاہئے جس میں وہ جزا وسزا پوری ہو اور اسی کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے۔

سورۃ کے اخیر میں بطور تسلی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ کی قوم نے اگر آپ کو جھٹلایا آپ کی قدر ومنزلت نہ کی آپ کی مخالفت اور ایذا رسانی کے درپے ہوئے تو یہ کوئی آپ کے ساتھ نئی بات نہیں ہے۔ اگلے اولوالعزم پیغمبروں کو یاد کیجئے کہ کیسی کیسی ایذائیں اور مصیبتیں اور تکلیفیں سہیں؟ اور کن کن مخالفوں کی مخالفت کو برداشت کیا؟ تو جب آپ کو معلوم ہو چکا کہ ان منکرین کو سزا ملنی ضرور ہے آخرت میں ملے یا دنیا میں بھی۔ تو آپ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کریں بلکہ میعاد معین تک صبر کرتے رہیں جیسا اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔ بعض علمائے سلف نے لکھا ہے کہ یوں تو سبھی پیغمبر اولوالعزم یعنی ہمت والے ہوتے ہیں لیکن عرف میں پانچ پیغمبر خصوصی طور پر اولوالعزم کہلاتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے آپ کے متبعین کو ہمت دلائی گئی کہ ان کافروں کی شرارت وایذاؤں سے نہ گھبرائیں اور ان کے معاملہ میں انتقام الٰہی کی جلدی نہ کریں اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ جب ان کو آخرت میں سزا ملے گی اور جب یہ اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت غایت شدت عذاب سے انہیں ایسا معلوم ہوگا کہ گویا یہ لوگ دنیا میں صرف ایک گھڑی رہے ہیں یعنی دنیا کی طویل مدت اتنی قصیر اور چھوٹی معلوم ہوگی سورۃ کے آخری جملہ میں تمام باتوں کا لب لباب اور خلاصہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کو نصیحت کی بات پہنچا دی اور سب نیک وبد سمجھا دیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اتمام حجت ہو چکا کہ اب تبلیغ کے بعد کسی کو کوئی عذر نہیں رہا۔ اب جو نہ مانیں گے اور نافرمانی کریں گے وہی برباد ہوں گے اللہ تعالیٰ کسی کو بے قصور نہیں پکڑتے اس کی طرف سے حجت تمام ہو چکی اور تمام انسانوں کو ایک پیغام پہنچا دیا اب جو اس پیغام کو نہ مانیں گے اور اس کے نافرمان ہو کر رہیں گے انہی کی شامت آئے گی۔

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے روکا خدا نے اُن کے عمل کالعدم کردیئے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ

اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا، اور ان کی حالت

بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ

درست رکھے گا یہ اسی وجہ سے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہلِ ایمان صحیح راستہ پر چلے۔ جو ان کے رب کی طرف سے ہے،

رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝

اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کیلئے اُن کے حالات بیان فرماتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ جو لوگ	كَفَرُوْا کافر ہوئے	وَصَدُّوْا اور انہوں نے روکا	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	اَضَلَّ اکارت کردیئے		
اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	وَاٰمَنُوْا اور وہ ایمان لائے		
بِمَا نُزِّلَ اس پر جو نازل کیا گیا	عَلٰى مُحَمَّدٍ محمدؐ پر	وَهُوَ اور وہ	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَّبِّهِمْ ان کا رب	كَفَّرَ اس نے دُور کردیئے	عَنْهُمْ ان سے
سَيِّاٰتِهِمْ انکی برائیاں (گناہ)	وَاَصْلَحَ اور درست کردیا	بَالَهُمْ ان کا حال	ذٰلِكَ بِاَنَّ یہ اس لئے کہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا			
اتَّبَعُوا انہوں نے پیروی کی	الْبَاطِلَ باطل	وَاَنَّ اور یہ کہ	الَّذِيْنَ جو لوگ	اٰمَنُوا ایمان لائے	اتَّبَعُوا انہوں نے پیروی کی	الْحَقَّ حق	
مِنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب (کی طرف) سے	كَذٰلِكَ اسی طرح	يَضْرِبُ اللّٰهُ اللہ بیان کرتا ہے	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	اَمْثَالَهُمْ ان کی مثالیں			

تفسیر وتشریح: الحمدللہ ۲۶ ویں پارہ کی سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیان شروع ہو رہا ہے اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام و زمانہ نزول خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ابتداء ہی میں ایمان والوں کے متعلق بتلایا گیا وامنوا بما نزل علیٰ محمد (اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے) اس سورۃ کا نام محمد اسی جملہ سے ماخوذ ہے یہ سورۃ مدنی ہے اور مدینہ میں ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۴۷ ویں سورۃ ہے۔ مگر بحساب نزول اس کا شمار ۹۶ لکھا ہے یعنی ۹۵ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۱۸ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۸ آیات ۴ رکوعات ۵۵۸ کلمات اور ۲۴۷۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں اس سورۃ کے مرکزی مضامین حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اسلام کی مخالفت کرنے والے اور دین الٰہی کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرنے والے دشمنان حق سے جہاد و قتال کی اجازت دی جاتی ہے۔

(۲) جہاد و قتال سے متعلق اصولی ہدایت واحکام دیئے جاتے ہیں۔

(۳) منافقین اوران کی ریشہ دوانیوں کی نشان دہی فرمائی جاتی ہے۔

(۴) اطاعت الٰہی اوراتباع رسول کی تاکید فرمائی جاتی ہے۔

(۵) دنیا کی زندگی کی حقیقت بتلائی جاتی ہے کہ یہ ایک زمانہ مہلت ہے اورآزمائش کا دور ہے۔

(۶) بخل کی مذمت فرما کر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

(۷) کفار ومشرکین کی دنیا اورآخرت میں نامرادیوں کی پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے اورمسلمانوں کوانجام کار کامیابی کی بشارت دی جاتی ہے۔

یہ تو ہیں خاص مضامین اس سورت کے لیکن خلاصہ پوری سورت کا یہ ہے کہ سورت کی ابتدا میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ اوراس کے رسول اوراس کی کتاب اوراس کے دین کا دنیا میں انکار کردیا وہ اپنے گمان میں چاہے جتنے نیک کام کریں لیکن اللہ کے ہاں آخرت میں وہ سب بیکار ہیں۔ اوران سے انہیں آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہاں جولوگ اللہ کو مان کر اور قرآن کو سچا جان کر نیک کام کریں گے اورقرآن کو اپنا رہنما قرار دیں گے ان کی دنیا اورآخرت دونوں سنور جائیں گے پھر اہل اسلام کوحکم دیا جاتا ہے کہ اگر کافر اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور ان سے لڑنا ہی پڑ جائے تو ہمت اور بہادری سے کام لواوران کی گردنیں اڑاؤ اوران کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرو کیونکہ دنیا سے فساد کا اورفسادیوں کا مٹانا امن وامان کا قائم کرنا ضروری ہے جب فسادی پست ہوجائیں اورلڑائی رک جائے تو باقی ماندہ فسادیوں کو قید کرلو اس کے بعد جیسی مصلحت ہوان کے ساتھ سلوک کرواگر چھوڑ دینے میں مصلحت ہو یوں ہی چھوڑ دو ورنہ ان سے کچھ معاوضہ لے لو۔ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو یوں بھی ہلاک وتباہ کرسکتا تھا لیکن چونکہ بندوں کی آزمائش مقصود ہے اس لئے ان سے لڑنے کا حکم دیا گیا تاکہ دین اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کوانعام واکرام سے مالا مال کیا جائے۔ اور جو اللہ کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے اس کو اس کی قربانی کی پوری پوری جزا دی جائے۔ پھر ایمان والوں کونصیحت کی جاتی ہے کہ اے ایمان والو اگرتم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا پھر کافروں کوتنبیہ کی جاتی ہے کہ ان کو پہلے زمانہ کے کافروں کے حالات دیکھ کر اور سن کر ان سے عبرت لینی چاہئے وہ لوگ ان منکرین سے بہت زیادہ زبردست تھے لیکن ان کے اعمال کی شامت سے اللہ نے انہیں تباہ کردیا۔ جب وہی نہیں بچے تو یہ کیا بچیں گے اورآخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ پھر منافقوں کی قلعی کھولی گئی ہے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور بہت بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے تھے لیکن جب دشمنوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا تو لگے بزدلی دکھانے اور جان چرانے ایسے منافقوں کے متعلق بتایا گیا کہ یہ سب اپنی خواہشوں کے غلام ہیں اور سیدھی راہ سے بہت دور ہیں ان کی آنکھیں قیامت ہی کوکھلیں گی لیکن اس وقت کی بیداری سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اخیر میں اہل اسلام کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ تم توحید کو مضبوط پکڑو اوراپنے لئے اور ایمان والوں کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہو اسلام کا سیدھا راستہ سچے دل سے اختیار کرو اللہ کی اوراس کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اورتمام ارکان اسلام مثل زکوٰۃ وغیرہ ادا کرو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو اورایسا کرنے میں تمہارا ہی بھلا ہے دین کا بھی اور دنیا کا بھی اوراگر بخل کروگے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے جان چراؤ گے تو اپنا ہی نقصان کروگے۔ اللہ کو تو تمہارے مال کی ضرورت نہیں وہ تو احتیاج سے پاک ہے البتہ تم ہر طرح اللہ کے محتاج ہو اس لئے اگرتم حکم ماننے سے جی چراؤ گے تو اللہ تمہارے بدلہ کوئی اور قوم کھڑی کردے گا جو تمہاری طرح نافرمانی نہ کرے گی یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات آئندہ درسوں میں انشاء اللہ بیان ہوں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا کافر اور مومن کے درمیان جو امتیاز ہے اس کے بیان سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں کفر کا ارتکاب کیا یعنی اللہ کی وحدانیت اوراس کی الوہیت کوتسلیم نہ کیا اللہ کے رسول کا کہنا نہ مانا۔ اللہ کی کتاب کے احکام وقوانین کے مطابق اپنی زندگی نہ گزاری اور

اس کے بتلائے ہوئے عقیدوں کے خلاف عقیدہ رکھے اور پھر یہ سب کچھ صرف اپنی ذات ہی سے نہ کیا بلکہ دوسروں کو بھی خدا کی راہ سے روکا اور اسلام دشمنی میں ہر طرح سے کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے اور ان کی نیکیاں جو انہوں نے اپنے زعم میں کی تھیں سب آخرت میں بیکار ہوگئیں بوجہ عدم ایمان کے اس لئے آخرت میں ان کو ان کا کوئی بہتر نتیجہ نہیں مل سکتا اور برخلاف ان کے جو لوگ دنیا میں دل سے ایمان لائے اور جسم سے مطابق شرع کام کئے یعنی ظاہر و باطن دونوں خدا کی طرف جھکا دیئے اور احکام الٰہیہ کی فرمانبرداری اختیار کی اور اس وحی الٰہی کو بھی مان لیا جو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے یعنی اس کتاب کو مانا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات اور گناہوں کو معاف فرما دے گا اور دونوں جہاں میں ان کی حالت درست رکھے گا دنیا میں تو اس طرح کی ان کو اعمال صالحہ کی توفیق بڑھتی جائے گی اور آخرت میں اس طرح کہ ان کو مغفرت ونجات حاصل ہوگی یہاں جو مومنین کی خوشحالی اور کفار کی بدحالی بیان فرمائی گئی آگے اس کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ کفار کے اعمال آخرت میں غارت کر دینے اور مومنوں کی برائیاں معاف فرما دینے اور ان کی شان سنوار دینے کی وجہ یہ ہے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح راستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے آیا ہے اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ اس طرح کھول کھول کر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے بھلے برے احوال پر متنبہ کرتا ہے تاکہ باطل پرستی کی نحوست وشامت اور حق پرستی کی برکت ان کے پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔

یہاں آیت **والذین امنوا و عملوا الصلحت وامنوا بما نزل علیٰ محمد** میں یہ لائق غور ہے کہ یہاں دو مرتبہ **امنوا** کا لفظ استعمال کیا گیا حالانکہ پہلے **امنوا** میں یعنی جو لوگ ایمان لائے اس میں اللہ پر ایمان لانا رسول اللہؐ پر ایمان لانا قرآن پر ایمان لانا سب شامل ہے مگر قرآن کی بزرگی اور بلندی مرتبہ کے اظہار میں پہلے **امنوا** کے ساتھ پھر تخصیص سے فرمایا **وامنوا بما نزل علیٰ محمد** وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔تو یہاں صاف اس بات کی خبر ہے کہ ایمان جب پورا ہوتا ہے کہ جب قرآن پر پورا یقین ہو اور بڑا رکن ایمان کا یہی ہے اب یہاں ایک صحیح حدیث بخاری شریف کی سنئے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔اس حدیث شریف پر محدثین نے لکھا ہے کہ انکار دو قسم پر ہے ایک یہ صاف زبان سے انکار کرے ایسا منکر تو کھلا ہوا کافر ہے اور وہ کبھی جنت میں نہیں داخل ہو سکتا دوسرا یہ کہ زبان سے تو اقرار کرتا ہے مگر اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ یہ گویا اقرار تو کر رہا ہے مگر جب نافرمانی کرنے میں زبان سے انکار کرنے والے کے برابر ہے تو ایک نظر میں گویا یہ بھی منکر ہے لہذا اسے بھی ان منکرین کے ساتھ کچھ عرصہ رہنا ہوگا گو اپنے قلبی اقرار کی وجہ سے پھر نجات ہو جائے تو معلوم ہوا کہ رسول کا یا قرآن کا محض زبان سے اقرار کرنا کافی نہیں جبکہ طرز عمل سے اس زبانی اقرار کے خلاف کرے کیونکہ نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں تو زبانی دعویٰ تو آج ہر ایک مسلمان قرآن پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا کرتا ہے مگر اس حدیث سے اور **وامنوا بما نزل علیٰ محمد** یعنی اس پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔صاف معلوم ہوا کہ حقیقت ایمان کی اطاعت کے ساتھ ہے اور ایمان کی اصل بنیاد اس پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن کریم کی تمام تعلیمات کو صدق دل سے قبول کیا جائے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا ہی ایمان نصیب فرمائیں۔

الغرض یہاں کفار کا مقصد اور اللہ کے راستہ سے روکنے والا اور غلط راستہ پر چلنے والا بیان فرمایا گیا آگے ان مفسدین کے فساد دفع کرنے کا حکم دیا جاتا ہے یعنی بعض احکام متعلقہ جہاد بیان فرمائے جاتے ہیں جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا

سو تمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خوں ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو، پھر اس کے بعد

مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۬ ذٰلِكَ ؕۛ وَ لَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ

یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں، یہ حکم بجا لانا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا

وَ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ

لیکن تاکہ تم میں ایک کا دوسرے کے ذریعہ سے امتحان کرے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں، اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

سَیَهْدِیْهِمْ وَ یُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ وَ یُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۞ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا

اللہ تعالیٰ اُن کو مقصود تک پہنچادے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔ اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی اُن کو پہچان کرا دے گا۔ اے ایمان والو اگر تم

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۞

اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدم جما دے گا۔

فَاِذَا پھر جب تم	لَقِیْتُمُ بھڑ جاؤ	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	فَضَرْبَ تو مارو تم	الرِّقَابِ گردنیں	حَتّٰی یہاںتک	اِذَا جب
اَثْخَنْتُمُوْهُمْ خوب خونریزی کرچکو انکی	فَشُدُّوا تو مضبوط کرلو	الْوَثَاقَ قید فَاِمَّا	پس یا	مَنًّا احسان کرو	بَعْدُ اس کے بعد	وَاِمَّا اور یا
فِدَآءً معاوضہ	حَتّٰی یہاںتک	تَضَعَ الْحَرْبُ رکھ دے لڑائی (لڑنے والے)	اَوْزَارَهَا اپنے ہتھیار	ذٰلِكَ یہ	وَلَوْ اور اگر	یَشَآءُ اللّٰهُ اللہ چاہتا
لَانْتَصَرَ ضرور انتقام لیتا	مِنْهُمْ ان سے	وَلٰكِنْ اور لیکن	لِیَبْلُوَا تاکہ آزمائے	بَعْضَكُمْ تم سے بعض کو	بِبَعْضٍ بعض (دوسرے) سے	
وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	قُتِلُوْا مارے گئے	فِیْ میں	سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	فَلَنْ یُّضِلَّ تو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا	اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	
سَیَهْدِیْهِمْ وہ جلد ان کو ہدایت دے گا	وَیُصْلِحُ اور سنوارے گا	بَالَهُمْ ان کا حال	وَیُدْخِلُهُمُ اور داخل کرے گا انہیں	الْجَنَّةَ جنت		
عَرَّفَهَا لَهُمْ اسنے جس سے شناسا کردیا ہے انہیں	یٰۤاَیُّهَا اے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے (مومن)	اِنْ اگر	تَنْصُرُوا اللّٰهَ تم مدد کروگے اللہ کی		
	یَنْصُرْكُمْ وہ مدد کریگا تمہاری	وَیُثَبِّتْ اور جمادے گا	اَقْدَامَكُمْ تمہارے قدم			

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں مومن اور کافر کے اعمال میں امتیاز وفرق بتلایا گیا تھا کہ اللہ کے دین کو قبول کر لینے کے باعث مومن کی نیکیاں ثابت اور برائیاں معاف فرما دی جاتی ہیں اور کافر کے نہ ماننے کے باعث یہ سزا ہے کہ نیکی برباد اور گناہ لازم تو مومن اور کافر کے اعمال کا آخرت میں فرق بتلا کر جتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کھول کھول کر لوگوں کو ان کے برے بھلے اعمال پر متنبہ کرتا ہے تا کہ وہ باطل پرستی کی نحوست اور شامت سے بچیں اور حق پرستی کی برکت کو حاصل کریں اور کفار کے متعلق یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ خود تو کافر ہوئے لیکن اور دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور اسلام دشمنی میں ہر طرح سے کوشش کرتے ہیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب کفار ایسے مفسد ہیں تو اللہ تعالیٰ اب اہل ایمان کو ان کے فساد دفع کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ سو جب حق و باطل کا مقابلہ ہو جائے اور اہل ایمان اور کفار میں جنگ چھڑ جائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہیے باطل کا

3 زور جب ہی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے مفسد اور شریر مارے جائیں اور ان کے جتھے توڑ دیئے جائیں اس لئے ہنگامہ کارزار میں کسل و سستی بزدلی اور توقف و تردد کو ذرا راہ نہ دو اور دشمنان خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ باک نہ کرو۔ جب ان کی کافی خون ریزی کے بعد اہل ایمان کی دھاک بیٹھ جائے اور ان مفسدین کا زور ٹوٹ جائے اس وقت ان کو قیدی بھی بنا سکتے ہو۔ یہ قید و بندان کے لئے ممکن ہے تازیانہ عبرت کا کام دے اور مسلمانوں کے پاس رہ کر ان کو اپنی اور اہل اسلام کی حالت جانچنے اور اسلامی تعلیمات میں غور کرنے کا موقع ملے اور شدہ شدہ وہ لوگ حق و صداقت کا راستہ اختیار کرلیں یا اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو بدوں کسی معاوضہ کے ان پر احسان کر کے قید سے رہا کر دیں اس صورت میں بہت سے افراد ممکن ہے کہ مسلمانوں کے احسان اور خوبی اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف راغب ہوں اور مسلمانوں کے دین سے محبت کرنے لگیں اور مسلمان یہ بھی کر سکتے ہیں کہ زرفدیہ لے کر یا مسلمان قیدیوں کے مبادلہ میں ان کفار قیدیوں کو چھوڑ دیں۔ اس میں کئی طرح کے فائدے ہیں۔ بہرحال حکم یہ ہے کہ اگر ان اسران جنگ کو ان کے وطن کی طرف مسلمان واپس کریں تو دو ہی صورتیں ہیں۔ معاوضہ میں چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کرنا۔ ان میں جو صورت بھی امام المسلمین کے نزدیک اصلح ہو اختیار کرسکتا ہے۔ ہاں اگر قیدیوں کو ان کے وطن کی طرف واپس کرنا مصلحت نہ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں ذمی بنا کر بطور رعیت کے رکھنا یا غلام بنالینا یا قتل کر دینا۔ احادیث سے قیدی کو قتل کرنے کا ثبوت صرف خاص خاص حالات میں ملتا ہے جبکہ وہ کسی ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہو جس کی سزا قتل سے کم نہیں ہوسکتی تھی۔ البتہ غلام یا رعیت بنا کر رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں اور یہ قید و قتل اس وقت تک ہے جب تک کہ یہ حرب ضرب کا سلسلہ جاری ہے اگر لڑنے والے دشمن اپنے ہتھیار رکھ دیں اور جنگ موقوف ہو جائے یا مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلیں یا مصلحت کرلیں تو یہ سلسلہ قید و بند بھی موقوف ہو جائے گا۔

یہاں ان قرآنی احکام سے متعلق ان آیات کے تحت حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں ایک اہم بات یہ بھی لکھی ہے کہ ”یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا حکم صرف اباحت اور جواز کی حد تک ہے یعنی اگر اسلامی حکومت مصالح کے مطابق سمجھے تو انہیں غلام بنا سکتی ہے۔ ایسا کرنا مستحب یا واجب فعل نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث کے مجموعی ارشادات سے آزاد کرنے کا افضل ہونا سمجھ میں آتا ہے اور یہ اجازت بھی اس وقت تک کے لئے ہے جب تک اس کے خلاف دشمن سے کوئی معاہدہ نہ ہوا اور اگر دشمن سے یہ معاہدہ ہو جائے کہ نہ وہ ہمارے قیدیوں کو غلام بنائیں گے نہ ہم ان کے قیدیوں کو تو پھر اس معاہدہ کی پابندی لازم ہو گی۔ ہمارے اس زمانہ میں دنیا کے بہت سے ملکوں نے ایسا معاہدہ کیا ہوا ہے۔ لہٰذا جو اسلامی ممالک اس معاہدہ میں شریک ہیں ان کے لئے غلام بنانا اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ معاہدہ قائم ہے“۔ (معارف القرآن جلد ۸ ص ۲۷)

آگے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب میں اس کی وجہ بتائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو یہ قدرت ہے کہ ان کافروں اور دشمنان اسلام کو کوئی آسمانی عذاب بھیج کر ”عاد“ و ”ثمود“ وغیرہ کی طرح ہلاک کر ڈالے لیکن جہاد و قتال مشروع کر کے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا امتحان لینا تھا۔ وہ دیکھتا ہے کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر جان و مال نثار کرنے کے لئے تیار ہیں اور کفار میں سے کتنے لوگ ان تنبیہی کارروائیوں سے بیدار ہوتے اور اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ جو اللہ نے دے رکھی ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں اس جہاد و قتال میں شہید ہوئے خواہ بظاہر یہاں کامیاب نظر نہ آتے ہوں لیکن حقیقۃً وہ کامیاب ہیں اللہ ان کے کام ضائع نہ کرے گا بلکہ انجام کار ان کی محنت ٹھکانے لگائے گا ان کو جنت کی طرف راہ دے گا اور آخرت کے تمام منازل و احوال میں ان کا حال درست رکھے گا اور جس جنت کا حال ان کو انبیاء علیہم السلام کی زبان سے معلوم ہو چکا تھا وہ اس میں داخل کئے جائیں گے اور وہاں پہنچ کر ہر جنتی اپنے ٹھکانے کو خود بخود پہچان لے گا اس کے دل کی کشش ادھر ہی ہو گی جہاں اس کو رہنا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہو گا کہ

جنتیوں کے دلوں میں خود بخود جنت کے اپنے اپنے مقام اور اس میں ملنے والی نعمتوں حور وقصور سے ایسی واقفیت کر دیجائے گی جیسے وہ ہمیشہ انہی میں رہتے اور ان سے مانوس تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جنت ایک نیا عالم ہونے کی بنا پر اس میں ایک جنتی کو اپنا مقام تلاش کرنے میں اور وہاں کی چیزوں سے مناسبت اور تعلق قائم ہونے میں وقت لگتا اور ایک مدت تک اجنبیت کے احساس سے قلب مطمئن نہ ہوتا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دین حق دے کر بھیجا ہے کہ تم دنیا میں جس طرح اپنی بیبیوں اور گھروں سے واقف اور مانوس ہو اس سے بھی زیادہ اپنے جنت کے مقام اور وہاں کی بیبیوں سے واقف اور مانوس ہو جاؤ گے۔ (مظہری، معارف القرآن جلد ۹)

اور شہداء یعنی اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دینے والوں کی خصوصیت میں حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس چھ باتیں ہیں۔ اول خون ٹپکنے میں اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں دوسرے بہشت میں جو اس کی جگہ ہے وہ دکھائی جاتی ہے۔ تیسرے وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور بڑی گھبراہٹ سے بے خوف رہتا ہے۔ چوتھے عزت کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے کہ ایک یاقوت اس میں کا دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے بہتر ہے اور پانچویں ۷۲ حوروں سے اس کا نکاح ہوتا ہے اور چھٹے اس کے قرابت داروں میں سے ستر آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول ہوتی ہے۔ اخیر میں ایمان والوں کو خطاب ہوتا ہے کہ اے ایمان والو اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو گے اور اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھے گا اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمہارے قدم جمادے گا۔

یہاں یہ آیت بڑی قابل غور ہے یٰایھا الذین امنوآ ان تنصروا االله ینصرکم و یثبت اقدامکم اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔ تو اللہ کی مدد سے مراد ہے اللہ کے دین کی مدد یہاں صاف فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور جب اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں تو پھر کامیابی میں کیا شک؟ تو گویا اللہ کی مدد مشروط ہے اللہ کے دین کی مدد کے ساتھ اسی سے اس کی ضد بھی سمجھ لی جائے کہ اگر اللہ کے دین کی مدد نہیں کی جائے گی تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل حال نہ ہوگی اور پھر جب اللہ کی مدد شامل نہ ہوگی تو پھر جو درگت مسلمانوں کی بنے اور جو سزا ملے اور جو ناکامی پیش آئے وہ تھوڑی ہے مسلمانوں سے یہ خطاب صاف ظاہر فرما رہا ہے کہ اے مسلمانو اگر تم اللہ کی مدد کو اپنے شامل حال رکھنا چاہتے ہو تو پھر اللہ کے دین کی مدد کی شرط پوری کرنا بھی لازمی ہے اور اللہ کے دین کی مدد کیا ہے؟ یہی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں دین کو قائم کیا جائے احکام شریعت جاری وساری ہوں قوانین خداوندی کی پابندی ہو۔ شعائر اسلام کا قیام ہو ان کی عظمت و بلندی ہو۔ قرآنی اوامر ونواہی کا نفاذ ہو جن باتوں کے کرنے کا اللہ ورسول نے حکم دیا ہے ان کا اتباع اور فرمانبرداری ہو اور جن باتوں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے ان سے کامل اجتناب اور دوری اور پرہیز ہو حکومت ہو تو قرآن وسنت کے موافق عدالت وانصاف ہو تو قرآن وحدیث کے مطابق تعزیرات اور سزائیں ہوں تو اسلامی قوانین کے ماتحت الغرض قرآن میں ایک دو جگہ نہیں دسیوں جگہ یہ صاف صاف فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی حمایت ونصرت بندوں کے ساتھ ان کے ایمان واسلام کے ساتھ ہے اس لئے اللہ کی حمایت اور نصرت اور تائید حاصل جبھی ہو سکتی ہے جب ایمان واسلام کا دامن مضبوطی سے تھاما جائے اللہ تعالیٰ دین واسلام کی سچی محبت و اطاعت ہم سب کو ہماری قوم کو ہمارے ملک کو اور تمام عالم کے مسلمانوں کو نصیب فرمائیں آمین۔ غرض کہ یہاں تک تو خطاب اور بیان اہل ایمان کے متعلق ہوا آگے کفار کے متعلق بیان ہے کہ دین و دنیا میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا جو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے کہ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿٨﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ

اور جولوگ کافر ہیں اُن کیلئے تباہی ہے اوراُن کے اعمال کو خدا تعالیٰ کالعدم کردے گا۔ یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا سو اللہ تعالیٰ نے ان کے

اَعْمَالَهُمْ ﴿٩﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ

اعمال کو اکارت کردیا۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں، اورانہوں نے دیکھا نہیں کہ جولوگ ان سے پہلے ہوگذرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا، کہ خدا تعالیٰ نے اُن پر

عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿١٠﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ

کیسی تباہی ڈالی، اوران کافروں کیلئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے کو ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی

لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿١١﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

کارساز نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾

نہریں بہتی ہوں گی، اور جولوگ کافر ہیں وہ عیش کررہے ہیں اوراس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

وَ اور	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	فَتَعْسًا تو تباہی ہے	لَهُمْ ان کیلئے	وَاَضَلَّ اور اس نے ضائع کردیئے	اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل		
ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا اس لئے انہوں نے ناپسند کیا	مَا جو	اَنْزَلَ اللّٰهُ نازل کیا اللہ نے	فَاَحْبَطَ تو اکارت کردیئے	اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل		
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا کیا وہ چلے پھرے نہیں؟	فِى الْاَرْضِ زمین میں	فَيَنْظُرُوْا تو وہ دیکھ لیتے	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو	
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	دَمَّرَ تباہی ڈال دی	اللّٰهُ اللہ	عَلَيْهِمْ ان پر	وَلِلْكٰفِرِيْنَ اور کافروں کیلئے	اَمْثَالُهَا ان کی مانند	ذٰلِكَ یہ	
بِاَنَّ اللّٰهَ اسلئے کہ اللہ	مَوْلَى کارساز	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کا جو ایمان لائے	وَاَنَّ اور یہ کہ	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	لَا مَوْلٰى کوئی کارساز نہیں		
لَهُمْ ان کیلئے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	يُدْخِلُ داخل کرتا ہے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کئے			
جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	يَتَمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ اٹھاتے ہیں	
وَ اور	يَاْكُلُوْنَ وہ کھاتے ہیں	كَمَا جیسے	تَاْكُلُ کھاتے ہیں	الْاَنْعَامُ چوپائے	وَالنَّارُ اور آگ	مَثْوًى ٹھکانا	لَهُمْ ان کیلئے

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو جہاد وقتال کا حکم اور اس کی فرضیت کی حکمت بتلائی گئی تھی اوراس کی ترغیب میں کہا گیا تھا کہ جواہل ایمان اللہ کی راہ میں جہاد کرتے میں مارے جاویں گے اور شہید ہوجائیں گے تو گوان کی جان جاوے گی مگر ان کو اس جانبازی کا یہ نتیجہ ملے گا کہ وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے اس لئے اہل ایمان کو ترغیب دی گئی تھی کہ وہ جہاد میں قتل وقتال سے نہ ڈریں اور جی کھول کر بہادری سے کفار سے لڑیں۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی سنا دیا گیا تھا کہ اللہ کا حکم بجالانے والوں اوراس کا بول بالا کرنے والوں اوراس کے دین کی خاطر جان ومال قربان کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نصرت ومدد فرمائے گا اور دشمنوں کے مقابلہ میں اہل ایمان کے قدم جمادے گا۔ یہ تو حال اہل ایمان کا بیان فرمایا گیا تھا اب ان کے مقابلہ میں مکر چھپا ہے ان آیات میں کفار کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ جس طرح مومنین کے قدم جمادیئے جاتے ہیں اس کے برعکس منکروں کو منہ کے بل گرادیا جاتا ہے اور جیسے خدا کی طرف سے مومنین کی مدد کی جاتی

ہے اس کے خلاف کافروں کے کام برباد کر دیئے جاتے ہیں جب ان کافروں نے اللہ کی باتوں کو ناپسند کیا تو اللہ ان کے کام کیوں پسند کرے گا اور جو چیز خدا کو ناپسند ہو وہ محض اکارت ہے۔ دنیا ہی میں دیکھ لو منکروں کی کیسی گت بنی اور کس طرح ان کے منصوبے خاک میں ملا دیئے گئے۔ تو کیا آج کے کافروں کو ایسی سزائیں نہیں مل سکتیں۔ چنانچہ کفار مکہ کو ایمان والوں کے ہاتھوں دنیا میں بھی سزا ہوئی اور آخرت میں تو ظاہر ہی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ مومنین صالحین کا رفیق ہے جو وقت پر ان کی مدد کرتا ہے۔ کافروں کا ایسا رفیق کون ہے جو اللہ کے مقابلہ میں کام آسکے۔ لکھا ہے کہ غزوۂ احد میں ابوسفیان جو اس وقت کافروں کے سردار تھے انہوں نے رجزیہ اشعار فخریہ پڑھنے شروع کئے اور کہا **اعلی ھبل اعلی ھبل** یعنی ھبل بت کا بول بالا ہو۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے۔ **اللّٰہ اعلی واجل** یعنی سب سے زیادہ بلندی والا اور سب سے زیادہ عزت اور اکرام والا اللہ ہی ہے۔ ابوسفیان نے پھر کہا **لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم** ہمارا عزیٰ بت ہے تمہارا نہیں۔ اس کے جواب میں بفرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ نے کہا **اللّٰہ مولانا ولا مولالکم** اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا مولیٰ کوئی نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایماندار قیامت کے دن جنت نشین ہوں گے اور کفر کرنے والے خواہ دنیا میں کچھ ہی مزہ اڑا لیں لیکن ان کا اصلی ٹھکانہ جہنم ہے۔ دنیا میں ان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور پیٹ بھرنا ہے۔ جسے یہ جانوروں کی طرح اناپ شناپ سے بھر رہے ہیں۔ نہ حلال حرام کی تمیز نہ جائز ناجائز کا امتیاز۔ بس پیٹ بھرنے سے مقصود نتیجہ کی خبر نہیں کہ کل یہ کھایا پیا کس طرح نکلے گا۔ اچھا چند روزہ دنیا کے مزے اڑالیں آگے آگ کا گھر ان کے لئے تیار ہے۔

اب یہاں ان آیات میں خالص کافروں کی دنیا اور آخرت کی تباہی کا سبب یہ بتلایا گیا کہ یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا۔ اب غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرنا یہ خالص کفار کی صفت بیان کی گئی اور کس درجہ کا شدید جرم ہے مگر آج اسلام کا لیبل لگا کر ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرتے ہیں۔ مثلاً پانچ وقت کی جماعت سے مسجد میں آ کر نماز پڑھنا ان کے لئے تضیع اوقات ہے۔ مہینہ بھر کے روزہ رکھنا یہ ایک ان کے لئے صریح جبر ہے۔ مالداروں پر حج کا فرض ہونا اور قومی دولت کو غیر ملک میں جا کر خرچ کر دینا یہ ایک ناگوار امر ہے۔ شراب کو کیسے بند کیا جاسکتا ہے جبکہ غیر ملکیوں کی مہمانی کا یہ لازمی جزو ہے۔ چور کا ہاتھ کیونکر کاٹا جاسکتا ہے کیونکہ یورپ والے اسے غیر مہذب سزا کہتے ہیں۔ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیسے کیا جائے کہ یہ بے رحمی کی سزا ہے۔ سود کو بند کیسے کیا جائے کہ بغیر اس کے لئے دیئے تجارت اور معاشرہ میں ترقی کیسے ہوسکتی ہے۔ غرض اللہ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرنے والا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے کہ جو شریعت اسلامیہ کے قوانین اور احکام انہیں ایک نظر نہیں بھاتے اور پھر بوالعجبی یہ کہ ساتھ ہی اسلام اور ایمان کا دعویٰ ہے۔ اے کاش کوئی ان کو یہ آیات ہی سنا دے۔ اور کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث سنا دے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں۔ اب تو وہ وقت ہے کہ اپنی خواہشات کو دین کے تابع بنانا تو درکنار اب تو مظلوم دین کو اپنی خواہشات کا تابع بنایا جارہا ہے۔ (الا ماشاءاللہ) اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر بس رحم ہی فرمائیں۔ اور ہماری اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرمادیں۔ آمین۔ الغرض دین ایمان و اسلام اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور تعلق یہ دونوں جہان میں کامیابی کا باعث ہے۔ اور ان سے دوری اور بیزاری اور علیحدگی دین و دنیا دونوں کی تباہی و بربادی کا باعث ہے خواہ دیر ہو یا سویر۔ اسی کی کچھ مزید تشریح اور تائید اگلی آیات میں فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا، ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ

تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں گے کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی اُن کو مستحسن معلوم ہوتی ہے اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں۔

الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا، اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا،

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ

اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی، اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا، اور اُن کیلئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے

الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ ﴿۱۵﴾

اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی، کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جاوے گا سو وہ اُن کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

وَكَاَيِّنْ اور بہت سی	مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں	هِيَ وہ	اَشَدُّ بہت ہی سخت	قُوَّةً قوت میں	مِّنْ قَرْيَتِكَ آپ کی بستی سے	الَّتِيْٓ وہ جس		
اَخْرَجَتْكَ آپ کو نکال دیا	اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ہلاک کر دیا انہیں	فَلَا نَاصِرَ تو کوئی نہ مدد کرنیوالا	لَهُمْ ان کیلئے	اَفَمَنْ پس کیا جو	كَانَ ہے	عَلٰى پر		
بَيِّنَةٍ روشن راستہ	مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب سے ۔ کے	كَمَنْ اس کی طرح	زُيِّنَ لَهٗ آراستہ دکھائے گئے اس کو	سُوْٓءُ عَمَلِهٖ اس کے برے عمل				
وَاتَّبَعُوْٓا اور انہوں نے پیروی کی	اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	مَثَلُ مثال (کیفیت)	الْجَنَّةِ جنت	الَّتِيْ وُعِدَ وہ جو وعدہ کی گئی	الْمُتَّقُوْنَ پرہیزگاروں			
فِيْهَآ اس میں	اَنْهٰرٌ نہریں	مِّنْ سے ۔ کی	مَّاۗءٍ پانی	غَيْرِ اٰسِنٍ بدبو نہ کرنیوالا	وَاَنْهٰرٌ اور نہریں	مِّنْ لَّبَنٍ دودھ کی	لَّمْ نہ	يَتَغَيَّرْ متغیر ہونے والا
طَعْمُهٗ اس کا ذائقہ	وَاَنْهٰرٌ اور نہریں	مِّنْ خَمْرٍ شراب کی	لَّذَّةٍ سراسر لذت	لِّلشّٰرِبِيْنَ پینے والوں کیلئے	وَاَنْهٰرٌ اور نہریں	مِّنْ عَسَلٍ شہد کی		
مُّصَفًّى مصفّٰی	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	فِيْهَا اس میں	مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھل	وَمَغْفِرَةٌ اور بخشش	مِّنْ رَّبِّهِمْ انکے رب سے	كَمَنْ انکی طرح جو		
هُوَ وہ	خَالِدٌ فِي النَّارِ ہمیشہ رہنے والا آگ میں	وَ اور	سُقُوْا انہیں پلایا جائے گا	مَاۗءً حَمِيْمًا پانی گرم	فَقَطَّعَ ٹکڑے ٹکڑے ڈالیگا	اَمْعَاۗءَهُمْ انکی انتڑیاں		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان اور کفار دونوں کا حال وانجام بیان فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جو دنیا میں ایمان لائے اور ساتھ ہی اعمال صالحہ بھی کئے یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کی۔ دنیا میں جن اعمال کے کرنے کو کہا ان کو کیا اور جن اعمال سے منع کیا گیا ان سے باز رہے تو ایسے لوگوں کو آخرت میں بہشت کے باغات میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ ہر طرح عیش وآرام سے رہیں گے اور جنہوں نے کہ دنیا میں کفر کو اختیار کیا اور اللہ ورسول کی نافرمانی کی تو وہ اس دنیا کی چند روزہ زندگی میں دنیا کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں گے اور یوں کھائیں گے کہ جیسے جانور کھاتے ہیں کہ ان کو صرف کھانے سے غرض ہے اور نہ اس سے بحث کہ اسے کھانا چاہئے یا نہیں اور نہ اس سے غرض کہ یہ کس نے دیا ہے اور کیوں دیا ہے اور کھا کر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ بہرحال چند روزہ عیش دنیا کا اڑا لیں پھر انجام کار آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ پھر یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ساتھی اور کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز

نہیں تو کفار جب یہ وعدہ وعید سنتے تو طعن کرتے کہ اللہ ایمانداروں کا مددگار ہے تو اس کی حمایت کہاں گئی؟ ہم نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ سے نکال دیا تو اس پر کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ترک وطن کرنے کا رنج ہوا ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہجرت کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے جانے لگے تو آپ نے مکہ کی طرف مڑ کر دیکھا اور مکہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ خدا کی قسم تو مجھے دنیا بھر کے شہروں میں زیادہ پیارا اور عزیز شہر ہے اگر قریش زبردستی مجھے اس شہر سے جانے میں مجبور نہ کرتے تو میں ہرگز تجھ کو نہ چھوڑتا۔ بہرحال کفار کے طعن کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے بہت سی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے یعنی مکہ سے جو تم سے چھڑایا گیا طاقت اور زور میں بڑھ کر تھے مگر ان کی نافرمانی کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور کوئی انکا یار و مددگار نہ اٹھا جو ان کو بچا لیتا پھر یہ اہل مکہ کیا گھمنڈ کرتے ہیں یونہی اس بستی کے مجرموں کو بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے کہ کوئی ان کا مددگار نہ ہو۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں بدر کے معرکہ اور پھر فتح مکہ نے ان متکبروں کا فیصلہ کر دیا اس کے بعد کفر اور ایمان کا ایک فرق اور واضح کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک شخص جو اللہ کو اپنا رب مان چکا اور اس کے مقرر کئے ہوئے راستہ پر قائم ہے اور فہم و بصیرت کے ساتھ سچائی کی صاف اور کشادہ سڑک پر بے کھٹکے چلا جا رہا ہے اور دوسرا جو اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھاتا ہے جس کو سیاہ سفید یا نیک و بد کی کوئی تمیز نہیں حتیٰ کہ اپنی بے تمیزی سے برائی کو بھلائی سمجھتا ہے اور خواہشات کی پیروی میں اندھا ہو رہا ہے کیا ان دونوں کا مرتبہ اور انجام برابر ہو جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے عدل و انصاف کے منافی ہے۔ انصاف تو یہی چاہتا ہے کہ بھلوں کو انعام اور بروں کو سزا ملے چنانچہ ایسا ہی ہوگا کہ اللہ کے فرمانبردار مومن متقی بندے جنت میں داخل کئے جائیں گے اور بدکار نافرمان جہنم میں جھونکے جائیں گے اور اس جنت کا جس کا متقی بندوں سے وعدہ کیا جاتا ہے یہ حال ہے کہ اس میں صاف شفاف پانی کی نہریں ہوں گی جو دنیوی پانی کے خلاف کبھی خراب گدلا یا

ناقص نہ ہوگا۔ پھر اس میں دودھ کی نہریں ہوں گی مگر دنیوی دودھ کے خلاف وہ کبھی بگڑے گا نہیں۔ پھر وہاں شراب کی نہریں ہوں گی مگر دنیوی شراب کے خلاف ہر تلخی سے پاک اور ہر نشہ اور خمار سے بری نہ اس میں نشہ ہے نہ گرانی نہ کوئی اور عیب و نقصان پھر وہاں صاف اور شفاف شہد کی نہریں ہوں گی مگر دنیوی شہد کے خلاف ہر آمیزش اور میل کچیل سے پاک تو یہاں جنت کی چار قسم کی نہروں کا ذکر ہوا پانی کی دودھ کی شراب کی اور شہد کی دنیا میں بھی یہ چیزیں انسان استعمال کرتے ہیں پانی تو ایسی چیز ہے کہ انسان کی زندگی اس سے ہے اور دودھ غذائے لطیف کا کام دیتا ہے اور شراب سرور اور نشاط کی چیز ہے اور شہد مقوی اور بیماریوں کا دفع کرنے والا ہے مگر دراصل جنت کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کا مثل دنیا میں کبھی دستیاب ہو سکے پھر وہاں کی نعمتوں کا حال بندوں کو سمجھایا کس طرح جاوے؟ اس لئے دنیا کی جن چیزوں کو وہاں کی چیزوں سے ذرا بھی مناسبت ہے ان کے پیرایہ میں سمجھایا گیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں یہ خیال نہ کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں۔ نہیں نہیں قسم خدا کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں۔ ان کی مٹی مشک خالص ہے ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نکلا ہوا نہیں بلکہ قدرتی ہے اور نہریں ایسی صاف شراب کی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں۔ دماغ کشادہ کر دیں جو شراب نہ تو بدبودار ہے نہ تلخی والی ہے نہ بدمنظر ہے بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں بہت لذیذ نہایت خوشبودار جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئے نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں کی کشید کی ہوئی نہیں بلکہ خدا کے حکم سے تیار ہوئی ہے خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں جو بہت صاف ہے اور خوشبودار اور ذائقہ کا تو کہنا ہی کیا اور یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں بلکہ قدرتی ہے۔ الغرض مشروبات کے بعد آیت میں ماکولات کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جنت میں کھانے کو ہر طرح کے میوے اور پھل ہیں اور ان تمام مادی نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب

کریم خوش ہے وہ اپنی مغفرت وخوشنودی سے انہیں نواز چکا ہے۔ ان کی سب خطائیں معاف ہو چکی ہیں اور پھر وہاں جنت میں پہنچ کر بھی خطاؤں کا ذکر بھی نہ آئے گا جو ان کی کلفت کا سبب بنے۔ اور نہ آئندہ کسی بات پر گرفت ہوگی۔ سبحان اللہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو بھی ان نعمتوں سے نوازے۔ آمین۔

یہ تو متقی پرہیزگار ایمانداروں کا مقام تھا آگے بدکار نافرمان کفار کا مقام بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جاوے گا جس سے آنتیں کٹ کر باہر آپڑیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقام سے اپنی پناہ میں رکھیں۔ اس کے بعد فرمایا جاتا ہے کہ کیا دونوں برابر ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں بھلا کہاں جنتی اور کہاں جہنمی؟ کہاں نعمت کہاں زحمت؟ یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ جو ذرا بھی طبیعت سلیمہ رکھتا ہے اس کے لئے یہ فرق سمجھنا آسان ہے۔

غرض یہ کہ جب مومن صالح اور کافر بدکار کے اعمال میں تفاوت ہے تو ان کے انجام میں بھی لازمی تفاوت ہوگا۔ تو یہاں تک کفار اور مومنین کے احوال واعمال اور ان کے لئے وعدے وعید مذکور تھے اب آگے کفار کی ایک قسم منافقین تھے ان کی حالت اور مذمت اور ان کے لئے وعید بیان کی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی دنیا میں اپنا متقی اور اطاعت گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اپنی رحمت سے وہ جنت ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور اپنی مغفرت سے ہم سب کو نوازیں اور عذاب جہنم سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

یا اللہ کفار ومشرکین نے آج بھی آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض امتیوں کو گھر سے بے گھر کر رکھا ہے اور وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

یا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ان مہاجر امتیوں کی مدد اور نصرت فرما اور ان کے ستانے والوں کو ہلاک تباہ وبرباد فرما۔

یا اللہ ہم کو اپنے واضح راستہ صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ قائم رکھئے اور نفسانی خواہشات پر چلنے سے بچا لیجئے۔

یا اللہ بدعملی اور خلاف شرع امور سے ہم کو نفرت وکراہت عطا فرما تاکہ بدعملی ہم کو بھلی اور مستحسن نہ معلوم ہو۔

یا اللہ اس دور فتن میں جبکہ ممنوعات اور منکرات وبا کی طرح پھیلتے جا رہے ہیں ہمیں ہر ظاہری وباطنی فتنہ سے اپنی پناہ میں رکھئے اور شریعت مطہرہ پر ہمارے قدم جمائے رکھئے اور ہماری لغزشوں اور تقصیرات سے درگزر فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں کہ حضرتؐ نے ابھی کیا بات فرمائی تھی،

اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى

یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مُہر کردی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ اور جو لوگ راہ پر ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے

وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى

اور اُن کو اُن کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔ سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ اُن پر دفعتہً آپڑے، سو اس کی علامتیں تو آچکی ہیں تو جب قیامت اُن کے سامنے آکھڑی ہوئی

لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ

اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔ تو آپ اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے، اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کیلئے بھی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾

اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے۔

وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَنْ جو	يَسْتَمِعُ سنتا ہے	اِلَيْكَ آپ کی طرف	حَتّٰى یہانتک کہ	اِذَا جب	خَرَجُوْا وہ نکلتے ہیں	مِنْ عِنْدِكَ آپ کے پاس سے
قَالُوْا وہ کہتے ہیں	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جنہیں	اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا (اہل علم)	مَاذَا کیا	قَالَ اس نے کہا	اٰنِفًا ابھی	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	الَّذِيْنَ وہ جو
طَبَعَ اللّٰهُ مہر کردی اللہ نے	عَلٰى قُلُوْبِهِمْ انکے دلوں پر	وَاتَّبَعُوْٓا اور انہوں نے پیروی کی	اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی			
زَادَهُمْ اور زیادہ دی انہیں	هُدًى ہدایت	وَاٰتٰىهُمْ اور انہیں عطا کی	تَقْوٰىهُمْ انکی پرہیزگاری	فَهَلْ پس نہیں وہ	يَنْظُرُوْنَ منتظر	اِلَّا مگر	
السَّاعَةَ قیامت	اَنْ کہ	تَاْتِيَهُمْ آجائے اُن پر	بَغْتَةً اچانک	فَقَدْ جَآءَ سو آچکی ہیں	اَشْرَاطُهَا اس کی علامات	فَاَنّٰى تو کہاں	لَهُمْ ان کیلئے۔ کو
اِذَا جب	جَآءَتْهُمْ وہ آگئی ان کے پاس	ذِكْرٰىهُمْ ان کا نصیحت قبول کرنا	فَاعْلَمْ سو جان لو	اَنَّهٗ یہ کہ	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا
وَاسْتَغْفِرْ اور بخشش مانگیں آپ	لِذَنْۢبِكَ اپنے ذنب اپنے اوپر لگائے گئے الزام (کیلئے)	وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومن مردوں کیلئے	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں				
	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مُتَقَلَّبَكُمْ تمہارا چلنا پھرنا	وَمَثْوٰىكُمْ اور تمہارے رہنے سہنے کا مقام			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مومنوں اور کافروں کے انجام کے تسلسل میں بتلایا گیا تھا کہ متقی اور پرہیزگار اہل ایمان تو اہل جنت میں سے ہوں گے اور اس جنت میں انہیں ہر قسم کی مادی اور روحانی نعمت نصیب ہوں۔ دنیا کی تو ہر مادی نعمت فناپذیر ہوتی ہے پانی سڑ جاتا ہے دودھ بگڑ جاتا ہے شراب میں نشہ و تلخی ہوتی ہے۔ شہد میں گدلا پن اور میل کچیل شامل رہتا ہے مگر جنت کی کسی مادی نعمت میں بھی کوئی خرابی نہ پیدا ہونے پائے گی۔ مشروبات میں اہل جنت کے لئے صاف پانی کی نہریں دودھ کی نہریں اور شراب کی نہریں جس میں پینے والوں کے لئے لذت ہی لذت ہوگی اور صاف شہد کی نہریں اور ماکولات میں ہر قسم کے میوے اور پھل ہوں گے۔ یہ تو ہوئیں مادی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رحمت کی روحانی نعمتیں بھی میسر ہوں گی ان کے مقابل کفار و مشرکین کی یہ حالت بتلائی گئی تھی کہ یہ لوگ ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہوں گے اور طرح طرح کے عذاب جہنم بھگتیں گے۔ سخت پیاس کی حالت میں پینے کو ایسا کھولتا اور گرم پانی پینے کو دیا جائے گا کہ جو ان کی

انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے گا۔ انہی کافروں اور اشقیا کے گروہ میں سے ایک گروہ منافقین کا زمان نبوت میں موجود تھا کہ جو ظاہر میں تو اسلام کا دعوی کرتا تھا اور باطن میں اس سے انحراف تھا۔ ان آیات میں ایسے ہی لوگ یعنی منافقین کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کی شرارت اور محرومی کو بیان کیا جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کافروں کا اوپر ذکر ہوا جو کہ دائمی جہنمی ہوں گے وہ تو ایسے کافر ہیں کہ جو آپ کی باتوں سے متوحش ہیں۔ آپ کی بات کو سننا ہی گوارا نہیں کرتے لیکن اس شقی گروہ میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو بظاہر آپ کی بات کو سنتے ہیں مگر نہ دلی توجہ ہے نہ سمجھ نہ اعتقاد و یقین۔ یہ گو آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں وعظ و نصیحت سننے کو بیٹھتے ہیں مگر ان کے دلوں میں عزت و عظمت نہیں۔ چہرہ اور بشرہ سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کی گفتگو کو غور اور توجہ سے سن رہے ہیں مگر حقیقت یہ نہیں چنانچہ جب یہ مجلس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اٹھ کر جاتے ہیں تو باہر نکل کر اہل علم صحابہ کرام سے کہتے ہیں کہ ابھی ابھی حضرت نے کیا بیان کیا تھا؟ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ منجملہ ان اہل علم کے کہ جن سے وہ باہر نکل کر پوچھتے تھے ایک میں بھی تھا اور میں اس وقت کم سن لڑکا تھا۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ منافقین کا یہ پوچھنا اس عنوان اور طرز سے تھا کہ جس سے مومنین تو سمجھتے کہ انہوں نے سنا نہیں اور یہ صرف دریافت کرنا چاہتے ہیں لیکن ان منافقین کا مطلب آپ کی باتوں کی تحقیر اور توہین ہوتی تھی اور مطلب ان کا یہ ہوتا تھا کہ جو کچھ کہا گیا (معاذ اللہ) وہ قابل توجہ ہی نہ تھا اور اس لائق نہ تھا کہ دھیان اور توجہ سے سنا جائے۔ علما نے یہاں لکھا ہے کہ دیکھئے یہ مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھ کر بھی کورے ہی رہتے ہیں جس کی وجہ یہ تھی قصد ہی ان کا افادہ کا نہ تھا۔ اسی سے علما نے یہ بھی نتیجہ نکالا ہے کہ بڑے سے بڑے مرشد کی صحبت و ہمنشینی بھی بے اثر رہتی ہے۔ جب تک کہ بیٹھنے والے کے دل میں اعتقاد اور قصداً استفادہ نہ ہو۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا قرآن کی یا دین کی باتوں کو ارادی بے توجہی سے سننا کس درجہ مذموم ہے اور یہ خاص منافقین کی خصلتوں میں سے ہے۔ تو منافقین کی اس حرکت پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی

ایسی نالائق حرکتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے کہ پھر نیکی اور بھلائی کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ بس محض خواہشات کی پیروی رہ جاتی ہے۔ حق کا اتباع نہیں ہوتا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ ہدایت کا قصد کرتے ہیں ایسے ایمانداروں کو ہمارے رسول کی باتوں سے اور وعظ و نصیحت سے اور زیادہ ہدایت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں توفیق دیتا ہے وہ اپنی ہدایت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور ان کی سوجھ بوجھ اور تقویٰ و پرہیزگاری بڑھتی چلی جاتی ہے۔ تو یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ راہ ہدایت پر چلنے اور احکام پر عمل کرتے رہنے سے ایک خاص برکت یہ پیدا ہوتی ہے کہ رشد و ہدایت اور بڑھتی رہتی ہے اور عمل کی توفیق اور زیادہ نصیب ہوتی رہتی ہے۔ آگے منافقین کو وعید سنائی جاتی ہے کہ جب ہمارے رسول کی باتیں بھی ان کی ہدایت کے لئے کافی نہ ہوئیں قرآن کریم کی ہدایتیں بھی یہ سن چکے مگر راستی اور سچائی کے ساتھ انہیں بھی قبول نہ کیا۔ گذشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور نافرمانوں کے انجام بھی سن چکے مگر یہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ جنت و دوزخ کے وعدہ اور وعید سب سن چکے مگر کان پر جوں تک نہ رینگی تو اب ان منکرین و منافقین کو ماننے کے لئے کس وقت کا انتظار ہے؟ کیا یہ لوگ اسی کی راہ دیکھ رہے ہیں کہ قیامت ان کے سر پر اچانک آ کھڑی ہو اور وہ ان کو اچھی طرح سمجھا دے سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آ چکیں اور جب خود قیامت آ کھڑی ہوگی تو اس وقت ان کے لئے سمجھ حاصل کرنے اور ماننے کا موقع کہاں باقی رہے گا؟ یعنی اس وقت سمجھنا اور ماننا بیکار ہے کیونکہ اس پر نجات نہیں ہو سکتی۔ یہاں جو آیت میں فرمایا گیا فقد جآء اشراطها (سو اس کی یعنی قیامت کی علامتیں تو آ چکی ہیں) تو علما نے لکھا ہے کہ بروئے حدیث خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا علامات قیامت میں سے ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا مبعوث ہونا اور قیامت کا آنا اس طرح سے ہیں اور آپ نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر دکھایا۔ محدثین نے اس حدیث کا مطلب لکھا ہے کہ جس طرح بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی میں تھوڑا سا فرق ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ

وسلم اور قیامت کے درمیان تھوڑا فرق ہے گویا جیسے بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے ذرا آگے نکلی ہوئی ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت سے ذرا آگے مبعوث ہو چکے ہیں۔اس کے علاوہ معجزہ شق القمر یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا اس کو بھی حدیث میں علامات قیامت میں سے کہا گیا ہے نیز لوگوں کا جھوٹا دعویٰ نبوت کرنا بھی علامات قیامت سے فرمایا گیا ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے زمانہ نبوت ہی میں دعویٰ نبوت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہو کر دنیا میں آنا یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک خاص اور بڑی نشانی ہے اس لئے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور رسولوں کی آمد دنیا میں ختم کرنے والے ہیں۔آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کامل کر دیا اور اپنی حجت اپنی مخلوق پر پوری کر دی اور مقصود تخلیق عالم کا حاصل ہو چکا۔اب قیامت ہی کا آنا باقی ہے۔اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامتیں اس طرح بیان فرما دیں کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے اس قدر وضاحت نہیں فرمائی تھی۔الغرض کفار و منافقین کو جتلایا جاتا ہے کہ قیامت قائم ہو جانے پر نصیحت و عبرت کیا سودمند ہوگی؟ اور اس وقت سمجھنے کا موقع کہاں ملے گا؟ اب یہاں تک مومنین کافرین و منافقین کے احوال اور ان کے انجام اور ان کے ساتھ وعدہ و وعید بیان فرمانے کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ لوگ سب کچھ بتلانے اور سمجھانے پر بھی کفر پر جمے ہوئے ہیں تو انہیں جما رہنے دیجئے اور آپ مثل ماضی کے مستقبل میں بھی اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اس کے مقتضی پر عمل کرتے رہئے یعنی پورے طور پر اس کی اطاعت کرتے رہئے۔جمیع اوامر ونواہی کے امتثال پر مداومت رکھئے اور اگر کبھی احیاناً کوئی اجتہادی لغزش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگئے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی معافی مانگئے کیونکہ وہ بھی انسان ہیں اور ان سے بھی دانستہ یا نادانستہ قصور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارا چلنا اور پھرنا اور رہنا سہنا گویا ہر حال ہمہ وقت خوب معلوم ہے اس پر تمہاری کوئی بات مخفی نہیں۔پس اس کو پیش نظر رکھو اور اس کو حاضر ناظر سمجھ کر کوئی کام کسی حال میں ایسا نہ کرو جس سے تم کو حق تعالیٰ کے سامنے ندامت ہو اور اس کے وعدوں کے امیدوار اور اس کی وعیدوں سے خائف رہو۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت فاعلم انه لآ الٰه الا الله واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنت جس میں اگرچہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر تمام انسانوں کو سنایا گیا ہے کہ اسی دنیا میں قیامت کی مصیبتوں اور پکڑ سے بچنے کی فکر کر لو جس کے لئے سب سے اول یہ سمجھ لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے بعد اپنی خطاؤں اور گناہوں کی معافی مانگو۔پھر دوسرے اہل ایمان مرد اور عورتوں کے لئے بھی استغفار کرو۔

یہاں ان آیات سے متعلق ایک مفید تنبیہ بھی علما نے لکھی ہے کہ لفظ ذنب (جس کے لفظی معنیٰ ہیں۔خطا قصور گناہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق قرآن کریم میں جا بجا آیا ہے جیسا کہ ان آیات میں بھی واستغفر لذنبک فرمایا ہے۔یعنی آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہئے۔تو ایسے تمام مواقع میں لفظ ذنب سے مراد ذنب مجازی ہے یعنی اجتہادی لغزش اور ایسے ذنب یعنی اجتہادی لغزش کی مثال یہ ہے کہ مثلاً آپ کی خدمت میں ایک بار ابن ام مکتوم صحابیؓ نابینا آئے اور آپ اس وقت بعض سرداران قریش مکہ کو اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے حضرت ابن ام مکتوم نے آپ کو بیچ میں ٹوک دیا اور خود کچھ پوچھنے لگے اس وقت آپ کو کچھ ناگوار ہوا جس کا ذکر تیسویں پارہ سورۃ عبس وتولیٰ میں فرمایا گیا جس کا بیان تفصیلاً انشاء اللہ اسی موقع پر ہوگا بہر حال حق تعالیٰ کو آپ کی ناگواری حضرت ابن ام مکتوم سے پسند نہ آئی جس پر سورۃ عبس کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو اس قسم کی اجتہادی لغزشوں پر آپ کو استغفار کا حکم فرمایا گیا اور اگلی سورۃ فتح میں ایسی ہی تمام لغزشوں کی معافی کی بشارت بھی آپ کو دی گئی ہے۔تاہم احادیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن میں ستر بار اور بعض روایات میں ہے کہ سو بار سے بھی زیادہ استغفار فرماتے ہیں۔

ابھی انہی منافقین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل ہوئی، سو جس وقت کوئی صاف صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے،

رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى

تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، سو عنقریب

لَهُمْ ۚ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ ۚ فَهَلْ

ان کی کمبختی آنے والی ہے۔ ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے، پس جب سارا کام تیار ہی ہو جاتا ہے، تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے تو ان کیلئے بہت ہی بہتر ہوتا۔ سو اگر

عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچا دو، اور آپس میں قطع قرابت کر دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا

فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

وَ اور	يَقُوْلُ وہ کہتے ہیں	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو لوگ ایمان لائے	لَوْ کیوں	لَا نُزِّلَتْ نہ اتاری گئی	سُوْرَةٌ ایک سورة	فَاِذَآ سو جب	اُنْزِلَتْ اتاری جاتی ہے
سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ صاف معانی والی سورة	وَذُكِرَ اور ذکر کیا جاتا ہے	فِيْهَا اس میں	الْقِتَالُ جنگ	رَاَيْتَ تم دیکھو گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ		
فِيْ قُلُوْبِهِمْ انکے دلوں میں	مَّرَضٌ بیماری	يَّنْظُرُوْنَ وہ دیکھتے ہیں	اِلَيْكَ آپ کی طرف	نَظَرَ دیکھنا	الْمَغْشِيِّ بے ہوشی طاری ہوگئی	عَلَيْهِ اس پر	
مِنَ الْمَوْتِ موت کی	فَاَوْلٰى لَهُمْ سو خرابی ان کیلئے	طَاعَةٌ اطاعت	وَقَوْلٌ اور بات	مَّعْرُوْفٌ معقول	فَاِذَا پھر جب	عَزَمَ الْاَمْرُ پختہ ہو جائے کام	
فَلَوْ صَدَقُوا تو اگر وہ سچے ہوتے	اللّٰهَ اللہ	لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ البتہ ہوتا بہتر ان کیلئے	فَهَلْ عَسَيْتُمْ سو تم اسکے نزدیک	اِنْ اگر			
تَوَلَّيْتُمْ تم والی (حاکم) ہو جاؤ	اَنْ تُفْسِدُوْا کہ تم فساد مچاؤ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَتُقَطِّعُوْٓا اور تم کاٹو (توڑ ڈالو)	اَرْحَامَكُمْ اپنے رشتے			
اُولٰٓئِكَ یہی ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جن	لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اللہ نے لعنت کی	فَاَصَمَّهُمْ پھر انکو بہرا کر دیا	وَاَعْمٰى اور اندھا کر دیا	اَبْصَارَهُمْ ان کی آنکھیں		
	اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ تو کیا وہ غور نہیں کرتے؟	الْقُرْاٰنَ قرآن	اَمْ کیا	عَلٰى قُلُوْبٍ دلوں پر	اَقْفَالُهَا ان کے تالے		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منافقوں کی شرارت اور ان کا حال بیان کیا گیا تھا۔ ہجرت سے پہلے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مکہ میں تھا تو اسلام کا چنداں زور نہ تھا اس واسطے مکہ میں جن لوگوں کے دلوں میں اللہ نے اسلام کی خوبیاں جمائیں اور وہ اسلام لائے تو ان کا اسلام خالص دل سے تھا۔ یہ بات نہ تھی کہ ان کا ظاہر کچھ اور ہو باطن کچھ اور لیکن ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام کا دن بدن زور اور غلبہ شروع ہوا تو مدینہ کے بہت سے لوگ خصوصاً یہود مدینہ اپنی عزت اور جان و مال بچانے کی غرض سے اس طرح داخل اسلام ہو گئے تھے کہ بظاہر تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ لیکن دل سے مسلمان نہ تھے اور جب موقع پاتے در پردہ مسلمانوں کی بدخواہی کی باتیں کرتے تا کہ تمام مسلمانوں کو ان کی بدخواہی کی باتوں کی خبر نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب والشہادہ ہیں۔ جو بات بھی منافق بناوٹ کے طور پر یا در پردہ اسلام اور مسلمانوں کی

بدخواہی کی کرتے تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی آیات نازل فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیتے۔ اس لئے قرآن پاک میں منافقوں کی پوشیدہ باتوں ان کی دلی خواہشوں اور بدنیتوں کا جا بجا مدنی آیات میں ذکر ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا ذکر فرما کر ان کو ذلیل و رسوا فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی تادیب و تنبیہ بھی فرمائی گئی ہے۔ گذشتہ آیات میں انہی منافقین کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جب قرآن کی ہدایتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں بھی ان کی ہدایت کے لئے کافی نہ ہوئیں تو کیا اب ان کو قیامت کا انتظار ہے کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جاوے اور ان کو اچھی طرح سمجھا دے؟ مگر جب قیامت آ جائے گی اور اس کو دیکھ کر ایمان بھی لے آویں گے مگر اس وقت کا ایمان لانا محض بے نتیجہ ہوگا اور انہیں بجز پچھتانے کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ انہی منافقین کے بعض احوال کی تفصیل ان آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ سچے ایمان والے ہیں جن سے یہاں صحابہ کرامؓ مراد ہیں وہ تو ہمیشہ اس بات کے مشتاق رہتے ہیں کہ کلام الٰہی اور نازل ہوتا کہ ایمان تازہ ہو اور احکام جدید آ دیں تو ان پر عمل کر کے ثواب حاصل کریں اور احکام سابقہ کی تاکید ہو تو اور زیادہ ثبات حاصل ہو چنانچہ وہ اس اشتیاق میں کہتے رہتے ہیں کہ کوئی نئی سورۃ کیوں نہ نازل ہوئی اور اگر نازل ہو تو تمنا پوری ہو سو جس وقت کوئی صاف صاف مضمون کی سورۃ نازل ہوتی ہے اور اتفاق سے اس میں جہاد کا بھی صاف صاف ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ تو ان آیات کو سن کر گویا نیم مردہ ہو جاتے ہیں اور ان آیات کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بھیانک نگاہوں سے دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو یعنی جہاد کا حکم سن کر ان پر خوف اور بزدلی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اس خیال سے کہ اب اپنے اسلام کو نبھانے کے لئے جہاد میں جانا پڑے گا اور ایک یہ مصیبت آئی۔ حق تعالیٰ اس پر ارشاد فرماتے ہیں کہ جو اس طرح خدا کے حکم سے جی چراتے ہیں تو دراصل بات یہ ہے کہ عنقریب ان کی کمبختی آنے والی ہے خواہ دنیا میں بھی کہ کسی وبال میں گرفتار ہوں ورنہ بعد موت تو ضرور ہی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ظاہر میں تو یہ لوگ یعنی منافقین اپنی فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام اور احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا اور رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی اور معقول کہیں پھر جب جہاد وغیرہ میں اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو یہ صورت ان کی بہتری اور بھلائی کی ہوگی۔ آگے جہاد کے ترک پر منافقین کو براہ راست خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ تم جو جہاد سے کراہت کرتے ہو اور جان چراتے ہو تو اس میں دین کے علاوہ دنیا کا بھی نقصان ہے چنانچہ اگر تمہاری طرح سب جہاد سے کنارہ کش ہو جائیں تو دنیا میں لوگوں میں فساد جھگڑے اور آپس کی کشمکش اور غرض پرستی کے جھگڑے کھڑے ہو جائیں جن کا آخری نتیجہ عام فتنہ و فساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کرو گے تو ظاہر ہے کہ دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔ اور جب دنیا میں امن و انصاف نہ رہے گا تو ظاہر ہے کہ فساد بدامنی اور حق ناشناسی کا دور دورہ ہوگا یہاں سے معلوم ہوا کہ جہاد سے بڑا فائدہ اقامت عدل اور اصلاح و امن کا ہے اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو مفسدین کا غلبہ ہو جائے جس سے فتنہ و فساد اور اضاعت حقوق لازمی ہے پس جہاد سے دنیوی فائدہ بھی ہوا آگے انہی منافقین مذکورین کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا اس لئے اس کے احکام پر عمل کی توفیق نہ رہی پھر رحمت سے بعید کر دینے پر یہ اثر مرتب ہوا کہ ان کو احکام الٰہیہ سے سننے سے بہرہ کر دیا اور راہ حق کے دیکھنے سے ان کی باطنی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور یہ سب کچھ انہی کے سوء اختیار اور قصور استعداد سے ہوا۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کی شرارتوں کی بدولت دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں کہ نصیحت کے اندر جانے کا راستہ ہی نہیں رہا اگر قرآن کے سمجھنے کی توفیق ملتی تو بآسانی سمجھ لیتے کہ جہاد میں کس قدر دنیاوی و اخروی فوائد ہیں۔

ابھی آگے بھی انہی منافقین کے بارے میں مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ

جو لوگ پشت پھیر کر ہٹ گئے، بعد اس کے کہ سیدھا راستہ ان کو صاف معلوم ہوگیا، شیطان نے ان کو چکمہ دیا ہے، اور ان کو دُور دُور کی سوجھائی ہے۔

لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

یہ اس سبب سے ہوا کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں سے جو کہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کرتے ہیں یہ کہا کہ بعضی باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو

إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا

خوب جانتا ہے۔ سو ان کا کیا حال ہوگا جب کہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے، اور ان کے مونہوں پر اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ یہ اس سبب سے کہ جو طریقہ

مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ

خدا کی ناراضی کا موجب تھا یہ اُسی پر چلے اور اس کی رضا سے نفرت کیا کئے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سب اعمال کالعدم کر دیئے۔ جن لوگوں کے دل میں مرض ہے

أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ

کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا، اور ہم اگر چاہتے تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیتے سو آپ ان کو حلیہ سے پہچان لیتے، اور آپ ان کو طرز کلام

فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾

سے ضرور پہچان لیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ جو لوگ	ارْتَدُّوا پلٹ گئے	عَلَىٰ أَدْبَارِهِم اپنی پشت پر	مِّن بَعْدِ اسکے بعد	مَا تَبَيَّنَ جب واضح ہوگئی	لَهُمُ ان کیلئے	الْهُدَى ہدایت
الشَّيْطَانُ شیطان	سَوَّلَ آراستہ کردکھایا	لَهُمْ ان کیلئے	وَأَمْلَىٰ اور ڈھیل دی	لَهُمْ ان کو	ذَٰلِكَ یہ	بِأَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	قَالُوا انہوں نے کہا
لِلَّذِينَ ان لوگوں سے جنہوں	كَرِهُوا انہوں نے ناپسند کیا	مَا نَزَّلَ جو نازل کیا	اللَّهُ اللہ	سَنُطِيعُكُمْ عنقریب ہم تمہارا کہنا مان لیں گے			
فِي میں	بَعْضِ بعض	الْأَمْرِ کام	وَاللَّهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	إِسْرَارَهُمْ انکی خفیہ باتیں	فَكَيْفَ پس کیسا	إِذَا تَوَفَّتْهُمُ جب انکی روح قبض کرینگے
الْمَلَائِكَةُ فرشتے	يَضْرِبُونَ وہ مارتے ہوں گے	وُجُوهَهُمْ ان کے چہروں	وَأَدْبَارَهُمْ اور ان کی پیٹھوں	ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ یہ اس لئے کہ انہوں نے			
اتَّبَعُوا پیروی کی	مَا جو۔ جس	أَسْخَطَ اللَّهَ اللہ کو ناراض کیا	وَكَرِهُوا اور انہوں نے پسند نہ کیا	رِضْوَانَهُ اس کی رضا	فَأَحْبَطَ تو اس نے اکارت کر دیئے		
أَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	أَمْ حَسِبَ کیا گمان کرتے ہیں؟	الَّذِينَ وہ لوگ (جن)	فِي قُلُوبِهِم ان کے دلوں میں	مَّرَضٌ مرض۔ روگ			
أَن کہ	لَّن يُخْرِجَ ہرگز ظاہر نہ کرے گا	اللَّهُ اللہ	أَضْغَانَهُمْ ان کے دل کی عداوتیں	وَلَوْ نَشَاءُ اور اگر ہم چاہیں	لَأَرَيْنَاكَهُمْ تو تمہیں دکھا دیں وہ لوگ		
فَلَعَرَفْتَهُم سو البتہ تم انہیں پہچان لو	بِسِيمَاهُمْ ان کے چہرے سے	وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ اور تم ضرور پہچان لو گے انہیں	فِي میں۔ سے				
لَحْنِ الْقَوْلِ طرز کلام	وَاللَّهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	أَعْمَالَكُمْ تمہارے اعمال				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات سے منافقین کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے جو بظاہر تو مسلمان بنے ہوئے تھے مگر دل سے انہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ سچے مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لینے سے جان چراتے تھے جس پر ان کو گذشتہ آیات میں تنبیہ کی گئی تھی اور وعید سنائی گئی

تھی۔انہی منافقین کی مذمت ان آیات میں بھی فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین اسلام کا اقرار کرنے اور اس کی سچائی ظاہر ہو جانے کے بعد وقت آنے پر اپنے قول وقرار سے پھرے جاتے ہیں اور جہاد میں شرکت نہیں کرتے۔ یہ شیطان کے بہکاوے میں آگئے ہیں اور اس نے ان کو یہ بات سمجھادی ہے کہ بھلا لڑ کر جان دینے سے کیا فائدہ۔لڑائی میں نہ جائیں گے تو دیر تک زندہ رہیں گے۔خواہ مخواہ جہاد میں جا کر مرنے سے کیا فائدہ۔اسی طرح شیطان گمراہی کی باتیں سجھاتا ہے اور دور دراز کے لمبے چوڑے وعدے دیتا ہے کہ ابھی تو تمہیں بہت دن زندہ رہنا ہے اور بہت کچھ کام کرنے ہیں۔خواہ مخواہ لڑ کر جان دینے میں کیا دھرا ہے تو شیطان کا یہ قابو ان منافقین پر اس وجہ سے چل گیا کہ سچے دل سے ایمان نہیں لائے۔فقط مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کلمہ پڑھ لیا ہے اور انہوں نے یہود وغیرہ سے کہہ رکھا ہے کہ بعض باتوں میں ہم تمہارے طرف دار ہیں۔گو ہم ظاہر میں مسلمان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتوں سے خوب واقف ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافق لوگ یہ نہیں سوچتے کہ آخر ایک دن تو انہیں مرنا ہے اور فرشتے جب ان کی جان نکالنے آئیں گے اور ان کے منہ اور پیٹھ پر ضرب لگائیں گے اور کوڑے برسائیں گے تو اس وقت ان کا کیا حال ہوگا اور اس وقت موت سے اور فرشتوں کی مار سے کیونکر بچیں گے اور یہ گت ان کی اس لئے بنے گی کہ انہوں نے وہی باتیں اختیار کیں جو اللہ کو ناراض کرتی ہیں اور ان باتوں سے بھاگتے رہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لئے موت کے وقت یہ بھیانک سماں دیکھنا پڑے گا اور اللہ نے ان کے کفر وطغیان کی بدولت ان کے سب عمل بیکار کر دیئے کوئی عمل ان کو دوسری زندگی میں فائدہ بخش نہ ہوگا۔تو یہاں سے معلوم ہوا کہ بدکار نافرمان کفار ومنافقین وغیرہ کی پٹائی موت کے وقت ہی سے شروع ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ پٹائی روح کی ہوتی ہے اس لئے ہم کو نظر نہیں آتی اور موت کے وقت سے یہ پٹائی گویا ابتدا ہے۔اس کے بعد قبر میں یعنی عالم برزخ میں بھی پٹائی کوٹائی ہوگی اور پھر جہنم میں تو اچھی طرح اور پوری طرح جسمانی بھی اور روحانی بھی کوٹائی پٹائی ہوگی (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور اس ساری عقوبت اور کوٹائی اور پٹائی کی وجہ بھی صاف ظاہر فرما دی کہ یہ اس وجہ سے ہوگی کہ دنیا میں جو طریقہ خدا کی ناراضگی کا موجب تھا یہ اسی پر چلے اور جو اس کی رضا اور خوشنودی کے اعمال تھے ان سے نفرت ہی کیا کئے اس لئے دنیا کی زندگی کے ختم ہوتے ہی سزا کے مستحق ہوئے اور چونکہ اس دنیا کی زندگی کے بعد آنے والی زندگی ابدی اور دائمی ہے اس لئے ان کی سزا بھی ابدی ودائمی ہوگی عالم برزخ میں روحانی اور عالم آخرت میں روحانی اور جسمانی دونوں طرح سزا ہوگی اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی رضا والے راستہ پر چلائے اور اپنی ناراضگی والے راستہ سے بچائے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جو حاسدانہ عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں تو کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ان کا کینہ اور دشمنی یوں ہی چھپا رہے گا اور اللہ اس کو تشت از بام نہ کرے گا؟ اور مسلمان ان کے مکر وفریب پر مطلع نہ ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔ان کا خبث باطن ضرور ظاہر ہو کر رہے گا اور یہ ایسے امتحان کی بھٹی میں ڈالے جائیں گے جہاں کھوٹا کھرا بالکل الگ ہو جائے گا۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ چاہے تو تمام منافقین کو معین کر کے آپ کو دکھلا دے اور نام بنام مطلع کر دے کہ مجمع میں فلاں فلاں آدمی منافق ہے مگر اس کی حکمت بالفعل اس دوٹوک اظہار کو مقتضی نہیں۔ویسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ درجہ کا نور فراست دیا ہے کہ ان کے چہرے اور بشرے سے آپ پہچان لیتے ہیں اور آگے چل کر ان لوگوں کے طرز گفتگو سے آپ کو مزید شناخت ہو جائے گی کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے۔جو زور' شوکت' پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے منافق کتنی ہی کوشش کرے وہ رنگ اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا۔آگے سب مومنین ومنافقین کو خطاب میں جمع کر کے بطور ترغیب وترہیب کے فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے پس مسلمانوں کو ان کے اخلاص پر جزا اور منافقین کو ان کے نفاق پر سزا دے گا۔

اب آگے جہاد وقتال کے احکام کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے اور مومنین کو جہاد کے متعلق نصیحت فرمائی گئی اور بشارت دی گئی کہ تم ہی غالب رہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور کفار کو جنہوں نے مرتے وقت تک توبہ نہ کی کبھی نہ بخشے جانے کی وعید سنائی گئی جس کا بیان اگلی آیات میں آئندہ درس میں انشاء اللہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں، اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں۔ بے شک جو لوگ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ

کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو راستہ نظر آچکا تھا، یہ لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے،

وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝

اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دے گا۔ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝ فَلَا

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستہ سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مرگئے خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا سو تم

تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝

ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ، اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں	حَتّٰى یہاں تک کہ	نَعْلَمَ ہم معلوم کریں	الْمُجٰهِدِيْنَ مجاہدوں	مِنْكُمْ تم میں سے	وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنیوالے		
وَنَبْلُوَا اور ہم جانچ لیں	اَخْبَارَكُمْ تمہاری خبریں (حالات)	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	وَصَدُّوْا اور انہوں نے روکا	عَنْ سے		
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَشَآقُّوا اور انہوں نے مخالفت کی	الرَّسُوْلَ رسول	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا تَبَيَّنَ جب واضح ہوگئی	لَهُمُ ان پر		
الْهُدٰى ہدایت	لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ وہ ہرگز نہ بگاڑ سکیں گے اللہ کا	شَيْـًٔا کچھ بھی	وَسَيُحْبِطُ اور وہ جلد اکارت کردیئے گئے	اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال			
يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا جو لوگ ایمان لائے (مومنو)	اَطِيْعُوا اللّٰهَ اطاعت کرو اللہ کی	وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی	وَلَا تُبْطِلُوْٓا اور باطل نہ کرو			
اَعْمَالَكُمْ اپنے اعمال	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	وَصَدُّوْا اور انہوں نے روکا	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	ثُمَّ پھر	
مَاتُوْا وہ مرگئے	وَهُمْ اور وہ	كُفَّارٌ کافر ہی	فَلَنْ يَّغْفِرَ تو ہرگز نہیں بخشے گا	اللّٰهُ اللہ	لَهُمْ ان کو	فَلَا تَهِنُوْا پس تم سستی نہ کرو	وَتَدْعُوْٓا اور نہ بلاؤ
اِلَى طرف	السَّلْمِ صلح	وَاَنْتُمُ اور تم ہی	الْاَعْلَوْنَ غالب	وَاللّٰهُ اور اللہ	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اور وہ ہرگز کمی نہ کریگا	اَعْمَالَكُمْ تمہارے اعمال

تفسیر و تشریح: گذشتہ سے منافقین کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے اور وہ اپنے نفاق کی وجہ سے جہاد سے جان چراتے تھے اس پر ان کی مذمت فرمائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جہاد وغیرہ کے احکام سے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی آزمائش مقصود ہے اور اسی سخت آزمائش میں کھلتا ہے کہ کون اللہ کے راستہ میں لڑنے والے اور جان و مال لگانے والے اور ایسے سخت وقت میں ثابت قدم رہنے والے ہیں اور کون ایسے نہیں ہیں تاکہ ہر ایک کے ایمان و اطاعت اور دعوئے اسلام و ایمان کا وزن معلوم ہوجائے اور سب کے اندرونی احوال کی خبریں ظاہر ہوجائیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ بھی اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور راہ خدا کی بندش کرنے والے ہیں اور رسول کی مخالفت کرنے والے ہیں اور ہدایت کے موجود ہوتے ہوئے گمراہ ہونے والے ہیں تو یہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں اور اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کیا نقصان ہے۔ یہ مخالفت و انکار سے نہ اس کے دین کو دنیا میں پھیلنے سے روک سکتے ہیں نہ پیغمبر کی مخالفت کر کے کچھ ان کا بگاڑ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ تو ایسی قدرت والا ہے کہ وہ ان کے سارے منصوبے غلط اور ان کی ساری چالیں اور تدبیریں بیکار اور ان کے تمام کام اکارت کردے گا اور

ان کی سب کوششیں خاک میں ملادے گا۔ یہ تو منافقین کے متعلق بتلایا گیا آگے اہل ایمان کو نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ جہاد یا اللہ کے راہ میں اور کوئی محنت و ریاضت اسی وقت مقبول ہے جب اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہو محض اپنی طبیعت کے شوق یا نفس کی خواہش پر وہ کام نہ ہو ورنہ ایسا عمل یونہی بیکار ضائع جائے گا اور مسلمان کا کام نہیں کہ جو نیک عمل کر چکا ہے یا کر رہا ہے اس کو کسی صورت سے ضائع ہونے دے۔ اسی میں ریا عجب نام ونمود اور غرور وتکبر وغیرہ سب آ گئے کہ جو مومن کے اعمال کو ضائع کرنے والے ہیں اور نہ صرف ضائع ہوتے ہیں بلکہ نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوتے ہیں احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی بتلایا ہے کہ تمام اچھے اعمال واخلاق کی روح و جان "اخلاص" اور "للّٰہیت" ہے۔ اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام ونمود یا اور کوئی ایسا ہی جذبہ ان کا محرک ہو تو اللہ کے نزدیک ان اعمال کی کوئی قیمت نہیں اور ان پر کوئی ثواب ملنے والا نہیں بلکہ بجائے ثواب کے خدا کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ جب الحزن غم کے کنویں یا غم کی خندق سے پناہ مانگا کرو بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب الحزن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں ایک وادی یا خندق ہے جس کا حال اتنا برا ہے کہ خود جہنم ہر دن میں چار سو مرتبہ اس سے پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس میں کون لوگ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا وہ قرآن پڑھنے والے جو دوسروں کو دکھانے کے لئے اعمال کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ دیکھئے قرآن کا پڑھنا کتنے اعلیٰ درجہ کا اور دینداری کا کام ہے مگر ریا کی بدولت اور اخلاص وللّٰہیت نہ ہونے کی وجہ سے کتنی سخت سزا اس کی بیان فرمائی گئی اور مسلم شریف کی وہ حدیث بھی مشہور ہے کہ قیامت کے دن دوزخ میں ڈالے جانے کا پہلا فیصلہ ریاکار عالم وعابد ریاکار مجاہد وشہید اور ریاکار سخی کے بارہ میں کیا جائے گا۔ کس قدر لرزا دینے والی ہیں یہ احادیث روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ان احادیث کو بیان کرتے وقت کبھی کبھی بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ یہ حدیث ان کے سامنے بیان کی گئی تو وہ بہت روئے اور روتے روتے بے حال ہو گئے۔ اب غور کیجئے کہ جب ایسے اعلیٰ اعمال کا انجام بھی ریا اور نام ونمود اور طلب شہرت کے باعث ایسا عبرتناک ہو سکتا ہے تو دوسرے اعمال کا تو

کہنا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہماری حفاظت فرمائیں اور ہم کو اخلاص اور للّٰہیت کی توفیق عطا فرمائے ورنہ آج تو معاشرہ کی جان ہی نام ونمود بڑائی شہرت اور ریا بن رہی ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) الغرض یہاں آیت میں ایمان والوں کو نصیحت فرمائی گئی کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ ورسول کے احکام کے خلاف کر کے اعمال کو برباد مت کرو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کسی کافر کی یعنی اللہ ورسول کا انکار کرنے والے کی اور خصوصاً ان کافروں کی جو دوسروں کو بھی خدا کے راستہ سے روکنے میں لگے ہوئے ہیں اور انہی اعمال واحوال میں مر گئے یعنی ساری زندگی اس کفر پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسوں کی بخشش ہرگز نہیں۔ چونکہ مضمون جہاد کے متعلق بیان ہو رہا تھا اس لئے پھر اہل ایمان کو خطاب ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کے مقابلہ میں سست اور کم ہمت نہ بنیں اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر صلح کی طرف نہ دوڑیں ورنہ دشمن شیر ہو کر دباتے چلے جائیں گے اور جماعت اسلام کو مغلوب اور رسوا ہونا پڑے گا ہاں کسی وقت اسلام کی مصلحت اور اہل اسلام کی بھلائی صلح میں نظر آئے تو اس وقت صلح کر لینے میں بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ اگلی سورۃ فتحا میں آیا ہے۔ بہرحال صلح کی بنا اپنی کم ہمتی اور نامردی پر نہ ہونا چاہئے آگے تسلی بھی دی جاتی ہے اور بشارت بھی دی جاتی ہے کہ گھبرانے کی کچھ بات نہیں اگر صبر واستقلال سے جمے رہو گے اور خدا کے احکام پر ثابت قدم رہو گے تو خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اس کی نصرت وحمایت تمہاری مددگار ہے۔ وہ تم کو آخر کار غالب کرے گا اور کسی حالت میں تم کو نقصان اور گھاٹے میں نہ رہنے دے گا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں جو آیت میں فرمایا گیا ہے۔ **وانتم الاعلون** اور تم ہی غالب رہو گے تو یہ بشارت مقید ہے کامل الایمانی کے ساتھ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن پاک میں فرمایا گیا **انتم الاعلون ان کنتم مومنین** تم ہی سربلند رہو گے اگر تم پورے ایمان والے ہو گے۔ یا جیسے چھٹے پارۂ سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا **من یتول اللہ و رسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون** اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی و رفاقت رکھے گا سو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ یہاں غلبہ کی بشارت اللہ اور رسول اور مومنین سے رفاقت اور دوستی پر فرمائی گئی ہے۔ قرآن نے محض نام کے مسلمان اور گوشت کھانے کے مسلمان کو غلبہ کی بشارت کہیں نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی اور اپنے رسول پاک کی سچی رفاقت اور دوستی نصیب فرمائیں اور ایمان واسلام کے ساتھ اعمال صالحہ کی دولت عطا فرمائیں۔

إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَإِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ أُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ 4

دنیوی زندگی تو محض ایک لہو ولعب ہے، اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا، اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا۔

إِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ۝ هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا

اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہا درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری ظاہر کردے ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ

بلایا جاتا ہے، سو بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے، اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں،

وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا أَمْثَالَكُمْ ۝

اور تم سب محتاج ہو، اور اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	لَعِبٌ کھیل	وَّلَهْوٌ اور کود	وَإِنْ اور اگر	تُؤْمِنُوْا ایمان لے آؤ تم	وَتَتَّقُوْا اور تقویٰ اختیار کرو
يُؤْتِكُمْ وہ تمہیں دیگا	أُجُوْرَكُمْ تمہارے اجر (جمع)	وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اور نہ طلب کریگا تم سے	أَمْوَالَكُمْ تمہارے مال	إِنْ اگر		
يَسْـَٔلْكُمُوْهَا وہ تم سے (مال) طلب کرے	فَيُحْفِكُمْ پھر تم سے چمٹ جائے	تَبْخَلُوْا تم بخل کرو	وَيُخْرِجْ اور ظاہر ہوجائیں	أَضْغَانَكُمْ تمہاری عداوتیں		
هٰٓأَنْتُمْ وہ تم ہو	هٰٓؤُلَآءِ ہاں اے لوگ	تُدْعَوْنَ تمہیں پکارا جاتا ہے	لِتُنْفِقُوْا کہ تم خرچ کرو	فِيْ میں	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	فَمِنْكُمْ پھر تم میں سے
مَنْ يَّبْخَلُ کوئی ایسا ہے کہ بخل کرتا ہے	وَمَنْ اور جو	يَّبْخَلْ بخل کرتا ہے	فَإِنَّمَا يَبْخَلُ تو اسکے سوا نہیں وہ بخل کرتا ہے	عَنْ نَّفْسِهٖ اپنے آپ سے		
وَاللّٰهُ اور اللہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	وَأَنْتُمُ اور تم	الْفُقَرَآءُ محتاج (جمع)	وَإِنْ اور اگر	تَتَوَلَّوْا تم روگردانی کروگے	يَسْتَبْدِلْ وہ بدل دے گا
	قَوْمًا غَيْرَكُمْ دوسری قوم تمہارے سوا	ثُمَّ پھر	لَا يَكُوْنُوْٓا وہ نہ ہوں گے	أَمْثَالَكُمْ تمہارے جیسے		

تفسیر وتشریح: یہ اس سورة کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا گیا تھا کہ تم کفار کے مقابلہ میں ہمت مت ہارو اور ہمت ہار کر ان کو صلح کی طرف مت بلاؤ۔ پھر ساتھ ہی یہ بشارت بھی دی گئی تھی کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور تم ہی غالب رہوگے۔ یہ تو تھی دنیا کی کامیابی اور آخرت میں یہ کامیابی ہوگی کہ اللہ تمہارے اعمال کا پورا پورا اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور اس میں ہرگز ذرا کمی نہ کی جائے گی۔ اب دین کے لئے اللہ کے راستہ میں جان کے علاوہ مال کا بھی خرچ ہوتا ہے اس لئے جہاد وقتال کے بعد اب ان آیات میں انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور ترغیب دی جاتی ہے اور چونکہ جان و مال کو اللہ کے راستہ میں لگانے میں سب سے بڑی رکاوٹ دنیوی زندگی کی لالچ اور تمتع کی ہے اس لئے بتلایا جاتا ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت ایک کھیل تماشہ جیسی ہے قرآن کریم نے دنیوی زندگی کو لہو ولعب جہاں بھی قرار دیا ہے ہمیشہ آخرت کے مقابلہ میں ایسا کہا ہے اور ظاہر ہے کہ لامحدود کا محدود سے اور نامتناہی کا متناہی سے مقابلہ ہی کیا؟ آگے سمجھایا جاتا ہے کہ اگر تم اس دنیوی زندگی میں ایمان وتقویٰ اختیار کروگے یعنی اللہ سے ڈر اور خوف والی زندگی بسر کروگے اور اس دنیا کے کھیل تماشا سے بچ کر چلو گے تو اللہ تم کو اس کا پورا بدلہ دے گا اور حق تعالیٰ تم سے کسی نفع کا طالب نہ ہوگا۔ اسے کیا حاجت ہے وہ تو خود سب کو دینے والا ہے اور اگر تمہارا مال تم سے طلب بھی کرے تو مالک حقیقی وہی ہے۔ تمام مال اسی کا عطیہ ہے۔ مگر اس کے باوجود دین کے معاملہ میں جب مالک حقیقی خرچ کرنے کو کہتا ہے تو سارے کے سارے مال کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ایک تھوڑا سا حصہ طلب کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے ہی فائدہ کو۔ تمہیں جو زکوٰۃ یا خیر خیرات کا حکم دیا

ہے اس میں تمہارے ہی غربا وفقرا کی پرورش ہے اور پھر تم دار آخرت میں مستحق ثواب بنو گے اگر اللہ تعالیٰ کا تمہیں یہ حکم ہوتا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے سب اللہ کے لئے خرچ کردو اور پھر اس کی تاکید کی جاتی اور اس پر اصرار کیا جاتا تو پھر کتنے مردان خدا ہیں جو کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے اس حکم پر لبیک کہتے؟ اکثر تو وہی ہوتے جو بخل اور تنگدلی کا ثبوت دیتے اور کنجوسی پر کمر باندھ لیتے اور کھلم کھلا ناراضی اور خفگی کا اظہار کرنے لگتے۔

یہاں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ انسان مال و دولت کو یہ نہ سمجھے کہ میں اس کا مالک ہوں اور یہ میری کمائی ہوئی ہے۔ اور اس لئے اس پر اترانے لگے اور جہاں اور جس طرح چاہے اس کو خرچ کرنے کا اپنے کو مختار سمجھے۔ نہیں بلکہ اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس مال و دولت کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس نے اپنی مہربانی سے یہ مال و دولت مجھے دے رکھا ہے۔

آگے سمجھایا جاتا ہے کہ تمہارا یہ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا خود اپنے فائدہ کے لئے ہے اور نہ خرچ کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ کو تمہارے دینے یا نہ دینے کی کیا پرواہ وہ تمہاری دولت کا محتاج نہیں اللہ تعالیٰ جس حکمت اور مصلحت سے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اس کا حاصل ہونا کچھ تم پر منحصر نہیں۔ فرض کرو تم اگر بخل اور کنجوسی کرو اور اس کے حکم سے روگردانی کرو تو وہ یہ قدرت بھی رکھتا ہے کہ وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کھڑی کردے جو مال کے خرچ کرنے میں بخیل اور کنجوس نہ ہو بلکہ نہایت فراخدلی سے اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی راہ میں خرچ کرے۔ بہر حال اللہ کی حکمت اور مصلحت تو پوری ہو کر رہے گی ہاں تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔ احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آخری آیت تلاوت فرمائی۔ **وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم** اور اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے تو یہ آیت سن کر صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ یہ کون لوگ ہیں کہ جو ہمارے بدلے لائے جاتے اور ہم جیسے نہ ہوتے؟ اس پر حضورؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''اس کی قوم'' اور فرمایا خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ''الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ صحابہ کرامؓ نے اس بے نظیر ایثار اور جوش ایمانی کا ثبوت دیا کہ ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی۔ تاہم اہل فارس نے اسلام میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے موافق یہی قوم تھی جو بوقت ضرورت اہل عرب کی جگہ پر کرسکتی تھی۔ ہزار ہا علما اور ائمہ سے قطع نظر کر کے تنہا امام اعظم ابوحنیفہؒ اللہ ان کی قبر پر اپنے رحمتوں کی بارش فرمائے کا وجود ہی اہل فارس میں اس پیشین گوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے''۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ جن کے فقہ کے ہم مقلد ہیں آپ فارسی تھے اور بڑے بڑے ائمہ کا اتفاق ہے کہ حدیث کی اس بشارت عظمیٰ کے کامل اور اولین مصداق امام ابوحنیفہؒ ہی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اہل اسلام کو اللہ کے راستہ میں جان مال کھول کر لگانے کی ترغیب دی جارہی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ ایسا کرنے میں خود اپنا ہی فائدہ ہے۔ باقی اگر کوئی قوم اللہ کے احکام سے روگردانی کرے گی تو اسلام کسی قوم کا محتاج نہیں اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو اسلام کی توفیق دے کر اس سے اسلام کی خدمت لے سکتے ہیں۔

یہاں حق تعالیٰ نے صاف واضح فرمادیا کہ اللہ کو تمہارے اموال کی تو کیا خود تمہارے وجود کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر سب کے سب اہل اسلام بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی تعمیل چھوڑ دیں تو جب تک اللہ تعالیٰ کو دنیا کو اور اس میں اسلام کو باقی رکھنا ہے تو وہ اپنے دین حق کی حفاظت اور اپنے احکام کی تعمیل کے لئے کوئی دوسری قوم ایسی پیدا فرمادے گا جو حق تعالیٰ کی پوری اطاعت گزار ہوگی تو اس سورۃ کا یہ آخری جملہ **و ان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم** (یعنی اگر تم ہمارے احکام سے روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا اور پھر وہ تم جیسے روگردانی کرنے والے نہ ہوں گے)۔ ہم پاکستانیوں کے لئے بھی بڑا خوف کھانے کے لائق ہے اگر ہم من حیث القوم احکام الٰہیہ سے روگردانی میں بڑھتے گئے تو پھر اس اسلام ناقدری کے وبال میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قدرت خداوندی ہم ناقدروں سے اسلام کی دولت چھین لے اور کسی دوسری قوم کو اسلام کے قدردانی اور عظمت واتباع کی دولت عطا فرمادے اور وہ اس کے احکام گزار بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو اور ہماری قوم اور ملک کو اسلام سے سچی محبت عطا فرمائیں اور ہمیں اسلام حقیقی سے وابستہ رکھیں اور ایمان و اسلام کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُورَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝۱

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔

اِنَّا فَتَحْنَا	بیشک ہم نے فتح دی	لَكَ	آپ کو	فَتْحًا	فتح	مُّبِيْنًا	کھلی

تفسیر وتشریح: الحمد للہ اب ۲۶ ویں پارہ کی سورۃ الفتح کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کا بیان مقصود ہے۔ جس کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام و زمانہ نزول تاریخی پس منظر خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے انا فتحنالک فتحاً مبیناً بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔ گویا اس سورۃ کی ابتداء ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک فتح کی بشارت دی گئی اس لئے اس سورۃ کا نام ہی سورۃ الفتح مقرر ہوا یہ سورۃ مدنی ہے اور ۶ ھ میں آپ صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۸ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۱۰۸ لکھا ہے یعنی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۱۰۷ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور صرف ۶ سورتیں مزید مدینہ منورہ میں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۲۱ آیات ۴ رکوعات ۵۶۸ کلمات اور ۲۵۵۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کی مختلف آیات میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے اس لئے اس سورۃ کو سمجھنے کے لئے ان واقعات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے جو مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔

واقعہ اول:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ امن وامان کے ساتھ گئے اور عمرہ کر کے حلق وقصر کیا یعنی سر کے بال منڈوائے اور کتروائے۔ آپ نے یہ خواب صحابہ سے بیان فرمایا۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعین مدت کی نہ فرمائی تھی مگر شدت اشتیاق سے اکثر صحابہ کرام کا خیال اس طرف گیا کہ اسی سال عمرہ میسر ہوگا اور اتفاقاً آپ کا قصد بھی اسی سال یعنی ۶ ھ میں عمرہ کا ہو گیا۔

واقعہ دوم:۔ آپ ۶ ھ میں بقصد عمرہ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے جب یہ خبر مکہ میں پہنچی تو قریش اور کفار مکہ نے بہت سا مجمع کر کے اتفاق کر لیا کہ آپ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے چنانچہ آپ نے حدیبیہ میں جو مکہ سے قریب تین میل ہے قیام فرمایا۔

واقعہ سوم:۔ آپ نے مکہ میں ایک قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں ہم کو مکہ میں داخل ہونے دو صرف عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے مگر اس کا کچھ جواب نہ ملا یہاں تک کہ اس کام کے لئے آپ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور ان کی زبانی بھی قریش کو یہی پیغام کہلا بھیجا اور بعضے مسلمان مرد اور عورت جو مکہ میں مغلوب اور مظلوم تھے ان کو بشارت کہلا بھیجی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جاوے گا۔ حضرت عثمانؓ کو قریش نے مکہ میں روک لیا۔ ان کی واپسی میں جو دیر لگی تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیے گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ شاید اب لڑائی کا موقع ہو جاوے تمام صحابہ کرام سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی۔ جو اسلامی تاریخ میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہوئی۔ جب قریش نے بیعت کی خبر سنی تو ڈر گئے اور حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا۔

واقعہ چہارم:۔ پھر مکہ کے چند رؤسا بغرض صلح حدیبیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح نامہ لکھنا قرار پایا جس پر اول بسم اللہ

لکھنے ہی میں قریش نے جھک جھک کی کہ ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھنے دیں گے اور وہی پرانا کلمہ باسمک اللّٰھم لکھا جائے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر تکرار کی کہ صرف ابن عبداللہ لکھا جائے۔ اس پر گفتگو ہوتی رہی اور صحابہ کرام کو جوش اور غصہ بھی آیا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر ان دونوں باتوں کو منظور فرمایا اور مسلمانوں نے بھی ضبط کیا اور صلح نامہ لکھا گیا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ آپؐ اس سال واپس چلے جائیے اور سال آئندہ آ کر عمرہ کر لیجئے اور ایک شرط یہ تھی کہ دس سال تک قریش سے لڑائی نہ ہوگی چنانچہ آپؐ نے حدیبیہ ہی میں قربانی کی اور حلق وقصر کر کے احرام کھول دیا اور مدینہ کو واپس تشریف لے چلے۔

واقعہ پنجم:۔ حدیبیہ میں قبل صلح ایک واقعہ یہ ہوا کہ ایک جماعت مسلح اہل مکہ میں سے خفیہ حدیبیہ اس ارادہ سے آئی کہ موقع پا کر نعوذ باللہ آپ کا کام تمام کر دیں لیکن صحابہ نے ان کو پکڑ لیا مگر آپ نے ان کو رہا کر دیا۔

واقعہ ششم:۔ جب آپ مدینہ منورہ سے مکہ کو بغرض عمرہ چلے تھے تو آپ کو بھی قریش کی طرف سے لڑائی کا شبہ تھا۔ اس لئے آپ نے زیادہ مجمع کے ساتھ عمرہ کو جانا مصلحت سمجھا چنانچہ آپ نے اطراف مدینہ اہل دیہات میں بھی اس کا اعلان کرا دیا کہ تم کو بھی چلنا چاہئے مگر بعض لوگ بوجہ نفاق کے نہیں گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ مکہ میں بڑا مجمع ہوا ہے ہم تو ان کے مقابلہ میں نہیں جاتے اور آپ کی اور مومنین صادقین کی نسبت کہا کہ یہ لوگ بچ کر نہیں آویں گے اور جب آپ واپس تشریف لائے تو ان منافقین نے حاضر ہو کر جھوٹے جھوٹے عذر کر دیئے۔

واقعہ ہفتم:۔ آپ حدیبیہ سے مدینہ کو واپس تشریف لاتے تھے کہ راہ میں یہ سورۃ فتح نازل ہوئی اور یہ سب واقعات ذیقعدہ ۶ ھ میں ہوئے۔

واقعہ ہشتم:۔ آپ حدیبیہ سے واپس تشریف لا کر محرم ۷ ھ میں فتح خیبر کے لئے جو مدینہ سے شمال میں چار منزل پر شام کی سمت میں یہود کا ایک شہر تھا تشریف لے چلے اور وہ فتح ہو گیا۔

واقعہ نہم:۔ سال آئندہ یعنی ذیقعدہ ۷ ھ میں آپ حسب معاہدہ گذشتہ سال کے فوت شدہ عمرہ کی بجائے پھر عمرہ کے لئے تشریف لے چلے چنانچہ آپ نے مکہ پہنچ کر امن وامان سے عمرہ ادا فرمایا۔

واقعہ دہم:۔ صلح نامہ حدیبیہ میں جو دس سال تک قریش سے لڑائی موقوف رہنے کا معاہدہ لکھا گیا تھا اس کے خلاف قریش نے نقض عہد کیا جس پر آپ نے رمضان ۸ ھ میں مکہ پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر لیا۔

یہ ہیں مختصراً وہ متعدد واقعات کہ جن کی طرف اس سورۃ میں مختلف آیات میں اشارہ فرمایا گیا ہے جن کو ذہن میں رکھنے سے آئندہ تفسیر وتشریح کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

الغرض خلاصہ اس سورۃ کا یہ ہے کہ صلح حدیبیہ ایک بڑی فتح بتلائی گئی اور مستقبل میں فتح ونصرت کی بشارت کے علاوہ مومنین کے لئے جنت کی بشارت اور منافقین کے لئے اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کی خبر دی گئی۔ اور منافقین کی بدکرداریوں کا ذکر فرمایا گیا۔ بیعت رضوان اور اس میں شریک صحابہ کرامؓ کے لئے رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی پھر صلح حدیبیہ کی ان حکمتوں میں اور مصلحتوں میں سے چند کا تذکرہ فرمایا گیا جن کو نہ جاننے سے مسلمان آزردہ خاطر تھے اور جن کا علم اللہ تعالیٰ کو تھا یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ رسالت وہاں تک پہنچی ہوگی۔ حضورؐ کے مدینے کے خواب کا تذکرہ فرمایا گیا کہ وہ بالکل صحیح تھا اور اس کی تعبیر جلد ہی سامنے آئے گی۔ اخیر میں صحابہ کرام کی چند عظمتوں کا بیان فرمایا گیا اور ان کی عادتوں اور باتوں کو سراہا گیا اور ان کو باقی مسلمانوں کے لئے دنیا کے ختم ہونے تک نمونہ قرار دیا گیا اور بتلایا گیا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے قدم بقدم چلیں اور وہی عادتیں اور باتیں اختیار کریں جو صحابہؓ نے کی تھیں۔ ایمان والوں کو آپس میں ملاپ محبت اور اخلاص سے رہنے کی تلقین فرمائی گئی اور بشارت سنائی گئی کہ جو لوگ اللہ کو مان کر نیک کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سے اللہ نے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کی خطائیں بخش دی جائیں گی اور ان کو آخرت میں مغفرت اور اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا

تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کردے اور آپ کو سیدھے راستہ

مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾

پر چلائے۔ اور اللہ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو۔

لِيَغْفِرَ تاکہ بخشدے	لَكَ آپ کیلئے	اللّٰهُ اللہ	مَا تَقَدَّمَ جو پہلے گزرے	مِنْ سے	ذَنْبِكَ آپ کے ذنب (الزام)	وَمَا تَأَخَّرَ اور جو پیچھے ہوئے
وَ اور	يُتِمَّ وہ مکمل کردے	نِعْمَتَهُ اپنی نعمت	عَلَيْكَ آپ پر	وَيَهْدِيَكَ اور آپ کی رہنمائی کرے	صِرَاطًا راستہ	مُسْتَقِيمًا سیدھا
	وَيَنْصُرَكَ اور آپ کو نصرت دے	اللّٰهُ اللہ	نَصْرًا نصرت	عَزِيْزًا زبردست		

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا تھا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ نے اس صلح حدیبیہ سے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ یعنی اس صلح حدیبیہ سے یہ فائدہ ہوا کہ وہ سبب ہوگئی فتح عظیم یعنی فتح مکہ اور نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کے لئے صلح حدیبیہ بطور جز بنیاد کے تھی اور اس تحمل اور توکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت جو صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں آپ سے ظاہر ہوئی اور جن خصوصی انعامات و احسانات اور اعزاز واکرام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے نوازا اس کی طرف آگے ان آیات میں اشارہ فرمایا جاتا ہے۔ دنیا کے بھی بادشاہوں کا قاعدہ اور دستور ہے کہ وہ اپنے بہت بڑے فاتح جنرل اور امیر لشکر کو خصوصی انعام واعزاز سے نوازتے ہیں خداوند قدوس نے بھی اس ''فتح مبین'' کے صلہ میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا جو ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ پہلی چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا گیا وہ غفران ذنوب ہے۔ یعنی اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کی معافی۔ یہاں جیسے پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے یہ سمجھ لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے نبی اور پیغمبر ہونے کے باعث معصوم تھے اور تمام گناہوں سے پاک ومبرا۔ پھر آپ کے حق میں غفران ذنوب یعنی گناہوں سے معافی کی بشارت کے کیا معنی؟ یہ تو مسلم ہے کہ مسئلہ ''عظمت انبیاء'' اسلامی عقائد میں سے ایک بنیادی عقیدہ ہے یعنی ''نبی'' ہر قسم کے عملی اور ارادی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں تو پھر ذنب کا لفظ جس کے لفظی معنی خطا وگناہ کے ہوتے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی قرآن کریم میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے اس کی کیا حقیقت ہے اور یہ لفظ کس معنی میں استعمال ہوا ہے اس کی تشریح ضروری ہے اس لئے پہلے ''عصمت انبیاء'' کا مفہوم مختصر الفاظ میں سمجھ لیجئے تاکہ قرآن کریم کے ایسے مقامات سمجھنے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

عصمت نبی کے معنی

خالق کائنات نے انسان کی تخلیق متضاد قوتوں کے ساتھ فرمائی ہے یعنی اس کو نیک وبد دونوں قسم کی قوتیں عطا کی گئی ہیں۔ اس لئے انسان گناہ بھی کرسکتا ہے اور نیکی بھی۔ وہ ارادہ بد کا بھی حامل ہے اور ارادۂ خیر کا بھی اور یہی اس کے انسانی شرف کا طرۂ امتیاز ہے۔ ان متضاد قوتوں کے حامل جنس انسان میں سے حضرت حق تعالیٰ انسانی رشد وہدایت اور وصول الی اللہ کے لئے کبھی کبھی کسی ذات کو چن لیتے اور اس کو اپنا رسول نبی اور پیغمبر بنا لیتے اور اس سلسلہ کی آخری کڑی ذات اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو جب کوئی ہستی نبوت کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے چن لی جاتی ہے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عمل اور ارادہ کی زندگی میں ہر قسم کی نافرمانیوں سے منزہ ہو تاکہ پیغام الٰہی کے منصب میں خدا کی صحیح نیابت ادا کر

ہے۔ اس طرح اللہ کے نبی جہاں انسان ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں سوتے ہیں اور اہل وعیال کی زندگی سے بھی وابستہ رہتے ہیں اور خوشی اور غم کے مواقع سے خوش اور غمگین بھی ہوتے رہتے ہیں تاہم وہ ہر قسم کے عملی اور ارادی گناہوں سے پاک بھی ہیں کیونکہ وہ ہر قسم کی نیکی کے لئے ہادی و مرشد اور خدا کے نائب و خلیفہ ہیں اگر چہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح متضاد قوتوں کے حامل ضرور ہیں لیکن عمل اور ارادہ میں ان سے ہر قسم کی بدی کے ظہور کو ناممکن اور محال کر دیا گیا ہے تا کہ ان کا ہر ارادہ اور ہر عمل اور ہر قول۔غرض ہر حرکت وسکون کائنات کے لئے اسوہ نمونہ بن سکے۔البتہ بشریت وانسانیت سے متصف ہونے کی بنا پر سہو۔نسیان اور لغزش کا امکان باقی رہتا اور کبھی کبھی عملی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے جس پر فوراً ہی حق تعالیٰ کی طرف سے متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ایسی لغزش اور بھول چوک کا اطلاق ایسی حقیقت پر ہوتا ہے جہاں نہ عمل میں اور نہ کردار میں تمرد اور سرکشی کا دخل ہو اور نہ قصد وارادہ کے ساتھ حکم کی خلاف ورزی کا اور ساتھ ہی وہ عمل اپنی حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے قبیح بد اور شر بھی نہ ہو بلکہ اپنی ذات میں اباحت اور جواز کا درجہ رکھتا ہو مگر کرنے والے کی ہستی کے شایان شان نہ ہو چونکہ نبی پر حق تعالیٰ کی مستقل حفاظت ونگرانی رہتی ہے اس لئے فوراً ہی ان کو متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ یہ عمل تمہاری جلالت قدر اور عظمت مرتبہ کے شایان شان نہیں ہے۔یہ ہے مختصراً تحقیق عصمت انبیاء کی اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے لفظ ذنب یا اس کا مرادف جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہاں وہی اجتہادی لغزش مراد ہے جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے بارگاہ خداوندی میں کوتاہی سمجھی جائے جس کی کہ ایک مثال وہ ہے جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار ایک نابینا صحابی حضرت ابن مکتوم آئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرداران کفار قریش کو سمجھا رہے تھے اور ان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ ان نابینا صحابی نے بیچ میں آ کر ٹوک دیا اور خود پوچھنے لگے۔اس وقت یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار خاطر ہوا جس کا ذکر ۳۰ ویں پارہ کی سورہ عبس وتولی کی ابتدا میں فرمایا گیا ہے اب ظاہر ہے کہ اگر ایک طرف مسلمان ہو اور ایک طرف ایک کافر تو اس وقت مسلمان کے فرعی سوال کو ملتوی کر کے اس کافر کو اصل دین کی طرف متوجہ کرنا کون نہیں جانتا کہ عبادت ہے اور آپ نے اجتہاد سے اس کو مقدم رکھا مگر آپ کا یہ اجتہاد حق تعالیٰ کو پسند نہ آیا جیسا کہ سورہ عبس میں حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا اور ناپسندیدگی کی وجہ بھی ظاہر فرما دی کہ وہ اندھے صحابی طالب صادق تھے اور آپ کے فیض توجہ سے ان کا حال سنور جاتا اور ان کا نفس مزکی ہو جاتا اور آپ کی بات ان کے کان میں پڑتی تو وہ اخلاص سے اس کو سوچتے اور سمجھتے اور ان کے کام آتی اور یہ کفار قریش جو اپنے غرور اور شیخی سے حق کی پروا نہیں کرتے اور ان کا تکبر اجازت نہیں دیتا کہ اللہ ورسول کے آگے جھکیں آپ ان کے درپے ہیں کہ یہ کسی طرح مسلمان ہو جائیں۔حالانکہ اللہ کی طرف سے آپ پر کوئی الزام نہیں کہ یہ مغرور اور شیخی باز آپ کی ہدایت سے درست کیوں نہ ہوئے؟ آپ کا فرض دعوت وتبلیغ کا تھا وہ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں آگے ان لاپروا متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچے طالب اور مخلص ایماندار توجہ سے محروم ہونے لگیں غرض کہ ایسے امور میں آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا اور یہاں آیت میں اس بات کی بشارت دی گئی کہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب لغزشیں جو آپ کے مرتبہ اعلیٰ کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔یہ بشارت حق تعالیٰ نے اور کسی بندے کے لئے نہیں فرمائی مگر باوجود اس بشارت کے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس آیت مبارک کے نزول کے بعد حضور اقدسؐ اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو نماز میں کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے اور صحابہ اور اہل بیت کو دیکھ کر رحم آتا تھا صحابہ عرض کرتے یا رسول اللہ آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا تو آپ ارشاد فرماتے افلا اکون عبداً شکوراً تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اللہ اکبر یوم محشر میں شفاعت کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ جب مخلوق جمع ہو کر حضرت آدمؑ سے لے کر کے بعد دیگرے

حضرت عیسیٰ کے پاس پہنچے گی اور شفاعت کی درخواست کرے گی تو حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کہ مجھ میں اس کام کی ہمت نہیں میری امت نے مجھ کو کبھی تو خدا کا بیٹا قرار دیا اور کبھی عین خدا اور ان اقوال کی تعلیم کو میری طرف منسوب کیا۔ پس میں ان اقوال کی تحقیقات کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں اور تاب شفاعت نہیں رکھتا البتہ تم حضرت محمد مصطفیٰؐ کے پاس جاؤ کہ آپ محبوب خدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اگلے پچھلے تمام گناہوں کی معافی کی خوشخبری دی ہے۔ وہ خاتم النبیین ہیں اور بجز ان کے یہ شفاعت اور کسی کا کام نہیں تو معلوم ہوا کہ حضور اقدسؐ کی یہ خصوصیت کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا ہے حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کرام اور تمام مخلوق جو یوم محشر میں جمع ہوگی سب پر ظاہر ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے مقدس و معظم رسول کے طفیل سے ہم گناہ گار امتیوں کی خطاؤں اور گناہوں کو بھی معاف فرما دیں۔

الغرض ان چار چیزوں میں سے جن سے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو سرفراز فرمایا پہلی چیز یہ تھی کہ اگلی اور پچھلی تمام کوتاہیاں آپ کی معاف فرما دی گئیں۔

دوسرا اعزاز واکرام یہ بیان فرمایا کہ صرف تقصیرات سے درگزر نہیں کیا گیا بلکہ جو کچھ ظاہری اور باطنی اور جسمانی و روحانی انعامات و احسانات اب تک ہو چکے ہیں ان کی پوری تکمیل اور تتمیم کی جائے گی۔

تیسرا اعزاز واکرام بیان فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی آپ کو ہدایت اور استقامت کی سیدھی راہ پر اللہ تعالیٰ قائم رکھے گا اور معرفت الٰہی کے غیر محدود مراتب پر فائز فرمائے گا۔ لوگ جوق در جوق آپ کی ہدایت سے اسلام کے سیدھے راستہ پر آئیں گے اور اس طرح آپ کے اجر وحسنات کے ذخیرہ میں بے شمار اضافہ ہوگا۔

چوتھا اعزاز واکرام جس سے آپ کو نوازا گیا یہ بیان فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ایسی مدد آپ کے لئے آئے گی جسے نہ کوئی روک سکے گا نہ دبا سکے گا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ عنایت فرمائے گا کہ جس میں عزت ہی عزت ہوگی۔ اے اللہ اپنے اس عزت والے رسول کے صدقہ اور طفیل میں آپ کی امت اور آپ کے دین کو بھی عزت مرحمت فرما۔ آمین۔

یہاں ان آیات میں ان نعمتوں کا ذکر تھا جو اس واقعہ صلح حدیبیہ میں حضورؐ کے متعلق تھیں آگے ان نعمتوں کا ذکر ہے جو اس واقعہ میں آپ کے ہمراہی مومنین یعنی صحابہ کرامؓ کے متعلق تھیں۔ جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جو ہم کو سیدنا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اشرف الانبیاء والمرسلین کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

اے اللہ ایسے نبی معظم۔ اور رسول مکرم کی مخالفت اور نافرمانی سے آپ امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچا لیجئے۔ اور اس امت کو پھر بھولا ہوا سبق یاد کر لینے کی توفیق مرحمت فرما دیجئے۔ اور اسلام اور مسلمین کو وہ غلبہ عطا فرما دیجئے کہ جس میں عزت ہی عزت ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ

وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تا کہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو، اور آسمان و زمین کا سب لشکر

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۙ﴿۴﴾ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ

اللہ ہی کا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشت میں داخل کرے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُکَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَکَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۙ﴿۵﴾

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تا کہ ان کے گناہ دور کردے، اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔

هُوَ وہی	اَلَّذِیْ وہ جس	اَنْزَلَ اتاری	السَّکِیْنَةَ سکینہ (تسلی)	فِیْ میں	قُلُوْبِ (جمع) دل	الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں	لِیَزْدَادُوْا تاکہ وہ بڑھ جائے
اِیْمَانًا ایمان	مَعَ ساتھ	اِیْمَانِهِمْ ان کا ایمان	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	جُنُوْدُ لشکر (جمع)	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَکَانَ اور ہے
اللّٰهُ اللہ	عَلِیْمًا جاننے والا	حَکِیْمًا حکمت والا	لِیُدْخِلَ تاکہ وہ داخل کرے	الْمُؤْمِنِیْنَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں	جَنّٰتٍ جنت	
تَجْرِیْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِیْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِیْهَا ان میں	وَیُکَفِّرَ اور دور کردے گا	عَنْهُمْ ان سے	
سَیِّاٰتِهِمْ ان کی برائیاں	وَکَانَ اور ہے	ذٰلِكَ یہ	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	فَوْزًا عَظِیْمًا بڑی کامیابی			

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس "صلح حدیبیہ" کو ایک شاندار فتح بتایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صلح میں صبر وتحمل سے کام لینے میں بطور اعزاز و اکرام کے چار چیزوں سے نوازا۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ساری اگلی پچھلی خطاؤں اور بھول چوک کی معافی کی بشارت دی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال انعامات آپ پر پورے کر کے رہیں گے۔ تیسرے یہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ سے کبھی ہٹنے نہ دیں گے اور چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی زبردست نصرت و مدد آپ کے شامل حال رہے گی چنانچہ الحمد للہ یہ سب کچھ پورا ہوا۔ اسلام میں بے روک ٹوک لوگوں کے جتھے کے جتھے داخل ہونے لگے۔ تمام جزیرۃ العرب میں اسلام ہر طرف پھیل گیا اور دشمنوں کے دلوں پر اسلام اور مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا اور بڑی بڑی شاندار لڑائیاں آسانی سے فتح ہوتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ سارے جزیرۃ العرب میں کوئی مخالف اسلام سر اٹھانے کے لائق نہ رہا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب گذشتہ آیات انا فتحنالک فتحاً مبیناً سے نصراً عزیزاً تک نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو پڑھ کر سنائیں تو حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور کہا یا رسول اللہؐ یہ تو آپ کے لئے ہوا۔ ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا جو اس واقعہ صلح حدیبیہ میں صحابہ کرام سے متعلق ہیں چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطمینان اور سکینہ اتار کر مومنین کا ایمان بڑھایا۔ یعنی صحابہ کرام باوجود یہ صلح خلاف طبع ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مطمئن ہو گئے اور ضدی کافروں کے ساتھ ضد نہیں کرنے لگے۔ اس کی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا۔ عرفان ویقین میں ترقی ہوئی اول بیعت جہاد کر کے صحابہ کرام نے ثابت کردیا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے اور اپنی جان کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ ایمان کا ایک رنگ تھا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے جذبات کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح منظور کر لی تو ان کے ایمان کا یہ دوسرا رنگ تھا کہ اپنے پرجوش جذبات کو زور

سے دیا کہ اللہ و رسول کے فیصلہ کے آگے گردن جھکا دیں۔ تو صحابہ کرامؓ پر اس موقع صلح حدیبیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ انعام فرمایا کہ مومنین کے دلوں میں تحمل پیدا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت اختیار کی اور آپ کی اطاعت سے ان کا نور ایمان اور بڑھا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس وقت قتال کا حکم دینا تمہارے لئے مصلحت ہے اور کس موقع پر قتال سے باز رکھنا اور صلح کرنا حکمت ہے۔ تم کو اگر قتال کا حکم ہو تو کبھی کفار کی کثرت کا خیال کر کے پس و پیش نہ کرنا کیونکہ آسمان و زمین کے لشکروں کا مالک اللہ ہی ہے۔ جو تمہاری قلت کے باوجود اپنے غیبی لشکروں سے تمہاری مدد کر سکتا ہے اور اگر صلح کرنے اور قتال سے رکنے کا حکم اللہ دے تو اس کی تعمیل کرو اور یہ خیال نہ کرنا کہ افسوس صلح ہو گئی اور کفار بچ نکلے اور ان کو سزا نہ ملی۔ اگر قتال کا حکم مل جاتا تو ہم ان کافروں کو ہلاک کر ڈالتے تو سمجھ لو کہ ان کا ہلاک ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے دوسرے لشکروں سے کافروں کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ اب یہاں یہ بات تو انہی کی سمجھ میں آ سکتی ہے جن کا ایمان کامل اور یقین صادق قرآن پر ہو۔ اور جن کے نزدیک قرآن میں ان کے مسائل کا حل ہی موجود نہیں وہ اللہ کے غیبی لشکروں کو کیا سمجھیں گے۔

بہرحال یہاں بتلایا گیا کہ زمین اور آسمان کے لشکروں کا مالک جو حکم دے گا تو ضرور اسی میں بہتری اور حکمت ہوگی۔ مومنین کا کام تعمیل حکم ہے۔ آگے اطاعت اور تعمیل حکم کا ثمرہ بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس اطاعت کی بدولت اہل ایمان کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں جنت میں داخل فرمائے اور تاکہ اس اطاعت کی بدولت اہل ایمان کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں جنت میں داخل فرمائے اور تاکہ اس اطاعت کی بدولت ان کے گناہوں کو دور کر دے اور ان کی برائیوں [illegible] کو معاف فرما دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کی بڑی کامیابی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جن اصحاب نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ان میں سے ایک بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

دیکھئے یہاں بھی آخرت میں گناہوں کی معافی اور جنت میں داخلہ اس کو فوز عظیم یعنی بڑی زبردست کامیابی فرمایا گیا ہے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس جگہ لکھا ہے کہ بعض نقال صوفی یا کوئی مغلوب الحال کہہ دیا کرتے ہیں کہ جنت طلب کرنا تو ناقصوں کا کام ہے لیکن یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کا بڑا کمال یہی ہے کہ آخرت میں خدائے ذوالجلال والاکرام کی ناراضگی کی جگہ یعنی جہنم سے بچ جائے اور اس کی رضا کے مقام یعنی جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے۔ **اللّٰھم انا نسئلک رضاک والجنۃ ونعوذبک من غضبک والنار** آمین

الغرض ان آیات میں مومنین و مومنات کا ذکر خیر فرمایا گیا۔ آگے ان کے مقابل یعنی مشرکین و مشرکات اور منافقین و منافقات کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آخرت کی سرخروئی اور کامیابی ہم سب کو نصیب فرمائیں اور اپنی دائمی و ابدی جنتوں میں ہمارا داخلہ مقدر فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنے احکام کی ظاہری و باطنی اطاعت نصیب فرمایئے اور اس کے ثمرہ میں ہمارے دلوں میں نور ایمان زیادہ سے زیادہ فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ

اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو کہ اللہ کے ساتھ بُرے بُرے گمان رکھتے ہیں، ان پر

دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ

بُرا وقت پڑنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا، اور ان کو رحمت سے دُور کردے گا اور اُن کیلئے اُس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝

اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے، اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے۔

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو، اور صبح و شام اس کی تسبیح میں لگے رہو۔

وَيُعَذِّبَ اور وہ عذاب دے گا	الْمُنٰفِقِيْنَ منافق مردوں	وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتوں	وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرک مردوں	وَالْمُشْرِكٰتِ اور مشرک عورتوں
الظَّآنِّيْنَ گمان کرنے والے	بِاللّٰهِ اللہ کیساتھ	ظَنَّ السَّوْءِ گمان بُرے	عَلَيْهِمْ ان پر	دَآئِرَةُ دائرہ (گردش)
السَّوْءِ بری	وَغَضِبَ اللّٰهُ اور اللہ نے غضب کیا	عَلَيْهِمْ ان پر	وَلَعَنَهُمْ اور ان پر لعنت کی	وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کیا ان کیلئے
جَهَنَّمَ جہنم	وَسَآءَتْ اور بُرا ہے	مَصِيْرًا ٹھکانا	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ لشکر (جمع) آسمانوں
وَالْاَرْضِ اور زمین	وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ	عَزِيْزًا غالب	حَكِيْمًا حکمت والا	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بیشک ہم نے آپ کو بھیجا
شَاهِدًا گواہی دینے والا	وَّمُبَشِّرًا اور خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا	لِّتُؤْمِنُوْا تاکہ تم ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر
وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول	وَتُعَزِّرُوْهُ اور اسکی مدد کرو	وَتُوَقِّرُوْهُ اور اسکی تعظیم کرو	وَتُسَبِّحُوْهُ اور اس (اللہ) کی تسبیح کرو	بُكْرَةً صبح
وَّاَصِيْلًا اور شام				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر صحابہ کرامؓ نے بیعت رضوان کے سلسلہ میں جس بہادری اور جان نثاری کا بے مثال ثبوت دیا اور پھر اپنی مرضی اور جذبات کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر جو سر تسلیم خم کر دیا اس کی مثال صحابہ کرام کے علاوہ تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ پھر اس اطاعت اور فرمانبرداری کا نتیجہ بھی بیان فرما دیا گیا تھا کہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنت کے باغات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے کو جگہ دی جائے گی اور انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی بڑی کامیابی ہے کہ اس کی خطا و قصور معاف فرما کر اس کو اللہ تعالیٰ اپنے رضا کے مقام جنت میں داخل فرما دے گا۔ تو جہاں اس صلح حدیبیہ کے موقعہ پر مومنین کے دلوں میں صلح کی طرف سے اطمینان پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی جڑ مضبوط کر دی اور اسلامی فتوحات و ترقیات کا دروازہ کھول دیا اسی طرح یہ صلح حدیبیہ کافروں اور منافقوں پر مصیبت ٹوٹنے اور انجام کار ان کو پوری طرح سزا ملنے کا ذریعہ بن گئی۔ جیسا اس سورۃ کے ابتدائی درس میں بتلایا جا چکا ہے کہ ذیقعدہ ۶ ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ ہمراہی تخمیناً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ بغرض عمرہ روانہ ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قریش کی طرف سے لڑائی کا خطرہ اور شبہ تھا اس لئے آپؐ نے زیادہ مجمع کے ساتھ جانا مصلحت سمجھا اس لئے آپ نے اطراف مدینہ اہل دیہات میں بھی اس کا اعلان کرا دیا کہ تم کو بھی عمرہ میں چلنا چاہئے مگر جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور درحقیقت منافقین

یہ لوگ ان کے ساتھ مکہ نہیں آئے اور بہانہ بنا کر بیٹھ رہے اور دل میں کہنے لگے کہ مکہ میں قریش کا بڑا مجمع ہوا ہے۔ مڈبھیڑ ضرور ہوگی اور یہ مسلمان لڑائی میں تباہ ہوں گے اور ایک بھی زندہ واپس نہ آئے گا۔ کیونکہ وطن سے دور دشمن کا دیس ہوگا ان کے پاس نہ فوج ہے نہ ہتھیار ہم کیوں ان کے ساتھ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں اور ہمراہ جا کر تباہی مول لیں چنانچہ مدینہ سے چلتے وقت بجز ایک شخص جد بن قیس کے کوئی منافق عمرے کے لئے نہ نکلا۔ ادھر مشرکین مکہ نے سوچا کہ مسلمان عمرہ کے نام سے آ رہے ہیں لیکن فریب و دغا سے چاہتے ہیں کہ مکہ معظمہ ہم سے چھین لیں اور مکہ پر قبضہ جمالیں تو یہاں ان دونوں یعنی مشرکین اور منافقین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان دونوں نے اللہ کے ساتھ برا گمان کیا۔ منافقین نے سوچا کہ ان مسلمانوں کی مدد نہ ہوگی اور یہ ہلاکت میں پڑیں گے اور مشرکین نے اللہ کے ماننے والوں کو دغا باز سمجھا ان دونوں گروہوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی شامت ان کو گھیرنے ہی والی ہے۔ یہ مصیبت کے چکر میں پھنس کر رہیں گے۔ یہ کہاں تک احتیاطیں اور پیش بندیاں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہے اور ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو برا ٹھکانہ ہے اور جب خدا سزا دینا چاہے تو کون ہے جو بچا سکتا ہے۔ خدائی لشکر ایک لمحہ میں چاہے تو پیس کر رکھ دے مگر اللہ تعالیٰ زبردست ہونے کے ساتھ حکمت والا بھی ہے حکمت الٰہی مقتضی نہیں کہ فوراً ہاتھوں ہاتھ ان کا استیصال کیا جائے آگے اللہ و رسول کے حقوق کا اور ان حقوق کے بجالانے والوں کی فضیلت اور نہ بجالانے والوں کی مذمت کا بیان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اعمال امت پر قیامت کے دن گواہی دینے والا اور دنیا میں اہل ایمان کے لئے بشارت و خوشخبری دینے والا کہ آخرت میں ایمان و عمل صالح کے عمدہ نتائج ملیں گے اور کفار و مشرکین کو خوف دلانے والا اور ان کو آخرت کی بربادی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے بنی آدم تم اللہ کی اور اس کے رسول کی تصدیق کرو۔ ایمان لاؤ اور اللہ اور اس کے رسول کی عزت و توقیر کرو۔

علما نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واجب و فرض ہے۔ ذرا بھی کوئی توہین کرے گا وہ فیض رسالت سے محروم رہے گا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ **تعزروہ و توقروہ** یعنی اللہ کے رسول کی مدد کرو اور آپ کی تعظیم کرو۔ تو یہاں آپ کی مدد کرنے سے آپ کے دین کی مدد کرنا مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی مدد آپ کے دین ہی کی مدد ہے پھر آپ کی توقیر و عزت میں آپ کے سنت کی اتباع اور اجراء اور اس کے قیام اور تبلیغ میں اعانت اور جان و مال سے شریک ہونا یہی آپ کی سچی توقیر و عزت ہے۔ قرآن کریم کے اس ایک جملہ **وتعزروہ و توقروہ** اور اس رسول کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اس میں اجمالاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی طرف اشارہ فرمادیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل اور تفسیر میں علما نے بہت کچھ وضاحت اور طویل تقریریں تحریر فرمائی ہیں جس کے بیان کی اس درس میں گنجائش نہیں۔ مختصراً آپ کے سارے حقوق ان تین الفاظ میں آجاتے ہیں۔ آپ کی محبت' آپ کی عظمت اور آپ کا اتباع۔ اگر ان تین میں سے ایک چیز بھی نہ ہوگی تو یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں کوتاہی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔

آخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ صبح و شام اللہ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

اب آگے صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں جو واقعہ بیعت رضوان واقع ہوا تھا اس کے متعلق اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ

جولوگ آپ سے بیعت کررہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کررہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا

عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا

وبال اُسی پر پڑے گا، اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا ہے سو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ بیشک جولوگ	يُبَايِعُونَكَ آپ سے بیعت کررہے ہیں	إِنَّمَا اسکے سوانہیں کہ	يُبَايِعُونَ اللَّهَ وہ اللہ سے بیعت کررہے ہیں	يَدُ اللَّهِ اللہ کا ہاتھ
فَوْقَ أَيْدِيهِمْ انکے ہاتھوں کے اوپر	فَمَن نَّكَثَ پھر جس نے توڑ دیا عہد	فَإِنَّمَا تو اس کے سوانہیں	يَنكُثُ اس نے توڑ دیا	عَلَىٰ نَفْسِهِ اپنی ذات پر
وَمَنْ اور جس	أَوْفَىٰ پورا کیا	بِمَا عَاهَدَ جو اس نے عہد کیا	عَلَيْهُ اللَّهَ اللہ پر سے	فَسَيُؤْتِيهِ تو وہ عنقریب اسے دیگا	أَجْرًا عَظِيمًا اجر عظیم

تفسیر و تشریح: اس سورۃ کے ابتدائی درس میں یہ بتلایا جا چکا ہے۔ اس سورۃ کا نزول صلح حدیبیہ ۶ھ سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل ہوا تھا۔ اس سورۃ میں جن متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے وہ ابتدائی درس میں مختصراً بیان کئے جا چکے ہیں۔ اس آیت میں بھی ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو تاریخ اسلام میں "بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی سورۃ میں آگے تیسرے رکوع کی ابتدا میں اسی بیعت رضوان کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ جب قریش مکہ کو یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ آ رہے ہیں تو قریش نے بہت سا مجمع کر کے اتفاق کرلیا کہ آپ کو مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد ایک صحابی حضرت خراش بن امیہ خزاعیؓ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر کردیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں جنگ کے لئے نہیں آئے۔ اہل مکہ نے اسلام دشمنی میں ان کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور ارادہ کیا کہ ان صحابی کو بھی قتل کر ڈالیں مگر آپس ہی کے بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر ان کو بچا دیا۔ حضرت خراشؓ اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان کیا۔ تب آپ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت عمرؓ کو پیام دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجیں تو حضرت عمرؓ نے معذرت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں اور کس درجہ میرے دشمن ہیں۔ مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچا سکے۔ اگر آپ حضرت عثمان کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ابوسفیان اور رؤسائے مکہ کو ہمارا پیام پہنچا دو کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں۔ ہم کو آنے دو۔ عمرہ کر کے چلے جائیں گے اور یہ بھی فرمایا کہ جو کمزور مسلمان مکہ میں مغلوب اور مظلوم تھے ان کو یہ بشارت سنا دو کہ گھبرائیں نہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا۔ حضرت عثمانؓ اپنے ایک عزیز کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچایا اور ضعفاء مسلمین کو بشارت سنائی۔ ابوسفیان وغیرہ نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے دوسرے رفقاء کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ تم اگر تنہا طواف بیت اللہ کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ تو میں ہرگز نہیں کر سکتا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر طواف اور عمرہ کو تنہا ادا کرلوں۔ قریش نے جب حضرت عثمان کا یہ اصرار دیکھا تو ان کو واپس جانے سے روک لیا۔ ادھر مسلمانوں میں یہ خبر اس طرح پہنچی کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے۔ مسلمانوں کے لئے یہ خبر ایک بہت بڑا سانحہ تھا جس سے ہر شخص مضطرب اور بے قابو ہوا جارہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت صدمہ ہوا اور یہ فرمایا کہ جب تک میں ان سے بدلہ نہ لے لوں گا۔ یہاں سے حرکت نہ کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام سے اس بات پر بیعت لی کہ

جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد وقتال کریں گے۔ مر جائیں گے مگر راہ فرار اختیار نہیں کریں گے تمام صحابہ کرام نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور احادیث صحیحہ میں ان حضرات صحابہ کی بڑی فضیلت آئی ہے جو اس بیعت میں شریک تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ حضرت عثمان غنیؓ چونکہ آپ کے حکم سے مکہ گئے ہوئے تھے اور اس بیعت کے وقت حاضر نہ تھے اس لئے ان کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ یہ خصوصی فضیلت حضرت عثمانؓ کو نصیب ہوئی کہ آپ نے اپنے ہی دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کر لی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں سے بیعت لے چکے تو ہر ایک مسلمان کے دل میں ایک والہانہ جوش وخروش پیدا ہو گیا۔ جس کی خبر مکہ میں بھی پہنچی مشرکین مکہ اس سے گھبرائے اور خوف زدہ ہو کر مسلمانوں تک یہ خبر پہنچائی کہ قتل عثمان کی خبر غلط ہے اور ہم ان کو صحیح سلامت آپ کے پاس بھیجتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان صحیح سلامت حدیبیہ واپس تشریف لے آئے۔ چونکہ جہاد کی یہ بیعت بہت ہی نازک اور اہم موقع پر لی گئی اور حضرات صحابہ نے پورے ولولہ اور جذبہ ایثار کے ساتھ اس بیعت کو کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس جانبازی اور فدا کاری کی قدر منزلت فرمائی اور اپنی رضا اور خوشنودی کا پروانہ مرحمت فرما کر ان کے اس کارنامہ کو زندہ جاوید بنا دیا اور اسی حقیقت کے پیش نظر اسلامی تاریخ میں اس کا نام "بیعت رضوان" قرار پایا جس کا ذکر اس آیت میں بھی فرمایا گیا اور آگے تیسرے رکوع کی ابتدا میں بھی فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی تھی تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا خدا سے بیعت کرنا ہے کیونکہ حقیقت میں نبی خدا ہی کی طرف سے بیعت لیتا ہے اور اسی کے احکام کی تعمیل وتاکید بیعت کے ذریعہ سے کراتا ہے جب بیعت نبوی کی یہ حقیقت ہوئی تو یقیناً خدا تعالیٰ کا دست شفقت وحمایت ان کے ہاتھ کے اوپر ہوگا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے کبھی اسلام پر کبھی جہاد پر کبھی کسی دوسرے امر خیر پر بیعت لیتے تھے۔ مشائخ طریقت کی بیعت جن کا سلسلہ حضورؐ سے لے کر آج تک جاری ہے اگر بطریق مشروع ہو تو اس کی اصل بھی یہی بیعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ بیعت کے وقت جو قول وقرار کیا جاتا ہے اگر کوئی اس کو توڑے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ ورسول کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ اسی کو عہد شکنی کی سزا ملے گی اور جس نے استقامت دکھلائی اور اپنے عہد وپیمان کو مضبوطی سے پورا کیا تو اس کا بدلہ بھی بہت پورا حق تعالیٰ کی طرف سے ملے گا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں بیعت کا لفظ چونکہ عام ہے اس لئے جس عہد واجب الایفاء کو توڑے گا سو اس کے لئے یہی وعید ہے جو یہاں آیت میں ظاہر فرمائی گئی یعنی جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اب یہاں ہر کلمہ گو اپنے ذہن میں اس بات کو تازہ کر لے کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر کیا اقرار و عہد کرتا ہے اور اپنے اس عہد کو کہاں تک پورا کرتا ہے۔ ایک کلمہ گو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اس بات کا عہد واقرار کرتا ہے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو خدائے برحق معبود واحد اور یکتا مالک مانتا ہوں اور صرف اسی کی عبادت وبندگی کروں گا۔ اور بندے کو جس طرح اپنے مولا وآقا کے حکموں پر چلنا چاہئے اسی طرح میں اس کے حکموں پر چلوں گا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں خدا کا برحق رسول تسلیم کرتا ہوں میں ایک امتی کی طرح آپ کی اطاعت وپیروی کروں گا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتا رہوں گا۔ اسی عہد واقرار کا نام دراصل ایمان ہے اور توحید ورسالت کی شہادت دینے کا بھی یہی مقصد ومطلب ہے لہٰذا ہر کلمہ پڑھنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے کو اس عہد وشہادت کا پابند سمجھے اور اس کی زندگی اسی اصول کے مطابق گزرے اس صورت میں وہ بے شک اللہ کے نزدیک ایک سچا مسلم ومومن ہوگا ورنہ زبان سے کلمہ پڑھنا اور عملاً کلمہ میں کئے ہوئے اقرار کے خلاف اپنا طرز عمل رکھنا یہ عہد وپیمان اور قول وقرار کو توڑنا اور عہد شکنی کرنا ہے جس کی عام وعید یہاں سنائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نقض عہد سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ

جو دیہاتی پیچھے رہ گئے وہ عنقریب آپ سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال وعیال نے فرصت نہ لینے دی سو ہمارے لئے معافی کی دعا مانگئے یہ لوگ

بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا

اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو

أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ

اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے، بلکہ اللہ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے۔ بلکہ تم نے یوں سمجھا کہ رسول

وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ

اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آویں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوئی تھی اور تم نے بُرے بُرے گمان کیے، اور تم

قَوْمًا بُورًا ﴿١٢﴾ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ

برباد ہونے والے لوگ ہوگئے۔ اور جو شخص اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لاوے گا سو ہم نے کافروں کیلئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ اور تمام

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٤﴾

آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے، وہ جس کو چاہے بخش دے، اور جس کو چاہے سزا دے، اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے۔

سَيَقُولُ اب کہیں گے	لَكَ آپ سے	الْمُخَلَّفُونَ پیچھے رہ جانے والے	مِنَ سے	الْأَعْرَابِ دیہاتی	شَغَلَتْنَا ہمیں مشغول رکھا	أَمْوَالُنَا ہمارے مالوں	
وَأَهْلُونَا اور ہمارے گھر والے	فَاسْتَغْفِرْ لَنَا اور بخشش مانگئے ہمارے لئے	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	بِأَلْسِنَتِهِمْ اپنی زبانوں سے	مَا لَيْسَ جو نہیں			
فِي قُلُوبِهِمْ انکے دلوں میں	قُلْ فرمادیں	فَمَنْ تو کون	يَمْلِكُ اختیار رکھتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ اللَّهِ اللہ کے سامنے	شَيْئًا کس چیز کا	
إِنْ أَرَادَ اگر وہ چاہے	بِكُمْ تمہیں	ضَرًّا کوئی نقصان	أَوْ یا	أَرَادَ بِكُمْ چاہے تمہیں	نَفْعًا کوئی فائدہ	بَلْ بلکہ	كَانَ اللَّهُ ہے اللہ
بِمَا تَعْمَلُونَ اس سے جو تم کرتے ہو	خَبِيرًا خبردار	بَلْ بلکہ	ظَنَنْتُمْ تم نے گمان کیا	أَنْ کہ	لَنْ يَنْقَلِبَ ہرگز واپس نہ لوٹیں گے	الرَّسُولُ رسول	
وَالْمُؤْمِنُونَ اور مومن (جمع)	إِلَىٰ طرف	أَهْلِيهِمْ اپنے اہل خانہ	أَبَدًا کبھی	وَزُيِّنَ اور بھلی لگی	ذَٰلِكَ یہ	فِي قُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں میں۔کو	
وَظَنَنْتُمْ اور تم نے گمان کیا	ظَنَّ السَّوْءِ بُرا گمان	وَكُنْتُمْ اور تم تھے۔ ہوگئے	قَوْمًا بُورًا ہلاک ہونے والی قوم	وَمَنْ اور جو	لَمْ يُؤْمِنْ ایمان نہیں لاتا		
بِاللَّهِ اللہ پر	وَرَسُولِهِ اور اسکا رسول	فَإِنَّا أَعْتَدْنَا تو بیشک ہم نے تیار کی	لِلْكَافِرِينَ کافروں کیلئے	سَعِيرًا دہکتی آگ	وَلِلَّهِ اور اللہ کیلئے		
مُلْكُ السَّمَاوَاتِ آسمانوں کی بادشاہت	وَالْأَرْضِ اور زمین	يَغْفِرُ وہ بخش دے	لِمَنْ يَشَاءُ جس کو وہ چاہے	وَيُعَذِّبُ اور عذاب دے			
مَنْ يَشَاءُ جس کو وہ چاہے	وَكَانَ اور ہے	اللَّهُ اللہ	غَفُورًا بخشنے والا	رَحِيمًا مہربان			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے جس جانبازی کے جذبے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جہاد وقتال کے لئے بیعت کی اس کی تعریف فرمائی گئی تھی اس کے بعد اب ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جو مدینہ کے قرب وجوار میں

رہنے والے بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے تھے مگر دل سے ایمان نہ لائے تھے۔ ۶ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے عمرہ کے لئے روانہ ہونے کا قصد فرمایا تو اس وقت آپ نے اپنی روانگی کا عام اعلان کر دیا اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کی ترغیب دی شاید قرائن سے آپ کو بھی قریش کے ساتھ لڑائی کا احتمال ہوا ہو اس پر مدینہ کے قرب و جوار کے دیہاتی جنہوں نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ جان چرا کر بیٹھے رہے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ مسلمان اس سفر سے واپس آنے والے نہیں سب وہیں ختم ہو ویں گے۔ انہیں منافقین کا راز ان آیات میں اور اگلی آیات میں فاش کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل راستہ میں بذریعہ وحی بتلا دیا جاتا ہے کہ آپ کے مدینہ صحیح وسالم پہنچ جانے پر وہ لوگ اپنی غیر حاضری کے جھوٹے عذر اور حیلے بہانے کرتے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے کہ کیا ہم کو گھر بار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی۔ کوئی ہمارے پیچھے اہل وعیال کی خبر لینے والا نہ تھا بہر حال ہم سے کوتاہی ضرور ہوئی۔ اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کرا دیجئے۔ اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دل میں یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ عذر بالکل غلط ہے۔ اور استغفار کی درخواست کرنا بھی محض ظاہر داری کے لئے ہے۔ سچے دل سے نہیں وہ دل میں نہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور نہ آپ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان سے جو عذر و معذرت کرنے آئیں اس طرح کہہ دیجئے کہ ہر طرح کا نفع ونقصان اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جس کی مشیت وارادہ کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ تم جو کہتے ہو کہ اپنے مال اور گھر والوں کی حفاظت کی وجہ سے سفر میں نہ جا سکے تو خدا اگر تمہارے مال واولا د وغیرہ میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا تم گھر میں رہ کر اسے روک دو گے یا فرض کرو اللہ تم کو کچھ فائدہ مال و عیال میں پہنچانا چاہے اور تم سفر میں ہو تو کیا کوئی اسے روک سکتا ہے۔ جب نفع ونقصان کو کوئی روک نہیں سکتا تو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے مقابلے میں ان چیزوں کی پروا کرنا محض حماقت وضلالت ہے ان حیلوں بہانوں سے مت سمجھو کہ ہم اللہ کو خوش کر لیں گے بلکہ یاد رکھو اللہ تمہارے سب کھلے چھپے اعمال اور احوال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ واقع میں تمہارے نہ جانے کا سبب یہ نہیں کہ جو تم بیان کر رہے ہو بلکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان اس سفر سے بچ کر واپس نہ آئیں گے یہی تمہاری آرزو تھی اور یہ غلط اٹکل اور تخمینہ تمہارے دلوں میں خوب جم گیا تھا۔ اس لئے اپنی حفاظت اور نفع کی صورت تم نے علیحدہ رہنے میں سمجھی حالانکہ یہ صورت تمہارے خسران اور تباہی کی تھی اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نہ بخشنا چاہے اس کی بخشش کیسے ممکن ہے ہاں اس کی مہربانی ہو تو تم کو توبہ کی توفیق مل جائے اور بخشش ہو جائے اس کی رحمت بہت بڑی ہے اور وہ معافی چاہنے والے کے لئے غفور الرحیم بھی ہے۔

بعض تفاسیر میں ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد ان میں سے کچھ تائب ومخلص ہو گئے تھے اور بعض پھر بھی در پردہ منافقین رہے۔ ابھی انہی منافقین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو حقیقی اور سچا و پکا ایمان واسلام نصیب فرمائیں اور شکوک وشبہات سے ہمارے دلوں کو پاک رکھیں ہم کو ہر حال میں اپنی ذات پاک سے نیک گمان رکھنے اور برے گمان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اسلام اور ایمان کی پکار پر ہمہ وقت لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائیے اور دین کی خدمت میں جان چرانے کی منافقانہ خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے۔

یا اللہ اپنی رحمت سے ہمارے تمام ظاہری وباطنی گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور اپنی شان غفور الرحیمی سے ہماری ہر چھوٹی بڑی ظاہری وباطنی تقصیر و کوتاہی سے درگزر فرمائیے۔ اعدائے دین اسلام جو دن رات اپنی تدبیروں سے اہل اسلام کی بدحالی دیکھنا چاہتے ہیں۔

یا اللہ ان اعدائے دین کو تباہ و برباد فرمائیے اور ان کی چالوں کو ملیا میٹ فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا

جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں، وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں

كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ

آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، خدا تعالیٰ نے پہلے سے یوں ہی فرما دیا ہے، تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو،

بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ

بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں۔ آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف

أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ

بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع ہو جائیں، سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض دے گا، اور اگر تم

تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى

روگردانی کرو گے جیسا اس کے قبل روگردانی کر چکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے

الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے، اور جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مانے گا اُس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جو شخص روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

سَيَقُولُ عنقریب کہیں گے	الْمُخَلَّفُونَ پیچھے بیٹھ رہنے والے	إِذَا جب	انْطَلَقْتُمْ تم چلو گے	إِلَىٰ مَغَانِمَ غنیموں کی طرف	لِتَأْخُذُوهَا کہ تم انہیں لے لو		
ذَرُونَا ہمیں چھوڑ دو (اجازت دو)	نَتَّبِعْكُمْ ہم تمہارے پیچھے چلیں	يُرِيدُونَ وہ چاہتے ہیں	أَنْ يُبَدِّلُوا کہ وہ بدل ڈالیں	كَلَامَ اللَّهِ اللہ کا فرمان			
قُلْ فرمادیں	لَنْ تَتَّبِعُونَا تم ہرگز ہمارے پیچھے نہ آؤ	كَذَٰلِكُمْ اسی طرح	قَالَ اللَّهُ کہا اللہ نے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	فَسَيَقُولُونَ پھر اب وہ کہیں گے		
بَلْ بلکہ	تَحْسُدُونَنَا تم حسد کرتے ہو ہم سے	بَلْ بلکہ۔ جبکہ	كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ وہ سمجھتے نہیں ہیں	إِلَّا قَلِيلًا مگر تھوڑا	قُلْ فرمادیں		
لِلْمُخَلَّفِينَ پیچھے بیٹھ رہنے والوں کو	مِنَ سے	الْأَعْرَابِ دیہاتیوں	سَتُدْعَوْنَ عنقریب تم بلائے جاؤ گے	إِلَىٰ قَوْمٍ ایک قوم کی طرف			
أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ سخت لڑنے والی (جنگجو)	تُقَاتِلُونَهُمْ تم ان سے لڑتے رہو	أَوْ يُسْلِمُونَ یا وہ اسلام قبول کرلیں	فَإِنْ اگر	تُطِيعُوا تم اطاعت کرو گے			
يُؤْتِكُمُ تمہیں دے گا	اللَّهُ اللہ	أَجْرًا اجر	حَسَنًا اچھا	وَإِنْ اور اگر	تَتَوَلَّوْا تم پھر گئے	كَمَا تَوَلَّيْتُمْ جیسے تم پھر گئے تھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل
يُعَذِّبْكُمْ وہ تمہیں عذاب دیگا	عَذَابًا عذاب	أَلِيمًا دردناک	لَيْسَ نہیں	عَلَى الْأَعْمَىٰ اندھے پر	حَرَجٌ کوئی تنگی گناہ	وَلَا اور نہیں	
عَلَى الْأَعْرَجِ لنگڑے پر	حَرَجٌ کوئی گناہ	وَلَا اور نہ	عَلَى الْمَرِيضِ مریض پر	حَرَجٌ کوئی گناہ	وَمَنْ اور جو	يُطِعِ اللَّهَ اطاعت کریگا اللہ کی	

5 | وَرَسُوْلَهٗ اور اسکے رسول کی | يُدْخِلْهُ وہ داخل کریگا اسے | جَنّٰتٍ باغات | تَجْرِيْ بہتی ہیں | مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے | الْاَنْهٰرُ نہریں | وَمَنْ اور جو |
| يَتَوَلَّ پھر جائے گا | يُعَذِّبْهُ وہ عذاب دے گا اسے | عَذَابًا اَلِيْمًا عذاب دردناک |

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ان منافقین کا ذکر ہوا تھا جو مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ کے لئے مکہ نہ گئے تھے اور جان چرا کر پیچھے بیٹھ رہے تھے۔ اس خیال سے کہ مسلمان مکہ میں مشرکین مکہ کے ہاتھوں مار کھائیں گے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ ہی میں یہ سورۃ نازل ہوئی تھی جس میں منافقین کا راز فاش کیا گیا تھا کہ یہ واپسی پر جھوٹے حیلہ بہانہ اور عذر پیش کریں گے۔ اب آگے ان آیات میں انہی منافقین کا ایک دوسرا راز فاش کیا جاتا ہے۔ حدیبیہ سے واپس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر پر چڑھائی کرنے کا حکم ہوا جہاں غدار یہود آباد تھے اور جو معاہدہ کے خلاف جوانہوں نے مسلمانوں سے کر رکھا تھا بدعہدی کر کے جنگ احزاب میں کافر قوموں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے جس کا تفصیلی تذکرہ سورۂ احزاب ۲۱ ویں پارہ میں ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی ہے کہ وہ منافقین جو حدیبیہ نہیں گئے اب خیبر کے معرکہ میں آپ کے ساتھ چلنے کو کہیں گے کیونکہ وہاں خطرہ کم اور غنیمت کی امید زیادہ ہے تو آپ ان سے فرمادیں کہ تمہاری استدعا سے پیشتر اللہ تعالیٰ ہم کو بتلا چکا ہے کہ تم اس سفر میں ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے۔ اس صورت میں کیا تم ہمارے ساتھ جا سکتے ہو اگر جاؤ گے تو یہ معنی ہوں گے کہ گویا اللہ کا کہا بدل دیا گیا جو کسی طرح ممکن نہیں۔ آگے حق تعالیٰ نے بتلایا کہ جب آپ ان سے یہ کہیں گے جو اوپر ذکر ہوا تو یہ کہیں گے کہ اللہ نے تو کچھ بھی نہیں فرمایا۔ محض یہ چاہتے ہو کہ ہمارا فائدہ نہ ہو۔ سب مال غنیمت بلاشرکت غیرے تمہارے ہی ہاتھ آجائے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں بہت تھوڑی سمجھ ہے۔ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے زہد وقناعت کا کیا حال ہے؟ کیا وہ مال کے حریص ہیں جو تم پر حسد کریں گے اور کیا پیغمبر از راہ حسد خدا پر جھوٹ بول دیں گے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ ان منافقین سے کہہ دیں کہ اگر تم لڑنے کے ایسے ہی شوقین ہو تو ذرا صبر کرو اس لڑائی یعنی جنگ خیبر میں تو تم جا نہیں سکتے لیکن آگے بہت معرکے پیش آنے ہیں۔ بڑی جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلہ ہوں گے جن کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ وغیرہ دے کر اسلام کی مطیع ہو جائیں۔ اگر واقعی تم کو شوق جہاد ہے تو اس وقت میدان میں آ کر داد شجاعت دینا اس موقع پر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ بہترین بدلہ دے گا۔ اور اگر جیسے پہلے حدیبیہ جانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے اگر آئندہ ان معرکوں سے پیچھے ہٹے تو اللہ تعالیٰ سخت دردناک سزا دے گا اور وہ سزا شاید آخرت سے پہلے دنیا ہی میں مل جائے۔ آگے ارشاد ہے کہ جہاد معذور لوگوں پر فرض نہیں یعنی اندھے لنگڑے اور بیماروں پر اس میں شامل ہونا فرض نہیں وہ جتنا کر سکتے ہیں کر سکیں۔ ان پر کوئی تنگی نہیں اس کے بعد عام ضابطہ اور قاعدہ تمام لوگوں کے لئے بیان کیا جاتا ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر کام جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری اختیار کرے گا اسے اللہ تعالیٰ بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جن میں ہر طرف نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو اللہ کی طرف سے منہ پھیر لے گا اسے ایسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جس میں دکھ ہی دکھ ہے۔

اب منافقین کا ذکر کرنے کے بعد پھر ان اہل ایمان کا جنہوں نے برضا ورغبت حدیبیہ میں مشرکین سے جنگ کرنے پر بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر کی تھی ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ

بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا پس اللہ تعالیٰ

السَّكِيْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۹﴾

نے ان میں اطمینان پیدا کردیا اور ان کو ایک لگے ہاتھ فتح دے دی۔ اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ تحقیق راضی ہوا	اللّٰہُ اللہ	عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں سے	اِذْ جب	یُبَایِعُوْنَکَ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے	تَحْتَ نیچے	الشَّجَرَۃِ درخت
فَعَلِمَ سو اس نے معلوم کرلیا	مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ جو انکے دلوں میں	فَاَنْزَلَ تو اس نے اتاری	السَّكِيْنَةَ سکینہ (تسلی)	عَلَیْهِمْ ان پر		
وَاَثَابَهُمْ اور بدلہ میں دی انہیں	فَتْحًا قَرِیْبًا ایک فتح قریب	وَّمَغَانِمَ اور غنیمتیں	كَثِيْرَةً بہت سی	يَّاْخُذُوْنَهَا انہوں نے وہ حاصل کیں		
وَكَانَ اللّٰہُ اور ہے اللہ	عَزِیْزًا غالب	حَكِیْمًا حکمت والا				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کو مکہ معظمہ میں عمرہ کے لئے داخل ہونے سے روکا تو آپ نے حدیبیہ میں قیام کر کے مکہ والوں کے پاس حضرت عثمانؓ کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں فقط عمرہ کر کے واپس ہو جائیں گے۔ مکہ والوں نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا اور افواہ اڑ گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہ خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام سے عہد لیا کہ اگر لڑائی ہو گئی تو دل و جان سے جنگ کریں گے اور راہ فرار کبھی اختیار نہ کریں گے۔ اسی کو اسلامی تاریخ میں ''بیعت رضوان'' کہا جاتا ہے اور اس کو بیعت رضوان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بیعت کرنے والے صحابہ کرامؓ سے اپنی رضا مندی ظاہر فرمائی۔ اور احادیث صحیحہ میں بھی اس بیعت میں شریک ہونے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ امام احمدؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے یہ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا اور بھی احادیث میں ان کے جنتی ہونے کا وعدہ ہوا ہے اور اصحاب بدر کے بعد ان ہی حضرات کا درجہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

یہاں اس موقع پر مفسر حضرت علامہ عبدالحق صاحب حقانی دہلویؒ نے اپنی تفسیر حقانی میں لکھا ہے کہ یہ بات باتفاق مورخین ثابت ہے کہ اس بیعت رضوان میں خلفائے اربعہ شریک تھے اور حضرت عثمانؓ اگرچہ موقع پر موجود نہ تھے مگر ان کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی۔ محدثین نے صحیح سند سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ عثمان اللہ اور رسول کے کام میں ہے ان کی طرف سے آپ نے اپنا ایک ہاتھ رکھ کر اس پر دوسرا ہاتھ رکھا اور بیعت کی اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا تو خلفائے اربعہ کے قطعی جنتی ہونے میں اور اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور یہ حضرات مومن مخلص تھے کوئی شک نہیں رہا۔ ان حضرات کے لئے یہ دستاویز آسمانی اور تمسک قرآنی یعنی آیت لقد رضی اللہ عن المؤمنین کافی ہے۔ حضرت علامہ شیخ آگے لکھتے ہیں کہ ہم افسوس کرتے ہیں ان لوگوں پر (مراد اس سے اہل شیعہ ہیں) جو رطب و یابس روایات سے جن میں محض تعصب و طرفداری ہے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن بتا کر نامناسب الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان حضرات کی شان میں بدگوئی کرتے ہیں اور پھر اس بدگوئی اور بدزبانی کو محبت اہل بیت قرار دے کر اس کو نجات کا باعث کہتے ہیں تو ان حضرات کے محامد تو قرآن سے ثابت ہوں اور برائیاں ایرے غیرے متعصب راویوں کے بیان سے ثابت کر کے اس آسمانی تمسک کو چاک کیا جائے تو جس کو ذرا بھی عقل سلیم ہوگی وہ اس بات کو کبھی جائز اور روا نہ رکھے گا۔ یہ مضمون بیچ میں اضطراراً آ گیا تھا۔

الغرض ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے جو آپ کے ہم سفر ہیں خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت کر رہے تھے اور اس وقت ان کے دلوں میں جو عزم و توکل حسن نیت صدق و اخلاص اور حب اسلام وغیرہ تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کے دلوں میں ایسا اطمینان پیدا کر دیا جس سے ان کو خدا کا حکم ماننے میں ذرا پس و پیش نہ ہوا اور اس کے ساتھ ان کو ایک فتح دی جس سے مراد فتح خیبر ہے جو حدیبیہ سے واپس آتے ہی مسلمانوں کو نصیب ہوئی اور جس میں مسلمانوں کو بہت کثرت سے مال غنیمت ہاتھ لگا۔ خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام کا نام ہے۔ یہ یہودیوں کی خالص آبادی کا قصبہ تھا اور آبادی کے گرداگرد مستحکم قلعے بنائے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر حدیبیہ سے مدینہ پہنچے ہوئے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے کہ سننے میں آیا کہ خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اور جنگ احزاب کی ناکامی کا بدلہ لینے اور اپنی کھوئی ہوئی جنگی عزت وقوت کو ملک بھر میں بحال کرنے کے لئے ایک خونخوار جنگ کی تیاری کر چکے ہیں۔ مسلمان محاصرہ کی سختی کو جو ایک سال پہلے انہیں جنگ احزاب میں اٹھانی پڑی تھی ہنوز نہیں بھولے تھے۔ اس لئے سب مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ اس حملہ آور دشمن کو آگے بڑھ کر لینا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں صرف انہی صحابہ کرام کو ہمرکاب چلنے کی اجازت دی جو ان آیات لقد رضی اللہ عن المؤمنین کی بشارت سے ممتاز تھے اور جن کو واثابھم فتحاً قریباً و مغانم کثیرۃً کا مژدہ مل چکا تھا۔ قصبہ خیبر کے قلعے جو آبادی کے گرداگرد واقع تھے شمار میں دس تھے جن کے اندر دس ہزار جنگی مرد رہتے تھے۔ قتل وقتال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور یہود کے تمام قلعے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے اس جہاد میں ۱۵ صحابہ کرام شہید ہوئے اس جہاد میں حضرت علیؓ نے نمایاں حصہ لیا اور باب خیبر کو ہاتھ سے تنہا اکھاڑ دیا حالانکہ ۷۰ آدمی اس کے ہلانے سے عاجز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس دروازہ کو آپ نے بجائے ڈھال کے استعمال کیا۔ فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند روز خیبر میں ٹھہرے اگر چہ یہود کے ساتھ بعد فتح پوری مراعات برتی گئی تھیں اور ان کو ہر طرح امن و امان بخشا گیا تھا مگر پھر بھی ان کی فطری بدنیتی نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایک یہودی عورت نے آپ کی اور آپ کے ساتھ کچھ ہمراہیوں کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ نے لقمہ منہ میں رکھ کر کھانے سے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ اس کھانے میں زہر ملایا گیا ہے لیکن ایک صحابی نے کچھ کھانا کھا لیا۔ آپ نے اس یہودی عورت کو بلا کر پوچھا تو اس نے جرم کا اقرار کیا اس پر بھی آپ نے اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیا اور اس کو چھوڑ دیا لیکن جب ان صحابی نے اس زہریلے کھانے سے وفات پائی تو قصاص میں یہ یہودن قتل کی گئی۔

الغرض فتح خیبر سے جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد فوراً مل گئی مال غنیمت بہت ہاتھ آیا جس سے صحابہ آسودہ حال ہو گئے۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے زور اور حکمت سے حدیبیہ کی کسر یہاں نکال دی۔ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور تمام مصلحتوں سے واقف ہے۔

یہاں فتح خیبر کی بشارت اور اس فتح خیبر میں مسلمانوں کو کثرت سے مال غنیمت ملنے کی پیشگوئی فرما کر آگے بتلایا جاتا ہے کہ کچھ اسی فتح خیبر پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی اور بھی بہت سی فتوحات اور بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جو تم کو ملیں گی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ان صحابہ کرام کے طفیل میں جن کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی ان آیات میں بشارت سنائی گئی اور جنہیں مژدہ فتح سنایا گیا اور جن کے ہم بھی نام لیوا ہیں یا اللہ ہمیں بھی اپنی رضا کی دولت سے نواز دیجئے اور ہر حال میں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو سردست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تاکہ یہ (واقعہ)

اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ

اہل ایمان کیلئے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے۔ اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے،

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا

يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ

اور نہ مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے (کفار کیلئے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے۔ اور آپ خدا کے دستور میں

اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ

ردوبدل نہ پاویں گے۔ اور وہ ایسا ہے کہ اُس نے اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے عین مکہ میں روک دیئے بعد اس کے

اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝

کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔

وَعَدَكُمْ وعدہ کیا تم سے	اللّٰهُ اللہ	مَغَانِمَ غنیمتیں	كَثِيْرَةً کثرت سے	تَاْخُذُوْنَهَا تم لوگے انہیں	فَعَجَّلَ تو جلد دیدی اس نے	لَكُمْ تمہیں		
هٰذِهٖ یہ	وَكَفَّ اور روک دیئے	اَيْدِيَ ہاتھ	النَّاسِ لوگ	عَنْكُمْ تم سے	وَلِتَكُوْنَ اور تاکہ ہو	اٰيَةً ایک نشانی	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	
وَيَهْدِيَكُمْ اور وہ ہدایت دے تمہیں	صِرَاطًا ایک راستہ	مُّسْتَقِيْمًا سیدھا	وَّاُخْرٰى اور ایک اور (فتح)	لَمْ تَقْدِرُوْا تم نے قابو نہیں پایا	عَلَيْهَا اس پر			
قَدْ اَحَاطَ گھیر رکھا ہے	اللّٰهُ اللہ	بِهَا اس کو	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرًا قدرت رکھنے والا	وَلَوْ اور اگر
قٰتَلَكُمْ تم سے لڑتے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	لَوَلَّوُا البتہ وہ پھرتے	الْاَدْبَارَ پیٹھ (جمع)	ثُمَّ پھر	لَا يَجِدُوْنَ وہ نہ پاتے			
وَلِيًّا کوئی دوست	وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار	سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ کا دستور	الَّتِيْ وہ جو	قَدْ خَلَتْ گزر چکا	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل			
وَلَنْ تَجِدَ اور تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّةِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں	تَبْدِيْلًا کوئی تبدیلی	وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ كَفَّ جس نے روکا	اَيْدِيَهُمْ ان کے ہاتھ			
عَنْكُمْ تم سے	وَاَيْدِيَكُمْ اور تمہارے ہاتھ	عَنْهُمْ ان سے	بِبَطْنِ مَكَّةَ درمیان (وادی) مکہ میں	مِنْ بَعْدِ اس کے بعد				
اَنْ اَظْفَرَكُمْ کہ فتح مند کیا تمہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ تم جو کچھ کرتے ہو اسے	بَصِيْرًا دیکھنے والا			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرامؓ کو اپنی رضامندی کی بشارت سے ممتاز فرمایا تھا جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت فرمائی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت کی تھی۔ ساتھ ہی اس بشارت کے یہ مژدہ بھی سنایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو فتح خیبر نصیب فرمائیں گے جس میں کثرت سے مال غنیمت ہاتھ لگے گا۔ اسی سلسلہ میں

آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کچھ اسی فتح خیبر پر بس نہیں۔ آگے چل کر اور بھی بہت سی فتوحات اور بے شمار غنیمتیں ملنے والی ہیں۔ سردست اللہ تعالیٰ نے یہ فتح خیبر دے دی ہے پھر اس کا یہ احسان بھی ہے کہ کفار کے بداراددوں کو اس نے پورا نہ ہونے دیا۔ نہ مکے کے کافروں کے اور نہ ان منافقین کے جو پیچھے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ مسلمانوں کی غیر حاضری میں ان کے اہل وعیال پر ان کو دراز دستی کی ہمت نہ ہوئی۔ نیز اس احسان سے یہ بھی مقصود تھا کہ مسلمان عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ اصل حافظ وناصر اللہ ہی ہے اور سمجھ لیں کہ اللہ کی قدرت کیسی ہے اور یہ کہ اسی طرح آئندہ کے وعدے بھی پورے ہو کر رہیں گے اور یہ بھی یقین کر لیں کہ ہر کام کے انجام کا علم اللہ ہی کو ہے۔ بندوں کے حق میں بہتری یہی ہے کہ وہ اس کے فرمان پر عامل رہیں اور اسی میں اپنی خیر سمجھیں گو وہ فرمان بظاہر خلاف طبع ہی ہو۔ بہت ممکن ہے کہ تم جسے ناپسند رکھتے ہو وہی تمہارے حق میں بہتر ہو۔ پھر اس احسان سے مسلمانوں کو اللہ کے وعدوں پر وثوق اور اس کی لامحدود قدرت پر بھروسہ ہوگا جس سے اور زیادہ طاعت اور فرمانبرداری کی ترغیب ہوگی اور یہی سیدھی راہ ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس بیعت رضوان کے صلہ میں فی الحال فتح خیبر دی اور ایک فتح اور بھی موعود ہے جو اس وقت تک تمہارے قابو میں نہیں آئی۔ مراد اس سے فتح مکہ ہے جو اب تک واقع نہ ہوئی تھی مگر سمجھ لو کہ وہ بھی گویا مل ہی چکی ہے کیونکہ اللہ نے اس کا وعدہ کر لیا۔ جب چاہے گا تم کو عطا فرما دے گا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے دو سال بعد جب مصلحت ہوئی تو مکہ بھی فتح ہو گیا۔ آگے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ اگر تم سے یہ صلح اس وقت نہ ہوتی بلکہ یہ کافر تم سے لڑتے تو تم ہی غالب رہتے اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ اور کوئی مدد کر کے ان کو آفت وشکست سے نہ بچا سکتا۔ مگر اللہ کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ فی الحال صلح ہو جائے اور اس کی عظیم الشان برکات سے مسلمان مستفید ہوں اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے یہی دستور کر رکھا ہے کہ جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب ومقہور کئے جاتے ہیں۔ یہی عادت اللہ کی ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ جس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں۔ ہاں شرط یہ ہے کہ اہل حق بحیثیت مجموعی پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں آگے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ مشرکین کی کچھ ٹولیاں ''حدیبیہ'' پہنچی تھیں کہ موقع پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں یا اکیلے دکیلے مسلمانوں کو ستائیں چنانچہ انہوں نے کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کی بلکہ ایک مسلمان کو قتل بھی کر ڈالا اور اشتعال انگیز کلمات بکتے پھرے آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو زندہ گرفتار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا۔ آپ نے ان کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا انہی واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو بھی نہ بھولو کہ جس نے مشرکوں کے ہاتھ مسلمانوں تک نہ پہنچنے دیئے اور مسلمانوں کے ہاتھ بھی کفار کے قتل وقتال سے عین مکہ کے قریب میں یعنی حدیبیہ میں روک دیئے اور تم میں اور ان میں صلح کرا دی جو دراصل تمہارے حق میں سراسر بہتری تھی کیا دنیا کے اعتبار سے کیا آخرت کے اعتبار سے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی شرارتیں اور تمہارا عفو وتحمل سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

ابھی آگے مزید وہ مصلحتیں اور حکمتیں بیان فرمائی جاتی ہیں کہ جن کی بنا پر صلح حدیبیہ عمل میں لائی گئی جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور حضرات صحابہ کرام کے نام لیوا جہاں جہاں مخالفین اسلام اور کفار ومشرکین سے مقابلہ ومقاتلہ میں لگے ہوئے ہیں یا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طفیل سے اہل ایمان کو نصرت وغلبہ عطا فرما اور مخالفین کے دلوں میں اہل ایمان کا رعب ڈال دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ

یہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو جو رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع میں پہنچنے سے روکا،

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم

اور اگر (مکہ میں) بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی یعنی اُن کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی

مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا

بے خبری سے ضرر پہنچتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا۔ لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے، اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے

مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٢٥﴾ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ

ہم ان کو دردناک سزا دیتے۔ جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی، اور عار بھی جاہلیت کی سو اللہ تعالیٰ نے

اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا

اپنے رسول اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں

وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾

اور وہ اس کے اہل ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

هُمْ وہ۔یہ	الَّذِينَ كَفَرُوا جنہوں نے کفر کیا	وَصَدُّوكُمْ اور تمہیں روکا	عَنِ سے	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام	وَالْهَدْيَ اور قربانی کے جانور		
مَعْكُوفًا رکے ہوئے	أَن يَبْلُغَ کہ وہ پہنچے	مَحِلَّهُ اپنا مقام	وَلَوْلَا اور اگر نہ	رِجَالٌ کچھ مرد	مُّؤْمِنُونَ مومن	وَنِسَاءٌ اور عورتیں	مُّؤْمِنَاتٌ مومن
لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ تم نہیں جانتے انہیں	أَن کہ	تَطَئُوهُمْ تم انکو پامال کر دیتے	فَتُصِيبَكُم پس تمہیں پہنچ جاتا	مِّنْهُم ان سے			
مَّعَرَّةٌ صدمہ۔نقصان	بِغَيْرِ عِلْمٍ نادانستہ	لِّيُدْخِلَ تاکہ داخل کرے	اللَّهُ اللہ	فِي رَحْمَتِهِ اپنی رحمت میں	مَن يَشَاءُ جسے وہ چاہے		
لَوْ تَزَيَّلُوا اگر وہ جدا ہو جاتے	لَعَذَّبْنَا البتہ ہم عذاب دیتے	الَّذِينَ ان لوگوں کو	كَفَرُوا جو کافر ہوئے	مِنْهُمْ ان میں سے	عَذَابًا عذاب		
أَلِيمًا دردناک	إِذْ جَعَلَ جب کی	الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر (کافر)	فِي قُلُوبِهِمُ اپنے دلوں میں	الْحَمِيَّةَ ضد	حَمِيَّةَ ضد		
الْجَاهِلِيَّةِ زمانہ جاہلیت	فَأَنزَلَ اللَّهُ تو اللہ نے اتاری	سَكِينَتَهُ اپنی تسلی	عَلَىٰ رَسُولِهِ اپنے رسول پر	وَ اور	عَلَى الْمُؤْمِنِينَ مومنوں پر		
وَأَلْزَمَهُمْ اور ان پر لازم فرمادیا	كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ تقویٰ کی بات	وَكَانُوا اور وہ تھے	أَحَقَّ بِهَا زیادہ حقدار اس کے	وَأَهْلَهَا اور اس کے اہل			
وَكَانَ اور وہ تھے	اللَّهُ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيمًا جاننے والا				

تفسیر وتشریح: صلح حدیبیہ کے متعلق یہ گذشتہ آیات میں ذکر ہو چکا ہے کہ اس کی شرائط حسب ذیل تھیں جن پر اہل اسلام اور کفار قریش میں عہد نامہ لکھا گیا تھا:۔ (۱) دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔ (۲) قریش میں کا جو شخص بغیر اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے مدینہ جائے گا وہ واپس کیا جائے گا اگرچہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔ (۳) اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آجائے تو اس کو واپس نہ دیا جائے گا۔

(۴) اس درمیان میں کوئی ایک دوسرے پر تلوار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔

(۵) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امسال بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس ہو جائیں مکہ میں داخل نہ ہوں۔ سال آئندہ صرف تین دن مکہ میں رہیں اور عمرہ کر کے واپس ہو جائیں سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہوں اور تلواریں بھی نیام یا غلاف میں ہوں۔

(۶) قربانی کے جانور جہاں ہیں وہیں ذبح کئے جائیں۔ مکہ لے جانے کی اجازت نہیں۔

یہ تمام شرائط اگرچہ مسلمانوں کے خلاف تھیں اور یہ صلح بظاہر مغلوبانہ صلح تھی اس لئے صحابہ کرامؓ کو اس طرح کفار سے دب کر صلح کرنا سخت ناگوار تھا۔ اور یہ شرائط مسلمانوں پر شاق گزر رہی تھیں۔ روایات میں ہے کہ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ نے فرمایا بیشک۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا پھر یہ ذلت کیوں گوارا کریں آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ وہ میرا معین و مددگار ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ نے فرمایا یہ میں نے کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس گئے اور جا کر ان سے بھی یہی گفتگو کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں اپنی اس گستاخی پر بہت نادم ہوا اور اس کے کفارہ میں بہت سی نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے۔ اور صدقہ و خیرات کی اور بہت سے غلام آزاد کئے۔ صحیح مسلم میں ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں جو شخص ہم میں کا ان سے جا ملے ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں کا جو شخص ہماری طرف مسلمان ہو کر آئے گا تو اگرچہ از روئے معاہدہ وہ واپس کر دیا جائے لیکن گھبرانے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ قریب ہی میں اس کے لئے نجات کی صورت ضرور پیدا فرمائے گا۔ مگر الحمدللہ ایسی صورت پیش نہیں آئی کہ کوئی مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ گیا ہو۔ الغرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے۔ مسلمان جوش میں بھرے ہوئے تھے اس لئے کچھ مسلمانوں کو ان شرائط کے ماننے میں تامل ہو رہا تھا مگر جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شرائط کو مان چکے تھے تو پھر کس کو انکار کی جرأت ہو سکتی تھی۔ مگر صحابہ کرام ان شرائط صلح سے اس قدر مغموم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد تکمیل صلح کے صحابہ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری ہے جس کی وجہ سے وہ افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں اس وجہ سے فوراً تعمیل ارشاد نہ کر سکے۔ آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں باہر تشریف لے جایئے اور آپ قربانی کر کے سر منڈا لیجئے۔ دوسرے خود بخود آپ کی اتباع کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کر دی۔ مقصد ان روایات کو یہاں بیان کرنے سے یہ ہے کہ اس صلح کو صحابہ کرام اپنی شکست اور ذلت و ناکامی سمجھے ہوئے تھے لیکن تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوئے۔ جب مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مابین پہنچے تو یہ سورۂ فتح نازل ہوئی جس کی ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا فتحنا لک فتحاً مبیناً اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ غرض جس صلح کو صحابہ کرام اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح مبین فرمایا پھر جیسا کہ گذشتہ درسوں میں بیان ہو چکا اللہ تعالیٰ نے اس صلح کے سلسلہ میں اہل ایمان کے صبر، ضبط و تحمل کی مدح فرمائی اور ساتھ ہی فتح خیبر کی

بشارت سنائی گئی اور کثرت سے مال غنیمت اس میں ہاتھ لگنے کی پیشنگوئی فرمائی گئی اور مزید فتوحات اور غنیمتوں اور مصلحتوں کا اظہار فرمایا گیا تا کہ اہل ایمان کے قلوب کو کامل تسلی وسکون حاصل ہو اور اللہ کی مشیت وحکمت کو جان کر اور زیادہ ایمان میں تقویت پیدا ہو۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مکہ والوں نے کفر پر کمر باندھی اور اے مسلمانو تمہیں مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ تک پہنچنے سے روک دیا اور قربانی کے جانور حرم کے اس حصہ تک پہنچنے نہ دیئے جہاں لے جا کر ذبح کرنے کا عام دستور اور معمول ہے یعنی منیٰ تک۔ ان قربانی کے جانوروں کو بھی انہوں نے حدیبیہ ہی میں روک دیا یہ سب ان کی شرارتیں تھیں اور اگر ان شرارتوں پر اللہ تعالیٰ اجازت دے دیتے کہ جاؤ ان کافروں سے لڑو اور ان کو تباہ و برباد کر دو تو کچھ بعید نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ قدیر ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہیں۔ اس لئے اپنی حکمت سے اس موقع پر قتال کا حکم نہیں دیا اور ایک حکمت اس میں یہ بھی تھی کہ کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مکہ میں ایسے مظلوم اور مستور الحال تھے کہ ان کو پوری طرح مسلمان بھی نہ جانتے تھے۔ تو اگر لڑائی اور قتال کا حکم دیا جاتا تو بے خبری میں یہ مستور الحال غریب مظلوم مسلمان بھی تمہارے ہاتھ سے مارے جاتے اور پھر تمہیں افسوس ہوتا کہ ہائے لاعلمی میں یہ کیسی غلطی ہوئی کہ اپنے ہی بھائیوں کو مار ڈالا اس لئے اللہ تعالیٰ نے لڑائی کا حکم نہیں دیا اور حدیبیہ پر باہم صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ جس سے ایک یہ بھی فائدہ ہوا کہ ایک طرف تو اللہ کی طرف سے مکہ کے مظلوم مسلمان قتل ہونے سے بچ گئے اور دوسری طرف ان کافروں میں سے بھی جن کا اسلام لانا مقدر تھا ان کو بھی جنگ کے قتل وقتال سے بچا کر اپنی رحمت میں داخل کر دینا منظور تھا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اس طرح اللہ کی خاص رحمت کا حصہ ان کو بھی مل جائے۔ آگے بتلایا گیا کہ اگر مکہ کے مسلمان وہاں کے کافروں کے ساتھ رلے ملے نہ رہتے ہوتے تو پھر اللہ تعالیٰ تم کو اجازت دے دیتے کہ جاؤ اور کافروں کو تباہ کر دو اور ان پر بڑی دکھ درد بھری آفتیں نازل ہو جائیں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان کو دردناک سزا دلواتے کیونکہ ان کفار نے تو ایسا اندھیر مچایا اور ایسی جہالت کی ضد پر اتر آئے کہ امسال عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ شرط لگائی کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر جائے اسے پھر واپس بھیج دو اور اگلے سال عمرہ کو آؤ تو تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہرو اور ہتھیار کھلے نہ لاؤ اور صلح نامہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھو اور بجائے محمد رسول اللہ کے صرف محمد بن عبداللہ تحریر کرو یہ سب باتیں مسلمانوں کو غضبناک کرنے والی تھیں اور مسلمانوں نے سخت انقباض و اضطراب کے باوجود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے سر جھکا دیا اور بالآخر اس فیصلہ پر ان کے قلوب مطمئن ہو گئے اور اللہ سے ڈر کر نافرمانی کی راہ سے بچے اور کعبہ کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہے اور کیوں نہ رہتے وہ دنیا میں خدائے واحد کے سچے پرستار اور کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے زبردست حامل و عامل تھے۔ ایک پکا موحد اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطیع و وفادار ہی اپنے جذبات و رجحانات کو عین جوش وخروش کے وقت اللہ کی خوشنودی پر قربان کر سکتا ہے حقیقی توحید یہی ہے کہ آدمی اس اکیلے مالک کا حکم سن کر اپنی ذلت وعزت کے سب خیالات بالائے طاق رکھ دے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا تھا اور بلاشبہ وہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بستی یا شہر یا آبادی کے بعض نفوس کی وجہ سے ساری آبادی اور شہر کسی مصیبت اور وبال سے جو اس بستی کے اکثریت کے شامت اعمال سے ان پر آنے والا ہوتا ہے وہ اس بستی کے بعض لوگوں کی وجہ سے ٹال دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ بعض اوقات اپنے بعض مقبولین کے طفیل میں ساری بستی عذاب کی لپیٹ میں آ جانے سے بچالی جاتی ہے۔

اب آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ میں خواب دیکھا تھا کہ ہم مکہ گئے ہیں اور عمرہ ادا کیا ہے اور سر کے بالوں کو کسی نے منڈایا اور کسی نے کتروایا تو حدیبیہ میں رک جانے اور وہاں سے مدینہ بغیر عمرہ کے واپس ہونے پر بعض صحابہ نے تعبیر خواب کے متعلق حضورؐ سے سوال کیا تھا کہ تعبیر خواب تو پوری نہ ہوئی اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے خواب کی تصدیق وتحقیق فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع کے ہے، کہ تم لوگ مسجد حرام میں ان شاء اللہ ضرور جاؤ گے امن وامان کے ساتھ

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ

کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا اور کوئی بال کتراتا ہوگا، تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا، سو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں، پھر اس سے پہلے ایک فتح

فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

دے دی، وہ اللہ ایسا ہے کہ اُس نے اپنے رسول کو ہدایت دی، اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اُس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ یقیناً سچا دکھایا	اللّٰهُ اللہ	رَسُوْلَهُ اپنے رسول کو	الرُّءْيَا خواب	بِالْحَقِّ حقیقت کے مطابق	لَتَدْخُلُنَّ البتہ تم ضرور داخل ہوگے			
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مسجد حرام	اِنْ اگر	شَآءَ اللّٰهُ اللہ نے چاہا	اٰمِنِيْنَ امن وامان کے ساتھ	مُحَلِّقِيْنَ منڈاتے ہوئے	رُءُوْسَكُمْ اپنے سر			
وَمُقَصِّرِيْنَ اور کتراتے ہوئے	لَا تَخَافُوْنَ تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا	فَعَلِمَ پس اس نے معلوم کرلیا	مَا لَمْ تَعْلَمُوْا جو تم نہیں جانتے	فَجَعَلَ پس کردی اس نے				
مِنْ دُوْنِ اس سے ورے (پہلے)	ذٰلِكَ اس	فَتْحًا قَرِيْبًا ایک قریبی فتح	هُوَ وہ	الَّذِيْٓ اَرْسَلَ جس نے بھیجا	رَسُوْلَهٗ اپنا رسول	بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ		
وَدِيْنِ اور دین	الْحَقِّ حق	لِيُظْهِرَهٗ تاکہ اسے غالب کردے	عَلَى پر	الدِّيْنِ دین	كُلِّهٖ تمام	وَكَفٰى اور کافی ہے	بِاللّٰهِ اللہ	شَهِيْدًا گواہ

تفسیر وتشریح: ابتدائے سورۃ میں ذکر ہو چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے چھٹے سال مدینہ منورہ میں خواب دیکھا تھا کہ ہم مسجد حرام یعنی حرم کعبہ میں امن سے گئے ہیں۔ ارکان حج وعمرہ باطمینان بجا لا رہے ہیں اور سر منڈا کر اور بال کتروا کر حلال ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ حج یا عمرہ میں کیا کرتے ہیں۔ اس خواب کو آپ نے بعض اصحاب سے بیان بھی فرما دیا تھا اتفاق سے آپ کا قصد اسی سال عمرہ کا ہوگیا۔ صحابہ نے یہ خیال عموماً دل میں جما لیا کہ اسی سال ہم مکہ پہنچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے چنانچہ جب صلح مکمل ہو کر حدیبیہ سے واپسی ہوئی تو بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن وامان سے مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے آپ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ امسال ایسا ہوگا۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو بیشک یونہی ہو کر رہے گا۔ تم امن وامان سے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے اور تم میں سے کوئی سر منڈوا کر اور کوئی بال کتروا کر احرام کھولے گا اور وہاں جانے کے بعد کسی طرح کا کھٹکا نہ ہوگا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے اگلے سال یعنی ۷ھ میں ایسا ہی ہوا۔ اسی خواب کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب میں دکھایا تھا وہ بالکل سچا تھا اور واقع میں یونہی ہو کر رہے گا لیکن اس سال اس کو ملتوی کر دینے میں بہت سی مصلحتیں تھیں جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ ان مصلحتوں کو خوب جانتے ہیں مکہ میں فی الحال جنگ وقتال ہونا مناسب نہ تھا اس لئے اس وقت وہاں صلح ہوگئی اب انشاء اللہ ایک سال بعد خواب کی تعبیر پوری ہوگی اور تم اطمینان کے ساتھ بے خوف وخطر مکہ آ ؤ گے مسجد حرام میں داخل ہوگے۔ عمرہ کے ارکان ادا کرو گے اور سر منڈا کر یا بال تراشوا کر احرام کھولو گے۔ اس وقت مکہ پر لڑائی روک کر اس کے بدلہ ایک اور فتح تمہارے لئے مقرر کی اور تم عنقریب خیبر پر چڑھائی کر کے اسے فتح کرو گے اور وہاں سے بہت سا مال غنیمت تمہارے ہاتھ آئے گا آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ اور اصول وفروع عقائد واحکام ہر اعتبار سے یہ ہی دین سچا اور یہی راہ سیدھی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اور اسی دین کو وہ سب دینوں پر غالب بھی کرے گا۔ چنانچہ الحمد للہ اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا اور مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پر صدیوں تک بڑی شان وشوکت سے حکومت کی اور

غرض دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جیسا کہ حدیث میں پیشگوئی فرمائی گئی ہے جبکہ دنیا میں ہر چہار طرف دین حق کی حکومت ہوگی۔ باقی حجت اور دلیل کے اعتبار سے تو دین اسلام ہمیشہ ہی غالب رہا کیا اور رہے گا۔ اللہ اس دین کی حقانیت کا گواہ ہے اور اس کی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی نہیں ہو سکتی۔

یہاں اس آیت کے ماتحت **ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کله** علمانے دین اسلام کی حقانیت اور دوسرے مذاہب پر اس کی برتری اور اس کی صداقت کے دلائل اجمالاً وتفصیلاً کثرت سے بیان فرمائے ہیں اور بلا مبالغہ سینکڑوں مصنفین نے حقانیت وصداقت اسلام پر مستقل کتابیں لکھی ہیں یہاں اس مختصر درس میں اس کی تو گنجائش نہیں کہ کوئی طول طویل مضمون اس موضوع پر نقل کیا جائے تاہم وہ ۲۱ خصوصیات دین اسلام جو سیرت نبوی ''رحمۃ للعالمین'' کے مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان صاحبؒ نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں لکھی ہیں ان کے صرف عنوانات بیان کئے جاتے ہیں ہر عنوان پر تفصیلی اور مدلل مضمون خود کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے وہ ۲۱ عنوان خصائص اسلام کے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اسلام ہی دین التوحید ہے

(۲) اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے۔

(۳) اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے۔

(۴) اسلام ہی نے رحم وعدل کے مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔

(۵) اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے۔

(۶) اسلام ہی دین العمل ہے۔

(۷) اسلام ہی مذہب اخوت ہے۔

(۸) اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند تر کیا ہے۔

(۹) اسلام ہی غیر متعصب دین ہے۔

(۱۰) اسلام ہی دین المحبت ہے۔

(۱۱) اسلام ہی مساوات کا بانی ہے۔

۱۲) اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا ہے۔

(۱۳) اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے۔

(۱۴) اسلام ہی اپنے مہد وگہوارہ میں آج تک قائم ہے۔

(۱۵) اسلام ہی دین تمدن ہے۔

(۱۶) اسلام ہی وہ فیض رساں دین ہے جس سے اقوام عالم نے بالواسطہ فیوض بھی حاصل کئے۔

(۱۷) اسلام ہی نے ہدایت الٰہیہ کو ربوبیت خالقیہ کی طرح کل عالم کے لئے عام بنایا۔

(۱۸) اسلام ہی دین البر یعنی نیکی کا مذہب ہے۔

(۱۹) اسلام ہی دین التقویٰ یعنی پارسائی کا مذہب ہے۔

(۲۰) اسلام ہی دین الصدق یعنی سچائی کا مذہب ہے۔

(۲۱) اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے۔

علامہ موصوف نے ہر عنوان پر قرآن وحدیث کی تعلیمات کے ساتھ غیر مذاہب کی روایات وتعلیمات بھی پیش کر کے عقلاً ونقلاً اسلام کی برتری وصداقت کو بیان کیا ہے جو غیر مسلموں کے لئے بھی قابل دید ہے۔

یہاں آیت میں **لتدخلن المسجد الحرام ان شآء الله امنین** جو فرمایا گیا یعنی صحابہ کرامؓ کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے تو یہاں حق تعالیٰ نے آئندہ ہونے والے داخلہ مسجد حرام کے ساتھ انشاء اللہ کا لفظ استعمال فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی مشیت کے عالم اور مالک ہیں۔ حق تعالیٰ کو انشاء اللہ کہنے کی کیا ضرورت تھی لیکن مفسرین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سب بندوں کو تعلیم دینے کے لئے اس جگہ لفظ انشاء اللہ حق تعالیٰ نے بھی استعمال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے کاموں کے لئے انشاء اللہ کہنے کی تاکید ہے اور کہنا چاہئے۔

الغرض یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تصدیق فرمائی گئی اور بشارت سنائی گئی کہ انشاء اللہ خواب کے مطابق مسلمان مکہ میں امن وامان سے عمرہ ادا کریں گے۔ آگے مشرکین مکہ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ لکھے جانے پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق فرماتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

مُحَمَّدٌ محمد	رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ کے رسول		

تفسیر وتشریح: یہ سورۂ فتح کی آخری آیت کا ایک جملہ ہے یہ درس اسی ایک جملہ کی تشریح وتفسیر سے متعلق ہے۔ گذشتہ آیت کے خاتمہ پر فرمایا گیا تھا۔ وكفىٰ بالله شهيداً (اور اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت پر کافی گواہ ہے) جس سے یہ جتلایا گیا تھا کہ وہ منکرین و مشرکین جو آپ کی رسالت کے منکر ہیں تو ہوا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کی تصدیق فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت پر کافی گواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی گواہی یہی ہے کہ اس نے آپ کی رسالت پر ناقابل تردید دلائل قائم کئے۔ پس دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جس سلسلہ میں کہ اس سورۃ کا نزول ہوا یعنی صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں تو اس مناسبت سے اس جملہ محمد رسول اللہ میں اثبات رسالت کے ساتھ آپ کے لئے ایک تسلی بھی ہے۔ یہ صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ قریش کے قاصد جب حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صلح کی غرض سے حاضر ہوئے تو دیر تک صلح اور شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ چنانچہ جب شرائط صلح طے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تحریر معاہدہ کا حکم دیا اور سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کا حکم دیا۔ قریش کے قاصد نے اس پر اعتراض کیا کہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہیں جانتا۔ قدیم دستور کے موافق صرف باسمک اللّٰھم لکھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا یہی لکھو۔ پھر فرمایا کہ یہ لکھو "یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول نے صلح کی ہے"۔ قاصد نے کہا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔ بجائے محمد رسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھا جائے آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگرچہ تم میری تکذیب کرو اور حضرت علیؓ سے فرمایا یہ الفاظ مٹا کر ان کی خواہش کے مطابق خالی میرا نام لکھ دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا وہ جگہ دکھلا دو جہاں تم نے لفظ رسول اللہ لکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلائی آپ نے خود اپنے دست مبارک سے لفظ رسول اللہ کو مٹایا اور حضرت علیؓ کو محمد بن عبداللہ لکھنے کا حکم دیا۔ تو اس جملہ محمد رسول اللہ میں اثبات رسالت کے ساتھ آپ کی تسلی بھی ہے کہ اگر ان منکرین نے صلح نامہ میں آپ کے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تو حق تعالیٰ اپنے قرآن میں آپ کے نام کے ساتھ یہ لفظ قیامت تک باقی رہنے کے لئے لکھ دیتے ہیں۔ تو اس قرآنی جملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب بھی بتا دیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد اور احمد لائے گئے ہیں۔ باقی متعدد اسمائے صفات والقاب ہیں۔ آپ کا اسم گرامی محمد جو آپ کا پیدائشی نام تھا۔ قرآن پاک میں چار جگہ آیا ہے۔ ایک چوتھے پارہ سورۂ آل عمران میں دوسرے ۲۲ ویں پارہ سورۂ احزاب میں۔ تیسرے ۲۶ ویں پارہ سورۂ محمد میں اور چوتھے اس سورۂ فتح میں اور دوسرا ذاتی نام احمد صرف ایک جگہ ۲۸ ویں پارہ سورۂ صف میں آیا ہے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے مناسب معلوم ہوا کہ اس جگہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو ناموں کی قدرے مزید تشریح کر دی جائے جو سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترجمان السنۃ میں ایک حدیث کی تشریح کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو اسمائے اعلام کے متعلق لکھا ہے کہ قاضی عیاضؒ جو مشہور مشائخ طریقت میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک بے نظیر تھی اسی طرح آپ کے یہ اسماء یعنی محمد احمد بھی بے مثل تھے۔ آپ سے پہلے کسی کے ذہن میں ان اسماء کا تصور تک نہ

آیا تھا۔حتیٰ کہ جب آپ کی ولادت کا زمانہ نزدیک آ گیا۔کاہنوں منجموں اور اہل کتاب نے نام لے کر آپ کی آمد کی بشارتیں دیں تو لوگوں نے اس نبی منتظر کی طمع میں اپنی اولاد کا نام محمد و احمد رکھنا شروع کر دیا۔جہاں تک تاریخ سے ثابت ہوتا ہے جن کے نام عرب میں آپ سے قبل محمد و احمد رکھے گئے تھے ان کی کل تعداد چھ تک ہے۔ساتواں کوئی شخص ثابت نہیں ہوتا۔حافظ ابن قیم اسم محمد کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محمد وہ ہے جس میں بکثرت تعریف کے اوصاف پائے جائیں اور جس کی اتنی تعریف کی جائے جتنی کسی اور بشر کی نہ کی جائے اس کو محمد کہتے ہیں اسی لئے تورات میں آپ کا نام محمد ہی ذکر کیا گیا کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ۔آپ کی امت اور آپ کے دین کے فضائل و کمالات کا اتنی کثرت سے اس میں ذکر تھا کہ حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم رسول کو بھی آپ کی امت میں ہونے کی آرزو ہونے لگی۔صلی اللہ علیہ وسلم احمد یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں معنے میں مستعمل ہو سکتا ہے پہلی صورت میں اس کے معنیٰ ہیں ''تمام تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا''۔اور دوسری صورت میں اس کے معنیٰ ہیں۔ ''تمام لوگوں میں سب سے زیادہ تعریف کے قابل اور ثناء کا مستحق' ان دونوں ناموں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ اپنے خلق و خصائل کی وجہ سے اس کے مستحق ہیں کہ سب سے کامل تعریف آپ کی ہو۔اس تحقیق کے بعد ان دونوں مفہوموں کے لحاظ سے سطح عالم پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ اسماء جتنی حقیقت اور جتنی صداقت کے ساتھ آپ کی ذات مبارک کے ساتھ چسپاں ہیں اتنے کسی اور پر نہیں۔خالق سے مخلوق تک۔انبیاء علیہم السلام سے لے کر جن و ملک تک حیوانات سے لے کر جمادات تک غرض ہر ذی روح اور ہر غیر ذی روح سب ہی نے آپ کی تعریفیں کی ہیں اور آج بھی کروڑوں انسانوں کی زبانیں دن میں نہ معلوم کتنی بار آپ کی تعریف کے لئے متحرک رہتی ہیں۔حتیٰ کہ کفار میں بھی ایک معقول طبقہ ایسا ہے جو اگرچہ آپ کا دین تسلیم نہیں کرتا مگر آپ کی دیانت و امانت عدل و انصاف صداقت و راست بازی' فراست اور عقلمندی کا ثناخواں ہے اس لئے اگر آپ ازل سے ابد تک دنیا کی طرف کان لگائیں تو جس کی سب سے زیادہ اور سب سے بہتر تعریف آپ کے کان سنیں گے وہ مبارک ہستی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی ہوگی۔یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حمد کو ہر پہلو سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی خصوصیت حاصل ہے۔اسی بنا پر سورۃ الحمد خاص کر آپ کو ہی مرحمت ہوئی۔آپ کی ہی امت کا لقب حمادون یعنی خدا کی بڑی تعریف کرنے والی امت ہے اور محشر میں لواء الحمد یعنی حمد کا جھنڈا بھی آپ ہی کے ہاتھوں میں ہوگا اور آپ ہی کے مخصوص مقام کا نام مقام محمود ہے۔آپ کی شریعت میں بھی کھانے کے بعد پینے کے بعد دعا کے بعد سفر سے واپسی کے بعد چھینک کے بعد غرض بہت سے مختلف مواضع پر خدا کی حمد سکھائی گئی ان تمام تعریفوں کو بجا طور پر آپ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے کیونکہ مختلف تعریفیں ہر زمانہ میں بے شمار انسانوں کی زبانوں سے جو ہوتی ہیں وہ درحقیقت آپ ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔اس کے بعد غور کیجئے کہ جتنی خدا کی تعریف فضاء عالم میں آپ کے ذریعہ سے گونجی کیا کبھی کسی اور کے ذریعہ سے گونجی ہے اور اسی کے ساتھ جتنی کثرت کے ساتھ خدا کی غیر متناہی مخلوق نے آپ کی تعریفیں کیں اتنی کسی اور شخصیت کی کی ہیں؟ پس ہر اعتبار سے حمد کی جتنی خصوصیت آپ کی ذات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے اتنی کسی اور ذات کے ساتھ ثابت نہیں ہوتی۔اس لئے احمد و محمد نام پانے کے لئے بھی آپ ہی کی ذات منتخب ہونی چاہئے اس لئے آپ سے پہلے بھی جس نے یہ نام رکھا آپ کی اتباع میں رکھا اور بعد میں جس نے اس نام کو اختیار کیا آپ ہی کے اتباع میں کیا۔ **اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ** شیخ اکبرؒ ایک عجیب اور نکتہ لکھ گئے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ حمد ہمیشہ آخر میں ہوتی ہے جب کھا پی کر فارغ ہو لیتے ہیں تو خدا کی حمد کرتے ہیں جب سفر ختم کر کے گھر واپس آتے ہیں تو خدا کی حمد کرتے ہیں اسی طرح جب دنیا کا طویل و عریض سفر ختم کر کے جنت میں داخل ہوں گے تو خدا کی حمد کریں گے اور کہیں گے **واخر دعوٰنآ ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین** اس دستور کے موافق مناسب ہے کہ جب سلسلہ رسالت ختم ہو تو یہاں بھی آخر میں خدا کی حمد ہو اس لئے جو نبی سب سے آخر میں آئے ان کا نام محمد رکھا گیا ہے۔

بے شک جوذات پاک کہ حسن وخوبی کی تمام رعنائیوں اور زیبائشوں کا مجموعہ ہو اس کے اسماء بھی حسن وخوبی کا مجموعہ ہونے چاہئیں۔

الغرض اسلام کی تمام معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک بھی اپنے معانی کے لحاظ سے مختلف خوبیوں کا مرقع اور بہتیرے فضائل کا خلاصہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم اب یہاں کچھ اس نام محمد یا احمد رکھنے کی عام فضیلت بھی سن لیجئے۔ رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین میں حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب دہلویؒ جو نواسے اور جانشین تھے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے وہ ایک سوال کے جواب میں کہ جب فرزند تولد ہو تو اس لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنا کیسا ہے اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنا مستحب ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام میرے نام پر رکھو اور سنن ابی داؤد میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں نام پیغمبروں کے نام پر رکھا کرو اور طبرانیؒ نے جامع کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کے تین لڑکے ہوں پھر اس نے ان میں سے ایک کا نام بھی محمد نہ رکھا تو بڑی نادانی کی یعنی بسبب اپنی نادانی کے ایسی بڑی نعمت و برکت سے محروم رہا۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمن سب ناموں سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ سب ناموں میں بہتر وہ نام ہے جو مشتق حمد سے ہو۔ جیسے محمدؐ احمدؐ حامدؐ محمود وغیرہ اور وہ نام جو منسوب بعبدیت ہو۔ جیسے عبداللہؐ عبدالرحمنؐ اور عبدالرحیمؐ عبدالکریم وغیرہ مگر ہم اپنی دینی بدحالی کے کس کس پہلو کو روئیں۔ اگرچہ عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم وغیرہ بہترین ناموں میں سے ہیں مگر اب دین کی کمی اور ادب کی قلت کی وجہ سے علماء ان ناموں کو رکھنے سے منع کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے چنانچہ اب انگریزی دانوں میں فیشن ہو گیا ہے کہ عبدالرحمٰن کو اے رحمٰن A. RAHMAN لکھتے ہیں اور اپنے دکانوں کے نام رحمٰن اینڈ کو RAHMAN&Co یا رحمٰن اینڈ سنز RAHMAN&Sons یا رحمٰن برادرس RAHMAN BROS رکھتے ہیں یہ بالکل ناجائز اور گناہ ہے۔ احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جس لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی تعظیم کیا کرو اور اخبار و روایات میں وارد ہے کہ جس شخص کا نام محمد ہو گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس کی شفاعت فرما کر بہشت میں لاویں گے اور اشرف الوسائل شرح الشمائل میں لکھا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اپنی اولاد کا نام قصداً و تاکیداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں سے رکھے اس واسطے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے رسول قسم کھاتا ہوں میں اپنی عزت اور جلال کی کہ جس شخص کا نام تیرے نام سے موسوم ہو گا میں اس کو ہرگز آتش دوزخ سے عذاب نہ دوں گا اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر عہد کر لیا ہے کہ جس کسی کا نام محمد یا احمد ہو گا میں اس کو ہرگز دوزخ میں نہ ڈالوں گا۔ سبحان اللہ۔ پاک ہے وہ ذات اللہ جس نے اپنے نبی کا ایسا پاک نام رکھا اور پاکیزہ ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسے اس کے معبود نے ایسی فضیلتوں سے نوازا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم بھی لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی اور شہادت دیتے ہیں اے اللہ آپ ہماری اس گواہی لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ قبول فرما کر اس شہادت کو ہماری مغفرت ونجات کا ذریعہ بنا دیجئے اور ہمیں اس کلمہ کے مطالبہ اور حقوق کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ

اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں،

اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں، ان کے آثار بسبب تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ اُن کے اوصاف توریت میں ہیں، اور انجیل میں اُن کا

فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو قوی کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگے،

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

تاکہ ان سے کافروں کو جلاوے، اللہ تعالیٰ نے اُن صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	مَعَهٗ ان کے ساتھ	اَشِدَّآءُ بڑے سخت	عَلَى الْكُفَّارِ کافروں پر	رُحَمَآءُ رحم دل	بَيْنَهُمْ آپس میں	تَرٰىهُمْ تو انہیں دیکھے گا
رُكَّعًا رکوع کرتے	سُجَّدًا سجدہ ریز ہوتے	يَبْتَغُوْنَ وہ تلاش کرتے ہیں	فَضْلًا فضل	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے۔کا	وَرِضْوَانًا اور رضامندی	
سِيْمَاهُمْ ان کی علامت	فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں میں۔پر	مِنْ سے	اَثَرِ السُّجُوْدِ سجدوں کا اثر	ذٰلِكَ یہ	مَثَلُهُمْ انکی مثال (صفت)	
فِي التَّوْرٰىةِ توریت میں	وَمَثَلُهُمْ اوران کی مثال (صفت)	فِي الْاِنْجِيْلِ انجیل میں	كَزَرْعٍ جیسے ایک کھیتی	اَخْرَجَ اس نے نکالی	شَطْاَهٗ اپنی سوئی	
فَاٰزَرَهٗ پھر اسے قوی کیا	فَاسْتَغْلَظَ پھر وہ موٹی ہوئی	فَاسْتَوٰى پھر وہ کھڑی ہوگئی	عَلٰى سُوْقِهٖ اپنی جڑ (نال) پر	يُعْجِبُ وہ بھلی لگتی ہے	الزُّرَّاعَ کسان (جمع)	
لِيَغِيْظَ تاکہ غصہ میں لائے	بِهِمُ ان سے	الْكُفَّارَ کافروں	وَعَدَ اللّٰهُ وعدہ کیا اللہ نے	الَّذِيْنَ ان سے جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورانہوں نے اعمال کئے اچھے	مِنْهُمْ ان میں سے	مَغْفِرَةً مغفرت	وَاَجْرًا اور اجر	عَظِيْمًا عظیم		

تفسیر وتشریح: یہ اس سورۂ فتح کی آخری آیت ہے۔ گذشتہ درس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہو چکا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اثبات فرمایا گیا تھا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔ اب اس کے آگے آیت میں آپ کے صحابہ کرام کی صفت وثنا بیان فرمائی جاتی ہے یہ گذشتہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ یہ سورۃ صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی اور صلح حدیبیہ بظاہر صحابہ کرام کی نظر میں مغلوبانہ صلح تھی جس سے ان حضرات کے دل بے چین ہو گئے تھے لہذا اس پوری سورۃ میں شروع سے آخر تک عجیب عجیب طریقہ سے صحابہ کرام کی دلداری اور دلدہی فرمائی گئی ہے کہیں فتح ونصرت کے وعدے دیئے گئے کہیں دشمنوں کو ان کے ہاتھوں ذلیل کرنے کی خوشخبری سنائی گئی کہیں جنہوں نے سفر حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر نہ کیا تھا ان کو تہدید وتنبیہ کی گئی۔ اور جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت فرمائی ان کو حق تعالیٰ کی رضامندی کی بشارت سنائی گئی پھر کہیں اس موقع پر جنگ نہ ہونے اور صلح ہو جانے کی مصلحت وحکمت بیان فرمائی گئی کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تصدیق فرما کر صحابہ کرام کے قلوب کو تسکین عنایت کی گئی۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لے کر آپ کی صفت رسالت کو ظاہر فرمایا تھا اور اس کے بعد اس آخری آیت میں صحابہ کرامؓ کے فضائل بیان فرمائے جاتے ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سورۃ کے شان نزول سے ظاہر ہے کہ یہ فضائل جو یہاں بیان

فرمائے گئے ہیں ان صحابہ کرامؓ کے ہیں جو سفر حدیبیہ میں آپ کے ہمراہ تھے جن میں خلفائے اربعہ بھی شامل ہیں۔ تو یہاں صحابہ کرامؓ کے چار صفات ومضامین اس آیت میں بیان فرمائے گئے:۔

پہلی صفت بیان فرمائی گئی اشداآء علی الکفار یعنی خدا کے دشمنوں کفار ومشرکین پر سخت ہیں جس سے کافروں پر رعب پڑتا ہے اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ کفار کے مقابلہ میں ڈھیلے نہیں پڑتے اور کسی طرح پر ان سے مرعوب نہیں ہوتے بغض فی اللہ کے یہی معنی ہیں۔ اشداآء علی الکفار سے مراد یہ نہیں ہے کہ کافروں پر ظلم کرتے ہیں بلکہ شدت سے مراد یہی ہے کہ کفار کو مرعوب ومقہور رکھتے ہیں۔

دوسری صفت بیان فرمائی رحمآء بینھم یعنی آپس میں مسلمانوں کے ساتھ مہربان ہیں۔ یعنی ان کا برتاؤ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ شفقت محبت و ہمدردی کا رہتا ہے اور حب فی اللہ کے یہی معنی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص اپنی محبت اور بغض وعداوت دونوں کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ دونوں صفات اور خصوصیات ہر مسلمان سے مطلوب ہیں اور ہر مسلمان میں یہ صفات ہونا چاہئیں لیکن اب اس دور کے مسلمان اس آیت کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر اپنے حال پر غور کریں کہ کفر و بے دینی کے مقابلہ میں کتنی سختی اور ایمان اور مسلمانوں کے معاملہ میں کتنی نرمی شفقت و ہمدردی ہم میں پائی جاتی ہے۔ اب تو یہ حال ہے الا ماشآءاللہ کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا مخالف اور وہ بھی محض دنیا کے لئے تو ایک دوسرے کے ساتھ نرمی شفقت اور ہمدردی تواضع اور انکساری کا تو کیا ذکر بلکہ ایک دوسرے کی جان مال عزت آبرو ہر چیز کو مٹانے کے درپے ہو جاتا ہے اور بے دینوں کفار ومشرکین اور اعدائے اسلام جن کے مقابلہ میں سختی ہونا چاہئے ان سے دبتے ہیں اور مرعوب ہیں اور ان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپس کی محبت اور نرم دلی میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر کسی ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ملا کر بتائیں۔

الغرض یہ دو صفات صحابہ کرامؓ کی جو اوپر بیان ہوئیں یہ تو ان کے معاملات بنی نوع انسان کے ساتھ جو تھے اس کے متعلق بیان ہوئیں۔ اب آگے ان کے وہ معاملات جو اپنے خدا کے ساتھ تھے وہ بیان فرمائے جاتے ہیں۔

چنانچہ تیسری صفت یہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ وہ ہر وقت عبادت الٰہی میں لگے رہتے ہیں یعنی نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں۔ جب دیکھو رکوع و سجود میں پڑے ہوئے اللہ کے سامنے نہایت اخلاص کے ساتھ وظیفۂ عبودیت ادا کر رہے ہیں اور پھر ریا اور نمود کا شائبہ نہیں بس اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ کے کمال اخلاص کا بیان ہے کہ ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا اور وہ بڑے عبادت گزار اور باخدا لوگ تھے۔ علما نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کو بری باتوں سے متصف کرنا اور ان میں سے کسی کے متعلق بدزبانی یا بدگمانی کرنا یہ بڑی خباثت اور بدباطنی کی بات ہے اور اس آیت کی مخالفت کرنی ہے۔ احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملے میں۔ میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ مت بناؤ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کا قصد کرے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا (معارف القرآن، جلد ۸)

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی محبت ہم کو نصیب فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنا نصیب فرمائے آمین۔

آگے صحابہ کرام کی چوتھی صفت بیان فرمائی گئی کہ ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار وانوار ان کے چہروں سے ظاہر ہیں۔ ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے گویا خشیت وخشوع اور حسن نیت واخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں۔

اس کے بعد آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان برگزیدہ بندوں یعنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل توریت اور انجیل میں بیان کئے تھے۔ مقصود یہ کہ یہ لوگ آج سے ہمارے محبوب نہیں ہوئے بلکہ روز ازل سے ہمارے منظور نظر ہیں۔ ہم ان کے دنیا میں آنے سے صدیوں پہلے توریت وانجیل میں ان کا تذکرہ کر چکے ہیں اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی شان پہلی کتابوں میں بھی بیان ہو چکی ہیں پھر صحابہ کرام کے بتدریج ترقی کرنے کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی۔ کھیتی کی چار حالتیں بیان کی گئیں:۔

پہلی حالت دانہ سے پھوٹ کر کھونٹی کا نکلنا۔ یہ حالت آغاز وجود کی ہے اور نہایت کمزوری کی حالت ہے یہی حالت صحابہ کرام کی قبل ہجرت تھی۔

دوسری حالت کہ وہ کھونٹی جو نکلی تھی یا ڈنٹھل جو چھوٹا تھا اس کا مضبوط ہونا جس سے امید پیدا ہوتی ہے کہ یہ کونپل جو چھوٹی ہے ضائع نہ ہوگی بلکہ درخت بنے گا۔ یہ حالت بعد ہجرت پیدا ہوئی۔ ہجرت کرنے سے ظالموں کے ظلم سے رہائی ملی اور آئندہ امیدوں کے اسباب پیدا ہوئے۔

تیسری حالت کھیتی کے پودوں کا موٹا ہو جانا ہے یہ حالت حضرات شیخین کی خلافت میں حاصل ہوئی کہ کسریٰ اور قیصر کی سلطنتیں اور بڑے بڑے ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔

چوتھی حالت اس کھیتی کے پودوں کا اپنے تنوں پر سیدھا کھڑا ہو جانا ہے اور یہ انتہائی کمال کی حالت ہے جو حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں حاصل ہوا کہ اطراف وجوانب کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر بھی اسلام کا قبضہ ہوگیا اور ہر جگہ باقاعدہ معلم وقاضی مقرر ہوگئے۔ غرض کہ کوئی حالت منتظرہ کمال کی باقی نہ رہی تو اس کھیتی کی مثال بیان فرمانے سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔

اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو ترقی بتدریج ہوگی۔

دوسرے یہ کہ ترقی انتہائے کمال تک پہنچنے کے بغیر نہ رکے گی۔

چنانچہ الحمد للہ ایسا ہی ہوا۔ اس مثال کے بعد فرمایا کہ کسان اپنی کھیتی کو اس طرح ترقی کرتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو اسی طرح خدا اور رسول جو اس دین اسلام کی کھیتی کے بونے والے ہیں وہ اپنی اس کھیتی کو سرسبز دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اس اسلامی کھیتی کی یہ بہار رونق اور تازگی دیکھ کر کافروں اور بدخواہوں کے دل غیظ وحسد سے جلتے ہیں۔ یہ ترقی چونکہ دنیاوی ترقی تھی اس لئے ضروری ہوا کہ صحابہ کرام کے اخروی انعامات بھی بیان فرمادیئے جائیں لہٰذا ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دو چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے:۔

ایک مغفرت کا یعنی اگر ان سے کوئی خطا سرزد ہو جائے گی تو وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دیں گے۔

دوسرے اجر عظیم کا کہ آخرت میں بڑے بلند مراتب عطا ہوں گے۔

اسی مغفرت واجر عظیم کی بشارت پر سورۃ کو ختم فرمایا۔ الحمد للہ سورۂ فتح کا بیان اس درس پر ختم ہوا۔ اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ دین اسلام کی کھیتی کو پھر از سر نو سرسبز شاداب فرمادیجئے اور بے دینی کی فضاؤں کو ختم فرمادیجئے۔ یا اللہ صحابہ کرام کے طفیل میں ہم کو آخرت میں اپنی مغفرت اور اجرِ عظیم نصیب فرمادیجئے۔ یا اللہ اپنے دین برحق کو آپ ہی سنبھالیں اور اس کو اجاگر کرنے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

6

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱

اے ایمان والو، اللہ اور رسول سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے (مومن)	لَا تُقَدِّمُوْا نہ آگے بڑھو تم	بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ اللہ کے سامنے۔آگے	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کا رسولؐ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ سے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا	عَلِيْمٌ جاننے والا	

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب ۲۶ ویں پارہ کی سورۂ حجرات کا بیان شروع ہورہا ہے۔اس وقت اس سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کی تشریح کی جائے گی جس سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام وزمانہ نزول خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔اس سورۃ کے پہلے رکوع کی چوتھی آیت میں لفظ حجرات استعمال ہوا ہے جو حجرہ کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں وہ بند جگہ جو سونے والے کی حفاظت کرے اور کسی کو باہر سے نہ گھسنے دے۔یعنی کوٹھڑی خلوت خانہ پردہ کا مکان، یہاں حجرات سے مراد ازواج مطہرات کے مکانات ہیں۔چونکہ آگے اس سورۃ میں ایک ادب سکھلایا گیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ یعنی مکان کے اندر تشریف فرما ہوں۔تو حجرہ کے باہر سے آپ کو پکارا نہ جائے کہ یہ گستاخانہ انداز ہے بلکہ صبر کے ساتھ باہر انتظار کیا جائے۔جب آپ حجرہ سے باہر تشریف لائیں تو اس وقت ملاقات کی جائے۔اسی بناء پر نشان کے طور پر اس سورۃ کا نام حجرات مقرر ہوا یہ سورۃ مدنی ہے اور مدینہ منورہ میں ہجرت کے نویں سال نازل ہوئی۔موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۹ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۱۱۲ لکھا ہے۔یعنی ۱۱۱ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور صرف دو سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔اس سورۃ میں ۱۸ آیات ۲ رکوعات ۳۵۰ کلمات ۱۵۷۳ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

ہجرت کے نویں سال عرب کے قبائل جوق در جوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کا اعلان کیا اس لئے ان کو اور دوسرے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وعزت کے احکام اور آپس کے میل جول کے ادب وقاعدے اور اصلاح معاشرت اور حسن معاشرت کے اہم احکام بتلائے گئے گویا یہ سورۃ اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ ہے اس سورۃ میں سب سے پہلے خوف خدا کی تاکید فرمائی گئی اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وادب سکھلایا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ۔تمہاری اپنی رائے اللہ ورسول کے حکم کے آگے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہیں سر جھکا کر سنو اور خلوص کے ساتھ اس پر عمل کرو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے مت بولو۔اندر حجرہ میں تشریف رکھتے ہوں تو پکار کر مت بلاؤ بلکہ صبر سے انتظار کرو۔جب آپ خود باہر تشریف لائیں تو ادب کے ساتھ آپ سے ملاقات کرو۔ہر کسی کی بات سن کر بے تحقیق مت مان لیا کرو تاکہ بیکار الجھنوں اور بعد کی پشیمانی سے بچے رہو۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی تعلیم دی گئی کہ جب تمہارے اندر اللہ کے رسول موجود ہیں تو تمہیں آپ کی قدر ومنزلت پہنچانی چاہئے اور یاد رکھو کہ ایمان والے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر زیادتی نہ کرنا چاہئے اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں آپس میں اختلاف ہو جائے تو ان کے آپس میں صلح کرا دو اور اگر کوئی مصالحت پر آمادہ نہ ہو تو جو زیادتی کرے اس سے لڑ کر اس کو سیدھا کر دو اور دیکھو آپس میں بدمزگی تلخی اور جھگڑے ذرا ذرا سی باتوں سے پیدا ہو سکتے ہیں مثلاً کسی سے تمسخر کرنا کسی کو برے نام اور

برے القاب سے پکارنا۔ کسی کے عیب ظاہر کرنا پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا غیبت کرنا چغلی کھانا کسی کی طرف سے بدگمانی کرنا کسی کے کچے چھٹے اور بھید معلوم کرنے کی کوشش کرنا یہ سب بری باتیں ہیں۔ ان سب سے بچو تمام انسان حضرت آدم اور حوا کی اولاد ہیں۔ ذات پات، خاندان، قوم، کنبہ، برادری یہ محض ایک دوسرے کی شناخت کے لئے ہیں ایک دوسرے پر بڑائی اور فوقیت جتانے کے لئے نہیں۔ سب اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے نزدیک زیادہ مرتبہ والا وہی شخص ہوگا جو اس سے زیادہ ڈرے گا اور اس کے ڈر سے تمام گناہوں اور بری باتوں سے بچے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے حتیٰ کہ وہ تمہارے دلوں تک کی باتوں سے واقف ہے۔ جس نے کفر و شرک سے تائب ہو کر کلمہ پڑھ لیا وہ مسلمان ہے اب اسے چاہئے کہ اسلام کے مقرر کئے ہوئے طریقہ پر چلے۔ نیک کام کرے برے کاموں سے بچے تاکہ اس کے دل میں ایمان کی روشنی پیدا ہو۔ اسلام میں داخل ہو کر کسی پر اپنا احسان مت جتاؤ۔ ایمان کی دولت تو ایک احسان خداوندی ہے اور اللہ کی نعمت ہے اور یہ مت سمجھو کہ جیسے انسان کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے اسی طرح اللہ کو بھی دھوکہ دے لو گے۔ اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں وہ آسمان اور زمین کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ خوب سمجھ لو کہ وہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا۔ جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اب اس آیت کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا ہی سے ایمان والوں کو خطاب کر کے آداب و احکام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسلام میں سب سے اول اور اہم مسئلہ اللہ و رسول کی تعظیم و عظمت کا ہے کیونکہ حب اللہ اور رسول کی عظمت و عزت دل میں ہوگی تو ان کے احکام کی تعمیل بھی ہوگی۔ اس آیت میں سب سے پہلا حکم ایمان والوں کو یہ دیا جاتا ہے کہ جس معاملہ میں اللہ و رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو۔ اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو اور جس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ ارشاد فرمائیں خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ آپ کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرات نہ کرو جو حکم ادھر سے ملے اس پر بے چون و چرا اور بلا پس و پیش عامل بن جاؤ۔ اپنی غرض اور رائے کو آپ کے احکام پر مقدم نہ رکھو بلکہ اپنی خواہشات و جذبات کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع بناؤ۔ یہ تو ہے اس قرآنی آیت کا مفہوم اور اسی کے مطابق ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس یعنی اس کی خواہشات اور نفسی میلانات میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائیں۔ پس قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضا اور مطالبہ بھی یہی ہے جو اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل ہو سکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہو سکتی ہیں جب کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر احکام الٰہیہ اور ہدایات و ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع و ماتحت ہو جائیں۔ تجربہ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں بیشتر نزاعات و مناقشات خود رائی اور غرض پرستی ہی کے ماتحت وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی رایوں اور غرضوں کو کسی ایک بلند معیار کے تابع کر دیں اور ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد سے بلند کوئی معیار مومن کے لئے نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا کرنے میں ہو سکتا ہے کہ وقتی اور عارضی طور پر کسی تکلیف یا نقصان کو اٹھانا پڑے لیکن اس کا آخری انجام یقینی طور پر دین دنیا کی سرخروئی اور کامیابی ہے اور اسی سے اس کی ضد کو بھی سمجھ لیا جائے یعنی اللہ اور اس کے رسول کی ہدایات و ارشادات چھوڑ کر دوسری باتوں میں خواہ وقتی اور عارضی کیسی ہی دلربائی نظر آتی ہو لیکن اس کا آخری انجام مسلمان کے لئے یقینی طور پر دین دنیا کے خسارہ اور نقصان کے علاوہ ہرگز کچھ نہیں۔ تو گویا پہلا حکم یہاں اہل ایمان کو آیت میں یہ دیا گیا ہے کہ اللہ اور رسول سے کسی معاملہ میں پیش قدمی نہ کی جائے بلکہ سچی فرمانبرداری اور تعظیم اختیار کی جائے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ اور رسول کی سچی فرمانبرداری اور تعظیم اس وقت میسر ہو سکتی ہے جب خدا کا خوف دل میں ہو۔ اگر دل میں خوف خداوندی نہیں تو بظاہر دعوائے اسلام کو نباہنے کے لئے اللہ و رسول کا نام بار بار زبان پر لائے گا اور بظاہر اللہ و رسول

کے احکام کو سامنے رکھے گا لیکن فی الحقیقت اپنی اندرونی خواہشات و اغراض کی تحصیل کے لئے ایک حیلہ اور آلہ کار بنائے گا۔ اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ یاد رہے کہ جو زبان پر ہے اللہ تعالیٰ اسے سنتا ہے اور جو دل میں ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے پھر اس کے سامنے یہ فریب کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ کیسے چل سکے گا اس لئے آدمی کو چاہئے کہ حق تعالیٰ سے سچا خوف وڈر دل میں رکھ کر کام کرے۔

الغرض اس سورۃ میں یہ پہلا حکم ایمان والوں کے لئے بیان ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت مت کیا کرو اور اس آیت کے تحت بعض علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ علمائے دین اور مشائخ دین کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ وارث انبیاء ہیں اور دلیل میں یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ کسی موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت ابودرداءؓ جو ایک صحابی ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آگے چل رہے ہیں تو یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابودرداءؓ کو تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے اور فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع وغروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکر سے بہتر و افضل ہو۔ (ماخذ معارف القرآن جلد ۸) اسی لئے علما نے فرمایا کہ اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس ادب پر عمل پیرا ہونے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائیں۔

یہ تو تھا اس ابتدائی آیت میں پہلا حکم۔ اب آگے دوسرا اور تیسرا حکم اگلی آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی سچی توقیر واحترام عطا فرمائیں۔ تاکہ ہر معاملہ میں ہم کو قرآن اور سنت کی ہدایت کا اتباع نصیب ہو۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی محبت وعظمت وعزت اتار دے اور ہمارے لئے اپنے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلنا آسان فرمادے کہ اسی میں ہماری دین ودنیا کی بہتری اور بھلائی ہے۔

یا اللہ! ہمیں علمائے ربانی وحقانی کے ادب واحترام کی توفیق نصیب فرما کہ جن کے واسطے ہم کو قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حاصل ہوا۔ یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز آجائیں اور آپ کے اطاعت گذار اور فرمانبردار بندے بن کر زندہ رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ اُن سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ

ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو، بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو

عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہ لوگ وہ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خاص کر دیا ہے، ان لوگوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ آمَنُوا مومنو	لَا تَرْفَعُوا نہ اونچی کرو	أَصْوَاتَكُمْ اپنی آوازیں	فَوْقَ اوپر۔ پر	صَوْتِ النَّبِيِّ نبی کی آواز	وَلَا تَجْهَرُوا اور نہ زور سے بولو
لَهُ اس کے سامنے	بِالْقَوْلِ گفتگو میں	كَجَهْرِ جیسے بلند آواز	بَعْضِكُمْ تمہارے بعض (ایک)	لِبَعْضٍ بعض (دوسرے) سے	أَنْ کہیں	
تَحْبَطَ اکارت ہوجائیں	أَعْمَالُكُمْ تمہارے عمل	وَأَنْتُمْ اور تم	لَا تَشْعُرُونَ نہ جانتے (خبر بھی نہ ہو)	إِنَّ بیشک	الَّذِينَ جو لوگ	
يَغُضُّونَ پست رکھتے ہیں	أَصْوَاتَهُمْ اپنی آوازیں	عِنْدَ نزدیک	رَسُولِ اللَّهِ اللہ کا رسولؐ	أُولَٰئِكَ یہ وہ لوگ	الَّذِينَ جو۔ جن	امْتَحَنَ آزمایا ہے
اللَّهُ اللہ	قُلُوبَهُمْ ان کے دل	لِلتَّقْوَىٰ پرہیزگاری کیلئے	لَهُمْ ان کیلئے	مَغْفِرَةٌ مغفرت	وَأَجْرٌ اور اجر	عَظِيمٌ عظیم

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں سب سے پہلا حکم جو مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا وہ یہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ اور کسی قول یا فعل میں اللہ اور رسول کی اجازت سے پہلے سبقت مت کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ تمہاری ساری باتیں سنتا اور تمہاری ساری حالتیں جانتا ہے اب آگے دوسرا و تیسرا حکم ان آیات میں دیا جاتا ہے اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اپنی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہ شور وشغب کیا جائے اور نہ چیخ کر بات کی جائے اور جیسے آپس میں بے تکلفی سے بات چیت کرتے ہو اس طرح آپ سے بات چیت نہ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلاف ادب ہے۔ آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم واحترام کے لہجہ میں ادب وشائستگی کے ساتھ۔ آپ سے گفتگو کرتے وقت پوری احتیاط رکھنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ تمہارا اونچا بولنا آپ کو ناگوار خاطر ہو اور آپ کو تکدر واذیت پیش آئے اگر ایسا ہوا تو تم کہیں کے نہ رہو گے اور تمہارا سارا کیا کرایا اکارت ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانہ کہاں۔ تو بلند آوازی اور بے تکلفی سے حضورؐ سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا گیا اور یہ اس لئے کہ کہیں کسی وقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور ایذا کا باعث نہ ہو جائے۔ اور آپ کو ایذا دہی موجب حبط عمل ہے تو ایسا کرنے سے خدشہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ تمام اعمال حبط کر لے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے علاوہ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوں بھی زبان سے بات نکالنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کو وہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی انسان خدا کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن خدا تعالیٰ اسے اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں پہنچا دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو ان آیات میں اللہ رب العزت نے جو آداب نبوت تعلیم فرمائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان آداب کی درجہ کمال میں تعمیل فرمائی صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب کرتے تھے کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے تھے۔ سامنے مجلس نبوی میں بیٹھتے تو معلوم ہوتا کہ ان کے سروں

پر پرندہ بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو خاموشی چھا جاتی ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو محبت اور ادب میں صحابہ وضو کا پانی اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور اپنے چہرہ اور بدنوں پر مل لیتے۔

جب یہ آیات نازل ہوئی ہیں تو جن صحابہ کرام کی آواز قدرۃً بلند تھی وہ بہت گھبرائے اور پریشان خاطر ہوئے کہ کہیں بلند آوازی سے گفتگو کرنے پر اعمال حبط ہو جانے کی وعید کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ سے اس طرح بولوں گا جیسا کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو اور حضرت عمرؓ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا اور تفسیر ابن جریر میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت ثابت بن قیسؓ راستہ ہی میں بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدیؓ جب وہاں سے گزرے اور انہیں روتے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ جواب ملا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو۔ میری آواز بلند ہے۔ حضرت عاصمؓ یہ سن کر چلے گئے اور حضرت ثابتؓ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ گھر گئے اور اپنی بیوی صاحبہ سے کہا کہ میں اپنے گھوڑے کے طویلہ میں جا رہا ہوں تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل سے اسے جڑ دو۔ خدا کی قسم میں اس میں سے نہ نکلوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مجھ سے رضامند کر دے۔ یہاں تو یہ ہوا وہاں جب دربار رسالت میں حضرت عاصمؓ نے حضرت ثابتؓ کی یہ حالت بیان کی تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ثابت کو میرے پاس بلا لاؤ لیکن حضرت عاصم اس جگہ آئے جہاں حضرت ثابت بیٹھے رو رہے تھے تو ان کو نہ پایا مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ گھوڑے کے طویلے میں ہیں۔ یہاں آ کر کہا کہ ثابت چلو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ حضرت ثابت نے کہا کہ بہت اچھا۔ کیل نکال ڈالو اور دروازہ کھول دو۔ پھر باہر نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے رونے کی وجہ پوچھی جس کا سچا جواب حضرت ثابت نے عرض کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم قابل تعریف زندگی جیو اور شہید ہو کر مرو اور جنت میں جاؤ۔ اس پر حضرت ثابتؓ کا سارا رنج کافور ہو گیا اور خوش ہو گئے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ میں اللہ تعالیٰ کی اور آپ کی اس بشارت پر بہت خوش ہوں اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز آپ کی آواز سے اونچی نہ کروں گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحیح بخاری میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کئی دن تک حضورؐ کی مجلس میں نظر نہ آئے اور ایک روایت (مسند احمد) میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے دریافت فرمایا تھا کہ ثابت کہاں ہیں نظر نہیں آتے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ان کی بابت معلوم کر کے بتلاؤں گا۔ وہ حضرت ثابت کے مکان پر آئے۔ دیکھا کہ وہ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں پوچھا کیا حال ہے جواب ملا کہ برا حال ہے۔ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا تھا۔ میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں تو جہنمی ہو گیا۔ یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور سارا واقعہ آپ سے کہہ سنایا تو حضورؐ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابت کے ہاں گئے حضورؐ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہو۔ ایک روایت میں ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کے بعد ہم انہیں زندہ چلتے پھرتے دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت ہیں۔ یمامہ کی جنگ میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے حضرت ثابت بن قیس شہید ہوئے تھے۔ مقصود ان روایات کے سنانے سے یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا سی بھی ناراضگی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ پھر جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں آپ کے سامنے یا آپ کی مجلس میں بلند آواز سے بولنا ممنوع تھا۔ علما نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی قبر شریف کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنی حیات مبارکہ میں قابل احترام و عزت تھے اسی طرح اب بھی آپ اپنی قبر شریف میں بھی با عزت اور قابل احترام ہی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم روایات میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے دو شخصوں کی کچھ بلند آوازیں مسجد نبوی میں سن کر وہاں آ کر ان سے دریافت فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم کہاں ہو؟ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا کہ طائف کے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں بری سزا دیتا۔ الغرض ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو آداب نبوت تعلیم فرمائے۔ آگے ان آداب کی بجا آوری کی رغبت میں فرمایا کہ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تواضع اور ادب اور تعظیم و تکریم سے بولتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے سامنے اپنی آواز پست اور دھیمی رکھتے ہیں یہ وہ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ نے خالص تقویٰ و طہارت کے

واسطے تیار کر دیا ہے اور اس اخلاص اور حق شناسی کی برکت سے پچھلی کوتاہیاں معاف ہو گئیں اور بڑا بھاری اجر و ثواب ملے گا۔

ان آیات سے متعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہی ادب چاہئے اور قبر شریف کے پاس جو حاضر ہو وہاں بھی ان اداب کو ملحوظ رکھے۔ نیز آپ کے خلفاء علمائے ربانیین اور اولوالامر کے ساتھ درجہ بدرجہ اسی ادب سے پیش آنا چاہئے تا کہ جماعتی نظام قائم رہے۔ فرق مراتب نہ کرنے سے بہت سے مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔"

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ کے احکام و ارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا جرم و گناہ ہوگا جو کہ ہمارے معاشرہ میں ایک طبقہ کا محبوب مشغلہ بنا ہوا ہے۔ اللہ تبارک و تعالٰی ہی اس پرفتن دور میں ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرمائیں آمین۔

یہاں جو فرمایا گیا **ان تحبط اعمالکم و انتم لاتشعرون** یعنی اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو بسبب اس خطرہ اور خوف کے کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو اس کے متعلق ایک اشکال اور اس کا جواب حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے وہ بھی سمجھ لینے کے قابل ہے:۔

لکھتے ہیں کہ اس جگہ کلیات شرعیہ اور اصول مسلمہ کے اعتبار سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ حبط اعمال یعنی اعمال صالحہ کو ضائع کر دینے والی چیز تو باتفاق اہل سنت والجماعت صرف کفر ہے۔ کسی ایک معصیت اور گناہ سے دوسرے اعمال صالحہ ضائع نہیں ہوتے اور یہاں خطاب مومنین اور صحابہ کرامؓ کو ہے اور لفظ **یاایھا الذین امنوا** کے ساتھ ہے جس سے اس فعل کا کفر نہ ہونا ثابت ہوتا ہے تو حبط اعمال کیسے ہوا؟ دوسرے یہ کہ جس طرح ایمان ایک فعل اختیاری ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنے اختیار سے ایمان نہ لائے مومن نہیں ہوتا اسی طرح کفر بھی امر اختیاری ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنے قصد سے کفر کو اختیار نہ کرے وہ کافر نہیں ہو سکتا اور یہاں آیت کے آخر میں یہ تصریح ہے کہ **انتم لاتشعرون** یعنی تمہیں خبر بھی نہ ہو تو حبط اعمال جو خالص کفر کی سزا ہے وہ کیسے جاری ہوئی۔

سیدی حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اس کی توجیہ ایسی فرمائی ہے جس سے یہ سب اشکالات اور سوالات ختم ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ معنٰی آیت کے یہ ہیں کہ مسلمانو تم رسول اللہ کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنے اور بے محابا جہر کرنے سے بچو کیونکہ ایسا کرنے میں خطرہ ہے کہ تمہارے اعمال حبط اور ضائع ہو جائیں اور وہ خطرہ اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش قدمی یا آپ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کر کے غالب کرنا ایک ایسا امر ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی ہونے کا احتمال ہے جو سبب ہے ایذائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اگرچہ صحابہ کرام سے یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ بالقصد کوئی ایسا کام کریں جو آپ کی ایذاء کا سبب بنے لیکن بعض اعمال و افعال جیسے تقدم اور رفع صوت اگرچہ بقصد ایذاء نہ ہوں پھر بھی ان سے ایذاء کا احتمال ہے اسی لئے ان کو مطلقاً ممنوع اور معصیت قرار دیا ہے اور بعض معصیتوں کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے کرنے والے سے توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور وہ گناہوں میں منہمک ہو کر انجام کار کفر تک پہنچ جاتا ہے جو سبب ہے حبط اعمال کا۔ کسی اپنے دینی مقتداء استاد یا مرشد کی ایذا رسانی ایسی ہی معصیت ہے جس سے سلب توفیق کا خطرہ ہوتا ہے اسی طرح یہ افعال یعنی تقدم علی النبی اور رفع الصوت ایسی معصیت ٹھہریں کہ جن سے خطرہ ہے کہ توفیق سلب ہو جائے اور یہ خذلان آخر کار کفر تک پہنچا دے جس سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں اور کرنے والے نے چونکہ قصد ایذا کا نہ کیا تھا اس لئے اس کو اس کی خبر بھی نہ ہو گی کہ اس ابتلاء کفر اور حبط اعمال کا اصل سبب کیا تھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی صالح بزرگ کو کسی نے اپنا مرشد بنایا ہو اس کے ساتھ گستاخی و بے ادبی کا بھی یہی حال ہے کہ بعض اوقات وہ سلب توفیق اور خذلان کا سبب بن جاتی ہے جو انجام کار متاع ایمان کو بھی ضائع کر دیتی ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

ابھی آگے مزید آداب نبوت کی تعلیم و ہدایات فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى

جولوگ حُجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں اُن میں اکثروں کو عقل نہیں ہے۔ اور اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ

تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ

آپ خود باہران کے پاس آجاتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا، اور اللہ غفور رحیم ہے۔ اے ایمان والو اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے

بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ﴿۶﴾ وَاعْلَمُوْۤا

تو خوب تحقیق کرلیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔ اور جان رکھو کہ

اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ یُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ

تم میں رسول اللہ ہیں، بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی

وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴿۷﴾

اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کردیا اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۸﴾

اور انعام سے راہ راست پر ہیں، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اِنَّ بیشک	اَلَّذِیْنَ جولوگ	یُنَادُوْنَكَ آپ کو پکارتے ہیں	مِنْ وَّرَآءِ باہر سے	الْحُجُرٰتِ حجروں	اَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر	لَا یَعْقِلُوْنَ عقل نہیں رکھتے		
وَلَوْ اور اگر	اَنَّهُمْ البتہ وہ	صَبَرُوْا صبر کرتے	حَتّٰى یہانتک کہ	تَخْرُجَ آپ نکل آتے	اِلَیْهِمْ ان کے پاس	لَكَانَ البتہ ہوتا	خَیْرًا بہتر	لَّهُمْ ان کیلئے
وَاللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِیْمٌ مہربان	یٰۤاَیُّهَا اے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا جولوگ ایمان لائے (مومن)	اِنْ اگر	جَآءَكُمْ آئے تمہارے پاس		
فَاسِقٌ کوئی فاسق بدکردار	بِنَبَاٍ خبر لے کر	فَتَبَیَّنُوْۤا تو خوب تحقیق کرلیا کرو	اَنْ کہیں	تُصِیْبُوْا تم ضرر پہنچاؤ	قَوْمًا کسی قوم کو	بِجَهَالَةٍ نادانی سے		
فَتُصْبِحُوْا پھر ہو تم	عَلٰى پر	مَا فَعَلْتُمْ جو تم نے کیا (اپنا کیا)	نٰدِمِیْنَ نادم (جمع)	وَاعْلَمُوْۤا اور جان رکھو	اَنَّ کہ	فِیْكُمْ تمہارے درمیان		
رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ کا رسول	لَوْ یُطِیْعُكُمْ اگر وہ تمہارا کہا مانیں	فِیْ میں	كَثِیْرٍ اکثر	مِّنَ الْاَمْرِ کاموں سے۔میں	لَعَنِتُّمْ البتہ تم ایذا میں پڑو	وَلٰكِنَّ اور لیکن		
اللّٰهَ اللہ	حَبَّبَ محبت دی	اِلَیْكُمُ تمہیں	الْاِیْمَانَ ایمان کی	وَزَیَّنَهٗ اور اُسے آراستہ کردیا	فِیْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں	وَكَرَّهَ اور ناپسند کردیا		
اِلَیْكُمُ تمہارے سامنے	الْكُفْرَ کفر	وَالْفُسُوْقَ اور گناہ	وَالْعِصْیَانَ اور نافرمانی	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمُ وہ	الرّٰشِدُوْنَ ہدایت پانے والے		
	فَضْلًا فضل	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے۔کے	وَنِعْمَةً اور نعمت	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِیْمٌ جاننے والے	حَكِیْمٌ حکمت والا		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے ہدایت دی گئی تھی کہ تم اپنی آوازیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند نہ کیا کرو اور اس طرح نہ بولو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہو ایسا نہ ہو کہ یہ زور سے بولنا بیباکی کی صورت اختیار کرلے جو ترک ادب ہے اور اذیت نبیؐ کا باعث ہوسکتا ہے اور اذیت نبیؐ حرام ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس اذیت نبیؐ کے باعث تمہارے اعمال ضائع ہوجائیں

اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اب آگے ان آیات میں بعض دوسری ہدایات آداب نبوت کی دی جاتی ہیں۔شان نزول کی روایت میں آتا ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا۔آپ مکان کے اندر تشریف فرما تھے۔ان آنے والے لوگوں نے باہر ہی سے آپ کو پکارنا شروع کر دیا اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں تعلیم و ہدایت دی گئی کہ اس طرح باہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دینا بے عقلی اور بے تہذیبی کی بات ہے۔کیا معلوم کہ اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو یا کسی اور اہم کام میں مشغول ہوں۔پھر اللہ کے رسول کا ادب و احترام بھی کوئی چیز ہے۔چاہئے یہ تھا کہ یہ آنے والے کسی کی زبانی اندر اطلاع کراتے اور آپ کے باہر تشریف لانے تک صبر و انتظار کرتے۔جب آپ باہر تشریف لا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اس وقت خطاب کرنا چاہئے تھا۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسا کیا جاتا تو ان آنے والوں کے حق میں بہتر اور قابل ستائش ہوتا۔تاہم بے عقلی اور نادانستگی سے جو بات اتفاقاً سرزد ہو جائے۔اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مہربانی سے بخشنے والا ہے چاہئے کہ اپنی تقصیر پر نادم ہو کر آئندہ ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔

آگے ایک دوسری ہدایت دی جاتی ہے اکثر نزاعات و مناقشات اور لڑائی جھگڑوں کی ابتدا جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اسلئے اس اختلاف اور تفریق کے سرچشمہ ہی کو بند کرنے کی تعلیم دی گئی یعنی کسی خبر کو یونہی بے تحقیق قبول نہ کرنا چاہئے۔اس دوسری آیت کے شان نزول کے متعلق کئی روایات آئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قاصد کو ایک نو مسلم آبادی کے قبیلہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔زمانہ جاہلیت میں ان قاصد سے اور ان قبیلہ والوں سے کچھ عداوت تھی اس آبادی کے لوگ اس قاصد کی پیشوائی کے لئے نکلے۔قاصد نے یہ جانا کہ یہ پرانی دشمنی کی بنا پر شاید مجھ کو قتل کرنے آ رہے ہیں۔اس لئے یہ مدینہ واپس ہو گئے اور اس بات کی وہاں خبر کر دی جس پر مسلمان جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی اصل حقیقت کو آشکارا کیا اور آئندہ کے لئے اس قسم کی باتوں کو روک دیا اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کسی خبر یا رائے پر عمل نہ کریں تو برا نہ مانو حق لوگوں کی خواہش یا رایوں کے تابع نہیں ہو سکتا۔ایسا ہو تو زمین و آسمان کا سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے۔الغرض خبروں کی تحقیق کر لیا کرو اور حق کو اپنی خواہش یا رائے کے تابع نہ بناؤ بلکہ اپنی خواہشات کو حق کے تابع رکھو۔اس طرح تمام جھگڑوں کی جڑ کٹ جائے گی اگر تم یہ چاہتے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری ہر بات مانا کریں تو بڑی مشکل ہوتی لیکن اللہ کا شکر کرو کہ اس نے اپنے فضل واحسان سے مومنین کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا اور کفر و معصیت کی نفرت ڈال دی۔جس سے وہ ایسی بیہودگی کے پاس بھی نہیں جا سکتے جس مجمع میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں وہاں کسی کی رائے اور خواہش کی پیروی کہاں ہو سکتی ہے؟ علماء نے یہاں لکھا ہے کہ آج گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں بظاہر موجود نہیں۔مگر آپ کی تعلیم اور آپ کے وارث نائب یقیناً موجود ہیں۔اور رہیں گے اس لئے قرآن پاک کا یہ حکم اب بھی مسلمانوں کے لئے موجب عمل ہے۔آگے **واللہ علیمٌ حکیمٌ** فرما کر یہ جتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور وہ بڑی حکمت والا ہے اس لئے وہ افعال کی راستی و ناراستی سے واقف ہے اور صحیح افعال کا حکم اور انہی کی ترغیب دیتا ہے۔

اس قرآنی حکم کہ خبروں کی تحقیق کر لیا کرو کہ آیا یہ صحیح ہے یا غلط کے نہ برتنے سے نہ معلوم کتنے فتنے پیدا ہوتے ہیں اور کتنے گھر د خاندان جنگ و جدل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔آج کل یہ بڑی مصیبت ہے کہ جہاں کسی نے کوئی بات خواہ کیسی جھوٹی اور لغو ہو کہہ دی بس فوراً اس کو مان لیا۔جس سے نہ کسی عزت والے کی عزت محفوظ ہے اور نہ کسی شریف کا شرف بچا ہوا ہے۔اس لئے قرآن کریم نے حکم دیا کہ جب بھی کسی کے متعلق کوئی بات سنے پہلے اس کی جانچ پڑتال اور تحقیق ہونی چاہئے۔پھر اس پر یقین کرنا چاہئے اب یہ مسئلہ مستقل ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ

تحقیق کہاں واجب ہے کہاں جائز ہے کہاں ممنوع ہے سو اس میں قول مجمل یہ ہے کہ جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب شرعی فوت ہوتا ہو وہاں واجب ہے مثلاً سلطان کسی کے ارتداد کی خبر سنے تو چونکہ ارتداد کی صورت میں اس پر واجب کہ اس کو توبہ کرادے ورنہ قتل کرے اس لئے تحقیق واجب ہوگی یا مثلاً سلطان نے سنا کہ فلاں شخص فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو چونکہ بوجہ سلطان ہونے کے حفاظت رعایا کی اس کے ذمہ واجب ہے اس لئے اس خبر کی تحقیق اور انتظام واجب ہے اور جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب فوت نہیں ہوتا اور تحقیق نہ کرنے سے اس دوسرے شخص کا بھی کوئی ضرر نہیں ہوتا تو وہاں تحقیق جائز ہے مثلاً کسی نے یہ سنا کہ فلاں شخص مجھے جسمانی یا مالی ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو اپنے دفع مضرت کے لئے ایسے موقع پر تحقیق جائز ہے اور اگر تحقیق کرنے سے اپنی کوئی دفع مضرت نہیں اور اس دوسرے کو ناگواری ہے تو تحقیق حرام ہے مثلاً کسی نے سنا کہ فلاں شخص خفیہ شراب پیتا ہے تو تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی ضرر نہیں اور تحقیق کرنے سے اس شخص کی رسوائی اور فضیحت ہوتی ہے تو یہ تحقیق جائز نہیں۔'' اس کا پوشیدہ رکھنا اور چھپانا ضروری ہے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی میں کوئی عیب ہے تو خود مجھ میں اس سے کئی گنا زیادہ عیب موجود ہیں۔ لہٰذا اکرام مسلم کا خیال ضروری ہے اور جھٹ کسی کے کہہ دینے سے کسی کے متعلق کوئی غلط رائے قائم کر لینا یا غلط اقدام کر دینا قرآنی تعلیم کے بھی خلاف ہے اور عقل سلیم کے بھی منافی ہے۔ مگر افسوس کہ آج کثرت سے مسلمان اس مرض میں گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنا فضل فرمادیں اور ہماری اصلاح کی صورتیں پیدا فرمادیں۔ آمین۔

ابھی مزید ہدایات اگلی آیات میں جاری ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ جملہ قرآنی ہدایات وتعلیمات پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات ہم تک پہنچیں ان پر دل وجان سے ہم کو عمل کرنا محبوب بنادیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف کرنے سے ہمیں کراہت ونفرت نصیب فرمائیں اور ہماری رائے وخواہش کو شریعت مطہرہ کا پابند بنادیں۔ اور ابتک جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں کوتاہیاں سرزد ہوئیں ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو، پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے

الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ

تو اس گروہ سے لڑو، جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جاوے، پھر اگر رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کردو

وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ

اور انصاف کا خیال رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔ مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ع

اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

وَاِنْ اور اگر	طَآئِفَتٰنِ دو گروہ	مِنَ سے۔کے	الْمُؤْمِنِيْنَ (جمع) مومن	اقْتَتَلُوْا باہم لڑ پڑیں	فَاَصْلِحُوْا تو صلح کرا دو تم	
بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	فَاِنْۢ بَغَتْ پھر اگر زیادتی کرے	اِحْدٰىهُمَا ان دونوں میں سے ایک	عَلَى الْاُخْرٰى دوسرے پر	فَقَاتِلُوْا تو تم لڑو		
الَّتِيْ اس سے جو	تَبْغِيْ زیادتی کرتا ہے	حَتّٰى یہاں تک کہ	تَفِيْٓءَ رجوع کرے	اِلٰٓى طرف	اَمْرِ اللّٰهِ حکمِ الٰہی	فَاِنْ فَآءَتْ پھر اگر جب وہ رجوع کرے
فَاَصْلِحُوْا تو صلح کرا دو تم	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	بِالْعَدْلِ عدل کے ساتھ	وَاَقْسِطُوْا اور تم انصاف کیا کرو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ		
يُحِبُّ دوست رکھتا ہے	الْمُقْسِطِيْنَ انصاف کرنے والے	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن (جمع)	اِخْوَةٌ بھائی	فَاَصْلِحُوْا پس صلح کرا دو	
بَيْنَ درمیان	اَخَوَيْكُمْ اپنے بھائی	وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ سے	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم پر	تُرْحَمُوْنَ رحم کیا جائے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے ہدایت دی گئی تھی کہ ہر کس وناکس کی بات سن کر اس پر فوراً اعتماد مت کر لیا کرو۔ اگر کوئی قانون اسلام سے بے پروا شخص کوئی خبر آ کر سنائے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو اور اس سے پہلے اس کی بات پر یقین مت کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس کی خبر پر یقین کر کے جلدی سے کسی کے خلاف قدم اٹھا لو اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ کام غلط ہوا تو پھر پچھتانا پڑے۔ تو یہ ہدایت دے کر اور یہ نصیحت کر کے قرآن کریم نے بہت سے آپس کے اختلافات اور جھگڑے جو غلط افواہوں کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں ان کا خاتمہ کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر قوم مسلم کی تمام پراگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہو جاتے ہیں اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوۃ کا نظام قائم ہے اس لئے اوپر کی ہدایت کے ساتھ ہی اہل ایمان کو یہ بھی بتلایا گیا کہ دیکھو تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں تو تمہیں آپ کی قدر پہچانی چاہئے۔ آپ کے مشورہ اور حکم کو قبول کرنا چاہئے اور اپنی خواہش اور رائے کو آپ کے حکم کے تابع بنانا چاہئے۔ پھر یہ بھی جتلایا گیا تھا کہ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ جو مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرما دی اور کفر وفسق وعصیان سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا کر دی اس لئے دل سے اطاعت رسول کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ الغرض مسلمانوں میں نزاع اور اختلاف کو روکنے اور پیدا ہی نہ ہونے کی پیش بندیاں بیان فرمائی گئیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ باوجود ان تمام پیش بندیوں کے اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اختلاف رونما ہو جائے اور وہ آپس میں لڑ پڑیں تو پھر دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ پوری کوشش کریں کہ اختلاف رفع ہو جائے اور اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم وزیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو بلکہ جسکی زیادتی ہو سب

مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے اپنے کو پیش کر دے۔ پھر اس وقت چاہئے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات اور انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرادیں کسی ایک کی طرف داری میں جادہ حق سے ادھر ادھر نہ جھکیں۔ پوری طرح عدل وانصاف کو ملحوظ رکھیں اور صلح و جنگ ہر حالت میں یہ خیال رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے اس لئے جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یونہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو بلکہ ان کے درمیان اصلاح کی پوری کوشش کرو اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو۔ کسی کی بیجا طرفداری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔ یہاں آیت میں جو یہ فرمایا انما المؤ منون اخوۃ بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اخوۃ کا لفظ قابل غور ہے جو حقیقی بھائیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ رشتے ناتے کے بھائیوں کے لئے لفظ اخوان آتا ہے تو قرآن پاک نے یہاں اخوۃ کا لفظ لا کر بتلادیا کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تعلق اور رشتہ بالکل سگے بھائیوں کا سا ہے جو انتہائی محبت کا رشتہ ہے یہ تو ہوئی قرآنی تصریح۔ اب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس لئے اس پر ظلم وستم نہ کرنا چاہئے ایک دوسری صحیح حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر مسلمان بھائی کے لئے اس کی پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین۔ اور تجھے بھی خدا ایسا ہی دے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت رحمدلی۔ میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی نیند نہ آنے کی تکلیف ہوتی ہے ایک اور صحیح حدیث میں ہے مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن کا تعلق اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے۔ مومن اہل ایمان کے لئے وہی دردمندی کرتا ہے جو دردمندی جسم کو سر کے ساتھ ہے پھر آپس میں عدل وانصاف کرنے کے متعلق ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جو عدل وانصاف کرتے رہے وہ موتیوں کے منبروں پر رحمٰن عزوجل کے سامنے ہوں گے اور یہ بدلہ ہوگا ان کے عدل و انصاف کا۔ اوپر شروع سورۃ سے حقوق نبویہ ذکر کرنے کے بعد اب باہمی حقوق اور آداب معاشرت بیان فرمائے جاتے ہیں جن میں پہلا حکم ان آیات میں بیان فرمایا گیا کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں یا دو شخصوں میں لڑائی ہو جائے تو باہم صلح صفائی اور میل ملاپ کرادو اور عدل وانصاف ملحوظ رکھو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی وحدت قائم رکھنے کے لئے اور ایک سطح پر مرکوز کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود رہے جو اختلافات کا جائزہ لیتی رہے اور جب مسلمانوں کے دو فریق میں کوئی نزاع اختلاف یا مناقشہ پیدا ہو تو بیچ میں پڑ کر صلح صفائی کرادے اور جو فریق نہ مانے تو اس کے خلاف قوت وطاقت کا استعمال کریں حتیٰ کہ وہ فریق سرکشی سے باز آ جائے اور خدا کے حکموں کے آگے سر تسلیم خم کردے۔

دوسری بات جو ان آیات نے بتائی وہ یہ ہے کہ دین کا اشتراک ہر مادی۔ مالی۔ ملکی۔ نسلی نسبی تفریق وامتیاز سے بالاتر ہے اور بڑے چھوٹے امیر غریب۔ سب کو اخوت دینی کے رشتہ میں پرو کر اسلام دین فطرت نے مسلم قومیت کی بنیاد صرف وحدت کلمہ پر رکھی ہے نہ کہ ملک قوم وطن زبان وغیرہ پر۔ آج جو مسلمان نت نئے ہمہ گیر فتنوں میں گرفتار ہو رہے ہیں اور خصوصاً جو افتاد پاکستان پر پڑی ہوئی ہیں اس کی وجہ صرف اور محض یہی ہے کہ اللہ ورسول۔ قرآن وحدیث کتاب وسنت نے جو ہدایات اور تعلیمات دی ہیں ان کو تو خیر باد کہہ دیا اور کہیں قوم پرستی کہیں وطن پرستی کہیں صوبہ پرستی کہیں زبان پرستی وغیرہ کے بت بنا کر کھڑے کر لئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اپنے مسائل کا حل غیروں کی نقالی میں منحصر سمجھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور قرآن وسنت کو اپنانے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

ابھی آگے مزید بعض ہدایات مسلمانوں کو دی جارہی ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہونے سے آپس میں نفرت وعداوت اور اختلاف اور افتراق کے جذبات ہی پیدا نہ ہوں اور آپس کے بھائی چارہ میں فرق ہی نہ آنے پائے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ

اے ایمان والو نہ تو مَردوں کو مَردوں پر ہنسنا چاہیئے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو

نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ

عورتوں پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد

الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

گناہ کا نام لگنا (ہی) بُرا ہے، اور جو باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے (مومن)	لَا يَسْخَرْ نہ مذاق اُڑائے	قَوْمٌ ایک گروہ	مِّنْ قَوْمٍ (دوسرے) گروہ کا		
عَسٰٓى کیا عجب	اَنْ يَّكُوْنُوْا کہ وہ ہوں	خَيْرًا بہتر	مِّنْهُمْ ان سے	وَلَا نِسَآءٌ اور نہ عورتیں	مِّنْ نِّسَآءٍ عورتوں سے۔کا	عَسٰٓى کیا عجب
اَنْ يَّكُنَّ کہ وہ ہوں	خَيْرًا بہتر مِّنْهُنَّ ان سے	وَلَا تَلْمِزُوْٓا اور نہ عیب لگاؤ	اَنْفُسَكُمْ باہم (ایک دوسرے)	وَ اور	لَا تَنَابَزُوْا باہم نہ چڑاؤ	
بِالْاَلْقَابِ بُرے القاب سے	بِئْسَ الِاسْمُ بُرا نام	الْفُسُوْقُ گناہ	بَعْدَ الْاِيْمَانِ ایمان کے بعد	وَمَنْ اور جو۔جس		
	لَّمْ يَتُبْ توبہ نہ کی (باز نہ آیا)	فَاُولٰۗىِٕكَ تو یہی لوگ	هُمُ الظّٰلِمُوْنَ وہ ظالم (جمع)			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مسلمانوں میں نزاع اور اختلاف کو روکنے کی تدابیر بتلائی گئی تھیں پھر بتلایا گیا کہ اگر اتفاقاً اختلاف رونما ہو جائے تو پرزور اور موثر طریقہ سے اس نزاع کو ختم کرایا جائے اور عدل انصاف کے ساتھ میل ملاپ اور صلح صفائی کرادی جائے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو شخصوں یا دو جماعتوں میں اختلاف رونما ہوا تو ایک دوسرے کا تمسخر اور استہزا کرنے لگتا ہے۔ ذرا سی بات ہاتھ لگ گئی اور مخالفت میں ہنسی مذاق اڑانا شروع کردیا۔ حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ جس کا مذاق اڑا رہا ہے وہ شاید اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بہتر ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہ خود بھی اختلاف سے پہلے اس کو بہتر سمجھتا تھا مگر ضد اور نفسانیت میں آدمی کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اس طرح جذبات منافرت ومخالفت اور زیادہ مشتعل ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نفرت و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہتی ہے اور قلوب میں بعد بڑھتا جاتا ہے اس لئے خداوند قدوس نے دین اسلام کے ماننے والوں کو اس قسم کی باتوں سے منع فرمایا تا کہ جذبات مخالفت تیز نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ اس آیت میں ایمان والوں کو خطاب کر کے ہدایت دی جاتی ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ مسخرا پن کرے۔ نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں۔ نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی ہے اور فتنہ وفساد کی آگ زیادہ تیزی سے پھیلتی ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیسی بیش بہا قرآنی ہدایات ہیں آج اگر مسلمان سمجھیں تو ان کے سب سے بڑے مرض کا مکمل علاج اسی ایک سورہ حجرٰت میں موجود ہے۔

اس آیت میں پہلی چیز جس سے مسلمانوں کو ممانعت فرمائی گئی وہ تمسخر ہے تمسخر وہ ہنسی ہے جس سے دوسرے کی تحقیر اور دل شکنی اور دل آزاری ہو اور یہ حرام ہے اور وہ ہنسی جس سے دوسرے کا دل خوش ہو وہ مزاح اور خوش طبعی کہلاتی ہے اور ایسی ہنسی جائز ہے اور بلکہ بہت سے حالات میں مستحب ہے۔ تمسخر یعنی ہنسی اور ٹھٹھہ میں کسی کو بے عزت کرنا یہ باہمی عداوت کی جڑ ہے پھر کسی کا مذاق اڑانا اس بات کی دلیل ہے کہ خود تو عیوب سے پاک صاف ہے اور دوسرا قابل مذمت اور لائق تمسخر ہے یہ رعونت اور تکبر کی شاخ ہے جو اسلام میں قطعاً ممنوع ہے۔

دوسری چیز جس کی آیت میں ممانعت کی گئی وہ طعنہ ہے۔ طعنہ

زنی بھی دل دکھانے والی چیز ہے جس سے اتفاق ومحبت میں نہ صرف فرق آ جاتا ہے بلکہ اس کی جڑیں ہل جاتی ہیں۔

تیسری چیز جس سے یہاں ممانعت فرمائی گئی وہ ولا تنابزوا ہے یعنی کسی کو چڑانے والے ناموں سے نہ پکارو مثلاً اندھا کانا لنگڑا لولا ایسے القاب سے یاد کرنا خواہ کسی میں وہ باتیں موجود ہوں اس سے منع فرمایا گیا۔ اسی طرح کسی کو جاہلیت کے نام اور صفات سے یاد کرنا یا فسق اور برائی کے ناموں سے یاد کرنا یہ سب ممنوع ہے اور یہ سب اتنے بڑے گناہ ہیں کہ اگر اس کا مرتکب توبہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ظالم ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کے اصل مقام تک پہنچنے کے لئے اور اس کی خاص برکتیں حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی خود غرضی سے پاک ہو اور اس کے دل میں اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے اتنی خیر خواہی ہو کہ جو نعمت اور جو بھلائی اور جو بہتری وہ اپنے لئے چاہے وہی دوسرے بھائیوں کے لئے بھی چاہے اور جو بات اور جو حال وہ اپنے لئے پسند نہ کرے اس کو کسی دوسرے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ صاحب ایمان نہ ہو جاؤ اور تم پورے مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم میں باہم محبت نہ ہو۔ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں کہ اگر اس پر عمل کرنے لگو تو تم میں باہمی محبت پیدا ہو جائے وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے درمیان سلام کا رواج پھیلاؤ اور اس کو عام کرو"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والی کسی قوم اور کسی معاشرہ کے ایمان کی تکمیل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں باہم محبت و مودت ہو اگر ان کے دل ایک دوسرے کی محبت سے خالی ہیں تو سمجھنا چاہئے کہ وہ حقیقت ایمان اور اس کے برکات و ثمرات سے محروم ہیں ایک دوسری مشہور حدیث ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے "مسلم وہ ہے جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں لوگوں کو کوئی خوف وخطر نہ ہو"۔

اس حدیث شریف میں زبان اور ہاتھ سے ایذا رسانی کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ بیشتر ایذاؤں کا تعلق انہیں دونوں سے ہوتا ہے ورنہ مقصد و مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے لیکن یہ بھی واضح رہے کہ قرآن اور حدیث میں جس ایذا رسانی کو منافی اسلام فرمایا گیا ہے۔ وہ وہ ہے جو بغیر کسی صحیح وجہ اور معقول سبب کے ہو۔ ورنہ بشرط قدرت مجرموں کو سزا دینا اور ظالموں کی زیادتیوں اور مفسدوں کی فساد انگیزیوں کو بزور دفع کرنا تو مسلمانوں کا فرض منصبی ہے جیسا کہ گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو دنیا امن و راحت سے محروم ہو جائے۔ ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ مومن لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ فحش گو اور بدکلام ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ بدکلامی اور فحش گوئی اور دوسروں کے خلاف زبان درازی یہ عادتیں ایمان کے منافی ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے بھائی کے عیب کو ظاہر نہ کر شاید اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے اور تجھ کو مبتلا کر دے اسی طرح فرمایا گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور یہ کسی کو خبر نہیں کہ کس نے کب توبہ کی ہو سکتا ہے جس کو تم برا کہتے ہو اس نے توبہ کر لی ہو اور جس کو تم تکبر اور غرور میں قابل مذاق سمجھتے ہو وہ تو اپنے عجز وانکسار کی وجہ سے معزز ومکرم ہو جائے۔ اور تم اپنی بلندی و پاکی کے زور میں اللہ کے مجرم ٹھہرو۔ خلاصہ یہ کہ قرآن اور حدیث میں واضح ہو رہا ہے کہ شریعت کو معاشرتی اصلاح کے باب میں کس درجہ اہتمام ہے اور جو معاشرہ ان ہدایات وقوانین پر عامل ہو جائے کیا اس میں باہمی رنجشیں اور دلی عداوتیں اور ایک دوسرے سے بغض ومنافرت رخنہ انداز ہو سکتی ہیں؟ مگر افسوس اور رونا تو یہی ہے کہ قرآن اور حدیث کی تعلیمات کو پیش درپیش اور مقدم رکھنا تو درکنار اب تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ ملاپن یعنی قرآن وحدیث کا سیکھنا سکھانا اور اس پر عمل کرنا یہ تو ہماری ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے اب تو سائنس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے جس قوم اور معاشرہ کا یہ حال ہو اس کو اپنی صلاح اور فلاح قرآن حدیث میں کہاں نظر آنے لگی۔ بس اس کو تو اپنی صلاح وفلاح سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہی نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں پر رحم فرمائیں اور قرآن اور حدیث کی طرف سے ہماری آنکھیں کھول دیں۔

ابھی مزید ہدایات کا سلسلہ اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا

اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو، کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو اور کوئی

يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَٱتَّقُوا

کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو،

ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ۝

بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا اے	ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا جو لوگ ایمان لائے (مومن)	ٱجْتَنِبُوا بچو	كَثِيرًا بہت سے	مِّنَ ٱلظَّنِّ گمانوں سے	إِنَّ بیشک	
بَعْضَ ٱلظَّنِّ بعض گمان	إِثْمٌ گناہ	وَلَا تَجَسَّسُوا اور ٹٹول میں نہ رہا کرو ایکدوسرے کی	وَلَا يَغْتَب اور غیبت نہ کرے	بَّعْضُكُم تم میں سے (ایک)		
بَعْضًا بعض (دوسرے) کی	أَيُحِبُّ کیا پسند کرتا ہے؟	أَحَدُكُمْ تم میں سے کوئی	أَن يَأْكُلَ کہ وہ کھائے	لَحْمَ أَخِيهِ اپنے بھائی کا گوشت		
مَيْتًا مردہ کا	فَكَرِهْتُمُوهُ تو اس سے تم گھن کرو گے	وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ اور اللہ سے ڈرو تم	إِنَّ ٱللَّهَ بیشک	تَوَّابٌ توبہ قبول کرنیوالا	رَّحِيمٌ نہایت مہربان	

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے وہ ہدایات بیان ہو رہی ہیں کہ اول تو مسلمانوں میں نزاع واختلاف پیدا ہی نہ ہوں۔ اور اگر کبھی ایسا ہو جائے تو اس کو ختم کرنے کی ہدایت دی گئی اور ایسی باتوں سے منع فرمایا گیا جس سے اختلاف بڑھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں گذشتہ آیات میں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ مسلمانوں کی ایک جماعت دوسری جماعت سے یا ایک فرد دوسرے فرد سے تمسخر نہ کرے۔ نہ کھوج کرید کر ایک دوسرے کے عیب نکالے جاویں۔ نہ برے ناموں اور برے القاب سے مقابل کو یاد کیا جاوے کیونکہ ان سب باتوں سے عداوت ونفرت میں ترقی ہی ہوتی ہے۔

اب آگے اس آیت میں مزید ان باتوں سے منع کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو روکا جاتا ہے جن سے اختلاف اور تفریق باہمی بڑھتی ہے۔

پہلی چیز جس سے اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ بدگمانی ہے۔ بدگمانی بھی فساد کی جڑ ہے۔ جب ایک فریق دوسرے فریق سے بدگمان ہو جاتا ہے اور حسن ظن کی گنجائش نہیں چھوڑتا تو مخالف کی کوئی بات ہو۔ اس کا محمل اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو برائی کا نکلتا ہو تو ہمیشہ بدگمانی کرنے والے کی طبیعت برے پہلو کی طرف چلے گی اور اس برے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دے کر فریق مقابل پر الزام اور تہمتیں لگانا شروع کر دے گا اور پھر یہی نہیں کہ صرف بدگمانی پر اکتفا ہو۔ نہیں بلکہ اس جستجو میں بھی رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں۔ جس پر خوب حاشیے چڑھائیں اور پھر اس کی غیبت سے اپنی مجلس گرم کریں۔ اس آیت میں قرآن کریم نے ان تینوں باتوں سے منع فرمایا۔ اگر مسلمان اسی زیر تفسیر ایک آیت پر عامل ہو جائیں تو آپس میں جو اختلافات پیش آ جاتے ہیں وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں اور چند روز میں نفسانی اختلافات کے نام و نشان باقی نہ رہیں۔ پہلی چیز جس کی یہاں اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی ہے وہ سوء ظن یا بدگمانی ہے۔ یہ بدگمانی ایسی بری چیز ہے کہ اس سے دلوں کے اندر کینے کے اژدھے پلتے ہیں اور جماعت میں افتراق وتشتت پیدا ہوتا ہے۔ اس بدگمانی کی بدولت اچھے اچھے دوست اور رشتہ دار بھی جدا ہو جایا کرتے ہیں اور برخلاف اس خراب عادت کے نیک گمانی ایسی اچھی صفت ہے کہ برے تعلقات کو بھی الفت ومحبت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ احادیث میں بھی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک گمانی کی بڑی تاکید اور بدگمانی سے بچنے کی سخت ضرورت واہمیت بیان فرمائی ہے۔ ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ طواف کرتے ہوئے خانہ کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا تو کتنا پاک گھر ہے۔ تو کیسی اچھی خوشبو والا ہے۔ تو کس قدر عظمت والا ہے اور کیسی بڑی حرمت والا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ مومن کی حرمت۔ اس کے مال اور اس کے جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک تجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔ بدگمانیوں کی عام عادت بطور وبا کے ہم لوگوں میں اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ بات بات پر بلاوجہ بھائیوں سے بدگمانی۔ بیوی بچوں سے بدگمانی۔ پڑوسیوں سے بدگمانی۔ دوستوں اور ساتھیوں سے بدگمانی۔ نوکروں اور خادموں سے بدگمانی۔ گویا بدگمانی کو ہم لوگوں نے اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ جس کی اس آیت میں قطعاً ممانعت فرمائی گئی ہے۔ یہ بدگمانی کی خلش اگر دل سے دور ہو جائے تو ہم میں سے ہر ایک کی زندگی کتنی راحت سے بسر ہونے لگے۔

دوسری چیز جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ کسی کے عیبوں اور کمزوریوں کی تفتیش اور جستجو میں نہ پڑنے کی ہے۔ یہ تجسس اور دوسروں کے عیبوں کی دریافت اور ٹٹول بھی کمینہ حرکات ہیں تاوقتیکہ کوئی شرعی مصلحت یا ضرورت ہی اس کی نہ آپڑے۔ ایک شخص کو حضرت ابن مسعودؓ کے پاس لایا گیا کہ اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہمیں بھید ٹٹولنے اور عیبوں کی تفتیش سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں جو بات ظاہر ہو گی ہم اس پر مواخذہ کریں گے۔ ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اگر تو مسلمانوں کے عیب ڈھونڈنے کے درپے ہو گا تو کام خراب ہو جائے گا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی کسی کی پردہ پوشی دنیا میں کرے گا خدا اس کی پردہ پوشی آخرت میں کرے گا۔

تیسری چیز جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ یہ ہے کہ کوئی کسی کی غیبت اور بدگوئی نہ کرے۔ غیبت یعنی کسی کی غیر حاضری میں اس کے عیوب بیان کرنا ایک تو بزدلی ہے دوسرے اس کے ساتھ چھپی دشمنی ہے اور تیسرے اس کی تذلیل ہے۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اسے ناگوار ہو۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر اس میں دراصل وہ بات موجود ہو تو پھر کیا؟ فرمایا یہی تو غیبت ہے۔ اگر واقعتاً وہ بات موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الغیبت اشد من الزنا۔ یعنی غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک شخص زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے اور غیبت کرنے والے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لے جایا گیا تو میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور بدن کا گوشت نوچ رہے تھے۔ میں نے جبرئیل امین سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل امین نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور ان کی آبروریزی کرتے تھے۔ الامان والحفیظ۔

ایک بار کسی بزرگ کی کسی نے غیبت کی ان کو جب اس کا علم ہوا تو

انہوں نے بہت سا حلوہ پکوا کر اس غیبت کرنے والے شخص کے پاس بھجوا دیا اور کہلایا کہ یہ حقیر سا تحفہ ہے اس کرم کے عوض میں جو آپ نے مجھ پر فرمایا۔ جب یہ حلوہ اس کے پاس پہنچا تو بہت تعجب کیا۔ حلوہ بھیجنے والے بزرگ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس کی غیبت کی جاتی ہے خدا اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کو عطا کر دیتا ہے پس اس احسان کے عوض میں نے یہ تحفہ حاضر کیا تھا۔

اللہ اللہ غیبت میں آج مسلمان کیسے مشغول اور مبتلا ہیں۔ ایسی حرام اور ناپاک شے جو زنا سے بھی بدتر ہو جو اپنی نیکی کے زوال کا باعث ہو وہ مسلمانوں کی مجلسوں کی رونق اور مسلمانوں کا محبوب مشغلہ ہو۔ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں۔ عوام کا ذکر نہیں خواص اس میں مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کہلاتے ہیں دین داروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ غضب کہ اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا۔ آگے آیت میں اس غیبت کی برائی کو ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ بھلا کوئی بھائی کا مردہ گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کسی کو پسند نہیں ہو سکتا تو جس کی غیبت ہوتی ہے۔ وہ غائب ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو مردہ سے تشبیہ دی۔ یعنی وہ مردہ کے مانند بے خبر ہے اور یہ اس کی برائی کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ انسان اور وہ بھی بھائی اس کا زندہ گوشت کوئی کھانا پسند نہیں کرتا ہے چہ جائیکہ مردار گوشت۔ احادیث میں بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقۃً گوشت کھایا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کی غیبت کی تھی۔ احادیث میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابل برداشت بن گئی۔ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضورؐ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا۔ دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں۔

الغرض یہاں آیت میں بتایا گیا کہ مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے۔ اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ ان نصیحتوں پر کاربند ہی ہوگا۔ جس کے دل میں خدا کا ڈر ہے تو ایمان اور اسلام کا دعویٰ رکھنے والوں کو واقعی طور پر اس خداوند قدوس کے غضب سے ڈر کر ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب بھی نہ جانا چاہئے۔ اور اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں تو اللہ کے سامنے صدق دل سے توبہ کرے وہ اپنی مہربانی سے معاف فرما دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تواب الرحیم ہے۔

قرآن مجید کی ان اخلاقی اور معاشرتی ہدایتوں پر عمل کرنا اگر ہم سیکھ لیں تو آج دنیا میں بھی ایک حد تک جنت کا مزہ آنے لگے۔ آج جبکہ مسلمانوں میں باہم نظم اور اتحاد اور اتفاق کی شدید ضرورت ہے۔ تو یہ چیزیں یعنی بدگمانی۔ جاسوسی۔ غیبت اس اتفاق اور اتحاد کے لئے سم قاتل اور زہر ہلاہل سے کم نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اسلام اور ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ اور ہماری زبانوں کو غیبت کے گناہ سے خصوصاً محفوظ رکھیں۔

یہاں چند فقہی مسائل غیبت سے متعلق ملاحظہ ہوں:-

مسئلہ نمبر۱: غیبت کا بقصد و اختیار سننا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود غیبت کرنا۔ (معارف القرآن جلد ۸)

مسئلہ نمبر۲: بچے اور مجنون اور کافر ذمی کی غیبت بھی حرام ہے کیونکہ ان کی ایذاء بھی حرام ہے۔ اور جو کافر حربی ہیں اگرچہ ان کی ایذاء حرام نہیں مگر اپنا وقت ضائع کرنے کی وجہ سے پھر بھی غیبت مکروہ ہے (ایضاً۔)

7 مسئلہ نمبر۳: غیبت جیسے قول وکلام سے ہوتی ہے ایسے ہی فعل یا اشارہ سے بھی ہوتی ہے۔(ایضاً)

مسئلہ نمبر۴: بعض صورتوں میں غیبت کی اجازت ہے مثلاً کسی شخص کی برائی کسی ضرورت یا مصلحت سے کرنا پڑے تو وہ غیبت میں داخل نہیں۔ بشرطیکہ وہ ضرورت ومصلحت شرعاً معتبر ہو جیسے کسی ظالم کی شکایت کسی ایسے شخص سے کرنا جو ظلم کو دفع کر سکے۔ یا کسی کی اولاد یا بیوی کی شکایت اس کے باپ اور شوہر سے کرنا جو ان کی اصلاح کر سکے یا کسی واقعہ کے متعلق فتویٰ حاصل کرنے کے لئے صورت واقعہ کا اظہار یا مسلمانوں کو کسی شخص کے دینی یا دنیوی شر سے بچانے کے لئے کسی کا حال بتلانا۔ یا کسی معاملہ کے متعلق مشورہ لینے کے لئے اس کا حال ذکر کرنا۔ یا جو شخص سب کے سامنے کھلم کھلا گناہ کرتا ہے اور اپنے فسق کو خود ظاہر کرتا ہے اس کے اعمال بد کا ذکر بھی غیبت میں داخل نہیں مگر بلا ضرورت اپنے اوقات ضائع کرنے کی بنا پر مکروہ ہے۔(معارف القرآن جلد ۸)

مسئلہ نمبر۵: کسی کی برائی اور عیب ذکر کرنے سے مقصود اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ کسی ضرورت اور مجبوری سے ذکر کیا گیا ہو۔(معارف القرآن جلد ۸)

ابھی اسی سلسلہ میں مزید ہدایات اگلی آیات میں جاری ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ان قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں اور ہماری زبانوں کو اور اعضا وجوارح کو تمام گناہوں سے عموماً اور غیبت و بدگمانی و تجسس کے گناہوں سے خصوصاً محفوظ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا حقیقی خوف و ڈر ہمارے دلوں کو نصیب فرمائیں تا کہ ہم کو تمام گناہوں سے توبہ نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری گذشتہ تقصیرات کو معاف فرمادیں۔ اور ان پر سچے دل سے توبہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمادیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ

اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا، تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو

اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا

اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے، یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے

وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا

آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کا کہنا مان لو تو

يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کمی نہ کرے گا، بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ بے شک ہم نے پیدا کیا تمہیں	مِّنْ ذَكَرٍ ایک مرد سے	وَّاُنْثٰى اور ایک عورت	وَجَعَلْنٰكُمْ اور بنایا تمہیں	
شُعُوْبًا ذاتیں	وَّقَبَآئِلَ اور قبیلے	لِتَعَارَفُوْا تا کہ تم ایکدوسرے کی شناخت کرو	اِنَّ اَكْرَمَكُمْ بیشک تم میں سب سے زیادہ عزت والا	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	
اَتْقٰكُمْ تم میں سب سے بڑا پرہیز گار	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	خَبِيْرٌ باخبر	قَالَتِ کہتے ہیں	الْاَعْرَابُ دیہاتی
اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	قُلْ فرما دیں	لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے	وَلٰكِنْ اور لیکن	قُوْلُوْا تم کہو	اَسْلَمْنَا ہم اسلام لائے ہیں
وَلَمَّا اور ابھی نہیں	يَدْخُلِ داخل ہوا	الْاِيْمَانُ ایمان	فِيْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں	وَاِنْ اور اگر	تُطِيْعُوْا تم اطاعت کرو گے
اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول	لَا يَلِتْكُمْ تمہیں کمی نہ کریگا	مِّنْ سے	اَعْمَالِكُمْ تمہارے اعمال	شَيْئًا کچھ بھی
اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ مہربان			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے ایک دوسرے سے بدگمانی، کسی کے عیوب کی تفتیش اور کسی کی غیبت یعنی بدگوئی کرنے کی ممانعت فرمائی گئی تھی۔ اب چونکہ کسی کی غیبت۔ عیب جوئی۔ اور طعن وتشنیع کا منشا محض کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اس لئے آگے ان آیات میں قرآن پاک نے اس کبر کی بھی جڑ کاٹ دی اور بتلایا کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز وحقیر ہونا کچھ ذات پات۔ خاندان ونسب سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت متقی پرہیز گار ہو اور اللہ سے ڈرنے والا ہو اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ومکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے انسان ایک مرد اور ایک عورت یعنی حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان۔ صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی۔ انصاری سب کا سلسلہ حضرت آدمؑ اور حوا پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ ذاتیں قومیت اور خاندانی تقسیم یہ تو اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت اور پہچان کے لئے مقرر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف۔ فضیلت۔ اور مقبولیت تمام تر ذاتی تقویٰ اور پرہیز گاری ہے گویا فضیلت کے لحاظ سے اسلام نے انسانی آبادی کی تقسیم صرف دو ہی طبقوں میں رکھی ہے۔ متقی اور غیر متقی اس کے علاوہ اسلام میں حقیقی تقسیم نہ امیر وغریب کی ہے۔ نہ نسلی شریف اور نہ نسلی رذیل کی ہے۔ نہ کالے گورے کی ہے بلکہ صرف متقی اور غیر متقی کی ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور معزز اور بزرگ گھرانے میں پیدا کر دے وہ ایک موہوب شرف ہے اور غیر اختیاری فضل جیسے کسی کو حسین وخوبصورت بنا دیا جائے لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے

لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت کا ٹھہرالیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے ہاں جس کو یہ نسبی شرف حاصل ہو اس کو شکر کرنا چاہئے کہ اللہ نے بلا اختیار وکسب کے یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ اور شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور اور فخر سے باز رہے اور اس نعمت کو برے اخلاق اور بد خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف فرمایا تا کہ سب لوگ دیکھ سکیں اور طواف سے فارغ ہو کر آپ نے خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا۔

''شکر ہے اللہ کا جس نے فخر جاہلیت کو اور اس کے تکبر کو تم سے دور کر دیا۔ اب تمام مسلمانوں کی صرف دو قسمیں ہیں ایک نیک اور متقی جو اللہ کے نزدیک شریف اور محترم ہے دوسرا فاجر شقی جو اللہ کے نزدیک ذلیل وحقیر ہے''۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ **یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبآئل لتعارفوا ط ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ط ان اللہ علیم خبیرo**

الغرض انسان کی فضیلت۔ شرف اور عزت کا اصلی معیار نسب نہیں بلکہ تقوی وطہارت ہے اور متقی آدمی دوسرے کو حقیر کب سمجھے گا۔ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ ظاہری تقوی بھی دنیا میں کسی کی شیخی۔ تعلّی اور تفاخر کی بنیاد نہیں بن سکتا کیونکہ تقویٰ اصل میں دل سے ہے اور دل کا حال اللہ تعالیٰ ہی پر روشن ہے کہ کون واقعی کس حد تک متقی ہے اور جو ظاہر میں متقی نظر آتا ہے وہ باطن میں کیسا ہے اور آئندہ کیسا رہے گا؟ تو یہاں دعوے تقدس وتقویٰ سے ممانعت کی طرف اشارہ ہے آگے ایک ایسی ہی خاص جماعت کا ذکر فرمایا گیا جنہوں نے بطور ریا کے اس کا اظہار بھی اور دعویٰ کیا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں اعراب سے مراد قبیلہ بنو اسد کے دیہاتی ہیں کہ قحط شدید کے ایام میں صدقہ لینے کی غرض سے مدینہ طیبہ آئے اور اظہار کیا کہ ہم ایمان لائے مگر دراصل دل میں ایمان اور اللہ ورسول کی اطاعت مقصود نہ تھی۔ لیکن بعض مفسرین نے اعراب سے یہاں عام دیہاتی لوگ مراد لئے ہیں جو اسلام میں داخل ہوتے ہی ایمان کا بڑھا چڑھا دعویٰ کرنے لگتے تھے حالانکہ دراصل ان کے دل میں اب تک ایمان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دعوے سے روکا۔ یہ اعرابی دعویٰ کرتے کہ ہم ایمان لائے اس پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیہاتی جو آپ کے پاس آکر ایمان لانے کے مدعی ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے یعنی امنا کے بجائے اسلمنا کہو اور باقی ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اس لئے ایمان کا دعویٰ مت کرو۔ لیکن اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا سب باتوں میں کہنا مان لو جس میں یہ بھی داخل ہے کہ دل سے ایمان لے آؤ تو اللہ تمہارے اعمال میں سے جو کہ بعد ایمان کے ہوں گے ذرا بھی کم نہ کرے گا بلکہ سب کا پورا پورا ثواب دے گا کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ کامل مومن کون ہیں اور اگر کامل مومن بنا جائے تو کیسا بنا جائے یہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں حسب ونسب پر فخر کرنے سے بچائیں اور تقویٰ اور پرہیزگاری جو اصل دولت ہے وہ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ تقویٰ پر ثابت قدم رکھیں اور حقیقی ایمان سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ اسلام کے ساتھ ہمیں ایمان کامل بھی نصیب فرمائیں اور اپنی شان غفور الرحیمی سے ہمارے ناقص اعمال قبول فرما کر ثواب کامل عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ

پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا، اور اپنے مال اور جان سے خدا کے راستے

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۞ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰہَ بِدِیْنِکُمْ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

میں جہاد کیا، یہ لوگ ہیں سچے۔ آپ فرمادیجئے کہ کیا خدائے تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو، حالانکہ اللہ کو تو سب آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کی خبر ہے،

وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۞ یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ

اور اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔ یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو،

اِسْلَامَکُمْ ۚ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۞ اِنَّ اللّٰہَ

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ

یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞

آسمان اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے، اور اللہ تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے۔

اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن (جمع)	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	بِاللّٰہِ اللہ پر	وَرَسُوْلِہٖ اور اس کا رسولؐ	ثُمَّ پھر		
لَمْ یَرْتَابُوْا نہ پڑے شک میں وہ	وَجٰھَدُوْا اور انہوں نے جہاد کیا	بِاَمْوَالِھِمْ اپنے مالوں سے	وَاَنْفُسِھِمْ اور اپنی جانوں سے	فِیْ میں				
سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ کی راہ	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ	ھُمُ وہ	الصّٰدِقُوْنَ سچے	قُلْ فرمادیں	اَتُعَلِّمُوْنَ کیا تم جتلاتے ہو؟	اللّٰہَ اللہ	بِدِیْنِکُمْ اپنا دین	
وَاللّٰہُ اور اللہ	یَعْلَمُ جانتا ہے	مَا جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَاللّٰہُ اور اللہ	بِکُلِّ ہر ایک	شَیْءٍ چیز
عَلِیْمٌ جاننے والا	یَمُنُّوْنَ وہ احسان رکھتے ہیں	عَلَیْکَ آپ پر	اَنْ کہ	اَسْلَمُوْا وہ اسلام لائے	قُلْ فرمادیں	لَا تَمُنُّوْا نہ احسان رکھو تم		
عَلَیَّ مجھ پر	اِسْلَامَکُمْ اپنے اسلام لانے کا	بَلِ اللّٰہُ بلکہ اللہ	یَمُنُّ احسان رکھتا ہے	عَلَیْکُمْ تم پر	اَنْ ھَدٰکُمْ کہ اس نے ہدایت دی تمہیں			
لِلْاِیْمَانِ ایمان کی طرف	اِنْ اگر	کُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِیْنَ سچے	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	یَعْلَمُ وہ جانتا ہے	غَیْبَ السَّمٰوٰتِ پوشیدہ باتیں آسمانوں کی		
	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاللّٰہُ اور اللہ	بَصِیْرٌ دیکھنے والا	بِمَا وہ جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو			

تفسیر و تشریح: یہ سورہ حجرات کی آخری اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ حسب و نسب کوئی فخر کرنے کی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے جاری کیا اور مختلف قومیں اور خاندان جو بنائے تو وہ محض باہم شناخت اور ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے بنائے نہ کہ فخر و تکبر کے لئے۔ پھر بتلایا گیا تھا کہ بڑائی اور بزرگی اللہ کے نزدیک تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہے نہ کہ حسب و نسب پر۔ اور تقویٰ چونکہ دل سے تعلق رکھنے والی چیز ہے اس لئے اس کا حال اللہ تعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے کہ کون واقعی متقی ہے اور کس درجہ کا۔ اس لئے تقویٰ بھی ایسی چیز نہیں کہ کوئی اس پر فخر کرے اور دعویٰ اپنے متقی اور مقدس ہونے کا کرے۔ اسی سلسلہ میں قبیلہ بنی اسد کے بعض دیہاتیوں کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قحط کے زمانہ میں آئے اور کہا کہ ہم مومن ہیں اور دیکھئے دوسرے قبائل کی طرح ہم نے آپ کی مخالفت نہیں کی۔ ہمارے ساتھ ہمارے

اہل وعیال بھی ہیں۔غرض ان کی یہ تھی کہ آپ ہمارے ممنون ہو کر ہماری مدد کریں۔اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ان دیہاتیوں کو کہا گیا تھا کہ تم آمنا کہہ کر دعوے ایمان مت کرو بلکہ اسلمنا کہہ سکتے ہو کہ مخالفت چھوڑ کر آپ کے مطیع ہو گئے۔انہی بنی اسد کے دیہاتیوں کو ان کے دعوے ایمان کرنے پر ان آیات میں جتلایا جاتا ہے کہ کامل مومن کون ہیں اور اگر تم کو کامل مومن بننا ہے تو کیسے بنو۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سچے اور پکے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ اور رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے یعنی اپنے مالوں کو بھی اور اپنی جانوں کو بھی راہ خدا میں جس میں جہاد بھی شامل ہے خرچ کرتے ہیں یہ سچے لوگ ہیں جو کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایمان لائے یہ ان لوگوں کی طرح نہیں جو صرف زبان ہی سے ایمان کا دعویٰ کر کے رہ جاتے ہیں۔تو یہاں مومنوں یعنی کامل ایمان والوں کی تین صفات بتلائی گئیں ایک یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور دل سے یقین رکھتے ہیں۔دوسرے یہ کہ اس خالص تصدیق اور کامل یقین پر پوری طرح جم جاتے ہیں اور جمے ہی رہتے ہیں اور اس میں شک و تردد میں نہیں پڑتے اور تیسرے یہ کہ اللہ کے دین کے لئے جان و مال کی قربانی پیش کرتے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ اگر یہ تینوں باتیں کسی میں موجود نہ ہوں تو وہ کامل الایمان نہیں کہلایا جا سکتا گو وہ زبانی کیسے ہی اسلام اور ایمان کے بلند دعوے کرتا ہو۔آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر واقعی سچا دین و ایمان اور کامل یقین تم کو حاصل ہے تو اپنے کہنے اور جتلانے سے کیا ہوگا؟ جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبردار ہے۔اور ایسا جاننے والا ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیہاتی جو اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان مت رکھو۔تم جو اسلام قبول کرو گے میری اطاعت و فرمانبرداری کرو گے اور میری دین میں مدد کرو گے تو اس کا نفع تمہیں کو ملے گا تمہارے اسلام نہ لانے سے میرا کیا ضرر ہے اور اگر واقعی تم دعوے ایمان و اسلام میں سچے ہو تو یہ تمہارا احسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ایمان کی طرف آنے کا راستہ دیا اور دولت اسلام سے سرفراز کیا۔گویا خاتمہ سورت پر متنبہ کر دیا گیا کہ اگر تم کو قرآنی ہدایات اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہونے کی توفیق نصیب ہو تو اس کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعام واحسان کا شکر ادا کرو جس نے تم کو ایسی توفیق عطا فرمائی۔سورۃ کے خاتمہ پر فرمایا کہ دلوں کے بھید اور ظاہر کا عمل سب کو خدا خوب جانتا ہے اور اسی کے موافق تم کو جزا اور بدلہ دے گا پھر اس کے سامنے دعوے اور باتیں بنانے سے کیا فائدہ۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ خالی خولی زبانی ایمان و اسلام کے دعوے اور لن ترانی نہ مطلوب ہے نہ محمود ہے بلکہ حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ اور رسول پر ایمان لائے جس کی پہچان اور شناخت یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل پیرا ہو اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے قطعاً گریز ہو۔یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تو کہے کہ شراب قطعاً حرام ہے۔ہم کہیں کہ غیر ملکیوں کی مہمانداری کرنی بھی تو ضروری ہے اللہ اور اس کا رسول تو کہے کہ سود یکسر حرام ہے ہم کہیں کہ سودی لین دین چھوڑ کر پھر ''ترقی'' کیسے ہوگی اور یورپ و امریکہ کے بے دین ملکوں میں ہماری عزت اور ساکھ کیسے بنے گی۔اللہ اور اس کا رسول تو کہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو۔زانی کو کوڑے اور رجم یعنی سنگساری کی سزا دو۔ہم کہیں کہ اس ترقی اور تہذیب کے زمانہ میں یہ سزائیں کیسے دی جا سکتی ہیں۔یورپ والے ہم کو ظالم اور بے رحم کہیں گے۔اللہ اور رسول تو کہیں کہ مالدار پر حج فرض ہے اگر استطاعت ہوتے ہوئے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مگر ہم کہیں کہ حج کی عام اجازت کیسے دی جا سکتی ہے جبکہ ملک کی دولت غیر ملک میں خرچ کرنے سے زرمبادلہ کی مشکلات پیش آتی ہیں تو یہ ایمان اور اسلام خوب ہے کہ ایک ایک بات میں اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف اور ضد پر عمل ہو اور دعویٰ ہو کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔واضح ہو کہ یہ درس اب سے قریب ۱۷ سال پہلے یعنی ۱۹۶۹ کا

لکھا ہوا ہے جس وقت ملک میں یہی حالت تھی۔ تو جیسا کہ ان آیات سے صاف معلوم ہوا حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ اور رسول پر ایمان و یقین ہو۔ اور دوسری بات یہ کہ اس ایمان و یقین میں شک وشبہ اور تردد نہ ہو اور تیسری بات حقیقت ایمان کے لئے یہ فرمائی کہ دین کی بلندی کے لئے اللہ کے نام کی بڑائی اور عظمت کے لئے اپنے جان و مال کی قربانی کرنا۔ اپنی چاہت کے حال کو اللہ کے راستہ میں قربان کرنا اور اپنی عزیز جان کو اللہ کی رضا میں لگانا اور فدا کرنا تو کھرے کھوٹے ایمان کی کسوٹی ہے

یہ آیت انما المؤ منون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یر تابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ ط اولئک ھم الصدقون. ایمان والے تو وہی ہیں کہ جو۔

۱-اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے

۲- پھر انہوں نے کسی طرح شک وشبہ نہیں کیا

۳-اور اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کرتے رہے وہی سچے بھی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھی اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی حقیقی ایمان واسلام نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک کی سچی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ہمارے دلوں کو شکوک وشبہات سے پاک فرمائیں۔

یا اللہ اپنے دین کے لئے اور اپنی رضا کے لئے ہمیں اپنا جان مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ آپ نے ہم کو اسلام عطا فرما کر ہم پر بڑا احسان وانعام فرمایا۔

اے اللہ ہم کو اس نعمت کی قدر وعظمت عطا فرما اور ہم کو اسی اسلام پر تا زیست قائم رکھ اور اسی پر موت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا

ق قسم ہے قرآن مجید کی۔ بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ڈرانے والا آگیا سو کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ

شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ ۢ بَعِيْدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ

عجیب بات ہے۔ جب ہم مرگئے اور مٹی ہوگئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے۔ ہم اُن کے اُن اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی کم کرتی ہے،

مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝

اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے۔ بلکہ سچی بات کو جبکہ وہ ان کو پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں۔

قٓ قاف	وَالْقُرْاٰنِ قسم ہے قرآن	الْمَجِيْدِ مجید	بَلْ بلکہ	عَجِبُوْٓا انہوں نے تعجب کیا	اَنْ کہ	جَآءَهُمْ انکے پاس آیا	مُنْذِرٌ ایک ڈرسنانے والا
مِنْهُمْ ان میں سے	فَقَالَ تو کہا	الْكٰفِرُوْنَ کافروں	هٰذَا یہ	شَيْءٌ شے	عَجِيْبٌ عجیب	ءَاِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مرگئے	وَكُنَّا اور ہوگئے
تُرَابًا مٹی	ذٰلِكَ یہ	رَجْعٌ دوبارہ لوٹنا	بَعِيْدٌ دور	قَدْ عَلِمْنَا تحقیق ہم جانتے ہیں	مَا تَنْقُصُ جو کچھ کم کرتی ہے	الْاَرْضُ زمین	
مِنْهُمْ ان میں سے	وَعِنْدَنَا اور ہمارے پاس	كِتٰبٌ حَفِيْظٌ محفوظ رکھنے والی کتاب	بَلْ كَذَّبُوْا بلکہ انہوں نے جھٹلایا	بِالْحَقِّ حق کو			
	لَمَّا جَآءَهُمْ جب وہ آیا ان کے پاس	فَهُمْ پس وہ	فِيْٓ اَمْرٍ ایک بات میں	مَّرِيْجٍ اُلجھی ہوئی			

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب ۲۶ ویں پارہ کی سورہ ق کا بیان ہورہا ہے اور یہیں سے قرآن پاک کی ساتویں منزل جو آخری منزل ہے شروع ہوتی ہے۔ اس وقت اس سورہ ق کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام وزمانہ نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتداہی حرف ق سے ہوئی ہے جو مقطعات قرآنی میں سے ہے۔ اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام ق مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے اور مکی دور کے ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۵۰ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۴ لکھا ہے یعنی ۵۳ سورتیں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۶۰ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۴۵ آیات ۳ رکوعات۔ ۳۷۶ کلمات اور ۱۵۲۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں عقائد سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں۔ سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی گئی کہ یہ ایک عظیم الشان کتاب ہے اور جو کچھ اس میں قیامت۔ حشر نشر وغیرہ کے بارہ میں بتلایا گیا ہے وہ سراسر حق ہے لیکن مخالفین محض ہٹ دھرمی سے کام لے کر ان باتوں کا ناحق انکار کرتے ہیں چنانچہ کفار ومنکرین کہتے کہ جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہوجائیں گے تو پھر ہم دوبارہ کیونکر زندہ ہوں گے۔ کفار کے ان اشکالات کا جواب دیتے ہوئے بتلایا گیا کہ یہ مانا کہ انسان مرکر مٹی ہوجائے گا اور اس کے اجزا زمین میں بکھر جائیں

گئے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اس کے بدن کا ذرہ ذرہ کہاں ہے اس لئے ہر جگہ سے سمیٹ کر ان اجزاء کو پھر اکٹھا کر کے انسان کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کیا جاوے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگا اور اس کی قدرت کی نشانیاں اب بھی دنیا میں ظاہر ہیں آسمان کی طرف دیکھو اتنی بڑی چھت بغیر کسی ستون اور سہارے کے کس طرح کھڑی ہے اور کس طرح ستارے جگمگاتے ہیں پھر اس آسمان میں نہ کوئی سوراخ نظر آتا ہے نہ کوئی دراڑ نظر آتی ہے۔ پھر زمین کو دیکھو کہ کس طرح دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور وزنی پہاڑ اس پر جمے ہوئے ہیں اور قسم قسم کی چیزیں اس زمین سے اگ رہی ہیں۔ پھر آسمان سے بارش ہوتی ہے مردہ خشک زمین زندہ ہو کر ہری بھری ہو جاتی ہے اور اس میں جان پڑ جاتی ہے اسی طرح انسان بھی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہو جائے گا۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر کے کسی نے بھی اچھا پھل نہ پایا بلکہ انکار کرنے والے بری طرح ہلاک ہوئے چنانچہ پہلے قوم نوح۔ اصحاب الرس۔ عاد۔ ثمود۔ قوم فرعون۔ قوم لوط۔ اصحاب الایکہ۔ اور قوم تبع ہر ایک نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تکذیب کرنے والے ہلاک کر دیئے گئے۔ اس لئے لوگوں کو گذشتہ قوموں کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ پھر خود انسان کی پیدائش اور اس کے متعلق خدائی قدرت کا اظہار کیا گیا کہ یہ انسان آپ ہی آپ نہیں بن گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ارادہ سے پیدا کیا ہے اور اس کے قول وفعل کے نگران دو فرشتہ اس کے ساتھ لگا دیئے ہیں جو اس کی نیکی اور بدی فوراً لکھتے رہتے ہیں اور آخر ایک وقت اس انسان پر ایسا آنا ہے کہ جب اس پر موت کی بے ہوشی طاری ہوتی ہے اور موت کا آنا یقینی ہے پھر جب انسان کو موت آ گئی اور اس کی دنیا کی زندگی ختم ہو گئی تو اس کے بعد ایک وقت آئے گا کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی اس وقت تمام انسان جہاں بھی ہوں گے پھر زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ ہولناک دن شروع ہو جائے گا جس سے تمام اللہ کے نبی اور رسول ڈراتے چلے آئے ہیں قیامت میں انسان اپنے اعمال کے مطابق دوزخ میں جائے گا یا جنت میں۔ پھر جنت و جہنم کی کچھ کیفیت بیان کی گئی اور بتلایا گیا کہ انسان اللہ سے منہ موڑ کر دنیا میں جن کو اپنا ساتھی بنا رہا ہے۔ وہ قیامت کے دن اس کے کچھ کام نہ آئیں گے وہاں تو اسی کی نجات ہوگی جو دنیا میں بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہے گا اور دل سے اللہ کی طرف رجوع کرتا رہے گا اور اس سے غافل نہ ہوگا۔ سورۃ کے خاتمہ پر فرمایا گیا کہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتے ہیں اور وہی موت دیتے ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہوگا اور گو یہ منکرین ان باتوں کو نہ مانیں مگر حقیقت یہ ہے کہ سب کو ایسا ہی جمع ہونا ہے اور یہ اللہ کے نزدیک کچھ مشکل بات نہیں بلکہ بڑی آسان بات ہے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا کہ آپ کو ان منکرین سے زبردستی بات منوانے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے آپ کا کام اچھی طرح سمجھا کر کہہ دینا ہے آگے کوئی مانے یا نہ مانے۔ پس آپ قرآن پڑھ پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیں گو نصیحت وہی حاصل کرے گا جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہو یہ ہے خلاصہ اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اب ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو سورۃ کی ابتداق جو حروف مقطعات میں سے ہے فرمائی گئی جس کے حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ پھر قرآن کریم کی عظمت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے اس کی قسم کھا کر بتلایا گیا کہ اس قرآن کی بزرگی اور عظمت شان کا کیا کہنا لیکن اس کے باوجود منکرین پھر بھی اس کو قبول نہیں کرتے اور یہ اس لئے نہیں کہ ان کے پاس اس کے خلاف کوئی حجت و برہان ہے بلکہ محض اپنے جہل وحماقت سے اس پر تعجب کرتے ہیں کہ ان ہی کے خاندان۔ قبیلہ اور نسل کا ایک آدمی ان کی طرف رسول ہو کر آیا اور بڑا بن کر سب کو نصیحتیں کرنے لگا اور بات بھی ایسی عجیب کہی جسے کوئی باور نہ کر سکے۔ بھلا جب ہم مر کر مٹی ہو گئے کیا پھر زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے۔ یہ واپسی تو عقل سے بہت دور اور ہماری سمجھ سے بعید ہے کفار کے ان اشکالات کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے علم میں ہے کہ بدن کے اجزا

تحلیل ہو کر جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہیں اس کو قدرت ہے کہ ہر جگہ سے اجزاء اصلیہ کو جمع کر کے ڈھانچہ کھڑا کر دے اور دوبارہ جان اس میں ڈال دے اور یہی نہیں کہ آج سے معلوم ہے بلکہ اللہ کا علم قدیم ہے اور قبل وقوع ہی سب اشیاء کے حالات ایک کتاب میں جو لوح محفوظ کہلاتی ہے لکھ دیئے تھے اور اب تک وہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس موجود چلی آتی ہے جس میں ذرا کمی بیشی نہیں ہو سکتی تو یہ منکرین بلا وجہ تعجب میں ہیں اور یہ تعجب ہی نہیں بلکہ کھلی ہوئی تکذیب ہے۔ اللہ کے رسول کا انکار۔ قرآن کا انکار۔ مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا انکار۔ غرض ہر چیز کو جھٹلاتے ہیں اور عجیب الجھی ہوئی باتیں کرتے ہیں۔ بے شک جو شخص سچی باتوں کو جھٹلاتا ہے اسی طرح شک واضطراب کی الجھنوں میں پڑا رہتا ہے۔

یہاں آیت میں جو فرمایا گیا ہے **وعندنا کتب حفیظ** ۝ اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے تو اس کتاب سے مفسرین نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ مراد ہے لوح محفوظ جس کو ام الکتٰب بھی کہا گیا ہے کیا ہے؟ کیسی ہے؟ درحقیقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ بس مراد اللہ تعالیٰ کی علمی کتاب ہے جسمیں ہر چیز موجود ہے سابق ولاحق۔ حاضر و غائب کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں۔ جسطرح لوح اپنی تحریر کو ظاہر کر دیتی ہے واقعات گزر جاتے ہیں لوح پر تحریر باقی رہتی ہے اور اپنے مضمون کو ظاہر کرتی رہتی ہے۔ (لغات القرآن جلد ۵)

آگے ذکر ہے قدرت الٰہی کا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو یہ عظمت والی عظیم الشان کتاب عطا فرمائی ہے ہم کو اس نعمت کی قدر دانی اور شکر گذاری کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اس کے احکام وقوانین پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ہمیں اپنی عظمت والی کتاب قرآن کریم کی حقیقی عظمت عطا فرمادے اور ہمیں اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے کی توفیق نصیب فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۞ وَالْاَرْضَ

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر کی طرف آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ نہیں۔ اور زمین کو

مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۞ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى

ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیزیں اُگائیں۔ جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا

لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۞ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۞

ہر رجوع ہونے والے بندے کیلئے۔ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا پھر اس سے بہت سے باغ اُگائے اور کھیتی کا غلہ

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۞ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۞

اور لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ بندوں کے رزق دینے کیلئے اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح زمین سے نکلنا ہوگا۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا تو کیا وہ نہیں دیکھتے؟	اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف	فَوْقَهُمْ ان کے اوپر	كَيْفَ کیسے	بَنَيْنٰهَا بنایا اسکو	وَزَيَّنّٰهَا اور اس کو آراستہ کیا			
وَمَا لَهَا اور اس میں نہیں	مِنْ کوئی	فُرُوْجٍ شگاف	وَالْاَرْضَ اور زمین	مَدَدْنٰهَا ہم نے پھیلایا	وَاَلْقَيْنَا اور ڈالے جمائے	فِيْهَا اس میں		
رَوَاسِيَ پہاڑ (جمع)	وَاَنْۢبَتْنَا اور اُگائے	فِيْهَا اس میں	مِنْ سے۔کے	كُلِّ زَوْجٍ ہر قسم	بَهِيْجٍ خوشنما	تَبْصِرَةً ذریعہ بینائی	وَذِكْرٰى اور نصیحت	
لِكُلِّ لئے۔ہر	عَبْدٍ مُّنِيْبٍ رجوع کرنیوالا بندہ	وَنَزَّلْنَا اور ہم نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	مُّبٰرَكًا بابرکت	فَاَنْۢبَتْنَا پھر ہم نے اُگائے		
بِهٖ اس سے	جَنّٰتٍ باغات	وَحَبَّ اور دانہ (غلہ)	الْحَصِيْدِ کاٹنے (کھیتی)	وَالنَّخْلَ اور کھجور کے درخت	بٰسِقٰتٍ بلند وبالا	لَهَا جن کے	طَلْعٌ خوشے	
نَّضِيْدٌ تہ بتہ	رِّزْقًا رزق	لِّلْعِبَادِ بندوں کیلئے	وَاَحْيَيْنَا اور ہم نے زندہ کیا	بِهٖ اس سے	بَلْدَةً شہر (زمین)	مَّيْتًا مردہ	كَذٰلِكَ اسی طرح	الْخُرُوْجُ نکلنا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کا قول نقل فرمایا گیا تھا کہ جو یہ کہتے تھے کہ بھلا مر جانے کے بعد جب ہم مٹی ہو گئے تو پھر دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے یعنی وہ حشر نشر کو ناممکن سمجھتے تھے۔ تو اس کا ایک جواب وہاں دیا گیا تھا کہ بدن کے اجزا تحلیل ہو کر جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں اور اس کو قدرت حاصل ہے کہ وہ انسانی بدن کے ایک ایک ذرہ کو جہاں کہیں بھی وہ ہو انہیں جمع کر کے دوبارہ اس میں زندگی ڈال دے دوسرا جواب ان آیات میں دیا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اس کو ناممکن خیال کرتے ہیں دراصل ان منکرین نے اللہ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔ یہ لوگ جس چیز کو ناممکن خیال کرتے ہیں پروردگار عالم اس سے زیادہ بڑھے چڑھے اپنی قدرت کے نمونے سامنے رکھ کر فرماتا ہے کہ ایک آسمان ہی کو دیکھ لو جوان کے سر پر ہر طرف چھایا ہوا ہے نہ بظاہر اس میں کوئی کھمبا نظر آتا ہے نہ ستون وسہارا تو اتنا بڑا عظیم الشان جسم کیسا مضبوط اور محکم کھڑا ہوا ہے اور رات کو جب اس پر ستاروں کی قندیل روشن ہوتی ہے تو یہ آسمان کس قدر پر رونق اور خوبصورت نظر آتا ہے پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس گذر گئے نہ اس چھت میں کہیں سوراخ ہوا۔ نہ کوئی حصہ ٹوٹا پھٹا۔ نہ رنگ خراب ہوا آخر وہ کس کی قدرت ہے جس نے یہ مخلوق بنائی اور پھر بنا کر اس کی ایسی حفاظت کی۔ پھر آسمان کے بعد زمین کی صناعی کی طرف توجہ دلائی کیا یہ منکرین زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس قدر دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور کس طرح اس پر بڑے بڑے وزنی اور بھاری بھرکم پہاڑ جمے ہوئے ہیں اور اس

زمین میں سے کس طرح طرح کی خوشنما اور دلفریب چیزیں پھل پھلار۔ میوے۔ غلہ ترکاری سبزی وغیرہ اگتی ہیں۔ یہ چیزیں ہر ایک کی آنکھوں کے سامنے ہیں اور اس آسمان وزمین کی تخلیق و تنظیم میں دانائی اور بینائی کے کتنے سامان ہیں جن میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان صحیح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے اور ان باتوں کو یاد دلانے والی ہیں جنہیں انسان غفلت میں پڑ کر بھول گیا ہے۔ پھر ایسی روشن نشانیوں کی موجودگی میں بھی یہ منکرین کیونکر حق کو جھٹلانے کی جرأت کرتے ہیں۔ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس پر بھی غور کرو کہ اللہ نے نفع دینے والا پانی آسمان سے برسا کر زمین سے باغات اگائے جن میں میوہ دار درخت پھولتے اور پھلتے ہیں اور کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں جو کاٹی جاتی ہیں اور جن کے اناج کھلیان میں ڈالے جاتے ہیں اور کھجور کے اونچے اونچے درخت اگادیئے جو بھرپور میوے لاتے ہیں اور کھجوروں کے گچھوں سے لدے رہتے ہیں۔ یہ سب سامان اللہ نے اپنے بندوں کے رزق کے لئے کیا ہے اور یہی پانی ہے کہ جب برستا ہے تو مردہ خشک زمین میں جان پڑ جاتی ہے اور خشک سوکھی ہوئی زمین پھر تروتازہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے اور سوکھے چٹیل میدان سرسبز ہو جاتے ہیں تو ان سب چیزوں پر غور کرنے سے اللہ کی قدرت صاف نظر آتی ہے خاص کر پانی سے مردہ زمین میں دوبارہ جان پڑتی دیکھ کر تو کسی عقلمند کو اس میں شبہ نہ رہنا چاہئے کہ اسی طرح انسان مردہ ہو کر پھر دوبارہ زندہ ہوگا جس طرح بارش ہونے پر خشک زمین کو از سر نو سرسبز شاداب ہوتے دیکھتے ہو اسی طرح حکمت الٰہی اور قدرت خداوندی مردہ انسانوں کو بھی زمین سے نکال کھڑا کرے گی۔ اس کا ناممکن ہونا تو الگ رہا اس میں تعجب کی بھی کیا بات ہے۔ کیا قدرت کی یہ نشانیاں نہیں بتلاتیں کہ بلا شک وشبہ وہ قادر تمام باتوں پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

صرف یہیں اس سورت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں متعدد جگہ حق تعالیٰ نے اپنی لامحدود قدرت کو جاننے اور اس سے حق تعالیٰ کے وجود کو پہچاننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے لئے انسانوں کو اپنی مخلوقات اور مصنوعات میں غور وفکر کرنے کے لئے فرمایا۔ اور اسی کو ذریعہ بتلایا **تبصرۃ وذکریٰ لکل عبد منیب** ٥ یعنی ہر ایسے شخص کے لئے جو اللہ کی قدرت کی معرفت حاصل کرنا چاہے وہ اس غرض کے لئے اللہ کی مصنوعات میں فکر کرنے کی طرف متوجہ ہو یہی ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے۔ تو یہاں حشر ونشر اور بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر کفار ومشرکین مکہ کو یہ جواب دیا گیا کہ انسان اپنے محدود علم وقدرت وبصیرت پر اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اور غیر متناہی علم اور قدر کو قیاس کر کے اس گمراہی میں پڑتا ہے کہ قیامت اور حشر ونشر کا انکار کرتا ہے خلاصہ یہ کہ یہاں ثابت کیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان وزمین جیسی بڑی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو ایک مردہ کو دوبارہ زندہ کر دینے پر اس کو قدرت کیوں نہ ہوگی۔ ضرور ہوگی اور اس میں تعجب اور تکذیب کی کیا بات ہے۔

اب آگے منکرین ومکذبین کو وعید سنائی جاتی ہے اور گذشتہ بعض مشہور قوموں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جنہوں نے انکار قیامت سے اپنے رسولوں کی تکذیب کر کے اپنے سر عذاب مول لیا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ نے ہماری پرورش کیلئے دنیا میں طرح طرح کے سامان رزق عطا فرمائے ہیں۔ اپنی ان نعمتوں کا شکر گذار اور قدر دان بنا کر زندہ رکھئے اور ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾

ان سے پہلے قوم نوح اور اصحب الرس اور ثمود۔ اور عاد اور فرعون اور قوم لوط

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ

اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع تکذیب کر چکے ہیں، سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید محقق ہوگئی۔ کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے،

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ

بلکہ یہ لوگ از سرنو پیدا کرنے کی طرف سے شبہ میں ہیں۔ اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں،

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ

اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ۔ جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں جو کہ داہنی اور بائیں طرف

قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ

بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔ اور موت کی سختی حقیقۃً آپہنچی،

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾

یہ وہ چیز ہے جس سے بدکتا تھا۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمُ نُوحٍ نوح کی قوم	وَ اور	اَصْحٰبُ الرَّسِّ اہل رس	وَثَمُوْدُ اور ثمود	وَعَادٌ اور عاد	وَفِرْعَوْنُ اور فرعون
وَاِخْوَانُ اور بھائی (جمع)	لُوْطٍ لوط	وَاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ اور اہل ایکہ (بن کے رہنے والے)	وَقَوْمُ تُبَّعٍ اور قوم تبع	كُلٌّ كَذَّبَ سب نے جھٹلایا			
الرُّسُلَ رسولوں	فَحَقَّ پس ثابت ہوگیا	وَعِيْدِ وعدۂ عذاب	اَفَعَيِيْنَا تو کیا ہم تھک گئے	بِالْخَلْقِ پیدا کرنے سے	الْاَوَّلِ پہلی بار	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	
فِيْ لَبْسٍ شک میں	مِنْ سے	خَلْقٍ جَدِيْدٍ پیدا کرنا از سرنو	وَلَقَدْ خَلَقْنَا اور تحقیق ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	وَنَعْلَمُ اور ہم جانتے ہیں		
مَا تُوَسْوِسُ جو وسوسے گزرتے ہیں	بِهٖ اس کے	نَفْسُهٗ اس کا جی	وَنَحْنُ اور ہم	اَقْرَبُ بہت قریب	اِلَيْهِ اس کے	مِنْ سے	
حَبْلِ الْوَرِيْدِ رگِ گردن (شہ رگ)	اِذْ يَتَلَقَّى جب لیتے (لکھ لیتے) ہیں	الْمُتَلَقِّيٰنِ دو لینے (لکھ لینے) والے	عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں سے	وَ اور			
عَنِ الشِّمَالِ بائیں سے	قَعِيْدٌ بیٹھا ہوا	مَا يَلْفِظُ اور نہیں نکالتا	مِنْ قَوْلٍ کوئی بات	اِلَّا مگر	لَدَيْهِ اس کے پاس	رَقِيْبٌ ایک نگہبان	عَتِيْدٌ تیار بیٹھا ہوا
وَ اور	جَآءَتْ آگئی	سَكْرَةُ الْمَوْتِ موت کی بے ہوشی	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	ذٰلِكَ یہ	مَا كُنْتَ جس سے تو تھا	مِنْهُ اس سے	تَحِيْدُ بھاگتا (بدکتا)

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین کے قیامت وحشر ونشر کے بارہ میں اشکالات نقل فرما کر ان کے جوابات ارشاد فرمائے گئے تھے اور بتلایا گیا تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بارش کے پانی سے مردہ یعنی خشک زمین کو زندہ اور سرسبز فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح مردہ انسان دوبارہ زندہ ہو کر زمین سے اٹھ کھڑے ہوں گے اس لئے قیامت میں مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر نہ تعجب ہونا چاہئے نہ انکار مگر ضدی وہٹ دھرم کفار مکہ کہاں ماننے والے تھے۔ اس لئے ان کو انکار وتکذیب پر وعید سنائی جاتی ہے کہ پہلے بھی بہت سی مشہور قومیں اور امتیں اپنے رسولوں کا انکار

اوران کی باتوں کی تکذیب کر چکی ہیں مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ ان پر عذاب خداوندی نازل ہوا اور وہ ہلاک کیئے گئے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ ان کفار مکہ سے پہلے قوم نوح نے اور اصحاب الرس نے اور قوم ثمود اور قوم عاد اور قوم فرعون اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع یہ سب بھی اپنے رسولوں کی اوران کی باتوں کی جو وہ قیامت وحشر ونشر کے بارہ میں بتلاتے تھے انکار وتکذیب کر چکی ہیں۔ ان تمام اقوام کے قصہ سورہ حجر سورہ فرقان اور سورہ دخان وغیرہ میں گزر چکے ہیں۔ تو ان تمام امتوں کو ان کی سرکشی وکفر اور مخالفت حق کا نتیجہ وہی ملا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا یعنی عذاب خداوندی سے ہلاک کر دیے گئے تو اہل مکہ اور دیگر مخاطبین کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس انکار وتکذیب کی بدخصلت سے پرہیز کرنا چاہئے اور باز آ جانا چاہئے ورنہ ایسا نہ ہو کہ عذاب کا کوڑا ان پر بھی برس پڑے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اول بار میں عدم محض سے تو تمام مخلوق اور چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ کا ہونا یہ بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر کیا ان منکرین کا یہ خیال ہے کہ اب اللہ کی قدرت تخلیق جواب دے گئی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ اول بار مخلوق کو پیدا کر کے (معاذ اللہ) تھک گئے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر وہ انسانوں کے دوسری بار پیدا کرنے میں شبہ کیوں کرتے ہیں جو ایک بار پیدا کر سکتا ہے وہ مٹا کر دوسری بار بھی پیدا کر سکتا ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس انسان کو اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے ارادہ سے پیدا کیا ہے یہ نہ آپ ہی آپ بن گیا اور نہ کسی دوسرے نے اسے پیدا کیا اور پھر اس کو پیدا کر کے یہ نہیں کہ چھوڑ دیا اور بےخبر ہو گئے۔ نہیں بلکہ اس کے ہر قول وفعل سے اللہ تعالیٰ خبردار ہیں حتیٰ کہ جو وساوس وخطرات انسان کے دل میں گزرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی واقف ہیں اور وہ انسان سے اتنے قریب ہیں کہ اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں اور پھر یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل کے خطرات ووساوس کو جانتے ہیں اور انسان کی شہ رگ سے زیادہ اس کے نزدیک ہیں بلکہ دو فرشتے بھی خدا کے حکم سے ہر وقت اس کی تاک میں لگے رہتے ہیں اور جو لفظ انسان کے منہ سے نکلے وہ لکھ لیتے ہیں دائیں طرف والا نیکی لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بدی۔ ادھر انسان نے کچھ کیا یا کہا ادھر ان میں سے کوئی ایک فوراً لکھ لیتا ہے اور وہ اس کے اعمال کی تاک میں تیار بیٹھا رہتا ہے کہ ادھر اس نے کچھ کیا یا کہا ادھر اس نے جھٹ لکھ لیا۔ آخر ایک وقت انسان پر ایسا آتا ہے کہ وہ نہ کچھ کہہ سکتا ہے اور نہ کر سکتا ہے اور اس پر بےہوشی طاری ہو جاتی ہے اور موت کی علامتیں شروع ہو جاتی ہیں اس وقت وہ سب سچی باتیں نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں جن کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی تھیں۔ یہ پیش آنا ہر انسان کے لئے قطعی یقینی ہے۔ آگے انسان کو براہ راست خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے انسان یہی موت ہے جس سے تو بچتا تھا اور کتراتا تھا اور بہت کچھ تو نے اس کو ٹلانا چاہا اور اس وقت سے بہت کچھ بھاگتا رہا پر یہ گھڑی ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ کھڑی ہوئی کوئی تدبیر وحیلہ دفع الوقتی کا نہ چل سکا۔

یہاں آیت میں جو فرمایا گیا نحن اقرب الیه من حبل الورید٥ کہ ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں تو اس کا جمہور مفسرین نے یہی مطلب لیا ہے کہ قرب سے مراد قرب علمی اور احاطہ علمی ہے۔ قرب مسافت مراد نہیں۔ اور شہ رگ ہر جاندار میں خون کی وہ رگیں ہیں جو جاندار کے دل سے نکلتی ہیں جن پر انسان وحیوان کی زندگی موقوف ہے یہ رگیں کاٹ دی جائیں تو جاندار کی روح نکل جاتی ہے خلاصہ مطلب اس جملہ کا یہی ہوا کہ جس چیز پر انسان کی زندگی موقوف ہے اللہ تعالیٰ اس چیز سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں یعنی اس کی ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔

پھر ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالتا جس کو یہ نگران فرشتے محفوظ نہ کر لیتے ہوں اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

''انسان بعض اوقات کوئی کلمہ خیر بولتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے مگر یہ اس کو معمولی بات سمجھ کر بولتا ہے۔ اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب کہاں تک پہنچا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے

اپنی رضائے دائمی قیامت تک کی لکھ دیتے ہیں۔اسی طرح کوئی کلمہ انسان اللہ کی ناراضی کا معمولی سمجھ کر زبان سے نکال دیتا ہے اور اس کو گمان نہیں ہوتا کہ اس کا گناہ اور وبال کہاں تک پہنچے گا۔اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص سے اپنی دائمی ناراضی قیامت تک کے لئے لکھ دیتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبانوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رضامندی کے کلمات ہماری زبان سے نکلنا نصیب فرمائیں۔

اب آگے موت کے بعد جو قیامت اور حشر نشر واقع ہوگا اس کے بعض واقعات بیان فرمائے جاتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور کفر وشرک سے بچا کر ہم کو ایمان واسلام کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ نافرمان قوموں کی خصلت واعمال سے ہم کو بچائیے اور ہم کو کامل اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیے۔

یا اللہ ہمارے اقوال واعمال میں حفاظت فرمائیے اور وہ اعمال واقوال جو آپ کی رضا کے باعث ہوں ہمارے لئے آسان اور سہل فرما دیجئے اور وہ اعمال واقوال جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں ہم سے محال وناممکن کر دیجئے اور اُن سے کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ موت کی سختی ہمارے لئے آسان فرمائیے گا اور ایمان واسلام کی موت ہم سب کو نصیب فرمائیے گا۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾

اور صور پھونکا جاوے گا، یہی دن ہوگا وعید کا۔

	وَنُفِخَ اور پھونکا گیا	فِي الصُّوْرِ صور میں	ذٰلِكَ یہ	يَوْمُ الْوَعِيْدِ وعید کا دن			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اے انسان موت کی بے ہوشی تجھ پر یقیناً آ کر رہے گی اور آدمی نے موت کو بہت کچھ ٹلانا چاہا اور اس وقت سے بچنے کے لئے بھاگتا اور کتراتا رہا مگر یہ موت کی گھڑی انسان کے سر سے ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ کر کھڑی ہوتی ہے اور کسی کی کوئی تدبیر اور حیلہ موت سے بچنے کا نہ چل سکا۔ اب جب انسان کو موت آ گئی اور اس کی دنیا کی زندگی ختم ہوئی تو اب اس کو آگے کیا واقعات پیش آنے ہیں یہ اس آیت اور آئندہ آیات میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ ایک وقت آئے گا تو صور میں پھونک ماری جائے گی اس وقت جہاں بھی جو انسان مرا ہوگا پھر زندہ ہو کر کھڑا ہوگا اور وہ ہولناک دن شروع ہو جائے گا جس سے اللہ کے نبی اور رسول اور اللہ کی سب کتابیں ڈراتی چلی آئی ہیں یہاں جس صور پھونکے جانے کا ذکر ہے وہ دوسری بار کا صور ہوگا جب کہ سب مردہ زندہ ہو جائیں گے اور پہلے بار کے صور پھونکے جانے پر سب کا دنیا میں خاتمہ ہو جائے گا۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث مفسر دہلویؒ نے اپنی کتاب قیامت نامہ میں احادیث کی روشنی میں جو صور پھونکے جانے کی کیفیت لکھی ہے وہ موقع کی مناسبت سے یہاں نقل کی جاتی ہے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

''قرب قیامت کی آخری علامت کے بعد قیام قیامت کی اول علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے (یہاں لوگوں سے مراد بے دین اور کفار ہیں جو اخیر میں دنیا میں باقی رہیں گے اور قیامت انہی پر قائم ہوگی کیونکہ اہل ایمان تو اس جہان سے سب کوچ کر چکے ہوں گے حتیٰ کہ کوئی روئے زمین پر لفظ اللہ تک کہنے والا نہ ہوگا) دنیاوی نعمتیں۔ اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کہ ناگاہ ایک باریک لمبی آواز آدمیوں کو سنائی دے گی۔ یہی نفخ صور اول ہوگا۔ تمام اطراف کے لوگ اس کے سننے میں یکساں ہوں گے اور حیران ہوں گے کہ یہ آواز کیسی ہے اور کہاں سے آتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ آواز مانند کڑک بجلی کے سخت و بلند ہوتی جائے گی۔ آدمیوں میں اس کی وجہ سے بڑی بے چینی و بے قراری پھیل جاوے گی۔ جب وہ پوری سختی پر آ جائے گی تو لوگ خوف و ہیبت سے مرنے شروع ہو جائیں گے زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدانوں میں بھاگیں گے اور وحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی طرف میل کریں گے۔ زمین جا بجا شق ہو جائے گی۔ سمندر ابل کر قرب و جوار کے مواضعات پر چڑھ جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ نہایت محکم اور بلند پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہوا کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے۔ گرد و غبار کے اٹھنے اور آندھیوں کے آنے کے سبب جہاں تیرہ و تار ہو جائے گا۔ وہ آواز دم بدم سخت ہوتی جائے گی یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ جب تمام انسان مر جائیں گے تو ملک الموت ابلیس کی روح قبض کرنے کے لئے متوجہ ہوں گے یہ ملعون چاروں طرف دوڑتا پھرے گا ملائکہ گرز ہائے آتشیں سے مار مار کر لوٹا دیں گے اور اس کی روح قبض کر لیں گے سکرات موت کی جتنی تکالیف تمام افراد بنی آدم پر گذری ہیں اس پر تنہا گذریں گی۔ نفخ صور کے مسلسل چھ ماہ تک پھکنے کے بعد نہ آسمان رہے گا۔ نہ ستارے۔ نہ پہاڑ۔ نہ سمندر۔ نہ اور کوئی چیز سب کے سب نیست و نابود ہو جائیں گے حتیٰ کہ ایک مرتبہ تو فرشتے بھی مر جائیں گے مگر لکھا ہے کہ آٹھ چیزیں فنا سے مستثنیٰ ہیں اول عرش۔ دوسرے

کرسی۔ تیسرے لوح۔ چوتھے قلم۔ پانچویں بہشت۔ چھٹے صور۔ ساتویں دوزخ۔ آٹھویں ارواح۔لیکن ارواحوں کو بھی بے خودی وبیہوشی لاحق ہوجائے گی۔بعضوں کا قول ہے کہ یہ آٹھ چیزیں بھی تھوڑی دیر کے لئے معدوم ہوجائیں گی۔ حاصل کلام جب سوائے ذات باری تعالیٰ کوئی اور باقی نہ رہے گا۔تو خداوند رب العزت فرمائے گا لمن الملک الیوم کہاں ہیں بادشاہان ومدعیان سلطنت؟ کس کے لئے آج کی سلطنت ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمائے گا للہ الواحد القھار (خدائے یکتاوقہار کے لئے ہے) پس ایک وقت تک ذات واحد ہی رہے گی۔ پھر ایک مدت کے بعد جس کی مقدار سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا از سرنو سلسلہ پیدائش کی بنیاد قائم ہوگی۔ آسمان۔ زمین۔فرشتوں کو پیدا کرے گا۔زمین کی ہیئت اس وقت ایسی ہوگی کہ اس میں عمارتوں۔درختوں۔پہاڑوں اور سمندروں وغیرہ کا نشان نہ ہوگا اس کے بعد جس جس مقام سے لوگوں کو زندہ کرنا منظور ہوگا تو اسی جگہ پہلے ان کی ریڑھ کی ہڈی کو پیدا کر کے رکھ دیا جائے گا اور ان کے دیگر اجزائے جسمانی کو اس ہڈی کے متصل رکھ دیں گے۔ ترتیب اجزا کے بعد ان اجزائے مرکبہ پر گوشت وپوست چڑھا کر جو جو صورت ان کے مناسب حال ہو عطا ہوجائے گی۔ قالب جسمانی کے تیار ہونے کے بعد تمام ارواحوں کو صور میں داخل کر کے حضرت اسرافیل کو حکم ہوگا کہ ان کو پوری طاقت سے پھوکیں اور خود خداوند کریم ارشاد فرمائے گا قسم ہے میرے عزوجلال کی کوئی روح اپنے قالب سے خطا نہ کرے۔ پس روحیں اپنے اپنے جسموں میں اس طرح آئیں گی جیسے گھونسلوں میں پرندے۔صور اسرافیل میں تعداد ارواح کے موافق سوراخ ہیں جن میں سے روحیں پھونکے پر اپنے اپنے قالبوں میں داخل ہوجائیں گی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کا رابطہ جسموں سے قائم ہوجائے گا اور سب کے سب زندہ ہوجائیں گے۔اس کے بعد صور دوم پھر پھونکا جائے گا جس کی وجہ سے زمین پھٹ کر تمام لوگ برآمد ہوں گے اور گرتے پڑتے آواز صور کی جانب دوڑیں گے یہ صور بیت المقدس کے اس مقام پر جہاں صخرہ معلق ہے پھونکا جائے گا۔قبروں میں سے آدمی اسی شکل میں پیدا ہوں گے جیسے کہ بطن مادر سے یعنی برہنہ تن۔ بے ختنہ ۔بے ریش ہوں گے صرف سروں پر بال اور منہ میں دانت ہوں گے۔ سب سے پہلے زمین میں سے حضرت رسول مقبول محبوب رب العالمین۔اشرف الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے۔آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر جگہ جگہ سے انبیاء صدیقین شہداء۔ صالحین اٹھیں گے۔بعد ازاں عام مومنین پھر فاسقین۔ پھر کفار تھوڑی تھوڑی دیر بعد یکے بعد دیگرے برآمد ہوں گے۔حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوں گے۔حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کے پاس اور دیگر امتیں اپنے اپنے پیغمبر کے پاس مجتمع ہوجائیں گی............''؟

قیامت نامہ کی اس عبارت سے صور کے پھونکے جانے کی کچھ تفصیل آپ کے سامنے آگئی۔ترمذی شریف کی ایک حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں کیونکر آرام وسکون سے بیٹھوں جبکہ حالت یہ ہے کہ صور پھونکنے والا (یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام) صور کو منہ میں دبائے ہوئے ہیں۔کان حکم سننے کے لئے لگائے ہوئے ہیں پیشانی جھکائے ہوئے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب یہ حالت ہے تو آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں۔آپ نے فرمایا حسبنا اللہ و نعم الوکیل پڑھا کرو۔تو یہاں آیت میں ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید یعنی قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا جس سے سب زندہ ہوجاویں گے یہی دن ہوگا وعید کا جس سے لوگوں کو ڈرایا جاتا تھا۔تو یہاں دوسری مرتبہ کا صور پھونکا جانا مراد ہے۔ جس کی تشریح اوپر قیامت نامہ سے سنائی گئی۔

اب اس کے بعد آگے میدان قیامت وحشر کی حاضری کا حال اور کفار وغیرہ کے جہنم میں پھینکے جانے کا حکم ظاہر فرمایا گیا ہے۔جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ (۲۱) لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا 8

اور ہر شخص اس طرح آوے گا کہ اس کے ساتھ ایک اس کو اپنے ہمراہ لاوے گا اور ایک گواہ ہوگا۔ تو اس دن سے بے خبر تھا سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا

عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۲۲) وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ (۲۳) اَلْقِيَا

سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔ اور فرشتہ جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے۔ ہر ایسے شخص کو

فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ (۲۴) مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ (۲۵) الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا اور ضد رکھتا ہو۔ اور نیک کام سے روکتا ہو اور حد سے باہر جانے والا ہو اور شبہ پیدا کرنے والا۔ جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو سو ایسے شخص کو

فَاَلْقِيٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ (۲۶) قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ (۲۷)

سخت عذاب میں ڈال دو۔ وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا لیکن یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ (۲۸) مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ

ارشاد ہوگا کہ میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا تھا۔ میرے ہاں بات نہیں بدلی جاوے گی

اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۲۹)

اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

وَجَآءَتْ اور آئیگا (حاضر ہوگا)	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	مَّعَهَا اسکے ساتھ	سَآئِقٌ ایک چلانے والا	وَ اور	شَهِيْدٌ گواہی دینے والا	لَقَدْ كُنْتَ تحقیق تو تھا	
فِیْ غَفْلَةٍ غفلت میں	مِّنْ هٰذَا اس سے	فَكَشَفْنَا تو ہم نے ہٹا دیا	عَنْكَ تجھ سے	غِطَآءَكَ تیرا پردہ	فَبَصَرُكَ پس تیری نظر	الْيَوْمَ آج	
حَدِيْدٌ بڑی تیز	وَقَالَ اور کہے گا	قَرِيْنُهٗ اس کا ہمنشین	هٰذَا یہ	مَا لَدَيَّ جو میرے پاس	عَتِيْدٌ حاضر	اَلْقِيَا تم دونوں ڈالدو	فِیْ جَهَنَّمَ جہنم میں
كُلَّ كَفَّارٍ ہر ناشکرا	عَنِيْدٍ سرکش	مَّنَّاعٍ منع کرنے والا	لِّلْخَيْرِ مال کیلئے	مُعْتَدٍ حد سے گزرنے والا	مُّرِيْبٍ شبہات ڈالنے والا	الَّذِیْ وہ جس	
جَعَلَ ٹھہرایا	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِلٰهًا معبود	اٰخَرَ دوسرا	فَاَلْقِيٰهُ پس اسے ڈالدو تم	فِی الْعَذَابِ عذاب میں	الشَّدِيْدِ سخت	قَالَ کہے گا
قَرِيْنُهٗ اسکا ہمنشین	رَبَّنَا اے ہمارے رب	مَآ اَطْغَيْتُهٗ میں نے اسے سرکش نہیں بنایا	وَلٰكِنْ اور لیکن وہ	كَانَ تھا	فِیْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	بَعِيْدٍ پرلے درجے کی	
قَالَ فرمائے گا	لَا تَخْتَصِمُوْا تم نہ جھگڑو	لَدَيَّ میرے پاس۔ سامنے	وَقَدْ قَدَّمْتُ اور میں پہلے بھیج چکا ہوں	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف			
بِالْوَعِيْدِ وعدہ عذاب	مَا يُبَدَّلُ نہیں بدلی جاتی	الْقَوْلُ بات	لَدَيَّ میرے پاس ہاں	وَ اور	مَآ اَنَا نہیں میں	بِظَلَّامٍ ظلم کرنیوالا	لِّلْعَبِيْدِ بندوں پر

تفسیر و تشریح: گذشتہ درس میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب انسان کو موت آ گئی اور اس کی دنیا کی زندگی ختم ہوئی تو اس کے بعد ایک وقت آئے گا کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو اس وقت پھر سب مردہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ یوم جزا و سزا جس سے اللہ کے نبی انسانوں کو دنیا میں ڈراتے تھے شروع ہو جائے گا۔ اب آگے ان آیات میں محشر کی کیفیت بیان کی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ میدان حشر میں تمام انسان دوبارہ زندہ کر کے اس طرح حاضر کئے جائیں گے کہ ایک فرشتہ پیشی کے میدان کی طرف دھکیلتا ہوگا اور دوسرا فرشتہ اعمالنامہ لئے ہوگا جس

میں اس کی زندگی کے سب احوال درج ہوں گے ۔ یہ وہی دو فرشتے ہوں گے جو کراماً کاتبین کہلاتے ہیں اور جو دنیا میں انسان کی نیکی و بدی لکھتے رہتے ہیں جب قیامت میں میدان حشر میں سب حاضر ہوں گے تو ان میں جو کافر ہوں گے ان سے خطاب ہوگا کہ دنیا کے مزوں میں پڑ کر تو آج کے دن سے بے خبر تھا اور تیری آنکھوں کے سامنے شہوات و خواہشات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پیغمبر جو سمجھاتے تھے تجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ آج ہم نے تیری آنکھ سے وہ پردے ہٹا دیئے اور نگاہ خوب تیز کر دی ۔ اب دیکھ لے جو باتیں کہی گئی تھیں صحیح ہیں یا غلط اس کے بعد فرشتہ کاتب اعمال جو اس کے ساتھ رہتا تھا اعمال نامہ سامنے کر کے کہے گا کہ یہ تیرا کچا چٹھا ہے جو میرے پاس تیار اور موجود ہے ۔ جب فرشتے اعمال نامہ سامنے رکھ دیں گے اور مجرم جرم کا اقبال کر لیں گے تو دو فرشتوں کو حکم ہوگا خواہ یہ کراماً کاتبین ہوں یا اور کوئی کہ ہر ایسے شخص کو جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کا انکار کرتا تھا اور حق سے ضد رکھتا تھا اور نیک کام سے روکتا تھا اور شرارت میں حد سے آگے بڑھا ہوا تھا اور دین کی باتوں میں شک و شبہ ڈالا کرتا تھا اور خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی معبود ٹھہراتا تھا ہر ایسے شخص کو جہنم میں جھونک دو ۔ یہ کم بخت سخت عذاب کے قابل ہیں ۔ جب ایسے کافر کو معلوم ہوگا کہ اب دائمی خسارہ اور عذاب میں پڑنے والا ہے اس وقت اپنے بچاؤ کے واسطے گمراہ کرنے والوں کے ذمہ الزام رکھے گا اور کہے گا کہ مجھے تو شیطان مردود نے بہکایا جو ہر دم میرے ساتھ لگا رہتا تھا۔ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے ساتھ جیسے دو فرشتے ساتھی بنائے گئے ہیں جو انسان کے اعمال لکھتے ہیں اسی طرح ایک شیطان بھی ہر انسان کا ساتھی رہتا ہے جو اس کو گمراہی اور گناہوں کی طرف بلاتا ہے اور رغبت دلاتا ہے تو جب جہنم میں جانے والا یہ عذر کرے گا کہ مجھے تو اس شیطان نے بہکایا تھا ورنہ میں نیک کام کرتا۔ اس پر وہ شیطان جو اس کے ساتھ لگا رہتا تھا کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اس کو جبراً گمراہ نہیں کیا تھا نہ میں نے اس پر زبردستی کی تھی کہ برے کام کر اور شرارت کے لئے ہر وقت تیار رہ ۔ یہ تو ایک اشارہ اور شہ میں خود ہی جھٹ پٹ گمراہی کے راستہ پر لگ گیا تھا اور نجات و فلاح کے راستہ سے دور جا پڑا تھا۔ اس پر ارشاد باری ہوگا کہ اب بک بک مت کرو دنیا میں سب کو نیک و بد سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اب ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا ملے گی جو گمراہ ہوا یا جس نے اغوا کیا سب اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتیں گے میں پہلے ہی دنیا میں اپنے رسول اور کتاب بھیج کر آج کے دن کے عذاب سے ڈرا چکا ہوں آج وہی ہوگا جو میں نے اپنی کتاب میں کہہ دیا تھا۔ میری بات بدلی نہیں جاتی جو کہہ دیا وہی ہو کر رہتا ہے اور ہمارے ہاں ظلم نہیں جو کچھ فیصلہ ہوگا عین حکمت اور انصاف سے ہوگا جیسا جس نے کیا ویسا ہی آج بھگتے گا۔

اب یہاں ان آیات سے **القیافی جهنم کل کفار عنید مناع للخیر معتد مریب ن الذی جعل مع الله الٰها فالقیه فی العذاب الشدید** جس میں فرشتوں کو حکم باری تعالیٰ ہوگا کہ ہر ایسے شخص کو جہنم میں سخت عذاب میں ڈال دو جو

(۱) کفر کرنے والا ہو۔ (۲) حق سے ضد رکھتا ہو۔ (۳) نیک کام سے رکتا ہو۔ (۴) حد سے باہر ہو جانے والا ہو۔ (۵) دین میں شبہ پیدا کرنے والا ہو۔ (۶) جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو۔

معلوم ہوا کہ یہ چھ صفات انسان میں خالص کافرانہ اور مشرکانہ صفات ہیں کہ جن پر جہنم میں جھونک دیئے اور عذاب شدید میں ڈالے جانے کا حکم ہوگا۔ اب یہاں جو بات خوف کھانے کی ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت کے مسلمان میں تو ان صفات میں سے کوئی صفت نہیں پائی جاتی ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ۔ کیا اس وقت کا مسلمان نیک کام سے روکنے والا تو نہیں ۔ حق سے ضد رکھنے والا تو نہیں ۔ حد سے باہر ہو جانے والا تو نہیں ۔ دین میں شبہ پیدا کرنے والا تو نہیں ۔ اس کا فیصلہ عام حالات دیکھ کر خود کر لیجئے ۔ اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگئے کہ ہمیں ان کافرانہ صفات سے بچنا نصیب ہو۔

اب میدان حشر میں جزا و سزا کا انجام جہنم یا جنت ہوگا اس لئے آگے کچھ کیفیت جہنم اور جنت کی بیان کی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

جس دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے۔ اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی

غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ

کہ کچھ دور نہ رہے گی۔ یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر ایسے شخص کیلئے ہے جو رجوع ہونے والا پابندی کرنے والا ہو جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہوگا

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا

اور رجوع ہونے والا دل لے کر آوے گا اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا جو چاہیں گے اور ہمارے پاس

مَزِيْدٌ ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ

اور بھی زیادہ ہے۔ اور ہم ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت میں ان سے زیادہ تھے اور تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے،

مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝

کہیں بھاگنے کی جگہ بھی نہ ملی۔ اس میں اس شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا وہ متوجہ ہو کر کان ہی لگا دیتا ہو۔

يَوْمَ جس دن	نَقُوْلُ ہم کہیں گے	لِجَهَنَّمَ جہنم سے	هَلِ امْتَلَأْتِ کیا تو بھر گئی؟	وَتَقُوْلُ اور وہ کہے گی	هَلْ کیا	مِنْ سے۔کچھ	مَّزِيْدٍ مزید ہے		
وَأُزْلِفَتِ اور نزدیک کردی جائیگی	الْجَنَّةُ جنت	لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	غَيْرَ بَعِيْدٍ نہ دور	هٰذَا یہ	مَا تُوْعَدُوْنَ جو تم سے وعدہ کیا جاتا تھا				
لِكُلِّ أَوَّابٍ ہر رجوع کرنے والے کیلئے	حَفِيْظٍ نگہداشت کرنے والے	مَنْ جو	خَشِيَ ڈرا	الرَّحْمٰنَ رحمٰن (اللہ)	بِالْغَيْبِ بن دیکھے				
وَجَآءَ اور آیا	بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ رجوع کرنیوالے دل کے ساتھ	ادْخُلُوْهَا تم اس میں داخل ہو جاؤ	بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ	ذٰلِكَ یہ					
يَوْمُ الْخُلُوْدِ ہمیشہ رہنے کا دن	لَهُمْ ان کیلئے	مَّا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے	فِيْهَا اس میں	وَلَدَيْنَا اور ہمارے پاس	مَزِيْدٌ اور بھی زیادہ				
وَكَمْ أَهْلَكْنَا اور کتنی ہلاک کیں ہم نے	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	مِّنْ قَرْنٍ امتیں	هُمْ أَشَدُّ وہ زیادہ سخت	مِنْهُمْ ان سے	بَطْشًا پکڑ میں				
فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ پس کریدنے (گشت کرنے) لگے شہروں میں	هَلْ کیا	مِنْ سے (کہیں)	مَّحِيْصٍ بھاگنے کی جگہ	إِنَّ بیشک	فِيْ میں				
ذٰلِكَ اس	لَذِكْرٰى نصیحت	لِمَنْ اس کیلئے جو	كَانَ ہو	لَهٗ اس کا	قَلْبٌ دل	أَوْ یا	أَلْقَى السَّمْعَ ڈالے (لگائے) کان	وَهُوَ اور وہ	شَهِيْدٌ متوجہ

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ہر ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو جو دنیا میں کفر کرنے والا تھا اور حق سے ضد اور بیر رکھتا تھا اور لوگوں کو نیک کام سے روکتا تھا اور حد عبدیت سے باہر ہو جانے والا تھا اور دین حق میں شک وشبہ پیدا کرتا تھا اور جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا تھا۔ ہر ایسے شخص کو سخت عذاب جہنم میں ڈال دو۔ اب آگے ان آیات میں اس جہنم کی کچھ کیفیت بیان کی جاتی ہے۔ جس میں یہ کفار جھونکے جائیں گے۔ پھر آگے ان کفار کے مقابلے میں متقی اور پرہیزگار اہل ایمان جو جنت میں داخل کئے جائیں گے ان کا ذکر فرما کر جنت کی کچھ کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے اور جہنم سے خوف اور جنت کا شوق دلا کر منکرین کو پھر تنبیہ کی جاتی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی آپ وہ دن ان منکر لوگوں کو یاد دلایئے کہ جب کفار کو

جہنم میں داخل کر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ جہنم سے خطاب فرمائیں گے کیا تو بھر چکی؟ تو جہنم جس کا پھیلاؤ اس قدر جن وانس سے بھی نہ بھرے گا۔ وہ شدت غیظ سے اور زیادہ کافروں اور نافرمانوں کو طلب کرے گی اور کہے گی کہ اور کچھ ہو جو میرے اندر ڈال دیا جائے۔ کفار اور جہنمی یہ سن کر اور بھی زیادہ خائف ہوں گے کہ ہم کیسے غضب کے ٹھکانے میں پھنسے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہنم **ھل من مزید** ہی کہتی رہے گی۔ یعنی کچھ اور بھی ہو تو میرے اندر ڈالا جائے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے۔ اور وہ دب جائے گی اور سمٹ جاوے گی اور عرض کرے گی بس بس اب میں بھر گئی۔ اللہ تعالیٰ اس جہنم کے آزار سے اپنی رحمت سے ہم سب کو بچائیں۔ یہ تو جہنم کا حال ہوا کہ جو کفار و مشرکین کا ٹھکانہ ہوگا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ پرہیز گار متقی اہل ایمان کے لئے جنت ان کے قریب کر دی جائے گی۔ اور وہ بہت نزدیک سے اس کی تروتازگی اور بناؤ سنگھار دیکھیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ لو دیکھو یہ ہے وہ جنت جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور کہا گیا تھا کہ یہ ان لوگوں کے لئے تیار ہے۔ جنہوں نے دنیا میں خدا کو یاد رکھا اور گناہوں سے بچ کر اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور بے دیکھے اس کے قہر و جلال سے ڈرتے رہے اور ایک پاک صاف رجوع ہونے والا دل لے کر دربار خداوندی میں حاضر ہوئے۔ اس جنت کا وعدہ ایسے ہی لوگوں سے کیا گیا تھا۔ وقت آ گیا ہے کہ سلامتی اور عافیت کے ساتھ اب جاؤ اور امن وچین کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ جسے یہ جنت مل گئی وہ اس میں ہمیشہ رہنے کا حقدار ہو گیا۔ جو اس میں گیا وہ ہمیشہ وہیں رہے گا۔ نہ کبھی اس میں سے نکالا جائے گا اور نہ اکتا کر خود نکلنا چاہے گا۔ کیونکہ اس میں ہر وہ چیز ملے گی جس کی جنتی خواہش کرے گا۔ اور اس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو ان کے خیال میں بھی نہیں۔ مثلاً دیدار الٰہی کی لذت بے قیاس۔ غرض کہ جنت میں بہت کچھ ہے۔ جنتی کتنا ہی مانگے سب کچھ دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنا دینے پر بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ آگے کفار منکرین کی تنبیہ کے لئے فرمایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو ان لوگوں کے حال سے سبق حاصل کرنا چاہئے جو ان سے پہلے گذرے اور سوچنا چاہئے کہ انہوں نے کیا کیا اور جو کچھ کیا اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے دنیا میں کتنی شریر اور سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں۔ جو زور اور قوت میں ان موجودہ کفار منکرین سے بڑھ چڑھ کر تھیں اور جنہوں نے بڑے بڑے شہر چھان مارے تھے۔ پھر جب عذاب الٰہی آیا تو بھاگ جانے کو روئے زمین پر کہیں ٹھکانہ نہ ملا۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ ان عبرت ناک واقعات میں غور و فکر کر کے وہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جن کے سینہ میں سمجھنے والا دل ہو کہ از خود ایک بات کو سمجھ لیں یا کم از کم کسی سمجھانے والے کے کہنے پر دل کو حاضر کر کے کان دھریں کیونکہ یہ بھی ایک درجہ سمجھ کا ہے کہ آدمی متنبہ نہ ہو تو دوسرے کے متنبہ کرنے پر ہوشیار ہو جائے۔ لیکن جو شخص نہ خود سمجھے نہ کسی کے کہنے پر توجہ کے ساتھ کان لگائے۔ ایسے بے حس کا درجہ تو اینٹ پتھر سے زیادہ نہیں۔

کفار اور مشرکین کی ان صفات و خصائل کے مقابلہ میں جن کا ذکر گذشتہ درس میں ہوا اور جن کی وجہ سے ان کو جہنم میں جھونکے جانے کا حکم ہوگا۔ متقین و مومنین جن کو سلامتی کے ساتھ بہشت کے باغات میں داخل ہونے کی بشارت سنائی جاتی ہے ان کی یہاں ان آیات میں چار صفات بیان کی گئی ہیں:۔

پہلی صفت **اواب** فرمائی۔ اواب کے معنیٰ حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے والے کے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اواب وہ شخص ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے استغفار کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اواب وہ شخص ہے جو اپنی ہر مجلس اور ہر نشست میں اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگے۔

دوسری صفت **حفیظ** فرمائی۔ حفیظ کے معنیٰ حضرت ابن عباسؓ سے

یہ منقول ہیں کہ جو شخص اپنے گناہوں کو یاد رکھے تا کہ ان سے رجوع کر کے تلافی کرے اور ایک روایت میں آپ ہی سے یہ منقول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کو یاد رکھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شروع دن میں چار رکعتیں اشراق کی پڑھ لے وہ اواب اور حفیظ ہے۔

تیسری صفت من خشی الرحمٰن بالغیب فرمائی یعنی جو خداوند ذوالجلال والاکرام سے بے دیکھے ڈرتا ہو۔

چوتھی صفت فرمائی وجآء بقلب منیب یعنی جو اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت میں قلب منیب لے کر آئے۔ منیب کے بھی لفظی معنیٰ رجوع کرنے اور تائب ہونے والے کے ہیں۔ اور مفسرین نے منیب کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ادب و احترام کو ہر وقت مستحضر رکھے اور اللہ جل شانہٗ کے سامنے تواضع اور عاجزی سے رہے اور اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی کسی درجہ میں یہ متقین کی صفات عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے خاتمہ کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے اور پھر وقوع قیامت کا مکرر ذکر فرمایا جاتا ہے اور آنحضرتؐ کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ اس قرآن کے ذریعہ سے تبلیغ و تذکیر کرتے رہئے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے والدین کو ہمارے متعلقین کو اہل وعیال کو ہمارے اکابرو اصاغر کو ہمارے دوست اور احباب کو اور تمام امت مسلمہ کو جہنم کے عذاب سے دور رکھیں اور اپنی رحمت سے ہم سب کو اس جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں۔ جس کا متقیوں سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہم کو وہ دل عطا فرمایئے جو ہر حال میں آپ کی طرف رجوع ہونے والا ہو اور ہم کو اپنی اطاعت کی پابندی نصیب فرمایئے اور ہم کو اپنی ذات کا وہ خوف عطا فرمایئے کہ جس کے باعث ہم ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے والے ہوں۔

یا اللہ نافرمان امتوں کے واقعات سے ہم کو عبرت اور نصیحت عطا فرمایئے تا کہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں۔

یا اللہ ہمیں ایمان واسلام کی سچی محبت نصیب فرمایئے تا کہ ہمارا جینا اور مرنا اسلام اور ایمان پر ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ فَاصْبِرْ عَلٰى

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس سب کو چھ دن میں پیدا کیا، اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں۔ سو ان کی باتوں پر صبر کیجئے

مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ

اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور چھپنے سے پہلے۔ اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے

وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ

اور نمازوں کے بعد بھی۔ اور اے مخاطب سن رکھ جس دن ایک پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا۔ جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے،

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا

یہ دن ہوگا نکلنے کا۔ ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف پھر کر آنا ہے۔ جس روز زمین ان پر سے کھل جائے گی جب وہ ڈرتے ہوں گے،

ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ

یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے۔ جو جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، تو آپ قرآن کے ذریعہ سے

مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝

ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہیئے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

وَلَقَدْ اور تحقیق	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دن میں		
وَ اور	مَا مَسَّنَا نہیں چھوا ہمیں	مِنْ لُّغُوْبٍ کسی تکان نے	فَاصْبِرْ پس صبر کرو تم	عَلٰى پر	مَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	وَسَبِّحْ اور پاکیزگی بیان کرو	
بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی تعریف کیساتھ	قَبْلَ قبل	طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج کا طلوع	وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ اور غروب ہونے قبل	وَمِنَ الَّيْلِ اور رات میں			
فَسَبِّحْهُ پس اسکی پاکیزگی بیان کرو	وَاَدْبَارَ اور بعد	السُّجُوْدِ سجدوں (نماز)	وَاسْتَمِعْ اور سنو تم	يَوْمَ جس دن	يُنَادِ الْمُنَادِ پکارنے والا پکارے گا		
مِنْ سے	مَكَانٍ قَرِيْبٍ جگہ قریب	يَوْمَ جس دن	يَسْمَعُوْنَ وہ سنیں گے	الصَّيْحَةَ چیخ	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	ذٰلِكَ یہ	يَوْمُ الْخُرُوْجِ باہر نکلنے کا دن
اِنَّا نَحْنُ بیشک ہم	نُحْيٖ زندگی دیتے ہیں	وَنُمِيْتُ اور مارتے ہیں	وَاِلَيْنَا اور ہماری طرف	الْمَصِيْرُ پھر لوٹ کر آنا ہے	يَوْمَ تَشَقَّقُ جس دن شق ہو جائے گی		
الْاَرْضُ زمین	عَنْهُمْ ان سے	سِرَاعًا جلدی کرتے ہوئے	ذٰلِكَ یہ	حَشْرٌ حشر	عَلَيْنَا ہمارے لئے	يَسِيْرٌ آسان	نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں
بِمَا جو	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	وَمَآ اَنْتَ اور نہیں آپ	عَلَيْهِمْ ان پر	بِجَبَّارٍ جبر کرنیوالے	فَذَكِّرْ پس نصیحت کریں	بِالْقُرْاٰنِ قرآن سے	
مَنْ جو	يَّخَافُ وہ ڈرتا ہے	وَعِيْدِ میری وعید					

تفسیر وتشریح: یہ سورہ ق کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ شروع سورۃ سے مرکزی مضمون یہی بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ تمام انسانوں کو اس دنیوی زندگی کے خاتمہ کے بعد پھر دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور ان کو جزا و سزا دی جائے گی۔ کفار و مشرکین اپنے کفر و شرک کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے اور اہل ایمان متقی ایمان و عمل صالحہ کی بنا پر جنت میں داخل کئے جائیں گے جہاں دائمی اور ابدی راحت آرام کے سامان

ہوں گے۔ منکرین قیامت وحشر ونشر کو مختلف دلائل و پہلو سے سمجھایا گیا تھا کہ قیامت واقع ہوگی۔ اور تمام مرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اسی سلسلہ میں اب خاتمہ کی آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر یہ منکرین دوبارہ زندہ ہونے اور جزاو سزا کے انکاری اس بنا پر ہیں کہ ایسا کرنا کسی کی قدرت میں نہیں تو ان کا یہ خیال باطل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی تو ایسی قدرت ہے کہ اس نے آسمان و زمین جیسی عظیم مخلوق اور جو کچھ کہ ان کے درمیان میں ہے سب کو چھ دن کے مقدار کے موافق زمانہ میں پیدا کیا اور ایسا کرنے میں کوئی اللہ تعالیٰ کو تکان نہیں ہوئی تو انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب یہ منکرین ایسی موٹی باتوں کو بھی نہ سمجھیں اور انکار ہی پر اصرار کرتے رہیں تو آپ غمگین نہ ہوں بلکہ ان کی بیہودہ بکواس پر صبر کریں۔ اور اپنے پروردگار کی یاد میں دل لگائے رکھیں اور اس کی تسبیح وتحمید کرتے رہیں اسی میں نماز بھی داخل ہے۔ اور یہ اللہ کی عبادت اور یاد آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے چھپنے سے پہلے اور رات کے اوقات میں کرتے رہیں۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تین ہی نمازیں فرض تھیں۔ فجر اور عصر اور تہجد۔ اس کے بعد معراج والی رات میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں جن میں فجر اور عصر کی نماز جوں کی توں رہی اور تہجد آپ پر اور آپ کی امت پر ایک سال تک واجب رہی اس کے بعد آپ کی امت سے اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ بہر حال اب بھی ان تین وقتوں کو طاعت و عبادت کے لحاظ سے خصوصی شرف و فضل حاصل ہے۔ نماز اور ذکر و دعاء وغیرہ سے ان اوقات کو معمور رکھنا چاہئے۔ اور فرض نمازوں کے بعد بھی کچھ تسبیح و تہلیل کرنی چاہئے۔ احادیث میں بھی نمازوں کے بعد تسبیح کی بہت فضیلت آئی ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مفلس مہاجر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال دار لوگ بلند درجے اور ہمیشگی والی نعمتیں حاصل کر چکے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہماری طرح نماز روزہ تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن جو وہ صدقے دیتے ہیں وہ ہم نہیں دے سکتے۔ وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو سب سے آگے نکل جاؤ اور تم سے افضل کوئی نہ نکلے لیکن جو اس عمل کو کرے۔ تم ہر نماز کے بعد ۳۳،۳۳،۳۳ مرتبہ **سبحان اللهؐ الحمد لله ، الله اكبرُ** پڑھ لیا کرو۔ وہ پھر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی آپ کی اس حدیث کو سنا اور وہ بھی اس پر عمل کرنے لگے آپ نے فرمایا پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ بار۔ الحمد للہ ۳۳ بار۔ اللہ اکبر ۳۴ بار اور ایک بار یہ کلمہ **لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شيء قدير** کہے تو اس کے تمام گناہ صغیرہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث ہے کہ جس شخص نے دن میں ۱۰۰ مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگر چہ وہ سمندر کی موجوں سے بھی زیادہ ہوں۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت سو ۱۰۰ سو ۱۰۰ مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرے تو قیامت کے روز کوئی آدمی اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا بجز اس کے کہ وہ بھی یہ تسبیح اتنی یا اس سے زیادہ پڑھتا ہو۔

ان تسبیحات کی اتنی فضیلت سن کر ہم میں سے ہر ایک کو نمازوں کے بعد تسبیح پڑھنے کا کوئی نہ کوئی معمول ضرور بنالینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے مخاطب اس بات کو توجہ سے سن رکھ کہ جس روز حضرت اسرافیل بذریعہ نفخ صور مردوں کو قبر سے نکلنے کے لئے پاس ہی سے پکاریں گے تو ان کی آواز تمام انسانوں کو یکساں سنائی دے گی۔ روایات میں ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام جو صور

پھونکنے پر متعین ہیں۔ وہ موجودہ بیت المقدس کے صخرہ پر کھڑے ہو کر ساری دنیا کے مردوں کو خطاب کر کے کہیں گے کہ اے گلی سڑی ہڈیو! اور ریزہ ریزہ ہو جانے والی کھالو اور بکھر جانے والے بالو! تم کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ حساب کے لئے جمع ہو جاؤ۔ یہ نفخہ ثانیہ ہوگا جس سے دوبارہ عالم کو زندہ کیا جائے گا۔ اور یہاں آیت میں مکان قریب فرمایا ہے تو اس سے مفسرین نے یہ مراد لی ہے کہ اس وقت اس فرشتہ یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز نزدیک اور دور کے سب لوگوں کو اس طرح پہنچے گی کہ گویا پاس ہی سے پکار رہے ہیں۔ باقی صور پھونکنے کے سوا اور بھی ندائیں حق تعالیٰ کی طرف سے اس روز ہوں گی آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب زمین سے نکل کھڑے ہوں گے اور چونکہ موت و حیات سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہر پھر کر آخر سب کو اسی طرف جانا ہے اس لئے بچ کر کوئی نکل نہیں سکتا۔ زمین پھٹے گی اور مردے اس سے نکل کر میدان حشر کی طرف جھپٹیں گے۔ خدا تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر دے گا اور ایسا کرنا اس کو کچھ مشکل نہیں۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین پھٹ کر مردے نکل آویں گے اور میدان حشر کی طرف دوڑتے ہوں گے تو یہ انسانوں کا دوڑنا ملک شام کی طرف ہوگا جہاں صخرہ بیت المقدس پر حضرت اسرافیل علیہ السلام ندا کرتے ہوں گے۔ جو لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں اور واہی تباہی کلمات بکتے ہیں تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بکنے دیجئے اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ جبر اور زبردستی سے ہر ایک کو یہ باتیں منوا کر چھوڑیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ قرآن سنا سنا کر بالخصوص ان کو نصیحت و فہمائش کرتے رہئے جو اللہ کے ڈرانے سے ڈرتے ہیں۔ ان معاندین و منکرین کے پیچھے زیادہ نہ پڑیئے۔

یا اللہ ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرما لیجئے جو آپ کی وعید سے ڈرتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے ذکر و فکر اور طاعت و بندگی کو توفیق دائمی ہم کو بھی عنایت فرمائیں۔ اور شب و روز اپنی طاعات میں مصروف رکھیں۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا کی زندگی میں قیامت و آخرت کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق نصیب کریں اور وہاں کے لئے ذخیرہ جمع کرنے کی ہمت عطا فرمائیں۔ یا اللہ ان اعمال صالحہ کو ہمارے لئے آسان فرما دیجئے کہ جو ہمارے لئے آخرت میں کامیابی کا باعث ہوں اور ان عمال سے بچا لیجئے جو قیامت میں رسوائی کا باعث ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُورَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کو اڑاتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔ تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے

لَصَادِقٌ ۙ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۙ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ

وہ بالکل سچ ہے۔ اور جزا ضرور ہونے والی ہے۔ قسم ہے آسمانوں کی جس میں راستے ہیں۔ کہ تم لوگ مختلف گفتگو میں ہو۔

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۙ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ

اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے۔ غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے۔ جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں۔

وَالذّٰرِيٰتِ قسم ہے پراگندہ کرنیوالی (ہواؤں)	ذَرْوًا اڑا کر	فَالْحٰمِلٰتِ پھر اٹھانے والی	وِقْرًا بوجھ	فَالْجٰرِيٰتِ لیکر چلنے والی	يُسْرًا نرمی سے
فَالْمُقَسِّمٰتِ پھر تقسیم کرنیوالے	اَمْرًا حکم سے	اِنَّمَا اس کے سوانہیں	تُوْعَدُوْنَ تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے	لَصَادِقٌ البتہ سچ ہے	وَّاِنَّ اور بیشک
الدِّيْنَ جزاوسزا	لَوَاقِعٌ البتہ واقع ہونیوالی	وَالسَّمَآءِ اور قسم ہے آسمان کی	ذَاتِ الْحُبُكِ راستوں والے	اِنَّكُمْ بیشک ہم	لَفِيْ البتہ میں	قَوْلٍ بات
مُّخْتَلِفٍ جھگڑنے والی	يُّؤْفَكُ پھیرا جاتا ہے	عَنْهُ اس سے	مَنْ اُفِكَ جو پھیرا جاتا ہے	قُتِلَ مارے گئے	الْخَرّٰصُوْنَ اٹکل دوڑانے والے
	الَّذِيْنَ وہ جو	هُمْ وہ	فِيْ غَمْرَةٍ غفلت میں	سَاهُوْنَ بھولے ہوئے ہیں	

تفسیر وتشریح: الحمد للہ ۲۶ ویں پارہ کی آخری سورۃ الذّٰریٰت کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام وزمانہ نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات ورکوعات بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کے پہلے ہی فقرہ میں والذّٰریٰت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ذاریات ان ہواؤں کو کہتے ہیں جو غبار وغیرہ اڑاتی ہیں۔ اس سورۃ کا نام ذاریات اسی ابتدائی فقرہ سے ماخوذ ہے یہ سورۃ مکی ہے اور مکی دور کے ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۵۱ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۴۳ لکھا ہے یعنی ۴۲ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۹۱ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں اس سورۃ میں ۶۰ آیات۔ ۳ رکوعات۔ ۳۶۰ کلمات اور ۱۵۵۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں عقائد یعنی توحید۔ رسالت۔ قیامت۔ آخرت۔ جزاوسزا۔ جنت وجہنم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سورۃ کی ابتدا قیامت کے ذکر سے اس طرح فرمائی گئی کہ تم ہواؤں کو دیکھتے ہو کہ جب گرمی اور خشکی بڑھ جاتی ہے تو تیزی کے ساتھ گرد وغبار اڑانے والی آندھیاں آتی ہیں پھر یہی ہوائیں پانی سے بھرے ہوئے بادل اٹھا لاتی ہیں اور پھر ان بادلوں کو جگہ جگہ لے جاتی ہیں اور ادھر ادھر اللہ کے حکم کے مطابق بارش برساتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہواؤں کے چلنے کا ایک مقصد ہے۔ اسی طرح انسان کی اس دنیا کی زندگی کا بھی

ایک مقصد ہے۔ اس کے دنیا میں کیئے ہوئے کاموں کے نتیجہ ایک دن نکلیں گے اور عدل وانصاف کے ساتھ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ یہ فیصلہ قیامت میں ہوگا جس کی طرف سے بہت لوگ غفلت میں پڑے ہیں حتیٰ کہ بعض اس کے وقوع ہی کا انکار کرتے ہیں مگر ان منکرین کے انکار سے کیا ہوتا ہے یہ تو اپنی انکل چلاتے ہیں اور رسول و قرآن کے کہنے کا یقین نہیں کرتے حالانکہ قیامت کا آنا لازمی ہے اور اس قیامت کے دن میں گمراہ بدکاروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ انہی شرارتوں کی سزا ہے جو تم نے دنیا میں کیں اور جس کا تم دنیا میں مذاق اڑاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ قیامت آنی ہے تو آ کیوں نہیں جاتی۔ ان کے برخلاف جو دنیا میں ایمان لائے اور عمل صالح کیئے اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کی وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر امکان قیامت پر بطور دلیل کے بتلایا گیا کہ آسمان اور زمین کی ساری نشانیاں اور خود انسان کے اندر نشانیاں یہی بتاتی ہیں کہ یہ کارخانہ ایک دن ختم ہوگا اور قیامت قائم ہوگی۔ اللہ کے تمام رسولوں نے یہی بتایا ہے جنہوں نے ان کی بات نہ مانی اور ان کو جھٹلایا وہ تباہ ہوئے اور اس بات کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط اور قوم فرعون۔ قوم عاد۔ ثمود اور قوم نوح کا ذکر فرمایا اور جتلایا گیا کہ دیکھو جنہوں نے اللہ اور رسول کا کہنا مانا ان پر اللہ کا کیسا فضل ہوا اور جنہوں نے نافرمانی کی ان کی کیسی گت دنیا ہی میں بنی اور دنیا میں ان پر کیا آفتیں آئیں۔ اس لئے اخیر میں سمجھایا گیا کہ اگر تمہیں آفتوں سے بچنا ہے تو اللہ کی ذات پر یقین کرو اور سمجھ لو کہ یہ زمین وآسمان ایک اللہ کے بنائے ہوئے ہیں تم اسی کی پناہ لو اور کسی کی طرف مت جھکو۔ شرک مت کرو۔ اللہ کا انکار مت کرو وہی تمہیں رزق دیتا ہے اور تمہاری پرورش کے سامان فرماتا ہے اور تم سے یہی چاہتا ہے کہ تم اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو اس کے حکموں پر چلو اور اس کے مقرر کیے ہوئے راستہ کو اختیار کرو۔ اب جو اللہ کے حکم کو نہیں مانتا اور اپنی خواہش پر چلتا ہے وہ ظالم ہے اور قیامت آنے والی ہے۔ اس دن ایسے لوگوں کی بری گت بنے گی اور وہ دن جب وعدہ کے مطابق آ جائے گا تو پھر ان منکرین کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جن کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا کلام کو پرزور بنانے کے لئے قسم سے فرمائی گئی۔ جاہلیت کے اہل عرب میں گو صدہا عیوب تھے مگر ان میں کچھ ہنر بھی تھے ایک یہ ہنر بھی تھا کہ وہ جھوٹ بولنے کو خصوصاً قسم کھا کر بہت برا سمجھتے تھے اور ان کا یقین تھا کہ جو کوئی قسم کھا کر جھوٹ بولتا ہے برباد ہو جاتا ہے اس لئے قسم کھا کر بات کہنے سے ان کو یقین آ جاتا تھا اس لئے یہاں قیامت اور جزا و سزا کو قسم کھا کر حق ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی اور صرف ۷ مقام پر اپنی ذات پاک کی قسم کھائی ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔ بعض علما نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن کریم عربوں کی زبان میں نازل ہوا اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت تک فصیح و بلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس میں قسمیں نہ ہوں اس لئے قرآن کریم میں بھی قسمیں کھائی گئیں تاکہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی کلام ربانی میں رہنے نہ پاوے۔ اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی قسمیں کیوں کھائی ہیں تو علماء نے اس کے کئی وجوہ لکھے ہیں۔ اوّل یہ کہ ایسی قسموں میں مضاف پوشیدہ ہے مثلاً جہاں قسم ہے آفتاب و ماہتاب کی وہاں آفتاب و ماہتاب کے رب کی قسم سمجھا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ عرب ایام جاہلیت میں ان اشیاء کی تعظیم کرتے تھے اس لئے قرآن نے قسمیں کھائی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے قسمیں کھائی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے خالق و صانع کی عظمت کا اظہار کیا جا سکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہاں ان آیات میں پہلے چار چیزوں کی قسم کھائی گئی پہلی قسم ہے والذریت ذروا یعنی قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کو اڑاتی ہیں۔ دوسری قسم ہے فالحملت وقرا یعنی قسم ہے ان بادلوں کی جو بوجھ اٹھاتے ہیں۔ تیسری قسم ہے فالجریت یسرا یعنی قسم ہے ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں چوتھی قسم ہے فالمقسمت امرا یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی جو مخلوقات میں مادی وغیر مادی ہر طرح کی تقسیمات بامر الٰہی کرتے ہیں تو حق تعالیٰ ان چار چیزوں کی قسمیں کھا کر تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے انسانو تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی جزا و سزا ضرور ہونے والی ہے۔ آگے پھر ایک قسم ہے یعنی قسم ہے آسمان کی جس میں فرشتوں کے اترنے چڑھنے کے راستہ ہیں کہ تم لوگ یعنی جمیع انسان قیامت کے بارہ میں مختلف گفتگو میں ہو۔ کوئی تصدیق کرتا ہے کوئی تکذیب کرتا ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت و آخرت کی بات میں خواہ مخواہ جھگڑے ڈال رکھے ہیں۔ اس کو وہی تسلیم کرے گا جس کو بارگاہ ربوبیت سے کچھ تعلق ہو اور جو شخص راندہ درگاہ ہے اور خیر و سعادت کے راستوں سے پھیر دیا گیا ہے وہ اس چیز کے تسلیم اور قبول کرنے سے ہمیشہ باز رہے گا حالانکہ انسان اگر صرف آسمان کے نظم و نسق میں غور کرے تو یقین ہو جائے کہ اس مسئلہ میں جھگڑنا محض حماقت ہے آگے قیامت کے منکرین کی مذمت ہے کہ غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں اور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اب یہاں ہمارے غور کے لئے یہ بات ہے کہ حق تعالیٰ ان آیات میں ۵ بار قسم کھا کر آخرت و قیامت کی کہ جہاں دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی پوری جزا و سزا ملنی ہے یاد دہانی کرا رہے ہیں کہ قیامت و آخرت جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی جزا و سزا ضرور ملنے والی ہے۔ تو مقصد اس قسمیہ کلام سے آخرت پر یقین لانے کی تاکید ہے۔ دیکھئے قرآن پاک کے شروع ہی میں سورہ بقرہ میں جہاں متقین یعنی خدا سے ڈرنے والے بندوں کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں وہاں یہ بھی فرمایا ہے وبالاخرۃ ھم یوقنون (اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں۔) تو آخرت کے ساتھ یوقنون فرمایا ہے یومنون نہیں فرمایا یعنی آخرت میں ایمان رکھنے کے لئے نہیں فرمایا بلکہ یقین رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی تو معلوم ہوا کہ ایمان اور یقین دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ آخرت کے لئے ایسا یقین ہونا چاہئے کہ جس میں ذرا شک و تردد نہ ہو اور دل و دماغ میں یہ ہمہ وقت مستحضر رہے کہ آخرت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور حساب کتاب اور جزا و سزا دنیا کے اعمال کی ہوتی ہے۔ دیکھئے دنیا کے کاموں میں یقین کی ایک ظاہری مثال ہے کہ اگر ریل یا ہوائی جہاز سے سفر کرنا چاہتے ہیں تو روانگی کے دن اور وقت کو پہلے سے معلوم کرتے ہیں اور چونکہ یہ یقین ہوتا ہے کہ مقررہ وقت پر ریل یا جہاز روانہ ہو جائے گا اور اگر ہم نے کاہلی۔ سستی یا غفلت برتی تو ریل ہمارا انتظار نہ کرے گی تو ہم پہلے سے سب ضروری سامان سفر تیار کر لیتے ہیں اور عین وقت سے پہلے اسٹیشن پر سفر کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ تو آخرت کے متعلق بھی یقین کی ضرورت ہے کہ ضرور وہ آنی ہے اور جتنا یہ یقین پختہ اور کامل ہوگا اسی قدر آدمی آخرت کے لئے تیاری میں لگا رہے گا۔ اور جتنا یہ یقین کمزور ہوگا اسی قدر آخرت سے غفلت و بے پروائی ہوگی۔ اب آج مسلمانوں میں جو آخرت کی طرف سے عام غفلت طاری ہے اس کی وجہ یقین کی کمزوری ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کا یقین کامل نصیب فرمائیں۔

ابھی انہیں منکرین کے متعلق جو آخرت و قیامت کے منکر تھے مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ

پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا۔ جس دن وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اپنی سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم

كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ

جلدی مچایا کرتے تھے۔ بے شک متقی لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کے رب نے ان کو جو عطا کیا ہوگا،

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ

وہ اس کو لے رہے ہوں گے وہ لوگ اس کے قبل نیکوکار تھے۔ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ اور اخیر شب میں

يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ

استغفار کیا کرتے تھے۔ اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا۔ اور یقین لانے والوں کیلئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور خود

اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ

تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا۔ اور تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔ تو قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی کہ وہ

لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝

روز جزا برحق ہے اور ایسا یقینی جیسا تم باتیں کر رہے ہو۔

يَسْئَلُوْنَ وہ پوچھتے ہیں	اَيَّانَ کب؟	يَوْمُ الدِّيْنِ جزا وسزا کا دن	يَوْمَ اس دن	هُمْ وہ	عَلَى النَّارِ آگ پر	يُفْتَنُوْنَ الٹے سیدھے پڑیں گے	
ذُوْقُوْا تم چکھو	فِتْنَتَكُمْ اپنی شرارت	هٰذَا یہ	الَّذِيْ وہ جو	كُنْتُمْ بِهٖ تم تھے اس کی	تَسْتَعْجِلُوْنَ جلدی کرتے	اِنَّ بیشک	الْمُتَّقِيْنَ متقی (جمع)
فِيْ جَنّٰتٍ باغات میں	وَعُيُوْنٍ اور چشمے	اٰخِذِيْنَ لینے والے	مَآ اٰتٰىهُمْ جو دیا انہیں	رَبُّهُمْ ان کا رب	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَبْلَ قبل
ذٰلِكَ اس	مُحْسِنِيْنَ نیکوکار	كَانُوْا وہ تھے	قَلِيْلًا تھوڑا	مِّنَ الَّيْلِ رات سے۔ میں	مَا يَهْجَعُوْنَ وہ سوتے	وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ اور وقت صبح	
هُمْ وہ	يَسْتَغْفِرُوْنَ استغفار کرتے	وَ اور	فِيْ میں	اَمْوَالِهِمْ انکے مال (جمع)	حَقٌّ حق	لِّلسَّآئِلِ سوالی کیلئے	وَالْمَحْرُوْمِ اور تنگدست (غیر سوالی)
وَفِي الْاَرْضِ اور زمین میں	اٰيٰتٌ نشانیاں	لِّلْمُوْقِنِيْنَ یقین کرنیوالوں کیلئے	وَ اور	فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ تمہاری ذات میں	اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟		
وَفِي اور میں	السَّمَآءِ آسمانوں	رِزْقُكُمْ تمہارا رزق	وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے	فَوَرَبِّ قسم ہے رب کی	السَّمَآءِ آسمانوں		
.	وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَحَقٌّ حق ہے	مِّثْلَ جیسے	مَآ اَنَّكُمْ جو تم	تَنْطِقُوْنَ بولتے ہو	

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ یہ فرمایا گیا تھا کہ قیامت ضرور آنی ہے اور جزا وسزا ضرور ہونے والی ہے۔ کفار مکہ جب کلام پاک کی ایسی آیات جس میں قیامت کا آنا اور ہر شخص کا دوبارہ زندہ ہو کر دنیا کے اعمال کی آخرت میں جزا وسزا پانا۔ اور نتیجہ میں جہنم کے عذاب یا جنت کی راحت کا ملنا سنتے تو وہ اعتراض کے طور پر تمسخر اور ہنسی سے کہتے کہ آخر وہ قیامت آئے گی کب؟ وہ جزا وسزا کا دن کب ہوگا؟ ہم تو انتظار ہی میں ہیں۔ اب تک تو آیا نہیں۔ پھر منکرین قیامت وآخرت یہ بھی کہتے کہ یہ جو قیامت میں عذاب کی دھمکیاں ہم کو سنائی جاتی ہیں تو اس قیامت کو لے آؤنا؟

ہم بھی تو دیکھیں وہ کیسا عذاب اور کیسی قیامت ہے جس سے ہم کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے۔ اسی کو ان آیات میں جتلایا جاتا ہے کہ یہ قیامت کے منکرین انکار اور ہنسی کے طور پر پوچھتے ہیں کہ ہاں صاحب! وہ انصاف اور جزا کا دن کب آئے گا؟ آخر اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ حق تعالیٰ کی طرف سے ان منکرین کو جواب دیا گیا کہ ذرا صبر کرو۔ وہ دن آیا چاہتا ہے کہ جب تم آگ میں الٹے سیدھے کئے جاؤ گے اور خوب جلا تپا کر کہا جائے گا کہ لو اب اپنی شرارت اور استہزا کا مزا چکھو! جس دن کی جلدی مچا رہے تھے وہ دن آ گیا۔ یہ جواب اسی طرز کا ہے جیسے کسی مجرم کے لئے پھانسی کا حکم ہو جاوے مگر وہ احمق محض اس وجہ سے کہ اس کو تاریخ نہیں بتلائی گئی تکذیب ہی کئے جاوے اور کہے کہ اچھا وہ دن کب آئے گا؟ اس لئے جواب میں بجائے تاریخ بتلانے کے یہ کہنا نہایت مناسب ہوگا کہ وہ دن اس وقت آئے گا جب تم پھانسی پر لٹکا دیئے جاؤ گے تو اسی طرز کا جواب حق تعالیٰ نے منکرین قیامت کو دیا کہ وہ قیامت کا دن وہ ہوگا جب تم آگ پر تپائے جاؤ گے اور تم سے کہا جاوے گا کہ اپنی اس سزا کا مزہ چکھو۔ یہی وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے اور بے پروائی سے دنیا میں کہا کرتے تھے کہ ہر وقت عذاب کی دھمکیاں کہاں تک سنائی جائیں گی۔ عذاب آنا ہے تو کیوں نہیں آ جاتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ برخلاف ان کفار و منکرین کے محققین یعنی اہل ایمان پرہیزگار جنہوں نے دنیا میں اللہ کے آگے سر جھکایا اور جن باتوں سے منع کیا گیا ان کو اللہ کے ڈر سے چھوڑا تو ایسے لوگوں کو قیامت کے دن بڑا انعام و اکرام ملے گا۔ ان میں ہر ایک کو رہنے کے لئے بہشت کے باغات دیئے جائیں گے جن کے اندر جا بجا چشمے بہتے ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نعمتیں دے رہا ہوگا اور وہ ان نعمتوں کو شکر گذاری کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے لے رہے ہوں گے۔ دنیا سے جو نیکیاں سمیٹ کر لائے تھے ان کا نیک پھل مل رہا ہوگا ۔ آگے ان کی نیکیوں کی قدرے تفصیل ہے یعنی جنت میں رہنے والے متقیوں کی دنیا میں یہ حالت تھی کہ وہ ساری رات سو کر غفلت سے نہیں گذارتے تھے بلکہ نیند چھوڑ کر رات کا اکثر حصہ اللہ کی عبادت و بندگی میں گذارتے تھے اور پھر صبح کے وقت جب رات ختم ہونے کو آتی تو اللہ سے

اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے کہ الٰہی حق عبودیت ادا نہ ہو سکا۔ جو کوتاہی رہی وہ اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے یعنی کثرت عبادت ان کو مغرور نہ کرتی تھی بلکہ جس قدر بندگی میں ترقی کرتے جاتے خوف اور خشیت بڑھتا جاتا تھا۔ یہ تو عبادت بدنیہ میں ان کی حالت تھی اور عبادت مالیہ میں ان کی یہ کیفیت تھی کہ ان کے مال دولت میں سوالی اور غیر سوالی سب کا حق تھا یعنی علاوہ فرض زکوٰۃ کے اپنے مال میں اپنی خوشی سے سائلوں اور محتاجوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا جو ایسے التزام اور اہتمام سے دیتے تھے جیسے کہ ان کے ذمہ ان کا کچھ آتا ہو۔ یہ متقین کی صفات کا مضمون تو بیچ میں آ گیا تھا اصل مضمون یہ بیان ہو رہا تھا کہ قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اور چونکہ کفار قیامت کی صحت کا انکار کرتے تھے اس لئے آگے اس کی دلیل کی طرف اشارہ ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ یقین لانے کی کوشش اور طلب کرنے والوں کے لئے امکان قیامت پر بہت سی نشانیاں اور دلیلیں ہیں اور انسان اگر خود اپنے اندر یا روئے زمین کے حالات میں غور کرے تو بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ہر نیک و بد کی جزا و سزا کسی نہ کسی رنگ میں ضرور مل کر رہے گی۔ جلد یا بدیر۔ مثلاً انسان ہر رات کا اپنا سونا اور پھر جاگنا ہی دیکھ لے یہ بھی ایک نمونہ اور دلیل ہے بعث بعد الموت کی۔ پس جبکہ انسانوں کی آنکھوں کے سامنے اتنے دلائل موجود ہیں تو آگے تو توبیخاً فرمایا جاتا ہے کہ جب ایسے دلائل موجود ہیں تو کیا تم کو پھر بھی مطلوب دکھائی نہیں دیتا کہ تم اس کا انکار کرتے ہو۔ آگے ایک اور دلیل امکان قیامت پر دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو کچھ زمین میں ہو رہا ہے اس کا حکم آسمان ہی سے اترا ہے یہاں تک کہ رزق کا دار و مدار بھی نرا تمہاری کمائی اور جد و جہد پر نہیں رکھا گیا بلکہ اس کا انتظام بھی اوپر ہی سے ہوتا ہے۔ بس جس طرح تمہارا مقدر رزق تمہارے پاس پہنچتا ہے یونہی وہ قیامت بھی تمہارے پاس آ پہنچے گی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کیونکہ دونوں یعنی تمہارا رزق اور قیامت ایک وقت میں معدوم اور اس کے بعد خدا کی قدرت سے موجود ہونے میں دونوں برابر ہیں پھر ایک چیز کا اقرار کر کے دوسری کا انکار کرنا محض بے معنی ہے۔ اور اب تو مادیت اور دہریت اور سائنسی ترقیات کا زمانہ ہے۔ آج وفی السمآء رزقکم اور

تمہارا رزق آسمان میں ہے کون یقین کرنے کو تیار ہے۔ یورپ کے دہریوں۔نیچریوں اور بے دینوں کو چھوڑیئے۔اب تو وہ جو قرآن کو آسمانی کتاب بھی بظاہر تسلیم کرتے ہیں ان کی اکثریت کا بھی حقیقی اور پختہ عقیدہ اس پر نظر نہیں آتا کہ ہمارا اور تمام مخلوق کا رزق آسمان میں ہے۔اب تو دنیا والوں کی اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ امریکہ اور کناڈا اور آسٹریلیا وغیرہ جہاں غلہ ان کی ضروریات سے زیادہ پیدا ہوتا ہے وہ ہمیں اناج دے کر ہماری غذائی ضروریات کو پورا کرسکتے ہیں اور ہمیں قحط اور غذائی کال سے بچا سکتے ہیں۔اخبار بین حضرات جانتے ہیں کہ دنیا بھر کی قومیں صلاح و مشورہ کیلئے اور اپنے ملک کی غذائی ضروریات کو فراہم کرنے کیلئے یورپ کے شہر روم میں ۵ نومبر ۷۴ء سے جمع ہیں اور اس عالمی غذائی کانفرنس پر نظریں لگائے ہوئے ہیں اور اخبارات لکھ رہے ہیں کہ یہ غذائی عالمی کانفرنس اپنے بارہ روزہ اجلاس میں جو فیصلہ کرے گی وہ کروڑوں انسانوں کی موت وزیست کے فیصلہ ہوں گے (حریت اداریہ ۱۰ نومبر ۷۴ء) دنیا کے ملکوں کی ہنگامی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ایک عالمی ذخیرہ کے قیام کی تجویز پر غور ہو رہا ہے اور اقوام متحدہ کی خوراک وزراعت کی تنظیم نے عالمی ذخیرہ کیلئے ہر سال ۱۰ کروڑ ٹن غلہ کی مقدار مقرر کی ہے (حریت ۹ نومبر ۱۹۷۴ء) جس کے لئے ۱۰ لاکھ ٹن غلہ سالانہ تین سال تک۔کناڈا نے دینے کا وعدہ کیا اور اسی طرح آسٹریلیا نے ۱۰ لاکھ ٹن غلہ سالانہ تین سال تک دینے کا وعدہ کیا اور ایسے ہی وعدہ امریکہ اور دوسرے فاضل اناج پیدا کرنے والے ملکوں سے لینے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی اس لایعقل اور موہوم تجویز سے دنیا کے کروڑوں انسانوں کو بھوک سے نہ مرنے دینے کا حل تجویز کر رہے ہیں۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔ذرا غور تو کیجئے کہ یہ جوان داتا بننے کی کوشش کر رہے ہیں تو ان بے عقلوں کی عقل میں یہ نہیں آتا کہ جن اسباب ووجوہات اور قدرتی آفات کی وجہ سے دنیا کے بعض ملک جیسے ہندوستان اور بنگلہ دیش وغیرہ قحط کے شکار ہو رہے ہیں (یہ ۱۹۷۴ء کے واقعات کی طرف اشارہ ہے) کیا وہی آفات اور اسباب امریکہ۔اور کناڈا اور آسٹریلیا وغیرہ پر نہیں آسکتے۔اور قدرت خداوندی تو دنیا والوں کو نمونہ دکھلاتی رہتی ہے۔ابھی تھوڑے ہی عرصہ کی بات ہے کہ امریکہ ہی کے ایک حصہ میں ایسا سیلاب اور طوفان آیا اور ایسی تباہی و بربادی ہوئی کہ اس ترقی یافتہ دنیا میں ایسی تباہی شاید دوسری جگہ نہ آئی ہو۔تو کیا امریکہ نے باوجود اپنی سائنسی ترقیات ان قدرتی آفات کو آنے سے روک دیا۔ جو مصیبت قحط کی ہندوستان یا بنگلہ دیش پر اس وقت یعنی ۱۹۷۴ء میں پڑی ہوئی ہے کیا وہی قدرتی آفات آئندہ امریکہ۔اور کناڈا وغیرہ پر نہیں پڑسکتیں اور بنگلہ دیش وہندوستان کی طرح بھوک سے سسک سسک کر لوگ وہاں نہیں مرسکتے اخبار بین حضرات کو معلوم ہوگا کہ بنگلہ دیش کی کیا صورت حال ہے (یعنی ۱۹۷۴ء میں) اخبارات کی خبر ہے کہ ڈھاکہ جیسے شہر اور دارالسلطنت میں ہر رات میں ۲۰ سے لے کر ۴۰ افراد بھوک سے سسک کر سڑکوں اور گلیوں میں مرے ہوئے پائے جاتے ہیں اور صبح سویرے مینوسپلٹی کی گاڑیاں ان لوگوں کی لاشیں اٹھا کر جن میں بچے زیادہ ہوتے ہیں ایک اجتماعی گڑھے میں دفن کردیتے ہیں۔اسی بنگلہ دیش کے ضلع رنگ پور کا حال لکھا ہے کہ رنگ پور کی پوری آبادی جو قریب ۱۵ لاکھ ہے اس کی تقریباً ۱۳ لاکھ کی آبادی کو سرکاری تنوروں سے روزانہ ایک روٹی فی کس کے حساب سے دی جاتی ہے۔سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اسی رنگ پور میں روزانہ تقریباً ۱۳۰ افراد موت کی نیند سوجاتے ہیں اور غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اب تک بھوک سے مرنے والوں کی تعداد صرف رنگ پور میں ایک لاکھ سے تجاوز کرچکی ہے۔اسی طرح دوسرے علاقوں میں بھی تباہ کن صورت حال ہے۔یہ سنا کر یہاں موقع کی مناسبت سے ایک بات یہ عرض کرنے کو دل چاہتا ہے کہ اب جب آپ کے سامنے کھانا آئے تو دل میں اس وقت یہ محسوس کیجئے کہ اس وقت روئے زمین پر اللہ کی کتنی مخلوق ہے کہ جو آسمانی رزق سے محروم ہونے کی وجہ سے سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بھوک سے جان دے رہی ہے اور ہمیں اللہ نے اپنے فضل وکرم سے کیسی سہولت اور عزت وعافیت اور راحت وچین وسکون سے رزق عطا فرما رکھا ہے۔ آخر ہمارے اعمال کون سے اچھے ہیں۔اور وہ کون سا گناہ نہیں ہے کہ جو اس ملک کی سرزمین پر نہ ہو رہا ہو۔بس اللہ کا ہی فضل ہے اور نہ معلوم کن مقبول بندوں کی بدولت ہم کو بھی باسانی رزق مل رہا ہے۔اس لئے

سامنے کھانا آجانے پر دل سے اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور اللہ کے وہ سعادتمند اور نیک بندے جو دوسروں کو کھلا پلا کر کھاتے ہیں ان کو دوہرا شکر ادا کرنا چاہئے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ نے خود ان کو کھلایا پلایا بلکہ دوسروں کو بھی کھلانے پلانے کی سعادت نصیب فرمائی۔ اور اسی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لئن شکرتم لا زید نکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں ضرور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بیشک میرا عذاب بڑا سخت ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ہمارا اور ساری مخلوق کا رزق آسمان میں ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا وفی السمآء رزقکم ۔ تو مخلوق کو وہی رزق نصیب ہوگا جو آسمان سے ان کے لئے اترے گا۔ اس لئے اس پر اگر صحیح اور سچا یقین ہو تو اسی سے رزق طلب کرنا چاہئے جس کے پاس رزق کے حقیقی ذخیرہ موجود ہیں اور جو حقیقی رزاق اور روزی رساں ہے۔ کاش کہ کوئی ان محض مادی اسباب پر نظر رکھنے والوں کو سنادے و فی السمآء رزقکم کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ اس لئے اسی حقیقی رزاق سے رزق طلب کرو۔ وہ اگر رزق بند کردے یا کم کردے تو دنیا کی کون سی حکومت اور طاقت ہے کہ وہ بند کئے ہوئے رزق کو کھول سکے یا کم کو زیادہ کر سکے۔ اور اگر وہ رزق کھول دے تو وہ کون ہے کہ جو اس کو بند کردے یا روک لے۔ مگر رونا تو یہی ہے کہ یہ بات تو دین کے ذریعہ سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اور دین ہی سے بیر ہے۔ الا ما شآء اللہ۔

اس جملہ و فی السمآء رزقکم کے سلسلہ میں بات کہیں سے کہیں طویل ہوگئی۔ الغرض یہاں قیامت کے سلسلہ میں بتلایا گیا کہ جس طرح تمہارا رزق تمہارے پاس آسمان سے پہنچتا ہے۔ یونہی وہ قیامت بھی تمہارے پاس آپہنچے گی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ آگے منکرین کو یقین دلانے کے لئے قسم کھا کر ارشاد ہوتا ہے کہ قسم ہے آسمان و زمین کے پروردگار کی کہ وہ قیامت ایسی ہی برحق ہے اور واقعی اور یقینی ہے جیسے تمہارا بولنا یعنی جیسے تمہیں اپنے بولنے میں کچھ شک وشبہ نہیں ہوتا ایسے ہی قیامت میں بھی شک کی گنجائش نہیں۔

یہاں ان آیات میں متقین کی جو یہ صفات بیان کی گئی کہ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے تو احادیث میں بھی اس کی یعنی رات میں عبادت کرنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مسند امام احمد میں ایک حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسے بالاخانہ ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کن کے لئے ہیں؟ ارشاد فرمایا ان کے لئے جو نرم کلام کریں اور دوسروں کو کھلاتے پلاتے رہیں اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نماز پڑھتے رہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو اسلام لانے سے پہلے یہود میں سے تھے فرماتے ہیں جب شروع شروع رسول اللہ مدینہ شریف میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ میں بھی اس مجمع میں تھا واللہ آپ کے مبارک چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی اتنا تو میں نے یقین کر لیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلی بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے کان میں پڑی یہ تھی کہ آپ نے فرمایا اے لوگو کھانا کھلاتے رہو۔ صلہ رحمی کرتے رہو اور سلام کیا کرو اور راتوں کو جب لوگ سوتے ہوئے ہوں نماز ادا کرو تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھی یہ سعادتیں نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اوپر کی اور ان آیات میں منکرین و مکذبین کی مذمت اور ساتھ ہی مصدقین و متقین کی تعریف فرمائی گئی۔ اسی کی تائید میں آگے بعض پیغمبروں اور ان کی امتوں کے قصہ بیان فرمائے جاتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ محسنین و متقین کے ساتھ کیا ہے اور مکذبین و منکرین کے ساتھ اس کا کیا برتاؤ رہا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنے متقین اور محسنین بندوں میں ہم کو بھی شامل ہونے کی سعادت نصیب فرمادیں اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمادیں۔ اور جس جنت کا ان سے وعدہ فرمایا گیا ہے ہمیں بھی اس میں داخلہ اپنی رحمت سے نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ

کیا ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے۔ جب کہ وہ ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا، ابراہیمؑ نے بھی کہا سلام

مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝

انجان لوگ ہیں۔ پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا لائے۔ اور اس کو ان کے پاس لاکر رکھا کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں۔

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ

توان سے دل میں خوف زدہ ہوئے، انہوں نے کہا کہ تم ڈرو مت، اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا، اتنے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝

پھر ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ بڑھیا بانجھ۔ فرشتے کہنے لگے کہ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے، کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا جاننے والا ہے۔

هَلْ کیا	اَتٰىكَ آئی تمہارے پاس	حَدِيْثُ بات خبر	ضَيْفِ مہمان	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	الْمُكْرَمِيْنَ معزز	اِذْ جب	دَخَلُوْا وہ آئے	عَلَيْهِ اس کے پاس
فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	سَلٰمًا سلام	قَالَ اس نے کہا	سَلٰمٌ سلام	قَوْمٌ لوگ	مُّنْكَرُوْنَ ناشناسا	فَرَاغَ پھر وہ متوجہ ہوا	اِلٰٓى اَهْلِهٖ اپنے اہل خانہ کی طرف	
فَجَآءَ پس لایا	بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ فربہ بچھڑا	فَقَرَّبَهٗ پھر وہ سامنے رکھا	اِلَيْهِمْ ان کے	قَالَ کہا	اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم کھاتے نہیں؟	فَاَوْجَسَ تو اس نے محسوس کیا		
مِنْهُمْ ان سے	خِيْفَةً کچھ ڈر	قَالُوْا وہ بولے	لَا تَخَفْ تم ڈرو نہیں	وَبَشَّرُوْهُ اور انہوں نے بشارت دی	بِغُلٰمٍ ایک بیٹے کی	عَلِيْمٍ دانش مند		
فَاَقْبَلَتِ پھر آگے آئی	امْرَاَتُهٗ اس کی بیوی	فِيْ صَرَّةٍ حیرت سے بولتی ہوئی	فَصَكَّتْ اس نے ہاتھ مارا	وَجْهَهَا اپنا چہرہ	وَقَالَتْ اور بولی	عَجُوْزٌ بڑھیا		
عَقِيْمٌ بانجھ	قَالُوْا انہوں نے کہا	كَذٰلِكِ یونہی	قَالَ فرمایا	رَبُّكِ تیرا رب	اِنَّهٗ بیشک	هُوَ وہ	الْحَكِيْمُ حکمت والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا

تفسیر وتشریح: شروع سورۃ سے منکرین و مکذبین کو متعدد دلائل و براہین سے بتلایا گیا کہ قیامت اور یوم جزا و سزا یقیناً واقع ہونے والا ہے اور جو اس کے منکر ہیں ان کو عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی تھی اور ان کے مقابل وہ متقی و پرہیزگار جو اللہ سے ڈر کر اس کے حکموں کی فرمانبرداری دنیا میں کرتے ہیں ان کو بہشت کے باغات اور وہاں کی دوسری نعمتوں کے ملنے کی بشارت سنائی گئی تھی۔ اب آگے منکرین کو مزید متنبہ کرنے کے لئے کچھ واقعات گذشتہ پیغمبروں کے سنائے جاتے ہیں جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دنیا ہی میں متقین و محسنین کے ساتھ کیا رہا اور مکذبین و منکرین کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جو قصہ ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے وہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں بھی گذر چکا ہے۔ خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے آبائی وطن سے ہجرت کر کے ملک شام میں آگئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ۸۶ برس کی عمر میں حضرت اسماعیلؑ حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے مگر حضرت سارہ کے بطن سے آپ کے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اور وہ اسی امید میں بوڑھی ہوگئی تھیں اور کوئی اولاد نہ ہونے کا ان کو غم رہتا تھا۔ ایک روز جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دوپہر کے وقت مہمانوں کی صورت میں کچھ نو وارد نظر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عادت و مہمان نوازی کے موافق ان کو کھانا کھلانے کا انتظام فرمایا اور ایک بچھڑے کا تلا ہوا گوشت تیار

9 کرا کے مہمانوں کے سامنے لا کر رکھا مگر مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ تعجب بھی ہوا کہ کھانا کیوں نہیں کھاتے اور ساتھ ہی طبیعت میں کچھ خوف بھی آیا کہ کہیں یہ دشمن نہ ہوں کیونکہ اس زمانہ میں یہ مشہور دستور تھا کہ دشمن اپنے دشمن کے گھر کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ جب فرشتوں نے جو بشکل انسانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان بنے ہوئے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھانا نہ کھانے پر کچھ متعجب اور ساتھ ہی فکر مند دیکھا تو فرشتوں نے ظاہر کر دیا کہ ہم فرشتے ہیں ہم کو کھانے پینے سے کیا غرض۔ ہم تو آپ کو ایک خوشخبری دینے آئے ہیں کہ آپ کے ایک فرزند یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوں گے جو بڑا عالم ہوگا۔ حضرت سارہ پیچھے کھڑی ہوئی یہ باتیں سن رہی تھیں۔ حضرت سارہ نے جو اولاد کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنی تو وہ بولتی پکارتی ہوئیں آئیں اور بڑے تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں کہ اوّل تو میں بڑھیا اور پھر بانجھ تو اس وقت بچہ پیدا ہونا عجیب بات ہے۔ اس پر فرشتوں نے کہا کہ تم تعجب نہ کرو۔ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کیونکہ الہ العالمین نے ایسا ہی فرمایا ہے اور وہ بڑی حکمت والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ چنانچہ جس وقت اس بشارت کے مطابق حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہؓ کی عمر ۹۹ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی۔

ان آیات سے متعلق ایک مفید اور کارآمد تنبیہ بھی ملتی ہے اور وہ یہ کہ انبیاء کرام کلی عالم الغیب نہیں ہوتے۔ اس چودھویں صدی کے فتنوں میں سے ایک اہم فتنہ بعض اہل بدعت کا وہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء عالم الغیب ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات میں خدا کے پیغمبروں سے نہ کوئی فضیلت اور بزرگی میں بڑھ کر ہے اور نہ ہی علم وحکمت میں برتر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو اپنی وحی سے سرفراز فرمایا۔ انہیں دین کا سارا اور کامل علم عطا فرمایا۔ اور تمام انسانوں میں علم ودانش۔ عقل وفہم۔ حکمت وفراست اور دیگر کمالات ایمانیہ میں بے مثل ویگانہ بنایا اور حسب ضرورت بعض تکوینی امور کا علم بھی فرمایا مگر پھر بھی انبیاء کا علم ''محیط کل'' نہیں کلی اور تفصیلی غیب وشہادت کا علم خاصہ خداوندی ہی ہے۔ یہ صفت حق تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص فرمائی۔ قرآن کریم کی صدہا آیات اس پر شاہد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کلی غیب داں نہیں تھے۔ مگر افسوس کہ باوجود ایسی کھلی ہوئی صاف اور علانیہ تصریحات کے اس امت کے کچھ لوگ یہود ونصاریٰ کی طرح افراط و تفریط میں مبتلا ہوئے۔ عیسائیوں نے فرط محبت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے رتبہ سے بڑھا کر خدا بنا دیا یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے حق میں گستاخی کی اور بہتان لگائے۔ اس افراط وتفریط کی بنا پر دونوں یہود ونصاریٰ کو قرآن کریم میں مغضوب ملعون اور کافر قرار دیا گیا۔ اس وقت یہ افراط وتفریط کے فتنہ اس امت میں بھی پھیل رہے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء اور اللہ کے برگزیدہ بندوں سے عقیدت ومحبت عین ایمان ہے مگر محبت وعقیدت اپنی حدود کے اندر ہی رہنی چاہئے۔ جب محبت حد اعتدال سے بڑھ کر غلو کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے تو اس سے شرک کا دروازہ کھل جاتا ہے جیسا کہ روافض نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیتؓ کی محبت میں انتہائی کی غلو کیا یہاں تک کہ ان کے لئے خدائی صفات ثابت کیں۔ انہیں عالم الغیب۔ حاجت روا اور متصرف امور سمجھا جیسا کہ ان کی نہایت معتبر کتابوں سے ثابت ہے۔ ان کے برعکس بعض فرقوں نے جیسے قادیانی۔ پرویزی۔ بہائی انہوں نے شان رسالت میں کوتاہی اور گستاخی کی اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کر کے جھوٹی نبوتیں کھڑی کر دیں۔ اسی طرح منکرین حدیث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور وجوب اطاعت کا انکار کیا اور آپ کے اسوہ حسنہ آپ کی سنت اور حدیث کے دین میں حجت ہونے کے اجماعی عقیدہ کو رد کر دیا۔ اس طرح یہ لوگ تفریط کے راستے گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ افراط وتفریط کی گمراہیوں سے ہمارے دین وایمان کو محفوظ رکھیں۔

الغرض دیگر انبیاء کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی عالم

الغیب نہ تھے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے فرستادوں کو نہیں پہچانا اور ان فرشتوں کو یہی سمجھے کہ یہ انسان ہیں کیونکہ وہ انسانی شکلوں میں آئے تھے اسی لئے آپ ان کے لئے بچھڑا تل کر لے آئے۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو فرشتوں کو انسان نہ سمجھتے اور نہ ہی ان کے لئے بچھڑا تل کر لاتے۔ دوسرے یہ کہ جب فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے رویہ سے دل ہی دل میں ڈرے کہ مبادا یہ دشمن ہوں۔ حالانکہ وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دینے کے لئے آئے تھے۔ بہر حال خوف کی وجہ صرف یہی تھی کہ آپ کو اصل حقیقت معلوم نہ تھی۔ جب فرشتوں کے بتانے سے اصل حقیقت معلوم ہوئی کہ وہ فرشتے ہیں اور خوشخبری دینے آئے ہیں تو آپ کا خوف جاتا رہا۔ الحاصل اس واقعہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء ورسل میں افضل تھے کلی علم غیب ان کو بھی عطا نہیں کیا گیا تھا۔ علم غیب کلی خاصہ خداوندی ہے اور صرف حق جل وعلیٰ کی ذات عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اب حضرت ابراہیمؑ اور آنے والے فرشتوں میں جو مزید گفتگو ہوئی وہ اگلی آیات میں ظاہر کی گئی ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اور سچے اسلامی عقائد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور افراط وتفریط سے ہمارے دین کو محفوظ رکھیں۔ اور حقیقی اسلام وایمان پر ہم کو استقامت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس امت میں جو ظاہری وباطنی فتنہ پھیل رہے ہیں اُن سے ہماری حفاظت فرمایئے اور اپنے متقی ومحسنین بندوں میں ہم کو شامل فرمایئے۔

یا اللہ اپنی قدرت کاملہ کا ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے آپ اپنی قدرت سے جو چاہیں وہ کر سکتے ہیں۔ مخلوق کیلئے جو ناممکن اور محال ہو وہ آپ کیلئے بالکل آسان اور سہل ہے۔

یا اللہ ہم کو اپنی قدرت کاملہ پر توکل اور بھروسہ عطا فرمایئے اور ہماری ہر مشکل کو اپنے فضل وکرم سے آسان اور سہل فرمایئے۔

یا اللہ اپنی ذات پاک سے صحیح اور قوی تعلق ہم کو نصیب فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ

ابراہیمؑ کہنے لگے اچھا تو تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ہم ان پر

حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّکَ لِلْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ کَانَ فِیْهَا مِنَ

کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس سے خاص نشان بھی ہے حد سے گذرنے والوں کیلئے۔ تو ہم نے جتنے ایماندار تھے سب کو وہاں سے

الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَکْنَا فِیْهَآ اٰیَةً لِّلَّذِیْنَ

علیحدہ کردیا۔ سو بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر ہم نے نہیں پایا۔ اور ہم نے اس واقعہ میں ایسے لوگوں کیلئے

یَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۳۷﴾

عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	فَمَا تو کیا	خَطْبُکُمْ مقصد تمہارا	اَیُّهَا اے	الْمُرْسَلُوْنَ بھیجے ہوئے (فرشتو) قَالُوْٓا انہوں نے جواب دیا	اِنَّآ اُرْسِلْنَآ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں	
اِلٰی طرف	قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ مجرم قوم (مجرموں کی قوم) لِنُرْسِلَ تاکہ ہم بھیجیں (برسائیں)	عَلَیْهِمْ اُن پر	حِجَارَةً پتھر	مِّنْ طِیْنٍ سنگ گل	مُّسَوَّمَةً نشان کیے ہوئے	
عِنْدَ رَبِّکَ تمہارے رب کے ہاں	لِلْمُسْرِفِیْنَ حد سے گزر جانیوالوں کیلئے	فَاَخْرَجْنَا پس ہم نے نکال لیا	مَنْ کَانَ جو تھا	فِیْهَا اس میں	مِنَ سے	
الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والے	فَمَا وَجَدْنَا پس ہم نے نہ پایا	فِیْهَا اس میں	غَیْرَ بَیْتٍ ایک گھر کے سوا	مِّنَ سے۔ کا	الْمُسْلِمِیْنَ مسلمانوں	وَتَرَکْنَا اور ہم نے چھوڑ دی
فِیْهَا اس میں	اٰیَةً ایک نشانی	لِّلَّذِیْنَ ان لوگوں کیلئے	یَخَافُوْنَ جو ڈرتے ہیں	الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ دردناک عذاب		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ اور کسی خاص مقصد سے آئے ہیں؟ اس پر ان فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم قوم لوط کی سزا دہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ ہم ان پر سنگساری اور پتھروں کی بارش برسا کر ہلاک کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پتھروں پر نشان کر دیئے گئے ہیں خدا کے حکم سے ہر ہر مجرم کے لئے الگ الگ پتھر مقرر کردیئے گئے ہیں اور جو پتھر جس مجرم کے لئے خاص کر دیا گیا ہے اسی کے لگنے سے اس کی ہلاکت ہوگی۔ تو جیسا کہ سورہ ہودؔ سورہ حجر اور سورہ عنکبوت وغیرہ میں ذکر ہو چکا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم لوط پر عذاب کا حال سن کر فرمایا کہ وہاں تو لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں؟ کیا لوط علیہ السلام کی موجودگی میں بستی کو تباہ کیا جائے گا؟۔

فرشتوں نے کہا کہ اس کا علم ہمیں بھی ہے کہ لوط علیہ السلام وہاں ہیں اور ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ ہمیں حکم مل چکا ہے کہ ہم لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے کے تمام ایمانداروں کو بچالیں ہاں ان کی بیوی نہیں بچ سکتی وہ بھی مجرموں کے ساتھ اپنے جرم کے بدلے ہلاک کردی جائے گی۔ گویا تمام بستی میں صرف ایک حضرت لوط علیہ السلام کا گھرانہ مسلمانی گھرانہ ہے جو عذاب سے بچالیا جائے گا اور باقی سب کو تباہ کردیا جائے گا۔ مذکورہ گذشتہ سورتوں میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ کس طرح لوط علیہ السلام کی قوم تباہ و برباد کی گئی اور حضرت لوط

علیہ السلام اور آپ کے ساتھ آپ کے ایماندار گھر والوں کو بچالیا گیا۔ آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اب تک یعنی نزول قرآن کے زمانہ تک وہاں تباہی کے نشان موجود ہیں اور ان کی غیر معمولی ہلاکت کے قصہ میں ڈرنے والوں کے لئے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

چنانچہ عذاب الٰہی سے خوف کھانے والے آج تک اس ناپاک قوم کی داستان ہلاکت سے عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بحر مردار یا بحر لوط اور آس پاس شہر سدوم کے کھنڈر آج تک ہر صاحب دل کو قوم لوط کی تباہی کی داستان عبرت سنا رہے ہیں۔

آگے دوسرا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا عبرت کے لئے بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ان نافرمان قوموں کے انجام سے ہمیں بھی عبرت و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمایئے۔ اور ہمیں اپنے احکام اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ہر ظاہری و باطنی عذاب سے بچا لیجئے۔ اور ہماری کوتاہیوں اور تقصیرات سے درگذر فرمایئے۔ اور ان پر گرفت اپنی رحمت سے نہ فرمایئے۔ اس وقت ہمارا ملک جو اختلاف و افتراق کے عذاب میں مبتلا ہے۔

یا اللہ اسلام کی برکت سے اس وبال کو رفع فرما دیجئے۔ اور ہمیں اسلام و ایمان سے سچا تعلق اور لگاؤ نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾

اور موسیٰ کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے اُن کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل دے کر بھیجا۔ سو اُس نے مع اپنے ارکان سلطنت کے سرتابی کی اور کہنے لگا کہ یہ ساحر یا مجنون ہیں۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ

سو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا اور اس نے کام ہی ملامت کا کیا تھا۔ اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے ان پر

الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ

نامبارک آندھی بھیجی۔ جس چیز پر گذرتی تھی اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ اور ثمود کے قصہ میں بھی عبرت ہے

تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا

جبکہ ان سے کہا گیا اور تھوڑے دنوں چین کر لو۔ سو اُن لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو ان کو عذاب نے آلیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ سو نہ تو کھڑے ہی ہو سکے

مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور نہ بدلہ لے سکے۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کا یہی حال ہو چکا تھا، وہ بڑے نافرمان لوگ تھے۔

وَ اور	فِيْ مُوْسٰى موسیٰ میں	اِذْ اَرْسَلْنٰهُ جب ہم نے اسے بھیجا	اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف	بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ روشن دلیل (معجزہ) کیساتھ		
فَتَوَلّٰى تو اسنے سرتابی کی	بِرُكْنِهٖ اپنی قوت کیساتھ	وَقَالَ اور کہا	سٰحِرٌ جادوگر	اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ	فَاَخَذْنٰهُ پس ہم نے اسے پکڑا	وَجُنُوْدَهٗ اور اسکا لشکر
فَنَبَذْنٰهُمْ پھر ہم نے انہیں پھینک دیا	فِي الْيَمِّ دریا میں	وَهُوَ اور وہ	مُلِيْمٌ ملامت زدہ	وَفِيْ عَادٍ اور عاد میں	اِذْ اَرْسَلْنَا جب ہم نے بھیجی	
عَلَيْهِمُ ان پر	الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ نامبارک آندھی	مَا تَذَرُ وہ نہ چھوڑتی تھی	مِنْ شَيْءٍ کسی شے کو	اَتَتْ آئی	عَلَيْهِ جس پر	اِلَّا جَعَلَتْهُ مگر اسے کر دیتی
كَالرَّمِيْمِ گلی سڑی ہڈی کی طرح	وَفِيْ ثَمُوْدَ اور ثمود میں	اِذْ قِيْلَ جب کہا گیا	لَهُمْ اُن کو	تَمَتَّعُوْا فائدہ اٹھالو	حَتّٰى حِيْنٍ ایک رات تک	
فَعَتَوْا تو انہوں نے سرکشی کی	عَنْ سے	اَمْرِ رَبِّهِمْ اپنے رب کا حکم	فَاَخَذَتْهُمْ پس انہیں پکڑا	الصّٰعِقَةُ بجلی کی کڑک	وَهُمْ اور وہ	يَنْظُرُوْنَ دیکھتے تھے
فَمَا اسْتَطَاعُوْا پس ان میں سکت نہ رہی	مِنْ قِيَامٍ کھڑا ہونے کی	وَمَا كَانُوْا اور وہ نہ تھے	مُنْتَصِرِيْنَ بدلہ لینے والے	وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح کی قوم		
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَوْمًا فٰسِقِيْنَ لوگ نافرمان			

تفسیر و تشریح: منکرین قیامت و آخرت کی شروع سورۃ ہی میں مذمت فرمائی گئی تھی اور ان کو آخرت و جزا و سزا کے انکار پر جہنم کی وعید سنائی گئی تھی۔ پھر اس بات کی تائید میں کہ منکرین و مکذبین کی دنیا میں بھی پکڑ ہوئی ہے آخرت میں تو لازماً ہونا ہی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا ذکر گذشتہ آیات میں ذکر فرمایا گیا تھا۔ اور عبرت دلائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ اور ہود علیہ السلام اور قوم عاد کا قصہ اور حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا قصہ اور قوم نوح علیہ السلام کا انجام مختصراً ذکر فرما کر منکرین و مکذبین کو سرکشی و نافرمانی سے عبرت دلائی جاتی ہے اور جتلایا جاتا ہے کہ گذشتہ قومیں اسی کفر و انکار اور سرکشی نافرمانی کی بدولت ہلاک و تباہ کی جا چکی ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح قوم لوط کے انجام کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی قسم کا فرعونیوں کا واقعہ ہے۔ موسیٰ علیہ

السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے سمجھانے کے لئے بھیجا کہ سرکشی کو چھوڑ اور اللہ کا بندہ بن کر رہ لیکن اسے اپنی قوت وسلطنت اور لاؤلشکر پر بڑا گھمنڈ تھا۔اس نے اپنے زور وقوت پر مغرور ہو کر حق کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اپنی قوم اور ارکان سلطنت کو بھی ساتھ لے ڈوبا۔اس نے اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام سے بے رخی برتی اور ان کی تکذیب کی۔موسیٰ علیہ السلام نے معجزے دکھلائے تو کہنے لگا (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) کہ موسیٰ یا تو چالاک جادوگر ہے اور یا دیوانہ ہے۔ان دو حال سے خالی نہیں۔ پس انجام میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر۔معاند اور متکبر کو مع اس کے لاؤلشکر کے پکڑا اور سمندر میں غرق کر کے ہلاک کیا۔ایسا کرنے میں اللہ نے اس پر زیادتی نہیں کی۔الزام اسی پر ہے کہ اس نے کفر وسرکشی اختیار کی' سمجھانے پر بھی باز نہ آیا۔آخر جو بویا تھا وہی کاٹا۔اسی طرح قوم عاد جس کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام تھے اس کے واقعات بھی عبرتناک ہیں جن کی سرکشی اور سیہ کاری کے وبال میں ان پر عذاب کی آندھی آئی جو خیر وبرکت سے یکسر خالی تھی۔اس نے مجرموں کی جڑ کاٹ ڈالی اور جس پر گزری اس کا چورا کر کے رکھ دیا آخر وہ سب بالکل دنیا سے مٹ گئے۔ٹھیک اسی طرح قوم ثمود کا بھی برا انجام ہوا۔ان کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرما دیا تھا کہ اچھا کچھ دن اور دنیا کے مزے اڑالو اور یہاں کا سامان برت لو آخر عذاب الٰہی میں پکڑے جاؤ گے بالآخر عذاب کی ہولناک چیخ نے ان کے پتے پانی کر دیئے اور کلیجے پھاڑ دیئے اور یہ صرف ان کی سرکشی' نافرمانی اور سیہ کاری کا بدلہ تھا ان کا سب زور وطاقت۔ متکبرانہ دعوے اور طنطنے خاک میں مل گئے کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ پچھاڑ کھانے کے بعد ذرا اٹھ کھڑا ہوتا۔بھلا بدلہ تو کیا لے سکتے تھے اور اپنی مدد پر کسے بلاتے۔اسی طرح ان اقوام سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم اپنی بغاوت وسرکشی کی بدولت تباہ کی جا چکی تھی۔وہ لوگ بھی نافرمانی میں حد سے نکل گئے تھے۔ان

تمام قوموں کے مفصل واقعات پہلی سورتوں میں گزر چکے ہیں۔ غرض کہ انجام کفر وشرک نافرمانی وسرکشی کا دنیا میں بھی اچھا نہ رہا اور آخرت میں تو دائمی مصیبت جہنم کی ہی ہے۔

اب یہ جو قرآنی واقعات نافرمان قوموں کی سزا کے بار بار قرآن کریم میں دہرائے گئے ہیں اب ان کی حیثیت زیادہ سے زیادہ یہ رہ گئی ہے کہ کسی مسجد میں کوئی ملا مولوی چند نمازیوں کے سامنے ان کو پڑھ لے اور سن لیں اور بس قصہ ختم۔نہ قوم کے لئے یہ قرآنی واقعات عبرت کے باعث ہیں نہ نصیحت کا ذریعہ کیونکہ اب اس قوم اور ملک میں قرآن کی حیثیت دین ودنیا کی صلاح وفلاح اور دونوں عالم کے نجات دہندہ کی تو حقیقت میں سمجھی نہیں جاتی۔اس میں ہمیں ہمارے مسائل کا حل نظر ہی نہیں آتا۔تو اس کے اوپر کان دھرنا۔اس سے عبرت حاصل کرنا اس سے نصیحت پکڑنا۔اس کے احکام کی پابندی کرنا اس کی ممانعتوں سے بچنا اس کا کیا سوال۔

بقول اکبر الہ آبادی مرحوم

رقیبوں نے رپٹ لکھائی ہے جا جا کے تھانوں میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

بہرحال قرآن کا قرآن ہونا کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔کوئی قوم اور ملک اسے اپنائے یا نہ اپنائے۔کوئی اسے اپنا نجات دہندہ سمجھے یا نہ سمجھے۔قرآنی احکام اور خبریں اپنی جگہ اٹل ہیں۔اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نتائج احکام خداوندی سے نافرمانی کے بتلا دیئے ہیں وہ پیش آنا لازمی اور لابدی ہیں۔اب دیر یا سویر یہ اللہ کی حکمت اور مشیت پر موقوف ہے۔اللہ تعالیٰ اس قرآن کی حقیقی عظمت اور اس کی قدردانی اس ملک اور قوم کو بھی نصیب فرما دیں اور اس سے انحراف کے وبال کو ہم پر سے ٹال دیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ

اور ہم نے آسمان کو قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں۔ اور ہم نے زمین کو فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز کو

شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا

دو دو قسم کا بنایا تاکہ تم سمجھو۔ تو تم اللہ ہی کی طرف دوڑو، میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور خدا کے ساتھ

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

کوئی اور معبود مت قرار دو، میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا

اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾

جس کو انہوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو۔ کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے تھے بلکہ یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں۔ سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں۔ اور سمجھاتے رہیئے کیونکہ سمجھانا ایمان (لانے) والوں کو (بھی) نفع دے گا۔

وَالسَّمَآءَ اور آسمان	بَنَيْنٰهَا ہم نے اسے بنایا	بِاَيْىدٍ ہاتھ (قوت) سے	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَمُوْسِعُوْنَ وسیع القدرت ہیں	وَالْاَرْضَ اور زمین		
زَوْجَيْنِ دو جوڑے (قسم)	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کئے	كُلِّ شَیْءٍ ہر شے	وَمِنْ اور سے	فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ پس ہم کیسا اچھا بچھانے والے ہیں	فَرَشْنٰهَا ہم نے فرش بنایا اسے		
لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَذَكَّرُوْنَ نصیحت پکڑو	فَفِرُّوْٓا پس تم دوڑو	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	اِنِّیْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْهُ اس سے	نَذِيْرٌ ڈرسنانے والا
مُبِيْنٌ واضح	وَلَا تَجْعَلُوْا اور تم نہ ٹھہراؤ	مَعَ اللّٰهِ اللہ کیساتھ	اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود	اِنِّیْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنْهُ اس سے	نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ واضح ڈرسنانےوالا
كَذٰلِكَ اسی طرح	مَآ اَتَى نہیں آیا	الَّذِيْنَ وہ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	مِّنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول	اِلَّا مگر	قَالُوْا انہوں نے کہا	سَاحِرٌ جادوگر
اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ	اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ کیا انہوں نے ایکدوسرے کو وصیت کی اسکی بلکہ وہ	قَوْمٌ لوگ	طَاغُوْنَ سرکش	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ منہ موڑ لیں ان سے			
فَمَآ اَنْتَ تو نہیں آپ	بِمَلُوْمٍ کوئی الزام	وَذَكِّرْ آپ سمجھائیں	فَاِنَّ تو بیشک	الذِّكْرٰى سمجھانا	تَنْفَعُ نفع دیتا ہے	الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کی قدرت کا اندازہ کچھ اسی سے کرلو کہ اس نے آسمان جیسی وسیع چیز اپنی قدرت سے پیدا کی پھر زمین کو اپنی مخلوقات کے لئے مثل بچھونے کے بچھا دیا۔ پھر خالق کائنات نے اس جہان میں ہر چیز عجیب وغریب کاریگری سے بنائی اور پھر ہر چیز کو بنا کر اس کے مقابل کی چیز بھی بنائی گویا ہر ہر چیز کو قدرت نے دو دو قسم کا بنایا مثلاً رات دن۔ گرمی سردی۔ سیاہی سفیدی۔ اندھیرا اجالا۔ خشکی تری۔ شیریں تلخ، چھوٹی بڑی، خوشنما بدنما۔ صحت مرض۔ کفر وایمان۔ موت حیات۔ بدی ونیکی۔ نر مادہ وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ حیوانات ونباتات میں بھی جوڑے بنائے تو اس سے انسان کو سبق لینا چاہئے کہ جب زمین وآسمان اور تمام کائنات ایک اللہ کی عجیب صنعت اور کاریگری سے پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کے زیر حکومت ہر چیز ہے تو بندہ کو چاہئے کہ اللہ کی توحید کی طرف دوڑے اس کا انکار نہ کرے۔ نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے ہر

طرف سے ہٹ کر اسی کی طرف رجوع کرے اور اگر ایسا نہ کیا اور بندہ اس کی طرف رجوع نہ ہوا یا کسی اور ہستی کی طرف رجوع ہوگیا تو یہ بہت ڈر کی بات ہے اور اس کا انجام برا ہونا ہے۔ ان دونوں صورتوں کے خوفناک انجام سے بندوں کو صاف صاف ڈرایا جاتا ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ ایسی صاف تنبیہ اور ڈرانے پر بھی اگر یہ منکرین و مکذبین کان نہ دھریں اور اللہ اور اس کے رسول کی بات نہ سنیں تو آپ غم نہ کیجئے اور صبر کیجئے کیونکہ جس طرح یہ منکرین و مکذبین آپ کو (نعوذ باللہ) کبھی ساحر اور کبھی مجنون کہتے ہیں اسی طرح ان سے پہلے جن کافر قوموں کی طرف اللہ کا کوئی پیغمبر آیا تو اسی طرح اس کو دیوانہ یا جادوگر کہہ کر اس کی نصیحتوں کو ہنسی میں اڑایا گیا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ کے کافر ایک دوسرے کو وصیت کر مرے ہیں کہ جو رسول آئے اسے ساحر اور مجنون کہہ کر چھوڑ دینا یعنی شرارت اور ڈھٹائی اور سرکشی و نافرمانی میں یہ سب ایک ہی جیسے ہیں جیسے پہلوں نے سرکشی کی ایسے ہی موجودہ منکرین و مکذبین بھی سرکشی کر رہے ہیں۔ بہرحال اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنا فرض ادا کر چکے اور سمجھانے کا حق ادا کر چکے اب اگر یہ نہ مانیں تو آپ پر کوئی الزام نہیں۔ نہ ماننے کا جو کچھ الزام رہے گا ان ہی معاندین پر رہے گا۔ ہاں بتلانا اور سمجھانا آپ کا کام ہے سو یہ سلسلہ جاری رکھیئے جس کی قسمت میں ایمان لانا ہوگا اس کو یہ سمجھانا کام دے گا یا جو ایمان لا چکے ہیں ان کو مزید نفع پہنچے گا اور منکروں پر خدا کی حجت تمام ہوگی بہرحال تذکیر و نصیحت میں عام فوائد اور حکمتیں سب کے اعتبار سے ہیں اس لئے اس کو جاری رکھیئے اور کسی کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کیجئے۔

اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر مقصود اصلی یعنی بندوں سے عبادت کی مطلوبیت کی تاکید فرمائی جاتی ہے اور اسی کی ترغیب و ترہیب دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا اور کفر و شرک سے بچایا۔

یا اللہ ہمیں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مطیع و فرمانبردار بنا کر زندہ رکھیئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ اپنی مصنوعات اور مخلوقات میں تدبر اور تفکر کی ہم کو توفیق و صلاحیت عطا فرما تاکہ ہماری توحید مضبوط اور قوی ہو اور ہم آپ کے مطیع اور فرمانبردار بندے بنے رہیں اور آپ کی اطاعت اور بندگی میں لگے رہیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچے رہیں۔ یا اللہ! اپنی ذات پاک کی عظمت اور بڑائی ہمارے دلوں میں اتار دے تاکہ ہم آپ کی توحید کی طرف دوڑنے والے بنے رہیں اور آپ کی معرفت حاصل کر کے آپ کی عبادت گذاری میں لگے رہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿٥٧﴾

اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا، اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿٥٨﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ

اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت والا نہایت قوت والا ہے۔ تو ان ظالموں کیلئے (سزا کی) بھی باری (علم الٰہی میں) مقرر ہے جیسے ان کے (گذشتہ) ہم مشربوں کی باری (مقرر) تھی

فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٥٩﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٦٠﴾

سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں۔ غرض ان کافروں کیلئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جس کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ اور نہیں پیدا کیا میں نے	الْجِنَّ جن	وَالْاِنْسَ اور انسان	اِلَّا مگر۔صرف	لِيَعْبُدُوْنِ اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں		
مَآ اُرِيْدُ میں نہیں مانگتا	مِنْهُمْ ان سے	مِنْ رِّزْقٍ کوئی رزق	وَمَآ اُرِيْدُ اور میں نہیں چاہتا	اَنْ کہ	يُّطْعِمُوْنِ وہ مجھے کھلائیں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
هُوَ وہ الرَّزَّاقُ رزاق	ذُو الْقُوَّةِ قوت والا	الْمَتِيْنُ نہایت قدرت والا	فَاِنَّ پس بیشک	لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا		
ذَنُوْبًا ڈول (پیمانے)	مِّثْلَ جیسے	ذَنُوْبِ پیمانے	اَصْحٰبِهِمْ ان کے ساتھی	فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ پس وہ جلدی نہ کریں	فَوَيْلٌ سو بربادی	
لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے انکار کیا	مِنْ سے۔کا	يَّوْمِهِمْ ان کا دن	الَّذِيْ وہ جس	يُوْعَدُوْنَ ان سے وعدہ کیا جاتا ہے		

تفسیر و تشریح: یہ سورۃ الذریٰت کی آخری آیات ہیں۔ خاتمہ سورت پر انسانوں کو زندگی کا اصل مقصد بتلایا جاتا ہے اور اس کی ترغیب دی جاتی ہے اور جو اس کے خلاف کریں اور کفر و شرک پر مصر ہیں ان کو تنبیہ کے ساتھ وعید سنائی جاتی ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات و انسان کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں جنات اور انسان یہی دو مخلوق ایسی ہیں کہ جو پوری طرح ذمہ دار بنا کر دنیا میں بھیجی گئی ہیں اور ان کے اندر ابتلا اور اختیار دونوں کی صلاحیتیں جمع کر دی ہیں بخلاف فرشتوں کے جو ابتلا سے خالی رکھے گئے ہیں اور بخلاف حیوانات کے جنہیں اختیار کی پوری قوت نہیں دی گئی ہے۔ عقل اور ارادہ کی پوری قوت انہی دو مخلوق یعنی انسان اور جنات کو دی گئی ہے اس لئے ان ہی سے مطالبہ کیا گیا کہ عقل سے اللہ کو پہچانیں اور ارادہ کر کے اس کے حکم بجا لائیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو گویا انہوں نے اپنی عقل اور ارادہ سے ٹھیک ٹھیک کام نہیں لیا۔ عقل انسانوں کو اسی لئے دی ہے کہ اس سے سمجھیں کہ ہمارا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور اس نے ہماری رہنمائی کے لئے اپنے رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں جن میں آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آخری کتاب قرآن کریم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ اس کے مطابق عقیدہ اختیار کرو اور اس کے مطابق زندگی دنیا میں بسر کرو۔ اسی کا نام اللہ کی عبادت ہے اور جنات و انسان کا یہی فرض ہے اور ان کے پیدا کرنے کا یہی مقصد ہے کہ یہ اپنے عقل۔ ارادہ اور اختیار سے اللہ کے مقرر کئے ہوئے راستے پر چلیں۔ اب جنہوں نے اپنی عقل نری دنیا ہی کے کاموں میں صرف کر دی۔ اور سائنس اور ٹیکنالوجی ہی کے پیچھے پڑ گئے اور دنیا کے آرام اور مزے کے لئے نئی نئی ایجادات اور مشینیں بنالیں اور دنیا کی عیش و عشرت کے لئے

نئے نئے ذریعے دریافت کر لئے اور ایک دوسرے کو دبانے اور نیچا رکھنے کے لئے تباہ کن ہتھیار بنا لئے تو انہوں نے عقل کی اصلی غرض پوری نہیں کی۔ اگر اس عقل سے اللہ کو نہ پہچانا اور اس کی عبادت نہ کی تو کچھ بھی نہ کیا۔ یہاں آیت میں عبادت سے مراد صرف متعارف عبادات۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ نہیں ہیں بلکہ لفظ عبادت اپنے وسیع و عام مفہوم میں طلب رضائے الٰہی کے مرادف ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ساری عبادتوں کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں ایک امر الٰہی کی تعظیم دوسرے خلق اللہ پر شفقت۔ گویا دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی۔ یہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جنات اور انسان کی عبادت و بندگی سے اللہ تعالیٰ کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس میں انہیں کا نفع ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ مالک نہیں کہ جو غلاموں سے کہے کہ میرے لئے کمائی کر کے لاؤ یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے اللہ تعالیٰ بندوں سے اپنے لئے کیا روزی طلب کرتا وہ تو خود بندوں کو روزی اپنے پاس سے پہنچاتا ہے اب جو جنات و انسان اس کی بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ وہ ظالم ہیں اور دوسرے ظالموں کی طرح ان کا پیمانہ بھی لبریز ہو جانے پر ڈوب کر رہے گا۔ جیسے دوسرے منکرین و مکذبین کو خدائی سزا کا حصہ پہنچا ان کو بھی پہنچ کر رہے گا۔ یہ لوگ اگر کفر و شرک پر مصر رہیں گے تو سن رکھیں کہ ان ظالموں کو سزا کی بھی باری علم الٰہی میں مقرر ہے جیسے ان کے گذشتہ ہم مشربوں کی باری مقرر تھی یعنی ہر مجرم ظالم کے لئے اللہ کے علم میں خاص خاص وقت مقرر ہے۔ اس طرح نوبت بہ نوبت ہر مجرم ظالم کی باری آتی ہے تو وہ عذاب میں پکڑا جاتا ہے کبھی دنیا و آخرت دونوں میں اور کبھی صرف آخرت میں۔ اب یہ جو کفار و منکرین بطور تکذیب اور انکار کے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم واقعی مجرم ہیں اور مجرمین پر عذاب آنا آپ کے قول سے ثابت ہے تو پھر ہم پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب اپنے مقرر وقت پر اور اپنی باری پر آتا ہے تمہاری باری بھی آنے والی ہے جلد بازی نہ کرو۔ قیامت آنے والی ہے اور وہ دن وعدہ کے مطابق آ کر رہے گا اور جب سر پر آ جائے گا تو پھر کچھ بنائے نہ بنے گی۔

یہ سورۃ اس وعدہ سے شروع ہوئی تھی اور قسمیہ کلام کے ساتھ فرمایا گیا تھا کہ جس قیامت و آخرت کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور اعمال کی جزا و سزا ضرور ہونے والی ہے اور اسی وعدہ پر اس کو ختم فرمایا گیا۔

الحمدللہ اب سورہ ذاریٰت کا بیان ختم ہوا۔

سورۃ الذاریات

۱.....اگر مریض کے پاس سورۃ الذاریات پڑھی جائے تو وہ تندرست ہو جاتا ہے۔

۲.....اگر بچہ جننے کے وقت سورۃ الذاریات لکھ کر عورت کو پہنا دی جائے تو بچہ کی پیدائش آسانی سے ہو جاتی ہے۔(الدرالنظیم)

دعا کیجئے

یااللہ! آپ کی عبادت جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی خاطر خواہ ادائیگی کا نام ہے ہمیں زندگی کے ہر لحظہ میں اس کی توفیق کاملہ عطا فرما۔

یااللہ! ہمیں اپنی زندگی کا مقصد وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کا مصداق بنا لینے کی توفیق نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ﴿۵﴾

قسم ہے طور (پہاڑ) کی۔ اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے۔ اور (قسم ہے) بیت المعمور کی۔ اور (قسم ہے) اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے)

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾

اور (قسم ہے) دریائے شور کی جو (پانی سے پر ہے۔ کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا۔ کوئی اُس کو ٹال نہیں سکتا۔

وَالطُّوْرِ قسم طور (سینا)	وَكِتٰبٍ اور کتاب	مَّسْطُوْرٍ لکھی ہوئی	فِيْ رَقٍّ اوراق میں	مَّنْشُوْرٍ کھلے	وَ اور	الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ بیت معمور	وَالسَّقْفِ اور چھت	الْمَرْفُوْعِ بلند
وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ اور دریا جوش مارتا	اِنَّ بیشک	عَذَابَ رَبِّكَ تیرے رب کا عذاب	لَوَاقِعٌ ضرور واقع ہونیوالا	مَا لَهٗ نہیں اسکو	مِنْ دَافِعٍ کوئی ٹالنے والا			

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتدا بھی قسمیہ کلام سے ہوتی ہے اور پانچ چیزوں کی قسم کھائی جاتی ہے۔

پہلی قسم ہے طور کی یعنی وہ کوہ طور جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہوا اور توراۃ عطا فرمائی گئی۔

دوسری قسم ہے اس کتاب کی جو کاغذ میں لکھی ہوئی ہے یہاں کتاب سے کیا مراد ہے اس میں مفسرین کے کئی قول ہیں کسی نے لوح محفوظ مراد لیا ہے کسی نے لوگوں کے اعمال نامے۔ کسی نے طور کی مناسبت سے توراۃ۔ کسی نے قرآن کریم یا تمام آسمانی کتب۔ یہ سب احتمالات ہیں۔

تیسری قسم ہے بیت معمور کی۔ بیت معمور ساتویں آسمان میں فرشتوں کا کعبہ ہے اور دنیا کے خانہ کعبہ کے ٹھیک بالمقابل ساتویں آسمان میں ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ شب معراج میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ کو بیت معمور کی طرف لے جایا گیا جہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت طواف کے لئے داخل ہوتے ہیں اور پھر کبھی ان کو دوبارہ وہاں پہنچنے کی نوبت نہیں آتی۔ یعنی ہر روز ستر ہزار نئے فرشتوں کی باری ہوتی ہے۔

چوتھی قسم ہے سقف مرفوع کی یعنی اونچی چھت کی اس سے مراد یا تو آسمان ہے یا عرش عظیم مراد ہے جو تمام آسمانوں کے اوپر ہے۔

پانچویں قسم ہے بحر مسجور کی یعنی ابلتے ہوئے سمندر کی۔ بعض مفسرین نے بحر مسجور کے مطلب یہ لئے ہیں کہ قسم ہے سمندر کی کہ جو آگ بنا دیا جائے گا جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ قیامت کے روز سارا سمندر آگ بن جائے گا جیسا کہ سورۃ تکویر میں ہے واذا البحار سجرت جس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ شمس وقمر اور تمام ستاروں کو سمندر میں ڈال دیں گے اور پھر اس پر تیز ہوا چلے گی جس سے سارا سمندر آگ ہو جاوے گا جو پھر جہنم میں شامل ہو جاوے گا۔ (معارف القرآن)

تو یہ پانچ قسمیں کھا کر فرمایا جاتا ہے ان عذاب ربک لواقع یعنی بیشک آپ کے رب کا عذاب منکرین ومکذبین کے لئے ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔ یہ تمام چیزیں جن کی یہاں قسم کھائی گئی شہادت دیتی ہیں کہ وہ خدا بہت بڑی قدرت اور عظمت والا ہے پھر اس کی نافرمانی کرنے والوں پر عذاب کیوں نہیں آئے گا اور کس کی طاقت ہے جو اس کے بھیجے ہوئے عذاب کو الٹا واپس کر دے تو گویا انسانوں کو یہاں سنایا گیا

کہ خوب کان کھول کر سن لو کہ اللہ کا عذاب منکرین ومکذبین کو پکڑ کر رہے گا اس کو آنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی تو تنبیہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس عذاب سے بچنا ہے تو اللہ پر ایمان لا کر اس کی باتوں کو سچ جانو اور ان کو مانو۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ایک روایت لکھی ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروقؓ شہر کی دیکھ بھال کے لئے نکلے تو ایک مکان سے کسی مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی وہ یہی سورۃ والطور پڑھ رہے تھے۔ آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے جب وہ اس آیت پر پہنچے ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع تو آپ کی زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم سچی ہے پھر سواری سے اتر پڑے اور دیوار سے سہارا لگا کر بیٹھ گئے۔ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش وحواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن خدا کے کلام کی اس ڈراونی آیت کے اثر سے دل کی کمزوری کی یہ حالت تھی کہ مہینہ بھر تک بیمار پڑے رہے لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی اس وقت ہچکی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے چنانچہ ۲۰ دن تک آپ کی عیادت کی جاتی رہی۔ اللہ اکبر یہ تھا قرآن کی تاثیر کا عالم ان حضرات کے قلوب پر اور ایک ہم بھی ان ہی حضرات کے نام لیوا ہیں کہ جن کے نزدیک اب قرآن ۱۴ سو سال پرانی کتاب ہو گئی اب اس میں ہمارے مسائل کا حل کہاں؟ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ یہی قرآن تھا کہ ہمارے سلف صالحین اس کے عامل ہو کر دین ودنیا کی عزت وکامرانی لے گئے اور اسی قرآن سے انحراف کر کے ہم دین ودنیا میں ناکامی ونامرادی مول لے رہے ہیں۔ مگر اب یہ کس سے کہا جائے اور کس کی سمجھ میں یہ بات آنے والی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے طفیل میں ہمارے قلوب کو بھی قرآنی اثرات سے جلوہ گر فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے جس روز یعنی قیامت میں عذاب ہوگا اس دن کی کچھ کیفیت بیان کی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا اور کفر وشرک سے بچایا۔

اللہ تعالیٰ اس اسلام اور ایمان کی برکت سے دین ودنیا دونوں جہاں میں اپنے عذاب سے ہم کو محفوظ رکھیں اور قیامت کی سختیوں سے بچائیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہمارے حال پر رحم فرما کر ہم کو دین اسلام کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطا فرمادیں اور دین اسلام کی برکت سے ہمارے مسائل حل فرمائیں اور ہماری مشکلات کو دور فرمائیں اور ہماری ذلت وناکامی کو عزت وشوکت سے بدل دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ؕ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ

(اور یہ اس روز واقع ہوگا) جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا۔ اور پہاڑ ہٹ جاویں گے۔ تو جو لوگ جھٹلانے والے ہیں (اور) جو (تکذیب کے) مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں۔

فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۘ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا

اُن کی اُس روز کم بختی آئے گی۔ جس روز کہ ان کو آتش دوزخ کی طرف دھکے دے دے کر لادیں گے۔ یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ

تو کیا یہ (بھی) سحر ہے (دیکھ کر بتلاؤ) یا یہ کہ تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا۔ اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہار نہ کرنا، تمہارے حق میں

عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

دونوں برابر ہیں، جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جائے گا۔

يَوْمَ تَمُوْرُ جس دن تھرتھرائے گا	السَّمَآءُ آسمان	مَوْرًا تھرتھرا کر	وَّتَسِيْرُ اور چلیں گے	الْجِبَالُ پہاڑ	سَيْرًا چلنے کی طرح	فَوَيْلٌ سو بربادی	يَّوْمَئِذٍ اس دن	
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	الَّذِيْنَ وہ جو	هُمْ وہ	فِيْ خَوْضٍ مشغلہ میں	يَّلْعَبُوْنَ کھیلتے ہیں	يَوْمَ جس دن	يُدَعُّوْنَ وہ دھکیلے جائیں گے		
اِلٰى طرف	نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	دَعًّا دھکے دے کر	هٰذِهِ یہ ہے	النَّارُ الَّتِيْ وہ آگ جو	كُنْتُمْ تم تھے	بِهَا اس کو	تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے	اَفَسِحْرٌ تو کیا جادو؟
هٰذَا یہ	اَمْ اَنْتُمْ یا تم	لَا تُبْصِرُوْنَ دکھائی نہیں دیتا تمہیں	اِصْلَوْهَا اس میں داخل ہو جاؤ	فَاصْبِرُوْٓا پھر تم صبر کرو	اَوْ یا	لَا تَصْبِرُوْا نہ صبر کرو	سَوَآءٌ برابر	
عَلَيْكُمْ تم پر	اِنَّمَا تُجْزَوْنَ سوائے اس کے نہیں تمہیں بدلہ دیا جائے گا	مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے						

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ یہ فرمایا گیا تھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب قیامت میں منکرین و مکذبین پر آ کر رہے گا اور اس کو آنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اب آگے اس قیامت کے دن کی کچھ کیفیت بیان کی جاتی ہے کہ وہ کیسا ہولناک دن ہو گا اور اس روز منکرین و مکذبین کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان جو کیسی عظیم مخلوق ہے وہ بھی لرز کر اور کانپ کر پھٹ پڑے گا۔ اور پہاڑ جو کتنے بھاری، مضبوط اور وزنی ہوتے ہیں قیامت کے دن اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اس دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اس کی ہر چیز ایک دن بگڑ کر اور ختم ہو کر رہے گی۔ اور اس کے بعد نیا انتظام ہوگا اور انسان اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے میدان حشر میں حاضر کیا جائے گا۔ تو جب قیامت کا دن آئے گا تو لوگ دیکھ لیں گے کہ قیامت کے متعلق جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے بتایا تھا وہ بالکل ٹھیک اور درست تھا لیکن جو لوگ آج دنیا کے مزوں میں پڑے ہوئے ہیں اور کھیل کود میں مشغول ہیں اور طرح طرح کی باتیں بناتے اور آخرت کی تکذیب کرتے ہیں ان کے لئے اس روز سخت خرابی اور تباہی ہے۔ فرشتے ان کو سخت ذلت کے ساتھ دھکیلتے ہوئے دوزخ کی طرف ہانک کر لے جائیں گے اور وہاں پہنچا کر کہا جائے گا کہ یہ جہنم کی آگ حاضر ہے جس کو تم دنیا میں جھوٹ جانتے تھے اور اللہ کے رسولوں کو جادوگر اور ان کی وحی کو جادو کہا کرتے تھے۔ ذرا اب بتلاؤ کہ یہ جہنم جس کی خبر انبیاء نے دنیا میں دی تھی کیا واقعی جادو یا نظر بندی ہے یا جیسے تم دنیا میں حق کی طرف سے اندھے تھے اور کچھ نہ سوجھتا تھا اسی طرح کیا اب بھی نہیں سوجھتا۔ اچھا اب اس جہنم میں جاؤ اور اس میں پڑ کر گھبراؤ اور چلاؤ گے تب بھی کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں اور بفرض محال صبر کر کے چپ رہو تب بھی تم پر کوئی رحم

کھانے والا نہیں۔ غرض دونوں حالتیں برابر ہیں۔ اس جیل خانہ سے نکلنے کی تمہارے لئے کوئی سبیل نہیں اور جو کچھ تمہیں سزا ملی یہ کوئی ظلم نہیں۔ تم نے کرتوت ہی دنیا میں ایسے کیئے تھے جس کی سزا یہی حبس دوام اور ابدی عذاب ہے۔ اس سے اب تمہاری رہائی کی کوئی صورت نہیں۔

اب یہاں ان آیات میں احوال قیامت میں سے صرف دو چیزوں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ ایک تو یوم تمور السمآء موراً۔ یعنی جس روز آسمان کانپنے اور تھرتھرانے لگے گا۔ دوسرے وتسیر الجبال سیراً۔ اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاویں گے۔ اسی طرح کے دوسرے ہولناک حوادث وواقعات کا ذکر قرآن کریم کی دوسری سورتوں میں آیا ہے۔ مثلاً تیسویں پارہ کی سورہ اذالشمس کورت میں اور اذالسمآء انفطرت میں۔ ایک حدیث صحیح میں وارد ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے روز کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھ لے تو اس کو چاہئے کہ اذا الشمس کورت کو پڑھے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر اتنی جلدی بڑھاپا کیوں آگیا؟ یعنی آپ کے مزاج مبارک کی قوت سے یہ توقع نہ تھی کہ اتنی عمر میں آثار بڑھاپے کے آپ پر ظاہر ہوں گے۔ یہ بات ہمارے قیاس کے خلاف وقوع میں آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو ان پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ سورہ ھود. سورہ واقعہ. سورہ والمرسلٰت. سورہ عمّ یتسآءلون. اور سورہ اذالشمس کورت. ان سورتوں میں احوال قیامت اور عذاب الٰہی جو دنیا و آخرت میں لوگوں پر گزرا اور گزرے گا مذکور ہے تو مجھ کو اس کے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہے۔ اور غم کا خاصہ یہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہے۔ تو قرآن کریم کے آیات کی حیرت انگیز تاثیر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قلوب پر ہوتی تھی اس کا تو کیا ہی کہنا۔ مشرکین عرب اور کفار مکہ جنہوں نے قرآن کا نام جادو رکھا تھا وہ اس کی کلامی تاثیر سے بچنے کے لئے اس امر کی انتہائی کوشش کرتے تھے کہ ان کے اور ان کے اہل وعیال کے کانوں میں قرآن کی آواز نہ پڑنے پائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو مکہ سے نکالنے کا عذر کفار نے یہی پیش کیا تھا کہ وہ قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور اس کی آیتیں سن کر ہمارے بال بچے متاثر ہوتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ کہیں قرآن سے متاثر ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں اور خود اسی قرآن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لوانزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل لرایتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ (اگر یہ قرآن پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ خدا کے ڈر کی وجہ سے ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا) لیکن افسوس صد ہزار افسوس کہ آج اسی قرآن کی تلاوت مسلمانوں پر کی جاتی ہے اور بار بار کی جاتی ہے لیکن ان کے گوشت کے بنے ہوئے دل سخت پتھر والے پہاڑوں سے زیادہ سخت ثابت ہوتے ہیں کہ نہ اللہ جل جلالہ کا خوف وخشیت دل میں پیدا ہوتا ہے۔ نہ عذاب آخرت کا ڈر ان کو رلاتا ہے۔ نہ قیامت اور حشر کے ہولناک احوال سے ان کے دل پسیجتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آخر یہ کیا بدنصیبی ہے؟ یہ ہمارے قلوب کی شقاوت کس طرح دور ہو؟ بس اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد ہے کہ مولائے کریم اپنا رحم وکرم ہم پر فرمادیں اور ہمارے مردہ قلوب میں زندگی پیدا فرمادیں اور ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرمادیں اور ہمارے دلوں میں سچا خوف آخرت پیدا فرمادیں کہ جو ہم اللہ جل شانہ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے اس دنیا میں بچ جائیں۔

غرض کہ ان آیات میں یہاں بیان ہوئے منکرین ومکذبین کے احوال ان کو قیامت میں پیش آئیں گے۔ آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان متقی بندوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ ان کے لئے قیامت میں کیا صورت حال ہوگی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۙ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ

متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں اور سامانِ عیش میں ہوں گے۔ (اور) ان کو جو چیزیں اُن کے پروردگار نے دی ہوں گی اس سے خوش دل ہوں گے، اور ان کا پروردگار

الْجَحِيْمِ ۙ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ

اُن کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے عملوں کے بدلے میں۔ تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں، اور ہم ان کا گوری گوری

بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ

بڑی بڑی آنکھوں والیوں (یعنی حوروں) سے بیاہ کر دیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا، ہم اُن کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کر دیں گے،

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِۍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۙ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا

اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس رہے گا۔ اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا اُن کو مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے۔

يَشْتَهُوْنَ ۙ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۙ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ

(اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے اس میں نہ بک بک لگے گی اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی۔ اور اُن کے پاس ایسے لڑکے آویں جاویں گے

كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۙ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا

جو خالص اُنہی کیلئے ہوں گے گویا وہ حفاظت میں رکھے ہوئے موتی ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ یہ بھی کہیں گے کہ ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر

مُشْفِقِيْنَ ۙ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۙ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۧ

(یعنی دنیا میں انجامِ کار سے) بہت ڈرا کرتے تھے۔ سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچالیا۔ ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اُس سے دعائیں مانگا کرتے تھے، واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بیشک متقی (جمع)	فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں	وَنَعِيْمٍ اور نعمتوں	فٰكِهِيْنَ خوش ہوں گے	بِمَآ اٰتٰىهُمْ اسکے ساتھ جو دیا انہیں	رَبُّهُمْ انکے رب نے		
وَوَقٰىهُمْ اور بچایا انہیں	رَبُّهُمْ انکے رب نے	عَذَابَ عذاب	الْجَحِيْمِ دوزخ	كُلُوْا تم کھاؤ	وَاشْرَبُوْا اور تم پیؤ	هَنِيْٓـًٔا رچتے پچتے	بِمَا اسکے بدلے میں
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے	مُتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگاتے ہوئے	عَلٰى سُرُرٍ تختوں پر	مَّصْفُوْفَةٍ صف بستہ	وَزَوَّجْنٰهُمْ اور اُنکی زوجیت میں دیا ہم نے			
بِحُوْرٍ عِيْنٍ بڑی آنکھوں والی حوریں	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَاتَّبَعَتْهُمْ اور انہوں نے پیروی کی	ذُرِّيَّتُهُمْ اُن کی اولاد	بِاِيْمَانٍ ایمان کیساتھ		
اَلْحَقْنَا ہم نے ملا دیا	بِهِمْ انکے ساتھ	ذُرِّيَّتَهُمْ اُن کی اولاد	وَمَآ اور جو	اَلَتْنٰهُمْ کمی نہیں کی ہم نے	مِّنْ عَمَلِهِمْ ان کے عمل سے	مِّنْ شَيْءٍ کوئی چیز کچھ	
كُلُّ امْرِۍ ہر آدمی	بِمَا اسمیں جو	كَسَبَ اس نے کمایا (اعمال)	رَهِيْنٌ رہن	وَاَمْدَدْنٰهُمْ اور ہم انکی مدد کریں گے	بِفَاكِهَةٍ پھلوں کیساتھ	وَّلَحْمٍ اور گوشت	
مِّمَّا اس سے	يَشْتَهُوْنَ جو انکا جی چاہیگا	يَتَنَازَعُوْنَ چھینا جھپٹی کریں گے	فِيْهَا اس میں	كَاْسًا وہ پیالہ	لَّا لَغْوٌ نہ بکواس	فِيْهَا اس میں	وَلَا تَاْثِيْمٌ اور نہ گناہ کی بات
وَيَطُوْفُ اور ارد گرد پھریں گے عَلَيْهِمْ ان پر۔ کے غِلْمَانٌ خدمتگار لڑکے لَّهُمْ ان کیلئے كَاَنَّهُمْ گویا وہ لُؤْلُؤٌ موتی مَّكْنُوْنٌ چھپا کر رکھے ہوئے							
وَاَقْبَلَ اور متوجہ ہوگا	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض (ایک)	عَلٰى بَعْضٍ بعض پر (دوسرے کی طرف)	يَّتَسَآءَلُوْنَ آپس میں پوچھتے ہوئے	قَالُوْٓا وہ کہیں گے			

10

اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	قَبْلُ پہلے	فِيْٓ اَهْلِنَا اپنے اہل خانہ میں	مُشْفِقِيْنَ ڈرتے تھے	فَمَنَّ اللّٰهُ تو احسان کیا اللہ نے	عَلَيْنَا ہم پر	وَوَقٰنَا اور ہمیں بچالیا	عَذَابَ عذاب
السَّمُوْمِ گرم ہوا(لو)	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	نَدْعُوْهُ ہم اسکو پکارتے	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہی	الْبَرُّ احسان کرنیوالا	الرَّحِيْمُ رحم کرنیوالا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین ومکذبین کا حال جو قیامت میں ہوگا۔ بیان فرمایا گیا تھا۔

اب ان کے ضد اور مقابلہ میں قیامت میں اہل ایمان متقین کو کس طرح نوازا جائے گا اور ان کو وہاں کیا نعمتیں میسر ہوں گی یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتے تھے وہ وہاں بالکل مامون اور بے فکر ہوں گے اور انہیں جنت کے باغات میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر قسم کے راحت و آرام کے سامان موجود ہوں گے اور وہ خوشی خوشی وہاں کی نعمتوں کو کھا پی رہے ہوں گے اور یہ نعمت کیا کم ہوگی کہ انہیں اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ خوب کھاؤ پیو مزہ کے ساتھ یعنی بے مشقت' بے رنج' بے کھٹکے' نہ مرض کا کھٹکا نہ کسی تکلیف کا ڈر۔ نہ پکانے اور کما کر لانے کا فکر۔ نہ کم ہو جانے کا اندیشہ اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ بدلہ ہے ان نیک اعمال کا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جنتیوں کی مجلس اس طرح ہوگی کہ سب جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تخت پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آرام سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کی شادیاں گوری گوری بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دی جائے گی یہ حال تو سب اہل ایمان متقین کا ہوا۔ آگے ان خاص مومنین کا ذکر ہے جن کی اولاد بھی صاحب ایمان تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے متقین کی اولاد کو ان ہی کے درجہ اور مقام پر پہنچا دے گا اور جنت میں ان کے ساتھ کردے گا گو اس اولاد کے اعمال واحوال اپنے بزرگوں کے رتبہ کے نہ ہوں گے۔ یہ متقین کے اکرام اور عزت افزائی کے لئے ہوگا کہ ان کی ایماندار اولاد کو بھی ان کے درجہ میں ان کے ساتھ شامل کردیا جائے گا اور یہ شامل کر دینا اور ساتھ رکھنا اس طرح نہ ہوگا کہ متقین کے اعمال میں سے کچھ لے کر ان کی اولاد کو دے دیا جائے اور کاملین کی بعض نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ان کی ذریت کو دے دیا جائے۔ نہیں بلکہ اللہ کا یہ فضل واحسان ہوگا کہ کمتروں کو ابھار کر کاملین کے درجہ میں پہنچا دیا جائے گا۔ کاملین اور ان کی ذریت کو جنت میں دونوں کو برابر کر دینے کی مثال ایسی سمجھی جائے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس چھ سو روپے ہوں اور ایک کے پاس چار سو اور دونوں کو برابر کرنا مقصود ہو تو اس کی ایک صورت تو یہ ہوسکتی ہے کہ ۶۰۰ والے سے ۱۰۰ روپیہ لے کر اس ۴۰۰ والے کو دے دیئے جائیں کہ دونوں کے پاس پانچ پانچ سو ہو گئے اور دوسری صورت جو کریموں کے شان کے لائق ہے یہ ہے کہ ۶۰۰ والے سے کچھ نہ لیا جائے بلکہ اس ۴۰۰ والے کو ۲۰۰ روپیہ اپنے پاس سے دیدیں اور دونوں کو برابر کردیں تو جنت میں متقین کے ساتھ پہلی صورت واقع نہ ہوگی بلکہ دوسری صورت واقع ہو گی کہ کاملین اپنے درجہ عالیہ میں بدستور رہیں گے اور کم درجہ والی اولاد کو وہاں پہنچا دیا جاوے گا لیکن اس اولاد میں ایمان کی شرط ہونا ضروری ہے اگر وہ ذریت مومن نہیں تو مومنین آباء کے ساتھ الحاق نہیں ہوسکتا کیونکہ بغیر ایمان کے تو جنت ہی میں داخلہ نہیں اور کافروں میں سے ہر شخص اپنے اعمال کفریہ کی وجہ سے جہنم میں ماخوذ رہے گا اور کفر کی وجہ سے نجات کی کوئی صورت نہیں اس لئے مومنین متقین کے ساتھ ملا دینے میں اولاد میں ایمان کا ہونا شرط ہے آگے پھر مطلق اہل ایمان اور اہل جنت کا بیان ہے کہ ان کو جس قسم کا گوشت مرغوب ہو اور جس جس میوے و پھل پھلار کو دل چاہے بلاتوقف لگاتار حاضر کئے جائیں گے اور جنتی وہاں آپس میں بطور خوش طبعی کے آپس میں شراب سے بھرے ہوئے پیالہ ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی بھی کریں گے جیسا کہ اکثر دنیا میں بے تکلف احباب کیا کرتے ہیں مگر

وہ جنت کی شراب دنیا جیسی شراب نہ ہوگی کہ جس میں نشہ اور فتور عقل ہو۔ وہ جنت کی شراب تمام گندگیوں سے دور۔ رنگ میں سفید۔ پینے میں خوش ذائقہ۔ نہ اس کے پینے سے حواس معطل ہوں۔ نہ عقل زائل ہو۔ نہ دردسر ہو۔ نہ بک بک جھک جھک۔ نہ ہذیان نہ بے ہوشی نہ کوئی اور گناہ کی بات۔ پھر وہاں جنت میں جنتیوں کی خدمت کے لئے کمسن نوعمر خوبصورت خدمت گزار ہوں گے۔ جن کی صفائی اور پاکیزگی کا یہ حال ہوگا جیسے موتی اپنے غلاف کے اندر بالکل صاف شفاف رہتا ہے۔ گرد وغبار کچھ نہیں پہنچتا۔ جنتی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت بھی کریں گے اور اثنائے گفتگو میں یہ بھی کہیں گے کہ بھائی ہم تو دنیا میں انجام کار سے بہت ڈرا کرتے تھے کہ دیکھئے مرنے کے بعد کیا انجام ہو۔ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیسا مامون و مطمئن کر دیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہ لگی۔ ہم اپنے رب کو ڈر کر اور امید باندھ کر پکارا کرتے تھے۔ آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی عنایت و مہربانی سے ہماری پکار سنی اور ہمارے ساتھ کیسا اچھا کریمانہ سلوک کیا۔

ان آیات زیر تفسیر سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ جنتیوں کو جنت میں پہنچ کر دنیا کا حال بھی سب یاد رہے گا اسی طرح جہنمیوں کو بھی دنیا کی سب باتیں یاد ہوں گی۔

۲۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں آخرت کو بکثرت یاد کرتے رہنا۔ اپنے انجام سے ڈرتے رہنا اور اپنے حسن انجام کی دعائیں دنیا میں کرتے رہنا یہ متقین مومنین کی علامات میں سے ہیں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ بزرگوں اور دین داروں کے ساتھ نسبی تعلق آخرت میں باعث نفع ہوگا بشرط ایمان۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کی اولاد کو بھی ان کے بزرگ آباء کے درجہ میں پہنچا دیں گے اگرچہ وہ عمل کے اعتبار سے جنت کے اس درجہ کے مستحق نہ ہوں تاکہ ان بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے ایک دوسری روایت ہے کہ جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے ماں باپ بیوی اور اولاد کے متعلق دریافت کرے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ ان سے کہا جائے گا کہ وہ تمہارے درجہ کو نہیں پہنچے اس لئے ان کا جنت میں اپنا الگ مقام اور درجہ ہے یہ شخص حق تعالیٰ سے عرض کریگا کہ اے میرے پروردگار میں نے دنیا میں جو کچھ کیا تھا وہ اپنے لئے اور ان سب کے لئے کیا تھا تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو بھی اسی درجہ جنت میں ان کے ساتھ رکھا جائے۔ تو ان روایات سے بھی یہ ثابت ہوا کہ آباء صالحین کی برکت سے ان کی اولاد اور متعلقین کو آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔

اب اوپر جو جنت و دوزخ اور جہنمیوں کے بعض عجیب احوال کا ذکر ہوا تو منکرین و مکذبین ان کو کب مانتے اور ایسی باتوں پر معاذ اللہ کبھی تو آنحضرتؐ کو دیوانہ کبھی کاہن وغیرہ بتاتے جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے آگے آپ کی تسلی فرمائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم سب کو انجام کی خیر و خوبی نصیب فرما اور اپنے کرم سے عذاب جہنم سے بچا کر جنت نعیم میں داخل ہونا نصیب فرما۔
یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمارے اہل و عیال کو بھی اس دنیا کی زندگی میں عذاب جہنم سے پناہ مانگنے کی توفیق نصیب فرما۔
اور ہمارے اہل و عیال کو دنیا میں بھی ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنا اور آخرت میں ان کی نجات اور مغفرت سے ہم کو خوشی اور مسرت نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝٢٩ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ

تو آپ سمجھاتے رہیئے کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں۔ (جیسا کہ یہ مشرکین کہتے ہیں)۔ ہاں کیا یہ لوگ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم

الْمَنُوْنِ ۝٣٠ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝٣١ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ

ان کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ (بہتر) تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ کیا اُن کی عقلیں اُن کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں، یا یہ ہے کہ یہ شریر

طَاغُوْنَ ۝٣٢ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝٣٣ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝٣٤

لوگ ہیں۔ ہاں کیا یہ (بھی) کہتے ہیں کہ انہوں نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے۔ تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں اگر یہ (اس دعویٰ میں) سچے ہیں۔

فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں	فَمَآ اَنْتَ تو آپ نہیں	بِنِعْمَتِ فضل سے	رَبِّكَ اپنا رب	بِكَاهِنٍ کاہن	وَّلَا اور نہ	مَجْنُوْنٍ دیوانہ	اَمْ کیا
يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	شَاعِرٌ شاعر	نَّتَرَبَّصُ ہم منتظر ہیں	بِهٖ اس کے ساتھ	رَيْبَ حوادث	الْمَنُوْنِ زمانہ	قُلْ فرمادیں	تَرَبَّصُوْا تم انتظار کرو
فَاِنِّيْ بیشک میں	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	مِّنَ سے	الْمُتَرَبِّصِيْنَ انتظار کرنے والے	اَمْ تَاْمُرُهُمْ کیا حکم دیتی (سکھائی) ہیں انہیں	اَحْلَامُهُمْ ان کی عقلیں		
بِهٰذَآ یہی	اَمْ هُمْ یا وہ	قَوْمٌ طَاغُوْنَ سرکش لوگ	اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا وہ کہتے ہیں؟	تَقَوَّلَهٗ اس نے اسے گھڑ لیا ہے	بَلْ بلکہ	لَّا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لاتے	
فَلْيَاْتُوْا تو چاہیے کہ وہ لے آئیں	بِحَدِيْثٍ ایک بات	مِّثْلِهٖٓ اس جیسی	اِنْ كَانُوْا اگر وہ ہیں	صٰدِقِيْنَ سچے			

تفسیر و تشریح: منکرین و مکذبین ازراہ انکار و تکذیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) کبھی دیوانہ کہتے کبھی کاہن بتاتے یعنی جنات اور شیاطین سے خبریں لے کر بتاتے ہیں اور کبھی شاعر بتاتے۔ کفار و منکرین کے ان الزامات کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین کے کہنے کی پرواہ نہ کیجئے۔ اور ان کو بھلا برا سمجھاتے رہیئے اور پیغمبرانہ نصیحتیں کرتے رہیئے۔ آپ ان کی بکواس سے دل گیر نہ ہوں۔ جب اللہ کے فضل و رحمت سے نہ آپ کاہن ہیں۔ نہ مجنون بلکہ اس کے مقدس رسول ہیں تو نصیحت کرتے رہنا آپ کا فرض منصبی ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے رسول کو شاعر بتلاتے ہیں اور آپ کی باتوں اور نصیحتوں کو محض ایک شاعر کی سی باتیں سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح قدیم زمانہ کے بہت سے شعرا گردش زمانہ سے یونہی مر مرا کر ختم ہو گئے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح معاذ اللہ ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ کوئی کامیاب مستقبل ان کے ہاتھ میں نہیں۔ محض چند روز کی وقتی واہ واہ ہے اور بس۔ کفار کے ان خیالات کے تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیجئے کہ اچھا تم میرا انجام دیکھتے رہو۔ میں تمہارا انجام دیکھتا ہوں۔ عنقریب کھل جائے گا کہ کون کامیاب ہے اور کون ناکام و خاسر؟ گویا اس میں اشارۃً پیشین گوئی فرما دی گئی کہ میرا انجام فلاح و کامیابی ہے اور تمہارا انجام خسارہ اور ناکامی ہے۔ اور الحمد للہ دنیا نے دیکھ لیا کہ یونہی ہوا۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ منکرین ہمارے پیغمبر کو مجنون کہہ کر گویا اپنے کو بڑا عقلمند ثابت کرتے ہیں۔ کیا ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں جو ان کو یہ سکھاتی ہے کہ ایک انتہائی صادق۔ امین۔ عاقل۔ کامل اور فرزانہ اور سچے پیغمبر کو شاعر۔ یا کاہن یا دیوانہ قرار دے کر نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر یہ شاعروں اور پیغمبر کے

کلام میں تمیز بھی نہیں کر سکتے۔تو کیسے عقلمند ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ دل میں سمجھتے سب کچھ ہیں محض شرارت اور ضد وعناد سے باتیں بناتے ہیں۔ان منکرین کا کیا یہ خیال ہے کہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جو کچھ سنا رہے ہیں وہ اللہ کا کلام نہیں؟ بلکہ اپنے دل سے گھڑ لیا؟ اور جھوٹ موٹ خدا کی طرف منسوب کر دیا؟ (معاذ اللہ) سو نہ ماننے کے تو ہزار بہانے ہیں۔جو شخص ایک بات پر یقین نہ رکھے اور اسے تسلیم نہ کرنا چاہے وہ اسی طرح کے بے سر و پا احتمالات نکالا کرتا ہے ورنہ انسان ماننا چاہے تو اتنی بات سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ وہ دنیا کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کر کے بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے۔اور قرآن تو بڑی چیز ہے اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورۃ بھی قیامت تک نہیں بنا سکتے۔جیسے خدا کی زمین جیسی زمین اور اس کے آسمان جیسا آسمان بنانا کسی سے ممکن نہیں اس طرح اس کے قرآن جیسا قرآن بنالانا بھی محال اور ناممکن ہے۔تو گویا کفار کے قرآن کو کلام الٰہی نہ ماننے کے دو طور پر رد ہو گئے ایک تحقیقی جواب سے ایک الزامی جواب سے۔تحقیقی جواب تو یہ فرمایا گیا کہ یہ جو قرآن کو نہیں مانتے تو صرف اس وجہ سے کہ یہ لوگ بوجہ ضد وعناد کے اس کی تصدیق نہیں کرتے اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی آدمی تصدیق نہیں کرتا ہزار وہ حق ہو مگر اس کی ہمیشہ نفی ہی کیا کرتا ہے اور دوسرا الزامی جواب یہ دیا گیا کہ اچھا اگر یہ قرآن کسی کا بنایا ہوا ہے تو یہ مشرکین عرب بھی عربی اور بڑے فصیح و بلیغ قادر الکلام ہیں اس طرح کا کوئی کلام بنا کر لے آئیں اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔اور جب نہیں لا سکتے تو پھر اس کو اللہ کا کلام ماننا پڑے گا۔یہ قرآن کی حقانیت اور کلام الٰہی ہونے میں ایسا کھلا ہوا چیلنج تمام دنیا کے انسانوں کو دیا گیا ہے کہ جس کے سامنے آج تک سب عاجز رہے اور قیامت تک عاجز رہیں گے۔

اب غور کیجئے کہ نبی کریم۔محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار مکہ اور مشرکین عرب کو کس دلسوزی کے ساتھ دین و دنیا کی سعادتوں اور نعمتوں کی طرف بلاتے ہیں اور اسلام اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں اور منکرین ومکذبین اس کے بدلہ میں آپ کی ابتدائے بعثت کے وقت ظاہری مجبوری اور بے بسی کو دیکھ کر آپ کی شان میں کیسی گستاخیاں کرتے اور کیسے کیسے ناز یبا الزامات واتہامات آپ پر لگاتے۔کبھی آپ کو مجنون و دیوانہ کہا جاتا (معاذ اللہ) کبھی کاہن کہا جاتا جن کا تعلق شیاطین و جنات سے ہوتا تھا۔کبھی بے تکی خیالی اور فرضی مبالغہ آمیز باتیں کرنے والا شاعر کہا جاتا۔ظاہر ہے کہ ان بے جا الزامات واتہامات سے آپ کو کیسی قلبی اذیت پہنچتی ہو گی۔پھر معاندین اور منکرین و مکذبین نے محض زبانی گستاخی پر اکتفانہ کیا بلکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی ایذائیں بھی پہنچانے کی سعی کرتے رہتے۔آپ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیئے جاتے۔آپ کے سر مبارک پر کیچڑ ڈالی جاتی۔آپ کے بدن مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال کر آلودہ کر دیا جاتا۔تین سال تک آپ کو اور آپ کے متبعین کو شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا اور کھانے پینے کی تمام چیزوں کا بائیکاٹ کر کے فاقہ کشی پر مجبور کیا گیا۔اور جب آپ طائف میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے تو ظالموں نے آپ پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپ زخمی ہو گئے اور آپ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔اور جب آپ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو مظالم آپ کے بازو پکڑ کر دوبارہ پتھر برسانے کے لئے کھڑا کر دیتے اور ہنستے۔ایک حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا۔اور اللہ کی راہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا اور ایک دفعہ تیس رات دن مجھ پر اس حال میں گذرے کہ میرے اور بلال کے لئے کھانے کی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے سوائے

اس کے جو بلالؓ نے اپنی بغل کے اندر چھپا رکھا تھا۔

کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات اور اتہامات لگاتے اور کلمات گستاخی بکتے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کیا تلقین فرماتے ہیں؟ یہاں پہلی ہی آیت میں ارشاد ہے:۔

فذکر فمآ انت بنعمت ربک بکاھن ولا مجنون

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سمجھاتے رہئے کیونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں نہ مجنون ہیں۔ اس ارشاد خداوندی کی تعمیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کا حق ادا کر دیا۔ اور امت کے لئے کوئی دقیقہ اور گوشہ ایسا نہیں چھوڑا کہ جہاں تذکیر یعنی سمجھانے بجھانے نصیحت و ہدایت کرنے۔ تعلیم و تلقین سے چھوڑا ہو۔ اب کفار و مشرکین اور منکرین و مکذبین کا تو کیا ذکر۔ آج جو آپ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں وہ بھی اکثر آپ کی تذکیر یعنی سمجھانے بجھانے اور نصیحت و تعلیم و تلقین سے نہ صرف بے گانہ بلکہ روگرداں ہیں۔ جس نبی رحمتؐ نے کیسے شدائد اور سخت حالات میں بھی امت کی تذکیر کو نہ چھوڑا وہ امت آج آپ کی تذکیر کی کیسی قدر دانی کر رہی ہے؟ پس اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد اور دعاء ہے کہ مولائے کریم اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل اور صدقہ میں ہم کو اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تذکیر و تعلیم کا قدر دان بنا دے۔ اور کفار نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں ستایا۔ ہم آپ کے نام لیوا آپ کو اس دنیا سے ظاہری رحلت کے بعد تو اپنی بد عملی سے نہ ستا دیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

الغرض ان آیات میں مضامین رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان ہوئے آگے توحید باری تعالیٰ کے متعلق گفتگو ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی باتیں خود سمجھنے کی اور دوسروں کو بھی سمجھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ دشمنان دین نے جو جو الزامات و اتہامات اس دین حق پر تراشے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی شرارتوں سے بھرے ہوئے سروں کو نیچا کریں اور ان کو ناکام و خاسر بنائیں اور اسلام اور اس کے متبعین کو عزت و بلندی عطا فرمائیں۔ اور انجام کی کامیابی اور خیر و خوبی نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ کے محبوب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تو امت کو سمجھانے کا حق ادا کر دیا۔ یا اللہ ہم کو آپ کی ہدایات و نصائح کا دل و جان سے عامل و حامل بنا دے اور ہمارے وجود کو آپ کی راحت و سرور کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا

کیا یہ لوگ بدوں کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، یا یہ خود اپنے خالق ہیں۔ یا انہوں نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ لوگ (بوجہ جہل کے توحید کا)

يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ

یقین نہیں لاتے۔ کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ (اس محکمہ نبوت کے) حاکم ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر (چڑھ کر آسمان کی) باتیں سن لیا کرتے ہیں

فِيْهِ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا

تو ان میں جو (وہاں کی باتیں سن آتا ہو وہ (اس دعویٰ پر) کوئی صاف دلیل پیش کرے۔ کیا خدا کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے (تجویز ہوں) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا فَالَّذِيْنَ

(تبلیغ احکام کا) مانگتے ہیں کہ وہ تاوان اُن کو گراں معلوم ہوتا ہے۔ کیا اُن کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ کچھ بُرائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، سو یہ کافر

كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾

خود ہی (اس) بُرائی میں گرفتار ہوں گے۔ کیا اُن کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے شرک سے پاک ہے۔

اَمْ خُلِقُوْا کیا وہ پیدا کیے گئے ہیں	مِنْ سے	غَيْرِ شَيْءٍ بغیر کسی شے	اَمْ هُمُ یا وہ	الْخٰلِقُوْنَ پیدا کرنیوالے	اَمْ خَلَقُوْا کیا انہوں نے پیدا کیے؟		
السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضَ اور زمین	بَلْ بلکہ	لَا يُوْقِنُوْنَ وہ یقین نہیں رکھتے	اَمْ عِنْدَهُمْ کیا ان کے پاس	خَزَآئِنُ خزانے	رَبِّكَ تیرا رب	
اَمْ هُمُ یا وہ	الْمُصَيْطِرُوْنَ داروغے	اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے۔ پاس	سُلَّمٌ کوئی سیڑھی	يَسْتَمِعُوْنَ وہ سنتے ہیں	فِيْهِ اس میں۔ پر	فَلْيَاْتِ تو چاہیے کہ لائے	
مُسْتَمِعُهُمْ ان کا سننے والا	بِسُلْطٰنٍ کوئی سند	مُّبِيْنٍ کھلی	اَمْ لَهُ کیا اس کیلئے	الْبَنٰتُ بیٹیاں	وَلَكُمُ اور تمہارے لئے	الْبَنُوْنَ بیٹے	اَمْ تَسْئَلُهُمْ کیا تم ان سے مانگتے ہو
اَجْرًا کوئی اجر	فَهُمْ تو وہ	مِنْ مَّغْرَمٍ تاوان سے	مُّثْقَلُوْنَ دبے جاتے ہیں	اَمْ عِنْدَهُمُ کیا ان کے پاس	الْغَيْبُ غیب	فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ پس وہ لکھ لیتے ہیں	
اَمْ يُرِيْدُوْنَ کیا وہ ارادہ رکھتے ہیں	كَيْدًا کسی داؤ	فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا تو جن لوگوں نے کفر کیا	هُمُ وہی	الْمَكِيْدُوْنَ داؤ میں گرفتار ہونگے			
	اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے	اِلٰهٌ کوئی معبود	غَيْرُ اللّٰهِ اللہ کے سوا	سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ	عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں		

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے منکرین ومکذبین کے متعلق بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور ان کے اس الزام کی تردید میں کہ نعوذ باللہ یہ قرآن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنا لیا ہے جواب دیا گیا تھا کہ اگر یہ قرآن کسی کا بنایا ہوا ہے تو یہ مشرکین عرب بھی عربی زبان کے ماہر اور قادر الکلام ہیں یہ اس جیسا کلام بنا کر لائیں اور جیسا کہ قرآن پاک میں دوسری جگہ فرمایا گیا کہ اگر تمام جن وانس مل کر بھی چاہیں کہ اس قرآن جیسی ایک سورۃ ہی بنالیں تو یہ قیامت تک بھی ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے۔ انہی منکرین و مکذبین کے متعلق مضمون ان آیات میں بھی جاری ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین اللہ کے پیغمبر کی بات کیوں نہیں مانتے؟ کیا ان کے اوپر کوئی خدا نہیں جس کی بات ماننا ان کے ذمہ لازم ہو؟ کیا یہ منکرین بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے آپ خالق ہیں؟ یا ان کا یہ خیال ہے کہ آسمان و زمین ان کے بنائے ہوئے ہیں لہذا اس قلمرو میں جو چاہیں کرتے پھریں کوئی ان کو روکنے ٹوکنے کا اختیار نہیں رکھتا؟ منکرین کے یہ سب خیالات باطل اور مہمل ہیں۔ وہ بھی دلوں

میں جانتے ہیں کہ ضرور خدا موجود ہے جس نے ان کو اور تمام زمین و آسمان کو نیست سے ہست کیا اور عدم سے وجود میں لایا مگر اس علم کے باوجود جو ایمان و یقین ان سے شرعاً مطلوب ہے اس سے منکر اور بے بہرہ ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان منکرین کا یہ خیال ہے کہ گو زمین و آسمان خدا کے بنائے ہوئے ہیں مگر اس نے اپنے خزانوں کا مالک ان کو بنا دیا ہے یا اس کے ملک اور خزانوں پر انہوں نے زور سے تسلط اور قبضہ حاصل کر لیا ہے اور خود صاحب تصرف اقتدار ہو گئے ہیں کہ جو وہ کسی کے مطیع کیوں بنیں؟ کیا ان منکرین و مکذبین کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں سے ملاء اعلیٰ کی باتیں سن آتے ہیں اور پھر جب ان کی رسائی براہ راست اس بارگاہ تک ہو تو انہیں کسی بشر کے اتباع کی کیا ضرورت رہی؟ اگر منکرین میں سے کسی کا یہ دعویٰ ہو تو آگے آئے اور اپنی سند اور حجت پیش کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ منکرین (معاذ اللہ) خدا کو اپنے سے گھٹیا سمجھتے ہیں جیسا کہ ان کی بیٹے اور بیٹیوں کی تقسیم سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ منکرین توحید فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور خود اپنے لئے بیٹوں کا ہونا پسند کرتے ہیں کیا اس لئے اس کے احکام و ہدایات کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ کیا یہ منکرین آپ کی بات اس لئے نہیں مانتے کہ خدانہ کردہ آپ ان سے اس تبلیغ و دعوت پر کوئی معاوضہ طلب کر رہے ہیں جس کے بوجھ سے وہ دبے جا رہے ہیں۔ کیا خود ان پر اللہ اپنی وحی بھیجتا ہے اور پیغمبروں کی طرح اپنے بھید پر مطلع کرتا ہے جسے یہ لوگ لکھ لیتے ہیں جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے کیا اس لئے ان کو آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں؟ اگر ان میں سے کوئی بات نہیں تو پھر کیا ان منکرین کا یہی ارادہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر کے ساتھ داؤ پیچ کھیلیں اور مکر و فریب اور خفیہ تدبیریں گانٹھ کر حق کو مغلوب یا نیست و نابود کر دیں۔ اگر ایسا ہے تو یاد رہے کہ یہ سب داؤ پیچ انہی پر الٹنے والے ہیں۔ عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ حق مغلوب ہوتا ہے یا وہ نابود ہوتے ہیں۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ کیا ان منکرین نے خدا کے سوا کوئی اور حاکم اور معبود تجویز کر رکھے ہیں جو مصیبت پڑے ان کی مدد کریں گے؟ اور جن کی پرستش نے خدا کی طرف سے ان کو بے نیاز کر رکھا ہے؟ سو یاد رہے کہ یہ سب اوہام و وساوس ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک و مثیل یا مقابل و مزاحم ہو۔

بہر حال شرک کی مذمت اور تردید یہاں نہایت پر زور الفاظ میں فرمائی گئی۔ اب آگے مشرکین کو آخرت کی وعید سنائی جاتی ہے اور پھر خاتمہ کی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرما کر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ آپ ہمارے خالق ہیں۔ رازق ہیں۔ معبود ہیں۔ احکم الحاکمین ہیں۔ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچایا اور اسلام و ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

یا اللہ ہم کو اسی توحید کے راستہ پر قائم رکھئے اور ہر طرح کی کجروی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے اور صراط مستقیم پر ہم کو تازیست قائم رکھئے۔ اے اللہ کفار نے ہمیشہ سے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف برائی کا ارادہ رکھا مگر آپ نے ان کی چالوں سے اہل ایمان کو بچایا۔ اے اللہ اب بھی تمام عالم کے کفار کی چالوں سے اور بد ارادوں سے اہل اسلام کو بچا لیجئے اور اہل اسلام کے حامی و مددگار ہو جایئے۔ اے اللہ ہم کو اسلام کا وفادار اور متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسلام کی برکت سے ہمارے مسائل کو حل فرما دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے تو یوں کہہ دیں کہ یہ تو تہ بتہ جما ہوا بادل ہے۔ تو ان کو رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو

الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ

جس میں اُن کے ہوش اڑ جائیں گے۔ جس دن اُن کی تدبیریں ان کے کچھ بھی کام نہ آویں گی اور نہ (کہیں سے) اُن کو مدد ملے گی۔ اور ان ظالموں کیلئے

ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا

قبل اس (عذاب) کے بھی عذاب ہونے والا ہے لیکن ان میں اکثر کو معلوم نہیں۔ اور آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾

اور اُٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے۔ اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں سے پیچھے بھی۔

وَاِنْ اور اگر	يَرَوْا وہ دیکھیں	كِسْفًا کوئی ٹکڑا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	سَاقِطًا گرتا ہوا	يَقُوْلُوْا وہ کہتے ہیں	سَحَابٌ بادل	مَرْكُوْمٌ تہ بتہ (جما ہوا)
فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دو ان کو	حَتّٰى یہاں تک کہ	يُلٰقُوْا وہ ملیں	يَوْمَهُمْ اپنا دن	الَّذِيْ وہ جو	فِيْهِ اس میں	يُصْعَقُوْنَ بے ہوش کر دیئے جائیں گے	
يَوْمَ جس دن	لَا يُغْنِيْ نہ کام آئے گا	عَنْهُمْ ان سے۔ کے	كَيْدُهُمْ ان کا داؤ	شَيْئًا کچھ بھی	وَلَا هُمْ اور نہ وہ	يُنْصَرُوْنَ مدد کئے جائیں گے	
وَاِنَّ اور بیشک	لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا	عَذَابًا عذاب	دُوْنَ ذٰلِكَ ورے۔ علاوہ اس	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان میں سے اکثر		
لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں	لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم پر	فَاِنَّكَ بیشک آپ	بِاَعْيُنِنَا ہماری آنکھوں (حفاظت) میں			
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور آپ پاکیزگی بیان کریں اپنے رب کی تعریف کیساتھ	حِيْنَ جس وقت	تَقُوْمُ آپ اُٹھیں	وَمِنَ اور سے (میں)	الَّيْلِ رات			
فَسَبِّحْهُ پس اس کی پاکیزگی بیان کریں	وَاِدْبَارَ اور پیٹھ پھیرنے	النُّجُوْمِ ستاروں					

تفسیر و تشریح: یہ سورہ طور کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں منکرین و مکذبین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ ان کے خیالات کیسے باطل اور مہمل ہیں اور ان کی سرکشی۔ ضد اور عناد اور ہٹ دھرمی کا کیا حال ہے کہ یہ لوگ ہر سچی بات کے جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین و مکذبین کی سرکشی۔ ضد و عناد کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان کو قائل کرنے کے لئے ان کا کہنا بھی کر دیا جائے تب بھی یہ نہ مانیں گے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ٹالنے اور نہ ماننے کے لئے اپنے خیال میں مشکل سے مشکل شرط لگاتے کہ اگر فلاں بات ہو جائے تو ہم مانیں کہ تم سچے ہو۔ چنانچہ یہ منکرین آپ کی نفی رسالت کے لئے ایک بات یہ بھی کہا کرتے کہ۔ ہم تو آپ کو اس وقت رسول جانیں جب ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑے۔ ایسے منکرین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان کی فرمائش کے موافق فرض کیجئے کہ آسمان سے ایک ٹکڑا ان پر گرنے لگے اور یہ کھلی آنکھوں دیکھ لیں کہ ہاں سر پر آسمان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر گر رہا ہے تب بھی یہ ماننے والے نہیں۔ اس کی بھی یہ کوئی تاویل کر دیں گے اور اس وقت کہہ دیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں بلکہ بادل کا ایک حصہ گاڑھا اور منجمد ہو کر گر پڑا ہے جیسے بڑے بڑے اولے کبھی گرتے ہیں۔ تو بھلا ایسے متعصب معاندوں سے ماننے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ اسلئے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ انہیں انکے حال

پر چھوڑ دیجئے کہ چند روز اور کھیل لیں اور باتیں بنالیں آخر وہ دن آنا ہے جب قہر الٰہی کی کڑک بجلی سے ان کے ہوش وحواس جاتے رہیں گے۔اس دن ان کی ساری فریب کاریاں رکھی کی رکھی رہ جائیں گی۔ کوئی مکاری حیلہ وتدبیر وہاں کام نہ دے گی اور ساری چوکڑی اور چالاکی بھول جائیں گے۔آج جن جن کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا حامی اور مددگار جانتے ہیں اس دن سب کے منہ تکیں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی ذرا بھی مدد کر سکے یا ان کی طرف سے کچھ عذر بھی پیش کر سکے اور یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن عذاب ہو اور یہاں اطمینان اور آرام کے ساتھ زندگی گزار لیں بلکہ ان ناانصافوں اور ہٹ دھرموں کے لئے آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ان کے لئے ایک سزا ہے جو مل کر رہے گی۔ جیسے قحط۔ قید اور قتل وغیرہ۔ اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی سزا کے لئے ایک وقت معین کر چکے ہیں تو آپ صبر واستقامت کے ساتھ اپنے رب کی تجویز کا انتظار کیجئے جو آپ کے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے گی اور آپ کو مخالفین کی طرف سے کوئی ضرر اور نقصان بھی نہ پہنچے گا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اسکے زیر حفاظت ہیں اور اگر ان کے کفر کا غم دل پر آئے تو اس کا علاج یہ ہے کہ توجہ الی اللہ رکھا کیجئے مثلاً یہ کہ اٹھتے وقت یعنی مجلس سے یا سونے سے اٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح تحمید اور عبادت گزاری میں لگے رہیئے اور رات کے کسی حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے حاصل یہ کہ اپنے دل کو ادھر مشغول رکھئے پھر فکر وغم کا غلبہ نہ ہوگا۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا وسبح بحمد ربک حین تقوم اور اٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے تو اس کا ایک مطلب تو مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں اور دوسرا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ جب آپ رات کو جاگیں تو یہ دونوں ہی مطلب درست ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نماز کو شروع کرتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولآ الٰہ غیرک** یعنی اے اللہ تو پاک ہے۔تمام تعریفوں کا مستحق ہے تیرا نام برکتوں والا ہے تیری بزرگی بہت بلند وبالا ہے۔ تیرے سوا معبود برحق اور کوئی نہیں۔اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگے اور کہے **لآ الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر. سبحان اللہ والحمد للہ ولآ الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الاباللہ ط** پھر خواہ اپنے لئے بخشش کی دعا کرے خواہ جو چاہے طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے پھر اگر اس نے پختہ ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز بھی ادا کی تو وہ نماز قبول کی جاتی ہے۔ اب رہا مجلس سے اٹھنے کے وقت کی تسبیح وتحمید تو ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی کہ جب کبھی کسی مجلس سے کھڑے ہوں تو **سبحنک اللھم وبحمدک اشھد ان لآ الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھیں اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ کلمات ایسے ہیں کہ جو انہیں کسی مجلس سے اٹھتے وقت تین مرتبہ کہہ لے تو اس کے لئے یہ کفارہ ہو جاتے ہیں۔مجلس خیر اور مجلس ذکر میں انہیں پڑھنے سے یہ مثل مہر کے ہو جاتے ہیں۔اسی تلقین وتعلیم پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

سورۃ الطور کے خواص

۱......قیدی اگر سورۃ الطور کی تلاوت کی کثرت رکھے تو اس کی رہائی کے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔۲......مسافر اگر سورۃ الطور کی تلاوت کرتا رہے تو ہر تکلیف وپریشانی سے محفوظ رہے گا۔۳......اگر سورۃ الطور پانی پر دم کر کے وہ پانی بچھو پر چھڑکا جائے تو بچھو مر جاتا ہے۔(الدر النظیم)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ضد اور ہٹ دھرمی کی کافرانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔اور دین کی بات سن کر ہمارے قلوب ایمان ویقین کے ساتھ مان لینے کے لئے تیار ہوں۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی ذلت اور رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں اور ہم کو ہمہ وقت اپنے ذکر وفکر اور تسبیح وتحمید کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ

قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے (ہمہ وقت) ساتھ کے رہنے والے نہ راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہو لئے۔

اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

وَالنَّجْمِ ستارے کی قسم	اِذَا جب	هَوٰى وہ غائب ہونے لگے	مَا ضَلَّ نہ بھٹکے	صَاحِبُكُمْ تمہارے رفیق	وَمَا اور نہ	غَوٰى وہ بھٹکے	وَمَا يَنْطِقُ اور وہ نہیں بات کرتے
	عَنِ سے	الْهَوٰى خواہش	اِنْ نہیں	هُوَ وہ۔یہ	اِلَّا مگر۔صرف	وَحْيٌ وحی	يُّوْحٰى بھیجی جاتی ہے

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتدا بھی قسمیہ کلام سے فرمائی گئی کہ قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہاں یہ بات پھر سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کو جو خالق ہیں ہر چیز کا ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جس کی چاہیں قسم کھا سکتے ہیں چنانچہ قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ پاک نے اپنی مخلوق کی قسمیں کھائی ہیں لیکن مخلوق سوائے اپنے خالق کے کسی اور کی قسم نہیں کھا سکتی اسی لئے شریعت اسلامیہ میں انسانوں کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں۔ تو یہاں حق تعالیٰ ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے قسم کھا کر فرماتے ہیں اور تمام اہل مکہ کو سنایا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہارے رفیق ہیں نہ آپ غلط فہمی کی بنا پر راہ حق سے بھٹکے نہ اپنے قصد و اختیار سے جان بوجھ کر سیدھی راہ سے بے راہ ہو لئے بلکہ جس طرح آسمان کے ستارے طلوع سے غروب تک ایک مقرر رفتار سے معین راستہ پر چلے جاتے ہیں۔ کبھی ادھر ادھر ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ آفتاب نبوت بھی اللہ کے مقرر کئے ہوئے راستہ پر برابر چلا جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ ایک قدم ادھر ادھر پڑ جائے۔ انبیائے علیہم السلام آسمان نبوت کے ستارہ ہیں جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی رہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہو جانے کے بعد آفتاب طلوع ہوتا ہے ایسے ہی تمام انبیاء کے تشریف لے جانے کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اس میں کسی طرح کے تزلزل کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا انتظام کس قدر مضبوط اور محکم ہونا چاہئے جن سے ایک عالم کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے۔ تو یہاں جس مضمون کے لئے قسم کھائی گئی وہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور جس راستہ کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں وہ صراط مستقیم یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا صحیح اور سیدھا راستہ ہے نہ آپ راستہ بھولے ہیں نہ غلط راستہ پر چلے ہیں۔ یہاں آیت ماضل صاحبکم وما غویٰ (یعنی یہ تمہارے ہمہ وقت کے ساتھ رہنے والے نہ راہ حق سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ پر ہو لئے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک یا لفظ رسول یا نبی ذکر کرنے کی بجائے لفظ صاحبکم فرمایا یعنی اہل مکہ کے ہمہ وقت کے ساتھ رہنے والے تو اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں باہر سے اچانک نہیں آ گئے۔ مکہ میں کوئی اجنبی شخص نہیں ہیں کہ جن کے حالات سے اہل مکہ کو آگاہی

نہ ہو۔ وہ تو اے اہل مکہ تمہارے ہر وقت کے ساتھی ہیں۔ اسی سرزمین مکہ میں پیدا ہوئے۔ یہیں بچپن گزارا۔ یہیں جوان ہوئے۔ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ تم اہل مکہ سے مخفی نہیں۔ تم نے تجربہ کرلیا ہے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کسی غلط اور برے کام میں تم نے ان کو بچپن میں بھی نہیں دیکھا۔ ان کے اخلاق وعادات۔ ان کی امانت ودیانت پر تم سب کو اتنا اعتماد تھا کہ سارے مکہ والے آپ کو نبوت سے قبل امین کہا کرتے تھے۔ اب دعوائے نبوت کے بعد تم ان کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے لگے۔ تو جس ہستی نے انسانوں کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو وہ خدا تعالیٰ کے معاملہ میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے اس لئے آگے فرمایا ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یو حیٰ یعنی آپ نبی برحق ہیں آپ کی زبان مبارک سے ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ کا کوئی قول اور کوئی فرمان اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ جس چیز کی تبلیغ کا آپ کو خدا تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے آپ اسے ہی زبان سے نکالتے ہیں جو وہاں سے کہا جائے وہی آپ کی زبان سے ادا ہوتا ہے تو اس بات کا قطعاً کوئی امکان نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔ ہرگز ایسا نہیں۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کے لئے لکھ لیا کرتا تھا پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں کبھی کبھی غصہ اور غضب میں بھی کچھ فرما دیا کرتے ہیں چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا پھر میں نے اس کا ذکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو۔ خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق بات کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔

اب آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے کا جو واسطہ تھا اس کے متعلق اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمادیں۔ تاکہ احکام الٰہیہ اور شریعت اسلامیہ کے سامنے ہماری گردن جھکی رہیں۔ یا اللہ یہود و نصاریٰ کی سی بے دینی اور غفلت سے ہم کو بچایئے۔ اور ہم کو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے سچی توبہ کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ ہمارے قلوب کو غفلت وقساوت سے محفوظ فرمایئے اور ہمارے مردہ قلوب کو اپنے نور ہدایت سے زندہ رکھیئے۔

یا اللہ گذشتہ میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ندامت اور توبہ کی توفیق عطا فرما کر ہماری توبہ کو قبول فرما لیجئے۔ اور آئندہ ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرمایئے۔ یا اللہ ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ اور ہمیں ایمان کامل اور اسلام صادق کے ساتھ اس جہان سے کوچ کرنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ

ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے پیدائشی طاقتور ہے۔ پھر وہ فرشتہ اصلی صورت پر نمودار ہوا۔ ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ فرشتہ (آپ کے) نزدیک آیا پھر

قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝۱۰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝۱۱ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ

اور نزدیک آیا۔ سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی۔ قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی۔

عَلٰى مَا يَرٰى ۝۱۲ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ

تو کیا ان (پیغمبر) سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو۔ اور انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی (صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔

الْمَاْوٰى ۝۱۵ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝۱۷ لَقَدْ رَاٰى مِنْ

اس کے قریب جنۃ الماویٰ ہے۔ جب اس سدرۃ المنتہٰی کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں۔ نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔ انہوں نے اپنے پروردگار

اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝۱۸

(کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

عَلَّمَهٗ اس نے اسے سکھایا	شَدِيْدُ الْقُوٰى سخت قوتوں والا	ذُوْ مِرَّةٍ طاقتوں والا	فَاسْتَوٰى پھر اس نے قصد کیا	وَهُوَ اور وہ	بِالْاُفُقِ کنارے پر	الْاَعْلٰى سب سے بلند	
ثُمَّ دَنَا پھر وہ نزدیک ہوا	فَتَدَلّٰى پھر اور نزدیک ہوا	فَكَانَ تو وہ تھا (رہ گئی)	قَابَ کمان	قَوْسَيْنِ دو کنارے	اَوْ اَدْنٰى یا اس سے کم	فَاَوْحٰى تو اس نے وحی کی	
اِلٰى طرف	عَبْدِهٖ اپنا بندہ	مَاۤ اَوْحٰى جو اس نے وحی کی	مَا كَذَبَ نہ جھوٹ کہا	الْفُؤَادُ دل	مَا رَاٰى جو اس نے دیکھا	اَفَتُمٰرُوْنَهٗ تو کیا تم جھگڑتے ہو اس سے	
عَلٰى پر	مَا يَرٰى جو اس نے دیکھا	وَلَقَدْ اور تحقیق	رَاٰهُ اس نے دیکھا اسے	نَزْلَةً اُخْرٰى دوسری مرتبہ	عِنْدَ نزدیک	سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى سدرۃ المنتہٰی	
عِنْدَهَا اس کے نزدیک	جَنَّةُ الْمَاْوٰى جنت الماویٰ	اِذْ يَغْشٰى جب چھا رہا تھا	السِّدْرَةَ سدرہ	مَا يَغْشٰى جو چھا رہا تھا	مَا زَاغَ نہ کجی کی	الْبَصَرُ آنکھ	
	وَمَا طَغٰى اور نہ حد سے بڑھی	لَقَدْ رَاٰى تحقیق اس نے دیکھی	مِنْ سے	اٰيٰتِ رَبِّهِ نشانیاں	الْكُبْرٰى بڑی		

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وحقانیت کا اعلان فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ آپ نبی برحق ہیں اور کوئی دین کی بات آپ کی زبان سے ایسی نہیں نکلتی جو خواہش نفس اور ذاتی غرض پر مبنی ہو بلکہ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتی ہے۔

اب آگے ان آیات میں وحی آنے کا واسطہ بتلایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجنے والا تو اصل میں اللہ تعالیٰ ہے لیکن جس کے ذریعہ سے وہ وحی آپ تک پہنچتی ہے اور جو اس وحی کی منجانب اللہ تعلیم کرتے ہیں وہ ایک بڑا طاقتور فرشتہ ہے جسے ''جبرئیل امین'' کہتے ہیں۔ تیسویں پارہ سورہ تکویر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفات کے متعلق فرمایا گیا ہے انه لقول رسول كريم. ذى قوة عند ذى العرش مكين. مطاع ثم امين۔ یعنی وہ کریم (عزت والے) ہیں۔ بڑی قوت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ الوہیت میں قرب اور رسائی حاصل ہے۔ وہ مطاع ہیں یعنی آسمانوں کے فرشتے ان کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے امین اور معتبر

ہونے میں کسی کو شبہ نہیں اور ایک روایت میں خود حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی طاقت کا بیان فرمایا کہ میں نے قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر آسمان کے قریب اس کو لیجا کر چھوڑ دیا۔ اب یہاں شبہ ہوسکتا تھا کہ اس وحی لانے والے کا فرشتہ اور جبرئیل امین ہونا تو اس وقت معلوم ہوسکتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہچانتے ہوں اور پوری صحیح پہچان موقوف ہے اصلی صورت دیکھنے پر تو کیا آپؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے؟ اس کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ ہاں یہ بھی ہوا ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ چند بار تو دوسری صورت میں دیکھا پھر ایک بار ایسا بھی ہوا کہ ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے اس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا ان کے ۶۰۰ بازو تھے۔ یہ غیر معمولی اور مہیب منظر پہلی بار آپ نے دیکھا تھا تو حسب روایات حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہوکر گر پڑے اس وقت جبرئیل علیہ السلام بصورت انسانی آپ کے پاس تسکین کے لئے اتر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر نزدیک ہوگئے کہ دونوں کے درمیان دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ دو کمانوں کا مطلب محاورہ عرب میں کمال قرب سے ہوتا ہے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب دو عرب آپس میں باہم غایت درجہ کا اتفاق اور اتحاد کرنا چاہتے تو دونوں اپنی اپنی کمانوں کو لے کر انہیں باہم ملاتے تھے یہاں تک کہ دونوں کے چلے مل جاتے پھر دونوں کو اکٹھا کھینچتے اور دونوں سے ایک ہی تیر چلاتے۔ یہ گویا علامت تھی قرب واتحاد کی۔ غرض کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھنے سے جو گھبراہٹ پیدا ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فوراً شکل انسانی میں تبدیل ہوکر آپ کے پاس آ گئے اور آپ کی تسکین فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی (غالباً اس سے مراد سورہ مدثر کی آیات ہیں) آگے بتلایا جاتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو آپ نے آنکھ سے دیکھا اور اندر سے دل نے کہا کہ اس وقت آنکھ ٹھیک ٹھیک جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ رہی ہے کوئی غلطی نہیں کررہی کہ کچھ کا کچھ نظر آتا ہو اور ایسا کہنے میں آپ کا دل سچا تھا۔ حق تعالیٰ اسی طرح پیغمبروں کے دلوں میں فرشتہ کی معرفت ڈال دیتے ہیں۔ آگے منکرین رسول و وحی سے خطاب ہوتا ہے کہ کیسے غضب کی بات ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نزاع اس چیز میں کررہے ہو جو ان کو خوب اچھی طرح دیکھی بھالی ہو یعنی وحی بھیجنے والے اللہ تعالیٰ لانے والا فرشتہ جس کی تمام قوتیں کامل۔ پھر اتنا قریب ہوکر وحی پہنچائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آنکھ سے دیکھیں اور آپ کا روشن اور صاف دل اس کی تصدیق کرے تو ایسی دیکھی بھالی چیز میں منکرین کو کیا حق ہے کہ اس میں فضول بحث وتکرار کریں اور جھگڑے نکالیں۔

اوپر دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھنے کا ذکر تھا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کے علاوہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ یعنی جبرئیل امین کو ایک دفعہ اور بھی عالم بالا میں دیکھا یعنی معراج کی رات میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ سدرۃ کہتے بیری کے درخت کو۔ احادیث میں آیا ہے کہ یہ ایک درخت ہے بیری کا ساتویں آسمان میں۔ عالم بالا سے جو احکام وغیرہ آتے ہیں وہ اول سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں اسی طرح یہاں دنیا سے جو اعمال چڑھا کر اوپر لیجائے جاتے ہیں وہ بھی پہلے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اوپر اٹھا لئے جاتے ہیں۔ باقی جس طرح جنت کے پھل میوے اور دوسری نعمتوں کو دنیا کے پھلوں اور میوؤں پر قیاس نہیں کرسکتے محض دونوں میں نام کی شرکت ہے اسی طرح سدرۃ المنتہیٰ یعنی بیری کے درخت کو بھی یہاں کی بیریوں پر قیاس نہ کیا

جائے۔اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ بیری کس طرح کی ہوگی مجموعہ روایات احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کا پھیلاؤ ساتویں آسمان میں۔اس عالم اور اس عالم کے درمیان ایک نقطہ اتصال ہے۔عالم بالا سے جتنے احکام وغیرہ صادر ہوتے ہیں وہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہلے آتے ہیں پھر ملائکہ وہاں سے زمین پر لاتے ہیں۔تو دنیا کے علاوہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین کو ان کی اصلی شکل میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس بھی دیکھا۔اب چونکہ یہاں سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر آ گیا تھا اس لئے کچھ اس کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کیسے شرف کی جگہ ہے کہ اس کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے ماویٰ کے معنیٰ ہیں رہنے کی جگہ۔چونکہ جنت نیک بندوں کے رہنے کی جگہ ہے اس لئے جنت الماویٰ کہتے ہیں تو ایک شرف سدرۃ المنتہیٰ کا یہ بتلایا گیا کہ اس کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے آگے بتلایا گیا کہ اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں۔یہ سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹنے والی چیزیں روایات کے مطابق یا تو فرشتے تھے جو مثل سونے کے پروانوں کی طرح لپٹے ہوئے تھے یا حق تعالیٰ کے انوار وتجلیات اس درخت پر چھائے ہوئے تھے اور فرشتوں کی کثرت وہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر پتے کے ساتھ ایک فرشتہ نظر آتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے تو ملائکہ نے حق تعالیٰ سے اجازت چاہی تھی کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں ان کو اجازت ہوگئی اور وہ سب اس سدرۃ پر جمع ہوگئے تھے۔آگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب آپ معراج کے لئے تشریف لے گئے اور یہ عجائبات قدرت جو دیکھیں تو ان عجائبات الٰہیہ کو بڑے استقلال سے دیکھا نہ نگاہ ٹیڑھی ترچھی ہو کر دائیں بائیں ہٹی۔نہ دیکھنے والی چیز سے تجاوز کر کے آگے بڑھی۔بس اسی چیز پر جمی رہی جس کو دکھلانا مقصود تھا بادشاہوں کے دربار میں جو چیز دکھلائی جائے اس کو نہ دیکھنا اور جو نہ دکھلائی جائے اس کو تاکنا دونوں عیب ہیں۔تو وہاں عجائبات الٰہیہ دیکھنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان عیوب سے پاک رہے اور ہر چیز کے دیکھنے میں آپ کی یہی شان رہی۔**ماذاغ البصر وما طغی** یعنی نگاہ نہ تو ہٹی نہ بڑھی۔وہ عجائبات جو آپ نے دیکھے احادیث معراج میں آئے ہیں۔مثلاً انبیآء علیہم السلام کو دیکھنا ارواح کو دیکھنا جنت وغیرہ کو دیکھنا۔

یہاں آیت **عندها جنة الماوی** یعنی اس سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جنت الماویٰ ہے تو اس آیت نے بھی بتلا دیا کہ جنت اس وقت بھی موجود ہے جیسا کہ جمہور امت کا عقیدہ یہی ہے کہ جنت و دوزخ قیامت کے بعد پیدا نہیں کی جائیں گی بلکہ جنت و دوزخ دونوں پیدا ہو چکی ہیں۔اس آیت نے جنت کا محل وقوع بھی بتلا دیا کہ وہ ساتویں آسمان کے اوپر اور عرش رحمٰن جل شانہ کے نیچے ہے گویا ساتواں آسمان جنت کی زمین اور عرش رحمٰن اس کی چھت ہے۔دوزخ کا محل وقوع کسی آیت قرآن یا روایت حدیث میں صراحۃً نہیں بتلایا۔(معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۲۰۰)

خلاصہ یہ کہ ان تمام آیات میں یہی بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔یہ اللہ کا کلام ہے جو آپ کو اس طرح دیا گیا ہے کہ اس میں کسی التباس وتلبیس یا خطاء اور غلطی کا کوئی امکان نہیں رہتا۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان اعزاز واکرام بیان فرما کر آگے مشرکین اور منکرین کو خطاب ہوتا ہے اور شرک کی مذمت اور توحید کا مضمون سمجھایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا

بھلا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے۔ کیا تمہارے لئے تو بیٹے (تجویز) ہوں اور خدا کیلئے بیٹیاں۔ اس حالت میں تو یہ بہت

قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا

بے ڈھنگی تقسیم ہوئی۔ یہ (معبوداتِ مذکورہ) نرے نام ہی نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھیرالیا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی

مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ

کوئی دلیل بھیجی نہیں، (بلکہ) یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اُن کے رب کی جانب سے

الْهُدٰى ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ ع

ہدایت آچکی ہے۔ کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے۔ سو خدا ہی کے اختیار میں ہے آخرت اور دنیا (کی بھی)

اَفَرَءَيْتُمُ تو کیا تم نے دیکھا؟	اللّٰتَ لات	وَالْعُزّٰى اور عزیٰ	وَمَنٰوةَ اور منات	الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى تیسری آخری	اَلَكُمُ کیا تمہارے لئے	الذَّكَرُ مرد
وَلَهُ اور اس کیلئے	الْاُنْثٰى عورتیں	تِلْكَ یہ	اِذًا قِسْمَةٌ یہ بانٹ تقسیم	ضِيْزٰى بے ڈھنگی	اِنْ نہیں	هِيَ یہ	اِلَّآ اَسْمَآءٌ مگر صرف نام
سَمَّيْتُمُوْهَا تم نے وہ نام رکھ لئے ہیں	اَنْتُمْ تم	وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا	مَآ اَنْزَلَ نہیں اتاری	اللّٰهُ اللہ	بِهَا اسکی	مِنْ کوئی	سُلْطٰنٍ سند
اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ وہ نہیں پیروی کرتے	اِلَّا مگر صرف	الظَّنَّ گمان	وَمَا تَهْوَى اور جو خواہش	الْاَنْفُسُ (جمع) نفس	وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور (حالانکہ) پہنچ چکی انکے پاس
مِّنْ رَّبِّهِمُ انکے رب سے	الْهُدٰى ہدایت	اَمْ کیا	لِلْاِنْسَانِ انسان کیلئے	مَا تَمَنّٰى جسکی وہ تمنا کرے	فَلِلّٰهِ پس اللہ ہی کیلئے	الْاٰخِرَةُ آخرت	وَالْاُوْلٰى اور دنیا

تفسیر و تشریح: شروع سورۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و حقانیت کا بیان ہوتا چلا آیا ہے گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نشانیاں معراج کے موقع پر دیکھیں جن میں اشارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز و مکرم ہونے کی طرف بھی ہوگیا۔ اس طرح مضمون تحقیق رسالت بیان ہوا تھا اب اس کے بعد توحید کا مضمون ہے جس میں شرک کی مذمت بھی آ گئی۔ اس لئے ان آیات میں مشرکین سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے مشرکو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و حقانیت ثابت ہوگئی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی وحی آنا بتلایا جا چکا اور آپ اس وحی کے مطابق توحید کا حکم دیتے ہیں جو کہ دلائل عقلیہ سے بھی ثابت ہے تو پھر تم بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو اور اس لامحدود عظمت۔ بزرگی اور جلال والے خدا کے مقابلہ میں لات اور عزیٰ اور منات کے نام کیوں لیتے ہو۔ لات۔ عزیٰ اور منات یہ مشرکین کی دیویاں تھیں جن کی عرب ایام جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔ لات طائف والوں کی دیوی تھی۔ قریش اور بنی کنانہ وغیرہ عزیٰ کے بت کو پوجتے تھے اور منات مدینہ کے اوس و خزرج قبیلہ کے بت تھے۔ ان میں سے مشرکین کے نزدیک لات اور عزیٰ مکہ کے قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ مقبول تھے اور منات دور ہونے کی وجہ سے تیسرے درجہ کا بت تھا۔ تو یہ کفار و مشرکین ان بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اول تو یہی غضب کہ خدائے تعالیٰ لم یلد و لم یولد کے لئے اولاد کا نظریہ تسلیم کیا جائے اور پھر مشرکین کی یہ تقسیم کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں تجویز ہوں (العیاذ باللہ) یعنی جن لڑکیوں کو مشرکین اپنے لئے مکروہ و قابل نفرت سمجھتے وہ خدا کی طرف نسبت کی جائیں تو مشرکین کی یہ تقسیم کیسی بھونڈی اور مہمل ہوئی کہ

اچھی چیز تو اپنے حصہ میں اور بری چیز خدا تعالیٰ کے حصہ میں۔ (نعوذ باللہ منہ) آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین نے جو یہ بتوں کے نام رکھ چھوڑے ہیں تو ان کی خدائی کی کوئی سند نہیں بلکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم ہیں۔ ان کو مشرکین اپنے خیال میں خواہ بیٹیاں کہہ لیں یا کچھ اور یہ محض ان کے کہنے کی بات ہے جس کے نیچے حقیقت کچھ بھی نہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ باوجود یکہ اللہ کے پاس سے ہدایت کی روشنی آ چکی اور وہ سیدھی راہ دکھا چکا مگر یہ کم عقل مشرکین ضلالت کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جو کچھ اٹکل پچو ذہن میں آ گیا اور دل نے سمجھایا وہی کر گزرے۔ تحقیق و بصیرت اور سمجھ بوجھ سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بت ہمارے سفارشی بنیں گے اور جو کچھ دلائیں گے سفارشی بن کر دلائیں گے تو یہ خالی خیالات اور آرزوئیں ہیں۔ کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے کہ جو تمنا کرے وہ مل جائے۔ سو ایسا نہیں ہے بلکہ دنیا اور آخرت کی ہر تمنا اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے پس وہ جس کو چاہیں پورا فرما دیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ نص قطعی میں بتلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی یہ تمنائے باطل کہ بت ان کی شفاعت کریں گے پورا نہیں کریں گے نہ دنیا میں کہ حاجات میں شفاعت کریں نہ آخرت میں کہ نجات میں شفاعت کر سکیں۔

اب غور کیجئے حق تعالیٰ جل شانہ کی صفت ''حلم'' کو کہ کفار ومشرکین اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی گستاخیاں کرتے تھے۔ علاوہ کفر وشرک کہیں حق تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کیں۔ کہیں کسی کو حق تعالیٰ کی اولاد بنایا۔ معاذ اللہ۔ اور رحمۃ للعالمین۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول اور پیغمبر ہونے کی حیثیت سے مکہ میں کیسی کیسی ایذائیں قولاً اور فعلاً پہنچائیں مگر حق تعالیٰ نے منکرین کی گرفت فوراً نہیں فرمائی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو قدرت تھی کہ چشم زدن میں منکرین ومعاندین کو قہر کی بجلی سے جلا کر خاک کر دیتے۔ یا زمین کو شق کر کے اس میں زندہ دھنسا دیتے مگر نہیں مکی دور کے قریب ۱۳ سال تک قرآن پاک کفار مکہ کو سمجھاتا رہا اور کیسے معقول اور دلنشین دلائل توحید کے بتلاتا رہا۔

یہاں ان آیات میں اخیر میں منکرین توحید ورسالت کے متعلق یہی بتلایا گیا **ان یتبعون الا الظن و ما تهوی الا نفس و لقد جآء هم من ربهم الهدیٰ** (یہ منکرین بے اصل خیالات اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے ہدایت آ چکی ہے)۔ آپ کفار ومشرکین کو تو چھوڑیئے۔ آج کتنے ایسے ہیں کہ جو اللہ پاک کی ذات عالی پر ایمان بھی رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو خالق۔ رازق اور مالک بھی جانتے ہیں مگر قرآن وسنت کی ہدایت کے باوجود اپنے نفس کی خواہشات پر چل رہے ہیں۔ اور جس چیز کا الزام قرآن نے کافروں کو دیا تھا کہ تم اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہو حالانکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ہدایت آ چکی ہے اس الزام کے مورد کتنے اسلام کے آج دعوے دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واضح ہدایات کے باوجود شب و روز اللہ ورسول کی نافرمانی میں زندگی گذار رہے ہیں اور نفس کی خواہشات میں مگن اور مست ہیں۔ تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا حلم ہے جو فوراً گرفت نہیں فرمائی جاتی اور ڈھیل پر ڈھیل دی جاتی ہے مگر تا کجے۔ کیا یہ مسلمان کی شان ہے کہ وہ کافروں والی صفات اختیار کر کے اللہ اور رسول کو ناراض کرے اور قرآن وسنت کی ہدایات کے خلاف چلے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اپنی بھیجی ہوئی ہدایات یعنی قرآن وسنت اور اسلام وایمان کی سچی پیروی نصیب فرمائیں اور نفسانی اور شیطانی خواہشات سے باز رہنے کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔

ابھی سلسلہ مضمون توحید اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ 11

اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں اُن کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہیں اجازت دیں اور (اس کیلئے شفاعت کرنے سے)

يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ

راضی ہوں۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے پاس

بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ

اس پر کوئی دلیل نہیں، صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں، اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔ تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے

تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ

جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی (اخروی مطلب) مقصود نہ ہو۔ ان لوگوں کی فہم کی رسائی کی حد بس یہی (دنیوی زندگی) ہے تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے

بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾

کہ کون اس کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے۔

وَكَمْ اور کتنے	مِّنْ مَّلَكٍ فرشتے	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	لَا تُغْنِيْ نفع نہیں دیتی	شَفَاعَتُهُمْ ان کی سفارش	شَيْـًٔا کچھ	اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ اسکے بعد
اَنْ کہ	يَّاْذَنَ اللّٰهُ اجازت دے اللہ	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے چاہے وہ	وَيَرْضٰى اور وہ پسند فرمائے	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جولوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	
بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	لَيُسَمُّوْنَ البتہ وہ رکھتے ہیں نام	الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتوں	تَسْمِيَةَ نام	الْاُنْثٰى عورتوں جیسا	وَمَا لَهُمْ اور نہیں انہیں	بِهٖ اس کا	مِنْ عِلْمٍ کوئی علم
اِنْ نہیں	يَّتَّبِعُوْنَ وہ پیروی کرتے	اِلَّا الظَّنَّ مگر۔صرف گمان	وَاِنَّ اور بیشک	الظَّنَّ گمان	لَا يُغْنِيْ نفع نہیں دیتا	مِنَ الْحَقِّ یقین سے۔مقابلہ	
شَيْـًٔا کچھ	فَاَعْرِضْ پس منہ پھیرلیں	عَنْ سے	مَّنْ جو	تَوَلّٰى روگرداں ہوا	عَنْ ذِكْرِنَا ہماری یاد سے	وَلَمْ يُرِدْ اور وہ نہ چاہتا ہو	اِلَّا سوائے
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	ذٰلِكَ یہ	مَبْلَغُهُمْ ان کی رسائی	مِّنَ الْعِلْمِ علم کی	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرارب	هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَنْ اسے جو
	ضَلَّ گمراہ ہوا	عَنْ سَبِيْلِهٖ اس کے راستے سے	وَهُوَ اور وہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَنِ اسے۔جس	اهْتَدٰى ہدایت پائی	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں تعلیم توحید کے سلسلہ میں کفار ومشرکین کے عقائد کی مذمت اور تردید فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ اب تک جو یہ مشرکین اور ان کے باپ دادا غلط باتوں میں پھنسے رہے تو اس کی بنا محض جہالت ونادانی تھی۔

اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان بتوں کی جن کو مشرکین پوجتے ہیں اور جن سے شفاعت اور سفارش کی امید رکھتے ہیں ان کی حقیقت ہی کیا ہے۔ یہ بیچارے بت تو کیا شفاعت کرتے کہ ان میں خود اہلیت ہی شفاعت کی نہیں۔ اس دربار میں تو جو لوگ اہل ہیں ان کی بھی بغیر اجازت کے کچھ نہیں چلتی چنانچہ آسمان کے رہنے والے مقرب فرشتوں کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی جس کے حق میں سفارش کرنے کا حکم دیں اور اس سے راضی ہوں تو وہاں سفارش بیشک کام دے گی۔ اور ظاہر ہے کہ نہ اس نے بتوں کو سفارش کا حکم دیا اور نہ وہ کفار سے راضی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار ومشرکین جو آخرت کو نہیں مانتے اور اس کا یقین نہیں کرتے تو انہیں اس کا فکر تو ہوتا ہی نہیں کہ مرنے کے بعد ہماری ہر بات کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور منہ سے کوئی غلط بات نکلے گی تو اس کی پکڑ ہوگی اس لئے وہ

سزا کی طرف سے بے فکر ہو کر ایسی گستاخیاں کرتے ہیں مثلاً فرشتوں کو زنانہ قرار دے کر خدا کی بیٹیاں کہہ دیا اور عورتوں جیسے ان کے نام رکھ دیئے ۔ یہ ان کی محض جہالت ہے۔ بھلا فرشتوں کو مرد وعورت ہونے سے کیا واسطہ اور خدا کے لئے اولاد کیسی؟ لیکن اٹکل پچو جوان کے منہ میں آیا بک دیا۔ بھلا حقیقت اور اصلی بات کہیں اٹل پچو باتوں سے حاصل ہوتی ہے؟ اور کیا تخمینے اور اٹکلیں حقائق ثابتہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں؟ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھلا جس کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا کی چندروزہ زندگی ہو کہ اس میں منہمک ہو کر کبھی خدا کو اور آخرت کو دھیان میں نہ لائے تو ایسے شخص کی بکواس کو آپ دھیان میں نہ لائیں۔ وہ خدا سے منہ موڑتا ہے۔ آپ اس کی شرارت اور کجروی کی طرف سے منہ پھیرلیں۔ سمجھانا تھا سو سمجھا دیا۔ ایسے بدطینت اشخاص سے قبول حق کی توقع رکھنا اور ان کے غم میں اپنے کو گھلانا بے کار ہے۔ ان کی سمجھ تو بس اسی دنیا کے فوری نقصان تک پہنچتی ہے۔ اس سے آگے ان کی رسائی ہی نہیں۔ وہ کیا سمجھیں کہ مرنے کے بعد مالک حقیقی کی عدالت میں حاضر ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ ان کی تمام تر جدو جہد صرف جانوروں کی طرح پیٹ بھرنے اور شہوات ولذات کو پورا کرنے کیلئے ہے۔ اس پر حق تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ جو گمراہی میں پڑا رہا اور جو راہ پر آیا۔ ان سب کو اور ان کے مخفی ارادوں اور نیتوں کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے اسی کے موافق ہو کر رہے گا۔ ہزار جتن کرو اس کے علم کے خلاف ہرگز واقع نہیں ہو سکتا۔ نیز وہ اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک سے ٹھیک ٹھیک اس کے احوال کے مناسب معاملہ کریگا۔ لہٰذا آپ یکسو ہو کر ان معاندین کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔

اب غور کیجئے کہ یہاں اس شخص کی کیسی مذمت فرمائی گئی ہے کہ جس نے اپنی زندگی کا مقصد فقط دنیا ہی کی کامیابی اور عیش وعشرت کو سمجھ رکھا ہے اور جو دن رات بس اسی دنیوی زندگی کے ادھیڑ بن میں رہے کہ ہمیں یہاں کی زندگی کی خوب سہولتیں ملیں۔ اچھا کھانے کو ہو۔ اچھا پہننے کو ہو۔ اور اچھا رہنے کو ہو۔ ہم سامان عیش وعشرت میں خوب ترقی کریں۔ طرح طرح کی مشینیں ایجاد کر لیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر ہلاکت خیز اسلحہ تیار کر لیں تا کہ اللہ کی مخلوق کو دبا کر اپنا کام نکالیں اور اپنی بالادستی قائم کر کے کسی کو اپنے آگے ابھرنے نہ دیں۔ کفار ومشرکین یہود ونصاریٰ کا یہی مقصود زندگی ہے۔ مگر یہاں نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اب تو مسلمان نے بھی الا ماشاء اللہ اپنی معراج اسی میں سمجھ رکھی ہے کہ بس دنیا کی ترقی ہو۔ رہی آخرت کی کامیابی جو مسلمان کا اصل مقصود ہونا چاہئے۔ یہ تو اب ملانہ پن ہے۔ دقیانوسیت ہے۔ لکیر کا فقیر۔ ترقی کا دشمن۔ دو رکعت کا امام۔ اور نہ معلوم کیسے کیسے تحقیر آمیز خطابات اور طنز وطعن کا نشانہ بنا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب قرآن وسنت کے نظریات سے مسلمان من حیث القوم اتنا دور ہو جائے اور دنیا کی جگہ آخرت اور آخرت کی جگہ دنیا لے لے تو پھر ایسے مسلمان کی جو درگت دنیا ہی میں آج بن رہی ہے وہ ہم سب دیکھ رہے ہیں۔ اور جو آخرت میں پیش آنا ہے وہ اللہ ہی کو خوب علم ہے۔

اس آیت **فاعرض عن من تولیٰ عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوٰۃ الدنیا** جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی اور مقصود نہ ہو۔ اس کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ایک ضروری تنبیہ یہ لکھی ہے کہ قرآن کریم نے یہ ان کا حال بیان کیا ہے جو آخرت وقیامت کے منکر ہیں۔

افسوس ہے کہ انگریزوں کی تعلیم اور دنیا کی ہواؤ ہوس نے آج کل مسلمانوں کا بھی یہی حال بنا دیا ہے کہ ہمارے سارے علوم وفنون اور علمی ترقی کی ساری کوششیں صرف معاشیات کے گرد گھومنے لگیں۔ معادیات یعنی معاملات آخرت کا بھول کر بھی دھیان نہیں آتا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں اور آپ کی شفاعت کی امید لگائے ہوئے ہیں مگر حالت یہ ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت والوں سے رخ پھیر لینے کی ہدایت کرتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ وفہم عطا فرمائیں اور دین ودنیا میں مراتب فرق کو جاننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ الغرض توحید کے سلسلہ میں یہاں اللہ تعالیٰ کے علم کو ظاہر کیا گیا آگے اس کی قدرت اور اختیار کو بتلایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے، انجام کار یہ ہے کہ بُرا کام کرنیوالوں کو اُن کے (بُرے) کام کے عوض میں (خاص طور کی) جزا دے گا اور نیک کام

بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ

کرنیوالوں کو اُن کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دیگا وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں، مگر ہلکے ہلکے گناہ، بلاشبہ آپ کے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔

وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	مَا جو	فِيْ میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	لِيَجْزِيَ تا کہ وہ بدلہ دے	الَّذِيْنَ انہیں جنھوں نے	اَسَآءُوْا برائی کی
بِمَا عَمِلُوْا اسکی جو انہوں نے کئے (اعمال)	وَيَجْزِيَ اور جزا دے	الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنھوں نے	اَحْسَنُوْا نیکی کی	بِالْحُسْنٰى بھلائی کے ساتھ	الَّذِيْنَ جو لوگ			
يَجْتَنِبُوْنَ وہ بچتے ہیں	كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ کبیرہ (بڑے) گناہوں سے	وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائیوں	اِلَّا مگر۔ سوائے	اللَّمَمَ چھوٹے گناہ	اِنَّ بیشک			
رَبَّكَ تمہارا رب	وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وسیع مغفرت والا							

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ہر شخص کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور زمین آسمان کی ہر چیز پر اس کا قبضہ ہے پھر قیامت میں نیک وبد کو بدلہ دینے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ بلکہ غور سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ زمین وآسمان کا سارا کارخانہ پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں زندگی کا ایک دوسرا غیر فانی سلسلہ قائم کیا جائے جہاں بروں کو ان کی برائی کا بدلہ ملے اور نیکوں کے ساتھ ان کی بھلائی کے صلہ میں بھلائی کی جائے۔ اب آگے جن لوگوں نے دنیا میں بھلے کام کئے اور جنہیں قیامت میں اچھا بدلہ ملے گا ان کی ایک صفت بیان کی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ نیک کار وہ لوگ ہیں جو دنیا میں کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں اور کاموں یعنی صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور جان بوجھ کر ان میں نہیں پھنستے۔ ایسے نیک اور اچھے لوگوں کے چھوٹے موٹے قصور سے اللہ تعالیٰ درگذر فرماتا ہے اور توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ اگر وہ ہر چھوٹی بڑی خطا پر گرفت کرنے اور پکڑنے لگے تو بندہ کا ٹھکانہ کہاں۔

کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی تشریح اور ایسے گناہوں کی فہرست ۲۵ویں پارہ سورہ شوریٰ کی آیت **والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش** کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے جہاں بتلایا گیا کہ اللہ کی آخرت کی نعمتیں جن لوگوں کے لئے ہیں ان کی ایک صفت یہ بھی ہے جو بڑے بڑے گناہوں سے اور فواحش یعنی بے حیائی کی باتوں سے دوسرے الفاظ میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔ اسی طرح پانچویں پارہ سورہ نساء میں فرمایا گیا **ان تجتنبوا کبآئر ما تنھون عنه نکفر عنکم سیاٰتکم و ند خلکم مد خلا کریما** (اگر تم ان بڑے گناہوں سے جو تمہیں منع کئے گئے ہیں بچتے رہے تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے اور تمہیں ایک عزت کے مقام یعنی جنت میں داخل کر دیں گے)۔ اسی طرح یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ نیک کام کرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں مگر لمم جو کبھی کبھار ان سے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے کیونکہ وہ بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔ لمم کے معنیٰ اور اس سے مراد کیا ہے اس میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ جو خیالات وغیرہ گناہ کے دل میں آئیں مگر ان کو عمل میں نہ لائے

وہ لمم ہیں۔ بعض نے صغیرہ گناہ مراد لئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ جس گناہ پر اصرار نہ کرے یا اس کی عادت نہ ٹھہرائے یا جس گناہ سے توبہ کر لے وہ مراد ہیں۔

یہاں چونکہ نیکو کاروں کی صفت کبائر اور فواحش سے بچنا بتلائی ہے اور آج کل کبائر اور فواحش کا طوفان وبائے عام کی طرح پھیلا ہوا ہے اور جس نے خشکی وتری اور مشرق ومغرب کو گھیر رکھا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ بعض مشہور کبائر کو یہاں پھر بیان کر دیا جائے تا کہ علم تو صحیح ہو جائے کہ مرض کو مرض اور گناہ کو گناہ سمجھا جائے اور جس کا ثمرہ یہ ہو کہ گناہوں پر ندامت اور افسوس ہو اور ندامت ہی توبہ کا اعلیٰ رکن ہے جس سے سب گناہ مٹ جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جب کوئی گناہ کو گناہ سمجھے گا اور ان کو نظر میں رکھے گا تو ان شاء اللہ کسی نہ کسی وقت توبہ اور اجتناب کی بھی توفیق ہو جائے گی۔ اور ایک نہایت اہم مسئلہ یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ شریعت مطہرہ میں جس بات کو ''فرض'' کہا گیا ہے اگر کوئی اس کی فرضیت سے انکار کر دے تو وہ اسلام ہی سے خارج ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا یا رمضان کا روزہ نہیں رکھتا مگر سمجھتا ہے کہ میں تارک نماز فرض یا صوم فرض ہو کر گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں تو وہ مسلمان ضرور رہے گا اگر چہ گناہ گار ہے لیکن اگر کہیں اس نے یہ سمجھ لیا کہ فرض نماز کوئی ضروری چیز نہیں یعنی نماز کی فرضیت سے انکار کیا تو اسی وقت خارج از اسلام ہو گیا۔ اب وہ اپنے کو مسلمان سمجھتا رہے مگر شریعت اسلامیہ اس کو مسلمان اس عقیدہ کی بنا پر نہیں سمجھتی۔ اسی طرح جن چیزوں کو یا باتوں کو شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہے تو ان کا مرتکب جب تک یہ سمجھتا ہے کہ میں حرام کا مرتکب ہو رہا ہوں اور اس طرح گناہ کا ارتکاب کر رہا ہوں اس وقت تک اس کا اسلام اور ایمان باقی ہے کہیں اگر کسی حرام کو حرام ہی کوئی نہ جانے یعنی اس کی حرمت کا منکر ہو تو پھر اس کا اسلام باقی نہیں رہتا۔ اب یوں تو کبائر کی فہرست بڑی طویل ہے لیکن بعض عام اور مشہور کبائر حسب ذیل ہیں:۔

کبائر

زنا۔ ہم جنسیت' شراب خوری اسی طرح تاڑی' گانجہ بھنگ وغیرہ نشہ کی چیزیں پینا' چوری کرنا' پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا' ناحق کسی کو قتل کرنا' شہادت کو چھپانا' جھوٹی شہادت دینا' جھوٹی قسم کھانا' کسی کا مال غصب کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال ناحق کھانا رشوت لینا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' قطع رحمی کرنا' ناپ تول میں کمی کرنا' رمضان میں بلا عذر کے روزہ نہ رکھنا' زکوٰۃ یا روزہ کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنا' فرض حج کئے بغیر مر جانا' کسی مسلمان کو ظلماً نقصان پہنچانا' کسی صحابی کو برا کہنا' علمائے حق اور اہل اللہ کو برا کہنا اور ان کو بدنام کرنے کے درپے ہونا' جادو سیکھنا یا سکھانا یا اس پر عمل کرنا' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا' مردار جانور کا گوشت کھانا' خنزیر کا گوشت کھانا' چغل خوری کرنا' جوا کھیلنا' کسی مسلمان یا غیر مسلم کی غیبت کرنا' مال میں اسراف یعنی ضرورت سے زائد خرچ کرنا' زمین میں فساد پھیلانا' ڈاکہ زنی کرنا' کسی صغیرہ گناہ پر مداومت کرنا' لوگوں کے سامنے بلا ضرورت شرعی ستر کھولنا' خود کشی کرنا' پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا' قضا وقدر یعنی تقدیر کا انکار کرنا' نجومی یا کاہن کی تصدیق کرنا' تہ بند یا پاجامہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا' لوگوں کے پوشیدہ عیوب کو تلاش کرنا اور ان کے درپے ہونا' چوسر کھیلنا' طبلہ سارنگی وغیرہ بجانا' مسلمان کا کسی

مسلمان کو کافر کہنا' ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے حقوق میں برابری نہ کرنا' حائضہ عورت سے جماع کرنا' گانے بجانے کے ساتھ رقص کرنا' دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا یا کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا' ان کے علاوہ اور بھی بعض گناہوں کو کبیرہ کی فہرست میں علما نے شامل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ۔ظاہر و باطن گناہ سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں۔اور جو گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں عمداً و سہواً ان پر سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں۔اور اپنی وسیع رحمت و مغفرت سے معاف فرمائیں۔

اب چونکہ یہاں خدا کے خوف سے ہر چھوٹے بڑے صغیرہ۔کبیرہ گناہ سے بچنے کا ذکر آ گیا اور اسی کا دوسرا نام تقویٰ ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگر کسی کو یہ اللہ کی توفیق سے میسر ہو جائے تو اس پر عجب و ناز نہ چاہئے کہ اپنے کو متقی پرہیز گار سمجھنے لگے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو اپنے فضل و کرم سے ہم کو یہ دنیا کی فانی زندگی عطا فرمائی ہے تو اس زندگی کو اپنی رضا والی زندگی گذارنا نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے رضا والے اعمال صالحہ کی ہمیں توفیق نصیب فرمائیں اور ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہ سے بچنے کی ہمت وعزم نصیب فرمائیں۔اور گذشتہ میں جو تقصیرات اور گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر توبہ اور سچی ندامت نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت سے اُن کو معاف فرمائیں۔

اے اللہ ہمیں ظاہر و باطن میں شریعت اسلامیہ کی پابندی نصیب فرما۔اور ہمارے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات پر قائم فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْٓا

وہ تم کو خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے، تو تم اپنے کو مقدس نہ سمجھا کرو

اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

(بس) تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

هُوَ اَعْلَمُ اورخوب جانتا ہے وہ	بِكُمْ تمہیں	اِذْ جب	اَنْشَاَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے	وَاِذْ اور جب	اَنْتُمْ تم	اَجِنَّةٌ بچے	فِيْ میں	
بُطُوْنِ پیٹ (جمع)	اُمَّهٰتِكُمْ اپنی مائیں	فَلَا تُزَكُّوْٓا پس پاکیزہ نہ سمجھو	اَنْفُسَكُمْ اپنے آپ	هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَنِ اسے جو۔جس	اتَّقٰى پرہیزگاری کی			

تفسیر وتشریح: اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر تقویٰ کی توفیق اللہ تعالیٰ نے کسی کو دے دی اور وہ کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے بچا تو یہ کوئی ناز کرنے اور شیخی مارنے اور اپنے کو بزرگ و برتر سمجھنے کی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ضعیف انسان کی بزرگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے اور اس وقت سے جانتا ہے جبکہ اس انسان نے اپنی ہستی کے دائرہ میں بھی قدم نہ رکھا اور جس کی ابتدا مٹی کے گارے سے ہوئی تھی (مراد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہے) اور پھر دوسرے عام انسان اپنی ماں کے پیٹ میں ناپاک خون سے پرورش پاتے رہے۔ تو انسان کی اصل جب ایسی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے اور اپنی کمزوریوں کو سامنے رکھے اگر کسی کو اللہ نے اپنے فضل سے تقویٰ و پرہیزگاری کے بلند مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس پر بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرنے اور بزرگی جتانے کا حق نہیں۔ اسی لئے جو واقعی متقی ہوتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ باوجود تقویٰ کے پھر بھی پوری طرح کمزوریوں سے پاک ہو جانا بشریت کی حد سے باہر ہے۔ کچھ نہ کچھ آلودگی سب کو ہو ہی جاتی ہے۔

اس آیت میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: "وہ تم کو اور تمہارے احوال کو اس وقت سے خوب جانتا ہے جب تم کو یعنی تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام کو زمین کی خاک سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے اور ان دونوں حالتوں میں تم کو اپنا علم نہ تھا تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو۔ بس تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے کہ فلاں متقی ہے فلاں نہیں گو صورۃً افعال تقویٰ کے دونوں سے صادر ہوتے ہوں"۔

یہاں اس آیت میں فلا تزکوآ انفسکم تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو فرما کر اہل ایمان کو خود پسندی اور عجب سے منع فرمایا گیا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ کا نام ان کے والدین نے برہ رکھا تھا جس کے معنی ہیں نیکو کار۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ نام سنا تو یہی آیت فلا تزکوآ انفسکم تلاوت فرما کر اس نام سے منع کیا کیونکہ اس میں اپنے نیک ہونے کا دعویٰ ہے اور نام بدل کر زینب رکھ دیا۔

بزرگان دین۔ اور سلف صالحین اس قرآنی حکم فلا تزکوآ انفسکم کے کس درجہ عامل تھے وہ ان کے اقوال وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت حمدون جن کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی ہے فرماتے ہیں جو شخص یہ خیال کرے کہ میرا نفس فرعون کے نفس سے بہتر ہے اس نے اپنا تکبر ظاہر کر دیا۔ اس ملفوظ کی شرح میں حضرت حکیم الامتہ مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اس کی عام فہم توجیہ یہ ہے کہ جب تک اس عالم سے گذر نہ جائے اس کا اطمینان نہیں ہو سکتا کہ وہ

فرعون سے بہتر ہے کیونکہ انجام کا حال معلوم نہیں تو بلا دلیل اپنے کو اس سے بہتر سمجھنا تکبر ہے اور اہل حال حضرات اس امر کو وجدانا محسوس کرتے ہیں انہیں توجیہ کی حاجت نہیں۔ باقی نفس کے بدتر ہونے سے افعال کا بدتر ہونا لازم نہیں چنانچہ اس کے ساتھ ہی اپنے اعمال ایمانیہ کو فرعون کے اعمال کفریہ سے یقیناً بہتر سمجھا جائے گا۔ خود حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ کا اپنا ایک ملفوظ ہے کہ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں تو بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی نہ عملی نہ حالی نہ قالی بلکہ مجھ میں تو سراسر عیوب بھرے پڑے ہیں۔ میری اگر کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کونسی تعریف کی بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے۔ اس کو دھوکہ ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے اس لئے مجھے کسی کا برا بھلا کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اسی وقت دس عیب مجھے پیش نظر ہو جاتے ہیں"۔ (کمالات اشرفیہ حصہ دوم ملفوظ نمبر ۱۹۹)

سبحان اللہ! یہ ہوتے ہیں قرآنی احکام کے اثرات اہل اللہ کے طبائع پر۔ اس کے مقابل اب ہم اپنی حالت میں غور کریں تو عجب۔ رعونت۔ خود پسندی۔ تکبر گویا کوٹ کوٹ کر ہم میں بھرا ہوا ہے۔ اور غضب یہ کہ ان مہلک امراض سے نجات حاصل کرنے کا فکر بھی دامن گیر نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں اس آیت میں تعلیم دی گئی کہ محسنین کو عجب نہ کرنا چاہئے اور خود پسندی سے بچنا چاہئے کیونکہ مدار محسنیت کا خاتمہ پر ہے اور اپنے خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ جس طرح کہ انسان اپنی ابتدا کو نہیں جانتا وہ اللہ ہی کو معلوم ہے اسی طرح یہ خاتمہ کی حالت کو نہیں جانتا۔ اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے پھر شیخی۔ عجب۔ ناز کیا کوئی اپنی بزرگی اور تقویٰ پر کر سکتا ہے۔

الغرض یہاں محسنین یعنی نیکوں کی نیکی کی کچھ توضیح فرمائی اب آگے بدوں کی برائی کی کچھ توضیح فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے نفوس کو عجب وخود پسندی وغیرہ مہلک امراض سے نجات بخشیں اور تواضع وعبدیت نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی کمزوریاں اور عیوب رکھنے اور دوسروں کی بھلائیاں پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے تقویٰ وطہارت کی دولت دنیا میں نصیب فرمائیں اور اس کی برکت سے حُسن خاتمہ اور انجام کی خیر خوبی عطا فرمائیں۔ یا اللہ! ہمیں اپنا وہ خوف وخشیت اس دنیا میں عطا فرما دے کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے گناہ اور نافرمانی سے بچتے رہیں۔ اور یہ آپ ہی کی توفیق اور دستگیری واعانت سے ممکن ہے۔

یا اللہ! ہم سے جو شب وروز تقصیرات سرزد ہوتی رہتی ہیں ان کا احساس ہم کو عطا فرما دے تا کہ ہم توبہ واستغفار سے آپ کی طرف رجوع رہیں اور آپ اپنی شان کریمی ورحیمی سے ہماری خطاؤں سے درگذر فرماتے رہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ اَمْ

تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے (دین حق سے) روگردانی کی۔ اور تھوڑا مال دیا اور (پھر) بند کر دیا۔ کیا اس شخص کے پاس علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیا اس کو

لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰىٓ ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾

اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی (اور وہ مضمون) یہ (ہے) کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾

اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی۔ اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جائے گی۔ پھر اُس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اَفَرَءَيْتَ تو کیا تو نے دیکھا	الَّذِىْ تَوَلّٰى جس نے روگردانی کی	وَاَعْطٰى اور اس نے دیا	قَلِيْلًا تھوڑا سا	وَّاَكْدٰى اور اس نے بند کر دیا	اَعِنْدَهٗ کیا اسکے پاس		
عِلْمُ الْغَيْبِ علم غیب	فَهُوَ يَرٰى تو وہ دیکھ رہا ہے	اَمْ کیا	لَمْ يُنَبَّاْ وہ خبر نہیں دیا گیا	بِمَا وہ جو	فِىْ میں	صُحُفِ صحیفے	مُوْسٰى موسیٰ
وَاِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم	الَّذِىْ وہ جو۔ جس	وَفّٰى پورا کیا	اَلَّا تَزِرُ کہ نہیں اٹھاتا	وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اٹھانے والا	وِّزْرَ اُخْرٰى کسی دوسرے کا بوجھ		
وَاَنْ اور یہ کہ	لَّيْسَ نہیں	لِلْاِنْسَانِ کسی انسان کیلئے	اِلَّا مگر	مَا سَعٰى جو اس نے سعی کی	وَاَنَّ اور یہ کہ	سَعْيَهٗ اس کی سعی	
سَوْفَ يُرٰى عنقریب دیکھی جائے گی	ثُمَّ پھر	يُجْزٰىهُ اسے بدلہ دیا جائے گا	الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى بدلہ پورا پورا				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں نیکوکاروں یعنی محسنین و متقین کا ذکر فرمایا گیا تھا اور نصیحت فرمائی گئی تھی کہ اپنی نیکی اور تقویٰ پر ناز اور عجب نہ کریں۔

اب آگے نیکوکاروں کے مقابلہ میں بروں اور بدکاروں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ نے نیکوں کی صفت تو سن لی اب آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا کہ جو دین حق سے روگردانی کرتا ہے اور اللہ کی یاد سے منہ پھیرتا ہے اور جس نے اپنی اصل کو بھول کر خالق اور مالک حقیقی کی طرف سے منہ پھیر لیا اور سچائی سے اعراض کیا۔ اور کبھی کچھ کہنا مان لیا تو پھر رسی کاٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ کچھ تھوڑا سا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور پھر دل سکیڑ لیا۔

یہاں آیت میں افرء یت الذی تولی فرمایا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے منہ پھیر لیا اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات ایک مشرک ولید بن مغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر اس کو اسلام کی طرف تھوڑی سی رغبت ہو چلی تھی اور کفر کی سزا سے ڈر کر قریب تھا کہ مشرف باسلام ہو جائے تو ایک دوسرے کافر نے کہا کہ ایسا مت کر۔ میں تیرے سب جرائم اپنے اوپر لئے لیتا ہوں۔ تیری طرف سے میں سزا بھگت لوں گا بشرطیکہ اس قدر مال مجھ کو دیا جائے۔ ولید بن مغیرہ نے وعدہ کر لیا اور مقررہ رقم کی کچھ قسط ادا کر کے باقی سے انکار کر دیا تو یہاں آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن قرآن کریم کا طریقہ یہی ہے اور وعظ و نصیحت میں مناسب بھی یہی ہے کہ تعمیم کی جائے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو آیت سب کو شامل ہے۔ تو ولید بن مغیرہ نے اگرچہ مال دینے کا وعدہ اپنے مطلب کے واسطے کیا تھا لیکن وہ بھی پورا نہ دیا جس سے مفہوم ہوا کہ ایسا شخص دوسروں کی نفع رسانی کے لئے کیا خرچ کرے گا جب اپنے ہی مطلب کے لئے پورا خرچ نہ کر سکا اور مال کی محبت میں ہاتھ روک لیا۔ اسی شخص کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ شخص غیب کی

بات دیکھ آیا ہے یا اس کو کسی صحیح ذریعہ سے یہ غیب کی بات معلوم ہوگئی کہ آئندہ اس کو کفر کی سزا نہ ملے گی اور دوسرے کو اپنی جگہ پیش کر کے چھوٹ جائے گا اور کوئی دوسرا اس کی طرف سے عذاب کا متحمل ہو جائے گا۔ یہ اس شخص نے کیسے یقین کر لیا کہ اس کی طرف سے دوسرا عذاب بھگت لے گا۔ لہٰذا اس سے کہہ دیا جائے کہ کیا تو نے وہ باتیں نہیں سنی جو حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں لکھی ہوئی تھی کہ خدا کے ہاں کوئی مجرم دوسرے مجرم کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی جواب دہی بذات خود کرنا ہوگی۔ تو جب کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر ایسے طور سے نہیں لے سکتا کہ گناہ کرنے والا بری ہو جائے پھر یہ شخص کیسے سمجھ گیا کہ اس کا سارا گناہ دوسرا اپنے سر لے لے گا۔ پھر ان صحیفوں میں یہ بھی مضمون تھا کہ انسان کو ایمان کے بارہ میں صرف اپنی ہی کمائی ملے گی یعنی کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو کرے گا سو بھرے گا۔ ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہوگا جس کا اسے قیامت میں پورا بدلہ ملے گا جو وہ دنیا میں کر جائے گا۔ اور یہ مضمون بھی ان صحیفوں میں آ چکا ہے کہ سب کو اپنے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے اور وہیں سے اس کو پورا بدلہ ملنا ہے تو جتلانا نتیجہ میں یہ مقصود ہے کہ ہر شخص کو ایمان لانا اور اسلام کا فرمانبردار ہونا چاہئے خدا تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑنا چاہئے اور نیکی کمانے میں اپنی کوشش کرنی چاہئے۔ مشرکین میں ایام جاہلیت میں تو یہ عقیدہ تھا ہی کہ بتوں کی سفارش اور شفاعت سے ہمارے سب کام بن جائیں گے لیکن یہود اہل کتاب کے ہاں بھی یہ عقیدہ پختہ طور پر قائم ہو گیا تھا کہ بزرگوں کا مقبولین اور انبیاء میں سے ہونا ان کی اولاد کے لئے بالکل کافی ہے جو لوگ پیغمبروں کی نسل میں سے ہیں ان کو ان کے بزرگ نجات دلا دیں گے اور عیسائیوں نے تو نجات کے سارے مسئلہ کا دارو مدار ہی کفارہ اور شفاعت کے عقیدہ پر ٹھہرا دیا۔ ان کے عقیدہ کے موافق عیسیٰ مسیح سولی پر چڑھ کر سب کی طرف سے کفارہ ادا کر گئے۔ قرآن پاک نے اس کے برخلاف سارا زور ہر فرد کی ذمہ داری اور اس سے حساب کتاب پر دیا ہے اور نجات کا دارو مدار بعد فضل خداوندی کے اپنے ذاتی ایمان اور عمل پر رکھا ہے یہ نہیں کہ ایک کا ایمان اور دوسرے کی نجات' یہاں اسی مسئلہ کو ثابت فرمایا گیا ہے رہا ایصال ثواب کا مسئلہ کہ کوئی خوشی سے اپنے بعض حقوق دوسرے کو ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ اس کو منظور کر لے تو یہ الگ بات ہے جو احادیث متعددہ کی بنا پر اپنی جگہ پر بالکل ثابت ہے اس لئے مسئلہ ایصال ثواب اس آیت کے ہرگز منافی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ آخرت میں کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر اس طور پر نہیں لے سکتا کہ گناہ کرنے والا بری ہو جائے۔ یہاں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں کے بعض مضمون عقائد سے متعلق ذکر فرمائے گئے ابھی اگلی آیات میں انہی صحیفوں کے بعض دیگر مضامین متعلق عقائد ذکر فرمائے گئے ہیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو تمام اسلامی عقائد پر ایمان و یقین کامل نصیب فرما۔ اور اپنے فضل و کرم سے ہمارے ایمان و سعی کو قبول فرما کر ہماری نجات کا ذریعہ بنا۔ حق تعالیٰ ہم کو ایمان کے ساتھ عمل صالح کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو آخرت کی کمائی کی فکر نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! امت مسلمہ میں سے آخرت سے غفلت کے مرض کو دور فرما دے۔ ایمان و اسلام کی صحیح قدر دانی ان کو نصیب فرما دے۔ نجات آخرت کا صحیح فکر اور اس کے لئے سعی کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ

اور یہ کہ (سب کو) آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔ اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رُلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی دونوں قسم

الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ

یعنی نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے۔ جب (رحم میں ڈالا) جاتا ہے۔ اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا اُس کے ذمہ ہے۔ اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ

اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا فَمَا

(دیکر محفوظ اور) باقی رکھتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مالک ہے ستارہ شعریٰ کا بھی۔ اور یہ کہ اُس نے قدیم قوم عاد کو (اُس کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی کہ (ان میں سے)

اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾

کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو (ہلاک کیا)، بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے۔ اور اُلٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا۔

فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ

پھر ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے کہ گھیر لیا۔ سو اپنے رب کی کونسی نعمت میں شک (وانکار) کرتا رہے گا۔ یہ (پیغمبر) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں۔ (ان کو مان لو کیونکہ) وہ جلدی

الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَ

آنے والی چیز قریب آپہنچی ہے کوئی غیر اللہ اس کا ہٹانے والا نہیں۔ سو کیا (ایسے خوف کی باتیں سُن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے ہو۔ اور ہنستے ہو

لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو۔ اور تم تکبر کرتے ہو۔ سو اللہ کی اطاعت کرو (اس کی بلاشرکت) عبادت کرو۔

وَاَنَّ اور یہ کہ	اِلٰی طرف	رَبِّكَ تمہارا رب	الْمُنْتَهٰى انتہا	وَاَنَّهٗ اور بیشک	هُوَ اَضْحَكَ وہی ہنساتا ہے	وَاَبْكٰى اور وہ رلاتا ہے	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ
هُوَ اَمَاتَ وہی مارتا ہے	وَاَحْيَا اور جلاتا ہے	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ	خَلَقَ اس نے پیدا کئے	الزَّوْجَيْنِ جوڑے	الذَّكَرَ مرد	وَالْاُنْثٰى اور عورت	
مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	اِذَا تُمْنٰى جب وہ ڈالا جاتا	وَاَنَّ اور یہ کہ	عَلَيْهِ اسی پر	النَّشْاَةَ (جی) اٹھانا	الْاُخْرٰى دوبارہ	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ	هُوَ وہی
اَغْنٰى اس نے غنی کیا	وَاَقْنٰى اور سرمایہ دار کیا	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ	هُوَ وہی	رَبُّ الشِّعْرٰى شعریٰ (ستارے) کا رب	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ		
اَهْلَكَ اس نے ہلاک کیا	عَادَا الْاُوْلٰى عاد پہلی (قدیم)	وَثَمُوْدَا اور ثمود	فَمَا اَبْقٰى پس اس نے باقی نہ چھوڑا	وَقَوْمَ اور قوم	نُوْحٍ نوح	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	
اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا وہ تھے	هُمْ وہ	اَظْلَمَ بڑے ظالم	وَاَطْغٰى اور بہت سرکش	وَالْمُؤْتَفِكَةَ اور الٹنے والی بستیاں	اَهْوٰى دے مارا	
فَغَشّٰىهَا تو اسکو ڈھانپ لیا	مَا غَشّٰى جس نے ڈھانپ لیا	فَبِاَيِّ پس کس	اٰلَاۗءِ نعمت	رَبِّكَ اپنا رب	تَتَمَارٰى تو شک کرے گا	هٰذَا یہ	نَذِيْرٌ ایک ڈرانیوالا
مِنَ سے	النُّذُرِ الْاُوْلٰى پہلے ڈرانے والے	اَزِفَتِ قریب آگئی	الْاٰزِفَةُ قریب آنے والی	لَيْسَ نہیں	لَهَا اس کیلئے اس کا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	
كَاشِفَةٌ کوئی کھولنے والا	اَفَمِنْ تو کیا۔ سے	هٰذَا الْحَدِيْثِ اس بات	تَعْجَبُوْنَ تم تعجب کرتے ہو	وَتَضْحَكُوْنَ اور تم ہنستے ہو	وَلَا تَبْكُوْنَ اور تم نہیں روتے		
وَاَنْتُمْ اور تم	سٰمِدُوْنَ غفلت کرتے (غافل) ہو	فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ پس تم سجدہ کرو اللہ کے آگے	وَاعْبُدُوْا اور اس کی عبادت کرو				

تفسیر و تشریح: حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں جو خاص ہدایات یا تعلیمات تھیں ان میں چند کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا۔ انہی صحیفوں کے مزید مضامین کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ باتیں بھی حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں میں بیان ہو چکی ہیں۔

(۵) سب کو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنا ہے۔

(۶) خوشی اور غم خدا کی طرف سے ہے۔

(۷) مارنا اور جلانا بھی اسی کے قدرت میں ہے۔

(۸) ایک قطرہ منی سے وہی نر و مادہ بناتا ہے۔

(۹) مرنے کے بعد وہی بار دیگر حشر میں زندہ کرے گا۔

(۱۰) غنیٰ اور تنگدستی وہی دیتا ہے۔

(۱۱) ستارہ شعریٰ کا مالک بھی وہی ہے۔ جاہلیت میں مشرکین اس ستارہ کو معبود سمجھ کر اس کی پرستش کرتے تھے ستارہ پرستی کا شرک اس وقت نہ صرف عربوں بلکہ دوسری مشرک قوموں یعنی مصریوں، یونانیوں، رومیوں، ہندیوں وغیرہ میں بھی پایا جاتا تھا۔

(۱۲) ان صحیفوں میں یہ بھی بتایا گیا تھا یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بداعمالی اور سرکشی و نافرمانی کا دنیا میں ثمرہ نہیں ملتا۔ قوم عاد کو اسی نے ان کے کفر کی وجہ سے ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی اور قوم نوحؑ کو بھی جو سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے کہ ساڑھے نو سو برس کی دعوت میں بھی راہ پر نہ آئے اور قوم لوطؑ کی بستیوں کو بھی الٹ کر ہلاک کر دیا گیا تھا اور اوپر سے ان پر پتھروں کی بارش ہوئی تھی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے برگزیدہ اور جلیل القدر انبیاء کے یہ مضامین بیان فرما کر حق تعالیٰ عام انسانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے انسان جب ایسے ایسے مضامین سے تجھ کو آگاہ کیا جاتا ہے جو بوجہ ذریعہ ہدایت ہونے کے ہر ہر مضمون بجائے خود ایک نعمت ربانی ہے تو اے انسان تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت میں شک و انکار کرتا رہے گا اور ان مضامین کی تصدیق کر کے ان سے نفع حاصل نہ کرے گا۔ اس کے بعد خاتمہ کی آیات میں تمام نصیحت کا لب لباب بیان فرمایا جاتا ہے اور منکرین کو سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ پیغمبر یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں اور مجرموں کو اسی طرح برے انجام سے ڈرانے والے ہیں جیسا ان سے پیشتر دوسرے انبیاء ڈرا چکے ہیں۔ تو ان کو مان لو کیونکہ قیامت قریب ہی آ لگی ہے جس کا ٹھیک وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کھول کر نہیں بتا سکتا اور جب وقت معین آ جائے گا تو کوئی طاقت اس کو دفع نہیں کر سکتی تو اے منکرین قیامت تم کو اس کے قرب کا ذکر سن کر چاہئے تھا کہ خوف خدا سے رونے لگتے اور گھبرا کر اپنے بچاؤ کی تیاری کرتے مگر تم اس کے برخلاف قیامت سے تعجب کرتے ہو اور ہنس کر اسے ٹال دیتے ہو اور غافل و بے فکر ہو کر تم تکبر کرتے ہو۔ دیکھو عاقل کو زیبا نہیں کہ انجام سے غافل ہو کر نصیحت و فہمائش کی باتوں پر ہنسے اور مذاق اڑائے بلکہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی راہ اختیار کرے اور مطیع فرمانبردار ہو کر سر نیاز خداوند قہار کے سامنے جھکا دے۔

عام تعلیمات جو ان خاتمہ کی آیات میں دی گئی ہیں وہ یہی ہیں کہ آخر کار سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ رہی دنیا میں خوشی یا غمی یا امیری و فقیری تو یہ سب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں۔ کسی دوسرے کے قبضہ میں نہیں وہی اسباب کو پیدا کرتا ہے اور پھر اسباب میں تاثیر دیتا ہے۔ وہی ستاروں، آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہے۔ اس کی نافرمانی پر قوموں پر دنیا ہی میں ہلاکت و بربادی کے عذاب آئے۔ اس لئے غور و فکر کرنے

والے انسان کو جو عبرت و نصیحت کا سبق یہ خاتمہ کی آیات دیتی ہیں اس کا مقتضا یہی ہے کہ اے انسانو تم سب اللہ تبارک تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ ؤ۔ اس کی طاعت وعبادت کو لازم سمجھو اور اسی ایک اللہ کے سامنے جھکو اور صرف اسی کو سجدہ کرو۔ بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کی تلاوت فرمائی اور اخیر میں سجدہ تلاوت ادا کیا اور آپ کے ساتھ سب حاضرین مجلس جس میں مومنین ومشرکین اس وقت دونوں شامل تھے سب نے سجدہ کیا بجز ایک بوڑھے قریشی کے جس نے زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھا کر پیشانی سے لگالی اور کہا کہ مجھے یہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ پھر میں نے اس شخص کو حالت کفر میں مقتول پڑا ہوا دیکھا ہے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں مسلمانوں کو تو سجدہ کرنا تھا ہی۔ لیکن جو مشرکین اس وقت حاضر تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی کچھ ایسی حالت غالب کر دی کہ سب سجدہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ گو اس وقت ان کا سجدہ بوجہ کفر کے کچھ ثواب نہ رکھتا تھا مگر وہ بھی اپنا ایک اثر یہ چھوڑ گیا کہ بعد میں ان سب کو اسلام وایمان کی توفیق ہو گئی صرف ایک آدمی کفر پر مرا جس نے سجدہ سے گریز کیا تھا۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۲۲۲)

الحمدللہ اس درس پر سورہ نجم کا بیان پورا ہو گیا۔

سورۃ النجم کے خواص

۱......اگر کوئی آدمی ناکامیوں کا سامنا کر رہا ہو تو وہ ہرن کے چمڑے کے ٹکڑے پر سورۃ النجم لکھ کر گلے میں یا بازو میں لٹکائے تو وہ جس سے بحث کرے گا اس پر غالب آئے گا جہاں بھی جائے گا کامیاب وکامران ہو گا۔

والنجم اذھوی ...... الکبری

اگر کسی آدمی کو حافظہ کی کمزوری' دل کی کمزوری وغیرہ کی شکایت ہو' بھول جاتا ہو' قرآن کریم حفظ کرنے میں مشکل ہے تو وہ مذکورہ آیات کو شیشہ کے برتن میں عرق گلاب اور کستوری سے لکھے آب زمزم سے دھوئے اور سات دن مسلسل نہار منہ پیئے تو اس کا دل ودماغ تروتازہ اور حافظہ مضبوط ہو جائے گا۔

(الدر رالنظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو زندگی دنیا میں عطا فرمائی ہے اس میں آخرت کا فکر نصیب فرمائیں اور اپنے رضا والے اعمال کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ گذشتہ قوموں کے واقعات وحالات سے ہم کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت ہو اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچنا نصیب ہو۔

یا اللہ گذشتہ زندگی میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ندامت قلب کے ساتھ توبہ کی توفیق نصیب ہو اور آئندہ میں اپنے احکام کی فرمانبرداری واطاعت کے ساتھ زندہ رہنا اور مرنا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ②

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ قریب آ گئی	السَّاعَةُ قیامت	وَانْشَقَّ اور شق ہو گیا	الْقَمَرُ چاند	وَاِنْ يَّرَوْا اور اگر وہ دیکھتے ہیں	اٰيَةً کوئی نشانی	يُّعْرِضُوْا وہ منہ پھیر لیتے ہیں		
	وَيَقُوْلُوْا اور وہ کہتے ہیں	سِحْرٌ جادو	مُّسْتَمِرٌّ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا					

تفسیر و تشریح: اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں، وانشق القمر کا جملہ آیا ہے یعنی چاند پھٹ گیا جس میں اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کی طرف اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام قمر مقرر رہا۔

ان آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ہجرت مدینہ سے تقریباً ۵ سال پہلے ایک مرتبہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو کر آئے اور آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ خدا کے سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلائیں۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ کفار نے علمائے یہود سے دریافت کیا تھا کہ ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کی صداقت کا نشان کیا طلب کرنا چاہئے؟۔ انہوں نے کہا کہ سحر کا اثر صرف زمین تک محدود ہے۔ تم کہو کہ ہم کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلا دیں۔ امید ہے کہ وہ ایسا نہ دکھلا سکیں گے۔ انہیں یہود کے سکھلاوے سے کفار مکہ نے آپ سے شق قمر کا سوال کیا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ چودھویں شب کا چاند طلوع کئے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان لے آؤ گے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ایمان لے آئیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے دعاء کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر تھا دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر۔ لوگوں نے حیرت سے دیکھا اور ان کے حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور پھر چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت فرما رہے تھے۔ اشہدوا اشہدوا یعنی اے لوگو گواہ رہو۔ اے لوگو گواہ رہو۔ کچھ دیر تک چاند اسی طرح رہا اور اس کے بعد پھر جڑ کر ویسا ہی ہو گیا۔ مشرکین نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام لوگوں پر جادو کر دیں اگر وہ بھی اسی طرح اپنا مشاہدہ بیان کر دیں تو سچ ہے اور وہ اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر سحر کیا ہے۔ چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا۔ ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر یعنی چاند کو پھٹکر دو ٹکڑے ہونا دیکھا ہے مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر مستمر ہے یعنی عنقریب اس کا اثر زائل ہو جائے گا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ قیامت نزدیک آ گئی اور ان مشرکین کی

درخواست پر چاند ٹکڑے ہو گیا جو کہ رسول کے صدق کی ایک نشانی اور قرب قیامت کی ایک علامت ہے اور باوجود اس کے یہ لوگ اپنی ضد پر قائم ہیں چنانچہ اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو کہ ابھی ختم ہوا چاہتا ہے۔

معجزہ شق القمر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونا قرآن کریم اور احادیث متواتر اور اسانید صحیحہ سے ثابت ہے اور اسی پر تمام سلف و خلف کا اجماع ہے۔ مخالفین اسلام خصوصاً عیسائی اس معجزہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اوّل تو یہ بات محال اور ناممکن الوقوع ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں دوسرے یہ کہ اس واقعہ کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں۔ علمائے کرام نے اس اعتراض کے متعدد جوابات لکھے ہیں لیکن جو جواب شیخ التفسیر و الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وہ بڑا جامع اور مختصر ہے جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔ مولانا لکھتے ہیں:۔ ''جواب یہ ہے کہ آج تک کسی دلیل عقلی سے اس قسم کے واقعہ کا محال اور ناممکن ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس طرح اجسام سفلیہ میں کون و فساد عقلاً محال اور ناممکن نہیں اسی طرح اللہ کی قدرت اور مشیت سے اجسام علویہ میں بھی کون و فساد محال نہیں خداوند ذوالجلال کی قدرت کے اعتبار سے آسمان و زمین۔ شمس و قمر۔ شجر و حجر سب برابر ہیں جس خدا نے شمس و قمر کو بنایا ہے وہ خدا ان کو توڑ بھی سکتا ہے اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔ بہرحال اس قسم کے خوارق کا ظہور قطعاً محال نہیں۔ ہاں مستبعد ضرور ہے اور ہر معجزہ کے لئے مستبعد ہونا ضروری ہے (کیونکہ معجزہ تو نام ہی اس فعل کا ہے جو عام عادت کے خلاف اور عام لوگوں کی قدرت سے خارج حیرت انگیز ہو) رہا یہ امر کہ اس واقعہ کا ذکر تاریخوں میں نہیں تو صدہا اور ہزاروں ایسے عجیب و غریب واقعات ہیں کہ جو وقوع میں آئے مگر تاریخوں میں ان کا ذکر نہیں۔ توریت اور انجیل میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کا کسی تاریخ میں کہیں نام و نشان نہیں۔ نیز شق قمر کا واقعہ رات کا واقعہ ہے جو عموماً لوگوں کے آرام کا وقت ہے اور جو صرف تھوڑی دیر کے لئے رہا اس لئے اگر عام طور پر لوگوں کو اس کا علم نہ ہوا ہو تو تعجب نہیں۔ بسا اوقات چاند اور سورج گہن ہوتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو علم بھی نہیں ہوتا نیز اختلاف مطالع کی وجہ سے بہت مقامات پر اس وقت دن ہو گا اور کسی جگہ آدھی رات ہو گی عموماً لوگ سوتے ہوں گے۔ نیز اس معجزہ سے مقصود فقط اہل مکہ کو دکھلانا اور ان پر حجت قائم کرنا تھا وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ تمام عالم کو دکھلانا مقصود بھی نہ تھا۔ نیز کسی شے کا دیکھنا اللہ کے دکھلانے پر موقوف ہے۔ اگر کوئی شے نظروں کے سامنے بھی ہو اور اللہ تعالیٰ نہ دکھلانا چاہیں تب بھی وہ شے نظر نہیں آتی۔ (سیرۃ المصطفٰے جلد اوّل''۔)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی بایں ہمہ ہندوستان کی مشہور و مستند ''تاریخ فرشتہ'' وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہندوستان میں مہاراجہ مالیبار کے اسلام کا سبب اسی واقعہ کو لکھتے ہیں کہ مہاراجہ مالیبار نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا اور اپنے روزنامچہ میں لکھوایا۔

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث و مفسر دہلویؒ اپنی تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے راجہ بھوج کی متواتر نقل وہاں کے باشندوں میں مشہور ہے اور غالباً کسی ہندو کی تاریخ میں بھی ہو جو راجہ بھوج کے عہد میں ان کی حکومت کے حالات میں لکھی گئی ہو کہ راجہ نے جو اس وقت اپنے بام کی چھت پر بیٹھا تھا یہ واقعہ شق قمر دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر اپنے علما و فضلا سے پوچھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ سے یہ معجزہ سرزد ہونا

بحوالہ اپنے علوم متوارث کے بیان کیا جس سے وہ راجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔

الغرض اس زمانہ میں آج کل کی طرح رصدگاہیں وغیرہ اس حد تک ترقی یافتہ نہ تھیں کہ آسمان میں پیش آنے والے ہر واقعہ کا نوٹس لیتیں اور اس کو ریکارڈ پر محفوظ کر لیتیں۔ بہر حال اس معجزہ کی توثیق قرآن کریم سے ہوتی ہے اور صحیح احادیث سے بھی بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ اہل مکہ (کفار) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ان کو کوئی بڑا نشان دکھایا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاند کا پھٹنا دکھلایا۔ اس کے دو ٹکڑے تھے کوہ حرا ان دونوں کے درمیان تھا۔ اجلہ صحابہ میں سے تین بزرگوں یعنی حضرت علیؓ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت جبیر بن مطعمؓ کی شہادت شق قمر کی چشم دید ہے۔

الغرض یہاں اللہ تعالیٰ دنیا کے خاتمہ کی اور قیامت کے قرب کی اطلاع دیتے ہیں۔ اور حقیقۃً قیامت کے نزدیک ہونے میں شبہ بھی کیا ہے۔ اول تو جب ایک انسان مرا اس کی انفرادی قیامت تو اسی وقت سے شروع ہو گئی۔ رہی اجتماعی قیامت تو جب وہ یقینی ہے اور لازمی ہے تو پھر اس کی دوری کو بھی نزدیک ہی سمجھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرب قیامت کا یقین کامل عطا فرمائیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا آنا اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں اور بھی چند روایات حدیث میں آپ کا قیامت کے قریب ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک بڑی علامت قیامت کی یہ بھی ہے کہ آپ کے معجزہ کے طور پر چاند کے دو ٹکڑے ہو کر الگ الگ ہو جاویں گے پھر باہم جڑ جاویں گے۔

آگے منکرین کے متعلق مضمون ہے کہ جو اس معجزہ شق القمر کو بھی دیکھ کر تکذیب پر جمے رہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! قرآن و حدیث کی تمام بتلائی ہوئی باتوں پر ہمیں یقین کامل اور ایمان صادق نصیب فرما۔ اور دین کی باتوں سے منہ پھیر لینا اور مکر جانا اور ان کو ٹال دینا جو کافرانہ خصلت ہیں اس سے ہمیں محفوظ فرما۔

یا اللہ! آپ نے تو اپنے کلام پاک میں فرما دیا کہ قیامت نزدیک آ پہنچی مگر ہم کفار و مشرکین اور منکرین کو کیا کہیں ہمیں تو رونا اپنے اہل اسلام کے لئے ہے جو قیامت و آخرت سے بالکل غافل اور نڈر ہو کر دنیا میں زندگی گذار رہے ہیں۔ اور شب و روز معاصی اور منکرات میں مشغول ہیں۔ یا اللہ! قرب قیامت کا ہم کو وہ خوف و خشیت عطا فرما جو ہمارے دلوں سے آخرت کی طرف سے غفلت اور لاپروائی کو دور کر دے اور ہمہ وقت آخرت کا فکر ہم کو نصیب ہو جائے۔

یا اللہ! اولیاء اللہ کی کرامات اور انبیائے کرام کے معجزات جو حق ہیں ان پر ہمیں یقین صادق عطا فرما اور ان کی طرف سے کوئی شک و شبہ وخطرہ ہمارے دلوں میں نہ آنے دے۔ یا اللہ! موجود زمانہ جو منکرات اور ممنوعات سے لبریز ہے ہمیں اسلام حقیقی پر استقامت کاملہ نصیب فرما۔ اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ

ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آ جاتا ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس (تو امم ماضیہ کی بھی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں (کافی) عبرت ہو۔

مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝

یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی (حاصل ہو سکتی) ہے۔ سو خوف دلانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتیں۔ تو آپ ان کی طرف سے خیال نہ کیجئے جس روز ایک بلانے والا فرشتہ

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ

(ان کو) ایک ناگوار چیز کی طرف بلاوے گا۔ اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی (اور) قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے۔ (اور پھر نکل کر)

اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ

بلانے والے کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہوں گے، کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے۔

وَكَذَّبُوْا اور انہوں نے جھٹلایا	وَاتَّبَعُوْٓا اور پیروی کی	اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	وَكُلُّ اَمْرٍ اور ہر کام	مُّسْتَقِرٌّ وقت مقرر وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور تحقیق آگئی ان کے پاس			
مِّنَ سے	الْاَنْۢبَآءِ (جمع) خبریں	مَا فِيْهِ جس میں	مُزْدَجَرٌ ڈانٹ (عبرت)	حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ حکمت بالغہ (کامل دانشمندی)	فَمَا تُغْنِ تو نہ فائدہ دیا		
النُّذُرُ ڈرانیوالے	فَتَوَلَّ سو تم منہ پھیرلو	عَنْهُمْ ان سے	يَوْمَ جس دن	يَدْعُ بلائے گا	الدَّاعِ ایک بلانے والا	اِلٰى طرف	شَيْءٍ نُّكُرٍ شے ناگوار
خُشَّعًا جھکی ہوئی	اَبْصَارُهُمْ ان کی آنکھیں	يَخْرُجُوْنَ وہ نکلیں گے	مِنَ الْاَجْدَاثِ قبروں سے	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ	جَرَادٌ ٹڈیاں	مُّنْتَشِرٌ پراگندہ	
مُّهْطِعِيْنَ لپکتے ہوئے	اِلَى الدَّاعِ پکارنے والے کی طرف	يَقُوْلُ کہیں گے	الْكٰفِرُوْنَ کافر (جمع)	هٰذَا یہ	يَوْمٌ عَسِرٌ بڑا سخت دن		

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں سورۃ کی ابتدا قیامت کے ذکر سے فرمائی گئی تھی کہ قیامت کو بس آیا ہی سمجھو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند کا پھٹ جانا یہ ایک نمونہ اور نشانی ہے قیامت کی کہ آگے سب کچھ یونہی پھٹے گا اور مٹے گا۔ منکرین و کفار کو چاہئے تو یہ تھا کہ ایسا عظیم الشان معجزہ دیکھ کر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آتے مگر ان کفار کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو یہ کہہ کر کہ یہ جادو ہے اس کو ٹال دیتے ہیں۔ اب آگے ان آیات میں انہی منکرین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ قرآن کے ذریعہ سے ہر قسم کے احوال اور تباہ شدہ قوموں کے واقعات ان منکرین کو بتلائے جا چکے ہیں جن میں اگر غور و فکر کریں تو ان سے اعلیٰ درجہ کی دانشمندی اور کافی عبرت حاصل ہو سکتی ہے قرآن کریم پوری حکمت اور عقل کی باتوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی ذرا نیک نیتی سے توجہ کرے تو دل میں اس کی نصیحتیں اترتی چلی جائیں مگر افسوس کہ اتنے سامان ہدایت کی موجودگی میں بھی ان منکرین پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور کوئی نصیحت و فہمائش ان کو کام نہیں دیتی۔ کتنا ہی سمجھاؤ کان پر جوں تک نہیں رینگتی لہٰذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سنگدل بدبختوں کو منہ نہ لگایئے۔ آپ فرض تبلیغ و دعوت پوری طرح ادا کر چکے۔ اب زیادہ ان کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہ اس وقت ماننے والے نہیں۔ یہ تو قیامت کو دیکھ کر ہی مانیں گے جس روز ایک پکارنے والا فرشتہ مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں پکاریں گے کہ چلو میدان حشر کی طرف اس وقت خوف اور ہیبت کے مارے ذلت و ندامت کے ساتھ یہ منکرین آنکھیں جھکائے ہوں گے کیونکہ قبروں سے نکلتے ہی انہیں محسوس ہو جائے گا کہ یہ وہی دوسری زندگی ہے جس کا ہم انکار کرتے تھے اور جس کے لئے ہم کوئی تیاری کر کے نہیں آئے اور اب ہم کو مجرم کی حیثیت سے پیش ہونا ہے چنانچہ تمام اگلے پچھلے قبروں سے نکل کر ٹڈی دل کی طرح پھیل پڑیں گے اور خداوند قدوس کی عدالت میں حاضری دینے کے لئے تیزی

12 کے ساتھ دوڑتے ہوں گے۔ یہاں انسانوں کے قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف جانے کی مثال ٹڈی دل سے دی گئی ہے۔ انسانوں کے اس انبوہ عظیم کی قریب ترین مثال جو اس دنیا میں دی جا سکتی ہے وہ ٹڈی دل ہی کی ہے۔ بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ ٹڈی دل جب بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا ہے تو ساری فضائے آسمانی پر میلوں بلکہ منزلوں تک ٹڈیوں کے دل کے بادل تہ بتہ چھا جاتے ہیں اور دن کی روشنی ماند ہو کر تاریکی پھیل جاتی ہے۔ مبصرین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مشرقی افریقہ میں جب ٹڈی دل پوری قوت کے ساتھ آیا ہے تو عرض میں تین میل اور طول میں ساٹھ میل تک تھا اور ٹڈیوں کی تعداد کا تخمینہ اس وقت سو کھرب یا ایک نیل (1,......,......,......,......) کا کیا گیا اور بعض دل اس سے بھی بڑے بڑے مشاہدہ میں آچکے ہیں (تفسیر ماجدی۔ سورہ قمر)

پھر یہاں جو آیت میں قبروں سے نکلنا فرمایا گیا ہے تو اس سے مراد زمین میں کھود کر جو قبر بنائی جاتی ہے وہ قبر مراد نہیں ہے بلکہ عالم قبر مراد ہے اور جو مرنے کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ جس کو عالم برزخ یا عالم مثال بھی کہتے ہیں اور جو عالم آخرت شروع ہونے تک قائم رہے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص جہاں بھی مرا ہوگا اور جس جگہ اس کی خاک پڑی ہوگی وہیں سے وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوگا۔ تو کفار منکرین اس دن یعنی یوم حشر کے ہولناک احوال اور اپنے جرائم کا تصور کر کے کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے دیکھو اب کیا گزرے گی۔

اب یہاں یہ غور کیجئے کہ منکرین ومکذبین کی بدخصلت جو اس جگہ ظاہر فرمائی گئی وہ واتبعوا اھواءھم فرمائی گئی یعنی انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی تو معلوم ہوا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کتنا شدید جرم ہے کہ ایک کافر مشرک کا کفر وشرک پر جمے رہنا۔ اسی اتباع ہویٰ کی بدولت ہوا۔ ھویٰ یعنی خواہشات نفس اور اس کے مقابل ھدیٰ یعنی انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی ہدایات۔ یہی دو چیزیں ہیں جن پر خیر وشر کے سارے سلسلہ کی بنیاد ہے اور جس سے انسانوں کی سعادت یا شقاوت وابستہ ہے۔ ہر گمراہی اور بدعملی اتباع ھویٰ کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح ہر خیر ونیکی اتباع ھدیٰ سے پیدا ہوتی ہے۔ تو جہاں کافروں کے لئے اتباع ھویٰ مہلک ہے وہیں اہل اسلام کے لئے اتباع ہویٰ ایمان کو پامال کرنے والی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائے مطلب یہ ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل کر سکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہو سکتی ہیں کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر ہدایات نبویؐ کے تابع وماتحت ہو جائیں۔ تو اتباع ہویٰ ایسی بری چیز ہے کہ نہ صرف کافر ومشرک کو کفر وشرک کی دلدل میں پھنسائے رکھتی ہے۔ بلکہ ایک مومن کو بھی حقیقی ایمان سے محروم رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں پر رحم فرمائے اور ہمیں بھی اپنی حالتوں پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ آیا ہماری اکثریت اتباع ہویٰ کا شکار ہے اور نفسانی خواہشات کے جال میں پھنسی ہوئی ہے یا اتباع ھدیٰ پر گامزن ہے اور ہدایات نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تابع وماتحت اپنا شب وروز گزار رہی ہے۔ ملک اور قوم کی حالت سے ہر فرد خوب واقف ہے۔ خود ہی فیصلہ کر لے۔ تفصیل عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب بتایئے اتباع تو ھوٰی کا اور انجام ونتیجہ ہم چاہیں اتباع ھدیٰ کا تو اس کم عقلی کا بھی کچھ ٹھکانا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ہی اس ملک اور قوم کو اتباع ہوٰی کی دلدل سے نکالنے والے ہیں۔

اب آگے بتلایا جاتا ہے کہ اتباع ہوٰی میں پھنس کر جو کفر وشرک اور نافرمانی وسرکشی میں گرفتار رہتے ہیں وہ آخرت میں تو اس کا نتیجہ بھگتیں گے ہی لیکن ایسی نافرمان وسرکش قوم کو دنیا میں بھی سخت حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر چند گذشتہ نافرمان اقوام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ (٩) فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ

ان لوگوں سے پہلے قوم نوحؑ نے تکذیب کی۔ یعنی ہمارے بندے (خاص نوحؑ) کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ مجنون ہے اور نوحؑ کو دھمکی دی گئی۔ تو نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں

فَانْتَصِرْ (١٠) فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ (١١) وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ

سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے۔ پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے پھر (آسمان اور زمین کا) پانی

عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (١٢) وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (١٣) تَجْرِیْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ

اس کام کے (پورا ہونے کے) لئے مل گیا جو (علم الٰہی میں) تجویز ہو چکا تھا۔ اور ہم نے نوحؑ کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر جو کہ ہماری نگرانی میں رواں تھی (مع مومنین کے) سوار کیا۔

كَانَ كُفِرَ (١٤) وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (١٥) فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ (١٦) وَلَقَدْ

یہ سب کچھ اس شخص کا بدلہ لینے کیلئے کیا جس کی بے قدری کی گئی تھی۔ اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کے واسطے رہنے دیا، کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ پھر (دیکھو) میرا عذاب

يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (١٧)

اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمُ نُوْحٍ قوم نوح	فَكَذَّبُوْا تو انہوں نے جھٹلایا	عَبْدَنَا ہمارے بندے	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	مَجْنُوْنٌ دیوانہ
وَازْدُجِرَ اور ڈرایا دھمکایا گیا	فَدَعَا پس اس نے پکارا	رَبَّهٗ اپنا رب	اَنِّیْ کہ میں	مَغْلُوْبٌ مغلوب	فَانْتَصِرْ پس میرا انتقام لے	فَفَتَحْنَا تو ہم نے کھولدیئے
اَبْوَابَ السَّمَآءِ آسمان کے دروازے	بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ کثرت سے برسنے والے پانی سے	وَفَجَّرْنَا اور ہم نے جاری کردیئے	الْاَرْضَ زمین	عُيُوْنًا چشمے		
فَالْتَقَى پس مل گیا	الْمَآءُ پانی	عَلٰٓى اَمْرٍ اس کام پر	قَدْ قُدِرَ (جو) مقرر ہو چکا تھا	وَحَمَلْنٰهُ اور ہم نے سوار کیا اسے	عَلٰى پر	ذَاتِ اَلْوَاحٍ تختوں والی
وَّدُسُرٍ اور کیلوں والی	تَجْرِیْ چلتی تھی	بِاَعْيُنِنَا اپنی آنکھوں کے سامنے	جَزَآءً بدلہ	لِّمَنْ اس کیلئے جس	كَانَ كُفِرَ ناقدری کی گئی	
وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَا اور تحقیق ہم نے اسے رہنے دیا	اٰيَةً ایک نشانی	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت پکڑنے والا	فَكَيْفَ كَانَ پس کیسا ہوا		
عَذَابِیْ میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا اور تحقیق ہم نے آسان کیا	الْقُرْاٰنَ قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت پکڑنے والا

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین و مکذبین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے دن ہولناک احوال اور اپنے جرائم کا تصور کر کے منکرین کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے دیکھئے اب کیا گزرے گی؟ اسی سلسلہ میں آگے بتلایا جاتا ہے کہ منکرین کے لئے قیامت اور آخرت کا عذاب تو اپنے وقت پر ضرور آئے گا لیکن بہت سے منکرین و مکذبین کے لئے عذاب آخرت سے قبل دنیا ہی میں ایک سخت دن آ چکا ہے چنانچہ مثال کے طور پر پچھلی قوموں میں سے قوم نوح، عاد، ثمود۔ قوم لوط اور آل فرعون کا حال مختصراً الفاظ میں بیان کر کے جتلایا گیا کہ خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تعلیمات کو جھٹلا کر یہ قومیں کس درد ناک عذاب سے دو چار ہوئیں اور ہر قوم کے قصہ اور انجام کو بیان کرنے کے بعد یہ بات دہرائی گئی ہے کہ یہ قرآن نصیحت کا آسان ذریعہ ہے جس سے اگر کوئی سبق لے کر راہ راست پر آ جائے اور اس کی تعلیمات و احکام کو مان لے تو ان عذابوں کی نوبت نہیں آ سکتی جو ان قوموں پر نازل ہوئے اس طرح پچھلی قوموں کی عبرتناک تاریخی مثالیں دینے کے بعد کفار مکہ کو اخیر

میں خطاب کر کے فرمایا گیا کہ جس طرز عمل پر دوسری قومیں سزا پا چکی ہیں اور دنیا میں تباہ ہو چکی ہیں وہی طرز عمل یعنی انکار و تکذیب اگر تم نے اختیار کیا تو تم کو بھی وہی سزا ملے گی۔ یہاں پہلے قوم نوح کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان کفار مکہ سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم انکار و تکذیب کر چکی ہے اور قیامت و آخرت کو جھٹلا چکی ہے اور اپنے نبی اور ان کی تعلیم کو ماننے سے انکار کر چکی ہے اور محض نبی اور اس کی تعلیم سے انکار و تکذیب ہی نہیں برتا بلکہ الٹا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے منکرین نے دیوانہ قرار دیا۔ دھمکیاں دیں۔ لعنت ملامت کی۔ برا بھلا کہا اور نوح علیہ السلام کو تبلیغ دین سے باز رکھنے کی کوشش کی اور ان کا جینا دوبھر کر دیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض لوگ جب حضرت نوح علیہ السلام کو کہیں پاتے تو بعض اوقات ان کا گلا گھونٹ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو جاتے پھر جب افاقہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے۔ یا اللہ میری قوم کو معاف کر دے وہ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ ساڑھے نو سو برس قوم کی ایسی ایذاؤں کا جواب دعاؤں سے دے کر اور سینکڑوں برس ہر طرح سمجھانے بجھانے پر بھی جب قوم کے منکرین نہ سمجھے تو نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں ان سے عاجز آ چکا ہوں۔ ہدایت اور فہمائش کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اب آپ ہی اپنے دین کا اور پیغمبر کا بدلہ لیجئے اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیئے۔ حق تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور اس قدر پانی ٹوٹ کر برسا کہ گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور نیچے سے زمین کے پردے پھٹ پڑے اور اتنا پانی ابلا کہ گویا ساری زمین چشموں کا مجموعہ بن کر رہ گئی پھر اوپر اور نیچے کا یہ سب پانی مل کر اس کام کے لئے اکٹھا ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پہلے سے مقدر ہو چکا تھا یعنی قوم نوح کے کفار منکرین کی ہلاکت و غرقابی۔ ادھر اس ہولناک طوفان کے وقت نوح علیہ السلام کی کشتی جو طوفان آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے موافق نوح علیہ السلام نے بنائی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں نہایت امن چین سے چلتی رہی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کفار و منکرین نے حضرت نوح علیہ السلام کی بے قدری کی اور اللہ کی باتوں کا انکار کیا یہ غرقابی اور ہلاکت اس کی سزا ملی۔ اب اس واقعہ پر نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ سوچنے اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس واقعہ میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔ منکرین نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کیسا ہولناک اور اس کا ڈرانا کس قدر سچا ہے۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ اس قرآن پاک سے نصیحت حاصل کرنا بالکل آسان ہے کیونکہ جو مضامین ترغیب و ترہیب اور وعظ و تلقین کے اس میں بیان کئے گئے ہیں وہ بالکل صاف۔ سہل اور موثر ہیں پر کوئی سوچنے سمجھنے کا ارادہ کرے تو سمجھے۔

اب یہاں قوم نوحؑ پر دنیا میں غرقابی کی ہلاکت کا عذاب بیان فرما کر جو اخیر میں **فھل من مدّکر ۝** فرمایا یعنی ہے کوئی اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرنے والا؟ مطلب یہ کہ اس واقعہ سے ہر ایک کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔ اب کفار و مشرکین اور منکرین و مکذبین کے لئے تو ایک نصیحت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی مخالفت نافرمانی اور تکذیب اور انکار سے باز آ جاؤ۔ اور دیکھو نوح علیہ السلام کی قوم باز نہ آئی تو نتیجہ میں دنیا ہی میں ہلاک تباہ و برباد ہوئی۔ اور ایک دوسری نصیحت **جزآء لمن کان کفر ۝** کے جملہ سے دی جاتی ہے کہ یہ سب کچھ یعنی قوم نوح کی تباہی بربادی اور ہلاکت اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا گیا جس کی بے قدری کی گئی تھی جس کا انکار کیا گیا تھا یعنی نوح علیہ السلام کے لئے انتقام اور بدلہ لیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے مقبولین کے لئے انتقام لیتے ہیں لہٰذا ان کی نافرمانی اور مخالفت کر کے ان کو ایذاء ہرگز نہ دینا چاہئے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے انتقام اور غضب کو دعوت دینا ہے۔ اب یہ تو کفار و مشرکین اور منکرین و مکذبین کے لئے نصیحتیں ہیں۔ مگر کیا اس میں کوئی نصیحت ان کے لئے بھی ہے جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول

اللہ کہہ کر قرآنی احکام سے نہ صرف انحراف اور اعراض ہے بلکہ بغاوت اور کھلم کھلا مخالفت ہے؟ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود خدائی احکام کو دن رات ٹھکرا رہے ہیں؟ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کر کے آپ کی شریعت۔ آپ کی ہدایت آپ کی تعلیم سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس طرح اللہ کے رسول کی بے قدری کر کے ایک درجہ میں آپ کی ایذا دہی کے مرتکب بھی ہو رہے ہیں۔ کیا خداوند قدوس کا فرمان فکیف کان عذابی ونذر ٥ (پھر دیکھو میرا عذاب اور ڈرانا اور مجرم قوم سے انتقام لینا کیسا ہوا؟) آج اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی کتاب کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے کوئی ڈر اور خوف پیدا کرنے کی چیز نہیں؟ مولائے کریم ہماری حالتوں پر رحم فرما دیں۔ اور نافرمان قوموں کے عبرتناک انجام سے ہمیں سبق و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں۔

دیکھئے یہاں ایک عبارت بہت ہی ڈرتے ہوئے اور کانپتے ہوئے دل سے حضرت اقدس حکیم الامت۔ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن سے نقل کرتا ہوں جو آٹھویں پارہ سورہ اعراف کی ایک آیت کے تحت حضرت رحمتہ اللہ نے لکھی ہے۔ ذرا غور سے ملاحظہ ہو۔ حضرت والا لکھتے ہیں۔

''جیسے قلب سے تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا اور برتاؤ میں مخالفت وعداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے خوب سمجھ لو''۔ (بیان القرآن سورہ اعراف صفحہ ۳۲۱) اللہ تعالیٰ ہی ہمارے قلب اور زبان اور برتاؤ و طرز عمل کی حفاظت فرمائیں اور ہمیں اسلام صادق نصیب فرمائیں۔

اب آگے دوسری نافرمان انکار و تکذیب کرنے والی قوم عاد کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جب ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی اور ہم کو خاتم الانبیاء سردار انبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا ہے تو ہمیں ان نعمتوں کی سچی قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اور نافرمان قوموں کی طرح اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کی بے قدری سے بچنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ نافرمان قوموں کے واقعات سے ہم کو نصیحت و عبرت عطا فرما اور اپنی اور اپنے رسول پاک ﷺ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنے عذاب سے دنیا و آخرت دونوں جہان میں پناہ بخشئے اور ہم کو اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ

عاد نے (بھی اپنے پیغمبر کی) تکذیب کی سو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک تند ہوا بھیجی ایک دوامی نحوست کے دن میں۔

نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي

وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اُکھاڑ اُکھاڑ پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔

وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ ثمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی۔ اور کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے،

مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ

جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور (بلکہ) جنون میں پڑ جاویں۔ کیا ہم سب میں سے (منتخب ہو کر) اسی پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ یہ بڑا جھوٹا

أَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿۲۶﴾ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ

اور بڑا شیخی باز ہے۔ ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا (اور) شیخی باز کون تھا۔ ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں ان کی آزمائش کیلئے سو ان کو دیکھتے بھالتے رہنا

وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى

اور صبر سے بیٹھے رہنا۔ اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنویں کا) ان میں بانٹ دیا گیا ہے، ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا۔ سو انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا سو اس نے (اونٹنی پر) وار کیا

فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ

اور مار ڈالا۔ سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے) ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا۔

الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	عَادٌ عاد	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	عَذَابِي میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	إِنَّا أَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	رِيحًا ہوا
صَرْصَرًا تیز	فِي میں	يَوْمِ نَحْسٍ نحوست کے دن	مُسْتَمِرٍّ چلتی گئی	تَنْزِعُ وہ اکھاڑ دیتی (پھینکتی)	النَّاسَ لوگ	كَأَنَّهُمْ گویا کہ وہ	أَعْجَازُ تنے	
نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ جڑ سے اُکھڑی ہوئی کھجور	فَكَيْفَ سو کیسا	كَانَ ہوا	عَذَابِي میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق			
يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ ہم نے آسان کردیا قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا	كَذَّبَتْ ثَمُودُ جھٹلایا ثمود نے				
بِالنُّذُرِ ڈرانیوالوں کو	فَقَالُوا پس انہوں نے کہا	أَبَشَرًا کیا ایک بشر	مِنَّا اپنے میں سے	وَاحِدًا ایک	نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا ہم پیروی کریں اسکی بیشک ہم اس صورت میں			
لَفِي ضَلَالٍ البتہ گمراہی میں	وَسُعُرٍ اور دیوانگی	أَأُلْقِيَ کیا ڈالا (نازل) کیا گیا	الذِّكْرُ ذکر (وحی)	عَلَيْهِ اس پر	مِنْ بَيْنِنَا ہمارے درمیان (ہم میں سے)			
بَلْ هُوَ بلکہ وہ	كَذَّابٌ بڑا جھوٹا	أَشِرٌ خود پسند	سَيَعْلَمُونَ وہ جلد جان لیں گے	غَدًا کل	مَنِ کون	الْكَذَّابُ بڑا جھوٹا	الْأَشِرُ خود پسند	إِنَّا بیشک ہم

مُرْسِلُوا بھیجنے والے	النَّاقَةِ اونٹنی	فِتْنَةً آزمائش	لَّهُمْ ان کیلئے	فَارْتَقِبْهُمْ سو تو انتظار کر ان کا	وَاصْطَبِرْ اور صبر کر	وَنَبِّئْهُمْ اور انہیں خبر دے	
أَنَّ الْمَاءَ کہ پانی	قِسْمَةٌ تقسیم کردیا گیا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	كُلُّ ہر	شِرْبٍ پینے کی باری	مُّحْتَضَرٌ حاضر کیا گیا (حاضر ہوتا)	فَنَادَوْا تو انہوں نے پکارا	
صَاحِبَهُمْ اپنے ساتھی کو	فَتَعَاطَىٰ سو اس نے دست درازی کی	فَعَقَرَ اور کونچیں کاٹ دیں	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	عَذَابِي میرا عذاب	وَ اور	نُذُرِ میرا ڈرانا
إِنَّا أَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	صَيْحَةً چنگھاڑ	وَاحِدَةً ایک	فَكَانُوا سو وہ ہوگئے	كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ طرح سوکھی روندی ہوئی باڑ باڑ لگانے والا		
وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق	يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ ہم نے آسان کیا قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِن مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ اس قوم نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اور ان کا کہنا ماننے سے انکار کیا۔

اب آگے دوسرا اور تیسرا واقعہ قوم عاد اور قوم ثمود کی نافرمانی اور اس کا انجام سنا کر منکرین کو ڈرایا اور سمجھایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو عاد نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کی باتوں کو جھٹلایا پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا کا عذاب بھیجا اور ایسا سخت آندھی کا طوفان آیا کہ ہوا نے آدمیوں کو اٹھا اٹھا کر دے پٹکا اور قوم عاد کے لحیم شحیم۔ موٹے تازے اور لمبے تڑنگے ایسے نظر آتے تھے جیسے کھجور کا تنہ جڑ سے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا جائے۔ سورہ الحاقہ ۲۹ ویں پارہ میں فرمایا گیا کہ ہوا کا یہ طوفان مسلسل سات رات اور آٹھ دن جاری رہا جس نے عاد کو نیست نابود کر کے رکھ دیا۔ اس واقعہ کو بیان کر کے جتلایا جاتا ہے کہ دیکھ لو کیسا تھا اللہ تعالیٰ کا عذاب اور کیسا تھا اس کا ڈرانا۔ اس سے عبرت حاصل کرو اور قرآن سے نصیحت حاصل کرو۔ اور قرآن سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے بشرطیکہ کوئی نصیحت سننے اور ماننے کے لئے تیار ہو۔ قوم عاد کے بعد قوم ثمود کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اس قوم نے بھی سرکشی کی اور اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ ان کی باتوں کو جھٹلایا اور جب حضرت صالح علیہ السلام نے سمجھایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ کو مانو اور میرا کہنا سنو تو قوم کے لوگ کہنے لگے کہ کیا خوب ہمارے ہی جیسا آدمی اور وہ بھی بے یار و مددگار۔ نہ کوئی اس کے ساتھ جتھا۔ نہ لاؤ لشکر۔ ایسے بے حیثیت آدمی کی بات مانیں تو کیا ہماری عقل ماری گئی ہے۔ کوئی آسمان کا فرشتہ ہوتا۔ یا سردار مالدار یا بادشاہ ہوتا تو ایک بات بھی تھی۔ کیا ہم میں بس ایک یہی رہ گیا تھا کہ جس کو ہمارا سمجھانے والا مقرر کیا گیا۔ کیا پیغمبری کے لئے بس یہی رہ گیا تھا؟ کچھ نہیں سب جھوٹ ہے۔ خوامخواہ کی بڑائی مارتا ہے کہ خدا نے مجھے اپنا رسول بنا دیا اور ساری قوم کو میری اطاعت کا حکم دیا ہے۔ (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ) منکرین و مکذبین کے ان اقوال پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ دونوں فریق میں جھوٹا اور بڑائی مارنے والا کون ہے۔ پھر قوم کے لوگوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا کہ پتھر کی چٹان سے اونٹنی پیدا ہو۔ اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ہم ان کی فرمائش کے مطابق پتھر سے اونٹنی نکال کر بھیجتے ہیں اس کے ذریعہ سے جانچا جائے گا کہ کون اللہ و رسول کی بات مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ پس اے پیغمبر یعنی حضرت صالح علیہ السلام آپ صبر سے ان کی حالت دیکھتے رہیں کہ ان کی نافرمانی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور ان کی گت بننے والی ہے اور ان لوگوں کو جب اونٹنی پیدا ہو بتلا دینا کہ پانی پلانے کی باری مقرر کر لو۔ ایک دن قوم کے مویشی پئیں گے دوسرے دن یہ اونٹنی پیئے گی۔ پھر باری کا خیال رکھا جائے۔ الغرض قوم ثمود کے مالداروں کو یہ بات ناگوار گزری اور سازش ہوئی کہ یہ باری کا جھگڑا اور پابندی ختم کی جائے۔ آخر ایک شخص ان میں سے آمادہ ہو گیا کہ اونٹنی کو ختم کیا جائے چنانچہ اس کمبخت نے اونٹنی پر وار کیا اور اس کو مار ڈالا۔ جس پر عذاب خداوندی ان پر نازل ہوا اور ایک زور کی چنگھاڑ ہوئی

اور سارے ثمودی جو ایمان نہ لائے تھے سب اس آواز سے ہلاک ہو گئے۔قوم ثمود کے واقعہ کو سنا کر آخیر میں پھر وہی تنبیہ ونصیحت ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے اور قرآن سے نصیحت حاصل کرنا چاہئے اور اس سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے بشرطیکہ کوئی سوچنا سمجھنا چاہے۔

الغرض یہ عاد وثمود کے قصے بھی اسی لئے سنائے گئے کہ اپنے پیغمبر کی نافرمانی کر کے اور سرکشی برت کے گذشتہ قومیں کس طرح ہلاکت۔تباہی وبربادی سے دنیا ہی میں دوچار ہوئیں۔اللہ تعالیٰ اس امت مسلمہ کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام نام ہی ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا اور نافرمانی اطاعت کی ضد ہے۔اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا خاصہ ہی انسان کے لئے تباہ کن ہے۔اور آج جو یہ امت باوجود اللہ اور اس کے رسول نبی رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمانی کے دنیا میں قائم ہے یہ محض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے امت کے ساتھ شفقت اور دعا کا صدقہ ہے کیونکہ احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ میری ساری امت کسی عذاب عام سے ہلاک نہ فرمائی جائے گذشتہ امتوں کی طرح اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بھی سنادی کہ میرے خدا نے میری یہ دعا قبول فرمالی۔اس بنا پر یہ امت عذاب عام سے دنیا میں بچی ہوئی ہے اور آئندہ بچی رہے گی۔مگر آخرت کا معاملہ جدا ہے۔صحیح بخاری کی روایت ہے۔حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔صحابہ نے دریافت فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔

حضرت علامہ مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "ترجمان السنۃ" میں اس حدیث شریف کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ انکار دو قسم پر ہے۔ایک یہ کہ زبان سے انکار کرے۔ایسا منکر تو کافر ہے اور کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔دوسرا یہ کہ زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ ہے یہ گو اقرار کر رہا ہے مگر جب نافرمانی کرنے میں زبان سے انکار کرنے والے کے برابر ہے تو ایک نظر میں یہ بھی گویا منکر ہے۔لہٰذا اسے بھی ان منکرین کے ساتھ کچھ دن رہنا ہوگا گو اپنے قلبی اقرار کی وجہ سے پھر نجات ہو جائے۔رسول کے لائے ہوئے دین کو ماننا ایمان ہے اور اس کی اطاعت کرنا قلبی ایمان کی علامت ہے۔نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں" (ترجمان السنۃ۔جلد اول صفحہ ۳۴۷)

اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اطاعت نصیب فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح کی نافرمانی سے قول میں۔فعل میں۔ظاہر میں باطن میں کامل طور پر بچائیں۔

اب قوم عاد وثمود کے بعد چوتھا قصہ لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نافرمان قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچائیں۔قرآن پاک کی نصیحتوں کو دل وجان سے اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۙ نِّعْمَةً

قوم لوطؑ نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی۔ ہم نے اُن پر پتھروں کا مینہ برسایا، بجز متعلقین لوطؑ کے (یعنی بجز مومنین کے) کہ ان کو اخیر شب میں بچالیا۔ اپنی جانب سے

مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ

فضل کر کے جو شکر کرتا ہے ہم اُسے ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ اور (قبل عذاب آنے کے) لوطؑ نے اُن کو ہمارے دار و گیر سے ڈرایا تھا انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کیے۔

رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً

اور ان لوگوں نے لوطؑ سے ان کے مہمانوں کو بارادہ بد لینا چاہا سو ہم نے اُن کی آنکھیں چوپٹ کر دیں کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ اور (پھر) صبح سویرے ان پر

عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

عذاب دائمی آ پہنچا۔ کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَوْمُ لُوْطٍ لوط کی قوم نے	بِالنُّذُرِ ڈرانیوالے (رسول)	اِنَّا بیشک ہم	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	حَاصِبًا پتھر برسانے والی آندھی
اِلَّا سوائے	اٰلَ لُوْطٍ لوط کے اہل خانہ	نَجَّيْنٰهُمْ ہم نے بچالیا انہیں	بِسَحَرٍ صبح سویرے	نِعْمَةً فضل فرما کر	مِنْ عِنْدِنَا اپنی طرف سے	كَذٰلِكَ اسی طرح
نَجْزِيْ ہم جزا دیتے ہیں	مَنْ شَكَرَ جو شکر کرے	وَ اور	لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ تحقیق (لوطؑ نے) انہیں ڈرایا	بَطْشَتَنَا ہماری پکڑ سے	فَتَمَارَوْا تو وہ جھگڑنے لگے	
بِالنُّذُرِ ڈرانے میں	وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق	رَاوَدُوْهُ انہوں نے (لوطؑ سے) لینا چاہا	عَنْ سے	ضَيْفِهٖ اس کے مہمان	فَطَمَسْنَا تو ہم نے مٹا دیں	
اَعْيُنَهُمْ انکی آنکھیں	فَذُوْقُوْا پس چکھو تم	عَذَابِيْ میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ اور تحقیق	صَبَّحَهُمْ صبح آن پڑا ان پر	بُكْرَةً سویرے
عَذَابٌ عذاب	مُسْتَقِرٌّ ٹھہرنے والا (دائمی)	فَذُوْقُوْا پس چکھو تم	عَذَابِيْ میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کیا	
	الْقُرْاٰنَ قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا		

تفسیر و تشریح: کفار مکہ اور مشرکین عرب کی عبرت و نصیحت کے لئے گذشتہ آیات میں قوم نوح قوم عاد اور قوم ثمود کا حال بیان کیا گیا۔

اسی سلسلہ میں اب چوتھا قصہ مختصراً قوم لوط کا بیان فرمایا جا رہا ہے۔ لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کے واقعات تفصیلاً سورہ ہود بارہویں پارہ میں اور سورہ حجر چودھویں پارہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ خلاصہ ان کا یہ ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور شب و روز کی پند و نصائح کا قوم پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اپنی بد اخلاقیوں اور بد کرداریوں پر اسی طرح مصر رہی تو پھر اس قوم کو بھی وہی پیش آیا جو خدا کے بنائے ہوئے قانون جزا کا یقینی فیصلہ ہے۔ یعنی بد کرداریوں پر اصرار کی سزا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ فرمایا تو چند فرشتوں کو نہایت حسین و خوبصورت جوانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں مہمانوں کے طور پر بھیج دیا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، انسانی صورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان بن کر آئے۔ حضرت لوط علیہ السلام ان مہمانوں کو جو اپنی شکل و صورت میں حسین و خوبصورت اور عمر میں نوجوان لڑکوں کی حیثیت میں دیکھا تو گھبرا گئے اور

خوف کیا کہ نہ معلوم بد بخت قوم میرے ان مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے کیونکہ ابھی تک آپ کو یہ نہ بتایا گیا تھا کہ وہ خدا کے پاک فرشتے ہیں۔قوم کے بدکردار لوگوں کو جب خبر لگی کہ حضرت لوط کے ہاں ایسے خوبصورت مہمان آئے ہیں تو وہ آپ کے گھر پر چڑھ آئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ ان مہمانوں کو ان کے حوالہ کر دیں حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا کہ کیا تم میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو انسانیت کو برتے اور حق کو سمجھے۔ ان کو اس ذلیل حرکت سے باز رہنے کے لئے ہر طرح سمجھایا مگر وہ نہ مانے اور گھر میں گھس کر زبردستی مہمانوں کو نکال لینے کی کوشش کی۔اس مرحلہ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر پھیر دیا جس سے وہ بالکل اندھے ہو گئے اور ٹٹولتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے۔ پھر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہماری ظاہری صورتوں کو دیکھ کر گھبرائیں نہیں ہم ملائکہ ہیں اور بغرض عذاب آئے ہیں خدا کا فیصلہ ان کے حق میں ہو چکا ہے اور اب عذاب الٰہی ان کے سر سے ٹلنے والا نہیں۔ آپ اور آپ کے گھر والے رات ہوتے ہی اس بستی سے رخصت ہو جائیں کیونکہ صبح ہونے سے پہلے ہی ان پر عذاب نازل ہوگا۔آپ اور آپ کا خاندان عذاب سے محفوظ رہے گا مگر آپ کی بیوی ان ہی بدکرداروں کی رفاقت میں رہے گی۔ ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام مع اپنے گھرانے کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ بیوی نے آپ کی رفاقت سے انکار کر دیا۔ اخیر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اس بستی والوں کو تہ و بالا کر دیا پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

ان تمام نافرمان قوموں کے قصوں کو بیان کر کے گو منکرین و مکذبین کو مخاطب کر کے قرآن فہمی کی دعوت دی گئی ہے اور اس قرآن پر ایمان لانے اور اس کا اتباع کرنے کو بار بار کہا گیا ہے۔مگر اس میں اس قرآن پر ایمان رکھ کر پھر اس سے انحراف اور اس کی عدول حکمی اور نافرمانی اور سرکشی اور اس کے احکام سے بغاوت کرنے والوں کے لئے بھی تنبیہ ہے۔ مسلمان خدارا اپنی حالتوں پر غور کریں اور ان قرآنی واقعات سے عبرت حاصل کریں۔ اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچیں۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق عنایت فرمائیں۔آمین۔

اسی سلسلہ میں آگے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کے بعد کفار مکہ کو خطاب کر کے تنبیہ فرمائی گئی اور خاتمہ میں مجرمین و متقین کے انجام کو بیان کر کے سورۃ کو ختم فرمایا گیا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرماویں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کی توفیق وہمت عطا کریں۔

یا اللہ! ہمیں سچی توبہ اور ندامت کے ساتھ اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما دے اور اپنی نصرت وحمایت کو ہمارے شامل حال فرمادے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ

اور (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں۔ ان لوگوں نے ہماری (ان) تمام نشانیوں کو جھٹلایا، سو ہم نے اُن کو زبردست قدرت کا پکڑنا پکڑا۔ کیا تم میں جو کافر ہیں

خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ

اُن میں اُن (مذکور) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے، یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے۔ یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے۔ عنقریب

الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِىْ

(ان کی) یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ قیامت ان کا (اصل) وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔ یہ مجرمین (یعنی کفار)

ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا كُلَّ

بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں۔ جس روز یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو۔ ہم نے ہر چیز کو

شَىْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ

اندازے سے پیدا کیا۔ اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہوجاوے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا۔ اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں،

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَىْءٍ فَعَلُوْهُ فِى الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾

سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب اعمالناموں میں (بھی مندرج) ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے۔ ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

وَلَقَدْ جَآءَ اور تحقیق آئے	اٰلَ فِرْعَوْنَ فرعون والے	النُّذُرُ ڈرانیوالے (رسول)	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو	كُلِّهَا تمام			
فَاَخَذْنٰهُمْ پس ہم نے انہیں آ پکڑا	اَخْذَ پکڑ	عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ غالب صاحب قدرت	اَكُفَّارُكُمْ کیا تمہارے کافر	خَيْرٌ بہتر	مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ ان سے			
اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ یا تمہارے لئے نجات (معافی نامہ)	فِى الزُّبُرِ صحیفوں میں	اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	نَحْنُ ہم	جَمِيْعٌ جماعت	مُّنْتَصِرٌ بدلہ لینے والے		
سَيُهْزَمُ عنقریب شکست کھائے گی	الْجَمْعُ جماعت	وَيُوَلُّوْنَ اور وہ پھیر لینگے (بھاگیں گے)	الدُّبُرَ پیٹھ	بَلِ السَّاعَةُ بلکہ قیامت	مَوْعِدُهُمْ وعدہ گاہ انکی			
وَالسَّاعَةُ اور قیامت	اَدْهٰى وہ سخت	وَاَمَرُّ اور بڑی تلخ	اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ بیشک مجرم (جمع)	فِىْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	وَّسُعُرٍ اور جہالت	يَوْمَ جس دن		
يُسْحَبُوْنَ وہ گھسیٹے جائینگے	فِى النَّارِ جہنم میں	عَلٰى پربل	وُجُوْهِهِمْ اپنے منہ (جمع)	ذُوْقُوْا تم چکھو	مَسَّ لگنا	سَقَرَ جہنم	اِنَّا كُلَّ بیشک ہم ہر	شَىْءٍ شے
خَلَقْنٰهُ ہم نے اسے پیدا کیا	بِقَدَرٍ ایک اندازہ کے مطابق	وَمَآ اَمْرُنَآ اور نہیں ہمارا حکم	اِلَّا مگر۔صرف	وَاحِدَةٌ ایک	كَلَمْحٍ جیسے جھپکنا	بِالْبَصَرِ آنکھ کا		
وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اور البتہ ہم ہلاک کر چکے ہیں	اَشْيَاعَكُمْ تمہارے ہم مشرب	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا	وَكُلُّ شَىْءٍ اور ہر بات				
فَعَلُوْهُ جو انہوں نے کی	فِى الزُّبُرِ صحیفوں میں	وَكُلُّ اور ہر	صَغِيْرٍ چھوٹی	وَّكَبِيْرٍ اور بڑی	مُّسْتَطَرٌ لکھی ہوئی	اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک متقی (جمع)		
فِىْ جَنّٰتٍ باغات میں	وَّنَهَرٍ اور نہریں	فِىْ میں	مَقْعَدِ صِدْقٍ مقام سچائی	عِنْدَ نزدیک	مَلِيْكٍ بادشاہ	مُّقْتَدِرٍ صاحب قدرت		

تفسیر وتشریح: یہ سورہ قمر کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ اور مشرکین عرب کی عبرت وتنبیہ کے لئے چار اقوام یعنی قوم نوح ؑ قوم عاد قوم ثمود اور قوم لوط کا ذکر فرمایا گیا

اسی سلسلہ میں اب پانچواں قصہ قوم فرعون کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ گزشتہ امتوں کی طرح مصر کے فرعونیوں نے بھی سرکشی اختیار کی اور غلط راستہ پر چلے ان کے پاس ڈرانے والے بھی آئے یعنی حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام اور ان کی یعنی قوم فرعون کی ہدایت کے لئے ان حضرات نے بہت سی نشانیاں اور معجزات بھی دکھلائے لیکن انہوں نے سب کو جھوٹا اور سحر کہہ کر ٹال دیا۔ آخر خدا کی پکڑ جو بڑے زبردست کی پکڑ تھی اس سے کوئی نکل کر بھاگ نہ سکا۔ دیکھ لو تمام فرعونیوں کا بیڑہ کس طرح بحر قلزم میں غرق ہوا کہ ایک بچ کر نہ نکل سکا۔ گذشتہ اقوام کے واقعات سنا کر کفار مکہ کو خطاب ہے کہ تم میں کے کافر کیا پہلے کافروں سے کچھ اچھے ہیں جو کفر و طغیان کی سزا میں تباہ نہیں کئے جاویں گے؟ یا خدا کے ہاں سے کوئی پروانہ لکھ دیا گیا ہے کہ تم جو چاہو شرارت کرتے رہو سزا نہیں ملے گی؟ یا یہ سمجھے ہوئے ہو کہ ہمارا مجمع اور جتھا بہت بڑا ہے اور سب مل کر جب ایک دوسرے کی مدد پر آ جائیں گے تو کسی کو اپنے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونے دیں گے؟ اگر تم اپنی جمعیت میں پھولے ہوئے ہو تو سن لو عنقریب تمہاری یہ جمعیت شکست کھا کر بھاگتی نظر آئے گی۔ یہ قرآن پاک کی ایک صریح پیشین گوئی تھی جو ہجرت سے قریب ۵ سال پہلے کر دی گئی تھی کہ کفار مکہ جن کو اس سورۃ کے نزول کے وقت اپنی جمعیت وطاقت پر بڑا زعم تھا عنقریب یہ شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔ تو اس وقت یہ تصور بھی مشکل تھا کہ عنقریب یہ انقلاب کیسے ہوگا اس وقت مسلمانوں کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کفار کے مظالم سے تنگ آ کر سرزمین عرب کو چھوڑ کر ملک حبش میں پناہ گزین ہو چکا تھا۔ مکہ میں رہنے والے اہل ایمان شعب ابی طالب میں محصور تھے جنہیں قریش کے بائیکاٹ اور محاصرہ نے کھانے پینے کا سامان تک بند کر رکھا تھا۔ اور یہ محاصرہ اور بائیکاٹ کی سختی دو چار دن یا دو چار ہفتہ یا دو چار ماہ کی نہیں تھی بلکہ مسلسل تین سال کا عرصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء نے اس حصار میں سخت تکالیف کے ساتھ گزارا۔ یہاں تک کہ بھوک سے بچوں کے بلبلانے کی آواز گھاٹی کے باہر سنائی دینے لگی جس کو سنگدل قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے۔ اس محاصرہ اور بائیکاٹ میں مسلمانوں نے کیکر کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کی اور شدت بھوک کے عالم میں جو کچھ بھی کسی کو مل گیا وہ کھا لینے کی نوبت آ گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں فرماتے ہیں کہ میں بھوکا تھا اور بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ اتفاق سے میرا پیر شب میں کسی تر چیز پر پڑا۔ فوراً زبان پر رکھ کر نگل گیا اب تک معلوم نہیں کہ وہ کیا شے تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے اپنا ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ شب کو پیشاب کے لئے نکلا راستہ میں ایک اونٹ کی کھال کا سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ لگا۔ پانی سے دھو کر اس کو جلایا اور کوٹ کر اس کا سفوف بنایا اور پانی سے اس کو پی لیا۔ اور تین راتیں اسی سہارے پر بسر کیں۔

الغرض ایسی سختیاں مسلمان جھیل رہے تھے ان حالات میں کون یہ سمجھ سکتا تھا کہ چند برس کے اندر ہی یہ نقشہ بدل جانے والا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ جب سورہ قمر کی یہ آیت **سیھزم الجمع ویولون الدبر** یعنی عنقریب یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھر کر بھاگیں گے نازل ہوئی تو میں حیران تھا کہ آخر یہ کون سی جمعیت ہے جو

شکست کھائے گی مگر جب جنگ بدر میں کفار شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے آگے کی طرف جھپٹ رہے ہیں اور آپ کی زبان مبارک پر یہی آیت جاری ہے **سیھزم الجمع ویولون الدبر** تب میری سمجھ میں آیا کہ یہ تھی وہ پیشین گوئی جس کی خبر اس آیت میں دی گئی تھی۔ آگے فرمایا جاتا ہے کہ یہی نہیں کہ ان منکرین ومکذبین کو دنیا میں شکست اور سزا ہو کر معاملہ ختم ہو جائے۔ ان کی اصل شکست اور سزا کا وقت تو وہ ہوگا جب قیامت سر پر آ کھڑی ہوگی وہ بہت سخت مصیبت کا وقت ہوگا۔ یہ منکرین تو اس وقت غفلت کے نشہ میں پاگل بن رہے ہیں لیکن یہ سودا دماغ سے اس وقت نکلے گا جب اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو اب ذرا اس کا مزہ چکھو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہر چیز جو پیش آنے والی ہے اللہ کے علم میں پہلے سے ٹھہر چکی ہے۔ دنیا کی عمر اور قیامت کا وقت بھی اس کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔ جو وقت اس دنیا کے خاتمہ کا مقرر کر دیا گیا ہے نہ اس سے ایک گھڑی پہلے یہ ختم ہوگی نہ اس کے ایک گھڑی بعد یہ باقی رہے گی اور اللہ تعالیٰ چشم زدن میں جو چاہیں کر ڈالیں کسی چیز کے بنانے یا بگاڑنے میں ان کو دیر نہیں لگتی نہ کچھ مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ بس ایک حکم صادر کرنے کی دیر ہے پھر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اے کفار مکہ تمہاری طرح کے بہت سے کافروں کو پہلے تباہ کیا جا چکا ہے پھر تم میں کوئی اتنا سوچنے والا نہیں کہ گذشتہ کافروں کے حال سے عبرت حاصل کرے اور یہ لوگ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کا کیا دھرا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ نہیں ہر شخص۔ ہر گروہ۔ ہر قوم کی ہر ایک نیکی و بدی عمل کے بعد ان کے اعمال ناموں میں لکھی گئی ہے۔ وقت پر ساری مسل سامنے کر دی جائے گی۔ یہ نہیں کہ کچھ لکھ لیا گیا ہو اور کچھ رہ گیا ہو بلکہ ہر چھوٹی اور بڑی بات اس میں لکھی ہوئی ہے پس منکرین کے لئے وقوع عذاب میں کوئی شبہ نہ رہا۔ یہ تو کفار کا حال ہوا اور جو متقی پرہیزگار لوگ ہیں وہ اپنی سچائی کی بدولت اللہ و رسول کے سچے وعدوں کے موافق ایک پسندیدہ مقام میں ہوں گے جہاں اس شہنشاہ مطلق کا قرب حاصل ہوگا یعنی جنت کے ساتھ قرب الٰہی بھی حاصل ہوگا۔

اس سورہ قمر کو قرب قیامت کے ذکر سے شروع کیا گیا تھا تا کہ کفار و مشرکین جو دنیا کی ہوا اور ہوس میں مبتلا اور آخرت سے غافل ہیں وہ ہوش میں آئیں پھر آخرت میں میدان حشر میں جمع ہونے کا نقشہ دکھلا کر ڈرایا گیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی اور مخالفت کے انجام بد کو ذہن نشین کرنے کے لئے نزول قرآن سے پہلے کی پانچ مشہور اقوام عالم کے حالات اور انکار و تکذیب کی بدولت ان کا دنیا ہی میں طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہونا بیان کیا گیا۔ سب سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا گیا کیونکہ یہی سب سے پہلے دنیا کی قوم ہے جو عذاب الٰہی میں پکڑی گئی۔ پھر عاد۔ ثمود۔ قوم لوط اور قوم فرعون کا اجمالی ذکر فرما کر ان پر نافرمانی انکار و تکذیب کی بدولت اللہ کا عذاب آنا بتلایا گیا۔ یہ پانچوں اقوام دنیا میں اپنے اپنے وقت کی قوی ترین قومیں تھیں جن کو کسی طاقت سے مغلوب کرنا کسی کے لئے آسان نہ تھا مگر جب ایسی قوی اور بھاری تعداد والی قوم پر اللہ کا عذاب آیا تو وہ کس طرح بے بسی اور بے کسی کی ذلت کی موت مارے گئے۔ ساتھ ہی ہر قوم کے ذکر کے بعد مومنین اور کفار کی عام نصیحت کے لئے اس جملے کو بار بار دھرایا گیا **ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر** ۔ یعنی اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب عظیم سے بچنے کا راستہ اب قرآن کریم ہے اور قرآن کو نصیحت و عبرت حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت آسان

کر دیا ہے۔ پس بڑا بدنصیب اور محروم ہے جو اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور دین و دنیا دونوں جہان میں نقصان و خسارہ سے نہ بچے۔ اب کفار و مشرکین اور منکرین و مکذبین قرآن کو تو کیا کہا جائے۔ ہمیں رونا تو یہی ہے کہ مدعیان اسلام اور قرآن پر ایمان کے دعوے داروں ہی نے قرآن کی کما حقہ اطاعت سے منہ موڑ رکھا ہے۔ الا ما شآء الله اور اطیعو االله اور اطیعوا الرسول کے سبق کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ قرآن سے غفلت اور شریعت اسلامیہ سے بیزاری ہے بلکہ قرآن کی بتلائی ہوئی مغضوب اور ملعون اقوام یہود و نصاریٰ ہی کے اتباع و تقلید کو مایہ ناز اور قابل فخر سمجھنے لگے ہیں۔ اور افسوس صد افسوس کہ یہاں تک تو کہا گیا کہ اب یہ قرآن ۱۴۰۰ سال پرانی کتاب ہوگئی اس میں ہمارے مسائل کا حل اس زمانہ میں کہاں ہے انا لله وانا الیه راجعون۔

بہر حال اس سورہ قمر کی ان خاتمہ کی آیات میں حق تعالیٰ نے دنیا والوں کو فیصلہ کن انجام سنا دیا کہ ان المجرمین فی ضلل و سعر ٥ یوم یسحبون فی النار علیٰ وجوھھم ذوقوا مس سقر ٥ بلاشبہ یہ مجرمین بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں۔ جس روز یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جاویں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کے لگنے کا مزہ چکھو اور ان المتقین فی جنٰت و نھر ٥ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر بلاشبہ متقی پرہیز گار بہشت کے باغوں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس یعنی جنت کے ساتھ قرب الٰہی بھی نصیب ہوگا۔

مولائے کریم محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو اپنے متقی بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیں اور انجام میں اپنی دائمی جنتوں میں اپنا قرب نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الحمد للہ سورہ قمر مکیہ کا بیان ختم ہوا۔ اس کے بعد ان شاء اللہ اگلی سورہ رحمٰن کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ القمر کے خواص

۱...... جو آدمی کسی مشکل میں مبتلا ہو وہ جمعہ کے دن سورۃ القمر لکھ کر اپنے سر پر لٹکائے تو اس کی مشکلات آسان ہو جائیں گی۔

۲...... جو آدمی سورۃ القمر جمعہ کے دن لکھ کر اپنے سر پر لٹکائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مرتبہ پائے گا۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا فضل و کرم اور شکر و احسان ہے کہ ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا اور کفر و شرک کی ضلالت سے بچایا۔ یا اللہ میدان حشر میں مجرمین کے گروہ میں شامل ہونے سے ہمیں بچا لیجئے اور اپنے متقی بندوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب فرما دیجئے۔ یا اللہ آخرت کی طرف سے ہماری غفلت اور بے فکری کو دور فرما دیجئے۔ اور ہمیں ہمہ تن اپنی رضا والی زندگی گزارنا اس دنیا میں نصیب فرما دیجئے اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔

اَلرَّحْمٰنُ رحمٰن (اللہ)	عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اس نے سکھایا قرآن	

تفسیر وتشریح: الحمد للہ اب سورۃ الرحمٰن کا بیان شروع ہو رہا ہے سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے عطیہ اور سب سے اونچی نعمت کے ذکر سے فرمائی گئی اور ان آیات میں فرمایا گیا کہ رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی یعنی قرآن نازل کیا جو اس کے عطایا میں سے سب سے بڑا عطیہ اور اس کی نعمتوں میں سے سب سے اونچی نعمت ورحمت ہے۔ بھلا انسان کی بساط اور اس کے ظرف پر خیال کرو اور علم قرآن کے اس بحر ذخار کو دیکھو۔ بلاشبہ ایسی ضعیف البنیان ہستی کو آسمانوں اور پہاڑوں سے زیادہ بھاری چیز کا حامل بنا دینا رحمٰن جل شانہ ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ ورنہ کہاں۔ بشر اور کہاں خدائے ذوالجلال والاکرام کا کلام۔ تو معلوم ہوا کہ بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم کا نازل کیا جانا سراسر اللہ کی رحمت ہے اور وہ چونکہ اپنی مخلوق پر بے انتہا مہربان ہے اس لئے اس کی رحمت اس بات کو مقتضی ہوئی کہ یہ قرآن کریم بھیج کر وہ علم عطا فرمائے جس سے مخلوق کو ہدایت اور نجات کا راستہ ملے اور اس کے قرب ورضا کو حاصل کر سکے۔

اب غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو نزول قرآن اور اس کی تعلیم کو سب سے بڑا عطیہ اور سب سے اونچی رحمت ونعمت فرما دیں تاکہ بندے اس پر ایمان لا کر اس کا علم حاصل کریں اور اس پر عمل کر کے دنیا وآخرت کا نفع اٹھائیں۔ اور اس نعمت کی قدردانی کریں۔ مگر افسوس اس روشن دماغی کے زمانہ میں بچوں کو اس کی تعلیم دلانا ان کی عمر ضائع کرنا سمجھا جاتا ہے اور جب اس کا ناظرہ پڑھنا پڑھانا ہی روشن دماغوں کے خیال میں تضیع اوقات ہے تو اس کا حافظہ۔ اس کے مطالب معانی۔ اس کی تفسیر وتشریح۔ اس کی دعوت وتبلیغ اس کے احکام و ہدایات اس کے اوامر ونواہی کی اشاعت کا کیا سوال۔ اس قرآن پاک سے من حیث القوم انحراف۔ اس کے احکام سے لاپروائی۔ اس کی ہدایات سے غفلت۔ اللہ تبارک ذوالجلال والاکرام کی سب سے بڑی نعمت کی ناقدری اور ناشکری ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل قانون ہے کہ جس نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس نعمت کی برکتوں کو چھین لیتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی۔ اسلام کی وقعت وہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکت وحی یعنی فہم قرآن سے محروم ہو جاوے گی۔ آج اس حدیث کی صداقت کو آپ کھلی آنکھوں دیکھ لیجئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اس نعمت عظمیٰ کی قدردانی کے لئے ہمارے دل کی آنکھیں کھول دیں۔ آمین۔

آگے اللہ تعالیٰ کی بعض دوسری اہم نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو اس قرآن پاک سے عشق ومحبت نصیب فرمائیں۔ اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝٤ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝٥ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝٦

اُس نے انسان کو پیدا کیا (پھر) اُس کو گویائی سکھائی۔ سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں۔ اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت (اللہ کے) مطیع ہیں۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝٧ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝٨ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ

اور اُسی نے آسمان کو اونچا کیا اور اُسی نے (دُنیا میں) ترازو رکھ دی۔ تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو

وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝٩ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝١٠ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝١١

اور تول کو گھٹاؤ مت۔ اور اُسی نے خلقت کے واسطے زمین کو (اس کی جگہ) رکھ دیا۔ کہ اس میں میوے ہیں، اور کھجور کے درخت ہیں جن (کے پھل) پر غلاف ہوتا ہے۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝١٢ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٣

اور (اس میں) غلہ ہے جس میں بھوسا (بھی) ہوتا ہے اور (اس میں غذا کی چیز (بھی) ہے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان	عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اس نے سکھایا۔ بات کرنا	اَلشَّمْسُ سورج	وَالْقَمَرُ اور چاند	بِحُسْبَانٍ ایک حساب سے		
وَالنَّجْمُ اور جھاڑیاں۔ ستارے	وَالشَّجَرُ اور درخت	يَسْجُدٰنِ وہ سجدہ میں (سربسجود ہیں)	وَالسَّمَآءَ اور آسمان	رَفَعَهَا اس نے اسے بلند کیا		
وَوَضَعَ اور رکھی	الْمِيْزَانَ ترازو	اَلَّا کہ نہ	تَطْغَوْا حد سے تجاوز کرو	فِي الْمِيْزَانِ ترازو (تول) میں	وَاَقِيْمُوا اور قائم کرو	الْوَزْنَ وزن (تول)
بِالْقِسْطِ انصاف سے	وَلَا تُخْسِرُوا اور نہ گھٹاؤ	الْمِيْزَانَ تول	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَضَعَهَا اس نے اسکو رکھا (بچھایا)	لِلْاَنَامِ مخلوق کیلئے	
فِيْهَا اس میں	فَاكِهَةٌ میوے	وَالنَّخْلُ اور کھجوریں	ذَاتُ الْاَكْمَامِ غلاف والے	وَالْحَبُّ اور غلہ	ذُو الْعَصْفِ بھوسے والا	
وَالرَّيْحَانُ اور خوشبو کے پھول	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں مزید نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کی ذات کو پیدا کیا اور اس کو گویائی کی قوت عطا کی تاکہ یہ اپنے مافی الضمیر کو حسن خوبی سے ادا کر سکے اور دوسروں کی بات سمجھ سکے۔ اسی صفت کے ذریعہ انسان قرآن کو سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔ یہاں علمہ البیان فرمایا گیا یعنی انسان کو گویائی کی طاقت دی اور بولنا سکھلایا۔ تو یہ قوت گویائی محض ایک اکیلا ہی انعام نہیں ہے بلکہ غور کیا جائے تو اس ایک قوت گویائی کے پیچھے متعدد دوسری قوتیں بھی کارفرما ہوتی ہیں۔ مثلاً عقل وشعور، فہم وادراک۔ تمیز وارادہ وغیرہ کہ جن کے بغیر انسان کی قوت ناطقہ کام نہیں کر سکتی تو انسان کو یہ نعمت جتلائی جاتی ہے کہ انسان کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور پھر اس کو گویائی سکھلائی جس سے ہزاروں کیا لاکھوں منافع مرتب ہوتے ہیں۔ آگے دوسری نعمتوں کا ذکر ہے۔ یعنی چاند وسورج اس کے حکم سے ایک مقررہ نظام اور حساب کے ساتھ چلتے ہیں۔ ان کے طلوع غروب اور گھٹنے بڑھنے سے دن رات مہینہ سال اور موسمی اثرات یعنی گرمی سردی مرتب ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ ایک خاص حساب اور ضابطہ اور مضبوط نظام کے ماتحت ہے مجال نہیں کہ چاند سورج اپنے راستہ اور دائرہ کار سے ذرا باہر قدم رکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو خدمات ان دونوں یعنی چاند و سورج کے ذمہ سپرد کر دی ہیں ان میں کوتاہی نہیں کر سکتے اور ہمہ وقت انسان کی خدمت میں مشغول ہیں۔ پھر دوسری نعمت کا ذکر ہے کہ بے تنہ کے درخت جیسے پودے۔ بیل بوٹے۔ ترکاریاں سبزیاں اور خربوزہ وتربوز وغیرہ کی بیلیں اور تنہ دار درخت دونوں

اللہ کے حکم کے مطیع ہیں۔ انسان ان کو اپنے کام میں لائیں تو وہ انکار نہیں کر سکتے۔ آگے ایک اور نعمت کا ذکر فرمایا والسمآء رفعھا اور آسمان کو اسی نے اونچا کیا اور کتنا اونچا کیا کہ انسانی عمارتیں۔ اونچے سے اونچے مینار گنبد اور اونچے سے اونچے پہاڑ اور بلند سے بلند تر ہوائی جہازوں کی پرواز اس میں بآسانی اور بفراغت سما جاتے ہیں۔ آگے ایک نعمت یہ بیان فرمائی کہ اسی نے دنیا میں ترازو رکھ دی یعنی ایسی کارآمد چیز ایجاد کر دی تا کہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ اب اگر غور کیا جائے کہ انسان کے پاس بڑی اور چھوٹی۔ بھاری اور ہلکی چیزوں کے وزن کرنے کا آلہ موجود نہ ہوتا تو تجارت۔ خرید۔ فروخت۔ لین دین۔ سارے کاروباری دھندے کیسے وجود میں آتے۔ چونکہ اس میزان یعنی ترازو کے ساتھ بہت سے معاملات کی درستی۔ اور حقوق کی حفاظت وابستہ تھی اس لئے آگے ہدایت فرما دی کہ وضع میزان کی یہ غرض جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ نہ لیتے وقت زیادہ تولو۔ نہ دیتے وقت کم۔ اوزان باٹ وغیرہ میں کمی بیشی نہ ہو۔ نہ تو تولتے وقت ڈنڈی ماری جائے۔ بلکہ بدون کمی بیشی کے دیانتداری کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک تولا جائے۔ آگے ایک نعمت یہ ذکر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہی نے خلقت کے فائدہ کے واسطے زمین کو رکھ دیا کہ اس پر آرام سے چلیں پھریں اور کاروبار جاری رکھیں۔ اور زمین کی پیداوار یعنی ہر قسم کے نباتات' میوہ جات' پھل پھلار' سبزیاں۔ ترکاریاں اور کھجور کے درخت یہ سب نعمتیں انسان ہی کے کام آنے کے لئے ہیں۔ اور جس طرح غلہ انسان کے لئے ضروری ہے بھوسی بھوسا۔ گھاس وغیرہ جانوروں کی غذائیں ہیں۔ اور بعض چیزیں زمین سے وہ پیدا ہوتی ہیں جو کھانے کے کام میں نہیں آتیں لیکن ان کی خوشبو وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اب ان متعدد نعمتوں کو گنا کر جنات و انسان دونوں کو خطاب فرمایا۔ فبای الاء ربکما تکذبن یعنی اوپر کی آیات میں جو اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں تم ان میں سے کس کس کے جھٹلانے کی جرأت کرو گے۔ کیا یہ نعمتیں اور نشانیاں ایسی ہیں جن میں سے کسی کا انکار کیا جا سکے؟ علما نے ایک حدیث صحیح کی بنا پر جس کا ذکر گزشتہ درس میں ہو چکا ہے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت فبای الاء ربکما تکذبن سنے تو جواب میں کہے اے ہمارے رب ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور سب حمد و ثنا آپ ہی کیلئے سزاوار ہے۔

اب یہاں یہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے دنیا میں سب سے بڑی نعمت قرآن کریم ہے جس کے ذکر سے سورۃ کی ابتدا کی گئی اور سب سے پہلے تعلیم قرآن کا ذکر فرمانے کے بعد انسان کی تخلیق اور پیدائش کا ذکر کیا گیا جس میں اس طرف اشارہ ہو گیا کہ تخلیق انسان کا اصل مقصد ہی تعلیم قرآن اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا ہے جیسا کہ ۲۷ویں پارہ سورہ الذریات میں فرمایا گیا وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی ہم نے جن وانس کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کیا کریں اور ظاہر ہے کہ عبادت بغیر تعلیم قرآن کے نہیں ہو سکتی۔ الغرض معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد و مدعا اسلام و قرآن کے نزدیک اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت و عبدیت میں لگا رہے۔ اور عبادت صرف نماز روزہ ہی کا نام نہیں بلکہ عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے ہر لمحہ میں اور ہر گوشہ میں اور ہر وقت میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کو اس طرح بجالانا جیسا کہ اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم فرمایا اور ہدایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقصد پیدائش کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آج کا ایسا انسان جس کا مقصد زندگی روٹی کپڑا اور مکان ہی ہو بننے سے بچائیں۔ اور زندگی کے ہر لحہ میں اپنی عبادت اور بندگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔

تخلیق انسان کے بعد جو نعمتیں انسان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں وہ بے حد و بیشمار ہیں جن میں سے چند کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا اور یہی سلسلہ مضامین ابھی جاری ہے اور مزید نعمتوں کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

یا اللہ کفران نعمت سے ہم سب کو بچا لیجئے اور ہمیں جو زندگی آپ نے عطا فرمائی ہے اس میں حقیقی زندگی کو پورا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

13

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ ﴿١٥﴾ فَبِأَيِّ

اسی نے انسان (کی اصل یعنی آدمؑ) کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی پیدا کیا۔ اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا۔ سوائے جن وانس

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٨﴾

تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ﴿٢٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ

اُسی نے دو دریاؤں کو (صورۃً) ملا یا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں (اور حقیقۃً) ان دونوں کے درمیان میں ایک حجاب (قدرتی) ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں سے

مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ

موتی اور مونگا بر آمد ہوتا ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی کے (اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو پہاڑوں کی طرح اُونچے کھڑے

كَالْأَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢٥﴾

(نظر آتے) ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان	مِنْ سے	صَلْصَالٍ کھنکھناتی مٹی	كَالْفَخَّارِ ٹھیکری جیسی	وَخَلَقَ اور اس نے پیدا کیا	الْجَانَّ جنات	
مِنْ مَارِجٍ شعلہ مارنے والی	مِنْ نَارٍ آگ سے	فَبِأَيِّ آلَاءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبَانِ تم جھٹلاؤ گے	رَبُّ رب	
الْمَشْرِقَيْنِ دونوں مشرقوں	وَرَبُّ اور رب	الْمَغْرِبَيْنِ دونوں مغرب	فَبِأَيِّ آلَاءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبَانِ تم جھٹلاؤ گے	
مَرَجَ اس نے بہائے	الْبَحْرَيْنِ دو دریا	يَلْتَقِيَانِ ایکدوسرے سے ملے ہوئے	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	بَرْزَخٌ ایک آڑ		
لَا يَبْغِيَانِ وہ زیادتی نہیں کرتے (نہیں ملتے)	فَبِأَيِّ آلَاءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبَانِ تم جھٹلاؤ گے	يَخْرُجُ نکلتے ہیں	مِنْهُمَا ان دونوں کے	
اللُّؤْلُؤُ موتی	وَالْمَرْجَانُ اور مونگے	فَبِأَيِّ آلَاءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبَانِ تم جھٹلاؤ گے	وَلَهُ اور اس کیلئے	الْجَوَارِ کشتیاں
الْمُنْشَآتُ چلنے والی	فِي الْبَحْرِ دریا میں	كَالْأَعْلَامِ پہاڑوں کی طرح	فَبِأَيِّ آلَاءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبَانِ تم جھٹلاؤ گے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی بعض عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئی تھیں

اب آگے ان آیات میں مزید نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک نعمت اور یہ ہے کہ تمام انسانوں کی اصل اوّل آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور جنات کی اصل اوّل کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا اور پھر دونوں نوع میں پیدائش کے ذریعہ نسل چلی تو انسان وجنات کو جتلایا گیا کہ تمہاری خلقت یہ حق تعالیٰ کا تصرف عجیب اور کمال قدرت ہے اور انسان وجنات کے حق میں اس کا نعمت ہونا بھی ظاہر ہے۔ تو اس نعمت کی طرف اشارہ کر کے جن وانس سے پوچھا جاتا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے ایک دوسری نعمت کا ذکر فرمایا کہ وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے۔ دو مشرقوں اور دو مغربوں سے مراد مفسرین نے جاڑے کے چھوٹے سے چھوٹے دن

اور گرمی کے بڑے سے بڑے دن کے مشرق و مغرب لئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی میں جس جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دو مشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دو مغرب ہوئے۔ جاڑے کے سب سے چھوٹے دن میں سورج ایک نہایت تنگ زاویہ بنا کر طلوع و غروب ہوتا ہے اور اس کے برعکس گرمی کے سب سے بڑے دن میں وہ انتہائی وسیع زاویہ بناتے ہوئے نکلتا اور ڈوبتا ہے اور ان دونوں کے درمیان ہر روز سورج کا نکلنا اور ڈوبنا مختلف نقطہ سے ہوتا رہتا ہے اس طرح بہت سے مشارق و مغارب بھی ہوئے جس کے لئے ۲۹ویں پارہ سورہ معارج میں رب المشارق والمغرب فرمایا یعنی جمع کا صیغہ اور یہاں سورہ رحمٰن میں تثنیہ کا صیغہ رب المشرقین و رب المغربین فرمایا اور سورہ مزمل ۲۹ پارہ میں واحد کا صیغہ یعنی رب المشرق ورب المغرب فرمایا۔ تو مشرقین ومغربین کے تغیر وتبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں اور گرمی۔ جاڑا۔ بہار۔ برسات کے طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں۔ اور زمین والوں کے ہزار ہا فوائد ومصالح ان تغیرات سے وابستہ ہیں تو ان کا ادل بدل بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی۔ اور اس کو یاد دلا کر تمام جن وانس سے پوچھا جاتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعمت کے تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے ایک اور نعمت ظاہر کی جاتی ہے کہ اسی نے دو دریاؤں کو صورۃً ملایا کہ ظاہر میں باہم ملے ہوئے ہیں اور حقیقتاً ان دونوں کے درمیان ایک قدرتی حجاب ہے کہ اس کی وجہ سے دونوں اپنے موقع سے بڑھ نہیں سکتے۔ دنیا میں پانی کے دو مستقل نظام جاری ہیں۔ ایک سلسلہ شور اور کھارا ہے جو عموماً سمندروں سے ظاہر ہوتا ہے دوسرا سلسلہ آب شیریں کا ہے جو عموماً کنویں چشمہ دریاؤں سے نکلتا ہے۔ کائنات انسانی کے لئے دونوں اپنی اپنی جگہ نہایت ضروری ہیں تا کہ دونوں سے مختلف قسم کے فائدہ حاصل ہوں۔ تو یہ اللہ کی حکمت وصنعت ہے کہ دونوں نظام پوری طرح قائم بھی ہیں اور ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے اور اس آیت کا مصداق کہ دو دریا آپس میں ملے ہوئے ہیں اور پھر بھی ان دونوں کے درمیان ایک قدرتی حجاب ہے۔ احقر مؤلف نے اپنی آنکھوں سے اپنی

جائے پیدائش ہندوستان کے شہر الہ آباد میں دریائے جمنا اور گنگا کے سنگم کو دیکھا کہ دونوں دریا مل جاتے ہیں مگر ملنے کے باوجود فرق قائم رہتا ہے۔ گنگا کا پانی سفیدی مائل اور جمنا کا پانی نیلگوں صاف علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہے مل جانے کے بعد بھی۔ تو آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ میٹھے اور کھاری۔ پانی کے دونوں نظام قائم ہیں اور دونوں کے منافع بھی ظاہر ہیں۔ یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اور اس نعمت کو یاد دلا کر پوچھا جاتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ اب پانی سے متعلق دو نعمتیں آگے یاد دلائی جاتی ہیں ایک یہ نعمت ہے کہ ان سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔ موتی اور مونگے دونوں کے تجارتی۔ تمدنی۔ معاشی اور طبی فوائد کے وجود کا نعمت میں سے ہونا بالکل ظاہر ہے۔ تو پانی سے نکلے ہوئے موتی اور مونگے کی نعمت کو یاد دلا کر پوچھا جاتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعمت کے تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے پانی کی ایک دوسری نعمت کا ذکر فرمایا گیا کہ بڑے بڑے جہاز جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح اونچے نظر آتے ہیں تو یہ اسی نے انسان کو صلاحیت بخشی کہ جو سمندروں کے پار کرنے کے لئے جہاز بنائے۔ اور جہازوں کے سیاسی۔ تجارتی۔ تمدنی و معاشرتی منافع وفوائد انسانوں کے لئے بالکل ظاہر ہیں۔ یہاں آیت وله الجوار المنشئت فی البحر کالاعلام یعنی اسی کے ہیں جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں یہ ظاہر فرما دیا کہ جہاز گو بظاہر تمہارے بنائے ہوئے ہیں مگر خود تم کو اللہ نے بنایا اور اسی نے وہ قوتیں اور سامان عطا کئے جن سے جہاز تیار کرتے ہو۔ لہٰذا اے انسانو تم اور تمہاری مصنوعات سب کا مالک وخالق حقیقی وہی خدا ہے اور یہ سب اسی کی نعمتیں ہوئیں۔ اس لئے یہ بتلا کر پھر جن وانس سے پوچھا جاتا ہے کہ باوجود اس کثرت نعمتوں کے تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

اب جو مقصود ان نعمتوں کے جتلانے سے ہے یعنی توحید باری تعالیٰ اور اطاعت پروردگار اور اس کی نعمتوں کا شکر اس کو اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (٢٦) وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (٢٧) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

جتنے (ذی روح) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے۔ اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ (٢٨) يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ (٢٩) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اُسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں، وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ (٣٠) سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ (٣١) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٣٢) يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ سوائے جن وانس ہم عنقریب تمہارے (حساب و کتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اے گروہ جن اور انسان کے

اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (٣٣)

اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٣٤)

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

كُلُّ ہر کوئی	مَنْ عَلَيْهَا جو اس (زمین) پر	فَانٍ فنا ہونے والا	وَّ اور	يَبْقٰى باقی رہے گا	وَجْهُ چہرہ (ذات)	رَبِّكَ تیرا رب
ذُو الْجَلٰلِ صاحب عظمت	وَالْاِكْرَامِ احسان کرنیوالا	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		
يَسْئَلُهٗ اس سے مانگتا ہے اسے	مَنْ جو کوئی	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین میں	كُلَّ يَوْمٍ ہر روز	هُوَ وہ	فِيْ شَاْنٍ کسی نہ کسی کام میں
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	سَنَفْرُغُ ہم جلد فارغ (متوجہ ہوتے ہیں)	لَكُمْ تمہاری طرف		
اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ اے جن وانس	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	يٰمَعْشَرَ اے گروہ	الْجِنِّ جن	وَالْاِنْسِ اور انس
اِنِ اگر	اسْتَطَعْتُمْ تم سے ہو سکے	اَنْ کہ	تَنْفُذُوْا تم نکل بھاگو	مِنْ سے	اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے کناروں	وَالْاَرْضِ اور زمین
فَانْفُذُوْا تو نکل بھاگو	لَا تَنْفُذُوْنَ تم نہیں نکل سکو گے	اِلَّا بِسُلْطٰنٍ زور کے سوا	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ روئے زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے۔ ایک دن ہوگا کہ اس پر کچھ نہ ہوگا ساری مخلوق کو موت آ جائے گی اور فقط اللہ تعالیٰ کی ذات عالی جو عظمت اور بڑائی والی ہے باقی رہ جائے گی اور یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ صرف حق تعالیٰ ہی معبود ہونے کے لائق ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی بقا ایک نعمت ہے کیونکہ وہی منشا ہے تمام انعامات کا۔ اسی طرح اس عالم کا فنا ہونا بھی ایک نعمت ہے کیونکہ وہ مبنی ہے ظہور آخرت کا۔ اس عالم کے فنا ہونے کے بعد عالم باقی میں جانا میسر ہوگا جو بڑی نعمت ہے اس لئے اس پر بھی مثل دوسری نعمتوں کے جن وانس سے فرمایا جاتا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ یہاں چونکہ حق تعالیٰ کے ذوالجلال والاکرام ہونے کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے ایک خاص طور پر اس کی عظمت و

اکرام کے متعلق مضمون ہے یعنی وہ ایسا باعظمت ہے کہ زمین وآسمان کی تمام مخلوق زبان حال وقال سے اپنی حاجات اسی خدا سے طلب کرتی ہیں۔ کسی کو ایک لحہ کے لئے اس سے استغنا نہیں۔ زمین والوں کی حاجتیں تو ظاہر ہیں اور آسمان والے گو کھانے پینے کے محتاج نہ ہوں لیکن رحمت وعنایت کے تو محتاج ہیں۔ اور حق تعالیٰ ہی سب کی حاجت روائی اپنی حکمت سے موافق کرتے ہیں اور ہر وقت اور ہر آن کائنات میں ان کے تصرفات جاری رہتے ہیں۔ کسی کو بڑھانا کسی کو گھٹانا۔ کسی کو دینا کسی سے لینا کسی کو عزت بخشنا کسی کو ذلت دینا۔ غرض کہ ہر آن اس کی ایک شان ہے اور باوجود عظمت کے ایسا احسان فرمانا یہ بھی ایک نعمت عظیمہ ہے اس لئے پھر فرمایا جاتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کے یہ کام ودھندے عنقریب ختم ہونے والے ہیں اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوگا جبکہ اے جن و انس تمہارا حساب کتاب ہوگا۔ مجرموں کی پوری طرح خبر لی جائے گی اور وفاداروں کو پورا صلہ دیا جائے گا۔ تو اس حساب کتاب کی خبر دینا بھی ایک نعمت عظیمہ ہے تا کہ انسان اس کے لئے پہلے سے تیاری کی فکر وکوشش میں لگا رہے اور ایسے کام کرتا رہے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو اور ایسے امور سے بچتا رہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔ اس لئے اس کے بعد پھر جن وانس سے خطاب کیا جاتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعمتوں کے تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے یا معشر الجن والانس فرما کر یعنی اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے دونوں کو براہ راست خطاب فرمایا جاتا ہے کہ خدا کی خدائی سے اور اللہ کی حکومت سے بچ نکلنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ وقت آنے پر خواہ تم کسی جگہ بھی ہو۔ بہر حال پکڑ کر لائے جاؤ گے۔ خدا سے بھاگ کر اور نکل کر کوئی جائے گا کہاں؟ دوسری قلمرو کونسی ہے جہاں وہ پناہ لے گا؟ اس طرح کھول کھول کر سمجھانا اور تمام نشیب و فراز پر متنبہ کر دینا کتنی بڑی نعمت ہے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

قرآن پاک کی یہی ایک ایسی سورت ہے کہ جس میں انسانوں کے ساتھ زمین کی دوسری مخلوق جنات کو بھی براہ راست خطاب کیا گیا ہے۔ اگر چہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی طرح جنات بھی ایک جواب دہ مخلوق ہیں اور ان میں بھی انسانوں کی طرح کافر و مومن۔ مطیع و سرکش ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سورۃ اس امر کی قطعی صراحت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کی دعوت روئے زمین کے جن وانس دونوں کے لئے ہے۔ اور ان دونوں گروہوں کو یہاں خبردار کیا گیا ہے کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تم سے باز پرس کی جائے گی اور اس باز پرس سے بچ کر تم کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ خدا کی خدائی تمہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے نکل کر بھاگ جانا انسان اور جنات کسی کے بس میں نہیں۔ اب یہ باز پرس جس روز یعنی یوم قیامت میں ہونے والی ہے اس روز مجرم جنات وانسانوں کا کیا حال ہوگا اور کس انجام سے ان کو واسطہ پڑے گا یہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو دین ودنیا کی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کی حقیقی قدر دانی اور شکر گذاری کی توفیق بھی ہم کو عطا فرمائیں۔ اور یوم قیامت کی فکر اور وہاں کی تیاری اور نجات کے سامان ہمارے لئے مہیا فرمائیں۔

اے اللہ کریم رب ہمارا حساب کتاب آسان فرمائے گا۔ اور قیامت کی ذلت اور رسوائیوں اور وہاں کی سختیوں سے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۳۵ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۳۶

تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً کَالدِّهَانِ ۳۷ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۳۸ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ

غرض جب (قیامت آئے گی جس میں) آسمان پھٹ جاوے گا اور ایسا سرخ ہو جاویگا جیسے سُرخ نری (یعنی چمڑا) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ تو اس روز

عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۳۹ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۴۰ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ

(اللہ تعالیٰ کے معلوم کرنے کیلئے) کسی انسان اور جن سے اس کے جرم کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ مجرم لوگ اپنے حلیہ سے پہچانے جاویں گے۔

فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ ۴۱ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۴۲ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ

سو (ان کے) سر کے بال اور پاؤں پکڑ لئے جائیں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ

بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۴۳ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ۴۴ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۴۵

جھٹلاتے تھے۔ وہ لوگ دوزخ کے اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

یُرْسَلُ بھیج دیا جائے گا	عَلَیْکُمَا تم پر	شُوَاظٌ ایک شعلہ	مِّنْ نَّارٍ آگ سے	وَّنُحَاسٌ اور دھواں	فَلَا تَنْتَصِرٰنِ تو مقابلہ نہ کرسکو گے	
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فَاِذَا پھر جب	انْشَقَّتِ پھٹ جائے گا	السَّمَآءُ آسمان	فَکَانَتْ تو وہ ہوگا
وَرْدَۃً گلابی	کَالدِّهَانِ جیسے سُرخ چمڑا	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فَیَوْمَئِذٍ پس اس دن	لَّا یُسْئَلُ نہ پوچھا جائیگا
عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اس کے گناہوں کے متعلق	اِنْسٌ کسی انسان	وَّلَا جَآنٌّ اور نہ جن	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	
یُعْرَفُ پہچانے جائیں گے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم (جمع)	بِسِیْمٰهُمْ اپنی پیشانی سے	فَیُؤْخَذُ پھر وہ پکڑے جائیں گے	بِالنَّوَاصِیْ پیشانیوں سے		
وَالْاَقْدَامِ اور قدموں	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ اور کونسی نعمتوں	رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	هٰذِهٖ یہ	جَهَنَّمُ جہنم	الَّتِیْ وہ جسے
یُکَذِّبُ بِهَا اسے جھٹلاتے ہیں	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم (جمع) گنہگار	یَطُوْفُوْنَ وہ پھریں گے	بَیْنَهَا اس کے درمیان	وَبَیْنَ اور درمیان	حَمِیْمٍ گرم پانی	
اٰنٍ کھولتے ہوئے	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں جنات و انسانوں دونوں گروہوں کو خبردار کیا گیا تھا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تم سے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ اور یہ باز پرس قیامت کے دن ہونے والی ہے جس سے کہ بچ کر کوئی کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتا۔ اب اس باز پرس کے نتیجہ میں کوئی تو اللہ کا مجرم ثابت ہوگا اور کوئی مومن متقی خدا سے ڈرنے والا ثابت ہوگا۔ اس لئے آگے دونوں کا انجام اور ان کے ساتھ کیا معاملہ قیامت میں کیا جائے گا وہ بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلے ان آیات میں مجرمین کے متعلق بیان ہے اور آئندہ آیات میں مومنین متقین کے متعلق احوال ہے۔ چنانچہ مجرمین جنت وانسان سے ان آیات میں خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے مجرمین جنات وانسان تم پر قیامت کے دن آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا اور کوئی اس کو دفع نہ کر سکے گا اور نہ کوئی اس

سزا کا کچھ بدلہ نہ ہو سکے گا۔ تو مجرموں کو اپنے جرائم کی پاداش سے قبل از وقت مطلع کر دینا اور آگاہ و خبردار کر دینا بھی ایک نعمت ہے کہ توبہ اور کفارہ کا موقع ابھی باقی ہے اور ان سزاؤں کی خبریں کر ان سے بچنے کا سامان ابھی دنیا میں کیا جا سکتا ہے اس لئے پھر جن وانس سے خطاب ہوتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعم کے تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے قیامت کا حال بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹے گا اور رنگ میں سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ شاید یہ سرخ رنگ اس لئے ہو کہ علامت غضب کی ہے جیسا کہ غضب میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ تو یہ خبر قبل از وقت دینا بھی ایک نعمت ہے اس لئے پھر فرمایا جاتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن کسی جن وانس سے اس کے گناہوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم کرنے کے لئے سوال نہ کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے سے سب معلوم ہے۔ ہاں بطور الزام اور توبیخ ضابطہ کا سوال کیا جائے گا جیسا کہ سورہ حجر چودھویں پارہ میں فرمایا گیا فور بک لنسئلنهم اجمعین سو آپ کے پروردگار کی قسم کہ ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ تو خود مجرمین کو معلوم کرانے اور جتلانے کے لئے سوال اور حساب ہوگا۔ اور یہ خبر قبل از وقوع دے دینا بھی ایک نعمت ہے اس لئے پھر خطاب ہوتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مجرم لوگ قیامت میں اپنے حلیہ سے پہچانے جاویں گے کہ ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی اور فرشتے ان کے سر کے بال اور کسی کو ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیں گے اور یہ خبر دنیا میں پہلے سے دے دینا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے کہ جس کو ان احوال سے بچنا ہے وہ اسی دنیا میں ابھی بچنے کا انتظام کر لے اس لئے پھر خطاب فرمایا گیا کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ پھر جب مجرموں کو جہنم میں گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا تو اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو یہ وہی جہنم ہے جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان مجرمین کا جہنم میں پیاس کے مارے برا حال ہوگا۔ بھاگ بھاگ کر پانی کے چشموں کی طرف جائیں گے۔ مگر کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جس کے پینے سے پیاس بجھنا تو درکنار آنتیں بھی کٹ کر باہر آ جائیں گی۔ اس طرح جہنم کے اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان یہ مجرمین دورہ کرتے ہوں گے یعنی کبھی جہنم کا عذاب بھگتیں گے اور کبھی گرم کھولتے ہوئے پانی کا۔ اور یہ خبر دنیا میں دے دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کہ ان سزاؤں کی خبریں کر ان سے بچنے کا اہتمام اور فکر کرنا ابھی ممکن ہے۔ اس لئے پھر خطاب ہوتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

یہاں ان آیات میں مجرمین کی بعض ایسی سخت سزاؤں کا ذکر ہے کہ جن سے ان کو آخرت میں بوجہ اللہ کا مجرم ہونے کا واسطہ پڑے گا۔ اب اللہ تعالیٰ کا مجرم ہونے میں کفر و شرک تو سب سے بڑا جرم ہے اور اگر اس جرم سے دنیا میں سچی توبہ نہ کی گئی تو عذاب جہنم سے کبھی نجات نصیب نہ ہوگی جیسا کہ قرآن وحدیث میں سیکڑوں صریح تصریحات موجود ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے جرائم میں کیا صرف کفر و شرک ہی باعث عذاب جہنم ہیں اور قیامت میں میدان حشر میں کیا صرف کفار و مشرکین ہی مجرموں کے کٹہرے میں ہوں گے؟ اور کیا مردم شماری میں مسلمان کہلانے والے اور مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو کر مسلمانوں کے سے نام رکھ لینے والے اور گائے کا گوشت کھانے والے۔ یا صرف کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر شریعت اور دین سے آزاد رہنے والے بلکہ دین کا مذاق اڑانے اور اس کا تمسخر کرنے والے کیا ایسے مسلمان آخرت میں اللہ کے مجرم نہ ٹھہرائے جائیں گے؟ اور کیا ان کو عذاب جہنم سے واسطہ نہ پڑے گا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ جہنم کے سات طبقے ہیں جس میں اوّل طبقے گناہگار

مسلمانوں کیلئے اور ان کفار کے لئے مخصوص ہے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے اور دیگر طبقات مشرکین ۔ آتش پرست ۔ دہریے یہود ونصاریٰ اور منافقین کیلئے مقرر ہیں ۔ کیا احادیث میں میدان حشر کے احوال میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ مسلمانوں کی حالت حسب مراتب گوناگوں ہوگی ۔ اور یہ مختلف گروہوں پر تقسیم کردئے جائیں گے جہاں اللہ کے مطیع ۔ تابعدار ۔ نیک ۔ متقی پرہیزگار اور ایماندار بندوں کے گروہ حسب مراتب ہوں گے وہیں مجرمین کے گروہ بھی ہوں گے ۔ مثلاً ظالم حکام خونی قاتل زانی ۔ چور ۔ رہزن ۔ ڈاکو ۔ ماں باپ کو ستانے اور تکلیف دینے والے ۔ سودخور ۔ رشوت خوار ۔ حقوق العباد کے تلف کرنے والے ۔ شراب خوار ۔ یتیموں اور بے کسوں کے مال کھانے والے زکوٰۃ نہ دینے والے ۔ امانت میں خیانت کرنے والے ۔ عہد کے توڑنے والے وغیرہ وغیرہ مختلف گروہوں میں منقسم ہوکر اپنی جنس میں جا ملیں گے؟ کیا یہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلایا کہ مویشیوں کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کو میدان حشر میں پشت کے بل لٹا کر جانوروں کو حکم ہوگا کہ ان پر سے گذر کر پائمال کرو پس وہ جانور بار باران پر گذر کر ان کو روندتے رہیں گے؟ کیا سودخواروں کے پیٹوں کو پھلا کر ان میں سانپ اور بچھو بھر دئے جانے کی خبر حدیث میں نہیں دی گئی؟ کیا مصوروں کو یہ عذاب نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں روح ڈالیں؟ کیا چغلخوروں کے کانوں میں سیسا پگلا کر نہ ڈالا جائے گا؟ کیا احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام اور حفاظت نہ کرے اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا ۔ نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ اور اس کا حشر فرعون ۔ ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ العیاذ باللہ تعالیٰ ۔ میرے عزیزو اور دوستو! اللہ تعالیٰ کے مجرم ہونے کی فہرست تو بڑی طویل ہے ۔ بس دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو مجرموں میں شامل ہونے سے بچائیں ۔ اور ہم سے جو تقصیرات اور جرائم اب تک سرزد ہو چکے ہیں ان پر سچی توبہ و استغفار اور ان کا تدارک ابھی اسی دنیا اور اس زندگی میں نصیب فرما کر ہماری مغفرت کاملہ فرمادیں ۔ اور آخرت کے مواخذہ سے بری فرمادیں ۔ میدان حشر کی ذلت اور رسوائیوں سے بچالیں ۔ اور عذاب جہنم کے دھویں سے بھی دور رکھیں ۔

اب ان آیات میں تو مجرمین کے متعلق بیان تھا آگے خدا سے ڈرنے والے مومنین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا ۔

دعا کیجئے

جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے کرم سے اسلام اور ایمان سے نوازا ہے تم ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اور ہم کو اس دنیا سے ایمان ویقین کے ساتھ کوچ کرنا نصیب فرمائیں ۔

یا اللہ اس زندگی میں ہم کو اپنی آخرت سنوارنے کی فکر عطا فرمادے ۔ اور اپنی رضا والے اعمال ہمارے لئے آسان فرمادے اور اپنی ناراضگی والے اعمال سے ہمیں بچالے ۔

یا اللہ جہنم اور اس کے آزار سے ہمیں دور رکھے گا اور قیامت کی ذلت ورسوائیوں سے اپنی پناہ بخشے گا ۔

یا اللہ میدان حشر میں ہم کو اپنے نیک اور صالح بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمایئے گا اور مجرموں میں شامل ہونے سے بچالیجئے گا ۔ آمین ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوتے سے (ہر وقت) ڈرتا رہتا ہے اُس کیلئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ (اور وہ) دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہوں گے۔ سوائے جن و انس تم اپنے

رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ

رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ بہتے چلے جارہے ہوں گے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی

فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ

دو دو قسمیں ہوں گی۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے،

وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ

اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ان میں نیچی نگاہ والیاں (یعنی حوریں) ہوں گی

یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ

کہ ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔گویا وہ یاقوت

وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ

اور مرجان ہیں۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز عنایت کے اور بھی کچھ ہوسکتا ہے۔سو

اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔

وَلِمَنْ اور اس کیلئے	خَافَ جو ڈرا	مَقَامَ رَبِّهٖ اپنے رب کے حضور کھڑا ہونا	جَنَّتٰنِ دو باغ	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّکُمَا اپنے رب	
تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ بہت سی شاخوں	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِیْهِمَا ان دونوں میں	
عَیْنٰنِ دو چشمے	تَجْرِیٰنِ جاری ہیں	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِیْهِمَا ان دونوں میں	مِنْ سے۔کی
کُلِّ ہر	فَاکِهَةٍ میوے	زَوْجٰنِ دو قسمیں	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتیں	رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	مُتَّکِـِٕیْنَ تکیہ لگائے ہوئے
عَلٰی فُرُشٍ فرشوں پر	بَطَآئِنُهَا ان کے استر	مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ریشم کے	وَجَنَا اور میوے	الْجَنَّتَیْنِ دونوں باغ	دَانٍ نزدیک	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں
رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِیْهِنَّ ان میں	قٰصِرٰتُ بند (نیچی) رکھنے والی	الطَّرْفِ نگاہیں	لَمْ یَطْمِثْهُنَّ نہیں ہاتھ نہیں لگایا کسی	
اِنْسٌ انسان نے	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	

تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	رَبِّكُمَا اپنے رب	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	وَالْمَرْجَانُ اور موتی	الْيَاقُوْتُ یاقوت	كَاَنَّهُنَّ گویا کہ وہ		
تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	رَبِّكُمَا اپنے رب	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	الْاِحْسَانُ احسان	اِلَّا سوا	الْاِحْسَانِ احسان	هَلْ جَزَآءُ نہیں بدلہ	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مجرمین جنات وانسان کا انجام قیامت میں جو ہوگا بیان فرمایا گیا تھا کہ کسی کے پیشانی کے بال اور کسی کی ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اوران سے کہا جائے گا کہ دیکھو یہ ہے وہ جہنم جسے دنیا میں تم جھٹلاتے تھے اور جسے ایک خیال اور فرضی چیز سمجھتے تھے پھر وہ کبھی جہنم کی آگ میں جلیں گے اور کبھی کھولتے ہوئے پانی میں ڈالے جائیں گے۔ اب آگے ان مجرمین کے مقابلہ میں ان اہل ایمان کا ذکر فرمایا جاتا ہے اوران کا انجام قیامت میں بتلایا جاتا ہے جو دنیا میں اللہ کے ڈر اور خوف سے برے کاموں سے بچتے رہے اور اللہ کی رضا کے لئے نیک کام کرتے رہے۔ یہ اہل ایمان دو قسم کے ہوں گے ایک تو خواص۔ دوسرے عوام۔ تو پہلے ان آیات میں خواص اہل جنت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ اہل سعادت جنہیں دنیا میں ڈر لگا رہا کہ ایک روز اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے اوراسی ڈر کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہے۔ نفس کی بے جا خواہشات سے رکے رہے۔ دنیوی زندگی کے پیچھے پڑ کر آخرت سے غافل نہ ہوئے بلکہ آخرت کی فکر زیادہ رکھتے رہے اور پوری طرح تقوٰی و پرہیزگاری کے راستہ پر چلا کئے تو ان کے لئے جنت میں دو عالیشان باغ ہوں گے اور یہ بشارت جنات وانسان دونوں کے لئے ہے اس لئے آگے فرمایا کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اب جنت کے ان عالیشان باغات کی صفات بیان فرمائی جاتی ہیں۔ جنت کی یہ نعمتیں بتلا کر ارشاد ہوتا ہے کہ بھلا غایت اطاعت وفرمانبرداری کا بدلہ بجز عنایت ومہربانی کے کچھ اور ہو سکتا ہے؟ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر دنیا میں اپنے نفس پر پابندیاں لگائے ہوئے ہوں۔ حرام سے بچتے اور حلال پر اکتفا کرتے رہے ہوں۔ فرض کو فرض جان کر اپنے فرائض بجالاتے رہے ہوں۔ حق کو حق مان کر تمام حق داروں کے حقوق ادا کرتے رہے ہوں اور شر کے مقابلہ میں خیر کی ہر طرح حمایت وطرفداری کرتے رہے ہوں ہر طرح کی تکلیفیں اور مشقیں برداشت کر کے دین پر ثابت قدم رہنے والے ہوں تو ایسی نیک زندگی کا بدلہ نیک ثواب کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ ہر ہر مذکورہ نعمت جتلا کر ہر بار جن وانس سے خطاب کر کے پوچھا گیا کہ اے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

یہ تو خواص اہل جنت کے باغوں کی صفات مذکور ہوئیں آگے عام مومنین اہل جنت کے باغوں کا بیان ہے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے اوراسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ ہی سے آپ کے انعامات واحسانات پر شکر کی توفیق کے طالب ہیں۔ یا اللہ! ہم آپ کی کسی ایک نعمت کے بھی منکر نہیں ہیں ہمیں اپنے شکر گذار بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

اوران دونوں باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ

نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ جوش مارتے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں میوے

وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہوں گی (یعنی حوریں) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ

نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ عورتیں گوری رنگت کی ہوں گی (اور) خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور) ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا

قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ

اور نہ کسی جن نے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب خوبصورت کپڑوں (کے فرشوں) پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا اور ان دونوں کے علاوہ	جَنَّتٰنِ دو باغ	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		
مُدْهَآمَّتٰنِ نہایت گہرے سبز رنگ کے	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِمَا ان دونوں میں		
عَيْنٰنِ دو چشمے	نَضَّاخَتٰنِ بشدت جوش مارنے والے	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		
فِيْهِمَا ان دونوں میں	فَاكِهَةٌ میوے	وَّنَخْلٌ کھجور کے درخت	وَّرُمَّانٌ اور انار	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	
تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِنَّ ان میں	خَيْرٰتٌ خوب سیرت	حِسَانٌ خوبصورت	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتیں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے
حُوْرٌ حوریں	مَّقْصُوْرٰتٌ رکی رہنے والی پردہ نشین	فِي الْخِيَامِ خیموں میں	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتیں	رَبِّكُمَا اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	
لَمْ يَطْمِثْهُنَّ انہیں ہاتھ نہیں لگایا	اِنْسٌ کسی انسان	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	
تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	مُتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگائے ہوئے	عَلٰى رَفْرَفٍ مسندوں پر	خُضْرٍ سبز	وَّعَبْقَرِيٍّ اور خوبصورت	حِسَانٍ نفیس	
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	تَبٰرَكَ برکت والا	اسْمُ نام	رَبِّكَ تمہارا رب	
ذِي الْجَلٰلِ صاحب جلال	وَالْاِكْرَامِ اور احسان کرنے والا					

تفسیر وتشریح: یہ سورہ رحمٰن کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں مقربین اور خواص اہل جنت کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ ان کو آخرت

میں بہشت کے عالی شان باغات عطا ہوں گے جن میں ہر طرح کی جسمانی و روحانی راحت و آرام کے سامان ہوں گے۔ اب آگے ان آیات میں عام مومنین اہل جنت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کو آخرت میں جو انعامات ملیں گے اس کو بیان فرمایا جاتا ہے۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ بہشت کے ان دو باغوں کا جس کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا اور جو مقربین اور خواص اہل جنت کے لئے ہوں گے۔ ان کے علاوہ ان باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں جو ہر ہر مومن کی جنت میں ملیں گے۔ اہل جنت کی تقسیم دو قسموں میں اگلی سورہ واقعہ میں صاف صاف بیان فرمائی گئی ہے ایک تو سابقین جن کو مقربین بھی کہا گیا ہے جو جنت میں اعلیٰ درجہ کے اور خاص قرب رکھنے والے حضرات ہوں گے۔ جیسے انبیاء اولیاء۔ صدیقین۔ شہداء وغیرہ۔ دوسری قسم اصحاب الیمین جن کو اصحاب المیمنہ بھی کہا گیا ہے بتلائی گئی جو سابقین یعنی پہلی قسم سے کم درجہ کے ہوں گے جس میں عام مومنین و صالحین شامل ہوں گے چنانچہ بخاری شریف کی ایک صحیح حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو باغ ہیں جن کے برتن اور وہاں کی تمام چیزیں چاندی کی ہوں گی اور دو باغ ایسے ہیں کہ ان کے برتن اور وہاں کی تمام چیزیں سونے کی ہوں گی۔ تو گذشتہ آیات میں جنت کے جن دو باغوں کا ذکر ہوا وہ تو مقربین کے لئے تھے اور ان آیات میں جن دو باغوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے یہ اصحاب یمین یعنی عام مومنین صالحین کے لئے ہیں۔ آگے ان باغوں کی صفات بیان کی جاتی ہیں:۔

پہلی صفت فرمائی **مدھامتٰن** یعنی وہ باغ گہرے سبز ہوں گے۔

دوسری صفت فرمائی **فیھما عینٰن نضاختٰن** یعنی ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے جو جوش مارتے ہوں گے۔

تیسری صفت فرمائی **فیھما فاکھۃ و نخل و رمان** ۔ ان دونوں باغوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔ مگر جنت کے میوے اور کھجور اور انار کو دنیا کے انار اور کھجوروں پر قیاس نہ کیا جائے۔ ان کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کیونکہ وہاں کی نعمتوں کو نہ کسی نے دیکھا ہے نہ کسی دماغ میں آسکتی ہیں۔

چوتھی صفت فرمائی **فیھن خیرٰت حسان** ان میں خوب سیرت اور خوبصورت عورتیں ہوں گی (مراد حوریں ہیں)۔

آگے حوروں کے متعلق بتلایا کہ وہ نہایت خوبصورت گوری رنگت کی ہوں گی۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اہل جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان یعنی جنت سے لے کر زمین تک روشنی ہی روشنی ہو جائے اور مہک و خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کی اوڑھنی بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ آگے دوسری صفت حوروں کی بتلائی گئی **لم یطمثھن انس قبلھم ولاجآن.** یعنی ان جنتیوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی انسان نے تصرف کیا ہوگا نہ کسی جن نے۔ آگے جنتیوں کی شاہانہ نشست کا ذکر ہے کہ یہ جنتی سبز رنگ کے اعلیٰ فرشوں اور غالیچوں پر تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ہر ہر نعمت کے بعد پوچھا گیا کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

سورۃ کے خاتمہ پر حق تعالیٰ کی ثنا و صفت بیان فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کا نام بڑا بابرکت ہے جو بڑی عظمت والا اور احسان والا ہے یعنی اسی کی ذات اس لائق ہے کہ اس کا جلال و بزرگی مانا جائے اور اس کی بڑائی اور عظمت کا پاس کر کے اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔

دیکھئے قرآن پاک میں اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مومنین کو جو جنت اور وہاں کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے وہ دو چیزوں کے ساتھ دی گئی ہے ایک ایمان اور دوسرے اعمال صالحہ۔ مگر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ کوئی یہ وسوسہ تک دل میں نہ لائے کہ کوئی اپنے اعمال پر ناز اور گھمنڈ کرنے لگے اور یہ سمجھنے لگے کہ ان نیک اعمال کی بدولت میں جنت کا اور اس کی نعمتوں کا حق دار بن جاؤں گا۔ مسلم شریف کی ایک صحیح حدیث ہے حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں نہ لے جائے گا اور نہ اس کو دوزخ سے بچائے گا اور نہ میرا عمل مگر اللہ کی رحمت وکرم سے اور بخاری اور مسلم میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو جنت میں اس کا عمل داخل نہیں کرے گا تو اصحاب نے عرض کیا کہ آپ کو بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو بھی میرا عمل جنت میں نہ لے جائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل ورحمت میں ڈھانپ لے۔ تو ان روایت حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت میں جانا اور جہنم سے بچ جانا صرف رحمت الٰہی اور فضل خداوندی کے باعث ہوگا۔ مگر اس سے یہ بھی نہ خیال کیا جائے کہ پھر اعمال صالحہ کچھ کام نہ آئے۔ تو یہ بات نہیں۔ مطلب ان احادیث کا یہ ہے کہ کوئی اپنے اعمال صالحہ پر ناز اور گھمنڈ نہ کرے اور اعمال صالحہ بھی خالص نیت سے بدون توفیق وتائید خداوندی کے نہیں ہو سکتا تو اعمال صالحہ میں بھی اصل خدا کی رحمت ہی ٹھہری یعنی اصل سبب جنت میں جانے اور جہنم سے بچ جانے کا خدا کی رحمت ہوئی اور نیک عمل اس کا اثر اور نشان ہوا جیسا کہ ۲۱ ویں پارہ سورہ روم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **ومن عمل صالحاً فلانفسھم یمھدون لیجزی الذین امنوا وعملوا الصلحت من فضلہ** (اور جو نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے لئے سامان کر رہے ہیں تا کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح بھی کئے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے جزا دے گا) معلوم ہوا کہ باوجود ایمان اور عمل صالح کے جنت کی نعمتوں کی امید حق تعالیٰ کے فضل وکرم ہی سے رکھنا چاہئے اور اس کے فضل عظیم کو طلب کرنا چاہئے۔ **اللھم انا نسئلک من فضلک العظیم**۔ آمین۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ رحمٰن کا بیان پورا ہو گیا جس میں تین رکوع تھے۔ اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ الرحمٰن کے خواص

۱- اگر کسی کو آشوب چشم ہو تو وہ سورۃ الرحمٰن لکھ کر گلے میں پہنے، تندرست ہو جائے گا۔ ۲- اگر کسی کو تلی کا مرض ہو تو سورۃ الرحمٰن لکھ کر پاک پانی سے دھو لے اور وہ پانی پی لے۔

۳- اگر کسی مکان میں کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض تنگ کرتے ہوں تو جس دیوار کی طرف زیادہ ہوں اس پر سورۃ الرحمٰن لکھ دی جائے تو سب بھاگ جائیں گے۔

یامعشر الجن والانس ...... من نار ونحاس

جو آدمی مذکورہ آیات کو لکھ کر اپنے دائیں بازو پر باندھے وہ ہر خطرہ سے محفوظ رہے گا۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اہل جنت میں شامل فرما لیں اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں میسر فرمائیں۔

یا اللہ اپنی ہر ایک نعمت کی ہم کو قدر دانی اور شکر گذاری کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ہر حال میں اپنی حمد وثنا اور بڑائی وعظمت بیان کرنے اور اپنے ذکر وفکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ جنت جو آپ کی رضا کا مقام ہے اُس کا مل جانا اور جہنم جو آپ کے قہر وغضب کا مقام ہے اس سے بچ جانا یہ محض آپ کے فضل وکرم ورحم ہی سے ممکن ہے۔ جب اشرف الانبیاء والمرسلین آپ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ میرا عمل بھی مجھ کو جنت میں نہ لے جائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل ورحمت میں ڈھانپ لے تو اور کون ہے جو اپنے اعمال پر نظر کر کے جنت کی امید کر سکے۔ یا اللہ! اس دنیا میں ہم پر فضل فرما اور اپنی رضا کے اعمال کی توفیق نصیب فرما۔ اور آخرت میں بھی اپنے فضل وکرم ہی سے ہمارا بیڑہ پار لگا اور اپنی رضا کے مقام جنت میں ہمارا ابدی ٹھکانا ہونا نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾

جب قیامت واقع ہوگی۔ جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے۔ تو وہ (بعض کو) پست کردے گی (اور بعض کو) بلند کردے گی۔ جب کہ زمین کو سخت زلزلہ آوے گا۔

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿۶﴾

اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے۔

اِذَا جب	وَقَعَتِ واقع ہو جائیگی	اَلْوَاقِعَةُ واقع ہونے والی	لَيْسَ نہیں	لِوَقْعَتِهَا اسکے واقع ہونے میں	كَاذِبَةٌ کچھ جھوٹ
خَافِضَةٌ پست کرنیوالی	رَّافِعَةٌ بلند کرنیوالی	اِذَا جب	رُجَّتِ لرزنے لگے گی	الْاَرْضُ زمین	رَجًّا سخت زلزلہ
وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر		فَكَانَتْ پھر ہو جائیں گے		هَبَآءً غبار	مُّنْۢبَثًّا پراگندہ

تفسیر وتشریح: یہ پوری سورۃ قیامت کے واقع ہونے کی خبر اور قیامت کے لرزہ خیز حالات و کیفیات پر مشتمل ہے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "یارسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "ہاں" مجھے سورہ ہود نے اور سورہ واقعہ نے اور سورہ والمرسلت نے اور سورہ عم یتسآء لون نے اور سورہ اذالشمس کورت نے بوڑھا کردیا"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص سورہ واقعہ کو ہر رات پڑھ لیا کرے اسے ہرگز ہرگز فاقہ نہ پہنچے گا۔

سورہ واقعہ کے فضائل متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ حدید اور سورہ واقعہ اور سورہ رحمٰن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے (یہ تینوں سورتیں یعنی سورہ رحمٰن، سورہ واقعہ، سورہ حدید لگاتار یکے بعد دیگرے ہیں) ایک روایت میں ہے کہ سورہ واقعہ سورہ الغنیٰ ہے۔ اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیبیوں کو سکھلاؤ اور حضرت عائشہؓ سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے۔

اب ان تلاوت کردہ آیات کی تشریح ملاحظہ ہو سورۃ کی ابتدا قیامت اور اس کے اثرات کے بیان سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی اس وقت کھل جائے گا کہ یہ کوئی جھوٹی اور غلط بات نہ تھی۔ نہ اسے کوئی ٹلا سکے گا۔ نہ واپس کر سکے گا۔ یہ آغاز کلام مع حاصل ان باتوں کا جواب ہے جو اس وقت کفار مکہ قیامت و آخرت کے متعلق کہتے تھے اور اس کو ناقابل یقین قرار دیتے تھے۔ انہیں یہ بعید از عقل و امکان نظر آتا تھا کہ زمین و آسمان کا یہ سارا نظام کیا درہم برہم ہو جائے گا اور پھر ایک دوسرا عالم برپا ہوگا جس میں سب اگلے پچھلے مرے ہوئے انسان دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اور ان کا رتی رتی حساب کتاب کیا جائے گا اور دنیا کے اعمال و عقائد کے مطابق جزا وسزا دی جائے گی۔ اور کچھ بہشت کے باغات میں رہیں گے اور کچھ جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ یہ سب کفار کے نزدیک خواب و خیال کی باتیں تھیں اور جن کو ماننے کے لئے وہ تیار نہ تھے۔ اس

لئے انہیں سنایا جاتا ہے کہ جب وہ ہونے والا واقعہ یعنی قیامت و آخرت پیش آ جائے گی تو اس وقت کوئی اسے جھٹلانے والا نہ ہوگا اور نہ کوئی ٹال سکے گا۔ نہ ہٹا سکے گا وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر رہے گی اور جب وہ دن آ جائے گا تو ایک گروہ کو پست کرنے والا ہوگا اور ایک گروہ کو اوپر اٹھانے والا ہوگا۔ بڑے بڑے متکبرین کو جو دنیا میں بہت معزز اور سربلند سمجھے جاتے تھے۔ اسفل السافلین کی طرف دھکیل کر جہنم میں پہنچا دیا جائے گا اور بہت سے کمزور۔ ضعیف اور متواضع جو دنیا میں پست اور حقیر نظر آتے تھے جنت میں جائیں گے دشمنان خدا ذلیل ہو کر جہنمی بن جائیں گے اور مقبولین مومنین عزیز ہو کر اکرام کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور جب وہ دن یعنی یوم قیامت آئے گا تو یہ زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی۔ چپہ چپہ کپکپانے لگے گا۔ طول وعرض زمین میں زلزلہ پڑ جائے گا۔ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔

دیکھئے بلا مبالغہ قرآن پاک کا ایک بڑا حصہ قیامت و آخرت ہی کے بیان پر مشتمل ہے اور قرآن پاک کی ابتدائی سورۃ یعنی سورہ بقرہ کے شروع ہی میں متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں ایک صفت و بالآخرۃ ھم یوقنون فرمائی گئی ہے یعنی وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور دوسری باتوں کے متعلق یؤمنون فرمایا کہ وہ ان پر ایمان رکھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ایمان رکھنا کسی امر پر اور بات ہے اور یقین رکھنا کسی امر پر اور بات ہے۔ تو قیامت و آخرت کے متعلق یقین رکھنے کا حکم ہے اور کسی بات پر یقین رکھنے کا اثر جو طبیعت پر ہوتا ہے وہ دنیا ہی کی ایک عام مثال سے سمجھ لیجئے مثلاً آپ کو ریل یا ہوائی جہاز سے کہیں کا سفر کرنا ہے اور آپ کو یہ یقین ہوتا ہے کہ ریل یا جہاز کی روانگی کا جو وقت مقرر ہے وہ بالکل اٹل ہے۔ ریل یا جہاز ٹھیک اپنے مقرر کردہ وقت پر روانہ ہو جائے گا۔ تو اس یقین کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آپ ہفتوں اور کئی دنوں پہلے سے ہمہ وقت اس سفر کی تیاری میں لگے رہتے ہیں اور روانگی کے مقررہ وقت سے پہلے ریل یا جہاز پر پہنچ جاتے ہیں' اس میں غفلت۔ ٹال مٹول۔ سستی۔ کاہلی یا شک وشبہ کا گزر نہیں ہوتا۔ اسی طرح قیامت و آخرت کے متعلق اگر یقین پختہ ہوگا تو پھر وہاں کی تیاری میں بھی انسان لگا رہے گا۔ اب ہم ذرا غور کریں کہ آخرت پر ہمارا یقین کتنا پختہ ہے؟ کیا آخرت کا یقین ہم کو ہمہ وقت وہاں کی تیاری میں لگائے ہوئے ہے؟ اگر ہم کو یہ یقین ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ دربار خداوندی میں حاضر ہونا ہے اور ہم سے ہمارے اعمال کی باز پرس ہونے والی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی خداوند ذوالجلال والاکرام کے غصہ اور ناراضگی کا سبب بننے والی ہے تو پھر اس یقین کے ساتھ جرات اور دیدہ دلیری سے عمداً اور دانستہ اللہ کی معصیت اور گناہوں پر اصرار کیوں ہے؟ ہم میں سے اکثر کا مسلک یوں کیوں بنا ہوا ہے کہ

اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔ دیکھئے سورہ تکاثر ۳۰ ویں پارہ میں خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیوی ساز و سامان پر فخر کرنا تم کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو یعنی مر جاتے ہو۔ ہرگز نہیں یعنی نہ دنیوی سامان قابل فخر ہے اور نہ آخرت قابل غفلت۔ اگر تم یقینی طور پر جان لیتے (یعنی غور وتوجہ سے کام لیتے اور اس کا یقین آ جاتا تو کبھی آخرت سے غفلت میں نہ پڑتے۔ (بیان القرآن) اللہ تعالیٰ قیامت و آخرت کی طرف سے غفلت ہمارے دلوں سے دور فرمائیں اور ہم کو آخرت کا ایسا یقین کامل نصیب فرمائیں کہ ہم ہمہ وقت وہاں کی تیاری میں لگے رہیں۔ چنانچہ آگے بتلایا گیا ہے کہ تمام انسان اگلے اور پچھلے قیامت و آخرت میں تین گروہوں میں تقسیم ہو جاویں گے اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاوے گا یہ ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً (٧) فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (٨) وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ

اور تم تین قسم کے ہوجاؤ گے۔ سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔ اور جو بائیں والے ہیں،

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (٩) وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (١٠) اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (١١) فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (١٢)

وہ بائیں والے کیسے برے ہیں۔اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجہ کے ہیں۔(اور) وہ (خداتعالیٰ کے ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں۔یہ مقرب لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (١٣) وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (١٤)

ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں ہوں گے۔

وَكُنْتُمْ اورتم ہوجاؤ گے	اَزْوَاجًا جوڑے (قسم)	ثَلٰثَةً تین	فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ تو دائیں ہاتھ والے	مَا کیا	اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ دائیں ہاتھ والے	
وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ اور بائیں ہاتھ والے	مَا کیا	اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ بائیں ہاتھ والے	وَالسّٰبِقُوْنَ اور سبقت لے جانے والے			
السّٰبِقُوْنَ سبقت لے جانیوالے ہیں	اُولٰٓئِكَ یہی ہیں	الْمُقَرَّبُوْنَ مقرب (جمع)	فِيْ میں	جَنّٰتِ باغات	النَّعِيْمِ نعمت	ثُلَّةٌ بڑی جماعت
مِنَ الْاَوَّلِيْنَ پہلوں سے۔میں	وَقَلِيْلٌ اورتھوڑے	مِنَ الْاٰخِرِيْنَ پچھلوں سے۔میں				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں وقوع قیامت کے بعد یعنی آخرت میں تمام نوع انسانی کا تین گروہوں میں تقسیم ہو جانے اور پھر ان تینوں گروہوں کے احوال کی تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں تمام نوع انسانی کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو! بلحاظ اپنے انجام وثمرات عمل کے آخرت میں تمام نسل انسانی شروع دنیا سے جو قیامت تک پیدا ہوں گے تین طبقوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ ایک عام مومنین اہل جنت۔ دوسرے خواص مقربین جو جنت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گے۔ تیسرے کفار ومنکرین جو اہل جہنم ہوں گے گذشتہ سورہ رحمٰن میں بھی یہی تین قسمیں ذکر فرمائی گئی تھیں۔ اس سورۃ میں خواص اہل جنت کو مقربین اور سابقین کہا گیا ہے اور عوام مومنین اہل جنت کو اصحاب الیمین یا اصحاب المیمنہ اور کفار ومنکرین کو اصحاب المشئمہ یا اصحاب الشمال کہا گیا ہے۔ آگے ان تینوں قسموں کا حال بیان فرمایا گیا ہے پہلے اجمالاً اور پھر تفصیلاً۔ اجمالاً پہلے اصحاب المیمنہ یعنی داہنے والوں کا ذکر فرمایا۔ مراد اس سے وہ مومنین ہیں جو عرش عظیم کے داہنی طرف ہوں گے اور جن کا اعمالنامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور جن کی ارواح کو عہد لینے کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا اور فرشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی نسبت دیکھا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی داہنی طرف نظر کر کے ہنستے اور خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔ تو ایک قسم جو اصحاب المیمنہ یعنی داہنے والے ہیں ان کے متعلق اجمالاً فرمایا کہ یہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔ مراد اس سے عوام مومنین اہل جنت ہوں گے جن کے حال کی تفصیل آگے بیان فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی اس داہنے والے گروہ میں شامل فرمالیں۔

دوسرا گروہ اصحاب المشئمۃ یعنی بائیں والوں کا ذکر فرمایا۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو سے نکالے گئے۔ عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتہ بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے۔ تو یہ دوسری قسم جو اصحاب المشئمۃ یعنی بائیں والے ہیں ان کے متعلق اجمالاً فرمایا گیا کہ ان کی بدبختی اور نحوست کا کیا ٹھکانہ۔ یہ کیسے برے ہیں کہ سب اہل جہنم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم سب کو اس گروہ میں شامل ہونے سے بچالیں۔ آمین۔

تیسرا گروہ جو عرش کے سامنے ہوگا۔ یہ خاص الخاص جماعت ہوگی جو اصحاب یمین سے بھی زیادہ باوقعت اور خاص مقربین الٰہی میں سے ہوں گے۔ اور حق تعالیٰ کی رحمتوں۔ قرب ووجاہت میں سب سے آگے ہوں گے اور یہ جماعت انبیاء کرام۔ صدیقین۔ شہداء اور اولیاء اللہ متقین کاملین کی ہوگی۔ ان حضرات سابقین کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجہ کے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص قرب رکھنے والے ہیں اور یہ مقربین آرام اور نعمتوں سے بھرے ہوئے باغات بہشت میں ہوں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان مقربین خاص کا ایک بڑا گروہ تو اولین یعنی اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے آخرین یعنی پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے۔ اب یہاں آیت میں اوّلین و آخرین سے کون مراد ہیں اس میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ اوّلین یعنی اگلوں سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک جتنی امتیں گذری ہیں وہ اولین ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قیامت تک کے لوگ آخرین یعنی پچھلے لوگ ہیں۔ اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ بعثت محمدی سے پہلے ہزارہا برس کے دوران جتنے انبیاء اور پیغمبر اور رسول گذرے ہیں ان میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے قیامت تک آنے والے انسانوں میں سابقین کی تعداد کم ہوگی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ کہ اوّلین میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی یہ فرمائی ہے کہ اوّلین یعنی آدم علیہ السلام سے زمانہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کا زمانہ بہت طویل ہے بہ نسبت امت محمدیہ کے جو قرب قیامت میں پیدا ہوئی ہے تو باقتضاء عادت زمانہ اس طویل زمانہ کے خواص بہ نسبت امت محمدیہ کے مختصر زمانہ کے خواص کے تعداد میں ان سے کم ہوں گے کیونکہ اس طویل زمانہ میں ایک دو لاکھ کے درمیان تو انبیاء ہی ہیں اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی اور نبی نہیں اس لئے خواص مقربین کا بڑا گروہ اولین کا ہوگا اور آخرین یعنی امت محمدیہ میں ان کی تعداد کم ہوگی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں اولین و آخرین سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّلین و آخرین مراد ہیں یعنی آپ کی امت میں ابتدائی دور کے لوگ اوّلین ہیں۔ یعنی صحابہ تابعین۔ تبع تابعین وغیرہ۔ جن میں سابقین مقربین کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اور بعد کے لوگ آخرین ہیں جن میں سابقین مقربین کی تعداد کم ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ تو ہوا اجمالاً بیان تینوں قسموں کا۔ اب آگے ان تینوں قسموں کا تفصیلی بیان ہے۔ پہلے سابقین یعنی مقربین خاص کی تفصیل بیان کی گئی ہے جس کا ذکر اگلی آیات میں ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٔيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ

(وہ لوگ) سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ان کے آس پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمدورفت کیا کریں گے۔

وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾

آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے ان کو دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءً

اور پرندوں کا گوشت جوان کو مرغوب ہوگا۔اور (اُن کیلئے) گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں ہونگی۔(مراد حوریں ہیں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾

یہ اُن کے اعمال کے صلہ میں ملے گا۔(اور) وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی (اور) بیہودہ بات بس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔

عَلٰى سُرُرٍ تختوں پر	مَّوْضُوْنَةٍ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے	مُّتَّكِـِٔيْنَ تکیہ لگائے ہوئے	عَلَيْهَا اس پر	مُتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے	
يَطُوْفُ اردگرد پھریں گے	عَلَيْهِمْ ان کے	وِلْدَانٌ لڑکے	مُّخَلَّدُوْنَ ہمیشہ رہنے والے	بِاَكْوَابٍ آبخوروں کے ساتھ	وَّاَبَارِيْقَ اور آفتابے
وَكَاْسٍ اور پیالے	مِّنْ سے۔کے	مَّعِيْنٍ صاف شراب	لَّا يُصَدَّعُوْنَ نہ انہیں دردسر ہوگا	عَنْهَا اس سے	وَلَا يُنْزِفُوْنَ اور نہ ان کی عقل میں فتور آئیگا
وَفَاكِهَةٍ اور میوے	مِّمَّا اس سے جو	يَتَخَيَّرُوْنَ وہ پسند کریں گے	وَلَحْمِ طَيْرٍ اور پرندوں کا گوشت	مِّمَّا وہ جو	يَشْتَهُوْنَ وہ چاہیں گے
وَ اور	حُوْرٌ عِيْنٌ بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں	كَاَمْثَالِ جیسے	اللُّؤْلُؤِ موتی	الْمَكْنُوْنِ (سپی میں) چھپے ہوئے	جَزَآءً جزا
بِمَا اس کی	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں	لَا يَسْمَعُوْنَ وہ نہ سنیں گے	فِيْهَا اس میں	لَغْوًا بے ہودہ بات	وَّلَا تَاْثِيْمًا اور نہ گناہ کی بات
اِلَّا مگر	قِيْلًا کلام	سَلٰمًا سَلٰمًا سلام سلام			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں تمام نسل انسانی جو دنیا میں پہلے گذر چکے یا جو اب موجود ہیں اور یا جو آئندہ قیامت تک پیدا ہوں گے بلحاظ اپنے انجام کے تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ایک تو سابقین یعنی اللہ تعالیٰ کے مخصوص مقبول بندے اور خاص قرب الٰہی رکھنے والے ۔دوسرے اصحاب یمین یعنی داہنے والے اور تیسرے اصحاب الشمال یعنی بائیں والے۔ان تینوں قسموں کے لوگوں کا اجمالاً حال گذشتہ آیات میں بیان فرمایا گیا تھا۔اب قدرے تفصیلاً ان تینوں گروں کا حال جو آخرت میں ہوگا بیان فرمایا جاتا ہے۔پہلے ان آیات میں سابقون یعنی اللہ تعالیٰ کے مخصوص اور خاص قرب رکھنے والے بندے جیسے انبیاء۔صدیقین۔شہدا اور اولیاء اللہ۔ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں ان کے کیا درجات ہوں گے۔اس کے بعد اگلی آیات میں اصحاب یمین اور اصحاب الشمال کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ ان کا آخرت میں کیا حال ہو گا۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ سابقین جو بہشت کے باغات میں ہوں گے ان کے بیٹھنے کے لئے سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تخت ہوں گے جن پر یہ تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔یعنی نشست ایسی ہوگی کہ کسی ایک کی پیٹھ

دوسرے کی طرف نہ رہے گی۔ ان کی خدمت کے لئے لڑکے ہوں گے جن کی عمر ہمیشہ ایک حالت میں رہے گی۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اہل جنت کے خدام تین قسم کے ہوں گے:۔

ایک ملائکہ جو خدائے قدوس اور اہل جنت کے مابین بطور قاصد ہوں گے۔

دوسرے غلمان جو حوروں کی طرح جنت میں ایک جدا مخلوق ہیں جو جنت ہی میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ اور وہ ہمیشہ ایک عمر کے رہیں گے اور مثل بکھرے ہوئے موتیوں کے چاروں طرف خدمت کرتے پھریں گے۔ روایات حدیث سے ثابت ہے کہ ایک ایک جنتی کے پاس ہزاروں خادم ہوں گے۔

تیسرے اولاد مشرکین جو بچپن میں قبل از بلوغ انتقال کر چکی ہوگی۔ یہ بچے اہل جنت کے خادم ہوں گے۔ مگر محدثین میں یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ غیر مسلموں کی اولاد صغیر یعنی نابالغ اولاد جنت میں جائے گی یا دوزخ میں۔ کیونکہ ایسے بچوں کے بارہ میں مختلف روایتیں منقول ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ اسی بنا پر بعض حضرات محدثین کے نزدیک ان کا حشر اپنے ماں باپ کے ساتھ ہوگا۔ یعنی کافروں اور مشرکوں کے بچے اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ بعض محدثین و علمائے کرام کا قول ہے کہ وہ جنتی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے گرد بچے ہی بچے جمع ہیں اور جب کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد مشرکین کے بارہ میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی وہیں موجود ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ کچھ علماء کی رائے اس مسئلہ میں سکوت اختیار کرنے کی ہے کیونکہ بعض روایات کے پیش نظر اس مسئلہ میں توقف ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دیگر بعض علما نے اس بارے میں توقف اختیار کیا ہے۔ محدث امام نوویؒ نے نزدیک تمام احادیث میں تطبیق دینے کے بعد قول راجح یہی ہے کہ غیر مسلموں کے نابالغ بچے مرنے کے بعد آخرت میں جنت ہی میں جائیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض ذکر سابقین مقربین کا ہو رہا تھا۔ جن کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان کے پینے کے لئے صاف ستھری شراب ہوگی جس کے قدرتی چشمے جاری ہوں گے۔ قرآن پاک کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت کے لئے مشروب یعنی پینے کی چیزیں چار قسم کی ہوں گی اور ان کی نہریں جاری ہوں گی:۔

ایک وہ نہری جن کا پانی نہایت شیریں وٹھنڈا ہے۔

دوسری وہ نہریں جو ایسے قدرتی دودھ سے لبریز ہیں جس کا مزہ کبھی نہیں بگڑتا۔

تیسری وہ نہریں جو ایسی شراب کی ہیں جو نہایت فرحت افزا اور خوش رنگ اور خوش مزہ ہے۔

چوتھی وہ نہریں جو نہایت صاف وشفاف شہد کی ہیں۔

علاوہ ان نہروں کے تین قسم کے چشمے ہیں:۔

ایک کا نام کافور ہے جس کی خاصیت خنکی ہے۔

دوسرے کا نام زنجبیل ہے جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں اس کی خاصیت گرم ہے مثل چاء وقہوہ۔

تیسرے کا نام تسنیم ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ہوا میں معلق جاری ہے۔ ان تینوں چشموں کا پانی مقربین کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن اصحاب یمین کو بھی جو مقربین سے کم درجہ کے جنتی ہیں ان چشموں میں سے سر بمہر گلاس مرحمت ہوں گے جو پانی پینے کے وقت گلاب اور کیوڑہ کی طرح سے اس میں تھوڑا تھوڑا ملا کر پیا کریں گے۔

اب چونکہ یہاں آیت میں جنت کی شراب طہورہ کا ذکر آ گیا تھا اس لئے ہو سکتا تھا۔ کہ کوئی دنیا کی شراب پر جنت کی شراب کو قیاس کرے اس لئے آگے فرمایا لا یصدعون عنہا ولا ینزفون ۔ نہ اس کے پینے سے ان اہل جنت کو درد سر ہوگا ۔ اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا یعنی اس جنت کی پاک شراب میں سرور ہی سرور ہوگا باقی جتنے نقصانات اور خرابیاں اس دنیا کی شراب میں ہوتے ہیں وہ کوئی بھی اس میں نہ ہوں گے ۔ سبحان اللہ کیا قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے کہ چند لفظوں میں جنت کی شراب کی ساری ہی خرابیوں کی نفی کر دی ۔ آگے ارشاد ہے کہ ان مقربین کو جس وقت جو میوہ یا پھل پسند ہو اسی وقت وہ بدوں تعب یا مشقت کے پہنچے گا ۔ روایات میں ہے کہ جنت کے درخت باوجود نہایت بلند اور بزرگ ہونے کے اس قدر باشعور ہیں کہ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ یا پھل کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ اس قدر نیچے کو جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لیا کرے گا اور جنت کے بعض بڑے بڑے میوے ایسے ہوں گے کہ جس وقت جنتی اس کو توڑے گا اس میں سے نہایت خوبصورت پاکیزہ عورت مع لباس فاخرہ و زیور برآمد ہو گی اور اپنے مالک کی ہمنشین و خدمت گذار ہو گی ۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے میوے بھی ہمیشگی والے ہیں نہ کبھی ختم ہوں نہ کبھی ان سے روکا جائے ۔ یہ نہیں کہ جاڑے میں ہیں تو گرمیوں میں نہیں ۔ یا گرمیوں میں ہیں تو جاڑے میں نہیں ۔ بلکہ یہ میوے ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔ خدا کی قدرت سے ہر وقت وہ موجود رہیں گے اور ادھر پھل توڑا ادھر اس کے قائم مقام دوسرا پھل لگ گیا ۔ ایک حدیث میں ذکر ہے کہ انگور کا ایک دانہ جنت میں ایک بکرے کی کھال کے ڈول کے برابر ہے ۔ حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث میں جس میں آپ نے سورج کے گہن ہونے کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گہن کا نماز ادا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے یہ بھی ہے کہ بعد فراغت نماز آپ کے ساتھ کے نمازیوں نے آپ سے پوچھا ۔ یارسول اللہ ہم نے آپ کو اس جگہ آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دیکھا کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی اور جنت کے میوے کا خوشہ لینا چاہا ۔ اگر میں لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے ۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ ظہر کی فرض نماز پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے پھر آپ نے کوئی چیز لینی چاہی پھر پیچھے ہٹ آئے ۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابی بن کعبؓ نے پوچھا یارسول اللہ آج تو آپ نے ایسی بات کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی ۔ آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت لائی گئی اور جو اس میں تروتازگی اور سرسبزی ہے میں نے اس میں سے انگور کا خوشہ توڑنا چاہا تاکہ لا کر تمہیں دوں ۔ پس میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اگر میں اسے تمہارے درمیان لے آتا تو زمین اور آسمان کے درمیان کی مخلوق اسے کھاتی رہتی تب بھی اس میں ذرا سی بھی کمی نہ آتی ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں رہ کر جنت و آخرت کی نعمتوں کا خواہ وہ میوے یا پھل پھلار ہوں یا دوسری نعمتیں اندازہ ہی نہیں لگا سکتے اور اصل حقیقت کو ہم یہاں دنیا میں پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکتے ۔ بس ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہوگا ۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اب جنت کے شوق و طلب کا تو کیا سوال اب تو اس کا ذکر اذکار بھی معیوب معلوم ہونے لگا ۔

سابقین کے لئے جنت کی جو نعمتیں بیان ہو رہی ہیں اس سلسلہ میں آگے ارشاد ہے ولحم طیر مما یشتھون اور پرندوں کا گوشت جوان کو مرغوب ہو ملے گا۔ ویسے تو پرند کا گوشت ہی مزیدار ہوتا ہے پھر ان میں سے بھی وہ کہ جو مرغوب ہو۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتی کا دل جس پرندے کے گوشت کو کھانے کا چاہے گا وہ اس کے سامنے آجائے گا۔ جو جتنا چاہے گا اور جس پہلو کا گوشت پسند کرے گا کھائے گا پھر وہ پرند اڑ جائے گا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو جاوے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جنت کے جس پرند کو تو چاہے گا وہ بھنا بھنایا تیرے سامنے آجاوے گا۔ آگے فرمایا کہ ان سابقین کے لئے حوریں ہوں گی جو رنگت میں ایسی صاف شفاف ہوں گی جیسے حفاظت سے پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ پھر فرمایا کہ یہ ساری نعمتیں ان اعمال کے جزا کے طور پر انہیں ملیں گی جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ مقربین جنت میں کوئی لغو اور واہیات باتیں نہیں سنیں گے۔ یعنی وہاں بیہودگی۔ جھوٹ۔ غیبت۔ بہتان۔ طنز و تمسخر۔ طعن و تشنیع کچھ نہ ہوگا۔ بس ہر طرف سے سلام۔ سلام کی آوازیں آئیں گی یعنی جنتی ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ اور فرشتے جنتیوں کو سلام کریں گے اور رب کریم کا سلام جنتیوں کو پہنچے گا اور سلام کی اس کثرت کا اس طرف اشارہ ہے کہ اب یہاں پہنچ کر تمام آفات و مصائب سے محفوظ و مامون ہو گئے۔ اب نہ کسی طرح کا آزار پہنچے گا۔ نہ موت آئے گی نہ فنا ہوگی۔

یہاں تک تو جزائے سابقین اور مقربین کا بیان ہوا۔ آگے اصحاب الیمین یعنی داہنے والوں کی جزا کی تفصیل کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے سابقین مقبولین و مقربین کے طفیل میں ہم کو بھی ان کا کفش بردار ہو کر جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں۔ اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے جن سے آپ راضی ہو جائیں اور آخرت کی کامیابی و کامرانی ہم کو نصیب فرما دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ؕ۲۷ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ۲۸ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ۲۹

اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔ وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی۔ اور تہ بتہ کیلے ہوں گے۔

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ۳۰ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ۳۱ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ۳۲ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ۳۳ وَّفُرُشٍ

اور لمبا لمبا سایہ ہوگا۔ اور چلتا ہُوا پانی ہوگا۔ اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ جو نہ ختم ہوں گے اور نہ اُن کی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے اونچے

مَّرْفُوْعَةٍ ؕ۳۴ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ۳۵ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ۳۶ عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ۳۷ لِّاَصْحٰبِ

فرش ہوں گے۔ ہم نے (وہاں کی) اُن عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے۔ یعنی ہم نے اُن کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔ محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں۔ یہ سب چیزیں

الْيَمِيْنِ ؕ۳۸ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ۳۹ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ؕ۴۰

داہنے والوں کیلئے ہیں ان (اصحاب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا۔ اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں ہوگا۔

وَ اور | اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والے | مَا کیا | اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والے | فِيْ سِدْرٍ بیریوں میں | مَّخْضُوْدٍ بے خار والی

وَّطَلْحٍ اور کیلے | مَّنْضُوْدٍ تہہ در تہہ | وَّظِلٍّ اور سایہ | مَّمْدُوْدٍ لمبا۔دراز | وَّمَآءٍ اور پانی | مَّسْكُوْبٍ گرتا ہوا | وَّفَاكِهَةٍ اور میوے

كَثِيْرَةٍ کثیر | لَّا مَقْطُوْعَةٍ نہ ختم ہونے والا | وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ اور نہ کوئی روک ٹوک | وَّفُرُشٍ اور فرش (جمع) | مَّرْفُوْعَةٍ اونچے | اِنَّآ بیشک ہم

اَنْشَاْنٰهُنَّ انہیں اُٹھان دی | اِنْشَآءً خوب اُٹھان | فَجَعَلْنٰهُنَّ پس ہم نے انہیں بنایا | اَبْكَارًا کنواری (جمع) | عُرُبًا اَتْرَابًا محبوب ہم عمر

لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والوں کیلئے | ثُلَّةٌ بہت سے | مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ اگلوں میں سے | وَ اور | ثُلَّةٌ بہت سے | مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ پچھلوں میں سے

تفسیر و تشریح: ان آیات میں اصحاب یمین کے جزا کی تفصیل ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ اصحاب بھی بہت ہی خوب لوگ ہیں۔ ان کی خوش قسمتی کا کیا کہنا۔ ان کے لئے بھی جنت میں خوب خوب نعمتیں ہیں۔ وہ بہشت کے ان باغات میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی یعنی ایسی بیریاں جن کے درختوں میں کانٹے نہ ہوں گے۔ اب کوئی اس پر تعجب نہ کرے کہ بیر کونسا نفیس اور اعلیٰ پھل ہے کہ جس کے جنت میں ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔ تو واقعہ یہ ہے کہ جنت کے بیروں کا تو کیا کہنا خود اس دنیا کے بعض علاقوں میں یہ پھل اتنا لذیذ۔ خوشبودار اور میٹھا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ منہ کو لگنے کے بعد اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور بیر جتنے اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں ان کے درختوں میں کانٹے اتنے ہی کم ہوتے ہیں۔ اس لئے جنت کے بیروں کی یہ تعریف کی گئی کہ ان کے درخت جنت میں بالکل ہی کانٹوں سے خالی ہوں گے یعنی ایسی بہترین قسم کے ہوں گے کہ جو دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ احادیث میں ایک روایت ہے۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ اعرابیوں یعنی دیہاتیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنا اور آپ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آ کر کہا۔ یا رسول اللہؐ میں سمجھتا ہوں کہ جنت میں کوئی تکلیف دینے والا درخت نہیں اور قرآن میں ایسے درخت کا ذکر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کونسا؟ اس نے کہا سدر یعنی بیری کا درخت۔ آپ نے فرمایا پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ مخضود نہیں پڑھا؟ اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے ہیں اور ان کے بدلے پھل پیدا کر دیئے۔ ہر

ہر بیری میں ۷۲ قسم کے ذائقہ ہوں گے جن کا رنگ و مزہ مختلف ہوگا۔ آگے فرمایا اور تہ بتہ کیلے ہوں گے یعنی قسم قسم کے مزیدار پھلوں سے لدے ہوں گے۔ اور بڑے بڑے سایہ دار درخت ہوں گے صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کے درخت کے سایہ تلے تیز سوار سو (۱۰۰) سال تک چلتا رہے لیکن سایہ ختم نہ ہوگا اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو وظل ممدود اور لمبا لمبا سایہ ہوگا۔ اس آیت وظل ممدود کی تشریح علما نے اس طرح بھی کی ہے کہ نہ دھوپ ہوگی۔ نہ گرمی سردی۔ نہ اندھیرا ہوگا۔ صبح صادق کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے ایسا معتدل سایہ سمجھو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ہمیشہ وہ وقت رہے گا جو صبح صادق کے بعد سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے کے درمیان درمیان رہتا ہے۔ پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں روشنی چاند و سورج کی نہ ہوگی بلکہ عرش کے نور کی ہوگی۔ آگے فرمایا وماء مسکوب اور چلتا ہوا جاری پانی ہوگا مگر یہ نہریں کھدی ہوئی زمین میں نہ ہوں گی بلکہ ہوا میں معلق ہوں گی۔ آگے فرمایا کہ کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے جیسے دنیا کے میوے کہ فصل ختم ہونے سے پھل بھی ختم ہو جاتے ہیں اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی جیسے دنیا میں باغ والے اس کی روک تھام کرتے ہیں۔ یہ پھلوں کے توڑنے اور کھانے میں کوئی امر مانع ہوگا نہ درختوں کی بلندی کی وجہ سے کوئی زحمت پیش آئے گی۔ آگے فرمایا اور اونچے اونچے فرش ہوں گے۔ یعنی بلند تختوں پر نرم اور گدگدے راحت و آرام دینے والے شاندار فرش ہوں گے جن پر وہ بیٹھیں گے۔ تو چونکہ یہ مقام خوش عیشی کے ذکر کا ہے اور خوش عیشی بدون عورتوں کے کامل نہیں ہوتی اس لئے بہشتی عورتوں کا بھی ذکر فرمایا جاتا ہے اور آگے بتلایا جاتا ہے کہ خواہ جنت کی حوریں ہوں یا دنیا کی بیویاں جو اپنے ایمان اور عمل صالح کی بنا پر جنت میں جائیں گی وہاں خدا کی قدرت سے وہ ہمیشہ جوان اور خوبصورت بنی رہیں گی خواہ وہ دنیا میں کتنی ہی بوڑھی ہو کر مری ہوں۔ احادیث میں ایک

روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہیں یا رسول اللہ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا اے ام فلاں! جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی۔ وہ روتی ہوئی واپس ہوئیں تو آپ نے فرمایا۔ جاؤ انہیں سمجھا دو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں داخل جنت نہ ہوں گی یعنی جن جنت میں جائیں گی تو جوان ہوں گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انا انشاء نھن انشاء فجعلنھن ابکارا ہم نے ان بیبیوں کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے انہیں کنواریاں کر دی ہیں۔ یعنی دنیا کی نیک ایمان دار خواتین خواہ دنیا میں کنواری مری ہوں یا بال بچوں والی ہو کر۔ ان بیبیوں کو جنت میں نوعمر کنواریاں کر کے جنت میں رکھا جائے گا اور وہ بوجہ اپنے حسن صورت کے اور جسامت کے اور خوش خلقی اور حلاوت کے اپنے جنتی شوہروں کو بڑی پیاری ہوں گی۔ ایک صفت جنت کی عورتوں کی اور بیان فرمائی گئی کہ وہ اہل جنت شوہروں کی ہم عمر ہوں گی۔ یعنی یہ عورتیں بھی جوان ہوں گی اور ان کے شوہر بھی جوان ہوں گے چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ اہل جنت کے قد و قامت مانند حضرت آدم علیہ السلام کے ساٹھ ساٹھ ہاتھ ہوں گے اور دیگر اعضا بھی انہی قد و قامت کے مناسب ہوں گے بلحاظ صورت نہایت حسین و جمیل ہوں گے اور ہر ایک عین شباب کی حالت میں ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے بے ریش گورے چٹے رنگ کے خوش خلق اور خوبصورت سرمگین آنکھوں والے ۳۳ برس کی عمر کے ۶۰ ہاتھ لمبے اور ۷ ہاتھ چوڑے چکلے مضبوط بدن والے ہوں گے۔ تو یہاں جنت کی عورتوں کے متعلق جس میں حوریں بھی داخل ہیں اور اس دنیا کی جنتی بیویاں بھی بتلایا گیا کہ جنت میں ان کی بناوٹ ایک خاص قسم کی ہوگی۔ ان کا شباب ان کا حسن و جمال۔ اہل جنت کے ساتھ ان کی ہم عمری یہ سب چیزیں مستقل۔ پائیدار۔ اور دائمی ہوں گی۔ اس دنیا کی نعمتوں کی طرح فنا

پذیر نہ ہوں گی اور یہ سب مذکورہ نعمتیں اصحاب یمین یعنی داہنے والوں کے لئے ہوں گی۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی۔ ہمارے والدین کو ہمارے اولادوں کو۔ ہماری بیویوں کو۔ ہمارے اعزاواقارب کو۔ ہمارے احباب کو سب کو اصحاب یمین میں شامل فرمادیں۔ آمین۔اخیر میں فرمایا گیا ثلة من الا ولین وثلة من الأخرین یعنی ان اصحاب یمین کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس موقع پر ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے بیان فرمایا کہ میرے سامنے انبیاء مع اپنے تابعدار امتیوں کے پیش ہوئے۔ یہ نبی گذرتے تھے اور بعض نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی تھی۔ اور بعض نبی کے ساتھ صرف تین آدمی ہوتے تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن عمران گذرے جو بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت ساتھ لئے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا پروردگار یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ تمہارے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں اور ان کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والی امت ہے۔ میں نے پوچھا خدایا پھر میری امت کہاں ہے۔ ارشاد ہوا اپنی داہنی جانب نیچے کی طرف دیکھئے۔ میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی۔ لوگوں کے بکثرت چہرے دمک رہے تھے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہو اب تو خوش ہو؟ میں نے کہا ہاں خدایا خوش ہوں۔ مجھ سے پھر فرمایا اب اپنی بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو وہاں بھی بے شمار لوگ تھے۔ پھر مجھ سے پوچھا اب تو راضی ہو گئے۔ میں نے کہا ہاں میرے رب میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور سنو۔ ان کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ سن کر حضرت عکاشہؓ جو بدری صحابی ہیں کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان ہی میں شامل فرمادے۔ آپ نے دعاء کی۔ پھر ایک اور صحابی کھڑے ہوئے اور کہا اے نبی اللہ میرے لئے بھی دعا کیجئے آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت کر گئے پھر آپ نے فرمایا لوگو اگر تم سے ہو سکے تو تم ان ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں جائیں گے۔ ورنہ کم از کم داہنی جانب والوں میں سے ہو جاؤ۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کنارے والوں میں سے بن جاؤ پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام جنت کی تہائی والے ہو گے۔ حضرت قتادہؓ راوی حدیث کہتے ہیں کہ ہم نے پھر تکبیر کہی۔ فرمایا اور سنو تم آدھوں آدھ اہل جنت کے ہو گے۔ ہم نے پھر تکبیر کہی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیات ثلة من الا ولین و ثلة من الأخرین تلاوت کیں۔ اب ہم میں آپس میں مذاکرہ ہوا کہ یہ ستر ۷۰ ہزار کون لوگ ہیں پھر ہم نے کہا وہ لوگ جو اسلام ہی میں پیدا ہوئے اور شرک نہ کیا ہوگا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے اور فال نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اب اصحاب یمین کا ذکر فرمانے کے بعد تیسرے گروہ اصحاب الشمال یعنی بائیں والوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اصحاب یمین میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔ اور ان کے ساتھ جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے والدین کو اور ہماری نسلوں کو اور ہماری بیویوں کو اور تمام امت مسلمہ کے مومنین کو اہل جنت ہونا مقدر فرمائیں۔ اے اللہ اپنے کرم سے ہمیں اُن اعمال کی توفیق عطا فرمادے کہ آخرت میں ہمیں اصحاب یمین میں شامل فرمالیا جائے اور ان کے ساتھ جنت میں جانا نصیب ہو جائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝٤١ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝٤٢ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝٤٣ لَّا بَارِدٍ

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں۔ وہ لوگ آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں۔ جو نہ ٹھنڈا ہوگا

وَّلَا كَرِيْمٍ ۝٤٤ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝٤٥ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝٤٦

اور نہ فرحت بخش ہوگا۔ وہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے۔ اور بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک وکفر) پر اصرار کیا کرتے تھے۔

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝٤٧ اَوَاٰبَاۗؤُنَا

اور یُوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں (ہوکر) رہ گئے تو کیا (اس کے بعد) ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی

الْاَوَّلُوْنَ ۝٤٨ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝٤٩ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝٥٠ ثُمَّ اِنَّكُمْ

(زندہ کئے جاویں گے)۔ آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے۔ جمع کئے جاویں گے، ایک معین تاریخ کے وقت پر۔ پھر (جمع ہونے کے بعد) تم کو

اَيُّهَا الضَّاۗلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝٥١ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝٥٢ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝٥٣ فَشٰرِبُوْنَ

اے گمراہو جھٹلانے والو۔ درختِ زقوم سے کھانا ہوگا۔ پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی ہوگا۔

عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝٥٤ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝٥٥ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝٥٦

پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کا سا۔ (غرض) اُن لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

وَ اور	اَصْحٰبُ الشِّمَالِ بائیں ہاتھ والے	مَآ کیا	اَصْحٰبُ الشِّمَالِ بائیں ہاتھ والے	فِيْ میں	سَمُوْمٍ گرم ہوا	وَّحَمِيْمٍ اور کھولتا ہوا پانی	وَ اور
ظِلٍّ سایہ	مِنْ سے۔ کے	يَحْمُوْمٍ دھواں	لَا بَارِدٍ نہ کوئی ٹھنڈی	وَلَا كَرِيْمٍ اور نہ فرحت	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَبْلَ ذٰلِكَ اس سے قبل
مُتْرَفِيْنَ نعمت میں پلے ہوئے	وَكَانُوْا اور وہ تھے	يُصِرُّوْنَ اڑے ہوئے	عَلَى پر	الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ گناہ بھاری	وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے تھے		
اَئِذَا کیا جب	مِتْنَا ہم مرگئے	وَكُنَّا اور ہوگئے	تُرَابًا مٹی	وَعِظَامًا اور ہڈیاں	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ ضرور دوبارہ اٹھائے جائیں گے	
اَوَ کیا	اٰبَاۗؤُنَا ہمارے باپ دادا	الْاَوَّلُوْنَ پہلے	قُلْ آپ کہہ دیں	اِنَّ بیشک	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	وَالْاٰخِرِيْنَ اور پچھلے	لَمَجْمُوْعُوْنَ ضرور جمع کئے جائیں گے
اِلٰى طرف۔ پر	مِيْقَاتِ وقت	يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقررہ دن	ثُمَّ پھر	اِنَّكُمْ بیشک تم	اَيُّهَا اے	الضَّاۗلُّوْنَ گمراہ لوگو	الْمُكَذِّبُوْنَ جھٹلانے والے
لَاٰكِلُوْنَ البتہ کھانے والے	مِنْ سے	شَجَرٍ درخت	مِنْ زَقُّوْمٍ تھوہر	فَمَالِـُٔوْنَ پس بھرنا ہوگا	مِنْهَا اس سے	الْبُطُوْنَ پیٹ (جمع)	
فَشٰرِبُوْنَ سو پینا ہوگا	عَلَيْهِ اس پر	مِنَ سے	الْحَمِيْمِ کھولتا ہوا پانی	فَشٰرِبُوْنَ سو پینا ہوگا	شُرْبَ الْهِيْمِ پیاسے اونٹ کی طرح پینا		
هٰذَا یہ	نُزُلُهُمْ ان کی مہمانی	يَوْمَ الدِّيْنِ روز جزا					

تفسیر وتشریح: اب ان آیات میں اصحاب والشمال کا جو حال آخرت میں ہوگا وہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ یہ اصحاب والشمال یعنی بائیں طرف والے کفار ومشرکین کا گروہ ہوگا جو میدان حشر میں عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے۔ اور اعمال نامے ان

کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور فرشتے بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے۔اس وجہ سے ان کا لقب اصحاب الشمال ہو گا یعنی بائیں طرف والے اور یہ گروہ اہل جہنم میں سے ہوگا۔ان کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں یہ بائیں طرف والے کیسے برے حال میں ہوں گے۔آگے ان کے حال کی تفصیل ہے کہ جہنم کی آگ سے کالا دھواں اٹھے گا اس کے سایہ میں یہ لوگ رکھے جائیں گے جس میں کوئی جسمانی یا روحانی آرام نہ ملے گا۔نہ اس سایہ سے ٹھنڈک پہنچے گی اور نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا۔ذلیل وخوار ہو کر اس کی تپش میں بھنتے رہیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لئے ہوئے کہ دنیا میں جو خدا کی نعمتیں انہیں ملی تھیں ان میں یہ مست ہو گئے اور دنیوی خوشحالی کے غرور کے نشہ میں اللہ اور رسول سے ضد باندھی تھی۔ یہ اپنے سامنے کسی کو کچھ سمجھتے نہ تھے اور خوشحالی کے غرہ میں بڑے بھاری گناہ یعنی کفر وشرک اور تکذیب کرتے تھے اور عقلی دلیلیں پیش کرتے کہ مرنے کے بعد مٹی میں مل کر پھر بھی کہیں کوئی زندہ ہوسکتا ہے؟ جب ہڈیاں بھی گل سڑ گئیں تو ان میں دوبارہ جان کیسے پڑ جائے گی؟ ہمارے باپ دادا مدتوں سے مرے پڑے ہیں آج تک تو ان میں سے کوئی دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آیا تو ہم کیسے زندہ ہو جائیں گے؟ تو یہ منکرین قیامت جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے انہیں جواب مل رہا ہے کہ اگلے اور پچھلے جتنے دنیا میں پیدا ہو کر مریں گے سب دوبارہ زندہ ہو کر قیامت کے مقررہ دن ٹھیک وقت پر سب ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور اس میں منکرین ومکذبین بھی شامل ہوں گے لیکن یہ اچھی طرح کان کھول کر سن لیں اور آگاہ ہو جائیں کہ قیامت کے دن جس کا وقت اللہ کے علم میں مقرر ہے جب یہ

بھوک سے مضطر اور پریشان ہوں گے تو انہیں زقوم کھانے کو ملے گا اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا۔ پھر اس کے اوپر سے جب پیاس سے تڑپیں گے تو کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور وہ اسے پیاسے اونٹوں کی طرح پئیں گے کیونکہ بھوک و پیاس دونوں شدت کی ہوں گی۔اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین ومکذبین کیا دنیا میں اکڑتے پھر رہے ہیں۔انہیں ایک دن آخر مرنا ہے اور مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا ہے اور انصاف کا دن آنا ہے۔اس دن ان کی مہمانی یہی ہوگی کہ زقوم کھانے کو ملے گا اور حمیم پینے کو ملے گا۔ زقوم ایک درخت ہے جو عرب میں اپنی تلخی کے لئے مشہور تھا۔ فارسی میں اسے حنظل اور اردو میں تھوہر کہتے ہیں۔ یہ زہریلا اور تلخ ہونے کی وجہ سے انسانی غذا کے قابل نہیں ہوتا اور پھر جہنم کا زقوم جو جہنم کی آگ سے پیدا ہوگا۔الامان الحفیظ۔ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی **اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون**۔اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور فیصلہ کر لو کہ ہرگز نہ مرو گے مگر اس حال میں کہ تم مسلم یعنی اللہ کے فرمانبردار بندے ہو گے اور آپ نے فرمایا کہ زقوم جس کے متعلق قرآن کریم میں ہے کہ وہ جہنم میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے اور وہ دوزخیوں کی خوراک بنے گا۔اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کر دے۔ پس کیا گذرے گی اس شخص پر جس کا کھانا وہی زقوم ہوگا۔تو اصحاب الشمال یعنی اہل جہنم کی غذا تو زقوم ہوگا اور پینے کو حمیم ملے گا۔جہنم میں ایک تالاب ہے جس کا نام حمیم ہے پانی اس کا اتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے

گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائیں گی اور نیچے کا ہونٹ سوج کر سینے و ناف تک پہنچے گا۔ حمیم حلق سے نیچے اترتے ہی پھیپھڑے۔ معدے اور انتڑیوں کو پھاڑ دے گا قرآن پاک کی دوسری آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جہنم کو علاوہ دیگر عذابوں کے بھوک کا عذاب اس قدر سخت کر دیا جائے گا جو تمام عذابوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔

جہنمی بھوک سے بے قرار اور بے چین ہو کر غذا طلب کریں گے۔ ارشاد باری ہوگا کہ درخت زقوم کے پھل جو نہایت تلخ۔ خاردار اور سخت ہے اور جو جحیم کی تہ میں پیدا ہوتا ہے ان کو کھانے کو دو۔ جب اس کو کھانا شروع کریں گے تو گلے میں پھنس جائے گا۔ اس پر اہل جہنم کہیں گے کہ دنیا میں جب ہمارے گلوں میں لقمہ اٹک جاتا تھا تو پانی سے نگل لیا کرتے تھے لہٰذا طالب آب ہوں گے۔ حکم ہوگا کہ حمیم میں سے پانی پلا دو۔ پانی کے ہونٹ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر اتنے سوج جائیں گے کہ پیشانی اور سینے تک پہنچ جائیں گے۔ زبان سکڑ جائے گی۔ حلق ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ انتڑیاں پھٹ کر پاخانہ کے راستہ سے نکل پڑیں گی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تو ان مجرموں یعنی اہل جہنم کی ضیافت اور مہمانی قیامت میں اس زقوم اور حمیم سے ہوگی۔

یہاں اس تلخ حقیقت کا ذکر کرنا بھی ناموزوں نہ ہوگا کہ اب تو اس زمانہ میں جنت اور دوزخ کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اور بطور طعن اور تشنیع کے کہا جاتا ہے کہ ان ملانوں کو تو بس جنت اور جہنم کا سبق یاد ہے۔ دنیا والے تو پرواز کر کے خلا میں پہنچ رہے ہیں چاند اور ستاروں میں اتر چکے ہیں یہ جنت اور جہنم ہی کے قصوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو ایسے بے دین کان کھول کر سن لیں کہ عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کیلئے ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مومن و مسلم نہیں ہو سکتا انہی میں سے جنت اور جہنم بھی ہیں اور یہی دونوں مقام انسانوں کا آخری اور پھر ابدی ٹھکانہ ہیں۔ جس طرح قرآن کریم میں جنت اور اس کی نعمتوں کا اور جہنم کی تکلیفوں کا ذکر کثرت سے کیا گیا ہے اسی طرح رسول اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ میں بھی کثرت سے ان کا ذکر ہے اور مقصد اس سے یہ نہیں ہے کہ جنت و جہنم کا مکمل جغرافیہ اور وہاں کے احوال کا پورا نقشہ سامنے آجائے بلکہ اس کثرت ذکر کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسانوں میں جہنم اور اس کے عذابوں کا خوف پیدا ہو اور وہ اللہ کی نافرمانیوں اور ان برائیوں سے بچیں جو جہنم میں لے جانے والی ہیں اور جنت اور اس کی نعمتوں کا شوق ابھرے تا کہ وہ اچھے اعمال و عقائد اختیار کریں جو اللہ کی رضا کا باعث اور جنت میں پہنچانے والے ہوں۔ اور ایسی قرآنی آیات اور احادیث کا حق یہی ہے کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی یہ کیفیتیں پیدا ہوں۔

الغرض انسانوں کے انجام کو بیان فرما کر اب آگے اصل مضمون یعنی توحید و آخرت کی صداقت کو بیان کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارا آخری ٹھکانا اپنی رضا اور خوشنودی کے مقام جنت میں بنایئے اور جہنم اور وہاں کے آزاروں سے اپنی پناہ میں رکھیئے اور بچایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ

ہم نے تم کو (اوّل بار) پیدا کیا ہے (جس کو تم بھی تسلیم کرتے ہو) پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو (عورتوں کے رحم میں) منی پہنچاتے ہو۔ اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم

الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ

بنانے والے ہیں۔ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو (معین وقت پر) ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں۔ کہ تمہاری جگہ تمہارے جیسے اور (آدمی)

اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

پیدا کردیں اور تم کو ایسی صورت میں بنادیں جن کو تم جانتے ہی نہیں۔ اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ ہم نے پیدا کیا تمہیں	فَلَوْ سو کیوں	لَا تُصَدِّقُوْنَ تم تصدیق نہیں کرتے	اَفَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو تو	مَا تُمْنُوْنَ جو تم ڈالتے ہو		
ءَاَنْتُمْ کیا تم	تَخْلُقُوْنَهٗ تم اسے پیدا کرتے ہو	اَمْ یا	نَحْنُ ہم	الْخٰلِقُوْنَ پیدا کرنیوالے	نَحْنُ ہم	قَدَّرْنَا ہم نے مقرر کیا
بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	الْمَوْتَ موت	وَمَا نَحْنُ اور نہیں ہم	بِمَسْبُوْقِيْنَ اس سے عاجز	عَلٰى پر	اَنْ نُّبَدِّلَ کہ ہم بدل دیں	
اَمْثَالَكُمْ تم جیسے	وَ اور	نُنْشِئَكُمْ ہم پیدا کردیں تمہیں	فِيْ میں	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ یقینا تم جان چکے ہو
النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى پیدائش پہلی	فَلَوْ تو کیوں	لَا تَذَكَّرُوْنَ تم غور نہیں کرتے				

تفسیر و تشریح: ان آیات میں منکرین سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس بات کو تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اول بار پیدا کیا ہے تو پھر اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ جیسے اس نے پہلے پیدا کیا وہی دوبارہ بھی پیدا کردے گا۔ آگے ان منکرین کو اپنی پیدائش یاد دلا کر ایک سوال کیا جاتا ہے کہ رحم مادر میں نطفہ سے انسان کون بناتا ہے؟ کیا اس قطرہ ناچیز کو جیتا جاگتا انسان بنا کر پیدا کرنا ایک خدا کے سوا کسی اور کا بھی کام ہے؟ اور کیا کسی اور کا اس میں ذرہ برابر بھی کوئی دخل ہے؟ کیا یہ کام ماں باپ خود کرتے ہیں؟ یا کوئی حکیم ڈاکٹر اور دیوی دیوتا کرتا ہے؟ کیا یہ کسی مرد یا عورت یا دنیا کی کسی طاقت کے اختیار میں ہے کہ اس نطفہ ناچیز سے حمل قرار پائے اور پھر ماں کے پیٹ میں درجہ بدرجہ تخلیق و پرورش ہو اور جیتا جاگتا بچہ بنے۔ اس کے اندر مختلف ذہنی اور جسمانی قوتوں کا تناسب ہو؟ کیا یہ سب کچھ ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا کرسکتا ہے؟ پھر کیا یہ فیصلہ کرنا بھی خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں ہے کہ بچہ لڑکی ہو یا لڑکا؟ خوبصورت ہو یا بدصورت؟ کالا ہو یا گورا ہو؟ طاقتور ہو یا کمزور۔ صحیح سالم ہو یا ناقص ہو؟ اندھا۔ بہرا۔ لولا۔ لنگڑا ہو یا تمام اعضا کا صحیح سالم؟ کیا خدا کے سوا کوئی اور یہ طے کرتا ہے؟ مشرک یا دہریہ ان سوالات کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکتا۔ ان سب سوالوں کا معقول جواب ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ یہ انسان ہر لحاظ سے پورا کا پورا خدا ہی کا بنایا اور پیدا کیا ہوا ہے۔ تو جب یہ حقیقت سامنے آگئی کہ یہ انسان خدا ہی کا بنایا اور پیدا کیا ہوا ہے تو پھر اس انسان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ یہ اپنے خالق کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی پرستش کرے اور اسکی بندگی بجالائے۔ کیا خدا کے وجود اور اسکی توحید اور اس کے معبود ہونے کیلئے یہ دلیل فیصلہ کن نہیں۔

پھر تمام انسان اس دنیا میں شب و روز اپنے ہی جیسے انسانوں

کی پیدائش کا یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ جو خدا آج نیست سے ہست اور عدم سے وجود میں لاکر اور انسان بنا کر پیدا کر رہا ہے کیا وہ آئندہ اپنے ہی پیدا کئے ہوئے انسان کو دوبارہ پیدا نہ کر سکے گا؟ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ خدا ہی نے تمہارے درمیان میں موت کو معین وقت پر ٹھیرا رکھا ہے۔ یعنی یہ خدا ہی کے اختیار میں ہے اور وہی یہ طے کرتا ہے کہ کس کو ماں کے پیٹ ہی میں مر جانا ہے اور کسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر مر جانا ہے۔ اور کسے کس عمر تک بچپن۔ یا جوانی یا بڑھاپے کو پہنچ کر مرنا ہے۔ جس کی موت کا جو وقت اس ایک خدا نے مقدر کر دیا ہے اس سے پہلے دنیا کی کوئی طاقت اسے مار کر ختم نہیں کر سکتی اور اس کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہیں رکھ سکتی پھر نہ کوئی موت کے وقت کو جان سکا ہے ۔ نہ آئی ہوئی موت کو روک سکا ہے نہ یہ معلوم کر سکا ہے کہ کس کی موت کس ذریعہ سے کس مقام پر کس طرح واقع ہونے والی ہے۔ تو جس طرح انسان کو بنایا اور پیدا کرنا ایک خدائے ذوالجلال کا کام ہے اسی طرح اس انسان کو ایک خاص وقت تک دنیا میں باقی رکھنا یہ بھی اسی خدائے ذوالجلال کا کام ہے۔ تو گویا انسان کی تخلیق اس کی بقا اور اس کی فنا یہ سب خدا تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بھی خدا کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ اس سے عاجز نہیں ہے کہ اے منکرین و مکذبین تمہاری جگہ تم جیسے اور آدمی پیدا فرما دے اور تم کو ایسی صورت میں بنا دے کہ جس کو تم جانتے بھی نہیں مثلاً انسان سے جانور کی صورت میں مسخ کر دے جس کا گمان بھی نہ ہو۔ اخیر میں تنبیہ کے طور پر فرمایا گیا کہ اے انسانو تم جانتے ہو اور اب بتانے سے بھی تمہیں معلوم ہو گیا کہ خدا ہی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اب اس سے تم یہ کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ جیسے خدا نے پہلی بار بنایا ایسے ہی دوبارہ بھی بنا سکتا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر یعنی قیامت و آخرت پر تعجب ہو یا اس کا انکار کیا جائے۔ غرض یہ کہ اللہ کو اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو اور یقین کرو کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور جزا و سزا قیامت میں دیئے جاؤ گے۔

اب یہاں قرآنی فصاحت و بلاغت اور دلائل کی خوبی قابل غور ہے کہ چند الفاظ میں حق تعالیٰ نے اس غفلت شعار انسان کو جس کی ظاہر بین نظریں سلسلہ اسباب میں الجھ کر رہ جاتی ہیں یہ سمجھایا کہ اس عالم کائنات میں اے انسان خود تیرا وجود یا جو کچھ موجود ہے یا وجود میں آرہا ہے یا آئندہ آنے والا ہے یہ سب درحقیقت حق تعالیٰ جل شانہٗ ہی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے کرشمے ہیں۔ یہاں غافل انسان کو خود انسان کی اپنی پیدائش جس کو کہ وہ روزمرہ مشاہدہ کرتا رہتا ہے یاد دلا کر حق تعالیٰ کی قدرت اور توحید پر ایمان لانے کی طرف رہنمائی فرمائی گئی۔

ابھی مزید دلائل توحید و آخرت اگلی آیات میں پیش کئے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا پھر اپنی ذات کی معرفت عطا فرمائی اور ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا۔ اے اللہ بے شک ہماری حیاۃ آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور ہم کو مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا اور آپ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

اے اللہ اب بھی آپ ہی ہماری دستگیری فرما رہے ہیں اور قیامت میں بھی آپ ہی دستگیری فرمائیں اور آخرت کی کامیابی و کامرانی اور سرخروئی نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝۶۳ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ۝۶۴ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا

اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو۔ اُس کو تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو چورا چورا کر دیں

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝۶۵ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ۝۶۶ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝۶۷ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى

پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ گے۔ کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا۔ بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے (یعنی سارا ہی سرمایہ گیا گذرا) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو

تَشْرَبُونَ ۝۶۸ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ۝۶۹ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا

تم پیتے ہو۔ اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اُس کو کڑوا کر ڈالیں

فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۝۷۰ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى تُورُونَ ۝۷۱ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ

سو تم شکر کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو۔ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

ٱلْمُنشِـُٔونَ ۝۷۲ نَحْنُ جَعَلْنَٰهَا تَذْكِرَةً وَمَتَٰعًا لِّلْمُقْوِينَ ۝۷۳ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ۝۷۴

ہم نے اس کو یاددہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے۔ سو آپ عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

أَفَرَءَيْتُمْ بھلاتم دیکھوتو	مَّا تَحْرُثُونَ جوتم بوتے ہو	ءَأَنتُمْ کیاتم	تَزْرَعُونَهٗ اس کی کاشت کرتے ہو	أَمْ یا	نَحْنُ ہم	الزّٰرِعُوْنَ کاشت کرنیوالے
لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں	لَجَعَلْنٰهُ البتہ ہم اسے کردیں	حُطٰمًا ریزہ ریزہ	فَظَلْتُمْ پھر تم ہوجاؤ	تَفَكَّهُوْنَ باتیں بناتے	اِنَّا بیشک ہم	
لَمُغْرَمُوْنَ تاوان پڑجانے والے	بَلْ بلکہ	نَحْنُ ہم	مَحْرُوْمُوْنَ محروم رہ جانیوالے	اَفَرَءَيْتُمُ بھلاتم دیکھوتو	الْمَآءَ پانی	الَّذِيْ جو
تَشْرَبُوْنَ تم پیتے ہو	ءَاَنْتُمْ کیاتم	اَنْزَلْتُمُوْهُ تم نے اسے اتارا	مِنَ سے	الْمُزْنِ بادل	اَمْ نَحْنُ یا ہم	الْمُنْزِلُوْنَ اُتارنے والے	لَوْ اگر
نَشَآءُ ہم چاہیں	جَعَلْنٰهُ ہم کردیں اسے	اُجَاجًا کڑوا	فَلَوْلَا تو کیوں	لَا تَشْكُرُوْنَ تم شکر نہیں کرتے	اَفَرَءَيْتُمُ بھلاتم دیکھوتو	النَّارَ آگ
الَّتِيْ جو	تُوْرُوْنَ تم سلگاتے ہو	ءَاَنْتُمْ کیاتم	اَنْشَاْتُمْ تم نے پیدا کئے	شَجَرَتَهَآ اس کے درخت	اَمْ نَحْنُ یا ہم	الْمُنْشِـُٔوْنَ پیدا کرنے والے
نَحْنُ ہم	جَعَلْنٰهَا ہم نے بنایا اسے	تَذْكِرَةً نصیحت	وَّمَتَاعًا اور منفعت	لِّلْمُقْوِيْنَ مسافروں کیلئے	فَسَبِّحْ پس تو پاکیزگی بیان کر	
بِاسْمِ نام سے۔کی	رَبِّكَ اپنے رب	الْعَظِيْمِ عظمت والے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید وآخرت کی صداقت پر انسان کی پیدائش اور موت سے استدلال فرمایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں مزید دلائل ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور منکرین توحید وآخرت کو خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ رحم مادر کے اندر بچہ کو بنانے اور پیدا کرنے کی کیفیت تو اوپر کی دلیل میں تم نے سن لی اب دوسری دلیل توحید وآخرت کی صداقت میں تم اپنی کھیتی میں دیکھو کہ تم زمین میں بیج ڈالتے ہو لیکن زمین کے اندر اس کی پرورش کرنا پھر باہر نکال کر ایک لہلہاتی کھیتی بنا دینا کس کا کام ہے؟ منکرین سے یہ سوال کر کے ایک اہم حقیقت کی طرف ان کی توجہ دلائی جاتی ہے کہ جس رزق پر تم پلتے ہو وہ بھی اللہ ہی تمہارے لئے پیدا کرتا ہے۔ انسان کی ظاہری کوشش کا دخل اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہ وہ کھیتی کے لئے زمین میں بیج ڈال دے آگے زمین جس میں کھیتی بوئی جاتی ہے یہ

تمہاری بنائی ہوئی نہیں۔اس زمین میں اگانے کی طاقت تم نے نہیں بخشی۔اس زمین میں جو بیج ڈالا جاتا ہے اس میں یہ صلاحیت کہ ہر بیج سے اسی نوع کا درخت پھوٹے جس کا وہ بیج ہے کسی انسان کی پیدا کی ہوئی نہیں۔ پھر اس بیج سے پودا اگانے میں ہوا۔ روشنی۔ گرمی۔ سردی اور موسمی کیفیت کی جو ضرورت ہے وہ سب قدرت کی عطا کردہ ہے۔ جب یہ سب اللہ کی قدرت اور اسی کی پروردگاری کا کرشمہ ہے اور تم اسی کے پیدا کئے ہوئے رزق سے پل رہے ہو تو اس کے سوا کسی اور کی بندگی کا حق تمہیں کہاں سے پہنچتا ہے۔ پھر ایک بیج جو مثل مردہ کے زمین میں ڈالا جاتا ہے اس سے زندگی کے آثار جس طرح ثابت ہوتے ہیں اور کونپل پھوٹ کر پودا اگتا ہے اسی طرح زمین میں دفن کئے ہوئے انسان ایک دن زندہ ہو کر زمین میں سے نکلیں گے جیسا کہ یہ قرآن خبر دے رہا ہے۔ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کھیتی پیدا کرنے کے بعد اس کا محفوظ اور باقی رکھنا یہ بھی خدا ہی کا کام ہے۔ اگر خدا چاہے تو کوئی آفت بھیج دے جس سے ساری کھیتی ایکدم میں تہس نہس ہو کر رہ جائے پھر تم سر پکڑ کر روؤ اور آپس میں بیٹھ کر باتیں بنانے لگو کہ میاں ہمارا تو بڑا بھاری نقصان ہو گیا اور سب کچھ کیا کرایا ختم ہو گیا اور اور ہم تو بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔

آگے توحید کی تیسری دلیل دی جاتی ہے کہ بارش کے پانی کو دیکھو کہ بارش بھی خدا کے حکم سے آتی ہے اور بادلوں سے پانی برستا ہے اور پھر وہ پانی زمین کے خزانوں میں جمع ہو کر چشموں اور کنوؤں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ پانی جو تمہاری زندگی کے لئے روٹی سے بھی زیادہ ضروری ہے تمہارا فراہم کیا ہوا نہیں بلکہ یہ بھی خدا ہی کا فراہم کیا ہوا ہے۔ تو تمہاری پرورش کے یہ سارے انتظامات جن کے بغیر تم دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے یہ ایک خدا ہی فرما رہے ہیں پھر اسی کا رزق کھا کر اور اسی کا پانی پی کر تمہیں یہ حق کہاں سے پہنچ گیا کہ اس کے سوا کسی اور کی بندگی بجا لاؤ۔ پھر اگر خدا چاہے تو میٹھے پانی کو بدل کر کھاری اور کڑوا بنا دے جو نہ پینے کے کام آ سکے۔ نہ کھیتی کے کام آ سکے۔ یہ خدا ہی کا احسان ہے کہ اس نے میٹھے پانی کے خزانے تمہارے ہاتھ میں دے رکھے ہیں۔

آگے چوتھی دلیل دی جاتی ہے کہ اس آگ کو دیکھو جس کو سبز درختوں میں سے لے کر سفر میں سلگایا کرتے ہو۔ عرب میں ایک قسم کا درخت ہوتا تھا جب اس کی شاخوں کو باہم رگڑا جاتا یا از خود ہوا سے رگڑ کھاتیں تو آگ پیدا ہوتی۔ جیسا کہ سورہ یٰسین شریف ۲۳ ویں پارہ میں فرمایا گیا **الذی جعل لکم من الشجر الاخضر ناراً فاذآ انتم منه توقدون**۔ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ بعض ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو۔ منکرین سے سوال کیا جاتا ہے کہ ان ہرے درختوں میں آگ کس نے رکھی ہے؟ یہ کسی انسان کا کام ہے یا خدا کا کام ہے؟ آگے تنبیہ فرمائی جاتی ہے کہ یہ آگ دیکھ کر دوزخ کی آگ کو یاد کرو کہ یہ بھی اسی کا ایک حصہ اور ادنیٰ نمونہ ہے اور سوچنے والے کو یہ بات بھی یاد آ سکتی ہے کہ جو خدا سبز درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ یقیناً مردہ کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہو گا۔ جنگل والوں اور مسافروں کو آگ سے بہت کام پڑتا ہے خصوصاً جاڑے کے موسم میں اور یوں تو اکثر کا کام اس آگ سے چلتا ہے کہ اس آگ ہی کی بدولت کچی غذائیں کھانے کے بجائے ان کو پکا کر کھایا جاتا ہے۔ جس خدا نے ایسی مختلف اور کارآمد چیزیں پیدا کیں۔ اور محض اپنے فضل و احسان سے انسانوں کو ان چیزوں سے نفع اٹھانا آسان کیا تو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور بڑا شکر عقیدہ توحید کو اختیار کرنا اور کفر و شرک کو ترک کرنا ہے۔ آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس خدا کی ایسی قدرت ہے اپنے اس عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس کا مبارک نام لے کر یہ اعلان کر دیجئے کہ وہ ان تمام عیوب نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے جو یہ کفار و مشرکین اور منکرین و مکذبین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اب یہاں تک جو توحید و آخرت کی صداقت کے دلائل بیان ہوئے یہ سب عقلیہ تھے۔ آگے قرآن کریم کی حقانیت بیان کر کے گویا دلیل نقلیہ بھی دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ

سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی۔اور اگر غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے۔کہ یہ ایک مکرم قرآن ہے۔جو ایک محفوظ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں

مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ

درج ہے۔کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔سو کیا تم لوگ اس کلام کو

اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾

سرسری بات سمجھتے ہو۔ اور تکذیب کو اپنی غذا بنارہے ہو۔ سو جس وقت رُوح حلق تک آپہنچتی ہے۔

وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ

اور تم اس وقت تکا کرتے ہو۔اور ہم (اس وقت) اس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے لیکن تم سمجھتے نہیں ہو۔تو (فی الواقع) اگر تمہارا

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾

حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے۔تو تم اس رُوح کو (بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹاتے اگر تم سچے ہو۔پھر (جب قیامت واقع ہوگی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کیلئے تو راحت ہے۔

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ

اور (فراغت کی) غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے۔ اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا۔ تو اس سے کہا جاوے گا کہ تیرے لئے

اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾

امن وامان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے۔اور جو شخص جھٹلانے والوں (اور) گمراہوں میں سے ہوگا۔تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی۔

وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا۔بیشک یہ (جو کچھ مذکور ہوا) تحقیقی یقینی بات ہے۔سو اپنے (اُس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

فَلَآ اُقْسِمُ سو میں قسم کھاتا ہوں	بِمَوٰقِعِ گرنے کی	النُّجُوْمِ ستارے (جمع)	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ	لَقَسَمٌ ایک قسم ہے	لَوْ اگر	تَعْلَمُوْنَ تم جانو غور کرو	
عَظِيْمٌ بڑی	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ قرآن ہے گرامی قدر	فِيْ میں	كِتٰبٍ ایک کتاب	مَّكْنُوْنٍ پوشیدہ	لَّا يَمَسُّهٗٓ اُسے ہاتھ نہیں لگاتے	
اِلَّا سوائے	الْمُطَهَّرُوْنَ پاک لوگ	تَنْزِيْلٌ اتارا ہوا	مِّنْ سے	رَّبِّ رب	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں	اَفَبِهٰذَا تو کیا اس	الْحَدِيْثِ بات
اَنْتُمْ تم	مُّدْهِنُوْنَ سستی کرنیوالے (منکر)	وَتَجْعَلُوْنَ اور تم بناتے ہو	رِزْقَكُمْ اپنا رزق (وظیفہ)	اَنَّكُمْ کہ تم	تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے ہو		
فَلَوْلَآ پھر کیوں نہیں	اِذَا جب	بَلَغَتِ پہنچی ہے	الْحُلْقُوْمَ حلق کو	وَاَنْتُمْ اور تم	حِيْنَئِذٍ اس وقت	تَنْظُرُوْنَ تکتے ہو	وَنَحْنُ اور ہم
اَقْرَبُ زیادہ قریب	اِلَيْهِ اس کے	مِنْكُمْ تم سے	وَلٰكِنْ اور لیکن	لَّا تُبْصِرُوْنَ تم نہیں دیکھتے	فَلَوْلَآ تو کیوں نہیں	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم	

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ کسی کے قہر میں آنیوالے(خود مختار)	تَرْجِعُوْنَهَا تم اسے لوٹا لو	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم	صٰدِقِيْنَ سچے(جمع)	فَاَمَّآ پس جو			
اِنْ كَانَ اگر ہو	مِنَ سے	الْمُقَرَّبِيْنَ مقرب لوگوں	فَرَوْحٌ تو راحت	وَّرَيْحَانٌ اور خوشبودار پھول	وَّجَنَّتُ اور باغ	نَعِيْمٍ نعمتوں کے	
وَاَمَّآ اور البتہ	اِنْ كَانَ اگر وہ ہو	مِنْ سے	اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والے	فَسَلٰمٌ سو سلامتی	لَّكَ تیرے لئے	مِنْ سے	
اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والوں	وَاَمَّآ اور البتہ	اِنْ كَانَ اگر وہ ہو	مِنَ سے	الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں	الضَّآلِّيْنَ گمراہ(جمع)		
فَنُزُلٌ تو مہمانی	مِّنْ سے	حَمِيْمٍ کھولتا ہوا پانی	وَّتَصْلِيَةُ اور اسے ڈالدیا	جَحِيْمٍ دوزخ	اِنَّ بیشک	هٰذَا یہ	لَهُوَ البتہ یہ
حَقُّ الْيَقِيْنِ یقینی بات	فَسَبِّحْ پس آپ پاکیزگی بیان کریں	بِاسْمِ نام کی	رَبِّكَ اپنے رب	الْعَظِيْمِ عظمت والے			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں کلام کو پرزور بنانے کے لئے پہلے ستاروں کے چھپنے کی قسم کھائی جاتی ہے اور پھر قسم کے بعد تاکیداً فرمایا جاتا ہے کہ یہ بڑی مکرم اور بلند پایہ کتاب ہے جو لوح محفوظ میں پہلے سے درج ہے اور وہ لوح محفوظ ایسی کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی شیطان وغیرہ ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔ جس کو کہ رب العلمین نے عالم کی ہدایت وتربیت کے لئے نازل فرمایا ہے یعنی یہ کوئی جادو نہیں۔ نہ کاہنوں کی بے سروپا باتیں ہیں۔ نہ شاعرانہ تک بندی ہے جیسا کہ کفار الزام لگاتے تھے بلکہ بڑی مقدس ومعزز کتاب ہے جو تمام جہانوں کے پالنے والے نے نازل فرمائی ہے یہاں جو ستاروں کے غروب ہونے اور چھپنے کی قسم کھائی ہے تو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ جو ستاروں کا نہایت محکم اور عجیب وغریب نظام قائم ہے اور یہ ستارے ایک اٹل قانون کے ماتحت اپنے روزانہ غروب سے اسی کی عظمت و وحدانیت اور تصرف واقتدار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں اور زبان حال سے شہادت دیتے ہیں کہ جس اعلیٰ اور برتر ہستی کے ہاتھ میں ہماری باگ ہے وہی اکیلا اس کائنات کے ذرہ ذرہ کا مالک و خالق ہے اور کیا ایک عاقل اس عظیم الشان نظام فلکی پر نظر ڈال کر اتنا نہیں سمجھ سکتا کہ ایک دوسرا باطنی نظام شمسی بھی اسی پروردگار عالم کا قائم کیا ہوا ہے جس نے اپنی قدرت سے یہ ظاہری نظام قائم فرمایا۔ وہی پاک خدا ہے جس نے روحانی ستاروں کے غروب ہونے کے بعد آفتاب قرآن کو چمکایا اور اپنی مخلوق کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا۔ آج تک یہ آفتاب برابر چمک رہا ہے کسی کی مجال ہے جو اس کو بدل سکے یا اس کو غائب کردے۔

الغرض آگے اسی صداقت قرآن کے سلسلہ میں منکرین و مکذبین کو خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ کیا یہ ایسی دولت ہے جس سے منتفع ہونے میں تم سستی اور کاہلی کرو اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھو کہ اس کو اور اس کے بتلائے ہوئے حقائق کو جھٹلاتے رہو جیسے بارش کو دیکھ کر کہہ دیا کرتے ہو کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں آ گیا تھا اس سے بارش ہوگئی۔ گویا خدا سے کوئی مطلب ہی نہیں۔ اسی طرح اس باران رحمت کی قدر نہ کرنا جو قرآن کی صورت میں نازل ہوئی ہے اور یہ کہہ دینا کہ وہ اللہ کی اتاری ہوئی نہیں۔ سخت بدبختی اور حرمان نصیبی ہے۔ کیا اس نعمت کی شکرگزاری یہی ہے کہ اس کو جھٹلاتے رہو؟ تم اپنے بے خوفی اور بے فکری سے اللہ کی باتیں جھٹلاتے ہو گویا تم کسی دوسرے کے حکم اور اختیار ہی میں نہیں۔ یا کبھی مرنا اور خدا کے ہاں جانا ہی نہیں۔ آگے انہی منکرین ومکذبین سے پوچھا جاتا ہے کہ اچھا جس وقت تمہارے کسی عزیز اور محبوب کی جان نکلنے والی ہو۔ سانس حلق میں اٹک

15 جائے۔ موت کی سختیاں گزر رہی ہوں اور تم پاس بیٹھے اس کی بے بسی اور بے کسی کا تماشہ دیکھتے ہو اور دوسری طرف خدا یا اس کے فرشتے تم سے زیادہ سے زیادہ اس کے نزدیک ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے۔ اگر تم کسی دوسرے کے قابو میں نہیں تو اس وقت کیوں اپنے پیارے کی جان کو اپنی طرف نہیں پھیر لیتے اور کیوں باول ناخواستہ اپنے سے جدا ہونے دیتے ہو؟ دنیا کی طرف واپس لا کر اسے آنے والی سزا سے کیوں نہیں بچا لیتے؟ اے منکرین اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ایسا کر کے دکھاؤ لیکن یاد رکھو تم ایک منٹ کے لئے نہیں روک سکتے۔ اس کو اپنے ٹھکانے پر پہنچنا ضروری ہے۔ اگر وہ مردہ مقربین میں سے ہوگا تو اعلیٰ درجہ کی جسمانی و روحانی راحت و عیش و آرام کے سامانوں میں پہنچ جائے گا اور اصحاب یمین میں سے ہوا تب بھی کچھ کھٹکا نہیں اس کے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے اور اگر وہ جھٹلانے اور گمراہ رہنے والوں میں سے ہوا تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ جہنم کی آگ اور کھولتے ہوئے پانی سے اس کو سابقہ پڑے گا۔ اور اے منکرین و مکذبین اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہاری تکذیب سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ اس سورۃ میں یا اس قرآن میں مومنین و مجرمین کی خبر دی گئی ہے وہ بالکل یقینی ہے اور اسی طرح ہو کر رہیگا۔ تو خوانخواہ شبہ کر کے اپنے نفس کو دھوکہ مت دو بلکہ آنے والے وقت کی تیاری کرو۔ اور اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہو جاؤ کہ وہاں کی یہی بڑی تیاری ہے۔

احادیث میں روایت ہے کہ قرآن مجید کی آیت **فسبح باسم ربک العظیم** جب نازل ہوئی یعنی اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کیجئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھو یعنی آیت کے حکم کی تعمیل میں **سبحان ربی العظیم** نماز میں رکوع میں کہا کرو پھر جب آیت **سبح اسم ربک الاعلیٰ** کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدہ میں رکھو یعنی اس کی تعمیل میں **سبحان ربی الاعلیٰ** سجدے میں کہا کرو۔ (معارف الحدیث جلد سوم)

خلاصہ یہ کہ اس خاتمہ کے رکوع میں کئی باتیں ثابت کی گئیں:۔

اول یہ کہ قرآن اللہ تعالیٰ رب العزت کا کلام ہے اس میں کسی شیطان و جن وغیرہ کا کوئی تصرف نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ اس میں بتلایا گیا ہے وہ یقینی ہے اور بالکل حق ہے۔

دوسری بات جو قرآنی مسائل میں خاص اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کا آنا اور سب مردوں کا زندہ ہونا اور اللہ جل شانہ کے سامنے حساب کے لئے پیش ہونا اور حساب کے بعد جزا و سزا ہونا یقینی ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

تیسرے یہ کہ جزا وسزا کے نتیجہ میں کل مخلوق کا تین گروہوں میں تقسیم ہو جانا لازمی ہے اگر یہ شخص مقربین یعنی سابقین کے گروہ میں سے ہے تو راحت ہی راحت' آرام ہی آرام۔ عزت ہی عزت ہے۔ اور اگر اصحاب الیمین یعنی عام مومنین صالحین میں سے ہے تو بھی جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز ہوگا اور اگر تیسرے گروہ یعنی اصحاب الشمال میں سے ہے تو جہنم کی آگ اور کھولتے ہوئے پانی سے سابقہ اس کو پڑنا ہے۔

چوتھے یہ کہ قیامت اور آخرت کے حساب کتاب اور جزا سزاء سے انکار گویا منکرین کی طرف سے اس بات کا دعویٰ ہے کہ ان کی جان اور روح خود ان کے قبضہ میں ہے۔ تو ان کے اس خیال باطل کی تردید میں ایک قریب المرگ انسان کی مثال سے بتلایا گیا کہ جب مرنے والے کی روح حلق میں پہنچتی ہے اور تم سب یعنی مرنے والے کے اعزا و اقارب' دوست احباب سب یہ چاہتے ہیں کہ اس کی روح نہ نکلے اور یہ زندہ رہے مگر اس وقت سب کو اپنی عاجزی اور بیچارگی کا احساس ہوتا ہے اور کوئی اس

مرنے والے کی جان بچا نہیں سکتا اور جس لمحہ اللہ تعالیٰ اس کی روح نکالنا طے فرما چکے ہیں اس کو کوئی روک نہیں سکتا تو اگر منکرین یہ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد قیامت میں ان کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا اور وہ اتنے بہادر ہیں کہ خدا تعالیٰ کی پکڑ اور سزا سے باہر رہیں گے تو اپنی قدرت اور قوت کا امتحان اسی مرنے والے انسان کے ساتھ کر دیکھو کہ اس مرنے والے کی روح کو نکلنے سے بچالو یا روح نکلنے کے بعد اس مردے میں لوٹا دو اور جب تم اس سے عاجز ہو اور یہ نہیں کر سکتے تو پھر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی گرفت سے باہر سمجھنا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے انکار کرنا کس قدر جہل اور بے عقلی کی علامت ہے۔

اب اس قدر واضح اور اٹل دلائل قرآنی کے سامنے بھی کوئی اپنے جہل و تعصب و عناد و بے عقلی پر اصرار کرتا ہے اور کفر و شرک کی دلدل میں پھنسا رہنا چاہتا ہے تو رہے اور عذاب جہنم کے لئے اپنے کو تیار رکھے۔ سمجھانے بجھانے کا جو حق تھا وہ خداوند کریم نے بطریق احسن پورا فرما دیا۔

سورۃ الواقعہ کے خواص

۱- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی ہر رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور جو ہر صبح کو سورۃ الواقعہ پڑھے اسے فقر و تنگدستی کا اندیشہ نہیں رہے گا۔

۲- اگر کسی میت پر سورۃ واقعہ پڑھی جائے تو اس پر آسانی ہو جاتی ہے۔

۳- اگر مریض بے چین ہو تو اس پر سورۃ واقعہ پڑھنے سے اسے راحت پہنچتی ہے۔

۴- جسے سکرات لگی ہوئی ہو اس پر اگر سورۃ الواقعہ پڑھی جائے تو موت آسان ہو جاتی ہے۔

۵- جو آدمی صبح شام باوضو ہو کر سورۃ واقعہ پڑھنے کا معمول رکھے وہ بھوکا پیاسا نہ رہے گا اور نہ اسے کوئی سختی و خطرہ پیش آئے گا نہ غربت ستائے گی۔(الدر النظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قیامت و آخرت پر یقین صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اور قیامت میں اپنے فضل و کرم سے ہم کو اہل جنت میں شامل فرمائیں اور آخرت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ اور جہنم کے عذاب اور قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

اے اللہ اپنے ذکر فکر کی توفیق دائمی ہم کو نصیب فرما اور اس قرآن کریم پر جو آپ کا نازل کیا ہوا ہے ایمان کے ساتھ اس کا اتباع کامل بھی نصیب فرما۔

یا اللہ جو اس قرآن پر ایمان رکھ کر اس کے احکام اور اتباع سے گریز کر رہے ہیں ان کو ہدایت اور دین کی سمجھ عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّ اَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

سَبَّحَ پاکیزگی سے یاد کرتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کو	مَا جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اورزمین	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا		

تفسیر وتشریح: سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کے بیان سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی کائنات کی ہر چیز بیان کرتی ہے خواہ قالاً خواہ حالاً۔ یہاں ابتدائی آیت میں لفظ سبح بصیغہ ماضی استعمال کیا گیا ہے جس کے لفظی معنے یہ ہوئے کہ اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے دوسری سورتوں میں یسبح بصیغہ مضارع فرمایا جس میں حال و مستقبل دونوں کا مفہوم شامل ہے اور کہیں بصیغہ امر سبح فرمایا تو مطلب یہ ہوئے کہ اس کی تسبیح وتقدیس پاکی و بزرگی۔ کسی وقت اور کسی حال میں منقطع نہیں۔ ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے۔ ہوتی رہتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ پھر اس ابتدائی آیت سبح للہ مافی السمٰوٰت والارض میں اشارہ ہے کہ اے بنی آدم کچھ تمہیں پر اس کی تسبیح وتقدیس موقوف نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز نے اس حقیقت کا اظہار اور اعلان کیا ہے کہ اس کا خالق و پروردگار۔ ہر عیب اور نقص اور کمزوری اور خطا سے پاک ہے آسمانوں کے فرشتے۔ زمین کے رہنے والے انسان۔ دریا اور سمندر کے جانور۔ جنگلوں اور بیابانوں کے چرند درند و پرند۔ نباتات۔ جمادات۔ غرضیکہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ غرض اس ارشاد سے کہ اسی کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے خصوصاً شروع سورۃ میں یہ بھی ہے کہ اے مشرکو اور کافرو! تم نے جو اپنے اوہام باطلہ۔ اور قیاسات فاسدہ سے خدا تعالیٰ کی ذات پاک میں عیوب تجویز کر رکھے ہیں کہ کسی نے اس کے لئے (معاذ اللہ) بیٹیاں تجویز کیں۔ کسی نے بیٹا۔ کسی نے اس کے کارخانہ قضا وقدر میں شریک سمجھ رکھے ہیں۔ کسی نے نعوذ باللہ انسان کو خدا کا ہم شکل قرار دیا۔ کسی نے انسانوں یا حیوانات کی شکل میں اس کا متشکل ہو کر ظاہر ہونا مانا۔ کسی نے آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کے بعد اس کے لئے تکان ثابت کیا۔ کسی نے اس کو بعض امور کی نسبت عاجز تصور کیا۔ وہ ان سب باتوں سے بالکل پاک ہے اور اس کی پاکی زمین و آسمان کی ہر چیز بیان کر رہی ہے اس کے بعد اپنی قدرت اور کمال کے ثبوت میں جو تسبیح وتقدیس کے اسباب ہیں چند دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں۔ پہلی دلیل فرمائی وھو العزیز الحکیم۔ عزیز کے معنیٰ ہیں ایسا زبردست اور قادر اور قاہر جس کے فیصلے کو نافذ ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ جس کی مزاحمت کوئی نہیں کرسکتا۔ جس کی اطاعت ہر ایک کو لازمی ہے خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے جس کی نافرمانی کرنے والا اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا۔ حکیم کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے حکمت اور دانائی کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کی تخلیق۔ اس کی تدبیر اس کی فرمانروائی۔ اس کے احکام۔ اس کی ہدایات سب حکمت پر مبنی ہیں اس کے کسی کام میں نادانی کا شائبہ تک نہیں۔

ابھی مزید دلائل اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کمال کے ثبوت میں اگلی آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں۔

جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے

وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ

اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے، اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا

اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

پھر عرش پر قائم ہوا، وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ

اس میں چڑھتی ہے، اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو، اور وہ تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی، اور اللہ ہی کی طرف سے امور لوٹ جاویں گے۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں

فِي الَّيْلِ ۭ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

داخل کرتا ہے، اور وہ دل کی باتوں کو جانتا ہے۔

لَهٗ اس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	يُحْيٖ وہ زندگی دیتا ہے	وَيُمِيْتُ وہ موت دیتا ہے	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	
كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	هُوَ وہی	الْاَوَّلُ اول	وَالْاٰخِرُ اور آخر	وَ اور	الظَّاهِرُ ظاہر	وَالْبَاطِنُ اور باطن	وَهُوَ اور وہ
بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيْمٌ خوب جاننے والا	هُوَ وہی	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَ اور	الْاَرْضَ زمین	فِيْ میں
سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دن	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰى اس نے قرار پکڑا	عَلَى الْعَرْشِ عرش پر	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا يَلِجُ جو داخل ہوتا ہے	فِي الْاَرْضِ زمین میں		
فِيْهَا اس میں	وَمَا يَعْرُجُ اور جو چڑھتا ہے	مِنَ السَّمَآءِ آسمانوں سے	وَمَا يَنْزِلُ اور جو اترتا ہے	مِنْهَا اس سے	مَا يَخْرُجُ جو نکلتا ہے	وَ اور		
وَهُوَ اور وہ	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	اَيْنَ مَا جہاں کہیں	كُنْتُمْ تم ہو	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا اسے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے	
لَهٗ اسی کیلئے	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہت آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاِلَى اللّٰهِ اور اللہ کی طرف	تُرْجَعُ بازگشت	الْاُمُوْرُ تمام کاموں			
يُوْلِجُ وہ داخل کرتا ہے	الَّيْلَ رات	فِي النَّهَارِ دن میں	وَيُوْلِجُ اور داخل کرتا ہے	النَّهَارَ دن	فِي الَّيْلِ رات میں	وَهُوَ اور وہ		
عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کی بات کو							

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی زمین وآسمانوں کی ہر چیز بیان کرتی ہے اس کے بعد اپنی توحید۔ قدرت اور کمال کے ثبوت میں جو تسبیح وتقدیس کے اسباب ہیں پہلی دلیل وھو العزیز الحکیم فرمائی گئی تھی یعنی وہ زبردست قدرت اور حکمت والا ہے۔ مزید دلائل اپنی قدرت وکمال کے ثبوت میں ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ آسمانوں وزمین

میں سب جگہ اسی کا حکم اور اختیار چلتا ہے۔ حقیقی بادشاہ جس کی ملکیت میں زمین و آسمان ہیں وہی ہے پھر خلق میں متصرف وہی ہے۔ زندگی اور موت اسی کے قبضہ میں ہیں۔ وہی پیدا کرتا ہے وہی فنا کرتا ہے گو اس عالم اسباب میں انسان و حیوان اور جملہ موجودات کا وجود و عدم جس کو حیات و موت سے تعبیر کیا جاتا ہے بظاہر اسباب کی طرف منسوب ہے مگر جب کوئی عقل کی گہرائی سے دیکھے گا تو ان جملہ اسباب کا سلسلہ اسی کی طرف جا کر منتہی ہوتا ہوا معلوم ہوگا اس لئے آخر میں یہی کہنا پڑے گا کہ وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے۔ پھر ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے کوئی طاقت اس کے تصرف کو روک نہیں سکتی۔ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہ چاہے نہیں ہو سکتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب کوئی نہ تھا وہ موجود تھا اور جب کوئی نہ رہے گا وہ موجود رہے گا۔ پھر ہر چیز کا وجود و ظہور اس کے وجود سے ہے عرش سے فرش تک اور ذرہ سے آفتاب تک ہر چیز کی ہستی اس کی ہستی کی روشن دلیل ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کی ذات اور حقائق صفات تک عقل و ادراک کی رسائی نہیں اس ذات پاک کی کسی ایک صفت کا احاطہ بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اپنی رائے اور قیاس سے کچھ اس کی کیفیت بیان کر سکتا ہے بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ باطن اور پوشیدہ کوئی نہیں۔ تو جہاں اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی حقیقت کے اعتبار سے نہایت مخفی ہے کہ کسی عقل و خیال کی وہاں تک رسائی نہیں مگر اس عالم میں اس سے زیادہ کوئی چیز ظاہر بھی نہیں کہ اس کی حکمت و قدرت کے مظاہر دنیا کے ہر ہر ذرہ میں نمایاں ہیں۔ اس طرح وہ ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی ہے اور کھلے اور چھپے ہر قسم کے احوال کا جاننے والا ہے آگے اپنی قدرت و کمال کے ثبوت میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے کہ اس نے آسمان و زمین کو چھ روز کی مقدار میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح قائم و جلوہ فرما ہوا جو کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ اس سورۃ میں اور قرآن پاک میں ۶ دوسری سورتوں میں یعنی سات مواقع میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا فرمایا اب چھ دن سے دنیا کے چھ دن مراد ہیں۔ یا عالم غیب کے چھ دن اس میں مفسرین کا اختلاف ہے اور واضح ہو کہ عالم غیب یا عالم آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے جیسا کہ سورہ حج سترھویں پارہ میں ارشاد ہے **وان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون** o اور آپ کے پروردگار کے پاس کا ایک دن مثل ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق۔ بہر حال مقصود ستہ ایام سے یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کو دفعتہً بنا کر نہیں کھڑا کر دیا گیا بلکہ بتدریج یہ موجودہ شکل میں مع تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آج تک اس دنیا میں بھی انسان و حیوان اور نباتات وغیرہ کی پیدائش کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ آسمانوں و زمین یعنی کل عالم کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ فرما ہوا یا عرش پر ٹھہرا۔ یہ جملہ **ثم استویٰ علی العرش** ط پھر عرش پر قائم ہوا متشابہات میں سے ہے اور یہ جملہ بھی قرآن پاک میں سات جگہ آیا ہے چھ جگہ پہلے آچکا ہے اور ساتویں بار اس سورہ حدید میں آیا ہے جس کے حقیقی مطلب تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں اور اسپر ایمان اسی طرح بغیر تفتیش کیفیت کے رکھنا چاہئے۔ اس جملہ **ثم استویٰ علی العرش** کی مکمل تشریح سورہ اعراف (درس نمبر ۴۶۷) جلد چہارم میں ہو چکی ہے اس لئے یہاں اس کا اعادہ نہیں کیا جاتا۔ مختصراً یہ سمجھ لیا جائے کہ عرش پر اس کے ٹھہرنے کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں وہ اسی طرح ہوگا جیسا اس کی شان کو سزاوار ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(۱) جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے مثلاً بارش کا پانی اور بیج زمین کے اندر جاتا ہے اور کھیتی و درخت باہر اس سے نکلتے ہیں۔ (۲) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز اس زمین میں سے نکلتی

ہے مثلاً نباتات۔ (۳) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں۔ مثلاً فرشتے واحکام قضاوقدر کے فیصلہ اور بارش وغیرہ۔ (۴) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز آسمان میں چڑھتی ہیں۔ مثلاً ملائکہ کا چڑھنا۔ بندوں کے اعمال کا چڑھنا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ کسی وقت وہ تم سے غائب نہیں بلکہ جہاں کہیں تم ہو اور جس حال میں ہو وہ خوب جانتا ہے اور تمام کھلے چھپے اعمال کو دیکھتا ہے تم کسی جگہ اس سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ اس کی قلمرو سے نکل کر کوئی کہیں جا نہیں سکتا۔ تمام آسمان وزمین میں اسی ایک اکیلے کی حکومت ہے ورآخرکار سب کاموں کا فیصلہ وہیں سے ہوگا۔ یہ اسی کی شان ہے کہ وہ کبھی دن کو گھٹا کر رات بڑی کر دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس رات کو گھٹا کر دن بڑا کر دیتا ہے۔ اور قدرت کے ساتھ علم اس کا ایسا ہے کہ وہ دلوں میں جو نیتیں اور ارادے پیدا ہوں یا خطرات و وساوس آویں وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔

یہ سورہ حدید اور چار آگے آنے والی سورتیں یعنی سورہ حشر۔ سورہ صف۔ سورہ جمعہ اور سورہ تغابن یعنی یہ پانچ سورتیں جن کے شروع میں لفظ سبح یا یسبح آیا ہے ان کو حدیث میں مسبحات فرمایا گیا ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان مسبحات میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے یہ حدیث نقل کر کے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ افضل آیت سورہ حدید کی یہ آیت ہے **ھو الاوّل والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیمo** جس کا اس درس میں بیان ہوا۔ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر کبھی تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور دین حق کے معاملہ میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو یہ آیت آہستہ سے پڑھ لیا کرو یعنی **ھو الاوّل والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیمo** اللہ تعالیٰ ہی ہمارے قلوب کو شیطانی وساوس سے محفوظ فرمائیں۔

ان آیات میں یہ جملہ جو فرمایا گیا **وھو معکم این ما کنتم** یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔ تو اس معیت کی حقیقت اور کیفیت کسی مخلوق کے احاطہ علم میں نہیں آ سکتی مگر اس معیت کا وجود یقینی ہے اس کے بغیر نہ انسان کا وجود قائم رہ سکتا ہے۔ نہ کوئی کام اس سے ہوسکتا ہے اس کی مشیت اور قدرت ہی سے سب کچھ ہوتا ہے جو ہر حال اور ہر جگہ میں ہر انسان کے ساتھ ہے۔ (معارف القرآن جلد ہشتم)

اللہ تعالیٰ اپنی معیت کی ہمیں ایسی معرفت عطا فرمائیں کہ جو ہم کسی آن اور کسی حال میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کی جرات نہ کر سکیں۔

اب جب گزشتہ اور ان آیات میں توحید الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وکمال کو اچھی طرح ظاہر فرما دیا تو آگے اس توحید کے قبول کرنے کا حکم دیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کی معرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اپنی بے انتہا اور لازوال قدرت کا ہم کو یقین کامل نصیب فرما کہ ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں اور خوف کھائیں اور شب وروز یا اللہ آپ کے ذکر وفکر اور تسبیح تقدیس میں لگے رہیں۔

یا اللہ اپنے اس ارشاد وھو معکم این ما کنتم (یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو) ہم کو ایسا ایمان اور یقین کامل نصیب فرما کہ جو کسی آن اور کسی حال میں آپ کی نافرمانی کی جرات نہ کر سکیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا

تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آویں اور خرچ کریں

لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۙ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ

ان کو بڑا ثواب ہوگا۔ اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور خود خدا نے

مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

تم سے عہد لیا تھا اگر تم کو ایمان لانا ہو۔

آمِنُوا تم ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُولِهٖ اور اس کے رسول	وَأَنْفِقُوا اور خرچ کرو	مِمَّا اس سے جو	جَعَلَكُمْ اس نے تمہیں بنایا	مُسْتَخْلَفِينَ جانشین
فِيهِ اس میں	فَالَّذِينَ پس جو لوگ	آمَنُوا وہ ایمان لائے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَأَنْفَقُوا اور انہوں نے خرچ کیا	لَهُمْ ان کیلئے	أَجْرٌ كَبِيرٌ بڑا اجر
وَمَا لَكُمْ اور کیا (ہوگیا ہے) تمہیں	لَا تُؤْمِنُونَ تم ایمان نہیں لاتے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَالرَّسُولُ اور رسول	يَدْعُوكُمْ وہ تمہیں بلاتے ہیں		
لِتُؤْمِنُوا کہ تم ایمان لاؤ	بِرَبِّكُمْ اپنے رب پر	وَقَدْ أَخَذَ اور یقیناً وہ لے چکا ہے	مِيثَاقَكُمْ تم سے عہد	إِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	مُؤْمِنِينَ ایمان والے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں شروع سورۃ سے توحید باری تعالیٰ۔ قدرت وصفات وکمالات الٰہیہ کا مضمون بیان فرمایا گیا تھا اب جب توحید الٰہی کو اچھی طرح ظاہر فرما دیا گیا تو اب آگے اس توحید کو قبول کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرت اور کمالات معلوم ہو چکے تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو نجات اور حیاۃ ابدی کا ذریعہ ہے اور دوسری زندگانی کی روح ہے۔ مگر صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں بلکہ ایمان کے بعد عمل صالح کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں خلق خدا کے ساتھ سلوک کرنا اور صدقات۔ خیرات وغیرہ سے ان کی اعانت کرنا بڑا عمدہ کام ہے۔ خصوصاً ابتدائے اسلام میں جبکہ اہل اسلام کے لئے سخت بے سروسامانی کا زمانہ تھا اور اس دور میں کفار اور اعدائے دین سے سخت کشمکش کا معرکہ جاری تھا تو اس وقت دین اور اہل اسلام کے لئے اپنا مال خرچ کرنا بڑی سعادت اور بڑا زبردست خیر اور ثواب کا عمل تھا اس لئے ایمان لانے کے حکم کے بعد مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے تم صرف امین اور خزانچی کی حیثیت میں ہو۔ لہٰذا جہاں مالک حقیقی بتلائے وہاں اس کے نائب کی حیثیت سے خرچ کرو۔ اب چونکہ مال کا خرچ کرنا آسان کام نہیں۔ طبیعت کا بخل مانع آیا کرتا ہے اس لئے مختلف دلائل اور طریقوں سے انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین وتاکید فرمائی جاتی ہے پہلے بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ مال پہلے دوسروں کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے جانشین تم بنے یعنی باپ دادا کی میراث میں۔ یا کسی کے عطیہ سے یا کسی اور سبب مثل تجارت' حرفت وصنعت وغیرہ سے مال تمہیں حاصل ہوا اور ظاہر ہے کہ تمہارا جانشین کوئی اور بنایا جائے گا یعنی تمہارے بعد کسی اور کے ہاتھ میں چلا جاوے گا۔ پھر جب معلوم ہے کہ یہ چیز نہ پہلوں کے پاس رہی۔ نہ تمہارے پاس رہے گی تو ایسی زائل اور فانی چیز

سے دل لگانا اور محبت کرنا اچھا نہیں اور اس کو اس طرح جوڑ جوڑ کر رکھنا کہ ضروری مصرف میں بھی خرچ نہ کیا جاوے محض حماقت اور کم عقلی ہے کہ ضروری اور مناسب مواقع میں بھی آدمی خرچ کرنے سے کترائے۔ آگے دوسری طرح پر انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں میں یہ خصلت اور صفت موجود نہیں۔ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر پیدا کریں اور جن میں موجود ہے وہ اس پر ہمیشہ مستقیم رہیں اور ایمان واسلام کے مقتضیٰ پر عمل رکھیں اور سمجھ لیں کہ جو ایمان لاکر اللہ کے راستہ میں خرچ کریں گے ان کے لئے بڑا عمدہ بدلہ ملے گا اور ان کا اجرو ثواب ضائع نہ جائے گا۔کبھی تو اس دنیا میں بھی مل جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی ملے گا۔اسی لئے اللہ کے نیک بندوں نے جو کچھ ملا اللہ کی راہ میں صرف کردیا۔ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے گھر میں تمہارا کچھ مال واسباب دکھائی نہیں دیتا۔کیا کرتے ہو انہوں نے کہا کہ بھائی یہ میرا گھر نہیں ہے۔مسافر خانہ ہے۔ چندروز مہمان ہوں مجھے جو ملتا ہے اس کو اپنے اصل گھر میں بھیج دیتا ہوں جس کو نہ کوئی چور لے سکے نہ ظالم چھین سکے۔ یہ جواب سن کر سائل پھوٹ پھوٹ کر اپنی غفلت اور حب مال پر رونے لگا۔آگے کفار کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ تم کس لئے ایمان نہیں لاتے حالانکہ اللہ کے رسول تم کو ایمان لانے کے لئے برابر کہہ رہے ہیں۔تو اے منکرو اللہ پر ایمان لانے یا یقین ومعرفت کے راستوں پر چلنے سے تم کو کیا چیز مانع ہوسکتی ہے؟ اور اس معاملہ میں سستی اور انکار کیوں ہو جبکہ خدا کا رسول اے منکرو تم کو کسی اجنبی اور غیر معقول چیز کی طرف نہیں بلکہ تمہارے حقیقی پرورش کرنے والے کی طرف دعوت دے رہے ہیں جس کی ربوبیت والہیت کا اقرار تم دنیا میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں کر چکے ہو۔ پھر دلائل و براہین۔اور رسولوں کے ذریعہ سے اس ازلی عہد وپیمان کی یاددہانی اور تجدید بھی کی گئی اور انبیائے سابقین نے اپنی اپنی امتوں سے یہ عہد بھی لیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے تو ان مبادی کے بعد کہاں گنجائش ہے کہ جو ماننے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ نہ مانیں اور جو مان چکا ہو وہ اس سے انحراف کرنے لگے۔

ابھی مزید ترغیبات اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے لئے اگلی آیات میں دی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے ہم کو ایمان کی دولت سے نوازا اور ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننے والا بنایا۔

اے اللہ جو مال دولت آپ نے ہم کو دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کو اپنی مرضیات میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ اس تمام مال کے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے حقیقی مالک آپ ہی ہیں آپ اپنے حکم کے موافق اس مال کو اپنے راستہ میں اپنی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیں۔اور جو کچھ آپ کی توفیق سے آپ کے راستہ میں خرچ ہو جائے اسے اپنی رحمت سے قبول فرمالیجئے اور ہمارے لئے باعث اجر وثواب آخرت بنادیجئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ

وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاوے، اور بے شک اللہ تعالیٰ

بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹﴾ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

تمہارے حال پر بڑا شفیق مہربان ہے۔ اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان اور زمین اللہ ہی کا رہ جاوے گا،

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا

جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا

مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۰﴾

اور لڑے اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

هُوَ الَّذِیْ وہی ہے جو	یُنَزِّلُ نازل فرماتا ہے	عَلٰی پر	عَبْدِهٖ اپنا بندہ	اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ واضح آیات	لِیُخْرِجَكُمْ تاکہ وہ تمہیں نکالے	مِنَ سے	
الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے	اِلَى النُّوْرِ روشنی کی طرف	وَاِنَّ اور بیشک	اللّٰهَ اللہ	بِكُمْ تم پر	لَرَءُوْفٌ شفقت کرنیوالا	رَّحِیْمٌ نہایت مہربان	
وَمَا لَكُمْ اور کیا (ہوگیا ہے) تمہیں	اَلَّا تُنْفِقُوْا تم خرچ نہیں کرتے	فِیْ سَبِیْلِ راستہ میں	اللّٰهِ اللہ	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	مِیْرَاثُ میراث		
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	لَا یَسْتَوِیْ برابر نہیں	مِنْكُمْ تم میں سے	مَنْ اَنْفَقَ جس نے خرچ کیا	مِنْ قَبْلِ پہلے	الْفَتْحِ فتح	وَقٰتَلَ اور قتال
اُولٰٓئِكَ یہ لوگ	اَعْظَمُ بڑے	دَرَجَةً درجہ میں	مِّنَ سے	الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا جنہوں نے خرچ کیا	مِنْۢ بَعْدُ بعد میں	وَقٰتَلُوْا اور انہوں نے قتال کیا	
وَكُلًّا اور ہر ایک	وَعَدَ وعدہ کیا	اللّٰهُ اللہ نے	الْحُسْنٰی اچھا	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو تم کرتے ہو	خَبِیْرٌ باخبر	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید کے دلائل اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان فرما کر دو باتوں کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا۔

آگے ان آیات میں بھی انہی دو باتوں کے متعلق مزید مضمون ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے اپنا رسول بھیج کر اور قرآن اتار کر صداقت وہدایت کے نشان دیئے تا کہ ان کے ذریعہ سے انسانوں کو کفر وجہل کی اندھیریوں سے نکال کر ایمان اور عمل کے اجالے میں لے آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر بہت بڑی شفقت اور مہربانی ہے۔ اگر وہ سختی کرتا تو انہی اندھیریوں میں پڑا ہوا چھوڑ کر ہلاک ہونے دیتا مگر نہیں اللہ تعالیٰ رؤف ہے اور ساتھ ہی رحیم ہے یہ اس کا سلوک اور کرم ہے کہ لوگوں کی رہنمائی کے لئے کتاب اتاری اور رسول بھیجا۔ اس طرح ایمان کی رغبت دلا کر پھر انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب آسمان وزمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جاوے گا (جب سب فنا ہو کر ختم ہو جاویں گے) اور وہی رہ جاوے گا پس جب سب مال ایک روز چھوڑنا ہے تو خوشی سے کیوں اللہ کے راستہ میں نہ خرچ کیا جائے۔ اس کے مال میں سے اس کے حکم کے موافق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہو؟ جب سب مال ایک روز چھوڑنا ہے تو خوشی سے کیوں نہ دیا جائے کہ ثواب بھی ہو۔ اگر خوشی اور اختیار سے مال تم

اللہ کے راستہ میں نہ دو گے تو بے اختیار اسی کے پاس پہنچے گا بندگی کا اقتضا تو یہ ہے کہ خوش دلی سے پیش کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر و افلاس سے نہ ڈرے کیونکہ اللہ تو زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔ کیا اس کے راستہ میں خوش دلی سے خرچ کرنے والا بھوکا رہے گا؟ اب آگے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے مراتب بیان فرمائے جاتے ہیں کہ انفاق فی سبیل اللہ اگرچہ ہر حال میں بہتر ہے مگر بعض اوقات کہ جہاں اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس کا ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں فتح مکہ ہونے سے پہلے فقرائے اسلام پر بڑی تنگدستی اور سختی کا دور تھا اس لئے اس وقت کا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا باعث زیادہ اجر و ثواب تھا۔ یوں تو اللہ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے۔ خدا اس کا بہترین بدلہ دنیا و آخرت میں دے گا لیکن جن خوش قسمت ہستیوں نے "فتح مکہ" سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے حاصل کرنے والے تھے۔ بعد والے مسلمان ان کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے اور دنیائے عرب کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس وقت اسلام کو جانی و مالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اس وقت مال غنیمت وغیرہ کی توقعات بھی کم تھیں۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹا دینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام تھا فتح مکہ کے بعد تو اسلام کو کھلا غلبہ ملا اور مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو گئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی۔ ساتھ ہی مال بھی نظر آنے لگا۔ ابتدا کا دیا ہوا مال اور لگائی ہوئی جان بعد میں جان و مال لگانے سے بڑھ کر تھی گو جس نے بعد میں بھی ایسا کیا ثواب اور نیک وعدہ اس کے لئے بھی ہے۔ آگے بتلایا گیا کہ اللہ کو سب خبر ہے کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے اور اس میں اخلاص کا وزن کتنا ہے۔ اپنے اسی علم کے موافق اللہ تعالیٰ معاملہ فرمائے گا۔

ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ:-

"آیات مذکورہ میں حق تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے دو طبقے قرار دیئے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام لا کر اسلامی خدمات میں حصہ لیا۔ دوسرے وہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد یہ کام کیا۔ پہلے حضرات کا مقام بہ نسبت دوسرے کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند ہونے کا اعلان یہاں فرمایا گیا ہے۔ فتح مکہ سے پہلے جو ایمان لائے ان کے سامنے مسلمانوں کی قلت اور ضعف اور اس کی وجہ سے مشرکین کی ایذاؤں کا سلسلہ تھا۔ خصوصاً ابتدائے اسلام کے وقت اسلام اور ایمان کا اظہار کرنا اپنی جان کی بازی لگانے اور اپنے گھر بار کو ہلاکت کے لئے پیش کر دینے کے مرادف تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ان حالات میں جنہوں نے اسلام قبول کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور دین کی خدمت میں اپنے جان و مال کو لگایا ان کی قوت ایمان اور اخلاص عمل کو دوسرے نہیں پہنچ سکتے۔ رفتہ رفتہ حالات بدلتے گئے۔ مسلمانوں کو قوت حاصل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو کر پورے عرب پر اسلام کی حکومت قائم ہو گئی۔ اس وقت جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے یدخلون فی دین اللہ افواجا یعنی لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج ہو کر داخل ہوں گے اس کا ظہور ہوا کیونکہ بہت سے لوگ اسلام کی حقانیت پر تو یقین رکھتے تھے مگر اپنے ضعف اور مخالفین اسلام کی قوت و شوکت اور ان کی ایذاؤں کے خوف سے اسلام اور ایمان کا اظہار کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ ان کی راہ سے یہ رکاوٹ دور ہو گئی تو فوج در فوج ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ قرآن کریم کے ارشاد و کلاً وعداللہ الحسنیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے خوبی اور بھلائی کا (یعنی ثواب آخرت کا) سب سے ان کا بھی اکرام و احترام کیا ہے اور ان کے لئے بھی مغفرت و رحمت کا وعدہ دیا ہے لیکن یہ بتلا دیا کہ ان لوگوں کا درجہ اور مقام ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتا جن اولین سابقین نے اپنی ہمت اور اولوالعزمی اور قوت ایمان کے سبب مخالفوں اور ایذاؤں کے خوف و خطر سے بالاتر ہو کر اسلام کا اعلان کیا اور آڑے وقت میں اسلام کے کام آئے۔۔۔ اگرچہ صحابہ کرام

میں باہمی درجات کا تفاضل یہاں ذکر کیا گیا ہے لیکن آخر میں فرمایا وکلاً وعداللہ الحسنیٰ یعنی باوجود باہمی فرق مراتب کے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ یعنی جنت اور مغفرت کا وعدہ سب ہی کے حق میں کرلیا ہے۔ یہ وعدہ صحابہ کرام کے ان دونوں طبقوں کے لئے ہے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے یا بعد میں اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور مخالفین اسلام کا مقابلہ کیا۔ اس میں تقریباً صحابہ کرام کی پوری جماعت شامل ہو جاتی ہے۔ پھر صرف ان حضرات کی خطاؤں کی مغفرت کا عام اعلان ہی نہیں فرمایا بلکہ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ فرما کر اپنی رضا کی بھی سند دے دی۔ اس لئے صحابہ کرام کے آپس میں جو اختلافات اور مشاجرات پیش آئے ان کی وجہ سے ان میں سے کسی کو برا کہنا یا طعن وتشنیع کرنا قطعاً حرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق موجب لعنت اور اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ آج کل تاریخ کی جھوٹی سچی قوی ضعیف روایات کی بنا پر جو بعض لوگوں نے بعض حضرات صحابہ کو مورد طعن والزام بنایا ہے۔ اول تو اس کی بنیاد جو تاریخی روایات پر ہے وہ بنیاد ہی متزلزل ہے اور اگر کسی درجہ میں ان روایات کو قابل التفات مان بھی لیا جائے تو قرآن وحدیث کے کھلے ہوئے ارشادات کے خلاف ان کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں پوری امت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم۔ ان سے محبت رکھنا۔ ان کی مدح وثنا کرنا واجب ہے اور ان حضرات کے آپس میں جو اختلافات اور مشاجرات پیش آئے ان کے معاملہ میں سکوت کرنا۔ کسی کو مورد الزام نہ بنانا لازم ہے۔ عقائد اسلامیہ کی تمام کتابوں میں اس اجماعی عقیدہ کی تصریحات موجود ہیں''۔ (معارف القرآن جلد ہشتم بہ اختصار)

یہ تحقیق اور تفصیل حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ میں اس لئے نقل کی گئی کہ اس پرفتن دور میں ایک عظیم فتنہ یہ بھی پیدا کیا گیا اور پھیلایا گیا کہ تمام صحابہ کرام کے عادل وثقہ ہونے پر پوری امت کے اجماعی عقیدہ کو زخمی کیا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بھلا دیا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں میرے بعد ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ مت بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانے کا قصد کرے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا۔ (معارف القرآن جلد ہشتم صفحہ ۹۶ رواہ الترمذی از جمع الفوائد) اور صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو (ان کی قوت ایمانی کی وجہ سے ان کا حال یہ ہے کہ) اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو وہ ان کے (یعنی صحابہؓ کے) خرچ کئے ہوئے کے ایک مد جو کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ نصف مد کے برابر (مد عرب کا ایک پیمانہ ہے جس میں تقریباً ہمارے حساب سے ایک سیر جو آتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی پوری پوری عظمت ومحبت ہم کو نصیب فرمائیں اور صحابہ کرام میں عیب چینی اور تنقیص وتنقید کے ایمان سوز فتنہ سے ہم کو محفوظ فرمائیں آمین۔

الغرض اللہ کے راستہ میں جان ومال خرچ کرنے والوں کی یہاں مدح فرمائی گئی اور ابھی یہی سلسلہ مضمون اگلی آیات میں جاری ہے اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی مزید ترغیب دلائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نعمتوں کی قدر دانی اور انکی صحیح گذاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ یَوْمَ تَرَى

کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر خدا تعالیٰ اس کو اس شخص کیلئے بڑھاتا چلا جاوے اور اس کیلئے اجر پسندیدہ ہے۔ جس دن آپ

الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۚ

نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ کون ہے جو	یُقْرِضُ اللّٰهَ قرض دے اللہ کو	قَرْضًا حَسَنًا قرض حسنا	فَیُضٰعِفَهٗ پھر وہ اس کا دو چند دے	لَهٗ اس کو	
وَلَهٗ اور اس کیلئے	اَجْرٌ كَرِیْمٌ اجر بڑا عمدہ	یَوْمَ جس دن	تَرَى تم دیکھو گے	الْمُؤْمِنِیْنَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں
یَسْعٰى دوڑتا ہوگا	نُوْرُهُمْ ان کا نور	بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ان کے سامنے	وَبِاَیْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں	بُشْرٰىكُمُ خوشخبری ہے تمہیں	الْیَوْمَ آج
جَنّٰتٌ باغات	تَجْرِیْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِیْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِیْهَا اس میں	ذٰلِكَ یہ
هُوَ وہ۔ یہ	الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ کامیابی بڑی				

تفسیر و تشریح: ان آیات میں ایک اور طریقہ سے اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو کچھ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہو وہ گویا اللہ کو قرض دیتے ہو جو بڑا غنی اور دگنا کر کے واپس کرنے والا ہے پھر اس کا اجر و ثواب بھی عطا کرنے والا ہے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ حق تعالیٰ کو کسی کے مال کی کوئی حاجت نہیں۔ معاذ اللہ نہ وہ محتاج ہے۔ نہ اس کو قرض لینے کی ضرورت ہے اور حق تعالیٰ کو قرض دے ہی کون سکتا ہے۔ لیکن یہ اس کی کریمی اور رحیمی ہے کہ جو کوئی اس کے راستہ میں اس کی خوشنودی کے لئے مال خرچ کرتا ہے یا کسی حاجتمند کو اللہ کی رضا کے لئے دیتا ہے تو اس پر حق تعالیٰ اپنی ضمانت دیتے ہیں کہ یہ مال خرچ کرنے والے نے گویا اللہ کو قرض دیا یعنی اس کا اجر اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ گویا وہ اللہ پر قرض ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی۔ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا کہ الٰہی تو ان باتوں سے پاک تھا۔ باری تعالیٰ فرماویں گے تیرے پاس میرا بندہ بیمار تھا تو اس کی عیادت کرتا گویا میری عیادت کرتا۔ اور میرا بندہ تیرے پاس بھوکا تھا اس کو کھانا کھلاتا گویا مجھ کو کھانا کھلاتا کیونکہ یہ سب کام میرے ہی واسطے ہوتے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسکین پر اس کے الطاف کی تجلی ہوتی ہے اور اسی طرح ہر دردمند پر۔ تو یہاں تک اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی کس قدر بلیغ تاکید فرمائی گئی۔ اول یہ کہ مسکین کو دینا گویا اللہ کو قرض دینا ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دگنا کر دیتے ہیں۔ سوم یہ کہ اس پر آخرت میں اجر بھی عنایت فرماتے ہیں۔ اب چونکہ آخرت میں اجر و ثواب کا ذکر آ گیا اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں مومنین صالحین کا کیا حال ہوگا اور جس اجر و ثواب کا وعدہ کیا جا رہا ہے اس کے ایفاء کا کونسا وقت ہوگا۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ اس دن ہوگا جس روز ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے نور دوڑتا ہوا چلے گا اور ان کو جنت کا مژدہ دیا جاوے گا۔ اب یہاں مومنین و مومنات کے آگے نور دوڑنے کا جو ذکر فرمایا گیا تو اس سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کس موقع پر ہوگا؟ تو جمہور مفسرین اس کے قائل ہیں کہ یہ نور دوڑنے کا قصہ پل صراط کا واقعہ ہے جو جہنم کے اوپر قائم ہوگی اور جس پر سے گزر کر جنت میں

پہنچنا ہوگا۔ پل صراط اور اس کے اوپر سے گزرنے کے واقعہ کو حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں اپنی کتاب قیامت نامہ میں اس طرح لکھا ہے۔

''قبل اس کے کہ میدان حشر سے پل صراط پر گزرنے کا حکم ہو تمام میدان محشر میں اندھیرا چھا جائے گا پس ہر امت کو اپنے اپنے پیغمبر کے ساتھ چلنے کا حکم ہوگا۔ اہل ایمان کو نور کی دو دو مشعلیں عنایت ہوں گی۔ ایک آگے چلے گی دوسری دائیں جانب اور جو ان سے کمتر ہوں گے ان کو ایک ایک مشعل دی جائے گی اور جو ان سے کمتر ہوں گے ان کے صرف پاؤں کے انگوٹھے کے پاس خفیف روشنی ہوگی۔ اور جو ان سے بھی گئے گزرے ہوں گے ان کو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح روشنی دی جائے گی جو کبھی بجھے گی اور کبھی روشن ہوگی۔ اور جو منافق ہوں گے وہ ذاتی نور سے بالکل خالی ہوں گے۔ بلکہ دوسروں کے نور کی مدد سے چلیں گے یہاں تک کہ جس وقت یہ سب لوگ دوزخ کے کنارے کے قریب جا پہنچیں گے تو دیکھیں گے کہ دوزخ کے اوپر پل صراط ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ حکم ہوگا کہ اس پر سے ہو کر جنت میں چلو۔ وہ پل صراط ۱۵ ہزار سال کی مسافت میں ہے جن میں سے ۵ ہزار سال تو اوپر چڑھنے کے اور ۵ ہزار سال بیچ میں چلنے کے اور ۵ ہزار سال اترنے کے ہیں۔ الغرض جب میدان حشر سے پل صراط پر پہنچیں گے تو آواز ہوگی کہ اے لوگو اپنی آنکھوں کو بند کر لو تاکہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پل سے گزر جائیں۔ اس کے بعد بعض لوگ تو بجلی کی چمک کی طرح۔ بعض ہوا' بعض گھوڑے۔ بعض اونٹ' بعض معمولی رفتار کی مانند پل صراط سے گزر جائیں گے۔ بعض لوگ نہایت محنت ومشقت کے ساتھ پل پر چلیں گے۔ اس وقت دوزخ میں سے بڑے بڑے آنکس نکلیں گے جو ان میں سے بعض کو تو چھوڑ دیں گے۔ بعض کو کچھ کچھ کاٹیں گے اور بعض کو کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اس وقت اعمال صالحہ مثلاً نماز۔ روزہ۔ درود۔ وظائف وغیرہ لوگوں کے دستگیر ہوں گے۔ اور خیرات آگ کے اور ان کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ قربانی سواری کا کام دے گی اور اس مقام کے ہول کی وجہ سے کسی کی آواز تک نہ نکلے گی۔ مگر پیغمبر اپنی امتوں کے حق میں رب سلم سلم کہیں گے۔ وہ مسلمان جو بجلی وہوا کی رفتار کے موافق پل صراط پر سے گزریں گے وہ پل کو عبور کر کے کہیں گے کہ ہم نے تو سنا تھا کہ راستہ میں دوزخ آئے گی لیکن ہم نے تو دیکھا بھی نہیں اور وہ لوگ جو سلامتی کے ساتھ گزریں گے وہ بھی پل صراط سے اتر کر میدان میں ان سے جا ملیں گے دنیا میں جو ایک دوسرے سے شکایت رکھتے تھے وہ سب ایک ہو جائیں گے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے جنت کا قفل کھول کر لوگوں کو داخل فرمائیں گے''۔

الغرض یہاں تو اہل ایمان کا ذکر ہوا اب آگے منافقین کا کہ جو حقیقی ایمان سے محروم ہوں گے ان کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان کو پل صراط پر چلنے میں کیا گزرے گی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے یہ جان اور مال ہم کو دنیا میں جو عطا فرمایا ہے اس کو اپنے راستہ میں لگانے اور خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ آپ کے راستہ میں آپ ہی کی توفیق سے ہم سے جو جان و مال لگ جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہمارے لئے باعث اجر آخرت بنا دیجئے۔

یا اللہ پل صراط پر سے گزرنے کے لئے ہم کو بھی نور عطا فرمایئے اور پل صراط سے بآسانی گزار کر اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا

جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، ان کو جواب دیا جاوے گا

وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ

کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان میں ایک دیوار قائم کردی جاوے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی

مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۭ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ

اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ اُن کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے، وہ کہیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا

وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾

اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور تم شک کیا کرتے تھے اور تم کو تمہاری بے ہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم آ پہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ

غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے، وہی تمہاری رفیق ہے،

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

يَوْمَ يَقُولُ جس دن کہیں گے	الْمُنٰفِقُوْنَ منافق مرد (جمع)	وَ اور	الْمُنٰفِقٰتُ منافق عورتیں	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے		
انْظُرُوْنَا ہماری طرف نگاہ کرو	نَقْتَبِسْ ہم حاصل کرلیں	مِنْ سے	نُّوْرِكُمْ تمہارا نور	قِيْلَ کہا جائے گا	ارْجِعُوْا لوٹ جاؤ تم	وَرَآءَكُمْ اپنے پیچھے	
فَالْتَمِسُوْا پھر تم تلاش کرو	نُوْرًا نور	فَضُرِبَ پھر ماری (کھڑی کردی) جائیگی	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	بِسُوْرٍ ایک دیوار	لَّهٗ اس کا	بَابٌ ایک دروازہ	
بَاطِنُهٗ اسکے اندر	فِيْهِ اس میں	الرَّحْمَةُ رحمت	وَ اور	ظَاهِرُهٗ اس کے باہر	مِنْ قِبَلِهِ اس کی طرف سے	الْعَذَابُ عذاب	
يُنَادُوْنَهُمْ وہ انہیں پکاریں گے	اَلَمْ نَكُنْ کیا ہم نہ تھے	مَّعَكُمْ تمہارے ساتھ	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلٰى ہاں	وَلٰكِنَّكُمْ اور لیکن تم		
فَتَنْتُمْ تم نے فتنہ میں ڈالا	اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو	وَتَرَبَّصْتُمْ اور تم انتظار کرتے	وَارْتَبْتُمْ اور تم شک کرتے تھے	وَغَرَّتْكُمُ اور تمہیں دھوکے میں ڈالا			
الْاَمَانِيُّ تمہاری جھوٹی آرزوئیں حَتّٰى یہاں تک کہ جَآءَ آگیا اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم وَغَرَّكُمْ اور تمہیں دھوکے میں ڈالا بِاللّٰهِ اللہ کے بارے میں							
الْغَرُوْرُ دھوکہ دینے والے	فَالْيَوْمَ سو آج	لَا يُؤْخَذُ نہ لیا جائے گا	مِنْكُمْ تم سے	فِدْيَةٌ کوئی فدیہ	وَّلَا اور نہ	مِنَ سے	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	مَاْوٰىكُمُ تمہارا ٹھکانہ	النَّارُ جہنم	هِيَ یہ	مَوْلٰىكُمْ تمہارا رفیق	وَبِئْسَ اور بُری	الْمَصِيْرُ جائے بازگشت

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں منافق تھے یعنی ظاہر میں مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے مگر دل میں ان کے خلاف دکھلانے کو اسلام کے دعوے مگر محض زبانی خرچ۔ دل میں اسلام کی طرف سے شک شبہ اور شریعت کے احکام کے خلاف نفرت اور

بغض وعناد تو ایسے منافق مرد ہوں یا عورتیں ان کو بھی پل صراط سے گذرنے کا حکم ہوگا اس وقت ایمان والوں کے پاس تو اپنے اعمال اور ایمان کی برکت سے روشنی ساتھ ہوگی جیسا کہ گذشتہ آیات میں بیان فرمایا گیا اور وہ اس سخت اندھیرے میں اپنے نور کی روشنی میں پل صراط سے گذرنا شروع ہو جائیں گے تو اس وقت یہ منافقین بھی جن کے ساتھ اپنی کوئی روشنی نہ ہوگی مسلمانوں کے ساتھ ان کی روشنی میں پیچھے چلنا چاہیں گے لیکن مومن تو جلد آگے بڑھ جائیں گے اس لئے اُن کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائے گی تب وہ مسلمانوں سے ٹھہرنے کو کہیں گے اور پکاریں گے کہ میاں ذرا ٹھہرو۔ ہم کو اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ تھوڑا انتظار کرو کہ ہم بھی تم سے مل جائیں اور تمہاری روشنی سے استفادہ کریں۔ آخر ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہتے تھے اور ہمارا شمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ اب اس مصیبت کے وقت ہم کو اندھیرے میں پڑے چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ کیا رفاقت کا حق یہی ہے تو ان کو جواب دیا جائے گا کہ پیچھے لوٹ کر روشنی تلاش کرو۔ اگر مل سکے تو وہاں سے لے آؤ۔ پیچھے سے وہ جگہ مراد ہے جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ سن کر منافق مرد اور عورتیں پیچھے ہٹیں گے اتنے میں ایک دیوار دونوں فریق کے درمیان حائل ہو جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا اور اس دیوار کی کیفیت یہ ہوگی کہ اس کے اندرونی جانب تو رحمت ہوگی یعنی مومنین کی طرف والی جانب میں اور بیرونی جانب کی طرف یعنی منافقین کی طرف سخت عذاب ہوگا غرض جب ان منافقین میں اور اہل ایمان میں دیوار حائل ہو جائے گی اور یہ خود تاریکی میں رہ جاویں گے اور جب یہ منافقین مسلمانوں کو پکاریں گے اور دنیا میں اپنا ساتھ ہونا یاد دلائیں گے تو ان منافقین کو جواب دیا جائے گا وہ مسلمان کہیں گے کہ بے شک دنیا میں بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے اور زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے تھے لیکن اندرونی حال یہ تھا کہ لذات اور شہوات میں پڑ کر تم نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور اپنے نفس کو دھوکہ دے کر ہلاکت میں ڈالا۔ پھر توبہ نہ کی بلکہ راہ دیکھتے رہے کہ کب اسلام اور مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑتی ہے اور دین کے متعلق شکوک اور شبہات کی دلدل میں پھنسے رہے۔ یہی دھوکہ رہا کہ آگے ان منافقانہ چالوں کا کچھ خمیازہ بھگتنا نہیں بلکہ یہ خیالات اور امیدیں پکالیں کہ چند روز میں اسلام اور مسلمانوں کا قصہ ختم ہو جائے گا آخر ہم ہی غالب ہوں گے۔ رہا آخرت کا قصہ سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔ انہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور موت نے آدبایا اور اس بڑے دغاباز شیطان نے تم کو دھوکہ میں رکھ کر ایسا بہکایا کہ اب تمہارے لئے چھٹکارے کی سبیل نہ رہی۔ اس لئے آج ہماری روشنی تمہارے کچھ کام نہ آئے گی اور نہ تم کچھ دے دلا کر جان چھڑا سکو گے۔ کافروں کا اور تمہارا اس بارہ میں ایک سا حال ہے اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہی ہمیشہ کے لئے تمہاری رفیق ہے اور وہ واقعی برا ٹھکانہ ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ جواب یا مومنین کا ہو یا حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔

میدان حشر میں پل صراط پار کرنے کے معاملے میں جس نور کا ذکر یہاں اور گذشتہ آیات میں ہوا اس میں کفار و مشرکین کا ذکر نہیں فرمایا گیا کیونکہ ان میں کفر و شرک کی وجہ سے نور کا کوئی احتمال ہی نہیں صرف مومنین اور منافقین کا ذکر فرمایا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ پل صراط کے ذریعہ جہنم کو پار کرنا یہ صرف مومنین کے لئے ہوگا۔ کفار و مشرکین پل صراط پر نہیں چڑھیں گے۔ وہ جہنم کے دروازوں کے راستہ جہنم میں پہنچا دیئے جائیں گے اور مومنین چڑھیں گے۔ مومنین پل صراط کے راستہ سے گذریں گے۔ پھر گناہ گار مسلم جن کے لئے ان کے بداعمالی کی سزا میں کچھ وقت تک جہنم میں رہنا ہے وہ اس پل پر سے گر کر جہنم میں جا پہنچیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ امن و سلامتی کے ساتھ تیز رفتاری سے پل صراط پار کرنا ہمیں نصیب فرمائیں۔ رہے منافقین جو ابتداء حشر میں مومنین کے ساتھ ہوں گے مگر جب مومنین پل صراط پر چڑھ جائیں گے تو منافقین اندھیرے میں گرفتار ہو کر

مومنین سے فریاد کریں گے مگر پل صراط کے سرے پر ایک دیوار قائم کر دی جائے گی اور اسی اثناء میں آگ کے شعلے ان کو گھیر کر جہنم کے سب سے نیچے کے درجہ میں پہنچا دیں گے (العیاذ باللہ)

ان آیات کے تحت حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ اصل منافقین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے ان کو تو شروع ہی سے کفار کی طرح کوئی نور نہ ملے گا (جن کے متعلق سورہ توبہ دسویں پارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی تھی **ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبره انهم كفروا بالله ورسوله و ما تو و هم فاسقون** ان میں کوئی مر جائے تو آپ کبھی اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور فسق کی حالت میں مرے ہیں۔ مگر وہ منافقین جو اس امت میں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں گے جن کو منافقین کا نام تو اس لئے نہیں دیا جا سکے گا کہ وحی کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا اور کسی کے بارہ میں بغیر وحی قطعی کے یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ دل سے مومن نہیں صرف زبان کا ظاہری اقرار ہے اس لئے امت میں اب کسی کو یہ حق نہیں کہ کسی کو قطعی منافق ٹھہرائے لیکن اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ کس کے دل میں ایمان ہے کس کے دل میں نہیں تو ان میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں منافق ہیں گو ظاہر میں ان کی منافقت نہیں کھلی ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا کہ شروع میں ان کو بھی کچھ نور دے دیا جائے گا مگر بعد میں سلب کر لیا جائے گا۔ اس قسم کے منافقین امت کے وہ لوگ ہیں جو قرآن وحدیث میں تحریف کر کے ان کے معانی کو بگاڑتے اور اپنے مطلب کے موافق بناتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے نفاق سے اور منافقین کی خصلتوں سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

الغرض پہلے گذشتہ آیات میں اہل ایمان کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں ان آیات میں منافقین کا ذکر ہوا۔ اب آگے ان مسلمانوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو طاعات ضروریہ میں نہیں لگتے اور باوجود اسلام کے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں ان کو نصیحت فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی اسلام اور سچا ایمان نصیب فرماویں۔ اور ہر طرح کی منافقانہ خصلت وعادت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور شیطان کے دھوکہ سے ہمیں بچا دیں۔

یا اللہ ہمیں آخرت کی فکر اس دنیا میں نصیب فرما اور وہاں کا سامان آج اس زندگی میں جمع کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ مومنین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمائے اور ان کے ساتھ ہمیں اپنی جنت کی نعمتیں عطا فرمائے اور ہر طرح کے عذاب آخرت سے محفوظ رکھیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

16 اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَکُوْنُوْا

کیا ایمان والوں کیلئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے سامنے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں، اور اُن لوگوں کی طرح

کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْہِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ

نہ ہو جاویں جن کو ان سے قبل کتاب ملی تھی پھر اُن پر ایک زمانہ دراز گذر گیا پھر ان کے دل سخت ہوگئے، اور بہت سے آدمی ان میں کافر ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کر دیتا ہے، ہم نے تم سے نظائر بیان کر دیئے ہیں تاکہ تم سمجھو۔

اَلَمْ یَاْنِ کیا نزدیک (وقت) نہیں آیا	لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اُن لوگوں کیلئے جو ایمان لائے (مومن)	اَنْ کہ	تَخْشَعَ جھک جائیں	قُلُوْبُھُمْ ان کے دل		
لِذِکْرِ اللّٰہِ اللہ کی یاد کیلئے	وَمَا نَزَلَ اور جو نازل ہوا	مِنَ سے	الْحَقِّ حق	وَلَا یَکُوْنُوْا اور وہ نہ ہو جائیں	کَالَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرح	
اُوْتُوا الْکِتٰبَ جنہیں کتاب دی گئی	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	فَطَالَ تو دراز ہوگئی	عَلَیْہِمُ ان پر	الْاَمَدُ مدت	فَقَسَتْ پھر سخت ہوگئے	قُلُوْبُھُمْ ان کے دل
وَکَثِیْرٌ اور اکثر	مِّنْھُمْ ان میں سے	فٰسِقُوْنَ (جمع) فاسق (نافرمان)	اِعْلَمُوْٓا تم جان لو	اَنَّ اللّٰہَ کہ اللہ	یُحْیِ زندہ کرتا ہے	الْاَرْضَ زمین
بَعْدَ مَوْتِھَا اس کے مرنے کے بعد	قَدْ بَیَّنَّا تحقیق ہم نے بیان کردی	لَکُمُ تمہارے لئے	الْاٰیٰتِ نشانیاں	لَعَلَّکُمْ تاکہ تم	تَعْقِلُوْنَ سمجھو	

تفسیر وتشریح: آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا مومنوں کے لئے اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا' وعظ ونصیحت' آیات قرآنی' اور احادیث نبوی سن کر ان کے دل موم ہو جائیں دین کی باتیں سنیں احکام بجالائیں اور ممنوعات سے پرہیز کریں۔ یعنی مسلمان کو دل سے عزم کر لینا چاہئے۔ کہ طاعات ضروریہ کا پابند ہو اور معاصی کو ترک کر دے اللہ کے سامنے عاجزی سے جھکے اور دین حق کی سچی باتوں کو دل سے مانے۔ آگے نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ اے مسلمانو! تم کو ان پہلے لوگوں یعنی یہود ونصاریٰ کی طرح نہ ہونا چاہیئے کہ جن کے پاس اللہ کے رسول کتاب لے کر آئے اور ان کو اچھی اچھی باتیں تعلیم کیں لیکن انہوں نے کتاب اللہ کو بدل دیا۔ تھوڑے تھوڑے مول پر اسے فروخت کر دیا۔ یہ کتاب اللہ کو پس پشت ڈال کر رائے اور قیاس کے پیچھے پڑ گئے اور از خود ایجاد کردہ اقوال کو ماننے لگے۔ اپنے علما کی بے سند باتیں دین میں داخل کر دیں تو پھر ان بداعمالیوں کی سزا میں خدا نے انکے دل سخت کر دیئے۔ کوئی وعظ و نصیحت ان پر اثر نہیں کرتا۔ کوئی وعدہ و وعید ان کے دل خدا کی طرف رجوع نہیں کرتے بلکہ ان میں کے اکثر و بیشتر فاسق اور کھلے بدکار بن گئے۔ اے مسلمانو دیکھو تم ایسا نہ کرنا۔ معصیت احیاناً ہو جائے تو جلدی توبہ کر لینا چاہئے کیونکہ بعض اوقات توبہ میں دیر کرنے سے پھر توبہ کی توفیق نہیں رہتی اور بعض وقت کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ آگے مزید نصیحت کی جاتی ہے کہ اگر تم لوگوں کے دلوں میں معاصی سے کوئی خرابی کم وبیش پیدا ہو گئی ہو تو یہ وہم دل میں نہ لاؤ کہ اب توبہ سے کیا اصلاح ہو گی بلکہ یہ یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی شان ہے کہ جس طرح وہ مردہ زمین کو دوبارہ تروتازہ اور جاندار کر دیتا ہے۔ اسی طرح توبہ کرنے پر اپنی رحمت سے قلب مردہ کو زندہ اور درست کر دیتا ہے پس مسلمان کیلئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں سچی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ پھر اسکے قلب میں روح حیاۃ پھونک دے گا بس شرط یہی ہے کہ ہو سچی توبہ۔

اب ان آیات میں کئی باتیں قابل غور ہیں:۔

(۱) معلوم ہوا کہ ایمان وہ اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے جو کامل ہو یعنی اس میں اقرار کے ساتھ تصدیق بھی ہو اور اعمال صالحہ بھی ہوں۔ اور جو بشارات آخرت قرآن وحدیث میں دی گئی ہیں وہ مومنین کاملین ہی کے لئے دی گئی ہیں۔ (۲) ایمان ناقص رکھنے والے مومنین کو

ہدایت اور نصیحت کی جا رہی ہے اور ترغیب دی جا رہی ہے کہ ترک معاصی اور طاعت ضروریہ کی پابندی کا عزم دل سے کرلیں اور اس توبہ اور رجوع میں جلدی کریں ورنہ بعض اوقات رفتہ رفتہ توفیق ہی جاتی رہتی ہے اور بعض حالات میں العیاذ باللہ نوبت کفر تک پہنچتی ہے۔ (۳) یہود ونصاریٰ کا اتباع نہ ہو کہ ان میں بے دینی اور کفر اپنی آسمانی کتاب کی ہدایات سے غفلت اور معاصی کے انہماک ہی کی وجہ سے آیا۔ (۴) غفلت پر قائم رہنے سے دل سخت ہو جاتا ہے کہ پھر نصیحت اثر نہیں کرتی اور پھر نوبت کفر تک پہنچ سکتی ہے۔ (۵) کثرت معاصی سے قلوب مردہ ہو جاتے ہیں۔ پھر خیر و شر۔ نیکی و بدی۔ ہدایت وضلالت کی حس باقی نہیں رہتی۔ (۶) مسلمان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے سچی توبہ کرنے میں مومن کو دیر نہ کرنی چاہئے۔ توبہ میں ٹال مٹول اور غفلت میں پڑا رہنا مسلمان کے لئے ہرگز مناسب نہیں۔ (۷) سچی توبہ سے قلب درست اور پھر زندہ ہو جاتا ہے۔

اب غور کیجئے کہ کیسے دلکش عنوان سے حق تعالیٰ نصیحت فرما رہے ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ نہ معلوم غفلت کی کیسی کائی ہمارے دلوں پر جمی ہوئی ہے۔ کہ بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جن کے متعلق ہم اکثر قرآن وحدیث کے احکام سنتے رہتے ہیں اور علمائے کرام بھی ان سے آگاہ کرتے رہتے ہیں مگر ہم ان گناہوں کو چھوڑنے اور ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور ان سے توبہ کرنے میں غفلت اور لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب ہمارے غفلت زدہ دلوں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں کا اثر نہ ہو تو غریب علماء تو کس شمار میں ہیں کہ ان کے وعظ ونصیحت سے ہم گناہوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔

بہر حال اس تنبیہ کا ماحصل جو ان آیات میں فرمایا گیا یہی ہے کہ مومنین کو مکمل اطاعت اور عمل صالح کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔ اب ان آیات میں ارشاد خداوندی کے جواب میں کہ کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے سامنے جھک جائیں۔ ہم دل سے اقرار کریں کہ اے خداوند قدوس ہم نے آپ کی نصیحت سن لی اور ہمارے دل آپ کی نصیحت کے سامنے جھک گئے اب اپنے کرم سے آپ ہی ہم کو اپنا مطیع بندہ بننے اور دین پر مستقیم رہنے کی سعادت اور توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض شروع سورۃ میں توحید اور کمالات وصفات الٰہیہ بیان کرنے کے بعد دو باتوں کا حکم دیا گیا تھا ایک تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا اور دوسرے انفاق فی سبیل اللہ کا یعنی اللہ کے رستہ میں مال خرچ کرنے کا۔ اور ایسے ہی مومنین کو آخرت میں نور اور روشنی حاصل ہونے اور جنت ملنے کی بشارت دی گئی تھی اور ان دونوں امور کی کئی طرح سے ترغیب دی گئی تھی۔ ان میں جو کمی اور نقص ہو سکتا تھا اس کی خرابی بھی منافقین اور غافل مسلمین کی حالت بیان کر کے ترغیب ونصیحت کی گئی۔ اور تکمیل ایمان کی ہدایت فرمائی گئی۔ اب آگے پھر انہی دو امور یعنی کمال ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور انجام اور اس کے خلاف پر وعید سنائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے قلوب کو غفلت وقساوت سے محفوظ فرمایئے اور ہمارے مُردہ قلوب کو اپنے نور ہدایت سے زندہ رکھیئے۔

یا اللہ گذشتہ میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ندامت اور توبہ کی توفیق عطا فرما کر ہماری توبہ کو قبول فرما لیجئے۔ اور آئندہ ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ اور ہمیں ایمان کامل اور اسلام صادق کے ساتھ اس جہان سے کوچ کرنا نصیب فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

بالاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ ان کیلئے بڑھا دیا جاوے گا اور ان کیلئے اجر پسندیدہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کیلئے

اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہمارا آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔

اِنَّ بیشک	الْمُصَّدِّقِيْنَ خیرات کرنے والے مرد	وَالْمُصَّدِّقٰتِ اور خیرات کرنے والی عورتیں	وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ اور جنہوں نے قرض دیا اللہ				
قَرْضًا قرض	حَسَنًا حسنہ (اچھا)	يُّضٰعَفُ وہ دو چند کردیا جائے گا	لَهُمْ ان کیلئے	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	اَجْرٌ اجر	كَرِيْمٌ بڑا عمدہ	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ
اٰمَنُوْا ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسول (جمع)	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہی	الصِّدِّيْقُوْنَ (جمع) صدیق		
وَالشُّهَدَآءُ اور (جمع) شہید	عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے نزدیک	لَهُمْ ان کیلئے	اَجْرُهُمْ ان کا اجر	وَ اور	نُوْرُهُمْ ان کا نور	وَالَّذِيْنَ اور جنہوں نے	
كَفَرُوْا کفر کیا	وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَآ ہماری آیتوں کو	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ دوزخ والے			

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اہل ایمان میں سے صدقہ دینے والے مرد ہوں یا عورتیں ہوں وہ حقیقت میں اللہ جل شانہ کو قرض دیتے ہیں اس لئے کہ یہ بھی قرض کی طرح ہے کہ صدقہ دینے والوں کو واپس ملتا ہے اور یہ بہت زیادہ معاوضہ اور بدلہ لے کر ایسے وقت میں واپس ہوگا جو وقت صدقہ کرنے والے کی سخت حاجت اور سخت ضرورت اور سخت مجبوری کا ہوگا۔ دنیاوی ضرورتوں کے واسطے تھوڑا آدمی جمع کر کے رکھتا ہے کہ فلاں ضرورت کا وقت آ رہا ہے۔ اولاد کی شادی کرنی ہے یا فلاں سفر اختیار کرنا ہے۔ اس کے لئے ہر وقت فکر میں لگا رہتا ہے کہ جو گنجائش ملے جمع کر کے رکھے تاکہ ضرورت کے وقت دقت نہ ہو۔ آخرت کا وقت تو ایسی سخت حاجت اور ضرورت کا ہے کہ اس وقت نہ کسی سے کچھ خریدا جا سکتا ہے۔ نہ قرض لیا جا سکتا ہے۔ نہ بھیک مانگی جا سکتی ہے ایسے اہم اور کٹھن وقت کے واسطے تو جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو جمع کرتے رہنا نہایت ہی دور اندیشی اور کارآمد بات ہے۔ تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہنا تو یہاں دنیا میں معلوم بھی نہ ہوگا اور آخرت میں پہاڑوں کے برابر ملے گا۔ ایک بات یہاں یہ بھی سمجھ لی جائے کہ صدقہ کے لئے مال ہی دینا ضروری نہیں ہے اور صدقہ اسی میں منحصر نہیں بلکہ جو بھلائی کسی کے ساتھ کی جائے یا جو نیکی اللہ کو خوش کرنے کے لئے کی جائے وہ ثواب کے اعتبار سے صدقہ ہے جیسا کہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرمائی ہے ایک روایت میں ہے کہ آدمی کے اندر ۳۶۰ جوڑ ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے روزانہ ایک صدقہ کیا کرے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی طاقت کس کو ہے؟ کہ ۳۶۰ صدقہ روزانہ کیا کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں تھوک پڑا ہو اس کو ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو اس کو ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے اور کچھ نہ ملے تو چاشت کی دو رکعت نفل سب کے قائم مقام ہو جاتی ہے اس لئے

کہ نماز میں ہر جوڑ کو اللہ کی عبادت میں حرکت کرنا پڑتی ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو آدمی پر ہر جوڑ کے بدلے میں ایک صدقہ ہے دو آدمیوں کے درمیان انصاف کردو یہ بھی صدقہ ہے کسی شخص کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کردو یہ بھی صدقہ ہے۔اس کا سامان اٹھا کر دیدو یہ بھی صدقہ ہے۔کلمہ طیبہ یعنی لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی صدقہ ہے۔ ہر وہ قدم جو نماز کے لئے چلے صدقہ ہے کسی کو راستہ بتا دو یہ بھی صدقہ ہے راستہ سے تکلیف دینے والی چیز ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ آدمی کے ہر جوڑ کے بدلہ میں اس پر صدقہ ضروری ہے۔ ہر نماز صدقہ ہے ہر روزہ صدقہ ہے۔ حج صدقہ ہے۔سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔ الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی راستہ میں مل جائے اس کو سلام کرنا بھی صدقہ ہے۔نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے۔برائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور بھی اس قسم کی متعدد روایات وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بھلائی۔ ہر نیکی۔ ہر احسان صدقہ ہے بشرطیکہ اللہ کے واسطے ہو یعنی مقصد اس بھلائی اور نیکی کے عمل سے اللہ پاک کو خوش اور راضی کرنا مقصود ہو۔تو یہاں مصدقین اور مصدقات یعنی صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتوں کی فضیلت بیان کی گئی کہ اللہ کو خوش کرنے اور خدا کی مرضی کی جستجو میں جو لوگ اپنے حلال مال نیک نیتی سے راہ خدا میں صدقہ دیتے ہیں ان کے بدلہ بہت کچھ بڑھا چڑھا کر خدا تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔ آگے ایمان کامل کی فضیلت میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں جس کا مطلوب ہونا اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے تو ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں یعنی یہ مراتب کمال۔ ایمان کامل ہی کی بدولت نصیب ہوتے ہیں۔ آخرت میں ان سچے ایمانداروں کو اپنے اپنے عمل اور درجہ ایمان کے موافق اجر و ثواب اور نور عطا ہوگا۔ یہاں آیت میں لفظ صدیق اس معنیٰ میں ہے جس معنیٰ میں اردو میں ''ولی'' بولتے ہیں لفظی معنیٰ صدیق کے اس شخص کے ہیں جو بڑی کثرت سے صدق سے کام لیتا ہو یا جو اپنی زبان سے۔قلب سے۔عمل سے سب سے تصدیق کرتا ہو۔شہدا۔شہید کی جمع یہاں لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے یعنی حق کے گواہ۔ باقی اگر شہید سے یہاں مراد اصطلاحی شہید یا قتیل فی سبیل اللہ ہو جیسا کہ بعض اکابر مفسرین کا قول ہے تو پھر یہ معنیٰ کئے جائیں گے کہ مومن کامل اپنی جان اور مال دونوں کو اپنی جگہ پر اللہ کی راہ میں وقف اور خدمت دین کے نذر کر ہی دیتا ہے رہا یہ کہ اس کے بعد بھی جان گئی یا رہی تو یہ تو اس کے اختیار کی چیز نہیں۔ آگے ان کامل الایمان لوگوں کے مقابلہ اور ضد میں کفر و انکار و تکذیب کرنے والوں کا حال بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ اصحاب الجحیم یعنی جہنمی اور دوزخی ہیں۔

اب آخرت کے ثواب و عقاب کے ذکر کے بعد آگے آخرت کا واجب الاہتمام اور باقی ہونا اور دنیا کہ جو مانع ہوتی ہے اہتمام آخرت سے اس کا ناقابل التفات اور فانی ہونا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے مصدقین بندوں میں شامل فرماویں اور اس زندگی میں صدقہ۔ بھلائی۔نیکی اور احسان کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جو صدقہ اور نیکی و بھلائی اللہ کی توفیق سے ہو جائے اس کو اپنے کرم سے قبول فرمالیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ

تم خوب جان لو کہ دنیوی حیات محض لہو ولعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے

وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ

جیسے مینہ ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاری کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہوجاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے،

وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ

اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیوی زندگانی محض دھوکہ کا اسباب ہے۔

الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ

تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کے وسعت کی برابر ہے

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہیں عنایت کریں، اور اللہ بڑے فضل والا ہے

اِعْلَمُوْٓا تم جان لو	اَنَّمَا اس کے سوا نہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	لَعِبٌ کھیل	وَّلَهْوٌ اور کود	وَّزِيْنَةٌ اور زینت	وَّتَفَاخُرٌ اور فخر کرنا
بَيْنَكُمْ باہم	وَتَكَاثُرٌ اور کثرت کی خواہش	فِي الْاَمْوَالِ مالوں میں	وَالْاَوْلَادِ اور اولاد	كَمَثَلِ غَيْثٍ بارش کی طرح	اَعْجَبَ بھلی لگی	
الْكُفَّارَ کاشتکار	نَبَاتُهٗ اسکی پیداوار	ثُمَّ يَهِيْجُ پھر وہ زور پکڑتی ہے	فَتَرٰىهُ سو تو اس کو دیکھتا ہے	مُصْفَرًّا زرد	ثُمَّ پھر	يَكُوْنُ وہ ہوجاتی ہے
حُطَامًا چورا چورا	وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں	عَذَابٌ شَدِيْدٌ سخت عذاب	وَّمَغْفِرَةٌ اور مغفرت	مِّنَ سے	اللّٰهِ اللہ	وَرِضْوَانٌ اور رضا مندی
وَمَا اور نہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	اِلَّا مگر۔صرف	مَتَاعُ الْغُرُوْرِ دھوکے کا سامان	سَابِقُوْٓا تم دوڑو	اِلٰى طرف	مَغْفِرَةٍ مغفرت
مِّنْ رَّبِّكُمْ اپنے رب کی طرف سے	وَجَنَّةٍ اور جنت	عَرْضُهَا اسکی چوڑائی (وسعت)	كَعَرْضِ السَّمَآءِ جیسی آسمان کی چوڑائی وسعت			
وَالْاَرْضِ اور زمین	اُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں	ذٰلِكَ یہ
فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	يُؤْتِيْهِ وہ اسکو دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہے	وَاللّٰهُ اور اللہ	ذُو الْفَضْلِ فضل والا	الْعَظِيْمِ بڑے	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں دنیا اور اس کی زندگی کا نقشہ پیش کر کے آخرت کے مقابلہ میں اس دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کو ظاہر فرمایا گیا اور سمجھایا گیا کہ دنیا کی زندگی محض چندروز کی بہار اور ایک متاع غرور ہے۔ یہاں کا کھیل کود یہاں کی آرائش وزیبائش۔ یہاں کی بڑائیوں پر فخر' یہاں کے مال ودولت کے کثرت کی فکر یہ سب کچھ فانی اور ناپائیدار ہے۔ اس دنیا کی مثال اس کھیتی کی سی ہے جو پہلے سرسبز ہوتی ہے۔ پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آخرکار کاٹ کر چورا چورا ہو جاتی ہے تو دنیا کی زندگی بھی ایسی ہی ناپائیدار ہے اور اس کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی دائمی اور ابدی ہے اور اس کے لئے سعی وکوشش کرنی چاہئے۔ چنانچہ ان آیات میں یہی بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کی زندگی کی حقیقت سن لو۔ کھیل کود۔ تماشا۔ بناؤ سنگھار۔ آپس

میں ایک دوسرے پر فوقیت جتانا۔ ہر ایک کا اس کوشش میں لگے رہنا کہ کس طرح میرے پاس سب سے زیادہ مال و دولت جمع ہو جائے اور اولاد کی بھی کثرت ہو تا کہ میں اوروں سے ہر بات میں زیادہ رہوں یعنی اہل دنیا عمر کے ہر دور میں انہی کے الٹ پھیر میں رہتے ہیں۔ بچپن کا زمانہ کھیل کود کی نظر ہو جاتا ہے جوانی آئی تو حسن وعشق کے جھمیلے میں پڑ گئے یا تجارت و ملازمت وغیرہ زرکشی کے پیشوں میں لگ گئے۔ بڑھاپا آیا تو مال واولاد کی فکر کہ میرے پیچھے گھر بنا رہے اور اولاد آسودگی سے بسر کرے۔ بس یہ اہل دنیا کی زندگی کی کائنات ہے اب آپ اس قرآنی بیان کو سامنے رکھئے اور دنیا داروں کی زندگی کو دیکھ لیجئے خواہ وہ یہود ونصاریٰ ہوں۔ یا روسی وامریکی ہوں۔ یا چینی و جاپانی ہوں۔ ان ساری آخرت فراموش دنیا پرست قوموں اور حکومتوں کا مقصد زندگی سوائے لہولعب وزینت تفاخر اور تکاثر فی المال والاولاد کے سوا اور کیا ہے؟ مگر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب ٹھاٹھ سامان فانی زوال پذیر ہیں جیسے کھیتی کی رونق اور بہار چندروزہ ہوتی ہے۔ پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا چورا کر دیتے ہیں۔ اس کی شادابی اور خوبصورتی کا نام ونشان نہیں رہتا۔ یہی حال دنیا کی زندگانی اور اس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دنیا سے یہ کما کر لے گیا۔ سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اس کے لئے خدائے ذوالجلال کی خوشنودی و رضا مندی ہے اور جو دولت ایمان سے تہی دست رہا اور کفر وعصیان کا بوجھ لے کر پہنچا اس کے لئے سخت عذاب ہے اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال صالحہ میں کوتاہی کی اور گناہوں میں جری رہا تو اس کے لئے جلد یا بدیر۔ چھوٹی یا موٹی سزا اٹھا کر معافی ہے پھر آگے حکم ہوتا ہے کہ موت سے پہلے زندگی میں وہ سامان کرلو جس سے آخرت میں کوتاہیاں معاف ہوں۔ اللہ کی مغفرت نصیب ہو اور جنت کی لازوال نعمتیں حاصل ہوں۔

یہاں جو سابقوآ الیٰ مغفرۃ من ربکم فرمایا یعنی مسابقت کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف۔ تو مسابقت کرنے سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ صحت و تندرستی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ نیک اعمال میں سستی اور ٹال مٹول نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بیماری یا عذر آ کر تمہیں کسی کام کے لائق نہ چھوڑے۔ یا موت ہی آ جائے تو حاصل مسابقت کا یہی ہوا کہ کمزوری' بیماری وغیرہ آنے سے پہلے پہلے ایسے اعمال کا ذخیرہ کرو جو جنت تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں۔ اور مسابقت کے معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ نیک اعمال میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو جیسا کہ حضرت علیؓ نے اپنی نصائح میں فرمایا کہ تم مسجد میں سب سے پہلے جانے والے اور سب سے اخیر میں نکلنے والے بنو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جہاد کی صفوف میں سے پہلی صف میں رہنے کے لئے بڑھو۔ اور حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جماعت نماز میں پہلی تکبیر میں حاضر رہنے کی کوشش کرو۔ (معارف القرآن)

آگے جنت کی وسعت کا حال بتلایا جاتا ہے کہ آسمان اور زمین دونوں کو اگر ملا کر رکھا جائے تو اس کے برابر جنت کا عرض ہوگا۔

سورہ آل عمران چوتھے پارہ میں بھی جنت کی وسعت کے مضمون کی یہ آیت آ چکی ہے۔ وسارعوآ الیٰ مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض اعدت

للمتقین ○ یعنی اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑو اور وہ جنت ایسی وسیع ہے جیسے سب آسمان اور زمین اور وہ تیار کی گئی ہے متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ ساتوں آسمان اور زمین کی وسعت کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو وہ جنت کا عرض یعنی چوڑائی ہوگی اور جب اتنا عرض ہوگا تو طول کتنا ہوگا؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانے۔ ایسی وسیع جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ آگے یہ بھی بتلا دیا کہ بے شک ایمان وعمل صالحہ حصول جنت کے اسباب ہیں لیکن حقیقت میں جنت ملتی ہے اللہ کے فضل سے۔ اس کا فضل نہ ہو تو سزا سے چھوٹنا ہی مشکل ہے جنت ملنے کا تو کیا ذکر۔ گویا اس میں یہ اشارہ ہے کہ اپنے اعمال پر کوئی نازاں اور مغرور نہ ہو اور اپنے اعمال پر استحقاق جنت کا مدعی نہ ہو۔ بزرگان دین نے لکھا ہے کہ انسان کے عمر بھر کے اعمال تو ان نعمتوں کا بدلہ بھی نہیں ہو سکتے جو دنیا میں اس کو مل چکی ہیں تو ہمارے یہ اعمال جنت کی دائمی ابدی اور لازوال نعمتوں کی قیمت کیا بن سکتے ہیں۔ جنت میں جو بھی داخل ہوگا وہ اللہ کے فضل واحسان ہی سے داخل ہوگا۔

اب یہاں غور کیجئے اللہ تعالیٰ تو فرمادیں کہ تم اپنے پروردگار کی جنت کی طرف دوڑو یعنی اس کے حصول کی حد درجہ کوشش کرو۔

اب دنیا کی دو حالتیں ہیں ایک مسرت اور ایک مضرت اور یہ دونوں حالتیں مختلف صورتوں سے حصول آخرت میں مانع اور رکاوٹ بنتی ہیں۔ یہاں ان آیات میں مسرت یعنی لہو ولعب' زینت وتفاخر وتکاثر کا ذکر فرمایا گیا۔ آگے مصیبت ومضرت کا ذکر ہے کہ اس کو بھی تقدیر الٰہی سمجھ کر مانع آخرت نہ بنانا چاہئے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور جس دنیا کی قرآن اور حدیث نے مذمت فرمائی ہے اس دنیا سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائیں۔ اس دنیوی زندگی میں یا اللہ ہمیں ان عقائد اور اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو آخرت میں آپ کی مغفرت اور رضا مندی ہمیں نصیب ہو اور آپ کی رضا کے مقام جنت میں ہمارا دائمی اور ابدی ٹھکانہ ہو جائے۔

اے اللہ اے مولائے کریم آپ اپنے فضل عظیم کو ہمارے لئے مقدر فرما دیں اور دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں آپ کا فضل عظیم ہمارے شامل حال ہو اور اس فانی دنیا میں باقی اور دائمی آخرت سنوارنے اور بنانے کی توفیق ہم کو نصیب ہو جائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِیۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہیں قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں،

نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ﴿۲۲﴾ لِّكَیۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰی مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰىكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ

یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔ تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں، اور اللہ تعالی

لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِ ﴿۲۳﴾ ۙ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ وَیَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَلَّ

کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔ جو ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں، اور جو شخص اعراض کرے گا

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ ﴿۲۴﴾

تو اللہ تعالی بے نیاز ہیں سزاوار حمد ہیں۔

مَآ اَصَابَ نہیں پہنچتی	مِنۡ مُّصِیۡبَةٍ کوئی مصیبت	فِی الۡاَرۡضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	فِیۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ تمہاری جانوں میں	اِلَّا مگر
فِیۡ كِتٰبٍ کتاب میں	مِنۡ قَبۡلِ اس سے قبل	اَنۡ نَّبۡرَاَهَا کہ ہم پیدا کریں اس کو	اِنَّ بیشک	ذٰلِكَ یہ	عَلَی اللّٰهِ اللہ پر / یَسِیۡرٌ آسان
لِّكَیۡلَا تَاۡسَوۡا تاکہ تم غم نہ کھاؤ	عَلٰی پر	مَا فَاتَكُمۡ جو تم سے جاتی رہے	وَلَا تَفۡرَحُوۡا اور نہ تم خوش ہو	بِمَاۤ اٰتٰىكُمۡ اس پر جو اس نے تمہیں دیا	وَاللّٰهُ اور اللہ
لَا یُحِبُّ پسند نہیں کرتا	كُلَّ ہر ایک (کسی)	مُخۡتَالٍ اترانے والا	فَخُوۡرِ فخر کرنے والا	الَّذِیۡنَ جو لوگ / یَبۡخَلُوۡنَ بخل کرتے ہیں	وَیَاۡمُرُوۡنَ اور حکم (ترغیب) دیتے ہیں
النَّاسَ لوگ	بِالۡبُخۡلِ بخل کا	وَمَنۡ اور جو / یَّتَوَلَّ منہ پھیر	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	هُوَ الۡغَنِیُّ وہ بے نیاز	الۡحَمِیۡدُ سزاوار حمد

تفسیر وتشریح: ان آیات میں سمجھایا جاتا ہے کہ دنیا میں راحت و مصیبت جو بھی آتی ہے وہ تقدیر الٰہی اور اللہ کے پہلے سے لکھے ہوئے فیصلے کے مطابق آتی ہے۔ لہٰذا مومن کی حالت یہ ہونا چاہئے کہ مصیبت یا تکلیف آئے تو بھی گھبرا کر ہمت نہ ہار بیٹھے اور احکام الٰہیہ کے خلاف کوئی کام یا کوئی بات کر کے اپنی آخرت کا نقصان نہ کر لے اور اگر حکم الٰہی سے راحت آئے تو اترا نہ جائے اور فخر وغرور نہ کرنے لگے بلکہ اس نعمت وراحت کو اللہ کا عطیہ سمجھے اور اللہ کی طرف سے جانے۔ بڑائی اور شیخی نہ مارے اور نہ اس نعمت کو نعمت دینے والے خدا کے کام میں خرچ کرنے سے تنگدل ہو یا بخیلی برتے اور اس طرح اپنی آخرت کا نقصان کرے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو کوئی مصیبت زمین پر آتی ہے جیسا کہ قحط۔ وبا۔ طوفان۔ زلزلہ۔ بدامنی۔ خونریزی وغیرہ وغیرہ یا خود کوئی مصیبت انسانوں کی ذات پر پڑتی ہے جیسے مرض۔ تنگدستی۔ اولاد واحباب کا مرنا۔ بےعزتی۔ ذلت وناکامی وغیرہ کا ہونا تو

یہ مصیبت تم پر یا زمین پر آنے سے پہلے اللہ کے دفتر قضا وقدر میں لکھی ہوئی ہوتی ہے چنانچہ مسلم شریف کی ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی ہیں۔ یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اس آیت میں اور حدیث شریف میں جو اللہ تعالیٰ کے تقدیر لکھنے کا ذکر فرمایا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ تو ہے نہیں کہ جس طرح ہم انسان ہاتھ میں قلم لے کر کاغذ یا تختی پر کچھ لکھ لیتے ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے لکھا ہو۔ ایسا خیال کرنا اللہ تعالیٰ کی شان اقدس سے ناواقفی ہے دراصل اللہ تعالیٰ کے افعال وصفات کی حقیقت اور کیفیت کے ادراک سے ہم قاصر ہیں اور چونکہ اس کے لئے الگ کوئی زبان یا لغت نہیں ہے اس لئے ہم مجبوراً انہیں الفاظ سے اللہ تعالیٰ کے افعال وصفات کی تعبیر کرتے ہیں جو دراصل ہمارے افعال وصفات کے لئے وضع کئے گئے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے اور ہمارے افعال وصفات

کی حقیقت اور کیفیت میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ اس کی عالی ذات اور ہماری مجبور ذات میں فرق ہے۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں جس کتاب تقدیر کا ذکر کیا گیا ہے اس کی حقیقت اور نوعیت کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی واقعہ ہے کہ عربی زبان میں کسی چیز کے طے کر دینے اور معین ومقرر کر دینے کو بھی کتابت سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں اسی معنیٰ کے اعتبار سے روزہ کی فرضیت کو کتب علیکم الصیام سے اور قصاص کے حکم کو کتب علیکم القصاص سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس یہاں بھی اگر کتابت سے یہی مراد ہو تو مطلب حدیث شریف کا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوقات کی تقدیریں معین کیں اور جو کچھ ہونا ہے اس کو مقرر فرمایا۔ مسئلہ قضاء وقدر یعنی تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروریات دین اور شرط ایمان میں سے ہے مگر قضا وقدر کا مسئلہ بلاشبہ مشکل اور نازک مسئلہ ہے لہذا مومن کو چاہئے کہ اگر یہ مسئلہ اس کی سمجھ میں نہ آئے تو بحث اور حجت نہ کرے بلکہ اپنے دل ودماغ کو اس پر مطمئن کر لے کہ اللہ کے صادق ومصدوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو جس طرح بیان کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ تقدیر کا مسئلہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کو نازک اور مشکل ہونا ہی چاہئے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ اسی دنیا کے بہت سے معاملات اور بہت سے رازوں کو ہم میں سے بہت سے نہیں سمجھ سکتے پس جب اللہ کے سچے پیغمبر نے ایک حقیقت بیان فرما دی تو جن لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے ان کے لئے بھی ایمان لانے کے بعد صحیح طریق کار یہی ہے کہ وہ اس کے بارہ میں کوئی بحث اور کٹ حجتی نہ کریں بلکہ اپنی عقل وذہن کی نارسائی کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر ایمان لائیں۔ مسئلہ تقدیر کی اہمیت کی بنا پر یہاں یہ ضروری باتیں عرض کر دی گئی ہیں۔ الغرض یہاں فرمایا گیا کہ کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص انسانوں کی جانوں میں مگر وہ سب ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اُسی کے موافق دنیا میں ظہور ہو کر رہے گا۔ ایک ذرہ بھر کم وبیش یا پس وپیش نہیں ہوسکتا۔ اور ایسا کرنا کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے اس لئے اپنے علم محیط کے موافق تمام واقعات وحوادث کو قبل از وقوع کتاب یعنی لوح محفوظ میں درج کر دینا اس کے لئے کیا مشکل ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس حقیقت پر اس لئے مطلع کر دیا کہ تم خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ جو بھلائی تمہارے لئے مقدر ہے ضرور پہنچ کر رہے گی اور جو مقدر نہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتی۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ٹھہر چکا ہے ویسا ہی ہو کر رہے گا لہٰذا جو فائدہ کی چیز ہاتھ نہ لگے اس پر غمگین اور مضطرب ہو کر پریشان نہ ہو اور جو قسمت سے ہاتھ لگ جائے اس پر اکڑ و اور اتراؤ نہیں بلکہ مصیبت اور ناکامی کے وقت صبر وتسلیم اور راحت وکامیابی کے وقت شکر اور تحمید سے کام ہو۔ یہاں آیت میں کسی چیز کے جاتے رہنے پر جو رنج نہ کرنے کا حکم ہے تو اس سے طبعی رنج مراد نہیں بلکہ وہ رنج وغم مراد ہے کہ جو حد سے زیادہ ہو جو طاعات الٰہیہ میں حائل ہو جائے اور اشتغال آخرت سے مانع ہو جائے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت یا مال ودولت عطا فرمادے تو اس پر اپنی بڑائی مارنا اور اترانا کہ میں بڑا مالدار ہوں۔ پیسہ والا ہوں یہ نہ چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا شخص پسند نہیں جو اپنے مال ودولت پر اتراتا ہو اور لوگوں کے سامنے اپنی بڑائیاں مارتا ہو۔ ایسے ہی متکبر مالدار ہوتے ہیں جو خود بھی بخیل اور کنجوس ہوتے ہیں اور دوسروں سے بھی کہتے رہتے ہیں کہ پیسہ لٹانے کی چیز نہیں۔ اسے جوڑ کر جمع کر کے رکھو۔ آگے ارشاد ہے کہ ہم نے تو حکم دے دیا کہ پیسہ مال ودولت ہو۔ تو اللہ کی راہ میں جیسے اس نے بتایا خرچ کرو۔ اب اگر کوئی ہمارے حکم سے منہ موڑے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اللہ کو تو کسی چیز کی حاجت نہیں وہ تو بے نیاز اور بے پرواذات ہے اور تمام خوبیاں علی وجہ الکمال اس کی ذات میں جمع ہیں۔ تمہارے کسی فعل سے اس کی کسی خوبی میں اضافہ نہیں ہوتا جو کچھ نفع نقصان ہے تمہارا اپنا ہے۔ خرچ کرو گے فائدہ اٹھاؤ گے نہ کرو گے گھاٹے میں رہو گے نقصان اٹھاؤ گے۔

اب یہاں تک دنیا کا غیر مہتم بالشان ہونا اور آخرت کا مہتم بالشان ہونا ارشاد فرمایا گیا۔ آگے اسی آخرت کی درستگی اور اصلاح کے متعلق انبیاء اور رسولوں کو دنیا میں بھیجنا ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے کو نازل کیا تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں،

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ

اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجا	رُسُلَنَا اپنے رسولوں	بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ	وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے اتاری	مَعَهُمُ ان کے ساتھ		
الْكِتٰبَ کتاب	وَالْمِيْزَانَ اور میزان (عدل)	لِيَقُوْمَ النَّاسُ تاکہ لوگ قائم رہیں	بِالْقِسْطِ انصاف پر	وَ اور	اَنْزَلْنَا ہم نے اتارا	الْحَدِيْدَ لوہا
فِيْهِ اس میں	بَاْسٌ شَدِيْدٌ لڑائی (خطرہ) سخت	وَّمَنَافِعُ اور منافع	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَلِيَعْلَمَ اور تاکہ معلوم کرے	اللّٰهُ اللہ	
مَنْ يَّنْصُرُهٗ کون مدد کرتا ہے اسکی	وَ اور	رُسُلَهٗ اور اس کے رسول	بِالْغَيْبِ بن دیکھے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	قَوِيٌّ قوی	عَزِيْزٌ غالب

تفسیر و تشریح: اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے آخرت کے نفع کے لئے ہدایت کا پورا پورا سامان اور بندوبست کر دیا ہے چنانچہ دنیا میں اس نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ انہیں کتاب دی تاکہ لوگ عقائد اور اخلاق اور اعمال میں سیدھے انصاف کی راہ چلیں۔ افراط و تفریط کے راستہ پر قدم نہ ڈالیں اور اس کتاب میں بالخصوص انصاف کرنے کے حکم کو نازل کیا تاکہ لوگ اخلاق اور معاملات میں افراط و تفریط کو چھوڑ کر اعتدال کی راہ پر قائم رہیں یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری رعایت کریں اور اس میں ساری شریعت آ گئی آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوہے کو پیدا کیا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں۔ اب یہاں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے ذکر کے ساتھ معاً یہ فرمانا کہ ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بڑا زور اور لوگوں کے لئے منافع ہیں اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو آسمانی کتاب اور اس کی تعلیمات و ہدایات سے راہ راست پر نہ آئیں اور عدل و انصاف کو دنیا میں قائم نہ رکھیں تو ضرورت پڑے گی کہ ان کی گوشمالی کی جائے اور ظالم اور کجرو معاندین پر اللہ اور رسول کے احکام وقار اور اقتدار قائم رکھا جائے۔ اس وقت شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ ڈالنا اور خالص دینی جہاد میں اسی لوہے سے کام لینا ہوگا۔ عموماً تمام آلات جنگ و حرب میں لوہا استعمال ہوتا ہے۔ تلوار۔ بندوق۔ نیزہ۔ تیر۔ گرز۔ توپ۔ زرہ وغیرہ تمام آلات جس سے سرکشوں کی گردن توڑی جاتی ہے لوہے کے ہوتے ہیں۔ کلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو ہدایت کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی جس میں انصاف اور عدل کو بالخصوص قائم رکھنے کا حکم دیا اس کتاب کی ہدایات کو عملاً نافذ کرنے اور فی الواقع عدل کو قائم رکھنے میں اگر ضرورت ہو تو مزاحمت کرنے والوں کا زور توڑا جائے اور آسمانی ہدایات کو درہم برہم کرنے والوں کو تنبیہ و سزا دی جا سکے گویا اس میں جہاد کی ضرورت اور ترغیب کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں لوہے کا استعمال لازمی ہے یہاں حدید یعنی لوہے کو پیدا کرنے کی دو حکمتیں آیت میں بیان فرمائی

گئیں۔ایک تو یہ کہ مخالفین پر اس کا رعب پڑتا ہے اور سرکشوں کو اس کے ذریعہ احکام الٰہیہ اور عدل و انصاف کے احکام کا پابند بنایا جاسکتا ہے۔دوسرے یہ کہ اس میں لوگوں کے حق تعالیٰ نے بہت سے منافع رکھے ہیں کہ جس قدر صنعتیں اور ایجادات و مصنوعات دنیا میں ہوئی یا ہو رہی ہیں ان سب میں لوہے کی ضرورت ہے لوہے کے بغیر کوئی صنعت نہیں چل سکتی۔اب آگے لوہے کے استعمال یعنی تیر۔تلوار تفنگ۔توپ کو جہاد میں کام لانے اور طاقت سے کام لینے کی حکمت کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ جہاد کچھ اس وجہ سے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے اور اس کو مدد کی ضرورت ہے۔نہیں اللہ تعالیٰ تو قوی زبردست ہے اور ہر وقت یہ قدرت رکھتا ہے کہ جب چاہے ایک اشارہ سے تمام کافروں اور اعدائے دین کو مغلوب کردے اور اپنے رسولوں کو ان پر غلبہ اور تسلط عطا فرمادے جہاد کی تعلیم و ترغیب اس لئے نہیں دی گئی کہ اللہ کچھ تمہاری امداد و اعانت کا محتاج ہے بلکہ اس میں بندوں کی وفاداری کا امتحان مقصود ہے یہ کھل جائے اور علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون سے خدا کے وفادار بندے ہیں جو خدا کو بن دیکھے خدا کی محبت میں اور خدا کے دین کی محبت میں۔اور آخرت کے غائبانہ اجر و ثواب پر یقین کر کے اس کے دین اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور عدائے دین سے جنگ و جہاد کرتے ہیں اور جو خدا کی خاطر دنیا میں حق کو غالب کرنے کے لئے جان مال کی بازی لگا دیتے ہیں دراصل اس جہاد میں بندوں کی وفاداری کا امتحان مقصود ہے تاکہ جو بندے اس میں کامیاب ہوں ان کو اعلیٰ مقامات پر پہنچایا جائے۔

اس آیت سے بھی اور قرآن کریم کی متعدد دوسری آیات اور بکثرت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ جہاد اسلام کے فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ الجھاد ماض الیٰ یوم القیٰمۃ یعنی جہاد جاری رہے گا قیامت تک۔تو قرآن وسنت کی بے شمار نصوص اور اجماع امت جہاد کی فرضیت کا اعلان کرتے ہیں۔اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اس کی تجویزیں سوچیں اور نہ تمنا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا"۔یعنی ایسی زندگی جس میں دعوائے ایمان کے باوجود نہ کبھی راہ خدا میں جہاد کی نوبت آئے اور نہ دل میں اس کا شوق اور اس کی تمنا ہو تو یہ منافقوں کی زندگی ہے اور جو اسی حال میں اس دنیا سے جائے گا تو وہ نفاق کی ایک صفت کے ساتھ جائے گا۔تو معلوم ہوا کہ مسلمان کے دل میں ہمیشہ جہاد کا عزم اور تمنا ہونی چاہئے۔مگر افسوس صد افسوس کہ اب جیسے تمام ارکان اسلامیہ اور فرائض دینیہ کی حقیقت اور روح عنقا ہے۔اگر تھوڑا بہت کچھ باقی ہے تو صرف ظاہری شکل اور ظاہری رسم باقی ہے اور وہ بھی غنیمت ہے۔کیونکہ اگر یہی تنزل چلتا رہا تو خوف ہے کہ خدانخواستہ یہ ظاہری شعائر اور رسوم اسلامیہ بھی عنقا نہ ہو جائیں۔آج تمام عالم میں مسلمانوں کے ساتھ کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا جو معاملہ ہو رہا ہے اس کا سبب اگر غور کیا جائے تو درحقیقت عام اہل اسلام کا حقیقی جذبہ جہاد سے دلوں کا خالی ہو جانا ہے۔جہاد کے حکم سے خداوند قدوس کا مقصود ہی یہ ہے کہ اللہ کا دین اسلام دنیا میں حاکم بن کر رہے اور اہل اسلام عزت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور امن و عافیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرسکیں۔کافروں سے کوئی خطرہ نہ رہے کہ ان کے دین میں خلل انداز ہو سکیں۔(سیرۃ المصطفیٰ حصہ دوم)

اب یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اصطلاح شریعت میں جہاد کس چیز کا نام ہے اور کیا اس کی تعریف ہے؟ علمائے اسلام نے لکھا ہے کہ اپنی طاقت اور قوت کو مال دولت کے لئے نہیں۔عصبیت اور

قومیت اور وطنیت اور اظہار مرادنگی وشجاعت اور توسیع سلطنت و مملکت کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی طاقت کو پانی کی طرح بہا دینا اس کو اصطلاح شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔ اعلاء کلمۃ اللہ یعنی اللہ کا بول بالا کرنا اگر مقصود نہ ہو بلکہ فقط مال وزر مطلوب ہو۔ یا قطع نظر حق و باطل سے وطن اور قوم کی حمایت مقصود ہو یا اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار منظور ہو تو اللہ جل اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کبھی اظہار شجاعت کے لئے جنگ کرتا ہے اور کبھی قومی غیرت وحمیت کی بنا پر اور کبھی دنیاوی نام ونمود اور شہرت کے لئے۔ ان میں سے کون سی جنگ جہاد فی سبیل اللہ کا مصداق ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''جو شخص فقط اس لئے لڑے اور جنگ کرے تا کہ اللہ ہی کا بول بالا رہے بس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے''۔ تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے وفاداروں کا خدا تعالیٰ کے باغیوں سے محض خدا کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اس کی راہ میں انتہائی جانبازی اور سرفروشی کا نام جہاد ہے بشرطیکہ وہ جانبازی اور سرفروشی محض اس لئے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو۔ اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو ایسی جانبازی اور سرفروشی کو شریعت اسلام میں جہاد کہتے ہیں۔ چونکہ بنی نوع انسان کی طبائع یکساں نہیں تو کسی کے لئے خداوند قدوس نے کتاب اتاری اور انبیاء کو مبعوث فرمایا اور کسی کے لئے لوہا اتارا۔ خداوند ذوالجلال کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے مخلصین کو جہاد کا حکم دیتا رہا تا کہ مفسدین اور فتنہ پردازوں کے شر اور فساد کو دفع فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسلام حقیقی کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرمائیں اور اسی جذبہ کے ساتھ اس جہان سے کوچ کرنا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب ان آیات میں عام انبیاء ورسل کا اجمالی ذکر تھا۔ اس کے بعد بعض خاص پیغمبروں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اور قرآن کریم جیسی کتاب عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن کریم کی ہدایات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی اور ہر حال میں ہم کو انصاف وحق پر قائم رکھیں۔

یا اللہ اپنے دین حق کی ہم کو بھی کسی درجہ میں خدمت کی توفیق عطا فرما دے۔ اور اپنے فضل سے ہمارے دین ودنیا کے تمام معاملات کو درست وراست فرما دے۔ یا اللہ مفسد کفار ومشرکین کے ساتھ ہم کو اسلام کا بول بالا کرنے کیلئے جہاد کی توفیق عطا فرما اور اپنی تائید اور نصرت کو ہمارے شامل حال فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی سو ان لوگوں میں بعضے تو ہدایت یافتہ ہوئے، اور بہت سے

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۲۶ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ

ان میں نافرمان تھے۔ پھر ان کے بعد اور رسولوں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی،

وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا

اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کیا، اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے اُن پر اس کو واجب نہ کیا تھا

عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ

لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی، سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر دیا،

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۲۷

اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجا	نُوْحًا نوح	وَ اور	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَجَعَلْنَا اور ہم نے رکھی	فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا ان کی اولاد میں	النُّبُوَّةَ نبوت	
وَالْكِتٰبَ اور کتاب	فَمِنْهُمْ سو ان میں سے کچھ	مُّهْتَدٍ ہدایت یافتہ	وَكَثِيْرٌ اور اکثر	مِّنْهُمْ ان میں سے	فٰسِقُوْنَ نافرمان	ثُمَّ پھر	قَفَّيْنَا ہم انکے پیچھے لائے
عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ انکے قدموں کے نشانات پر	بِرُسُلِنَا اپنے رسول	وَقَفَّيْنَا اور ہم انکے پیچھے لائے	بِعِيْسَى عیسیٰ	ابْنِ مَرْيَمَ ابن مریم	وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دی		
الْاِنْجِيْلَ انجیل	وَجَعَلْنَا اور ہم نے ڈال دی	فِيْ قُلُوْبِ دلوں میں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے	اتَّبَعُوْهُ انکی پیروی کی	رَاْفَةً نرمی	وَّرَحْمَةً اور رحمت	
وَرَهْبَانِيَّةَ اور ترک دنیا	ابْتَدَعُوْهَا جو انہوں نے خود نکالی	مَا كَتَبْنٰهَا ہم نے وہ واجب نہیں کی	عَلَيْهِمْ ان پر	اِلَّا مگر	ابْتِغَاۗءَ چاہنا		
رِضْوَانِ اللّٰهِ اللہ کی رضا	فَمَا تو نہ	رَعَوْهَا اس کو نباہا	حَقَّ رِعَايَتِهَا اس کو نباہنے کا حق	فَاٰتَيْنَا تو ہم نے دیا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے		
مِنْهُمْ ان میں سے	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	وَكَثِيْرٌ اور اکثر	مِّنْهُمْ ان میں سے	فٰسِقُوْنَ نافرمان			

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی اصلاح آخرت خلق کے لئے نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجا تھا۔ اور یہ دونوں پیغمبر اس شان کے تھے کہ دنیا میں پیغمبری اور کتاب آسمانی جاری رکھنے کے لئے ان ہی دو پیغمبروں کی نسلوں کو چن لیا گیا کہ ان کے بعد یہ دولت پیغمبری ان کی نسل سے باہر نہ جائے۔ چنانچہ دنیا میں جو رسول بھی اللہ کی کتاب لے کر آئے وہ حضرت نوح علیہ السلام کی اور ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ اور ان پیغمبروں میں کچھ تو صاحب کتاب تھے جیسے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور کچھ صاحب کتاب نہ تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد تابع تورات بہت سے پیغمبر آئے۔ تو جن جن لوگوں کے پاس یہ پیغمبر آئے ان لوگوں میں سے بعضے تو ہدایت یافتہ ہوئے کہ انہوں نے پیغمبروں کی ہدایت کو قبول کیا اور بہت سے ان میں سے نافرمان ثابت ہوئے کہ جنہوں نے اپنے

پیغمبروں کی تکذیب کی اور ان کا کہنا نہ مانا اور ان کی ہدایات وتعلیمات کو قبول نہ کیا۔ اور پچھلے رسول اپنے پہلے رسولوں کے نقش قدم پر تھے یعنی اصولی حیثیت سے سب کی تعلیم ایک تھی حتیٰ کہ آخر میں انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دے کر بھیجا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین جو واقعی ان کے طریقہ پر چلنے والے تھے ان کے دلوں میں اللہ نے نرمی رکھی تھی۔ وہ خلق خدا کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ آگے چل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے بے دین بادشاہوں سے تنگ ہو کر اور دنیا کے مخمصوں سے گھبرا کر ایک بدعت رہبانیت کی نکالی۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں میں سے کچھ تارک الدنیا ہو جاتے اور دنیوی زندگی سے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں رہ کر عبادت اور سخت مجاہدے کرتے۔ نہ ایسے لوگ شادی بیاہ کرتے۔ نہ عمدہ لباس پہنتے۔ نہ عمدہ کھانا کھاتے۔ ایسے لوگوں کا نام راہب ہوتا تھا۔ تو ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اس رہبانیت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا۔ مگر نیت ان کی یہی تھی کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کریں۔ یعنی رہبانیت اللہ تعالیٰ کی فرض کی ہوئی نہ تھی بلکہ انہوں نے از خود اپنے اوپر یہ فرض کر لیا تھا اللہ کی خوشنودی کی طلب میں مگر پھر اس کو پوری طرح نباہ نہ سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے عیسائی راہبوں میں بہت سی بری باتیں شرمناک پیدا ہو گئی تھیں جن کا ذکر مورخین نے بہت کچھ کیا ہے قرآن کریم نے اپنے اخلاق کریمانہ سے ان کا صراحتہً ذکر کرنا مناسب نہ جانا۔ اور اشارۃً فرمایا فما رعوها حق رعايتها - وانہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔ یعنے جن پابندیوں کو اپنے نزدیک اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھ کر خود اپنے اوپر عائد کر بیٹھے تھے ان کا حق ادا نہ کیا اور وہ حرکتیں کیں کہ جن سے اللہ کی خوشنودی کے بجائے اس کا غصہ اور غضب مول لے بیٹھے۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے اعتدال فطری سے متجاوز رہبانیت کی اجازت نہیں دی کیونکہ یہ غیر فطری چیز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے لا رهبانية في الا سلام اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔ ایک اور حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ کیونکہ مجاہد اپنے سب حظوظ و تعلقات سے واقعی الگ ہو کر اللہ کے رستہ میں نکلتا ہے۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک صاحب نے کہا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔

دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ اور کبھی ناغہ نہ کروں گا۔

تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہ کروں گا اور عورت سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا اور اس سے تقویٰ کرتا ہوں۔ مگر میرا طریقہ یہ ہے کہ روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ راتوں کی نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت سے رغبت نہ کی یعنے میرا طریقہ پسند نہ کیا تو وہ مجھ سے نہیں یعنی اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ابوداؤد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر سختی کرے۔ ایک گروہ نے یہی تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ نے بھی پھر اسے سخت پکڑا۔ دیکھ لو وہ ان کے بقایا راہب خانوں اور کنیسوں میں موجود ہیں"۔ الغرض نصرانیوں کی بدعت رہبانیت کا ذکر فرمایا گیا کہ جو ان کی شریعت میں تو نہ تھی لیکن انہوں نے

خود اپنی طرف سے اسے ایجاد کرلیا تھا مگر یہ اسے بھی نبھا نہ سکے اور جیسا چاہئے تھا اس طرح اس پر جم نہ سکے پس ان کے لئے دوہری خرابی آئی۔ ایک اپنی طرف سے نئی بات دین خدا میں ایجاد کرنے کی۔ دوسرے اس پر بھی قائم نہ رہنے کی۔ یہاں نصرانیوں کا دین میں نئی بات یعنی بدعت رہبانیت ایجاد کرنے کو جو ذکر فرمایا گیا۔ تو یہ سمجھ لیا جائے کہ بدعت اسلام شریعت میں بھی نہایت ایجاد کرنے کو جو ذکر فرمایا گیا۔ تو یہ سمجھ لیا جائے کہ بدعت اسلامی شریعت میں بھی نہایت درجہ مذموم اور ممنوع سمجھی گئی ہے۔ جو امر کہ شریعت کی کسی دلیل یعنی قرآن۔ حدیث۔ اجماع۔ قیاس سے ثابت نہ ہو اور اس کو دین میں داخل کیا جائے تو شریعت کی اصطلاح میں ایسے امر کو بدعت کہتے ہیں اور یہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ جو شخص ایسا کام کرتا ہے وہ گویا حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اس لئے کہ شریعت حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے اس میں کمی بیشی کا کسی کو حق حاصل نہیں پس جس نے اس شریعت میں کسی ایسی بات کو شامل کیا جو اس دین سے خارج ہے تو اس نے اس شریعت الٰہیہ کو ناکافی سمجھا پھر اور باتیں جو داخل کیں تو ایک نئی شریعت خود گھڑی یہ دوسرا جرم ہوا۔ پھر چونکہ بدعت عبادت کا رنگ لئے ہوئے ہوتی ہے یعنی بدعت کا مرتکب اس کو عبادت سمجھتا ہے اور ذریعہ قرب خداوندی خیال کرتا ہے اس لئے ایسے شخص کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ توبہ تو گنہگار کیا کرتا ہے اور بدعتی اپنے کو گناہ گار نہیں سمجھتا بلکہ وہ اپنے کو تابعدار سمجھتا ہے تو پھر وہ توبہ کیوں کرے۔ حق تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی بدعت سے ہم کو بچاویں اور سیدھی راہ دکھاویں اور اس پر استقامت عطا فرمائیں۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ ان اہل کتاب نصاریٰ میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر تھے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے حق تعالیٰ نے ان کو اجر عطا فرمایا مگر ایسے نصاریٰ کم ہی تھے اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں کہ آپ پر ایمان نہ لائے۔

یہاں تک تو اہل کتاب عیسائیوں میں سے آپ پر ایمان لانے والوں اور ایمان نہ لانے والوں کو خبر دی گئی تھی آگے ایمان لانے کا صریح امر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانبردار اور متبع بنا کر زندہ رکھیں اور آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچاویں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور سچی محبت کے ساتھ سچی عظمت اور اس کے ساتھ سچا اتباع بھی نصیب فرماویں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرماویں۔

اللہ تعالیٰ اس پرفتن زمانہ میں ہر چھوٹی بڑی بدعت سے ہم کو بچائیں۔ اور سیدھی راہ ہدایت پر ہم کو مستقیم رکھیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ

اے ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا اور تم کو ایسا نور

لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا

عنایت کرے گا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلتے پھرتے ہوگے اور تم کو بخش دے گا، اور اللہ غفور رحیم ہے۔ تاکہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ

يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دیدے،

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ سے تم	وَاٰمِنُوْا اور ایمان لاؤ	بِرَسُوْلِهٖ اسکے رسولوں پر	يُؤْتِكُمْ وہ تمہیں عطا کریگا		
كِفْلَيْنِ دو حصے	مِنْ سے	رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت	وَيَجْعَلْ اور کردے گا	لَّكُمْ تمہارے لئے	نُوْرًا ایسا نور	تَمْشُوْنَ تم چلوگے	بِهٖ اسکے ساتھ
وَيَغْفِرْ اور وہ بخش دے گا	لَكُمْ تمہیں	وَاللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ مہربان	لِّئَلَّا يَعْلَمَ تاکہ نہ جانیں جان لیں		
اَهْلُ الْكِتٰبِ اہل کتاب	اَلَّا يَقْدِرُوْنَ کہ وہ قدرت نہیں رکھتے	عَلٰي شَيْءٍ کسی شے پر	مِّنْ سے	فَضْلِ اللّٰهِ اللہ کا فضل	وَاَنَّ اور یہ کہ		
الْفَضْلَ فضل	بِيَدِ اللّٰهِ اللہ کے ہاتھ میں	يُؤْتِيْهِ وہ دیتا ہے اسے	مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَاللّٰهُ اور اللہ	ذُو الْفَضْلِ فضل والا	الْعَظِيْمِ بڑا	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے والوں کو عام خطاب فرمایا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین اور آپ پر ایمان رکھنے والو! تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی مان چکے ہو اب اللہ سے ڈرو نفسانیت اور تعصب کو چھوڑو اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ اور آپ کو اللہ کا رسول مانو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو دوہرا ثواب دے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے اور دوسرا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے۔ اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے پر دوہرے ثواب عطا کئے جانے کی تصریح بیسویں پارہ سورہ قصص میں بھی ہو چکی ہے جہاں فرمایا گیا تھا اولٓئک یوتون اجرھم مرتین ان لوگوں کو یعنی اہل کتاب کو دوہرا ثواب ملے گا۔ تو اہل کتاب نصاریٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے پر ایک بشارت تو یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو دوہرا اجر وثواب عنایت فرمائے گا۔ دوسری بشارت یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ جو ہر حال میں تمہارا رفیق رہے گا دنیا میں بھی۔ مرنے کے بعد بھی اور آخرت میں بھی اور تیسری بشارت یہ دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گذشتہ گناہوں کو بخش دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے اور یہ دولتیں تم کو اس لئے عنایت کرے گا تا کہ قیامت میں جس وقت ان عطایا کا ظہور ہو اس وقت ان اہل کتاب کو جو دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے ان کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ عدم ایمان محمدی کی حالت میں فضل خداوندی سے ذرا بھی مستفید نہ ہو سکیں گے۔ یہ اہل کتاب کے اس زعم باطل کی تردید میں

1 ارشاد فرمایا گیا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم موسیٰ اور عیسیٰ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں ہمیں کیا غم و اندیشہ ہے۔ انہیں جتلایا گیا کہ اب خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد محض انبیاء قدیم حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان ظاہر کرنا اور جتلانا انہیں مومن رہنے کے لئے کافی نہیں اس لئے قیامت میں وہ اللہ کے فضل سے محروم رہیں گے اور جو اہل کتاب میں سے خاتم الانبیاء پر ایمان لائے ان پر یہ فضل ہوا کہ ان کو دوگنا اجر ملا۔ گذشتہ خطاؤں کی معافی اور نور ایمان مرحمت ہوا اور جو ایمان نہ لائے وہ ان انعامات سے محروم رہے۔

یہاں اہل کتاب یعنی نصاریٰ کو سمجھایا گیا کہ وہ اپنی موجودہ حالت میں کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تو ایمان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں تو اس حالت میں وہ اللہ کے کسی فضل کے آخرت میں مستحق نہیں جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء پر ایمان نہ لے آئیں۔ اب دیکھئے کہ ضد۔ تعصب۔ عناد۔ ہٹ دھرمی کا تو دنیا میں کوئی علاج نہیں باقی کسی کلام یا کسی بات کو معقول طریقہ سے سمجھانے اور بتلانے کے دو ہی طریقے مسلم ہیں یا اس بات کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جائے اور یا نقلی یعنی کتابی دلائل سے۔ اب یہاں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے جو عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین یعنی نصاریٰ سے کہا گیا تو نقلی یعنی کتابی دلائل سے قطع نظر کر کے اگر عقلی دلائل سے سمجھا جائے جس کا آج کل دنیا میں بڑا زور ہے تو بھی خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کسی صاحب فہم و عقل سے ممکن نہیں۔ اگر آج آپ کسی عیسائی یا یہودی اہل کتاب سے دریافت کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا دوسرے انبیاء جن کو یہود و نصاریٰ بھی اللہ کا نبی تسلیم کرتے ہیں ان کے نبی ہونے کی کیا عقلی دلیل ہے۔ تو ایک عیسائی یا یہودی جن عقلی دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر اور نبی ہونا ثابت کرے گا انہی دلائل سے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کا نبی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول ماننے کے لئے دلیل دے گا کہ ان سے بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے۔ اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ خاتم الانبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات بروایات صحیحہ ثابت ہیں ان کی تعداد ہر نبی کی تعداد سے زیادہ اور ان کی شان بھی اعلیٰ ہے۔ اگر ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں ان پر اللہ کی وحی کا آنا اور انجیل کا ان پر نازل ہونا بیان کرے تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وحی کا آنا اور قرآن کا نازل ہونا ثابت ہے اور قرآن نے جو دعوے کئے یا پیشین گوئیاں کی ان کا صادق ہونا آج تک ثابت ہوا۔ اگر ایک عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں آپ کی پاکیزہ زندگی۔ اعلیٰ اخلاق۔ بلند کردار صداقت و امانت کو پیش کرے تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و محاسن۔ صفات و محامد۔ آپ کی سچائی اور دیانت نبوت سے پہلے ہی اتنی مشہور تھی کہ نبوت سے پہلے ہی لوگوں نے ''امین'' کا لقب آپ کو دے رکھا تھا۔ دشمنان اسلام نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کرادار اور حضور کی پاکیزہ اور مطہر زندگی کی مدح و ستائش کی ہے۔ منصف مزاج غیر مسلم مورخین اور مصنفین نے بھی کی ہے۔ اگر ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں آپ کی دینی تعلیم و تبلیغ اور امت کی تربیت کو پیش کرے تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی امت کو ایسی شریعت کی تعلیم دی کہ جو قیامت تک کے لئے کافی و شافی ہے اور جس میں کسی ترمیم و تنسیخ کی احتیاج

نہیں۔آپ کی تعلیم وتربیت اور فیض صحبت سے قلیل مدت میں ہی کایا پلٹ گئی اور صحابہ کرام کے اخلاق وکردار انتہائی پستی کی حالت سے ایسے اعلیٰ ہوگئے کہ جس کو غیر مسلم محققین وفضلا بھی تسلیم کرتے ہیں اور اسے ایک حیرت انگیز واقعہ بلکہ حضور کا معجزہ سمجھتے ہیں۔

الغرض انبیائے سابقین علیھم السلام کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے اہل کتاب جو عقلی دلیل بھی پیش کرے گا انہی دلائل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کیا جا سکتا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل پر ایمان نہ لانے اور آپ کو اللہ کا رسول نہ ماننے کی کیا وجہ؟

اور اگر آپ کتابی دلائل کی طرف آئیں تو قرآن مجید۔انجیل ۔تورات۔زبور جس کا بھی مطالعہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر نبی نے اپنے سے پہلے آنے والے نبی کی تصدیق کی ہے اور اپنے بعد آنے والے نبی کی پیشین گوئی اور اپنی امت کو ان پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ہمارے نبی کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے پیشتر انبیائے کرام کی تصدیق فرمائی لیکن اپنے بعد کسی نبی کی پیشین گوئی نہیں فرمائی جس کی وجہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا۔اگر کوئی نبی آنے والا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ضرور اس کی آمد سے آگاہ فرماتے اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیتے۔ہاں آپ نے اطلاع دی تو یہ دی کہ آئندہ میری امت میں ۳۰ سخت جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک اپنے متعلق گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں سب نبیوں کے آخر میں آیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(رواہ مسلم)

الغرض انبیاء کرام کا سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اس سلسلہ نبوت کی انتہا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی ہے۔اس لئے متبعین عیسیٰ علیہ السلام کو نجات آخرت حاصل کرنے کے لئے یہاں خاتمہ سورۃ پر اللہ سے ڈرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس پر بشارت سنائی جاتی ہے۔اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ حدید کا بیان پورا ہوگیا۔

سورۃ الحدید کے خواص

۱......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے کہ اسم اعظم سورۃ حدید کی چھ آیات میں ہے۔

۲......اگر جنگ میں جانے والا سورۃ الحدید لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اسے دشمن کا کوئی ہتھیار نقصان نہ پہنچائے گا۔

۳......جسے بخار ہو اس پر سورۃ الحدید پڑھی جائے۔

۴......جسے ورم ہو اس پر سورۃ الحدید پڑھ کر دم کیا جائے۔

(الدرر النظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا یہ فضل عظیم ہے کہ جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے اور تمام اپنے پیغمبروں پر ایمان رکھنے کا شرف عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی ہونا نصیب فرمائیں۔اور آپ کی محبت وعظمت کے ساتھ آپ کا اتباع بھی نصیب فرمائیں۔اور قیامت میں اپنا فضل عظیم ہمارے لئے مقدر فرمائیں اور اپنی شان غفور رحیمی سے ہماری مغفرت فرمائیں اور ہم پر رحمت فرمائیں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سُن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی، اور اللہ تعالیٰ تم دونوں

تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

کی گفتگو سن رہا تھا، اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ یقیناً سُن لی	اللّٰهُ اللہ	قَوْلَ بات	الَّتِيْ وہ عورت جو	تُجَادِلُكَ آپ سے بحث کرتی تھی	فِيْ زَوْجِهَا اپنے خاوند کے بارہ میں	
وَتَشْتَكِيْٓ اور شکایت کرتی تھی	اِلَى طرف۔کی	اللّٰهِ اللہ	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَسْمَعُ سنتا تھا	تَحَاوُرَكُمَا تم دونوں کی گفتگو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
سَمِيْعٌ سننے والا	بَصِيْرٌ دیکھنے والا					

تفسیر وتشریح: سورۃ کی ابتدائی آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ یہ آیات حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں جن کے شوہر حضرت اوس بن صامت انصاریؓ نے غصہ میں ایک بار اپنی بی بی خولہ کو یوں کہہ دیا انت علی کظهر امی یعنی تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت اور چونکہ جاہلیت میں ان الفاظ سے ہمیشگی کی علیحدگی طلاق سے بڑھ کر سمجھی جاتی تھی تو حضرت خولہ اس بارہ میں حکم دریافت کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنا پر کہ ابھی تک اس قول مشہور کے خلاف وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس قول کو قابل عمل خیال کر کے فرما دیا کہ میری رائے میں تم حرام ہو گئیں۔ وہ یہ سن کر واویلا کرنے لگیں کہ پھر میرا اور میرے بچوں کا کیسے گذر ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت خولہ نے کہا کہ میرے شوہر نے طلاق کو تو کہا نہیں پھر طلاق کیسے ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے اور فریاد کرنے لگیں کہ یا اللہ میں اپنی تنہائی اور مصیبت کی فریاد تجھ سے کرتی ہوں۔ ان بچوں کو اگر اپنے پاس رکھوں تو بھوکے مریں گے اور شوہر کے پاس چھوڑ دوں تو یونہی کسمپرسی کی حالت میں ضائع ہو جائیں گے۔ اے اللہ تو اپنے نبی کی زبان سے میری مشکل کو حل کر۔ اس پر یہ ابتدائی آیات اس سورۃ کی نازل ہوئیں اور ''ظہار'' کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان صحابیہ کی فریاد کا بارگاہ الٰہی میں قبول ہونا اور فوراً ہی وہاں سے ان کی فریاد رسی کے لئے فرمان مبارک نازل ہو جانا ایک ایسا واقعہ تھا جس کی وجہ سے حضرت خولہ کو صحابہ کرام میں ایک خاص قدر و منزلت حاصل ہو گئی۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کچھ اصحاب کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک عورت ملیں۔ انہوں نے آواز دے کر آپ کو ٹھہرا لیا۔ اور حضرت عمرؓ فوراً ٹھہر گئے اور ان کے پاس جا کر توجہ اور

ادب سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگے۔ جب وہ اپنی باتیں پوری کر چکیں اور خود لوٹ گئیں تب امیر المومنین حضرت عمرؓ بھی واپس ہوئے۔ ساتھیوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ ایک بڑھیا کے کہنے سے رک گئے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے اب تک رکنا پڑا۔ آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو یہ کون تھیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ یہ وہ عورت ہیں کہ جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی۔ یہ حضرت حولہ بنت ثعلبہ ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ رات تک مجھے کھڑا رکھتیں تو میں کھڑا رہتا بس نمازوں کے اوقات پر نماز ادا کر لیتا اور میں ان کی خدمت سے نہ ٹلتا۔ اللہ اکبر! تو اس آیت میں حضرت حولہ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی مثلاً یہ کہتی تھی کہ شوہر نے طلاق کا صیغہ تو ذکر کیا نہیں پھر حرمت کیسے ہوگئی اور کبھی اللہ کے آگے رونے اور فریاد کرنے لگتی اور اپنے رنج و غم کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تو اللہ تعالیٰ آپ کی اور اس عورت کی گفتگو سن رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تو سب ہی کچھ سنتا اور دیکھتا ہے جو گفتگو آپ کے اور اس عورت کے درمیان ہوئی وہ کیوں نہ سنتا بے شک وہ مصیبت زدہ عورت کی فریاد کو پہنچا اور ہمیشہ کے لئے اس قسم کے حوادث سے عہدہ برآ ہونے کا راستہ بتا دیا۔

اب آگے حکم ہے ظہار کا جس سے حضرت حولہ کی دادرسی فرمائی گئی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے فریاد کرنے والوں کی فریاد کو سننے والے آقا! اور اے رنج و غم کے دور فرمانے والے مالک! تیرے ہی کرم و رحم کا ہم گناہ گاروں کو بھی آسرا ہے آپ ہی ہماری فریاد رسی فرمانے والے ہیں۔

اے اللہ ہماری ہر چھوٹی بڑی۔ دینی و دنیاوی مشکل کو آسان فرما اور ہمارے تمام معاملات کو اپنی رحمت سے درست و راست فرما۔

یا اللہ ہم کو اپنی ہر مشکل میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِیْ

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں۔ وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے اُن کو

وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ

جنا ہے، اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کردینے والے بخش دینے والے ہیں۔ اور جو لوگ

يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں

يَّتَمَآسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

باہم اختلاط کریں اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ پھر جس کو میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ پیاپے

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ

دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں، پھر جس سے یہ بھی نہ ہوسکیں تو اسی کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے،

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴

وہ حکم اس لئے ہے تاکہ اللہ اور اور رسول پر ایمان لے آؤ، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور کافروں کیلئے سخت دردناک عذاب ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ جو لوگ	يُظٰهِرُوْنَ ظہار کرتے ہیں	مِنْكُمْ تم میں سے	مِنْ نِّسَآئِهِمْ اپنی بیویوں سے	مَا هُنَّ وہ نہیں	اُمَّهٰتِهِمْ ان کی مائیں		
اِنْ نہیں	اُمَّهٰتُهُمْ ان کی مائیں	اِلَّا مگر صرف	الّٰٓئِیْ وہ عورتیں	وَلَدْنَهُمْ جنہوں نے جنا ہے انہیں	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	لَيَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہیں	
مُنْكَرًا نامعقول	مِنَ الْقَوْلِ بات سے	وَزُوْرًا اور جھوٹ	وَاِنَّ اور بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَعَفُوٌّ البتہ معاف کرنیوالا	غَفُوْرٌ بخشنے والا	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ
يُظٰهِرُوْنَ ظہار کرتے ہیں	مِنْ نِّسَآئِهِمْ اپنی بیویوں سے	ثُمَّ پھر	يَعُوْدُوْنَ وہ رجوع کرلیں	لِمَا قَالُوْا اس سے جو انہوں نے کہا (قول)			
فَتَحْرِيْرُ تو آزاد کرنا لازم ہے	رَقَبَةٍ ایک غلام	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يَّتَمَآسَّا کہ ایکدوسرے کو ہاتھ لگائیں	ذٰلِكُمْ یہ			
تُوْعَظُوْنَ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے	بِهٖ اس سے۔کی	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو تم کرتے ہو	خَبِيْرٌ باخبر ہے	فَمَنْ تو جو کوئی		
لَّمْ يَجِدْ نہ پائے	فَصِيَامُ تو روزے	شَهْرَيْنِ دو مہینے	مُتَتَابِعَيْنِ لگاتار	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يَّتَمَآسَّا کہ وہ ایکدوسرے کو ہاتھ لگائیں		
فَمَنْ پھر جس	لَّمْ يَسْتَطِعْ اسے مقدور نہ ہو	فَاِطْعَامُ تو کھانا کھلائے	سِتِّيْنَ ساٹھ	مِسْكِيْنًا مساکین کو	ذٰلِكَ یہ	لِتُؤْمِنُوْا اسلئے کہ تم ایمان رکھو	
بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول	وَتِلْكَ اور یہ	حُدُوْدُ اللّٰهِ اللہ کی حدیں	وَ اور	لِلْكٰفِرِيْنَ نہ ماننے والوں کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تم میں سے جو ظہار کر بیٹھتے ہیں یعنی مثلاً بیوی کو یوں کہہ دیا کہ تو میری ماں کے مثل ہے تو اس کہنے سے بیوی واقعی ماں تو نہیں بن جاتی کہ محض اتنے لفظ پر ہمیشہ کے لئے حقیقی ماں کی طرح حرام ہو جائے۔ ماں تو دراصل وہ

ہے کہ جس نے اولاد کو جنا ہے۔ تو بیوی جس نے اس کو جنا نہیں وہ کیونکر ماں بن سکتی ہے۔ ہاں آدمی جب اپنی بدتمیزی سے ایک جھوٹی نامعقول اور بیہودہ بات کہہ دے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ کفارہ دے تب بیوی کے پاس جائے پر عورت اسی کی رہی۔ محض ظہار سے طلاق نہیں پڑ گئی۔ آگے بتلایا گیا کہ جاہلیت میں جو ایسی حرکت کر چکے وہ معاف ہے اب ہدایت آچکنے کے بعد ایسا مت کرو۔ اگر غلطی سے کر گذرے تو توبہ کر کے اللہ سے معاف کراؤ اور عورت کے پاس جانے سے پہلے کفارہ ادا کرو۔ اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام یا باندی کا آزاد کرنا قبل اس کے کہ میاں بیوی اختلاط کریں۔ آگے بتلایا گیا کہ یہ کفارہ کی مشروعیت تمہاری تنبیہ و نصیحت کے لئے ہے کہ پھر ایسی غلطی نہ کرو اور دوسرے بھی باز آئیں۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے احوال کے مناسب احکام بھیجتا ہے اور خبر رکھتا ہے کہ تم کس حد تک ان پر عمل کرتے ہو۔ آگے کفارہ کی مزید تشریح فرمائی جاتی ہے کہ اگر کسی کو غلام لونڈی آزاد کرنے لئے میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ لگاتار پے در پے دو مہینہ کے روزہ ہیں۔ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے یعنی نہ غلام آزاد کرنے کا مقدور ہو۔ اور روزہ رکھنے سے بھی مجبور ہو تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

فقہا نے کتب فقہ میں ان کفاروں کی مزید تفصیلات اور قیود و حدود بیان کی ہیں۔ مثلاً کھانا کھلانے کے قائم مقام یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو فی کس ایک صدقہ فطر کی مقدار گندم یا اُس کی قیمت دے دے۔ فطرہ کی مقدار ہمارے وزن کے اعتبار سے آدھی چھٹانک اوپر پونے دو سیر گندم ہیں یعنی احتیاطاً پورے دو سیر گندم فی کس ۶۰ مسکینوں کو دے دے۔ یا اتنے گندم کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔ اخیر میں ہدایت فرمائی ہے کہ جاہلیت کی باتیں چھوڑ کر اللہ و رسول کے احکام پر چلو جو مومن کامل کی شان ہے۔ مومنین کا یہ کام نہیں کہ اللہ کی مقررہ کردہ اور باندھی ہوئی حدود سے تجاوز کریں۔ باقی کافر جو حدود اللہ کی پروا نہیں کرتے اور اپنی رائے اور خواہش پر چلتے ہیں تو ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔ حدیث کی روایات میں آتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا ہے جیسا کہ نزول وحی کی حالت میں ہوتا تھا تو حضرت عائشہؓ نے ان صحابیہ سے کہا کہ دور ہٹ کر بیٹھو۔ یہ دور کھسک کر بیٹھ گئیں ادھر وحی نازل ہونا شروع ہوئی۔ جب وحی نازل ہو چکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورت کہاں ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے انہیں آواز دے کر بلایا آپ نے فرمایا کہ جاؤ اپنے خاوند کو لے آؤ۔ یہ دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنے شوہر کو بلا لائیں۔ آپ نے اعوذ و بسم اللہ پڑھ کر اس سورۃ کی یہ آیات سنائیں اور فرمایا کہ کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ لگاتار دو مہینہ کے روزہ رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اگر دو تین دفعہ دن میں نہ کھاؤں تو بینائی بالکل جاتی رہتی ہے۔ فرمایا کیا ۶۰ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ لیکن آپ میری امداد فرمائیں تو اور بات ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اعانت فرمائی اور ان کو کچھ غلہ عطا فرمایا اور کچھ دوسرے صحابہ نے جمع کر دیا اس طرح ۶۰ مسکینوں کو فطرے کی مقدار دے کر کفارہ ادا ہو گیا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی اس رسم طلاق کو ہٹا کر اسے شرعی ظہار مقرر فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں ظہار کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں اور اس کے ساتھ اہل اسلام کو پوری سختی کے ساتھ متنبہ فرمایا گیا ہے کہ اسلام کے بعد بھی جاہلیت کے طریقوں پر قائم رہنا اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑنا یہ ایمان کے منافی حرکت ہے۔

آگے اللہ و رسول کے عام احکامات کی مخالفت کرنے والوں کو تنبیہ و ہدایت فرمائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ان کے اصلاح کی صورتیں ظاہر فرما دے اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے کی توفیق ہم کو نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ

جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے اور ہم نے کھلے

اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا

احکام نازل کئے ہیں، اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا۔جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

پھر ان کا سب کیا ہوا اُن کو بتلادے گا، اللہ تعالیٰ نے وہ محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ

کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے،کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی

اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ

جس میں چوتھا وہ نہ ہو اور نہ پانچ کی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ

اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ

مگر وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ لوگ کہیں بھی ہوں، پھر ان کو قیامت کے روز ان کے کئے ہوئے کام بتلادے گا، بے شک

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	يُحَآدُّوْنَ وہ مخالفت کرتے ہیں	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	كُبِتُوْا وہ ذلیل کئے جائیں گے			
كَمَا كُبِتَ جیسے ذلیل کئے گئے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَقَدْ اَنْزَلْنَا اور یقیناً ہم نے نازل کی	اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ واضح آیتیں				
وَلِلْكٰفِرِيْنَ اور کافروں کیلئے	عَذَابٌ عذاب	مُّهِيْنٌ ذلت	يَوْمَ جس دن	يَبْعَثُهُمُ وہ انہیں اٹھائے گا	اللّٰهُ اللہ	جَمِيْعًا سب		
فَيُنَبِّئُهُمْ تو وہ انہیں آگاہ کرے گا	بِمَا عَمِلُوْا وہ جو انہوں نے کیا	اَحْصٰىهُ اس نے اسے گن رکھا تھا	اللّٰهُ اللہ	وَنَسُوْهُ اور وہ اسے بھول گئے تھے				
وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر	شَهِيْدٌ نگران	اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا جو		
فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	مَا يَكُوْنُ نہیں ہوتی	مِنْ کوئی	نَّجْوٰى سرگوشی	ثَلٰثَةٍ تین لوگوں میں	اِلَّا مگر	
هُوَ وہ	رَابِعُهُمْ ان میں چوتھا	وَلَا اور نہ	خَمْسَةٍ پانچ کی	اِلَّا هُوَ مگر وہ	سَادِسُهُمْ ان میں چھٹا	وَلَا اور نہ (خواہ)	اَدْنٰى کم	مِنْ ذٰلِكَ اس سے
وَلَآ اَكْثَرَ اور نہ زیادہ	اِلَّا هُوَ مگر وہ	مَعَهُمْ انکے ساتھ	اَيْنَ مَا جہاں کہیں	كَانُوْا وہ ہوں	ثُمَّ پھر	يُنَبِّئُهُمْ وہ انہیں بتلائے گا		
بِمَا عَمِلُوْا جو کچھ انہوں نے کیا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	بِكُلِّ تمام۔ہر	شَيْءٍ شے کا	عَلِيْمٌ جاننے والا			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندی کچھ ظہار ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ کوئی حکم بھی ہو اس میں اللہ اور رسول کی خلاف ورزی اچھی بات نہیں۔ ایسے لوگ یعنی حدود اللہ کی پروا نہ کرنے والے یا اپنی رائے وخواہش سے حدیں مقرر کرنے والے پہلے زمانہ میں بھی ذلیل وخوار ہوئے ہیں۔ اللہ کی روشن اور صاف صاف آیتیں سن لینے کے بعد انکار پر جمے رہنا اور خدائی احکام کی عزت واحترام نہ کرنا اپنے کو ذلت کے عذاب میں پھنساتا ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا ان الذین یحآدون اللہ ورسولہ کبتوا یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے رہتے ہیں یہ ذلیل وخوار ہوں گے تو بعض مفسرین نے اس آیت کو وسیع مفہوم میں لیا ہے اور لکھا ہے کہ مسلمان بادشاہ یا حاکم کہ جو بھی شریعت اسلامی سے الگ ہو کر قانون نکالے وہ سب اس وعید کبتوا میں داخل ہیں۔ یعنی ذلیل وخوار ہوں گے۔ اور بعض مفسرین نے اس آیت کے تحت کفار مکہ اور مشرکین ویہود عرب مراد لئے ہیں کہ جن کے حقیر وذلیل ہونے کی پیشین گوئی جلد ہی پوری ہو کر رہی۔ الغرض یہاں صاف فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے اور یہ ذلت کی سزا تو دنیا میں ہوگی رہا کافروں کو تو ان کو آخرت میں بھی ذلت کا عذاب ہوگا۔ آگے اس عذات کا وقت بتلایا جاتا ہے کہ یہ اس روز ہوگا جس روز کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھادے گا اور جو جو کام جس نے دنیا میں کئے تھے ان سب کا نتیجہ سامنے آجائے گا اور کوئی ایک عمل بھی غائب نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ سارا زندگی کا ریکارڈ محفوظ کر رکھا ہے گو ان لوگوں کو یعنی مخالفت کرنے والوں کو اپنی زندگی کے بہت سے کام یاد بھی نہ رہے ہوں گے یا ان کی طرف توجہ نہ رہی ہوگی لیکن اللہ کے ہاں وہ سب ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ سارا دفتر اس دن کھول کر سامنے رکھ دیا جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ صرف ان کے اعمال ہی پر کیا منحصر ہے۔ اللہ کے علم میں تو آسمان وزمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ کوئی مجلس، کوئی سرگوشی، کوئی خفیہ سے خفیہ مشورہ نہیں ہوتا جہاں اللہ اپنے علم محیط کے ساتھ موجود نہ ہو مثلاً جہاں تین آدمی چھپ کر مشورہ کرتے ہوں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہاں کوئی چوتھا نہیں سن رہا۔ اور پانچ کی کمیٹی یہ خیال نہ کرے کہ کوئی چھٹا سننے والا نہیں۔ تو خوب سمجھ لو کہ تین ہوں یا پانچ یا اس سے کم زیادہ اور پھر کہیں ہوں۔ کسی حالت میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنے علم محیط کے ساتھ وہاں موجود ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں۔ پھر ان سب کو ان کے کئے ہوئے کام قیامت میں بتلا دیئے جائیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی جس معیت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ اللہ جل شانہ کے علیم وخبیر۔ سمیع وبصیر ہونے کے لحاظ سے ہے اور اس ارشاد سے دراصل یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ کوئی خواہ کیسے ہی محفوظ مقام پر خفیہ مشورہ کرے تو اس کی بات دنیا بھر سے چھپ سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتی۔

الغرض چونکہ یہاں سرگوشیوں اور خفیہ باتوں کا ذکر آ گیا کہ آدمیوں کی کوئی سرگوشی اور خفیہ مشورہ ایسا نہیں ہوتا کہ جہاں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ نہ ہو اس لئے آگے منافقین کی سرگوشیوں اور خفیہ مشوروں پر جو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کرتے تھے ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ منافقین کی یہ سرگوشیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا مطیع وفرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے حکام اور امرا کے بھی یہ دل میں ڈال دے کہ اللہ کے احکام کی مخالفت دنیا میں بھی ذلت لاتی ہے اور آخرت میں تو باز پرس ہونی ہی ہے تاکہ وہ خلاف شرع قوانین کو ختم کریں۔ یا اللہ ہم کو جملہ قرآنی واسلامی احکام پر چلنا نصیب فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ

کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا پھر وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کر دیا گیا تھا اور گناہ اور زیادتی

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ

اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں، اور وہ لوگ جب آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے لفظ سے سلام کہتے ہیں

وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا ۖ

جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہیں دیتا۔ اُن کے لئے جہنم کافی ہے، اس میں یہ لوگ داخل ہوں گے

فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑧ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

سو وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ⑨

مت کرو اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرو، اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔

إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا

ایسی سرگوشی محض شیطان کی طرف سے ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے اور وہ بدون خدا کے ارادہ کے ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا،

بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑩

اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے۔

أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	إِلَى طرف۔کو	الَّذِينَ وہ جنہیں	نُهُوا منع کیا گیا	عَنِ النَّجْوَىٰ سرگوشی سے	ثُمَّ پھر	يَعُودُونَ وہ (وہی) کرتے ہیں		
لِمَا نُهُوا جس سے منع کیا گیا انہیں	عَنْهُ اس سے	وَيَتَنَاجَوْنَ وہ باہم سرگوشی کرتے ہیں	بِالْإِثْمِ گناہ سے۔کی	وَالْعُدْوَانِ اور سرکشی				
وَمَعْصِيَتِ اور نافرمانی	الرَّسُولِ رسول	وَإِذَا اور جب	جَاءُوكَ وہ آتے ہیں آپ کے پاس	حَيَّوْكَ آپکو سلام دعا دیتے ہیں	بِمَا جس سے			
لَمْ يُحَيِّكَ آپ کو دعا نہیں دی	بِهِ لفظ (اس سے)	اللَّهُ اللہ	وَيَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	فِي أَنفُسِهِمْ اپنے دل (جمع) میں				
لَوْلَا يُعَذِّبُنَا کیوں ہمیں عذاب نہیں دیتا	اللَّهُ اللہ	بِمَا نَقُولُ اس کی جو ہم کہتے ہیں	حَسْبُهُمْ ان کیلئے کافی ہے	جَهَنَّمُ جہنم				
يَصْلَوْنَهَا وہ ڈالے جائینگے اس میں	فَبِئْسَ سو بُرا	الْمَصِيرُ ٹھکانا	يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ آمَنُوا ایمان والو	إِذَا جب	تَنَاجَيْتُمْ تم باہم سرگوشی کرو		
فَلَا تَتَنَاجَوْا تو سرگوشی نہ کرو	بِالْإِثْمِ گناہ کی	وَالْعُدْوَانِ اور سرکشی	وَمَعْصِيَتِ اور نافرمانی	الرَّسُولِ رسول	وَتَنَاجَوْا اور سرگوشی کرو			
بِالْبِرِّ نیکی میں	وَالتَّقْوَىٰ اور پرہیزگاری	وَ اور	اتَّقُوا اللَّهَ اللہ سے ڈرو	الَّذِي وہ جو	إِلَيْهِ اسکی طرف۔پاس	تُحْشَرُونَ تم جمع کئے جاؤ گے		
إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	النَّجْوَىٰ سرگوشی	مِنَ الشَّيْطَانِ شیطان سے	لِيَحْزُنَ تاکہ وہ غمگین کرے	الَّذِينَ ان لوگوں کو جو	آمَنُوا ایمان لائے			
وَلَيْسَ اور نہیں	بِضَارِّهِمْ وہ ان کا بگاڑ سکتا	شَيْئًا کچھ	إِلَّا بغیر	بِإِذْنِ اللَّهِ اللہ کے حکم کے	وَ اور	عَلَى اللَّهِ اللہ پر		

	فَلْيَتَوَكَّلِ تو بھروسہ کرنا چاہئے	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن (جمع)

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں زمین وآسمان کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ کوئی مجلس۔ کوئی میٹنگ۔ کوئی خفیہ سرگوشی اور کوئی مشورہ گو کتنے ہی راز میں کیا جائے مگر اللہ تعالیٰ اپنے محیط کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔ تو مقصد یہ جتلانا تھا کہ یہ باطل سرگوشی کرنے والے اور چھپ کر اللہ کے دین اور اللہ کے رسول کی مخالفت کرنے والے ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے اس لئے کہ خدا کو ان کی سب باتوں کی خبر ہے اور وہ ان کو سزا دے گا۔ اسی سلسلہ میں بعض جزئیات وواقعات کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن کو مفسرین نے ان آیات کے اسباب نزول میں ذکر کیا ہے۔

منافقین مدینہ جو عموماً یہودی تھے مگر بظاہر مسلمانوں کا بڑھتا ہوا اثر دیکھ کر مسلمان بن گئے تھے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر سرگوشیاں کرتے۔ کانا پھوسی کر کے مجلس والوں کا مذاق اڑاتے۔ ان پر عیب پکڑتے ایک دوسرے کے کان میں اس طرح بات کہتا اور آنکھوں سے اشارہ کرتا جس سے مخلص مسلمانوں کو تکلیف ہوتی۔ اس پر ان آیات کا نزول ہوا جن میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ان لوگوں کو بھی دیکھا کہ جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا مگر وہ پھر بھی وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور سرگوشی بھی ایسی کرتے ہیں جس میں گناہ زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی باتیں ہوں۔ تو ایک گستاخی اور شرارت ان منافقین کی یہ بیان ہوئی۔ دوسری شرارت ان منافقین کی جو عموماً یہود تھے یہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو براہ شرارت بجائے السلام علیکم کے دبی زبان سے السام علیکم کہتے۔ اس کے متعلق آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے تو آپ کو دوسرے انبیاء کے ساتھ یہ دعائیں دی ہیں جیسے سلام علی المرسلین اور سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اور مومنین کی زبانوں سے کہلوایا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مگر بعض یہودی جب آپ کے پاس آتے تو بجائے السلام علیکم کے دبی زبان سے السام علیک کہتے جو ایک بددعا ہے جس کے معنیٰ ہوئے۔ (نعوذ باللہ) تمہیں موت آئے۔ گویا اللہ نے جو سلامتی کی دعا آپ کو دی تھی یہ اس کے خلاف بددعا دیتے تھے۔ پھر آپس میں کہتے کہ اگر یہ واقعی رسول ہیں تو اس کہنے سے ہم پر فوراً عذاب کیوں نہیں آتا۔ اس کا جواب دیا گیا حسبھم جھنم یعنی جلدی نہ کرو ایسا کافی عذاب جہنم کا آئے گا کہ جس کے سامنے دوسرے عذاب کی ضرورت نہ رہے گی۔

احادیث میں یہود کے متعلق آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کوئی یہودی السام علیکم کہتا تو آپ صرف وعلیک فرما دیتے اور اس طرح السام علیکم کی بددعا انہی پر الٹ کر پڑتی۔ اس کے بعد مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ سچے مسلمانوں کو منافقین کی خو سے بچنا چاہئے اور ان کو بھی ان منافقین کی سی حرکت نہ کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کے مشورہ اور سرگوشیاں۔ ظلم وعدوان۔ اور اللہ ورسول کی نافرمانی کے لئے نہیں بلکہ نیکی وتقویٰ۔ اور معقول باتوں کی اشاعت کے لئے ہونی چاہئیں۔ تو اہل ایمان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم کبھی ان منافقین کی سی حرکتیں نہ کرنا۔ جب کبھی خفیہ باتیں کرو تو وہ گناہ۔ بے ادبی اور نافرمانی کی نہیں بلکہ نیکی۔ بھلائی۔ تقویٰ اور احسان کی باتیں ہونی چاہئیں اور دیکھو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ تم سب کو ایک دن اللہ کے دربار میں جمع ہونا ہے ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے اس سے کسی کا ظاہر وباطن پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا اس سے ڈر کر نیکی اور پرہیزگاری کی بات چیت کرو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کانا پھوسی اور سرگوشی شیطانی حرکت ہے اور یہ کانا پھوسی منافقین کی اس غرض سے تھی کہ مسلمان رنجیدہ اور دلگیر ہوں اور گھبرا جائیں کہ نہ معلوم ہماری نسبت یہ لوگ کیا منصوبے سوچ رہے ہوں گے۔ یہ کام شیطان ان سے کرا رہا تھا مگر مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ شیطان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس کے قبضہ میں کیا ہے؟ نفع نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا حکم نہ ہو تو کتنے ہی مشورہ کر لیں اور منصوبے گانٹھ لیں تمہارا بال بیکا نہ ہوگا لہٰذا تم کو غمگین و دلگیر ہونے کی بجائے اپنے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ تو یہاں آیت میں سرگوشی یعنی کانا پھوسی کو شیطانی حرکت بتلایا گیا ہے اسی لئے حدیث میں ممانعت آئی ہے کہ مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر دو شخص آپس میں کانا پھوسی کرنے لگیں کیونکہ اس سے وہ تیسرا شخص غمگین ہوگا اور فکرمند ہوگا کہ یہ شاید میرے ہی متعلق میری کسی حرکت پر کانا پھوسی کر رہے ہیں۔ تو اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

اب آگے اہل ایمان کو مجلسی تہذیب کے کچھ آداب بتلائے گئے ہیں اور بعض معاشرتی عیوب کے دور کرنے کی ہدایات دی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ

اے ایمان والو جب تم سے کہا جاوے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو اللہ تعالیٰ کو کھلی جگہ دے گا،

لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ

اور جب یہ کہا جاوے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪

جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ کو سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

يَاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا مومنو!	اِذَا قِيْلَ جب کہا جائے	لَكُمْ تمہیں	تَفَسَّحُوْا تم کھل کر بیٹھو	فِي الْمَجٰلِسِ مجلسوں میں	
فَافْسَحُوْا تو تم کھل کر بیٹھ جایا کرو	يَفْسَحِ اللّٰهُ کشادگی بخشے گا اللہ	لَكُمْ تمہیں	وَ اور	اِذَا قِيْلَ جب کہا جائے	انْشُزُوْا تم اُٹھ کھڑے ہو	
فَانْشُزُوْا تو اٹھ جایا کرو تم	يَرْفَعِ اللّٰهُ بلند کرے گا اللہ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں کو		
اُوْتُوا الْعِلْمَ علم عطا کیا گیا	دَرَجٰتٍ درجے	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا اس سے جو کچھ	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	خَبِيْرٌ باخبر	

تفسیر و تشریح: ان آیات کا نزول بھی ایک واقعہ سے متعلق ہے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے چھپر کے نیچے تشریف رکھتے تھے۔ مجلس میں مجمع زیادہ تھا اور جگہ تنگ تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جو مہاجر اور انصارؓ بدر کی لڑائی میں آپ کے ساتھ تھے آپ ان کی بڑی عزت اور تکریم کیا کرتے تھے۔ اس دن اتفاق سے چند بدری صحابہ ذرا دیر سے مجلس میں آئے اور بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ وہ حضرات اس امید پر کھڑے رہے کہ ذرا مجلس میں کشادگی دیکھیں تو بیٹھ جائیں لیکن اہل مجلس میں سے کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا جوان بدری صحابہ کے لئے جگہ ہو جاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو نام لے لے کر بعض اہل مجلس کو اٹھنے کے لئے فرمادیا اور ان کی جگہ بدری صحابیوں کو بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ جو اہل مجلس کھڑے کرائے گئے تھے ان کو کچھ گراں گزرا اور منافقین کے ہاتھ ایک شغلہ لگ گیا۔ لگے طعن کرنے کہ یہ کون سی انصاف کی بات ہے کہ جو لوگ شوق سے پہلے آئے۔ اپنے نبی کے قریب جگہ لی۔ اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ انہیں تو اپنی جگہ سے کھڑا کر دیا گیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ دلوادی۔ یہ کیا عدل و انصاف ہے ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تاکہ کھڑے ہونے والوں کے دل میلے نہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے بھائی کے لئے مجلس میں جگہ کھول دے۔ اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنتے ہی صحابہ نے فوراً خود بخود اپنی جگہ سے ہٹنا اور آنے والوں کو جگہ دینا شروع کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اہل ایمان کو کچھ مجلس کے آداب تعلیم فرمائے گئے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے حکم کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس تک محدود سمجھا ہے لیکن بعض مفسرین نے اس حکم کو عام فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ مسلمانوں کی مجالس کے لئے یہ ایک عام ہدایت ہے کہ اگر کسی مجلس میں پہلے سے لوگ بیٹھے ہوں اور بعد میں مزید کچھ لوگ آئیں تو پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو چاہئے کہ وہ خود نئے آنے والوں کو جگہ دیں اور حتی الامکان کچھ سکڑ اور سمٹ کر ان

کے لئے کشادگی پیدا کریں۔ یہ حکم تو آیت میں پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیا گیا اور بعد میں آنے والوں کو رسول اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں یہ ہدایت فرمائی کہ کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ تم لوگ خود دوسروں کے لئے جگہ کشادہ کردو۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر گھس جائے۔ اس میں ہدایت آنے والوں کے لئے ہے کہ وہ زبردستی مجلس کے اندر نہ گھسیں اور کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی کوشش نہ کریں۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اب بھی اس قسم کی انتظامی چیزوں میں صدر مجلس کے احکام کی اطاعت کرنا چاہئے۔ اسلام ابتری اور بدنظمی نہیں سکھلاتا بلکہ انتہائی نظم اور شائستگی سکھلاتا ہے اور جب عام مجالس میں یہ حکم ہے تو میدان جہاد اور صفوف نماز اور صفوف جنگ میں تو اس سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی صفوں کی درستی کے وقت ہمارے مونڈھے خود پکڑ پکڑ کر ٹھیک ٹھاک کرتے اور زبانی بھی فرماتے جاتے۔ سیدھے رہو اور ٹیڑھے ترچھے نہ کھڑے ہوا کرو۔ دانائی اور عقلمندی والے مجھ سے بالکل قریب رہیں پھر درجہ بہ درجہ۔

الغرض آیت میں ایک ہدایت تو ایمان والوں کو مخاطب کر کے یہ دی گئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اولی الامر یا واجب الاطاعت لوگوں میں سے کوئی کہے کہ مجلس میں جگہ کھول دو جس میں آنے والے کو بھی جگہ مل جائے تو تم جگہ کھول دیا کرو اور آنے والے کو جگہ دے دیا کرو۔ دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ جب کسی ضرورت سے یہ کہا جاوے کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔ آگے بتلایا گیا کہ سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب وتہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے اہل علم واہل ایمان جس قدر کمالات ومراتب میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے درجہ اور زیادہ بلند کرتا ہے یہ متکبر یا جاہل گنوار کا کام ہے کہ اتنی سی بات پر لڑے کہ مجھے یہاں سے کیوں اٹھا دیا اور وہاں کیوں بٹھا دیا۔ یا مجلس سے اٹھ جانے کو کیوں کہا؟ اس میں منافقین کے طرز عمل اور ان کے طعن کا جواب بھی ہوگیا۔

آگے ایمان والوں کو خطاب کر کے بعض دوسرے احکام دیئے جارہے ہیں جن کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پورا پورا متبع اور فرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں۔ اور آپ کے ہر چھوٹے بڑے حکم کی دل وجان سے اطاعت کرنے کا جذبہ عطا فرمائیں۔ یا اللہ دین کی صحیح فہم اور دین کا علم ہم کو عطا فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اور جو منافقین اور اعدائے دین اس وقت بھی اسلام دشمنی میں لگے ہوئے ہیں یا اللہ انکی شرارتوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ شریعت اسلامیہ نے جو ہر معاملہ میں ہم کو نظم اور انتظام کی تعلیم دی ہے اس سے ہم اب بے بہرہ ہوتے جارہے ہیں اسی وجہ سے ہمارے معاملات میں بدنظمی اور ابتری نے جگہ لے لی ہے یا اللہ ہماری دین دنیا کی صلاح وفلاح کیلئے جو تعلیمات وآداب زندگی شریعت مطہرہ نے تعلیم فرمائے ہیں ہمیں ان کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور پھر ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت عطا فرما۔ یا اللہ یہود ونصاریٰ کے اور مغربیت کے جو اطوار ہم میں گھستے آرہے ہیں ان سے ہمیں کراہت اور نفرت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ

اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو

صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، پھر اگر تم کو مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ

کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو جب تم نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی

عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ

تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرواور اللہ اور رسول کا کہنا مانا کرو، اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

پوری خبر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا مومنو!	اِذَا جب	نَاجَيْتُمُ تم کان میں بات کرو	الرَّسُوْلَ رسول	فَقَدِّمُوْا تو تم دے دو	بَيْنَ يَدَيْ پہلے	
نَجْوٰىكُمْ اپنی سرگوشی	صَدَقَةً کچھ صدقہ	ذٰلِكَ یہ	خَيْرٌ لَّكُمْ بہتر تمہارے لئے	وَ اَطْهَرُ اور زیادہ پاکیزہ	فَاِنْ پھر اگر		
لَّمْ تَجِدُوْا تم نہ پاؤ	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ رحم کرنے والا	ءَاَشْفَقْتُمْ کیا تم ڈر گئے	اَنْ تُقَدِّمُوْا کہ تم دے دو		
بَيْنَ يَدَيْ پہلے	نَجْوٰىكُمْ اپنی سرگوشی	صَدَقٰتٍ صدقات	فَاِذْ سو جب	لَمْ تَفْعَلُوْا تم نہ کر سکے	وَ تَابَ اور درگزر فرمایا	اللّٰهُ اللہ	
عَلَيْكُمْ تم پر	فَاَقِيْمُوا تو قائم کرو تم	الصَّلٰوةَ نماز	وَ اور	اٰتُوا الزَّكٰوةَ ادا کرو زکوٰۃ	وَ اَطِيْعُوا اور تم اطاعت کرو	اللّٰهَ اللہ	
وَ رَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	وَ اللّٰهُ اور اللہ	خَبِيْرٌۢ باخبر	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو تم کرتے ہو				

تفسیر وتشریح: منافقین مدینہ جو عموماً یہودی تھے مسلمانوں اور اسلام کا بڑھتا ہوا زور اور شوکت دیکھ کر بظاہر مسلمان ہو گئے تھے لیکن دل سے انہوں نے اسلام کو قبول نہ کیا تھا اس لئے در پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اہل ایمان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ انہی منافقین کی شرارتوں کے واقعات گزشتہ سے بیان ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ منجملہ ان کی ایذا رسانیوں کے ایک امر یہ بھی تھا کہ منافقین وقت بے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کے لئے آ جایا کرتے تھے۔ منافقین بے فائدہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کان میں کرتے کہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتائیں۔ دیکھا دیکھی بعض مسلمانوں میں سے غیر مہم باتوں میں سرگوشی کر کے اتنا وقت لے لیتے تھے کہ دوسروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ہونے کا موقع نہ ملتا تھا۔ یا کسی وقت آپ خلوت چاہتے تو اس میں بھی تنگی ہوتی تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مروت اور اپنے اخلاق کریمانہ کے سبب کسی کو منع نہ فرماتے اگرچہ آپ کو تکلیف ہی ہوتی۔ اللہ رب العزت نے اس کی بندش یوں فرمائی کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ یا راز کی باتیں کرنے آئیں۔ وہ فقراء اور مساکین کے لئے صدقہ بھی

کچھ لائیں۔ چنانچہ ان آیات میں حکم ہوا کہ جو صاحب مقدرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنا چاہے وہ اس سے پہلے کچھ خیرات کر کے آیا کرے۔ تو اس صدقہ کے حکم میں کئی مصلحتیں اور فائدے تھے۔ اوّل تو یہ کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہے۔ دوسرے یہ کہ مخلصین اور غیر مخلصین کا امتحان ہو جائے۔ تیسرے غربا اور فقرا کو فائدہ پہنچانا چوتھے صدقہ کرنے والے کے نفس کا تزکیہ اور پانچویں سب سے بڑھ کر مصلحت سرگوشیوں کا انسداد تھا۔ ہاں جس کے پاس خیرات وصدقہ کرنے کو کچھ بھی نہ ہو اس سے یہ قید معاف ہے۔ جب یہ حکم اترا تو منافقین نے مارے بخل و کنجوسی کے وہ عادت چھوڑ دی اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سرگوشیاں کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اسی لئے یہ قید صدقہ کرنے کی لگائی گئی ہے چنانچہ اس لطیف تدبیر کے ساتھ سرگوشی بہت کم ہو گئی۔ روایات میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ حکم آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کتنا صدقہ مقرر کیا جائے؟ کیا ایک دینار؟ میں نے عرض کیا کہ یہ لوگ کی مقدرت سے زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا نصف دینار؟ میں نے عرض کیا کہ لوگ اس کی بھی قدرت نہیں رکھتے۔ فرمایا پھر کتنا؟ میں نے عرض کیا ایک جو برابر سونا۔ آپ نے فرمایا تم تو بڑے ہی زاہد ہو یعنی تم نے اتنی کم مقدار کا مشورہ دیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کردی۔ اس صدقہ کے حکم کے بعد دوسرا حکم بعد میں نازل ہو گیا جس نے صدقہ کے وجوب کو منسوخ کر دیا چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ صدقہ کا حکم دینے سے جو مقصد تھا حاصل ہو گیا اب یہ وقتی حکم اٹھا لیا گیا اور اس کا وجوب منسوخ ہو گیا لیکن اب چاہئے کہ ان احکام کی اطاعت میں ہمہ تن لگے رہو جو کبھی منسوخ ہونے والے نہیں مثلاً مقررہ نمازیں باقاعدہ ادا کرتے رہو۔ زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری پر کمر باندھ لو اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سارے کاموں کی خبر ہے۔

اب یہاں اہل ایمان کو تین باتوں کا حکم دیا گیا ایک فاقیموا الصلوٰۃ. دوسرے واتوا الزکوٰۃ اور تیسرے واطیعوا اللہ ورسولہ. یعنی نماز کے قائم کرنے کا۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے کا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا۔ اب یہ تینوں چیزیں جس میں تمام ایمان واسلام کا خلاصہ آ گیا عمل سے تعلق رکھتی ہیں اور عمل کے لئے پہلے علم کی ضرورت ہے اگر عمل کا صحیح علم نہ ہوگا تو وہ عمل خاطر خواہ طریقہ پر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر نماز کے متعلق صحیح علم نہ ہوگا کہ کیا اس کے فرائض ہیں۔ کیا واجبات ہیں۔ کیا سنن و مستحبات ہیں۔ کیا ظاہری آداب اور کیا باطنی آداب ہیں تو وہ خاطر خواہ نماز کیسے ادا کر سکتا ہے۔ الغرض ہر عمل سے پہلے اس کے متعلق ضروری علم حاصل ہونا لازمی ہے۔ اب یہاں جانی عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز کا ذکر فرمایا گیا۔ اور مالی عبادات میں نہایت اہم زکوٰۃ ادا کرنے کو فرمایا گیا اور دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں ہر وقت اور ہر آن کے عمل میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اب ۲۴ گھنٹہ دن رات میں اللہ رسول کی اطاعت جب ہی ہو سکے گی جبکہ ہر عمل کے وقت اللہ اور رسول کے حکم کا علم ہو۔ پس معلوم ہوا کہ مسلمان بننے اور مومن ہونے کے لئے ضروری دین کا علم پہلے ہونا چاہئے اور اس کے بعد عمل۔ یہ تو قرآنی حکم ہے اللہ جل شانہ کا اب اس حکم کی تکمیل کے لئے ہم اپنی حالت پر غور کریں اور اپنے علم وعمل کو ان تینوں امور کے متعلق ذرا جانچ لیں۔ یعنی اقیموا الصلوٰۃ اور اتوا الزکوٰۃ کے متعلق اور ۲۴ گھنٹہ کی زندگی میں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے متعلق اور اس ۲۴ گھنٹہ کی زندگی میں آپ کے تمام امور زندگی آ گئے۔ خواہ تجارت ہو۔ خواہ صنعت وحرفت ہو۔ خواہ لین دین ہو۔ خواہ کھانا پینا ہو۔ خواہ سونا جاگنا۔ آرام کرنا ہو۔ خواہ تفریح ہو۔ بہرحال اگر آپ کو یآیھا الذین امنوا کے لقب سے پکارا جانا منظور ہے تو ۲۴ گھنٹہ کی دن رات کی زندگی کے ہر آن اور ہر ساعت میں اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا ہوگی ورنہ اس کے خلاف کرنے پر پھر یآیھا الذین امنوا کے خلاف اور کوئی لقب اپنے لئے تجویز کرنا ہوگا۔ اب فیصلہ ہر ایک کو کرنا ہے کہ وہ اپنے لئے کیا لقب پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو یآیھا الذین امنوا ہی کے لقب کو پسند کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے اور عمل سے پہلے ضروری علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب اس کے بعد منافقین کو جو سچے دل سے اسلام نہیں لائے تھے اور در پردہ مخالفین اسلام یعنی یہود سے ملے ہوئے تھے ان کو وعید سنائی جاتی ہے اور اس منافقت کا انجام بتلایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ

کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب کیا ہے، یہ لوگ نہ تو تم میں ہیں اور نہ ان ہی میں ہیں،

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝۱۴ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ

اور جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے، بے شک وہ بُرے بُرے

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۵ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ

کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے پھر خدا کی راہ سے روکتے رہتے ہیں سو ان کیلئے

عَذَابٌ مُهِينٌ ۝۱۶ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ

ذلت کا عذاب ہونے والا ہے۔ ان کے اموال اور اولاد اللہ سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے، یہ لوگ

أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝۱۷ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا

دوزخی ہیں وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جس روز ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا سو یہ اس کے روبرو بھی قسمیں کھا جاویں گے جس طرح

يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝۱۸ اسْتَحْوَذَ

تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں اور یوں خیال کریں گے، کہ ہم کسی اچھی حالت میں ہیں خوب سُن لو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں ان پر شیطان نے

عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ

پورا تسلط کرلیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی یہ لوگ شیطان کا گروہ ہے، خوب سن لو کہ یہ شیطان کا گروہ

هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝۱۹

ضرور برباد ہونے والا ہے۔

أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	إِلَى طرف۔کو	الَّذِينَ تَوَلَّوْا جو لوگ دوستی کرتے ہیں	قَوْمًا ان لوگوں سے	غَضِبَ اللَّهُ اللہ نے غضب کیا			
عَلَيْهِمْ ان پر	مَا هُمْ نہ وہ	مِنْكُمْ تم میں سے	وَلَا اور نہ	مِنْهُمْ ان میں سے	وَيَحْلِفُونَ اور وہ قسم کھا جاتے ہیں	عَلَى الْكَذِبِ جھوٹ پر	
وَهُمْ حالانکہ وہ	يَعْلَمُونَ جانتے ہیں	أَعَدَّ اللَّهُ تیار کیا اللہ نے	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابًا عذاب	شَدِيدًا سخت	إِنَّهُمْ بیشک وہ	سَاءَ برا
مَا جو کچھ	كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ کرتے تھے	اتَّخَذُوا انہوں نے بنالیا	أَيْمَانَهُمْ اپنی قسمیں	جُنَّةً ڈھال	فَصَدُّوا پس انہوں نے روک دیا		
عَنْ سے	سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کا راستہ	فَلَهُمْ تو ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	مُهِينٌ ذلت کا	لَنْ تُغْنِيَ ہرگز نہ بچا سکیں گے	عَنْهُمْ ان سے۔کو	
أَمْوَالُهُمْ انکے مال	وَلَا اور نہ	أَوْلَادُهُمْ ان کی اولاد	مِنَ اللَّهِ اللہ سے	شَيْئًا کچھ۔ذرا	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	أَصْحَابُ النَّارِ دوزخ والے۔جہنمی	
هُمْ وہ	فِيهَا اس میں	خَالِدُونَ ہمیشہ رہیں گے	يَوْمَ جس دن	يَبْعَثُهُمُ انہیں اٹھائے گا	اللَّهُ اللہ	جَمِيعًا سب	فَيَحْلِفُونَ تو وہ قسمیں کھائیں گے

18 لَهٗ اس کیلئے	كَمَا جیسے	يَحْلِفُوْنَ وہ قسمیں کھاتے ہیں	لَكُمْ تمہارے لئے۔سامنے	وَيَحْسَبُوْنَ اور وہ گمان کرتے ہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ		
عَلٰى شَيْءٍ کسی شے پر	اَلَآ یادرکھو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	هُمُ وہی	الْكٰذِبُوْنَ جھوٹے	اِسْتَحْوَذَ غالب آگیا	عَلَيْهِمُ ان پر	الشَّيْطٰنُ شیطان
فَاَنْسٰهُمْ تو اس نے انہیں بھلا دی	ذِكْرَ اللّٰهِ اللہ کی یاد	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	حِزْبُ الشَّيْطٰنِ شیطان کا گروہ	اَلَآ یادرکھو	اِنَّ بیشک		
حِزْبَ الشَّيْطٰنِ شیطان کاگروہ	هُمُ وہی	الْخٰسِرُوْنَ گھاٹا پانے والے					

تفسیر وتشریح: گذشتہ ایک رکوع میں برابر منافقین سے متعلق بعض واقعات بتائے گئے کہ یہ کس طرح باہم مسلمانوں کیخلاف سرگوشیاں کیا کرتے تھے۔ آگے منافقین کا انجام جو آخرت میں منافقت کی وجہ سے ہوگا وہ سنایا جاتا ہے اور ان کو شیطان کا گروہ قرار دیا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منافقین نے ایسے لوگوں سے دوستی اور میل جول کر رکھا ہے جن پر اللہ نے اپنا غضب نازل کیا ہے مراد اس سے مدینے کے یہودی ہیں۔ منافقین چونکہ پہلے یہودی تھے اس لئے ان کی دوستی بھی یہود سے تھی کیونکہ یہ دل سے تو ایمان لائے نہ تھے محض ظاہر میں پالیسی کے ماتحت مسلمان بن گئے تھے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافق نہ پوری طرح مسلمانوں میں شامل ہیں کیونکہ دل سے کافر ہیں اور نہ پوری طرح یہود میں شامل ہیں کیونکہ بظاہر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یعنی مخلصانہ اور سچا تعلق ان منافقین کا نہ اہل ایمان سے ہے اور نہ یہود سے انہوں نے دونوں طرف رشتہ محض اپنی اغراض کے لئے جوڑ رکھا ہے۔ آگے ان منافقین کے متعلق مزید بتلایا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے آگے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ سچے ایماندار ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا اور ہادی مانتے ہیں اور اسلام اور اہل اسلام کے ہم وفادار ہیں اور پھر ستم یہ کہ بے خبری اور غفلت سے ایسی قسمیں نہیں کھاتے بلکہ جان بوجھ کر دیدہ دانستہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں آگے ان کو وعید سنائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ سورہ نسآء پانچویں پارہ میں ارشاد ہوا ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ یقیناً منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔ لکھا ہے کہ جہنم کے سات طبقہ ہیں اول طبقہ گناہ گار مسلمانوں اور ان کفار کے لئے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے مخصوص ہے۔ دیگر طبقات مشرکین۔ آتش پرست' دھریئے' یہود۔ نصاریٰ اور منافقین کے لئے مقرر ہیں۔ الغرض منافقوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچا طبقہ مقرر ہے جس میں سب طبقوں سے زیادہ شدید عذاب ہوگا۔ یہ ہے سزا نفاق کی کیونکہ نفاق سے بدتر کام کونسا ہوگا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے جان و مال کو بچاتے ہیں اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دوستی کے پیرایہ میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پا سکتے بلکہ سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے اور جب سزا کا وقت آئے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہ بچا سکے گا نہ مال کام آئے گا نہ اولاد جن کی حفاظت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں۔ آگے ان کے نفاق کی سزا کو صراحت وتعین کے ساتھ فرما دیا کہ یہ لوگ جہنمی ہیں اور جہنم میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کو رہنے والے کہ کبھی بھی وہاں سے چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ اور پھر ان منافقین کی یہاں دنیا میں پڑی ہوئی جھوٹی قسمیں کھانے کی عادت آخرت میں بھی نہ جائے گی۔ جس طرح آج مسلمانوں کے سامنے جھوٹ بول کر بچ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں

اور بڑی اچھی چال چل رہے ہیں اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھانے کو تیار ہو جاویں گے کہ پروردگار ہم تو ایسے نہ تھے تو خوب سن لو کہ یہ منافقین بڑے ہی جھوٹے ہیں کہ جو خدا کے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے نہ چوکیں گے اور یہ جتنی حرکات منافقین کی اوپر مذکور ہوئیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے اور شیطان جس پر پوری طرح قابو کر لے اس کا دل دماغ اسی طرح مسخ ہو جاتا ہے اور اسے کچھ یاد نہیں رہتا کہ خدا بھی کوئی ہے۔ واقعی یہ لوگ یعنی منافقین شیطان کا گروہ ہے اور یہ سمجھ لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔ شیطانی لشکر کا انجام یقیناً خراب ہے نہ دنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں۔ نہ آخرت میں عذاب شدید سے نجات پانے کی کوئی سبیل ہے۔

یہاں ان آیات میں منافقین کی جن کو شیطانی گروہ قرار دیا گیا چند مخصوص خصلتیں اور عادتیں ظاہر فرمائی گئی ہیں۔

اوّل یہ کہ منافقین کی دوستی اللہ کے دشمنوں اور مغضوب بندوں اور بیدینوں سے بھی رہتی ہے۔

دوسرے یہ کہ منافقین قسمیں بہت کھاتے ہیں حتیٰ کہ جھوٹ بات پر بھی قسمیں کھا لیتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ وہ حقیقی دین سے اور خدائی احکام سے دوسروں کو روکتے اور بہکاتے رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتلا دیا کہ یہ لوگ خواہ کتنی ہی قسمیں کھا کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلائیں لیکن درحقیقت یہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں اور انجام کار تباہ و برباد ہو کر رہیں گے۔

اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر ان منافقین کے مقابلہ میں سچے اہل ایمان کی صفات اور شناخت بتائی گئی اور ان کا انجام بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل باطل کی دوستی سے بچائیں اور بے دینوں کی رفاقت سے علیحدہ رکھیں اور ہم کو اہل اسلام اور اہل ایمان سے سچی دوستی و محبت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں شیطانی گروہ سے علیحدہ رکھئے۔ اور ان میں شامل ہونے سے بچایئے۔

یا اللہ نفاق کی خصلتوں اور عادتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور منافق قسم کے لوگوں کی شرارتوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۝٢٠ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں

وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝٢١ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ

آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو یا وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی

أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ

یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے، اور ان کو ایسے باغوں میں داخل

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ

کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے،

أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝٢٢

یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سُن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ جو لوگ	يُحَادُّونَ اللَّهَ مخالفت کرتے ہیں اللہ کی	وَرَسُولَهُ اور اسکے رسول	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	فِي میں	الْأَذَلِّينَ ذلیل لوگ	
كَتَبَ اللَّهُ لکھ دیا (فیصلہ کردیا) اللہ	لَأَغْلِبَنَّ میں ضرور غالب آؤں	أَنَا میں	وَرُسُلِي اور میرے رسول	إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ	قَوِيٌّ قوی		
عَزِيزٌ غالب	لَا تَجِدُ تم نہ پاؤ گے	قَوْمًا وہ قوم (لوگ)	يُؤْمِنُونَ وہ ایمان رکھتے ہیں	بِاللَّهِ اللہ پر	وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور آخرت کا دن		
يُوَادُّونَ وہ دوستی رکھتے ہوں	مَنْ جو۔جس	حَادَّ اللَّهَ مخالفت کی اللہ کی	وَرَسُولَهُ اور اس کے رسول کی	وَلَوْ خواہ	كَانُوا وہ ہوں		
آبَاءَهُمْ اسکے باپ دادا	أَوْ یا	أَبْنَاءَهُمْ اسکے بیٹے	أَوْ یا	إِخْوَانَهُمْ ان کے بھائی	أَوْ یا	عَشِيرَتَهُمْ ان کا کنبہ	أُولَٰئِكَ یہی لوگ
كَتَبَ لکھ دیا (ثبت کردیا)	فِي قُلُوبِهِمْ ان کے دلوں میں	الْإِيمَانَ ایمان	وَأَيَّدَهُمْ اور ان کی مدد کی	بِرُوحٍ روح (غیبی فیض) سے			
مِنْهُ اپنے سے	وَيُدْخِلُهُمْ اور وہ داخل کریگا انہیں	جَنَّاتٍ باغات	تَجْرِي بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْأَنْهَارُ نہریں		
خَالِدِينَ ہمیشہ رہیں گے	فِيهَا ان میں	رَضِيَ راضی ہوا	اللَّهُ اللہ	عَنْهُمْ ان سے	وَرَضُوا اور وہ راضی	عَنْهُ اس سے	أُولَٰئِكَ یہی لوگ
حِزْبُ اللَّهِ اللہ کا گروہ	أَلَا إِنَّ خوب یاد رکھو بیشک	حِزْبَ اللَّهِ اللہ کا گروہ	هُمُ وہی	الْمُفْلِحُونَ کامیاب ہونے والے			

تفسیر وتشریح: یہ سورہ مجادلہ کی آخری آیات ہیں۔ اوپر منافقین جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے مگر دل سے کافر تھے۔ ان کے متعلق بتلا دیا گیا تھا آگے سچے اہل ایمان کی شناخت بتلائی جاتی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان لائے اور انہوں نے قیامت و

آخرت پر یقین کر لیا ناممکن ہے کہ وہ دشمنان خدا سے دلی محبت رکھیں اگر چہ رشتہ ناطہ میں وہ ان کے باپ بیٹے بھائی اور کنبہ برادری ہی والے کیوں نہ ہوں۔ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے پختہ ایمان جما دیا ہے اور پتھر کی لکیر کی طرح ثبت کر دیا ہے اور ان کے قلوب کو اپنے فیض سے قوت دے کر قوی بنا دیا ہے اور ان کو جنت کے ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جہاں سے کبھی نہ نکالے جائیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور یہ خدا سے خوش ہوں گے۔ ایسے پکے اور سچے ایمان والے لوگ اللہ کے گروہ میں شامل ہوں گے اور یہی کامیاب گروہ ہے۔

ان آیات کے صحیح مصداق اور ان مذکورہ صفات کے حامل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے ان کی شان یہی تھی کہ اللہ و رسول کے معاملہ میں انہوں نے کسی چیز اور کسی شخص کی پروا نہیں کی روایات میں آتا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے کفار قیدیوں کی نسبت صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے تاکہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں اور مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے آلات حرب جمع کر لیں اور یہ چھوڑ دیئے جائیں کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل اسلام کی طرف پھیر دے اور پھر یہ ہمارے مددگار اور معین ثابت ہوں لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی رائے اس کے خلاف پیش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہے اس کے حوالہ کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے قتل کر دے۔ ہم اللہ تعالیٰ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکوں کی کوئی محبت نہیں۔ مجھے میرا افلاں رشتہ دار سونپ دیجئے۔ اور حضرت علی کے حوالہ عقیل کو کر دیجئے اور فلاں صحابی کو فلاں کافر دے دیجئے۔ مگر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے پسند فرمائی۔ اسی جنگ بدر میں حضرت مصعب بن عمیر کے حقیقی بھائی ابوعزیز بن عمیر کو ایک انصاری پکڑ کر باندھ رہے تھے۔ حضرت مصعب نے جو دیکھا تو پکار کر کہا کہ ذرا مضبوط باندھنا۔ اس کی ماں بڑی مالدار ہے اس کی رہائی کے لئے وہ تمہیں بہت سا فدیہ دے گی۔ ابوعزیز قیدی نے کہا کہ تم بھائی ہو کر یہ بات کہہ رہے ہو؟ حضرت مصعب نے جواب دیا۔ اس وقت تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں گرفتار کئے ہوئے ہے۔ جنگ احد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے مقابلہ میں نکلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔ حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث نے اپنے اپنے اقارب عتبہ۔ شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہؓ نے جو مخلص مسلمان تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ حکم دیں تو اپنے باپ کا سر کاٹ کر خدمت میں حاضر کروں۔ آپ نے منع فرمایا دیا الغرض صحابہ کرام نے ہر موقع پر اپنے مشرک اقربا سے دل کھول کر جنگ کی اور ہر موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حیاۃ طیبہ میں بھی اور بعد میں بھی دین پر ایسے ہی ثابت قدم رہے جیسا کہ ان آیات میں فرمایا گیا۔ یہ جملہ صفات اور خوبیاں جو ان آیات میں بیان فرمائی گئیں حضرات صحابہ کو نصیب ہوئیں۔ یہاں آیت میں رضی اللہ عنہم جو فرمایا تو اسی لئے صحابہ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنے اور لکھنے کا دستور اہل سنت والجماعت میں قدیم سے ہو گیا۔ جواب بھی جاری ہے اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

سورۃ المجادلۃ کے خواص

۱۔ مریض اگر بے چین ہو تو اس کے پاس سورۃ المجادلہ پڑھنے سے اسے تسکین ملے گی اور سو جائے گا اگر تکلیف و درد ہے تو جاتا رہے گا۔

۲۔۔۔۔۔ جو آدمی دن رات کو سورۃ المجادلہ پڑھے تو وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ (الدرر النظیم)

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ هُوَ الَّذِىْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو

كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا

ان کے گھروں سے پہلی ہی بار اکٹھا کرکے نکال دیا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا

اور انہوں نے یہ گمان کررکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے سو ان پر خدا ایسی جگہ سے پہنچا کہ اُن کو خیال بھی نہ تھا،

وَقَذَفَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ

اور اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اُجاڑ رہے تھے

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِى الْاَبْصَارِ ②

سو اے دانش مندو! عبرت حاصل کرو۔

سَبَّحَ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کی	مَا جو	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِى الْاَرْضِ زمین میں	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب
الْحَكِيْمُ حکمت والا	هُوَ الَّذِىْ وہی ہے جس نے	اَخْرَجَ نکالا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	مِنْ سے۔کے			
اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب	مِنْ سے	دِيَارِهِمْ انکے گھروں	لِاَوَّلِ الْحَشْرِ پہلے اجتماع (لشکر) پر	مَا ظَنَنْتُمْ تمہیں گمان نہ تھا			
اَنْ يَّخْرُجُوْا کہ وہ نکلیں گے	وَظَنُّوْٓا اور وہ خیال کرتے تھے	اَنَّهُمْ کہ وہ	مَّانِعَتُهُمْ انہیں بچالیں	حُصُوْنُهُمْ ان کے قلعے	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے		
فَاَتٰىهُمُ تو ان پر آیا	اللّٰهُ اللہ	مِنْ حَيْثُ جہاں سے	لَمْ يَحْتَسِبُوْا انہیں گمان نہ تھا	وَقَذَفَ اور اس نے ڈالا	فِىْ قُلُوْبِهِمُ انکے دلوں میں		
الرُّعْبَ رعب	يُخْرِبُوْنَ وہ برباد کرنے لگے	بُيُوْتَهُمْ اپنے گھر	بِاَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھوں سے	وَاَيْدِى اور ہاتھوں	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں		
فَاعْتَبِرُوْا تو تم عبرت پکڑو	يٰٓاُولِى الْاَبْصَارِ اے آنکھوں والو						

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی دوسری آیت میں حشر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ حشر کے لفظی معنی ہیں لوگوں کو اکٹھا کرنا۔ ان کو گھیرنا۔ اس میں یہود کے اکٹھا کرنے اور ان کو گھیرنے اور گھروں سے نکالنے کا ذکر ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا علامتی نام سورہ حشر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس سورۃ کا نام سورہ بنی نضیر کہا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ پوری سورۃ غزوہ بنی نضیر ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

بنی نضیر جو یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا اور جو مدینہ سے مشرق کی طرف قریب دو میل کے فاصلہ پر آباد تھا اور بڑی بڑی جائدادوں۔ باغات اور سرسبز زمینوں اور مضبوط قلعوں کا مالک تھا۔ ہجرت کے چوتھے سال ان پر مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت حملہ کیا جو غزوہ بنی نضیر کے نام سے مشہور ہے۔ اس لئے اس سورۃ کے مضامین کو سمجھنے کے لئے غزوہ بنی نضیر کے متعلق معلوم ہونا ضروری ہے جس کا مختصراً حال اس طرح ہے کہ مدینہ سے مشرقی جانب پر ایک قبیلہ یہود آباد تھا جس کو "بنی نضیر" کہتے تھے۔ یہ لوگ بڑے جتھے والے اور سرمایہ دار تھے اور اپنے مضبوط قلعوں پر ان کو بڑا ناز تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو شروع میں یہود سے معاہدہ صلح ہو گیا۔ منجملہ ان کے یہ قبیلہ بنی نضیر بھی تھا اور ان سے بھی صلح کا معاہدہ تھا۔ معاہدہ کے کچھ ہی عرصہ بعد یہ قبیلہ بنی نضیر مکہ کے کافروں سے نامہ و پیام کرنے لگا حتیٰ کہ ان کے ایک بڑے سردار کعب بن اشرف نے چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچ کر خانہ کعبہ کے سامنے مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمان باندھا۔ اور بنی نضیر کی طرف سے بدعہدی کا سلسلہ شروع ہونے لگا۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ ایک خونبہا کے سلسلہ میں ان کی بستی میں تشریف لے گئے اور ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ بنونضیر نے بظاہر خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور خونبہا میں شرکت کا وعدہ کیا لیکن اندرونی طور پر خفیہ یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک بھاری پتھر گرادے تا کہ آپ کا کام تمام ہو جائے چنانچہ کچھ دیر نہ گزری کہ جبرئیل امین وحی لے کر نازل ہوئے اور آپ کو ان کے مشورہ سے مطلع کر دیا۔ آپ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے اور بنو نضیر کو کہلا بھیجا کہ تم نے نقض عہد کیا ہے۔ دس روز کی تم کو مہلت ہے اس مدت کے اندر اندر جہاں چاہو چلے جاؤ ورنہ جو شخص اس مدت کے بعد نظر آئے گا اس کی گردن ماری جاوے گی۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے ان سے کہلا بھیجا کہ تم اپنی بستی سے کہیں مت جاؤ۔ میرے ساتھ دو ہزار آدمیوں کی جمعیت ہے وہ اپنی جان دے دیں گے اور تم پر آنچ نہ آنے دیں گے۔ کچھ اور بھی اعدائے اسلام نے بنونضیر کی مدد کا وعدہ کیا چنانچہ وہ لوگ ان کے کہنے میں آگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ہم کہیں نہیں جاتے۔ جو آپ سے ہو سکے کر لیجئے۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کیا اور بنونضیر کی متعدد غداریوں اور عیاریوں کی وجہ سے آپ نے ان پر حملہ کا حکم دیا۔ آپ صحابہ کے ساتھ چلے۔ وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور منافقین منہ چھپا کر بیٹھ رہے آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے باغات کاٹنے اور جلانے کا حکم دے دیا وہ مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے۔ عام لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ انہوں نے آخر گھبرا کر صلح کی التجا کی اور امن کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا دس دن کی مہلت ہے۔ مدینہ خالی کر دو۔ اہل و عیال بچوں اور عورتوں کو جہاں چاہو لے جاؤ اور جتنا اسباب و سامان اونٹ اور سواریوں پر ساتھ لیجا سکو لے جاؤ سوائے ہتھیاروں کے۔ غرض کہ بنی نضیر کے یہود کچھ شام کچھ خیبر کو نکل گئے اور مال کی حرص و طمع میں مکانوں کے دروازے اور چوکھٹ تک اکھاڑ کر لے گئے اس غزوہ میں بنی نضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے ان کے مال و اسباب سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا اور وہ اپنے گھروں میں اپنی املاک پر قابض رہے۔ باقی مکان۔ زمین باغات وغیرہ پر مسلمان قابض ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال اسباب جائیداد زمین وغیرہ کو مہاجرین پر تقسیم فرمایا تا کہ انصار مدینہ سے ان کا بوجھ ہلکا ہو اگرچہ انصار اپنے اخلاص اور ایثار کی بنا پر مہاجرین کو بار نہیں بلکہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی بہار سمجھتے تھے۔

یہ قصہ بدر کے بعد ربیع الاول ۴ھ میں ہوا پھر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں ان جلاوطن یہود کو ملک شام کی طرف نکال دیا۔ یہود کی یہ دونوں جلاوطنی حشر اول اور حشر ثانی کہلاتی ہیں۔ اس

سورۃ میں انہی واقعات کا بیان ہے

سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی پاکی کے ذکر سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی مخلوقات ہیں سب خواہ قالاً خواہ حالاً اپنی اپنی زبان اور اپنے اپنے طریقہ پر اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے چنانچہ اس کے زبردست غلبہ اور حکمت کے آثار میں سے ایک واقعہ یہ ہے جو پہلے بیان ہو چکا۔

آگے فرمایا کہ اہل بصیرت کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ کفر و ظلم و شرارت اور بدعہدی کا انجام کیسا ہوتا ہے اور یہ کہ محض ظاہری اسباب پر تکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے غافل ہو جانا عقلمند کا کام نہیں۔

یہاں آخری جملہ میں حق تعالیٰ حکم دے رہے ہیں۔ فاعتبروا یآ اولی الابصار۔ یعنی کفار اہل کتاب یہود مدینہ کی اس سزا اور جلاوطنی کو خیال کرو اور عبرت حاصل کرو۔

خدارا مسلمان بھی اپنی حالت پر غور کریں۔ اور اپنے ماضی پر نظر ڈال کر اپنے موجودہ حال پر عبرت حاصل کریں۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا انجام دنیا میں بھی برا ہوتا ہے اور پھر آخرت کی جو بربادی آنے والی ہے اس کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اس کی قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور ہم کو اسلام پر سچی استقامت نصیب فرمائیں اور اعدائے دین پر فتح و نصرت عطا فرمائیں روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کا مقابلہ اہل باطل سے ہو رہا ہے۔ یا اللہ دشمنان دین کے دلوں میں رعب اور خوف ڈالدے اور مسلمانوں کی غیب سے امداد کی صورتیں ظاہر فرمادے۔

یا اللہ ہمیں اپنی بدحالی ہی دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہو جائے اور ہم اپنا بھولا ہوا سبق اَطِیْعُوا اللّٰہ اور اَطِیْعُوا الرَّسُوْل پھر یاد کرلیں۔ اور آپ کے فرمانبردار بندے اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار امتی بن جائیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچ جائیں۔

یا اللہ اس امت مسلمہ پر نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اپنے کرم و رحم کی نظر فرمادے اور اپنی ہدایت کے دروازے ان پر کھول دے۔

یا اللہ آپ مقلب القلوب ہیں۔ ہمارے دلوں کو راستی کی طرف مائل کردے اور پھر صداقت۔ دیانت اور امانت کی راہ پر چلنا نصیب فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِى الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ

اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکتا تو ان کو دنیا ہی میں سزا دیتا، اور ان کیلئے آخرت میں

عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ

دوزخ کا عذاب ہے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴﴾ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا

سخت سزا دینے والا ہے۔ جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا ہی کے حکم کے موافق ہیں

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۵﴾ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ

اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے۔ اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوا دیا سو تم نے اس پر

عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى

نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾

ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

وَلَوْ لَآ اور اگر نہ	اَنْ یہ کہ	كَتَبَ اللّٰهُ اللہ نے لکھ رکھا ہوتا	عَلَيْهِمُ ان پر	الْجَلَآءَ جلاوطن ہونا	لَعَذَّبَهُمْ تو وہ انہیں عذاب دیتا	
فِى الدُّنْيَا دنیا میں	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	فِى الْاٰخِرَةِ آخرت میں	عَذَابُ النَّارِ جہنم کا عذاب	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	
شَآقُّوا انہوں نے مخالفت کی	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول	وَمَنْ اور جو	يُّشَآقِّ اللّٰهَ مخالفت کرے اللہ کی	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	
شَدِيْدُ سخت	الْعِقَابِ سزا دینے والا	مَا قَطَعْتُمْ جو تم نے کاٹ ڈالے	مِّنْ سے	لِّيْنَةٍ درخت کے تنے	اَوْ یا	تَرَكْتُمُوْهَا تم نے اسکو چھوڑ دیا
قَآئِمَةً کھڑا	عَلٰٓى اُصُوْلِهَا اس کی جڑوں پر	فَبِاِذْنِ اللّٰهِ تو اللہ کے حکم سے	وَلِيُخْزِيَ اور تا کہ وہ رسوا کرے	الْفٰسِقِيْنَ نافرمانوں	وَمَا اور جو	
اَفَآءَ اللّٰهُ دلوایا اللہ نے	عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول کو	مِنْهُمْ ان سے	فَمَآ تو نہ	اَوْجَفْتُمْ تم نے دوڑائے تھے	عَلَيْهِ ان پر	مِنْ خَيْلٍ گھوڑے
وَلَا اور نہ	رِكَابٍ اونٹ	وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن (بلکہ) اللہ	يُسَلِّطُ مسلط فرماتا ہے	رُسُلَهٗ اپنے رسولوں	عَلٰى پر	مَنْ يَّشَآءُ جس پر وہ چاہتا ہے
وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھتا ہے			

تفسیر وتشریح: انہی بنی نضیر کے یہود کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے جلاوطنی کی سزا لکھی تھی سو انہیں پہنچی۔ یہ بات نہ ہوتی تو کوئی دوسری سزا دنیا میں دی جاتی قتل وغیرہ۔ غرض سزا سے بچ نہیں سکتے تھے۔ یہ خدا کی حکمت ہے کہ قتل کی بجائے محض جلاوطنی پر اکتفا کیا گیا لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی سزا میں ہے۔ آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان کافروں سے ٹل نہیں سکتی اور یہ جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے اور یہ سزا ان

کو دنیو آخرت میں اسی لئے ملی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی۔ اور مخالفوں کو ایسی ہی سخت سزا ملتی ہے آگے یہود کے ایک طعن کا جواب ہے کہ جو درختوں کے کاٹنے اور جلانے کے باب میں انہوں نے کیا تھا۔ جب بنونضیر قلعہ بند ہو گئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ان غداروں اور عیاروں کے درخت کاٹے جائیں اور باغ اجاڑے جائیں تا کہ اس کے درد سے قلعوں سے باہر نکلنے اور لڑنے پر مجبور ہوں اور کھلی ہوئی جنگ کے وقت درختوں کی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اس پر کچھ درخت کاٹے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے کہ فتح کے بعد مسلمانوں کے کام آئیں گے تو یہود نے طعن کرنا شروع کیا کہ خود تو فساد سے منع کرتے ہیں اور کیا یہ درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد نہیں؟ اس کا جواب دیا گیا کہ یہ سب کچھ اللہ جل شانہ کے حکم سے ہے۔ حکم الٰہی کی تعمیل کو فساد نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ گہری حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے دیا تا کہ مسلمانوں کو عزت دے اور کافروں کو ذلیل کرے۔ چنانچہ جو درخت چھوڑ دیئے گئے ہیں اس میں مسلمانوں کی ایک کامیابی اور کفار کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ یہ مسلمان اس کو برتیں گے اور نفع اٹھائیں گے اور جو کاٹے یا جلائے گئے اس میں مسلمانوں کی دوسری کامیابی یعنی ظہور آثار غلبہ اور کفار کو غیظ و غضب میں ڈالنا ہے کہ مسلمان ہماری چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں لہٰذا دونوں امر جائز اور حکمت پر مشتمل ہیں۔ آگے مسلمانوں کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان یہود بنی نضیر سے دلوا دیا اس میں تم کو کوئی خاص مشقت جنگ کرنے اور سفر کرنے کی نہیں پڑی اس لئے اس میں تمہارا استحقاق تقسیم و تملیک کا نہیں جسطرح کہ مال غنیمت میں ہوتا ہے کہ اس میں چار حصہ لشکر کو تقسیم کئے جاتے ہیں اور پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے ہوتا ہے اور یہی فرق ہے مال غنیمت کا جو کفار سے جنگ کے بعد حاصل ہوتا ہے اور فئے کا جو بغیر جنگ کے ہاتھ آتا ہے جیسا کہ یہود بنی نضیر سے مال حاصل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے چونکہ محض رعب سے اپنے رسول کو کفار پر مسلط فرما دیا اور انہیں مغلوب کر دیا اس لئے اے مسلمانو اس مال میں تمہارا کوئی حق نہیں مثل مال غنیمت کے بلکہ اس میں مالکانہ تصرف کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے پس وہ جس طرح چاہے دشمنوں کو مغلوب کرے اور جس طرح چاہے اپنے رسول کو اختیار اور تصرف دے۔

چنانچہ جیسا کہ گذشتہ درس میں بتلایا گیا تھا یہ مال و زمین اور جائیداد وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کی رضا مندی سے مہاجرین مکہ پر تقسیم فرما دیا۔

اب یوں تو سارا ہی قرآن اور ذخیرہ حدیث شریف اس بات سے پُر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت دین و دنیا دونوں کو تباہ کرنے والی ہے یہاں ان آیات میں یہود مدینہ کو جو جلاوطنی کی دنیا میں سزا دی گئی اور ساتھ ہی آخرت میں عذاب نار کی وعید سنائی گئی۔ تو اس کی وجہ بتلائی گئی۔ **ذلک بانھم شآقوا اللہ ورسولہ**۔ یعنی یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے یعنی یہود نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اب کوئی یہ سمجھنے لگے کہ یہ صرف یہود بے بہبود ہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ تھا اور دوسرے مخالفت کرتے رہیں تو انہیں کوئی دنیا یا دین میں نقصان نہ پہنچے گا تو اس خام خیالی کو بھی دفع کر دیا گیا۔ اور یہود کی سزا کی وجہ بیان کر کے آگے عام قانون بیان فرما دیا **ومن یشآق اللہ فان اللہ شدید العقاب** اور جو شخص بھی اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس وقت ملک میں اور قوم میں جو اللہ اور رسول کی مخالفت عام وبا کی طرح پھیلتی جا رہی ہے تو اس کا انجام ملک اور قوم کیلئے دیر یا سویر آخر کیا ہونا ہے؟ اس کا جواب ہر شخص جس میں ادنیٰ عقل و فہم بھی باقی ہے تو خود سوچ لے اور اگر اللہ و رسول کی مخالفت کے وبال میں عقل ہی مسخ ہو گئی اور نیک و بد کی تمیز ہی اٹھ گئی تو یہ تو اور بھی زیادہ خطرناک بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنا فضل و کرم فرمائیں۔

الغرض قبیلہ بنی نضیر جلاوطن کئے جانے پر اس کے اموال و زمین و جائیداد وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور تصرف کے موافق مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ اسی سلسلہ میں دوسرے کافروں سے حاصل ہونے والے مال کے احکام آگے بیان فرمائے جاتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے لوگوں سے دلوا دے وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ

اور مسافروں کا، تاکہ وہ تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجاوے اور رسول تم کو

اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

سخت سزا دینے والا ہے۔

مَآ اَفَآءَ جو دلوا دے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول کو	مِنْ سے	اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں والے	فَلِلّٰهِ تو اللہ کیلئے	وَلِلرَّسُوْلِ اور رسول کیلئے
وَلِذِی الْقُرْبٰى اور قرابت داروں کیلئے	وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں	وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں	وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں	كَيْ تاکہ		
لَا يَكُوْنَ نہ رہے	دُوْلَةً ہاتھوں ہاتھ چلتا (گردش)	بَيْنَ درمیان	الْاَغْنِيَآءِ مالداروں	مِنْكُمْ تم میں سے۔تمہارے	وَمَآ اور جو	
اٰتٰىكُمُ تمہیں عطا فرمائے	الرَّسُوْلُ رسول	فَخُذُوْهُ تو اسے لے لو	وَمَا اور جس	نَهٰىكُمْ تمہیں منع کرے	عَنْهُ اس سے	
فَانْتَهُوْا تو تم باز رہو	وَاتَّقُوا اور تم ڈرو	اللّٰهَ اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ اس غزوہ بنی نضیر میں تم کو کوئی خاص مشقت نہیں پڑی۔ نہ سفر کی نہ جنگ وقتال کی۔ کیونکہ بنی نضیر کی بستی مدینہ سے دو میل پر تھی اور چونکہ یہود بنی نضیر مرعوب ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے بغیر جنگ کئے اور بغیر مقابلہ کے مغلوب ہونا تسلیم کر لیا اور مدینہ سے جلاوطن ہو گئے۔ تو چونکہ اس فتح میں اللہ نے اپنی قدرت سے یہود بنی نضیر کے اموال و املاک و باغات وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلوائے اس لئے حکم ہوا تھا کہ اموال بنی نضیر میں مثل مال غنیمت کے تقسیم نہیں ہو گی بلکہ اس پر محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مالکانہ اختیار وتصرف ہو گا۔ دسویں پارہ کی ابتدا سورہ انفال میں مال غنیمت جو کفار سے جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ لگے اس کے احکام بیان ہوئے تھے کہ قتال سے حاصل شدہ مال غنیمت کا **4/5** حصہ تو غازیوں اور مجاہدین میں تقسیم ہو گا اور **1/5** اللہ کی نذر ہو گا جس کو آج کی اصطلاح میں یوں سمجھئے کہ یہ حصہ اسلامی اسٹیٹ کا ہو گا اور بیت المال یعنی مسلمانوں کے خزانہ میں جمع ہو گا جس کے مصارف بھی بتلا دیئے گئے تھے۔ اور جو مال اہل حرب سے بلا قتال حاصل ہو اس کو شرعی اصطلاح میں فئی کہا جاتا ہے جیسا کہ بنی نضیر کے یہود سے اموال حاصل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اموال فئی خالص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار وتصرف میں ہوتے تھے۔ پہلی گذشتہ آیات میں یہ بتلا دیا کہ اموال بنی نضیر "فئی" کی طرح ہوں گے اور مثل مال غنیمت کے تقسیم نہ ہوں گے۔

اب ان آیات میں پہلے اموال فئی یعنی جو خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار وتصرف میں ہو گا اس کے متعلق عام ضابطہ بتلایا

جاتا ہے کہ وہ اللہ ورسول کا حق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں یتیموں غریبوں اور مسافروں کا حق ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مصارف اس لئے بتلائے کہ ہمیشہ یتیموں محتاجوں۔ بیکسوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری ہوتی رہے۔ اور عام اسلامی ضروریات سرانجام پا سکیں اور یہ اموال محض دولت مندوں کی الٹ پھیر میں پڑ کر ان کی مخصوص جاگیر بن کر نہ رہ جائیں جن سے سرمایہ دار مزے لوٹیں اور غریب فاقوں مریں۔ احکام الٰہیہ اور قوانین ربانی کی خبر آج عام مسلمانوں کو تو ہے نہیں اور نہ وہ قرآن وحدیث کے احکام اور اس کے مطابق طرز زندگی گزارنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اس لئے کہیں سوشلزم کا نعرہ لگ رہا ہے۔ کہیں کموزنم کا خیر مقدم ہو رہا ہے۔ قرآن حدیث نے مال دولت کے مصارف جس طرح بتلائے ہیں اس سے بڑھ کر کہیں انسانی تجاویز اور انسانی قوانین ہو سکتے ہیں مگر جب ہم قرآن وحدیث کو ہی نظر انداز کردیں اور اس کے قوانین اپنانے کو تیار نہ ہوں تو لامحالہ کافروں اور مشرکوں کے بنائے ہوئے قوانین کے چکر میں پھنسیں گے اور جو اس کے نتائج فساد در فساد کے رونما ہوں گے وہ بھگت رہے ہیں اور بھگتیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اوپر اموال فئی کے مصارف بتلا کر آگے ان احکام کو بخوشی قبول کرنے کی ہدایت دی جاتی ہے اور اہل ایمان سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ مال جائیداد وغیرہ جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے تقسیم کریں اسے بخوشی ورغبت قبول کرو۔ جو ملے لے لو۔ جس سے روکا جائے رک جاؤ اور اسی طرح رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتلائے ہوئے تمام احکام اور اوامر ونواہی کی پابندی رکھو۔ آگے یہ بھی سمجھا دیا کہ دیکھو رسول کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ڈرتے رہو کہ کہیں رسول کی نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کوئی سخت عذاب مسلط نہ کردے کیونکہ وہ شدید العقاب بھی ہے یعنی سخت سزا دینے والا ہے۔

یہاں آیت میں **وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا** جو فرمایا یعنی (اور رسول جو کچھ تم کو دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں رک جایا کرو) تو اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ چونکہ یہاں حکم کے الفاظ عام ہیں اس لئے یہ صرف اموال فئی کی تقسیم تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ تمام معاملات میں اہل اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔ اور یہی بات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمائی۔ بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرو اور جس بات سے روک دوں اس سے اجتناب کرو۔

ابھی اسی مال فئی کی تقسیم اور مصرف کے بارہ میں مزید ہدایت اگلی آیات میں دی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام امت مسلمہ کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اور آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچائیں۔

یا اللہ! ہمیں ہدایت فرمادے کہ ہم اس قرآنی حکم کے دل وجان سے پابند ہو جائیں تاکہ ہمارے سب بگڑے ہوئے کام درست وراست ہو جائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ

ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کردیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ

اور رضا مندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

اوران لوگوں کا جو دارالاسلام میں اور ایمان میں ان سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں

فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر

خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ

فاقہ ہی ہو، اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کا جو اُن کے بعد آئے

بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا

جو دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور

تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۧ

ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ محتاجوں کیلئے	الْمُهٰجِرِيْنَ مہاجروں	الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا وہ جو نکالے گئے	مِنْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے	وَ اَمْوَالِهِمْ اور اپنے مالوں				
يَبْتَغُوْنَ وہ چاہتے ہیں	فَضْلًا فضل	مِّنَ اللّٰهِ اللہ کا۔سے	وَ رِضْوَانًا اور رضا	وَّيَنْصُرُوْنَ اور وہ مدد کرتے ہیں	اللّٰهَ اللہ	وَ رَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول		
اُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ	هُمُ وہ	الصّٰدِقُوْنَ سچے	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	تَبَوَّؤُ مقیم رہے	الدَّارَ اس گھر	وَالْاِيْمَانَ اور ایمان		
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل	يُحِبُّوْنَ وہ محبت کرتے ہیں	مَنْ جس	هَاجَرَ ہجرت کی	اِلَيْهِمْ انکی طرف	وَلَا يَجِدُوْنَ اور وہ نہیں پاتے			
فِيْ میں	صُدُوْرِهِمْ اپنے سینوں (دلوں)	حَاجَةً کوئی حاجت	مِّمَّآ اس کی	اُوْتُوْا دیا گیا انہیں	وَيُؤْثِرُوْنَ اور وہ اختیار کرتے ہیں			
عَلٰى پر	اَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں	وَلَوْ كَانَ اور خواہ ہو	بِهِمْ انہیں	خَصَاصَةٌ تنگی	وَمَنْ اور جو۔جس	يُّوْقَ بچایا	شُحَّ بخل	نَفْسِهٖ اپنی ذات
فَاُولٰٓئِكَ تو یہی لوگ	هُمُ وہ	الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانیوالے	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	جَآءُوْ وہ آئے	مِنْۢ بَعْدِهِمْ انکے بعد	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں		
رَبَّنَا اے ہمارے رب	اغْفِرْ لَنَا ہمیں بخشدے	وَلِاِخْوَانِنَا اور ہمارے بھائیوں کو	الَّذِيْنَ وہ جنھوں نے	سَبَقُوْنَا ہم سے سبقت کی				
بِالْاِيْمَانِ ایمان میں	وَلَا تَجْعَلْ اور نہ ہونے دے	فِيْ قُلُوْبِنَا ہمارے دلوں میں	غِلًّا کوئی کینہ	لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے			
رَبَّنَآ اے ہمارے رب	اِنَّكَ بیشک تو	رَءُوْفٌ شفقت کرنیوالا	رَّحِيْمٌ رحم کرنیوالا					

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بھی مال فیئے کے مزید مستحقین کا ذکر فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس مال فیئے میں ان جاں نثاروں اور سچے مسلمانوں کا بھی حق ہے جنہوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور رسول کی محبت واطاعت میں دین کے لئے اپنے گھر بار اور مال دولت سب کو خیر باد کہا اور بالکل خالی ہاتھ ہو کر وطن سے نکل آئے تا کہ اللہ اور رسول کے کاموں میں آزادانہ مدد کر سکیں۔ یہاں فقرائے مہاجرین سے مراد وہ حضرات صحابہ ہیں جو اس وقت مکہ معظمہ اور عرب کے دوسرے علاقوں سے محض اس بنا پر اپنا وطن اور گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ دین کی خاطر دارالاسلام مدینہ منورہ آ گئے تھے۔ بنی نضیر کے اموال واملاک حاصل ہونے سے قبل ان فقرائے مہاجرین کے لئے گزر بسر کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک مہاجر اور ایک انصار کا آپس میں بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ اور ہر انصار اپنے مہاجر بھائی کا خرچ برداشت کرتا تھا تو اس مال فیئے میں عام مساکین۔ یتامیٰ اور مسافروں کے علاوہ فقرائے مہاجرین کا حق بھی بتلایا گیا۔ ساتھ ہی ان حضرات کی تعریف بھی کی گئی کہ یہ غریب مہاجر وہ ہیں کہ جنہوں نے اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنی قوم کو ناراض کر لیا یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن عزیز اور اپنے ہاتھوں کا کمایا ہوا مال سب چھوڑ چھاڑ کر ہجرت کرنی پڑی۔ اللہ کے دین کی اور اس کے رسولؐ کی مدد میں برابر مشغول ہیں۔ خدا کے فضل وخوشنودی کے متلاشی ہیں۔ ان حضرات مہاجر صحابہ کے متعلق فرمایا گیا اولٰئک هم الصدقون یہی لوگ قول وعمل کے سچے ہیں۔ یعنی کلمہ اسلام پڑھ کر جو عہد اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے باندھا تھا اس میں بالکل سچے اور پورے اترے۔ اس ارشاد خداوندی اولٰئک هم الصدقون نے تمام صحابہ مہاجرین رضی اللہ عنہم کے صادق ہونے کا عام اعلان فرما دیا۔ فقرائے مہاجرین کے بعد فقرائے انصار کو بھی اس مال فیئے کا حق دار قرار دیا گیا۔

انصار سے مراد وہ ساکنان مدینہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل مدینہ میں رہتے تھے اور ایمان لے آئے تھے۔ پھر ان حضرات انصار صحابہ کی مدح فرمائی گئی اور ان کی فضیلت' شرافت اور بزرگی کا اظہار فرمایا گیا۔ ان کی کشادہ دلی۔ نیک نفسی۔ ایثار وسخاوت کا ذکر فرمایا گیا کہ انہوں نے مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی مدینہ میں بود وباش رکھی اور ایمان کو دل میں جگہ دی اور اسلام پر مستقیم رہے۔ یہ انصار محبت کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے اموال میں ان کو برابر کا شریک بنانے کے لئے تیار ہیں اور جو بھی راہ خدا میں ہجرت کر کے ان کے پاس پہنچے یہ اسے اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں۔ اور اپنا جان ومال ان پر نثار کرنے میں اپنا فخر جانتے ہیں اور مہاجرین کو اللہ تعالیٰ جو فضل وشرف عطا فرمائے یا اموال فیئے میں سے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ عنایت فرمائیں اسے دیکھ کر ان انصار کے دل تنگ نہیں ہوتے۔ نہ حسد کرتے ہیں بلکہ خوش ہوتے ہیں اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔ خود سختیاں اور فاقہ اٹھا کر بھی اگر مہاجر بھائی کو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔ یہ ایثار بڑی اولوالعزمی کی بات ہے۔ ہر ایک کو نصیب نہیں کہ آپ بھوکا رہے اور اپنے بھائی کو کھلائے۔ حضرات انصار کے اس ایثار کا کیا ٹھکانا ہے کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھر اور مال بانٹ دیئے تھے جس کے پاس ایک مکان یا باغ تھا تو آدھا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا تھا۔ دو کپڑے تھے تو ایک مہاجر کو دے دیا تھا اور اسی طرح سب چیزوں میں کیا تھا۔ یہاں انصارؓ کی مدح میں جو یہ فرمایا گیا ویؤثرون علیٰ انفسهم ولو کان بهم خصاصة ط (اور اپنی ذات سے دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو) تو اس کے شان نزول کے متعلق ایک روایت یہ ہے جس کو امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ

سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان کو مہمان بنایا۔ آپ نے کسی کو اپنے گھر بھیجا کہ پوچھو کھانے کو کچھ موجود ہے؟ ازواج مطہراتؓ نے عرض کیا کہ بجز پانی کے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں۔ پھر آپ نے صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو ان کو مہمان بنائے۔ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مہمان بناتا ہوں پھر ان کو وہ...... اپنے گھر لے گئے اور بیوی سے کہا کہ رسول اللہ کے مہمان کی خاطر کر۔ بیوی نے عرض کیا کہ لڑکوں کے کھانے کے سوا اور کوئی چیز ہمارے ہاں نہیں۔ صحابی نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب وہ سو جاویں تو کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھ جاویں گے اور تم چراغ کو درست کرنے کے بہانہ سے اٹھ کر اسے بجھا دینا چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ اندھیرے میں مہمان کو بھی معلوم ہوا کہ میرے ساتھ میزبان بھی کھانا کھا رہے ہیں مگر اس صحابی نے کچھ نہ کھایا کہ کھانا تھوڑا تھا مہمان نے کھانا کھا لیا اور ان دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گزاری صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری رات کی بات سے خدا تعالیٰ نہایت خوش ہوا اور یہ آیت **یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ** نازل ہوئی۔ مسند احمد میں روایت ہے کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے۔ تھوڑے میں تھوڑا اور بہت میں بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں مدتوں سے ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں بلکہ ناز برداریاں کر رہے ہیں اور کبھی چہرہ پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے۔ کام کاج خود کریں اور کمائی ہمیں دیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا کا سارا اجر انہی کو نہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ نہیں۔ جب تک تم ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لئے دعائیں مانگتے رہو گے تم کو بھی اجر ملتا رہے گا۔ انصار صحابہؓ کے ایثار کے واقعات سے سیرت کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ تو حق تعالیٰ نے ان انصار صحابہ کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بڑے کامیاب اور بامراد ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کی توفیق و دستگیری نے ان کے دل کو لالچ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھا۔ لالچی اور بخیل آدمی اپنے بھائیوں کے لئے کہاں ایثار کر سکتا ہے۔ الغرض مال فئی میں سے فقرائے انصار کا بھی حق ٹھہرا۔ بنی نضیر کے چھوڑے ہوئے مال میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی رضامندی سے مہاجرین ہی میں تقسیم کئے اور انصار میں سے صرف حضرت ابودجانہؓ۔ حضرت سہلؓ بن حنیف کو بھی حصہ دیا گیا۔ آگے فرمایا جاتا ہے کہ اس مال فئی میں ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان مہاجرین وانصار کے بعد عالم وجود میں آئے یا ان کے بعد حلقہ اسلام میں آئے یا مہاجرین سابقین کے بعد ہجرت کر کے آئے یا آویں گے اور وہ سابقین کے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں بیر اور بغض وعناد نہیں رکھتے۔ امام مالکؒ نے یہیں سے فرمایا ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ سے بغض رکھے اور ان کی بدگوئی کرے اس کے لئے مال فئی میں سے کوئی حصہ نہیں۔ تو یہاں تک جو احکام ارشاد ہوئے ان میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ مال فئی میں اللہ اور رسول اور اقربائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یتامیٰ و مساکین اور مسافروں اور مہاجرین و انصار اور قیامت تک آنے والی مسلمان نسلوں کے حقوق ہیں۔

یہاں اہل ایمان کی جو دعا نقل فرمائی گئی کہ وہ اپنی دعا میں حق تعالیٰ سے یہ عرض کرتے ہیں **ولا تجعل فی قلوبنا غلاللذین امنوا** یعنی اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے تو کسی مسلمان کے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ نہ ہونا یہ اتنی

بڑی خوبی اور سعادت کی علامت ہے کہ علامہ ابن کثیرؒ نے مسند احمد کی ایک حدیث حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ دیکھو ابھی تمہارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے جو اہل جنت میں سے ہے تھوڑی دیر میں ایک انصاریؓ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے ہوئے تازہ وضو کر کے آ رہے تھے جن کی داڑھی سے تازہ وضو کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی انصاری اسی طرح آئے۔ تیسرے دن بھی یہی ہوا اور وہی انصاری آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ دیکھتے بھالتے رہے اور یہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے (اس غرض سے کہ ان کے اہل جنت ہونے کا راز معلوم کریں) اور ان انصاری سے کہا کہ میں نے کسی جھگڑے میں قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک اپنے گھر نہ جاؤں گا۔ اگر آپ مہربانی فرما کر اجازت دے دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گزار دوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ نے یہ تین راتیں ان کے گھر ان کے ساتھ گزاریں تو دیکھا کہ رات کو وہ تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے۔ صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے اٹھیں۔ ہاں یہ ضروری بات تھی کہ اس پورے عرصہ میں میں نے ان کی زبان سے بجز کلمہ خیر کے کوئی کلمہ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہلکا سا معلوم ہونے لگا تو اب میں نے اپنا راز ان پر کھول دیا کہ حضرت دراصل نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین روز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ابھی ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادتیں کرتے ہیں جو جیتے جی بہ زبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جنتی ہونے کی خبر ہم تک پہنچ گئی چنانچہ میں نے یہ بہانا کیا اور تین رات تک آپ کی خدمت میں رہا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی شروع کر دوں۔ لیکن میں نے تو آپ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا۔ نہ عبادت ہی میں اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا۔ اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتلایئے کہ آخر وہ کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے آپ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی بتایا۔ انہوں نے کہا کہ بس تم میرے اعمال کو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں۔ چنانچہ میں ان سے رخصت ہو کر چلا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے کینہ۔ حسد یا بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا۔ میں کبھی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس یہی وہ صفت ہے کہ جس نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ اعلیٰ صفت ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں''۔ (ابن کثیرؒ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کینہ اور حسد سے دل کا پاک ہونا یہ کتنی بڑی نیکی اور سعادت ہے اور جنتی ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی مسلمانوں کی طرف سے کینہ وحسد سے پاک رکھیں۔

الغرض ذکر غزوہ بنی نضیر کا ہو رہا تھا اور اسی سلسلہ میں فئی یعنی اموال بنی نضیر کے احکام اور مصرف بتلائے گئے۔ اب آگے منافقین نے جو طرز عمل اس غزوہ بنی نضیر میں ظاہر کیا اس کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ

کیا آپ نے ان منافقین کی حالت نہیں دیکھی کہ اپنے بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں کہتے ہیں کہ واللہ اگر تم

أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ

نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جاویں گے اور تمہارے معاملہ میں ہم کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے، اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے،

وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا

اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ واللہ اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اور اگر اُن سے لڑائی ہوئی تو یہ اُن کی

لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١٢﴾ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي

مدد نہ کریں گے، اور اگر ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر اُن کی کوئی مدد نہ ہوگی۔ بے شک تم لوگوں کا خوف

صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي

ان کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ ہے، یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھتے نہیں۔ یہ لوگ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر

قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا

حفاظت والی بستیوں میں یا دیوار کی آڑ میں، ان کی لڑائی آپس میں بڑی تیز ہے، اے مخاطب تو ان کو متفق خیال کرتا ہے

وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾

حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

أَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا	إِلَى طرف۔ کو	الَّذِينَ نَافَقُوا وہ لوگ جنہوں نے نفاق کیا۔ منافق	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	لِإِخْوَانِهِمْ اپنے بھائیوں کو		
الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا۔ کافر	مِنْ سے	أَهْلِ الْكِتَابِ اہل کتاب	لَئِنْ البتہ اگر	أُخْرِجْتُمْ تم نکالے گئے	لَنَخْرُجَنَّ تو ہم ضرور نکل جائینگے	
مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	وَلَا نُطِيعُ اور نہ مانیں گے ہم	فِيكُمْ تمہارے بارے میں	أَحَدًا کسی کا	أَبَدًا کبھی	وَإِنْ اور اگر	قُوتِلْتُمْ تم سے لڑائی ہوئی
لَنَنْصُرَنَّكُمْ تو ہم ضرور تمہاری مدد کرینگے	وَاللَّهُ اور اللہ	يَشْهَدُ گواہی دیتا ہے	إِنَّهُمْ بیشک وہ	لَكَاذِبُونَ البتہ جھوٹے ہیں	لَئِنْ اگر	
أُخْرِجُوا وہ جلاوطن کیے گئے	لَا يَخْرُجُونَ وہ نہ نکلیں گے	مَعَهُمْ ان کے ساتھ	وَلَئِنْ اور اگر	قُوتِلُوا ان سے لڑائی ہوئی		
لَا يَنْصُرُونَهُمْ وہ انکی مدد نہ کرینگے	وَلَئِنْ اور اگر	نَصَرُوهُمْ وہ انکی مدد کرینگے	لَيُوَلُّنَّ تو وہ یقیناً پھیرینگے	الْأَدْبَارَ پیٹھ (جمع)	ثُمَّ پھر	
لَا يُنْصَرُونَ وہ مدد نہ کیے جائیں گے	لَأَنْتُمْ یقیناً تم۔ تمہارا	أَشَدُّ بہت زیادہ	رَهْبَةً ڈر	فِي صُدُورِهِمْ انکے سینوں (دلوں) میں		
مِنَ اللَّهِ اللہ سے	ذَٰلِكَ یہ	بِأَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	قَوْمٌ ایسے لوگ	لَا يَفْقَهُونَ کہ وہ سمجھتے نہیں	لَا يُقَاتِلُونَكُمْ وہ تم سے نہ لڑیں گے	
جَمِيعًا اکٹھے سب مل کر	إِلَّا مگر	فِي قُرًى بستیوں میں	مُحَصَّنَةٍ قلعہ بند	أَوْ یا	مِنْ وَرَاءِ پیچھے سے	جُدُرٍ دیواریں
بَأْسُهُمْ ان کی لڑائی						

19

بَيْنَهُمْ انکے آپس میں	شَدِيْدٌ بہت سخت	تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا تم گمان کرتے ہو انہیں۔ اکٹھے	وَقُلُوْبُهُمْ حالانکہ ان کے دل	
شَتّٰى الگ الگ	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کروہ	قَوْمٌ ایسے لوگ	لَا يَعْقِلُوْنَ وہ عقل نہیں رکھتے

تفسیر وتشریح: گذشتہ واقعات کی روشنی میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ منافقین نے یہود بنی نضیر کو خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ گھبرانا نہیں اور اپنے کو اکیلے مت سمجھنا اگر مسلمانوں نے تم کو نکالا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور جنگ کی نوبت آئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ ہمارا یہ بالکل اٹل اور قطعی فیصلہ ہے۔اس کے خلاف ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی بات ماننے والے اور پروا کرنے والے نہیں۔ اس پر حق تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ منافقین یہ باتیں دل سے نہیں کر رہے۔ محض مسلمانوں کے خلاف اکسانے کو ایسی باتیں بنا رہے ہیں اور جو کچھ زبان سے وعدہ وعید کر رہے ہیں ہرگز اس پر عمل نہیں کریں گے۔ چنانچہ قرآن کی یہ پیشین گوئی اسی طرح ثابت ہوئی اور جب بنی نضیر محصور ہو گئے تو ایسی نازک صورت حال میں کوئی منافق ان کی مدد کو نہ پہنچا اور آخر کار جب بنی نضیر نکالے گئے تو یہ منافقین آرام سے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔ آگے پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے کہ اگر بفرض محال منافقین ان کی مدد کو نکلے بھی تو نتیجہ کیا ہوگا۔ بجز اس کے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر بنی نضیر کی مدد تو کیا کر سکتے خود ان کی مدد کو بھی کوئی نہ پہنچے گا۔ آگے اہل ایمان کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ یہ منافقین اگر اللہ کی عظمت کو سمجھتے اور ان کے دل میں خدا کا خوف ہوتا تو کفر و نفاق ہی کیوں اختیار کرتے۔ ہاں مسلمانوں کی شجاعت اور دلیری اور جانبازی سے خوف کھاتے ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے نہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔ آگے بتلایا گیا چونکہ ان منافقین کے دل مسلمانوں سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں اس لئے یہ منافقین کھلے میدان میں جنگ ہرگز نہیں لڑ سکتے۔ ہاں گنجان بستیوں میں قلعہ نشین ہو کر یا دیواروں اور درختوں کی آڑ میں چھپ کر لڑ سکتے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ آپس کی لڑائی میں بڑے تیز اور سخت ہیں جیسا کہ اسلام سے پہلے ''اوس'' اور ''خزرج'' کی جنگ میں تجربہ ہو چکا ہے مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی ساری بہادری اور شیخی کرکری ہو جاتی ہے تو تم اے اہل ایمان ان منافقین و یہود وغیرہ کے ظاہری اتفاق سے دھوکہ مت کھاؤ ان کے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں۔ ہر ایک ان میں اپنی غرض و خواہش کا بندہ ہے اور خیالات میں ایک دوسرے سے جدا ہے پھر حقیقی یکجہتی انہیں کہاں میسر آ سکتی ہے۔ اگر عقل ہو تو سمجھیں کہ یہ نمائشی اتحاد کس کام کا۔ اتحاد تو اسے کہتے ہیں جو مومنین صادقین مہاجرین و انصار میں پایا جاتا ہے کہ تمام اغراض و خواہشات سے یکسو ہو کر سب نے اللہ کی رسی کو تھام رکھا ہے اور ان سب کا مرنا جینا اسی خدائے واحد کے لئے ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کفار میں حقیقی اتحاد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ عقائد و نظریے ان کے جدا جدا ہیں اور سچے اور پکے اہل اسلام ہی میں حقیقی اتحاد اور اتفاق ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے اتفاق اور اتحاد کی بنیاد اللہ اور رسول اور دین اسلام ہے۔ اب جو مسلمانوں میں آپ اگر اس کے خلاف دیکھیں تو قرآنی صداقت پر ذرہ برابر حرف نہیں آ سکتا بلکہ یہی سمجھا جائے گا کہ اتفاق اور اتحاد کی جڑ بنیاد یعنی حقیقی ایمان و اسلام ہی مسلمانوں میں مفقود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور اللہ اور رسول کے لئے جینے اور مرنے کا جذبہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

ابھی اگلی آیات میں یہی مضمون منافقین کی مذمت کا جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

اُن لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں جو اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں، اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ

شیطان کی سی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہوجا پھر جب وہ کافر ہوجاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں

اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا

میں تو اللہ ربُّ العالمین سے ڈرتا ہوں۔ سو آخری انجام دونوں کا یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

اور ظالموں کی یہ ہی سزا ہے۔

كَمَثَلِ حال جیسا	الَّذِيْنَ جو لوگ	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل	قَرِيْبًا قریبی زمانہ	ذَاقُوْا انہوں نے چکھ لیا	وَبَالَ وبال	اَمْرِهِمْ اپنے کام
وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	كَمَثَلِ حال جیسا	الشَّيْطٰنِ شیطان	اِذْ جب	قَالَ اس نے کہا	لِلْاِنْسَانِ انسان سے
اكْفُرْ تو کفر اختیار کر	فَلَمَّا كَفَرَ تو جب اس نے کفر کیا	قَالَ اس نے کہا	اِنِّيْ بیشک میں	بَرِيْٓءٌ لاتعلق	مِّنْكَ تجھ سے	اِنِّيْٓ اَخَافُ تحقیق میں ڈرتا ہوں
اللّٰهَ اللہ	رَبَّ رب	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں	فَكَانَ پس ہوا	عَاقِبَتَهُمَآ ان دونوں کا انجام	اَنَّهُمَا بیشک وہ دونوں	فِي النَّارِ آگ میں
خَالِدَيْنِ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	وَذٰلِكَ اور یہ	جَزٰٓؤُا جزاء-سزا	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں یہود بنی نضیر اور منافقین کی بدحالتوں کے متعلق دو مثالیں دی جاتی ہیں۔ ایک مثال خاص بنی نضیر کی اور دوسری منافقین کی۔ بنی نضیر کے متعلق پہلے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کی مثال تو ان لوگوں کی مانند ہے جو ان سے کچھ ہی مدت پہلے اپنے کئے کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ یہود قینقاع اور کفار قریش کی طرف ہے۔ یہود بنی قینقاع کا واقعہ بدر کے واقعہ کے بعد ۲ھ میں یہ ہوا کہ انہوں نے نقض عہد کر کے جنگ مسلمانوں سے کی مگر اہل اسلام سے شکست ہوئی۔ اور مدینہ سے نکالے گئے اور ان کے اموال مال غنیمت کی طرح تقسیم ہوئے تو جس طرح یہود بنی قینقاع اپنی غداری کا مزہ چکھ چکے اور ذلت کے ساتھ مدینہ سے جلاوطن ہو چکے اور اس سے پیشتر کفار قریش جنگ بدر میں سزا پا چکے ہیں تو وہی انجام بنی نضیر کا ہوا کہ دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں سزا ملی اور آخرت کا عذاب جوں کا توں الگ رہا۔ دوسری مثال منافقین کے متعلق دی گئی یعنی منافقین کے جھوٹے وعدوں پر یہود بنی نضیر کا شرارت پر آمادہ ہونا اور پھر منافقین کا موقع پر ان کے کام نہ آنا۔ نہ محاصرہ کے وقت مدد پہنچانا۔ نہ جلاوطنی میں ساتھ دینا۔ تو ان منافقین کی مثال شیطان ابلیس کی سی ہے جیسے شیطان اول انسان کو کفر ومعصیت پر ابھارتا ہے اور جب انسان دام اغوا میں پھنس جاتا ہے اور کفر کر چکتا ہے تو خود بھی شیطان اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ اور تیرے کام سے بھی بیزار۔ مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ شیطان ہر کافر سے کرتا ہے اور ایسا

ہی معاملہ اس نے کفار قریش کے ساتھ جنگ بدر میں کیا تھا جس کا تذکرہ دسویں پارہ سورہ انفال میں آیا ہے کہ پہلے تو ابلیس لعین کفار قریش کو بڑھاوے چڑھاوے دے کر بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ میں لے آیا اور وعدہ کیا کہ آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور میں تمہاری پشت پر ہوں مگر جب کفار کا اہل اسلام سے مقابلہ ہوا اور دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو شیطان الٹا پھر گیا اور کفار سے کہنے لگا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ میں تم سے بری الذمہ ہوں مجھے وہ کچھ نظر آ رہا ہے جو تمہیں نظر نہیں آتا یعنی خدا کے فرشتوں کے ڈر سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے اب ٹھہرنے کی ہمت نہیں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی جہنم کا کندہ بنا اور اس انسان کو بھی بنایا۔

اب جب کفر و نافرمانی کا انجام سنا دیا تو اب ایمان والوں سے خطاب ہوتا ہے اور ان کو نصیحت کی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہ اور بُرے لوگوں سے علیحدہ رکھیں اور شیطان کے دام فریب اور وساوس میں پھنسنے سے بچائیں۔

یا اللہ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل فرمانبرداری ظاہراً و باطناً نصیب فرما اور تا دم مرگ ایمان اور اسلام پر استقامت عطا فرما اور حُسن خاتمہ اور انجام کی خیر خوبی نصیب فرما۔

یا اللہ قرآن کریم نے تو صاف صاف کھول کر شیطان لعین کے مکر و فریب سے دنیا والوں کو آگاہ کر دیا ہے مگر افسوس ہے کہ ہم دنیاوی لذات کے پیچھے پڑ کر شیطان لعین کے مکر و فریب میں پھنستے جا رہے ہیں اور آپ کی اور آپ کے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نافرمانیوں میں مبتلا ہو رہے ہیں یا اللہ امت مسلمہ پر کرم و رحم کی نظر فرما دے اور ان کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما دے۔ ان کے قلوب کو نور ہدایت سے مزین فرما دے تا کہ یہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔ حق کو اختیار کریں۔ باطل سے گریز کریں۔ اور شیطان کے مکر و فریب سے بچ کر آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کریں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل کے واسطے اس نے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک

اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ ؕ

اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے انکو بے پروا بنا دیا

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ

یہی لوگ نافرمان ہیں۔ اہل نار اور اہل جنت باہم برابر نہیں، جو اہل جنت ہیں

ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ

وہ کامیاب لوگ ہیں۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اس کو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا،

اللّٰہِ ؕ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں۔

یٰۤاَیُّھَا اے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ایمان والو	اتَّقُوا اللّٰہَ تم اللہ سے ڈرو	وَلْتَنْظُرْ اور چاہیے کہ دیکھے	نَفْسٌ ہر شخص	مَّا قَدَّمَتْ کیا اس نے آگے بھیجا	
لِغَدٍ کل کیلئے	وَاتَّقُوا اور تم ڈرو	اللّٰہَ اللہ	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	خَبِیْرٌ باخبر	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو تم کرتے ہو	وَلَا تَکُوْنُوْا اور نہ ہو جاؤ تم
کَالَّذِیْنَ ان لوگوں کی طرح	نَسُوا اللّٰہَ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا	فَاَنْسٰھُمْ تو اللہ نے بھلا دیا انہیں	اَنْفُسَھُمْ خود انہیں	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ		
ھُمُ وہ	الْفٰسِقُوْنَ نافرمان (جمع)	لَا یَسْتَوِیْٓ برابر نہیں	اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے	وَاَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ اور جنت والے	اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ جنت والے	
ھُمُ وہی ہیں	الْفَآئِزُوْنَ مراد کو پہنچنے والے	لَوْ اَنْزَلْنَا اگر ہم نازل کرتے	ھٰذَا یہ	الْقُرْاٰنَ قرآن	عَلٰی جَبَلٍ پہاڑ پر	لَّرَاَیْتَہٗ تو تم دیکھتے اس کو
خَاشِعًا دبا ہوا	مُّتَصَدِّعًا ٹکڑے ٹکڑے ہوا	مِّنْ سے	خَشْیَۃِ اللّٰہِ اللہ کا خوف	وَتِلْکَ اور یہ	الْاَمْثَالُ مثالیں	نَضْرِبُھَا ہم وہ بیان کرتے ہیں
لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	لَعَلَّھُمْ تاکہ وہ	یَتَفَکَّرُوْنَ غور وفکر کریں				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں ایمان اور اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو خطاب کر کے نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ اے ایمان والو تم نے نافرمانوں کا انجام تو اوپر سن لیا تو اب تم اللہ سے ڈر کر طاعات اور نیکیوں کا ذخیرہ جمع کرو اور سوچو کہ کل کے لئے یعنی قیامت کے لئے کیا سامان تم نے آگے بھیجا ہے جو مرنے کے بعد وہاں پہنچ کر تمہارے کام آئے۔ اور جس طرح اللہ سے ڈر کر اعمال صالحہ میں کوشش کرنا اور ذخیرہ آخرت کو جمع کرنا لازم ہے اسی طرح اللہ سے ڈر کر تمام سیئات اور معاصی سے بچنے کا تم کو حکم ہے اور سمجھ لو کہ اللہ سے تمہارا کوئی کام پوشیدہ نہیں لہٰذا اس سے ڈر کر تقویٰ کا راستہ اختیار کرو اور معاصی سے پرہیز رکھو۔ آگے ان احکام کی مزید تاکید کے لئے بتلایا جاتا ہے کہ تم ایمان لا کر ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ کے احکام سے بے پروائی کی کہ اللہ کے حقوق کو بھلا دیا۔ اس کی یاد سے غفلت اور بے پروائی برتی۔ اس کے اوامر کے خلاف کیا اور

نواہی کا ارتکاب کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ خود اپنے نفع حقیقی کو نہ سمجھا اور نہ حاصل کیا اور آنے والی آفات سے بچاؤ کی فکر نہ کی اور نافرمانیوں میں غرق ہو کر دائمی خسارہ اور ابدی ہلاکت میں پڑ گئے۔ اور ایسے نافرمان اپنی نافرمانی کی سزا بھگتیں گے۔ تو اوپر دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا۔ ایک وہ جو اہل تقویٰ ہوں یعنی اللہ سے ڈر کر طاعات و اعمال صالحہ بجا لاتے ہوں اور گناہوں و معاصی سے بچتے ہوں اور دوسرے وہ جو اللہ تعالیٰ سے لاپرواہ ہوں۔ تارک احکام ہوں اور نافرمان ہوں۔ ان میں ایک اہل جنت ہیں اور دوسرے اہل نار اور یہ دونوں قسمیں یعنی اہل جنت اور اہل نار برابر نہیں بلکہ جو اہل جنت ہیں وہ کامیاب اور بامراد لوگ ہیں اور اہل نار ناکام اور نامراد ہیں۔ تو تم کو اہل جنت میں سے ہونا چاہئے جس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ قرآن کریم کی بتلائی ہوئی راہ پر چلے اور اس کی ہدایات کے سامنے سر جھکا دے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہو۔ لیکن مقام حسرت اور افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر کچھ نہ ہو حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز اور عظیم الشان مخلوق پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ ان مضامین عجیبہ کو اللہ تعالیٰ انسانوں کے نفع کے لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ سوچیں۔ غور و فکر کریں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔

اب غور کیجئے کس حکیمانہ انداز میں یہ نصائح فرمائی گئی ہیں کہ ترغیب و ترہیب کے دونوں پہلو سامنے رکھ دیئے گئے اور نفع و ضرر دونوں کو سمجھا دیا گیا۔ اب اس پر بھی کوئی اپنے انجام کی فکر نہ کرے اور خدا کا خوف و خشیت اپنے قلب میں نہ پیدا کرے اور تقویٰ کی راہ نہ اختیار کرے اور فسق و نافرمانی میں پڑا رہے۔ اور اہل جنت میں سے نہ بننا چاہے بلکہ اہل نار میں شامل ہونا پسند کرے تو وہ جانے اور سمجھ لے کہ اہل سعادت اور بدکار برابر کے نہ ہوں گے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اہل اسلام کو قیامت اور آخرت کی بے فکری سے متنبہ کر دیا گیا کہ قیامت کو کچھ دور نہ سمجھو۔ وہ یوم جزا و سزا یقینی اور قریب ہی آنے والا ہے۔ اور قیامت ایک تو پورے عالم کی ہے جب زمین و آسمان اور تمام کائنات سب فنا ہو جائیں گے اور ایک قیامت ہر انسان کی اپنی ہے جو اس کی موت ہی کے وقت آ جاتی ہے کیونکہ قبر ہی سے عالم آخرت کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی موت کا وقت اور حال یقینی طور پر انسان مقرر نہیں کر سکتا۔ ہر آن انسان اس خطرے سے باہر نہیں کہ شاید اگلا دن کیا اگلا گھنٹہ بھی زندگی کی حالت میں نہ آئے۔ اور اب تو ہارٹ (دل) فیل ہونے کے واقعات نے اس کو ایک عام بات بنا دیا ہے تو زندگی میں دین سے غفلت اور لاپروائی جو آخرت سے غفلت و لاپروائی ہوئی مسلمان کے لئے تو کسی طرح زیبا نہیں۔ اور یہ قرآن جو اللہ رب العزت خالق کائنات کا کلام ہے اس سے کسی مسلمان کا اعراض و انحراف اور اس کی نصائح سے متاثر نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے فطری شعور کو کھو بیٹھا ہے اور نفس و شیطان کے جال میں پھنس گیا ہے کہ جو اس کا دل قرآن سے متاثر نہیں ہوتا۔ ارے یہ قرآن تو ایسی عظمت والا ہے کہ پہاڑ جیسی سخت اور ثقیل چیز پر بھی اگر یہ نازل کیا جاتا تو پہاڑ بھی اس کی عظمت و بزرگی کے بار سے دب جاتا بلکہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ تو افسوس اور صد افسوس ہے ایسے مسلمان پر کہ جن کا دل قرآن سے متاثر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آخرت کی فکر اور قرآن کی عظمت نصیب فرمائیں۔

الغرض یہاں تو قرآن کی عظمت کا ذکر ہوا آگے جس خداوند قدوس کا یہ کلام ہے اس کی عظمت و رفعت اور صفات کمال بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان آئندہ خاتمہ کی آیات میں ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ

وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا، وہی بڑا مہربان رحم والا ہے وہ ایسا

اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ

معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے پاک ہے سالم ہے امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے زبردست ہے

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

خرابی کا درست کرنے والا ہے بڑی عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہ معبود ہے پیدا کرنے والا ہے ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے صورت بنانے والا ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں

يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ	الَّذِيْ وہ جس	لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	عٰلِمُ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ کا	وَالشَّهَادَةِ اور آشکارا	
هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ بڑا مہربان	الرَّحِيْمُ رحم کرنیوالا	هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ	الَّذِيْ وہ جس	لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	اَلْمَلِكُ بادشاہ
الْقُدُّوْسُ نہایت پاک	السَّلٰمُ سلامتی والا	الْمُؤْمِنُ امن دینے والا	الْمُهَيْمِنُ نگہبان	الْعَزِيْزُ غالب	الْجَبَّارُ جبار	الْمُتَكَبِّرُ بڑائی والا
سُبْحٰنَ پاک	اللّٰهِ اللہ	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شریک کرتے ہیں	هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ	الْخَالِقُ خالق	الْبَارِئُ ایجاد کرنیوالا	الْمُصَوِّرُ صورتیں بنانیوالا
لَهُ اس کیلئے	الْاَسْمَآءُ نام (جمع)	الْحُسْنٰى اچھے	يُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لَهُ اسکی	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین
وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا					

تفسیر وتشریح: یہ سورہ حشر کی آخری آیات ہیں گذشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے نصیحت و ہدایت فرمائی گئی تھی کہ تقویٰ اختیار کریں۔ طاعات اور اعمال صالحہ بجا لائیں۔ اور سیئات و معاصی سے بچیں اور ان غافلوں کی طرح نہ ہوں جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور اس سے لاپرواہ ہو گئے۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ ہدایات اور مفید نصائح جس قرآن کے ذریعہ سے انسانوں کو سنائے جاتے ہیں وہ ایسا باعظمت کلام ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس قرآن کریم کو پہاڑ جیسی مضبوط اور عظیم چیز پر نازل کرتے اور پہاڑ میں فہم کا مادہ رکھ دیتے تو وہ بھی خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا مگر ایک غافل انسان ہے کہ یہ پتھر سے بھی گیا گذرا ہوا کہ جو یہ مواعظ قرآنیہ سے اثر نہیں لیتا اور اپنے معبود حقیقی کو نہیں پہچانتا اور اس کے احکام کی اطاعت نہیں بجالاتا۔ اب آگے خاتمہ سورۃ پر بتلایا جاتا ہے کہ وہ معبود حقیقی کیسا ہے؟ کیا اس کی صفات کمال ہیں؟ اور مقصد ان صفات کے بیان سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت قلب پر نقش ہو تا کہ انسان کو اس کے احکام کی بجا آوری آسان ہو۔ اگرچہ قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کا بیان ہوا ہے لیکن تمام قرآن کریم میں دو مقامات ایسے ہیں جہاں صفات کمالیہ کا بیان ہوا ہے۔ ایک سورہ بقرہ میں آیت الکرسی اور دوسرے اس سورہ حشر کی یہ آخری آیات۔ مسند احمد و ترمذی کی

حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم پڑھ کر سورہ حشر کے آخر کی تین آیات پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ۷۰ ہزار فرشتے مقرر فرماتا ہے جو شام تک اس کے لئے دعا خیر کرتے ہیں اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ پاتا ہے اور جو شخص ان کی تلاوت شام کے وقت کرے وہ بھی اسی حکم میں ہے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ مومن کو چاہئے کہ صبح و شام ان آیات کی تلاوت پر مواظبت رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان آیات کے ورد کی صبح و شام توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔

الغرض ان آیات میں بتایا گیا کہ وہ معبود حقیقی جس کی طرف سے یہ باعظمت قرآن تمہاری طرف بھیجا گیا اور تم کو یہ نصائح و احکام و ہدایات دی گئیں وہی ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا معبود بننے کے لائق نہیں اور اس کے سوا کسی کی یہ حیثیت اور مقام اور مرتبہ نہیں کہ اس کی بندگی و پرستش کی جائے۔ اب آگے اس معبود حقیقی کی متعدد صفات بیان فرمائی گئی ہیں:۔

پہلی صفت بیان فرمائی گئی علم الغیب والشھادۃ۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا یعنی جو کچھ مخلوقات سے پوشیدہ ہے اس کو بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان پر ظاہر ہے اس کا بھی اس کو علم ہے۔ اس کے علم سے اس کائنات میں کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں۔ ماضی یعنی گذشتہ میں جو کچھ ہو چکا۔ یا حال میں موجود ہے یا مستقبل میں جو کچھ ہوگا۔ ہر چیز اور ہر بات اس کو براہ راست معلوم ہے۔

دوسری صفت بیان فرمائی ھو الرحمٰن الرحیم۔ وہی بڑا مہربان اور رحم والا ہے یعنی وہی ایک ہستی ہے جس کی رحمت بے پایاں ہے۔ اور تمام کائنات پر پھیلی ہوئی ہے۔ سارے جہانوں میں کوئی دوسرا اس ہمہ گیر اور غیر محدود رحمت کا حامل نہیں۔

تیسری صفت بیان فرمائی گئی الملک وہ بادشاہ ہے۔ یعنی اصل بادشاہی اسی کی ہے کہ سارے جہان اور پوری کائنات پر اس کی فرمانروائی محیط ہے۔ ہر چیز کا وہ مالک ہے۔ ہر شے اس کے تصرف اور حکم کے تابع ہے۔ جو کچھ وہ کرے کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں کہ ایسا کیوں کیا۔ اور جو فیصلہ کر دے تو کوئی اس کے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے والا نہیں وہ جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرما دیتا ہے جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ اس کی حقیقی بادشاہی اور حاکمیت میں کوئی اس کا شریک۔ ساجھی اور ساتھی نہیں۔

چوتھی صفت بیان فرمائی گئی القدوس وہ سب عیبوں سے پاک ہے۔ یعنی تمام بری صفات سے اس کی ذات پاکیزہ۔ منزہ اور مبرا ہے۔ اس کی ذات میں کوئی نقص یا عیب نہیں اور وہ ایک ایسی پاکیزہ ترین ہستی ہے کہ تمام نقائص۔ کمزوریوں اور عیوب سے بالکل پاک ہے۔

پانچویں صفت فرمائی گئی السلام وہ سب عیبوں سے سالم ہے۔ اس کی ذات سراسر سلامتی ہے۔ اس کی ذات اس سے بالا تر ہے کہ کوئی خامی۔ کوئی کمزوری کوئی آفت اس کو لاحق ہو یا کبھی اس کے کمال پر زوال آئے۔

چھٹی صفت فرمائی گئی المومن۔ امن دینے والا ہے۔ امن کے معنیٰ ہیں خوف سے محفوظ ہونا یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس خوف سے بالکل محفوظ ہے کہ وہ کبھی اس پر ظلم کرے گا یا اس کا حق مارے گا یا اس کا اجر ضائع کرے گا۔ یا اس کے ساتھ اپنے کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کرے گا۔ اور اس کا امن ساری کائنات اور اس کی ہر چیز کے لئے ہے۔

ساتویں صفت فرمائی گئی المھیمن نگہبانی کرنے والا ہے۔ حفاظت کرنے والا ہے یعنی تمام مخلوقات کی نگہبانی و حفاظت

فرماتا ہے۔

آٹھویں صفت فرمائی گئی العزیز زبردست ہے یعنی وہ ایسی زبردست ہستی ہے جس کے مقابلہ میں کوئی سر نہ اٹھا سکتا ہو۔ جس کے آگے سب بے بس اور بے زور ہوں۔

نویں صفت فرمائی گئی الجبار خرابی کا درست کر دینے والا ہے۔ جبر کے معنیٰ ہیں کسی شے کو طاقت سے درست کرنا۔ کسی چیز کی بزور اصلاح کرنا۔ اللہ تعالیٰ اپنی کائنات کا نظم بزور درست رکھنے والا ہے۔

دسویں صفت بیان فرمائی گئی المتکبر بڑی عظمت والا ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے مقابلہ میں حقیر ہے۔ وہی حقیقت میں بڑا ہے اور بڑائی فی الواقع اسی کے لئے ہے۔

گیارھویں صفت فرمائی سبحن اللہ عما یشرکون۔ وہ لوگوں کے شرک سے پاک ہے یعنی اس کی شان عظمت۔ ربوبیت۔ حکومت۔ قدرت۔ صفات میں جو بھی کسی مخلوق کو اس کا شریک وساجھی قرار دے رہے ہیں وہ بہت بڑا جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی معنیٰ میں بھی کوئی اس کا شریک ہو۔ اس کی ذات۔ صفات اور اعمال میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔

بارھویں صفت فرمائی گئی ھو اللہ الخالق وہ پیدا کرنے والا ہے۔ یعنی پوری دنیا اور دنیا کی ہر ہر چیز خود بخود وجود میں نہیں آ گئی اور نہ اتفاقاً پیدا ہوگئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لایا ہے۔

تیرھویں صفت فرمائی گئی الباریٔ۔ ٹھیک بنانے والا ہے۔ یعنی ہر چیز کو حکمت کے موافق بناتا ہے۔

چودھویں صفت فرمائی المصور صورت شکل بنانے والا ہے۔ نطفہ پر انسان کی تصویر کھینچ دی۔ ہر جنس۔ ہر نوع۔ ہر فرد کی صورت لاجواب بنائی۔

پندرھویں صفت فرمائی گئی لہ الا سمآء الحسنیٰ۔ اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔ یعنی وہ نام جو اعلیٰ درجہ کی خوبیوں اور کمالات پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی صفات کمالیہ کا اظہار کرتے ہیں۔

سولھویں صفت بیان فرمائی گئی یسبح لہ ما فی السمٰوٰت والارض۔ سب چیزیں اسی کی تسبیح وتقدیس کرتی ہیں حالاً یا قالاً جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ یعنی زبان قال یا زبان حال سے یہ بیان کررہی ہیں کہ ان کا خالق ہر عیب۔ نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔

سترھویں صفت فرمائی وھو العزیز الحکیم۔ وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اور سورۃ کو اسی جملہ پر ختم فرمایا گیا۔ جس سے مقصود یہ جتلانا ہے کہ جو معبود ایسی صفات کمالیہ کا مالک ہو اور جو ایسا باعظمت ہو اس کے احکام کی بجا آوری ضروری اور نہایت ضروری ہے اور اس کے احکام سے غفلت ولاپروائی اور ان سے انحراف اور ان کی نافرمانی کیسا شدید جرم ہے۔

الحمد للہ کہ اس درس پر سورہ حشر کا بیان پورا ہوگیا جس میں ۳ رکوع تھے۔ آئندہ بتوفیق الٰہی ہر رکوع کا خلاصہ عرض کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سورۃ الحشر

۱..... جو آدمی سورۃ الحشر پڑھے اسے دنیا وآخرت کا امن حاصل ہوگا۔

۲..... سورۃ فاتحہ سورۃ حشر کی آخری چار آیات اور قل ھو اللہ احد تین مرتبہ معوذتین تین تین مرتبہ لکھے پھر یہ لکھے

اللھم رب الناس الہ الناس اذھب الباس واشف حامل کتابی ھذا شفاء لا یغادر ہ سقم بحولک وقوتک و قدرتک انک علیٰ کل شیء قدیر وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و علیٰ الہ و صحبہ وسلم

یہ سب چیزیں لکھ کر مریض کو پہنائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی

قدرست سے تندرست ہو جائے گا۔

۳..... حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی صبح کے وقت یہ پڑھے

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم

پھر سورہ حشر کی پہلی تین آیات پڑھے

تو اللہ تعالیٰ ستر فرشتے مقرر فرماتے ہیں جو اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اگر وہ آدمی اسی دن مر جائے تو شہادت کی موت مرے گا۔

اور جو شام کے وقت پڑھے تو اس کے لئے بھی یہی انعام ہے اور اگر اسی رات کو فوت ہو جائے تو اس پر شہداء کی مہر لگائی جاتی ہے۔

۴..... حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کھجوروں کا ایک ڈھیر رکھا تھا' آپؓ نے محسوس کیا کہ کھجوریں کسی نے چرائی ہیں' جب رات ہوئی تو آپ تاک میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک آیا' آپؓ نے اس سے پوچھا کون ہو؟ اس نے کہا نصیبین میں رہنے والے جنوں میں سے ہوں' ہم اس بیت اللہ کی زیارت کے ارادہ سے آئے تھے ہم نے اپنے ساتھیوں کو آگے بھیجا تو وہ ہم سے بچھڑ گئے اور ہم تمہاری کھجوریں کھاتے رہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر تم سچے ہو تو مجھے اپنا ہاتھ دو' تو اس کا ہاتھ کتے کے ہاتھ کی طرح تھا۔ آپؓ نے اس سے فرمایا میری کھجوروں سے تم نے جو کھایا وہ تمہارے لئے حلال ہے اور بھی جو حاجت ہے وہ تجھے ملے گی کیا تم مجھے وہ چیز نہیں بتاتے جس کے سبب ہم سرکش جنوں سے بچ سکیں۔

تو اس نے سورۃ الحشر کے آخر کے کلمات لوانزلنا ہذا القرآن سے لے کر آخر سورۃ تک بتلائے۔

۵..... جو آدمی اچھی طرح وضو کر کے چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے پھر رکوع میں سورۃ الحشر پڑھے تو جس حاجت کی وہ نیت کرے گا اس کا پورا ہونا اس کے لئے آسان ہو جائے گا۔

۶..... جو آدمی ذہن کا کمزور اور سست ہو اور بھول جاتا ہو تو وہ شیشہ کے گلاس میں سورۃ الحشر لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر پی لے تو اس کا ذہن قوی اور چست ہو جائے گا' بھولنے کی بیماری ختم ہو جائے گی۔

۷..... اگر کسی عضو میں درد ہو تو سورۃ الحشر کے خاتمہ کی آیات پڑھ کر دم کر دے' اللہ تعالیٰ کے حکم سے درد جاتا رہے گا۔

(الدرالنظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی ذات پاک وصفات کی معرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرمائیں اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے شرک سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ اپنی عبادت وبندگی کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ اور اپنے جملہ احکام کی فرمانبرداری کے ساتھ ہم کو زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمائے۔

یا اللہ اپنے احکام سے غفلت ولا پروائی ہم سے دور فرما کر اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔ اور صبح وشام ان آیات مبارکہ کے ورد کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ

اے ایمان والوتم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ اُن سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے

وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

وہ اس کے منکر ہیں رسول کو اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے

رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ

شہر بدر کرچکے ہیں۔ اگر تم میرے رستہ میں جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈھنے کی غرض سے نکلے ہو

اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ

تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، اور جو شخص تم میں سے ایسا کریگا

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

وہ راہ راست سے بہک گیا۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	لَا تَتَّخِذُوْا تم نہ بناؤ	عَدُوِّيْ میرا دشمن	وَعَدُوَّكُمْ اور اپنے دشمن	اَوْلِيَآءَ دوست	تُلْقُوْنَ تم پیغام بھیجتے ہو
اِلَيْهِمْ ان کی طرف	بِالْمَوَدَّةِ دوستی سے۔کا	وَقَدْ كَفَرُوْا اور وہ منکر ہو چکے ہیں	بِمَا جَآءَكُمْ اس کے جو تمہارے پاس آیا	مِّنَ الْحَقِّ حق سے		
يُخْرِجُوْنَ وہ نکالتے (جلا وطن) کرتے ہیں	الرَّسُوْلَ رسول	وَاِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی	اَنْ کہ	تُؤْمِنُوْا تم ایمان لاتے ہو	بِاللّٰهِ اللہ پر	
رَبِّكُمْ تمہارا رب	اِنْ اگر	كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ تم نکلتے ہو	جِهَادًا جہاد کیلئے	فِيْ سَبِيْلِيْ میرے راستے میں	وَابْتِغَآءَ اور چاہنے کیلئے	
مَرْضَاتِيْ میری رضا	تُسِرُّوْنَ تم چھپا کر بھیجتے ہو	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	بِالْمَوَدَّةِ دوستی کا پیغام	وَاَنَا اَعْلَمُ اور میں خوب جانتا ہوں		
بِمَا وہ جو	اَخْفَيْتُمْ تم چھپاتے ہو	وَمَآ اور جو	اَعْلَنْتُمْ تم ظاہر کرتے ہو	وَمَنْ اور جو	يَّفْعَلْهُ یہ کرے گا	مِنْكُمْ تم میں سے
فَقَدْ تو تحقیق	ضَلَّ وہ بھٹک گیا	سَوَآءَ سیدھا	السَّبِيْلِ راستہ			

تفسیر وتشریح: اس سورۃ میں مسلمان کے کفار کے ساتھ تعلقات سے متعلق اصولی طور پر یہ ہدایت دی گئی کہ وہ کفار جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہیں ان سے ہر طرح پر ترک تعلقات ضروری ہے۔ لیکن جو غیر مسلم جنگ نہیں کر رہے ہیں ان سے احسان کرنے اور انصاف کرنے کا حکم ہے۔ اب اس آیت کی تشریح کے سلسلہ میں پہلے اس سورۃ کے شان نزول کے متعلق ایک واقعہ حضرت حاطبؓ بن

ابی بلتعہ کا جاننا ضروری ہے۔ اکابرین مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سورۃ کا نزول اس وقت ہوا تھا جب مشرکین مکہ کے نام حضرت حاطب کا ایک خط پکڑا گیا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ جب قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کا معاملہ توڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا ارادہ فرمایا اور خاموشی کے ساتھ فوج جمع کر کے مکہ کو فتح کر لینے کا ارادہ ہوا اور خبروں کی بندش کر دی گئی تاکہ کفار مکہ کو اس بات کا علم نہ ہو ورنہ وہ آپ کی تیاریوں کا حال سن کر لڑائی کا سامان شروع کر دیتے۔ اور بڑے کشت وخون کی نوبت آتی اور مکہ کو پر امن طریقہ سے فتح کرنے کے تمام فوائد ضائع ہو جاتے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ جو کہ اہل بدر میں سے ہیں یعنی غزوہ بدر میں کفار مکہ سے جنگ میں شامل تھے اور جو یمن کے رہنے والے تھے وہ مکہ میں آ گئے تھے اور پھر ہجرت کر کے تنہا مدینہ منورہ آ گئے ان کے بھائی والدہ۔ اور اولاد اور ان کے اموال ابھی سب مکہ ہی میں تھے۔ حضرت حاطب نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کرنے والے ہیں اور یہ خط ایک عورت کو دے دیا کہ مکہ والوں کو پہنچا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بذریعہ وحی معلوم ہو گئی اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ عورت فلاں مقام تک پہنچ چکی ہے۔ آپ نے حضرت علیؓ اور چند صحابہؓ کو حکم دیا کہ فلاں جگہ مکہ کے راستہ میں وہ عورت ملے گی اس سے وہ خط لے آؤ۔ یہ حضرات تیزی سے روانہ ہوئے اور اس عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پالیا۔ اور اس عورت سے خط مانگا اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ان حضرات نے تلاشی لی مگر کوئی خط نہ ملا۔ آخر کو ان حضرات نے اس عورت سے کہا کہ خط ہمارے حوالہ کر دے ورنہ ہم برہنہ کر کے تلاشی لیں گے جب اس نے دیکھا کہ بچنے کی کوئی صورت نہیں تو اپنی چوٹی میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ ان حضرات نے خط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔ خط کھول کر پڑھا گیا تو اس میں قریش کے لوگوں کو اطلاع دی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ واقعی خط میرا ہی لکھا ہوا ہے لیکن یہ خط میں نے مخالفت اسلام کے سبب نہیں لکھا اور نہ میں نے کفر اختیار کیا ہے نہ اسلام سے پھرا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے اہل وعیال مکہ میں ہیں اور وہاں ان کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں۔ میں نے کافروں پر ایک احسان کر کے یہ چاہا کہ وہ لوگ اس کے معاوضہ میں میرے اہل وعیال کو کچھ نہ کہیں اور ان سے اچھا سلوک کریں میں نے اس سے سمجھا کہ اس میں میرا کچھ فائدہ ہو جائے گا اور اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ فتح ونصرت کے جو وعدے اللہ نے آپ سے کئے ہیں وہ یقیناً پورے ہو کر رہیں گے۔ کسی کے روکے رک نہیں سکتے۔ آپ کو تو ضرور فتح ہوگی اور میرا نفع ہو جاوے گا کہ اہل مکہ اس کا احسان مان کر میرے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کریں گے اور ان کو ایذا اور ضرر نہ پہنچائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا اور اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اہل بدر میں سے ہیں۔ انہوں نے سچ کہا ہے۔ ان کے معاملہ میں خیر کے سوا کچھ نہ کہو۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں اور ان کے لئے وعدہ جنت کا اعلان فرما دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رو دیئے اور کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس پر یہ اور اگلی آیات نازل ہوئیں اور اس سورۃ کا بڑا حصہ اسی قصہ کے متعلق ہے چنانچہ اس آیت میں اہل ایمان سے خطاب کر کے جتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار مکہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں ان سے دوستانہ برتاؤ کرنا اور دوستانہ پیغام ان کی طرف بھیجنا ایمان والوں کو زیبا نہیں۔ تمہارے پاس جو دین حق آ چکا ہے وہ اس کے منکر ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور تم کو کیسی کیسی ایذائیں دے کر ترک وطن پر مجبور کیا۔ محض اس قصور پر کہ تم ایک اللہ کو جو تمہارا سب کا رب ہے کیوں مانتے ہو۔ اس سے بڑی دشمنی اور ظلم کیا ہوگا۔ تعجب ہے کہ تم ایسوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے

ہو۔ تمہارا گھر اور وطن سے نکلنا اگر اللہ کی خوشنودی اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے ہے اور خالص اس کی رضا کے واسطے تم نے سب کو دشمن بنایا ہے تو پھر انہی دشمنوں سے دوستی گانٹھنے کا کیا مطلب؟ کیا جنہیں ناراض کر کے اللہ کو راضی کیا تھا اب انہیں راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

آگے بتلایا گیا کہ آدمی کوئی کام دنیا سے چھپا کر کرنا چاہے تو کیا اس کو اللہ سے بھی چھپا لے گا؟ دیکھو لاکھ چاہا اور کس قدر کوشش کی کہ خط کی اطلاع کسی کو نہ ہو مگر اللہ نے اپنے رسول کو مطلع کر دیا اور راز قبل از وقت فاش ہو گیا۔ مسلمان ہو کر کوئی ایسا کام کرے اور یہ سمجھے کہ میں اس کے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گا تو سخت غلطی اور بہت بڑی بھول ہے۔

حضرت حاطب پر بدری صحابی ہونے کے باوجود جو اتنی سخت گرفت ہوئی تو اس سے ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی میں دشمن حربی سے خط و کتابت رکھنا یا تعلقات دوستانہ قائم رکھنا کیسا شدید جرم ہے۔

ان آیات میں گو نزول کا موقع حضرت حاطبؓ کا واقعہ ہے لیکن حکم عام ہے اور اہل ایمان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ تعلیم دی گئی کہ کفر و اسلام کا جہاں مقابلہ ہو اور جہاں لوگ اہل ایمان سے محض ان کے مسلمان ہونے کی بنا پر دشمنی کر رہے ہوں تو کسی مسلمان کا کسی غرض اور کسی مصلحت سے بھی کوئی ایسا کام کرنا جس سے اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچتا ہو ہرگز کسی مومن کے لئے روا نہیں۔ ساتھ ہی اس واقعہ سے فضائل اصحاب بدریین کا بھی علم ہوتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کے قصہ میں حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا جیسا کہ بخاری و دیگر کتب احادیث میں روایت ہے کہ ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ کہہ دیا جو چاہے کرو۔ جنت تمہارے لئے واجب ہو چکی ہے''۔

معلوم ہوا کہ اصحاب بدر کی اس عظیم الشان نیکی کے بعد ان سے کوئی ایسی غلطی نہ ہو گی کہ جو ان کی اس نیکی شرکت غزوہ بدر کو محو کر سکے بلکہ یہ عظیم الشان نیکی ہی آئندہ کی غلطی کا کفارہ بن جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حاطب کی اس غلطی کو فساد مزاج پر محمول کر کے ان پر نفاق کا حکم لگایا اور ان کے قتل کی اجازت چاہی مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اے عمر! حاطب کا قلب نفاق کے مرض سے بالکل پاک ہے۔ یہ نفاق نہیں بلکہ غفلت سے غلطی ہو گئی۔ روحانی مزاج اس کا صحیح ہے۔ بدر کی شرکت نے اس کو کندن بنا دیا ہے اتفاق سے بد پرہیزی ہو گئی۔ صحیح المزاج کو بھی کبھی کبھی نزلہ زکام کی شکایت پیش آ جاتی ہے جس کے لئے ایک معمولی سا جوشاندہ کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حاطب کو بلا کر فقط یہ دریافت فرمانا **ما هذا يا حاطب**؟ اے حاطب یہ کیا معاملہ ہے۔ ان کی عارضی شکایت کے لئے یہی کافی جوشاندہ تھا۔ سنتے ہی بد پرہیزی کا اثر ایسا دور ہوا کہ مرتے دم تک پھر کبھی کوئی شکایت ہی پیش نہ آئی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ کے نام دعوت اسلام کا خط لکھوایا تو انہی حضرت حاطب کو سفیر بنا کر بھیجا۔

الغرض اسی حضرت حاطب کے واقعہ میں یہ اور اگلی آیات اس سورۃ کی نازل ہوئیں اور کفار و مشرکین سے موالات اور دوستانہ تعلقات رکھنے کی حرمت و ممانعت اور دیگر احکام بیان فرمائے گئے۔ آگے مزید اسی کا بیان ہے کہ یہ کفار تو دینی و دنیوی ہر اعتبار سے مسلمانوں کے دشمن اور بدخواہ ہیں تو اعدائے دین کے ساتھ دوستی کا تعلق کیسا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ

اگران کوتم پردسترس ہوجاوے تو اظہار عداوت کرنے لگیں اور تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور وہ اس بات کے متمنی ہیں

وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ يَفْصِلُ

کہ تم کافر ہوجاؤ۔ تمہارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن کام نہ آویں گے خدا تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا،

بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ

اور اللہ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔تمہارے لئے ابراہیم میں اوران لوگوں میں جو کہ ان کے شریک حال تھے

وَالَّذِينَ مَعَهُ ۚ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

ایک عمدہ نمونہ ہے، جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کوتم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں

اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا

ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کیلئے عداوت اور بغض ظاہر ہوگیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ

بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ

لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں،

اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔اے ہمارے پروردگار ہم کو

فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

کافروں کا تختہ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کردیجئے، بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

إِنْ اگر	يَثْقَفُوكُمْ وہ تمہیں پائیں	يَكُونُوا وہ ہوجائیں	لَكُمْ تمہارے	أَعْدَاءً دشمن	وَيَبْسُطُوا اور وہ کھولیں	إِلَيْكُمْ تم پر	أَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ
وَأَلْسِنَتَهُمْ اور اپنی زبانیں	بِالسُّوءِ برائی کے ساتھ	وَوَدُّوا اور وہ چاہتے ہیں	لَوْ تَكْفُرُونَ کاش تم کافر ہوجاؤ	لَنْ تَنْفَعَكُمْ تمہیں ہرگز نفع نہ دیں گے			
أَرْحَامُكُمْ تمہارے رشتے	وَ اور	لَا نہ	أَوْلَادُكُمْ تمہاری اولاد	يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن	يَفْصِلُ وہ (اللہ) فیصلہ کردے گا		
بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	وَاللَّهُ اور اللہ	بِمَا تَعْمَلُونَ جو تم کرتے ہو	بَصِيرٌ دیکھتا ہے	قَدْ كَانَتْ بیشک ہے	لَكُمْ تمہارے لئے		
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ چال (نمونہ) بہترین	فِي میں	إِبْرَاهِيمَ ابراہیم	وَالَّذِينَ اور جو	مَعَهُ اسکے ساتھ	إِذْ قَالُوا جب انہوں نے کہا	لِقَوْمِهِمْ اپنی قوم کو	
إِنَّا بُرَآءُ بیشک ہم لاتعلق	مِنْكُمْ تم سے	وَ اور	مِمَّا ان سے جن کی	تَعْبُدُونَ تم بندگی کرتے ہو	مِنْ دُونِ اللَّهِ اللہ کے سوا	كَفَرْنَا ہم منکر ہیں	
بِكُمْ تمہارے	وَبَدَا اور ظاہر ہوگئی	بَيْنَنَا ہمارے درمیان	وَ اور	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	الْعَدَاوَةُ عداوت	وَ اور	الْبَغْضَاءُ بغض (دشمنی)

اَبَدًا ہمیشہ کیلئے	حَتّٰى یہاں تک کہ	تُؤْمِنُوْا تم ایمان لے آؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَحْدَهٗ واحد	اِلَّا قَوْلَ مگر کہنا	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم لِاَبِيْهِ اپنے باپ سے
لَاَسْتَغْفِرَنَّ البتہ میں ضرور مغفرت مانگوں گا	لَكَ تمہارے لئے	وَمَا اور نہیں	اَمْلِكُ میں اختیار رکھتا	لَكَ تمہارے لئے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے۔آگے	
مِنْ شَيْءٍ کچھ بھی	رَبَّنَا اے ہمارے رب	عَلَيْكَ تجھ پر	تَوَكَّلْنَا ہم نے بھروسہ کیا	وَاِلَيْكَ اور تیری طرف	اَنَبْنَا ہم نے رجوع کیا	وَاِلَيْكَ اور تیری طرف
الْمَصِيْرُ بازگشت	رَبَّنَا اے ہمارے رب	لَا تَجْعَلْنَا ہمیں نہ بنا	فِتْنَةً آزمائش (تختۂ مشق)	لِلَّذِيْنَ اُن کیلئے جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا۔کافر	
وَاغْفِرْ اور بخش دے	لَنَا ہمیں	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّكَ بیشک تو	اَنْتَ تو ہی	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا

تفسیر وتشریح: گذشتہ درس میں اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ ان آیات کا تعلق حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے واقعہ سے ہے جنہوں نے اہل مکہ کو خفیہ طور پر ایک خط لکھا تھا۔

اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تم ان کافروں سے بحالت موجودہ کسی بھلائی کی امید مت رکھو۔خواہ تم کتنی ہی رواداری اور دوستی کا اظہار کرو گے وہ کبھی مسلمان کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔باوجود انتہائی رواداری کے اگر تم پر ان کا قابو چڑھ جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے گریز نہ کریں۔ زبان سے ہاتھ سے ہر طرح ایذائیں پہنچائیں اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت سے منکر ہیں کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں۔ کیا ایسے شریر اور بد باطن اس لائق ہیں کہ ان کو دوستانہ پیغام بھیجا جائے۔پھر حضرت حاطبؓ نے وہ خط اپنے اہل وعیال کی خاطر لکھا تھا اس پر تنبیہ فرمائی گئی کہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے اللہ تعالیٰ سب کا رتی رتی عمل دیکھتا ہے اسی کے موافق فیصلہ فرمائے گا اس کے فیصلہ کو کوئی بیٹا۔ پوتا۔ بیوی بچہ۔ بھائی بہن۔عزیز واقارب ہٹا نہیں سکیں گے پھر یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ ایک مسلمان اہل وعیال کی خاطر اللہ کو ناراض کرلے۔یادرکھو ہر چیز سے مقدم اللہ کی رضا مندی ہے وہ راضی ہوتو اس کے فضل سے سب کام ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن وہ ناخوش ہوتو کوئی کچھ کام نہ آئے گا۔غرض کہ یہاں سے یہ سمجھایا گیا یہ کافر تو دینی اور دنیوی ہر اعتبار سے مسلمانوں کے دشمن اور بدخواہ ہیں اور کافروں اور بے دینوں سے تعلقات بڑھانے اور دوستی کرنے کا محرک اکثر دنیا کا نفع اور اپنے اہل وعیال کی فلاح کا خیال ہوتا ہے تو یہاں اس خیال کی جڑ کاٹ دی گئی کہ جن اہل و عیال اور عزیز واقارب کی خاطر آج تم اللہ کی ناراضگی مول لے رہے ہو۔آخرت میں جو مستقل فیصلہ کا وقت ہوگا یہ تمہیں اللہ کی عقوبت سے ذرا بھی نہ بچا سکیں گے۔

اس کی نظیر میں آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اس بارہ میں کفار سے ایسا برتاؤ رکھنا چاہئے جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے متبعین نے کیا کہ اپنے اپنے وقت میں سب ہی نے کفار ومشرکین سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان کیا اور اپنی بت پرست قوم سے یہ کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں۔تم اللہ سے منکر ہو اور اس کے احکام کی پروا نہیں کرتے۔ہم تمہارے طریقہ سے منکر ہیں اور ذرا برابر تمہاری پروا نہیں کرتے اور ہمارے اور تمہارے درمیان یہ دشمنی اور بیر اسی وقت ختم ہوسکتا ہے جب تم شرک کو چھوڑ کر اسی ایک آقا و مالک کے غلام بن جاؤ جس کے ہم ہیں۔غرض ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین نے کفار سے صاف قطع تعلق کردیا۔ہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اتنا ضرور کہا تھا کہ میں اللہ سے تیرے لئے استغفار کروں گا اور تمہارے لئے استغفار سے زیادہ مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں کہ دعا کو قبول ہی کرالوں یا ایمان نہ لانے کے باعث تم کو عذاب سے بچالوں یہ کہہ کر وہ اپنی قوم اور وطن کو چھوڑ کر ہجرت کر گئے اور پھر ان کی طرف منہ نہیں کیا اور ہجرت کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم اس اظہار عداوت مع الکفار میں آپ پر توکل کرتے ہیں اور سب کو چھوڑ کر آپ کی ذات پر

بھروسہ کیا اور قوم سے ٹوٹ کر آپ کی طرف رجوع ہوئے اور خوب جانتے ہیں کہ سب کو پھر آپ ہی کی طرف آنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار آپ ہمیں کفار کا ذریعہ امتحان و آزمائش نہ بنایئے کہ وہ ہمیں جس طرح چاہیں ستائیں اور اے رب ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما اور تقصیرات سے درگزر کر۔ آپ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں اور اس لئے آپ جو کرنا چاہیں نہ اس میں کوئی مزاحمت کرسکتا ہے اور نہ اس پر کوئی اعتراض ہوسکتا ہے۔ الغرض یہ کام تھے اور یہ دعا تھی حضرت ابراہیم السلام اور ان کے متبعین کی پس تم کو یہی کام کرنے چاہئے تھے نہ کہ ان سے دوستی کرنا۔

یہاں ان آیات سے عام تعلیم جو ملتی ہے وہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی ہے۔ یعنی صرف اللہ کے واسطے کی محبت اور صرف اللہ کے واسطے کی دشمنی۔ بزرگان دین نے لکھا ہے کہ ایمان کے بعد حب فی اللہ اور بغض فی اللہ ہی کا مرتبہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا بتلاؤ ایمان کی کونسی دست آویز زیادہ مضبوط ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا۔ اللہ و رسول ہی کو زیادہ علم ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا موالات فی اللہ۔ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ یعنی اللہ کے لئے باہم تعلق و تعاون۔ اور اللہ کے واسطے کسی سے محبت اور اللہ ہی کے واسطے کسی سے بغض و عداوت۔ مطلب یہ ہے کہ بندہ کا دنیا میں جس کے ساتھ جو برتاؤ ہو خواہ موالات ہو یا ترک موالات۔ محبت ہو یا عداوت۔ وہ اپنے نفس کے تقاضہ۔ یا کسی نفسانی جذبہ سے نہ ہو بلکہ صرف اللہ کے لئے اور اس کے حکم کے ماتحت ہو۔ (معارف الحدیث) ایک حدیث میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے ایک سوال کے جواب میں کہ ایمان کا افضل اور اعلیٰ درجہ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا اور بتلایا کہ کامل ایمان جب نصیب ہوگا جبکہ یہ تین باتیں پیدا ہو جائیں۔ ایک اللہ ہی کے لئے دوستی اور دشمنی۔ دوسرے زبان کا یاد الٰہی میں مشغول رکھنا۔ تیسرے بندگان خدا کی ایسی خیر خواہی کہ جو اپنے لئے چاہے وہی دوسرے لوگوں کے لئے بھی چاہے اور جو اپنے لئے پسند نہ کرے دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی صفت محمودہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

ابھی آگے اسی حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے معاملہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تقلید کی ترغیب مزید دی گئی ہے اور اس کے خلاف پر وعید سنائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی صفات ہم کو بھی عطا فرمائیں اور اپنے دوستوں سے دوستی اور اپنے دشمنوں کی دشمنی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ دین کے معاملہ میں ہم کو دنیا کے تعلقات سے بے نیاز رکھیں۔

یا اللہ ہم کو اور پوری امت مسلمہ کو دعا ابراہیمی مانگنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن

بے شک اُن لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کیلئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو، اور جو شخص

يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝٦ عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ

روگردانی کرے گا سو اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور سزاوار حمد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے

عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٧ لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ

تمہاری عداوت ہے دوستی کردے، اور اللہ کو بڑی قدرت ہے، اور اللہ غفور رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان

لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا

اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارہ میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا،

إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝٨ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ

اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارہ میں لڑے ہوں

وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ

اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور تمہارے نکالنے میں مدد کی ہو اور جو شخص ایسوں سے دوستی کرے گا

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝٩

سو وہ لوگ گنہگار رہوں گے۔

لَقَدْ كَانَ تحقیق (یقیناً) ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيهِمْ ان میں	أُسْوَةٌ چال (نمونہ)	حَسَنَةٌ بہترین	لِّمَنْ اس کیلئے جو		
كَانَ يَرْجُوا امید رکھتا ہے	اللَّهَ اللہ	وَالْيَوْمَ الْآخِرَ اور آخرت کا دن	وَمَن اور جو۔جس	يَتَوَلَّ روگردانی کریگا	فَإِنَّ اللَّهَ تو بیشک اللہ		
هُوَ الْغَنِيُّ وہ بے نیاز	الْحَمِيدُ ستودہ صفات	عَسَى اللَّهُ قریب ہے کہ اللہ	أَن کہ	يَجْعَلَ وہ کردے	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان		
وَبَيْنَ اور درمیان	الَّذِينَ ان لوگوں کے	عَادَيْتُم تم عداوت رکھتے ہو	مِّنْهُم ان سے	مَّوَدَّةً دوستی	وَاللَّهُ اور اللہ	قَدِيرٌ قدرت رکھنے والا	
وَاللَّهُ اور اللہ	غَفُورٌ بخشنے والا	رَّحِيمٌ رحم کرنیوالا	لَا يَنْهَاكُمُ تحقیق منع نہیں کرتا	اللَّهُ اللہ	عَنِ سے	الَّذِينَ جو لوگ	لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ تم سے نہیں لڑتے
فِي الدِّينِ دین میں	وَلَمْ يُخْرِجُوكُم اور انہوں نے تمہیں نہیں نکالا	مِّن سے	دِيَارِكُمْ تمہارے گھر (جمع)	أَن تَبَرُّوهُمْ کہ تم دوستی کرو ان سے			
وَتُقْسِطُوا اور تم انصاف کرو	إِلَيْهِمْ ان سے	إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ	يُحِبُّ محبوب رکھتا ہے	الْمُقْسِطِينَ انصاف کرنیوالے	إِنَّمَا اس کے سوا نہیں		
يَنْهَاكُمُ تمہیں منع کرتا ہے	اللَّهُ اللہ	عَنِ سے	الَّذِينَ جو لوگ	قَاتَلُوكُمْ تم سے لڑے	فِي الدِّينِ دین میں	وَأَخْرَجُوكُم اور انہوں نے تمہیں نکالا	
مِّن سے	دِيَارِكُمْ تمہارے گھر	وَ اور	ظَاهَرُوا انہوں نے مدد کی	عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ تمہارے نکالنے پر	أَن تَوَلَّوْهُمْ کہ تم دوستی کرو ان سے		
وَمَن اور	يَتَوَلَّهُمْ ان سے دوستی رکھے گا	فَأُولَٰئِكَ تو وہی لوگ	هُمُ وہ	الظَّالِمُونَ ظالم (جمع)			

20 تفسیر و تشریح: اوپر شروع سورۃ سے مضمون حضرت حاطبؓ کے کفار مکہ کو پیغام بھیجنے اور ان سے دوستی کے تعلق کو ظاہر کرنے کے متعلق بیان ہوتا چلا آ رہا ہے

اسی امر کی تاکید اور مزید ترغیب کے لئے ان آیات میں فرمایا جاتا ہے کہ تم مسلمانوں کو یا بالفاظ دیگر ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور آخرت کے قائم ہونے کے امیدوار ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے متبعین کی چال اختیار کرنی چاہئے۔ دنیا خواہ تم کو کتنا ہی متعصب اور تنگدل کہے تم اس راستہ سے منہ نہ موڑو جو دنیا کے موحد اعظم حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے طرز عمل سے قائم کر دیا۔ مستقبل کی ابدی کامیابی اسی راستہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے اگر اس کے خلاف چلو گے اور خدا کے دشمنوں سے دوستانہ گانٹھو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی دوستی یا دشمنی کی کیا پروا ہے۔ وہ تو بذات خود تمام کمالات اور ہر قسم کی خوبیوں کا مالک ہے۔ اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ اب چونکہ کچھ کفار کی عداوت سن کر مسلمانوں کو فکر ہو سکتی تھی۔ کچھ رشتہ ناطہ کے قطع سے طبعاً رنج ہو سکتا تھا۔ اس لئے بطور بشارت کے آگے پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے کہ اللہ کی قدرت و رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ جو آج بدترین دشمن ہیں کل انہیں مسلمان کر دے اور اس طرح تمہارے اور ان کے درمیان دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ چنانچہ فتح مکہ میں ایسا ہی ہوا کہ ان آیات کے نازل ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد تقریباً سب مکہ والے فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے اور جو لوگ ایک دوسرے پر تلوار اٹھا رہے تھے اب ایک دوسرے کے رفیق غمگسار بن گئے۔ تو یہاں آیت میں یہ پیشین گوئی فرما کر کہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کرا دے مسلمانوں کی تسلی کر دی کہ مکہ والوں کے مقابلہ میں یہ ترک موالات کا جہاد صرف چند روز کے لئے ہے پھر اس کی ضرورت نہیں رہے گی اس لئے تم کو چاہئے کہ بحالت موجودہ تم مضبوطی سے ترک موالات پر قائم رہو اور جس کسی سے اس باب میں بے اعتدالی ہو گئی ہو اللہ سے اپنی خطا معاف کرائے۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔ اب یہاں تک تو کفار سے دوستانہ تعلق کی نسبت حکم فرمایا گیا تھا کہ ان سے قطع تعلق واجب ہے آگے کفار سے محسنانہ تعلقات کے حکم کی تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے۔ مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو خود تو مسلمان نہ ہوئے تھے لیکن مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پرخاش بھی نہیں رکھتے تھے۔ نہ دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے لڑے نہ ان کو ستانے اور وطن سے نکالنے میں ظالموں کے مددگار رہے۔ اس قسم کے کافروں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ جب وہ تمہارے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آتے ہیں تو انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دنیا کو دکھلا دو کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر کافروں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسر پیکار ہے تو تمام کافروں کو بلا تمیز ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیں ایسا کرنا حکمت اور انصاف کے خلاف ہوگا۔ کفار کے ساتھ ان کے حالات کے فرق کے اعتبار سے معاملہ کرنے کی تفصیل سورہ مائدہ اور آل عمران میں گزر چکی ہے اس لئے پھر اخیر میں فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے تم کو منع فرماتے ہیں جو تم سے دین کے بارہ میں لڑے ہوں یا لڑنے کا عزم رکھتے ہوں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو یعنی ہجرت پر مجبور کیا ہو یا تمہارے نکالنے میں ظالموں کی مدد کی ہو۔ ایسے لوگوں سے یعنی اہل حرب کفار سے جو دوستی کا برتاؤ کرے گا تو پھر وہ گناہ گار ہوگا۔

اب آگے ایسی عورتوں کا حکم بیان فرمایا گیا ہے جو ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آویں تو تم اُن کا امتحان کرلیا کرو، اُن کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ

پس اگر ان کو مسلمان سمجھوتو اُن کو کفار کی طرف واپس مت کرو نہ تو وہ عورتیں اُن کافروں کے لئے

وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ

حلال ہیں اور نہ وہ کافران عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ اوران کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو وہ اُن کوادا کردو اور تم کوان عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہ ہوگا

اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا

جب کہ تم اُن کے مہر ان کو دیدو، اور تم کافرعورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو، مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو

مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ

وہ مانگ لیں، یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری بیبیوں میں سے

شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ

کوئی بی بی کافروں میں رہ جانے سے تمہارے ہاتھ نہ آوے پھر تمہاری نوبت آوے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئیں

اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دیدو، اور اللہ سے کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	اِذَا جَآءَكُمْ جب تمہارے پاس آئیں	الْمُؤْمِنٰتُ مومن عورتیں	مُهٰجِرٰتٍ مہاجر عورتیں		
عَلِمْتُمُوْهُنَّ تم انہیں جان لو	فَاِنْ پس اگر	بِاِيْمَانِهِنَّ انکے ایمان کو	اَللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ خوب جانتا ہے	فَامْتَحِنُوْهُنَّ تو ان کا امتحان کرلیا کرو		
حِلٌّ حلال	لَا هُنَّ وہ عورتیں نہیں	الْكُفَّارِ کافروں	اِلَى طرف	فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ تو تم انہیں واپس نہ کرو	مُؤْمِنٰتٍ مومن عورتیں	
مَآ اَنْفَقُوْا جو انہوں نے خرچ کیا	وَاٰتُوْهُمْ اور تم انکو دیدو	لَهُنَّ ان عورتوں کیلئے	يَحِلُّوْنَ وہ حلال ہیں	وَلَا هُمْ اور نہ وہ مرد	لَّهُمْ اُن کیلئے	
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ تم انہیں دے دو	اِذَآ جب	اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کہ تم ان عورتوں سے نکاح کرلو	عَلَيْكُمْ تم پر	وَلَا جُنَاحَ اور کوئی گناہ نہیں		
مَآ اَنْفَقْتُمْ جو تم نے خرچ کیا	وَسْئَلُوْا اور تم مانگ لو	الْكَوَافِرِ کافر عورتیں	بِعِصَمِ ناموس	وَلَا تُمْسِكُوْا اور تم نہ قبضہ رکھو	اُجُوْرَهُنَّ ان کے مہر	
يَحْكُمُ وہ فیصلہ کرتا ہے	حُكْمُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	ذٰلِكُمْ یہ	مَآ اَنْفَقُوْا جو انہوں نے خرچ کیا	لْيَسْئَلُوْا چاہیے کہ وہ مانگ لیں	وَ اور	
فَاتَكُمْ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے	اِنْ اگر	وَ اور	حَكِيْمٌ حکمت والا	عَلِيْمٌ جاننے والا	وَاللّٰهُ اور اللہ	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان
الَّذِيْنَ انکو جن کی	فَاٰتُوا واپس دو	فَعَاقَبْتُمْ تو ان (کفار) کو سزا دو	اِلَى الْكُفَّارِ کفار کی طرف	اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویاں	مِّنْ سے	شَيْءٌ کوئی

ذَهَبَتْ جاتی رہیں	اَزْوَاجُهُمْ ان کی عورتیں	مِثْلَ اس قدر	مَآ اَنْفَقُوْا جوانہوں نے خرچ کیا	وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو	الَّذِیْٓ وہ جس	اَنْتُمْ تم
بِهٖ اس پر	مُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہو					

تفسیر وتشریح: ان آیات میں احکام بیان فرمائے گئے ہیں کہ ان عورتوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے جو دارالحرب سے دارالاسلام میں آئیں یا دارالحرب میں مقیم رہیں۔ ۲۶ ویں پارہ سورہ فتح میں صلح حدیبیہ کا مفصل تذکرہ بیان ہو چکا ہے۔ اس صلح کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے درمیان جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص قریش کا مدینہ جائے گا وہ واپس کیا جائے گا اگرچہ وہ مسلمان ہو کر جائے اور جو مدینہ سے مکہ آجائے گا وہ واپس نہ کیا جائے گا۔ اول اول تو مسلمان مرد مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ جاتے تو اس معاہدہ کی شرائط کے موافق کفار کے مطالبہ پر انہیں واپس کیا جاتا رہا۔ پھر مسلمان عورتوں کے مکہ سے نکل کر مدینہ آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے ام کلثوم بنت عقبہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں تو کفار نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کا حوالہ دے کر ان کی واپسی کا بھی مطالبہ کیا اور ام کلثوم کے دو بھائی انہیں واپس لے جانے کے لئے مدینہ پہنچ گئے۔ اس وقت یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا صلح حدیبیہ کے معاہدہ کا اطلاق عورتوں پر بھی ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسی صورت حال کے متعلق یہ آیات نازل فرما کر یہ صاف حکم دے دیا کہ اگر مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں اور یہ اطمینان کر لیا جائے کہ وہ ایمان اور اسلام ہی کی خاطر ہجرت کر کے آئی ہیں تو انہیں واپس نہ کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ....کی واپسی کا مطالبہ لے کر ان کے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کرنے سے یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ شرط مردوں کے بارہ میں تھی نہ کہ عورتوں کے بارہ میں۔ اس وقت تک قریش کے لوگ اس غلط فہمی میں تھے کہ معاہدے کا اطلاق ہر طرح کے مہاجرین پر ہوتا ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے معاہدہ کے الفاظ کی طرف توجہ دلائی تو ان کو بھی خاموش ہونا پڑا کیونکہ (حسب روایت بخاری شریف) معاہدہ میں لفظ رجل استعمال ہوا تھا اور عربی زبان میں رجل مرد ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ معاہدہ کی اس شرط کے لحاظ سے مسلمانوں کو حق تھا کہ جو عورت بھی مکہ چھوڑ کر مدینہ آتی خواہ وہ کسی غرض سے آئے تو اسے واپس کرنے سے انکار کر دیتے لیکن اسلام کو صرف مومن عورتوں کی حفاظت سے تعلق تھا۔ ہر طرح کی بھاگ کر پہنچ جانے والی عورت کے لئے مدینہ طیبہ کو پناہ گاہ بنانا مقصود نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حکم فرمایا کہ جو عورتیں ہجرت کر کے مدینہ آئیں اور اپنے مومن ہونے کا اظہار کریں تو دل کا حال تو اللہ ہی خوب جانتا ہے لیکن ظاہری طور سے ان عورتوں کو جانچ کر لیا کرو کہ آیا وہ واقعی مسلمان ہیں اور محض اسلام اور ایمان کی خاطر وطن چھوڑ کر آئی ہیں۔ کوئی دنیاوی یا نفسانی غرض تو ہجرت کا سبب نہیں بنا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ ان کا امتحان کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان سے بیعت لیتے تھے اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس بیعت لیا کرتے تھے۔

آگے حکم ہوا کہ زوجین میں اگر ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہو تو اس اختلاف دین کے بعد تعلق نکاح قائم نہیں رہتا پس اگر کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آجائے تو جو

مسلمان اس سے نکاح کرے اس کے ذمہ ہے کہ اس کافر نے جتنا مہر عورت پر خرچ کیا تھا وہ اسے واپس کر دے اور اب جو عورت کا مہر قرار پائے وہ جدا اپنے ذمہ رکھے تب نکاح میں لا سکتا ہے۔ دوسری طرف دارالاسلام میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو یعنی جو تمہاری بیویاں دارالکفر میں کفر کی حالت میں رہ گئیں ان کا نکاح تم سے زائل ہو گیا۔ آغاز اسلام میں بہت سے ایسے مرد تھے کہ جنہوں نے اسلام قبول کرلیا مگر ان کی بیویاں مسلمان نہ ہوئیں اور بہت سی ایسی عورتیں تھیں جو مسلمان ہو گئیں مگر ان کے شوہروں نے اسلام قبول نہ کیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص غیر مسلم تھے اور کئی سال تک غیر مسلم رہے تو ابتدائی دور میں ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ مسلمان عورت کے لئے اس کا کافر شوہر اور مسلمان مرد کے لئے اس کی کافر بیوی حلال نہیں۔ اس لئے ان کے درمیان ازدواجی رشتے برقرار رہے۔ ہجرت کے بعد بھی کئی سال تک یہ صورت حال رہی۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ان کی رو سے مسلمانوں اور کفار و مشرکین کے درمیان سابق ازدواجی رشتوں کو ختم کر دیا اور آئندہ کے لئے ایک قطعی اور واضح قانون کا حکم فرما دیا گیا۔ تو پہلا حکم یہاں ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں کے بارہ میں یہ دیا گیا کہ وہ اپنے کافر شوہروں کے لئے حلال نہیں رہیں۔ جنہیں وہ دارالکفر میں چھوڑ آئی ہیں۔ دوسری طرف مہاجر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اپنی ان کافر بیویوں کو جو دارالکفر میں رہ گئی ہیں ان کو چھوڑ دیں اور ان سے تعلق نکاح ختم کر دیں۔ پھر جو کافر اس عورت سے نکاح کرے اس مسلمان مہاجر کا خرچ کیا ہوا مہر واپس کرے۔ جب یہ احکام نازل ہوئے تو مسلمان ان احکام کے مطابق مہر کی رقم دینے کو بھی اور لینے کو بھی تیار ہو گئے لیکن کافروں نے دینا قبول نہ کیا اس کے متعلق حکم دیا گیا کہ جس مسلمان کی کافر عورت رہ گئی اور کافر اس مسلمان کا کیا ہوا خرچ واپس نہیں کرتے تو جس کافر کی عورت مسلمانوں کے ہاں آئے اس کو جو خرچ دینا تھا اس کافر کو نہ دیں بلکہ اسی مسلمان کو دیں جس کا حق مارا گیا ہے ہاں اس مسلمان کا حق دے کر جو بچ رہے وہ واپس کر دیں بعض علما نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان۔ کافر کو خرچ کیا ہوا واپس نہیں کر سکتا تو بیت المال میں سے دیا جائے۔ اللہ اکبر! کس قدر عدل انصاف کی تعلیم ہے لیکن اس پر کاربند وہی ہوگا جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو اور اس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہو۔

اب آگے خاتمہ کی آیات میں مومن عورتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے اور شروع سورۃ میں جو مضمون بیان فرمایا گیا تھا خاتمہ پر پھر وہی یاد دلایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو سب کو سچا اور پکا اسلام اور ایمان نصیب فرمائیں اور شریعت اسلامیہ کے قوانین کے موافق ہم کو اپنی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ آپ نے اپنی حکمت سے جو احکام ہم پر مقرر فرمائے ہیں ان کی دل و جان سے اطاعت کرنا ہم کو نصیب فرمائیے۔ اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ

اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آویں کہ آپ سے بیعت کریں اس پر کہ اللہ کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی

وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ

اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں

وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور پاؤں کے درمیان بنالیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کیلئے اللہ سے مغفرت طلب کیا کیجئے، بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا

غفور رحیم ہے۔ اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے کہ وہ آخرت سے

مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝

ایسے ناامید ہوگئے ہیں جیسا کفار جو قبروں میں ناامید ہوں گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	اِذَا جب	جَآءَكَ آپکے پاس آئیں	الْمُؤْمِنٰتُ مومن عورتیں	يُبَايِعْنَكَ آپ سے بیعت کرنے کیلئے	عَلٰٓى اَنْ اس پر کہ	
لَّا يُشْرِكْنَ وہ شریک نہ کریں گی	بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ	شَيْئًا کسی شے کو	وَّلَا يَسْرِقْنَ اور نہ وہ چوری کریں گی	وَلَا يَزْنِيْنَ اور نہ زنا کریں گی		
وَلَا يَقْتُلْنَ اور نہ وہ قتل کریں گی	اَوْلَادَهُنَّ اپنی اولاد	وَلَا يَاْتِيْنَ اور نہ لائیں گی	بِبُهْتَانٍ بہتان سے	يَّفْتَرِيْنَهٗ جوانہوں نے باندھا ہو		
بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ اپنے ہاتھوں کے درمیان	وَاَرْجُلِهِنَّ اور اپنے پاؤں	وَلَا يَعْصِيْنَكَ اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی	فِيْ مَعْرُوْفٍ نیک کاموں میں			
فَبَايِعْهُنَّ تو آپ ان سے بیعت لے لیں	وَاسْتَغْفِرْ اور مغفرت مانگیں	لَهُنَّ ان کیلئے	اللّٰهَ اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ رحم کرنوالا
يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	لَا تَتَوَلَّوْا تم دوستی نہ رکھو	قَوْمًا وہ لوگ	غَضِبَ اللّٰهُ اللہ نے غضب کیا	عَلَيْهِمْ ان پر	قَدْ يَىِٕسُوْا وہ ناامید ہوچکے
مِنَ سے	الْاٰخِرَةِ آخرت	كَمَا جیسے	يَىِٕسَ مایوس ہیں	الْكُفَّارُ کافر (جمع)	مِنْ سے	اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ قبروں والوں (مردے)

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے یہ حکم بیان ہوا تھا کہ جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو ان کا امتحان اور ان کے مومن ہونے کی جانچ پڑتال کرلیا کرو اور جب معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کیا جائے۔ صحیح بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے جو مسلمان عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا امتحان اسی آیت یاایھا النبی سے ہوتا تھا۔ جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کر لیتی تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیتے کہ میں نے بیعت کر لی ہے۔ آپ صرف گفتگو کے ذریعہ بیعت کرتے اور خدا کی قسم بیعت میں کبھی آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا۔ یہ ''آیت بیعت'' کہلاتی ہے۔

اب یہاں موقع کی مناسبت سے بیعت کی حقیقت اور اس کی فضیلت کے متعلق بھی کچھ عرض کیا جاتا ہے بیعت بیع سے مشتق ہے جس کے معنی فروخت کرنے کے ہیں اصطلاح شریعت میں اپنی رضا و رغبت کے ساتھ اپنے جان اور مال کو خداوند ذوالجلال کے ہاتھ بمعاوضہ جنت فروخت کر دینے کا نام ''بیعت'' ہے۔ تو گویا اس معاملہ بیعت میں انسان بائع یعنی

فروخت کرنے والا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مشتری یعنی خرید کرنے والے ہیں جو چیز کہ فروخت کی جاتی ہے وہ انسان کی اپنی جان ہے اور جس قیمت اور معاوضہ پر یہ خرید فروخت کی جاتی ہے وہ جنت ہے۔ تمام عقلا کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ بیع ہوجانے کے بعد جو چیز فروخت کی جاتی ہے وہ بائع یعنی بیچنے والے کی ملک سے نکل کر مشتری یعنی خریدار کی ملک میں داخل ہوجاتی ہے اور مشتری ہی تمام تصرفات کا مالک ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مومن بیعت کر لینے کے بعد اپنے نفس کا مالک نہیں رہتا اس لئے مومن کو چاہئے کہ اب نفس میں اپنی رائے سے اور اپنی خواہش سے کوئی تصرف نہ کرے۔ مگر یہ معاملہ بیعت حق جل وعلا سے براہ راست نہیں ہوتا۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے وارثین کے توسط سے ہوتا ہے۔ حضرات صحابہ نے جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک پر بیعت کی اصل بیعت اللہ تبارک وتعالیٰ سے تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں وکیل اور کفیل تھے۔

اسی لئے یہ عمل بیعت سلف سے لے کر خلف تک اہل اللہ اور بزرگان میں جاری وساری ہے۔ تو یہ آیت جو ''آیت بیعت'' کے نام سے مشہور ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس ہجرت کر کے آویں تو اگر وہ ان شرطوں کو قبول کر لیں تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجئے اب وہ شرائط بیان فرمائے جاتے ہیں۔

1- اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ عرب میں طرح طرح کے شرک عام تھے اور عورتیں اس بلا میں زیادہ مبتلا تھیں اس لئے سب سے اول اس اہم شرط کو پیش کیا گیا۔

2- چوری نہ کریں گی۔ چوری اگرچہ مردوں کے لئے بھی سخت عیب اور بدنما دھبہ ہے لیکن عورت کے حق میں اور بھی زیادہ عیب ہے خصوصاً خانہ داری میں خاوند سے چوری۔ اس لئے شرک باللہ کے بعد اس کو منع کیا گیا۔

3- زنا نہ کریں گی۔ زنا مردوں کے لئے بھی برا کام ہے مگر معاذ اللہ عورت کے لئے تو اور بھی شرمناک دھبہ ہے جو اس کی اولاد اور خاندان سے بھی دور نہیں ہوتا۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ زنا جس طرح ممنوع ہے اسی طرح اس کے دواعی بھی ممنوع ہیں یعنی وہ باتیں جو زنا کا باعث اور سبب بنیں مثلاً غیر محرم کا گھر میں آنا جانا۔ اس سے بے ضرورت باتیں کرنا۔ غیروں کے ساتھ سیر وتفریح میں جانا یا فحش اور شہوت انگیز قصہ کہانی یا ناولوں کا پڑھنا یا ناچ رنگ کی محفلوں میں شریک ہونا۔ لوگوں کو اپنے کپڑے زیور کی جھلکیاں دکھلانا۔ شراب یا نشہ آور چیزوں کا استعمال کرنا یہ ساری باتیں زنا کاری کے دروازے ہیں۔

4- اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ عرب میں ایام جاہلیت میں دستور تھا کہ دامادی کی عار وننگ سے بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے۔

5- نہ کوئی بہتان کی اولاد لائیں گی۔ جاہلیت میں بعض عورتوں کا دستور تھا کہ کسی غیر کا بچہ اٹھا لائیں اور کہہ دیا کہ میرے خاوند کا ہے اور یا کسی سے بدکاری کی اور اس نطفہ حرام کو اپنے خاوند کا بتلا دیا۔

6- مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی۔ اس میں سب احکام شرعیہ آگئے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر عورتیں ان چھ باتوں پر عہد کرلیں اور اس پر بیعت کریں تو آپ ان کی بیعت قبول کرلیں اور ان کے پہلے گناہوں پر اللہ سے مغفرت ان کے لئے طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

آج اگر ہم غور کریں تو نہ صرف اس ملک میں بلکہ تمام عالم اسلام میں تشبہ بالاغیار والیہود والنصاریٰ کی بیماری وبا کی طرح پھیلی ہوئی ہے اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم حقیقی اسلام سے دن بدن دور ہوتے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور قرآن وسنت کے اتباع کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ ممتحنہ کا بیان ختم ہوگیا۔

سورۃ الممتحنۃ کے خواص

جس آدمی کی تلی کی کوئی بیماری ہو وہ سورۃ الممتحنہ لکھ کر اس کا پانی پیئے، تین دن مسلسل ایسا کرے اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحت یاب ہوجائے گا۔ (الدر النظیم)

سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعَ عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝۱ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ

سب چیزیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں، اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳

ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴

اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

سَبَّحَ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لِلّٰہِ اللہ کی	مَا جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَھُوَ اور وہ	
الْعَزِیْزُ غالب	الْحَکِیْمُ حکمت والا	یٰٓاَیُّھَا اے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	لِمَ کیوں	تَقُوْلُوْنَ تم کہتے ہو	مَا جو	لَا تَفْعَلُوْنَ تم کرتے نہیں
کَبُرَ بڑی	مَقْتًا ناپسندیدہ	عِنْدَ اللّٰہِ اللہ کے نزدیک	اَنْ کہ	تَقُوْلُوْا تم کہو	مَا جو	لَا تَفْعَلُوْنَ تم کرتے نہیں	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ
یُحِبُّ دوست رکھتا ہے	الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ جو لوگ لڑتے ہیں	فِیْ سَبِیْلِہٖ اس کے راستہ میں	صَفًّا صف بستہ ہوکر	کَاَنَّھُمْ گویا کہ وہ			
بُنْیَانٌ ایک عمارت	مَّرْصُوْصٌ سیسہ پلائی ہوئی						

تفسیر وتشریح: مثل گذشتہ سورۃ کے اس سورۃ کو بھی اللہ کے تسبیح کے ذکر سے شروع فرمایا گیا کہ تمام مخلوقات جو کچھ آسمانوں میں ہیں یا زمین میں ہیں سب قالاً یا حالاً اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاکی اور بڑائی اور تسبیح وتقدیس بیان کرتی ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اس کے بعد اہل ایمان کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ زبان سے ایک بات کہہ دینا تو آسان ہے لیکن اسکا نباہنا اور عملاً پورا کرنا آسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے تو بہت کچھ مگر کرے کچھ نہیں۔ تو اہل ایمان نے کہا تھا کہ ہم کو اگر معلوم ہو جائے کہ کونسا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم وہی اختیار کریں اس پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں کہ دیکھو دعوے کی بات سے ڈرنا چاہئے اور سنبھل کر کوئی دعویٰ کرنا چاہئے۔ لو ہم بتلائے دیتے ہیں کہ اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ محض زبان سے دعوے مت کرو بلکہ خدا کی راہ میں قربانی پیش کرو۔

ان آیات سے کئی اہم امور معلوم ہوئے ایک یہ کہ ایک سچے اور پکے مومن ومسلم کے قول وعمل میں مطابقت ہونی چاہئے۔ جو زبان سے کہے اسے کر کے دکھائے اور اگر کرنے کی نیت وہمت

نہ ہوتو زبان سے بھی نہ نکالے۔ کہنا کچھ اور کرنا کچھ اس طرح لاف زنی اور زبان سے تعلّی وتفاخر کی باتیں یہ انسان کی ایسی بری صفات میں سے ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگرچہ کسی کے دل میں عزم وارادہ بھی کسی کام کے کرنے کا ہو پھر بھی اپنے نفس پر بھروسہ کر کے دعویٰ کرنا کہ ہم فلاں کام کریں گے۔ یہ شان عبدیت کے خلاف ہے۔ اول تو اس کے کہنے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ جب موقع ملے کر گذرنا چاہئے اور اگر کسی مصلحت سے کہنا بھی پڑے تو اس کو انشاء اللہ کے ساتھ مقید کر دے تو پھر وہ دعویٰ نہیں رہے گا۔ (معارف القرآن ۸)

تیسری بات ان آیات کے تحت علماء نے یہ لکھی ہے کہ ان آیات کا تعلق دعوے سے ہے کہ جو کام آدمی کو کرنا نہیں اس کا دعویٰ کرنا اللہ کی ناراضی کا سبب ہے۔ رہا معاملہ دعوت وتبلیغ اور وعظ و نصیحت کا کہ جو کام آدمی خود نہیں کرتا تو اس کی نصیحت دوسروں کو کرے وہ ان آیات کے مفہوم میں شامل نہیں۔ اس بات کے احکام دوسری آیات واحادیث میں مذکور ہیں مثلاً قرآن کریم میں فرمایا اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم یعنی تم لوگوں کو تو نیک کام کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو کہ خود اس نیکی پر عمل نہیں کرتے۔ اس آیت نے وعظ ونصیحت کرنے والوں کو اس بات پر شرمندہ کیا ہے کہ لوگوں کو ایک نیک کام کی دعوت دو اور خود اس پر عمل نہ کرو۔ تنبیہ یہ کرنا ہے کہ جب دوسروں کو نصیحت کرتے ہو تو خود اپنے آپ کو نصیحت کرنا اس سے مقدم ہے اور جس کام کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہو خود بھی اس پر عمل کرو۔ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ جب خود نہیں کرتے تو دوسروں کو کہنا بھی چھوڑ دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نیک کام کرنے کی خود ہمت وتوفیق نہیں ہے اس کی طرف دوسروں کو بلانے اور نصیحت کرنے کا سلسلہ نہ چھوڑے۔ (معارف القرآن جلد ہشتم)

چوتھی بات جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اہمیت میں یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہدین اسلام کی وہ صف قتال بڑی محبوب ہے جو اللہ کے دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے قائم ہو اور مجاہدین کے عزم وہمت کی وجہ سے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہو کہ ان کے قدموں میں کوئی تزلزل نہ آنے پائے۔ اسی وجہ سے ہر مسلمان کے دل میں ہمیشہ جہاد کا عزم اور تمنا ہونی چاہئے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اس کی تجویزیں سوچیں اور تمنا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی دشمنان دین سے جہاد فی سبیل اللہ کا سچا جذبہ عطا فرمائیں۔

اب آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جو زبان سے تو بہت بڑھ چڑھ کر دعوے کرتے تھے لیکن عمل کے میدان میں صفر تھے۔ جہاں کوئی موقع کام کا آیا تو پھسل گئے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی تسبیح وتقدیس کی ہم کو بھی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری زبانوں کو ہمہ وقت اپنے ذکر سے تر رکھیں۔

یا اللہ ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم جو زبان سے کہیں وہ عملاً پورا کرنے والے بھی ہوں۔ یا اللہ اپنے دین کیلئے ہمیں بھی جان ومال کی قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرما۔ یا اللہ اس وقت جو یہود ونصاریٰ اور کفار مشرکین اہل اسلام پر غالب نظر آرہے ہیں حتیٰ کہ اسلام کا قبلہ اول بیت المقدس پر بھی یہود نے قبضہ کر رکھا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اہل اسلام کے دلوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ سرد ہو گیا ہے۔

یا اللہ ہمیں اس بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے اور صدق دل سے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کیلئے جذبۂ جہاد عطا فرمادے اور اہل اسلام کو اعدائے دین کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

اور جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں،

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى

پھر جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کردیا اور اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔اور جبکہ عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا

ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ

کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے جو پہلے توراۃ ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں

التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں۔پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے

قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى

تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام

اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

کی طرف بلایا جاتا ہو،اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	مُوْسٰى موسیٰ	لِقَوْمِهٖ اپنی قوم سے	يٰقَوْمِ اے میری قوم	لِمَ کیوں	تُؤْذُوْنَنِيْ تم مجھے ایذا پہنچاتے ہو
وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اور یقیناً تم جان چکے ہو	اَنِّيْ کہ میں	رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ کا رسول	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	فَلَمَّا پس جب	زَاغُوْٓا انہوں نے کج روی کی	
اَزَاغَ اللّٰهُ اللہ نے کج کردیے	قُلُوْبَهُمْ ان کے دل	وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الْفٰسِقِيْنَ نافرمان (جمع)	وَاِذْ اور جب
قَالَ کہا	عِيْسَى عیسیٰ	ابْنُ مَرْيَمَ مریم کا بیٹا	يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اے بنی اسرائیل	اِنِّىْ بیشک میں	رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ کا رسول	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف
مُّصَدِّقًا تصدیق کرنیوالا	لِّمَا اس کی جو	بَيْنَ يَدَيَّ مجھ سے پہلے	مِنَ سے	التَّوْرٰىةِ توریت	وَمُبَشِّرًۢا اور خوشخبری دینے والا	
بِرَسُوْلٍ ایک رسول کی	يَّاْتِيْ وہ آئے گا	مِنْۢ بَعْدِي میرے بعد	اسْمُهٗٓ اس کا نام	اَحْمَدُ احمد	فَلَمَّا پھر جب	جَاۗءَهُمْ وہ آئے ان کے پاس
بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ	قَالُوْا انہوں نے کہا	هٰذَا یہ	سِحْرٌ مُّبِيْنٌ کھلا جادو	وَمَنْ اور کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنِ اس سے جو
افْتَرٰى وہ بہتان باندھے	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	الْكَذِبَ جھوٹ	وَهُوَ بلکہ وہ	يُدْعٰٓى بلایا جاتا ہے	اِلَى الْاِسْلَامِ اسلام کی طرف	
وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگوں				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں اسی بات کی تائید میں کہ یہ خصلت اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے کہ زبانی دعوے تو بہت لمبے چوڑے کرے اور باتیں بڑھ چڑھ کر بنائے لیکن عمل اس کے مطابق نہ ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر مذمت کے ساتھ فرمایا جاتا ہے کہ زبانی دعوے تو بہت بڑھ چڑھ کر بناتے تھے لیکن جب موقع عمل اور کام کا آیا تو فوراً پھسل گئے اور

نہایت تکلیف دہ باتیں کرنے لگے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل سے فرمایا کہ روشن دلائل اور کھلے کھلے معجزات دیکھ کر تم دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں پھر سخت نازیبا اور نہایت تکلیف دہ باتیں کر کے مجھے کیوں ستاتے ہو۔ یہ معاملہ تو کسی معمولی ناصح اور خیر خواہ کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہئے۔ چہ جائیکہ ایک اللہ کے رسول کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو۔ کیا میرے دل کو تمہاری ان حرکات اور نازیبا کلمات سے دکھ نہیں پہنچتا؟

اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو آپ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کی کتاب یعنی اصل توریت کے من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کے احکام واخبار پر یقین رکھتا ہوں اور جو کچھ میری تعلیم ہے فی الحقیقت انہی اصول کے ماتحت ہے جو توراۃ میں بتلائے گئے تھے۔ میں پچھلے انبیاء کی تصدیق کرتا ہوں اور اگلے نبی کی بشارت سناتا ہوں یوں تو دوسرے انبیاء سابقین بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدہ برابر سناتے آئے ہیں لیکن جس صراحت ووضاحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ کی آمد کی خوشخبری دی وہ کسی اور سے منقول نہیں۔ شاید قرب عہد کی بنا پر یہ خصوصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حصہ میں آئی ہو کیونکہ آپ کے بعد نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ یہود ونصاریٰ کی مجرمانہ غفلت اور متعمدانہ دستبرد نے آج دنیا کے ہاتھوں میں اصل توریت وانجیل وغیرہ کا کوئی صحیح نسخہ باقی نہیں چھوڑا جس سے ہم کو ٹھیک ٹھیک پتہ لگ سکتا کہ انبیاء سابقین خصوصاً حضرت مسیح علیہ السلام نے ''خاتم الانبیاء'' صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کن الفاظ میں اور کس عنوان سے بشارت دی تھی مگر یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے محرفین کو اس قدر قدرت نہیں دی کہ وہ اللہ کے آخری پیغمبر کے متعلق تمام پیشینگوئیوں کو بالکلیہ محو کر دیں کہ ان کا نشان باقی نہ رہے۔ موجودہ بائبل میں بھی بیسوں مواقع میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے اور عقل وانصاف والوں کے لئے اس میں تاویل وانکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔ چنانچہ بعض علمائے اہل کتاب کو بھی اس کا اعتراف یا نیم اقرار کرنا پڑا۔ علمائے اسلام نے بحمد اللہ تعالیٰ ایسی بشارات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

اب یہاں ان آیات سے ایک بات یہ نہایت اہم معلوم ہوئی کہ کسی قوم کا اپنے نبی کو ستانا اور ایذا دینا خواہ وہ قولاً ہو یا فعلاً اور اس سے باز نہ آنا اس کا وبال ایسا سخت ہوتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ اس قوم سے ہدایت وسعادت کے آثار اٹھا لیتا ہے۔ دیکھئے موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کے متعلق جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی فرمایا گیا **فلما زاغوا ازاغ الله قلوبهم** (پھر جب وہ لوگ یعنی بنی اسرائیل ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کر دیا) یعنی ان کے دلوں میں مادہ مخالفت اور اس مخالفت کی وجہ سے جو ایذا نبی کو پہنچی اس کا وبال اور دنیا ہی میں اس کی سزا نافرمان قوم کو یہ دی گئی کہ ان کے قلوب ٹیڑھے ہو گئے اور ہدایت سے بعد اور دوری ہوتی گئی جس کی پوری سزا آخرت میں بھگتنا ہو گی۔ اور پھر یہ معاملہ صرف بنی اسرائیل ہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نہیں تھا بلکہ آگے عام قانون اور عام معمول بیان فرما دیا **والله لا يهدى القوم الفاسقين** اور اللہ تعالیٰ کا معمول ہے کہ وہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔

اب یہاں توجہ جس بات کی طرف دلائی مقصود ہے وہ یہ کہ ذرا ہم بھی اس امر کی طرف غور کر لیں کہ کہیں ہم تو (العیاذ باللہ تعالیٰ) اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ایذا دہی کا باعث نہیں بن رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عام قانون **والله لا يهدى القوم الفاسقين** کے مصداق تو نہیں ٹھہر رہے؟ اس بات کو سمجھنے کے لئے پہلے تو یہ سن لیجئے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ

ہے اور تمام اہل سنت والجماعت عرب اور عجم کے حضرات متکلمین اور محدثین اور مفسرین اور اولیاء و عارفین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مطہرہ تغیرات ارضی سے بالکل محفوظ ہیں اور حضرات انبیاء کرام کی یہ برزخی حیاۃ اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیاۃ حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی حیاۃ تو عامہ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیاۃ انبیاء کے بارہ میں احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہیں اور فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ اپنی قبر مطہر میں اور تمام انبیاء کرام کی حیاۃ اپنی اپنی قبر میں علم قطعی اور یقینی سے معلوم ہے۔ اس لئے کہ حیاۃ انبیاء دلائل سے ثابت ہے اور احادیث متواترہ اس پر شاہد ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ جلد۴) پھر احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اعمال امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اور آپ امت کے احوال سے خوش یا رنجیدہ بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ احادیث سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہفتہ اولاد کے اعمال اُن کے والدین کے سامنے عالم برزخ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال سے ان کو خوشی اور برے اعمال سے رنج ہوتا ہے۔ (ماثر حکیم الامت صفحہ ۳۸۳) علمائے محققین و محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو یہ فرماتے۔ ''بتحقیق تو نے آواز بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں ایذا پہنچائی''۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ حال تھا کہ اگر مسجد نبوی کے متصل مکانات میں دیوار میں کسی کیل اور میخ ٹھونکنے کی آواز حجرہ نبوی تک پہنچتی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فوراً اس کے پاس یہ کہلا کر بھیجتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیل اور میخ ٹھونکنے کی آواز سے اذیت اور تکلیف مت پہنچاؤ اور بھی بے شمار روایات ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ احوال امت سے آپؐ متاثر ہوتے ہیں مثل حیاۃ مبارکہ کے جس سے ثابت ہوا کہ ہمارے افعال و اعمال و احوال اب بھی یا تو آپ کی خوشی۔ راحت اور سرور کا ذریعہ ہوتے ہیں یا العیاذ باللہ آپ کے رنج و غم اور اذیت کا سبب بنتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ کفار مشرکین اور دشمنان دین نے جو آپ کو اذیتیں اور تکلیفیں حیاۃ مبارک میں پہنچائیں ان کا تو کیا ذکر۔ اب یہ بات کیا رونے کی نہیں ہے کہ آپ کا کوئی امتی کہلا کر اور آپ کا کلمہ پڑھ کر پھر آپ کو قبر مبارک میں بھی چین و سکون سے نہ آرام فرمانے دے بلکہ آپ کو اپنی بداعمالی اور بداحوالی سے صدمہ اور رنج پہنچا کر آپ کی اذیت کا سبب بنے۔ تو ایسے امتی جو اپنے نبی کو اذیت اور تکلیف پہنچانے والے ہوں تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کے عام قانون اور ارشاد واللہ **لا یھدی القوم الفاسقین** کے مصداق نہ ٹھہریں گے؟ جس قوم سے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بیزار ہوں اس کا پھر ٹھکانہ کہاں؟ بہت ہی ڈرنے اور اللہ سے پناہ مانگنے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اپنی موجودہ بداحوالی اور بداعمالی پر خون کے آنسو رونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اس امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو فسق و فجور کی ظلمت سے نکل کر نور ہدایت کی روشنی میں آجانے کی سعادت و توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

الغرض یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ کیسے بے انصاف نافرمان اور ظالم تھے کہ جنہوں نے اپنے نبی کا کہنا نہ مان کر ان کو ایذا پہنچائی اور گمراہی کا شکار ہوئے۔ انہی ظالم۔ نافرمان اور بے انصاف لوگوں کے متعلق اگلی آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کی خواہش اور ارادے اسلام کے متعلق کیا ہیں اور یہ کیا چاہتے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝٨ هُوَ

یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہو۔ وہ ایسا ہے

الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ

جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے گو

الْمُشْرِكُوْنَ ۝٩ ع

مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

يُرِيْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں	لِيُطْفِـُٔوْا کہ بجھادیں	نُوْرَ اللّٰهِ اللہ کا نور	بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں سے	وَاللّٰهُ اور اللہ	مُتِمُّ پورا کرنیوالا	نُوْرِهٖ اپنا نور
وَلَوْ خواہ	كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ کافر ناخوش ہوں	هُوَ الَّذِيْ وہی جس نے	اَرْسَلَ اس نے بھیجا	رَسُوْلَهٗ اپنا رسول	بِالْهُدٰى ہدایت کیساتھ	
وَدِيْنِ الْحَقِّ اور دین حق	لِيُظْهِرَهٗ تاکہ وہ اسے غالب کردے	عَلَى الدِّيْنِ دین پر	كُلِّهٖ تمام	وَلَوْ كَرِهَ اور خواہ ناخوش ہوں	الْمُشْرِكُوْنَ مشرک (جمع)	

تفسیر وتشریح: منکرین اور اعدائے دین کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار مشرکین تو یہ چاہتے ہیں کہ دین حق کو باطل سے مٹادیں۔ ان کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی احمق نور آفتاب کو منہ سے پھونک مار کر بجھانا چاہے۔ تو جس طرح یہ محال اور ناممکن ہے کہ کسی احمق کی پھونک سے سورج کی روشنی بجھ جائے اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ اللہ کا دین ان کفار کی کوششوں سے مٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ اپنے نور یعنی دین حق کو پورا کر کے ہی رہے گا۔ یہ کفار مشرکین برا مانیں تو مانتے رہیں۔ یہ قرآنی پیشینگوئی جو بحمد اللہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی اس وقت فرمائی گئی جبکہ اسلام کی ابتدا ایک چراغ کی روشنی کی طرح تھی جسے بجھا دینے کے لئے ہر طرف سے زور کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ اور جس طرح چراغ پھونک مار کر بجھا دیا جاتا ہے مخالفین اور معاندین اسلام چاہتے تھے کہ اسی طرح اسلام کا چراغ بھی گل کر دیں۔ مگر قرآن میں پیشینگوئی فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں اور اسی اتمام نور کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن اور سچا دین اسلام دے کر بھیجا ہے تا کہ اس دین کو بقیہ تمام دینوں پر غالب کردے۔

ابو داؤد کی ایک حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ (علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ وہ ضرور آسمان سے اتریں گے۔ جب تم ان کو دیکھنا تو پہچان لینا کہ وہ میانہ قد سرخ وسفید رنگ کے اور دو زعفرانی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ ان پر وہ شگفتگی وتازگی ہوگی اور یوں معلوم ہوگا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے اب ٹپکے اگرچہ ان پر پانی کی نمی بھی نہ ہوگی۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے۔ صلیب کو چورا چورا کر ڈالیں گے۔ سور کو قتل کریں گے۔ جزیہ کی رسم اٹھا دیں گے ان کے دور میں اللہ تعالیٰ تمام مذاہب ختم کردے گا اور صرف ایک مذہب اسلام باقی رہ جائے گا اور ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ دجال کو قتل کرے گا۔ چالیس سال تک وہ زمین پر زندہ رہیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان پر نماز جنازہ ادا کریں گے (ترجمان السنۃ) صحیح مسلم شریف کی متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں دجال کا

تذکرہ فرمایا اور اس کے فتنہ فساد کی بعض تفصیل بیان فرمائی ہیں وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق کی جامع مسجد میں دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہونا اور پھر دجال کا قتل کرنا۔ اور یہود جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب سے بڑے دشمن تھے ان سب کا موت کے گھاٹ اتار دیا جانا۔ پھر یاجوج و ماجوج کا خروج اور ان کا فتنہ فساد دنیا میں پھیلانا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یاجوج ماجوج کا ایک ہی رات میں تباہ وہلاک ہو جانا۔ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی برکات اور اس وقت صرف تمام روئے زمین پر اہل اسلام کا باقی رہنا۔ اور صرف ایک خدا کی توحید اور ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی کا نہ ہونا۔ یہ سب صراحت سے بیان فرمایا گیا ہے۔

الغرض ایک زمانہ دنیا پر ایسا بھی آنے والا ہے کہ جب حق اسلام کا ایسا غلبہ ہوگا کہ تمام باطل ادیان مغلوب ہو کر دنیا سے مٹ جائیں گے ۔ اس کے بعد جیسا کہ قرب قیامت کی احادیث سے ثابت ہے پھر کچھ زمانہ کے بعد جہل وغفلت بڑھے گی ۔علم بہت کم ہو جائے گا۔ اہل ایمان دنیا سے کوچ کر جائیں گے اور پھر خدا ترسی ۔حق شناسی ۔خوف آخرت معدوم ہو جائے گا۔شرم وحیا جاتی رہے گی۔ظلم وجہل رفتہ رفتہ بڑھ جائے گا حتیٰ کہ خانہ کعبہ کو مسمار کر دیا جائے گا۔ حج موقوف ہو جائے گا۔ قرآن کریم دلوں ۔ اور کاغذوں سے اٹھا لیا جائے گا ۔ اور جہالت یہاں تک بڑھے گی کہ کوئی اللہ کا نام تک لینے والا نہ ہوگا اور ایسے ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی اور نفخ صور ہوگا۔

موجودہ دور میں بھی جبکہ مسلمانوں کی اپنی ایمانی اور عملی قوت بہت کچھ گری ہوئی حالت میں ہے اور یہود۔ نصاریٰ۔ مشرکین ۔ دہریے۔ غرض ہر مخالف و معاند مکر و حیلہ زور و جبر۔ طمع ولالچ کے ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی بیخ کنی میں لگا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اسلام ہے کہ پھیلتا ہی جاتا ہے ۔ دنیا کا کوئی ملک نہ ہوگا جہاں مسلمان موجود نہ ہوں۔ افریقہ کے ممالک میں اسلام جس سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے عیسائی مشنریوں کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ بے دریغ روپیہ خرچ کرنے کے باوجود ۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے مشن افریقہ وغیرہ میں ناکام ہو رہے ہیں۔ اللھم اعز الا سلام والمسلمین۔ اللھم انصر الاسلام والمسلمین۔ اللھم اید الاسلام والمسلمین۔

اب یہاں یہ صاف فرما دیا گیا کہ اس دین اسلام کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے لیکن ایمان والوں کا فرض بھی اس سلسلہ میں کچھ ہے جو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل کرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا اور قرآن پاک پر ایمان رکھنا اور دین اسلام کو اپنا دین بنانا نصیب فرمایا۔

یا اللہ ہم کو اسلام سے سچی محبت عطا فرما دے اور اسلام کیلئے اپنی جان و مال کی قربانیاں پیش کرنے والا بنا دے۔

یا اللہ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ و شوکت عطا فرما اور اعدائے دین اور مخالفین اسلام کو پست و ذلیل و خوار فرما۔

یا اللہ بے شک آپ کا دین تو تمام دنیا میں تمام ادیان پر غالب ہوا۔ اے اللہ اپنے دین کی خدمت کا کوئی حصہ ہم کو بھی نصیب فرما دے۔ اور دین کے خدمت گذاروں میں ہمارا شمار فرما لے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا

اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس کو پسند کرتے ہو۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی۔ اور آپ مؤمنین کو بشارت دے دیجئے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	هَلْ کیا	اَدُلُّكُمْ میں تمہیں بتلاؤں	عَلٰى تِجَارَةٍ تجارت پر	تُنْجِيْكُمْ تمہیں نجات دے	مِّنْ سے	
عَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب	تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کا رسول	وَتُجَاهِدُوْنَ اور تم جہاد کرو	فِيْ میں		
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	بِاَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں سے	وَاَنْفُسِكُمْ اور اپنی جانوں	ذٰلِكُمْ یہ	خَيْرٌ لَّكُمْ تمہارے لئے بہتر	اِنْ اگر		
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو	يَغْفِرْ وہ بخش دیگا	لَكُمْ تمہیں	ذُنُوْبَكُمْ تمہارے گناہ	وَيُدْخِلْكُمْ اور وہ تمہیں داخل کریگا	جَنّٰتٍ باغات		
تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے سے	الْاَنْهٰرُ نہریں	وَمَسٰكِنَ اور مکانات	طَيِّبَةً پاکیزہ	فِيْ میں	جَنّٰتِ باغات	عَدْنٍ ہمیشہ
ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِيْمُ بڑی	وَاُخْرٰى اور ایک اور	تُحِبُّوْنَهَا تم اسے بہت چاہتے ہو	نَصْرٌ مدد	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے	
وَفَتْحٌ اور فتح	قَرِيْبٌ قریب	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیں	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے سنایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اللہ کے رستہ میں جان و مال سے جہاد کرو۔ ساتھ ہی جان و مال سے جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت بتلائی جاتی ہے کہ یہ وہ سوداگری ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں۔ دنیا میں لوگ سیکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ تجارت میں لگا دیتے ہیں محض اس امید پر کہ اس سے نفع حاصل ہوگا اور اس طرح اصل مال بھی گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائے گا پھر وہ بذات خود اور اس کے اہل وعیال تنگدستی اور افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن حق تعالیٰ مومنین کو یہاں ایک اعلیٰ درجہ کی تجارت کی تعلیم وتلقین فرماتے ہیں اور وہ یہ کہ مومنین اپنے جان و مال کا سرمایہ جہاد فی سبیل اللہ

کی اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون ہو جائیں گے۔اب اس تجارت پر مسلمان اور اہل ایمان کو کیا ملے گا وہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی اور ابدی جنت کی صورت میں ملے گا جس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے۔یعنی اعلیٰ درجہ کے پاکیزہ ستھرے مکانات ان باغوں کے اندر ہوں گے جن میں مومنین کو آباد ہونا ہے۔ یہ تو آخرت کی کامیابی رہی۔آگے دنیا کی اعلیٰ اور انتہائی کامیابی کا ذکر ہے کہ اصل اور بڑی کامیابی اس تجارت کی وہی ہے جو آخرت میں ملے گی جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی کوئی چیز نہیں لیکن دنیا میں بھی اہل ایمان کو ایک چیز جسے وہ طبعاً محبوب رکھتے ہیں دی جائے گی۔وہ کیا ہے؟ نصر من اللہ و فتح قریب (اللہ کی طرف سے ایک مخصوص امداد اور جلد حاصل ہونے والی فتح وظفر) اور اس کا خاص طور پر محبوب ہونا اس لئے ہے کہ انسان طبعاً فوری ثمرہ بھی چاہتا ہے۔اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان تمام امور کی مومنین کو بشارت دے دیجئے۔چنانچہ جس صفائی کے ساتھ پورا ہوا وہ دنیا نے دیکھ لیا اور آج بھی مسلم قوم اگر سچے معنیٰ میں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ پر ثابت قدم ہو جائے تو یہی قرآنی وعدہ اور بشارت اب بھی ہے۔

ایمان والوں کو خطاب کر کے تین باتوں کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ایک ایمان باللہ کا۔دوسرے ایمان بالرسول کا اور تیسرے جہاد فی سبیل اللہ کا۔اور ان تین امور پر دین و دنیا دونوں میں کامیابی کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔یعنی آخرت میں مغفرت و جنت اور دنیا میں نصرت۔غیبی امداد اور تائید الٰہی۔اب پہلی بات تو یہاں یہ قابل غور ہے کہ ایمان والوں ہی سے یہاں خطاب ہوا ہے یعنی وہ اللہ اور رسول اور قیامت و آخرت و جنت دوزخ پر ایمان رکھنے والے ہیں اور انہی سے فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے بعد کہا گیا کہ اپنی جان مال سے اللہ کے رستہ میں جہاد کرو۔تو اس کو یوں سمجھئے کہ اگر آپ ایک مسلمان سے یوں کہیں کہ میاں مسلمان ہو جاؤ تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ صحیح معنیٰ میں پورے پورے مسلمان بن جاؤ۔خالی نام کے مسلمان ہونا کافی نہیں۔ بلکہ کام کے مسلمان بن جاؤ۔اسی طرح حق تعالیٰ کا ایمان والوں سے فرمانا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول پوری پوری طرح دل میں رکھو اور پھر اللہ کے رستہ میں جان مال سے جہاد کرو۔اس لئے ضرورت ہے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔تو ایمان باللہ جس پر اسلام کا دارومدار ہے اور جو دین کی جڑ بنیاد ہے اور جس میں توحید کا اقرار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا یعنی یگانہ اور یکتا سمجھنا اور یہ یقین رکھنا کہ اللہ جل شانہٗ کی ذات یا ان کی صفات میں ان کا جیسا نہ کوئی ہے اور نہ ہوسکتا ہے اور جو صفات کمال ان میں موجود ہیں ان میں سے کوئی صفت بھی کسی دوسرے میں نہیں پائی جاسکتی اس لئے صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہستی عبادت اور بندگی کے لائق ہے۔

اس کے بعد دوسرا مطالبہ ایمان بالرسول کا ہے۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔اس لئے ایمان بالرسول کا مطلب سمجھئے۔رسول عربی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں جسے کوئی شخص کہیں بھیجے۔تو رسول اللہ کے معنیٰ ہوئے اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہم رسول اللہ کہتے ہیں تو اس کے مطلب یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا اور آپ پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے وحی اترتی تھی اس لئے جو احکام وہدایات وتعلیمات آپؐ نے

دنیا کو بتلائیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے خاص اور یقینی علم حاصل کر کے بتلائیں اس لئے وہ سب بالکل حق اور صحیح ہیں جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی کوئی بات ہماری عقل میں نہیں آتی تو ہمیں اپنی عقل کو الزام دینا چاہئے اور اپنی عقل کی کوتاہی کا اعتراف کرنا چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو صحیح اور حق ہی سمجھنا چاہئے۔اسی طرح آپ کو رسول اللہ ماننے سے یہ خود بخود لازم ہو جاتا ہے کہ آپ کی ہر ہدایت اور ہر حکم کو دل و جان سے مانا جائے اور تسلیم کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا رسول اسی واسطے ہی بناتے ہیں کہ اس کی پوری اطاعت کی جائے۔

اب ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کا مطالبہ ہے۔جہاد فی سبیل اللہ میں نفس کی ناجائز خواہشات اور شیطانی خیالات کا مقابلہ اور دین کے کھلے دشمن سے مقابلہ اور جنگ وقتال یہ سب شامل ہیں۔اور ایک حدیث میں زبان کے جہاد کو بھی جہاد قرار دیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مشرکین کے خلاف جہاد کرو اپنے مالوں سے۔اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے اور قلم چونکہ ادائے مضمون میں زبان ہی کے حکم میں ہے اس لیے علمائے امت نے قلمی دفاع اور مقابلہ کو بھی جہاد قرار دیا ہے۔مال کا جہاد تو یہ ہے کہ جہاد کے کاموں میں مال صرف کیا جائے اور زبان کا جہاد یہ ہے کہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے کر اس پر آمادہ کرنا اور جہاد کے احکام بتلانا اور اپنی گفتگو اور تقریر سے دشمن کو مرعوب کرنا۔اور جان سے جہاد اللہ کے رستہ میں دشمن سے جنگ کرتے ہوئے اپنی جان دے کر شہید ہو جانا ہے اور شہید فی سبیل اللہ کا کیا مقام ہے اور کیا درجہ ہے؟ اس کا اندازہ بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے لگائیے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر مجھے زندہ کیا جائے۔پھر قتل کیا جاؤں۔پھر زندہ کر دیا جائے۔پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کر دیا جائے۔پھر قتل کیا جاؤں''۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔اور قرآن و سنت کی تعلیمات و ہدایات کو دل و جان سے اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔آمین۔

اب آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ یاد دلا کر دین اسلام کی مدد اور نصرت کی ترغیب اہل ایمان کو دی جاتی ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایمان کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی بھی توفیق و ہمت عطا فرمائیں۔اور اس کے اخروی و دنیوی ثمرات نصیب فرمائیں۔یا اللہ ہم کو آخرت کی کامیابی کے ساتھ دنیوی کامرانی بھی اپنی نصرت اور تائید سے عطا فرما۔اور جو بشارات ان آیات میں مومنین کو دی گئی ہیں ان کا مصداق ہم کو بھی بنا دے۔

یا اللہ نفس و شیطان کی خباثت سے ہم کو بچالے۔اور ہماری جان اور مال کو اپنے رستہ میں کھپانے کی توفیق مرحمت فرما دے۔

یا اللہ روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کفار و مشرکین سے جہاد فی سبیل اللہ میں لگے ہوئے ہیں۔

یا اللہ ان کی تائید اور نصرت فرما۔ان کو فتح و ظفر عطا فرما۔ان کے دشمنوں کو مغلوب۔خوار اور ذلیل فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ 2

اے ایمان والو تم اللہ کے مدد گار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریین سے فرمایا کہ مددگار ہیں

اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ

اللہ کے واسطے میرا کون مدد گار ہوتا ہے وہ حواریین بولے ہم اللہ کے مددگار ہیں سو بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے

اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا

اور کچھ لوگ منکر رہے، س ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ

ظٰهِرِيْنَ ۝

غالب ہوگئے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	كُوْنُوْا تم ہو جاؤ	اَنْصَارَ اللّٰهِ اللہ کے مددگار	كَمَا جیسے	قَالَ کہا	عِيْسَى عیسیٰ
ابْنُ مَرْيَمَ مریم کا بیٹا حواریوں کو	مَنْ کون	اَنْصَارِيْٓ میرا مددگار	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	قَالَ کہا	الْحَوَارِيُّوْنَ حواریوں	نَحْنُ ہم
اَنْصَارُ اللّٰهِ اللہ کے مددگار	فَاٰمَنَتْ تو ایمان لایا	طَّاۗىِٕفَةٌ ایک گروہ	مِّنْ سے۔کا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل	وَكَفَرَتْ اور کفر کیا	طَّاۗىِٕفَةٌ ایک گروہ	
فَاَيَّدْنَا تو ہم نے مدد کی	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والے	عَلٰي عَدُوِّهِمْ انکے دشمنوں پر	فَاَصْبَحُوْا سو وہ ہو گئے	ظٰهِرِيْنَ غالب		

تفسیر وتشریح: یہ سورۃ الصف کی آخری آیت ہے۔اس آیت میں اہل ایمان کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔اب اللہ پاک تو بے نیاز ہے اسے کسی کی مدد کی کیا حاجت؟ تو یہاں اللہ کے مددگار ہونے سے مراد اللہ کے دین کے مددگار ہونے سے ہے یعنی دین الٰہی کے عامل اس کے پھیلانے اور اس کی دعوت وتبلیغ میں سرگرم اور آمادہ ہو جاؤ اور اس کام کے لئے کمر باندھ کر تیار رہو۔اسی بات کی تائید اور تاکید کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی مثال دی جاتی ہے کہ اے ایمان والو تم دین کے لئے ایسے ہی سرگرم اور مستعد ہو جاؤ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری سرگرم اور مستعد ہو گئے تھے۔حواری کون لوگ تھے اور یہ لقب ان کا کس وجہ سے ہوا اس میں علمائے مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔حواری کے لفظی معنیٰ کپڑا دھو کر اسے صاف اور اجلا کر دینے کے ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو سب سے پہلے تابع ہوئے قول مشہور کے موافق وہ دھوبی تھے اور کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلاتے تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو آؤ میں تم کو دل کا دھونا سکھا دوں وہ ساتھ ہو لئے پھر ایسے ہی سب ساتھیوں کا لقب حواری پڑ گیا۔ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی مرید چونکہ عموماً دریا کے کنارے کام کرنے والے ماہی گیر تھے۔ان حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو سب سے پہلے قبول کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہمدردی و محبت میں نہایت سرگرم مستعد اور مخلص تھے۔یہ بستی بستی میں پہنچے اور عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی منادی کیلئے سفر کیا اور لوگوں کی بڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ان کا طرز معاشرت درویشانہ تھا کسی سے کچھ لیتے دیتے نہ تھے۔ان کے خلوص کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو کرامت بھی دی تھی کہ ان کی دعاء سے بیمار تندرست ہو جاتے۔ان حواریوں کی کوشش اور جانکاہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے بنی اسرائیل ایمان

لے آئے لیکن بہت سے منکر بھی رہے اور اس عرصہ میں گھر گھر لڑائی اور جنگ بھی ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے اور نہ ماننے والوں میں۔ اور یہ حواری بھی مخالفین کے ہاتھوں سے قتل ہوئے مگر آخر کار خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ دیا۔ تو اس آیت میں امت محمد یہ کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص حواریوں جیسے ہونے کی ترغیب دلاتے ہیں کہ تم بھی اشاعت اسلام کے لئے ویسے ہی کوشش دل و جان سے کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری بن جاؤ چنانچہ اس حکم کی تعمیل خدا کے فضل و توفیق سے صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین نے ایسی کی کہ سرزمین عرب کے علاوہ ایک طرف اسپین۔ یورپ اور افریقہ کے ممالک تک دوسری طرف ہند۔ چین۔ ایران۔ ترکستان تک اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مقصد یہ کہ اے ایمان والو اسی طرح تم دین محمدی کے لئے کوشش اور جہاد کرو تو تم کو بھی اللہ تعالیٰ غلبہ عطا فرمائے گا۔

اس آیت کا آخری جملہ ہے **فایدنا الذین امنوا علیٰ عدوھم فاصبحوا ظھرین** سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کو اپنے دشمنوں پر غلبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور ۱۴۰۰ سالہ اسلامی تاریخ بھی اس پر شاہد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تائید الٰہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کو خوش کرنے اور راضی رکھنے سے ملے گی یا اللہ اور ان کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی اور مخالفت۔ اور قرآن وسنت سے غفلت اور نہ صرف غفلت بلکہ انحراف و اعراض اور بغاوت سے ملے گی؟ اس کو ہر ادنیٰ سے ادنیٰ عقل و علم رکھنے والا مسلمان بھی جانتا ہے۔ اب کام تو ہم کریں اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور غصہ وغضب کے تو تائید الٰہی ہم کو کیسے حاصل ہو؟ اور جب تائید الٰہی شامل حال نہ ہو تو دشمنوں پر غلبہ کیسے نصیب ہو؟ بلکہ ہمارے دشمنوں کا ہم پر غلبہ تو یہی ظاہر کرتا ہے کہ شاید ہم تائید الٰہی سے محروم ہیں۔ اور ہمارے دشمن ہم پر مسلط کئے گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ عقل حیران ہے کہ اس وقت کے مسلمانوں کو کس طرح بتلایا اور سمجھایا جائے۔

غرض اس آخری آیت کے آخری جملہ سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ دشمنوں پر غلبہ اللہ کی تائید سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح اس کے خلاف کا حال بھی قرآن وحدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے

اور قرآن کریم میں تو متعدد آیات ہیں جن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بندوں کی بداعمالیوں کی سزا ہے کہ جو دنیا میں خرابی پھیلتی ہے مثلاً سورہ روم میں ارشاد ہے **ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون** خشکی اور تری میں یعنی تمام دنیا میں لوگوں کے برے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کی سزا کا مزہ ان کو چکھادے تا کہ وہ اپنے ان اعمال سے باز آجاویں۔

خلاصہ مقصود یہی ہے کہ اہل اسلام کو اللہ کے دین کی مدد کرنے پر اللہ کی تائید و مدد و نصرت کا وعدہ ہے اور دشمنوں پر غلبہ کی بشارت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا نہ کرنے پر کسی تائید الٰہی کا وعدہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد یہی ہے کہ خود بھی قرآن وسنت کے احکام و ہدایات پر عمل کرے اور دین محمدی کے پھیلانے اور دوسروں کو پہنچانے کی حتی الوسع کوشش و سعی کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور اس دین اسلام کی عظمت اور قدر ہمارے دلوں میں عطا فرمائیں۔ اور اس دین پر سچائی کے ساتھ ہم کو عمل پیرا ہونے اور اس کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الحمدللہ اس درس پر سورۃ الصّف کا بیان ختم ہوا۔ اس کے بعد اگلی سورۃ کا بیان ان شاء اللہ شروع ہوگا۔

سورۃ الصّف کے خواص

جو آدمی سفر میں سورۃ الصّف کی تلاوت کا معمول رکھے تو وہ اپنے سفر کے دوران ہر قسم کے خطرات ونقصانات سے محفوظ رہے گا۔

یریدون لیطفؤ انور اللہ بافواھھم ...... قریب

جو آدمی ان آیات کو سفید ریشم میں کستوری، زعفران اور چنبیلی کے پانی سے لکھ کر اپنی قمیص کے گھیرے میں رکھے، وہ جہاں جائے گا اس کا احترام ہوگا، عزت اور غلبہ حاصل ہوگا۔ (الدرالنظیم)

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کہ بادشاہ ہے پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔

يُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کی	مَا جو کچھ	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِى الْاَرْضِ زمین میں	الْمَلِكِ بادشاہ حقیقی	
الْقُدُّوْسِ کمال پاک	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَكِيْمِ حکمت والا					

تفسیر و تشریح: سورۃ کی ابتدا اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے ذکر سے فرمائی گئی کہ تمام چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اس خدا کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کہ تمام عالم کا بادشاہ۔ اور تمام عیوب و نقائص سے پاک اور نہایت زبردست اور بڑا حکمت والا ہے۔ اس تمہیدی مضمون میں مسئلہ توحید کا بیان عجیب لطیف پیرایہ میں فرما دیا گیا۔ یہ فرمانا کہ تمام کائنات اسی کی تسبیح کر رہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ کسی کے مسخر اور زیر حکم ہیں۔ زمین کے حالات اور آفتاب و ماہتاب اور دیگر ستاروں اور سیاروں کی حالت کہہ رہی ہے کہ کوئی طاقت ہے جس کے زیر حکم یہ سب ایک خاص نظام کے ماتحت حرکت کرنے پر مجبور ہیں۔ پھر یہ آفتاب اور دیگر یہ سیارات جو زمین سے ہزاروں حصہ بڑے اور کروڑوں میل دور ہیں اور اس سرعت کے ساتھ دورہ کرتے ہیں کہ منٹوں میں ہزار ہا میل کا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ پھر یہ بے شمار ہونے میں آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرانے نہیں پاتے تو ان کی یہ حالت اپنے خالق۔ مالک اور مدبر کی تسبیح ہی تو ہے۔ پھر احادیث میں آیا ہے کہ آسمانوں پر ایک چپہ بھر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں ملائکہ حق تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل نہ کرتے ہوں اس میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ انسان کیوں باطل معبودوں کی پرستش میں گرفتار ہے اس کو بھی اسی کی تسبیح کرنی چاہئے جس کی تسبیح کائنات کی ہر چیز کر رہی ہے اور جو ملک ہے یعنی زمین و آسمان کا بادشاہ۔ حاکم مطلق اور تمام کائنات پر پورا تصرف اور اٹل حکم جاری کرنے والا۔ پھر وہ قدوس بھی ہے یعنی تمام نقصانات سے پاک اور تمام عیوب سے مبرا۔ اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف۔ پھر وہ عزیز یعنی زبردست بھی ہے یعنی تمام عزت اور غلبہ اسی کو ہے۔ اس سے لڑ کر کوئی جیت نہیں سکتا۔ اس کے فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ پھر یہ کہ وہ حکیم بھی ہے یعنی جو کچھ کرتا ہے وہ عین مقتضائے حکمت و دانش ہوتا ہے۔ اس کی تدبیریں ایسی محکم ہوتی ہیں کہ دنیا میں ان کا کوئی توڑ نہیں کر سکتا۔ اس صفت حکیم میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انتظام دنیاوی جس طرح اس کی حکمت بالغہ کا مقتضی ہے اسی طرح دنیا میں انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا۔ کتابوں کا نازل کرنا بھی بندوں کی آخرت درست کرنے کے لئے اسی حکیم کی حکمت کاملہ کا مقتضی ہے۔

اب یہاں توحید کا بیان فرما کر اس کے بعد اگلی آیات میں مسئلہ نبوت و رسالت کو بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور اُن کو

الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ﴿۲﴾ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ

کتاب اور دانشمندی سکھاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔ اور دوسروں کیلئے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں لیکن ہنوز اُن میں شامل نہیں ہوئے

وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۴﴾

اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ فضل جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ وہی جس نے	بَعَثَ اٹھایا بھیجا	فِی الْاُمِّیّٖنَ اَن پڑھوں میں	رَسُوْلًا ایک رسول	مِّنْهُمْ ان میں سے	یَتْلُوْا پڑھ کرسناتا ہے	عَلَیْهِمْ انہیں	
اٰیٰتِهٖ اسکی آیتیں	وَ یُزَكِّیْهِمْ اور وہ انہیں پاک کرتا ہے	وَ یُعَلِّمُهُمُ اور سکھاتا ہے	الْكِتٰبَ کتاب	وَ الْحِكْمَةَ اور حکمت (دانشمندی کی باتیں)			
وَ اِنْ كَانُوْا اور تحقیق وہ تھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	لَفِیْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں	مُّبِیْنٍ کھلی	وَّ اٰخَرِیْنَ اور علاوہ	مِنْهُمْ ان کے	لَمَّا یَلْحَقُوْا کہ وہ ابھی نہیں ملے	
بِهِمْ ان سے	وَ هُوَ اور وہ	الْعَزِیْزُ غالب	الْحَكِیْمُ حکمت والا	ذٰلِكَ یہ	فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	یُؤْتِیْهِ وہ دیتا ہے اسے	مَنْ جس کو
یَّشَآءُ وہ چاہتا ہے	وَ اللّٰهُ اور اللہ	ذُو الْفَضْلِ فضل والا	الْعَظِیْمِ بڑے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں مضمون توحید سے سورۃ کی ابتدا فرمائی گئی تھی توحید کے بعد مسئلہ نبوت و رسالت کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں سے یعنی ان کی قوم سے ایک رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ پھر آپ کی بعثت کے اغراض و مقاصد کیا تھے؟ آپ کو رسول کس کام کے لئے بنا کر بھیجا گیا؟ اس کے جواب میں چار چیزوں کا صراحتہً ذکر فرمایا گیا:۔

پہلی چیز بعثت نبوی کے مقاصد میں فرمائی گئی یتلوا علیھم ایٰتہ جو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں یعنی تلاوت قرآن کے ذریعہ اللہ کا کلام پہنچانا۔

دوسری غرض فرمائی گئی ویزکیھم یعنی جو دلوں کو پاک کرتے ہیں عقائد باطلہ سے اور اخلاق ذمیمہ سے یعنی لوگوں کے اخلاق ۔ عادات اور معاملات کو ہر طرح کی برائیوں اور گندگیوں سے پاک فرما کر ان کو اعلیٰ درجہ کے اخلاقی فضائل سے آراستہ کرتے ہیں۔

تیسری غرض فرمائی گئی ویعلمھم الکتٰب. اور ان کو کتاب کی تعلیم دیتے ہیں یعنی صرف آیات الٰہیہ سنانے ہی پر اکتفا نہیں فرماتے بلکہ ہر وقت اپنے قول و عمل سے اپنی تعلیمات اور ارشادات سے اور اپنی زندگی کے نمونہ سے لوگوں کو کتاب الٰہی کا منشا۔ اس کے احکام اور اسرار و معانی بھی سمجھاتے ہیں۔

چوتھی چیز فرمائی والحکمۃ - یعنی حکمت اور دانائی کی باتیں بھی آپ سکھاتے ہیں۔ اس میں تمام امور و قوانین عدل و انصاف ۔ سیاست و اخلاق و طہارت ظاہری و باطنی یعنی جملہ احکام و مسائل شرعیہ ان کے اسرار و مصالح سب حکمت میں داخل ہیں۔

اہل عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جس گمراہی میں مبتلا تھے اس کے متعلق مؤرخین نے بہت کچھ لکھا ہے

اسی قوم عرب میں سے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر بنا کر اٹھایا اور ایک عظیم الشان شریعت اور کامل و مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی اصلاح کریں۔ اہل دنیا کو اصل احکام الٰہیہ پہنچائیں۔ خدا کی مرضی اور نا مرضی کے احکام لوگوں کو معلوم کرا دیں۔ ساری مخلوق کے ہادی

بتیں۔ اصول و فروع سب سکھائیں۔ کوئی چھوٹی یا بڑی بات ہدایت کی نہ چھوڑیں۔ تمام جہل وضلالت کے شک وشبہ سب دور کردیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جس میں ہر بھلائی اور بہتری موجود ہو۔ اس بلند و بالا خدمت کے لئے آپ میں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام بزرگیاں اور برتریاں جمع کردیں جو نہ آپ سے پہلے کسی میں تھیں اور نہ آپ کے بعد کسی میں ہوسکیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور پھر یہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور یہ آفتاب ہدایت صرف عرب قوم تک محدود ہو۔ نہیں بلکہ دنیا بھر کی ان دوسری قوموں اور نسلوں کے لئے بھی ہے جو قیامت تک آنے والی ہیں۔ یہ اللہ کی قدرت وحکمت کا کرشمہ ہے کہ ایسی جہالت وضلالت میں ڈوبی ہوئی قوم میں اللہ نے ایسا عظیم الشان نبی پیدا کیا جس کی تعلیم وہدایت سے تمام نوع انسانی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنمائی حاصل کرسکتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اور اس کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فضل خاص اور بڑائی وبزرگی عنایت فرمائی گئی وہ جتلا کر مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس انعام و اکرام کی قدر پہچاننی چاہئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتزکیہ سے مستفید اور منتفع ہونے میں کوتاہی نہ کرنا چاہئے۔

اب غور کرنے کی بات ہے کہ کوئی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات ایسی باقی نہیں چھوڑی جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور کھلے ہوئے احکام نہ بیان فرمادئے ہوں اور ان کے نفع ونقصان نہ بتادئے ہوں۔ اور پھر یہ سب کچھ محض زبانی تعلیم وتلقین نہیں بلکہ اللہ کے سچے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور آپ کی عاشق اور فریفتہ جماعت صحابہ کرامؓ نے ان سب کو عملی جامہ پہنا کر اور ان پر عمل کر کے تجربہ بھی کرا دیا۔ مگر واہ رے ہماری اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدردانی! کیا خوب آپ کی تعلیمات وہدایات کا اتباع کیا! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ہدایت۔ تعلیم وتلقین اور ایک ایک حرکت وسکون حضرات صحابہ کرام ومحدثین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طفیل آج کتابوں میں محفوظ ہے۔ اگر ایک طرف ان کو سامنے رکھا جائے اور دوسری طرف ہم اپنے حالات کو سامنے رکھیں تو بلا شک وتردد یہی فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ہم کس ظلم عظیم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ الا مان والحفیظ! جتنی ہدایات واحکام کرنے کے ملیں گے ان میں نہ صرف تغافل وتساہل بلکہ انکار تک ملے گا اور جتنی ہدایات اور امور نہ کرنے کے ہوں گے ان میں نہ صرف کھلم کھلا ابتلا ملے گا بلکہ جرأت و بے باکی بھی ہوگی۔ الامان والحفیظ! یہ ہے ہماری اس نبی رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدردانی کہ جن کی تمام رات امت کے درد میں روتے گذر جاتی تھی۔ اور جن کی مقبول دعاؤں کی برکت ہے کہ باوجود ہر طرح کے معاصی وطغیان کے سب کے سب ہلاک نہیں ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بصیرت عطا فرمائیں کہ ہم اپنے نبی رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدردان بن کر آپ کے سچے پکے اور وفادار امتی بن کر زندہ رہیں۔ آمین۔

اب آگے اہل اسلام کی عبرت ونصیحت کے لئے یہود کی مثال بیان فرمائی جاتی ہے جنہوں نے اپنے پیغمبر اور اپنی کتاب کی حق شناسی میں سخت غفلت اور کوتاہی برتی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

یا اللہ ہمیں اس نعمت عظمیٰ کی سچی قدر اور حقیقی شکر گذاری کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ ہمارے دلوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ونور ہدایت سے منور فرما۔ اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور آپ کی عظمت اور آپ کا اتباع ظاہراً وباطناً نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ

جن لوگوں کوتوارۃ پرعمل کرنے کا حکم دیا گیا پھرانہوں نے اس پرعمل نہیں کیا ان کی حالت اس گدھے کی سی حالت ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

ان لوگوں کی بُری حالت ہے جنہوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا، اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے یہودیو!

هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ

اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم بلا شرکت غیرے اللہ کے مقبول ہوتو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔

صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

اور وہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں کی۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو آ پکڑے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے کے پاس لیجائے جاؤ گے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام بتلادے گا۔

مَثَلُ مثال	اَلَّذِيْنَ جن لوگوں پر	حُمِّلُوا ان پر لادی گئی	التَّوْرٰىةَ توریت	ثُمَّ پھر	لَمْ يَحْمِلُوْهَا انہوں نے نہ اٹھایا اسے	كَمَثَلِ مثال کی طرح	
الْحِمَارِ گدھا	يَحْمِلُ وہ لادے ہوئے	اَسْفَارًا کتابیں	بِئْسَ بری	مَثَلُ مثال (حالت)	الْقَوْمِ وہ لوگ	الَّذِيْنَ جنہوں نے	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کو	وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگوں	قُلْ آپ فرمادیں	يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ هَادُوْٓا یہودیو	
اِنْ اگر	زَعَمْتُمْ تمہیں زعم (گھمنڈ) ہے	اَنَّكُمْ کہ تم	اَوْلِيَاۗءُ دوست	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	مِنْ سے	دُوْنِ النَّاسِ دوسرے لوگوں کے علاوہ	
فَتَمَنَّوُا تو تم تمنا کرو	الْمَوْتَ موت	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اور وہ اسکی تمنا نہ کریں گے	اَبَدًا کبھی بھی	
بِمَا اسکے سبب جو	قَدَّمَتْ بھیجا آگے	اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ خوب جانتا ہے	بِالظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو		
قُلْ آپ فرمادیں	اِنَّ الْمَوْتَ بیشک موت	الَّذِيْ جس سے	تَفِرُّوْنَ تم بھاگتے ہو	مِنْهُ اس سے	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	مُلٰقِيْكُمْ تمہیں ملنے والی	
ثُمَّ پھر	تُرَدُّوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے	اِلٰى طرف۔ سامنے	عٰلِمِ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	فَيُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تمہیں آگاہ کردیگا		
بِمَا اس سے جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے						

تفسیر وتشریح: ان آیات میں عبرت کے لئے یہود کی مثال بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہود پر آسمانی کتاب توراۃ کا بوجھ رکھا گیا تھا اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے لیکن انہوں نے اس کی تعلیمات وہدایات کی کچھ پروانہ کی۔ نہ اس کو محفوظ رکھا۔ نہ دل میں جگہ

دی۔ نہ اس پر عمل کر کے اللہ کے فضل واحسان سے بہرہ ور ہوئے۔ بلا شبہ یہ توراۃ جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے حکمت وہدایت کا ایک ربانی خزینہ تھا مگر جب اس سے وہ منتفع نہ ہوئے تو ان کی مثال اس گدھے جیسی ہوگئی کہ جس پر علم وحکمت کی پچاسوں کتابیں لاد دو مگر اس گدھے کو سوائے بوجھ میں دبنے کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ اس گدھے کو اس بات سے کچھ سروکار نہیں کہ اس کی پیٹھ پر کیا لعل وجواہر لدے ہوئے ہیں اور اگر وہ گدھا اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہوگا۔ اس مثال کو بیان فرما کر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بری قوم ہے وہ جس کی یہ مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس برائی سے امت مسلمہ کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ وغیرہ میں جو بشارت نبی آخر الزمان کی دی تھی اور جو دلائل وبراہین آپ کی رسالت پر قائم کیں ان کو جھٹلانا آیات اللہ کو جھٹلانا ہے۔ ایسے معاند۔ ہٹ دھرم اور بے انصاف لوگوں کو (اشارہ یہود کی طرف ہے) اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ یہود جو کتابوں سے لدے ہوئے گدھے کے مشابہ ہیں اپنے جہل وحماقت کے باوجود دعوٰی یہ کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی اولاد ہونے کے باعث ہم ہی اللہ کے دوست اور ولی اور تنہا جنت کے حقدار ہیں۔ پس دنیا سے چلے اور جنت میں پہنچے۔ یہود کے اس باطل دعوے پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر واقعی یہ دل میں یہی یقین رکھتے ہیں اور اپنے دعوے میں سچے ہیں تو انہیں دنیا کے عیش سے دل برداشتہ ہو کر جنت کے شوق اور تمنا میں مرنے کی آرزو کرنا چاہئے۔ جس کو یقیناً معلوم ہو جائے کہ میرا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور کوئی خطرہ نہیں وہ بے شک مرنے سے خوش ہوگا اور جنت کے اشتیاق میں موت کی تمنا کرے گا لیکن ان جھوٹے مدعیوں کے افعال وحرکات پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں۔ وہ مرنے کا نام سن کر گھبراتے ہیں اور موت سے بھاگتے ہیں اور اسلئے نہیں کہ زیادہ دن زندہ رہیں تو زیادہ نیکیاں کمائیں گے۔ نہیں

بلکہ دنیا کی حرص سے ان کا پیٹ نہیں بھرتا اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جو کرتوت دنیا میں کئے ہیں یہاں سے چھوٹتے ہی انکی سزا میں پکڑے جائیں گے۔ غرض کہ ان کے اطوار وافعال سے یہ بالکل ظاہر ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے موت کی آرزو نہیں کر سکتے بلکہ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ موت سے ڈر کر کہاں بھاگ سکتے ہو۔ ہزار کوشش کرو۔ مضبوط قلعوں میں دروازے بند کر کے بیٹھ رہو وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں اور موت کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہے اور تم ہو۔ اس عالم الغیب کو تمہاری ہر کھلی چھپی حالت اور بات کا علم ہے اس وقت جو جو دنیا میں کیا کرتے تھے سب جتلا دیا جائیگا۔

الغرض یہاں تو یہود کی حالت عبرت کے لئے سنائی گئی۔ جہاں تک ان کا اپنی آسمانی کتاب یعنی توراۃ پر عمل کا تعلق تھا۔ اب آگے انہی یہود کی ایک دوسری حالت ان کے متبرک دن یوم سبت کے متعلق بتلا کر اس پر اہل اسلام کو خطاب کر کے عبرت دلائی جاتی ہے کہ وہ اپنے متبرک دن یوم جمعہ کی عظمت اور احترام بجالائیں اور جمعہ کی نماز کے بعض احکام تلقین فرمائے گئے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور ہم کو قرآن کریم جیسی کتاب عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے رسول اور اپنی کتاب قرآن کریم کا وفادار اور اطاعت گذار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ اور اس وقت امت مسلمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق وعظمت میں جو کوتاہی ہو رہی ہے اور جو قرآن کریم کے احکامات سے غفلت اور اعراض برتا جا رہا ہے ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیں اور ہماری ہدایت کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا

اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کیلئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد کی طرف چل پڑا کرو اور خرید فروخت چھوڑ دیا کرو،

الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	اِذَا جب	نُوْدِيَ پکارا جائے	لِلصَّلٰوةِ نماز کیلئے	مِنْ سے۔کی	يَوْمِ الْجُمُعَةِ جمعہ کا دن	
فَاسْعَوْا تو تم لپکو	اِلٰى طرف	ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد	وَذَرُوْا اور تم چھوڑ دو	الْبَيْعَ خرید و فروخت	ذٰلِكُمْ یہ	خَيْرٌ بہتر	لَّكُمْ تمہارے لئے
اِنْ اگر	كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو						

تفسیر وتشریح: یہاں اس آیت میں نماز جمعہ اذان جمعہ۔ اذان کے بعد خرید فروخت کا ترک کر دینا اور نماز کے لئے سعی کرنے کے احکام دیئے گئے ہیں۔ یہاں موقع کی مناسبت سے ان جملہ امور کے متعلق جو آیت میں مذکور ہیں قدرے تفصیلی بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے سب سے پہلے یوم الجمعۃ یعنی جمعہ کے دن کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

فضیلت یوم الجمعۃ:۔ صحیح مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور پھر اسی دن وہ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت کا وقوع بھی اسی دن ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے۔ اسی دن صور پھونکا جائیگا۔ اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہفتہ کا ایک دن عبادت کے لئے مخصوص کرنے اور اس کو شعار ملت قرار دینے کا رواج اہل کتاب یہود میں موجود تھا۔ یہود نے اس غرض کے لئے سبت یعنی سنیچر کا دن مقرر کیا تھا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دی تھی۔ نصاریٰ نے اپنی ملت کو یہود سے علیحدہ رکھنے کے لئے اپنا شعار ملت اور عبادت کا دن اتوار کو قرار دیا۔ اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش کا ہے یا اس خیال سے جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ (معاذ اللہ) صلیب پر جان دینے کے بعد حضرت عیسیٰ اسی روز قبر سے نکل کر آسمان کی طرف گئے تھے۔ بہرحال عیسائیوں نے اتوار کو اپنی عبادت کا دن مقرر کیا۔ شریعت اسلامیہ نے ان دونوں ملتوں سے اپنی ملت کو جدا رکھنے کے لئے جمعہ کو اجتماعی عبادت کے لئے اختیار کیا۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی فرضیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے قبل مکہ معظمہ ہی میں معلوم ہوگئی تھی مگر غلبہ کفر کے سبب سے اس کے ادا کرنے کا موقع نہ ملتا۔ بعد ہجرت کے مدینہ منورہ میں تشریف لاتے ہی آپ نے نماز جمعہ شروع کردی۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے آپ پیر کے روز قبا پہنچے۔ چار دن وہاں قیام فرمایا۔ پانچویں دن جمعہ کے روز وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں نماز جمعہ کا وقت آ گیا اور آپ نے پہلا جمعہ ادا فرمایا۔ نماز جمعہ شریعت اسلامیہ میں فرض عین ہے۔ قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اعظم شعائر اسلام سے ہے۔ منکر اس کا کافر ہے اور بے عذر اس کا تارک فاسق گناہ گار ہے۔ نماز جمعہ کی فضیلت اور تاکید اور اس کے ترک پر وعید بہت سی احادیث صحیحہ میں آئی ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل و

طہارت بقدر امکان کرے بعد اس کے اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے اس کے بعد نماز کے لئے چلے اور جب مسجد میں آئے تو کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے۔ پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں۔ پڑھے جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو سکوت کرے تو گزشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ اس شخص کے معاف ہو جائیں گے۔

اب اس جمعہ کے آداب جو احادیث میں فرمائے گئے ہیں اور جو سلف برتتے تھے وہ بھی مختصراً ملاحظہ ہوں۔ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کا اہتمام جمعرات سے کرے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے جمعرات کے دن بعد عصر کے استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر رکھے اور خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لا کر رکھ لے تا کہ پھر جمعہ کے دن اس کو ان کاموں میں مشغول ہونا نہ پڑے۔ بزرگان سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام جمعرات سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ جمعہ کب ہے حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کون دن ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ جامع مسجد میں بہت سویرے جائے جو شخص جتنا سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب ملے گا۔

آگے امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیوں شرم نہیں آتی یہود و نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن یعنی یہود سنیچر کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور طالبان دنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید فروخت کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ پس طالبان دین کیوں پیش قدمی نہیں کرتے۔

الغرض یہاں اس آیت میں اہل اسلام کو براہ راست خطاب کر کے حکم دیا گیا کہ جب جمعہ کی اذان ہو تم ذکر اللہ کی طرف دوڑو۔ فاسعوا کے لفظی معنیٰ دوڑنے کے ہیں۔ لیکن دوڑنے سے یہاں مراد بھاگنے کے نہیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کھڑی ہو تو اس کی طرف سکون و وقار کے ساتھ چل کر آؤ۔ بھاگتے ہوئے نہ آؤ پھر جتنی نماز بھی مل جائے اس میں شامل ہو جاؤ اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پورا کر لو۔ تو مفسرین نے بالاتفاق یہاں فاسعوا سے مراد اہتمام اور مستعدی کے لئے ہیں یعنی اذان کی آواز سن کر فوراً مسجد پہنچنے کی فکر میں لگ جائے۔ یہاں مفسرین نے ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ جس اذان کا یہاں ذکر ہے وہ وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے۔ حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ کی صرف ایک ہی اذان ہوتی تھی اور وہ آپ کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بھی اسی پر عمل ہوتا رہا۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں جب آبادی بڑھ گئی تو آپ نے پہلے ایک اذان اور دلوانی شروع کر دی اور تمام صحابہ کے اجماع سے مقرر ہوئی۔ چنانچہ اب تک ملت اسلامیہ میں جمعہ کی دو اذانیں رائج ہیں۔ اور آیت کے اس حکم کے ماتحت کہ جب جمعہ کے روز نماز کی اذان کہی جائے تو خرید فروخت چھوڑ دیا کرو فقہائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد بیع یعنی خرید فروخت اور ہر قسم کا کاروبار حرام ہے۔ اور حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حرمت بیع میں پہلی اذان کا حکم بھی مثل دوسری اذان کے ہے باتفاق فقہائے امت یہاں بیع سے مراد فقط فروخت کرنا نہیں۔ بلکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی طرف اذان جمعہ کے بعد جانے کے اہتمام میں مخل ہو وہ سب بیع کے مفہوم میں داخل ہے۔ اس لئے اذان جمعہ کے بعد کھانا پینا۔ سونا۔ کسی سے بات کرنا یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہیں۔ صرف جمعہ کی تیاری کے متعلق جو کام ہوں وہ کئے جا سکتے ہیں۔

یہ احکام تو آیت میں نماز و خطبہ سے متعلق نماز جمعہ سے پہلے کے تھے اب جب نماز جمعہ سے فارغ ہو چکے تو اس کے بعد کے احکام اگلی آیت میں ظاہر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰىنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا

پھر جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین پر چلو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو

اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ

تاکہ تم کو فلاح ہو۔ اور وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑنے کیلئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو

قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۱۱

کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ جو چیز خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

فَاِذَا پھر جب	قُضِيَتِ پوری ہوچکے	الصَّلٰوةُ نماز	فَانْتَشِرُوْا تو تم پھیل جاؤ	فِى الْاَرْضِ زمین میں	وَابْتَغُوْا اور تم تلاش کرو	مِنْ سے			
فَضْلِ اللّٰهِ اللہ کا فضل	وَاذْكُرُوا اور تم یاد کرو	اللّٰهَ اللہ	كَثِيْرًا بکثرت	لَّعَلَّكُمْ تاکہ تم	تُفْلِحُوْنَ فلاح پاؤ	وَاِذَا اور جب			
رَاَوْا وہ دیکھتے ہیں	تِجَارَةً تجارت	اَوْ یا	لَهْوَا کھیل تماشہ	اِنْفَضُّوْا وہ دوڑے جاتے ہیں	اِلَيْهَا اس کی طرف	وَتَرَكُوْكَ اور آپ کو چھوڑ جاتے ہیں			
قَآئِمًا کھڑا	قُلْ فرمادیں	مَا جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	خَيْرٌ بہتر	مِّنَ سے	اللَّهْوِ کھیل تماشہ	وَ اور	مِنَ سے	التِّجَارَةِ تجارت
وَاللّٰهُ اور اللہ	خَيْرُ بہتر	الرّٰزِقِيْنَ رزق دینے والا							

تفسیر وتشریح: اس آیت میں فرمایا کہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو چکو تو تمہیں اجازت ہے کہ اپنے کاروبار اور رزق و روزی کی تلاش میں چلو پھرو لیکن اپنے کاروبار میں لگ کر بھی اللہ کو نہ بھولو بلکہ ہر حال میں کو یاد رکھو۔ تسبیح وتحمید۔ استغفار۔ ذکر قلبی۔ ذکر لسانی سے ہر حال میں اللہ کو یاد رکھو گویا دست بکار اور دل بیار کے مصداق بنے رہو۔ اسی لئے سنت ہے کہ جب کوئی بازار جائے تو یہ کلمہ پڑھے لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد یحی ویمیت وهو علیٰ کل شیء قدیر. حدیث شریف میں اس کے بڑے فوائد مذکور ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بازار میں داخل ہونے کے وقت یہ کلمہ مبارک پڑھے اس کے لئے ایک لاکھ ثواب لکھے جاتے ہیں اور ایک لاکھ گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور ایک لاکھ درجات بلند کئے جاتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے اور بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ کبھی صرف اس کلمہ کو پڑھنے اور اس کا ثواب عظیم حاصل کرنے کے لئے ہی بازار جایا کرتے تھے۔ سبحان اللہ ان حضرات کے تقویٰ اور ذکر کرنے بازاروں کو بھی ان کے لئے گویا مساجد بنا دیا تھا اور وہ دنیا کے بازاروں میں سے بھی آخرت کا سامان اور عظیم الشان نفع ڈھونڈھ لیتے تھے۔ لیکن افسوس آج ہماری غفلت کا یہ عالم ہے کہ ہم نے مساجد کو بھی بازار بنا رکھا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ بہر حال مسجد سے فارغ ہو کر بھی ہر حال میں کثرت ذکر کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی بغرض ترغیب اس کا نفع بھی بتلا دیا لعلکم تفلحون تاکہ تمہارا دین دنیا کا بھلا ہو۔ تم کو دونوں جہان کی فلاح حاصل ہو۔ خاتمہ کی آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرما کر ہدایت وتنبیہ کی جاتی ہے جس کا ذکر سورۃ کے ابتدائی درس میں کیا گیا تھا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے۔ اسی وقت ایک تجارتی قافلہ شام سے غلہ لے کر آ پہنچا۔ قافلہ کے ساتھ اعلان کی غرض سے ڈھول وتاشہ ونقارہ وغیرہ بجتا تھا۔ پہلے سے شہر میں اناج کی کمی تھی ۔ لوگ دوڑے کہ اس کو

ٹھہرائیں۔ چونکہ اس وقت تک خطبہ کے احکام معلوم نہ تھے اس لئے اکثر لوگ حاضرین میں سے قافلہ کی ٹھہرنے کی جگہ چلے گئے۔ صرف ۱۲ نفوس جن میں حضرات خلفائے راشدینؓ بھی شامل تھے باقی رہ گئے۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ آخری آیت نازل ہوئی۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب لکھا کہ جو صحابہ اٹھ کر چلے گئے تھے وہ ان کی ابتدائی حالت تھی۔ خطبہ کے احکام معلوم نہ تھے پھر بعض روایت کے مطابق زمانہ قحط اور بھوک کا تھا۔ پھر کبرائے صحابہ سے اس کا صدور نہیں ہوا۔ پھر جانے والے حضرات کی یہ اجتہادی غلطی تھی۔ بعض روایات احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ابتدا میں خطبہ بعد نماز کے ہوا کرتا تھا جیسے اب بھی عیدین میں ہوتا ہے تو یہ حضرات یوں سمجھے کہ نماز جو اصل مقصود ہے وہ ہو ہی چکی ہے خطبہ اگر نہ سنا جائے تو کچھ حرج نہیں اور خیال کیا کہ خطبہ کا حکم عام وعظوں کی طرح ہے اس لئے اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اسی واقعہ کے متعلق آیت میں اشارہ فرما کر تادیب وتنبیہ فرمائی جاتی ہے کہ سوداگری اور دنیا کا کھیل تماشہ کیا چیز ہے۔ وہ ابدی دولت حاصل کرو جو اللہ کے پاس ہے اور جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور مجالس ذکر میں ملتی ہے باقی قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا جس کی بنا پر تم اٹھ کر چلے گئے سو یاد رکھو کہ روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہی بہترین روزی دینے والا ہے وہ طاعات ضروریہ میں مشغول رہنے پر بھی رزق مقدر پہنچاتا ہے جب یہ آخری آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے معاملہ میں اپنا طرز عمل بدل دیا اور نماز جمعہ سے پہلے خطبہ دینے کا معمول بنالیا اور یہی اب سنت ہے

خلاصہ یہ کہ نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد تجارتی کاروبار اور اپنے دوسرے رزق حاصل کرنے کے ذرائع کا اہتمام سب کر سکتے ہیں بلکہ بزرگان دین اور سلف صالحین سے منقول ہے کہ جو شخص نماز جمعہ کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ۷۰ مرتبہ برکات نازل فرماتے ہیں۔ ہاں بعد نماز جمعہ اور کسب معاش وتجارت وغیرہ میں یہ تاکید ضرور فرمائی گئی ہے کہ خداوند قدوس کے ذکر وفکر سے پھر بھی غافل نہ رہو۔ کفار کی طرح غافل ہو کر تجارت یا کسب میں نہ لگو بلکہ مشغلہ تجارت اور خرید وفروخت اور مزدوری وغیرہ کے وقت بھی اللہ کی یاد جاری رکھو۔ ایک صحابی حضرت عراک بن مالکؓ کا یہ عمل لکھا ہے کہ وہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو کر باہر آتے تو دروازہ مسجد پر کھڑے ہو کر یہ دعاء کرتے:۔

''یا اللہ میں نے آپ کے حکم کی اطاعت کی اور آپ کا فرض ادا کیا اور جیسا کہ آپ نے حکم دیا ہے نماز پڑھ کر باہر جاتا ہوں۔ آپ اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرمائے اور آپ سب سے بہتر رزق دینے والے ہیں''۔

الحمد للہ سورہ جمعہ کا بیان ختم ہوا۔ اب آئندہ درس میں سورہ منافقون کا بیان شروع ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سورۃ الجمعہ کے خواص

جو آدمی سورۃ الجمعہ کی تلاوت ہمیشہ کرتا رہے وہ شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔

ذلک فضل اللہ ...... مکمل آیت

اس آیت کو کسی سیپ میں جمعہ کے دن لکھ کر اپنے مال وغیرہ میں رکھ دے تو اس میں برکت ہوگی اور اللہ کے حکم سے وہ محفوظ رہے گا۔ (الدرر النظیم)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یوم جمعہ اور نماز جمعہ کے حقوق بجالانے کی سعادت نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو ظاہراً وباطناً شریعت مطہرہ کی پابندی ہر حال میں نصیب فرمائیں۔ اور اپنے ہمہ وقت ذکر وفکر کی توفیق حسن عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو درست کرنے میں ہماری امداد فرمائیں اور کوئی دنیوی مشغلہ اور تجارت ہم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر سے مانع نہ بنے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ط

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں،

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ①

اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔

اِذَا جَآءَكَ جب آپکے پاس آتے ہیں	الْمُنٰفِقُوْنَ منافق	قَالُوْا ، کہتے ہیں	نَشْهَدُ ہم گواہی دیتے ہیں	اِنَّكَ بیشک آپ	لَرَسُوْلُ اللّٰهِ البتہ اللہ کے رسول
وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	اِنَّكَ یقیناً آپ	لَرَسُوْلُهٗ البتہ اس کے رسول	وَاللّٰهُ جبکہ اللہ	يَشْهَدُ گواہی دیتا ہے
اِنَّ بیشک	الْمُنٰفِقِيْنَ (جمع) منافق	لَكٰذِبُوْنَ البتہ جھوٹے			

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کے پہلے ہی فقرہ میں اذا جاء ک المنفقون کے الفاظ آئے ہیں (یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں) چونکہ اس سورۃ میں منافقین کے اقوال اور طرز عمل پر تبصرہ فرمایا گیا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام ہی منافقون مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مدنی ہے اور ایک خاص واقعہ اس سورۃ کا سبب نزول ہے

جس خاص واقعہ کے بارہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اس کو بیان کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ مدینہ کے منافقین کے بارہ میں کچھ تاریخی معلومات بیان کر دی جائے مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے اور مدینہ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں دو مشہور قبیلے آباد تھے اوس اور خزرج۔ اور یہ دونوں قبیلہ ایک عرصہ تک آپس کی خانہ جنگی میں مبتلا رہے آخر کو تھک کر یہ دونوں قبیلہ اس بات پر متفق ہو چکے تھے کہ یہ اپنا کسی کو بادشاہ بنا کر اس کے ماتحت رہیں۔ چنانچہ انہوں نے قبیلے خزرج کے رئیس عبداللہ بن ابی کو اپنا بادشاہ بنانا طے کر لیا تھا۔ تاج بھی اس کے لئے بنا لیا گیا تھا اور تاج پوشی کی رسم کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اسی درمیان میں اسلام کا چرچا بھی مدینہ میں پہنچ چکا تھا اور دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کے بعض با اثر لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے تھے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ پہنچے ہیں تو اوس وخزرج کے اکثر گھرانوں میں اسلام پھیل چکا تھا اور وہ انصار مدینہ بن چکے تھے۔ عبداللہ بن ابی بے بس سا ہو گیا اور اس کی تاجپوشی کھٹائی میں پڑ گئی اب اس کو اپنی سرداری بچانے کے لئے اس کے سوا کوئی صورت نظر نہ آئی کہ وہ بھی مسلمانوں میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی جو بعد میں اسلامی تاریخ میں رئیس المنافقین کے لقب سے مشہور ہوا یہ بھی اپنے بہت سے حامیوں کے ساتھ جن میں اوسی اور خزرجی دونوں شامل تھے بظاہر داخل اسلام ہو گیا حالانکہ دل ان سب کے جل رہے تھے اور خاص کر عبداللہ بن ابی کو تو اس کا بڑا غم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے اس کی بادشاہی چھن گئی۔

اب اس واقعہ کو مختصراً سنیے کہ جب اس سورۃ کا نزول ہوا۔ ایک غزوہ سے واپسی کے سفر میں دو مسلمانوں میں کچھ ترش کلامی کی نوبت

آ گئی۔ایک مہاجرین میں سے تھے ایک انصار کے۔ دونوں نے اپنی حمایت کے لئے اپنی جماعت کو پکارا قریب تھا کہ بات بڑھ جاتی لیکن یہ شور سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ تم لوگ کہاں اور یہ جاہلیت کی پکار کہاں؟ اسے چھوڑو یہ بڑی گندی چیز ہے۔ اس پر دونوں طرف کے صالح لوگوں نے آگے بڑھ کر معاملہ رفع دفع کرادیا۔ یہ خبر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو بھی پہنچی جو اتفاق سے مسلمانوں کے اس سفر میں ہمراہ تھا۔ تو اپنے پارٹی والوں سے کہنے لگا کہ اگر ہم ان مہاجرین کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو ہم سے مقابلہ کیوں کرتے۔ تم انصار ہی ان کی خبر گیری کرتے ہو تو یہ لوگ رسول کے ساتھ جمع رہتے ہیں۔ ان کی خبر گیری چھوڑ دو ابھی خرچ سے تنگ آ کر متفرق ہو جائیں اور سب مجمع ان کا بچھڑ جائے اور یہ بھی کہا کہ اس سفر سے واپس ہو کر ہم مدینہ پہنچیں تو جس کا اس شہر میں زور اور اقتدار ہے چاہئے ذلیل بے قدروں کو نکال دے یعنی ہم جو معزز لوگ ہیں ان ذلیل مہاجر مسلمانوں کو نکال دیں گے۔ ایک صحابی حضرت زید بن ارقمؓ نے یہ باتیں سن لیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نقل کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی وغیرہ کو بلا کر تحقیق کی تو قسمیں کھا گئے کہ زید بن ارقم نے ہماری دشمنی سے جھوٹ کہہ دیا ہے۔ لوگ حضرت زیدؓ پر آوازے کسنے لگے۔ آپ رنجیدہ ہو کر اپنی جگہ بیٹھ رہے یہ تھی وہ صورت حال کہ جب اس سورۃ کا نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کا جھوٹ بولنا ظاہر فرمایا۔ اور اس سورۃ میں منافقوں کی بابت بتلایا گیا کہ یہ منہ پر تو کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں لیکن دل میں اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ لوگ پرلے درجہ کے جھوٹے ہیں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے کام چل جائے گا اور مسلمان انہیں سچا سمجھ کر ان کی بات مان لیں گے۔ ان کی زبان پر ایمان اور دل میں کفر ہے۔ ان کا ڈیل ڈول تو خاصہ ہے مگر دل بڑا بودا کمزور ہے۔ یہ بزدل اور ڈرپوک لوگ ہیں اور اس پر شیخیاں مارتے پھرتے ہیں کہ ہمارے برابر کوئی نہیں۔ یہی منافق تو ہیں جن کا سردار کہتا پھرتا ہے کہ ان مہاجرین کو مالی امداد مت دو۔ یہ تنگ آ کر خود ہی بھاگ جائیں گے اور ایک سفر میں اس نے یہ بھی کہا کہ اب کے مدینہ پہنچتے ہی ہم سارے معزز لوگ ان ذلیل اور پست مہاجر مسلمانوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے۔ اس کے اس قول پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان منافقین کا جہل محض ہے کہ جو یہ ایسا کہتے ہیں بلکہ عزت ذلت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ عزت والے اللہ۔ اس کے رسول اور مومنین ہی ہیں۔ اخیر میں اہل ایمان کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ دیکھو ان بے وقوفوں کی طرح تم دنیا کے مال اور اولاد ہی میں جی لگا کر مت بیٹھ جانا۔ ایسا نہ ہو کہ تم مال اور اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ کی یاد چھوڑ بیٹھو اور جو مال اللہ نے دیا ہے یہ جمع کرنے کے لئے نہیں دیا جاتا بلکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اس لئے حسب مقدور مال خرچ کرتے رہا کرو ورنہ مرتے وقت پچھتانا پڑے گا کہ خرچ کرنے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا سارا موقع جاتا رہا۔ اس وقت خرچ کرنے کی تمنا پھر غیر مفید ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی کی میعاد عمر ختم ہونے پر آ جاتی ہے تو پھر مہلت نہیں دیتے۔ باقی اللہ تمہارے کاموں سے خوب واقف ہے جیسا کرو گے ویسے ہی جزا کے مستحق ہو گے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات آئندہ درسوں میں انشاءاللہ سامنے آئیں گی۔

اب اس آیت کی تشریح ملاحظہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ منافقین جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم آپ کے رسول ہونے پر دل سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں کہ ان کو دل سے آپ کی رسالت پر اعتقاد ہے۔ واقع میں وہ آپ کی رسالت کے قائل نہیں محض اپنی اغراض کے پیش نظر زبان

سے باتیں بناتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں تو جھوٹ بولنا ان کی امتیازی خصلت اور شعار بن چکا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ منافقین کی سب سے زیادہ نمایاں خصلت جھوٹ بولنے کی ہے۔ اور جھوٹ بولنے کی عادت اور ایمان میں کیسی منافات ہے یہ ایک حدیث سے اندازہ لگائیے:۔

حضرت صفوان بن سلیمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا مسلمان بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں (یعنی مسلمان میں یہ کمزوری ہوسکتی ہے)۔ پھر عرض کیا گیا۔ کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں (یعنی مسلمان میں یہ کمزوری بھی ہوسکتی ہے۔ پھر عرض کیا گیا۔ کیا مسلمان کذاب ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ یعنی ایمان کے ساتھ بیباکانہ جھوٹ کی ناپاک عادت جمع نہیں ہوسکتی اور ایمان جھوٹ کو برداشت نہیں کرسکتا۔ (معارف الحدیث جلد اول) مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ بخیل اور بزدلی اگر چہ بری عادتیں ہیں لیکن یہ دونوں انسانوں کی کچھ ایسی فطری کمزوریاں ہیں کہ ایک مسلمان میں بھی یہ ہوسکتی ہیں لیکن جھوٹ کی عادت میں اور ایمان میں ایسی منافات ہے کہ یہ ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔ اور کیسے جمع ہوسکتے ہیں جب کہ خود قرآن کریم میں ارشاد ہے **لعنت اللہ علی الکذبین** (پارہ۳ رکوع ۱۴) تو معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ کفر و شرک اور اعتقادی نفاق کی نجاست سے بچے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کفر و شرک اور اعتقادی نفاق کی نجاست سے بچے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ منافقانہ سیرت او رمنافقانہ اعمال و اخلاق کی گندگی سے بھی اپنے کو محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہماری زبانوں کو اور ہمارے دلوں کو جھوٹ کی ناپاکی سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

ابھی آگے انہی منافقین کے متعلق مضمون جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں پکا اور سچا مومن بننے کی توفیق عطا فرمائیں اور منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔

یا اللہ ہم نے جو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا ہے تو ہمیں اس شہادت میں مخلص اور صادق بنا کر زندہ رکھیئے اور اسی شہادت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر دل و زبان سے قائم رہتے ہوئے موت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اِس اسلامی ملک میں کچھ ایسے بھی نظر آتے ہیں جو بظاہر اسلام کا لبادہ پہنے ہوئے ہیں اور مردم شماری میں مسلمان کہلاتے ہیں مگر ان کے قال و حال سے یہی ظاہر ہے کہ ان کو نہ حقیقی اسلام سے محبت ہے نہ اسکی عظمت ہے اور در پردہ اسلام اور ملک کیلئے مارِ آستین بنے ہوئے ہیں۔ یا اللہ ایسے منافقین کو ہدایت نصیب فرمادے اگر ان کیلئے ہدایت مقدر ہے ورنہ ایسے مار آستینوں سے اس سرزمین کو پاک فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے پھر یہ لوگ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، بے شک ان کے یہ اعمال بہت ہی برے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ

بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ

یہ لوگ ایمان لے آئے پھر کافر ہوگئے سو ان کے دلوں پر مہر کردی گئی تو یہ نہیں سمجھتے۔ اور جب آپ اُن کو دیکھیں تو ان کے قدوقامت

اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ

آپ کو خوشنما معلوم ہوں، اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی بات سن لیں، گویا یہ لکڑیاں ہیں جو سہارے سے لگائی ہوئی ہیں، ہر غل پکار کو

كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④

اپنے ہی اوپر خیال کرنے لگتے ہیں، یہی لوگ دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہیے، خدا اُن کو غارت کرے کہاں پھرے چلے جاتے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا انہوں نے پکڑا (بنالیا)	اَيْمَانَهُمْ اپنی قسموں کو	جُنَّةً ڈھال	فَصَدُّوْا پس وہ روکتے ہیں	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	اِنَّهُمْ بیشک وہ
سَآءَ مَا برا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے ہیں	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	ثُمَّ كَفَرُوْا پھر انہوں نے کفر کیا	فَطُبِعَ تو مہر لگادی گئی
عَلٰى پر	قُلُوْبِهِمْ انکے دل	فَهُمْ پس وہ	لَا يَفْقَهُوْنَ نہیں سمجھتے	وَاِذَا اور جب	رَاَيْتَهُمْ آپ انہیں دیکھیں	تُعْجِبُكَ تو آپکو خوشنما معلوم ہوں
اَجْسَامُهُمْ ان کے جسم	وَ اور	اِنْ يَّقُوْلُوْا اگر وہ بات کریں	تَسْمَعْ آپ سنیں	لِقَوْلِهِمْ ان کی باتوں کو	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ	خُشُبٌ لکڑیاں
مُسَنَّدَةٌ دیوار سے لگائی ہوئی	يَحْسَبُوْنَ وہ گمان کرتے ہیں	كُلَّ صَيْحَةٍ ہر بلند آواز	عَلَيْهِمْ اپنے اوپر	هُمُ وہ	الْعَدُوُّ دشمن	
فَاحْذَرْهُمْ پس آپ اُن سے بچیں	قَاتَلَهُمُ انہیں مارے (غارت کرے)	اللّٰهُ اللہ	اَنّٰى کہاں	يُؤْفَكُوْنَ وہ پھرے جاتے ہیں		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹی قسمیں کھالیتے ہیں۔ جہاں کوئی بات قابل گرفت ان سے سرزد ہوئی اور مسلمانوں کی طرف سے مواخذہ کا خوف ہوا تو فوراً جھوٹی قسمیں کھا کر بری ہوگئے۔ ان قسموں سے مراد وہ قسمیں بھی ہوسکتی ہیں جو وہ اپنے مسلمان اور مومن ہونے کا یقین دلانے کے لئے قسمیں کھایا کرتے تھے اور وہ قسمیں بھی ہوسکتی ہیں جو کسی منافقانہ حرکت کے پکڑے جانے پر وہ کھاتے تھے تاکہ مسلمانوں کو یہ یقین دلائیں کہ وہ حرکت انہوں نے نہیں کی۔ اور وہ قسمیں بھی مراد ہوسکتی ہیں جو عبداللہ بن ابی نے حضرت زید بن ارقمؓ کی دی ہوئی خبر کو جھٹلانے کے لئے کھائی تھیں۔ الغرض جھوٹی قسمیں کھانے میں ان منافقین کو ذرا باک نہ تھا اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال عزت آبرو محفوظ رکھنے کے لئے ان ہی قسموں کی آڑ پکڑتے تھے۔

تو پہلی خصلت ان منافقین کی جھوٹ بولنے کی بتلائی گئی دوسری خصلت جھوٹی قسمیں کھانے کی بتلائی گئی۔ آگے تیسری خصلت بتلائی جاتی ہے کہ یہ لوگ دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں یعنی اسلام اور مسلمانوں کی نسبت طعن، تشنیع اور عیب جوئی کر کے دوسروں کو اسلام سے بدظن کرتے ہیں اور اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور لوگ ان کو بظاہر مسلمان جان کر دھوکہ کھا جاتے ہیں تو اس سے بڑھ کر اور برا کام کیا ہوگا کہ خود بھی اللہ کے رستے سے رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ اور یہ واضح رہے کہ ایک شخص جب تک بظاہر توحیدو

رسالت کے ساتھ ضروریات دین کا اقرار کرتا ہے خواہ جھوٹ اور فریب ہی سے کیوں نہ ہو اسلام اس کے قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ آگے انہی منافقین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ ایمان کا زبانی اقرار کر کے مسلمانوں میں شامل ہوئے مگر دل سے ایمان نہ لائے اور دل میں منکر ہی رہے اور مدعی ایمان ہو کر کافروں جیسے کام کئے۔ اس بے ایمانی اور انتہائی دغا وفریب کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی اور ایمان وخیر اور حق وصداقت کے سرایت کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہی۔ جب آدمی کا قلب اس کی بدکاریوں اور بے ایمانیوں سے بالکل مسخ ہو جائے تو پھر حق و باطل اور نیک و بد کے سمجھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان کے دل تو مسخ ہو چکے ہیں لیکن جسم دیکھو تو بہت ڈیل ڈول کے۔ باتیں کریں تو بہت چکنی چپڑی۔ چرب زبانی سے لچھے دار کہ خوامخواہ سننے والا ادھر متوجہ ہو۔ حضرت عبدا للہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی بڑے ڈیل ڈول کا تندرست۔ خوش شکل اور چرب زبان آدمی تھا اور یہی شان اس کے بہت سے ساتھیوں کی تھی۔ یہ سب مدینہ کے رئیس لوگ تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آتے تو دیواروں سے سہارا اور تکیہ لگا کر بیٹھتے۔ اس پر تشبیہ دی گئی کہ یہ مثل اس خشک اور بیکار لکڑی کے ہیں کہ جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے جو محض بے جان اور لایعقل۔ دیکھنے میں کتنی موٹی مگر ایک منٹ بھی بدون سہارے کھڑی نہیں رہ سکتی۔ ہاں ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آ سکتی ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ ان کے موٹے اور فربہ جسم اور تن وتوش سب ظاہری خول ہیں اندر سے جوہر انسانیت سے خالی اور بے جان۔ محض جہنم کا ایندھن بننے کے لائق ہیں۔ آگے ان منافقین کے مجرم ضمیر کی حالت بیان فرمائی گئی کہ یہ نہایت بزدل اور ڈرپوک۔ ذرا کہیں شور وغل ہو تو سہم جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ہی پر کوئی بلا آئی۔ سنگین جرموں اور بے ایمانیوں کی وجہ سے ہر وقت ان کے دل میں دغدغہ لگا رہتا ہے کہ کہیں ہماری دغابازیوں کا پردہ تو چاک نہیں ہو گیا۔ یا ہماری حرکات کی پاداش میں کوئی افتاد تو پڑنے والی نہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ کھلے ہوئے دشمنوں کی بہ نسبت یہ چھپے ہوئے دشمن زیادہ خطرناک ہیں لہٰذا ان کی چالوں سے ہوشیار رہا جائے۔ عرب کے محاورہ کے مطابق ان پر لعنت اور پھٹکار کی جاتی ہے کہ خدا کی مار ہو ان پر کہ ایمان کا اظہار کر کے یہ بے ایمانی۔ اور حق و صداقت کی روشنی آ چکنے کے بعد یہ ظلمت پسندی اور ہدایت کا چشمہ پاس ہوتے ہوئے اس سے محروم اور پیاسا رہنا۔

یہاں ان آیات میں منافقین کی ایک دوسری نمایاں خصلت جھوٹی قسمیں کھانے کی بتلائی گئی۔ اول تو بے ضرورت بات بات میں قسم کھانا ہی بہت بری عادت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑی بے تعظیمی اور بے حرمتی ہوتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے سچی بات پر بھی قسم نہ کھانا چاہئے (بہشتی زیور حصہ سوم) اور جھوٹی بات پر جان بوجھ کر قسم کھانا تو گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ احادیث میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے اب قسم کھانے کے متعلق چند ضروری مسائل ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ نمبر ا۔ اگر غلطی اور دھوکہ میں جھوٹی قسم کھائی مثلاً کسی نے کہا کہ خدا کی قسم ابھی فلانا آدمی نہیں آیا اور اپنے دل میں یقین کے ساتھ یہی سمجھتا ہے کہ سچی قسم کھا رہا ہوں۔ پھر معلوم ہوا کہ اس وقت وہ آدمی آ گیا تھا تو یہ معاف ہے اس میں گناہ نہ ہوگا اور کچھ کفارہ بھی نہیں (بہشتی زیور حصہ سوم)

مسئلہ نمبر ۲۔ جو بات ہو چکی ہے یا گزر گئی ہے اس پر جھوٹی قسم کھانا بڑا سخت گناہ ہے مثلاً کسی نے نماز نہیں پڑھی اور جب کسی نے پوچھا تو کہہ دیا کہ خدا کی قسم میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ یا مثلاً کسی سے گلاس ٹوٹ گیا اور جب پوچھا گیا تو کہہ دیا کہ خدا کی قسم میں نے نہیں توڑا۔ جان بوجھ کر اس طرح جھوٹی قسم کھالی تو اس کے گناہ کی کوئی حد نہیں اور اس کا کوئی کفارہ بھی نہیں۔ بس دن رات اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کر کے اپنا گناہ معاف کرائے۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ نمبر۳۔ اگر ایسی بات پر قسم کھائی جو ابھی نہیں ہوئی بلکہ آئندہ ہوگی جیسے کوئی کہے کہ خدا کی قسم آج میرا بھائی آوے گا اور وہ نہیں آیا تو کفارہ دینا پڑے گا اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دووقتہ کھانا دے یا کچا اناج دیدے اور ہر محتاج کو آدھی چھٹانک اوپر پونے دو سیر گیہوں۔ احتیاطاً پورے دو سیر گیہوں دے یا دس فقیروں کو کپڑا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جاوے اور اگر فقیر عورت کو کپڑا دیا تو اتنا کپڑا ہونا چاہئے کہ سارا دن ڈھک جائے اور وہ غریب عورت اس کپڑے سے نماز پڑھ سکے۔

مسئلہ نمبر۴۔ کفارے میں ان ہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مسئلہ نمبر۵۔ کسی نے گناہ کی بات پر قسم کھائی مثلاً کہا کہ خدا کی قسم میں ماں باپ سے کبھی نہ بولوں گا یا یہ کہا کہ میں خدا کی قسم فلاں کی یہ چیز چراؤں گا تو ایسے گناہ کی بات پر قسم کو توڑ دینا واجب ہے۔ قسم توڑ کر کفارہ دیدے۔

مسئلہ نمبر۶۔ اگر کوئی ایسا غریب ہے کہ نہ کپڑا دے سکتا ہے کفارہ میں نہ کھانا کھلا سکتا ہے تو لگاتار تین روزہ رکھے۔ اگر کسی عذر سے بیچ میں کوئی روزہ چھوٹ گیا تو پھر سے لگاتار تین روزہ رکھے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم) یہ چند ضروری مسائل تھے جو اس ضمن میں بیان کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ سے اور جھوٹی قسم سے ہم کو بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ابھی مضمون آگے بھی انہیں منافقین کے متعلق جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر اور باطن کو یکساں رکھیں اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔ منافقین جو اسوقت بھی اسلام اور ایمان کے دعوے بلند کرتے ہیں اور درپردہ دین کے دشمن ہیں۔

یا اللہ ان کی پوشیدہ چالوں سے اہل ایمان کو محفوظ رکھئے۔ اور ان کی منافقانہ سرگرمیوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمایئے۔ یا اللہ ہمیں اسلام سے سچا تعلق اور لگاؤ نصیب فرمایئے اور دل و جان سے ہم کو اسلام اور ایمان کا قدردان بنادیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے رسول اللہ استغفار کریں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ اُنکو دیکھیں گے

وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝٥ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ

کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں۔ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ ان کیلئے استغفار کریں یا اُن کیلئے استغفار نہ کریں۔اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٦

اُن کو ہرگز نہ بخشے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وَاِذَا اور جب	قِيْلَ لَهُمْ کہا جائے ان سے (تم آؤ)	يَسْتَغْفِرْ بخشش کی دعا کریں	لَكُمْ تمہارے لئے	رَسُوْلُ اللّٰهِ رسول اللہ	لَوَّوْا وہ پھیر لیتے ہیں	
رُءُوْسَهُمْ اپنے سروں کو	وَرَاَيْتَهُمْ اور آپ انہیں دیکھیں	يَصُدُّوْنَ وہ منہ پھیر لیتے ہیں	وَهُمْ اور وہ	مُسْتَكْبِرُوْنَ بڑا ہی تکبر کرنیوالے ہیں		
سَوَآءٌ برابر	عَلَيْهِمْ اُن پر	اَسْتَغْفَرْتَ آپ بخشش مانگیں	لَهُمْ ان کیلئے	اَمْ یا	لَمْ تَسْتَغْفِرْ آپ نہ بخشش مانگیں	لَهُمْ ان کیلئے
لَنْ يَّغْفِرَ ہرگز نہیں بخشے گا	اللّٰهُ اللہ	لَهُمْ ان کو	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ نافرمان لوگوں

تفسیر وتشریح: عبداللہ بن ابی اپنے قوم کا رئیس اور سردار تھا۔اور بظاہر مسلمانوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسلام قبول کر لیا تھا۔اپنی خیر خواہی جتانے کے لئے اس کا معمول تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کے لئے ممبر پر تشریف لاتے تو یہ عبداللہ بن ابی کھڑا ہو جاتا اور کہتا لوگو یہ اللہ کے رسول ہیں جو تم میں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی اب تم پر فرض ہے کہ تم آپ کی مدد کرو۔اور آپ کی عزت وتکریم کرو۔آپ کا فرمان سنو اور جو فرمائیں بجالاؤ۔یہ کہہ کر بیٹھ جایا کرتا تھا۔جنگ احد میں اس کا نفاق کھل گیا تھا یہ وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی نافرمانی کر کے عین وقت پر اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر میدان جنگ سے الٹا واپس آ گیا جبکہ قریش کے لوگ قریب ۳ ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقابلہ کے لئے صرف ایک ہزار نفوس ساتھ لے کر مدافعت کے لئے نکلے تھے ان ایک ہزار میں سے بھی یہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ۳۰۰ آدمی توڑ لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ۷۰۰ مجاہدین کی جمعیت سے کفار کا مقابلہ کرنا پڑا۔تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد سے فارغ ہوئے اور مع الخیر مدینہ منورہ تشریف لائے اور جمعہ کا دن آیا اور خطبہ کے لئے آپ ممبر پر تشریف لائے تو حسب عادت یہ عبداللہ بن ابی آج بھی کھڑا ہوا اور کہنا ہی چاہتا تھا کہ بعض صحابہ ادھر ادھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگے کہ دشمن خدا بیٹھ جا۔تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا۔تو نے جو کچھ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اب تو اس کا اہل نہیں کہ زبان سے جو جی میں آئے کہے۔یہ عبداللہ بن ابی کو سخت ناگوار گزرا اور ناراض ہو کر گردنیں پھلانگتا ہوا مسجد سے باہر چلا اور کہتا جاتا تھا کہ گویا میں کسی بری بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔میں تو ان کا کام اور مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔چند انصاریوں نے اس سے مسجد کے دروازہ پر

کہا یہ کیا بات ہے؟ تو کہا کہ میں تو ان کا کام مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا جو چند اصحاب مجھ پر اچھل کر آ گئے مجھے گھسیٹنے لگے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے گویا میں کسی بری بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا حالانکہ میری نیت یہ تھی کہ میں آپ کی باتوں کی تائید کروں۔ انہوں نے کہا کہ خیر اب تم واپس چلو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں گے آپ تمہارے لئے خدا سے بخشش چاہیں گے اس نے کہا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ اسی کی طرف آیت میں اشارہ کر کے فرمایا گیا کہ ان منافقین کے تکبر اور شرارت کی یہ کیفیت ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آؤ اور آپ سے اپنے لئے استغفار کراؤ تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں جو اشارہ اس امر کی طرف ہوا کہ ہم کو اس کی ضرورت نہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ غایت رحمت وشفقت سے ممکن ہے ان کے لئے بحالت موجودہ معافی طلب کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ کسی صورت سے ان کو معاف کرنے والا نہیں اور نہ ایسے نافرمانوں کو اس کے ہاں سے ہدایت کی توفیق ملتی ہے یہی بات سورہ توبہ میں جو اس سورہ کے قریب تین سال بعد نازل ہوئی اور زیادہ تاکید کے ساتھ فرما دی گئی اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے منافقین کے متعلق صاف فرما دیا گیا کہ آپ چاہے ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہ کریگا اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے اس آیت کے بعد وہیں سورہ توبہ میں فرمایا گیا۔ ''کہ اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے اور یہ فاسق ہونے کی حالت میں مرے ہیں''۔ تو یہاں آیت **سوآء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفرلھم ط لن یغفراللہ لھم ط ان اللہ لایھدی القوم الفٰسقین o** (ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا) اور سورہ توبہ کی مذکورہ بالا آیات میں دو باتیں بیان کی گئیں۔ ایک یہ کہ دعائے مغفرت صرف اہل ایمان ہی کے حق میں مفید ہو سکتی ہے جس نے ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا (اور نفاق بھی کفر کی ایک بدترین شکل ہے) تو اس کے لئے کسی کی دعاء مغفرت حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دعائے مغفرت کارآمد اور نفع بخش نہیں ہو سکتی اور اس کو بخشا نہیں جا سکتا۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ یہاں سے گناہ گار اور بداعتقاد کا فرق بھی معلوم ہو گیا۔ گناہ ایسا کون ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بخشوانے سے نہ بخشا جائے۔ سورہ نساء پانچویں پارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے **ولوانھم اذ ظلموا انفسھم جآءوک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ط** (اور اگر وہ لوگ جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھتے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پاتے) لیکن بداعتقاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر مرتبہ استغفار کرنا بھی فائدہ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ بداعتقادی سے ہم کو بچائیں۔

اور ہمارے قلوب کو اس مرض سے پاک رکھیں۔آمین۔

دوسری بات یہاں آیت میں یہ فرمائی گئی کہ ایسے لوگوں کو ہدایت بخشنا اللہ کا طریقہ نہیں کہ جو اس کی ہدایت کے طالب نہ ہوں۔اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے منہ موڑ رہا ہو۔ بلکہ ہدایت کی طرف اسے بلایا جائے تو سر جھٹک کر غرور کے ساتھ اس دعوت کو رد کر دے تو پھر اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہدایت ربانی اس کے پیچھے پیچھے پھرے اور اسے راہ راست پر لائے۔

یہاں ان آیات میں منافقین کی خصلت تکبر کی مذمت فرمائی گئی۔اور تکبر ایسی بد خصلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔

اس لئے ہمیں بھی تمام امراض باطنی خصوصاً تکبر کے ازالہ کے لئے فکر کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائیں اور اپنی توفیق وہدایت ہمارے شامل حال رکھیں اور اس مہلک مرض سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔

ابھی اگلی آیات میں بھی مضمون انہی منافقین کے متعلق جاری ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہم کو بچائیں اور ہم کو صحیح اور سچا و پکا اسلام و ایمان نصیب فرمائیں۔

اے اللہ پہلے بھی منافقین نے اسلام دشمنی برتی اور قاتلهم الله کی پھٹکار اور لعنت ان پر پڑی۔

اے اللہ اب بھی جو منافق اسلام دشمنی میں در پردہ پڑے ہوئے ہیں اس اسلامی سلطنت کو ان کے شر سے محفوظ فرما۔اور ان کے ناپاک وجود سے پاکستان کو پاک فرما۔

اے اللہ تو سچے اور محبِ اسلام حاکم ہم کو عطا فرما جو اس ملک میں اسلام کو فروغ دین اور اسلامی قوانین جاری کریں اور اسلامی فضا پیدا کریں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ

یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں اُن پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جاویں گے اور اللہ ہی کے ہیں سب خزانے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ

آسمانوں اور زمین کے، ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔ یہ یوں کہتے ہیں کہ اگر ہم اب

اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ

مدینہ میں لوٹ کر جاویں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا، اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی

لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ولیکن منافقین جانتے نہیں۔

هُمْ وہی	اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	لَا تُنْفِقُوْا نہ تم خرچ کرو	عَلٰى پر	مَنْ جو	عِنْدَ پاس	رَسُوْلِ رسول	اللّٰهِ اللہ
حَتّٰى یہاں تک کہ	يَنْفَضُّوْا وہ منتشر ہو جائیں	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	خَزَآئِنُ خزانے	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَلٰكِنَّ اور لیکن		
الْمُنٰفِقِيْنَ منافق (جمع)	لَا يَفْقَهُوْنَ وہ نہیں سمجھتے	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	لَئِنْ رَّجَعْنَآ اگر ہم لوٹ کر گئے	اِلَى الْمَدِيْنَةِ مدینہ کی طرف				
لَيُخْرِجَنَّ ضرور نکال دیگا	الْاَعَزُّ معزز ترین	مِنْهَا وہاں سے	الْاَذَلَّ نہایت ذلیل	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	الْعِزَّةُ عزت	وَلِرَسُوْلِهٖ اور اسکے رسول کیلئے		
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کیلئے	وَلٰكِنَّ اور لیکن	الْمُنٰفِقِيْنَ منافق (جمع)	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے					

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کے ابتدائی درس میں سبب نزول کے سلسلہ میں یہ تفصیل کیساتھ بتایا جا چکا ہے کہ ایک غزوہ سے مدینہ کو واپسی میں راستہ میں دو مجاہدین میں کچھ ناگوار واقعہ پیش آ گیا تھا۔

ان آیات میں اسی عبداللہ بن ابی کے اقوال کی طرف اشارہ ہے کہ جس نے یہ کہا تھا کہ ان مہاجر مسلمانوں پر جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جاویں گے اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہے۔ کیا جو لوگ خالص اس کی رضا جوئی کے لئے اس کے پیغمبر کی خدمت میں رہتے ہیں وہ ان کو رزق سے محروم کر کے کیا بھوکوں مار دے گا۔ اور لوگ اگر ان کی امداد بند کر لیں گے تو وہ بھی کیا اپنی روزی کے سب دروازہ بند کر لے گا اور سچ تو یہ ہے کہ جو بندے ان اللہ والوں پر خرچ کر رہے ہیں وہ بھی اللہ ہی کراتا ہے۔ اس کی توفیق نہ ہو تو نیک کام میں کوئی ایک پیسہ خرچ نہ کر سکے۔ پھر اسی عبداللہ بن ابی نے یہ بھی کہا تھا کہ اب ہم مدینہ لوٹ کر جاویں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا یعنی ان مہاجرین مسافر پردیسیوں کو نکال باہر کر دیں گے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ منافق نہیں جانتے کہ زوردار اور عزت والا کون ہے؟ یاد رکھو کہ اصلی اور ذاتی عزت تو اللہ کی ہے اس کے بعد اسی سے تعلق رکھنے کی بدولت درجہ بدرجہ رسول کی اور ایمان والوں کی ہے یعنی تمام عزت اللہ کے لئے بالذات مخصوص ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بربنائے رسالت اور مومنین کے لئے بربنائے ایمان۔ رہے کفار و فساق اور منافقین تو یہ حقیقی عزت سے محروم ہی ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ جو

پکے اور سچے مسلمان تھے اس مذکورہ واقعہ کے بعد دوران سفر ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کی ہے اس کے بدلے آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ مجھے اس کی اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں تو عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر یوں ہی ہے تو آپ اس کے قتل کا حکم کسی اور کو نہ دیجئے۔ میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ کے قدموں میں لاڈالتا ہوں۔ قسم خدا کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے احسان وسلوک اور محبت وعزت کرنے والا نہیں لیکن میں فرمان رسول پر اپنے باپ کی گردن مارنے کو تیار ہوں۔ آپ میرے باپ کے قتل کا حکم مجھے دیجئے۔ اللہ اکبر! صحابہ کرام کے حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا یہ عالم تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے طفیل میں ان کی اس ایمانی صفت کا کوئی حصہ ہم ناکاروں کو بھی عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا نہیں میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتا۔ ہم تو اس سے اور نرمی برتیں گے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت مدینہ پہنچے تو اس منافق عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ مدینہ شریف کے دروازہ پر کھڑے ہوگئے اور تلوار کھینچ لی۔ لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ عبداللہ بن ابی آیا تو یہ فرمانے لگے کہ خبردار مدینہ میں داخل مت ہو۔ عبداللہ بن ابی نے کہا کیا بات ہے؟ مجھے کیوں روک رہا ہے؟ بیٹے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تو مدینہ میں نہیں جاسکتا جب تک کہ اللہ کے رسول تیرے لئے اجازت نہ دیں۔ عزت والے آپ ہی ہیں اور تو ذلیل ہے۔ عبداللہ بن ابی رک کر کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ لشکر کے آخری حصہ میں ہوتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر عبداللہ بن ابی نے بیٹے کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اسے کیوں روک رکھا ہے؟ انہوں نے کہا قسم ہے خدا کی جب تک آپ کی اجازت نہ ہو یہ اندر مدینہ میں نہیں جاسکتا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ اب حضرت عبداللہؓ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی کو شہر میں داخل ہونے دیا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ نے اپنے باپ سے کہا کہ جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں اور میں ذلیل تب تک تو مدینہ میں نہیں جاسکتا۔ یہ گویا جواب تھا عبداللہ بن ابی کے اس قول کا کہ جو اس نے سفر میں کہا تھا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔

الغرض شروع سورۃ سے یہاں تک منافقین کی مذمت۔ ان کی تفضیح وتوبیخ فرمائی گئی۔ اب اس کے بعد آگے خاتمہ کی آیات میں مومنین مخلصین کو خطاب فرما کر چند ہدایات دی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو دین اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی محبت نصیب فرمائیں اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کی عظمت اور اور اتباع بھی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آپ نے منافقین اور اعدائے دین واسلام کو جیسے پہلے ذلیل وخوار کیا اور مومنین کو عزت ورفعت بخشی اسی طرح اب بھی دشمنان دین کو خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ذلیل وخوار فرما اور ان کے شر سے اہل اسلام کو محفوظ ومامون فرما۔ یا اللہ اہل اسلام میں آپس میں سچا اور پکا اتحاد نصیب فرما۔ اور وطنی اور قومی اور زبان اور رنگ ونسل کی تفرقہ آمیز لعنتوں سے ان کو محفوظ فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ

اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پاویں، اور جو ایسا

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ

کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو

اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ

کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو پھر وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہ دی، کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام

الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱

کرنے والوں میں شامل ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جبکہ اس کی میعاد آجاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا، اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	لَا تُلْهِكُمْ تمہیں غافل نہ کردیں	اَمْوَالُكُمْ تمہارے مال	وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمہاری اولاد			
عَنْ سے	ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد	وَمَنْ اور جو	يَّفْعَلْ کرے گا	ذٰلِكَ یہ	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ تو وہی لوگ وہ	الْخٰسِرُوْنَ خسارہ پانے والے	
وَاَنْفِقُوْا اور تم خرچ کرو	مِنْ سے	مَا رَزَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں دیا	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يَّاْتِيَ کہ آجائے	اَحَدَكُمُ تم میں سے کسی کو		
الْمَوْتُ موت	فَيَقُوْلَ تو وہ کہے	رَبِّ اے میرے رب	لَوْلَآ کیوں نہ	اَخَّرْتَنِيْٓ تو نے مجھے مہلت دی	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ قَرِيْبٍ ایک قریب کی مدت	
فَاَصَّدَّقَ تو میں صدقہ کرتا ہوں	وَ اور	اَكُنْ میں ہوتا	مِّنَ سے	الصّٰلِحِيْنَ نیکوکاروں	وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اور ہرگز ڈھیل نہ دے گا		
اللّٰهُ اللہ	نَفْسًا کسی کو	اِذَا جَآءَ جب آگئی	اَجَلُهَا اس کی اجل	وَاللّٰهُ اور اللہ	خَبِيْرٌ باخبر	بِمَا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو

تفسیر و تشریح: ان آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو آدمی کے لئے بڑے خسارے اور ٹوٹے کی بات یہ ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو جائے اور اعلیٰ سے ہٹ کر ادنیٰ میں پھنس جائے۔ مال اور اولاد وہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے غافل نہ کرے اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں بھی قلبی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا۔ تو جو لوگ دنیا ہی میں پھنسے ہوئے ہیں اور مال اور اولاد ہی کی محبت میں گرفتار ہیں اور اللہ کو بھول گئے تو وہ بڑے سخت گھاٹے میں رہنے والے لوگ ہیں۔ یہاں آیت میں مال اور اولاد ہی کا ذکر خاص طور پر فرمایا ہے کیونکہ انسان زیادہ تر انہی کی خاطر دین و ایمان سے منہ موڑ کر نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے ورنہ درحقیقت مراد دنیا کی ہر وہ چیز ہے جو انسان کو یادِ خدا سے غافل کر دے۔ اور یہ خدا کی یاد سے غفلت ہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔ اگر انسان کو یہ یاد رہے اور وہ اس تصور کو اپنے ذہن میں قائم رکھے کہ وہ ایک خدا کا بندہ ہے اور وہ خدا اس کے تمام اعمال و افعال سے باخبر ہے اور ایک دن اس کے سامنے جا کر اپنے زندگی بھر کے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے تو پھر وہ حتی الامکان کسی گمراہی اور بدعملی میں مبتلا نہ ہوگا اور اگر بشری کمزوری سے کبھی اس سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے گا تو فوراً اس کو تنبہ ہو کر ہوش آ جائے گا اور توبہ سے اس کی تلافی کی کوشش کرے گا۔ پھر منافقین نے جو یہ کہا تھا کہ اپنا مال ان پر مت خرچ کرو جو رسول اللہ کے ساتھ رہتے ہیں تو اس کے متعلق ایک جواب تو گزشتہ آیات میں منافقین کو دیا گیا تھا کہ یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام آسمان و زمین کے

خزانوں کا مالک تو اللہ ہے اسی سے متعلق ایک ہدایت اہل ایمان کو دی جاتی ہے کہ دیکھو مال جوڑ کر اور جمع کر کے رکھنے کے لئے نہیں بلکہ یہ نیک کاموں میں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اور اس طرح خرچ کرنے میں خود تمہارا بھلا ہے جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے جلدی کرلو ورنہ موت سر پر آ پہنچے گی تو پھر پچھتاؤ گے کہ کیوں ہم نے خدا کے رستہ میں مال خرچ نہ کیا۔اس وقت یعنی موت کے وقت بخیل تمنا کریگا کہ اے میرے پروردگار چند روز اور میری موت کو ملتوی کر دیجئے کہ میں خوب صدقہ خیرات کر کے اور نیک و صالح بن کر حاضر ہوں لیکن وہاں التوا کیسا؟ جس شخص کی جس قدر عمر لکھ دی گئی ہے اور جو میعاد زندگی مقرر کر دی گئی ہے اس کے پورا ہو جانے پر ایک لمحہ کی ڈھیل اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔

اخیر میں **واللہ خبیر بما تعملون** اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو فرما کر یہ جتلا دیا کہ اللہ کو یہ بھی خبر ہے کہ اگر بالفرض تمہاری تمنا کے موافق تمہاری موت ملتوی کر دی جائے اور دنیا کی طرف تمہیں لوٹا دیا جائے تب تم کیسے عمل کرو گے وہ سب کی اندرونی استعدادوں کو جانتا ہے اور سب کے ظاہری و باطنی اعمال سے پوری طرح خبردار ہے اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔

اس لئے تمام اہل اسلام کو نصیحت کی گئی کہ موت کے آثار سامنے آنے سے پہلے پہلے صحت اور قوت کی حالت میں اپنے اموال اللہ کی رضا میں خرچ کر کے آخرت کے درجات حاصل کر لو۔صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا صدقہ سب سے زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے وقت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا جبکہ انسان تندرست ہو اور اپنی آئندہ ضروریات کے پیش نظر یہ خوف بھی ہو کہ مال خرچ کر ڈالا تو کہیں بعد میں خود محتاج نہ ہو جاؤں اور فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو اس وقت تک نہ ٹلاؤ جب تک کہ روح تمہارے حلق میں آ جائے اور مرنے لگو تو اس وقت بھی کہو کہ اتنا مال فلاں کو دیدو اتنا فلاں کام میں خرچ کردو یعنی انفاق فی سبیل اللہ دنیا کی زندگی میں آخری وقت تک جاری رکھو۔پھر پچھتانے اور یہ آرزو و تمنا کرنے کی نوبت نہ آئے گی کہ موت میں کچھ تاخیر ہو جائے اور مہلت مل جائے تو اعمال صالحہ کرلوں اور صالحین میں داخل ہو جاؤں۔اللہ تعالیٰ ہماری غفلت کو دور فرمائیں۔اور ابھی ہمیں زندگی۔صحت اور قوت میں اعمال صالحہ اور اپنے ذکر فکر کی توفیق نصیب فرمائیں۔

الحمدللہ اس درس پر سورہ منفقون کا بیان ختم ہو گیا۔اب اگلی سورۃ کا بیان شروع ہو گا۔

سورۃ المنافقون کے خواص

۱......اگر کسی کو آشوب چشم ہو اس پر سوۃ المنافقون پڑھ کر دم کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔

۲......اگر کسی کو پھوڑے ہوں تو اس پر سورۃ المنافقون دم کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔

۳......کسی قسم کا درد ہو اس پر سورۃ المنافقون دم کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔

واذا رایتھم ...... انی یؤ فکون

اگر کسی ظالم دشمن کا خوف ہو تو مذکورہ آیت پاک مٹی پر پڑھ کر اس کے چہرے کی طرف چھڑکے بشرطیکہ اسے معلوم نہ ہو تو وہ ظالم اپنے ارادہ سے باز آ جائے گا۔ (الدرر النظیم)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں آخری وقت پر پچھتانے اور ندامت کرنے سے بچائیں اور ہمیں زندگی میں اپنی مرضیات والے اعمال کی توفیق نصیب فرمادیں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

سب چیزیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ کہ زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اسی کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے، اور وہ ہر شے پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

قادر ہے۔وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو تم میں بعضے کافر ہیں اور بعضے مومن ہیں، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

يُسَبِّحُ وہ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کی	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	لَهُ اسی کیلئے	
الْمُلْكُ بادشاہی	وَلَهُ اور اسی کیلئے	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	هُوَ الَّذِيْ وہی جس نے
خَلَقَكُمْ تمہیں پیدا کیا	فَمِنْكُمْ تو تم میں سے	كَافِرٌ کوئی کافر	وَمِنْكُمْ اور تم میں سے	مُّؤْمِنٌ کوئی مومن	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا اس کو جو	
تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا						

تفسیر وتشریح :اس سورۃ کے پہلے رکوع میں قیامت کو یوم التغابن یعنی تغابن کا دن کہا گیا ہے۔تغابن ہار جیت کو کہتے ہیں ۔زندگی کی بازی کی ہار جیت کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔اس مناسبت سے قیامت کو یوم التغابن کہا گیا ہے اور اسی سے سورۃ کا نام تغابن ماخوذ ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز بے جان ہو یا جاندار۔ آسمان میں ہو یا زمین میں اپنی حالت سے ظاہر کر رہی ہے اور اگر زبان رکھتی ہے تو منہ سے بھی کہہ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقص سے پاک۔منزہ اور مبرا ہے۔پھر یہ پوری کائنات تنہا اسی کی سلطنت ہے اور عملاً وہ ہر آن اس پر حکومت کر رہا ہے۔اس حکومت اور فرمانبروائی میں کسی دوسرے کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ دوسروں کو اگر عارضی طور پر یا محدود پیمانہ پر کسی جگہ تصرف۔یا ملکیت یا حکمرانی کے اختیارات حاصل ہیں تو وہ ان کے ذاتی اختیارات نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے دیئے ہوئے ہیں۔جب تک اللہ تعالیٰ چاہے انہیں حاصل رہتے ہیں اور جب وہ چاہے انہیں چھین لے یا سلب کر سکتا ہے۔پھر تمام تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔دوسری جس ہستی میں بھی کوئی قابل تعریف خوبی پائی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔پھر وہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی اللہ کی ذات قادر مطلق ہے۔جو کچھ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔کوئی طاقت اس کی قدرت کو محدود کرنے یا روکنے والی نہیں۔پھر اسی نے سب انسانوں کو بنایا اور پیدا کیا۔چاہئے تو یہ تھا کہ سب اس پر ایمان لاتے اور اس منعم حقیقی کی اطاعت کرتے مگر ہوا یہ کہ بعض منکرین بن گئے اور بعض ایماندار۔بے شک اللہ تعالیٰ نے انسان میں دونوں طرف جانے کی استعداد اور قوت رکھی تھی مگر اولاً سب کو فطرت صحیحہ پر پیدا کیا تھا پھر کوئی اس فطرت پر قائم رہا اور کسی نے گردوپیش کے حالات سے متاثر ہو کر اس کے خلاف راہ اختیار کر لی۔اسی مضمون کو ۲۱ ویں پارہ سورہ روم میں فرمایا گیا ہے:۔''تو تم یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف رکھو۔اللہ کی دی ہوئی فطرت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ

نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیئے۔ پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔ اسی مضمون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس طرح فرمایا ہے کہ ہر انسان صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور بعد میں خارج سے کفرو شرک اور گمراہی اس پر عارض ہوتی ہے۔ اخیر میں ارشاد ہے واللہ بما تعملون بصیر۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ تو یہاں دیکھنے کا مطلب محض دیکھنا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے یہ مفہوم بھی خود بخود نکلتا ہے کہ جیسے تمہارے اعمال وافعال ہیں انہی کے مطابق تم کو جزا یا سزا دی جائے گی۔

یہاں آیت میں فرمایا گیا ہے خلقکم فمنکم کافرو منکم مومن۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تم میں بعض کافر ہو گئے بعض مومن رہے۔ تو اس جملہ کی تشریح کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے لکھا ہے کہ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ اول تخلیق و آفرینش میں کوئی کافر نہیں تھا یہ کافر اور مومن کی تقسیم بعد میں اس کسب واختیار کے تابع ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بخشا ہے اور اسی کسب واختیار کی وجہ سے اس پر گناہ وثواب عائد ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے اس جگہ انسان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے کافر و مومن۔ جس سے معلوم ہوا کہ اولاد آدم علیہ السلام سب ایک برادری ہے اور دنیا کے پورے انسان اس برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کو قطع کرنے اور ایک الگ گروہ بنانے والی چیز صرف کفر ہے۔ جو شخص کافر ہو گیا۔ اس نے انسانی برادری کا رشتہ توڑ دیا۔ اس طرح پوری دنیا میں انسانوں میں گروہ بندی صرف ایمان اور کفر کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ رنگ اور زبان نسب وخاندان۔ وطن اور ملک میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو انسانی برادری کو مختلف گروہوں میں بانٹ دے۔ ایک باپ کی اولاد اگر مختلف شہروں میں بسنے لگے یا مختلف زبانیں بولنے لگے یا ان کے رنگ میں تفاوت ہو تو وہ الگ الگ گروہ نہیں ہو جاتے۔ اختلاف رنگ وزبان اور وطن و ملک کے باوجود یہ سب آپس میں بھائی ہی ہوتے ہیں۔ کوئی سمجھدار انسان ان کو مختلف گروہ نہیں قرار دے سکتا۔

زمانہ جاہلیت میں نسب اور قبائل کی تفریق کو قومیت اور گروہ بندی کی بنیاد بنا دیا گیا۔ اسی طرح ملک و وطن کی بنیاد پر کچھ گروہ بندی ہونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب بتوں کو توڑا اور مومن مسلمان خواہ کسی ملک اور کسی خطہ کا ہو۔ کسی رنگ اور خاندان کا ہو۔ کوئی زبان بولتا ہو ان سب کو ایک برادری قرار دیا بنص قرآن کریم انما المومنون اخوۃ (مومنین سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں)۔ اسی طرح کفار کسی ملک اور قوم کے ہوں وہ اسلام کی نظر میں ملت واحدہ یعنی ایک قوم ہیں۔ قرآن کریم کا یہ جملہ فمنکم کافرو منکم مومن (تم میں بعض کافر ہو گئے اور بعض مومن رہے) اس پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کل بنی آدم کو صرف کافر و مومن دو گروہوں میں تقسیم فرمایا۔ اختلاف رنگ وزبان کو قرآن نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانی اور انسان کے لئے بہت سے معاشی فوائد پر مشتمل ہونے کی بنا پر ایک عظیم نعمت تو قرار دیا ہے مگر اس کو بنی آدم کی گروہ بندی کا ذریعہ بنانے کی اجازت نہیں دی۔

اور ایمان وکفر کی بنا پر دو قوموں کی تقسیم یہ ایک امر اختیاری پر مبنی ہے۔ کیونکہ ایمان بھی اختیاری امر ہے اور کفر بھی اختیاری امر ہے۔ اگر کوئی شخص ایک قومیت چھوڑ کر دوسری میں شامل ہونا چاہے تو آسانی سے اپنے عقائد بدل کر دوسرے میں شامل ہو سکتا ہے۔ بخلاف نسب وخاندان اور رنگ وزبان اور ملک و وطن کے یہ کسی انسان کے اختیار میں نہیں کہ اپنا نسب بدل دے۔ یا رنگ

بدل دے۔ زبان اور وطن اگر چہ بدلے جا سکتے ہیں مگر زبان اور وطن کی بنیاد پر بننے والی قومیں دوسروں کو عادۃً اپنے اندر جذب کرنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوتیں خواہ ان کی زبان بولنے لگے اور ان کے وطن میں آباد ہو جائے۔ یہی وہ اسلامی برادری اور ایمانی اخوت تھی جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں مشرق و مغرب کے اور شمال و جنوب کے اور عرب و عجم کے اور کالے اور گورے بے شمار افراد کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا جس کی قوت و طاقت کا مقابلہ دنیا کی قومیں نہ کر سکیں۔ جب انہوں نے پھر ان بتوں کو زندہ کیا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام نے پاش پاش کر دیا تھا تو مسلمانوں کی عظیم ترین ملت واحدہ کو ملک و وطن اور زبان اور رنگ اور نسب و خاندان کے مختلف ٹکڑوں میں اور گروہ بندیوں میں تقسیم کر کے ان کو باہم ٹکرا دا۔ اس طرح دشمنان اسلام کی یلغار کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ جس کا نتیجہ آنکھیں آج دیکھ رہی ہیں کہ مشرق و مغرب کے مسلمان جو ایک قوم اور ایک دل تھے اب چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منحصر ہو کر ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں اور ان کے مقابلہ پر کفر کی طاغوتی طاقتیں باہمی اختلاف رکھنے کے باوجود مسلمانوں کے مقابلہ میں ملت واحدہ ہی معلوم ہوتی ہیں''۔ (معارف القرآن۔ جلد ہشتم)

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اسلام جیسی نعمت عظمیٰ کی قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

الغرض سورۃ کی ابتدا مضمون توحید سے فرمائی گئی اور ابھی یہی مضمون توحید اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا اور پھر ایمان و اسلام کی دولت سے نوازا۔ اور اشرف الانبیاء والمرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ ہم کو اس زندگی کے آخری سانس تک اسلام دین فطرت پر قائم رکھئے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائیے۔

یا اللہ اپنے ذکر و فکر اور اپنی تسبیح و تحمید کی ہم کو بھی دائمی توفیق عطا فرمائیے اپنے ذاکر اور تسبیح خواں بندوں میں ہمارا شمار فرما لیجئے۔

یا اللہ بے شک آپ ہر شے پر قادر ہیں آپ اپنی رحمت سے ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق ایمانی پھر یاد کر لینے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور امت مسلمہ کو پھر ملت واحدہ بن جانے اور آپس میں شیر و شکر ہو جانے کی توفیق نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ يَعْلَمُ مَا فِي

اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا اور اسی کے پاس لوٹنا ہے۔ وہ سب چیزوں کو جانتا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴﴾

جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سب چیزوں کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَصَوَّرَكُمْ اور تمہیں صورتیں دیں	فَاَحْسَنَ تو بہت اچھی
صُوَرَكُمْ تمہیں صورتیں دیں	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	الْمَصِيْرُ بازگشت	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین
وَيَعْلَمُ اور جانتا ہے	مَا تُسِرُّوْنَ جو تم چھپاتے ہو	وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جو تم ظاہر کرتے ہو	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے بھید

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس۔ پاکی و بزرگی کا ذکر فرما کر تمام انسانوں کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تم کو فطرت سلیمہ پر پیدا کیا تھا جس کا تقاضا یہ تھا کہ تم سب ایمان کی راہ اختیار کرتے مگر اس صحیح فطرت پر پیدا ہونے کے بعد تم میں سے بعض لوگوں نے کفر اختیار کیا اور بعض نے ایمان کی راہ اختیار کی۔ اب آگے ان آیات میں اسی سلسلہ خطاب میں انسانوں کو بتلایا جاتا ہے کہ کچھ تم ہی کو اللہ تعالیٰ نے فطرت سلیمہ پر پیدا نہیں کیا بلکہ یہ کائنات بھی اللہ تعالیٰ نے برحق پیدا کی ہے۔ یعنی یہ زمین و آسمان اور یہ کائنات یونہی بلا مقصد نہیں بنادی گئی بلکہ ہر چیز کی تخلیق ایک مقصد رکھتی ہے اور معقول حکمت پر مبنی ہے۔ آج سائنس کی جتنی بھی ترقیاں ہو رہی ہیں وہ سب اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ یہ کائنات اور اس کی ہر چیز اس خالق حکیم نے کیسی مقررہ حکمت اور کیسے منظم اصول اور اٹل ضوابط کے ساتھ پیدا فرمائی ہے۔ آج جتنی بھی حیرت انگیز ایجادات جاری ہو رہی ہیں وہ ہرگز ممکن نہ ہوتیں اگر یہ کائنات اور اس کی ہر چیز باحکمت اور بااصول طور پر ایک مقررہ ضابطہ پر پیدا نہ فرمائی گئی ہوتی۔ مثلاً ہوا۔ پانی۔ آگ۔ مٹی یہ چار عناصر ہیں۔ ہر ایک کی ماہیت وخاصیت اور خواص قدرت نے علیحدہ علیحدہ رکھے ہیں۔ اب اگر یہ نظام نہ ہوتا۔ اور پانی کے خواص کبھی آگ سے ظاہر ہو جاتے۔ اور مٹی کے خواص کبھی ہوا سے ظاہر ہو جاتے۔ اور ہوا کے خواص کبھی پانی سے ظاہر ہونے لگتے تو سائنس کی ایجادات اور ترقیاں

تو درکنار انسان کی زیست اس دنیا میں محال ہو جاتی۔ پھر اس کائنات کی پیدائش میں انسان اشرف المخلوقات ہے اس لئے آگے فرمایا گیا کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت اور نقشہ پر پیدا کیا۔ یہاں آیت میں صورت سے مراد محض انسان کا چہرہ نہیں بلکہ اس سے مراد انسان کی پوری جسمانی ساخت ہے اور وہ قوتیں اور صلاحیتیں بھی اس کے مفہوم میں شامل ہیں جو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے انسان کو عطا کی گئی ہیں۔ تو یہاں آیت میں جو فرمایا گیا کہ اے انسانو تمہارا نقشہ خدا نے بنایا اور کیسا عمدہ نقشہ بنایا کہ تمہارے چلنے کے لئے مناسب ترین پاؤں دیئے۔ تمہارے کام کرنے کے لئے موزوں ترین ہاتھ دیئے گئے۔ تمہارے دیکھنے کو کیسی عجیب آنکھیں دی گئیں۔ تمہارے سننے کو کیا خوب کان دیئے گئے۔ تمہارے سونگھنے کو ناک دی گئی۔ پھر سوچنے سمجھنے کے لئے کیسے حواس اور آلات ادراک وعلم دیئے گئے۔ پھر حق تعالیٰ خالق کائنات کی یہ کیسی حیرت انگیز صنعت اور صورت گری ہے کہ انسانوں میں ایک ہی طرح کا چہرہ ہونے کے باوجود یعنی سب یکساں دو آنکھیں۔ ایک ناک۔ دو کان۔ ایک منہ۔ ایک سر رکھتے ہیں مگر عقل حیران رہ جاتی ہے کہ ایک انسان کی صورت بالکلیہ دوسرے انسان کی صورت سے ایسی نہیں ملتی کہ پہچاننا دشوار ہو جائے تو ایک فرد کی شکل وصورت کا دوسرے سب سے علیحدہ اور ممتاز ہونا یہ حق تعالیٰ ہی کی صناعی اور صورت گری ہے اور اس کی مخصوص صفت ہے۔ حق تعالیٰ کے مشہور ۹۹ اسمائے حسنہ ہیں

ان میں ایک المصور بھی ہے یعنی تصویر بنانے والا۔ تو انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر جو اللہ تعالیٰ نے بہترین صورت اور نقشہ پر پیدا کیا اور بہترین صلاحیتیں اور قوتیں اس کو عطا فرمائیں۔ تو یہ سب کیوں اور کس لئے دی گئیں؟ اس کا منشا اگلے فقرہ والیہ المصیر سے ظاہر ہے کہ آخر کار اسی کی طرف تم کو پلٹنا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جب ایسے بامقصد اور حکیمانہ نظام کائنات میں ایک انسان جیسی بہترین مخلوق پیدا کی گئی تو حکمت کا تقاضہ یہی ہونا چاہئے کہ اس انسان کو دنیا میں شتر بے مہار کی طرح غیر ذمہ دار بنا کر نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ لازماً اس کی باحکمت تخلیق کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ مخلوق اس ہستی کے سامنے جواب دہ ہو جس نے اپنی کائنات میں اسے یہ مقام و درجہ عنایت فرمایا ہے۔ تو یہاں آیت اسی کے پاس لوٹنا ہے اس سے مراد محض لوٹنا نہیں بلکہ جواب دہی کے لئے لوٹنا مراد ہے اور کس کے پاس لوٹنا ہے اس کی کیا صفات ہیں یہ اگلی آیت میں بتلایا جاتا ہے یعنی جس کے پاس اے انسانوں تمہیں لوٹ کر جانا ہے وہ ایسا علیم ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور تمہارے تمام اعمال و افعال کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو یا علانیہ کرتے ہو اور پھر یہی نہیں کہ وہ ظاہری اعمال و افعال کو جانتا ہے بلکہ وہ ایسا علیم ہے کہ انسانوں کے دلوں میں جو بھید اور راز چھپے ہوئے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔

تو خلاصہ یہ کہ ابتدائے سورۃ سے یہاں تک تمام انسانوں کو خطاب کر کے چار بنیادی حقیقتوں سے آگاہ کیا گیا۔

اول یہ کہ یہ کائنات جس میں تم بستے ہو بے خدا نہیں ہے بلکہ اس کا خالق و مالک اور فرمانروا ایک ایسا قادر مطلق ہے جس کے کامل اور بے عیب ہونے کی شہادت ہر چیز دے رہی ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ کائنات بے مقصد اور بے حکمت نہیں ہے بلکہ اس کے خالق نے اسے سراسر برحق پیدا کیا ہے۔

تیسرے یہ کہ انسانوں کو جس بہترین صورت اور نقشہ کے ساتھ خدا نے پیدا کیا ہے اس کے باعث یہ ایک ذمہ دار اور جواب دہ مخلوق ہے۔

چوتھے یہ کہ آخر کار انسانوں کو اپنے خالق کی طرف پلٹ کر جانا ہے اور اس ہستی سے سابقہ پیش آنا ہے جو کائنات کی ہر چیز سے واقف ہے۔ جس سے انسانوں کی کوئی بات پوشیدہ نہیں اور جو دلوں کے چھپے ہوئے راز تک سے واقف ہے۔

اب یہاں جو یہ فرمایا گیا وصورکم فاحسن صورکم (اس نے تمہاری صورت اور نقشہ بنایا سو کیسا عمدہ نقشہ بنایا) تو علماء نے لکھا ہے کہ تصویر کشی درحقیقت خلاق عالم کا وہ امتیازی وصف ہے کہ جو اس کی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس میں کوئی جن وانس اس کا سہیم و شریک نہیں۔ اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے تصویر کشی کو جو ایک طرح سے خلاق عالم کی نقل اتارنا ہے اور جس میں مشابہت خلق اللہ لازم آتی ہے حرام اور سخت کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سخت ترین عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو خداوند عالم کے فعل خلق کی مشابہت کرنا چاہتے ہیں۔

بخاری و مسلم کی ایک حدیث ہے جو حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو تصاویر بناتے ہیں قیامت کے روز عذاب دیئے جائیں گے۔ ان کو عاجز کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ جو صورت تم نے بنائی ہے اس میں جان بھی ڈالو۔ یعنی جب خالق کے ساتھ مشابہت کا دم بھرا تھا تو اس کو پورا کر کے دکھاؤ اور اپنی بنائی ہوئی ذی روح کی تصویر میں روح بھی ڈالو۔ جس کا جواب ان مصوروں کے پاس کچھ نہ ہوگا اور اپنے کئے ہوئے کے عذاب کو بھگتیں گے۔ (التصویر لاحکام التصویر از حضرت مفتی صاحبؒ)

اس لئے جن حضرات کو دینی احکام پر چلنے کی فکر ہو وہ اس تصویر کے مسئلہ میں مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب تصویر کے شرعی احکام کو ملاحظہ کر لیں جس میں شرعی مسائل کے ساتھ جس قدر شرعی سہولتیں تصاویر کے متعلق ممکن ہیں ان کو بھی ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الغرض ان آیات میں تو حق تعالیٰ کا عام انسانوں کو خطاب تھا۔ اب آگے ان لوگوں سے خطاب فرمایا گیا کہ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے پہلے کفر کیا پھر انہوں نے اعمال کا وبال چکھا اور ان کیلئے عذاب دردناک ہونے والا ہے۔

أَلِيمٌ ۝٥ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا

یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضحہ لے کر آئے تو ان لوگوں نے کہا کہ کیا بشر یعنی آدمی ہم کو ہدایت کریں گے، غرض انہوں نے کفر کیا

وَتَوَلَّوا وَّاسْتَغْنَى اللَّهُ ۚ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝٦ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا ۚ

اور اعراض کیا اور خدا نے پروانہ کی، اور اللہ بے نیاز ستودہ صفات ہے۔ یہ کافر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ نہ زندہ کیے جاویں گے

قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝٧

آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں واللہ ضرور دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے، پھر جو جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو سب جتلا دیا جاویگا، اور یہ اللہ کو بالکل آسان ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ کیا نہیں آئی تمہارے پاس	نَبَؤُا خبر	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	فَذَاقُوْا تو انہوں نے چکھ لیا		
وَبَالَ وبال	اَمْرِهِمْ اپنے کام	وَلَهُمْ اوران کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دردناک	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهٗ اسلئے کہ وہ	كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ آتے تھے انکے پاس
رُسُلُهُمْ انکے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ واضح نشانیوں کیساتھ	فَقَالُوْا تو وہ کہتے	اَبَشَرٌ کیا بشر	يَهْدُوْنَنَا وہ ہدایت دیتے ہیں	فَكَفَرُوْا تو انہوں نے کفر کیا	
وَتَوَلَّوْا اور وہ پھر گئے	وَّاسْتَغْنَى اور بے نیازی فرمائی	اللّٰهُ اللہ	وَاللّٰهُ اور اللہ	غَنِيٌّ بے نیاز	حَمِيْدٌ ستو وہ صفات	زَعَمَ دعویٰ کیا
الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو	كَفَرُوْا وہ کافر ہوئے	اَنْ کہ	لَنْ يُّبْعَثُوْا وہ ہرگز نہ اٹھائے جائینگے	قُلْ فرمادیں	بَلٰى ہاں	وَرَبِّيْ میرے رب کی قسم
لَتُبْعَثُنَّ البتہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے	ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ پھر البتہ تمہیں ضرور جتلایا جائیگا	بِمَا عَمِلْتُمْ جو تم کرتے تھے	وَذٰلِكَ اور یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	يَسِيْرٌ آسان	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں لوگوں سے جو دنیا کی حقیقتوں کے منکر ہیں خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے منکر انسانو کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں جو تم سے پہلے اسی دنیا میں رہتے تھے اور اللہ کا انکار کرتے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کیا ان کے سامنے آیا اور اپنے بداعمالی کا خمیازہ بھگتا اور ان کے کرتوت دنیا ہی میں رنگ لائے۔

اصلی اور پوری سزا تو انہیں ابھی آخرت میں بھگتنی ہے۔ جو بہت ہی دکھ دینے والا عذاب ہے تو غور و کرو کہ ان کی یہ گت کیوں بنی؟ اس کا جواب آگے خود حق تعالیٰ دیتے ہیں کہ ایسے منکر انسانوں کی تباہی کے بنیادی اسباب دو تھے۔

ایک تو یہ کہ انہوں نے جن رسولوں کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا ان کی بات ماننے سے انکار کیا۔

دوسری بنیادی وجہ ان منکرین کی تباہی کی یہ بتلائی گئی کہ انہوں نے آخرت کے عقیدہ کو بھی رد کر دیا اور اپنے زعم میں یہ سمجھ لیا کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اس کے بعد کوئی اور زندگی نہیں جس میں ہمیں اپنے خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ یہی گمراہی بالآخر ان کی تباہی کا موجب ہوئی۔

اب یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں اور انبیاء کے منکرین کا قول یہ نقل فرمایا گیا ہے "فقالوآ ابشر یھدوننا۔ یعنی ان منکرین نے رسولوں کے متعلق یوں کہا کہ کیا بشر یعنی آدمی ہم کو ہدایت کریں گے (یعنی بشر کہیں پیغمبر اور ہادی ہو سکتا ہے) اب خوب یاد رکھئے اور غور کیجئے کہ یہ کفار اور منکرین کا قول ہے

جو انبیاء اور رسل کی نسبت نقل فرمایا گیا ہے۔ حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کفار کے اس قول ابشر یھدوننا کے متعلق اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ ”بشریت کو نبوت و رسالت کے منافی سمجھنا سبھی کفار کا خیال باطل تھا۔ جس پر قرآن میں جا بجا رد کیا گیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اب مسلمانوں میں بھی بعض لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر پائے جاتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ وہ کدھر جا رہے ہیں؟ بشر ہونا نہ نبوت کے منافی ہے۔ نہ رسالت کے بلند مقام کے منافی ہے۔ نہ رسول کے نور ہونے کے منافی ہے۔ وہ نور بھی ہیں۔ بشر بھی ہیں۔ ان کے نور کو چراغ اور آفتاب اور ماہتاب کے نور پر قیاس کرنا غلطی ہے“۔

تمام علمائے اسلام اور فقہائے ملت جن میں صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین اور علمائے سلف و خلف سب شامل ہیں اس کی صراحت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر یعنی انسان ہونے کا عقیدہ و اقرار ضروریات دین میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کے بشر ہونے کا انکار تو کیا لاعلمی کا اظہار بھی کرے تب بھی وہ کافر ہے کہ اس نے ایک ضروری اور بنیادی عقیدہ کو معلوم نہیں کیا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا اقرار ایک بنیادی عقیدہ ہے اور وہ شخص اس سے بے خبر ہے اور تمام علمائے اسلام اور فقہائے ملت اس بات پر متفق ہیں کہ سب حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر تھے جس کو صاف اور صریح الفاظ میں اپنی کتابوں میں وہ بلا خوف تردید اظہار اور اعلان کرتے رہے ہیں۔ علامہ استاذ الحدیث مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ترجمان السنۃ میں ”اسلام میں رسول کا تصور“ کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا ہے اختصار کر کے نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت علامہ لکھتے ہیں۔

”...... رسول ایک انسان ہوتا ہے اور عام انسانوں پر اس کی برتری سمجھنے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا فرستادہ اور اس کا پیغمبر ہے۔ اس کی جانب سے منصب اصلاح پر کھڑا کیا گیا ہے اور اس لئے اس کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک انسان ہو کیونکہ اصلاح کے لئے صرف علم کافی نہیں۔ احساس کی بھی ضرورت ہے جو غم نہیں کھا سکتا وہ ایک غمزدہ کی پوری تسلی بھی نہیں کر سکتا۔ جو بھوک سے آزاد ہے وہ ایک بھوکے کے ساتھ صحیح دلسوزی کرنا بھی نہیں جانتا۔ جو فطرت انسانی کی کمزوریوں سے آشنا نہیں وہ ان کمزوریوں پر اغماض بھی نہیں کر سکتا اسی لئے قرآن کریم نے جا بجا بعثت کے ساتھ رسولوں کا انسان ہونا ایک مستقل انعام قرار دیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق چوتھے پارہ سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا۔ **لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم۔** (حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں انہی کی جنس سے ایک پیغمبر کو بھیجا) یعنی اس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انسانوں میں تو بھیجا ہی تھا مگر انسانوں میں عرب۔ اور عربوں میں قریش اور قریش میں ہاشمی بنایا مگر ان چند در چند خصوصیات کے باوجود پھر بھی آپ ایک انسان ہی رہے اور یہی وہ عقیدہ تھا جو ابتدا میں اولاد آدم کو بنیادی طور پر بتا دیا گیا تھا چنانچہ آٹھویں پارہ سورہ اعراف میں ارشاد ہے **یبنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایٰتی فمن اتقیٰ واصلح فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔** یعنی ہم نے عالم ارواح ہی میں کہہ دیا تھا کہ اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس رسول آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو ان کے آنے پر جو تقویٰ کی راہ اختیار کرے اور نیک رہے سو ان پر آخرت میں نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے تو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن باتوں کی اولاد آدم کو بنیادی طور پر تعلیم دی گئی تھی ان میں ایک بعثت رسول۔ دوم رسولوں کے انسان ہونے کا عقیدہ تھا اسی عقیدہ کے مطابق دنیا میں خدا کے بہت سے رسول آءِ جن کی صحیح تعداد خدا ہی کو معلوم ہے اس درمیان میں دنیا کی مقرر عمر آخر جب ہونے لگی ادھر رسولوں کی مقرر تعداد بھی پوری ہو گئی اس لئے آخری رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اس سلسلہ کو ختم کر دیا گیا۔ اس تمام سلسلہ میں جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع

ہوکرآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پرختم ہوجاتا ہے کوئی رسول ایسا نہ تھا جو انسان نہ ہوتا۔ علاوہ اس کے کہ رسول اگرانسان نہ ہوں تو وہ انسانوں کی پوری اصلاح نہیں کرسکتے اورنسل انسانی پر یہ ایک بدنماداغ ہوتا کہ اشرف المخلوقات کا مصلح ومربی کسی اورنوع میں پیدا کیا جائے اس لئے خودرسول اورنوع انسانی کاشرف وکمال یہی تھا کہ رسول انسانوں میں سے ایک انسان ہوتا۔ (ترجمان السنۃ جلداول)

اب یہاں ایک ممکن غلط فہمی جو ہوسکتی ہے اس کا رفع کردینا بھی ضروری ہے وہ یہ جیسا کہ حضرت علامہ بدرعالم صاحب مہاجرمدنیؒ نے ترجمان السنۃ میں تحریرفرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بشرضرورہوتے ہیں مگراس کا مطلب یہ سمجھنا بھی صحیح نہیں کہ وہ بالکل ایسے ہی بشرہوتے ہیں جیسے کہ عام بشرہوا کرتے ہیں بلکہ وہ ان سے اتنے ممتازبھی ہوتے ہیں کہ اگر بیک وقت دونوں پرنظرڈالی جائے تو یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا وہ علیحدہ علیحدہ دوصنفوں کے افراد ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نفس بشریہ میں گوسب انسانوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں لیکن پھربھی وہ تمام نوع بشرسے ممتازبھی ہوتے ہیں اورصرف اپنی سیرت میں نہیں۔ بلکہ اپنے جسم اور جوارح میں بھی اور ان کے خواص میں بھی۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم مبارک کی امتیازی خصوصیت میں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی پشت کی جانب سے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے کی جانب سے یا مثلاً ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ہم لوگ جو انبیاء ہوتے ہیں ہماری صرف آنکھیں ہی آنکھیں سوتی ہیں ہمارے دل نہیں سوتے یعنی عام بشرپرجن حالات میں پوری غفلت طاری ہوتی ہے انبیاء کرام ان حالات میں بھی پورے ہشیاررہتے ہیں یا جیسا کہ ایک حدیث میں حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ کسی نبی کی وفات نہیں ہوتی جب تک کہ جنت میں اس کا مقام اس کو دکھا نہیں دیا جاتا اورپھر اس کے بعد یہ اس کو اختیاربھی دیا جاتا ہے کہ وہ جو چاہے پسند کرے یعنی خواہ اور جینا پسند کرے یا وفات کو پسند کرے یعنی انبیاء کی روح ان کی اجازت کے بعد قبض کی جاتی ہے پھرانبیاء علیہم السلام کا گو خاکی قالب وہی ہوتا ہے جو عام انسانوں کا مگران کا جوہرفطرت خلقۃً اور پیدائشی ایسا پاکیزہ اور منور بنایا جاتا ہے کہ ان کی معصومیت پرفرشتوں کی معصومیت بھی رشک کرتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام پیدائشی طورپرنفس مطمئنہ رکھتے ہیں جوفطرۃً ہرمعصیت سے نفوراورنشۂ عبودیت سے چور ہوتا ہے۔ (ماخذ ترجمان السنۃ)

اب اس بحث کے خاتمہ پرہم وہ الفاظ نقل کرتے ہیں جو حضرت مولانا محمدسرفرازخان صاحب صفدرمدظلہ شیخ التفسیر والحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے اپنی تالیف ''تنقید متین'' میں تحریرکئے ہیں کہ ہمارا ایمان اور تحقیق یہ ہے کہ امام الرسل خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشربھی ہیں اور نوربھی جنس اور ذات کے لحاظ سے تو آپ بشرہیں اورصفت وہدایت کے اعتبارسے آپ نور ہیں۔ آپ کی بدولت دنیائے ظلمت کوروشنی نصیب ہوئی کفروشرک کی تاریکی کافورہوئی اور نورایمان وتوحید کی شعاعوں سے سطح ارضی منورہوئی جولوگ خواہشات نفسانی کی تاریکیوں اور باہمی شقاق و خلاف کے گہرے گڑھوں میں پڑے دھکے کھارہے تھے آپ کی وساطت سے وہ سلامتی کی کھلی اور روشن راہوں پرگامزن ہوگئے۔ کوئی مسلمان اس حقیقت کا منکرنہیں۔ ہاں اگرآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں معنی نورسمجھا کہ معاذاللہ آپ کی بشریت۔ آدمیت اور انسانیت ہی کا سرے سے انکارکردیا جائے تو یہ نصوص صریحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہم اس کے قطعاً منکرہیں۔ (تنقید متین)

یہ احقرحضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بزرگی اور بڑائی کے بارہ میں بس اس مصرع کا اعتقادرکھتا ہے

ع کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

غرضکہ ان آیات میں منکرین کوخطاب کرکے حقائق بیان کئے گئے اورمنکرین کودعوت دی جاتی ہے کہ وہ ہوش میں آئیں اور اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پرصحیح اور سچے طریقہ سے ایمان لائیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۸ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ 2

سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو کہ ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ جس دن کہ تم سب کو

لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ

اس جمع ہونے کے دن میں جمع کرے گا وہ یہی دن ہے نفع اور نقصان کا اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور نیک کام کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا

وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۹

اور اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۱۰

اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا یہ لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

فَاٰمِنُوْا پس تم ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اسکے رسولؐ	وَالنُّوْرِ اور نور	الَّذِيْٓ وہ جو	اَنْزَلْنَا ہم نے نازل کیا	وَاللّٰهُ اور اللہ	
بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو اس سے	خَبِيْرٌ باخبر	يَوْمَ جس دن	يَجْمَعُكُمْ وہ جمع کریگا تمہیں	لِيَوْمِ الْجَمْعِ جمع ہونے (قیامت) کے دن			
ذٰلِكَ یہ	يَوْمُ التَّغَابُنِ نقصان اٹھانے (ہار جیت) کا دن	وَمَنْ اور جو	يُّؤْمِنْ وہ ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَ اور	يَعْمَلْ وہ کام	صَالِحًا ()
يُّكَفِّرْ وہ دُور کردیگا	عَنْهُ اس سے	سَيِّاٰتِهٖ اس کی بُرائیاں	وَيُدْخِلْهُ اور وہ اسے داخل کریگا	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا انکے نیچے	
الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہینگے	فِيْهَآ ان میں	اَبَدًا ہمیشہ	ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ بڑی کامیابی	وَ اور	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا
وَكَذَّبُوْا اور انہوں نے جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَآ ہماری آیتوں کو	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں		
وَبِئْسَ اور بُری	الْمَصِيْرُ جائے بازگشت (ٹھکانا)						

تفسیر وتشریح: ان آیات میں ان منکرین حق کو سمجھایا جاتا ہے کہ تم اللہ کے رسول کی بات نہ مان کر اور آخرت کا انکار کر کے گزشتہ منکرین کی طرح اپنی ہلاکت اور تباہی کو دعوت مت دو اور تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اللہ پر۔ اس کے رسول پر اور اللہ کی نورانی کتاب یعنی قرآن کریم پر سچے دل سے ایمان لے آؤ۔ اور یہ سمجھ لو کہ جو کچھ بھی تم دنیا میں کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے اور تمہیں اس حقیقت کا پتہ اس روز معلوم ہو جائے گا جو سب کے جمع ہونے کا دن ہے۔ مراد اس سے قیامت کا دن ہے جب کہ تمام انسانوں کو بیک وقت زندہ کر کے میدان حشر میں اکٹھا کیا جائے گا۔ اس دن کوئی گھاٹے اور نقصان میں رہے گا اور کوئی فائدہ اور نفع میں رہے گا۔ اسی کو آیت میں یوم التغابن فرمایا ہے۔ اب کون نفع میں رہے گا اور کون نقصان میں رہے گا یہ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس نے دنیا میں اللہ پر ایمان لا کر عمل صالح کئے ہوں گے وہ فائدہ اٹھائیں گے اور نفع میں رہیں گے۔

یہاں آیت میں آخرت میں نفع اور فائدہ اٹھانے کے لئے صاف دو باتیں فرمائی گئی ہیں۔ من یو من باللہ ویعمل صالحاً جو دنیا میں اللہ پر ایمان لایا اور اس کے ساتھ عمل صالح یعنی نیک کام بھی کئے۔ اور اللہ پر ایمان لانے

سے مراد محض یہ مان لینا نہیں ہے کہ اللہ موجود ہے بلکہ اس طریقہ سے اوران شرائط سے ماننا اور ایمان لانا مراد ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعہ سے بتایا ہے اس طرح اللہ پر ایمان لانے سے مراد اللہ کی وحدانیت وصفات وکمالات اس کے تمام احکام وقوانین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر ایمان ویقین لانے میں شامل ہے اسی طرح عمل صالح یعنی نیک کام سے مراد ہر وہ عمل نہیں ہے جسے انسان نے خود نیک سمجھ کر اختیار کیا ہو بلکہ مراد وہ عمل صالح ہے جو خدا کے بھیجے ہوئے قانون واحکام کے مطابق ہو۔اور جس کام کو اللہ اور اس کے رسول نے عمل صالح بتلایا ہو۔تو دنیا میں ایمان باللہ اور ساتھ ہی عمل صالح کا نتیجہ آخرت میں یہ ہوگا کہ ایسے شخص سے جو تقصیرات دنیا میں سرزد ہوئی ہوں گی وہ ایمان باللہ اور عمل صالح کی برکت سے معاف کردی جائیں گی اور انہیں بہشت کے باغات میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل کردیا جائے گا۔ اب ظاہر ہے کہ جو جنت میں پہنچ گیا اس کو ساری کامیابیاں حاصل ہوگئیں۔اللہ کی رضا اور اس کے دیدار کا مقام یہی ہے۔ یہ تو ہوئے آخرت میں نفع اور فائدہ اٹھانے والے اور نقصان اور گھاٹے والے وہ ہوں گے کہ جنہوں نے دنیا میں کفر کیا اور اللہ کی آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور اس کے رسول کی تکذیب کی ایسے لوگوں کو جہنم میں جھونکا جائے گا جہاں ان کو ہمیشہ رہنا پڑے گا اور جو بہت برا ٹھکانا ہوگا۔اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس برے ٹھکانہ سے اور اس کی ہوا سے بھی ہم سب کو بچائیں۔آمین۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے قیامت کے خسارہ اور حسرت وندامت سے بچالیں۔اور یوم تغابن میں ہمیں کامیابی اور کامرانی سے سرفراز فرمائیں۔

الغرض یہاں تک سورۃ میں پہلے عام انسانوں سے خطاب فرمایا گیا اس کے بعد کفر کی راہ اختیار کرنے والوں سے خطاب فرمایا گیا اب اس کے بعد ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کو مخاطب کرکے بعض اہم ہدایات دی جاتی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ایمان باللہ اور ایمان بالرسول اور ایمان بالقرآن کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ ہم کو اس جہان سے حقوق العباد سے سبکدوش ہوکر کوچ کرنا نصیب فرما اور قیامت جو یَوْمُ التَّغَابُنْ ہے وہاں سرخ روئی اور کامیابی وکامرانی نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

کوئی مصیبت بدون خدا کے حکم کے نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو راہ دکھا دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

خوب جانتا ہے۔ اور اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم اعراض کرو گے تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

الْمُبِيْنُ ﴿١٢﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٣﴾

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہیئے۔

مَآ اَصَابَ نہیں پہنچی	مِنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت	اِلَّا مگر	بِاِذْنِ اللّٰهِ اذن سے اللہ	وَمَنْ اور جو	يُّؤْمِنْ وہ ایمان لاتا ہے	بِاللّٰهِ اللہ پر
يَهْدِ ہدایت دیتا ہے	قَلْبَهٗ اس کا دل	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا	عَلِيْمٌ جاننے والا	وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ اور تم اطاعت کرو اللہ کی	وَاَطِيْعُوا اور اطاعت کرو
الرَّسُوْلَ رسول کی	فَاِنْ پھر اگر	تَوَلَّيْتُمْ پھر گئے تم	فَاِنَّمَا تو اس کے سوا نہیں	عَلٰى رَسُوْلِنَا ہمارے رسول پر ذمے	الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ صاف صاف پہنچا دینا	
اَللّٰهُ اللہ	لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ پر	فَلْيَتَوَكَّلِ پس بھروسہ کرنا چاہیے	الْمُؤْمِنُوْنَ ایمان والے	

تفسیر وتشریح: اس رکوع میں خطاب اہل ایمان سے ہے اوران کو چند اہم ہدایات دی جاتی ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ اس سورۃ کا نزول مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے مکہ سے ہجرت کے بعد ہوا ہے اور وہ مسلمانوں کے لئے بڑی سختی اور مصائب کا زمانہ تھا۔ مکہ سے برسوں ظلم وستم کفار کے سہنے کے بعد اہل ایمان اپنا وطن۔ گھربار سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہجرت پر مجبور کر دیئے گئے تھے۔ ادھر مدینہ میں انصار پر ایسا وقت آپڑا کہ ایک طرف تو سیکڑوں مہاجرین کو سہارا دینا تھا دوسری طرف پورے عرب کے اعدائے اسلام ان کے دشمن اور درپے آزاد ہو گئے تھے۔ تو ان آیات میں اہل ایمان کو تسلی دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو تکلیف ومصیبت بھی آتی ہے اللہ کے حکم سے آتی ہے

یہ تو سراسر مشیت الٰہی اور حکم خداوندی پر موقوف ہے کہ کسی پر کوئی مصیبت نازل ہونے دے یا نہ ہونے دے اور اللہ کا حکم بہر حال کسی نہ کسی مصلحت کی بنا پر ہوتا ہے جسے انسان نہ سمجھ سکتا ہے نہ جان سکتا ہے۔ تو مومن کو یہاں یہ بات ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ جب ان کو اس بات کا یقین ہے کہ مصیبت اور سختی اللہ کی مشیت اور ارادہ کے بغیر نہیں پہنچتی تو مومن کو بددل اور غمگین و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ بہر صورت میں مالک حقیقی کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے اور صبر و سہار سے برداشت کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر سے مجھے یہ تکلیف پہنچی ہے۔ اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور حکمت ہے۔

اسی بات کو ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں جو فیصلہ بھی کرتے ہیں وہ اس کے لئے اچھا ہی ہوتا ہے۔ مصیبت پڑے تو صبر کرتا ہے اور وہ اس کے لئے اچھا ہوتا ہے اور اگر کوئی خیر پہنچے تو شکر کرتا ہے اور وہ بھی اس کے لئے اچھا ہی ہوتا ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی اور کو

نصیب نہیں ہوتی'' آگے واللہ بکل شئی علیم (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے) فرما کر جتلا دیا کہ جو تکلیف و مصیبت اس نے بھیجی عین علم وحکمت سے بھیجی اور وہی جانتا ہے کہ کون تم میں سے واقعی صبر واستقامت اور تسلیم ورضا کی راہ پر چلا اور کس کا دل کن احوال وکیفیات کا مورد بننے کے قابل ہے۔ اسی سلسلۂ کلام میں آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اچھے حالات ہوں یا برے حالات۔ نرمی ہو یا سختی۔ تکلیف ہو یا راحت غرض ہر حالت میں اللہ اور رسول کی اطاعت پر قائم رہو۔ اور ان کے حکم کو مانو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خود تمہارا ہی نقصان ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سب نیک و بد سمجھا کر اپنا فرض ادا کر دیا۔ اللہ کو تمہاری طاعت یا معصیت سے کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ خدائی کے سارے اختیارات تنہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ معبود ومستعان تنہا اسی کی ذات ہے۔ اچھا وقت آ سکتا ہے تو اسی کے لانے سے آ سکتا ہے اور برا وقت ٹل سکتا ہے تو اسی کے ٹالے ٹل سکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص سچے دل سے اللہ کو خدائے واحد مانتا ہو اس کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ وہ اللہ کی ذات عالی پر بھروسہ رکھے اور یقین کرے کہ اللہ ہی کی مدد۔ تائید اور توفیق سے کام بنتا ہے اور مشکلات۔ مصائب وخطرات سے وہی بچانے والا ہے۔ دوسرا کوئی بچانے والا نہیں۔

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم مومنین مسلمین ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ مصیبت پر صبر کرتے ہیں۔ راحت پر شکر کرتے ہیں اور قضا پر راضی رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بخدا تم سچے مومن ہو۔ اللہ تعالیٰ انہی صفات کا مومن و مسلم بنا کر ہمیں زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الحاصل ان آیات سے یہی معلوم ہوا کہ ایمان کی شان یہی ہے کہ ہر کام میں اور ہر حال میں مسلمان کا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہو اور اسباب کو صرف اسباب ہی سمجھے اور اسباب ترک کر کے بیٹھ رہنے کا نام توکل نہیں۔ یہ تو تعطل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اسباب بھی اختیار فرماتے تھے اور تدابیر بھی عمل میں لاتے تھے مگر کام کے ہونے نہ ہونے یا بننے۔ نہ بننے کا یقین اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر ہوتا تھا اور یہی ان آیات کی تعلیم ہے۔

ابھی بعض مزید ہدایات اہل ایمان کو اگلی آیات میں دی گئی ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنی ذات پاک پر ہر حال میں بھروسہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری ہر حال میں ہم کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آپ ہم کو راحت اور خوشی عطا فرمائیں تو ہم کو شکر کی توفیق نصیب ہو اور رنج وغم پہنچے تو صبر اور رضا بالقضا کی کیفیت نصیب ہو۔

یا اللہ ہمیں وہ ایمان صادق نصیب فرمائیے کہ ہم آپ کے ہر فیصلہ پر دل وجان سے راضی ہوں اور ہر حال میں آپ کے فضل کے امیدوار ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا

اے ایمان والو تمہاری بعضی بیبیاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں سو تم ان سے ہوشیار رہو، اور اگر تم معاف کردو

وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ

اور درگذر کرجاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے، اور اللہ

عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا

کے پاس بڑا اجر ہے۔ تو جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور مانو اور خرچ کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا،

لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دوگے تو وہ اس کو تمہارے لئے

يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

بڑھاتا چلا جاوے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بڑا قدر دان ہے بڑا بردبار ہے۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ایمان والو	اِنَّ بیشک	مِنْ سے (بعض)	اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویاں	وَاَوْلَادِكُمْ اور تمہاری اولاد	عَدُوًّا دشمن		
لَّكُمْ تمہارے لئے	فَاحْذَرُوْهُمْ پس تم ان سے بچو	وَاِنْ اور اگر	تَعْفُوْا تم معاف کردو	وَتَصْفَحُوْا اور تم درگزر نہ کرو	وَ اور	تَغْفِرُوْا تم بخش دو		
فَاِنَّ اللّٰهَ تو بے شک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ مہربان	اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں	اَمْوَالُكُمْ تمہارے مال	وَاَوْلَادُكُمْ اور تمہاری اولاد			
فِتْنَةٌ آزمائش	وَاللّٰهُ اور اللہ	عِنْدَهٗ اس کے پاس	اَجْرٌ عَظِيْمٌ بڑا اجر	فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم ڈرو اللہ سے	مَا اسْتَطَعْتُمْ جہاں تک تم سے ہوسکے			
وَاسْمَعُوْا اور تم سنو	وَاَطِيْعُوْا اور تم اطاعت کرو	وَاَنْفِقُوْا اور تم خرچ کرو	خَيْرًا بہتر	لِّاَنْفُسِكُمْ تمہارے حق میں	وَمَنْ اور جو	يُّوْقَ بچالیا گیا		
شُحَّ بخیلی	نَفْسِهٖ اپنی جان	فَاُولٰۗىِٕكَ تو یہی لوگ	هُمُ وہ	الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانیوالے	اِنْ اگر	تُقْرِضُوا تم قرض دوگے	اللّٰهَ اللہ	قَرْضًا قرض
حَسَنًا حسن	يُّضٰعِفْهُ وہ اسے دو چند کردیگا	لَكُمْ تمہارے لئے	وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور وہ تمہیں بخش دیگا	وَاللّٰهُ اور اللہ	شَكُوْرٌ قدر شناس			
حَلِيْمٌ بردبار	عٰلِمُ الْغَيْبِ جاننے والا۔ پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا				

تفسیر وتشریح: یہ سورہ تغابن کی خاتمہ کی آیات ہیں اوپر اہل ایمان کی طرف مخاطب ہو کر بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں جو تکلیف یا مصیبت آتی ہے وہ اللہ کے حکم اور مشیت سے آتی ہے۔ ایسے حالات میں جو شخص ایمان پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت بخشتے ہیں اور اس کو صبر وتسلیم کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔ لہٰذا کیسے ہی حالات ہوں مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگا رہے اگر مصائب سے گھبرا کر اور پریشان ہو کر اس نے اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے روگردانی کی تو وہ خود اپنا نقصان کرے گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب نیک وبد سمجھا کر اپنا فرض ادا کر چکے اس لئے مومن کو ہر حال میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر کمربستہ رہنا چاہئے۔ اب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بیوی بچوں کی

محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ ان تعلقات کے پیچھے کتنی ہی برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے اور کتنی ہی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔ بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور رضا جوئی اسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتی۔ اس چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو اہل وعیال اتنے بڑے دینی خسارہ اور دینی نقصان کا باعث بنیں وہ حقیقۃً اس کے دوست نہیں کہلائے جا سکتے بلکہ نتیجہ کے لحاظ سے بدترین دشمن ہیں۔ اور جس دشمن کا احساس بھی بسا اوقات آدمی کو نہیں ہوتا اس لئے حق تعالیٰ ان آیات میں اہل ایمان کو متنبہ فرماتے ہیں کہ ان دشمنوں سے ہوشیار رہو اور ایسا رویہ اختیار کرنے سے بچو جس کا نتیجہ اہل وعیال کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین ایمان برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو۔ لیکن یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ دنیا میں ساری بیویاں اور ساری اولاد اسی قماش کی نہیں ہوتی ہیں۔ بہت اللہ کی بندیاں ہیں جو اپنے شوہروں کے دین کی حفاظت کرتی ہیں اور نیک کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں اور کتنی ہی سعادت مند اولاد ہے جو اپنے والدین کے لئے باقیات صالحات بنتی ہے پھر جن مخصوص حالات میں ان آیات کا نزول ہوا ہے اس وقت بکثرت مسلمانوں کو یہ حالات درپیش تھے کہ ایک مرد ایمان لے آیا ہے تو بیوی بچے نہ صرف اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ خود اس مرد کو اسلام سے پھیر دینے کے لئے کوشاں ہوتے۔ اس لئے اہل ایمان کو خطاب کر کے ان آیات میں ہدایات دی جاتی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے مردوں کو اور بعض اولاد اپنے ماں باپ کو یاد خدا اور نیک اعمال سے روک دیتے ہیں جو درحقیقت دشمنی ہے۔ اس لئے ہدایت دی گئی کہ ایسے بیوی بچوں سے ہوشیار رہو اور اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ بیوی بچوں کی محبت میں پھنس کر احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن و فرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا۔ (حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ مکہ سے ہجرت کرنا ہر مسلمان پر فرض تھا) پھر جب اسلام خوب پھیل گیا تب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ علم دین حاصل کر لیا ہے اس پر ان دیر سے آنے والے مہاجرین کے دل میں آیا کہ اپنے بال بچوں کو سزا دیں۔ اس پر یہ ہدایت دی گئی کہ اب درگزر کرو آئندہ کے لئے ہوشیار رہو۔ اگر ان بیوی بچوں نے تمہارے ساتھ دشمنی کی اور تم کو کوئی دینی یا دنیوی نقصان پہنچ گیا تو اس کا اثر یہ نہ ہونا چاہئے کہ ایمان والے انتقام کے درپے ہو جائیں اور ان پر نامناسب سختی شروع کر دیں اور تشدد و بے رحمی کا معاملہ ان سے کرنے لگیں ایسا کرنے سے دنیوی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ جہاں تک عقلاً و شرعاً گنجائش ہو۔ ان کی حماقتوں اور کوتاہیوں کو معاف کرو اور عفو و درگزر سے کام لو۔ ان مکارم اخلاق پر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ مہربانی کرے گا۔ یہیں سے علما نے یہ مسئلہ استدلال کیا ہے کہ اہل وعیال سے کوئی کام خلاف شرع بھی ہو جائے تو ان سے بیزار ہو جانا اور ان سے بغض رکھنا یا ان کے لئے بددعا کرنا مناسب نہیں۔ آگے ایمان والوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مال و اولاد دے کر جانچتا ہے کہ کون ان فانی اور زائل چیزوں میں پھنس کر آخرت کی باقی و دائم نعمتوں کو فراموش کرتا ہے اور کس نے ان سامانوں کو اپنی آخرت کا ذخیرہ بنایا ہے اور کون وہاں کے اجر عظیم کو دنیا کے وقتی فائدوں اور حظوظ پر ترجیح دیتا ہے۔ اس لئے اے ایمان والو اللہ سے ڈر کر جہاں تک ہو سکے اس جانچ و آزمائش میں ثابت قدم رہو اور اللہ کی بات سنو اور مانو۔ یہ تو حکم ہوا بیوی بچوں کے متعلق اور مال کے متعلق یہ ہے کہ اس کو بھلائی کے لئے خرچ کرو اس لئے کہ جو دے دو گے وہ تمہارے ساتھ چلے گا جس کا اجر یقیناً ملے گا اور جو چھوڑ گئے وہ تمہارے پاس سے جاتا رہا۔ اس لئے مال کو اللہ کے

راستہ میں خرچ کرنے سے تمہارا ہی بھلا ہوگا اور سمجھ لو کہ جس کو اللہ تعالیٰ حرص و بخل سے محفوظ رکھے اور دل کے لالچ سے بچاوے تو یہ اس کی بڑی کامیابی ہے اور ایسا ہی شخص مراد کو پہنچتا ہے۔ آگے اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں اخلاص اور نیک نیتی سے طیب مال خرچ کرو تو اللہ اس سے کہیں زیادہ دے گا۔ اور تمہاری کوتاہیوں کو معاف فرمادے گا اور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا قدردان بڑا برد بار اور تمام چھپی کھلی چیزوں کو جاننے والا ہے اور نہایت زبردست اور حکمت والا ہے لہٰذا اس کے احکام تمہیں ماننا چاہئیں اور اس کی مخالفت نہ کرنی چاہئے۔

یہاں جو فرمایا گیا انمآ اموالکم و اولاد کم فتنۃ ط تو فتنہ کے معنیٰ ابتلا اور امتحان کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مال اور اولاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسان کی آزمائش کرتے رہتے ہیں کہ ان کی محبت میں مبتلا ہوکر احکام وفرائض سے غفلت کرتا ہے۔ ناجائز اور حرام میں مبتلا ہوتا ہے یا محبت کو اپنی حد میں رکھ کر اپنے فرائض دینیہ اور احکام الٰہیہ سے غافل نہیں ہوتا اور اللہ کے ذکر وفکر کو نہیں بھلاتا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں مال واولاد انسان کے لئے بڑا فتنہ اور آزمائش ہیں۔ اکثر گناہوں میں خصوصاً حرام کمائی رشوت اور ناجائز امور میں انہی اہل وعیال کی بے جا محبت کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز بعض اشخاص کو لایا جائے گا تو اس کو دیکھ کر لوگ یعنی اہل محشر کہیں گے اکل عیالہ حسناتہ یعنی اس کی نیکیوں کو اس کے عیال نے کھالیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے اہل وعیال کے حقوق دین کے تحت پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ان کو ہمارے لئے دین میں معاون اور مددگار بنائیں۔ آمین۔

الحمدللہ اس درس پر سورہ تغابن کا بیان پورا ہوگیا۔ اب ان شاءاللہ اگلی سورہ کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ التغابن کے خواص

اگر کسی ظالم و جابر حکمران وغیرہ کا خوف ہو تو اس کے پاس جانے سے پہلے سورۃ التغابن پڑھ لے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے شر سے اسے کافی ہوجائیں گے۔ (الدرر النظیم)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری بیبیوں اور اولادوں کو ہمارے لئے دین میں معاون اور مددگار بنائیں۔

یا اللہ ہم کو اور ہمارے بیوی بچوں کو سب کو اسلام اور ایمان کی سچی محبت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمارے مال واولاد کو اپنی مرضیات کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایئے اور ہر حال میں ہم کو اپنے احکام کا پابند رکھیئے۔ مال دولت کی حرص سے ہمارے قلوب کو پاک فرمایئے اور جو کچھ ہم کو عطا کیا ہے اسے اپنے رستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُورَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِثْنَا عَشَرَةَ اٰيَةً فِيْهَا رُكُوْعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ

اے پیغمبرؐ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے لگو تو اُن کو عدت سے پہلے طلاق دو

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبیؐ	اِذَا جب	طَلَّقْتُمُ تم طلاق دو	النِّسَآءَ عورتوں	فَطَلِّقُوْهُنَّ تو انہیں طلاق دو	لِعِدَّتِهِنَّ انکی عدت کے وقت		

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کے شانِ نزول کے سلسلہ میں یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بی بی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کردی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ناراض ہوئے اور حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ حیض میں طلاق دینی ناجائز ہے۔ رجعت کرلو۔ اسی سلسلہ میں سورۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور طلاق کا طریقہ تعلیم فرمایا گیا۔

نکاح وطلاق کی شرعی حیثیت اسلام میں بڑی اہمیت رکھتی ہے نکاح کو اسلام نے صرف ایک معاملہ اور معاہدہ ہی نہیں رکھا ہے بلکہ اس کو ایک گونہ عبادت کی حیثیت بخشی ہے اور چونکہ معاملہ ازدواج کی درستی پر عام نسل انسانی کی درستی موقوف ہے اس لئے قرآن کریم میں ان عائلی مسائل کو تمام دوسرے دنیوی مسائل ومعاملات سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کو بغور پڑھنے والا یہ عجیب مشاہدہ کرے گا کہ دنیا کے تمام معاشی مسائل میں سب سے اہم تجارت، شرکت اجارہ وغیرہ ہیں۔ قرآن حکیم نے ان کے تو صرف اصول بتلانے پر اکتفا فرمایا ہے۔ ان کے فروعی مسائل قرآن کریم میں شاذونادر ہیں۔ بخلاف نکاح وطلاق کے کہ ان میں صرف اصول بتلانے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان کے بیشتر فروع اور جزئیات کو بھی براہ راست حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمایا ہے۔ یہ مسائل قرآن کی اکثر سورتوں میں متفرق اور سورہ نسآء میں کچھ زیادہ تفصیل سے آئے ہیں۔ یہ سورۃ جو سورہ طلاق کے نام سے موسوم ہے اس میں خصوصیت سے طلاق وعدت وغیرہ کے احکام کا ذکر ہے۔ (معارف القرآن)

یہاں خطاب یٰاَیّھا النبی کے الفاظ سے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر خطاب ساری امت سے ہے۔ اب خطاب فرما کر حکم عام دیا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی ضرورت اور مجبوری سے اپنی عورت کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ زمانہ عدت یعنی حیض سے پہلے طہر یعنی پاکی کی حالت میں طلاق دے۔ حیض کی حالت میں طلاق نہ دے۔ طلاق سے متعلق یہ اس سورۃ کا پہلا حکم ہے اور حکمت اس حکم کی علماء نے یہ لکھی ہے کہ حیض میں عورت کی طرف دل راغب نہیں ہوتا اور وہ گندگی سے ملوث رہتی ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس نفرت طبعی نے کسی رنجش وغیرہ کو طلاق دینے پر ابھارا دیا ہو اس لئے حکم ہوا کہ طہر یعنی عورت کے پاکی کے زمانہ میں طلاق دینی چاہئے تاکہ اصلی مصلحت کا تقاضا معلوم ہو۔

اب یہاں جو یہ فرمایا گیا اذا طلقتم النسآء جب تم عورتوں کو طلاق دے دو۔ شریعت اسلامیہ نے طلاق کو مجبوری کی حالت میں روا رکھا ہے اور بجز قوی سبب کے اس کی اجازت نہیں دی اور عورتوں کی کج خلقی پر صبر و برداشت کی تاکید فرمائی۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حلال چیزوں میں زیادہ مبغوض اور زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ مطلب یہ کہ طلاق سخت حاجت کے وقت رکھی گئی ہے اور حلال ہے مگر بلا حاجت بہت بری

بات ہے اس لئے کہ نکاح تو باہم الفت ومحبت اور زوج وزوجہ کی راحت کے واسطے ہوتا ہے اور طلاق سے یہ سب باتیں جاتی رہتی ہیں۔حق تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے۔ایک دوسرے کو کلفت ہوتی ہے۔باہم عداوت ہوتی ہے۔نیز اس کی وجہ سے بیوی کے رشتہ داروں سے بھی عداوت ہوتی ہے اس لئے اسلام نے طلاق کو اسی وقت جائز رکھا ہے جبکہ نباہ کی کوئی صورت نہ ہو۔اس وقت ایک دوسرے سے علیحدگی کے لئے طلاق میں مضائقہ نہیں۔ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ نکاح کرو اور طلاق نہ دو اس لئے کہ طلاق دینے سے عرش ہلتا ہے۔(بہشتی زیور حصہ چہارم)۔قرآن وحدیث کے احکام کے ماتحت فقہا نے لکھا ہے کہ طلاق دینے کے جب کسی ضرورت سے طلاق دی جائے تین طریقے ہیں۔ایک بہت اچھا۔دوسرا اچھا۔تیسرا بدعت وحرام۔تشریح ان تینوں طریقوں کی یہ ہے کہ بہت اچھا طریقہ تو یہ ہے کہ مرد بیوی کو پاکی کے زمانہ میں یعنی ایسے وقت جس میں حیض وغیرہ سے عورت پاک ہو ایک طلاق دے مگر یہ بھی شرط ہے کہ اس تمام پاکی کے زمانہ میں صحبت نہ کی ہو اور عدت گذرنے تک پھر کوئی طلاق نہ دے۔عدت گذرنے سے خود ہی نکاح جاتا رہے گا۔ایک سے زیادہ طلاق دینے کی حاجت نہیں اس لئے کہ طلاق سخت مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے لہٰذا بقدر ضرورت کافی ہے۔بہت سی طلاقوں کی کیا حاجت ہے۔یہ تو ہوا بہت اچھا طریقہ اور دوسرے نمبر پر اچھا طریقہ یہ ہے کہ عورت کو تین پاکی کے زمانوں میں تین طلاق دے۔دو حیضوں کے درمیان جو پاکی رہتی ہے اس کو ایک زمانہ پاکی کا کہتے ہیں سو ہر پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے اور ان پاکی کے زمانوں میں بھی صحبت نہ کرے۔اور بدعت ناجائز اور حرام طریقہ وہ ہے جو ان دونوں صورتوں کے خلاف ہو مثلاً تین طلاق یکبارگی دے دے یا حیض کی حالت میں طلاق دے۔یا جس پاکی میں صحبت کی تھی اس میں طلاق دے تو اس تیسری قسم کی سب صورتوں میں گو طلاق تو واقع ہو جائے گی مگر آدمی گناہ گار ہوگا۔

یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ حکم جو دیا گیا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ عورت سے قربت اور خلوت صحیحہ ہو چکی ہو اور جس سے ایسا اتفاق نہ ہوا ہو مثلاً کسی عورت سے نکاح کر لیا مگر رخصتی کی نوبت نہ آئی یعنی خلوت یا صحبت نہیں کی ایسی عورت کو خواہ حیض کے زمانہ میں طلاق دے یا پاکی کے زمانہ میں ہر طرح درست ہے مگر ایک طلاق دے۔(بہشتی زیور حصہ ۴)

چونکہ یہاں طلاق کا ذکر آ گیا ہے اور طلاق کا مسئلہ جتنا اہم ہے اتنا ہی نازک بھی ہے۔اس لئے اگر کسی کو ایسا موقع درپیش ہو تو کسی حنفی محقق عالم اور مفتی سے رجوع کر کے حکم معلوم کر لیا جائے۔طلاق سے متعلق بعض اہم اور ضروری مسائل کہ

(۱) طلاق کتنی قسم کی ہوتی ہیں۔(۲) طلاق دینے کا اختیار کس کو ہے(۳) کن الفاظ سے طلاق پڑ جاتی ہے اور کن الفاظ سے طلاق نہیں پڑتی۔(۴) کسی شرط پر طلاق دینے کے احکام۔

(۵) رخصتی سے پہلے طلاق ہو جانے کے احکام۔

(۶) بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانے کے احکام وغیرہ وغیرہ بہشتی زیور حصہ چہارم میں یا کسی مستند فقہ کی کتاب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

الغرض طلاق سے متعلق اس ابتدائی آیت کے حصہ میں پہلا حکم بیان ہوا۔اس سلسلہ میں مزید احکام آیت کے اگلے حصہ میں بیان کئے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں شریعت کے احکام کی پابندی نصیب ہو۔ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔

یا اللہ ہمارے ملک میں بھی شرعی قوانین کے نفاذ کی صورت غیب سے ظاہر فرما دے اور غیر شرعی خصوصاً عائلی قوانین جو رائج ہیں ان کے ختم ہو جانے اور مٹ جانے کی صورت فرما دے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ

اور تم عدت کو یاد رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے ان عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں

يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۗ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ

کوئی کھلی بے حیائی کریں تو اور بات ہے، اور یہ سب خدا کے مقرر کیے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا اُس نے اپنے اوپر ظلم کیا

نَفْسَهٗ ۚ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۞ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ

تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ تعالیٰ بعد اس کے کوئی نئی بات پیدا کردے۔ پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت گذرنے کے قریب پہنچ جاویں

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۚ ذٰلِكُمْ

تو ان کو قاعدہ کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق اُن کو رہائی دو اور آپس میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو اور تم ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے گواہی دو

يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ

اس مضمون سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتا ہو،

وَاَحْصُوا اور تم شمار رکھو	الْعِدَّةَ عدت	وَاتَّقُوا اور تم ڈرو	اللّٰهَ اللہ	رَبَّكُمْ تمہارا رب	لَا تُخْرِجُوْهُنَّ تم نہ نکالو انہیں	مِنْ سے
بُيُوْتِهِنَّ ان کے گھروں	وَلَا يَخْرُجْنَ اور نہ وہ (خود) نکلیں	اِلَّآ مگر	اَنْ يَّاْتِيْنَ یہ کہ وہ کریں	بِفَاحِشَةٍ بے حیائی	مُّبَيِّنَةٍ کھلی	وَتِلْكَ اور یہ
حُدُوْدُ اللّٰهِ اللہ کی حدود	وَمَنْ اور جو	يَّتَعَدَّ آگے نکلے گا	حُدُوْدَ اللّٰهِ اللہ کی حدود	فَقَدْ ظَلَمَ تحقیق اس نے ظلم کیا	نَفْسَهٗ اپنی جان	
لَا تَدْرِيْ تمہیں خبر نہیں	لَعَلَّ اللّٰهَ ممکن ہے اللہ	يُحْدِثُ وہ پیدا کردے	بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد	اَمْرًا کوئی اور بات	فَاِذَا پھر جب	بَلَغْنَ وہ پہنچ جائیں
اَجَلَهُنَّ اپنی میعاد	فَاَمْسِكُوْهُنَّ تو ان کو روک لو	بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے	اَوْ یا	فَارِقُوْهُنَّ تم انہیں جدا کردو	بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے	
وَاَشْهِدُوْا اور تم گواہ کرلو	ذَوَيْ عَدْلٍ دو انصاف پسند	مِّنْكُمْ اپنے میں سے	وَاَقِيْمُوا اور تم قائم کرو (دو)	الشَّهَادَةَ گواہی	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	
ذٰلِكُمْ یہی ہے	يُوْعَظُ بِهٖ جس کی نصیحت کی جاتی ہے	مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ جو ایمان رکھتا ہے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کا دن		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں طلاق کے بارہ میں مزید احکام دیئے جاتے ہیں چنانچہ دوسرا حکم یہ دیا جاتا ہے کہ عدت کا شمار کرتے رہو۔ عدت یہ ہے کہ جب کسی عورت کا شوہر طلاق دے دے یا کسی اور طرح سے نکاح ٹوٹ جائے یا شوہر مر جائے تو ان سب صورتوں میں تھوڑی مدت تک عورت کو ایک گھر میں رہنا پڑتا ہے۔ جب تک یہ مدت ختم نہ ہو چکے اس وقت تک وہ عورت کہیں دوسری جگہ نہیں جاسکتی نہ کسی اور مرد سے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ عورت کے اس مقررہ مدت گذارنے کو ''عدت'' کہتے ہیں۔ اگر شوہر نے طلاق دے دی تو عورت تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر جس میں طلاق ملی ہے عدت گذارے۔ اور کسی کا شوہر مرگیا تو عدت کا زمانہ چار ۴ مہینہ دس دن ہے۔ تو یہاں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ مرد عورت دونوں کو چاہیے کہ عدت کو یاد رکھیں کہیں غفلت اور سہو کی وجہ سے کوئی بے احتیاطی اور گڑبڑ نہ ہو جائے۔ اس حکم کے بعد فرمایا واتقوا اللّٰہ ربکم اور اللہ سے

ڈرو جو تمہارا پرورش کرنے والا ہے یعنی اللہ سے ڈر کر احکام شرعیہ کی پابندی رکھنی چاہئے۔ اس کے بعد تیسرا حکم ذکر فرمایا گیا کہ ان مطلقہ عورتوں کو ایام عدت میں ان کے رہنے کے گھروں سے نہ نکالا جائے اور عورتیں خود بھی اپنی مرضی سے نہ نکلیں۔ ہاں کوئی کھلی ہوئی بدکاری۔ یا چوری یا بقول بعض مفسرین زبان درازی اور ہر وقت کا رنج و تکرار کریں تو گھر سے نکالنا جائز ہے۔ ایسے موقع پر ایک دوسرے سے رنج پیدا ہونا طبعی بات ہے اور اس سے مزید فسادات کے اندیشے ہیں جس میں ایک دوسرے پر بلا وجہ ظلم و زیادتی بھی ہو سکتی ہے اس لئے ان احکام کے استحکام کے لئے آگے فرمایا گیا کہ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود ہیں اور ان احکام میں صدہا مصلحتیں اللہ تعالیٰ نے ودیعت رکھی ہیں۔ تو جس نے اللہ کے حدود سے تجاوز کیا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ گنہگار ہوگا اور اللہ کے ہاں سزا کا مستوجب ٹھہرے گا۔ کسی کو کیا معلوم کہ ان احکام کی پابندی کے بعد خدائے تعالیٰ کیا نتیجہ دکھلاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس طلاق رجعی کے بعد اللہ کوئی اور بات پیدا کر دے اور دوبارہ میل ملاپ کی شکل پیدا ہو جائے اس لئے عدت کے اندر عورت کو گھر سے علیحدہ نہ کرنا ہی مصلحت ہے۔

آگے چوتھا حکم بیان فرمایا جاتا ہے کہ طلاق رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو مرد کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کر کے اپنے نکاح میں رہنے دے اور یا عدت ختم ہونے پر معقول طریقہ سے اس کو جدا کر دے۔ مطلب یہ کہ رکھنا ہو تب اور الگ کرنا ہو تب ہر حالت میں انسانیت اور شرافت کا برتاؤ کرے۔ یہ بات نہ کرے کہ رکھنا بھی مقصود نہ ہو اور خواہ مخواہ عدت لمبا کرنے کے لئے رجعت کر لیا کرے یا رکھنے کی صورت میں عورت کو ایذا پہنچانا اور طعن و تشنیع کرنا مقصد ہو۔ اس کے بعد پانچواں حکم دیا جاتا ہے کہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے اگر نکاح میں رکھنا چاہے تو رجعت پر دو گواہ کر لے تاکہ لوگ تہمت یا کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور آئندہ کوئی جھگڑا ہو تو اس کے فیصلہ میں سہولت ہو۔ یعنی زبان سے کہہ دے میں نے اپنی طلاق سے رجوع کر لیا اور اس پر دو گواہ بھی بنا لے۔

اس موقع پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے تحریر فرمایا ہے کہ آج کل دین سے بے پروائی اور اس کے احکام سے غفلت بری طرح عام ہوتی جا رہی ہے جاہلوں کا تو کہنا ہی کیا ہے لکھے پڑھے بھی تین طلاق سے کم کو گویا طلاق ہی نہیں سمجھتے۔ اور رات دن اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ تین طلاقیں دینے والے بعد میں پچھتاتے ہیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح بیوی ہاتھ سے نہ جائے۔ حدیث صحیحہ میں تین طلاق بیک وقت دینے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت غضبناک ہونا نقل کیا ہے اس لئے بیک وقت تین طلاق دینا با جماع امت حرام و ناجائز ہے .... مگر جس طرح تین طلاق بیک وقت دینے کے حرام ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ حرام ہونے کے باوجود کوئی شخص ایسا کر گذرے تو تینوں طلاق واقع ہو کر آئندہ آپس میں نکاح جدید بھی حلال نہیں ہوگا۔ پوری امت میں بعض غیر مقلد (جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں) اور اہل تشیع کے سوا تمام اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ اس پر متفق ہیں کہ تین طلاق بیک وقت بھی دے دی گئیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی کیونکہ کسی فعل کے حرام ہونے سے اس کے آثار کا وقوع متاثر نہیں ہوا کرتا۔ جیسے کوئی کسی کو بے گناہ قتل کر دے تو یہ فعل حرام ہونے کے باوجود مقتول تو بہر حال مر ہی جائے گا۔ اسی طرح تین طلاق بیک وقت حرام ہونے کے باوجود تینوں کا وقوع لازمی امر ہے اور صرف مذاہب اربعہ ہی کا نہیں بلکہ اس پر صحابہ کرام کا بھی اجماع حضرت فاروق اعظمؓ کے

زمانہ میں منقول و معروف ہے"۔ (معارف القرآن)

چھٹا حکم آگے گواہوں کے لئے ہے کہ گواہی کے وقت ٹیڑھی ترچھی بات نہ کریں سچی اور سیدھی بات کہنی چاہئے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب میں عورتوں پر بہت ظلم ہوتا تھا ان کو گائے بھینس جانوروں کی طرح یا نہایت مجبور اور ذلیل قیدیوں کی طرح سمجھتے تھے حتیٰ کہ جاہلیت میں بعض لوگ عورت کو ۱۰۰۔۱۰۰۰ مرتبہ طلاق دیتے تھے اور اس کے بعد بھی عورت کی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوتا تھا۔ قرآن نے جا بجا ان وحشیانہ مظالم اور بے رحمیوں کے خلاف آواز بلند کی اور نکاح و طلاق کے حقوق و حدود پر نہایت صاف روشنی ڈالی اور حکیمانہ ہدایات و نصائح فرمائیں لیکن ان زرین نصیحتوں سے نفع وہی شخص اٹھا سکتا ہے جس کو خدا پر اور یوم آخرت پر یقین ہو کیونکہ یہی یقین انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کرتا ہے اور اسی ڈر سے آدمی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ جس طرح ایک عورت ہمارے قبضہ اور اقتدار میں آ گئی ہے۔ ہم سب بھی کسی قہار ہستی کے قبضہ اقتدار میں ہیں۔ یہی ایک خیال ہے جو آدمی کو ظلم و تعدی سے ہر حال میں روک سکتا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارتا ہے۔ اسی لئے اس سورۃ میں خصوصی طور پر تقویٰ یعنی خدا سے ڈرنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔

اب چونکہ یہاں تقویٰ یعنی خوف خداوندی کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے تقویٰ کی متعدد فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ شریعت کے احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے تمام احکام کی تقویٰ اور خوف خداوندی کے باعث ہم کو پابندی نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو زندگی کے ہر معاملہ میں حدود اللہ کی حفاظت کی توفیق عطا فرمانے اور تقویٰ و پرہیز گاری کی دولت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آپ نے اپنے کلام میں صاف فرما دیا ہے کہ جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہے۔

یا اللہ اس میں کیا شک وشبہ ہے کہ اس وقت ہم نے احکام خداوندی سے نہ صرف تجاوز بلکہ انحراف اور بغاوت تک برت رکھی ہے اور اس طرح ہم نے اپنے اوپر ظلم عظیم کر رکھا ہے۔

یا اللہ! ہماری آنکھیں اب دین کی طرف سے کھول دے اور ہمیں اپنے اوپر ظلم کرنے کا احساس عطا فرما کر اپنی طرف رجوع ہونے کی ہدایت اور توفیق نصیب فرما دے۔ اور ظاہر میں و باطن میں شریعت اسلامیہ کی پابندی ہر معاملہ میں نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝ وَالّٰٓئِیْ

توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا ایک انداز مقرر کر رکھا ہے۔ اور تمہاری بیبیوں

يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ

میں سے جو عورتیں حیض آنے سے ناامید ہوچکی ہیں اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض نہیں آیا۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ

اور حاملہ عورتوں کی عدت اُن کے اس حمل کا پیدا ہوجانا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے

يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝

جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کردے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا۔

وَمَنْ اور جو	يَتَّقِ اللّٰهَ وہ اللہ سے ڈرتا ہے	يَجْعَلْ لَّهٗ وہ اس کیلئے نکال دیتا ہے	مَخْرَجًا نجات کی راہ	وَيَرْزُقْهُ اور وہ اسے رزق دیتا ہے			
مِنْ حَيْثُ جہاں سے	لَا يَحْتَسِبُ اسے گمان نہیں ہوتا	وَمَنْ اور جو	يَتَوَكَّلْ وہ بھروسہ کرتا ہے	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	فَهُوَ تو وہ	حَسْبُهٗ اس کیلئے کافی ہے	
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	بَالِغُ پہنچنے (پورا کرنے) والا	اَمْرِهٖ اپنا کام	قَدْ جَعَلَ بیشک کررکھا ہے	اللّٰهُ اللہ	لِكُلِّ شَیْءٍ ہر بات کیلئے	قَدْرًا اندازہ	
وَالّٰٓئِیْ اور جو عورتیں	يَئِسْنَ ناامید ہوگئی ہوں	مِنَ سے	الْمَحِيْضِ حیض	مِنْ سے	نِسَآئِكُمْ تمہاری بیبیاں	اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمہیں شبہ ہو	
فَعِدَّتُهُنَّ تو ان کی عدت	ثَلٰثَةُ تین	اَشْهُرٍ مہینے	وَّالّٰٓئِیْ اور جو	لَمْ يَحِضْنَ انہیں حیض نہیں آیا	وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اور حمل والیاں		
اَجَلُهُنَّ ان کی عدت	اَنْ يَّضَعْنَ کہ وضع ہوجائیں	حَمْلَهُنَّ ان کے حمل	وَمَنْ اور جو	يَتَّقِ اللّٰهَ اللہ سے ڈریگا	يَجْعَلْ وہ کردے گا		
لَّهٗ اس کیلئے	مِنْ اَمْرِهٖ اس کے کام میں	يُسْرًا آسانی	ذٰلِكَ یہ	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کے حکم	اَنْزَلَهٗ اس نے یہ اتارا ہے	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	
وَمَنْ اور جو	يَتَّقِ اللّٰهَ اللہ سے ڈرے گا	يُكَفِّرْ وہ دور کردے گا	عَنْهُ اس سے	سَيِّاٰتِهٖ اسکی برائیاں	وَيُعْظِمْ اور بڑا دے گا	لَهٗ اس کو	اَجْرًا اجر

تفسیر وتشریح: اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اس سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ بے قیاس وگمان روزی ملتی ہے۔ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جنت ہاتھ آتی ہے۔ اجر بڑھتا ہے۔ اور ایک عجیب قلبی اطمینان وسکون نصیب ہوتا ہے جس کے بعد کوئی سختی سختی نہیں رہتی اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں۔ نیز بتلایا گیا کہ ایک شعبہ اس تقویٰ کا توکل یعنی اللہ پر

بھروسہ رکھنا ہے لہٰذا اللہ پر بھروسہ رکھو۔ محض اسباب پر تکیہ مت کرو۔ اللہ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں۔ جو کام اسے کرنا منظور ہوتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اسباب بھی اسی کی مشیت کے تابع ہیں۔ ہاں ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ ہے اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے اس لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہئے۔

توکل کی فضیلت اور برکت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے کہ اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ اس طرح رزق دیتا جیسے پرندے جانوروں کو دیتا ہے کہ صبح کو اپنے گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس ہوتے ہیں۔ توکل کے معنی یہ نہیں کہ اللہ کے پیدا کیئے ہوئے اسباب و آلات کو چھوڑ دے بلکہ مراد یہ ہے کہ اسباب عادیہ اختیار یہ کو ضرور اختیار کرے مگر بھروسہ اور اعتماد اسباب پر کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ پر کرے کہ جب تک اس کی مشیت اور ارادہ نہ ہو جائے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ الغرض تقوی و توکل کے فضائل و برکات بیان کرنے کے بعد پھر اصل مضمون یعنی احکام بسلسلہ طلاق کی طرف عود فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مطلقہ کی عدت قرآن نے جیسا سورہ بقرہ میں فرمایا گیا تین حیض بتلائی۔ لیکن اگر کسی عورت کو کم عمری کی وجہ سے حیض نہیں آیا یا زیادہ عمر کی وجہ سے حیض آنا موقوف ہو گیا تو اس صورت میں عدت تین ماہ کی ہوگی۔ اور اگر عورت حاملہ ہے تو ایسی عورت کی عدت وضع حمل تک ہے۔ خواہ ایک منٹ کے بعد ہی وضع حمل ہو جائے یا کتنی ہی طویل مدت کے بعد ہو۔ اور وضع حمل خواہ کامل ہو یا ناقص بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو گو ایک انگلی ہی سہی۔ تو حاملہ کی عدت خواہ طلاق کی وجہ سے ہو یا شوہر کی موت کی وجہ سے ہو ہر حالت میں وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونے تک ہے۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو عدت ختم ہو گئی۔ اس حکم کے بعد پھر تقویٰ کا مضمون دہرایا گیا ہے تا کہ پڑھنے والا بار بار متنبہ ہو اور ان احکام کی تاکید بھی ظاہر ہو چنانچہ بتلایا گیا کہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کر دے گا۔ پھر تاکید امتثال احکام کے لئے ارشاد ہے کہ یہ جو کچھ حکم ہوا یہ اللہ نے تمہارے لئے نازل فرمایا ہے لہٰذا اللہ سے ڈرو اور اس پر عمل کرو اور جو شخص ان معاملات میں بھی اور دوسرے امور میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس سے دور کر دے گا اور اس کو اجر عظیم عنایت فرمائے گا۔

ان آیات مبارکہ کے نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابی عوف بن مالک اشجعیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لڑکے سالم کو دشمن گرفتار کر کے لئے گئے۔ اس کی والدہ سخت پریشان ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو اور لڑکے کی والدہ کو حکم دیتا ہوں کہ تم کثرت کے ساتھ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان صحابی اور ان کی بیوی کو جب لڑکے کی مفارقت نے زیادہ بے چین کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ الغرض دونوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور کثرت سے کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا اثر یہ دکھلایا کہ جن دشمنوں نے لڑکے کو قید کر رکھا تھا وہ کسی روز ذرا غافل ہوئے اور لڑکا کسی طرح ان کی قید سے نکل گیا اور ان کی کچھ بکریاں ہنکا کر ساتھ لے کر اپنے والد کے پاس پہنچ گیا اور بعض روایت میں ہے کہ ان کا ایک اونٹ لڑکے کو مل گیا اس پر سوار ہو کر دوسرے اونٹوں کو ساتھ لگایا اور سب کو لے کر والد کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے والد یہ خبر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ سوال بھی کیا کہ یہ اونٹ بکریاں جو میرا لڑکا ساتھ لے آیا ہے۔ یہ ہمارے لئے جائز و حلال ہیں یا نہیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ فقہا نے اس حدیث سے یہ مسئلہ استنباط کیا کہ کوئی مسلمان کفار کی قید میں آ جائے اور وہ ان کا کچھ مال لے کر واپس ان کی قید سے آ جائے تو یہ مال بحکم مال غنیمت حلال ہے اور مال غنیمت کے تمام قاعدہ کے مطابق اس کا پانچواں حصہ بیت المال کو دینا بھی اس کے ذمہ نہیں جیسا کہ واقعہ حدیث میں اس مال میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نہیں لیا گیا۔

اس واقعہ مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عوف بن مالکؓ کو اس لڑکے کو قید کی مصیبت سے نجات اور حصول مقصد کے لئے یہ تلقین فرمائی تھی کہ کثرت کے ساتھ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کریں۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دینی اور دنیاوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے اور منافع و مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کلمہ کی کثرت بہت مجرب عمل ہے اور اس کثرت کی مقدار حضرت مجدد صاحبؒ نے یہ بتلائی ہے کہ روزانہ ۵۰۰ مرتبہ یہ کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے اور سو ۱۰۰ سو ۱۰۰ مرتبہ درود شریف اس کے اوّل و آخر میں پڑھ کر اپنے مقصد کے لئے دعاء کیا کرے۔ (تفسیر مظہری)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کلمہ مبارکہ کے ورد کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آگے مزید احکام مطلقہ کے نان نفقہ کے متعلق بتلائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ

تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کیلئے تکلیف مت پہنچاؤ

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ

اور اگر وہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو خرچ دو پھر اگر وہ عورتیں تمہارے لئے دودھ پلاویں

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ ⑥

تو تم ان کو اجرت دو، اور باہم مناسب طور پر مشورہ کرلیا کرو اور اگر تم باہم کش مکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلاوے گی۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ

وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہئے، اور جس کی آمدنی کم ہو تو اس کو چاہیئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے،

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ⑦

خداتعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے، خداتعالیٰ تنگی کے بعد جلدی فراغت بھی دے گا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ تم انہیں رکھو	مِنْ حَيْثُ جہاں	سَكَنْتُمْ تم رہتے ہو	مِنْ وُّجْدِكُمْ اپنی استطاعت کے مطابق	وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ اور تم انہیں ضرر نہ پہنچاؤ		
لِتُضَيِّقُوْا کہ تم تنگی کرو	عَلَيْهِنَّ انہیں	وَاِنْ اور اگر	كُنَّ وہ ہوں	اُولَاتِ حَمْلٍ حمل والیاں (حمل سے)	فَاَنْفِقُوْا تو خرچ کرو تم	عَلَيْهِنَّ ان پر
حَتّٰى يَضَعْنَ یہاں تک کہ وضع ہو جائیں	حَمْلَهُنَّ ان کے حمل	فَاِنْ پھر اگر	اَرْضَعْنَ وہ دودھ پلائیں	لَكُمْ تمہارے لئے	فَاٰتُوْهُنَّ تو تم انہیں دو	
اُجُوْرَهُنَّ ان کی اجرت	وَاْتَمِرُوْا اور تم باہم مشورہ کرلیا کرو	بَيْنَكُمْ آپس	بِمَعْرُوْفٍ معقول طریقے سے	وَاِنْ اور اگر	تَعَاسَرْتُمْ تم باہم کشمکش کروگے	
فَسَتُرْضِعُ تو دودھ پلادے گی	لَهٗ اس کو	اُخْرٰى کوئی دوسری	لِيُنْفِقْ چاہیے کہ خرچ کرے	ذُوْ سَعَةٍ وسعت والا	مِّنْ سے۔ مطابق	
سَعَتِهٖ اپنی وسعت	وَمَنْ اور جو	قُدِرَ تنگ کردیا گیا	عَلَيْهِ اس پر	رِزْقُهٗ اس کا رزق	فَلْيُنْفِقْ تو اسے خرچ کرنا چاہئے	مِمَّا اس میں سے جو
اٰتٰىهُ اللّٰهُ اسے اللہ نے دیا	لَا يُكَلِّفُ وہ تکلیف نہیں دیتا	اَللّٰهُ اللہ	نَفْسًا کسی کو	اِلَّا مگر	مَاۤ اٰتٰىهَا جس قدر اس نے اسے دیا	سَيَجْعَلُ وہ جلد کریگا
اَللّٰهُ اللہ	بَعْدَ عُسْرٍ تنگی کے بدلہ	يُسْرًا آسانی				

تفسیر و تشریح: ان آیات میں مطلقہ کے عدت کے زمانہ کے نان نفقہ کا بیان فرمایا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مرد کے ذمہ ضروری ہے کہ مطلقہ کو عدت تک رہنے کے لئے مکان دے۔ اور جب مکان رہنے کے لئے دینا واجب ہے تو نفقہ یعنی کھانا کپڑا بھی اس زمانہ کا مرد کے ذمہ ہونا چاہئے کیونکہ عورت اتنے دنوں تک یعنی عدت کے معینہ زمانہ میں مرد ہی کی وجہ سے مقید اور محبوس رہے گی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خواہ طلاق رجعی عدت کے زمانہ میں مکان کے ساتھ مطلقہ کے لئے نفقہ بھی ضروری ہے۔ الغرض یہاں مطلقہ عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان عدت کے زمانہ تک کے لئے دینا واجب ٹھہرا اس میں تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ بعض احادیث کی بنا پر حنفیہ کے ہاں مکان کے ساتھ نفقہ بھی ہر

قسم کی مطلقہ کو عدت کے زمانہ کا واجب اور ضروری ہے تو شروع سورۃ میں حکم ہوا تھا کہ مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو ۔ یہاں اسی حکم کا ایجابی پہلو ذکر فرمایا گیا کہ مطلقہ عورتوں کو عدت پوری ہونے تک اپنی وسعت وقدرت کے مطابق رہنے کا مکان دو یعنی جہاں تم خود رہتے ہو اسی مکان کے کسی حصہ میں مطلقہ کو رہنے دو۔ یہاں فقہا نے یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ اگر مطلقہ کو طلاق رجعی دی گئی ہے جس میں مرد کو رجعت کرنے کا حق حاصل ہے جب تو میاں بیوی میں باہم کسی پردہ کی بھی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر طلاق بائن دی ہے یا تین طلاق دے دی ہیں تو اب رشتہ نکاح ٹوٹ چکا ہے۔ وہ عورت اب اس مرد کے لئے حرام ہوگئی اس صورت میں سابق شوہر سے پردہ کرنا چاہئے ۔ اس لئے ایسی مطلقہ کے لئے پردہ کے ساتھ اسی مکان میں رہنے کا انتظام کیا جائے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مطلقہ پر تنگی کر کے ضرر پہنچانے سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ مطلقہ عورت کو تکلیف پہنچا کر اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مجبور ہو کر مکان سے نکلنے پر آمادہ ہو جائے اور اگر مطلقہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک گو وہ کیسی ہی طویل مدت ہو اس کو نفقہ دینا ہوگا۔ یہ احکام تو عدت کے متعلق تھے پھر اگر عدت کے بعد وہ مطلقہ عورتیں جبکہ پہلے سے بچہ والی ہوں یا بچہ ہی پیدا ہونے سے ان کی عدت ختم ہوئی ہو تو اگر مرد کی خاطر بچہ کو دودھ پلائے تو جو اجرت کسی دوسری انا کو دیتے وہ اس مطلقہ عورت کو دی جائے اور معقول طریقہ سے دستور کے موافق باہم مشورہ کر کے مقرر کر لیں۔ خواہ مخواہ ضد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ یہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے۔ یہ مرد اس کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے پلوائے۔ اور اگر آپس کی ضد اور تکرار سے عورت دودھ پلانے پر راضی نہ ہو تو کچھ اس پر موقوف نہیں کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی مل جائے گی اور اگر مرد خواہ مخواہ بچہ کو اس کی ماں سے دودھ پلوانا نہیں چاہتا تو بہر حال کوئی دوسری عورت دودھ پلانے کو آئے گی آخر اس کو

بھی کچھ دینا پڑے گا۔ پھر وہ بچہ کی ماں ہی کو کیوں نہ دے۔ تو جب تک شوہر کے نکاح میں ہے اس وقت تک تو بچوں کو دودھ پلانا خود ماں کے ذمہ بحکم قرآن واجب ہے لیکن جب مطلقہ کی عدت وضع حمل سے ختم ہوگئی اور عورت آزاد ہوگئی تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہ رہا۔ اب اگر یہ عورت اس بچہ کو دودھ پلائے تو اس کا تو یہاں آیت میں معاوضہ یا اجرت لینے دینے کو جائز قرار دیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت زوجین کو دی گئی کہ بچہ کو دودھ پلانے کے معاملہ میں کسی نزاع او جھگڑے کی نوبت نہ آنے دیں۔ یہ مطلقہ بیوی عام اجرت سے زیادہ مانگے۔ اور نہ شوہر عام اجرت کے مطابق دینے سے انکار کرے۔ ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کا معاملہ کریں۔

آگے بتلایا گیا کہ ایسے بچہ کی تربیت و پرورش کا خرچ باپ پر ہے ۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت کو اپنی حیثیت کے موافق خرچ کرنا چاہئے۔ اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو محض نپی تلی روزی اللہ نے دی ہو تو وہ اسی میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ جب تنگی کی حالت میں اس کے حکم کے موافق خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دے گا۔

اب غور کیجئے کہ یہ خدائی احکام ہیں اور ان میں کس طرح ہر حالت کی رعایت فرمائی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر اسلام اور ایمان کا دعویٰ کرنے والی قوم کی بدنصیبی کیا ہوگی کہ ان خدائی احکام کے مقابلہ میں یہود ونصاریٰ بے دینوں کے وضع کردہ عائلی قوانین کو اپنایا جائے اور ان احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈال دیا جائے

اس لئے اہل ایمان کو ڈرایا گیا کہ عقلمند ایمانداروں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ ہم سے کوئی ایسی بے اعتدالی نہ ہو جائے کہ خدا کی پکڑ میں آ جائیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا 2

اور بہت سی بستیاں تھیں جنھوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی سو ہم نے اُن کا سخت حساب کیا، اور ہم نے اُن کو

عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿۹﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ

بڑی بھاری سزا دی۔ غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے

عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ

ایک سخت عذاب تیار کررکھا ہے، تو اے سمجھ دارو جو کہ ایمان لائے ہو تم خدا سے ڈرو خدا نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا۔

ذِكْرًا ﴿۱۰﴾ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ایک ایسے رسول جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو جو ایمان لاویں اور اچھے عمل کریں

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

تاریکیوں سے نور کی طرف لے آویں، اور جو شخص اللہ پر ایمان لاوے گا اور اچھے عمل کریگا خدا اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے، بے شک اللہ نے اچھی روزی دی۔ اللہ ایسا ہے جس نے سات

سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ

آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی ان سب میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم کو معلوم ہوجاوے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے

وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

وَكَاَيِّنْ اور کئی	مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں	عَتَتْ انہوں نے سرکشی کی	عَنْ سے	اَمْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم	وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں		
فَحَاسَبْنٰهَا تو ہم نے ان کا حساب لیا	حِسَابًا حساب	شَدِيْدًا سختی سے	وَعَذَّبْنٰهَا اور ہم نے انہیں عذاب دیا	عَذَابًا عذاب	نُّكْرًا بہت بڑا		
فَذَاقَتْ پھر انہوں نے چکھا	وَبَالَ وبال	اَمْرِهَا اپنا کام	وَكَانَ اور ہوا	عَاقِبَةُ انجام	اَمْرِهَا ان کا کام	خُسْرًا خسارا	اَعَدَّ اللّٰهُ اللہ نے تیار کیا ہے
لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابًا عذاب	شَدِيْدًا سخت	فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم ڈرو اللہ سے	يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اے عقل والو	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو		
قَدْ اَنْزَلَ تحقیق نازل کی	اللّٰهُ اللہ	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	ذِكْرًا نصیحت (کتاب)	رَسُوْلًا اور رسول	يَّتْلُوْا وہ پڑھتا ہے	عَلَيْكُمْ تم پر	
اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتیں	مُبَيِّنٰتٍ روشن	لِّيُخْرِجَ تاکہ وہ نکالے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے			
مِنَ الظُّلُمٰتِ تاریکیوں سے	اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف	وَمَنْ اور جو	يُّؤْمِنْ ایمان لائے گا	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَيَعْمَلْ اور وہ عمل کریگا	صَالِحًا اچھے	

يُدْخِلْهُ وہ اسے داخل کریگا	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَآ ان میں	
اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ	قَدْ اَحْسَنَ بیشک بہت اچھی رکھی	اللّٰهُ اللہ	لَهٗ اس کیلئے	رِزْقًا روزی	اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ وہ جس نے	خَلَقَ پیدا کئے	سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان
وَ اور	مِنَ الْاَرْضِ زمین سے بھی	مِثْلَهُنَّ ان کی طرح	يَتَنَزَّلُ اترتا ہے	الْاَمْرُ حکم	بَيْنَهُنَّ ان کے درمیان	لِتَعْلَمُوْٓا تاکہ وہ جان لیں	
اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر	قَدِيْرٌ قدرت رکھتا ہے	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	قَدْ اَحَاطَ احاطہ کیا ہوا ہے	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے	عِلْمًا علم سے

تفسیر و تشریح: سابقہ آیات احکام بیان فرما کر ان جملہ احکام الٰہیہ و نیز دوسرے احکام شرعیہ کی پوری پابندی کی تاکید اس طرح فرمائی جاتی ہے کہ اگر تم ان احکام کی خلاف ورزی کرو گے یا ان سے تجاوز کرو گے یا ان کی نافرمانی کرو گے تو یاد رکھو کہ پہلے کتنی ہی قومیں اور بستیاں اللہ و رسول کی نافرمانی کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ جس وقت انہوں نے احکام خداوندی سے تکبر برتا اور حد سے نکل گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو سختی کے ساتھ پکڑ لیا اور ان کو ایسی آفت و سزا میں پھنسایا جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ آخر انہوں نے اپنی بداعمالیوں کی سزا چکھی اور عمر بھر جو سودا کیا تھا اس میں سخت خسارہ اٹھایا اور جو پونجی تھی سب کھو کر رہے۔ اللہ کے احکام سے انحراف اور اس کے قوانین سے سرتابی کر کے مجرموں نے یہ نتیجہ تباہی و خسران تو دنیا میں دیکھا اور اس کے علاوہ آخرت کا عذاب اور وہاں کی سزا بھی ان کے لئے تیار ہے تو گویا دونوں جہان میں اللہ کی نافرمانی کا وبال نافرمانی کرنے والوں نے دنیا میں بھی چکھا۔ اور آخرت میں اور بھگتیں گے یہ جتلا کر عقلمند ایمانداروں کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو تمہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ہم سے کوئی نافرمانی یا کوئی بے اعتدالی ایسی نہ ہو جائے کہ خدا کی پکڑ میں آ جائیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ یعنی قرآن کریم بھیجا اور ایک ایسے رسول کے ذریعہ بھیجا کہ جو اللہ کے صاف صاف احکام سناتے ہیں تاکہ لوگ کفر و جہل کی اندھیریوں سے نکل کر ایمان اور علم و عمل کے اجالے میں آ دیں۔

آگے ایمان اور عمل صالح پر وعدہ ہے کہ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے گا اور اس کی ذات و صفات کے متعلق عقیدہ درست کرے گا اور پھر اچھے کام بھی کرے گا جن کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے تو عالم آخرت میں اس کو ایسے جنت کے باغات میں داخل کیا جائے گا جہاں نہریں بہتی ہوں گی اور جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا۔ تو ایسے لوگوں کے نصیب کھل گئے اور اللہ نے انہیں بہت اچھا انعام دیا یعنی بہشت کی روزی اور راحتیں۔ آگے خاتمہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ کا واجب الاطاعت ہونا بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ جس نے سات آسمان پیدا کئے اور اسی طرح سات زمینیں پیدا کیں۔ اور ان آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے رہتے ہیں اور یہ سب اس لئے بتلایا گیا تاکہ تم کو معلوم ہو کہ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے اور کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی اور مخالفت سے ڈرو۔

اب غور کیجئے کہ اس سے زیادہ واضح اور صاف ہدایات اللہ تعالیٰ کی ہر طرح کی نافرمانی سے بچئے اور ایمان و عمل صالح اختیار کرنے کی اور کیا ہو سکتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی' اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور اللہ کی کتاب کی اطاعت کی ترغیب اور اس سے بڑھ کر کس طرح دی جا سکتی ہے؟ اب اس پر بھی اسلام و ایمان کا دعویٰ کرنے والے اگر جان بوجھ کر قصداً احکام الٰہیہ سے انحراف اور روگردانی کریں اور نہ صرف انحراف و روگردانی بلکہ تحقیر و استہزا کے ساتھ پیش آئیں اور پھر ان کا حساب سخت ہو اور دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ان کے حصہ میں ان کے اعمال کے وبال میں ان کو دیکھنا نصیب ہو تو ان قرآنی آیات کے مطابق

اس میں کیا تعجب ہے؟

نیز ان آیات میں اور قرآن کریم میں جہاں کہیں ایمان والوں کو بشارت اور نعمائے آخرت اور دخول جنت کی خوشخبری دی گئی ہے وہاں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی شرط ضرور لگی ہوئی ہے۔ اور درحقیقت ایمان کامل بغیر اعمال صالحہ کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق بھی ہم کو عطا فرمائیں۔

یہاں آخری آیت اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلھن اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور آسمانوں کی طرح زمین بھی سات پیدا کیں تو اس سے اتنی بات تو واضح طور پر ثابت ہے کہ جس طرح آسمان سات ہیں ایسی ہی زمینیں بھی سات ہیں۔ باقی یہ بات کہ یہ سات زمینیں کہاں کہاں ہیں۔ کس وضع اور صورت میں ہیں ان میں کوئی مخلوق آباد ہے یا نہیں تو قرآن کریم نے اس کی کوئی خبر نہیں دی نہ ہماری کوئی دینی یا دنیوی ضرورت اس کی تحقیق پر موقوف ہے نہ ہم سے قبر میں یا حشر میں اس کا سوال ہوگا اس لئے علمائے محققین نے لکھا ہے کہ سلامتی کی صورت بس یہی ہے کہ اس پر ایمان لائیں اور یقین کریں کہ زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات ہی ہیں اور سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا ہے۔ حضرات سلف صالحین کا ایسی صورت میں یہی طرز عمل رہا ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہے تم بھی اسے مبہم رہنے دو جبکہ اس میں تمہارے لئے کوئی عملی حکم نہیں اور تمہاری کوئی دینی یا دنیوی ضرورت اس سے متعلق نہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ان سات زمینوں میں احتمال ہے کہ نظر نہ آتی ہوں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ نظر آتی ہوں اور اس دنیا والے ان کو کواکب سمجھتے ہوں۔ جیسا کہ مریخ کی نسبت بعض کا گمان ہے کہ اس میں پہاڑ دریا وغیرہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

الحمدللہ اس درس پر سورہ طلاق مدنی کا بیان ختم ہوگیا۔ آئندہ درس میں ان شاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ الطلاق کے خواص

۱..... اگر سورۃ الطلاق لکھ کر پانی سے دھولیا جائے اور کسی آباد گھر کے دروازے پر وہ پانی چھڑک دیا جائے تو اس گھر میں جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ طلاق و فراق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

۲..... اور اگر سورۃ الطلاق لکھ کر پانی سے دھولیا جائے اور وہ پانی کسی جگہ میں چھڑک دیا جائے تو وہ جگہ کبھی آباد نہیں ہوگی ہمیشہ ویران ہی رہے گی۔

ومن قدر علیه رزقه ..... مکمل آیت

جس آدمی پر روزی تنگ ہوگئی ہو تو وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرلے اور نیکی و فرمانبرداری کا پختہ ارادہ کرلے اور پھر جمعہ کی رات میں سحری کے وقت اٹھ کر سو بار استغفار پڑھے اور یہی آیت پڑھتا ہوا سو جائے تو اسے اس تنگی سے نکلنے کا راستہ معلوم ہو جائے گا اور رزق کا دروازہ کھل جائے گا۔ الدررالنظیم

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہم کو ایمان و اسلام عطا فرمایا۔ قرآن کریم جیسی نصیحت کی کتاب عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچا لیجئے اور جو گذشتہ زندگی میں ہم سے تقصیرات ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے اور دین دنیا دونوں جہاں میں ہم کو کامیابی و کامرانی نصیب فرمایئے اور ذلت و ناکامی اور خسران سے بچا لیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً فِيْهَا رُكُوْعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱﴾

اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کیلئے حلال کیا ہے آپ اس کو کیوں حرام فرماتے ہیں۔ اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے، اور اللہ تمہارا کارساز ہے۔ اور وہ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	لِمَ تُحَرِّمُ تم کیوں حرام ٹھہراتے ہو!	مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ جو اللہ نے حلال کیا	لَكَ تمہارے لئے	تَبْتَغِيْ چاہتے ہوئے			
مَرْضَاتَ خوشنودی	اَزْوَاجِكَ اپنی بیبیوں	وَاللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ مہربان	قَدْ فَرَضَ تحقیق مقرر کردیا	اللّٰهُ اللہ	لَكُمْ تمہارے لئے
تَحِلَّةَ کھولنا (کفارہ)	اَيْمَانِكُمْ تمہاری قسمیں	وَاللّٰهُ اور اللہ	مَوْلٰىكُمْ تمہارا کارساز	وَهُوَ اور وہ	الْعَلِيْمُ جاننے والا	الْحَكِيْمُ حکمت والا	

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتدا ہی میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلال چیز کے استعمال سے قسم کھا کر اس چیز کو اپنے اوپر حرام فرما لیا تھا۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام تحریم معین ہوا۔ تحریم کے لفظی معنی ہیں حرام کر دینا۔ یہ سورۃ بھی مدنی ہے اور اس کے شان نزول کے سلسلہ میں متعدد روایات نقل کی گئی ہیں۔ چنانچہ سب سے مشہور روایت جو اکثر مفسرین نے اختیار کی ہے وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف تھا کہ بعد نماز عصر کھڑے کھڑے ازواج مطہرات کے پاس تشریف لاتے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے ہاں معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد نوش فرمایا۔ پھر کئی روز یہ معمول رہا تو مجھ کو رشک آیا۔ میں نے حفصہ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس تشریف لائیں وہ یوں کہے کہ کیا آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ مغافیر ایک گوندکی قسم سے ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے فرمایا میں نے تو شہد پیا ہے۔ اس پر کہا گیا کہ شاید کوئی شہد کی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھ گئی ہوگی اور اس کا عرق چوس لیا ہوگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سے بڑی کراہت اور نفرت تھی۔ آپ نے بقسم فرمایا کہ میں پھر شہد نہ پیوں گا۔ نیز یہ خیال فرما کر کہ زینب کو اس کی اطلاع ہوگی تو خواہ مخواہ رنجیدہ و دلگیر ہوں گی اس لئے حضرت حفصہ کو منع کر دیا کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ کرنا۔ مگر حضرت حفصہ نے اطلاع چپکے سے حضرت عائشہ کو کردی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اور کسی سے نہ کہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا۔ آپ نے حضرت حفصہ کو جتلایا کہ تم نے فلاں بات کی اطلاع عائشہ کو کردی حالانکہ منع کر دیا گیا تھا وہ متعجب ہو کر کہنے لگیں کہ آپ سے کس نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی۔ اور ابھی کئی روایات شان نزول کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس شے کو جس کو آپ کے لئے خدا نے حلال کیا ہے آپ قسم کھا کر اس کو اپنے لئے کیوں حرام فرماتے ہیں

اور وہ بھی اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔ اب یا تو اس میں شہد والے مذکورہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے یا اور کسی واقعہ کی طرف الحاصل ہدایت یہ فرمائی گئی کہ آپ ایسا نہ کیجئے کہ حلال شے کو اپنے اوپر حرام ٹھہرایا جائے۔ اور یہاں حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدۃ حلال ومباح سمجھتے ہوئے آپ نے جو عہد کرلیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کروں گا۔ ایسا کرنا اگر کسی مصلحت صحیحہ کی بنا پر ہو تو شرعاً جائز تو ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے لئے اس کا اسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے حق میں تنگی کا موجب ہو۔ اس لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ ازواج کے ساتھ بیشک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے مگر اس حد تک ضروری نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرکے تکلیف اٹھائیں۔ آگے واللہ غفور رحیم فرما کر یہ ظاہر کردیا گیا کہ یہ خلاف اولیٰ بات بھی آپ کی معاف کردی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ میں تو قسم کھا چکا ہوں پھر میں کیسے اس کام کو کروں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے اپنی قسموں کو توڑنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے اور وہ کفارہ کی ادائیگی ہے پس اس طریق سے اپنی قسم کو توڑ ڈالیں اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے۔ اس مالک نے اپنے علم وحکمت سے اپنے بندوں کے لئے مناسب احکام وہدایات بھیجے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی نامناسب بات پر قسم کھا لے تو کفارہ دے کر اپنی قسم کھول سکتا ہے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ آپ نے کفارہ میں ایک غلام آزاد فرمایا۔ قسم کے کفارہ کا ذکر ساتویں پارہ سورہ مائدہ میں آچکا ہے۔

اب آگے دوسرے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی زوجہ مطہرہ سے کوئی راز کی بات کہی تھی اور وہ انہوں نے کسی دوسری زوجہ مطہرہ سے ظاہر کردی تھی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ظاہر میں و باطن میں شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرمادیں۔ اور جملہ احکام قرآنیہ کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اور اس میں جو کوتاہی ہم سے اس وقت تک ہوچکی ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنی شان غفور الرحیمی سے معاف فرمادیں۔ اور ہم کو اپنے نبی پاکؐ کے اسوہ حسنہ پر چلنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ نے اپنی رحمت سے ہمارے لئے جو احکام وہدایات دی ہیں ان ہی کے اتباع میں ہماری دین دنیا کی بہتری اور صلاح وفلاح ہے۔

یا اللہ ہمیں توفیق عطا فرما کر ہم آپ کے احکام کے مطیع وفرمانبردار بن جائیں۔ اور اس طرح آپ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرسکیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ

اور جب کہ پیغمبرؐ نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات بتلادی اور پیغمبرؐ کو اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر کردی

عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ

تو پیغمبرؐ نے تھوڑی سی بات تو جتلادی اور تھوڑی بات کو ٹال گئے، سو جب پیغمبرؐ نے اس بی بی کو وہ بات جتلائی تو وہ کہنے لگیں کہ آپ کو کس نے خبر کردی آپ نے فرمایا

نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا

مجھ کو بڑے جاننے والے بڑی خبر رکھنے والے نے خبر کردی۔ اے دونوں بیبیو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو بہتر ہے ورنہ تمہارے دل تو مائل ہی ہو گئے، اور اگر پیغمبرؐ کے مقابلہ میں

عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ

تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو پیغمبرؐ کا رفیق اللہ ہے اور جبریلؑ ہیں اور نیک مسلمان ہیں، اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں۔

ظَهِیْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ

اگر پیغمبرؐ تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دیگا جو اسلام والیاں ایمان والیاں

قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝

فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں ہوں گی۔ کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

وَاِذْ اور جب	اَسَرَّ النَّبِیُّ نبی نے راز کی بات کہی	اِلٰی تک - سے	بَعْضِ بعض ایک	اَزْوَاجِهٖ اپنی بی بی	حَدِیْثًا ایک بات	فَلَمَّا پھر جب
نَبَّاَتْ اس نے خبر کردی	وَاَظْهَرَهُ اور اسکو ظاہر کردیا	اللّٰهُ اللہ	عَلَیْهِ اس پر	عَرَّفَ اس (نبی) نے خبردی	بَعْضَهٗ اس کی کچھ	وَاَعْرَضَ اور اعراض کیا
عَنْۢ بَعْضٍ بعض سے	فَلَمَّا پھر جب	نَبَّاَهَا اس (عورت) کو جتلائی	بِهٖ وہ بات	قَالَتْ وہ بولی	مَنْ اَنْۢبَاَكَ کس نے آپ کو خبر دی	
هٰذَا اس	قَالَ فرمایا	نَبَّاَنِیَ مجھے خبر دی	الْعَلِیْمُ علم والا	الْخَبِیْرُ خبر رکھنے والا	اِنْ تَتُوْبَآ اگر تم دونوں توبہ کرو	اِلَى اللّٰهِ اللہ کے سامنے
فَقَدْ صَغَتْ تو یقینا کج ہوگئے	قُلُوْبُكُمَا تمہارے دل	وَاِنْ اور اگر	تَظٰهَرَا تم ایکدوسری کی مدد کروگی	عَلَیْهِ اس پر	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	
هُوَ وہ	مَوْلٰىهُ اس کا رفیق	وَجِبْرِیْلُ اور جبریل	وَصَالِحُ اور نیک	الْمُؤْمِنِیْنَ مومن (جمع)	وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے	بَعْدَ ذٰلِكَ اسکے بعد (اسکے علاوہ)
ظَهِیْرٌ مددگار	عَسٰى قریب ہے	رَبُّهٗٓ ان کا رب	اِنْ طَلَّقَكُنَّ اگر وہ تمہیں طلاق دیدیں	اَنْ یُّبْدِلَهٗٓ کہ وہ ان کیلئے بدل دے	اَزْوَاجًا بیبیاں	
خَیْرًا بہتر	مِّنْكُنَّ تم سے	مُسْلِمٰتٍ اطاعت گزار	مُّؤْمِنٰتٍ ایمان والیاں	قٰنِتٰتٍ فرمانبرداری کرنے والیاں	تٰٓئِبٰتٍ توبہ کرنے والیاں	
عٰبِدٰتٍ عبادت گزار	سٰٓئِحٰتٍ روزہ دار	ثَیِّبٰتٍ شوہر دیدہ	وَّ اور	اَبْكَارًا کنواریاں		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں گذشتہ بیان کردہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ مطہرہ سے ایک بات چپکے سے فرمائی (اور جیسا کہ اوپر کی روایت سے معلوم ہوا وہ بات یہی تھی کہ میں اب شہد نہ پیوں گا مگر کسی

سے یہ بات کہنا نہیں) پھر جب انہوں نے وہ بات کسی دوسری زوجہ مطہرہ سے کہہ دی۔ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے یہ بات کہی تھی۔ تو چونکہ اس معاملہ میں ان ازواج مطہرات کی طرف سے کچھ بے اعتدالی ہوئی تھی جس پر حق تعالیٰ کو تنبیہ کرنا مقصود تھا اس لئے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی ظاہر فرما دیا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت اور وسعت اخلاق کو ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ آپ خلاف طبع کارروائیوں پر کس قدر تسامح فرماتے اور کس طرح ازراہ عفو و کرم بعض باتوں کو ٹلا جاتے۔ گویا شکایت کے موقع پر بھی آپ پورا الزام نہ دیتے تھے۔ اسی کو آیت میں فرمایا گیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راز کی بات کو ظاہر کر دینے والی زوجہ مطہرہ کو تھوڑی سی بات تو جتلا دی یعنی یہ کہ آپ نے فرمایا کہ تم نے ہماری یہ بات دوسری زوجہ مطہرہ سے کہہ دی اور تھوڑی بات کو ٹلا دیا یعنی آپ کا کرم اس غایت تک ہے کہ اپنے حکم کے خلاف کرنے پر جو شکایت فرمائی تو اس کہی ہوئی بات کے پورے اجزا کا اعادہ نہیں فرمایا کہ تم نے میری یہ بات بھی کہہ دی اور یہ بات بھی کہہ دی کہ اس سے مخاطبہ کو شرمندگی و ندامت زیادہ ہوگی۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کو وہ بات جتلائی۔ اب چونکہ اس معاملہ میں رشک و رقابت سے کام لیا گیا تھا اس لئے حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کو براہ راست خطاب فرما کر تنبیہ فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیبیو! اگر تم اللہ کے سامنے دونوں توبہ کر لو تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل جادہ اعتدال سے ہٹ کر ایک طرف جھک گئے ہیں۔ تمہارے دل ضرور مائل تھے کہ آپ زینبؓ سے یہ خصوصیت ترک کر دیں۔ خبردار ایسے رشک و رقابت کی بے اعتدالیوں سے باز آؤ اور اگر تم دونوں اسی طرح کی کارروائیاں اور مظاہرے کرتی رہیں تو یاد رکھو ایسی باتوں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا کیونکہ اللہ اور فرشتے اور نیک بخت ایماندار درجہ بدرجہ جس کے رفیق و مددگار ہوں تو اس کے خلاف مزاج کارروائیاں کرنے کا انجام ظاہر ہے کہ برا ہی برا ہے۔ تمہاری ان کارروائیوں سے آپ کا

تو کوئی ضرر نہیں بلکہ تمہارا ہی ضرر ہے۔ یہ خطاب تنبیہ تو تثنیہ کے صیغہ میں صرف دو ازواج مطہرات سے عام خطاب ہے کیونکہ بعض روایات اسباب نزول سے یہ بھی ظاہر ہے کہ علاوہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے دوسری ازواج مطہرات بھی شامل تھیں۔ اس لئے تمام ازواج کو خطاب ہے کہ تم یہ وسوسہ دل میں نہ لانا کہ آخر تو مرد کو بیبیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں اس لئے لامحالہ ہماری سب باتیں سہی جاویں گی۔ تو یاد رکھو اللہ چاہے تو تم سے بھی بہتر بیبیاں اپنے نبی کے لئے پیدا کر دے اس کے ہاں کس چیز کی کمی ہے؟ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تم بیبیوں سے ناراض ہو کر طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلہ تم سے اچھی بیبیاں عطا فرما دے گا جو ان صفات کی ہوں گی:۔

(۱) مسلمٰت یعنی ان کا ظاہر بھی اسلام ہوگا۔ (۲) مؤمنٰت یعنی دل سے بھی ایماندار ہوں گی۔ (۳) قانتات عبادت کرنے والیاں یعنی نماز پڑھنے والیاں۔ دعائیں مانگنے والیاں۔ (۴) تائبات توبہ کرنے والیاں یعنی ازروئے بشریت جو غلطی ہو جائے تو اس پر ضد و اصرار نہ ہو بلکہ اللہ کی طرف رجوع ہو کر توبہ کر لی جائے۔ (۵) عٰبدٰت۔ ہر قسم کی عبادت کرنے والیاں۔ اس میں صدقہ خیرات۔ حج و زکوٰۃ۔ خدمت شوہر۔ پرورش اولاد۔ عزت و مال کی حفاظت۔ صلہ رحمی خاوند کی اطاعت اور اس کے ساتھ ہمدردی۔ خوش خلقی۔ نرم مزاجی وغیرہ سب شامل ہیں اور عورت کے حق میں عبادت ہیں۔

(۶) سٰئحٰت۔ روزہ رکھنے والیاں۔

(۷) ثیبٰت و ابکارًا۔ بیوہ اور کنواریاں۔

غرض کہ سیرۃ کے اعتبار سے ہر طرح کامل و مکمل ہوں گی تو جب یہ سب ممکن ہے تو تم کو حد کے اندر رہنا چاہئے اور اس قسم کی کارروائیوں سے باز آنا چاہئے۔

شروع سورۃ میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا۔ اس کے بعد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا اب اس کے بعد اگلی آیات میں تمام اہل ایمان کو خطاب فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تندخو مضبوط

مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ يَآأَيُّهَا

فرشتے ہیں جو خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجا لاتے ہیں۔ اے کافرو!

الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

آج تم عذر مت کرو بس تم کو تو اسی کی سزا مل رہی ہے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

يَآأَيُّهَا اے	الَّذِينَ آمَنُوا ایمان والو	قُوا تم بچاؤ	أَنفُسَكُمْ اپنے آپ کو	وَأَهْلِيكُمْ اور اپنے گھر والوں	نَارًا آگ	وَقُودُهَا اور اس کا ایندھن	
النَّاسُ آدمی	وَ اور	الْحِجَارَةُ پتھر	عَلَيْهَا اس پر	مَلَائِكَةٌ فرشتے	غِلَاظٌ درشت خو	شِدَادٌ زورآور	لَّا يَعْصُونَ وہ نافرمانی نہیں کرتے
اللَّهَ اللہ	مَا جو	أَمَرَهُمْ وہ حکم دیتا ہے انہیں	وَيَفْعَلُونَ اور وہ کرتے ہیں	مَا جو	يُؤْمَرُونَ انہیں حکم دیا جاتا ہے	يَآأَيُّهَا اے	الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا (کافرو)
لَا تَعْتَذِرُوا تم عذر نہ کرو	الْيَوْمَ آج	إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا اسکے سوا نہیں کہ تمہیں بدلہ دیا جائے گا جو	كُنتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے				

تفسیر و تشریح: ان آیات میں تمام اہل ایمان کو خطاب کر کے ہدایت دی جا رہی ہے کہ ایمان والوں کو چاہئے کہ خود بھی فرائض و واجبات کی تعمیل کریں اور ایسے کام نہ کریں کہ جن کے باعث جہنم کی آگ میں جانا پڑے اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو بھی شریعت کے موافق چلنا سکھائیں۔ دین کی اور قرآن و سنت کی تعلیم ان کو بھی دیں۔ فرائض و واجبات کی تاکید کریں۔ یہاں آیت میں اہل کا لفظ آیا ہے جس کا عام ترجمہ تو گھر والے ہیں مگر اہل کے لفظ میں بڑی وسعت ہے اور انسان کے سارے ہی متعلقین و متوسلین اس کے تحت آ جاتے ہیں۔ بیوی۔ بچے۔ ملازم۔ رعایا۔ شاگرد۔ مرید وغیرہ سب اہل کے تحت میں آ جاتے ہیں تو احکام الٰہی کی تعمیل خود کرنا اور اپنے متعلقین میں بقدر امکان ان احکام کی تبلیغ کرنا اور ان کی تعمیل کرانا واجب ہے اور یہی دوزخ کی آگ سے اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو بچانا ہے۔ اب وہ جہنم کی آگ کیسی ہے اس کے متعلق بتلایا گیا کہ معمولی آگ نہیں بلکہ ایسی تیز آگ ہے کہ جس کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں۔ اور پتھر سے یا تو عام پتھر مراد ہیں یا تو وہ پتھر ہیں جن کی دنیا میں پرستش اور پوجا پاٹ ہوتی تھی یا گندھک کے نہایت بدبودار پتھر مراد ہیں اور وہ آگ دنیا کی آگ سے کہیں زیادہ تیز اور جلانے والی ہے۔ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ اس دنیا کی آگ سے ستر حصہ زیادہ تیز ہوگی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخ کو ہزار برس تک دھونکایا یہاں تک کہ اس کا رنگ سرخ ہو گیا۔ پھر ہزار برس تک دھونکایا یہاں تک کہ سفید ہو گئی۔ پھر ہزار برس تک اور دھونکایا یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی۔ اب وہ بالکل سیاہ تاریک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نار سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں۔ آمین۔ آگے اس نار کی دوسری کیفیت بتلائی جاتی ہے کہ اس کے داروغہ یا محافظ فرشتے ہیں جو نہایت سخت دل اور سخت مزاج اور تندخو ہیں اور بڑے قدآور اور طاقت والے کہ جن پر نہ کوئی مجرم زور سے غالب آ سکے نہ وہ فرشتے کسی پر رحم و مہربانی کریں۔ یہ فرشتے نہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ اس کے احکام بجا لانے میں کوئی سستی یا دیر کرتے ہیں۔ جو ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو فوراً بجا لاتے ہیں۔ غرض کہ اس جہنم پر ایسے فرشتے

مقرر ہیں اور وہ کافروں کو دوزخ میں داخل کریں گے اور اس وقت کافروں سے کہا جائے گا کہ اب تم عذر معذرت اور حیلہ بہانہ مت بناؤ۔ آج کوئی بہانہ چلنے والا نہیں بلکہ جو کچھ دنیا میں کرتے تھے آج اس کی پوری پوری سزا بھگتنے کا دن ہے اور اس عذاب کے دیئے جانے میں تم پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں۔ یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو عذاب کی صورت میں نظر آرہے ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ تم کو ناحق عذاب دیا جاتا ہے۔ جو بویا تھا اسی کو کاٹ رہے ہو۔ یہاں آیت میں نار جہنم کے ذکر کے بعد جو کفار کو مخاطب بنایا گیا تو اس سے ظاہر ہوا کہ جہنم کی اصل غرض وغایت کافروں کی تعذیب ہے۔ اسی کو سورہ بقرۃ میں اس طرح صاف فرمایا گیا فاتقو النار التی وقود ھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین. پس اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کے لئے تیار کی ہوئی ہے) ۔تو معلوم ہوا کہ جہنم کی اصل غذا تو اہل کفر وشرک ہی ہوں گے۔ اہل اسلام میں سے اہل فسق وعصیان عارضی طور پر تادیب اور تزکیہ کے لئے اس میں داخل کر دیئے جائیں گے اور ایمان واسلام کی برکت سے بعد تادیب اور گناہوں کی نجاست سے پاک صاف ہونے کے بعد وہاں سے نکال لئے جاویں گے۔ اور دائمی طور پر صرف کفار و مشرکین ہی جہنم میں پڑے رہیں گے۔

اب غور کیجئے کہ حق تعالیٰ تو کس شفقت اور رحمت سے نصیحت فرما رہے ہیں کہ اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اور اس کے مقابل ہم ایمان والوں کی حالت کیا ہے ؟ ذرا اس کا اندازہ بھی کر لیجئے۔ ایمان کے بعد سب سے اوّل اور پہلی چیز جس کا قیامت میں ایک مسلمان سے محاسبہ ہوگا وہ "نماز" ہے۔ اگر اس میں کامیاب ہو گیا تو پھر دوسرے فرائض اور واجبات کا حساب ہو گا۔ اور اگر نماز ہی کے معاملہ میں پکڑ ہو گئی تو لکھا ہے کہ وہیں جہنم کے مؤکلوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہو گا وہ بھی جب ہی کہ اور کوئی وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو۔ الامان الحفیظ۔

حضرت ابواللیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے۔ تو نماز چھوڑ کر اور اس سے غفلت برت کر ایسے مسلمان نار جہنم سے بچنے کے سامان کر رہے ہیں یا معاذ اللہ معاذ اللہ اس میں جانے کے سامان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اپنے کریم رب کی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اب چونکہ یہاں کفار کے لئے نار جہنم کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے اس نار جہنم سے بچنے کا طریقہ مسلمانوں کو بتلایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس زندگی میں اپنے مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں اور ظاہراً و باطناً ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اہل وعیال و متعلقین کو بھی نیک ہدایت اور نیک سیرۃ عطا فرمائیں۔ اور ہم سب کو اور ہمارے اہل کو نار جہنم سے بچائیں۔

یا اللہ ہمیں ایمان واسلام اور ایسے اعمال صالحہ کے ساتھ اس دنیا سے جانا نصیب فرما کہ جو آخرت میں ہمیں نجات اور مغفرت نصیب ہو اور عذاب جہنم سے ہم کو دور رکھا جائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ

اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کردے گا

وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا

اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہیں

مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ

ان کو رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا یوں دعا کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے اس نور کو اخیر تک رکھیئے،

إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٨﴾

اور ہماری مغفرت فرمادیجئے آپ ہر شے پر قادر ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	تُوْبُوْٓا تم توبہ کرو	اِلَى اللّٰهِ اللہ کے آگے	تَوْبَةً توبہ	نَّصُوْحًا خالص	عَسٰى امید ہے	رَبُّكُمْ تمہارا رب
اَنْ يُّكَفِّرَ کہ وہ دور کردیگا	عَنْكُمْ تم سے	سَيِّاٰتِكُمْ تمہاری برائیاں (گناہ)	وَيُدْخِلَكُمْ اور وہ داخل کریگا تمہیں	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ جاری ہیں		
مِنْ تَحْتِهَا انکے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	يَوْمَ اس دن	لَا يُخْزِي وہ رسوا نہ کریگا	اللّٰهُ اللہ	النَّبِيَّ نبی	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جو لوگ ایمان لائے	مَعَهٗ اس کیساتھ
نُوْرُهُمْ انکا نور	يَسْعٰى دوڑتا ہوگا	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ انکے سامنے	وَبِاَيْمَانِهِمْ اور انکے داہنے	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے (دعا کرتے) ہونگے	رَبَّنَآ اے ہمارے رب		
اَتْمِمْ لَنَا پورا کردے ہمارے لئے	نُوْرَنَا ہمارا نور	وَاغْفِرْ لَنَا اور ہماری مغفرت فرمادے	اِنَّكَ بیشک تو	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو! ابھی دنیا میں توبہ کا وقت ہے۔ بشریت سے جو گناہ سرزد ہو جائے اور جو غلطی نادانی سے کر بیٹھو تو اس سے توبہ کرلو۔ لیکن توبہ ہو "توبة النصوح" یعنی سچی توبہ۔ دل میں اپنی معصیت پر کامل ندامت ہو۔ آئندہ کے لئے اس کے ترک کا مصمم عزم ہو۔ پھر آگے ایسی سچی توبہ کے نتائج وثمرات بتلائے جاتے ہیں۔ پہلا نتیجہ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ سچی توبہ کرلینے سے تمہارے گناہ تم سے مٹادے گا۔ توبہ سے گناہوں کا معاف ہوجانا یا ان کا مٹایا جانا قرآن وحدیث سے ثابت ہے مگر یہ سمجھ لیا جائے کہ توبہ سے حقوق العباد ساقط نہیں ہوتے۔ مثلاً کسی کا مال ناحق دبالیا یا چوری کرلی تو اس حالت میں توبہ کی تکمیل جب ہی ہوگی جب حق العباد بھی ادا کردے یعنی یا تو چرایا ہوا مال واپس کرے یا صاحب حق سے معاف کرائے اس ارشاد کے تحت یایها الذین امنو ا توبوآ الی الله توبه نصوحا توبہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔

تو یہاں پہلا ثمرۃ توبۃ النصوح کا یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ دوسرا ثمرہ یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور یہ اس روز ہوگا یعنی قیامت کے دن جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جو اہل ایمان دین کی رو سے آپ کے ساتھ ہیں ان کو رسوا اور شرمندہ نہ کرے گا۔ اس میں ترغیب ہے کہ قیامت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کے سوا منکرین ومکذبین سب رسوا وذلیل ہوں گے اور ظلمت میں گھرے ہوں گے۔ روشنی اور نور

بس ایمان والوں کے پاس ہوگا جو ایمان۔توبہ اور عمل صالح کی روشنی ہوگی اور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑتی ہوئی چلے گی اور وہ ظلماتی راہ کو طے کر کے جنت میں چلے جائیں گے ۔ یہ میدان قیامت میں پل صراط سے پہلے ہوگا تو جب اہل ایمان پل صراط پر گذرنے سے پہلے دیکھیں گے کہ منافقوں کی روشنی چمک کر بجھ گئی تو دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ہماری روشنی آخر تک قائم رہے۔ بجھنے نہ پائے اور ہماری مغفرت فرما دیجئے بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔آپ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت اور توفیق نصیب فرمائیں۔اور توبہ کی طرف سے ہماری غفلت کو دور فرمائیں۔آمین۔

الغرض یہاں اہل ایمان کو مخاطب کر کے توبہ کا حکم اور ترغیب دی گئی۔اب اہل ایمان کے ذکر کے بعد کفار و منافقین کا ذکر فرمایا گیا اور ان کا انجام بد بتلایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی دائمی توبۃ النصوح کی توفیق عطا فرمائیں اور اس توبہ کی برکت سے حق تعالیٰ ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ۔ظاہر و باطن۔چھوٹے اور بڑے۔عمداً وسہواً تمام گناہوں کو معاف فرماویں اور اپنے فضل سے قیامت میں ہماری مغفرت فرما کر جنت کی دائمی نعمتیں عطا فرمائیں۔

یا اللہ قیامت وحشر کی ذلت ورسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھئے اور اپنی رحمت و مغفرت سے ہم سب کو نواز دیجئے۔

یا اللہ آپ کا وعدہ ہے کہ جو اہل ایمان آپ کے نبی مکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے ان کو آپ میدان حشر میں رسوا نہ فرمائیں گے اور ان کو وہ نور عطا فرمائیں گے کہ وہ سلامتی کے ساتھ آپ کی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اتباع۔محبت اور عظمت نصیب فرما کہ میدان حشر میں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونا نصیب ہو جائے اور ہم آپ کے مقام رضا یعنی جنت میں پہنچ جائیں۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ

اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بری جگہ ہے۔

الْمَصِيرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا

اللہ تعالیٰ کافروں کیلئے نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی کا حال بیان فرماتا ہے، وہ دونوں ہمارے

تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

خاص بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں سو ان عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ضائع کیا تو وہ دونوں نیک بندے

وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ﴿۱۰﴾ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ

اللہ کے مقابلہ میں ان کے ذرا کام نہ آسکے اور حکم ہوگیا کہ اور جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے فرعون کی بی بی

فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ

کا حال بیان کرتا ہے، جب کہ ان بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں مکان بنایئے اور مجھ کو فرعون سے اور اس کے عمل سے محفوظ رکھیے

وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا

اور مجھ کو تمام ظالم لوگوں سے محفوظ رکھیے۔ اور عمران کی بیٹی مریمؑ کا حال بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا سو ہم نے ان کے چاک گریبان

فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ﴿۱۲﴾

میں اپنی روح پھونک دی اور انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت والوں میں سے تھیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	جَاهِدِ جہاد کیجئے	الْكُفَّارَ کافروں	وَالْمُنَافِقِينَ اور منافقوں	وَاغْلُظْ اور سختی کیجئے	عَلَيْهِمْ ان پر	وَمَأْوَاهُمْ اور انکا ٹھکانا	
جَهَنَّمُ جہنم	وَبِئْسَ اور بری	الْمَصِيرُ جگہ	ضَرَبَ بیان کی	اللَّهُ اللہ	مَثَلًا مثال	لِلَّذِينَ كَفَرُوا کافروں کیلئے	امْرَأَتَ نُوحٍ نوحؑ کی بیوی
وَامْرَأَتَ لُوطٍ اور لوطؑ کی بیوی	كَانَتَا وہ دونوں تھیں	تَحْتَ نیچے گھروں تلے	عَبْدَيْنِ دو بندے	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے		
صَالِحَيْنِ دو صالح	فَخَانَتَاهُمَا سو انہوں نے ان دونوں کی خیانت کی	فَلَمْ يُغْنِيَا تو وہ دونوں کے کام نہ آیا	عَنْهُمَا ان کے	مِنَ اللَّهِ اللہ سے آگے			
شَيْئًا کچھ	وَقِيلَ اور کہا گیا	ادْخُلَا النَّارَ تم دونوں داخل ہوجاؤ جہنم	مَعَ ساتھ	الدَّاخِلِينَ داخل ہونیوالے	وَضَرَبَ اور بیان کی	اللَّهُ اللہ	
مَثَلًا مثال	لِلَّذِينَ آمَنُوا مومنوں کیلئے	امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی	إِذْ جب	قَالَتْ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب		
ابْنِ لِي میرے لئے بنادے	عِندَكَ اپنے پاس	بَيْتًا ایک گھر	فِي الْجَنَّةِ جنت میں	وَنَجِّنِي اور مجھے بچالے	مِن سے	فِرْعَوْنَ فرعون	
وَعَمَلِهِ اور اسکا عمل اور	نَجِّنِي مجھے بچالے	مِنَ سے	الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ظالموں کی قوم	وَمَرْيَمَ اور مریم	ابْنَتَ عِمْرَانَ عمران کی بیٹی		
الَّتِي وہ جس نے	أَحْصَنَتْ حفاظت کی	فَرْجَهَا اپنی شرمگاہ	فَنَفَخْنَا سو ہم نے پھونکی	فِيهِ اس میں	مِن رُّوحِنَا اپنی روح سے		
وَصَدَّقَتْ اور اس نے تصدیق کی	بِكَلِمَاتِ باتوں کی	رَبِّهَا اپنا رب	وَكُتُبِهِ اور اسکی کتابوں	وَكَانَتْ اور وہ تھی	مِنَ سے	الْقَانِتِينَ فرمانبرداری کرنیوالیاں	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ دنیا میں فساد مچانا چاہتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو کھلم کھلا کہتے ہیں کہ ہم اللہ و رسول کو نہیں مانتے۔ بس ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں۔ کوئی ہم سے باز پرس کرنے والا نہیں تو یہ لوگ امن وامان اور سلامتی اور راستی کے کھلے دشمن ہیں۔ یہ اگر سیدھی طرح نہ مانیں تو ان سے جنگ و جہاد کر کے ان کا قلع قمع کیا جائے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو بظاہر تو مسلمانوں میں ملے جلے ہیں لیکن دل سے وہ ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر کمر بستہ ہیں تو ایسے لوگ جن کی منافقت علانیہ ظاہر ہو جائے اور ان کا قصور قانوناً ثابت ہو جائے تو اس وقت ان کے ساتھ بھی سختی کی جائے اور ان کو سخت سزا دی جائے۔ دنیا میں تو یہ دونوں گروہ اسی کے مستحق ہیں کہ ان سے جہاد کیا جائے اور ان پر سختی کی جائے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو رہنے کے لئے بہت ہی بری جگہ ہے۔

اب آگے کافروں کی عبرت کے لئے اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا حال بیان فرماتے ہیں کہ کفر ایسی بری چیز ہے کہ انبیاء کی بیویوں کو بھی سزا سے نہیں بچا سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام اللہ کے کیسے خاص اور نیک بندے اور اللہ کے پیغمبر تھے مگر دونوں کے گھر میں ان کی بیویاں بظاہر ان کے ساتھ تھیں لیکن دل سے کافروں کے شریک حال تھیں جن کا انجام یہ ہوا کہ عام دوزخیوں کے ساتھ اس دونوں بیبیوں کو بھی اللہ نے جہنم میں داخل کر دیا۔ پیغمبروں کا رشتہ زوجیت ذرا بھی کام نہ آیا اور انہیں عذاب الٰہی سے نہ بچا سکا۔ یہاں آیت میں ان دونوں عورتوں کا جرم یہ بتلایا گیا کہ باوجود پیغمبروں کی بیبیاں ہونے کے ان عورتوں نے ان دونوں صالح بندوں کا حق ضائع کیا۔ یعنی بوجہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کے نبی ہونے کے ان کا یہ بھی حق تھا کہ دین میں ان کی اطاعت کی جاتی۔ ان عورتوں نے دین میں اپنے خاوندوں کی خیانت کی اور ان کا ساتھ نہ دیا۔

نوح علیہ السلام کی بیوی طوفان میں غرق ہوئی اور لوط علیہ السلام کی بیوی نافرمان قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ تو کافروں اور منافقوں کی عبرت کے لئے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا ذکر مثال کے طور پر فرمایا گیا۔ آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان اور اہل اسلام کیلئے دو نیک عورتوں کی مثال بیان فرمائی جاتی ہے جو دنیاداروں کے پنجہ اور ظلم میں مبتلا تھیں مگر اپنی ایمانداری اور نیکی سے نہ ہٹیں۔ ان میں سے ایک تو حضرت آسیہ فرعون کی بیوی کا ذکر فرمایا جو پکی ایماندار اور ولیہ کاملہ تھیں جبکہ ان کا شوہر فرعون۔ خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا باغی تھا۔ لکھا ہے کہ فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھیں۔ جب کافروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کھلم کھلا مقابلہ ہوا تو فرعون کو اس بیوی پر غصہ آیا کہ اس نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی۔ جب فرعون کو ان کے ایمان کا حال کھلا تو طرح طرح سے سخت اذیتیں دیتا تھا۔

حدیث صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کامل الایمان ہونے کا اعلان فرمایا ہے اور حضرت مریم کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ کی ہزار بار رحمتیں ہوں ان کی پاک روح پر۔ مسلمانوں کی تسلی کے لئے دوسری مثال عمران کی بیٹی حضرت مریم علیہا السلام کی ذکر فرمائی کہ جو نہایت پاک دامن تھیں اور جنہوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا۔ قرآن کریم نے حضرت مریم علیہا السلام کے حق میں یہ شہادت اس وجہ سے دی کہ ملعون یہود ان پر معاذ اللہ معاذ اللہ زنا کی تہمت لگاتے تھے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی وجہ سے۔ اس لئے آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا راز ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ فرشتے کے ذریعے سے حضرت مریم علیہا السلام کے اندر ایک روح پھونک دی گئی جس کا نتیجہ استقرار حمل ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ پھر حضرت مریم کی تعریف فرمائی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کی جو ان کو ملائکہ کے ذریعہ سے پہنچے تصدیق کی اور اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں یعنی تورۃ وانجیل پر ایمان لائیں۔ یہ تو بیان تھا حضرت مریم کے عقائد کا اور اعمال کا یہ حال تھا کہ وہ پوری فرمانبردار تھیں اور کامل مردوں کی طرح بندگی اور طاعت پر ثابت قدم تھیں۔

ان آیات کے تحت مفسرین نے لکھا ہے کہ ان چار عورتوں کی مثال میں بہت سے فوائد ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ اس میں تنبیہ ہے صلحا کے اہل کو کہ وہ بزرگان دین یا اولیا اللہ کی قرابت کے غرور میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے سرتابی نہ کریں ورنہ یہ قرابت کچھ بھی مفید نہ ہوگی۔

دوسرے یہ کہ دین پر اگر کوئی سختی سے قائم رہے اور اپنا دینی تعلق اللہ اور اس کے رسول سے مضبوطی سے قائم کرلے تو بد سے بد کی صحبت بھی ان کو مضرت نہیں پہنچاتی۔

تیسرے یہ کہ صلحا کا بدوں کو حتیٰ کہ اولاد۔ بیوی۔ خاندان۔ قبیلہ کو رشد و ہدایت ان کے دلوں میں زبردستی ڈال دینا اور ان کے قلوب کو پلٹ دینا ممکن نہیں۔ نبی اور پیغمبر کا کام رشد و ہدایت کا پیغام پہنچا دینا ہے نہ کہ زبردستی عائد کرنا۔

چوتھے یہ کہ ہر بلا و مصیبت سے نجات دنیوی و اخروی کے لئے حق تعالیٰ کی طرف تضرع و رجوع کرنا سیرت صالحین میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

الحمد للہ کہ اس درس پر سورہ تحریم کا بیان جو ۲۸ ویں پارہ کی آخری سورۃ تھی ختم ہوا۔

سورۃ التحریم کے خواص

۱......اگر کوئی بیمار ہو تو سورۃ التحریم پڑھنے سے شفاء ہوگی۔

۲......اگر کسی کو بے خوابی کا مرض ہو تو وہ سورۃ التحریم پڑھے اس کی یہ تکلیف جاتی رہے گی۔

۳......اگر کوئی مقروض ہے تو وہ سورۃ التحریم پڑھے، اس کا قرضہ اترنے کے راستے پیدا ہو جائیں گے۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کفار و منافقین سے ہم کو بھی جہاد فی سبیل اللہ کرنے کا عزم و جذبہ عطا فرمائیں۔ اور ہم کو دین پر سختی سے ہر حال میں قائم رہنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک کا وہ تعلق نصیب فرمائیں کہ جو بے دینی کے ماحول اور فضا میں ہم اپنے دین کو بچا سکیں اور ہدایت پر قائم رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے اور تضرع کرنے کی توفیق فرمائیں اور اپنی نصرت و اعانت ہمارے شامل حال رکھیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

تَبٰرَكَ الَّذِىْ

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ

وہ (خدا) بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تَبٰرَكَ بڑی برکت والا	الَّذِيْ وہ جس	بِيَدِهِ اس کے ہاتھ میں	الْمُلْكُ بادشاہی	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرُ قدرت رکھنے والا		

تفسیر وتشریح: سورۃ کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات باری تعالیٰ کے ذکر سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ سارے جہان کی بادشاہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ سارا زور اور قوت اسی کے قبضہ میں ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اسی نے تم کو زندگی بخشی ہے اور وہی تم کو موت دے گا اور اس مرنے اور جینے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارا امتحان لیا جائے کہ اس عارضی زندگی میں کون اچھے کام کرتا ہے اور کون برے کام۔ پھر بتایا گیا ہے کہ یقین کرو کہ سارے جہان میں حکم اللہ ہی کا چلتا ہے۔ ہر طرف اسی کی قدرت کا ظہور ہے۔ ساتوں آسمان اسی نے پیدا کئے جو ایک دوسرے کے اوپر چھائے ہوئے ہیں۔ اور ان میں ہر بات ایک مضبوط نظام اور قاعدے کے موافق چل رہی ہے۔ جس میں کوئی خلل یا خلا نہیں ہے۔ ہر چیز کو اس نے قاعدہ اور طریقہ سے بنایا ہے اور ہر چیز اپنی اپنی مناسب جگہ موجود ہے اور اپنا کام پورا کر رہی ہے۔ پھر بتایا گیا کہ جتنا اس کی مخلوقات کو غور سے دیکھو گے تمہاری حیرت بڑھتی جائے گی۔ دیکھتے دیکھتے تم تھک جاؤ گے لیکن اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے۔ دیکھو تمہارے قریب کے آسمان میں ستارے روشن چراغوں کی طرح روشن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو شیطانوں کو مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے جو اوپر چڑھ کر غیب کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ شیاطین انسانوں کو سوائے غلط اور گمراہی کی باتوں کے اور کچھ بھی نہیں بتاتے۔ اب جو لوگ ان کی پیروی کریں گے وہ ان ہی کے ساتھ آخرت میں جہنم رسید ہوں گے اور جب یہ منکرین گروہ در گروہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے تو جہنم کا جوش وخروش دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ جہنم کے نگہبان فرشتے ان سے کہیں گے کہ کیا دنیا میں تمہیں اس آگ سے ڈرانے والے نہیں آئے تھے۔ اس کا جواب وہ نہایت حسرت وندامت سے دیں گے کہ ڈرانے والے آئے تو ضرور تھے مگر ہم ان کا کہنا خاطر میں نہ لائے۔ ان کو جھوٹا سمجھا۔ اگر ہم سمجھ سے کام لیتے اور رسولوں کی بات مان لیتے تو آج جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں نہ جھونکے جاتے۔ برخلاف ان کے اللہ سے ڈرنے والے بندے اس دن چین اور آرام سے ہوں گے اور ان کو بڑا اجر ملے گا کیونکہ وہ دنیا میں اپنے رب کو دیکھے بغیر اس پر ایمان لائے اور اس سے ڈرتے رہے۔ آگے انسان کو نصیحت کی گئی کہ ہر حال میں اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نہ ماننے والوں کو دنیا میں بڑی بڑی سزائیں دی ہیں۔ پھر تمام انسانوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ تم خود ہی سوچو کہ ایک شخص منہ اٹھائے ہوئے سیدھے راستہ پر چل رہا ہے اور دوسرا منہ اوندھائے گرتا پڑتا ادھر ادھر بھٹکتا پھر رہا ہے تو کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔ اس لئے اللہ کی اور اسکے رسول کی بات مانو۔ قیامت پر یقین کرو۔ وہ ضرور آئے گی۔ رہا اس کا وقت تو وہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کب آئیگی۔ لیکن جب آ گئی تو پھر منکروں کی خیر نہیں۔ مارے ہول کے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ آخر میں منکروں کو سمجھایا جاتا ہے کہ تم مسلمانوں کی فکر چھوڑ و اپنی فکر کرو کہ اللہ کے عذاب سے کیسے بچو گے۔ مسلمانوں کا تو والی وارث اللہ ہی ہے۔ وہی ان کے سارے کام بنائے گا۔ تم اپنی سوچو کہ تمہیں اسکے عذاب سے کون بچائے گا۔ یہ ہے خلاصہ مضامین اس پوری سورۃ کا جسکی تفصیلات ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ درسوں میں بیان ہونگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

2

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ۲ الَّذِیْ

جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ اور وہ زبردست بخشنے والا ہے۔ جس نے

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ

سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے تو خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا سو تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو

تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۳ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ ۴

خلل نظر آتا ہے پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ (آخر کار) نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آوے گی۔

الَّذِیْ وہ جس	خَلَقَ پیدا کیا	الْمَوْتَ موت	وَ اور	الْحَیٰوۃَ زندگی	لِیَبْلُوَکُمْ تاکہ وہ آزمائے تمہیں	اَیُّکُمْ تم میں سے کون	اَحْسَنُ سب سے بہتر
عَمَلًا عمل میں	وَھُوَ اور وہ	الْعَزِیْزُ غالب	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الَّذِیْ خَلَقَ جس نے بنائے	سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان	طِبَاقًا تہ در تہ	
مَا تَرٰی تو نہ دیکھے گا	فِیْ میں	خَلْقِ بنانا (تخلیق)	الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ)	مِنْ تَفٰوُتٍ کوئی فرق	فَارْجِعِ پھر لوٹا	الْبَصَرَ نگاہ	ھَلْ تَرٰی کیا تو دیکھتا ہے
مِنْ فُطُوْرٍ کوئی شگاف	ثُمَّ پھر	ارْجِعِ تو دوبارہ لوٹا	الْبَصَرَ نگاہ	کَرَّتَیْنِ دوبارہ	یَنْقَلِبْ وہ لوٹ آئیگی	اِلَیْکَ تیری طرف	
الْبَصَرُ نگاہ	خَاسِئًا خوار ہوکر	وَھُوَ اور وہ	حَسِیْرٌ تھکی ماندہ				

تفسیر و تشریح: آیت میں جو یہ دعویٰ فرمایا گیا تھا کہ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہر شے پر اسی کا تصرف کامل ہے اور ہر چیز پر وہ قدرت رکھتا ہے۔ تو اس دعوے کی صداقت اور ثبوت میں اب کچھ نشانیاں اور ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کی قدرت اور صفات کاملہ کی کچھ نشانیاں تو خود انسانوں میں موجود ہیں۔ یعنی موت و حیات کی پیدائش۔ کچھ آسمانوں میں موجود ہیں۔ کچھ زمین میں موجود ہیں۔ کچھ زمین و آسمان کے درمیان میں موجود ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا قدرت والا ہے کہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا یعنی مرنے اور جینے کا سلسلہ اسی نے قائم کیا۔ ہم پہلے کچھ نہ تھے اسے موت ہی سمجھا جائے پھر پیدا کیا اور زندگی دی اس کے بعد پھر موت ہے اور پھر اس موت کے بعد آخرت کی زندگی ہے۔ تو یہاں پہلی نشانی قدرت الٰہی کی یہ بتلائی گئی کہ اسی نے موت و حیات کا سلسلہ قائم کیا۔ اب یہ موت و حیات کا سارا سلسلہ کس لئے قائم کیا گیا اس کی علت اور وجہ بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ موت و حیات کا سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ اے انسانو تمہارے اعمال کی جانچ و امتحان ہو کہ کون اس عارضی زندگی میں برے کام کرتا ہے۔ کون اچھے کام کرتا ہے اور کون اچھے سے اچھے کام کرتا ہے اور کون اوامر و نواہی کا پابند ہو کر زندگی گذارنے والا ہے۔ تو تخلیق موت و حیات کی حکمت یہ فرمائی گئی کہ فرمانبردار اور نافرمان کا جدا جدا ظہور ہو جائے۔ تو اس دنیا کی پہلی زندگی میں یہ امتحان ہوا اور آخرت کی دوسری زندگی میں اس امتحان کا مکمل نتیجہ دکھلا دیا جائے گا۔ اب اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا اور موت نہ آتی تو آخرت سے غافل اور بے فکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوسری زندگی نہ ہوتی تو پہلی زندگی کے بھلے اور برے کا بدلہ کہاں ملتا۔ اب چونکہ بندوں کے اعمال اس زندگی میں دو قسم کے ہیں۔ بد یا نیک۔ اور ان کے وقوع ہونے کے بعد اس قادر مطلق کی طرف سے دو ہی باتیں پیش آتی ہیں یا تو پوری سزا و جزا یا درگذر و بخشش اس لئے آگے فرما دیا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ یعنی وہ زبردست ہے۔ ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے نیک کاموں کا بدلہ بھی دے سکتا ہے۔ برے کاموں کی سزا بھی دے سکتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور باوجود

عزیز یعنی زبردست غالب اور قادر ہونے کے وہ غفور بھی ہے یعنی معاف کرنے والا۔ عیب ڈھانکنے والا اور درگذر کرنے والا بھی ہے۔ اگر بندے اس کی طرف رجوع کریں اور سچی توبہ کریں۔ تو معاف کرنے اور بخشنے والا بھی ہے۔ آگے آسمان کا استحکام بیان فرمایا جاتا ہے کہ اے دیکھنے والے تو اوپر نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ کہیں کوئی عیب ٹوٹ پھوٹ اونچ نیچ یا دراڑ و شگاف دکھائی دیتا ہے؟ قدرت کے نظام اور کاریگری میں کوئی کمی اور عیب نہیں پائے گا بلکہ تو دیکھے گا کہ وہ صاف ہموار متصل اور مربوط ہے اور باوجود اتنا طویل زمانہ گذر جانے کے آج تک کوئی فرق نہیں آیا اور ممکن ہے کہ ایک آدھ مرتبہ دیکھنے میں نگاہ خطا کر جائے اس لئے اے مخاطب! کوشش کر بار بار دیکھ کہ کہیں کوئی رخنہ تو دکھائی نہیں دیتا؟ خوب غور و فکر... نظر ثانی کر کہ قدرت کے نظام اور کاریگری میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ تو نہیں؟ یاد رکھ تیری نگاہ تھک جائے گی اور ناکام ہو کر تھکی ہو جائے گی لیکن خدائی صنعت میں کوئی قصور اور عیب نہ نکال سکے گی۔

یہاں انسان کی آزمائش اور حسن عمل میں موت کا پہلے ذکر فرمایا گیا اور حیات کا بعد میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی آزمائش حسن عمل میں بہ نسبت حیات کے موت میں زیادہ ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جس انسان کو موت کی فکر ہوگی اور اپنی موت کا استحضار رکھے گا وہ اچھے اعمال کی پابندی زیادہ سے زیادہ کر سکے گا اور موت سے جتنی غفلت ہوگی اتنی ہی اصلاح عمل اور حسن عمل سے بےفکری ہوگی۔ اسی لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ موت وعظ و نصیحت کے لئے کافی ہے یعنی موت انسان کو دنیا سے بیزار کرنے اور آخرت کی طرف رغبت و شوق دلانے کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی موت کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہاں لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا میں یہ بھی قابل غور ہے کہ انسان کی اس آزمائش میں جو اس کی موت و حیات سے وابستہ ہے حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ کس کا عمل زیادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی عمل کی مقدار کا زیادہ ہونا قابل توجہ نہیں بلکہ عمل کا اچھا صحیح اور مقبول ہونا معتبر ہے۔ اسی لئے قیامت میں انسان کے اعمال کو گنا نہیں جائے گا بلکہ تولا جائے گا جس میں بعض ایک ہی عمل کا وزن ہزاروں اعمال سے بڑھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اخلاص نیت کے ساتھ اپنی محبت و رضا کے لئے ہم کو ہر نیک عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے وجود اسکی قدرت اور صفات کاملہ اور حکمت بالغہ کے ثبوت میں ان آیات میں دو دلیلیں پیش کی گئیں ایک تو موت و حیات کی پیدائش دوسرے آسمانوں کی تخلیق۔ آگے قدرت الٰہیہ کی ایک تیسری دلیل بیان فرمائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ نے ہم کو جو زندگی عطا فرمائی ہے اس کو اپنی مرضیات کے موافق گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور جو اس زندگی کا مقصد ہے اس کو پورا کر کے اس جہان سے جانا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اپنی زندگی میں اپنی موت کو یاد رکھنے کی توفیق نصیب ہو۔

یا اللہ اپنی شان غفاری کا معاملہ ہمارے ساتھ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی فرمائیے۔ ہماری کوتاہیوں اور تقصیرات سے درگذر فرمائیے۔ اور ہمیں اپنی ہی طرف رجوع اور سچی توبہ اور ایمان و اسلام کی موت نصیب فرمائیے آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ

اور ہم نے قریب کے آسمانوں کو چراغوں سے آراستہ کررکھا ہے اوران کوشیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنادیا ہے اور ہم نے ان (شیاطین) کیلئے

عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿٥﴾ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٦﴾

دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں اُن کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ اور وہ بُری جگہ ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا اور یقیناً ہم نے آراستہ کیا	السَّمَآءَ الدُّنْيَا آسمانِ دنیا	بِمَصَابِيْحَ چراغوں سے	وَجَعَلْنٰهَا اور ہم نے اسے بنایا	رُجُوْمًا مارنے کا آلہ	
لِّلشَّيٰطِيْنِ شیطانوں کیلئے	وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابَ السَّعِيْرِ دہکتی آگ (جہنم) کا عذاب	وَلِلَّذِيْنَ اور ان لوگوں کیلئے	
كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا	بِرَبِّهِمْ انکے رب کی طرف سے	عَذَابُ جَهَنَّمَ جہنم کا عذاب	وَبِئْسَ اور بُری	الْمَصِيْرُ لوٹنے کی جگہ	

تفسیر وتشریح: اب ان آیات میں تیسری نشانی بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ آسمان دنیا یعنی سب سے نچلا آسمان جو زمین سے بہ نسبت دوسرے آسمانوں کے قریب ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ان قدرتی چراغوں یعنی ستاروں سے بارونق بنا رکھا ہے۔ چنانچہ رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ سے کیسی رونق اور شاندار معلوم ہوتی ہے گویا یہ قدرتی چراغ ہیں جن سے دنیا کے بہت سے منافع وابستہ ہیں۔ تو ان بے شمار ستاروں کا آسمان پر مثل قندیلوں کے روشن ہونا یہ بھی ایک قوی دلیل آثار قدرت اور حکمت الٰہیہ کی ہے۔ اہل ہیئت یعنی ماہر فلکیات سائنس دانوں نے ثابت کیا ہے کہ آسمان کے تارے دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو ایک جگہ قائم ہیں اور حرکت نہیں کرتے ان کو ثوابت کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو حرکت کرتے ہوئے گردش میں رہتے ہیں ان کو سیارات کہتے ہیں۔ اندھیری رات میں جب ہم آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں بے شمار چمکتے ہوئے ستارے اور سیارے نظر آتے ہیں اور ان میں سے کچھ چھوٹے نظر آتے ہیں کچھ بڑے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو ہم کو چھوٹے نظر آتے ہیں وہ درحقیقت چھوٹے ہی ہوں کیونکہ ان کی ظاہری چھوٹائی اور بڑائی کا دارومدار تو ان کے فاصلہ پر ہے۔ اور جن کا فاصلہ بہت ہی زیادہ ہے وہ ہمیں نظر بھی نہیں آتے تو جتنا فاصلہ زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ چھوٹے نظر آئیں گے گو وہ فی نفسہ اس کرہ زمین سے لاکھوں اور ہزاروں گنا بڑے ہیں ہمارا کرہ زمین سورج کے مقابلہ میں بہت چھوٹا ہے۔ ماہرین فلکیات وہیئت کہتے ہیں کہ ''اگر ہم یہ کہیں کہ ان کی تعداد اتنی ہے جتنے روئے زمین پر ریت کے ذرات یا دنیا بھر کے سمندروں میں پانی کے قطرات تو یہ مبالغہ نہ ہوگا''۔ قدیم ماہرین فلکیات وہیئت میں سے تو بہت سے محققین نے تمام عمر کی کاوشوں کے بعد کھلے لفظوں میں یہ اقرار کیا ہی تھا کہ ان معاملات میں جو کچھ غور و تحقیق کی گئی اور لکھا گیا وہ سب تخمینی قیاس آرائی سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ میدان اتنا وسیع ہے کہ ہمارے قیاس اور وہم و گمان کی بھی رسائی اس کی انتہا تک نہیں ہو سکتی۔ تو یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے کمال قدرت کے اثبات میں فرماتے ہیں کہ اس آسمانی دنیا کو ہم نے ان قدرتی چراغوں یعنی ستاروں اور سیاروں سے بارونق بنا رکھا ہے۔ پھر ان ستاروں کا ایک فائدہ اور غرض آگے بیان فرمایا گیا کہ ان سے شیطانوں کو مارا جاتا ہے یعنی ان ستاروں میں سے آگ کے شعلہ ان شیاطین پر گرتے ہیں کہ جو آسمان میں ملائکہ کی باتیں چوری سے سننا چاہتے ہیں۔ اور غیب کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو ان شیاطین کی دنیا میں ایک رسوائی اور عذاب یہ ہوا کہ جب یہ ملائکہ کی باتیں چوری چھپے آسمان میں سننا چاہتے ہیں تو آگ کے گولے اور مجسم شعلے ان ستاروں سے ٹوٹ کر ان شیاطین پر گرتے ہیں۔ یہ تو ہوا دنیا کا عذاب اور آخرت میں بھی ان کے لئے جلانے اور جھلسانے والا عذاب یعنی نار جہنم تیار اور موجود

ہے۔ اب چونکہ یہاں کلام میں شیاطین کے عذاب کا ذکر آ گیا تھا اس لئے اس سے متصل عام کافروں کے عذاب کا ذکر فرمایا جاتا ہے کیونکہ شیاطین بھی کافروں کے گروہ میں شامل ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ جو بھی دنیا میں اللہ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے بلکہ اس کے انکار پر تلے ہوئے ہیں وہ سن رکھیں کہ ان کے لئے بھی وہی نار جہنم ہے اور ان کا ٹھکانا بھی وہی دوزخ ہے جو شیاطین کے لئے ہے اور وہ جہنم برا ٹھکانہ ہے۔ کہ وہاں عذاب ہی عذاب ہے۔ چنانچہ آگ کی سوزش۔ زمہریر کی سردی۔ سانپ اور بچھوؤں کا کاٹنا۔ زنجیر اور طوقوں کا پہننا۔ زقوم اور زخموں کی پیپ کا کھانا اور کھولتا ہوا گرم پانی پینا وغیرہ وغیرہ جس کی قدرے تفصیل متعدد جگہ قرآن پاک میں بتلائی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ مولائے کریم اپنے کرم سے ہم سب کو عذاب جہنم سے محفوظ و مامون فرمائیں۔ آمین

اب جس جہنم میں یہ منکرین ڈالے جائیں گے آگے اس کی کچھ کیفیت بیان کی گئی ہے اور جہنم کے نگران اور محافظ فرشتوں سے ان کفار کی جو گفتگو ہوگی اس کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرمائیں۔ اور عذاب جہنم جو کفار کے لئے تیار کیا گیا ہے اس سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ یا اللہ! اپنی قدرت کاملہ کا ہم کو یقین کامل نصیب فرما کہ جس سے ہماری توحید درست ہو اور آپ کی ذات عالی سے قوی اور صحیح تعلق نصیب ہو۔ یا اللہ! اس نظام کائنات کا ذرہ ذرہ اور چپہ چپہ آپ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر شاہد ہے جس کی معرفت کی ہم کو وہ بصیرت عطا فرما کہ ہم آپ کے اطاعت گذار اور فرمانبردار بندے بنے رہیں اور آپ کی نافرمانی سے بچے رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ﴿٧﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ اُلْقِيَ

جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی بڑے زور کی آواز سنیں گے اور وہ اس طرح جوش مارتی ہوگی۔ جیسے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی۔ جب اس میں کوئی گروہ ڈالا جاوے گا

فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴿٨﴾ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا

تو اسکے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے کہ واقعی ہمارے پاس ڈرانیوالا (پیغمبر) آیا تھا۔ سو ہم نے (اسکو) جھٹلا دیا

وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿٩﴾ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ

اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا۔ تم بڑی غلطی میں پڑے ہو۔ اور کہیں گے کہ ہم اگر سنتے

اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١٠﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١١﴾

یا سمجھتے تو ہم اہل دوزخ میں نہ ہوتے۔ غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے سو اہل دوزخ پر لعنت ہے۔

اِذَآ اُلْقُوْا جب وہ ڈالے جائیں گے	فِيْهَا اس میں	سَمِعُوْا وہ سنیں گے	لَهَا وہاں	شَهِيْقًا چیخنا چلانا	وَّهِيَ اور وہ	تَفُوْرُ جوش مار رہی ہوگی	
تَكَادُ تَمَيَّزُ قریب ہے کہ پھٹ پڑے	مِنَ الْغَيْظِ غضب سے	كُلَّمَآ جب بھی	اُلْقِيَ فِيْهَا ڈالا جائیگا اس میں	فَوْجٌ کوئی گروہ			
سَاَلَهُمْ وہ ان سے پوچھیں گے	خَزَنَتُهَآ اسکے داروغہ	اَلَمْ يَاْتِكُمْ کیا نہیں آیا تمہارے پاس	نَذِيْرٌ کوئی ڈرانے والا	قَالُوْا وہ کہیں گے			
بَلٰى ہاں	قَدْ جَآءَنَا ضرور آیا ہمارے پاس	نَذِيْرٌ ڈرانے والا	فَكَذَّبْنَا سو ہم نے جھٹلایا	وَقُلْنَا اور ہم نے کہا	مَا نَزَّلَ نہیں نازل کی		
اللّٰهُ اللہ	مِنْ شَيْءٍ کچھ	اِنْ اَنْتُمْ نہیں تم	اِلَّا مگر (صرف)	فِيْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	كَبِيْرٍ بڑی	وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے	لَوْ اگر
كُنَّا نَسْمَعُ ہم سنتے	اَوْ نَعْقِلُ یا ہم سمجھتے	مَا كُنَّا ہم نہ ہوتے	فِيْٓ میں	اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ دوزخیوں	فَاعْتَرَفُوْا سو انہوں نے اعتراف کرلیا		
بِذَنْۢبِهِمْ اپنے گناہوں کا	فَسُحْقًا تو دوری (لعنت)	لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ دوزخیوں کے لئے					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں شیاطین کا ذکر آیا تھا کہ آخرت میں ان کے لئے عذاب جہنم تیار ہے اور انہی کے ساتھ وہ سب انسان بھی جو اللہ کی توحید سے انکار کریں گے وہ بھی جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ اب چونکہ جہنم کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے کچھ اس کی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ کفار گروہ در گروہ بنا کر جہنم میں داخل کرنے کے لئے اس کے سامنے لائے جائیں گے تو جہنم کے اندر سے نہایت سخت زوردار اور ڈراونی آوازیں نکلتی ہوئی سنیں گے اور اس قدر جوش وخروش میں جہنم ہوگی کہ گویا غیض وغضب میں آپے سے باہر ہوا چاہتی ہے کہ عنقریب پھٹ پڑے گی۔ العیاذ باللہ

میرے عزیزو دوستو۔ اور بھائیو اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو دنیا میں اسلام وایمان سے نوازا اور کفر وشرک سے بچایا اور اس طرح اس خطاب فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ کو قیامت میں سننے سے بچالیا۔ مگر اس موقع پر بخاری ومسلم کی ایک صحیح حدیث یاد آتی ہے کہ قیامت کے دن جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو حوض کوثر سے سیراب کرنے کے لئے ابتدائی انتظامات میں مصروف اور اپنی امت کے لوگوں کی آمد کے منتظر ہوں گے تو اس وقت کچھ لوگوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک دیا جائے گا اور حوض کوثر کی سیرابی سے محروم کر کے

جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے اللہ! یہ لوگ تو میرے امتی ہیں۔ اور مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب ملے گا کہ ہیں تو بے شک یہ آپ کے امتی ہی۔ لیکن آپ کو ان کے کرتوتوں کی خبر نہیں۔ یہ لوگ دین میں طرح طرح کی بدعات نکالتے رہے ہیں۔ دین میں تبدیلیاں کرتے رہے ہیں۔ اس لئے حوض کوثر سے ان کو پانی نہیں ملے گا۔

اور بھی متعدد احادیث ایسی ہی بخاری شریف اور مسلم شریف میں دوسرے راویوں سے منقول ہیں۔ تو آج کی آیات کے سلسلہ میں اس حدیث شریف کو سنانے سے مقصود یہ ہے کہ کفار کو تو قیامت میں حق تعالیٰ کی طرف سے فَسُحْقًا لِّأَصْحٰبِ السَّعِيْرِ سننا پڑے گا یعنی اہل جہنم دفع ہو جائیں! ان پر لعنت ہو! ان کو اللہ تعالیٰ سے دوری ہو!! لیکن اسلام کا کلمہ پڑھ لینے کے بعد اگر ہم حوض کوثر پر شافع محشر نبی الرحمۃ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے آرزو مند ہیں۔ اور آپ کی نظر عنایت وکرم کے محتاج ہیں اور میدان حشر میں آفتاب کی گرمی سے پیاس کی شدت بجھانے کے لئے آب کوثر سے سیراب ہونا چاہتے ہیں تو سچائی سے اور مضبوطی سے ہم کو اس دین پر قائم رہنا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے لائے تھے اور اس میں اپنی طرف سے کوئی ایجاد اور ردوبدل کرنے اور بدعات سے دین کو ملوث کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرنی چاہئے اور اگر ایسی حرکات ہو چکی ہیں تو اس سے تائب ہو جانا چاہئے۔ ورنہ آج جو دین میں نئی نئی باتیں اور طرح طرح کی بدعات نکال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اور بتلائے ہوئے دین میں پیوندکاری اور کاٹ چھانٹ کر رہے ہیں اور حقیقی اسلام کو ماڈرن اسلام میں تبدیل کرنے کے درپے اور کوشاں ہیں ان کو اس حدیث شریف میں **سحقا سحقا لمن غیر بعدی** کے الفاظ ہوش کے کانوں سے سن لینا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ یعنی" دوری ہو دوری ہو ان کے لئے جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا" اور دین میں نئی نئی باتیں نکالیں۔ الامان والحفیظ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کی سچی، محبت، عظمت، اطاعت اور خدمت نصیب فرمائیں۔ اور چھوٹی بڑی بدعت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض یہاں ان آیات میں تو انجام بیان ہوا اس شقی گروہ کا جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر والحاد کا برتاؤ رکھے گا۔ آگے ان کے مقابلہ میں ان اہل سعادت کو بشارت اور خوش خبری دی گئی ہے جو دنیا میں بغیر دیکھے ہوئے اپنے رب پر ایمان لائے اور اس سے ڈرتے رہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی حقیقی سمجھ عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں ہم کو اپنا تابعدار بندہ بنا کر اور اسلام کا وفادار رکھ کر زندہ رکھیں۔

یا اللہ آپ اپنے کرم ورحم سے ہم کو عذاب جہنم سے دور رکھئے اور آخرت کی ندامت وشرمندگی سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! اس دنیا میں ہم کو دین وآخرت کا فکر اور اس کی سوچ وسمجھ عطا فرما اور آخرت میں ہمارا حشر ونشر اپنے اطاعت گذار بندوں میں فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١٢﴾ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا

بیشک جو لوگ اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں اُن کیلئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے اور تم لوگ خواہ چھپا کر بات کہو یا پکار کر کہو

بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٣﴾ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾ هُوَ الَّذِي

وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب واقف ہے۔کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے اور وہ باریک بین پورا باخبر ہے وہ ایسا ہے جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٥﴾ أَأَمِنتُم

تمہارے لئے زمین کو مسخر کردیا سو تم اس کے راستوں میں چلو (پھرو) اور خدا کی روزی میں سے کھاؤ (پیو) اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔کیا تم لوگ

مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿١٦﴾ أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن

اس سے بےخوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔پھر وہ زمین تھرتھرا (کر الٹ پلٹ ہو) نے لگے۔یا تم لوگ اس سے بےخوف ہو گئے ہو جو آسمان میں (بھی اپنا حکم و تصرف رکھتا) ہے

يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

کہ وہ تم پر ایک ہوائے تند بھیج دے سو عنقریب (مرتے ہی) تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ میرا ڈرانا (عذاب سے) کیسا (صحیح) تھا۔اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گذرے ہیں

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿١٨﴾

اُنہوں نے (دینِ حق کو) جھٹلایا تھا سو (دیکھ لو اُن پر) میرا عذاب کیسا (واقع) ہوا

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ يَخْشَوْنَ جو لوگ ڈرتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	بِالْغَيْبِ بن دیکھے	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةٌ بخشش	وَأَجْرٌ اور اجر	كَبِيرٌ بڑا
وَأَسِرُّوا اور تم چھپاؤ	قَوْلَكُمْ اپنی بات	أَوِ اجْهَرُوا یا بلند آواز سے کہو	بِهِ اس کو	إِنَّهُ بیشک وہ	عَلِيمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُورِ سینوں (دلوں) کے بھید	
أَلَا يَعْلَمُ کیا وہ نہیں جانتا	مَنْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا	وَهُوَ اور وہ	اللَّطِيفُ باریک بین	الْخَبِيرُ بڑا باخبر	هُوَ وہی	الَّذِي جَعَلَ وہ جس نے کیا	
لَكُمُ تمہارے لئے	الْأَرْضَ زمین	ذَلُولًا مسخر	فَامْشُوا تاکہ تم چلو	فِي مَنَاكِبِهَا اسکے راستوں میں	وَكُلُوا سو تم کھاؤ	مِن رِّزْقِهِ اس کے رزق سے	
وَإِلَيْهِ اور اسی کی طرف	النُّشُورُ جی اُٹھ کر جانا	أَأَمِنتُم کیا تم بے خوف ہو	مَّنْ جو	فِي السَّمَاءِ آسمان میں	أَن يَخْسِفَ کہ وہ دھنسا دے		
بِكُمُ تمہیں	الْأَرْضَ زمین	فَإِذَا تو ناگہاں	هِيَ تَمُورُ وہ جنبش کرے	أَمْ أَمِنتُم کیا تم بے خوف ہو	مَّنْ جو	فِي السَّمَاءِ آسمان میں	
أَن کہ	يُرْسِلَ وہ بھیجے	عَلَيْكُمْ تم پر	حَاصِبًا پتھروں کی بارش	فَسَتَعْلَمُونَ سو تم جلد جان لوگے	كَيْفَ کیسا	نَذِيرِ میرا ڈرانا	
وَلَقَدْ كَذَّبَ اور بالتحقیق جھٹلایا	الَّذِينَ وہ لوگ جو	مِن سے	قَبْلِهِمْ ان سے قبل	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	نَكِيرِ میرا عذاب	

تفسیر و تشریح: اب اہل جہنم کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوشخبری سنا رہے ہیں کہ جو دنیا میں اپنے پروردگار سے بغیر اسے دیکھے ہوئے ڈرتے ہیں اور خوف خدا سے اس کی نافرمانی کے کام نہیں کرتے اور اگر از روئے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو عذاب الٰہی سے ڈر کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیتے ہیں۔تو ایسے مومنین کو بشارت دی گئی کہ آخرت میں ان کو مغفرت اور بہترین اجر و ثواب عنایت فرمایا جائے گا۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا

جاتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے دیکھا نہیں مگر اس کی ذات پر اور اس کی صفات پر پورا یقین رکھتے ہیں اور اس کی عظمت وجلال کے تصور سے لرزتے اور اس کے عذاب کا خیال کر کے کانپتے ہیں اور لرزاں وترساں رہتے ہیں تو ایسے مؤمنین کے لئے آخرت میں دو چیزوں کا وعدہ فرمایا جاتا ہے۔ ایک مغفرت یعنی دنیا میں ان سے جو کوتاہیاں اور تقصیرات سرزد ہوئی ہوں گی ان کو آخرت میں معاف کر دیا جائے گا اور ان کے گناہوں کی مغفرت فرما دی جائے گی۔ اور دوسرے اَجْرٌ کَبِیْرٌ یعنی ان کو اللہ سے ڈرنے اور اعمال صالحہ بجا لانے پر زبردست ثواب اور بہترین اجر عنایت فرمایا جائے گا یعنی جنت کے باغات میں ہمیشہ کے لئے داخل کر دیا جائے گا جہاں ہر طرح کے انعامات ان پر دائما اور ابداً ہوتے رہیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ گو تم اللہ کی ذات عالی کو نہیں دیکھتے مگر وہ تم کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے اور تمہاری ہر کھلی چھپی بات۔ خلوت میں ہو یا جلوت میں تنہائی میں ہو یا مجمع میں سب کو جانتا ہے بلکہ تمہارے دلوں میں اور سینوں میں جو خیالات گذرتے ہیں ان تک کی بھی وہ خبر رکھتا ہے۔ غرض وہ تم سے غائب ہے پر تم اس سے غائب نہیں وہ تمہارے دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ اور کیوں نہ واقف ہو بھلا جس نے تم کو پیدا کیا اور جو تمہارا خالق و مختار ہے تو یہ ناممکن ہے کہ جو خالق ہو وہ عالم نہ ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس نے تم کو بنایا اور پیدا کیا وہی تمہارے اندرونی اور بیرونی حال سے واقف نہ ہو۔ وہ تو لطیف اور خبیر ہے یعنی بہت باریک بین ہے اور بڑا خبردار ہے۔ اس لئے کوئی چیز اور کوئی بات اور کوئی حال اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتا اس لئے علی الاعلان تو درکنار تم کوئی بات چھپا کر بھی اس کے خلاف نہ کہو اور کہنا تو درکنار اس کو اپنے دل میں بھی نہ رکھو۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنی بعض نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ ہی ایسا منعم حقیقی ہے کہ جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے کہ جو چاہے اس میں تصرفات کرو۔ تمہارے لئے زمین کو ایسا بنا دیا کہ تم آسانی کے ساتھ اس میں چل پھر سکتے ہو۔ پھر قسم قسم کے فائدے اس میں تمہارے لئے رکھ دیئے ہیں۔ پھل پھلار۔ غلہ۔ میوہ۔ اناج سب اسی زمین سے نکل رہا ہے۔ طرح طرح کے تمہارے روزی کے سامان اسی زمین سے پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ نعمتیں تم کو دیں تا کہ تم ان نعمتوں کو کھاؤ پیو مگر اتنا یاد رکھو کہ دنیا میں چلنا' پھرنا' کھانا پینا مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ چند روزہ منزل ہے۔ پہنچنا اور جمع ہونا سب کو اسی کے پاس ہے۔ تو دنیا اور اس کی نعمتوں پر ایسا فریفتہ نہ ہونا چاہئے کہ منزل مقصود ہی کو بھول جاؤ اور کفر و شرک بدکاری اور نفس و شہوت پرستی میں پڑ جاؤ۔ اس کے بعد دنیا اور اس کے لذائذ کے متوالوں اور خدا کی زمین پر رہ کر اس سے بغاوت کرنے والوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اے بے خبر! زمین بے شک تمہارے لئے مسخر کر دی گئی مگر یاد رہے کہ اس پر حکومت اسی آسمان والے کی ہے۔ وہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے اور زمین زلزلہ سے لرزنے لگے اور پھٹ جائے اور تم اس کے اندر اترتے چلے جاؤ لہٰذا آدمی کو یہ نہ چاہئے کہ اس مالک مختار سے نڈر ہو کر شرارتیں کرنے لگے اور اس کے ڈھیل دینے پر مغرور ہو جائے۔ پھر وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر ایک سخت آندھی بھیج دے یا پتھروں کا مینہ برسا دے۔ پھر تم کیا کرو گے۔ ساری دوڑ دھوپ رکھی رہ جائے گی۔ الغرض اگر اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہو گیا تو پھر تمہاری خیر نہیں۔ تم پر دنیا ہی میں عذاب آ سکتا ہے ورنہ آخرت میں تو سزا مل کر ہی رہے گی اور ان باتوں کا یقین کرو ورنہ وہ وقت قریب ہے جب یہ باتیں جن سے تمہیں ڈرایا جا رہا ہے تمہارے سامنے آ جائیں گی اور پھر تم کچھ نہ کر سکو گے۔ اس کے بعد گذشتہ واقعات سے عبرت دلائی جاتی ہے کہ ان کفار مکہ سے پہلے بھی لوگ اللہ کے رسولوں کو جھوٹا کہہ چکے ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ وہ انکار و تکذیب کر کے تباہ ہو گئے تو ان کفار مکہ کو ان گذشتہ لوگوں کے حال سے سبق لینا چاہئے کہ انہوں نے دین حق کو جھٹلایا تھا سو ان پر کیسا عذاب ہوا۔

اللہ تعالیٰ اپنا وہ خوف وخشیت جو وہ اپنے مقبولین اور خاص بندوں کو عطا فرمایا کرتے ہیں ہم کو بھی وہ عطا فرمائیں کہ جو ہماری سعادت اور نیک بختی اور خوش انجامی کا سبب بن جائے۔ آمین۔

ابھی آگے مزید قدرت الٰہیہ کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جو ایک طرح توحید کے بھی دلائل ہیں۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيرٌ ﴿١٩﴾

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی۔ کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں اور (کبھی اسی حالت میں) پر سمیٹ لیتے ہیں۔ بجز (خدائے) رحمن انکو کوئی تھامے ہوئے نہیں ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

أَمَّنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ ۚ إِنِ الْكٰفِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ﴿٢٠﴾

ہاں رحمن کے سوا وہ کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر بن کر تمہاری حفاظت کرسکے۔ کافر تو نرے دھوکے میں ہیں۔

أَمَّنْ هٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَلْ لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَّنُفُورٍ ﴿٢١﴾ أَفَمَنْ يَّمْشِي مُكِبًّا

ہاں (یہ بھی بتلاؤ کہ) وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچادے اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کرلے بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جم رہے ہیں۔ سو کیا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو

عَلٰى وَجْهِهٖٓ أَهْدٰٓى أَمَّنْ يَّمْشِي سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٢﴾

وہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہوگا یا وہ شخص جو سیدھا ایک ہموار سڑک پر چلا جا رہا ہو۔

أَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے	إِلَى الطَّيْرِ پرندوں کو	فَوْقَهُمْ اپنے اوپر	صٰٓفّٰتٍ پر پھیلائے	وَيَقْبِضْنَ اور سکیڑتے	مَا يُمْسِكُهُنَّ نہیں تھام سکتا انہیں			
إِلَّا سوا	الرَّحْمٰنُ رحمن (اللہ)	إِنَّهُ بیشک وہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	بَصِيرٌ دیکھنے والا	أَمَّنْ هٰذَا بھلا کون ہے وہ	الَّذِي جو	هُوَ وہ	جُنْدٌ لشکر
لَكُمْ تمہارا	يَنْصُرُكُمْ وہ مدد کرے تمہاری	مِنْ سے	دُونِ الرَّحْمٰنِ رحمن (اللہ) کے سوا	إِنِ نہیں	الْكٰفِرُونَ کافر (جمع)	إِلَّا مگر	فِي غُرُورٍ دھوکے میں	
أَمَّنْ هٰذَا بھلا کون ہے	الَّذِي يَرْزُقُكُمْ وہ جو رزق دے تمہیں	إِنْ اگر	أَمْسَكَ وہ روک لے	رِزْقَهُ اپنا رزق	بَلْ لَّجُّوا بلکہ جمے (ڈھیٹ بنے) ہوئے			
فِي عُتُوٍّ سرکشی	وَنُفُورٍ اور بھاگنے میں	أَفَمَنْ پس کیا جو	يَمْشِي وہ چلتا ہے	مُكِبًّا گرتا ہوا	عَلٰى وَجْهِهٖ اپنے منہ کے بل	أَهْدٰى زیادہ ہدایت یافتہ		
أَمَّنْ یا وہ جو	يَمْشِي چلتا ہے	سَوِيًّا برابر (سیدھا)	عَلٰى پر	صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ سیدھا راستہ				

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتداء توحید کے مضمون سے فرمائی گئی تھی اور اب آگے زمین وآسمان کے درمیان فضا میں قدرت خداوندی کی نشانی کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ہستی۔ اس کی قدرت اور صفات کاملہ کا اظہار ہوتا ہے۔ گذشتہ آیات میں منکرین کو پہلے تو اللہ تعالیٰ کے بعض انعامات یاد دلائے گئے تھے کہ کس طرح اللہ نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اور طرح طرح کے روزی کے سامان اس زمین سے پیدا فرمائے۔ پھر اپنی شان قہر اور انتقام کو یاد دلا کر ڈرایا گیا تھا کہ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے یا تم پر کوئی سخت ہوا کا طوفان بھیج دے یا اوپر سے پتھروں کا مینہ برسا دے پھر عبرت کے لئے گذشتہ منکرین کے ساتھ جو معاملہ ہو چکا ہے وہ جتلایا گیا تھا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ زمین وآسمان میں تو اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا تصرف چلتا ہی ہے۔ ان کی درمیانی فضا میں بھی وہی حکمران ہے اور اپنی قدرت کاملہ کا تصرف زمین وآسمان کے درمیان فضا میں اس طرح ظاہر فرماتا ہے کہ خدا کی قدرت یہاں بھی دیکھو کہ پرندے زمین وآسمان کے درمیان کبھی پر کھول کر اور کبھی بازو سمیٹے ہوئے کس طرح اڑتے رہتے ہیں۔ اور باوجود جسم ثقیل کے اور زمین کی کشش کے نیچے نہیں گرتے۔ تو وہ کس کی قدرت ہے اور کس کا ہاتھ ہے کہ جس نے ان پرندوں کو فضا میں تھام رکھا ہے؟ یہ اس رحمن ہی کی ذات ہے کہ اس نے اپنی رحمت و حکمت سے ان پرندوں کی ساخت ایسی بنائی اور اس میں وہ قوت رکھی

جس سے وہ بے تکلف ہوا میں گھنٹوں ٹھیر سکیں اور اڑتے رہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں پرندوں کی مثال بیان کرنے میں شاید اس طرف بھی اشارہ ہو کہ جیسا اوپر بیان ہوا اللہ تعالےٰ آسمان سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے اور منکرین و مکذبین اپنے کفر و شرارت سے اس کے مستحق بھی ہیں لیکن جس طرح رحمٰن کی رحمت نے پرندوں کو ہوا میں روک رکھا ہے۔ عذاب بھی اسی کی رحمت سے رکا ہوا ہے تو پرندوں کی قوت پرواز۔ ان کا ہوائی موجوں کو چیرتے ہوئے اڑنا اور اتنی بلندیوں پر اپنے جسم کا توازن قائم رکھنا۔ یہ حیرت انگیز مشاہدات ہیں جن سے ہر انسان حق تعالیٰ کی قدرت وصناعی کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔ تو پھر وہ خدا کو کیوں نہیں مانتا؟ کیوں اس کی قدرت کا منکر ہوتا ہے؟ کیوں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنے میں عار کرتا ہے؟ کیوں اس کے رسول کا منکر ہوتا ہے؟ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ منکر سخت دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے باطل معبودوں اور فرضی دیوتاؤں کی فوج ان کو اللہ کے عذاب۔ اس کی گرفت اور آنے والی آفت سے بچالے گی تو خوب سن لو اور سمجھ لو کہ خدائے رحمٰن سے الگ ہو کر کوئی مدد کو نہ پہنچے گا۔ دفع مضرت پر بجز خدائے رحمٰن کے کوئی قادر نہیں اور اسی طرح نفع پہنچانے پر بھی بجز خدائے رحمٰن کے کوئی قادر نہیں۔ مثلاً بتلایا جاتا ہے کہ اللہ اگر رزق و روزی کے سامان بند کردے تو کس کی طاقت ہے کہ جو تم پر روزی کا دروازہ کھول دے۔ اسباب رزق مثلاً بارش کا برسنا' ہوا چلنا۔ سورج کی گرمی' چاند کی سہانی ٹھنڈک۔ اگر ایک بھی سبب ان اسباب میں سے بند ہو جائے تو ان منکروں کے بت اور معبودان کی فریادرسی نہیں کرسکتے اور ان کی مصیبت میں کام نہیں آسکتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دل میں یہ منکرین بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ سے الگ ہو کر نہ کوئی نقصان کو روک سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے مگر محض شرارت اور سرکشی ہے کہ توحید و اسلام کی طرف آتے ہوئے بدکتے ہیں۔ آخر میں ایک موحد اور ایک مشرک کے فرق کو ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ منزل مقصود تک ظاہری کامیابی کی راہ طے کر کے وہی پہنچ سکتا ہے کہ جو سیدھے راستہ پر سیدھا منہ اٹھائے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھ رہا ہو اور جو اوندھے منہ کے بل ناہموار اور ٹیڑھے راستہ پر چلے وہ کیسے کامیابی کا منہ دیکھے گا اور اس کے منزل مقصود تک پہنچنے کی کیا توقع ہوسکتی ہے اور دونوں کو برابر کوئی نہیں کہے گا۔ تو اس مثال سے یہ سمجھایا گیا کہ جو کوئی آسمانی قانون اور انبیاء علیہم السلام کے راستہ پر سیدھا اور صاف چلا جاتا ہے وہ مومن ہے اور ضرور منزل مقصود کو پہنچے گا اور یہ کافر سرکش اسلام سے نفرت کرنے والا نفس و شہوت اور جہالت اور رسم آبائی کے راستہ پر چلتا ہے جو بڑا خاردار اور خطرناک راستہ ہے جس میں بڑے بڑے گہرے گڑھے اور غار ہیں اور یہ ٹھوکر کھا کر کسی گڑھے یا غار میں گر کر ہلاک ہوگا اور منزل مقصود تک ہرگز نہ پہنچ سکے گا۔

سبحان اللہ! منکرین کے لئے یہاں تک کیسے واضح دلائل حق تعالیٰ کے وجود اور توحید اور بے نظیر علم وقدرت کے بیان فرمائے گئے اور کیسے پر حکمت طریقہ سے ان کو راہ حق سمجھائی گئی لیکن اگر وہ اس پر بھی راہ پر نہ آئیں اور اپنی کج فہمی سے اصل مطلب کو نہ سمجھیں تو آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ دوسری طرح دوسرے دلائل سے ان کو سمجھائیں۔ اور پھر سورت کے خاتمہ پر کفار و فجار' منکرین اور بدعمل لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

آپ (اُن سے) کہیے کہ وہی (ایسا قادر و منعم) ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ (مگر) تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

(آپ) کہیئے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور تم اُسی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے اور یہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً

اگر تم سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ یہ علم تو خدا ہی کو ہے اور میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ پھر جب اس (عذاب موعود) کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے

سِيْۗـــــَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

تو کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے اور (اُن سے) کہا جاوے گا یہی ہے جس کو تم مانگا کرتے تھے۔ آپ کہیے کہ تم یہ بتلاؤ

اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾

کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحمت فرماوے تو کافروں کو عذاب دردناک سے کون بچا لے گا۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

آپ (اُن سے یہ بھی) کہیئے کہ وہ بڑا مہربان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اس پر توکل کرتے ہیں۔ سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ع

آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا پانی (جو کنوؤں میں ہے) نیچے کو اتر کر غائب ہو جائے۔ سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے

قُلْ هُوَ فرمادیں	اَلَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وہ جس نے پیدا کیا تمہیں	وَجَعَلَ اور اس نے بنائے	لَكُمُ تمہارے لئے	السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں			
وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل (جمع)	قَلِيْلًا بہت کم	مَا تَشْكُرُوْنَ جو تم شکر کرتے ہو	قُلْ فرمادیں	هُوَ وہی	اَلَّذِيْ ذَرَاَكُمْ وہ جس نے پھیلایا تمہیں			
فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	تُحْشَرُوْنَ تم اٹھائے جاؤ گے	وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	مَتٰى کب	هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ	اِنْ اگر		
كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	قُلْ فرمادیں	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْعِلْمُ علم	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	وَاِنَّمَآ اور اسکے سوا نہیں	اَنَا میں	نَذِيْرٌ ڈرانے والا
مُبِيْنٌ صاف صاف	فَلَمَّا پھر جب	رَاَوْهُ وہ اسے دیکھیں گے	زُلْفَةً نزدیک آتا	سِيْۗـــَٔتْ وُجُوْهُ برے (سیاہ) ہو جائیں گے چہرے				
الَّذِيْنَ ان لوگوں کے جو	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	وَقِيْلَ اور کہا جائے گا	هٰذَا یہ	الَّذِيْ وہ جو	كُنْتُمْ تم تھے	بِهٖ اس کو	تَدَّعُوْنَ تم مانگتے	
قُلْ آپ فرمادیں	اَرَءَيْتُمْ کیا تم نے دیکھا (بھلا دیکھو)	اِنْ اگر	اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ مجھے ہلاک کر دے اللہ	وَمَنْ اور جو	مَعِيَ میرے ساتھ			
اَوْ رَحِمَنَا یا وہ رحم فرمائے ہم پر	فَمَنْ تو کون	يُجِيْرُ پناہ دے گا	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	مِنْ سے	عَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب	قُلْ فرمادیں		
هُوَ الرَّحْمٰنُ وہی رحمٰن	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	بِهٖ اس پر	وَعَلَيْهِ اور اسی پر	تَوَكَّلْنَا ہم نے بھروسہ کیا	فَسَتَعْلَمُوْنَ سو تم جلد جان لو گے			

مَنْ هُوَ کون وہ؟	فِیْ میں	ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی	قُلْ فرمادیں	اَرَءَیْتُمْ کیا تم نے دیکھا (بھلا دیکھو)	اِنْ اَصْبَحَ اگر ہو جائے
مَآؤُکُمْ تمہارا پانی	غَوْرًا نیچے اترا ہوا	فَمَنْ تو کون؟	یَّاْتِیْکُمْ لے آئیگا تمہارے پاس	بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ رواں پانی	

تفسیر وتشریح: یہ اس سورت کی آخری آیات ہیں۔ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مزیدان کے آگے دلائل پیش کریں اور ان سے کہیں کہ نادانو وہ خدا جس کی توحید ماننے۔ جس کی اطاعت اور جس کا دین حق قبول کرنے کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے وہ وہی خدا ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ نیست سے ہست میں لایا۔ پھر تمہیں سننے کے لئے کان۔ دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے کے لئے دل یعنی عقل، ہوش وحواس تم کو دیئے تا کہ تم اللہ کو پہچان کر اس کا حق مانتے اور اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو ٹھیک مصرف میں لگاتے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں خرچ کرتے مگر ایسے شکر گزار اور احسان ماننے والے بندے بہت ہی کم ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے کہئے کہ وہ خدا جس پر ایمان لانے کے لئے تمہیں کہا جاتا ہے وہ وہی خدا ہے جس نے تمہیں پیدا کر کے زمین پر پھیلا دیا۔ کوئی ملک اور چپہ ایسا نہیں کہ جہاں اولاد آدم نہ ہو۔ پھر تمہاری زبانیں جداگانہ۔ تمہارے رنگ روپ جداگانہ۔ تمہاری شکلوں صورتوں میں اختلاف پھر اس پراگندگی اور پھیلا دینے کے بعد ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ تم سب کو جس نے پھیلایا ہے وہی سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرلے گا تا کہ ہر کوئی اپنے اپنے کیے کے عوض پائے تو گویا ابتداء بھی اسی سے ہوئی اور انتہا بھی اسی پر ہوگی جہاں سے آئے تھے وہیں سب کو جانا ہے تو چاہئے تو یہ تھا کہ اس ذات پاک سے ایک دم بھر غافل نہ ہوتے اور ہمہ وقت اس کی فکر رکھتے کہ مالک کے سامنے خالی ہاتھ نہ جائیں مگر یہ کفار ومنکرین تو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کے قائل ہی نہیں۔ وہ اس دوسری زندگی کو محال اور ناممکن سمجھتے ہیں اور اعتراضاً کہتے ہیں کہ اچھا پھر وہ وقت کب آئے گا جس کی ہمیں خبر دیتے ہو؟ ہم کب اکٹھا کئے جائیں گے اور قیامت کب آئے گی؟ اگر تم سچے ہو تو اس دن کا تعین کرو۔ اس پر حق تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں اس کا جواب دے دیجئے اور کہئے کہ میں قیامت کا تعین بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا علم مجھے نہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی اسے تو صرف علام الغیوب جانتا ہے۔ ہاں مجھے اتنا کہا گیا ہے کہ وہ وقت آئے گا ضرور اور جو چیز یقیناً آنے والی ہے اس سے آگاہ کر دینا اور اس دن کی ہولناکیوں سے مطلع کر دینا اور خوفناک مستقبل سے ڈرا دینا یہ میرا فرض تھا جسے میں ادا کر چکا۔ آگے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اس وقت تو یہ کفار منکرین قیامت قائم ہونے کی جلدی مچا رہے ہیں، لیکن جس وقت وہ وعدہ قریب آئے گا اور یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور معلوم کر لیں گے کہ اب قیامت آ گئی تو بڑے بڑے سرکشوں کے منہ بگڑ جائیں گے اور چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی اور قیامت کی ہولناکیاں انہیں بدحواس کئے ہوئے ہوں گی اسوقت اس سے بطور زجر وتوبیخ کے اور بطور ذلیل کرنے کے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ وقت جس کی تم جلدی کر رہے تھے اور جس کے جلدی لانے کا دنیا میں تقاضا کرتے تھے۔ آگے پھر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کفار ومنکرین جو خدا تعالیٰ کی توحید کا انکار کر رہے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ یہ توحید کے داعی مسلمان کہیں جلد مر مرا کر ان کا قصہ ختم ہو جائے (العیاذ باللہ)۔ اہل باطل ہمیشہ اہل حق کے لئے یہی منتظر رہتے ہیں اور پھر سوچتے ہیں کہ یہ مریں تو قصہ ختم ہو۔ کفار مکہ بھی یہی تمنا کرتے تھے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی مر مرا کر ختم ہوں تو قصہ پاک ہو۔ حق تعالیٰ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ فرض کرو تمہارے زعم کے موافق میں اور میرے ساتھی دنیا میں سب ہلاک کر دیئے جائیں یا ہمارے عقیدہ کے موافق مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کامیاب و بامراد کرے۔ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورۃ بھی ہو مگر تم کو اس سے کیا فائدہ ہے؟ ہمارا انجام دنیا میں جو کچھ ہو بہر حال آخرت میں بہتری ہے کہ ہم دین حق، ایمان اور

اسلام کے داعی ہیں اور کوشاں ہیں لیکن اے منکرین تم اپنی فکر کرو کہ اس کفرو سرکشی پر جو دردناک عذاب آنا یقینی ہے تم کو اس سے کون بچائے گا۔ ہماری موت اور ہمارا نقصان چاہنے سے تمہارا چھٹکارا تو نہیں ہو سکتا؟ تمہاری نجات کی صورت تو یہ نہیں؟ تم ہمارا خیال چھوڑ کر اپنی بخشش اور نجات کی صورت تلاش کرو اور اپنی فکر کرو کیونکہ کافر کسی طرح بھی خدائی عذاب سے نہیں چھوٹ سکتا۔ پھر آگے فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے کہہ دیجئے کہ ہم رب العالمین۔ رحمٰن ورحیم پر ایمان لا چکے اور اپنے تمام امور میں ہمارا بھروسہ اور توکل اسی کی ذات پاک پر ہے۔ اور جب ہمارا ایمان اس پر ہے تو ایمان کی بدولت نجات یقینی ہے اور جب ہم صحیح معنوں میں اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں تو مقاصد میں کامیابی یقینی ہے لیکن تم میں تو دونوں چیزیں نہیں۔ نہ ایمان۔ نہ توکل۔ پھر تم عذاب الٰہی سے کیسے بے فکر ہو؟ تم عنقریب جان لوگے کہ دنیا اور آخرت میں فلاح و بہبود کسے ملتی ہے اور نقصان و خسران میں کون پڑتا ہے؟ رب کی رحمت کس پر ہے؟ اور خدا کا غضب کس پر ہے؟ ہدایت پر کون ہے؟ اور گمراہی پر کون ہے؟ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے کہہ دیجئے کہ زندگی اور ہلاکت کے اسباب سب اسی اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ ایک پانی ہی کو لے لو جس سے انسانوں کی زندگی قائم ہے۔ اگر فرض کرو کہ چشموں کنوؤں دریاؤں وغیرہ کا پانی خشک ہو کر زمین کے اندر اتر جائے جیسا کہ اکثر موسم گرما میں پیش آجاتا ہے تو کس کی قدرت ہے کہ موتی کی طرح صاف شفاف پانی اس قدر کثیر تعداد میں مہیا کردے جو تمہاری زندگی اور بقا کے لئے کافی ہو۔

گویا اس سورت کے خاتمہ کی آیت میں تمام انسانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ تم جو کنواں کھود کر پینے کا پانی اور کھیتی وغیرہ سینچنے کے لئے پانی وافر مقدار میں حاصل کرتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ یہ بھی حق تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے اور غور کرو کہ چند فٹ یا چند گز زمین کھود کر با آسانی پانی کس طرح مل جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے بارش نازل فرماتے ہیں اور مینہ برستا ہے پھر روئے زمین کے بعض حصوں پر یعنی بلند اور اونچے پہاڑوں پر وہ پانی برف کی شکل میں جما کر اسطرح اسٹور کر دیا جاتا ہے کہ نہ وہ سڑے نہ گلے اور نہ خراب وگندہ ہو سکے۔ پھر اس برف کو آہستہ آہستہ پگھلا کر پہاڑوں کی رگوں میں سے گزار کر زمین کے اندر پہنچا دیا اور بغیر کسی پائپ لائن کے پوری زمین میں اس کا ایسا جال پھیلا دیا کہ جہاں چاہو زمین کھود کر صاف شفاف پانی نکال لو۔ تو یہاں جتلایا یہ گیا کہ اے انسانو! تم جو پانی با آسانی کنوؤں سے نکال کر پی رہے ہو اگر وہ پانی زمین کی گہرائی میں اتر جائے اور زمین کی اتنی نیچی سطح پر چلا جائے کہ جہاں تک انسان کی رسائی ممکن نہ ہو تو وہ کون سی طاقت ہے کہ پھر اس جاری پانی کو حاصل کر سکے۔

اس آخری آیت قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ آپ کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا پانی نیچے ہی غائب ہو جائے تو وہ کون ہے جو تمہارے پاس صاف پانی لے آئے گا۔ اس آیت سے متعلق بعض تفاسیر میں یہ حکایت منقول ہے کہ کسی متکبر نے یہ آیت سن کر کہا کہ اگر ایسا اتفاق ہووے تو ہم پھاوڑے اور کدال کے زور پانی زمین سے کھود کر نکال لاویں گے۔ یہ بات اس کے منہ سے نکلتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کا پانی خشک کر دیا اور اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں اور روشنی جاتی رہی اور غیب سے ایک آواز آئی کہ پہلے یہ پانی اپنی آنکھ میں تو لے آ پھر زمین سے کنواں یا چشمہ کھود کر پانی نکالنا۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی سے ڈرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس اخیر کی آیت کو پڑھے اس کو چاہئے کہ اس کے بعد یہ کلمہ کہے۔

اَللّٰهُ يَاْتِيْنَا بِهٖ وَهُوَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

یعنی اللہ تعالیٰ پانی لاوے گا اور وہ رب العالمین ہے

سورۃ الملک کے خواص

۱-حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قرآن کریم میں تیس آیات کی ایک سورۃ ہے جو آدمی کی شفاعت کرتی رہے گی۔ حتیٰ کہ اس کی بخشش ہو جائے گی اور وہ سورۃ تبارک الذی (سورۃ الملک) ہے۔

۲-جس کی آنکھوں میں آشوب ہو اس پر تین دن مسلسل اس سورۃ کو پڑھا جائے تو اسے صحت ہو جائے گی۔

سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ

ن۔ قسم ہے قلم کی اور ان (فرشتوں) کے لکھنے کی (جو کہ کاتب اعمال ہیں) کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

نٓ وَالْقَلَمِ ن قسم ہے قلم کی	وَمَا اور جو	يَسْطُرُوْنَ وہ لکھتے ہیں	مَآ اَنْتَ نہیں آپ	بِنِعْمَةِ نعمت (فضل) سے	رَبِّكَ اپنا رب	بِمَجْنُوْنٍ مجنون		

تفسیر و تشریح: سورت کی ابتداء حرف ن سے فرمائی گئی جو حروف مقطعات میں سے ہے۔ حروف مقطعات کے متعلق پہلے تشریح ہو چکی ہے کہ ان کے حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ ان پر اسی طرح اعتقاد رکھنا چاہئے۔ امت کو ان کی تحقیق میں پڑنے سے روک دیا گیا ہے۔ اس کے بعد قسمیہ کلام سے ابتدا فرمائی گئی کہ قسم ہے قلم کی جس سے لوح محفوظ کی تحریر لکھی گئی ہے اور قسم ہے ان فرشتوں کے لکھنے کی جو کہ کاتب اعمال ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جو قسمیں کھائی ہیں اس کے متعلق پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے متعدد جگہ قسمیں کھائی ہیں جس میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے تو حق تعالیٰ نے یہ قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار کیا جا سکے۔ یہاں دو قسمیں کھائی گئیں ایک تو قلم کی۔ اس قلم سے مراد مفسرین نے وہ نور کا قلم لیا ہے جس سے تمام خلق کی تقدیریں لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے اول اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ لکھ قلم نے عرض کیا کہ کیا لکھوں۔ ارشاد فرمایا تقدیر کو لکھ چنانچہ قلم نے ہر وہ چیز لکھ دی جو گزر گئی اور آئندہ کبھی بھی ہونے والی ہے۔ باقی نور محمدی کا اول الخلق ہونا بھی اپنی جگہ درست اور صحیح ہے اور جس کے متعلق حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی مشہور روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ بہشت تھی نہ دوزخ اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے۔ اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش آگے طویل حدیث ہے (فی نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ) اس حدیث کو نقل کر کے حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آسمان اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی تھیں تو یہاں پہلی قسم قلم کی کھائی گئی جس سے تمام خلق کی تقدیریں لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہیں۔

دوسری قسم فرمائی گئی وَمَا يَسْطُرُوْنَ یعنی اس چیز کی قسم جس کو

وہ لکھتے ہیں۔ اکثر مفسرین نے یہاں اعمال نامے لکھنے والے فرشتے مراد لئے ہیں۔ تو یہاں دو قسمیں کھا کر فرمایا گیا۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں جیسا کہ آپ کی قوم کے جاہل منکرین کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار نبوت سے پہلے آپ کی دانائی، عقلمندی فراست، دیانت اور امانت کے نہ صرف قریش بلکہ اطراف و جوانب کے لوگ بھی قائل تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ فرمایا اور مکہ کے لوگوں سے کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بت جنہیں تم پوجتے ہو یہ پتھر کی بے جان مورتیاں ہیں۔ یہ سب اور ان کے پجاری جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور اگر تم نے میرا کہا نہ مانا تو تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ کفار مکہ جو اپنی پرانی رسموں پر جمے ہوئے تھے ان کے خلاف یہ نئی باتیں سن کر کوئی کہتا کہ بیٹھے بٹھائے قوم کی مخالفت مول لی۔ اور ایسی حالت میں کہ نہ آپ مالدار ہیں نہ مال دار ساتھی ہیں سب لوگوں کی مخالفت مول لے کر ایسا دعویٰ کرنا یہ دیوانہ ہی کا کام ہے۔ کوئی کہتا معاذ اللہ آپ پر شیطان کا اثر ہے جو یک بیک تمام قوم سے الگ ہو کر ایسی باتیں کرنے لگے ہیں جن کو کوئی نہیں مان سکتا۔ حق تعالیٰ نے ان منکرین کے خیال باطل کی تردید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرما دی کہ جس پر اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے فضل و انعام ہوں جن کو ہر آنکھ والا مشاہدہ کر رہا ہے مثلاً اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور حکمت اور دانائی کی باتیں۔ اتنے بلند اور پاکیزہ اخلاق و اطوار۔ انہیں دیوانہ کہنا خود اپنی دیوانگی کی دلیل ہے یہاں پہلی آیت میں قلم اور فرشتوں کے لکھنے کی جو قسم کھا کر یہ فرمایا کہ آپ مجنون نہیں ہیں تو علماء نے لکھا ہے کہ اس قسم میں اور جواب قسم میں مناسبت یہ ہے کہ قلم کے ذریعہ سے تحریر لکھی جاتی ہے تو آپ کے ذکر خیر اور آپ کے بے مثال کارناموں اور علوم و معارف کو تحریریں ہمیشہ کے لئے روشن رکھیں گی اور آپ کو دیوانہ بتلانے والوں کا وجود صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ کر رہے گا اور ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا آپ کی حکمت اور دانائی کی معترف ہوگی اور آپ کے کامل ترین انسان ہونے کے عقیدے کو تسلیم کرے گی۔ بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت اور برتری کو ازل میں اپنے قلم نور سے لوح محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا کس کی طاقت ہے کہ اس کے ایک شوشے کو مٹا سکے آپ کو مجنون کہنے والا خود پرلے درجے کا مجنون یا جاہل ہے۔

آپ کی رسالت کی صداقت و عظمت کا بیان ابھی اگلی آیات میں جاری ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا یہ بے انتہا فضل و احسان ہے کہ جس نے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کا پکا امتی ہونے کے حق کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ کی سچی محبت و عظمت ہم کو نصیب فرمائیں اور محبت و عظمت کے ساتھ آپ کا اتباع بھی نصیب فرمائیں۔ ظاہراً و باطناً۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝

اور بے شک آپ کیلئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ سو عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے۔

بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

کہ تم میں کس کو جنون تھا۔ آپ کا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور وہ راہ (راست) پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

وَاِنَّ لَكَ اور بیشک آپ کیلئے	لَاَجْرًا البتہ اجر	غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ختم نہ ہونے والا	وَاِنَّكَ اور بیشک آپ	لَعَلٰى یقیناً۔ پر	خُلُقٍ خلق
عَظِيْمٍ عظیم	فَسَتُبْصِرُ پس آپ جلد دیکھ لیں گے	وَيُبْصِرُوْنَ اور وہ بھی دیکھ لیں گے	بِاَيِّكُمُ تم میں سے کون؟	الْمَفْتُوْنُ دیوانہ	اِنَّ رَبَّكَ بیشک آپ کا رب
هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَنْ اس کو جو	ضَلَّ وہ گمراہ ہوا	عَنْ سَبِيْلِهٖ اس کی راہ سے	وَهُوَ اَعْلَمُ اور وہ خوب جانتا ہے	بِالْمُهْتَدِيْنَ ہدایت یافتہ لوگوں کو

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیت میں فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے فضل سے آپ دیوانہ یا مجنون نہیں ہیں جیسا کہ یہ کفار مکہ کہتے ہیں بلکہ آپ نبی برحق ہیں۔ اسی سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور آپ کی رسالت کی صداقت و عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے اور کفار مکہ کی اس تہمت جنون کی مکمل اور پرزور تردید کے لئے ان آیات میں فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار کے جاہلانہ قول سے غمگین نہ ہوں۔ ان کے دیوانہ کہنے سے آپ کا اجر بڑھتا ہے۔ ان کی باتیں برداشت کرنے اور احکام رسالت پہنچانے کا آپ کے لئے بڑا اجر۔ اور ثواب بے پایاں ہے۔ پھر جو فیض بنی نوع انسان کو آپ کی ذات سے پہنچنے والا ہے اس کا بے انتہا اجر و ثواب آپ کو یقیناً ملنے والا ہے۔ پھر جس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا بڑا ہو اس کو چند احمقوں کے دیوانہ کہنے کی کیا پرواہ ہونی چاہئے۔ پھر اس ارشاد سے اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ کہ آپ کے لئے بے انتہا اجر ہے کفار کے آپ پر دیوانہ ہونے کی تہمت کی بھی مزید تردید اس طرح ہوگئی کہ دیوانہ کی کوئی بات قابل مدح اور سبب اجر نہیں ہوتی کیونکہ اس کا کوئی کام عقل و ہوش سے نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے آپ کو اجر ہے ان تمام مساعیٔ جمیلہ کا اور اجر بھی کیسا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ یعنی بے انتہا جو کبھی منقطع نہ ہو۔ اس لئے کہ دنیا میں توحید، خدا پرستی اور مکارم اخلاق قریب قریب مٹ چکے تھے۔ ان کے مٹ جانے کے بعد آپ ہی ان کے مروج و معلم ہیں تو جب تک دنیا میں یہ باتیں جاری رہیں گی آپ کو بھی برابر اجر ملتا رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ ہر نبی کو اس کی امت کے ایمان والوں کے نیک عملوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس واسطے کہ امتی جو نیک کام بھی کرتا ہے وہ اس نبی کی دلالت اور ارشاد سے کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الدال علی الخیر کفاعله یعنی نیک بات بتلانے والے کا ثواب مثل اس کے کرنے والے کے ہوتا ہے۔

یہاں موقع کی مناسبت سے چند روایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق بطور نمونہ بیان کی جاتی ہیں:۔

۱۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور اس تمام عرصہ میں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے کیوں نہ کیا اور یہ کام کیوں کیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو کوئی چیز نہیں ماری۔ نہ کسی خادم کو مارا نہ عورت کو۔ اور نہ کسی حق تلفی کرنے والے سے انتقام لیتے تھے۔ ہاں اگر کوئی حدود اللہ اور ضوابط الٰہیہ کی خلاف ورزی کرتا تھا تو اس کو اللہ کے واسطے حضور سزا دیتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

2

احادیث اور سیرۃ کی کتابیں تو آپ کے اخلاق حمیدہ سے پر ہیں۔
الغرض خداوند قدوس نے آپ کی سرشت اور جبلت ہی میں پسندیدہ اخلاق بہترین خصلتیں اور پاکیزہ عادتیں رکھی تھی وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور اتنا بلند ہو جو عقل کے کامل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اس کی طرف دیوانگی کی نسبت کرنا سراسر حماقت اور جہل نہیں تو اور کیا ہے۔
کفار کے اس طعن اور تہمت کا جواب دے کر آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان کی بکواس کا غم نہ کیجئے۔ عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ دونوں میں سے کون ہوشیار اور عقل والا تھا اور کس کی عقل ماری گئی تھی اور چونکہ آپ کے پروردگار کو پورا علم ہے اور وہ بخوبی واقف ہے کہ کون اس کے راستہ سے بہکا ہوا ہے یعنی حقیقت میں کافر ہی دیوانے ہیں جو راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں اور راہ حق سے بھٹک جانا دیوانگی کی نشانی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے بھی خوب واقف ہے جو کمال عقل کی وجہ سے کامیاب ہیں۔ اور ہدایت کے راستہ پر ہونے کی وجہ سے اللہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔
اسی سلسلہ میں ابھی آگے کفار کی مذمت کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق کا کوئی عکس اور ذرہ ہم کو بھی حق تعالےٰ نصیب فرمائیں۔ اور آپ کی ظاہراً و باطناً اتباع کا جذبہ اور شوق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! اپنی ہدایت کے راستہ پر ہم کو قائم رکھئے اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیے۔

یا اللہ! کفار و مشرکین ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں اور اب بھی دشمن بنے ہوئے ہیں۔

یا اللہ! ان دشمنان دین کو آپ ہی سمجھ لیں۔ اپنی شان قہاری سے ان کی قوتوں کو پاش پاش فرمادیں۔

یا اللہ! ان ظالم و دشمنان دین نے اہل اسلام کو جو اذیت اور جان و مال کی تکالیف پہنچائی ہیں یا پہنچا رہے ہیں اس کا انتقام آپ لے لیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝

تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانیے یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے ہو جائیں تو یہ لوگ بھی ڈھیلے ہو جائیں۔ اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہو۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَن كَانَ

بے وقعت ہو طعنے دینے والا ہو۔ چغلیاں لگاتا پھرتا ہو نیک کام سے روکنے والا ہو حد (اعتدال) سے گذرنے والا ہو گناہوں کا کرنیوالا ہو اور سخت مزاج ہو ان (سب) کے علاوہ ولد الزنا (بھی) ہو

ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ سَنَسِمُهُۥ عَلَى الْخُرْطُومِ ۝

اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو۔ جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں۔ ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے۔

فَلَا تُطِعِ پس آپ کہا نہ مانیں	الْمُكَذِّبِينَ جھٹلانے والوں	وَدُّوا وہ چاہتے ہیں	لَوْ تُدْهِنُ کاش آپ نرمی کریں	فَيُدْهِنُونَ تو وہ نرمی کریں		
وَلَا تُطِعْ اور آپ کہا نہ مانیں	كُلَّ حَلَّافٍ ہر بڑی قسمیں کھانے والا	مَّهِينٍ بے وقعت	هَمَّازٍ عیب نکالنے والا	مَّشَّآءٍ پھرنے والا	بِنَمِيمٍ چغلی لئے	
مَّنَّاعٍ روکنے (بخل کرنیوالا)	لِّلْخَيْرِ مال میں	مُعْتَدٍ حد سے بڑھنے والا	أَثِيمٍ گنہگار	عُتُلٍّ سخت خو	بَعْدَ ذَٰلِكَ اس کے بعد	زَنِيمٍ بداصل
أَن اس لئے کہ	كَانَ وہ ہے	ذَا مَالٍ مال والا	وَبَنِينَ اور اولاد	إِذَا جب	تُتْلَىٰ عَلَيْهِ پڑھ کر سناتی ہیں اسے	ءَايَٰتُنَا ہماری آیتیں
قَالَ وہ کہتا ہے	أَسَٰطِيرُ کہانیاں	الْأَوَّلِينَ اگلے لوگ	سَنَسِمُهُۥ ہم جلد داغ دیں گے اس کو	عَلَى الْخُرْطُومِ سونڈ (ناک) پر		

تفسیر و تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ راہ پر آنے والے یا نہ آنے والے سب اللہ کے علم محیط میں طے شدہ ہیں لہٰذا دعوت حق و تبلیغ دین کے معاملہ میں آپ کو کسی رورعایت کی ضرورت نہیں۔ جس کو راہ پر آنا ہوگا وہ آ جائے گا اور جو محروم ازلی ہے وہ کسی نرمی۔ مروت اور پاس و لحاظ سے بھی ماننے والا نہیں۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ بت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کر دیں اور ہمارے معبودوں کی برائی اور تردید نہ کریں تو ہم بھی آپ کی مخالفت کرنا چھوڑ دیں گے اور آپ کے مسلک اور مشرب سے معترض نہ ہوں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل وغیرہ کے چند سردار و رئیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اگر اس پند و نصیحت سے آپ کی یہ غرض ہے کہ دنیا کی عیش و عشرت میسر آئے تو فرمائیے۔ اگر عورتوں سے رغبت ہے تو اچھی سے اچھی کنواری لڑکیاں آپ کے لئے حاضر کریں اور آپ جس سے کہیں نکاح کرا دیں۔ اگر دولت مقصود ہو تو ہم مال و دولت جمع کر دیں۔ اگر سرداری مقصود ہے تو ہم آپ کو سردار بنا لیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ان باتوں میں سے کوئی بات مطلوب نہیں مجھے تو صرف تمہاری بھلائی مقصود ہے کہ تم ہلاکت میں نہ پڑو۔ اس پر ان کفار سرداروں نے کہا کہ اچھا آپ اپنی عبادت کیا کریں مگر ہمارے بتوں کی مذمت اور ان کی پرستش سے منع نہ کریں تو ہم بھی آپ پر طعن و تشنیع نہ کریں گے۔ تو ممکن تھا کہ ایک مصلح اعظم کے دل میں جو خلق عظیم پر پیدا کیا گیا ہو نیک نیتی سے یہ خیال آ جائے کہ تھوڑی سی نرمی اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام بنتا ہے تو برائے چند نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ فرما دیا کہ آپ ان مکذبین کا کہنا نہ مانیے۔ ان کی غرض محض آپ کو ڈھیلا کرنا ہے اور آپ کے بعثت کی اصل غرض اس صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے آپ ہر طرف سے قطع نظر کر کے اپنا فرض پورا کرتے رہئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ان

آیات سے معلوم ہوا کہ دین کے معاملہ میں ایسی نرمی کہ جس سے مداہنت ہو ممنوع ہے۔ اس لئے کفار و فجار سے یہ سودا کر لینا کہ ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے تم ہمیں کچھ نہ کہو یہ مداہنت فی الدین اور حرام ہے یعنی بلا کسی اضطرار اور مجبوری کے ایسا معاہدہ جائز نہیں۔ تو پہلے ان کفار روسائے مکہ کی بات سننے اور ماننے سے عمومی مخالفت فرمائی گئی۔ مگر ان سب کفار سرداروں میں ولید بن مغیرہ بڑا بدذات تھا اور اس کی بدذاتی یہ تھی کہ بات بات پر جھوٹی قسمیں کھانے والا تھا۔ طعنہ دینے والا تھا اور چغلخوری کرتا تھا۔ نیک کاموں سے روکنے والا بدمزاج سرکش ولد الزنا یعنی حرام زادہ بھی تھا۔ مال اور اولاد کا اس کو بڑا گھمنڈ تھا اور اپنی امارت اور ریاست کے نشہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو حقیر سمجھتا تھا اور اپنی حکومت کی کوشش کرتا تھا کہ میرا کہنا مانیں۔ اس لئے بالخصوص اس کا کہنا ماننے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ممانعت فرمائی گئی۔ اور فرمایا گیا کہ ایک شخص اگر دنیا میں مال و دولت اور اولاد کی کثرت رکھتا ہے اور بظاہر بڑا خوش قسمت معلوم ہوتا ہے تو محض اتنی بات سے اس لائق نہیں ہو جاتا کہ اس کی بات مانی جائے جبکہ اس کی یہ عادت ہو کہ جب اللہ کی آیتیں اسے پڑھ کر سنائی جاتی ہوں تو بجائے اپنے اخلاق درست کرنے اور اللہ کی طرف رجوع ہونے کے وہ منکر کہتا ہے کہ یہ سب بے سند باتیں ہیں جو اگلے لوگوں سے منقول چلی آتی ہیں تو ایسے ناشکرے منکر کے لئے دنیا ہی میں ایسی سزا دی جائے گی کہ جو اس کے کبر و غرور کو مٹا دے اور وہ سزا فرمائی گئی سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ یعنی ہم عنقریب اس کی ناک پر جو بڑی اور بے ڈول ہونے کے سبب ہاتھی کی سونڈ جیسی ہے داغ اور نشان لگا دیں گے۔ یہ ناک پر داغ لگانے کی تشریح مفسرین نے دو طرح کی ہے ایک تو یہ کہ قیامت میں اس کے چہرہ اور ناک پر اس کے کفر کی وجہ سے کوئی علامت ذلت اور پہچان کی لگا دی جائے گی جس سے وہ خوب رسوا ہو۔ دوسری تشریح ناک پر داغ لگانے کی یہ کی ہے کہ دنیا میں ایسا ہی ہوا۔ بدر کی لڑائی میں کسی انصاری کی تلوار سے اس کی ناک پر زخم لگا۔ مکہ میں بھاگ کر آیا اور بہت کچھ اس زخم کی دوا کی مگر وہ اچھا نہ ہوا اور اس مرض میں سخت تکلیف اٹھا کر واصل بہ جہنم ہوا۔

یہاں ان آیات میں اگرچہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ ایسے منکرین و مکذبین کا کہنا نہ مانا جائے لیکن حکم عام ہے کہ ایسے لوگوں کی بات نہ مانی جائے۔ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تالیف ''زاد السعید'' میں لکھا ہے کہ جس طرح حدیث شریف کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع میں ایک گستاخی کرنے سے (نعوذ باللہ منہا) اس شخص پر منجانب اللہ دس لعنتیں نازل ہوتی ہیں جیسا کہ ان آیات میں ولید بن مغیرہ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے بسزائے استہزاء یہ دس کلمات ارشاد فرمائے:۔ حلاف . مهين . هماز . مشآء . بنميم . مناع للخير . معتد . اثيم . عتل . زنيم .

آگے ان کفار کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے اور خدا کی ایک نعمت یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ناشکری کر رہے تھے ان کی عبرت کے لئے ایک قصہ باغ والوں کا اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم کو جو نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی عطا فرمائی ہے تو اس نعمت عظمیٰ کی قدردانی اور شکرگذاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اور ہم کو اپنے رسول پاک کی سچی محبت و عظمت کے ساتھ آپ کا اتباع کامل بھی نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا

ہم نے اُن کی آزمائش کر رکھی ہے جیسا ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب کہ ان لوگوں نے قسم کھائی تھی کہ اس (باغ) کا پھل ضرور صبح چل کر توڑ لینگے۔اور انہوں نے

يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾

ان شاء اللہ بھی نہیں کہا۔سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا پھر گیا۔اور وہ سو رہے تھے۔پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ

سو صبح کے وقت ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تم کو پھل توڑنا ہے۔پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے چلے

يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ آنے پائے۔ اور اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے۔

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ

پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم بیشک راستہ بھول گئے بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ان میں جو کسی قدر اچھا آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم کو کہا نہ تھا

لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

اب تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ سب کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے۔ بیشک ہم قصور وار ہیں پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر باہم

يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى

الزام دینے لگے۔کہنے لگے بیشک ہم حد سے گذرنے والے تھے۔شاید ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ اس کے بدلہ میں دے دے ہم اپنے رب کی

رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

طرف رجوع ہوتے ہیں۔اس طرح عذاب ہوا کرتا ہے۔اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ بیشک ہم نے آزمایا انہیں	كَمَا جیسے	بَلَوْنَا ہم نے آزمایا	اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ باغ والوں کو	اِذْ اَقْسَمُوْا جب انہوں نے قسم کھائی	
لَيَصْرِمُنَّهَا ہم ضرور توڑ لیں گے اس کا پھل	مُصْبِحِيْنَ صبح ہوتے	وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ اور انہوں نے استثناء نہ کہا (ان شاء اللہ نہ کہا)	فَطَافَ پس پھر گیا		
عَلَيْهَا ان پر	طَآئِفٌ ایک پھرنے والا عذاب	مِّنْ رَّبِّكَ تیرے رب سے	وَهُمْ اور وہ	نَآئِمُوْنَ سوئے ہوئے تھے	فَاَصْبَحَتْ تو وہ صبح کو رہ گیا
كَالصَّرِيْمِ جیسے کٹا ہوا کھیت	فَتَنَادَوْا تو وہ ایکدوسرے کو پکارنے لگے	مُصْبِحِيْنَ صبح ہوتے	اَنِ اغْدُوْا کہ صبح سویرے چلو	عَلٰى پر	
حَرْثِكُمْ اپنے کھیت	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	صٰرِمِيْنَ کاٹنے والے	فَانْطَلَقُوْا پھر وہ چلے	وَهُمْ اور وہ	يَتَخَافَتُوْنَ آپس میں چپکے چپکے کہتے تھے
اَنْ کہ	لَا يَدْخُلَنَّهَا وہاں داخل نہ ہونے پائے	الْيَوْمَ آج	عَلَيْكُمْ تم پر	مِّسْكِيْنٌ کوئی مسکین	وَّغَدَوْا اور وہ صبح سویرے چلے
عَلٰى حَرْدٍ بخیلی پر	قٰدِرِيْنَ وہ قادر ہیں	فَلَمَّا پھر جب	رَاَوْهَا انہوں نے اسے دیکھا	قَالُوْا وہ بولے	اِنَّا لَضَآلُّوْنَ بیشک ہم راہ بھول گئے ہیں

بَلْ نَحْنُ بلکہ ہم	مَحْرُوْمُوْنَ محروم ہوگئے ہیں	قَالَ کہا	اَوْسَطُهُمْ انکے بہترین۔اوسط	اَلَمْ اَقُلْ کیا میں نے نہیں کہا تھا	لَّكُمْ تم سے	
لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے	قَالُوْا وہ بولے	سُبْحٰنَ پاک ہے	رَبِّنَآ ہمارا رب	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	ظٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)	
فَاَقْبَلَ پس متوجہ ہوا	بَعْضُهُمْ ان کا بعض ایک	عَلٰى بَعْضٍ بعض (دوسرے) پر	يَّتَلَاوَمُوْنَ ایکدوسرے کوملامت کرتے ہوئے	قَالُوْا وہ بولے		
يٰوَيْلَنَآ ہائے ہماری خرابی	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	طٰغِيْنَ سرکش (جمع)	عَسٰى امید ہے	رَبُّنَآ ہمارا رب	اَنْ کہ	يُّبْدِلَنَا ہمیں بدلے میں دے
خَيْرًا بہتر	مِّنْهَآ اس سے	اِنَّآ بیشک ہم	اِلٰى رَبِّنَا اپنے رب کی طرف	رٰغِبُوْنَ راغب (رجوع کرنیوالے) ہیں	كَذٰلِكَ یوں ہوتا ہے	
الْعَذَابُ عذاب	وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا عذاب	اَكْبَرُ سب سے بڑا	لَوْ کاش	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہوتے		

تفسیر وتشریح: مکہ کے روساء اور سرداروں کا اور ان میں خصوصاً ولید بن مغیرہ کا ذکر مذمت کے ساتھ فرمایا گیا تھا کہ جو اپنی دولت وثروت اور سامان عیش پر مغرور اور نازاں تھے اور اپنی سرداری اور دولت پر گھمنڈ کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سرکشی کرتے تھے اور فقرائے اسلام سے بے رحمی برتتے تھے اور اسلام وایمان کی ناشکری اور بے قدری کر کے کفر وانکار کرتے تھے تو ان مغرور اور سرکش اہل مکہ کو سنایا جاتا ہے کہ یہ مال ودولت کی کثرت نازاں ومغرور ہونے اور اس پر اترانے کی چیز نہیں بلکہ یہ تو دنیا میں انسان کی آزمائش اور امتحان کا ایک ذریعہ ہے کہ کون ان کی وجہ سے غفلت اور گمراہی اور سرکشی میں مبتلا ہوتا ہے اور کون ان نعمتوں کی صحیح قدردانی اور سچی شکر گذاری بجالا کر ایمان پر قائم رہتا ہے تو اہل مکہ کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ وہ اپنی اس سرداری اور مال و دولت پر مغرور نہ ہوں یہ تو اللہ کی طرف سے ان کی ایک جانچ ہے جیسے پہلے لوگوں کی بھی ایسی جانچ وآزمائش ہو چکی ہے۔ اسی سلسلہ میں عبرت ونصیحت کے لئے اصحاب الجنتہ یعنی باغ والوں کا ایک قصہ ذکر فرمایا جاتا ہے۔ اہل مکہ اس قصہ کو بخوبی جانتے تھے اس لئے کہ یہ باغ کا قصہ جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔ ملک یمن میں واقع ہوا تھا اور اہل مکہ تجارت کے سلسلہ میں یمن آتے جاتے رہتے تھے۔ کفار مکہ گو مشرک تھے مگر دہریئے نہ تھے۔ خدا کی ذات کو اور اس کی قدرت اور اس کے خالق ورازق ہونے کو مانتے تھے مگر اپنے خیال فاسد میں شرک میں گرفتار تھے اور خدائی امور میں اپنے دیوی دیوتاؤں کو شریک سمجھتے تھے۔ اور وہ اس کو تسلیم بھی کرتے تھے کہ مال و دولت کو نیک کاموں میں خرچ کرنا اچھا پھل لاتا ہے اور بخل وکنجوسی برے نتائج دکھاتا ہے۔ عرب میں حاتم طائی جو ایام جاہلیت کے زمانہ میں تھا اس کی سخاوت آج تک مشہور اور ضرب المثل ہے۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان روسائے مکہ کو جو مال ودولت یا سامان عیش دے رکھا ہے اور جس پر یہ مغرور ہو کر کفر وشرک پر جمے ہوئے ہیں تو اس مال ودولت سے اللہ تعالےٰ کو ان کی آزمائش منظور ہے کہ دیکھیں یہ نعمتوں کے شکر میں ایمان لاتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کرتے ہیں یا ناشکری اور بے قدری کر کے کفر وانکار کرتے ہیں۔ اور یہ آزمائش ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ ان کفار مکہ سے پہلے اللہ تعالےٰ نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی۔ اب یہ باغ والے کون تھے؟ کس زمانہ میں تھے؟ اور ان کی کیا آزمائش تھی؟ اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے اور ملک یمن میں شہر صنعا کے قریب یہ باغ واقع تھا جس کا مالک ایک بڑا باخدا شخص تھا۔ باغ کی آمدنی میں سے فقرا اور مساکین کے حصے مقرر کر رکھے تھے اور باغ کی پیداوار اور پھل اور میووں میں بھی حصے مقرر تھے اور باغ کے اندر جو کھیتی ہوتی تھی اس میں سے بھی فقراء ومساکین کے خیرات کے لئے حصے تھے۔ جب اس مرد خدا کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے اس باغ کے وارث ہوئے اور ان کی نیت میں فرق آ گیا اور کہنے لگے کہ ہم عیالدار ہیں اگر باپ کی طرح فقراء اور مساکین پر لٹائیں گے تو ہمارا کیسے پورا پڑے گا۔ جس قدر باپ خیر خیرات کر دیتا تھا اگر یہ سب گھر میں آوے تو کس قدر فراغت ہو۔ الغرض یہ سب شیطانی وساوس ان کے دلوں میں گھس آئے اور تجویز یہ قرار پائی کہ صبح سویرے ہی تڑکے میں اٹھ کر باغ چلو اور ساری پیداوار اور پھل توڑ کر گھر میں لے آو۔ فقیر مسکین جائیں گے تو وہاں کچھ نہ پائیں گے اور اپنی اس تدبیر پر ایسا یقین چھایا کہ لفظ انشاء اللہ بھی نہ کہا۔ مگر ان بھائیوں میں ایک بھائی خدا ترس بھی تھا اس نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو۔ فقرا ومساکین کو للہ دینے سے خیر وبرکت ہوتی ہے اور ان کی دعاؤں کے لشکر نگہبانی کیا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرنے سے مہربان ہوتا ہے۔ اپنے خدائے پاک کو نہ بھولو اپنی تدابیر پر ناز نہ کرو۔ وہی تدابیر کو درست کر دیتا ہے اور وہی بگاڑ دیتا ہے مگر بقول آج کل کے عقلمندوں اور ترقی یافتوں کے اس ملانے کی بات نہ سنی اور بڑے صبح سویرے اٹھ کر چلے۔ ادھر خدا کی طرف سے رات ہی میں ان کی نیت بدلنے سے اس تیار باغ پر آفت آ گئی

۔رات کو بگولا اٹھا آگ لگی جس نے سب کھیت اور باغ کو جلا کر برباد کر دیا۔ جب یہ صبح سویرے باغ کے قریب پہنچے تو جھلسا اور جلا ہوا دیکھتے ہیں۔ پہلے سمجھے کہ یہ ہمارا باغ نہیں ہے ہم راہ بھول کر کسی اور کے اس برباد باغ پر آ نکلے ہیں۔ ہمارا باغ تو سر سبز و شاداب اور پھلوں سے بھرپور تیار تھا۔ یعنی اس کی حیثیت ایسی بگڑ گئی تھی کہ یکایک پہچان بھی نہ سکے مگر جب خوب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارا ہی باغ ہے اس پر آسمانی مصیبت آ پڑی اور ہماری تو قسمت ہی پھوٹ گئی۔ اب لگے باہم کڑھنے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے کہ تو نے یہ صلاح دی تھی۔ دوسرا کہنے لگا کہ تو نے ہی تو کہا تھا۔ اس پر اس خدا ترس بھائی نے انہیں متنبہ کیا کہ کیوں جی میں نے نہیں کہا تھا کہ خدا کو مت بھولو۔ یہ سب اسی کا انعام سمجھو اور فقرا و محتاجوں کی خدمت سے دریغ مت کرو۔ جب اس بھائی نے انہیں پہلی کہی ہوئی باتیں یاد دلائیں تو اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی کہ جو ہم نے فقیروں اور محتاجوں کا حق مارنا چاہا اور حرص اور طمع میں آ کر اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ خرابی آئی اس میں ہم ہی قصوروار ہیں۔ مگر خیر ہم اب بھی اپنے رب سے ناامید نہیں کیا عجب ہے کہ وہ اپنی رحمت سے پہلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کر دے۔ یہ قصہ بیان فرما کر آگے اس قصہ کی غرض کو اہل مکہ کے لئے ظاہر کیا گیا کہ یہ تو دنیا کے عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جسے کوئی ٹال نہ سکا بھلا آخرت کی اس بڑی آفت کو کون ٹال سکتا ہے۔ کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ اس بات کو سمجھ لیتے اور ایمان لے آتے۔

ان آیات کریمہ سے اور اس قصہ سے کئی باتیں بطور نصیحت معلوم ہوئیں:۔

ایک یہ کہ جو اہل غفلت اپنی تدبیروں پر نازاں ہیں اور اہل حقوق کی حق تلفی میں لگے رہتے ہیں وہ آخر خود ہی خسارہ اور نقصان میں پڑتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو گناہوں سے بچو۔ گناہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے تیار کر دی گئی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تلاوت کی کہ یہ لوگ بسبب اپنے گناہ کے اپنے باغ کے پھل اور اس کی پیداوار سے محروم ہو گئے۔

دوسرے یہ کہ ناگہانی زمینی یا آسمانی آفت باغوں۔ کھیتوں اور فصلوں پر جو برابر آتی رہتی ہیں مثلاً کبھی گرم اور تیز لو نے سبزہ زار کو جھلسا دیا۔ کبھی تند ہوا اور آندھی نے درختوں کا ناس مار دیا۔ کبھی پالا پڑ گیا تو کھیتی برباد ہو گئی۔ کہیں آسمان سے اولے برسے تو پتیاں تک باقی نہ رہیں۔ کبھی ٹڈی دل نے آ کر باغات اور کھیتوں کا صفایا کر دیا۔ کبھی سیلاب اور طوفانوں نے کھڑی فصلیں برباد کر دیں۔ یہ سب دنیوی عذاب کے نمونے ہیں جو خدا کی نافرمانیوں اور خلاف حکم عمل کرنے کی بدولت آتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ اگر مصیبت آ پڑنے کے بعد بھی آدمی سمجھ جائے اور توبہ و استغفار سے اپنی غلطی کا تدارک کرے اور غلطیوں سے تہ دل سے تائب ہو جائے اور اللہ سے اس کے فضل کی امید رکھے اور ہر مصیبت کے وقت اللہ ہی کی طرف رجوع کرے تو اس مصیبت یا تلف شدہ چیز کا بدل اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مومن پر کوئی مصیبت آئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہئے تاکہ دنیا اور آخرت میں اس کا بدلہ ملے۔

چوتھے یہ معلوم ہوا کہ جو آدمی کسی غلط کام اور گناہ سے لوگوں کو نصیحت کرے اور روکے مگر لوگ اس کی بات نہ مانیں اور اس گناہ سے نہ رکیں پھر اگر وہ نصیحت کرنے والا خود بھی ان غلط کام کرنے والوں کے ساتھ لگا رہے اور گناہ میں شریک رہے۔ تو یہ بھی انہیں گناہ اور غلط کام کرنے والوں کے حکم میں ہوتا ہے اس کو چاہئے کہ دوسرے لوگ اگر گناہ سے نہ رکیں تو خود اپنے آپ کو وہ نصیحت کرنے والا گناہ سے بچائے اور دوسروں سے علیحدہ رہے۔ جیسے اس باغ والے واقعہ میں وہ درمیانہ بھائی جس نے اپنے دوسرے بھائیوں کو نصیحت کی تھی کہ غربا اور مساکین کو نہ دینے کی خراب نیت مت کرو۔ مگر جب دوسرے سب بھائی نہ مانے تو یہ بھی ان کے ساتھ ہو لیا جس نے نصیحت کی تھی اور صحیح بات کہی تھی۔ تو اگرچہ یہ بھائی دوسروں سے بہتر تھا مگر بہرحال اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ہو لیا اور انہیں کی غلط رائے پر عمل کے لئے تیار ہو گیا تھا اس لئے نتیجہ اس کو بھی بھگتنا پڑا اور تمام باغ جس میں اس ناصح کا بھی حصہ تھا سب برباد ہو گیا۔

اب یہاں ان آیات میں چونکہ دنیوی باغات کا ذکر آ گیا تھا جن پر خدا کی نافرمانی اور خلاف حکم کرنے سے بلا اور مصیبت آ جاتی ہے۔ آگے جنت کے باغات جو آخرت میں متقی پرہیزگاروں کو ملیں گے اور جن کی نعمتیں نہ کبھی فنا ہوں گی۔ نہ گھٹیں گی۔ نہ ختم ہوں گی اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيمِ ﴿٣٤﴾ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾

بیشک پرہیزگاروں کیلئے اُن کے رب کے نزدیک آسائش کی جنتیں ہیں۔ کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کردیں گے

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾ أَمْ

تم کو کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو کہ اس میں تمہارے لئے وہ چیز (لکھی) ہو جو تم پسند کرتے ہو

لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ أَيُّهُمْ

کیا ہمارے ذمہ کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو۔ ان سے پوچھئے کہ ان میں

بِذٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صٰدِقِينَ ﴿٤١﴾

اس کا کون ذمہ دار ہے۔ کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں۔ سو ان کو چاہیئے کہ یہ اپنے ان شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں۔

إِنَّ بیشک	لِلْمُتَّقِينَ پرہیزگاروں کیلئے	عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس	جَنّٰتِ النَّعِيمِ نعمتوں کے باغات	أَفَنَجْعَلُ تو کیا ہم کردیں گے		
الْمُسْلِمِينَ مسلمانوں	كَالْمُجْرِمِينَ مجرموں کی طرح	مَا لَكُمْ کیا ہوا تمہیں	كَيْفَ کیسا	تَحْكُمُونَ تم فیصلہ کرتے ہو	أَمْ لَكُمْ کیا تمہارے پاس	
كِتٰبٌ کوئی کتاب	فِيهِ اس میں	تَدْرُسُونَ تم پڑھتے ہو	إِنَّ بیشک	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيهِ اس میں	لَمَا تَخَيَّرُونَ البتہ جو تم پسند کرتے ہو
أَمْ لَكُمْ کیا تمہارے لئے	أَيْمَانٌ کوئی پختہ عہد	عَلَيْنَا ہم پر (ہمارے ذمے)	بَالِغَةٌ پہنچنے والا	إِلٰى تک	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	إِنَّ بیشک
لَكُمْ تمہارے لئے	لَمَا البتہ جو	تَحْكُمُونَ تم فیصلہ کرتے ہو	سَلْهُمْ تو ان سے پوچھ	أَيُّهُمْ ان میں سے کون	بِذٰلِكَ اس کا	زَعِيمٌ ضامن (ذمہ دار)
أَمْ لَهُمْ یا ان کے	شُرَكَاءُ شریک (جمع)	فَلْيَأْتُوا تو چاہیے کہ وہ لائیں	بِشُرَكَائِهِمْ اپنے شریکوں	إِنْ اگر	كَانُوا وہ ہیں	صٰدِقِينَ سچے

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل مکہ کی عبرت ونصیحت کے لئے اصحاب الجنتہ یعنی باغ والوں کا قصہ ذکر فرمایا گیا تھا آگے اس کے مقابلہ میں آخرت کے باغ کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ دنیا کے باغ وبہار کو کیا لئے پھرتے ہو۔ جنت کے باغات ان سے کہیں بہتر ہیں جن میں ہر قسم کی نعمتیں جمع ہیں۔ پھر وہ نعمتیں نہ کبھی فنا ہوں گی۔ نہ گھٹیں گی۔ نہ ختم ہوں گی۔ نہ ان میں کوئی خرابی نقصان اور زوال کبھی واقع ہوگا۔ تو یہ جنت کے باغات جو اللہ تعالےٰ کے پاس ہیں اور جن میں ہر طرح کی دائمی اور ابدی نعمتیں ہیں۔ وہ متقی پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والے بندوں یعنی مومنین کے لئے ہیں۔ آگے کفار مکہ کے ایک خیال کی تردید فرمائی جاتی ہے۔ کفار مکہ جب اہل ایمان سے یہ سنتے کہ ہم کو اللہ کے ہاں آخرت میں بڑے درجے ملیں گے تو کفار وغیرہ غرور وتکبر سے کہتے کہ اگر قیامت وآخرت کے دن مسلمان پر عنایت وبخشش ہوگی تو ہم پر ان سے بڑھ کر اور بہتر عنایت ہوگی اور ہم کو ان سے بھی بڑھ کر درجے ملیں گے کیونکہ ہمیں ان سے دنیا میں بڑھ کر درجہ حاصل ہے۔ پھر آگے چل کر کیوں نہ حاصل ہوگا۔ جس طرح دنیا میں ہم کو عیش وسرداری میں رکھا گیا ہے تو آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ کفار کے اس خیال کی تردید فرمائی جاتی ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ اپنے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو برابر کردے گا۔ اگر ایسا ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ ایک وفادار غلام جو ہمیشہ اپنے آقا کی حکم برداری کے لئے تیار رہتا ہے وہ اور ایک جرائم پیشہ باغی دونوں کا انجام یکساں ہو جائے۔ بلکہ مجرم باغی وفاداروں سے بھی اچھا رہے۔ یہ تو وہ بات ہے کہ جس کو عقل سلیم اور

فطرت صحیحہ بھی تسلیم نہیں کرتی۔ یہ بات کہ فرمانبردار اور نافرمان دونوں برابر کردیئے جائیں ظاہر ہے عقل وفطرت کے خلاف ہے۔ اب دنیا میں تو یہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے اور کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ دنیا میں تو عموماً فساق۔ فجار۔ ظالم۔ چور۔ ڈاکو۔ بدکار۔ رشوت خوار۔ مزے اڑاتے پھرتے ہیں اور نیک' شریف' حیادار' غیرتمند اکثر ناکام نظر آتے ہیں۔ اب اگر آگے بھی کوئی وقت ایسا نہ آئے کہ جس میں حق وناحق کا صحیح انصاف ہو۔ نیک کو نیکی کرنے کا اچھا بدلہ ملے اور بد کو برائی کی سزا ملے تو پھر عدل وانصاف کے کوئی معنیٰ ہی باقی نہیں رہتے اور جو لوگ خدا کی ذات عالی کے وجود کے قائل ہیں وہ اس کا کیا جواب دیں گے کہ خدا تعالیٰ کا انصاف کہاں گیا۔ تو قرآن کریم نے اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ فرما کر یعنی کیا اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کردیں گے؟ یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اگر ایسا ہوا تو فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں کیا فرق و امتیاز نتیجہ کے لحاظ سے رہ جاوے گا جس سے فرمانبرداروں کی افضلیت اور برتری ثابت ہو۔ اس لئے ایسا کوئی وقت آنا ضروری ہوا کہ جہاں سب کا حساب ہو اور انصاف ہی انصاف ہو اور نیک و بد کا کھل کر امتیاز ظاہر ہو۔ اور قیامت وآخرت کی یہ عقلی دلیل ہے کہ جہاں جزا وسزا عقلاً ضروری ہو اور نہ تو پھر دنیا میں کوئی برا کام برا نہیں اور کوئی جرم جرم نہیں پھر خدائی عدل وانصاف کے کوئی معنیٰ نہیں رہتے۔ آگے مشرکین جو یہ دعویٰ کرتے تھے ان کو خطاب کرکے کہا جاتا ہے کہ عقلی دلیل سے تو تمہاری یہ بات خلاف عقل ہے۔ پھر کیا کوئی نقلی یعنی کتابی دلیل تمہارے پاس اپنے اس قول کی تائید میں موجود ہے کہ مسلم اور مجرم۔ فرمانبردار اور نافرمان دونوں برابر کردیئے جائیں گے؟ کیا تم کسی معتبر کتاب میں یہ مضمون پڑھتے ہو کہ جو تم اپنے لئے پسند کرلو گے آگے چل کر وہی تم کو ملے گا اور تمہاری من مانی خواہشات پوری کی جائیں گی۔ یا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے کوئی قسم کھالی ہے اور عہد و پیمان کرلیا ہے کہ تم جو کچھ اپنے دل سے من گھڑت ٹھہرالو گے وہی دیا جائے اور جس طرح آج عیش وسرداری میں ہو قیامت تک اسی حال میں رکھے جاؤ گے؟ جو شخص ان مشرکین میں سے ایسا دعویٰ کرے اور اس کے ثابت کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے تو اے مشرکین لاؤ اسے سامنے پیش کرو۔ معلوم تو ہو کہ وہ کون سی دلیل سے اور کہاں سے ایسی بات کہتا ہے۔ آگے بتایا جاتا ہے کہ جب عقلی یا نقلی کوئی دلیل ان مشرکین کے پاس اپنے قول کی تائید وثبوت میں نہیں۔ محض جھوٹے اور وہمی دیوی دیوتاؤں کے بل بوتے پر یہ دعویٰ کئے جا رہے ہیں کہ وہ ہم کو یوں کردیں گے۔ اور یوں مرتبے دلادیں گے اور یوں ہماری سفارش کریں گے کیونکہ وہ خدائی کے شریک اور حصہ دار ہیں تو اس دعوے میں ان کا سچا ہونا اسی وقت ثابت ہوگا جب وہ ان شرکاء کو خدا کے مقابلہ پر بلا لائیں اور اپنی من مانی کارروائی کرا دیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ معبود عابدوں سے زیادہ عاجز اور بے بس ہیں۔ اے مشرکین! وہ تمہاری کیا مدد کریں گے وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کرسکتے۔ غرض جب یہ بات کہ فرمانبردار اور نافرمان دونوں قیامت میں برابر ہوجائیں گے نہ کسی آسمانی کتاب میں موجود ہے نہ علاوہ کتاب کے اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا وعدہ ہے اور نہ کوئی شخص یا اس کا باطل معبود اس کی ذمہ داری لے سکتا ہے تو پھر یہ مشرکین کس بنا پر دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اللہ کے ہاں بڑے درجات ملیں گے تو ہم کو بھی ان سے بڑھ کر بڑے درجات ملیں گے۔ مطلب یہ کہ ان مشرکین کا یہ قول محض باطل اور خلاف عقل و نقل ہے۔ اور ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ ایک فرمانبردار اور ایک نافرمان برابر کردیئے جائیں۔

اور ان کی آنکھیں دہشت وشرمندگی سے نیچی ہوجائیں گی جیسا کہ اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ

جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور سجدہ کی طرف لوگوں کو بُلایا جائے گا۔ سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ۝ فَذَرْنِي وَمَنْ

نیز اُن پر ذلت چھائی ہوگی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے اور وہ صحیح سالم تھے تو مجھ کو اور جو اس

يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأُمْلِي لَهُمْ

کلام کو جھٹلاتے ہیں اُن کو رہنے دیجئے۔ ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ اُن کو خبر بھی نہیں۔ اور ان کو مہلت دیتا ہوں

إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۝ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ

بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے دبے جاتے ہیں۔ یا ان کے پاس غیب (کا علم ہے)

فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝

کہ یہ (اسکو) لکھ لیا کرتے ہیں۔

يَوْمَ جس دن	يُكْشَفُ کھول دیا جائے گا	عَنْ سے	سَاقٍ پنڈلی	وَيُدْعَوْنَ اور وہ بلائے جائیں گے	إِلَى السُّجُودِ سجدوں کیلئے
فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تو وہ نہ کرسکیں گے	خَاشِعَةً جھکی ہوئی	أَبْصَارُهُمْ ان کی آنکھیں	تَرْهَقُهُمْ ان پر چھائی ہوئی	ذِلَّةٌ ذلت	وَقَدْ اور تحقیق
كَانُوا يُدْعَوْنَ بلائے جاتے ہیں	إِلَى السُّجُودِ سجدوں کیلئے	وَهُمْ جبکہ وہ	سَالِمُونَ (صحیح) سالم (جمع)	فَذَرْنِي پس مجھے چھوڑ دو تم	
وَمَنْ يُكَذِّبُ اور وہ جو جھٹلاتا ہے	بِهَٰذَا الْحَدِيثِ اس بات کو	سَنَسْتَدْرِجُهُمْ جلد ہم انہیں آہستہ آہستہ کھینچیں گے	مِنْ حَيْثُ اس طرح		
لَا يَعْلَمُونَ وہ جانتے نہ ہوں گے	وَأُمْلِي اور میں ڈھیل دیتا ہوں	لَهُمْ ان کو	إِنَّ بیشک	كَيْدِي میری خفیہ تدبیر	مَتِينٌ بڑی قوی
أَمْ تَسْأَلُهُمْ کیا آپ مانگتے ہیں ان سے	أَجْرًا کوئی اجر	فَهُمْ کہ وہ	مِنْ سے	مَغْرَمٍ تاوان	مُثْقَلُونَ بوجھل (دبے جاتے) ہیں
أَمْ یا	عِنْدَهُمُ ان کے پاس	الْغَيْبُ (علم) غیب	فَهُمْ کہ وہ	يَكْتُبُونَ لکھ لیتے ہیں	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں ان کے افترا اور خیالی ڈھکوسلہ کی حقیقت کھلے گی کہ جب میدان حشر میں مومن وکافر مخلص ومنافق صاف طور پر کھل جائیں گے اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی اور ظاہری طور پر مشاہدہ ہو جائے گی اور قیامت میں یہ اس وقت ہوگا جبکہ ''ساق'' کی تجلی فرمائی جائے گی۔ یہاں آیت میں فرمایا گیا ہے:۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ یعنی جس دن کھول دی جائے گی ساق۔ ''ساق'' کے لفظی معنی ہیں پنڈلی کے۔

محققین علمائے مفسرین کا قول ہے کہ صفات باری تعالےٰ میں سے یہ کوئی مخصوص صفت ہے جس کی تجلی اس وقت ہوگی اور اس کو کسی خاص مناسبت سے ''ساق'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ کے لئے ید یعنی ہاتھ اور وجہ یعنی چہرہ اور حدیث میں رجل اور قدم یعنی پیر کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ یہ سب کلمات متشابہات کہلاتے ہیں اور ان کی متعدد توجیہات اور تاویلات ہوسکتی ہیں۔ ان پر اسی طرح بلا کیف ایمان رکھنا چاہئے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ اس کا

وجود۔ اس کی حیات۔ اس کے سمع اور بصر یعنی سننے اور دیکھنے کی صفات پر ایمان رکھتے ہیں بغیر اس کی حقیقت کو جانے اور سمجھے ہوئے۔ پھر محاورہ عرب میں کشف ساق سے مراد کسی عظیم الشان اور دشوار امر سے ہوتی ہے۔ اور اکثر ائمہ تفسیر بلکہ صحابہ اور تابعین سے یہی معنی مراد ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس کشف ساق (یعنی پنڈلی کھل جانے) سے مراد ہے کہ وہ دن تکلیف دکھ درد اور شدت کا دن ہوگا۔ بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہمارا پروردگار اپنی پنڈلی کھولے گا پس ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت سجدہ میں گر پڑے گی لیکن دنیا میں جو لوگ دکھانے یا سنانے یعنی منافقانہ سجدہ کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی کمر تختہ کی طرح ہو جائے گی یعنی وہ سجدہ نہ کرسکیں گے۔

الحاصل قیامت میں حق تعالیٰ کی اس تجلی ساق کی ایک یہ تاثیر طبعی ہوگی کہ تمام انسان یعنی کافر و مومن سب ہی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن مومن تو اس وقت اس پر باآسانی قادر ہو جائیں گے اور سجدہ میں چلے جائیں گے لیکن کافر و منافق باوجود سجدہ کے ارادہ اس پر قادر نہ ہوں گے۔ اور اس وقت ندامت اور شرمندگی کے مارے آنکھیں اوپر نہ اٹھ سکیں گی اور نہایت ذلیل و پست ہو جائیں گے کیونکہ دنیا میں بڑے سرکش کبرو غرور والے تھے۔ دنیا میں صحت و سلامتی کی حالت میں جب انہیں سجدہ کا حکم دیا گیا تھا اور باختیار خود سجدہ کرسکتے تھے۔ مگر وہاں کبھی اخلاص سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کیا جس کی سزا یہ ملی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اب اگر سجدہ کرنا چاہیں بھی تو نہیں کرسکتے۔ یہاں آیت میں کفار کے لئے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ فرمایا گیا یعنی ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی شرمندگی و ذلت کے باعث۔ قرآن کریم میں کبھی ذکر نگاہوں کے اوپر اٹھے رہنے کا بھی آیا ہے۔ تو ان دونوں باتوں میں کوئی معارضہ نہیں کیونکہ حشر میں شدید ہولناکی کے مختلف احوال پیدا ہوں گے اور انہی کے لحاظ سے کفار و مشرکین کے تاثرات بھی بدلتے رہیں گے۔ کبھی غلبہ انتہائی ندامت و شرمندگی کا ہوگا اس وقت نظریں نیچی ہو جائیں گی۔ کبھی غلبہ حیرت اور استعجاب کا ہوگا اس وقت نظریں اوپر کو اٹھ جائیں گی۔ الغرض قیامت میں خداوند تعالیٰ کی تجلی ساق دیکھ کر مومن تو سب سجدہ میں گر جائیں گے اور کفار و منافق سجدہ نہ کرسکیں گے۔ کمر تختہ ہو جائے گی اور بجائے سجدہ کے پیٹھ کے بل چت گر پڑیں گے۔ گویا جیسے دنیا میں ان کی حالت مومنوں کے خلاف تھی وہاں قیامت میں بھی خلاف ہی رہے گی۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ ان کفار کو عذاب ہونا تو یقینی ہے لیکن چندے عذاب کے توقف سے آپ ان کی باتوں پر رنج نہ کیجئے اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیجئے۔ وہ خود ان سے نبٹ لے گا اور اس طرح بتدریج آہستہ آہستہ جہنم کی طرف لے جائے گا اس طرح کہ ان کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ لیکن اندر ہی اندر ان کی جڑیں کٹتی چلی جائیں گی اس کی خفیہ اور لطیف تدابیر ایسی ہیں جس کو یہ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ بھلا اس کا توڑ تو کیا کرسکتے ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انکار نبوت پر تعجب ہے کہ یہ لوگ اس طرح تباہی کی طرف چلے جا رہے ہیں لیکن آپ کی باتیں نہیں مانتے۔ آپ ان سے کوئی مالی یا جاہی معاوضہ بھی طلب نہیں کرتے کہ جس کے بوجھ میں یہ دبے جا رہے ہوں اور اس لئے آپ کی اطاعت سے نفرت ہو۔ یا ان کے پاس غیب کی خبریں آتی ہیں اور اسے وہ لکھ لیتے ہیں اس لئے آپ کے اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اگر یہ بات بھی نہیں تو یہ لوگ صرف اپنی جہالت' عناد اور ہٹ دھرمی کے باعث آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔ جس پر آپ صبر کریں۔

اب ان کفار کی تکذیب نبوت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دکھ اور رنج ہوتا تھا آگے اس پر آپ کی مزید تسلی فرمائی جاتی ہے اور اسی پر سورت کو ختم فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝۴۸ لَوْلَا أَنْ

تو آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیئے اور (تنگدلی میں) مچھلی والے پیغمبر یونس کی طرح نہ ہو جائیے جبکہ یونس نے دعا کی اور وہ غم سے گھٹ رہے تھے۔ اگر

تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝۴۹ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ

خداوندی احسان ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ میدان میں بدحالی کے ساتھ ڈالے جاتے۔ پھر اُن کے رب نے اُن کو اور برگزیدہ کرلیا اور ان کو صالحین

الصَّالِحِينَ ۝۵۰ وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

میں سے کردیا اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے

وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝۵۱ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝۵۲

اور کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے۔ حالانکہ یہ تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے۔

فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	لِحُكْمِ حکم کیلئے	رَبِّكَ اپنا رب	وَلَا تَكُنْ اور نہ ہوں آپ	كَصَاحِبِ الْحُوتِ مچھلی والے (یونس) کی طرح	
إِذْ نَادَىٰ جب اس نے پکارا	وَهُوَ اور وہ	مَكْظُومٌ غم سے بھرا ہوا	لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ اگر نہ اسکو پہ (سنبھالا) ہوتا	نِعْمَةٌ نعمت	مِّنْ رَّبِّهِ اسکے رب کا
لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ البتہ وہ ڈالا جاتا چٹیل میدان میں	وَهُوَ اور وہ	مَذْمُومٌ ملامت زدہ (ابتر حال)	فَاجْتَبَاهُ پس اسکو برگزیدہ کیا	رَبُّهُ اس کا رب	
فَجَعَلَهُ پس اسکو کرلیا	مِنَ سے	الصَّالِحِينَ نیکو کاروں	وَإِنْ يَكَادُ اور تحقیق قریب ہے	الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا کافر	
لَيُزْلِقُونَكَ کہ وہ آپ کو پھسلا دیں گے	بِأَبْصَارِهِمْ اپنی نگاہوں سے	لَمَّا جب	سَمِعُوا وہ سنتے ہیں	الذِّكْرَ کتاب نصیحت	وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں
إِنَّهُ بیشک یہ	لَمَجْنُونٌ البتہ دیوانہ	وَمَا هُوَ حالانکہ یہ نہیں	إِلَّا مگر	ذِكْرٌ نصیحت	لِّلْعَالَمِينَ تمام جہانوں کیلئے

تفسیر وتشریح: یہ سورہ نٓ کی آخری آیات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صبر وتحمل سے کام لیتے رہیئے اور ان کی ایذا رسانیوں سے ہراساں نہ ہوں اور اللہ نے فی الحال جو ان کو ڈھیل دے رکھی ہے اس فیصلہ خداوندی پر صبر رکھیں اور بے صبری اور عجلت پسندی سے مچھلی کے پیٹ میں جانے والے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائیے کہ جس طرح وہ منکرین ومکذبین سے تنگدل ہوئے اور بددل اور ملول خاطر ہو کر بلا اجازت خداوندی قوم کو چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ پہلے سورہ یونس گیارہویں پارہ اور سورہ انبیاء سترھویں پارہ اور والصّٰفّٰت تیئیسویں پارہ میں بیان ہو چکا ہے مختصراً حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ آیات قرآنی کی روشنی میں اس طرح ہے کہ حضرت یونسؑ کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر سرفراز فرمایا اور عراق کے مشہور مقام نینوا کے باشندوں کی رشد وہدایت کے لئے مامور فرمایا یونس علیہ السلام ایک عرصہ تک ان کو تبلیغ فرماتے رہے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے اعلان حق پر کان نہ دھرے اور کفر وشرک پر اصرار کرتے رہے اور خدا کے سچے پیغمبر کی دعوت کا تمسخر اور مذاق اڑاتے رہے۔ قوم کی مسلسل مخالفت سے متاثر ہو کر یونس علیہ السلام قوم سے دل برداشتہ ہو کر ان کے لئے عذاب الٰہی کی بددعا کر کے ان کے درمیان سے غصہ سے بھرے ہوئے روانہ ہو گئے۔ جب دریائے فرات کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی مسافروں سے لدی ہوئی تیار کھڑی تھی۔ حضرت یونسؑ کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی نے لنگر اٹھا دیا۔ راہ میں طوفانی ہواؤں نے کشتی کو آگھیرا۔ جب کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی کو غرق

ہونے کا یقین ہونے لگا تو اپنے عقیدہ کے موافق وہ کہنے لگے:۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا بیٹھا ہے جب تک اس کو کشتی سے جدا نہ کیا جائے گا کشتی کا کنارے لگنا مشکل ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ سنا تو آپ کو تنبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نینوا سے وحی کا انتظار کئے بغیر اس طرح چلا آنا پسند نہیں آیا اور یہ میری آزمائش کے آثار ہیں یہ سوچ کر آپ نے اہل کشتی سے فرمایا کہ وہ غلام میں ہوں کہ جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ مجھ کو کشتی سے باہر پھینک دو۔ مگر ملاح جو آپ کی پاکبازی سے متاثر تھے انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ نکلا۔ تب مجبور ہو کر انہوں نے یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا یا خود یونس علیہ السلام دریا میں کود گئے۔ اسی وقت خدائے تعالیٰ کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نے نگل لیا۔ یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں زندہ پہنچ گئے تو درگاہ الٰہی میں اپنی اس ندامت کا اظہار کیا کہ کیوں وہ وحی الٰہی کا انتظار کئے بغیر اور اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر قوم سے ناراض ہو کر نینوا سے نکل آئے اور عفو تقصیر کے لئے اس طرح دعا گو ہوئے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

''الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو ہی یکتا ہے' میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں' بلاشبہ میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی درد بھری معذرت کو سنا اور قبول فرمایا چنانچہ مچھلی کو حکم ہوا کہ وہ دریا کے کنارے جا کر یونسؑ کو اگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے یونسؑ کو ساحل پر اگل دیا۔ اس وقت آپ نہایت کمزور اور ناتوان ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ایک بیل دار درخت اگا دیا کہ جس کے سایہ میں آپ رہ سکیں۔ اور بذریعہ وحی مخاطب فرمایا کہ آپ جو وحی کا انتظار کئے بغیر قوم کو بددعا دے کر ان کے درمیان سے نکل آئے تو ایک نبی کی شان کے شایاں نہ تھا کہ قوم کے حق میں عذاب کی بددعا کر کے اور ان سے نفرت کر کے جدا ہو جانے میں عجلت پسندی سے کام لے اور وحی الٰہی کا بھی انتظار نہ کرے۔ ادھر یونس علیہ السلام کے ساتھ تو یہ معاملہ ہوا ادھر اہل نینوا نے یونس کے بستی چھوڑنے پر آپ کی بددعا کے آثار محسوس کیے اور ان کو یقین ہو گیا کہ وہ خدا کے سچے پیغمبر تھے اور اب ہماری ہلاکت یقینی ہے تب ہی تو یونس علیہ السلام ہم سے جدا ہو گئے یہ سوچ کر تمام اہل نینوا کے دل خوف و دہشت سے کانپ اٹھے اور حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرنے لگے ساتھ ہی سب آبادی سے باہر نکل کر میدان میں آئے اور خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ واستغفار کرنے لگے اور گریہ وزاری کے ساتھ متفقہ آواز سے یہ اقرار کرتے رہے کہ پروردگار یونس علیہ السلام تیرا جو پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم اس کی تصدیق کرتے اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو دولت ایمان سے نوازا اور ان کو عذاب سے محفوظ کر دیا۔ ادھر یونسؑ کو دوبارہ حکم ہوا کہ نینوا جائیں اور قوم میں رہ کر ان کی رہنمائی فرمائیں۔ چنانچہ یونسؑ نے اس حکم کا امتثال کیا اور نینوا میں واپس تشریف لائے۔ قوم نے جب آپ کو دیکھا تو بے حد مسرت وخوشی کا اظہار کیا اور آپ کی رہنمائی میں دین ودنیا کی کامرانی حاصل کرتی رہی۔

حضرت یونس علیہ السلام کے انہی واقعات کی طرف ان آیات میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جب یونس علیہ السلام قوم کی طرف سے غصہ میں بھرے ہوئے تھے عذاب کی بددعا بلکہ پیشین گوئی کر کے سب کو چھوڑ کر چلے گئے تو وہ غم سے گھٹ رہے تھے اور یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا پھر بلا اجازت خداوندی شہر چھوڑ کر چلے آنے کا۔ پھر مچھلی کے پیٹ میں محبوس رہنے کا۔ اس وقت اللہ کو پکارا اور دعا کی اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔ آگے بتلایا گیا کہ اگر قبول توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا مزید فضل واحسان دستگیری نہ کرتا تو اسی چٹیل میدان میں جہاں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے الزام کھائے ہوئے پڑے رہتے اور وہ کمالات باقی نہ رہنے دیئے جاتے

جو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس ابتلا کے وقت بھی باقی رہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اور زیادہ ان کا رتبہ بڑھایا اور ان کو اور زیادہ برگزیدہ کر لیا اور اعلیٰ درجہ کے صالحین میں داخل رکھا تو یہ قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کر تلقین فرمائی گئی کہ آپ اپنی رائے سے کفار کے عذاب کے بارہ میں عجلت نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے اور اس کی تجویز پر مطمئن رہئے۔ خاتمہ پر پھر کفار کے اس قول کا بطلان فرمایا گیا جس کا شروع سورت میں بطلان تھا کہ جب یہ کفار آپ سے قرآن سنتے ہیں تو غیظ وغضب سے بھر جاتے ہیں اور شدت عداوت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے۔ یہ ایک محاورہ ہے جیسا ہمارے ہاں کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس طرح دیکھتا ہے جیسے کھا جائے گا۔ مطلب یہ کہ شدت عداوت سے آپ کو بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اسی عداوت سے کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ مجنون ہیں، حالانکہ یہ قرآن جس کو آپ سناتے ہیں وہ تمام عالم کے لئے اعلیٰ ترین پند ونصیحت کا ذخیرہ ہے۔ اسی سے بنی نوع انسان کی اصلاح اور دنیا کی کایا پلٹ ہوگی۔

''اس سورت کی خاتمہ کی آخری دو آیات یہ ہیں۔

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۞ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۞ یعنی جب یہ کافر قرآن سنتے ہیں تو شدت عداوت سے ایسے معلوم ہوتے کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے مطلب یہ کہ شدت عداوت سے آپ کو بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اسی عداوت سے آپ کی نسبت کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ مجنون ہیں حالانکہ یہ قرآن تمام جہان والوں کے واسطے نصیحت ہے۔ تو ان آیات سے متعلق بعض مفسرین نے ایک خاص واقعہ نقل کیا ہے کہ انسان کی نظر بد لگ جاتا اور اس سے کسی کو نقصان یا بیماری پہنچ جانا اس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ملتا ہے چنانچہ مکہ میں ایک شخص اس معاملہ میں بڑا مشہور تھا اور اس کی نظر کسی جانور یا اونٹ وغیرہ کو لگ جاتی تو وہ بیمار ہو کر مر جاتا۔ کفار مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تو تھی ہی اور ہر طرح سے آپ کو ایذا اور تکلیف پہنچانے کی وہ کوشش کیا کرتے تھے چنانچہ ان کو یہ سوجھی کہ اس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بد لگواؤ اور اس غرض سے اس کو بلا کر لائے اور اس نے اپنی نظر بد لگانے کی پوری کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور اس کی نظر بد کا کوئی اثر آپ پر نہ ہوا۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئیں اور ان میں اسی نگاہ بد لگانے کو بیان فرمایا گیا ہے حضرت امام حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ جس شخص کو نظر بد کسی انسان کی لگ گئی ہو اس پر یہ آیات پڑھ کر دم کر دینا نظر بد کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔

الحمدللہ سورہ قلم کا بیان اس درس پر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد ان شاء اللہ اگلی سورت کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ ن کے خواص

۱- ظالموں کے گھر ویران کرنے ہوں اور ان کے حالات خراب کرنے ہوں تو سورۃ ن لکھ کر ان کے گھروں میں چھپا دو۔

وان یکادالذین کفرو...... آخیر سورۃ تک

جس آدمی کو بدنظری کا خطرہ ہو یا حاسدوں کے حسد کا ڈر ہو تو وہ ایک کاغذ پر پہلے ۲۵ مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھے پھر ایک دفعہ مذکورہ آیات لکھ کر اپنے پاس رکھے تو حسد اور نظر بد سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو دنیا میں تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آخرت میں ہم کو اپنے متقی بندوں میں شامل فرمائیں اور جو جنت کی نعمتیں اپنے متقی بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہیں وہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثِنْتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَآقَّةُ ۝۱ مَا الْحَآقَّةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا

وہ ہونیوالی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کی تکذیب کی

ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝۵ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ

سو ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔ اور عاد جو تھے سو وہ ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کیے گئے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر

سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ

سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کر دیا تھا سو (اے مخاطب اگر) تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا) تو اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے

خَاوِيَةٍ ۝۷ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝۸

تنے (پڑے) ہیں سو کیا تجھ کو ان میں کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے۔

اَلْحَآقَّةُ سچ مچ ہونیوالی (قیامت)	مَا الْحَآقَّةُ کیا ہے قیامت؟	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ تم سمجھے	مَا الْحَآقَّةُ کیا ہے قیامت؟	كَذَّبَتْ جھٹلایا		
ثَمُوْدُ ثمود	وَعَادٌ اور عاد	بِالْقَارِعَةِ کھڑکھڑانے والی کو	فَاَمَّا پس جو	ثَمُوْدُ ثمود	فَاُهْلِكُوْا تو وہ ہلاک کیے گئے	بِالطَّاغِيَةِ بڑی دور کی آواز سے	
وَاَمَّا اور جو	عَادٌ عاد	فَاُهْلِكُوْا تو وہ ہلاک کیے گئے	بِرِيْحٍ ہوا سے	صَرْصَرٍ تند و تیز	عَاتِيَةٍ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی	سَخَّرَهَا اس نے اس کو مسخر کیا	
عَلَيْهِمْ ان پر	سَبْعَ لَيَالٍ سات رات	وَّثَمٰنِيَةَ اور آٹھ	اَيَّامٍ دن	حُسُوْمًا لگاتار	فَتَرَى الْقَوْمَ پھر تو دیکھتا اس قوم کو	فِيْهَا اس میں	
صَرْعٰى گری ہوئی	كَاَنَّهُمْ گویا وہ	اَعْجَازُ تنے	نَخْلٍ کھجور	خَاوِيَةٍ کھوکھلے	فَهَلْ تَرٰى تو کیا تو دیکھتا ہے	لَهُمْ ان کا	مِّنْ بَاقِيَةٍ کوئی بقیہ

تفسیر و تشریح: سورت کی ابتدا قیامت کے ذکر سے فرمائی جاتی ہے۔ قیامت چونکہ حق ہے اور امر واقع ہے اور اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں اس لئے اس کو حاقہ کہا گیا اور بتلایا گیا کہ قیامت کی گھڑی جس کا آنا ازل سے علم الٰہی میں ثابت اور مقرر ہو چکا ہے۔ جانتے ہو وہ گھڑی کیا چیز ہے؟ اور کس قسم کے احوال و کیفیات اپنے اندر رکھتی ہے؟ یہاں جو یہ جملہ استفہامیہ لایا گیا تو یہ قیامت کی ہولناکی کو ظاہر کر رہا ہے۔ یعنی قیامت بڑی ہولناک چیز ہے اور اس کی حقیقت تم کو معلوم نہیں۔ اور کوئی بھی اس دنیا میں اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی کتنا ہی سوچے اور فکر کرے اس دن کی شدت اور ہولناکی کو پوری طرح ادراک نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد قوم ثمود و عاد کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس آنے والی گھڑی یعنی قیامت کو جھٹلایا تھا جو تمام زمین و آسمان۔ چاند۔ سورج اور ستارے اور پہاڑوں و انسانوں کو کوٹ کر رکھ دے گی اس تکذیب کی بدولت دونوں قوموں کا انجام دنیا ہی میں کیا ہوا؟ ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام تھا اور عاد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔ عاد و ثمود کی ہلاکت کے قصے اہل عرب میں اتنے مشہور تھے جس کا کوئی عرب انکار نہیں کر سکتا ہے۔ دونوں قومیں ایک جرم میں شریک تھیں اور چندان کے انبیاء نے سمجھایا جب وہ کسی

طرح نہ مانے تو انتقام الٰہی کا وقت آ گیا۔ثمود کا واقعہ عاد کی بہ نسبت قریبی زمانہ کا تھا اور قریب زمانہ کی بات زیادہ موثر ہوا کرتی ہے اس لئے پہلے ثمود کا ذکر فرمایا گیا۔گذشتہ سورتوں میں ان دونوں قوموں کی ہلاکت کے تفصیلی واقعات متعدد جگہ بیان ہو چکے ہیں۔یہاں اجمالاً ذکر فرمایا گیا کہ ثمود نے قیامت کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے انکار کیا اس لئے تباہ کر دیئے گئے ایک سخت زلزلہ سے جو ایک نہایت ہی سخت آواز کے ساتھ آیا سب تہ و بالا کر دیئے گئے۔بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک اتنی بلند چیخ ماری کہ سب مر کر رہ گئے اور سینوں کے اندر دل و جگر پارہ پارہ ہو گئے۔یہ تو تکذیب قیامت کی وجہ سے انجام ہوا دنیا میں قوم ثمود کا۔اور ان سے پہلے جو قوم عاد گذری تھی وہ اس تکذیب کی بدولت ایک بہت ہی تند و تیز ہوا سے ہلاک ہوئے اور وہ ہوا اس قدر تند و تیز تھی کہ جس پر کسی مخلوق کا قابو نہ چلتا تھا حتیٰ کہ فرشتے جو ہوا کے انتظام پر مسلط ہیں ان کے ہاتھوں سے بھی نکلی جاتی تھی۔یہ ہوا ان پر سات رات آٹھ دن پے در پے مسلط رہی جس نے نہ کوئی درخت چھوڑا نہ مکان اور وہ قوم جو دعویٰ کرتی تھی کہ ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے وہ ہوا کا مقابلہ بھی نہ کر سکے۔اور ایسے قد و قامت اور قوت و طاقت والے گرانڈیل پہلوان ہوا کے تھپیڑوں سے اس طرح پچھاڑ کھا کر گرے اور مرے کہ جیسے کھجور کے بڑے بڑے درخت کٹے پڑے ہوں۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے مخاطب کیا کوئی ان میں کا باقی اب دکھائی دیتا ہے یعنی ان قوموں کا بیج بھی باقی نہ رہا اور اس طرح صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دی گئیں۔

اب یہاں ذکر اور انجام قیامت اور آخرت کی تکذیب کرنے والی اقوام کا بیان ہوا۔جس سے قیامت پر ایمان رکھنے والوں کو بھی متنبہ ہونے کی ضرورت ہے۔قرآن مجید جن حقیقتوں کو ماننے۔قبول کرنے اور ان پر ایمان لانے کی پرزور دعوت دیتا ہے اور ان کو دنیوی زندگی کی بنیاد بنانے پر پوری شدت کے ساتھ اصرار کرتا ہے۔اور جن کی بار بار یاد دہانی کراتا ہے ان میں توحید و رسالت کے بعد آخرت و قیامت ہی کا مسئلہ ہے۔یہ عالم دنیا دار العمل ہے۔اور یہاں کی زندگی کے بعد دوسرا عالم دار الجزاء ہے جس کا سلسلہ موت کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔اور جنت یا جہنم میں پہنچ جانے تک ابدالآباد کی سرمدی اور ابدی زندگی پر ختم ہو جاتا ہے۔اور قیامت و آخرت کا عقیدہ ہی انسان کو دنیوی زندگی میں صراط مستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے۔اس عقیدہ سے جتنی دُنیوی زندگی میں غفلت ہوگی اتنا ہی آخرت و قیامت کے استحضار میں کمی ہوگی۔جس کے نتیجہ میں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں پر جری اور بے باک ہوگا۔اور خوف خدا سے دل خالی ہوگا۔اس لئے ہم کو بھی قیامت و آخرت پر ایمان لانے کے ساتھ اس پر یقین کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔اس لئے قرآن کریم کی ابتداء ہی میں سورہ بقرہ میں جہاں متقین مومنین کی صفات بیان کی گئی ہیں وہاں آخرت کے متعلق وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ : فرمایا گیا ہے یعنی یہ نہیں فرمایا کہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ایمان و یقین دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ایمان کا مقابل تو تکذیب و انکار ہے۔اور یقین کا مقابل شک و تردد ہے۔الغرض یہاں قیامت و آخرت کی تکذیب و انکار کرنے والی اقوام کا بیان ہوا جس سے ہمارے دلوں میں بھی خوف خدا پیدا ہونا چاہئے تاکہ آخرت کا یقین مستحضر کر کے ہم اپنی بداعمالیوں سے باز رہیں اور تقویٰ و طہارت اور آخرت کو سنوارنے والی زندگی اختیار کریں۔اللہ پاک ہمارے دلوں سے آخرت و قیامت کی غفلت کو دور فرمائیں اور ہمہ وقت آخرت کو مستحضر رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔اب آگے بعض دوسری اقوام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔کہ اس عقیدہ آخرت و قیامت کی تکذیب کی بدولت ان کا دنیا ہی میں کیا انجام ہوا جس کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿٩﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ

اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور اُلٹی ہوئی بستیوں نے بڑے بڑے قصور کئے سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کا کہنا نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو

اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ

بہت سخت پکڑا ہم نے جبکہ پانی کی طغیانی ہوئی تم کو کشتی میں سوار کیا تاکہ ہم اس معاملہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنائیں

اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ

اور یاد رکھنے والے کان اس کو یاد رکھیں۔ پھر جب صور میں یکبارگی پھونک ماری جائے گی اور زمین اور پہاڑ اُٹھالئے جاویں گے۔

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ

پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے۔ تو اس روز ہونے والی چیز ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ جاوے گا اور وہ اس روز

وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾

بالکل بودا ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے۔ اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوں گے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾

جس روز تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ ہوگی۔

وَجَآءَ اور آیا	فِرْعَوْنُ فرعون	وَمَنْ قَبْلَهٗ اور اس کے پہلے لوگ	وَالْمُؤْتَفِكٰتُ اور اُلٹی ہوئی بستیوں والے	بِالْخَاطِئَةِ خطاؤں کے ساتھ		
فَعَصَوْا سو انہوں نے نافرمانی کی	رَسُوْلَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے رسول کی	فَاَخَذَهُمْ تو انہیں پکڑا	اَخْذَةً گرفت	رَّابِيَةً سخت	اِنَّا لَمَّا بیشک جب	
طَغَا طغیانی پر آیا	الْمَآءُ پانی	حَمَلْنٰكُمْ ہم نے تمہیں سوار کیا	فِي الْجَارِيَةِ کشتی میں	لِنَجْعَلَهَا تاکہ ہم اسکو بنائیں	لَكُمْ تمہارے لئے	تَذْكِرَةً یادگار
وَتَعِيَهَآ اور اسے یاد رکھے	اُذُنٌ کان	وَاعِيَةٌ یاد رکھنے والا	فَاِذَا نُفِخَ پس جب پھونکی جائیگی	فِي الصُّوْرِ صور میں	نَفْخَةٌ پھونک	
وَاحِدَةٌ یکبارگی	وَحُمِلَتِ اور اُٹھائی جائیگی	الْاَرْضُ زمین	وَالْجِبَالُ اور پہاڑ	فَدُكَّتَا پس ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے	دَكَّةً ریزہ ریزہ	
وَاحِدَةً یکبارگی	فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن	وَقَعَتِ ہو پڑے گی	الْوَاقِعَةُ وہ ہونے والی	وَانْشَقَّتِ اور پھٹ جائے گا	السَّمَآءُ آسمان	فَهِيَ تو وہ
يَوْمَئِذٍ اُس دن	وَاهِيَةٌ بالکل کمزور	وَالْمَلَكُ اور فرشتے	عَلٰى پر	اَرْجَآئِهَا اس کے کناروں	وَيَحْمِلُ اور وہ اٹھائیں گے	
عَرْشَ رَبِّكَ تمہارے رب کا عرش	فَوْقَهُمْ اپنے اوپر	يَوْمَئِذٍ اس دن	ثَمٰنِيَةٌ آٹھ	يَوْمَئِذٍ جس دن	تُعْرَضُوْنَ تم پیش کئے جاؤ گے	
لَا تَخْفٰى نہ پوشیدہ رہے گی	مِنْكُمْ تم سے تمہاری	خَافِيَةٌ (کوئی چیز) پوشیدہ				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں عاد وثمود کا حال بیان فرمایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ عاد وثمود کے بعد فرعون بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہوا آیا اور اس سے پہلے اور کئی قومیں انکار وتکذیب کا گناہ وجرم سمیٹتی ہوئی آئیں مثلاً قوم نوحؑ اور قوم شعیبؑ اور قوم لوطؑ جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں۔ ان سبھوں نے قیامت وآخرت کا انکار کرکے اپنے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی تھی اور خدا

27 کے حکم کو ٹھکرایا اور خدا سے مقابلے باندھے آخر ان سب کو خدا نے بڑی سخت پکڑ سے پکڑا اور پھر کسی کی کچھ بھی پیش نہ چلی۔ اس کے بعد حق تعالیٰ تمام انسانوں پر اپنا ایک احسان جتلاتے ہیں کہ دیکھو جب نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا تو بظاہر اسباب تم انسانوں میں سے کوئی بھی نہ بچ سکتا تھا۔ یہ ہماری ہی قدرت و حکمت اور انعام واحسان تھا کہ سب منکروں کو غرق کر کے نوح علیہ السلام کو مع ان کے ساتھیوں کے بچالیا۔ بھلا ایسے ہولناک اور خطر ناک طوفان میں ایک کشتی کے سلامت رہنے کی کیا توقع ہوسکتی تھی لیکن ہم نے اپنی قدرت وحکمت کا کرشمہ دکھلایا تاکہ لوگ رہتی دنیا تک اس واقعہ کو یاد رکھیں اور جو کان کوئی معقول بات سن کر سمجھتے اور محفوظ رکھتے ہیں وہ کبھی نہ بھولیں کہ اللہ کا ہم پر ایک زمانہ میں یہ احسان ہوا ہے اور سمجھیں کہ جس طرح دنیا کے ہنگاموں میں فرمانبرداروں کو نافرمانوں اور مجرموں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ یہی حال قیامت کے ہولناک حادثہ میں ہوگا۔

کفار مکہ اور دوسرے منکرین ومکذبین کو پہلے تو گذشتہ قوموں کا حال جو دنیا میں ہوا قیامت پر یقین نہ رکھنے کی وجہ سے وہ سنایا گیا۔ اب اس کے بعد آخرت کا حال سنایا جاتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ صور میں ایک پھونک ماری جائے گی جس سے کہ زمین میں زلزلہ آئے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔ بس یہی وقت ہے قیامت کے شروع ہونے کا اس وقت آسمان پھٹ جائے گا۔ آج جو آسمان اس قدر مضبوط اور محکم ہے کہ لاکھوں برس گذرنے پر بھی کہیں ذرا سا شگاف نہیں پڑا اس روز پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا اور جس وقت درمیان سے پھٹنا شروع ہوگا تو فرشتے اس کے کناروں پر چلے جائیں گے۔ اس کے بعد جب کہ تمام چیزیں فنا ہوجائیں گی الا ماشاء اللہ۔ تو پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا جس کی کیفیت ۲۴ ویں پارہ سورہ زمر میں بیان ہوئی کہ تمام چیزیں دوبارہ پیدا ہوں گی مردے زندہ ہوں گے۔ عدالت کے لئے تخت رب العٰلمین لاکر رکھا جائے گا جس کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ عرش کو اٹھانے والے ملائکہ اب تو چار ہیں۔ قیامت کے دن ان کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ چار فرشتے اور مقرر فرمائیں گے۔

باقی عرش رحمٰن کے متعلق کہ وہ کیا چیز ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی شکل وصورت کیسی ہے؟ فرشتوں کا اس کو اٹھائے رکھنا کس صورت سے ہے؟ یہ سب وہ امور ہیں کہ نہ عقل انسانی ان کا احاطہ کرسکتی ہے۔ نہ ان مباحث میں غور وفکر کرنے اور سوالات کرنے کی اجازت ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ تابعین۔ تبع تابعین اور سلف صالحین کا مسلک ان جیسے تمام معاملات میں یہی رہا ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے کہ اس سے جو کچھ اللہ جل شانہٗ کی مراد ہے وہ حق ہے اور اس کی حقیقت ہم کو نا معلوم ہے (معارف القرآن جلد ہشتم) آگے تمام انسانوں کو خطاب کیا جاتا ہے کہ اس دن تم سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر کئے جاؤ گے اور کسی کی کوئی نیکی یا بدی مخفی نہ رہے گی اور سب نیکی و بدی آنکھوں کے سامنے آجائے گی اور تمہارا کوئی بھید اس روز اللہ سے چھپ نہ سکے گا۔

یہاں ان آیات میں ہمارے لئے قابل غور یہ آیت ہے:۔
فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً سو انہوں نے یعنی گذشتہ نافرمان قوموں نے اپنے رب کے رسول کا کہنا مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سخت پکڑا۔ اب یہ تو ہماری انتہائی خوش نصیبی تھی کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء۔ رحمۃ للعٰلمین۔ اشرف الانبیاء والمرسلین۔ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت میں پیدا فرمایا اور آپ کا امتی ہونا نصیب فرمایا جس کے لئے بعض انبیاء تک نے بھی تمنا کی تھی مگر اس بدنصیبی کا کیا کہنا کہ باوجود اس شرف وعزت کے اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی امتی نے کہنا نہ مانا اور جان بوجھ کر دیدہ ودانستہ آپ کی نافرمانی پر کمر بستہ رہا۔ تو کیا گذشتہ نافرمان قوموں کے خلاف اللہ تعالیٰ آج کے ایسے امتی کو نظر انداز فرمائیں گے اور اس کی پکڑ نہ فرمائیں گے؟ ارے یہ بھی نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا طفیل ہے کہ جو آج اس امت کے نافرمان بن کر بھی روئے زمین پر موجود ہیں۔ اور گذشتہ نافرمان امتوں کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا نہیں دیئے جاتے۔ ورنہ وہ کونسا گناہ ہے کہ جو آج اس امت کے افراد سے سرزد نہیں ہو رہا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ خدائے قدوس کے سامنے پیش کئے جائیں گے پہلی اور دوسری بار تو عذر ومعذرت اور جھگڑا منٹا کرتے رہیں گے لیکن تیسری پیشی جو آخری ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑائے جائیں گے کسی کے داہنے ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں۔ چنانچہ آگے اسی کا بیان ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو ان کے اعمالنامے داہنے ہاتھ میں ملیں گے ان کا کیا احوال ہوگا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴿ۚ﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ

پھر جس شخص کا نامۂ عمل اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو خوشی سے کہے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو۔ میرا اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا

مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿ۚ﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿ۙ﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿ۙ﴾ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿﴾

حساب پیش آنے والا ہے غرض وہ شخص پسندیدہ عیش یعنی بہشت بریں میں ہوگا۔ جس کے میوے جھکے ہوں گے

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿﴾

کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گذشتہ ایام میں کئے ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ پس جس کو	اُوْتِیَ دیا گیا	كِتٰبَهٗ اسکی کتاب (اعمالنامہ)	بِیَمِیْنِهٖ اسکے دائیں ہاتھ میں	فَیَقُوْلُ تو وہ کہے گا	هَآؤُمُ اقْرَءُوْا لو پڑھو	
كِتٰبِیَهْ میرا اعمالنامہ	اِنِّیْ ظَنَنْتُ میں یقین رکھتا تھا	اَنِّیْ مُلٰقٍ کہ میں ملوں گا	حِسَابِیَهْ اپنے حساب سے	فَهُوَ پس وہ		
فِیْ میں	عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ پسندیدہ زندگی	فِیْ میں	جَنَّةٍ عَالِیَةٍ بہشت بریں	قُطُوْفُهَا جس کے میوے	دَانِیَةٌ قریب	كُلُوْا تم کھاؤ
وَاشْرَبُوْا اور تم پیؤ	هَنِیْٓــًٔۢا مزے سے	بِمَآ اَسْلَفْتُمْ اسکے بدلے جو تم نے بھیجا	فِیْ میں	الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ گزرے ہوئے ایام		

تفسیر وتشریح: الغرض ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو قیامت کے دن ان کے اعمالنامے ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ سعادت مند حضرات بے حد خوش ہوں گے کیونکہ یہ ناجی اور مقبول ہونے کی علامت ہوگی اور وہ جوش مسرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتے پھریں گے کہ لو دیکھو یہ میرا اعمالنامہ پڑھو۔ اس کی مثال بالکل ایسی سمجھئے کہ جو طالب علم امتحان کے نتیجہ میں کامیابی کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیتا ہے وہ خوشی کے مارے ہر ایک کو اپنا نتیجہ کارڈ دکھلاتا پھرتا ہے۔ اسی طرح داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیئے جانے والے بڑے سرور اور خوشی سے اپنا اعمالنامہ دکھاتے ہوں گے اور یہ اس لئے کہ جو گناہ بمقتضائے بشریت ان سے دنیا میں ہو گئے تھے وہ بھی ان کی توبہ کی وجہ سے ان کے نامہ اعمال میں سے مٹا دیئے گئے ہیں۔ نہ صرف مٹا دیئے گئے ہیں بلکہ ان کی بجائے نیکیاں لکھ دی گئی ہیں۔ پس یہ سراسر نیکیوں کا اعمال نامہ پا کر فرط مسرت میں پکار اٹھے گا۔ بخاری ومسلم کی صحیح حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کس طرح مومنوں کے گناہوں کا معاملہ پردہ ہی پردہ میں ختم فرمادیں گے اور اہل محشر کے سامنے صرف نیکیوں والا ہی اعمالنامہ آئے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ ایمان والے اپنے بندے کو اپنی رحمت سے قریب کرے گا اور اس پر اپنا خاص پردہ ڈالے گا اور دوسروں سے اس کو پردہ میں کر لے گا پھر اس سے پوچھے گا کیا تو پہچانتا ہے فلاں گناہ۔ فلاں گناہ یعنی کیا تجھے یاد ہے کہ تو نے یہ گناہ کئے تھے؟ وہ عرض کرے گا۔ ہاں اے پروردگار مجھے یاد ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہوں کا اس سے اقرار کرالیں گے اور وہ بندہ اپنے دل میں خیال کرے گا کہ میں تو ہلاک ہوا۔ یعنی اس کو خیال ہوگا کہ جب اتنے میرے گناہ ہیں تو اب میں کیسے چھٹکارا پا سکوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کو چھپایا تھا اور آج میں ان کو بخشتا ہوں اور معاف دیتا ہوں۔ پھر اس کا نیکیوں والا اعمال نامہ اس کے حوالے کر دیا جائے گا یعنی مومنوں کے گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پردہ ہی پردہ میں

ختم فرمادیں گے اور اہل محشر کے سامنے صرف نیکیوں سے بھرا ہوا اس کا اعمال نامہ آئے گا۔ سبحان اللہ۔ حق تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے ساتھ کیسا کرم اور پردہ پوشی کا معاملہ فرمائیں گے! آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ ملنے والا قیامت میں کہے گا کہ میں نے تو دنیا میں خیال کر رکھا تھا کہ ایک دن ضرور میرا حساب کتاب ہوگا۔ اس خیال سے میں ڈرتا رہا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا۔ آج اس کا دل خوش کن نتیجہ دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے فضل سے میرا حساب بالکل صاف ہے۔ ایسے شخص کی جزا ارشاد فرمائی جاتی ہے کہ اس شخص کو راحت و آرام کی زندگی اس کی مرضی کے موافق ملے گی۔ وہ بلند و بالا بہشت میں رہے گا جس کے اونچے اونچے محلات ہوں گے۔ جس کی حوریں قبول صورت اور نیک سیرت ہوں گی۔ جہاں نعمتوں کے بھرپور خزانے ہوں گے اور یہ تمام نعمتیں نہ ختم ہونے والی نہ کم ہونے والی نہ ٹلنے والی ہوں گی۔ اور منجملہ دوسری نعمتوں کے ایک نعمت یہ ہوگی کہ جنت کے درخت باوجود نہایت بلند و بزرگ اور سایہ دار ہونے کے اس قدر باشعور ہوں گے کہ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ یا پھل کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ اس قدر نیچے کو جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لے گا اور کھڑے، بیٹھے، لیٹے جس حال میں خواہش ہوگی نہایت سہولت سے حاصل ہو جائیں گے۔ اور جنتیوں سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے اللہ کے واسطے اپنے نفس کی بے جا خواہشوں کو روکا تھا اور بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ اب اس جنت میں کوئی روک ٹوک نہیں۔ جتنا دل چاہے خوب کھاؤ پیو۔ نہ کمی کا ڈر نہ زوال کا کھٹکا نہ بیماری اور نقصان کا اندیشہ نہ بدہضمی اور گرانی شکم کا خوف۔ مسلم شریف کی حدیث حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت جنت میں کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی لیکن نہ تو انہیں تھوک آئے گا۔ اور نہ پیشاب پاخانہ ہوگا۔ نہ ان کی ناک سے ریزش آئے گی۔ بعض صحابہ نے عرض کیا تو کھانے کا کیا ہوگا؟ یعنی جب پیشاب پاخانہ کچھ بھی نہ ہوگا تو جو کچھ کھایا جائے گا اس کا فضلہ آخر کہاں جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: کہ ڈکار اور پسینہ یعنی غذاؤں کا فضلہ خوشبودار ڈکاروں اور معطر پسینہ سے نکل جایا کرے گا۔ اور ان اہل جنت کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح اس طرح جاری ہوگی جس طرح تمہارا سانس جاری رہتا ہے۔

یہ تو انجام قیامت پر ایمان رکھنے والوں کا بیان ہوا جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ اب آگے قیامت کے منکرین جن کو ان کے اعمال نامہ پیچھے سے اور بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے ان کا احوال بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ اعمال نامہ دیکھ کر کیا کہیں گے اور کیا ان کے ساتھ معاملہ ہوگا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے اعمال نامے ہمارے داہنے ہاتھوں میں دیا جانا مقدر فرمائیں۔ مولائے کریم ہمارا حساب کتاب آسان فرمائیں۔ اور ہمارے گناہوں اور عیوب کی پردہ پوشی فرمائیں۔ اور اپنی مغفرت و رحمت سے نوازیں اور بہشت بریں میں ہمارا داخلہ عطا فرمائیں اور وہاں کی لازوال اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ یا اللہ! آج اس دنیا میں ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو آپ کی رضا والے ہوں اور جن کے صلہ میں آپ اپنے کرم سے ہماری نجات و مغفرت فرمائیں اور ہمیں اپنی دائمی اور ابدی جنتوں میں داخلہ نصیب فرما دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ وَلَمْ اَدْرِ مَا

اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا۔ اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی

حِسَابِيَهْ ۚ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ

کہ میرا حساب کیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی خاتمہ کر چکتی میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گزرا۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۚ

اس شخص کو پکڑلو اور اس کو طوق پہنادو۔ پھر دوزخ میں اس کو داخل کردو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۙ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۚ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ

یہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا۔ اور خود تو کسی کو کیا دیتا اوروں کو (بھی) غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا۔ سو آج اس شخص کا

هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۚ

نہ کوئی دوستدار ہے۔ اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے بجز زخموں کے دھوون کے۔ جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے کوئی نہ کھاوے گا۔

وَاَمَّا اور رہا	مَنْ جو۔جس	اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ اس کا اعمالنامہ دیا گیا	بِشِمَالِهٖ اس کے بائیں ہاتھ میں	فَيَقُوْلُ تو وہ کہے گا	يٰلَيْتَنِيْ اے کاش			
لَمْ اُوْتَ مجھے نہ دیا جاتا	كِتٰبِيَهْ میرا اعمالنامہ	وَلَمْ اَدْرِ اور میں نہ جانتا	مَا حِسَابِيَهْ کیا ہے میرا حساب؟	يٰلَيْتَهَا اے کاش	كَانَتِ (موت) ہوتی			
الْقَاضِيَةَ قصہ چکا دینے والی	مَآ اَغْنٰى کام نہ آیا	عَنِّيْ میرے	مَالِيَهْ میرا مال	هَلَكَ جاتی رہی	عَنِّيْ مجھ سے	سُلْطٰنِيَهْ میری بادشاہی		
خُذُوْهُ تم اس کو پکڑو	فَغُلُّوْهُ پس اسے طوق پہناؤ	ثُمَّ پھر	الْجَحِيْمَ جہنم	صَلُّوْهُ اسے ڈالدو	ثُمَّ پھر	فِيْ سِلْسِلَةٍ ایک زنجیر میں	ذَرْعُهَا جسکی پیمائش	
سَبْعُوْنَ ستر	ذِرَاعًا ہاتھ	فَاسْلُكُوْهُ پس تم اس کو جکڑ دو	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ لَا يُؤْمِنُ ایمان نہیں لاتا تھا	بِاللّٰهِ اللہ پر	الْعَظِيْمِ بزرگ و برتر		
وَ اور	لَا يَحُضُّ وہ رغبت نہ دلاتا تھا	عَلٰى پر	طَعَامِ کھلانا	الْمِسْكِيْنِ محتاج	فَلَيْسَ لَهُ پس نہیں اس کا	الْيَوْمَ آج	هٰهُنَا یہاں	حَمِيْمٌ کوئی دوست
وَلَا طَعَامٌ اور نہ کھانا	اِلَّا مگر۔سوا	مِنْ سے	غِسْلِيْنٍ پیپ	لَا يَاْكُلُهٗ اسے نہ کھائے گا	اِلَّا سوا	الْخَاطِئُوْنَ خطا کاروں		

تفسیر وتشریح: قیامت میں اعمالنامہ جس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ جو علامت ہوگی مجرم ہونے کی۔ ایسے ہی لوگوں کا حال ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ جس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ سمجھ لے گا کہ میری کم بختی آئی اور نہایت حسرت وافسوس سے کہے گا کہ کاش میرے ہاتھ میں اعمالنامہ نہ دیا جاتا۔ اور کاش کہ مجھے اپنے حساب کتاب کی خبر ہی نہ ہوتی۔ کاش کہ وہی موت جو مجھے دنیا میں آئی تھی میرا قصہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتی اور مرنے کے بعد میں دوبارہ زندہ ہی نہ ہوا ہوتا اور مجھے اٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ یہ شخص اسی طرح حسرت وافسوس کے ساتھ پریشان وپشیمان ہو گا کہ بارگاہ الٰہی سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے پکڑو۔ طوق گلے میں ڈالو اور جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دو اور اس زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اسے جکڑ دو تاکہ ہل جل نہ سکے اور بے بس ہو کر پڑا رہے اور جلا کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب آزار جہنم سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ آمین۔ علامہ ابن کثیرؒ نے یہاں روایات نقل کی

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ اسے پکڑو ستر ہزار فرشتے اس کی طرف پہنچیں گے جن میں سے ایک فرشتہ کو بھی اس طرح اللہ حکم کرے تو ایک چھوڑ ستر ستر ۷۰ ہزار لوگوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دے۔ (العیاذ باللہ) تو فرشتے اس کی طرف غصہ سے دوڑیں گے جن میں کا ہر ایک سبقت کر کے چاہے گا کہ میں اسے طوق پہناؤں اور زنجیر میں جکڑوں اور جہنم کی آگ میں غوطہ دوں۔ یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ اس کو ستر ۷۰ گز کی زنجیر میں جکڑ دو تو اس سے دنیا کا گز جو ۳۶ انچ یا تین فٹ کا ہوتا ہے وہ مراد نہیں بلکہ آخرت کا گز جو فرشتوں کے عرف میں رائج اور مشہور ہے وہ مراد ہے جس کی لمبائی چوڑائی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ۷۰ گز سے تعداد مقصود نہیں۔ بلکہ کثرت طول مراد ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ یہ زنجیر اس کے جسم میں پرودی جائے گی۔ پاخانہ کے راستہ سے ڈالی جائے گی اور منہ کے راستہ سے نکالی جائے گی اور اس طرح آگ میں بھونا جائے گا جیسے سیخ میں کباب (العیاذ باللہ تعالیٰ) آگے ان جہنمیوں کا اصل جرم بیان کیا جاتا ہے کہ جس کے سبب وہ ان مصائب میں گرفتار ہوئے اور وہ یہ کہ انہوں نے دنیا میں رہ کر نہ اللہ کو جانا اور نہ بندوں کے حقوق پہچانے۔ خدا کا حق تو مخلوق پر یہ ہے کہ اس کی توحید کو مانیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری بجالائیں اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان و سلوک سے پیش آئیں۔ بھلے اور نیک کاموں میں ایک دوسرے کو امداد پہنچائے۔ تو ایک جرم تو اس جہنمی کا یہ تھا کہ اس خدائے بزرگ و برتر پر جس طرح ایمان لانا چاہئے تھا اس طرح ایمان نہ لایا۔ توحید و ایمان کی روشنی نصیب نہ ہوئی۔ نہ خدا کی اطاعت و عبادت کی' دوسرا جرم نہ مخلوق خدا کے حق ادا کر کے اسے نفع پہنچایا۔ کسی غریب مسکین کی خدمت خود تو کیا کرتا دوسروں کو بھی اس کی صلاح و ترغیب نہ دی۔ خلاصہ یہ کہ دنیا میں اللہ کے حق اور بندوں کے حق دونوں کو بھولا ہوا تھا اور دونوں یعنی حقوق اللہ و حقوق العباد کا تارک و منکر تھا۔ آگے بتایا جاتا ہے کہ جب اس نے دنیا میں اللہ کو دوست نہ بنایا تو آج اس کا دوست کون بن سکتا ہے جو حمایت کر کے عذاب سے بچائے یا کوئی تسلی کی بات کرے یا سفارش کر کے عذاب میں کمی اور تخفیف کرائے۔ اگر دنیا میں اللہ بزرگ و برتر کو مانتا تو آج وہ اس پر رحم فرماتا اور اگر دنیا میں اس نے کسی محتاج کو کھانا کھلایا پلایا ہوتا تو آج اسے کھانے پینے کی نعمتیں ملتیں۔ اب اس کے کھانے کو کچھ نہیں بجز غسلین کے۔ غسلین کے کئی معنی مفسرین نے لکھے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ غسلین جہنم کا ایک درخت ہے اور ممکن ہے اسی کا دوسرا نام زقوم ہو۔ ایک معنی یہ لئے ہیں کہ جہنمیوں کے زخم سے جو پیپ و لہو بہے گا وہ غسلین ہے۔ بہر حال ان کافروں و مجرموں کو جہنم میں غذا ملے گی تو وہ بھی اتنی نفرت انگیز اور گندی کہ جس کو بجز بڑے گناہگاروں کے کوئی نہ کھاوے گا۔

یہاں ان آیات میں اہل جہنم کے جو دو جرم بتائے گئے
لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ اور وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ
یعنی خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا اور مسکین یعنی غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا اس سے متعلق حضرت ابو درداءؓ انصاریوں میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جلیل القدر اور محبوب صحابی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا کہ ابو درداءؓ میری امت کا حکیم ہے۔ تو حضرت ابو درداءؓ سے منقول ہے کہ آپ اپنی بی بی سے کہا کرتے کہ شوربا سالن میں زیادہ کیا کرو تا کہ غرباء مساکین کے کام آوے۔ ان کی بی بی نے پوچھا کہ شوربے کے زیادہ کرنے میں کیا فائدہ ہے اس واسطے کہ کھانے میں لذت نہیں رہتی۔ تو آپ نے کہا کہ تم نے نہیں سنا کہ ایمان نہ لانے اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلانے کے سبب سے کافروں کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ کے عذاب کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایمان لانے کے سبب سے ہم نے آدھی اس زنجیر کو اپنے سے کاٹ ڈالا ہے اور آدھی جو باقی ہے وہ بھی مسکینوں کو کھلانے کے سبب سے اپنے سے دور کئے دیتے ہیں۔

الغرض اوپر جو کچھ اصول قیامت' حساب کتاب' جزا و سزا' جنت و جہنم عذاب و ثواب قرآن کریم نے بتلایا آگے اس کی صداقت اور قرآن کی حقانیت ارشاد فرمائی جاتی ہے۔ تا کہ اس کے یقین کرنے میں کسی کو شک و شبہ نہ رہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ

پھر میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو۔ اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے۔ کہ یہ قرآن (اللہ) کا کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا۔ اور یہ

بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ

کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔ تم بہت کم سمجھتے ہو۔

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾

رب العلمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ اور اگر یہ (پیغمبر) ہمارے ذمہ کچھ (جھوٹی) باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ

پھر ہم اُن کی رگ دل کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں کوئی ان کا اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا۔ اور بلاشبہ یہ قرآن متقیوں کیلئے

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ

نصیحت ہے۔ اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنے والے بھی ہیں۔ اور یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے۔ اور یہ قرآن تحقیقی

لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

یقینی بات ہے سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

فَلَآ اُقْسِمُ پس میں قسم کھاتا ہوں	بِمَا تُبْصِرُوْنَ اس کی جو تم دیکھتے ہو	وَمَا اور جو	لَا تُبْصِرُوْنَ تم نہیں دیکھتے	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَقَوْلُ البتہ کلام			
رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ایک بزرگ پہنچانے والے (فرشتہ) کا	وَمَا هُوَ اور یہ نہیں	بِقَوْلِ شَاعِرٍ کسی شاعر کا کلام	قَلِيْلًا بہت کم	مَا تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان لاتے ہو				
وَلَا بِقَوْلِ اور نہ قول ہے	كَاهِنٍ کسی کاہن	قَلِيْلًا بہت کم	مَا تَذَكَّرُوْنَ تم نصیحت پکڑتے ہو	تَنْزِيْلٌ اتارا ہوا	مِنْ سے			
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب	وَلَوْ اور اگر	تَقَوَّلَ بنا کر لاتا	عَلَيْنَا ہم پر	بَعْضَ بعض۔ کچھ	الْاَقَاوِيْلِ باتیں (جمع قول)	لَاَخَذْنَا تو یقیناً ہم پکڑ لیتے		
مِنْهُ اس کا	بِالْيَمِيْنِ دایاں ہاتھ	ثُمَّ پھر	لَقَطَعْنَا ہم البتہ کاٹ دیتے	مِنْهُ اس کی	الْوَتِيْنَ رگ (گردن)	فَمَا سو نہیں	مِنْكُمْ تم میں سے	مِنْ اَحَدٍ کوئی
عَنْهُ اس سے	حٰجِزِيْنَ روکنے والا	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ	لَتَذْكِرَةٌ البتہ ایک نصیحت	لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اور بیشک ہم البتہ جانتے ہیں			
اَنَّ کہ	مِنْكُمْ تم میں سے	مُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والے	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ	لَحَسْرَةٌ حسرت	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ		
لَحَقُّ الْيَقِيْنِ یقینی حق	فَسَبِّحْ پس تم پاکیزگی بیان کرو	بِاسْمِ نام کے ساتھ۔ کی	رَبِّكَ اپنے رب	الْعَظِيْمِ عظمت والے				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ جو کچھ قیامت میں جزا وسزا اور جنت و دوزخ وغیرہ کا بیان ہوا یہ کوئی شاعری نہیں۔ نہ کاہنوں کی اٹکل پچو باتیں ہیں' بلکہ یہ قرآن ہے۔ اللہ کا کلام ہے جس کو ایک بزرگ فرشتہ لے کر ایک بزرگ پیغمبر پر اترا۔ جو آسمان سے لایا وہ اور جس نے زمین والوں کو پہنچایا دونوں رسول کریم ہیں۔ ایک کو تم دیکھتے ہو ایک کو نہیں دیکھتے اور کلام کو پرزور بنانے کے لئے حق تعالےٰ نے یہ قسم کھا کر فرمایا کہ

میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے یعنی تمام مخلوق کی قسم ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ اس قسم کو یہاں مضمون سے ایک خاص مناسبت ہے کہ قرآن کریم کے لانے والے یعنی حضرت جبرئیل نظر نہ آتے تھے اور جن پر قرآن آتا تھا یعنی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نظر آتے تھے۔کفار مکہ قرآن کریم کی زبان اور اس کی فصاحت و بلاغت۔اور اس کے مضامین پر متعجب ہو کر کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر الزام لگاتے کہ معاذ اللہ یہ شاعر ہیں اور کبھی واقعات گذشتہ اور آئندہ کی خبریں سن کر کہتے کہ معاذ اللہ آپ کاہن ہیں۔کاہن عرب میں وہ لوگ تھے جو جنات وشیاطین سے تعلق یا مناسبت رکھتے تھے۔اور وہ ان لوگوں کو غیب کی بعض جزئی باتیں اور آئندہ کی خبریں بتاتے تھے۔تو کفار کے ان الزامات کی تردید میں فرمایا گیا کہ یہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں۔بھلا شاعری کو قرآن سے کیا نسبت۔شاعروں کا کلام اکثر بے اصل ہوتا ہے اور اس کے اکثر مضامین محض فرضی اور وہمی اور خیالی ہوتے ہیں جبکہ قرآن کریم میں تمام تر حقائق ثابتہ اور اصول محکمہ کو قطعی دلیلوں اور یقینی حجتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔پھر یہ کسی کاہن کا بھی کلام نہیں۔کاہنوں کے کلام بے کار اور بے فائدہ ہوتے ہیں اور اس کلام ربانی میں ایک حرف یا ایک شوشہ بھی بے کار و بے فائدہ نہیں۔پھر کاہنوں کی باتیں چند مبہم جزئی اور معمولی خبروں پر مشتمل ہوتی ہیں بخلاف قرآن کریم کے جو علوم حقائق پر مطلع کرتا ہے۔دین و شریعت کے اصول و قوانین اور معاش و معاد کے دستور و آئین بتاتا ہے اور فرشتوں اور آسمانوں پر چھپے ہوئے بھیدوں پر آگاہی دیتا ہے اور گذشتہ و آئندہ کے واقعات کو تحقیق کے ساتھ بیان کرتا ہے کیونکہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اسی لئے سارے جہان کی تربیت کے اعلیٰ اور محکم ترین اصول اس میں بیان ہوئے ہیں۔حضرت عمر بن خطابؓ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپؐ کے پاس کیا دیکھا کہ آپ مسجد حرام میں پہنچ گئے ہیں۔میں بھی گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔آپ نے سورہ حاقہ پڑھنا شروع کی جسے سن کر مجھے اس کی پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے۔ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍۚ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَۙ یعنی یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو تو میں نے یہ سن کر خیال کیا اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہیں۔اس پر آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَؕ کہ یہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے تم بہت کم سمجھتے ہو آپ پڑھتے چلے گئے۔یہاں تک کہ پوری سورت ختم کی۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام گھر کر گیا اور رونگٹے رونگٹے میں اسلام کی سچائی سما گئی۔تو یہ واقعہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے۔آگے کفار کے اس الزام کی تردید میں کہ یہ کلام معاذ اللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے فرمان باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اگر یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ذمہ کچھ جھوٹی باتیں لگا دیتے مثلاً جو ہمارا کلام نہ ہوتا اس کو ہمارا کلام کہتے یا جھوٹا دعویٰ نبوت کا کرتے تو یقیناً ہم انہیں سزا دیتے اور ان کی زندگی کی رگ دل کاٹ دیتے اور کوئی ہمارے اور ان کے درمیان بھی نہ آ سکتا تھا کہ سزا سے بچا لے۔تو مطلب یہ ہوا کہ جب ایسا نہیں ہوا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سچے پاکباز رشد و ہدایت والے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زبردست تبلیغی فریضہ آپ کو سونپ رکھا ہے اور آپ کے صدق کی بہت سی نشانیاں آپ کو عطا کر رکھی ہیں۔اخیر میں فرمایا گیا کہ خدا سے ڈرنے والے اس کلام کو سن کر نصیحت حاصل کریں گے اور جن کے دل میں ڈر ہی نہیں وہ جھٹلائیں گے لیکن ایک وقت آنے والا ہے کہ یہی کلام اور منکرین کا یہ جھٹلانا ان کے لئے سخت حسرت و پشیمانی کا موجب ہوگا۔اس وقت پچھتائیں گے کہ افسوس ہم نے کیوں اس سچے کلام کو جھٹلایا تھا جو آج یہ آفت دیکھنی پڑی تو حقیقت یہ ہے کہ یہ کلام تو ایسی چیز ہے۔جس پر یقین سے بھی بڑھ کر یقین رکھا جائے کیونکہ اس کے مضامین سرتاپا صدق اور ہر طرح کے شک

وشبہ سے بالاتر ہیں۔ سورت کے خاتمہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی بڑی دولت دی ہے تو آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح وتحمید کیجئے۔

حدیث میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ جب قرآن مجید کی آیت:۔ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھو یعنی اس حکم کی تعمیل میں سبحان ربی العظیم رکوع میں کہا کرو پھر جب آیت سبح اسم ربک الاعلیٰ کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدہ میں رکھو یعنی اس کی تعمیل میں سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا کرو۔

اب غور کیجئے کہ یہاں قسمیہ کلام کیساتھ حق تعالیٰ فرمارہے ہیں۔ تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِينَ کہ یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ گویا اس کے پندونصائح 'اوامرونواہی' جزاوسزا 'عذاب وثواب جو کچھ اس قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وہ ارشاد خداوندی ہے۔ اور چونکہ حق تعالیٰ عالم الغیب بھی ہیں اس لئے نزول قرآن کیساتھ ہی دنیا والوں پر اس قرآن کا جو نتیجہ اور اثر ہو گا وہ بھی بتا دیا گیا یعنی وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ بلاشبہ یہ قرآن متقیوں کیلئے نصیحت ہے۔ یعنی اس قرآن سے فائدہ اور اس سے نصیحت حاصل کرنیوالے متقین ہی ہوں گے اور فرمایا وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِينَ اور یہ قرآن کافروں یعنی منکروں کے حق میں موجب حسرت ہے۔ یعنی دنیا میں ایک گروہ اس قرآن کا منکر بھی رہے گا جس کی وجہ سے ان کو آخرت میں حسرت و افسوس نصیب ہوگا۔ تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک دنیا میں قرآن موجود ہے اس سے نصیحت حاصل کرنے والے بھی موجود رہیں گے اور اس کے منکر بھی موجود رہیں گے۔ اب یہاں ہر شخص فیصلہ کرلے کہ مجھے کس گروہ میں شامل ہونا منظور ہے۔ اگر متقین کے گروہ میں شامل ہونا ہے تو متقین کے عقائد واعمال اختیار کرنا ہوں گے۔ اور سارا قرآن عقائد واعمال ہی کی درستی ورہنمائی کے لئے ہے۔ پس جو رب العالمین کی چاہت اور محبت چاہتا ہو اس کو رب العالمین کے کلام قرآن کریم پر حقیقی طور سے ایمان لاکر اس کا سچا وفادار۔ اس کے احکام پر عامل اور اس کے نواہی سے بازرہنے والا اور اس کی تعلیمات وہدایات کو پھیلانے اور رائج کرنے والا بننا ہوگا اور اسی طرح اور صرف اسی طرح متقین کے گروہ میں شامل ہوا جاسکتا ہے۔ اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے ہمارے حق میں متقین کے گروہ میں شامل ہونا مقدر فرمائیں۔

الحمدللہ کہ اس درس پر سورہ الحآقۃ کا بیان پورا ہوگیا۔ اگلی سورت کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں شروع ہوگا۔

سورۃ الحاقہ

۱- اگر کسی خاتون کا حمل ساقط ہو جاتا ہو تو حمل کے دوران سورۃ الحاقہ لکھ کر اس کو پہنائی جائے' اس کا حمل محفوظ رہے گا۔

۲- بچہ کی پیدائش ہوتے ہی اسے سورۃ الحاقہ سے دم کیا ہوا پانی پلا دیا جائے تو وہ بچہ بہت ذہین ہوگا اور بچوں کو پہنچنے والی ہر تکلیف وبیماری سے محفوظ رہے گا۔

۳- اگر بچہ کے بارے میں حشرات الارض کے تکلیف پہنچانے کا خطرہ ہو تو زیتون کے تیل پر سورۃ الحاقہ پڑھ کر اس تیل سے بچہ کی مالش کی جائے' اللہ کے فضل سے کوئی کیڑا مکوڑہ وغیرہ بچہ کے پاس نہیں آئے گا۔

۴- بچہ کے جسم میں درد کی شکایت ہو تو زیتون کے تیل پر سورۃ الحاقہ پڑھ کر اس تیل سے بچہ کے جسم کی مالش کی جائے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو یہ قرآن عطا فرمایا۔ اور اس پر ہم کو ایمان کی توفیق نصیب فرمائی۔ یا اللہ! اس سرچشمہ ہدایت سے ہم کو نصیحت حاصل کرنے والا بنادیجئے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائیے۔ یا اللہ! قرآن پاک کی عزت وعظمت کی طرف سے ہماری آنکھیں کھول دے اور اس کا متبع بن کر زندہ رہنا نصیب فرما دے۔ اور اس کے احکام کی خلاف ورزی ونافرمانی سے عملی طور پر بچالے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

سُوْرَۃُ الْمَعَارِجِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ اَرْبَعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ۳

ایک درخواست کرنے والا اس عذاب کی درخواست کرتا ہے جو کافروں پر واقع ہونیوالا ہے جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں۔اور جو اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو کہ سیڑھیوں (یعنی آسمانوں کا)

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۴

مالک ہے۔(جن سیڑھیوں سے) فرشتے اور روحیں اسکے پاس چڑھ کر جاتی ہیں۔(اور وہ عذاب) ایسے دن میں ہوگا جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سال کی (برابر) ہے۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۵

سو آپ صبر کیجئے اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو۔

سَاَلَ مانگا	سَآئِلٌ ایک مانگنے والا	بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ عذاب واقع ہونے والا	لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے	لَيْسَ لَهٗ نہیں اس کیلئے	دَافِعٌ کوئی دفع کرنیوالا
مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے	ذِی الْمَعَارِجِ سیڑھیوں (درجات) کا مالک	تَعْرُجُ چڑھتے ہیں	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	وَالرُّوْحُ اور روح الامین	اِلَيْهِ اسکی طرف
فِیْ يَوْمٍ ایک دن میں	كَانَ مِقْدَارُهٗ جس کی مقدار ہے	خَمْسِيْنَ اَلْفَ پچاس ہزار	سَنَةٍ سال	فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	صَبْرًا جَمِيْلًا صبر جمیل

تفسیر وتشریح: کفار مکہ کو جب قرآنی آیات سنائی جاتیں اور قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو وہ ازراہ تمسخر اور طنز کہتے کہ عذاب آنا ہے تو ابھی کیوں نہیں آجاتا؟ نضر بن حارث جو مکہ کا ایک کافر تھا اس نے یہی سوال کیا تھا۔ جس کو یہاں آیت میں سائل کہا گیا ہے اس کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ قرآن کریم کی عادت نہیں کہ عیوب اور برائی بیان کرنے میں کسی کا نام لیا جائے اور اس میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ نام لینے میں ایک شخص کا تعین ہو جاتا اور اب تعمیم ہے کہ جو بھی اپنی حماقت سے ایسی بات کا خواستگار ہو وہ اس آیت کا مصداق سمجھا جائے گا۔ تو اس کافر نضر بن حارث نے اپنی انتہائی حماقت یا شوخ چشمی سے مطالبہ کیا کہ جس عذاب کا وعدہ ہے وہ جلد کیوں نہیں آتا۔ اس پر فرمایا گیا کہ یہ منکرین عذاب مانگنے والے ایک ایسی آفت مانگ رہے ہیں جو بالیقین ان پر پڑنے والی ہے۔ کسی کے ٹالے اور روکے رک نہیں سکتی۔ وہ عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا جو کہ سیڑھیوں کا یعنی آسمانوں کا مالک ہے۔ جن سیڑھیوں سے فرشتے اور اہل ایمان کی روحیں عالم بالا میں چڑھ کر جاتی ہیں اور وہ عذاب ایسے دن میں واقع ہوگا جس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ مراد قیامت کا دن ہے۔ قیامت کے دن کی اتنی طویل مدت دنیا کے مقدار کے حساب سے کافروں ہی کو معلوم ہوگی۔ رہے اہل ایمان جن کی شان میں بار بار لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کی بشارت قرآن کریم میں دی گئی ہے۔ حسب تصریح احادیث یوم حشر ان کے لئے بالکل ہلکا پھلکا ہو جائے گا۔ ایک صحیح حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے اس آیت کے سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دن تو بہت بڑا ہوگا۔ اتنی مدت خوف اور بے چینی اور بے قراری میں گزارنا اور بغیر ٹھکانے کے رہنا نہایت مشکل ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ ایماندار آدمی کو وہ دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک فرض نماز کی ادائیگی دنیا میں کرتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ

سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ وہ دن مومنین کے لئے اتنا ہلکا ہوگا جتنا وقت ظہر اور عصر کے درمیان ہوتا ہے تو ان روایات حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دن کا طول کفار کو پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا مومنین کے لئے کتنا مختصر ہوگا۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے فوائد تفسیر یہ میں لکھتے ہیں کہ پچاس ہزار برس کا دن جو قیامت کا ہے وہ پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور جہنمیوں کے جہنم میں قرار پکڑنے تک پچاس ہزار سال کی مدت ہوگی لیکن حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق ایماندار آدمی کو اتنا لمبا زمانہ ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک نماز فرض ادا کر لینا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب ان کفار پر عذاب کا آنا ثابت ہے تو آپ ان کی مخالفت پر اور ان کے عذاب کے مانگنے کی جلدی پر جسے وہ اپنے نزدیک نہ آنے والا جانتے ہیں۔ آپ صبر وسہار کریں۔ اور صبر بھی ایسا کہ جس میں رنجیدگی' دل کی گھبراہٹ نہ پائی جائے یعنی ان کی تکذیب ومخالفت سے آپ ایسے تنگ نہ ہوں کہ شکایت زبان پر آجائے بلکہ یہ سمجھ کر تحمل کیجئے کہ بالآخر ان کو سزا ہونے والی ہے۔

اب غور کیجئے کہ حدیث شریف کی بشارت کے موافق جو دن اور زمانہ کہ کفار کیلئے شدت تکلیف اور بے چینی سے پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا وہ مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کتنا ہلکا پھلکا بنا دینگے کہ جسطرح پل صراط کہ جو دوزخ کے اوپر ہے کہ جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور جس پر گزر کر جنت میں جانا ہوگا تو یہ پل صراط پندرہ ہزار سال کی مسافت میں ہے جن میں پانچ ہزار سال تو اوپر چڑھنے کے ہیں اور پانچ ہزار سال بیچ میں چلنے کے اور پانچ ہزار سال اترنے کے ہیں۔ مگر اس پندرہ ہزار سال کی پل صراط کی مسافت کو بعض مومنین کاملین تو بجلی کی چمک کی طرح۔ بعض ان سے کم درجہ کے مؤمنین ہوا کی طرح۔ اور ان سے بھی کم درجہ کے مومنین گھوڑے کی رفتار کی طرح۔ اور بعض ان سے بھی کم درجہ کے مومنین اونٹ کی رفتار کی طرح۔ اور بعض معمولی رفتار کے ساتھ پل صراط سے گزر جائیں گے اور بعض نہایت محنت ومشقت کے ساتھ پل پر چلیں گے اور بعض اس پل صراط کو پار کرتے ہوئے دوزخ میں جا گریں گے۔ تو حقیقت میں جتنا قوی' خالص اور پختہ ایمان کسی کا ہوگا اسی قدر عالم برزخ میں موت کے بعد۔ اور پھر عالم آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے کے بعد راحت' چین' سکون نصیب ہوگا۔ اور جیسا ایمان کمزور ناقص اور خراب ہوگا اسی قدر عالم برزخ میں اور عالم آخرت میں شدائد سامنے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو ایمان صادق واسلام کامل اس دنیا میں عطا فرمائیں تاکہ اس جہان سے کوچ کرتے ہی ہمیں چین وسکون۔ راحت وآرام ہی نصیب ہو۔ اور آخرت کی تمام منزلیں جنت کے پہنچنے تک ہمارے لئے آسان اور ہلکی پھلکی ہوں۔

اب آگے اس قیامت کے دن کا کچھ احوال بیان فرمایا جاتا ہے کہ وہ کیسا سخت دن ہوگا اور مجرم اس روز کیا تمنا کرے گا۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے:

حق تعالیٰ ہمارے لئے یوم قیامت کو آسان اور ہلکا پھلکا بنا دیں اور وہاں کی ذلت ورسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔ اور وہاں کی سختیوں اور عذابوں سے اور اپنی ناراضگی سے ہم کو بچالیں۔

یا اللہ! آپ ہم سے اس دنیا میں بھی راضی رہیں اور آخرت میں بھی آپ کی رضا ہم کو نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝٦ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝٧ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۝٨ وَتَكُونُ الْجِبَالُ
یہ لوگ اُس دن کو بعید دیکھ رہے ہیں اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں جس دن کہ آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جاوے گا۔ اور پہاڑ رنگین اُون کی طرح
كَالْعِهْنِ ۝٩ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝١٠ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ
ہو جاویں گے۔ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجود یکہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیے جاوینگے۔ مُجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کرے گا کہ
عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝١١ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝١٢ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝١٣ وَمَنْ فِي
اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کیلئے اپنے بیٹوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا۔ اور تمام اہلِ زمین کو
الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝١٤ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَى ۝١٥ نَزَّاعَةً لِلشَّوَى ۝١٦ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ
اپنے فدیہ میں دے دے پھر یہ اسکو بچالے یہ ہرگز نہ ہوگا (بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہوگی جو کھال (تک) اُتار دے گی وہ اس شخص کو (خود) بلاویگی جس نے (دنیا میں حق سے)
وَتَوَلَّى ۝١٧ وَجَمَعَ فَأَوْعَى ۝١٨ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝١٩ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝٢٠
پیٹھ پھیری ہوگی اور (اطاعت سے) بیرخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا پھر اسکو اٹھا اٹھا رکھا ہوگا۔ انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے۔ جب اسکو تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے۔
وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝٢١
اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔

إِنَّهُمْ بیشک وہ	يَرَوْنَهُ اسے دیکھ رہے ہیں	بَعِيدًا دور	وَنَرَاهُ اور ہم اسے دیکھتے ہیں	قَرِيبًا قریب	يَوْمَ تَكُونُ جس دن ہوگا	السَّمَاءُ آسمان	
كَالْمُهْلِ پگھلے ہوئے تانبے کیطرح	وَتَكُونُ اور ہونگے	الْجِبَالُ پہاڑ	كَالْعِهْنِ جیسے رنگین اون	وَلَا يَسْأَلُ اور نہ پوچھے گا	حَمِيمٌ کوئی دوست		
حَمِيمًا کسی دوست	يُبَصَّرُونَهُمْ وہ دکھ رہے ہونگے انہیں	يَوَدُّ خواہش کریگا	الْمُجْرِمُ مجرم	لَوْ يَفْتَدِي کاش وہ فدیہ میں دے دے			
مِنْ عَذَابِ عذاب سے	يَوْمِئِذٍ اس دن	بِبَنِيهِ اپنے بیٹوں کو	وَصَاحِبَتِهِ اور اپنی بیوی کو	وَأَخِيهِ اور اپنے بھائی کو	وَفَصِيلَتِهِ اور اپنے کنبے کو		
الَّتِي وہ جو	تُؤْوِيهِ اس کو جگہ دیتا ہے	وَمَنْ اور جو	فِي الْأَرْضِ زمین میں	جَمِيعًا سب کو	ثُمَّ پھر	يُنْجِيهِ یہ اسے بچالے	كَلَّا ہرگز نہیں
إِنَّهَا بیشک یہ	لَظَى بھڑکتی ہوئی آگ	نَزَّاعَةً ادھیڑنے والی	لِلشَّوَى کھال کو	تَدْعُوا وہ بلاتی ہے	مَنْ جس نے	أَدْبَرَ پیٹھ پھیری	
وَتَوَلَّى اور منہ پھیرلیا	وَجَمَعَ اور (مال) جمع کیا	فَأَوْعَى پھر اسے بند رکھا	إِنَّ الْإِنْسَانَ بے شک انسان	خُلِقَ پیدا کیا گیا	هَلُوعًا بڑا بے صبرا		
إِذَا جب	مَسَّهُ الشَّرُّ اسے برائی پہنچے	جَزُوعًا گھبرا اٹھنے والا	وَإِذَا اور جب	مَسَّهُ الْخَيْرُ اسے خیر (آرائش) پہنچے	مَنُوعًا بخل کرنیوالا		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کافر اپنے خیال میں قیامت کے آنے کو بعید از امکان اور بعید از عقل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔ بھلا قیامت کہاں رکھی ہے؟ لیکن حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بوجہ اپنے علم کے اس کے وقوع کو اس قدر قریب دیکھ رہے ہیں کہ گویا آئی رکھی ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی تو اس وقت یہ حال ہوگا کہ یہ آسمان ایسا ہو جائے گا جیسے تیل کی تلچھٹ یعنی آسمان سیاہ ہو جاوے گا اور پھٹ بھی جاوے گا اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جاویں گے۔ چونکہ پہاڑوں

کے رنگ مختلف ہیں جب ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ رنگین اون ہوا میں اڑ رہی ہے یہ تو پہلی مرتبہ کے صور پھونکنے پر حال ہوگا۔ پھر جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور سب از سر نو زندہ اور پیدا کئے جائیں گے تو دوست اپنے گہرے دوست کو بھی نہیں پوچھے گا۔ ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور سب نظروں کے سامنے ہوں گے مگر اپنی مصیبت میں ایسا مشغول ہوگا کہ دوسرے کو پوچھ نہ سکے گا۔ اور یہ بات مجرموں یعنی کفار و مشرکین کے ساتھ مخصوص ہوگی۔ رہے مومن وہ تو اپنے دوستوں کی خبر گیری کریں گے اور ان کے لئے شفاعت بھی کرینگے جیسا کہ بکثرت احادیث یہ ثابت کرتی ہیں۔ اور مجرموں کا ایک دوسرے کو پوچھنا تو درکنار اس روز تو ہر مجرم یعنی مشرک و کافر اس بات کی تمنا اور آرزو کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنی اولاد اور بیوی اور بھائی اور کنبہ' قبیلہ بلکہ ساری دنیا کو بدلہ میں دے کر اپنی جان عذاب سے بچالے لیکن یہ ممکن نہ ہوگا اور اسے عذاب سے نجات نہ ملے گی اور وہ آگ کے تیز شعلوں میں پھینکا جائے گا جو جلا کر کھال تک اتار دے گی اور اس روز جہنم کی یہ کیفیت ہوگی کہ وہ خود آواز دے کر اس شخص کو بلاوے گی جس نے دنیا میں حق کی طرف سے منہ موڑ رکھا تھا اور اطاعت وعمل صالح سے بے رخی کی تھی اور دوسروں کا حق مار مار کر براہ حرص مال کے جمع کرنے اور سمیٹنے میں لگا رہتا تھا۔ اور وہ سب جہنم کی طرف کھینچے چلے آویں گے۔ بعض آثار میں ہے کہ جہنم اول زبان قال سے پکارے گی کہ او کافر۔ او منافق۔ او مال سمیٹ کر رکھنے والے ادھر آ۔ لوگ ادھر ادھر بھاگیں گے لیکن ایک بہت لمبی گردن نکلے گی جو کفار کو چن چن کر اس طرح اٹھا لے گی جیسے جانور زمین سے دانہ اٹھا لیتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) آخر میں اس کافر انسان کی سرشت بتلائی جاتی ہے کہ جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو سخت گھبرا جانے اور ہائے واویلا کرنے والا ہو جاتا ہے کہ اس وقت جو کچھ اس سے مانگو سب کچھ دینے کو تیار ہوتا ہے اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ کسی کو کوڑی نہ دے جیسا کہ مجرم مذکور کی حالت سے معلوم ہو چکا کہ وہ دنیا میں کسی کو کچھ دینا پسند نہ کرتا تھا اور آخرت میں عذاب دیکھ کر سب کچھ دینے کو تیار ہو جائے گا۔

اب یہاں منکرین قیامت یعنی کفار و مشرکین کی بعض صفات بتلائی گئی ہیں جو عذاب جہنم میں گرفتار ہوں گے اور جن کو جہنم خود بلاوے گی اور چن چن کر اپنے اندر کھینچ لے گی۔ کفار و منکرین کی وہ صفات بد یہ بتلائی گئی ہیں۔ مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۙ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى (یعنی دنیا میں جس نے حق سے پیٹھ پھیری ہوگی اور اطاعت خداوندی سے بے رخی کی ہوگی اور دوسروں کا حق مار مار کر براہ حرص مال جمع کیا ہوگا' پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہوگا)

تو معلوم ہوا کہ یہ صفات موجب عذاب جہنم ہیں۔ اب یہ کتنے افسوس اور شرم کی بات ہے کہ اگر یہ صفات منکرین کی کسی مسلمان میں پائی جائیں۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ**

یہاں جس مال کے جمع کرنے اور روک کر رکھنے کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے اس سے مراد وہ مال ہے کہ جو خلاف شرع ناجائز طریقوں سے جمع کیا جائے اور روکنے سے مراد یہ ہے کہ مال پر عائد ہونے والے حقوق و فرائض اور واجبات ادا نہ کرے۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ آج ان صفات بد میں کتنے مسلمان کہے جانے والے افراد گرفتار ہیں۔ اور پھر غضب بالائے غضب یہ کہ نہایت بے فکری سے بقول کسی شاعر کے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

انا للہ وانآ الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان صفات بد سے ہم کو اور جملہ مسلمانوں کو بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور مؤمنین' مخلصین' کاملین کی صفات اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں' آمین۔

الغرض یہ تو کیفیت اور حالات ہوں گے منکرین قیامت یعنی کفار و مشرکین کے قیامت کے دن لیکن مؤمنین ان احوال سے مستثنیٰ ہوں گے جن کو جنت کے باغات میں اکرام و عزت کے ساتھ داخل کیا جاوے گا۔ مگر وہ مومنین کیسے ہیں اور ان کی کیا صفات ہیں یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

مگر وہ نمازی (یعنی مومن) جو اپنی نماز پر برابر توجہ رکھتے ہیں اور جن کے مالوں میں سوالی

مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُم

اور بے سوالی سب کا حق ہے۔ اور جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جو

مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ

اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں۔ اور جو

هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ

اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے کیونکہ ان پر کوئی الزام نہیں۔

مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ

ہاں جو اس کے علاوہ طلبگار ہو ایسے لوگ حدِ (شرعی) سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی

لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ

امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں اور جو اپنی

عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾

نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بہشتوں میں عزت کے ساتھ داخل ہوں گے۔

إِلَّا سوائے	الْمُصَلِّينَ نمازیوں	الَّذِينَ وہ جو	هُمْ وہ	عَلَىٰ پر	صَلَاتِهِمْ اپنی نماز	دَائِمُونَ ہمیشہ (پابندی) کرتے ہیں	وَالَّذِينَ اور وہ جو
فِي أَمْوَالِهِمْ ان کے مالوں میں	حَقٌّ حق	مَّعْلُومٌ ایک معلوم (مقرر)	لِّلسَّائِلِ مانگنے والے	وَالْمَحْرُومِ اور محروم (نہ مانگنے والے)			
وَالَّذِينَ اور وہ جو	يُصَدِّقُونَ سچ مانتے ہیں	بِيَوْمِ الدِّينِ روزِ جزا کو	وَالَّذِينَ اور وہ جو	هُم وہ	مِّنْ سے	عَذَابِ رَبِّهِم اپنے رب کا عذاب	
مُّشْفِقُونَ ڈرنے والا	إِنَّ بیشک	عَذَابَ رَبِّهِمْ انکے رب کا عذاب	غَيْرُ مَأْمُونٍ نڈر ہونے کی بات نہیں	وَالَّذِينَ اور وہ جو			
هُمْ وہ	لِفُرُوجِهِمْ اپنی شرمگاہوں کی	حَافِظُونَ حفاظت کرنیوالے	إِلَّا سوائے	عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ اپنی بیویوں سے	أَوْ یا	مَا جو	
مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ انکے داہنے ہاتھ کی ملک باندیاں	فَإِنَّهُمْ پس وہ بیشک	غَيْرُ مَلُومِينَ کوئی ملامت نہیں	فَمَنِ ابْتَغَىٰ پھر جو جی چاہے				
وَرَاءَ ذَٰلِكَ اس کے سوا	فَأُولَٰئِكَ تو وہی لوگ	هُمُ وہ	الْعَادُونَ حد سے بڑھنے والے	وَالَّذِينَ اور وہ جو	هُمْ وہ	لِأَمَانَاتِهِمْ اپنی امانتوں	
وَعَهْدِهِمْ اور اپنے عہد	رَاعُونَ رعایت (حفاظت) کرنیوالے	وَالَّذِينَ اور وہ جو	هُم بِشَهَادَاتِهِمْ وہ اپنی گواہیوں پر	قَائِمُونَ قائم رہنے والے			
وَالَّذِينَ اور وہ جو	هُمْ وہ	عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ اپنی نماز کی	يُحَافِظُونَ حفاظت کرنیوالے	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	فِي جَنَّاتٍ باغات میں	مُّكْرَمُونَ مکرم ومعزز	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مجرمین قیامت کے گروہ سے وہ لوگ علیحدہ اور مستثنیٰ ہوں گے کہ جو دنیا میں نمازی ہیں۔ مگر کیسے نمازی؟ کبھی کبھار جمعہ یا عید کی نماز پڑھنے والے؟ نہیں۔ بلکہ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ فرمایا جو ہمیشہ اپنی نمازوں میں لگے ہوئے ہیں یعنی اپنی نمازیں برابر ادا کرتے رہتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے۔ یہاں حق تعالیٰ نے اہل جنت کی صفات میں سے سب سے اول اور پہلی صفت نمازی ہونے کی بیان فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر مہتم بالشان عبادت ہے۔

اہل جنت کی یہ پہلی صفت ارشاد ہوئی۔ آگے دوسری صفت ارشاد ہے کہ جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے۔ یہاں آیت میں اموالھم جمع کا صیغہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ سب قسم کے مالوں میں صدقات واجبہ اور خیر خیرات میں۔ خواہ وہ مال نقدی یا سونے چاندی کی شکل میں ہو۔ یا زراعت اور کھیتی باڑی کی شکل میں ہو۔ یا تجارت اور سوداگری کی صورت میں ہو۔ پھر یہ نہیں کہ کبھی دیا کبھی نہ دیا۔ یا جس قدر چاہا دیا اور جتنا نہ چاہا نہ دیا۔ نہیں بلکہ حق معلوم فرمایا یعنی وہ حق جو شرعاً معین ہے جیسے زکوٰۃ۔ صدقہ فطر اور دوسرے نفقات واجبہ۔ پھر یہ حق مال میں کن لوگوں کا ہے اس کے لئے فرمایا لِلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ کا حق ہے۔ سائل یعنی سوال کرنے والے کے واسطے جس کو کہ شریعت کی طرف سے سوال کرنے اور اپنے حق کا مطالبہ کرنے کی اجازت ہو جیسے بیوی' بچے' لونڈی' غلام' رشتہ دار' قرض خواہ' مسافر' مہمان وغیرہ کہ ان سب کو اپنے اپنے حق کا مطالبہ پہنچتا ہے۔ دوسرے محروم۔ محروم کے معنی میں علماء کے کئی قول ہیں ایک تو وہ لوگ جو حق مانگنے سے محروم ہیں اور شریعت کی راہ سے ان کو مطالبہ درست نہیں۔ جیسے غریب' مسکین' یتیم محتاج بعض نے کہا کہ محروم وہ محتاج اور مصیبت زدہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا ہو اور کسی سے اپنی حاجت کا اظہار نہ کرتا ہو۔

تیسری صفت یہ بتلائی گئی کہ جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں یعنی یوم جزا پر یقین رکھتے ہیں۔ اس میں تمام نیکیوں کے حصول اور تمام برائیوں سے بچنے کے لئے اشارہ ہے اس لئے کہ جو شخص جزا کے دن کا معتقد ہوگا وہ نیکیاں دل کھول کر کرے گا اس یقینی امید پر کہ اس کا بدلہ ملے گا اور ہر طرح کے ظلم وزیادتی اور ناحق شناسی سے بچے گا اس خیال سے کہ اس پر پکڑ ہوگی۔ آگے چوتھی صفت بتلائی گئی کہ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں یعنی ان کو یہ خوف لگا رہتا ہے کہ آخرت تو آخرت دنیا میں کبھی برے کاموں کی سزا مل جاتی ہے اس لئے ان کو عذاب الٰہی سے ڈر لگا رہتا ہے کہ نہ معلوم کب اور کس وقت نازل ہو جائے۔ چوتھی صفت بیان فرما کر بطور جملہ معترضہ کے ارشاد ہوتا ہے کہ واقعی اللہ کا عذاب ایسی چیز نہیں کہ بندہ اس کی طرف سے مامون اور بے فکر ہو کر بیٹھ رہے۔ آگے پانچویں صفت بیان کی گئی کہ جو اپنی شرمگاہوں کو حرام کاری سے روکتے ہیں۔ جہاں خدا کی اجازت نہیں اس جگہ سے بچاتے ہیں۔ ہاں اپنی بیویوں اور اپنی ملکیت کی شرعی لونڈیوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں۔ سو اس پر ان کو کوئی ملامت اور الزام نہیں لیکن جو شخص ان کے علاوہ اور جگہ یا اور طرح شہوت رانی کا طلب گار ہوگا اور قضائے شہوت کے لئے کوئی اور راستہ ڈھونڈھے تو وہ حد اعتدال اور حد جواز سے باہر قدم نکالتا ہے اور وہ یقیناً حدود خداوندی سے تجاوز کرنے والا ہے۔ اب چونکہ شرعی باندیوں اور لونڈیوں کا وجود قریب قریب ساری دنیا میں کہیں نہیں جو کہ بوقت نزول قرآن موجود تھا اس لئے جنسی خواہش صرف اپنی منکوحہ بیوی سے پوری کی جا سکتی ہے اور سب طریقے ممنوع ہیں۔ آگے چھٹی صفت ارشاد فرمائی گئی کہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں۔ امانت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو حق تعالیٰ کے حق کے ساتھ متعلق ہیں۔ مثلاً انسان کو عطا کردہ قویٰ اور اموال اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ ان کو بے جا اور اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرنا چاہئے۔ دوسری قسم امانت کی وہ ہے جو بندوں کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے مثلاً علماء کے پاس علم امانت ہے کہ اس کو نہ چھپائیں۔ حاکموں کے ذمہ انصاف کرنا یہ رعیت کی امانت ہے۔

اسی طرح آقا کی امانت خادم اور نوکر کے ذمہ ہے۔ ایک ہمسایہ کی امانت دوسرے ہمسایہ کے ذمہ ہے۔ اسی طرح عہد بھی دو قسم ہے۔ ایک وہ قول وقرار جو حق تعالیٰ سے کیا ہو۔ دوسرا وہ عہد اور قول ارجو بندوں کے ساتھ کیا ہو۔

آگے ساتویں صفت بیان فرمائی گئی کہ جو اپنی گواہیوں ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں یعنی ضرورت پڑے تو بلا کم وکاست' ربلا رو رعایت سچی اور واقعی گواہی دیتے ہیں۔ حق پوشی نہیں کرتے۔ چاہے اس سچی گواہی دینے میں دوستی جاتی ہو۔ چاہے قرابت ، چھوٹنے کا ڈر ہو۔ چاہے مخالف اور دشمن کو نفع پہنچتا ہو۔ گواہی کا چھپانا شریعت میں گناہ کبیرہ ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ جان بوجھ کر گواہی دینے سے انکار کرے۔ یا کسی حیلے بہانے سے ٹالے۔ یا جھوٹی گواہی دے۔ اخیر میں آٹھویں صفت فرمائی ہے کہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی نمازوں کے اوقات۔ اس کے شرائط وارکان وآداب کی خبر رکھتے ہیں اور اس کے ثواب کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ یہاں یہ بات خاص توجہ کے لائق ہے کہ ان اہل جنت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شروع وصف بھی نماز کی ادائیگی کا بیان کیا۔ اور ختم بھی اسی پر کیا۔ اور یہ تکرار نہیں ہے۔ شروع میں مداومت نماز کی صفت بیان فرمائی گئی تھی۔ اخیر میں محافظت نماز کی صفت فرمائی گئی اور ان دونوں میں فرق ہے۔ مداومت تو یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز ہمیشہ ادا کرتا رہے۔ ایک وقت بھی نماز کو جان بوجھ کر نہ چھوڑے۔ محافظت یہ ہے کہ شرائط وارکان کی بجا آوری۔ مفسدات اور مکروہات سے بچنے کا اہتمام کرنا۔ حضور قلب اور خشوع وخضوع سے ادا کرنا۔ تو جنتیوں کی یہ آٹھ صفتیں ہوئیں جن کو نماز سے شروع اور نماز ہی پر ختم کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز امر دین میں عظیم الشان کام ہے اور سب سے زیادہ شرف اور فضیلت والی چیز بھی ہے۔ تو یہ آٹھ صفات کا بیان فرما کر بتلایا گیا أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ایسے لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہوں گے یعنی مرنے کے بعد دوسرے جہان میں عزت واکرام کے ساتھ جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔

اللھم اجعلنا منھم۔ اب یہاں ان آیات میں آٹھ صفات بیان فرما کر بتلایا گیا کہ ایسی صفات والے لوگ جنت میں عزت کے ساتھ داخل کئے جائیں گے اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔ اس سے اس بات کی ضد بھی سمجھی جاسکتی ہے اور جو ان صفات کو دنیا میں اختیار نہیں کریں گے وہ جنت کی نعمتوں سے محروم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ صفات اختیار کرنے اور ان پر عامل ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اب یہ موجبات سعادت وشقاوت بیان ہو جانے کے بعد بھی کفار مکہ اپنی حماقت وجہالت سے اپنے ہی کو حق پر سمجھتے۔ جس پر ان کی مذمت اگلی آیات میں فرمائی جاتی ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو اپنی نمازوں کی پابندی اور حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور جو مال ہم کو دنیا میں عطا فرمایا ہے اس میں سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو قیامت کے دن کا ایسا یقین نصیب فرمائیے کہ جو ہم اس سے کسی آن غافل نہ ہوں

یا اللہ! ہمیں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً وباطناً نصیب فرمائیے اور اپنے فضل سے ہم کو قیامت میں اہل جنت کے گروہ میں داخل فرمائیے اور جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَيَطْمَعُ

تو کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف کو داہنے اور بائیں سے جماعتیں بن بنکر دوڑے آرہے ہیں۔ کیا ان میں

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَآ

ہر شخص اس کی ہوس رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل کرلیا جاوے گا یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جس کی ان کو بھی خبر ہے۔ پھر میں

اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓي اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا

قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی کہ ہم اس پر قادر ہیں۔ کہ اُن کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم

نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾

عاجز نہیں ہیں۔ تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ اُن کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جسکا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً

جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ ان کی آنکھیں

اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾

نیچے کو جھکی ہوں گی اُن پر ذلت چھائی ہوگی۔ یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

فَمَالِ تو کیا ہوا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جو لوگوں نے کفر کیا (کافر)	قِبَلَكَ آپ کی طرف	مُهْطِعِيْنَ دوڑتے آرہے ہیں	عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں سے		
وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں سے	عِزِيْنَ گروہ در گروہ	اَيَطْمَعُ کیا طمع (توقع) رکھتا ہے	كُلُّ امْرِئٍ ہر کوئی	مِنْهُمْ ان میں سے	اَنْ يُّدْخَلَ کہ وہ داخل کیا جائیگا	
جَنَّةَ باغ	نَعِيْمٍ نعمتوں والا	كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بیشک ہم نے پیدا کیا انہیں	مِمَّا اس سے جو	يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں	فَلَآ اُقْسِمُ پس میں قسم کھاتا ہوں
بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ مشرقوں کے رب کی	وَالْمَغٰرِبِ اور مغربوں	اِنَّا بیشک ہم	لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر ہیں	عَلٰٓي پر	اَنْ نُّبَدِّلَ کہ ہم بدل دیں	
خَيْرًا بہتر	مِّنْهُمْ اُن سے	وَمَا نَحْنُ اور نہیں ہم	بِمَسْبُوْقِيْنَ عاجز کیے جانے والے	فَذَرْهُمْ پس انہیں چھوڑ دیں	يَخُوْضُوْا بیہودگیوں میں پڑے رہیں	
وَيَلْعَبُوْا اور وہ کھیلیں	حَتّٰى يُلٰقُوْا یہاں تک کہ وہ ملیں	يَوْمَهُمُ اپنے دن سے	الَّذِيْ وہ جس کا	يُوْعَدُوْنَ ان سے وعدہ کیا جاتا ہے	يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ جس دن وہ نکلیں گے	
مِنَ الْاَجْدَاثِ قبروں سے	سِرَاعًا جلدی جلدی	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ	اِلٰى نُصُبٍ نشانہ کی طرف	يُوْفِضُوْنَ لپک رہے ہیں	خَاشِعَةً جھکی ہوئی	
اَبْصَارُهُمْ اُن کی آنکھیں	تَرْهَقُهُمْ ان پر چھارہی ہوگی	ذِلَّةٌ ذلت	ذٰلِكَ الْيَوْمُ یہ ہے وہ دن	الَّذِيْ وہ جس کا	كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ان سے وعدہ کیا جاتا ہے	

تفسیر وتشریح: یہ سورہ معارج کی خاتمہ کی آیات ہیں ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں بعض مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کفار مکہ جب قرآنی آیات میں جنت کی عظیم الشان نعمتوں اور اہل جنت کے اعزاز و اکرام کو سنتے تو ہنسی اور تمسخر کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو ہو کر آتے اور ارد گرد بیٹھ کر تمسخر کی راہ سے کہتے کہ اگر یہ تمہارا قول سچ ہے کہ قیامت کا ہونا ضرور ہے اور دار

2 آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی تو ان غریب اور کم حیثیت اور بے مایہ لوگوں سے جنہوں نے تمہاری تابعداری اختیار کی ہے ہم ان نعمتوں کے زیادہ مستحق ہوں گے۔اس واسطے کہ ہم دنیا میں ان سے عزت وشوکت میں زیادہ ہیں۔ جب دنیا میں ہم کو عزت بڑائی اور طرح طرح کی نعمتیں ملی ہیں اور مال ورتبہ اور سرداری وریاست ہم کو ملی ہے تو یہ دلیل ہے اس بات کی آخرت میں بھی ہم کو بڑائی اور سرداری ملے گی اور یہ تمہارے تابعدار لوگ جو کہ غریب ومحتاج ہیں اور غلام اور کم حیثیت ہیں وہ ہرگز ان نعمتوں کے لائق نہیں۔کافروں کے ان خیالات باطلہ کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ آخرت کی سعادت وشقاوت کے اسباب جہنم کے آزار اور جنت کی نعمتوں کا حال ان کو معلوم ہو چکا لیکن اس کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی پھر ان کافروں کو کیا ہوا کہ ان مضامین کی تکذیب کے لئے آپ کے پاس جمع ہو ہو کر آتے ہیں یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ ان مضامین کی تصدیق کرتے لیکن یہ لوگ متفق ہو ہو کر آپ کے پاس اس غرض سے آتے ہیں کہ ان مضامین کی تکذیب اور ان کے ساتھ استہزا کریں اور پھر اس کے باوجود بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ جنت کے باغوں میں داخل کئے جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔اس خداوند عادل حکیم کے ہاں ایسا اندھیر نہیں ہو سکتا۔ یہ انسان جو منی کے قطرہ ناپاک اور گندی اور گھناؤنی چیز سے پیدا ہوا ہے وہ کہاں لائق ہے بہشت کے جب تک کہ ایمان کی بدولت پاک صاف اور مکرم ومعظم نہ ہو۔اسی کی تائید میں حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے۔فرماتے ہیں سچ ہے انسان گندہ ہے جب تک ایمان اور عمل صالح سے نورانیت اور پاکیزگی حاصل نہ کر لے۔محض مال ودولت اور دنیا کی حشمت وشوکت کی وجہ سے اس عالم قدس تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ پاک جگہ ناپاکوں کے قابل نہیں۔پھر کفار مکہ حشر ونشر کے منکر تھے اس لئے ان کو سنایا جاتا ہے کہ مشارق ومغارب کے رب کی قسم۔مشارق مشرق کی جمع ہے یعنی آفتاب نکلنے کی جگہ اور مغارب مغرب کی جمع ہے یعنی آفتاب غروب ہونے کی جگہ۔آفتاب کے طلوع اور غروب کی جگہ ہر روز بدلتی رہتی ہے اس لئے مشارق ومغارب کہے جاتے ہیں تو رَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ یعنی اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس پر قادر ہے کہ ان کفار سے بہتر لوگ پیدا کر دے۔ اور خدا جب ان کی جگہ ان سے بہتر لا سکتا ہے تو خود ان کو دوبارہ کیوں نہیں پیدا کر سکتا۔کیا یہ خدا کے قابو سے نکل کر کہیں باہر جا سکتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ یہاں مشارق ومغارب کی قسم شاید اس لئے کھائی کہ خدا ہر روز مشرق ومغرب کو بدلتا رہتا ہے تو اس کو ان کافروں کا بدل دینا کیا مشکل ہے۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مضمون فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان سرکشوں اور غفلت میں پڑے رہنے والے بدمستوں کے حق میں زیادہ فکر وتردد نہ کیجئے ان کو تھوڑے دنوں کی ڈھیل ہے پھر سزا ملنی یقینی ہے اور اس دن سے سامنا ہونا لازمی ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔اس دن یعنی قیامت میں یہ اپنی قبروں سے زندہ ہو کر تخت رب العٰلمین کی طرف ایسے دوڑتے چلے آئیں گے کہ جس طرح دنیا میں اپنے بتوں اور خیالی معبودوں کی طرف دوڑتے ہیں اور اس روز آنکھیں شرمندگی کے مارے نیچے ہوں گی اور مونہوں پر لعنت کی سیاہی چڑھی ہوئی ہو گی اور ان سے کہا جائے گا یہی وہ دن ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا اور تم انکار کرتے تھے۔

الحمدللہ کہ سورہ معارج کا بیان ختم ہو گیا۔اب انشاءاللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہو گا۔

سورۃ المعارج

جو آدمی کثرت سے احتلام ہو جانے اور برے خواب وخیالات آنے کا مریض ہو تو وہ رات کو سونے سے پہلے سورۃ المعارج پڑھ لے تو وہ اس مرض سے محفوظ ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ وَعِشْرُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ

ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آوے۔

أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾

انہوں نے کہا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔

يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ

تو وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو وقت مقرر تک مہلت دے گا، اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاوے گا تو ٹلے گا نہیں

لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾

کیا خوب ہوتا اگر تم سمجھتے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجا	نُوحًا نوح	إِلَىٰ قَوْمِهِ اسکی قوم کی طرف	أَنْ أَنذِرْ کہ ڈراؤ	قَوْمَكَ اپنی قوم کو	مِن قَبْلِ اس سے قبل	
أَن يَأْتِيَهُمْ کہ ان پر آئے	عَذَابٌ أَلِيمٌ دردناک عذاب	قَالَ اس نے کہا	يَا قَوْمِ اے میری قوم	إِنِّي بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	
نَذِيرٌ مُّبِينٌ صاف صاف ڈرانے والا	أَنِ کہ	اعْبُدُوا اللَّهَ تم اللہ کی عبادت کرو	وَاتَّقُوهُ اور اس سے ڈرو	وَأَطِيعُونِ اور میری اطاعت کرو		
يَغْفِرْ وہ بخش دے گا	لَكُم تمہیں	مِّن ذُنُوبِكُمْ تمہارے گناہ	وَيُؤَخِّرْكُمْ اور تمہیں مہلت دیگا	إِلَىٰ تک	أَجَلٍ مُّسَمًّى وقت مقرر	إِنَّ بیشک
أَجَلَ اللَّهِ اللہ کا مقرر کردہ وقت	إِذَا جَاءَ جب آجائے گا	لَا يُؤَخَّرُ موخر نہ ہوگا (ٹلے گا نہیں)	لَوْ کاش	كُنتُمْ تَعْلَمُونَ تم جانتے		

تفسیر و تشریح: حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک سے پہلے بھی مختلف سورتوں میں آچکا ہے اور آپ کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان ۱۲۰۰ برس کا فاصلہ مؤرخین نے لکھا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نبی تو ہوئے مگر پہلے نبی جن کو رسالت سے نوازا گیا حضرت نوح علیہ السلام ہی تھے۔

نبی اور رسول میں فرق یہی ہے کہ نبی ہر صاحب وحی کو کہتے ہیں لیکن رسول کے لئے صاحب وحی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب شریعت ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ انبیاء اولوالعزم کا سلسلہ بھی حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور وحی الٰہی سے سرتابی کرنے والوں پر بھی اول عذاب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے ناآشنا ہو چکی تھی اور حقیقی خدا کی جگہ خود ساختہ بتوں کی پرستش ان کا شعار ہو گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کردو۔ اگر وہ توبہ کرلیں گے۔ اور کفر و شرک کا راستہ چھوڑ دیں گے اور خدا کی طرف جھکنے لگیں گے اور عبادت کا راستہ اختیار کرلیں گے تو اس سے پہلے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق تلف کئے ہیں وہ معاف ہو

جائیں گے اور کفر وشرارت پر جو عذاب آنا مقصود ہے ایمان لانے کی صورت میں وہ نہ آئے گا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے یہ خدائی پیغام اپنی قوم کو پہنچا دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ دیکھو میں کھلے لفظوں میں تمہیں آگاہ کئے دیتا ہوں کہ خدا کی عبادت۔ اس کا ڈر اور میری اطاعت لازمی چیزیں ہیں۔ میں جو کچھ کہوں بجا لاؤ اور جس بات سے منع کروں اس سے رک جاؤ۔ میری رسالت کی تصدیق کرو۔ خدائے تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگذر فرمائے گا اور ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب کا جو وعدہ ہے اگر وہ سر پر آ کھڑا ہوا تو کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گا۔ نہ ایک منٹ کی ڈھیل دی جائے گی۔ اگر تم کو سمجھ ہے تو یہ باتیں سمجھنے اور عمل کرنے کی ہیں۔ سمجھ لو اور ان پر عمل کرو اور میری بات مان لو۔

اب تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اصولی تعلیمات ایک ہی رہی ہیں ان میں سے ایک اہم تعلیم تمام پیغمبروں کی یہی رہی ہے جو نوح علیہ السلام نے قوم کو فرمائی۔ یعنی اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ وَاَطِیْعُوْنِ یعنی تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ یہی تعلیم ہمارے آقا نبی الرحمۃ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تو گویا اس طرح خلاصہ تمام تعلیمات و ہدایات دین حق کا بس یہی ہوا وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب حضرت نوح علیہ السلام ایک مدت دراز تک اپنی قوم کو سمجھاتے رہے لیکن آپ کے نصائح کا قوم پر کچھ اثر نہ ہوا اور آپ کی بات مان کر نہ دی آخر جب آپ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے اور قوم پر سمجھانے کا کوئی اثر نہ دیکھا تو بارگاہ الٰہی میں نوح علیہ السلام نے دعا کی۔

وہ دعا کیا تھی یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مطیع و تابعدار امتی بنا کر زندہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا وہ ڈر اور خوف عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں اور گذشتہ تقصیرات پر ہم کو ندامت و توبہ کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری خطاؤں و گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں۔

یا اللہ اس امت مسلمہ پر رحم و کرم فرما اور اسے اپنے پیغمبر اشرف الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرما تا کہ اسے دین و دنیا کی کامرانی نصیب ہو اور ذلت و خواری اس سے دور ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاءِي إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَإِنِّي كُلَّمَا

نوح نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی بلایا۔ سو میرے بلانے پر اور زیادہ بھاگتے رہے۔ اور میں نے جب کبھی

دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا

ان کو بلایا تاکہ آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور اصرار کیا

وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ

اور غایت درجہ کا تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو باآواز بلند بلایا۔ پھر میں نے ان کو علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو

لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ

بالکل خفیہ بھی سمجھایا۔ اور میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا۔

مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ﴿١٢﴾

اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔

قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	إِنِّي دَعَوْتُ بیشک میں نے بلایا	قَوْمِي اپنی قوم کو	لَيْلًا رات	وَنَهَارًا اور دن	فَلَمْ يَزِدْهُمْ تو ان میں زیادہ نہ کیا
دُعَاءِي میرا بلانا	إِلَّا فِرَارًا بھاگنے کے سوا	وَإِنِّي اور بیشک میں	كُلَّمَا جب بھی	دَعَوْتُهُمْ میں نے ان کو بلایا	لِتَغْفِرَ تاکہ تو بخش دے	لَهُمْ انہیں
جَعَلُوا انہوں نے دے لیں	أَصَابِعَهُمْ اپنی انگلیاں	فِي آذَانِهِمْ اپنے کانوں میں	وَ اور	اسْتَغْشَوْا انہوں نے لپیٹ لئے		
ثِيَابَهُمْ اپنے کپڑے	وَأَصَرُّوا اور اڑ گئے وہ	وَ اور	اسْتَكْبَرُوا انہوں نے تکبر کیا	اسْتِكْبَارًا بڑا تکبر	ثُمَّ پھر	إِنِّي دَعَوْتُهُمْ بیشک میں نے بلایا انہیں
جِهَارًا باآواز بلند	ثُمَّ پھر	إِنِّي أَعْلَنتُ بیشک میں نے اعلانیہ سمجھایا	لَهُمْ انہیں	وَأَسْرَرْتُ اور میں نے پوشیدہ سمجھایا	لَهُمْ انہیں	إِسْرَارًا چھپا کر
فَقُلْتُ پس میں نے کہا	اسْتَغْفِرُوا تم بخشش مانگو	رَبَّكُمْ اپنا رب	إِنَّهُ بیشک وہ	كَانَ غَفَّارًا وہ ہے بڑا بخشنے والا	يُرْسِلِ وہ بھیجے گا	السَّمَاءَ آسمان
عَلَيْكُمْ تم پر	مِّدْرَارًا مسلسل بارش	وَيُمْدِدْكُمْ اور مدد دیگا تمہیں	بِأَمْوَالٍ مالوں کیساتھ	وَبَنِينَ اور بیٹے	وَيَجْعَلْ اور وہ بنائیگا	لَكُمْ تمہارے لئے
جَنَّاتٍ باغات	وَيَجْعَلْ اور وہ بنائیگا	لَكُمْ تمہارے لئے	أَنْهَارًا نہریں			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے حضرت نوح علیہ السلام نے بطور شکایت کے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے تیرے حکم کی پوری طرح سرگرمی سے تعمیل کی اور میں نے اپنی طرف سے دعوت وتبلیغ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات بلکہ دھن باندھے ہر وقت انہیں راہ راست کی دعوت دیتا رہا لیکن اسے کیا کروں کہ جس دلسوزی سے میں انہیں نیکی کی طرف بلاتا رہا وہ اسی سختی سے مجھ سے بھاگتے رہے۔ جس قدر میری طرف سے شفقت اور ہمدردی کا اظہار ہوا ان کی جانب سے نفرت اور بیزاری ہی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ میں نے ان سے کہا کہ آؤ رب کی بات سنو تاکہ رب بھی تمہارے قصور بخش دے لیکن انہوں نے میرے ان الفاظ کا سننا بھی گوارا نہ کیا۔ اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں کہ میری بات سننے میں نہ آوے اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ اپنے اوپر کپڑا ڈال

لیا منہ چھپا لئے کہ میری صورت بھی نہ دیکھیں۔ اپنے کفر و شرک پر ضد کے ساتھ اڑ گئے اور اتباع حق سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اسے حقیر جان کر تکبر سے پیٹھ پھیر لی۔ اس پر بھی میں نے بس نہ کیا ان کے مجمعوں میں خطاب کیا اور مجلسوں میں جا کر سمجھایا اور بسا اوقات ایک ایک کو چپکے چپکے بھی سمجھایا۔ غرض کہ تمام جتن کر لئے اور نصیحت کا کوئی عنوان اور کوئی رنگ نہیں چھوڑا کہ کسی طرح یہ راہ راست پر آ جائیں۔ پھر میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ باوجود سینکڑوں برس سمجھانے کے اب بھی اگر میری بات مان کر اپنے مالک اور خالق رب کی طرف جھکو گے اور اس سے اپنی خطائیں معاف کراؤ گے تو وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ پچھلے سب قصور یکدم معاف فرما دے گا۔ پھر میں نے ان سے یہ بھی کہہ کر دیکھ لیا کہ علاوہ نفع اخروی کے تمہیں خدا سے استغفار کر لینے پر دنیوی فوائد بھی حاصل ہوں گے اور ایمان و استغفار کی برکت سے قحط و خشک سالی (جس میں وہ برسوں سے مبتلا تھے) دور ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ تم پر خوب موسلا دھار بارش برسائے گا جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہوں گے۔ غلہ پھل اور میوہ کی افراط ہوگی مویشی وغیرہ فربہ ہو جائیں گے۔ ان کا دودھ بڑھ جائے گا اور عورتیں جو کفر و معصیت کی شامت سے بانجھ ہو رہی ہیں بچے جننے لگیں گی۔ آخرت کے ساتھ دنیا کے عیش و بہار سے بھی وافر حصہ دیا جائے گا۔ غرض کہ ان کو رغبت بھی دلائی اور خوف بھی دلایا مگر یہ کسی طرح راہ راست پر نہ آئے۔

حضرت حسن بصریؒ کی روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور قحط کا شکوہ کیا آپ نے اس سے کہا کہ استغفار کیا کرو۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے اپنے فقر و افلاس کا گلا کیا۔ آپ نے اس کو بھی یہی فرمایا کہ استغفار کیا کرو۔ پھر تیسرا شخص آیا۔ اس نے کہا کہ میرے لڑکا نہیں ہوتا آپ دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ مجھ کو لڑکا عنایت کرے آپ نے اس کو بھی فرمایا کہ استغفار کیا کرو۔ پھر چوتھا ایک شخص آیا اس نے اپنی کھیتی باڑی کے متعلق شکایت کی کہ کچھ پیدا نہیں ہوتا آپ نے اس کو بھی استغفار کرنے کی نصیحت کی۔ آپ کی مجلس کے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے ان چاروں کو ایک ہی امر کی نصیحت کی حالانکہ ہر ایک کا مطلب جدا جدا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ حق تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ان چاروں آفتوں کا دفعیہ استغفار ہے اور پھر سورہ نوح کی ان آیات کو آپ نے پڑھا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ ان آیات کی دلیل سے فرماتے ہیں کہ استسقا حقیقت میں دعاء اور استغفار کرنا ہے۔ نماز اور خطبہ اور اس کے دوسرے لوازمات اگر ہوں تو بہتر ہے اور نہیں تو کچھ حرج نہیں۔ اصل مقصود اس میں دعاء اور استغفار سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اب بھی استغفار کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی سچے دل سے اور عجز و نیاز سے اپنے رب سے معافی مانگتا رہے اور استغفار کرتا رہے تو اس کے مال و اولاد میں برکت ہوگی قحط سالی رفع ہوگی۔ زمین کی پیداوار اور زیادہ ہوگی۔ احادیث صحیحہ میں استغفار کے بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں۔ امام احمد۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابن عباسؓ نقل فرمایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استغفار کا التزام کرے گا حق تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی و مصیبت سے فراخی و راحت اور ہر غم سے نجات عطا فرمائیں گے اور بے گمان روزی عطا فرمائیں گے۔ مگر یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ علمائے کرام فرماتے ہیں صرف زبان سے استغفر اللہ کہنا کافی نہیں بلکہ گناہوں سے باز آوے اور دل و زبان کو پاک رکھے اور عجز و نیاز اور خلوص دل سے استغفار کرے (تفسیر حقانی) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سچی استغفار کی توفیق عطا فرمائیں۔

غرض کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی دعا اور فریاد میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں نے اپنی قوم کو ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی اور ان کو اپنے گناہوں پر استغفار کرنے کی دینی اور دنیوی فضیلتیں بتلائیں اور سمجھائیں مگر انہوں نے میری کوئی بات مان کر نہ دی۔ ابھی نوح علیہ السلام کی دعاء و فریاد اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ

تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو۔ حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح سات

سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ

آسمان اوپر تلے پیدا کئے۔ اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔ اور اللہ نے تم کو

اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ

زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا۔ پھر تم کو پھر زمین ہی میں لے جاوے گا اور تم کو باہر لے آوے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے

الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا

تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔ تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو۔ نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ایسے شخصوں

مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ

کی پیروی کی کہ جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا۔ اور جنہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں۔ اور جنہوں نے کہا

اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا

کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَدّ کو اور نہ سُواع کو اور نہ یَغُوث کو اور یَعُوق کو اور نَسر کو چھوڑنا۔ اور اُن لوگوں نے

كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

بہتوں کو گمراہ کر دیا اور ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے۔

مَا لَكُمْ کیا ہوا تمہیں	لَا تَرْجُوْنَ تم اعتقاد نہیں رکھتے	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	وَقَارًا وقار	وَ اور	قَدْ خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	اَطْوَارًا طرح طرح	
اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نہیں دیکھتے	كَيْفَ کیسے	خَلَقَ اللّٰهُ اللہ نے پیدا کئے	سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان	طِبَاقًا اوپر تلے	وَجَعَلَ اور اس نے بنایا		
الْقَمَرَ چاند	فِيْهِنَّ ان میں	نُوْرًا ایک نور	وَجَعَلَ اور اس نے بنایا	الشَّمْسَ سورج	سِرَاجًا چراغ	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَنْۢبَتَكُمْ اس نے اگایا تمہیں
مِنَ الْاَرْضِ زمین سے	نَبَاتًا سبزے کی طرح	ثُمَّ پھر	يُعِيْدُكُمْ وہ لوٹائے گا تمہیں	فِيْهَا اس میں	وَيُخْرِجُكُمْ اور پھر تمہیں نکالے گا		
اِخْرَاجًا نکالنا دوبارہ	وَاللّٰهُ اور اللہ	جَعَلَ اس نے بنایا	لَكُمْ تمہارے لئے	الْاَرْضَ زمین	بِسَاطًا فرش	لِتَسْلُكُوْا تاکہ تم چلو	مِنْهَا اس کے
سُبُلًا راستے	فِجَاجًا کشادہ	قَالَ کہا	نُوْحٌ نوح	رَبِّ اے میرے رب	اِنَّهُمْ بیشک انہوں نے	عَصَوْنِيْ میری نافرمانی کی	وَاتَّبَعُوْا اور انہوں نے پیروی کی
مَنْ جو۔جس	لَمْ يَزِدْهُ نہیں زیادہ کیا	مَالُهٗ اس کا مال	وَوَلَدُهٗ اور اسکی اولاد	اِلَّا خَسَارًا سوائے خسارہ	وَمَكَرُوْا اور انہوں نے چالیں چلیں		
مَكْرًا چالیں	كُبَّارًا بڑی بڑی	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	لَا تَذَرُنَّ تم ہرگز نہ چھوڑنا	اٰلِهَتَكُمْ اپنے معبود	وَلَا تَذَرُنَّ اور ہرگز نہ چھوڑنا		
وَدًّا ود	وَلَا سُوَاعًا اور نہ سواع	وَلَا يَغُوْثَ اور نہ یغوث	وَيَعُوْقَ اور یعوق	وَنَسْرًا اور نسر	وَقَدْ اَضَلُّوْا اور تحقیق انہوں نے گمراہ کیا		
كَثِيْرًا بہت	وَلَا تَزِدِ اور نہ زیادہ کر	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں	اِلَّا ضَلٰلًا گمراہی کے سوا				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بھی نوح علیہ السلام کا دعائیہ مضمون جاری ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ آپ نے بطور فریاد کے حق تعالیٰ سے یہ بھی عرض کیا کہ بارالہا میں نے اپنی قوم کو یوں بھی سمجھایا کہ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت اور بڑائی کے قائل نہیں ہوتے اور اس کے آگے جھک کر دنیا اور آخرت کی نعمتیں نہیں لیتے۔ تمہیں اسی نے تو پیدا کیا ہے اور کن کن حالات اور کس کس لوٹ پھیر کے ساتھ پیدا کیا۔ پہلے ناپاک قطرہ یعنی نطفہ۔ پھر جما ہوا خون۔ پھر گوشت کا لوتھڑا۔ پھر اور صورت اور پھر اور حالت۔ پھر میں نے ان کو یوں بھی سمجھایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنی قدرت اور حکمت سے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے پھر چاند وسورج کو پیدا کیا۔ دونوں کی چمک دمک اور روشنی اور اجالا الگ الگ بنایا کہ دن رات کی تمیز ہو جاتی ہے۔ پھر ان کو میں نے یہ بھی بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے پیدا کیا یعنی انسانوں کے باپ حضرت آدم مٹی سے پیدا ہوئے اور پھر مرنے کے بعد تم کو اسی زمین میں لے جاتا ہے اور پھر قیامت میں اسی زمین سے تم کو زندہ کر کے باہر لے آئے گا۔ پھر میں نے ان کو یہ بھی بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو مثل فرش کے بنایا کہ اس پر لیٹتے۔ بیٹھتے چلتے پھرتے رہتے سہتے ہو۔ ادھر سے ادھر آتے جاتے ہو۔ زمین کے کشادہ راستوں پر چلتے پھرتے ہو غرض کہ میں نے قدرت خداوندی کے نمونہ بھی اپنی قوم کے سامنے رکھے اور توحید کی دعوت دی کہ اس عالیشان قدرت کے رکھنے والے کی طاعت وبندگی اختیار کرو اور صرف اسی کی عبادت کرو اور اس جیسا اس کا شریک اس کا ساجھی اور اس کا مثیل کسی کو نہ جانو۔ مگر انہوں نے میری کوئی بات مان کر نہ دی۔ پھر نوح علیہ السلام نے یہ بھی عرض کیا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا تو نہ مانا جو ان کے لئے سراسر نفع بخش تھا اور اپنے رئیسوں۔ سرداروں اور مالداروں کا کہنا مانا جن کے مال واولاد میں کوئی خوبی اور بہتری نہیں کہ وہ اسی سبب سے دین سے محروم رہے اور اوروں کو بھی محروم رکھا اور اس قوم نے ایسے لوگوں کا اتباع کیا جنہوں نے حق کے مٹانے میں بڑی بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے اپنے تابعین سے یہی کہا اور ان کو یہی سمجھایا کہ میری بات ہرگز نہ ماننا اور اپنے بتوں کو جن کو تم پوجتے رہے ہو ہرگز نہ چھوڑنا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دعوت حق اور تبلیغ دین کا کام مسلسل ۹۵۰ سال تک قوم میں کیا اور پیغام حق پہنچایا اور عذاب الٰہی سے خوف دلایا لیکن آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی رہی اور آپ کا کہنا نہ مانا یہاں تک کہ لوگوں کی کئی پشتیں گذر گئیں۔ جو شخص اس قوم میں مرنے کے قریب ہوتا تو وہ اپنی اولاد کو تاکید اور تنبیہ کر جاتا کہ خبردار اس شخص یعنی حضرت نوح علیہ السلام سے بچے رہنا اور ہرگز اس کی بات مت سننا اور اپنے باپ دادوں کے طریقہ کو مت چھوڑنا اس واسطے کہ یہ بوڑھا دیوانہ ہو گیا ہے (معاذ اللہ! معاذ اللہ!) واہی تباہی باتیں کہا کرتا ہے۔ ہماری عمریں گذر گئیں کہ ہم کو جھوٹے وعدوں سے ڈرایا گیا اور آج تک تو کوئی عذاب وذاب آیا نہیں۔ غرض کہ اس قدر آپ کی ذلت وحقارت کے درپے رہتے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا کرتے تاکہ ہنسی اور مسخری آپ کی کریں اور آپ کو پتھر ماریں اور جب حضرت نوح علیہ السلام عذاب خداوندی سے زیادہ ڈراتے اور خوف دلاتے تو وہ بد بخت آپ کو اس قدر مارتے کہ آپ کے بدن اور چہرہ سے خون بہنے لگتا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اس قدر حلم اور بردباری عطا کی تھی کہ باوجود اس ظلم وتعدی کے آپ ان کی خیر خواہانہ نصیحت میں کوئی کسر نہ اٹھار کھتے الغرض حضرت نوح علیہ السلام تو قوم کو شرک وبت پرستی سے منع کرتے اور اس کے جواب میں قوم کے بڑے اپنے لوگوں سے کہتے کہ خبردار اپنے معبودوں کو اس شخص کے

کہنے سے نہ چھوڑنا اور خصوصاً اپنے ان پانچ بڑے معبودوں کو یعنی ود ۔سواع ۔ یغوث ۔ یعوق اور نسر کو تو ہرگز نہ چھوڑنا اور ان کی پرستش و بندگی کبھی ترک نہ کرنا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح میں ان ناموں کے صالح و بزرگ اولیاء اللہ تھے۔ جب ان صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام ود۔ سواع ۔ یغوث ۔ یعوق اور نسر تھے لوگوں نے ان کی تصادیر بنالیں تا کہ ان کے احوال اور عبادات وغیرہ کی یاد تازہ رہے ۔ کچھ مدت کے بعد ان کے مجسمے تیار کر لئے گئے حتی کہ کچھ دنوں بعد ان کی پرستش ہونے لگی اور یہ بت ان ہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے ۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قوم نوح کے بتوں کو آخر میں کفار عرب نے لے لیا۔ کوئی قبیلہ ود کو پوجتا تھا۔ کوئی قبیلہ سواع کا پرستار تھا۔ کوئی قبیلہ یغوث کی پوجا کرتا تھا۔ کوئی قبیلہ یعوق کا پجاری تھا اور کوئی نسر بت کا ماننے والا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ طوفان میں یہ مورتیاں ڈوب گئی تھیں اور مٹی کے اندر دب گئی تھیں مدتوں تک دفن رہیں آخر مکہ کے مشرکوں کے لئے شیطان نے ان کو برآمد کیا اور مشرکین عرب کو ان کی پرستش پر لگا دیا۔

الغرض حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں یہ بھی عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یہ لوگ میری بات تو مانتے نہیں اور اپنے رئیسوں اور سرداروں کی بات سنتے اور مانتے ہیں جو اپنے مال پر مغرور اور کثرت اولاد پر نازاں ہیں اور وہ مال و اولاد ان کی تباہی کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جنہوں نے دین حق کے مٹانے میں بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے اپنے تابعین کو یہی سمجھایا کہ تم اپنے معبودوں کی پوجا ہرگز مت چھوڑنا اور بالخصوص اپنے بڑے پانچ معبودوں کی پرستش ہرگز نہ ترک کرنا۔ اور ان سرداروں نے بہکا بہکا کر بہتوں کو گمراہ کیا۔ اے اللہ میں ان کی ہدایت سے اب بالکل مایوس ہو گیا ہوں اس لئے دعاء کرتا ہوں کہ ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دیجئے تا کہ ان کا پیمانہ شقاوت لبریز ہو کر یہ عذاب الٰہی کے مورد بنیں اور مستحق ہلاکت ہو جاویں۔ مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بددعا ان کی ہدایت سے مایوس ہو کر کی خواہ مایوسی صدہا سال کے تجربہ کی بنا پر ہو یا حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سن چکے ہوں گے جو سورہ ہود بارھویں پارہ میں ذکر فرمایا گیا أُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (اور نوحؑ کے پاس وحی بھیجی گئی کہ تمہاری قوم میں سے اب اور کوئی ایمان نہیں لائے گا بجز ان کے جو اب تک ایمان لا چکے) تو ایسی مایوسی کی حالت میں بددل ہو کر ایسی بددعا کرنا مستبعد نہیں ۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم فرعون کے لئے بددعا فرمائی تھی جیسا کہ گیارھویں پارہ سورہ یونس میں بتلایا گیا رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (اے ہمارے پروردگار انکے مالوں کو نیست نابود کر دے اور ان کے دلوں کو اور زیادہ سخت کر دے سو یہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ عذاب دردناک کو دیکھ لیں)

حضرت نوح علیہ السلام کا بیان یہ دعا کرنا **ولا تزد الظلمین الا ضللا** (اور ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے) اس سے مقصود گمراہی کی زیادتی نہیں بلکہ استحقاق ہلاکت کی دعاء ہے کہ انکا کفر و شرک بڑھ کر ان کیلئے موجب ہلاکت اور عذاب الیم ہو جاوے۔

اب آگے اس قوم کا جو انجام ہوا وہ بیان فرما کر حضرت نوح علیہ السلام کی بقیہ فریاد اور دعا کا مضمون بیان کیا گیا ہے جسکا بیان ان شاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

اپنے ان ہی گناہوں کے سبب وہ غرق کئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے اور خدا کے سوا ان کو کچھ حمایتی بھی میسر نہ ہوئے۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ

اور نوح نے کہا کہ اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ۔ اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ

گمراہ کریں گے اور ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی۔ اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو

لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو اور تمام مسلمانوں مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیجئے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔

مِمَّا بسبب	خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اپنی خطائیں	اُغْرِقُوْا وہ غرق کئے گئے	فَاُدْخِلُوْا پھر وہ داخل کئے گئے	نَارًا آگ	فَلَمْ يَجِدُوْا تو انہوں نے نہ پایا	
لَهُمْ اپنے لئے	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اَنْصَارًا کوئی مددگار	وَقَالَ اور کہا	نُوْحٌ نوح	رَّبِّ اے میرے رب	لَا تَذَرْ تو نہ چھوڑ
عَلَى الْاَرْضِ زمین پر	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کافروں میں سے	دَيَّارًا کوئی بسنے والا	اِنَّكَ بیشک تو	اِنْ اگر	تَذَرْهُمْ انہیں چھوڑ دیا	
يُضِلُّوْا وہ گمراہ کریںگے	عِبَادَكَ تیرے بندے	وَلَا يَلِدُوْٓا اور نہ جنیں گے	اِلَّا سوائے	فَاجِرًا بدکار	كَفَّارًا ناشکرے	رَبِّ اے میرے رب
اغْفِرْ لِيْ مجھے بخشدے	وَلِوَالِدَيَّ اور میرے ماں باپ	وَلِمَنْ اور اُسے جو	دَخَلَ داخل ہو	بَيْتِيَ میرے گھر	مُؤْمِنًا ایمان لاکر	
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومن مردوں کو	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں	وَلَا تَزِدِ اور نہ بڑھا	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں	اِلَّا تَبَارًا ہلاکت کے سوا		

تفسیر وتشریح: یہ سورہ نوح کی آخری آیات ہیں۔ شروع سورۃ سے چند ابتدائی آیات چھوڑ کر حضرت نوح علیہ السلام کی فریاد والتجا نقل فرمائی گئی۔

ان آیات میں اس دعا اور شکایت کا اثر ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ آخر کار انجام اس نافرمان قوم کا یہ ہوا کہ نوح علیہ السلام کی نافرمانی اور اپنے کفر وشرک پر اصرار اور اپنے پیغمبر کی مخالفت اور طرح طرح سے ان کو ایذا رسانی کے گناہوں کے سبب وہ غرق آب کئے گئے۔ بظاہر طوفان آیا اور وہ پانی میں ڈوب کر ہلاک ہوئے۔ اور ان کو پانی میں غرق کر دینے سے صرف ان کو روئے زمین سے نیست و نابود کر دینا مقصود نہ تھا کہ جو اس ڈبونے پر کفایت کی جاتی بلکہ برزخ کا عذاب چکھانا بھی ان کو منظور تھا اس لئے بتلایا گیا کہ غرق ہونے کے بعد وہ نار میں داخل کئے گئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں نار سے برزخ کی نار مراد ہے کیونکہ جہنم کی نار میں تو حشر نشر کے بعد داخلہ ہوگا۔ مرنے کے فوراً ہی بعد روح عالم دنیا سے برزخ جس کو عالم قبر بھی کہتے ہیں چلی جاتی ہے اور وہاں اس کو نیک و بد اعمال کا بدلہ ملتا ہے۔ اس آیت سے عالم برزخ یعنی عالم قبر کا عذاب ثابت ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حشر سے پہلے بھی مومن و کافر کو ثواب وعذاب اس کے اعمال و ایمان کے باعث ملتا ہے اس لئے کہ مرنے سے روح نہیں مر جاتی بلکہ ایک دوسرے عالم یعنی عالم برزخ یا عالم قبر میں چلی جاتی ہے اور وہاں اس کو نیک و بد کا بدلہ ملتا ہے۔

ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیت بھی عذاب قبر و وجود برزخ میں ایک صریح دلیل ہے اور احادیث سے تو عذاب قبر کا ثبوت کثرت سے ملتا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز پڑھی ہو اور عذاب قبر سے اللہ کی پناہ نہ مانگی ہو۔ قبر میں فرشتوں کا سوال کرنا اور صحیح جوابات دینے پر جنت کا فرش ہونا اور جنت کا لباس ملنا اور جنت کی خوشبودار ہوائیں آنا

اور جنت کے نظارے دیکھنا۔ اور صحیح جوابات نہ دینے پر دوزخ کا فرش اور دوزخ کا لباس اور دوزخ کی گرمی اور لپٹیں اور جھلسانے والی ہوائیں آنا متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے۔ نیز کافر کی قبر میں ہتھوڑوں سے کٹائی اور سانپوں واژدہوں کا مسلط ہونا اور ان کا کاٹنا اور ڈسنا متعدد احادیث میں ارشاد ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ جنت دوزخ کے ذکر کے وقت تو نہیں روتے اور اس پر روتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات پالی تو بعد والی منزلیں اس سے آسان ہیں اور اس سے نجات نہ ملی تو بعد کی منزلیں اس سے سخت ہوں گی۔

الغرض یہاں آیت میں فَأُدْخِلُوا نَارًا سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم نوح عالم برزخ میں عذاب قبر میں مبتلا کر دی گئی آگے ارشاد ہوتا ہے کہ پھر اس قوم نے اپنے واسطے اپنے ان معبودوں کو جن کو پوجتے تھے اس امید سے کہ وقت پڑنے پر کام آئیں گے اور مصیبت میں مدد کریں گے کوئی بھی ان کا حمایتی نہ ہوا۔ نہ ود نے ان سے محبت کی۔ نہ سواع نے ان کو بچایا۔ نہ یغوث ان کی فریاد کو پہنچا۔ نہ یعوق نے حمایت کی نہ نسر نے ان کو کچھ قوت دی کہ دنیا کے عذاب سے یعنی طوفان میں غرق ہونے سے ان کو بچاتے یا برزخ کے عذاب کو ان سے دفع کرتے۔ الغرض جب طوفان کے پانی کی زیادتی ہوئی اور حضرت نوح علیہ السلام مع اپنے متبعین کے کشتی میں سوار ہو لئے اور کافر ڈوبنے لگے تو حضرت نوح علیہ السلام نے بعض کافروں کو دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹیوں پر اور اونچے مکانوں پر بھاگ کر جا بیٹھے ہیں اور بعضوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے طوفان کا حال سنا تھا تو اس خوف سے شیشہ کے مکانات پہاڑوں پر احتیاط کے واسطے بنا لئے تھے اور کئی مہینوں کا کھانا پانی بھی اس میں رکھ لیا تھا تو طوفان آنے پر ان مکانوں میں بے خوف ہو کر جا بیٹھے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ حال دیکھ کر اندیشہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ بعضے کافر اس عذاب سے اس حکمت سے بچ جاویں اور پھر ان کافروں کا تخم اس جہاں میں باقی رہے۔ یہ خیال کر کے آپ پھر درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے کہ اے خدایا اب تو ان کافروں میں سے ایک کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ۔ ان میں کوئی اس لائق نہیں کہ باقی رکھا جائے۔ جو کوئی زندہ رہے گا میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ اس سے بے حیا۔ ڈھیٹھ۔ منکر حق اور ناشکرے ہی پیدا ہوں گے اور جب تک ان میں سے کوئی موجود رہے گا خود تو راہ راست پر کیا آتا دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا اور ان سے جو نسل بھی پھیلے گی وہ بھی انہی جیسے بدکار کافر ہوں گے غرض ہر طرح سے یہ لوگ ہلاکی اور تباہی کے سزاوار ہیں۔ پھر یہی ہوا بھی کہ سارے کے سارے کافر غرقاب کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا جو باپ سے الگ تھا وہ بھی نہ بچ سکا کیونکہ وہ پانی کا طوفان نہ تھا بلکہ عذاب الٰہی اور غضب خداوندی تھا۔ اب جب نوح علیہ السلام نے قہر الٰہی کے شعلے بلند ہوتے دیکھے تو اس کی شان کبریائی اور بے نیازی سے ڈرے اور ڈرنا چاہئے بھی اور یہی کمال ایمان بھی ہے تو اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے اور تمام اہل ایمان کے لئے درگاہ الٰہی میں اس طرح دعا مانگنے لگے کہ الٰہی مجھے بخش دے اور میرے مرتبہ کے موافق مجھ سے جو تقصیر ہوئی ہوا اپنے فضل سے معاف کیجئے اور میرے والدین اور جو میری کشتی یا میرے گھر یا میری مسجد میں مومن ہو کر آئے ان سب کی خطاؤں سے درگذر فرمایئے بلکہ آئندہ قیامت تک جس قدر مرد اور عورتیں مومن ہوں سب کی مغفرت فرما دیجئے مگر ان ظالموں کو تو ہلاک ہی کر ڈال۔ یہ بدبخت نہ بچیں۔

اس دعاء سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے والد اور والدہ مومن تھے چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے آباء واجداد میں حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی کافر نہ تھا سب مومن اور موحد تھے اور آپ کی والدہ بھی مومنہ تھیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعاء مغفرت میں بڑی خوشخبری ہے تمام ایمانداروں کے واسطے جو قیامت تک ہوتے جاویں گے اس واسطے کہ کافروں کے حق میں جو بددعا آپ نے کی تھی وہ درگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اور اس کی قبولیت کے آثار بھی ظاہر ہوئے یعنی سب کافر ہلاک ہوئے۔ تو ایمانداروں کے حق میں مغفرت کی دعا جو آپ نے کی وہ بھی بلا شبہ مقبول ہوئی ہوگی لیکن مومن ہونا شرط ہے تاکہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعاء سے حصہ ملے۔

الحمد للہ اس درس میں سورہ نوح کا بیان ختم ہو گیا۔

سورۃ نوح

۱- جو آدمی سورۃ نوح کی تلاوت کو اپنا معمول بنالے تو وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ ضرور دیکھے گا۔

۲- کسی آدمی کو سخت حاجت درپیش ہو تو وہ اپنی حاجت روائی کی نیت سے سورۃ نوح پڑھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔ ۳- اگر کسی کو کسی ظالم کا سامنا ہو تو سورۃ نوح پڑھ لے ظالم کے شر سے محفوظ رہیگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَعِشْرُونَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى

آپ کہیئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سُنا پھر (اپنی قوم میں واپس جاکر) انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے۔ جو راہ راست

الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾

بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔

قُلْ آپ فرمادیں	اُوْحِیَ مجھے وحی کی گئی	اِلَیَّ میری طرف	اَنَّهُ اسْتَمَعَ کہ اُسے سُنا	نَفَرٌ ایک جماعت	مِنَ الْجِنِّ جنات سے (کی)
فَقَالُوْٓا تو انہوں نے کہا	اِنَّا سَمِعْنَا بیشک ہم نے سنا	قُرْاٰنًا قرآن	عَجَبًا ایک عجیب	يَهْدِيْ وہ رہنمائی کرتا ہے	اِلَى الرُّشْدِ ہدایت کی طرف
فَاٰمَنَّا تو ہم ایمان لائے	بِهٖ اس پر	وَ اور	لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ ہم ہرگز شریک نہ ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ	اَحَدًا کسی کو	

تفسیر وتشریح: جن'' جس کے لغت میں معنی پوشیدہ کے ہیں یہ بھی اور مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل مخلوق ہیں۔ ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے جیسا کہ اوّل انسان حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی۔ لیکن ان جنات کی تخلیق کی تفصیلی کیفیت سے ہم کو آگاہی نہیں ہے بہرحال دنیا میں حضرت آدمؑ کی آمد اور انسانوں کی پیدائش سے پہلے جنات موجود تھے۔ انسانوں کی طرح اب یہ بھی احکام شرعیہ کے مکلف ہیں۔ چونکہ عام طور سے یہ انسانوں کی نظروں سے غائب رہتے ہیں اس لئے اکثر فلسفیوں اور نیچریوں اور دہریوں نے ان کے وجود کا انکار کیا حالانکہ عقلاً بھی کوئی وجہ انکار کی نہیں سوائے اس کے کہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور عام طور سے ہر کسی کو دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن کسی چیز کا ہم کو نظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا۔ اس کے نہ ہونے کی دلیل کب ہے۔ تمام ارباب مذاہب کے نزدیک جو کسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں'' جنات'' کا وجود مسلم ہے۔ اور قرآن کریم واحادیث متواترہ کے نصوص جب صراحت کے ساتھ'' جنات'' کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں اور بہت سی حدیثوں میں جن کو دیکھنے کا ذکر بھی ہے تو پھر کسی مسلمان کو ان کا وجود ماننے سے انکار کرنا ہرگز زیبا نہیں۔ خصوصاً جبکہ ہر زمانہ میں بکثرت ایسے سچے لوگ بھی ہوئے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جنات کو مختلف صورتوں میں دیکھا ہے ایسی صورت میں ان کے وجود سے وہی شخص انکار کرے گا جو دیدہ و دانستہ ہٹ دھرمی پر اتر آئے۔ قادیانیوں نے قرآن میں جہاں جہاں'' جن'' کا ذکر ہے۔ اس سے انسان ہی مراد لئے ہیں جس کی وجہ سے ان کو جگہ جگہ گمراہ کن اور مضحکہ خیز تاویلات کرنی پڑیں۔

الغرض انسانوں کی طرح جنات میں بھی پیدائش اور موت اور مذکر و مؤنث اور نیک و بد۔ اور کافر و مسلم کا سلسلہ جاری ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جن و انس سب کے لئے تھی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کی بعثت جن و انس دونوں کے لئے نہیں ہوئی۔

چنانچہ جنات کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی گئی جب وہ ایک جگہ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آج رات کو جنات کو قرآن سناؤں۔ تم میں سے کون میرے ساتھ چلے گا۔ سب نے سن کر سر جھکا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ساتھ لے جانے کی خواہش کی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ساتھ ہو لئے۔ حضرت عبد

اللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ میرے سوا اور کوئی ساتھ نہیں گیا۔ ہم چل دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں داخل ہو گئے اور میرے گرداگرد ہاتھ سے ایک لکیر یعنی حصار کر کے حکم دیا کہ اس کے اندر بیٹھے رہنا۔ جب تک میں نہ بلاؤں باہر نہ نکلنا۔ یہ حکم دے کر آپ چلد یئے اور کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا شروع کر دیا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ گدھوں کی طرح کچھ جانور تیزی کے ساتھ اترتے آرہے ہیں۔ اسی کے ساتھ مجھے بہت سخت شور وغل بھی سنائی دیا۔

مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فکر ہوئی پھر بکثرت پر چھائیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس چھا گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری آڑ ہوگئی کہ آپ کی آواز بھی مجھے سنائی نہ دیتی تھی۔ کچھ دیر کے بعد بادل کے ٹکڑوں کی طرح ٹکڑیاں بنا کر جانا شروع ہو گئے اور فجر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا کیا تم سو گئے۔ میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ میں نہیں سویا۔ کئی مرتبہ میرا ارادہ ہوا کہ لوگوں کو مدد کے لئے پکاروں مگر لاٹھی کھٹکھٹا کر میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ بیٹھ جاؤ تو مجھے کچھ اطمینان ہوا اور فرمایا اگر تم حصار سے باہر نکل آتے تو ڈر تھا کہ ان میں سے کوئی تم پر جھپٹا مار دیتا۔ اور بھی روایات ہیں کہ جنات کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا اور امر و نہی فرمایا۔

سورۃ کی ابتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ مجھے وحی سے بتایا گیا کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا اور اپنی قوم میں واپس جا کر انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب غریب کلام سنا ہے جو معرفت ربانی اور رشد و فلاح کی طرف رہبری کرتا ہے اور طالب خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے اس لئے ہم سنتے ہی بلا توقف اس پر یقین لائے اور ہم کو کچھ شک وشبہ باقی نہیں رہا کہ ایسا کلام اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہوسکتا۔ اب ہم اس کی تعلیم و ہدایت کے موافق عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

اب آگے مزید مضمون جوان ایمان لانے والے جنات نے اپنی قوم میں جا کر بیان کیا نقل فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو ہم کو اپنے کلام پاک پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ایمان پر استقامت اور مضبوطی نصیب فرمائیں اور ایمان کے ساتھ اس کلام پاک کا علم اور اس پر عمل اور اتباع بھی نصیب فرمائیں اور اس کے ذریعہ رشد و ہدایت پر بھی خود چلنا اور دوسروں کو بھی چلانا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم ایسے انسانوں کی بدحالی پر کس سے فریاد کریں سوائے آپ کی ذات عالی سے۔ یا اللہ اپنے اس کلام پاک قرآن کریم کی سچی عظمت و محبت ہمارے دلوں میں اتار دے تا کہ ہم اس کے عاشق ہو کر زندہ رہیں اور اس کے اتباع کی دولت سے سرفراز ہو کر دین و دنیا کی کامرانی و کامیابی پھر حاصل کریں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى

اور (انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ) ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے اُس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد۔ اور ہم میں جو احمق ہوئے ہیں وہ اللہ کی شان میں

اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ

حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے تھے۔ اور ہمارا یہ خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی خدا کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے۔ اور بہت سے لوگ آدمیوں میں ایسے تھے

مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ

کہ وہ جنات میں سے بعضے لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے سو ان آدمیوں نے جنات کی بددماغی اور بڑھادی۔ اور جیسا تم نے خیال کر رکھا تھا ویسا ہی

اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝۸

آدمیوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔ اور ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہا سو ہم نے اس کو سخت پہروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝۹ وَّاَنَّا

(اور اس کے قبل) ہم آسمان (کی خبریں سننے) کے موقعوں میں (خبر) سننے کیلئے جا بیٹھا کرتے تھے سو جو کوئی اب سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے

لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝۱۰

اور ہم نہیں جانتے کہ (ان جدید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے سے) زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا اُن کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے۔

وَاَنَّهٗ اور یہ کہ	تَعٰلٰى برتر	جَدُّ شان	رَبِّنَا ہمارا رب	مَا اتَّخَذَ اس نے نہیں بنایا	صَاحِبَةً بیوی	وَّلَا وَلَدًا اور نہ اولاد	وَّاَنَّهٗ اور یہ کہ
كَانَ يَقُوْلُ کہتے تھے	سَفِيْهُنَا ہم میں سے بیوقوف	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	شَطَطًا بڑھا کر باتیں	وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور یہ کہ ہم نے گمان کیا	اَنْ کہ		
لَّنْ تَقُوْلَ ہرگز نہ کہیں گے	الْاِنْسُ انسان	وَالْجِنُّ اور جن	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	وَّاَنَّهٗ اور یہ کہ	كَانَ تھے	رِجَالٌ کچھ آدمی
مِّنَ الْاِنْسِ انسانوں میں سے	يَعُوْذُوْنَ پناہ لیتے (تھے)	بِرِجَالٍ لوگوں سے	مِّنَ الْجِنِّ جنات سے	فَزَادُوْهُمْ تو انہوں نے (جنات) کو بڑھا دیا			
رَهَقًا تکبر میں	وَّاَنَّهُمْ اور یہ کہ وہ	ظَنُّوْا انہوں نے گمان کیا	كَمَا ظَنَنْتُمْ جیسے تم نے گمان کیا تھا	اَنْ لَّنْ کہ ہرگز نہ	يَّبْعَثَ اللّٰهُ رسول بنا کر بھیجے گا اللہ		
اَحَدًا کسی کو	وَّاَنَّا لَمَسْنَا اور یہ کہ ہم نے چھوا (ٹٹولا)	السَّمَآءَ آسمان	فَوَجَدْنٰهَا تو ہم نے اسے پایا	مُلِئَتْ بھرا ہوا	حَرَسًا پہریدار	شَدِيْدًا سخت	
وَّشُهُبًا اور شعلے	وَّاَنَّا اور یہ کہ ہم	كُنَّا نَقْعُدُ ہم بیٹھا کرتے تھے	مِنْهَا اس کے	مَقَاعِدَ ٹھکانے	لِلسَّمْعِ سننے کیلئے	فَمَنْ پس جو	يَّسْتَمِعِ سنتا ہے
الْاٰنَ اب	يَجِدْ لَهٗ وہ اپنے لئے پاتا ہے	شِهَابًا شعلہ	رَّصَدًا گھات لگایا ہوا	وَّاَنَّا اور یہ کہ ہم	لَا نَدْرِيْٓ نہیں جانتے	اَشَرٌّ آیا برائی	اُرِيْدَ ارادہ کیا گیا
بِمَنْ انکے ساتھ	فِي الْاَرْضِ جو زمین میں	اَمْ اَرَادَ یا ارادہ فرمایا ہے	بِهِمْ ان سے	رَبُّهُمْ ان کا رب	رَشَدًا ہدایت		

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان ایمان لے آنے والے جنات نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے۔ اس کی عظمت و بزرگی انتہا درجہ کی ہے کہ کوئی اس کا شریک نہ ہو سکے اور یہی وجہ ہے کہ نہ اس کے کوئی بیوی ہے نہ اولاد اور یہ سب باتیں ہمارے احمقوں نے گھڑی ہیں۔ یعنی ان ایمان لانے والے جنات نے اپنے اعتقادات سابقہ کی جو سنی سنائی باتوں پر مبنی تھے اس کی لغویت بیان کی کہ جن کو ہم پہلے

عقلمند اور دانا سمجھ کر ان کی باتوں پر یقین کرتے تھے اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کی نسبت زن و فرزند ہونے کی روایت کرتے تھے اور ہم اس کو برحق جانتے تھے اب معلوم ہوا کہ وہ احمق اور نادان خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولتے تھے اور غلط باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم نے ان کی باتوں کو کسی دلیل و برہان سے برحق نہیں سمجھ رکھا تھا بلکہ محض تقلید باطل سے یہ غلط خیال قائم کرلیا تھا اور ہم کو پہلے یہ خیال تھا کہ اس قدر کثیر التعداد جن وانس مل کر جن میں بڑے بڑے عاقل و دانا بھی ہیں اللہ تعالیٰ کی نسبت جھوٹی بات کہنے کی جرأت نہ کریں گے۔ اب قرآن سن کر معلوم ہوا کہ بہت سے جن وانس اللہ تعالیٰ کی بابت جھوٹی باتیں بناتے ہیں اور اپنی عاقبت برباد کر کے اوروں کی عقبیٰ بھی تباہ کر رہے ہیں پھر ان ایمان لے آنے والے جنات نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ بہت سے انسان جنات کو اپنا محافظ اور مددگار مان لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان جنات کا دماغ اور بھی بگڑ جاتا ہے کہ او ہو ہم اتنے بڑے ہیں کہ انسان ہماری پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ یہاں عربوں کی ایام جاہلیت کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جنات سے غیب کی خبریں پوچھتے۔ ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے۔ چڑھاوے چڑھاتے اور جب کسی قافلہ کا گزر یا پڑاؤ کسی خوفناک جنگل یا وادی میں ہوتا تو کہتے کہ اس حلقہ کے جنوں کا جو سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے۔ جنات نے جب یہ دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی اور بڑھ گئی۔ لکھا ہے کہ پہلے جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے اور جس جنگل بیابان میں انسان پہنچ جاتا تھا تو وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس وادی کے سردار "جن" کی ہم پناہ میں آتے ہیں اس سے کہ ہمیں یا ہماری اولاد و مال کو ضرر پہنچے تو اب جنات نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرأت بڑھ گئی اور انہوں نے انسانوں کو طرح طرح سے ڈرانا۔ ستانا اور چھیڑنا شروع کر دیا اور طغیانی و سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ اسی امر کی طرف ان مسلمان جنات نے اپنی گفتگو میں جو وہ اپنی قوم سے کر رہے تھے اشارہ کیا کہ بہت سے مشرک انسانوں نے جنات کی مدد اور ان کی پناہ مانگ کر ان جنات کی بد دماغی اور سرکشی اور بڑھا دی اور کفر و عناد پر اور زیادہ مصر ہو گئے۔ یہاں تک تو ان مسلمان جنات نے توحید کے متعلق اپنی قوم میں مضمون بیان کیا آگے بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق کہا کہ اے قوم جنات جیسا تمہارا خیال ہے بہت سے انسانوں کا بھی یہی خیال ہے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کر کے ہرگز نہ اٹھائے گا۔ اس لئے جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے آگے کچھ نہیں۔ لیکن اب قرآن سے معلوم ہوا کہ وہ لوگوں کو بتاتا ہے کہ تم سب موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور دنیا کی زندگی کا رتی رتی کا حساب دینا ہوگا۔

اس کے بعد ان مسلمان جنات نے رسالت کے متعلق مضمون بیان کیا اور قوم سے کہا کہ ہم نے اڑ کر آسمان کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ آج کل بہت جنگی پہرے لگے ہوئے ہیں جو کسی کو غیب کی خبر سننے نہیں دیتے اور جو ایسا ارادہ کرتا ہے تو اس پر آگ کے انگارے برستے ہیں۔ اس سے پیشتر اتنی سختی اور روک ٹوک نہ تھی۔ جن اور شیاطین آسمان کے قریب گھات میں بیٹھ کر ادھر کی کچھ خبریں سن آیا کرتے تھے مگر اب اس قدر سخت ناکہ بندی اور انتظام ہے کہ جو سننے کا ارادہ کرے تو فوراً شہاب ثاقب کے آتشین گولے سے اس کا تعاقب کیا جاتا ہے اور یہ جدید انتظامات اور ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں۔ یہ تو ہم سمجھ چکے کہ قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اس کا علم اس علام الغیوب ہی کو ہے کہ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر الطاف خصوصی مبذول فرمائے گا یا یہ ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کئے جائیں اس کا ہم کو علم نہیں۔ یہاں ان مسلمان جنات کا نتیجہ کی لاعلمی ظاہر کرنے سے یہ ظاہر کرنا بھی شاید مقصود ہو کہ بعض لوگ جو جنات کی طرف غیب دانی کو منسوب کرتے ہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ہم کو خبر نہیں کہ ان جدید پیغمبر کے مبعوث فرمانے سے اللہ تعالیٰ کو زمین والوں کے ساتھ کیا معاملہ مقصود ہے؟ معلوم نہیں کہ اس قرآن کو رسول سے سن کر سارے لوگ ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی رحمت و ہدایت کے مستحق ہوتے ہیں یا اس کا انکار اور مخالفت کر کے عذاب ٹھنیں گے۔ مسلمان جنات کے اس مضمون کے بیان کرنے میں اشارہ قوم کو اس طرف بھی ہے کہ انکار و مخالفت رسول اور قرآن میں عقوبت اور سزا ہے اور ان پر ایمان لے آنے اور اتباع کرنے سے رشد و ہدایت ہے۔ ابھی ان ایمان لانے والے جنات کا خطاب قوم سے جاری ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ

اور ہم میں بعضے نیک ہیں اور بعضے اور طرح کے ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے۔ اور ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ تعالیٰ کو

نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ

ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں۔ اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی تو ہم نے تو اس کا یقین کرلیا۔ سو جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آوے گا

بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ

تو اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا۔ اور ہم میں بعضے تو مسلمان (ہوگئے) ہیں اور بعضے ہم میں (بدستور سابق) بے راہ ہیں سو جو شخص مسلمان ہوگیا

فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

انہوں نے تو بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ اور جو بے راہ ہیں وہ دوزخ کے ایندھن ہیں۔

وَاَنَّا اور یہ کہ	مِنَّا ہم میں سے	الصّٰلِحُوْنَ نیکوکار (جمع)	وَمِنَّا اور ہم میں سے	دُوْنَ ذٰلِكَ اس کے علاوہ	كُنَّا ہم تھے	طَرَاۗىِٕقَ راہیں	قِدَدًا مختلف
وَاَنَّا اور یہ کہ	ظَنَنَّآ ہم نے گمان کیا	اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ کہ ہم ہرگز نہ ہرا سکیں گے	اللّٰهَ اللہ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ اور ہم اس کو ہرگز نہ ہرا سکیں گے		
هَرَبًا بھاگ کر	وَاَنَّا اور یہ کہ	لَمَّا سَمِعْنَا جب ہم نے سُنی	الْهُدٰٓى ہدایت	اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لے آئے اس پر	فَمَنْ سو جو	يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ اپنے رب پر ایمان لائے	
فَلَا يَخَافُ تو اسے خوف نہ ہوگا	بَخْسًا کسی نقصان	وَّلَا رَهَقًا اور نہ کسی ظلم	وَاَنَّا اور یہ کہ	مِنَّا ہم میں سے	الْمُسْلِمُوْنَ مسلمان (جمع)		
وَمِنَّا اور ہم میں سے	الْقٰسِطُوْنَ گنہگار	فَمَنْ اَسْلَمَ پس جو اسلام لایا	فَاُولٰۗىِٕكَ تو وہی ہیں	تَحَرَّوْا انہوں نے قصد کیا	رَشَدًا بھلائی	وَاَمَّا اور رہے	
الْقٰسِطُوْنَ گنہگار (جمع)	فَكَانُوْا تو وہ ہوئے	لِجَهَنَّمَ جہنم کا	حَطَبًا ایندھن				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان جنات نے قوم سے یہ بھی کہا کہ ہمارے اندر پہلے ہی نیک و بد دونوں قسم کے جنات ہیں اور مختلف طریقوں پر ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جس طرح مذہبوں کا اختلاف آدمیوں میں پایا جاتا ہے ایسا ہی اختلافات جنات بھی رکھتے ہیں چنانچہ بعضے ان میں یہودی ہیں بعضے نصرانی۔ بعضے مجوسی۔ بعضے مشرک۔ بعضے رافضی اور بعضے خارجی اور بعض نہایت صحیح العقیدہ مومن ومسلم بھی ہیں۔ تو ان اہل ایمان جنات نے بھی یہی کہا کہ ہم میں سے بعضے نیک ہوتے آئے ہیں اور بعضے بد۔ غرض ہم لوگ مختلف طریقوں پر تھے پھر اس کا فیصلہ کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ بجز نبوت اور وحی الٰہی کے کون کرسکتا ہے۔ ہم کو تو یقین ہوگیا ہے کہ اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر۔ نہ ادھر ادھر بھاگ کر۔ نہ ہوا میں اڑ کر۔ گو جنات نہایت قوی اور زبردست ہیں مگر خدا تعالیٰ کے آگے کچھ حقیقت اور زور نہیں رکھتے۔ صرف آسمانی راز ہی بند کرنے پر دیکھ لیا کہ کسی کی تدبیر اور زور کارگر نہ ہوا۔ اوپر چڑھتے ہیں تو انگارے برستے ہیں پھر اگر ہم نے آسمانی ہدایات کے خلاف کیا اور اللہ کا قہر نازل ہوا تو ہم کہیں نکل کر نہ بھاگ سکیں گے۔ نہ پناہ گزین ہوسکیں گے۔ اس لئے اس قرآن اور نبی آخرالزمان کا ماننا ضروری ہوا اور اب اے قوم تم مانو یا نہ مانو لیکن ہم نے جب ہدایت یعنی قرآن سن لیا تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ ہمارے لئے فخر کا موقع ہے کہ جنات میں سب سے پہلے ہم نے

قرآن سن کر بلاتوقف قبول کیا اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی۔ اس طرح گویا قوم کو بھی بلا تاخیر ایمان لانے کی ترغیب دی اور اسی ترغیب کے لئے مزید یہ کہا کہ سچے ایماندار کو اللہ کے ہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ نہ نقصان کا کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائیگاں چلی جائے نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر تھوپ دیئے جائیں۔ غرض کہ ایمان والا نقصان۔ تکلیف۔ ذلت اور رسوائی سب سے مامون و محفوظ ہے۔ اپنے خطاب کے اخیر میں ان اہل ایمان جنات نے یہ کہا کہ نزول قرآن کے بعد ہم میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جنہوں نے اللہ کا پیغام سن کر قبول کیا اور اس کے احکام کے سامنے گردن جھکا دی۔ یہی ہیں جو تلاش حق میں کامیاب ہوئے اور نیکی کے راستہ پر پہنچ گئے دوسرا گروہ بے انصافوں کا ہے جو کجروی اور بے انصافی کی راہ سے اپنے پروردگار کے احکام کو جھٹلاتا اور اس کی فرمانبرداری سے انحراف کرتا ہے اور یہ وہ ہیں جن کو جہنم کا کندہ اور دوزخ کا ایندھن کہنا چاہئے۔ یہاں تک ان اہل ایمان جنات کا کلام نقل فرمایا گیا ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کہا اور جس میں تبلیغ' ترغیب اور ترہیب کے سب پہلو آ گئے۔

قرآن کریم میں یہ واقعہ سنا کر کفار مکہ کو اس سے یہ جتلایا گیا کہ دیکھو وہ جنات جن کی تم پوجا کرتے ہو اور ان سے مدد مانگتے ہو اور ان سے غیب کی باتیں پوچھتے ہو ان کا تو یہ حال کہ وہ ایک بار ہی کے قرآن سننے پر ایمان لے آئے اور اپنے عیوب کا اقرار کر لیا اور کفر و شرک چھوڑ دیا اور پھر اپنی قوم میں بھی جا کر اسلام کی تبلیغ و تلقین کی حالانکہ وہ جنات نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جنس تھے۔ نہ ہم وطن نہ ہم قوم نہ ہم زبان اور نہ آپ کی پہلے صحبت اٹھائی تھی اور ایک تم ہو کہ باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جنس' ہم قوم' ہم وطن' ہم زبان' ہم صحبت ہو کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور کفر و شرک پر اصرار ہے۔

اس کے بعد یہاں قرآن مجید میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ ان ایماندار جنات کے اس خطاب پر ان کے اہل قوم ایمان لائے یا نہیں مگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایمان لائے۔ اور بہت سے جنات صحابی کے درجہ کو پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ ایمان ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں بہت سے واقعات صحابہ کرام اور محدثین سے جنات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لانے کے نقل فرمائے ہیں۔ ان روایت میں ایک عجیب و غریب روایت جو ابلیس کے پڑپوتے کی ہے وہ یہاں نقل کی جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "عقیلی اور بیہقی اور ابونعیم نے حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے ایک پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک پیر مرد ہاتھ میں عصا لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اس کی آواز جن کی سی ہے۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میرا نام ہامہ ہے میں ہیم کا بیٹا ہوں اور ہیم لاقیس کا بیٹا ہے اور لاقیس ابلیس کا بیٹا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ابلیس کے اور تیرے درمیان میں دو ہی پشتیں ہیں۔ بتلا تو کہ تیری عمر کتنی ہوگی اس نے عرض کیا یارسول اللہ جتنی دنیا کی عمر ہے اس سے کچھ تھوڑی ہی سی میری عمر کم ہے اس واسطے کہ جن دنوں میں قابیل نے ہابیل کو مارا تھا اس وقت میں بچہ تھا کئی برس کا لیکن بات سمجھتا تھا اور پہاڑوں پر دوڑتا پھرتا تھا اور لوگوں کا غلہ اور کھانا چرا لاتا تھا اور لوگوں کے دلوں میں اپنے خویش و اقربا سے بدسلوکی کرنے کو وسوسے ڈالا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیرے بڑھاپے کے عمل تو ایسے ہیں اور جوانی اور بچپن کے کام ویسے۔ تو بہت برا شخص ہے اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب مجھ کو کچھ ملامت نہ کیجئے اس واسطے کہ میں اب توبہ کرنے کو آیا ہوں اور میں نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور ان کی مسجد میں ان کی صحبت میں رہا ہوں۔ پہلے میں نے ان کے ہاتھ

2 پڑ توبہ کی تھی اور ایک سال ان کی مسجد میں رہا ہوں۔ اور حضرت ہود اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی صحبتوں میں رہا ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میں نے ملاقات کی ہے اور ان سے توریت سیکھی تھی اور ان کا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچایا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا تو میرا سلام ان کو پہنچانا۔ سو اب اس امانت کے بار کے ادا کرنے کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور یہ بھی میری آرزو ہے کہ آپ اپنی زبان فیض ترجمان سے مجھ کو کچھ قرآن شریف تعلیم فرمایئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سورتیں جیسے سورہ واقعہ اور سورہ مرسلات اور عم یتسآء لون اور اذ الشمس کورت اور قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اس کو تعلیم فرمائیں اور یہ بھی آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اے ہامہ جس وقت تجھ کو کسی چیز کی احتیاج ہو تو میرے پاس آنا اور ہم سے ملاقات نہ چھوڑنا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وفات پائی اور اس کی موت کی خبر ہم کو نہیں دی اب معلوم نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا''۔ کتنی عجیب وغریب اور عبرتناک حکایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی کیسی قدرت وشان ظاہر کرتی ہے۔ شیطان کا پڑپوتا تو ایمان واسلام لاکر جنتی بن گیا اور آج کتنے انبیاء کی نسل اور اولادوں میں سے ایمان واسلام سے بے بہرہ ہوکر اپنے کو جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مرتے دم تک ایمان واسلام پر استقامت نصیب فرمائیں۔

الغرض سورۃ میں یہاں تک مسلمان جنات کا کلام جو انہوں نے اپنی قوم جنات کو خطاب کر کے کہا تھا نقل فرمایا گیا۔ آگے حق تعالیٰ اپنی طرف سے چند نصیحت کی باتیں ارشاد فرماتے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان اور اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں اور اسلام وایمان کی برکت سے دونوں جہاں میں اپنی رحمتوں سے نوازیں۔ یا اللہ نفس وشیطان کی گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے اور انجام کی خیر وخوبی اور حسن خاتمہ کی دولت ہم سب کو عطا فرمایئے۔

آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ

(اور مجھ کو ان مضامین کی بھی وحی ہوئی ہے کہ) اگر یہ (مکہ والے) لوگ (سیدھے) راستہ پر قائم ہو جاتے تو ہم ان کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے۔ تا کہ ہمیں ان کا امتحان کریں۔

ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾

اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

وَّاَنْ اور یہ کہ	لَّوِ اگر	اسْتَقَامُوْا وہ قائم رہتے	عَلَى الطَّرِيْقَةِ (سیدھے) راستے پر	لَاَسْقَيْنٰهُمْ تو البتہ ہم انہیں پلاتے	مَّآءً پانی	غَدَقًا وافر	
لِّنَفْتِنَهُمْ تا کہ ہم انہیں آزمائیں	فِيْهِ اسمیں	وَمَنْ اور جو	يُّعْرِضْ روگردانی کریگا	عَنْ سے	ذِكْرِ رَبِّهٖ اپنے رب کی یاد	يَسْلُكْهُ وہ اسے داخل کریگا	
عَذَابًا عذاب	صَعَدًا سخت						

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر جن وانس حق کی سیدھی راہ اور اللہ کے پسندیدہ دین اسلام پر چلتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایمان واطاعت کی بدولت ظاہری و باطنی برکات سے سیراب کر دیتے اور اس میں بھی ان کی آزمائش ہوتی کہ نعمتوں سے بہرہ ور ہو کر شکر بجالاتے اور طاعت میں اور ترقی کرتے ہیں یا کفران نعمت کر کے اصل سرمایہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وقت مکہ والوں کے ظلم وشرارت کی سزا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے کئی سال کا قحط پڑا تھا۔ لوگ خشک سالی سے پریشان وتباہ حال ہو رہے تھے اس لئے متنبہ فرمادیا کہ اگر سب لوگ ظلم وشرارت سے باز آ کر اللہ کے راستہ پر چلیں جیسے اہل ایمان جنات نے طریقہ اختیار کیا تو قحط دور ہو اور باران رحمت سے ملک سرسبز وشاداب کر دیا جائے۔ اور اللہ کی یاد سے منہ موڑ کر آدمی کو چین نصیب نہیں ہوسکتا۔ وہ تو ایسے راستہ پر چل رہا ہے جہاں پریشانی اور عذاب ہی چڑھا چلا آتا ہے۔ یہاں آیت وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا (اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا) میں ایک عام قانون الٰہی بتلایا گیا کہ ذکر سے روگردانی کرنے والوں کے لئے عذاب کو لازم قرار دیا ہے اب اسی سے اس کے تقابل اور ضد کو سمجھ لیا جائے یعنی ظاہری و باطنی جو اعراض کرنے والے نہیں ہیں یعنی شریعت الٰہیہ پر استقامت رکھنے والے ہیں ان کو حسن زندگانی عطا کیا جائے گا۔ جیسا کہ چودھویں پارہ سورہ نحل میں فرمایا۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (جو عمل صالح کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس کو حیوۃ طیبہ یعنی بالطف زندگی عطا کریں گے)۔

یہاں آیت میں عذاباً صعداً یعنی سخت عذاب اونچے درجہ کا عذاب فرمایا گیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں عذاب سے مراد عذاب دنیا ہے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ عذاب آخرت مراد ہے۔ محققین علماء نے لکھا ہے کہ بظاہر اس جگہ عذاب دنیا مراد ہے۔ چنانچہ اس آیت کے تحت حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔ "حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا مال تھوڑا ہو یا بہت اگر تقویٰ نہ ہو تو ایسے مال میں کوئی بھلائی نہیں۔ یہی زندگی کی تنگی ہے جو لوگ حق سے روگرداں ہوتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی مالدار اور کیسے ہی فراخ دست ہوں لیکن ان کی زندگی تنگ ہی ہوتی ہے کیونکہ ان کو خیال ہوتا ہے کہ موجودہ مال صرف ہو گیا تو اس کی جگہ ان کو دوسرا مال نہیں ملے گا۔ اللہ کے متعلق اس بدگمانی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی زندگیاں تنگ ہی گزرتی ہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ قناعت ان سے چھین لی جاتی ہے اس لئے ان کو سیری حاصل ہی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد حضرت علامہ قاضی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ دنیاداروں سے قناعت

چھین لی جاتی ہے اور وہ ہمیشہ کمائی کی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ کماتے ہیں اور مال کا چوکیدارا کرتے ہیں اور ہر وقت مال کے ضائع ہونے کا ان کو اندیشہ لگا رہتا ہے۔ باہمی بغض وحسد کی یہی بنیاد ہے۔ دشمنوں اور حاسدوں کی کثرت ان کو چین نہیں لینے دیتی یہی عذاب الیم اور تنگی حیات ہے وہ نہیں جانتے کہ اہل اللہ کی زندگی کیسی خوشگوار گزرتی ہے۔ ذکر الٰہی سے اطمینان قلب اور کشائش صدر کا حصول' تھوڑے پر قناعت' دنیا سے استغنا۔ مخلوق پر رحم ومہربانی' ان کے خصوصی اوصاف ہوتے ہیں۔ مصائب سے بھی راضی رہتے ہیں اور شکر کرتے ہیں کیونکہ ان کو تکالیف سے گناہوں کا کفارہ اور حسن ثواب کے حصول کی امید ہوتی ہے۔ فراخئ حال اور آسائش کا تو ذکر ہی کیا۔ اللہ جس کو چاہتا ہے دنیا اور آخرت کی راحت عطا فرماتا ہے۔''

قرآن پاک کا بیان کردہ یہ آسمانی قانون وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا (اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا) اگر بصیرت کی آنکھوں سے دیکھا جائے تو اس آیت کی صداقت آج بھی ظاہر ہے اور قیامت تک دنیا میں ظاہر رہے گی اور پھر دنیا کے بعد آخرت میں بھی ایسا ہی ہونا ہے مگر جن کے دل دماغ یورپ وامریکہ کی تہذیب سے موثر ہیں اور مغربیت کا بھوت ان میں سرایت کر گیا ہے اور بے دینی کا زنگ جن کے دلوں پر جم گیا ہے ان کو شاید اس آیت کی صداقت میں کچھ تردد ہو۔ اور ان کی مسخ شدہ ذہنیت میں ذکر اللہ سے اعراض کا نتیجہ عذاب دنیا میں گرفتار ہونا سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ جو ذکر اللہ یعنی ایمان واطاعت سے اعراض کرے گا اس کو دنیا ہی میں عذاب دیکھنا ہو گا۔ آج مغربی تہذیب وتمدن کے پرستار یورپ اور امریکہ کی سی ترقی۔ ان کا جیسا تمدن اور ان کی جیسی تہذیب اور معاشرت کے ظاہر کو دیکھ کر ان کے تمدن وتہذیب اور معاشرت کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے مزے اور آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن اگر ذرا گہری نظر سے خود یورپ اور امریکہ کے محققین اور مفکرین کی تحقیقات جو خود انہوں نے اپنے ملکوں اور اپنی معاشرت اور تہذیب کے بارہ میں لکھی ہیں پڑھیں تو شاید اس آیت کی صداقت ماننے پر مجبور ہو جائیں۔

ابھی آگے مزید نصائح کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت کی سیدھی اسلامی راہ پر چلنا نصیب فرمائیں اور ایمان واسلام کی برکات و ثمرات سے دونوں جہاں میں نوازیں۔

یا اللہ! کون ہماری حالت کو بدل سکتا ہے سوائے آپ کی ذات مقلب القلوب کے۔ یا اللہ! امت مسلمہ پر رحم وکرم فرما دے۔ ہمیں اپنا اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانبردار بنا لے۔ ہمیں اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝۱۸ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ

اور جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں سو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو۔ اور جب خدا کا خاص بندہ خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ (کافر) لوگ اس بندہ پر

عَلَيْهِ لِبَدًا ۝۱۹ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝۲۰ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا

بھیڑ لگانے کو ہوجاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نہ کسی ضرر کا

رَشَدًا ۝۲۱ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝۲۲ اِلَّا بَلٰغًا

اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔ آپ کہہ دیجئے کہ (اگر خدانخواستہ میں ایسا کروں تو) مجھ کو خدا (کے غضب) سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ پا سکتا ہوں۔ لیکن خدا کی

مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝۲۳

طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کا ادا کرنا یہ میرا کام ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کیلئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝۲۴

(لیکن یہ کفار اس جہالت سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس وقت جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے۔

وَاَنَّ اور یہ کہ	الْمَسٰجِدَ مسجدیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	فَلَا تَدْعُوْا تو تم نہ پکارو (بندگی نہ کرو)	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اَحَدًا کسی کی	وَاَنَّهٗ اور یہ کہ	
لَمَّا قَامَ جب کھڑا ہوا	عَبْدُ اللّٰهِ اللہ کا بندہ	يَدْعُوْهُ کہ وہ اسکی عبادت کرے	كَادُوْا قریب تھا	يَكُوْنُوْنَ وہ ہوجائیں	عَلَيْهِ اس پر	لِبَدًا حلقہ در حلقہ	
قُلْ فرمادیں	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	اَدْعُوْا رَبِّيْ صرف میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں	وَلَآ اُشْرِكُ اور میں شریک نہیں کرتا	بِهٖ اس کے ساتھ			
اَحَدًا کسی کو	قُلْ فرمادیں	اِنِّيْ بیشک میں	لَآ اَمْلِكُ اختیار نہیں رکھتا	لَكُمْ تمہارے لئے	ضَرًّا کسی ضرر	وَلَا رَشَدًا اور نہ کسی بھلائی	قُلْ فرمادیں
اِنِّيْ بیشک مجھے	لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مجھے ہرگز پناہ نہ دیگا	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	اَحَدٌ کوئی	وَلَنْ اَجِدَ اور میں ہرگز نہ پاؤں گا	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا		
مُلْتَحَدًا کوئی جائے پناہ	اِلَّا بَلٰغًا مگر (پیغام) پہنچانا	مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے	وَرِسٰلٰتِهٖ اور اسکے پیغام (جمع)	وَمَنْ اور جو	يَّعْصِ اللّٰهَ نافرمانی کرے اللہ کی		
وَرَسُوْلَهٗ اور اسکے رسول کی	فَاِنَّ لَهٗ تو بیشک اس کیلئے	نَارَ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَآ اس میں	اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ	حَتّٰٓى یہانتک کہ	
اِذَا رَاَوْا جب وہ دیکھیں گے	مَا يُوْعَدُوْنَ جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے	فَسَيَعْلَمُوْنَ تو وہ عنقریب جان لینگے	مَنْ کس	اَضْعَفُ کمزور ترین			
نَاصِرًا مددگار	وَّاَقَلُّ اور کمتر	عَدَدًا تعداد میں					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں جنات کے کلام کے خاتمہ پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے طور پر بتلایا گیا تھا حق تعالیٰ کا ایک ارشاد یہ ہوا تھا کہ اگر جن وانس اس دنیا میں حق کی سیدھی راہ پر چلتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایمان واطاعت کی برکت سے ظاہری وباطنی نعمتوں سے سیراب کردیتے۔ دوسرا ارشاد یہ ہوا تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد اور ایمان واطاعت سے روگردانی کرے گا اس کو سخت عذاب میں داخل کیا جائے گا۔ آگے تیسرا ارشاد ان آیات میں یہ ہوتا ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے بنائی جاتی ہیں۔ اللہ کے سوا ان میں کوئی اور پکارے جانے اور عبادت کئے جانے کا مستحق نہیں۔ یہاں آیت میں لفظ مساجد کے مفسرین نے کئی معنی

بیان کئے ہیں۔ایک معنیٰ تو مسجد کے عبادتگاہوں کے لئے ہیں جو گرجا کنسیہ اور اہل اسلام کی مسجد سب کو شامل ہے اس صورت میں وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ کے یہ معنیٰ ہوئے کہ دنیا میں کوئی عبادت خانہ اللہ کی عبادت کے سوا اور کے لئے نہ ہونا چاہئے۔ (۲) بعض مفسرین نے مساجد سے مراد سجدے لئے ہیں کہ سجدہ اللہ کے سوا اور کے لئے نہ ہونا چاہئے۔ (۳) بعض نے مساجد سے مراد وہ اعضا لئے ہیں جو سجدہ کے وقت زمین پر رکھے جاتے ہیں یعنی ہاتھ۔ پاؤں۔ گھٹنے۔ پیشانی۔ ناک یعنی یہ خدا کے دیئے ہوئے اور بنائے ہوئے اعضا ہیں ان کو اس مالک اور خالق کے سوا کسی دوسرے کے آگے جھکانا جائز نہیں۔ (۴) بعض نے یہ معنیٰ مراد لئے ہیں کہ مساجد خاص عبادت کے لئے ہیں اور دنیوی کام وہاں نہ ہونے چاہئیں جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی مسجد میں گمشدہ چیز کو ڈھونڈنے آوے تو کہدو کہ خدا کرے نہ ملے اس لئے کہ مساجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسجد میں خرید و فروخت اور دوسرے جتنے معاملات دنیاوی ہیں کسی کو نہ کرنا چاہئے حتیٰ کہ مسجد میں چلانا۔زور سے بولنا اور دنیا کی گفتگو بھی نہ کرنا چاہئے اور مسجد کو گھر نہ بنانا چاہئے کہ کھانا پینا۔سونا سب وہیں کرے۔ ہاں معتکف اور مسافر شرعی کے لئے البتہ جائز ہے کہ وہ مسجد میں کھا پی اور سو سکتا ہے۔اور ناسمجھ بچوں اور دیوانوں کو مسجد میں نہ آنے دینا چاہئے اس واسطے کہ نادانی اور بے عقلی سے کہیں مسجد کو نجاست سے آلودہ نہ کریں (۵) ایک معنیٰ و مراد مساجد کے تمام مقامات سجے کے لئے ہیں کیونکہ اس امت کے لئے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اس صورت میں یہ مطلب ہوئے کہ یوں تو خدا کی ساری زمین اس امت کے لئے مسجد بنا دی گئی ہے لیکن خصوصیت سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خاص عبادت الٰہی کے لئے بنائے جاتے ہیں ان کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے

وہاں جا کر اللہ کے سوا کسی اور ہستی کو پکارنا ظلم عظیم اور شرک کی بد ترین صورت ہے۔ان میں سے ہر ایک معنیٰ مراد لئے جا سکتے ہیں۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ اس کی عبادت کی جگہوں کو شرک سے پاک رکھیں وہاں کسی دوسرے کا نام نہ پکاریں نہ کسی اور کو خدا کی عبادت و اطاعت میں شریک کریں۔ اس میں کفار مکہ کے لئے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مشرکین نے خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھ چھوڑے تھے وہ خانہ کعبہ کی حرمت کے خلاف ہے کیونکہ مساجد تو صرف اللہ کی عبادت کے لئے ہیں۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ کے خاص بندہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خدا کی توحید کا اعلان کرتے ہیں یا قرآن پڑھ کر جب آپ ایمان و اسلام کی دعوت دیتے ہیں تو یہ کفار جن کے کان دعوت حق اور توحید کی آواز سے مدتوں سے غیر مانوس ہو چکے تھے عداوت سے آپ پر ہجوم کر لیتے اور بھیڑ لگا لیتے ہیں یعنی تعجب اور عداوت سے ہر شخص آپ کو اس طرح دیکھتا ہے کہ جیسے اب حملہ کرنے لئے بھیڑ لگا چاہتی ہے۔ آگے مشرکین کے اس تعجب اور عداوت کے متعلق جواب دینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ تم مخالفت کی راہ سے بھیڑ کیوں کرتے ہو۔کونسی بات ایسی ہے جس پر تمہاری خفگی ہے۔ میں کوئی بری اور نامعقول بات تو نہیں کہتا۔صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کا شریک کسی کو نہیں سمجھتا تو اس میں لڑنے جھگڑنے کی کونسی بات ہے۔اور اگر تم سب مل کر مجھ پر ہجوم کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو میرا بھروسا کیلئے اسی خدا پر ہے جو ہر قسم کی شرکت سے پاک اور بے نیاز ہے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی ان کفار مخالفین سے کہ دیجئے کہ میرے اختیار میں نہیں کہ تم کو ہدایت بخش دوں اور راہ پر لے آؤں اور نہ آؤ تو کچھ نقصان پہنچا دوں۔سب نفع نقصان اور برائی بھلائی پہنچانا اسی

خدائے واحد کے قبضہ میں ہے اور تم کو نفع نقصان پہنچانا تو کجا اپنا نفع وضرر بھی میرے قبضہ میں نہیں۔ اگر بالفرض میں اپنے فرائض میں تقصیر کروں تو کوئی شخص نہیں کہ جو مجھ کو اللہ کے ہاتھ سے بچالے اور کوئی جگہ نہیں جہاں بھاگ کر پناہ حاصل کرسکوں۔ اللہ کی طرف سے پیغام کا آنا اور اس کو اس کے بندوں کو پہنچا دینا یہی چیز ہے جو اس نے میرے اختیار میں دی اور یہی فرض ہے جس کے ادا کرنے سے میں اس کی حمایت اور پناہ میں رہ سکتا ہوں۔ تمہارے نفع نقصان اور ہدایت و ضلالت اور خیر وشر کا مالک میں نہیں۔ ہاں تبلیغ احکام اور پیام رسانی کا فرض خدا کی طرف سے مجھ پر ہے اگر میں اللہ کا حکم اور پیام نہ پہنچاؤں تو اس کے عذاب سے مجھے کوئی نہیں بچائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ توحید کے معاملہ میں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور رسول پر ایمان نہیں لائے گا تو ایسے نافرمانوں کے لئے ہمیشگی والی نار جہنم ہے جس میں سے نہ وہ کبھی نکل سکیں گے نہ بھاگ سکیں گے۔

اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار اس وقت ان نصائح و دلائل سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ الٹا مسلمانوں کو ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کی تھوڑی جماعت پر نظر کرکے اپنی قوت وشوکت کا گھمنڈ کرکے اللہ کے رسول کی توہین اور ان کے گرد جاہلانہ ہجوم کرنے سے باز نہیں آتے او رایمانداروں کو ایذائیں دیتے ہیں تو یہ اس جہالت سے باز نہ آویں گے جب تک کہ یہ عذاب کو نہ دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ مرنے کے بعد کا عذاب اور قیامت کے مصائب دیکھ لیں گے اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور ان کو معلوم ہوجائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے یعنی یہ کافر ہی ایسے ہوں گے کہ کوئی ان کے کام نہ آوے گا۔

اب کفار کو جب عذاب قیامت کی وعید سنائی جاتی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ تو بتاؤ کہ آخر وہ قیامت کب ہوگی؟ اس کا جواب اگلی آیات میں دیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو توحید کامل اور خالص اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے شرک سے ہم کو بچائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے مطیع اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرمائیں اور اپنی اطاعت اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو ماننے والا بنائیں۔ اور قیامت میں اپنے فرمانبردار بندوں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمائیں۔ ہر طرح کی کجی اور گمراہی اور شرک کی باتوں سے ہماری حفاظت فرمائیں اللہ تعالیٰ ان مساجد کے حقوق کی ادائیگی کی ہم کو توفیق عطا فرمائیں اور ان کے ادب واحترام کے خلاف باتوں سے ہم کو بچائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک ہے یا میرے پروردگار نے اس کیلئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے۔ (اور) غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے

عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ

غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو تو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے، (اور یہ

خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ

انتظام اس لئے کیا جاتا ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جاوے کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام احوال کا

شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

احاطہ کئے ہوئے ہے اور اُس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے۔

قُلْ فرما دیں	اِنْ نہیں	اَدْرِیْ میں جانتا	اَقَرِیْبٌ آیا قریب ہے	مَا تُوْعَدُوْنَ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے	اَمْ یَجْعَلُ یا کردے گا	لَهٗ اس کیلئے	رَبِّیْ میرا رب
اَمَدًا مدت	عٰلِمُ الْغَیْبِ غیب کا جاننے والا	فَلَا یُظْهِرُ وہ مطلع نہیں کرتا	عَلٰی غَیْبِهٖ اپنے غیب پر	اَحَدًا کسی کو	اِلَّا سوائے	مَنِ جس کو	
ارْتَضٰی وہ پسند کرتا ہے	مِنْ رَّسُوْلٍ رسولوں میں سے	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	یَسْلُكُ چلاتا ہے	مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ اس کے آگے سے	وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اسکے پیچھے سے		
رَصَدًا محافظ (فرشتے)	لِّیَعْلَمَ تاکہ وہ معلوم کرلے	اَنْ کہ	قَدْ اَبْلَغُوْا انہوں نے تحقیق پہنچا دیئے	رِسٰلٰتِ پیغام (جمع)	رَبِّهِمْ اپنے رب کے		
وَاَحَاطَ اور اس نے احاطہ کیا ہوا ہے	بِمَا لَدَیْهِمْ جو ان کے پاس	وَاَحْصٰی اور اس نے شمار کر رکھی ہے	كُلَّ شَیْءٍ ہر شے	عَدَدًا گنتی میں			

تفسیر و تشریح: ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ قیامت کب واقع ہوگی اس کا علم مجھے نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ جلد آنے والی ہے یا دیر میں کیونکہ قیامت کا وقت معین کر کے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے غیوب میں سے ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا آگے بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بھید کی پوری خبر کسی کو نہیں دیتا ہاں رسولوں کو جس قدر ان کی شان و منصب کے لائق اور ضروری ہو بذریعہ وحی خبر دیتا ہے اور اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ وحی کے ساتھ فرشتوں کے پہرے اور چوکیاں رکھی جاتی ہیں تاکہ کسی طرف سے شیاطین کا گذر نہ ہو اور شیاطین اس وحی میں دخل کرنے نہ پائیں یا وحی کو فرشتہ سے سن کر اور کسی سے نہ جا کہیں یا کسی وسوسہ وغیرہ کا القا نہ کرسکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے پہرہ دار فرشتے چار تھے یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں کو اپنے علوم و اخبار میں عصمت حاصل ہوتی ہے اور ان کی معلومات بذریعہ وحی میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ انتظام محافظت اس غرض سے کئے جاتے ہیں تاکہ ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ فرشتوں نے پیغمبروں کو یا پیغمبروں نے دوسرے بندوں کو اس کے پیغامات ٹھیک ٹھیک بغیر کمی بیشی کے پہنچا دیئے ہیں اور اس میں کسی کا دخل و تصرف نہیں ہوا۔ اخیر میں خاتمہ سورۃ پر بتلایا گیا کہ ہر چیز اس کی نگرانی اور قبضہ میں ہے۔ کسی کی طاقت نہیں کہ وحی الٰہی میں تغیر و تبدل یا کاٹ چھانٹ۔ کمی بیشی کر سکے اور یہ فرشتوں کے پہرہ اور چوکیاں بھی شان حکومت کے اظہار اور سلسلہ اسباب کی محافظت کے لئے بہت سی حکمتوں پر مبنی ہیں ورنہ جس کا علم اور قبضہ ہر چیز پر حاوی ہو اس کو ان چیزوں کی کوئی احتیاج نہیں اور یہ حق تعالیٰ کے علم کا محیط ہونا کچھ رسولوں اور وحی کے محافظ فرشتوں کے احوال کے ساتھ مخصوص نہیں

بلکہ عام ہے۔ تمام موجودات و مخلوقات کو شامل ہے اور کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی سب کا حساب وہاں موجود ہے حتیٰ کہ دریا کے قطرے۔ ریگستان کے ذرے اور درختوں کے پتے سب کی گنتی اور شمار اس کو معلوم ہے۔

ان آیات سے بھی معلوم ہوا اور قرآن پاک کی متعدد آیات اس بات کی شاہد ہیں اور اس بات پر پوری امت محمدیہ کا اتفاق بھی ہے کہ قیام قیامت کی مخصوص گھڑی کا علم خزائن غیب میں سے ہے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ یہ علم اللہ تعالیٰ نے نہ کسی مقرب فرشتے کو عطا فرمایا ہے اور نہ ہی کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اسی کی مقتضی ہے کہ قیام قیامت کا علم ساری مخلوق سے مخفی رکھا جائے۔ مفسرین نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن عزیز سے پہلی تمام آسمانی کتابوں میں بھی علم قیامت کو پوشیدہ ہی رکھا ہے مگر افسوس ہے کہ باوجود قرآنی نصوص قطعیہ و صریحہ کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات واضحہ صحیحہ کے اور باوجود اجماع صحابہ کرام۔ اقوال مجتہدین وائمہ دین۔ وتصریحات علمائے مفسرین کے بعض مدعیان اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "عالم الغیب" کہہ کر آپ کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کے کمال کا اعتراف سمجھتے ہیں۔ اور اس عقیدہ "علم غیب کلی یا علم جمیع ما کان و ما یکون" کو انہوں نے بارگاہ رسالت کے تقرب خصوصی کا ذریعہ سمجھا ہے ایسے ہی گرفتاران باطل عقیدہ کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو ائمہ محدثین حنفیہ میں مشہور و معروف شخصیت ہیں اپنی مشہور کتاب "موضوعات کبیر" (عربی) میں ایک جگہ لکھتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:۔

"اور بے شک ان لوگوں کو اس گمراہی پر ان کے اس خیال نے مجبور کیا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ ان کے لئے کفارہ سیئات بن جائے گا اور اس کی وجہ سے وہ جنت میں پہنچ جائیں گے اور جس قدر بھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بڑھائیں گے اسی قدر آپ کا تقرب حاصل ہوگا۔ درحقیقت یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ نافرمان ہیں اور آپ کی سنت کے سب سے بڑے مخالف ہیں۔ ان میں نصاریٰ کی ظاہر باہر مشابہت ہے۔ انہوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بڑے غلو سے کام لیا اور ان کی شریعت اور ان کے دین کے بالکل خلاف عقیدہ قائم کر لئے"

اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد کمال علمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو علوم و معارف آپؐ کو عطا فرمائے وہ بحیثیت مجموعی کسی دوسرے رسول اور کسی مقرب ترین فرشتے کو بھی عطا نہیں ہوئے لیکن با ایں ہمہ کلی اور تفصیلی غیب و شہادت کا علم خاصہ خداوندی ہے۔ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو کامل علم نبوت اور حسب ضرورت بعض تکوینی اور امور غیبیہ کا جب چاہا علم بھی عطا فرمایا پھر بھی انبیاء علیہم السلام کا علم محیط کل نہیں تھا اور وہ قرآنی اصطلاح میں عالم الغیب نہ تھے۔ چونکہ اس زمانہ کے بعض مبتدعین نے اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا اور ما کان و ما یکون ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو کلام الٰہی کی صریح تحریف ہے اس لئے یہاں مختصری تشریح اس مسئلہ کی کر دی گئی ہے ورنہ علمائے محققین نے اس باب میں بڑی عالمانہ اور فاضلانہ بحث فرمائی ہے اور سلف سے خلف تک امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ یہی ہے کہ حق تعالیٰ ہی عالم الغیب والشہادہ ہیں اور علم غیب کلی و تفصیلی خاص حق تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

سورۃ الجن

۱......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو آدمی سورۃ الجن پڑھے اسے ہر ایک جن و شیطان کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

۲......اگر کسی آدمی کو بادشاہ، حاکم یا افسر کا خوف ہو تو سورۃ الجن پڑھ لے وہ اس پر کوئی زیادتی نہ کر سکے گا۔

۳......کوئی چیز اگر رکھی ہے اور چوری وغیرہ سے حفاظت کی فکر ہے تو اس کی حفاظت کی نیت سے سورۃ جن پڑھ لیں ان شاء اللہ محفوظ رہے گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ عِشْرُوْنَ اٰیَۃً فِیْهَا رُکُوْعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ

اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ رات کو کھڑے رہا کرو، مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات یا اس نصف سے کسی قدر کم کر دو۔ یا نصف سے کچھ بڑھا دو

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ؕ﴿۴﴾

اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو۔

یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے کپڑوں میں لپٹنے والے (محمدؐ)	قُمِ الَّیْلَ رات میں قیام کریں	اِلَّا مگر	قَلِیْلًا تھوڑا	نِّصْفَهٗ اس کا نصف	اَوْ یا	انْقُصْ کم کرلیں
مِنْهُ اس میں سے	قَلِیْلًا تھوڑا	اَوْ زِدْ یا زیادہ کرلیں	عَلَیْهِ اس پر۔ سے	وَرَتِّلِ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں	الْقُرْاٰنَ قرآن	تَرْتِیْلًا ترتیل کے ساتھ

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ابتدائے نبوت میں قریش مکہ نے ''دارالندوہ'' میں جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشورہ کیا کہ آپ کی حالت کے موافق کوئی لقب آپ کے لئے تجویز کرنا چاہئے کہ سب اس پر متفق رہیں اور اسی نام کو لے کر مکہ کے باہر نکلیں اور وہ نام اطراف ملک میں مشہور ہو جائے کسی نے کہا کہ آپ کاہن ہیں۔ پھر رائے قرار پائی کہ کاہن نہیں ہیں کسی نے مجنون کہا پھر اس کو بھی آپس میں غلط قرار دیا۔ پھر ساحر کہا اس کو بھی رد کیا اور بعض کہنے لگے کہ ساحر اس لئے ہیں کہ دوست کو دوست سے جدا کر دیتے ہیں (معاذ اللہ! معاذ اللہ!) آپ کو جب یہ خبر پہنچی تو رنج ہوا اور رنج کی حالت میں کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے جیسا کہ اکثر سوچ وغم میں مغموم آدمی ایسا کر لیتا ہے اس پر حق تعالیٰ نے آپ کو یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ سے خطاب فرمایا اور آپ کی تسلی فرمائی کہ آپ ان کفار کی باتوں پر رنج نہ کریں اور حکم دیا کہ آپ رات میں اٹھ کر اللہ کی یاد کیجئے اور تقریباً آدھی رات یا اس سے کچھ کم وبیش نماز پڑھئے اور نماز میں جتنا قرآن کریم نازل ہو چکا ہے خوب ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک حرف الگ الگ کر کے پڑھئے۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سب سے یکسو ہو کر اللہ کی طرف متوجہ رہا کریں کیونکہ اس کے سوا آپ کا اور اس سارے جہان کا پالنے والا کوئی نہیں اس لئے اپنے سب کام اسی کے سپرد کیجئے۔ اور یہ کفار و مشرکین جو باتیں آپ کی نسبت کہتے ہیں آپ ان پر صبر وتحمل کریں۔

سورۃ کی ابتدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے فرمائی جاتی ہے اور یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کے لقب سے مخاطب فرمایا جاتا ہے یعنی اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ وجہ اس عنوان کے خطاب کرنے کی شان نزول کی اوپر بیان کردہ روایت سے ظاہر ہے کہ کفار کے ناحق و بے جا الزامات سے آپ رنجیدہ خاطر ہوئے اور حالت غم میں کمبل یا چادر اوڑھ کر لیٹ رہے۔ حق تعالیٰ کو یہ ادا ایسی پسند آئی کہ مزمل کے لفظ سے خطاب فرمایا اور پھر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام قرار پایا۔ غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا کہ آپ ان کفار ومشرکین کی باتوں کا رنج وغم نہ کریں بلکہ حق تعالیٰ کی طرف ہمیشہ توجہ رکھیں اور اس کے لئے آپ رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہیں۔ ہاں تھوڑا سا حصہ شب کا آرام کر لیں تو مضائقہ نہیں۔ پھر قیام لیل کے مقدار کی مزید تشریح فرمائی کہ آدھی رات یا آدھی رات سے کچھ کم یا آدھی رات سے کچھ زائد۔ جمہور مفسرین کا قول ہے کہ اس سورۃ کی ان ابتدائی آیات کے حکم کے تحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے صحابہ کرامؓ پر ابتدائے اسلام میں پنجگانہ نماز فرض ہونے سے پہلے رات کی عبادت فرض تھی اور یہ حکم قریب ایک برس کے رہا۔ چنانچہ احادیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے اوّل میں قیام لیل فرض کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ ایک برس تک تہجد کی نماز بطور فرضیت کے ادا کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پیروں پر ورم آ گیا۔ پھر ایک برس کے بعد اس سورۃ کا آخری حصہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ نازل ہوا اس سے تخفیف کی گئی اور امت کے لئے یہ حکم فرض نہ رہا۔ نفل رہ گیا۔ آگے فرمایا گیا کہ اس قیام لیل میں یعنی تہجد کی نماز میں قرآن ترتیل کے ساتھ پڑھئے یعنی ٹھہر ٹھہر کر اس طرح پڑھئے کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آ جائے۔ اس طرح پڑھنے سے فہم وتدبر میں مدد ملتی ہے اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اور ذوق شوق بڑھتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم غیر نماز میں بھی ہے۔ اب یہاں قدرے ترتیل کی تشریح بھی سمجھ لی جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ ترتیل لغت میں تو واضح اور صاف پڑھنے کو کہتے ہیں مگر شریعت میں قرآن شریف کے پڑھنے میں کئی چیزوں کی رعایت کو ترتیل کہا جاتا ہے:۔

۱۔ اوّل حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی حروف کو اپنے مخارج اور صفات کے ساتھ ادا کرنا۔

۲۔ دوسرے وقف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تا کہ وصل سے کلام بے موقع نہ ہونے پائے۔

۳۔ تیسرے حرکات یعنی زبر۔ زیر۔ پیش کو امتیاز دینا تا کہ ایک دوسرے سے ملنے اور مشتبہ ہونے نہ پائے۔

۴۔ چوتھے آواز کو تھوڑا بلند کرنا تا کہ قرآن شریف کے الفاظ زبان سے کان تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ اور ذوق شوق۔ خوف وامید وغیرہ کی کیفیات پیدا کریں۔

۵۔ پانچویں اپنی آواز کو اچھا کرنا اس طور سے کہ اس میں درد مندی پائی جائے تا کہ دل پر جلدی تاثیر کرے۔

۶۔ چھٹے تشدید ومد کا جس جگہ پر ہیں۔ وہاں لحاظ رکھے اس واسطے کہ شدومد کی رعایت سے کلام الٰہی میں عظمت پیدا ہوتی ہے۔

۷۔ ساتویں اگر قرآن شریف میں کوئی خوف کا مضمون ہے تو وہاں تھوڑا ٹھہر جائے اور حق تعالیٰ سے پناہ طلب کرے۔ اگر کوئی مضمون کسی نعمت کا ہے تو وہاں اس چیز کو اپنے واسطے حق تعالیٰ سے طلب کرے۔ اگر کوئی دعا یا ذکر پڑھنے کے واسطے حکم ہو تو وہاں ٹھہر کر کم از کم ایک مرتبہ وہ دعا یا ذکر پڑھ لے۔

یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت کرنا ترتیل میں ضروری ہے۔ الغرض قیام لیل اور قرأت قرآن کا حکم ان آیات میں دیا گیا اب آگے ان احکام کی علت اور ان کے بعض فوائد کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی نماز تہجد اور رات میں اپنے ذکر و تلاوت کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور قرآن پاک کی تلاوت ترتیل کے ساتھ نصیب فرمائیں قرآن پاک کا ذوق شوق اور اس کا علم اور اس پر عمل نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اب ہم اپنی اس بدحالی پر کتنا تاسف اور رنج ظاہر کریں کہ قرآن شریف کا نماز اور غیر نماز میں تو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر اب تو قرآن کریم ناظرہ پڑھنے پڑھانے ہی کے لالے پڑ گئے ہیں۔ ترتیل، تجوید۔ تعلیم۔ تفسیر وتبلیغ قرآن سے نئی نسل تو محروم ہی ہوتی جا رہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّا سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِىَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝ اِنَّ لَكَ

ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں۔(مراد قرآن مجید ہے)۔ بے شک رات کا اُٹھنا خوب مؤثر ہے (نفس کے کچلنے میں) اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔ بیشک تم کو دن میں

فِى النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ

بہت کام رہتا ہے۔ اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کرکے اُسی کی طرف متوجہ رہو۔ وہ مشرق

وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝

اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اُسی کو اپنے کام سپرد کردینے کیلئے قرار دیئے رہو۔

اِنَّا سَنُلْقِىْ بیشک ہم عنقریب ڈالدیں گے	عَلَيْكَ آپ پر	قَوْلًا ثَقِيْلًا ایک بھاری کلام	اِنَّ بیشک	نَاشِئَةَ اُٹھنا	الَّيْلِ رات
هِىَ اَشَدُّ وَطْاً یہ سخت (نفس کو) روندنے والا	وَاَقْوَمُ اور زیادہ درست	قِيْلًا الفاظ کے تلفظ میں	اِنَّ لَكَ بیشک آپ کیلئے	فِى النَّهَارِ دن میں	
سَبْحًا شغل	طَوِيْلًا طویل	وَاذْكُرِ اور آپ یاد کریں	اسْمَ رَبِّكَ اپنے رب کا نام	وَتَبَتَّلْ اور چھوٹ جائیں	اِلَيْهِ اسکی طرف
تَبْتِيْلًا (سب سے) چھوٹ کر	رَبُّ الْمَشْرِقِ رب مشرق کا	وَالْمَغْرِبِ اور مغرب کا	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا
فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا پس پکڑلو (بنالو) اس کو کارساز					

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں یعنی پے در پے پورا قرآن آپ پر نازل کریں گے جو اپنی قدر ومنزلت کے اعتبار سے بہت قیمتی اور وزن دار اور اپنی کیفیات کے اعتبار سے بہت بھاری اور گرانبار ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گرانی اور سختی گذرتی تھی سخت جاڑے کے موسم میں بھی آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ اگر نزول وحی کے وقت آپ کسی سواری پر سوار ہوتے تو سواری جھک جاتی اور اپنی گردن گرادیتی اور جب تک وحی ختم نہ ہو لیتی سواری سے قدم نہ اٹھایا جاتا اور حرکت نہ کرسکتی۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری اس وقت آپ کی ران مبارک میری ران پر رکھی ہوئی تھی۔ وحی کا اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں میری ران بوجھ سے نہ پھٹ جائے۔ غرضکہ وحی کا اترنا خود ایک بوجھ تھا پھر اس کا محفوظ رکھنا پھر دوسروں تک پہنچانے میں کلفتیں برداشت کرنا۔ اس ماحول میں قرآن کی دعوت وتبلیغ اور اس کے حقوق کا پوری طرح ادا کرنا سخت مشکل اور دشوار کام تھا۔ غرضکہ ان تمام وجوہ کا خیال کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ہم آپ پر ایک بھاری کلام یعنی قرآن کریم نازل کرنے والے ہیں اس لئے آپ رات کو اللہ کی عبادت میں مشغول رہا کریں اور اس عبادت خاص کے انوار سے اپنے تئیں مشرف کرکے اس فیض اعظم کی قبولیت کی استعداد اپنے اندر مستحکم فرمائیں۔ آگے قیام لیل یعنی رات کی عبادت کے بعض فوائد بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ بیشک رات کا اٹھنا اور اللہ کی عبادت میں لگنا کچھ آسان کام نہیں بھاری ریاضت اور نفس کشی ہے جس سے نفس خوب روندا اور کچلا جاتا ہے اور نیند وآرام وغیرہ خواہشات پامال کی جاتی ہیں۔ نیز اس وقت دعاء اور ذکر سیدھے دل سے ادا ہوتا ہے۔ زبان اور دل موافق ہوتے ہیں جو بات زبان سے نکلتی ہے ذہن میں خوب جمتی چلی جاتی ہے کیونکہ اس وقت ہر قسم کے شور وغل اور چیخ وپکار سے یکسو ہونے اور خداوند قدوس کے سماء دنیا پر نزول فرمانے سے قلب کو ایک عجیب قسم کے سکون وقرار اور لذت واشتیاق کی کیفیت میسر ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو ہمارا رب نچلے آسمان پر نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کوئی ہے کہ مجھ سے دعاء کرے اور میں قبول کروں کوئی ہے کہ مجھ سے مانگے اور میں عطا کروں۔ کوئی ہے کہ مجھ سے مغفرت کا طالب ہو اور میں اس کے گناہ معاف کر دوں۔ نماز شب کے فضائل میں حضرت ابوامامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نماز شب کا التزام کرو۔ یہ تم سے پہلے گذرے ہوئے صالحین کا طریقہ ہے رب کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ گناہوں کو ساقط کرنے والا اور خطاؤں سے روکنے والا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ بندہ سے رب کا قرب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے کہ اس وقت اللہ کی یاد کرنے والوں میں سے ہو جاؤ تو ہو جاؤ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام لیل کے حکم کی ایک اور علت بیان فرمائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ آپ کو دن میں بہت کام رہتا ہے دنیوی بھی جیسے امور خانہ داری اور ضروری کاموں کی تکمیل اور دینی بھی جیسے تبلیغ اور دعوت دین۔ تو اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کے مشاغل بھی آپ کے حق میں بالواسطہ عبادت ہی تھے تاہم بلا واسطہ پروردگار کی عبادت اور مناجات کے لئے رات کا وقت مخصوص فرمایا گیا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ علاوہ رات کی عبادت کے دن میں بھی جبکہ بظاہر مخلوق سے معاملات اور علاقے رکھنے پڑتے ہیں آپ دل سے اسی پروردگار کا علاقہ سب پر غالب رکھئے اور چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہمہ وقت اسی کی یاد میں مشغول رہئے۔ غیر اللہ کا کوئی تعلق ایک آن کے لئے ادھر سے توجہ کو ہٹنے نہ دے بلکہ سب تعلق کٹ کر باطن میں اسی ایک کا تعلق باقی رہ جائے۔ اب اس تعلیم و تلقین سے کسی دماغ میں وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ ہر انسان دوسرے کے تعاون کا محتاج ہے۔ تمدن کے بغیر معاشیات اور ضروریات حیاۃ کی فراہمی کا نظام ابتر ہو جائے گا۔ پھر مخلوق سے قطع تعلق کی صورت میں نظام معاشی کیسے چلے گا اس وہم کو دفع فرمانے کے لئے آگے فرمایا

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۔ یعنی سارے جہان کا مالک و حاکم اللہ ہے۔ تمام دنیا اور اس کے جمیع اسباب اور سارے سلسلے سب اسی کے دست قدرت میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اس کے سوا نہ کوئی حاکم اعلیٰ ہے نہ معبود برحق نہ اس کی اجازت اور مشیت کے بغیر کوئی کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے لہٰذا اسی کے سپرد اپنے تمام معاملات کر دیجئے۔ اسی کو اپنا کارساز بنا لیجئے۔ وہی سب سے اچھا کارساز ہے اس کی کارسازی کے بعد آپ کو کسی دوسرے کی ضرورت ہی نہیں۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ کی تفسیر میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ مشرق دن کا نشان ہے اور مغرب رات کا نشان گویا اشارہ کر دیا کہ دن و رات دونوں کو اسی مالک مشرق و مغرب کی یاد اور رضا جوئی میں لگانا چاہئے اس لئے بندگی بھی اسی کی اور توکل بھی اسی پر ہونا چاہئے جب وہ وکیل و کارساز ہو تو دوسروں سے کٹ جانے اور الگ ہونے کی کیا پروا۔

یہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالذات اور آپ کے متبعین کو طبعاً چار باتوں کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی۔

۱- ایک قیام شب برائے نماز و قرأت قرآن۔

۲- دوسرے ہر وقت اور ہر حال میں اپنے رب کو یاد رکھنا۔

۳- تیسرے سب علائق کو توڑ کر اللہ کی طرف متوجہ رہنا۔

۴- چوتھے اسی پر توکل کرنا کیونکہ تمام دنیا کا وہی کارساز ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ ان احکام میں عجیب ترتیب طبعی ملحوظ ہے اس لئے کہ شب بیدار کو از خود ذکر میں حلاوت پیدا ہو جاتی ہے پھر وہ دن میں بھی اس محبوب حقیقی کو نہیں بھولتا اور جب یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو خود بخود دل سے قطع تعلقات بھی ہو جاتے ہیں اور پھر اس کی آنکھ میں کوئی اور دکھائی نہیں دیتا کہ جس پر وہ توکل کرے یا اس کو کارساز سمجھے سوائے محبوب حقیقی کے۔ خلاصہ یہ کہ آغاز سورۃ سے یہاں تک مختلف مقامات سلوک کی طرف اشارہ ہے یعنی رات کی خلوت۔ تلاوت ذکر۔ نفی ماسوا اور توکل علی اللہ۔ لیکن مقامات سلوک میں سب سے اونچا درجہ اعداء کی جفا پر صبر رکھنے کا ہے اس لئے آگے اس کی تعلیم دی گئی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي

اور یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو، اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ اور مجھ کو اور ان جھٹلانے والوں کو ناز و نعمت میں

النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝

رہنے والوں کو چھوڑ دو اور ان لوگوں کو تھوڑے دنوں اور مہلت دے دو ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے۔ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے۔

وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں	عَلٰى پر	مَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	وَاهْجُرْهُمْ اور انہیں چھوڑ دیں	هَجْرًا کنارہ کش ہو کر	جَمِيْلًا اچھی طرح
وَذَرْنِيْ اور مجھے چھوڑ دو	وَالْمُكَذِّبِيْنَ اور جھٹلانے والوں	اُولِي النَّعْمَةِ خوشحال لوگوں	وَمَهِّلْهُمْ اور ان کو مہلت دیدیں	قَلِيْلًا تھوڑی	اِنَّ بیشک
لَدَيْنَآ ہمارے ہاں	اَنْكَالًا عذاب	وَّجَحِيْمًا اور دہکتی آگ	وَّطَعَامًا اور کھانا	ذَا غُصَّةٍ گلے میں اٹک جانے والا	وَّعَذَابًا اور عذاب، اَلِيْمًا دردناک

تفسیر و تشریح: عارفین کاملین کو جن میں انبیائے کرام کا درجہ سب سے ارفع و بلند ہوتا ہے ان کو دو امور سے واسطہ پڑتا ہے ایک وہ کہ جن کا تعلق اپنی ذات اور اپنے خالق اللہ رب العالمین سے ہے۔ دوسرے وہ کہ جن کا تعلق اوروں سے ہے۔ گذشتہ آیات میں قسم اول کی تعلیم تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے آپ کے متبعین کو قیام لیل۔ تلاوت۔ وذکر۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ اور توکل علی اللہ کا حکم فرمایا گیا تھا۔ اب آگے قسم دوم کے متعلق احکام دیئے جاتے ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار آپ کو شاعر۔ کاہن۔ ساحر اور مجنون و مسحور وغیرہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں سو ان کی باتوں کو صبر و استقلال سے برداشت کرتے رہئے اور ان کے ظلم و زیادتی پر تحمل اور بردباری سے کام لیجئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار و مشرکین کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زبانی ایذا دی جاتی تھی ان کی تین قسمیں تھیں۔ اول یہ کہ آپ کے معبود حقیقی خداوند ذوالجلال والاکرام اللہ جل شانہ کے شان میں بے ادبی اور گستاخی کی باتیں کہتے مثلاً یہ کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں۔ وہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ وہ فقیر ہے ہم غنی ہیں۔ اور اسی طرح کے کلمات کفر بکتے تھے۔ دوسری قسم کی ایذائیں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے متعلق تھیں مثلاً آپ کو معاذ اللہ معاذ اللہ ساحر اور شاعر اور دیوانہ بتلاتے۔ آپ کی ہجو کرتے۔ اگر کبھی وحی آنے میں وقفہ ہوتا تو آپ کو طعنہ دینا شروع کر دیتے اور تیسری قسم کی ایذا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتیں وہ آپ کے اہل و عیال سے متعلق تھیں۔ آپ کے عزیز و اقربا اور اصحاب کے حق میں بے ادبی اور گستاخیاں کرتے اور طعن و تشنیع دیتے کہ معاذ اللہ تم سب نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر نئے دین میں داخل ہو کر بے دینی اختیار کر لی۔

تو پہلی ہدایت یہاں یہ دی گئی کہ مخالفین و معاندین جو جو ایذا دہ باتیں کہتے ہیں ان پر صبر کیجئے۔ دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ ان معاندین سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جایئے یعنی نہ ان کی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے ہو۔ نہ انتقام لینے کی فکر ہو۔ نہ گفتگو یا مقابلہ کے وقت کج خلقی کا اظہار ہو اور باوجود ان سے جدائی اور مفارقت کے ان کی نصیحت میں کوئی کمی نہ کیجئے بلکہ جس طرح بن پڑے ان کی ہدایت و رہنمائی میں سعی کرتے رہئے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھئے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اور آیات قتال و جہاد کا نزول بعد میں مدینہ میں ہوا۔ اس لئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا حکم آیات قتال سے منسوخ ہے۔ آگے ان منکرین و معاندین کے گرفت اور عذاب کی خبر دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے اور آپ کو تقویت دی جاتی ہے کہ یہ حق و صداقت کو جھٹلانے والے جو دنیا میں عیش و آرام کر رہے ہیں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے۔ وہ خود ان سے نبٹ لے گا اور وہ آپ کی طرف سے ان کو سزا دینے کے لئے کافی ہے۔ آپ رنجیدہ نہ ہوں اور ان لوگوں کو تھوڑے دن اور مہلت دے دیجئے۔ اوّل تو ایسے گمراہ منکرین و معاندین کو جو

اپنے خداداد مال وجاہ کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ اس کو الٹا خدا کے مقابلہ میں صرف کرتے ہیں دنیا ہی میں سزا مل جایا کرتی ہے۔ اور اگر کسی مصلحت سے دنیا میں سزا نہ بھی ملی تو آخرت وقیامت میں تو ضرور ہی ملے گی اور انجام کار یہ سخت عذابوں میں مبتلا ہوں گے اور عذاب بھی کونسے؟۔ اوّل سخت قید وبند کے یعنی ان کی گرفتاری کے لئے بیڑیاں تیار ہیں جو ان کے پیروں میں مثل قیدیوں کے پہنائی جائیں گی اور زنجیریں تیار ہیں جن میں یہ جکڑ کر باندھے جائیں گے۔ دوسرے دہکتی ہوئی اور بھڑکتی ہوئی نار جہنم۔ احادیث میں آتا ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ۷۰ حصہ زیادہ گرم ہے اور اس کی آگ کو ہزار برس دھکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار برس جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ سیاہ وتاریک ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تیسرے گلے میں پھنس جانے والے کھانے کا عذاب کہ وہ کھانا حلق میں جا کر اٹک جائے گا نہ اندر اترے گا نہ باہر نکلے گا۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس کھانے سے زقوم یعنی تھوہر کا درخت مراد ہے کہ جو جہنم میں پیدا ہونے والا ایک خاردار درخت ہے جو جہنمیوں کی خوراک بنے گا اور اس قدر زہریلی تلخ اور گندی چیز ہوگی حدیث میں آتا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کردے تو جس کی بدبو۔ گندگی اور زہریلے پن کا یہ عالم ہو تو اس پر کیا گذرے گی جس کو زقوم کھانا پڑے گا۔ (الامان والحفیظ) چوتھے اور بھی طرح طرح کے المناک عذاب ہوں گے مثلاً غساق یعنی وہ سڑی ہوئی پیپ جو جہنمیوں کے زخموں سے نکلے گی انتہائی بھوک میں بطور غذا دیا جانا۔ حمیم یعنی کھولتا ہوا گرم پانی پینے کو دیا جانا۔ بڑے بڑے پہاڑوں پر چڑھا کر نیچے پھینکا جانا۔ آگ کے کنوؤں میں گرایا جانا۔ آہنی صندوقوں میں بند کرکے آگ میں ڈالا جانا۔ آہنی چکیوں میں پیسا جانا۔ کانٹوں کا چبھونا۔ کھال کا چیرنا۔ مکھیوں کو زخم پر بٹھانا۔ سانپوں اور بچھوؤں کا کاٹنا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہنم میں سانپ ہیں جو اپنی جسامت میں اونٹوں کے برابر ہیں اور اس قدر زہریلے ہیں کہ ان میں کوئی سانپ جس دوزخی کو ایک مرتبہ ڈسے گا تو چالیس سال کی مدت تک وہ اس کے زہر کا اثر پائے گا اور تڑپے گا اور اسی طرح دوزخ میں بچھو ہیں جو اپنی جسامت میں خچروں کے مانند ہیں اور وہ بھی ایسے ہی زہریلے ہیں کہ ان میں سے کوئی کسی دوزخی کو ایک دفعہ ڈنک مارے گا تو چالیس ۴۰ سال تک وہ اس کے زہر کی تکلیف پاوے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

گویا طرح طرح کے دردناک عذاب ان منکرین کے لئے ہیں۔

اور یہ سزا ان کو قیامت کے دن دی جائے گی اور وہ قیامت کا دن کیسا ہوگا اس کو اگلی آیت میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو حق پر قائم رکھیں اور باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے جو آخرت میں ہماری نجات ومغفرت کا ذریعہ بنیں اور ہمیں ان اعمال سے بچا لیجئے جو کہ آخرت میں عذاب کا سبب بنیں۔ یا اللہ عذاب نار سے ہم کو اپنے فضل سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ آپ نے تو رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے متبعین اسلام کو دشمنان دین اور اعدائے اسلام کی باتوں پر ان کے طعن وتشنیع پر اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنے کی تلقین فرمائی اور صحابہ کرام خصوصاً مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس حکم کی تعمیل کا حق ادا کرکے اور صبر کرکے دکھلا دیا۔ یا اللہ ایک ہم انہی حضرات کے نام لیوا ہیں ہم اب اپنے کلمہ گو اہل اسلام بھائیوں ہی کی طرف سے پہنچنے والی کسی تکلیف پر صبر تو کیا کرتے الٹا انتقام کے درپے ہوجاتے ہیں اور انتقام میں بھی ظلم وزیادتی سے گریز نہیں کرتے۔ یا اللہ! صحابہ کرامؓ کے صبر وسہار کے طفیل میں ہمیں بھی اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ صبر وسہار کا معاملہ کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اور ایک دوسرے سے درگزر کرنے کی خصلت مرحمت فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا

جس روز کہ زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے، اور پہاڑ ریگ رواں ہوجاویں گے۔ بیشک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ

جو تم پر گواہی دیں گے جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔ پھر فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو سخت پکڑنا پکڑا۔

أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿١٧﴾ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ

سو اگر تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کردے گا۔ جس میں آسمان پھٹ جاوے گا

بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿١٩﴾

بے شک اس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا۔ یہ تمام مضمون ایک نصیحت ہے، سو جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرلے۔

يَوْمَ جس دن	تَرْجُفُ کانپے گی	الْأَرْضُ زمین	وَالْجِبَالُ اور پہاڑ	وَكَانَتِ اور ہوجائیں گے	الْجِبَالُ پہاڑ	كَثِيبًا ریت کے تودے	مَّهِيلًا ریزہ ریزہ
إِنَّا أَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجا	إِلَيْكُمْ تمہاری طرف	رَسُولًا ایک رسول	شَاهِدًا گواہی دینے والا	عَلَيْكُمْ تم پر	كَمَا أَرْسَلْنَا جیسے ہم نے بھیجا		
إِلَىٰ فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف	رَسُولًا ایک رسول	فَعَصَىٰ پس کہنا نہ مانا	فِرْعَوْنُ فرعون	الرَّسُولَ رسول	فَأَخَذْنَاهُ تو ہم نے اسے پکڑ لیا	أَخْذًا پکڑ	
وَبِيلًا بڑے وبال	فَكَيْفَ تو کیسے	تَتَّقُونَ تم بچو گے	إِن كَفَرْتُمْ اگر تم نے کفر کیا	يَوْمًا اس دن	يَجْعَلُ کردے گا	الْوِلْدَانَ بچوں کو	شِيبًا بوڑھا
السَّمَاءُ آسمان	مُنفَطِرٌ پھٹ جائے گا	بِهِ اس سے	كَانَ ہے	وَعْدُهُ اس کا وعدہ	مَفْعُولًا پورا ہو کر رہنے والا	إِنَّ هَٰذِهِ بیشک یہ	تَذْكِرَةٌ نصیحت
فَمَن تو جو	شَاءَ چاہے	اتَّخَذَ اختیار کرلے	إِلَىٰ رَبِّهِ اپنے رب کی طرف	سَبِيلًا راہ			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس مذکورہ سزا اور عذاب کی تمہید اس وقت سے شروع ہوگی جب زمین اور پہاڑوں پر زلزلہ پڑا ہوگا پہاڑوں کی جڑیں ڈھیلی ہو جائیں گی اور وہ لرز کر گر پڑیں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر اڑتے پھریں گے یعنی قیامت کے دن۔ آگے اہل مکہ کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو ہم نے تمہاری طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جو تم پر قیامت کے روز گواہی دیں گے کہ لوگوں نے تبلیغ دین کے بعد کیا برتاؤ کیا۔ کس نے کہنا مانا اور کس نے کہنا نہیں مانا۔ کفار مکہ جو اپنے تکبر اور سرکشی کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاتے تھے اور ان کو فرعون بادشاہ مصر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی معلوم تھا اس لئے بطور وعید وتنبیہ کے ان کو جتلایا گیا کہ اللہ نے تمہارے پاس بھی ویسا ہی رسول بھیجا جیسا کہ فرعون کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تھا تو جب فرعون نے سرکشی کی اور اپنے رسول کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اسے سختی کے ساتھ پکڑ لیا اور بری طرح برباد کیا کہ اس کو مع اس کے لاؤ لشکر کے سب کو سمندر میں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا تو کفار مکہ کو پکڑ و ہلاکت کا واقعہ سنانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر تم نے بھی اپنے رسول کی نافرمانی کی اور ان کی بات نہ مانی تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں۔ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جاوے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہل مکہ سات برس کے قحط میں گرفتار ہوئے۔ بڑے بڑے سرکش اور نافرمان قریش بدر میں قتل وقید ہوئے اور پھر فتح مکہ کے دن کفار مکہ ہمیشہ کے لئے مغلوب اور ختم ہوئے اور در پردہ فرعون اور موسیٰ کے واقعہ میں اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ جس طرح

بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کی تو قید فرعون سے نجات پائی شام کی سرزمین نصیب ہوئی۔ وہاں کی سرداری اور حکومت حاصل ہوئی اسی طرح اس نبی کے فرمانبردار اور مطیع کفار کے غلبہ اور تسلط سے نجات پائیں گے دین دنیا کے سردار اور بادشاہت کے مالک ہوں گے چنانچہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ اخیر میں کفار مکہ کو پھر متنبہ کیا جاتا ہے کہ اگر تم نے ہمارے رسول کا کہنا نہ مانا اور اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو پھر اللہ کے عذاب سے کیسے بچو گے اور اگر بالفرض تم نبی الرحمۃ کے کمال حلم اور بردباری کے سبب دنیا کے عذاب سے بچ بھی گئے تو اس دن کیونکر بچو گے جس دن کی شدت اور درازی بچوں کو بوڑھا کر دینے والی ہوگی یعنی قیامت کے دن تو نہیں بچ سکتے اور وہ ایسا ہولناک دن ہوگا کہ آسمان پھٹ جائے گا اور یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ اٹل ہے ضرور پورا ہو کر رہے گا خواہ تم اس کو کتنا ہی دور اور بعید از امکان سمجھو۔ بہر حال ہم نے یہ قرآن سمجھانے اور یاد دلانے کے لئے بھیج دیا ہے جس میں محض تمہاری نصیحت اور خیر خواہی سے تم کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ اس میں تمہاری بھلائی کی ساری باتیں سمجھا دی گئی ہیں۔ اب جو اپنا فائدہ چاہے اس نصیحت پر عمل کر کے اپنے رب کا تقرب اور رضامندی حاصل کرے راستہ کھلا ہوا ہے کوئی روک ٹوک نہیں ورنہ دوسرے راستہ کا انجام جہنم اور مصیبت دائمی ہے۔

حضرت عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ دن قیامت کا ہوگا اور یہ کیفیت اس وقت ہوگی جبکہ اللہ رب العزت میدان حشر میں حضرت آدمؑ کو فرمائے گا کہ اے آدم اپنی ذریت میں جہنم کا ایندھن نکال لو۔ یعنی جو جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ تو حضرت آدمؑ پوچھیں گے کتنے عدد میں کتنے جہنم کے لئے نکالوں۔ تو فرمایا جائے گا ہر ہزار میں سے ۹۹۹ تو یہ سن کر سب اہل محشر گھبرا جائیں گے کہ ہر ہزار کی تعداد میں صرف ایک آدمی نجات پائے گا باقی جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جب یہ گھبراہٹ دیکھی تو فرمایا اے مسلمانو! تمہیں بشارت ہو۔ ہر ہزار میں کا ایک تم میں سے ہوگا اور باقی یاجوج ماجوج سے پورے کر دیئے جائیں گے اور دیگر امتوں کے کفار سے۔ نتیجہ جس کا الحمد للہ یہ ہوگا کہ امت محمدیہ حق تعالیٰ کے فضل سے سب کی سب ہی کسی نہ کسی طرح نجات پالے گی اور جہنم کا ایندھن یاجوج ماجوج اور دیگر ملتوں کے کفار سے پورا کر دیا جائے گا۔ اور اگر دیکھا جائے تو کل انسانوں کی تعداد کے لحاظ سے امت محمدیہ کا عدد شاید اتنا ہی نکلے۔ یعنی ایک فی ہزار تو اس اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وضاحت ایک عظیم بشارت ہوگی۔ فللہ الحمد حمداً کثیراً۔

(معارف القرآن۔ جلد ہفتم از حضرت مالک کاندھلوی مدظلہٗ)

اس سورۃ کا رکوع اوّل ان آیات پر ختم ہوتا ہے۔ اور اس رکوع میں ابتدائے سورۃ میں جو قیام لیل کا حکم دیا گیا تھا وہ ایک سال تک قائم رہا۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ سال بھر تک رات کو قیام کرتے رہے یہاں تک کہ پاؤں سوج گئے۔ سورۃ کے دوسرے رکوع کو اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے تک آسمان پر روکے رکھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر قیام لیل کے حکم میں تخفیف فرما دی اور سال بھر کے بعد دوسرا رکوع نازل فرمایا جس کے بعد قیام شب نفل ہو گیا اور امت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض رہی نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید رہی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں دوسرے رکوع کی ابتدا سے آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دین اسلام سے نوازا۔ اور ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ 3

آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے بعضے آدمی (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات (نماز میں)

الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ

کھڑے رہتے ہیں، اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے، اُس کو معلوم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے تو اس نے تمہارے حال پر عنایت کی

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ

سو (اب) تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو، اس کو (یہ بھی) معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں بیمار ہوں گے اور بعضے تلاش معاش کیلئے

فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا

ملک میں سفر کریں گے اور بعضے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے سو تم لوگوں سے جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے

مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا

پڑھ لیا کرو اور نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو، اور جو

تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا

نیک عمل اپنے لئے آگے بھیج دو گے اس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے، اور اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو،

اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ بیشک آپ کا رب	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	أَنَّكَ کہ آپ	تَقُومُ قیام کرتے ہیں	أَدْنَىٰ قریب ہے	مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ دو تہائی رات کے	
وَنِصْفَهُ اور آدھی رات	وَثُلُثَهُ اور اس کا تہائی	وَطَائِفَةٌ اور ایک جماعت	مِّنَ سے	الَّذِينَ مَعَكَ جو آپ کے ساتھ	وَاللَّهُ اور اللہ	يُقَدِّرُ اندازہ فرماتا ہے
اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ رات اور دن	عَلِمَ اس نے جانا	أَن لَّن تُحْصُوهُ کہ تم ہرگز نباہ نہ کر سکو گے	فَتَابَ عَلَيْكُمْ تو اس نے تم پر عنایت کی			
فَاقْرَءُوا تو تم پڑھا کرو	مَا تَيَسَّرَ جس قدر آسانی سے ہو سکے	مِنَ الْقُرْآنِ قرآن سے	عَلِمَ اس نے جانا	أَن سَيَكُونُ کہ البتہ ہوں گے		
مِنكُم تم میں سے	مَّرْضَىٰ کوئی بیمار	وَآخَرُونَ اور کوئی اور	يَضْرِبُونَ وہ سفر کریں گے	فِي الْأَرْضِ زمین میں	يَبْتَغُونَ تلاش کرتے ہوئے	
مِن سے	فَضْلِ اللَّهِ اللہ کا فضل روزی	وَآخَرُونَ اور کئی دوسرے	يُقَاتِلُونَ وہ جہاد کریں گے	سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کی راہ	فَاقْرَءُوا پس پڑھ لیا کرو	
مَا تَيَسَّرَ جس قدر آسانی سے ہو سکے	مِنْهُ اس سے	وَأَقِيمُوا اور تم قائم کرو	الصَّلَاةَ نماز	وَآتُوا الزَّكَاةَ اور ادا کرتے رہو زکوٰۃ		
وَأَقْرِضُوا اللَّهَ اور اللہ کو قرض دو	قَرْضًا حَسَنًا قرض حسنہ اخلاص سے	وَمَا اور جو	تُقَدِّمُوا تم آگے بھیجو گے	لِأَنفُسِكُم اپنے لئے		
مِّنْ خَيْرٍ سے کوئی نیکی	تَجِدُوهُ تم اسے پاؤ گے	عِندَ اللَّهِ اللہ کے ہاں	هُوَ خَيْرًا اور بہتر	وَأَعْظَمَ اور عظیم تر	أَجْرًا اجر میں	

رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا	غَفُوْرٌ بخشنے والا	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	اللّٰهَ اللہ	وَاسْتَغْفِرُوا اور تم بخشش مانگو

تفسیر وتشریح: جیسا کہ گذشتہ درس میں بتلایا گیا تھا کہ اس سورۃ کا صرف پہلا رکوع اول نازل ہوا جس میں قیام لیل کا وجوبی حکم دیا گیا تھا اس کے ایک سال کے بعد یہ دوسرا رکوع نازل ہوا۔ ایک سال تک برابر صحابہ کرام رات کو قیام کرتے رہے حتیٰ کہ پاؤں پر ورم آ گیا تھا۔ تقریباً ایک سال بعد قیام لیل کے حکم میں تخفیف ہوئی جس کا حکم ان آیات میں ظاہر فرمایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اس کے حکم کی پوری تعمیل کی کبھی آدھی کبھی تہائی اور کبھی دو تہائی رات کے قریب اللہ کی عبادت میں گذاری چنانچہ روایات میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے پاؤں رات میں کھڑے کھڑے سوج جاتے اور پھٹنے لگتے تھے بلکہ بعض صحابہ تو اپنے بال رسی سے باندھ لیتے تھے کہ نیند آئے تو جھٹکا لگ کر تکلیف سے آنکھ کھل جائے۔ پھر اس زمانہ میں گھڑی اور گھنٹوں کا سامان نہ تھا۔ روزانہ آدھی۔ تہائی اور دو تہائی رات کی پوری حفاظت کرنا آسان کام نہ تھا۔ اس لئے بعض صحابہ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند کی غفلت میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو۔ اس پر آگے فرمایا گیا کہ رات دن کا صحیح اندازہ اور اس کی پوری پیائش تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ وہی ایک خاص اندازہ سے کبھی رات کو دن سے گھٹاتا کبھی بڑھاتا اور کبھی دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس مقدار وقت کی پابندی میں تم کو سخت محنت لاحق ہوئی ہے۔ ان وجوہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی بھیج دی اور پہلے حکم کو منسوخ فرما دیا اب جس کو رات میں جب اٹھنے کی توفیق ہو اور وہ جتنی نماز اور اس میں جتنا قرآن چاہے پڑھ لے یہاں قرآن پڑھنے سے مراد تہجد کی نماز پڑھنا ہے کہ نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے تو اب امت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض ہے۔ نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید ہے۔ آگے حکم سابق کے نسخ کی دوسری علت بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور روزی کمانے کے لئے یا علم دین وغیرہ حاصل کرنے کے لئے ملک میں سفر کریں گے۔ پھر بعضے وہ مرد مجاہد بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور ان حالتوں میں پابندی تہجد کی اور اوقات کی مشکل تھی اور شب بیداری کے حکم پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا اس لئے بھی تم پر تخفیف کر دی اور اب تم کو اجازت ہے کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو وہ پڑھ لیا کرو۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ فرض نمازیں نہایت اہتمام سے پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرتے رہو کہ انہی باتوں کی پابندی سے بہت کچھ روحانی فوائد اور ترقیات حاصل ہو سکتی ہیں۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ اولین صحابہؓ سے ایک سال تک بہت تاکید کے ساتھ یہ ریاضت شاقہ اس لئے کرائی کہ وہ آئندہ تمام امت کے ہادی و معلم بننے والے تھے۔ ضرورت تھی کہ وہ اس قدر منجھ جائیں اور روحانیت کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ تمام دنیا ان کے آئینہ میں کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ کر سکے اور یہ نفوس قدسیہ ساری امت کی اصلاح کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا سکیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں آیت میں جو اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو فرمایا گیا تو اس کے متعلق بعض محققین علما نے لکھا ہے کہ پنجگانہ نماز کی فرضیت تو شب معراج میں ہوئی اور یہ سورۃ شب معراج سے کئی برس پہلے نازل ہوئی اور نیز اس سورۃ کے نزول کے وقت زکوٰۃ مفروضہ بھی نہ تھی کیونکہ زکوٰۃ مدینہ آ کر فرض ہوئی ہے پھر آیت میں وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ گو پنجگانہ نماز اور زکوٰۃ موجود تھی اور مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ رکوع سجود قیام وقعود میں تسبیح و دعا کرنا فرض تھا اور اسی کو نماز کہتے تھے اور خیرات کرنا بھی اس وقت فرض تھا گو کوئی تعداد خیرات کی معین نہ تھی جیسا کہ بعد میں ہوئی۔ سو اتوا الزکوٰۃ سے وہی خیرات مطلقہ مراد ہے۔ آگے اخلاص کے ساتھ اللہ کے راستہ

میں خرچ کرنے کی ترغیب میں بتلایا گیا کہ اللہ کی راہ میں اس کے احکام کے موافق اخلاص سے خرچ کرنا گویا اللہ کو قرض دینا ہے بایں معنیٰ کہ خدا اس کا بدلہ نفع کے ساتھ تم کو دنیا وآخرت میں دے گا۔ گویا وہ تمہارے اس دیئے ہوئے مال کی ضمانت کرتا ہے تاکہ تم کو اطمینان ہو ورنہ وہ ذات عالی قرض لینے سے پاک ہے اس کو کوئی حاجت نہیں۔ آگے خاتمہ سورۃ پر بتلایا گیا کہ جو نیکی بھی یہاں کرو گے اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے اور بہت بڑا اجر اس پر ملے گا یہ مت سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں وہ یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ نہیں وہ سب سامان اللہ کے ہاں تم سے آگے پہنچ رہا ہے جو عین حاجت کے وقت تمہارے کام آئے گا اور پھر تمام احکام بجالا کر۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ خیرات کر کے اللہ سے معافی مانگو کیونکہ کوئی کتنا ہی محتاط ہو اس سے بھی کچھ نہ کچھ تقصیر ہو جاتی ہے۔ کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ میں نے اللہ کی بندگی کا حق کما حقہ پوری طرح ادا کر دیا۔ تو تمام کاموں میں استغفار کرنے اور اللہ سے گناہ معاف کرانے کے حکم کے بعد بشارت دی گئی کہ بے شک اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ تمہارے قصوروں کو معاف کرنے والا اور تم پر رحم فرمانے والا ہے۔ اے غفور الرحیم تو اپنے فضل سے ہماری خطاؤں اور کوتاہیوں کو بھی معاف فرما دے۔

اس سورۃ کی ابتدا میں قم الیل یعنی رات کو عبادت کا حکم دیا گیا تھا مگر انسان اپنی فطری کمزوریوں کے باعث حق تعالیٰ کے شایان شان عبادت اور اس کی اطاعت کا حق پورا پورا ادا نہیں کر سکتا اس لئے سورۃ کے خاتمہ پر حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کوتاہیوں سے نجات حاصل کرنے کا ایک سہل اور آسان نسخہ اپنے بندوں کو عطا فرما دیا اور وہ نسخہ استغفار ہے اس لئے وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ فرمایا جس کے ساتھ ہی غفور رحیم فرما کر مغفرت اور رحمت کی بشارت بھی سنا دی۔

استغفار کی فضیلت متعدد احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ استغفار پڑھے **استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم واتوب الیه**۔ اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اگرچہ اس نے میدان جہاد سے بھاگنے کا گناہ عظیم کیا ہو۔ مگر یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ استغفار کی حقیقت اپنی گذشتہ تقصیرات اور غلطیوں پر دل سے ندامت اور شرمندگی اور آئندہ کے لئے پھر ایسی غلطی نہ کرنے کا پختہ قصد اور ارادہ اور اگر اس تقصیر کا تدارک مشروع ہو تو اس کو بجالائے ایسی استغفار پر مغفرت ورحمت کا وعدہ ہے۔

سورۃ المزمل کے خواص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سورۃ المزمل پڑھے اللہ تعالیٰ اس سے دنیا وآخرت کی تنگی دور کر دیں گے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے اور استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنی مغفرت ورحمت سے نوازیں۔ حق تعالیٰ ہمیں اپنے جملہ احکام کی اطاعت نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے رات کو کسی درجہ میں ہم کو بھی اپنی عبادت وبندگی کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اور ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادت کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔ اور ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۙ وَلَا

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر (کافروں کو) ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور بتوں سے الگ رہو اور کسی کو

تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۙ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۙ

اس غرض سے مت دو کہ (دوسرے وقت) زیادہ معاوضہ چاہو۔ اور (پھر انذار میں جو ایذا پیش آئے اس پر) اپنے رب کی خوشنودی کے واسطے صبر کیجئے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اے کپڑے میں لپٹے ہوئے (محمدؐ)	قُمْ کھڑے ہوجاؤ	فَاَنْذِرْ پھر ڈراؤ	وَرَبَّكَ اور اپنا رب	فَكَبِّرْ بڑائی بیان کرو	وَثِيَابَكَ اور اپنے کپڑے
فَطَهِّرْ سو پاک کر	وَالرُّجْزَ اور پلیدی	فَاهْجُرْ سو دور رہو	وَلَا تَمْنُنْ اور احسان نہ رکھو	تَسْتَكْثِرُ زیادہ لینے (کی غرض سے)	
وَلِرَبِّكَ اور اپنے رب کیلئے	فَاصْبِرْ صبر کرو				

تفسیر و تشریح: سورۃ کی ابتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کے خطاب سے فرمائی جاتی ہے یعنی اے کپڑا اوڑھنے والے چونکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھ کر کچھ ہیبت ہوئی تھی اور اس سے سردی معلوم ہوئی تھی اس لئے آپ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے کہ اسی حالت پر مخاطب کر کے فرمایا کہ اے کپڑا اوڑھنے والے آپ اپنی جگہ سے اٹھئے اور مستعد ہو کر لوگوں کو ڈرایئے۔ یعنی فرشتہ کی ہیبت سے آپ کو گھبرانا اور ڈرنا نہیں چاہئے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ سب آرام و چین چھوڑ کر دوسروں کو خدا کا خوف دلائیں اور کفر و معصیت کے برے انجام سے ڈرائیں جو کہ مقتضا منصب نبوت کا ہے۔ علماء نے یہاں لکھا ہے جیسے آپ نذیر تھے یعنی ڈرانے والے ویسے ہی آپ بشیر بھی تھے یعنی خوشخبری اور بشارت دینے والے مگر ابتدائی حالت میں بشارت کا موقع نہ تھا اس لئے کہ دنیا بدکاری اور بت پرستی کے گرداب میں پڑی ہوئی تھی اس لئے مقدم یہی بات تھی کہ ان کو ہلاکت کے کاموں سے ڈرایا اور بچایا جائے اس کے بعد اصول حسنات پر قائم ہونے سے بشارت کا موقع آئے گا اس لئے ابتدائے نبوت میں یہاں صرف انذار یعنی ڈرانے کا حکم دیا گیا۔ اب چونکہ لوگوں کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ڈرانا اور عذاب آخرت کی خبر دینا بغیر اس کے مخاطبین کے ذہن نشین نہیں ہوتا کہ خداوند عالم کی بزرگی و عظمت کو بیان کیا جائے اس لئے آگے حکم وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ دیا گیا کہ اپنے رب کی بڑائی و بزرگی کا اظہار کیجئے کیونکہ رب کی بولنے اور اس کی بزرگی و عظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے تاکہ مشرکوں کے دلوں سے خدا کی قدرت و یکتائی سن کر بتوں اور خیالی معبودوں کی وقعت کم ہو اور وہ توحید کی طرف مائل ہوں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ کفر و انکار پر جو بلا و مصیبت ان پر آئے گی وہ ان کے فرضی معبود دفع نہ کر سکیں گے۔ الغرض عقیدہ تکبیر یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس اور اس کی بڑائی و بزرگی ہر شخص پر سب سے اول لازم ہے اور تمام فرائض سے زیادہ اہم ہے اور تمام اعمال و اخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہئے۔ اس کی خلاف ورزی قابل معافی ہے۔ نہ کسی سے واجب ساقط ہو سکتا ہے اس لئے یہاں اور کسی فرض کو بیان کرنے سے پہلے خداوند عالم کی عظمت و جبروت بڑائی و بزرگی بیان کرنے کا حکم دیا گیا۔ اب چونکہ تکبیر کا اثر طہارت کی حالت میں زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس کے بعد

وثیابک فطھر کا حکم دیا جاتا ہے یعنی اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔ علماء کے اس کی تفصیل میں دو قول ہیں۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ یہاں ظاہری کپڑوں کا ظاہری نجاست سے پاک رکھنے کا حکم ہے۔ اور جب کپڑوں کو ظاہری نجاسات سے پاک رکھنا مراد ہوگا اس لئے بیان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ مشرکین اپنے کپڑے اور بدن کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور ظاہری طہارت و پاکی کو باطنی طہارت و پاکی میں بڑا اثر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں کپڑوں کے پاک رکھنے سے نفس کا برے اخلاق سے پاک رکھنا مراد لیا ہے آگے فرمایا گیا والرجز فاھجر یعنی گندگی سے دور رہئے۔ اس کی تفسیر میں بھی مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض نے رجز سے مراد بت لئے ہیں یعنی بتوں سے دور رہئے ان کے قریب بھی نہ جائیے جیسے اب تک دور رہے ہیں۔ اور بعض نے یہ معنی لئے ہیں کہ ایسے عقائد اور اعمال ترک کر دیجئے جو موجب عذاب ہیں۔ اور بعض نے لغوی نجاستیں مراد لی ہیں جو آدمی کی روح کو گندہ کرتی ہیں۔ غرض کہ اس آیت میں ہر طرح کی طہارت ظاہری و باطنی کی تاکید مقصود ہے آگے وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت بلند ہمتی اور اولوالعزمی کی تلقین فرمائی گئی کہ جو کچھ آپ کسی کو دیں یا کسی پر احسان کریں۔ اس میں روپیہ پیسہ یا علم و ہدایت اور دعوت و تبلیغ وغیرہ سب شامل ہیں اس سے بدلا یا معاوضہ نہ چاہئے۔ یعنی نہ کسی کو کوئی چیز اس نیت سے دیجئے۔ کہ وہ عوض میں زیادہ کر کے دے۔ آپ محض اپنے رب کے دیئے ہوئے پر شاکر و صابر رہئے اور جو شدائد دعوت و تبلیغ کے راستہ میں پیش آئیں ان کو اللہ کے واسطے صبر و تحمل سے برداشت کریں اور اسی کے حکم کی راہ دیکھیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ ان ابتدائی آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطے سے امت کے اہل علم اور اہل فضل لوگوں کو تبلیغ دین اور دعوت اسلامی کا پیغام تمام انسانوں تک پہنچانے کے لئے پانچ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی ہدایت و تعلیم دی گئی۔

اول اپنے قول و فعل یعنی زبان اور عمل سے ظاہر کریں کہ اللہ تعالے سب سے بڑا بزرگ و برتر ہے۔ اس کے سوا نہ کسی سے ڈرنا اور نہ کسی سے اپنی حاجت براری اور کارسازی کی امید رکھنا۔ نہ کسی سے نفع کی امید ور نہ نقصان کا خوف رکھنا۔

دوسرے کپڑوں کو بدن کو اور اپنے نفس اور قلب اور اخلاق کو صاف رکھنا یعنی ظاہر اور باطن دونوں کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنا۔

تیسرے ناپاک اور گندی باتوں اور کاموں سے دور رہیں۔ اور سب سے بڑھ کر ناپاک اور گندہ عقیدہ شرک کا ہے اس لئے سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر اس سے بچیں۔

چوتھے ہر معاملہ میں ہمت اور اولوالعزمی سے کام لیں۔ کسی پر کوئی احسان اس توقع سے نہ کریں کہ آگے چل کر وہ ان کے ساتھ اس سے بڑھ کر احسان کرے یعنی دوسروں کو دینی یا دنیوی فائدہ کسی اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے پہنچائیں۔

پانچویں اللہ کے احکام پر چلنے میں اور اس کی فرماں برداری میں اور دعوت و تبلیغ کے راستہ میں جو مشقتیں اور مشکلیں پیش آئیں انہیں اللہ کے واسطے صبر و تحمل سے برداشت کریں اور حوصلہ مندی اور صبر و استقلال سے اپنا کام برابر انجام دیتے رہیں۔

الغرض جب ان آداب کے ساتھ دعوت دین اسلام لوگوں کو پہنچا دی جائے اور پھر وہ لوگ از راہ تکبر و عناد توحید و رسالت اور قرآن و آخرت کے منکر بنے رہیں تو پھر ان لوگوں کو قیامت میں سخت سزا دی جائے گی۔ جہنم میں داخل کیا جائے گا اور وہاں کے عذاب کیسے سخت ہوں گے یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ﴿۸﴾ فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ﴿۹﴾ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ﴿۱۰﴾

پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا۔ جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ

مجھ کو اور اس شخص کو (اپنے اپنے حال پر) رہنے دو جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اس کو کثرت سے مال دیا۔ اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے۔ اور سب طرح کا سامان

لَهٗ تَمْهِیْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ﴿۱۵﴾ کَلَّا ؕ اِنَّهٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾

اس کیلئے مہیا کر دیا۔ پھر بھی اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ (اس کو) اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں (کیونکہ) وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ اس کو عنقریب دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا۔

اِنَّهٗ فَکَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾

اس شخص نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی۔ سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی۔ (اور) پھر (مکرر) اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی۔ پھر (حاضرین کے چہروں کو) دیکھا۔ پھر منہ بنایا

ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾

اور زیادہ منہ بنایا۔ اور پھر منہ پھیرا اور تکبر کیا۔ پھر بولا کہ بس یہ جادو ہے (جو اوروں سے) منقول ہے۔ بس یہ تو آدمی کا کلام ہے۔ میں اس کو جلدی دوزخ میں داخل کروں گا۔

فَاِذَا نُقِرَ پھر جب پھونکا جائیگا	فِی النَّاقُوْرِ صور میں	فَذٰلِکَ تو وہ	یَوْمَئِذٍ اس دن	یَوْمٌ دن	عَسِیْرٌ بڑا دشوار	عَلَی الْکٰفِرِیْنَ کافروں پر	
غَیْرُ یَسِیْرٍ نہ آسان	ذَرْنِیْ مجھے چھوڑ دو	وَمَنْ اور جسے	خَلَقْتُ میں نے پیدا کیا	وَحِیْدًا اکیلا	وَجَعَلْتُ اور میں نے دیا	لَهٗ اسے	مَالًا مَّمْدُوْدًا مال کثیر
وَّبَنِیْنَ اور بیٹے	شُهُوْدًا سامنے حاضر رہنے والے	وَّمَهَّدْتُّ اور بچھایا (مہیا کیا)	لَهٗ اس کیلئے	تَمْهِیْدًا بچھونا (سامان)	ثُمَّ پھر	یَطْمَعُ وہ طمع کرتا ہے	
اَنْ اَزِیْدَ کہ (اور) زیادہ دوں	کَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّهٗ بیشک وہ	کَانَ ہے	لِاٰیٰتِنَا ہماری آیات کا	عَنِیْدًا عناد رکھنے والا (مخالف)	سَاُرْهِقُهٗ اب اس سے چڑھواؤنگا	
صَعُوْدًا بڑی چڑھائی	اِنَّهٗ بیشک اس نے	فَکَّرَ سوچا	وَقَدَّرَ اور اسنے اندازہ کیا	فَقُتِلَ سو وہ مارا جائے	کَیْفَ کیسا	قَدَّرَ اس نے اندازہ کیا	
ثُمَّ قُتِلَ پھر وہ مارا جائے	کَیْفَ کیسا	قَدَّرَ اس نے اندازہ کیا	ثُمَّ پھر	نَظَرَ اس نے دیکھا	ثُمَّ عَبَسَ پھر اس نے تیوری چڑھائی	وَبَسَرَ اور منہ بگاڑ لیا	
ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پیٹھ پھیر لی	وَاسْتَکْبَرَ اور اسنے تکبر کیا	فَقَالَ تو اس نے کہا	اِنْ هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّا سِحْرٌ مگر (صرف) جادو	یُّؤْثَرُ اگلوں سے نقل کیا جاتا ہے		
اِنْ هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّا مگر (صرف)	قَوْلُ الْبَشَرِ آدمی کا کلام	سَاُصْلِیْهِ عنقریب اسے ڈالدوں گا	سَقَرَ سقر (جہنم)			

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت آئے گی اور صور پھونکا جائے گا تو وہ دن سراسر مشکلات اور سختیوں سے بھرا ہوگا ان لوگوں کے لئے جنہوں نے دنیا میں اللہ کی توحید کا انکار کیا ہوگا اور اللہ کے رسول کو نہ مانا ہوگا۔ اس دن ایسے منکرین کے لئے ذرا آسانی اور سہولت نہ ہوگی بلکہ اس دن کی سختی دم بدم ان پر بڑھتی جائے گی بخلاف مؤمنین کے کہ اگر وہ سختی بھی دیکھیں گے تو پھر کچھ مدت کے بعد آسانی کر دی جائے گی۔

احادیث اور قرآنی آیات کی روشنی میں نفخ صور کے متعلق لکھا ہے کہ قیام قیامت کی اول علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے اور دنیاوی نعمتیں اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی اور یہ دنیا صرف بدکرداروں اور خدا فراموشوں کی دنیا رہ جائے گی کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا یعنی محرم کا مہینہ صبح

ہوتے ہی جب کہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کہ ناگاہ ایک باریک لمبی آواز لوگوں کو سنائی دے گی ۔ یہی نفخ صور ہوگا ۔ تمام اطراف کے لوگ اس کے سننے میں یکساں ہوں گے اور حیران ہوں گے کہ یہ آواز کیسی ہے اور کہاں سے آتی ہے پس رفتہ رفتہ یہ آواز مانند کڑک بجلی کے سخت و بلند ہوتی جائے گی آدمیوں میں اس کی وجہ سے بڑی بے چینی و بے قراری پھیل جائے گی جب وہ آواز پوری سختی پر آ جائے گی تو لوگ خوف و ہیبت کی وجہ سے مرنے شروع ہو جائیں گے زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدانوں میں بھاگیں گے اور وحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی آبادی میں آ جائیں گے ۔ زمین جا بجا شق ہو جائے گی ۔ سمندر ابل کر قرب و جوار کے مواضعات پر چڑھ جائیں گے ۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہواؤں کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے ۔ گرد و غبار کے اٹھنے اور آندھیوں کے آنے کے سبب جہاں تیرہ و تار ہو جائے گا اور وہ آواز دم بدم سخت ہو تی جائے گی یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے اور چاند و سورج ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر اور آپس میں ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے حتیٰ کہ آسمانوں کے فرشتے بھی یکے بعد دیگرے سب فنا ہو جائیں گے اور بجز ذات ذوالجلال والاکرام کے کوئی باقی نہ رہے گا ۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیونکر خوش اور بے غم ہو کر رہ سکتا ہوں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ صور والا فرشتہ (یعنی اسرافیل علیہ السلام) صور کو اپنے منہ میں لئے ہوئے ہے اور اپنا کان اس نے لگا رکھا ہے اور اس کی پیشانی جھکی ہوئی ہے ۔ وہ انتظار میں ہے کہ کب اس کو صور پھونکنے کا حکم ہو اور وہ پھونک دے یعنی جب مجھے اس واقعہ کا علم ہے تو میں کیسے اس دنیا میں اطمینان اور خوشی سے رہ سکتا ہوں ۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمیں آپ کا کیا حکم ہے؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ جب معاملہ اتنا خطرناک ہے تو ہمیں آپ کا کیا حکم ہے ۔ ہماری رہنمائی فرمایئے کہ قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں سے بچنے کے لئے ہم کیا کریں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھتے رہا کرو۔

الغرض یہاں وعید سنائی گئی کہ وہ دن کافروں پر نہایت سخت ہوگا اور ان کے لئے مطلق کوئی آسانی اور سہولت نہ ہوگی ۔ یہ تو تھی عام وعید تمام کفار و منکرین کے لئے آگے کفار میں سے بعض خاص کا ذکر ہے ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا اور اگلی آیات مکہ کے ایک کافر رئیس و سردار ولید بن مغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں ۔ ولید بن مغیرہ کافر اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اور دنیوی مال و جاہ اور ثروت و لیاقت کے اعتبار سے عرب میں فرد واحد اور یکتا سمجھا جاتا تھا ۔ اس کے دس ۱۰ بیٹے تھے جو اس کے پاس رہتے تھے اور بوجہ فراغت معاش کے ان کو تلاش معاش کے لئے کہیں جانا نہ پڑتا تھا ۔ وہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ آپؐ نے قرآن پڑھ کر سنایا جس سے وہ کسی قدر متاثر ہوا مگر ابوجہل نے اس کو ورغلایا اور قریش میں چرچا ہونے لگا کہ اگر ولید مسلمان ہو گیا تو بڑی خرابی ہوگی ۔ غرض سب جمع ہوئے اور آپ کے بارہ میں گفتگو ہوئی ۔ کسی نے کہا شاعر ہیں ۔ کسی نے کاہن بتلایا ۔ ولید نے کہا میں شعر و شاعری میں خود بڑا ماہر ہوں ۔ اور کاہنوں کی باتیں بھی بہت سنی ہیں ۔ قرآن نہ شعر ہے نہ کہانیت ۔ لوگوں نے کہا کہ آخر تیری کیا رائے ہے کہنے لگا کہ ذرا سوچ لوں ۔ آخر تیوری بدل کر اور منہ بنا کر کہا کچھ نہیں مجھ کو جادو معلوم ہوتا ہے جو جادوگروں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے حالانکہ پیشتر قرآن سن کر کہہ چکا تھا کہ یہ سحر بھی نہیں اور مجنونانہ کلام بھی نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے مگر محض برادری کو خوش کرنے کے لئے اب یہ بات بنا دی ۔ اس کافر ولید بن مغیرہ جس کے بارے میں بتلایا گیا کہ اس کو اللہ نے پیدا کیا تو یہ تنہا تھا ۔ اپنے ساتھ دھن دولت مال اولاد کچھ نہ لایا تھا ۔ اللہ ہی نے اسے مال و دولت حکومت سرداری ۔ اولاد عزت سب کچھ عطا کیا ۔ ہمہ وقت پاس رہنے والے

دس بیٹے دیئے۔ تجارتی کاروبار اور دوسرے کام کاج کے لئے نوکر چاکر دیئے تو چاہئے یہ تھا کہ اس مال و دولت اور اولاد کا شکر بجا لاتا اور اللہ پر ایمان لے آتا مگر الٹا یہ اللہ کی آیتیں اور کلام سن کر ان کا منکر ہوا اور مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اور کفر و شرک پر جما رہا اور زیادہ مال دولت جمع کرنے کی غرض میں منہمک رہا۔ اس کافر ولید بن مغیرہ کے سامنے اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی جنت کی نعمتوں کا ذکر فرماتے تو کہتا کہ اگر یہ شخص اپنے بیان میں سچا ہے تو یقین ہے کہ وہاں کی نعمتیں بھی مجھے ہی ملیں گی۔ اس پر آیت میں فرمایا گیا کہ باوجود اس قدر ناشکری اور حق ناشناسی کے یہ بھی امید اور توقع رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت کی نعمتیں اور زیادہ دے گا۔ ہرگز نہیں جب وہ منعم حقیقی کی آیتوں کا مخالف ہے تو اسے ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ ایسی توقع باندھے اور خیالی پلاؤ پکائے۔ لکھا ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد پے در پے اس کے مال دولت میں نقصان ہونا شروع ہوا آخر فقیر ہو کر ذلت کے ساتھ مر گیا۔ مگر خدا کی قدرت اور اسلام کی حقانیت کا کرشمہ کہ اسی ولید بن مغیرہ کی اولاد میں سے بعد میں چار دولت ایمان سے مشرف ہوئے یعنی ولید بن ولید خالد بن ولید اور عمارہ اور ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت خالدؓ ہیں جنہوں نے اس قدر جہاد کیا اور کفار کو اس قدر مارا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی امیر الامرائی کا منصب ان کو ملا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔ اور ملک شام و عراق انہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ آگے اس کافر ولید بن مغیرہ جس کے بارہ میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں بتلایا جاتا ہے کہ یہ جھوٹی توقع رکھتا ہے کہ جنت و آخرت کی نعمتیں بھی اسی کو زیادہ ملیں گی تو وہ سن لے اور یاد رکھے کہ آخرت میں اسے سخت ترین مصائب میں گرفتار ہونا ہے اور وہ جہنم کے پہاڑ پر چڑھایا اور اتارا جائے گا۔ حدیث کی ایک روایت میں ہے کہ صعود دوزخ میں ایک آگ کا پہاڑ ہے جس پر کافر ستر ۷۰ برس تک چڑھایا جائے گا اور پھر وہاں سے گرایا جائے گا اور ہمیشہ ایسا ہی اس کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ اور ایک دوسری روایت میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ صعود دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے جس پر زبردستی کافر کو چڑھایا جائے گا اور اس کی سوزش کا یہ حال ہے کہ جب کافر اس پر ہاتھ رکھے گا تو رکھتے ہی جل کر بھسم ہو جائے گا اور پھر اسی وقت نیا بنے گا اور پھر جلے گا اور اسی طرح اس کے پاؤں کا حال ہوگا کہ اس پر رکھتے ہی جل جائیں گے اور پھر نئے بنیں گے اور اسی تکلیف اور مشقت سے اس کو زنجیروں سے فرشتے کھینچیں گے پھر جب اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے گا تو اس کو اوپر سے نیچے گرا دیں گے پھر اس کو مار مار کر اوپر چڑھائیں گے اور پھر گرا دیں گے اور اسی عذاب میں ابدالآباد تک رہے گا۔ تو اس ولید بن مغیرہ کافر کے متعلق بتلایا گیا کہ اس کو جہنم کے آتشی پہاڑ صعود پر چڑھایا جائے گا اور یہ سزا اس بدبخت کو اسی وجہ سے ہوگی کہ اس نے دل میں سوچ کر ایک بات تجویز کی کہ قرآن جادو ہے۔ خدا غارت کرے کیسی مہمل تجویز کی۔ پھر خدا غارت کرے اس کو کہ اپنی قوم کے جذبات کے لحاظ سے کیسی برمحل تجویز نکالی کہ کلام اللہ کو جادو بتلا کر ان کو خوش کیا۔ یہ ولید بن مغیرہ کی اسی گفتگو کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا یعنی قریش کے مجمع پر نگاہ ڈالی پھر خوب منہ بنایا کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت کراہت اور انقباض ہے۔ پھر پیٹھ پھیر لی گویا بہت ہی قابل نفرت چیز کے متعلق کچھ بیان کرنا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل اس کی حقانیت کا اقرار کر چکا تھا اب برادری کی خوشنودی کے لئے اس سے پھر گیا اور نہایت غرور و تکبر کے انداز میں کہنے لگا کہ بس اور کچھ نہیں یہ جادو ہے جو پہلوں سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے اور یقیناً یہ آدمی کا کلام ہے جو جادو بن کر باپ کو بیٹے سے اور دوست کو دوست سے جدا کر دیتا ہے۔ اس پر اسے وعید سنائی جاتی ہے کہ اس تکبر اور عناد کا مزہ اس کو جہنم میں ڈال کر چکھایا جائے گا۔

یہاں ان آیات میں کافر سردار ولید بن مغیرہ پر اللہ تعالیٰ نے جو دنیوی انعامات فرمائے تھے ان میں یہ بھی فرمایا وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا یعنی اس کے پاس رہنے والے بیٹے دیئے۔ اس دنیوی انعام کے متعلق حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا یعنی اولاد پاس حاضر اور موجود۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسا اولاد کا پیدا ہونا اور اس کا باقی رہنا اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں اسی طرح اولاد کا اپنے پاس حاضر اور موجود ہونا بھی ایک بڑا انعام ہے جو والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب کے سکون کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ان کی حاضری سے اپنی خدمت اور کاروبار میں امداد کا فائدہ مزید برآں ہے۔ اس (نام نہاد) معکوس ترقی نے جو یہ زمانہ کر رہا ہے صرف سونے چاندی کے سکوں بلکہ ان سکوں کے اب تو اقرار ناموں یعنی نوٹوں کا نام عیش و آرام رکھ لیا ہے جس کے لئے والدین بڑے فخر سے اولاد کو دوسرے ملکوں میں پھینک دیتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں کہ اگر چہ سالہا سال بلکہ عمر بھر اولاد کی صورت بھی نہ دیکھیں مگر ان کی بڑی تنخواہ اور آمدنی کی خبر ان کے کانوں تک پہنچتی رہے اور یہ اس خبر کے ذریعہ اپنی برادری میں برتری ثابت کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ آرام و راحت کے مفہوم سے بھی بے خبر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کو بھلانے کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے کہ وہ خود اپنے آپ کو یعنی اپنی اصلی آرام و راحت کو بھی بھول جائے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا۔ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ (سورہ حشر) (جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دنیوی انعامات و احسانات کی کما حقہ قدر عطا فرمائیں اور ان کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

الغرض یہاں ولید بن مغیرہ کو وعید عذاب آخرت کی سنائی گئی کہ وہ جہنم رسید ہوگا۔ اب وہ جہنم اور اس کی سزا کا کیا حال ہوگا۔ یہ آخری آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت کی سختیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں اور وہاں کی ذلت اور رسوائیوں سے ہمیں بچا لیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو مال و دولت اور اہل و عیال ہم کو عطا فرمائے ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں اور کفران نعمت سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو جو ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے۔ اس پر استقامت نصیب کریں اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا

اور تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے۔ نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی۔ (اور) وہ (جلا کر) بدن کی حیثیت بگاڑ دیگی۔ اس پر انیس فرشتے ہوں گے۔ اور ہم نے

جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ

دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے جو ان کی تعداد (ذکر میں) ایسی رکھی ہے جو کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو۔ تو اس لئے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں۔ اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے۔ اور اہل کتاب

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا

اور مؤمنین شک نہ کریں۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں (شک کا) مرض ہے اور کافر لوگ کہنے لگیں کہ اس عجیب مضمون سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے۔

مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ

اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کردیتا ہے۔ اور تمہارے رب کے لشکروں کو بجز رب کے

وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ ع

کوئی نہیں جانتا اور دوزخ (کا حال بیان کرنا) صرف آدمیوں کی نصیحت کیلئے ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تم کیا سمجھے؟	مَا سَقَرُ سقر کیا ہے	لَا تُبْقِيْ وہ نہ باقی رکھے گی	وَلَا تَذَرُ اور نہ چھوڑے گی	لَوَّاحَةٌ جھلس دینے والی	لِلْبَشَرِ آدمی کو	
عَلَيْهَا اس پر ہیں	تِسْعَةَ عَشَرَ انیس (داروغہ)	وَمَا جَعَلْنَآ اور ہم نے نہیں بنائے	اَصْحٰبَ النَّارِ دوزخ کے داروغہ	اِلَّا مگر (صرف)		
مَلٰٓئِكَةً فرشتے	وَمَا جَعَلْنَا اور ہم نے نہیں رکھی	عِدَّتَهُمْ ان کی تعداد	اِلَّا فِتْنَةً مگر (صرف) آزمائش کو	لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کیلئے جو کافر ہوئے		
لِيَسْتَيْقِنَ تاکہ وہ یقین کرلیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْكِتٰبَ کتاب دی گئی (اہل کتاب)	وَيَزْدَادَ اور زیادہ ہو	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا جو لوگ ایمان لائے		
اِيْمَانًا ایمان	وَلَا يَرْتَابَ اور شک نہ کریں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْكِتٰبَ کتاب دی گئی	وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن (جمع)	وَلِيَقُوْلَ اور تاکہ وہ کہیں	
الَّذِيْنَ وہ لوگ	فِيْ قُلُوْبِهِمْ جن کے دلوں میں	مَّرَضٌ روگ	وَالْكٰفِرُوْنَ اور کافر (جمع)	مَاذَا کیا	اَرَادَ اللّٰهُ ارادہ کیا اللہ نے	بِهٰذَا اس
مَثَلًا مثال	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُضِلُّ اللّٰهُ اللہ گمراہ کرتا ہے	مَنْ يَّشَاۗءُ جس وہ چاہتا ہے	وَيَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَاۗءُ جسے وہ چاہتا ہے	
وَمَا يَعْلَمُ اور نہیں جانتا	جُنُوْدَ لشکروں	رَبِّكَ تیرے رب کے	اِلَّا هُوَ سوائے وہ (خود)	وَمَا هِيَ اور نہیں یہ	اِلَّا ذِكْرٰى مگر نصیحت	لِلْبَشَرِ آدمی کیلئے

تفسیر وتشریح: ان آیات میں کچھ جہنم اور اس کے آزار کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کچھ خبر ہے کہ وہ دوزخ کیسی چیز ہے۔ وہ ایسی ہولناک ہے کہ دوزخیوں کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دے گی جو جلنے سے بچ جائے یعنی ہڈی۔ گوشت۔ پوست کوئی چیز جلنے سے نہ چھوٹے گی اور پھر جلانے کے بعد اسی حالت پر بھی نہ چھوڑے گی بلکہ دوبارہ اصلی حالت پر لوٹائے جائیں گے۔ اور نیا جسم تیار ہوگا اور پھر جلیں گے اور یہ سلسلہ

ہمیشہ ابدالآباد تک ہوتا رہے گا اور وہ آگ جلا کر بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی۔اور اس دوزخ کے انتظام پر جو فرشتوں کا لشکر ہوگا اس کے افسر ۱۹ فرشتے ہوں گے جن میں سب سے بڑے ذمہ دار کا نام ''مالک'' ہے۔یہاں آیت میں جو عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ فرمایا یعنی اس پر ۱۹ فرشتے مقرر ہوں گے تو مفسرین نے ۱۹ کے عدد کی حکمتیں تفصیل سے لکھی ہیں اور اس پر بہت کچھ کلام کیا ہے مگر اس سلسلہ میں جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے وہ دل کو سب سے زیادہ لگتا ہے اس لئے یہاں اسی تفصیل کو نقل کیا جاتا ہے۔حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں ۱۹ فرشتوں کے مقرر ہونے سے ظاہر ہے کہ عذاب کا بہت ہی اہتمام ہوگا اور نکتہ خاص ۱۹ کے عدد میں حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے لیکن اوروں نے جو ذکر کیا ہے ان سب میں اقرب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس حقیر کے قلب میں القا فرمایا ہے وہ یہ کہ اصل تعذیب کفار کی عقائد حقہ کی مخالفت پر ہے اور عقائد قطعیہ جو عمل سے متعلق نہیں نو ۹ ہیں:۔

۱-ایمان لانا اللہ تعالیٰ پر ۲-اعتقاد رکھنا کہ عالم حادث ہے۔
۳-ایمان لانا فرشتوں پر ۴-ایمان لانا اللہ کی سب کتابوں پر
۵-ایمان لانا تمام پیغمبروں پر ۶-ایمان لانا تقدیر پر
۷-ایمان لانا قیامت کے دن پر۔ ۸-جنت کا یقین کرنا
۹-دوزخ کا یقین کرنا۔

اور عقائد قطعیہ جو عملیات کے متعلق ہیں دس ہیں:۔

پانچ مامورات کے متعلق ہیں ان کے متعلق وجوب کا اعتقاد اور پانچ منہیات کے متعلق ہیں ان کی تحریم کا اعتقاد۔

وہ پانچ مامورات جو شعائر اسلام ہیں یہ ہیں:۔

۱-تلفظ بالشہادتین ۲-اقامت صلوٰۃ ۳-ایتاء زکوٰۃ
۴-صوم رمضان ۵-حج بیت اللہ

اور پانچ منہیات کے متعلق یہ ہیں:

۱-سرقہ ۲-زنا ۳-قتل ۴-بہتان

۵-عصیان فی المعروف جس میں غیبت۔ظلم یتیموں کا مال کھانا وغیرہ سب آ گیا۔

پس یہ سب عقائد مل کر ۱۹ ہوئے شاید ایک ایک عقیدہ کے مقابلہ میں ایک ایک فرشتہ معین ہوا اور چونکہ ان سب میں ایک عقیدہ سب سے بڑا ہے یعنی توحید اس لئے ان فرشتوں میں بھی ایک فرشتہ سب سے بڑا مقرر ہوا ہو یعنی ''مالک''۔واللہ اعلم باسرارہ۔

بہرحال جب قرآن پاک میں یہ خبر دی گئی کہ دوزخ پر ۱۹ فرشتے مقرر ہیں جو اس کے خازن ہیں تو ہمارا تو اس پر ایمان ہے۔اب جب یہ آیت عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ نازل ہوئی تو ۱۹ کا عدد سن کر مشرکین مکہ ٹھٹھ کرنے لگے ایک کافر جو ابوالاشد کے لقب سے مشہور تھا اور وہ بڑا قوی تھا اس نے کہا کہ اے قریش تم اس سے مت ڈرنا میں دس فرشتوں کو تو داہنے شانہ سے اور ۹ کو بائیں شانہ سے ہٹا دوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ وہ فرشتے تو ۱۹ ہی ہیں اور تم بہت سے ہو کیا دس دس آدمی بھی ایک ایک کو کافی نہ ہوں گے۔ ایک پہلوان کافر بولا کہ سترہ ۱۷ کو تو میں اکیلا کافی ہوں دو کا تم مل کر تیا پانچا کر لینا اس پر اگلی آیت نازل ہوئی اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں جن کی قوت کا یہ حال ہے کہ ایک ایک فرشتہ کی قوت کا تمام جن وانس مقابلہ نہیں کر سکتے۔قوم لوط کی ساری بستی کو ایک فرشتہ نے ایک بار اوپر اٹھا کر پٹک دیا تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کو عذاب دینے کے لئے انیس فرشتوں کی گنتی خاص حکمت سے رکھی ہے اور اس تعداد کے بیان کرنے میں منکروں کی جانچ ہے کہ کون اس تعداد کو سن کر ڈرتا ہے اور کون ہنسی مذاق اڑاتا ہے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو ۱۹ کی تعداد کی اطلاع اس غرض سے دی کہ اہل کتاب آپ کی نبوت اور قرآن کا یقین کر لیں کیونکہ یہ تعداد ملائکہ اس تعداد کے موافق ہے جس کی صراحت توریت وانجیل میں کی گئی ہے اور اہل ایمان کے ایمان کیفیت میں اضافہ ہو اس وجہ سے بھی کہ ان کا اس تعداد پر ایمان

ہوگا اور اس لئے بھی کہ اہل کتاب اس کی تصدیق کریں گے اور اس تصدیق سے مومنوں کے ایمان ویقین میں اور زیادتی ہوگی۔ غرضکہ اس ۱۹ کی تعداد کے بیان سے اہل کتاب کے دلوں میں قرآن کی حقیقت کا یقین پیدا ہوگا اور یہ دیکھ کر مومنین کا ایمان بڑھے گا اور ان دونوں جماعتوں کو قرآن کے بیان میں کوئی شک وتردد نہ رہے گا۔ نہ مشرکین کے استہزاء وتمسخر سے وہ کچھ دھوکہ کھائیں گے۔ ہاں جن لوگوں کے دلوں میں شک کا مرض ہے یا کھلے ہوئے منکر ہیں وہ کہیں گے کہ اس ۱۹ کے شمار کے بیان سے کیا غرض تھی۔ بھلا ایسی بے تکی اور غیر موزوں بات کو کون مان سکتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ اس پر آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ایک ہی بات اور ایک ہی باب یعنی جہنم پر ۱۹ فرشتوں کا مقرر ہونا اس سے بداستعداد آدمی گمراہ ہوجاتا ہے اور سلیم الطبع راہ پالیتا ہے۔ جسے ماننا مقصود نہ ہو وہ کام کی بات کو ہنسی مذاق میں اڑا دیتا ہے اور جس کے دل میں خوف خدا اور نور توفیق ہو اس کے ایمان و یقین میں ترقی ہوتی ہے۔ پھر آگے بتلایا گیا کہ یہ ۱۹ کی تعداد تو صرف کارکنان یا جہنم کے افسران کو بتلائی گئی ہے ورنہ اللہ کے بے شمار لشکروں اور لاتعداد فرشتوں کی کثرت اس قدر ہے کہ اس کو بجز باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اگر وہ چاہتے تو بے انتہا فرشتوں کو جہنم پر خازن بنا دیتے اور اب بھی گو خازن اور افسر کی حیثیت سے ۱۹ ہی ہیں مگر ان کے ماتحت ان کے مددگار بہت کثرت سے ہیں چنانچہ مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جہنم اس حال میں حاضر کی جاوے گی کہ اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوں گے۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اصل مقصود جو جہنم کا ذکر کرنے سے ہے وہ عدد کی قلت یا کثرت کا تعین یا انکشاف حکمت تخصیص یا عدم انکشاف پر موقوف نہیں اصل مقصود یہ ہے کہ دوزخ کا حال بیان کرنا صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے تاکہ وہاں کے عذاب کو سن کر ڈریں اور ایمان لائیں۔

ابھی جہنم کی عقوبت اور اس میں گرفتار ہونے والوں کا حال اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ جہنم کے آزار ومصائب سے ہمیں اور تمام امت مسلمہ کو بچائیں۔ قرآن پاک نے جو غیب کی خبریں بتائی ہیں اس پر ہم کو ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح کی گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں اور ہدایت کے راستہ پر ہم کو مستقیم رکھیں۔

اے اللہ آپ نے جو قرآن کریم میں جہنم وجنت کی خبریں دی ہیں وہ حق ہیں ان پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور ہم آپ سے جنت کا سوال اور جہنم کے عذاب سے پناہ چاہتے ہیں۔ یا اللہ ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف وخشیت اور نور توفیق وہدایت عطا فرما کہ ہم غیبی امور پر یقین کامل رکھ کر اپنے ایمان میں ترقی کرتے رہیں اور شک وشبہ کے مرض سے محفوظ رہیں۔

آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾

بالتحقیق قسم ہے چاند کی۔ اور رات کی جب جانے لگے۔ اور صبح کی جب روشن ہو جائے۔ کہ وہ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے۔ جو انسان کیلئے بڑا ڈراوا ہے۔

لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾

(یعنی تم میں جو آگے کی طرف) کو بڑھے اس کیلئے بھی یا جو (خیر سے) پیچھے کو ہٹے اس کیلئے بھی۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں محبوس ہوگا۔ مگر داہنے والے کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے۔

فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾

(اور) مجرموں (یعنی کفار) کا حال (خود ان کفار ہی سے) پوچھتے ہوں گے۔ کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا۔ وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے۔

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾

اور نہ غریب کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغلہ میں رہا کرتے تھے۔ اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔

حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾

یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی۔ سو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔

كَلَّا نہیں نہیں	وَالْقَمَرِ قسم ہے چاند کی	وَاللَّيْلِ اور رات	إِذْ أَدْبَرَ جب وہ پیٹھ پھیرے	وَالصُّبْحِ اور صبح	إِذَا أَسْفَرَ جب وہ روشن ہو	إِنَّهَا بیشک یہ
لَإِحْدَى ایک ہے	الْكُبَرِ بڑی (آفت)	نَذِيرًا ڈرانے والی	لِلْبَشَرِ لوگوں کو	لِمَن شَاءَ اور جو کوئی چاہے	مِنكُمْ تم میں سے	أَن يَتَقَدَّمَ کہ وہ آگے بڑھے
أَوْ يَتَأَخَّرَ یا پیچھے رہے	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	بِمَا اس کے بدلے جو	كَسَبَتْ اس نے کمایا (اعمال)	رَهِينَةٌ گروی	إِلَّا مگر	أَصْحَابَ الْيَمِينِ داہنی طرف والے
فِي جَنَّاتٍ باغات میں	يَتَسَاءَلُونَ وہ پوچھیں گے	عَنِ سے	الْمُجْرِمِينَ گنہگاروں	مَا سَلَكَكُمْ کیا (چیز) تمہیں لے گئی	فِي سَقَرَ جہنم میں	
قَالُوا وہ کہیں گے	لَمْ نَكُ ہم نہ تھے	مِنَ سے	الْمُصَلِّينَ نماز پڑھنے والے	وَلَمْ نَكُ اور نہ تھے ہم	نُطْعِمُ ہم کھانا کھلاتے	الْمِسْكِينَ محتاجوں
وَكُنَّا نَخُوضُ اور ہم تھے (بیہودہ باتوں میں) دھنستے رہتے تھے	مَعَ ساتھ	الْخَائِضِينَ بیہودہ باتوں میں لگے رہنے والے	وَكُنَّا نُكَذِّبُ اور ہم جھٹلاتے تھے			
بِيَوْمِ الدِّينِ روز جزا و سزا کو	حَتَّىٰ یہاں تک کہ	أَتَانَا ہمیں آگئی	الْيَقِينُ موت	فَمَا تَنفَعُهُمْ اور انہیں نفع نہ دیا	شَفَاعَةُ سفارش	الشَّافِعِينَ سفارش کرنے والوں

تفسیر وتشریح: ان آیات میں قسم کھا کر بتلایا جاتا ہے کہ قیامت و آخرت میں جو بڑی بڑی ہولناک اور عظیم الشان چیزیں ظاہر ہونے والی ہیں جہنم ان میں کی ایک چیز ہے۔ عرب میں ایام جاہلیت میں بھی قسم کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی اس لئے کہ وہ قسم کھا کر جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے۔ تو یہاں چاند کی قسم۔ اور رات کی قسم اور صبح کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ وہ جہنم بڑی بھاری چیز ہے جو ہر انسان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور خوف دلانے والی ہے اس کے لئے بھی جو خیر وطاعت میں آگے بڑھنا چاہتا ہے اور اس کے لئے بھی جو شر وگناہ میں پڑا رہنا چاہتا ہے یعنی جمیع مکلفین کے لئے ڈراوے کی چیز ہے اور چونکہ اس ڈرانے کے عواقب ونتائج قیامت میں ظاہر ہوں گے اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی۔ یعنی چاند کی اور رخصت ہوتی ہوئی رات کی اور روشن ہوتی ہوئی صبح کی کہ یہ تینوں چیزیں خاص مناسبت واقعہ قیامت سے رکھتی ہیں۔ چاند کا اول بڑھنا پھر گھٹنا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو جانا ایک نمونہ اور مثال ہے اس دنیا کے

وجود۔نشوونما اور پھر انحطاط کا حتیٰ کہ فنا کا۔اسی طرح اس عالم کو عالم آخرت سے وہی نسبت ہے جو رات کو دن کے ساتھ ہوتی ہے۔اس عالم کا ختم ہو جانا مشابہ رات کے گزر جانے کے ہے اور آخرت کا ظہور مشابہ طلوع صبح کے ہے۔آگے اس جہنم اور اہل جہنم کے بعض احوال کا بیان ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کفریہ میں قیامت کے دن جکڑا بندھا ہوگا۔اور ان کی بندش سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔البتہ وہ لوگ جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس سیدھے راستہ پر چلے۔جو اللہ نے ان کے لئے اپنے رسول کی معرفت مقرر کیا تھا وہ کسی بندش میں جکڑے ہوئے نہ ہوں گے اور وہ جنت کے بالا خانوں میں چین سے رہیں گے۔یہاں آیت میں ان کو اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ فرمایا گیا یعنی داہنے والے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ ان داہنے طرف والوں سے وہ گروہ مراد ہے جو قیامت میں عرش رب العالمین کے داہنی طرف کھڑا ہوگا جدھر بہشت ہے اور ان کے نامہ اعمال بھی داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور یہ لوگ عالم ارواح میں یوم میثاق میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے داہنی طرف سے نکلے تھے۔تو یہ اصحاب یمین یعنی داہنی طرف والے آخرت میں بندش میں پھنسے ہوئے نہ ہوں گے بلکہ جنت کے باغوں میں آزاد ہوں گے اور نہایت بےفکر اور فارغ البال ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے یا فرشتوں سے مجرموں کا حال پوچھیں گے کہ وہ کہاں گئے جو نظر نہیں پڑے؟ جب انہیں معلوم ہوگا کہ مجرموں کو جہنم میں داخل کیا گیا ہے تب یہ جنتی ان جہنمیوں کی طرف متوجہ ہو کر خطاب کریں گے اور ان سے پوچھیں گے کہ تم باوجود عقل و ہوشیاری کے اس جہنم کی آگ میں کیسے آ پڑے؟ اور کس بات نے تم کو اس آفت میں پھنسایا؟ واضح رہے کہ اہل جنت اور اہل جہنم باوجود ایک دوسرے سے دور اور علیحدہ ہونے کے ایک دوسرے سے گفتگو کر سکیں گے جبکہ درمیانی حجاب وقتی طور پر اٹھا دیا جائے گا جیسا آٹھویں پارہ سورہ اعراف میں ذکر فرمایا گیا ہے۔تو اہل جنت کے اس سوال پر کہ کس چیز نے تم کو جہنم میں پہنچایا؟۔اہل جہنم جواب دیں گے کہ ہم نے دنیا میں رہ کر نہ تو اللہ کا حق پہچانا اور نہ اس کی عبادت کی اور نہ بندوں ہی کے ساتھ احسان کیا اور نہ ان کی خبر لی۔بس اپنے عیش و عشرت میں پڑے رہے اور اپنے مال سے **گلچھرے** اڑاتے رہے۔کبھی غریبوں اور محتاجوں کی کوئی مالی خدمت نہ کی البتہ جو لوگ دین حق کے جھٹلانے میں لگے رہتے تھے ہم بھی ان کے ساتھ مل کر شب و روز حق کے خلاف بحثیں کرتے رہے اور بد صحبتوں میں رہ کر شکوک و شبہات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کو یقین نہ ہوا کہ قیامت اور انصاف کا دن بھی آنے والا ہے۔ ہمیشہ اس بات کو جھٹلایا کئے یہاں تک کہ موت کی گھڑی سر پر آن پہنچی اور پھر آنکھوں سے دیکھ کر ان باتوں کا یقین حاصل ہوا جن کی تکذیب کیا کرتے تھے۔مگر موت کے بعد خبردار ہونا اور پچھتانا ہمارے کام نہ آیا اس لئے کہ عمل اور توبہ کا وقت نہ رہا۔اہل جہنم کا یہ جواب نقل فرما کر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے نہ اپنی خلاصی کی فکر آپ کی نہ کہیں دوسری طرف سے ان کو امداد و اعانت مل سکی اور نہ ان کو کسی کی شفاعت اور سفارش کام دے گی اس لئے کہ شفاعت وہاں کام دیتی ہے جہاں محل شفاعت ہو لیکن جن کا دم کفر پر نکلا ہو ان کے لئے شفاعت کہاں۔

اب یہاں اہل جنت جو مجرموں یعنی جہنم میں جانے والوں سے پوچھیں گے مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ کہ تم کو جہنم میں کس بات نے داخل کیا؟ تو مجرمین اس کے جواب میں ایک بات یہ کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ یعنی ہم نماز پڑھنے والے نہ تھے۔اب یہاں سوال یہ ہے کہ کفار و مشرکین اوامر شرعیہ کے تو مکلف ہی نہیں یعنی ایک اسلامی حکومت میں بھی کافر سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ تو نماز پڑھ۔روزہ رکھ۔یا زکوٰۃ ادا کر تو کافر کا نماز نہ پڑھنا کوئی قابل گرفت بات نہیں۔ہاں کفر کے باعث اس کی گرفت ضرور ہوگی تو ہو سکتا ہے کہ مجرمین میں سے یہ جواب کہ ہم نماز پڑھنے والے نہ تھے ان گناہ گار مسلمانوں کا ہو کہ جو نماز

دنیا میں نہ پڑھتے تھے۔ کیونکہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر بڑی سخت وعیدیں اور بہت سخت عذاب حدیث میں ذکر کیے گئے ہیں۔

جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑنے پر بڑے سخت عذاب کی وعیدیں ارشاد فرمائی گئی ہیں تو یہ بھی قابل قیاس ہے کہ یہ جواب لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ان گناہ گار مسلمانوں ہی کا ہو جو دنیا میں تارک نماز تھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اگر یہ جواب کفار و مشرکین ہی کا سمجھا جائے تو ان کے اس جواب کا کہ نماز نہ پڑھنے سے ہم جہنم میں داخل ہوئے یہ مطلب ہوگا کہ دنیا میں ہم نے اسلام و ایمان قبول نہ کیا تھا۔ کیونکہ دنیا میں اسلام و ایمان قبول کرنے والوں کی سب سے بڑی اور خاص پہچان اور شناخت نماز پڑھنا ہی ہے۔ تو یہاں تنبیہ ان لوگوں کے لئے بھی ہے کہ نماز نہ پڑھ کر اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور حمیت اسلامی کے لمبے چوڑے دعدے کرتے ہیں۔

الغرض خلاصہ یہ کہ ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ دار آخرت میں کام آنے والی چیزیں یہی ہیں (۱) ایمان اور اطاعت خدا اور رسول۔ (۲) غرباء اور اہل حاجات کی ضروریات پر مال خرچ کرنا۔

(۳) دین کی باتوں میں شک وشبہ نہ کرنا اور معاصی وفواحش سے بے زار اور علیحدہ رہنا اور (۴) قیامت اور جزا و سزا کا یقین صادق رکھنا۔ ان کی وجہ سے جہنم سے بچ جانا نصیب ہوگا ورنہ ان کے خلاف کرنے سے دوزخ میں داخلہ یقینی ہے۔

اب جب کہ قیامت کے مصائب کا حال بیان فرما دیا اور یہ بھی بتلا دیا گیا کہ ان کفار کو کسی کی سفارش بھی کام نہ آئے گی اور وہ دن بھی آنے والا یقینی ہے جس کا پہلا دروازہ موت ہے تو پھر کفار کی حالت پر تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے کہ ان کفار کو کیا ہو گیا جو اس روز کے لئے کار آمد نصیحتوں سے منہ پھیرتے ہیں اور بدک کر بھاگتے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو آپ نے ہم کو ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی اور کفر و شرک سے بچایا۔

اے اللہ قیامت کے دن ہم کو اپنے فضل و کرم سے اصحاب یمین میں شامل فرمائیے۔

اور اپنے کرم و احسان سے جنت میں داخل فرمائیے گا۔

اے اللہ ہم کو اس زندگی میں ان اعمال و افعال کی توفیق عطا فرمائیے کہ قیامت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کا سبب ہوں اور ہم کو ان اعمال و افعال سے بچا لیجئے۔ جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۙ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۙ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۗ

تو ان کو کیا ہوا کہ اس نصیحت (قرآنی) سے روگردانی کرتے ہیں۔ کہ گویا وہ وحشی گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے جا رہے ہیں۔

بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۙ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ

بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے (آسمانی) نوشتے دیئے جائیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ آخرت (کے عذاب) سے نہیں ڈرتے۔

كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ۚ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ

(پس یہ) ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ قرآن (ہی) نصیحت کیلئے کافی ہے۔ سو جس کا جی چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور بدوں خدا کے چاہے یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کریں گے۔

وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۞

وہی ہے جس سے ڈرنا چاہئے اور وہی ہے جو گناہ معاف کرتا ہے۔

فَمَا لَهُمْ تو انہیں کیا ہوا	عَنِ سے	التَّذْكِرَةِ نصیحت	مُعْرِضِينَ منہ پھیرتے ہیں	كَأَنَّهُمْ گویا کہ وہ	حُمُرٌ گدھے	مُسْتَنْفِرَةٌ بھاگے ہوئے	
فَرَّتْ بھاگے جاتے ہیں	مِنْ قَسْوَرَةٍ شیر سے	بَلْ بلکہ	يُرِيدُ چاہتا ہے	كُلُّ امْرِئٍ ہر آدمی	مِنْهُمْ ان میں سے	أَنْ يُؤْتَىٰ کہ وہ دیے جائیں	
صُحُفًا صحیفے	مُنَشَّرَةً کھلے ہوئے	كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	لَا يَخَافُونَ وہ نہیں ڈرتے	الْآخِرَةَ آخرت	كَلَّا ہرگز نہیں	إِنَّهُ بیشک یہ
تَذْكِرَةٌ نصیحت	فَمَنْ شَاءَ سو جو چاہے	ذَكَرَهُ اسے یاد رکھے	وَمَا يَذْكُرُونَ اور وہ یاد نہ رکھیں گے	إِلَّا مگر	أَنْ یہ	يَشَاءَ اللَّهُ اللہ چاہے	
هُوَ وہی	أَهْلُ التَّقْوَىٰ ڈرنے کے لائق	وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ مغفرت کے لائق					

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بطور تعجب کے فرمایا جاتا ہے کہ ان کفار ومنکرین کو کیا ہوا کہ یہ مصیبتیں سامنے ہیں لیکن کارآمد نصیحتیں سن کر ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ سننا بھی نہیں چاہتے اور حق کی باتوں سے ایسا منہ پھیر کر بدکتے اور بھاگتے ہیں جیسا کہ وحشی گدھے جنگل میں شیر کو دیکھ کر یا اس کی آواز سن کر بھاگتے ہیں۔ یہاں جو کفار ومنکرین کو وحشی گدھے سے تشبیہ دی گئی تو اس میں کئی امر کی رعایت ہے۔ اول تو گدھا حماقت اور بے وقوفی میں مشہور ہے پھر جنگلی گدھا اور زیادہ بدکتا اور بھاگتا ہے۔ پھر شیر سے اس کا ڈرنا اس صورت میں اس کا بھاگنا انتہاء درجہ کا ہوگا۔ گویا خدائی شیر یعنی اللہ کے پیغمبر کی آواز سن کر یہ کفار جنگلی گدھوں کی طرح بھاگتے ہیں کہ پیغمبر کی بات سننا اور ماننا پسند نہیں کرتے اور اس بھاگنے اور اعراض کرنے کے سبب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کا یعنی کفار ومنکرین کا تکبر اور غرور اجازت نہیں دیتا کہ وہ قرآن یا پیغمبر کی باتوں سے مستفید ہوں بلکہ ہر ایک ان میں سے یہ بھی چاہتا ہے کہ خود اس پر آسمان سے فرامین شاہی کے طور پر کھلی ہوئی کتاب اترے یعنی ہر ایک بغیر وسیلہ نبی مرسل خدائے پاک سے ہم کلام اور مخاطب ہونے کی ہوس رکھتا ہے یا یہ کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس براہ راست ایک نوشتہ خدا کی طرف سے آئے کہ جس میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع کا حکم دیا گیا ہو۔ روایت میں ہے کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کا اتباع کریں تو خاص ہمارے نام آسمان سے ایسا نوشتہ آئے کہ یہ فرمان رب العالمین کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف ہے اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا مانو۔ اس پر ارشاد ہوتا ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ نہ اس کی ضرورت اور نہ ان لوگوں کو اس کی لیاقت اور ان کی بیہودہ

درخواستیں بھی کچھ اس لئے نہیں کہ ایسا کر دیا جائے تو واقعی یہ مان جائیں گے اور ایمان لے آئیں گے بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس لئے حق کی طلب نہیں اور یہ درخواستیں محض حیلہ اور بہانہ ہیں اگر بالفرض یہ درخواستیں پوری بھی کر دی جائیں تب بھی یہ لوگ اتباع نہ کریں۔ آگے نتیجہ کے طور پر اس کا رد اور اس پر زجر ہے کہ جب ان کی درخواست کا بیہودہ ہونا ثابت ہو گیا پس یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہر ایک کو الگ الگ کتاب دی جائے۔ یہ کتاب قرآن کریم ہی نصیحت کو کافی ہے۔ سو اس حالت میں جس کا جی چاہے قرآن سے نصیحت حاصل کرے اور جس کا جی چاہے نہ کرے اور جہنم میں جائے اور قرآن کے نصیحت کامل اور تذکرہ ہونے میں اس سے شبہ نہ کیا جائے کہ بعض لوگوں کو اس سے نصیحت نہیں ہوتی تو بات یہ ہے کہ قرآن گو فی نفسہ تذکرہ ہے لیکن بدوں خدا کے چاہے یہ لوگ یعنی منکرین نصیحت قبول نہیں کریں گے۔ اور اللہ کا چاہنا نہ چاہنا یہ اس کی حکمتوں پر مبنی ہے جن کا احاطہ کوئی بشر نہیں کرسکتا وہی ہر شخص کی حالت۔ استعداد اور لیاقت کو کما حقہ جانتا ہے اور اس کے موافق معاملہ فرماتا ہے۔ اخیر میں خاتمہ سورۃ پر ارشاد ہوا کہ انسان کتنا ہی گناہ کرلے لیکن پھر جب تقویٰ کی راہ چلے گا اور خدا سے ڈرے گا تو وہ اس کے سب گناہ بخش دے گا اور اس کی توبہ کو قبول فرمالے گا۔

سورۃ کی ابتدا میں فرمایا گیا تھا کہ اے مدثر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو ڈرائیں اور اخیر میں کلام کو تمام اس پر کیا گیا کہ خدا ہی سے ڈرنا چاہئے اور انجام پوری سورۃ کا ''تقویٰ'' ہے جس کا پہلا مرتبہ شرک سے بچنا اور بعد اس کے اور مراتب ہیں جس کا انجام مغفرت ہے۔

سورۃ المدثر کے خواص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سورۃ المدثر پڑھے اللہ تعالیٰ اسے مکہ میں رہنے والے تمام مومنین کی تعداد کے برابر اجر عطا فرمائیں گے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی ہے تو اس نعمت عظمیٰ کی حق شناسی اور قدر دانی کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو تمام قرآنی احکام کا ظاہراً و باطناً اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ ۝ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ۝

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔ اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے۔

بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ۝

ہم ضرور جمع کریں گے کیوں کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کردیں۔

لَآ اُقْسِمُ میں قسم کھاتا ہوں	بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن کی	وَلَآ اُقْسِمُ اور میں قسم کھاتا ہوں	بِالنَّفْسِ دل کی	اللَّوَّامَۃِ اپنے اوپر ملامت کرنیوالے
اَیَحْسَبُ کیا گمان کرتا ہے	الْاِنْسَانُ انسان	اَلَّنْ نَّجْمَعَ کہ ہم ہرگز جمع نہ کریں گے	عِظَامَہٗ اس کی ہڈیاں	بَلٰی قٰدِرِیْنَ کیوں نہیں ہم قادر ہیں
عَلٰی پر	اَنْ نُّسَوِّیَ کہ ہم درست کریں	بَنَانَہٗ اسکے پورے پورے		

تفسیر و تشریح: سورۃ کی ابتداء قسمیہ کلام سے فرمائی جاتی ہے اور دو چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے ایک تو قیامت کے دن کی۔ دوسرے نفس لوامہ کی۔ یہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ قسمیں کھائی ہیں جن میں صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے اور باقی جگہ اپنے مخلوقات کی۔ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے تو حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔ نیز قرآن کا نزول عرب کی زبان میں ہوا ہے اور اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ جس وقت کسی امر کی تاکید کا ارادہ کرتے تو اس وقت قسم کھا کر بات کرتے۔ باقی یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھا سکتے ہیں مگر کسی انسان کے لئے یہ بات کبھی درست نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری چیز کی قسم کھائے۔ شریعت اسلامیہ میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ بعض جہلا کہہ دیا کرتے ہیں فلانے سر کی قسم یا اپنی جان کی قسم۔ یا اپنے رزق کی قسم یا اس طرح قسم کھاتا کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو یا ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔ یہ سب صورتیں قسم کھانے کی سخت ممنوع ہیں اور ایسا کرنے یا کہنے سے بڑا شدید گناہ ہوتا ہے۔

تو یہاں حق تعالیٰ نے دو چیزوں کی قسم کھائی۔ ایک تو قیامت کے دن کی یعنی جس کا وقوع یقینی ہے اور جس کے صدق پر دلائل قطعیہ قائم ہیں کہ تم مرنے کے بعد یقیناً ایک دن زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اور ضرور بھلے برے کا حساب ہوگا اور جزا و سزا ہوگی۔ دوسرے نفس لوامہ کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ اگر آدمی کی فطرت اور اندرونی ضمیر صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں برائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے۔ اب یہاں نفس کی قسمیں اور نفس لوامہ کی تشریح ملاحظہ ہو۔ نفس جس سے مراد جان یا روح انسانی ہے ایک چیز ہے اور اس کی تین حالتیں ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر فرمایا گیا ہے اور تین حالتوں کے اعتبار سے نفس کے تین نام ہو گئے ہیں۔ اگر نفس اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری کی طرف پوری طرح مائل ہو کہ اللہ کی اطاعت میں اس کو خوشی حاصل ہوتی ہو اور شریعت کی پیروی میں چین و سکون محسوس کرتا ہو تو اس نفس کو مطمئنہ کہتے ہیں۔ گویا نفس مطمئنہ نہ تخیلات شیطانی سے متزلزل ہوتا ہے نہ تحریکات نفسانی سے منتشر ہوتا ہے اور یہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء مقبولین اور مومنین کاملین کے ساتھ مخصوص ہے۔ نفس مطمئنہ کا ذکر سورہ فجر تیسویں پارہ میں اس طرح آیا ہے یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ۝ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝

وَادْخُلِي جَنَّتِي ؕ یعنی اے نفس مطمئنہ یعنی اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش۔ پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ دوسری قسم کا نام نفس امارہ ہے جو پہلی قسم یعنی نفس مطمئنہ کی بالکل ضد ہے کہ جو دنیا کی ناجائز لذات وخواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف راغب ہو اور شریعت کی پیروی اور پابندی سے بھاگے اور انسان کو برائی کا حکم دے۔ ایسا نفس سرکشوں اور مجرموں اور خود سروں و نافرمانوں فاسقوں اور کافروں کا ہوتا ہے۔ نفس امارہ کا ذکر سورہ یوسف تیرہویں پارہ میں فرمایا گیا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ بے شک نفس یعنی نفس امارہ تو بری بات ہی کا بتلانے والا ہے۔ تیسری قسم جس کی یہاں سورہ قیامہ میں قسم کھائی گئی نفس لوامہ ہے کہ یہاں غفلت ہوئی اور کوئی لغزش یا گناہ صادر ہو گیا تو نفس نے فوراً اپنے کئے پر پچھتانا اور ملامت کرنا شروع کیا اور اپنی برائی یا کوتاہی پر شرمندہ ہو کر توبہ واستغفار کی طرف مائل ہو گیا۔ ایسا نفس مومنین صالحین کا ہوتا ہے کہ جو اپنے اوپر ملامت کرے یعنی نیکی اور خیر صادر ہو تو اس میں جرح کر کے اس میں عیب نکالا کرے مثلاً یہ کہے کہ میں نے کیا کیا۔ اس میں پوری طرح اخلاص نہ تھا۔ اس میں فلاں خرابی رہ گئی اور اس میں یہ کمی ہو گئی اور اگر کوئی معصیت۔ قصور یا گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر نادم اور شرمسار ہو۔ صوفیہ حضرات کہتے ہیں کہ نفس امارہ بدی کا حکم دیتا ہے لیکن انسان اگر کوشش کر کے ذکر اور فکر الٰہی میں لگ جائے اور اللہ کی طرف سے کشش اور توفیق بھی اس کی مددگار ہو تو اپنے نفس کی برائیاں اس پر کھل جاتی ہیں اس وقت وہ خود اپنے کو ملامت کرتا ہے اس مرتبہ میں پہنچ کر نفس کو نفس لوامہ کہا جاتا ہے لیکن جب اس کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ماسوائے اللہ کے تعلق سے بالکل آزاد ہو جاتا ہے اور ذکر الٰہی ہی سے اس کو چین واطمینان نصیب ہوتا ہے تو اس مرتبہ پر اس کے نفس کو نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے نفس مطمئنہ قیامت کے ہولناک واقعات سے بالکل اطمینان میں ہوگا اور نفس امارہ ہر طرح کی سختیوں میں گرفتار ہوگا۔ البتہ نفس لوامہ متوسط ہے اور زیادہ قیامت کے معاملات سے خوف ورجاء میں اسی کو تعلق ہے اس لئے قیامت کی قسم کے بعد اسی نفس لوامہ کی قسم کھائی گئی جس میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ اگر فطرت صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں برائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے تو ان دونوں قسموں سے جو بات کہنی ہے وہ یہی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور اس دن انسان اپنی تقصیرات پر حسرت کرے گا اور سخت نادم ہوگا کیونکہ اس روز اس کی آنکھیں کھل جائیں گی مگر اس روز کی ندامت سے کیا فائدہ۔ ندامت تو اگر آج دنیا میں ہو تو فائدہ ہے۔ آگے منکرین قیامت پر رد ہے کہ یہ کافر انسان یوں خیال کرتا ہے کہ جب ہم دنیا میں مر گئے اور ہڈیوں تک کا چورہ ہو گیا اور ان کے ریزہ ریزہ مٹی کے ذرات میں جا ملے تو اب بھلا کس طرح ہمارے ذرات جمع کر کے جوڑ دیے جائیں گے؟ منکرین قیامت کے اس قول کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ضرور جمع کریں گے اور دوبارہ زندہ کر کے اٹھائیں گے اور یہ جمع کرنا اور زندہ کر کے اٹھانا اللہ تعالیٰ کو دشوار نہیں اللہ تعالیٰ اس انسان کی انگلیوں کی پور پور درست کرنے پر قادر ہیں۔ تو جو اس تک پر قادر ہے اس کے لئے ہڈیوں کو جمع کر کے اور ان میں جان ڈال دینا کیا مشکل ہے۔ یہاں انگلیوں کے پوروں کی تخصیص شاید اس لئے فرمائی کہ انسان کے بدن میں سب بدن تیار ہونے کے بعد اخیر میں انگلیوں کی کھال تیار ہوتی ہے۔ یہ اس کی تعمیر بدن کا خاتمہ ہے اور اسی پر انسان کی خلقت تمام ہوتی ہے تو صنعت کے لحاظ سے یہ نسبتاً زیادہ باریک اور دشوار کام ہے تو جو اس پر قادر ہوگا وہ آسان پر بطریق اولیٰ قادر ہوگا۔

اب آگے منکرین جو بطور انکار کے دریافت کیا کرتے تھے کہ قیامت کب آوے گی اس کا جواب اگلی آیات میں دیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۚ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۚ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ

بلکہ بعضا آدمی یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق وفجور کرتا رہے۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا۔ سو جس وقت آنکھیں خیرہ ہو جاویں گی۔

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ كَلَّا

اور چاند بے نور ہو جاوے گا۔ اور سورج اور چاند ایک حالت کے ہو جاویں گے۔ اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں۔ ہرگز نہیں

لَا وَزَرَ ۗ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۗ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۗ بَلِ

کہیں پناہ کی جگہ نہیں۔ اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانہ ہے اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا ہوا جتلا دیا جاوے گا۔ بلکہ انسان

الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۗ

خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا۔ گو اپنے حیلے پیش لاوے۔

بَلْ يُرِيْدُ بلکہ چاہتا ہے	الْاِنْسَانُ انسان	لِيَفْجُرَ کہ گناہ کرتا رہے	اَمَامَهٗ اپنے آگے کو بھی	يَسْئَلُ اور پوچھتا ہے	اَيَّانَ کب؟
يَوْمُ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت	فَاِذَا پس جب	بَرِقَ الْبَصَرُ چندھیا جائیں گی آنکھیں	وَخَسَفَ اور گرہن لگ جائے گا	الْقَمَرُ چاند	
وَجُمِعَ اور جمع کردیے جائیں گے	الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ سورج و چاند	يَقُوْلُ کہے گا	الْاِنْسَانُ انسان	يَوْمَئِذٍ آج کے دن	اَيْنَ کہاں
الْمَفَرُّ بھاگنے کی جگہ	كَلَّا ہرگز نہیں	لَا وَزَرَ نہیں کوئی بچاؤ	اِلٰى رَبِّكَ تیرے رب کی طرف	يَوْمَئِذِ آج کے دن	الْمُسْتَقَرُّ ٹھکانا
يُنَبَّؤُا وہ جتلادیا جائے گا	الْاِنْسَانُ انسان	يَوْمَئِذٍ آج کے دن	بِمَا قَدَّمَ وہ جو اس نے آگے بھیجا	وَاَخَّرَ اور اس نے پیچھے چھوڑا	
بَلِ الْاِنْسَانُ بلکہ انسان	عَلٰى نَفْسِهٖ اپنی جان (حالت پر)	بَصِيْرَةٌ باخبر	وَلَوْ اَلْقٰى اگرچہ لا ڈالے	مَعَاذِيْرَهٗ اپنے عذر	

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور دوبارہ زندہ ہو کر حساب کتاب ہونے کو محال جانتے ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اور اللہ کی قدرت کاملہ کے دلائل ونشانات غیر واضح ہیں بلکہ یہ منکر انسان قیامت کا منکر ہو کر یہ چاہتا ہے کہ اپنی تمام زندگی میں بے خوف ہو کر فسق و فجور کرتا رہے اور لذات وشہوات میں پڑا رہے کیونکہ اگر کہیں قیامت کا اقرار کرلیا اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو فسق و فجور میں اس قدر بے باکی اور ڈھٹائی اس سے نہ ہو سکے گی اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا کہ جس سے اس کی لذت میں خلل پڑے اور اس کا عیش کرکرا ہو بلکہ استہزاء وطعن کی راہ سے سینہ زوری سے سوال کرتا ہے کہ ہاں صاحب وہ آپ کی قیامت جس کی شب و روز دھمکیاں دی جاتی ہیں کب آئے گی؟ اگر وہ واقعی آنے والی ہے تو اس کی تاریخ مہینہ اور سنہ تو بتلایئے؟ یہی ذہنیت آج کل کے مادہ پرست نیچریوں، دہریوں اور بے دینوں کی ہے چونکہ یہ اپنے کو باز پرس سے دور رکھنا چاہتے ہیں اس لئے وہ ایسے عقائد کے قائل ہی نہیں ہوتے کہ جس سے ان کی لذتوں میں فرق آئے اور پابندیوں کی مشقت اٹھانی پڑے۔ تو چونکہ کفار و منکرین کے اس سوال سے کہ قیامت کا دن کب آئے گا انکی غرض جستجوئے حق نہ تھی بلکہ محض طنز واستہزا کی راہ سے تھا اس لئے جواب میں ادھر توجہ ہی نہیں دی گئی کہ وقوع قیامت کی تاریخ، وقت اور ماہ و سنہ کا تعین کیا جائے بلکہ جواب میں اس یوم قیامت کی کیفیت کی تصویر پیش کردی اور اس کے بعد علامات و حالات کو بتلایا گیا کہ قیامت اس وقت آئے گی

جب یہ نظام کائنات بالکل درہم و برہم کر دیا جائے گا اور حق تعالیٰ کی تجلیات قہری سے جب آنکھیں چندھیانے لگیں گی اور مارے حیرت کے نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی۔ سورج بھی سر کے قریب آ جائے گا اور انتہائی ہیبت ناک منظروں سے آنکھوں پر چکاچوند کی کیفیت طاری ہوگی اور مارے ہیبت و دہشت کے آنکھیں اوپر کو چڑھ جائیں گی اور وہ نشہ جس سے انکار قیامت کرتا تھا سب ہرن ہو جائے گا۔ یہ چاند جو آج چمکتا دمکتا ہے بے نور ہو جائے گا اور چاند ہی نہیں سورج کی روشنی بھی زائل ہو جائے گی اور دونوں چاند و سورج بے نور ہو جائیں گے۔ اس وقت تو منکر کہتا ہے کہ وہ دن کہاں ہے اور اس وقت بدحواس ہو کر کہے گا کہ آج کدھر بھاگوں اور کہاں پناہ لوں۔ اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ آج نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ سوال کرنے کا۔ آج کوئی طاقت تیرا بچاؤ نہیں کر سکتی۔ نہ پناہ دے سکتی ہے۔ آج کے دن سب کو اپنے پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا اور اسی کی پیشی میں ٹھہرنا ہے پھر وہ جس کے حق میں جو کچھ فیصلہ کرے۔ اس وقت سب اگلے پچھلے اعمال نیک ہوں یا بد جتلا دیے جائیں گے اور انسان کا اپنے اعمال سے آگاہ ہونا کچھ اس جتلانے پر موقوف نہ ہوگا بلکہ انسان اپنی حالت پر بوجہ انکشاف ضروری کے خود خوب مطلع ہوگا گو کفار مشرکین اس وقت بھی بہانے پیش کریں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ کفار کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے مگر دل میں خود بھی جانیں گے کہ ہم جھوٹے ہیں۔ غرض انسان اپنے سب حال کو خوب جانتا ہوگا۔ اور وہ کتنے ہی حیلے بہانے بنائے جھوٹی دلیلیں دے اور بے کار عذر پیش کرے ایک بھی قبول نہ کیا جائے گا غرض کوئی عذر معذرت انہیں قیامت کے دن کام نہ دیگا۔

شروع سورۃ سے مضمون قیامت کے متعلق چل رہا ہے۔ آگے بھی منکرین قیامت کو مخاطب کر کے قیامت کی حقانیت بیان فرمائی گئی ہے مگر درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے ایک تعلیم و ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی تلاوت کے متعلق دی جاتی ہے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قیامت کا یقین کامل نصیب فرمائیں اور اس زندگی میں قیامت کے بعد والی زندگی کو بنانے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝

اے پیغمبر آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اسکو جلدی لیں۔ ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوا دینا۔ تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝

پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ اے منکرو ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ آپ حرکت نہ دیں اس (قرآن) کیساتھ اپنی زبان کو	لِتَعْجَلَ بِهٖ کہ جلد (یاد کرلیں) اس کو	اِنَّ عَلَيْنَا بیشک ہم پر (ہمارے ذمے)
جَمْعَهٗ اس کا جمع کرنا | وَقُرْاٰنَهٗ اور اس کا پڑھنا	فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پس جب ہم اسے پڑھیں | فَاتَّبِعْ تو آپ پیروی کریں	قُرْاٰنَهٗ اس کے پڑھنے کی
ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا پھر بیشک ہم پر (ہمارے ذمے) | بَيَانَهٗ اس کا بیان	كَلَّا بَلْ ہرگز نہیں بلکہ | تُحِبُّوْنَ تم محبت رکھتے ہو	الْعَاجِلَةَ جلدی کو (دنیا)
وَتَذَرُوْنَ اور تم چھوڑ دیتے ہو	الْاٰخِرَةَ آخرت	

تفسیر و تشریح: ایک مضمون ضمناً بطور جملہ معترضہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے وحی الٰہی کے متعلق بیان فرمایا جاتا ہے آپ کو تعلیم دی جاتی ہے کہ آپ فرشتے یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی کس طرح لیں۔ شروع میں جب وحی الٰہی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قرآن لاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اندیشہ سے کہ کہیں کوئی لفظ یاد کرنے سے رہ نہ جائے اور مبادا جبرئیل علیہ السلام چلے جائیں اور وحی پوری طرح محفوظ نہ ہو سکے آپ فرشتے کی تلاوت کے ساتھ ساتھ خود بھی تلاوت کرتے جاتے تھے جس کی وجہ سے بیک وقت آپکو دو کام کرنا پڑتے تھے ایک فرشتے کی تلاوت کو سننا دوسرے خود اپنی تلاوت کو ادا کرنا۔ اور اس صورت میں آپ کو بڑی مشقت ہوتی تھی۔ حق تعالیٰ کو آپ کی یہ تکلیف گوارا نہ ہوئی اور اس سلسلہ میں یہ ہدایت نازل ہوئی۔ سورہ طٰہٰ سولہویں پارہ میں ارشاد ہوا وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ اور آپ قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کیجئے قبل اس کے کہ آپ پر وحی پوری نازل ہو چکے۔ اسی طرح ان آیات میں ہدایت دی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت آپ بس سکون وخاموشی کے ساتھ سنتے ہی رہا کیجئے اور یہ اندیشہ بھی دل میں نہ لایئے کہ وحی کا کوئی لفظ یا خفیف سا جزو بھی قلب سے نکل جائے گا۔ اس کی محفوظیت کے ذمہ دار خود ہم ہیں۔ اس قرآن کا آپ کے سینے میں حرف بحرف جمع کر دینا اور آپ کی زبان سے پڑھوانا اور اس کے علوم و معارف کا آپ کے اوپر کھولنا اور آپ کی زبان سے دوسروں تک پہنچانا ان سب باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ بوقت نزول وحی پڑھنا ترک کر دیا اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ آپ بوقت نزول وحی ساری وحی سنتے اور اس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دہراتے لیکن حضرت جبرئیل کے چلے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بلفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدوں ایک زبر زیر کی تبدیلی کے فرفر سنا دیتے۔ تو یہاں صاف تین باتوں کی ذمہ داری حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھی ہے۔ ایک وحی کا آپ کے قلب میں جمع کر دینا۔ دوسرے آپ کی زبان سے اس کا پڑھوا دینا۔ تیسرے اس کا بیان بھی کرا دینا یعنی تفسیر مضمون اور توضیح مطالب کرانا ان تینوں امور کی کفایت حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی اور حق تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا۔ قرآن کریم اگرچہ تھوڑا تھوڑا ہو کر نازل ہوا لیکن باترتیب پورا قرآن کریم آپ کے سینہ میں جمع کرا دیا اسی ترتیب سے جس ترتیب سے لوح محفوظ میں تھا اور جو ترتیب آج قرآن حکیم کی ہے اور

آپ پورے قرآن کریم کے حافظ تھے۔ جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے یعنی آپ کے آخری رمضان ۱۰ھ میں دوبار پورا قرآن شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو سنایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتوں میں صحابہ کرام کو سنادیا حتیٰ کہ مسجد نبوی میں اندر باہر تل رکھنے کی جگہ نہ تھی (ابوداؤد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت ایک اچھی خاصی جماعت حفاظ قرآن کی موجود تھی جن کو پورے کا پورا قرآن شریف اپنی موجودہ ترتیب الحمد سے والناس تک حفظ تھا۔ بعد میں امت میں بھی آج تک ہزاروں لاکھوں حفاظ قرآن موجود رہے ہیں جو ایک ایک حرف اور زبر اور زیر پر حاوی ہیں اور ان شاء اللہ قرب قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا یہاں تک کہ جب اہل ایمان اس جہان سے کوچ کر جائیں گے قرآن کریم دلوں، زبانوں اور کاغذوں سے اٹھا لیا جائے گا۔ اور یہ ایک عظیم الشان انعام اور مخصوص امتیاز صرف اس امت مرحومہ کے لئے ہے اور بوجہ ایک زبردست پیش گوئی ہونے کے ایک معجزہ بھی ہے اور حق تعالیٰ نے جو صورت اپنے وعدہ کے پورا کرنے کے لئے اختیار کی وہ بھی ایک معجزہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس کتاب مبین سرچشمہ ہدایت اور آسمانی رحمت اور خزینہ سعادت کی حقیقی قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔

الحاصل جب قیامت و آخرت کے متعلق یقین دلایا گیا کہ قیامت و آخرت ضرور آنی ہے تو اب آگے اس آخرت میں جزا و سزا کی کچھ تفصیل بتلائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ جب تک آپ ہمیں اس دنیا میں زندہ رکھیں ہمیں غفلت اور انہماک فی الدنیا سے بچا کر رکھیں۔ آخرت کا فکر اور وہاں کی تیاری کرنے اور توشہ جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ رحمت و مغفرت کا معاملہ فرمایئے گا اور اس دن کی ذلت اور رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھیئے گا۔

یا اللہ یہ قرآن کریم جو آپ کی عظیم الشان نعمت ہم کو عطا ہوئی ہے اور جس کی حفاظت کا خود آپ نے ذمہ لیا ہے اس کی محبت و عظمت ہم کو نصیب فرما۔ اس کا علم ہم کو عطا فرما۔ اس پر عمل ہم کو نصیب فرما اس کی تبلیغ و خدمت کا شرف عطا فرما۔ اور اس کا متبع بنا کر زندہ رکھیئے اور اسی کی اتباع میں موت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ اس دنیا میں اس طرح مشغول اور منہمک ہو جانا کہ جس سے آخرت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری سے غفلت ہو اس کو قرآن کریم نے کفار کی خصلت بتلائی ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج امت مسلمہ میں بھی یہ مرض پیدا ہو گیا ہے۔ اِلَّا مَاشَآءَ اللهُ۔ آج ہم دین سے۔ قرآن و سنت سے اسی انہماک فی الدنیا کے باعث دور ہوتے جارہے ہیں جس کے نتیجہ میں خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق بنتے جارہے ہیں۔

یا اللہ امت مسلمہ پر کرم و رحم فرما اور ان کی اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما اور ان کو دین کی طرف مائل ہو جانے کی سعادت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ

بہت سے چہرے تو اس دن بارونق ہوں گے۔ اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ اور بہت سے چہرے اس روز بدرونق ہوں گے خیال کر رہے ہوں گے کہ انکے ساتھ

بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ

کمرتوڑنے والا معاملہ کیا جاوے گا۔ ہرگز ایسا نہیں جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا بھی ہے۔ اور وہ یقین کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت کا وقت ہے۔

السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾

اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے۔ اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے۔

وُجُوْهٌ بہت سے چہرے	يَوْمَئِذٍ اس دن	نَاضِرَةٌ تازہ (بارونق)	اِلٰى رَبِّهَا اپنے رب کی طرف	نَاظِرَةٌ دیکھتے	وَوُجُوْهٌ اور بہت سے چہرے	
يَوْمَئِذٍ اس دن	بَاسِرَةٌ بگڑے ہوئے	تَظُنُّ خیال کرتے ہونگے	اَنْ کہ	يُّفْعَلَ بِهَا ان سے کہا جائے گا	فَاقِرَةٌ کمرتوڑنے والا	كَلَّا ہاں ہاں
اِذَا جب	بَلَغَتِ پہنچ جائے	التَّرَاقِيَ ہنسلی تک	وَقِيْلَ اور کہا جائے	مَنْ رَاقٍ کون جھاڑ پھونک کرنیوالا	وَظَنَّ اور وہ گمان کرے	اَنَّهُ کہ یہ
الْفِرَاقُ جدائی	وَالْتَفَّتِ اور لپٹ جائے	السَّاقُ ایک پنڈلی	بِالسَّاقِ دوسری پنڈلی سے	اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف	يَوْمَئِذٍ اس دن	الْمَسَاقُ چلنا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین قیامت کو خطاب کر کے فرمایا گیا تھا کہ قیامت تو آنی ضرور ہے اور اے منکرو تم جو یہ سمجھ رہے ہو کہ نہ قیامت ہوگی اور نہ جزا و سزا تو یہ تمہاری نادانی اور غلطی ہے اور تم جو ایسا کہہ رہے ہو یہ صرف اس وجہ سے کہ تم دنیا کی محبت میں فریفتہ ہو گئے ہو اور اسی حب دنیا میں منہمک ہو کر آخرت و قیامت سے غافل ہوئے بیٹھے ہو حالانکہ قیامت ضرور بالضرور ہوگی اور ہر شخص کو اس کے اعمال مطلع کر کے ان اعمال کے مناسب جزا یا سزا ملے گیا ور اس جزا و سزا کی ایک شکل یہ ہوگی جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مومنین کے چہرے اس روز تر و تازہ ہشاش بشاش ہوں گے جو دنیا میں آخرت کی تیاری میں دن رات مصروف رہتے تھے فرحت و سرور کی وجہ سے اور دیدار الٰہی کی وجہ سے ان کے چہرہ روشن اور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہے اور اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا وہ بھی آخرت میں دیکھنا اپنی نوعیت جدا رکھتا ہے۔ وہاں عالم آخرت میں اور طرح کی آنکھیں عطا ہوں گی۔ بہت سی صحیح احادیث میں متواتر سندوں سے جو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں ان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایمان والے آخرت میں اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گے بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم قیامت میں اپنے رب کو دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا تم آفتاب کے دیکھنے میں جب کہ بادل نہ ہو کچھ شک کرتے ہو یا کوئی مانع ہوتا ہے۔ عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ۔ پھر فرمایا کیا چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں جب کہ کوئی حجاب اور بادل نہ ہو کوئی مانع ہوتا ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا پھر تم اسی طرح قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھو گے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بحمد اللہ اس مسئلہ میں صحابہ۔ تابعین اور سلف امت کا اتفاق اور اجماع ہے اور تمام آئمہ اسلام اس پر متفق ہیں البتہ اس رویت و زیارت میں اہل جنت کے مختلف درجات ہوں گے۔ بعض کو یہ زیارت ہفتہ وار جمعہ کو حاصل ہوگی بعض کو روز صبح اور

بعض کے لئے یہ ہر وقت ہر حال میں رہے گی (مظہری)۔ یا اللہ اپنے دیدار کی نعمت سے ہم کو بھی محروم نہ فرمائیے گا۔ آمین۔

ان آیات میں بتلایا گیا کہ اس دن یعنی آخرت میں بہت سے لوگ تو وہ ہوں گے یعنی مومنین جن کے چہرے ہشاش بشاش، ترو تازہ، خوش وخرم ہونگے اور اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے اور بہت سے چہرے یعنی کفار و مشرکین و فساق و فجار کے چہرے پریشان اور بے رونق ہوں گے اور ان کے منہ بگڑے ہوئے سیاہ رنگ کے ہوں گے آخرت کی دہشت اور سخت سزاؤں کے خوف سے اور ان کو یہ یقین ہوگا کہ اب وہ معاملہ ہونے والا ہے اور وہ عذاب بھگتنا ہے جو بالکل ہی کمر توڑ دے گا اس لئے کہ آنکھوں کے سامنے جہنم جوش مارتی ہوگی اور فرشتے طوق و زنجیر لئے ہوئے اس قید خانہ میں داخل کرنے کے لئے تیار کھڑے ہوں گے اس لئے منکرین کو خطاب ہوتا ہے کہ اے منکرو تم قیامت و آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو۔ اس سفر آخرت کی پہلی منزل تو موت ہے جو بالکل قریب ہے یہیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر پہنچو گے گویا ہر آدمی کی موت اس کے حق میں بڑی قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے جبکہ مریض کی روح سمٹ کر ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور سانس حلق میں رکنے لگتی ہے ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی۔ جب لوگ ظاہری علاج و تدبیر سے عاجز آ جاتے ہیں تو جھاڑ پھونک اور جنتر منتر کی سوجھتی ہے اور کہتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص ہے کہ جھاڑ پھونک کر کے اس کو مرنے سے بچالے۔ ایام جاہلیت میں عرب ٹونکے۔ جھاڑ پھونک اور جنتر منتر کے بڑے قائل تھے اس لئے یہاں آیت میں انہی کے خیال اور حال کا ذکر کیا گیا کہ قریب المرگ بیمار کو اس کے وارث بچانے کے لئے کسی جھاڑنے والے کی تلاش میں پھرتے ہیں کو کوئی جھاڑ سے اور منتر سے اس کو ٹھیک کر دے لیکن وہ بیمار قریب المرگ یہ سمجھ رہا ہے کہ اب فراق ہے۔ پیارے فرزند۔ اور محبوبہ بیوی اور یہ گھر کہ جس کی تعمیر میں سرگرم رہا کرتا تھا۔ اور یہ املاک و جائیداد اور مال و خزانے اور ہاتھی گھوڑے اور یہ احباب اور جانی دوست اور یہ مادر مہربان اور شفیق باپ اور یہ بھائی بہن سب آج مجھ سے چھوٹتے ہیں اور میرے کوچ کا وقت آ گیا اور شدت سکرات موت سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے نیز نیچے کے بدن سے روح کا تعلق منقطع ہو جانے کے بعد پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا مرنے والے کے اختیار میں نہیں رہتا اس لئے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر بے اختیار جا گرتی ہے۔ ساق جس کے لفظی معنی پنڈلی کے ہیں یہاں بعض علماء نے عرب محاورہ کے مطابق اس کے معنی سختی کے لئے ہیں اور وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "ملی ایک سختی دوسری سختی کے ساتھ" کیونکہ مرنے والے کو اس وقت دو سختیاں پیش آتی ہیں۔ پہلی سختی تو دنیا سے جانا۔ مال و دولت اہل و عیال، گھر بار جاہ و حشم، نوکر چاکر سب کو بڑی حسرت کے ساتھ چھوڑنا۔ دوسرے وہاں کی باز پرس اور گوناگوں عذاب میں مبتلا ہونا۔ جب یہ سامان موت سب مہیا ہو چکتے ہیں اور ملائکہ روح قبض کر لیتے ہیں تو کہتے ہیں آج تجھ کو تیرے رب کی طرف جانا ہے یعنی سفر آخرت کی ابتداء یہاں سے ہے گویا بندہ اب اپنے رب کی طرف کھنچنا شروع ہوا مگر افسوس اس پر جس نے اپنی غفلت و حماقت سے کوئی سامان سفر کا پہلے سے درست نہ کیا۔ نہ اتنے بڑے سفر کے لئے کوئی توشہ ساتھ لیا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں یہ سمجھایا گیا کہ جب دنیا کو چھوڑنا اور آخرت کو جانا لازمی ہے تو پھر دنیا کی محبت میں منہمک ہو کر آخرت سے غافل ہونا اور اس کو چھوڑ بیٹھنا کس درجہ حماقت و نادانی ہے۔ قرآن کریم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے ساتھ غور و فکر کرنے والے انسانوں کو بار بار جتلاتا ہے کہ آخرت کیوں ضروری ہے اور اس کا انکار کتنی سنگین گمراہی ہے اور اس کے کیا نتائج ہیں۔ چنانچہ اگلی آیات میں دنیا میں کفر و انکار کے نتیجہ کو ظاہر فرما کر اصل مضمون یعنی قیامت کے وقوع کا اثبات فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۙ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۙ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ؕ اَوْلٰى

تو اس (یعنی منکرین قیامت) نے نہ تو تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی۔ لیکن تکذیب کی تھی اور منہ موڑا تھا۔ پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا۔ تیری کم بختی

لَكَ فَاَوْلٰى ۙ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ؕ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ؕ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً

پر کم بختی آنے والی ہے۔ پھر تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے۔ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جاوے گا۔ کیا یہ شخص ایک قطرہ منی نہ تھا

مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۙ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۙ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ

جو ٹپکایا گیا تھا۔ پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنایا پھر اعضاء درست کیے۔ پھر اس کی دو قسمیں کر دیں مرد

وَالْاُنْثٰى ؕ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؑ

اور عورت۔ کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ مردوں کو زندہ کر دے۔

فَلَا صَدَّقَ نہ اس نے تصدیق کی	وَلَا صَلّٰى اور نہ اس نے نماز پڑھی	وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ)	كَذَّبَ جھٹلایا	وَتَوَلّٰى اور منہ موڑا	ثُمَّ ذَهَبَ پھر چلا گیا وہ	
اِلٰٓى اَهْلِهٖ اپنے گھر والوں کی طرف	يَتَمَطّٰى اکڑتا	اَوْلٰى لَكَ افسوس تجھ پر	فَاَوْلٰى پس افسوس	ثُمَّ پھر	اَوْلٰى لَكَ افسوس تجھ پر	فَاَوْلٰى پھر افسوس
اَيَحْسَبُ کیا وہ گمان کرتا ہے؟	الْاِنْسَانُ انسان	اَنْ يُّتْرَكَ کہ وہ چھوڑ دیا جائے گا	سُدًى مہمل (یونہی)	اَلَمْ يَكُ کیا نہ تھا؟	نُطْفَةً نطفہ	
مِنْ سے۔کا	مَنِيٍّ منی	يُّمْنٰى ٹپکایا گیا	ثُمَّ كَانَ پھر وہ ہوا	عَلَقَةً جما ہوا خون	فَخَلَقَ پھر اس نے اسے پیدا کیا	فَسَوّٰى پھر اسے درست کیا
فَجَعَلَ پھر بنائے	مِنْهُ اس سے	الزَّوْجَيْنِ دو جوڑے (قسمیں)	الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى مرد اور عورت	اَلَيْسَ کیا نہیں	ذٰلِكَ وہ	بِقٰدِرٍ قادر
عَلٰٓى پر	اَنْ يُّحْيِۦَ کہ وہ زندہ کرے	الْمَوْتٰى مردے (جمع)				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ چاہئے تو انسان کو یہ تھا کہ اتنے بڑے اور اہم سفر کے لئے پہلے سے سفر کا سامان درست کرتا اور توشہ ساتھ لے جاتا مگر افسوس کہ یہ اپنی غفلت اور حماقت سے قیامت ہی کا منکر ہے اور بجائے اس کے کہ ایمان لاتا۔ حق تعالیٰ کے کلام کو برحق مانتا۔ اللہ کے رسولوں کو سچا جانتا۔ الٹا بجائے سچا سمجھنے اور یقین لانے کے پیغمبروں کو جھوٹا بتلاتا رہا اور بجائے اللہ کی عبادت اور بندگی کے اور اپنے مالک کی طرف متوجہ ہونے کے ہمیشہ ادھر سے منہ موڑ کر چلا اور نہ صرف یہی بلکہ اپنی اس سرکشی اور بدبختی پر اتراتا اور اکڑتا ہوا اپنے متعلقین کے پاس جاتا تھا گویا کوئی بڑی بہادری کا کام کر کے آرہا ہے تو بجائے اس کے کفر وعصیان پر ندامت ہو الٹا اس پر فخر کرتا ہے کہ ہم نے اس طرح حق کو رد کیا اور باطل پر جمے رہے تو ایسے منکر قیامت کافر کی بدحالی کا آگے بیان ہے کہ اس وقت ایسے شخص سے کہا جاوے گا کہ او بدبخت اب تیری کم بختی آئی اور اب تیرے لئے خرابی پر خرابی اور تباہی پر تباہی ہے تجھ سے بڑھ کر اللہ کی نئی نئی سزاؤں کا مستحق اور کون ہوگا۔ آگے خاتمہ سورۃ پر قیامت کے قائم ہونے پر ایک دلیل دی جاتی ہے اس انداز سے کہ معمولی فہم کا انسان بھی اس کو سمجھ سکے چنانچہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ اور امر ونہی کی کوئی قید اس پر نہ ہو گی؟ یا مرے پیچھے پھر یہ اٹھایا نہ جائے گا؟ اور اس سے نیک و بد کا حساب نہ لیا جائے گا؟ کیا انسان کا اس جہان میں آنا۔ عقل وحواس پانا

طرح طرح کے اسباب دیئے جانا بس اس لئے ہے کہ چند روز رہ کر دنیا سے غائب ہو جائے اور اس دنیا میں شتر بے مہار ہو کر رہے؟ جائز نا جائز مزے اڑایا کرے اور جانوروں کی طرح سونے' کھانے پینے کے سوا اس کو کچھ کام نہ ہو؟ ایسا ہر گز نہیں بلکہ دنیا میں اسے قدرت۔ اسباب اور عقل و فہم کا عطا کیا جانا اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کو چند نامناسب باتوں سے منع کیا جائے۔ اور چند ضروری باتوں کا حکم دیا جائے۔ اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جن کاموں سے منع کیا گیا ان کے کرنے پر اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ان کے نہ کرنے پر باز پرس اور سزا ہو اور اسی طرح جن کاموں سے منع کیا گیا ان سے باز رہنے پر اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ان کے بجالانے پر انعام و جزا ہو جس کا محل دار آخرت ہے۔

حاصل یہ کہ انسان مہمل نہیں مکلف پیدا کیا گیا ہے۔ اس سے حساب کتاب بھی یقینی ہے اور اس پر جزا و سزا بھی لازمی ہے۔ پھر جو یہ منکر انسان مر کر دوبارہ زندہ ہونے کو امر محال سمجھتا ہے تو یہ اس کی نادانی اور حماقت ہے۔ یہ انسان اپنی ہی ہستی پر نظر اور غور کرے کہ یہ ابتدا میں نطفہ کی شکل میں بے جان اور بے بنیاد ایک ذلیل ناپاک قطرہ تھا جو مرد کی پشت سے عورت کے رحم میں آیا اور پھر خون کی پھٹکی اور گوشت کا لوتھڑا بنا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے مراحل پورے کر کے ایسی شکل وصورت دے کر اور ظاہری اعضا اور باطنی قوتیں ٹھیک کر کے۔ ایک نطفہ بے جان سے انسان عاقل بنا کر پیدا کیا پھر خدا کی قدرت۔ صنعت وکاریگری کہ اسی نطفہ سے عورت و مرد دو قسم کے انسان پیدا کیے جن میں سے ہر ایک قسم کی ظاہری و باطنی خصوصیات جداگانہ ہیں تو کیا وہ خدا قادر مطلق جس نے ابتدا میں سب کو اپنی حکمت اور قدرت سے بنایا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اسے فنا کر کے پھر دوبارہ پیدا کر دے؟ ضرور قادر ہے۔

الغرض یہاں قیامت کا اثبات اور منکرین قیامت کا رد فرمایا گیا۔ یہاں ان آیات میں ایسے انسان کے لئے جس نے کفر و تکذیب کو اپنا شعار زندگی بنائے رکھا اور دنیا کے عیش و عشرت اور مال دولت میں مست رہا اور پھر اسی حال پر مر گیا اس کے لئے اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى فرمایا گیا یعنی چار مرتبہ لفظ اولیٰ استعمال فرمایا گیا جو ویل سے ہے جس کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں چار مرتبہ لفظ بربادی و تباہی استعمال کرنے میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو اولیٰ پہلی مرتبہ مرتے وقت تباہی و بربادی سے واسطہ پڑے گا۔ دوسری مرتبہ پھر مرنے کے بعد عالم برزخ یا عالم قبر میں تباہی و بربادی کا سامنا ہوگا۔ تیسری مرتبہ حشر و نشر کے وقت اپنی تباہی کا سامان دیکھے گا۔ پھر اخیر میں چوتھی مرتبہ جہنم میں داخل ہو کر مصیبت پر مصیبت اور عذاب پر۔ عذاب یعنی کامل تباہی و بربادی کو اپنے حصہ میں پائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ تو یہ سزا اس شخص کے لئے بتلائی گئی جس کا حال دنیا میں یہ تھا فَلَا صَدَّقَ یعنی آخرت پر یقین نہ لایا وَلَا صَلّٰى۔ یعنی ایمان لا کر نماز نہ پڑھی۔ وَلٰكِنْ كَذَّبَ یعنی قرآن کی آیات کو اور پیغمبروں کو سچا نہ جانا اور جھٹلایا وَتَوَلّٰى یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا۔ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى یعنی داعی حق سے منہ موڑ کر اینٹھتا اور اکڑتا ہوا اپنے گھر کو چل دیتا تھا۔ اب یہ ٹھیٹھ کافر یعنی خالص منکر قیامت و آخرت کی صفات ہیں جس کا عکس بھی کسی مسلم و مومن پر نہ پڑنا چاہئے چہ جائیکہ ان میں سے کسی صفت کا حامل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان صادق اور اسلام کامل اور یقین واثق نصیب فرمائیں۔

سورۃ القیامۃ کے خواص

۱...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو سورۃ القیامۃ پڑھے وہ قیامت کے دن روشن چہرے کے ساتھ اٹھے گا۔

۲...... اگر کوئی آدمی گناہ میں پھنس چکا ہو اور اسے گناہ چھوڑنا مشکل لگتا ہو تو وہ سورۃ القیامۃ پڑھے' اس سے وہ گناہ سے ہٹ کر توبہ تائب ہو جائے گا۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ قیامہ کا بیان ختم ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ

بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا۔ ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا

نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝

اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ ہم نے اس کو راستہ بتلایا یا تو وہ شکر گزار ہوگیا یا ناشکرا ہوگیا۔

هَلْ اَتٰى یقیناً آیا (گزرا)	عَلَى الْاِنْسَانِ انسان پر	حِيْنٌ ایک وقت	مِّنَ الدَّهْرِ زمانہ سے (میں)	لَمْ يَكُنْ شَيْئًا اور نہ تھا کچھ	مَّذْكُوْرًا قابل ذکر	
اِنَّا خَلَقْنَا بیشک ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ	اَمْشَاجٍ مخلوط	نَّبْتَلِيْهِ ہم اسے آزمائیں	فَجَعَلْنٰهُ تو ہم نے اسے بنایا	
سَمِيْعًا بَصِيْرًا سنتا دیکھتا	اِنَّا هَدَيْنٰهُ بیشک ہم نے اسے دکھائی	السَّبِيْلَ راہ	اِمَّا شَاكِرًا خواہ شکر کرنے والا	وَّاِمَّا اور خواہ	كَفُوْرًا ناشکرا	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں پہلے انسان کی حقیقت کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ انسان پہلے کچھ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے وجود کو جنم دیا۔ انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر دنیا میں آتا ہے لیکن اپنی پیدائش سے قبل اس انسان پر زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آچکا ہے کہ جب اس کا کچھ نام ونشان نہ تھا یعنی نہ یہ دنیا میں موجود تھا۔ نہ اہل دنیا میں اس کا تذکرہ تھا۔ پھر کتنے ہی دور طے کر کے نطفہ کی شکل میں آیا اور مرد وعورت کے مخلوط نطفہ سے اللہ نے اسے ماں کے پیٹ سے پیدا کیا۔ انسانوں کے جد امجد اور سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال تو قرآن پاک میں متعدد جگہ بیان ہو چکا ہے کہ ان کو مٹی سے بنایا گیا۔ یہاں عام نسل انسانی کی خلقت کا ذکر ہے اور اس پہلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ثبوت اور دہریوں کے عقائد کا رد ہے اور وہ اس طرح کہ در پردہ یہاں انسان سے خطاب ہے کہ تو جو زمین وآسمان کے قلابے ملاتا ہے اور خدا کا انکار کر کے کہیں دہر کو کہیں مادہ کو خالق کہتا ہے تو اے انسان تجھ کو علم و شعور ہی کیا ہے؟ پہلے تو اپنی اصل تو بیان کر کہ وہ مخلوط مرد وعورت کا نطفہ جو رحم مادر میں آیا وہ کون کون سی غذاؤں کے کھانے سے بنا تھا۔ اور رحم مادر میں اس پر کس کس وقت کیا کیا تغیرات پیدا ہوئے تھے اور اس سے پہلے اے انسان تو کیا تھا؟ تیرا نام ونشان بھی نہ تھا۔ جب تجھے اے انسان ان باتوں کا علم نہیں ہے تو کس اعتماد پر دہر اور مادہ کو خالق کہتا ہے۔ اگر تیرا کوئی بنانے والا اور پیدا کرنے والا نہیں تو پھر آپ ہی خود بخود تو بتدریج کیسے بن گیا؟ فعل بغیر فاعل کیسے ہو گیا؟ پھر وہی نطفہ تو تھا جس میں انسان کی تمام قوتیں اور اعضاء ودیعت اور پنہاں تھے تو اب کوئی بتلا تو دے کہ نطفہ کے کونسے جزو میں کون سی قوت اور کونسا عضو ودیعت رکھا گیا تھا۔ تو جو اے انسان ایسے حقیر اور ناپاک چیز سے بنا ہو کہ جو کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو دھویا جائے اس کو یہ غرور کی باتیں کب زیبا ہیں؟ آگے اس دنیا میں انسان کو پیدا کرنے اور پھیلانے کا راز بتلایا جاتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کو اس کا امتحان منظور ہے تاکہ اس کو آزمایا جائے کہ یہ دنیا میں کیا کرتا ہے۔ اور اپنے خالق مالک اور رازق کو پہچانتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا دنیا کے لذات وشہوات ہی پر فریفتہ رہتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو انسان کی دنیا میں آزمائش منظور تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو سننے اور دیکھنے والا بھی کر دیا تاکہ اس کو احکام کا مکلف

اور امر و نہی کا مخاطب بنا کر امتحان لیا جائے اور دیکھا جائے کہ کہاں تک مالک کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھلاتا ہے اسی لئے اس کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی قوتیں دی گئیں۔ جن پر تکلیف شرعی کا مدار ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی باتیں سن کر ایمان لائے۔ اگلے کفار و مشرکین کے حالات سن کر اور ان کی آفات سن کر عبرت لے اور ان بیہودہ عقائد اور افعال سے بچے اور اچھے برے میں امتیاز کرے۔ لوگوں کے غلط افسانوں پر ہی نہ اڑا رہے اور دنیا کی بے ثباتی اور روا روی کو دیکھ کر اپنے چلنے اور ٹھکانے کی بھی فکر کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اوّلاً تو اصل فطرت اور پیدائشی عقل و فہم سے پھر دلائل عقلیہ و نقلیہ سے نیکی کی راہ سمجھائی اور برے بھلے سب سے آگاہ کر دیا جس کا مقتضی یہ تھا کہ سب انسان ایک راہ پر چلتے لیکن گرد و پیش کے حالات اور خارجی عوارض سے متاثر ہو کر سب ایک راہ پر نہ رہے۔ بعض نے اللہ کو مانا اور اس کا حق پہچانا اور بعض نے ناشکری اور ناحق شناسی پر کمر باندھ لی اور کفر و شرک اختیار کیا۔

گویا انسان کے سامنے ہدایت اور گمراہی کے دونوں راستے واضح کر دیئے گئے۔ اب خواہ انسان اللہ کے بتلائے ہوئے راستہ کی قدر کرے اور اس پر چلے خواہ ناقدری کرے اور اس پر نہ چلے مگر ہر فریق اپنی جزا سن لے کہ نہ ماننے والے کے لئے کیا سزا ہونی ہے اور ماننے والوں کو کیا جزا ملنی ہے۔ یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا۔ اور پھر ہم کو اسلام و ایمان کی دولت عطا فرمائی اور کفر و شرک سے بچایا۔

یا اللہ ہمیں اسلام کی سچی قدردانی کی توفیق عطا فرما اور اپنے احکام کا پورا ظاہراً و باطناً متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ ہمیں اپنے شاکر اور مومن بندوں میں شامل رکھئے اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ سَلَٰسِلَا۟ وَأَغْلَٰلًا وَسَعِيرًا ﴿٤﴾ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ

ہم نے کافروں کیلئے زنجیریں اور طوق اور آتش سوزاں تیار رکھی ہے۔ جو نیک ہیں وہ ایسے جام پیویں گے جس میں

مِزَاجُهَا كَافُورًا ﴿٥﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ ٱللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ﴿٦﴾ يُوفُونَ بِٱلنَّذْرِ وَيَخَافُونَ

کافور کی آمیزش ہوگی۔ یعنی ایسے چشمے سے جس سے خدا کے خاص بندے پئیں گے جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے۔ وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں

يَوْمًا كَانَ شَرُّهُۥ مُسْتَطِيرًا ﴿٧﴾ وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا

جس کی سختی عام ہوگی۔ اور وہ لوگ خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم کو

نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ ٱللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا

محض خدا کی رضامندی کیلئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں اور نہ شکریہ۔ ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں۔

قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾ فَوَقَىٰهُمُ ٱللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ ٱلْيَوْمِ وَلَقَّىٰهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴿١١﴾

سو اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرما دے گا۔

إِنَّآ أَعْتَدْنَا بیشک ہم نے تیار کیا	لِلْكَٰفِرِينَ کافروں کیلئے	سَلَٰسِلَا۟ زنجیریں	وَأَغْلَٰلًا اور طوق	وَسَعِيرًا اور دہکتی آگ	إِنَّ بیشک	ٱلْأَبْرَارَ نیک بندے
يَشْرَبُونَ پئیں گے	مِن كَأْسٍ پیالے سے	كَانَ مِزَاجُهَا اسمیں آمیزش ہوگی	كَافُورًا کافور کی	عَيْنًا ایک چشمہ	يَشْرَبُ بِهَا اس سے پیتے ہیں	
عِبَادُ ٱللَّهِ اللہ کے بندے	يُفَجِّرُونَهَا اس سے رواں کرتے ہیں	تَفْجِيرًا نالیاں	يُوفُونَ وہ پوری کرتے ہیں	بِٱلنَّذْرِ (اپنی) نذریں		
وَيَخَافُونَ اور وہ ڈرتے ہیں	يَوْمًا اس دن سے	كَانَ ہوگی	شَرُّهُۥ اسکی برائی	مُسْتَطِيرًا پھیلی ہوئی	وَيُطْعِمُونَ اور وہ کھلاتے ہیں	ٱلطَّعَامَ کھانا
عَلَىٰ حُبِّهِۦ اسکی محبت پر	مِسْكِينًا محتاج۔مسکین	وَيَتِيمًا اور یتیم	وَأَسِيرًا اور قیدی	إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	نُطْعِمُكُمْ ہم تمہیں کھلاتے ہیں	
لِوَجْهِ ٱللَّهِ رضائے الٰہی کیلئے	لَا نُرِيدُ ہم نہیں چاہتے	مِنكُمْ تم سے	جَزَآءً کوئی جزا	وَلَا شُكُورًا اور نہ شکریہ	إِنَّا نَخَافُ بیشک ہم ڈرتے ہیں	
مِن رَّبِّنَا اپنے رب سے	يَوْمًا اس دن کا	عَبُوسًا منہ بگاڑنے والا	قَمْطَرِيرًا نہایت سخت	فَوَقَىٰهُمُ ٱللَّهُ پس انہیں بچا لیا اللہ نے		
شَرَّ برائی	ذَٰلِكَ ٱلْيَوْمِ اس دن	وَلَقَّىٰهُمْ اور انہیں عطا کی	نَضْرَةً تازگی	وَسُرُورًا اور خوش دلی		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور اندھا دھند اپنی خواہشات کے پورا کرنے میں لگ گئے اور جو رسم و رواج اور اوہام وظنوں کی زنجیروں میں جکڑے رہے اور غیر اللہ کی اطاعت کے طوق اپنے گلوں سے نہ نکال سکے بلکہ حق اور قائلین حق کے خلاف دشمنی اور لڑائی کی آگ بھڑکانے میں عمریں گذار دیں۔ کبھی بھول کر اللہ کی نعمتوں کو یاد نہ کیا۔ نہ اس کی سچی فرمانبرداری کا خیال دل میں لائے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جہنم کے طوق اور زنجیریں اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے کہ لوہے کی زنجیروں میں باندھ کر اور گلے میں لوہے کے وزنی طوق ڈال کر جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر سیسہ کے ایک گول ٹکڑے کو جو کھوپڑی کے مانند ہو آسمان سے زمین کی طرف ڈالا جائے جس کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ کا ہے تو وہ

ایک رات گزرنے سے پہلے زمین پر پہنچ جائے۔ لیکن اگر اس سیسہ کے ٹکڑے کے اس زنجیر کے کنارہ سے چھوڑا جائے جس میں دو زخیوں کو باندھا جائے گا تو چالیس برس تک لڑھکتے رہنے کے باوجود اس زنجیر کی انتہا یا جڑ تک نہ پہنچے گا۔ اس سے اس زنجیر کی لمبائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس قدر طویل ہوگی۔

آگے دوسرے گروہ ابرار یعنی اللہ کے نیک بندے جنہوں نے دنیا میں اپنے منعم حقیقی کو پہچانا اور اس کے احکام کے موافق اپنی زندگی دنیا میں گذاری اور خالق کی عبادت و بندگی کے ساتھ مخلوق خدا کے ساتھ بھی بھلائی و ہمدردی کی ان کو آخرت میں یہ جزا ملے گی کہ وہ جنت کے پانی کے ایسے جام پیویں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی اور یہ کافور دنیا کا نہیں بلکہ جنت کا ایک خاص چشمہ ہے جو خاص طور پر اللہ کے مخصوص اور مقرب بندوں کو ملے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ذکر کیا گیا ہے جنت میں چار قسم کی نہریں ہوں گی یعنی ایک شیریں اور خنک پانی کی نہریں۔ دوسرے دودھ کی نہریں۔ تیسرے نہایت فرحت افزا اور خوش رنگ شراب طہور کی نہریں۔ اور چوتھے صاف و شفاف شہد کی نہریں۔ ان کے علاوہ تین قسم کے چشمہ ہیں ایک کا نام کافور ہے۔ جس کی خاصیت خنکی ہے دوسرے کا نام زنجبیل ہے جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں اس کی خاصیت گرم ہے مثل چاء و قہوہ کے۔ اور تیسرے کا نام تسنیم ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ہوا میں معلق جاری ہے ان تینوں چشموں کا پانی مقربین کے لئے مخصوص ہے لیکن دوسرے اصحاب جنت کو بھی جو ان سے کمتر ہیں ان میں سے سربمہر گلاس مرحمت ہوں گے جو پانی پینے کے وقت گلاب اور کیوڑہ کی طرح سے اس میں سے تھوڑا تھوڑا ملا کر پیا کریں گے۔ پھر اس چشمہ کافور کی جو مقربین کے لئے مخصوص ہوگا یہ کیفیت ہوگی کہ مقربین اہل جنت جدھر اشارہ کریں گے اسی طرف اس کی نالی بہنے لگے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس چشمہ کافور کا اصل منبع حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر میں ہوگا وہاں سے انبیاء اور مقربین کے محلات تک اس کی نالیاں پہنچائی جائیں گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ یہ تو جزا ہوگی آخرت میں ابرار یعنی اللہ کے نیک بندوں کی۔

اب آگے ان ابرار کی کچھ خصلتیں اور صفات بتلائی جاتی ہیں کہ وہ لوگ واجبات یا جو منت مان کر واجب کر لی ہو اسے پورا کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب خود اپنی لازم کی ہوئی چیز کو پورا کریں گے تو اللہ کی لازم کی ہوئی باتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ تو ابرار کی پہلی صفت یہ بیان ہوئی کہ جو عبادتیں خدا کی طرف سے ان کے ذمہ تھیں وہ تو بجا ہی لاتے ہیں بلکہ جو چیز یہ اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں یعنی نذر وہ بھی پوری کرتے ہیں۔ دوسری صفت یہ بیان ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتے رہتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن کا ڈر ہے جس کی گھبراہٹ اور سختی عام طور پر سب کو گھیر لے گی۔ مگر جس پر خدا کا کرم و رحم ہو وہی محفوظ رہ سکے گا۔ تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ یہ ابرار اللہ کی محبت میں اپنا کھانا باوجود خواہش اور احتیاج کے نہایت شوق اور خلوص سے مسکینوں۔ یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں گویا اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی محبت میں مستحق لوگوں پر اپنی طاقت و وسعت کے مطابق خرچ بھی کرتے رہتے ہیں اور پھر اس حسن سلوک کا نہ تو ان لوگوں سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں۔ اور نہ شکریہ یعنی نہ کوئی فعلی بدلہ چاہتے ہیں نہ قولی۔ بلکہ اپنے زبان حال سے یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ یہ حسن سلوک محض لوجہ اللہ یعنی صرف خدا کی رضامندی کے لئے کرتے ہیں۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ خیرات کسی کے گھر بھیجتی تھیں۔ پھر واپسی کے بعد قاصد سے پوچھتی تھیں کہ ان گھر والوں نے کیا کہا۔ اگر قاصد کہتا کہ آپ کے لئے دعا کی تھی تو ام المومنین بھی ان کو ویسی ہی دعا دیتی تھیں۔ تاکہ خیرات خالص اللہ واسطے باقی رہے یعنی اجر آخرت کے لئے باقی رہے۔ دنیوی کوئی اجر اس سے حاصل نہ ہو یہاں تک کہ اس کے عوض کلمہ دعائیہ بھی نہ ملے۔ اللہ اکبر! یہ تھا ان حضرات کا اخلاص اور وہ ابرار یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس دن کے عذاب سے جو نہایت سخت اور دشوار گزار ہوگا۔ اس دن کے عذاب اور ہولناکیوں سے بچنے کیلئے یہ ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔ آیت یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ سے لے

کہ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا تک کے متعلق بعض مفسرین نے جنہوں نے ان کو مدنی آیات مانا ہے ان کے شان نزول کے متعلق ایک روایت یہ لکھی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؓ کے گھر تشریف لائے تو حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو بیمار پایا تو آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ کچھ اللہ کی منت مان لو کہ حسنین کو شفا ہو جائے۔ دونوں نے تین روزوں کی منت مان لی۔ شافی مطلق نے حضرات سبطینؓ کو صحت کلی عطا فرمائی۔ ایفائے نذر کی نیت سے روزے رکھے۔ شام کے وقت کچھ قرض لے کر پیسے اور روٹی پکا کر روزہ افطار کرنے بیٹھے ہی تھے کہ دروازہ پر ایک مسکین نے آ کر سوال کیا کہ اے اہل بیت نبوت اللہ کے واسطے مجھ محتاج کا پیٹ بھرو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً اپنے حصہ کی روٹی لا حاضر کی اس پر سارے گھر والوں نے اپنے اپنے حصہ کی روٹی فقیر کو لا کر دے دی۔ صرف پانی سے روزہ کھول کر اللہ کے نام پر سو رہے۔ دوسرا روز ہوا شام کو روٹی لے کر بیٹھے ہی تھے کہ دروازہ پر ایک یتیم نے صدا دی کہ بے ماں باپ کا بچہ ہوں روٹی کھلا دو۔ حضرت علیؓ نے پھر اپنا حصہ اس کو جا کھلایا اور تمام گھر والوں نے روز گزشتہ کی طرح اپنا اپنا کھانا یتیم کے حوالہ کیا۔ پھر پانی سے روزہ کھول کر سو رہے۔ تیسرے دن شام کے وقت ایک قیدی آ کھڑا ہوا۔ اس روز بھی گزشتہ دونوں دنوں کی طرح سب نے تمام کھانا اس اسیر کے حوالہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت نبوت کی مدح میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ بعض محدثین نے اس روایت کی صحت میں کلام کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض اوپر ابرار کے اوصاف بیان فرمائے گئے تھے اب آگے ان کی جزائے خیر کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جب وہ آخرت کے دن سے ڈرتے رہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں اس دن کے شر اور برائی سے محفوظ رکھے گا اور ان پر کوئی مصیبت اور آفت اس روز نہ آئے گی بلکہ ان کو فرحت اور خوشی عطا کی جائے گی اور ان کے چہرے خوشی سے تر و تازہ اور خوش و خرم ہوں گے۔

ان آیات میں اخلاص کی ترغیب اور تعلیم دی گئی ہے اور اخلاص یعنی للّٰہیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ صرف اس لئے اور اس نیت سے کیا جائے۔ کہ ہمارا مولا اور پروردگار ہم سے راضی ہو۔ ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضگی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات و تعلیمات میں یہی بتلایا ہے کہ تمام اچھے اعمال اور اخلاق کی روح اور جان یہی اخلاص نیت ہے۔

اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام و نمود۔ فخر و ریا یا کوئی اور جذبہ ان کا محرک ہو تو اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں اور ان پر کوئی ثواب ملنے والا نہیں بلکہ الٹا مواخذہ اور سزا کا ڈر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مخلص بندوں کے طفیل میں اخلاص کی دولت عطا فرمائیں۔ آمین۔

ابھی آگے مزید انعامات و احسانات اور جنت کی اعلیٰ نعمتیں جو کہ ابرار کو حاصل ہوں گی اُن کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا یقین کامل ہم کو نصیب فرمائیں اور اس زندگی میں آخرت کے سفر کی ہمہ وقت تیاری کا فکر عطا فرمائیں۔ یا اللہ اپنی رحمت سے ہم سے اس زندگی میں وہ کام کرا لیجئے جو آخرت میں آپ کی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنیں اور ان کاموں سے بچا لیجئے جو آپ کی ناراضگی کا سبب بنیں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿١٢﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا

اوران کی پختگی کے بدلہ میں ان کو جنت اورریشمی لباس دے گا۔اس حالت میں کہ وہ وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔وہاں نہ تپش پائیں گے

وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿١٣﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ

اور نہ جاڑا۔اور یہ حالت ہوگی کہ درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اوران کے میوے ان کے اختیار میں ہوں گے۔اوران کے پاس چاندی کے برتن

مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿١٥﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ

لائے جاویں گے اورآبخورے جوشیشے کے ہوں گے وہ شیشے چاندی کے ہوں گے۔جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا۔اوروہاں ان کو

فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ

ایسا جام پلایا جاوے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا اوران کے پاس ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے

مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿١٩﴾

جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔اے مخاطب اگرتو ان کو دیکھے تو یوں سمجھے کہ موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں۔

وَجَزٰىهُمْ اور انہیں بدلہ دیا	بِمَا صَبَرُوْا انکے صبر پر	جَنَّةً جنت	وَّحَرِيْرًا اور ریشمی لباس	مُّتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگائے ہوں گے	فِيْهَا اس میں	
عَلَى الْاَرَآئِكِ تختوں پر	لَا يَرَوْنَ وہ نہ دیکھیں گے	فِيْهَا اس میں	شَمْسًا دھوپ	وَّلَا زَمْهَرِيْرًا اور نہ سردی	وَدَانِيَةً اور نزدیک ہورہے ہونگے	
عَلَيْهِمْ ان پر	ظِلٰلُهَا انکے سائے	وَذُلِّلَتْ اور نزدیک کردیئے گئے ہوں گے	قُطُوْفُهَا اس کے گچھے	تَذْلِيْلًا جھکا کر	وَيُطَافُ اور دور ہوگا	
عَلَيْهِمْ ان پر	بِاٰنِيَةٍ برتنوں کا	مِّنْ فِضَّةٍ چاندی کے	وَّاَكْوَابٍ اور آبخورے	كَانَتْ ہوں گے	قَوَارِيْرَا۠ شیشے کے	قَوَارِيْرَا۠ شیشے
مِنْ فِضَّةٍ چاندی کے	قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا انہوں نے انکا اندازہ کیا ہوگا مناسب اندازہ	وَ اور	يُسْقَوْنَ انہیں پلایا جائے گا	فِيْهَا اس میں		
كَاْسًا ایسا جام	كَانَ ہوگی	مِزَاجُهَا اسکی آمیزش	زَنْجَبِيْلًا سونٹھ	عَيْنًا ایک چشمہ	فِيْهَا اس میں	تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا موسوم کیا جاتا ہے سلسبیل
وَيَطُوْفُ اور گردش کریں گے	عَلَيْهِمْ ان پر	وِلْدَانٌ لڑکے	مُّخَلَّدُوْنَ ہمیشہ (نو عمر) رہنے والے	اِذَا رَاَيْتَهُمْ جب تو انہیں دیکھے		
حَسِبْتَهُمْ تو انہیں سمجھے	لُؤْلُؤًا موتی	مَّنْثُوْرًا بکھرے ہوئے				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بھی ابرار کے متعلق بیان جاری ہے کہ آخرت میں ان کو کیا کیا نعمتیں ملیں گی چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ ابرار دنیا کی تنگیوں اور سختیوں پر صبر کر کے معاصی سے رکے رہے تھے اور اللہ کی اطاعت پر جمے رہے تھے۔اپنی نذر کو پورا کرنے اور مسکینوں ۔یتیموں اور محتاجوں کے کھلانے پلانے میں تکالیف برداشت کرتے تھے۔ دنیا میں شرعی پابندیوں کو کشادہ دلی سے برداشت کرتے تھے۔پھٹے پرانے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن لیتے تھے اور خالص ریشمی کپڑوں سے دنیا میں ممنوع ہونے کی وجہ سے پرہیز کرتے تھے تو اس صبر کے عوض میں اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں جنت کے باغ رہنے کو اور ریشمی لباس فاخرہ پہننے کو عطا فرمائے گا۔روایات میں آتا ہے کہ ادنیٰ جنتی کو ہر صبح وشام ستر جوڑے حریر کے جن کے رنگ مختلف ہوں گے اور نہایت نفیس اور منقش اس کے خادم اس کے سامنے لایا کریں گے تا کہ ان میں سے جو مرغوب اور خوش معلوم ہو وہ اس کو پہنے اور باریکی میں وہ ایسے ہوں گے جیسے پھول کی پتی۔ اور بعض ایسے باریک اور نازک ہوں گے کہ ستر تہوں میں سے بدن نظر

گے۔ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر وہاں کا لباس اور زیور زمین پر لایا جائے تو وہ اپنی چمک دمک سے جہان کو اس قدر روشن کردے کہ آفتاب کی روشنی اس کے سامنے ماند ہو جائے اور نہ صرف یہ کہ انہیں ایسے قیمتی اور لباس فاخرہ ملیں گے بلکہ ان کے لیٹنے بیٹھنے کے لئے بہشت میں طلائی پلنگ اور سایہ دار تخت ہوں گے جیسے دنیا میں بادشاہوں کے تخت ہوتے ہیں جن پر گدے اور ریشمین تو شکیں بچھی ہوں گی اور یہ ان پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ پھر جنت کا موسم نہایت معتدل اور خوشگوار ہوگا نہ گرمی کی تکلیف نہ سردی کی۔ نہ آفتاب کی شعاعیں نہ تاریکی۔ بلکہ ایسی حالت ہو گی جیسے طلوع آفتاب سے کچھ دیر پیشتر ہوتی ہے۔ وہاں عرش کے نور کی روشنی ہوگی نہ کہ چاند و سورج کی۔ اور جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے یہ چاند اور سورج تو جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اس جنت کے درخت باوجود نہایت بلند و بزرگ و سایہ دار ہونے کے بڑے باشعور ہوں گے۔ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ اس قدر نیچے کو جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لیا کریگا۔

درختوں کی شاخیں مع اپنے پھول اور پھلوں کے جنتیوں پر جھکی پڑتی ہوں گی اور پھلوں کے خوشے اس طرح لٹکے ہوں گے کہ جنتی کھڑے بیٹھے لیٹے جس حالت میں چاہیں گے بے تکلف لے سکیں گے۔ پھر جنت میں جنتیوں کے لئے قسم قسم کے میووں اور پھلوں ہی پر بس نہ ہوگی بلکہ اور بھی کھانے پینے کا شاہانہ سامان ہوگا۔ برتن اور آبخورے اور ظروف چاندی کے ہوں گے اور ایسے صاف شفاف اور چمکدار کہ شیشے کی طرح معلوم ہوں گے ان کے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آئے گی۔ پھر وہ آبخورے ایک عجیب صنعت اور اندازہ سے بنائے گئے ہوں گے ہر ایک برتن میں وقت حاجت کی رعایت ہوگی۔ جنتی کو جس قدر پینے کی خواہش ہوگی ٹھیک اسی اندازے کے موافق بھرے ہوئے ہوں گے کہ نہ کمی رہے اور نہ بچے۔ یہاں چاندی کے برتن اور آبخوروں کا ذکر ہے لیکن سونے کے برتن بھی جنت میں ہوں گے جیسا کہ سورہ زخرف ۲۵ ویں پارہ میں فرمایا گیا یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَکْوَابٍ (ان کے پاس سونے کی رکابیاں لائی جائیں گی اور گلاس بھی۔ گویا موقع اور محل کے مناسب کہیں سونے کے اور کہیں چاندی کے برتن ہوں گے۔ الغرض کہ جنتیوں کو چاندی وسونے کے گلاسوں میں مشروب پلایا جائے گا۔ گذشتہ درس میں ذکر ہوا تھا اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا (ابرار جنت میں ایسے جام پیئں گے جس میں آمیزش کافور کی ہوگی)۔ اور کافور جنت کا ایک چشمہ ہے جس کی خاصیت خنکی اور ٹھنڈک ہے۔ یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ ان اہل جنت کو ایسا عمدہ مشروب پلایا جائے گا جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی اور زنجبیل ایک چشمہ ہے جنت میں جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں جس کی خاصیت گرم ہے۔ تو یہ اختلاف پینے والوں کی طبعی خواہش کے پیش نظر ہوگا۔ گرم مزاج والوں کو مشروب کی خنکی پسند ہوتی ہے ان کو ایسا مشروب مرغوب ہوگا جس میں کافور کی آمیزش ہو اور سرد مزاج والوں کو گرم مشروب پسند ہوتا ہے اس لئے ان کو وہ مشروب مرغوب ہوگا جس میں زنجبیل کی آمیزش ہو۔ گویا ہر جنتی کی رغبت خاطر جدا جدا ہوگی ویسے ہی اس کی رغبت کا سامان ہوگا۔ اب ان مشروبات اور لذائذ اور نعمتوں کو ہر وقت اہل جنت کے پاس لانے اور لے جانے کے لئے خدام ہوں گے جن کو غلمان کہا جاتا ہے۔ یہ جنت میں ایک جدا مخلوق ہے جو حسین و خوبصورت بچوں کی شکل میں ہوگی۔ یہ جنت میں ہمیشہ ایک عمر کے رہیں گے اور مثل بکھرے ہوئے موتیوں کے چاروں طرف خدمت کرتے ہوئے پھریں گے۔ غلمان جن کا لڑکپن ہمیشہ باقی رہے گا کبھی جوان یا بوڑھے نہ ہوں گے چونکہ لڑکوں میں ایک شوخی۔ شرارت۔ ترت۔ پھرت۔ اور بھولا پن ہوتا ہے اس لئے عیش و نشاط کی مجلسوں میں ان کے کھلانے پلانے میں کام کرنا ایک عجیب لطف دیتا ہے۔ یہ غلمان ہمہ وقت اہل جنت کے پاس کھانے اور پینے کی چیزیں لاتے اور لے جاتے رہیں گے اور ایسے حسین اور خوبصورت اور پرنور ہوں گے کہ ان کو خدمت میں ادھر ادھر آتے جاتے جو کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ گویا موتی ہیں جو بکھرے ہوئے ہیں۔ گویا ان کے حسن اور ادھر ادھر چلنے پھرنے کو بکھرے ہوئے موتیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

ابھی اہل جنت کے انعامات اور جنت کی نعمتوں کا مزید حال اگلی آیات میں جاری ہے۔ جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ

اور اے مخاطب اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے۔ ان جنتیوں پر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے

وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً

بھی اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جاویں گے اور ان کا رب ان کو پاکیزہ شراب پینے کو دے گا۔ یہ تمہارا صلہ ہے

وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔

وَاِذَا رَاَيْتَ اور جب تو دیکھے گا	ثَمَّ وہاں	رَاَيْتَ تو دیکھے گا	نَعِيْمًا بڑی نعمت	وَّمُلْكًا كَبِيْرًا اور بڑی سلطنت	عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ ان کے اوپر کی پوشاک	
سُنْدُسٍ باریک ریشم	خُضْرٌ سبز	وَّ اِسْتَبْرَقٌ اور دبیز ریشم (اطلس)	وَّحُلُّوْٓا اور انہیں پہنائیں جائیں گے	اَسَاوِرَ کنگن	مِنْ فِضَّةٍ چاندی کے	
وَسَقٰىهُمْ اور انہیں پلائیگا	رَبُّهُمْ ان کا رب	شَرَابًا ایک شراب (مشروب)	طَهُوْرًا نہایت پاک	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	كَانَ ہے	لَكُمْ تمہاری
جَزَآءً جزا	وَّكَانَ اور ہوئی	سَعْيُكُمْ تمہاری سعی	مَّشْكُوْرًا مشکور (مقبول)			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ جو کچھ نعمتیں جنت کی بیان ہوئیں کچھ اس پر موقوف نہیں۔ جنت کا کیا حال کہا جائے۔ کوئی دیکھے تو معلوم ہو کہ کیسی عظیم الشان نعمت اور کتنی بھاری بادشاہت ہے جو ادنیٰ ترین جنتی کو نصیب ہوگی۔ دیکھنے والا جنت میں نظر کرے گا تو ایسی عظیم الشان نعمتیں اور ایسی زبردست سلطنت اور ایسے شاہانہ تجملات وتکلفات دیکھے گا کہ جو دنیا میں بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھی وہاں کا لاکھواں حصہ بھی نصیب نہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ کمترین مرتبہ والا جنتی وہ ہوگا جو اپنے باغات کو بیویوں اور خادموں کو اور اپنے سامان عیش وعشرت کو ہزار برس اور ایک روایت میں دو ہزار برس کی راہ مسافت سے دیکھے گا اور اس کو اپنی سلطنت کی حدود کا آخری کنارہ اس طرح نظر آئے گا جس طرح قریب ترین حصہ نظر آئے گا یعنی دور ونزدیک یکساں معلوم ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو جہنم میں سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا اس سے جناب باری تعالیٰ فرمائیں گے جا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے بلکہ اس سے بھی دس حصہ زیادہ دیا۔ اللہ اکبر! یہ حال تو ہے ادنیٰ ترین جنتی کا پھر اعلیٰ ترین جنتی کا کیا درجہ ہوگا! اے کریم رب! اپنے کرم سے ہم کو بھی اپنی جنتوں کی نعمتوں سے سرفراز فرمائیے گا۔ گو ہمارے اعمال ایسے نہ ہوں مگر ہمارا ایمان ہے کہ آپ کی رحمت اعمال ہی پر موقوف نہیں۔ آمین۔

آیت وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ سرور کائنات فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپ کے جسم مبارک پر چٹائی کے تمام نشانات پڑ گئے ہیں۔ جسم کی یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل بھر آیا۔ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پڑی تو آپ نے پوچھا کہ یکا یک اس طرح رونے اور رنج کرنے کی کیا وجہ ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ شاہ فارس اور شاہ روم کی طرف خیال چلا گیا تھا کہ وہ دنیا کی بادشاہ ہو کر کیسی کیسی نعمتوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ حبیب خدا اور اشرف الانبیاء ہو کر چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی کپڑا تک بھی نہیں اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا اے عمر! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ ان کی فانی نعمتیں

دنیا ہی کے لئے ہوں اور ہماری دائمی نعمتیں اللہ تعالیٰ آخرت کے لئے ذخیرہ فرمائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وَاِذَا رَاَيۡتَ نازل فرمائی یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی۔ تم دیکھو گے کہ راحت و سرور نعمت ونور سے جنت کا چپہ چپہ معمور ہے۔ اہل جنت کی سیر وتفریح کے واسطے ہوائی سواریاں اور تخت ہوں گے جو ایک ساعت میں ایک ماہ کا راستہ طے کرتے ہوں گے۔ جنت میں ایسے قبے۔ برج اور بنگلے ہوں گے جو ایک ہی یاقوت یا موتی یا زمرد یا دیگر جواہرات سے رنگ برنگ بنے ہوں گے۔ جنت کی سب سے افضل و بہتر نعمت دیدار الٰہی ہے۔ دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کی حیثیت سے اہل جنت چار قسم کے ہوں گے۔ ایک تو وہ جو سال بھر میں ایک مرتبہ۔ دوسرے وہ جو ہر جمعہ کو۔ تیسرے وہ جو دن میں دو دفعہ مشرف ہوں گے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ صبح اور عصر کی نماز نہایت خشوع وخضوع سے پڑھنے سے اس دیدار میں بڑی مدد ملتی ہے۔ چوتھی جماعت اخص الخاص ہر وقت بارگاہ الٰہی میں حاضر رہیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم وفضل سے اپنے دیدار کی نعمت عظمیٰ سے ہم کو بھی مشرف فرمائیں۔ آمین۔ آگے اہل جنت کی پوشاک کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ وہ سبز ہرے رنگ کا چمکدار ریشم ہوگا اور بیش بہا اور گرانقدر دبیز ریشم کا بھی ہوگا گویا جنتی کو جو لباس مرغوب ہوں گے اسی قسم کے شاہانہ لباس ان کو ملیں گے۔ ساتھ ہی چاندی کے کنگن ہاتھوں میں ہوں گے۔ یہاں آیت میں فرمایا گیا وَحُلُّوۡۤا اَسَاوِرَ مِنۡ فِضَّةٍ ۚ (اور ان کو پہنائے جائیں گے چاندی کے کنگن) اور سورہ کہف پندرہویں پارہ میں فرمایا گیا یحلون فیھا من اساور من ذھب (پہنائے جائیں گے ان کو وہاں کنگن سونے کے)۔ تو دراصل کنگن یا ریشمی کپڑے اور اسی طرح جنت کی تمام نعمتوں کی خاص کیفیت اور اصل حقیقت ہم دنیا میں سمجھ نہیں سکتے کیونکہ ہماری محسوسات کی دنیا میں اس عالم آخرت کی کوئی پوری مثال موجود نہیں رہا یہ کہ یہاں چاندی کے کنگن فرمائے اور سورہ کہف میں سونے کے تو علما نے لکھا ہے کہ کسی کو چاندی کے ملیں گے اور کسی کو سونے کے مثلاً ابرار کو چاندی کے اور مقربین کو سونے کے یا کبھی چاندی کے ملیں اور کبھی سونے کے یا کسی کو ایک وقت چاندی کے پہنائے جائیں دوسرے وقت سونے کے۔ اب یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے کہ زیور عورتوں کے لئے زینت ہے۔ مردوں کے لئے معیوب ہے پھر جنت میں کنگن پہنانے کی کیا وجہ؟ اس کے جواب میں علما کے چند اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ ہر وطن کا مقتضا جدا ہے۔ دنیا میں کسی امر کا عیب ہونا آخرت میں عیب ہونے کو لازم نہیں۔ دوسرے یہ کہ مشرقی ممالک میں قدیم رواج ہے کہ سردار کے ہاتھ میں چاندی یا سونے کا کڑا یا کنگن ڈالا جاتا ہے کہ چاندی سونا اس کے ہاتھ میں ہے گویا یہ سرداری کی علامت ہے جیسا کہ موجودہ مغربی ملکوں میں تمغہ اور میڈل۔ پس اسی قسم کا یہ بھی جنت میں ان کی سرداری و بادشاہی کا تمغہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ دراصل یہ چاندی اور سونے کا زیور جنت کی عورتوں اور خادموں کو پہنایا جائے گا مگر لفظ میں جانب تذکیر کو غلبہ دے کر مذکر کے صیغے اس لئے لائے گئے کہ ان کی عورتوں اور خادموں کو پہنانا انہیں کی خوشنودی کا باعث ہے تو گویا ان کو ہی پہنایا گیا۔ چوتھے یہ کہ یہ کنایہ ہے ان کے ان انوار و برکات سے جو دنیا میں انہوں نے ان متبرک ہاتھوں سے نیک اعمال کئے تھے۔ یہ ان کی روشنی اور نور ہوگا جو ہاتھ میں کنگن معلوم ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ابرار کی دنیا میں ایک ایک نیک صفت آخرت میں ایک ایک نعمت بن کر ان کے سامنے آئے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جنت کی ان دائمی نعمتوں سے ہم سب کو بھی نوازیں۔ آمین۔ اب آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق تعالیٰ اپنا خاص کرم جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمایا یعنی یہ قرآن کریم بتدریج تھوڑا تھوڑا نازل کر کے آپ پر بھیجا اس کو یاد دلاتے ہیں اور اس اکرام کی شکر گذاری کی ہدایت فرماتے ہیں جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾

ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا ہے۔ سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر مستقل رہیئے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں نہ آیئے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ

اور اپنے پروردگار کا صبح وشام نام لیا کیجئے۔ اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے۔ یہ لوگ

هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا

دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے

أَسْرَهُمْ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ

اور جب ہم چاہیں ان ہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں۔ یہ نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ

اور بدوں خدا کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔ وہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے۔

فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾

اور ظالموں کیلئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ بیشک ہم	نَزَّلْنَا ہم نے نازل کیا	عَلَيْكَ آپ پر	الْقُرْاٰنَ قرآن	تَنْزِيْلًا بتدریج	فَاصْبِرْ پس صبر کریں	لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم کیلئے
وَلَا تُطِعْ اور آپ کہا نہ مانیں	مِنْهُمْ ان میں سے	اٰثِمًا کسی گنہگار	اَوْ كَفُوْرًا یا ناشکرے کا	وَاذْكُرِ اور آپ یاد کریں	اسْمَ رَبِّكَ اپنے رب کا نام	
بُكْرَةً صبح	وَّاَصِيْلًا اور شام	وَمِنَ اور سے (کسی حصہ میں)	الَّيْلِ رات	فَاسْجُدْ پس آپ سجدہ کریں	لَهٗ اس کو	وَسَبِّحْهُ اور اسکی پاکیزگی بیان کریں
لَيْلًا طَوِيْلًا رات کا بڑا حصہ	اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بیشک یہ (منکر) لوگ	يُحِبُّوْنَ وہ دوست رکھتے ہیں	الْعَاجِلَةَ دنیا	وَيَذَرُوْنَ اور چھوڑ دیتے ہیں		
وَرَآءَهُمْ اپنے پیچھے	يَوْمًا ایک دن	ثَقِيْلًا بھاری	نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں پیدا کیا	وَشَدَدْنَآ اور ہم نے مضبوط کئے	اَسْرَهُمْ انکے جوڑے	
وَاِذَا شِئْنَا اور جب ہم چاہیں	بَدَّلْنَآ ہم بدل دیں	اَمْثَالَهُمْ ان جیسے لوگ	تَبْدِيْلًا بدل کر	اِنَّ هٰذِهٖ بیشک یہ	تَذْكِرَةٌ نصیحت	فَمَنْ شَآءَ پس جو چاہے
اتَّخَذَ اختیار کرے	اِلٰى رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف	سَبِيْلًا راہ	وَمَا تَشَآءُوْنَ اور تم نہیں چاہو گے	اِلَّآ سوائے	اَنْ جو	يَّشَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	عَلِيْمًا جاننے والا	حَكِيْمًا حکمت والا	يُدْخِلُ وہ داخل کرتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ وہ جسے چاہے	فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں
وَالظّٰلِمِيْنَ اور (رہے) ظالم	اَعَدَّ لَهُمْ اس نے تیار کیا ہے ان کیلئے	عَذَابًا اَلِيْمًا دردناک عذاب				

تفسیر وتشریح: قرآن کریم میں جو جنت کی نعمتیں بیان ہوئیں اور وہاں کے عیش ونشاط اور حیات جاودانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور اہل مکہ کو ان آیات کا سنانا شروع کیا تو کفار مکہ جنت کی عیش وعشرت کا مضمون سن کر آپس میں یہ مشورہ کرنے لگے کہ اس شخص کو

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کونعمت وراحت وعیش کی لذت پیدا ہوئی ہے اسی واسطے بار بار انہی جنت کی لذتوں کا ذکر کرتے ہیں اور لوگوں کو انہی لذتوں اور راحتوں کا وعدہ دلا کر آبائی دین سے پھیرتے ہیں تو آؤ انہی لذتوں اور راحتوں کی طمع اور لالچ دے کر ان کواس کام سے باز رکھیں اور دنیوی لالچ دے کر دعوت وتبلیغ کے کام سے روکیں۔ یہ مشورہ اور تدبیر آپس میں طے کر کے دوسرداروں کو منتخب کیا ایک عتبہ بن ربیعہ اور دوسرا ولید بن مغیرہ اور وہ دونوں سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے بہت نزدیکی قرابت رکھتے ہیں اور ہمارا تمہارا گوشت پوست سب ملا ہوا ہے کسی طرح کی جدائی ہماری تمہاری نہیں ہے لیکن خدا کے واسطے ہم تم سے ایک بات کہتے ہیں کہ اگر تم کو خوبصورت عورتوں کا اور دنیا کی نعمتوں کا شوق ہو جیسے عمدہ کھانے۔ پاکیزہ لباس۔ چاندی وسونا اور کم عمرلڑکے خدمت کے واسطے جن کا ذکر بار بار کیا کرتے ہو اور ان چیزوں کی طرف تمہارے دل نے رغبت کی ہو تو بے تکلف ہم سے کہہ دو کہ ہم یہ سب چیزیں مہیا کر دیں چنانچہ عتبہ نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے کہ حسن وجمال میں اس کا ثانی اس شہر میں نہیں وہ لڑکی مع جہیز اور اسباب بے شمار تم کو میں دیتا ہوں اور تمہارے ساتھ اس کا نکاح کئے دیتا ہوں۔ اور ولید نے کہا کہ میری مالداری کا حال تم کو خوب معلوم ہے کہ مکہ سے طائف تک تمام باغات اور زراعت اور مویشی میرے ہیں۔ اس کے علاوہ موتیوں کی تجارت بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ غوطہ خور میرے نوکر ہیں سو وہ دریا اور سمندر سے عمدہ موتی نکالتے ہیں اور میں شام ومصر کی طرف ان کو بھیجتا ہوں اور اس میں بے انتہا نفع حاصل ہوتا ہے سو میں آدھا اپنا مال اور زرو جواہر تم کو دیتا ہوں لیکن اس شرط سے کہ بت پرستی سے لوگوں کو منع مت کرو اور ہمارے بتوں کی مذمت اور ہمارے بڑوں کی برائی ہر جگہ مت کیا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا کلام سن کر نہایت متحیر ہوئے کہ ان لوگوں نے

آیات قرآنی کی تبلیغ کو کس چیز پر محمول کیا جو ایسا سوال مجھ سے کرتے ہیں۔ اب ابھی اس سوچ ہی میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر نازل ہوئے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم نے آپ پر یہ قرآن بتدریج تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے تا کہ آپ کا دل مضبوط رہے اور لوگ بھی آہستہ آہستہ اپنے نیک و بد کو سمجھ لیں اور معلوم کرئیں کہ جنت کن اعمال کی بدولت ملتی ہے۔ اور جو کچھ ہم نے جنت کی نعمتوں اور وہاں کی لذت وراحتوں کا بیان قرآن میں کیا ہے اس کی تبلیغ میں آپ کو کوئی عار محسوس نہ ہو۔ اس واسطے کہ آپ تو اپنے پروردگار کا کلام بیان کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے کہ اس کے بیان کرنے میں کچھ آپ کی طمع ان چیزوں میں سمجھی جائے اور اگر یہ کافر آپ پر اس بات کی تہمت رکھتے ہیں تو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر برابر جمے رہیئے اور عتبہ اور ولید وغیرہ کفار قریش آپ کو دنیوی لالچ دے کر اور چکنی چپڑی باتیں بنا کر چاہتے ہیں کہ آپ کو فرض تبلیغ و دعوت سے باز رکھیں۔ آپ ان میں سے ہرگز کسی کی بات نہ مانیں کیونکہ کسی گناہ گار فاسق یا ناشکرا کافر کا کہنا ماننے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ آپ ایسے شریر بدبختوں کی بات پر کان نہ دھریں اور آپ پر جو حرص وطمع کی تہمت رکھتے ہیں اس کو دفع کرنے کے لئے آپ ایک دوسرا کام کریں تا کہ اس کے سبب سے یہ تہمت آپ سے بالکل دور ہو جائے اور ان لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ دنیا اور اس کی لذتوں اور راحتوں کی طرف ہرگز میل وخواہش نہیں رکھتے اور ان نعمتوں کا ذکر محض تبلیغ قرآن کے لئے کرتے ہیں۔ اور وہ کام یہ ہے کہ صبح وشام یعنی ہمہ وقت اپنے رب کا نام لیا کیجئے۔ سب خرخشوں کا علاج یہی ذکر خدا ہے۔ اور کسی قدر رات کے حصہ میں اس کو سجدہ کیا کیجئے یعنی نماز پڑھا کیجئے اور شب کو تہجد کے علاوہ بہت زیادہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہئے۔ گویا ان تعلیمات میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ

یہ تمام دن رات سونے اور عیش ونشاط کے لئے نہیں ہیں بلکہ دن رات کا بڑا حصہ یاد اور ذکر الٰہی میں گزرنا چاہئے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نصیحت اور ہدایت قبول نہیں کرتے اس کا سبب حب دنیا ہے۔ یہ تو دنیا اور اس کے لذات و شہوات پر فریفتہ ہیں۔ شب و روز مال و زر زن و فرزند و اسباب دنیا کے جمع کرنے میں مصروف ہیں اور انہی چیزوں میں کامیابی حاصل کرنے کی خوش نصیبی اور فوز عظیم جانتے ہیں اور دار آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دنیا چونکہ جلد ہاتھ آنے والی چیز ہے اسی کو یہ چاہتے ہیں اور قیامت کے دن سے غفلت میں ہیں۔ اس کی کچھ فکر نہیں بلکہ اس کے آنے کا یقین بھی سمجھتے ہیں کہ مر کر جب گل سڑ گئے پھر دوبارہ کون ہم کو ایسا ہی بنا کر کھڑا کرے گا؟ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ اوّل بار بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا اور سب جوڑ و بند درست کئے اور اب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سلب نہیں ہوگئی وہ جب چاہیں ان کی موجودہ ہستی کو ختم کر کے دوبارہ ایسی ہی ہستی بنا کر کھڑا کر دیں۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ کسی پر جبر وزور نہیں۔ قرآن کے ذریعہ نصیحت کر دی گئی۔ آگے ہر ایک کو اختیار ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی خوشنودی تک پہنچنے کا رستہ بنالے۔ مگر حقیقت امر یہ ہے کہ اے انسانو تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہے بدوں نہیں ہوسکتا۔ جب تک خدا ہی نہ چاہے تمہیں ہدایت کی چاہت نہ ہوگی کیونکہ بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے اور اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے وہ جانتا ہے کہ کس کی استعداد و قابلیت کس قسم کی ہے اسی کے موافق اس کی مشیت کام کرتی ہے پھر وہ جس کو اپنی مشیت سے راہ راست پر لائے اور جس کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دے عین صواب وحکمت ہے۔ جن کی استعداد اچھی ہوگی ان کو نیکی پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے گا۔ مستحقین ہدایت کو وہ ہدایت کی راہیں آسان کر دیتا ہے اور ہدایت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ اور جو اپنے آپ کو مستحق ضلالت بنالیتا ہے اسے وہ ہدایت سے ہٹا دیتا ہے۔

الغرض وہ جسے چاہے اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے اور راہ راست پر کھڑا کر دے اور جسے چاہے بے راہ چلنے دے تو اس کی گمراہی کو کوئی راستی و ہدایت سے بدل نہ سکے گا۔ اور اس کے عذاب گناہ گاروں۔ ظالموں اور ناانصافوں کے لئے ہی مخصوص ہے۔

اگر انسان اسی سورۃ مبارکہ کو بغور و تامل دیکھے تو انسان کی ہدایت کے لئے اعتقادیات سے لے کر عملیات تک کامل رہبر ہے جس میں دار آخرت کی ترغیب اور اس جہان کی نعمتیں بیان فرما کر کامل شوق اور بدکاروں اور سرکشوں اور منکروں کو وہاں کے مصائب یاد دلا کر خوف دلایا گیا ہے اور اصول حسنات بھی تعلیم فرمائے گئے۔ انسان اگر اپنے عقل وحواس سے کام لے اور اپنی ابتدا و انتہا کو سوچے اور راہ راست اختیار کرے تو وہ آخرت میں حیات جاودانی اور سلطنت عظیم کا مالک بنے گا اور جس نے اپنی عقل وحواس سے کام نہ لیا اور دنیا کی لذات وشہوات اور لہو ولعب میں غرق رہا اور انبیاء علیہم السلام کا مخالف اور مقابل رہا تو اس کے لئے عذاب الیم تیار رکھا ہے۔

اب ہر شخص خود اپنے متعلق فیصلہ کرلے۔ نیک وبد سب کو سمجھا دیا گیا ہے۔

الحمد للہ کہ سورہ دھر کا بیان ختم ہوا۔ اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان ہوگا۔

سورۃ الدھر کے خواص

۱- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جو آدمی سورۃ الدھر پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر اس کی جزا جنت وریشم کی شکل میں دینا لازم ہے۔

۲- ہر قسم کی آفات سے حفاظت کے لئے سورۃ الدھر کو قربانی کے مینڈھے کے چمڑے کے ٹکڑے میں کسی عالم کی قلم دوات سے لکھ لے اور اس پر موم چڑھا دے جو آدمی اسے اپنے پاس رکھے گا وہ ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کیلئے بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں۔ اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کردیتی ہیں۔

ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾

پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد یعنی توبہ کا یا ڈرانے کا القاء کرتی ہیں۔ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ ہواؤں کی قسم	عُرْفًا دل کو خوش کرنیوالی	فَالْعٰصِفٰتِ پھر تند و تیز چلنے والی ہواؤں کی قسم	عَصْفًا شدت سے	وَّالنّٰشِرٰتِ بادل اٹھا کر لانیوالی ہواؤں کی قسم		
نَشْرًا پھیلانیوالی	فَالْفٰرِقٰتِ پھر پھاڑنیوالی ہواؤں کی قسم	فَرْقًا بانٹ کر	فَالْمُلْقِيٰتِ پھر القا کرنیوالے فرشتوں کی قسم	ذِكْرًا ذکر وحی	عُذْرًا حجت تمام کرنے کو	
اَوْ نُذْرًا یا ڈرانے کو	اِنَّمَا بیشک جو	تُوْعَدُوْنَ تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے	لَوَاقِعٌ ضرور ہونے والا			

تفسیر و تشریح: سورۃ کی ابتدا قسمیہ کلام سے فرمائی گئی اور یہاں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والی ہے۔ مراد قیامت و آخرت ہے۔ یہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ قسم سے تاکید مقصود ہوتی ہے۔ اہل عرب کا دستور تھا اور اب بھی ہے کہ جس وقت کسی امر کی تاکید کا ارادہ کرتے ہیں تو اس وقت قسم کھایا کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن کا نزول اہل عرب کی زبان میں ہوا ہے اس لئے قرآن میں بھی قسمیں کھائی گئیں تاکہ اہل عرب کی فصاحت و بلاغت کی کوئی قسم قرآن پاک میں رہنے نہ پائے۔ تو حق تعالیٰ نے یہاں روز جزا کے واقع ہونے پر پانچ قسمیں کھائیں تاکہ حد درجہ کی تاکید ثابت ہو کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔ پہلی قسم یہ کھائی گئی وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں دوسری قسم کھائی گئی فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں جس سے مراد آندھیاں۔ طوفان۔ اور سخت ہوائیں ہیں جن سے انقلاب عظیم پیدا ہوتے ہیں مثلاً دریا میں طوفان ہوتا ہے۔ کشتیاں و جہاز ڈوب جاتے ہیں۔ درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں۔ گھر کی چھتیں اڑ جاتی ہیں۔ تو ان دونوں قسموں میں جواب قسم یعنی قیامت و آخرت سے نہایت مناسبت ہے اور وہ اس طرح اول ہوا نرم و خوشگوار چلتی ہے جس سے مخلوق کی بہت سی توقعات اور منافع وابستہ ہوتے ہیں پھر بعد میں وہی ہوا ایک تند آندھی اور طوفانی جھکڑ کی شکل اختیار کر کے وہ خرابی اور غضب ڈھاتی ہے کہ لوگ بلبلا اٹھتے ہیں۔ یہی مثال دنیا و آخرت کی سمجھو۔ کتنے ہی کام ہیں جن کو لوگ فی الحال مفید اور نافع تصور کرتے ہیں اور ان پر بڑی بڑی امیدیں باندھتے ہیں لیکن وہی کام جب قیامت کے دن اپنی اصلی اور سخت ترین صورت میں ظاہر ہوں گے تو لوگ پناہ مانگنے لگیں گے۔ آگے تیسری قسم یہ کھائی گئی وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور قسم ان ہواؤں کی جو بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہیں جس کے بعد بارش ہونے لگتی ہے۔ چوتھی قسم یہ کھائی گئی فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا پھر قسم ان ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں جیسا بارش کے بعد ہوتا ہے کہ ہوائیں بادلوں کو پھاڑ کر ادھر ادھر متفرق کر دیتی ہیں۔ ہوا کی عام خاصیت یہ ہے کہ اشیاء کی کیفیات مثلاً خوشبو۔ بدبو وغیرہ کو پھیلائے۔ ان کے لطیف اجزا کو جدا کر کے لے اڑے اور ایک چیز کو اٹھا کر دوسری چیز سے جا ملائے۔ غرض یہ جمع و تفریق جو ہوا کا خاصہ ہے ایک نمونہ ہے آخرت کا جہاں حشر و نشر کے بعد لوگ جدا کئے

جاتیں کے اور ایک جگہ جمع ہونے کے بعد الگ الگ ٹھکانوں پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ پانچویں قسم یہ کھائی فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا پھر قسم ان ہواؤں کی جو دل میں اللہ کی یاد یعنی توبہ کا یا ڈرانے کا القا کرتی ہیں یعنی یہ ہوائیں اللہ کی طرف متوجہ ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہیں اور وہ توجہ دو طور سے ہوتی ہے ایک خوف سے جب کہ ان ہواؤں سے آثار خوف کے نمایاں ہوں اور دوسرا توبہ و معذرت سے کہ اگر ہوائیں نفع بخش ہوں تب تو خدا کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر اور اپنی تقصیرات سے عذر کرتے ہیں اور اگر وہ ہوائیں خوفناک ہوں تو خدا کے غضب سے ڈر کر اپنے معاصی سے توبہ کرتے ہیں۔

یہاں اس تشریح میں جمہور مفسرین کے اقوال کے مطابق المرسلٰت ۔ العٰصفٰت ۔ النّٰشرٰت ۔ الفٰرقٰت ۔ الملقیٰت ۔ پانچوں کا مصداق ہواؤں کو ٹھہرایا ہے ۔ بعض مفسرین نے فرشتوں کو اور بعض مفسرین نے پیغمبروں کو اور بعض مفسرین نے پہلی چار سے ہوائیں مراد لی ہیں اور پانچویں سے فرشتے ۔ ان پانچوں قسموں کی تشریح میں اور بھی مفسرین کے اقوال ہیں ۔ لیکن جمہور مفسرین کا قول جو یہاں اختیار کیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد ہوائیں ہیں ۔ آگے جو بات کہ ان مذکورہ پانچ قسموں کے بعد کہی جاتی ہے وہ یہ کہ اے انسانو! جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والی ہے یعنی قیامت کا آخرت کے حساب کتاب اور جزا و سزا کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے ۔

اب آگے اس قیامت کے دن کے بعض احوال اور کیفیات ظاہر فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قیامت و آخرت کا یقین کامل نصیب فرمائیں ۔ اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کا سامان جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ آج زندگی میں ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو آخرت میں آپ کی رضا کا باعث ہوں اور ان اعمال سے ہمیں بچا لیجئے کہ جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

یا اللہ آخرت کی طرف سے غفلت ہمارے دلوں سے دور فرما دیجئے اور ہم کو ہمہ وقت اور ہمہ آن آخرت کا فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! نجات آخرت اور حصول جنت تو محض آپ کے فضل و کرم ہی سے نصیب ہوگی نہ کہ اعمال کے بل بوتہ پر ۔ اور اعمال صالحہ کی توفیق بھی یا اللہ آپ ہی کی تائید سے حاصل ہوگی

یا اللہ! ہمیں اپنے کرم و رحم سے اپنی گرفت اور عذاب سے بچا لے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ۔ دنیا میں ہماری عیوب اور خطاؤں کی ستاری فرما کر ان سے درگذر فرمایئے اور آخرت میں اپنی رضا نصیب فرما کر ہماری نجات فرمایئے ۔ اور اپنی دائمی جنت میں پہنچنا نصیب فرمایئے ۔ آمین ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝

سو جب ستارے بے نور ہو جاویں گے۔ اور جب آسمان پھٹ جاوے گا۔ اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے۔ اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کئے جاویں گے

لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

کس دن کے لئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے۔ فیصلہ کے دن کیلئے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ کا دن کیسا کچھ ہے۔ اس روز

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

فَاِذَا پس جب	النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ستارے مٹائے جائیں (بے نور ہو جائیں)	وَاِذَا اور جب	السَّمَآءُ آسمان	فُرِجَتْ پھٹ جائے	وَاِذَا الْجِبَالُ اور جب پہاڑ
نُسِفَتْ اڑتے پھریں	وَاِذَا الرُّسُلُ اور جب رسول (جمع)	اُقِّتَتْ وقت پر جمع کئے جائیں گے	لِاَيِّ يَوْمٍ کس دن کیلئے	اُجِّلَتْ ملتوی رکھا گیا ہے	
لِيَوْمِ الْفَصْلِ فیصلے کے دن کیلئے	وَمَآ اَدْرٰكَ اور تم کیا سمجھے؟	مَا يَوْمُ الْفَصْلِ کیا ہے فیصلے کا دن؟	وَيْلٌ خرابی ہے		
يَوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانیوالوں کیلئے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اس سورۃ کی ابتدا بغرض تاکید و یقین دہانی قسمیہ کلام سے فرمائی گئی تھی اور جواب قسم میں فرمایا گیا تھا کہ جس قیامت کا اے انسانو تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جس دن کہ تم سب کے سب اولین و آخرین دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اور ایک چٹیل میدان میں تم سب جمع کر دیئے جاؤ گے اور اپنے اپنے کئے کا پھل پاؤ گے۔ نیکی کی جزا بدی کی سزا۔ یہ وعدہ یقیناً حق ہے اور وہ یوم قیامت ضرور ہو کر رہنے والا اور لازمی طور پر آنے والا ہے۔

اب آگے اس یوم قیامت کی کچھ کیفیت اور بعض حالات بیان کئے جاتے ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب وہ یوم قیامت ہوگا اور اول مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس کے اثر سے ستارے بے نور ہو جاویں گے اور جیسا کہ ۳۰ویں پارہ سورہ تکویر میں فرمایا وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے یا جیسا کہ ۳۰ویں پارہ سورہ انفطار میں فرمایا گیا واذا الکواکب انتثرت اور جب ستارے ٹوٹ کر جھڑ پڑیں گے۔ یہ تو قیامت کی ایک علامت تھی۔ دوسری علامت فرمائی کہ جب آسمان پھٹ جائے گا اور پھٹنے کی وجہ سے ان میں شگاف اور جھروکے نظر آنے لگیں گے۔ تیسری علامت فرمائی اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے۔ قیامت کے دن جو دنیا کے پہاڑوں پر گذرے گا اس کا ذکر قرآن پاک میں متعدد جگہ متعدد الفاظ میں ہوا ہے اور ان سب کی مطابقت اس طور پر ہے کہ اول زلزلہ عظیم کے سبب پہاڑ آپس میں ٹکرا کر چورا چورا ہو جاویں گے۔ پھر اس چورا ہونے کے بعد ریزہ ریزہ ہو جاویں گے۔ پھر ہوا کی شدت سے ان کا غبار بادلوں کی طرح اڑتا پھرے گا۔ اور اس اڑنے میں پہاڑوں کی رنگتوں کے سبب ایک رنگت سرخی نما معلوم ہوگی۔ پھر زمین پہاڑوں سے صاف ہو جاوے گی اور زمین ہموار بغیر اونچ نیچ کے رہ جائے گی اور یہ سب اول مرتبہ کے صور پھونکے جانے کے بعد ہوگا یہاں تک کہ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ اس کے بعد جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے تو اللہ تعالیٰ ایک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا فرمائیں گے اور تمام اولین و آخرین بنی آدم زندہ کر کے حساب کتاب کے لئے میدان حشر میں جمع کیے جاویں گے۔ اس وقت کے حالات میں سے یہاں بتلایا جاتا ہے وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کئے جاویں گے تا کہ باری باری ہر ایک پیغمبر اپنے وقت مقررہ پر اپنی اپنی امت کے

ساتھ رب العزت کی سب سے بڑی پیشی میں حاضر ہوں اور اپنی اپنی امت کے متعلق شہادت پیش کریں لکھا ہے کہ میدان حشر میں کفارو مشرکین اول اپنے کفروشرک سے صاف انکار کردیں گے کہ ہم نے ہرگز شرک نہیں کیا۔ پھر طرح طرح کے عذر پیش کریں گے اور یہ کہیں گے کہ ہم احکام الٰہی کے جاننے سے بالکل بے خبر تھے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ میں نے اپنے پیغمبروں کو احکام دے کر بھیجا۔ انہوں نے میرے احکام کو نہایت امانت داری کے ساتھ پہنچایا۔ تم نے کیوں غفلت کی اور احکام کو کیوں نہیں تسلیم کیا۔ جواب میں کفارومشرکین کہیں گے نہ تو ہمارے پاس کوئی پیغمبر آیا اور نہ کوئی حکم پہنچا۔ پس اول نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے سامنے پیش کیا جائے گا آپ ارشاد فرمائیں گے کہ اے جھوٹو۔ اے حق سے منہ موڑنے والو۔ کیا تم کو یاد نہیں کہ میں نے تم کو ساڑھے نوسو ۹۵۰ برس کی مدت دارز تک طرح طرح کے واعظ سنا کر عذاب الٰہی سے ڈرایا احکام الٰہی پہنچائے۔ کتنی محنت وکوشش کی۔ علانیہ و پوشیدہ ہر طرح پر خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کے اثبات میں کس قدر کوشش و جانفشانی کی۔ کھلی دلیلوں اور معجزوں سے ان کو ثابت کیا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ فلاں مجلس میں میں نے تم سے اس طرح کہا تھا اور تم نے ایسا جواب دیا تھا۔ اسی طرح اپنی تبلیغ اور ان کے انکار کے دیگر قصص یاد دلائیں گے مگر وہ صاف مکر جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو تمہیں جانتے بھی نہیں اور نہ کبھی تم سے کوئی خدائی حکم سنا۔ اس پر حق تعالےٰ کی طرف سے ارشاد فرمایا جائے گا کہ اے نوح اپنی تبلیغ رسالت کے گواہ پیش کرو۔ آپ عرض کریں گے۔ میرے گواہ امتیان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس اس امت مسلمہ کے علماء صدیقین۔ شہداء حاضر کردیئے جائیں گے۔ وہ عرض کریں گے۔ ہاں ہم ان کے گواہ ہیں بے شک آپ نے ان کو رسول بنا کر تبلیغ احکام کے لئے اس قوم کے پاس بھیجا تھا۔ ہماری دلیل یہ قرآنی ارشاد ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا امت نوح کے کافر کہیں گے کہ نہ تو تم ہمارے زمانہ میں تھے۔ نہ تم نے ہماری حالت دیکھی۔ نہ ہماری گفتگو سنی۔ پھر تمہاری شہادت ہمارے مقدمہ میں کیوں کر قابل سماعت ہوسکتا ہے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے کہ جو کچھ میری امت نے کہا وہ بالکل بجا اور درست ہے کیوں کہ ان کو اس حقیقت حال کا ثبوت دنیا میں بذریعہ خبر الٰہی جو معائنہ ومشاہدے سے کہیں قوی ہے پہنچا ہے۔ تب جا کر یہ کافر ساکت ہو کر ملزم قرار پائیں گے۔ ان کے بعد اسی طرح حضرت ہودؑ۔ حضرت صالحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت شعیبؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ وغیرہ علیہم السلام کی امتیں باترتیب مقابلہ ومباحثہ کرکے بالآخر قائل ہو جائیں گی اور ملزم قرار پائیں گی۔ پھر کفار عذر ومعذرت کریں گے اور دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے لیکن بارگاہ ایزدی سے جواباً ارشاد ہوگا کہ تمہارا عذر قابل سماعت نہیں۔ جو سمجھانے کا حق تھا وہ ادا ہو چکا۔ تم کو ہم نے مدت دراز تک فرصت دی تھی اب دنیا میں واپس جانا ناممکن ہے۔ اخیر میں حضرت آدمؑ کو حکم ہوگا کہ اپنی اولاد میں سے دوزخیوں کا گروہ علیحدہ کردو۔ آپ عرض کریں گے کس حساب سے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ فی ہزار ایک آدمی جنت کے لئے اور ۹۹۹ دوزخ کے واسطے اس وقت میدان حشر میں ایسی ہل چل ہوگی کہ بیان سے باہر ہے۔ بخاری اور مسلم کی صحیح حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کو دوزخیوں کو علیحدہ کرنے اور ایک ہزار میں سے ۹۹۹ دوزخ میں جانے والی حدیث بیان فرمائی تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ ایک جو ہزار میں سے جنت میں جائے گا ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ کہ ایک شخص تم میں سے ہوگا اور ہزار یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار میں سے ۹۹۹ جہنم میں جانے کی تعداد کا ذکر اور بھی مسلم کی ایک صحیح حدیث میں آیا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ان ۹۹۹ فی ہزار میں سے بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہوگی جو اگرچہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اول دوزخ کے قابل ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے یا شافعین کی سفارش سے بعد میں وہ نجات پا جائیں گے اور جہنم سے نکال لئے جائیں گے۔ اے اللہ اپنے کرم سے ہم کو اس ۹۹۹ کے گروہ میں شامل ہونے سے بچا لیجئے۔ آمین۔ یہ بیان آیت وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کئے جاویں گے اور اس وقت سب کا فیصلہ ہوگا) سے متعلق تھا۔ ذکر یوم قیامت کا ہو رہا

تھا کہ جب ستارے بے نور ہو جاویں گے اور جب آسمان پھٹ جاوے گا اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑتے پھریں گے اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع ہو جاویں گے اس وقت سب کا فیصلہ ہوگا اور جن لوگوں نے اپنے پیغمبر کے پیغام کو قبول کر کے اس کے موافق عمل کیا تھا وہ جدا ہو جاویں گے ان لوگوں سے جنہوں نے اپنے رسول کے کہنے کو نہ مانا تھا اور نہ اس پر عمل کیا تھا۔ غرض کہ جو جس لائق ہے اور جس چیز کا مستحق ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے گا۔

اب آگے جیسا کہ ایک خطیب اپنی دوران تقریر میں جوش اور اثر کے موقع پر خطیبانہ سوال کر بیٹھتا ہے اسی طرح یہاں سوال کیا جاتا ہے کہ جانتے ہو؟ ان امور کو کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے؟ پھر خود ہی ارشاد ہوتا ہے اس دن کے لئے جس میں ہر بات کا بالکل آخری اور دوٹوک فیصلہ ہو گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ چاہتے تو اسی دنیا میں ہاتھوں ہاتھ ہر چیز کا فیصلہ کر دیتے لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ ایسا کیا جائے بلکہ معاملہ کو فیصلہ کے دن کے لئے ملتوی رکھا جائے اور وہ فیصلہ کا دن کیا چیز ہے؟ بس یہ سمجھ لو کہ جھٹلانے والوں کو اس روز سخت تباہی اور مصیبت کا سامنا ہوگا کیوں کہ جس چیز کی انہیں امید نہ تھی جب وہ یکا یک اپنی ہولناک صورت میں آ پہنچے گی تو ہوش پراگندہ ہو جائیں گے اور حیرت و ندامت سے حواس باختہ ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ اے منکرین و مکذبین قیامت تمہاری سمجھ میں آوے یا نہ آوے وہ دن ضرور آنے والا ہے۔ جس میں وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ہے یعنی اس روز جھٹلانے والوں کو بڑی خرابی ہوگی۔

اس سورۃ میں یہ جملہ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) دس ۱۰ جگہ ارشاد ہوا ہے چونکہ ان منکرین قیامت کو دس ۱۰ وجہ سے اس روز مصیبت و سختی پیش آئے گی تو ہر ایک وجہ کے لئے اس کلام وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ کا اعادہ کیا گیا۔ پہلی مصیبت اور سختی یہ ہوگی کہ جس چیز کی امید نہ تھی وہ یکا یک آن پہنچی اور اس کے آنے سے مدہوش اور متحیر ہو جاویں گے اور یہ پہلی سختی ہر ایک قیامت کے منکر کو قیامت آنے کے وقت لازمی ہے۔ اس کے بعد مزید ۹ سختیاں اور ان کے اسباب کی طرف اگلی آیات میں ختم سورۃ تک اشارہ ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں اور آئندہ درسوں میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قیامت پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیں اور اس دن کے لئے اس دنیا کی زندگی میں تیاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع اور متبع گروہ میں شامل فرمائیں اور نافرمانوں کے گروہ سے علیحدہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کی جملہ سختیوں سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں اور اس دن ہر چھوٹی بڑی سختی سے ہم کو بچاویں۔

یا اللہ! یوم قیامت کی تکذیب تو عقیدۃً کفار و مشرکین ہی کرتے ہیں مگر اب امت مسلمہ کے بعض افراد سے بھی یہ جرم ثابت ہو رہا ہے۔ اور قیامت و آخرت سے بالکل بے نیاز اور لاپرواہ ہو کر ان جرائم اور معاصی کے مرتکب ہو رہے ہیں جن کی سزا جہنم بتلائی گئی ہے

یا اللہ! عذاب آخرت سے نڈر ہو کر گناہوں کی دیدہ دلیری سے جرأت کرنا یہ ایک مومن کا کام تو ہے نہیں۔ یا اللہ قیامت کے ذلت اور رسوائی سے ہر مسلمان کو بچالے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ﴿۱۷﴾ كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿۱۸﴾

کیا ہم اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر چکے۔ پھر پچھلوں کو بھی انہیں کے ساتھ ساتھ کر دیں گے۔ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۹﴾ أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی سے نہیں بنایا۔ پھر ہم نے اس کو ایک وقت مقرر تک ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔

مَكِينٍ ﴿۲۱﴾ إِلَىٰ قَدَرٍ مَعْلُومٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿۲۴﴾

غرض ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا۔ سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں۔ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

أَلَمْ نُهْلِكِ کیا ہم نے ہلاک نہیں کیا؟	الْأَوَّلِينَ پہلے لوگوں کو	ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ پھر ہم انکے پیچھے چلاتے ہیں	الْآخِرِينَ پچھلوں کو		
كَذَٰلِكَ اسی طرح	نَفْعَلُ ہم کرتے ہیں	بِالْمُجْرِمِينَ مجرموں کیساتھ	وَيْلٌ خرابی	يَوْمَئِذٍ اس دن	لِلْمُكَذِّبِينَ جھٹلانے والوں کیلئے
أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ کیا ہم نے نہیں پیدا کیا تمہیں؟	مِنْ مَاءٍ پانی سے	مَهِينٍ حقیر	فَجَعَلْنَاهُ پھر ہم نے اسے رکھا	فِي میں	قَرَارٍ مَكِينٍ ایک محفوظ جگہ
إِلَىٰ تک	قَدَرٍ مَعْلُومٍ وقت معین	فَقَدَرْنَا پھر ہم نے اندازہ کیا	فَنِعْمَ تو کیسا اچھا	الْقَادِرُونَ اندازہ کرنیوالے	وَيْلٌ خرابی
يَوْمَئِذٍ اس دن	لِلْمُكَذِّبِينَ جھٹلانیوالوں کیلئے				

تفسیر و تشریح: اس سورۃ میں شروع ہی سے قیامت و آخرت کا ذکر ہو رہا ہے۔ پہلے قسمیہ کلام کے ساتھ فرمایا گیا کہ قیامت جس کا وعدہ انسانوں سے کیا جا رہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ پھر اس یوم قیامت کے کچھ احوال بتلائے گئے کہ وہ کیسا سخت اور ہولناک دن ہوگا کہ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ زمین۔ آسمان سب درہم برہم ہو کر ختم ہو جائیں گے۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا سب اولین و آخرین دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے اور میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے اور دنیا کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دیئے جائیں گے۔ اور منکرین قیامت جو دنیا کی زندگی میں قیامت کو جھٹلاتے رہے اس دن ان کی پوری کمبختی آئے گی اور ان کو بڑی مصیبت کا سامنا ہوگا۔

اب منکرین قیامت کو جب عذاب جہنم کی وعید اور آخرت میں طرح طرح کے عذاب بھگتنے کے احوال سنائے جاتے تو منکرین قیامت اس پر یقین نہ لاتے اور اپنی کج فہمی کے باعث یوں سمجھتے کہ بھلا اتنی بڑی دنیا کب ختم ہونے والی ہے؟ بھلا کون باور کرے گا کہ سب آدمی بیک وقت مر جائیں گے اور نسل انسانی دنیا سے بالکل نابود ہو جائے گی؟ یہ دوزخ اور عذاب کے ڈراوے سب فرضی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ منکرین کے ان باطل خیالات کا جواب دیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ پہلے کتنے آدمی مر چکے اور کتنی قومیں اپنے گناہوں کی پاداش میں تباہ و ہلاک کی جا چکی ہیں۔ پھر ان کے پیچھے بھی موت و ہلاکت کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ جب اللہ عزوجل کی قدیم عادت مجرموں کی نسبت معلوم ہو چکی تو سمجھ لو کہ دور حاضر کے کفار کو بھی ان ہی اگلوں کے پیچھے چلتا کر دیا جائے گا۔ جو ہستی الگ الگ زمانوں میں بڑے بڑے مضبوط آدمیوں کو مار سکتی اور طاقتور مجرموں کو پکڑ کر ہلاک کر سکتی ہے وہ اس پر کیوں قادر نہ ہوگی کہ سب مخلوق کو ایک دم میں فنا کر دے اور تمام مجرموں کو بیک وقت عذاب کا مزہ چکھائے۔

اس کے بعد وہی جملہ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ فرمایا یعنی دوسری وجہ آخرت میں قیامت پر سختی کی یہ ہوگی کہ یہ لوگ دنیا میں حق تعالیٰ کو ایسا قادر نہ مانتے تھے کہ جو عام نوع انسان کو ایک وقت میں فنا کر دے اور تمام مجرموں کو بیک وقت گرفتار کر کے سزا دے۔ تو اس جواب میں

کفار قریش کے لئے اس طرف بھی اشارہ تھا کہ اے کفار قریش تم جو اپنی قوت وثروت پر غرور کر کے آسمانی حکم کا مقابلہ کرتے ہو تو کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے بھی زیادہ قوت اور شوکت میں تھے۔ عاد کا حال تم کو معلوم ہے اور ان کے بعد میں اور پچھلوں کو ہلاک کیا گیا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ قوم ثمود کو ہلاک کیا گیا اور قوم لوط کی بستیوں کو الٹ دیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ تو پھر تم کیا ہو جو اس سرکشی اور مقابلہ کی سزا نہ بھگتو گے؟ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ (ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں) یہ بدکار مجرموں کے لئے ایک اعلان ہلاکت ہے جس سے ہر عاقل کو لرزنا چاہئے۔ کوئی بدکار قوم دنیا میں ہلاکت کی سزا سے نہیں بچی اور اب بھی اس کا یہ قانون برابر جاری ہے۔ اب یہ حق تعالیٰ کی مصلحت اور مشیت پر ہے کہ خواہ یہ سزا جلد ہو یا بدیر۔ دارین میں ہو خواہ آخرت میں۔

منکرین قیامت وآخرت کا زیادہ انکار انسان کی آخری حالت پر مبنی تھا کہ آخر انسان مر کر گل سڑ جاتا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اجزائے بدن منتشر ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کا باہم جمع کرنا اور پہلے کی طرح اس قالب میں سیکڑوں ہزاروں برسوں کے بعد جان ڈالنا اور دنیوی زندگی کے تمام حالات افعال واقوال یاد کرانا جیسا کہ قرآن کہتا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ تو منکرین کے ان خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ کی تردید میں انسان کو اس کی ابتدائی حالت یاد دلائی جاتی ہے کیونکہ ہر انسان اپنی ابتدائی حالت پر تو یقین رکھتا ہی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے بنی آدم کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلیل۔ بےقدر اور بدبودار پانی یعنی نطفہ سے نہیں بنایا۔ اس کو تو سب مانتے ہیں اور یہ مسلم الثبوت بات ہے کہ انسان کی پیدائش نطفہ سے ہے۔ پھر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس نطفہ کے ٹھہرنے کی جگہ کو رحم مادر یا عورت کے بچہ دان کو بنایا اور وہاں کیسی حکمت بالغہ سے اس نطفہ پر مختلف حالات اور کیفیات گذرے اور نئی نئی صورتیں پیدا ہوتی رہیں اور اسی میں اعضاء قوی اور دیگر چیزیں نمودار ہوتی رہیں۔ کتب طب وسائنس جدید میں پیٹ کے اندر بچہ پیدا ہونے کے جو حالات اور کیفیات لکھی ہیں ان کے دیکھنے سے عقل دنگ اور حیران ہو جاتی ہے کہ ایک قطرہ منی سے کس طرح خداوند قدوس کی قدرت جیتا جاگتا بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا کرتی ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث ومفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں اس کی کچھ تفصیل لکھی ہے کہ کس طرح پیٹ کے اندر بچہ بنتا ہے جو یہاں نقل کی جاتی ہے کہ اس سے خدا کی قدرت کا اندازہ لگائیے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جب رحم یا عورت کی بچہ دانی منی سے پر ہو جاتی ہے تب اس کا منہ بند ہو جاتی ہے پھر کوئی چیز اس کے اندر نہیں جا سکتی تا کہ اس منی کو فاسد نہ کر دیوے۔ پھر اس منی سے جو رحم یعنی بچہ دانی کے اندر جلد سے ملی ہوئی ہوتی ہے اس کو باریک جھلی کی صورت میں کر دیا جاتا ہے تا کہ اس میں رگیں پیدا ہو سکیں اور ان رگوں کے ذریعہ خون کا پہنچنا آسان ہو۔ اور اس جھلی کے اندر ناف سے مثانہ تک ایک پردہ دوسرا اسی طرح کا تن دیا جاتا ہے تا کہ فضلات کو دفع کرتا رہے اور پھر اس کے اندر ایک پردہ اور رطوبات کی محافظت کے لئے بنایا جاتا ہے۔ اور سورہ زمر ۲۳ ویں پارہ میں فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ یعنی تین اندھیریوں میں جو فرمایا اس سے یعنی مفسرین نے یہی تینوں پردے مراد لئے ہیں۔ اور جو اس منی کا خلاصہ یا جوہر ہوتا ہے وہ بچہ دانی کے اندر کے خانوں میں چپک جاتا ہے اور آہستہ آہستہ جمنا شروع ہوتا ہے اور اس جمنے کے وقت میں اس مکان کی حرارت کے سبب سے جوش بھی مارتا ہے اور اس جوش سے کف نکلتا ہے اور وہ کف اس کے بیچ میں ٹھہرتا ہے۔ وہی دل ہوتا ہے اور یہ کف منی کے رحم میں جانے کے تیسرے دن ظاہر ہوتا ہے پھر چوتھے روز ایک سیاہ نقطہ اس کے اوپر ظاہر ہوتا ہے وہ دماغ ہوتا ہے پھر چھٹے روز ایک نقطہ دوسرا پیدا ہوتا ہے داہنی طرف اس کف کے جس نے بیچ میں قرار پکڑا ہے اور یہ جگر ہوتا ہے سو اس مدت تک کہ اکثر ایک ہفتہ ہوتا ہے اس نطفہ منی کو رغوہ اور کف کہتے ہیں پھر اس ہفتہ کے گزر جانے کے بعد رگوں کے خط کھینچے جاتے ہیں اور اکثر دسویں روز یہ امر واقع ہوتا ہے اور رنگ منی کا اس وقت سرخی پر آتا ہے۔ غرض کہ پندرہویں دن خوب سرخ ہو جاتا ہے پھر اس وقت اس کو علقہ کہتے ہیں یعنی خون جما ہوا اس واسطے کہ سوائے ان تین جھلیوں کے باقی سب سرخ ہو جاتا ہے اور جب ۲۷ واں دن آتا ہے تب وہ خون بستہ سخت ہونے لگتا ہے اور دماغ دونوں کاندھوں سے جدا ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اعضاء کا ڈول پڑنے لگتا ہے یہاں تک کہ ۴۱ ویں دن مختلف اعضا کی صورتیں

نمودار ہو جاتی ہیں پھر اس وقت اعضائے رئیسہ سے اعضاء خادمہ جمتے ہیں اور شریانیں یعنی رگیں جانکی پیدا ہوتی ہیں اور یہ شرائیں رحم کی شرائیں میں چپک جاتی ہیں اور پھر ۱۵ دن گذر جانے کے بعد خون سے غذا لینا شروع کرتا ہے اور دموی اعضاء جیسے گوشت وغیرہ پیدا ہونا شروع ہوتے ہیں اور اس کے ارودہ یعنی رگ جگر ماں کے ارودہ سے مل کر خون چوسنا شروع کرتے ہیں یہاں تک کہ ۳۷ روز تمام ہونے کے بعد اس کا تمام بدن گوشت اور پوست کی پوشش سے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کا منہ ماں کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے اور دونوں ہتھلیاں اس کے ہاتھ کی اس کے دونوں زانو پر اور دونوں طرف دونوں پاؤں اور دونوں پاؤں کے درمیان میں سر کو جھکا کے بیٹھتا ہے اور جس قدر روز بڑھتا جاتا ہے اسی قدر بچہ دان بھی کشادہ ہوتا جاتا ہے اور روح طبعی اور حرارت اس کے بڑھانے میں مشغول ہوتی ہے۔ پھر نطفہ کے وقوع سے ۹۰ دن گذرنے کے بعد حیوانی قوتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ پھر جب ۱۰۰ دن پوری ہوتے ہیں تو اس کی حیوانی قوت دماغ کو پہنچتی ہے اور حرکت ارادی ضعیف سی اس میں پیدا ہوتی ہے جس طرح کوئی نقیح یا ضعیف کہ ہلنے ڈلنے کی قوت نہ رکھتا ہو اور پھر ۱۱۰ دن کے بعد اس شخص کے مانند ہوتا ہے جو کچھ جاگتا اور کچھ سوتا ہے یہاں تک کہ ۱۲۰ دن کے بعد قوت حیوانی اس میں کامل ہو جاتی ہے اور جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ تین چلہ گذرنے کے بعد بچہ میں روح آتی ہے اور جان پڑتی ہے سو اسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ بعد گزرنے ۱۲۰ روز کے روح انسانی اس میں آتی ہے اس واسطے کہ حقیقت میں روح وہی ہے اور پہلے اس کے ایک حیوان تھا دوسرے حیوانوں کی طرح اور جب اس حد سے تجاوز کرتا ہے تو حرکت اس کی پیٹ کے اوپر سے معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ ۷ مہینے میں ہمیشہ اس کے ہلنے ڈلنے کے سبب سے اس کے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں اور کچھ قوت پکڑتے ہیں گویا کہ اتنے دنوں اسی سے ورزش اور محنت لیتے تھے۔ پھر بعد اس کے جھلی کے تینوں پردے پھاڑنے پر قادر ہوتا ہے اور اپنی رگوں کو ماں کی رگوں سے جدا کرنے کی قوت پیدا کرتا ہے پھر چاہتا ہے کہ کسی طرح میں اس تنگ مکان سے نکلوں یہاں تک کہ نویں مہینے حق تعالیٰ کے حکم سے باہر آتا ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ

الغرض انسان کی پیدائش حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ایک عجیب نمونہ ہے اسی کو آگے فرمایا گیا کہ اس کو اس رحم میں ایک وقت معین تک رکھا جس سے مراد مدت حمل ہے جو کم تر چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ ۲ برس اور بعض کے نزدیک ۴ برس ہے اور کثیر الوقوع نو مہینے ہیں تو انسان دیکھے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کیسی قدرت والے ہیں کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں کامل ہو چکا تو اپنی قدرت کاملہ سے اس کو کشاں کشاں اس تنگ و تاریک مکان سے باہر لایا گیا تو جب یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بڑی اور کمال قدرت والے ہیں کہ ایک قطرہ منی کو بتدریج پورا کر کے انسان عاقل بنا دیا تو کیا اس انسان کو دوبارہ مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتے اور کیا اس کے اجزائے متفرقہ کو جمع کر کے بار دیگر اس میں روح پھونکنے پر قادر نہیں؟ ضرور قادر ہیں۔ تو اے منکر قیامت وحشر ونشر اپنی ابتدائی حالت پر انتہائی کا قیاس کیوں نہیں کرتے؟ پھر کس لئے حشر کا انکار کرتے ہو بلکہ یہ بھی انسانی تکمیل کا تتمہ ہے کہ جس طرح اس کو ماں کے پیٹ کی تنگ و تاریک کوٹھری سے باہر لائے اور وسیع جگہ میں رکھا اسی طرح یہ جہان اس دوسرے جہان کی نسبت سے ایسا ہی تنگ و تاریک ہے جیسا کہ ماں کا پیٹ دنیا کی یہ نسبت۔ تو اس جہان آخرت میں ان کم فہموں کی بڑی خرابی ہوگی جو اس جہان میں اس جہان کو جھٹلاتے رہے۔ اسی لئے پھر تیسری بار فرمایا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ یعنی بڑی خرابی ہوگی اس دن ان قدرت الٰہی کے منکروں کی کہ باوجود اس کی قدرت کے آثار رات دن دیکھنے کے کہ ہمیشہ لوگ پیدا ہوتے جاتے ہیں پھر بھی متنبہ اور خبردار نہیں ہوتے اور اس مالک الملک علی الا طلاق کو اپنی طرح اسباب وآلات کا مقید جانتے ہیں کہ جو یوں کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو پھر کس طرح زندہ کر دیئے جائیں گے۔ اس وقت ان لچر پوچ شبہات پر پچھتائیں گے اور ندامت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

یہ تو حمل مادری میں اس کی قدرت کا نمونہ تھا جو خاص انسان کی پیدائش ہی سے متعلق تھا اور ان دلائل کو دلائل النفس کہتے ہیں۔ اب آگے بعض دلائل آفاق کو بیان فرمایا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ جو اللہ ایسی قدرت والا ہے وہ دنیا کو فنا کر کے دوسری بار کیوں نہیں قائم کر سکتا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ

کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مُردوں کی سمیٹنے والی نہیں بنایا۔ اور ہم نے اس میں اونچے اونچے پہاڑ بنائے

وَأَسْقَيْنَاكُمْ مَاءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ انْطَلِقُوا إِلَىٰ مَا كُنْتُمْ بِهِ

اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا۔ اُس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے۔

تُكَذِّبُونَ ۝ انْطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ ۝ لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ

ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔ جس میں نہ سایہ ہے اور نہ گرمی سے

اللَّهَبِ ۝ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝

بچاتا ہے۔ وہ انگارے برسائے گا جیسے بڑے بڑے محل۔ جیسے کالے کالے اونٹ۔ اُس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

أَلَمْ نَجْعَلِ کیا ہم نے نہیں بنایا	الْأَرْضَ زمین	كِفَاتًا سمیٹنے والی	أَحْيَاءً زندوں و	وَأَمْوَاتًا اور مُردوں کو	وَجَعَلْنَا اور ہم نے رکھے		
فِيهَا اس میں	رَوَاسِيَ پہاڑ (جمع)	شَامِخَاتٍ اونچے اونچے	وَأَسْقَيْنَاكُمْ اور ہم نے پلایا تمہیں	مَاءً فُرَاتًا پانی میٹھا	وَيْلٌ خرابی		
يَوْمَئِذٍ اس دن	لِلْمُكَذِّبِينَ جھٹلانیوالوں کیلئے	انْطَلِقُوا تو تم چلو	إِلَىٰ طرف	مَا كُنْتُمْ بِهِ جس کو تم تھے	تُكَذِّبُونَ تم جھٹلاتے		
انْطَلِقُوا تم چلو	إِلَىٰ ظِلٍّ سایہ کی طرف	ذِي والا	ثَلَاثِ تین	شُعَبٍ شاخیں	لَا ظَلِيلٍ نہ گہرا سایہ	وَلَا يُغْنِي اور نہ وہ بچائے	
مِنَ سے	اللَّهَبِ شعلہ (تپش)	إِنَّهَا بیشک وہ	تَرْمِي پھینکتی ہے	بِشَرَرٍ شعلے	كَالْقَصْرِ محل جیسے	كَأَنَّهُ گویا کہ	جِمَالَتٌ اونٹ (جمع)
صُفْرٌ زرد	وَيْلٌ خرابی	يَوْمَئِذٍ اس دن	لِلْمُكَذِّبِينَ جھٹلانے والوں کیلئے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں انسان کی اپنی پیدائش اور حمل مادری کے زمانہ میں خدا کی عجیب وغریب قدرت کا ظہور ہونا بیان ہوا تھا اور جس سے قیامت اور حشر ونشر کا ثابت کرنا مقصود تھا بایں طرح کہ جو خدا اس پر قادر ہے کہ ایک ناچیز قطرہ سے جیتا جاگتا انسان عاقل بنادے تو کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ اسی انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دے۔ یہ تو قیامت کا ثبوت دلائل انفسی سے تھا یعنی انسان کی خود اپنی پیدائش سے متعلق اب آگے ایک دوسری دلیل جس کو دلائل آفاقی کہتے ہیں اس سے قیامت کا برپا ہونا ثابت فرمایا جاتا ہے۔ اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ زندہ مخلوق اسی زمین پر بسر کرتی ہے اور مردے بھی اسی مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔ انسان کو زندگی کی ابتداء اسی خاک سے ملی اور موت کے بعد بھی یہی اس کا ٹھکانہ ہوا تو دوبارہ اسی خاک سے اس کو اٹھا دینا کیوں مشکل ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی زمین پر پہاڑ جیسی وزنی اور سخت چیز پیدا کر دی جو اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کھاتے اور اسی زمین میں پانی کے چشمے جاری کر دیئے جو نرم اور سیال ہونے کی وجہ سے برابر بہتے رہتے ہیں اور سہولت سے پینے والے کو سیراب کرتے ہیں پس جو خدا اس حقیر زمین میں اپنی قدرت کے متضاد نمونے دکھلا سکتا ہے اور موت و حیات اور سختی و نرمی کے مناظر پیش کرتا ہے کیا وہ میدان حشر میں سختی اور نرمی اور نجات و ہلاکت کے مختلف مناظر نہیں دکھا سکتا نیز جس کے قبضہ میں پیدا کرنا۔ ہلاک کرنا۔ حیات و بقا کے سامان فراہم کرنا یہ سب کام ہوں اس کی قدرت کو انسانوں کے دوبارہ پیدا کر کے کھڑا کر دینے میں جھٹلانا کیوں کر درست و جائز ہوگا جیسا کہ یہ منکرین قیامت و آخرت خیال کرتے ہیں۔ اب یہاں چوتھی مرتبہ وہی جملہ ویل یومئذ للمکذبین

3 فرمایا گیا یعنی اس روز منکرین کی بڑی کم بختی آئے گی جو دنیا میں سمجھتے تھے کہ ایک جگہ اور ایک وقت میں تمام اولین وآخرین کو جمع کرنا اور ان کی جزا وسزا کے اس قدر مختلف اور متضاد کام سرانجام دینا کیوں کر ممکن ہوگا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو کفار ومنکرین قیامت کے دن کو اور جزا وسزا کو اور جنت وجہنم کو دنیا میں جھٹلاتے تھے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ چلو اس چیز کی طرف جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے یعنی حساب کتاب اور اعمال دنیا پر جزا وسزا اب چلو اس کو دیکھ لو۔ چونکہ میدان حشر میں جب سب جمع ہوں گے تو آفتاب سروں کے نزدیک کردیا جائے گا اور آفتاب کی تپش اور گرمی کے مارے تمام کے بدنوں سے پسینہ جاری ہو جائیگا۔ انبیاء اور صلحاء کے تو صرف تلوے تر ہوں گے۔ عام مومنین کے ٹخنے' پنڈلی' گھٹنے' کمر' سینہ اور گردن تک حسب اعمال پسینہ چڑھ جائے گا کفار منہ اور کانوں تک پسینہ میں غرق ہو جائیں گے جس سے ان کو سخت تکلیف ہوگی۔ اور نہایت گریہ وزاری سے فریاد کریں گے کہ سردست ہم کو سایہ ملے کہ کچھ تو اس گرمی اور پسینہ کی بلا سے نجات پاویں۔ فرشتے ان کفار ومشرکین سے کہیں گے کہ چلو اس سایہ کی طرف جس کی تین شاخیں نمودار ہیں وہ دور سے سایہ نمودار ہوگا۔ وہاں آویں گے تو کچھ اور ہی پاویں گے کہ دراصل نہ وہ سایہ ہے کہ جس میں ٹھنڈک ہو اور بیرونی تپش کے دفع کرنے میں کارآمد ہو۔ وہ دراصل جہنم کا دھواں ہوگا جو کافروں کے سائے کے لئے جہنم سے اٹھے گا اور جو پھٹ کر کئی ٹکڑے ہو جائے گا۔ لکھا ہے کہ ان میں سے ہر شخص کو وہ دھواں تین طرف سے گھیر لے گا۔ ایک ٹکڑا سر پر سائبان کی طرح ٹھہرے گا۔ دوسرا ٹکڑا داہنے اور تیسرا بائیں ہو جائے گا حساب سے فارغ ہونے تک وہ لوگ اسی جہنم کے دھوئیں کے سایہ کے نیچے رہیں گے۔ اسی کو ۲۷ ویں پارہ سورہ واقعہ میں فرمایا گیا ہے **وظل من یحموم لابارد ولاکریم** o (وہ جہنم کے کالے دھوئیں کے سایہ میں رکھے جائیں گے جس میں کوئی ٹھنڈک یا جسمانی اور روحانی آرام نہ ملے گا۔ نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا)۔ ذلیل وخوار اس کی تپش میں بھنتے رہیں گے۔

یہاں اس سورۃ میں تو ذکر نہیں فرمایا گیا کہ مومنین صالحین کو کیسا سایہ اس وقت نصیب ہوگا کیونکہ یہاں تو منکرین قیامت کا ذکر ہو رہا ہے مگر صحیح احادیث میں آتا ہے کہ ایماندار اور نیک کردار یعنی مومنین صالحین عرش عظیم کے سایہ میں کھڑے ہوں گے۔ بموجب حدیث شریف عرش کے زیر سایہ سات گروہوں کو جگہ دی جائے گی۔ ۱- بادشاہ عادل' ۲- نوجوان عابد' ۳- وہ شخص جو محض ذکر الٰہی اور نماز کی غرض سے ہمیشہ مسجد سے دل لگائے رکھے۔ ۴- وہ شخص جو خلوت وتنہائی میں شوق وخوف الٰہی کی وجہ سے گریہ زاری کرے۔ ۵- وہ دو شخص جو خالصا لوجہ اللہ ایک دوسرے سے محبت کریں اور ظاہر وباطن میں یکساں ہوں۔ ۶- وہ شخص جو خیرات اس طرح چھپا کر کرے کہ سوائے خدا کے اور کسی کو خبر نہ ہو۔ ۷- وہ شخص جس کو زن حسینہ وجمیلہ اور صاحب ثروت بغرض فعل بد طلب کرے اور وہ محض خوف الٰہی کی وجہ سے باز رہے۔ بعض روایتوں میں ان کے علاوہ کچھ اور گروہوں کا بھی ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی اس دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

تو یہاں ذکر منکرین قیامت وآخرت کا ہو رہا ہے کہ یہ کفار فراغ حساب کتاب تک اسی جہنم کے دھوئیں کے احاطہ میں رہیں گے کہ جس میں نہ ٹھنڈک ہوگی اور نہ گرمی سے بچنا۔ آگے اس دھوئیں کا کچھ حال مذکور ہے کہ وہ انگارے برساوے گا جیسے بڑے بڑے محل جیسے کالے کالے اونٹ' قاعدہ ہے کہ جب چنگاری آگ سے جھڑتی ہے تو پہلے بڑی ہوتی ہے پھر بہت سے چھوٹے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرتی ہے تو یہاں آیت میں پہلی تشبیہ كَالْقَصْرِ (جیسے بڑے بڑے محل) یہ ابتدائی حالت کے اعتبار سے ہے اور دوسری تشبیہ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (جیسے کالے کالے اونٹ) یہ انتہائی حالت کے اعتبار سے ہے۔

آگے پانچویں مرتبہ وہی جملہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ فرمایا گیا یعنی جو منکرین قیامت سمجھتے تھے کہ قیامت آنے والی نہیں اور اگر آئی بھی تو ہم دنیا کی طرح وہاں بھی آرام سے رہیں گے۔ تو وہ سمجھ لیں کہ اس روز ان جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

ابھی آگے اسی یوم قیامت کا حال کفار سے متعلق اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

یہ وہ دن ہوگا جس میں لوگ نہ بول سکیں گے۔ اور نہ ان کو اجازت ہوگی سو عذر بھی نہ کرسکیں گے۔ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝ وَيْلٌ

یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تم کو اور اگلوں کو جمع کرلیا۔ سو اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو تو مجھ پر تدبیر چلالو۔

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

هٰذَا يَوْمُ اس دن	لَا يَنْطِقُوْنَ وہ نہ بول سکیں گے	وَلَا يُؤْذَنُ اور نہ اجازت دی جائے گی	لَهُمْ انہیں	فَيَعْتَذِرُوْنَ کہ وہ عذر خواہی کریں		
وَيْلٌ خرابی	يَوْمَئِذٍ اس دن	لِلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	هٰذَا یہ	يَوْمُ الْفَصْلِ فیصلے کا دن	جَمَعْنٰكُمْ ہم نے جمع کیا تمہیں	
وَ اور	الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کو	فَاِنْ پھر اگر	كَانَ لَكُمْ ہے تمہارے پاس	كَيْدٌ کوئی داؤ	فَكِيْدُوْنِ تو تم مجھ پر داؤ کرلو	وَيْلٌ خرابی
يَوْمَئِذٍ اس دن	لِلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے					

تفسیر وتشریح: شروع سورة سے اثبات قیامت اور منکرین قیامت کے متعلق بیان ہوتا چلا آرہا ہے گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ یہ منکرین جو آج دنیا میں قیامت کو جھٹلا رہے ہیں جب میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے تو گرمی کی تپش اور جلن سے سایہ کی درخواست کریں گے اس وقت بجائے ٹھنڈے سایہ اور گرمی سے بچانے والے سایہ کے جہنم کے دھویں کا سایہ ان کو دیا جائے گا جو انہیں تین طرف اوپر دائیں بائیں سے گھیرے ہوگا اور اس میں سے آگ کی چنگاریاں برسیں گی۔ تو یہ منکرین جو قیامت کو آج جھٹلا رہے ہیں اس روز ان کی بڑی خرابی آئے گی اور ان کو طرح طرح کے عذاب اور سختیاں برداشت کرنا ہوں گی۔ اسی سلسلہ میں آگے کفار کے متعلق بعض احوال قیامت ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ ایسا دن ہوگا جس میں یہ منکرین قیامت نہ بول سکیں گے اور نہ انہیں عذر ومعذرت کی اجازت دی جائے گی۔ قرآن کریم میں اس موقع پر کافروں کا ساکت رہنا اور عذر آوری کی اجازت نہ ملنا مذکور ہے مگر دوسری آیات میں ان کفار کا بولنا۔ مکرنا۔ حق کو چھپانا اور غلط بیانی کرنا اور عذر کرنا بھی بیان ہوا ہے تو پھر ان آیتوں کے مختلف مضامین کی تطبیق کس طرح ہوسکتی ہے؟ اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قیامت کے دن مختلف مقامات میں متعدد مجلسیں درپیش ہوں گی۔ سو بعض جگہوں اور بعض مجلسوں میں کافروں کو بات کرنے کی ممانعت نہ ہوگی سو ان جگہوں میں یہ گفتگو اور بات چیت کرسکیں گے اور بعض جگہوں اور بعض مجلسوں میں ان کو بات کرنے کا حکم نہ ہوگا سو وہاں لب بھی نہ ہلاسکیں گے۔ تو ان مختلف آیات کے مضامین کا اختلاف محشر کے مختلف مواقع اور وقتوں کے اختلاف کے سبب ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس موقع پر لکھا ہے کہ منکرین اور مکذبین قیامت کا نہ بول سکنا اور انہیں عذر معذرت کی اجازت نہ ملنا اس وقت ہوگا جبکہ ان پر حجت قائم ہوچکی ہوگی اور ظالموں پر خدا کی بات ثابت ہوچکی ہوگی تو اب انہیں بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ حجت قائم ہونے سے پہلے یہ عذر ومعذرت پیش کریں گے۔ جب سب توڑ دیا جائے گا اور دلیلیں قائم ہوجائیں گی تو اب بول چال عذر ومعذرت

سب ختم ہو جائے گی۔ الغرض میدان حشر کے یہاں اس موقع کا ذکر فرمایا گیا ہے جبکہ یہ کافر ساکت ہو کر بالآخر مجرم قرار دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد چھٹی مرتبہ پھر وہی جملہ دھرایا گیا۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ یعنی جو لوگ آج اس واقعہ حقہ کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ رکھیں کہ اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی۔ اور ان سے کہا جاوے گا کہ یہ ہے فیصلہ کا دن جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔ اب اگلے پچھلے سب یہاں جمع ہیں اگر تم کسی چالاکی اور مکاری سے ہوشیاری اور فریب دہی سے اللہ تعالیٰ کے قبضہ سے نکل سکتے ہو تو اس کی پوری کوشش کر لو۔ دنیا میں حق کے دبانے کی بہت تدبیریں کی تھیں۔ اب وہ چلت پھرت اور بے باکی کیا ہوئی؟ اب حسب وعدہ تم سب کو جمع کر دیا آج اگر کسی حکمت سے تم چھوٹ سکتے ہو تو کمی نہ کرو۔ اس کے بعد ساتویں مرتبہ پھر وہی جملہ دہرایا گیا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ یعنی یہ کفار اس واقعہ حقہ کی بھی تکذیب کرتے ہیں سو سمجھ رکھیں کہ اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

یہاں تک تو منکرین و مکذبین قیامت کا ذکر تھا کہ قیامت میں اس تکذیب کی بدولت ان کو کیسی کیسی سختیاں اور دردناک عذاب و تکالیف پیش آئیں گی۔ اب ان کے مقابلہ میں اہل ایمان۔ خدا سے ڈرنے والے۔ اللہ کے احکام دنیا میں بجا لانے والے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے والے۔ ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ ان کو قیامت میں کیا حالات پیش آئیں گے اور ان کا کیا اعزاز و اکرام کیا جائے گا اور ان کو کیسی راحتیں اور آرام نصیب ہونگے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور آج جب ہم کو موقع حاصل ہے ہم کو ان اعمال کی توفیق عطا فرمادیں کہ جو آخرت میں ہماری مغفرت کا ذریعہ بن جائیں۔

یا اللہ قیامت کی سختیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیئے اور مجرمین کے گروہ سے ہمیں علیحدہ رکھیے اور ہمارا حشر نشر اپنے مخلص مومن بندوں کے ساتھ فرما کر اپنی جنت میں ہمارا دائمی ٹھکانہ بنایئے۔

یا اللہ ان آیات میں مخاطبت تو کفار مشرکین اور منکرین قیامت و آخرت سے ہے کہ جس فیصلہ کے دن کی تم دنیا میں تکذیب کیا کرتے تھے دیکھو اب وہ دن آ پہنچا اور تم سب جمع کر لئے گئے۔ اب عذاب آخرت سے کسی تدبیر سے تم بچ سکتے ہو تو اپنے کو بچا لو! تو کیا اس مخاطبت میں ان مسلمانوں کے لئے کوئی سبق اور عبرت نہیں جو اب اس دنیا میں قیامت و آخرت اور یوم حساب سے بالکل غافل ہو کر زندگی گزار رہے ہیں۔ یا اللہ ہماری آنکھیں اس یوم حساب کی طرف سے اس دنیا کی زندگی میں کھول دے اور اس فیصلہ کے دن کیلئے تیار ہو جانے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤١﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا

پرہیز گار لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور مرغوب میووں میں ہوں گے۔ اپنے اعمال کے صلہ میں

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾

خوب مزہ سے کھاؤ پیو۔ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ

تم تھوڑے دن اور کھالو برت لو تم بے شک مجرم ہو۔ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے

ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَبِاَىِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾

کہ جھکو تو نہیں جھکتے۔ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ تو پھر اس کے بعد اور کون سی بات پر ایمان لاویں گے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بیشک پرہیز گار (جمع)	فِىْ میں	ظِلٰلٍ سایوں	وَّعُيُوْنٍ اور چشموں	وَّفَوَاكِهَ اور میوے	مِمَّا اس (قسم کے) جو	
يَشْتَهُوْنَ وہ چاہیں گے	كُلُوْا تم کھاؤ	وَاشْرَبُوْا اور تم پیو	هَنِيْٓـًٔا مزے سے	بِمَا كُنْتُمْ اس کے بدلے جو تم	تَعْمَلُوْنَ کرتے تھے	
اِنَّا كَذٰلِكَ بیشک ہم اسی طرح	نَجْزِى جزا دیتے ہیں	الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں کو	وَيْلٌ خرابی	يَّوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	
كُلُوْا تم کھاؤ	وَتَمَتَّعُوْا اور تم فائدہ اٹھالو	قَلِيْلًا تھوڑا	اِنَّكُمْ بیشک تم	مُّجْرِمُوْنَ مجرم (جمع)	وَيْلٌ خرابی	يَّوْمَئِذٍ اس دن
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	وَاِذَا اور جب	قِيْلَ کہا جائے	لَهُمُ ان سے	ارْكَعُوْا تم رکوع کرو	لَا يَرْكَعُوْنَ وہ رکوع نہیں کرتے	
وَيْلٌ خرابی	يَّوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	فَبِاَىِّ تو کون سی	حَدِيْثٍ بات	بَعْدَهٗ اس کے بعد	يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائیں گے

تفسیر وتشریح: یہ سورہ مرسلت کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ شروع سورۃ میں پہلے قیامت کا حق ہونا بیان فرمایا گیا تھا اور پھر جتلایا گیا تھا کہ اس دن ہر انسان کے اعمال کی جو اس نے دنیا میں کئے تھے۔ جانچ پڑتال ہوگی اور جنہوں نے دنیا میں قیامت و آخرت کی تکذیب کی ہوگی۔ اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو نہ مانا ہوگا ان کی وہاں بڑی خرابی ہوگی۔ ان کو میدان حشر میں جہنم کے دھویں کے سائباں میں رکھا جائے جس سے آگ کی چنگاریاں ان پر برسیں گی اور نہ انہیں سایہ کی ٹھنڈک ملے گی اور نہ تپش سے بچاؤ نصیب ہوگا اور وہاں کے سخت عذابوں سے بچ کر نکل سکنے کی بھی کوئی صورت نہ ہوگی۔

اب آگے ان منکرین قیامت اور مکذبین آخرت کے مقابلہ میں اہل ایمان۔ نیکوکار۔ متقی و پرہیز گار بندوں کی جزا کا بیان ہو رہا ہے اور ان آیات میں جتلایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق زندگی بسر کی ہوگی اور اس کے غضب سے ڈر کر گناہوں سے بچتے اور برے کاموں سے پرہیز کرتے رہے ہوں گے۔ خدا کے عبادت گزار تھے۔ فرائض و واجبات کے پابند تھے وہ قیامت کے دن محشر میں عرش کے سایہ میں اور جنت کے اندر پہنچ کر وہاں کے سرسبز شاداب درختوں کے سایہ میں ہوں گے جہاں ہر طرف ٹھنڈے پانی اور دوسری پینے کی خوش گوار اور مزے دار مشروبات کے چشمے و نہریں بہہ رہے ہوں گے اور ان کے دل پسند میوے اور پھل موجود ہوں گے جسے جب جی چاہے کھائیں گے۔ نہ روک ٹوک ہوگی نہ کمی اور نقصان کا اندیشہ ہوگا۔ نہ فنا ہونے اور ختم

ہونے کا خطرہ ہوگا اور پھر ان کے حوصلہ بڑھانے اور دل میں فرحت و خوشی کو دوبالا کرنے کے لئے خداوند تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بار بار فرمان ہوگا کہ اے میرے بندو۔ اے جنتیو! تم بہ خوشی اور بافراغت خوب راحت سے کھاؤ پیو اور یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم دنیا میں احتیاط کے ساتھ بچ بچ کر چلتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف ہو جاوے۔ ہمارے ہاں ایسے نیک کردار' پرہیزگار' مخلص صاحب ایمان لوگوں کے لئے ایسا ہی بھلا بدلہ اور نیک جزا ہے کہ آج انہیں عیش وعشرت کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ ہاں کفار جو نعماء جنت کی بھی تکذیب کرتے ہیں ان کی البتہ بڑی خرابی ہوگی اور بری طرح شامت آئے گی۔

یہاں ان آیات میں اہل سعادت متقین کا انجام وجزا بیان فرماتے ہوئے ظلل یعنی سائے اور عیون یعنی چشمے اور فواکہ یعنی میوے سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ایمان متقین کے لئے متعدد سائے ہوں گے۔ اول میدان محشر میں عرش رب العالمین کا سایہ ہوگا۔ پھر پل صراط سے گزرنے کے وقت اعمال صالحہ وصدقات کا سایہ ہوگا۔ پھر جنت میں پہنچ کر طوبیٰ کا سایہ ہوگا اور پر بہار درختوں کا اور جب اپنے منازل اور مکانات میں آویں گے تو جنت کے عمدہ اور عالی شان محلوں اور چھت گیریوں کا سایہ ہوگا اور سب سے بڑھ کر رحمت الٰہی کا سایہ ہو گا جو ہزاروں سایہ سے بہتر ہوگا۔ اسی طرح عیون بھی جمع کا لفظ ہے یعنی بہت سے چشمے چنانچہ اہل جنت کے لئے چشمے اور نہریں بھی متعدد ہوں گی۔ کسی میں کافور کی آمیزش۔ کسی میں زنجبیل کی ملاوٹ۔ کسی میں شہد کی شیرینی۔ کسی میں دودھ کی خاصیت اور اسی طرح فواکہ جمع کا لفظ ہے یعنی طرح طرح اور قسم قسم کے میوے جیسی دل رغبت رکھتے ہوں یعنی سرد گرم۔ کھٹے میٹھے۔ بہار کے خزاں کے گدر اور پکے۔ سب وہاں موجود ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمائیں کہ جن کو قیامت میں یہ نعمتیں عطا فرمائی جائیں گی۔ آمین۔

تو اہل ایمان متقین کا اجر بیان فرما کر کہ جس کو دیکھ کر کفار و منکرین کو اور زیادہ غم و رنج ہوگا کہ دنیا میں ہم جن کو کم مایہ اور بے حیثیت اور ذلیل وخوار سمجھتے تھے آج ان کا تو یہ اعزاز اور اکرام ہوا اور ہمارے لئے یہ خرابی اور ذلت اور طرح طرح کے عذاب پھر ان کو اس سے بھی رنج ہوگا کہ ہم نے دنیا میں ایسے کریم کی کیوں نافرمانی کی کہ جو آج ایسے صلہ عطا فرما رہا ہے۔ اسی کو آٹھویں مرتبہ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ کے جملہ کو دہرایا گیا کہ اس روز حق کو جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ آگے مکذبین آخرت ومنکرین قیامت کو خطاب ہے کہ اے کافرو! تم جو قیامت کے منکر ہو اور دنیا ہی کی لذات پر دلدادہ ہو تو تھوڑے دنوں کھا پی لو اور مزے اڑا لو۔ آخر یہ کھایا پیا بری طرح نکلے گا کیونکہ تم اللہ کے مجرم ہو۔ جس دائمی اور سزائے ابدی میں گرفتار ہوگے اور جو لوگ سزائے جرم کو جھٹلاتے ہیں سمجھ رکھیں کہ اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی کہ اس دن دنیا کے مزے یاد کریں گے اور حسرت کے آنسوؤں سے روئیں گے کہ ہائے چند روزہ عیش ونشاط کے سبب جواب خواب و خیال ہوگئے ہمیشہ کا عذاب دردناک اور دکھ بھری زندگانی خریدی جہاں موت بھی نہیں کہ مر کر ہی اس بلا سے چھوٹ جائیں۔ اور اسی کو نویں مرتبہ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ کے جملہ کو دہرا کر بتلایا گیا جو دنیا کے عیش و بہار اور لذتوں پر ریجھ رہے تھے وہاں معلوم ہوگا کہ جس چیز کو پھولوں کا ہار سمجھ کر گلے میں ڈال رہے ہیں وہ کالا ناگ بن کر آخرت میں ڈسے گا۔ اخیر میں ان منکرین قیامت و مکذبین آخرت کی سرکشی کی حالت بیان فرمائی جاتی ہے کہ وہ ایسے سرکش اور حق کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں کہ جب دنیا میں ان سے رسول یا ان کے نائب کہتے ہیں کہ خدا کی طرف جھکو اس کے احکام مانو اس کی نافرمانی سے بچو یعنی ایمان اور عبدیت اختیار کرو تو اس سے بھی جی چراتے ہیں بلکہ اس کہنے کو حقارت سے دیکھتے ہیں اور تکبر کے ساتھ انکار کردیتے ہیں گویا مومن اور کافر کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ مومن مصیبت کا وقت ہو یا راحت کا۔ بیماری میں ہو یا تندرستی میں۔ افلاس

میں ہو یا تونگری میں ہر حال میں خدا کی طرف جھکنے والا ہوتا ہے برخلاف کافر کے تو اس سے زیادہ ان منکرین اور مکذبین کا کیا جرم ہو گا کہ یہ لوگ اس کے جرم ہونے کو بھی جھٹلاتے ہیں۔ سو سمجھ رکھیں کہ اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی۔ اور دسویں مرتبہ پھر وہی جملہ دہرایا گیا وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ یعنی یہ منکرین اس دن پچھتائیں گے کہ دنیا میں احکام الٰہی کے سامنے کیوں نہ جھکے۔ وہاں سر جھکاتے تو آج یہاں سر بلند ہوتے۔ اب جبکہ ان منکرین قیامت و مکذبین آخرت کو اس قدر صاف صاف اور واضح قرآنی الفاظ اور آیات میں بتا دیا گیا کہ منکرین کے لئے یہ خرابیاں اور یہ دردناک عذاب آخرت میں ہیں اور اہل ایمان کے لئے یہ انعامات واحسانات ہیں تو اس کو سن کر بھی اگر یہ مکذبین یقین نہیں لاتے تو اور کس بات پر ایمان لائیں گے۔ قرآن سے بڑھ کر کامل اور موثر بیان کس کا ہو گا۔ کیا قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے منتظر ہیں کہ جو آسمان سے اترے گی اور اس کی یہ بات مانیں گے؟ اب کوئی دوسری کتاب تو آسمان سے نازل ہونے والی نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اس سورۃ کی آخری آیت فَبِاَيِّ حَدِيۡثٍ ۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ پڑھے اس کو لازم ہے کہ اس کے بعد کہے امنا باللہ وحدہ یعنی ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر جو ایک ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔

اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تعصب وعناد سے خالی الذہن ہو کر کوئی منکر و کافر قرآن کا مطالعہ کرے تو اسلام اور قرآن کی حقانیت سے اس کا دل ضرور متاثر ہو گا۔ الحمد للہ سورہ مرسلت کے خاتمہ پر ۲۹واں پارہ بھی ختم ہوا۔ حق تعالیٰ بقیہ کے تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

سورۃ المرسلات کے خواص

۱.....رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس نے سورۃ المرسلات پڑھی وہ شرک سے بری ہو گیا۔

۲.....اگر کسی دشمن و مقابل سے مقابلہ چل رہا ہو تو سورۃ المرسلات کی تلاوت کر لے یا لکھ کر اپنے پاس رکھ لے تو دشمن مغلوب ہو جائے گا۔

۳.....جس آدمی کو پھوڑے پھنسیاں نہ چھوڑتی ہوں وہ سورۃ المرسلات لکھ کر گلے میں لٹکائے ان شاء اللہ تندرست ہو جائے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی دنیا میں اپنے متقی اور پرہیزگار بندوں میں شامل فرمالیں اور ہم کو اپنے احکام کی پوری اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ یااللہ آخرت میں جو صلہ اپنے متقی بندوں کو آپ عطا فرمائیں ہم کو بھی اپنے کرم سے ان میں شامل فرمائیں۔ اور ہم کو بھی آخرت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔

یااللہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر ایمان واسلام کی دولت ونعمت عطا فرمائی ہے تو ہمیں اس نعمت عظمیٰ کے قدر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ہم کو پکا اور سچا مسلمان بنا کر زندہ رکھیئے اور اسی حالت پر موت نصیب فرمایئے۔

یااللہ اس قرآن پاک کا ہمیں متبع بنا کر اس کے احکام کی پیروی نصیب فرمایئے۔ یااللہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر بنا تھا اس ملک میں ہم کو قرآنی حکومت دیکھنا نصیب فرمایئے۔ جو اس میں کوشاں ہیں ان کو کامیاب و سرخرو فرمایئے اور جو مخالفین اس میں روڑے اٹکا رہے ہیں ان کو ہدایت نصیب فرمایئے اگر ہدایت ان کے لئے مقدر ہے ورنہ ان کی گردنیں توڑ دیجئے اور ان کے وجود سے اس سرزمین کو پاک کر دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

پارہ

عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿۲﴾ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿۳﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾

یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں۔اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں۔جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿۸﴾

پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا۔اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا۔

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ

اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا۔اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا۔اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔اور ہم ہی نے تمہارے

سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ

اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا۔اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا۔تاکہ ہم اس

حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾

پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔

عَمَّ کیا۔کس	يَتَسَآءَلُوْنَ آپس میں پوچھتے ہیں	عَنِ سے	النَّبَاِ الْعَظِيْمِ خبر بڑی	الَّذِيْ جو۔جس	هُمْ وہ	فِيْهِ اس میں	مُخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے ہیں
كَلَّا ہرگز نہیں	سَيَعْلَمُوْنَ عنقریب جان لینگے	ثُمَّ پھر	كَلَّا ہرگز نہیں	سَيَعْلَمُوْنَ عنقریب جان لینگے	اَلَمْ کیا نہیں	نَجْعَلِ ہم نے بنایا	الْاَرْضَ زمین
مِهٰدًا بچھونا	وَالْجِبَالَ اور پہاڑ	اَوْتَادًا میخیں	وَ اور	خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا	اَزْوَاجًا جوڑے جوڑے	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	نَوْمَكُمْ تمہاری نیند
سُبَاتًا آرام	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	الَّيْلَ رات	لِبَاسًا اوڑھنا پردہ	وَجَعَلْنَا اور بنایا ہم نے	النَّهَارَ دن	مَعَاشًا معاش کا وقت	وَبَنَيْنَا اور چنے بنائے
فَوْقَكُمْ تمہارے اوپر	سَبْعًا سات	شِدَادًا مضبوط آسمان	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	سِرَاجًا چراغ	وَهَّاجًا چمکتا ہوا	وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے اتاری	مِنَ سے
الْمُعْصِرٰتِ پانی بھری بدلیاں	مَآءً ثَجَّاجًا بارش موسلا دھار	لِنُخْرِجَ تاکہ ہم نکالیں	بِهٖ اس سے	حَبًّا دانہ	وَنَبَاتًا اور سبزی	وَ اور	جَنّٰتٍ اَلْفَافًا باغ پتوں میں لپٹے ہوئے

سورۃ کی وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداہی میں فرمایا گیا عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ لفظ نبا کے معنی ہیں خبر اور نبا العظیم کے معنی بڑی خبر۔چونکہ اس سورۃ میں قیامت کے وقوع کی خبر اور واقعات جزا و سزا کا بیان فرمایا گیا ہے جو کہ خبر عظیم ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ النباء مقرر ہوا۔یہ سورۃ مکی ہے۔

شان نزول: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مبعوث ہوئے اور اہل مکہ کو آپ نے قیامت و آخرت کی خبر دی کہ ایک دن وہ آنے والا ہے جس میں یہ دنیا بالکل ختم اور فنا کر دی جائے گی اور پھر تمام انسان دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔اور ان کے دنیا کے نیک و بداعمال کی ان کو جزا و سزا ملے گی۔نیک اعمال کی جزا میں لوگ جنت میں جائیں گے اور بُرے اعمال کی سزا میں جہنم میں ڈالے جائیں گے اور جنت یا جہنم یہی دو تمام انسانوں کے آخری ٹھکانہ ہوں گے۔جنت میں ہر طرح کی راحت و آرام ہوگا اور جہنم میں طرح طرح کے مصائب

آزار اور عذاب و تکالیف ہوں گی تو ان باتوں کو کفار مکہ سن کر ازراہ انکار و استہزا آپس میں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے سوال کرتے کہ ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ اور اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ ابھی کیوں نہیں آتی؟ یہ کیوں کر ہوگا کہ بوسیدہ ہڈیاں پھر زندہ ہوں گی؟ منکرین قیامت کے ان سوال اور تعجب پر اس سورة کا نزول ہوا اور ان کے عقائد کی تردید اور قیامت کے وقوع اور جزا و سزا کا یقینی ہونا اس سورة میں بیان فرمایا گیا ہے۔

قیامت کا آنا یقینی ہے

اب ان آیات کی تشریح یہ ہے کہ سورة کی ابتداء ایک سوالیہ جملہ سے فرمائی جاتی ہے کہ یہ قیامت کا انکار کرنے والے لوگ کس چیز کی بابت دریافت کر رہے ہیں؟ تو خدائے تعالیٰ کو تو معلوم تھا جس چیز کا وہ سوال کرتے تھے مگر سوالیہ فقرہ سے خطابت کی ابتداء کرنا دوسری زبانوں کی طرح خطبات عرب میں حسن خطابت کا ایک بہترین نمونہ سمجھا گیا ہے اس لئے سوالیہ جملہ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ فرمایا گیا یعنی یہ لوگ کس چیز کی بات دریافت کر رہے ہیں؟ اور پھر اس کا جواب خود حق تعالیٰ آگے دیتے ہیں۔ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ ھُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں یعنی قیامت جو بہت عظیم الشان چیز ہے اور جس میں لوگوں کا اختلاف ہے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ کوئی اس کے آنے پر یقین رکھتا ہے کوئی منکر ہے کہ قیامت وغیرہ کچھ نہیں۔ کوئی شک میں پڑا ہے کوئی کہتا ہے بدن اٹھے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ سب عذاب ثواب روح پر گزرے گا۔ اس لئے آگے منکرین قیامت کے خیالات کی تردید کی جاتی ہے کہ تمہارے خیالات صحیح نہیں۔ قیامت ضرور آئے گی اور تم کو قیامت اور اس کی اصل کیفیت عنقریب معلوم ہو جائے گی اس لئے کہ دنیا آخر فانی اور چند روزہ ہے۔

قیامت آنے کے دلائل

قیامت کی خبر دے کر اس کے بعد چند دلائل فرمائے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کو ثابت فرماتے ہیں۔

پہلی دلیل: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِھٰدًا یعنی اے انسانو! کیا ہم نے زمین کو تمہارے لئے فرش نہیں بنایا کہ جس پر سکون و اطمینان سے رہ سکو۔ اگر زمین ہوا کی طرح خفیف اور پانی کی طرح نرم اور آگ کی طرح گرم ہوتی تو تم کہیں اس پر بس سکتے تھے؟ پھر جدید سائنس کے نزدیک کرۂ زمین حرکت کرتا ہے۔ تو یہ اس کی قدرت اور حکمت کا کتنا بڑا ثبوت ہے کہ زمین اس طرح حرکت کرتی ہے کہ اس پر رہنے والوں کو کچھ بھی لغزش نہیں تو جس قادر مطلق نے کرۂ ارض کو ایسا بنایا کیا وہ اس کو فنا نہیں کر سکتا۔ ضرور کر سکتا ہے۔

دوسری دلیل: وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا یعنی کیا ہم نے پہاڑوں کو میخوں کے مانند نہیں بنایا کہ اپنے بوجھ اور بھاری پن سے زمین کو ملنے نہیں دیتے۔ یعنی جیسا کسی چیز میں میخ لگا دینے سے وہ چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلتی ایسے ہی ابتداء میں جو زمین کانپتی اور لرزتی تھی اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کر کے اس کے اضطراب اور کپکپی کو دور کر دیا گویا زمین کو ایک طرح کا سکون حاصل ہوا۔

تیسری دلیل: وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا یعنی اے بنی آدم ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا۔ مرد کا جوڑا عورت اور عورت کا جوڑا مرد۔ ازواج کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ صفات کے لحاظ سے ایک کا مقابل دوسرا ہے۔ یعنی بادشاہ ہے تو فقیر بھی ہے۔ حسین ہے تو بدشکل بھی ہے۔ عقلمند ہے تو احمق بھی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اس میں اس کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے کہ جس نے ایک ہی زمین پر ایک ہی مادہ سے کیسے مختلف انسان بنائے۔ پھر انسان کو اس کی فطرت اور آفرینش میں مجبوری بھی دکھادی کہ انسان اپنی فطری چیزوں میں تغیر نہیں کر سکتا اور ثابت کر دیا کہ انسان کو جو اللہ نے قدرت دی ہے وہ محدود ہے۔ پھر انسانوں کا اختلاف صاف بتلا رہا ہے کہ تمہارے مختلف اعمال و عقائد کی جزا و سزا کا کوئی اور عالم ہے تو جو قادر مطلق کہ تم کو نر مادہ بنا کر پہلی مرتبہ پیدا کر سکتا ہے وہ تم کو فنا کر کے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے۔

چوتھی دلیل: وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لئے راحت بنا دیا۔ اگر انسان رات کو یا دن میں اچھی طرح نہ سوئے تو دیکھئے حضرت انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ تمام اعضائے جسم اور دماغی قوتیں بیداری میں بیرونی کاموں میں مشغول رہتی ہیں۔ اس

مسلسل حرکت کی وجہ سے تمام اعصاب تھک جاتے ہیں اور انسان کی طاقت تحلیل ہوتی ہے۔ اس تحلیل کو روکنے اور تھکاوٹ کو دور کرنے اور اعضاء کو آرام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نیند مقرر کردی ہے۔ نیند حق تعالیٰ کی ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ انسان کی ساری راحتوں کا مدار یہی ہے۔ اور یہ نیند مخلوق کے لئے ایک عظیم الشان نعمت ہونے کے علاوہ موت کا ایک نمونہ بھی ہے کہ دنیا سے غفلت ہوگئی تو گویا مر گئے تو جو ہر روز تم کو مارتا ہے اور ہر روز جلاتا ہے پھر کیا وہ موت کی نیند کے بعد اس خواب سے بیدار نہ کرے گا؟ ضرور کرے گا۔ اور اصل بیداری وہی ہوگی۔

پانچویں دلیل: وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا اور رات کو ہم نے پردہ کی چیز بنایا گو اس میں کوئی بھلائی کرتا ہے کوئی برائی۔ چور رات کو چوری کرتا ہے۔ عابد زاہد نماز تہجد اور مراقبہ ذکر میں بیٹھا رہتا ہے۔ رات کی تاریکی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دریافت کیا کہ نکاح دن میں بہتر ہے یا رات میں۔ آپ نے فرمایا رات میں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو بھی قرآن میں لباس کہا ہے۔ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا اور نکاح والی عورتوں کو بھی لباس فرمایا ہے۔ ھن لباس لکم اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔

چھٹی دلیل: وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور ہمنے دن کو تمہاری روزی کے لئے بنایا تا کہ تم دن کے اجالے میں کام دھندا کرسکو۔ کہیں آجا سکو۔ سوداگری، تجارت لین دین کرسکو۔ اہل دنیا کی عمومی فطرت ہے کہ دن کو معاش کے کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں اگر ہمیشہ رات ہی رہتی یا دن ہی رہتا تو انسان کے لئے عافیت کا دائرہ تنگ ہوجاتا۔ جدید سائنس کا خیال ہے کہ اس نظام سے رات دن پیدا ہوتے ہیں تو یہ بھی اس کی قدرت وحکمت کی دلیل ہے کہ جو ان اجرام کو ایک خاص نظام پر حرکت دے رہا ہے۔ تو جب تک اس کا حکم اور اس کی مشیت ہے وہ مقرر کردہ نظام میں بندھے ہوئے ہیں۔ جب اس کا حکم ہوگا یہ نظام ٹوٹ جائے گا اور چاند ستارے، سورج، زمین و آسمان سب فنا اور ختم ہوجائیں گے۔

ساتویں دلیل: وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے کہ جن میں آج تک باوجود اس مدت گزرنے کے کوئی رخنہ نہیں پڑا۔

آٹھویں دلیل: وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا اور ہم نے چمکتا ہوا چراغ بھی بنادیا یعنی سورج کو بنایا جو تمام جہان کو روشن کردیتا ہے اور دنیا کو منور کردیتا ہے اور ہر چیز کو جگمگا دیتا ہے۔

نویں دلیل: وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا یعنی ابر سے پانی بکثرت برستا ہے پھر اس پانی سے جو پاک صاف نفع بخش ہے کھیتیاں اگاتے ہیں جن سے اناج پیدا ہوتا ہے جو انسان حیوان سب کے کھانے میں آتا ہے اور سبزیاں اگاتے ہیں جو تروتازہ کھائی جاتی ہیں اور باغات اس پانی سے پھلتے اور پھولتے ہیں اور قسم قسم کے ذائقوں اور رنگوں والے میوے اور پھل ان سے پیدا ہوتے ہیں۔

یہ تو قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بیان فرما کر بتلا دیا کہ جو خدا ایسی قدرت وحکمت والا ہے کیا اسے اے انسانو! تمہارا دوسری مرتبہ پیدا کردینا اور حساب کتاب کے لئے اٹھانا کچھ مشکل ہوگا؟ اور کیا اس کی حکمت کے یہ بات منافی نہ ہوگی کہ اتنے بڑے کارخانہ دنیا کو یونہی خلط ملط بے نتیجہ چھوڑ دیا جائے۔ یقیناً دنیا کے اس طویل سلسلہ کا کوئی صاف نتیجہ اور انجام ہونا چاہئے اور اسی کو آخرت کہا جاتا ہے۔ جس کا آنا یقینی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قیامت و آخرت پر ایمان کے ساتھ یقین کامل بھی نصیب فرمائیں کہ جو ہم آخرت سے کسی لمحہ اور کسی آن غافل نہ ہوں۔ یا اللہ اس زندگی میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما دیجئے کہ جو ہماری آخرت کو بنانے اور سنوارنے والے ہوں اور ان اعمال سے بچا لیجئے کہ جو آخرت کو بگاڑنے والے ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ

بے شک فیصلہ کادن ایک معین وقت ہے۔یعنی جس دن صور پھونکا جاوے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہوکر آؤ گے۔اور آسمان کھل جاوے گا پھر اُس میں دروازے ہی

فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطَّاغِينَ

دروازے ہوجائیں گے۔اور پہاڑ ہٹا دیئے جاویں گے سو وہ ریت کی طرح ہوجاویں گے۔بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے۔سرکشوں کا

مَآبًا ۝ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝

ٹھکانا۔جس میں وہ بے انتہا زمانوں رہیں گے۔اس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا بجز گرم پانی اور پیپ کے

جَزَاءً وِفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ

یہ پورا بدلہ ملے گا۔وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے۔اور ہم نے ہر چیز کو

أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝

لکھ کر ضبط کر رکھا ہے۔سو مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے۔

إِنَّ بیشک	يَوْمَ الْفَصْلِ فیصلہ کادن	كَانَ ہے	مِيقَاتًا مقررہ وقت	يَوْمَ دن	يُنفَخُ پھونکا جائے گا	فِي الصُّورِ صور میں	فَتَأْتُونَ پھر تم چلے آؤ گے
أَفْوَاجًا گروہ در گروہ	وَفُتِحَتِ اور کھولا جائیگا	السَّمَاءُ آسمان	فَكَانَتْ تو ہوجائیں گے	أَبْوَابًا دروازے	وَسُيِّرَتِ اور چلائے جائیں گے	الْجِبَالُ پہاڑ	
فَكَانَتْ پس ہوجائیں گے	سَرَابًا سراب	إِنَّ بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	كَانَتْ ہے	مِرْصَادًا گھات میں	لِّلطَّاغِينَ سرکشوں کیلئے	مَآبًا ٹھکانہ
لَّابِثِينَ وہ رہیں گے	فِيهَا اس میں	أَحْقَابًا مدتوں	لَا يَذُوقُونَ نہ وہ چکھیں گے	فِيهَا اس میں	بَرْدًا ٹھنڈک	وَلَا اور نہ	شَرَابًا پینے کی چیز
إِلَّا مگر	حَمِيمًا گرم پانی	وَغَسَّاقًا اور پیپ بہتی	جَزَاءً بدلہ	وِفَاقًا پورا	إِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوا لَا يَرْجُونَ توقع نہیں رکھتے تھے	حِسَابًا حساب
وَكَذَّبُوا اور جھٹلاتے تھے	بِآيَاتِنَا ہماری آیتیں	كِذَّابًا جھوٹ جان کر	وَكُلَّ شَيْءٍ اور چیز	أَحْصَيْنَاهُ ہم نے گن رکھی ہے	كِتَابًا لکھ کر		
فَذُوقُوا اب مزہ چکھو تم	فَلَن ہرگز نہیں	نَّزِيدَكُمْ بڑھاتے جائیں گے	إِلَّا مگر	عَذَابًا عذاب			

قیام قیامت اور نفخہ صور

اب قیامت کی کچھ تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کا دن جو فیصلہ کا دن ہوگا اس کا ایک وقت اللہ کے علم میں مقرر ہے۔نہ کسی کے انکار سے وہ ٹل سکتا ہے اور نہ کسی کے اصرار سے وہ وقت جلد آسکتا ہے۔بہرحال ایک نہ ایک روز یہ دنیا کا کارخانہ تمام ہونا ہے اور قیامت آنی ہے۔اب کب آئے گی؟ اس کا صحیح علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں۔پھر جب وہ دن آجائے گا تو صور پھونکا جائے گا اور پہلا صور پھونکنے سے تمام دنیا الٹ پلٹ ہوکر نیست و نابود ہوجائے گی۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفخ صور جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی شروع ہوگا۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ محدث دہلوی نے اپنی کتاب قیامت نامہ میں لکھا ہے کہ ''قیام قیامت کی اول علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے اور دنیاوی نعمتیں،

اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشور بھی ہو گا یعنی محرم کی ۱۰ تاریخ صبح ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کہ ناگاہ ایک لمبی آواز آدمیوں کو سنائی دے گی یہی نفخ صور ہوگا۔ لوگ خوف وہیبت کی وجہ سے مرنے شروع ہو جائیں گے۔ زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدان میں بھاگیں گے اور وحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی طرف میل کریں گے۔ سمندر ابل کر قرب و جوار کی جگہوں پر چڑھ جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہوا کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے۔ وہ آواز دمبدم سخت ہوتی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

نفخ صور کے مسلسل چھ ماہ تک رہنے کے بعد نہ آسمان رہے گا نہ ستارے نہ سمندر نہ اور کوئی چیز سب کے سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ فرشتے بھی مر جائیں گے۔ مگر کہتے ہیں کہ آٹھ چیزیں فنا سے مستثنیٰ ہیں۔ اول عرش' دوم کرسی' سوم لوح' چہارم قلم' پنجم بہشت' ششم صور' ہفتم دوزخ' ہشتم ارواح۔ لیکن ارواح کو بھی بے خودی و بے ہوشی لاحق ہو جائے گی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ آٹھ چیزیں بھی تھوڑی دیر کے لئے معدوم ہو جائیں گی۔ حاصل کلام سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ تو خداوند رب العزت فرمائے گا **لمن الملک الیوم** کس کے لئے آج کی سلطنت ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمائے گا۔ **للہ الواحد القھار** خدائے یکتا وقہار کے لئے پس ایک وقت تک ذات واحد خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام ہی رہے گی۔ پھر ایک مدت کے بعد کہ جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا از سر نو سلسلہ پیدائش کی بنیاد قائم کرے گا۔ آسمان زمین اور فرشتوں کو پیدا کرے گا۔ زمین کی ہیئت اس وقت ایسی ہوگی کہ اس میں عمارتوں' درختوں' پہاڑوں سمندروں وغیرہ کا نشان نہ ہو گا پھر حضرت اسرافیلؑ کو صور پھونکنے کا حکم ہو گا۔ روحیں اپنے اپنے جسموں میں اس طرح آئیں گی جیسے گھونسلوں میں پرندے ان کا رابطہ جسموں سے قائم ہو جائے گا اور سب کے سب زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔"

عقائد و اعمال کے لحاظ سے لوگوں کی تقسیم

الغرض یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ نفخۂ ثانیہ یعنی دوسری مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر میدان حشر میں آؤ گے یعنی کثرت سے الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں بن کر جن کی تقسیم ان کے ممتاز عقائد اور اعمال پر ہوگی۔ میدان حشر میں جمع ہوں گی۔ پس نیکوں کی جدا جماعت ہو گی۔ بدوں کی جدا۔ پھر نیکوں میں نمازیوں کی جدا۔ صدقات وخیرات دینے والوں کی جدا' صابروں کی جدا' شاکروں کی جدا' رات میں چھپ کر عبادت کرنیوالوں کی جدا' آفتاب پرستوں کی جدا' بت پرستوں کی جدا پھر زنا کاروں کی جدا' ظالموں کی جدا' دغاباز جھوٹ بولنے والوں کی جدا' ہر ایک جماعت کا نشان ہو گا اور اس پر لکھا ہو گا کہ یہ فلاں جماعت ہے ہر ایک جماعت میدان قیامت میں حاضر ہو گی۔

آسمان و پہاڑ

آسمان کھل جائے گا کہ اس میں فرشتوں کے اترنے کے راستے اور دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔ پہاڑ ہٹا دیئے جائیں گے اور بالکل ریت کے ذرے بن جائیں گے۔

کفار و مشرکین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے

کفار و مشرکین اور نافرمان باغی مجرمین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جہنم ایسے سرکشوں' بدکاروں اور نافرمانوں کی تاک میں ہوگی اور منتظر ہوگی کہ یہ کب میرے منہ کا لقمہ ہوتے ہیں۔ آخر اسی جہنم میں یہ ڈالے جائیں گے اور یہی ان کا ٹھکانہ ہو گا اور ٹھکانہ بھی گھڑی دو گھڑی کے لئے نہیں بلکہ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا سالہائے دراز اور قرنوں اور مدتوں اس میں جلیں گے۔ کافر اور مشرک تو ابدالآباد وہاں رہیں گے البتہ وہ عاصی گنہگار جو ایمان رکھتے ہوں گے وہ کبھی نہ کبھی وہاں سے نکل آئیں گے۔ یہاں آیت میں احقاب کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں بے شمار قرن۔ بے انتہا زمانے احقاب جمع ہے حقب کی اور حقب ایک مقرر مدت کا نام ہے۔

اکثر احادیث میں حقب کی مقدار ۸۰ برس کی آئی ہے اور ہر برس ۱۲ مہینہ کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن قیامت کا ایک ہزار برس کے برابر ہو گا۔ اسی

حساب سے حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ۲۸۸۰۰۰۰۰ ہوئی۔

اب غور کرنے کی بات ہے کہ اب حیات دنیا تو ۵۰، ۶۰ یا ۱۰۰ اسال یا حد سے حد ۱۵۰ اسال کی ہوگی جہاں لذات وشہوات کے مزے اڑائے گئے اور نافرمانی وسرکشی حق تعالیٰ کے قانون سے کی لیکن اس کے عوض آخرت میں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں برس مبتلائے عذاب ہونا پڑا تو یہ کیسا برا سودا کیا اور کیسی بری کمائی کر کے وہاں پہنچے۔

جہنمیوں کی حالت

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا یعنی نہ ٹھنڈک کی راحت پائیں گے نہ کوئی خوشگوار چیز پینے کو ملے گی۔ ہاں ملے گا تو گرم پانی جس کی سوزش سے منہ جھلس جائیں گے اور آنتیں کٹ کر پیٹ سے باہر آ پڑیں گی اور دوسری چیز پیپ پینے کو ملے گی جو دوزخیوں کے زخموں سے نکل کر بہے گی۔ الامان الحفیظ! اے اللہ اپنے کرم سے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں اپنے ہر طرح کے چھوٹے بڑے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھئے گا۔ آمین

تو جہنم میں جہنمیوں کو ذرا بھی ٹھنڈک میسر نہ آئے گی۔ نہ بدن کی ٹھنڈک نہ دل کی ٹھنڈک نہ آنکھوں کی ٹھنڈک نہ کانوں کی ٹھنڈک نہ ٹھنڈا پانی، نہ ٹھنڈی ہوا، نہ ٹھنڈا مکان، نہ ٹھنڈا لباس اور تو اور جو دنیا میں ایک ہلکی اور معمولی چیز پانی ہے جو دنیا میں قیدی اور خونی کو بھی پلایا جاتا ہے وہاں ان کو وہ بھی نصیب نہ ہوگا بلکہ اس کے بدلہ حمیم یعنی کھولتا ہوا پانی جو منہ جھلسا دے اور غساق یعنی جہنمیوں کے زخموں کی پیپ۔

جہنم کی سزا کا سبب

جَزَآءً وِّفَاقًا اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا جس بات کو دنیا میں جھٹلاتے تھے اور جس چیز کی ان کو امید نہ تھی وہی سامنے آئی اب دیکھیں کیسے جھٹلاتے اور منکر تے ہیں۔ یہاں ان اہل جہنم کے کسی خاص گناہ کا نام نہیں لیا کہ جس کی وجہ سے ان کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا حالانکہ ان کے بہت سے گناہ تھے بلکہ ان کی عمومی قوت عملیہ اور قوت نظریہ کا فساد ظاہر فرمایا کہ یہ ان کی بداعمالیوں کا پورا پورا بدلہ ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حساب کا کوئی دن آئے گا ہی نہیں اس لئے ہم نے جو جو دلیلیں اپنے نبی پر نازل فرمائیں یہ ان سب کو جھٹلاتے ہی رہے۔

ہر کسی کے تمام اعمال محفوظ ہیں

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ہم نے بندوں کے تمام افعال و اعمال کو گن رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے ہر چیز اللہ کے علم میں ہے اور اسی علم محیط کے موافق وہ سب دفاتر میں باقاعدہ مندرج ہیں۔ کوئی نیک و بد عمل اس کے احاطہ سے باہر نہیں سب کا بدلہ ہمارے پاس تیار ہے اور رتی رتی کا بھگتان کیا جائے گا۔ جیسے تم دنیا میں تکذیب وانکار میں برابر بڑھتے چلے گئے اور اگر بے اختیار موت نہ آ جاتی تو ہمیشہ بڑھتے ہی چلے جاتے اب جہنم میں پڑے ہوئے عذاب کا مزہ چکھتے رہو اور ہم بھی عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے جس میں کبھی کمی نہ ہوگی۔

جہنم کے عذاب کا سب سے سخت پہلو

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کفار ومشرکین اہل جہنم کے لئے اس آیت فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا سے زیادہ سخت اور مایوس کن کوئی اور آیت نہیں کہ ان کے عذاب ہر وقت بڑھتے ہی رہیں گے۔ حضرت ابو برزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہے کہ حسن بصریؒ نے ان سے دریافت کیا کہ اہل جہنم کے لئے کون سی آیت سب سے زائد شدید ہے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا جب جہنمی تمنا کریں گے یا اس بات کی درخواست کریں گے کہ کم از کم یہ عذاب ہی کچھ کم کر دیا جائے تو اس پر اعلان ہوگا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا اس کے بعد تو اہل جہنم کی شدید پریشانی کی حد ہی باقی نہ رہے گی اور حسرت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ فیصلہ کے دن ہم کو اپنے سعادت مند اور ابرار بندوں کیساتھ شامل ہو کر اٹھنا نصیب فرمائیں اور انہی کیساتھ ہمارا حشر فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾

خدا سے ڈرنے والوں کیلئے بیشک کامیابی ہے۔یعنی باغ اورانگور اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں۔اور لبالب بھرے ہوئے جام شراب۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَاءً مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ۔یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے۔جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا

اوران چیزوں کا جوان دونوں کے درمیان میں رحمٰن ہے کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا عرض معروض کر سکے۔جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَاءَ

صف بستہ کھڑے ہوں گے۔کوئی بول نہ سکے گا بجزاس کے جس کو رحمٰن اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے۔یہ یقینی دن ہے سو جس کا جی چاہے

اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿٣٩﴾ إِنَّا أَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ

اپنے رب کے پاس اپنا ٹھکانا بنار کھے۔ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کئے ہوں گے

وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ﴿٤٠﴾

اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوجاتا۔

إِنَّ بیشک	لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	مَفَازًا کامیابی	حَدَآئِقَ باغات	وَّاَعْنَابًا اور انگور	وَّكَوَاعِبَ اور نوجوان عورتیں	اَتْرَابًا ہم عمر	
وَّكَاْسًا اور پیالے	دِهَاقًا چھلکتے ہوئے	لَا يَسْمَعُوْنَ نہ سنیں گے وہ	فِيْهَا اس میں	لَغْوًا بیہودہ	وَّلَا كِذّٰبًا اور نہ جھوٹ	جَزَآءً یہ بدلہ	مِّنْ سے
رَّبِّكَ تمہارا رب	عَطَآءً انعام	حِسَابًا حساب سے کافی	رَّبِّ رب	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو انکے درمیان	
الرَّحْمٰنِ بہت مہربان	لَا يَمْلِكُوْنَ وہ قدرت نہیں رکھتے	مِنْهُ اس سے	خِطَابًا بات کرنا	يَقُوْمُ الرُّوْحُ کھڑے ہونگے روح	وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے		
صَفًّا صف باندھے	لَا يَتَكَلَّمُوْنَ نہ بول سکیں گے	اِلَّا مگر	مَنْ جو۔جس	اَذِنَ اجازت دی	لَهُ اسکو	الرَّحْمٰنُ رحمٰن	وَقَالَ اور بولا
صَوَابًا ٹھیک بات	ذٰلِكَ دن	الْيَوْمُ دن	الْحَقُّ برحق	فَمَنْ پس جو	شَآءَ چاہے	اتَّخَذَ وہ بنائے	اِلٰى رَبِّهٖ اپنے رب کے پاس
مَاٰبًا ٹھکانا	اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ بیشک ہم نے ڈرایا تمہیں	عَذَابًا عذاب	قَرِيْبًا قریب کے	يَوْمَ جس دن	يَنْظُرُ دیکھ لے گا	الْمَرْءُ آدمی	
مَا جو	قَدَّمَتْ يَدٰهُ آگے بھیجا اس کا ہاتھ	وَيَقُوْلُ اور کہے گا	يٰلَيْتَنِيْ کاش میں	كُنْتُ ہوتا	تُرٰبًا مٹی		

متقین کے لئے ہمیشہ کی کامیابی ہوگی

گذشتہ آیات میں ان منکرین قیامت اور سرکش و باغی لوگوں کے احوال وانجام کو بیان فرمایا گیا تھا۔اب ان لوگوں کے مقابلہ میں ان بندوں کا ذکر ہے کہ جو دنیا میں اللہ کو مان کر اس کے حکموں کے مطابق چلتے تھے اور جو دنیا میں اللہ سے ڈر کر اس کی نافرمانی اور برے کاموں سے

بچتے تھے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ متقین یعنی پرہیزگاروں کو ضرور بالضرور وہاں ہر طرح کی کامیابی اور سعادت حیات جاودانی اور کامرانی حاصل ہوگی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں متقی قرآن کی ایک اصطلاح ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے اور اس کی ناخوشی اور ناراضی سے ڈرتا ہے اسے متقی کہتے ہیں۔ اسلام انسان کے اندر جو سب سے بڑی خوبی پیدا کرنا چاہتا ہے وہ یہی تقویٰ کی صفت ہے۔ انسانی زندگی کی اصلاح کا سب سے بڑا مدار اسی صفت پر ہے جو شخص اپنے تمام کاموں میں اس بات کی فکر رکھے کہ وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ کرے اور اسے اس بات کا ڈر رہے کہ اس سے کوئی حرکت ایسی نہ ہو جائے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو تو اس کی زندگی نہایت کامیاب ہے۔

متقین کے لئے راحت ولذت کا سامان

متقین کو سیر و تفریح اور پھل و میوہ کھانے کے لئے باغات ہوں گے۔ حدیقة عربی زبان میں اس باغ کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف دیوار ہو تو ایسا باغ زیادہ محفوظ اور پرلطف سمجھا جاتا ہے پھر باغات میں جو کچھ نعمتیں ہوتی ہیں عام لفظ باغ استعمال کرنے سے سب ہی نعمتیں آ گئیں مگر ان باغات میں جو چند دل پسند چیزیں ہوں گی ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ وہاں انگور بھی بکثرت اور عمدہ ہوں گے۔ جو غذا کا کام بھی دے سکتا ہے۔ نیز باغ میں انگور بیلوں پر ہوتا ہے اس کا سایہ اور بھی لطف دیتا ہے۔ پھر دل بہلانے کے لئے وہاں نوخاستہ ہم عمر عورتیں بھی ہوں گی اور پینے کو لبالب بھرے ہوئے شراب طہور کے جام چلیں گے جس سے ایک فرحت اور سرور تازہ ہوگا اور یہ شراب آخرت دنیا کی سی نہ ہوگی کہ جس میں بے ہوشی دردسر اہل مجلس کی بے ہودہ بکواس یا مار پیٹ گالی گلوچ ہو بلکہ وہاں ایذاء اور مار پیٹ تو کیا کوئی لغو بات بھی سننے میں نہ آئے گی۔ اور نہ کوئی جھوٹی بات اور نہ کوئی دل کو رنج دینے والی بات کہ اس کو کوئی جھٹلا دے اور رنج ہو۔ ایک پاکیزہ طبیعت اور خوش مذاق شخص کیلئے یہ بات سخت تکلیف دہ ہوتی ہے کہ اس کے کانوں میں گندی باتیں' بے ہودہ الفاظ' جھوٹ اور گالیاں پڑیں اس لئے جن لوگوں کی طبیعت پاکیزہ اور مذاق بلند ہیں وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جنت کی یہ کیسی بڑی نعمت ہوگی کہ وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات کانوں میں پڑے گی اور نہ جھوٹ سننے کو ملے گا نہ کوئی کسی سے جھگڑے گا کہ جھوٹ بولنے اور مکرنے کی ضرورت پیش آئے۔ سبحان اللہ۔

ایمان واعمال صالحہ کا ثمرہ

آگے فرمایا کہ متقین کیلئے یہ سب نعمتیں بدلہ ہیں ان کے اعمال و عقائد اور معارف کا کہ رتی رتی کا حساب ہو کر تمام نیکیوں کا بدلہ ملے گا اور بہت کافی بدلہ ملے گا۔ اور یہ بدلہ بھی محض اللہ رب العالمین کی بخشش اور رحمت سے ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا فرض یا جبر نہیں انسان تو اپنے عمل کی بدولت عذاب سے بچ جائے یہ ہی مشکل ہے۔ رہی جنت وہ تو خالص اس کے فضل و کرم و رحمت سے ملتی ہے لیکن اس کو بندوں کے عمل کا بدلہ قرار دینا یہ رب العالمین کی دوسری بندہ نوازی اور عزت افزائی ہے اور آخرت کی نجات اور وہاں کی تمام راحتیں خداوند قدوس کی بخشش ہی بخشش ہے تو اس میں اس طرف اشارہ ہو گیا کہ جو یہاں بوئے گا وہی وہاں کاٹے گا۔

عظمت الٰہی

آگے اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال کی خبر دے رہے ہیں۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا

کہ وہ رب جو متقی بندوں کو بدلہ دینے کا وعدہ فرما رہا ہے وہ ہے کہ جو اس پوری کائنات کا مالک ہے۔ جس کی بادشاہت آسمانوں سے لے کر زمین تک پھیلی ہوئی ہے اور کوئی ذرہ اس کی حکومت سے باہر نہیں۔ وہ سب کا رب ہے اور ساتھ ہی بڑا مہربان ہے جس کی رحمت کا کچھ حساب نہیں۔ جس کے رحم نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔ مگر باوجود اس قدر لطف و رحمت کے عظمت و جلال بھی اس کا ایسا ہے کہ کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا ہے جب تک کہ اس کی اجازت نہ ہو اور اس ہیبت و جلال و کبریائی کا اظہار اس دن ہوگا کہ جس روز تمام ذی روح اور فرشتے دربار خداوندی میں صف بستہ کھڑے ہوں گے اور اس کی ہیبت و جلال و کبریائی سے ہر ایک کا دل لرزتا ہوگا اور کوئی خوف و ہیبت سے کلام نہ کر سکے

گا۔مگر ان میں سے وہی کلام کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ کلام کرنے کی اجازت دیں گے۔اور اجازت پا کر بھی بات وہی کہے گا جو ٹھیک اور معقول ہو یعنی بولنا بھی محدود اور مقید ہو گا یہ نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے مثلاً کسی غیر مستحق کی سفارش نہ کرے گا اور کسی کی گواہی میں اجازت پا کر بولے گا تو کچھ رورعایت نہ کرے گا۔نہ کمی زیادتی کرے گا۔جو بات ٹھیک ہے اسی قدر کہہ سکے گا۔یہاں ان آیات میں لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہو گا کہ عرض معروض کر سکے اور لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا کوئی بول نہ سکے گا بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے ان آیات میں مشرکین عرب کے اس باطل عقیدہ کا رد فرما دیا گیا کہ جس کی بناء پر وہ ملائکہ اور انبیاء و صلحاء وغیرہ اور دیگر بتوں کو بھی اس غرض سے پوجتے تھے کہ ان کو خدا کے گھر کا مختار سمجھتے تھے۔دنیا میں تمام حاجات کے پورا کرنے کا ان ہی کو مسبب کہتے تھے اور اسی لئے ان کی خوشنودی اور تقرب کے لئے ان کی نذر و نیاز کرتے تھے۔آڑے وقت میں ان کے نام کی دہائی دیتے تھے المدد المدد پکارتے تھے اور اول تو آخرت کے وہ قائل ہی نہ تھے اور جو کسی درجہ میں قائل بھی تھے تو ان بتوں کو آخرت میں اپنی بخشش کا وسیلہ جانتے تھے۔

سفارش: اجازت حق تعالیٰ سے انبیاء سفارش بھی کریں گے تو اسی کی جس نے دنیا میں حق بات کہی تھی اور سب سے بڑھ کر حق بات لآ الٰہ الا اللہ ہے نہ ان کی جنہوں نے کفر بکا اور خدا کی ذات و صفات میں شریک اور حصہ دار ٹھہرائے۔

جو چاہے آخرت کی تیاری کر لے

آگے فرمایا گیا ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا وہ دن برحق ہے اس دن کا آنا یقینی ہے تو اب جو اپنی بہتری چاہے اس دن کی تیاری کر رکھے اور تقویٰ اختیار کر کے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنائے۔ ایمان و پرہیز گاری ہی کا سیدھا راستہ ہے جو حق سبحانہ تک پہنچتا ہے اس راہ میں چلتے چلتے انسان اللہ کے قرب و جوار رحمت میں پہنچ جاتا ہے۔

قیامت نزدیک ہے کافر کو پچھتانا پڑے گا

اخیر میں بطور حجت کے تمام انسانوں سے فرمایا جاتا ہے کہ اے بنی آدم ہم نے تو تمہیں نزدیک ہی آنے والی مصیبت سے خبردار کر دیا۔گو قیامت کا دن دور ہو مگر جو لازمی اور یقینی آنے والی چیز ہو گو دور ہو پر قریب ہی سمجھنا چاہئے۔عقلمند تو ہزار کوس دور کی مصیبت کو قریب سمجھتا ہے اور دنیا کی زندگی تو بہت ہی بے ثبات ہے۔موت ہر ایک کے سر پر کھڑی ہے اور موت اس یوم قیامت کا دروازہ ہے اس لئے مر کر جو کچھ انسان کو پیش آنے والا ہے وہ بہت ہی قریب ہے۔اس روز یعنی یوم قیامت میں انسان وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو دنیا میں نیک و بد اس نے کیا تھا۔پھر جب وہ پردہ کھل جائے گا اور کافر اپنے کفر اور بداعمالی کو ہیبت ناک صورتوں میں دیکھے گا اور کوئی ٹھکانا اور پناہ کی جگہ اور صورت نظر نہ آئے گی تو کافر کہے گا۔ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا اے کاش کہ میں خاک ہوا ہوتا یا خاک ہو جاتا اور انسان نہ پیدا ہوا ہوتا جو آج اس مصیبت کو نہ دیکھنا پڑتا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت ہے کہ قیامت کے دن جانوروں سے حساب کتاب کے بعد ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا جس جانور نے کسی دوسرے جانور کو سینگ یا کھر مارا ہو گا وہاں اس کا بدلہ دلا کر حکم ہو گا کہ سب کے سب خاک ہو جاؤ چنانچہ وہ سب خاک ہو جائیں گے۔یہ دیکھ کر اس وقت کافر آرزو اور تمنا کرے گا کہ اے کاش میں بھی خاک ہو جاتا اور اس انسانیت سے کہ جو میری خرابی کا سبب ہوئی دور رہتا۔

سورۃ النبا کا خلاصہ

اس سورت کا موضوع ''بعث بعد الموت'' ہے سورت کی ابتداء میں مشرکین کا وہ سوال مذکور ہے جو وہ انکار اور استہزاء کے طور پر قیامت کے بارے میں کرتے تھے فرمایا ''یہ لوگ کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں' اس بڑی خبر کے متعلق جس کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔کوئی اس کا اقرار کرتا ہے اور کوئی انکار' کوئی تذبذب کا شکار ہے اور کوئی اس کا اثبات کرتا ہے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے ''نبا العظیم'' (بڑی خبر) سے مراد قرآن عظیم لیا ہے' اس میں شک ہی کیا ہے کہ واقعی سب سے بڑی خبر اور سب سے بڑا کلام قرآن ہی ہے لیکن

سورت کے عمومی مزاج کو دیکھتے ہوئے یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ ''نبا العظیم'' سے مراد قیامت ہی ہے'اگلی آیات میں قدرت الٰہیہ کے دلائل اور قیامت کے مختلف مناظر اور جنت اور جہنم کا تذکرہ ہے' بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ جوز مین کو بچھونا' پہاڑوں کو میخیں، انسانوں کو جوڑا جوڑا' نیند کو ذریعۂ سکون' رات کو لباس' دن کو وقتِ معاش اور آسمان پر ساری دنیا کو روشن کرنے والا چراغ بنا سکتا ہے ۔وہ دوبارہ زندگی بھی عطا کرسکتا ہے اور ایسی عدالت بھی قائم کرسکتا ہے جس میں اولین اور آخرین کو جمع کیا جائے گا اور ان کے درمیان عدل کیا جائے گا۔عدل اور حساب کے بعد کسی کا ٹھکانہ جنت ہوگا اور کسی کا جہنم ۔سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ قیامت کا دن برحق ہے اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں' باوجود اللہ کے بے حد مہربان اور رحمٰن ہونے کے کسی کو اللہ کے سامنے تاب گویائی نہ ہوگی' اس دن ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے سامنے کردیا جائے گا اور اس کے بارے میں قطعی فیصلہ سنا دیا جائے گا' اس فیصلہ کو سن کر کافر یہ تمنا کرے گا اے کاش! میں مٹی ہوتا۔مٹی ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا' دوسرا یہ کہ میں تکبر نہ کرتا اور مٹی کی طرح مسکینی اور عاجزی اختیار کرتا' تیسرا مطلب یہ کہ میں انسان نہیں' حیوان ہوتا اور مجھے بھی حیوانوں کی طرح دوبارہ زندہ کرنے کے بعد مٹی بنادیا جاتا' یوں میں دوزخ کے عذاب سے بچ جاتا۔یہ تمنا وہ اس وقت کرے گا جب وہ دیکھے گا کہ ویسے تو انسانوں کی طرح حیوانوں کو بھی زندہ کیا گیا لیکن انہیں زندہ کرنے کے بعد اور ان کے باہمی معاملات طے کرنے کے بعد انہیں مٹی بن جانے کا حکم دے دیا گیا۔

سورۃ النباء کے خواص

۱.....حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو سورۃ النباء پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ٹھنڈا مشروب پلائیں گے۔

۲.....سورۃ النباء کی تلاوت کا معمول رکھنے سے آدمی چوری کے خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔

۳.....جہاں کسی بھی موذی کی ایذا کا خطرہ ہو وہاں سورۃ النباء کی تلاوت کرنے سے آدمی موذی کے شر سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

دعا کیجئے

یَااَللہُ یوم قیامت میں ہمیں سختیوں اور ہولناکیوں سے بچا لیجئے اور اپنی رضا کے مقام جنت میں ہمارا ٹھکانا بنا دیجئے ۔اے ہمارے رب آج عمل کا وقت ہے ہماری آنکھیں کھول دے۔ غفلت کو ہم سے دور فرما دے اور ہم سے وہ اعمال صالحہ کرا لے کہ جو آخرت میں آپ کی رضا کا سبب بنیں اور آپ کے انعامات کا ذریعہ بنیں۔

یَااَللہُ میں ہر ایسے گناہ سے پناہ چاہتا ہوں جو گمراہی اور کفر کی طرف لے جائے' راہ سے بے راہ کر دے' لوگوں میں بے وقار کردے' دنیا و آخرت میں رسوائی ہوجائے اور دیگر ایسے گناہ کر گزرا تو الٰہی مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں۔اور جو بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ

پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔

وَالنّٰزِعٰتِ قسم گھسیٹ کر کھینچنے والے	غَرْقًا غوطا لگا کر	وَّالنّٰشِطٰتِ اور چھڑانے والے	نَشْطًا کھول کر	وَّالسّٰبِحٰتِ اور تیرنے والے	سَبْحًا تیزی سے
فَالسّٰبِقٰتِ پھر آگے بڑھنے والے	سَبْقًا دوڑ کر	فَالْمُدَبِّرٰتِ پھر تدبیر کرنیوالے	اَمْرًا حکم کے مطابق		

سورة کی وجہ تسمیہ

اس سورۃ کا پہلا لفظ ''وَالنّٰزِعٰتِ '' ہے جس کا مطلب ہے ''قسم ہے کھینچنے والوں کی'' جس سے اکثر مفسرین نے ان فرشتوں سے مراد لی ہے جو کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں۔اسی ابتدائی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام النازعت رکھا گیا۔

شان نزول اور مرکزی مضمون

ہٹ دھرم، معاند اور ضدی کفار اپنی عقل کے آگے فرمودۂ خلاق عالم کو بھی کچھ خیال میں نہ لاتے تھے حالانکہ قیامت کا حادثہ بار باران کو قرآن سے سنایا جاتا تھا اور قدرت خداوندی کا اقتدار ان کو بتایا جاتا تھا لیکن وہ معاند کفار جب کہتے یہی کہتے کہ ہماری سمجھ میں تو قیامت کا آنا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔اس لئے اس سورۃ کو اللہ پاک نے نازل فرما کر بتاکید تمام اثبات قیامت فرمایا۔یہ سورۃ اس مکی دور میں نازل ہوئی ہے جب کہ کفار مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور آخرت کی عدالت میں پیش ہو کر اپنی پوری زندگی کے بارہ میں جواب دہی کرنا انہیں بہت ہی عجیب اور محال معلوم ہوتا تھا اور وہ اس حقیقت کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔اس سورۃ میں قسمیہ کلام کے ساتھ فرمایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی اور جس روز آئے گی تو زمین پر لگاتار زلزلے آئیں گے اور سب نظام دنیا درہم برہم ہو جائے گا اور جب دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے تو قیامت کی ہولناکیوں سے دل لرز رہے ہوں گے اور آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔یہ منکرین آج یقین نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا بلکہ اس کو ہنسی اور تمسخر میں یہ کہہ کر اڑا دیتے ہیں کہ میاں مرجانے اور ہڈیاں گل سڑ جانے کے بعد بھی کوئی زندہ ہوا ہے اور دوبارہ پیدا ہوا ہے۔یہ کوئی عقل میں آنے کی بات ہے کہ دنیا کے مزے اس لئے چھوڑے جائیں کہ دوبارہ پھر زندہ ہو کر عیش و راحت کی دائمی زندگی گزارنا ہے۔ہم تو اس کو نہیں مانتے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی بھی آنی ہے۔ایسے لوگوں کے لئے فرعون کا ذکر کیا گیا کہ پچھلی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ خدا کے باغیوں اور حق کی مخالفت کرنے والوں کو بڑی بڑی سزائیں بھگتنا پڑیں۔

روح کو زور سے کھینچنے والوں کی قسم

یہاں اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھائی ہیں اور ان پانچوں قسموں کے بعد فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی پہلی قسم ہے وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا اس کا لفظی معنیٰ ہیں قسم ہے زور سے اور سختی سے کھینچنے والوں کی لیکن اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہاں ان فرشتوں کی قسم مراد

ہے جو کافروں کی جان نہایت سختی سے نکالتے ہیں۔

روح کو آسانی سے نکالنے والوں کی قسم

دوسری قسم ہے وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا یعنی قسم ہے آسانی کے ساتھ کھول دینے والوں کی مراد اس سے وہ فرشتے ہیں کہ جو اہل ایمان کی روح آسانی سے نکالتے ہیں۔ گویا نیکوں کے روح کی جو گرہ جسم سے لگی ہوئی ہے وہ کھول دی جاتی ہے۔ اور ان کی روح کا جسم سے جدا ہونا ان کے لئے ایسا ہی آسان ہوتا ہے جیسے کہ کوئی گرہ کھل گئی۔

جانیں نکالتے وقت فرشتوں کا رویہ مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف ہوتا ہے۔ جو لوگ اس دنیا کی زندگی میں اللہ سے بغاوت و سرکشی کرتے رہے جنہوں نے اس کے احسانات اور خالقیت اور ربوبیت کو نہیں پہچانا اور اس کی بھیجی ہوئی ہدایات کو نہیں مانا اور اس کے احکام کی نافرمانی کرتے رہے اور زندگی بھر اپنے نفس یا اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کی پیروی میں لگے رہے ان کی روح نکالتے وقت اللہ کے یہ کارندے یعنی فرشتے ان کے ساتھ نہایت سختی اور ذلت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

تیرنے والوں کی قسم

آگے تیسری قسم ہے وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور قسم ہے تیزی سے تیرنے والوں کی یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی جو ارواح لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس طرح جلدی اور سہولت سے چلتے ہیں گویا کہ وہ تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ کی ایک طویل حدیث ہے۔ اسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب فرشتے مومن کی قبض کی ہوئی روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے وہ روح گزرتی ہے وہ جماعت یہ کہتی ہے کہ کون ہے یہ پاک روح وہ فرشتے جو اس کو لے جارہے ہوتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے اور فلاں کا بیٹا ہے یعنی اس کے وہ بہترین نام و لقب بتاتے ہیں جو دنیا میں اس مومن کے ذکر کئے جاتے تھے یہاں تک کہ یہ فرشتے آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں۔ اسی طرح ہر آسمان کے دروازہ پر ہوتا ہے اور دروازہ اس کے لئے کھولا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ اس روح کو ساتویں آسمان تک پہنچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کے نامہ اعمال کو مقام علیین میں رکھو اور اس کو زمین کی طرف واپس لے جاؤ۔ یعنی اس کے جسم میں جو مدفون ہے لوٹا دو۔ میں نے زمین ہی سے جسموں کو پیدا کیا ہے۔ زمین ہی میں ان کو واپس بھیجتا ہوں اور زمین ہی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس روح کو پھر اس کے جسم میں ڈال دیا جاتا ہے اور پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پھر آگے حدیث میں سوال جواب وغیرہ کی تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں۔ پھر کافر کی روح کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے جب اس روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے یہ روح گزرتی ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ کس کی ناپاک روح ہے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا یعنی اس کے تمام برے ناموں اور لقبوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے دنیا میں اس کو مخاطب کیا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کو لے کر فرشتے آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ یعنی نہیں کھولے جاتے کافروں کے لئے دروازے آسمانوں کے اور نہ وہ داخل ہوں گے جنت میں جب تک داخل نہ ہو اونٹ سوئی کے ناکہ میں یعنی ان کا جنت میں جانا ناممکن ہے پھر خداوند تعالیٰ حکم دے گا کہ اس کے نامہ اعمال کو سجین میں رکھو پھر اس کی روح پھینک دی جائے گی۔ پھر ڈالی جاتی ہے روح جسم میں اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور پھر سوال و جواب کی تفصیلات وغیرہ بیان کی گئی ہیں۔

تیزی سے دوڑنے والوں کی قسم

چوتھی قسم فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فرمائی یعنی قسم ان فرشتوں کی جو تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں یہ اوپر ذکر کی ہوئی حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ جب ارواح کو لے کر فرشتے اوپر پہنچتے ہیں تو ان ارواح کے باب میں جو حکم خداوندی ہوتا ہے اس کے بجالانے کے لئے فرشتے تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔ فرشتے چونکہ احکام خداوندی بجالانے میں بڑے مستعد ہیں

انہیں جو حکم ملتا ہے اسے تیزی اور مستعدی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

تدبیر کرنے والوں کی قسم

پانچویں قسم فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا فرمائی یعنی قسم ان فرشتوں کی جو ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں یہ اوپر حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ دنیا سے جو فرشتے ارواح قبض کر کے اوپر آسمان پر لے جاتے ہیں تو ان ارواح کے متعلق احکام خداوندی ہوتے ہیں یا تو ان کے ساتھ انعام و احسان کے اگر وہ مومنین کی ارواح تھیں یا عذاب و عقاب کے اگر وہ کفار کی تھیں۔ مثلاً مومنین کی ارواح جب قبر میں سوال و جواب کے لئے واپس لائی جاتی ہیں اور وہ ٹھیک ٹھیک جواب دیتی ہیں تو خدائے تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا بستر بچھاؤ۔ اور جنت کا لباس اس کو پہناؤ اور جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دو جس سے اس کو قبر میں جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور پھر اس کی قبر کو حد نظر تک کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس طرح کافر جب قبر میں فرشتوں کے سوال کے جواب صحیح نہیں دیتا تو اس کے لئے حکم ہوتا ہے کہ اس کے لئے آگ کا فرش کرو۔ ایک دروازہ جہنم کی جانب اس کے لئے کھول دو۔ چنانچہ جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اور جہنم کی گرم ہوا اور گرمی اس کو پہنچے گی اور اس کی قبر کو تنگ کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر نکل جائیں گی۔ الغرض ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عذاب کا ہر امر کی تدبیر فرشتے کرتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا میں فرمایا گیا تو یہ پانچوں قسم کھا کر فرمایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی۔

ان سب کی قسم کہ قیامت ضرور آئے گی۔

یہ پانچوں قسمیں بطور دلائل کے ہیں اور اس امر پر شاہد ہیں کہ قیامت ضرور آئے گی اور مرنے کے بعد بار دیگر سب زندہ کئے جائیں گے اور سب سے حساب لیا جائے گا۔ اگر موت امر یقینی ہے تو قیامت بھی ایسے ہی یقینی امر ہے اور یہ موت قیامت کا ایک دروازہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ **من مات قامت قیامۃ** جو شخص مر گیا اس کی قیامت برپا ہو گئی۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ موت اور اس کے بعد والی تمام منازل کو ہمارے لئے آسان اور باعث راحت بنا دیجئے اور مرنے کے بعد ہمارے نامۂ اعمال کو علیین میں رکھا جانا نصیب فرمائیے۔

یَااَللّٰہُ موت آخرت کی پہلی منزل ہے اس منزل سے ہمیں کامیابی کے ساتھ گزارنا نصیب فرمائیے کہ آخرت کی آخری منزل یعنی جنت تک ہمیں اپنے فضل و کرم سے پہنچا۔

یَااَللّٰہُ میں تو نافرمانی کرتا رہا لیکن آپ نے اپنے حلم سے مجھے ڈھیل دیدی' مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھے چھوڑے رکھا' اس بداعمالی کے ساتھ میں نے جو مانگا آپ نے دیا۔ آپ کا کہاں تک شکر ادا کروں' مجھ پر میرے دشمنوں نے خفیہ و علانیہ حملے کئے مجھے ایذا پہنچانی چاہی لیکن آپ نے مجھے ان سے ان کے حملوں سے بچا لیا اور مجھے رسوا نہ ہونے دیا۔ آپ نے مجھ گنہگار و عاصی کی اس طرح مدد کی جیسے آپ اپنے اطاعت گزار بندوں کی مدد فرماتے ہیں۔ مجھے اس طرح رکھا جیسے اپنے پسندیدہ بندوں کو رکھا کرتے ہیں لیکن اے پروردگار! اس کرم کے ہوتے ہوئے بھی میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا اور باز نہ آیا' الٰہی! مجھے محض اپنے فضل و کرم سے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿٨﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿٩﴾

جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی۔ جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آجاوے گی۔ بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ

کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے۔ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جاویں گے پھر واپس ہوں گے۔ کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے

خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾

خسارہ کی ہوگی۔ تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی۔ جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے۔

يَوْمَ دن	تَرْجُفُ کانپے	الرَّاجِفَةُ کانپنے والی	تَتْبَعُهَا اسکے پیچھے آئے	الرَّادِفَةُ پیچھے آنے والی	قُلُوْبٌ کتنے دل	يَوْمَئِذٍ اس دن	وَّاجِفَةٌ دھڑکنے والے			
اَبْصَارُهَا ان کی نگاہیں	خَاشِعَةٌ جھکی ہوئی	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَرْدُوْدُوْنَ لوٹائے جائیں گے	فِي میں	الْحَافِرَةِ پہلی حالت	ءَاِذَا کیا جب			
كُنَّا ہم ہوگئے	عِظَامًا ہڈیاں	نَّخِرَةً کھوکھلی	قَالُوْا وہ بولے	تِلْكَ یہ	اِذًا پھر	كَرَّةٌ واپسی	خَاسِرَةٌ خسارہ والی	فَاِنَّمَا پھر تو صرف	هِيَ وہ	زَجْرَةٌ ڈانٹ
وَّاحِدَةٌ ایک	فَاِذَا پھر اس وقت	هُمْ وہ	بِالسَّاهِرَةِ میدان میں							

قیامت کے ہولناک مناظر

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کا آئے گا تو وہ کیسا ہولناک اور سخت وقت ہوگا۔ قرآن کریم میں قیامت کی ہولناکی کا منظر مختلف انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ کہیں سورج چاند کے ٹکرائے جانے کا ذکر ہے کہیں اجرام فلکی کے پھٹ جانے کا تذکرہ ہے۔ کہیں پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہوکر دھنی ہوئی اون کی طرح اڑ جانے کا بیان ہے۔ کہیں زمین کو بری طرح ہلا ڈالنے کا نقشہ سامنے رکھا گیا ہے۔ یہ دراصل انسانوں کو اس ہولناک منظر کا کچھ نہ کچھ تصور دینے کے لئے ہے ورنہ واقعۂ اس دن جو کچھ ہوگا اس کا پورا پورا تصور انسانی ذہن میں نہیں آسکتا۔ لیکن اس واقعہ کی شدت اور اہمیت سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہی الفاظ میں جو ہم دنیا میں رہ کر سمجھتے ہیں قیامت کا تذکرہ بار بار فرمایا ہے۔

سب نیست و نابود ہو جائیں گے

چنانچہ یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کا دن آئے گا اور پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس صور پھونکنے سے جس کی آواز رفتہ رفتہ بلند اور سخت ہوتی جائے گی حتیٰ کہ بجلی کی کڑک کے مانند سخت ہو جائے گی تو زمین اور پہاڑ وغیرہ جو اس میں ہیں سب لرزنے اور کانپنے لگیں گے اور شدید زلزلہ آئے گا اور یہ زمین و آسمان حیوان و انسان اور تمام کائنات سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔

پھر سب زندہ ہوں گے

اس کے بعد جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو تمام انسان اولین و آخرین دوبارہ پیدا کر کے کھڑے کئے جاویں گے۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسان اسی شکل میں پیدا ہوں گے جیسے کہ بطن مادر سے برہنہ تن پیدا ہوئے تھے مگر شدت ہول و خوف کے سبب سب کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوں گی اور کوئی شخص کسی کی شرمگاہ پر نظر نہ ڈال سکے گا اگر ڈالے بھی تو بچوں کی طرح اس وقت دواعیٔ شہوت سے خالی ہوگا۔ سب کو حساب و کتاب کے لئے میدان حشر میں جمع کیا جائے گا۔ اس وقت جن لوگوں نے دنیا میں قیامت کا انکار کیا تھا اور وہاں کے لئے سامان نہ کیا تھا اور بد اعمالیوں میں اپنی دنیاوی زندگی رائیگاں کر دی تھی ان کے قلوب اس وقت عذاب الٰہی کے خوف سے دھڑک رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں ندامت اور شرمندگی سے نیچی ہوں گی۔

منکرین قیامت کی حماقت

یوم قیامت کا یہ حال بیان فرما کر آگے کفار و منکرین قیامت کے اقوال کو نقل فرمایا گیا ہے کہ یہ منکرین آج دنیا میں قیامت کا انکار کرتے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا میں مرجانے کے بعد پھر وہ دوبارہ کس طرح زندہ ہو جائیں گے کبھی تو وہ تعجب و حیرت کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گی تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ دوبارہ زندگی مل جائے اور یہ جسم جو گل سڑ کر مٹی ہو جائے گا کس طرح دوبارہ پیدا ہو سکتا ہے۔ گویا ایسا ہونا بالکل محال اور ناممکن ہے اور کبھی یہ منکر موت کے بعد والی زندگی کا مذاق اڑاتا ہے اور اس طرح گویا وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی نظر میں وہ بات اس قابل نہیں کہ وہ اس پر سنجیدگی سے غور کرے۔ اسی طرح قیامت کا انکار کرنے والے منکرین بطور مذاق کے کہتے ہیں کہ اگر ہمیں دوبارہ زندگی ملی تو یہ بڑے گھاٹے کی بات ہوگی۔ یہ منکرین کا کہنا بطور تمسخر تھا کیوں کہ وہ اہل حق کے عقیدہ پر ہنسی اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے عقیدہ کے موافق تو ہم بڑے خسارہ میں رہیں گے۔ یہ ان کا کہنا اسی طرح تھا کہ کوئی شخص کسی کو خیر خواہی سے ڈرائے کہ اس راہ مت جانا شیر ملے گا اور مخاطب تکذیب کے طور پر کسی سے کہے کہ بھائی ادھر مت جانا شیر کھا جائے گا۔ مطلب یہ کہ وہاں شیر ویر کچھ نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ قیامت کو بعید اور ناممکن سمجھ رہے ہیں۔

سب ایک ڈانٹ سے میدان میں جمع ہو جائیں گے

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ سب کام دم بھر میں ہو جائیں گے۔ جہاں ایک ڈانٹ پلائی یعنی صور پھونکا اسی وقت بلا توقف سب اگلے پچھلے میدان حشر میں کھڑے دکھائی دیں گے۔ یہاں آیت میں فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ فرمایا یعنی سب لوگ میدان میں آموجود ہوں گے۔

ساھرۃ اس چٹیل میدان کو کہتے ہیں جہاں دشمن کے حملہ سے بچنے کے لئے کوئی آڑ یا پناہ نہ ہو اور اس میدان میں انسان کو ڈر کے مارے نیند نہ آسکے اور وہ رات بھر بے چینی کے ساتھ جاگ کر گزارے۔ تو اس لفظ ساھرۃ میں قیامت کی ہولناکی کا منظر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ منکرین کی ان غلط آرزوؤں اور امیدوں کی تردید بھی کر دی گئی کہ جو اس امید پر بے غم ہیں کہ اگر بالفرض قیامت آئی بھی تو وہاں سفارش کر دی جائے گی اور اللہ کے سوا انہوں نے جن کو اپنا سرپرست و حمایتی و مددگار ٹھہرا لیا ہے وہ انہیں وہاں بچا لیں گے اگر کوئی سختی وہاں ہوئی تو انہیں بتایا جا رہا ہے کہ ان کا خیال غلط ہے وہ قیامت میں اپنے آپ کو ایک میدان میں پائیں گے جہاں نہ ان کا کوئی یار ہوگا نہ مددگار۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے جو آخرت میں آپ کی رضا اور مغفرت کا سبب ہوں اور ان اعمال سے بچا لیجئے جو گرفت اور مواخذہ کا سبب ہوں۔

یا اللہ قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھئے اور وہاں کے خسارہ اور نقصانات سے بچا لیجئے۔

یَا اللّٰہُ میں ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی لذت سے میں نے ساری رات کالی کر دی اس کی فکر میں دماغ سوزی کرتا رہا رات سیاہ کاری میں گزاری اور صبح نیک بن کر باہر آیا حالانکہ میرے دل میں بجائے نیکی کے وہی گناہ کی گندگی بھری رہی۔

یَا اللّٰہُ تیری ناراضگی کا کوئی خوف ہی نہ کیا میرا کیا حال ہوگا۔ الٰہی! مجھے اپنی مہربانی سے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿١٥﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٦﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ

کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے۔ جب کہ اُن کو اُن کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طوٰی میں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ

اِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿١٩﴾ فَاَرٰىهُ

اُس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے۔ سواس سے کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے۔ اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف سے رہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے

الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿٢٤﴾

پھر اس کو بڑی نشانی دکھلائی۔ تو اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا۔ پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا۔ اور جمع کیا پھر آواز بلند تقریر کی۔ اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٦﴾

سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا۔ بے شک اس میں ایسے شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو ڈرے۔

هَلْ کیا	اَتٰىكَ پہنچی تیرے پاس	حَدِيْثُ بات	مُوْسٰى موسیٰ	اِذْ نَادٰىهُ جب پکارا اسے	رَبُّهٗ اس کا رب	بِالْوَادِ میدان	الْمُقَدَّسِ مقدس	
طُوًى طوٰی	اِذْهَبْ جاؤ تم	اِلٰى طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	اِنَّهٗ بیشک اس	طَغٰى سرکشی کی	فَقُلْ پس کہو تم	هَلْ کیا	لَّكَ تجھ کو	اِلٰٓى طرف	اَنْ کہ
تَزَكّٰى تو سنور جائے	وَاَهْدِيَكَ اور تجھے راہ دکھاؤں	اِلٰى طرف	رَبِّكَ تیرا رب	فَتَخْشٰى پس تو ڈرے	فَاَرٰىهُ اس کو دکھائی	الْاٰيَةَ نشانی		
الْكُبْرٰى بڑی	فَكَذَّبَ اسے جھٹلایا	وَعَصٰى اور نافرمانی کی	ثُمَّ اَدْبَرَ پھر پیٹھ پھیر کر چلا	يَسْعٰى دوڑتا ہوا	فَحَشَرَ پھر جمع کیا	فَنَادٰى پھر پکارا		
فَقَالَ پھر اس نے کہا	اَنَا میں	رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى تمہارا رب سب سے بڑا	فَاَخَذَهُ تو اس کو پکڑا	اللّٰهُ اللہ	نَكَالَ سزا	الْاٰخِرَةِ آخرت	وَالْاُوْلٰى اور دنیا	
اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَعِبْرَةً عبرت	لِّمَنْ اس کیلئے جو	يَّخْشٰى ڈرے			

فرعون کے واقعہ سے عبرت پکڑو: قیامت کا ذکر کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا جاتا ہے تاکہ منکرین کو اس قصہ سے درس عبرت حاصل ہو کہ اگر کفار مکہ نے نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی کیا جو فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا کہ نہ انکا کہنا مانا۔ نہ ان کے معجزات کو تسلیم کیا بلکہ اسے جادو قرار دیا تو پھر ان کے لئے بھی دنیا اور آخرت میں وہی سزا ہو گی۔ یعنی جس طرح فرعون دنیا میں رسوا اور ذلیل ہوا اور سمندر میں ڈبو کر مارا گیا اور آخرت میں عذاب جہنم اس کے لئے تیار ہے اسی طرح ان مکذبین ومنکرین کو بھی دنیا اور آخرت میں سوائے خواری کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے منکرین ہوش میں آئیں اور اگر انہیں اپنی دین ودنیا کی صلاح وفلاح مطلوب ہے تو ایمان لائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانیں۔

فرعون کا مختصر تذکرہ: قرآن پاک میں ایک ہی واقعہ کو بار بار مختلف جگہ بیان کیا گیا ہے مگر ہر جگہ اس واقعہ یا اس کے خبر کو بیان کرنے میں کوئی غرض وغایت اور خاص وجہ ہوتی ہے اور یہ بات قرآن کی آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر تفصیلاً و اجمالاً متعدد جگہ گذشتہ سورتوں میں بیان ہو چکا ہے یہاں اجمالاً بعض واقعات کی طرف اشارہ ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر کی طرف واپس آ رہے تھے تو طوٰی کی مقدس وادی میں جہاں آپ آگ کی تلاش میں گئے تھے آپ کو اللہ رب العالمین

کی طرف سے منصب نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا گیا اور آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ فرعون بادشاہ مصر کے پاس اللہ کے رسول کی حیثیت سے جائیں اور اسے سیدھے راستہ کی طرف بلائیں اور دین حق اور توحید کی تبلیغ کریں کیونکہ فرعون اپنی شرارتوں میں حد سے تجاوز کر گیا ہے حتیٰ کہ انسان اور مخلوق ہو کر خدائی کا دعویدار بن بیٹھا ہے۔ تو آپ فرعون کے پاس جا کر اس سے کہیں کہ دیکھ تیرا یہ رویہ نہایت ناپاک ہے کہ جو مصر کے لوگوں کا خدا بن بیٹھا ہے۔ اگر تجھے سنورنے کی خواہش ہو تو میں اللہ کے حکم سے سنوار سکتا ہوں اور ایسی راہ بتا سکتا ہوں کہ جس پر چلنے سے تیری انسانیت کا سدھار ہو سکتا ہے اور تیرے اندر نفس کی شرارت و بغاوت سے جو گندگیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ دور ہو سکتی ہیں اور جس راہ پر چل کر تو اللہ کے نیک اور مقرب بندوں میں شامل ہو سکتا ہے اور اپنے حقیقی حاکم اور مالک کو راضی کر سکتا ہے اور جس راہ پر چل کر تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرکشی کرنے کی سزا کا خوف پیدا ہو جائے اور اسی کے نتیجہ میں آئندہ سرکشی و نافرمانی سے باز آ جائے اور تو اللہ کی ذات و صفات کو سن کر اس سے ڈرنے لگے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام تعمیل ارشاد خداوندی کرتے ہوئے فرعون کے پاس گئے اور اسے جا کر پیغام خداوندی پہنچایا اور رسالت کے ثبوت میں اپنے عصا اور ید بیضاء کے اعجازی نشانات بھی دکھائے لیکن وہ ضدی اور متکبر فرعون کب ماننے والا تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کے دعوے کو افتراء اور جھوٹ قرار دیا۔ اور آپ کی ہدایات قبول کرنے اور بات ماننے سے انکار کر دیا اور آپ کے معجزات کو جادو ٹھہرایا اور اتنا ہی نہیں بلکہ وہ حضرت موسیٰ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا اور اس بات کی کوشش اور فکر میں لگ گیا کہ اپنے ملک کے مشہور جادوگروں کو بلائے اور حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرا کر لوگوں کو یہ بتا دے کہ واقعی موسیٰ نے جو پیش کیا ہے وہ محض جادو ہے اور جادو کے ذریعہ سے آپ کو مغلوب کر کے آپ کے دعویٰ نبوت کو غلط ثابت کرے۔ اس غرض سے اس نے اپنی سلطنت کے مشہور جادوگروں کو جمع کیا اور یہ اعلان کرا دیا کہ موسیٰ جو کچھ کہہ رہے ہیں سب غلط ہے۔ حاکم اور مالک میں خود ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کا یہ دعویٰ کہ اصل مالک اور حاکم کوئی اور ہے اور اس نے انہیں اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے بالکل غلط ہے۔ میرے سوا کوئی مالک و مختار نہیں۔ اطاعت میرے ملک میں میری ہوگی میرے سوا یہاں کسی دوسرے کا حکم نہیں چل سکتا۔ مجھ سے بالاتر اور کوئی وجود نہیں ہے۔ الغرض جادوگروں سے مقابلہ کرایا گیا جادوگروں کو شکست ہوئی اور جادوگر ایمان لے آئے۔ لیکن فرعون اور زیادہ متکبر ہو گیا اور اپنی سرکشی و نافرمانی پر قائم رہا۔ ایک عرصہ تک فرعون اور اس کی قوم کو مہلت دی گئی کہ وہ بات سمجھ لیں اور حق کو مان لیں اور اپنی غلط روش کو چھوڑ کر سیدھے راستہ پر آ جائیں لیکن جب ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ حق کو کبھی مان کر نہیں چلنے والے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی مہلت ختم کر دی اور ان کے لئے عذاب کا فیصلہ فرما دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا و آخرت میں رسوا کیا۔

فرعون کے لئے دنیا و آخرت کی رسوائی

دنیا میں تو اس طرح رسوا کیا کہ جب فرعون موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے پر گرفتار کرنے کے لئے اپنے لاؤ لشکر سمیت گیا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں بحر قلزم سے پار اتر گئے کیونکہ بحکم خداوندی ان کو سمندر نے راستہ دے دیا مگر جب فرعون اور اس کا لشکر آیا تو پھر پانی اللہ کے حکم سے مل گیا اور فرعون آن کی آن میں بمعہ اپنے لشکر کے سب ڈوب کر مر گئے۔ اور آخرت میں اس طرح رسوائی ہوگی کہ وہاں ان کے عذاب کے لئے جہنم تیار ہے جس میں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب بھگتیں گے۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ ہے انجام اللہ کے مقابلہ میں سر اٹھانے کا اور اس کی ہدایات سے منہ موڑنے کا۔ اس قصہ میں بہت سی باتیں سوچنے اور عبرت پکڑنے کی ہیں لیکن اس کے لئے جس کے دل میں اللہ کا کچھ خوف ہو اور جو یہ مانتا ہو کہ واقعی اس جہان کا کوئی خالق و مالک ہے جو بڑا مہربان ہے کہ بندوں کی ہدایت کا بار بار انتظام فرماتا ہے اور نیکی کی راہ پر چلنے والوں کو اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے نوازتا ہے اور غلط راہ پر چلنے والوں کو سزا دیتا ہے اور جو بڑی طاقت اور قدرت والا ہے کہ کوئی اس کی پکڑ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿٢٨﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا

بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔اللہ نے اس کو بنایا۔اس کی سقف کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا۔اور اس کی رات کو تاریک بنایا

وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿٢٩﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿٣٠﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿٣١﴾

اور اس کے دن کو ظاہر کیا۔اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔اُس سے اُس کا پانی اور چارہ نکالا

وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾

اور پہاڑوں کو قائم کر دیا۔تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کیلئے۔

ءَاَنْتُمْ کیا تم	اَشَدُّ زیادہ مشکل	خَلْقًا بنانا	اَمِ یا	السَّمَآءُ آسمان	بَنٰهَا اس کو بنایا	رَفَعَ بلند کیا	سَمْكَهَا اس کی چھت	فَسَوّٰهَا پھر اس کو درست کیا
وَاَغْطَشَ تاریک کردیا	لَيْلَهَا اس کی رات	وَاَخْرَجَ اور نکالی	ضُحٰهَا دن کی روشنی	وَالْاَرْضَ اور زمین	بَعْدَ بعد	ذٰلِكَ اس	دَحٰهَا اس کو بچھایا	
اَخْرَجَ نکالا	مِنْهَا اس سے	مَآءَهَا اس کا پانی	وَمَرْعٰهَا اور اس کا چارہ	وَالْجِبَالَ اور پہاڑ	اَرْسٰهَا قائم کیا اسکو	مَتَاعًا فائدہ	لَّكُمْ تمہارے لئے	
وَلِاَنْعَامِكُمْ اور تمہارے چوپایوں کیلئے								

قیامت کے واقع ہونے پر عقلی دلائل

گذشتہ آیات میں منکرین قیامت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ سنا کر درس عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔اس طرح جو منکرین قیامت کے وقوع کے منکر تھے ان کو ڈرایا گیا تھا اور ان کے لئے اس واقعہ میں دلیل نقلی بیان فرمائی گئی کیونکہ تمام انبیاء ورسل نے قیامت کو حق بتلایا ہے اور اس سے ڈرایا ہے۔ اب آگے قیامت کے وقوع پر عقلی دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں اور ان آیات میں منکرین قیامت سے خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ ذرا سوچو اور بتاؤ تو سہی کہ تمہارا دوبارہ پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد آسمان وزمین اور پہاڑوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا خالق تم اس کو مانتے ہو تو پھر اپنی دوبارہ پیدائش میں کیوں شک وتردد ہے۔آسمان کو خیال کرو کتنا عظیم الشان کس قدر اونچا' کتنا مضبوط' کیسا صاف وہموار اور کس درجہ مرتب ومنظم ہے۔کس قدر زبردست انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اس کے سورج کی رفتار سے رات ودن کا سلسلہ قائم ہے۔رات کی اندھیری میں اس کا سماں کچھ اور ہے اور دن کے اجالے میں ایک دوسری شان نظر آتی ہے۔پھر جس نے بساط ارضی میں وسعت بخشی اور اس کا پھیلاؤ اس طرح سے کر دیا کہ تمہارے لئے موجب راحت ہو اور جس نے اسی زمین ہی سے تمہارے لئے جسمانی غذا کا سامان اس طرح کیا کہ اس میں سے پانی کے چشمے جاری کئے اور مختلف اقسام کے غلے' میوے' پھل سبزیاں پیدا کیں جن پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے اور جس نے زمین پر بلند وبالا اور مضبوط پہاڑ قائم کئے کہ جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں اور جن کی سردی سے ٹکرا کر بخارات آبی بادلوں اور پھر پانی کی صورت میں تبدیل ہو کر بارش برساتے ہیں جس سے لوگوں کے کھانے کے لئے اناج غلہ وغیرہ اور جانوروں کے لئے چارہ کی پیداوار ہوتی ہے تو جس قادر مطلق خالق ارض وسما نے یہ سب کچھ پیدا کیا اس کی قدرت لامتناہی کے بارہ میں تم کو کیوں شک ہے کہ تم کو تمہارے مرکھپ جانے کے بعد پھر دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا۔

تو ان آیات میں قیامت کے ثبوت کے سلسلہ میں تین باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا ممکن ہے۔ اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

(۲) اس ساری کائنات کا نظم انتہائی حسن تدبیر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کے ہر ہر کام سے انتہائی حکمت ظاہر ہوتی ہے تو ایک ایسا باحکمت نظام یونہی بے مقصد نہیں ہو سکتا۔ اس کا کوئی انجام اور مقصد ہونا چاہئے اور وہ انجام و مقصد ہی آخرت ہے۔

(۳) انسان پر اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار انعامات کئے ہیں اور جن سے وہ ہر آن دنیا میں فائدہ اٹھا رہا ہے تو ان انعامات کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ انعامات دینے والا یہ نہ دیکھے کہ کس نے انہیں پا کر شکر ادا کیا اور کس نے ناشکری کی حق و انصاف کا تقاضہ بھی ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہئے جب یہ جانچا جائے کہ کس نے اللہ کی نعمتوں کا صحیح استعمال کیا اور اس کا شکر ادا کیا اور کون انہیں غلط طریقہ پر کام میں لایا اور اس کی ناشکری کی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اس کائنات کے ذرہ ذرہ سے اپنی ذات عالی کی معرفت ہم کو نصیب فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں جو حق تعالیٰ نے اپنے بے شمار احسانات و انعامات ہم پر فرما رکھے ہیں ان کا احساس ہم کو نصیب فرمائیں اور ان پر حقیقی شکرگزاری کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

یَااللّٰہ میں اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں جس کے سبب آپ کے کسی ولی پر ظلم کیا ہو یا آپ کے کسی دشمن کی مدد کی ہو یا تیری مخالفت میں چل کھڑا ہوا ہوں یا تیرے اوامر و نواہی کے خلاف تگ و دو میں لگا رہا ہوں ایسے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

یَااللّٰہ اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض و عداوت اور منافرت پھیلا دی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت و مصیبت آ گئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰی ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ

سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا۔اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جاوے گی۔

لِمَنْ يَّرٰی ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰی ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا

تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی۔اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی۔ سو دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا۔اور جو شخص

مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰی ﴿۴۱﴾

اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا۔سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق اس کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

آپ تو صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو۔جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا گویا (دنیا میں) صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں۔

فَاِذَا پھر جب	جَآءَتِ وہ آئے	الطَّآمَّةُ ہنگامہ	الْكُبْرٰی بڑا	يَوْمَ دن	يَتَذَكَّرُ یاد کرے گا	الْاِنْسَانُ انسان	مَا جو	سَعٰی اس نے کمایا		
وَبُرِّزَتِ ظاہر کردی جائے گی	الْجَحِيْمُ جہنم	لِمَنْ اس کے لئے جو	يَرٰی وہ دیکھے گا	فَاَمَّا پس	مَنْ جو۔جس	طَغٰی سرکشی کی	وَاٰثَرَ ترجیح دی			
الْحَيٰوةَ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	فَاِنَّ تو یقینا	الْجَحِيْمَ جہنم	هِيَ وہ	الْمَاْوٰی ٹھکانہ	وَاَمَّا اور جو	مَنْ جو	خَافَ ڈرا	مَقَامَ کھڑا ہونا	رَبِّهٖ اپنے رب
وَنَهَی اور روکا	النَّفْسَ جی۔دل	عَنِ سے	الْهَوٰی خواہش	فَاِنَّ یقینا	الْجَنَّةَ جنت	هِيَ وہ	الْمَاْوٰی ٹھکانہ	يَسْـَٔلُوْنَكَ وہ آپ سے پوچھتے ہیں		
عَنِ سے	السَّاعَةِ قیامت	اَيَّانَ کب	مُرْسٰهَا اس کا ٹھہرنا	فِيْمَ کیا	اَنْتَ تو	مِنْ سے	ذِكْرٰهَا اس کا ذکر	اِلٰی طرف	رَبِّكَ تمہارا رب	
مُنْتَهٰهَا اس کی انتہا	اِنَّمَا صرف	اَنْتَ آپ	مُنْذِرُ ڈرانے والے	مَنْ جو	يَّخْشٰهَا اس سے ڈرے	كَاَنَّهُمْ گویا وہ	يَوْمَ دن	يَرَوْنَهَا دیکھیں گے اسکو		
لَمْ نہیں	يَلْبَثُوْا ٹھہرے وہ	اِلَّا مگر	عَشِيَّةً ایک شام	اَوْ یا	ضُحٰهَا اسکی ایک صبح					

قیامت کی جزاء وسزا کا منظر

قیامت کے وقوع کے اثبات کے بعد قیامت کے جزا وسزا کا منظر بھی پیش کیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کا بڑا حادثہ وقوع پذیر ہوگا اس دن انسان کو اپنے نیک وبداعمال جو اس نے اس دنیا کی زندگی میں کئے تھے سب یاد آ جائیں گے اور ان کی جزا وسزا اس کو ملے گی۔آج انسان نے دنیا کی زندگی ہی کو اہمیت دے رکھی ہے اور اسی زندگی کے منافع ولذات اس کے سامنے ہیں اور وہ یہ بھول گیا ہے کہ یہ زندگی دراصل ایک اور ہمیشہ رہنے والی زندگی کے لئے سامان جمع کرنے کی مہلت ہے لیکن جب وہ وقت یعنی یوم قیامت آ جائے گا جسے اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک بہت بڑی آفت کہنا چاہئے۔تو اس وقت انسان اپنے ایک ایک کام کو یاد کرے گا۔اس وقت اس کا دنیا میں گزرا ہوا زمانہ اس کے سامنے ہو گا اور وہ یہ یاد کر کے پچھتا رہا ہوگا کہ اس نے اپنی قوتیں کن کاموں

میں لگادیں۔ اپنی صلاحیتوں کو کہاں خرچ کیا اور اپنے وقت کا کیا استعمال کیا؟ جو کچھ اس نے کیا ہوگا سب کا انجام نظروں کے سامنے ہو گا اور اپنی ہر کوشش کا پھل اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور اس روز جہنم ظاہر ہو جاوے گی ہر ایک دیکھنے والے کے لئے۔ آج تو اس کو صرف اہل ایمان اور اہل بصیرت انبیاء کے بتلانے سے دیکھتے ہیں اوروں کو دکھائی نہیں دیتی اور اس لئے شتر بے مہار ہو کر لذات و شہوات میں الجھے رہتے ہیں اور اس دن کی کچھ پروانہیں کرتے اور محسوس نہ ہونے کے سبب منکرین انکار بھی کرتے ہیں لیکن اس روز یعنی قیامت میں یہ نہ ہوگا ہر ایک کھلم کھلا دیکھ لے گا۔

سرکشوں کے لئے دوزخ اور ڈرنے والوں کے لئے جنت

مگر اس قہر الٰہی کے ظاہر ہونے سے یہ نہ ہوگا کہ تمام بنی آدم کو اس میں جھونک دیا جائے۔نہیں بلکہ فَاَمَّا مَنۡ طَغٰى جس نے دنیا میں سرکشی کی ہو گی۔ حکم الٰہی سے سرتابی اور تجاوز کیا ہو گا۔ وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا اور دنیوی زندگی کو سب کچھ سمجھ کر اسی پر ریجھ گیا ہوگا فَاِنَّ الۡجَحِيۡمَ هِىَ الۡمَاۡوٰى تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا تو یہاں دنیا میں دو چیزیں یعنی طَغٰى اور وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا یعنی حکم الٰہی سے سرکشی اور دنیوی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دینا ان کا انجام و نتیجہ جہنم بتلایا گیا اور اس کے مقابل دنیا کی دو ہی چیزوں کا نتیجہ اور انجام آخرت میں جنت بتلایا گیا ایک وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا یعنی جس نے یہ سمجھا کہ مجھے اس جہان سے گزر کر ایک دن اللہ کے حضور میں کھڑا ہونا ہے اور اپنی زندگی کے اعمال کا حساب کتاب دینا ہے لہٰذا اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز اور سرکشی نہ چاہئے نہ تو وہاں پر رو سیاہی حاصل ہوگی اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسرے وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى اور اپنے نفس کو ناجائز اور حرام خواہش سے روکا ہو گا۔ فَاِنَّ الۡجَـنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى تو اس کا ٹھکانہ بالتحقیق جنت ہوگا۔ تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ

(۱) تمام برائیاں شقاوت، فسادات اور تمام قباحتوں کی جڑ دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں۔ طَغٰى اور وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا یعنی سرکشی اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا اور اسی طرح

(۲) دنیا کی زندگی کی تمام حسنات اور تمام طاعات اور تمام نیک صفات اور تمام مکارم اخلاق کی کنجی اور بنیاد بھی دو ہی چیزیں ہیں یعنی خوف خداوندی اور نفس کو ناجائز خواہشات سے روکنا اور باز رکھنا۔

کافروں کے بے جا اعتراضات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب انکار کرنے والے قیامت کے حالات سنتے اور انہیں بتایا جاتا کہ اس روز کیا کیا پیش آئے گا تو بجائے اس کے کہ وہ تصدیق کرتے اور ایمان لاتے اور کفر سے باز آتے الٹا قیامت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق اڑانے کے لہجے میں پوچھتے کہ اچھا یہ تو بتلایئے کہ آخر وہ قیامت آئے گی کب؟ اور کس وقت واقع ہوگی؟ اس قسم کے سوالات سے فطری طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا اور ان کے کمال نادانی سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار کی اس قسم کی باتوں سے کیوں فکر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ قیامت کا ٹھیک وقت متعین کر کے بتلانا آپ کا کام نہیں۔ قیامت کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر ہے وہی جانتا ہے کہ کب واقع ہوگی۔ آپ کا کام تو قیامت کی خبر سنا کر لوگوں کو ڈرا دینا ہے۔ اب جس کے دل میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ خوف ہوگا وہ سن کر ڈرے گا اور ڈر کر آخرت کی تیاری اور فکر کرے گا ورنہ نااہل تو انجام سے غافل ہو کر ایسے ہی فضول سوالات میں پڑے رہیں گے۔ کہ کس تاریخ کس مہینہ اور کس سال میں آ رہی ہے؟۔

قیامت کے دن پتہ چل جائے گا

سورۃ کے خاتمہ پر بتلایا گیا کہ اس وقت تو یہ منکرین بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہے ہیں کبھی کچھ پوچھتے ہیں اور کبھی کچھ لیکن جب قیامت کا

دن آ جائے گا اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور اس دنیا کی یہ زندگی جس کی لذتوں اور مصروفیتوں نے انہیں انجام سے غافل بنا رکھا ہے اس وقت بالکل بے حقیقت معلوم ہوگی اور اس وقت انہیں ایسا معلوم ہوگا اور یہ خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام ہی رہے ہیں گویا قیامت کے مقابلہ میں اس جہان کی زندگی ایسی کم معلوم ہوگی تو جب دنیاوی زندگی اس قدر قلیل معلوم ہوگی تو سمجھ لو کہ قیامت دور نہیں۔

سورۃ النازعات کا خلاصہ

اس سورت میں بھی قیامت کے مختلف احوال اور ہولناکیوں کا بیان ہے' ابتداء میں اللہ نے مختلف کاموں پر مامور پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم کھائی ہے لیکن جواب قسم ذکر نہیں فرمایا' سیاق کلام کو دیکھ کر جو جوابِ قسم سمجھ میں آتا ہے' وہ ہے "لتبعثن" (تمہیں قیامت کے دن ضرور زندہ کیا جائے گا)

سورۂ نازعات بتاتی ہے کہ قیامت کو جھٹلانے والوں کا قیامت کے دن یہ حال ہوگا کہ ان کے دل دھڑک رہے ہوں گے' دہشت' ذلت اور ندامت کی وجہ سے ان کی نظریں جھکی ہوں گی' لیکن آج دنیا میں وہ فرعون بنے بیٹھے ہیں اور اللہ کے نبی کی بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے لیکن شاید انہیں فرعون کا انجام معلوم نہیں۔ یہ عقل سے کورے اور احمق یہ نہیں سوچتے کہ جو اللہ مضبوط آسمان بنا سکتا ہے' شب و روز کا نظام مقرر کر سکتا ہے' زمین کا فرش بچھا سکتا ہے' پہاڑوں کی میخیں گاڑ سکتا ہے کیا وہ انہیں دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا سورت کے اختتام پر مشرکین کا سوال مذکور ہے جو وہ وقوع قیامت کو محال سمجھ کر قیامت کے بارے میں کرتے تھے اور یہ سوال اس لیے کرتے تھے کہ وہ دنیا کی زندگی پر فریفتہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ دنیا ہی کی زندگی' حقیقی اور دائمی زندگی ہے' لیکن' جس روز یہ قیامت کو دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی وہ دنیا میں رہے۔

سورۃ النازعات کے خواص

۱-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سورۃ النازعات پڑھتا رہے وہ جنت میں داخل ہوگا اس حال میں کہ اس کا چہرہ مسکراتا ہوگا۔

۲-اگر کسی کو دشمن کا سامنا ہو اور وہ دشمن کے سامنے اس سورۃ کو پڑھ کر اس پر دم کر دے تو اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے دلوں سے آخرت کی طرف سے غفلت دور فرما دیجئے اور دنیا میں ہم کو ایمان اور عمل صالح پر استقامت نصیب فرمائیے۔ اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اپنے مومنین مخلصین بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرما کر انہیں کے ساتھ اپنے فضل سے ہمارا آخری اور ابدی ٹھکانا جنت میں ہم کو نصیب فرمائیے۔

یَا اَللّٰہُ آپ کی ہدایت آ جانے کے بعد اور دین کی بات کا علم ہو جانے کے بعد بھی میں نے اپنے آپ کو غافل بنائے رکھا۔ آپ نے حکم دیا' یا منع کیا' کسی عمل کی رغبت دلائی' اپنی رضا و محبت کی طرف بلایا اور اپنے قریب کرنے کے لئے اعمال خیر کی دعوت دی۔ آپ نے سب کچھ انعام کیا لیکن میں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ الٰہی! میری ہر ایسی خطا کو معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعٌ وَّاحِدٌ كَذَا اَلْخ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ③ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ④

پیغمبر چیں بجبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ انکے پاس اندھا آیا۔ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا۔ یا نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ⑤ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ⑥ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ⑦ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ

تو جو شخص بے پروائی کرتا ہے۔ آپ اس کی فکر میں پڑتے ہیں۔ حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے۔ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا

يَسْعٰى ⑧ وَهُوَ يَخْشٰى ⑨ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ⑩ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ⑪ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ⑫

ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے۔ آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔ ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے۔

عَبَسَ تیوری چڑھائی	وَتَوَلّٰى اور منہ موڑلیا	اَنْ کہ	جَآءَهُ آیا اسکے پاس	الْاَعْمٰى ایک نابینا	وَمَا اور کیا	يُدْرِيْكَ خبر آپ کو	لَعَلَّهٗ شاید وہ	يَزَّكّٰى سنور جاتا
اَوْ یا	يَذَّكَّرُ نصیحت مانتا	فَتَنْفَعَهُ اسے نفع پہنچاتا	الذِّكْرٰى نصیحت کرنا	اَمَّا اور جو	مَنِ جس	اسْتَغْنٰى بے پروائی کی	فَاَنْتَ تو آپ	لَهٗ اس کیلئے
تَصَدّٰى فکر کرتے ہو	وَمَا اور نہیں	عَلَيْكَ آپ پر	اَلَّا اگر نہ	يَزَّكّٰى وہ سنورے	وَاَمَّا اور جو	مَنْ جو	جَآءَكَ آیا آپ کے پاس	يَسْعٰى دوڑتا
وَهُوَ اور وہ	يَخْشٰى ڈرتا ہے	فَاَنْتَ تو آپ	عَنْهُ اس سے	تَلَهّٰى تغافل کرتے ہو	كَلَّآ ہرگز نہیں	اِنَّهَا یہ تو	تَذْكِرَةٌ نصیحت	فَمَنْ سو جو
شَآءَ چاہے	ذَكَرَهٗ اس سے نصیحت قبول کرے							

سورۃ کا نام ''عبس'' کیوں ہے؟

اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ عبس سے ہوئی ہے عبس کے معنی ہیں اس نے تیوری چڑھائی۔ وہ ترش رو ہوا۔

چونکہ اس سورۃ کے نزول کا سبب ہی عبوس یعنی ترش روئی تھی جیسا کہ آگے شان نزول سے معلوم ہوگا اس لئے سورۃ کا نام ہی عبس مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔

سبب نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد الحرام میں تشریف رکھے تھے اور آپ کے پاس سرداران قریش ورؤسائے مشرکین جیسے عتبہ بن شیبہ اور ربیعہ بن شیبہ، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف وغیرہ بیٹھے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دین اسلام کی خوبی اور شرک و بت پرستی کی برائی سمجھا رہے تھے اور کمال توجہ سے ان کے ساتھ باتوں میں مشغول تھے کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن شریح بن مالک کہ ان کو ابن ام مکتوم بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ مکتوم نابینا کو کہتے ہیں اور ان کی ماں کو ام مکتوم کہا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور قطع کلام کر کے آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ فلاں آیت کس طرح ہے؟ یارسول اللہ مجھے اس میں سے کچھ سکھلایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بے وقت کا پوچھنا گراں خاطر ہوا اور آپ نے ان نابینا صحابی کی طرف التفات نہ فرمایا اور ناگواری کی وجہ سے آپ چیں بجبیں

ہوئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یہ خیال ہوا ہوگا کہ میں ایک بڑے اہم کام میں مشغول ہوں۔قریش کے یہ بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر اسلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہو جانے کی توقع ہے اور ابن مکتوم تو بہرحال مسلمان ہیں ان کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے تو بہت سے مواقع حاصل ہیں۔ پھر ممکن ہے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا ہو کہ ان کو تو دکھائی نہیں دیتا کہ میرے پاس اس وقت کیسے با اثر اور بارسوخ روسائے مکہ بیٹھے ہیں جن کو اگر ہدایت ہو جائے تو ہزاروں اشخاص ہدایت پر آ سکتے ہیں۔اب اگر میں ان لوگوں کی طرف سے ہٹ کر گوشہ التفات ان کی طرف کروں گا تو یہ ان سرداروں کو کس قدر شاق ہوگا۔شاید پھر وہ میری بات سننا بھی پسند نہ کریں۔غرض کہ آپ کے چہرۂ مبارک پر آثار خفگی کے نظر آنے لگے اور آپ نے اپنا منہ ان نابینا کی طرف سے پھیر کر ان کی طرف متوجہ رہے۔آپ جب اس مجلس سے اٹھ کر گھر جانے لگے تو وحی کے آثار نمودار ہوئے اور اس حال میں اس سورۃ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

بعد نزول ان آیات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے گھر تشریف فرما ہوئے اور عذر کیا اور ان کو ہمراہ لے کر دولت خانہ کو تشریف لائے اور آپ نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر ان کو بٹھایا۔پھر جب کبھی وہ نابینا صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بڑی خاطر فرماتے اور ارشاد فرماتے۔ مرحبا بمن عاتبنی فیه ربی یعنی خوش آمدید تو وہ شخص ہے جس کے واسطے میرے پروردگار نے مجھ کو عتاب فرمایا اور روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جب ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو دوبارہ آپ غزوہ کے سفر کو مدینہ منورہ سے جہاد کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام امام نماز کا انہی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مقرر فرمایا تھا۔اسی سے عوام کے اس قول کی بھی تردید ہوتی ہے کہ جو کہتے ہیں کہ نابینا کی امامت مکروہ ہے۔یہ صحیح نہیں۔ہاں اگر نابینا امام طہارت و پاکی وغیرہ کا اہتمام نہ کرسکتا ہو تو یہ کراہت کا باعث ہوسکتی ہے۔نہ کہ بینائی کا نہ ہونا۔اور حضرت انس بن مالکؓ ایک عجیب احوال ان نابینا صحابی یعنی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان کو قادسیہ کی جنگ میں دیکھا زرہ پہنے اور ایک تازی گھوڑے پر سوار ان کے ہاتھ میں ایک سیاہ جھنڈا تھا اور باوجود اس نابینائی کے کافروں کی صفوں پر حملے کرتے تھے اور آخر اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

آپ کی توجہ کا مستحق کون ہے؟

الغرض سبب نزول ان آیات کا یہی واقعہ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ نابینا طالب صادق تھا آپ کو کیا معلوم کہ آپ کے فیض توجہ سے اس کا حال سنور جاتا اور آپ کی باتوں سے اس کو دل و جان کی پاکیزگی نصیب ہو جاتی۔آپ کی کوئی بات یا قرآن کی کوئی آیت اس نابینا کے کان میں پڑتی اور وہ اس کو اخلاص سے سوچتا سمجھتا تو اسے اس سے نفع پہنچتا آگے ارشاد ہوا کہ یہ روسائے مشرکین جو اپنے غرور اور شیخی سے حق کی پرواہ نہیں کرتے اور نہ طالب حق ہیں آپ ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ اتنی دردسری اور عرقریزی کر رہے ہیں کہ یہ کسی طرح ایمان لے آئیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر کوئی الزام نہیں کہ یہ مغرور اور شیخی باز متکبرین آپ کی ہدایت سے درست کیوں نہ ہوئے۔آپ کا فرض دعوت و تبلیغ کا تھا وہ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں آگے ان لاپرواہ متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچا طالب اور مخلص ایمان دار آپ کی توجہ سے محروم ہونے لگے جو دین کے شوق میں آپ کے پاس آیا اور جس کو خدا کا ڈر ہے۔اس لئے آپ کو اس طالب ہدایت اور دین کا شوق رکھنے والے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے تھا کیونکہ یہ قرآن تو محض ایک نصیحت کی چیز ہے اور آپ کے ذمہ صرف اس کی تبلیغ ہے سو جس کا جی چاہے قبول کرے۔اگر یہ متکبر اغنیاء قرآن کی نصیحت پر کان نہ دھریں تو قرآن کو ان کی کچھ پرواہ

نہیں وہ اپنا ہی برا کریں گے آپ کا کیا ضرر پھر آپ ان کے لئے اسلام وایمان کے لئے اس قدر اہتمام اور فکر کیوں کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ تبلیغ

ان آیات کے تحت بعض علماء نے لکھا ہے کہ آیات کے ظاہری الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ عتاب فرما رہے ہیں کہ آپؐ نے ایک نابینا صحابی کی طرف توجہ نہیں فرمائی بلکہ اس کے مقابلہ میں آپ قریش کے سرداروں کی طرف متوجہ رہے مگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو دراصل ان آیات میں آپ کے جوش تبلیغ ودعوت اور آپ کی اس بے انتہا شفقت کی تعریف کی گئی ہے کہ جو آپ کی خصوصیت تھی اور ساتھ ہی آپ کے نادار اور معذور صحابہ کی دلداری کی گئی جنہیں قریش کے سردار نیچا اور ذلیل سمجھتے تھے۔

مسلمانوں کی اصلاح مقدم ہے

ان آیات کے تحت حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''اس موقع میں یہ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے سامنے دو کام بیک وقت آ گئے ایک مسلمان کی تعلیم اور اس کی تکمیل اور دل جوئی۔ دوسرے غیر مسلموں کی ہدایت کے لئے ان کی طرف توجہ۔ قرآن کریم کے یہاں اس ارشاد نے یہ واضح کر دیا کہ پہلا کام دوسرے کام پر مقدم ہے۔ دوسرے کام کی وجہ سے پہلے کام میں تاخیر کرنا یا کوئی خلل ڈالنا درست نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی اصلاح کی فکر غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کی فکر سے اہم اور مقدم ہے''۔ (معارف القرآن جلد ۸)

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ ہم کو قرآن کی حکومت نصیب فرما اور اس کے احکام کا نفاذ اس ملک میں جاری فرما۔

یَااَللّٰہُ یہ پاکستان اسلامی ملک ہے مگر ہم جتنا اسلامی تعلیم وہدایات سے دور ہوتے جاتے ہیں اتنا ہی بدحالی میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ اب ہم غیر مسلموں کو اسلامی تعلیم سے کیا آگاہ کریں جب ہم خود شریعت اسلامیہ سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں۔ یا اللہ! ہم کو اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی تعلیم واصلاح کی فکر نصیب فرما اور اس ملک اور قوم کو دین ودنیا کی اصلاح نصیب فرما۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ جس گناہ کو کر کے میں بھول گیا ہوں لیکن آپ کے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اس کو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپ کے یہاں موجود پاؤں گا۔ میں نے بارہا علانیہ گناہ کیا آپ نے چھپالیا' لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کرے گا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول فرمالیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۢ ۙ﴿۱۴﴾ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ 3

وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں۔ رفیع المکان ہیں مقدس ہیں۔ جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ وہ مکرم نیک ہیں۔ آدمی پر خدا کی مار

مَاۤ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِیْلَ

وہ کیسا ناشکرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا۔ نطفہ سے اس کی صورت بنائی پھر اس کو انداز سے بنایا۔ پھر اس کو راستہ

یَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

آسان کردیا۔ پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا۔ پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کردے گا۔ ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا۔

فِیْ میں	صُحُفٍ صحیفے	مُكَرَّمَةٍ باعزت	مَرْفُوْعَةٍ بلند مرتبہ	مُطَهَّرَةٍ انتہائی پاکیزہ	بِاَیْدِیْ ہاتھوں میں	سَفَرَةٍ لکھنے والے	كِرَامٍ بزرگ		
بَرَرَةٍ نیکوکار	قُتِلَ مارا جائے	الْاِنْسَانُ انسان	مَاۤ اَكْفَرَهٗ کیسا ناشکرا	مِنْ سے	اَیِّ کس	شَیْءٍ چیز	خَلَقَهٗ اسے پیدا کیا	مِنْ سے	نُّطْفَةٍ نطفہ
خَلَقَهٗ اسکو پیدا کیا	فَقَدَّرَهٗ اسے اندازہ پر رکھا	ثُمَّ پھر	السَّبِیْلَ راہ	یَسَّرَهٗ اسکو آسان کردیا	ثُمَّ پھر	اَمَاتَهٗ اسے مُردہ کیا	فَاَقْبَرَهٗ پھر اسے قبر میں رکھوایا		
ثُمَّ پھر	اِذَا جب	شَآءَ چاہا	اَنْشَرَهٗ اسے نکالا	كَلَّا ہرگز نہیں	لَمَّا ابھی تک	یَقْضِ پورا کیا	مَا جو	اَمَرَهٗ اسکو حکم دیا	

عظمت قرآن

اس سورۃ کی گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اگر یہ متکبر اغنیاء قرآن پر ایمان نہ لائیں اور اس کی نصیحت پر کان نہ دھریں تو اپنا ہی برا کریں گے قرآن کو ان کی کچھ پروا نہیں۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں قرآن پاک کی کچھ اہم صفتوں کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان مغرور و متکبر اغنیاء اور سر پھرے سرداران قریش کے ماننے سے قرآن کی عزت و وقعت ہوگی؟ قرآن تو وہ عالی مقام اور بلند شان ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہایت معزز بلند مرتبہ اور صاف ستھرے ورقوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ مراد لوح محفوظ ہے جو ساتویں آسمان کے اوپر تحت العرش ہے اور وہیں سے وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں نازل ہوا کرتا تھا۔ تو پہلی صفت قرآن پاک کی فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ فرمائی گئی یعنی لوح محفوظ کے صحیفے ایسے معزز اور بلند مرتبہ اور مقدس ہیں کہ وہاں کسی ناپاک کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور شیاطین خبیثہ کی وہاں تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ دوسری صفت فرمائی بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ یعنی وہ صحیفے ایسے لکھنے والے فرشتوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں کہ وہ مکرم اور نیک ہیں۔ یہاں فرشتوں کو لکھنے والا اس لئے کہا گیا کہ وہ لوح محفوظ سے بامر الٰہی نقل کرتے اور اسی کے موافق وحی اترتی تو یہاں قرآن کریم کے بلند مقام کو واضح کرنے کے لئے یہ دو صفات ظاہر فرمائی گئیں لیکن یہ واضح رہے کہ یہ صفات اس عالم غیب سے متعلق ہیں کہ جس کا ٹھیک ٹھیک پورا علم ہم کو اس دنیا میں نہیں ہوسکتا۔

ناشکرا انسان

تو اس گراں قدر نعمت یعنی قرآن کریم کی عظمت و بزرگی بیان فرما کر ایسے انسانوں کی مذمت کی جاتی ہے کہ جنہوں نے اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہ کی اور اس کا حق نہ پہچانا۔ ایسے انسانوں کی اس روش پر غصہ اور نفرت کے اظہار کے لئے فرمایا گیا۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ مارا جائے یہ انسان کہ کس درجہ ناشکرا ہے کیسا ناقدرا اور کتنا بڑا احسان فراموش ہے کہ ایسی بڑی نعمت کی قدر نہیں پہچانتا اور اس کے احکام ماننے سے انکار کرتا ہے اور اس کے پیغام سے سرکشی کرتا ہے۔

انسان کی حقیقت ہی کیا ہے؟

اب اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں انسان کی سرکشی اور اس کی کتاب سے منہ موڑنے اور اس کے احکام سے انحراف کرنے کا ایک بڑا سبب

یہ ہوتا ہے کہ یہ انسان اپنے آپ کو کچھ سے کچھ سمجھنے لگتا ہے اپنی حقیقت اس کے سامنے نہیں رہتی اپنی بڑائی اور تکبر کے احساس میں مست ہو جاتا ہے۔ اس لئے انسان کو اس غلطی سے نکالنے کے لئے اس کے سامنے یہ سوال رکھا گیا۔ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ کہ انسان کو خدا نے کس چیز سے بنایا ہے؟ یعنی اس نے ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ بظاہر پیدا کس چیز سے ہوا ہے۔؟ پھر حق تعالیٰ خود ہی آگے جواب دیتے ہیں۔ مِنْ نُّطْفَةٍ ایک بوند یعنی منی کے ایک قطرہ ناپاک سے۔ تو اس سوال کے جواب سے انسان کو یہ جتلایا جاتا ہے کہ جس وجود کی ابتدا اتنی حقیر چیز سے ہوئی ہو اسے کیا حق ہے کہ وہ اس ذات کے مقابلہ میں سر اٹھائے جس نے اسے وجود بخشا اور ایک قطرۂ ناپاک کو ایک انسان کی شکل دے دی۔ پھر جس حقیر بوند سے انسان کی آفرینش شروع ہوتی ہے اس میں اللہ نے کیسی کیسی قوتیں رکھ دیں۔ کس طرح اعضائے بدن مناسب طور پر بنائے۔ پھر ان میں جان ڈالی پھر رحم میں حیض مادر سے اس کو غذا پہنچائی۔ اور حس وشعور حسن وجمال اور عقل وادراک سب کچھ عطا فرمایا۔ پھر جب اپنے عمر طبعی کا ایک زمانہ ماں کے پیٹ کی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں پورا کر چکتا ہے اور اب وہ مکان اس کی آئندہ ترقیوں کے قابل نہیں رہتا تو قدرت اس کو ایک تنگ راستہ سے باہر لاتی ہے اور اس تنگ راستہ کو اس سے نکلنے کے لئے اس پر سہل کر دیتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ غور کیجئے کہ کہاں ایک اچھا خاصہ تنومند نو ماہ کا بچہ اور اس کا ایسے تنگ موقع سے صاف نکل آنا یہ قدرت الٰہی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ تو یہ ہے انسان جو ایک طرف اللہ کی قدرت اور حکمت کا بے مثال شاہکار ہے پھر جیسے اس کا پیدا ہونا بے اختیاری ویسا ہی مرنا بھی بے اختیاری ہے۔ لاکھ تدبیر کرے کہ نہ مرے یا ضعف و پیری اور مرض وغیرہ نہ آنے دے تو ہرگز نہیں کرسکتا۔

جس نے پیدا کیا وہ موت دے گا

الغرض جس طرح ماں کے پیٹ کی منزل سے ترقی کرنے کے لئے انسان باہر آتا ہے اسی طرح اس دنیا کی منزل سے ترقی کرنے کے لئے یہاں سے جاتا ہے۔ یہ دنیا کی موت اس آئندہ عالم آخرت کی ولادت ہے۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ انسان کو موت دے کر نیست ونابود ہی نہیں کر ڈالتے بلکہ فَاَقْبَرَهٗ اس کو قبر میں داخل کرتے ہیں۔ عرف میں تو قبر اس گڑھے کو کہتے ہیں کہ جس میں لاش دفنائی جاتی ہے۔ مگر اصطلاح شرع میں قبر عالم برزخ کا نام ہے۔ خواہ کوئی دریا میں ڈوب جائے یا آگ میں جل جاوے۔ یا اس کی لاش ہوا میں لٹکتی رہے یا درندوں پرندوں کے پیٹ میں چلی جائے بہرحال اس کی روح کو قبر یعنی عالم برزخ میں جانا ہوتا ہے۔ اور وہاں آخرت سے پہلے اس کو عذاب ثواب بھگتنا پڑتا ہے۔ تو جس نے ایک مرتبہ پیدا کیا اور پھر موت دی اسی کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوبارہ زندہ کر کے قبر سے نکالے کیونکہ اس کی قدرت اب کسی نے (معاذ اللہ) سلب نہیں کر لی۔ جو قدرت اس کی پہلے تھی وہ اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی تو انسان کا پیدا کر کے دنیا میں لانا پھر مار کر برزخ میں لے جانا پھر زندہ کر کے میدان حشر میں کھڑا کر دینا ان حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ انسان اپنے خالق ومالک کا حق پہچانتا۔ اپنے پیدا کرنے والے کا مطیع وفرمانبردار ہوتا۔ اس کے احکام کو مانتا اس کے اشاروں پر چلتا اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرتا لیکن کیا اس انسان نے ایسا کیا؟ ہرگز نہیں۔ اس نے اپنے مالک کا حق نہ پہچانا اور جو کچھ اسے حکم ملا تھا اس نے اسے پورا نہ کیا تو بھلا اس سے زیادہ کیا ناشکری اور ناقدری ہوگی۔

موت بھی نعمت ہے

یہاں انسان کی موت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات ہی کے سلسلہ میں ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت انسان کی موت کوئی مصیبت نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ بھی ایک نعمت ہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیث میں موت کو مومن کا تحفہ فرمایا ہے۔ تو یہاں ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (پھر اس کو موت دی اور اس کو قبر میں داخل کیا) تو قبر میں انسان کو داخل کرنا بھی ایک انعام واحسان فرمایا گیا۔ اور یہ انعام واحسان اس طرح ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے عام جانوروں کی طرح نہیں رکھا کہ مر گیا تو وہیں زمین پر سڑتا۔ پھولتا اور پھٹتا ہے بلکہ اس کا یہ اکرام کیا گیا کہ مرنے کے بعد اس کو نہلا دھلا کر پاک صاف کپڑوں میں ملبوس کر کے احترام کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے جو اسلام نے بدرجہ تاکید تعلیم فرمایا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾

سو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔ کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا۔ پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا۔

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً

پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری۔ اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے

وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

اور چارہ پیدا کیا۔ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کیلئے۔

فَلْيَنْظُرِ پس چاہیے کہ دیکھے	الْاِنْسَانُ انسان	اِلٰى طرف	طَعَامِهٖ اپنے کھانا	اَنَّا کہ ہم	صَبَبْنَا اوپر سے ڈالا	الْمَآءَ پانی	صَبًّا گرتا ہوا	ثُمَّ پھر	شَقَقْنَا پھاڑا
الْاَرْضَ زمین	شَقًّا پھاڑ کر	فَاَنْۢبَتْنَا پھر ہم نے اُگایا	فِيْهَا اس میں	حَبًّا غلہ	وَّعِنَبًا اور انگور	وَّقَضْبًا اور ترکاری	وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون	وَّنَخْلًا اور کھجور	
وَّحَدَآئِقَ اور باغات	غُلْبًا گھنے	وَّفَاكِهَةً اور میوہ	وَّاَبًّا اور چارہ	مَّتَاعًا فائدہ	لَّكُمْ تمہارے لئے	وَلِاَنْعَامِكُمْ اور تمہارے چوپایوں کیلئے			

انسانی زندگی کے بقاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی چند ایسی ظاہری نعمتوں کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ جن کی بدولت دنیا میں اس کی زندگی قائم ہے تاکہ وہ اپنے خالق ورازق کا حق شناس بنے اور اس پر ایمان لاکر اس کی اطاعت بجالائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان ذرا اپنے کھانے ہی کی طرف نظر کرے اور اس انتظام پر غور کرے جو اس کو روزی بہم پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں۔ آسمان سے پانی برستا ہے اور پانی ہی کی وجہ سے زمین اس قابل ہوتی ہے کہ کچھ اگا سکے۔ اب اس پانی برسنے کے پیچھے کائنات کا کتنا بڑا نظم کام کر رہا ہے۔

پھر آسمان سے بارش کے بعد زمین سے جو کچھ اگتا ہے اس پر انسان ذرا غور کرے۔ ایک گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر باہر نکل آتا۔ یہ خدا ہی کی قدرت ہے کہ زمین کو پھاڑ کر اس سے ضعیف نباتات بآسانی برآمد ہوتی ہے۔ پھر ایک ہی زمین ایک ہی پانی ایک ہی ہوا ایک ہی سورج کی روشنی و گرمی۔ کہیں اس سے اناج کی کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں جیسے گیہوں' جو' جوار' چنا' باجرہ وغیرہ کہ جو انسان کے کھانے میں آتے ہیں اور کہیں اس سے انگور کے باغات اگائے کہ اس میں غذائیت بھی ہے کہ صرف اس کو کھا کر انسان پیٹ بھر سکتا ہے اور لذت خوش ذائقی میوہ پن بھی ہے پھر اس انگور کے شیرہ اور رس سے بیسیوں چیزیں بنتی ہیں۔ پھر کہیں اس سے ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں جیسے مولی' گاجر' شلغم' پیاز' کھیرا' ککڑی' خربوزہ' تربوز وغیرہ کہ جن کو بغیر پکائے یونہی توڑ کر کھا جاتے ہیں اور کہیں زیتون کے درخت اگائے اور زیتون پھل کو پیدا کیا کہ جو روٹی کے ساتھ سالن کا کام دیتا ہے اس کا تیل نکال کر اس سے مختلف فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کی لکڑی سے طرح طرح کی چیزیں بناتے ہیں اور کہیں کھجور کے باغات اگائے کہ جن سے کھجور جیسا پھل پیدا ہوتا ہے کہ جو مہینوں رہ سکے۔ دور دراز ملکوں تک جا سکے اور جس کو کھا کر انسان مدتوں زندہ رہ سکے۔ جو تر بھی کھائی جاتی ہے خشک بھی کھائی جاتی ہے۔ جو گدری بھی کھائی جاتی ہے اور پکی بھی کھائی جاتی ہے۔ اس کا شیرہ بھی بنایا جاتا ہے اور سرکہ بھی اور کہیں اسی زمین سے گھنے خوب بھرے ہوئے گہرے سایہ والے بڑے درختوں والے باغات پیدا کئے جن کے سایہ میں سرور اور دل کو نور حاصل ہوتا ہے۔ جن میں طرح طرح کے خوش ذائقہ خوش رنگ اور کارآمد پھول و پھل اور میوے ہوتے ہیں پھر علاوہ پھل اور میوے دینے کے ان کی لکڑی عمارت اور دیگر اشیاء میں کارآمد ہوتی ہے اور آسائش و راحت کے سامان تیار ہوتے ہیں پھر کہیں اس زمین سے خودرو گھاس پات' چارہ' جھاڑ' صحرائی درخت پیدا کئے کہ جو جانور' چوپائے' گائے' بیل' بھیڑ بکری'

گھوڑے اونٹ وغیرہ ان چیزوں کو کھا کر زندہ رہیں اور انسان ان چوپایوں اور جانوروں سے فائدہ اٹھائیں۔ کسی کا دودھ پئیں۔ کسی کے بالوں کو کام میں لائیں اور عمدہ عمدہ شال دوشالے اور کمبل بنائیں۔ کسی کا گوشت کھائیں۔ کسی پر سواری کریں کسی پر بوجھ لادیں۔ غرض کہ انسان کو اس کی زندگی اور بقاء کے سامان یاد دلائے جاتے ہیں کہ تمہاری زندگی قائم رکھنے اور تمہیں فائدہ پہنچانے اور تمہارے جانوروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے قدرت نے آسمان سے پانی برسا کر اور زمین سے سبزہ اگا کر کیا سلسلہ جاری فرمایا کہ جس سے تم فیضیاب ہو رہے ہو اور قیامت تک ہوتے رہو گے اور یہ وہ صورتحال ہے جسے ہر انسان جانتا ہے اور جس سے وہ مسلسل فائدہ اٹھا رہا ہے۔ قدرت کی یہ وہ نعمتیں ہیں جن سے وہ کسی حال میں انکار نہیں کر سکتا اور نہ ان کے بغیر وہ زندہ رہ سکتا ہے تو پھر یہ کتنی بڑی بدبختی اور نالائقی کی بات ہے کہ جو ذات عالی اللہ تعالیٰ کی اس انسان کو روزی بہم پہنچانے کے یہ انتظام فرما رہی ہے اور جس خالق کے اتنے انعامات اور عنایات اس پر ہیں کہ جن کا یہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا اسی خالق، رازق، مالک اور منعم اور محسن کی یہ نافرمانی کرے اور اسی کی ناشکری بجالائے۔ اسی کا کفر اور انکار کرے اور اسی کے حکم سے منہ موڑے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ ہم آپ ہی کا دیا ہوا رزق کھا کر اور آپ کی نعمتیں شب و روز برت کر آپ ہی کی نافرمانی کریں یہ تو ہماری انتہائی بدبختی اور نامرادی ہے۔

یَااللّٰہُ ہمیں اس بدبختی اور نامرادی سے بچالیجئے اور اپنی ہر نعمت کا ہمیں احساس عطا فرما کر ہم کو اس پر ایسے شکر کی توفیق نصیب فرمایئے کہ جو آپ ہم سے راضی ہو جائیں اور اپنی نعمتوں میں اضافہ فرمائیں۔

یَااللّٰہُ میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کر دیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں۔ عزت سے محروم کر دیں اور برائی کے لائق کر دیں۔ آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔

یَااللّٰہُ میں ہر اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے آپ کی کسی مخلوق کو عار دلائی ہو یا آپ کی مخلوق کو فعل قبیح میں مبتلا کر دیا ہو اور خود میں بھی اس میں لگ گیا ہوں اور جرأت کے ساتھ کر رہا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ

پھر جس وقت کانوں کا بہرہ کردینے والا شور برپا ہوگا۔ جس روز ایسا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے

وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ۝

بھاگے گا۔ ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔ بہت سے چہرے اس روز روشن۔ خنداں شاداں ہوں گے۔

ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝

اور بہت سے چہروں پر اس روز ظلمت ہوگی ان پر کدورت چھائی ہوگی۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

یہی لوگ کافر فاجر ہیں۔

فَإِذَا پھر جب	جَاءَتِ آئے	الصَّاخَّةُ کان پھوڑنے والی	يَوْمَ جس دن	يَفِرُّ بھاگے	الْمَرْءُ آدمی	مِنْ سے	أَخِيهِ اپنے بھائی	وَأُمِّهِ اور اپنی ماں	
وَأَبِيهِ اور اپنا باپ	وَصَاحِبَتِهِ اور اپنی بیوی	وَبَنِيهِ اور اپنے بیٹے	لِكُلِّ واسطے ہر ایک	امْرِئٍ آدمی	مِنْهُمْ ان سے	يَوْمَئِذٍ اس دن	شَأْنٌ حالت		
يُغْنِيهِ اسے کافی ہوگی	وُجُوهٌ بہت چہرے	يَوْمَئِذٍ اس دن	مُسْفِرَةٌ چمکتے	ضَاحِكَةٌ ہنستے	مُسْتَبْشِرَةٌ خوشیاں مناتے	وَوُجُوهٌ اور بہت چہرے			
يَوْمَئِذٍ اس دن	عَلَيْهَا ان پر	غَبَرَةٌ غبار	تَرْهَقُهَا چھائی ہوئی	قَتَرَةٌ سیاہی	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہ	الْكَفَرَةُ کافر	الْفَجَرَةُ گنہگار	

قیامت کے دن عزیز واقارب سب بھاگ جائیں گے

یہ سورۂ عبس کی آخری آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں انسان کو وہ ظاہری نعمتیں یاد دلائی گئی تھیں جو دنیا میں اس کی بقاء آرام و آسائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ انسان بھی یہ نعمتیں حاصل کر کے اور ان سے فائدہ اٹھا کر اپنے خالق۔ اپنے رازق اور مالک کا شکر گزار بندہ بنتا اور اس پر ایمان لا کر اس کے احکام بجالاتا۔ لیکن یہ اس کی انتہائی نالائقی ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں سرکشی اختیار کرتا ہے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دن یعنی قیامت و آخرت میں یہ اپنی ساری ناشکری کا مزہ چکھے اور انسانوں میں جو اپنے آقا کو پہچانتے ہیں اور اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری بجالاتے ہیں۔ ان کی شکر گزاری کا ایک دن انعام ملے۔ یہ دنیا کی زندگی تو انسان کے آزمائش و امتحان کا زمانہ ہے اور یہاں ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ چاہے شکر گزار ایماندار اور اطاعت گزار بندہ بن کر رہے چاہے کفر و انکار اور ناشکری اور احسان فراموشی کی روش اختیار کرے۔ انعام اور سزا کا وقت قیامت و آخرت میں آئے گا اور اس وقت انسان کو کن حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اور اس دنیا میں شکر گزار ہونے یا منکر و نافرمان ہونے کا جو انجام آخرت میں ہوگا اس کو ان آیات میں مختصراً ظاہر فرمایا گیا ہے اور سب سے پہلے اس وقت کی ہولناکی اور اہمیت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت کانوں کو بہرا کردینے والا قیامت کا شور برپا ہوگا تو اس دن یہ حال ہوگا کہ نفسی نفسی ہوگی۔ اس دن انسان ان قریبی عزیزوں کو بھی بھول جائے گا جن کی خاطر وہ اس زندگی میں بڑی سے بڑی مصیبت جھیل لیتا ہے اور جن کے لئے وہ اپنا آرام و سکون سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ اس دن نہ بھائی بھائی کے کام آئے گا

اور نہ ماں باپ بیوی بچے یا کوئی دوسرے عزیز یا دوست اسے یاد رہیں گے۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ہر شخص اپنی فکر میں مبتلا ہوگا کہ کسی نہ کسی طرح وہ بچ جائے۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہیں ایک دفعہ دوزخ کا خیال آیا اور وہ رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا؟ عرض کیا مجھے دوزخ یاد آئی اور اسی کے خوف نے مجھے رلایا ہے تو کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین جگہ تو کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا ایک وزن اعمال کے وقت جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال کا وزن ہلکا ہے یا بھاری۔ اور دوسرے اعمال ناموں کے ملنے کے وقت یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ کس ہاتھ میں دیا جاتا ہے اس کا اعمال نامہ آیا داہنے ہاتھ میں یا پیچھے کی جانب سے بائیں ہاتھ میں۔ اور تیسرے پل صراط پر جب کہ وہ رکھا جائے گا جہنم کے اوپر اور سب کو اس پر سے گزرنے کا حکم دیا جائے گا۔ تو گویا یہ تین وقت ایسے نفسی نفسی کے ہونگے کہ ہر ایک اپنی اپنی فکر میں ڈوبا ہوگا۔ اور کوئی کسی کی خبر نہ لے سکے گا۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے ''قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور بے ختنہ جمع کیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ عورتوں اور مردوں سب کو ان میں سے ایک دوسرے کو دیکھے گا آپ نے فرمایا عائشہ! موقع اس سے زیادہ ہولناک ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے پر نظر ڈالیں۔ یعنی کسی کو کسی کے دیکھنے کی فرصت کہاں ہوگی''۔

اقرباء کے بھاگ جانے کی وجہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلوی اس موقع پر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس دن اپنے اقربا سے بھاگنے کی کئی وجہ علماء نے لکھی ہیں بعض کہتے ہیں کہ حق کے طلب کرنے کے خوف سے بھاگے گا کہ مجھ سے جو کچھ اس کی حق تلفی ہوئی ہے کہیں یہ مجھ کو دیکھ کر اپنے حقوق نہ طلب کرنے لگے جیسے مفلس آدمی قرض خواہ سے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مدد اور شفاعت کے خوف سے بھاگے گا ایسا نہ ہو کہ اس کے ملنے والے دوست آشنا کو جہنم کی طرف لے چلیں اور مجھ کو اس کو چھڑانے کے واسطے اپنی نیکیوں میں سے کچھ دینا پڑے یا اس کے گناہ اپنے ذمہ لینا پڑیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سبب سے بھاگے گا کہ تکلیف اور عذاب ان کا دیکھا نہ جاوے گا اور قدرت شفاعت کی اور نیکیاں دینے کی بھی نہ رکھتا ہوگا۔ ناچار ان کی نگاہوں سے چھپ جائے گا۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ان سب وجوہات کے سبب بھاگے گا۔ کوئی تو ایک جہت سے کوئی دو جہت سے اور کوئی تینوں جہت سے۔ ہر شخص اپنے حال میں گرفتار ہوگا۔ دوسرے کی طرف کچھ التفات نہ کرے گا۔ اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔ تو یہ اس دن کی ہولناکی کا منظر ہے۔

کامیاب اور ناکام کی تقسیم

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس دن سارے انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک گروہ کامیاب لوگوں کا ہوگا اور دوسرا ناکام لوگوں کا۔ جن لوگوں نے اس دنیا کی زندگی میں اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کیا ہوگا اس کے احسانات کو مانا ہوگا اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاری ہوگی وہ اہل ایمان اس دن کامیاب ہوں گے۔ کامیابی کی خوشی میں ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور خوشی اور مسرت کے آثار ان پر ظاہر ہوں گے اور ان کے خلاف جن لوگوں نے دنیا میں اپنی من مانی زندگی گزاری اور اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اس کے حقوق کو نہ پہچانا اور اس کی بتائی ہوئی راہ پر نہ چلے تو ایسے نافرمان اور ناشکرے اس دن ناکام ہوں گے۔ ذلت اور ناکامی کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوں گے۔ مایوسی کی سیاہی چھائی ہوئی ہوگی اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کفر و انکار کی روش اختیار کی اور زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بسر کی۔

خلاصہ

یہاں سے اس سورت کی ابتداء میں نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا قصہ مذکور ہے جو طلبِ علم کیلئے ایسے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے جب کہ آپ چند سردارانِ قریش کو دعوتِ اسلام دینے میں مصروف تھے' ایسی اہم مصروفیت کے وقت ان کے آنے سے آپ کو طبعی طور پر ناگواری ہوئی اور آپ نے ان کی بات کا جواب دینے سے اعراض کیا' اس پر سورۂ عبس کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ نے آپ کو تنبیہ فرمائی' اس کے بعد جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے یہ ہیں وہ جن کی وجہ سے اللہ نے مجھے تنبیہ فرمائی تھی اور ان سے دریافت فرماتے کہ ''کوئی کام ہے تو بتاؤ'' آپ نے نابینا ہونے کے باوجود دو غزوات کے موقع پر انہیں مدینہ پر والی مقرر فرمایا' یہ واقعہ اور اس جیسے دوسرے واقعات جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرمائی گئی ہے' ان کا قرآن کریم میں مذکور ہونا اسکی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے' اگر معاذ اللہ! قرآن آپ کا خود تراشیدہ کلام ہوتا تو آپ ایسی آیات اس میں ہرگز ذکر نہ فرماتے جن میں خود آپ سے باز پرس کی گئی ہے' حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد یہ سورت انسان کے ناشکرا ہونے کو بتاتی ہے جو اپنی اصل کو بھول کر اللہ کے سامنے سرکشی اختیار کرتا ہے۔ اگلی آیات میں رب تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے تکوینی دلائل ہیں اور اختتام پر قیامت کا وہ ہولناک منظر بیان کیا گیا ہے جب انسان خوفزدہ ہو کر قریب ترین رشتوں کو بھی بھول جائے گا' نفسا نفسی کا عالم ہوگا' کسی کو کسی کی فکر نہیں ہوگی' ہر کسی کو اپنی ذات کا غم کھائے جا رہا ہوگا' بہت سے چہروں پر کامیابی کی چمک ہوگی اور بے شمار چہروں پر ناکامی کی ذلت اور تاریکی چھائی ہوگی۔

سورۃ عبس کے خواص

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو سورۃ عبس پڑھتا رہے تو وہ قیامت کے دن اس شان سے آئے گا کہ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اس دنیا میں اپنا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اپنے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمائیں۔ یا اللہ آخرت کی کامیابی و کامرانی ہم سب کو نصیب فرما۔ اور وہاں کی ناکامی و نامرادی سے ہم سب کو بچنا نصیب فرما۔

یَااَللّٰہُ گناہ کر کے توبہ اور توبہ کرنے کے بعد پھر وہی کیا۔ اپنی توبہ کو جانتا رہا اور گناہ کرتا رہا۔ رات کو معافی مانگی دن کو پھر وہیں چلا گیا اور بار بار یہی حال رہا۔ الٰہی! میں اپنے گناہوں کا اقراری ہوں اور آپ کی نعمتوں کا بھی اقرار کرتا ہوں مجھے معاف فرما دے۔

یَااَللّٰہُ میں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہو یا نذر مان کر کوئی عبادت واجب کی ہو یا آپ کی کسی مخلوق سے وعدہ کر کے پھر گیا ہوں یا غرور میں آ کر اس کو ذلیل وحقیر سمجھا ہو' اے اللہ! اس کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور مجھے معاف فرما دے۔

یَااَللّٰہُ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا' آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْعِشَارُ

جب آفتاب بے نور ہو جاوے گا۔ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جاویں گے۔ اور جب دس مہینے کی گابھن

عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝

اونٹنیاں چھٹی پھریں گی۔ اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جاویں گے۔ اور جب سمندر بھڑکائے جاویں گے۔

اِذَا جب	الشَّمْسُ سورج	كُوِّرَتْ لپیٹ دیا جائے	وَاِذَا اور جب	النُّجُوْمُ ستارے	انْكَدَرَتْ ماند پڑ جائیں	وَاِذَا اور جب	الْجِبَالُ پہاڑ		
سُيِّرَتْ چلائے جائیں	وَاِذَا اور جب	الْعِشَارُ دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں	عُطِّلَتْ چھٹی پھریں	وَاِذَا اور جب	الْوُحُوْشُ وحشی جانور				
حُشِرَتْ اکٹھے کیے جائیں	وَاِذَا اور جب	الْبِحَارُ سمندر	سُجِّرَتْ بھڑکائے جائیں						

وجہ تسمیہ اور مضمون

اس سورۃ کی ابتداء ہی اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ سے ہوئی ہے (جب سورج لپیٹ دیا جائے گا یعنی بے نور ہو جائے گا) تکویر کسی چیز کے لپیٹ دینے کو کہتے ہیں۔ اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے اور مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے اور قیامت و آخرت کے منظر کا نقشہ اس میں کھینچا گیا ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے روز کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھ لے تو اس کو چاہیے کہ وہ یہ تین سورتیں پڑھے۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ، اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ایک روز امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر اس قدر جلد بڑھاپے کے آثار کیوں ظاہر ہونے لگے۔ آپ کے مزاج مبارک کی قوت سے یہ توقع نہ تھی کہ اتنی عمر میں آثار بڑھاپے کے ظاہر ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو ان پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ والمرسلات، سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت۔ ان سورتوں میں عذاب الٰہی جو کہ دنیا اور آخرت میں امتیوں پر بہ سبب مخالفت انبیاء پر جو گزرا ہے اور گزرے گا مذکور ہے۔ مجھ کو اس کے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہے اور غم کا خاصہ یہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بوڑھا ہونے سے مراد آپ کے قویٰ اور بدن کا ضعف مراد ہے نہ کہ بالوں کا سفید ہونا۔ کیونکہ آخر عمر شریف تک موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سفید نہیں ہوئے تھے کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہوں۔

اس سورۃ کا مرکزی مضمون آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دینا ہے اور آخرت پر یقین اسلام کی جان ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں بار بار مختلف انداز سے آخرت کا ذکر آتا ہے کہ مومن کے ذہن سے کسی وقت آخرت کا تصور اور اس کا یقین اوجھل نہ ہونے پائے۔ اس سورۃ میں بھی قیامت و آخرت کے حالات و مناظر نہایت مؤثر انداز میں بیان کئے گئے ہیں اور انسانوں کو غفلت کی نیند سے جگایا گیا ہے۔

قیام قیامت کے چھ حادثات

قرآن و حدیث میں یہ صاف بتایا گیا ہے کہ یہ دنیا اور عالم کائنات اسی وقت تک قائم و آباد ہے جب تک کہ صور میں پھونک نہیں ماری جاتی۔ قیامت کی ابتداء اسی پہلے نفخ صور سے ہوگی۔ اور

ان آیات میں قیامت کے چھ واقعات یا حادثات کو بیان فرمایا گیا ہے جن کے بعد اس دنیا کا کوئی نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔

ان چھ واقعات کی تشریح کرنے سے پہلے ایک ضروری بات یہ ذہن میں رکھ لی جائے کہ ان قیامت کے چھ واقعات میں اللہ تعالیٰ نے ترتیب وقوع کو ظاہر نہیں فرمایا ہے کہ اول یہ ہوگا پھر یہ ہوگا۔ بلکہ محض ایک کے بعد دوسرے کو ذکر فرمادیا ہے اور جو حادثہ کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عظیم الشان ہوگا اس کا پہلے ذکر فرمایا۔

پہلا حادثہ: سب سے بڑا پہلا حادثہ اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ فرمایا یعنی یہ آفتاب بے نور ہو جائے گا۔ اس موجودہ روشن کرۂ آفتاب کی شعاعیں جو سارے عالم کو منور کرتی ہیں۔ لپیٹ کر رکھ دی جائیں گی یعنی یہ آفتاب بے نور ہو جائے گا جس کی وجہ سے سارا عالم تیرہ و تار ہو جائے گا۔ اور جو کام اس وقت سورج کر رہا ہے وہ نہ کر سکے گا۔ اور یہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے کرۂ زمین پر جو زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں اس کا مدار سورج پر ہے۔ اگر سورج ہی نہ ہو تو زمین پر کسی قسم کی زندگی ممکن نہیں۔ اس کا بے نور ہو جانا زندگی کے پورے نظام کے ختم ہو جانے کے برابر ہے۔

دوسرا حادثہ: وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ فرمایا گیا کہ یہ ستارے بھی جو آسمان کی زینت اور روشنی کی قندیلیں ہیں بے نور ہو کر جھڑ پڑیں گے اور ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اس میں بھی اشارہ اسی طرف ہے کہ یہ نظام اپنی موجودہ شکل میں باقی نہ رہے گا بلکہ سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا۔

تیسرا حادثہ: وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ یعنی جب پہاڑ چلائے جائیں گے یعنی دنیا میں ان عظیم الشان بلند اور مضبوط پہاڑوں کا وجود جن کا اپنی جگہ سے ٹلنا انسان کے تصور میں نہیں آ سکتا قیامت میں جب توڑ پھوڑ کا عمل شروع ہوگا تو یہ پہاڑ بھی اپنے مقام سے ہٹا دیئے جائیں گے اور اکھڑ کر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑتے پھریں گے۔ اور اس زمین کی موجودہ شکل بدل کر کچھ سے کچھ ہو جائے گی۔

چوتھا حادثہ: وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ فرمایا یعنی جب کہ حاملہ اونٹنیاں جو بچہ دینے کے قریب ہوں یونہی بے کار اور بے مہار ماری ماری پھریں گی۔ کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوگا۔ عربوں کا جو قرآن کے اولین مخاطب تھے ان کی زندگی میں اونٹ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ ان کے نزدیک اونٹ بڑا قیمتی اور کارآمد مال تھا۔ خصوصاً حاملہ اونٹنی جو بچہ دینے کے قریب ہو۔ اس کی بڑی قدر اور حفاظت کرتے تھے اور اس کی انتہائی دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ روز قیامت کی ہولناکی کا تصور ذہن میں بٹھانے کے لئے یہاں یہ کہا گیا کہ وہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ لوگ دس ماہ کی گابھن اونٹنیوں کی بھی پروا نہ کریں گے جو ماری ماری پھریں گی اور لوگ انتہائی بدحواسی کے عالم میں انہیں بھول جائیں گے۔ اور مخلوق میں نفسی نفسی پڑی ہوگی۔

پانچواں حادثہ: وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ اور جب وحشی جانور گھبراہٹ کے مارے سب جمع ہو جاویں گے یعنی اس روز انسان تو کیا وحشی جانوروں کے بھی ہوش وحواس بجا نہ رہیں گے اور انتہائی اضطراب و اضطرار میں وحشی جانور تک ایک دوسرے کی دشمنیاں بھول بھال کر آپس میں گڈمڈ ہو جائیں گے۔ وحشی جانوروں کا خاصہ ہے کہ انسان سے دور بھاگتے ہیں اور جن کی آپس میں بھی ایک جنس غیر جنس سے گریز کرتی ہے مثلاً ہرن شیر سے اور بکری بھیڑیئے سے لیکن اس دن وہ بھی دہشت کے مارے گھبرا کر جنگلوں اور پہاڑوں سے نکل نکل آئیں گے اور آبادی میں پناہ لینے کے لئے آ جمع ہوں گے اس کا نمونہ آج بھی کبھی کبھی دیکھنے میں آ جاتا ہے۔ جب کوئی شدید طغیانی یا سیلاب آئے یا جنگل میں زبردست آگ لگے یا شدید آندھی وطوفان اٹھے تو پانی میں سانپ اور انسان کو بہتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور شیر اور جنگلی ہرن وغیرہ کو ایک جگہ دیکھا گیا ہے تو قیامت کی ہولناکی کا ایک اثر یہ بھی ہوگا کہ اس وقت کے حالات سے متاثر ہو کر جنگلی جانور اکٹھے ہو جائیں گے۔

چھٹا حادثہ: وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ اور جب سارے سمندر جوش مارنے لگیں گے۔ نظام کائنات کے درہم برہم ہونے کا جو ذکر اوپر کیا گیا شاید اسی کا اثر یہ ہوگا کہ سمندر بھی جوش کھانے لگیں اور اس وقت سمندروں کا پانی انتہائی جوش کے ساتھ ادھر ادھر بہہ نکلے اور اس صورت حال کے بعد نہ معلوم زمین کا کیا نقشہ ہو۔ الغرض جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو اس کے نتیجہ میں تمام کارخانہ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ نہ آسمان رہے گا نہ سورج اور ستارے رہیں گے۔ نہ پہاڑ نہ سمندر نہ انسان وحیوان، دنیا اور تمام اہل دنیا سب کا خاتمہ ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ وَاِذَا الصُّحُفُ

اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کیے جاویں گے اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جاوے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔ اور جب نامۂ اعمال

نُشِرَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ

کھول دیئے جاویں گے۔ اور جب آسمان کھل جاوے گا۔ اور جب دوزخ دھکائی جاوے گی۔ اور جب جنت نزدیک کر دی جاوے گی

نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝

ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔

وَاِذَا اور جب	النُّفُوْسُ جانیں	زُوِّجَتْ جوڑے باندھے جائیں	وَاِذَا اور جب	الْمَوْءٗدَةُ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی	سُئِلَتْ پوچھا جائے	بِاَیِّ کس	
ذَنْۢبٍ گناہ	قُتِلَتْ ماری گئی	وَاِذَا اور جب	الصُّحُفُ اعمال نامے	نُشِرَتْ کھولے جائیں	وَاِذَا اور جب	السَّمَآءُ آسمان	كُشِطَتْ کھال کھینچ لی جائے
وَاِذَا اور جب	الْجَحِيْمُ جہنم	سُعِّرَتْ بھڑکائی جائے	وَاِذَا اور جب	الْجَنَّةُ جنت	اُزْلِفَتْ قریب لائی جائے	عَلِمَتْ جان لے گا	نَفْسٌ ہر شخص
	مَاۤ جو کچھ	اَحْضَرَتْ وہ لایا					

دوسری بار صور پھونکنے کے بعد کے حادثات

گذشتہ آیات میں قیامت کے جو چھ حادثات بیان فرمائے گئے تھے تو وہ تھے کہ جو اول بار حضرت اسرافیلؑ کے صور پھونکنے سے واقع ہونگے۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے جس کے اثر سے تمام اولین و آخرین مرے ہوئے پھر سے زندہ ہو جائیں گے اور سب میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے۔ تو دوسری بار صور پھونکنے پر میدان حشر میں جو حادثات و واقعات پیش آئیں گے وہ ان آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں۔

پہلا حادثہ

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ہوگا یعنی میدان حشر میں ہر ہر قسم کے لوگ چھانٹ کر الگ الگ گروہ کر دیئے جائیں گے۔ اچھے اچھوں کے ساتھ ہوں گے اور برے بروں کے ساتھ۔ اس طرح ہر نوع اور جنس کے لوگ علیحدہ علیحدہ کھڑے ہوں گے۔ کافر الگ، مسلم الگ، پھر ان میں بھی ایک ایک طریقہ کے لوگ مثلاً مسلم میں نمازی اور غیر نمازی الگ۔ متقی اور غیر متقی الگ۔ گویا اس دنیا میں ہر قسم کا نیک یا بد عمل کرنے والا اپنے جیسے عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا اور عقائد اعمال و اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ لگ جماعتیں بنا دی جائیں گی۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی کی تیاری ہوگی۔

دوسرا واقعہ

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ اس وقت ان لڑکیوں سے جنہیں زندہ زمین میں گاڑ دیا گیا تھا پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھیں؟ زمانہ جاہلیت کے عربوں میں رواج تھا کہ جب ان کے ہاں کوئی لڑکی پیدا ہوتی تو وہ زمین میں گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دیتے۔ بعض تو افلاس اور پرورش کے اخراجات کے ڈر سے ایسا کرتے تھے اور بعض کو یہ عار تھی کہ اگر بیٹی زندہ رہی تو اس کی شادی کر کے کسی کو اپنا داماد بنانا پڑے گا۔ یوں تو آخرت کی پوچھ گچھ زندگی کے تمام ہی کاموں کے بارہ میں ہوگی لیکن یہاں عربوں کے ایک انتہائی سنگ دلی اور بے رحمی کا فعل اور ایک غیر انسانی حرکت کا تذکرہ خاص طور پر فرمایا گیا جو انسانی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے یعنی لڑکیوں کا زندہ گاڑ دینا چنانچہ ان کے اس جرم کی طرف اشارہ فرمایا گیا کہ اس دن

ان لڑکیوں سے جنہیں زندہ درگور کر دیا گیا تھا پوچھا جائے گا کہ انہیں کس جرم کی سزا میں اس طرح قتل کیا گیا تھا؟ ظاہر ہے کہ لڑکیاں معصوم بے گناہ تھیں۔ نادانی اور جہالت کی وجہ سے انہیں زندہ دفن کر دیا گیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایسا کرنے والے کوئی عذر پیش نہ کر سکیں گے اور اس پوچھنے سے مقصود ان زندہ درگور کرنے والے ظالموں کا اظہار جرم مقصود ہوگا۔ یہاں ایک تاریخی بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایام جاہلیت میں جب کہ عربوں میں یہ قبیح رسم جاری تھی ان میں بعض ایسے سمجھ والے لوگ بھی تھے جو اس رسم کو برا سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے ایک چچازاد بھائی مکہ میں جہاں سنتے کہ فلاں کے گھر لڑکی پیدا ہوئی اور وہ جیتی گاڑی جاوے گی تو جھپٹ کر وہاں پہنچتے اور کہتے کہ میں نے اس کو اپنی بیٹی بنالیا اور جو کچھ اس کے کھانے پینے اور بیاہ شادی کا خرچ ہے وہ سب میرے ذمہ ہے تم کو کچھ اس کا بار نہیں اس طور سے انہوں نے بہت سی لڑکیاں بچا لیں اور اسی واسطے ان کو محی الاموات کہا جاتا تھا اور ان کے اس صالح طریقہ کی اتباع بعض اور عرب قبائل میں بھی کرتے تھے۔

جاہلیت کی یہ رسم بد یعنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کی اسلام نے بالکلیہ منائی اور شریعت اسلامیہ میں بچوں کو زندہ دفن کر دینا یا قتل کر دینا سخت گناہ کبیرہ اور ظلم عظیم ہے اور چار ماہ کے کسی حمل کو گرانا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ چوتھے مہینہ میں حمل میں روح پڑ جاتی ہے اور وہ زندہ انسان کے حکم میں ہوتا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۸)

تیسرا حادثہ

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ فرمایا گیا۔ یعنی اوپر لڑکیوں کے زندہ درگور کر دینے میں تو صرف ایک بڑے جرم کی طرف اشارہ ہے ورنہ انسان نے اس زندگی میں جو کچھ کیا ہوگا ان میں سے ہر چھوٹے بڑے جرم کی پوچھ گچھ ہوگی اور ہر شخص کو وہاں وہی کچھ ملے گا جو اس نے یہاں دنیا میں کمایا ہوگا چنانچہ اس دن نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے تاکہ سب اپنے اپنے عمل دیکھ لیں۔

چوتھا حادثہ

وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ فرمایا یعنی جب کہ وہ آسمان جو دوسری بار صور پھونکنے کے بعد قائم ہوگا اس کو کھول دیا جائے گا۔ لفظی معنی وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ کے ہیں کہ جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے تو جیسے جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال اتار لیتے ہیں اور اس کے اندر کے اعضاء اور گوشت رگ و ریشے ظاہر ہو جاتے ہیں اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے اوپر کی سب چیزیں نظر آنے لگیں گی اور ملائکہ نازل ہونے شروع ہوں گے۔ جو عدالت حشر کے کارندے ہوں گے۔

پانچواں حادثہ

وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ فرمایا یعنی جب جہنم اور زیادہ دہکائی جاوے گی۔ جہنم کی آگ جو دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ گرم ہے اور حدیث میں تصریح آئی ہے کہ جہنم کی آگ کو ایک ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی اور پھر اس کو ایک ہزار برس اور دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی اور پھر ایک ہزار برس اور دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی اور اب وہ سیاہ و تاریک ہے۔

جہنم جس وقت حاضر کی جائے گی تو اس کی یہ حالت ہوگی کہ اس میں سے آگ کے شعلے اور چنگاریاں بڑے بڑے محلوں کی مقدار میں اونٹوں کی قطار کے مانند پے در پے اٹھتی ہوں گی اور جہنم نہایت مہیب آوازوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور جن و انس اور بتوں کو اپنے لئے بطور غذا طلب کرتی ہوگی۔ جن کو لوگ سن کر لرز جائیں گے اور ڈر کے مارے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ جہنم کی گرمی اور بدبو اس قدر ہوگی کہ ۷ سال کی مسافت تک پہنچے گی الامان والحفیظ۔

تو اس روز جہنم کے جوش و خروش کو دیکھ کر مجرموں کے تو بالخصوص حواس باختہ ہو جائیں گے۔

چھٹا حادثہ

میں فرمایا وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی یعنی جس طرح اہل محشر کے لئے جہنم حاضر کی جاوے گی اسی طرح

جنت بھی حاضر کی جائے گی کہ جو تجلیات الٰہی سے آراستہ پیراستہ ہوگی تاکہ مومنین متقین کو اس کی رونق اور بہار دیکھنے سے عجیب مسرت وفرحت حاصل ہو اور کفار و مشرکین و بدکاروں کو حسرت ہو اور اس سلطنت جاودانی سے محروم رہنے پر ان کو اور زیادہ رنج والم ہو۔

سب کچھ سامنے آجائے گا

اخیر میں فرمایا عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ اس وقت ہر شخص کو پتہ لگ جائے گا کہ نیکی یا بدی کا کیا سرمایہ لے کر حاضر ہوا ہے۔ یعنی آج انسان آخرت وقیامت کی جن حقیقتوں کو ماننے سے انکار کر رہا ہے اس روز جب جہنم اور جنت کو اپنے سامنے دیکھے گا تو ساری حقیقت اس کے سامنے آجائے گی اور اس وقت اس کا دنیا میں سارا کرا دھرا اس کے سامنے ہوگا اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ اس زندگی کی مہلت میں جو کچھ اس نے کمایا تھا اسی سب کا نتیجہ اور جزا و سزا وہاں اس کو ملا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دنیا میں ایمان کامل اور اسلام صادق کے ساتھ زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں اور اپنے مومنین ومتقین بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا ٹھکانہ آخرت میں جنت مقدر فرمائیں اور جہنم سے ہم کو بچائیں۔ آمین

یَا اَللّٰہُ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا' آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

یَا اَللّٰہُ کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پروا نہ کی۔ میں آپ کے غضب وعذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرما دیں گے' اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا' میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں چلتے رہتے ہیں جا چھپتے ہیں۔اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے۔اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾

کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا جو قوت والا ہے مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے امانت دار ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ

اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہیں۔اور انہوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے۔اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں۔

بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے۔تو تم لوگ کدھر کو چلے جا رہے ہو۔بس یہ تو دنیا جہان والوں کیلئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

ایسے شخص کیلئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔اور تم بدوں خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو۔

فَلَآ اُقْسِمُ سو میں قسم کھاتا ہوں	بِالْخُنَّسِ پیچھے ہٹ جانیوالے	الْجَوَارِ سیدھے چلنے والے	الْكُنَّسِ چھپ جانے والے	وَالَّيْلِ اور رات	اِذَا جب				
عَسْعَسَ پھیل جائے	وَالصُّبْحِ اور صبح	اِذَا جب	تَنَفَّسَ دم بھرے	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَقَوْلُ کلام	رَسُوْلٍ قاصد	كَرِيْمٍ عزت والا	ذِيْ قُوَّةٍ قوت والا	
عِنْدَ نزدیک	ذِي الْعَرْشِ عرش کے مالک	مَكِيْنٍ بلند مرتبہ	مُطَاعٍ سب کا مانا ہوا	ثَمَّ اَمِيْنٍ وہاں کا امانتدار	وَمَا نہیں	صَاحِبُكُمْ تمہارا رفیق			
بِمَجْنُوْنٍ دیوانہ	وَلَقَدْ رَاٰهُ اور اس نے اسکو دیکھا ہے	بِالْاُفُقِ کنارہ پر	الْمُبِيْنِ کھلا	وَمَا هُوَ اور نہیں وہ	عَلَى الْغَيْبِ غیب پر	بِضَنِيْنٍ بخل کرنوالا			
وَمَا هُوَ اور نہیں	بِقَوْلِ کہا ہوا	شَيْطٰنٍ شیطان	رَّجِيْمٍ مردود	فَاَيْنَ پھر کدھر	تَذْهَبُوْنَ تم جا رہے ہو	اِنْ هُوَ نہیں وہ	اِلَّا مگر	ذِكْرٌ نصیحت	
لِّلْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کیلئے	لِمَنْ جو	شَآءَ چاہے	مِنْكُمْ تم سے	اَنْ کہ	يَّسْتَقِيْمَ وہ سیدھا چلے	وَمَا تَشَآءُوْنَ اور تم نہ چاہو گے			
اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	يَّشَآءَ چاہے	اللّٰهُ اللہ	رَبُّ رب	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان				

سورۃ کا موضوع

گذشتہ آیات میں قیامت وآخرت کے متعلق متعدد حادثات وواقعات کا ذکر فرمایا گیا تھا جس سے یہ جتلانا مقصود تھا کہ قیامت وآخرت آنا یقینی ہے۔قرآن کریم کے اس دعویٰ کے مقابلہ میں منکرین آخرت وقیامت کا یہ خیال تھا کہ یہ سب باتیں محض خیالی ذہنی اور غلط ہیں۔وہ کہتے کہ بھلا مر کر بھی کوئی زندہ ہوا ہے۔کیسی قیامت اور کیسی آخرت اور کہاں کا حساب کتاب اور کیسی جزا و سزا؟ یہ سب باتیں غلط ہیں اور یہ رسول ہونے کا جو دعویٰ کرتے ہیں تو یا تو یہ دیوانے ہیں یا ان پر شیاطین کا کچھ اثر ہو گیا ہے۔معاذ اللہ۔اللہ تعالیٰ ان آیات میں ان منکرین کے خیالات باطلہ کا رد فرماتے ہیں اور قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو ظاہر فرماتے ہیں۔

تین چیزوں کی قسمیں

قرآن کریم کا طریقہ ہے کہ کسی اہم بات کے لئے قسمیہ کلام سے

اسے بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کی قسم کھا کر قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو بیان فرمایا اور منکرین کے اقوال کی تردید فرمائی۔ یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ پہلے خنس، جوار اور کنس کی۔ ان سے مراد وہ پانچ ستارے ہیں جن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں۔ ان کے نام زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد ہیں۔ ان ستاروں کی عجیب چال ہے۔ یہ کبھی سیدھے چلتے ہیں اس لحاظ سے ان کو جوار کہتے ہیں کبھی الٹے چلتے ہیں۔ جدھر سے گئے تھے پھر لوٹ کر ادھر ہی آ جاتے ہیں اس لحاظ سے ان کو خنس کہتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے ہیں یا حرکت منقطع ہو جاتی ہے اس لحاظ سے ان کو کنس کہتے ہیں۔ تو خنس، جوار اور کنس ان ۵ ستاروں کی صفات ہیں اور پہلے ان کی قسم کھائی گئی۔ دوسری قسم وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ یعنی رات کی قسم کھائی گئی جب وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ تیسری قسم کھائی گئی۔ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ یعنی صبح کی قسم جب وہ نمودار ہونے لگتی ہے اور ان تینوں قسموں کے بعد فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ایک معزز فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام کی معرفت امین اور صادق پیغمبر یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا گیا ہے۔

حقانیت کے دلائل

جن چیزوں کی یہاں قسمیں کھائی گئی ہیں وہ دراصل بطور دلیل کے ہیں اس دعوے کے ثبوت میں کہ جو بات قسم کھا کر کہی گئی ہے۔ ستاروں کا اس طرح ہیر پھیر کر چلنا اور ان کی یہ کیفیات کہ کبھی سیدھے چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کبھی پیچھے ہٹتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سورج کے چھپنے کے بعد رات آ جاتی ہے اور اس کی سیاہی پھیل جاتی ہے۔ پھر یہ صورت بھی باقی نہیں رہتی۔ صبح نمودار ہوتی ہے اور پھر روز روشن کا آغاز ہو جاتا ہے۔ تو ستاروں کی یہ گردشیں اور رات دن کا یہ الٹ پھیر کہ جس میں کبھی بال برابر فرق نہیں آتا اور جو بالکل ایک لگے بندھے اور منصوبے کے ماتحت قائم ہیں اس بات کا کھلا ثبوت ہیں اور اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ اس نظام کی ڈوری کسی قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے اور یہ رات دن کے روزانہ تصرف اس کی قدرت کاملہ کے روشن اور مبین دلائل ہیں۔ تو وہ صاحب قدرت وعظمت اور مالک کون ومکان جب ایک بات قسم کھا کر کہے تو پھر اس میں شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ان قسموں کی مناسبت آئندہ مضمون سے یہ ہے کہ ان ستاروں کا چلنا، ٹھہرنا، لوٹنا، چھپ جانا ایک نمونہ ہے اگلے انبیاء پر بار بار وحی آنے اور ایک مدت دراز تک اس کے نشان باقی رہنے پھر منقطع ہو کر چھپ جانے اور غائب ہو جانے کا۔ اور رات کا آنا نمونہ ہے اس تاریک دور کا جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے پہلے دنیا پر گزرا کہ کسی شخص کو حق وباطل کی تمیز نہ رہی تھی اور وحی کے آثار بالکل مٹ چکے تھے اس کے بعد صبح صادق کا ظاہر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جہان میں تشریف لانا اور قرآن کا اترنا ہے کہ ہر چیز کو ہدایت کے نور سے روشن کر دیا گویا اگلے انبیاؤں کا نور ستاروں کی طرح تھا اور اس نور اعظم کو آفتاب درخشاں کہنا چاہیے۔

وحی لانے والے فرشتے کی صفات

ان تینوں قسموں کے بعد فرمایا گیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ایک معزز فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام کا لایا ہوا ہے۔ اب آگے حضرت جبرئیل علیہ السلام جو وحی کے لانے والے ہیں ان کی کچھ صفات بیان فرمائی گئی ہیں کہ وہ کریم یعنی عزت والے ہیں اور بڑی قوت والے ہیں یعنی حفظ وضبط اور بیان وحی کی قوت بھی کامل ہے اور جسمانی قوت کا بھی یہ عالم کہ قوم لوط کی بستیوں کو اپنے بازو پر اٹھا کر بلندی پر لے جا کر الٹ دیا اور قوم ثمود پر ایسی چیخ ماری کہ سب کے کلیجے پھٹ کر ہلاک ہو گئے۔ آن کی آن میں آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور پلک جھپکنے میں زمین سے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ خداوندی میں قرب اور رسائی حاصل ہے۔ آسمانوں کے فرشتے ان کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کی وحی کرنا چاہتے ہیں تو وحی کے ساتھ کلام فرماتے ہیں جس سے آسمانوں میں ایک سخت لرزہ پیدا ہو جاتا ہے جب آسمانوں والے اس کو سنتے ہیں تو بے ہوش

ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ پھر ہوش میں سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے اپنی وحی کے ساتھ کلام فرماتے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی طرف سے گزرتے ہیں اور جس آسمان کی طرف سے گزرتے ہیں اس کے فرشتے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں۔ جبرئیل! ہمارے آقا و مالک نے کیا فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں جو کچھ فرمایا حق ہی ہے۔ وہ بزرگ و برتر ہے۔ پھر سب ملائکہ ویسے ہی کہتے ہیں کہ جیسے جبرئیل علیہ السلام وحی کے متعلق حکم خداوندی کے موافق کہتے ہیں (تفسیر مظہری) تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے امیر ہیں۔ نیز شب معراج کے واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملا اعلیٰ یعنی عالم ملائکہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اطاعت کی جاتی ہے۔ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے ملائکہ نے آسمانوں کے دروازہ کھول دیئے تھے اور جنت کے دربانوں نے جنت کے دروازے۔ تو یہ صفات حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بیان ہوئیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لایا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو بارہا دیکھا

اب آگے پیغمبر عربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتلایا جاتا ہے جن کے متعلق کفار مکہ نعوذ باللہ' نعوذ باللہ کبھی آپ کو دعوے نبوت میں دیوانہ کہتے' کبھی آپ کی قیامت و آخرت کے متعلق باتوں کو جھوٹ اور غلط بتاتے۔ کبھی یہ الزام لگاتے کہ آپ جس کو وحی الٰہی کہتے ہیں وہ کسی ناپاک روح یا شیطان کے اثر سے ہے۔ کبھی آپ پر غیب کی خبریں سن کر کاہن ہونے کا الزام رکھتے۔ حق تعالیٰ ان تمام الزامات کے رد میں کفار مکہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ رسول عربی دعوے رسالت سے پہلے چالیس سال تک تمہارے درمیان رہے اور تم ان کے ساتھ رہے۔ اتنی طویل مدت تک ان کے تمام کھلے چھپے احوال کا تجربہ کیا کبھی ایک مرتبہ بھی ان کے جھوٹ فریب یا دیوانہ پن کی کوئی بات تم نے نہ دیکھی اور ہمیشہ ان کے صدق و امانت اور عقل و دانائی کے معترف رہے۔ کیا یہ وہی تمہارے رفیق نہیں ہیں جن کے تمام احوال کا تم پہلے سے تجربہ رکھتے ہو۔ اب بلا وجہ انہیں جھوٹا یا دیوانہ کیسے کہہ سکتے ہو۔ اس کے بعد ان منکرین کو یہ شبہ بھی تھا کہ مان لیا کہ آپ سچے بھی ہیں دیوانہ بھی نہیں۔ مگر ممکن ہے کہ جبرئیل فرشتہ سے آپ نے یہ کلام سنا نہ ہو اور جبرئیل کو دیکھا بھی نہ ہو۔ کوئی اور شیطان ان سے آ کر کہہ جاتا ہو اور وہ اس کو جبرئیل علیہ السلام سمجھتے ہوں اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ کو یعنی جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شاید دیکھنے یا پہچاننے میں کچھ اشتباہ ہو گیا ہو گا۔ وہ ان کو اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔ سورۂ نجم ۲۷ویں پارہ میں بھی فرمایا گیا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افق اعلیٰ پر دیکھا یعنی آسمان کے بلند کنارہ پر اور یہاں افق مبین پر دیکھنا فرمایا یعنی آسمان کے صاف کنارہ پر۔ دونوں سے مراد ایک ہی ہے۔ الحاصل جب آپ پر حقیقت جبرئیلیہ منکشف ہو گئی اور کئی بار عالم شہود میں بھی آپ ان کو دیکھ چکے اور شب معراج میں بھی دیکھ چکے تو اب اشتباہ شبہ پیدا کرنا محض غلط اور احمق پن ہے۔

منکرین کے شبہات کا رد

اب ایک شبہ منکرین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ باقی رہ جاتا تھا کہ ممکن ہے یہ کاہن ہوں۔ عرب میں کاہن بھی غیب کی اور مخفی باتیں جنات سے سن کر بیان کیا کرتے تھے۔ اس الزام کو بھی رد فرمایا جاتا ہے اور اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یعنی یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کی مخفی اور غیب کی خبریں جو وحی سے بتلائی جاتی ہیں دیتے ہیں۔ ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے۔ یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے۔ یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے یا قیامت و آخرت کے احوال سے۔ اور ان چیزوں کے بتلانے میں نہ بخل کرتے ہیں نہ اجرت مانگتے ہیں۔ نہ نذرانہ اور بخشش طلب کرتے ہیں جیسا کہ کاہنوں کی عادت تھی کہ رقم لے کر کوئی بات بتلاتے تھے اور وہ بھی ایک جزئی اور نامکمل بات جس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے اور اس میں بھی اس قدر بخیل کہ بغیر نذرانہ یا مٹھائی کے وصول کئے ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالتے۔ پھر کاہن کا لقب آپ پر کیسے چسپاں ہو سکتا

ہے۔کہاں پیغمبر کی سیرت اور کہاں کاہنوں کی پوزیشن۔

آخیر میں وَمَاهُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ فرما کر اس بحث کو ختم فرمایا جاتا ہے یعنی یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے جیسا کہ یہ منکرین خیال کرتے ہیں۔بھلا شیطان مردود ایسی نیکی اور پرہیز گاری کیوں سکھلانے لگا جس میں سراسر بنی آدم کا فائدہ ہو اور خود اس ملعون کی قباحت و مذمت ہو۔تم خود اس کلام میں غور کرو۔

قرآن مکمل دستور العمل

آخیر میں منکرین نبوت اور منکرین قرآن کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب تمہارے الزامات سب غلط ثابت ہوئے تو بجز صدق وحق کے اور کیا باقی رہا پھر اس روشن اور صاف راستہ کو چھوڑ کر کدھر بہکے چلے جارہے ہو کہ آپ کی نبوت کے منکر ہو رہے ہو اور قرآن کی حقانیت سے انحراف کر رہے ہو۔اگر تم اس قرآن کے مضامین اور ہدایت پر غور کرو تو اس کے سوا کچھ نہ نکلے گا کہ یہ سارے جہان کے لئے ایک سچا نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے۔جس سے انسانوں کی دارین کی صلاح وفلاح وابستہ ہے۔بالخصوص ان کے لئے جو سیدھا چلنا چاہیں۔ہدایت اور روشنی کے طالب ہوں اور ضد وعناد اور کج روی اختیار نہ کریں۔کیونکہ ایسے ہی لوگ اس نصیحت نامہ سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

توفیق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملتی ہے

سورۃ کے اخیر میں وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فرما کر اس حقیقت کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ بندہ کا ارادہ مطلق العنان اور مستقل بالذات نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت اور تابع ہوتا ہے یعنی فی نفسہ تو قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الٰہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے اور بعض کے لئے کسی حکمت سے متعلق نہیں ہوتی۔تو جس کے لئے ہدایت اور سدھرنے کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں تو وہی اپنے سدھرنے کا بھی ارادہ کر سکتا ہے۔یہ توفیق اس کی طرف سے ہے۔انسان بہرحال قضاء وقدر کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے لیکن صرف بات اتنی ہے کہ جو کچھ قضا وقدر اس سے کراتی ہے وہ اس انسان کے ارادہ اور اختیار سے کراتی ہے اور اسی ارادہ اور اختیار کے سبب بندہ ثواب وعقاب اور مدح وذم اور جزاء وسزا کا مستحق ہوتا ہے۔

خلاصہ

اس سورت کے دو حصے ہیں' پہلے حصے میں جو کہ ۱۴ آیات پر مشتمل ہے اس ہولناک کائناتی انقلاب کا ذکر ہے جسکے اثرات سے کائنات کی کوئی چیز بھی محفوظ نہیں رہے گی' سب کچھ بدل جائے گا' یہ سورج اور ستارے' پہاڑ اور سمندر ریت کے گھروندے ثابت ہوں گے اس دن ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے اور اپنے دامن میں کیا لے کر آیا ہے' گناہ یا نیکیاں یا گناہ ہی گناہ اللہ کی پناہ!

دوسرے حصے میں جو کہ ۱۵ آیات پر مشتمل ہے' باری تعالیٰ نے تین قسمیں کھا کر قرآن کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و صداقت کو بیان فرمایا ہے اور ان دیوانوں کو بڑی محبت سے سمجھایا ہے جو اللہ کے نبی کو معاذ اللہ ''دیوانہ'' قرار دیتے تھے' فرمایا گیا ''تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے'' وہ تو بندوں تک اللہ کا کلام پہنچانے والا سچا نبی ہے۔سورۃ اعراف اور سورۃ سبا میں بھی یہی بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ تم غور وفکر کرو گے تو تمہارے ضمیر کا یہی فیصلہ ہوگا کہ تمہارے سامنے شب و روز گزارنے والا یہ عظیم انسان دیوانہ نہیں یہ تو دیوانوں کو فرزانگی سکھانے کیلئے آیا ہے اور قرآن کے بارے میں فرمایا کہ ''شیطان مردود کا کلام نہیں ہے یہ تو اہل جہاں کیلئے نصیحت ہے مگر اس کیلئے جو سیدھی راہ پر چلنا چاہے اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک کہ رب العلمین نہ چاہے''۔

سورۃ التکویر کے خواص

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو سورۃ التکویر پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھیں گے۔

۲- جو آدمی بارش برستے وقت سورۃ التکویر پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۳- جو آدمی عرق گلاب پر سورۃ التکویر پڑھے اور اس عرق کو اپنی آنکھوں پر لگائے تو اس کی نظر تیز ہوگی اور آنکھوں کی صحت برقرار رہے گی۔

۴- ایسا گھر جس میں جادو کیا گیا ہو اور معلوم نہ ہو کہ جادو کی چیزیں کہاں دفن ہیں تو اس گھر میں سورۃ التکویر پڑھنے سے اللہ تعالیٰ وہ جگہ ذہن میں ڈال دیں گے اور وہ اثر ختم ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھِیَ تِسْعَ عَشْرَۃَ اٰیَۃً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ

جب آسمان پھٹ جاوے گا اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے جب سب سمندر بہہ پڑیں گے اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی

بُعْثِرَتْ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ؕ﴿۵﴾

ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا۔

اِذَا جب	السَّمَآءُ آسمان	انْفَطَرَتْ پھٹ جائے	وَاِذَا اور جب	الْكَوَاكِبُ ستارے	انْتَثَرَتْ جھڑ پڑیں	وَاِذَا اور جب	الْبِحَارُ سمندر	فُجِّرَتْ اُبل پڑیں	
وَاِذَا اور جب	الْقُبُوْرُ قبریں	بُعْثِرَتْ کریدی جائیں	عَلِمَتْ جان لے	نَفْسٌ ہر شخص	مَا کیا	قَدَّمَتْ اس نے آگے بھیجا؟	وَاَخَّرَتْ اور پیچھے چھوڑا		

سورۃ کی وجہ تسمیہ، مرکزی مضمون

اس سورۃ کی ابتداء ہی اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ سے ہوئی ہے یعنی جب آسمان پھٹ جاوے گا۔ انفطار پھٹ جانے کو کہتے ہیں۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے اور مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔

اس سورۃ کا بھی مرکزی مضمون مثل گذشتہ سورۂ تکویر کے قیامت و آخرت اور وہاں کی جزا و سزا ہی سے متعلق ہے اور یہ سورۃ بھی ان چند سورتوں میں سے ایک ہے جن میں قیامت میں پیش آنے والے حالات کا ایسا منظر پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا اگر غور کرے تو اسے ایسا محسوس ہوگا گویا وہ قیامت کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

اس دنیا میں انسان کی اصلاح کیلئے قیامت و آخرت پر ایمان لانے کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے اسی لئے قرآن کریم کثرت سے قیامت و آخرت کا ذکر کرتا ہے۔ تاکہ اس حقیقت کا یقین انسان کو پورا پورا آ جائے اس دن انسان نے زندگی میں جو کچھ کیا ہوگا اچھے برے اعمال سب اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور انہی کی جزا یا سزا اسے ملے گی۔ یہاں اس سورۃ میں بھی پہلے قیامت کے بعض حالات کی طرف اشارہ ہے اور پھر جتلایا گیا ہے کہ یہی وہ دن ہوگا جب ہر شخص کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں اس نے جو کچھ کیا تھا اس کا کیا انجام ہوا۔ پھر انسان کی غفلت پر اس کو تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ دنیا میں آپ ہی آپ نہیں آ گیا ہے بلکہ اس کا ایک پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہی اس کی پرورش کرتا ہے اور اس کے فرشتے اس کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں اور اس کی زندگی کے ہر قول و فعل کا ایک تفصیلی ریکارڈ تیار کر رہے ہیں جو قیامت کے دن جانچا جائے گا اگر اس کے اعمال نامہ میں ایمان اور عمل صالح موجود ہے تو اس کا شمار نیکوں میں ہوگا اور وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ جہاں وہ ہمیشہ آرام و آسائش کے ساتھ رہے گا اور جو ایمان اور عمل صالح سے خالی ہوں گے اور اپنے رب کی نافرمانی اور سرکشی میں زندگی گزاری ہوگی وہ بدکار شمار ہوں گے۔ اور جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ طرح طرح کے عذاب جھیلتے رہیں گے۔ اس وقت ہر ایک کا فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہوگا اور وہاں صرف اللہ ہی کا حکم چلے گا۔

جب نقشہ بدل جائیگا

ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ جب آسمان پھٹ جائے گا آسمان کے پھٹنے کا مضمون قرآن پاک کی متعدد آیات میں آیا ہے۔ یہاں اس سورۃ میں ارشاد ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جب کہ آسمان پھٹ جائے گا۔

۲۹ ویں پارہ سورۂ مزمل میں فرمایا السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ جس میں آسمان پھٹ جائے گا۔ ۲۷ ویں پارہ سورۂ رحمٰن میں فرمایا مقصد بیان یہ ہے کہ ایک روز ایسا آنے والا ہے کہ کائنات کا یہ نظم جو آج ہم دیکھ رہے ہیں یہ ختم

ہونے والا ہے۔ جب آسمان پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے گا تو یہ زمین بھی فنا اور ختم ہو جائے گی اور پورا نظام فلکی درہم برہم ہو جائے گا جیسا آگے فرمایا۔ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ اور جب ستارے ٹوٹ کر جھڑ پڑیں گے۔ یعنی یہ سارا نظم جو ستاروں کا آج ہماری نظروں کے سامنے ہے سب ٹوٹ کر ختم ہو جائے گا۔ گویا اتنا بڑا انقلاب ہوگا جو کائنات کے پورے نظام کو الٹ پلٹ کر رکھ دے گا۔ اور اس انقلاب کا زمین پر بھی زبردست اثر پڑے گا۔ سمندروں کی شکل بھی جو اس وقت زمین کے تین حصہ پر حاوی ہے اور ایک چوتھائی حصہ کے قریب کھلا ہوا ہے جس میں تمام ممالک، جنگل، پہاڑ، میدان بیابان ریگستان وغیرہ واقع ہیں اس وقت بدل جائے گی۔ جیسا کہ فرمایا وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ اور جب سمندر بہہ نکلیں گے۔ یعنی جو ان کی حدود قائم ہیں اور ان کے مختلف حصے ایک دوسرے سے الگ ہیں سب گڈمڈ ہو جائیں گے۔ اور رل مل جائیں گے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ زمین کی خشکی پر جو زندگی کا ایک نقشہ قائم ہے وہ سب بگڑ جائے گا۔ اور کوئی باقی نہ رہے گا۔ اسی کا نام قیامت ہے اور جیسا کہ دوسرے مقامات پر بتایا گیا یہ کیفیت پہلا صور پھونکنے کے بعد پیدا ہو جائے گی۔ اور زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہے گا یہ گویا قیامت کی پہلی منزل ہوگی کہ سب کچھ درہم برہم ہو کر فنا ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس کی دوسری منزل آئے گی اور پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اس وقت تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ میں اسی طرف اشارہ ہے یعنی جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

سب اپنے اعمال دیکھ لیں گے

ان قبروں سے مردے نکل کھڑے ہوں گے اور سب ایک میدان میں جمع کر دیئے جائیں گے اور یہی حشر کا میدان ہوگا۔ یہاں ہر شخص کے سامنے اس کی زندگی کے سارے کارنامے لائے جائیں گے اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ اس نے دنیا میں جو کچھ کیا تھا اس کا انجام کیا ہوا۔ اسی کی طرف عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا اور وہاں ان اعمال کا نتیجہ دیکھے گا کہ دنیا کی زندگی میں جو اچھے کام کئے تھے ان کا اسے کیا پھل ملا اور دنیا میں جو برائیاں کی تھیں ان کی وجہ سے اسے کیا عذاب دیکھنا پڑا۔

دعا کیجئے:

یَااللہ اس وقت امت مسلمہ میں جو بدحالی اور بداعمالی پھیلتی جا رہی ہے اس کا سبب واحد یہی ہے کہ ہم آخرت کی۔ جزا و سزا کی طرف سے غافل ہو گئے۔

یَااللہ ہمیں موت سے پہلے پہلے آخرت کی تیاری کرنے اور اس کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

آمین

ان گناہوں کی بھی معافی چاہتا ہوں جن کی وجہ سے دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو گیا' روزی کی برکت اور خیر نہ رہی۔ ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَايُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ

اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔جس نے تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضا کو درست کیا پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا۔

اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝

جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا۔

يَايُّهَا اے	الْاِنْسَانُ انسان	مَا غَرَّكَ کس چیز نے تجھے دھوکہ دیا	بِرَبِّكَ اپنے رب سے	الْكَرِيْمِ کریم	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَكَ تجھے پیدا کیا	
فَسَوّٰىكَ پھر تجھے ٹھیک کیا	فَعَدَلَكَ پھر برابر کیا	فِيْٓ میں	اَيِّ صُوْرَةٍ جس صورت	مَا شَآءَ چاہا	رَكَّبَكَ تجھے جوڑ دیا		

اے انسان! تجھے کس چیز نے ورغلا رکھا ہے

گذشتہ آیات میں قیامت کے بعض واقعات بیان فرمائے گئے تھے۔انسانوں کو چاہیے تو یہ تھا کہ قیامت کے ان واقعات وحالات کو سن کر خواب غفلت سے بیدار ہوتے اور اپنے خالق و مالک کی نافرمانی سے بچتے اور اس کی اطاعت و بندگی بجالاتے۔

چہ جائیکہ قیامت و آخرت کا ہی انکار کرنا اور اس دن سے غفلت اور بے پروا ہو کر رہنا اور یہ سمجھ بیٹھنا کہ اس سے کوئی پوچھ کچھ نہ ہوگی اور نہ کسی حساب کتاب سے واسطہ پڑے گا۔

یہاں ان آیات میں ایسے انسان کی غفلت پر سخت تنبیہ کی جاتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے بعض احسانات کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ ایسے رب کریم اور منعم ومحسن کے احسان وانعام کی قدر وشکر گزاری کی بجائے انسان ایسا ناشکرا ہے کہ اپنے کریم رب سے غافل بلکہ اپنے محسن آقا سے تکبر اور غرور سے پیش آتا ہے۔

ان آیات میں حق تعالیٰ انسان کو خطاب فرما کر تنبیہ فرماتے ہیں کہ اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جو تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے؟ کیا وہ رب کریم اس کا حق دار تھا کہ تو اپنے جہل وحماقت سے اس کے حکم پر مغرور ہو کر اس کی نافرمانیاں کرتا رہے؟ اور اس کے لطف وکرم کا جواب ناشکری وسرکشی سے دے؟ اس کا کرم دیکھ کر تو اور زیادہ شرمانا اور اس حلیم کے غصہ سے بہت زیادہ ڈرنا چاہئے تھا نہ کہ اس کے ساتھ غرور اور تکبر برتنا بڑی محرومی کی بات ہے اور اس کی اس مہربانی سے کہ وہ نافرمانی پر فوراً سزا نہیں دیتا اور مہلت پر مہلت دیئے چلا جا رہا ہے دھوکہ میں رہنا۔

اللہ تعالیٰ کی کریمی

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ میں غرور کو رب اور پھر کریم کے ساتھ متعلق کرنے میں صاف اشارہ ہے کہ اپنے رب یعنی پرورش کرنے والے سے غرور انسانیت کا مقتضا نہیں جس کی طرف انسان کو حاجت پڑتی رہتی ہے اور پھر اس کی پرورش بھی کریمانہ ہو۔ ہر ہر بات میں اور قدم قدم پر کرم وفضل کرتا ہو۔ ایسا انسان جو ایسا احسان فراموش ہو انسان ہی نہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔اس کو اتنی عقل بھی نہیں کہ جس کا ہر محتاج ہو اسی سے بگاڑ لے اور اسی کے ساتھ غرور برتے اور اس کے آگے سر نیاز نہ جھکائے کیسی نالائقی ہے مگر لفظ کریم میں حق تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اے نالائق انسان تیری اکڑ فون کا سبب ہمارا کرم ہے۔ اگر فوراً سزا دے دیا کریں یا اپنے کرم کو باز رکھیں اور حاجت روائی نہ کریں تو آن کی آن میں سارا غرور خاک میں مل جائے۔

خداوند قدس کا کرم بالائے کرم

آگے حق تعالیٰ اپنے رب کریم ہونے کی تفصیل سناتے ہیں تاکہ اس مغرور انسان کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہو کہ میں کس کے ساتھ غرور کر رہا ہوں اور کس رب کریم کی نافرمانی اور کس محسن آقا و مالک کے حکم کی خلاف ورزی پر جرأت کر رہا ہوں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَکَ وہ کہ جس نے اے انسان تجھے پیدا کیا۔ عدم سے تیری ہستی کو وجود میں لایا۔ ایک وقت تھا کہ تیرا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا پھر تیری پیدائش کی ابتدا ہوئی اور کس طرح ہوئی؟ کہ اس میں نہ تیرے یا کسی اور کے ارادہ کو دخل تھا نہ کسی اور کے فیصلہ اور منصوبے کا ہاتھ تھا۔ نہ تیری طرف سے کوئی سوال' دعا اور طلب تھی۔ اس کریم نے محض اپنے کرم سے تجھ کو پیدا کیا۔ پھر پیدا بھی یونہی بیڈول نہیں کر دیا بلکہ فَسَوّٰکَ تیرے اعضاء کو درست کیا اور اعضاء جسم میں تناسب رکھا اور تیرے بدن کو ٹھیک بنایا۔ اور سب جوڑ بند برابر مناسبت سے پیدا کئے کہ کان کی جگہ کان' آنکھ کی جگہ آنکھ' ناک کی جگہ ناک رکھی۔ پھر ہاتھ برابر ہاتھ کے اور پاؤں برابر پاؤں کے۔ اور کان برابر کان کے اور آنکھ برابر آنکھ کے۔ غرض کہ یہ اسی کا کرم ہے کہ ایک قطرۂ ناپاک سے تجھ کو ایسا سڈول خوبصورت اور کارآمد بنا کر پیدا کیا۔

آگے فرمایا فَعَدَلَکَ یعنی اے انسان پھر اس پیدائش میں تجھ کو اعتدال پر بنایا یعنی تیرے قویٰ اور مزاج میں گرمی سردی خشکی تری کو مناسب اعتدال کے ساتھ رکھا۔ جس عضو میں جس قدر گرمی درکار تھی اتنی ہی عطا کی۔ اور جس عضو کو جس قدر رطوبت درکار تھی اتنی ہی عطا فرمائی۔ پھر ہر ایک عضو میں مناسبت سے قوت ودیعت کی گئی۔

انسان...خدائی کاریگری کا مظہر

پھر آگے فرمایا جاتا ہے۔ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ پھر جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا۔ خواہ مرد کی خواہ عورت کی۔ پھر ان میں بھی ایک خاص نقشہ صورت' شکل' رنگ' روپ کا عنایت کیا۔ اے مغرور انسان! ان میں سے کوئی بات بھی تیرے اپنے اختیار کی نہیں۔ نہ تیرے سوال اور درخواست پر عطا ہوئی۔ یہ محض اسی کا کرم ہے کہ تجھ کو ایسی شکل وصورت اور حسن و جمال عطا کیا ورنہ اگر وہ چاہتا تو تجھے دوسری گھٹیا مخلوقات کی شکل وصورت میں ڈال دیتا اور دنیا میں اس کی مثالیں دیکھنے میں بھی آئی ہیں کہ ماں کے پیٹ سے بندر اور سانپ کے بچہ پیدا ہوئے تو باوجود اس قدرت کے محض اپنے فضل وارادہ سے انسانی صورت میں رکھا۔ یہ اس کا کتنا بڑا کرم واحسان ہے۔ تو جس خدا کی یہ قدرت ہو اور جس محسن کے یہ احسانات ہوں اور جس منعم کے یہ انعامات ہوں کیا اس کے ساتھ انسان کو یہی معاملہ کرنا چاہئے کہ اسی کی نافرمانی کرے اسی سے سرکشی کرے اسی کی ناشکری کرے اور اسی کے جزاء وسزا کا انکار کرے اور بے لگام ہو کر حصول لذات وشہوات میں غرق رہے اور جانے کہ بس میں اس دنیا میں مزے اڑانے ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ نہ مر کر پھر جینا ہے نہ حساب ہے نہ کتاب ہے نہ اعمال کی جزا ہے نہ سزا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا پھر بھی یہ انتہائی کرم ہے کہ اس نے انسان کو یونہی اندھیرے میں نہیں چھوڑ رکھا بلکہ اس نے اپنے رسول اور اپنی کتاب بھیج کر صحیح صحیح صورتحال انسان کے سامنے رکھ دی اور ہر طرح اسے سمجھا دیا کہ یہ حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند نہ کرے۔ اور غفلت کا شکار نہ ہو۔

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ آج اس زندگی میں ہم کو توفیق عطا فرما دیجئے کہ ہم آپ کی مرضی اور احکام پر چلنے والے ہوں اور اپنی خواہشات کے غلام نہ ہوں۔ نفس اور شیطان کے دھوکہ سے حق تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں اور دنیا میں ہر ظاہری وباطنی نعمت جو حق تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے وہ اے رب کریم آپ کو راضی کرنے میں ہم دل وجان سے لگانے والے ہوں۔ آمین۔

یَا اَللّٰہُ جن گناہوں کے سبب لاغری آتی ہے اور نقاہت چھا جاتی ہے بروز قیامت حسرت وندامت ہو گی ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ

ہرگز نہیں بلکہ تم جزا وسزا کو جھٹلاتے ہو۔اور تم پر یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں۔جو تمہارے سب افعال کو

مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝

جانتے ہیں نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے۔اور بدکار بے شک دوزخ میں ہوں گے۔روز جزا کو اس میں داخل ہوں گے

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ

اور اس سے باہر نہ ہوں گے۔اور تمہیں کچھ خبر ہے کہ وہ روزِ جزا کیسا ہے پھر تمہیں کچھ خبر ہے کہ وہ روزِ جزا کیسا ہے۔وہ ایسا دن ہے

لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝

جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کیلئے کچھ بس نہ چلے گا۔اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔

كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	تُكَذِّبُوْنَ تم جھٹلاتے ہو	بِالدِّيْنِ جزا وسزا کا دن	وَاِنَّ اور بیشک	عَلَيْكُمْ تم پر	لَحٰفِظِيْنَ نگہبان	
كِرَامًا عزت والے	كَاتِبِيْنَ لکھنے والے	يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں	مَا تَفْعَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	اِنَّ بیشک	الْاَبْرَارَ نیک لوگ	لَفِيْ میں	
نَعِيْمٍ جنت	وَاِنَّ اور بیشک	الْفُجَّارَ گنہگار	لَفِيْ میں	جَحِيْمٍ جہنم	يَصْلَوْنَهَا ڈالے جائیں گے اس میں	يَوْمَ الدِّيْنِ روز جزاوسزا	
وَمَا هُمْ اور وہ نہیں	عَنْهَا اس سے	بِغَآئِبِيْنَ غائب	وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تمہیں کیا خبر	مَا کیا	يَوْمُ الدِّيْنِ روزِ جزا وسزا	ثُمَّ پھر	مَا کیا
اَدْرٰىكَ تمہیں خبر	مَا کیا	يَوْمُ الدِّيْنِ روز جزاوسزا	يَوْمَ جس دن	لَا تَمْلِكُ مالک نہ ہوگا	نَفْسٌ کوئی شخص	لِنَفْسٍ کسی شخص کیلئے	شَيْئًا کچھ
وَالْاَمْرُ اور حکم	يَوْمَئِذٍ اس دن	لِلّٰهِ اللہ کیلئے					

تمہارے انکار کے باوجود

گذشتہ آیات میں غافل انسان کو اس کی غفلت پر تنبیہ کر کے بتلایا گیا تھا کہ عقل اور انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ محسن کے احسانات پر شکر گزاری اور اطاعت کی روش اختیار کی جائے لیکن بعض انسان ایسا ناشکرا ہے کہ وہ اپنے مالک و خالق کو بھولا ہوا ہے۔ایسے ہی ناشکرے انسانوں کو ان آیات میں خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے بنی آدم تم یوم آخرت کی جزاوسزا کا انکار کر رہے ہو اور شتر بے مہار کی طرح دنیا کے حصول لذات اور شہوات میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ بس ہم مزے اڑانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔نہ مر کر جینا ہے نہ حساب کتاب ہے نہ اعمال کی جزاوسزا ہے تو تمہارے بہکنے اور دھوکہ کھانے کی اور کوئی وجہ نہیں۔بات یہی ہے کہ تم انصاف اور فیصلہ کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہو کہ جو چاہیں دنیا میں کرتے رہیں کوئی حساب اور باز پرس نہیں۔یہاں جو کچھ عمل ہم کرتے ہیں کون ان کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا۔بس مر گئے سب قصہ ختم ہوا۔تو سمجھ لو کہ انسان یہاں دنیا میں جو کچھ کر رہا ہے اس سب کا ریکارڈ محفوظ رکھا جا رہا ہے۔اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خفیہ کارندے یعنی فرشتے تعینات ہیں جو ہر آن دنیا میں انسان کہیں ہو اس کی نگرانی کرتے رہتے ہیں اور جو کچھ یہ انسان کرتا یا کہتا ہے وہ سب نوٹ کر لیا جاتا ہے اور یہ لکھنے والے بڑے معتبر اور عزت والے ہیں اور امانت و دیانت والے ہیں وہ نہ اپنی طرف سے کچھ بڑھاتے ہیں نہ گھٹاتے ہیں جو کچھ ہوتا ہے وہی لکھتے ہیں اور انسان کا کوئی عمل ان سے پوشیدہ نہیں۔جب سب عمل ایک ایک کر کے اس اہتمام سے لکھے جا رہے ہیں تو کیا یہ سب دفتر یونہی بے کار چھوڑ دیا

جائے گا۔ ہرگز نہیں۔یقیناً ہر شخص کے اعمال آخرت میں اس کے سامنے آئیں گے اور اس کا اچھا یا برا انجام اسے چکھنا پڑے گا۔

یہی انصاف کا تقاضا ہے اور ایسا ہونا ہی چاہئے اور ایسا ضرور ہو گا۔اور اس کے لئے انتظامات ابھی سے کر لئے گئے ہیں۔

نیک و بد کا انجام

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس جزاوسزا کے لئے آخرت میں تمام انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ایک ابرار' دوسرے فجار' ابرار تو وہ کہ جنہوں نے دنیا میں اپنے خالق ورازق اور سچے آقا و مالک کو پہچانا۔اس کی اطاعت قبول کی۔اس کے احکام کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کی۔اور دنیا کی زندگی میں وہی کام کئے جو اللہ تعالیٰ کو پسند تھے۔فجار وہ جنہوں نے اس معبود حقیقی کے خلاف بغاوت وسرکشی کی اور اس کے احکام سے منہ موڑا اور اس دنیا میں یا تو اپنی خواہشات کے غلام بنے رہے یا دوسرے گمراہوں کی مرضی پر چلتے رہے۔یہ دونوں گروہ آخرت میں الگ الگ انجام سے دوچار ہوں گے۔جیسا کہ فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ بلاشبہ ابرار یعنی نیک لوگ بہشت کی نعمتوں میں ہوں گے اور فجار یعنی بدکار و نافرمان کافر یقیناً جہنم میں ہوں گے۔پہلا گروہ یعنی ابرار جنت کی نعمتوں میں ہوگا اور جنت سے زیادہ اور کیا نعمت ہے جہاں کھانے اور پینے اور مکان ولباس اور عیش و آرام اور چین و راحت اور تمام لذائذ کے سب دل پسند سامان موجود ہیں اور اس پر حیات ابدی بھی ہے اور اس پر کوئی مرض و غم' موت' بڑھاپا' وغیرہ بھی نہیں اور سب سے بڑھ کر وہاں دیدار الٰہی بھی ہے جو جنت کی تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے یہ تو ٹھکانا اور انجام کار ابرار یعنی نیکوں کا ہوگا اور دوسرا گروہ فجار یعنی بدکار جو ایمان و عمل صالح دونوں نہیں رکھتے یا ان دونوں میں سے ایک نہیں رکھتے۔اگر ایمان نہیں تو بھی فاجر اور ایمان ہے مگر عمل صالح نہیں بلکہ گناہوں پر اصرار چوری' زنا' شراب خواری' سود خواری' ترک صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ ظلم و دغا دھوکہ اور فریب' ناچ' رنگ گانے بجانے میں مبتلا رہا تو بھی فاجر ہے۔مگر اس درجہ کا نہیں کہ جس کے اندر ایمان ہی نہیں۔کیوں کہ یہ کیسا ہی گنہگار سہی مگر ایمان کی بدولت آخر کار کبھی نہ کبھی اس کی نجات ہے اور جہنم سے چھٹکارا پا کر جنت میں پہنچ جائے گا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ انسانوں کی یہ تقسیم قیامت کے دن ہوگی اور وہ دن بدلہ کا دن ہوگا۔ہر شخص کی کمائی اس کے سامنے ہوگی اور انصاف کے ساتھ یہ طے کر دیا جائے گا کہ کون کس بات کا مستحق ہے اور اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔

کوئی بچ نہ سکے گا

پھر وہ وہاں سے کسی طرح بھاگ نہ سکیں گے نہ ان کے بس میں ہوگا کہ وہاں سے چھٹکارا پا کر کہیں اور نکل جائیں۔یہاں آیت میں فجار کے بارہ میں جو یہ فرمایا گیا وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ اور وہ اس جہنم سے غائب بھی نہ ہو سکیں گے۔یعنی جس طرح دنیا کے جیل خانہ سے حیلہ بہانہ سے یا بھاگ کر قید خانہ سے نکل جاتے ہیں۔یا قید خانہ کے حکام کو رشوت دے کر یا خوشامد ومنت کر کے بچ جاتے ہیں۔یا قید خانہ سے خلاصی کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ مجرم قیدی مر جائے اور مر کر چھوٹ جائے اور یا کسی تدبیر سے قید خانہ کی دیوار وغیرہ پھاند کر نکل بھاگے۔یا نگہبانوں سے چھپ کر یا زبردستی کر کے نکل جائے تو یہ کوئی صورت بھی وہاں نہ ہوگی۔ان سب باتوں کی نفی ایک جملہ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ میں فرما دی۔

روز جزاء کیا ہے؟

اس کے بعد اس روز جزاوسزا کی شدت کے اظہار کے لئے حق تعالیٰ خود ہی پوچھتے ہیں

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ

کہ اے انسان تو کیا جانے کہ کیا ہے جزا کا دن اور تمہیں کیا معلوم وہ جزا کا دن کیا ہے۔یعنی تم کتنا ہی سوچو اور غور کرو پھر بھی اس ہولناک دن کی پوری کیفیت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔بس مختصراً اتنا سمجھ لو۔ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ کہ اس دن جتنے رشتے ناطے اور دوستی آشنائی کے تعلق ہیں سب نیست و نابود ہو جائیں گے

سب نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ کوئی کسی کے لئے کچھ بھی اختیار نہ رکھے گا۔ اس دن حکم صرف اللہ ہی کا ہوگا اور کوئی بغیر حکم مالک الملک ذوالجلال والاکرام کے کسی کی سفارش نہ کر سکے گا۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف دم نہ مار سکے گا اور لب نہ ہلا سکے گا۔

خلاصہ

اس سورت میں پہلے تو ان تبدیلیوں کا ذکر ہے جو وقوع قیامت کے وقت نظام کائنات میں رونما ہوں گی پھر محبت آمیز انداز میں انسان سے شکوہ کیا گیا ہے کہ اے انسان تجھے آخر کس چیز نے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟ کہ اس کے احسانات کو بھلا کر تو معصیت اور ناشکرا پن پر اتر آیا ہے' اصل بات یہ ہے کہ تمہیں جزاء کے دن کا یقین نہیں ہے' حالانکہ وہ تو آ کر رہے گا اور کراماً کاتبین تمہاری زندگی کا کچا چٹھا تمہارے سامنے پیش کر دیں گے پھر تمہیں ابرار اور فجار دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا' ابرار' نعمتوں کی جگہ یعنی جنت میں جائیں گے اور فجار' عذاب کی جگہ یعنی دوزخ میں ہوں گے۔

سورۃ الانفطار کے خواص

۱...... قیدی اگر اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے تو اسے قید سے رہائی مل جائے گی۔

۲...... اگر کسی کو بخار ہو تو وہ پانی پر اس آیت کو پڑھ کر دم کرے اور اسی پانی سے غسل کر لے تو بخار جاتا رہے گا۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ...... مَا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ

اگر دشمن کو خوف زدہ کر کے بھگانا ہو تو مینڈھے کے چمڑے کا ایک ٹکڑا لے اور ایک ٹکڑا بوڑھی عورت کے کپڑے سے لے اور اس چمڑے اور کپڑے پر سو مرتبہ پڑھے اور ساتھ ہی ہر دفعہ دشمن کا نام اور اس کی ماں کا نام بھی لے۔

پھر چمڑے کو دشمن کے دروازے کی چوکھٹ کے نیچے دفن کرے اور کپڑے کو اس کے دروازے کے اوپر دفن کرے تو دشمن اس کا مقابلہ چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ اپنے ابرار بندوں کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمایئے اور انہی کے ساتھ اپنی جنت میں ہمارا ابدی ٹھکانا بنایئے۔

یَااَللّٰہُ اس وقت عالم اسلام کو جس بدحالی سے واسطہ پڑ رہا ہے یہ ہمارے ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے اور اس کا علاج بجز آپ کی طرف جھکنے کے اور کچھ نہیں۔

یَااَللّٰہُ ہم آپ ہی کے کرم و رحم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی سے توفیق حسن و ہدایت کے طالب ہیں۔

یا اللہ! امت مسلمہ پر رحم فرما دے اور دشمنان دین اسلام کے تسلط سے عالم اسلام کو بچا لے۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ بہت سے گناہ اس طرح کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ آپ کے سامنے ہوں مگر خیال کیا توبہ کر لوں گا' معافی چاہ لوں گا۔ الہ العالمین! گناہ کر لیا اور نفس و شیطان نے توبہ و استغفار سے باز رکھا' گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا رہا۔ الٰہی! میری اس جرأت پر نظر نہ فرمانا' اپنی شان کریمی کے صدقے مجھے معاف فرما دے میں توبہ کرتا ہوں' معافی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف کر دے۔ آپ کے سوا اور کون معاف کرنے والا ہے۔

یَااَللّٰہُ ایسا بھی ہوا کہ گناہ کر کے میں نے آپ سے حسن ظن رکھا کہ آپ عذاب نہ دیں گے آپ معاف کر دیں گے اس وقت میرے نفس نے یہی پٹی پڑھائی کہ اللہ کا کرم و رحمت تو بہت وسیع ہے اور آپ پردہ ڈالتے رہے بس میں سمجھا کہ جب وہ پردہ پوشی فرما رہے ہیں تو عذاب بھی نہ دیں گے۔ بس اسی خیال میں آ کر بہت سے گناہ کر لئے' اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْنَ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَھِیَ سِتٌّ وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۖ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ کہ جب لوگوں سے ناپ کرلیں پورا لے لیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔

یُخْسِرُوْنَ ۗ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۙ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے۔ جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

وَیْلٌ خرابی	لِّلْمُطَفِّفِیْنَ کمی کرنیوالوں کیلئے	الَّذِیْنَ وہ جو کہ	اِذَا اکْتَالُوْا جب ماپ کرلیں	عَلَی پر	النَّاسِ لوگ	یَسْتَوْفُوْنَ پورا بھرلیں	وَاِذَا اور جب	
کَالُوْا ماپ کردیں	ھُمْ وہ	اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یا تول کردیں	یُخْسِرُوْنَ گھٹا کردیں	اَلَا کیا نہیں	یَظُنُّ خیال کرتے	اُولٰٓئِکَ یہ لوگ	اَنَّھُمْ کہ وہ	
مَّبْعُوْثُوْنَ اٹھائے جانے والے ہیں	لِیَوْمٍ ایک دن	عَظِیْمٍ بڑا	یَوْمَ دن	یَقُوْمُ کھڑے ہونگے	النَّاسُ لوگ	لِرَبِّ رب کے سامنے	الْعٰلَمِیْنَ تمام جہان	

وجہ تسمیہ اور نزول کا زمانہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ سے ہوئی ہے یعنی بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ مطففین کے معنی ہیں ناپ تول میں کمی کرنے والے۔ اسی نسبت سے اس کا نام المطففین یا تطفیف رکھا گیا ہے۔ اس سورۃ کے زمانہ نزول میں اختلاف ہے بعض نے اس کو مکی سورۃ کہا ہے اور بعض نے مدنی، لیکن اکثر محققین ومفسرین کے نزدیک یہ مکی سورۃ ہے اور وجہ اختلاف یہ لکھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ مدینہ کے لوگ لین دین کے معاملات کے پیمانہ اور تول میں کمی بیشی کرتے ہیں تو سب سے اول جو آپ نے ایک مجلس میں ان کو قرآن سنایا تو اہل مدینہ کے حسب حال یہی سورۃ سنائی جس میں پیمانہ اور تول میں کمی کرنے کی سخت برائی فرمائی گئی ہے۔ اس سبب سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی ہے مگر سبحان اللہ کیا وعظ تھا کہ اس روز کے بعد سے اہل مدینہ سے بڑھ کر پورا تولنے اور پیمانہ بھرنے میں کوئی نہ تھا۔ ان آیات کو سنتے ہی یک لخت سب نے یہ کام چھوڑ دیا۔ ایک روایت نزول کے متعلق یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما رہے تھے تو راستہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی جب کہ بعض نے اسے خالص مکی دور کی سورۃ کہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سورۃ کا موضوع

اس سورۃ کا خاص مضمون بھی قیامت اور آخرت کا یقین اور وہاں کی جزا وسزا۔ بعض اعمال وحقوق العباد جو مقام کے مناسب تھے وہ بیان فرما کر بتلایا گیا کہ جو لوگ حقوق العباد تلف کرتے ہیں ان کے لئے سخت سزا ہے کیونکہ حقوق العباد کے متعلق زیادہ باز پرس ہوگی۔

دوسروں کی حق تلفی کرنے کی سزا

اب آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اسلام دنیا میں جس قسم کے انسان بنانا چاہتا ہے اس کے لئے وہ دو بنیادیں فراہم کرتا ہے ان میں سے ایک کا تعلق خالق سے ہے اور دوسری کا تعلق مخلوق سے ہے۔ جو شخص خالق کے حقوق پہچانے اور ان کے تقاضے پورے کرے اور جو مخلوق کے ساتھ اپنے معاملات کو درست کرے اور بندوں کے حقوق کی حفاظت کرے اسلام کی نظر میں وہی کامیاب ہے۔ اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں بندوں ہی کے حقوق کی حفاظت اور لین دین میں انصاف کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ حقوق العباد میں دیدہ ودانستہ کمی زیادتی کرنا خصوصاً

لین دین میں زیادہ لینا اور کم دینا تول یا پیمانہ کے ذریعہ سے اس کو عربی میں تطفیف اور اس امر کے مرتکب کو مطفف کہتے ہیں۔ تو سورۃ کی ابتداء وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ سے فرمائی گئی۔ یعنی ناپ تول میں کمی کرنے والے اور حقوق العباد تلف کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے چونکہ لفظ تطفیف کے لغوی معنی ناپ تول اور پیمائش و وزن میں خیانت و کمی کرنے کے ہیں اس لئے اکثر مفسرین نے یہاں معاملات کی عام خرابی کی طرف اشارہ کر کے اسی خصوصیت کو ظاہر کیا ہے لیکن بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ تطفیف وسیع المعنیٰ ہے۔ پیمائش اور تول کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیانت کرنے والے۔

جو لوگ مطفف ہیں اور ان سب کے لئے ویل یعنی خرابی ہے اور یہ خرابی دنیا کی بھی ہے اور آخرت کی بھی۔ دنیاوی خرابی یہ کہ مطفف کا لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہونا اس کے کاموں میں برکت نہ ہونا۔ مرض و وباء و دیگر دنیا کے شدائد و مصائب میں مبتلا ہونا۔ دنیا کی خرابیوں کی بابت حدیث میں ارشاد ہے کہ جس قوم میں خیانت کا غلبہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف ڈال دیں گے اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہوگی اس قوم میں اموات کی کثرت ہوگی اور جو جماعت ناپ تول میں کمی کرے گی اس کی روزی میں کمی ہوگی اور جو جماعت حق کے خلاف فیصلہ کرے گی اس میں آپس میں قتل کی کثرت ہوگی۔ اور جو لوگ بدعہدی میں مبتلا ہوں گے ان پر اللہ جل شانہ کسی دشمن کو مسلط فرمائیں گے۔ اور آخرت کی خرابی تو ظاہر ہے اس لئے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضا یہ ہوگا کہ جس نے بھی جس کا حق مارا ہو وہ اسے دلا دیا جائے اور وہاں حقوق ادا کرنے کے لئے انسان کے پاس جو کچھ پونجی ہوگی وہ اس کی نیکیاں ہوں گی۔ اس وقت اس کا یہ قیمتی سرمایہ چھینا جائے گا اور اگر سرمایہ ناکافی ہوا تو پھر جس کا حق مارا ہوگا اس کی برائیاں اس پر لادی جائیں گی۔ اس وقت جب کہ انسان ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا اس سے بڑھ کر اور کیا خرابی اور بدنصیبی ہوگی۔ کہ اس وقت اس کی نیکیاں چھن جائیں اور اگر ان سے حقوق پورے نہ ہوں تو حق دار کی برائیاں اس پر لادی جائیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

حقوق تلف کرنے والوں کی حالت

آگے ایسے لوگوں کے بارہ میں فرمایا جاتا ہے کہ کیا ان کو گمان نہیں کہ قیامت کے دن حساب کے لئے ان کو اٹھایا جائے گا۔ یہاں آیت میں یقین کی بجائے ظن کو ذکر فرمایا گیا جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس کو یوم آخرت میں حساب فہی کا گمان بھی ہوگا وہ بھی ایسی حرکتیں نہیں کرے گا جو قیامت میں عذاب کا موجب ہوں۔ یقین رکھنے والا تو بدرجہ اولیٰ ایسی حرکتوں سے باز رہے گا۔

معلوم ہوا کہ معاملات میں خرابی اور لین دین میں بے انصافی کر کے دوسرے کے حقوق مار لینا یہ اس بات کی کھلی ہوئی پہچان ہے کہ یا تو اس شخص کو آخرت کی جواب دہی کا یقین ہی نہیں اور اسے یہ خیال ہی نہیں کہ ایک دن اللہ کے سامنے بھی حاضر ہونا ہے اور زندگی کے ایک ایک کام کی جواب دہی کرنا ہے یا پھر یہ عقیدہ اتنا کمزور ہے کہ زندگی پر عملاً اس کا کوئی اثر نہیں پڑ رہا۔ تو یہاں حق تعالیٰ ڈرا رہے ہیں کہ لوگوں کے حق مارنے والے کیا قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے جس دن یہ اس ذات پاک کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جس پر نہ تو کوئی چھپی ہوئی بات پوشیدہ ہے نہ ظاہر بات اور وہ دن بھی نہایت ہولناک اور خطرناک ہوگا بڑی گھبراہٹ اور پریشانی والا دن ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ ایک یا دو نیزے کے برابر اونچا ہوگا اور سخت تیز ہوگا۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنے پسینے میں غرق ہوگا۔ بعض کے ایڑیوں تک پسینہ ہوگا بعض کے گھٹنوں تک۔ بعض کی کمر تک۔ بعض کو ان کا پسینہ لگام بنا ہوا ہوگا۔ العیاذ باللہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ

منقول ہے کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر نے اس سورۃ کو نماز میں شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے۔ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو کمال خوف سے رونے لگے یہاں تک کہ بے تاب ہو کر گر پڑے اور اس وقت کی نماز ادا نہ کر سکے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۝۷ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ

ہرگز نہیں بدکار لوگوں کا نامۂ اعمال سجین میں رہے گا۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامۂ اعمال کیا چیز ہے۔ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے۔ اس روز

لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُكَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝ وَمَا یُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝

جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ جو کہ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اسکو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا مجرم ہو۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا

جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے

كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ ۝

اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیے جاویں گے۔ پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

ثُمَّ یُقَالُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۷

پھر کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّ بیشک	كِتٰبَ اعمال نامہ	الْفُجَّارِ بدکار	لَفِیْ البتہ میں	سِجِّیْنٍ سجین	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ خبر ہے تجھے	مَا سِجِّیْنٌ کیا ہے سجین
كِتٰبٌ ایک دفتر	مَّرْقُوْمٌ لکھا ہوا	وَیْلٌ خرابی	یَّوْمَىٕذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِیْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	الَّذِیْنَ جو لوگ	یُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے ہیں		
بِیَوْمِ الدِّیْنِ روز جزا وسزا	وَمَا یُكَذِّبُ اور نہیں جھٹلاتا	بِهٖ اس کو	اِلَّا مگر	كُلُّ ہر	مُعْتَدٍ حد سے بڑھ جانیوالا	اَثِیْمٍ گنہگار	اِذَا جب	تُتْلٰى پڑھی جائیں
عَلَیْهِ اس پر	اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں	قَالَ کہے	اَسَاطِیْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِیْنَ پہلے	كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	رَانَ زنگ پکڑلیا ہے	عَلٰى پر
قُلُوْبِهِمْ اُن کے دل	مَّا جو	كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے	كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّهُمْ بیشک وہ	عَنْ سے	رَّبِّهِمْ اپنا رب	یَوْمَىٕذٍ اس دن	
لَّمَحْجُوْبُوْنَ روک دیے جائیں گے	ثُمَّ پھر	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَصَالُوا داخل ہونوالے	الْجَحِیْمِ جہنم	ثُمَّ پھر	یُقَالُ کہاجایگا	هٰذَا یہ	
الَّذِیْ وہ جو کہ	كُنْتُمْ تم تھے	بِهٖ اسکو	تُكَذِّبُوْنَ تم جھوٹ جانتے					

کافروں اور فاجروں کا اعمالنامہ

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو کچھ کرنا ہے کرلیں آگے کچھ ہونے والا نہیں۔ مر کر خاک ہو جائیں گے۔ قصہ ختم۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان کے گمان کے موافق کوئی پوچھ گچھ نہ ہو۔ ضرور پوچھ گچھ ہونی ہے۔ حساب کتاب ہونا ہے اور جزا وسزا ملنی ہے۔ اور اسی لئے ہر شخص کا اعمالنامہ مرتب ہو رہا ہے۔

جو لوگ کافر و فاجر ہیں ان کے اعمال نامے ایک مخصوص دفتر میں محفوظ کر دیئے جاتے ہیں جس کا نام سجین ہے اب سجین کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یعنی وہ ایک نشانی لگے ہوئے دفتر کی جگہ ہے جس میں مجرموں کے نام ونشان اور اعمال کی کیفیت سب لکھی ہوئی ہے۔ سجین جو سجن سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں قید خانہ۔ اس کی حقیقت اور تفصیلی نوعیت تو حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں لیکن احادیث اور اقوال صحابہؓ وتابعین میں

سجین کی تشریح یوں آئی ہے کہ سجین ایک دفتر ہے جس میں ہر ایک مجرم کے نام ونشان درج ہیں اور بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے جن کا ذکر اس سے پہلی سورۃ میں آ چکا ہے ان مجرم کفار و فجار کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ اس دفتر میں داخل کرتے ہیں۔ نیز کفار و فجار کی ارواح بھی مرنے کے بعد اسی سجین کے قید خانہ میں جاتی ہیں۔ جو جہنم کا ایک طبقہ ہے اور ساتویں زمین کے نیچے ہے جو نہایت تنگ وتاریک جگہ ہے جہاں درد وغم کے سوائے اور کچھ نہیں۔

تو سجین مجرموں کا قید خانہ عالم پستی میں ہے اور جیسا کہ جیل خانوں میں قیدیوں کے لئے دفتر رہا کرتا ہے اور جب کوئی قیدی آتا ہے تو اس کا نام ونشان وغیرہ سب دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے اسی طرح مجرموں کے اعمال نامہ محفوظ رکھنے اور ان کے نام ونشان مندرج ہونے اور ان کی روح قیامت تک رہنے کے لئے سجین ہے جو جہنم کا ابتدائی طبقہ ہے۔

آگے ان کے اعمال کی جزا کا بیان ہے کہ آج جو لوگ اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب کو جھٹلا رہے ہیں اور ان کی اطاعت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور آخرت کا انکار کر رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنی اس روش کا خمیازہ بھگتنا نہ پڑے گا تو ایسا ہرگز نہیں ان جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی اور وہ دن دور نہیں بس مرنے کی دیر ہے کہ منکرین سجین میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

منکرین کی جسارتیں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص روز جزا کا منکر ہے فی الحقیقت وہ اللہ کی ربوبیت، اس کی قدرت، اس کے عدل وحکمت سب کا منکر ہے اور جو ان چیزوں کا منکر ہو وہ جس قدر حد سے نکلنے والا اور گناہوں میں دلیر ہو تھوڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی ہدایات آتی ہیں تو وہ سن کر مزاق میں اڑا دیتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ ایسی باتیں لوگ پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔ وہی پرانی کہانیاں اور فرسودہ افسانے۔ ایسی کہانیاں بہت سنی ہیں ان میں کیا دھرا ہے۔ بھلا ہم ان نقلوں اور کہانیوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ انکار کرنے والے اور قرآن کو اگلوں کے قصے بتلانے والے اور گناہوں اور نافرمانیوں میں حد سے بڑھنے والے جو سمجھے ہوئے ہیں ویسا ہرگز نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات قرآنیہ تو ایسی ہی ہیں کہ ان میں کسی شک وشبہ کا موقع نہیں۔ اصل یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے گناہوں کی کثرت سے اعمال بد کا زنگ چڑھ گیا ہے اس لئے صحیح حقیقت ان کے دل میں نہیں اترتی اور یہ ایسی باتیں بناتے ہیں۔

انجام سے غافل نہ رہو

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس انکار وتکذیب کے انجام سے وہ بے فکر نہ ہوں وہ وقت ضرور آنے والا ہے جب مومنین حق سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار پر انوار کی دولت سے مشرف ہوں گے جو آخرت میں تمام جسمانی وروحانی لذات ونعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہوگی اور بدبخت مجرم محروم رکھے جائیں گے۔ پھر جب وہ ایسے ناپاک اور گندے ہیں تو ان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا کہ وہ اسی لائق ہیں اور پھر ان کو مزید شرمندہ کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ وہ جہنم جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے اور جھٹلاتے تھے یہی تو ہے اب بھی یقین آیا کہ نبیوں کا فرمانا برحق تھا۔ اور اللہ کی کتاب میں دی ہوئی خبر بالکل سچ تھی۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہمارے قلوب کو اپنی معرفت اور ذکر وفکر سے منور فرما۔ اور ہمیشہ ہم کو توبہ واستغفار سے اپنے قلوب کو صاف وشفاف رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

یَا اللّٰہُ بہت سے گناہ بڑے تھے لیکن میں نے ان کو چھوٹا سمجھا اور محض اس خیال سے کہ کر لو دیکھا جائے گا میں کر گزرا۔ اب آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ بچنے کی توفیق دیدینا اب میں معافی چاہتا ہوں ایسے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّيِّيْنَ ۝۱۸ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝۱۹ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۲۰ يَّشْهَدُهُ

ہرگز ایسا نہیں نیک لوگوں کا نامۂ عمل علیین میں رہے گا۔اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامۂ اعمال کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے۔جس کو

الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۱ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِيْمٍ ۝۲۲ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝۲۳ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ

مقرب فرشتے دیکھتے ہیں نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے۔مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔اے مخاطب تو اُن کے چہروں میں آسائش کی بشاشت پہچانے گا۔

نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝۲۴ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝۲۵ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۚ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ

اُن کو پینے کے لئے شراب خالص سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی۔اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔

الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝۲۶ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝۲۷ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۸

اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی۔یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے۔

كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّ بیشک	كِتٰبَ اعمالنامہ	الْاَبْرَارِ نیک لوگ	لَفِیْ البتہ میں	عِلِّيِّيْنَ علیین	وَمَآ اور کیا	اَدْرٰىكَ تجھ خبر	مَا عِلِّيُّوْنَ کیا علیین
كِتٰبٌ ایک دفتر	مَّرْقُوْمٌ لکھاہوا	يَّشْهَدُهُ دیکھتے ہیں	الْمُقَرَّبُوْنَ نزدیک والے	اِنَّ بیشک	الْاَبْرَارَ نیک بندے	لَفِیْ نَعِيْمٍ البتہ نعمت آرام میں		
عَلَى پر	الْاَرَآئِكِ تخت	يَنْظُرُوْنَ دیکھتے ہوں گے	تَعْرِفُ تو پہچان لے گا	فِیْ میں	وُجُوْهِهِمْ ان کے چہرے	نَضْرَةَ تروتازگی	النَّعِيْمِ نعمت کی	
يُسْقَوْنَ انہیں پلائی جاتی ہے	مِنْ سے	رَّحِيْقٍ خالص شراب	مَّخْتُوْمٍ سربمہر	خِتٰمُهٗ اس کی مُہر	مِسْكٌ مشک	وَفِیْ اور میں	ذٰلِكَ اس	
فَلْيَتَنَافَسِ چاہیے رغبت کریں	الْمُتَنَافِسُوْنَ رغبت کرنیوالے	وَمِزَاجُهٗ اس کی آمیزش	مِنْ سے	تَسْنِيْمٍ تسنیم	عَيْنًا ایک چشمہ			
يَشْرَبُ پیتے ہیں	بِهَا اس سے	الْمُقَرَّبُوْنَ مقرب						

نیک لوگوں کا نامۂ اعمال علیین میں ہے

ان آیات میں بتلایا گیا کہ ابرار یعنی نیک لوگوں کے نامۂ اعمال علیین میں ہوں گے۔احادیث کی تشریح کے مطابق علیین ساتویں آسمان کے اوپر ہے جہاں ابرار کے اعمال نامے محفوظ دفتر میں رکھ دیئے جاتے ہیں اور جس کی نگرانی پر مقرب فرشتے مامور کئے گئے ہیں۔اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔چنانچہ حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ جب ایمان دار نیک بندہ مرنے کو ہوتا ہے تو نورانی فرشتے اس کے روبرو آ بیٹھتے ہیں اور اس مومن کے قریب ہو کر نہایت نرمی اور لطف سے کہتے ہیں لو چلو خدا کی رحمت و مغفرت اور باغ بہار اور عیش دل پسند کی طرف۔تب اس کی روح فرحت ونشاط سے بدن سے نکل کر ان کے ساتھ ہولیتی ہے اور وہ اس کو لے کر عالم بالا کی طرف جاتے ہیں اور راستہ میں جہاں ملائکہ ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ یہ کون معطر اور روشن روح ہے وہ ملائکہ جو لئے جا رہے ہیں اس کا بڑی تعظیم سے نام بتلاتے ہیں یہاں تک کہ اس کو وہاں تک لے جاتے ہیں کہ جہاں تک اس کی رسائی اس کی نورانیت وصفائی کی وجہ سے ہوتی ہے پھر کسی کو اول آسمان تک کسی کو دوسرے تک حتیٰ کہ کسی کو ساتویں آسمان تک پھر وہیں حکم خداوندی ہوتا ہے کہ میرے بندہ کا نام علیین کے دفتر میں لکھو تب وہ روح وہاں آتی ہے اور جو اس سے پہلے وہاں آئے ہیں ان سے بڑی خوشی کے ساتھ ملتے ہیں اور جس طرح سفر سے آنے والے سے مل کر خوش ہوتے ہیں اس سے زیادہ اُن کو خوشی

ہوتی ہے تب وہاں کی روحیں اپنے دنیاوی اقارب کا حال اس سے دریافت کرتی ہیں کہ فلاں کیسا ہے فلاں کا کیا حال ہے۔ پھر جو یہ بعض کی نسبت کہتا ہے کہ وہ مر گیا کیا تمہارے پاس نہیں آیا تب وہ کہتے ہیں کہ افسوس وہ تو ہاویہ میں گرایا گیا۔ یہاں تک تو عالم برزخ کا حال تھا جو مرنے کے بعد ابرار اور مقربین پر گزرتا ہے۔

نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے

آگے ان کے عالم آخرت کے متعلق بیان فرمایا جاتا ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ بلاشبہ ابرار یعنی نیک لوگ بڑی آسائش اور آرام میں ہوں گے۔ قرآن پاک میں اہل ایمان صالحین کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا ہے ایک تو اصحاب یمین اور ان سے بڑھ کر السابقون۔ پھر بعض جگہ اصحاب یمین کو ابرار اور سابقین کو مقربین سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اصحاب یمین اور ابرار ایک ہی جماعت کا نام ہے اور سابقین و مقربین دوسری جماعت کا نام ہے۔ اصحاب یمین اور ابرار جماعت میں صلحاء اور شہداء امت داخل ہیں اور سابقین اور مقربین میں حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہیں جن کو صدیقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اس طرح اہل جنت چار قسم کے ہو گئے۔ نبیین' صدیقین' شہداء' والصالحین۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ نیک لوگ نعیم یعنی نعمتوں میں ہوں گے۔ اب اس میں وہ تمام نعمتیں آ گئیں کہ جن کو انسان کا دل چاہے۔ عمدہ مکان' باغ و بہار' نفیس کپڑے' حور و غلمان۔ ہر طرح کی سواریاں کھانے پینے کی دل پسند چیزیں' فرحت و سرور کے سب سامان کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کے کان نے سنا اور نہ کسی کے ذہن میں آئے۔ یہ سب لفظ نعیم میں شامل ہیں۔

دیدار الٰہی

آگے فرمایا عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِىْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ مسہریوں یا تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے نظارہ کیا کریں گے اور جنت کے عجائبات دیکھا کریں گے اور دیدار الٰہی سے آنکھیں شاد کریں گے اور جنت کے عیش و آرام سے ان کے چہرہ ایسے پر رونق اور تر و تازہ ہوں گے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ نہایت عیش و آرام میں ہیں۔ لکھا ہے کہ اہل جنت کا کوئی قرابت دار کافر و مشرک عذاب میں مبتلا نظر آئے گا تو ان کی محبت کا رشتہ اس سے بالکل منقطع ہو جائے گا اور ان کے عیش و نشاط میں ان قرابت دار کفار کے برے حال دیکھنے سے کوئی تغیر پیدا نہ ہوگا اور ان کے چہروں پر وہی شادمانی اور نعمتوں کے آثار اور تازگی نمایاں ہوگی اور چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کے نورانی چہرے جگمگا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ شادمانی اور چہروں کی نورانیت و تازگی ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ آمین۔

شراب خالص پلائی جائے گی

آگے فرمایا گیا يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ یعنی ابرار اہل جنت کو شراب خالص پینے کو دی جائے گی جس میں نہ تلخی ہوگی نہ بدبو نہ نشہ ہوگا نہ خمار نہ دردسر ہوگا نہ بے ہوشی و بدحواسی بلکہ وہ ایک ایسی نادر شراب ہوگی جو ان باتوں سے پاک ہوگی۔ سربمہر ہوگی اور مشک کی مہر لگی ہوگی۔

آگے فرمایا گیا وَفِىْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔ یعنی دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے آدمی اس کی طرف رغبت کریں ہاں یہ جنتی شراب طہور ہے جس کے لئے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہئے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہونا چاہئے۔ یعنی لائق تحصیل یہ نعمتیں ہیں نہ کہ نعماء دنیا اور ان کی تحصیل کا طریق ایمان اور نیک اعمال ہیں پس اس میں کوشش کرنا چاہئے۔ آگے بتلایا گیا ومزاجہ من تسنیم اس شراب طہور کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی۔ قاعدہ ہے کہ شراب میں پانی ملا کر پیتے ہیں تو اس شراب طہور کی آمیزش کے لئے تسنیم کا پانی ہوگا اور وہ تسنیم کیا ہے؟ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی ایک ایسا چشمہ ہے جس سے صرف مقرب بندے پئیں گے۔ یعنی مقربین جن کو قرآن میں سابقین بھی کہا گیا ہے جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہوں گے ان کو تسنیم کا خالص پانی پینے کو ملے گا اور ابرار و اصحاب الیمین میں مومنین صالحین ان کو اس تسنیم کا پانی ملا کر شراب طہور میں دیا جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ۝

جولوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔اور جب ان کے سامنے سے ہوکر گذرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝

اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگیاں کرتے اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں۔

وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ ۝ فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى

حالانکہ یہ اُن پر نگرانی کرنے والے کرکے نہیں بھیجے گئے۔سو آج ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے۔

الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝

مسہریوں پر دیکھ رہے ہوں گے۔واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اَجْرَمُوْا جرم کیا انہوں نے	كَانُوْا وہ تھے	مِنَ سے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے	یَضْحَكُوْنَ ہنستے	وَاِذَا اور جب
مَرُّوْا گزرتے	بِهِمْ ان سے	یَتَغَامَزُوْنَ آنکھ مارتے	وَاِذَا اور جب	انْقَلَبُوْا وہ لوٹتے	اِلٰى طرف	اَهْلِهِمُ اپنے گھر والے	انْقَلَبُوْا لوٹتے
فَكِهِیْنَ ہنستے باتیں بناتے	وَاِذَا اور جب	رَاَوْهُمْ انہیں دیکھتے	قَالُوْا کہتے	اِنَّ بیشک	هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	لَضَآلُّوْنَ گمراہ	وَمَآ اُرْسِلُوْا اور نہیں بھیجے گئے
عَلَیْهِمْ ان پر	حٰفِظِیْنَ نگہبان	فَالْیَوْمَ پس آج	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایمان والے	مِنَ سے	الْكُفَّارِ کافر	یَضْحَكُوْنَ ہنستے ہیں	عَلَى پر
الْاَرَآئِكِ تخت	یَنْظُرُوْنَ دیکھتے ہیں	هَلْ کیا	ثُوِّبَ بدلہ دیا گیا	الْكُفَّارُ کافر	مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ جو وہ کرتے تھے		

کافر و سرکش مومنوں پر ہنستے تھے

گذشتہ میں پہلے کفار و فجار کا ذکر ہوا تھا۔ پھر ان کے مقابلہ میں مومنین صالحین کا ذکر فرمایا گیا اب ان خاتمہ کی آیات میں نیک و بد ہر دو فریق کا مجموعہ حال مذکور ہے۔ واضح رہے کہ یہ مکی سورۃ ہے جب کہ کفار قریش اور مشرکین مکہ اپنے غلبہ اور سرداری اور دنیوی سامان عیش وعشرت کے باعث نادار اور مفلس، کم مایہ اور بے حیثیت مومنین جیسے حضرت عمارؓ حضرت خبابؓ حضرت بلالؓ وغیرہ کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان پر آوازے کسے جاتے تھے اور معاذ اللہ ان غریب مسلمین کو باپ دادا کے دین کو چھوڑ دینے اور اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے گمراہ اور دین سے بھٹکا ہوا خیال کرتے تھے۔ اور آخرت کی بات کے لئے دنیا کی لذتیں چھوڑ دینے پر ان حضرات صحابہ کرام کو کفار احمق بتلاتے کہ

یہ کیسے بے عقل لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے کو جنت کے ادھار پر دنیا کے نقد مزوں سے محروم کر رکھا ہے۔ نافرمانوں کی ایک عادت بد یہاں ان آیات میں یہ بتلائی گئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے تحقیراً ہنسا کرتے تھے۔ اول تو کسی پر ہنسنا یوں بھی برا ہے۔ اس کی دل شکنی کا باعث ہے اور یہ اخلاق اور مروت انسانی سے بعید ہے پھر خود مجرم ہو کر جو خدا کے مطیع ہیں ان پر ہنسنا یہ تو نہایت ہی فعل بد ہے کیوں کہ جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو ضرور اپنے کو بہتر اور دوسرے کو کمتر سمجھتا ہے اور یہ بھی ایک سخت عیب ہے۔ پھر جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو اپنے آپ کو اس حالت سے کہ جس پر ہنس رہا ہے محفوظ سمجھتا ہے اور یہ نہیں خیال کرتا کہ مجھ سے بھی کوئی بالا دست ہے جو ممکن ہے مجھے اس سے بھی بدتر کر دے اور اس کو مجھ سے بہتر بنا

دے۔ تو ایسا شخص جو دوسرے کو کمتر جان کر ہنستا ہے حوادث دہر اور قدرت کے انقلابات سے غافل ہے اور یہ خدا تعالیٰ کو غصہ میں لانے والی بات ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کسی پر طعن کرے گا خود اسی میں مبتلا ہو گا۔ اور بزرگوں نے فرمایا ہے جو کسی پر ہنسے گا وہ ہنسا جائے گا۔

کفار کی دوسری حرکت

آگے مجرموں کا دوسرا فعل بد یہ بیان فرمایا گیا وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ اور ایمان والے جب ان کافروں کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے۔ یہ بھی ایک کمینہ خصلت ہے اور اکثر نالائق طعن اور طنز کی راہ سے دوسروں کی طرف آنکھیں مارا کرتے ہیں اور منہ بنا کر اشارے کیا کرتے ہیں تو مشرکین مکہ ان خدا پرست صحابہ کے ساتھ یہی کیا کرتے تھے اور ان کی غرض اس سے ان کی تحقیر ہوتی تھی جو ان کی ظاہری شکستہ حالی پر اپنی ثروت و دولت کے زور میں ہنستے اور آنکھیں مارتے کہ لو یہ ہیں جنت کے وارث۔ حوروں کے شوہر جب ان کی دنیا میں یہ حالت ہے تو وہاں کیا ہو گا اور ہم جب یہاں دنیا میں عزت والے ہیں تو کیا وہاں ان سے بڑھ کر رتبہ نہ ملے گا۔ ان کو دیکھو جنہوں نے جنت کے ادھار پر دنیا کے نقد سے اپنے کو محروم کر رکھا ہے۔ اس طرح کفار خوش طبعی کرتے اور مسلمانوں پر پھبتیاں کستے۔

تیسری حرکت

آگے ان کفار کا تیسرا فعل بد بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو وہاں بھی ایمان والوں کا تذکرہ کر کے دل لگیاں کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے غائبانہ اور حاضری ہر حالت میں ان کفار کا اہل ایمان کی تحقیر اور استہزاء کا مشغلہ رہتا تھا۔

چوتھی حرکت

آگے چوتھا فعل بد ان کفار کا بیان فرمایا گیا۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ اور جب کفار اہل اسلام کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں کہ خواہ مخواہ زہد و ریاضت کر کے اپنی جانیں کھپاتے اور ادھار لذتوں کو موجودہ لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور لاحاصل مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ کیا یہ کھلی ہوئی غلطی نہیں کہ سب گھر بار عیش و آرام چھوڑ کر ایک شخص کے پیچھے ہو لئے اور اپنے آبائی دین کو بھی ترک کر بیٹھے اور ہر وقت نماز روزہ وعظ نصیحت ہی میں پھنسے رہتے ہیں۔ کھیل' تماشہ' تفریح' ہنسی دل لگی' ناچنا' گانا حسینوں میں دل بہلانا سب کچھ چھوڑ دیا۔ بھلا دیکھو تو سہی جب دنیا میں بھی مزے چھوڑ بیٹھے تو اور کیا رکھا ہے جس کے لئے جینے کی تمنا کریں۔ ان وجوہات کی بناء پر کفار مکہ اہل اسلام کو کم عقل اور غلطی پر ہونے کا الزام لگاتے۔

جب آنکھیں کھلیں گی

آگے بتلایا جاتا ہے۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ

یعنی ان کافروں اور مجرموں کو ان حرکات کا پتہ قیامت کے دن معلوم ہو گا جب کہ اہل ایمان ان کافروں پر ہنستے ہوں گے اور وہاں وہی لوگ جن کو آج دنیا میں احمق بنایا جاتا ہے۔ عقلمند ثابت ہوں گے آج جن پر ہنسا جا رہا ہے کل قیامت میں وہی ان ہنسنے والوں پر ہنس رہے ہوں گے۔ مسہریوں پر آرام سے بیٹھے اپنی خوشحالی اور کافروں کی بدحالی کا نظارہ کر رہے ہوں گے۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے کہ جو لوگ ان پر ہنسا کرتے تھے ان کو اپنے کرتوتوں کی پوری پوری سزا مل گئی کہ طوق اور زنجیروں میں کسے ہوئے جہنم کے اندر آگ میں جلتے بھنتے ہوں گے۔ روایات میں ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان کچھ دریچے اور کھڑکیاں ہوں گی جب مومن اہل جنت اپنے دین کے دشمن کافروں کو دیکھنا چاہے گا تو کھڑکیوں سے دوزخ کے اندر جھانکے گا اور کافروں کو عذاب ہوتا دکھائی دے گا تو مومن ان کفار پر ہنسیں گے۔

خلاصہ

اس سورت میں بھی بنیادی عقائد سے بحث کی گئی ہے'یوم القیامۃ کے احوال اوراھوال اس میں خاص طور پر مذکور ہیں لیکن اس کی ابتدائی آیات میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو''تطفیف'' جیسی اخلاقی کمزوری میں مبتلا ہیں۔''تطفیف'' کا معنی ہے ناپ تول میں کمی کرنا'ارشاد ہوتا ہے''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں''بعض حضرات نے تطفیف کا دائرہ وسیع کردیا ہے'امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تطفیف وزن اور کیل میں بھی ہوتی ہے عیب کے ظاہر کرنے اور چھپانے میں بھی 'انصاف کے لینے اور دینے میں بھی'جو شخص اپنے لیے تو پورا پورا انصاف چاہتا ہے مگر دوسروں کے ساتھ انصاف نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ''مطفف'' ہے۔یونہی جو شخص اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہ چیز پسند نہیں کرتا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے'اسی طرح جو شخص لوگوں کے عیب دیکھتا ہے مگر اپنے عیب نہیں دیکھتا'اسی طرح جو لوگوں سے اپنے حقوق مانگتا ہے لیکن ان کے حقوق ادا نہیں کرتا تو یہ سب لوگ اُس وعید کے مستحق ہیں جو وعید یہاں''مطففین'' کیلئے بیان ہوئی ہے۔''مطففین'' کی مذمت کے بعد ان سیاہ دلوں اور بدکاروں کا انجام بتایا ہے جو اللہ کے نور کو بجھانے کیلئے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں پھر ان کے مقابلے میں ان صلحاء اور ابرار کا تذکرہ ہے جنہیں آخرت میں دائمی نعمتیں میسر آئیں گی۔سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ یہ سیاہ دل'دنیا میں اللہ کے نیک بندوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے لیکن قیامت کے دن معاملہ الٹ ہوجائے گا اور نیک لوگ ان بدکاروں کا مذاق اڑائیں گے۔

سورۃ التطفیف کی خواص

۱..... جو آدمی اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کی شراب رحیق مختوم پلائیں گے۔

۲.....اگر کسی سٹور کی ہوئی چیز کی حفاظت مقصود ہو تو اس سورۃ کو پڑھ کر اس چیز پر دم کردیں'ان شاء اللہ آپ کا مال محفوظ رہے گا۔

فائدہ:۔لیکن یہ یاد رکھیں کہ جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور ناجائز منافع خوری کے لئے غلہ اور دیگر اشیائے ضرورت کا سٹاک کرتے ہیں۔ان کے لئے کوئی فائدہ نہ ہوگا جو کام شرعاً ممنوع ہے اس کی حفاظت کے لئے شرعی چیزوں کا سہارا لینا الٹا گناہ ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں اپنی مرضیات کے موافق گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

یَااَللہُ میں آپ سے گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے غضب کے قریب ہوگیا ہوں یا کسی مخلوق کو گناہ کی طرف لے گیا یا ایسی خواہش دلائی ہو کہ وہ اطاعت وعبادت سے دور ہوگیا ہو۔

یَااَللہُ میں نے عجب کیا ہو'ریاکاری کی ہو'کوئی آخرت کا عمل شہوت کی نیت سے کیا ہو'کینہ'حسد'تکبر'اسراف'کذب'غیبت' خیانت'چوری'اپنے اوپر اترانا'دوسرے کو ذلیل کرنا یا اس کو حقیر سمجھ کر یا حمیت وعصبیت میں آکر بے جا سخاوت'ظلم'لہو ولعب' چغلی یا اور کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو جس کے سبب میں ہلاکت میں آگیا ہوں'الٰہی! مجھے معاف فرمادے۔

یَااَللہُ غیر اللہ سے عقلی طور پر ڈر گیا ہوں'تیرے کسی ولی سے دشمنی کی ہو الٰہی! تیرے دشمنوں سے دوستی کی ہو اور تیرے دوستوں کو رسوا کیا ہو یا تیرے غضب میں آجانے کا کام کیا ہو تو الٰہی! مجھے معاف فرمادے میری توبہ ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً 3

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا

جب آسمان پھٹ جاوے گا۔ اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے۔ اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جاوے گی۔ اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر

وَتَخَلَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۗ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ

اُگل دے گی اور خالی ہوجاوے گی۔ اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے۔ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کررہا ہے پھر اس سے جا ملے گا۔

اِذَا جب	السَّمَآءُ آسمان	انْشَقَّتْ پھٹ جائے گا	وَاَذِنَتْ اور سن لے گا	لِرَبِّهَا اپنے رب کا	وَحُقَّتْ اور اسی لائق ہے	وَاِذَا اور جب	الْاَرْضُ زمین
مُدَّتْ پھیلادی جائیگی	وَاَلْقَتْ اور نکال ڈالیگی	مَا فِيْهَا جو اس میں	وَتَخَلَّتْ اور خالی ہوجائیگی	وَاَذِنَتْ اور سن لیگا	لِرَبِّهَا اپنے رب کا	وَحُقَّتْ اور اسی لائق ہے	
يٰٓاَيُّهَا اے	الْاِنْسَانُ انسان	اِنَّكَ بیشک تو	كَادِحٌ تکلیف اٹھانے والا	اِلٰى طرف	رَبِّكَ اپنا رب	كَدْحًا خوب تکلیف	فَمُلٰقِيْهِ پھر اس کو ملنا ہے

وجہ تسمیہ، ترتیب

اس سورۃ کی ابتداہی اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ سے ہوئی ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا۔ انشقاق کے معنی ہیں پھٹ جانا۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام انشقاق ہوا۔ یہ بھی مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ یہ سورۃ بھی ان سورتوں میں سے ایک ہے جن کا اصل موضوع قیامت اور جزائے اعمال ہے۔

جب آسمان پھٹ جائے گا

اس سورۃ کی ابتداء بھی سابقہ سورۃ تکویر اور سورۃ انفطار کی طرح قیامت کے بعض واقعات کے بیان سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں۔ یہ آسمان اور زمین باوجود اس قدر شاندار مضبوط اور محکم نظر آنے کے اللہ عزوجل کے حکم کے تابع ہیں اور اس کے فرمان کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں جب تک وہ انہیں اس شکل میں قائم رکھنا چاہتا ہے یہ قائم ہیں۔ جس وقت اس کا حکم ہوا کہ ختم ہوجائیں یہ ختم ہوجائیں گے۔ یہ اس کے حکم کے خلاف نہیں چل سکتے چنانچہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ جب کہ آسمان پھٹ جائے گا اور یہ بات کچھ محال اور ناممکن نہیں اس لئے کہ واذنت لربھا وہ اپنے رب کا حکم سن لے گا یعنی جو کچھ امر تکوینی اس کی نسبت صادر ہوگا اس کو وہ فوراً قبول کرے گا۔ ادھر خدا کا حکم ہوا ادھر آسمان کا انشقاق فوراً وقوع پذیر ہوجائے گا۔ اور آسمان پر وہی حالت طاری ہوجائے گی جو خدا چاہے گا آگے فرمایا۔ وحقت یعنی آسمان کو لائق بھی یہی ہے کہ فوراً تعمیل حکم کرے کیونکہ آسمان اپنے وجود اور بقا میں اسی قدرت والے خدا کا محتاج ہے تو اس آسمان کا وجود و عدم دونوں اس خدا کے آگے یکساں ہیں جب تک چاہے قائم رکھے اور جب چاہے نیست و نابود کردے۔

اور جب زمین کھینچ دی جائے گی

آگے بتلایا گیا وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائیگی۔ اور وہ اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دے گی اور خالی ہوجائے گی۔ یعنی اس دن زمین اس طرح کھینچ کر پھیلادی جائے گی جس طرح چمڑا یا ربڑ کھینچا جاتا ہے۔ تب یہ زمین فراخ اور وسیع ہوجائے گی اور اس کی سطح بالکل ہموار ہوگی تا کہ سب

اولین و آخرین اس پر سماسکیں اور اس دن زمین کے اندر جس قدر مردے ہوں گے خدا کے حکم سے زمین ان کو باہر ڈال دے گی اور اس کا پیٹ مردوں سے بالکل خالی ہو جائے گا۔ اور یہ سب کچھ وہ اپنے رب کے حکم سے کرے گی۔ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اور زمین کو لائق بھی یہی ہے کہ وہ تعمیل حکم کرے کیوں کہ اس کا وجود اور عدم وجود بھی اسی خداوند ذوالجلال کے ہاتھ میں ہے۔

جزا کا دن

تو ان آیات کی ابتدا لفظ اذا سے ہوئی ہے جس کے معنی ہیں جب یعنی جب ایسا اور ایسا ہوگا۔ تو پھر کیا ہوگا؟ یہ بات یہاں بیان نہیں کی گئی لیکن اس کی تفصیل قرآن پاک میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے۔ اور وہ یہ کہ جب ایسا ہوگا تو وہی جزا کا دن ہوگا۔ اس دن انسانوں کو ان کے کاموں کا بدلہ ملے گا اور اس دن ہر شخص کا دنیا میں کیا دھرا سب سامنے آجائے گا۔

دعوت فکر

اس حقیقت کے اظہار کے بعد آگے تمام انسانوں کو براہ راست خطاب فرمایا جاتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدۡحًا فَمُلٰقِیۡهِ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک یعنی مرتے کے وقت تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر تو قیامت میں اس سے جا ملے گا۔ اس میں تمام انسانوں کی طرف خطاب ہے۔ نیک ہو یا بد مؤمن ہو یا کافر کہ تو جو دنیا میں سرگرمی کر رہا ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی کام و جدوجہد میں لگا ہوا ہے اس کی قوتیں اور اس کی صلاحیتیں مختلف کاموں میں صرف ہو رہی ہیں۔ کوئی نیکی اور حسنات میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے کوئی بدی اور نافرمانی میں جان کھپاتا ہے۔ کوئی اپنے رب کی اطاعت اور اس کو راضی رکھنے کی فکر و کوشش میں لگا ہوا ہے۔ کوئی طلب دنیا اور اس کے لذات و شہوات کے حاصل کرنے میں سرگرداں ہے۔ تو اے انسان تجھے یہ تیری کوشش اور عمل کا نیک و بد پھل ضرور ملنا ہے۔ یونہی عبث نہیں چھوڑا جائے گا کہ مر کر خاک ہو گیا آگے کچھ نہیں۔ یہ دنیا کی ساری محنتوں اور کوششوں کا بدلہ تجھے تیرے رب کے پاس سے مل کر رہے گا اور اسی غرض کے لئے تجھے اپنے حقیقی مالک اور آقا کے حضور پیش ہونا پڑے گا اور اچھے کاموں کا بدلہ بھی ملے گا اور برے کاموں کا بھی گویا اس میں کمال درجہ کی تنبیہ ہے کہ دنیا میں انسان جو بھی کرے آنکھ بند کر کے نہ کرے محض آبائی تقلید اور پابندی رسم و رواج میں اندھا بن کر نہ کرے بلکہ سوچ سمجھ کر کرے کہ کیا کر رہا ہے کیونکہ ایک روز یہی آج کا کرنا دھرنا سب سامنے آئیگا۔

فائدہ

یہاں ان آیات میں آسمان اور زمین دونوں کے متعلق وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ جو فرمایا یعنی آسمان و زمین دونوں اپنے رب کے حکم پر کان دھریں گے اور یہی ان کے لئے زیبا بھی ہے تو اس حقیقت کے اظہار میں ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی مالکیت اور اس کے اقتدار کو سامنے لاتا ہے اور انسان کو یہ بتاتا ہے کہ جس خدا کی اطاعت سے اے غافل اور منکر انسان تو منہ موڑ رہا ہے اس کا حکم کس طرح اس پوری کائنات پر حاوی ہے اور دوسری طرف اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کی ایک دلیل پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ آسمان و زمین اس لئے اس کے حکم پر کان دھرتے ہیں کہ وہ ان کا رب ہے۔ ان کا آقا خالق اور مالک ہے اور ان کے وجود اور بقا کا مدار اسی کے حکم اور اسی کے رحم پر ہے۔ پھر جب انسان بھی اس کائنات کا ایک جزو ہے اور اس کا رب بھی وہی اللہ ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اس کے احکام پر کان نہ دھرے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت و آخرت پر ایمان کے ساتھ ایسا یقین کامل ھی ہم کو نصیب فرمائیں کہ اس دنیا میں ہم آخرت سے کسی لمحہ غافل نہ ہوں۔ یا اللہ ہمیں اس دنیا میں اپنا فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور اسی حالت میں ہم کو موت نصیب فرمایئے۔ اور انجام کی کامیابی اور کامرانی نصیب فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۗ

تو جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا۔ سو اس سے آسان حساب لیا جاوے گا۔ اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۭ اِنَّهٗ كَانَ

اور جس شخص کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا۔ سو وہ موت کو پکارے گا۔ اور جہنم میں داخل ہوگا۔ یہ شخص اپنے متعلقین میں

فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۚ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۭ

خوش خوش رہا کرتا تھا۔ اُس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے۔ کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا۔

فَاَمَّا پس	مَنْ جو	اُوْتِيَ دیا گیا	كِتٰبَهٗ اسکا اعمالنامہ	بِيَمِيْنِهٖ اسکے دائیں ہاتھ میں	فَسَوْفَ پس عنقریب	يُحَاسَبُ حساب لیا جائیگا	حِسَابًا حساب	يَّسِيْرًا آسان	
وَيَنْقَلِبُ اور لوٹیگا	اِلٰى طرف	اَهْلِهٖ اپنے اہل	مَسْرُوْرًا خوش خوش	وَاَمَّا اور وہ	مَنْ جو	اُوْتِيَ دیا گیا	كِتٰبَهٗ اسکا اعمالنامہ	وَرَآءَ پیچھے	ظَهْرِهٖ اس کی پشت
فَسَوْفَ پس عنقریب	يَدْعُوْا مانگے گا	ثُبُوْرًا موت	وَيَصْلٰى اور داخل ہوگا	سَعِيْرًا آگ	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	فِيْ میں	اَهْلِهٖ اپنے اہل	مَسْرُوْرًا خوش وخرم
اِنَّهٗ بیشک اس	ظَنَّ گمان کیا	اَنْ کہ	لَّنْ يَّحُوْرَ ہرگز نہ لوٹیگا	بَلٰى کیوں نہیں	اِنَّ رَبَّهٗ بیشک اسکا رب	كَانَ تھا	بِهٖ اس کو	بَصِيْرًا دیکھنے والا	

خوش نصیب لوگ

گذشتہ آیات میں قیامت کے بعض حالات کو بیان فرما کر بتلایا گیا تھا کہ انسان جو کچھ دنیا میں کر رہا ہے اسے ان کاموں کا بدلہ آخرت میں ضرور مل کر رہے گا۔ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمام انسان اپنے دنیا کے اعمال کے لحاظ سے آخرت میں دو گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک گروہ کامیاب اور خوش نصیب ہوگا دوسرا گروہ ناکام و نامراد ہوگا۔ کامیاب اور خوش نصیب لوگوں کی یہ علامت ہوگی کہ میدان حشر میں ان کا اعمال نامہ ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ یہ داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جانا خیر و برکت کی نشانی ہوگی اور اس کے لئے بشارت ہوگی کہ یہ اہل خیر میں سے ہے اور اس کے بعد جھٹ پٹ اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے بعض نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا اللھم حاسبنی حساباً یسیراً اے اللہ میرا حساب آسان فرما۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آسان حساب کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا آسان حساب یہ ہے کہ بندہ کے اعمال نامہ پر نظر ڈالی جائے اور اس سے درگزر کیا جائے یعنی کوئی پوچھ گچھ اور جرح نہ کی جائے۔ بات یہ ہے کہ جس کے حساب میں اس دن جرح کی جائے گی اے عائشہ اس کی خیر نہیں وہ ہلاک ہو جائے گا۔ بخاری و مسلم کی ایک صحیح حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں اللہ تعالیٰ ایمان والے اپنے بندے کو اپنی رحمت سے قریب کرے گا اور اس پر اپنا خاص پردہ ڈالے گا اور دوسروں سے اس کو پردہ میں کرلے گا پھر اس سے پوچھے گا کیا تو پہچانتا ہے فلاں گناہ فلاں گناہ وہ کہے گا ہاں اے پروردگار مجھے یاد ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے سارے گناہوں کا اقرار کرالے گا اور وہ بندہ اپنے جی میں خیال کرے گا کہ میں تو ہلاک ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کو چھپایا تھا اور آج میں ان کو بخشتا اور معافی دیتا ہوں پھر اس کو نیکیوں والا اعمال نامہ اس کے حوالہ کر دیا جائے گا یعنی اہل محشر کے سامنے صرف نیکیوں والا ہی اعمال نامہ آئے گا اور گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پردہ ہی پردہ میں ختم کر دیں گے۔ لیکن اہل کفر اور منافقین کا معاملہ یہ ہوگا کہ ان کے متعلق برسرعام پکارا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اللہ پر جھوٹی

جھوٹی باتیں باندھیں یعنی غلط اور بے اصل خیالات کو اللہ کی طرف نسبت دے کر اپنا دین و مذہب بنایا خبردار اللہ کی لعنت ہے ایسے ظالموں پر۔غرض ان خوش نصیب لوگوں پر جن کے اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیئے گئے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی عنایات ہوں گی اور وہ بدون بحث و مناقشہ کے سستے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ایسے خوش نصیب بندوں کو نہ سزا کا خوف پھر رہے گا نہ اللہ کے غصہ کا ڈر ہوگا۔ نہایت امن و اطمینان سے اپنے مومن دوست و احباب عزیز و اقارب اور مسلمان بھائیوں کے پاس خوشیاں مناتا ہوا آئے گا جو حشر میں اس کے حساب کتاب کی اطلاع کے واسطے منتظر کھڑے ہوں گے۔اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کرم سے ہمارا اعمال نامہ ہمارے داہنے ہاتھ میں دیا جانا مقدر فرمائیں اور ہماری بھی محشر میں پردہ پوشی فرمائیں اور ہمارا حساب آسان فرمائیں۔آمین۔

بدنصیب گروہ

دوسرا گروہ جو بدنصیب اور شقی ہوگا اور ان کے بدنصیبی کی نشانی اور علامت یہ ہوگی کہ ان کا اعمال نامہ ان کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا اور وہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا۔یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں اللہ کے باغی اور نافرمان رہے اور جنہوں نے اس دنیا ہی کی لذتوں کو اپنا مقصود بنالیا اور انہوں نے اپنا وقت غفلت میں گزارا یہ دنیا میں اپنے اہل وعیال اور اپنے ہم مشرب لوگوں کے ساتھ ایسے مگن رہے کہ انہوں نے آخرت کی بالکل پروانہ کی۔اور اس کا انکار کیا اور اسی انکار کی وجہ سے غفلت کا شکار رہے اور انجام سے بے پروا ہو کر زندگی گزارتے رہے۔ایسے لوگوں کو ان کے اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے۔فرشتے سامنے سے ان کی صورت دیکھنا پسند نہیں کریں گے گویا غایت کراہت کا اظہار کیا جائے گا اور ممکن ہے کہ پیچھے کو ہاتھ بندھے ہوئے ہوں اس لئے اعمال نامہ پشت کی طرف سے دینے کی نوبت آئے۔

الغرض جس بدبخت کو پیٹھ کی طرف سے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ عذاب کے ڈر سے موت کو پکارے گا اور ہائے ہائے کرے گا اور کہے گا کہ موت آجائے تو میں مر کر اس مصیبت سے بچ جاؤں۔مگر پھر وہاں موت کہاں وہ تو دہکتی ہوئی نار جہنم میں ڈالا جائے گا کہ پڑا وہیں جلا کرے۔اور وہ کیوں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا اس کا سبب بھی بیان فرمایا کہ دنیا میں آخرت سے بے فکر تھا۔اپنے گھر اور اہل وعیال میں مگن تھا۔شہوات ولذات کے گھوڑوں پر سوار تھا۔آخرت کی کچھ فکر نہ تھی بلکہ سرے سے قائل ہی نہ تھا۔رات دن طلب مال و زر میں مصروف و منہمک رہا۔نہ حلال و حرام کی کچھ پروا کی نہ جائز و ناجائز کا خیال کیا۔بس شراب کباب عیش وعشرت زنا ناچ گانا تماشہ راگ رنگ میں مسرور تھا اور یہ بھی سمجھے ہوئے تھا کہ میں نے اللہ کے پاس جانا نہیں۔حساب دینا نہیں کوئی پوچھنے والا نہیں جو من چاہا کیا اور گناہ اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا۔اس کو تو یہی خیال تھا کہ اسے لوٹ کر خدا کے پاس جانا ہی نہیں ہے۔لیکن اس کا یہ خیال غلط تھا اس کو لوٹ کر ضرور آنا تھا۔اور بلاشبہ اس کا رب اس سے باخبر تھا۔پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا۔ کہ اس کی روح کہاں سے آئی۔بدن کس طرح کس کس چیز سے بنا پھر دنیا میں اس نے کیا اعتقاد رکھا کیا عمل کیا دل میں کیا بات تھی زبان سے کیا نکلا اور ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا اور موت کے بعد اس کی روح کہاں گئی اور بدن کے اجزاء بکھر کر کہاں کہاں پہنچے تو جو خدا اس انسان کے احوال سے اس قدر واقف ہو اور اس کی ہر جزئی اور کلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو تو کیا گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس کو یونہی مہمل اور معطل چھوڑ دے گا۔نہیں بلکہ ضرور ہے کہ وہ اس کے اعمال پر ثمرات ونتائج مرتب کرے۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کے باغی اور ناشکرے اور فرمانبردار اور شکر گزار دونوں قسم کے لوگ بس زندگی گزار کر ختم ہو جائیں۔باغیوں کو کوئی سزا نہ ملے اور وہ بظاہر عیش و آرام کے ساتھ دنیا میں من مانی زندگی گزارتے رہیں اور وفاداروں کو کوئی انعام نہ ملے بلکہ بظاہر وہ تکلیف اور مصیبت میں رہیں۔یہ تو بڑی بے انصافی ہوگی۔انصاف کا تقاضا ہے کہ بدلہ کا ایک دن آئے اور سب کو بدلہ دیا جائے۔رحمت کا تقاضا ہے کہ فرمانبرداروں کو نعمت سے نوازا جائے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ مجرموں کو جرم کی سزا بھگتنا پڑے اور حکمت کا تقاضا ہے کہ یہ عالم بے مقصد نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۗ

سو میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی۔ اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے۔ اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاوے۔ کہ تم لوگوں کو ضرور ایک

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۩ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔ سو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے۔ بلکہ یہ کافر تکذیب

يُكَذِّبُوْنَ ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۚ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کرتے ہیں۔ اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔ سو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیجئے۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۧ

اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ سو میں قسم کھاتا ہوں	بِالشَّفَقِ شام کی سرخی	وَالَّيْلِ اور رات	وَمَا اور جو	وَسَقَ سمٹ آتی ہے	وَالْقَمَرِ اور چاند	اِذَا جب	اتَّسَقَ وہ مکمل ہو جائے
لَتَرْكَبُنَّ تم کو ضرور چڑھنا ہے	طَبَقًا ایک درجہ	عَنْ سے	طَبَقٍ درجہ	فَمَا سو کیا	لَهُمْ انہیں	لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائے	وَاِذَا اور جب
قُرِئَ پڑھا جاتا ہے	عَلَيْهِمُ ان پر	الْقُرْاٰنُ قرآن	لَا يَسْجُدُوْنَ وہ سجدہ نہیں کرتے	بَلْ بلکہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	يُكَذِّبُوْنَ وہ جھٹلاتے ہیں	
وَاللّٰهُ اور اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا جو	يُوْعُوْنَ بھر رکھتے ہیں	فَبَشِّرْهُمْ سو انہیں خوشخبری سنا	بِعَذَابٍ عذاب کی	اَلِيْمٍ دردناک	اِلَّا سوائے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے کام کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	اَجْرٌ اجر	غَيْرُ مَمْنُوْنٍ نہ ختم ہونیوالا		

ربط: گذشتہ آیات میں قیامت کے بعض واقعات اور جزا وسزا کا کچھ حال بیان کیا گیا تھا۔ اب منکرین قرآن کا یہ حال تھا کہ مر کر مٹی ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہونا ان کی سمجھ میں آتا تھا نہ مرنے کے بعد حساب کتاب اور جزا وسزا کے وہ قائل تھے اس لئے آگے ان آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ بطور اتمام حجت کے منکرین قرآن وقیامت سے فرمایا گیا کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔

شفق کی قسم:

یہاں تین چیزوں کی قسم کھائی گئی اور دراصل یہ تینوں چیزیں جن کی قسم کھائی گئی یہ دلائل ہیں جو بصورت قسم بیان کئے گئے۔ پہلی قسم فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ہے یعنی میں شفق کی قسم کھا کر کہتا ہوں شفق آفتاب غروب ہونے کے بعد جو سرخی ظاہر ہوتی ہے اس کو کہتے ہیں تو یہاں

مناسبت اور نکتہ اس کی قسم کھانے میں یہ ہے کہ جس طرح شفق سے رات شروع ہوتی ہے اسی طرح موت کے بعد سے عالم برزخ شروع ہوتا ہے اور دنیا سے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں اور مرنے والے اور دنیا کے درمیان ایک پردہ اندھیری رات کی طرح حائل ہو جاتا ہے۔

رات کی قسم

اس لئے شفق کے بعد دوسری قسم رات کی کھائی اور فرمایا وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ یعنی قسم ہے رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے۔ دن کو اکثر انسان وحیوان باہر پھرا کرتے ہیں اپنے اپنے معاش اور کام کاج کی تلاش کرتے ہیں۔ رات کو اپنے اپنے ٹھکانوں پر آجاتے ہیں اور سب آرام کرنے کے لئے سو جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے دنیا آباد تھی۔ اب رات میں ہر طرف سناٹا چھا جاتا

ہے اور موت کا نمونہ طاری ہو جاتا ہے اور ایسی شان ہوتی ہے جو موت کو یاد دلاتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سونے کے لئے لیٹتے تو ایسی دعائیں پڑھتے جن میں مرنے کی طرف اور خدا کے پاس جانے کی طرف اشارہ ہوتا تھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی تعلیم فرماتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا قصد فرماتے تو داہنی کروٹ پر اپنا ہاتھ دائیں رخسارہ کے نیچے رکھ کر یہ دعا فرماتے۔ **اللھم باسمک اموت واحییٰ** اے اللہ میں تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور جیتا ہوں اور آپ جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے۔ **الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی و الیہ النشور** سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مرنے کے بعد زندہ کر دیا اور اسی کے پاس سب کو جا کر جمع ہونا ہے۔ الغرض رات کی حالت دن سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور عالم برزخ کی زندگی رات کی نیند کے مشابہ ہے مگر جس طرح دن کی روشنی کو قیام نہیں تھا اسی طرح رات کے اندھیرے کو بھی بقا نہیں یہاں جو حالت ہے وہ برابر بدل رہی ہے چنانچہ اندھیرا چھا جانے کے بعد جب پورا چاند نکل آتا ہے تو پھر اجالا ہو جاتا ہے یہ مشابہت ہے کہ موت کے بعد پھر ایک نئی زندگی عطا ہو گی اور عالم فنا کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

انسانی حالات کی تبدیلیاں

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ اور قسم ہے چاند کی جب پورا ہو جائے۔ تو ان تینوں حالات کے قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔ یعنی ایک منزل کے بعد دوسری منزل طے کرنی پڑے گی۔ پہلے ماں کے پیٹ میں رہنے کی ایک منزل تھی جب اس منزل کو طے کر کے دوسری منزل میں قدم رکھا یعنی بچے کی شکل میں پیدا ہو کر اس دنیا میں آیا پھر لڑکپن کی منزل کو طے کر کے جوانی کی منزل میں آیا۔ پھر اس منزل کو بھی طے کر کے بڑھاپے کی منزل میں آیا جس کے بعد موت آ جاتی ہے تو یہیں بس نہیں۔ سلسلہ آگے بھی چلتا ہے اس کے بعد عالم برزخ ہے۔ پھر قیامت ہو گی۔ پھر دوبارہ زندگی حاصل ہو گی۔ پھر حشر ہو گا اور اعمال کی جزا و سزا عمل میں آئے گی۔ اور اخیر میں جنت یا جہنم میں ٹھکانا ہو گا۔ تو تغیرات عالم خصوصاً انسان کا تغیر و تبدل بآواز بلند پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ اے انسان تو کہیں سے آیا ہے اور بے اختیار مسافر کی طرح کہیں جا رہا ہے۔ جو کسی کے روکنے سے نہیں رکتا۔

جو خدا یہ تمام تصرفات کر رہا ہے اور جس کی قدرت سے یہ ساری تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ دنیا کے اس نظام کو جب چاہے ختم کر دے اور پھر جب چاہے دوبارہ قائم کر دے۔

وہ اک سجدہ جسے تو سمجھتا ہے گراں

آگے فرمایا جاتا ہے کہ ان منکرین کو کیا ہو گیا کہ جو ان حقیقتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور قرآن جو کہہ رہا ہے اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور آخرت کے لئے سامان کیوں نہیں کرتے۔ کیا وجہ کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ان کی گردنیں اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کیوں نہیں جھک جاتیں؟ اگر ان کی عقل خود بخود ان حالات کو دریافت نہیں کر سکتی ان کو تو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اٹھاتے لیکن اس کے برخلاف ان کا حال یہ ہے کہ قرآن کو سن کر بھی ذرا عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جب مسلمان خدا کی آیات سن کر سجدہ کرتے ہیں تو ان کو سجدہ کی توفیق نہیں ہوتی اور فقط اتنا ہی نہیں کہ اللہ کی آیات سن کر عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان قرآنی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور دلوں میں جو تکذیب و انکار اور بغض و عناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے

اخیر میں فرمایا گیا کہ ایسے بدبخت لوگوں کے لئے آخرت میں کسی قسم کی بھی خوشخبری نہیں۔ ہاں ان کے لئے اگر کوئی خوشخبری ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

ایمان و عمل صالح پر بہترین انعام

رہے وہ لوگ جو خدا کی بھیجی ہوئی کتاب کو اور اس کے بھیجے ہوئے رسول کو سچا مانتے ہیں اور انہیں آخرت کا بھی یقین ہے اور وہ جس

کتاب پر ایمان لائے ہیں اس کے احکام پر چلتے ہیں اور انہوں نے جس رسول کی تصدیق کی ہے اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں بہترین انعام ہے۔ ایسا انعام جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ گو ان کا ایمان اور عمل ان کی عمر کے زمانہ تک محدود ہے مگر خدائے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو ابدالآباد کے لئے نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اللھم اجعلنامنھم آمین.

سجدہ تلاوت

ان آیات میں ایک آیت سجدہ بھی ہے جس کے پڑھنے اور سننے سے سجدۂ تلاوت لازم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دعا کے بعد تمام حاضرین اور سامعین ایک سجدۂ تلاوت ادا کریں۔ جو اس بات کی عملی نشانی ہوگی کہ یہ سجدہ کرنے والے وہ ہیں جو قرآن کی بیان کی ہوئی حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنے معبود حقیقی کو سجدہ کر کے اپنی بندگی و عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور یہ ان لوگوں سے الگ ہیں جو اس قرآن کو سن کر نہ اس کی حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کے احکام پر کان دھرتے ہیں۔

خلاصہ

سورۂ انشقاق کی ابتدائی آیات میں ان کائناتی تبدیلیوں کا ذکر ہے جو قیام قیامت کے وقت رونما ہوں گی۔ پھر جب قیامت قائم ہو جائے گی تو حساب کے مرحلہ سے گزر کر انسان دو فریقوں میں تقسیم ہو جائیں گے، بعض وہ ہوں گے جن کا اعمال نامہ ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور بعض کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

اگلی آیات میں تین قسمیں کھا کر فرمایا گیا ''یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچو گے'' یعنی قیامت کے دن تمہیں مختلف مصائب اور مراحل کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہر اگلا مرحلہ پہلے مرحلہ سے شدید تر ہوگا البتہ وہ لوگ ان مصائب اور مختلف عذابوں سے محفوظ رہیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے۔

سورۃ الانشقاق کے خواص

۱..... جس عورت کو بچہ نہ ہوتا ہے تو یہ سورۃ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائی جائے تو اس کے بچے ہونے لگیں گے۔

۲..... جس آدمی کو زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہو اور شدید درد ہو تو اس پر سورۃ الانشقاق پڑھ کر دم کریں۔

۳..... اس سورۃ کو لکھ کر گھر میں رکھنے سے کیڑے مکوڑوں اور دیگر حشرات الارض سے حفاظت رہے گی۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ اپنے فضل و کرم سے، ہمارا حشر و نشر اپنے مومنین صالحین بندوں کے ساتھ فرمایئے اور انہی کے ساتھ اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے ہم کو بھی نوازیں اور ہمارا آخری ٹھکانہ اپنی جنت میں بنائیں۔

یَا اللّٰہُ آخرت سے غفلت ہی ایسا مرض ہے کہ جو آپ کی نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس وقت، امت مسلمہ میں یہ مرض عام ہوتا جارہا ہے۔ الاماشآء اللہ یَا اللّٰہُ ہماری اس غفلت کو دور فرما۔

یَا اللّٰہُ جس گناہ کے صغیرہ ہونے سے عذاب آئے، جس گناہ کے کبیرہ ہونے سے، عذاب زیادہ ہو جائے اور ان کے وبال میں ابتلا ہو جائے اور ان پر اصرار کرنے سے نعمت زائل ہو جائے ایسے سب گناہ میرے معاف کر دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳

قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور وعدہ کئے ہوئے دن کی۔ اور حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس میں حاضری ہوتی ہے۔

وَالسَّمَآءِ قسم آسمان کی	ذَاتِ الْبُرُوْجِ برجوں والا	وَالْيَوْمِ اور دن کی	الْمَوْعُوْدِ وعدہ کئے ہوئے	وَشَاهِدٍ اور حاضر ہونیوالا	وَمَشْهُوْدٍ اور جہاں حاضر ہوتے ہیں

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ سے ہوئی ہے۔ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) اسی لفظ بروج کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام بروج مقرر ہوا۔ یہ بھی مکی سورۃ ہے

شان نزول: شان نزول اس سورۃ کا بھی یہی ہے کہ مکہ معظمہ میں جب آفتاب نبوت طلوع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دین عام لوگوں کو دینا شروع کی تو قریش مکہ کو یہ امر سخت ناگوار گزرا کیوں کہ دین اسلام کی دعوت ان کے قدیمی دین و دستور کے خلاف تھی۔ انہوں نے اپنے بتوں اور دیوتاؤں کی برائیاں سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنا شروع کیا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر دعوت اسلام قبول کر لیتے تھے ان پر بھی ظلم ڈھانا شروع کیا۔ مار پیٹ، سخت گوئی فحش کلامی تک ہی نوبت نہ رکھی بلکہ اس سے بھی گزر کر ظلم و تشدد میں حد سے تجاوز کرنے لگے۔ جلتی ہوئی ریت پر گرم دھوپ میں باندھ کر ڈال دینا اور پھر ملک عرب کی دھوپ الامان والحفیظ جہاں کہ ٹمپریچر ۱۲۰ ڈگری تک پہنچ جاتا ہے۔ اور پھر کوڑے برسانا، پتھروں سے مار مار کر خون میں نہلا دینا۔ دہکتے ہوئے آگ کے انگاروں پر لٹانا۔ پیٹ میں نیزہ گھونپ دینا۔ عورتوں کو بے ستر کر کے ذلیل کرنا اسلام میں سب سے پہلی شہادت حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہ خاتونؓ کی ہوئی۔ ابوجہل نے ان کی پیشاب گاہ میں نیزہ مار کر ان کو شہید کیا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ الغرض بت پرست کفار مکہ نے اپنی بت پرستی اور مذہب کی حمایت میں کوئی ایسا ظلم و تشدد نہ چھوڑ ہوگا جو انہوں نے ابتدا میں مسلمانوں پر مکہ میں نہ کیا ہو۔ مظلوم غریب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر شکایت کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تسلی فرماتے کہ کچھ عرصہ صبر کرو۔ کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور یہ تمہارے آگے ذلیل و مغلوب ہو جائیں گے۔ یہ سن کر کفار مکہ اور بھی زیادہ تمسخر اور استہزاء کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو ان کے ظلم و ستم پر متنبہ کرنے اور اہل اسلام کو تسلی دینے کی خاطر یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اس سورۃ میں منکرین کے لئے سخت تنبیہ اور ان کو برے انجام سے ڈرایا گیا ہے اور ان کو دھمکی دی گئی ہے۔ جو اہل ایمان کو ستاتے ہیں ساتھ ہی مسلمانوں کو تسلی اور دلاسا دیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھنے والے بندوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں اور ان کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں آخر کار وہ خود ہلاکت اور بربادی سے دوچار ہوتے ہیں اور اس کے لئے تاریخی شہادت کے طور پر "اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ" کا ذکر فرمایا۔

پہلی قسم: یہاں چار چیزوں کی قسم کھائی ہے اور وہ چاروں ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت و سطوت پر دلالت کرتی ہیں کہ تمام دنیا اس کے آگے مسخر ہے۔

پہلی قسم وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ہے یعنی قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ اس کے لئے آسمان کے بارہ حصے مقرر کر لئے ہیں آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے مختلف اشکال نمودار ہوتی ہیں اب آسمان کے مجوزہ ۱۲ حصوں میں سے ہر حصہ کی اسی شکل سے نام و ذکر کیا۔ مثلاً کہیں ستاروں کے ملنے سے بیل کی صورت پیدا ہوگئی تو برج ثور نام رکھ دیا۔ مچھلی کی صورت پیدا ہوگئی تو برج حوت نام رکھ دیا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح سورج کے بعض برج میں رہنے سے دن رات برابر ہو جاتے ہیں اور بعض میں رہنے سے دن گھٹنا شروع ہو جاتا ہے اور بعض میں رہنے سے دن بڑھنے لگتا ہے۔ نزول قرآن سے پہلے بھی عرب آسمان

میں اس قسم کے برجوں کے قائل تھے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار سے پتہ چلتا ہے۔تو یہاں برجوں والے آسمان کی اس وجہ سے قسم کھائی ہے تا کہ اہل بصیرت پر روشن ہو جائے کہ کائنات کی کوئی شے اپنی ایک حالت پر قائم نہیں رہتی۔ہر روز عالم کی اشیاء میں انقلابات وارد ہوتے رہتے ہیں کبھی گرمی ہے تو کبھی سردی۔کبھی بہار ہے تو کبھی خزاں۔کبھی دن بڑے ہیں تو کبھی رات چھوٹی ہیں۔اسی طرح دنیا کے امور میں بھی انقلاب آتے ہیں۔کبھی ظالموں اور جابروں کے غرور کو توڑ دیا جاتا ہے ان کے غرور تکبر کو خاک میں ملا دیا جاتا ہے۔یہ روزمرہ کے انقلابات ہیں جو دنیا میں جاری و ساری ہیں۔تو اس اظہار سے جہاں کفار کو تنبیہ و تہدید ہے وہیں اہل ایمان کو تسلی اور بشارت ہے۔آج جو اہل ایمان کمزور و ضعیف ہیں آگے یہی صاحب قوت واقتدار ہوں گے اور کفار مکہ ان کے آگے ذلیل و رسوا ہوں گے اس طرح اہل اسلام کو اس میں تسلی بھی ہے اور بشارت بھی کہ چند روز کے مصائب سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں آخر فتح انہی کی ہوگی۔

دوسری قسم: وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ یعنی قسم ہے وعدہ کئے ہوئے دن کی۔اس سے مراد یوم قیامت ہے کہ جس کا تمام انبیاء علیہم السلام کی معرفت سزا و جزا کے لئے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے تو اس وعدہ کے دن کی قسم کھانے سے اپنے وعدہ کا وثوق دلانا مقصود ہے جس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا کی ترقی۔اقبال مندی اور اس کی جملہ شادمانی محدود ہے۔اس کی بقاء کا وقت مقرر ہے پھر اس کی فنا کا بھی ایک دن موعود ہے۔تو یہ قسم اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ قیامت ہو کر رہے گی اور اعمال کی جزا و سزا ضرور ملے گی۔آج اگر خدا کے فرمانبردار' ایمان دار' نیک لوگ' مصیبتیں جھیلتے رہتے ہیں اور طرح طرح سے ستائے جاتے ہیں اور خدا کے باغی نافرمان بدکار دندناتے اور مزے اڑاتے پھرتے ہیں لیکن اس کائنات کا مالک بڑا منصف ہے اس نے وعدے کا ایک دن مقرر کر دیا ہے۔جب وہ وعدہ کا دن آجائے گا تو پھر سب کے ساتھ پورا انصاف کیا جائے گا فرمانبرداروں کو ان کی وفاداری کا بدلہ دیا جائے گا اور نافرمانوں کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی۔

تیسری قسم: وَشَاهِدٍ وَمَشْهُوْدٍ یعنی قسم ہے شاہد کی اور قسم ہے مشہود کی۔اب شاہد سے کیا مراد ہے اور مشہود سے کیا مراد ہے؟ لغت میں شاہد کے معنیٰ سامنے ہونے والے کے ہیں۔اور پاس آنے والے کے اور گواہی دینے والے کے۔مشہود کے معنیٰ ہیں حاضر کیا گیا۔چونکہ یہ الفاظ بھی بڑے وسیع المعنیٰ ہیں اس لئے ان کی مراد میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔بعض نے کہا کہ شاہد سے مراد لوگ ہیں جو قیامت کو حاضر ہوں گے اور مشہود سے مراد حالات قیامت ہیں جو مشاہدہ کئے جائیں گے۔بعض نے کہا ہے کہ شاہد روز جمعہ ہے اور مشہود یوم عرفہ۔کیوں کہ جمعہ کا دن سب جگہ آموجود ہوتا ہے اور عرفے کے دن حج میں سب لوگ حاضر ہوتے ہیں۔کسی نے کہا کہ شاہد سے مراد خدا ہے اور مشہود سے بندے کہ وہ ان کے افعال واعمال کا گواہ ہوگا۔بعض نے کہا کہ شاہد پیغمبر ہیں اور مشہود ان کی امتیں ہیں۔بعض نے کہا کہ شاہد ملائکہ حفظ اور کاتب اعمال ہیں اور مشہود ابنائے آدم۔غرض اس قسم کے بہت سے اقوال ہیں مگر اکثر اکابر مفسرین نے شاہد سے مراد جمعہ کا دن اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن لیا ہے۔اس طرح وَشَاهِدٍ وَمَشْهُوْدٍ کا ترجمہ کیا گیا ہے قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی اور اس دن کی جس میں حاضری ہوتی ہے تو یہاں شاہد یعنی یوم جمعہ کی قسم اس مناسبت سے کھائی گئی کہ اس روز عجیب انقلابات ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔لکھا ہے کہ اسی روز تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔اسی روز آپ کو بہشت میں داخل کیا گیا پھر اسی روز شجر ممنوعہ کے کھانے سے جنت سے اتارے گئے۔اسی روز آپ کی گریہ زاری اور آہ و بکا کی شنوائی درگاہ ایزدی میں ہوئی اور آپ کی توبہ قبول ہوئی۔پھر اسی روز آپ کی وفات وقوع میں آئی تو گویا یوم جمعہ حضرت ابوالبشرؑ کی زندگی کی یاد دہانی کراتا ہے۔جو جو انقلابات وتغیرات عظیمہ ان پر گزرے ان سب کو ہمارے پیش نظر رکھتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اسی روز وہ واقعہ عظیمہ بھی پیش آنے والا ہے جس سے لوگوں کے دل ہل جائیں گے یعنی قیامت کی ابتداء جو نفخ صور سے ہوگی وہ بھی اسی روز پیش آنے والا ہے۔اسی طرح مشہود جس سے مراد یوم عرفہ ہے یعنی ۹ ذی الحجہ یوم الحج جس روز اطراف عالم سے لوگ بقصد حج مقام عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔جو میدان حشر کا عین نمونہ ہوتا ہے نفسی نفسی کا عالم طاری ہوتا ہے۔شاہ و گدا ایک رنگ میں نظر آتے ہیں۔ساکنان حضور وقصور اور خاک نشینان صحرا سب ایک حال میں دربار خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔کیا ہی عجیب انقلاب ہے تو ان چاروں قسموں کے بعد جس سے سورۃ کی ابتدا فرمائی گئی۔آگے جواب قسم ہے کہ اصحاب الاخدود یعنی خندق والے ملعون ہوئے ہلاک کر دیئے گئے۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ وَّهُمْ عَلٰی مَا

کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔اور وہ جو کچھ ایمان والوں کے ساتھ کررہے

يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۗ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ

تھے اُس کو دیکھ رہے تھے۔اور ان کافروں نے ان ایمان والوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست سزاوار حمد ہے۔

الْحَمِيْدِ ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۭ

ایسا کہ اُسی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

قُتِلَ ہلاک کردیے گئے	اَصْحٰبُ والے	الْاُخْدُوْدِ خندق (جمع)	النَّارِ آگ	ذَاتِ والی	الْوَقُوْدِ ایندھن	اِذْهُمْ جب وہ	عَلَيْهَا اس پر	
قُعُوْدٌ بیٹھے تھے	وَهُمْ اور وہ	عَلٰی پر	مَا جو	يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے تھے	بِالْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیساتھ	شُهُوْدٌ دیکھتے	وَمَا نَقَمُوْا اور نہیں بدلہ لیا	
مِنْهُمْ ان سے	اِلَّا مگر	اَنْ کہ	يُّؤْمِنُوْا وہ ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَمِيْدِ تعریفوں والا	الَّذِيْ وہ جوکہ	لَهٗ اس کے لے
مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰی پر	كُلِّ ہر	شَيْءٍ چیز	شَهِيْدٌ سامنے باخبر	

خندقوں والے ہلاک ہوگئے

گذشتہ ابتدائی آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ سورۃ کی ابتدا فرمائی گئی تھی اور چار قسمیں کھائی گئی تھیں یعنی قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور قسم ہے وعدہ کئے ہوئے دن کی یعنی قیامت کے دن کی۔اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی یعنی یوم جمعہ کی اور قسم ہے اس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے یعنی یوم عرفہ کی۔ان چاروں چیزوں کی قسم کھا کر آگے ان آیات میں جواب قسم ہے کہ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ یعنی خندق والے جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود کر آگ سے بھریں اور بہت سے ایندھن ڈال کر ان کو دہکایا وہ مغضوب وملعون ہوئے۔ خدیا اخدود کے معنی گڑھے۔کھائی اور خندق کے ہیں۔

خندقوں والوں کا واقعہ

اب یہ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ کہ جنہوں نے خندق کھود کر آگ دہکائی تھی اور ایمان داروں کو ایمان لانے کے جرم میں آگ میں ڈالا تھا کون لوگ تھے۔اس سلسلہ میں مفسرین نے متعدد واقعات نقل کئے ہیں مگر صحیح مسلم' جامع ترمذی' مسند احمد اور سنن نسائی میں جو قصہ مذکور ہے وہ زیادہ مشہور ہے اور وہی یہاں نقل کیا جاتا ہے۔وہ یہ کہ حضرت صہیب رومیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکے کا بادشاہی انتخاب

گذشتہ زمانہ میں ایک کافر بادشاہ تھا اس کے دربار میں ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بہت بوڑھا ہوگیا تو ایک روز اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں اور موت کا وقت قریب ہے اس لئے میری خواہش ہے کہ آپ ایک فہیم وسمجھدار لڑکا میرے حوالہ کردیں تاکہ میں اس کو اپنا فن ساحری سکھا کر اپنی زندگی ہی میں کامل کردوں چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکے کو اس کے سپرد کردیا اور اس نے ساحر سے سحر کی تعلیم شروع کردی۔

لڑکے کی راہب سے ملاقات

بادشاہ کے محل اور ساحر کے مکان کے درمیان ایک راہب یعنی حق پرست عیسائی عابد رہتا تھا اس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کا دین دین حق تھا۔اور یہ راہب اسی پر قائم تھا اور عبادت گزار تھا۔ایک مرتبہ لڑکا اس راہب کے پاس چلا گیا اور اس کی باتوں اور اس کے طریقوں کو دیکھ کر

بہت مسرور ہوا اور اس کے پاس آنے جانے لگا۔ تو اب ساحر اور بادشاہ کے ہاں مقررہ وقت میں آمد و رفت میں تاخیر ہونے پر وہ لڑکے پر برافروختہ اور ناراض ہوئے۔ لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی۔ راہب نے کہا کہ اس معاملہ کے مخفی رکھنے کی صرف یہ صورت ہے کہ جب بادشاہ باز پرس کرے تو یہ عذر کر دینا کہ ساحر کے ہاں دیر ہوگئی اور جب ساحر ناراض ہو تو یہ کہہ دینا کہ بادشاہ کے پاس تاخیر ہوگئی۔

راہب کے سچے ہونے کا ثبوت

غرض یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک یونہی جاری رہا کہ ایک مرتبہ لڑکے نے دیکھا کہ راہ میں ایک بہت ہیبت ناک اور عظیم الجثہ درندہ لوگوں کی راہ روکے ہوئے ہے اور کسی کو یہ جرات نہیں ہوتی کہ وہ اس کے سامنے سے گزر جائے۔ لڑکے نے سوچا کہ یہ بہترین وقت ہے اس بات کا کہ میں جانچ کروں آیا ساحر کا مذہب سچا ہے یا راہب کا دین۔ یہ سوچ کر اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہنے لگا خدایا اگر تیرے نزدیک ساحر کے مقابلہ میں راہب کا دین سچا ہے تو میرے اس پتھر سے اس جانور کو ہلاک کر دے یہ کہہ کر اس نے جانور کو پتھر مارا۔ پتھر کا لگنا تھا کہ وہ وہیں ہلاک ہوگیا۔ لڑکا چل دیا اور راہب سے سارا ماجرا جا کر سنایا۔ راہب نے کہا مجھے ڈر ہے کہ تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے۔ دیکھو وہ وقت آئے تو میرا ذکر نہ کرنا۔

لڑکے کی کرامات

لوگوں نے لڑکے کی اس جرأت کو دیکھ کر چرچا کیا اور کہنے لگے کہ اس کو عجیب غریب علم آتا ہے۔ یہ سن کر اس کے پاس اندھے اور کوڑھی آنے لگے اور انہوں نے کہا کہ اپنے علم کے زور سے ہم کو اچھا کر دو وہ خدا کے فضل سے اچھا کر دیتا تھا۔ بادشاہ کا ایک درباری مصاحب نابینا ہوگیا تھا اس نے جو لڑکے کا چرچا سنا تو تحفہ تحائف کا بہت بڑا سامان لے کر اس کے پاس آیا اور تحفے پیش کرتے ہوئے بینا کر دینے کی درخواست کی۔ لڑکے نے جواب دیا میں کچھ نہیں ہوں اور نہ مجھ میں یہ طاقت ہے بلکہ شافی مطلق تو خدائے واحد ہے پس اگر تو ایمان لے آئے اور اس واحد یکتا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرے تو میں ضرور تیری سفارش کے لئے دعا کروں گا۔ درباری یہ سن کر خدائے واحد پر ایمان لے آیا اور بت پرستی سے تائب ہو کر دین عیسوی جو اس وقت دین حق تھا اختیار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرمائی اور وہ بینا ہوگیا۔

لڑکے کے ایمان کی خبر بادشاہ تک پہنچ گئی

اگلے دن جب وہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے نابینا کو بینا پایا۔ تب بادشاہ نے سوال کیا کہ اپنے بینا ہونے کی حقیقت بیان کر۔ اس نے جواب دیا میرے رب نے مجھ کو شفا بخش دی۔ کافر بادشاہ نے کہا تیرا رب تو میں ہوں۔ کیا میں نے تجھ کو اچھا کر دیا؟ درباری نے جواب دیا نہیں۔ تیرے اور میرے کل جہان کے پروردگار نے اچھا کر دیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آ کر کہا کیا میرے سوا بھی کوئی تیرا رب ہے؟۔ درباری نے کہا ہاں۔ اللہ تیرا اور میرا دونوں کا رب ہے۔ تب بادشاہ نے اس درباری کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا۔ آخر اس درباری نے لڑکے کا ماجرا کہہ سنایا۔

لڑکے کی آزمائش اور کامیابی

بادشاہ نے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو سحر کے ذریعہ سے اندھوں کو بینا اور مبروص و جذامی کو شفا دیتا ہے۔ لڑکے نے کہا مجھ میں یہ طاقت کہاں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ رب العالمین کے شفا دینے سے شفایاب ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ بھی تیرا اور کوئی رب ہے؟ لڑکے نے کہا وہ خدا جو واحد یکتا ہے۔ تیرا اور میرا دونوں کا رب ہے۔ تب بادشاہ نے اس لڑکے کو عذاب میں مبتلا کرنا شروع کر دیا۔ آخر اس نے راہب سے متعلق تمام واقعہ کہہ سنایا۔ تب بادشاہ نے راہب کو بلایا اور اس کو مجبور کیا کہ وہ دین حق سے پھر جائے۔ مگر راہب نے کسی طرح اس کو قبول نہیں کیا۔ تب بادشاہ نے راہب کے سر پر آرا چلوا دیا اور اس طرح اس کو شہید کر ڈالا۔

لڑکے کو قتل کرنے میں بادشاہ کی ناکامی

اب لڑکے سے کہا کہ تو راہب کے دین سے پھر جا۔ لڑکے نے بھی صاف انکار کر دیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر وہاں سے گرا دو کہ پاش پاش ہو جائے۔ جب سرکاری آدمی لڑکے کو پہاڑ پر لے کر چڑھے تو لڑکے نے دعا کی۔ الٰہی تو ان لوگوں کے مقابلہ میں

میرے لئے کافی ہو جا۔ چنانچہ اسی وقت پہاڑ زلزلہ میں آ گیا اور سرکاری آدمی گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم بچ کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ دیکھا تو کہا کہ تیرے ساتھ والے کہاں گئے۔ لڑکے نے کہا خدا نے ان کے مقابلہ میں میری مدد کی۔ تب بادشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ اس کو لے جاؤ اور دریا میں لے جا کر غرق کر دو۔ سرکاری آدمی اس کو دریا کے بیچ میں لے کر پہنچے تو لڑکے نے پھر وہی دعا کی۔ خدایا ان سے مجھ کو نجات دے۔ فوراً ہی دریا میں جوش آیا اور وہ سب غرق ہو گئے اور لڑکا بچ گیا اور صحیح سلامت بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بادشاہ نے پھر وہی سوال کیا اور لڑکے نے پھر وہی جواب دیا۔

لڑکے کی شہادت اور پوری قوم کا مسلمان ہونا

اب لڑکے نے کہا کہ اے بادشاہ اس طرح تو مجھ پر ہرگز کامیابی حاصل نہیں کر سکتا البتہ جو ترکیب میں بتاؤں اگر اس کو اختیار کرے تو بے شک تو مجھ کو قتل کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے لڑکے سے وہ تدبیر دریافت کی۔ لڑکے نے کہا تو شہر کی تمام مخلوق کو بلند جگہ پر جمع کر جب سب جمع ہو جاویں تو اس وقت مجھ کو درخت پر لٹکا دینا اور میرے ترکش سے تیر لے کر اور یہ پڑھ کر میرے سینہ پر تیر مارنا۔

بسم الله رب الغلام اللہ کے نام پر جو اس لڑکے کا پروردگار ہے تب میں مر سکتا ہوں۔ بادشاہ نے لڑکے کے قول پر عمل کیا اور جب تمام شہر جمع ہو گیا تو لڑکے کو سولی پر لٹکا کر اور لڑکے کی بتائی ہوئی عبارت پڑھ کر اس کے تیر مارا اور لڑکا تیر کھا کر جاں بحق ہو گیا۔ مخلوق نے جو یہ دیکھا تو سب نے ایک دم بآواز بلند نعرہ لگایا۔ امنا برب الغلام. امنا برب الغلام ہم لڑکے کے پروردگار پر ایمان لے آئے اور سب نے دین عیسوی جو اس وقت دین حق تھا قبول کر لیا۔

قوم کو جلانے کے لئے خندقوں کا انتظام

بادشاہ پوری قوم کی یہ حالت دیکھ کر جامہ سے باہر ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ شہر کے ہر ایک محلّہ گلی کوچہ میں خندقیں کھودو اور ان میں خوب آگ دہکاؤ۔ پھر ہر محلّہ کے لوگوں کو جمع کر دو اور ان سے کہو کہ اس دین سے باز آ جائیں۔ جو باز آ جائے اس کو چھوڑ دو اور جو انکار کرتا جائے اس کو دہکتی آگ میں ڈالتے جاؤ۔ لوگ جوق در جوق جمع ہوتے تھے اور دین حق سے باز نہ رہنے کا اقرار کرتے اور بخوشی دہکتی آگ میں ڈالے جاتے تھے اور اس جان گسل اور ہولناک نظارہ کو بادشاہ اور اس کے مصاحبین مسرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے کہ ایک عورت لائی گئی جس کی گود میں شیر خوار بچہ تھا۔ عورت بچہ کی محبت میں جھجکی۔ فوراً بچہ نے کہا اماں صبر سے کام لے اور بے خوف خندق میں کود جا اس لئے کہ بلاشبہ تو حق پر ہے اور یہ ظالم باطل پر ہیں۔

اس قصہ کا درس

علامہ ابن کثیرؒ نے بحیثیت ایک مؤرخ یہ ثابت کیا ہے کہ بلاشبہ اس نوعیت کے متعدد واقعات پیش آ چکے ہیں جو اپنے مفہوم، مراد اور مقصد کے لحاظ سے سب ہی اس سورۃ بروج کی آیات کے مصداق بن سکتے ہیں۔ اور تمام واقعات کا حاصل اگر تفصیلات اور جزئیات کو نظر انداز کر دیا جائے تو ایک ہی نکلتا ہے اور وہ یہ کہ حق پرست جماعت کے حصہ میں ابدی کامرانی اور سرمدی فوز و فلاح اور ظالم اور باطل پرست جماعت دنیا میں بھی خائب و خاسر ہے اور آخرت میں ابدی جہنم نصیب ہے۔ تو نزول قرآن کے وقت اہل عرب ان میں سے بعض یا کسی ایک واقعہ سے ضرور آگاہ ہوں گے۔ اس لئے کفار مکہ کو یہ آیات سنائی گئیں۔ جب کہ وہ مسلمانوں پر ہر طرح کے ظلم توڑ رہے تھے اور مکہ کے مشرکین سردار اپنی آنکھوں کے سامنے مظلوم مسلمانوں پر ظلم کرا رہے تھے۔ اگر انہوں نے اصحاب اخدود کے گذشتہ واقعات سے عبرت حاصل نہ کی اور اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو ان کو بھی ہلاکت و لعنت خداوندی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

کافروں کی سنگدلی

آگے انہی اصحاب اخدود کے متعلق بتلایا جاتا ہے۔ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ (یعنی جس وقت وہ لوگ اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ ایمان داروں کے ساتھ ظلم و ستم کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے) یعنی وہ ظالم اور کافر بادشاہ اور اس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگ دلی سے حق پرستوں اور ایمانداروں کے آگ میں ڈالے

جانے اور جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور بدبختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔

اہل ایمان کی آزمائش

آگے ارشاد ہوا وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ یعنی ان اہل ایمان حق پرستوں کا قصور اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ وہ کفر وشرک کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لے آئے تھے جس کی بادشاہت سے زمین وآسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ احوال سے باخبر ہے تو جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اس اکیلے خدا کو مانتے ہیں آگ میں جلایا جائے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسا ظلم وستم یونہی خالی چلا جائے اور خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دے۔ رہی یہ بات کہ وہ عزیز وحمید اور قہار وجبار اگر اپنے خاص بندوں کو کسی وقت ظالموں اور کافروں کے ہاتھ سے تکلیف بھی پہنچوا دے اور اس کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکے تو نہ ہو لیکن دراصل اس کی خاص مصلحت وحکمت ہی کی بناء پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ زمینوں اور آسمانوں اور کل مخلوقات کا مالک ہے اور ہر چیز پر حاضر ناظر ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرمائیں اور اسلام وایمان کی برکت سے اپنی نصرت و اعانت کو ہمارے شامل حال رکھیں۔ روئے زمین پر اس وقت جہاں بھی کفار کو غلبہ ہے اور اہل اسلام پر ظالم مسلط ہیں یا اللہ اپنی قدرت سے ظالموں کے غلبہ کو دور فرما آمین۔

یَا اللّٰہُ جس گناہ کی وجہ سے نیکی زائل ہو گئی، گناہ پر گناہ بڑھے، تکالیف اتریں اور تیرے غضب کا باعث ہوں ان سب گناہوں کو معاف فرما دے۔

یَا اللّٰہُ گناہ تو صرف آپ ہی معاف کر سکتے ہیں۔ آپ نے بہت سے گناہ اپنے علم میں چھپا لئے ہیں آپ ان کو معاف کر دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

جنہوں نے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کیلئے جلنے کا عذاب ہے۔

عَذَابُ الْحَرِيقِ ۞ إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

الْأَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۞

یہ بڑی کامیابی ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ وہ جو	فَتَنُوا تکلیفیں دیں	الْمُؤْمِنِينَ مومن (جمع) مرد	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں	ثُمَّ پھر	لَمْ يَتُوبُوا انہوں نے توبہ نہ کی	فَلَهُمْ تو ان کیلئے		
عَذَابُ عذاب	جَهَنَّمَ جہنم	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابُ عذاب	الْحَرِيقِ جلنا	إِنَّ بیشک	الَّذِينَ اٰمَنُوا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے		
الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتٌ باغات	تَجْرِي جاری ہیں	مِنْ سے	تَحْتِهَا انکے نیچے	الْأَنْهٰرُ نہریں	ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْكَبِيرُ بڑی

خندق والوں کا انجام

گذشتہ آیات میں اصحاب الاخدود کا ذکر ہوا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ جن مومنین کو ظالموں نے آگ کی خندق میں ڈالا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو تو تکلیف سے اس طرح بچا دیا کہ آگ کے چھونے سے پہلے ہی ان کی ارواح قبض کر لی گئیں اس طرح گویا مردہ جسم آگ میں پڑے۔ پھر یہ آگ اتنی بھڑک اٹھی کہ خندق کی حدود سے نکل کر شہر میں پھیل گئی اور ان سب لوگوں کو جو ایمان والوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے اس آگ نے جلا دیا صرف بادشاہ بھاگ نکلا اور آگ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو اس نے دریا میں ڈال دیا اور اس میں غرق ہو کر مرا۔ تو اس واقعہ أَصْحٰبُ الْأُخْدُودِ کو سنا کر کفار مکہ کو جو غریب مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھا رہے تھے تنبیہ تھی کہ اگر تم ان حرکات سے باز نہ آئے تو تم بھی ملعون اور گرفتار عذاب ہو گے۔

اس کے بعد آگے حق تعالیٰ اپنا دائمی قانون سناتے ہیں کہ یہ کچھ اصحاب الاخدود ہی پر منحصر نہیں جو لوگ ایمان داروں کو اور حق پرستوں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے جیسے کہ کفار مکہ اس وقت کر رہے تھے پھر اپنی ان نالائق حرکات سے تائب نہ ہوں گے تو ان سب کے لئے جہنم کا عذاب تیار ہے۔ جس میں بے شمار قسم کی تکلیفیں ہوں گی اور بڑی تکلیف آگ سے جلنے کی ہو گی جس میں جہنمی کا تن من سب گرفتار ہو گا۔ اسی لئے اس کو خاص طور پر وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ فرمایا۔ جہنم کی آگ اول تو دنیا کی آگ سے ۷۰ حصہ زیادہ گرم ہے اس لئے بسبب شدت گرمی آگ کے پہنچتے ہی جسم جل کر بھسم ہو جایا کریں گے اور پھر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے یہاں تک کہ ایک گھڑی میں سات سو جسم بدلتے رہیں گے۔ جسم کے اصلی اجزاء برقرار رہیں گے گوشت پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا۔ العیاذ باللہ۔

اللھم احفظنا من غضبک و النار

توبہ کا دروازہ کھلا ہے

اس سزا کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ وہ ہیں جو توبہ نہیں کرتے اور اس لئے اس سزا کے مستحق ہوں گے۔ اگر ایسے لوگ بھی سچی توبہ کر لیں یعنی اپنی خطا کا اقرار کر لیں۔ اپنے کئے پر نادم ہوں اور آئندہ ایسی خطا نہ کرنے کا عزم کر لیں اور اپنے خطا کی معافی چاہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا کرم و احسان ہے کہ اس نے بڑے سے بڑے سرکش اور مجرم کے لئے بھی معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

مومن صالح کا انعام

ظالم مجرموں کی سزا اور ان کا انجام بیان کرنے کے ساتھ ہی حق تعالیٰ اپنے فرمانبردار اور وفادار بندوں کے انجام کا بھی ذکر فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لے آئیں یعنی اللہ کی وحدانیت۔ اس کے رسولوں کی رسالت تسلیم کر لیں۔ اس کی کتاب کی حقانیت کو مان لیں اور اس کے موافق اپنا عقیدہ رکھیں اور ساتھ ہی اعمال صالحہ بجا لائیں۔ یعنی جن باتوں کے کرنے کا اللہ اور اس کے رسول حکم دیں ان کو بجا لائیں اور جن باتوں اور کاموں کے کرنے کو منع کیا ان سے بچنے اور باز رہنے کی کوشش کریں۔ تو ایسے فرمانبردار ایمان والے بندوں کے لئے آخرت میں آرام ہی آرام ہے۔ وہاں انہیں ایسے سدا بہار باغات میں رکھا جائے گا جن میں نہریں جاری ہوں گی اور جہاں ہر طرح کا لطف آرام انہیں میسر ہوگا۔ آرام و آسائش کا جو اونچے سے اونچا تصور کسی ذہن میں آ سکتا ہے اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر نعمتیں انہیں وہاں ملیں گی۔ اللھم اجعلنامنھم

عمل صالح کونسا ہے؟

وہی کام "عمل صالح" ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اور صرف اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا جائے ان دو شرطوں کے بغیر کوئی کام "عمل صالح" نہیں ہو سکتا۔ گو بظاہر دیکھنے میں وہ کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ مثال کے طور پر دیکھ لیجئے نماز پڑھنا کتنا اچھا کام ہے لیکن اگر کوئی طلوع آفتاب کے وقت پڑھتا ہے تو وہ نماز پڑھنا "عمل صالح" نہیں بلکہ گناہ ہے۔ اسی طرح روزہ رکھنا کتنا اچھا عمل ہے مگر عید کے دن اگر کسی نے روزہ رکھا تو وہ عمل صالح نہیں بلکہ گناہ ہے۔

بڑی کامیابی

آگے فرمایا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ یعنی یہ ہے بڑی کامیابی کہ جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ابدی نعمتیں حاصل ہو جائیں نہ کہ دنیا کا عیش و آرام اور ملک و مال اور جاہ و جلال اور حشم و خدم جس کو اہل باطل نے کامیابی سمجھ رکھا ہے اگر دنیا میں کسی نے مال بے حساب اور ملک اور عمدہ مکان اور زر و جواہرات اور تمامی عیش کے سامان بہم بھی پہنچا لئے اول تو سب چیزوں کا بہم ہونا مشکل ایک نہ ایک حسرت و آرزو باقی ہی رہ جاتی ہے اور اگر کسی کو تمام چیزیں میسر بھی ہو گئیں تو پھر ان چیزوں کو دوام اور بقا نہیں کہیں دشمن کا کھٹکا کہیں نقصان اور کمی کا خوف۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہمیں ہدایت و بصیرت عطا فرما کہ ہم اپنی زندگی کے اصل مقصد کو سمجھیں اور جانیں اور اس کے حصول لئے کوشاں رہیں۔ اور زندگی کے ہر لمحہ میں آپ کی رضا کے متلاشی رہیں۔

یَااللہ میں نے تیری مخلوق پر کسی قسم کا ظلم کیا یا تیرے دوستوں کے خلاف چلا۔ تیرے دشمنوں کی امداد کی ہو' اہل اطاعت کے مخالف' اہل معصیت سے جا ملا ہوں' ان کا ساتھ دیا ہو' الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ

آپ کے رب کی داروگیر بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا اور وہی بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک

الْمَجِيْدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ

عظمت والا ہے۔ وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے۔ یعنی فرعون اور ثمود کا۔ بلکہ یہ کافر

كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

تکذیب میں ہیں۔ اور اللہ ان کو ادھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے۔ بلکہ وہ ایک با عظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔

اِنَّ بیشک	بَطْشَ پکڑ	رَبِّكَ تمہارا رب	لَشَدِيْدٌ بڑی سخت	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہی	يُبْدِئُ پہلی بار پیدا کرتا ہے	وَيُعِيْدُ اور لوٹاتا ہے	وَهُوَ اور وہ	
الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الْوَدُوْدُ محبت والا	ذُو الْعَرْشِ عرش والا	الْمَجِيْدُ بڑی بزرگی والا	فَعَّالٌ کر ڈالنے والا	لِمَا جو	يُرِيْدُ وہ چاہے	هَلْ کیا	اَتٰىكَ تجھ تک آئی (پہنچی)	
حَدِيْثُ بات	الْجُنُوْدِ لشکر	فِرْعَوْنَ فرعون	وَثَمُوْدَ اور ثمود	بَلْ بلکہ	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	فِيْ میں	تَكْذِيْبٍ جھٹلانا	وَاللّٰهُ اور اللہ
مِنْ سے	وَّرَآئِهِمْ انکے ہر طرف	مُّحِيْطٌ گھیرے ہوئے	بَلْ بلکہ	هُوَ وہ	قُرْاٰنٌ قرآن	مَّجِيْدٌ بڑی بزرگی والا	فِيْ میں	لَوْحٍ لوح	مَّحْفُوْظٍ محفوظ

مجرموں کیلئے سخت پکڑ

گذشتہ آیات میں دو مضمون بیان فرمائے گئے تھے ایک تو یہ کہ دنیا میں ایمان داروں اور حق پرستوں کو ستانے والے آخرت میں جہنم کا عذاب بھگتیں گے دوسرے یہ کہ ایماندار نیک کرداروں کے لئے آخرت میں جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ اب آگے انہی دو مضمونوں کی مناسبت سے اور انہی دو مضمونوں کو مؤکد کرنے کے لئے حق تعالیٰ اپنی دو قسم کی صفات بیان فرماتے ہیں۔ پہلے مضمون کے لئے یعنی نافرمانوں اور سرکشوں کو سزا دینے کے لئے اپنی صفت جباری و قہاری کا اظہار فرمایا اور ارشاد ہوا۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ آپ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہ جب تک چاہتا ہے مہلت اور ڈھیل دیتا ہے لیکن جب وہ پکڑنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا اور جس کو پکڑتا ہے اس کو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ دنیا میں بھی ذلیل و خوار کر دیتا ہے آخرت میں بھی مبتلائے عذاب کرتا ہے۔ نہ پھر کوئی تدبیر کام آتی ہے نہ کوئی حیلہ اور زور چلتا ہے۔ وہ دم بھر میں سلطنتوں کو خاک میں ملا دیتا ہے بڑے بڑے مال و دولت و جاہ والوں کو مفلس بنا دیتا ہے اور سارے جاہ و اعزاز کو برباد کر دیتا ہے۔

آگے فرمایا اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ بے شک پہلی مرتبہ بھی آدمی کو وہی پیدا کرتا ہے اور دوسری مرتبہ موت کے بعد بھی وہی پیدا کرے گا۔ پس مجرم اس دھوکہ میں نہ رہے کہ موت جب ہمارا نام و نشان مٹا دے گی پھر ہم کس طرح ہاتھ آئیں گے جزا و سزا کے لئے۔

توبہ کرنے والوں کیلئے مغفرت و رحمت

اس کے بعد دوسرے مضمون یعنی اہل ایمان خدا پرستوں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ اس کے متعلق اپنی صفت بیان فرمائی وَهُوَ الْغَفُوْرُ کہ وہ بخش دینے والا بھی ہے۔ بندوں کے گناہوں سے توبہ و استغفار پر درگزر بھی کرتا ہے اور جو سرے سے نیکوکار ہیں ان کے لئے الْوَدُوْدُ ہے یعنی پیار اور محبت بھی کرنے والا ہے۔ اس کو اپنے بندوں سے ایسی محبت ہے کہ ماں کو اپنی اولاد سے بھی نہیں۔ یعنی باوجود صفت قہاری اور سخت گیری کے اس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں۔ وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا ان کے عیوب چھپاتا اور طرح طرح کے لطف و کرم اور شفقت و عنایات سے نوازتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کہ وہ عرش والا ہے جو عرش

تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور تمام خلائق کے اوپر ہے۔ وہ جس کام کا جب ارادہ کر لے کرنے پر قدرت رکھتا ہے یعنی اپنے علم و حکمت کے موافق جو کرنا چاہے کچھ دیر نہیں لگتی۔ نہ کوئی روکنے ٹوکنے کا حق رکھتا ہے۔ امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ سے ان کی اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوتا ہے لوگ سوال کرتے ہیں کہ کسی طبیب نے بھی آپ کو دیکھا۔ فرمایا ہاں پوچھا پھر کیا جواب دیا۔

فرمایا کہ جواب دیا۔ انی فعال لما یرید.

فرعون و ثمود کے قصوں سے عبرت پکڑو

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ

یعنی مثال کے طور پر فرعون ہی کو دیکھ لو۔ کیسا زبردست بادشاہ۔ کتنی طاقت والا اور اس کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بظاہر انتہائی کمزور اور بے سہارا لیکن انجام کیا ہوا؟ فرعون اپنے تمام ساز و سامان اور لاؤ لشکر سمیت ڈبو کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس کی طاقت۔ حکومت و سلطنت اس کے کچھ کام نہ آئی۔ اور حضرت موسیٰ اور آپ کی قوم کو نجات دی گئی اور انہیں سربلندی اور کامیابی نصیب ہوئی۔ اسی طرح ثمود یعنی صالح علیہ السلام کی قوم کا حال دیکھو کیسی ترقی یافتہ اور کیسی طاقت ور قوم اپنی طاقت کے گھمنڈ میں بالکل مست لیکن جب ان کی نافرمانیوں کی بدولت اللہ کی پکڑ کا وقت آ گیا تو نہ طاقت کام آئی اور نہ صنعتی کمال نے کچھ ساتھ دیا آن کی آن میں سب دھرا رہ گیا اور پوری بستی اس طرح اجڑ گئی جیسے وہاں کوئی رہتا ہی نہ تھا۔ ایک مدت تک ان پر انعام کا دروازہ کھلا رہا تھا اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتیں ان کو پہنچتی تھیں پھر ان کے کفر و طغیان کی بدولت کیسا سخت انتقام لیا گیا۔

کافر سزا سے نہیں بچ سکتے

تو چاہیے تو یہ تھا کہ کفار ان قصوں سے عبرت پکڑتے اور سبق لیتے مگر یہ کفار ان قصوں سے بھی کچھ عبرت نہیں پکڑتے اور عذاب الٰہی سے ذرا نہیں ڈرتے اور الٹا ان قصوں اور قرآن کے جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں لیکن یہ حقیقت ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے اور انہیں یہ خیال ہی نہیں رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے بچ کر یہ کہیں نہیں جا سکتے۔ اس کی پکڑ سخت ہے اور اس کی پکڑ کے سامنے یہ انسان بالکل بے بس اور مجبور ہے باوجود اپنی اکڑفوں کے یہ انسان آئے دن طوفانوں، زلزلوں، قحطوں، بارشوں، سیلابوں، بیماریوں اور وباؤں وغیرہ کی شکلوں میں اپنی مجبوری کے تماشے دیکھتا رہتا ہے۔ ان واقعات سے اسے سبق لینا چاہئے تھا کہ یقیناً کوئی ہستی ایسی موجود ہے جو اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور جس کی پکڑ سے وہ نکل کر کہیں جا نہیں سکتا۔ تو منکرین جس انکار میں لگے ہوئے ہیں اس انکار تکذیب کی سزا ضرور بھگتنی ہے۔

قرآن خدائی حفاظت میں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کا قرآن کو جھٹلانا اور اس کی تکذیب کرنا محض حماقت ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو یا چند احمقوں کے جھٹلانے اور باطل بتلانے سے اس کی شان اور بزرگی کم ہو جائے۔ یہ کتاب تو اپنے درجے اور مقام کے لحاظ سے بہت بلند ہے۔ یہ لوح محفوظ میں ثبت ہے جہاں کسی معاند کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور جو شیاطین کی دسترس سے باہر ہے۔ اس میں نہ کوئی تبدیلی ممکن ہے اور نہ کسی قسم کا تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔

خلاصہ

اس سورت کی ابتداء میں اللہ نے تین قسمیں کھا کر فرمایا کہ ''خندقوں والے ہلاک کیے گئے'' صحیح مسلم میں ''خندقوں والے'' قصہ کی نسبت حمیر کے بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ ذونواس یہودی کی طرف کی گئی ہے جو مشرک تھا اور اس نے ایسے بیس ہزار افراد کو خندقوں میں ڈال کر زندہ جلا دیا تھا جو عیسائی بن گئے تھے اور انہوں نے خدا پرستی چھوڑ کر بت پرستی کرنے سے انکار کر دیا تھا، اسی طرح صحیح مسلم وغیرہ میں ساحر، راہب اور غلام کا قصہ بھی منقول ہے، جب ایک نوجوان لڑکے کی استقامت دیکھ کر ہزاروں لوگوں نے ایمان

قبول کرلیا اور بادشاہِ وقت کی دھمکیوں کے باوجود وہ ایمان سے باز نہ آئے تو ان سب کو خندقوں میں دہکتی ہوئی آگ کے حوالے کر دیا گیا۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ایسے کئی واقعات کا پتہ چلتا ہے جب مذہبی اور نظریاتی اختلافات کی بناء پر مخالفین نے ایک دوسرے کو زندہ جلا دیا ،آج کی دنیا جسے اپنے مہذب اور ترقی یافتہ ہونے پر بڑا ناز ہے ،وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک بم مسلمانوں پر استعمال کر رہی ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے پوری پوری بستی اور شہر کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں، افغانستان اور عراق میں جو آگ جلائی گئی کیا یہ آگ ذونواس کی آگ سے کم درجہ کی تھی؟ جس کا نشانہ کلمہ پڑھنے والے نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں، مردوں اور عورتوں کو بنایا گیا یہ آگ ہی تو ہے جو مسلمانوں پر برسائی جارہی ہے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ کیسے بیس ہزار افراد کو زندہ جلا دیا گیا۔

ایسے لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے کہ ''جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ نہ کی تو ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کا عذاب ہے۔سورت کے اختتام پر اللہ کی عظمت اور انتقام کی قدرت کا بیان ہے' اس کی پکڑ بڑی سخت ہے وہ جب کسی کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے تو اسے کوئی نہیں چھڑا سکتا۔فرعون کا انجام اس دعویٰ کی دلیل اور اس پر گواہ ہے۔

سورۃ البروج کے خواص

۱......جس بچہ کا دودھ چھڑانا ہو تو یہ سورۃ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائیں۔وہ بچہ آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔

۲......رات کو بستر پر جا کر اس سورۃ کو پڑھ کر سوئیں تو رات بھر ہر قسم کی آفت سے حفاظت رہے گی۔ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ

مسافر سفر پر روانہ ہوتے وقت اپنے گھر کے دروازہ میں کھڑے ہو کر یہ آیات پڑھ لے تو وہ خود اور اس کا ساز وسامان سب محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ اپنا وہ خوف وخشیت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے کہ جو ہم آپ کی پکڑ سے ڈر کر ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز آجائیں اور آپ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔آمین۔

یَااَللّٰہُ بعض گناہ ایسے بھی کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ یہ گناہ کی بات ہے اور آپ میرے حال کو جانتے ہیں لیکن گناہ کو ہلکا خیال کیا اور تیری پکڑ کا خیال نہ کیا۔اپنی رو میں کر گزرا الٰہی! ان کو بھی معاف فرما دیجئے

یَااَللّٰہُ دن کی روشنی میں تیرے بندوں سے چھپ کر گناہ کیا اور رات کے اندھیرے میں تیرا حکم توڑا یہ صرف میری نادانی ہی تھی کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ہر پوشیدہ ظاہر ہے۔آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ کے یہاں سوائے آپ کی رحمت کے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ سَبْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۭ

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے اور آپ کو معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے۔ وہ روشن ستارہ ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو۔

وَالسَّمَآءِ قسم آسمان کی	وَالطَّارِقِ اور رات کو آنیوالے کی	وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تم نے کیا سمجھا	مَا الطَّارِقُ کیا ہے طارق	النَّجْمُ ستارا	الثَّاقِبُ چمکتا ہوا
اِنْ نہیں	كُلُّ کوئی	نَفْسٍ جان	لَمَّا مگر	عَلَيْهَا اس پر	حَافِظٌ نگہبان

وجہ تسمیہ، موضوع وغیرہ: سورۃ کی ابتدا ہی میں وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ فرمایا گیا ہے یعنی قسم ہے آسمان کی اور طارق کی۔ طارق کے معنی ہیں جو چیز رات کو نمودار ہو۔ مراد اس سے روشن ستارے ہیں اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام الطارق ہے۔ یہ بھی مکی سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں بتلایا گیا کہ دنیا میں انسان جو کچھ کرتا ہے وہ لکھ لیا جاتا ہے اور جب وہ وقت آئے گا کہ قیامت قائم ہوگی تو اس کے سامنے اس کا اعمال نامہ پیش کر دیا جائے گا اور اگر اس کو قیامت میں شبہ ہو اور اس کی سمجھ میں نہ آئے کہ مرنے کے بعد انسان پھر دوبارہ کیسے زندہ کر کے کھڑا کر دیا جائے گا تو انسان اپنی پہلی پیدائش پر غور کرے کہ جس نے اسے ایک ناچیز قطرۂ منی سے انسان بنا کر پیدا کر دیا یقیناً اسی طرح وہ خالق اسے دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔

قیامت ضرور واقع ہوگی

یہاں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ آسمان کی اور طارق کی پھر خود ہی فرمایا کہ طارق ایک چمکتا ہوا تارا ہے۔ طارق کے معنی ہیں رات میں آنے والا۔ یہ تو یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے کہ طارق سے کون سا تارا مراد ہے البتہ اتنی بات ظاہر ہے کہ روشن ستاروں میں سے یہ کوئی چمکدار ستارہ ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اپنی دوسری مخلوقات کی اکثر قسمیں کھائی ہیں۔ قرآن پاک کی بیشتر قسمیں دراصل اس معنی میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو کسی نہ کسی بات کی دلیل اور ثبوت کے طور پر پیش فرماتا ہے اور انسان کو ان چیزوں کے بارہ میں غور کرنے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ جن کی قسم کھائی جاتی ہے یہی صورت یہاں بھی ہے اللہ تعالیٰ آسمان اور کائنات کی طرف اور کسی خاص چمک دار تارہ کی طرف انسان کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ کائنات کا مشاہدہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کی حکمت اور اس کی قدرت کے بارہ میں انسان کے اندر یقین پیدا کرنے کا بڑا ہی کامیاب ذریعہ ہے اور اسی غور وفکر کے نتیجہ میں انسان اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ بلا مقصد اور بے نتیجہ نہیں بنایا گیا ہے بلکہ اس کا ایک مقصد ہے اور اس سب کا کوئی انجام ضرور ہونا ہے۔ یہی مقصد ہے جس کے لئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ انسان کو کائنات زمین وآسمان اور ان کی چیزوں کی طرف غور کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ تو جب اس کائنات کا ایک مقصد ہے تو انسان کا وجود بھی اسی کائنات کا ایک جزو ہے جو بے مقصد نہیں ہو سکتا کہ انسان یونہی دنیا میں بے مقصد پیدا ہو گیا ہو اور اس پر کوئی ذمہ داری نہ ہو۔ کوئی جواب دہی نہ ہو نعمتیں تو اسے بیشمار ملیں لیکن نعمتوں کا کوئی حساب نہ ہو کہ صحیح استعمال کیں یا غلط۔ عمل اور ارادے کی تو آزادی ہو لیکن یہ پوچھ کچھ نہ ہو کہ اس آزادی کا استعمال صحیح کیا یا بے جا۔ ٹھیک یا غلط۔ اسی حقیقت کو بتلانے اور انسان کی نظروں کے سامنے لانے کے لئے قسمیہ کلام کے بعد بطور جواب قسم فرمایا گیا کہ دنیا میں ہر ہر انسان کی باقاعدہ نگرانی ہو رہی ہے۔ جو کوئی جو کچھ نیک یا بد، اچھا یا برا، جائز یا ناجائز کر رہا ہے وہ سب محفوظ کیا جا رہا ہے اور سب کا باقاعدہ ایک ریکارڈ رکھا جا رہا ہے۔ اور یہ سارا انتظام اسی دن کے لئے کیا جا رہا ہے جب ہر ایک کو اپنے پیدا کرنے والے کے حضور حاضر ہونا پڑے گا اور اس کے سامنے زندگی کا پورا حساب پیش کرنا ہوگا۔ اور انجام و نتیجہ میں انعام واکرام کا یا سزا و عذاب کا مستحق ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (۵) خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ (۶) يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (۷)

تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (۸) يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ (۹) فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ (۱۰)

وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی پھر انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا۔

فَلْيَنْظُرِ چاہیے کہ دیکھے	الْاِنْسَانُ انسان	مِمَّ کس چیز سے	خُلِقَ پیدا کیا گیا	خُلِقَ وہ پیدا کیا گیا	مِنْ سے	مَآءٍ پانی	دَافِقٍ اچھلتا ہوا	يَّخْرُجُ نکلتا ہے	
مِنْ سے	بَيْنِ درمیان	الصُّلْبِ پیٹھ	وَالتَّرَآئِبِ اور سینہ	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰى پر	رَجْعِهٖ اسکو دوبارہ لوٹانا	لَقَادِرٌ قادر	يَوْمَ دن	تُبْلَى جانچے جائینگے
السَّرَآئِرُ راز	فَمَا تو نہ	لَهٗ اسکے لئے	مِنْ سے	قُوَّةٍ قوت	وَّلَا اور نہ	نَاصِرٍ مددگار			

وجود انسانی قیام قیامت کی نشانی

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان کو اگر قیامت میں دوبارہ پیدا کئے جانے اور زندہ کرکے کھڑا کئے جانے میں شک وشبہ ہو تو اس کو چاہئے کہ یہ خود اپنی اول پیدائش میں غور وفکر کرے کہ یہ کس چیز سے اور کس طرح اول بار پیدا کیا گیا۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی پیدائش کے بارے میں سوچنے اور غور کرنے کی طرف بار بار مختلف انداز میں توجہ دلائی ہے کیونکہ اس سے اللہ کی حکمت اور قدرت کا جو نمونہ سامنے آتا ہے وہ انتہائی حیرت میں ڈالنے والا ہے۔

دعوتِ فکر

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ پس انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ اور مادہ اس کی خلقت کا کہاں کہاں سے جمع کر کے لایا گیا ہے؟ پھر خود ہی حق تعالیٰ اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ وہ اچھلتے ہوئے ایک پانی سے پیدا ہوا ہے جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔یہاں پانی سے مراد منی ہے اور پشت وسینہ جو بدن کے دو طرفین ہیں اس سے مراد تمام بدن ہوسکتا ہے اور یہ اس لئے مراد لیا گیا کہ منی تمام بدن میں پیدا ہوکر پھر منفعل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے کہ نطفہ یعنی منی یہ خلاصہ اور جوہر ہے خون کا۔اور خون انسانی بدن میں غذا سے بنتا ہے اور غذا حاصل ہوتی ہے زمین سے اگنے والی چیزوں سے جیسے اناج' ساگ پات' ترکاری' پھل میوے وغیرہ یا غذا حیوانوں سے حاصل ہوتی ہے جیسے گوشت' دودھ چربی اور انڈا اور پھر دودھ سے گھی' مکھن' دہی' پنیر وغیرہ از روئے علم طب غذائے صالح کے معدہ میں جانے کے بعد جب ۲۷ گھنٹہ گزرتے ہیں تو اس کھائی ہوئی غذا سے منی بنتی ہے۔

مادہ منوی دماغ سے نزول کرتا ہے اور ان رگوں میں سے جو دونوں کانوں کے پیچھے ہیں وہاں سے گزر کر نخاع یعنی حرام مغز میں آتا ہے۔پھر مرد کا وہ مادہ پیٹھ کے منکوں کی راہ سے گزر کر گردوں میں آتا ہے وہاں سے خصیوں میں وہاں سے اعضائے تناسل کے نیچے کی رگ سے گزر کر رحم میں گرتا ہے۔

تو جس ذات کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ انسان کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور ایسے عجیب وغریب طریقہ سے پیدا کرتا ہے وہ یقیناً اس بات کی قدرت بھی رکھتا ہے کہ جب چاہے انسان کو اس کے مرنے کے بعد دوبارہ اس کو اس کی صورت کی طرف لوٹا دے۔تو جس نے انسان کو پہلی بار پیدا کیا اسی انسان کو دوبارہ زندہ کرکے کھڑا کر دینا اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے۔ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ یقیناً یہ بات ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا کچھ بھی

مشکل کام نہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جو ہر اس شخص کی سمجھ میں آ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرے اور صحیح طریقہ پر عقل سے کام لے کر نتائج اخذ کرے۔ ان ہی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی خود انسان کی اپنی پیدائش بھی ہے۔

قیامت کے دن سب اعمال ظاہر ہو جائیں گے

آگے بتلایا جاتا ہے۔

یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ یعنی دوبارہ پیدا کرنا اس روز ہوگا جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی اور اس کی سب مخفی باتیں ظاہر ہو جاویں گی اور کل باتیں جو دلوں میں پوشیدہ رکھی ہوں گی یا چھپ کر کی ہوں گی ظاہر ہو جاویں گی۔ اور کسی جرم کا اخفا ممکن نہ ہوگا۔ دنیا میں تو لوگ جرم کر کے چھپا بھی لیتے ہیں یا انکاری ہو جاتے ہیں مگر وہاں پر ایسا نہ ہو سکے گا کیونکہ سب مخفی باتیں خواہ عقیدہ کی ہوں یا نیت کی سب ظاہر ہو جائیں گی پھر اس وقت انسان اپنے اعمال بد اور عقائد باطلہ اور نیت فاسدہ کی وجہ سے پچھتائے گا مگر لاحاصل اس وقت وہ نہ اپنی ہمت سے اور نہ کسی حمایتی کی مدد سے عذاب سے بچ سکے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنی قدرت سے ہم کو انسانی جامہ پہنایا اور اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا۔ اور پھر اسلام اور ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔

یَا اَللّٰہُ جو گناہ عمر کو خراب کریں امید سے ناامید کردیں۔ نیک اعمال کو برباد کردیں الٰہی! ایسے گناہوں سے بچا کر رکھنا اگر کر لئے ہوں تو معاف فرمانا۔

یَا اَللّٰہُ آپ نے قلب کو پاک کیا' میں نے گناہوں سے ناپاک کر لیا' آپ نے پردہ رکھا میں نے خود اس کو چاک کر دیا اپنے برے اخلاق کو مزین کیا اور نیک بنا رہا ایسے گناہ بھی معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۗ

قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے۔ اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے۔ کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کردینے والا کلام ہے اور کوئی لغو چیز نہیں ہے

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۙ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۚۖ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۧ

یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں۔ تو آپ ان کافروں کو یونہی رہنے دیجئے انکو تھوڑے دنوں رہنے دیجئے

وَالسَّمَآءِ قسم آسمان کے	ذَاتِ الرَّجْعِ بارش والا	وَالْاَرْضِ اور زمین کی	ذَاتِ الصَّدْعِ پھٹ جانے والی	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَقَوْلٌ کلام	فَصْلٌ فیصلہ کردینے والا	
وَمَا اور نہیں	هُوَ وہ	بِالْهَزْلِ بیہودہ بات	اِنَّهُمْ بیشک وہ	يَكِيْدُوْنَ تدبیر کرتے ہیں	كَيْدًا تدبیر	وَاَكِيْدُ اور میں تدبیر کرتا ہوں	كَيْدًا ایک تدبیر
فَمَهِّلِ پس ڈھیل دو	الْكٰفِرِيْنَ کافر	اَمْهِلْهُمْ ڈھیل دو انہیں	رُوَيْدًا تھوڑی				

قرآن کریم روحانی واخلاقی زندگی کا ضامن

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ یعنی قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جس میں سے نباتات اُگتی ہے۔ تو قسم کھا کر فرمایا اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ یعنی قرآن کریم حق اور باطل میں فیصلہ کردینے والا کلام ہے۔ اب یہاں جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے یعنی قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جو بیج نکلتے وقت پھٹ جاتی ہے اور جواب قسم کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کردینے والا کلام ہے اس میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح آسمان سے بارش ہوتی ہے اور عمدہ زمین کو سرسبزی اور شادابی سے مالا مال کرتی ہے اسی طرح قرآن کریم بھی آسمان سے نازل ہوتا ہے اور حق و باطل میں صاف صاف فیصلہ کر کے اپنی بہترین تعلیم اور زرین اصولوں سے صلاحیت اور قابلیت رکھنے والے انسانوں کو مالا مال کرتا ہے اور دین و دنیا میں کامیاب و بامراد بنا دیتا ہے۔ تو یہاں آیت میں اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ فرما کر یہ واضح فرما دیا کہ یہ قرآن تمہاری روحانی اور اخلاقی زندگی کا ضامن ہے۔ یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے۔ غلط اور صحیح کو الگ الگ کر کے دکھاتا ہے۔ زندگی کی حقیقی کامیابی اور ناکامی کی راہیں کھول کھول کر بتاتا ہے اور اس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب سنجیدہ حقیقتیں ہیں۔

آگے قرآن کی ایک دوسری حیثیت وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ فرما کر ظاہر کی گئی۔ یعنی قرآن کریم کوئی لغو اور معمولی چیز نہیں یہ کوئی ہنسی اور ٹھٹھا نہیں۔ اس میں جو قیامت اور آخرت کی تفصیلات بتلائی جا رہی ہیں اسے دل لگی اور مذاق مت سمجھو۔ قرآن کی ہر بات بتلائی ہوئی اٹل ہے اور ہو کر رہے گی۔

مخالفین قرآن ہر دور میں ناکام

آگے بتلایا جاتا ہے اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا یعنی باوجود اثبات حق کے اور اس طرح کھول کھول کر بتا دینے کے پھر بھی جو لوگ قرآن کی دعوت پر کان نہیں رکھتے بلکہ اسے ناکام بنانے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور جوڑ توڑ میں لگے ہوئے ہیں اور چھپ چھپ کر ایسے داؤں اور گھات کی فکر میں ہیں کہ جن سے قرآن کی دعوت اور اس کے ماننے والوں کو ناکام بنا دیا جائے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیریں ان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مضبوط اور کامیاب ہیں۔ یہ منکرین حقانیت کو جھٹلانے کی تدبیریں کر رہے ہیں لیکن خدا تعالیٰ بھی ان کو ذلیل و ناکام کرنے اور عذاب میں گرفتار کرنے کے لئے تدبیریں کر رہے ہیں۔ اور ان منکرین کی بربادی کے لئے مختلف سامان مہیا کر رہے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ خدا کی تدبیر غالب آئے گی اور ان کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں یہ ہرگز کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

تاخیر عذاب کی حکمت

سورۃ کے آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے۔ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ کی تدبیر کرنا آپ نے سن لیا تو آپ ان کافروں کی مخالفت سے نہ گھبرایئے اور ان کے جلدی مبتلائے عذاب ہونے کی خواہش نہ کیجئے بلکہ تھوڑے دنوں کے لئے ان کو انکے حال پر چھوڑ دیجئے اور مہلت دے دیجئے تا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت ہو جائے پھر دیکھئے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ الحمد للہ دنیا نے دیکھ لیا کہ سرزمین عرب میں کفار مکہ کی ہر طرح کی کید و تدابیر کے باوجود اسلام کو غلبہ اور کفار کو تباہی و بربادی نصیب ہوئی۔

خلاصہ

اس سورت کی ابتدائی آیات میں اللہ نے آسمان کی اور رات کو چمکنے والے ستارے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہر انسان پر اللہ کی طرف سے نگہبان فرشتہ مقرر ہے'' حافظ'' کا معنی نگران بھی ہے اور محافظ بھی، یہاں دونوں معنی کیے جاسکتے ہیں، ہر انسان کے ساتھ ایسے فرشتے لگے ہوئے ہیں جو اس کے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں پھر انسان کی پہلی تخلیق سے اس کی دوسری زندگی پر استدلال کیا گیا ہے اگلی آیات میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب انسان عدالت الٰہیہ کے روبرو کھڑا ہوگا تو اس کے پوشیدہ راز ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ سورت کے اختتام پر قرآن کی صداقت اور اس کے قول فیصل ہونے پر قسم کھائی گئی ہے اور کفار کو وعید سنائی گئی ہے۔

سورۃ الطارق کے خواص

۱...... پینے والی دوائیوں پر اگر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کر لیا جائے گا تو ان کی (جزوی) مضرتوں سے حفاظت ہو جائے گی۔

۲......اگر کسی آدمی کو احتلام کی بیماری ہو تو وہ سونے سے پہلے اس سورۃ کو پڑھ لے، ان شاء اللہ محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہمیں جس مقصد کیلئے پیدا فرمایا ہے اور دنیوی زندگی عطا فرمائی ہے اس میں اس مقصد کو خاطر خواہ پورا کرنے کے لئے توفیق عطا فرمائیں۔ اور اس دنیا میں ایسی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو آخرت میں کامیابی و کامرانی نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو سرتاپا قرآن پاک کا متبع بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ وہ گناہ جن کے ارتکاب سے آپ کے وعدوں سے محروم ہو جاؤں اور آپ کے غصہ وعذاب میں آ جاؤں۔ الٰہی! مجھ پر رحمت رکھنا اور ایسے سب گناہ معاف فرمادیں۔

یَااَللّٰہُ ایسے گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے ذکر سے غافل رہا ہوں اور آپ کی وعیدوں اور ڈرانے کی آیات سے لاپرواہ ہو گیا اور سرکشی کرتا رہا الٰہی! معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ وَالَّذِيْ

آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے۔ جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی اور جس نے

اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۙ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۞

چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا۔

سَبِّحِ پاکیزگی بیان کر	اسْمَ نام	رَبِّكَ اپنا رب	الْاَعْلَى سب سے بلند	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	فَسَوّٰى پھر ٹھیک کیا	وَالَّذِيْ اور جس نے
قَدَّرَ اندازہ ٹھہرایا	فَهَدٰى پھر راہ دکھائی	وَالَّذِيْ اور جس نے	اَخْرَجَ نکالا	الْمَرْعٰى چارا	فَجَعَلَهٗ پھر اسے کردیا	غُثَآءً خشک	اَحْوٰى سیاہ

وجہ تسمیہ اور شان نزول وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى سے ہوئی ہے یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور جو مومن آپ کے ساتھ ہیں اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے۔ لفظ اعلیٰ جس کے معنی ہیں سب سے اوپر۔ غالب سب سے برتر۔ عالی شان یہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام اعلیٰ مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکی ہے اور مکی دور کے ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے سبب نزول اس سورۃ کا مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے قرآنی سورتیں نازل ہونا شروع ہوئیں اور غیب سے بیشمار علوم اور معارف کا فیضان شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میں خود پڑھا لکھا نہیں ہوں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی چیز بھول جاؤں۔ اس لئے اس سورۃ میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی تسلی فرمائی کہ آپ نہیں بھولیں گے اور آپ کو بھولنے کا خطرہ ہرگز نہ کرنا چاہئے اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۃ کو بہت محبوب رکھتے تھے اور وتر کی پہلی رکعت میں اور عیدین اور جمعہ میں اکثر پہلی رکعت میں یہ سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورۃ غاشیہ تلاوت فرماتے اور جمعہ والے دن اگر عید ہوتی تو عید میں اور جمعہ میں انہی دو سورتوں کو پڑھتے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ جب قرآن مجید کی آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھو یعنی اس حکم کی تعمیل میں رکوع میں **سبحان ربی العظیم** کہا کرو۔ پھر جب آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدہ میں رکھو یعنی اس کی تعمیل میں سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کہا کرو۔

موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۸۷ ویں سورۃ ہے مگر اس کا شمار بحساب نزول ۲۵ لکھا ہے۔ اس میں ۱۹ آیات ۷۲ کلمات اور ۲۹۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی پاکی کا حکم اور اس کے دلائل

سورۃ کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور آپ کے متبعین مومنین اپنے عالی شان اور بزرگ برتر رب کے نام کی تسبیح و تقدیس بیان کریں۔ تسبیح کے معنی ہیں خدائے تعالیٰ کو تمام عیوب ونقصانات سے پاک ومبرا و منزہ سمجھنا اور اس کی ذات وصفات اور افعال کو سب نقصانات سے بری اور پاک جان کر زبان سے اس کی پاکی بیان کرنا۔ سورۃ کی ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ نے لفظ سبح فرما

کر اپنے نام کی تسبیح وتقدیس کا جو حکم فرمایا تو ساتھ ہی آگے وجہ اور دلیل کے طور پر یہ بھی بیان فرما دیا کہ دراصل اس کائنات میں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے جو تسبیح کی مستحق ہے اور اسی کے لئے تسبیح روا ہے۔ اور یہ تسبیح صرف انسان ہی کا وظیفہ نہیں بلکہ چرند پرند اور کائنات کا ہر ذرہ اسی کی تسبیح میں لگا ہوا ہے جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل پندرھویں پارہ میں ارشاد ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (اس کی پاکی تو ساتوں آسمانوں اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں جو آسمان وزمین میں ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو) تو معلوم ہوا کہ تمام کائنات میں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے جو تسبیح کی مستحق ہے اور کائنات کا ہر ذرہ اسی کی تسبیح میں لگا ہوا بھی ہے۔ اب آگے دلیل کے طور پر بتایا جاتا ہے کہ کیوں وہی ایک ذات تسبیح کے لائق ہے۔

پہلی دلیل:۔ وہ "رب" ہے۔ پرورش کے سارے انتظامات وہی کر رہا ہے۔ نطفہ سے لے کر اخیر زندگی تک وہی انسانوں کا حقیقی مربی اور محسن ہے۔ اس لئے اس کی پاکی بیان ہونا چاہئے۔ تعریف اور شکر کا مستحق صرف وہی ہے اسی کے احکام کو بجالانے کے لئے انسان کو سرگرمی دکھانا چاہئے۔ اور اسی کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو بالکل اسی کے مرضی کے حوالہ کر دینا چاہئے۔

دوسری دلیل:۔ وہ اعلیٰ ہے سب سے بلند مرتبہ ہے۔ اس کی شان سب سے اونچی ہے وہ سب کا حاکم اور سب سے عالی شان ہے۔ کوئی دوسرا اس کے برابر نہیں۔ اس لئے تسبیح کا مستحق صرف وہی ہے۔ صرف وہی اس قابل ہے کہ بندہ اس کے حضور سر زمین پر رکھ دے۔ اور **سبحان ربی الاعلیٰ** کہے۔

تیسری دلیل:۔ اَلَّذِيْ خَلَقَ کہ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ ہر چیز کو وجود میں لانا صرف اسی کا کام ہے۔ پیدا کرنے میں نہ اس کا کوئی ساتھی ہے نہ مددگار۔ اسی لئے ہر چیز اسی کی تسبیح کر رہی ہے۔ انسان کو بھی لازم ہے کہ وہ بھی اپنے خالق کی پاکی بیان کرے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے سرگرم عمل رہے۔

چوتھی دلیل:۔ فَسَوّٰى کہ اس خالق کا یہی کرم واحسان نہیں ہے کہ اس نے صرف پیدا کر دیا بلکہ ہر چیز کو اور خود انسان کو ٹھیک ٹھیک اسی طرح بنایا جس طرح بنانا چاہیے تھا۔ یونہی پیدا کر کے بے ڈول نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کو ٹھیک اور درست بھی کیا۔ جس کے لئے جس عضو اور جس قوت اور صورت کی حاجت تھی وہی عطا کی۔ انسان سے لے کر حیوانات اور نباتات و جمادات بلکہ علویات تک جس میں چاند سورج اور ستارے تک شامل ہیں جس پر بھی نظر ڈالی جائے تو یہی اقرار کرنا پڑے گا کہ اس کی بناوٹ ایسی ہی ہونی چاہئے تھی۔ پرندوں کو پر دیئے درندوں کو ناخن اور کچلیاں عطا کیں۔ درختوں کو پوست کا لباس پہنایا۔ کسی چیز کو لے لو۔ ہر چیز انتہائی حکمت و دانائی کے ساتھ بنائی اور باعتبار خواص وصفات اور ان فائدوں کے جو اس چیز سے مقصود ہیں اس چیز کی پیدائش کو ایسا درجہ کمال تک پہنچایا اور ایسا مزاج و خواص عطا کیا کہ جس سے وہ منافع وفوائد اس پر مرتب ہو سکیں اور پھر انسان تو اللہ کی حکمت کا وہ نمونہ ہے کہ اس کی بناوٹ کی درستگی اور خوبیوں پر غور کرو تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تو ایسے خالق کے سوا اور کون ہے کہ جس کی حمد وتعریف کی جائے۔

پانچویں دلیل:۔ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى میں فرمائی (جس نے اندازہ کیا اور راہ بتائی) یعنی جس رب کی تسبیح کرنے کی ہدایت دی جا رہی ہے اس کا یہ کرم بھی کتنا بڑا ہے کہ اس نے سب کچھ پیدا کر کے کائنات کو اندھے بہرے اور بے ضابطہ قوانین فطرت کے حوالہ نہیں کر دیا بلکہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو نظام قائم ہے ایک پہلے سے مقرر کئے ہوئے اندازے اور تجویز کے ماتحت ہو رہا ہے۔ ہر کام کا ایک منصوبہ اور مقصد ہے اور اس سب کی تدبیر وہ خود کر رہا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور پھر اس نے اپنی ہر مخلوق کی رہنمائی کا بھی انتظام فرمایا۔ مثلاً انسان کو معاش کے اسباب حاصل کرنے کے علوم عطا کئے۔

ہر جاندار یہ جانتا ہے کہ اسے اپنی زندگی باقی رکھنے اور اپنی نسل کو بڑھانے کے لئے کیا کچھ کرنا ہے۔ پھر انسان اشرف المخلوقات کو تو

اور بھی واضح اور کھلے کھلے احکام کی ضرورت تھی۔ اس لئے انسانی ہدایت کے لئے فطری رہنمائی کے علاوہ وحی کا انتظام فرمایا۔ اپنے رسول بھیجے اور اپنی کتابیں نازل کیں اور انسان کی کامل رہنمائی کا انتظام فرمایا تو اسی خالق اور رب کی ذات قابل تسبیح ہوئی۔

چھٹی دلیل :۔ وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى

یعنی جس نے چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے لئے اول نہایت سبز خوشنما گھاس چارا زمین سے پیدا کیا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کو زرد کر کے خشک کر ڈالا اور پھر وہ کٹ کر ٹوٹ جاتی ہے اور سیاہی مائل کوڑے کرکٹ کی طرح ہو جاتی ہے تا کہ ایک مدت تک جانوروں کے لئے ذخیرہ کیا جا سکے اور خشک کھیتی کٹ کر کام میں آئے۔ تو یہاں یہ دلائل دے کر انسانوں کو غور و فکر کی دعوت دی کہ اگر تم ان باتوں پر غور کرو تو تمہارے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تم اپنی زبان اور اپنے عمل سے اس خالق، رازق اور مالک کی تسبیح کرنے لگو تمہارا دل اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے جذبہ سے بھر جائے اور تمہاری زبان پر اس کی حمد و تعریف جاری ہو جائے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ اپنے انعامات و احسانات کا ہم کو شکر گزار بندہ بنا کر رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یَا اللہ ہمیں اپنے تسبیح خواں اور شکر گزار بندوں میں شامل رکھئے اور اپنے پاک نام کی تسبیح اور تقدیس کی دائمی توفیق زندگی کے آخری لمحہ تک نصیب فرمایئے۔

یَا اللہ ہمیں اپنی ذات و صفات کی وہ معرفت نصیب فرما کہ ہم آپ کی ربوبیت و وحدانیت کا خاطر خواہ حق ادا کر سکیں اور آپ کے انعامات و احسانات کی شکر گزاری کے جذبات دل میں رکھتے ہوئے اس دنیا سے دار آخرت کی طرف کوچ کریں۔ آمین۔

یَا اللہ تکالیف میں مبتلا ہو کر کبھی میں نے شرک کر لیا ہو یا آپ کی شان میں گستاخی کر لی ہو۔ آپ کے بندوں سے آپ کی شکایت کی ہو بجائے آپ کے در پر آنے کے بندوں پر حاجت اتاری ہو یا آپ کی مخلوق کے سامنے اس طرح مسکینی کا اظہار کیا ہو یا چاپلوسی کی ہو کہ جیسے حاجت روائی اسی کے قبضے میں ہے۔ الٰہ العالمین ایسے گناہوں کی بھی معافی عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓىۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰىؕ وَنُيَسِّرُكَ لِلۡيُسۡرٰىۚ

ہم قرآن آپ کو پڑھا دیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے۔ مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو وہ ہر ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے۔ اور ہم اس آسان شریعت کیلئے آپکو سہولت دیں گے۔

سَنُقۡرِئُكَ ہم جلد پڑھائیں گے آپ کو	فَلَا تَنۡسٰٓى پھر نہ بھولیں گے آپ	اِلَّا مگر	مَا شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	يَعۡلَمُ جانتا ہے	الۡجَهۡرَ ظاہر
وَمَا اور جو	يَخۡفٰى پوشیدہ	وَنُيَسِّرُكَ اور ہم آپکو سہولت دینگے	لِلۡيُسۡرٰى آسان طریقہ			

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ قرآن کریم کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے

گذشتہ ابتدائی آیات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے واسطہ سے آپ کے متبعین کو اپنے عالی شان اور بالاتر پروردگار کی تسبیح وتقدیس کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو راہ ہدایت دکھلانے اور عتاب وعذاب الٰہی سے بچنے کی سبیل سے واقف بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا۔

اسی سلسلہ میں سب سے آخری کتاب قرآن کریم نازل فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تبلیغ پر مامور فرمایا۔ آپ اس ذمہ داری کو جو آپ پر ڈالی گئی اور اس امانت کو جو آپ کے سپرد کی گئی اس کا بار بہت محسوس فرماتے اور یہ احساس آپ کو مجبور کرتا کہ آپ وحی کو جو آپ پر نازل ہوتی اچھی طرح یاد کر لینے اور اس کو پوری طرح ذہن نشین کر لینے کے لئے غیر معمولی توجہ سے کام لیں اور جلدی جلدی یاد کر لینے کی کوشش کریں۔ اس لئے آپ نزول وحی کے وقت اس کو دہراتے کہ کہیں کوئی بات یاد ہونے سے رہ نہ جائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کوئی حرف یا جملہ بھول جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن پاک میں مخاطب فرما کر تسلی فرمائی۔ سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو خطرہ آپ کے دل میں گزرتا ہے کہ آپ قرآن شریف میں سے کہیں کچھ بھول نہ جائیں اور اس طرح کہیں اس کی تبلیغ واشاعت میں فرق نہ آ جائے تو اس کے متعلق ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ ہم جتنا نازل کرتے جائیں گے اتنا آپ کو یاد کرا دیا کریں گے اور آپ اس سے کوئی حصہ نہیں بھولیں گے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ ہی کو بھلانا منظور ہو تو وہ جس قدر چاہے بھلا سکتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھانا اور فراموش کرا دینا سب قرین مصلحت ہوگا کیونکہ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰى یعنی اللہ تعالیٰ ہر ظاہر اور مخفی بات کو جانتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کی امت میں بھی ہر جگہ بکثرت حفاظ موجود ہیں یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور عورتیں تک پورے قرآن کریم کی حافظ ہیں۔ اگر خدانخواستہ تمام دنیا میں ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا کتابی شکل میں نہ رہے تو کچھ پروا نہیں ایک حافظ لڑکا پورا قرآن لکھوا سکتا ہے کہ ایک لفظ حرف اور زیر زبر کا فرق نہ آنے پائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فَلَا تَنۡسٰٓى پس آپ نہیں بھولیں گے کی جو بشارت دی گئی تھی وہ بحمد اللہ اب تک جلوہ گر ہے۔ بھلا کوئی دوسری قوم تو اپنی کتاب کا ایک ہی حافظ دکھا دے۔ نہ کوئی وید کا حافظ سننے میں آیا نہ انجیل کا۔ نہ توریت کا نہ زبور کا۔ الغرض یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی آپ قرآن کریم سے کوئی حصہ بھولیں گے نہیں۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت ومصلحت کی بناء پر آپ کے قلب مبارک یا ذہن سے کچھ بھلا دینا اور محو کر دینا چاہیں تو وہ اور بات ہے۔

دوسری بشارت کہ شریعت کے احکام فطری ہیں

آگے ایک دوسری بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی ہے کہ جیسا ہم آپ کو قرآن کا یاد ہونا آسان کر دیں گے اسی طرح ہم اس آسان شریعت کے ہر حکم پر چلنے کے لئے آپ کو سہولت دیں گے یعنی سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل بھی آسان ہوگا۔ اس طرح نجات کے راستہ کو آسان کر دیں گے کہ کوئی حقیقی مشکل اور محال بات پر عمل کا حکم نہ ہوگا جیسا کہ مذاہب باطلہ میں ہے کہ کوئی بتوں پر اپنی اولاد کی قربانی کو نجات کا سبب مانتا' کوئی عمر بھر بھوکا پیاسا رہ کر مرنے کو' کوئی لنگوٹی باندھ کر فقیر بننے اور بھیک مانگتے پھرنے کو نجات جانتا تھا۔ یہاں و نیسرک للیسری اور ہم اس آسان شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے فرما کر شریعت کے آسان ہونے کی تصریح فرما دی اور اس امر کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اسلام میں نجات کچھ مشکل امر نہیں اور وہ صرف خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے مل جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جیسا اس دین اور شریعت کو آسان رکھا ہے تو ہمارے لئے بھی اس پر چلنا آسان فرما دیں اور ہر حال میں ہم کو شریعت پر استقامت نصیب فرما دیں آمین۔

یَااَللّٰہُ ان معاصی کی مغفرت کا طلبگار ہوں کہ بوقت معصیت تیرے سوا کسی دوسرے کو پکارا ہو اور غیر اللہ سے امداد کی دعا کی ہو۔

یَااَللّٰہُ تیری عبادت میں جانی و مالی گناہ کا اختلاط کر لیا یا مال کی طمع میں شریعت کا خیال نہ کیا ہو یا کسی مخلوق کی اطاعت کی اور تیری نافرمانی کی' تیرے حکم کو ٹالا اور اس کے برخلاف مخلوق کے حکم کو سراہا ہو۔ محض دنیا کی خاطر ناجائز منت و سماجت کی ہو حالانکہ میں جانتا بھی ہوں کہ آپ کے سوا کوئی حاجت پورا کرنے والا نہیں۔ الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

یَااَللّٰہُ گناہ تو بڑا تھا مگر نفس نے معمولی سمجھا اور اس کے کرتے ہوئے نہ ڈرا نہ رکا۔ الٰہی! ان کی بھی معافی دیدے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۹ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۱۰ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۱۱ الَّذِيْ

تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو ڈرتا ہے اور جو شخص بدنصیب ہو وہ اس سے گریز کرتا ہے۔ جو

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۱۲ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۱۳ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۱۴

بڑی آگ میں داخل ہوگا پھر نہ اس میں مرہی جاوے گا اور نہ جئے گا۔ بامراد ہوا جو شخص پاک ہوگیا۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۱۵ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۱۶ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۱۷

اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا۔ بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۱۸ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۱۹

یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے۔ یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

فَذَكِّرْ پس سمجھادیں	اِنْ اگر	نَّفَعَتِ نفع دے	الذِّكْرٰى سمجھانا	سَيَذَّكَّرُ جلد سمجھ جائیگا	مَنْ جو	يَّخْشٰى ڈرتا ہے	وَيَتَجَنَّبُهَا اور پہلوتہی کریگا اس سے	
الْاَشْقَى بدبخت	الَّذِيْ جو	يَصْلَى داخل ہوگا	النَّارَ آگ	الْكُبْرٰى بہت بڑی	ثُمَّ پھر	لَا يَمُوْتُ نہ مریگا وہ	فِيْهَا اس میں	وَلَا يَحْيٰى اور نہ جئے گا
قَدْ اَفْلَحَ یقیناً اس نے فلاح پائی	مَنْ جو	تَزَكّٰى پاک ہوا	وَذَكَرَ اور یاد کیا	اسْمَ نام	رَبِّهٖ اپنا رب	فَصَلّٰى پھر نماز پڑھی	بَلْ بلکہ	
تُؤْثِرُوْنَ بڑھاتے ہو ترجیح	الْحَيٰوةَ ازندگی	الدُّنْيَا دنیا	وَالْاٰخِرَةُ اور آخرت	خَيْرٌ بہتر	وَّاَبْقٰى اور باقی رہنے والی	اِنَّ بیشک	هٰذَا وہ	
لَفِي میں	الصُّحُفِ الْاُوْلٰى پہلے صحیفے	صُحُفِ صحیفے	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَمُوْسٰى اور موسیٰ				

دوسروں کو بھی فیض پہنچایئے

یہ سورۂ اعلیٰ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی تھی اور اطمینان دلایا گیا تھا کہ آپ کو قرآن کریم جتنا جتنا نازل ہوتا جائے گا یاد کرادینا یہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے۔ آپ اپنے دل میں یہ خطرہ نہ لائیں کہ کہیں وحی الٰہی میں سے کچھ بھول نہ ہو جائے۔ پھر یہ بھی بشارت دی گئی تھی کہ جس طرح قرآن کا یاد رکھنا آپ کے لئے آسان ہوگا اسی طرح اس کا سمجھنا سمجھانا اور اس پر عمل کرنا بھی آسان ہوگا۔ نیز اس وقت دعوت حق کے کام میں جو مشکلات حائل ہو رہی ہیں وہ بھی آسان کردی جائیں گی۔ اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسے ایسے انعامات فرمائے تو آپ دوسروں کو بھی فیض پہنچایئے اور دوسروں کی بھی تکمیل فرمایئے۔ اور دوسروں کو بھی نصیحت کیا کیجئے اگر آپ یہ سمجھیں کہ نصیحت کرنا نفع دے گا اور آپ کے خیال میں مفید معلوم ہوتا ہو۔

تبلیغ اور تذکیر کا فرق

تبلیغ اور چیز ہے اور تذکیر اور چیز ہے۔ تبلیغ یعنی حکم کا پہنچا دینا یہ عام ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اور جو نہ مانے اس پر حجت تمام ہو جائے گی اور رہی تذکیر جس کے معنیٰ ہیں یاد دلانا۔ سمجھانا' نصیحت کرنا یہ اس وقت لازم ہے جب مخاطب کی طرف سے اس کا قبول کرنا مظنون ہو۔ تو منصب وعظ و تذکیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر شخص کیلئے نہیں ہاں تبلیغ و انذار یعنی حکم الٰہی کا پہنچانا اور اللہ کے عذاب سے

ڈرانا تا کہ بندوں پر حجت قائم ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے اتنا باعتبار ہر شخص کے ضرور لازم و فرض ہے اور اس کو عرف میں تذکیر و وعظ نہیں کہتے بلکہ دعوت و تبلیغ کہتے ہیں۔ تو یہاں اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى تذکیر کے لئے شرط لگائی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اپنے علم و قرائن سے جس کے لئے تذکیر مفید سمجھیں تو تذکیر فرمائیں ورنہ تبلیغ اور انذار تو سب ہی کے لئے ہے۔

نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے

آگے فرمایا سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى نصیحت تو وہی شخص مانتا ہے جو ڈرتا ہے یعنی سمجھانے سے وہی سمجھتا ہے اور نصیحت سے وہی فائدہ اٹھاتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت خدا کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو۔ واضح ہو کہ انسان تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو دار آخرت اور اعمال کی جزا و سزا کے یقین کے ساتھ قائل ہیں۔ دوم وہ کہ جو نہ یقین کے ساتھ قائل ہیں نہ منکر ہیں بلکہ کبھی تردد اور کبھی شک میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ نصیحت سے ڈر جاتے ہیں اول قسم کے لوگ تو خوب ہی ڈرتے ہیں اور قسم دوم کے بھی ڈر جاتے ہیں جب ان کے سامنے عذاب آخرت کی تصویر کھڑی کر دی جاتی ہے اور ان دونوں فریقوں کو سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى میں شامل کر لیا گیا ہے۔ تیسرا فریق وہ ہے جو ضدی معاند اور منکر آخرت ہے۔ ایسا بدنصیب اور کم بخت تو نصیحت سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔ ایسا بدبخت آخر کار جہنم کی آگ کا شکار ہوگا۔ بدن کا گوشت پوست آگ میں خوب جلے گا۔ مگر اروانٓ کی طرح ابدان بھی وہاں فنا نہ ہوں گے۔ جل کر پھر نئے بدن پیدا ہو جایا کریں گے۔ اور یہ زندگی موت سے بدتر ہوگی۔ نہ موت ہی آئے گی۔ کہ تکلیفوں کا خاتمہ کر دے اور نہ آرام کی زندگی ہی نصیب ہوگی۔ بس ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا۔ العیاذ باللہ۔

کامیابی کسے ملے گی؟

آگے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى فرمایا کہ بلاشبہ بامراد اور کامیاب ہو گیا جو پاک ہو گیا اب یہ پاکی عام ہے۔ اول قسم کی پاکی نجاست ظاہرہ سے نیز ناپاک کپڑوں سے عام ہے کہ وہ حقیقتاً ناپاک ہوں کہ ان پر نجاست لگی ہو یا حکماً کہ مال حرام سے بنائے گئے ہوں یا نامشروع ہوں جیسا کہ مرد کے لئے ریشم یا زری گوٹا یا فساق و فجار کی وضع و تراش ہو پھر جسم کو حکمی نجاستوں سے بھی پاک کیا ہو جیسے جنابت سے غسل اور حدث اصغر سے وضو پھر جسم کے ساتھ روح کو بھی پاک کیا ہو یعنی دل روحانی نجاستوں کفر و شرک اور عقائد باطلہ سے پاک ہو اور عقائد حقہ دل پر نقش ہوں۔ پھر برے اخلاق سے بھی پاک ہو جیسے زنا، چوری، جھوٹ، دغابازی، کینہ، حسد، حب شہوات فاسدہ وغیرہ سے پاکی حاصل کی ہو جس کے لئے توبہ ندامت استغفار اور آنکھوں کے آنسو اعلیٰ درجہ کے بمنزلہ صابون کے ہے۔ پھر اتلاف حقوق کی نجاست سے بھی پاکی حاصل کرے۔ حقوق اللہ ہوں جیسے فرائض و واجبات یا حقوق العباد ہوں۔ الغرض جو شخص قرآن سن کر جملہ عقائد خبیثہ اور اخلاق شنیعہ اور افعال رذیلہ سے باز آ گیا اور اس کے ساتھ ہی وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا یعنی صوم و صلوٰۃ کا پابند رہا تو ایسا شخص بلاشبہ کامیاب اور بامراد ہو گا۔ مگر منکرین کا تو یہ حال ہے کہ وہ قرآن سن کر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس کے موافق عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ دنیا کی لذات فانیہ کو آخرت کی لذات باقیہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے اس لئے منکرین کو خطاب ہوتا ہے بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى کہ یہ کامیابی اور بھلائی جس کا اوپر ذکر ہوا تم کو کیسے حاصل ہو جب کہ تم کو آخرت کی فکر ہی نہیں بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاداً یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ دنیا حقیر و فانی اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے کیوں کہ باقی اور دائمی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ جو چیز ہر طرح افضل ہو اسے چھوڑ کر گھٹیا کو اختیار کیا جائے۔

قرآنی دعوت ابدی حقیقت ہے

اخیر میں سورہ ختم کرتے ہوئے ایک اور حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا کہ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى یعنی اس وقت قرآن کے مخاطب مکہ کے مشرکین اور عرب کے یہود

تھے۔ مشرکین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دینی پیشوا کہتے تھے اور یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کا دم بھرتے تھے۔ ان منکرین قرآن سے کہا جا رہا ہے کہ تم آخر اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ قرآن جو کچھ پیش کر رہا ہے کیا وہ کوئی انوکھی اور نئی بات ہے؟ یہی بات تو ابراہیم علیہ السلام نے کہی تھی اور اسی کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام دعوت دیتے تھے۔ دونوں پر جو آسمانی کتابیں اتری تھیں ان میں توحید ہی کی دعوت دی گئی تھی اور دونوں کی دعوت یہی تھی کہ انسان شرک کی گندگی سے اپنے کو پاک کرے۔ تنہا ایک آقا، مالک اور خالق کی بندگی اختیار کرے، اسی راہ پر چل کر وہ آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکتا ہے۔ اسی توحید اور آخرت کی طرف قرآن دعوت دے رہا ہے۔ پھر آخر یہ کونسی ایسی بات ہے جس کو مان لینے میں تم چر چر کر رہے ہو؟ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہو اور فوری ملنے والے فائدوں سے تم ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔ اور اس وقت تم یہ بھول رہے ہو کہ اصل زندگی یہ نہیں ہے بلکہ اصل زندگی اس کے بعد آنے والی ہے۔

خلاصہ

اس سورت میں تین اہم مضامین بیان

ابتدائی آیات میں اللہ کی ذات وصفات کے اعتبار سے اس کی تسبیح وتقدیس بیان کرنے کا حکم دیا گیا، اس نے انسان کو پیدا کیا، اسے پر کشش صورت سے نوازا اور سعادت وایمان کا راستہ دکھایا۔

یہ سورت قرآن کریم کا ذکر کرتی ہے اور اس کے حفظ کے آسان ہونے کی بشارت سناتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتی ہے کہ آپ نفوس کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی کیلئے قرآن کے ذریعے نصیحت کیجئے، جن کے دل میں خوف خدا ہوگا وہ ضرور نصیحت قبول کرلیں گے۔

سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو گناہوں کی آلائش سے پاک کرلے گا، اسے اچھے جذبات و خیالات سے سنوار لے گا، اپنے دل میں اللہ کی عظمت اور جلال پیدا کرلے گا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے گا وہ کامیاب ہوگا، یہ وہ اصول ہے جو تمام صحیفوں اور شریعتوں میں بیان ہو چکا ہے۔

سورۃ الاعلیٰ کے خواص

۱...... جس آدمی کو بواسیر کا مرض ہو وہ اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے، ان شاءاللہ صحت یاب ہو جائے گا۔

۲...... جمعہ کے دن اس سورۃ کو لکھ کر گلے میں لٹکانے سے آدمی ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے گا۔

۳...... حاملہ عورت کے پہلو پر پہلے مہینہ میں یہ سورۃ لکھی جائے تو اس حمل سے جو بچہ ہوگا۔ وہ اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔

دعا کیجئے

جو کچھ اس سورۃ میں ہم نے پڑھا اور سنا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے دلوں میں جاں گزیں فرمائے اور اپنے تسبیح خواں بندوں میں ہم کو شامل فرمائیں۔ اور اپنے احکام کی ہم کو پوری پوری اطاعت نصیب فرمائیں۔ اور جو نصائح ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچی ہیں ان پر ہم کو دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

یَااَللہُ آخری سانس تک جتنے گناہ ہو چکے ہوں گے سب بخش دیجئے۔ اول بھی، آخر کے بھی، بھولے سے کئے یا جان بوجھ کے کئے، خطا ہوگئی، قلیل وکثیر۔ صغیرہ وکبیرہ، باریک اور موٹے، پرانے اور نئے، پوشیدہ وظاہر الٰہ العالمین! ان سب گناہوں کو بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝

آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے ۔بہت سے چہرے اس روز ذلیل مصیبت جھیلتے خستہ ہوں گے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ

آتش سوزاں میں داخل ہوں گے ۔کھولتے ہوئے چشمہ سے پانی پلائے جاویں گے۔ان کو بجز ایک خار دار جھاڑ کے اور کوئی کھانا

ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝

نصیب نہ ہوگا۔جو نہ فربہ کرے گا اور نہ بھوک کو دفع کرے گا۔

هَلْ اَتٰكَ کیا تمہارے پاس آئی	حَدِيْثُ بات	الْغَاشِيَةِ ڈھانپنے والی	وُجُوْهٌ کتنے منہ	يَوْمَئِذٍ اس دن	خَاشِعَةٌ ذلیل وعاجز	عَامِلَةٌ عمل کرنیوالے		
نَاصِبَةٌ مشقت اٹھانیوالے	تَصْلٰى داخل ہونگے	نَارًا آگ	حَامِيَةً دہکتی ہوئی	تُسْقٰى پلائے جائینگے	مِنْ سے	عَيْنٍ چشمہ	اٰنِيَةٍ کھولتا ہوا	لَيْسَ نہیں
لَهُمْ ان کیلئے	طَعَامٌ کھانا	اِلَّا مگر	مِنْ سے	ضَرِيْعٍ خاردار گھاس	لَا يُسْمِنُ نہ موٹا کریگی	وَلَا يُغْنِيْ اور نہ بے نیاز کریگی	مِنْ سے	جُوْعٍ بھوک

وجہ تسمیہ' زمانہ نزول اور موضوع وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ایک سوالیہ جملہ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ سے ہوئی ہے کہ کیا آپ کو غاشیہ کی کچھ خبر پہنچی ہے۔غاشیہ قیامت کو کہتے ہیں کیونکہ غاشیہ کا مفہوم ہے چھا جانے والی۔سب کو ڈھانپ لینے والی۔ایک ایسی چیز جس کی پکڑ سے کوئی بھی نہ بچ سکے۔تو اس لفظ غاشیہ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ الغاشیہ مقرر ہوا۔یہ سورۃ بالاتفاق مکی ہے اس سورۃ کا مرکزی مضمون بھی یہی ہے کہ قیامت و آخرت ضرور ہوگی اور اس دنیا میں انسان نے جو کچھ کمایا ہوگا اچھا یا برا اس کی جزا و سزا اس کو وہاں ضرور ملنی ہے۔اس سورۃ میں پہلے قیامت کی ہولناکی کا منظر ایک خاص انداز میں پیش کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جب قیامت کی ہولناکی اچانک پیش آ جائے گی۔کسی کو اتنی مہلت نہ ملے گی کہ وہ کسی طرح بھی اپنے کو اس مصیبت سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر سکے۔جب یہ گھڑی آ جائے گی تو انجام کے اعتبار سے تمام انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے

ایک گروہ ان انسانوں کا ہوگا جن کے حصہ میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جہاں کی مصیبتوں اور عذابوں کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ان اہل جہنم کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور کانٹے دار گھاس کھلائی جائے گی۔جس سے نہ بھوک دور ہوگی نہ جسم کو کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔دوسرا گروہ وہ ہوگا کہ جو اس دن خوش و خرم ہوں گے۔ان کے چہرے خوشی اور بشاشت سے دمک رہے ہوں گے۔انہوں نے دنیا میں اللہ کی خوشنودی کے لئے جو کیا تھا اس کے نتائج دیکھ کر انہیں خوشی ہو رہی ہوگی اور انہیں وہاں جنت کے وہ انعامات اور عیش و آرام نصیب ہوگا جس کا اس وقت تصور بھی نہیں ہو سکتا۔اس کے بعد انسانوں کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اللہ کی مخلوقات کو دیکھ کر اس کی قدرت و حکمت کا اندازہ کریں اور اس کی معرفت حاصل کر کے اس کی بندگی و طاعت اختیار کریں۔اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان منکرین کے انکار اور مخالفت پر غم نہ کریں۔آپ کا کام بندوں کو سیدھی راہ کی طرف دعوت دینا ہے وہ آپ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں۔ان کے انکار اور ان کی گمراہی کی ذمہ

داری آپ پر نہیں۔ وہ اپنے انجام کے خود ذمہ دار ہوں گے اور اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے۔ ہر شخص کو آخر لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف آنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے لیں گے۔

قیامت کا آنا یقینی ہے

سورۃ کی ابتدا ایک سوالیہ جملہ سے ہو رہی ہے۔ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ یعنی اے نبی کیا آپ کو قیامت کے حادثہ عظیمہ کے متعلق کچھ خبر ہے؟ ایسے سوالیہ جملے سے خطابت عرب کے عین اسلوب بیان کے مطابق ہے۔ اس طرز خطاب سے مقصود سامعین کے دل میں مزید اشتیاق وجستجو پیدا کرنا نیز موضوع خطاب کی اہمیت جتلانا ہے تا کہ آئندہ کلام کو سامع پوری توجہ اور حضور دل سے سنے۔ یعنی آپ کو تو خوب معلوم ہے لوگوں کو بھی اس کے متعلق بتا دیجئے کہ اس حادثہ کا اثر تمام عالم کو محیط ہوگا۔ کوئی فرد اس سے خالی نہ رہے گا۔ کیوں کہ ہر چیز کو ہر طرف سے قیامت ڈھانک لے گی اور دفعۃً آئے گی۔ تمام عالم پر قیامت کی دہشت طاری ہوگی۔

قیامت میں رسوا ہونیوالے لوگ

اب اس قیامت کے آجانے کے بعد جو عالم آخرت ظہور پذیر ہوگا اس کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ بہت سے چہرے اس روز ذلیل و خوار ہونگے۔ ان کے چہروں پر ذلت نمایاں ہو گی۔ اب یہ کون لوگ ہوں گے؟ یہ وہ ہوں گے جو دنیا میں خدا کے آگے سر نہیں جھکاتے تھے۔ کبر و غرور اور نخوت و بڑائی میں سرشار رہتے تھے۔ اللہ کی فرض کردہ عبادت اور بندگی سے جان چراتے تھے۔ اللہ کے احکام کے مطیع بندوں کے تو رمضان کے روزہ کی وجہ سے لب خشک ہوتے تھے اور بھوک و پیاس کے آثار نمایاں تھے اور یہ بے فکرے آزاد تھے کہ خوب مجلسوں میں بیٹھ کر نعمتیں اڑاتے تھے اور روزہ داروں کا مذاق اڑایا کرتے تھے مجاہدین تو میدان جہاد میں نکل کر شدائد کا سامنا کرتے اور یہ گھروں میں بے فکر بیٹھ کر عیش کرتے تھے لیکن آخرت میں ان کی یہ حالت ہوگی کہ ان کے چہروں سے ذلت وخواری ٹپکے گی اور ان کا یہ حال ہوگا عَامِلَةٌ مشقت و مصیبت اٹھائیں گے۔ چونکہ دنیا میں احکام خداوندی کی پابندی کی مشقت برداشت نہیں کی اس لئے اس کی سزا میں یوم قیامت عمل کی مشقت میں پڑیں گے۔ کسی کو جہنم کے پہاڑ پر چڑھایا اور اتارا جائے گا۔ کوئی میدان قیامت میں دوڑا دوڑا پھرے گا کہ ہے آج کوئی جو میری دستگیری کرے اور مجھ کو اس بلا سے خلاصی دلائے۔ کسی کے ملائکہ زنجیریں اور ہتھکڑیاں ڈالے جہنم میں گھسیٹتے لئے جاتے ہوں گے اور گرزوں کی مار پڑتی ہوگی کسی کو جہنم میں اور کوئی سخت کام تجویز ہوگا جیسا کہ دنیا میں قیدیوں اور مجرموں کو مشقت میں ڈالا جاتا ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا نَّاصِبَةٌ کہ تھکان ان کے چہروں پر نمایاں ہوگی۔ وہ خستہ حال اور درماندہ ہوں گے۔ اور دنیا میں کسی کی یہ حالت ہو تو دیکھنے والے کو رحم آجائے مگر وہاں ان پر کوئی رحم کرنے والا نہ ہوگا۔ اور ان کا یہ حال ہوگا۔ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً دہکتی آگ میں گرتے پڑتے ہوں گے اور آتش جہنم میں جلتے ہوں گے۔ اور یہی جہنم ان کا مکان ہوگا۔

جہنمیوں کا کھانا پینا

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ان کو کھولتے پانی کے چشمہ سے پانی پلایا جاوے گا وہ بھی جب کہ مدتوں پیاس کی سختی سے تڑپیں گے اور منت و سماجت کریں گے جس کے پیتے ہی منہ جھلس جائے گا اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں گی۔ پھر فوراً درست ہو جائیں گی اور اسی طرح عذاب میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ یہ تو رہی پانی کی حالت آگے ان کے کھانے کی حالت بتلائی جاتی ہے۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ

اول تو کھانا ہی نہیں ملے گا۔ سخت بھوک کا عذاب مدتوں برداشت کریں گے۔ یہ سزا ہوگی ان حرام و ناجائز لذات کی کہ جو بے فکری سے دنیا میں اڑاتے رہے اور خوب کھا کھا کر بدکاری کرتے رہے۔ بہت کچھ چیخنے چلانے پر جو کھانے کو ملے گا بھی تو ضریع ملے گا۔ ضریع ایک خاردار درخت ہے دوزخ میں جو نہایت تلخ، سخت بدبودار اور نہایت زہریلا اور اثر میں آگ سے بڑھ کر گرم۔ جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلائیں گے تو یہ چیز کھانے کو دی جائے گی۔ اب کھانے سے مقصود یا تو محض لذت حاصل کرنا ہوتا ہے یا بھوک کو رفع کرنا۔ یا بدن کو فربہ کرنا۔ ضریع کے کھانے سے یہ کوئی بات بھی حاصل نہ ہوگی۔ غرض کوئی لذیذ کھانا یا مرغوب میسر نہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۭ

بہت سے چہرے اس روز بارونق۔ اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہوں گے۔ بہشت بریں میں ہوں گے جن میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۘ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ وَّنَمَارِقُ

اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔ اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں۔ اور برابر

مَصْفُوْفَةٌ ۙ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۭ

لگے ہوئے گدے ہیں اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں۔

وُجُوْهٌ کتنے منہ	يَوْمَئِذٍ اس دن	نَاعِمَةٌ تروتازہ	لِسَعْيِهَا اپنی کوشش سے	رَاضِيَةٌ خوش خوش	فِيْ میں	جَنَّةٍ باغ	عَالِيَةٍ بلند	لَا تَسْمَعُ وہ نہ سنیں گے
فِيْهَا اس میں	لَاغِيَةً بیہودہ بکواس	فِيْهَا اس میں	عَيْنٌ چشمہ	جَارِيَةٌ بہتا ہوا	فِيْهَا اس میں	سُرُرٌ تخت	مَرْفُوْعَةٌ اونچے اونچے	
وَأَكْوَابٌ اور آبخورے	مَوْضُوْعَةٌ چنے ہوئے	وَنَمَارِقُ اور غالیچے	مَصْفُوْفَةٌ برابر بچھے ہوئے	وَزَرَابِيُّ اور گدے	مَبْثُوْثَةٌ بکھرے ہوئے			

نیک بخت لوگ

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں ایک گروہ مجرموں کا ہوگا۔ اب ان کے مقابل دوسرے گروہ کا حال ان آیات میں بیان فرماتا ہے کہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ یعنی نیک لوگ ابرار صالحین مومنین جن کے چہرہ اس روز خوش وخرم، شاداں، بارونق اور تروتازہ ہوں گے۔ ان پر وہاں کی ہول اور سختی کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے اعمال سے دنیا کی زندگی میں اللہ کی رضا کے لئے محنت و مشقت برداشت کی تھی۔ مثلاً روزوں میں روزہ کی بھوک و پیاس کی تکلیف اٹھاتے تھے۔ راہ حق میں کوشش و جہاد کے واسطے سختیاں برداشت کرتے تھے۔ نیز راتوں کی راحت و آرام کو اللہ کی بندگی کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ ہر طرح کے حقوق اللہ و حقوق العباد کی حتیٰ الامکان ادائیگی کرنے کی پراخلاص کوشش کرتے تھے۔

باغ و بہشت کے انعامات

ایسے بندوں کے لئے فرمایا گیا لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ یعنی اپنی دنیاوی کوششوں سے جو انہوں نے اللہ کی راہ میں کی تھیں خوش وخرم ہوں گے کہ اللہ نے ان کی کوششوں کو قبول فرمایا اور ان کا نیک ثمرہ نمودار ہوا اور وہ نیک ثمرہ یہ ہوگا۔ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ کہ وہ بہشت بریں میں ہوں گے خوش فضا عالیشان باغات میں ہوں گے ایسے باغات کہ جن کی نعمتوں اور مسرتوں کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔ وہ دنیا کے جیسے باغ نہیں کہ خزاں کو دسترس ہو ان کے آگے دنیا کے باغ ہیچ ہیں۔ وہاں کی ہر نعمت دائمی اور کوئی لذت و راحت فنا ہونے والی نہ ہوگی۔ تمام دوسری خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ ان کے لئے ایک بڑی مسرت کی بات یہ ہوگی۔ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً یعنی اہل جنت، جنت میں کوئی ناگوار بات نہ سنیں گے۔ وہاں کوئی لغو اور بیہودہ بات ان کے کان میں نہ پڑے گی۔ نہ کوئی کسی کو برا بھلا کہے گا نہ وہاں کوئی خوف اور اندیشہ کی بات ہوگی۔ نہ کسی کے مرنے یا بیمار ہونے کی خبر ہوگی کہ عیش مکدر ہو جائے۔ نہ اپنی جوانی اور اس باغ و بہار کی فنا کی بات سننے میں آئے گی۔ الغرض کوئی رنج وہ بات کان میں نہ پڑے گی۔ بلکہ ہر طرف سے فرحت بخش باتیں سننے میں آئیں گی اور اس بہشت بریں میں کیا ہوگا۔ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ان باغوں میں نہریں و چشمے جاری ہوں گے جو وہاں کے لطف و نشاط کو دوبالا کریں گے۔

اور فِیۡہَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَۃٌ یعنی ان جنت کے باغات میں بلند مرتبہ شاہانہ تخت ہوں گے جن پر بیٹھ کر جنت کا نظارہ کریں گے اور امیرانہ شاہانہ ٹھاٹھ سے اس پر بیٹھیں گے اور وہاں وَّ اَکۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَۃٌ یعنی نہایت خوش رنگ اور بیش بہا کوزے آبخورے گلاس اور پیالے نعمتوں سے بھرے ہوئے قرینے سے سامنے رکھے ہوں گے تاکہ جس چیز کی طرف رغبت ہو آسانی سے پی جا سکے۔ یہاں جنت کی نعمتوں میں سے جو اَکۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَۃٌ فرمایا یعنی پینے کے برتن جیسے آبخورے پیالے گلاس وغیرہ تو ان کی صفت میں لفظ مَّوۡضُوۡعَۃٌ ارشاد فرمایا یعنی اپنی مقرر جگہ پر قرینے اور ٹھکانے سے رکھے ہوں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے آداب معاشرت کے ایک اہم بات کی طرف تلقین ہوتی ہے کہ ایسے کھانے پینے کے برتن اور سامان مقررہ جگہ پر قرینے سے رہنے چاہئیں۔ ادھر ادھر بے موقع ہو جانے سے ضرورت کے وقت اُن کو تلاش کرنا یہ ایذاء اور تکلیف کی چیز ہے۔ اس لئے وَّ اَکۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَۃٌ سے تلقین یہ ملی کہ ہر شخص کو اس کا اہتمام چاہئے کہ گھر میں ایسی استعمالی چیزیں جو گھر والوں کے کام میں آتی ہیں ان کی جگہ مقرر رہنی چاہئے اور استعمال کرنے کے بعد ان کو وہیں رکھنا چاہئے تاکہ دوسرے وقت اپنے کو یا دوسرے گھر والوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ اشارہ لفظ مَّوۡضُوۡعَۃٌ سے نکلا کیوں کہ حق تعالیٰ نے اہل جنت کی راحت و آسائش کے سلسلہ میں اس کا ذکر فرمایا۔ آگے جنت کی راحتوں اور نعمتوں میں فرمایا وَّ نَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَۃٌ ہوں گے یعنی پر تکلف گاؤ تکیے لگے ہوں گے اور نہایت اعلیٰ درجہ کے گدے و مسندیں بچھے ہوں گے کہ اہل جنت جہاں چاہیں آرام سے لیٹیں، بیٹھیں اور وہاں وَّ زَرَابِیُّ مَبۡثُوۡثَۃٌ ہوں گے یعنی نہایت بے بہا قالین بچھے ہوں گے کہ جہاں جی چاہے آرام کریں۔ یہ تو ان جنت کی نعمتوں میں سے چند کا ذکر ہے جنہیں معلوم ہو کر اس زندگی کی ایک جھلک سامنے آتی ہے۔ ورنہ کوئی نعمت ایسی نہیں جو وہاں موجود نہ ہو۔ نہ کوئی ایسی راحت و آسائش ہے جو وہاں نہ ملے بلکہ وہاں تو اس گروہ کو جو کچھ ملے گا اس کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی اہل جنت میں شامل فرمائیں۔ اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آخرت کی ذلت ورسوائیوں سے اپنی پناہ بخشیں اور آخرت میں ہمارے چہروں کو تروتازہ بارونق اور خوش وخرم بنائیں۔

یَااَللّٰہُ آج اس دنیا میں ہمیں اپنے اطاعت وفرمانبرداری کی وہ زندگی نصیب فرماوے کہ جو کل قیامت و آخرت میں ہمیں آپ کی رضا اور خوشنودی نصیب ہو اور آپ کی جنت عالیہ میں ہمارا دائمی ٹھکانا ہو۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ کسی آپ کے بندے یا بندی کا مال ناحق لیا ہو کسی کی آبرو خراب کردی ہو اس کے جسم کے کسی حصہ پر مارا ہو۔ اس پر ظلم کیا ہو۔ انہوں نے مطالبہ حق کیا لیکن میں نے طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نہ دیا ہو یا لاپروائی برتی ہو ان سے بھی معاف نہ کرا سکا ہوں آپ کے سب اختیار میں ہے میری معافی فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ

تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ اور آسمان کو کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے۔اور پہاڑوں کو کہ کس طرح

نُصِبَتْ ۝۱۹ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝۲۰

کھڑے کئے گئے ہیں۔اورزمین کوکہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔

أَفَلَا يَنظُرُونَ کیاوہ نہیں دیکھتے؟	اِلَى طرف	الْإِبِلِ اونٹ	كَيْفَ کیسے	خُلِقَتْ وہ پیدا کیا گیا	وَ اور	اِلَى طرف	السَّمَآءِ آسمان	كَيْفَ کیسے	رُفِعَتْ بلند کیا گیا
وَاِلَى اورطرف	الْجِبَالِ پہاڑ (جمع)	كَيْفَ کیسے	نُصِبَتْ نصب کئے گئے	وَ اور	اِلَى طرف	الْأَرْضِ زمین	كَيْفَ کیسے	سُطِحَتْ بچھائی گئی	

منکرین آخرت کودعوتِ فکر

اب مشرکین عرب اور کفار مکہ جو قیامت وآخرت کے اول تو منکر ہی تھے پھر جنت کی نعمتوں اور عالم آخرت کی دائمی راحت، عیش ونشاط کا ذکر سنتے تو کفار مکہ تعجب کرتے اور آخرت کے عجیب غریب انتظامات ان کی سمجھ میں نہ آتے اس لئے انکار کرتے کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے منکرین آخرت کو بتلایا جاتا ہے کہ اللہ رب العالمین کی قدرت کے سامنے سب کچھ ممکن ہے اور اس دنیا ہی میں اس کی قدرت کاملہ کے نمونہ موجود ہیں جن کی طرف اگر غور کیا جائے تو انسان کو اس حکیم وقادر کی قدرت عظیمہ کو ماننے بغیر چارہ نہیں چنانچہ یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی قدرت کاملہ کے چار نمونوں کا ذکر فرمایا اور جن کی طرف منکرین کو غور وتامل کرنے کی دعوت دی گئی۔

اونٹ کی تخلیق میں غور کرنے کی دعوت

پہلا نمونہ اپنی قدرت کا فرمایا أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح عجیب طور پر پیدا کیا گیا ہے۔اب جدید عرب تو اونٹ سے بے نیاز ہوتا جارہا ہے مگر قدیم عرب کی معاش کا تو دارومدار اونٹ ہی تھا۔ان کے نزدیک اونٹ کی اہمیت اور قدر و قیمت بہت زیادہ تھی اور ہر وقت ان کے نظروں کے سامنے رہتا تھا۔تو اس کی خلقت، جسم کی بناوٹ، اس کی خصلت وغیرہ پر اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت اور اس کی قدرت کا عجیب وغریب نمونہ یہ جانور ہے۔مفسر علامہ شیخ عبدالحقؒ اپنی تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ اونٹ کی اول تو خلقت ہی عجیب وغریب ہے۔اس قدر اونچا مگر بٹھاؤ بیٹھ جائے۔قدرت نے اس کے پاؤں کو تین تہ میں تقسیم کردیا یعنی ہر پاؤں میں دو گھٹنے بنادیئے کہ وہ تہ کرکے بیٹھ جاتا ہے تو اس پر چڑھنا اترنا آسان ہوجاتا ہے (معارف القرآن) اور جانوروں پر کھڑا کرکے سوار ہوتے اور بوجھ لادتے ہیں مگر اس کو بٹھا کر اور پھر اپنا پورا بوجھ لے کر گردن کی لچک اور اس کے زور سے کھڑا ہو جاتا ہے۔یہ کسی جانور میں خوبی نہیں۔پھر باوجود اس قدر ڈیل ڈول کے اطاعت کا مادہ جس قدر اس میں ہے کسی دوسرے جانور میں نہیں۔ سینکڑوں کی قطار کو ایک لڑکا مہار تھام کر جدھر چاہے لے جائے پھر بار بردار ایسا کہ تمام گھربار اس پر لادلو گویا خشکی میں رواں کشتی ہے اور ریگستانی علاقوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ غلہ یا اور اشیاء لے جانے میں چھکڑا یا ریل گاڑی ہے۔پھر جلد چلنے اور اس پر آرام کے سامان ساتھ لے جانے میں گویا ڈاک گاڑی ہے۔جس کے لئے نہ سڑک کی ضرورت ہے نہ راستہ کا ہموار ہونا۔سانڈنی جو سواری کی اونٹنی یا اونٹ ہوتا ہے دن میں سوکوس تک جاسکتی ہے اس پر جفاکش اتنا کہ کیسی ہی دھوپ وگرمی ہو کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔پھر کم خوراک اتنا کہ تھوڑے سے چارہ میں گزر کرلیتا ہے جو بلند درختوں کے پتے اور کڑوے کسیلے اور کسی کے کھانے کے نہیں ہوتے یہ کھالیتا ہے اس پر کئی کئی روز تک پانی نہ ملے تو پروا نہیں۔سواری کا یہ آرام پھر دودھ میں یہ برکت کہ ایک گھر

کو کافی ہو اور پھر استسقاء وغیرہ امراض کے لئے دوا بھی ہے۔اس کی پشم بھی کام آتی ہے جس سے کیسے کیسے نفیس کپڑے بنے جاتے ہیں۔ خصوصاً عرب کے لباس، کمبل اور جبے جو برسوں میلے نہیں ہوتے اور مدتوں چلتے ہیں اور خوبصورت بھی ہوتے ہیں۔اس پر اس کا گوشت بھی حلال۔ گھر بھر کیا محلہ کو کافی ہو سکتا ہے۔اس پر اس کی نسل میں برکت۔ سرزمین عرب میں ہر جگہ مل سکتا ہے اور خشک و گرم و ریگستانی علاقوں کی معاش تو اسی پر موقوف تھی۔ یہ خصوصیات کسی اور جانور میں نہیں۔

آسمان کی رفعت میں غور کرو

دوسرا نمونہ قدرت خداوندی کا فرمایا گیا وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ یعنی آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اول تو بلندی اس قدر کہ جہاں پرندہ بھی اڑ کر نہیں جا سکتا پھر اس کی وسعت اور پھر بلا ظاہری ستون اور کھمبے کے قائم ہونا پھر آسمان کے ستارے اور چاند و سورج آفتاب کہ جو کرۂ زمین سے لاکھوں حصہ زیادہ بڑا ہے اگر نہ ہوتو دنیا والوں کی زندگی وبال ہو جائے۔غرض کہ اس چاند سورج کے ذریعہ دنیا والوں کو گوناگوں نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔

پہاڑوں کے قیام میں غور کرو

تیسرا نمونہ قدرت خداوندی کا فرمایا وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ اور پہاڑوں کو دیکھو کہ کیسے کھڑے کر دیئے گئے اور گاڑ دیئے گئے۔ پہاڑ بھی قدرت خداوندی کا ایک عجیب نمونہ ہے اول تو باوجودے کہ وہ بھی زمین ہی کا ایک جزو ہے پھر بھی زمین سے کس طرح ممتاز ہے۔ پھر ان کی بلندی قابل حیرت ہے اور بلندی کے ساتھ عرض و طول بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ پھر ان کے رنگ مختلف ہیں۔کوئی سیاہ ہے کوئی سرخ کوئی سرسبز ہے کوئی بنجر پھر ان پہاڑوں ہی میں سے یہ خوشگوار پانی کے دریا نکلے۔ پھر ان سے ملک شاداب ہوئے پھر بیش قیمت جڑی بوٹیاں اور گراں قدر دھاتیں ان میں موجود ہیں۔ اور بھی سینکڑوں فوائد ہیں جن کے ذکر کے لئے ایک دفتر چاہئے۔

زمین کی سطح میں غور کرو

چوتھا نمونہ اپنی قدرت کا فرمایا۔ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ اور زمین کو دیکھو کہ کیسی بچھائی گئی۔ حالانکہ زمین کی شکل گول گیند کی طرح ہے اور گول چیز پر کوئی ٹھہر نہیں سکتا مگر اس قادر مطلق نے باوجود گول ہونے کے اس کو ایسا بچھایا کہ سینکڑوں کیا ہزاروں کوس تک ہموار جنگل اور میدان اور پہاڑ اور دریا رواں ہیں۔لوگ کس کشادگی سے بس رہے ہیں سینکڑوں ہزاروں میلوں تک سڑکیں ہیں۔ بیشمار باغات، کھیتیاں ہیں اور کیسے کیسے وسیع شہر آباد ہیں۔اور کیسی کیسی بلند شان عمارات ہیں جن میں کہ زمین کی گولائی سے کوئی بھی حرج واقع نہیں ہوتا۔ یہ سب اس کی قدرت اور کاریگری ہے تو جو قادر حکیم اور منعم دنیا والوں کے لئے جن میں نیک و بد کافر و مومن سب ہی شریک ہیں ایسی چیزیں پیدا کر سکتا ہے تو کیا وہ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے لئے طرح طرح کی جنت کی نعمتیں نہیں پیدا کر سکتا اور برے بندوں کے لئے طرح طرح کے عذاب جہنم نہیں پیدا کر سکتا؟ کیوں نہیں ضرور پیدا کر سکتا ہے۔اس کے لئے کوئی امر مشکل نہیں۔

ان چار چیزوں کے ذکر کرنے کی وجہ

یہاں ان چار نمونوں کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے بیان کیا گیا کہ عرب قرآن کے مخاطبین اول تھے اور ایک عرب مسافر جب اونٹ پر سوار ہو کر جنگل بیابان، ریگستان کا سفر طے کرتا تھا تو اس سنسان اور وحشت خیز عالم میں اس کو آسمان، زمین اور اپنے اونٹ اور پہاڑوں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔اس لئے ان مخلوقات میں اللہ کی قدرت عظیمہ کو دیکھنے اور سمجھنے کی دعوت دی گئی۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں ان چار چیزوں کو بیان کرنے میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ان چاروں چیزوں سے جنت کی راحت کی شان اور جہنم کی تکلیف کا نمونہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔اونٹ کے منافع پر غور کرو تو بہشت کی شان نمایاں ہے اگر اس کی مشقت اور بارکشی کو دیکھو تو جہنم کا نمونہ ہے۔ سرسبز پہاڑ جنت کے مشابہ ہیں تو گرم آتش فشاں پہاڑوں میں جہنم کی آگ کی چنگاریاں نظر آتی ہیں۔ آسمان کی فضا، چاند سورج کی روشنی اور عمدہ خوشگوار موسم جنت کا نمونہ ہے تو اندھیری راتیں۔ گرم لو کے دن جہنم کا نمونہ ہیں۔ زمین کی شاداب جگہیں اگر جنت یاد دلاتے ہیں تو خشک گرم بدبودار عمیق گڑھے دوزخ سے کم نہیں۔ گویا یہ سب چیزیں اس امر کی شاہد ہیں کہ بہشت اور دوزخ برحق ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ

تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔آپ اُن پر مسلط نہیں ہیں۔ہاں مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا۔تو خدا اسکو

ٱللَّهُ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿٢٦﴾

بڑی سزا دے گا۔ہمارے ہی پاس اُن کا آنا ہوگا پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے۔

فَذَكِّرْ پس سمجھاتے رہیں	اِنَّمَا صرف	اَنْتَ آپ	مُذَكِّرٌ سمجھانے والے	لَسْتَ نہیں آپ	عَلَيْهِمْ ان پر	بِمُصَيْطِرٍ داروغہ	اِلَّا مگر
مَنْ جو۔جس	تَوَلّٰى وَكَفَرَ منہ موڑا اور کفر کیا	فَيُعَذِّبُهُ پھر اسے عذاب دیگا	اللّٰهُ الله	الْعَذَابَ عذاب	الْاَكْبَرَ بہت بڑا	اِنَّ بیشک	
اِلَيْنَآ ہماری طرف	اِيَابَهُمْ ان کالوٹنا	ثُمَّ پھر	اِنَّ بیشک	عَلَيْنَا ہم پر	حِسَابَهُمْ ان کا حساب		

ہدایت اللہ کے اختیار میں

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ جب یہ منکرین باوجود قیام دلائل واضحہ غور نہیں کرتے اور آخرت پر ایمان لاکر وہاں کی فکر نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے کیونکہ آپ نصیحت کرنے اور سمجھانے اور بتلانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔اگر یہ آپ کی بات نہیں مانتے اور نہیں سمجھتے تو آپ ان پر کوئی داروغہ بنا کر مسلط نہیں کئے گئے ہیں کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں۔اور ان کے دلوں کو بدل ڈالیں۔اور زبردستی ان کو راہ راست پر لائیں۔ان کی نافرمانی اور سرکشی کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی بھی ہے کیونکہ آپ جو قانون ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے وہ آپ پوری ہمدردی، بڑی دل سوزی اور پوری قوت کے ساتھ لوگوں کو پہنچاتے لیکن جو ضد وعناد میں ڈوبے ہوئے تھے اور نفس خواہشات کے بندے تھے وہ آپ کی بات کا اثر نہ لیتے اور اپنے کفر وشرک پر برابر جمے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت پر کمربستہ رہتے۔اس سے آپ کو طبعاً رنج ہوتا تھا اور آپ اس رنج میں گھلا کرتے کہ اللہ کے یہ بندے کیوں اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق بنا رہے ہیں اور کیوں خرابی اور بربادی کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔آپ کا یہ غم وفکر کبھی کبھی اتنا بڑھ جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی آیتیں نازل ہوتیں جن میں یہ بتایا جاتا کہ آپ ان کے غم میں اپنی جان نہ گھلا دیں۔آپ کا کام سچی بات کا پہنچا دینا تھا سو آپ کر رہے ہیں۔رہی یہ بات کہ یہ مانتے ہیں یا نہیں تو اس کی کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں جو بھی سرکشی اور نافرمانی کرے گا اور اللہ کی اطاعت وبندگی سے روگردانی کرے گا اور اس کی آیتوں کا انکار کرے گا اس کو خود خدائے تعالیٰ آخرت میں بڑی سخت سزا دے گا اور وہ اللہ کی سخت ترین پکڑ اور سزا سے بچ نہیں سکتا کیونکہ آخر ایک روز سب کو اس کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور اپنے افعال واعمال کا حساب دینا ہے۔غرض اے نبی آپ اپنا فرض ادا کئے جایئے اور ان کا مستقبل اللہ کے سپرد کیجئے۔

خلاصہ آیات

یہاں ان آیات میں ایک طرف تو انکار کرنے والوں کے لئے تنبیہ ہے کہ اگر تم اللہ کے رسول کا کہنا نہ مانو گے تو اس کی ذمہ داری خود تم پر ہوگی۔رسول کا کام اور ان کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ وہ پیغام خداوندی پہنچا دیں اس کے بعد ماننا نہ ماننا یہ تمہارا کام ہے دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ ان کی گمراہی پر اتنا نہ کڑھیں کہ جن پر بننے لگے۔آپ کی بات سے منہ موڑنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انہیں سخت سزا دیں گے۔

ان آیات میں مومنین اور متبعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ایک سبق وہدایت ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ منکرین کے انکار کے باوجود آپ دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہیے اور لوگوں کے انکار سے نہ مایوس ہوں اور نہ غمزدہ۔ تو جو لوگ امت میں دعوت وتبلیغ کا کام کریں انہیں لوگوں کی بے حسی یا اعراض کی وجہ سے کام چھوڑ کر بیٹھنے کا حق نہیں پہنچتا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی مانتا تو ہے نہیں اس لئے دعوت وتبلیغ کیسے کریں؟

سورۃ کے خاتمہ پر پھر اس حقیقت کو سامنے رکھ دیا گیا ہے کہ انسانو تم سب کا آخری ٹھکانہ اللہ رب العالمین ہی کے پاس ہے۔ اور آخرکار تمام انسانوں کو اس دنیا سے لوٹ کر پھر اسی کے حضور جانا ہے۔ اپنے دنیا میں کیے دھرے کا پورا پورا حساب دینا ہوگا۔ آیا اللہ کی دی ہوئی زندگی نعمتوں اور صلاحیتوں کو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کیا یا ان کو اس منعم حقیقی کے احکام کی مخالفت میں خرچ کیا۔ یہی اس سورۃ کا خلاصہ اور اہم پیغام ہے کہ آخرت ضرور ہوگی اور ہر انسان کو وہاں وہی کچھ ملے گا جو اس نے دنیا کی زندگی میں کمایا ہوگا۔ آخرت ہی اصل فیصلے کا دن ہوگا جب کہ ہر انسان کو اصل کامیابی یا ناکامی سے دوچار ہونا پڑے گا الحمدللہ اب سورۃ غاشیہ کا بیان پورا ہوگیا۔

خلاصہ

قیامت کے ناموں میں سے ایک نام غاشیہ بھی ہے یعنی چھپا لینے والی قیامت کو ''غاشیہ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ہولناکیاں ساری مخلوق کو ڈھانپ لیں گی' یہ سورت بتاتی ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے ذلیل ہوں گے' انہوں نے بڑی محنت کی ہوگی جس کی وجہ سے تھکے تھکے محسوس ہوں گے' علماء کہتے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں بڑی عبادت وریاضت کی ہوگی لیکن چونکہ ان کے عقائد صحیح نہیں تھے اس لیے یہ عبادت ان کے کسی کام نہیں آئے گی' یہ چہرے دہکتی ہوئی آگ کا ایندھن بنیں گے اور بعض چہرے تر و تازہ اور پُر رونق ہوں گے' یہ وہ چہرے ہوں گے جنہوں نے دنیا میں صحیح رخ پر محنت کی ہوگی اور ان کے عقائد میں بھی باطل کی آمیزش نہیں ہوگی' ان کا مسکن بلند و بالا جنتیں ہوں گی۔

دوسرا اہم مضمون جو اس سورت میں بیان ہوا ہے وہ رب العالمین کی وحدانیت کے دلائل ہیں' ان میں سے اونٹ ہے جسے صحرائی جہاز بھی کہا جاتا ہے' طویل قد و قامت کے باوجود ایک بچہ بھی اس کی نکیل پکڑ کر جہاں چاہے لے جاتا ہے' اس کے صبر کا یہ حال ہے کہ دس دس دن تک پیاس برداشت کر لیتا ہے' اس کی غذا بہت سادہ ہوتی ہے' ایسی جھاڑیوں سے پیٹ بھر لیتا ہے جنہیں کوئی بھی چوپایہ کھانا گوارا نہیں کرتا' ان دلائل میں بلند و بالا آسمان بھی ہے جو کسی ستون کے بغیر کھڑا ہے' زمین ہے جسے یوں بچھایا گیا ہے کہ اس پر چلنا بھی آسان اور کھیتی باڑی بھی آسان' پہاڑ ہیں جو زمین کو زلزلوں کی زد میں آنے سے بچاتے ہیں۔ منکرین توحید کو ان دلائل کی طرف متوجہ کرنے کے بعد اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ کے ذمہ صرف نصیحت کر دینا ہے' آپ اپنی ذمہ داری ادا کر دیجئے پھر ان کا معاملہ اور حساب ہم پر چھوڑ دیجئے۔

سورۃ الغاشیہ کے خواص

اگر کھانے کی کسی چیز سے کسی تکلیف کا اندیشہ ہو تو اس چیز پر پہلے سورۃ الغاشیہ پڑھ لیں پھر کھائیں تو اس چیز کے کھانے سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس سورۃ کے پیغام کو ہمیں بھی دل میں بٹھا لینے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی کو سنوارنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں اپنی رضا کے کاموں میں لگائے رکھیں تاکہ آخرت میں کامیابی نصیب ہو۔ اور ہم کو ہر طرح کی نافرمانی اور مخالفت احکام الٰہیہ سے بچالیں تاکہ آخرت میں ناکامی سے واسطہ نہ پڑے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۗ

قسم ہے فجر کی۔اور دس راتوں کی۔اور جفت اور طاق کی ۔اور رات کی جب وہ چلنے لگے۔کیوں اس میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے؟

وَالْفَجْرِ قسم فجر کی	وَلَيَالٍ اور راتوں کی	عَشْرٍ دس	وَّالشَّفْعِ اور جفت کی	وَالْوَتْرِ اور طاق کی	وَالَّيْلِ اور رات کی	اِذَا جب	يَسْرِ چلے	هَلْ کیا	فِيْ میں	
	ذٰلِكَ اس	قَسَمٌ قسم	لِّذِيْ حِجْرٍ ہر عقل مند کے نزدیک							

قیام قیامت پر پانچ قسمیں

یہاں سورتوں کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے اوران پانچ چیزوں کو جن کی قسم کھائی ہے بطور دلائل وشواہد بیان کیا ہے۔اوران پانچوں قسموں کے بعد جواب قسم یہ ہے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اوراس کے منکروں کو قیامت کے دن ضرور سزا ہوگی۔

فجر کی قسم

چنانچہ پہلی قسم ہے۔ وَالْفَجْرِ قسم ہے فجر کے وقت کی فجر کے معنی صبح کے ہیں۔صبح کا وقت بھی قیامت کا ایک نمونہ ہے۔رات کو بالکل سناٹا ہوتا ہے۔انسان وحیوان سب پر نیند کا عالم طاری ہوتا ہے نہ کہیں شورو غوغا ہے نہ آفتاب کی روشنی۔ایسا معلوم ہوتا ہے گویا موت نے سب کو آدبایا ہے مگر ادھر صبح نمودار ہوئی ادھر سب کے سب خواب سے بیدار ہوئے ۔ چرند پرند فکر معاش میں چلنا پھرنا اڑنا شروع کرتے ہیں۔ مسافر سفر کی تیاری میں لگتے ہیں۔کاروباری لوگ اپنے کاروبار کے لئے جاتے ہیں اس طرح ہر ایک صبح ہوتے ہی کسی نہ کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔الغرض صبح ہوتے ہی ایک شور قیامت برپا ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے گئے ہیں۔

دس راتوں کی قسم

اس کے بعد دوسری قسم وَلَيَالٍ عَشْرٍ کھائی گئی یعنی قسم ہے دس راتوں کی۔جمہور مفسرین کے نزدیک ان دس راتوں سے ماہ ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں مراد ہیں جن کو عالم بالا سے ایک خاص خصوصیت ہے ان میں اللہ کے بندے دور دراز مقامات سے خالصاً لوجہ اللہ ایک مقدس مقام پر جمع ہوکر عبادت ودعا میں مشغول ہوتے ہیں۔ایام حج میں اس طرح لوگوں کا جمع ہونا حشر کے دن کے اجتماع کو یاد دلاتا ہے کہ امیر غریب چھوٹے بڑے سب حالت احرام میں۔مرد ننگے سر جسم پر صرف ایک چادر اوڑھے اور ایک تہ بند باندھے دربار خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔تو گویا ان ایام حج کی راتوں میں مجمع حشر کا نمونہ ہے۔

جفت اور طاق کی قسم

تیسری اور چوتھی قسم وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ فرمائی گئی یعنی قسم ہے جفت کی اور طاق کی۔شفع جفت کو کہتے ہیں اور وتر طاق کو کہتے ہیں۔

شفع اور وتر کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ شفع یعنی جفت سے مراد ہے مخلوق جیسا کہ۔سورۂ نبا ۳۰ ویں پارہ میں ارشاد ہے۔ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا اور وتر سے مراد خالق یکتا یا جیسا دوسری جگہ ارشاد ہے وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ یعنی ہر مخلوق کا مقابل اور ضد موجود ہے۔کفر وایمان ۔ ہدایت وگمراہی نیک بختی اور بدبختی رات اور دن آسمان اور زمین بر اور بحر سورج اور چاند جن وانس نر اور مادہ لیکن وتر اکیلا اللہ ہے۔ایک قول یہ ہے کہ مخلوق کے احوال کا باہمی تضاد شفع ہے جیسے زندگی اور موت' عزت وذلت' عاجزی اور قدرت ضعف اور قوت' علم اور جہالت' بینائی اور نابینائی' شنوائی اور بہرا پن۔

بولنا اور خاموشی' غنا اور فقر گویا اس اختلاف وتقابل سے اشارہ فرما

دیا کہ آدمی کو عیش و آرام یا مصیبت اور تنگی یا فراخی کی جو حالت پیش آئے مطمئن نہ ہو جائے اور یوں نہ سمجھے کہ اب اس کے خلاف دوسری حالت پیش نہ آئے گی۔ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ خالق اضداد ہے۔ جس طرح وہ آفاق میں ایک ضد کے مقابل دوسری ضد کو لاتا ہے ایسا ہی انسانوں کے احوال و کوائف کو بھی اپنی حکمت و مصلحت کے موافق تبدیل کر دیتا ہے۔ اس میں دنیا اور اہل دنیا کے حادث و فانی ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا میں آ کر ایک روز یہاں سے جانا بھی ہے اور صفات خداوندی کا انفراد وتر ہے جیسے حیات ہے بغیر موت کے۔ عزت ہے بغیر ذلت کے۔ قدرت ہے بغیر عاجزی کے۔ ایک قول یہ ہے کہ نفس عدد جفت و طاق کی قسم کھائی گئی ہے کہ جس کی حساب اور گنتی کے لئے لوگوں کو ضرورت لازمی ہے۔ دنیا کی عمر یا خود انسان اور حیوان کی عمر ضرور کسی نہ کسی عدد پر منتہی ہوتی ہے اور وہ عدد طاق ہوگا یا جفت۔ ایک روایت میں ہے کہ نماز مراد ہے کوئی نماز جفت ہے کوئی طاق۔ ایک روایت میں ہے کہ دنیا کے دن و رات شفع ہیں اور قیامت کا دن وتر ہے جس کے بعد رات نہ ہوگی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جنت کے آٹھ درجات شفع ہیں اور دوزخ کے سات طبقات وتر ہیں گویا جنت اور دوزخ کی قسم کھائی گئی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شفع یعنی جفت سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے یعنی یوم نحر۔ اور طاق سے مراد اسی ماہ کی نویں تاریخ یعنی یوم عرفہ اور یہ دونوں حج کے موقعہ پر حشر و نشر کے دن کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

رات کی قسم

پانچویں قسم وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ فرمائی گئی یعنی قسم ہے رات کی جب وہ چلنے لگے یعنی گزرنے لگے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح رات کا اندھیرا گزر جانے کے بعد دن کا اجالا نکل آتا ہے اسی طرح روئے زمین کے خاتمہ کے بعد آخرت کا عالم شروع ہوگا اور اس حیات کے خاتمہ کے بعد ایک دوسری حیات شروع ہوگی۔

عقلمند کیلئے یہ ثبوت کافی ہے

الغرض ان پانچ قسموں کے ذریعہ اس دعوے کی دلیل پیش کی گئی ہے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا جس کے حکم سے ہر دن فجر نمودار ہوتی ہے اور جس کے انتظام کے تحت کچھ مخصوص دس راتیں آتی ہیں اور جس نے چند دنوں کو جفت اور طاق پیدا کیا اور جس کے حکم سے رات آتی جاتی ہے وہ اس بات کی بھی قدرت رکھتا ہے کہ انسان کو دوبارہ زندہ کرے اور اس سے اس کی پوری زندگی کا حساب لے اور اس کی جزا و سزا عطا کرے۔ ان چیزوں کی قسم کھانے کے بعد سوالیہ جملہ فرمایا۔ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ یعنی کیا اس میں اہل عقل کے لئے کافی قسم ہے؟ یعنی صاحب فہم و فراست کے لئے یہ قسم ضرور کافی ہے۔ بلکہ قسم کے بغیر ہی صاحب عقل ان پانچ چیزوں پر فکر و تامل کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور اعمال کی جزا و سزا ضرور ملنے والی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام و ایمان سے نوازا۔ اور کفر و شرک سے بچایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قیامت و آخرت پر ایمان کے ساتھ یقین کامل بھی نصیب فرمائیں کہ دنیا کا ہر لمحہ ہمارا آخرت کے فکر و تیاری میں گزرے اور وہاں کی سرخروئی اور کامیابی ہمیں نصیب ہو۔ آمین

یَا اللّٰہُ آپ نے اپنی حکمت سے دنیا میں جن بعض دنوں اور راتوں کو شرف و عزت بخشا ہے ہمیں ان ایام کی قدر شناسی اور ان کے حقوق کی بجا آوری کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یَا اللّٰہُ کل حساب کے وقت مجھ سے حساب نہ لینا بلا حساب جن بندوں کو آپ جنت میں بھیجیں گے مجھے بھی معاف فرما کر ان کے ساتھ کر دینا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد وقامت ستون جیسے تھے۔ جن کی برابر شہروں میں کوئی شخص پیدا نہیں کیا گیا

وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾

اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے۔ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ۔ جنہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا۔

فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾

اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا۔ سو آپ کے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسایا بے شک آپ کا رب گھات میں ہے۔

أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	كَيْفَ کیسا	فَعَلَ معاملہ کیا	رَبُّكَ تمہارا رب	بِعَادٍ عاد کے ساتھ	إِرَمَ ارم	ذَاتِ الْعِمَادِ ستونوں والے	الَّتِي وہ جو	
لَمْ يُخْلَقْ نہیں پیدا کیا گیا	مِثْلُهَا اس جیسا	فِي میں	الْبِلَادِ شہر (جمع)	وَثَمُودَ اور ثمود	الَّذِينَ جنہوں نے	جَابُوا الصَّخْرَ کاٹے تراشے سخت پتھر		
بِالْوَادِ وادی میں	وَ اور	فِرْعَوْنَ فرعون	ذِي الْأَوْتَادِ میخوں والا	الَّذِينَ وہ جنہوں نے	طَغَوْا سرکشی کی	فِي الْبِلَادِ شہروں میں	فَأَكْثَرُوا بہت کیا	فِيهَا اس میں
الْفَسَادَ فساد	فَصَبَّ پس ڈالا	عَلَيْهِمْ ان پر	رَبُّكَ تمہارا رب	سَوْطَ کوڑا	عَذَابٍ عذاب	إِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	لَبِالْمِرْصَادِ گھات میں

قوم عاد کا واقعہ

گذشتہ درس میں یہ ذکر ہوا تھا کہ اصل اور پوری جزا و سزا کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے۔ ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ جب کوئی جماعت یا قوم سرکشی اور تکذیب حق میں حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو اس کو دنیا میں بھی سزا دی جاتی ہے یہاں ان آیات میں تین قوموں کے مشہور واقعات یاد دلائے گئے ہیں جن پر دنیا ہی میں عذاب الٰہی نازل ہوا۔

پہلا واقعہ قوم عاد کا ہے جس کو قوم ارم بھی کہتے ہیں۔ یہ ستونوں کی طرح بہت بلند قامت تھے۔ زور و قوت میں ان کے برابر دنیا میں کوئی قوم بھی پیدا نہیں کی گئی۔ دراصل عاد دو فرقوں کا نام ہے ایک کو عاد اولیٰ کہتے ہیں۔ یہ نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ انہی عاد اولیٰ کا نام عاد ارم بھی ہے کیونکہ ان کے جد اعلیٰ کا نام ارم تھا۔ اور دوسرے کو عاد اخریٰ کہتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو ملک یمن میں آباد ہو گئے تھے۔ یہاں پر صرف عاد ارم کا ذکر ہے ان کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ یہ قوم اپنے وقت کی ترقی یافتہ قوم تھی اور اپنے مادی وسائل کے لحاظ سے اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اس وقت ان کے مقابلہ کی کوئی دوسری قوم نہ تھی۔ دولت و ثروت کے گھمنڈ میں آ کر انہوں نے بدکاری اور عیاشی شروع کر دی اور ملک میں ظلم و ستم برپا کر دیا۔ پیغمبر وقت نے ان کو بہت کچھ سمجھایا اور انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے افعال شنیعہ سے باز نہ آئے اور دن بدن معاصی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ آخر عذاب الٰہی کا کوڑا ان پر ایسا برسا کہ وہ ہلاک و برباد ہو گئے۔ سلطنت بھی جاتی رہی۔ دولت و ثروت بھی چھن گئی اور بدبختی نے قدم جما لئے حتیٰ کہ وہ دنیا سے نیست و نابود ہو گئے۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ قوم ثمود کا ہے جو اس کے بعد گذرا ہے۔ یہ قوم وادی القریٰ میں آباد تھی اور ان کی بستیاں شمال عرب میں مقام حجر سے لے کر وادی القریٰ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ پہاڑ تراش تراش کر ان کے اندر نہایت خوبصورت اور مستحکم مکانات بنایا کرتے تھے۔ نہایت عیش اور مزے کی زندگی بسر کرتے تھے۔ بدکاری اور بت پرستی اس قوم میں بھی پھیلی۔ حضرت صالح علیہ السلام اللہ کے پیغمبر بن کر اس قوم کی طرف بھیجے گئے مگر انہوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہ مانی۔ آخر

یکبارگی سب ہلاک کر دیئے گئے ان کے کھنڈرات اور آبادی کے آثار اب تک بھی علاقہ مذکورہ کے اندر ملتے ہیں۔

فرعون کا واقعہ

تیسرا واقعہ مصر کے مشہور بادشاہ فرعون کا ہے جس کی اصلاح و ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بھیجے گئے تھے۔اس ظالم و جابر بادشاہ فرعون کو یہاں ذی الاوتاد یعنی میخوں والا فرمایا ہے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کو میخوں والا اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ اس فرعون کا قاعدہ تھا کہ جسے سزا دینی منظور ہوتی تو اس کے چاروں ہاتھ پاؤں میخوں سے باندھ کر سزا دیتا تو چونکہ فرعون نے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی مخالفت کی اور اپنی سرکشی و گمراہی پر جما رہا بالآخر اس پر اللہ کا عذاب ٹوٹا اور وہ فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے سمندر میں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔تو ان تینوں واقعات کو بالا جمال بیان فرمانے کے بعد ان سب کے مشترکہ اعمال اور افعال بد کا اجمالی ذکر فرمایا گیا کہ جن کی وجہ سے ان پر قہر الٰہی ٹوٹا۔فرمایا کہ ان قوموں نے ملک میں سرکشی پھیلا رکھی تھی۔نخوت و تکبر، عیاشی و بے حیائی سرکشی و نافرمانی کی کوئی حد نہ رہی تھی۔عدل و انصاف صداقت و پارسائی رحم دلی اور خوش اخلاقی ان کے پاس نہ رہی۔اعتقادات بالکل گمراہانہ ہو گئے۔مختصر یہ کہ حکومت و سلطنت میں ایک فساد عظیم برپا کر رکھا تھا۔ان افعال بد کی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا اور ان کو ہلاک کر ڈالا۔اس لئے سب کو خدائے تعالیٰ کے کوڑے سے ڈرنا چاہئے اور اس قسم کی حرکات قبیحہ سے باز رہنا چاہئے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حالات و حرکات و سکنات کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں کہیں غضب الٰہی کی آگ مشتعل ہوگئی تو پھر بچاؤ کی صورت مشکل ہے۔

درس عبرت

یہاں کفار و منکرین کو سبق یہ دیا گیا ہے کہ اگر کچھ بھی عقل ہے تو ان واقعات سے سبق لینا چاہئے اور اللہ کے مقابلہ میں سرکشی کی روش چھوڑ دینا چاہئے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس آقا اور مالک کی نظروں سے بچ کر کہیں چھپ نہیں سکتے اور ان کی تمام حرکتیں اس کی نظر میں ہیں۔وقت آنے پر لازماً ان کی پکڑ کرے گا۔

پھر یہاں ان آیات میں جن نافرمان اور باغی تاریخی قوموں کا ذکر اجمالاً فرمایا گیا تو ان کے واقعات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قوموں کی غلط روش کا برا انجام دیر یا سویر بہر حال سامنے آ کر رہتا ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ افراد کے غلط کاموں کا انجام ان کے سامنے لازماً کیوں نہ آئے؟ عقل کا تقاضا ہے کہ ایسا ضرور ہونا چاہئے اور بھلوں کو بھلائی کا بدلہ اور بروں کو برائی کا بدلہ ضرور ملنا چاہئے۔اب آج جو لوگ اللہ کا انکار کر رہے ہیں۔اپنے حال یا قال سے اس کے احکام سے بغاوت برت رہے ہیں۔اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں میں مست ہیں۔اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں پر پلنے کے باوجود اس کے باغی بنے ہوئے ہیں۔اللہ ہی کی دی ہوئی قوت کے نشہ میں آپے سے باہر ہو رہے ہیں اور ظلم و ستم اور جور و جفا پر کمر بستہ رہتے ہیں تو انہیں یہ جان لینا چاہئے اور دنیا میں معذب قوموں کے واقعات سے سبق لینا چاہئے کہ وہ احکم الحاکمین۔خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی غیبی آنکھ ان کو دیکھتی ہے گو وہ اس کو نہیں دیکھتے۔لوگوں کی تمام حرکتیں اس آقا و مالک کی نظر میں ہیں اور وقت آنے پر وہ لازماً ان کی پکڑ فرمائے گا۔کفر و معصیت سرکشی و نافرمانی کی سزا آخرت میں تو ملنا طے شدہ ہی ہے لیکن دنیا میں بھی ایسے لوگوں پر عذاب بھیج دیا جاتا ہے اگر ایک انسان اشرف المخلوقات ہو کر کچھ بھی عقل رکھتا ہے تو اسے خدا کے باغیوں کے انجام سے سبق لینا چاہئے۔اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں سرکشی کی روش کو چھوڑ دینا چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں وہ سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور اپنی گرفت اور پکڑ کا وہ خوف عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز آ جائیں اور اپنے آقا و مالک کے مطیع و فرماں بردار بندے بن کر زندگی گزاریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ؕ وَاَمَّآ اِذَا

سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اُس کو اکرام انعام دیتا ہے۔تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی۔

مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ

اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اُس کی روزی اُس پر تنگ کردیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو۔

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ

اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے۔اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔

فَاَمَّا پس جو	الْاِنْسَانُ انسان	اِذَا جب	مَا ابْتَلٰىهُ اس کو آزمائے	رَبُّهٗ اس کا رب	فَاَكْرَمَهٗ اس کو عزت دے	وَنَعَّمَهٗ اور اسے نعمت دے	
فَيَقُوْلُ تو وہ کہے	رَبِّيْٓ میرا رب	اَكْرَمَنِ مجھے عزت دی	وَاَمَّآ اِذَا اور جب	مَا ابْتَلٰىهُ اُسے آزمائے	فَقَدَرَ اندازہ سے دیتا ہے	عَلَيْهِ اس پر	
رِزْقَهٗ اس کا رزق	فَيَقُوْلُ تو وہ کہے	رَبِّيْٓ میرا رب	اَهَانَنِ مجھے ذلیل کیا	كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	لَّا تُكْرِمُوْنَ عزت نہیں کرتے	
الْيَتِيْمَ یتیم	وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ اور رغبت نہیں دیتے	عَلٰى پر	طَعَامِ کھانا	الْمِسْكِيْنِ مسکین	وَتَاْكُلُوْنَ اور تم کھاتے ہو	التُّرَاثَ مال میراث	
اَكْلًا لَّمًّا کھانا سمیٹ کر	وَّتُحِبُّوْنَ اور محبت کرتے ہو	الْمَالَ مال	حُبًّا محبت	جَمًّا بہت			

انسان کی غلط فہمی

گذشتہ آیات میں تاریخ کے واقعات میں سے قوم عادؔ قوم ثمود اور فرعون کے واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ گویا اس میں تنبیہ تھی کفار مکہ اور عام انسانوں کے لئے کہ جو لوگ آج بھی سرکشی کر رہے ہیں۔ انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ وہ بھی اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں۔ اور انہیں جو مہلت مل رہی ہے اس سے وہ یہ نہ سمجھیں کہ انہیں بالکل چھوٹ دے دی گئی ہے۔ یا ان پر کوئی نگران نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ایسے ہی غافل انسانوں کی ایک غلط فہمی کو ان آیات میں ظاہر فرما کر اس کی تردید فرمائی جاتی ہے تقریباً ہر زمانہ میں کم فہم اور نا سمجھ مالدار لوگوں کو یہ خیال رہا ہے کہ انہیں جو طاقت اور اقتدار مل گیا ہے اور ان کے پاس جو دولت اکٹھا ہوگئی ہے تو یہ ان کا اپنا حق ہے اور وہ اس کے مستحق ہیں اور کسی کو یہ بھی خیال ہو جاتا ہے کہ خدا مجھ سے راضی ہے اگر خدا راضی نہ ہوتا تو یہ ساری نعمتیں مجھے کیوں ملتیں۔ اس غلط عقیدہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ان لوگوں کو جن کے پاس مال دولت نہیں ہوتا حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور اسے غریبوں یتیموں اور مسکینوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور اس کی دلچسپیاں اپنے ہی مال دولت سے بڑھتی جاتی ہیں وہ دونوں ہاتھوں سے مال سمیٹتا ہے۔ مردوں کی میراث بھی چاہئے اس کا حق ہو یا نہ ہو اور زندوں کی دولت بھی چاہئے جائز طریقے سے ہاتھ آئے یا ناجائز طریقے سے۔ ایسے انسان کے سامنے اصل سوال دنیا کے زیادہ سے زیادہ وسائل اور ذرائع پر قبضہ کر لینے کا ہے۔ اس کی نظروں سے یہ حقیقت اوجھل ہوگئی ہے کہ اس دنیا میں انسان جس حالت میں بھی ہے اس حالت میں اس کا امتحان ہو رہا ہے یہاں اسے بہت سا مال دے کر بھی آزمایا جاتا ہے اور مشکلات میں ڈال کر بھی اس کی جانچ ہوتی ہے۔

دنیا اور دنیاوی ساز وسامان کی حقیقت

ایسے ہی غافل انسان کے بارہ میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ اس انسان کو مال دولت جاہ وجلال آرام و راحت عنایت فرماتا ہے تاکہ معلوم کرے کہ وہ ان نعمتوں کی شکر گزاری بھی کرتا ہے یا نہیں تو اس وقت وہ بطور فخر کہنے لگتا ہے کہ میں خدا کا مقبول ہوں وہ مجھ سے خوش ہے تب ہی تو میری اس قدر عزت افزائی کی ہے۔ وہ مجھ سے خوش نہ ہوتا تو مجھے کیوں اتنی نعمتوں سے

نوازتا لیکن اس کے برخلاف اگر اسے اس کا رب تنگ حالی میں مبتلا کرتا ہے اور مصائب و تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اس کے صبر و استقلال اور رضائے بقضائے الٰہی کا معائنہ کرے تو شکایت کرتے ہوئے کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا اور دنیوی نعمتوں کو کم کر دیا گویا یہ کم فہم دنیا کو مقصود بالذات سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس کا اکرام و اعزاز حصول دولت و راحت دنیا پر منحصر جانتا ہے اور دنیوی فقر و فاقہ اور مال کی کمی کو اس کی ناراضگی پر محمول کرتا ہے تو اس انسان کا یہ خیال بالکل باطل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا عیش و آرام جاہ و جلال اور اسی طرح افلاس و فقر بیماری اور تکلیف اس کی آزمائش ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ بندہ فراخ دستی کی حالت میں کس قدر شکر گزار ثابت ہوتا ہے اور مصیبت کی حالت میں کیوں کر صبر کرتا ہے لہٰذا حصول دنیا یا عدم حصول دنیا پر اس کی رضامندی اور ناراضگی کو محمول کرنا جہالت اور کم فہمی ہے۔

اس لئے آگے فرمایا گیا کلا ہرگز ایسا نہیں یعنی ان لوگوں کا خیال غلط ہے کیونکہ نہ تو دنیا مقصود بالذات ہے اور نہ ہی اس کا ہونا نہ ہونا مقبولیت و محرومیت کی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی شخص اکرام و اعزاز کے استحقاق کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

مال مفت دل بے رحم

پھر آگے ایسے انسانوں کو بصیغہ خطاب فرمایا کہ تم میں تو مذکورہ بالا باطل خیالات کے علاوہ اور بھی مذموم خصلتیں موجود ہیں جو موجب عذاب ہیں۔ تم یتیم یعنی بن باپ کے نابالغ بچہ کی خاطر و عزت نہیں کرتے بلکہ الٹا ان کی اہانت کرتے ہو۔ ان پر ظلم و ستم ڈھاتے ہو۔ ان کا مال بے دریغ کھاتے ہو۔ غریب و مساکین کو کھانا کھلانے اور ان کی امداد پر نہ تو خود آمادگی کا اظہار کرتے ہو اور نہ دوسروں ہی کو اس پر آمادہ کرتے ہو۔ مردوں کا مال جو تمہیں بلا مشقت میراث میں ملتا ہے وہ خوب دل کھول کر کھاتے اور اڑاتے ہو۔ مال مفت دل بے رحم اور اسی پر بس نہیں بلکہ تم مال کے اس قدر حریص ہو کہ دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو۔ تمہارے دل مال کی محبت سے بھرے ہیں۔ حد درجہ کے لالچی اور حریص ہو۔ حلال و حرام کی بھی پروا نہیں کرتے۔ بس مال ہاتھ آنا چاہئے خواہ کیسے ہی ناجائز طریق پر کیوں نہ ہو۔ تو یہی وہ اعمال و افعال ہیں کہ جن کی وجہ سے پہلی قوموں پر عذاب نازل ہوا اس لئے مخاطبین قرآن کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم درس عبرت حاصل کرو اور ایسی حرکات سے باز آؤ۔ اور اگر تم نے آنکھیں نہ کھولیں تو پھر تم کو بھی سزا ملے گی۔

یتیم کی کفالت کی فضیلت

ایام جاہلیت میں عرب میں یہ بھی ایک عیب تھا کہ یتیموں پر مہربانی نہ کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث صحیحہ میں یتیم کی خبر گیری اور اس کی کفالت کے بڑے بڑے فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کا وہ گھر سب سے اچھا ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اکرام اور بھلائی کی جاتی ہو۔ اور مسلمانوں کا وہ گھر بدترین ہے جس میں یتیم سے اچھا سلوک نہ کیا جاتا ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملا کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔

دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ تمام گناہوں کی جڑ یہی محبت دنیا اور مال و دولت کا لالچ اور طمع ہے۔ یہی حق تلفی کراتی ہے۔ یہی جھوٹ بلواتی ہے۔ یہی فریب و دھوکہ دہی کراتی ہے۔ یہی خون کراتی ہے۔ اور یہی بے شرم و بے حیا بنا دیتی ہے۔ یہ کفار کی خصلتیں ہمیشہ سے رہی ہیں کہ مال کی اس قدر محبت اور پرستش کہ اسی کو مقصود زندگی ٹھہرا لے۔ کفار اور ان جیسی مذموم خصلتیں رکھنے والے انسان کو یہاں حب مال پر تنبیہ ہے اور پھر ان بداعمالیوں کے ساتھ یہ بھی سمجھنا کہ کوئی ہم کو ان باتوں پر سزا دینے والا نہیں تو اس کے متعلق اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ ایسا ہرگز مت خیال کرنا اور ان سب کا پورا بدلہ آخرت میں دیا جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍ

ہرگز ایسا نہیں جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا۔اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے آویں گے۔اور اُس روز جہنم کو لایا جاوے گا۔

بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۭ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ

اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا۔کہے گا کاش میں اس زندگی کیلئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۭ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۙ

پس اُس روز نہ تو خدا کے عذاب کی برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا۔اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا۔اے اطمینان والی جان۔

ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۧ

تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اُس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا۔اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

كَلَّآ اِذَا ہرگز نہیں جب	دُكَّتِ پست کردی جائیگی	الْاَرْضُ زمین	دَكًّا دَكًّا کوٹ کوٹ کر	وَّجَآءَ اور آئے گا	رَبُّكَ تمہارا رب	وَالْمَلَكُ اور آئیں فرشتے	
صَفًّا صَفًّا قطار در قطار	وَجِایْٓءَ اور لائی جائے	يَوْمَئِذٍ اس دن	بِجَهَنَّمَ جہنم میں	يَوْمَئِذٍ اس دن	يَّتَذَكَّرُ سوچے گا	الْاِنْسَانُ انسان	وَاَنّٰى اور کہاں
لَهُ اس کیلئے	الذِّكْرٰى سوچنا	يَقُوْلُ وہ کہے گا	يٰلَيْتَنِيْ اے کاش	قَدَّمْتُ میں نے پہلے بھیجا ہوتا	لِحَيَاتِيْ اپنی زندگی کیلئے	فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن	
لَّا يُعَذِّبُ عذاب نہ دیگا	عَذَابَهٗ اس کا عذاب	اَحَدٌ کوئی	وَّلَا يُوْثِقُ اور نہ باندھ کر رکھے	وَثَاقَهٗ اس کا باندھنا	اَحَدٌ کوئی	يٰاَيَّتُهَا اے	
النَّفْسُ نفس روح	الْمُطْمَئِنَّةُ اطمینان والی	ارْجِعِيْ لوٹ چل	اِلٰى طرف	رَبِّكِ اپنے رب	رَاضِيَةً راضی	مَّرْضِيَّةً وہ تجھ سے راضی	
	فَادْخُلِيْ پس داخل ہو	فِيْ میں	عِبٰدِيْ میرے بندے	وَادْخُلِيْ اور داخل ہو	جَنَّتِيْ میری جنت		

قیامت کا ہولناک منظر

گذشتہ آیات میں انسان کی اس غلط روش کی طرف اشارہ فرمایا گیا تھا کہ جو مال دولت کے بے جا ہوس اور طمع سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس غلط روش پر انجام سے بے پروا ہو جاتا۔ آخرت سے نڈر بن جاتا اور اس گمان میں مست رہنا کہ ہمارے اعمال کا کون دیکھنے والا اور بدلہ لینے والا ہے۔کون ہماری اس روش پر باز پرس کرنے والا ہے تو ایسے غافل اور گمراہ انسان کے خیالات کی تردید فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں فرمایا جاتا ہے۔ کلا یعنی اے غافل انسان تو ہرگز ایسا خیال نہ کر کہ کون نیک و بد کو دیکھ رہا ہے جو اس کا بدلہ دے گا۔نہیں اس سب کا بدلہ ضرور ملے گا اور پورا پورا بدلہ کب ملے گا؟ قیامت و آخرت میں ملے گا جب کہ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا جس دن کہ زمین جو اس دنیا کا فرش ہے ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ سب ٹیلہ پہاڑ بلندی پستی ہموار ہو کر زمین چٹیل میدان بن جائے گی۔ یہ پہلی مرتبہ کے صور پھونکنے کے وقت ہوگا کہ جس کے بعد تمام عالم فنا ہو جائے گا پھر کچھ مدت کے بعد جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے دوسرا جہان پیدا ہوگا اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر نکلیں گے اور تمام اولین و آخرین میدان حشر میں جمع کر دیئے جائیں گے۔ جہاں کی گرمی تپش اور مصیبت سے عاجز ہو کر درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا جو کچھ بھی ہو فیصلہ فرما دیں تا کہ اس محشر کے عذاب سے نجات ملے۔ چنانچہ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا یعنی آپ کا پروردگار بندوں کی عدالت کے لئے صفت جلال و قہر میں تجلی فرمائے گا اور فرشتے گروہ در

گروہ میدان حشر میں آویں گے۔ اور صف باندھ کر تعمیل ارشاد باری تعالیٰ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا میدان حشر میں آنا جیسا کہ وَجَآءَ رَبُّكَ میں فرمایا متشابہات میں سے ہے یعنی حق تعالیٰ کا یہ آنا اسی شان سے ہوگا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے جس کی کیفیت ہم اس دنیا میں نہیں سمجھ سکتے اس لئے بلاتفتیش کیفیت اس پر ایمان رکھنا چاہئے۔ آگے ارشاد فرمایا گیا وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ اور اس روز جہنم کو بھی لوگوں کی نظروں کے سامنے موجود کیا جائے گا۔ لاکھوں فرشتے جہنم کو اس کی جگہ سے کھینچ کر محشر والوں کے سامنے اس طرح لائیں گے کہ بڑی بڑی چنگاریاں اس پر اڑتی ہوں گی اور اس کے جوش وخروش کی ایک ہیبت ناک آواز لوگوں کے ہوش وحواس کو پریشان کرتی ہوگی اور ہر مجرم اپنا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لرز رہا ہوگا۔ اس وقت اصل حقیقت انسان پر واضح ہو جائے گی۔

جب غافل انسان کی آنکھیں کھلیں گی

یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اس روز انسان یاد کرے گا جو اس نے دنیا میں کیا تھا۔ آج جو باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آتیں وہ سب اس دن سمجھ میں آجائیں گی۔ آج جن باتوں کا انکار کیا جارہا ہے وہ سب حقیقت بن کر اس دن آنکھوں کے سامنے آجائیں گی۔ اس روز اس کا نشہ اتر جائے گا۔ اور یہ سمجھ لے گا کہ جو کچھ دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبوں نے خبر دی تھی وہ سب حق تھی اور ہم اپنی کم عقلی اور بدبختی سے ان باتوں کو مذاق میں اڑا دیتے تھے۔ اور اس دن کے لئے ایمان صادق اور اعمال صالحہ کا سرمایہ جمع کرنے کی بجائے دنیاوی لذات و شہوات میں مستغرق رہے ہیں اس پر ارشاد ہوتا ہے۔ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى اور اس دن سمجھ میں آنے کا کیا فائدہ؟ یعنی اس وقت کا سمجھنا کہ میں دنیا میں سخت غلطی اور غفلت میں تھا کس کام کا ہوگا۔ اس روز پچھتانا دانت پیسنا رونا اور سر پیٹنا کیا فائدہ دے گا۔ سوچنے اور سمجھنے کا موقع تو ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ دارالعمل میں جو کام کرنا چاہئے تھا وہ دارالجزاء میں سودمند نہیں۔ وہ وقت بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا نہ ہوگا بلکہ وہ وقت تو فصل کاٹنے کا ہوگا۔ انسان نے اس دنیا کی زندگی میں جو کچھ بویا ہوگا اس کے مطابق فصل اس کے سامنے ہوگی اور وہ مجبور ہوگا کہ اپنے دنیا کے کرتوتوں کے مطابق پھل کھائے۔

حسرت بے ثمر

اس وقت اس کی آنکھیں کھلیں گی اور افسوس کے ساتھ ہاتھ ملے گا۔ اور کہے گا یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ کاش میں اس اخروی زندگی کیلئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا۔ افسوس! میں نے دنیا کی زندگی میں وہ کام کئے ہوتے جو آج میرے کام آتے۔ کاش میں نے دنیا میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایات پر کان دھرا ہوتا اور اس کے مطابق اپنی زندگی کا نقشہ بنایا ہوتا۔ ہائے افسوس میں تو یونہی خالی ہاتھ یہاں چلا آیا۔ کاش کہ ایمان اور عمل صالح کا ذخیرہ آگے روانہ کر دیتا جو آج یہاں کے لئے توشہ بنتا۔ ہائے میں بدنصیب تو جو کچھ کرتا رہا چند روزہ زندگانی کے لئے کرتا رہا۔ جو ایک خواب سا تھا۔ لیکن اس وقت اس افسوس اور پچھتانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اے اللہ اپنے کرم سے آج اس دنیا میں ہمیں دین کی فہم اور سمجھ عطا فرما دے اور قیامت میں ہم کو غفلت کے پچھتاوے سے بچالے۔ آمین۔

احکم الحاکمین کی گرفت

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انتہائی کرم ہے کہ اس نے اس زندگی میں ہماری رہنمائی کے لئے پورا پورا انتظام فرما دیا ہے اور اس انجام کو کھول کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے جو مرتے ہی سامنے آنے والا ہے۔ اب اگر آج کسی کی سمجھ میں اللہ و رسول کی بات نہیں آتی۔ یا سمجھ میں تو آتی ہے مگر وہ اس کے مطابق زندگی کا رخ موڑنے کے لئے تیار نہیں ہے تو آج اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جو راہ چاہے اختیار کرے۔ لیکن جب قیامت میں پوری حقیقت سامنے آجائے گی اور قیامت میں کیا مرتے ہی بات سمجھ میں آجاوے گی اور تمنا کرے گا کہ اب اسے اگر دوبارہ دنیا کی زندگی کا موقع مل جائے تو اپنی زندگی میں بال برابر بھی اللہ کی ہدایت سے ہٹ کر قدم نہ رکھے لیکن اس وقت نہ اس بات کے سمجھنے کا کوئی فائدہ ہوگا اور نہ اس کا موقع ملے گا اس وقت تو اللہ کے جزاوسزا اور اس کے انعام واحسان یا اس کی پکڑ اور عذاب کا وقت ہوگا

اور اس کا عذاب وہ سخت عذاب ہوگا کہ اس کے برابر کوئی دوسرا عذاب ممکن نہ ہوگا اور اس کی پکڑ وہ سخت پکڑ ہوگی کہ اس جیسی کسی دوسری پکڑ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکے گا۔ الامان والحفیظ۔ اسی کو فرمایا جاتا ہے فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا۔ یعنی ایسی سخت سزا اور قید کرے گا کہ دنیا میں کبھی کسی نے کسی کو نہ اتنی سخت سزا دی ہوگی نہ ایسی سخت قید کی ہو گی۔ الامان والحفیظ کیونکہ اول تو اس کا عذاب روحانی وجسمانی ہوگا دوم ایسا سخت ہوگا کہ ویسا دنیا میں ہو نہیں سکتا۔ سوم دنیا کے عذاب کی انتہا خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو موت ہے جس کے آنے پر چھٹکارا ہو جاتا ہے مگر وہاں موت بھی نہیں کہ چھٹکارا ہو جائے۔ پھر وہاں کی جیل سے نہ کوئی نکل سکتا ہے نہ لے دے کر کوئی راحت حاصل کر سکتا ہے۔ ہمیشہ کی قید پھر وہاں کی مار اور دکھ۔ سانپ اور بچھو زنجیر اور بیڑیاں، عذاب روحانی وجسمانی الامان والحفیظ ایسی قید اور کون کر سکتا ہے۔

مومنین صالحین کے انعامات

یہاں تک تو اہل محشر کے مجرموں اور ظالموں کا حال بیان ہوا جو ان پر قیامت میں طاری ہوگا اس کے بعد صالحین اور مومنین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں زندگی اللہ تعالیٰ کے حکموں اور ہدایت کے موافق گزاری ہوگی۔ جنہوں نے زندگی میں ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو اپنے سامنے رکھا ہوگا۔ جنہوں نے اللہ کی خوشنودی کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی رضامندی کا کوئی خیال نہ کیا ہوگا تو ان کے ساتھ اس روز کیا معاملہ پیش آئے گا۔ ان کا کیسا اکرام و اعزاز کیا جائے گا۔ ان کو کیسی تسلی وتشفی کا خطاب سننا نصیب ہوگا ان کو کیسے راحت و آرام کی جگہ بھیجا جائے گا؟ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي یعنی ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ اے نفس مطمئنہ تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر ادھر چل کر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

سبحان اللہ اللھم اجعلنامنھم اللہ تعالیٰ میدان حشر میں یہ خطاب ہم کو بھی سننا نصیب فرمائیں۔ آمین۔ اس خطاب میں پہلے ہی صالحین و مومنین کو يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ یعنی اے اطمینان والی جان فرما کر تسلی وتشفی فرما دی کہ اس خوف وہراس کے وقت وہ اس لفظ نفس مطمئنہ کو سنتے ہی عذاب وعتاب کی دہشت سے مطمئن ہو جائیں گویا یہ خطاب کا پہلا ہی لفظ بطور خوشخبری کے سنایا جائے گا کہ تجھے اطمینان ہے تو دنیا میں جس محبوب حقیقی سے لو لگائے ہوئے تھا اب ہر قسم کے جھگڑوں سے یکسو ہو کر راضی وخوشی اس کے مقام قرب کی طرف چل اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو اور اس کی عالیشان جنت میں جو ہمیشہ کے لئے عیش وآرام کا گھر ہے قیام کر جہاں تم کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی تم خواہش کرو اور پھر وہاں کی نعمتیں ابدی ہیں کہ کبھی زائل نہ ہوں گی۔ کبھی کم نہ ہوں گی۔ کبھی چھینی نہیں جائیں گی۔ اللھم اجعلنامنھم امین

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے اور عارفین کا تجربہ تو یہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارت کا فی الجملہ حظ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی نفس مطمئنہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

نفس اَمَّارَہ... لَوَّامَہ... مُطْمَئِنَّہ کی تحقیق

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے نفس کی تین صفات ہیں۔ امارہ، لوامہ، مطمئنہ، امارہ کفار اور دنیا کی لذات وشہوات پر فریفتہ لوگوں کی صفت ہے اور یہ نفس امارہ ان کو بدکاری اور بدعملی پر بار بار حکم کرتا رہتا ہے اور وہ مانتے رہتے ہیں۔ نفس لوامہ یعنی ملامت کرنے والا جو اپنی برائیوں پر ملامت کرے۔ یہ عام مسلمانوں کی صفت ہے کہ ان میں حس و ادراک باقی ہے اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہیں اور دل میں گناہ کر کے رنج و افسوس ہوتا ہے۔ نفس مطمئنہ یعنی اطمینان والا نفس۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور صالحین کے نفس کی حالت ہے کہ ان کو عبادت ومعرفت سے اطمینان وسکون نصیب ہو جاتا ہے۔ اور کاموں میں لگ کر ان کا دل بے قرار رہتا ہے اور ہر پھر کر اپنے مرکز اصلی ذکر الٰہی کی طرف آ رہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے نفوس

4 امارہ ولوامہ کو بھی مطمئنہ بنا دے کہ ہم دنیا سے رخصت ہوتے وقت نفس مطمئنہ کے ساتھ رخصت ہوں۔

صالحین کی صحبت کا فائدہ

یہاں آخری دو آیات فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی یعنی نفس مطمئنہ کو مخاطب کر کے حق تعالیٰ جل شانہ کا یہ حکم کہ میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ ان سے متعلق مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ کے مخلص اور صالح بندوں میں شامل ہونے کا حکم ہے۔ پھر اس کے بعد جنت میں داخل ہونے کا۔ اس میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہونا اس پر موقوف ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے صالح و مخلص مومنین کے زمرہ میں شامل ہو۔ پھر ان سب کے ساتھ ہی جنت میں داخلہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا میں صالحین کی صحبت و معیت اختیار کرتا ہے یہ علامت اس کی ہے کہ یہ بھی ان کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا۔ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین اور مجھے اپنی رحمت سے داخل کر اپنے نیک بندوں میں (سورۂ نمل) اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا توفنی مسلماً و الحقنی بالصلحین موت دے مجھ کو اسلام پر اور ملا مجھ کو صالحین یعنی نیک بندوں میں (سورۂ یوسف) تو معلوم ہوا کہ صحبت صالحین وہ نعمت کبریٰ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس کی دعا سے مستغنی نہیں۔ (معارف القرآن)

خلاصہ

اس سورت کی ابتداء میں اس پر چار قسمیں کھائی گئی ہیں کہ کفار پر اللہ کا عذاب واقع ہو کر رہے گا' اس کے بعد سورۂ فجر میں تین مضامین نمایاں طور پر مذکور ہوئے ہیں۔

قوم عاد' ثمود اور فرعون جیسے متکبروں اور فسادیوں کے قصے اجمالی طور پر ذکر کیے گئے ہیں جو اپنی سرکشی اور جرائم کی وجہ سے اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

اللہ کی سنت اور دستور یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں انسان کو خیر و شر' فقر و غنی اور صحت و بیماری جیسی آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے' انسان کی طبیعت ایسی ہے کہ وہ اپنے رب کے فضل و احسان کا شکر ادا نہیں کرتا اور اللہ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ نہیں کرتا وہ مال کی محبت میں بڑا حریص ہے' اس کا پیٹ بھرتا ہی نہیں۔

قیامت کے دن جو زلزلے اور ہولناک حالات پیش آئیں گے ان کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ انسان دو قسموں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ شقی لوگ اللہ کے غضب کے حقدار ہوں گے اور نفسِ مومن' جسے نفسِ مطمئنہ کہا گیا ہے اسے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کیلئے کہا جائے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جس حال میں رکھیں اپنی مرضیات پر چلنے اور اپنے احکام بجالانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! آپ نے جو مال دولت ہم کو اس دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کے حقوق بجالانے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کے ذریعہ حاجتمندوں اور مسکینوں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہمیں دین کی سمجھ عطا فرما دیں کہ جو ہم اس دنیا میں ایمان اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ جمع کر لیں اور اپنی آخرت کو سنوار لیں۔

یا اللہ ہمیں نفس مطمئنہ نصیب فرما اور آخرت میں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائیں اور انہی کے ساتھ اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے اور قسم ہے باپ کی اولاد کی۔ کہ ہم نے انسان

الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ

کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا۔ کہتا ہے کہ

مَالًا لُّبَدًا ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝

میں نے اتنا مال وافر خرچ کر ڈالا۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں۔

لَآ اُقْسِمُ نہیں، میں قسم کھاتا ہوں	بِهٰذَا اس	الْبَلَدِ شہر	وَاَنْتَ اور آپ	حِلٌّ اترے ہوئے	بِهٰذَا اس	الْبَلَدِ شہر	وَوَالِدٍ اور والد کی
وَمَا وَلَدَ اور اولاد	لَقَدْ خَلَقْنَا تحقیق ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	فِيْ میں	كَبَدٍ مشقت	اَيَحْسَبُ کیا وہ گمان کرتا ہے	اَنْ کہ	
لَنْ يَّقْدِرَ ہرگز بس نہیں چلے گا	عَلَيْهِ اس پر	اَحَدٌ کسی	يَقُوْلُ وہ کہتا ہے	اَهْلَكْتُ خرچ کر ڈالا	مَالًا مال	لُّبَدًا ڈھیروں	
اَيَحْسَبُ کیا وہ گمان کرتا ہے	اَنْ کہ	لَّمْ يَرَهٗٓ اس کو نہیں دیکھا	اَحَدٌ کسی				

وجہ تسمیہ، مقام وشان نزول

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں بلد کی قسم کھائی گئی ہے جس کے لفظی معنی شہر کے ہیں اور مراد شہر مکہ ہے اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام بلد مقرر ہوا یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی لکھی ہے کہ قریش میں ایک کافر اسید بن کلدہ نہایت قوی ہیکل اور زور آور پہلوان تھا اس کو اپنی طاقت اور توانائی پر بڑا ناز تھا اور اس کی طاقت کا یہ حال تھا کہ اپنے پاؤں سے گائے بیل کا چمڑہ دبا لیتا اور لوگوں سے کہتا کہ میرے پاؤں کے نیچے سے چمڑہ کھینچ کر باہر کرو۔ بہت سے لوگ مل کر زور آزمائی کرتے مگر چمڑہ کھینچنے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اس کے پاؤں تلے سے نہ نکلتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دعوت اسلام دی تو وہ کافر ایمان نہ لایا اور اس نے بہت سخت سست کلمات آپ کی شان میں استعمال کئے اور کہنے لگا کہ تم مجھے آتش دوزخ کے موکلوں سے کیا ڈرتے ہو۔ میرا بایاں ہاتھ ان سب کو سزا دینے کے لئے کافی ہے۔ میرے مقابلہ کی کون تاب لا سکتا ہے اور مجھ پر کون غالب آ سکتا ہے اور بہشت کی نعمتوں سے مجھے کیا پھسلاتے ہو۔ میں نے شادیوں اور خوشی کی تقریبات میں اتنا مال دولت خرچ کیا ہے کہ تمہاری بہشتی نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ اور تمہاری جنت کی قیمت تو میرے اس خرچ کئے ہوئے مال کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اس کی ان باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور بتایا کہ انسان کو اپنی قوت اور زور اور مال و دولت کی کثرت اور بڑائی پر مغرور و نازاں نہ ہونا چاہئے۔ اور اگر یہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک کے واقعات و تغیرات پر غور کرے تو یہ خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اسے کس قدر تکالیف اور شدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس سورۃ کا خاص مضمون بھی یہی ہے کہ اس زندگی کے بعد جو ایک اور ہمیشہ رہنے والی زندگی آنے والی ہے اس میں انسان کے تمام اعمال کی جانچ کی جائے گی۔ ہر شخص کے ساتھ انصاف ہوگا اور جس نے اس دنیا میں جیسی

گزاری ہوگی اسی کے لحاظ سے اسے چھایا پر ابدلہ دیا جائے گا۔

شہر مکہ کی قسم اور فتح مکہ کی پیشین گوئی

ان آیات کی ابتداء بھی چند قسموں سے ہوئی ہے۔ پہلی قسم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ کہ ہم اس شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ شہر مکہ کی قسم اس لئے کھائی گئی کہ افضل الرسل خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر مکہ میں کفار کے ہاتھوں اس وقت طرح طرح کے مصائب اور اذیتیں جھیل رہے تھے۔ مگر آپ کو اس مقدس شہر میں لڑنے کی خدا تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ تھی اس لئے ساتھ ہی بطور جملہ معترضہ وَاَنۡتَ حِلٌّ بِهٰذَا الۡبَلَدِ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرما دی کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے اور آپ کفار کے نرغہ میں ہیں اور ان کی طرف سے بلا دریغ آپ اور آپ کے متبعین پر ظلم و ستم ڈھایا جا رہا ہے اور گو اس مقدس شہر میں قتال حرام ہے یہاں تک کہ اس میں شکار کھیلنے یا گھاس وغیرہ تک کاٹنے کا حکم نہیں مگر آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک بار آپ کو کفار سے لڑنے اور قتل و قتال کرنے کی اجازت دے دیں گے اور آپ اس وقت ان پر غالب آئیں گے۔ اور آپ اس شہر میں فاتحانہ داخل ہوں گے۔ چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ یہ پیشین گوئی ۸ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر پوری ہوئی جب کہ فتح مکہ کے دن آپؐ کے لئے احکام حرم باقی نہ رہے اور آپ نے دشمنان دین پر غلبہ حاصل کیا اور اس مقام مقدس کی ابدی تطہیر و تقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ کو اجازت ہوئی۔ اور یہ صرف ایک دن فتح مکہ کے روز حرم میں خون بہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہوا تھا۔ فتح مکہ کے دوسرے ہی دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا۔

(ترجمہ) ''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام و محترم پیدا کیا پس وہ قیامت تک حرام و محترم رہے گا۔ پس کسی شخص کے لئے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ مکہ میں کوئی خون بہائے اور نہ کسی کے لئے کسی درخت کا کاٹنا جائز ہے۔ مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا اور میرے لئے بھی صرف اسی ساعت اور اسی گھڑی کے لئے حلال کیا گیا۔ اہل مکہ کی نافرمانی پر اور ناراضی کی وجہ سے اور آگاہ ہو جاؤ کہ اس کی حرمت پھر ویسی ہی ہوگئی جیسا کہ پہلے تھی پس تم میں سے جو حاضر ہے وہ میرا یہ پیام ان لوگوں کو پہنچا دے کہ جو غائب ہیں۔ پس تم میں سے جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ میں قتال کیا تو تم اس سے یہ کہہ دینا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول کے لئے مکہ کو کچھ وقت کے لئے حلال کر دیا تھا اور تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔''

الغرض یہاں پہلی قسم اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی کہ ہم اس شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں اور اس کے بعد بطور پیشین گوئی کے فرمایا کہ آپ کیلئے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ تھا۔

نوع انسانیت کی قسم

آگے دوسری اور تیسری قسم فرمائی۔ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ کہ قسم ہے باپ کی اور اولاد کی۔ ساری اولاد کے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ اس لئے بعض مفسرین نے یہاں والد سے مراد حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام لئے ہیں اور اولاد سے مراد تمام بنی آدم لئے ہیں اور بعض مفسرین نے عام باپ اور اولاد مراد لئے ہیں۔

انسان کی ذمہ داریاں

ان قسموں کے بعد فرمایا لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ كَبَدٍ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں مشقت اور مصیبت کے لئے بنایا ہے چنانچہ اس کی ساری عمر تکالیفؔ حیرانی اور پریشانی میں گزرتی ہے۔ عمر بھر کہیں مرض میں کہیں رنج میں کہیں فکر میں اکثر اوقات مبتلا رہتا ہے۔ یہاں جن چیزوں کی قسم کھائی ہے اس کو جواب قسم سے خاص مناسبت ہے چنانچہ بلد یعنی شہر جس کی قسم پہلے کھائی گئی مجمع خلائق ہوتا ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی مشقت اور دھندے میں لگا ہوتا ہے اور انسانی دوڑ دھوپ اور رنج و غم کا ایک عجیب منظر ہوتا ہے۔ بالخصوص شہر مکہ میں تو بوقت نزول قرآن مشقت و محنت ممتاز درجہ رکھتی تھی اول تو اس کی پہاڑی اور ریگستانی زمین کی وجہ سے مشقت جہاں

نہ سرسبز باغات تھے نہ کھیتی۔ نہ کنوؤں میں میٹھا پانی۔ نیز گرم جگہ جہاں بادسموم چلا کرتی اور جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو دین داروں اور اسلام اختیار کرنے والوں کی اور بھی مصیبت اور مشقت بڑھ گئی۔ آئے دن کا ظلم وستم، مار پیٹ شروع ہو گیا تھا۔ دوسری قسم والد کی کھائی گئی جو اپنی اولاد کے لئے طرح طرح کی محنت ومشقت برداشت کرتا ہے۔ کبھی فکر معیشت اور تدبیر تربیت میں مبتلا ہوتا ہے تو کبھی بچوں کی بیماری اور موت کے صدمہ اٹھاتا ہے۔ پھر کسی کی اولاد نالائق اٹھی تو اس کا دکھ باپ ہی سے پوچھنا چاہئے۔ آپ دکھ اٹھا کر اولاد کو آرام پہنچانے کا حال ہر ایک صاحب اولاد پر ظاہر ہے۔ پھر صرف باپ ہی کو نہیں بچہ کو بھی دنیا میں مختلف مصائب اور آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نو ماہ شکم مادر میں محبوس رہنا اور رحم میں گندہ خون کھانا اور پھر تنگ راستہ سے نکل کر دنیا میں آنا۔ سردی گرمی بھوک پیاس کا دُکھ اٹھانا۔ پھر دانتوں کی تکلیف اور جسمانی حالت کمزور ہوئی تو صدہا تکالیف اور بیماریاں آ دباتی ہیں۔ پھر جب ذرا سمجھ آئی تو مکتب ومدرسہ میں تعلیم وتربیت کی مصیبت۔ پھر جب جوان ہوا تو فکر معاش نے آ گھیرا۔ چند پیسوں کے لئے کوئی دن بھر دکان یا کارخانہ میں مقید رہتا ہے۔ کوئی فوج میں نوکر ہو کر کیا کیا مصائب دیکھ کر سر کٹواتا ہے۔ رعیت ہے تو بادشاہ کی اطاعت بلکہ غلامی اور کار وبے گار و خراج ٹیکس کی مصیبت اور بادشاہ ہے تو اس کو جہاں داری اور حفظ سلطنت کی مصیبت۔ نوکر کو آقا کی اطاعت کی مشقت۔ آقا کو اپنے ملازمین کی نگہداشت کی مشقت، بیوی کو میاں کی اطاعت اور بچہ کشی کی مشقت، میاں کو بیوی کے جا بے جا مصارف اور فرمائشات کے برداشت کرنے کی مشقت، ماں باپ کو اولاد کی پرورش اور بیماری میں ان کے درد غم کھانے کی مصیبت اولاد پر مادر وپدر کی خدمت واطاعت کی مشقت پھر دوست احباب، ہم وطن وہمسایوں کو خوش رکھنے کی مشقت، یہ تو جیتے جی دنیا کی مشقتیں تھیں پھر آگے نزع کی مشقت اور مفارقت مال واولاد کی مشقت، پھر تنگی قبر اور عذاب قبر، عالم برزخ وحشر ونشر کی مصیبت، پھر اگر شقی ازلی ہے تو جہنم ابدی کی مشقت اور مصیبت پر مصیبت ہے۔

ذمہ داریوں کا تقاضا

غرض کہ ہر طرف سے تکالیف ہی تکالیف نظر آتی ہیں کوئی ایک دو ہوں تو بیان بھی کی جائیں لہٰذا یہ سب چیزیں بتا رہی ہیں کہ انسان ہر وقت آلام وشدائد میں گھرا ہوا ہے۔ اور سدا کا دکھیا ہے۔ اسی کو فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْ كَبَدٍ تو چاہیے تو اسے یہ تھا کہ عجز وانکساری اختیار کرتا اور مطیع وفرمانبردار رہتا مگر اس کی تو یہ حالت ہے کہ باوجود مصائب کا شکار ہونے کے پھر بھی غرور ونخوت سے باز نہیں آتا۔ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ اور سمجھتا ہے کہ اس پر کسی کا قابو نہیں چل سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اپنے آپ کو خارج سمجھتا ہے احکام خداوندی کے خلاف ورزی کرتا ہے اور يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال عیش وعشرت میں اڑا دیا۔ اور اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں تو کیا اس کو معلوم نہیں کہ خدائے تعالیٰ اس کے ہر ہر فعل کو دیکھ رہا ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ قلوب کے خطرات ووساوس بھی اس کے علم میں ہیں۔ پھر کیسے کوئی اس کی سزا سے بچ سکتا ہے۔

یہاں ان آیات میں انسان کو اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ انسان کی دنیا میں جو یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ راحت ہی راحت اور چین میں رہے۔ کسی تکلیف رنج ومشقت سے کبھی واسطہ نہ پڑے تو یہ انسان کا خیال خام ہے جو کبھی حاصل نہ ہو گا۔ جب حق تعالیٰ جو انسان کے پیدا کرنے والے ہیں وہ فرما رہے ہیں لقد خلقنا الانسان فی کبد کہ انسان اپنی فطرت سے ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ اول عمر سے آخر تک محنتوں اور مشقتوں میں رہتا ہے۔ تو انسان کو چاہیے کہ مشقت کے لئے تیار رہے۔ اور جب دنیا میں محنت ومشقت اور کلفت پیش آنا ہی ہے تو عقلمند کا کام یہ ہے کہ محنت ومشقت اس چیز کے لئے کرے جو اس کے ہمیشہ کام آئے اور دائمی راحت کا سامان بنے اور وہ صرف ایمان اور طاعت حق میں منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی سمجھ اور فہم عطا فرماویں۔ اور آخرت کی دائمی راحت کے لئے دنیا میں عارضی اور وقتی مشقت ومحنت برداشت کرنے کی قوت وصلاحیت عطا فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور پھر انسان بنا کر ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾

کیا ہم نے اُس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔ اور ہم نے اُس کو دونوں راستے بتلا دیئے۔ سو وہ شخص گھاٹی میں سے

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيْمًا

ہو کر نہ نکلا۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ کسی گردن کا چھڑا دینا ہے یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی

ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾

رشتہ دار یتیم کو۔ یا کسی خاک نشین محتاج کو۔

اَلَمْ کیا نہیں	نَجْعَلْ ہم نے بنایا	لَهٗ اس کیلئے	عَيْنَيْنِ دو آنکھیں	وَلِسَانًا اور زبان	وَشَفَتَيْنِ اور دو ہونٹ	وَهَدَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دکھائے			
النَّجْدَيْنِ دو راستے	فَلَا اقْتَحَمَ پس نہ داخل ہوا وہ	الْعَقَبَةَ گھاٹی	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ تم سمجھے	مَا کیا	الْعَقَبَةُ عقبہ	فَكُّ چھڑانا	رَقَبَةٍ گردن اسیر	اَوْ یا
اِطْعٰمٌ کھانا کھلانا	فِيْ میں	يَوْمٍ دن	ذِيْ مَسْغَبَةٍ بھوک والے	يَّتِيْمًا یتیم	ذَا مَقْرَبَةٍ قرابت دار	اَوْ یا	مِسْكِيْنًا مسکین	ذَا مَتْرَبَةٍ خاک نشین	

انسان کی ناشکرگزاری

گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسان اگر غور کرے تو صاف سمجھ سکتا ہے کہ یہ انسان ہر وقت آلام وشدائد میں گھرا ہوا ہے۔ تو چاہیے تو اسے یہ تھا کہ عجز وانکساری اختیار کرتا۔ مطیع اور فرمانبردار رہتا مگر اس کے غرور اور پندار کی یہ حالت ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں۔ اور احکام خداوندی کے خلاف ورزی کرتا ہے۔ اسی سلسلے میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تو اس انسان پر بہت احسان کئے ہیں لیکن پھر بھی یہ احسان مند بندہ ہونے کے بجائے احکام خداوندی کے سامنے اکڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو دو آنکھیں دیں تاکہ انسان ان آنکھوں سے ہر طرف خدا کی نعمتوں کو دیکھے اور ان انتظامات کو دیکھے جو اس نے انسان کی پرورش کے لئے مہیا کر دیئے ہیں اس دیکھنے کے نتیجہ میں اسے اپنے رب کی صفات کو پہچاننا چاہیے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس کی توحید کا اقرار کرنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں۔ اس میں ایک دوسرے پہلو سے بھی چند چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ مثلاً ایک کافر اور ناشکرا انسان اپنے کمائے ہوئے مال وزر اور دھن دولت کو اپنے دنیاوی تحفظ واستحکام اور اپنے قیام ودوام کا سبب جانتا ہے اور قادر حقیقی کی قدرت کاملہ پر غور نہیں کرتا کہ مال حاصل کرنے کے آلات جن میں سے اعلیٰ چیزیں آنکھ اور وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ہیں یعنی زبان اور لب ہیں وہ تو اللہ ہی نے پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر یہ اندھا اپاہج ہوتا تو کیا کماتا۔ پھر ایک کافر انسان کا یہ سمجھنا کہ نہ مجھے کوئی دیکھ رہا ہے نہ میرے حالات اور اسرار پر کوئی واقف ہے یہ بھی غلط ہے۔ جس نے انسانوں کو دیکھنے کو آنکھیں دیں کیا وہ خود دیکھتا نہ ہوگا۔ یقیناً جو سب کو بینائی دے وہ سب سے بڑھ کر بینا ہونا چاہئے۔ پھر صرف دو آنکھیں ہی نہیں پیدا کر دیں بلکہ زبان اور دو ہونٹ بھی پیدا کر دیئے کہ اگر خود کسی میں نیک وبد کام میں تمیز کرنے کی عقل نہیں تو اس زبان کے ذریعہ کسی صاحب فہم وفراست سے ہی پوچھ لے۔ غرض کہ انسان کو چاہئے کہ ان اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حصول سعادت کا آلہ بنائے اور کسی بری جگہ منعم حقیقی کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرے۔

انسان کی رہنمائی کا انتظام

پھر اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء ہی کے پیدا کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ انسان کو نیکی اور بدی کے دونوں راستوں سے بھی آگاہ کر دیا۔ مضر اور مفید میں امتیاز کرنے کی قوت بھی عطا کر

دی تاکہ مضر سے اجتناب کرے اور نافع پر کاربند ہو۔ پھر اتنا ہی نہیں بلکہ انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجنے کا بھی انتظام فرمایا۔ اپنے رسولوں کو بھیجا۔ اپنی کتابیں نازل کیں جس میں انسانوں کو بتایا کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہ کرنا چاہئے۔ کون سے کام اچھے ہیں کون سے برے۔ کس بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور کس بات سے ناراض۔ ان سب باتوں کا مقتضا یہی تھا کہ انسان احکام الٰہی کے تابع ہوتا۔ محسن حقیقی کا شکر بجالاتا۔ اسراف سے باز آتا۔ اعمال صالحہ کرتا لیکن اس کافر انسان نے تو ایسا کرنے سے صریح انکار کر دیا۔ نیک و بد میں امتیاز کرنے کی قوت موجود ہونے کے باوجود دین کی گھاٹی میں نہ گھسا۔ اس کو تو دین حق کی پیروی پہاڑ کی طرح بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ یہاں فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ میں دین کے کاموں کو گھاٹی یعنی دشوار گزار راستہ سے گزرنا اس لئے کہا گیا ہے کہ دین کے احکام پر چلنا نفس کو شاق گزرتا ہے کیونکہ وہ خواہشات نفسانی کے خلاف ہوتے ہیں اور برے راستہ پر چلنا آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ خواہشات کے موافق ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اصلی اور حقیقی کامیابی کی منزل کی طرف چل رہے ہیں ان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ آسان و ہموار راستہ پر ہی چلتے رہیں گے۔ نہیں بلکہ دین کے راستہ پر چلنے میں گھاٹیاں بھی آئیں گی۔ ناپسندیدہ حالات سے بھی دوچار ہونا پڑے گا۔ مشکلات سے بھی واسطہ پڑے گا اور جب تک دشواریوں کی ان گھاٹیوں کو پار نہیں کیا جاوے گا منزل مقصود کی طرف بڑھنا ممکن نہ ہوگا۔

دو اعلیٰ قسم کی نیکیاں

اس کے بعد یہ سوال آیت میں کیا گیا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ یعنی کامیابی کی اس منزل کی طرف بڑھنے میں جس دین کی گھاٹی کو پار کرنا ضروری ہے وہ ہے کیا؟ آگے خود ہی اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ فَكُّ رَقَبَةٍ یعنی دین کی گھاٹی سے مراد کسی کی گردن کو طوق غلامی سے چھڑانا ہے۔ یا اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ یعنی فقر و فاقہ کی حالت میں کسی رشتہ دار یتیم یا کسی خاک نشین فقیر مسکین کو کھانا کھلا دینا ہے۔

گویا یہاں نیکی کی دو اعلیٰ اقسام بیان فرمائی گئیں۔ ایک فک رقبۃ یعنی گردن کا چھڑانا یہ الفاظ عام ہیں اور اس میں کئی صورتیں داخل ہیں۔ ایک غلام کا آزاد کر دینا یا اس کی قیمت مالک کو ادا کر کے غلام کو آزاد کرا دینا۔ عرب میں ایام جاہلیت میں غلاموں پر بڑی سختی ہوتی تھی ان کو جانوروں کی طرح رکھ کر سخت مشقت کے کام لیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس رسم غلامی میں بڑی اصلاح کی اول تو آزادی کی بڑی ترغیب دلائی اور جو کسی مسلمان کے پاس غلام رہ جاوے تو اس کے ایسے حقوق قائم کئے کہ پھر غلام کو غلامی میں آزادی ہے۔ کوئی تکلیف سخت باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کسی نادار قرض دار کو قرضہ معاف کر کے خود آزادی دینا یا قرضہ ادا کر کے اس کی گردن کو اس سخت پھندے سے چھڑا دینا۔ تیسرے کوئی ظالم زبردستی اور ناحق کسی کو بیگار قید میں پکڑ لے اس کی خلاصی کرانا خواہ بقوت بازو خواہ مال دے کر۔ یہ سب صورتیں۔ فک رقبۃ یعنی گردن چھڑانے میں داخل ہیں۔

دوسری قسم نیکی کی اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ فرمایا یعنی فاقہ کے دن کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو کھانا کھلانا۔ یعنی احتیاج اور ضرورت کے وقت جیسا کہ ایام قحط ہوں یا کسی اور سبب سے غلہ نہ ملتا ہو ایسے وقت میں بھوکے کو کھانا کھلانا خواہ وہ کوئی ہو مگر یتیم کو کھانا کھلانا اور بھی بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس کا کوئی سرپرست نہیں۔ اور یتیموں میں بھی اہل قرابت اگر ہو تو اور زیادہ ثواب و نیکی ہے یا کسی فقیر حاجتمند کو کہ فقر و فاقہ نے اسے خاک نشین بنا دیا ہو تو دین کی گھاٹی سے گزرنا یہاں دو چیزوں کو بتلایا گیا ایک تو کسی کی گردن کو طوق غلامی سے چھڑانا۔ جس میں غلام آزاد کرنا یا کرانا قرض دار کا قرض ادا کر کے مصیبت قرض سے نجات دلانا۔ ظالم کے ظلم سے مظلوم کو چھڑانا یہ سب صورتیں شامل ہیں دوسرے احتیاج کے وقت کسی رشتہ دار یتیم یا کسی خاک نشین فاقہ زدہ محتاج کو کھانا کھلانا۔ یعنی اصلی اور حقیقی کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لئے دین کی گھاٹی میں سے گزرنا لازمی ہے جس میں اہم گھاٹی یہ ہے کہ انسان

دوسرے انسانوں کی مصیبت کو دور کرے۔ بھوکوں کے لئے کھانے کا انتظام کرے بالخصوص اپنے قریبی رشتہ دار لاوارث یتیم بچے اور ایسے خستہ حال مسکین جو دوسروں کی مدد کے محتاج ہوں۔

اسلام اور مسئلہ غلامی

یہاں ان آیات میں کسی کو غلامی سے آزاد کرنے یا کرا دینے کو نیکی کے اعلیٰ کاموں میں سے ایک کام بتایا گیا۔ معاندین اور مخالفین اسلام جو اسلام کے مسئلہ غلامی پر اعتراض کرتے ہیں وہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھیں کہ اسلام میں مسئلہ غلامی کی حقیقت کیا ہے۔ اسلامی شریعت میں صرف ان جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی اجازت ہے جو نہ تو فدیہ دے کر آزاد ہو سکیں اور نہ جن کو قیدیوں کے تبادلے کے اصول کے تحت آزاد کرنے کی گنجائش نکل سکے۔ ایسے قیدیوں کو اسلامی حکومت جیل خانوں یا کیمپوں میں رکھ کر ان سے ظالمانہ بیگار لینے کے بدلہ انہیں اسلامی حکومت لشکریوں اور مسلم سوسائٹی کے خاندانوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ایسے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اور اس طرح یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ لوگ اسلامی ماحول میں رہ کر اسلام کو سمجھ سکیں گے اور وہ خوشی سے اسلام قبول کر کے مسلم سماج کا ایک جزو بن جائیں گے۔ ایسے قیدیوں یعنی غلاموں کو آزاد کرنا ایک بڑی نیکی کا کام بتایا گیا ہے۔ اور اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ ایسے غلاموں نے نہ صرف تخت و تاج پا کر حکومتیں کی ہیں بلکہ اپنے علم و فضل کی بدولت وہ مسلمانوں کی دینی پیشوائی کے اونچے مقام تک پہنچے ہیں۔

یہ سب باتیں ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں۔ پھر اس صورت میں غلام علمی و تمدنی ترقی بھی کر سکتا ہے کیونکہ جب آقا و غلام میں اتحاد ہو جاتا ہے تو آقا خود چاہتا ہے کہ میرا غلام مہذب اور شائستہ ہو۔ وہ اس کو تعلیم بھی دلاتا ہے صنعت و حرفت بھی سکھلاتا ہے۔ چنانچہ اسلام میں صدہا علماء و زہاد و عباد ایسے ہوئے ہیں جو اصل میں غلام تھے۔ غلاموں کے طبقہ نے تمام علوم میں ترقی حاصل کی بلکہ غلاموں کو بعض دفعہ بادشاہت بھی نصیب ہوئی ہے۔

سلطان محمود غزنویؒ کا واقعہ

سلطان محمود غزنویؒ کو مخالفین بہت بدنام کرتے ہیں کہ انہوں نے تلوار سے اسلام پھیلایا مگر تاریخ میں ان کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ اس سے ان کی رحم دلی اور شفقت کا اندازہ ہو جائے گا اور یہ کہ غلاموں کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ تھا۔ ایک بار سلطان محمودؒ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بہت سے ہندو جنگ میں قید ہوئے جن کو وہ اپنے ساتھ غزنی لے گئے۔ ان میں ایک غلام بہت ہونہار و ہوشیار تھا اس کو آزاد کر کے سلطان نے ہر قسم کے علوم و فنون کی تعلیم دی جب وہ تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کو حکومت کے عہدے دیئے گئے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کو ایک صوبہ کا مالک بنا دیا۔ صوبہ کی حیثیت اس وقت وہ تھی جو آج کل کسی بڑے والی ریاست کی حیثیت ہوتی ہے۔ جس وقت سلطان نے اس کو تخت پر بٹھلایا اور تاج سر پر رکھا تو وہ غلام رونے لگا۔ سلطان نے فرمایا کہ یہ وقت خوشی کا ہے یا غم کا۔ اس نے عرض کیا جہاں پناہ اس وقت مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آیا پھر اپنی یہ قدر و منزلت دیکھ کر رونا آ گیا۔ حضور جس وقت میں ہندوستان میں بچہ تھا تو آپ کے حملہ کی خبر سن کر ہندو کانپتے تھے اور ان کی عورتیں اپنے بچوں کو آپ کا نام لے کر ایسا ڈرایا کرتی تھیں جیسے ہوا سے ڈرایا کرتی ہیں میری ماں بھی مجھے اسی طرح آپ کے نام سے ڈرایا کرتی تھی۔ تو میں سمجھتا تھا کہ نہ معلوم محمود کیسا جابر و ظالم ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ نے خود ہمارے ملک پر حملہ کیا اور اس فوج سے آپ کا مقابلہ ہوا جس میں یہ غلام موجود تھا۔ اس وقت میں آپ کے نام سے بھی ڈرتا تھا۔ پھر میں آپ کے ہاتھوں قید ہوا تو میری جان ہی نکل گئی کہ بس اب خیر نہیں۔ مگر حضور نے دشمنوں کی روایات کے خلاف میرے ساتھ ایسا برتاؤ فرمایا کہ آج میرے سر پر تاج سلطنت رکھا جا رہا ہے۔ تو اس وقت مجھے یہ خیال کر کے رونا آ گیا کہ کاش آج میری ماں ہوتی تو میں اس سے کہتا کہ دیکھ یہ وہی محمود ہے جس کو تو ہوا بتلایا کرتی تھی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓئِكَ

پھر اُن لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی۔یہی لوگ

اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝

داہنے ہاتھ والے ہیں۔اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں۔اُن پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کردیا جائے گا۔

ثُمَّ پھر	كَانَ ہو	مِنَ سے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے	وَتَوَاصَوْا اور باہم نصیحت کی	بِالصَّبْرِ صبر کی	وَتَوَاصَوْا اور باہم نصیحت کی	
بِالْمَرْحَمَةِ رحم کھانے کی	اُولٰٓئِكَ وہ یہی لوگ	اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ برکت والے (خوش نصیب)	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور جن لوگوں نے انکار کیا				
بِاٰيٰتِنَا ہماری آیات	هُمْ وہ	اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ نحوست والے (بدبخت)	عَلَيْهِمْ ان پر	نَارٌ آگ	مُّؤْصَدَةٌ موندی کی ہوئی		

قبولیت اعمال کی شرط

یہ سورۃ بلد کی آخری آیات ہیں گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے ان احسانات وانعامات کا ذکر فرمایا گیا تھا۔اور پھر خیر وشر دونوں کی راہیں بتلادیں اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان سب اعمال کے مقبول ہونے کی جن کا ذکر پہلے ہوا سب سے بڑی شرط ایمان ہے یہ سارے نیک کام اسی وقت نیکی شمار ہوسکتے ہیں جب انسان پہلے توحید کا اقرار کرے اور اللہ کے سارے رسولوں کو سچا جان کر ان پر بھی ایمان لائے۔گویا اس توحید اور رسالت کا اقرار کئے بغیر کوئی نیکی نیکی نہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ہر نیکی کے لئے ایمان شرط ہے ایمان کے بغیر کوئی نیکی مقبول نہیں۔ جہاں ایمان کی بنیاد نہ ہوگی وہاں نیکی اور تقویٰ کی عمارت بن ہی نہیں سکتی پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایمان لاکر ایمان ہی پر بس کر کے نہ بیٹھ رہے بلکہ ہر ایک قسم کی نیکی خود بھی کرے اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرتا رہے۔

آگے ارشاد ہے۔ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور وہ ایک دوسرے کو باہم مہربانی' نرمی' رحم دلی اور حسن سلوک کی بھی نصیحت وتاکید کرتے رہے۔یتیموں پر شفقت چھوٹوں پر مہربانی' بے کسوں بیواؤں بے زبانوں کی چارہ سازی قوم اور ملک کے ساتھ بھلائی بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ بیماروں کی دوا کرنا۔ننگوں کو کپڑا پہنانا بھولوں کو راستہ بتلانا۔درماندوں کے کاموں میں مدد کرنا۔یہ سب صورتیں وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ میں شامل ہیں۔تو دراصل ایمان کے بعد تمام نیکیوں کی اصل دو ہی چیزیں ہیں ایک تعظیم لامر اللہ جو صبر سے متعلق ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔دوسرے شفقت بر خلق اللہ جس کو مرحمت سے تعبیر کیا۔

کامیاب اور ناکام کون؟

آگے بتلایا گیا کہ جو لوگ ان اوصاف حمیدہ سے موصوف ہیں یہی لوگ دراصل بڑے نصیب والے ہیں۔آخرت کی زندگی کی کامیابیاں ان ہی کے لئے ہیں۔یہی اللہ تعالیٰ کی حقیقی نعمتوں کا لطف اٹھائیں گے۔اللھم جعلنا منھم یہاں آیت میں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ فرمایا گیا جس کا ایک ترجمہ تو یہ ہے کہ وہ لوگ بڑے نصیب والے ہیں دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ یہی لوگ داہنے ہاتھ والے ہیں۔یعنی یہی وہ خوش نصیب ومبارک لوگ ہیں جن کو عرش عظیم کے دائیں جانب جگہ ملے گی اور یہ جگہ اہل سعادت کی ہے اور جن کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔جو اہل جنت میں سے ہونے کی نشانی ہے۔ان اہل کمال کے بعد ازلی بدبختوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ

اور جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی حقیقتوں کا انکار کرتے ہیں۔نہ اللہ اور اس کے رسول اور کتاب پر ایمان لاتے ہیں نہ ان کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلتے ہیں تو یہ لوگ بڑے ہی بدقسمت ہیں۔منحوس اور شامت زدہ ہیں جن کا

اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جو جہنمی ہونے کی نشانی ہے اور جو عرش کے بائیں جانب کھڑے کیے جائیں گے جو مجرموں کے کھڑا ہونے کی جگہ ہوگی۔ انہیں اپنے کفر اور غلط روش کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور جہنم میں ڈال کر اس کے سب دروازے نکلنے کے بند کر دیے جائیں گے۔

اللھم لاتجعلنا منھم۔

خلاصہ

اس سورت کا موضوع انسان کی سعادت اور شقاوت ہے، سورت کی ابتداء میں اللہ نے تین قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے یعنی اس کی زندگی محنت و مشقت اور جفاکشی سے عبارت ہے، کبھی فقر و فاقہ، کبھی بیماری اور دکھ، کبھی حوادث اور آلام پھر بڑھاپا اور موت، قبر کی تاریکی اور منکر نکیر کے سوالات، قیامت اور اس کی ہولناکیاں غرضیکہ ابتداء سے انتہا تک مشقت ہی مشقت۔

اس کے بعد ان کفار کا تذکرہ ہے جنہیں اپنی قوت پر بڑا گھمنڈ تھا وہ فخر و ریا کی نیت سے اموال خرچ کرتے تھے، ایسے لوگوں کو آنکھوں، ہونٹوں، زبان اور ہدایت جیسی نعمتیں یاد دلائی گئی ہیں۔ پھر قیامت کے شدائد و مصائب کا تذکرہ ہے جن سے ایمان اور عمل صالح کے علاوہ کوئی چیز چھٹکارا نہیں دے سکتی، سورت کے اختتام پر انسانوں کو "اونچی گھاٹی" پر چڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اونچی گھاٹی سے مراد وہ اعمال ہیں جو نفس پر شاق گزرتے ہیں یعنی انسانوں کی گردنیں چھڑانا غلامی سے قید و بند سے اور جہنم کی آگ سے یونہی یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا، اس کے ساتھ چند اور صفات کا ہونا بھی ضروری ہے یعنی ایمان باللہ، ایک دوسرے کو صبر کی اور آپس میں رحم کرنے کی وصیت۔

سورۃ البلد کے خواص

۱......بچہ جب پیدا ہو تو فوراً اس پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کرنے سے وہ بچہ ہر قسم کی مضرّت رساں مخلوقات سے محفوظ ہو جائے گا۔

۲......وہ لوگ جو مالی مشکلات کا شکار ہوں اور اپنی گزران میں تنگ ہوں تو ان کے لیے یہ سورۃ کسی خزانہ سے کم نہیں ہے، صبح کی نماز سے پہلے اور بعد میں اس کی تلاوت کو اپنا معمول بنالیں، ان شاء اللہ کبھی ان کی جیب پیسوں سے خالی نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا اور ہم کو ان گنت انعامات و احسانات سے نوازا۔ یا اللہ ہمیں اپنے شکر گزار اور احسان مند بندوں میں شامل فرما لیجئے اور ہم کو دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمہ کا مصداق بنا دیجئے۔

یَااَللّٰہُ میں ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی لذت سے میں نے ساری رات کالی کر دی، اس کی فکر میں دماغ سوزی کرتا رہا، رات سیاہ کاری میں گزاری اور صبح نیک بن کر باہر آیا حالانکہ میرے دل میں بجائے نیکی کے وہی گناہ کی گندگی بھری رہی۔

یَااَللّٰہُ تیری ناراضگی کا کوئی خوف ہی نہ کیا، میرا کیا حال ہوگا۔ الٰہی! مجھے اپنی مہربانی سے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آوے۔ اور دن کی جبکہ وہ اس کو خوب روشن کردے۔ اور رات کی جب وہ اس کو چھپا لے۔ اور آسمان

وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝

کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچھایا۔ اور جان کی اور اسکی جس نے اسکو درست بنایا۔ پھر سمجھ دی اسکو بدی کی اور پرہیزگاری کی

وَالشَّمْسِ سورج کی قسم	وَضُحٰهَا اور اس کی روشنی	وَالْقَمَرِ اور چاند کی	اِذَا جب	تَلٰهَا اسکے پیچھے نکلے	وَالنَّهَارِ اور دن کی	اِذَا جب	جَلّٰهَا وہ روشن کردے
وَالَّيْلِ اور رات کی	اِذَا جب	يَغْشٰهَا اسے ڈھانپ دے	وَالسَّمَآءِ اور آسمان کی	وَمَا اور جس	بَنٰهَا اسے بنایا	وَالْاَرْضِ اور زمین کی	وَمَا اور جس
طَحٰهَا اسے پھیلایا	وَنَفْسٍ اور نفس کی	وَمَا اور جس	سَوّٰهَا اسے درست کیا	فَاَلْهَمَهَا اسکے دل میں ڈالی	فُجُوْرَهَا اسکا گناہ	وَتَقْوٰهَا اور اسکی پرہیزگاری	

سورۃ کی وجہ تسمیہ، زمانہ نزول اور موضوع

اس سورۃ کی ابتدا ہی وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا سے فرمائی گئی ہے یعنی قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ چونکہ اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ والشمس یعنی آفتاب یا سورج سے ہوئی ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام ہی الشمس قرار پایا۔ یہ مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ یہ ایمان واسلام کے ابتدائی دور کی ایک سورۃ ہے جب کہ قریش اور اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا انکار کررہے تھے۔ اللہ کے رسول کی باتوں کو جھٹلاتے تھے اور جن حقیقتوں کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے تھے وہ انہیں سچا نہ جانتے تھے۔ اس سورۃ میں اہل مکہ کو متنبہ کیا جارہا ہے اور گزشتہ واقعات میں سے قوم ثمود کے ایک مشہور واقعہ کی طرف جو اہل عرب میں مشہور تھا متوجہ کیا گیا کہ دیکھو اللہ کے رسول کی تکذیب اور اس سے سرکشی اور حق کے مقابلہ میں ڈھٹائی اختیار کرنے کی سزا اس سے پہلے قوم ثمود کو مل چکی ہے۔ اس سے تمہیں سبق لینا چاہئے اگر تم اپنی روش سے باز نہ آئے تو پھر اس جیسا انجام تمہارا بھی ہوگا۔ یہی ہے خلاصہ مفہوم اس سورۃ کا اور اگرچہ یہ سورۃ مختصر ہے لیکن توحید اور آخرت کی پوری دعوت اور اس کو نہ ماننے کے نتائج پوری طرح اس میں سمیٹ دیئے گئے ہیں۔

سورج اور اس کی روشنی کی قسم

اس سورۃ کی ابتدا بھی قسموں سے ہوئی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متعدد اشیاء کی قسم کھائی ہے۔

پہلی قسم ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ اب یہاں ہر قسم میں جن امور کی طرف اشارہ ہے اس کو مفسرین نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آفتاب اور اس کی روشنی وحرارت دنیوی حیاۃ کے لئے ضروری ہے۔ سورج اور اس کی روشنی وگرمی کے بغیر نہ دنیا میں انسان وحیوان زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ نباتات نشوونما پاسکتے ہیں تو جس طرح دنیوی حیاۃ میں شمس یعنی آفتاب کے بغیر چارہ نہیں اسی طرح آفتاب نبوت کے بغیر ہدایت کی راہ نہیں ملتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت اور آپ کی روحانی روشنی وگرمی کے بغیر طالبان آخرت کے لئے چارہ نہیں۔

چاند کے طلوع ہونے کی قسم

دوسری قسم ہے وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (اور قسم ہے چاند کی) جب وہ سورج کے غروب ہونے کے بعد طلوع ہو۔ انسانی زندگی کے لئے چاند میں بھی متعدد فوائد رکھے گئے ہیں۔ اس کی ٹھنڈی اور خوشگوار

روشنی سے پھلوں اور پھولوں میں رنگ خوشبو اور رس پڑتا ہے۔ سمندر میں مدوجزر پیدا ہوتا ہے۔ اور رات کی تاریکی میں چاند آفتاب کا نائب ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت کے بعد نائبان اور جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہیں جو بمنزلہ چاند کے ہیں اور جس طرح چاند کی روشنی نور آفتاب کا پرتو ہوتا ہے۔ اسی طرح نائبان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی بھی آپ ہی کا پرتو ہے۔

روشن دن کی قسم

تیسری قسم ہے وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا قسم ہے دن کی جب وہ آفتاب کو خوب روشن کر دے۔ دن میں لوگ کام کاج کرتے ہیں کیونکہ رات کی تاریکی جاتی رہتی ہے۔ اور اپنے لئے فائدہ حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ اچھے برے میں تمیز کرتے ہیں۔ اسی طرح دین محمدی کی معرفت اور روشنی میں حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز ہوسکتا ہے۔

تاریک رات کی قسم

چوتھی قسم ہے۔ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰهَا قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو چھپالے یعنی اس قدر تاریک ہوجائے کہ آفتاب کی روشنی کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔ رات کو لوگ آرام کرتے ہیں اور دن کے مشاغل اور دنیاوی کاروبار چھوڑ کر راحت لیتے ہیں۔ اگر نفس انسانی کو یہ رات کا آرام نہ ملے تو انوار دائمیہ اس کو ست اور معطل کر دیں اور اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بڑے عابد زاہد صحابی سے فرمایا تھا کہ رات کو سوؤ بھی اور تہجد کی نماز بھی پڑھو اور یہ بھی فرمایا تھا کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اس کو بھی راحت دو پھر اس سے کام لو۔

آسمان اور اسکے بنانیوالے کی قسم

پانچویں قسم ہے۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بنایا یعنی اس بنانے والے پر قربان جایئے جس کے حکم سے یہ رفیع الشان عمارت بنی۔ آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے۔ اور زمین کی نباتات کو ایک نئی زندگی بخشتی ہے ایسے ہی شریعت محمدی جو آسمان کی طرح انسان کے جمیع افعال واحوال عقائد و اعمال کو محیط ہے انسان کو کفر کی مردہ زندگی سے نکال کر حیات جاودانی کی راہ دکھاتی ہے۔

زمین اور اسکے بچھانے والے کی قسم

چھٹی قسم ہے وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا یعنی کیا کہنے اس ذات والا صفات کے جس نے عجیب پر حکمت زمین بنائی۔ جیسے زمین میں تخم ریزی کی جاتی ہے پھر جس قدر اس میں قابلیت ہوتی ہے اس قدر نباتات کی نشوونما ہوتی ہے۔ اسی طرح نفس انسانی کی استعداد کے موافق اس میں تخم معرفت نشوونما پاتا ہے۔

انسان اور اس کے خالق کی قسم

ساتویں قسم ہے وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰهَا قسم ہے انسان کی جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو درست بنایا یعنی جس نے ہر طرح اس کی صورت و شکل اور اعضاء و جوارح درست طور پر بنائے اور انسان کو بہترین شکل و صورت عطا کی۔ اگر انسان کے قوائد ظاہریہ و باطنیہ پر غور کیا جائے تو اس کی آراستگی حیرت انگیز ہے۔ اس نحیف سے خاکی پتلے میں کیا کچھ قوتیں قدرت نے ودیعت فرمائی ہیں پہلی چھ قسمیں جن چیزوں کی کھائی گئی ہیں اس نفس انسانی ہی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ انسان کو حواس ظاہری و باطنی دیئے اور اس کے ظاہری اعضاء کو درست کیا بلکہ اس کی روحانی درستی اور اصلاح کے لئے اس کو نیکی بدی اور بھلائی برائی کی پہچان بھی عطا کر دی گئی۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا نفوس حیوانیہ کی طرح یہ انسان نامکمل نہیں رکھا گیا کہ اپنی شقاوت و سعادت اخرویہ کو نہ جانتا ہو اور صرف کھانے پینے اور سونے اور شہوات کو پورا کرنے کا طریقہ جانتا ہو۔ انسان کو اول تو اجمالی طور پر عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے ذریعہ بھلائی برائی میں فرق کرنے کی قدرت نے سمجھ دی پھر تفصیلی طور پر انبیاء و رسل کی زبانی خوب کھول کھول بتلا دیا کہ یہ راستہ بدی کا اور یہ راستہ نیکی و پرہیزگاری کا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس جان کو پاک کرلیا۔اور نامراد ہا جس نے اُس کو دبا دیا۔

قَدْ اَفْلَحَ کامیاب ہوا	مَنْ جو	زَكّٰىهَا اس کو پاک کیا	وَ اور	قَدْ خَابَ تحقیق نامراد ہوا	مَنْ جو۔جس	دَسّٰىهَا اسے خاک میں ملایا			

نفس کو سنوارنے والا کامیاب اور نہ سنوارنیوالا ناکام ہے

گذشتہ ابتدائی آیات میں چند مہتم بالشان چیزوں کی قسم کھا کر جواب قسم میں جو ارشاد فرمایا گیا وہ یہی دو آیات ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا

بلاشبہ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اس نفس کو سنوارا اور بیشک وہ نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملایا۔ان دو آیتوں میں قرآنی دعوت کا خلاصہ انتہائی مختصر الفاظ میں سمیٹ دیا گیا ہے۔اب یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ نفس کے سنوارنے کا کیا مطلب ہے جس کے نتیجہ میں فلاح یعنی کامیابی میسر آسکتی ہے اور قرآن پاک کی زبان میں فلاح یا کامیابی کا کیا مطلب ہے؟ اسی طرح نفس کو خاک میں ملا دینے اور اس کے نتیجہ میں نامراد رہنے سے کیا مراد ہے؟

وہ کونسی کامیابی ہے جو تزکیہ نفس پر میسر آتی ہے اور وہ کون سی نامرادی ہے اور ناکامی ہے جو نفس کو نہ سنوارنے پر پیش آنی لازمی ہے؟۔ان سوالات کے جواب میں پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ جو انسان میں خلقۃً رکھی گئی ہیں ان کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعت الٰہیہ کا تابعدار بنائے تاکہ روح وقلب دونوں تجلی الٰہی کی روشنی سے منور ہو جائیں۔اور نفس کو خاک میں ملا چھوڑنے سے یہ مراد ہے کہ نفس کی باگ ڈور یکسر شہوت اور غضب کے ہاتھ میں دیدے عقل اور شرع سے کچھ سروکار نہ رکھے۔گویا خواہش اور ہوا کا بندہ بن جائے۔پہلی صورت میں نفس کو سنوارنے پر وعدہ اور بشارت ہے فلاح اور کامیابی کی اور دوسری صورت یعنی نفس سے غفلت برتنے اور اس کو نہ سنوارنے پر انسان کے لئے ناکامی و نامرادی بتلائی گئی۔

کامیابی کسے کہتے ہیں

اب یہ جاننا چاہئے کہ قرآن پاک کی زبان میں فلاح یا کامیابی کا مطلب کیا ہے؟ بعض کم فہم تو کامیابی کا مطلب یہی سمجھتے ہیں کہ انسان کو ایک لمبی عمر تک دنیا میں رہنا نصیب ہو۔اس کی صحت اچھی رہے قوت بحال رہے۔دنیوی اعتبار سے وہ خوب خوشحال ہو۔مال بھی ہو اولاد بھی ہو۔ہر طرح کا چین و آرام نصیب ہو لوگوں میں عزت کا مقام بھی حاصل ہو۔غرض ہر اعتبار سے وہ شخص پھول پھل رہا ہو۔کم فہم ایسے ہی شخص کو سمجھتے ہیں کہ وہ بڑا کامیاب ہے لیکن قرآن کریم میں ''کامیابی'' کا جو مفہوم جگہ جگہ پیش کیا گیا ہے اس کے اعتبار سے ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔قرآن میں فلاح کا لفظ صرف دنیوی کامیابی کے محدود معنٰی میں نہیں آیا ہے بلکہ اس سے مراد وہ ہمیشہ رہنے والی کامیابی ہے جس کے بعد کبھی کسی ناکامی یا خسارہ کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔دنیا میں چاہے کسی کو مال دولت ملا ہو یا نہ ملا ہو۔دنیا میں اس کی حالت جیسی رہی ہو انتہا یہ ہے کہ چاہے اس نے اس زندگی میں کبھی چین وسکھ نہ پایا ہو لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ قرآن کے بتائے ہوئے کامیابی کے مفہوم کے اعتبار سے انتہائی کامیاب شخص ہو اور اس کے برخلاف ایک ایسا شخص جس نے یہاں دنیا میں ہر طرح چین ہی چین دیکھا ہو اور دنیوی اعتبار سے لوگ اسے کتنا ہی کامیاب کیوں نہ جانتے ہوں لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ انتہائی ناکام اور نامراد شخص ہوسکتا ہے۔

کامیاب ہونے والوں کی خصوصیات

اس سلسلہ میں مناسب ہو گا کہ فلاح پانے والوں کی کچھ خصوصیات اور علامات جو قرآن پاک نے جگہ جگہ بیان کی ہیں سامنے رکھی جائیں تاکہ انہیں دیکھ کر ہر شخص یہ کوشش کرسکتا ہے کہ اگر

وہ بھی اس گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہے جن کے نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور جو ناکامی اور نامرادی سے بچا ہوا ہو تو اسے اپنے اندر کیا صفات اور کس قسم کی خوبیاں پیدا کرنی ہوں گی۔ اس سلسلہ میں مختلف سورتوں کی چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

(۱) چوتھے پارہ سورۂ آل عمران آیت نمبر۱۰۴ میں ارشاد ہے:۔

''تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔''

(۲) پھر اسی چوتھے پارہ سورۂ آل عمران آیت نمبر۱۳۰ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو! یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو۔ امید ہے کہ فلاح پاؤ گے''۔

(۳) پھر اسی چوتھے پارہ سورۂ آل عمران کی آخری آیت ۲۰۰ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو خود صبر کرو۔ اور مقابلہ میں صبر کرتے رہو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ''۔

(۴) چھٹے پارہ سورۂ مائدہ میں آیت ۳۵ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد و جدو جہد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''

(۵) ساتویں پارہ سورۂ مائدہ آیت ۱۰۰ میں ارشاد ہے:۔

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے گو تجھے ناپاک کی کثرت حیرت میں ڈالتی ہو۔ سو اے عقل والو اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ''۔

(۶) اسی ساتویں پارہ سورۂ مائدہ آیت ۹۰ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو! شراب اور جوا، بت اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو گی''۔

(۷) نویں پارہ سورۂ اعراف آیت ۱۵۷ میں ارشاد ہے:۔

''لہذا جو لوگ ان پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور دین قائم کرنے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے ان کی حمایت و نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ نازل کی گئی ہے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(۸) دسویں پارہ سورۂ انفال آیت ۴۵ میں ارشاد ہے: ''اے ایمان والو جب (حق و باطل کی کشمکش کے میدان میں) کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''۔

(۹) دسویں پارہ سورۂ توبہ آیت ۸۸-۸۹ میں ارشاد ہے:۔

''البتہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو لوگ ان کی ہمراہی میں ایمان لا چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا اور انہی کے لئے ساری بھلائیاں ہیں۔ اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں یعنی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

(۱۰) سترہویں پارہ سورۃ الحج آیت ۷۷ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور بھلائی کے کام کرتے رہو۔ امید ہے کہ اس طرح تم فلاح پاؤ گے''۔

(۱۱) اٹھارویں پارہ سورہ مومنون آیت ۱۱ میں ارشاد ہے:۔

''یقیناً فلاح پائی ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ جو لغویات سے دور رہتے ہیں جو زکوٰۃ کے طریقہ پر عامل ہوتے ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور اپنی باندیوں کے کہ ان پر وہ قابل ملامت نہیں البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہ زیادتی کرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

(۱۲) اٹھارویں پارہ سورۂ نور آیات ۵۱-۵۲ میں ارشاد ہے:۔

''ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں تا کہ رسول ان کے مقدمہ کا فیصلہ کریں تو وہ کہیں

کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں''۔

(۱۳) بائیسویں پارہ سورۃ احزاب آیت ۷۱ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچ گیا''۔

(۱۴) ۲۸ ویں پارہ سورۃ الجمعہ آیت ۱۰ میں ارشاد ہے:۔

''پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ''۔

(۱۵) ۲۸ ویں پارہ سورۃ تغابن آیت ۱۶ میں ارشاد ہے:۔

''سو اللہ سے ڈرتے رہو جہاں تک تم سے ہو سکے اور سنتے رہو اور اطاعت کرتے رہو اور اپنے حق میں بھلائی کیلئے خرچ کرتے ہو اور جو کوئی محفوظ رہا حرص نفسانی سے تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو دائمی اور سچی کامیابی کی راہ پر چلنا نصیب فرمائیں اور ناکامی و نامرادی کی راہ سے بچنا مقدر فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو عزم و ہمت نصیب فرمایئے کہ ہم دنیا میں اپنے نفس کا تزکیہ کرلیں۔ اور ان صفات کو اپنالیں کہ جو آخرت کی کامیابی دلانے والی ہیں۔

یا اللہ اپنے کامیاب بندوں میں ہم کو بھی شامل فرما لیجئے اور جس فلاح و کامیابی کی قرآن کریم نے نشاندہی فرمائی ہے اسی کامیابی کو ہمارے لئے مقدر فرمایئے۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ میں نے کتنی بار توبہ کی، قسمیں کھائیں، واسطے دیئے کہ اب یہ گناہ نہ کروں گا لیکن جب شیطان نے اس گناہ کی طرف دعوت دی، مجھے میرے نفس نے اس کو مزین کر کے سامنے کیا تو میں نے بے دھڑک اس گناہ کا ارتکاب کیا۔ افسوس مجھے لوگوں سے تو حیا آئی لیکن آپ سے کبھی حیا نہ کی کہ آپ ہر وقت دیکھنے اور خبر رکھنے والے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ سے کہاں چھپ سکتا ہوں نہ کوئی مکان، نہ اندھیرا، نہ کوئی حیلہ و تدبیر آپ سے اوجھل کر سکتا ہے۔ افسوس میری اس جرأت پر کہ جس کام کو آپ نے منع کیا تھا میں نے جان کے بھی مخالفت کی پھر بھی آپ نے پردہ فاش نہ کیا بلکہ اپنے بندوں میں اس طرح شامل رکھا کہ گویا میں بھی آپ کا فرمانبردار بندہ ہوں۔ ان گناہوں سے شرمندہ ہوں کہ ان کو سوائے آپ کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ چاہتے گناہ کرنے کے بعد کوئی نشان چہرے پر لگا دیتے لیکن اے اللہ! تو نے نیکوں کا سا چہرہ بنائے رکھا، لوگوں کی نگاہ میں باعزت رہا۔ لوگ مجھے اپنے نزدیک اچھا ہی سمجھتے رہے ورنہ میں تو جیسا تھا آپ کے علم میں ہے، یہ محض آپ ہی کا فضل و کرم تھا۔ الٰہی! ایسے سب گناہ میرے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۙ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾

قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب تکذیب کی۔ جب کہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بدبخت تھا اٹھ کھڑا ہوا تو ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ کی اونٹنی سے اور اسکے پانی پینے سے خبردار رہنا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۙ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اُس اونٹنی کو مار ڈالا۔ تو اُن کے پروردگار نے اُن کے گناہ کے سبب اُن پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	ثَمُوْدُ ثمود	بِطَغْوٰىهَآ اپنی سرکشی	اِذِ جب	انْۢبَعَثَ اٹھ کھڑا ہوا	اَشْقٰىهَا اس کا بدبخت	فَقَالَ تو کہا	لَهُمْ ان سے	رَسُوْلُ رسول
اللّٰهِ اللہ	نَاقَةَ اللّٰهِ اللہ کی اونٹنی	وَسُقْيٰهَا اور اسکی پانی کی باری	فَكَذَّبُوْهُ پھر اس کو جھٹلایا	فَعَقَرُوْهَا پھر اسکی کونچیں کاٹ ڈالیں	فَدَمْدَمَ پھر ہلاکت ڈالی			
عَلَيْهِمْ اُن پر	رَبُّهُمْ انکا رب	بِذَنْۢبِهِمْ انکے گناہ کے سبب	فَسَوّٰىهَا پھر انہیں برابر کردیا	وَلَا يَخَافُ اور وہ نہیں ڈرتا	عُقْبٰهَا اُن کا انجام			

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں جو یہ فرمایا گیا تھا کہ جس نے اپنے نفس کی اصلاح کی اور اسے پاک صاف بنالیا وہ یقیناً مراد کو پہنچا کہ زندگی کے اصل مقصد کے حصول میں کامیاب ہوگیا لیکن جس نے اپنے نفس کی اصلاح نہ کی اور جوہر انسانی کو خاک میں ملا دیا وہ یقیناً نامراد و ناکام ہوا۔ اب اس کے ثبوت میں عبرت دلانے کیلئے قوم ثمود کے مشہور تاریخی واقعہ کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے۔

قوم ثمود کے تذکرہ کی حکمت

عرب کے لوگ خوب جانتے تھے کہ قوم ثمود نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا۔ اور جب بدبخت قوم کی سرکشی اس حد تک بڑھ گئی کہ انہوں نے اس اونٹنی ہی کو مار ڈالا جسے اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کے طلب کردہ نشانی کے موافق بطور معجزہ پتھر کی چٹان سے پیدا کیا تھا تو پھر ان کی مہلت ختم ہوگئی اور اللہ کے غضب نے انہیں آ دبوچا اور پوری قوم ثمود کے سرکش و نافرمان ہلاک کر ڈالے گئے۔ پھر قوم ثمود کا یہ واقعہ مکہ کے کفار قریش کے حال سے بہت کچھ ملتا جلتا تھا۔ مثلاً جس طرح قوم ثمود نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا تھا اسی طرح کفار مکہ بھی اللہ کے آخری برگزیدہ رسول کو جھٹلا رہے تھے۔ جس طرح ثمود نے اپنے نبی کے قتل کی سازش کی تھی اسی طرح کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی تھی۔ اس طرح اگرچہ ان آیات میں ایک پچھلے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن سننے والے یعنی مخاطبین اول اہل مکہ محسوس کر سکتے تھے کہ بات دراصل ان کی اپنی ہے مقصود اہل مکہ کو یہ بتلانا ہے کہ جن غلطیوں کی وجہ سے قوم ثمود پر عذاب آیا اس جیسی غلطیوں کی وجہ سے کفار قریش مکہ کی پکڑ نہ ہو جائے۔

بدبخت قوم کا ظلم اور ہلاکت

یہاں اس سورۃ میں قوم ثمود کے واقعہ کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور یہ کام انہوں نے اپنی طاقت وقوت اور زور و غلبہ کے گھمنڈ میں کیا تھا یہاں تک کہ اس قوم ثمود میں سے ایک بڑا بدبخت اس اونٹنی کو جو بطور معجزہ کے پیدا ہوئی تھی قتل کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہوئے۔ جب صالح علیہ السلام کو قوم کا یہ بدارادہ معلوم ہوا تو آپ نے قوم کو تاکید فرمادیا کہ خبردار اللہ کی اونٹنی کو قتل نہ کرنا اور نہ اس کا پانی بند کرنا۔ یہاں آیت میں نَاقَةَ اللّٰهِ یعنی اللہ کی اونٹنی فرمایا گیا اور یہ اس لئے کہ یہ اونٹنی خدا کی طرف سے بطور معجزہ پیدا ہوئی تھی۔ یہ اضافت تشریفی ہے یعنی عزت دینے کے لئے جیسے خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا گھر ورنہ خدائے پاک کا کوئی خاص گھر نہیں کہ جس میں وہ رہتا ہو۔ یوں تو دنیا بھر کی اونٹنیاں بلکہ کل چیزیں اللہ ہی کی ہیں مگر اس اونٹنی میں یہ خصوصیت تھی کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک نشانی تھی اس کی قدرت کاملہ کی اور ایک خاص طرز سے پیدا ہوئی تھی بطور معجزہ کے اس لئے اس کو نَاقَةَ اللّٰهِ (یعنی اللہ کی اونٹنی) فرمایا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے تاکید قوم سے فرمادیا تھا کہ اس اونٹنی کو برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ سخت دردناک عذاب میں پھنس جاؤ گے۔ لیکن

بد بخت قوم نے اس بات کو جھوٹ سمجھا اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر وہی ہوا جو حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل بد کی وجہ سے سب کو غارت کر کے زمین کے ساتھ برابر کر دیا یعنی خاک میں ملا دیا۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

اخیر میں فرمایا گیا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا یعنی جیسے بادشاہان دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کی سزا دہی کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ کہیں ملک میں شورش برپا نہ ہو جائے۔ یا انتظام ملکی میں خلل نہ پڑے۔ یا ملک میں عام بغاوت نہ ہو جائے کہ جس سے بادشاہ کی بدنامی ہو یا ذرائع آمدنی میں کمی آ جائے یا اس طرح کا کوئی اور اندیشہ ہو اور اسی لئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حکومتیں اپنی منشاء کے خلاف کتنی ہی ایسی باتیں برداشت کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ جنہیں لوگ کثرت سے اختیار کر لیتے ہیں۔ بہت بڑی تعداد کو سزا دینا مصلحت کے خلاف سمجھا جاتا ہے لیکن خدا کی ذات ان تمام کمزوریوں سے کہیں بالاتر ہے۔ نہ اس کے مقابلہ میں کسی بغاوت کا امکان ہے نہ اس کی حکومت انسانوں کی اطاعت اور سہارے کے بل پر قائم ہے۔ اس کی طرف سے اگر باغیوں کو ڈھیل بھی دی جاتی ہے تو وہ کسی خاص حکمت و مصلحت کے تحت دی جاتی ہے۔ کسی مجبوری اور بے بسی کی وجہ سے نہیں۔ الغرض آیت **ولا یخاف عقبٰها** جس پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اس کی قدرت و حکمت کو ظاہر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا نہایت بلند و صحیح تصور پیش کرتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں سرکشی اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی دعوت سے انکار کے برے انجام سے ڈرانے کے لئے یہ سورہ باوجود مختصر ہونے کے انتہائی موثر ہے۔ اس میں وہ اصولی بات بتلائی گئی جو قرآنی دعوت کی جان ہے یعنی انسان کی اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو شرک و کفر اور اخلاقی گندگیوں سے پاک کرے جس نے اس میدان میں کامیابی حاصل کر لی وہی کامیاب و بامراد ہو گیا اور جو اس معاملہ میں ناکام رہا۔ اور اپنے نفس کو گندگیوں سے آلودہ کر لیا وہ انجام میں تباہ و نامراد رہا۔

خلاصہ

اس سورت کا اصل مقصود نیکیوں کی ترغیب اور معاصی سے بچاؤ اور تحذیر ہے۔ اس سورت کی ابتداء میں تکوینی مخلوقات میں سے سات ایسی چیزوں کی قسم کھائی ہے جو سب کی سب اللہ کی قدرت اور وحدانیت کے آثار ہیں یعنی سورج چاند دن رات' آسمان' زمین اور نفس انسانی' ان چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اگر انسان اپنے رب سے ڈرے اور اپنے نفس کا تزکیہ کر لے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر اس کی تربیت سے غفلت اختیار کرے اور اس کو گندگی میں پڑا رہنے دے تو ناکام ہو جاتا ہے۔

اللہ نے انسان کے اندر نیکی اور بدی دونوں کی صلاحیت رکھی ہے' اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ کونسی صلاحیت کو بروئے کار لاتا ہے' اس تفصیل کے بعد یہ سورت ہمارے سامنے مثال اور نمونہ کے طور پر قوم ثمود کا قصہ بیان کرتی ہے جس نے اپنے نفس کا تزکیہ نہ کیا بلکہ اسے معاصی کا عادی بنا دیا جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کے مستحق ہو گئے۔

سورۃ الشمس کے خواص

۱- جو آدمی کثرت کے ساتھ اس سورۃ کی قراءت کرے تو وہ ہر جگہ اور ہر میدان میں کامیاب و کامران ہوگا۔

۲- جو آدمی سورۃ الشمس سے دم کیا ہوا یا سورۃ الشمس لکھ کر اسے پانی سے دھو کر وہ پانی پیئے اگر اس پر گھبراہٹ اور خوف ہو تو وہ جاتا رہے گا۔

۳......اگر دشمن کا گھر ویران کرنا مقصود ہو تو ایک ایسی ٹھیکری پر سورۃ الشمس لکھے جسے غیر شادی شدہ آدمی نے بنایا ہو، پھر اس ٹھیکری کو کوٹ لے اور دشمن کے مکان میں بکھیر دے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمارے نفوس کا بھی تزکیہ فرماویں اور نفس کی گندگیوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرمائیں اور نفس کی شرارتوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

41

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِحْدٰى وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۙ﴿۳﴾

قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے۔اور دن کی جب کہ وہ روشن ہوجاوے اور اُس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۭ﴿۴﴾

کہ بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔

وَالَّيْلِ رات کی قسم	اِذَا جب	يَغْشٰى وہ ڈھانک لے	وَالنَّهَارِ اور دن کی	اِذَا تَجَلّٰى جب وہ روشن ہو	وَمَا خَلَقَ اور جو اس نے پیدا کیا	
الذَّكَرَ نر	وَالْاُنْثٰى اور مادہ	اِنَّ بیشک	سَعْيَكُمْ تمہاری کوشش	لَشَتّٰى مختلف		

وجہ تسمیہ زمانہ نزول

اس سورۃ کی ابتدا ہی لفظ وَالَّيْلِ سے ہوئی ہے لیل کے معنی رات کے ہیں۔اس لئے علامت کے طور پر اس کو سورۃ الیل کہا جاتا ہے یہ بھی مکی سورۃ ہے اور اس کا نزول مکہ میں دعوت اسلام کے ابتدائی دور میں ہوا ہے۔

شان نزول دو مختلف کردار

اس سورۃ کا مضمون اگر چہ عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ اس سورۃ کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور کفار مکہ میں امیہ بن خلف کے متعلق ہوا۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ سبب نزول اس سورۃ کا یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں دو شخص رئیسوں میں بڑے مالدار تھے۔ایک حضرت ابوبکر صدیق اور دوسرا امیہ بن خلف اور ان دونوں کا معاملہ مال صرف کرنے میں مختلف تھا۔امیہ مال بہت رکھتا تھا اور متعدد غلاموں کو تربیت کر کے ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد کیا تھا۔کوئی کھیتی کا نگران تھا۔کوئی میووں کے باغ کا۔کوئی قیمتی کپڑوں کی تجارت پر تعینات تھا۔کوئی مواشی اور جانوروں پر مقرر تھا تاکہ دودھ دہی اور نسل کی خبرداری کرے۔اس تدبیر سے بہت مال جمع کیا تھا مگر باوجود ثروت و مالداری کے ایک کوڑی غریب و فقیر کو نہیں دیتا تھا اور اگر کبھی کوئی غلام کسی محتاج کو کچھ دے دیتا تو اس پر خفا ہوتا اور اگر کوئی اس کم بخت کو بطور نصیحت کچھ سمجھاتا تھا کہ باوجود اس کثرت مال کے اللہ کی راہ پر محتاجوں اور مسکینوں کو کس واسطے نہیں دیتا اور آخرت کا ذخیرہ کیوں نہیں کرتا تو وہ بدبخت اس کے جواب میں کہتا کہ اول تو آخرت ہے کہاں اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو اس قدر مال دولت اسباب اور اولاد میں نے جمع کیا ہے کہ مجھ کو کچھ احتیاج جنت کی نعمتوں کی نہیں ہے۔جن کی طمع اور لالچ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقیروں اور محتاجوں کو دیتے ہیں اور اس سبب سے ان لوگوں کو اپنا گرویدہ کرتے ہیں۔مجھ کو کچھ پروا نہیں۔اس کے غلاموں میں ایک حضرت بلالؓ بھی تھے جو پوشیدہ طور پر اسلام لے آئے تھے۔جب اس کو آپ کے اسلام لانے کی خبر پہنچی تو اس ملعون نے کہا کہ اس دین کو چھوڑ دے نہیں تو میں بری طرح سے پیش آؤں گا۔اور مارتے مارتے مار ہی ڈالوں گا۔حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں تو اس دین سے اب پھر نہیں سکتا تیرا جو جی چاہے سو کر۔اس شقی ازلی نے اپنے دوسرے غلاموں کو حکم دیا کہ دن چڑھتے ان کے بدن میں ببول کے کانٹے چبھویا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تب دھوپ میں ان کو چت لٹا کر سر سے پیر تک ان پر گرم پتھر رکھ دیا کرو

تا کہ ہل نہ سکیں اور ان کے گرد آگ جلا دیا کرو اور جب شام ہو تو ہاتھ پیر باندھ کے اندھیرے مکان میں قید رکھو اور باری باری سے رات بھر کوڑے مارا کرو اور صبح تک یہ مار موقوف نہ کرو۔ اللہ! اللہ! اسی طرح سے کتنے دنوں تک حضرت بلالؓ اس مصیبت میں گرفتار رہے۔ مگر اس پر بھی پکار پکار کر احد احد کہا کیے۔ یعنی معبود میرا ایک ہی ہے۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ رات کے وقت اس طرف سے گزرے اور اس ملعون امیہ بن خلف کے مکان سے آواز آہ و زاری کی آپ کے کان میں پڑی۔ آپ نے پوچھا کہ اس گھر میں کیا ہوتا ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بلال نامی ایک غلام ہے اس کو مارا جاتا ہے اور یہ آواز اس غلام کے رونے کی ہے۔ اے اللہ اپنے اس شیدائی اسلام اور عاشق رسول کے آنسوؤں اور آہ و بکا کے طفیل میں تو ہم کو بھی اسلام پر استقامت نصیب فرما اور اپنے سچے دین کی نہ مٹنے والی سچی محبت عطا فرما۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو یہ معلوم ہو کر نہایت رنج و قلق ہوا اور صبح کے وقت اس کے گھر پر آپ پھر تشریف لے گئے اور اس مردود ظالم امیہ بن خلف کو نصیحت کرنا شروع کی کہ خدا سے ڈر اور اس غلام پر اتنا ظلم ناحق مت کر اس واسطے کہ اس نے سچے دین کو قبول کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اور رضامندی کو اختیار کیا ہے تجھ کو چاہیے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اس کے ساتھ احسان کر کہ آخرت میں تیرے کام آوے گا۔ اس ملعون امیہ بن خلف نے کہا کہ آخرت ہے کہاں اور دین کہاں سے معلوم ہوا کہ سچا ہے۔ اور اگر بالفرض آخرت ہوئی بھی تو مجھ کو دنیا میں کس چیز کی کمی ہے کہ آخرت کی نعمتوں پر جو فقط وہم اور خیال ہے فریفتہ ہوں۔ میرے پاس دنیا میں بھی بہشت موجود ہے چنانچہ تم بھی جانتے ہو کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو میرے کارخانہ میں کثرت سے موجود نہ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پھر اسے سمجھایا اور نصیحت کی کہ میرا کہا مان۔ اس بے چارے مسکین پر ظلم کرنے سے باز آ۔ اس بدبخت نے کہا کہ اگر تمہارا دل اس پر ترس کھاتا ہے تو تم بھی مالدار ہو اور آخرت کا اعتقاد رکھتے ہو۔ تم ہی ثواب کماؤ اور اس غلام کو مجھ سے خرید لو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو اس بات کی آرزو دل میں رکھتے تھے۔ اس سے کہا کہ بہتر ہے جو تو طلب کرے میں دوں گا اور اس کو خریدوں گا۔ اس کافر نے کہا کہ اگر یونہی تمہیں منظور ہے اور تمہیں اس کے خریدنے کا بڑا شوق ہے تو اپنا غلام نسطاس رومی کہ وہ آپ کے غلاموں میں سب سے بڑی لیاقت اور قابلیت تجارت وغیرہ کی رکھتا تھا اور قریب دو ہزار دینار کے پونجی جمع کی تھی وہ مجھ کو دے دو اور اس غلام یعنی بلال کو مجھ سے لے لو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے جان تک دینے میں عذر نہ رکھتے تھے اس بات کو فوراً دل و جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور زیادہ کرنے کے اس کافر کو دیئے اور حضرت بلال کو قید خانہ سے باہر نکال کر اپنے ساتھ لے کر چلے۔ وہ کافر امیہ بن خلف آپ کو دیکھتا تھا اور ہنستا تھا اور اپنے مصاحبوں سے کہتا تھا کہ اس شخص نے باوجود اس عقل و دانائی کے اس معاملہ میں کس قدر دھوکہ کھایا ہے اور کتنا اپنا نقصان کیا اور ایسے غلام کو جو دو ہزار دینار کی پونجی بھی رکھتا تھا ایسے نکمے غلام کے عوض جو کسی کام کا نہیں ہے اور ایک کوڑی بھی پونجی نہیں رکھتا ہے دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو یہ بات سنی تو فرمایا کہ اس غلام کا مرتبہ یعنی حضرت بلال کا اس قدر میرے نزدیک ہے کہ اگر تمام یمن کی بادشاہت کے عوض میں تو بیچتا تو بھی میں بغیر لئے نہ چھوڑتا۔ پھر بلالؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے جا کر حاضر کیا اور تمام احوال جو گزرا تھا عرض کیا کہ اس طرح میں نے ان کو خرید کیا ہے اور آپ گواہ رہیے کہ اللہ کی رضامندی کے واسطے ان کو میں نے آزاد کیا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت بلالؓ آزاد ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں رہنے لگے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ابتدائے اسلام سے جو مسلمانوں کی نہایت ضعیفی اور عاجزی کا وقت تھا اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصارف اور حاجتوں میں اور کافروں کے پنجے سے مسلمانوں

کو چھڑا لینے میں بے دریغ خرچ کیا اور متعدد غلام اور لونڈی قریش کے کہ جنہوں نے دین اسلام دل سے قبول کیا تھا اور ان کے مالک اس سبب سے ان کو ایذا دیتے تھے خرید خرید کر اللہ کی رضا مندی کے واسطے آزاد کر دیئے تھے۔ لکھا ہے کہ مسلمانوں پر تیرہ سال کے عرصہ میں آپ نے اپنی تمام دولت کو صرف کیا اور قریب چھ ہزار درہم کے باقی رہے تھے جو کچھ ہجرت کے سفر میں اور کچھ مسجد نبوی کی زمین کے خریدنے میں اور کچھ دوسرے نیک کاموں میں خرچ کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کلمہ کو ارشاد فرمایا ہے کہ کسی کے مال سے مجھ کو اس قدر فائدہ نہیں پہنچا جس قدر ابوبکرؓ کے مال سے مجھ کو فائدہ ہوا۔

الحاصل جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تمام مال اسلام کی نصرت اور شوکت کی زیادتی میں اور مسلمانوں کی خلاصی اور ضعیف مسلمانوں کی مدد اور دستگیری میں صرف ہو چکا اور اللہ کی راہ میں بالکل فقیر اور محتاج ہو گئے تو ایک روز ایک کمبل کو کرتے کی طرح گلے میں ڈال کر اس کو کانٹوں سے گونتھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیق تو بڑے مالدار اور تونگر تھے یہ کیا ہوا کہ فقیروں کے سے کپڑے پہنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا سب مال مجھ پر اور میرے واسطے خرچ کر ڈالا اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالیٰ نے ابوبکر کو سلام فرمایا ہے اور پوچھا ہے کہ کیا اس فقیری میں بھی مجھ سے راضی ہیں یا کچھ دل میں رنج و ملال ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس کلام کے سننے سے عجیب حالت اور کیفیت پیدا ہوئی اور اصحاب حال کے مانند بے خود ہو گئے اور اس کلمہ کو بار بار اپنی زبان پر لاتے رہے۔ انا عن ربی راض' انا عن ربی راض میں اپنے پروردگار سے راضی ہوں۔ میں اپنے پروردگار سے راضی ہوں۔ تو اگرچہ اس سورۃ کے الفاظ عام ہیں مگر محدثین و مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سورۃ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور امیہ بن خلف کے معاملات و حالات کا نقشہ کھینچ کر سعادت و شقاوت کے راستہ بتائے گئے ہیں۔

رات دن اور خالق کی قسم

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا بھی قسموں سے ہوئی ہے۔ پہلی قسم فرمائی۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى یعنی قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے یا آفتاب کے نور کو چھپا لے اور جہان کو تاریک کر دے۔ رات بھی اللہ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی ہے اس لئے اس کی قسم کھائی گئی۔ رات دنیا میں ایک انقلاب عظیم بھی ہے اور موت و حیات کا ایک پورا نمونہ ہے۔ رات کو بالکل سناٹا ہو جاتا ہے اور انسان و حیوان چرند و پرند سب آرام کرتے ہیں۔ لوگ باتیں کرتے کرتے سو جاتے ہیں اور سب مردوں کی طرح بے خبر لیٹے ہوتے ہیں۔ نہ اس وقت اپنے مال کی خبر ہوتی ہے نہ اولاد کی۔ نہ کسی کے نیک و بد کہنے کی۔ اس کے بعد دوسری قسم وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى فرمائی یعنی قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے رات کے مقابل دن بھی اس کے قدرت کاملہ کی دوسری نشانی ہے رات میں جو بے خبر پڑے سوتے تھے دن میں ہر ایک کسی نہ کسی امر کی دوڑ دھوپ میں لگا ہوتا ہے۔ پرند بھی چہچہانے لگے چرند جنگل کی طرف جانے لگے۔ کاروباری اپنے کار کی طرف چلنے لگے۔ گویا یہ حشر کا نمونہ ہے کہ سب سوتے سے جاگ اٹھے۔ تیسری قسم ہے وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اور قسم ہے اس کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا۔ دنیا میں زندہ اجسام کی نسل کو باقی رکھنے اور اسے بڑھانے کیلئے خواہ انسانی ہو خواہ حیوانی خواہ اور مخلوق یہ بھی اس کی قدرت کاملہ کی بڑی نشانی ہے کہ نر و مادہ کا ایک ہی مادہ ہے مگر قدرت خداوندی کسی کو نر بنا دیتی ہے اور کسی کو مادہ۔ اگر نر و مادہ نہ ہوتے یا سب مادہ ہوتے یا سب نر ہوتے تو کیا کیا مشکلات پیش آتیں۔ پھر نر و مادہ میں ایک مقناطیسی کشش ایسی رکھی ہے کہ جس نے ایک کو دوسرے کا فریفتہ کر دیا ہے۔

تمہاری کوششیں مختلف ہیں

تو یہاں تین قسم کھا کر آگے جواب قسم ارشاد ہے۔

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں یعنی جس طرح دنیا میں رات اور دن، نر و مادہ مختلف اور متضاد چیزیں پیدا کی گئی ہیں اے بنی آدم تمہارے اعمال اور اشغال اور کوششیں بھی مختلف اور متضاد ہیں۔ یعنی کسی کی کوشش رات کی طرح ظلمانی ہے کہ برے کام کرتا ہے اور کسی کی کوشش دن کی طرح نورانی ہے کہ اچھے کاموں میں سرگرم رہتا ہے۔ پھر کسی کی کوشش مردانہ ہے کہ سعادت کے مقامات طے کرنے کے درپے رہتا ہے اور کسی کی کوشش زنانہ ہے کہ لذائذ دنیا پر فریفتہ ہے۔ اور دنیا کی خسیس چیزوں پر مر رہا ہے کہ رات دن مال و زر کے جمع کرنے میں لگا ہوا ہے نہ اس کو دن میں چین نہ رات کو راحت۔ اور کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ ایک روز مرنا ہے اور یہ ساری دنیا کی چیزیں یہیں چھوڑ جانا ہے۔ اور کوئی ہے کہ اس کی ہمت مردانہ کے نزدیک مال و زر تو کیا دنیا کی سلطنت بھی کوئی چیز نہیں وہ سمجھتا ہے کہ چند روز کا دنیا میں مہمان ہوں جہاں سدا رہنا ہے راحت و عزت تو وہاں کی ہے یہاں کیا عارضی زندگی ہے۔ راحت سے گزری تو کیا اور تکلیف سے گزری تو کیا۔ الغرض انسانوں کے اعمال و اشغال مختلف ہیں۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ یہ شب و روز کا انقلاب ہمارے لئے بھی اپنی معرفت کا ذریعہ بنا دیجئے اور دن رات کی ہماری کوششیں اپنی مرضیات کے حصول میں صرف کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یا اللہ یہ دنیا کی عارضی زندگی ہمیں اس طرح گزارنا نصیب فرمایئے کہ ہم ہمہ وقت موت اور آخرت کو پیش نظر رکھیں اور آخرت کی زندگی کو سنوارنے کی فکر میں لگے رہیں۔

یَااَللّٰہُ ہمارے اکابر سلف مال و دولت کو آپ کے راستہ میں آپ کی خوشنودی اور رضا کے لئے خرچ کرنے کا نمونہ پیش کر گئے وہ تو انہی حضرت کا حصہ تھا۔

یَااَللّٰہُ اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض و عداوت اور منافرت پھیلا دی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت و مصیبت آ گئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا

سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچا سمجھا۔ تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے۔

مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ﴿۱۰﴾

اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا۔تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے۔

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ؕ﴿۱۱﴾

اوراُس کا مال اس کے کچھ کام نہ آوے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا۔

فَاَمَّا سو جو	مَنْ جس	اَعْطٰى دیا	وَاتَّقٰى اور پرہیزگاری اختیار کی	وَصَدَّقَ اور سچ جانا	بِالْحُسْنٰى اچھی بات کو	فَسَنُيَسِّرُهٗ پس عنقریب اسے آسان کردیں گے	لِلْيُسْرٰى آسانی
وَاَمَّا اور جو	مَنْ بَخِلَ جس نے بخل کیا	وَاسْتَغْنٰى اور بے پرواہ رہا	وَكَذَّبَ اور جھٹلایا	بِالْحُسْنٰى اچھی بات کو	فَسَنُيَسِّرُهٗ پس عنقریب اسے آسان کردیں گے		
لِلْعُسْرٰى دشواری	وَمَا يُغْنِيْ اور نہ فائدہ دیگا	عَنْهُ اس کو	مَالُهٗ اس کا مال	اِذَا تَرَدّٰى جب نیچے گریگا وہ			

اچھے کردار کی خصوصیات اور انجام

دنیا میں انسان کی زندگی کا ایک رخ تو وہ ہے جس کی طرف اللہ کے رسول بلاتے ہیں اور جس کی رہنمائی اللہ کے احکام و رسول کی تعلیمات کرتی ہیں اور اس کے علاوہ بیشمار رخ اور ہیں جن کی طرف لوگ اپنی اپنی خواہشات کی پیروی میں یا اپنے سرداروں لیڈروں کی رہنمائی میں چلتے رہتے ہیں لیکن انجام کے اعتبار سے ان دونوں قسم کی راہوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلا گروہ وہ ہے جو کامیاب ہے اور جسے اپنی کوششوں کا اچھا پھل ملے گا اور دوسرا گروہ وہ ہے جو انجام کے لحاظ سے ناکام اور نامراد ہے اور جس کی تمام کوششیں ضائع ہو جائیں گی اور وہ آخرت میں برباد ہلاک اور جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اب ان دونوں گروہوں کی ان آیات میں کچھ صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ پہلا گروہ جو انجام کے لحاظ سے کامیاب گروہ ہے اس کی پہلی صفت یہ فرمائی گئی۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى جس نے اللہ کی راہ میں مال دیا یعنی حتی المقدور سب طرح کے نیک کاموں میں خرچ کیا اور یہ خرچ کرنا زکوٰۃ و صدقات کو بھی شامل ہے۔ اور ہر قسم کی خیرات کو بھی۔ دوسری صفت فرمائی وَاتَّقٰى یعنی اللہ سے ڈرا اور برائیوں سے بچا اور پرہیزگاری اختیار کی۔ یعنی جانتے بوجھتے وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جن سے ان کا خالق و مالک ناخوش ہوتا ہو۔ یہ ہر وقت اس کی ناخوشی سے ڈرتے ہیں۔ اور ہر اس بات سے بچتے ہیں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی ہدایات ہر وقت ان کے سامنے رہتی ہیں۔ تیسری صفت فرمائی۔ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى اور اچھی بات کو سچا سمجھا۔ یعنی اس پیام اور تعلیم کو دل سے سچا مانتے ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں یعنی توحید کا اقرار رسالت محمدیؐ کی تصدیق۔ آخرت پر یقین۔ جزا و سزا جنت و جہنم پر ایمان اور ان تمام باتوں کو سچ جاننا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں۔

تو ان تینوں مذکورہ صفات کا خلاصہ یہی ہے کہ ایک طرف آدمی کا ایمان درست ہوا سے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تمام باتوں کا پکا یقین ہو اور دوسری طرف اس کے اعمال و اخلاق درست ہوں اور اعمال و اخلاق کا تعلق بندوں سے بھی ہے اور اللہ سے بھی اس طرح ان آیات میں بندوں کے ساتھ تعلق کی درستی اور ان کے حقوق واجبہ کی ادائیگی کی ہدایت بھی موجود ہے۔ اور ساتھ ہی حقوق اللہ کی ادائیگی کی ہدایت بھی موجود ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری اطاعت اور اس کی بندگی و عبادت میں سرگرمی اور اس کی ہر قسم کی نافرمانی سے پرہیز ہو اور یہی تقویٰ کی جان ہے تو جس گروہ جماعت یا شخص میں یہ تینوں صفات و خوبیاں موجود ہوں گی اس

کے بارہ میں فرمایا گیا فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ہم اس کے لئے راحت و آرام تک پہنچنا آسان کردیں گے یعنی اس کو دنیا میں نیک اور اچھے کاموں کی توفیق دیں گے اور ان سب عبادتوں کی توفیق دیں گے جو آخرت میں اس کے کام آویں تاکہ اس توفیق کے سبب سے اس پر عبادتوں کا کرنا آسان ہو جائے اور دل و جان سے اس میں مشغول رہے۔ اس واسطے کہ نیک کام کا خاصہ ہے کہ جو کوئی اس کو ہمیشہ کرتا ہے تو اس کے نفس میں ایک قوت نورانی پیدا ہوتی ہے کہ اس کے سبب سے اچھی راہ چلنا اور نیک بات کو اختیار کرنا اس پر آسان ہو جاتا ہے اور وہ ظاہری تکلیف بھی اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے کیونکہ جب کسی چیز کی عادت ہو جاتی ہے تو وہ طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے پھر جب موت اس کی آتی ہے اور اس عالم سے جدا ہونے کا وقت پہنچتا ہے تو اس کو بڑی آسانی نصیب ہوتی ہے گویا دنیا کے جیل خانہ سے چھوٹتا ہے۔ اور پھر بعد مرنے کے بھی منکر نکیر کا جواب اور حشر ونشر کا ہول اور حساب کتاب کا خوف اور میزان کا اندیشہ اور پل صراط سے اترنے کی سختی سب اس پر آسان ہو جاتی ہے اور انجام کار وہ انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیا جاوے گا جس کا نام جنت ہے یہ تو اس گروہ کا بیان ہوا جو انجام کے لحاظ سے کامیاب ہے اور جسے اپنی کوششوں کا اچھا پھل ملے گا۔

بُرے کردار کی خصوصیات اور انجام

اس کے برخلاف دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو انجام کے لحاظ سے سراسر ناکام ونامراد ہے۔ اور ان کی بھی تین ہی صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے۔ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ اور جو بخل کرتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا یعنی وہ جو کچھ مال دولت کماتا اور حاصل کرتا ہے وہ صرف اپنے دست و بازو اپنے علم و ہنر اور ذاتی سوجھ بوجھ کا نتیجہ سمجھتا ہے اس لئے وہ اپنی کمائی کو یا تو ذاتی عیش وآرام پر اڑاتا ہے یا پھر جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے ضرورتمندوں کی مدد کے لئے اور محتاج۔ غرباء وفقرا کے لئے اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ دوسری صفت فرمائی وَاسْتَغْنٰى اور جس نے بے پروائی اختیار کی یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی اختیار کی۔ اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پروا نہ کی۔ اسلام اور آخرت کی نعمتوں سے بے پروائی کی اور گناہوں اور برے کاموں کو بے پروا ہو کر عمل میں لایا۔ تیسری صفت فرمائی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اور اچھی بات کو جھٹلایا یعنی اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹا جانا۔ اس طرح نہ وہ توحید کا قائل ہوا نہ رسالت محمدی کی تصدیق کی۔ نہ صفات حمیدہ کا طالب ہوا نہ دار آخرت اور وہاں کی جزا و سزا کو سچ مانا۔ گویا جو تعلیمات و ہدایات اللہ کے رسول نے دیں ان کو جھٹلاتا رہا۔ تو جس میں یہ تینوں صفات ہوں گی نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ اس کا ایمان درست ہوگا اور نہ عمل ٹھیک ہوگا۔ نہ بندوں کے حقوق پہچانے گا اور نہ ادا کرے گا نہ خدا کے حقوق۔ اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائے گا۔ نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی۔ ایسے شخص کے لئے فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى فرمایا یعنی ہر عمل بد خواہ کیسا ہی سخت اور مشکل ہو آسان ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں بدی کا پورا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور بالآخر آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی انتہائی سختی کی جگہ یعنی جہنم میں پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا یعنی ایسا شخص جس میں مذکورہ تینوں صفات ہوں جب برباد و ہلاک ہو کر جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا تو اس وقت اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا اور جس مال دولت پر گھمنڈ کر کے آخرت کی طرف سے بے پروا ہو رہا تھا وہ ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔

اچھے اور برے کردار کی دو مثالی شخصیات

اگر چہ اس سورۃ کے الفاظ عام ہیں لیکن جیسا کہ گذشتہ درس میں سورت کے سبب نزول میں بتلایا گیا اس سورۃ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور مکہ کے کافر سردار امیہ بن خلف کے حالات و معاملات کا نقشہ کھینچ کر سعادت و شقاوت کے دو راستے بتائے گئے۔ پہلی تین صفات کمالیہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیان کی گئیں اور دوسری تین صفات بد کافر امیہ بن خلف کی ظاہر کی گئیں جو جنگ بدر میں مارا گیا اور جس دولت کی وجہ سے وہ بے پروا ہو گیا وہ مال و دولت اس کے کچھ کام نہ آسکا اور ہلاکت ابدی سے نہ بچا سکا۔

اعمال کا مدار توفیق خداوندی ہے

ان آیات فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی وَ اَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی سے متعلق بخاری شریف کی ایک روایت ہے اور حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبرستان غرقد میں ایک جنازہ میں شریک تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کا جنتی یا جہنمی مقام (پہلے سے) مقرر نہ کر دیا گیا ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر نوشتہ تقدیر پر اعتماد کیوں نہ کر لیا جائے؟ فرمایا عمل کئے جاؤ۔ ہر ایک کو اسی کام کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیات تلاوت فرمائیں تو معلوم ہوا کہ اصل مدار اعمال کا توفیق خداوندی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر سعادت کی توفیق نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دنیا میں مال و دولت عطا فرمایا ہے اسے اپنی رضا میں صرف کرنا ہمارے لئے آسان فرمائیں اور وہ اعمال جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں ان کو ہمارے لئے محال بلکہ ناممکن بنا دیں۔ یا اللہ ہمیں وہ تقویٰ اور راستی عطا فرما کہ جو جنت کا راستہ ہمارے لئے آسان ہو جائے۔ آمین۔

یَا اَللّٰہُ آپ کی ہدایت آ جانے کے بعد اور دین کی بات کا علم ہو جانے کے بعد بھی میں نے اپنے آپ کو غافل بنائے رکھا۔ آپ نے حکم دیا، یا منع کیا، کسی عمل کی رغبت دلائی، اپنی رضا و محبت کی طرف بلایا اور اپنے قریب کرنے کے لئے اعمال خیر کی دعوت دی۔ آپ نے سب کچھ انعام کیا لیکن میں نے کوئی پروا نہ کی۔ الٰہی! میری ہر ایسی خطا کو معاف فرما دے۔

یَا اَللّٰہُ جس گناہ کو کر کے میں بھول گیا ہوں لیکن آپ کے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اس کو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپ کے یہاں موجود پاؤں گا۔ میں نے بارہا علانیہ گناہ کیا آپ نے چھپا لیا، لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کرے گا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول فرما لیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝

واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا۔تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں۔

لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ

اس میں وہ ہی بد بخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔ اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جاوے گا جو بڑا پرہیز گار ہے۔جواپنا

مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ

مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جاوے۔اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضاجوئی کے اس کے

رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝

ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو۔اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا۔

اِنَّ بیشک	عَلَيْنَا ہم پر ہمارا ذمہ	لَلْهُدٰى البتہ راہ دکھانا	وَاِنَّ اور بیشک	لَنَا ہمارے لئے	لَلْاٰخِرَةَ آخرت	وَالْاُوْلٰى اور دنیا		
فَاَنْذَرْتُكُمْ پس میں تمہیں ڈراتا ہوں	نَارًا آگ	تَلَظّٰى بھڑکتی ہوئی	لَا يَصْلٰهَا نہ داخل ہوگا اس میں	اِلَّا مگر	الْاَشْقَى انتہائی بدبخت			
الَّذِيْ كَذَّبَ جس نے جھٹلایا	وَتَوَلّٰى اور منہ موڑا	وَسَيُجَنَّبُهَا اور عنقریب اس سے بچالیا جائیگا	الْاَتْقَى بڑا پرہیزگار	الَّذِيْ جو	يُؤْتِيْ دیتا ہے			
مَالَهٗ اپنا مال	يَتَزَكّٰى پاک کرنے کو	وَمَا لِاَحَدٍ اور نہیں کسی کیلئے	عِنْدَهٗ اس پر	مِنْ سے	نِعْمَةٍ نعمت احسان	تُجْزٰى بدلہ دی جائے		
	اِلَّا مگر	ابْتِغَآءَ چاہیے کہ	وَجْهِ رضا	رَبِّهِ اپنا رب	الْاَعْلٰى بلند و برتر	وَلَسَوْفَ اور عنقریب	يَرْضٰى راضی ہوگا	

ہر ایک کے لئے ہدایت کا راستہ کھلا ہے

گذشتہ آیات میں آخرت کی کامیابی اور ناکامی کے لحاظ سے دو اشخاص یا دو گروہ کا ذکر ہوا تھا اور ہر ایک کی تین صفات بیان فرمائی گئی تھیں۔ اس طرح سعادت و شقاوت کے دو راستہ ظاہر فرمائے گئے تھے۔اب آگے اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور نعمت و رحمت کا ذکر فرما رہے ہیں۔اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے بندوں کی رہنمائی کرنا اپنے ذمہ لیا ہے اور اسی غرض سے ان کو حواس خمسہ ظاہری و باطنی عطا کئے ہیں۔عقل و ادراک دیا ہے کہ ان سے نیک و بد میں امتیاز کریں۔پھر اللہ نے دنیا میں اپنے رسول بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں جن میں اچھائی و برائی، ہدایت و ضلالت، راستی و کجی، نیک و بد کو صاف صاف بیان فرما دیا۔پھر رسولوں کے جانشین مثلاً علمائے ربانی، آئمہ حقانی، اولیاء کرام و بزرگان دین پیدا کئے۔پھر حوادث دہر، تغیرات عالم اور عبرت انگیز نشانات قائم کئے تاکہ انسان اپنی عقل و فہم سے کام لے کر اپنے اختیار اور ارادہ سے نیک راہ اختیار کریں اور بری راہ کو چھوڑ دیں۔اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کرے بلکہ نیک و بد دونوں راستے انسانوں کو بتا دیئے اور بھلائی و برائی کو خوب کھول کر بیان کر دیا اور اس پر چلنا ان کے اختیار کو ارادہ اور فہم و ادراک پر چھوڑ دیا۔ اب جو شخص جو راہ اختیار کرے گا دنیا اور آخرت میں اس سے اسی کے موافق برتاؤ خداوندی ہوگا۔اگر ایسا نہ ہوتا تو نیک و بد اور نافرمان و مطیع میں کچھ فرق نہ رہتا اور انسان شجر و حجر کی طرح مجبور سمجھا جاتا۔

جیسا عمل ویسا انجام پیش آئے گا

اب جب کہ قدرت نے دونوں راستے انسانوں کے سامنے رکھ دیئے اور دونوں میں امتیاز کرنے کا مادہ بھی انسان میں پیدا کر دیا بلکہ اپنے انبیاء و

رسل اور کتب کے ذریعہ نیک و بد صاف صاف متعین کر دیا تو اس کے بعد جو جیسی راہ اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو اللہ تعالیٰ دیں گے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَۃَ وَالْاُوْلٰی اور ہمارے ہی قبضہ میں آخرت اور دنیا ہے۔ یعنی اس کائنات کا اصل اور حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے اور دنیا اور اس کا نظم بھی اسی کے انتظام اور حکم سے قائم ہے اور آخرت میں بھی اسی کا حکم چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دنیا میں جاری کر دیئے ہیں ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو وہ آخرت میں سزا دیں گے اور ان پر عملدرآمد کرنے والوں کو جزا دیں گے۔

بد بخت اپنی بد عملی سے جہنم میں جائے گا

اس حقیقت کو صاف صاف بیان کر دینے کے بعد فرمایا۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى

پس ہم تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکے ہیں کہ اس میں صرف وہی بد بخت داخل ہوگا جس نے دین حق کو جھٹلایا اور روگردانی کی یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نیک و بد کی رہنمائی صاف صاف فرما دی تو انسان کے لئے اس بات کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کہ وہ اپنی تباہی کے لئے کوئی عذر پیش کر سکے۔ اب اگر وہ ہلاکت و بربادی کے گڑھے میں گر کر تباہ و ہلاک ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری خود انسان پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے رسول اور کتاب کے ذریعہ صاف صاف بتا دیا کہ انسان اگر کفر و شرک، عصیان و نافرمانی کی غلط راہ پر چلے گا تو اس کا انجام ایک شعلہ زن اور بھڑکتی ہوئی آگ کے سوا اور کچھ نہیں اور اس آگ میں وہی ڈالا جائے گا جو خود اپنی بدبختی سے اپنے آپ کو اس کا مستحق بنالے گا۔ جو اپنی خواہشات میں اندھا ہو کر رسول کی بات اور دین حق کو جھٹلائے گا اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑے گا۔ اور اپنی لگام اپنے نفس یا اپنے ہی دوسرے جیسے انسانوں کے ہاتھوں میں دے کر خود اپنی تباہی اور جہنم میں جانے کا انتظام کرے گا۔

خوش بخت و کامیاب شخص کی صفات

آگے ایسے بد بخت شخص کے مقابلہ میں اس نیک بخت شخص کو پیش کیا جا رہا ہے جو اس جہنم سے دور رکھا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى اور اس سے یعنی جہنم کی آگ سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیز گار ہے یعنی دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایات پر چلتا ہے اور ہر ہر قدم پر اللہ کی مرضی کے خلاف کاموں سے بچتا ہے اور اللہ کی ناخوشی سے ڈرتا ہے گویا ایسے نیک بخت لوگوں کی پہلی صفت تقویٰ ہوئی۔ دوسری صفت فرمائی گئی الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ گناہوں سے پاک ہو جائے یعنی اللہ کے دیئے ہوئے رزق و مال میں سے وہ اللہ کے بندوں کو دیتا ہے اور اس طرح مال خرچ کرنے سے اس کی نیت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ وہ روحانی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے۔ اور یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ مال کا خرچ چاہے اپنی جائز ضروریات کی تکمیل کے لئے ہو یا اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے ہو یا اپنے اعزا و اقربا کی خبر گیری کے لئے ہو یا محتاجوں اور غریبوں کی امداد کے لئے ہو یا رفاہ عام کے کاموں کے لئے ہو یا دین کی اشاعت اور جہاد کے لئے ہو بہرحال اگر وہ خرچ اللہ تعالیٰ کے قوانین اور ہدایات کے مطابق ہو اور خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ہو تو اس سے نفس کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى

یعنی مال کے وہ صرف اور خرچ جن کا مقصد اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کچھ اور ہو۔ مثلاً لوگوں میں شہرت و نیک نامی حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا۔ یا دوسروں پر احسان رکھنے یا دوسروں کا احسان چکانے کے لئے خرچ کیا یا دکھاوے کے لئے مال خرچ کیا کہ لوگوں سے واہ واہ چاہتے ہیں یا کسی عہدہ دار کی نظر کرم کی امید میں خرچ کیا یا قوم اور ملک میں نام آوری کی خاطر خرچ کیا یا اپنے کسی شخصی رجحان یا ذوق کی تسکین کی خاطر مال لٹایا تو ان تمام حالات میں چونکہ مقصد اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کچھ اور ہے اس لئے اس پر اللہ سے کسی اجر کی امید نہ رکھنا چاہئے اور جب خالص رضائے مولیٰ کی طلب میں مال لٹا رہا ہے تو اس کے لئے وعدہ اور بشارت ہے۔ ولسوف یرضٰی اور وہ عنقریب

خوش ہو جائے گا یعنی آخرت کی نعمتوں سے خوب مالا مال ہو کر بے انتہا مسرور و خوش ہوگا۔ تو اگر چہ اس سورۃ اور ان آیات کا مضمون عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ ان آخری آیات کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں ہوا اور یہ بہت بڑی دلیل آپ کی فضیلت و بزرگی کی ہے۔ یہ آخری کلمہ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا یہ حضرت صدیق اکبرؓ کے لئے ایک عظیم خوش خبری اور اعزاز ہے کہ ان کو حق تعالیٰ جل وعلیٰ نے دنیا ہی میں اپنی طرف سے راضی اور خوش کر دیئے جانے کی خوشخبری سنا دی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے درجات عالیہ اور قرب خاص میں اور ترقی عطا فرمائیں اور آپ کے نام لیوا ہونے کے باعث اور آپ سے محبت کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ ہماری بھی مغفرت فرماویں۔ آمین۔

خلاصہ

اس سورت کا موضوع انسانوں کے مختلف قسم کے اعمال اور جدو جہد ہے جب اعمال اور جہد و سعی کا رخ مختلف ہو تو اس کے نتائج بھی مختلف برآمد ہوتے ہیں' اس کی ابتدائی آیات میں تین قسمیں کھا کر فرمایا گیا ہے کہ اے انسانو! تمہاری سعی مختلف ہے کوئی متقی ہے اور کوئی شقی ہے' کوئی مومن ہے اور کوئی کافر' کوئی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور کوئی بخل کرتا ہے' کوئی اللہ سے ڈرنے والا ہے اور کسی نے بے نیازی اختیار کر رکھی ہے' کوئی بھلائی کی بات کی تصدیق کرتا ہے اور کوئی تکذیب کرتا ہے' انسانوں میں سے جو کوئی اپنے لیے جس قسم کی راہ کا انتخاب کرتا ہے' ہم اس راہ پر چلنا اس کیلئے آسان کر دیتے ہیں۔

سورت کے اختتام پر بتایا گیا کہ اہل ایمان کو رب تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے بچالے گا اور اس کیلئے ایک مومن صالح کا قصہ بیان کیا ہے جو اپنا مال صرف رضاءِ الٰہی کی خاطر خرچ کرتا تھا' تمام تفاسیر میں ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں جن کا مال جہاد کی تیاری' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے میں خرچ ہوتا تھا جو قبول اسلام کی وجہ سے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔

سورۃ اللیل کے خواص

۱- اگر کسی کو مرگی کا دورہ پڑ جائے تو اس سورۃ کو اس کے کان میں پڑھنے سے مرگی کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

۲- اگر کسی کو بخار ہو تو سورۃ اللیل پانی پر دم کر کے اس پانی کو پی لے، یا اسے لکھ کر اور پانی میں دھو کر پی لے۔ ان شاءاللہ بخار اتر جائے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر حال میں اپنی توفیق حسن کو ہمارے شامل حال رکھیں اور اپنے کرم و فضل سے ان تمام اعمال کو ہمارے لئے آسان و سہل فرماویں جو ان کی رضا کے باعث ہوں اور ان تمام اعمال کو دشوار اور محال بنادیں کہ جو ان کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

یا اللہ آپ نے جو کچھ مال دولت ہم کو عطا فرمایا ہے اس کو اپنی راہ میں اپنی مرضیات کے لئے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ یا اللہ اپنے کرم سے ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے اور اپنے فضل سے اپنی جنت میں بے حساب داخل ہونا نصیب فرمائیے۔ اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرمائیے۔ آمین۔

یَااللّٰہ اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض و عداوت اور منافرت پھیلا دی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت و مصیبت آ گئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالضُّحٰى ﴿١﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿٢﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿٣﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ

قسم ہے دن کی روشنی کی۔اور رات کو جب کہ وہ قرار پکڑے۔کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

الْاُوْلٰى ﴿٤﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿٥﴾

اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جاویں گے۔

وَالضُّحٰى قسم ہے دھوپ چڑھنے کی آفتاب	وَالَّيْلِ اور رات کی	اِذَا جب	سَجٰى چھا جائے	مَا وَدَّعَكَ آپ کو نہیں چھوڑا	رَبُّكَ آپ کا رب	وَمَا اور نہ		
قَلٰى بیزار ہوا	وَلَلْاٰخِرَةُ اور آخرت	خَيْرٌ بہتر	لَّكَ آپ کیلئے	مِنَ سے	الْاُوْلٰى پہلی	وَلَسَوْفَ اور عنقریب	يُعْطِيْكَ آپ کو عطا کریگا	رَبُّكَ آپ کا رب
فَتَرْضٰى پس آپ راضی ہو جائیں گے								

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی لفظ الضُّحٰى سے ہوئی ہے ضحیٰ کے معنی دن چڑھے کا وقت اور آفتاب بلند ہونے کا وقت ہے۔تو اس سورۃ کی ابتدا میں اول ضحیٰ کی قسم کھائی گئی ہے۔اسی واسطے اس سورۃ کا نام الضحیٰ مقرر ہوا۔یہ مکی سورۃ ہے اور اس کا نزول بالکل ابتدائی دور میں روایت کیا گیا ہے اس سورۃ کا خاص مضمون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیسے انعام و احسان فرمائے اور ساتھ ہی مزید انعامات کے وعدے ہیں۔

شانِ نزول

اس سورۃ کے سبب نزول کے سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ روایات صحیحہ میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے یعنی وحی قرآنی بند رہی۔ مشرکین کہنے لگے کہ لیجئے محمد کو ان کے رب نے رخصت کر دیا۔اس کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔آگے حضرت علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یہ زمانہ فترۃ الوحی کا ہے۔جب سورۂ اقراء کی ابتدائی آیات نازل ہونے کے بعد ایک طویل مدت تک وحی رکی رہی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس فترۃ الوحی کے زمانہ میں سخت مغموم و مضطرب رہتے تھے تا آنکہ جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یٰاَیُّھَا المدثر کا خطاب سنایا۔اغلب ہے کہ اس وقت مخالفوں نے اس طرح کی چہ میگوئیاں کی ہوں چنانچہ مفسر علامہ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ سے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ اس احتمال کی تاکید کرتے ہیں ممکن ہے اسی دوران میں وہ قصہ بھی پیش آیا ہو جو بعض احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی وجہ سے دو تین رات نہ اٹھ سکے تو ایک خبیث کافرہ عورت کہنے لگی اے محمد معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے (العیاذ اللہ) اور یہ طعن کرنے والی عورت ابولہب کی بیوی ام جمیل تھی۔غرض ان سب خرافات کا جواب اس سورۃ الضحیٰ میں دیا گیا اور یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں کفار کی طعنہ زنی کا رد فرمایا گیا۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد بیان فرمائے اور آئندہ کے لئے تسلی اور قرب روز افزوں کا وعدہ اور بشارت سنائی گئی۔

پکی بات ہے کہ آپ کے رب نے آپ کو ہرگز نہیں چھوڑا

گذشتہ سورتوں کی طرح اس سورۃ کی ابتدا بھی قسمیہ کلام سے

فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ پہلی قسم کھائی گئی۔ وَالضُّحٰی یعنی قسم ہے ضحیٰ کے وقت کی۔ ضحیٰ یعنی چاشت آفتاب بلند ہونے سے لے کر نصف النہار تک پہنچنے تک کا زمانہ ہے۔ یہ ضحیٰ کا وقت متعدد خصوصیتیں رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ روزی کی تلاش کا علم اور ہنر حاصل کرنے کا اکثر یہی وقت ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ وقت فرض نماز سے تو خالی ہے اور نفلی عبادت کے لئے فراغت تیسرے یہ کہ اسی وقت ضحیٰ میں خدائے تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا چوتھے یہ کہ اسی وقت میں فرعون کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لائے اور سجدہ کیا۔ پس یہ وقت نورحق کے کمال ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ پانچویں یہ کہ ضحیٰ کی نماز جس کی ادنیٰ چار رکعتیں اور اعلیٰ بارہ رکعتیں ہیں اور جس نماز کی بہت سی فضیلتیں حدیث شریف میں آئی ہیں۔ اسی وقت مقرر ہے۔ علمائے ربانی اور اہل بصیرت نے فرمایا ہے کہ جو فقر و افلاس سے دور رہنا چاہے تو نماز ضحیٰ پڑھے اور اگر قبر کی تنگی اور وہاں کی اندھیری اور عذاب سے بچنا چاہے تو نماز تہجد پڑھا کرے۔ پہلی قسم یہاں ضحیٰ یعنی دھوپ چڑھتے وقت کی کھائی۔ آگے دوسری قسم کھائی گئی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی اور قسم ہے رات کی جب وہ قرار پکڑے۔ یعنی اندھیرا چھا جائے۔ تو یہاں دو چیزوں کی قسم کھائی ہے دن کی جب خوب روشن ہو جائے اور رات کی جب خوب اندھیرا ہو جائے اس کے بعد جواب قسم ہے۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ سے دشمنی ہی کی ہے۔ یعنی دشمنوں کے الزامات اور خیالات سب غلط ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب نہ آپ سے ناخوش اور ناراض اور بیزار ہوا اور نہ آپ کو رخصت کیا جیسا کہ یہ معاندین کفار و مشرکین کہتے ہیں۔ بلکہ جس طرح ظاہر میں وہ اپنی قدرت و حکمت کے مختلف نشان ظاہر کرتا ہے اور دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن کو لاتا ہے یہی کیفیت باطنی حالات کی ہے۔ اگر سورج کی دھوپ کے بعد رات کی تاریکی کا آنا اللہ کی خفگی اور ناراضگی کی دلیل نہیں اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ اس کے بعد دن کا اجالا کبھی نہ ہوگا تو کچھ عرصہ نور وحی کے رکے رہنے سے یہ کیوں کر سمجھ لیا جائے کہ آج کل خدا اپنے منتخب کئے ہوئے پیغمبر سے خفا اور ناراض ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ بند کر دیا۔ الغرض معاندین کفار کے احمقانہ خیالات اور الزامات کی تردید میں صاف فرما دیا گیا کہ آپ کو آپ کے پروردگار نے نہ تو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا ہے۔ کچھ ایام کے لئے مصلحت خداوندی کی وجہ سے وحی کا آنا بند ہو گیا تھا نہ آپ کے کسی قصور کی وجہ سے اب پھر وحی الٰہی کا آفتاب جلوہ گر ہوگا۔ آپ کفار کی خرافات سے غمگین نہ ہوں آپ برابر نعمت وحی الٰہی سے مشرف ہوتے رہیں گے۔

آخرت کے انعامات دنیا سے کہیں زیادہ ہیں

اور یہ شرف و کرامت تو آپ کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے یعنی آخرت کی شان و شکوہ جب کہ آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی تو وہاں کی بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بے شمار درجے بڑھ کر ہے۔ وہاں آپ کو اس دنیا سے کہیں زیادہ نعمتیں ملیں گی۔

آپ کو راضی کیا جائے گا

آگے ارشاد ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ یعنی ناراض اور بیزار ہو کر چھوڑ دینا تو کیسا ابھی تو آپ کا رب آپ کو دنیا و آخرت میں اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ آپ پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جاویں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا میں کبھی ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک کہ اپنی امت سے ایک ایک کو جنت میں داخل نہ کرالوں گا۔ غرض وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کہ آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ ایک بڑا وسیع وعدہ اور حق تعالیٰ کی طرف سے نہایت گراں بہا خلعت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

حق تعالیٰ کی جو بخششیں اور عنایتیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آپ کی روح مبارک پیدا ہونے کی ابتدا سے بہشت میں داخل ہونے تک عطا ہوئی ہیں اور ہوں گی وہ بیان کرنے کی حد سے باہر ہیں تاہم علمائے مفسرین نے اس آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کے

معنیٰ ذہن نشین ہونے کے لئے کچھ خصوصیات جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رکھی تھیں بیان فرمائی ہیں۔
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ اس آیت مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیات جناب اقدس الٰہی سے حاصل ہوئی ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس میں دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی شریک ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت سب سے بڑھ کر اور سب سے زیادہ دی گئی اور اس سبب سے تمام انبیاء و رسل سے آپ کو ممتاز فرمایا اور دوسری قسم خصوصیات کی وہ ہیں جو آپ ہی کو مخصوص ہیں۔
اس کے متعلق حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے چند چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔
(۱) میری بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی۔ مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور میں تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔
(۲) میں خاتم النبیین ہوں۔ میری ذات پر سلسلہ انبیاء ختم ہوا۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
(۳) مجھ کو جوامع الکلم عطا کئے گئے یعنی ایسے مختصر اور جامع کلمات کہ الفاظ تو تھوڑے ہوں اور معانی بے شمار ہوں جیسا کہ احادیث نبویہ کا مجموعہ اس کا شاہد ہے۔
(۴) مجھے رعب اور ہیبت کے ذریعہ فتح و نصرت عطا کی گئی۔ بلا اسباب ظاہری کے ایک مہینے کی مسافت تک میرے دشمن مجھ سے مرعوب اور خوف زدہ رہتے ہیں۔
(۵) تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور مطہر بنا دی گئی یعنی میری امت کو ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت ہے خواہ مسجد ہو یا غیر مسجد اور میرے لئے پاک مٹی سے تیمم کا حکم نازل ہوا کہ مجھے ہر جگہ تیمم کی اجازت ہے اور میرے لئے مٹی کو پانی کی طرح پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا۔
(۶) مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لئے حلال نہ تھا۔
(۷) میرے پیرو کار تمام انبیاء و مرسلین کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جنتیوں کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی جن میں ۸۰ صفیں امت محمدیہ کی ہوں گی۔
(۸) مجھے شفاعت کبریٰ کا مرتبہ عطا کیا گیا کہ قیامت کے دن اولین اور آخرین میری طرف رجوع کریں گے۔ اور میں ان کے لئے بارگاہ خداوندی میں شفاعت کروں گا۔
(۹) سب انبیاء و مرسلین سے پہلے میں اپنی امت کو پل صراط سے لے کر گزروں گا۔
(۱۰) سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا اور ابو بکرؓ اور عمرؓ میرے دائیں اور بائیں ہوں گے اور جنت میں ہر نبی کے لئے حوض ہوگی اور میری حوض سب سے زیادہ وسیع اور پر رونق ہوگی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔
یَا اللّٰہ میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کر دیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں۔ عزت سے محروم کر دیں اور برائی کے لائق کر دیں۔ آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۞ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۞

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانہ دیا۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۞ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۞ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۞

تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے۔اور سائل کو مت جھڑکئے۔اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

أَلَمْ کیا نہیں	يَجِدْكَ آپ کو پایا	يَتِيْمًا یتیم	فَاٰوٰى پس ٹھکانہ دیا	وَوَجَدَكَ اور آپ کو پایا	ضَآلًّا بے خبر	فَهَدٰى تو ہدایت دی	وَوَجَدَكَ اور آپ کو پایا
عَآئِلًا مفلس	فَاَغْنٰى تو غنی کردیا	فَاَمَّا پس جو	الْيَتِيْمَ یتیم	فَلَا تَقْهَرْ تو قہر نہ کر	وَاَمَّا اور جو	السَّآئِلَ سوال کرنیوالا	فَلَا تَنْهَرْ تو نہ جھڑک
وَاَمَّا اور جو	بِنِعْمَةِ نعمت	رَبِّكَ اپنا رب	فَحَدِّثْ سو بیان کر				

یتیمی میں عظمتوں کا تاج پہنایا

گذشتہ ابتدائی آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ ہم آپ کو اس قدر نعمتیں دیں گے اور آپ پر اس قدر عنایات کریں گے کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔اسی کی تائید میں اب آگے ان آیات میں چند گذشتہ واقعات کا اجمالاً ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جن میں حق سبحانہ کی طرف سے کیسی کیسی عنایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئیں اور ان گذشتہ مواقع میں کیا کیا عطایا فرمائے گئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہے أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانہ دیا۔تفصیل اسکی یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ عین جوانی میں وفات پا گئے اور کوئی جائیداد یا مال نہ چھوڑا جس سے پس ماندوں کی پرورش ہوتی۔حق تعالیٰ سبحانہ نے آپ پر یہ انعام کیا کہ آپ کے دادا عبدالمطلب کو آپ پر مہربان کردیا اور ان سے آپ کی پرورش کرائی۔جب آپ کی عمر چھ سال کی تھی تو والدہ ماجدہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئیں۔اب نہ والد ہیں نہ والدہ مگر اللہ تعالیٰ نے دادا عبدالمطلب کو آپ پر ایسا فریفتہ اور مہربان کر رکھا تھا کہ وہ آپ کے پیچھے اپنی حقیقی اولاد کو بھی بھول گئے۔آٹھ سال کی عمر تک آپ اپنے دادا کی کفالت میں رہے۔جب دادا عبدالمطلب بھی چل بسے تو آپ کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ کے بے حد شفیق چچا ابوطالب حضرت علیؓ کے والد کے حصہ میں آئی۔انہوں نے اپنی زندگی بھر آپ کی نصرت وحمایت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔الغرض یتیمی کا زمانہ تو اس طرح گزرا۔

نبوت وشریعت سے سرفراز فرمایا

جب آپ بالغ ہوئے اور جوانی کے دور میں داخل ہوئے تو عمر کا دوسرا حصہ شروع ہوا۔قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم ورواج سے آپ سخت بیزار تھے۔آپ شروع ہی سے رئیس الموحدین تھے۔خدا پرستی اور مکارم اخلاق آپ کا شیوہ تھا۔دیانت و امانت اور حسن اخلاق میں ساری قوم میں مشہور اور معروف تھے۔آپ کے قلب مبارک میں خدائے واحد ذوالجلال کی عبادت و بندگی کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موج زن تھا۔عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس مکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مارتا تھا۔لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے آپ کے قلب مبارک کو تسکین ہوتی۔اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار ہو کر غاروں اور پہاڑوں میں جا کر تنہائی میں اپنے مالک اور محبوب حقیقی کو یاد کرتے۔اور حق تعالیٰ نے ''غار حرا'' میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں یعنی

دین حق نازل فرمایا آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور شریعت اسلامیہ عطا فرمائی گئی اسی کو فرمایا گیا۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا۔ اسی بات کو ۲۵ویں پارہ سورۂ شوریٰ میں فرمایا گیا۔ ما كنت تدری ما الكتب ولا الايمان اور آپ کو قبل نبوت نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔ یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ قرآن شریف آپ کو بتلائی گئیں یہ پہلے سے یعنی قبل نبوت آپ کو کہاں معلوم تھیں۔ آپ عبادت تو قبل نبوت بھی کرتے تھے مگر تعداد رکعات اور قوانین آداب کا علم تو اس وقت نہ تھا۔ آپ ہاتھ پاؤں دھو لیا کرتے تھے مگر وضو و غسل کے شرعی آداب و طریقہ سے علم نہ تھا۔ آپ کے دل میں محبت الٰہی کا جذبہ تھا اور قلب میں آتش عشق الٰہی شعلہ زن تھی مگر آپ اس کی ترقی کے اسباب اور قوانین نبوت سے قبل نہ جانتے تھے۔ اسی حالت کو آیت میں ضلال سے تعبیر کیا گیا۔ لفظ ضلال کے معنی گمراہ کے بھی آتے ہیں اور ناواقف' بے خبری کے بھی۔ یہاں بے خبری ہی کے معنی مراد ہیں۔ یہاں تک تو عمر مبارک کے دوسرے دور کا بیان ہے۔

شان استغناء عطا فرمائی

آگے عمر مبارک کی تیسری حالت کا بیان ہے کہ۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا پھر غنی کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں آپ شریک ہو گئے اس میں نفع ملا۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال و دولت آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ بڑی مالدار تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تابعدار اور جاں نثار بھی تھیں۔ روسائے قریش ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے مگر انہوں نے کسی کی طرف رغبت نہ کی۔ یہ تو تھا ظاہری غنا جو آپ کو عطا ہوا باقی آپ کے قلبی اور باطنی غنا کا تو کیا کہنا۔ کوئی بشر اس کا اندازہ کیا کر سکتا ہے اور اصل غنا تو یہی قلبی غنا ہے کیوں کہ جس کو غناء نفس حاصل نہ ہو وہ گو کیسا ہی مالدار ہو مگر حقیقت میں محتاج ہے کہ مارا مارا پھرتا ہے۔ دل میں ہر وقت بے قراری مال بڑھانے کی رہتی ہے۔ برخلاف غناء نفس کے کہ اس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان انعامات و عنایات کے بیان فرمانے سے مراد یہی ہے کہ ابتداء ہی سے خدائے تعالیٰ آپ پر انعام و اکرام کرتا رہا ہے۔ ایسے ہی آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ تو جس پروردگار نے اس شان سے آپ کی تربیت فرمائی کیا وہ خفا ہو کر یونہی درمیان میں چھوڑ دے گا۔ استغفر اللہ

یتیم پر سختی نہ کیجئے

آگے تینوں زمانوں کے انعامات و احسانات کے شکریہ ادا کرنے کے لئے حق تعالیٰ تین حکم صادر فرماتے ہیں۔ ایک فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ پس آپ اس کے شکریہ میں یتیم پر سختی نہ کیجئے۔ مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ بظاہر تو یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن سب کو حکم دیا جاتا ہے کہ یتیم پر قہر نہ کرنا اس میں یتیم کو زبانی جھڑکنا' سخت کلامی کرنا' بری نگاہ سے دیکھنا یا اس کو مارنا پیٹنا یا اس کے مال کی خیانت کرنا دغا فریب سے لے لینا یہ سب صورتیں قہر میں داخل ہیں بلکہ اسکے ساتھ ہمدردی نہ کرنا۔ اس کے حال و زار پر رحم نہ کھانا یہ بھی یتیم پر قہر ہے۔ عرب اس مرض میں مبتلا تھے۔ عرب میں اسلام سے پہلے جہالت سخت دلی کی کوئی حد نہ تھی خصوصاً یتیموں' بیواؤں اور ضعیفوں پر زیادتی کرنا اپنے ذرا سے نفع کیلئے ان کا نقصان کر دینا کوئی بات ہی نہ تھی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص یتیموں پر بڑے مہربان تھے۔ اور لوگوں کو بھی تاکید رحم کرنیکی فرماتے تھے کہ یتیم کی پرورش کرنے والا میرے ساتھ بہشت میں اس طرح سے رہیگا اور اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جس طرح ہاتھ کی ایک انگلی دوسری سے ملی ہوئی ہے۔ اسی طرح میرے ساتھ ہوگا۔

سائل کو نہ جھڑکیے

دوسرا حکم فرمایا وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور سائل کو مت جھڑکئے یعنی اگر سائل کے سوال پورا کرنے کی قدرت ہو تو پورا کر دیا جائے بشرطیکہ کسی امر ممنوع اور گناہ کا سوال نہ ہو ورنہ نرم الفاظ میں جواب دے دیا جائے تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو۔ یہاں بھی خطاب بظاہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر حکم عام ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور مروت کی تو کچھ انتہا نہ تھی سائل کو انکار کرنا تو آپ جانتے ہی نہ تھے۔ اگر خود اپنے پاس یا ازواج مطہرات کے گھر میں نہ ہوا تو قرض

لے کر دیا یا کسی سے فرمائش کر کے دلوا دیا یا کسی دوسرے وقت کا وعدہ فرما لیا۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ سائل سے مراد وہی سائل مراد ہیں جو واقعی حاجتمند اور ضرور تمند ہو کر سوال کرتے تھے نہ کہ وہ لوگ کہ جنہوں نے گداگری کو پیشہ ہی بنا لیا ہے۔ ہٹے کٹے صحیح تندرست ہیں۔ محنت مزدوری کر سکتے ہیں ایسے شخص کو تو سوال کرنا حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے تندرست سائل کو جو کمانے پر قادر تھا درے مارے ہیں۔

اللہ کی نعمتوں کو بیان کرتے رہیے

آگے تیسرا حکم ارشاد ہوا وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور اپنے رب کی نعمت کا تذکرہ کرتے رہا کیجیے۔ نعمت کا لفظ عام ہے کوئی بھی نعمت ہو محسن و منعم حقیقی کے احسانات کا تذکرہ شکر گزاری کی نیت سے کرنا شرعاً محمود ہے نہ کہ بقصد فخر و مباہات اعلان کرنا۔

تحدیث نعمت کی ایک صورت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نعمت سے نوازے تو لازم ہے کہ وہ ہیئت اور لباس وغیرہ سے اپنی فقیری نمایاں نہ کرے اور مسکین نما نہ بنے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب خستہ حال بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تمہیں نعمت دی ہے تو اپنی دی ہوئی نعمت کا نشان تمہارے اوپر دیکھنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (بیان السبحان)

تو اگرچہ اس سورۃ میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض خصوصی نعمتوں کو یاد دلا کر جو ہدایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہیں تو وہ اپنے حکم میں عام ہیں۔ جو شخص بھی اپنے حالات پر غور کرے گا وہ یہ محسوس کرے گا کہ اللہ کی نعمتوں میں سے اسے بھی یقینی حصہ ملا ہے تو اس طرح سورۃ کے خاتمہ پر آخری ہدایات کا مخاطب ہر امتی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا احساس ہم کو بھی عطا فرمائیں اور ان پر شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔

ہر سورۃ کے ختم پر تکبیر کہنا

علمائے مفسرین نے ایک حدیث مرفوع بروایت حاکم و بیہقی نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سورۃ الضحٰی کے آخر تک ہر سورۃ کے ختم پر اللہ اکبر کہو اور حکمت اس میں بعض علماء نے یہ ذکر کی ہے کہ کچھ عرصہ وحی رکنے کے بعد جب یہ سورۃ الضحٰی نازل ہوئی تو آپؐ نے خوش ہو کر اللہ اکبر فرمایا تھا اور پھر شاید مضمون کی مناسبت سے بقیہ سورتوں میں تکبیر فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ

اس سورت کا موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہے اور اس میں چار مضامین بیان ہوئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے اللہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ اللہ نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا ہے۔ آپ کے مخالفین اگر حسد اور دشمنی کی بناء پر ایسی باتیں کرتے ہیں تو قطعاً جھوٹ بولتے ہیں۔

آپ کو دو عظیم بشارتیں سنائی گئی ہیں پہلی یہ کہ آپ کا مستقبل، حالِ موجود سے بہتر ہوگا یا یہ کہ آپ کی آخرت، دنیا سے بہتر ہوگی اور یہ کہ اللہ آپ کو دنیا اور آخرت میں اتنا عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

پھر اللہ نے اپنے تین احسانات یاد دلائے ہیں، آپ یتیم تھے ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا، آپ دین سے بے خبر تھے ہم نے آپ کو اس کا راستہ دکھایا، آپ تنگدست تھے ہم نے آپ کو غنی کر دیا۔

ان تین نعمتوں کے مقابلے میں آپ کو تین وصیتوں کی صورت میں، گویا شکر کی تلقین کی گئی ہے یعنی یتیم پر سختی نہ کیجیے، سائل کو جھڑکیے نہیں اور اپنے رب کی نعمتوں کا تذکرہ کیا کریں۔

سورۃ الضحٰی کی خاصیت

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس مبارک سورۃ کی ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ گم ہوئی چیز کے واسطے اس سورۃ کو سات بار پڑھے اور شہادت کی انگلی کے سرے کو اپنے سر کے اردگرد پھراتا جاوے اور اس کے بعد اصبحت فی امان الله و امسیت فی جوار الله امسیت فی امان الله و اصبحت فی جوار الله پڑھ کر دستک دیوے تو گم شدہ چیز پھر مل جاوے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاحِ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَھِیَ ثَمَانِیْ اٰیَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ﴿۲﴾ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ ﴿۳﴾

کیا ہم نے آپکی خاطر آپکا سینہ کشادہ نہیں کردیا۔اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اُتار دیا۔جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ﴿۴﴾

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔

اَلَمْ کیا نہیں	نَشْرَحْ کھول دیا	لَکَ آپ کیلئے	صَدْرَکَ آپ کا سینہ	وَوَضَعْنَا اور ہم نے اتار دیا	عَنْکَ آپ سے	وِزْرَکَ آپ کا بوجھ
الَّذِیْ جو۔جس	اَنْقَضَ توڑ دی	ظَھْرَکَ آپ کی پشت	وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کیا	لَکَ آپ کیلئے	ذِکْرَکَ آپ کا ذکر	

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کی ابتدا یوں ہوئی ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کیلئے نہیں کھول دیا۔تو علامت کے طور پر جن الفاظ سے یہ سورۃ شروع ہوئی ہے یعنی الم نشرح وہی اس کا نام مقرر رہوا۔یہ سورۃ بھی مکی ہے اور سورۃ الضحیٰ جس کا بیان گذشتہ درسوں میں ہوا اُس کے بعد ہی نازل ہوئی ہے اور گذشتہ سورۃ سے اس کا خاص تعلق بھی ہے۔

سورۃ کا موضوع

اس سورۃ میں بھی اور گذشتہ سورۃ الضحیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نعمتیں حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تھیں اُن کا ذکر فرمایا گیا۔اب جو نعمتیں حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی ہیں وہ دو قسم ہیں۔ایک ظاہری یعنی وہ نعمتیں جو آپ میں ظاہر میں پائی جاتی تھیں اور سب عام وخاص ان کو جانتے تھے اور دیکھتے تھے۔دوسری قسم کی باطنی نعمتیں تھیں کہ جو عوام بلکہ خواص کی نظر سے بھی پوشیدہ تھیں۔یعنی پہلی قسم آپؐ کے ظاہر سے تعلق رکھتی تھیں جو سورۃ الضحیٰ میں بیان فرمائی گئیں اور دوسری قسم جو آپؐ کے باطن سے تعلق رکھتی تھیں وہ اس سورہ الم نشرح میں بیان فرمائی گئیں اس لئے اس کا نزول بھی سورۃ الضحیٰ کے بعد میں بیان فرمایا گیا ہے۔

سبب نزول

اس کے سبب نزول میں بعض مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خُلّت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰ کو کلیم کی خِلعت سے نوازا اور حضرت داؤدؑ کو لوہا اور پہاڑوں کو تابع دار کر کے ممتاز کیا اور حضرت سلیمانؑ کو جنات و انسانوں پر سلطنت دے کر ہوا کو فرماں بردار کر کے سرفراز فرمایا۔میرے واسطے اے الہ العالمین آپ نے کیا چیز خاص کی؟ اس سوال کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔اس طرح یہ سورۃ بھی مکی دور کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تین خصوصی انعامات

ان آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین کمالات وانعامات الٰہیہ کا ذکر فرمایا ہے جو حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائے۔سب سے اول شرح صدر۔اس کے لفظی معنی ہیں سینہ کھول دینا۔سینہ کشادہ کردینا۔یہ باطن میں نہایت بلند مرتبہ ہے۔اسی شرح صدر کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی نے بھی بارگاہ ایزدی میں التجا کی تھی رب اشرح لی صدری جیسا کہ سولھویں پارہ سورۃ طٰہٰ

میں بیان فرمایا گیا کہ اے میرے پروردگار میرا سینہ کشادہ کردے۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کبریٰ کیلئے یہ مرتبہ اور کمال ضروری تھا۔اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کمال کے حاصل ہونیکی اطلاع دی گئی اور اسکا اظہار اسطرح فرمایا گیا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ علم وحلم سے کشادہ نہیں کردیا؟ یہ استفہام تقریری ہے یعنی ضرور ایسا کردیا۔علم بھی نہایت وسیع عطا فرمایا اور چونکہ تبلیغ احکام خداوندی میں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا ہونا تھا اس لئے آپ کی طبیعت کو بھی نہایت متحمل اور بردبار بنادیا۔سینہ مبارک میں علوم ومعارف کے سمندر اتار دیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت اور احکام الٰہیہ کی تبلیغ کو بڑا وسیع حوصلہ دیا کہ بے شمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی مزاحمت سے گھبرانے نہ پادیں۔یہ تو ہوا شرح صدر معنوی۔

شرح صدر جسمانی اور اس کے اسرار

شرح صدر حسی کا ذکر احادیث صحیحہ اور کتب سیر میں یوں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک فرشتوں نے چاک کر کے قلب مبارک کو نورانی طشت میں آب قدس سے دھویا۔یہ شق صدر کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عمر شریف میں چار مرتبہ پیش آیا۔اول بار زمانہ طفولیت میں پیش آیا جب کہ آپ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی پرورش میں تھے اور ایک روز آپ جنگل میں تھے جب کہ آپ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل بکریاں چرانے جانے لگے تھے کہ دو فرشتے حضرت جبرائیل ومیکائیل سفید پوش انسانوں کی شکل میں ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر نمودار ہوئے اور آپ کا سینہ مبارک چاک کر کے قلب مطہر کو نکالا۔پھر قلب کو چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو ٹکڑے خون کے جمے ہوئے نکالے اور کہا یہ شیطان کا حصہ ہے پھر سینہ اور قلب کو اس طشت میں رکھ کر برف سے دھویا بعد ازاں قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر ٹانکے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگادی۔یہ پہلی مرتبہ کا شق صدر جس میں قلب چاک کر کے جو ایک سیاہ نقطہ نکالا گیا وہ حقیقت میں گناہ اور معصیت کا مادہ تھا جس سے آپ کا قلب مطہر پاک کردیا گیا اور پھر قلب مبارک اس لئے دھویا گیا کہ مادہ معصیت کا کوئی نشان اور اثر بھی باقی نہ رہے اور برف سے اس لئے دھویا گیا کہ گناہوں کا مزاج گرم ہے اس لئے مادہ معصیت بجھانے کے لئے برف کا استعمال کیا گیا کہ حرارت عصیان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔دوسری بار شق صدر آپ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا اور وہ اس لئے کیا گیا کہ قلب مبارک لہو ولعب سے پاک ہوجائے اس لئے کہ لہو ولعب خدا سے غافل بنا دیتا ہے۔تیسری بار یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا اور اس وقت سینہ مبارک جو چاک کیا گیا وہ اس لئے کہ قلب مبارک اسرار وحی اور علوم الٰہیہ کا تحمل کرسکے۔چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا اور اس وقت سینہ مبارک اس لئے چاک کیا گیا تاکہ قلب مبارک ملکوت کی سیر اور تجلیات الٰہیہ اور آیات ربانیہ کے مشاہدہ اور خداوند ذوالجلال کی مناجات اور اس کے بے چوں وچگوں کلام کا تحمل کرسکے۔غرض یہ کہ بار بار شق صدر ہوا اور ہر مرتبہ کے شق صدر میں جداگانہ حکمت ہے اور مقصود یہ تھا کہ قلب مطہر کی طہارت ونورانیت انتہا کو پہنچ جائے۔غرض کہ پہلا انعام الٰہیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سورۃ میں بیان فرمایا گیا وہ شرح صدر تھا۔اور یہ اسی ''شرح صدر'' نے علوم کے سمندر اور معرفت الٰہیہ کے خزائن آپ کے قلب میں اتار دیئے۔

ذمہ داری کی تکمیل کا انعام

اس کے بعد دوسرے انعام الٰہیہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور ہم نے آپ پر سے آپ کا بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔اب یہ بوجھ گرانبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا جس کو اتار دیا گیا؟ اس کی تشریح مفسرین نے کئی طرح کی ہے۔مگر بظاہر وہ بار صرف ایک ہی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ قبل نبوت آپ کو اپنی قوم کی بگڑی ہوئی حالت پر تاسف اور حسرت اور ان کی اصلاح کی فکر اس کا توڑ تو یوں ہوا کہ آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور آپ پر راہ ہدایت پوری تفصیلات کے ساتھ واضح کردی گئی اور آپ کے سپرد خلق کی رہنمائی

کر دی گئی۔ اور شریعت اسلامیہ سے نوازا گیا۔ اب بعد نبوت سب سے بڑی فکر آپ کو تبلیغ احکام الٰہیہ اور اس کے نتائج کی رہی لیکن قرآن کریم نے اس غم سے بھی آپ کو یہ کہہ کر سبکدوش کر دیا کہ آپ پر کسی کے ایمان لانے نہ لانے کی ذمہ داری نہیں۔ بس آپ کا کام تو احکام پہنچا دینا ہے۔ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

عظمت وشان کی رفعت کا انعام

آگے تیسرے انعام الٰہیہ کا ذکر فرمایا گیا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ذکر کو کس طرح بلند کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کے ذکر کو حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ کیا۔ اذان میں تکبیر میں التحیات میں خطبہ میں کلمہ طیبہ میں اور کلمہ شہادت میں اور تابع داری کے کام میں جیسے ارشاد ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور گناہ کی حرمت میں جیسے فرمایا۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا تو حق تعالیٰ نے عالم بالا و پست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو وہ بلندی اور رفعت عطا فرمائی کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر چنانچہ دن رات میں پانچ وقت اذان میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام مبارک بھی پکارا جاتا ہے۔ کلمہ جو ایمان کی بنیاد ہے اس کے اندر بھی آپ کا ذکر ہے چنانچہ جب کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ یعنی لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ آپ کی رسالت کا بھی اقرار کرتا ہے اور محمد رسول اللہ بھی لازماً کہتا ہے۔ اسی طرح خطبہ۔ نماز تشہد اور اقامت وغیرہ میں جہاں حق سبحانہ کا ذکر ہے وہیں آپ کا بھی ذکر ہے۔ اس سے بڑھ کر رفعت شان اور بلندی مراتب اور کیا ہو سکتی ہے۔ پھر دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں کہ جہاں آپ کا نام لیوا اور عزت واحترام کے ساتھ آپ پر پروانہ وار نثار ہونے والے موجود نہ ہوں۔ زمین پر بے شمار انسان آپ پر درود وسلام بھیجتے رہیں گے۔ اور آسمان میں فرشتوں کی مجلسوں میں آپ کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔ عالم غیب میں بھی آپ سلطان ہیں کوئی جگہ اور محل نہیں جہاں آپ کا ذکر خیر نہ ہو۔ قبر میں بھی حشر میں بھی ملائکہ یہی پوچھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع تھا یا نافرمان آپ پر بھی ایمان لایا تھا یا نہیں۔ جنت کے دروازے اور عرش کے کنگروں پر بھی اسم گرامی مکتوب ہے۔ الغرض کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں آپ کا ذکر نہ ہو اس سے بڑھ کر اور کیا رفعت ہوگی۔

اب چونکہ شہر مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ آپ کے متبعین مومنین طرح طرح کی تکالیف اور شدائد میں گرفتا تھے اس لئے آگے ان کے ازالہ کا وعدہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت دور کر دی اس طرح دنیوی راحت میں بھی اللہ کے فضل وکرام کا امیدوار رہنا چاہئے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہر لحہ اور ہر آن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات عالیہ میں مزید ترقی اور رفعت عطا فرما اور ہم کو شب وروز اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی توفیق نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾

سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے تو آپ جب فارغ ہوجایا کریں تو محنت کیا کیجئے۔

وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے۔

فَاِنَّ پس بیشک	مَعَ ساتھ	الْعُسْرِ دشواری	يُسْرًا آسانی	اِنَّ بیشک	مَعَ الْعُسْرِ ساتھ دشواری	يُسْرًا آسانی	فَاِذَا پس جب	
	فَرَغْتَ آپ فارغ ہوں	فَانْصَبْ محنت کریں	وَاِلٰى اور طرف	رَبِّكَ اپنا رب	فَارْغَبْ رغبت کریں			

آسانی کا وعدہ اور اس کی تکمیل

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین باطنی کمالات کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب چونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ آپ کے متبعین اہل اسلام طرح طرح کی تکالیف اور شدائد میں گرفتار تھے۔ اس لئے آگے ان آیات میں ان دنیوی تکالیف کے ازالہ کا وعدہ بھی فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ عنقریب آسانی ہونے والی ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت دور کر دی تو اس دنیوی محنت رنج ومشکل میں بھی آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا امیدوار رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بے شک موجودہ مشکلات کے بعد آسانی ہونے والی ہے اور چونکہ یہ مشکلات مختلف انواع کی تھیں اور تعداد میں بھی کثیر تھیں اس لئے مکرر بطور تاکید فرما دیا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ضرور موجودہ سختی کے بعد آسانی ہو کر رہے گی۔ اس لئے آپ اطمینان رکھیں چنانچہ کتب احادیث وسیر سے ثابت ہے کہ آخر کار تمام تکالیف کے بادل ایک ایک کر کے چھٹ گئے اور ہر ایک سختی اپنے بعد کئی کئی آسانیاں لے کر آئی۔ اب بھی اللہ کی عادت یہی ہے کہ جو شخص سختی پر صبر کرے اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے آس توڑ کر اسی سے لو لگائے اسی کے فضل ورحمت کا امیدوار رہے تو ضرور حق تعالیٰ اس کے حق میں آسانی فرمائیں گے ایک طرح کی نہیں بلکہ کئی طرح کی۔

امت مسلمہ کیلئے عظیم سبق

ان دو آیات فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا میں امت مسلمہ کے لئے عظیم الشان درس عبرت ہے۔ عارضی مصائب وشدائد کی وجہ سے پریشان خاطر نہ ہونا چاہئے خدائے تعالیٰ کا دائمی وعدہ ہے کہ ہر تکلیف کے بعد راحت کا آنا یقینی ہے۔ ظلمت کے بعد نور۔ اور تاریکی کے بعد طلوع سحر ہوا کرتا ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ مومن آسانیوں اور مشکلات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تائید یا ناپسندی کا فیصلہ نہ کرے۔ دنیا کی زندگی میں اگر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت پھر گئی ہے اور اگر آسانیاں ہی آسانیاں میسر آ جائیں تو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ کی تائید اور پسندیدگی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید ہمیشہ حق کے ساتھ رہتی ہے۔ انسان کا کام یہ ہے کہ وہ پوری سمجھداری اور ہوش وفکر کے ساتھ حق اور ناحق کو پہچانے اور حق کا ساتھ دے۔ اور ناحق سے بچے اور علیحدہ رہے۔ راہ حق کے مسافر کو مشکلات کے مقابلہ میں کبھی مایوس نہ ہونا چاہئے راہ حق پر جمنے اور صبر کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کا پھل یہی ہے کہ دیر یا سویر اللہ کی مدد آتی ہے اور آسانیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور اس کی شہادت اکثر وبیشتر اہل اللہ کی زندگی کے حالات دیتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ

اس موقع پر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ جن کا

زمانہ حیات ۴۷۱ھ تا ۵۶۱ھ بے مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ حضرت غوث اعظم وہ مشہور و معروف بزرگ ہستی ہیں جن کا احترام تمام دنیائے اسلام متواتر کرتی چلی آ رہی ہے مگر اب تھوڑے ہی ایسے ہوں گے کہ جو آپ کے زندگی مبارک کے طالب علمی کے دور سے اور زمانہ طالب علمی کے مصائب و شدائد سے واقف ہوں اور یہ زمانہ کچھ دو چار ماہ یا ایک آدھ سال کا نہیں پورے سات سالہ مدت کا زمانہ تھا۔ یعنی ۴۸۸ھ سے ۴۹۶ھ تک۔ اس سات سالہ مدت طالب علمی میں آپ نے بڑی بڑی تکالیف برداشت کیں۔ آپ حصول علم کے لئے ۱۷ سال کی عمر میں ایک یتیم کی حیثیت سے اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر دور دراز شہر بغداد میں پہنچتے ہیں جہاں نہ اپنا کوئی عزیز و اقارب ہے اور نہ یگانہ اور رفیق۔ اس غریب الوطنی کے عالم میں وطن سے سینکڑوں میل دور آپ فاقہ کشی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے۔ کوئی ظاہری وسیلہ اور سہارا تو تھا ہی نہیں اور نہ آپ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتے تھے۔

جب بھوک بہت پریشان کرتی اور حالت غیر ہونے لگتی تو مجبوراً جنگل کی طرف نکل جاتے اور جو گھاس پات نظر آتی اسے کھا کر پیٹ کی آگ بجھاتے۔ برسوں آپ نے دریائے دجلہ کے کنارہ کی جڑی بوٹیوں اور پتوں پر زندگی بسر کی ہے۔ خود حضرت فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس طالب علمانہ زندگی میں وہ مصائب گزرے کہ اگر پہاڑ پر بھی پڑتے تو پارہ پارہ ہو کر رہ جاتا۔ جب تکالیف اور مصائب کا ہجوم زیادہ ہو جاتا تو آپ زمین پر چت لیٹ جاتے اور قرآن کریم کی یہی آیات فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ورد زبان کرتے۔ بے شک مصائب و شدائد کے ساتھ سہولت اور آسانیاں بھی ہیں۔ اور بلاشبہ تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ چنانچہ اس کے ورد سے تمام افکار دور ہو جاتے اور طبیعت میں گونہ شگفتگی پیدا ہو جاتی۔ افسوس کہ ہم اب اپنے اکابر سلف صالحین کے کارنامے ان کے حالات زندگی ان کے مخصوص اوصاف و کمالات ان کی ریاضت اور مجاہدوں کے تفصیلی واقعات سے تو بے بہرہ اور لاعلم ہوتے جاتے ہیں کہ جن کے مطالعہ سے امت مسلمہ میں دینی بیداری اور جانی و مالی قربانی کے بلند جذبات پیدا ہوتے۔ دینی ترقی کا سبب اور دینی امور کی طرف رغبت پیدا ہوتی۔ اب تو ہماری نوجوان نسل کو افسانے ڈرامہ ٹی وی ریڈیو سینما فلمیں وغیرہ جیسی تباہ کن چیزوں سے فرصت ہی نہیں۔ انہیں کیا خبر کہ ہمارے اسلاف کی زندگیاں ہمارے لئے کیا درس نصیحت ہیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ یہ مضمون۔

حق تعالیٰ کے ساتھ کمال محویت رکھنے کی تاکید

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی ایسی نعمتیں عطا کیں جن کا ذکر شروع سورۃ میں ہوا تو آپ جب رسالت کے کام مثلاً تبلیغ احکام وعظ و نصیحت اور تدابیر امور وغیرہ سے فارغ ہو جایا کریں تو شکر کے طور پر دوسری عبادات جو خاص آپ کی ذات سے متعلق ہیں ان میں مشغول ہو جایا کریں۔ آخری آیات فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ میں اسی طرف ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جب آپ خلق کے سمجھانے اور تبلیغ احکام کے پہنچانے سے فراغت پائیں تو خلوت میں اپنے رب کی طرف بلاواسطہ متوجہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کو سمجھانا اور دین کو پہنچانا اور نصیحت کرنا آپ کی اعلیٰ ترین عبادت ہی تھی لیکن اس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا اور مطلوب یہ تھا کہ بلاواسطہ بھی حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے تاکہ ہر کار و ہر شان اور ہر حال میں اسی محبوب حقیقی کی طرف نظر رہے۔ اسی کا شوق اور اسی کا جذبہ محبت آپ کے دل میں جوش زن رہے تاکہ کمال محویت حق تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہو۔

خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی کمالات اور باطنی انعامات کو بیان فرما کر تعلیم دی گئی کہ آپ جب نبوت کے فرائض یعنی تبلیغ و دعوت وغیرہ سے فراغت پایا کریں تو حق سبحانہ کی عبادت میں لگ جایا کریں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف توجہ فرمایا کریں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس ارشاد ربانی فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ کا کیسا حق ادا فرمایا کہ رات کی تنہائی میں آپ اکثر نوافل میں مشغول رہتے اور کبھی اتنا لمبا قیام فرماتے کہ قدم مبارک ورم کر آتے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں

مبارک پر ورم آ جاتا تھا۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آپ پر اگلی پچھلی سب خطاؤں کے معاف کی بشارت نازل ہو چکی ہے تو پھر آپ اس درجہ مشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا افلا اکون عبداً شکوراً یعنی جب حق تعالیٰ جل شانہٗ نے مجھ پر اتنے انعام فرمائے تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

دعوت اور تبلیغ کے ساتھ ذکر ودعا اور استغفار بھی ضروری ہے

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وتبلیغ اور خلق خدا کو راستہ دکھانا۔ ان کی اصلاح وہدایت کی فکر یہ آپ کی سب سے بڑی عبادت تھی مگر یہ عبادت بواسطہ مخلوق ہے کہ ان کی اصلاح پر توجہ دیں اور اس کی تدبیر کریں۔ ان آیات کا مقصود یہ ہے کہ صرف اس عبادت بالواسطہ پر آپ قناعت نہ کریں بلکہ جب اس سے فرصت ملے تو بلا واسطہ خلوت میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور نماز ذکر اللہ اور دعا واستغفار میں لگ جائیں کہ اصل مقصود جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے وہ ذکر اللہ اور عبادت بلا واسطہ ہی ہے اور شاید اسی لئے پہلی قسم یعنی عبادت سے فراغت کا ذکر فرمایا کہ وہ کام ایک ضرورت کے لئے ہے اس سے فراغت ہو سکتی ہے اور دوسرا کام یعنی توجہ الی اللہ ایسی چیز ہے کہ اس سے فراغت مومن کو کبھی نہیں ہو سکتی بلکہ اپنی ساری عمر اور توانائی کو اس میں صرف کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علماء جو تعلیم وتبلیغ اور اصلاح خلق کا کام کرنے والے ہیں ان کو اس سے غفلت نہ ہونا چاہئے کہ ان کا کچھ وقت خلوت میں توجہ الی اللہ اور ذکر اللہ کے لئے بھی مخصوص ہونا چاہئے جیسا کہ علمائے سلف کی سیرتیں اس پر شاہد ہیں۔ اس کے بغیر تعلیم وتبلیغ بھی موثر نہیں ہوتی ان میں نور وبرکت نہیں ہوتی۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ میں لفظ فانصب نصب سے مشتق ہے جس کے اصلی معنیٰ تعب اور تکان کے ہیں اس میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ عبادت اور ذکر اللہ اس حد تک جاری رکھا جائے کہ مشقت اور تکان محسوس ہونے لگے۔ صرف نفس کی راحت اور خوشی ہی پر اس کا مدار نہ رہے اور کسی وظیفہ اور معمول کی پابندی خود ایک مشقت اور تعب ہے خواہ کام مختصر ہی ہو''۔ (معارف القرآن جلد ۸)

خلاصہ

اس سورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت آپ کی عظمت اور مقام کا بیان ہے۔ اس سورت میں چار مضمون بیان ہوئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کے تین احسانات۔ شرح صدر یعنی اللہ نے آپ کے دل کو حکمت ونور سے بھر دیا اور ہر قسم کے گناہوں اور گندگی سے پاک کر دیا۔ آپ سے اس بوجھ کو ہٹا دیا جس نے آپ کی کمر کو بوجھل کر رکھا تھا یعنی نبوت اور رسالت کا بوجھ اور اس کے واجبات اور ذمہ داریوں کی ادائیگی۔ آپ کے ذکر کو بلند کر دیا کہ جہاں جہاں اللہ کا ذکر ہو ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چاہے اذان ہو یا اقامت، تشہد ہو یا خطبہ

اللہ نے مشکلات کو آسان کرنے اور پریشانیوں کو دور کرنے کا وعدہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ تبلیغ ودعوت کی ذمہ داری ادا کرنے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنے کیلئے اس کی عبادت میں لگ جائیں اور اس میں اپنے آپ کو تھکا دیں۔ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ پر توکل کریں اور تمام معاملات میں اسی کی طرف رغبت کریں۔

سورۃ الانشرح کے خواص

۱- اگر کسی کا دل تنگی اور گھٹن میں ہو تو اس کے سینہ پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کیا جائے، انشاء اللہ تکلیف جاتی رہے گی۔

۲- اگر کسی کے دل میں درد ہو تو بھی اس آدمی کے سینہ پر دل کی جانب میں یہ سورۃ پڑھ کر دم کرنے سے راحت ہو جائے گی۔

۳- اگر کسی کو پتھری ہو یا مثانے میں کوئی اور تکلیف ہو تو یہ سورۃ پانی پر دم کر کے وہ پانی پیئے یا کاغذ میں لکھے اور پانی میں دھولے اور پھر وہ پانی پی جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہو اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی۔

وَالتِّيْنِ قسم ہے انجیر کی	وَالزَّيْتُوْنِ اور زیتون کی	وَطُوْرِ + سِيْنِيْنَ اور طور سینا کی	وَهٰذَا اور اس	الْبَلَدِ شہر	الْاَمِيْنِ امن والا	

سورۃ کی وجہ تسمیہ ٔزمانہ ٔ نزول اور موضوع

اس سورۃ کی ابتدا ہی لفظ والتین سے ہوئی ہے۔تین عربی زبان میں اِنجیر کو کہتے ہیں۔اِسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔یہ بھی مکی سورۃ ہے اور ابتدائی دور میں مکہ میں اس کا نزول بیان کیا گیا ہے۔

انجیر ٔزیتون ٔطور سینا اور شہر مکہ کی قسم

اس سورۃ کی ابتدا بھی گذشتہ چند سورتوں کی طرح قسمیہ کلام سے فرمائی گئی ہے۔یہاں سورۃ کی ابتدا میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے پہلی قسم فرمائی گئی وَالتِّيْنِ یعنی قسم ہے انجیر کی۔دوسری قسم ہے وَالزَّيْتُوْنِ قسم ہے زیتون کی وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ قسم ہے اس شہر امین کی ان چاروں قسموں میں طور سینا اور بلد امین تو مفسرین کے نزدیک بالاتفاق دو متعین جگہ ہیں۔یعنی طور سینا وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام باری تعالیٰ حاصل ہوا۔اور بلد امین یعنی محفوظ یا امانت دار شہر مکہ ہے جہاں سارے عالم کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی اور آخری امانت قرآن کریم اول اِسی شہر میں اتاری گئی۔جاہلیت میں بھی یہ شہر امن کا شہر رہا ہے۔اسلام سے پہلے عرب میں باوجودیکہ ہر جگہ جنگ وجدل۔ماردھاڑ۔لوٹ کھسوٹ ہوتی رہتی تھی مگر مکہ میں کوئی اپنے دشمن کے درپے نہ ہوتا تھا۔اور اسلام میں بھی اس کی یہی حرمت تا قیامت باقی رہی۔مگر تین اور زیتون میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں تاہم اکثر علمائے محققین کا قول یہی ہے کہ تین سے انجیر کا پھل اور زیتون سے یہی زیتون کا پھل مراد ہے۔

انجیر کی خصوصیات وفوائد

اب سوال ہوتا ہے کہ ان دو پھلوں میں کیا شرف ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اُن کی قسم کھائی؟ اس کے جواب میں علماء نے لکھا ہے کہ انجیر کا پھل بھی عجیب اور خصوصیات کا حامل ہے کہ جس میں نہ گٹھلی نہ پوست۔پھر غذا بھی ہے۔دوا بھی ہے اور میوہ بھی ہے۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے انجیر کے بہت سے فوائد تحریر فرمائے ہیں۔منجملہ اُن فوائد کے لکھا ہے کہ انجیر کو اور میووں سے ایک خصوصیت ظاہر اور ایک خصوصیت باطنی ہے جو ظاہری خصوصیات ہیں وہ یہ ہیں کہ سریع الہضم۔اور ملین طبع ہے۔گندے اور سڑے ہوئے مواد کو بدن کے اندر سے پسینہ کی راہ نکال دیتا ہے اسی واسطے باوجود حرارت کے تپ کو مفید پڑتا ہے۔بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور گردہ اور مثانہ کو ریگ سے پاک کر دیتا ہے۔بدن کو فربہ کرتا ہے اور مسام کو کھول دیتا ہے اور کبد (جگر) اور طحال (تلی) کے مسامات کھولتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ ظاہر و باطن میں ان چاروں چیزوں کو فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کو بھی درست فرمادے اور ظاہر کے ساتھ باطن کی نورانیت ہم کو عطا فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۚ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ

کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے۔ لیکن جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ؕ

ایمان لائے اوراچھے کام کئے تو ان کیلئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے

غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ۠

بارہ میں منکر بنا رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا البتہ ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	فِیْ میں	اَحْسَنِ بہترین	تَقْوِیْمٍ سانچہ	ثُمَّ پھر	رَدَدْنٰهُ ہم نے اسے لوٹا دیا	اَسْفَلَ سب سے نیچا	
سٰفِلِیْنَ نیچوں والا	اِلَّا سوائے	الَّذِیْنَ جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	فَلَهُمْ تو ان کیلئے	اَجْرٌ اجر	غَیْرُ نہ
مَمْنُوْنٍ ختم ہونے والا	فَمَا یُكَذِّبُكَ پس کیوں تو جھٹلاتا ہے	بَعْدُ اسکے بعد	بِالدِّیْنِ دین (روز جزا)	اَلَیْسَ کیا نہیں	اللّٰهُ اللہ			
بِاَحْكَمِ سب سے بڑا حاکم	الْحٰكِمِیْنَ تمام حاکم							

چار قسموں اور انکے جواب کے درمیان مناسبت

گذشتہ ابتدائی آیات میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی تھی۔ انجیر' زیتون' طور سینا اور امن والے شہر کی۔ ان چار چیزوں کی قسم کھانے کے بعد فرمایا جاتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک بہترین اور نہایت عمدہ حالت اور انداز پر پیدا کیا ہے۔ تو پہلی قسم جو انجیر کی کھائی گئی اُس سے مناسبت جواب قسم کو یہ ہے کہ جس طرح یہ پھل باوجود مختصر جسامت ہونے کے بے شمار فوائد کا مجموعہ ہے اِسی طرح وجود انسانی بھی جسم میں چھوٹا ہے لیکن مختلف قوتوں کا پُتلا ہے اور گوناگوں جذبات و اسرار کا مخزن ہے۔ اسی طرح انسان مٹھی بھر ہڈیوں میں اللہ نے ایسی صلاحیت بھر دی ہے کہ جو پہاڑوں اور سمندروں کو مسخر کر سکتی ہے۔ دوسری قسم زیتون کی کھائی گئی۔ زیتون کا پھل بھی فوائد کا مجموعہ ہے اور جس طرح زیتون میں روغن موجود ہے اس طرح انسانی جسم میں روح پوشیدہ موجود ہے اور جس طرح زیتون کے تیل سے چراغ روشن کئے جاتے ہیں جو تاریکی میں اردگرد کی چیزوں کو منور کر دیتے ہیں اسی طرح اگر روح انسانی کو پاک صاف کرایا جائے تو اس سے بہت سے ظلماتی قلوب منور ہو سکتے ہیں۔ تیسری قسم طور سینا کی کھائی گئی جو وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی بخشا گیا۔ توراۃ عطا کی گئی اور تجلیٔ الٰہی سے سرفراز فرمایا گیا۔ گویا طور سینا کو بطور شاہد پیش کیا گیا کہ دیکھو انسان میں کس قدر ترقی کا مادہ رکھا ہے اور اس میں کیسی کچھ قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں کہ اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گوئے سبقت لے جائے۔ سب سے اخیر میں الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ یعنی مکہ معظمہ کی قسم کھائی گئی جہاں سارے عالم کے سردار۔ اشرف الانبیاء والمرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ کی آخری امانت قرآن کریم ابتدا اسی شہر میں نازل کی گئی اور جہاں خانہ کعبہ کی تعمیر سے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام جیسی اولوالعزم اور برگزیدہ ہستیوں کا تعلق وابستہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا مرتبہ حاصل ہوا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ کا لقب ملا کہ جنہوں نے قربانی کیلئے اپنے آپ کو حاضر کر دیا۔ تو یہ مکہ کی سرزمین اور کعبۂ مکرمہ اس امر پر شاہد ہیں کہ انسانی روح جوش محبت اور عشق الٰہی میں کہاں تک ترقی کر سکتی ہے۔

انسانی حسن

الغرض ان چاروں قسموں کے بعد فرمایا گیا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ بے شک ہم نے انسان کی ساخت اچھی سے اچھی بنائی اور انسان کو بڑے عمدہ انداز اور شان میں پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظاہری خوبصورتی بھی عطا کی اور باطنی محاسن سے بھی مالا مال کیا۔ یہ تو سب مانتے ہیں کہ تمام جانداروں میں انسان کو جو بہترین صلاحیتیں اور عقل وفہم کی قوتیں عطا کی گئی ہیں وہ کسی کو نہیں دی گئیں۔ اللہ نے اپنی اس مخلوق انسان کو انتہائی اعلیٰ درجہ کی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور ان صلاحیتوں سے کام لینے کیلئے انسان کو بہترین ساخت اور انتہائی موزونیت کا جسم عطا کیا گیا ہے۔ انسان کے جسم اور اس کے اعضاء کی ظاہری خوبیاں اور کمالات کیا کیا ہیں؟ اس کی تفصیلات تو اتنی زیادہ ہیں کہ باوجود انسانی علم نے جواب تک ترقی کی ہے۔ اور انسان کے جسم اور اس کے اعضاء کی ساخت کے بارہ میں اسے اب تک جو کچھ معلوم ہوسکا ہے وہی اتنا زیادہ ہے کہ اگر اُسے کوئی قلم بند کرنا چاہے تو دفتر کے دفتر سیاہ کردینے کے بعد بھی تشریح و تفصیل کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ موجودہ سائنسی ترقی نے جو انسانی جسم پر تحقیق اور ریسرچ جدید ترین آلات کی مدد سے کی ہے اور انسان کی آنکھ۔ کان۔ ناک۔ ہاتھ پیر۔ معدہ۔ دل۔ دماغ۔ جگر۔ گردہ۔ نس۔ پٹھے۔ اعصاب وغیرہ کی موزونیت اور ساخت پر جو کچھ انکشافات کئے ہیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ تاہم اتنا کچھ جاننے کے بعد بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ ابھی تشریح کا حق ادا نہیں ہوا۔

عجیب واقعہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلوی نے امام شافعیؒ کے زمانہ کی ایک حکایت نقل کی ہے کہ امام شافعیؒ کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا تھا کہ ان لم تکونی احسن من القمر فانت طلاق۔ اگر تو چاند سے اچھی نہ ہوگی تو تجھ کو میں نے طلاق دی۔ اسپر سب علماء اس وقت کے حیران ہوئے اور طلاق پڑنے کا حکم دیا جب یہ استفتاء امام شافعیؒ کے پاس پہنچا تو فرمایا طلاق واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ اسکی عورت انسان ہے اور انسان کیلئے حق جل وعلا نے فرمایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا فرمایا ہے۔ اگر چاند کی صورت اس سے اچھی ہوتی تو احسن تقویم انسان کی تعریف میں کیوں فرماتا۔

معنوی انسان کی صلاحیتیں

اس بہترین ساخت کے جسم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین فطرت سے بھی نوازا ہے۔ اسے اچھائی برائی کی تمیز بخشی ہے۔ اسے اختیار اور ارادے کی آزادی عطا فرمائی ہے۔ اگر انسان نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے تو اونچا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ دنیا میں ہر بچہ فطرت سلیمہ یعنی فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔

گویا وہ نیکی کا مادہ لے کر دنیا میں آتا ہے اور گویا وہ نیکی ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اکیسویں پارہ سورۂ روم میں ارشاد ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فطرت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کرسکے۔ تمام انسانوں کی فطرت اللہ نے ایسی ہی بنائی ہے لیکن گردوپیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر ہوکر فطرت الٰہیہ کو خراب اور ضائع کردیتا ہے جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی کہ اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس کو تم اپنے اختیار اور ارادے سے بدل کر خراب نہ کرو۔ اور احادیث صحیحہ میں بھی تصریح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعدہٗ ماں باپ اسے یہودی۔ نصرانی اور مجوسی بنادیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حُنَفَاءَ" پیدا کیا پھر شیاطین نے پھسلا کر انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا۔ غرض کہ انسان کے جسم کی ظاہری بناوٹ کو دیکھئے یا اس کے اندر رکھی ہوئی صلاحیتوں پر نظر کیجئے ہر اعتبار

سے غور کرنے کے بعد یہی ماننا پڑتا ہے کہ واقعی انسان کی ساخت اچھی سے اچھی بنائی گئی اور بہترین صلاحیتوں سے اسے نوازا گیا۔ اور اسی کی طرف لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ میں اشارہ فرمایا گیا۔

انسانی ذمہ داریوں کی نزاکت

اب اس بہترین جسمانی ساخت اور اندرونی صلاحیتوں سے کام لینے کی انسانوں کیلئے دو صورتیں ممکن ہیں اور انسانوں کو یہ آزادی دی گئی ہے کہ وہ ان صورتوں میں سے جسے چاہے اپنے ارادہ سے اختیار کرے۔ وہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے اور کوئی مخلوق اس کی ہم سری نہ کر سکے اور چاہے تو برائی کی طرف بھی بڑھ سکتا ہے اور نیچے سے نیچے درجہ تک گر کر بدترین نمونہ پیش کر سکتا ہے۔ اسی کو فرمایا گیا ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ پھر ہم نے اس کے اعمال بد کی وجہ سے اس کو نیچے کے درجہ میں پھینک دیا۔ تو جس نے دنیا میں آکر اپنی فطری نیکی کی حفاظت نہ کی اور خدا کی دی ہوئی صلاحیتوں اور بہترین جسمانی ساخت کی قدر نہ کی اور اپنی قوتوں کو غلط راستوں پر لگایا جس کے نتیجہ میں وہ اتنا گرا کہ جانوروں کو بھی مات کر دیا۔ اور انتہائی پستی تک گرتا چلا گیا۔ البتہ انسانوں کے جس گروہ نے بھلائی کا رخ اختیار کیا۔ خدا کی دی ہوئی عقل و فہم سے کام لے کر کائنات کے خالق اور مالک کو پہچانا اور اس کی بھیجی ہوئی ہدایات پر کان دھرا۔ اُس کے احکام کے پیروی کی اور قانون الٰہی کے آگے قولاً و فعلاً سر تسلیم خم رکھا اور وہ تمام کام کئے جو اُس کے آقا اور مالک کو پسند تھے اور ان تمام کاموں سے بچا جو آقا کو ناپسند تھے تو ایسے ہی لوگ اپنی اصلی فطرت پر قائم رہے اور یہی گروہ انسانیت کا اصل سرمایہ ہے اور انہی کے بارہ میں یہ اعلان کیا گیا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو اُن کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنی ایسی عنایات سے آخرت میں نوازے گا جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

انکارِ آخرت کی گنجائش نہیں

یہ بیان فرما کر اب اخیر میں ایسے منکر انسان سے جو نہ آخرت کو مانتا ہے نہ جزا و سزا کا قائل ہے خطاب ہوتا ہے فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ اے انسان! پھر کونسی چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے یعنی اے انسان! ان دلائل و براہین کے ہوتے ہوئے وہ کونسی دلیل ہے جس کی بنا پر تو قیامت و آخرت کا انکار کر رہا ہے؟ غور تو کر کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور بہترین شکل و صورت۔ ساخت و بناوٹ میں پیدا کیا اور اس میں یہ صلاحیت پیدا کی کہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے۔ کوئی مخلوق اس کی ہم سری نہ کر سکے لیکن انسان خود اپنی بدتمیزی۔ بدعملی اور کج روی سے ذلت اور ہلاک کے گڑھے میں گرتا اور اپنی پیدائشی بزرگی کو گنوا دیتا ہے۔ کسی ایمان دار اور نیکوکار انسان کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا بلکہ اس کے تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔ کیا ان حالات کے سننے کے بعد بھی کسی کا منہ ہے جو دین فطرت کے اصول اور جزا و سزا کے ایسے معقول قاعدوں کو جھٹلا سکے۔ ہاں ایک ہی صورت انکار و تکذیب کی ہو سکتی ہے کہ دنیا کو یونہی ایک بے سرا کارخانہ فرض کر لیا جائے جس پر نہ کسی کی حکومت ہو نہ یہاں کوئی آئین و قانون جاری ہو۔ نہ کسی بھلے بُرے پر کوئی گرفت کر سکے تو اس کا جواب یہ ہے اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں یعنی اس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں ہیچ ہیں۔ جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے۔ عقل کی رو سے انصاف کا بھی یہ تقاضا ہے کہ اچھائی کا اچھا اور برائی کا برا بدلہ ملے تو پھر کیا وجہ ہے کہ انسان آخرت میں ملنے والی جزا و سزا کی خبر سن کر انکار کرے؟ عدل و انصاف خدا کی صفت ہے اور وہ تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس کی یہ صفات ظاہر نہ ہوں؟ اور ایک ایسا وقت نہ آئے کہ جب وہ پورے حق و انصاف کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

مسئلہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی سورۃ التین پڑھے اور اس آیت پر پہنچے اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟ تو چاہیے کہ کہے بلی وانا علی ذلک من الشاھدین۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ

کر حاکم ہے اور ہم اس پر گواہ ہیں مگر یہاں یہ مسئلہ سمجھ لیا جائے کہ اگر نماز میں امام سے یہ سورت سنے تو یہ جملہ بلی وانا علی ذالک من الشاهدین زبان سے نہ کہے صرف دل میں کہے اور بیرون نماز سنے تو زبان سے کہے یہ احناف کے نزدیک مسئلہ ہے اور دوسرے ائمہ ہر جگہ نماز میں سنے یا غیر نماز میں جواب زبان سے دینے کا حکم دیتے ہیں۔

خلاصہ

اس میں تین امور بیان ہوئے ہیں جن کا انسان سے اور اس کے عقیدے سے تعلق ہے: نوع انسانی کی تکریم' اس کی تکریم کے مختلف پہلو ہیں' یہاں ان میں سے ایک پہلو کا بیان ہے' وہ یہ کہ انسان کو بہت خوبصورت پیدا کیا گیا ہے' یہ خوبصورتی جسمانی اور ظاہری شکل کے اعتبار سے بھی ہے اور عقلی وروحانی کمالات کے اعتبار سے بھی۔

جب انسان انسانیت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا اور ناشکرا پن کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اسے نیچوں سے بھی نیچے گرا دیا جاتا ہے' حیوانی اور شہوانی زندگی کو اپنا مقصد بنا کر وہ حیوانوں سے بھی زیادہ پستی میں جا گرتا ہے۔ البتہ ایمان وعمل صالح والے اس پستی سے بچے رہتے ہیں۔

وہ اللہ جو پانی کے ایک قطرے سے ایسا خوبصورت انسان پیدا کر سکتا ہے وہ انسان کو دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے' ویسے بھی دوبارہ پیدا کرنا اور حساب وجزا اس کے حاکم اور عادل ہونے کا تقاضا ہے۔

سورۃ التین کے خواص

۱..... اگر مسافر سفر میں کوئی خطرہ محسوس کرتا ہو تو اپنے ساتھ سورۃ التین رکھے۔ سفر سے لوٹنے تک وہ ہر قسم کے امن میں رہے گا۔

۲..... کھیتی اور باغ کے پھل پھول میں برکت اور حفاظت مطلوب ہو تو سفید شیشہ کے پاک برتن میں سورۃ التین لکھے اور اسے بارش کے پانی سے دھو کر کھیتی اور باغ میں چھڑکے، ان شاء اللہ کھیتی اور باغ خوب پھلے پھولے گا اور ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور پھر اسلام وایمان کی دولت عطا فرمائی۔

یَااَللّٰہُ ہمیں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما اور قیامت وآخرت کے یقین کے ساتھ اس کی تیاری کی بھی توفیق عطا فرما۔ اور اُس انصاف اور جزا وسزا کے دن میں یا اللہ اپنی رحمت سے ہم کو نواز دیجئے اور اپنے اُن بندوں کے ساتھ ہم کو شامل فرما دیجئے کہ جن کو انعامات سے نوازا جائے گا۔ آمین

یَااَللّٰہُ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا' آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

یَااَللّٰہُ کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی۔ میں آپ کے غضب وعذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرما دیں گے' اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا' میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

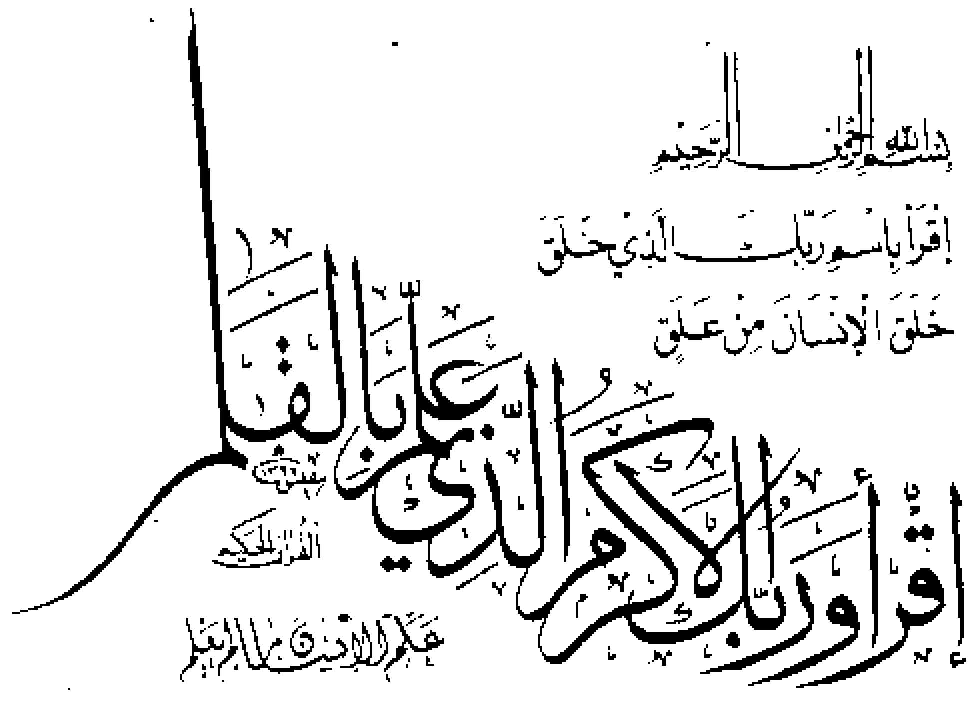

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ

اے پیغمبر آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپکا رب بڑا کریم ہے۔

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ

جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو اُن چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

اِقْرَاْ آپ پڑھیے	بِاسْمِ نام سے	رَبِّكَ اپنا رب	الَّذِیْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	خَلَقَ پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	مِنْ سے	عَلَقٍ جما ہوا خون
اِقْرَاْ پڑھیے	وَرَبُّكَ اور آپ کا رب	الْاَكْرَمُ بڑا کریم	الَّذِیْ وہ جس نے	عَلَّمَ سکھایا	بِالْقَلَمِ قلم سے	عَلَّمَ سکھایا		
الْاِنْسَانَ انسان	مَا لَمْ جو نہ	يَعْلَمْ وہ جانتا تھا						

وجہ تسمیہ: عَلَق جمے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اللہ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ اسی سے سورۃ کا نام عَلَق ماخوذ ہے۔ اس سورۃ کو سورۃ اقراء بھی کہتے ہیں جس لفظ سے کہ اس سورۃ کی ابتدا ہوئی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کا نزول

اس سورۃ کی یہ ابتدائی پانچ آیات زیر تفسیر اکثر و بیشتر مفسرین کے نزدیک سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ گویا قرآن پاک کی وحی کی ابتداء انہی آیات سے شروع ہوئی۔ انبیاء و مرسلین اگرچہ نبوت و رسالت سے پہلے نبی اور رسول نہیں ہوتے مگر ولی اور صدیق ضرور ہوتے ہیں اور ان کی ولایت ایسی کامل اور اتم ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے ولی اور صدیق کی ولایت کو انکی ولایت سے وہ نسبت بھی نہیں ہوتی جو قطرہ کو دریا کے ساتھ یا ذرہ کو آفتاب کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابتدا ہی سے شرک اور بت پرستی اور تمام مراسم شرک سے بالکل پاک اور منزہ رہے۔

ابتدا ہی سے ان حضرات کے قلب مطہر توحید و تفرید۔خشیت و معرفت سے لبریز ہوتے ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ جو حضرات عنقریب کفر و شرک کے مٹانے کیلئے اور ہر فحشاء و منکرات سے بچانے کیلئے اور خیر کی طرف دعوت دینے کیلئے منجانب اللہ مبعوث ہونے والے ہیں اور خدا کے مجتبیٰ اور مصطفےٰ برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ بننے والے ہیں وہ خود ہی معاذ اللہ منصب نبوت و رسالت کی سرفرازی سے پیشتر کفر و شرک کی نجاست میں ملوث اور فواحش و منکرات کی گندگی سے آلودہ ہوں۔حاشا ثم حاشا۔مطلقاً ناممکن اور محال ہے۔

الغرض جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۴۰ سال ہوگئی تو آپ کو خلوت محبوب ہوگئی اور آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے جو مکہ معظمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اب اس پہاڑ کا نام جبل نور ہے۔اور آپ وہاں کئی کئی روز رو کر عبادت الٰہی میں تنہا مستغرق رہتے اور نبوت سے چھ ماہ پہلے سے آپ سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے۔کہ ایک دفعہ اچانک دوشنبہ کے دن۔ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ دوشنبہ کے دن ۱۷ رمضان المبارک غار حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور پہلی وحی یعنی اسی سورۃ اِقراء کی ابتدائی ۵ آیات لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرف بہ نبوت ہوگئے۔فرشتہ آپ کے سامنے آیا اور اُس نے کہا ''اقراء''یعنی پڑھیے۔آپ نے فرمایا ما انا بقاری ءمیں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس جواب پر فرشتہ نے مجھے پکڑا اور سینہ سے لگا کر زور سے دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہونے لگی تو چھوڑ دیا اور پھر کہا''اقراء''یعنی پڑھیے۔میں نے وہی جملہ اب بھی کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ فرماتے ہیں کہ اس جواب پر مجھے پھر اس نے پکڑا اور دوبارہ زور سے دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہونے لگی تو چھوڑ دیا اور پھر کہا پڑھیے میں نے پھر وہی کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے اس دفعہ بھی پکڑا اور سہ بارہ زور سے دبایا پھر چھوڑ کر کہا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آپ کو تین بار خوب زور سے سینہ سے لگا کر دبانا بغرض تقویت استعداد تھا کہ وحی بار گراں آسان ہو جائے۔الغرض یہ پانچ آیتیں وہ ہیں کہ جن سے وحی کی ابتدا ہوئی۔بقیہ آیات مکہ ہی میں کسی دوسرے موقع پر نازل ہوئی ہیں جو اس سورۃ میں شامل کر دی گئیں۔

تلاوت سے پہلے تعوذ و تسمیہ کا حکم

جیسا کہ اوپر ان آیت کے شان نزول کے بارہ میں بتلایا گیا۔یہی وہ پانچ آیات ہیں جو بالکل پہلی وحی کی صورت میں اُس وقت اتریں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں عبادت خداوندی کیلئے تشریف فرما تھے کہ دفعۃً جبرئیل علیہ السلام یہ وحی لے کر آئے اور کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ سے مَا لَمْ یَعْلَمْ تک یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر جو قرآن نازل ہوا ہے یا آئندہ ہوا کرے گا وہ آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے یعنی جب پڑھنے لگیں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔کہہ لیا کریں۔بعض روایات میں اس سورۃ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہونا بھی آیا ہے۔اور پھر بعد میں قرآن پاک کی دوسری آیت فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (سورہ نحل) میں اعوذ پڑھنے کا بھی حکم آیا اور ان دونوں امر سے مقصود توکل اور استعانت باللہ ہے۔

جسمانی تربیت

لفظ میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جس رب نے ولادت سے لے کر اس وقت تک آپ کی ایک عجیب اور نرالی شان سے تربیت فرمائی وہی اب بھی آپ کی کمال روحانی تربیت فرمائے گا اور نبوت کے تمام اعلیٰ درجات تک آپ کو پہنچائے گا۔اس کے بعد رب کی صفت بیان کی کہ وہ رب ایسا ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ کہ جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور سب کی تربیت فرمائی بالخصوص خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کر کے آسمان ترقی پر پہنچا دیا۔انسانی جوہر یعنی نطفہ جب عورت کے رحم میں پہنچتا ہے تو اللہ کے حکم سے اس میں تغیر اور تبدل شروع ہوتا ہے وہی نطفہ کچھ دنوں بعد خون بستہ ہو جاتا ہے اور پھر کچھ دنوں بعد ترقی کر کے خون کا لوتھڑا بن جاتا

ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس میں مختلف اجزا ہاتھ۔ پاؤں۔ سر۔ دل و دماغ پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر اسکے بعد اس میں جان ڈالی گئی پھر رحم کے اندر ہی غذا بھی مہیا کی۔ پھر جیتا جاگتا انسان ماں کے پیٹ سے باہر آیا تو خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ میں اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت کا اظہار فرما رہے ہیں کہ کس طرح ایک خون بستہ کو تغیر و تبدل دے کر اس انسان کو پیدا کیا اور پھر اس کے پیدا ہونے بعد ربوبیت کا یہ سامان فرمایا کہ ماں کے پستانوں میں دودھ پیدا کیا اور بچہ کو دودھ پینا اور چوسنا سکھایا۔ پھر جب بچہ کے جسم میں دوسری غذا کے لئے قابلیت پیدا ہوگئی اور دانت نکل آئے معدہ میں قوت آگئی تو دوسری غذائیں کھانے کی قابلیت اور ان کے ہضم کرنے کا سامان بہم پہنچایا۔ تو ربوبیت کا یہ سلسلہ دنیاوی ترقی ہی پر ختم نہیں ہوتا بلکہ ایک دوسرے عالم تک چلا جاتا ہے جس کو عالم روحانی کہتے ہیں۔

تعلیم و تبلیغ کے وسائل

اس کے بعد دوبارہ بغرض تاکید فرمایا اقراء آپ قرآن پڑھا کیجئے کیونکہ تبلیغ کا ذریعہ بھی قراءت قرآن ہے اور چوں کہ تبلیغ احکام خداوندی ایک اہم اور مشکل فریضہ ہے جس میں آپ کو غیبی امداد کی بھی ضرورت تھی اس لئے آگے تسلی کیلئے فرمایا وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور آپ کا رب بڑا کریم ہے اس لئے وہ آپ کے اس کام میں دستگیری فرمائے گا اور یہ اُس کریم کی کریمی ہی ہے کہ جو اس نے انسان کو قلم کے ذریعہ لکھنا پڑھنا سکھایا۔ تا کہ جو مطالب ذہن میں ہوں وہ کاغذ پر ثبت ہوسکیں۔ اس پر وہ خود بھی بھولی ہوئی بات کو یاد کر سکتا ہے اور آئندہ نسلوں کیلئے بھی وہ مضامین محفوظ ہو جاتے ہیں۔ قلم پر نہ صرف حکومت و سلطنت۔ تجارت۔ لین دین صنعت و حرفت ہی کا دارو مدار ہے بلکہ علوم دینیہ اور کتاب اللہ کی حفاظت اور آئندہ نسلوں تک انکو پہنچانا اسی پر منحصر ہے لہٰذا تعلیم و تعلم کا اہم ذریعہ یہی قلم ہے۔ تو انسانوں کو قلم کے ذریعہ سے لکھنا لکھانا اور اس کا پڑھنا پڑھانا یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان و کرم ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ انسان کو اُن چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔ صدہا علوم سکھائے۔ دنیاوی انتظام کے قوانین سے واقف کار بنایا۔ مخلوقات کے ایسے ایسے اسرار و حکم پر متنبہ کیا جن کی بدولت ہزاروں حیرت انگیز ایجادات و اختراعات ظہور میں آئیں۔ الغرض تعلیم و تعلم صرف کتابت ہی میں منحصر نہیں دوسرے اسباب سے بھی تعلیم دی جاسکتی ہے۔ اس لئے اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گو آپ ظاہراً لکھنا پڑھنا نہیں جانتے مگر جب اللہ نے آپ کو قراءت کا امر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اور ذرائع سے آپ کو قراءت وحفظ علوم وحی پر قدرت عطا فرمائیں گے۔ ان آیات میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تعلیم الٰہی کے دو طریقہ ہیں ایک تعلیم قلم یعنی کتابی تعلیم دوسرے تعلیم روحانی یا لدنی جو وحی والہام کے ذریعہ سے انبیاء اور اولیائے کاملین کو ہوتی ہے۔

زندگی کا سب سے اہم کام

ان آیات کے تحت بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس پہلی وحی میں سب سے پہلے جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہ اِقرا ہے یعنی ''پڑھو'' اس پہلے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ انسان کیلئے اس زندگی کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ صحیح علم حاصل کرے۔ وہ علم جو اُس کے پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔ کیونکہ پڑھنا ایک ایسا فعل ہے جس سے ایک شخص دوسرے کے خیالات کو جانتا ہے اور جو باتیں اُسے نہیں معلوم ہوتیں اُس فعل سے اُسے وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہمیں انسان بنا کر پیدا فرمایا اور پھر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ اور اسلام نصیب فرمایا اور قرآن پر ایمان عطا فرمایا اور اپنی بے شمار نعمتوں سے ہم کو نوازا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا حقیقی شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ﴿۸﴾

سچ مچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے۔ اے مخاطب تیرے رب کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا۔

كَلَّآ ہرگز نہیں	اِنَّ بیشک	الْاِنْسَانَ انسان	لَيَطْغٰى سرکشی کرتا ہے	اَنْ رَّاٰهُ اگر اپنے تئیں دیکھے	اسْتَغْنٰى بے پروا	اِنَّ بیشک	اِلٰى طرف	رَبِّكَ اپنا رب	الرُّجْعٰى لوٹنا ہے	

قرآن کریم کی ترتیب نزولی

گذشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ اس سورۃ اقراء کی ابتدائی ۵ آیات پہلی وحی کی صورت میں مکہ معظمہ میں غار حرا میں نازل ہوئی تھیں۔ مزید یہ آیات بعد میں مکہ ہی میں نازل ہوئیں اور اس سورۃ میں شامل کر دی گئیں۔

انسان کی ناشکری و سرکشی

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خلاقیت اور ربوبیت کا ذکر فرمایا تھا اور انسانوں پر اپنے احسانات جتلائے تھے۔ تو ان احسانات کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا مرہون منت ہوتا اور اس کا شکر گزار اور تابعدار اور فرمانبردار بندہ بنتا مگر انسان جس سے یہاں مراد کافر انسان ہے کیسا ناشکرا ہے کہ بجائے مرہون منت ہونے کے الٹی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور حد انسانیت سے تجاوز کر جاتا ہے اسی کو فرمایا گیا كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى سچ مچ بے شک انسان حد سے باہر نکل جاتا ہے یعنی اس انسان کی اصل تو اتنی ہے کہ جمے ہوئے خون سے بنا اور جاہل محض تھا۔ خدا نے علم دیا مگر وہ اپنی اصل حقیقت کو ذرا یاد نہیں رکھتا۔ دنیا کی زندگی اور مال دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے۔

شان نزول

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں اشارہ ابوجہل ملعون کی طرف ہے اور یہاں اِنَّ الْاِنْسَانَ سے مراد ابوجہل ہے۔ اور سبب نزول ان آیات کا یہ لکھا ہے کہ ایک بار ابوجہل نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا میں تم کو بارہا منع کر چکا ہوں۔ آپ نے اس کو جھڑک دیا تو کہنے لگا کہ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر اب کی بار نماز پڑھتے دیکھوں گا تو (نعوذ باللہ) آپ کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا۔ چنانچہ ایک بار وہ اسی قصد سے چلا مگر قریب جا کر رک گیا اور پیچھے ہٹنے لگا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ مجھ کو ایک خندق آگ کی حائل معلوم ہوئی اور اس میں کچھ پردار چیزیں نظر آئیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے اگر اور آگے آتا تو فرشتے اس کو بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالتے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ ابوجہل کفر میں اور اللہ کے مقابل غرور میں حد سے بڑھ رہا ہے۔

انسان کی سرکشی کا سبب

اس کی وجہ یہ ہے اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى اس لئے کہ وہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے یعنی اپنے آپ کو منعم حقیقی کا دست نگر نہیں سمجھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پرواہ ہی نہیں۔ اگر عام معنی آیت کے لئے جائیں تو یہ ہوں گے کہ سرکش انسان اپنے آپ کو اس منعم کا محتاج نہیں سمجھتا اور خیال کرتا ہے کہ مجھے کیا پروا ہے۔ مجھ میں زور و قوت ہے میرے پاس مال دولت ہے۔ مجھے علم و ہنر حاصل ہے اور اگر اس چودھویں صدی کے سرکش دہریئے اور نیچری اور سائنسی انسان کو لیا جائے تو وہ علاوہ مال واسباب جاہ و حشمت تخت و تاج، لشکر و خدم کے یہ بھی سمجھتا ہے کہ عناصر اربعہ یعنی آگ، پانی ہوا، مٹی۔ میرے خدمت گار ہیں۔ میں بجلی کی طاقت کو بس میں لا کر تار کے ذریعہ سے پل بھر میں سینکڑوں اور ہزاروں میل دور اپنا پیام بھیج سکتا ہوں میرا الہام بھی کچھ کم نہیں۔ کہربائی طاقتوں سے وہ حیرت انگیز کام کر سکتا ہوں جو کوئی اور نہیں کر سکتا۔ بھاپ کو بس میں کر کے کیسی کیسی مشین چلا سکتا ہوں۔ بھاپ کے زور سے ہزاروں من کھینچنے والی تیز رفتار ریل بنا سکتا ہوں۔ سمندر کے سفر کے لئے میں نے اپنے علم و عقل سے وہ سامان بہم پہنچائے کہ سمندر پر میری حکومت ہوگئی۔ اب میں دنیا کو چھوڑ کر چاند پر پہنچنے لگا ہوں۔ میں نے وہ دوربینیں ایجاد کی ہیں کہ لاکھوں کوس کے ستارے

میرے سامنے آ جاتے ہیں۔ میں نے معاش میں ایسی ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں اور ایسے ایسے پرلطف مسکن بنانے جانتا ہوں کہ کوئی کیا بنائے گا۔ الغرض جن جن نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے تھا یہ انسان انہی پر اکڑنے لگا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و سرکشی کرنے لگا۔ کوئی زور و قوت پر کوئی حسن و جمال پر کوئی حسب و نسب پر کوئی مال و جاہ پر کوئی حکومت و سلطنت پر کوئی علم و ہنر پر کوئی اپنی ایجادات و مصنوعات پر کوئی اختراعات و تحقیقات پر یہاں یہ جتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا احسان مند اور شکرگزار اور فرمانبردار بندہ بنتا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا اور اس سے سرکشی برتتا اور اپنے کو منعمِ حقیقی کا محتاج اور دستِ نگر نہیں سمجھتا اور اس مالکِ حقیقی سے بے پروائی اور استغناء کا اظہار کرتا ہے۔ ایسے انسان سے مراد ابوجہل بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا شانِ نزول سے معلوم ہوا۔ مکہ کے کافر اور مشرک بھی ہوسکتے ہیں اور ہر زمانہ اور آج کل کے دہریے۔ کافر و مشرک، نیچری، فلسفی اور سائنس دان بھی ہوسکتے ہیں۔ اور یہ سرکشی اور ناشکرگزاری علیٰ قدرِ مراتب ہمیشہ سے انسان میں چلی آتی ہے۔

انسانی سرکشی کا رد

اس اظہار کے بعد اس انسانی سرکشی کا رد فرمایا جاتا ہے اور آگے بتلایا جاتا ہے۔ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى یعنی اے انسان تجھ کو اول بھی اللہ ہی نے پیدا کیا اور آخر بھی اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت اس تکبر اور احسان فراموشی کی حقیقت کھلے گی کیوں کہ موت سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔ بڑے بڑے فلسفی حکیم و دانا اور سائنس دان بھی اپنی صحت و زندگی کی بقا کی کوئی تدبیر نہ کرسکے۔ آخر ایک روز یہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والا سرکش انسان بھی اس دنیا سے چل دیتا ہے اور بے حس و حرکت ہوکر گر پڑتا ہے۔ اب اس کی روح اس عالمِ دنیا سے دوسرے عالم کو منتقل ہو جاتی ہے۔ اور وہاں اس کی روح اپنے کئے کا بدلہ پاتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور حق تعالیٰ نے ہم پر جو بے انتہا احسانات فرمائے ہیں ان کی شکرگزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

یَااَللّٰہُ میرے گناہوں کو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں، میں تو کرکے بھول بھی گیا ہوں مگر آپ کے علم میں سب ہیں۔ کل بروز قیامت آپ مجھ سے سوال کریں گے، سوائے اقرار کرنے کے اور کیا جواب دوں گا۔ اے اللہ! مواخذہ نہ فرمانا آج ہی وہ سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

4 أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ﴿١٠﴾ أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ﴿١١﴾

اے مخاطب بھلا اُس شخص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے۔ جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو

أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ﴿١٢﴾ أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٣﴾ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ﴿١٤﴾ كَلَّا لَئِن

یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو۔ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو۔ کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں

لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾

اگر یہ شخص باز نہ آوے گا تو ہم پیشانی کے بال پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پیشانی ہے گھسیٹیں گے۔ سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلالے۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ﴿١٩﴾ (السجدۃ)

ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلالیں گے۔ ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانیے اور آپ نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے۔

أَرَأَيْتَ کیا آپ نے دیکھا	الَّذِي وہ جو	يَنْهَىٰ روکتا ہے	عَبْدًا ایک بندہ	إِذَا جب	صَلَّىٰ وہ نماز پڑھے	أَرَأَيْتَ بھلا دیکھو	إِن اگر
كَانَ ہوتا	عَلَى پر	الْهُدَىٰ ہدایت	أَوْ أَمَرَ یا حکم دیتا	بِالتَّقْوَىٰ پرہیزگاری کا	أَرَأَيْتَ بھلا دیکھیں	إِن اگر	كَذَّبَ اس نے جھٹلایا
وَتَوَلَّىٰ اور منہ موڑا	أَلَمْ يَعْلَم کیا نہ جانا	بِأَنَّ کہ	اللَّهَ اللہ	يَرَىٰ دیکھ رہا ہے	كَلَّا ہرگز نہیں	لَئِن اگر	لَّمْ يَنتَهِ نہ باز آیا
لَنَسْفَعًا ہم ضرور گھسیٹیں گے	بِالنَّاصِيَةِ پیشانی کے بالوں سے	نَاصِيَةٍ پیشانی	كَاذِبَةٍ جھوٹی	خَاطِئَةٍ گنہگار	فَلْيَدْعُ تو وہ بلا لے		
نَادِيَهُ اپنی مجلس	سَنَدْعُ ہم بلاتے ہیں	الزَّبَانِيَةَ پیادے	كَلَّا نہیں نہیں	لَا تُطِعْهُ اسکی بات نہ مان	وَاسْجُدْ اور سجدہ کرتو	وَاقْتَرِب اور نزدیک ہو	

شان نزول: ان آیات میں ایسے سرکش و نافرمان کافر انسان کی سرکشی کی بعض مثالیں بیان فرمائی جاتی ہیں اور گو ان آیات کا مضمون عام ہے مگر ان آیات سے متعلق ایک خاص شان نزول اور واقعہ بھی متعلق ہے جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا گیا اور وہ یہ کہ ایک بار ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبۃ اللہ میں نماز پڑھتے دیکھا اور کہنے لگا کہ میں تم کو بارہا اس سے منع کر چکا ہوں مگر تم اس سے باز نہیں آتے۔ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے۔ اگر پھر کبھی نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو تمہاری گردن پر پاؤں رکھ کر توڑ ڈالوں گا (نعوذ باللہ) چنانچہ ایک بار اس قصد سے چلا مگر قریب جا کر رک گیا اور پیچھے ہٹنے لگا۔ جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ مجھ کو آگے آگ کی ایک خندق حائل معلوم ہوئی اور اس میں کچھ پردار چیزیں نظر آئیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اور آگے آتا تو فرشتے اس کے جسم کا گوشت نوچ کر پارہ پارہ کر ڈالتے۔ تو ان آیات میں اس ابوجہل کے واقعہ خاص کی طرف بھی اشارہ ہے اور عام مضمون بھی ہے۔

ایک سرکش انسان کا کردار

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ وہ کیسا بدراہ آدمی ہے جو ہمارے بندہ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے یعنی اس کی سرکشی اور تمرد کو تو دیکھو کہ خود کو تو اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سربسجود ہوتا ہے تو اسے بھی نہیں دیکھ سکتا اور نماز اور سجدہ سے منع کرتا ہے۔ تو اس کا یہ فعل نہایت قبیح اور قابل ملامت و سرزنش ہے اور عبادت سے روکنا کس درجہ شقاوت و خباثت کا ثبوت دیتا ہے۔ خصوصاً ارء یت ان کان علی الھدیٰ او امر بالتقویٰ یعنی جبکہ وہ عابد بندہ ہدایت اور حق پر ہو اور دوسروں کو تقویٰ اور

پرہیزگاری کا حکم دیتا ہو تو ایسی حالت میں روکنے کا نتیجہ کتنا سخت برا ہو گا۔ تو یہاں بندہ سے اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہونا بالکل ظاہر ہے اور روکنے والے سے مراد ابوجہل سے لی گئی ہے۔

نماز سے روکنا ابوجہل کا کام ہے

اگرچہ یہ آیت اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی اس لعین ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی لیکن اب بھی جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے روکے اور نماز سے منع کرے وہ بھی اس وعید اور برائی میں شامل ہے لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کو مقتضائے شرعی کی وجہ سے نماز سے روکا جائے تو وہ اس وعید میں نہیں آتا۔ مثلاً کسی کو غصب کی زمین پر نماز پڑھنے سے منع کیا جائے یا مکروہ وقت میں نماز پڑھنے سے منع کیا جائے یا فرائض وسنن کے علاوہ زیادہ نوافل میں باندی غلام نوکر یا بیوی مصروف ہو کر کام کا حرج کرے تو بھی مالک یا شوہر روک سکتا ہے اور نماز سے ان قسموں کا روکنا اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ ان مواقع پر نماز سے روکنا کسی دوسری مصلحت کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے تو یہ حقیقت میں نماز سے روکنا نہیں۔ یہاں جو وعید ہے وہ اسی روکنے پر ہے جو عبادت الٰہی اور رجوع الی اللہ کا مخالف بن کر روکے جیسا کہ ابوجہل کا فعل تھا۔

نماز سے روکنے والے کے لئے وعیدیں

ایسے بدبخت ملعون کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے۔ اَرَءَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی یعنی دیکھو تو سہی اس بدبخت نے ارشاد الٰہی کو یا دین حق کو یا پیغمبر داعی حق کو جو اس کی بہتری اور بھلائی کے لئے تھا ان کو بجائے تصدیق کرنے کے جھٹلایا اور سچی راہ چلنے سے منہ موڑ لیا تو کیا اس شخص کو خبر نہیں۔ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کہ اللہ تعالیٰ اس ملعون کی سرکشی اور شرارتوں کو دیکھ رہا ہے آگے ارشاد ہے۔ کلا یعنی ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے اور اس کو وعید سنائی جاتی ہے۔ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَۃِ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ یعنی اگر اس کا یہ رویہ رہا اور وہ ان حرکات بد سے باز نہ آیا تو ہم اس کو جانوروں اور ذلیل قیدیوں کی طرح سر کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ جس سر پر یہ بالوں کی چوٹی ہے وہ جھوٹ اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے گویا اس کا جھوٹ اور گناہ بال بال میں سرایت کر گیا ہے۔

ابوجہل ذلت کی موت مارا گیا

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں بھی ابوجہل ذلت کی موت مارا گیا۔ جنگ بدر میں بری طرح زخمی ہو کر زمین پر گرا پڑا تھا لیکن جان ابھی باقی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ ہے کوئی ابوجہل کی خبر لائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جا کر لاشوں میں تلاش کیا تو دیکھا کہ ابھی اس میں جان باقی ہے۔ ابن اسحاق اور حاکم کی روایت میں ہے کہ ابن مسعودؓ نے ابوجہل کی گردن پر پیر رکھ کر یہ کہا اے اللہ کے دشمن تجھے اللہ نے ذلیل اور رسوا کیا اور بعد ازاں اس کا سر کاٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر لا کر ڈال دیا اور یہ عرض کیا یہ سر ہے اللہ کے دشمن ابوجہل کا اور ایک روایت میں جو خود حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں ابوجہل کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ ابوجہل نے آنکھیں کھولیں اور کہا اے بکریوں کے چرانے والے تو بے شک بہت اونچے مقام پر چڑھ بیٹھا ہے میں نے کہا شکر اللہ کا کہ جس نے مجھ کو یہ قدرت دی۔ پھر ابوجہل نے پوچھا کس کو فتح اور غلبہ نصیب ہوا میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ پھر کہا کہ تیرا کیا ارادہ ہے۔ میں نے کہا تیرا سر قلم کرنے کا کہا اچھا یہ میری تلوار ہے اس سے میرا سر کاٹنا یہ بہت تیز ہے تیری مراد اور مدعا کو جلد پورا کرے گی اور دیکھو میرا سر شانوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ دیکھنے والوں کی نظروں میں مہیب وہیبت ناک معلوم ہو اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف واپس ہو تو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میرے دل میں بہ نسبت گذشتہ کے آج کے دن تمہاری عداوت اور بغض کہیں زیادہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے اس کا سر قلم کیا اور لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے اور اس کا

پیام پہنچایا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون تھا جس کا شر اور فتنہ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے شر اور فتنہ سے کہیں بڑھ کر تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون نے مرتے وقت تو ایمان کا کلمہ پڑھا مگر اس امت کے فرعون نے مرتے وقت بھی کفر اور تکبر ہی کے کلمات کہے۔ اور ابوجہل کی تلوار حضرت ابن مسعودؓ کو عطا فرمائی۔ الغرض حضرت ابن مسعودؓ نے اس کے کان میں رسی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے لائے اور ایک گڑھے میں لا کر ڈال دیا۔ دنیا میں بھی اس کی پرازنخوت جھوٹی اور خطاکار پیشانی کس ذلت سے میدان بدر میں گھسیٹی گئی باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے جب جہنم کے فرشتے اس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کریں گے۔ یہی وعید اس کو كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ میں سنائی گئی تھی کہ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کو چوٹی سے پکڑ کر جو دروغ اور خطا میں آلودہ ہے گھسیٹیں گے۔

عذاب الٰہی سے کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا

پھر ابوجہل ملعون نے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نماز سے روکنا چاہا اور آپ نے سختی سے جواب دیا تو کہنے لگا کہ جانتے نہیں کہ مکہ میں سب سے بڑی مجلس میری ہے۔ اس کی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے فرمایا گیا فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ پس وہ اپنے ہم مجلس اور اعوان و انصار کو بلائے۔ دیکھیں کون آکر خدا کے مقابلہ میں اس کو بچاتا ہے۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلائیں گے تاکہ اس کو پوری پوری سزا دیں جن کے مقابلہ کی کسی کو بھی طاقت نہیں۔ اور نہ وہ کسی کے ٹالے ٹل سکتے ہیں۔

سرکش کی پروانہ کریں عبادت میں لگے رہیں

اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے۔ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنی اے نبی آپ اس نالائق کی ہرگز پروانہ کیجئے اور اس کی کسی بات پر کان نہ دھریئے۔ جہاں چاہیں شوق سے اللہ کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور اس کی بارگاہ میں سجدے کر کے بیش از بیش خدا کا قرب حاصل کرتے رہیں۔ سجدہ افضل عبادت ہے اسی لئے اس میں تقرب بھی زیادہ ہے۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے (رواہ مسلم) اسی لئے غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہوگیا بلکہ جو جھکنا سجدہ سے مشابہت رکھے اس کو بھی فقہاء نے حرام لکھا ہے۔

سجدۂ تلاوت

اس سورۃ کی آخری آیت پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ قرآن کے مواقع سجود میں آخری موقع ہے۔ اس لئے سب قارئین و سامعین دعا کے بعد ایک سجدۂ تلاوت کرلیں۔

خلاصہ

اہل علم کہتے ہیں کہ سورۂ علق سے لے کر آخر تک جو چھوٹی چھوٹی سورتیں آئی ہیں ان میں قرآنی تعلیمات کا خلاصہ بیان کردیا گیا ہے اس سورت کی پہلی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں اس سورت میں تین اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

انسان کی تخلیق میں اللہ کی حکمت' اس نے قراءت اور کتابت کے ذریعے سے انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔

مال و دولت کی وجہ سے اللہ کے حکموں کے سامنے سرکشی' اس کی نعمتوں کا انکار اور غفلت۔ انسان کے غرور اور سرکشی کی ایک اہم وجہ مال و دولت بھی ہے' جب پیٹ اور خزانہ بھرا ہوا ہو تو وہ نہ انسان کو انسان سمجھتا ہے اور نہ خدا کو معبود اور مسجود!

اس امت کے فرعون ابوجہل کا قصہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈراتا دھمکاتا تھا اور اللہ کی عبادت سے روکتا تھا اختتام پذیر ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۭ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ڏ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۳ؕ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے۔شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اِنَّا بیشک	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے یہ اتارا	فِيْ میں	لَيْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر عزت والی رات	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ آپ نے	مَا کیا	لَيْلَةُ الْقَدْرِ لیلۃ القدر		
خَيْرٌ بہتر	مِّنْ سے	اَلْفِ شَهْرٍ ہزار مہینے							

وجہ تسمیہ اور سبب نزول

چونکہ اس سورۃ میں شب قدر کا ذکر فرمایا گیا ہے اسی بناء پر اس سورۃ کا نام القدر مقرر ہوا۔قدر کے معنی تعظیم کے ہیں چونکہ اس شب میں عظمت اور شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔اس سورۃ کے سبب نزول میں کئی روایات مروی ہیں بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت ہوئی ہیں اور آپ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں۔اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن ہے۔اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا تو اس کی تلافی میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور یہ رات یعنی لیلۃ القدر مرحمت فرمائی گئی اور اس کی فضیلت اور بزرگی میں بتلایا گیا کہ ایک شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جو اجر وثواب ہوتا اس سے زیادہ ایک شب قدر میں عبادت کرنے کا اجر وثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کتنا زیادہ ہے۔اسی طرح اگر کسی خوش نصیب کو زندگی میں دس راتیں بھی میسر ہوگئیں اور ان کو عبادت میں گزار دیا تو گویا ۸۳۳ برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گزار دیا۔سبب نزول بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ کے راستہ میں عبادت کرتا رہا۔صحابہ کو اس پر رشک آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کس طرح ایسے شخص کے ثواب کو پہنچ سکیں گے کہ ہماری عمریں ۶۰، ۷۰ برس ہیں اس میں بھی ایک تہائی تو سونے میں جاتی ہے اور کچھ معاش کی تلاش میں اور دوسری حاجتوں میں صرف ہوتی ہے اور کچھ اس میں سے مرض اور سستی میں ضائع ہوتی ہے۔ پھر عبادت کے واسطے کیا باقی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات کو سن کر کچھ دلگیر اور غمگین ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے دفع ملال کے لئے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات انبیاء کا ذکر فرمایا کہ ۸۰،۸۰ برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اس پر صحابہ کرام کو حسرت ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں اور اس قسم کے اختلافات روایات کی اکثر وجہ یہ ہوئی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت یا سورۃ نازل ہوتی ہے تو سبب نزول کی ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔بہر حال سبب نزول جو کچھ بھی ہوا ہو لیکن امت محمدیہ کے لئے اللہ جل شانہ کا یہ بہت ہی بڑا انعام ہے اور یہ رات اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے۔ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ شب قدر حق تعالیٰ جل شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے۔ پہلی امتوں کو نہیں ملی۔الغرض اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا عنایت کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کی فلاح وسعادت دارین کے لئے قرآن حکیم نازل کیا اور اس کو شب قدر میں نازل کیا جس کی یہ فضیلت و برکت ہے کہ ایک لیلۃ القدر اجر وثواب میں ہزار مہینوں کی عبادت کے اجر وثواب سے بھی بہتر ہے اس شب میں حضرت جبرائیل

علیہ السلام اور فرشتوں کا دنیا میں نزول ہوتا ہے اور صبح ہونے تک یہ شب سراپا سلامتی وامن ہوتی ہے۔

عظمت قرآن

سورۃ کی ابتداء قرآن کریم کی تعظیم اور عظمت شان کے اظہار سے فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے اسکو یعنی قرآن کو اتارا گویا ایک تو اظہار عظمت کیلئے اتارنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی کہ جس قرآن کا چرچا ہو رہا ہے اور مکہ میں ہر خاص وعام میں غلغلہ مچا ہوا ہے اس کو کسی اور نے نہیں بلکہ حق تعالیٰ نے اتارا ہے اور اس کلام میں تاکید اور قوت پیدا کرنے کیلئے پہلے انا ذکر کر دیا یعنی بے شک بلا شبہ ہم ہی نے اس کو اتارا۔ پھر قرآن کی مزید عظمت ظاہر کرنے کیلئے فرمایا فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ یعنی قرآن کا وقت نزول بھی عظیم الشان ہے یہ کسی ایسے وقت نازل نہیں کیا بلکہ اس کا نزول خاص وقت یعنی لیلۃ القدر میں ہوا۔

نزول قرآن کی تاریخ

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید بالاتفاق مورخین ومحدثین ومفسرین قریب ٢٣ برس میں تھوڑا تھوڑا آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے پھر یہ کس طرح صحیح ہوا کہ قرآن مجید کو ہم نے شب قدر میں نازل کیا ہے؟ اس کا جواب مفسرین نے لکھا ہے کہ انزال اور تنزیل میں فرق ہے۔ انزال کے معنی ایک بار نازل کرنا ہے اور تنزیل کے معنی تھوڑا تھوڑا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تنزیل یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا یہ ٢٣ برس میں ہوا مگر اس آیت اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ میں انزال کا ذکر ہے نہ کہ تنزیل کا چنانچہ پورا قرآن شریف اسی ترتیب سے جو آج موجود ہے عرش بریں پر لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر یک دم نازل فرمایا گیا اور پھر وہاں سے حسب حاجت جبرئیل علیہ السلام آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بحکم الٰہی تھوڑا تھوڑا لاتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر کلام وحی کو اس کے اصلی موقع پر جمع کرا دیتے تھے۔ تو اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ سے مراد یہ ہوئی کہ پورا قرآن کریم "لوح محفوظ" سے آسمان دنیا پر شب قدر میں اتارا گیا۔

شب قدر کونسی رات ہے؟

اب یہ کہ شب قدر کونسی رات ہے؟ اس میں علمائے عظام کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ شب قدر سال میں ایک مرتبہ آتی ہے اور مہینہ کا کوئی تعین نہیں۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ ماہ رمضان میں یہ رات ہوتی ہے پھر اکثر اس پر متفق ہیں کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں بالخصوص طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ بعض نے خاص رمضان کی ٢٧ ویں شب پر زور دیا ہے۔ احادیث بھی بکثرت اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے بہرحال یقین کے ساتھ شب قدر کے تعین میں بہت اختلاف ہے اور حکمت اس اختلاف میں یہی ہے کہ اس کا طالب سال بھر عبادت میں گزارے اور گناہوں سے بچے ورنہ کم از کم رمضان شریف اور خصوصاً اس کے اخیر عشرہ میں تو ضرور ہی کوشش کرے۔ الغرض قرآن پاک جو رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو نازل کرنے کے لئے اسی بابرکت رات کو منتخب فرمایا۔

شب قدر کا مقام ومرتبہ

اب آگے حق سبحانہ تعالیٰ لیلۃ القدر کی فضیلت اور مراتب بیان فرماتے ہیں اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی اس کا جواب مرحمت فرمایا جاتا ہے۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اب اس رات کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا کیا معنی؟ مرشدنا حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں کہ ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ اس رات میں نیکی کرنا ایسا ہے گویا ہزار مہینہ تک نیکی کرتا رہا بلکہ اس سے بھی زائد۔

یَا اَللّٰہُ جو گناہ باعث تنگی رزق ہوں، باعث مانع خیر و برکت ہوں، باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

اس رات میں فرشتے اور رُوح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر اَمر خیر کو لے کر اُترتے ہیں۔ سراپا سلام ہے وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے۔

تَنَزَّلُ اُترتے ہیں	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	وَالرُّوْحُ اور روح	فِيْهَا اس میں	بِاِذْنِ حکم سے	رَبِّهِمْ ان کا رب	مِّنْ سے	كُلِّ ہر	اَمْرٍ کام	سَلٰمٌ سلامتی	
هِيَ وہ	حَتّٰى جب تک	مَطْلَعِ طلوع ہونا	الْفَجْرِ فجر							

شب قدر میں برکات کا نزول

گذشتہ ابتدائی آیات میں شب قدر کی فضیلت بیان فرمائی گئی کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینے تک عبادت کرنے کا جتنا اجر وثواب ہے اس سے زیادہ اجر وثواب ایک شب قدر میں عبادت کرنے کا ہوتا ہے۔ اب آگے شب قدر کی دوسری فضیلتیں بیان فرمائیں جاتی ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ یعنی اس رات میں ملائکہ رحمت اور روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں تا کہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں۔ اس طرح اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔ حدیث میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی فوج کے ساتھ اترتے ہیں اس وقت جو شخص کھڑا یا بیٹھا اللہ کی یاد کر رہا ہوتا ہے اس کے لئے دعا رحمت کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سلامتی کی دعاء کرتے ہیں علامہ ابن کثیرؒ نے اس سورۃ کی تفسیر کے تحت بعض آثار صحابہ سے ایک بڑی لمبی روایت نقل کی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام لَيْلَةَ الْقَدْرِ میں سورج غروب ہوتے ہی سدرۃ المنتہٰی کے تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر اترتے ہیں۔ یہ کل کے کل فرشتے رافت ورحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مومن کے لئے رحم کے جذبات موج زن ہیں۔ یہ ہر ہر جگہ پھیل جاتے ہیں اور مومن مردوں وعورتوں کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں البتہ گرجا گھر، مندر، آتشکدہ، بت خانہ جہاں خدا کے سوا اوروں کی پرستش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور ان جگہوں میں بھی جہاں گندی چیزیں ڈالی جاتی ہیں نہیں جاتے اور اس گھر میں بھی جہاں نشہ والا ہو یا نشہ والی چیز ہو یا جس گھر میں کوئی بت گڑا ہوا ہو یا جس گھر میں باجے گاجے گھنٹیاں ہوں یا کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے جاتے نہیں۔ باقی جگہ جگہ پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعائیں مانگنے میں گزارتے ہیں۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ رونگٹے جسم پر کھڑے ہو جائیں۔ دل نرم پڑ جائے اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ اس وقت مومن کو سمجھ لینا چاہئے کہ میرا ہاتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے۔ غرض کہ صبح ہونے تک فرشتے اس طرح دنیا میں رہتے ہیں۔ پھر سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام عالم بالا پر چڑھتے ہیں اور بہت اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں بالخصوص دو سبز پروں کو جنہیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے۔ یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور شعائیں جاتی رہتی ہیں۔ پھر ایک ایک فرشتہ کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں پس فرشتوں کا نور اور جبرئیل علیہ السلام کے پروں کا نور سورج کو ماند کر دیتا ہے۔

رحمت و برکت سے محروم رہنے والے گھر

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے فضائل رمضان میں شب قدر کے بیان میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے اس شب قدر میں متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی

ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو۔ اس کو نقل کر کے شیخ الحدیث صاحبؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں اور اللہ کی اتنی بڑی نعمت و رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا کوئی ایک ہی ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم کرتا ہے۔ احقر کہتا ہے کہ افسوس اب تو اس قوم اور ملک ہی کی محرومی کی داستان اتنی طویل ہے کہ کس کس محرومی کو روکا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس ملک پر اس قوم پر رحم و کرم فرمائیں اور ہمارے اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمائیں۔

طلوع فجر تک رحمتوں اور برکتوں کا نزول رہتا ہے

آگے فرمایا جاتا ہے۔ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ یہ رات سراپا سلام ہے یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے دوسری جاتی ہے یا یہ مراد ہے کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے جس میں اللہ والے عجیب و غریب طمانیت چین و سکون اور لذت و حلاوت اپنی عبادت میں محسوس کرتے ہیں اور وہ رات ان ہی برکات کے ساتھ تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی حصہ میں نہ ہو بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے سبحان اللہ! اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں بھی اس نعمت عظمیٰ کی قدر دانی کی توفیق بخشیں اور اس رات کی برکات زندگی میں بار بار نصیب فرمائیں۔ آمین۔

تمام پچھلے گناہ معاف

(۱) بخاری و مسلم کی صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لئے کھڑا ہوا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

شب قدر کی علامات

ایک حدیث میں شب قدر کی کچھ علامات بیان کی گئی ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمک دار ہوتی ہے صاف شفاف نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل گویا اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے۔ نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے۔ ایسا کہ بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند۔ اللہ جل شانہٗ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا۔ بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے۔

شب قدر کی دعا

حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہو **اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی** یعنی اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو پس معاف فرما دے مجھے بھی۔

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل

ہم جیسے کم ہمتوں کے لئے ایک بڑے کام کا مسئلہ حدیث کی روشنی میں اس سورۃ کی تفسیر کے اخیر میں حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتیؒ نے اپنی تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ جس نے شب قدر کی عشاء اور فجر کی نماز مسجد میں جماعت سے پڑھ لی اس کو شب قدر کا ثواب مل گیا اور جو اس سے زیادہ عبادت کرے اللہ اس کے ثواب میں اضافہ کر دے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی اس نے گویا نصف شب کا قیام کیا اور جس نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز بھی پڑھی اس نے گویا پوری رات عبادت کی۔ (مسلم) یعنی باجماعت

عشاء کی نماز کے بعد باجماعت فجر کی نماز بھی پڑھی گئی تو گویا پوری رات نماز پڑھی۔ ہر نماز نصف شب کی عبادت کے قائم مقام ہوئی رات کی یہی دو فرض نمازیں ہیں ایک ابتدائی دوسری انتہائی۔

خلاصہ

اس سورت کی ابتداء میں انسانوں پر اللہ کے عظیم احسان کا ذکر ہے جو کہ کتابِ مبین کو نازل کرنے کی صورت میں ہوا' اسی طرح اس سورت میں لیلۃ القدر کی فضیلت بیان ہوئی ہے' اس کی پہلی فضیلت یہ ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ہے' دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس رات میں غروبِ آفتاب سے لے کر طلوعِ فجر تک فرشتے امن و سلامتی اور رحمت و برکت کا پیغام لے کر نازل ہوتے رہتے ہیں۔

واضح رہے کہ لیلۃ القدر میں نزولِ قرآن کا معنٰی یہ ہے کہ اس رات میں اس کے نزول کی ابتدا ہوئی۔

سورۃ القدر کے خواص

۱.....نظر کی تیزی، آنکھوں میں نور اور دل میں یقین کی پختگی کے لئے اس سورۃ کو لکھے اور پانی سے دھولے، پھر وہی پانی پیئے۔

دعا کیجئے

حق تعالٰی کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے امت مسلمہ کو شب قدر جیسی بے بہا دولت عطا فرمائی۔ حق تعالٰی ہمیں اس نعمت کی قدردانی اور اس کی سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالٰی ہمیں اپنی زندگیوں میں شب قدر کی برکات و فضائل بار بار نصیب فرمائیں اور ہم میں سے کسی کو اس نعمت عظمٰی سے محروم نہ فرمائیں۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ جس گناہ کی میں نے تعریف کی ہو یا کینہ کی طرح دل میں چھپایا ہو یا دل میں عزم مصمم کر لیا ہو کہ یہ گناہ کروں گا یا زبان سے اظہار بھی کر دیا ہو یا وہ گناہ جو میں نے اپنے قلم سے لکھا ہو یا اعضاء سے اس کا ارتکاب کر لیا ہو یا اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس گناہ کے کرنے پر آمادہ کر لیا ہو ایسے سب گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔

یَا اللّٰہُ میں نے گناہ رات کو بھی کیے دن کو بھی کیے۔ لیکن آپ نے اپنے حلم سے پردہ پوشی فرمائی کہ کسی مخلوق کو اس کا علم نہ ہونے دیا' میں نے آپ کی اس ستاری فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا۔ میرے نفس نے اس گناہ کو پھر مزین کر کے پیش کیا اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے پھر کر گزرا۔ میں بار بار ایسا ہی کرتا رہا۔ الٰہ العالمین! میرے اس حال کو خوب جانتے ہیں آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ سے توفیق مانگتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں معافی چاہتا ہوں۔ الٰہی! معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے۔ جب تک اُن کے پاس واضح دلیل نہ آتی۔

الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ وَمَا تَفَرَّقَ

ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنادے۔ جن میں درست مضامین لکھے ہوں۔

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا

اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہوگئے۔ حالانکہ اُن لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت

اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۝ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

کو اُسی کیلئے خالص رکھیں۔ یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے اُن درست مضامین کا۔

لَمْ يَكُنْ وہ نہ تھے	الَّذِيْنَ وہ جو	كَفَرُوْا کفر کیا	مِنْ سے	اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب	وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرک (جمع)	مُنْفَكِّيْنَ باز آنیوالے	
حَتّٰى یہاں تک کہ	تَاْتِيَهُمُ آئے انکے پاس	الْبَيِّنَةُ کھلی دلیل	رَسُوْلٌ رسول	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	يَتْلُوْا پڑھتا ہوا	صُحُفًا صحیفے	مُطَهَّرَةً پاکیزہ
فِيْهَا اس میں	كُتُبٌ قَيِّمَةٌ لکھے ہوئے مضبوط	وَمَا اور نہ	تَفَرَّقَ فرقہ فرقہ ہوئے	الَّذِيْنَ + اُوْتُوا الْكِتٰبَ وہ جو کہ کتاب دیئے گئے + اہل کتاب			
اِلَّا مگر	مِنْ بَعْدِ اس کے بعد	مَا جَآءَتْهُمُ جب انکے پاس آگئی	الْبَيِّنَةُ کھلی دلیل	وَمَا اور نہ	اُمِرُوْا حکم دیا گیا	اِلَّا مگر	
لِيَعْبُدُوا یہ کہ عبادت کریں	اللّٰهَ اللہ	مُخْلِصِيْنَ خاص کرتے ہوئے	لَهُ اس کیلئے	الدِّيْنَ دین	حُنَفَآءَ یک رخ	وَيُقِيْمُوا اور قائم کریں	
	الصَّلٰوةَ نماز	وَيُؤْتُوا اور ادا کریں	الزَّكٰوةَ زکوۃ	وَذٰلِكَ اور یہ	دِيْنُ دین	الْقَيِّمَةِ نہایت مضبوط	

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول وغیرہ

اس سورۃ کی پہلی آیت میں لفظ البینۃ آیا ہے جس کے معنی ہیں کھلی ہوئی دلیل، روشن دلیل؛ جس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ جو بجائے خود رسالت کی ایک روشن اور واضح دلیل ہے۔ اسی لفظ الْبَيِّنَةُ کو سورۃ کا علامتی نام قرار دیا گیا۔ اس سورۃ کے مقام نزول کے متعلق بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ مکی سورۃ ہے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور بعض نے اسے مدنی قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ کا کچھ حصہ تو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوا اور کچھ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں۔ جمہور مفسرین نے اس کو مدنی سورۃ کی فہرست میں رکھا ہے۔

نور ہدایت کا طلوع

ظہور اسلام سے پہلے دنیا اتنی شدید جہالت اور ضلالت اور کفر و شرک میں مبتلا تھی کہ بغیر اس کے کہ ایک مصلح اعظم آئے اور اپنے ہمراہ ایک مکمل ہدایت نامہ لائے کوئی صورت لوگوں کی اصلاح کی نہ تھی۔ چنانچہ مشیت الٰہی نے دنیا والوں پر اپنی حجت کو واضح طور پر پورا کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے ساتھ

مبعوث فرمایا۔ اس سورۃ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اقوام دنیا کو دو ہی گروہ میں تقسیم کیا جاسکتا تھا ایک ''اہل کتاب'' دوسرے ''مشرکین'' اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اگرچہ آسمانی ہدایت کے قائل تھے اور توحید ونبوت کے بنیادی خیالات سے واقف تھے۔ لیکن ایک عرصہ کے بگڑے ہوئے ماحول کے نتیجہ میں وہ بھی اپنے دین کی اصل تعلیمات سے بہت دور جاپڑے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سچے دین کی سیدھی اور صاف راہ سے بے خبر ہو چکے تھے۔ رہا دوسرا گروہ یعنی مشرکین کا تو وہ بت پرستی اور آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھے۔ اور سرے سے کوئی آسمانی کتاب ان کے پاس نہ تھی۔ یہ گروہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارہ میں انتہائی غلط فہمیوں کا شکار تھا۔ ایسی حالت میں دنیا والوں کو دین کی صحیح حقیقت سے باخبر کرنے اور راہ ہدایت پر لانے کے لئے اس بات کی سخت ضرورت تھی اور اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کا عظیم القدر رسول آئے اور کھلی ہوئی واضح دلیلوں کے ساتھ اپنی تعلیمات و ہدایات ان کے سامنے رکھے اور اپنی زبردست تعلیم وہمت اور عزیمت سے دنیا کی کایا پلٹ کردے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دنیا سے کفر وشرک کے پھیلے ہوئے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک واضح دلیل حضرت احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنی ہدایت کا نور اپنے بندوں تک پہنچانے کے لئے منتخب فرمایا اور آپ پر اپنی کتاب قرآن کریم نازل فرمائی جس میں نہایت عمدہ' درست و راست اور صحیح مضامین صاف صاف انداز میں بیان فرمائے گئے۔

اہل کتاب کا تعصب

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ذی شان رسول آئے جن کی زندگی میں دنیا والوں کے لئے بہترین دستور العمل اور نور ہدایت ملتا ہے۔ جن کا علم' حسن معاشرت' اخلاق کریمانہ جن کی صداقت دیانت وامانت جن کی سیرت وصورت غرض کہ آپ کی زندگی کی ہر ساعت اور ہر گھڑی حقانیت کی ایک روشن دلیل ہے اور جب آپؐ ایسی روشن اور عظیم الشان کتاب لائے جو مادی وروحانی ترقی کی شاہ راہ پر لا کر کھڑا کر دینے والی ہے تو ان اہل کتاب کو چاہیے تھا ایسے رسول اور ایسی کتاب کے آنے پر کسی شک وشبہ میں نہ رہتے اور ان پر ایمان لے آتے اور ان کی ہدایات کو قبول کرتے۔ اپنے اختلافات کو ختم کر کے سب ایک راستہ پر پڑ لیتے مگر ان اہل کتاب نے جو علم وفہم کے مدعی تھے اور آسمانی ہدایت کے بھی معتقد تھے وہ بھی دلیل واضح آنے کے بعد مخالفت پر کمربستہ ہوگئے اور انہوں نے دین حق سے اختلاف کیا اور جب اہل کتاب کا یہ حال ہے تو جاہل مشرکوں کا تو پوچھنا کیا ان کے پاس پہلے سے بھی کوئی علم سماوی نہ تھا حالانکہ ان اہل کتاب کو کتب سابقہ میں یہی حکم ہوا تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کیا کریں۔ کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ ٹھہرائیں۔ نیت بھی خالص اطاعت الٰہی کی ہو۔ ریاکاری ہرگز مقصود نہ ہو۔ ہر قسم کے باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہو کر خالص خدائے واحد کی بندگی کریں۔ یہ چیزیں ہر دین میں پسندیدہ رہی ہیں اور یہ پیغمبر اور قرآن بھی ان ہی امور کی تعلیم کرتے ہیں پھر ایسی پاکیزہ تعلیم سے کیوں وحشت کھاتے ہیں اور قرآن کو نہیں مانتے جس سے ان کی اپنی کتب کی بھی مخالفت لازم آتی ہے۔ قرآن چونکہ کتب سابقہ کی تصدیق وتائید کرتا ہے اس لئے وہ طریق ہدایت اور صراط مستقیم جو یہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اس کے مستحکم ودرست ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ واضح دلائل کے بعد بھی جو نہ مانے تو پھر وہ لازماً مستوجب سزا ہے۔

حاصل یہ کہ ان اہل کتاب کو ایمان بالقرآن اور بالرسول لے آنا چاہیے تھا۔ چنانچہ جو ایمان لے آئے وہ کس جزا اور انعام وصلہ کے مستحق بنے اور جو ایمان نہ لائے اور کفر وشرک پر قائم رہے وہ کس سزا کے مستحق بنے۔ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔

دُعا کیجئے: یا اللہ دین حق میں اختلاف اور افتراق سے ہمیں کامل طور پر بچایئے اور دین حق اور صراط مستقیم پر پوری طرح استقامت نصیب فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ

بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ یہ لوگ

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

بدترین خلائق ہیں ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں ۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

اُن کا صلہ اُن کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔

اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝

اللہ تعالیٰ اُن سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ اُس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے ۔

اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	مِنْ سے	اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب	وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکین	فِيْ میں	نَارِ آگ	جَهَنَّمَ جہنم	
خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہ	شَرُّ بدترین	الْبَرِيَّةِ مخلوق	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	
وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہ	خَيْرُ بہتر	الْبَرِيَّةِ مخلوق	جَزَآؤُهُمْ ان کی جزا	عِنْدَ پاس	
رَبِّهِمْ انکا رب	جَنّٰتُ باغ	عَدْنٍ ہمیشہ رہنے والے	تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے سے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے		
فِيْهَا اس میں	اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ	رَضِيَ راضی ہوا	اللّٰهُ اللہ	عَنْهُمْ اُن سے	وَرَضُوْا اور وہ راضی	عَنْهُ اس سے	ذٰلِكَ یہ	لِمَنْ اس کیلئے جو
خَشِيَ ڈرے	رَبَّهٗ اپنا رب							

انکار حق کی سزا بھگتنی پڑے گی

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی حقانیت بتلا کر فرمایا گیا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول بنا کر دنیا والوں کی طرف بھیجا گیا اور قرآن کریم آپ پر نازل فرمایا گیا۔

ان آیات میں پہلے یہی بتلایا گیا ہے کہ دین حق سے انکار کرنے والے خواہ اہل کتاب ہوں یا کفار مشرکین ۔ جو کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں اس انکار کی سزا یقیناً بھگتنا پڑے گی ۔ اور ان کی سزا یہ ہوگی کہ آخرت میں ان کے لئے ہمیشہ رہنے والا آگ کا گھر' جسے جہنم کہتے ہیں ہوگا جس سے کبھی چھٹکارا نہیں ۔ گویا آخرت میں کفر کی سزا دائمی جہنم کی آگ اور عذاب ہے ۔ کیونکہ کفار و مشرکین دنیا میں جیتے جی ہمیشہ کفر پر قائم رہے اس لئے آخرت میں ان کی سزا بھی یہی ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ ہی کے لئے رہیں۔

غیر مسلم متعصبین کے اعتراض کا جواب

بعض غیر مسلم از روئے عناد و تعصب اسلام و قرآن پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کافر کو دائمی عذاب ایک طرح کا ظلم ہے۔ اس کے ہمارے علمائے محققین نے کئی نہایت کافی وشافی جواب دیئے ہیں۔

مرشدنا حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ نے اپنے مواعظ میں اس الزام اور شبہ کے نہایت مدلل جوابات بیان فرمائیے ہیں۔ ایک جواب تو اپنے وعظ میں یہ فرمایا کہ کافر کو جو ابدی عذاب ہے اس میں کوئی ظلم نہیں کیونکہ کافر اللہ تعالیٰ کی ہر ہر صفت کے حقوق ضائع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات لامتناہی ہیں اور خود ہر صفت کے حقوق بھی غیر متناہی ہیں۔ تو چاہیے تو یہ تھا کہ ہر صفت کے انکار پر لامتناہی سزا ہوتی اور پھر

ہر صفت کے حقوق پر اسی طرح غیر متناہی سزا ہوتی۔ پھر زیادتی کہاں ہوئی۔ بلکہ ایک معنیٰ کے کمی ہے۔ بغاوت کی سزا قید دائمی ہی ہوتی ہے جس کا دوام حکام ظاہری کے اختیار میں ہے یعنی تاحیات وہ اپنے باغیوں کے لئے سزا مقرر کرتے ہیں اور جس قسم کا دوام احکم الحکمین کے اختیار میں ہے وہ اپنے باغیوں کے واسطے تجویز فرمائیں گے۔ اس میں ظلم وزیادتی کچھ بھی نہیں بلکہ عین عدل ہے۔ (مجادلات معدلت ۲)

بدترین مخلوق

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ معاملہ کفر میں خواہ اہل کتاب ہوں۔ یا مشرکین بت پرست وآتش پرست یا دوسرے لوگ سب برابر ہیں۔ اوران کی سزا ہمیشہ کے لئے نار جہنم ہے۔ آگے ان کفار کے متعلق بتلایا گیا اُولٰٓئِکَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ یعنی یہ لوگ اللہ کی نظر میں اس کی ساری مخلوقات میں بدترین مخلوق ہیں۔ یوں تو مخلوق ہونے کے اعتبار سے انسان کا درجہ بہت اونچا ہے لیکن اگر یہ انسان اس عقل وفہم اور سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی قوت سے کام نہ لے جو اس کو عطا کی گئی ہے اور اپنی آزادی اور اختیار کا غلط استعمال کر کے اللہ کے حکموں کو نہ مانے اور ان کے مقابلہ میں بغاوت' سرکشی اور انکار کی روش اختیار کرے اسی کا دیا ہوا کھائے اور اسی کے آگے اکڑے تو یقیناً اس کا مقام کیڑے مکوڑے اور بے سمجھ جانوروں سے بھی زیادہ نیچا ہونا چاہیے۔ ارے سور اور کتے بھی اپنے آقا و مالک کو پہچانتے ہیں اور اپنے آقاؤں کی نمک حرامی اور ان سے بے وفائی نہیں کرتے تو یہ کفار ان جانوروں سے بھی بدتر ہیں کہ عقل وفہم اور ادراک کے باوجود اپنے خالق' رازق اور مالک کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس کے احکام کو نہیں مانتے۔

بہترین خلائق

یہ تو کفار انسانوں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔ اب رہے ان کے مقابلہ میں وہ لوگ جو اللہ کی دی ہوئی سمجھ بوجھ سے کام لیں اور احکام الٰہیہ پر ایمان لائیں اور رضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم رکھیں اور جن باتوں کے ماننے اور کرنے کا مطالبہ ان سے کیا گیا ہے انہیں مانیں اور کریں اور جن باتوں کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے باز رہیں ان کے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ یعنی یہ لوگ یقیناً بہترین مخلوقات ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اس آنے والی زندگی میں نعمتیں ہی نعمتیں ہیں۔ خدائے مہربان ان کو ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا بہترین صلہ عطا فرمائے گا۔ ان کو باغات عنایت ہوں گے جن میں وہ راحت ومسرت سے زندگی بسر کریں گے۔ ان باغات میں نہریں بھی جاری ہوں گی چونکہ وہ تازیست ایمان اور اعمال صالحہ پر قائم رہے اس لئے وہ بھی ان آخرت کے باغات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دنیا میں اطاعت وفرمانبرداری پر ان سے خوش ہوگا اور اپنے انعامات واکرامات سے اتنا نوازے گا کہ ان کی مسرت کی بھی انتہا نہ ہوگی۔ اخیر میں پھر یہ بتلا کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا کہ یہ آخرت کا عیش وآرام اور یہ کامیابی اور مسرت اور یہ انعامات و اکرامات انہیں کو عنایت ہوں گے جو دنیا میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہوگا۔ اپنے رب کی ناخوشی سے بچتا ہوگا اور اپنے رب سے ڈر کر کوئی کام ایسا نہ کرتا ہوگا کہ جو اس کے رب کو ناپسند ہو۔

خشیت الٰہیہ اور اس کے ثمرات

یہاں سورۃ کے اخیر میں جو **ذٰلک لمن خشی ربہ** فرمایا یعنی آخرت میں جنت کی ابدالآباد والی نعمتیں اور راحتیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اس شخص کیلئے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہو۔ تو اس جملہ سے معلوم ہوا کہ تمام کمالات دینی اور آخرت کی نعمتوں کا دارومدار خشیت اللہ پر ہے۔ اور خشیت اس خوف وڈر کو نہیں کہا جاتا جو کسی دشمن یا درندے شیر و بھیڑیئے یا موذی جانور سانپ' بچھو سے طبعاً ہوتا ہے بلکہ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو کسی کی انتہائی عظمت وجلال و بزرگی و بڑائی کی وجہ سے پیدا ہو جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر کام ہر حال اور ہر آن میں اس کی خوشنودی اور رضا جوئی کی فکر کرتا ہے اور ناراضگی اور خفگی کے شبہ اور وہم وگمان سے بھی بچتا ہے۔ یہی خشیت وہ چیز ہے جو انسان کو حق تعالیٰ کا عبد کامل اور مقبول بنانے والی ہے۔ حق تعالیٰ ہمیں بھی اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرمائیں کہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز رہیں اور

مولائے کریم کی رضا جوئی کی ہمیشہ فکر میں رہیں۔ آمین۔

سورۃ البینۃ کی فضیلت

یہ سورۃ اپنے مضامین کے اعتبار سے نہایت ہی بلند پایہ ہے اور اس سورۃ سے متعلق امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح مسلم شریف میں ایک باب یہ قائم کیا ہے ''افضل کا اپنے سے کم مرتبہ والے کے سامنے قرآن کریم پڑھنے کا استحباب'' اور اس باب میں ایک حدیث حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پڑھوں۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت ابی بن کعبؓ یہ سن کر رونے لگے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ سن کر حضرت ابی بن کعبؓ پر بے قراری کے ساتھ گریہ طاری ہو گیا اور زبان سے یہ کلمات نکلے۔ وقد ذکرت عند رب العلمین (اچھا میرا نام لیا گیا اور ذکر ہوا رب العالمین کی بارگاہ میں) اس روایت سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ حق تعالیٰ جل وعلیٰ کی بارگاہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی محبوبیت اور مقبولیت کس درجہ تھی۔

خلاصہ

اس سورت میں تین امور سے بحث کی گئی ہے:

اہل کتاب کا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں موقف' یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہے تھے لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ آخری نبی بنی اسرائیل میں سے ہوگا لیکن جب ایسا نہ ہوا تو انہوں نے آپ کی نبوت کو جھٹلا دیا' اس سورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بینہ اور واضح حجت اور دلیل قرار دیا گیا ہے۔ اس میں شک ہی کیا ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی خود ایک بہت بڑا معجزہ اور حق وصداقت کی واضح دلیل تھی' زنا' شراب نوشی' قتل و غارت گری' بت پرستی اور ڈاکہ زنی کے ماحول میں چالیس سال گذارے' کسی جنگل اور خلوت خانہ میں نہیں' گلی کوچوں اور سوسائٹی میں فعال کردار ادا کرتے ہوئے گذارے لیکن سیرت کے دامن پر نجاست کا کوئی خفیف ترین دھبہ بھی نہ تھا' کسی بدترین دشمن کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے کردار پر انگلی اٹھا سکتا۔

یہ سورت دین وایمان کی بنیاد کی نشاندہی کرتی ہے اور وہ ہے اخلاص' کوئی عمل بغیر ایمان کے اور ایمان بغیر اخلاص کے معتبر نہیں' ہر نبی نے اپنی امت کو اس بنیاد کی دعوت دی۔

یہ سورت اشقیاء اور سعداء یعنی کافروں اور مؤمنوں دونوں کا انجام بیان کرتی ہے۔

سورۃ البینہ کے خواص

١..... اگر کسی کو یرقان کا مرض ہو تو سورۃ البینہ لکھ کر گلے میں پہنے۔ ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی۔

٢..... اگر کسی کا جسم پورا متورم ہو جائے یا کوئی ایک حصہ پر ورم ہو تو سورۃ البینہ لکھ کر گلے میں پہنے' ان شاء اللہ ورم اتر جائے گی۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے کہ آپ ہم سے راضی ہو جائیں اور اپنے کرم سے ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل فرما لے کہ جو آخرت میں آپ کے انعامات واکرامات سے نوازے جائیں گے۔

اور آپ کی رضا کے مقام جنت میں جن کا ٹھکانہ ہوگا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی ۔اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۗ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ

اُس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی ۔اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا۔اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر واپس ہوں گے

اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۗ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۗ وَمَنْ يَّعْمَلْ

تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں۔سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔اور جو شخص

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۟

ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

اِذَا جب	زُلْزِلَتِ ہلا ڈالی جائے	الْاَرْضُ زمین	زِلْزَالَهَا اس کا زلزلہ	وَاَخْرَجَتِ اور باہر نکال ڈالے	الْاَرْضُ زمین	اَثْقَالَهَا اپنے بوجھ	
وَقَالَ اور کہے گا	الْاِنْسَانُ انسان	مَا لَهَا اسے کیا ہوگیا؟	يَوْمَئِذٍ اس دن	تُحَدِّثُ بیان کریگی	اَخْبَارَهَا اپنی خبریں حالات	بِاَنَّ کیونکہ	
رَبَّكَ تیرا رب	اَوْحٰى حکم بھیجا	لَهَا اسکو	يَوْمَئِذٍ اس دن	يَصْدُرُ باہر نکلیں گے	النَّاسُ لوگ	اَشْتَاتًا گروہ در گروہ	لِيُرَوْا تاکہ دکھائے
اَعْمَالَهُمْ انکے عمل (جمع)	فَمَنْ پس جس	يَعْمَلْ کی ہوگی	مِثْقَالَ برابر	ذَرَّةٍ ایک ذرہ	خَيْرًا نیکی	يَرَهٗ اسکو دیکھے گا	وَمَنْ اور جس
يَعْمَلْ کی ہوگی	مِثْقَالَ برابر	ذَرَّةٍ ایک ذرہ	شَرًّا برائی	يَرَهٗ اس کو دیکھے گا			

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ کی ابتداء اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا سے ہوئی ہے یعنی جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی۔اسی سے سورۃ کا نام زلزلت یا زلزال ہے جس میں قیامت کے دن میں زلزلہ عظیم واقع ہونے کی خبر ہے۔اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔

سورۃ کی فضیلت

ترمذی کی ایک حدیث میں حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا زُلْزِلَتِ نصف قرآن کے برابر ہے۔اور قل ھو اللہ احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور قل یا ایھا الکفرون ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور ترمذی کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اذا زلزلت چوتھائی قرآن ہے۔امام جزریؒ نے لکھا ہے کہ چوتھائی قرآن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں چار چیزیں ہیں یعنی چار چیزوں کا بیان ہے۔زندگی' موت' حشر حساب اور اس سورۃ میں صرف حساب کا بیان ہے اور اس کو نصف قرآن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں احوال دنیا کا بھی بیان ہے اور احوال آخرت کا بھی اور اس سورۃ میں صرف احوال آخرت کا بیان ہے۔لہذا یہ سورۃ ایک حیثیت سے نصف قرآن ہے اور دوسری حیثیت سے چہارم قرآن' ایک روایت میں ہے کہ منکرین قیامت پوچھتے تھے کہ قیامت آخر کب آئے گی۔

اس سوال کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اور ایک پہر رات گزری تھی کہ اس کا نزول ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کا انتظار نہ فرمایا اسی وقت گھر سے باہر تشریف لائے اور اس کی تعلیم فرمائی۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کی آخری آیات گویا پورے کلام اللہ کا خلاصہ اور تمام احکام شریعت کی جامع ہیں۔

قیامت کا زلزلہ

اس سورۃ میں قیامت کے تہلکہ خیز زلزلہ کا ذکر فرما کر آخرت میں ملنے والی جزا و سزا کا حال بتلایا گیا ہے۔ قیامت کی اصل حقیقت کیا ہوگی؟ اس کا ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا تو اس لئے ممکن نہیں کہ اب تک انسانی تجربہ میں ایسا کوئی واقعہ آیا ہی نہیں ہے۔ جس کو مثال بنا کر وہ اس ہونے والے واقعہ کو سمجھ سکے۔ اس لئے اس واقعہ کو سمجھانے کے لئے ان باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے انسان واقف ہے چنانچہ قیامت کے کتنے ہی مناظر قرآن پاک میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک شکل وہ بھی ہے جسے ہم ایک شدید زلزلہ سے سمجھ سکتے ہیں۔ جس میں زمین اچانک ہلنے لگتی ہے اور اس کی وجہ سے طرح طرح کی تباہی آتی ہے۔ مکان گرتے ہیں۔ زمین پھٹ جاتی ہے پہاڑ گرنے لگتے ہیں اس سورۃ میں اسی شکل کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا جب زمین ایک سخت زلزلہ سے ہلا دی جائے گی یہ کیفیت پہلا صور پھونکنے کے وقت ہوگی۔ ہر جان دار ہلاک ہو جائے گا اور معلوم نہیں کب تک دنیا اسی حالت میں رہے گی۔ اس کے بعد پھر دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا حکم ہوگا جب کہ تمام انسان زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اسی کو فرمایا گیا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ یعنی زمین کے طبقات میں جس قدر بھی بوجھل چیزیں ہیں۔ مثلاً خزانے، سونے چاندی یا ہیرے جواہرات کی کانیں۔ اور مردے وغیرہ سب کچھ باہر نکل پڑے گا۔

انسان کی حیرت

اس وقت زندہ ہو کر کھڑا ہونے والا انسان متعجب اور متحیر ہو کر کہے گا۔ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا کہ زمین کو کیا ہو گیا؟ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں انسان سے کافر انسان مراد ہے چونکہ اس کو قبروں سے اٹھنے کی امید ہی نہ ہوگی اس لئے قبر سے اٹھنے کے وقت وہ یہ بات کہے گا اور مومن کہے گا یہ وہی ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔ الغرض زندہ ہونے والا انسان حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہو گیا کہ اس نے اپنے اندر کی تمام چیزیں یکدم باہر نکال پھینکیں۔

زمین سب حالات بیان کرے گی

آگے بتلایا گیا یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا اس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی جو اس پر گزرے ہوں گے۔ یعنی بنی آدم نے جو برے بھلے کام اس کے اوپر کئے تھے سب ظاہر کر دے گی۔ مثلاً زمین کہے گی کہ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی فلاں نے چوری کی تھی۔ فلاں نے خون ناحق کیا تھا وغیر ذلک۔ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کئے جاتے ہیں زمین میں ان سب کے ریکارڈ موجود رہتے ہیں۔ اس طرح انسان کی تمام حرکتوں کا ایک مکمل ریکارڈ پیش کر دیا جائے گا۔

زمین کیسے بولے گی؟

رہی یہ بات کہ زمین یہ کام کس طرح کرے گی؟ تو اس کا جواب بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا میں دے دیا گیا۔ یعنی اس زمین کو اس کے رب کی طرف سے یہی حکم ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کا اس کو یہ حکم ہوگا کہ وہ اپنی سرگزشت بیان کرے تو یقیناً ایسا کرے گی۔ جو اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق اور سب کچھ کر سکنے والا تسلیم کرتے ہیں انہیں تو اس میں کوئی اشکال پیدا ہی نہیں ہو سکتا مگر جو عقل کے پجاری ہیں وہ سمجھیں کہ انسان کی زبان جو گویائی کا آلہ ہے ایک گوشت کا ٹکڑا ہے خدا تعالیٰ نے اس میں قوت گویائی رکھ دی جس کے لئے چاہا اور جس کے لئے نہ چاہا وہ باوجود زبان کے گونگا رہا۔ اسی طرح اگر خدا چاہے تو یہی قوت گویائی انسان کے کسی دوسرے حصہ میں رکھ دے تو وہ بھی اسی طرح بولنے لگے۔ دیکھنے کی قوت آنکھ میں رکھ دی ہے۔ سونگھنے کی ناک میں اور ٹٹولنے کی تمام جسم میں۔ اگر وہ چاہے تو ایک قوت کو دوسری جگہ رکھ دے یا تمام بدن کو کل قوتوں کا محل بنا دے اور ہر جگہ سے دیکھنے سننے اور ٹٹولنے لگے۔ چنانچہ قیامت کے دن جسم انسانی کے سب اعضاء کو قوت گویائی عطا ہوگی۔ اسی طرح قیامت میں زمین کو بھی قوت گویائی عطا

ہوگی۔ یہ کوئی مشکل یا عجیب یا خلاف عقل بات نہیں اور اب آج کل کے سائنسی دور میں جب کہ ایسی ایسی اختراعات اور ایجادات ہو رہی ہیں جن کا امکان کچھ عرصہ قبل بالکل خلاف عقل سمجھا جاتا تھا مگر اب وہ بالکل معمولی باتیں خیال کی جاتی ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ عقل انسانی نے ان کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ لہٰذا کسی شے کا عدم مشاہدہ اس کے عدم وجود پر دلالت نہیں کرسکتا۔ آج کل کے سائنس دان یہ بات کہتے ہیں کہ انسان جو کچھ بولتا ہے اور وہ جو کچھ حرکات کرتا ہے اس کا اثر لہروں کی شکل میں فضا میں باقی رہتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہم کسی وقت ان لہروں کو پھر آواز کی شکل میں تبدیل کرلیں اور اپنے کانوں سے اسے سن سکیں۔

آگے اسی یوم قیامت کے بارہ میں بتلایا جاتا ہے۔ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کے ثمرات کو دیکھ لیں یعنی اس روز لوگ مختلف حالات میں دربار عدالت خداوندی سے حساب وکتاب سے فارغ ہوکر لوٹیں گے۔ کوئی تو خوشی خوشی جنت کی راہ لیں گے اور ہمیشہ کے لئے آرام و راحت کے مزے لیں گے اور کوئی واصل جہنم ہوں گے تاکہ اپنے معاصی کی سزا بھگتیں۔

عمل کا ذرہ ذرہ سامنے آئے گا

اس حقیقت کو بیان کردینے کے بعد آخر میں تنبیہ کے طور پر انسان کو یہ بات بتا دی گئی۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞ سو جو شخص دنیا میں ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو وہاں بچشم خود دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ذرا برابر بھی بدی کرے گا وہ بھی اُس کو وہاں بچشم خود دیکھ لے گا یعنی اے انسان تو اس دھوکہ میں مت رہنا کہ تو اس دنیا میں جیسی چاہے من مانی زندگی گزارے اس کا کوئی اثر تمہاری آئندہ زندگی پر نہیں پڑنا ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے چھوٹے سے چھوٹے کام بھی تمہارے لئے اچھے یا برے نتیجوں کا سبب بنتے ہیں۔ ہر شخص کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اس کا کوئی کام اکارت نہیں جائے گا۔ ذرہ برابر نیکی کا پھل بھی اس کے سامنے آئے گا اور ذرہ برابر برائی کا نتیجہ بھی اسے بھگتنا پڑے گا۔

خلاصہ: یہ سورت دو مقاصد پر مشتمل ہے۔

اس میں اس زلزلے کی خبر دی گئی ہے جو قیامت سے پہلے واقع ہوگا اور سارے انسان اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور زمین انسان کے اعمال پر گواہی دے گی۔

لوگ حساب وکتاب کیلئے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے پھر ان کے اعمال کے مطابق انہیں دو قسموں میں تقسیم کیا جائے گا بعض شقی ہوں گے اور بعض سعید اور ان میں سے ہر ایک اپنے چھوٹے بڑے اعمال کی جزا دیکھ لے گا۔

سورۃ الزلزال کے خواص

١..... حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو اس سورۃ کو اپنی نماز میں سورۃ الزلزال کو کثرت سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے زمین کے خزانوں کو کھول دیں گے۔

٢..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی اپنی نمازوں میں سورۃ الزلزال کو کثرت سے پڑھے گا اس کو اللہ تعالیٰ ہر خوف سے امن عطا فرمائینگے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ قیامت و آخرت پر ہم کو ایسا یقین کامل نصیب فرمائیں کہ جو ہم آخرت سے کبھی غافل نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں ان تمام نیکیوں کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو آخرت میں ہمارے کام آئیں۔ اور ان تمام برائیوں سے ہمیں بچالیں کہ جو آخرت میں پکڑ و سزا کا باعث ہوں۔ ہم سے جو برائیاں اب تک صادر ہوچکی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف کردیں اور ہمارے اعمالنامہ سے ان کو محو فرمادیں تاکہ ہم کو انہیں قیامت میں دیکھنا نہ پڑے اور جو نیکیاں ہم سے اللہ کی توفیق وتائید سے ہوگئی ہیں ان کو تا قیامت ہمارے اعمال نامہ میں ثبت فرمادیں۔ اور آخرت میں باعث اجر و ثواب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ پھر صبح کے وقت تاخت وتاراج کرتے ہیں۔ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ

پھر اس وقت جماعت میں جا گھستے ہیں۔ بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر گزار ہے۔ اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے۔ اور وہ

لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۗ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ

مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔ کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مُردے قبروں میں ہیں۔ اور آشکارا ہو جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۧ

بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اُس روز پورا آگاہ ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی	ضَبْحًا ہانپنے والے	فَالْمُوْرِيٰتِ چنگاریاں اڑانے والے	قَدْحًا سُم جھاڑ کر	فَالْمُغِيْرٰتِ غارت گری کرنے والے					
صُبْحًا صبح کو	فَاَثَرْنَ پھر اڑائیں	بِهٖ اس سے	نَقْعًا گرد اڑاتے	فَوَسَطْنَ پھر جا گھسیں	بِهٖ اس وقت	جَمْعًا جماعت (فوج)	اِنَّ بیشک		
الْاِنْسَانَ انسان	لِرَبِّهٖ اپنے رب کا	لَكَنُوْدٌ ناشکرا	وَ اور	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰى پر	ذٰلِكَ اس	لَشَهِيْدٌ گواہ	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	لِحُبِّ محبت میں
الْخَيْرِ مال ودولت	لَشَدِيْدٌ البتہ سخت	اَفَلَا پس کیا نہیں	يَعْلَمُ وہ جانتا	اِذَا جب	بُعْثِرَ اٹھائے جائیں گے	مَا جو	فِي میں	الْقُبُوْرِ قبروں	
وَحُصِّلَ اور سامنے آجائے گا	مَا جو	فِي میں	الصُّدُوْرِ سینے دل	اِنَّ بیشک	رَبَّهُمْ ان کا رب	بِهِمْ ان سے	يَوْمَئِذٍ اس دن	لَخَبِيْرٌ خوب باخبر	

وجہ تسمیہ، مقام نزول اور موضوع

اس سورۃ کی ابتداہی وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا سے ہوئی ہے۔ عٰدیٰت جمع ہے۔ عادیۃ کی جس کے معنی ہیں تیز دوڑنے والے گھوڑے۔ چونکہ اس سورۃ میں عادیات یعنی جنگ کے تیز دوڑنے والے گھوڑے کی وفاداری اور جانثاری کا ذکر فرمایا گیا ہے اس لئے اسی لفظ عادیات کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

مجاہدین کے گھوڑوں کی پانچ صفات کی قسمیں

اس سورۃ کی ابتداء بھی قسمیہ کلام سے فرمائی جاتی ہے۔ عرب چونکہ لڑائی اور جنگ کے دلدادہ تھے اس لئے عربوں کی زندگی میں نزول قرآن کے وقت گھوڑے کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس لئے انہیں بات سمجھانے کے لئے جنگی گھوڑوں کی مثال سے کام لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے جانوروں میں ایسی خصلت رکھ دی ہے جو انسان کے لئے بھی پسندیدہ خصلت مانی جاتی ہے۔ تو یہاں گھوڑے کی پانچ صفات کا ذکر کیا گیا اور ان کی قسم کھائی گئی۔

پہلی صفت فرمائی وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں یعنی گھوڑا اپنے مالک کا کیسا وفادار خادم ہوتا ہے کہ اس کے اشارہ پر بے تحاشا دوڑتا ہے اور دوڑتے ہوئے ان کے پیٹوں سے ہانپنے کی آواز آتی ہے۔

دوسری صفت فرمائی۔ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو

پتھروں پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ یعنی یہ گھوڑے اس قدر قوی اور تیز رو ہیں کہ جب پتھریلی زمین پر دوڑتے ہیں تو پتھروں پر ان کے ٹاپ اس زور سے پڑتے ہیں کہ ان سے آگ نکلتی ہے۔ گھوڑے کے سموں میں جو آہنی نعل لگے ہوتے ہیں تو پہاڑوں اور پتھریلی زمین میں دوڑنے سے ان کے نعل جو زمین میں لگتے ہیں تو شعلہ یا چنگاریاں نکلتی ہیں۔

تیسری صفت فرمائی فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا قسم ہے ان گھوڑوں کی کہ غارت کرتے ہیں صبح کے وقت۔ عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت حملہ کرنے کی تھی۔ رات کو چل کر صبح ہی صبح جبکہ اعداء خواب غفلت میں پڑے ہوتے دفعۃً حملہ کرتے اور مال و اسباب ان کا لوٹ لیتے۔

چوتھی صفت فرمائی فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو اس وقت غبار اڑاتے ہیں یعنی ایسی تیزی اور قوت سے دوڑنے والے کہ صبح کے وقت جب کہ رات کی سردی اور شبنم کی رطوبت سے گرد و غبار دبا رہتا ہے۔ ان کی ٹاپوں سے اس وقت بھی گرد و غبار اڑتا ہے اور وہ دشمنوں کی صفوں میں جا گھستے ہیں۔

پانچویں صفت فرمائی فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو اس وقت دشمنوں کی جماعت میں جا گھستے ہیں۔ یعنی اس وقت بے خوف و خطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔

ناشکرا انسان اور اس کی صفات

ان پانچ قسموں کے بعد بطور جواب قسم جو بات فرمائی گئی وہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ہے (بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے) یہاں انسان سے مراد کافر انسان ہے جس کی توجہ ان گھوڑوں کی طرف دلائی جاتی ہے۔ جو اپنے مالک کے کس قدر مطیع ہوتے ہیں۔ خاص کر میدان جنگ میں تو اپنے آقا کی خاطر جان پر کھیل جاتے ہیں۔ اپنے مالک سوار کے اشارہ پر چلتا ہے۔ دوڑتا ہے ہانپتا ہوا۔ ٹاپیں مارتا اور غبار اڑاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ تلواروں اور نیزوں اور برچھوں کے سامنے پڑ کر منہ نہیں پھیرتا بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ ایک گھوڑا جس کا مالک گھاس و چارہ اور تھوڑا سا دانہ پانی کھلاتا پلاتا ہے وہ اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے اور کس قدر فرض شناسی سے کام لیتا ہے مگر یہ کافر انسان جس کو اس کے مالک حقیقی نے بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا۔ جو اس مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی دن رات کھاتا پیتا ہے۔ جس کی راحت و آرام کے لئے طرح طرح کے سامان اس کے منعم و محسن حقیقی نے مہیا کیئے۔ جس کو اس کے مالک حقیقی نے فہم و فراست علم و عقل اور نیک و بد میں تمیز کا مادہ عنایت فرمایا لیکن پھر بھی وہ اپنے مالک حقیقی کی اطاعت سے گریز کرتا ہے۔ اپنے فرض منصبی کو فراموش کیئے ہوئے ہے۔ اپنے منعم حقیقی کی ناشکر گزاری کرتا ہے۔ بیشک یہ کافر انسان بڑا ناشکرا اور بڑا نالائق ہے۔ کہ ایک جانور گھوڑے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔ اس کی حالت تو حیوانوں سے بھی بدر جہا بدتر ہے۔

اسی کافر انسان کے متعلق آگے فرمایا گیا وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے یعنی انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ اگر یہ اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو بڑا ناشکرا ہے۔ ایسے ناشکرے انسان کی حالت آگے بتلائی گئی۔ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے یعنی لالچ، حرص و طمع، بخل و امساک نے جو اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اس کو اندھا بنا رکھا ہے۔ دنیا کے زر و مال کی محبت میں اس قدر غرق ہے کہ منعم حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا اور نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

قبر و حشر کو سامنے رکھو

سورۃ کے اخیر میں ایسے احسان فراموش اور ناشکر گزار انسان کو جتلایا گیا اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۙ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ یعنی وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ جب قیامت کے دن سب دوبارہ زندہ کیئے جائیں گے اور مردہ جسم قبروں سے نکل کر زندہ کھڑے کیئے جاویں گے اور دونوں میں جو چیزیں چھپی ہوئی ہیں سب کھول کر رکھ دی جائیں گی۔ اس وقت ان اعمال بد اور عقائد فاسدہ کی سزا دی جائے گی اس وقت دیکھیں یہ مال

کہاں تک کام دے گا اور نالائق ناشکرا انسان کہاں چھوٹ کر جائے گا اور ہر چند کہ اللہ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر و باطن پر محیط ہے اور بندہ کی ہر حرکت و سکون سے ہر وقت آگاہ ہے لیکن اس روز اس کا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جائے گا اور کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے گی۔

خلاصہ

اس سورت میں تین اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور اس کے ناشکرا ہونے پر خود اس کے اعمال گواہ ہیں۔ گھوڑا اپنے مالک کا وفادار ثابت ہوتا ہے اسے خوش کرنے کیلئے تیروں کی بارش اور کوندتی تلواروں میں گھس جاتا ہے مگر ہائے رے انسان کہ یہ اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اپنے مالکِ حقیقی سے بے وفائی کرتا ہے۔

انسان کی فطرت اور طبیعت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے اس کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو دوسری تلاش کرتا ہے اور دوسری ہو تو تیسری تلاش کرتا ہے اور اس کے منہ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

انسان کو ان اعمال صالح پر برانگیختہ کیا گیا ہے جو اسے اس وقت فائدہ دیں گے جب اسے حساب و جزا کیلئے پیش کیا جائے گا اور بندوں کے سینوں میں جو راز ہیں آشکارا کر دیئے جائیں گے۔

سورة العادیات کا خلاصہ

١...... جو آدمی اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ ہر خوف سے محفوظ رہے گا۔

٢...... جو آدمی اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اس کے لئے رزق آسان ہو جائے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسان بنایا اور پھر انسان بنا کر اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ قیامت و آخرت کا یقین کامل ہی ہم کو معصیت اور گناہوں سے روک سکتا ہے آج ہم جو نافرمانی میں بے باک ہو گئے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ آخرت کی جزا و سزا کا خیال دل سے نکل گیا ہے۔ یا اللہ ہمیں آخرت کی ایسی یاد اور دھیان عطا فرما دے جو ہمیں آپ کا فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ میں نے عجب کیا ہو ریا کاری کی ہو کوئی آخرت کا عمل شہوت کی نیت سے کیا ہو کینہ حسد تکبر اسراف کذب غیبت خیانت چوری اپنے اوپر اترانا دوسرے کو ذلیل کرنا یا اس کو حقیر سمجھ کر یا حمیت و عصبیت میں آ کر بے جا سخاوت ظلم لہو و لعب چغلی یا اور کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو جس کے سبب میں ہلاکت میں آ گیا ہوں الٰہی! مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَھِیَ اِحْدٰی عَشَرَۃَ اٰیَۃً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْقَارِعَۃُ ۙ مَا الْقَارِعَۃُ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ ؕ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ

وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔کیسی ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔اور آپکو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔جس روز آدمی پریشان پروانوں

الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ فَهُوَ

کی طرح ہوجاویں گے۔اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجاویں گے۔پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا۔وہ تو

فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ؕ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِیَۃٌ ؕ وَمَآ اَدْرٰىكَ

خاطر خواہ آرام میں رہیں گے۔اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا۔اُس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔اور آپ کو کچھ معلوم ہے

مَا هِیَهْ ؕ نَارٌ حَامِیَۃٌ ۧ

کہ وہ کیا چیز ہے۔ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

اَلْقَارِعَۃُ کھڑکھڑانے والی	مَا الْقَارِعَۃُ کیا ہے کھڑکھڑانے والی	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ تم سمجھے	مَا الْقَارِعَۃُ کیا ہے کھڑکھڑانے والی	یَوْمَ جس دن
یَکُوْنُ ہوں گے	النَّاسُ لوگ	کَالْفَرَاشِ پروانوں کی طرح	الْمَبْثُوْثِ بکھرے ہوئے	وَتَکُوْنُ اور ہوں گے	الْجِبَالُ پہاڑ / کَالْعِهْنِ رنگین اون کی مانند
الْمَنْفُوْشِ دھنکی ہوئی	فَاَمَّا پس جو / مَنْ جو	ثَقُلَتْ بھاری ہوئے	مَوَازِیْنُهٗ اس کے وزن	فَهُوَ سو وہ / فِیْ میں	عِیْشَۃٍ عیش و آرام
رَّاضِیَۃٍ پسندیدہ	وَاَمَّا اور جو / مَنْ جو	خَفَّتْ ہلکے ہوئے	مَوَازِیْنُهٗ ان کے وزن	فَاُمُّهٗ تو اس کا ٹھکانہ / هَاوِیَۃٌ ہاویہ	وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تم کیا سمجھے
مَا هِیَهْ کیا ہے وہ؟	نَارٌ آگ	حَامِیَۃٌ دہکتی ہوئی			

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول وغیرہ

اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ اَلْقَارِعَۃُ سے ہوئی ہے۔قارعۃ کے معنی ہیں اچانک آ جانے والی مصیبت۔کھڑکھڑانے والا حادثہ۔یہاں القارعۃ سے مراد حادثہ قیامت ہے چونکہ قیامت بھی اچانک اور ناگہاں آ جانے والی مصیبت اور حادثہ عظیم ہے اسی لئے اس کو القارعۃ کہا گیا۔اور اسی لفظ سے سورۃ کو موسوم کیا گیا۔یہ سورۃ بھی مکی ہے۔

تمہیں معلوم ہے قیامت کیا ہے؟

قرآن کریم کا ایک انداز بیان یہ بھی ہے کہ جب کسی بات پر زور دینا ہوتا ہے تو اسے پہلے سوالیہ انداز میں سامنے رکھا جاتا ہے اور پھر خود ہی جواب دے دیا جاتا ہے۔اس طرح ایک سادہ جملہ کے مقابلہ میں بات کہیں زیادہ موثر ہو جاتی ہے۔اور پڑھنے والے یا سننے والے کے ذہن پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔قیامت جو ایک انتہائی ہولناک وقت ہوگا اس کے بارہ میں ابتدائی تین آیات اَلْقَارِعَۃُ مَا الْقَارِعَۃُ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ میں یہی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔وہ کھڑکھڑانے والی چیز؟ وہ کھڑکھڑانے والی کیسی ہے اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز مراد قیامت ہے جو قلوب کو سخت فزع اور گھبراہٹ سے اور کانوں کو نہایت ہولناک آوازوں سے کھڑکھڑا دے گی۔مطلب یہ ہے کہ حادثہ قیامت کے اس ہولناک منظر کا کیا بیان ہو بس اس کے بعض آثار آگے بیان کر دیئے

جاتے ہیں جن سے اس کی سختی اور شدت کا قدرے اندازہ ہوسکتا ہے۔

میدان حشر کا ایک منظر

آگے قیامت میں میدان حشر کا ایک منظر بتلایا گیا یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ جس دن لوگ میدان حشر میں پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔یعنی جیسے برسات کے دنوں میں پتنگے اور کیڑے مکوڑے ڈھیر کے ڈھیر نکل پڑتے ہیں اور دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سارے میدان میں یہی بکھرے ہوئے ہیں۔بس اسی منظر سے ملتا جلتا وہ منظر ہوگا جب تمام انسان دوبارہ جی اٹھیں گے اور ہر طرف ان کے غول کے غول دکھائی دیں گے اور میدان حشر میں پروانوں اور پتنگوں کی طرح حیران و پریشان بکھرے پڑے ہوں گے۔بے قراری اور بے تابی میں ادھر ادھر مارے پھریں گے۔گویا پروانوں کے ساتھ تشبیہ ضعف، کثرت، بے تابی اور حیرانی و پریشانی میں ہوئی۔

ایک دوسرا منظر

آگے قیامت کا ایک دوسرا منظر بیان فرمایا وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔یعنی پہاڑ اپنے وزن اور اپنی جسامت کے لحاظ سے انسانی ذہن پر اپنی عظمت اور ہیبت کا ایک اثر ڈالتے ہیں تو یہ بھاری بھرکم وجود بھی قیامت کی ٹوٹ پھوٹ کے اثر سے فضا میں اس طرح اڑتے پھریں گے جیسے دھنی ہوئی اون یا جیسے روئی کو دھنک کر ایک ایک پھاہا کر کے اڑا دیتا ہے۔اور رنگین اون سے اس لئے تشبیہ دی کہ دنیا میں مختلف رنگوں کے پہاڑ ہیں جیسے سنگ مرمر کے پہاڑ سفید ہوتے ہیں اور سنگ سرخ کے پہاڑ سرخ اور سنگ سیاہ کے پہاڑ سیاہ۔یہ پے در پے زلزلہ وغیرہ سے چورا چورا ہو کر فضا میں اڑتے پھریں گے۔انسانوں کو یقیناً قیامت کی ہولناکی اور شدت کا اندازہ اس منظر سے بھی ہوسکتا ہے۔

آخرت کی راحت وعذاب کا مدار

قیامت کی ہولناکی اور آخرت کے انجام کا ذکر جو بار بار قرآن میں آتا ہے اس کی غرض یہی ہے کہ انسان کسی وقت یہ نہ بھولنے پائے کہ اس دنیا کی زندگی کا ایک انجام بھی ہے۔اسے مر کر پھر ایک بار زندہ ہونا ہے اور پھر وہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔اور اس زندگی کی کامیابی کا مدار صرف اس بات پر ہے کہ انسان دنیا کی زندگی میں کیا کما کر ساتھ لے گیا۔یہی بات اخیر کی آیتوں میں دہرائی گئی ہے۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔یعنی جس نے دنیا کی زندگی ایمان اور عمل صالح کے ساتھ گزاری ہوگی اور قانون خداوندی کو خضر راہ بنایا ہوگا تو پھر اس کی تول بھاری نکلے گی۔اول تو ایمان کی تول ہی وزن میں بھاری ہوگی پھر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات کی گراں باری ہوگی۔پھر شہوات ولذات سے صبر، اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت یہ حسنات کے پلے کو اور بھی بھاری بنا دے گی۔نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسے لوگ دل پسند زندگانی حیات جاودانی اور ہر طرح کامرانی میں ہوں گے۔یہ جملہ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ بڑا وسیع المعنی جملہ ہے۔آخرت کی تمام نعمتیں جنت اور اس کی راحتیں اور وہاں کی خوشی وسرور اور دیدار الٰہی کی نعمت من مانے عیش اور خاطر خواہ آرام سب عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ میں شامل ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی ان بندوں میں شامل فرمالیں جن کو عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ نصیب ہوگا۔آمین۔

تو یہ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ یعنی من مانا عیش ان کے لئے ہوگا جن کے اعمال ایمان واخلاص کی وجہ سے وزنی ہوں گے اور جن کا نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔باقی رہے وہ جن کا ایمان کا پلہ ہلکا ہوگا۔جنہوں نے اپنی دنیاوی زندگی اپنی خواہشات میں اور لذات وشہوات میں گزاری ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے قوانین سے بغاوت اور نافرمانی کی ہوگی۔جو اپنے کفر ومعاصی پر اڑے رہے اور دنیا پر فریفتہ رہے اور اسی عشق دنیا میں بڑی ثابت قدمی دکھلائی تو آخرت میں ان کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔ ہاویہ کے لفظی معنی گڑھے کے ہیں یہاں مراد جہنم کا گڑھا ہے آگے ہاویہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے۔وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ اور اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ ہاویہ کیا چیز ہے۔وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔یعنی جو عذاب شدید اس طبقہ میں

ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ سکتا بس اتنا سمجھ لو کہ وہ ایک آگ ہے نہایت گرم دہکتی ہوئی جس کے مقابلہ میں گویا دوسری آگ کو گرم کہنا نہ چاہئے۔ اللھم اعاذنا الله منها ۔اے اللہ آپ اپنے کرم وفضل سے اس ہاویہ کے قرب ہونے سے بھی ہم سب کو بچایئے گا۔

اس سورۃ میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

''وہ کھڑ کھڑانے والی چیز۔کیسی ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز؟ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز مراد قیامت ہے۔جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جاویں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جاویں گے پہاڑ اڑتے پھریں گے پھر وزن اعمال کے بعد جس شخص کا پلہ ایمان کا بھاری ہوگا یعنی وہ مومن ہوگا تو وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا۔یعنی ناجی ہوگا اور جس شخص کا پلہ ایمان کا ہلکا ہوگا یعنی وہ کافر ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ ہاویہ کیا چیز ہے وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔''

آخرت میں اعتقاد واعمال کے لحاظ سے تین گروہ

یہاں ان آیات فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا ان میں مومن اور کافر کا بیان فرمایا گیا ہے۔اور دونوں کا انجام بھی بتلایا گیا ہے قیامت میں پہلے کافر ومومن میں امتیاز کر دیا جائے گا۔کافر تو ابدالآباد کے لئے واصل جہنم ہوں گے پھر مومنین کے حسنات وسیئات کا وزن کیا جائے گا۔اگر حسنات غالب ہوئے تو جنت اور اگر سیئات غالب ہوئے تو اس کا معاملہ مشیت الٰہی پر موقوف ہوگا۔یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو سزا کے لئے دوزخ میں داخل کر دیں گے اور پھر سزا کے بعد مغفرت ہو جائے گی۔یا چاہیں گے تو بغیر سزا گناہ بخش دیں گے اور جنت میں بھیج دیں گے۔اپنی مخصوص رحمت کے سبب یا بوجہ شفاعت۔

یہاں پر ایک تیسرے فریق کا ذکر نہیں کیا گیا اور وہ وہ ہوں گے جن کے نیکی اور بدی کا وزن برابر ہوگا۔یہ اعراف والوں میں سے ہوں گے اور بالآخر وہ بھی جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے۔اصحاب اعراف کا ذکر آٹھویں پارہ سورۃ اعراف میں بیان ہوا ہے۔

اعمال کا وزن ہوگا گنتی نہیں

ان آیات فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ کے تحت علمائے مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان آیات میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آخرت میں انسانوں کے اعمال وزن کئے جائیں گے اور تولے جائیں گے۔ان اعمال کا شمار اور گنتی نہیں کی جائے گی اور نصیحت وہدایت یہاں یہ فرمائی ہے کہ اعمال کا وزن بقدر اخلاص اور مطابقت سنت کے بڑھتا ہے۔چنانچہ جس مومن کے عمل میں اخلاص بھی کامل ہو اور سنت کی مطابقت بھی ہو تو اگرچہ اس کے اعمال تعداد وشمار میں کم ہوں لیکن ان کا وزن اس شخص کے اعمال سے بڑھ جائے گا جس نے تعداد میں نماز روزے صدقہ خیرات حج عمرے وغیرہ تو بہت کئے مگر اخلاص میں کمی رہی یا سنت کی مطابقت میں کمی رہی۔تو معلوم ہوا کہ اعمال میں وزن پیدا کرنے والی دو چیزیں ہیں ایک اخلاص یعنی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کا ہونا اور دوسری چیز سنت کے موافق اور مطابق عمل کا ہونا۔اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے اعمال میں اخلاص اور سنت کی موافقت ومطابقت نصیب فرمائیں۔

خلاصہ

اس سورت میں قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا ہے جب قیامت قائم ہوگی تو نظام کائنات میں بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوں گی جو انسان کو حیران اور ششدر کر دیں گی۔سورت کے اختتام پر بتلایا گیا کہ قیامت کے دن انسان کے اعمال کا وزن ہوگا کسی کی حسنات زیادہ ہوں گی اور کسی کی سیئات اور انہیں کے اعتبار سے انسان کے انجام کا تعین ہوگا۔

سورۃ القارعۃ کے خواص

۱...جس آدمی کا روزگار تنگی کا شکار ہو تو وہ سورۃ القارعہ کو لکھ کر گلے میں پہنے،رزق فراخ ہو جائے گا۔

۲...جو آدمی روزانہ سورۃ القارعہ کی قرأت کا معمول رکھے وہ امن میں رہیگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿١﴾ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿٢﴾ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ﴿٤﴾

فخر کرنا تم کو غافل کیے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔ ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ؕ﴿٥﴾ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۙ﴿٦﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ۙ﴿٧﴾

ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے۔ واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر واللہ تم لوگ ضرور اُس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے۔

ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ﴿٨﴾

پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی۔

اَلۡهٰكُمُ تمہیں غفلت میں رکھا	التَّكَاثُرُ کثرت کی خواہش	حَتّٰى یہاں تک کہ	زُرۡتُمُ تم نے زیارت کی	الۡمَقَابِرَ قبریں	كَلَّا ہرگز نہیں	سَوۡفَ عنقریب	
تَعۡلَمُوۡنَ تم جان لوگے	ثُمَّ پھر	كَلَّا ہرگز نہیں	سَوۡفَ جلد	تَعۡلَمُوۡنَ تم جان لوگے	كَلَّا ہرگز نہیں	لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ کاش تم جانتے	عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ علم یقین
لَتَرَوُنَّ تم ضرور دیکھوگے	الۡجَحِيۡمَ جہنم	ثُمَّ پھر	لَتَرَوُنَّهَا ضرور اسے دیکھوگے	عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ یقین کی آنکھ	ثُمَّ پھر	لَتُسۡـَٔلُنَّ تم ضرور پوچھے جاؤ گے	
يَوۡمَئِذٍ اس دن	عَنِ سے بابت	النَّعِيۡمِ نعمتیں					

سورۃ کی وجہ تسمیہ اور فضیلت وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ سے ہوئی ہے۔ اسی سے سورۃ کا نام التکاثر ماخوذ ہے۔ اس سورۃ کی فضیلت ایک حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی میں طاقت نہیں کہ ہزار آیات روز پڑھ لیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہزار آیات روز کون پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا کیا تم میں سے کوئی روز اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ تنہا اس سورۃ کی تلاوت گویا ایک ہزار آیات کی تلاوت کے برابر ہے۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔

شانِ نزول

اس سورۃ کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث ومفسر دہلویؒ نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ قریش کے قبائل بنی عبد مناف اور بنی سہم میں سے ہر قبیلہ نے کہا کہ ہم میں سردار اور عزت مند آدمی تم سے زیادہ ہیں اور ہماری تعداد بھی تم سے زیادہ ہے لہٰذا سرداری ہمارا حق ہے۔ گنتی کی تو بنی عبد مناف زیادہ نکلے۔ پھر کہنے لگے کہ اب ہم اپنے مردوں کو شمار کریں گے چنانچہ قبرستان میں جا کر مردوں کو شمار کیا تو بنی سہم کی تعداد بڑھ گئی کیونکہ دورِ جاہلیت میں ان کی تعداد زیادہ تھی۔ غرض اس بیہودہ تفاخر کی برائی پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس میں متنبہ کیا گیا کہ کثرتِ مال و دولت، جاہ و حشمت، عزت و مرتبت پر نازاں نہ ہونا چاہیے۔ یہ چیزیں قابلِ فخر نہیں۔

دنیاوی حرص ہلاکت ہے

اس سورۃ کا مضمون ہر اس شخص کے بارہ میں ٹھیک ہو سکتا ہے جو دنیا کی طلب میں سرگرداں ہو اور ہر آن اسی دھن میں لگا ہو کہ دنیا کا ساز و سامان عزت وجاہت، مال و دولت زیادہ سے زیادہ حاصل کیا جائے چنانچہ سورۃ کی ابتداء اس طرح فرمائی گئی اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ تکاثر یعنی دنیوی ساز و سامان پر فخر کرنا تم کو آخرت

سے غافل کئے رکھتا ہے۔یعنی مال واولاد کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔نہ اپنے مالک اور خالق کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو اور میرا کنبہ قبیلہ اور جتھا سب سے غالب رہے۔اور یہ پردۂ غفلت نہیں اٹھتا یہاں تک کہ آدمی کو موت آ جاتی ہے۔جب قبر میں پہنچتا ہے تو پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑا ہوا تھا۔یہ دنیا کی چہل پہل محض چند روزہ تھی۔موت کے بعد وہ سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان تھے۔مسلم و ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن الشخیرؓ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں پہنچا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ رہے تھے پھر فرمایا کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال' تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا خیرات کر دی اور جاری کر دیا۔اور دوسری روایت میں جاری کر دیا کے بجائے ذخیرہ کر لیا کے الفاظ ہیں۔

عنقریب حقیقت کھلنے والی ہے

سورۃ میں آگے فرمایا جاتا ہے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جاوے گا۔یعنی دیکھو بار بار تاکید کہا جاتا ہے کہ تمہارا یہ خیال صحیح نہیں کہ مال دولت و اولاد اور دنیوی ساز و سامان کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے۔عنقریب مرتے ہی اور قبر میں جاتے ہی تم معلوم کر لو گے کہ یہ زائل اور فانی دنیوی ساز و سامان ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھا۔پھر سمجھ لو کہ تم کو قبر سے نکلتے ہی حشر میں معلوم ہو جاوے گا کہ آخرت ایسی چیز نہیں کہ جس سے انکار کیا جائے یا غفلت برتی جائے۔اور تم کو بہت جلد حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ اصل زندگی اور عیش تو آخرت کا ہے اور دنیا اس زندگی کے مقابلہ میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائیگی۔

کاش تم یقین کر لیتے!

آگے فرمایا جاتا ہے۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے یعنی پھر تم کو اے لوگو متوجہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز یہ دنیا کے ساز و سامان اور چیزیں قابل فخر و توجہ کے اور آخرت قابل غفلت و انکار کے نہیں اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس فخر و غفلت میں نہ پڑتے۔اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے وہ تم کو دیکھنا پڑے گا اول تو اس کا کچھ اثر مرنے کے بعد برزخ ہی میں نظر آ جائے گا پھر آخرت میں تو پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔اسی کو فرمایا گیا لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔پھر مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے۔

کسب مال کی حدود

مگر یہاں ایک ضروری بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ بقدر حاجت ضروریات دنیا کا مال حاصل کرنے کی کوشش کرنا نہ کوئی بری بات ہے اور نہ اس کی مذمت ہے بلکہ عین ثواب اور داخل عبادت ہے اگر نیت اور عمل صحیح ہو اور بہت سے کار خیر اور آخرت کی سعادتیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔کسی دوسرے کا دست نگر رہنا' یا سوال کر کے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا یہ شریعت اسلامیہ میں نہایت ناپسندیدہ ہے ہاں حصول دنیا میں غرق ہو جانا آتش حرص کا ہر وقت شعلہ زن رہنا۔بے کار اور لغو باتوں میں ہمہ تن مستغرق ہو جانا۔سعادت اخرویہ سے بالکل غافل یا منکر رہنا یہ سراپا حماقت و جہالت ہے اور ایسی ہی دنیا طلبی کی مذمت کی گئی ہے اس لئے دنیا کے کاموں کی مشغولیت اور دنیا سے جو تمتع فکر آخرت کے تحت ہو اور آخرت کا راستہ اس سے کھوٹا نہ ہوتا ہو وہ مذموم اور ممنوع نہیں بلکہ وہ تو جنت تک پہنچنے کا زینہ ہے۔

نعمتوں کا جواب دینا ہوگا

آخیر میں فرمایا جاتا ہے۔ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ

پھر اس دن تم سے ساری نعمتوں کی پوچھ ہوگی۔ یعنی آج جن نعمتوں پر پھولے ہوئے ہو اور ان کے ازدیاد کی حرص میں لگے ہوئے ہو آخرت سے غافل اور مالک حقیقی کے ناشکرے بنے ہوئے ہو قیامت میں ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ جو نعمتیں ظاہری و باطنی' جسمانی و روحانی دنیا میں عطا کی گئی تھیں ان کا حق تم نے کیا ادا کیا اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسی نعمتوں میں ہم ہیں جو کی روٹی وہ بھی آدھی بھوک ملتی ہے۔ پیٹ بھر کر نہیں ملتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ ان سے فرمائیں کیا تم جوتہ نہیں پہنتے (جو گرمی کی تکلیف سے بچاتا ہے) ٹھنڈا پانی نہیں پیتے۔ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں۔

عجیب واقعہ

اس آیت کی تفسیر کے تحت حضرت علامہ عبدالحق دہلویؒ نے اپنی تفسیر حقانی میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ کوئی مفلس شخص افلاس اور غربت سے تنگ آ کر خدا تعالیٰ کا شاکی ہوا اور سفر کو گیا وہاں ایک جگہ اس کو اس قدر مال و زر حاصل ہوا کہ تین خچر لاد کر گھر کی طرف واپس چلا۔ راستہ میں کہیں پانی نہ ملا اور گرمی سے ہلاکت کی نوبت پہنچی تب ایک شخص نمودار ہوا جس کے پاس ٹھنڈا پانی تھا۔ اس سے پانی کا سوال کیا۔ اس نے کہا کہ ایک خچر مال کا دے تو دیتا ہوں۔ ناچار ہو کر دینا پڑا ورنہ پیاس سے موت سامنے نظر آتی تھی۔ پانی پی کر جان بچائی اور دو خچر لے کر چلا۔ اب بھوک لگی اور سخت بے تابی ہوئی۔ ہلاکت کی نوبت آ گئی۔ تب ایک شخص ملا جس کے پاس کھانا تھا۔ اس سے سوال کیا اس نے کہا کہ اگر ان دو خچروں میں سے ایک دے تو دیتا ہوں ورنہ بھوک سے مرے گا اور دونوں خچر یہیں رہ جائیں گے۔ مجبوراً ایک خچر دے کر روٹی لی اور پیٹ بھر کر کھایا۔ آگے چل کر اس کے پیٹ میں پاخانہ پیشاب بند ہو جانے سے شدت کا درد ہوا کہ ہلاکت کی نوبت آ گئی۔ ایک شخص طبیب نمودار ہوا اور اس نے کہا کہ یہ خچر مجھے دے تو ابھی آرام ہوتا ہے۔ آخر جان عزیز تھی وہ بھی دے دیا تو درد سے نجات ملی۔ تب ہاتف غیب سے آواز آئی کہ روٹی اور ٹھنڈا پانی اور درد سے سلامتی اس قدر مال دے کر لی ہے۔ اس سے پہلے تجھے خدا ہمیشہ مفت دیتا رہا اس پر بھی تو اس کا شاکی ہوا۔ یہ کیا انصاف ہے؟ وہ شخص بہت رویا اور تائب ہوا۔

خلاصہ

اس سورت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو صرف دنیا کی زندگی کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں اور دنیا کا ایندھن جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں' ان کے انہماک کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ انہیں دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے لیکن پھر اچانک موت آ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور انہیں قصر سے قبر کی طرف منتقل ہونا پڑتا ہے' ان لوگوں کو ڈرایا گیا کہ قیامت کے دن تمام اعمال کے بارے میں سوال ہوگا۔ پھر تم جہنم کو ضرور دیکھو گے اور تم سے اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ امن' صحت' فراغت' اکل و شرب' مسکن' علم اور مال و دولت جیسی نعمتوں کو کہاں استعمال کیا؟

خواص سورۃ التکاثر

۱- اگر کسی آدمی کو سر درد ہو، یا آدھے سر میں درد ہوتا ہو تو اس پر عصر کی نماز کے بعد یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا جائے، ان شاء اللہ درد ختم ہو جائیگا۔

۲- جو آدمی بارش کا پانی اس سورۃ کو پڑھتے ہوئے جمع کرے اور پھر اس پانی کو کسی مشروب میں ملا لے تو اس مشروب کی افادیت اور نفع بہت بڑھ جائے گا۔

۳- جو آدمی روزانہ اس سورۃ کی تلاوت کا معمول رکھے وہ خوشحال ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا

قسم ہے زمانہ کی کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے

بِالْحَقِّ ۙ٥ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ؏

کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

وَالْعَصْرِ قسم زمانہ کی	اِنَّ بیشک	الْاِنْسَانَ انسان	لَفِيْ میں	خُسْرٍ خسارہ	اِلَّا سوائے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَ اور
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے عمل کئے نیک	وَتَوَاصَوْا اور انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی	بِالْحَقِّ حق کی	وَتَوَاصَوْا اور وصیت کی	بِالصَّبْرِ صبر کی			

وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی وَالْعَصْرِ سے فرمائی گئی ہے یعنی قسم ہے زمانے کی۔ "عصر" عربی زبان میں زمانہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے سورۃ کا نام العصر ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

شان نزول

اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ابوالاسد ایک کافر تھا اور زمانہ جاہلیت میں وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا دوست تھا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ ایمان لے آئے تو یہ ابوالاسد کافر ان سے کہنے لگا کہ اے ابو بکر تمہاری عقل پر کیا پتھر پڑ گئے۔ تم نے تو اپنی ہوشیاری اور ذکاوت سے تجارت میں بہتیرا مال پیدا کیا اور کبھی تم نے نقصان نہیں اٹھایا۔ اب یکلخت ایسے گھاٹے میں پڑے کہ آبائی دین چھوڑ کر لات وعزیٰ کی عبادت سے محروم اور ان کی شفاعت سے مایوس ہو گئے۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ اے بے وقوف جو اللہ اور اللہ کے رسول کا تابعدار بنتا ہے اور دین حق کو قبول کرتا ہے وہ کبھی نقصان میں نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں حضرت صدیقؓ کے کلام کا حسن ظاہر فرمایا اور اس کافر کے خیال باطل کی بدلائل وشواہد تردید فرمائی اور قسمیہ کلام کے ساتھ اس سورۃ میں فرمایا گیا کہ انسان آخر میں ٹوٹا اور خسارہ اٹھائے گا سوائے ان لوگوں کے کہ جو زندگی میں ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

سورۃ العصر کا مقام ومرتبہ

فی الحقیقت یہ اگرچہ ایک چھوٹی سی سورۃ ہے لیکن سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ اس سورۃ کے بارہ میں امام شافعیؒ کا قول مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن کریم میں سے صرف یہی سورۃ نازل کر دی جاتی تو سمجھدار بندوں کی ہدایت کے لئے کافی تھی۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین کا دستور تھا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے تو جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورۃ سنایا کرتے تھے۔ ایک پڑھتا تو دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

عصر کی قسم

اس سورۃ کی ابتداء بھی قسمیہ کلام سے فرمائی گئی ہے اور حق تعالیٰ شانہ نے عصر کی قسم کھائی۔ وَالْعَصْرِ عصر زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانہ کی کہ جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے۔ دوسرے معنیٰ مفسرین نے والعصر سے مراد یہ لئے ہیں کہ قسم ہے نماز عصر کے وقت کی کہ جو

کاروباری دنیا میں خاص مشغولیت اور شرعی نقطہ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے۔ حتیٰ کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب گھر بار لٹ گیا۔ تیسری مراد یہاں والعصر سے بعض مفسرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کو لیا ہے یعنی قسم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کی جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کا نور اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا۔ لیکن مشہور پہلا قول ہی ہے یعنی حق تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھائی کہ جس میں رنج وخسران واقع ہوتا ہے۔

انسان نقصان میں ہے

بطور جواب قسم کے فرمایا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے اور اس سے بڑھ کر ٹوٹا اور خسارہ کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دکان دار کی طرح ہر لحظہ اور ہر گھڑی اس کی عمر عزیز دم بدم کم ہوتی جارہی ہے اور جو لمحہ گزر رہا وہ پھر کبھی واپس نہیں آتا۔ اگر اس کی عمر رواروی میں کوئی ایسا کام نہ کرلیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے تو پھر خسارہ اور نقصان کی کوئی انتہا نہیں۔ انسان گذشتہ کے حالات و تاریخ کو دیکھے اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرے تو ادنیٰ غور و فکر سے ثابت ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پرواہ ہو کر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کس طرح ناکام ونامراد بلکہ تباہ و برباد ہو کر رہے۔ انسان کو چاہیے کہ وقت کی قدر پہچانے اور اس عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت یا شرارت یا لہو ولعب میں نہ گنوائے۔ اگر غفلت اور نسیان میں گزار دیئے گئے تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا۔

فرمایا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ میں فرمایا جاتا ہے۔ یعنی انسان کو خسارہ اور نقصان سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے اگر یہ چار باتیں دنیا میں اختیار نہ کیں تو ہرگز ہرگز خسارہ سے نہیں بچ سکتا اور اگر یہ چار اوصاف اختیار کر لئے تو پھر خسارہ نام کو بھی نہیں۔ اور وہ چار باتیں یہ ہیں۔

ایک اٰمَنُوْا دوسرے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تیسرے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ چوتھے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ یعنی اول خدا اور رسول پر ایمان لائے۔

جن کا عقیدہ درست ہو

یعنی اس کے تمام عقیدے درست ہوں۔ خدا تعالیٰ کے بارہ میں اس کی ذات وصفات کے بارہ میں۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے بارہ میں۔ اللہ کی کتاب کے بارہ میں۔ آخرت، ملائکہ، تقدیر، قبر، حشر، نشر، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ کے بارہ میں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے ان پر پورا یقین اور اعتماد رکھے۔

عمل صالح ہو

دوسری بات یہ کہ ایمان ویقین کا اثر محض ان کے قلب ودماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو اور اللہ و رسول کے احکام اور اوامر پر عمل پیرا ہو اور منہیات سے مجتنب ہو۔ ہر وہ کام جو شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو اس پر عامل ہو اور اس عمل سے مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی کے سوا کچھ اور نہ ہو۔ یہی وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ہے۔

اجتماعی صلاح وفلاح کا درد ہو

تیسرے تواصی بالحق کی صفت یعنی محض اپنی انفرادی صلاح وفلاح پر قناعت نہ کرے اور اسے کافی نہ سمجھے کہ وہ خود سیدھے راستہ پر آ گیا ہے بلکہ قوم وملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے اور اپنے کو اس بات کا ذمہ دار سمجھے کہ اسے دوسرے لوگوں کو بھی حق کی تلقین کرنا ہے اور انہیں سیدھے راستہ پر لانے کی کوشش کرتے رہنا ہے۔ گویا ایک مسلمان کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو اپنے قول وفعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ تواصی بالحق یعنی حق پر قائم رہنے کی تاکید وسیع المعنیٰ الفاظ ہیں۔ تواصی بالحق دین پر قائم رہنے کو بھی شامل ہے۔ راست بازی اور نفع خلائق کی ہدایت کو بھی شامل ہے۔ پھر دین میں عبادات

سے لے کر اعتقادات صحیحہ اور اخلاق کریمانہ اور خیرات وصدقات کی تعلیمات کو بھی شامل ہے۔ بنائے مساجد و مدارس اور اسلام کے قیام و استحکام تبلیغ و اشاعت اور اعلائے کلمۃ الحق کی بابت تدابیر اور عمدہ تصانیف اور تعلیم علوم وغیرہ سب تواصی بالحق میں شامل ہیں۔

صبر و استقامت کا پیکر ہو

چوتھے تواصی بالصبر کی صفت ہے یعنی حق کی راہ چلنے میں چاہے جتنی مشکلات پیش آئیں انہیں خود بھی برداشت کرے اور دوسروں کو بھی تاکید ونصیحت کرتا رہے۔ کہ دیکھو سچائی اور دین حق کی راہ میں اگرچہ کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے لیکن تمہیں کسی حال میں سچائی اور دین حق کا دامن نہ چھوڑنا چاہئے پوری ہمت کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرتے رہو اور حق پر قائم رہو۔ تواصی بالصبر کا لفظ بھی بڑا ج المعنیٰ ہے اس میں مخالفوں کی ایذا اور بدگوئی کی برداشت بھی صبر ہے۔ نفس بد کا مقابلہ اور پھر مقابلہ میں ثابت قدمی بھی صبر ہے میں مشقتوں کی برداشت بھی صبر ہے مصائب ارضی وسماوی پر ی صبر ہے۔ خلاف طبع امور کا تحمل کرنا اور پورے استقامت ا بھی صبر ہے۔ نیکی کے راستہ پر جمے رہنا اور راہ حق سے قدم نہ ڈ ی صبر ہے۔ اسی طرح جملہ اخلاق میں نفسانی خواہش روکنے میر قدمی بھی صبر ہے۔ اسی طرح صف جنگ میں دشمنان دین کا مقا مقابلہ میں استقلال وثابت قدمی بھی صبر ہے۔

غرض اس سورۂ مبارکہ میں چار چیزوں کی تعلیم ہے

(۱) ایمان (۲) عمل صالح (۳) تواصی بالحق (۴) تواصی بالصبر

یہ چار خوبیاں جن کا ذکر چھوٹے چھوٹے لفظوں میں اس سورۃ میں کیا گیا ہے اپنے معنیٰ اور تفصیل کے لحاظ سے اتنی بڑی خوبیاں ہیں کہ اس کے بعد کسی اور خوبی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ

سورۂ عصر مکی ہے اس میں ۳ آیات ہیں یہ مختصری سورت اسلام کے عظیم اصولوں اور انسانی زندگی کے دستور کی وضاحت کرتی ہے اس سورت کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر لوگ صرف اس سورت میں تدبر کرلیں تو یہ سورت ان کی نجات کیلئے کافی ہوسکتی ہے اس سورت کی ابتدا میں اللہ نے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا کہ سارے کے سارے انسان خسارے میں ہیں چاہے وہ مادی اور ظاہری اسباب سے مالا مال کیوں نہ ہوں البتہ جو چار صفات سے متصف ہوں گے وہ خسارے سے بچ جائیں گے یعنی ایمان، عملِ صالح، ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین۔

سورۃ العصر کے خواص

۱- جسے بخار ہو اس پر سورۃ العصر پڑھ کر دم کیا جائے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہوجائے گا۔

۲- چار ٹکڑوں میں سے ہر ایک پر سورۃ العصر لکھ کر جس مکان کے چاروں کونوں میں لٹکا دیا جائے تو وہ مکان چاروں طرف سے آنے والی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو زندگی کی مہلت اور عمر کی نعمت عطا فرما رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کا قدرداں بنائیں اور ہم کو ایمان حقیقی کے ساتھ عمل صالح کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعُ اٰيٰتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در رو طعنہ دینے والا ہو جو مال جمع کرتا ہو اور اسکو بار بار گنتا ہو۔ وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ

ہرگز نہیں واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جاویگا جسمیں جو کچھ پڑے وہ اسکو توڑ پھوڑ دے۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے۔ وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے۔ جو

عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

دلوں تک جا پہنچے گی۔ وہ ان پر بند کر دی جاوے گی۔ بڑے لمبے لمبے ستونوں میں۔

وَيْلٌ خرابی	لِكُلِّ واسطے ہر	هُمَزَةٍ طعنہ زن	لُمَزَةٍ عیب جُو	اَلَّذِیْ جس۔ جو	جَمَعَ جمع کیا	مَالًا مال	وَعَدَّدَهٗ اسے گن گن کر رکھا	يَحْسَبُ وہ گمان کرتا ہے
اَنَّ کہ	مَالَهٗ اس کا مال	اَخْلَدَهٗ اسے ہمیشہ رکھے گا	كَلَّا ہرگز نہیں	لَيُنْۢبَذَنَّ ضرور ڈالا جائے گا	فِیْ میں	الْحُطَمَةِ "حطمہ"	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ تم سمجھے
مَا الْحُطَمَةُ "حطمہ" کیا ہے؟	نَارُ اللّٰهِ اللہ کی آگ	الْمُوْقَدَةُ بھڑکائی ہوئی	الَّتِیْ جو کہ	تَطَّلِعُ جا پہنچے وہ	عَلَى پر	الْاَفْـِٕدَةِ دل (جمع)		
	اِنَّهَا بیشک وہ	عَلَيْهِمْ اُن پر	مُّؤْصَدَةٌ بند کی ہوئی	فِیْ میں	عَمَدٍ ستون	مُّمَدَّدَةٍ لمبے لمبے		

وجہ تسمیہ، زمانہ نزول

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں ہمزۃ کا لفظ آیا ہے۔ اس لئے یہی لفظ ھمزۃ سورۃ کا نام مقرر رہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

شان نزول

اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ بعض کفار مکہ مثلاً خنس بن شریق امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ ہر ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی بدگوئی کیا کرتے۔ طعنہ زن رہتے اور عیب نکالا کرتے۔ یہ سورۃ انہی کفار کو متنبہ کرنے کے لئے نازل ہوئی۔

انسانی حقوق کی اہمیت

واضح ہو کہ ظلم و گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہیں جیسے اللہ کی عبادت نہ کرنا اس کے مقرر کردہ فرائض نہ بجالانا۔ اس کے منع کردہ گناہوں کا مرتکب ہونا۔ دوسرے وہ جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں جیسے کسی کا حق ادا نہ کرنا یا بلاوجہ کسی کو تکلیف و ایذا پہنچانا۔ کسی کی آبروریزی کرنا۔ کسی کے دل کو رنج پہنچانا خصوصاً خاصان خدا کی دل آزاری کرنا۔ یہ دوسرے قسم کے گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں ایسے سخت ہیں کہ اگر ان کا مرتکب صاحب حق سے معاف نہ کرائے تو محض توبہ و استغفار سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ حقوق العباد میں سے ایک غیبت اور بدگوئی اور طعنہ زنی بھی ہے۔ قرآن کریم نے غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے اور حدیث میں اس کو زنا سے سخت بیان فرمایا ہے۔

غیبت و بدگوئی کی برائی

مکہ کے قریش کافر غیبت و بدگوئی کی بلا میں سخت مبتلا تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کیا کرتے اور غریب ایمان

داروں پر طعن و تشنیع کرتے ان کی نماز و عبادات کی نقلیں کر کے لوگوں کو ہنسایا کرتے اور نفرت دلایا کرتے۔اس سورۃ میں ان کے اس فعل شنیع کی سخت مذمت فرمائی گئی اور اس کے مرتکب کے لئے المناک عذاب کی وعید سنائی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہے وَیۡلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ بڑی خرابی ہے دین و دنیا میں ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو برو طعنہ دینے والا ہو کیونکہ غیبت کرنے والا مضحکہ اور تمسخر اڑانے والا اور طعن و تشنیع کرنے والا دنیا میں تو اپنے اخلاق رذیلہ کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں ذلیل رہتا ہے۔عزت و آبرو سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور لوگوں کی عداوت مول لیتا ہے اور آخرت میں نار جہنم کی دردناک سزا بھگتنی ہوگی۔

یہاں سورۃ میں کفار کی جس خصلت کا ذکر ہو رہا ہے نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج کل مسلمانوں میں یہ عادت کثرت سے رواج پا گئی ہے۔ معاملہ فہمی، صلح جوئی، توصیہ حق، تحمل و بردباری، نصیحت و خیر خواہی، ایثار و ہمدردی کا خیال مٹتا جا رہا ہے اسی وجہ سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔اور اسلام کی مجموعی قوت کو ایک صدمہ عظیم پہنچ رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ہی اس امت مسلمہ کی اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرماویں آمین۔

ایک ہمارے بزرگان دین اور سلف صالحین وہ بھی تھے کہ عمر بھر کسی کی غیبت نہیں کی۔امام بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت میں مجھ سے غیبت کی بابت مواخذہ نہ ہوگا۔ میں نے کسی کی غیبت عمر بھر میں نہیں کی۔ جب کہ آج غیبت مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا اور محبوب مشغلہ بنا ہوا ہے۔الا ماشآ ءاللہ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کو اپنی تعلیم میں سخت ترین گناہ قرار دیا ہے اور بہتان کا درجہ تو اس غیبت سے بھی آگے ہے۔ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اے لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان ابھی ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے نہ پڑا کرو کیونکہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معاملہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں ذلیل کر دے گا۔ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن نہ طعنہ باز ہے نہ لعنت کرنے والا ہے۔نہ فحش بکنے والا ہے۔نہ بے حیائی کرنے والا ہے (رواہ الترمذی)

یعنی ایمان دار کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ لوگوں کو برا کہے، فحش بکے، گالیاں دیا کرے، ننگا لچا بن جائے کہ جو منہ میں آئے بک دیا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس عیب جوئی طعنہ زنی اور بدگوئی جیسی کافرانہ خصلتوں سے ہماری زبانوں اور قلوب کو پاک رکھیں آمین۔

غیبت و بدگوئی کا مرض کیوں لگتا ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس خبیث عادت یعنی طعنہ زنی، عیب جوئی، بدگوئی کا سبب کبر و تعلّی ہوتا ہے کہ جو اپنے آپ کو اس سے کہ جس کی بدگوئی کرتا ہے اچھا اور برتر سمجھتا ہے اور اس کبر و غرور اور تعلّی کا بڑا سبب مال و دولت ہے کہ جس کا نشہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور جس مال و دولت کو مارے حرص کے انسان ہر طرف سے سمیٹتا اور مارے بخل کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے یا نکل کر بھاگ نہ جائے۔اکثر بخیل مالداروں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ بار بار روپیہ شمار کرتے اور حساب نکالتے رہتے ہیں۔اسی میں ان کو مزہ آتا ہے۔اور جس بخیل مال دار سے پوچھا جائے کہ یہ مال دولت کس لئے جمع کیا ہے تو یہی کہے گا کہ وقت پر کام آئے گا اسی کی طرف اشارہ ہے۔ الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ جو غایت حرص سے مال جمع کرتا ہے اور غایت محبت و فرحت سے اس کو بار بار گنتا ہے اور خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا یعنی اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال کبھی اس سے جدا نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ اس کو آفات ارضی و سماوی سے بچاتا رہے گا۔اس کی تردید میں فرمایا جاتا ہے۔ کلا یہ خیال محض غلط ہے اور ایک سراسر باطل خیال ہے۔ارے مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا۔آگے تو کیا کام آتا سب دولت یونہی پڑی رہ جائے گی۔زمانہ کے واقعات و حادثات پکار پکار کر نادان انسان کو بتا رہے ہیں کہ دولت ہمیشہ نہیں رہتی۔مال دار اپنی موت کو ٹال نہیں سکتا۔سب کو ایک دن خالی ہاتھ

اس دنیا سے کوچ کرنا پڑے گا۔ ادھر آنکھیں بند ہوئیں ادھر جھٹ دوسروں نے دولت پر آ کر قبضہ جمایا۔ پھر دولت آج ایک کے پاس ہے تو کل دوسرے گھر ہوگی یہ تو ہوا دنیا کا حال۔

آخرت میں ان اعمال بد کی سزا

اب رہا آخرت کا معاملہ تو جب دنیا میں دولت اڑے وقت میں کام نہ آئی تو آخرت میں کیسے افعال شنیعہ کی سزا سے بچا سکتی ہے۔ لہذا ایسا شخص لَيُنۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ضرور وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ دے۔ یعنی وہ شخص جہنم رسید کیا جائے گا آگے اس جہنم کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ توڑ پھوڑ دینے والی آگ کیسی ہے۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ وہ اللہ کی آگ ہے جو اللہ کے حکم سے سلگائی گئی ہے کہ جو بدن کو لگتے ہی دلوں تک جا پہنچے گی۔ یعنی وہ آگ بندوں کی نہیں اللہ کی سلگائی ہوئی ہے اس کی سوزش بدن کو لگتے ہی فوراً دلوں تک نفوذ کر جائے گی۔ اور باوجود ے کہ جسم جان، روح وقلب سب جلیں گے۔ اس پر بھی مرنے نہ پائیں گے۔ دوزخی تمنا کرے گا کہ کاش موت آ کر اس کے عذاب کا خاتمہ کر دے مگر اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جہنم کی آگ ہزار برس دھونکی گئی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی پھر ہزار برس دھونکی گئی تا آنکہ سفید ہوگئی۔ پھر ہزار برس دھونکی گئی حتیٰ کہ وہ سیاہ ہو گئی۔ اب وہ سیاہ اندھیری ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

عذاب جہنم کی سختی

اخیر میں اس عذاب جہنم کی کیفیت کو اس طرح بتلایا گیا کہ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ یعنی کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہے گا۔ ہمیشہ اس میں پڑے جلتے رہیں گے اور آگ کے شعلہ لمبے لمبے ستونوں کے مانند بلند ہوں گے جو انہیں چاروں طرف سے مقید کر لیں گے کسی کی کیا مجال کہ آگ سے باہر آ جائے۔

خلاصہ

اس سورت میں انسان کی تین بیماریوں کی نشاندہی کی گئی ہے، پہلی بیماری ہے پس پشت کسی کے عیب بیان کرنا، اسے غیبت کہتے ہیں اور غیبت بدترین گناہ ہے۔

دوسری بیماری ہے کسی کو اس کے سامنے اس کے حسب ونسب، دین و مذہب اور شکل وصورت کا طعنہ دینا، اس کا مذاق اڑانا، یہ منافقین کی عادت تھی، وہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے، یوں ہی یہود ونصاریٰ دین حق کا مذاق اڑاتے ہیں۔

تیسری بیماری ہے حب دنیا جس میں مبتلا ہو کر انسان حقوق اللہ بھی بھول جاتا ہے اور حقوق العباد بھی بھول جاتا ہے اور اس کے دل میں اللہ کی محبت کیلئے کوئی جگہ نہیں رہتی۔ بقول حضرت میاں نور محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے

بھر رہا ہے دل میں حُبّ جاہ و مال
کب سماوے اس میں حُبّ ذوالجلال

سورت کے اختتام پر ان اشقیاء کا انجام بتلایا گیا ہے جو ان بیماریوں میں مبتلا ہوں گے۔

سورۃ الھمزہ کے خواص

مالی پریشانی اور رزق کی تنگی کے شکار لوگ اگر روزانہ نفل نماز پڑھ کر اس کے بعد سورۃ الھمزہ کا معمول رکھیں تو ان کی یہ پریشانی دور ہو جائے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے قلوب کو جملہ اخلاق ذمومہ سے پاک فرمادیں اور جملہ صفات محمودہ سے مزین ومنور فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو غیبت، بہتان، طعنہ زنی، بدگوئی، عیب جوئی جیسی کافرانہ خصلتوں سے بالکل دور رکھیں اور گذشتہ زندگی میں جو ہم سے ایسی تقصیرات ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں۔ اور ان کے تدارک کی اس زندگی میں توفیق مرحمت فرمادیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا۔ کیا اُنکی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کردیا۔اور اُن پر

عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

غول کے غول پرندے بھیجے۔جو اُن لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے بھوسہ کی طرح کردیا۔

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	کَیْفَ کیسا	فَعَلَ کیا	رَبُّکَ تمہارا رب	بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ہاتھی والوں کیساتھ	اَلَمْ کیا نہیں	یَجْعَلْ کردیا اس نے
کَیْدَھُمْ اُن کا داؤ	فِیْ تَضْلِیْلٍ گمراہی میں بے کار	وَ اَرْسَلَ اور بھیجے	عَلَیْھِمْ اُن پر	طَیْرًا پرندے	اَبَابِیْلَ جھنڈ کے جھنڈ	تَرْمِیْھِمْ پھینکتے تھے
بِحِجَارَۃٍ کنکریاں	مِّنْ سے	سِجِّیْلٍ سنگ گل	فَجَعَلَھُمْ پس ان کو کردیا	کَعَصْفٍ بھوسہ کی طرح	مَّاْکُوْلٍ کھائے ہوئے	

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ کا نام سورۂ فیل۔فیل عربی میں ہاتھی کو کہتے ہیں۔یہ سورۃ مکی ہے۔

اصحاب فیل کا واقعہ

اس سورۃ میں ایک خاص واقعہ اصحاب فیل کا بیان فرمایا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے ۵۰ یا ۵۵ روز قبل سرزمین عرب میں پیش آیا جو کتب سیرت اور تاریخ عرب میں مشہور و معروف ہے۔یہ واقعہ اصحاب فیل جن خصوصیات کا حامل تھا ان کے پیش نظر یہ عرب کے لئے عموماً اور اہل حجاز کے خصوصاً نہایت عجیب اور حیرت انگیز تھا اور اس لئے اہل عرب کبھی اس واقعہ کو فراموش نہیں کر سکتے تھے۔اس لئے انہوں نے اس کا نام ہی عام الفیل یعنی ہاتھیوں والا سال رکھ دیا تھا اور یہی عام الفیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا سال ہے۔یہ واقعہ اصحاب فیل کا ماہ محرم کے اخیر میں پیش آیا تھا اور آپ کی ولادت شریفہ ربیع الاول میں ہوئی۔

یمن میں نقلی کعبہ کی تعبیر

عیسائی بادشاہ حبشہ کی طرف سے ''یمن'' میں ایک حاکم ابرہہ نامی بحیثیت گورنر یا صوبے دار تھا۔جب اس نے یہ دیکھا کہ تمام عرب کے لوگ حج بیت اللہ کے لئے مکہ جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو اس نے یہ چاہا کہ عیسائی مذہب کے نام پر ایک عالی شان عمارت بناؤں جو نہایت مکلّف اور مرصع ہو تا کہ عرب کے لوگ سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مصنوعی پر تکلف عبادت گاہ کا طواف کرنے لگیں چنانچہ یمن کے دارالسلطنت مقام صنعا میں اس نے ایک کنیسہ یعنی گرجا بنوایا اور اس کا نام قلیس رکھا اور اس کے در و دیوار کو زرو جواہر سے مرصع اور مزین کیا اور گرداگرد اس کے مکانات بہت عمدہ مسافروں کے واسطے تیار کئے اور اپنے تمام ملکوں میں حکم کردیا کہ سب اس گھر کے طواف کے واسطے حاضر ہوا کریں۔عربوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے زمانہ سے کعبہ کا حج کرنے کا دستور چلا آتا تھا۔

نقلی تعمیر کی توہین اور ابرہہ کی قسم

ابرہہ نے عربوں کو اس عبادت سے روکا اور حکم دیا کہ نئے کنیسہ کا حج کیا کریں جو اہلیان عرب خصوصاً قریش مکہ کو نہایت ناگوار گزرا اور انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔اس پر ابرہہ سخت غصہ میں ہوا۔اسی اثناء میں عرب قبیلہ بنی کنانہ کا ایک شخص ملک یمن میں گیا اور اس نے کنیسہ کی خدمت کی درخواست کی۔اسے اس کنیسہ کا جاروب کش مقرر کیا گیا۔ایک دن اس نے اس کنیسہ کے اندر رفع حاجت کی

اور اس کو جابجا گندا کر دیا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ جب ابرہہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مکہ کے رہنے والے نے ایسا کیا ہے تو وہ آگ بگولہ ہو گیا۔ اور اس آگ کو مشتعل کرنے کا ایک اور سبب یہ بھی ہوا کہ اس کنیسہ میں کسی وجہ سے آگ لگ گئی اور وہ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ اس سے لوگوں کی نظروں میں اس کی رفعت بالکل جاتی رہی۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ آگ بھی مکہ کے عربوں نے ہی لگائی ہے۔

اب تو ابرہہ کے غصہ کی کوئی حد باقی نہ رہی اور اس نے غصہ میں آ کر قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کو منہدم اور مسمار کر کے سانس لوں گا۔

حضرت عبدالمطلب سے مذاکرات

اس نے ایک لشکر عظیم تیار کیا اور اس لشکر کے ہمراہ بڑے بڑے ہاتھی بھی تھے اور سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔ جو نہایت قد و قامت والا تھا جو سب سے آگے چلا کرتا تھا۔ ابرہہ یہ لشکر عظیم لے کر مکہ پر فوج کشی کے لئے خانہ کعبہ کے انہدام کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں جس عرب قبیلہ نے مزاحمت کی اس کو تہ تیغ کیا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے قریب جا پہنچا اور ابرہہ کا لشکر وادی محسر میں جو مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان میں ہے فروکش ہوا۔ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب قریش مکہ کے سردار تھے اور خانہ کعبہ کے متولی اعظم تھے۔ یہ حال دیکھ کر قریش اور دیگر قبائل عرب نے آپس میں مشورہ کیا کہ ابرہہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ ہم میں طاقت مدافعت نہیں ہے اس لئے ہم کو مکہ چھوڑ کر قریب کے پہاڑوں پر چلے جانا چاہئے۔ ابھی یہ لوگ مکہ ہی میں تھے کہ ابرہہ کی جانب سے ایک سفیر پہنچا اور دریافت کیا کہ مکہ کا سردار کون ہے؟ لوگوں نے عبدالمطلب بن ہاشم کی طرف اشارہ کیا۔ ایلچی نے کہا کہ میں ابرہہ کی جانب سے آیا ہوں۔ ہمارے بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ تم تک یہ پیغام پہنچا دوں کہ ہمارا ارادہ تم لوگوں کو نقصان پہنچانے کا نہیں ہے۔ ہم تو صرف اس گھر کو ڈھانے کے لئے آئے ہیں پس اگر تمہارا ارادہ مقابلہ اور مدافعت کا ہو تو تم جانو اور اگر تم ہمارے اس ارادہ میں حائل نہ ہو تو ہمارا بادشاہ تم سے ملاقات کا خواہشمند ہے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا ہمارا قطعاً ارادہ نہیں کہ ہم تمہارے بادشاہ سے جنگ کریں اور نہ ہم میں یہ طاقت ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس کے برگزیدہ نبی ابراہیمؑ کی یادگار۔ پس اگر اللہ اس کی حفاظت کرنا چاہے گا تو وہ کر سکتا ہے اور اگر اس کو اس کی حفاظت مقصود نہیں ہے تو ہم مدافعت کے قابل قطعاً نہیں ہیں۔ غرض اس گفتگو کے بعد عبدالمطلب ابرہہ کے لشکر میں پہنچے اور ابرہہ کے سامنے پیش ہوئے۔ عبدالمطلب بہت بارعب، وجیہ و شکیل انسان تھے۔ ابرہہ نے دیکھا تو ان کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور ان سے بات چیت شروع ہوئی۔ دوران گفتگو عبدالمطلب نے شکایت کی کہ آپ کے ایک سردار نے میرے اونٹ گرفتار کر لئے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ ان کو میرے حوالہ کر دیجئے۔ ابرہہ نے یہ سن کر کہا کہ عبدالمطلب میں تو تم کو بہت فہیم و عقیل سمجھتا تھا لیکن تمہارے اس سوال پر سخت متعجب ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ میں کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں جو تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ باعظمت اور مقدس ہے لیکن تم نے اس کے متعلق ایک جملہ بھی نہیں کہا اور ایسی چھوٹی اور حقیر بات کا ذکر کر رہے ہو۔ عبدالمطلب نے جواب دیا۔ جناب یہ اونٹ چونکہ میری ملکیت ہیں اس لئے میں نے ان کے متعلق درخواست پیش کی۔ اور کعبہ میرا گھر نہیں۔ خدا کا مقدس گھر ہے وہ آپ اس کا محافظ ہے۔ میں کون ہوں جو اس کے لئے سفارش کروں۔

ابرہہ کی سرکشی اور حضرت عبدالمطلب کی دعا

ابرہہ کہنے لگا کہ اب اس کو میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا "آپ جانیں اور رب البیت جانیں"۔ یہاں پہنچ کر سلسلہ گفتگو ختم ہو گیا۔ ابرہہ نے اپنے لشکروں کو حکم دیا کہ عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیئے جائیں۔ عبدالمطلب نے واپس آ کر قریش اور دوسرے قبائل عرب کو جمع کیا اور ان کو تمام گفتگو سنا کر یہ مشورہ دیا کہ اب ہم سب کو قریب کی کسی پہاڑی پر پناہ گزین ہو جانا چاہئے تاکہ اس منظر کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ سکیں جب اہل مکہ پہاڑی پر جانے لگے تو عبدالمطلب کی قیادت میں کعبۃ اللہ میں حاضر ہوئے اور اس کی زنجیر پکڑ کر درگاہ الٰہی میں یہ دعا کی۔

"خدایا ہم اس بارہ میں غمگین نہیں ہیں کہ جب ہم اپنی متاع کی حفاظت کر سکتے ہیں تو اپنی متاع کعبہ کی تجھ کو بھی ضرور حفاظت کرنی ہے اور تیری تدبیر پر نہ صلیب کی طاقت غالب آ سکتی ہے اور نہ اہل صلیب کی کوئی تدبیر۔ ہاں اگر تو ہی یہ چاہتا ہے کہ ان کو اپنے مقدس گھر کو خراب کرنے دے تو پھر ہم کون، جو تیرا جی چاہے تو کر۔"

اس کے بعد عبدالمطلب اور تمام قریش مکہ کو خالی کر کے قریب کے پہاڑوں پر چلے گئے اور گھاٹیوں میں پناہ گزین ہو کر حالات کا انتظار کرنے لگے۔

ابرہہ کے لشکر کی پیش قدمی اور تباہی

اگلے دن صبح کو ابرہہ نے اپنا لشکر مکہ کی جانب بڑھایا اگلی قطاروں میں ہاتھی تھے اور ان کے پیچھے لشکر جرار ابرہہ نے فوج کو حکم دیا کہ وہ مکہ کی جانب بڑھے جب وہ مکہ کے قریب پہنچی ہے تو ہاتھیوں کی قطار میں سے سب سے پہلے اس ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا جس پر ابرہہ سوار تھا۔ فیلبان اگرچہ اس کے آنکس پر آنکس لگا رہا تھا اور زبانی ڈپٹ رہا تھا مگر وہ کسی طرح آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ لیکن جب اس کو یمن کی جانب چلاتے تھے تو وہ تیزی کے ساتھ چلنے لگتا تھا۔ اسی کشمکش کے دوران شہر جدہ کی طرف سے جو سمندر کے کنارہ واقع ہے سبز اور زرد رنگ کے پرندے کبوتر سے کچھ چھوٹے غول کے غول نمودار ہوئے اور لشکر کے سر پر فضا میں چھا گئے۔ اور ان کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی مسور اور چنے کے برابر کنکریاں تھیں جو دفعۃً لشکر پر برسنے لگیں خدا کی قدرت سے وہ پتھر کی کنکریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام آتی تھیں۔ جس کے لگتی ایک طرف سے بدن میں گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتی اور فوراً ہی بدن گلنے اور سڑنے لگتا۔ بہت سے لشکری تو وہیں ہلاک ہوئے جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑی دیر میں سارا لشکر زیر وزبر ہو کر رہ گیا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب پرندوں کی سنگ ساری سے ابرہہ کا لشکر برباد ہو گیا تو اس میں سے بعض آدمی جو بدحالی کے ساتھ فرار ہو کر یمن پہنچے تھے ان میں سے ابرہہ بھی خود اس حالت میں پہنچا کہ اس کے تمام اعضاء گل سڑ کر گر چکے تھے اور وہ صرف ایک گوشت کا لوتھڑا نظر آتا تھا۔ بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس طرح ختم ہوا۔ غرض سب کے سب عذاب الٰہی سے تباہ و برباد ہو گئے۔

واقعۂ فیل بزبان قرآن

اسی واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس سورۃ میں مجملاً یوں بیان فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ اے پیغمبر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا تھا۔ یعنی ہاتھی والوں کے ساتھ آپ کے رب نے جو معاملہ کیا وہ ضرور آپ کو معلوم ہوگا کیونکہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے صرف ۵۰ یا ۵۵ روز پیشتر ہوا تھا اور غایت شہرت سے عرب کے بچہ بچہ کی زبان پر تھا۔ آگے ارشاد ہے۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ کیا خدا نے ان کی تدبیر کو جو انہوں نے خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کے بارہ میں کی تھی یکسر بے سود ثابت نہیں کر دیا؟ یعنی آپ کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے ان کو ان کے ناپاک ارادہ اور قصد میں ناکام رکھا اور ان کے سب داؤ پیچ غلط کر دیئے جو کعبہ کی تباہی کے فکر میں آئے تھے۔ وہ خود ہی تباہ و برباد ہو گئے اور ان کی ہلاکت اس طرح عمل میں آئی۔ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیجے جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے اور جس کو وہ پتھری لگتی تھی۔ ہلاک ہو جاتا تھا۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ گویا ان کو ایسا پامال کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہوتا ہے۔ یعنی جیسے گائے بیل وغیرہ بھوسہ و چارہ کھا کر چھوڑ دیتے ہیں جو بچا کھچا ادھر ادھر پامال و پراگندہ گرا پڑا ہوتا ہے ایسے ہی پراگندہ، منتشر اور پامال اصحاب فیل ہو گئے۔

خلاصہ: اس سورت میں وہ مشہور قصہ بیان ہوا ہے جو اصحابِ فیل کے قصہ کے نام سے مشہور ہے، جب صنعاء کے گورنر ابرہہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبہ پر چڑھائی کی تھی، اس کے ساتھ کم و بیش ساٹھ ہزار جنگجو تھے، قریش اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے، اللہ نے چھوٹے چھوٹے پرندے کنکریاں دے کر بھیج دیئے، ان کنکریوں نے جدید بموں کی طرح تباہی مچا دی، یہ واقعہ اسی سال پیش آیا جس سال حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی اور یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ عنقریب کعبہ کا حقیقی محافظ پیدا ہونے والا ہے۔

سورۃ الفیل کے خواص

۱..... جنگی حالات میں دشمن سے جنگ کے دوران اگر سورۃ الفیل کی تلاوت کی جائے تو دشمن شکست کھا جائے گا۔

۲..... اگر کسی کو دشمن کا سامنا ہو تو اس کے سامنے آتے ہی اس پر سورۃ الفیل پڑھ دے تو اس کا دشمن ناکام و رسوا ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ﴿۲﴾ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا

قریش عادی ہوگئے ہیں۔یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے عادی ہوگئے ہیں۔تو اُن کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں۔

الْبَيْتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ڏ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا۔اور خوف سے اُن کو امن دیا۔

لِاِيْلٰفِ مانوس کرنے کے سبب	قُرَيْشٍ قریش	اٖلٰفِهِمْ ان کا مانوس کرنا	رِحْلَةَ سفر	الشِّتَآءِ سردی	وَالصَّيْفِ اور گرمی	
فَلْيَعْبُدُوْا پس چاہیے وہ عبادت کریں	رَبَّ رب	هٰذَا اس	الْبَيْتِ گھر	الَّذِيْ جو۔جس	اَطْعَمَهُمْ انہیں کھانا دیا	مِّنْ سے	جُوْعٍ بھوک
وَّاٰمَنَهُمْ اور انہیں امن دیا	مِّنْ سے میں	خَوْفٍ خوف				

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ میں قبیلہ قریش کا ذکر فرمایا گیا ہے جو کہ مکہ معظمہ میں آباد تھے اور جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔اور ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی قبیلہ میں سے تھے۔اور بیت اللہ کی اور چاہ زم زم کی خدمت ہمیشہ سے اسی قبیلہ قریش کے سپرد تھی۔ اس لئے اس سورۃ کا نام قریش مقرر ہوا۔یہ سورۃ مکی ہے۔

قریش پر خصوصی انعامات

اس سورۃ میں حق تعالیٰ قریش کو اپنا احسان یاد دلاتے ہیں کہ عرب قبائل کے باہم بات بات پر جنگ وجدل اور معمولی معمولی معاملہ پر حرب وضرب کے باوجود حرم مکہ میں تم کس طرح مامون اور محفوظ ہو اور نہ صرف یہ بلکہ خانہ کعبہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے حرم سے باہر بھی دوسرے ملکوں میں عزت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہو اور سردی وگرمی میں اپنے محبوب تجارتی سفروں میں شام ویمن تک بے خوف وخطر آتے جاتے ہو اور کوئی آنکھ اٹھا کر بھی تمہاری جانب نہیں دیکھتا تو اے قریش تم خدا کے اس احسان کے شکر گزار نہیں ہوتے اور حرم وکعبہ کی حقیقی عظمت کو سربلند کرنے کے لئے خدا کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جس صداقت کی طرف بلاتے ہیں اس پر لبیک کہنے کو تیار کیوں نہیں ہوتے؟ بلکہ الٹا ان کی مخالفت کرتے ہو۔تم کو یہ بات ہرگز زیبا نہیں دیتی۔تم کو تو یہ چاہیے تھا کہ اس گھر کے پروردگار کی سچی پرستش کرتے جس نے تمہارے لئے مکہ میں سامان رزق پہنچایا اور تم کو خوف وخطر سے مامون ومحفوظ کردیا۔

تجارتی تحفظ وامن عامہ

اس سورۃ قریش میں اسی مضمون کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ قریش عادی ہوگئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے عادی ہوگئے ہیں یعنی قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دو سفر کیا کرتے تھے۔جاڑوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف اور لوگ ان کو اہل حرم اور خادم کعبہ سمجھ کر نہایت عزت واحترام سے دیکھتے ان کی خدمت کرتے اور ان کو تجارت میں خاطر خواہ نفع ہوتا۔ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ تو ان کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔یعنی اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی اور امن چین دیا۔حرم کے باہر چاروں طرف

لوٹ کھسوٹ چوری ڈکیتی جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا لیکن کعبہ کے ادب سے حرم میں کوئی چوری ڈکیتی جنگ و جدل نہ کرتا تو یہ انعام قریش کو یاد دلا کر تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے اور اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہیں؟ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں؟ اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا تو مشکل نہیں۔ اس طرح اس سورۃ میں قریش کے اندر شکر کے جذبہ کو پیدا کیا گیا ہے اور انسان جب یہ اچھی طرح محسوس کرلے کہ واقعی اس پر اللہ کے کتنے بڑے بڑے احسان و انعام ہیں تو پھر وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری کے لئے آمادہ ہوگا۔

نعمت کے حصول پر شکر کرو نہ کہ فخر

اس سورۃ قریش کے تحت مرشدنا حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ نے مسائل سلوک میں لکھا ہے کہ اس سورۃ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو امر دینی کے سبب مال یا جاہ نصیب ہو جیسا کہ قریش کو بواسطہ تعلق بیت اللہ کے تھا جس کا اس سورۃ میں ذکر ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ بجائے تفاخر اور دعوئے استحقاق کے خدا تعالیٰ کا شکر اور اطاعت کا زیادہ اہتمام کرے۔

سورۂ قریش کی خاصیت

اس سورۃ کے متعلق بزرگان دین نے بیان کیا ہے کہ دشمن وغیرہ کا خوف ہو تو یہ سورۃ پڑھنے سے برائی سے امن مل جاتا ہے۔ امام جزریؒ اور علمائے محققین نے لکھا ہے کہ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے اور حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں اس سورۃ کے متعلق لکھا ہے کہ میرے شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ ہر مصیبت کے دفع کے لئے تمام خوفناک واقعات میں یہ سورۃ پڑھا کروں۔ میں نے اس کا بارہا تجربہ کیا اور صحیح پایا۔

خلاصہ

اس سورت میں اللہ نے اپنے دو بڑے احسانات بیان فرمائے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ بلا خوف و خطر گرمیوں میں شام کی طرف اور سردیوں میں یمن کی طرف تجارتی سفر کیا کرتے تھے اور یہ تجارتی سفر ان کا بہت بڑا ذریعۂ معاش تھے۔ دوسرا احسان یہ کہ انہیں بلد حرام میں امن اطمینان اور تحفظ کی نعمت حاصل تھی۔ یہ دو نعمتیں ذکر فرما کر انہیں سمجھایا گیا ہے کہ خود فریبی خود پسندی اور قوم پرستی سے باز آجاؤ اور بیت اللہ کے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔

سورۃ قریش کے خواص

۱.....کھانے کے بارے میں اس کی کمی کا خوف ہو تو اس پر سورۃ قریش پڑھ کر دم کر دیں۔ ان شاء اللہ کھانا کم نہیں ہوگا۔ (شادیوں وغیرہ کے اجتماعات کے موقع پر اس طرح کا اندیشہ ہوتا ہے)

۲.....اگر کسی کے گردوں میں درد ہو تو اس پر سورۃ قریش پڑھ کر دم کیا جائے یا کھانے پر دم کر کے وہ کھانا اسے کھلایا جائے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو دینی و دنیوی نعمتیں ہم کو عطا فرما رکھی ہیں۔ اس پر ہم کو شکر کی توفیق بھی عطا فرماویں۔ اور دین دنیا کا امن چین، سکون ہم کو نصیب فرمائیں۔ بیت اللہ کی زیارت اور وہاں کے عبادت اور بندگی کا شرف اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ اور اپنے اس گھر کا عز و شرف اور بلند فرمائیں۔ اور وہاں حاضر ہونے والے اور اس گھر کی عزت کرنے والوں کو بھی عزت اور بزرگی عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنِ مَکِّیَّۃٌ   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   وَّهِیَ سَبْعُ اٰیٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ؕ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۙ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ سو وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور محتاج کو کھانا دینے کی

الْمِسْکِیْنِ ؕ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ

ترغیب نہیں دیتا۔ سو ایسے نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے۔ جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں۔ جو ایسے ہیں

هُمْ یُرَآءُوْنَ ۙ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۧ

کہ ریا کاری کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے۔

اَرَءَیْتَ کیا تم نے دیکھا	الَّذِیْ وہ جو	یُکَذِّبُ جھٹلاتا ہے	بِالدِّیْنِ روز جزا و سزا	فَذٰلِکَ یہی ہے وہ	الَّذِیْ وہ جو	یَدُعُّ دھکے دیتا ہے	الْیَتِیْمَ یتیم	وَلَا اور نہیں
یَحُضُّ رغبت دلاتا	عَلٰی پر	طَعَامِ کھانا	الْمِسْکِیْنِ مسکین	فَوَیْلٌ پس خرابی	لِلْمُصَلِّیْنَ نمازیوں کیلئے	الَّذِیْنَ جو کہ	هُمْ وہ	عَنْ سے
صَلَاتِهِمْ اپنی نماز	سَاهُوْنَ غافل (جمع)	الَّذِیْنَ جو کہ	هُمْ وہ	یُرَآءُوْنَ دکھاوا کرتے ہیں	وَیَمْنَعُوْنَ روکتے ہیں نہیں دیتے	الْمَاعُوْنَ عام ضرورت کی چیز		

شان نزول

اس سورۃ کے سبب نزول کے سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ ابوجہل مردود کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تو اس کے پاس آ کر بیٹھتا اور کہتا کہ اپنے یتیموں کو میرے سپرد کر دے اور ان کا حصہ میرے پاس امانت رکھ دے کہ میں خبرگیری اور خدمت گزاری ان کی بخوبی کروں گا اور دوسرے وارث ایسا نہ کر سکیں گے۔ بالآخر جب ان کا مال اپنے قبضہ میں کر لیتا تو یتیموں کو اپنے دروازے سے ہانک دیتا پھر وہ بے چارے ننگے بھوکے دربدر گلی کوچوں میں روتے مارے مارے پھرتے۔ اسی طرح ایک یتیم ننگے سر ذلت کا مارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس ملعون ابوجہل کے خلاف فریاد کرنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس یتیم کی رعایت کے واسطے اس ملعون کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو پرسش قیامت سے ڈرایا۔ اس ملعون نے آپ کی وعظ و نصیحت کے مقابلہ میں یوم جزا کو جھٹلانا اور انکار کرنا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہو کر دولت خانہ پر تشریف لائے اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے کچھ اور مشرکین کے نام لئے ہیں کہ ان کے متعلق یہ سورۃ نازل ہوئی بہرحال سبب خاص نزول کا کچھ ہو لیکن اس سورۃ سے مقصود یتیموں محتاجوں بے کس اور بے سہارا لوگوں کی امداد و اعانت پر ابھارنا' انسانیت کی ہمدردی اور غم خواری کا صحیح جذبہ پیدا کرنا اور ارکان دین میں نماز یعنی خدا کی اطاعت و بندگی اور زکوٰۃ و صدقات وغیرہ کی ادائیگی کی تاکید ہے۔ دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاس داری کی تعلیم اور اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ جس راہ کی طرف یہ رسولؐ بلا رہے ہیں وہی انسانیت کی فلاح اور دین و دنیا کی صلاح کی راہ ہے۔ اس کے لئے اس سورۃ میں جو اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے وہ یہ کہ یہاں بتلایا گیا کہ جو یتیم کی ہمدردی اور غم خواری تو درکنار اس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بد اخلاقی سے پیش آتا ہے اور جو غریب محتاج مسکین کی نہ خود خبر لے اور نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دے وہ بھی کوئی انسان

ہے۔وہ تو جانور سے بھی بدتر ہے۔ بھلا ایسے شخص کو دین سے کیا واسطہ اور اللہ سے کیا لگاؤ۔وہ کیا جانے کہ نماز یعنی اللہ کی بندگی کس سے مناجات ہے اور اس سے مقصود کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے۔اور ایک نماز ہی کیا ایسے شخص کے دوسرے اعمال بھی ریا کاری اور نمود و نمائش سے ہوتے ہیں۔گویا اس کا مقصد خالق سے قطع نظر اور صرف مخلوق کو دکھانا سنانا مدنظر ہو تو ایسا شخص زکوٰۃ و خیرات وغیرہ تو کیا ادا کرتا معمولی روزمرہ کے برتنے کی چیز بھی کسی کو مانگنے پر نہیں دیتا۔دراصل ایسا شخص اللہ کے دین اور روز جزا پر کوئی اعتقاد نہیں رکھتا یعنی اگر آخرت کا خوف ہوتا اور وہاں کی جزا و سزا کا ڈر ہوتا تو ایسی حرکتیں نہ کرتا اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اس طرح تلف نہ کرتا۔اس طرح اس سورۃ میں دراصل کفار و مشرکین و منافقین کے بعض اعمال قبیحہ اور بعض خصائل خبیثہ کا ذکر فرما کر ان پر عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

اب اگر یہ افعال کسی مسلمان سے سرزد ہوں جو آخرت و روز جزا کی تکذیب تو نہیں کرتا پھر بھی یہ افعال و اعمال شرعاً مذموم اور سخت گناہ ہیں اور اگر کفر و تکذیب کے نتیجہ میں یہ افعال بد سرزد ہوں تو ان کا وبال دائمی جہنم ہے۔

آخرت پر ایمان ضروری ہے

سب سے اول اور اہم بات جو انسان کے لئے ضروری ہے وہ اعتقاد کو درست کرنا ہے۔خاص کر اس امر کو بالیقین تسلیم کر لینا ہے کہ انسان کے تمام نیک و بد اعمال جو وہ دنیا میں کرتا ہے ان کی جزا و سزا بالآخر ضرور ملنی ہے اور یہ جزا و سزا اور ثواب و عذاب پوری طرح ایک دوسرے عالم میں جا کر ملے گا جہاں انسان کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کیا جائے گا۔اور دربار خداوندی میں لے جا کر حاضر کر دیا جائے گا یہی اعتقاد تمام حکمت نظریہ اور عملیہ اور تہذیب و اخلاق کی جڑ ہے۔اگر یہ اعتقاد نہ ہو تو انسان کو بدکاری میں دل کھول کر حصہ لینے جور و تشدد کا بازار گرم کرنے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو تلف کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اعمال حسنہ، حسن سلوک، حسن معاملہ، حسن اخلاق اور حسن معاشرت پر کوئی چیز محرک ہو سکتی ہے لہذا یوم الدین یعنی یوم جزا و سزا پر اعتقاد تمام نیکیوں اور بھلائیوں کی اصل اصول ہے۔اسی کی طرف سورۃ کے ابتداء میں اشارہ فرمایا گیا۔ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو جزا و سزا کے دن کو جھٹلاتا ہے۔یعنی اس جگہ روز جزا کی تکذیب سے نہایت موثر طرز بیان کے ساتھ منع کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس دن کا انکار کرتے ہیں۔انہیں ایسا نہ کرنا چاہئے بلکہ اس امر کی تصدیق کرنی عین مقتضائے عقل ہے۔

آخرت کے انکار کا نتیجہ ظلم ہے

آگے ارشاد ہوتا ہے۔ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ کہ روز جزا و سزا کے منکر کا یہ حال ہے کہ وہ نہایت سنگدلی سے یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین محتاجوں کو خود کھانا کھلانا تو درکنار دوسروں کو بھی کھانا دینے کی رغبت نہیں دلاتا۔یعنی یتیم کی ہمدردی اور غمخواری تو درکنار اس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بداخلاقی کے ساتھ پیش آتا ہے اور غریب مسکین محتاج کی نہ خود خبر لے نہ دوسروں کو ان کی خبر گیری پر ترغیب دے۔ظاہر ہے کہ یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور ان کے حال پر شفقت اور رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے۔اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کی خوبی پر تمام عقلاء اتفاق رکھتے ہیں۔پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو اور بندگان خدا پر رحم نہ کرتا ہو اور اس کی ذات سے کسی کو کچھ فائدہ نہ پہنچتا ہو تو وہ بھی کوئی انسان ہے اور وہ اس قسم کے افعال شنیعہ کا مرتکب اس لئے بے دھڑک ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں اس کے ان اعمال کی جزا و سزا ملنے والی نہیں۔

نماز اور زکوٰۃ سے غافلوں کا انجام

یہ تو بیان ہوا مکذب بالدین کا بندوں کے حقوق سے متعلق یعنی جب یتیم کی پروا نہ کرنا اور غریب مسکین کی خبر گیری نہ کرنا ضعف دین اور تکذیب دین کی علامت ہے اور موجب ذم اور زجر ہے تو پھر حقوق اللہ یعنی نماز کی طرف سے غافل ہونا جو دین کا ستون ہے اور ایک ایسا عمل

ہے کہ جو اسلام اور کفر میں فرق کرنے والا ہے اور ریا اور دکھاوٹ کرنا جو شرک کی ایک شاخ ہے اور اس زکوٰۃ کو روکے رکھنا جو اسلام کا پل ہے بدرجہ اولیٰ جب ذم اور مستحق تنبیہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ اوصاف بھی تباہی اور عذاب شدید کے موجب ہیں۔ تو جب کہ تکذیب جزا و سزا اور اس کے اثر سے بندوں کا حق ضائع کرنا برا اور قابل مذمت ہے تو خالق کا حق ضائع کرنا تو اور بھی زیادہ برا ہوا چنانچہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ سو اس سے ثابت ہوا کہ ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں یعنی ترک کر دیتے ہیں اور جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے۔ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ کی تفسیر میں اکثر صحابہ و تابعین سے روایت ہے کہ ماعون زکوٰۃ ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ معمولی برتنے کی چیز مثلاً ڈول رسی، کلہاڑی، پھاوڑا، ہنڈیا، دیگچی، نمک، پانی آگ، سوئی تاگہ وغیرہ جن کے دے دینے کا دنیا میں عام رواج ہے وہ مانگنے والے سے اس کو بھی روکتے ہیں اور ایسی روزمرہ کے ضرورت کی چیز بھی اگر کوئی مانگنے آئے تو دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ یہ بخل کی انتہا ہے کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کو بھی اپنے سے جدا نہیں کر سکتا تو زکوٰۃ اور خیرات میں وہ خوش دلی کے ساتھ اپنا مال کیا خرچ کرے گا۔

نماز سے غفلت کے درجات

اب یہاں فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ جو فرمایا تو حضرت عطا بن دینارؒ جو ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ فرمان باری تعالیٰ میں عَنْ صَلَاتِهِمْ ہے یعنی جو نمازوں سے غفلت کرتے ہیں فی صلاتھم نہیں فرمایا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ جو نمازوں میں غفلت برتتے ہیں۔ اب نماز سے غفلت کے مختلف درجے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً نماز پڑھنے میں وقت کا لحاظ نہ کرے۔ آخری وقت میں ہمیشہ نماز پڑھے اور انتہا یہ کہ نماز قضا ہی کر دے۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے۔ یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے جب وہ غروب ہونے کے قریب پہنچے اور شیطان اپنی سینگ اس میں ملا لے تو یہ کھڑا ہو اور مرغ کی طرح چار ٹھونگیں مار لے۔ جس میں خدا کا ذکر بہت ہی کم کرے۔ تو یہاں ایک تو وعید سنائی گئی نماز یعنی عبادت خداوندی سے غفلت کرنے اور اس کے ترک کرنے پر۔ دوسرے وعید سنائی گئی يُرَآءُوْنَ یعنی جو ریا کاری کرتے ہیں۔ ریا کاری یعنی لوگوں کو دکھلانے کے لئے کوئی عمل کرنا یہ بھی ایک بڑی اہم ذہنی اور قلبی خرابی ہے۔ جب کسی کے دل و دماغ میں یہ مرض گھر کر لیتا ہے تو اس کا وہ عمل اگر چہ وہ کیسا ہی بظاہر نیکی کا ہو اس کے حق میں نہ صرف نیکی اور بھلائی کا عمل نہیں رہتا بلکہ الٹا نقصان دہ اور مضر ہو جاتا ہے۔ اسلام میں نیکی اور عبادت کا تصور یہ ہے کہ جو کچھ کیا جائے خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔ لوگوں کے نمائش یا دکھانے کیلئے یا اپنی عزت اور شہرت بڑھانے کے لئے یا اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لئے یا اپنی سرداری اور لیڈری چمکانے کے لئے یا عوام سے اپنی داد و تعریف کرانے کے لئے کیسا ہی نیکی کا کام ہو اسلام کی نظر میں اس کا کوئی مقام نہیں۔ ریا یا دکھلاوے کو اسلام نے کس درجہ ناپسند کیا ہے اس کا اندازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صلیٰ یرآی فقد اشرک جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔ تو اس سورۃ میں ریا کاری کو بھی کفار و منافقین کے افعال قبیحہ میں ذکر فرمایا گویا مومن کی شان سے یہ بعید ہے اور کوئی منکر کافر ہی اس مرض میں گرفتار رہ سکتا ہے۔

خلاصہ

اس سورت میں اختصار کے ساتھ انسانوں کے دو گروہوں کا ذکر ہے۔

وہ کافر جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے، یتیموں کے حقوق دبا لیتے ہیں اور ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کرتے ہیں، غرباء اور مساکین کو نہ خود کھلاتے ہیں اور نہ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں گویا کہ نہ تو اللہ کے ساتھ ان کا معاملہ صحیح ہے اور نہ اللہ کے بندوں کے ساتھ۔

دوسرا گروہ منافقین کا ہے ان کی تین صفات قبیحہ یہاں بیان کی گئی ہیں: پہلی یہ کہ وہ نماز سے غافل ہیں' یہ غفلت دو اعتبار سے ہو سکتی ہے' ایک یہ کہ نماز ادا ہی نہ کی جائے۔ دوسری یہ کہ نماز تو پڑھی جائے مگر نہ وقت کی پابندی کا لحاظ ہو اور نہ خشوع و خضوع ہو۔ دوسری صفات یہ کہ وہ دکھاوے کیلئے اعمال کرتے ہیں۔ تیسری صفت یہ کہ وہ ایسے بخیل ہیں کہ عام ضرورت کی چیز دینے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

سورۃ الماعون کے خواص

۱- جو آدمی کسی برتن پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کر دے وہ برتن ٹوٹنے سے محفوظ رہے گا۔

۲- جو آدمی (صبح کو) کسی سے بات کرنے سے پہلے اس سورۃ کی تلاوت کو روزانہ کا معمول بنالے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر طرح کے حقوق العباد اور حقوق اللہ کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت کا یقین کامل ہم کو نصیب فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری کی فکر عطا فرمائیں۔ یا اللہ بخل و ریا جیسی کافرانہ و مشرکانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیئے اور اپنی خوشنودی کے لئے ہم کو جملہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ جس گناہ کی طرف میرے پیر چلے ہوں' میرے ہاتھ بڑھے ہوں' میری نگاہوں نے ایسا ویسا دیکھا ہو' زبان سے گناہ ہوئے ہوں' آپ کا رزق بے جا برباد کر دیا ہو لیکن آپ نے باوجود اس کے اپنا رزق مجھ سے نہیں روکا اور عطا کیا۔ میں نے پھر اس عطا کو تیری نافرمانی میں لگایا اس کے باوجود میں نے زیادہ رزق مانگا' آپ نے زیادہ دیا' میں نے گناہ علی الاعلان کیا لیکن آپ نے رسوا نہ ہونے دیا۔ میں گناہ پر اصرار کرتا رہا آپ برابر حلم فرماتے رہے۔ پس اے اکرم الاکرمین! میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَهِیَ ثَلٰثُ اٰیٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

اِنَّآ بیشک ہم	اَعْطَیْنٰكَ ہم نے آپ کو عطا کیا	الْكَوْثَرَ کوثر	فَصَلِّ پس نماز پڑھ	لِرَبِّكَ اپنے رب کیلئے	وَانْحَرْ اور قربانی دے	اِنَّ بیشک
	شَانِئَكَ آپ کا دشمن	هُوَ وہ	الْاَبْتَرُ دم کٹا - نامراد - بے نسل			

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

سورۃ کی ابتداء اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ سے فرمائی گئی۔

سبب نزول

سبب نزول اس سورۃ کا یہ لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرزند تھے قاسم اور عبداللہ جن کے لقب طیب اور طاہر تھے۔ دونوں صاحبزادوں کا ایک کے بعد ایک مکہ میں انتقال ہوگیا۔ تو مشرکین مکہ میں سے عاص بن وائل سہمی نے اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہوگئی۔ پس آپ نعوذ باللہ ابتر یعنی بے نام ونشان ہیں۔ ابتر کے معنی ہیں کٹا ہوا۔ عرب میں ابتر اس شخص کو کہتے تھے جس کے بعد اس کی نسل کا سلسلہ ختم ہو چکا ہو اور وہ بے اولاد ہو۔ مطلب مشرکین کا یہ تھا کہ آپ کے بعد آپ کا دین بھی جاتا رہے گا۔ اس کو قائم اور برقرار رکھنے والا کوئی نہ ہوگا گویا یہ دین کا چرچا چندروزہ ہے پھر یہ سب بکھیڑے پاک ہوجاویں گے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے یہ سورۃ نازل ہوئی۔ جس میں پہلے آپ کو بشارت دی گئی کہ اللہ نے اپنے رسول کو کوثر عطا فرمائی ہے اس لفظ کوثر میں دین ودنیا کی خیر کثیر اور آخرت کا حوض کوثر سب داخل ہیں۔ خیر دنیا میں بقاء دین ترقی اسلام۔ دشمن پر فتح وغلبہ اور قیامت تک آپ کے نام کی شہرت وعزت وغیرہ سب داخل ہیں اور خیر آخرت میں مراتب قرب ودرجات عالیہ حوض کوثر کی عطا شفاعت کا مرتبہ مقام محمود کی عطا وغیرہ سب داخل ہیں اس طرح تسلی آپ کو یہ دی گئی کہ اگر اولاد نرینہ فوت ہونے پر مخالفین طعن وتشنیع دیتے ہیں تو آپ اس پر غم نہ کیجئے۔ آپ کے رب نے آپ کو تمام دین ودنیا کی بھلائیوں اور نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس تسلی اور بشارت کے بعد ہدایت آنحضرت کو دی جاتی ہے کہ ان نعمتوں کے شکر میں آپ اپنی جان اور مال سے اللہ کی عبادت میں لگ جائیں۔ اور پھر اس کے بعد مزید تسلی کے لئے ایک پیشین گوئی فرمائی گئی کہ بفضلہ تعالیٰ آپ ابتر یعنی بے نام ونشان نہیں رہیں گے۔ بلکہ بالیقین اور بلاشک وہ آپ کا دشمن جو آج آپ پر ہنس رہا ہے اور طعنہ دے رہا ہے وہی بے نام ونشان ہوگا اور کوئی اس کا نام لیوا نہ رہے گا۔ یہ ہے خلاصہ ومفہوم اس سورۃ کا۔

کوثر کیا ہے؟

اس سورۃ میں تین آیات ہیں اور ہر آیت میں ایک مستقل مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلی آیت ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ لفظ کوثر جس کے معنی خیر کثیر کے ہیں بڑا وسیع المعنی لفظ ہے صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث ہے۔ حضرت ابو بشرؒ نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ کوثر کے معنی وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابو بشرؒ کہتے ہیں میں نے حضرت سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگوں کا گمان تو یہ ہے کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے جو جنت میں ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ نے جواب دیا ہاں وہ جنت والی نہر بھی تو اسی خیر کثیر ہی میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ تو اس

خیرِ کثیر کے تحت بہت سے امور کا ذکر کیا جا سکتا ہے اسی لئے مفسرین نے ہر ایک کو جدا جدا بھی مراد لیا ہے جس کا ذکر امام فخرالدین رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں بڑے شرح وبسط سے نقل کیا ہے خلاصہ جس کا یہ ہے:۔

(۱) کوثر سے مراد وہ حوض کوثر ہے جس کی بابت بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں کہ قیامت کے دن جب کہ بے انتہا گرمی اور پیاس ہوگی اور کسی کو پانی نہ ملے گا العطش العطش لوگ پکاریں گے اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حوض عطا فرمائیں گے جس کی لمبائی اور چوڑائی سینکڑوں کوس کی ہوگی۔ اس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ جو ایک بار پیئے گا پھر اس کو پیاس نہ لگے گی۔ جو سعید ہیں اس سے فیضیاب ہوں گے اور شقی محروم کئے جائیں گے۔ بخاری ومسلم کی صحیح حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کی مسافت ایک مہینہ کی ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حوض کوثر مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس قدر طویل وعریض ہے کہ اس کی ایک جانب سے دوسری جانب تک ایک مہینہ کی مسافت ہے) اور اس کے زاویے یعنی گوشے بالکل برابر ہیں۔ (اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ وہ مربع ہے اس کا طول وعرض یکساں ہے) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے بھی بہتر ہے۔ اس کے کوزے آسمان کے تاروں کی طرح ہیں۔ جو اس کا پانی پیئے گا وہ کبھی پیاس میں مبتلا نہیں ہوگا۔ یاارحم الراحمین تو ہم گنہگاروں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے سیراب ہونا نصیب فرمائیے گا۔ آمین۔

بدعتی وگمراہ لوگ جام کوثر سے محروم ہوں گے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابتدائی انتظامات کے لئے حوض پر تم سے پہلے پہنچوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے پھر ان کو میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا اے پروردگار یہ تو میری امت کے لوگ ہیں تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں جو نئی نئی باتیں نکالیں آپ اسے نہیں جانتے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض پر آئیں گے یہاں تک کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو انہیں مجھ سے ایک طرف ہٹا دیا جائے گا۔ اس پر میں عرض کروں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ تو جواب میں ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد انہوں نے دین میں جو بگاڑ پیدا کیا اس کا آپ کو علم نہیں ہے۔

اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ یہ لوگ میری امت کے ہیں تو ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد جو کچھ ان لوگوں نے دین میں رخنے ڈالے آپ اسے نہیں جانتے تو اس وقت میں کہوں گا کہ وہ لوگ دور ہوں جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے ساتھ والوں کی ایک مختصری جماعت آئے گی پھر ان کو حوض سے دور ہٹا دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ اے اللہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو دین میں کرتوت کئے آپ کو ان کا علم نہیں وہ الٹے پاؤں دین سے پھر گئے تھے۔

الغرض ان احادیث کا خاص سبق ہمارے لئے یہ ہے کہ اگر ہم حوض کوثر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے آرزومند ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے شاد وسیراب ہونا چاہتے ہیں تو مضبوطی سے اس دین متین پر قائم رہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے لائے تھے۔ اور اپنی طرف سے کوئی ایجاد یا ردوبدل نہ کریں۔

نہر کوثر

بعض نے کوثر سے وہ جنت کی نہر مراد لی ہے جو آپ کو شب معراج میں دکھائی گئی تھی جس کا بخاری کی ایک صحیح حدیث میں اس طرح ذکر ہے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اثناء میں (یعنی شب معراج میں) کہ میں جنت میں چلا جا رہا تھا میرا گزر ایک عجیب وغریب نہر پر ہوا۔ اس کے دونوں جانب موتیوں سے تیار کئے ہوئے قبے تھے۔ میں نے جبرئیل

علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ وہ کوثر ہے کہ جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا ہے میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی جو اس کی تہہ میں تھی وہ نہایت مہکنے والی مشک کی طرح خوشبودار تھی۔ بعض علماء نے حوض کوثر کا حشر کے میدان میں ہونا اور نہر کوثر کا جنت میں ہونے کو یوں تطبیق دی ہے کہ اصل نہر کوثر تو جنت میں ہوگی۔ اور اسی کا پانی میدان حشر میں لاکر حوض کوثر میں جمع کر دیا جائے گا۔ اور دونوں کو کوثر ہی کہتے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اولاد میں برکت

بعض نے کوثر سے مراد اولاد کی کثرت لی ہے۔ سو اولاد دو قسم کی ہوتی ہے۔ جسمانی اور روحانی۔ بحمد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی دختری اولاد بھی بکثرت ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور روحانی اولاد جو آپ کے تمام امتی ہیں ان سے دنیا پٹی پڑی ہے اور ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے کہ تمام دنیا میں آپ ہی کی ذریت ہوگی۔ اور تمام قومیں اور مذاہب والے یا تو مٹ جائیں گے یا اسلام لے آئیں گے اور روئے زمین پر اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہ ہوگا۔

علماء و اولیاء کی کثرت

بعض نے کہا کوثر سے جس کے لفظی معنی خیر کثیر کے ہیں مراد ہیں اولیاء اور علماء و صلحاء اور اہل کمال جو اس امت میں گزرے۔ یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے جو بمنزلہ انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور کسی دوسری امت کو نصیب نہیں ہوئے۔

نبوت عظمیٰ

بعض نے کوثر سے مراد نبوت عظمیٰ لی ہے جو اعلیٰ درجہ کی خیر کثیر ہے اور جو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی کیونکہ کوئی بھی بجز آپ کے تمام دنیا کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا اور نہ کسی پر سلسلہ نبوت بجز آپ کے تمام وختم ہوا۔

قرآن کریم اور اس کے علوم و فیوض وغیرہ

بعض نے کہا مراد قرآن کریم ہے سو یہ بھی خیر کثیر ہے جس کے برکات کا کچھ شمار نہیں۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد دین اسلام ہے اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ دارین کے حسنات و برکات اسی پر موقوف ہیں۔

بعض نے کہا مراد وہ فضائل و کمالات روحانیہ ہیں جو آپ کو حاصل ہوئے۔

بعض نے کہا آپ کی رفعت ذکر مراد ہے کہ آپ کی یاد نیک نامی اور محبت و عقیدت کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپ کا شہرہ ہوگا آپ کے ساتھ دیوانہ وار محبت اور اعتقاد رکھنے والے اور آپ کی ذات والاصفات پر پروانہ وار قربان ہونے والے تا قیامت موجود ہوں گے۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ہیں جن کی نسبت آپ نے فرمایا کہ مجھے اولین و آخرین کے علوم دیئے گئے۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد آپ کے خلق عظیم ہیں۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد مقام محمود ہے جو آخرت میں آپ کو دیا جائیگا جس کو دیکھ کر تمام انبیاء علیہم السلام حسرت کریں گے۔ مقام محمود وہ خاص الخاص مرتبہ اور عزت و امتیاز اور محمودیت و مقبولیت عامہ کا وہ بلند مقام ہے جس پر فائز ہونے والی ہستی ہر ایک کی نگاہ میں محمود و محترم اور سب اس کے ثناخواں اور شکر گزار ہوں گے۔ اور اس مقام کے عطا کا وعدہ حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الغرض عطیہ کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور اس کے تحت میں دنیا اور عقبیٰ کی ساری نعمتیں اور سارے انعامات الٰہیہ آجاتے ہیں تو تسلی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دی گئی کہ اگر آپ کے ایک یا دو فرزندوں کا انتقال ہو گیا اور مخالفین نے خوش ہو کر آپ کو معاذ اللہ ''ابتر'' کہا یعنی جس کے پیچھے کوئی نام لینے والا نہ رہے تو آپ ہرگز کسی کا غم نہ کیجئے۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے وہ خیر کثیر عنایت فرمایا ہے جو ابدالآباد تک آپ کا نام روشن کرے گا۔

انعامات کا شکر عبادت و قربانی سے ادا کرو

آگے دوسری آیت میں ارشاد ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ سو اس

کے شکریہ میں آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ یعنی اتنے بڑے انعامات جو آپ کو عطا کئے گئے تو اس احسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہیے تو آپ کو چاہئے کہ آپ اپنی روح، جسم اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں۔ بدنی اور روحی عبادت میں سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ اور مالی عبادت میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قربانی کی اصل حقیقت جان کا قربان کرنا تھا۔ جانور کی قربانی کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے جان کی قربانی کے قائم مقام کر دیا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قصہ سے ظاہر ہے گویا اس میں مشرکین پر تعریض ہوئی کہ یہ کفار تو غیر اللہ کی پرستش کرتے اور بتوں کے نام پر قربانی دیتے ہیں۔ بغاوت و سرکشی انہوں نے اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ آپؐ ہر وقت اپنے رب کی عبادت کریں۔ اسی کی نماز پڑھیں اسی کے نام کی قربانی کریں۔

اسلام کے دشمن بے نام ونشان ہوں گے

تیسری آیت میں فرمایا گیا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا اس میں ایک پیشین گوئی فرمائی جس میں بھی ایک طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے اور یہ پیشین گوئی اس وقت کی گئی تھی جس کا مخالفین تصور بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن اور آپ کی توہین کرنے والے کفار و مشرکین عرب حرف غلط کی طرح دنیا سے مٹ گئے اور کوئی ان کا نام لیوا نہیں اور ان کا نہ نام رہا نہ نشان۔ نہ آج بھلائی کے ساتھ انہیں کوئی یاد کرنے والا ہے۔ تو مشرکین مکہ میں سے عاص بن وائل سہمی نے جیسا کہ سبب نزول میں بیان ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں کے انتقال پر کہا تھا کہ آپ کی نسل قطع ہوگئی اور آپ معاذ اللہ ابتر یعنی بے نشان ہیں۔ تو حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کہ دراصل وہی بے نام ونشان رہے گا اور اس کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ قرآن پاک کی یہ پیشین گوئی مشرکین مکہ کے حق میں کس طرح پوری ہوئی۔

گستاخ رسول ہر خیر سے خالی ہے

اس آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔ مرشدنا حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل السلوک میں لکھا ہے کہ اس میں دلالت ہے کہ آپ کا ہر مخالف ہر خیر سے منقطع ہے نہ اس کی حیات میں برکت ہے کہ زادِ آخرت اس سے جمع کرے نہ اس کے قلب میں خیر ہے کہ حق بات کو سمجھے یا اس میں حق تعالیٰ کی محبت و معرفت پیدا ہو۔ نہ اس کے اعمال میں برکت ہے کہ توفیق یا اخلاص ہو اور یہی حالت ہوتی ہے آپؐ کے ورثہ کے مخالف کی جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص میرے ولی سے عداوت کرے میں اس کو اشتہار جنگ دیتا ہوں یا اللہ اپنے فضل سے ہم کو اپنے محبوب و مقبول بندوں سے محبت و انسیت اور دلی تعلق عطا فرمائیے اور ان کی مخالفت اور عداوت سے بچائیے۔ آمین۔

خلاصہ

اس سورت میں تین مقاصد بیان ہوئے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا فضل و احسان کہ اس نے آپ کو کوثر عطا کی، کوثر جنت کی وہ نہر ہے جہاں قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو جام بھر کر پلائیں گے چونکہ کوثر کا معنیٰ خیر کثیر ہے اس لیے نبوت، کتاب، حکمت، علم، حق شفاعت، مقام محمود، معجزات اور قرآن کریم کو بھی کوثر قرار دیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ کوثر جیسی عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے کیلئے آپ نماز کی پابندی فرمائیں اور اللہ کے لیے قربانی دیں۔

آپ کو یہ بشارت سنائی گئی کہ آپ کے دشمن ذلیل و خوار ہوں گے اور ان کا نام ونشان مٹ جائے گا چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

سورۃ الکوثر کے خواص

۱-خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جمعہ کی رات کو سونے سے پہلے باوضو ہو کر سورۃ الکوثر کو سو دفعہ پڑھے اور سو مرتبہ درود شریف بھی پڑھے اور باوضو ہی سو جائے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔

۲-جو آدمی سورۃ الکوثر کو لکھ کر اپنے گلے میں باندھے تو وہ امن میں رہیگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ﴿۳﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو۔

وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ﴿۴﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾

اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا۔اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کروگے تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔

قُلْ کہہ دیجئے	يٰۤاَيُّهَا اے	الْكٰفِرُوْنَ کافرو	لَاۤ اَعْبُدُ میں عبادت نہیں کرتا	مَا تَعْبُدُوْنَ جس کی تم عبادت کرتے ہو	وَلَاۤ اور نہ	اَنْتُمْ تم
عٰبِدُوْنَ عبادت کرنیوالے	مَاۤ اَعْبُدُ جسکی میں عبادت کرتا ہوں	وَلَاۤ اور نہ	اَنَا عَابِدٌ میں عبادت کرنیوالا	مَا عَبَدْتُّمْ جسکی تم عبادت کرتے ہو	وَلَاۤ اَنْتُمْ اور نہ تم	
عٰبِدُوْنَ عبادت کرنیوالے	مَاۤ اَعْبُدُ جسکی میں عبادت کرتا ہوں	لَكُمْ تمہارے لئے	دِيْنُكُمْ تمہارا دین	وَلِيَ اور میرے لئے	دِيْنِ میرا دین	

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ میں پہلی ہی آیت قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ہے۔اسی سے سورۃ کا نام کافرون ہے۔یہ سورۃ مکی ہے۔

سورۃ کے فضائل وخصوصیات

اس سورۃ کی فضیلت میں ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔یعنی ثواب میں۔ایک حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز فجر کی سنتوں میں پڑھنے کے لئے دوسورتیں بہتر ہیں۔سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص یعنی قل ھو اللہ احد متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی سنتوں میں اور نماز مغرب کی سنتوں میں بکثرت یہی دوسورتیں یعنی پہلی رکعت میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے سنا ہے۔ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث ہے۔حضرت فروہ بن نوفل کا بیان ہے کہ میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز بتادیجئے کہ میں بستر پر جاتے وقت یعنی سونے سے پہلے پڑھ لیا کروں۔آپ نے فرمایا قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھ لیا کرو۔یہ شرک سے بیزاری کا اظہار ہے۔یعنی اس کو پڑھ کر سوؤ گے تو شرک سے پاک ہوکر سوؤ گے اور اگر سونے ہی کی حالت میں موت آگئی تو توحید پر مروگے۔حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جب سفر میں جاؤ تو وہاں تم اپنے سب رفقاء سے زیادہ خوشحال اور بامراد رہو اور تمہارا سامان زیادہ ہوجائے۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میں ایسا چاہتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ آخر قرآن کی پانچ سورتیں یعنی سورۃ کافرون، سورۃ نصر، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق اور سورۃ ناس پڑھا کرو اور ہر سورۃ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرو۔حضرت جبیر فرماتے ہیں کہ اس وقت میرا یہ حال تھا کہ سفر میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے بالمقابل قلیل الزاد اور خستہ حال تھا۔جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم پر عمل کیا میں سب سے بہتر حال میں رہنے لگا۔اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بچھو نے کاٹ لیا تو آپ نے پانی اور نمک منگایا اور یہ پانی کاٹنے کی جگہ پر لگاتے جاتے تھے۔اور

قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے جاتے تھے۔ یہ تو مختصراً اس سورۃ کے فضائل اور خواص کا ذکر ہوا۔

شانِ نزول

(۱) ایک روایت یہ ہے کہ کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی کہ آپ ان کافروں کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرما دیں۔

(۲) ایک روایت یہ ہے کہ روساء کفار مکہ نے آپ سے عرض کیا کہ آئیے ہم اور آپ اس پر صلح کر لیں کہ آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کیا کیجئے اور آپ کے معبود کی ہم عبادت کیا کریں۔ جس میں ہم اور آپ طریق دین میں شریک رہیں۔ جونسا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ کچھ حصہ مل جاوے گا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

(۳) ایک روایت یہ ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول تو یہ دعوت دی اور مصالحت کے لئے یہ صورت پیش کی کہ ہم آپ کو اتنا مال دیں گے کہ تم مکہ میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے اور جس عورت سے تم چاہو گے تمہارا نکاح بھی کر دیں گے۔ لیکن ہمارے معبودوں کو برا کہنا ترک کر دیں۔ اور اگر آپ یہ نہیں مانتے تو پھر ایسا کریں کہ ایک سال تم ہمارے معبودوں کی بندگی کرو اور ایک سال ہم تمہارے معبود کی بندگی کریں۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

شانِ نزول میں جو متعدد واقعات بیان ہوئے ہیں تو ان میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا ہے کہ سب ہی واقعات پیش آئے ہوں اور ان سب کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

اصول اسلام میں کافروں سے سمجھوتہ ہرگز نہیں ہوسکتا

یہاں اس سورۃ میں اسلام کی صحیح حیثیت کا اعلان کر دیا گیا اور اہل کفر کو ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا گیا کہ وہ ایسی کوئی امید نہ رکھیں کہ داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتوں میں آ کر ان کی کسی خواہش کے مطابق اپنی دعوت میں کوئی تبدیلی کر لیں گے۔ چنانچہ اس سورۃ میں حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر حکم دیا جاتا ہے۔ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کافروں سے صاف کہہ دیجئے لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ یعنی اے کافرو میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہو سکتا۔ نہ تو فی الحال اور نہ آئندہ کبھی مستقبل میں۔ خدائے واحد کے سوا جو معبود تم نے بنا رکھے ہیں میں فی الحال ان کو نہیں پوج رہا اور نہ تم اس احد و صمد خدا کو بلاشرکت غیرے پوجتے ہو جس کی میں عبادت و بندگی کرتا ہوں۔ اور آئندہ کے لئے وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ یعنی آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کو کبھی پوجنے والا نہیں اور نہ تم میرے معبود واحد کی بلاشرکت غیرے پرستش کرنے والے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شرک نہیں کر سکتا۔ نہ اب نہ آئندہ اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ نہ اب اور نہ آئندہ یعنی توحید اور شرک کبھی متحد نہیں ہو سکتے اور ان میں کبھی کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ آگے توحید اور شرک کا انجام ارشاد ہے۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ۔ یعنی تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔ جو دین قیم اللہ نے مجھے مرحمت فرمایا ہے اس پر ہم نہایت خوش ہیں اور تم نے اپنے لئے بدبختی سے جو روش پسند کی ہے وہ تمہیں مبارک رہے۔ ہر فریق کو اس کی راہ اور روش کا نتیجہ مل کر رہے گا۔ میرا فرض تبلیغ دین ہے اگر تمہیں اپنی بہتری منظور ہو تو اس ہدایت کو قبول کرو۔ ورنہ تم جانو تمہارا کام۔ تمہیں اپنے کئے کی خود سزا بھگتنی پڑے گی۔ میں تو نہایت پختگی سے اپنی بات پر قائم ہوں۔

الغرض اس سورۃ میں کفار کی طرف سے پیش کی ہوئی مصالحت کی صورتوں کو بالکلیہ رد کر کے اعلان براءت کیا گیا۔

کفار سے مصالحت کی حدود کا تعین

یہاں ایک خیال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ خود قرآن کریم میں دسویں پارہ سورۃ انفال میں ارشاد خداوندی ہے۔ وان جنحوا للسلم فاجنح لها یعنی کفار اگر صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جایئے یعنی معاہدہ صلح کر لیجئے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے

مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہود مدینہ سے آپ کا معاہدہ صلح مشہور و معروف ہے۔اس اشکال کے جواب میں بعض مفسرین نے یہ جواب دیا کہ اس سورۃ کافرون کو منسوخ کہہ دیا اور منسوخ کہنے کی بڑی وجہ آیت لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ کو قرار دیا کیونکہ بظاہر یہ احکام جہاد کے منافی ہے کہ تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ۔مگر اس اشکال کے دفع کرنے میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں جو تحقیق لکھی ہے۔وہ یہ ہے فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اس سورۃ میں لَكُمْ دِينُكُمْ کا یہ مطلب نہیں کہ کفار کو کفر کی اجازت یا کفر پر برقرار رکھنے کی ضمانت دے دی گئی بلکہ اس کا حاصل وہی ہے جو قرآن کریم کے ارشاد لنآ اعمالنا ولکم اعمالکم (پ۲رکوع۹) کا حاصل ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھگتو گے۔اس لئے راجح اور صحیح جمہور مفسرین کے نزدیک یہی ہے کہ یہ سورۃ منسوخ نہیں۔جس قسم کی مصالحت سورۃ کافرون کے نزول کا سبب بنی وہ جیسے اس وقت حرام تھی آج بھی حرام ہے اور جس صورت کی اجازت آیت مذکورہ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم میں آئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ یہود سے عملاً ظاہر ہوئی وہ جیسے اس وقت جائز تھی آج بھی جائز ہے۔بات صرف موقع اور محل کو سمجھنے اور شرائط صلح کو دیکھنے کی ہے جس کا فیصلہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمادیا ہے۔جس میں کفار سے معاہدہ کو جائز قرار دینے کے ساتھ ایک استثنا کا ارشاد ہے اور وہ یہ ہے۔الاصلحاً احل حراماً او حرم حلالا یعنی ہر صلح جائز ہے بجز اس صلح کے جس کی رو سے اللہ کی حرام کی ہوئی کسی چیز کو حلال یا حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا گیا ہو۔اب غور کیجئے کہ کفار مکہ نے صلح کی جو صورتیں پیش کی تھیں ان سب میں کفر و اسلام کی حدود میں التباس یقینی ہے اور بعض صورتوں میں تو اصول اسلام کے خلاف شرک کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ایسی صلح سے سورۃ کافرون نے اعلان براءت کر دیا اور دوسری جگہ جس صلح کو جائز قرار دیا اور معاہدہ یہود (یا صلح حدیبیہ سے) اس کی عملی صورت معلوم ہوئی اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں اصول اسلام کا خلاف کیا گیا ہو۔یا کفر و اسلام کی حدود آپس میں ملتبس ہوئی ہوں اسلام سے زیادہ کوئی مذہب رواداری۔حسن سلوک، صلح و مصالحت کا داعی نہیں مگر صلح اپنے انسانی حقوق میں ہوتی ہے۔خدا کے قانون اور اصول دین یا ضروریات دین میں کسی صلح یا مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں۔" (معارف القرآن جلد ۸)

خلاصہ

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی کہ آؤ! "کچھ لو اور کچھ دو" کی بنیاد پر ہم آپس میں مصالحت کرلیں'ایک سال آپ ہمارے خداؤں کی عبادت کرلیا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کرلیا کریں گے'اس سورت نے ایمان و کفر'موحدین اور مشرکین کے درمیان حدِ فاصل قائم کردی اور بتادیا کہ توحید اور شرک دو متصادم نظام ہیں'دونوں میں مصالحت کی کوئی صورت نہیں'یوں کفار کی امیدوں کا خاتمہ کردیا اور ہمیشہ کیلئے واضح کردیا کہ ایمان میں کفر کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی۔

سورۃ الکافرون کے خواص

۱.....جو آدمی طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے اوقات میں سورۃ الکافرون کی تلاوت کا معمول رکھے وہ شرک سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید خالص'دین کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں اور مرتے دم تک اس پر قائم رکھیں۔

یا اللہ ہم میں وہ ایمانی قوت اور جوش و حرارت پیدا فرمادے کہ ہم باطل اور اعدائے دین سے کبھی مرعوب نہ ہوں۔

اور دین کے معاملہ میں ان سے کسی ناپاک اور گندی صلح پر کبھی راضی نہ ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ

جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچے۔اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

کیجئے اور آپس سے مغفرت کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اِذَا جب	جَآءَ آجائے	نَصْرُ اللّٰهِ اللہ کی مدد	الْفَتْحُ فتح	وَرَاَيْتَ اور آپ دیکھیں	النَّاسَ لوگ	يَدْخُلُوْنَ داخل ہو رہے ہیں	فِيْ میں	دِيْنِ اللّٰهِ اللہ کا دین
اَفْوَاجًا فوج درفوج	فَسَبِّحْ پس پاکی بیان کریں	بِحَمْدِ تعریف کے ساتھ	رَبِّكَ اپنا رب	وَاسْتَغْفِرْهُ اور بخشش طلب کیجئے اس سے	اِنَّهٗ بیشک وہ			
كَانَ ہے	تَوَّابًا بڑا توبہ قبول کرنے والا							

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ کی ابتداء اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ سے فرمائی گئی۔اسی سے سورۃ کا نام النصر مقرر رہا۔اکثر محدثین ومفسرین کا قول یہی ہے کہ اس کا نزول فتح مکہ جو رمضان ۸ ہجری میں واقع ہوئی ہے اس سے قبل ہے اور اس سورۃ میں جس فتح کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سے فتح مکہ مراد ہے۔

بہرحال یہ مدینہ کے آخری دور کی ایک سورت ہے۔بقول اکثر مفسرین ومحدثین اس میں جس فتح کا اشارہ دیا جاتا ہے وہ فتح مکہ کی طرف ہے جو ہجرت کے آٹھویں سال رمضان کے مہینہ میں حاصل ہوئی اور جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

سورۃ کی خصوصیات وفضائل

احادیث میں اس سورۃ کی تفسیر یہ آئی ہے کہ اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہے۔امام احمدؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میری وفات کی اطلاع دی گئی ہے۔اس سورۃ کی فضیلت میں امام ترمذیؒ نے حضرت انسؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ (ثواب میں) چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے (کہ اس سورۃ کے نزول کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ زیادہ پڑھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے میرے رب نے اطلاع دی تھی کہ عنقریب تم اپنی امت کے اندر ایک نشانی دیکھو گے جب تم وہ علامت دیکھو تو سبحان اللہ و بحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ بہت پڑھنا چنانچہ میں نے وہ نشانی دیکھ لی۔وہ نشانی ہے۔اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا مفسر بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اس سورۃ سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ بتارہی ہے کہ دعوت پوری ہوگئی اور دین کامل ہوگیا مزید یہ کہ استغفار کا حکم بتارہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔

فتح مکہ کا وعدہ اور اس کی تکمیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مکی زندگی کے تیرہ سال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کے لئے انتہائی سخت تھے جس کے نتیجہ میں اہل ایمان کو اپنا وطن مکہ اپنا کاروبار اور جائیداد وغیرہ سب چھوڑ کر ہجرت کرنی پڑی اور مدینہ میں پناہ لینی پڑی۔یہاں بھی سات آٹھ سال کی مدت میں چین وسکون مسلمانوں کو نصیب

نہ ہوا۔ چاروں طرف سے مخالفین اسلام اور اعدائے دین کے حملوں اور آئے دن ان کی وجہ سے طرح طرح کی پریشانیوں کا مقابلہ ہی کرتے رہنا پڑا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق اب وہ وقت قریب آ گیا جب اسلام کو عرب کی تمام طاقتوں پر غلبہ اور شوکت نصیب ہونا تھا اور مسلمان جس مکہ سے ستا ستا کر ہجرت پر مجبور کئے گئے تھے اسی مکہ میں انہیں فاتح کی حیثیت سے داخل ہونا تھا۔

اسلامی تاریخ میں یہ نہایت اہم واقعہ ہے اور اسی کا نام فتح مکہ ہے۔ جو رمضان المبارک ۸ ہجری میں واقع ہوئی۔ اس سورة میں اسی فتح کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سنائی گئی کہ عنقریب ایک دن ایسا آنے والا ہے جبکہ ملت اسلامیہ کو غلبہ اور شوکت نصیب ہوگا۔ کفر کی تاریکیوں کا خاتمہ ہو جائے گا کفار کے مرکزی شہر مکہ پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ بت پرستی کا خاتمہ اور اس کے حامی سب زیر وزبر ہو جائیں گے اور عرب کے عام لوگ جوق در جوق دین اسلام قبول کرلیں گے۔ اس بشارت سے قبل اگرچہ عرب کے بہت سے قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اسلام قبول کر چکے تھے لیکن کفار مکہ ابھی تک بت پرستی پر قائم تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر تلے ہوئے تھے گویا کہ یہ شہر مکہ کفار کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بہت سے عرب کے لوگ اسلام لانے کے لئے فتح مکہ کے منتظر تھے اور یہ بڑی فیصلہ کن چیز تھی کہ مکہ معظمہ فتح ہو جائے۔

چنانچہ جب قریش مکہ نے صلح نامہ حدیبیہ جو ۶ ہجری میں ہوا تھا اس کی عہد شکنی کی اور بالآخر حدیبیہ کا صلح نامہ ٹوٹ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی پوری تیاری شروع کر دی اور ۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو دس ہزار صحابہ کرام کی جمعیت کے ساتھ آپ مدینہ منورہ سے مکہ پر چڑھائی کے قصد سے روانہ ہوئے۔ کفار مکہ کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور آپ سے امن کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرمائی اور ۲۰ رمضان یوم جمعہ ۸ ہجری کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور طواف خانہ کعبہ فرمایا۔ اس وقت تک کعبہ کے گرد ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے جو آپ کے حکم سے توڑ دیئے گئے اور خانہ کعبہ کو ان بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا گیا۔ فتح مکہ کے بعد عام طور سے عرب اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا اور جو قریش مکہ کی شوکت کے ڈر سے اسلام اختیار کرنے میں توقف اور فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے وہ سب کے سب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے۔ باقی ماندہ عرب کی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہوں اس طرح مکہ معظمہ کی فتح اہل اسلام کے لئے ایک بڑی فیصلہ کن چیز تھی۔ اس سورة میں اسی فتح کی بشارت دی گئی۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار کے غلبہ سے گھبرائیے نہیں۔ عنقریب ہی خدائے تعالیٰ آپ کی اور آپ کے متبعین کی مدد فرمائے گا اور والفتح یعنی آپ کو کفار پر ایک عظیم الشان فتح حاصل ہوگی جس کے بعد کفار کی کمر ہمت ٹوٹ جائے گی اور مخالفت کی تاب نہ لا سکیں گے اور اس فتح ونصرت کا نتیجہ یہ ہوگا **ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا** یعنی لوگ گروہ در گروہ آپ کے دین میں داخل ہوں گے۔ اہل اسلام کو ملک عرب میں غلبہ اور شوکت نصیب ہوگا۔ چنانچہ الحمد للہ ایسا ہی ہوا۔ فتح مکہ کے بعد کفار کا زور ٹوٹ گیا۔ ان کا مرکز ختم ہو گیا۔ اور ان کا شیرازہ بکھر گیا لوگ اسلام کی حقانیت کے قائل ہو گئے اور قبائل کے قبائل اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کرنے لگے۔ معجم طبرانی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور یہ سورة نصر تلاوت فرمائی (سیرت المصطفیٰ حصہ سوم ص ۱۷۱)

تکمیل دین اور سفر آخرت کی تیاری

یہاں تک تو فتح ونصرت کا ذکر تھا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص پیغام ہے کہ جب آپ یہ فتح حاصل ہو چکے اور لوگ اس کثرت سے دین اسلام کو قبول کرنے لگیں جو مقصد آپ کی بعثت سے تھا وہ پورا ہوا تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کا مقصد رسالت پورا ہو چکا اور دین کی تکمیل ہو گئی اور اب سفر آخرت قریب ہے۔ اس لئے آپ اس وقت ہمہ تن ہماری طرف متوجہ ہو جائیں اور اس سفر کی تیاری میں مصروف ہو جائیں۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ کے ذکر اس کی تسبیح وتحمید میں لگ جائیں اور فتوحات وکامیابیوں پر اس کا شکر ادا کریں۔ وَاسْتَغْفِرْهُ اپنے لئے اور امت کے لئے ہر وقت

مغفرت اور بخشش کی درخواست کرتے رہیں۔ انه كان توابا بے شک آپ کا پروردگار تو بہت ہی معاف کرنے والا ہے۔

کثرت استغفار ضروری ہے

انسان جس میں اولیاء اور انبیاء بھی شامل ہیں اللہ کی عبادت میں کتنی بھی کوشش کیوں نہ کریں پھر بھی کما حقہ یعنی حسب شان خداوندی ادا کرنے میں اپنے کو قاصر ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے کمال عبودیت کے باوجود بھی اپنے عجز کا اعتراف کرنا اور اپنے کو عبادت کا حق ادا کرنے میں قصور وار سمجھنا اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ہر روز ستر بار سے زیادہ خدائے تعالیٰ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔ اور آپ اپنی امت کے لئے بھی مغفرت اور بخشش کی درخواست کیا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی وجہ

یہاں ایک مختصر مگر نہایت جامع تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار فرمانے کے بارہ میں حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحبؒ کاندھلوی خاتم مثنوی نے اپنے رسالہ شیم الحبیب میں تحریر فرمائی ہے۔ یہ رسالہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اپنی تصنیف نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب میں نقل فرمایا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ آپ دن بھر میں ستر بار یا سو بار استغفار فرماتے تھے تو یہ یا تو تعلیم امت کے لئے تھا یا خود امت کے لئے مغفرت طلب کرنا مقصود تھا یا یہ وجہ تھی کہ آپ دریائے قرب وعرفان میں مستغرق تھے اور لحہ بہ لحہ ترقی فرماتے رہتے تھے کیونکہ تجلیات متجدد ہوتی رہتی ہیں اور تجلی حسب استعداد محل تجلی کے ہوتی ہے اور آپ کی استعداد برابر متزائد ہوتی جاتی تھی۔ پس جب مرتبہ مابعد کو عالی دیکھتے تھے تو اپنے کو مرتبہ ماقبل کے اعتبار سے تقصیر کی طرف منسوب فرماتے تھے۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ حسنات الابرار سیات المقربین یعنی نیکوں کے حسنات مقربین کی سیئات ہوتی ہیں۔

الغرض اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے "اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب خدا کی مدد اور مکہ کی فتح مع اپنے آثار کے آپہنچے یعنی واقع ہو جائے اور آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں کہ آپ لوگوں کو اللہ کے دین یعنی اسلام میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اس وقت سمجھئے کہ مقصود دنیا میں رہنے کا اور بعثت کا کہ تکمیل دین ہے ختم ہوا اور اس وجہ سے سفر آخرت کا قریب ہے۔ پس اس کے لئے تیاری کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے کہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

بڑھاپے کی عمر کا وظیفہ

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کے تعمیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے ہر وقت یہی دعا پڑھتے تھے۔ سبحان الله وبحمده استغفر الله و اتوب اليه اور فرماتے تھے کہ مجھے اس کا حکم کیا گیا ہے۔ بزرگان دین نے اسی بناء پر روایت لکھی ہے کہ جب موت قریب محسوس ہو تو تسبیح واستغفار کی کثرت چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کو یاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

خلاصہ

یہ سورت فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہے' یہ سورت ۱۰ھ میں نازل ہوئی' اس کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ۷۰ ایام زندہ رہے' جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: "مجھے میری موت کی اطلاع دی گئی ہے" اس لیے کہ حضور کی بعثت کا مقصد پورا ہو چکا تھا' جب آپ نے دعوت کا آغاز کیا تھا تو اسے قبول کرنے والے اکا دکا تھے لیکن اب لوگ جماعت در جماعت اور قبیلہ در قبیلہ دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے' اس لیے آپ کو حکم دیا گیا کہ ان فتوحات اور نعمتوں پر اللہ کا شکر اور اسکی تسبیح اور عظمت بیان کریں۔

سورۃ النصر کے خواص

۱- جنگ میں دشمن کے خلاف فتح حاصل کرنے کے لئے اپنے کسی ہتھیار پر سورۃ النصر کو نقش کرلیا جائے تو فتح حاصل ہوگی۔

۲- جو لوگ جال کے ساتھ مچھلی کا شکار کرتے ہوں اگر وہ کسی دھات پر سورۃ النصر نقش کر کے اس دھات کی ٹکڑی کو اپنے جال میں باندھ لیں تو جب جال کو شکار کے لئے پانی میں ڈالیں گے اس میں فوج در فوج مچھلیاں پھنسیں گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہوجائے۔ نہ اُس کا مال اُس کے کام آیا اور نہ اُس کی کمائی۔ وہ عنقریب ایک شعلہ زن

ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

آگ میں داخل ہوگا وہ بھی اور اُس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے۔ اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی۔

تَبَّتْ ٹوٹ گئے	يَدَا دونوں ہاتھ	اَبِيْ لَهَبٍ ابولہب	وَتَبَّ اور وہ ہلاک ہوا	مَا نہ	اَغْنٰى کام آیا	عَنْهُ اس کے	مَالُهٗ اس کا مال	وَمَا اور جو	كَسَبَ اس نے کمایا
سَيَصْلٰى عنقریب داخل ہوگا	نَارًا آگ	ذَاتَ لَهَبٍ شعلے مارتی	وَامْرَاَتُهٗ اور اس کی بیوی	حَمَّالَةَ لادنے والی	الْحَطَبِ لکڑی	فِيْ میں			
جِيْدِهَا اس کی گردن	حَبْلٌ رسی	مِّنْ سے	مَّسَدٍ کھجور						

وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول

اس سورۃ کی پہلی آیت تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ہے۔ اس لئے نشانی کے طور پر سورۃ کا نام اللھب مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

سببِ نزول

سببِ نزول اس سورۃ کا احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت **وانذر عشیرتک الاقربین** پ۱۹ (سورۂ شعراء) نازل ہوئی یعنی اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو عذابِ الٰہی سے ڈرایئے تو آپ نے مکہ کے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل قریش کے نام لے کر پکارا۔ جب سب جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو اس امر کی خبر دوں کہ پہاڑ کے دوسری طرف دشمن موجود ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا کہ بے شک ہم یقیناً آپ کی بات کا اعتبار کریں گے۔ آپ ہم سب میں سے بڑھ کر سچے ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت پیش کی اور فرمایا کہ لوگو میں تمہارے لئے ایک آنے والے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ تم نجات کا راستہ اختیار کرلو اور اپنے بچنے کی تدبیر کرلو۔ میں کھلم کھلا تم کو خبردار کرنے والا ہوں۔ ابولہب یہ سن کر آگ بگولہ ہوگیا اور انتہائی مخالفانہ انداز میں ہاتھ جھٹک کر کہنے لگا (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) **تبالک سائر الیوم الھذا دعوتنا** تو برباد ہوجائے کیا ہم کو اسی بات کے لئے جمع کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا عفو اور ہمہ تن حلم تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا مگر غیرتِ الٰہیہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایسے الفاظ کیوں برداشت کرسکتی تھی اور فوراً یہ پوری سورۃ نازل ہوئی جس میں خود ابولہب کے الفاظ اسی پر لوٹا دیئے گئے اور اس کے حسرت ناک انجام کا اعلان بھی بطور پیشین گوئی کے فرمادیا گیا۔ ابولہب کی ایک بیوی تھی اس کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عداوت تھی۔ خود جنگل جاتی، کانٹے اکٹھا کرتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں بچھادیتی تاکہ اندھیرے میں آپ کے کانٹے چبھیں اور آپ کو اذیت اور تکلیف ہو۔ تو اس سورۃ میں دونوں کا انجام بتلا کر ان کی مذمت فرمائی گئی اور ان ہی دونوں کی تباہی و بربادی کی پیشینگوئی فرمائی گئی

جس سے مخالفین رسول کو متنبہ کیا گیا کہ مرد ہو یا عورت۔ اپنا ہو یا بیگانہ۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا وہ آخر کار ذلیل وتباہ و برباد ہو کر رہے گا۔ یہ ہے خلاصہ مفہوم اس سورۃ کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی

جس طرح کہ تصدیق اور جان نثاری اور صداقت و محبت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے اول رہے اسی طرح تکذیب اور ایذا اور استہزاء بغض و عداوت رسول میں ابولہب سب سے آگے تھا۔ یہ عبدالمطلب کا بیٹا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتیلا چچا تھا۔ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ لات' منات' اور عزیٰ یہ تین مشہور مشرکین عرب کی دیویاں تھیں جن کی پرستش وہ کرتے تھے۔ اور ان کے بت بنا رکھے تھے اسی نسبت سے اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اور چونکہ اس کا چہرہ سرخ رنگ کا خوبصورت تھا تو اس کے چہرہ کی سرخی اور چمک کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب ہوگئی تھی کیونکہ لہب آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں۔ عبدالمطلب چونکہ اپنے قبیلہ بنی ہاشم کے سردار تھے ان کی وفات کے بعد ان کی سرداری ان کے بیٹوں ابوطالب اور ابولہب کو ملی۔ ابوطالب کی مالی حالت اچھی نہیں تھی لیکن ابولہب خوب دولت اور پیسہ والا آدمی تھا لیکن اپنے کفر و شقاوت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین دشمن ہوگیا تھا جب آپ کسی مجمع میں پیغام حق سناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا حتیٰ کہ آپ کے پائے مبارک لہولہان ہو جاتے اور زبان سے کہتا کہ لوگو! ان کی بات مت سنو۔ کبھی کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے ان چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملیں گی۔ ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں سے خطاب کر کے کہتا (معاذ اللہ معاذ اللہ) تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر اس میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمد بیان کرتے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابولہب چونکہ بہت مالدار تھا اس لئے جب اس کو اللہ سے ڈرایا جاتا تو یہ کہتا کہ اگر میرے بھتیجے کی بات حق ہے تو قیامت کے دن مال اور اولاد کا فدیہ دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ اس کی بیوی ام جمیل کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ضد اور دشمنی تھی۔ شب کے وقت آپ کے راستہ میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یعنی حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل ہی ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے منسوب ہو چکی تھیں۔ عتبہ بن ابی لہب کا نکاح حضرت رقیہؓ سے ہوا تھا اور عتیبہ بن ابی الہب کا نکاح حضرت ام کلثوم سے ہوا تھا۔ اور صرف نکاح دونوں صاحبزادیوں کا ہوا تھا رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد تبلیغ اسلام فرمائی اور بت پرستی اور شرک کی سخت مذمت فرمائی تو ابولہب اور اس کی بیوی عداوت میں تو پیش پیش ہی تھے اسی جذبہ کے ماتحت ابولہب نے اپنے ان دونوں بیٹوں سے کہا کہ اگر میری رضامندی چاہتے ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دیدو تاکہ آپ کو ان کے طلاق دیئے جانے سے صدمہ ہو۔ بڑا بیٹا جس کا نام عتبہ تھا یہ بات سن کر اس وقت چپ رہا مگر دوسرا بیٹا عتیبہ کمال بے حیائی سے اسی وقت اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر بولا کہ میں نے تمہاری بیٹی کو طلاق دی اور کچھ دوسری نالائق نالائق باتیں بھی بکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا کہ خدایا اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دے۔ آخر کو اس کو شام کے سفر میں ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔ الغرض ابولہب کے دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل میں رخصتی سے پہلے ہی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ (سیرت المصطفیٰ حصہ سوم)

بالآخر یہ دونوں صاحبزادیاں طلاق کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں آئیں اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ ذی النورین کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے صحابہ کرام میں سے صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے صحابی ہیں کہ جن کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے پیغمبر کی دو صاحبزادیاں

آ گئیں۔اس طرح حقیقت میں اس واقعہ طلاق میں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت پنہاں تھی جو حضرت عثمانؓ کے حصہ میں آ ئی تھی۔

سماجی مقاطعہ کروانا

الغرض عربوں میں ایام جاہلیت میں اگرچہ جہالت اور ضلالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی مگر پھر بھی اپنے قبیلہ کی حمایت اور رشتہ داری کا پاس و لحاظ کرنا یہ اس وقت عربوں کی خصوصیت رہی ہے چنانچہ آپ کے چچا ابوطالب نے محض رشتہ داری کے تعلق سے ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی کی یہاں تک کہ تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر تحریری معاہدہ لکھا (یہ ہجرت نبوی سے ۶ سال قبل کا واقعہ ہے) کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور بنی ہاشم اور ان کے تمام حامیوں سے یکلخت تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں کہ نہ کوئی شخص بنی ہاشم سے نکاح کرے نہ ان سے میل جول رکھے نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کرے جب تک کہ بنو ہاشم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ابو طالب نے مجبور ہو کر ایک گھاٹی میں پناہ لی اور بنو ہاشم اور بنو مطلب مؤمن اور کافر سب نے آپ کا ساتھ دیا۔مسلمانوں نے دین کی وجہ سے اور کافروں نے خاندانی اور نسبی تعلق کی وجہ سے لیکن بنو ہاشم میں سے ابولہب قریش مکہ کا شریک رہا۔اور محصور ہونے والوں نے اس گھاٹی میں جس کا نام شعب ابی طالب ہو تین سال مسلسل سخت تکالیف کے ساتھ گزارے اور انتہائی فقر و فاقہ سے بسر کئے حتیٰ کہ باہر کا اگر کوئی تجارتی قافلہ مکہ آتا تو ابولہب اٹھتا اور یہ اعلان کرتا پھرتا کہ کوئی تاجر اصحاب محمد کو کوئی چیز عام نرخوں پر نہ فروخت کرے بلکہ ان سے کئی گنا زیادہ قیمت لے اور اس طرح اگر کوئی نقصان یا خسارہ ہو تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ باہر کا قافلہ آیا ہوا دیکھ کر صحابہ کچھ خریدنے کو آتے مگر نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر خالی ہاتھ واپس ہو جاتے۔ہجرت سے تین سال قبل یعنی ۱۰ ہجری نبوی میں یہ ظالمانہ عہد نامہ ختم ہوا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم

اللہ اکبر! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیا خلق عظیم فرمایا تھا۔ایک طرف تو ابولہب اور اس کے گھرانے کی دشمنی اور عداوت کا حال اوپر ذکر ہوا۔اب دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم اور کرم و عنایت کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ آپ کے بھتیجے ابولہب کے بیٹے کہاں ہیں۔کہیں نظر نہیں پڑتے۔ابولہب کے دو بیٹے تھے جو فتح مکہ کے وقت تک کفر پر قائم تھے۔حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ بظاہر کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔آپ نے فرمایا ان کو ڈھونڈھ کر لاؤ۔تلاش ہوئی اور کھوج لگانے پر یہ دونوں عرفات کے میدان میں چھپے ہوئے ملے۔ حضرت عباس دونوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں پر اسلام پیش کیا۔انہوں نے فوراً اسلام قبول کیا۔اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی نے فرمایا میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو اپنے پروردگار سے مانگا تھا اللہ نے مجھ کو یہ دونوں عطا فرمائے۔اللہ اکبر! ذرا غور تو کیجئے ابولہب کے گھرانے کی تکالیف کا جو آپ کو دی گئیں اور آپ کا دشمنوں سے یہ کرم و عنایت کا معاملہ

ام جمیل کی دشمنی و عداوت

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جب ابولہب کی بیوی ام جمیل کو خبر ہوئی کہ میرے اور میرے شوہر کے بارہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی تو ایک پتھر لے کر آپ کو مارنے کے لئے چلی۔اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ام جمیل جس وقت وہاں پہنچی تو حق تعالیٰ نے اس کی آنکھ پر ایسا پردہ ڈالا کہ اس کو صرف حضرت ابوبکرؓ نظر آتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیتے تھے۔ام جمیل نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ میری مذمت اور ہجو کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر اس وقت ان کو پاتی تو اس پتھر سے مارتی۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ام جمیل کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ام جمیل سامنے سے آ رہی ہے۔مجھے آپ کا ڈر ہے۔حضورؐ نے فرمایا انھا لن ترانی (وہ مجھے ہرگز نہ دیکھے گی)

جب ام جمیل چلی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کے جانے تک ایک فرشتہ مجھ کو چھپائے رہا۔ الغرض یہ داستان تو بہت طویل ہے۔

دشمنان رسول پاک کا انجام

اب ان دونوں یعنی ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا انجام ملاحظہ ہو۔ غزوۂ بدر جو رمضان المبارک ۲ ہجری میں واقع ہوا اور جس میں قریش مکہ کے بڑے بڑے کافر سردار اور متمول لوگ شریک تھے۔ سب ایک ایک کر کے قتل یا قید ہوئے مگر ابولہب اس جنگ میں اپنی جان کے خوف سے شریک نہ ہوا تھا اور اپنی بجائے جنگ میں کسی دوسرے کو بھیجا تھا۔ اس واقعہ بدر کے سات روز بعد ابولہب کے مکہ میں طاعون کا زہریلا دانہ نمودار ہوا۔ گھر والوں نے اس اندیشہ سے کہ اس کی بیماری ہم کو نہ لگ جائے اس کو الگ ڈال دیا اور وہیں مر گیا۔ اور تین روز تک لاش یونہی پڑی رہی کسی نے ہاتھ نہ لگایا۔ جب لاش سڑنے لگی تو اس وقت چند حبشی مزدوروں کو بلا کر ان سے لاش دبوائی۔ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر لاش کو اس گڑھے میں ڈال دیا اور مٹی اور پتھروں سے اس گڑھے کو بھر دیا۔ یہ تو دنیا میں ذلت و رسوائی اس کو نصیب ہوئی۔ اور آخرت کی رسوائی کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔

ابولہب کی بیوی کا حشر

اس کی بیوی ام جمیل جو خود جنگل جاتی اور کانٹے اکٹھا کر کے گٹھڑ بنا کر لاتی اور رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور مسجد حرام کے راستہ میں بچھا دیتی تاکہ وہ کانٹے آپ کو چبھیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ اس بد بخت کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ سر پر کانٹوں اور لکڑیوں کا گٹھا تھا۔ راہ میں تھک گئی تو گٹھے کو پتھر سے ٹکا کر خود ستانے لگی۔ جب پھر چلنے کا ارادہ کیا تو اسی رسی کا جس سے گٹھڑ بندھا تھا پھندا گردن میں پڑ گیا اور گٹھا پیٹھ کی طرف جا لٹکا جس کے بوجھ سے وہ پھندا پھانسی بن گیا اور گلا ایسا گھٹا کہ یہ تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو گئی۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام

یہی ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے اور جو الفاظ ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کئے تھے یعنی تبالک کہا تھا یعنی معاذ اللہ تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ تو خود اسی کے الفاظ کو اس پر لوٹا دیا گیا اور اس کے حسرت ناک انجام کا اعلان بطور پیشین گوئی فرما دیا گیا۔ چنانچہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ یعنی یہ ابولہب جو ہاتھ جھٹک جھٹک کر باتیں بناتا ہے اور اپنی قوت بازو پر مغرور ہو کر خدا کے مقدس پیغمبر اور معصوم رسول کی طرف دست درازی کرتا ہے تو سمجھ لے کہ خود اسی کے ہاتھ ٹوٹ چکے۔ اس کی سب کوششیں حق کے دبانے کی برباد ہو چکیں۔ اس کی سرداری ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔ اس کا زور ٹوٹ گیا اور وہ خود تباہی کے گڑھے میں پہنچ گیا۔ گویا یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اور کفار کی آگاہی کے لئے یہ پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین حق کے خلاف ابولہب کی جملہ تدابیر بالآخر ناکام ہوں گی اور خود ابولہب تباہ و برباد ہو گا۔ جس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی اگرچہ اس وقت ابولہب کی شرارتیں بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ اور اس کی مخالفت بہت سخت معلوم ہو رہی تھی مگر اس سورۃ میں خبر دی گئی کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے۔ ہاتھ ٹوٹ جانا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے زور ختم ہو جانا یعنی وہ وقت آنے والا ہے کہ جب ابولہب کا سارا زور ٹوٹ جائے گا اور اس کی طاقت سب ختم ہو جائے گی۔ یہ پیشینگوئی جملہ کفار و مسلمین سب کی آنکھوں کے سامنے نزول سورۃ کے کچھ عرصہ بعد پوری ہوئی اور سب نے ابولہب کی تباہی کو دیکھ لیا۔ آگے ارشاد فرمایا مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ نہ اس کا مال اس کے کام آیا نہ اس کی کمائی یعنی مال دولت عزت و جاہت حسب و نسب کوئی چیز اس کو دنیا میں ہلاکت سے نہ بچا سکی اور نہ آخرت ہی میں اس کی وجہ سے عذاب الٰہی سے بچ سکے گا۔ جب ابولہب کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو جواباً کہتا کہ اگر سچ مچ قیامت و آخرت ہونے والی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہے ان کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ اسکے جواب میں آیت میں فرمایا گیا کہ نہ اس کا مال اس کے کچھ کام آئے گا اور نہ اس کی اولاد۔ دھن دولت یہ گویا دوسری پیشینگوئی فرمائی گئی

کہ ابولہب کا مال واولاد اسے کچھ نفع نہ دے گا۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی بھی اسی طرح پوری ہوئی یہ تو ابولہب سے متعلق دنیا کی خبر دی گئی۔ آگے آخرت سے متعلق خبر دی گئی سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ عنقریب وہ ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی یعنی مرنے کے بعد فوراً ہی جہنم کی شعلہ زن آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور نہ صرف وہ بلکہ اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ آگ میں جھونک دی جائے گی کیونکہ اس کے دل میں بھی اللہ کے رسول کے خلاف عداوت وبغض کی آگ بھری ہوئی تھی اور اس نالائق عورت نے یہ شیوہ اختیار کر رکھا تھا کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ جو جنگل سے خاردار لکڑیاں لاد کر لاتی ہے اور رات کو آپ کے راستہ میں بچھا دیتی تا کہ آپ کو تکلیف پہنچے اس ایذا رسانی کے بدلہ میں قیامت کے دن فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی پڑی ہوگی یعنی اس کے گلے میں جہنم کے طوق وزنجیر پڑے ہوں گے اور عذاب کے فرشتے اس کو گھسیٹتے پھریں گے۔ یہ آخرت کے متعلق خبر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کا انتقام خود لیتا ہے

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اس سورۃ کے تحت مسائل السلوک میں لکھا ہے کہ اس سورۃ میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولین کے لئے جو نبی ہوں انتقام لیتا ہے اسی طرح اپنے مقبولین کے لئے جو ولی ہوں انتقام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبولین سے محبت و تعلق عطا فرمائیں اور ان کی مخالفت اور ایذا ہی سے بچائیں آمین۔

خلاصہ

یہ سورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا مگر بدترین دشمن ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا انجام بتلاتی ہے' اس شخص کو اپنے مال اور اولاد پر بڑا غرور تھا لیکن مال واولاد اسے اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ یہ دونوں میاں بیوی ذلت آمیز اور عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے۔

سورۃ اللھب کے خواص

ایسا درد جو بڑھتا ہی جارہا ہو تو اس سے نجات کے لئے درد کی جگہ پر سورۃ اللھب لکھیں درد کم ہوتا ہوتا بالکل ختم ہو جائے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ دین واسلام کے مخالفین اور اعداء کو جیسے پہلے آپ نے زیر وزبر فرمایا اور ان کی قوتوں کو پاش پاش فرمایا اور ان کی ساری تدبیروں اور کوششوں کو لاحاصل بنایا اسی طرح اے قدرت والے رب اب بھی اعدائے دین کو ذلیل وخوار فرمادے۔ ان کی مخالفانہ کوششوں کو نیست ونابود فرمادے۔ ان کی اعیارانہ چالوں کو ملیامیٹ فرمادے اور دین ودنیا دونوں جہاں میں ان کو ناکامی اور نامرادی نصیب فرمادے۔

یا اللہ اسلام و مسلمین کو عزت وغلبہ نصیب فرما۔ اور دین پر ہم کو ہر حال میں استقامت عطا فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا وسچا امتی بنا کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین

یَا اللہ بہت سے گناہ آپ کی مخلوق سے چھپا کر کر لئے لیکن آپ سے کہاں چھپا سکتا تھا۔ الٰہی! میں اپنا عذر پیش کرتا ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں معافی چاہنے کے بعد بھی گناہ ہو جائے تو اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اُس کے اولاد نہیں۔اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

اور نہ کوئی اُس کے برابر کا ہے۔

قُلْ کہہ دیجئے	هُوَ وہ	اَللّٰهُ اللہ	اَحَدٌ ایک	اَللّٰهُ اللہ	الصَّمَدُ بے نیاز	لَمْ يَلِدْ نہ اس نے جنا	وَ اور	لَمْ يُوْلَدْ نہ وہ جنا گیا	وَلَمْ اور نہیں
	يَكُنْ ہے	لَهٗ اس کا	كُفُوًا ہمسر	اَحَدٌ کوئی					

وجہ تسمیہ

اس سورۃ میں اگر چہ لفظ اخلاص نہیں آیا ہے مگر اس میں توحید باری تعالیٰ کو ہر قسم کے شرک سے خالص کر کے بیان کیا گیا ہے اس وجہ سے اس سورۃ کا نام ''اخلاص'' رکھا گیا۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنا سب کچھ اللہ کے لئے خالص کر دے۔ یعنی بندہ اگر اپنے اللہ سے محبت کرے تو سچائی کے ساتھ کرے اور پھر اس محبت پر جما رہے۔ وہ اس کی اطاعت و بندگی کرے تو سچے دل سے کرے اور ہمیشہ ہر حال میں کرتا رہے۔ وہ اس کی عظمت اور بڑائی کا اعتراف کرے تو خلوص کے ساتھ کرے۔ وہ اس کو اپنا خالق، رازق، مالک تسلیم کرے تو خالص اسی پر وہ اپنا سہارا بنائے صرف اسی کو یہ مقام دے۔ وہ بھروسہ کرے تو صرف اسی کی ذات پاک کو۔ غرض یہ کہ وہ اپنا سب کچھ اس کی ذات کو جانے اور پھر اسی پر جم جائے اسی کا نام اخلاص ہے۔

سورۃ کی فضیلت و اہمیت

یہ سورۂ اخلاص ایک مختصر سی سورۃ ہے تھوڑے سے الفاظ ہیں مگر مطلب اور معنیٰ کے لحاظ سے بہت وسیع ہے۔ اسے ایسا سمجھنا چاہئے کہ جیسے انسانی جسم میں آنکھ کی پتلی جو اگر چہ بہت چھوٹی ہے لیکن اس کی بدولت سارا عالم روشن معلوم ہوتا ہے یہ نہ ہو تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اس سورۃ میں توحید کو ایسے انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ اسی سے سارا دین روشن ہے۔ اسی لئے اس سورۃ کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے کیونکہ توحید اور حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات پاک کے متعلق جو عقائد رکھنے چاہئیں اور جس کو ایمان کی بنیاد سمجھنا چاہئے وہ سب اس سورۃ میں مذکور ہیں۔

احادیث میں امام بخاریؒ وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ سورۃ تہائی قرآن کے برابر ہے یعنی جس نے یہ سورۃ پڑھی اس نے ثواب تہائی قرآن پڑھنے کا حاصل کیا اور تہائی کے برابر ہونے کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ مضامین قرآن تین قسم کے ہیں۔ ایک توحید وصفات باری تعالیٰ، دوسرے بندوں کے اعمال و افعال کی کیفیت، تیسرے قیامت و آخرت اور وہاں کے حالات تو ان تین مضامین میں سے اس سورۃ میں توحید وصفات باری تعالیٰ کا نہایت جامع ذکر ہے۔

حضرت ابو درداءؓ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کیا تم ہر رات میں ایک تہائی قرآن پڑھ سکتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہر شب میں ایک تہائی قرآن کیسے پڑھا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے یعنی ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک فوجی دستہ کے ساتھ ایک صاحب کو کہیں بھیجا۔ یہ ساتھیوں کو ہمیشہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے نماز پڑھاتے رہے جب وہ لوگ واپس آئے تو انہوں نے حضورؐ سے اس کا ذکر کیا ارشاد فرمایا ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ (سراسر) رحمٰن کے اوصاف ہیں اس لئے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں اور اس سورۃ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو اطلاع دے دو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔

سببِ نزول اور زمانہ نزول

اس سورۃ کے شانِ نزول کے متعلق روایت ہے کہ مشرکین مکہ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کی تو برائی کرتے ہیں۔ آپ اپنے رب کے تو اوصاف بیان کریں۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس میں حق تعالیٰ نے اپنی صفات بیان فرمائیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول مکی دور کا ابتدائی زمانہ لکھا ہے۔ اس طرح ترتیب قرآنی کے موافق اس سورۃ کا شمار ۱۱۲ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۱۰ لکھا ہے یعنی ۹ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں۔ اور ۱۰۴ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس سورۃ میں ۴ آیات ۱۷ کلمات اور ۴۹ حروف ہیں۔ اس سورۃ میں ہر طرح کے شرک یعنی بت پرستی عیسائیت یہودیت مجوسیت وغیرہ سب کی تردید کر کے خالص توحید کا سبق دیا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے وہ صمد ہے وہ اولاد ماں باپ اور شریکوں سے پاک ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

توحید الٰہی

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے اور کیا اس کی صفات ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ ایک ہے جس کی ذات میں کسی قسم کے تعدد وتکثر اور دوئی کی گنجائش نہیں۔ نہ اس کا کوئی مقابل و مشابہ اس میں اس وقت کے مجوس کے عقیدہ کا رد ہو گیا جو کہتے کہ خالق دو ہیں۔ خیر کا خالق ''یزدان'' اور شر کا ''اہرمن'' نیز ہنود بت پرستوں کے عقائد کی بھی تردید ہو گئی جو ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

اللہ الصمد

آگے فرمایا اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے لفظ صمد کا اردو میں ترجمہ بے نیاز کیا گیا ہے۔ لیکن مفسرین نے صمد کی تفسیر کئی طرح کی ہے اور چونکہ یہ لفظ صمد عرف عرب میں بہت سے معانی میں مشتمل ہے اس لئے مفسرین میں سے حسب ذیل ہر ایک نے ایک ایک معنیٰ اختیار کیا ہے۔

(۱) ایک مراد صمد سے یہ کہ اللہ جمیع اشیاء کا جاننے والا ہے کیونکہ حاجت روائی کرنا بغیر اس کے ممکن نہیں ہے۔

(۲) دوسرے معنیٰ صمد کے سردار کے ہیں جو سب سے اعلیٰ سردار ہو۔

(۳) تیسرے صمد جمیع اشیاء کے خالق کو کہتے ہیں۔

(۴) چوتھے صمد اس کو کہتے ہیں جو ہر کام میں مقصود اصلی ہو اور اسکی طرف فریاد لے جاتے ہوں۔

پانچویں یہ کہ صمد وہ ہے کہ جو چاہے کرے۔

(۶) چھٹے صمد فرد کامل اور بزرگ کو کہتے ہیں۔

(۷) ساتویں معنیٰ صمد کے بے نیاز ہیں کہ جس کو کسی کی کسی بات میں کوئی حاجت نہ ہو اور سب سے بے پرواہ ہو اور اس کے سب محتاج ہوں۔

(۸) آٹھویں یہ کہ جس کے اوپر اور کوئی بالا دست نہ ہو۔

(۹) نویں یہ کہ صمد وہ ہے جو نہ کھاوے نہ پیوے۔

(۱۰) دسویں صمد وہ ہے کہ جو خلق کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے۔ فنا نہ ہو جائے۔

(۱۱) گیارہویں صمد وہ کہ جس کو کبھی زوال نہ ہو۔ جیسا تھا ویسا ہمیشہ ہی رہے۔

(۱۲) بارہویں صمد وہ کہ جو کبھی نہ مرے اور نہ کوئی اس کا وارث بنے۔

(۱۳) تیرہویں صمد وہ کہ جو نہ کبھی سوئے نہ بھولے۔

(۱۴) چودھویں صمد وہ جو اور کوئی اس کے صفات سے موصوف نہ ہو۔

(۱۵) پندرہویں صمد بے عیب کو کہتے ہیں۔

(۱۶) سولہویں صمد وہ کہ جس پر کوئی آفت نہ آئے۔

(۱۷) سترہویں صمد بے عیب کو کہتے ہیں۔
وہ جو اپنے جمیع صفات اور افعال میں کامل ہو۔
(۱۸) اٹھارویں وہ جو غالب رہے مغلوب نہ ہو۔
(۱۹) انیسویں صمد وہ جس کی کیفیت دریافت کرنے سے مخلوق ناامید ہوگئی ہو۔
(۲۰) بیسویں صمد وہ ہے کہ جو کسی کو نظر نہ آسکے۔
(۲۱) اکیسویں صمد وہ جو نہ کسی کو جنے نہ کسی نے اس کو جنا ہو۔
(۲۲) بائیسویں صمد وہ بڑا کہ جس کے اوپر کوئی بڑا نہ ہو۔
(۲۳) تیئسویں صمد وہ ہے جو زیادتی اور نقصان سے پاک ہو۔

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی تردید

آگے ارشاد ہے۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ اس کے اولاد نہیں۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے اس میں ان مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا رد ہوا جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے (معاذ اللہ) اور یہود کا جو حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ جو حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے۔ نیز جو لوگ حضرت مسیح کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں ان کی تردید کر دی گئی۔ یعنی خدا کی شان یہ ہے کہ نہ اس کو کسی نے جنا ہو اور نہ اس نے کسی کو جنا ہو۔

جس کے برابر کوئی نہیں

آگے ارشاد ہے وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے یعنی اس کا کوئی مثل نہیں نہ ذات میں نہ وجود و صفات میں نہ اس کے علم و قدرت میں۔ اس جملہ میں ان اقوام کا رد ہو گیا جو اللہ کی کسی صفت میں کسی مخلوق کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض گستاخ تو خدا سے بڑھ کر بعض صفات دوسروں میں ثابت کر دیتے ہیں مثلاً یہود کی کتابیں اگر دیکھی جائیں تو ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک دنگل میں خدا کی کشتی یعقوب علیہ السلام سے ہو رہی تھی اور یعقوب علیہ السلام خدا کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ایک حدیث قدسی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم کا بیٹا مجھے جھوٹا قرار دیتا ہے حالانکہ اس کے لئے یہ جائز نہیں اور مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ یہ اس کے لئے درست نہیں۔ میری تکذیب تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے خدا نے مجھے جیسا پہلے پیدا کیا ایسا دوبارہ پیدا نہیں کرے گا حالانکہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے میرے لئے سہل نہیں تھا۔ اور گالی یہ دینا ہے کہ وہ کہتا ہے خدا نے اپنے لئے اولاد اختیار کی ہے حالانکہ میں واحد ہوں۔ صمد ہوں نہ والد ہوں نہ مولود ہوں نہ کوئی میرا مثل ہے۔

قرآن پاک کی لفظی و معنوی خوبیاں اس کی فصاحت و بلاغت کے کمالات اس کے حسن انشاء کا بے مثل ہونا۔ اس کے اسلوب بیان کی بے نظیری۔ اس کے معجزانہ بیان کی دل آویزی اور دل ربائی۔ اس کے لفظ لفظ میں جو عجائبات و نکات پنہاں ہیں۔ ان کو جاننا اور سمجھنا حقیقت میں کچھ انہیں کا حصہ ہے جن کو اللہ نے ظاہری علم اور عربی زبان میں مہارت کے ساتھ باطنی نور بھی عطا فرمایا ہے۔

اسرار و معارف

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں اس سورۃ کی تفسیر اور تشریح کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ "اس سورۃ میں اللّٰهُ اَحَدٌ کہنے کے بعد اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور بعد والے جملہ یعنی لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اللہ احد کے اندر ان مابعد کے جملوں کے تمام معانی موجود ہیں۔ ہاں ان جملوں کو مزید تاکید کی طرح قرار دیا جا سکتا ہے لیکن جس طرح عام کے بعد خاص کو خاص کی اہمیت بتانے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ احد کے بعد باقی جملوں کو ذکر کیا تاکہ قوت کے ساتھ تنزیہ خداوندی کا اظہار ہو جائے اور جو لوگ توحید کے منکر تھے اور اللہ کی اولاد قرار دیئے تھے اور خدا ہی کو تنہا مقصود نہیں جانتے تھے بلکہ مقصودیت میں دوسروں کو خدا کا شریک بناتے تھے ان کی تردید واضح اور صریحی طور پر ہو جائے اسی لئے اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور اس کے بعد والے جملہ میں حرف عطف ذکر نہیں کیا اور اللہ الصمد میں لفظ اللہ دوبارہ ذکر کیا اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ جو صمدیت سے متصف نہ ہو وہ معبودیت کا مستحق نہیں۔ انسان کا مقصود صرف

باری تعالیٰ ہونا چاہئے۔ اللہ کے علاوہ کوئی چیز مقصود نہیں ہونا چاہئے اسی لئے صوفیہ کرام نے لاالٰہ الااللہ کے معنی لامقصود الا اللہ کہا ہے اور صراحت کی ہے کہ انسان کا جو اصلی مقصود ہے وہی اس کا معبود ہے کیونکہ عبادت کے معنی ہیں معبود کے سامنے انتہائی عاجزی اور فروتنی ظاہر کرنا اور انسان اپنے مقصود کے لئے انتہائی فروتنی اور انکساری کرتا ہے پس جس کے لئے انتہائی فروتنی کی جائے یعنی جو مقصود ہو وہی معبود ہوگا۔ صوفیہ لاالٰہ الااللہ کا ذکر کرتے وقت غیر اللہ کی مقصودیت کی نفی کرتے ہیں اور ہر طرح کوشش کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کے مقصود ہونے کا خیال بھی ان کے دلوں سے دور ہو جائے۔

خلاصہ

یہ سورت اسلام کے بنیادی عقیدہ یعنی توحید سے بحث کرتی ہے۔ توحید کی تین قسمیں ہیں: توحیدِ ربوبیت یعنی ہر چیز کا خالق، مالک اور رازق اللہ ہے اس کا اقرار کافر بھی کرتے ہیں۔ توحید الوہیت یعنی بندہ جو بھی عبادت کرے خواہ دعا ہو یا نذر و قربانی تو وہ صرف اللہ کیلئے کرے۔ مشرکین غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اگرچہ اس سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا تھا مگر ظاہر ہے یہ شرک ہی تھا۔ توحیدِ ذات اور اسماء وصفات۔ توحید کی یہ تیسری قسم ایسی ہے کہ انسان نے اکثر اس میں ٹھوکر کھائی ہے وہ غیر اللہ کیلئے بھی وہی علم، وہی قدرت، وہی تصرف اور وہی سمع و بصر ثابت کر دیتا ہے جو حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے۔ غور کیا جائے تو سورتِ اخلاص میں زیادہ زور توحید کی اسی قسم پر ہے۔

سورۃ الاخلاص کے خواص

۱......سورۃ الاخلاص ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۲......جو آدمی اس سورۃ کو اخلاص کے ساتھ پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتے ہیں۔

۳...... جو آدمی قبرستان کے قریب سے گزرتے ہوئے گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب اس قبرستان کی اموات کو کرے تو اس قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملتا ہے۔

۴......اپنے دل میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے سورۃ اخلاص کو پڑھنا اور اس میں غور کرنا مفید ہے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ بے شک آپ احد ہیں۔ صمد ہیں لم یلد ولم یولد ہیں ولم یکن له کفواً احد ہیں۔ اے اللہ جس طرح آپ اپنی ذات میں یکتا ہیں اسی طرح آپ اپنی صفات میں بھی یکتا ہیں۔ اے اللہ آپ ہر طرح سے کسی کی شرکت سے پاک و منزہ ہیں۔ اے اللہ کوئی آپ کا مثل و ہمسر نہیں۔ نہ ذات میں نہ وجود میں نہ صفات میں نہ علم و قدرت میں۔ اے اللہ اپنی ذات پاک کی ہم کو صحیح معرفت اور توحید کی حقیقت نصیب فرما۔ اور اسی پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ اے اللہ اس سورۂ مبارکہ کے انوار و برکات سے ہمارے قلوب کو منور فرما۔ اور شب و روز اس کے ورد کی ہمیں توفیق فرما۔ آمین۔

یَااللّٰہ جس گناہ کی طرف میرے پیر چلے ہوں، میرے ہاتھ بڑھے ہوں، میری نگاہوں نے ایسا ویسا دیکھا ہو، زبان سے گناہ ہوئے ہوں، آپ کا رزق بے جا برباد کر دیا ہو لیکن آپ نے باوجود اس کے اپنا رزق مجھ سے نہیں روکا اور عطا کیا۔ میں نے پھر اس عطا کو تیری نافرمانی میں لگایا اس کے باوجود میں نے زیادہ رزق مانگا، آپ نے زیادہ دیا، میں نے گناہ علی الاعلان کیا لیکن آپ نے رسوا نہ ہونے دیا۔ میں گناہ پر اصرار کرتا رہا آپ برابر حلم فرماتے رہے۔ پس اے اکرم الاکرمین! میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾

آپ کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں۔تمام مخلوقات کے شر سے۔ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجاوے۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

قُلْ کہہ دیجئے	اَعُوْذُ میں پناہ میں آتا ہوں	بِرَبِّ رب کی	الْفَلَقِ صبح	مِنْ سے	شَرِّ شر	مَا خَلَقَ جو اس نے پیدا کیا	وَمِنْ اور سے		
شَرِّ شر	غَاسِقٍ اندھیرا	اِذَا جب	وَقَبَ چھا جائے	وَ اور	مِنْ سے	شَرِّ شر	النَّفّٰثٰتِ پھونکیں مارنے والیاں	فِي میں	الْعُقَدِ گرہیں
	وَ اور	مِنْ شَرِّ شر سے	حَاسِدٍ حسد کرنے والا	اِذَا جب	حَسَدَ وہ حسد کرے				

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں لفظ فلق آیا ہے۔اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔فلق کے معنی پھاڑ کر یا چیر کر نکالنے کے ہیں۔ یہاں فلق سے مراد صبح ہے کیونکہ رات کی ظلمت پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔قرآن پاک کی یہ سورۃ الفلق اور اگلی سورۃ الناس آخری دو سورتیں ہیں اور ان دونوں سورتوں کو معوذتین بھی کہتے ہیں یعنی وہ دو سورتیں جن میں استعاذہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ استعاذہ عربی زبان میں پناہ لینے حفاظت میں آنے کو کہتے ہیں۔اسی سے لفظ اعوذ نکلا ہے جس کے مطلب ہوئے کہ میں حفاظت میں آتا ہوں۔میں پناہ لیتا ہوں۔

اخلاص واستعاذہ میں ربط

گذشتہ سورۃ اخلاص میں عقائد توحید کو بیان فرمایا گیا تھا اور اخلاص کی تعلیم دی گئی تھی کہ بندہ سب کچھ اپنا اللہ کے لئے خالص کر دے۔ بندگی ہو تو اس کی۔ اطاعت ہو تو اس کی محبت ہو تو اس سے۔ خوف ہو تو اس کا غرض کہ زندگی کے ہر حال میں اور دین و دنیا کے ہر معاملہ میں بندے کی نظر ہو تو اللہ پر۔ بندہ امید لگائے تو اس سے۔اسی سے مانگے اور اسی کو اپنا آخری سہارا سمجھے۔اب ان دو آخری سورتوں میں یعنی خاتمہ قرآن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ذریعہ سے تمام امت مسلمہ کو استعاذہ کی تعلیم دی ہے۔یعنی ہر ایک قسم کے شر سے جو توحید اور عقائد حقہ میں فرق یا رخنہ ڈالنے والے شر ہیں ان سے استعاذہ اور تمام معاملات میں اور سب امور میں حق سبحانہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرنے کا اور اس کی حفاظت اور پناہ میں آجانے کا حکم ہوا ہے۔اول سورۃ یعنی اس سورہ فلق میں مضرات اور شرور دنیویہ سے اور اگلی سورۃ الناس میں مضرات اور شرور دینیہ سے استعاذہ ہے اور یہی حاصل ہے دونوں سورتوں کا۔

انسان کا تعلق جب اللہ تعالیٰ سے کمزور ہو جاتا ہے یا انسان اس بارہ میں غلط روش اور باطل عقائد اختیار کر لیتا ہے تو وہ اللہ کے سوا دوسروں کی پناہ لیتا ہے اور مصیبتوں اور آفتوں۔شرور اور فتن سے بچنے کے لئے وہ دوسروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے مگر ایک مومن اور مسلم جس کا ایمان یہ ہے کہ جو کچھ آتا ہے اللہ کی طرف سے آتا ہے اس کی منشاء اور ارادے کے بغیر یہاں کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ اگر نفع پہنچانا

چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور اگر اس کے حکم سے کوئی مصیبت آئے تو سوائے اس کے کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ اس ایمان و یقین کا تقاضا یہ ہے کہ مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈتا ہے وہ صرف اس کی حفاظت کو کافی سمجھتا ہے اور ہر مصیبت کے وقت اس کا سہارا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہوتی ہے۔ خواہ یہ مصیبت دنیوی ہو یا آخرت کی۔ آخرت میں اللہ کے عذاب۔ اس کی گرفت اور پکڑ سے بچانے کے لئے کوئی سہارا اس کے سوا ممکن نہیں۔ اس لئے خواہ دنیا کا معاملہ ہو یا دین و آخرت کا۔ مومن ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اس کی حفاظت کا طالب ہوتا ہے۔ ہر حال میں اسی مالک الملک ذوالجلال والاکرام کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی کی پناہ ڈھونڈتا ہے۔ اسی کی حفاظت میں اپنے آپ کو دے دینا چاہتا ہے اسی سے تعلق جوڑتا ہے اسی کے قدموں میں خود کو ڈال دیتا ہے۔ اسی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اسی کے آگے گڑگڑاتا ہے اسی کی عظمت اور بڑائی کو دل میں جگہ دیتا ہے۔ اور صرف اسی سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہے اور اسی سے امید اور سہارا رکھتا ہے یہ سب کیفیات استعاذہ میں آجاتی ہے جو ان دونوں سورتوں میں یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس میں بہترین اور جامع الفاظ میں تعلیم فرمائی گئی ہے۔

معوذتین کی اہمیت وفضائل

ان دونوں سورتوں کی اسی اہمیت اور ان کے مضامین کی اسی وسعت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور ان سورتوں کی مختلف فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔

ان سورتوں کے فضائل کے سلسلہ میں متعدد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہیں۔

(۱) حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ مقامات جحفہ اور ابواء کے درمیان ہم کو تیز تند ہوا اور تاریکی نے گھیر لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ پڑھ کر پناہ مانگنی شروع کی اور مجھے فرمایا عقبہ پناہ مانگو اور ان دونوں سورتوں کے ذریعہ سے کہ پناہ مانگنے کے معاملہ میں یہ دونوں سورتیں سب سے بہتر ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن خبیبؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک بارش کی رات میں جو نہایت تاریک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ پس ہم نے آپ کو پالیا۔ آپ نے ہم کو دیکھ کر فرمایا پڑھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا پڑھو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ صبح و شام تین تین بار کافی ہوں گی تجھ کو ہر چیز سے یعنی ہر بلا کو دفع کریں گی۔ (مشکوٰۃ)

(۳) حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں پناہ حاصل کرنے کے لئے سورۂ ہود اور سورۂ یوسف کو پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے بہتر خدا کے نزدیک اس معاملہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ)

ان تمام احادیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ان سورتوں کا صبح و شام اور دن و رات میں پڑھتے رہنا کتنا ضروری اور فائدہ مند ہے۔ بالخصوص جب کوئی زحمت میں مبتلا ہو تو اس وقت ان کا ورد کرنا نہایت مفید ہے لیکن شرط یہ ہے کہ انہیں سوچ سمجھ کر پڑھا جائے اور ذہن میں ان سورتوں کے مضمون کو مستحضر رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے ورد کی توفیق نصیب فرمائیں۔

شانِ نزول

ایک یہودی اور اس کی بیٹیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دشمنی میں سحر کر دیا تھا جس سے آپ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی۔ آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی اس پر جبرئیل امین یہ دونوں سورتیں لے کر حاضر ہوئے جن میں ایک کی پانچ آیتیں اور ایک کی چھ آیتیں۔ مجموعہ گیارہ آیتیں ہیں اور آپ کو وحی سے اس سحر کا موقع بھی معلوم کرا دیا گیا چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں جن میں سحر کیا گیا تھا۔ اور اس میں ایک تانت کا ٹکڑا بھی تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں حضرت جبرئیل علیہ السلام سورتیں پڑھنے لگے ایک ایک آیت پر ایک ایک گرہ کھلتی گئی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل شفا ہوگئی۔

زمانۂ نزول

اس مذکورہ واقعہ کی وجہ سے بعض مفسرین نے ان دونوں سورتوں کو

مدنی کہا ہے۔ مگر بعض مفسرین نے ان سورتوں کو مکی بتلایا ہے اور ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں ان کو شمار فرمایا ہے۔ اور اس اختلاف کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ابتداءً نزول تو ان سورتوں کا مکہ معظمہ ہی میں ہوا ہو لیکن اس خاص موقع پر جو اوپر ذکر ہوا یعنی دفع سحر کے لئے بطور علاج حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ سورتیں پڑھی ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے ورد کی تلقین بحکم خداوندی فرمائی ہو۔ اور مفسرین کے نزدیک ایک سوال کے جواب میں یا کسی خاص موقع اور احوال میں کسی آیت یا سورۃ کا پڑھ دینا بھی نازل ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طرح بعض مفسرین نے ان کو مدنی سورۃ قرار دیا ہے۔ الغرض جن مفسرین نے ان سورتوں کو مکی کہا ہے اس لحاظ سے یہ سورۃ فلق اگرچہ ترتیب میں اس کا شمار ۱۱۳ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶ لکھا ہے۔ اس سورۃ میں ۵ آیات ۲۳ کلمات اور ۷۳ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

صبح کے مالک اور خالق کی پناہ میں آؤ

حاصل اس سورۃ کا یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی وساطت سے دیگر مومنین و مومنات کو حکم ہے استعاذہ کا مختلف شرور سے اور تمام امور اور جملہ احوال میں حق تعالیٰ پر توکل کرنے کا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہئے کہ میں رب فلق یعنی صبح کے مالک کی اپنا لیتا ہوں۔ اب یوں تو تمام چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن یہاں رب فلق یعنی صبح کے مالک کا ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر قسم کی تاریکی کو دور کر کے وہی نور نکالنے والا ہے فلق کے لغوی معنی ہیں پھاڑنا اسی نسبت سے صبح کو بھی فلق کہتے ہیں کیونکہ جب رات کی سیاہی پھٹتی ہے تو دن کی روشنی ظاہر ہوتی ہے بلکہ فلق کے لفظ سے تمام ہی مخلوقات مراد لی جاسکتی ہے کیونکہ ہر چیز کی پیدائش میں کسی نہ کسی طرح پھٹنے کا عمل موجود ہے۔ دانہ بیج یا گٹھلی پھٹتی ہے تو زمین سے نباتات اگتی ہے۔ اسی طرح ہر جاندار حیوان ہو یا انسان انڈے کے پھٹنے یا رحم کے اندر مختلف جھلیوں اور پردوں کے پھٹنے سے پیدائش ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں رب فلق کہہ کر یہ حقیقت واضح کر دی گئی کہ جس ذات کی پناہ لینے کی تعلیم دی جارہی ہے وہ وہ ذات ہے کہ جس کے حکم سے رات و دن ہورہے ہیں اور رات و دن اس پورے نظام عالم کی ایک بہت نمایاں علامت ہے تو گویا اس ذات کی پناہ لینے کو کہا جارہا ہے جو اس پورے نظام کی مالک ہے اور جس کے حکم سے یہ پوری کائنات اور اس کا نظام قائم ہے۔ تو جو ذات ایسی ہو کہ اس کے قبضہ میں سب کچھ ہو اور جو سب کا پیدا کرنے والا ہو اس کی پناہ لے لینے کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ اس زمین اور آسمان کی کوئی چیز بھی اپنے طور پر کسی کو کوئی نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتی ہو؟ اس طرح ایک چھوٹا سا جملہ رب فلق کہہ کر یہ بتایا گیا کہ سب کی طرف سے نظریں ہٹا کر اپنے کو صرف اللہ کی پناہ میں دے دیں۔

تمام مخلوقات کے شر سے پناہ مانگو

تفسیر اس آیت کی یوں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار و معاندین آپ کو ہر ممکن طریقہ سے ایذا پہنچانے کے درپے ہیں آپ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ آپ کو جسمانی تکالیف پہنچاتے ہیں۔ آپ کو قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ آپ پر جادو کرتے ہیں۔ غرض کہ ہر ممکن طریقہ سے آپؐ کو اعلائے کلمۃ اللہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے آپ اپنی حفاظت کے لئے مالک ارض و سماء سے یوں کہا کریں کہ اے رب فلق تو ہی تاریکی کے عالم کو دور کر کے اجالا کرنے والا ہے۔ تو ہی کفر و عصیان کی ظلمتوں کو معدوم کر کے رشد و ہدایت کی روشنی سے عالم کو منور کرنے والا ہے۔ تو ہی دشمنان دین اور شیاطین جن وانس کی مکاریوں اور ایذا رسانیوں سے حفاظت کرنے والا ہے۔ اس لئے اے قادر مطلق مجھے جمیع مخلوقات کے شر سے تو ہی محفوظ رکھ۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں ہر ایسی مخلوق جس میں کوئی بدی ہو اس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہاں اس سورۃ میں جن چیزوں کی شر یا برائی سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لینے کی تلقین فرمائی گئی ان میں سے سب سے پہلے ''شر ما خلق'' کا ذکر فرمایا گیا اور یہ ایک ایسا فقرہ ہے کہ اس میں

تمام چیزیں شامل ہیں کیونکہ اس دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے تو اس سے باہر کسی چیز کا امکان ہی نہیں۔ اس طرح شَرِّ مَا خَلَقَ میں حیوانوں کے شر' انسانوں کے شر' جنات کے شر' کیڑے مکوڑے اور دوسری اذیت دینے والی چیزوں کے شر' آندھی' بجلی' پانی' آگ و ہوا کے شر اور اسی طرح تمام بیماریاں آفات و حادثات آسمانی ہوں یا زمینی سب اس میں شامل ہیں اور سب کے شر سے اللہ کی پناہ لینے کی ضرورت ہے۔

اندھیری رات کے شر سے پناہ مانگو

اب آگے بمناسبت مقام چند مخصوص چیزوں کا نام لیا گیا ہے جن کے شر سے پناہ لینے کی ہدایت فرمائی گئی چنانچہ فرمایا وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات چھا جائے۔ غاسق اندھیری رات کو کہتے ہیں جب اندھیری رات اچھی طرح پھیل جاتی ہے تو اس کا شر بھی بڑھ جاتا ہے۔ رات کے شر کا تصور ہر زمانے اور ہر مقام کے لحاظ سے الگ الگ ہوسکتا ہے چور' ڈاکو' قاتل عموماً اندھیری رات ہی میں نکلتے ہیں۔ جنگلی جانور اور موذی درندے جیسے شیر' چیتا' تیندوا' بھیڑیا وغیرہ رات میں اکثر اذیت پہنچاتے ہیں۔ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق متعدد بیماریوں کے کیڑے اندھیرے ہی میں پرورش پاتے ہیں اور آفتاب کی روشنی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ حشرات الارض سانپ بچھو ان کے خطرات رات ہی میں بڑھ جاتے ہیں۔ اور تکلیف دہ کیڑوں مکوڑوں کھٹمل' مچھر' پسو وغیرہ کے رات ہی میں ستانے کا تجربہ تو قریب قریب ہر شخص کو ہے۔ پھر جنات وخبائث جن کا مادہ ظلماتی ہے اور نور سے جن کو نفرت ہے وہ رات ہی میں نکلتے ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جب رات آئے بچوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دو۔ اس واسطے کہ اس وقت شیطان کا لشکر پھیلتا ہے۔ جادوگروں اور طلسم والوں کی قوت کا وقت بھی رات ہی ہے اس لئے کہ آفتاب کے قاہرہ کے سبب سے ان کے عمل دن کو تاثیر کم کرتے ہیں پھر اصحاب فسق و فجور کا گناہوں میں مشغول ہونے کا وقت بھی رات ہی ہے۔ الغرض رات کی ممکن شرانگیزیوں سے پناہ جوئی بشری زندگی کا ایک اہم جزو ہے۔

جادوگروں سے پناہ مانگو

یہاں سورۃ میں تین اہم چیزوں کے شر سے پناہ لینے کی ہدایت فرمائی گئی۔ پہلی چیز اندھیری رات جب کہ خوب پھیل جائے جس کا بیان اوپر وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ میں ہوا۔ دوسری چیز آگے فرمائی وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ (اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے) النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ سے وہ عورتیں یا وہ جماعتیں یا وہ نفوس مراد ہیں جو ساحرانہ عمل کرنے کے وقت کسی تانت یا رسی یا بال وغیرہ میں کچھ منتر وغیرہ پڑھ کر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں۔ تو ایسے جادو کرنے والے مرد اور جادو کرنے والی عورتوں کے شر سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لینے کی ہدایت فرمائی گئی۔

جادو کی دو قسمیں اور ان کا شرعی حکم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں سحر (جادو) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سحر حرام۔ اور محاورات (یعنی اصطلاح میں اکثر اسی پر سحر کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسرے سحر حلال جیسے عملیات اور عزائم اور تعویذ وغیرہ کہ لغۃً یہ بھی سحر کی قسم میں داخل ہے۔ اور ان کو سحر حلال کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعویذ وعزائم (عملیات) وغیرہ مطلقاً جائز نہیں بلکہ اس میں بھی تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس میں اسماء الٰہی سے استعانات (مدد حاصل کرنا ہو) اور مقصود بھی جائز ہو تو جائز ہے اور اگر مقصود ناجائز ہو تو حرام ہے۔

اور اگر شیاطین سے استعانت (مدد حاصل کرنا) ہو تو مطلقاً حرام ہے۔ خواہ مقصود اچھا ہو یا برا۔ بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ جب مقصود اچھا ہو تو شیاطین کے نام سے بھی استعانت (مدد حاصل کرنا) جائز ہے یہ بالکل غلط ہے۔ خوب سمجھ لو۔ (التبلیغ)

حاسدوں کے حسد سے پناہ مانگو

تیسری چیز جس کے شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی وہ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ہے (اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے) حسد دل کی اس کیفیت کا نام ہے کہ ایک شخص دوسرے کے پاس اللہ کی کسی نعمت کو دیکھے تو اس کا دل جلے

اور کڑھے اور یہ چاہے کہ یہ نعمت اس سے ضائع ہو جائے۔ چھن جائے اور جاتی رہے۔ اوراس کے بدلہ مجھے مل جائے اوراس کے لئے حیلے اور تدابیر عمل میں لائے شریعت اسلامیہ میں حسد بالکل ناجائز گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔ ہاں دوسرے کی نعمت دیکھ کر اپنے لئے بھی آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے تو یہ حسد میں داخل نہیں اوراس کو شریعت میں غبطہ کہتے ہیں۔ غبطہ جائز ہے حسد کی یہ بیماری دل کی بدترین بیماریوں میں سے ہے اور حاسد کے اندر جب حسد کی آگ بھڑکتی ہے تو وہ دوسرے کی بربادی کے لئے اپنی خرابی و بربادی کی بھی پروا نہیں کرتا اس لئے یہ شر بہت ہی بڑا شر ہے۔ حکماء نے لکھا ہے کہ یہ مرض حسد وہ جہاں سوز ہے کہ جس کی آگ میں پہلے حاسد خود جلتا ہے پہلا گناہ جو آسمانوں کے اوپر ہوا ہے وہ ابلیس کا حسد حضرت آدم علیہ السلام سے تھا جس کے نتیجہ میں اپنے آپ بھی برباد ہوا اور حضرت آدمؑ کو بھی مبتلائے مصیبت کر ہی چھوڑا۔ اور زمین پر جو پہلا گناہ ہوا وہ حضرت آدمؑ کی اولاد قابیل کا حسد اپنے بھائی ہابیل سے تھا کہ اپنی عقبیٰ بھی بربادی اور بھائی مظلوم کو بھی قتل کیا۔ تو اکثر مفسرین کے نزدیک من شر حاسد اذا حسد کا مطلب یہ ہے کہ حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے تو اس کی بدی اوراس کے حسد کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے تا کہ وہ قادر مطلق اس کی مضرت کے اسباب سے محفوظ رکھے اور اللہ ہی سے اس طرح استغاثہ اور فریاد کرے کہ جب اس نے ہمیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے تو وہ ہمیں ان لوگوں کے شر سے بھی محفوظ رکھے جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دیکھ کر جلتے ہیں اور ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں۔ یہاں آیت وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خدا حسد کی صفت بد سے دل کو محفوظ رکھے کہ یہ دل میں پیدا نہ ہونے پائے ورنہ پھر سعادت سے محرومی ہو جاتی ہے۔ یہود مدینہ باوجودے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق سمجھتے تھے مگر حسد کی آگ میں جل مرے اور سعادت سے محروم رہ گئے۔

خلاصہ: اس سورت میں اللہ نے اپنی ایک صفت بیان فرما کر چار چیزوں کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ مخلوق کے شر سے ۔اندھیرے کے شر سے (عام طور پر چور، شیاطین، جنات، حشرات اور ساحر اندھیرے ہی میں اپنا کام دکھاتے ہیں)۔ پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے جو کہ جادو اور ٹونے کرتی ہیں۔ یہ کام اگرچہ مرد بھی کرتے ہیں لیکن عورتیں تعویذ گنڈے میں ہمیشہ پیش دکھائی دیتی ہیں اس لیے قرآن نے عورتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ حاسد کے شر سے۔

سورۃ الفلق کے خواص

۱.....رزق کی آسانی کے لئے سورۂ فلق کو روزانہ پڑھنا مفید ہے۔

۲.....مخلوقات کے شر اور حسد سے بچنے کے لئے سورۂ فلق کو روزانہ پڑھیں ان شاء اللہ حفاظت ہوگی۔

جادو کی کاٹ کیلئے معوذتین کا عمل

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

۱- قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین تین بار پانی پر دم کر کے مریض کو پلا دیں اور زیادہ پانی پر دم کر کے اس پانی میں نہلا دیں اور یہ دعا چالیس روز تک روزمرہ چینی کی تشتری پر لکھ کر پلایا کریں۔ يَاحَيُّ حِيْنَ لَا حَيَّ فِي دَيْمُوْمَةِ مُلْكِهٖ وَبَقَائه يَاحَيُّ انشاءاللہ تعالیٰ جادو کا اثر جاتا رہے گا اور یہ دعا ہر اس بیمار کے لئے بھی بہت مفید ہے جس کو حکیموں نے جواب دیدیا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنی ذات پاک پر توکل اور بھروسہ کرنے کی نعمت و دولت عطا فرما۔ اور اپنے متوکل بندوں کی جیسے آپ مدد و نصرت اور حفاظت فرماتے ہیں ہماری بھی مدد و حفاظت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

47

سُوْرَۃُ النَّاسِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سِتُّ اٰیٰتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ﴿۴﴾

آپ کہیئے کہ میں آدمیوں کے مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے

الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جن ہو یا آدمی۔

قُلْ کہہ دیجئے	اَعُوْذُ میں پناہ میں آتا ہوں	بِرَبِّ رب کی	النَّاسِ لوگ	مَلِكِ بادشاہ	النَّاسِ لوگ	اِلٰہِ معبود	النَّاسِ لوگ	مِنْ سے
شَرِّ شر	الْوَسْوَاسِ وسوسہ ڈالنے والے	الْخَنَّاسِ چھپ کر حملہ کرنیوالے	الَّذِیْ جو	یُوَسْوِسُ وسوسہ ڈالتا ہے	فِیْ میں			
	صُدُوْرِ سینے (دل)	النَّاسِ لوگ	مِنَ سے	الْجِنَّۃِ جن (جمع)	وَالنَّاسِ اور انسان			

سورۂ فلق اور سورۂ الناس کے مضامین کا ربط

جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا گیا یہ آخری دو سورتیں قرآن پاک کی یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ معوذتین کہلاتی ہیں۔ یعنی وہ دو سورتیں جن میں استعاذہ کی تعلیم دی گئی ہے چنانچہ گذشتہ سورۂ فلق میں مضرات اور شرور دنیویہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی اور اس سورۃ میں مضرات اور شرور دینیہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنے کی ہدایت دی جاتی ہے کیونکہ نعمتیں دو ہی طرح کی ہیں ایک دنیوی یا مادی نعمتیں جیسے مال دولت' اولاد' منصب و اقتدار' حکومت سلطنت وغیرہ۔ دوسرے دینی یا معنوی جیسے ایمان' اسلام' اخلاق حسنہ وغیرہ۔ تو گذشتہ سورۂ فلق میں جن چیزوں کے شر سے اللہ کی پناہ لینے کی تعلیم دی گئی تھی وہ سب خارج میں پائی جاتی تھیں مثلاً کسی دوسرے کا ظلم' کسی چیز سے پہنچنے والی تکلیف جادو یا حسد وغیرہ لیکن اس سورۃ میں جس چیز سے پناہ لینے کی تعلیم دی جارہی ہے وہ وہ شر ہیں کہ جو خاص انسان کے قلب پر پہنچتے اور اثر کرتے ہیں یعنی شیطانی خیالات اور وساوس جو قلب پر اثر کر کے ایمان کو زائل یا ناقص کر دیتے ہیں اور جب قوت ایمانی جاتی رہی تو پھر آدمی دین کا رہا اور نہ دنیا کا۔

اپنے رب مالک اور معبود کی پناہ میں آؤ

اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے تمام مومنین کو حکم ہے کہ شیطانی خیالات و وساوس سے ہر وقت اللہ کی پناہ مانگتے رہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہیے کہ میں انسانوں کے رب انسانوں کے بادشاہ اور انسانوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ وہ تمام انسانوں کا رب ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ تمام انسانوں کا مالک اور بادشاہ ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ تمام انسانوں کا الٰہ یعنی معبود ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت اور بادشاہت اور معبودیت تمام مخلوقات کو شامل ہے لیکن ان صفات کا جیسا کامل ظہور انسانوں میں ہوا کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہوا اسی لئے ''رب'' اور ملک اور الٰہ کی اضافت انسان ہی کی طرف کی گئی۔ نیز شیطانی خیالات اور وساوس میں مبتلا ہونا بجز انسان کے دوسری مخلوقات کی شان بھی نہیں۔ اس

لئے حکم ہوتا ہے کہ جو بھی پناہ اور بچاؤ کا طالب ہو وہ اس پاک اور برتر صفات والے خدا کی پناہ میں آ جائے جو تمام انسانوں کا پالنے اور پرورش کرنے والا ہے۔ جو تمام انسانوں کا حقیقی مالک اور شہنشاہ بھی ہے اور جو معبود حقیقی اور لائق عبادت و بندگی بھی ہے۔ یہاں ان تین صفات کے ذکر سے یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ بندہ صرف اللہ کی پناہ لے جو ان صفات کا مالک ہے اور کوئی دوسری ہستی ان صفات کی مالک نہیں اس لئے اللہ کے سوا کوئی دوسری ذات پناہ طلب کرنے کے لائق نہیں۔

شیطان کی وسوسہ اندازی سے پناہ مانگو

اب آگے اس سورۃ میں جس چیز کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی جاتی ہے اس کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ یعنی مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے شیطان کے شر سے وسواس اسے کہتے ہیں جو وسوسہ ڈالے اور وسوسہ دل میں آنے والے برے خیال کو کہتے ہیں۔ شیطان کا کام یہی ہے کہ وہ انسان کے دل میں برے خیالات ڈالا کرتا ہے۔ اور انسان کی نظروں سے غائب رہ کر انسان کو بہکاتا پھسلاتا ہے۔ اس شیطان کی صفت یہاں خناس فرمائی گئی یعنی وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والا یعنی چور اور داؤ گھات والا قزاق ہے جیسا چوروں بدمعاشوں اور قزاقوں کی عادت ہوتی ہے کہ کام کیا اور سٹک گئے۔ ایسے ہی شیطان ہے کہ خرمن ایمان میں چنگاری ڈالی اور چل دیا۔ حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان ابن آدم کے دل پر چنگل مارے ہوئے ہے۔ جہاں انسان بھولا اور غفلت کی اس نے وسوسہ ڈالنے شروع کئے اور جہاں اس نے ذکر اللہ کیا اور یہ پیچھے ہٹا خناس کی تشریح میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ شیطان برائی سکھاتا ہے اور جہاں انسان نے اس کی مان لی پھر ہٹ جاتا ہے۔ آگے اور توضیح فرمائی جاتی ہے کہ وہ وسواس کیا کرتا ہے۔ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ بد خطرات اور ناپاک خیالات ڈالا کرتا ہے۔ اگر کوئی نیک کام کرنے لگے تو قسم قسم کے شبہات اس کے دل میں پیدا کرتا ہے اور اس کار خیر سے ہر ممکن طریقہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے اندر شیطان خون کی طرح رگ و ریشہ میں پھرتا ہے۔ مگر یہ بھی ذہن نشین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ اختیار تو دیا ہے کہ وہ انسان کے دل میں وسوسہ ڈال سکے لیکن اسے یہ اختیار نہیں کہ وہ جبراً انسان سے کوئی غلط کام بھی کرالے۔ دل میں وسوسہ آنے کے بعد بندے کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اس خیال کے مطابق برائی میں مبتلا ہو جائے اور چاہے تو وسوسہ کو رد کر دے اور برائی سے بچ جائے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں محض دل میں وسوسہ آنے پر کوئی گرفت نہیں۔ ہاں اس وسوسہ کے مطابق عمل کرنے پر گرفت ہوگی۔ الغرض ابلیس اور اس کی ذریت کو قلوب بنی آدم تک اس طرح رسائی ہے کہ وہ طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈالا کرتا ہے۔

وسوسہ اندازی انسان بھی کرتے ہیں

آگے فرمایا جاتا ہے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ خواہ وہ جن ہو یا آدمی یعنی شیطان جنات میں بھی ہیں اور انسانوں میں بھی۔ اللہ تعالیٰ دونوں سے یعنی شیاطین الجن اور شیاطین الانس سے ہم کو ہر آن اپنی پناہ میں رکھیں۔ یعنی کچھ ابلیس اور اس کی ذریت پر ہی موقوف نہیں انسانوں میں بھی ایسے ہیں کہ جو ایمان یا نیک کام میں یا کار خیر میں وسوسہ اور شبہ ڈال کر چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا کرتے ہیں کبھی اپنی سحر بیانی سے کبھی ملمع کار تقاریر سے کبھی مشفق و مہربان کی صورت میں کبھی مصلح و ہمدرد قوم کی شکل میں کبھی لیڈر و رہنما کے لباس میں اور کبھی فقیری کے لباس میں غرضکہ نہ معلوم کتنے بہروپ بدل کر انسانی شیطان وہ وہ کام کرتے ہیں کہ شیطان بھی ان پر رشک کھاتا ہے اور ان انسانی شیطانوں کا بھی ہر وقت اور ہر زمانہ میں ظہور رہا ہے۔ اور خصوصاً اس آزادی کے دور میں تو ان انسانی خناسوں کی خوب بن آئی ہے۔ جو چاہیں کریں۔ جو چاہیں کہیں انہیں کوئی پوچھنے اور روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ اسلام اور شعائر اسلام کی توہین کرتے ہیں۔ احکام شریعت پر قہقہہ اڑاتے ہیں۔ شیدائیان مغرب اور عاشقان یہودیت و نصرانیت اسلام کے لباس میں لوگوں کو الحاد و زندقہ کی دعوت دیتے

ہیں۔ یہ انسانی خناس عام بدکاری کے ایسے اسباب پیدا کر رہے ہیں کہ ایمان کا تھامنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ ہاتھ میں انگارے کا تھامنا۔ سینکڑوں تباہ کن رسم ورواج پیدا کر کے قانون شریعت کو درہم برہم کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ شراب خواری، زنا کاری، برہنہ تصاویر، طرح طرح کے لہو ولعب۔ گاجے باجے، تھیٹر، سینما ایسے جاری ہو رہے ہیں کہ جن سے کوئی شہر خالی نہ ہوگا۔ سود اور اس کے معاملات کی ایسی وبا پھیلی کہ جس سے کوئی تجارت یا کوئی معاملہ نہ بچ سکے۔ ابلیس لعین بھی ان انسان نما شیاطین کی سیہ کاریوں کو دیکھ کر حیران وششدر رہ جاتا ہوگا کہ شاگرد رشید تو ایسے نکلے کہ استاد سے بھی کئی گناہ سبقت لے گئے۔ اب تو شیطان بھی بفراغت آرام کرتا ہوگا کہ اس کے چیلے چانٹوں نے کچھ کمی نہیں چھوڑی کہ جو اس کو تکلیف گوارا کرنی پڑے۔ الغرض انسانی خناس ہو یا جناتی خناس سب کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس پرفتن دور میں ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

ایک اہم نکتہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے ان دونوں سورتوں یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے تفسیر کے سلسلہ میں ایک عجیب اور نہایت لطیف نکتہ یہ لکھا ہے کہ سورۃ فلق میں اللہ تعالیٰ کی ایک ہی صفت سے یعنی جو رب فلق ہے تین چیزوں کی برائی سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ ایک تاریکی کے شر سے، دوسرے سحر کے شر سے، تیسرے حاسد کے حسد کے شر سے۔ اور سورۃ الناس میں ایک ہی چیز کی برائی سے یعنی شیطان کے وسوسہ سے حق تعالیٰ کی تین صفتوں سے جو رب الناس ہے ملک الناس ہے اور الٰہ الناس ہے پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ دین کی حفاظت مقدم اور زیادہ ضروری ہے۔ جان اور بدن کی حفاظت سے۔ اس واسطے کہ وساوس شیطانی دین کا خراب کرنے والا ہے اور وہ تینوں چیزیں یعنی تاریکی، سحر اور حسد جان وبدن کو ضرر پہنچانے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی جان سے زیادہ اپنے دین وایمان کو بچانے کی توفیق وہمت عطا فرمائیں۔

قرآن کریم کی ابتداء واختتام میں ربط وتوافق

اب آخیر میں ایک عجیب لطیفہ جس کو حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے یہاں خاتمہ پر بتغیر الفاظ نقل کیا جاتا ہے حضرتؒ لکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں جس سے قرآن کا حسن آغاز وانجام بھی ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ خاتمہ قرآن پر اس سورۃ کے اور ابتدائے قرآن میں سورۂ فاتحہ کے مضامین میں غایت درجہ کا تقارب ہے اور دونوں سے توحید متحقق ہے چنانچہ یہاں سورۃ الناس میں رَبِّ النَّاسِ ہے اس کی مناسبت سے سورۂ فاتحہ میں رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے۔ یہاں مَلِكِ النَّاسِ ہے اس کی مناسبت سے سورۂ فاتحہ میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے اور یہاں اِلٰهِ النَّاسِ ہے اس کی مناسبت سے سورۂ فاتحہ میں **ایاک نعبد** ہے اور یہاں استعاذہ کی تعلیم ہے اس کے مناسب وہاں سورۂ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہے۔ اور یہاں مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ ہے اس کے مناسب سورۂ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ ہے اور ایک نکتہ مفسرین نے ابتداء واختتام قرآن کی مناسبت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابتدائے قرآن کی اللہ تعالیٰ کے وصف ربوبیت سے تھی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا تھا۔ اور اختتام وصف الوہیت پر ہوا اور الٰه الناس فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ربوبیت کی حق شناسی یہی ہے کہ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کیا جاوے اور اسی کی شکر گزاری کے ساتھ عبادت واطاعت میں عمر گزار دی جائے۔

خلاصہ

یہ معوذتین میں سے دوسری سورت ہے اور ان دونوں سورتوں کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کے بارے میں فرمایا:

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج ایسی دو سورتیں نازل ہوئی ہیں کہ ان کی کوئی مثال نہیں یعنی اللہ کی پناہ مانگنے میں یہ دونوں سورتیں بے مثال ہیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دو سورتوں سے کوئی شخص بھی مستغنی نہیں یہ جسمانی اور روحانی آفات دور کرنے میں بے حد مؤثر ہیں۔

قرآن کے آخر میں ان دو سورتوں کے لانے اور سورۂ فاتحہ سے شروع کرنے میں بڑی گہری مناسبت ہے سورۂ فاتحہ میں بھی اللہ کی مدد مانگی گئی تھی اور ان دونوں سورتوں میں بھی یہی مضمون ہے۔ گویا کہ اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ بندے کو ابتدا سے انتہاء تک اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور اس سے مدد مانگتے رہنا چاہیے۔

سورۂ ناس میں اللہ کی تین صفات مذکور ہیں: ربوبیت مالکیت اور الٰہیت۔ یہ تین صفات ذکر فرما کر ایک چیز کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ ہے وسوسہ ڈالنے والے کا شر۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وسوسہ کتنی خطرناک اور مہلک بیماری ہے وسوسہ شیطان بھی ڈالتا ہے اور انسان بھی آج کا سارا مغربی میڈیا مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کے حوالے سے وسوسہ اندازی میں مصروف ہے اور وسوسے کی بیماری بہت عام ہو چکی ہے اس لیے کثرت کے ساتھ ان دو سورتوں کو ورد زبان بنانے کی ضرورت ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی سمجھ لیا جائے کہ سورۂ فلق میں ایک صفت ذکر فرما کر چار آفات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا تھا اور یہاں چار صفات ذکر فرما کر ایک آفت کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے کہ پہلی سورت میں نفس اور بدن کی سلامتی مطلوب ہے جبکہ دوسری سورت میں دین کے ضرر سے بچنا اور اس کی سلامتی مطلوب ہے اور دین کا چھوٹے سے چھوٹا نقصان دنیا کے بڑے سے بڑے نقصان سے زیادہ خطرناک ہے۔

اگر ہم نے قرآن سے سچا تعلق قائم کیے رکھا اور اسے پڑھنے سمجھنے اس پر عمل کرنے اور اس کے سارے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہے تو ان شاء اللہ ہمارا اور ہماری آنے والی نسلوں کا دین وایمان محفوظ رہے گا۔

سورۃ الناس کے خواص

۱..... جو آدمی سورۃ الناس کی تلاوت کو اپنا معمول بنائے وہ امن و سلامتی میں رہے گا۔

۲..... جس آدمی کو یا جانور وغیرہ کو نظر بد کا اثر ہو تو سورۃ الناس پڑھ کر اس پر دم کریں اللہ کے فضل سے درست ہو جائے گا۔

۳..... مریض پر سورۂ ناس کا دم کرنے سے افاقہ ہوتا ہے۔

۴..... جو آدمی نزع کے عالم میں ہو اس پر سورۂ ناس پڑھنے سے اس کی موت آسان ہو جاتی ہے۔

۵..... جنوں اور انسانوں کے شر سے اور وہم ووسواس سے محفوظ رہنے کے لئے سوتے وقت سورۂ ناس پڑھ کر سوئے۔

۶..... بچوں کو جنوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے سورۃ الناس کو لکھ کر ان کے گلے میں لٹکانا مفید ہے۔

۷..... جس آدمی کو بادشاہ یا افسر وغیرہ کے ظلم کا خوف ہو وہ اس کے پاس داخل ہوتے وقت سورۃ الناس پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ان کے شر کے لئے اسے کافی ہو جائے گا اور یہ امن وامان میں رہے گا۔

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ اس پرفتن دور میں ہم کو قرآن کو سینہ سے لگائے رکھنے اور اسکا سچا خادم اور متبع ہو کر زندہ رہنے اور اسی پر موت آ جانے کی سعادت مقدر فرما۔

یَا اَللّٰہُ آپ ہی ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمایئے اور تمام شرور وفتن ظاہری و باطنی سے عموماً اور شیاطین الجن والانس کے خطرات ووساوس سے خصوصاً ہم کو اپنی پناہ نصیب فرما دیجئے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جدید ایڈیشن

قرآن کریم کے معانی و مطالب سے واقف کرانے کیلئے
بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ آسان تعلیمی

درسِ قرآن

پارہ ۲۶ تا ۳۰

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلام پاک کی سیکھ لے
تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے اور اگر عمل کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے

تسہیل شدہ ترجمہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات
مولانا محمد اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تفسیر ملخص از تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن و دیگر تفاسیر

اگر آپ روزانہ
پندرہ بیس منٹ "درسِ قرآن"
سے ایک درس پڑھیں تو ان شاء اللہ
آپ اس کے معانی و مطالب کو سمجھنے
میں کامیاب ہو جائیں گے

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240